1

تفسیر

بصیرتِ قرآن

سُورۃُ الفاتحۃ سُورۃُ البقرۃ سُورۃُ آلِ عمران سُورۃُ النساء سُورۃُ المائدۃ





مولانا محمد آصف قاسمی

امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن

4 -S-T بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی غور و فکر کرنے والا

تفسیر بصیرتِ قرآن

سُورۃ الفاتحۃ سُورۃ البقرۃ سُورۃ آلِ عمران سُورۃ النساء سُورۃ المائدۃ

جلد ۱

مولانا محمد آصف قاسمی

امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن

S-T-4 بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

تفسیر بصیرت قرآن کے سلسلے میں چند باتیں

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی جس کو ساری انسانیت کے لئے قیامت تک نور ہدایت اور مشعل راہ بنایا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ اور مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے قرآن کریم کے نزول کا زمانہ بھی پایا اور نبی کریم ﷺ کی زندگی کو قرآن کریم کی عملی تفسیر میں بھی دیکھا۔ صحابہ کرامؓ نے قرآن وسنت کی تعلیمات میں ڈھل کر نبی مکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ایسی روشنی حاصل کی کہ ساری انسانیت کے لئے ستاروں کی مانند چمک کر معیار حق وصداقت کا وہ بہترین نمونہ بن کر ابھرے کہ ان کے وجود سے ساری دنیا کے اندھیرے دور ہو گئے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کا بھی دامن تھام لوگے ہدایت حاصل کرلو گے۔'' نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ نے جو چراغ روشن کئے تھے بعد میں آنے والے حضرات اور علماء کرام ان چراغوں کی روشنی کو لے کے آگے بڑھتے رہے اور ساری دنیا کو روشن و منور کرتے چلے گئے۔ خود اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اپنے ایثار وقربانی سے دین اسلام کی روشنی کے اَن مٹ نقوش چھوڑ گئے۔ آج ساری دنیا میں جو بھی روشنی ہے وہ نبی کریم ﷺ کے ان ہی جانثاروں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں جس طرح آپ ﷺ کے بعد اب کسی نبی اور رسول کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح قرآن حکیم کے بعد اب کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اب دنیا کی نجات اور کامیابی صرف قرآن حکیم، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے دامن سے وابستگی سے ہی مل سکتی ہے۔ علماء امت نے اپنی ان ذمہ داریوں کو ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ وہ اس دین کی روشنی کو اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق ساری دنیا میں پہنچانے کے ذمے دار ہیں کیونکہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے اور اب اس دین کی روشنی کو پھیلانا علماء دین کی ذمہ داری ہے، تاریخ گواہ ہے کہ مخالفتوں کے ہزار طوفانوں کے باوجود علماء حق نے دین اسلام کے ان چراغوں کی روشنی کو مدھم نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے ہر دور میں حالات کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی کو پھیلانے میں بے مثال کوششیں فرمائیں۔

تراجم قرآن

یوں تو دنیا کی بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے ہزاروں ترجمے لکھے گئے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے لیکن اردو کا دامن بھی قرآن کریم کے ترجموں اور تفسیروں سے مالا مال ہے۔

تراجم قرآن کا جائزہ لیتے ہیں ہوئے ہمیں تاریخی اعتبار سے یہ حقیقت ملتی ہے کہ ہندوستان میں ہزاروں مخالفتوں کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے فارسی اور بعد میں اردو میں ترجمہ قرآن کی بنیاد ڈالی۔ پھر بعد میں آنے والے اکابرؒ نے ترجمہ وتفسیر کر کے قرآن وسنت کی روشنی کو عام کرنے کی بھرپور جدوجہد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کی ان کاوشوں اور کوششوں کو قبول اور منظور فرمائے۔ آمین

مجھے شروع ہی سے ان بزرگوں کی تفاسیر اور ترجمے پڑھنے کا شوق رہا ہے اور اپنے بزرگوں کے ترجموں اور تفسیروں سے فیض یاب ہوتا رہا ہوں۔ ہر پڑھنے والے طالب علم کو شوق ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے مطالعہ قرآن کے سلسلہ میں چند نئے پہلوؤں کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ کچھ پہلو میرے ذہن میں بھی تھے تاکہ جس طرح ہمارے بزرگوں نے تفسیر قرآن کی عظیم ترین خدمات سرانجام دی ہیں چند پہلوؤں پر میں بھی لکھوں۔ برسوں پہلے کی بات ہے کہ میں نے کراچی میں ایک مخلص دوست حاجی احمد صاحبؒ کی فرمائش پر تفسیر قرآن لکھنا شروع کی اور سولہ کیسٹوں میں قرأت، ترجمہ وتفسیر کے ساتھ فہم القرآن کے نام سے ریکارڈنگ بھی کرائی جس کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور ہزاروں گھروں میں میرے یہ کیسٹ پہنچ گئے پھر اس کے بعد میرا کینیڈا جانے کا اتفاق ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ کینیڈا جا کر بھی اس ترجمہ وتفسیر کی جدوجہد کرتا رہا اور تقریباً ستائیس سال کے عرصہ کی محنت کے بعد اللہ نے اس کوشش کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کینیڈا کے دوران قیام میں نے اردو انگلش میں ایک اخبار ''بصیرت انٹرنیشنل'' کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اس میں میں نے اس تفسیر قرآن کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے شائع کرنا شروع کر دیا اس تفسیر کے شائع ہوتے ہی مجھے بہت سے دوستوں کے ٹیلی فون اور خطوط آنا شروع ہوگئے کہ اس تفسیر کا انداز بہت سادہ اور آسان ہے اس کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو عام مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ جب میں ان دوستوں کی فرمائش کو دیکھتا تو دل چاہتا کہ سب کچھ چھوڑ کر اس میں ہی لگ جاؤں اور جب اپنے وسائل پر نظر جاتی تو ہمت ٹوٹ جاتی۔ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں یہی درخواست پیش کرتا رہتا تھا کہ رب العالمین آپ کی توفیق سے میں نے یہ تفسیر لکھی ہے آپ ہی اسباب پیدا فرمائیں گے۔ چنانچہ 1998ء میں میرا پاکستان آنا ہوا تو کچھ دوستوں نے اس سلسلہ میں میری ہمت افزائی فرمائی اور اللہ کے فضل و کرم سے اس کی کمپوزنگ شروع ہوگئی۔ میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں کہ اللہ کے کرم سے تفسیر بصیرت قرآن کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک جلد کے بعد دوسری جلد شائع ہونا شروع ہوگئی اور چند برسوں میں اللہ نے چھ جلدوں میں تفسیر قرآن کریم کو مکمل فرمادیا۔ الحمدللہ رب العالمین

تفسیر بصیرت قرآن کی چند خصوصیات

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ترجمہ وتفسیر کے لکھنے میں میرا بنیادی جذبہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائیں اور اس کے صدقے میں میری مغفرت فرمادیں۔ اس سلسلہ میں میری حیثیت اس بڑھیا جیسی ہے جو مصر کے بازار میں سوت کا ایک گولہ لے کر اس جذبہ کے ساتھ آگئی تھی کہ اس کا نام بھی ''یوسف کے خریداروں میں آجائے'' کیا خبر کہ میری یہ ادنیٰ سی کاوش وکوشش کل قیامت کے دن جب صحابہ کرامؓ، علماء عظام اور بزرگان دین اپنا اپنا انعام حاصل کررہے ہوں تو ان کے صدقے میں مجھے بھی مغفرت ونجات کا پروانہ مل جائے۔

(۲) اس پوری تفسیر میں لفظ ''خدا'' نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ خدا کہنے میں اللہ کی طرف سے کسی اجر وثواب کا وعدہ نہیں ہے جب کہ لفظ اللہ قرآن کریم کا لفظ ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے پوری تفسیر میں لفظ خدا لکھنے سے گریز کیا ہے۔

(۳) تفسیر میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ آسان زبان میں بات کو سمجھایا جائے کیونکہ عام مسلمانوں کو شکوہ یہ ہے کہ تفسیروں میں اتنے مشکل الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جن کے سمجھنے میں بڑی دشواری اور مشکل پیش آتی ہے لہٰذا میں نے زیادہ سے زیادہ سادہ الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کی ہے اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا صحیح فیصلہ تو آپ ہی کرسکتے ہیں۔

(۴) اس بات کی ممکن حد تک کوشش کی گئی ہے کہ فقہی مسائل کو فقہ حنفیہ کے مطابق بیان کیا جائے کیونکہ جب ہم مختلف فقہا کا مسلک بیان کرتے ہیں تو آسان پسند لوگ ہر فقہ سے اپنے مطلب کے مسائل نکال کر خود ہی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ اس کی وجہ سے کافی الجھنیں پیدا ہورہی ہیں اس لئے میں نے عام طور پر اسی قول کو نقل کیا ہے جو فقہ حنفی کے مطابق ہے۔

(۵) تفسیر کرنے میں میری کوشش یہ رہی ہے کہ جو آیت سامنے ہے اس کے مفہوم کو واضح کرکے بتادیا جائے تاکہ بات مختصر بھی ہو اور سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

(۶) ترجمہ کے ساتھ الفاظ قرآن کا الگ الگ ترجمہ بھی کردیا ہے تاکہ جو شخص قرآن کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ خود بھی ترجمہ سیکھنا چاہتا ہو وہ لغات القرآن اور تفسیر کے مطالعہ سے قرآن کریم کو باترجمہ سیکھ سکے۔

(۷) پوری تفسیر میں میں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اپنی رائے سے کوئی بات نہ لکھوں جہاں کوئی اختلافی مسئلہ ہوتا ہے اس میں مختلف مفسرین کی رائے پیش کردیتا ہوں کیونکہ ہمارے اکابر نے پوری

زندگیاں لگا کر حق وصداقت کی باتوں پر تحقیق فرمائی ہے اور اس کو امت کے سامنے پیش کیا ہے۔ میں نے بھی ان ہی بزرگوں کے فیض سے روشنی حاصل کر کے ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

تمام قارئین سے دعائے خیر کے لئے درخواست کرتا ہوں۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوسکا احتیاط کا دامن تھامے رکھا لیکن میں بھی انسان ہوں۔ انسان خطاؤں کا پتلا ہوتا ہے ممکن ہے احتیاط کے باوجود مجھ سے کہیں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو۔ اگر کہیں بھی غلطی ہو وہ میری طرف سے ہے اور جو بھی صحیح اور سچی بات ہے وہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ میری کوتاہی کو نظر انداز کرتے ہوئے دین کی سچائیوں کو بنیاد بنا لیجیے۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ میری جو بھی کوتاہی ہو اس سے مجھے ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کرسکوں۔

جن حضرات نے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے میرے ساتھ تفسیر بصیرت قرآن کی طباعت واشاعت اور مفید مشوروں سے بھرپور معاونت کی ہے ان کی کثیر تعداد ہے جن کے لئے میں دعا گو ہوں۔ خاص طور پر مولانا شاہ تفضّل علی ،مولانا مفتی عبیداللہ، انجینئر جاوید حسن (کراچی)، سید عرفان قادر (ونڈسر)، شکیل بھائی (امریکہ)، کامران عظمت راجہ (ناروے)، راحت تسلیم عثمانی (اوسلو ناروے)، سلیم اعجاز (ونی پیگ)، عزیزم سلمان سعدی قاسمی (کراچی)، عزیزم اعزاز احمد علوی، اسماء صدف علوی (کینیڈا)۔

آخر میں اگر میں اپنی رفیقہ حیات عذرا نگار قاسمی کا ذکر نہ کروں تو نامناسب سی بات ہوگی کیونکہ انہوں نے قدم قدم پر مجھے مفید مشورے بھی دیئے اور گھریلو سکون اور اطمینان بھی دیا اور میری ہمت افزائی کی۔

الحمدللہ برسوں سے تفسیر قرآن کریم لکھنے کا جو کام شروع کیا تھا وہ تقریباً ستائیس سال میں تکمیل تک پہنچا جس پر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

محمد آصف قاسمی
مؤلف تفسیر بصیرت قرآن
چیئرمین بزم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
امیر (بانی وچیئرمین) جامعہ اسلامیہ کینیڈا
چیئرمین: دارالعلوم فاروق اعظمؓ نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان
فون نمبر 905 279 3040 (ٹورانٹو)
موبائل نمبر 03219240468 (کراچی پاکستان)

تفسیر بصیرت قرآن کے سلسلہ میں کی گئی ہر کاوش وکوشش میں اپنے والد محترم

حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی مرحوم ومغفور

کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھ کر اللہ کی بارگاہ میں درخواست کرتا ہوں کہ اے اللہ میرے والدین کی مغفرت فرما کر آخرت میں ان کے درجات کو بلند فرما دیجیے گا۔آمین ثم آمین۔

دراصل میرے والد محترم حضرت مولانا محمد طاہر قاسمی (ابن حافظ محمد احمدؒ ابن مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند) کو قرآن کریم سے عشق کی حد تک ذوق وشوق تھا۔ان کی یہ دلی تمنا اور آرزو تھی کہ وہ ایک نئے انداز سے تفسیر قرآن کریم لکھیں۔چنانچہ انہوں نے ''تقریر القرآن'' کے نام سے تفسیر پر کام شروع بھی کر دیا تھا اور انتقال سے پہلے دس سیپاروں کی تفسیر بھی مکمل کر لی تھی۔مگر جب ہم نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اس وقت نجانے کیسے وہ تفسیر قرآن کا مسودہ ضائع ہوگیا اور کوشش کے باوجود اس مسودے کا پتہ نہ چل سکا۔ہجرت کے وقت چونکہ میری کوئی پختہ عمر نہ تھی اس لئے اس وقت تو پتہ نہ چل سکا مگر بعد میں یہ احساس بہت شدت اختیار کر گیا کہ کاش میں والد محترم کی تفسیر کو دیکھ سکتا۔اس کے بعد میرے دل میں یہ تمنا کروٹیں لینے لگی کہ میں والد محترم کی اس تمنا کو کس طرح پورا کروں۔

اللہ کا فضل وکرم اور والد محترم کا شاید تصرف باطنی تھا کہ ستائیس سال میں مجھ جیسے ناکارہ اور بے علم وعمل آدمی کے ہاتھوں تفسیر قرآن کریم کا کام مکمل ہوا اور اس طرح میرے والد محترمؒ کی یہ تمنا پوری ہوگئی۔اس پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے والدین کی ہر نیکی اور بھلائی کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر ان کی مغفرت فرمادے اور ان کو جنت الفردوس کی راحتیں نصیب فرمائے۔آمین

میں اپنے ان تمام بہن بھائیوں سے جو اس تفسیر کو پڑھ کر فائدہ حاصل کریں گے نہایت عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے والدین کو خاص طور پر اور مجھے اور میرے اہل خانہ کو اور میرے معاونین کو اپنی مخلصانہ دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرالجزاء

والسلام

محمد آصف قاسمی نانوتوی

مفسر تفسیر بصیرت قرآن

تعوذ اور تسمیہ کی اہمیت

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود (کے شر) سے

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کو تعوذ کہا جاتا ہے۔ تعوذ کے معنی ہیں پناہ مانگنا، حفاظت میں آنا۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ جب بھی قرآن مجید کو پڑھا جائے تو پہلے تعوذ کو پڑھنا چاہیے تاکہ شیطان کے بچھائے ہوئے جال سے انسان بچ سکے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ باعظمت کتاب ہے جو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ پر نازل کی گئی اور قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی کسی قسم کا نبی اور رسول نہیں آسکتا اسی طرح قرآن کریم بھی وہ آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آسکتی۔ اب قیامت تک نبی مکرم ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن کریم کی ہدایات ہی جاری ہیں گی۔ قرآن مجید کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ وہ خاص کتاب ہے جس کو ہاتھ لگانے، پڑھنے، سمجھنے اور سمجھانے کے کچھ آداب ہیں۔ ان آداب اور طریقوں کو قرآن کریم اور احادیث میں بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے جن کا لحاظ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ آداب یہ ہیں۔

(۱) قرآن کریم کو ہاتھ لگانے سے پہلے ضروری ہے کہ عورت یا مرد شرعی طور پر پاک ہوں دوسرے کہ باوضو ہوں۔ پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خصوصی ایام میں نہ ہو اور نہ ہی حالت جنابت میں ہو اور مرد کا پاک ہونا یہ ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں نہ ہو (اگر اس کو غسل کی حاجت تھی تو اس نے غسل کر لیا ہو۔)

(۲) سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک وصاف ہیں یعنی فرشتے۔
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو وہی ہاتھ لگا سکتے ہیں جو ہر طرح کی نجاستوں سے پاک ہوں۔
نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کو ہاتھ نہیں لگاتے مگر وہی جو پاک ہیں۔

(۳) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ جب بھی قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور مکمل خاموشی اختیار کرو۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کا یہ بھی ادب ہے کہ اس کو انتہائی توجہ اور خاموشی سے سنا جائے۔ ارشاد ہے۔ ترجمہ: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے (کان لگا کر) سنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔'' (سورۃ الاعراف)

(۴) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کریم کو شروع کرنے سے پہلے اللہ کی پناہ اور حفاظت کی درخواست کر لیا کرو تاکہ تم شیطان کے جال اور فریب سے محفوظ رہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''پھر جب تم قرآن کریم کی تلاوت کرنے لگو تو اللہ کی پناہ اور شیطان مردود (کے شر) سے حفاظت کی درخواست کرلیا کرو۔'' (سورہ نحل آیت ۹۷)

اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگایا جائے جب تک وضو نہ کرلیا جائے۔ قرآن کریم کو پڑھنے، سننے اور ہاتھ لگانے کے احکامات سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ قرآن کریم کوئی عام کتاب نہیں ہے کہ جس نے جس طرح چاہا اور جیسے چاہا عام کتاب کی طرح سے ہاتھ لگالیا اور پڑھ لیا بلکہ اس کا ادب واحترام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق پڑھا جائے۔ ہمیں ان لوگوں پر بڑا افسوس ہوتا ہے جو قرآن کریم کو جوتوں پر رکھ دیتے ہیں اور یہ تو رواج بڑا عام ہوتا جارہا ہے کہ ایک چھوٹا سا قرآن کریم جیب میں رکھا ہوا ہے اور وہ قرآن کو لے کر واش روم (بیت الخلا) جیسی گندگی کی جگہ بھی چلے جاتے ہیں اور ان کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ قرآن کے ساتھ وہ کتنا بڑا مذاق کر رہے ہیں ایسے لوگ سخت جہالت میں ہیں اور شیطان کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اصل میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، ہمیشہ اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو اس کی تلاوت سے روک دے اور دوسرے شیطانی کاموں کی طرف متوجہ کردے۔ شیطان کی یہ بھی کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو نیکی کے راستے سے ہٹا کر بے حیائی، بے شرمی، جھوٹ، فریب اور جہالت میں مبتلا کردے اور اس کے دل میں مختلف قسم کے وسوسے پیدا کردے اور اس کو یاد الٰہی سے روک دے اور قرآن کی عظمت کو دلوں سے نکال دے لیکن جب کوئی انسان اللہ کی حفاظت اور پناہ میں آجاتا ہے تو اس میں ایک غیر معمولی طاقت اور توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ ہزاروں برائیوں سے بچ جاتا ہے کیونکہ شیطان کا حملہ اور وار ان لوگوں پر ہی چل سکتا ہے جو اللہ پر یقین اور بھروسے کی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

''شیطان کا وار ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ البتہ شیطان کا داؤ ان لوگوں پر چلتا ہے جو اپنے آپ کو اس (شیطان) کے حوالے کردیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔'' (سورہ نحل پارہ نمبر ۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر کے اس سے پناہ مانگتے ہیں ان پر شیطان کا وار نہیں چلتا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ کے نیک بندوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے ہر عمل میں اللہ ہی کی پناہ مانگ کر اپنے کاموں کی ابتداء کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی نے ہر موقع پر اللہ کی پناہ حاصل کی اور شیطان کے شر سے حفاظت کی درخواست کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔

''اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے۔'' (سورہ ہود پارہ نمبر ۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو یہ بتایا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں تو انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام کیا آپ ہم سے مذاق کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں (اللہ کا دین پہنچانے میں) تم سے جاہلوں کی طرح مذاق کروں۔" (سورہ بقرہ پارہ نمبر۱)

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کی بری نیت دیکھ کر فرمایا تھا۔

"اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس تصور سے کہ میں اپنے مربی جس نے مجھے بہترین ٹھکانا دیا (اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاؤں)۔" (سورہ یوسف پارہ نمبر۱۲)

حضرت مریم علیہ السلام نے (جو اللہ کی نیک بندی تھیں) جب اپنے سامنے حضرت جبرئیل کو انسانی شکل میں دیکھا تو گھبرا کر فرمایا۔ "بے شک میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو اللہ کا خوف رکھتا ہے (تو یہاں سے ہٹ جا)۔"

نبی مکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ:

"اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ میں شیاطین کی سرکشی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس میں نبی مکرم ﷺ سے فرمایا گیا کہ "آپ ہمیشہ اللہ ہی کی پناہ مانگیے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندے ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں اس کی درخواست پیش کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں شیطان کے شر سے بچاتے ہوئے اپنی پناہ نصیب فرما۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی شیطان کے ہر جال سے محفوظ فرمائے۔ آمین اور ہمیں صراط مستقیم پر قائم فرمائے آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو تسمیہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے پہلے جس طرح تعوذ کا پڑھنا سنت ہے اسی طرح اس کے بعد تسمیہ بھی پڑھنا چاہیے کیونکہ اس کے پڑھنے سے برکت اور اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہر وہ کام جو ذرا بھی اہمیت رکھتا ہے اس کی ابتداء اگر اللہ کے نام سے نہ کی جائے گی تو وہ کام نامکمل رہے گا یا وہ ابتر رہے گا یعنی اس میں برکت نہ ہوگی"۔ (الحدیث)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

(۱)یاتو وہ کام نامکمل رہے گا

(۲)اوراگر وہ مکمل ہو بھی گیا تو اس میں برکت نہیں ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے "جو شخص وضو میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں ہوتا"۔

اس حدیث کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کو وضو کی برکت نصیب نہیں ہوتی۔احادیث میں بسم اللہ سے ہر نیک کام شروع کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔فرمایا گیا کہ گھر کا دروازہ بند کرتے وقت، کھانا کھاتے، پانی پیتے، سواری پر سوار ہوتے اور اترتے وقت، یہاں تک کہ جب آدمی بیت الخلاء میں جائے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرے اس طرح وہ شیاطین کے شر سے محفوظ رہے گا۔

ان احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے۔کہ بسم اللہ کی برکت سے آدمی بہت سی شیطانی حرکتوں سے نہ صرف محفوظ ہو جاتا ہے بلکہ اس کو اللہ کی رحمتیں بھی نصیب ہو جاتی ہیں۔

☆اصل میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح انسان کو نیکی کے ہر راستے سے روک دے۔قرآن کریم کی تلاوت ایک بہت بڑی نیکی ہے شیطان اس کو کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ انسان اتنی بڑی نیکی حاصل کر لے لہٰذا اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح آدمی قرآن کی طرف نہ آسکے۔فرمایا گیا کہ اس کی کوشش کو ناکام بنانے کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ تعوذ اور تسمیہ پڑھ لی جائے تاکہ شیطان کی ہر کوشش ناکام ہو جائے۔

عرب کے کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ ہر کام کی ابتداء اپنے بتوں کے نام سے کیا کرتے تھے۔اعلانِ نبوت سے پہلے نبی مکرم ﷺ پر جب تک ''بسم اللہ'' نازل نہ ہوئی تھی آپ اپنے ہر کام کی ابتداء "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ " سے کیا کرتے تھے۔لیکن جب سورہ نحل کی ایک آیت میں بسم اللہ نازل ہوگئی تو پھر آپ ہمیشہ اپنے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا کرتے تھے اور اسی کا حکم امت کے لیے بھی ہے کہ وہ اپنے ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کیا کریں۔

پارہ نمبر ۱

الٓمّٓ

سورۃ نمبر ۱

سُورَۃُ الْفَاتِحَۃ

• تعارف • ترجمہ • خلاصہ

تعارف سورۂ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	1
کل رکوع	1
آیات	7
الفاظ وکلمات	27
حروف	140
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نزول قرآن کی ابتداء میں تھوڑی تھوڑی آیات نازل ہوا کرتی تھیں، سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جو مکمل سورت نازل ہوئی وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ قرآن کریم کی ابتداء بھی اسی سورت سے کی گئی ہے جس کی احادیث میں بہت فضیلتیں آئی ہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے سورۂ فاتحہ جیسی صورت نہ توریت، انجیل اور زبور میں ہے اور نہ (اس سے پہلے) قرآن کریم میں نازل ہوئی ہے۔ یہ وہی سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیات) ہیں جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہیں (ترمذی)

قرآن کریم میں 114 سورتیں ہیں جن کے نام اللہ کے حکم سے آپ ﷺ نے تجویز فرمائے ہیں۔ ہر سورت کا جو بھی نام تجویز فرمایا ہے وہ لفظ ان سورتوں میں موجود ہے جیسے بقرہ، آل عمران اور نساء وغیرہ لیکن قرآن کریم کی دو سورتیں ایسی ہیں جن کے نام رکھے گئے ہیں اور ناموں کا کوئی لفظ ان سورتوں میں موجود نہیں ہے۔ وہ دو سورتیں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کے ایک دن صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی۔ حضرت جبرئیل بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ حضرت جبرئیل نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ وہ دروازہ ہے جو آج پہلی بار کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا راوی بیان کرتا ہے کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کو ایسے دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیئے گئے۔ ایک سورۂ فاتحہ دوسرے سورۂ بقرہ۔ ان دونوں میں سے اگر ایک حرف بھی پڑھیں گے تو وہ نور آپ کو دیدیا جائے گا (صحیح مسلم)

حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ سورۂ فاتحہ افضل قرآن ہے (بیہقی۔ حاکم)

حضرت عبداللہ ابن جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ”جابرؓ کیا میں تمہیں ایک ایسی سورت نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے (بڑی عظمتوں کے ساتھ) نازل کی ہے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا وہ سورۂ فاتحہ ہے“ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ (مسند احمد)

اسی طرح عبدالملک بن عمرؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فاتحۃ الکتاب ہر مرض کی شفا ہے۔ (مسند احمد۔ دارمی۔ بیہقی)

مذکورہ احادیث اور ان کے علاوہ بے شمار روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کی وہ اہم ترین سورت ہے۔ جو سارے قرآن کریم کے مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

یہ سورت اس قرآن کا خلاصہ ہے جو تمام آسمانی علوم کا سرچشمہ اور انسانی زندگی کی رہبری اور رہنمائی کے اصولوں کو مجموعہ ہے۔

سورۂ فاتحہ کی اہمیت اور اس کے مضامین کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امت کے بڑے بڑے علماء مفسرین نے سورۂ فاتحہ کی آیات پر غور کیا تو انہوں نے اس سورت کی تشریح لکھنا شروع کی اور سیکڑوں صفحات لکھتے چلے گئے۔ مگر ان کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ درحقیقت سورۂ فاتحہ ایک ایسے گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی گہرائی اور تہہ کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ بہت سے علماء امت، مفسرین اور محققین نے اس سمندر کی گہرائی میں اتر کر اپنی ہمت کے مطابق موتی جمع کرنے کی کوشش کی۔ زندگیاں بیت گئیں لیکن اس گہرے سمندر کی تہہ میں موتی ختم نہ ہوئے اور اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

قرآن وہ ہے جس کے عجائب (حقائق) کبھی ختم نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سورۂ فاتحہ کی حقیقی معرفت نصیب فرمائے، اور اس کے انوارات سے ہمارے دلوں اور دماغوں کو روشن و منور فرمائے، آمین ثم آمین

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اس کی ذات کی خوبیاں، احسان اور کرم کا اعتراف ہے، ایک ایسے انصاف کے دن کا یقین ہے جس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا دی جائے گی۔ اسی کی مخلصانہ عبادت و بندگی اور زندگی کے ہر مرحلے پر اسی سے مدد کی طلب کی جائے۔ اس کے بعد اللہ سے راہ ہدایت اور تلاش حق کی آرزو ہے، اس میں رسالت کی عظمت کے ساتھ اللہ کے پیغمبروں اور نیک ہستیوں کی پیروی اور اتباع، برے لوگوں کے برے اعمال سے بیزاری کا اظہار ہے اور ان لوگوں کے راستے پر نہ چلنے کی عاجزانہ درخواست ہے جن پر اللہ کا غصہ اور غضب نازل ہوا۔ یا جو لوگ صحیح راستے سے بھٹک کر اپنی منزل تک نہ پہنچ سکے۔

سورۂ فاتحہ کی اسی اہمیت کی وجہ سے اس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ" یعنی اس وقت تک نماز نہیں ہو سکتی جب تک اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ اسی وجہ سے

کوئی بھی نماز ہو فرض، واجب، سنت یا نفل اس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اگر کسی وجہ سے سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ہو جائے گی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے (آواز سے یا خاموشی سے) تو مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے کیوں کہ امام قراءت مقتدی کی قراءت ہوا کرتی ہے لیکن اگر کوئی شخص خود سے تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی

قرآن کریم کی جتنی سورتیں ہیں نبی کریم ﷺ نے ان کے دو چار نام بتائے ہیں لیکن سورۂ فاتحہ کے اتنے زیادہ نام ہیں کہ ناموں کی کثرت اس سورت کی عظمت کی دلیل ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن میں سورۂ فاتحہ کے پچیس نام گنوائے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے چند نام یہ ہیں۔

﴿سُوْرَۃُ الْحَمْدِ﴾	وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حمد و ثنا اور خوبیوں کا ذکر ہے۔
﴿اُمُّ الْقُرْاٰنِ﴾	وہ سورت جو قرآن کریم کے بنیادی اور اہم اصولوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الشِّفَا﴾	وہ سورت جس سے روحانی اور جسمانی شفا اور صحت حاصل ہوتی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الْکَنْزِ﴾	وہ سورت جو قرآن کریم کے ابدی اصولوں کا انمول خزانہ ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الْاَسَاسُ﴾	وہ سورت جس کے بغیر قرآن کریم کی بنیادوں کو سمجھنا مشکل ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الْکَافِیَۃُ﴾	وہ سورت جو تمام لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کے لیے کافی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الصَّلٰوۃِ﴾	وہ سورت جس میں دعا اور صراط مستقیم کی طلب پائی جاتی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الْمَسْئَلَۃِ﴾	وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے اللہ سے مانگنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔
﴿سُوْرَۃُ الدُّعَاءِ﴾	وہ سورت جس میں ہدایت کی دعا مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ التَّوْحِیْدِ﴾	وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے۔
﴿سُوْرَۃُ السَّبْعِ الْمَثَانِیْ﴾	وہ سورت جس میں سات آیتیں ہیں جن کو بار بار پڑھا جاتا ہے۔



سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣﴾ مٰلِكِ يَوْمِ
الدِّيْنِ ﴿٤﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿٥﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

المنزل ١

ع ١ ٧

ترجمہ: سورۂ فاتحہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

انصاف (قیامت) کے دن کا مالک ہے۔

(اے اللہ)

ہم آپ ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں وہ راستہ دکھایئے جو سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہو۔

ان لوگوں کا راستہ جو اس پر چلے تو آپ کے انعام و کرم کے مستحق بن گئے۔

(اور اے اللہ)

وہ لوگ جن پر آپ کا غضب نازل کیا گیا یا جو لوگ راستے سے بھٹک جانے والے ہیں۔

ان لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا۔ (آمین۔ اے اللہ ایسا ہی ہو)

خلاصہ سورۂ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۂ فاتحہ جو قرآن کریم کی ساری تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس میں سات آیات ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور خاص طور پر اس کی چار صفات (خوبیوں) کو بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ   اَلرَّحْمٰنُ   اَلرَّحِیْمُ   مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

یعنی اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے جن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے اور انہیں خوبصورت اور حسین بنا کر ان میں اپنے جمال، جلال اور کمال کے رنگ بھر دیئے ہیں۔ ایک بندہ ان کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ یہ سب کچھ آپ ہی کا کرم اور احسان ہے۔ آپ ہی خالق، مالک، رازق اور ہر طرح کی خوبیوں کے پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم ہر آن آپ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ ہم آپ کی اس شان کریمی کی تعریف کرتے ہیں کہ آپ نے ایک ایسا عدل وانصاف کا دن مقرر کیا ہے جس میں ہر شخص کو اس کے تمام اچھے اور برے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی اور کسی کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کی جائے گی۔ لہٰذا اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت وبندگی کرتے ہیں۔ ہم آپ ہی سے اپنی مرادوں کو مانگتے ہیں۔ آپ ہی دینے والے ہیں ہم نہ تو آپ کا در چھوڑ کر کسی اور در پر جائیں گے اور نہ کسی اور کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکائیں گے اور ہر حال میں صرف آپ سے اپنی مرادیں مانگیں گے کیوں کہ آپ کے سوا دوسرا کوئی معبود اور مشکل کشا نہیں ہے۔

اور اے اللہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھا دیجیے جس پر چل کر آپ کے بندے آپ کے انعام وکرم کے مستحق بن گئے۔ لیکن اے اللہ ہمیں ان بدقسمت اور گمراہ لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا جو آپ کے غضب کا شکار ہوگئے یا جو لوگ راستے پر چلتے چلتے بھٹک گئے اور اپنے ہاتھوں سے انہوں نے اپنی منزل کھو دی۔ ''آمین''

سورۂ فاتحہ کے ایک ایک لفظ میں عظمتوں کے خزانے بھرے ہوئے ہیں جن کا ترجمہ اور تشریح کر کے بھی ان کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سمجھنے سمجھانے کے لیے سورۂ فاتحہ کے سولہ الفاظ کی مختصر تشریح اور ترجمہ ملاحظہ کر لیجیے۔

﴿اَللّٰہ﴾ یہ لفظ ''اِلٰہ'' سے بنا ہے جس کے معنی معبود کے آتے ہیں۔ عربی قاعدے کے مطابق اس لفظ میں سے الف (ہمزہ) کو گرا کر ''الف لام'' داخل کر دیا گیا ہے تو یہ لفظ ''اللہ'' بن گیا۔

اللہ۔اسم ذات ہے یعنی اللہ وہ ہے کہ جس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔نہ کوئی اس کے برابر ہے۔وحدہ لاشریک ہے۔اسی طرح وہ تمام نظام کائنات چلانے میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے۔وہی سب کا خالق، مالک اور آقا ہے، نعمت، ہدایت اور سب کا رزق اسی کے دست قدرت میں ہے۔وہ سب کا مشکل کشا اور دستگیر ہے، سب کی توبہ قبول کرنے والا، اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اگر کوئی اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی طرح بھی شریک کرتا ہے تو وہ مشرک ہے۔اور شرک اللہ کے ہاں نا قابل معافی جرم ہے۔قوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ نے کسی مشرک اور ظالم قوم کو ڈھیل دینے کے باوجود جب اپنے عذاب میں پکڑا ہے تو پھر اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں تھا۔جب وہ مشرک اور ظالم قوموں کو مٹانے پر آتا ہے تو ان کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے کہ ان کے کھنڈرات بھی باقی نہیں بچتے۔وہ اپنے نیک بندوں پر کرم فرماتا ہے تو انہیں دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دیتا ہے۔

﴿حَمْدٌ﴾ حمد کے معنی تعریف کرنا، شکر ادا کرنا، حمد و ثنا کرنے کے آتے ہیں۔اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جس نے اللہ کی حمد نہ کی اس نے اس کا ذرا بھی شکر ادا نہ کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے درحقیقت اس کا شکر ادا کرتا ہے۔اصل میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے چاروں طرف اپنی اتنی نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے کہ ان کو شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔بس اتنی ہی ذمہ داری ہے کہ ہم اس کی ہزاروں نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کا شکر ادا کرتا رہے گا تو اللہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہی کرتا چلا جائے گا لیکن اگر اس نے نعمتیں پانے کے باوجود ناشکری کی روش کو اختیار کیا تو وہ اللہ کی سخت سزاؤں کے لیے بھی تیار رہے۔

﴿رَبٌّ﴾ رب کے معنی بہت وسیع ہیں۔مختصر یہ ہے کہ رب اس کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو آہستہ آہستہ پرورش کر کے اس کو کمال کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔وہ ہر ایک کا رب ہے وہ کسی قوم، قبیلے، خاندان، نسل اور علاقے اور زمانے کا رب نہیں ہے بلکہ وہ سب کا رب ہے اس کا ساری کائنات سے تعلق ایک جیسا ہے وہ اللہ کی فرماں برداری کرنے والی قوم ہو یا نافرمان مخلوق۔اس نے اپنی نعمتوں کو ہر ایک کے لیے یکساں بکھیر رکھا ہے جو انہیں حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے وہ ان نعمتوں کو پا لیتا ہے۔لیکن جو ان نعمتوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد نہیں کرتا وہ ان سے محروم رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے لیے وہی ہے جس کے لیے وہ جدوجہد اور کوشش کرتا ہے (القرآن)

﴿اَلْعَالَمِیْنَ﴾ اَلْعَالَمْ کی جمع ہے دنیا، جہان۔اللہ نے جتنے جہان پیدا کیے ہیں وہ ہمیں معلوم ہیں یا معلوم نہیں ہیں وہ تمام جہانوں کو پالنے والا اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔اس کائنات میں کتنے جہان اور دنیائیں ہیں ان کا پورا علم تو اللہ کو ہے

البتہ ''امام وھبؒ'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار جہان پیدا کیے ہیں۔ان ہی میں سے ایک جہان یہ ہماری دنیا بھی ہے۔ زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، شجروحجر، پانی میں رہنے والی مخلوق، خشکی اور صحرا کے جانور، آسمان پر اڑنے والے پرندے، جنگل کے جانور اور درندے اور انسان ان میں سے ہر ایک کا ایک جہان ہے۔ اللہ کو اپنی ساری مخلوق کا علم ہے جو جہاں بھی ہے وہ ان سب کا پرورش کرنے والا ہے۔

﴿اَلرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ﴾ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں الفاظ مبالغہ والے ہیں۔ مبالغہ یعنی کسی بات یا حقیقت کے اظہار کے لیے اس کو اہمیت دینے کے لیے بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ ''رحمۃ'' کے لفظ سے یہ رحمٰن اور رحیم بنائے گئے ہیں۔ان کے معنی ہیں ہر مخلوق پر بے انتہا مہربانیاں کرنے والا اللہ جس کے فضل وکرم سے یہ دنیا قائم ہے۔جس نے اس دنیا کو پھیلا کر اس میں انبیاء کرامؑ کے ذریعے روحانی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا اور پھر ان پیغمبروں نے ساری دنیا کے انسانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔ رحمٰن ورحیم وہ ذات ہے جو دنیا اور آخرت میں کام آنے والی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ لفظ رحمٰن کا تعلق دنیا میں بسنے والے انسانوں سے ہے یعنی وہ اللہ جو اس کائنات میں بسنے والے انسانوں پر بے انتہا مہربان ہے۔ لیکن الرحیم کا تعلق دنیا اور آخرت دونوں سے ہے یعنی وہ اللہ جس قدر اپنے بندوں پر اس دنیا میں مہربان ہے آخرت میں اس سے بھی زیادہ مہربان ہوگا۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر اس دنیا میں جتنا مہربان ہے آخرت میں اس سے ننانوے درجے زیادہ مہربان ہوگا۔

جب قرآن کریم میں لفظ رحمٰن آیا تو عربوں نے بڑی حیرت سے کہا کہ یہ رحمٰن کیا ہے اور کون ہے تب اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن نازل کر کے بتایا کہ اللہ اور رحمٰن دو ذاتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ذات کے دو نام ہیں۔ رحمٰن وہ ہے جس نے اپنے کرم سے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی آخرت میں بھی کام آنے والا ہے۔

﴿یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾ جزا اور سزا کا دن، بدلہ کا دن، حساب کا دن، اس کے ایک دوسرے معنی بھی کیے گئے ہیں کہ دین سے مراد ''اسلام اور اطاعت کے ہیں'' یعنی قیامت کا دن وہ ہوگا جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ درحقیقت ''یوم الدین'' کہہ کر سارے معانی کو ان دو لفظوں میں سمیٹ دیا ہے۔

﴿اِیَّاکَ﴾ ''تیری ہی''، ''تجھ سے ہی'' اور ''تو نے ہی''۔ ''اِیَّا'' کے معنی ''ہی''۔ ''کَ'' کے معنی ''تیرا تو نے'' کے آتے ہیں۔اصل میں ''ایا'' کلمہ حصر ہے۔ یعنی ایا جس لفظ پر آتا ہے تو اس لفظ کے تمام معنی کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ ''اِیَّاکَ

نَعْبُدُ ''ہم آپ ہی کی عبادت اور بندگی کرتے ہیں یعنی اے اللہ ہم صرف آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں۔آپ کی عبادت میں کسی دوسرے کوشریک نہیں کرتے۔اسی طرح'' اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ '' کے معنی ہوں گے کہ ہم صرف آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔کسی دوسرے در پر جا کر مدد نہیں مانگتے۔اے اللہ ہم آپ کے سوا کسی دوسرے کو مشکل کشا نہیں مانتے۔ہر مشکل گھڑی میں صرف آپ ہی ہماری مدد کرسکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک بندہ اپنے اللہ سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ ہم نہ تو اور کسی کے سامنے اپنا سر جھکائیں گے۔نہ آپ کو چھوڑ کر دوسروں سے مدد مانگیں گے۔ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں یہی وہ توحید خالص ہے جس پر چلنے کا قرآن کریم اور احادیث ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔

﴿نَعْبُدُ﴾ ہم عبادت و بندگی کرتے ہیں۔یعنی اے اللہ ہماری ساری عبادتیں صرف آپ کے لیے ہیں۔ہم آپ کے سوا نہ تو کسی کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں اور نہ آپ کا در چھوڑ کر کسی اور در کی تمنا رکھتے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ نعبد کا مطلب ہے نَعْبُدُکَ وَلَا نَعْبُدُ غَیْرَکَ یعنی ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور ہم آپ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتے۔جہاں عبادت کا اعلیٰ ترین مفہوم نماز پڑھنا ہے وہیں اللہ و رسول کے بتائے ہوئے تمام قوانین، احکام اور تعلیمات پر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ عمل کرنے کے بھی ہیں۔

﴿نَسْتَعِیْنُ﴾ ہم مدد مانگتے ہیں۔یعنی اے اللہ ہمارا کام چھوٹا ہو یا بڑا اس کے پورا ہونے میں ہم صرف آپ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔آپ ہی ہماری مدد فرمائیں گے۔آپ ہی کی توفیق ہمارے شامل حال رہی تو ہمارے سارے کام بالکل صحیح اور درست ہو جائیں گے۔ہم آپ سے ہی اطاعت و فرماں برداری کی توفیق مانگتے ہیں۔ہم آپ ہی کے در کے بھکاری ہیں۔ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ ہم پر مہربانی فرما کر زندگی کے ہر معاملہ میں ہماری مدد فرمائیے۔

﴿اِھْدِنَا﴾ ہمیں ہدایت دیجیے۔ہمیں راستہ دکھائیے۔ہمیں منزل تک پہنچا دیجیے۔ہدایت کے معنی ہیں راستہ دکھانا۔راستے پر چلانا۔جو بھی منزل مقصود ہو اس تک پہنچا دینا۔ایک مومن ہر وقت سیدھے اور سچے راستے تک پہنچنے کی درخواست کرتا ہے۔کیوں کہ زندگی میں خطرناک موڑ آتے رہتے ہیں۔اگر اللہ کی مدد شامل نہ ہو تو قدم قدم پر بھٹکنے اور پھسلنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔نفس اور شیطان انسان کو بہکانے اور ڈگمگا دینے کے ہزاروں دلکش راستے دکھاتے رہتے ہیں۔اس لیے اس ہدایت اور رہنمائی کی آرزو ہر دل میں ہر آن رہنی چاہیے جو صرف اللہ نے اپنے دست قدرت میں رکھی ہوئی ہے۔

﴿اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ سیدھا سچا راستہ۔ صراط مستقیم۔ ایک مومن اپنے اللہ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ الٰہی! ہمیں وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھا دیجیے جس میں آپ کا فضل و کرم شامل ہو یعنی نیک اور برگزیدہ ہستیوں کا راستہ۔ ثابت قدمی اور صبر و تحمل کا راستہ۔ کامیابی کا راستہ، راستے کی وہ توفیق جو ہمیں اس دنیا اور آخرت میں نجات عطا کر دے اور منزل مراد تک پہنچا دے۔

﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ جن لوگوں پر آپ نے انعام کیا۔ کرم کیا۔ ایک بندہ اللہ سے درخواست کرتا ہے کہ ہمیں اس راستے پر چلایئے جو آپ کا پسندیدہ راستہ ہے وہ راستہ نہیں جسے ہم سیدھا راستہ سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ دنیا میں ایسا کون آدمی یا جماعت ہے جو اپنے آپ کو صحیح نہ سمجھتا ہو۔ ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میں نے جس راستے کو اختیار کیا ہوا ہے وہی سیدھا اور سچا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کہو الٰہی! ان لوگوں کے راستے کی طرف ہماری رہنمائی فرما دیجیے جو آپ کے حکم کے مطابق چلے تو وہ کامیاب ہو گئے اور آپ کے کرم کے مستحق بن گئے۔ وہ کون لوگ ہیں سورۂ نساء میں فرمایا گیا ہے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام و کرم کیا یعنی انبیاء کرامؑ، صدیقین، شھدا اور صالحین جن کی رفاقت بھی سب سے بہترین رفاقت اور ساتھ ہے (سورۂ نساء آیت ۶۹)

﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ نہ (ان لوگوں کا راستہ) جن پر غضب کیا گیا۔ یعنی اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے راستے پر تو چلایئے گا جو آپ کے برگزیدہ، نیک اور عظیم بندے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے گا جو چلتے چلتے آپ کے غصہ اور غضب کا شکار ہو گئے

﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ نہ (ان لوگوں کا راستہ دکھایئے گا) جو راستے سے بھٹک جانے والے تھے۔ جنہوں نے آپ کی اطاعت اور فرماں برداری سے منہ موڑ لیا تھا۔ جو راستے پر چلتے چلتے بھٹک گئے تھے۔

مغضوب اور ضالین کون لوگ ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے حضرت عدیؓ ابن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جن لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا اس سے مراد یہودی ہیں اور جو لوگ راستے سے بھٹکنے والے لوگ ہیں وہ نصاریٰ (عیسائی) ہیں (مسند احمد۔ تفسیر مظہری)

علماء مفسرین نے مغضوب اور ضالین میں تمام کفار، مشرکین، اللہ کے نافرمانوں اور بدعتیوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔ یہودیوں کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو جو اللہ کے پیغمبر تھے ان کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ اسی طرح ہر نعمت پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کی روش اختیار کی۔ اس لیے اللہ کا غصہ اور غضب اس قوم پر نازل ہوا۔

نصاریٰ (عیسائیوں) کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبر حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور پھر بدعتوں، گمراہیوں اور رسموں میں اس طرح پھنس گئے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں اور راہبوں کو معبود کا درجہ دیدیا ان راہبوں نے جس چیز کو حرام یا حلال کر دیا نصاریٰ نے آنکھ بند کر کے اس کو حرام وحلال سمجھ لیا۔ ان جہالتوں اور بدعتوں کی وجہ سے وہ اپنے راستے سے بھٹک کر اللہ کی رحمتوں سے دور ہو گئے

سورۂ فاتحہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کی حمد وثنا کر کے جب ایک بندے نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ الٰہی میں عبادت بھی آپ ہی کی کروں گا اور آپ ہی سے ہر طرح کی مدد مانگوں گا۔ پھر اس بندے نے اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست بھی پیش کر دی کہ الٰہی! ہمیں وہ سیدھا سچا راستہ دکھا دیجیے جس پر آپ کے نیک اور برگزیدہ بندے چلے تو آپ کے انعام وکرم کے مستحق بن گئے لیکن اے اللہ ہمیں ان لوگوں کے راستے سے بچا لیجیے گا جو یا تو آپ کے غضب کا شکار ہو گئے یا وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑے اور بھٹک کر اپنی منزل سے بہت دور نکل گئے۔

جب بندے نے اللہ سے یہ درخواست پیش کر دی تو اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن کریم سامنے رکھ کر فرما دیا کہ اے بندے تو جس سیدھے سچے راستے کی طلب کر رہا ہے وہ میرا کلام یعنی قرآن مجید ہے راستہ ہم نے تمہیں دکھا دیا ہے اس راستے کو پوری طرح سمجھانے کے لیے ہم نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو بھیج دیا ہے جو اس کلام کی ایک ایک بات کی وضاحت فرمائیں گے۔ وہ جس طرف تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اسی طرف چلو اس طرح تم اپنی منزل مراد کو پالو گے حضرت محمد مصطفٰے ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں تم ان کے دامن اطاعت ومحبت سے وابستہ ہو جاؤ کبھی راستے سے نہ بھٹکو گے اور تم اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جاؤ گے۔

﴿آمین﴾ سورۂ فاتحہ جب ختم ہو جائے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ ''آمین'' کہی جائے۔ جس کا ترجمہ ہے ''اے اللہ ایسا ہی ہو''۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیوں کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم عطا فرمائے۔ انبیاء کرامؑ صدیقین، شھداء اور صالحین جیسے مقبول بندوں کا ساتھ عطا فرمائے اور ہمیں مقبول بندوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین



پارہ نمبر ۱ تا ۳

• الٓمٓ • سیقول • تلک الرسل

سورۃ نمبر ۲

سُورَۃُ البَقَرَۃِ

• تعارف • خلاصہ • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البقرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	2
رکوع	40
آیات	286
الفاظ وکلمات	6121
حروف	25500
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۂ بقرہ قرآن کریم کی سب سے بڑی اور اہم ترین سورت ہے جس میں بنی اسرائیل اور امت محمدی ﷺ کو تفصیل سے خطاب کرنے کے بعد عبادات، اسلامی عقائد، اخلاق، اعمال اور زندگی گذارنے کے بنیادی احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس سورت کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

(۱) حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

قرآن کریم پڑھا کرو۔ قیامت کے دن یہ پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ (خاص طور پر) سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جو کہ "زَھْرَاوَیْن" (دونہایت روشن چیزیں) ہیں ان کو پڑھا کرو کیوں کہ قیامت کے دن یہ اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو۔ اس کے پڑھنے میں بڑی برکت اور اس کے چھوڑ دینے میں بڑی حسرت ہے۔ دھوکے باز اور فریبی (شیاطین) اس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے (صحیح مسلم)

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ کوھان کی طرح ہے (مسند احمد)

اونٹ کے جسم میں سب سے نمایاں اور اونچے حصے کو کوھان کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ کے جسم میں سب سے اونچے اور نمایاں حصے کو کوھان کہا جاتا ہے اسی طرح اس سورت کا مقام بھی بہت بلند اور نمایاں ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے سے مانگنے اور سوال کرنے کا طریقہ سکھایا ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے کس طرح مانگیں۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ میں جو چیز مانگی گئی ہے وہ صراط مستقیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا قرآن کریم سامنے رکھ کر فرمایا کہ قرآن کریم ہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر انسان اپنی حقیقی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

(۳) امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظمؓ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن کا ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا انہوں نے نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سورۂ بقرہ کو کئی سال میں پڑھا اور سیکھا۔

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے جو شخص بھی سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران جانتا تھا اس کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم)

(۵) حضرت اُسید بن حُضیرؓ ایک رات سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کا گھوڑا ان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا

اچانک ان کا گھوڑا اچھلنے کودنے لگا۔انہوں نے جیسے ہی پڑھنا بند کیا تو گھوڑا بھی چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔جب انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے پہلے کی طرح اچھل کود شروع کر دی۔ یہ واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا قریب ہی سو رہا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑے کی اس اچھل کود میں میرا بچہ کچلا نہ جائے میں نے پڑھنا بند کر دیا۔فرماتے ہیں کہ میں نے اوپر کی طرف دیکھا تو ایک روشن بادل دکھائی دیا جس میں مشعلیں سی روشن تھیں۔ پھر میں اس کو دیکھنے کے لیے باہر نکل آیا۔اور دیکھتا رہا صبح ہوئی تو میں نے تمام صورت حال نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کر دی۔آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے جو تمہاری تلاوت سن رہے تھے۔اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو وہ فرشتے بھی موجود رہتے اور سب کو نظر آتے۔آپ نے دو مرتبہ فرمایا'' ابن حُضیر اس کو پڑھا کرو'' ''اس کو پڑھا کرو'' (بخاری مسلم)

ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ بڑی اہم سورت ہے جس کا پڑھنا ایک بہت بڑی سعادت ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سورۂ بقرہ کو اللہ کے فرشتے بھی بڑے ذوق اور شوق سے سنتے ہیں۔

سورۂ بقرہ، دین ابراہیمی اور کفار مکہ

بقرہ کے دو معنی آتے ہیں (۱) گائے (۲) بیل۔جس طرح لفظ انسان سے عورت بھی مراد ہے اور مرد بھی اسی لیے مفسرین کرام میں سے کسی نے 'بقرہ' کا ترجمہ گائے کا کیا ہے اور کسی نے بیل کا۔

اس سورت میں بقرہ (گائے۔بیل) کا ایک بہت اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ نے اس سورت کا نام ہی بقرہ رکھ دیا۔بقرہ کا واقعہ یہ تھا کہ ایک قبیلے کے سردار کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔قاتل کا پتہ نہ چلنے کی وجہ سے بنی اسرائیل ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے جس سے بنی اسرائیل میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔قوم کے کچھ ذمہ دار لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ اللہ آپ سے کلام کرتا ہے اس سے پوچھ کر قاتل کا نام بتا دیجیے تاکہ آپ کی قوم آپس کی جنگ سے بچ جائے۔حضرت موسیٰؑ نے جب اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ ایک بقرہ ذبح کر دیں اور اس کے گوشت کا ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگا دیں تو مرنے والا زندہ ہو کر قاتل کا نام خود بتا دے گا۔مگر اس میں مشکل یہ تھی کہ یہ قوم گائے کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتی تھی۔انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے بے تکے سوالات شروع کر دیے تاکہ وہ تنگ آ کر یہ کہہ دیں کہ گائے کے بجائے کوئی اور جانور ذبح کر لیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کو عاجز اور بے بس سمجھنے والے خود ہی مشکلات میں پڑ گئے۔آخر کار انہوں نے بقرہ کو ذبح کیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے جس سے قوم بنی اسرائیل کی پوری ذہنیت اور ان کے سوچنے کا انداز سامنے آ جاتا ہے۔

اس قوم کی بنیادی خرابی یہ تھی کہ شدید بے عملی اور کافرانہ انداز کے باوجود ان کو اس بات پر بڑا گھمنڈ تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے علاوہ سب کافر ہیں صرف وہی دین دار لوگ ہیں۔ وہ کچھ بھی کرتے رہیں جنت صرف ان کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ جس دین کو لے کر آئے اور پوری زندگی اسی دین پر محنت کرتے رہے وہ دین کفر و شرک، بدعتوں، جہالتوں اور خرابیوں سے پاک تھا۔ اسی سچے دین کو حضرت محمد ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اب اس دین سے وابستگی ہی پوری دنیا کو کفر و شرک سے نجات دلا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں تین مرتبہ ''یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ'' کہہ کر جس قوم کو للکارا ہے اسے سیکڑوں سال تک ہر طرح کی نعمتوں سے نواز کر دنیا میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا تھا۔ اس قوم میں سیکڑوں پیغمبروں کو بھیجا گیا۔ دنیا بھر میں عزت و عظمت، شہرت و ناموری، مال و دولت، حکومت و سلطنت امامت و پیشوائی۔ اس وقت کی دنیا میں بسنے والی قوموں پر برتری اور طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا لیکن قوم بنی اسرائیل نے ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکریوں کی انتہا کر دی تھی۔ جو بھی اللہ کے پیغمبر تشریف لاتے ان کی اطاعت کرنے کے بجائے ان کو جھٹلانا، ستانا اور قتل کرنا ان کا مزاج بن چکا تھا۔ آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ ان سے عظمتوں اور نعمتوں کو چھین کر ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے۔ اور ان پر طرح طرح کے عذاب نازل کیے گئے۔ پھر وہ قوم اس طرح دنیا میں دربدر ہو گئی کہ جب بھی انہیں عروج اور ترقی نصیب ہوئی حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ اچانک ان کی عزت و عظمت خاک میں مل گئی۔ اور پھر ان کو اپنا قومی وجود بچانا بھی مشکل ہو گیا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا۔

حضرت یعقوبؑ جو اللہ کے پیغمبر ہیں ان کا لقب اسرائیل تھا۔ ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا ہے بعد میں جب بنی اسرئیل نے اپنے آپ کو ''یہودا'' کی طرف منسوب کر کے یہودی کہنا شروع کیا تو وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ قرآن کریم میں پوری وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کفار، مشرکین، یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ کے دین کو بری طرح تبدیل کر کے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ انہوں نے ہدایت کے بجائے گمراہی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اب اگر وہ سچی ہدایت اور آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں حضرت محمد ﷺ کے اس دین پر چلنا ہوگا جسے وہ اللہ کی طرف سے پیش فرما رہے ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے پورے خلوص کے ساتھ وابستگی اختیار کرنی پڑے گی۔ فرمایا کہ اگر اللہ اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور کتاب ہدایت کو نہ بھیجتا تو ساری دنیا جہالت، کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکتی رہتی اور ان کو راہ ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ اللہ کی طرف سے یہ ہدایت کا آخری موقع ہے۔ اگر اس موقع کا فائدہ نہ اٹھایا گیا تو پھر دنیا والوں کو اپنی زندگی کے اندھیروں کو دور کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ دین اسلام کسی کی ذاتی جاگیر نہیں ہے بلکہ وہ ایک نظریہ حیات ہے جو بھی اس پر عمل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ وہ فلاں کی اولاد اور اس کا فلاں خاندان سے تعلق ہے۔ جو بھی ایمان اور عمل صالح کی جتنی دولت لے کر آئے گا اسی سے اس کو آخرت میں اعلیٰ ترین مقام عطا کیا جائے گا۔

خلاصہ سورۂ بقرہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۂ بقرہ جو تقریباً ڈھائی سیپاروں پر مشتمل ہے قرآن کریم کی سب سے بڑی اور اہم سورت ہے۔ چالیس رکوع، دوسو چھیاسی آیات اور زندگی گذارنے کے ایسے یقینی اصول بیان کئے گئے ہیں جن میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کتاب ہدایت ہے جس سے فائدہ اٹھا کر وہی کامیاب ہو سکتے ہیں جو تقویٰ، پرہیزگاری اور غیب کی ہر حقیقت پر ایمان لاکر نماز کو قائم کرتے ہیں۔ جو اللہ کے راستے میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں، قرآن کریم اور اس سے پہلے جن کتابوں کو نازل کیا گیا ہے ان پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کی زندگی پر یقین کامل رکھتے ہیں ایسے لوگ نہ صرف کامیاب ہیں بلکہ ان کا رب خود ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن ایسے بے حس لوگ جن پر کسی اچھی بات اور نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کرلیا ہے اور ہر حقیقت کو دیکھنے کے بجائے اپنی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اللہ ایسے لوگوں کی آنکھوں، کانوں اور دلوں پر بدنصیبی کی مہریں لگا کر ان کو جہنم کا ایندھن بنا دیتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لیے مومنوں اور کافروں دونوں سے ملے رہتے ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور ہمیں آخرت کی زندگی پر بھی یقین ہے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہوتے۔ وہ اپنے طرزِ عمل سے اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہیں ان کا انجام دہری زندگی گزارنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اصلاح کے نام پر فساد کرتے ہیں جو ایمان اور سچائی کے راستے پر چلنے والوں کو حقیر اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔ جن کی گھریلو اور باہر کی زندگی بالکل مختلف ہوتی ہے وہ ایسے مال کے سوداگر ہیں جس میں کسی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ بدترین انجام کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پیدا کر کے جسم اور روح کی غذائیں پیدا کی ہیں۔ پوری کائنات کا ذرہ ذرہ اور اس کی ہر چیز کو انسانی جسم کی ضرورت کے لیے بنایا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اپنا کلام بھیج کر انسانی روح کی غذا بنایا ہے۔ اللہ نے آخر میں اس کلام قرآن مجید کو اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پر نازل کیا جس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ نے قیامت تک آنے والوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر کسی کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شک اور شبہ ہے تو وہ قرآن کریم کی جیسی ایک سورت ہی بنا کرلے آئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری دنیا کے لیے ایک ایسا کھلا چیلنج ہے جس کا جواب نہ تو گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں دیا گیا ہے اور نہ دیا جاسکے گا۔ کیوں کہ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے جس میں ہر بڑی سے بڑی حقیقت کو معمولی اور چھوٹی سے چھوٹی مثالوں سے اس طرح سمجھایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں زرہ برابر ایمان کی روشنی ہوگی وہ راہ ہدایت حاصل کرتے چلے جائیں گے۔

انسان جسے اللہ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اسے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے جس کا کام عدل وانصاف اور علم کی سچائیوں کو پھیلانا ہے۔ یہی وہ علمی صلاحیت تھی جس نے اسے عظمت کی بلندیاں عطا کیں اور فرشتوں کو بھی اس کے سامنے جھکنے پر مجبور کردیا۔ جب شیطان نے اس انسانی عظمت کا انکار کیا تو قیامت تک کے لیے اس کو بارگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا۔

اس طرح اللہ نے یہ بتادیا کہ اس کائنات میں سب سے افضل اور اعلیٰ مخلوق انسان ہی ہے۔ اس سے زیادہ انسان کی عظمت اور کیا ہوگی کہ اللہ نے اپنے تمام پیغمبروں کو انسانوں ہی میں سے بنایا ہے۔ وہ بشر ہوتے ہیں مگر ایسے بشر جن کی عظمت سے ساری کائنات کو عزت وعظمت نصیب ہوتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۷ سے آیت نمبر ۱۲۳ تک مسلسل دس رکوعوں میں بنی اسرائیل کے واقعات زندگی کو بیان کرکے فرمایا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو ہر طرح کی نعمتوں اور عظمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے ہر نعمت پر ناشکری کرنا اللہ سے کیے ہوئے ہر عہد اور معاہدہ کو توڑنا اور بدعملی کی وہ انتہا کردی تھی جس کی وجہ سے بنی اسرائیل کو ہر عزت وعظمت کے مقام سے معزول کرنا پڑا اور ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان پر قیامت تک کے لیے عذاب مسلط کردیا گیا جس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی زندگی کے تاریخی واقعات اور عروج زوال کا ذکر کرنے کے بعد ''اُمت وَسط'' اور ''خیر امت'' کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ امت جس کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے اتنی زبردست قربانیاں دیں کہ اللہ نے انہیں ساری دنیا کی قوموں کی امامت وپیشوائیت کا مقام عطا فرمایا۔ اسی مقصد کو لے کر سارے پیغمبر تشریف لاتے رہے اور اس مقصد اور دین کے اصولوں کی تکمیل خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کی گئی۔ نبی کریم ﷺ پر نہ صرف دین اسلام کی تکمیل فرمائی گئی بلکہ نعمت نبوت کو بھی مکمل کردیا گیا اور اللہ نے اس امت کو وہ پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عطا فرمائے ہیں جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ جن کے بعد کوئی کسی طرح کا نبی اور رسول نہیں آسکتا کیوں کہ اللہ نے دین بھی مکمل کردیا۔ نبوت بھی مکمل کردی بلکہ کائنات کا مقصد بھی مکمل کردیا۔ اب قیامت ہی آئے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو ''بہترین اور معتدل امت'' بنا کر انہیں ہر طرح کی عظمتوں سے نواز دیا ہے۔ قبلہ کو بیت المقدس سے تبدیل کرکے مسجد الحرام اور بیت اللہ کا رخ دے کر درحقیقت بنی اسرائیل کو ان کی ہر عظمت سے باقاعدہ معزول کرنے کا اعلان کردیا گیا ہے اور اس خیر امت کو اللہ کے دین کی عظمت کے لیے ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اب یہ

آخری نبی کی آخری امت ہے۔ساری انسانیت کی بھلائی،عزت،سربلندی صرف خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے لائے ہوئے دین اور آپ ﷺ کے طریقوں پر چلنے میں مل سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس امت کو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب اور نبی کریم ﷺ کی احادیث اور پرنور سنتوں سے آراستہ کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت اور رہنمائی کا فریضہ سونپ دیا ہے۔اب صرف ہر طرح کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی سعادت ان ہی لوگوں کے حصے آئے گی جو حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہوں گے لیکن جو لوگ آپ ﷺ کی احادیث اور سنتوں کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر چلنے کی کوشش کریں گے۔وہ دنیا اور آخرت میں سخت ناکام اور بدنصیب لوگوں میں شامل ہوں گے۔

بنی اسرائیل اور خیر امت کا ذکر کرنے کے بعد آیت نمبر ۱۵۳ سے سورت کے آخر تک ایسے چالیس اصول زندگی ارشاد فرمائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہر مومن کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

شاید ان اصولوں میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اے امت محمد ﷺ! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ بنی اسرائیل کی طرح نافرمانیوں اور ناشکریوں میں مبتلا نہ ہو تو سورۂ بقرہ اور اس کے بعد پورے قرآن کریم میں بیان کیے ہوئے اصولوں پر چلو تو تم کبھی راستہ نہ بھٹکو گے صراط مستقیم ہی تمہارا مقدر ہو گا۔اب آپ ان چالیس اصولوں کی تفصیل ملاحظہ کیجیے جنہیں سورۂ بقرہ میں بیان فرمایا گیا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کے ابدی اصولوں اور خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی مکمل اطاعت اور محبت کے ساتھ آپ ﷺ کی پرنور سنتوں پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین

سُورَةُ البَقَرَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف، لام، میم ..... یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ہے۔ ان کے لیے ہدایت ہے جو تقوی والے ہیں (۱) جو غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) اور نماز قائم کرتے ہیں (۳) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۴) اور جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے اس پر، اور آپ سے پہلے جو اتارا گیا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے (۵) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَا رَيْبَ	شک نہیں ہے۔ یعنی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔
هُدًى	ہدایت ہے۔ راستہ دکھانے اور منزل تک پہنچانے کو بھی ہدایت کہتے ہیں۔
تَقْوٰى	بچنا، ڈرنا، خوف۔ (اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اس میں اس کی رحمت پر بھی یقین ہو)

اِیْمَانٌ	زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا
غَیْبٌ	انسان کے پانچوں حواس سے باہر جس کو صرف اللہ کے نبی ﷺ ہی اس کی مرضی سے بتا سکتے ہیں
صَلٰوۃٌ	اللہ کی عبادت کرنے کا وہ مخصوص طریقہ جس کو جیسے رسول مکرم ﷺ نے بتایا اس کو اسی طرح ادا کرنا۔اسی کو عرف عام میں ''نماز'' کہتے ہیں۔
اِنْفَاقٌ	خرچ کرنا اپنے مال اور صلاحیتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق خرچ کرنا اور اس میں کنجوسی سے کام نہ لینا۔
اٰخِرَۃٌ	اس دنیا کی عارضی زندگی کے بعد ہمیشہ رہنے والی زندگی کو آخرت کہا جاتا ہے۔
فَلاَحٌ	کامیاب، کامیابی، اہل ایمان کی خصوصیت

تشریح: آیت نمبر ١ تا ٥

الف، لام، میم..... ان کو اور ان جیسے حروف کو ''حروف مقطعات'' کہتے ہیں یعنی الگ الگ کر کے پڑھے جانے والے۔ معنی سے کٹے ہوئے۔ ایسے حروف جن کے معنی کے متعلق اتنا کہہ دینا کافی ہے ''کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے کیا معنی ہیں'' اگر ان کے معنی جاننا ضروری ہوتا تو صحابہ کرام نبی مکرم ﷺ سے ضرور پوچھتے کہ ان کے معنی کیا ہیں۔ اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں (١) صحابہ کرام کے لئے یہ کوئی ایسی انوکھی اور نئی بات نہ تھی، جس کو پوچھنا ضروری ہوتا (٢) دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ان آیات میں سے ہیں جن کو قرآن حکیم نے ''متشابہات'' فرمایا ہے جن کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔ اور ہو سکتا ہے رسول کریم ﷺ کو بطور ایک راز کے دیا گیا ہو، جس کی تبلیغ امت کے لئے روک دی گئی ہو اسی لئے آنحضرت ﷺ سے ان حروف کی تفسیر و تشریح میں کچھ منقول نہیں۔

عام طور پر مفسرین بھی ان ہی دو باتوں کی طرف گئے ہیں۔ کسی نے یہ کہا ہے کہ عرب کے شاعروں اور ادبی حلقوں میں اس طرح کے الفاظ کا استعمال عام سی بات تھی اور اس کے لئے وہ ان شاعروں کے کلام اور اشعار کو پیش کرتے ہیں..... اور کہتے ہیں کہ جن لوگوں کی نظر عربوں کی روایات اور لٹریچر پر ہے وہ جانتے ہیں کہ عرب والے نہ صرف اس طرح کے ناموں سے اچھی طرح واقف تھے بلکہ وہ خود بھی اپنی بہت سی پسندیدہ چیزوں جیسے گھوڑے، جھنڈے، تلواریں، قصیدے اور خطبات کے نام ان ہی سے ملتے جلتے ناموں پر رکھتے تھے۔ قدیم زمانہ کے شاعروں کے کلام میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے لئے حروف مقطعات کا استعمال کوئی نئی اور انوکھی بات نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کو نہ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا اور نہ ان اسلام دشمنوں نے پوچھا جن کا کام ہی اسلام کی ہر بات کا مذاق اڑانا اور قرآن سے دشمنی کرنا تھا۔

☆بعض علمانے یہ فرمایا ہے کہ یہ حروف ''آیات متشابہات'' میں سے ہیں جن کے معنی اللہ ہی جانتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

☆بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب کی ایک خصوصیت ہوتی ہے اور حروف مقطعات قرآن مجید کی ایک بہت بڑی خصوصیت ہے۔

☆بعض علمانے فرمایا کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں جن کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں۔

تمام مفسرین نے اپنے اپنے علم وفضل کے مطابق ان حروف کی وضاحت فرمائی ہے لیکن ایک بات پر سب متفق ہیں کہ ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟''

''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ'' ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس میں شک وشبہ نہیں ہے۔

اسلام کی بنیاد ان ابدی اصولوں پر رکھی گئی ہے جسے انسان کی عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔قرآن مجید کے دلائل اس قدر مضبوط ہیں کہ ان میں شک وشبہ،نفسیاتی الجھنوں اور قلب کی بے چینیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ عقل اس کو یقینی طور پر قبول کرتی ہے۔ جس کتاب میں شک وشبہ نہ ہو''وہی اللہ کی کتاب ہے''لہذا یہ قرآن کریم ہر طرح کے شک وشبہ،قلبی اضطراب اور نفسیاتی الجھنوں سے پاک ہے پورا قرآن حکیم پڑھنے کے بعد اس میں کوئی بات ایسی نہیں ملے گی جس میں شک وشبہ یا تردد کی گنجائش ہو۔

اگر ذرا غور کیا جائے تو اس بات کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے۔انسان جو بھی علم اور معلومات حاصل کرتا ہے عام طور پر اس کی بنیاد مشاہدہ پر ہوتی ہے وہ جس طرح کسی چیز کو دیکھتا ہے اس کو اسی طرح بیان کر دیتا ہے اس کا علم،معلومات اور مشاہدہ تبدیل ہوتا ہے تو بڑے بڑے اصول بھی تبدیل ہو جایا کرتے ہیں جیسے تقریباً دو ہزار سال تک انسان کی معلومات یہ تھی کہ زمین ساکن ہے اور آسمان، چاند،سورج اور ستارے زمین کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔لیکن محض ایک دوربین کی ایجاد نے انسان کے سوچے ہوئے اس دو ہزار سال کے فلسفہ کو الٹ کر رکھ دیا اور انسان نے معلوم کر لیا کہ زمین تو خود سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔بعض حضرات نے تو اس فلسفہ کو اپنی علمی کتابوں تک میں داخل کر کے قرآن مجید کے حوالے سے آسمان، چاند اور سورج کو بھی زمین کے گرد گھما دیا۔حالانکہ قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں تو کہیں بھی یہ بات موجود نہیں ہے کہ زمین ساکن ہے اور آسمان اس کے گرد گھوم رہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس علم کی بنیاد مشاہدہ پر ہو گی وہ اصول کبھی ابدی اصول نہیں کہلا سکتے کیونکہ جیسے ہی انسان کا مشاہدہ تبدیل ہو گا اصول بھی بدل جائیں گے۔لیکن اللہ نے جس طرح جس اصول کو بیان فرما دیا چونکہ اس کی بنیاد مشاہدہ پر نہیں ہے اور وہ اصول اس علیم وخبیر ذات کی طرف سے ہیں جس نے انسانی عقلوں کو پیدا کیا ہے تو اس میں تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس کا کلام قرآن مجید سچائیوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے کہ حالات اور مشاہدہ کی تبدیلی سے اس میں کوئی تبدیلی ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید کی ابتداء ''لاریب'' سے کر کے اہل ایمان کو اور ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ وہ ''کتاب ہدایت'' جس کو تم شروع کر رہے ہو اس کی بنیاد یقین پر ہے شک وشبہ پر نہیں ہے۔

الغرض

سورہ فاتحہ میں اللہ نے یہ طریقہ سکھایا تھا کہ اے لوگو تم اپنے اللہ سے ''صراط مستقیم'' یعنی زندگی گزارنے کا وہ راستہ مانگو جس پر اس دنیا میں چل کر تمہیں آخرت کی ابدی زندگی کی کامیابیاں نصیب ہوسکیں اور ان بری راہوں سے بچ سکو جن پر چل کر سوائے دنیا اور آخرت کی تباہی کے اور کچھ نہیں مل سکتا۔ جب اللہ کے بندے نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں یہ درخواست پیش کی تو اللہ نے اس کے سامنے قرآن کریم رکھ کر یہ فرمادیا کہ یہ ہے وہ کتاب زندگی جو تمہاری رہبر و رہنما ہے اس پر چلو گے تو تمہیں تمہاری منزل مل جائے گی۔ لیکن اگر تم نے اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے، بہت سے راستے اختیار کر لئے تو تم اپنی منزل سے بھٹک جاؤ گے۔

ابھی تک دو باتیں سامنے آئی ہیں۔

(۱) قرآن کریم کی بنیاد یقین پر ہے۔

(۲) یہ ان لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ھُدًی...... ہدایت ہے

ھدی (ہ۔د۔ی) ترجمہ..... منزل کی راہ بتانا، منزل تک پہنچا دینا، ہدایت، رہنمائی، روشنی، اس قدر صاف، واضح اور نمایاں روشنی جس کی چمک میں کسی قسم کی پیچیدگی، اینچ پینچ اور الجھاؤ نہ ہو۔

''ھدی'' کے اس ترجمہ میں دو معنی بہت واضح ہیں۔

(۱) منزل کی راہ بتانا۔ (۲) اور منزل تک پہنچا دینا۔

یعنی اللہ کا پاک کلام منزل تک پہنچنے کے اصول بتاتا ہے اور اللہ کے رسول اپنے عمل اور کردار کی بلندی سے اپنے ماننے والوں کو ان کی سچی منزل تک پہنچا دیتے ہیں۔

اس بات کو اس مثال سے سمجھنا آسان ہوگا۔ فرض کیجئے ایک شخص کو کسی ایسی جگہ پہنچنا ہے جس سے وہ واقف نہیں ہے۔ وہ کسی سے راستہ پوچھتا ہے وہ بتا دیتا ہے کہ اس اس طرح جاؤ تو اپنی منزل تک پہنچ جاؤ گے وہ شخص اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس میں یہ امکان ہے کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ بھی سکے گا یا نہیں۔ لیکن اگر وہی شخص جس سے راستہ معلوم کیا ہے وہ اس کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھا کر اس کی منزل تک پہنچا دیتا ہے تو اس کا پہنچنا بھی آسان ہوگا اور یقینی بھی۔

بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو کتاب ہدایت دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھائیں اور ان کو آخرت کی منزل تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیں۔ اللہ کی اسی سنت پر بہت سے رسول اور نبی تشریف لاتے رہے اور انسانوں کو گمراہی کے راستے سے ہدایت پر لاتے رہے۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی جس کے ذریعہ آپ نے ایمان لانے والوں کو دنیا و آخرت کی سچی منزل تک پہنچایا۔ چونکہ یہ آخری

کتاب اورآخری رسول ہیں اس لئے اللہ نے اس کی حفاظت کا وہ انتظام فرمایا جو اس سے پہلی کتابوں کے لئے ضروری نہ تھا۔

(۱) اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کلام کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

(۲) تئیس سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن کو نازل کیا گیا تا کہ وہ آسانی سے یاد ہو جائے اور مومنوں کے سینے اس قرآن کے امین بن جائیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ کی سیرت کو ایک بہترین نمونہ زندگی بنا کر اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنا دیا گیا تا کہ آپ کی سیرت میں ڈھلنے والے لوگ بھی ساری دنیا کے لئے بے مثال بن جائیں۔

(۴) آپ ﷺ نے مختصر مدت میں اپنے قول و عمل سے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کی عملی تفسیر کر کے لاکھوں پاکیزہ نفوس انسانوں کو قرآن و سنت کا پیکر بنا دیا۔

(۵) آپ ﷺ کے وہ جاں نثار صحابہؓ جو نزول قرآن کے امین اور نبی مکرم ﷺ کے قول و عمل کے شاہد و گواہ ہیں وہ ہدایت پا کر اس مقام تک پہنچ گئے جہاں ان کے متعلق آپ نے فرما دیا کہ میں نے تئیس سال میں جن صحابہؓ کو راہ ہدایت دکھائی ہے وہ ستاروں کی طرح روشن ہیں زندگی کی تاریک راہوں میں ان کی روشنی میں چلنے والے ہی منزل تک آسانی سے پہنچ جائیں گے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کے دامن کو بھی تھام لو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(۶) اللہ نے صحابہ کی زندگی کو (معیار حق و صداقت کی) کسوٹی بنا دیا اور کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ سمیت قیامت تک آنے والے تمام انسانوں سے فرما دیا کہ اگر تم ان صحابہ رسول ﷺ کی طرح ایمان لاؤ گے تو ہدایت حاصل کر لو گے اور اگر اس سے منہ پھیر لو گے تو یہ تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی ہوگی جس کے مقابلہ میں اللہ ان کے لئے کافی ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سچی ہدایت اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار سے اور آپ کی تیار کی ہوئی جماعت صحابہ کرامؓ سے ہی ممکن ہے۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں نصیب ہو سکتی ہیں۔

ہدایت دینا اللہ کی طرف سے ہے لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ

(۱) وہ ہدایت کے راستے پر چلانے کے لئے جبر اور زبردستی نہیں کرتا۔

(۲) وہ ہدایت کے دروازے کسی کے لئے بند نہیں کرتا۔

(۳) وہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ لوگ گمراہی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو ان سے ہدایت کی توفیق چھین لیا کرتا ہے۔

اللہ نے ہدایت اور گمراہی، جنت اور جہنم کے راستے کی اپنے کلام میں پوری طرح وضاحت کر دی ہے اور اس کے اچھے اور برے انجام کو بھی بتا دیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص خود ہی گمراہ ہو کر اپنے لئے جہنم کا راستہ منتخب کرتا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اللہ کسی کے لئے توبہ کے دروازے اس وقت تک بند نہیں کرتا جب تک موت کے فرشتے سامنے نہ آجائیں۔

اسی طرح اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی اپنے لئے گمراہی کے گڑھے کھود لیتے ہیں۔ فرمایا کہ جس کا دل چاہے وہ

صراط مستقیم کو منتخب کر کے دامن مصطفیٰ ﷺ کو تھام لے اور جس کا دل چاہے اپنے لئے جہنم کا گڑھا تیار کرلے، جو آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھوں کی طرح چلنے کے عادی ہوں ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

قرآن حکیم سراسر ہدایت، نور اور روشنی ہے مگر وہ ان کے لئے راہ نما ہے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ لوگ جو ''فاسقین''، یعنی اللہ کے نافرمان ہیں ان کو اس قرآن سے کچھ نہیں ملتا۔ کیونکہ جو لوگ ظلم و ستم، جہالت، حماقت اور اندھے پن کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ان کو قرآن کی ہدایت سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اس کی مثال اس بارش کے پانی کی طرح ہے جو درختوں پر برستا ہے تو درختوں کی پھبن اور خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھولوں کے پودوں میں گرتا ہے تو خوشبو مہک اٹھتی ہے لیکن جب وہی بارش کا پانی کسی گندگی، گندے نالے یا گندے تالاب میں گرتا ہے تو بدبو اور پھیل جاتی ہے، وہی بارش کا پانی کسی پتھر پر گرتا ہے تو اس سے بہہ جاتا ہے اور کوئی سبزہ پیدا نہیں ہوتا۔ غور کیا جائے تو اس سب میں قصور بارش کے پانی کا نہیں ہے بلکہ زمین کا ہے۔ بارش کے پانی کا کام تو زمین کے اندر کی صلاحیتوں کو ابھارنا ہے۔ جیسی زمین ہوگی ویسے ہی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

قرآن کریم بارش کے صاف شفاف پانی کی طرح سے ہے اگر کسی نے اپنے دل کی زمین کو گندگی کا ڈھیر بنا رکھا ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑا ہوا ہے تو قرآن پاک اس گندگی میں پھولوں کی خوشبو اور مہک پیدا نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پاک کلام سے ہمیں ہدایت و رہنمائی کے اصول بتا دیئے ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ کے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان اصولوں پر جس طرح عمل کر کے دکھائیں اور بتائیں وہی اللہ کی مرضی اور مراد ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہمیں قرآن کو سمجھنے کے لئے رسول ﷺ کی حدیثوں کی ضرورت نہیں ہے ''ہم قرآن کو اس کے الفاظ سے خود ہی سمجھ لیں گے اور خود ہی اپنے لئے نظام زندگی بنا لیں گے'' تو اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کے ان سامریوں اور گمراہوں سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

اَلْمُتَّقِيْنَ:

المتقین ...... المتقی کی جمع ہے (و۔ق۔ی) تقویٰ اختیار کرنے والے، ڈرنے والے، پرہیزگار، بچنے اور حفاظت کرنے والے۔

ھدی للمتقین یعنی یہ قرآن کریم ان لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے جو تقویٰ کے راستے پر چلتے ہیں۔

یہاں دو باتیں بنیادی طور پر سمجھ لی جائیں تو اس سے تقویٰ کا مطلب سمجھ لینا آسان ہو جائے گا۔

(۱) ایک بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جس کے ہر لفظ کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا ممکن ہی نہیں ہے، اب مثلاً تقویٰ کا اردو میں ترجمہ عام طور پر ''ڈرنا'' کیا جاتا ہے حالانکہ اس لفظ کا یہ ترجمہ تقویٰ کے معنی کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا وجہ یہ ہے کہ تقویٰ کی صحیح ترجمانی یہ ہے ''اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اس میں اللہ کی رحمت کی بھی پوری

طرح امید شامل ہو' اسی لئے ایمان کی صحیح تعریف یہ ہے الایمان بین الخوف والرجا یعنی ایمان تو ڈر اور امید کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ یوں تو ہر لفظ کی اپنی ایک قیمت ہوتی ہے مگر بعض الفاظ قوموں کی تقدیر بن جایا کرتے ہیں اور ان الفاظ کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسے ''الرہب'' اس کے معنی اور ''التقویٰ'' کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں ''ڈرنا، خوف'' فرق صرف اتنا ہے کہ رہب ایسے ڈرنے کو کہتے ہیں جس میں خوف ہی خوف ہو اور اللہ کی رحمت سے کوئی امید نہ ہو۔ یہ وہ لفظ ہے جس کو یہود و نصاریٰ نے گھڑ کر اپنا دین و ایمان بنا لیا تھا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ اگر کسی کو اللہ تک پہنچنا ہے تو اس کو ساری دنیا سے کٹ کر جنگلوں میں جا کر اپنے معبود کو تلاش کرنا ہے اور اس کے لئے جو بھی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی وہی محنت اور مشقت اس کو جنت کا حق دار بنا دے گی۔ اس غلط نظریہ نے ان کو ''رہبان'' (درویش) بنا دیا اور ''رہبانیت'' دنیا اور اس کی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر صرف چند عبادتوں میں لگ جانے کا نام بن گیا۔ اس رہبانیت کو انہوں نے اپنا مذہب بنا لیا تھا اور اسی کو دین داری سمجھنے لگے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد فرمایا کہ ''رہبانیت کو ہم نے فرض نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی اس کو گھڑ لیا تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے رہبانیت سے سخت نفرت کا اظہار فرماتے ہوئے اس سے صحابہ کو روکا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کے جیسے طریقے اختیار نہ کریں۔

امام راغبؒ نے ''رہبانیت'' کے معنی یہ لکھے ہیں۔

کسی شخص کا خوف سے عبادت میں لگ جانا اور اس میں غلو (حد سے بڑھ جانا) اختیار کرنا۔

علامہ محمود بن عمر زمخشریؒ کہتے ہیں ''رہبانیت'' راہبوں (خوف سے دنیا چھوڑنے والوں) کے فعل کا نام ہے، بغیر افطار روزے رکھنا، ٹاٹ پہننا، گوشت نہ کھانا وغیرہ وغیرہ اس کی اصل رہب سے ہے (الفائق فی غریب الحدیث)

حضرت شاہ عبدالقادری دہلویؒ رہبانیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ فقیری اور ترک دنیا کی رسم نصاریٰ کی نکالی ہوئی رسم ہے ''جنگل میں تکیہ لگا کر بیٹھتے، نہ بیوی رکھتے نہ بیٹا، نہ کھاتے نہ جوڑتے محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملتے اللہ نے بندوں پر یہ حکم نہیں رکھا (تفسیر موضح القرآن۔ سورہ حدید)

سنن ابی داؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

''اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ اللہ تم پر سختی کرے گا، بلاشبہ ایک قوم (راہبوں کی جماعت مراد ہے) نے اپنی جانوں پر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی کی چنانچہ گرجاؤں اور دیروں میں ان کے بقایا ہیں۔''

مسند امام بن حنبلؒ میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چھوٹی سی لڑائی میں شریک تھے ہم میں سے ایک شخص کا گزر ایک ایسے غار پر ہوا جہاں کچھ پانی اور کچھ سبزہ تھا، اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں یہیں رہ جاؤں اور دنیا سے کٹ کر (اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہوں تو) میرے لئے بہتر ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی اجازت مانگی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہودیت یا نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا میں ضیفیہ سمحہ (تمام الٹے سیدھے طریقوں سے ہٹ کر توحید کی طرف جھکا ہوا آسان راستہ) لے کر مبعوث ہوا ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اللہ کی راہ میں نکلنا یا ایک شام نکلنا دنیا بھر سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی ایک کا (جہاد کی) صف میں کھڑے رہنا اس کی ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت عثمان ابن مظعونؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے رہبانیت یعنی ترک دنیا کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کی رہبانیت مسجد میں بیٹھنا اور نماز کا انتظار کرنا ہے۔''

اسی بناء پر فرمایا گیا ہے ''لا رہبانیۃ فی الاسلام'' اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رہبانیت کے الفاظ کا صرف یہی اثر نہ تھا کہ انہوں نے ترک دنیا کر دیا تھا بلکہ ان کے فلسفے کے مطابق ان کو ان کا معبود شہروں میں مل ہی نہیں سکتا تھا اس لئے وہ اپنی عبادت گاہیں شہر سے باہر بناتے تھے۔ اب جو ہم شہروں میں ان کے عبادت خانے دیکھتے ہیں وہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں کی نقل ہے ورنہ شہروں میں عبادت خانوں کا ان کے ہاں کوئی تصور ہی نہ تھا اس کے لئے اگر ان کی پچھلی عمارتوں کا جائزہ لیا جائے تو اس بات کی حقیقت کھل کر سامنے آسکتی ہے۔ ہندوؤں، بدھسٹوں، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے تنگ و تاریک اور شہروں سے باہر تاریخی عبادت خانے اس کے گواہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''الرہب'' کے لفظ نے رہبان اور رہبانیت کو جنم دیا اور اس طرح انسان تہذیب و تمدن سے دور ہو گیا اور ترک دنیا کو اس نے سب سے بڑی عبادت سمجھ لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو لفظ الرہب کی جگہ ''التقویٰ'' عطا فرمایا۔ تاکہ ان کو اللہ کا خوف تو ہو مگر وہ خوف اور ڈر اتنا غالب نہ آجائے کہ انسانی تہذیب و تمدن ہی کا جنازہ نکل جائے۔

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے تقویٰ کو بنیاد قرار دیا ہے بلکہ زندگی کے تمام معاملات کو بالکل صحیح رکھنے کے لئے تقویٰ کی اہمیت کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ تقریباً دو سو مرتبہ استعمال کیا گیا ہے جس میں تقویٰ اختیار کر کے اپنی زندگی کے ہر معاملے کو درست کرنے کی تاکید کی گئی ہے خواہ اس کا تعلق تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت اور معاملات سے ہو یا عبادات سے ہو ہر چیز کی بنیاد تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ علماء دین، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کو بھی راہبوں کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں اور راہبوں میں کیا فرق ہے اور جس طرح ہم رہبانیت کو خلاف اسلام کہتے ہیں وہ ان بزرگوں کو اور ان کی بے بہا خدمات کو بھی خلاف شریعت کہتے ہیں۔ حالانکہ رہبانیت اور تصوف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ رہبانیت صرف اپنی ذات کو بنانے کی ایک کوشش ہے اس کے برخلاف

صوفیائے کرام نے اپنی ذات کو مٹا کر دین کو زندگی عطا کی ہے یعنی وہ اسلام کی راہ میں خود مٹ گئے لیکن انہوں نے دین کو نہیں مٹنے دیا۔ آج ساری دنیا میں جہاں بھی مسلمان ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ اولیاء اللہ، صوفیائے عظامؒ اور علماء کرامؒ کی بے لوث خدمات ہی کا صدقہ ہے۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آج دنیا بھر میں وہ ممالک جہاں مسلمان اپنی تلواریں لے کر نہیں گئے وہیں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کے مزارات کو کاروبار میں اور ان کی پاکیزہ زندگی کو الف لیلیٰ کی داستانیں بنا کر ان کی خدمات پر پانی پھیر دیا اور آج ان بزرگوں کے مزارات دنیا کمانے کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اور یہ بزرگان دین ساری زندگی جن باتوں کو منع کرتے رہے آج وہی ساری حرکتیں ان کے مزارات پر ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم موجودہ دور کے کاروباری لوگوں کو دیکھ کر ان بزرگوں سے نفرت کا اظہار کرنے لگیں جن کی خدمات دین کی عظمت کا نشان ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ...... سے هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک

ترجمہ: وہ لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو کچھ آپ سے پہلے نازل کیا گیا ہے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس بات کو نہایت تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے اس کی بنیاد یقین پر ہے شک پر نہیں ہے اور یہ کتاب ان لوگوں کے لئے راہ ہدایت ہے جو تقویٰ کی صفت رکھتے ہیں۔ اب یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اہل تقویٰ کون لوگ ہیں؟ اور ان کی کیا صفات ہیں...... اس جگہ پانچ صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

ایمان سے مراد دین اسلام کی تمام سچائیوں کو زبان سے ماننا، دل سے اس پر یقین رکھنا اور پھر اس یقین کے مطابق عمل کا ارادہ کرنا۔

غیب۔ تمام وہ حقیقتیں جن کو انسان نہ تو اپنے پانچوں حواس (دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا) سے اس کا پتہ لگا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا مشاہدہ اور تجربہ کر سکتا ہے جیسے اللہ کی ذات صفات، فرشتے، وحی اور اس کی کیفیت، لوح وقلم، قیامت، حساب کتاب، جزا وسزا اور جنت وجہنم وغیرہ ان تمام باتوں کا تعلق غیب سے ہے۔ جس کو صرف اللہ کے نبی اور رسول ہی وحی کے ذریعہ بیان کر سکتے ہیں اور ہمیں ان تمام باتوں پر ایمان لانا ہے اسی کو ایمان بالغیب کہتے ہیں۔

(۲) اور وہ صلوۃ کو قائم کرتے ہیں۔

اقامت۔ قائم کرنا...... اقامت صلوۃ نماز (کے نظام) کو قائم کرنا۔

الصلوۃ۔اس کے بہت سے معنی آتے ہیں، دعا، دعاء رحمت، درود اور نماز وغیرہ اس جگہ نماز مراد ہے۔نماز وہ نہیں ہے جس کو میں اور آپ متعین کرلیں بلکہ نماز وہی نماز ہوگی جس طرح نبی مکرم ﷺ نے پڑھی، پڑھ کر دکھائی اور اس کو پڑھنے کا طریقہ سکھایا جس کو صحابہ کرامؓ نے نقل کیا اور وہ ہم تک پہنچی اور انشاءاللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ایمان لانے کے فوراً بعد شروع ہوکر زندگی کے آخری سانس تک جاری رہتی ہے اور یہ کسی حال میں کسی کو بھی معاف نہیں ہے۔ کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی شدید بیماری یا شدید عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے، اگر بیٹھ کر پڑھنا ممکن نہ ہو تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لے۔اگر اشاروں سے پڑھنا بھی ممکن نہ رہے اور ایک دن رات سے زیادہ یہی حالت رہے تو جب تک پڑھنے کی طاقت نہ آجائے اس کے لئے معافی ہے۔اسی طرح وضو کے ساتھ نماز پڑھنا لازمی ہے لیکن اگر کسی شدید بیماری یا کسی شدید عذر کی وجہ سے وضو نہ کرسکتا ہو تو وہ تیمم کرسکتا ہے۔لیکن نماز کسی حال اور کیفیت میں معاف نہیں ہے۔

نماز مومنوں کی معراج ہے۔نماز دین کا ستون ہے۔نماز کو آپ ﷺ نے اپنے آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا۔نماز اللہ کے سامنے جھکنے، اظہار بندگی کرنے، اللہ سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور امت میں نظم وضبط پیدا کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔

لیکن ''اقامت صلوۃ'' نماز کو قائم کرنا ان سب باتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ قرآن وسنت سے یہی ثابت ہے کہ نماز کو مسجدوں میں جاکر ادا کرنا اقامت صلوۃ ہے اسی لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اقامت کے معنی محض نماز پڑھنے کے نہیں بلکہ نماز کو ہر جہت اور ہر حیثیت سے درست کرنے کا نام ہے گھروں میں نماز پڑھی جاتی ہے اور مسجدوں میں نماز پڑھنا اللہ اور اس کے پاک رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت، میں اقامت صلوۃ ہے۔خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ متقین وہ لوگ ہیں جو قواعد شرعیہ کے مطابق نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کے پورے آداب بھی بجالاتے ہیں۔

(۳) اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس کو وہ خرچ کرتے ہیں۔

اہل تقویٰ کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے دوسروں کی مدد کرتے ہیں، یعنی اللہ نے ان کو جو بھی مال دیا ہے اس پر وہ سانپ بن کر نہیں بیٹھ جاتے بلکہ اپنے سے زیادہ ضرورت مندوں کی بھلائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے جہاں بھی مناسب جائز اور ضروری موقع ہوتا ہے وہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

متعدد حدیثوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اللہ کے بندوں پر خرچ کرنے سے دولت کم نہیں ہوتی بلکہ اس دنیا میں بڑھتی ہے اور آخرت میں تو اس سے کئی گنا زیادہ عطا کی جائے گی۔بعض حضرات کا یہ خیال بھی مناسب ہے کہ اس آیت میں صرف مال ہی نہیں بلکہ اللہ نے مومن کو جو بھی صلاحتیں عطا کی ہیں ان سے بھی وہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

(۴) اور وہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔

اہل تقویٰ کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ

سے پہلے نازل کی گئی ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی ہے، ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی مکرم ﷺ تک جتنے بھی نبی اور رسول ﷺ • تشریف لائے وہ سب ایک ہی دین لے کر آئے اور ان سب کا ایک ہی پیغام تھا یہ اور بات ہے کہ قرآن کریم سے پہلے جتنی بھی کتابیں آئیں اس کے ماننے والوں نے ان کتابوں کی حفاظت نہیں کی، بلکہ ان کتابوں میں اپنی طرف سے بہت سی وہ باتیں شامل کردیں جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔قرآن کریم نے ان میں سے بنیادی مقامات کو کھول کر بتا دیا ہے کہ انہوں نے کہاں کہاں اضافے کئے اور کہاں بہت چیزیں غائب کردیں۔ درحقیقت قرآن حکیم ان سب کتابوں کے لئے کسوٹی ہے، جس کو بھی یہ دیکھنا ہو کہ ان کتابوں میں اللہ کے احکامات کیا ہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر وہ قرآن کے مطابق ہوں تو وہ اللہ کا کلام ہے اور اگر قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں کے برعکس ہوں تو وہ اللہ کا کلام نہیں ہے، لہذا قرآن ہمیں یہ سکھا رہا ہے کہ اے مومنو تم اللہ کے کلام پر ایمان لاؤ۔لہذا ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کا کلام ہے لیکن ان باتوں پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو اللہ کا کلام نہیں ہے۔اس مقام پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کی ان تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ نے نازل کی ہیں لیکن جہاں انسانوں کے ہاتھوں نے بہت سی باتوں کو خود گھڑ لیا ہے ہم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ہم سچائیوں پر ایمان لاتے ہیں جھوٹ پر نہیں۔

(۵) اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

اہل تقویٰ کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔مرنے کے بعد جب دوسری زندگی شروع ہوگی اس کو آخرت کہتے ہیں۔اہل ایمان کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا اور اس کا نظام ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک وقت آئے گا جب اس پورے نظام کو توڑ کر ایک اور جہان بنایا جائے گا جس میں کائنات کی ابتداء سے لے کر اس کے ختم ہونے تک جتنے بھی انسان ہوں گے ان کو اس جہان میں جمع کر کے ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کے مطابق ان کو جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی یہ پانچ صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ کی ان باتوں کے پیکر ہوں گے وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ۝٦ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ
أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٧ ع ۱ ۷ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٧

بے شک جنہوں نے کفر (دین سے انکار) کیا، ان کے لئے یکساں ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں (سننے کی طاقت) پر مہر لگا دی اور ان کی آنکھوں (دیکھنے کی طاقت) پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٧

کَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا، دین اسلام کی سچائیوں سے انکار کیا۔ چھپایا

سَوَآءٌ برابر ہے، یکساں ہے، ایک جیسا ہے

اَنْذَرْتَ تو نے ڈرایا۔ اسی سے نذیر کا لفظ بنا ہے جو کہ بشیر کے لفظ کے بالمقابل ہے... نذیر کے معنی ہیں آخرت کے عذاب سے شفقت و مہربانی کی بناء پر ڈرانے اور سمجھانے والا اور بشیر کے معنی ہیں ''خوشخبریاں سنانے والا''۔

خَتَمَ اس نے مہر لگا دی۔ جب کسی چیز پر مہر یا سیل لگا دی جاتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اب باہر سے کوئی چیز اندر اور اندر سے باہر نہیں آسکتی۔ دلوں پر مہر لگنے کا مطلب یہ ہے کہ حق نہ تو ان کے دلوں میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ ان کے دلوں کا کفر باہر آسکتا ہے۔

قُلُوْبٌ قلب کی جمع ہے ''دل''۔ اس سے مراد گوشت کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا ہی نہیں ہے بلکہ وہ قوت مراد ہے جو عقل و شعور اور سچے ارادوں کا مرکز ہوا کرتا ہے۔

سَمْعٌ سننے کی طاقت، اس کی اہلیت... سہولت کے لیے اس کا ترجمہ ''کان'' کا کیا جاتا ہے۔

اَبْصَارٌ بصر کی جمع ہے... دیکھنے کی طاقت ہے... آنکھ... آنکھیں

غِشَاوَةٌ پردہ، رکاوٹ، حجاب... یہ لفظ ''غشیٰ'' سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو ڈھانپنے اور رکاوٹ ڈالنے کے آتے ہیں۔

عَذَابٌ ...تکلیف، مصیبت... یہ لفظ رحمت کے مقابلے میں آتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۷

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شدید مخالفتوں، مصیبتوں اور مشکلات کے باوجود دن رات اسلام کی سچائیوں اور اس کے نور کو پھیلانے کی جدوجہد فرما رہے تھے۔ آپ کی دلی تمنا اور آرزو تھی کہ کسی طرح مکہ مدینہ اور ساری دنیا کے لوگ ایمان قبول کرلیں، اس کے لئے آپ دن رات اس طرح اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش اور جان سوزی سے کام لیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ (اے میرے حبیب "ﷺ") آپ تو اس غم میں اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ مختلف روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اسلام کا پیغام پہنچانے میں دن رات اپنے آرام کا خیال کئے بغیر اسی جدوجہد میں لگے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ ایک قافلہ مکہ مکرمہ سے اس طرح گزر رہا ہے کہ وہ صبح ہونے سے پہلے روانہ ہوجائے گا، حالانکہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے اور ستائے ہوئے تھے اس کے باوجود آپ ﷺ فوراً روانہ ہوگئے اور آپ ﷺ نے اپنا فرض پورا کرنے کے لئے ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی۔ یہی آپ کی دن رات کی کوششیں تھیں نتیجہ یہ ہے کہ۔ جن کے مقدر میں اسلام کی سعادت تھی انہوں نے ایمان قبول کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوار لی اور اپنے دلوں کو نور ایمانی سے جگمگالیا، روشن کرلیا...... لیکن ان ہی میں سے کچھ ایسے بھی ضدی، ہٹ دھرم اور بدقسمت لوگ تھے جنہوں نے کلمہ حق قبول کرنے سے نہ صرف انکار کردیا تھا بلکہ دین اسلام اور سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بغض وعناد کی حدوں کو پھلانگ گئے تھے اور آپ کی دشمنی میں اتنے آگے بڑھ چکے تھے کہ وہ اسلام کے اس پودے کو جڑ اور بنیاد سے ہی اکھاڑ پھینکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان میں سچائی اور حق کی تڑپ اور جستجو ایک فطری بات ہے لیکن جب وہی شخص ذاتی فائدوں، بری عادتوں، کم نظری اور گھٹیا پن کا مزاج پیدا کرلیتا ہے تو وہ حق اور سچائی کا اس طرح مخالف ہوجاتا ہے کہ پھر بڑی سے بڑی سچائی بھی نہ اس کے دل میں اترتی ہے نہ کانوں سے سنائی دیتی ہے اور نہ آنکھیں اس کا مشاہدہ کرسکتی ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کو ان آیات میں اطمینان دلایا جارہا ہے کہ آپ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے رہیے جن کے دلوں میں اور ان کی روحوں میں سچائی قبول کرنے کی اہلیت ہوگی وہ اس کے ذریعہ اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیں گے لیکن جو بدقسمت ہیں جیسے ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، اور ولید مدینہ منورہ کے یہودی کعب بن اشرف، حی بن اخطب اور جدی بن اخطب وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دلوں اور اپنے کانوں پر تالے اور اپنی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں، آپ ان کو برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان قبول کرنے

والے نہیں ہیں۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جو بد پرہیزیاں کرتے کرتے اپنے آپ کو بیماری کے اس مقام تک پہنچا چکے ہیں جہاں ایک ماہر ڈاکٹر بھی کہہ اٹھتا ہے کہ اب اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔ بلکہ مرجانا ہی اس کا مقدر بن چکا ہے۔ یہ لوگ بھی روحانی اعتبار سے اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ان آیات کا خلاصہ یہ ہے۔

اے نبی (ﷺ) آپ حق کی بات ہر شخص تک پہنچاتے رہیئے، جو کفر وانکار کا راستہ اختیار کریں گے بھیانک اندھیرے ان کا مقدر بن جائیں گے اور وہ لوگ جو اپنے دلوں کو اسلام کی تعلیمات اور آپ (ﷺ) کی اطاعت ومحبت کے چراغوں سے روشن کرلیں گے وہ خود ستاروں کی طرح چمک کر دنیا کے اندھیروں کو دور کردیں گے۔

خلاصہ کلام:

قرآن کریم کی سب سے پہلی اور بڑی سورت ''سورہ بقرہ'' ہے اس کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے ہدایت حاصل کرنے کی بنیادیں ''اللہ کا خوف، غیب پر ایمان، نماز کا قائم کرنا، اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اللہ کے لئے خرچ کرنا، قرآن کریم اور اس سے پہلے نازل کئے ہوئے دین کے اصولوں اور کلام پر ایمان، اور آخرت پر یقین رکھنا۔ قرار دیا ہے۔ یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کی نجات اور کامیابی ہو جاتی ہے۔

اسلام کے بعد کافروں کے مزاج کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ایک چکنے گھڑے کی طرح سے ہو چکے ہیں جن کے دل ودماغ اور فکر پر اسلام کی سچائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا...... اور وہ اپنے آپ کو ان بدقسمتوں میں شامل کر چکے ہیں جن کے لئے مہربان رب بھی فرما دیتا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ ان کی حرکتوں سے مایوس نہ ہوں یہ بڑے بدعمل لوگ ہیں...... انہوں نے بدعملیاں کر کر کے اپنے آپ کو اس منزل اور مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہے، ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگ چکی ہیں اور آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں، اب ان میں سوچنے، سننے اور حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ لہٰذا آپ ﷺ یہ سوچ کر رنجیدہ نہ ہوں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیے۔ کیونکہ ان کا برا انجام اور ایک زبردست عذاب طے کیا جا چکا ہے۔

پہلے رکوع میں مومنوں اور کافروں کے متعلق ارشاد فرمانے کے بعد دوسرے رکوع سے کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا...... یہ لوگ منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں......

بیمار ذہن وفکر کے لوگ جھوٹ بولتے بولتے اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں، اور اللہ اور اس کے نیک بندوں کو اپنے طرز عمل سے دھوکہ میں رکھ کر اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان مفادات کے حصول کو بڑی ہوشیاری سمجھنے لگے ہیں۔ ایمان

کے نام پر بے ایمانیاں، اصلاح کے نام پر فساد، منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہنا۔ ان کا کردار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انجام تو کافروں سے بھی بدتر ہے۔

ایسے لوگ کون ہیں یہاں تو اللہ نے ان کا نام نہیں بتایا لیکن قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو جگہ جگہ ''منافق'' فرمایا گیا ہے...... چونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں ان کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اس لئے ان آیات کی تشریح سے پہلے منافقین کے متعلق سمجھنا بہت ضروری ہے۔

منافقین کون ہیں؟

منافق...... کا لفظ نفق (ن۔ف۔ق) سے بنا ہے جس کے معنی ہیں زمین کے نیچے نیچے ایسی سرنگ اور راستہ بنانا جس میں ضرورت کے وقت چھپنا اور خفیہ راستوں سے نکل بھاگنا آسان ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام طور پر چوہے اور کچھ جانور زمین کے اندر ایک سرنگ سی بنا لیتے ہیں جس کو جانور کا ''بل'' کہتے ہیں۔ یہ چوہے اور جانور ذرا سی آہٹ پا کر اپنے بلوں میں جا گھستے ہیں اور خطرہ ٹلتے ہی پھر سے باہر آجاتے ہیں۔ اسی طرح یہ منافق بھی ہیں جو اسلام دشمن ہوتے ہیں۔ اپنے مفادات کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں۔ جب اسلام اور مسلمانوں میں انہیں کوئی فائدے کی بات نظر آتی ہے تو ان کی جیسی کہنے لگتے ہیں...... اور اگر کفر کی چمک دمک میں دل کشی نظر آتی ہے تو بلا تکلف ان کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) ایسے لوگ جو مومن ہیں بہت ہی احمق اور ناعاقبت اندیش ہوتے ہیں ''جو آخرت کے ادھار پر اپنی دنیا بیچ دیتے ہیں اور مصلحتوں سے کام نہیں لیتے۔'' کیونکہ ایک مومن تو اپنا سب کچھ لٹا کر اللہ کے دین، اس کی بقاء اور ترقی کو اپنی دنیا اور آخرت کی ترقی کا زینہ اور اپنے نبی کی شان پر قربان ہونے کو دین و دنیا کی کامیابی سمجھتا ہے۔ لیکن ان منافقین کے نزدیک ''یہ کوئی سمجھداری کی بات نہیں ہوتی'' چنانچہ اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم بھی اور مخلص مسلمانوں کی طرح ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو، ایمان لے آؤ تو وہ بڑی حقارت سے کہتے تھے کہ ہم ان کی طرح ایمان لائیں؟ جو بے وقوف، ناعاقبت اندیش ہیں (نعوذ باللہ)...... اللہ نے خود ہی ان کے جواب میں فرمایا کہ احمق اور غیر دانش مند یہ مخلص مومن مسلمان نہیں ہیں...... بلکہ احمق اور جاہل تو وہ لوگ ہیں جو نبی کے جاں نثاروں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ صحابہ کرامؓ کو ایسا کہنے والے خود ہی شرمندگی سے اپنی بوٹیاں نوچتے نظر آئیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ کا دن اس کا گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں کی گردنیں شکر ادا کرنے کے لئے اللہ کے سامنے جھکی ہوئی تھیں...... اور کافر و منافق جو اپنے آپ کو عقل کا پیکر سمجھتے تھے ان کی گردنیں مسلمانوں کے سامنے شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں۔ یہ تو اس دنیا میں تھا آخرت میں ان منافقین کو جو شرمندگی ہوگی شاید اس دنیا میں اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اس کے برخلاف اس دن صحابہ کرامؓ کا مقام انتہائی بلند ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ
اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۱۰ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۱۱
اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۱۲ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ
السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۱۳
وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى
شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۱۴
اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۱۵
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ
وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۱۶

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۶

لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مومنوں میں سے نہیں ہیں۔ (وہ اپنے اس طرز عمل سے) اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں...... حالانکہ وہ اپنی ذات کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے ہیں۔ مگر

وہ اس سے بے خبر ہیں۔

ان کے دلوں میں (منافقت کا) ایک مرض ہے...... جسے اللہ نے اور بڑھا دیا ہے۔ وہ جھوٹے ہیں ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں تباہی و بربادی نہ مچاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف بھلائی (میل جول) کرانے والے ہیں......سنو یہی (بڑے) فسادی ہیں لیکن ان کو اس کا شعور نہیں ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لے آؤ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے ہیں (بڑی حقارت سے کہتے ہیں) کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ (اللہ نے فرمایا) سنو احمق لوگ یہ (کفار اور منافقین) ہیں مگر ان کو اس کا علم نہیں ہے۔

جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم ایمان لے آئے" مگر جب وہ اپنے شیطان صفت ساتھیوں کے ساتھ ملتے ہیں تو کہتے ہیں "بلاشک وشبہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں ان (مسلمانوں) سے تو ہم مذاق اور دل لگی کر لیتے ہیں۔ فرمایا اللہ خود ان سے مذاق کر رہا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے تاکہ وہ اپنی سرکشی میں گھومتے رہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا ہے۔ اس لین دین میں نہ ان کو نفع ہوگا اور نہ وہ ٹھیک راستے پر چلیں گے (ہدایت حاصل نہ کرسکیں گے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۶

اَلنَّاسُ	لوگ، انسان، آدمی
یَقُوْلُ	وہ کہتا ہے، اردو میں اس کا ترجمہ "امنا" کی وجہ سے اس طرح کیا جائے گا "وہ کہتے ہیں۔"
اٰمَنَّا	ہم ایمان لے آئے
یَوْمٌ اٰخِرٌ	اخری دن، قیامت کا دن
یَخْدَعُوْنَ	اور یخدعون کے الفاظ "خدع" سے بنے ہیں دھوکہ دینا، دل میں بری بات چھپا کر بظاہر اچھا بننے کی کوشش کرنا تاکہ دوسرے اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

اَنْفُسُ	نفس کی جمع ہے۔ جان، ذات شخصیت
مَایَشْعُرُوْنَ	وہ شعور نہیں رکھتے، انہیں سمجھ نہیں ہے، بے خبر ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت میں مبتلا ہیں مگر ان کو اس کا احساس اور خبر نہیں ہے۔
مَرَضٌ	بیماری، بیماری ایک تو وہ ہوتی ہے جو انسان کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جس کو محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن عام طور پر روحانی بیماری سے انسان آنکھیں بند کئے رکھتا ہے۔ یہاں روحانی بیماری ہی مراد ہے۔
زَادَ	زیادہ کیا، رسول مکرم ﷺ اور اہل ایمان صحابہؓ کو ترقی دے کر اللہ نے ان کے حسد کو اور بڑھا دیا۔ یا ان کی رسی کو اور دراز کر دیا، ان کو ڈھیل دے دی۔
اَلِیْمٌ	یہ لفظ الم سے بنا ہے، دردناک، انتہائی تکلیف دینے والی چیز
یَکْذِبُوْنَ	یہ لفظ ''کذب'' سے بنا ہے جھوٹ، غلط بیانی، حقیقت کے خلاف، نقصان پہنچانے والا، یعنی وہ جھوٹ بکتے ہیں۔
قِیْلَ	کہا گیا، بتایا گیا
فَسَادٌ	تباہی، بربادی۔ انسان زبان اور ہاتھ سے فساد مچاتا ہے، کبھی کبھی انسان فساد کرتا ہے مگر وہ اپنے خیال میں اس کو اپنا بڑا کارنامہ سمجھتا ہے۔ اللہ نے یہاں اسی سے روکا ہے۔
مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے، خیرخواہی اور بھلائی کرنے والے
شُعُوْرٌ	عقل، سمجھ
اَنُؤْ مِنُ	کیا ہم ایمان لائیں؟۔ اس میں صحابہ کرامؓ کو (نعوذ باللہ) حقیر اور کم تر سمجھتے ہوئے ایسا کہتے تھے کہ ہم جیسے عزت اور دولت والے ان جیسے کمزوروں کی طرح ایمان لائیں
اَلسُّفَهَاءُ	(سفیہ) کے معنی آتے ہیں احمق، ناسمجھ، ناعاقبت اندیش، جو آگے کی نہ سوچتا ہو۔
لَقُوْا	وہ ملے، ملاقات کی۔
خَلَوْا	وہ تنہا ہوئے، اکیلے ہوئے
مُسْتَهْزِءُوْنَ	مذاق کرنے والے
یَسْتَهْزِءُ	وہ مذاق کرتا ہے۔ وہ مذاق اڑاتا ہے۔ اس جگہ دونوں معنی لیے جاسکتے ہیں

يَمُدُّ	وہ کھینچتا ہے
طُغْيَانٌ	سرکشی کرنا، سر اٹھانا، اسی سے ہمارے ہاں یہ لفظ طغیانی کے معنی میں آتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سمندر میں طغیانی آ گئی پانی اونچا اونچا ہو گیا۔
يَعْمَهُوْنَ	عمہ اندھا بن جانا، اندھا پن
اَلضَّلٰلَةُ	گمراہی، راستہ کھو دینا، بھٹک جانا، یہ لفظ ہدایت کے بالمقابل آتا ہے مار بحت ... نفع نہ دیا، اس جگہ فمار بحت تجارتھم سے مراد ہے ان کو ان کی تجارت نفع نہ دے گی۔

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۶

جیسا کہ خلاصہ کلام میں اس بات کو بتا دیا گیا ہے کہ منافق وہ لوگ ہیں جو ظاہری طور پر مسلمان بنے رہتے ہیں۔ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اسے دل سے نہیں مانتے اور جو دل میں رکھتے ہیں اسے زبان پر نہیں لاتے۔ ان کا انجام کافروں سے بھی زیادہ اندوہناک ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ ''منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے'' یعنی کافر تو اپنے کفر کی سزا کو بھگتیں گے لیکن منافق کو اس سے بھی زیادہ بڑی سزا دی جائے گی...... اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کافر اور مشرک تو اپنے کفر و شرک میں کھلا ہوا دشمن ہے اس کا حملہ اور خطرہ سامنے کی طرف سے ہوگا جس سے بچنا زیادہ آسان ہے لیکن آستین کے سانپ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جو اس طرح ڈس لیتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا اور دوسرے اس کے زہر سے تباہ ہو جاتے ہیں...... جو اپنے آپ کو ظاہری طور پر مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں لیکن پس پردہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور اپنے دھوکے اور فریب کے جال بنتے رہتے ہیں۔ اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ وہ ایمان کے لحاظ سے اس قدر کمزور ہوتے ہیں کہ وہ صرف اللہ کے بندوں ہی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں رکھتے بلکہ وہ اللہ کو بھی اپنے طرز عمل اور روش زندگی سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا انجام کافروں سے بھی زیادہ ہیبت ناک ہونا کسی تعجب کی بات نہیں ہے۔ آج کے اس دور میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو کافروں اور دشمنان اسلام سے اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے جتنا ان لوگوں سے ہے جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے آستین کا سانپ بنے ہوئے ہیں، وہ لوگ جو اس ''ترقی یافتہ'' دور میں چند رسمی باتوں اور تھوڑے سے من پسند عمل اور نیک کاموں کے سوا اسلام کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کو ''ضروری نہیں سمجھتے'' ایسے لوگ پہلے بھی تھے، آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جن کا کام یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں، زبانوں اور عمل سے سوائے فساد کے اور کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا وہ جس کو قوم کی اصلاح کا نام دیتے ہیں وہ لاشعوری یا شعوری طور پر دین و دنیا کی تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان والے، ایمان دار لوگ، نیک اور نیکیوں پر چلنے والے، دین

اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے والے بے وقوف، ناسمجھ، بے عقل، ناعاقبت اندیش، دیوانے اور معاشرے کے چھوٹے لوگ شمار ہوتے ہیں (نعوذ باللہ) اس کے برخلاف وہ لوگ جو دن رات گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، رشوت خور، جواری، شراب خور اور آخرت سے بے خبر لوگ وہ بہت اچھے اعلیٰ مقام رکھنے والے باعزت اور سمجھ دار لوگ سمجھے جاتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ جب وہ مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر دین کی باتیں کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کا مخلص کوئی نہیں ہے۔ لیکن جب وہ اپنے کاروبار زندگی یا تنہائیوں میں اپنے یار دوستوں کے ساتھ ہوتے ہیں ان کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے اب وہ اسی دین کا مذاق اڑا کر دین اور دین داروں کو اپنے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے کہ اللہ خود ان کی زندگیوں کو مذاق بنا دے گا لیکن ابھی ان کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ گھاٹے کے سوداگر ہیں جو روشنیوں کو چھوڑ کر اندھیروں کو اپنا رہے ہیں اور جو ایمان کا راستہ چھوڑ کر کفر و نفاق کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔ نہ ان کو اس دنیا میں کچھ ہاتھ آئے گا، نہ قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اور نہ آخرت ہی میں ان کو راحتیں نصیب ہوں گی۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ
فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُۥ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِى
ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٧ تا ١٨

(منافقین کی پہلی مثال)

ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، پھر جب آس پاس روشنی پھیل گئی تو اللہ ان کی روشنی کو لے گیا اور ان کو اندھیروں میں اس طرح چھوڑ دیا کہ ان کو کچھ نظر نہیں آتا، وہ بہرے، گونگے اور اندھے (بن چکے) ہیں کہ اب وہ لوٹ بھی نہیں سکتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٧ تا ١٨

مَثَلُ	مثال، تشبیہ
اِسْتَوْقَدَ	اس نے بھڑکایا، جلایا، سلگایا

نَارٌ	آگ، جہنم، دوزخ
اَضَاءَ تْ	روشن ہوگئی۔ اس جگہ ترجمہ ہوگا ''روشن ہوگیا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں لفظ ''ماحول'' مذکر ہے۔
مَاحَوْلٌ	اردگرد، آس پاس
ذَهَبَ	گیا، چونکہ، یہاں ذھب کے بعد ''ب'' آگئی ہے عربی قاعدہ سے اس کا ترجمہ ہوگا ''لے گیا''
تَرَکَ	چھوڑ دیا، الگ کر دیا
ظُلُمَاتٌ	اندھیریاں، اندھیرے۔ (ظلمة کی جمع ہے)
لَایُبْصِرُوْنَ	وہ نہیں دیکھتے ہیں (وہ نہیں دیکھ سکتے ہیں)
صُمٌّ	بہرے، (صم اصم کی جمع ہے) جو سن نہ سکتے ہوں
بُکْمٌ	گونگے، (بکم ابکم کی جمع ہے) جو دیکھ نہ سکتے ہوں
عُمْیٌ	اندھے ، (اعمیٰ کی جمع ہے) جو بول نہ سکتے ہوں
لَایَرْجِعُوْنَ	وہ نہیں لوٹیں گے۔ (رجوع کرنا، لوٹنا، پلٹنا)

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

سورہ بقرہ کی ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے والوں کو سمجھانے کے لئے منافقین کی ایک مثال دی ہے کہ آخرت سے بے نیاز ہو کر وقتی مفادات کے پیچھے بھاگنے والے لوگ اس شخص کی طرح ہیں جو کسی صحرا یا جنگل میں تنہا ہوں، رات ٹھنڈی اور تاریک ہو اور جس کا یہ گمان ہو کہ ساری رات اس کو اسی جگہ رہ کر بسر کرنی ہے۔ اب وہ رات کی اذیت سے بچنے کے لئے دن بھر لکڑیاں چن چن کر جمع کرتا ہے تاکہ وہ رات کے وقت ان لکڑیوں کو جلا کر ان سے راحت حاصل کر سکے۔ عین اس وقت جب کہ آگ پوری طرح روشن ہوگئی اور اب وہ وقت آ گیا ہے جب اس کو راحت اور آرام ملنے کی امید ہو سکتی تھی کہ اچانک بارش برس گئی یا کسی اور سبب سے آگ بجھ گئی، تصور کیجئے اب اس اندھیرے میں اس پر کیا کچھ نہ گزر جائے گی اور یہ رات اس کے لئے کس قدر ہیبت ناک اور اذیت ناک ہوگی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ ان منافقین کا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔ یہ بھی دنیا کی دولت کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ دن رات مال دولت جمع کر رہے ہیں اور اصل زندگی (آخرت کی زندگی) کی ان کو کوئی فکر نہیں ہے حالانکہ اصلی راحت کی جگہ قبر، حشر اور جنت ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنے مفادات کے لئے آج جو کچھ بھی جمع کر رہے ہیں موت کے آتے ہی وہ ان تمام اسباب اور راحتوں سے محروم ہو جائیں گے اور ان کی یہ دولت، عالی شان بلڈنگیں اور دنیاوی اسباب ان کے کسی کام نہ آ سکیں گے اور قبر کی

تاریکیاں ان کا مقدر بن جائیں گی۔ وہ وقتی فائدے جن کی بنیاد پر انہوں نے اپنے آپ کو دولت ایمان سے محروم کر رکھا ہے اور منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں کسی کام نہ آسکیں گے۔ جب عین راحت و آرام کا وقت آئے گا تو وہ شدید کرب اور اذیت میں مبتلا ہو کر بہرے، گونگے اور اندھوں کی طرح ہاتھ پیر ماریں گے اور ان کو اس بات کا موقع نہ مل سکے گا کہ وہ واپس لوٹ کر کوئی حسن عمل کر سکیں۔

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ
اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۗ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ
بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۗ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ
مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۗ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ
۲ ع ۱۳ ۲ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

(منافقین کی دوسری مثال)

یا (ان منافقین کی مثال) ایسی ہے جیسے کسی بلندی سے زور کی بارش ہو رہی ہے جس میں اندھیریاں، گرج اور چمک ہے اور یہ موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی کی چمک ایسی ہے جیسے وہ آنکھوں کو اچک کر لے جائے گی۔ بجلی چمکتی ہے تو یہ چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو یہ ٹھہر جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر اللہ چاہتا تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقت کو لے جاتا۔ بے شک اللہ تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

اَوْ	یا
كَ	جیسا، جیسی (حرف تشبیہ)

صَيِّبٌ	بارش، تیز بارش، زوردار بارش
اَلسَّمَاءُ	آسمان۔ بلندی، اونچی جگہ (اس کی جمع السموات آتی ہے)
رَعْدٌ	کڑک، زوردار آواز
بَرْقٌ	بجلی
اَصَابِعٌ	انگلیاں (اصبع کی جمع)
اٰذَانٌ	کان (اذن کی جمع ہے)
اَلصَّوَاعِقُ	کڑک (الصاعقہ کی جمع ہے، تیز آواز، کڑک)
حَذَرَ الْمَوْتِ	موت کا ڈر اور خوف
مُحِيْطٌ	گھیرنے والا
يَكَادُ	قریب ہے
يَخْطَفُ	وہ اچک لیتا ہے، وہ چھین کر لے جائے گا
مَشَوْا	وہ چلے
قَامُوْا	وہ کھڑے ہوئے، وہ کھڑے رہ گئے
اَظْلَمَ	اندھیرا ہو گیا (اندھیرا چھا جانا)
شَاءَ	اس نے چاہا
قَدِيْرٌ	قدرت رکھنے والا (اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے)

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

منافقین کی یہ دوسری مثال بیان فرمائی جا رہی ہے فرمایا کہ جو لوگ ایمان کی کمزوری، شک وشبہ اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ جو اسلام اور مسلمانوں کی ترقیات کو دیکھ کر ادھر بھی آنا چاہتے ہیں اور کفار سے ملنے والے فائدوں کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جب ان کو اسلام اور مسلمانوں کے طریقے اپنانے میں اپنا فائدہ نظر آتا ہے تو وہ اس طرف چل پڑتے ہیں اور جب ان کو دنیا کے مفادات میں چمک دمک نظر آتی ہے تو اس طرف ڈھلک جاتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کو اس بات پر کامل قدرت حاصل ہے کہ

اگر وہ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی طاقتوں کو ختم کر دے۔ جب کہ وہ اس کی گرفت اور پکڑ سے باہر بھی نہیں ہیں مگر اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ کسی کو مہلت دیئے بغیر اس کو گرفت میں نہیں لیتا۔ وہ ان کو دنیا کی مختصر سی زندگی میں ڈھیل دے رہا ہے تا کہ وہ ان کی آزمائش کر سکے اور ان کا انجام ان کے اعمال کے مطابق ہو سکے۔

خلاصہ اور ربط آیات:

سورہ بقرہ کے پہلے اور دوسرے رکوع (آیت نمبر ایک سے بیس تک) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات، کافروں کا مزاج اور منافقین کی مکاریوں اور فریب کا ذکر کرنے کے بعد تینوں جماعتوں کا انجام بھی ارشاد فرما دیا۔

(۱) مومنوں کے لئے فرمایا ''اولٓئک ھم المفلحون'' وہ سب کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۲) کافروں کا انجام ''لھم عذاب عظیم'' یعنی ان کو بڑا عذاب دیا جائے گا۔

(۳) منافقین کے لئے فرمایا ''لھم عذاب الیم'' ان کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت نمبر اکیس سے اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا تعلق کسی بھی فرقے اور جماعت سے ہو ان کی نجات اللہ کی بندگی اور اطاعت ہی میں ہے اور یہ اطاعت و بندگی درحقیقت اللہ کے شکر کے طور پر ہے کیونکہ اللہ نے تمام انسانوں کو جسم اور روح سے بنا کر ان کے جسم و روح کے تمام تقاضوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ جسم کے لئے اس ساری کائنات اور اس کی حلال و پاکیزہ چیزوں کو اور روح کی زندگی اور تابندگی کے لئے اپنا پاک کلام اپنے نیک بندوں کے ذریعہ پہنچایا...... اور فرمایا کہ اللہ کا یہ انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے آخر میں ایک ایسے نبی (حضرت محمد ﷺ) پر اپنا عظیم کلام بھیجا جو ہر طرح کے شک وشبہ سے پاک اور قیامت تک ساری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما ہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً ۖ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا
لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ
فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٣﴾
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

اے لوگو! اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرسکو۔

جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنا دیا۔

جس نے تمہارے لئے آسمان (بلندی) سے بارش برسا کر ہر طرح کے ثمرات پیدا کئے۔

تم جانتے بوجھتے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ کرو۔

اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر اتارا ہے تو ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے تمام حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا لاؤ اور اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ اگر تم سچے ہو...... لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا...... اور تم ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جو کافروں کے لئے ہی بنائی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

یٰاَیُّهَا
اے (حرف ندا) کسی کو آواز دینے اور بلانے کے لیے یہ حرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کسی مونث کو ندا دی جائے تو "یا یتھا" آئے گا۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

اُعْبُدُوْا
(اعبد) تم عبادت و بندگی کرو۔ عبادت صرف چند رسموں کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو عاجزی، ادب واحترام کے ساتھ ماننا، اطاعت و فرمان برداری کرتے ہوئے زندگی کو پوری طرح ادا کرنا عبادت ہے۔

خَلَقَ	اس نے پیدا کیا۔اسی سے خالق (پیدا کرنے والا) اور مخلوق (پیدا کیا گیا) بھی آتا ہے۔
قَبْلُ	پہلے۔یہ لفظ اردو میں بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے۔
لَعَلَّكُمْ	(لعل۔کم) شاید کہ تم، تا کہ تم، امید ہے کہ تم... کسی توقع اور امید کے لیے بولا جاتا ہے۔
تَتَّقُوْنَ	تم تقویٰ اختیار کرو گے، اس سے ڈرو گے، شریعت کے ہر حکم پر چلنا اور دل میں خوف الٰہی رکھنا
فِرَاشٌ	ہر وہ چیز جو ایسی ٹھوس، برابر اور ہموار بچھی ہوئی ہو جس پر چلنا، پھرنا اور راحت حاصل کرنا ممکن ہو۔
اَنْدَادٌ	(ند کی جمع ہے)۔جس کے معنی شریک، مد مقابل، مخالف کے آتے ہیں عام طور پر اس ترجمہ شریک اور شرکا سے کیا جاتا ہے۔
نَزَّلْنَا	ہم نے اتارا، نازل کیا۔تنزیل کے معنی آتے ہیں کسی چیز کو اوپر سے نیچے آہستہ آہستہ اتارنا۔یہاں قرآن کریم کی طرف اشارہ ہے جو نبی مکرم حضرت محمد ﷺ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر تیئس سال میں مکمل ہوا۔
شُهَدَاءُ	(شہید کی جمع ہے) جس کے کئی معنی ہیں مددگار، حمایتی، اور باخبر
وَقُوْدٌ	ایندھن، جلنے کی چیز
اَلْحِجَارَةُ	الحجرہ کی جمع ہے اس سے مراد وہ بے جان بت ہیں جن کو انہوں نے اپنا خالق و مالک بنا رکھا تھا۔ فرمایا کہ یہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔
اُعِدَّتْ	تیار کی گئی ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۴

مومنوں، کافروں اور منافقین کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جماعتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے اندر تقویٰ جیسی عظیم صفت پیدا ہو جائے تو اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے ان لوگوں کو پیدا کیا جن کو تمہارے اس دنیا میں آنے کا سبب بنایا ہے۔

وہ اللہ کہ جس نے تمام انسانوں کو جسم اور روح کا پیکر بنا کر جسم و روح کی تمام ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کے وسائل اور ذرائع بھی عطا کئے ہیں۔روح کے لئے اس نے اپنا کلام اپنے پاکیزہ بندوں کے ذریعہ پہنچایا جس سے روح کی

زندگی اور تابندگی ہے۔ اور جسم کے لئے زمین کو راحت و آرام کا ذریعہ بنا کر فرش کی طرح بچھا دیا ہے اور حفاظت کے لئے آسمان کو ان کے سروں پر چھت کی طرح تان دیا ہے اور بلندی سے بارشوں کو برسا کر ہر طرح کے پھل، پھول اور سبزے کو پیدا کیا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ نے زمین کو نعمت کے طور پر اس طرح بنایا ہے کہ اس میں چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھیتی باڑی کرنا، رہنے کے لئے مکانات، کارخانے اور بڑی سے بڑی بلڈنگیں بنانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ زمین نہ تو اتنی نرم ہے کہ آدمی اس میں دھنس جائے یا اس کا چلنا پھر دشوار ہو جائے اور نہ لوہے کی طرح سخت بنایا ہے کہ اس کو استعمال کرنا آسانی سے ممکن نہ ہو بلکہ زمین نرم تو اتنی ہے کہ ایک بچہ بھی کھودنا چاہے تو کھودتا چلا جائے اور مضبوط اتنی ہے کہ اربوں، کھربوں انسان، ان کی زندگی گزارنے کا سامان، بلند و بالا بلڈنگیں اور بڑے بڑے پہاڑوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، نہ جھکتی ہے، نہ دبتی ہے، نہ دھنستی ہے۔ زمین کو ایسا کار آمد بنایا ہے کہ ایک کسان زمین میں ہل یا ٹریکٹر چلا کر اس میں چند دانے اور کھاد ڈال کر اپنی اور اپنے اہل خانہ کی سال بھر کی روزی پیدا کر لیتا ہے، ایک گٹھلی بو کر یا چند بیج بکھیر کر اس سے بے شمار پھل، پھول، سبزی ترکاریاں، مزے دار میوے اناج اور غلے پیدا کر لیتا ہے۔ لوہا، گیس، تیل، لکڑی اور دوسری معدنیات بھی اسی زمین سے حاصل کرتا ہے جس سے وہ تیز رفتار گاڑیاں اونچے مکانات اور بلند و بالا عمارتیں بناتا ہے۔

اللہ نے آسمان کو ہمارے سروں پر سائبان کی طرح تان دیا ہے جو ہمیں کائنات کی ہزاروں آفات اور ہلاک کر دینے والے جراثیم سے محفوظ رکھتا ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق اس دنیا پر ایک چادر سی ڈال دی گئی ہے جس کو ''اوزون'' کہا جاتا ہے۔ اس کے چند کام ہیں مثلاً موسموں کی تبدیلی میں یہ معاون اور فضاؤں سے آنے والے زہریلے جراثیم کو یہ اپنے اندر جذب کر کے دنیا کے انسانوں کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ اسی اوزون کو اس جگہ ''السماء'' فرمایا گیا ہو جو چھت کی طرح ہمارے سروں پر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنا کر آسمان دنیا کو چاند، سورج اور ستاروں سے خوبصورتی اور زینت بخشی ہے یہ روشن و تاباں قندیلیں اور روشن و منور چراغ اس دنیا کو حسین تر بنا دیتے ہیں۔

فرمایا کہ اس اللہ نے بلندی سے پانی برسا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی شکل میں پانی جما دیا جو سال بھر حسین چشموں، جھیلوں، ندی نالوں کے ذریعہ بہہ کر کائنات کے حسن کو بھی بڑھاتا ہے اور کھیتوں کو ہرا بھرا اور درختوں کو پر رونق بنا دیتا ہے اور یہی پانی انسانوں کی تمام ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ اسی کی قدرت ہے کہ پانی، ہوا، مٹی، روشنی اور حرارت ایک جیسی ہے لیکن ہرا گنے والی چیز کی شکل، صورت اور بناوٹ بالکل مختلف اور انوکھی ہوتی ہے اور ''گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن'' کا سماں بندھ جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں اور بارشوں کا یہ نظام اس بات کی کھلی نشانیوں میں

سے ایک نشانی ہے کہ یہ اتنا بڑا نظام کائنات خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے جو اس کو چلا رہا ہے۔ وہی خالق رازق مالک اور پروردگار ہے وہی تنہا عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رب کائنات نہیں ہے اگر کوئی شخص ان حقیقتوں کے باوجود اللہ کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا خالق، مالک اور رب قرار دیتا ہے یا اس کے مقابلے میں کسی اور کو اپنا اللہ مانتا ہے یا اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرتا، بے جان بتوں اور اپنی خواہشات کو معبود بنالیتا ہے تو انسان کی یہ سب سے بڑی جہالت اور نادانی کی بات ہے۔

اس سارے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے اس ساری کائنات اور اس میں پائی جانے والی وہ چیزیں جن کے استعمال کی اللہ نے اجازت دی ہے انسان کے جسم و جان کے لئے پیدا کی ہیں لیکن روح کی پیاس بجھانے کے لئے اس نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا اور ان کے اوپر اس قرآن کریم کو اتارا جو ہر طرح کے شک وشبہ سے پاک ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ اس کلام میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ نعوذ باللہ اس قرآن کو حضور اکرم ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے تو اس قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آئے۔ فرمایا کہ یہ بات کسی کے بس کی نہیں ہے لہذا اپنا وقت ضائع کر کے آخرت کو برباد کرنا اور جہنم کی آگ کا مستحق بن جانا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے چند باتیں عرض ہیں تا کہ یہ بات سمجھ میں آجائے۔

جب نبی مکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت اگر چہ عرب میں رہنے والے دنیا کی اکثر قوموں سے بہت پیچھے تھے، اخلاقی اعتبار سے بالکل کھوکھلے، معاشرت اور معیشت میں سب سے پست، صحیح دین و مذہب کے تصورات سے کورے، جہالت، ظلم، بربریت اور درندگی کے پیکر تھے۔ جنگ و جدل، خون خرابہ، لوٹ کھسوٹ ان کی زندگی کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ مگر اس سب کے باوجود انہیں اس بات پر ناز تھا کہ وہ عرب ہیں، زبان والے ہیں اور ساری دنیا ان کے مقابلے میں عجمی یعنی گونگی اور بے زبان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو گونگا اور بے زبان کہنے والوں سے فرمایا کہ ہمارے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جن کا بچپن، جوانی اور زندگی کا ہر لمحہ تمہارے اندر ہی گزرا ہے، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ پڑھنا، نہ وہ دنیا میں کہیں گھومے اور پھرے ہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس قرآن کو انہوں نے گھڑ لیا ہے خود سے بنالیا ہے، (نعوذ باللہ) تو اس قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ کیونکہ تمہیں تو اپنی زبان دانی اور شعر و شاعری پر بڑا ناز ہے۔

ہمیں اس سلسلہ میں قرآن کریم سے یہ تفصیل ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کفار سے فرمایا کہ اس جیسا قرآن ہی بنا کر لے آؤ، پھر فرمایا کہ اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ اور آخر میں فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اس کام کے لئے دنیا بھر سے اپنے حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا لاؤ مگر اس چیلنج کا جواب نہ اس وقت دیا گیا اور نہ آج تک دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کوشش کی تو ان کو منہ کی کھانا پڑی۔ فرمایا۔

(۱) (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جنات اور انسان سب مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر اگر اس قرآن جیسا لانا چاہیں تو وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ (سورہ بنی اسرائیل)

(۲) کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو گھڑ لیا ہے تو (اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جس کو بھی اپنی مدد کے لئے بلانا چاہتے ہو اس کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورہ ہود)

(۳) (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ (سورہ یونس)

یہ تینوں سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جہاں زیادہ تر کفار اور مشرکین سے خطاب تھا لیکن جب نبی مکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں سورہ بقرہ میں یہود و نصاریٰ کو زیر مطالعہ آیت میں چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ

(۴) اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے تمام حمائیتیوں کو بلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور (سن لو) کہ تم ایسا کر بھی نہیں سکتے تو اس آگ سے بچو جس میں انسان اور پتھر اس کا ایندھن بن جائیں گے وہ جہنم ایسے منکرین ہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ (سورہ بقرہ)

اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن جیسی ایک سورت کے لانے کے لئے چیلنج کیا ہے اور اس میں یہ شرط نہیں لگائی ہے کہ کون سی سورت بنا کر لے آؤ بلکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی بنا کر لے آنے کے لئے فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ایک سورت بنا کر لانے کے لئے تین مرتبہ چیلنج کیا ہے دلچسپ بات یہ ہے کہ کفار مکہ اور مدینہ کے اہل کتاب ہر طرح کی مخالفت کرتے تھے مگر اس چیلنج کا جواب نہیں دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔

قرآن کریم کا یہ چیلنج اس وقت بھی تھا اور آج ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی ہے نہ اس وقت جواب دیا گیا نہ آج کسی کی ہمت ہے۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید کے دور میں جبکہ عربی اپنے عروج اور کمال پر تھی اس وقت ابن مقفع نے اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی مگر اس کوشش میں ناکام رہا۔ اس کے بعد لبنان کے کچھ عیسائیوں کے بڑے عالم و فاضل لوگوں نے ایک اور کوشش کی مگر برسوں محنت کے باوجود وہ سورہ فاتحہ کی سات آیتوں جیسی بھی نہ بنا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسانوں کی روح کی زندگی کے لئے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ اس طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی اس قرآن جیسا کلام بنا کر لانے سے قاصر ہے۔

قرآن کریم آج بھی ساری دنیا کے انسانوں کو یہ دعوت دے رہا ہے کہ اے لوگو آؤ نجات کا راستہ اور روح کی تسکین قرآن کے دامن میں ہی مل سکے گی، اس راستے کو چھوڑ کر جو راستہ بھی اختیار کیا جائے گا وہ انسانوں کو موت کے بھیانک غار کی طرف تو لے جائے گا لیکن زندگی کے ہر سکون سے اس کا دامن خالی ہو جائے گا۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا ھٰذَا
الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڰ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۵

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو خوش خبری دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں بے شک ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جب بھی ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے بھی (دنیا میں) دیا گیا تھا۔ اور ان کو ان ہی سے ملتے جلتے (جنت کے) پھل دیئے جائیں گے۔ ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵

بَشِّرْ	خوش خبری سنا دے
عَمِلُوْا	انہوں نے کام کئے۔ عمل کئے
اَلصّٰلِحٰتُ	بھلے، بہتر، نیک
جَنّٰتٌ	جنتیں
تَجْرِيْ	جاری، (بہتی ہوں گی)
تَحْتَ	نیچے
كُلَّمَا	جب، جب بھی
رُزِقُوْا	دیئے گئے

هٰذَا الَّذِیْ	یہ تو وہی ہے
اُتُوْا	دیئے گئے
مُتَشَابِهاً	ملتے جلتے، ایک جیسے
اَزْوَاجٌ	(زوج) جوڑے، بیویاں، ساتھی
مُطَهَّرَةٌ	پاک صاف، ہر طرح صاف ستھری، پاکیزہ
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۵

اس سے پہلے یہ ذکر ہو رہا تھا کہ وہ لوگ جو قرآن کریم جیسا کلام نہیں لا سکتے وہ اپنی عاقبت خراب نہ کریں کیونکہ جن بتوں اور انسانوں کو وہ اپنا سہارا اور معبود سمجھتے ہیں وہ خود جہنم کا ایندھن بن جائیں گے اور ان کے کام نہ آ سکیں گے۔ اس کے بعد یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرنے والے ہیں ان کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں اور ان کی راحتیں تیار کر رکھی ہیں جن کا اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ناممکن ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ان لوگوں کے لئے خوش خبری کا اعلان کرایا ہے جو ایمان اور عمل صالح کی روش زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں فرمایا کہ ان کے لئے جنت کی راحتیں صرف وقتی طور سے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔ اور ان کے لئے جسمانی اور روحانی اعتبار سے پاک صاف بیویاں ہوں گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) ایمان اور عمل صالح:

ایمان اور عمل صالح کا چولی دامن کا ساتھ ہے چنانچہ قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر ایمان اور عمل صالح کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ایمان اس یقین کو کہتے ہیں جس میں ایک شخص دل اور زبان سے اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ تمام انسانی ضرورتوں اور حاجات سے بے نیاز ہے نہ اس کو کسی نے پیدا کیا اور نہ اس کے کوئی بیٹا یا بیوی ہے وہ اس ساری کائنات اور اس کے ایک ایک ذرے کا خالق و مالک ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ عبادت و بندگی کے لائق صرف اسی کی ذات ہے وہی سب کا معبود اور پالنے والا رحیم و کریم ہے۔ اس نے انسانیت کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ہر دور میں ہزاروں رسول اور نبی بھیجے جنہوں نے اللہ کا پیغام پوری دیانت سے پہنچا کر اپنی اپنی امتوں کو سیدھی اور سچی راہ دکھائی اور اسی نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آخری کلام دے کر بھیجا ہے

آپ کے بعد نہ تو کوئی کتاب آئے گی اور نہ کوئی کسی طرح کا نبی یا رسول آئے گا۔اب قیامت تک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا دین ہی انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لئے کافی ہوگا۔اس بات پر بھی ایمان لانا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا اور مکار ہے اور اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

ایمان کی اس تعریف کو سمجھنے کے بعد عمل صالح کا مفہوم سمجھ لینا بہت آسان ہے کیونکہ جب ایک انسان نے اس بات کو دل اور زبان سے مان لیا کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے اور سارے نبی اور رسول اسی کے بھیجے ہوئے ہیں تو اللہ کے نبیوں اور اس کے رسولوں کے طریقوں پر چلنے ہی کو عمل صالح کہا جائے گا،اس سے ہٹ کر جو بھی کام کئے جائیں گے خواہ وہ بظاہر کتنے ہی نیک اور ثواب کے کیوں نہ ہوں ان کاموں پر دنیا میں ممکن ہے کچھ اجر تو مل جائے لیکن آخرت کی اصل زندگی میں کوئی اجر اور بدلہ نہیں ملے گا مثلاً ایک شخص قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اس رقم کو غریبوں میں تقسیم کر دے تو اس کو صدقہ کرنے کا ثواب ضرور مل جائے گا لیکن جو فریضہ اس پر واجب تھا وہ ادا نہ ہوگا اور شاید نافرمانی کرنے کی اس کو سزا مل جائے اور یہ صدقہ اسے اس فرض کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے اللہ کی گرفت سے بچانہ سکے گا۔اب عمل صالح کی تعریب یہ ہوئی کہ ”ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے احکامات کے تحت کیا جائے وہ عمل صالح ہے۔“

(۲) جنتیں:

جنت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”جنت وہ مقام اور جگہ ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور اس کا تصور بھی کسی دل پر نہیں گذرا“ اس حدیث پاک میں نبی مکرم ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ گویا جنت وہ خوبصورت اور حسین ترین جگہ ہے جس کا اس دنیا میں کسی طرح کا تصور کرنا ممکن ہی نہیں ہے وہ انسانوں کے تصور اور خیال سے بھی بہت بلند ہے۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جنتوں کے بہت سے نام آتے ہیں۔”جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، دار الخلد، جنت الماویٰ اور علیون وغیرہ بعض مفسرین نے اور بھی نام لکھے ہیں دار الجلال، دار السلام اور دار القرار۔ممکن ہے جنت ایک ہی ہو مگر انسانی اعمال کے لحاظ سے جنت کے یہ مختلف درجات کے نام ہوں۔“ امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ قرآن وحدیث میں چار جنتوں کا ثبوت ملتا ہے جب کہ ایک حدیث میں جنت کے آٹھ دروازوں کا ذکر ملتا ہے۔بہر حال اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے کتنی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔اللہ ہمیں حسن عمل اور جنت کی راحتیں نصیب فرمائے۔آمین

(۳) پھل دیئے جائیں گے:

فرمایا گیا کہ جب بھی ان کو جنتوں کے پھل دیئے جائیں گے چونکہ دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو ہم نے دنیا میں بھی کھائے ہیں لیکن جب وہ ان پھلوں کو کھائیں گے اور ان کو وہ بہت ہی لذیذ اور مزے دار پائیں گے تو وہ اور مانگیں گے اور ان کی اس طلب کو پورا کیا جائے گا اور ان کی خواہش کے مطابق اور بہت سے پھل دیئے جائیں گے کیونکہ ان

پھلوں کا مزا ہی کچھ اور ہوگا۔ دنیا کے جیسے پھلوں کا مطلب اس مناسبت کا ذکر ہے کہ انسان جن پھلوں سے واقف ہوتا ہے اس کو کھانے میں تکلف نہیں ہوتا۔

(۴) پاکیزہ بیویاں:

یعنی وہ ایسی ہم عمر، پاکیزہ اور خوبصورت بیویاں ہوں گی جو جسمانی، روحانی اور اخلاق کی ہر گندگی سے پاک صاف ہوں گی ظاہری آلائشیں اور کینہ، حسد، بغض جیسی بری خصلتوں سے پاک ہوں گی۔

(۵) ہمیشہ رہیں گے:

اس وعدہ میں سب سے زیادہ لذت اور خوشی ہے کیونکہ بہتر سے بہتر نعمت اور راحت بھی اگر حاصل ہو جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کے چھن جانے کا خطرہ ہو تو انسان کو راحت کے ساتھ اس کے چھن جانے کا غم بھی لگ جاتا ہے لیکن ہمیشہ کا تصور ہی اس راحت اور نعمت کی لذت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت کی ابدی راحتیں نصیب فرمائے۔ آمین

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٦ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٢٧

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان کرے۔ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ان کے پروردگار کی طرف سے ہے لیکن وہ

لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ بھلا اس مثال سے اللہ نے کیا چاہا ہوگا؟ وہ بہت سوں کو بھٹکا دیتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے...... لیکن وہی بھٹکتے ہیں جو نافرمان ہیں۔ فاسق و نافرمان وہ ہیں جو (۱) اللہ سے پکا وعدہ کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں (۲) اور جن (رشتوں) کو ملانے کا حکم دیا گیا ہے اس کو کاٹ ڈالتے ہیں اور (۳) زمین میں فساد مچاتے ہیں...... یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

لَایَسْتَحْيِ	وہ نہیں شرماتا
اَنْ يَّضْرِبَ	کہ وہ بیان کرے
مَثَلاً مَّا	کوئی مثال
بَعُوْضَةٌ	مچھر
فَوْقَ	اوپر۔ اس سے بڑھ کر
اَلْحَقُّ	سچ، ٹھیک ٹھیک
اَرَادَ	اس نے ارادہ کیا
بِهٰذَامَثَلاً	اس مال سے۔ (بے، سے، ھذا، یہ، مثلا، مثال)
يُضِلُّ	وہ گمراہ کرتا ہے، راستہ بھلا دیتا ہے
يَهْدِیْ	وہ ہدایت دیتا ہے، وہ راستہ دکھاتا ہے
يَنْقُضُوْنَ	وہ توڑتے ہیں
عَهْدَ اللّٰهِ	اللہ کا وعدہ، عہد
مِيْثَاقٌ	پکا اور پختہ وعدہ
يَقْطَعُوْنَ	وہ قطع کرتے ہیں۔ کاٹتے ہیں
اَمَرَ اللّٰهُ	اللہ نے حکم دیا

اَنْ یُّوْصَلَ	یہ کہ وہ ملائیں
یُفْسِدُوْنَ	وہ فساد کرتے ہیں
اَلْاَرْضُ	زمین
اَلْخٰسِرُوْنَ	نقصان اٹھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

بعض مثالیں اس لئے بیان کی جاتی ہیں تاکہ کسی بھی چیز کی بڑی سے بڑی حقیقت کو پوری طرح ذہن میں بٹھا دیا جائے۔ مقصد وہ مثال نہیں ہوتی بلکہ وہ حقیقت ہوتی ہے جس کا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے مثلاً قرآن کریم میں مشرکوں کے جھوٹے معبودوں اور بتوں کی بے بسی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک مکھی بھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے اور وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں اور رتبے میں اللہ کے برابر بناتے ہیں ان کے سامنے ان کی بے حقیقتی کو ظاہر کرنے کے لئے اسے مکڑی کے جالے سے سمجھایا گیا ہے۔ کفار مکہ کو اعتراض یہ تھا کہ یہ کیا اللہ کا کلام ہوا جس میں کہیں مکھی، مچھر، چیونٹی اور گائے بیل کا ذکر ملتا ہے۔ (وہ کہتے تھے کہ نعوذ باللہ) اللہ کو ان چیزوں کی مثالیں بیان کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اللہ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال بیان کرے کیونکہ جن کے دلوں میں ایمان کا چراغ روشن ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کے اللہ نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے اور جو کچھ ان کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش کو اختیار کر رکھا ہے وہ تو اسی بات کی رٹ لگائے رکھیں گے کہ بھلا اتنی معمولی چیزوں کی مثالیں بھی کوئی مثالیں ہیں جن کو بیان کیا جائے۔

فرمایا گیا حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی بات سے پاکیزہ نفس انسان ہدایت حاصل کر لیتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کو اپنی زندگی کا ایک حصہ بنا رکھا ہے وہ اسی بات سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر شخص گمراہ نہیں ہوتا بلکہ صرف وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو اللہ کے نافرمان اور اس کے حکموں کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ ان کی تین بڑی بڑی علامتیں ہیں (۱) اللہ اور بندوں سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہیں کرتے۔ (۲) جن رشتوں اور تعلقات کو بنائے رکھنے کا حکم ہے وہ ان کو اپنی انا کی بھینٹ چڑھا کر کاٹ ڈالتے ہیں اور شدید بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ (۳) زبان اور ہاتھ پاؤں سے لڑائی، جھگڑا اور فساد مچانا

جن کا مزاج بن جاتا ہے ایسے لوگوں کا انجام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور رسوا ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھانے والے ہیں اور ایسے لوگوں کو قرآن کریم جیسی ہدایت کی کتاب سے بھی کوئی حصہ نہیں ملتا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا
فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٨﴾
هُوَالَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى
السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٩﴾ ع٣/٩

ترجمہ: آیت نمبر ٢٨ تا ٢٩

تم اللہ کا کس طرح انکار کرسکتے ہو؟ حالانکہ تم محض بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی عطا فرمائی، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور اس نے سات آسمان درست کر کے بنا دیئے۔ وہی ہر چیز کا اچھی طرح علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٨ تا ٢٩

كَيْفَ — کیونکر، کس لیے، کیسے؟

اَمْوَاتٌ — مردے، بے جان (موتہ کی جمع ہے)

اَحْيَا — اس نے زندگی دی

ثُمَّ — پھر، اس کے بعد

يُمِيْتُ — وہ موت دے گا

يُحْيِ	وہ زندہ کرے گا
اِلَيْهِ	اسی کی طرف (الیٰ، طرف، تک، ہ، وہ)
تُرْجَعُوْنَ	تم لوٹائے جاؤ گے
هُوَالَّذِیْ	وہی تو ہے (ھو، وہ، الذی، جو، جس نے۔ ترجمہ ہوگا وہی تو ہے جس نے)
جَمِيْعٌ	سب کا سب
اِسْتَوٰی	وہ برابر ہوا، اس نے توجہ کی
سَوّٰی	اس نے برابر کیا
سَبْعٌ	اس نے برابر کیا
سَمٰوٰتٌ	آسمان (سماء کی جمع ہے)
عَلِيْمٌ	بہت زیادہ جاننے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی بے انتہا نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ تم بے جان تھے یعنی اس سے پہلے تمہارا وجود ہی نہ تھا اس نے تمہیں زندگی کی نعمت سے نوازا اور تمہاری زندگی و بقاء کے سارے سامان مہیا کر دیئے پھر وہ تمہیں موت کی نیند سلا دے گا، اگر دیکھا جائے تو جہاں زندگی ایک نعمت ہے موت بھی نعمت سے کم نہیں ہے کیونکہ عالم آخرت کی نعمتیں اور وہاں کی زندگی کی ابتداء موت سے ہی ہوتی ہے لہٰذا نعمت کا ذریعہ بھی نعمت ہی ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ موت کے بعد وہ اللہ تمہیں (قیامت کے دن) پھر ایک نئی زندگی دے گا جو بالآخر نیک اعمال کے سبب تمہیں جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دے گی۔ فرمایا کہ اللہ نے انسان کو زندگی دی تو اس کی راحت کے سامان بھی پیدا کئے۔ زمین کو پیدا کیا تو سات آسمانوں کو مستحکم اور مضبوط قلعوں کی طرح تقسیم کر دیا تا کہ نظام کائنات کو احسن طریقہ سے چلایا جا سکے۔ فرمایا کہ جس اللہ نے تمہارے جسم و جاں کے لئے زمین و آسمان پیدا کئے اور تمہاری روح کے لئے اپنے کلام کو عطا فرمایا تم تو اس کی ذات کا انکار کر ہی نہیں سکتے۔ وہ ذات جس نے تمہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے تم اس سے سرکشی اور بغاوت کر کے اور اس سے منہ موڑ کر سوائے جہالت کی تاریکیوں کے اور کہاں جا سکتے ہو۔ تمہیں روشنی اور نور اسی کے در سے ملے گا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا
اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ
بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ
عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ
بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ
بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ
غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ : آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

اور (یاد کرو) جس وقت آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا، میں زمین میں اپنا خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا الٰہی! کیا آپ اس کو زمین میں نائب بنائیں گے جو فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا اور ہم آپ کی خوبیاں پڑھتے رہتے ہیں اور آپ کی ذات پاک کو یاد کرتے ہیں۔ فرمایا بلاشبہ میں جانتا ہوں جو کہ تم نہیں جانتے۔ اللہ نے آدم کو ہر چیز کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے رکھ کر فرمایا اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام (اور ان کی تمام خصوصیات) بتاؤ۔ فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ آپ کی ذات پاک اور بلند و برتر ہے۔ ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جو آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ بے شک آپ ہی جاننے والے اور اس کی حکمت کو سمجھنے والے ہیں۔

پھر اللہ نے آدمؑ سے کہا اے آدم تم ان کو ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب آدم نے انہیں ان تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔ تب اللہ نے فرمایا، میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور

زمین کے تمام بھید میں زیادہ جانتا ہوں۔ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کر رہے ہو اور جو کچھ تم چھپا رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

خَلِيْفَةٌ	نائب، جو کسی کا قائم مقام ہو
اَتَجْعَلُ	کیا تو بناتا ہے (ا، کیا، تجعل تو بناتا ہے)
يُفْسِدُ	فساد مچائے گا، تباہی پھیلائے گا
يَسْفِكُ	خون بہائے گا، اسی سے لفظ آتا ہے "سفاک"
اَلدِّمَاءُ	خون (دم، خون)
نُسَبِّحُ	ہم تسبیح کرتے ہیں
نُقَدِّسُ	ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں
عَلَّمَ	اس نے سکھایا
اَلْاَسْمَاءُ	نام (اسم، نام)
عَرَضَ	اس نے سامنے رکھا
اَنْبِئُوْنِيْ	مجھے بتاؤ (انبئی، بتادے، انبئو، بتادو، ن، وقایہ، ی مجھے)
صٰدِقِيْنَ	سچ بولنے والے
سُبْحٰنَ	پاک اور بے عیب ذات
عَلَّمْتَنَا	تو نے ہمیں سکھا دیا
اَلَمْ اَقُلْ	کیا میں نے نہیں کہا تھا
تُبْدُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو
تَكْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

ان آیتوں میں انسانی زندگی کے آغاز کا وہ پہلو بیان کیا گیا ہے جس کے معلوم ہونے کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس کائنات کا مالک خود ہی اس کی پوری حقیقت اور حیثیت کو بیان کر دے۔ اس کے علاوہ پیدائش آدم کو معلوم کرنے کے جو بھی طریقے اختیار کئے جائیں گے ان کی حیثیت محض ایک خیال اور گمان سے زیادہ نہیں ہوگی۔ فرشتوں نے خلافت آدم کے متعلق پوچھا ہے اعتراض نہیں کیا ہے۔ وہ پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ اے اللہ آپ کا کوئی بھی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ انسان کے خلیفہ بنائے جانے میں کیا مصلحت ہے؟ کیونکہ انہوں نے خلافت کے لفظ سے اتنا سمجھ لیا تھا کہ انسان کو پیدا کرنے کا مقصد محض تسبیح وتقدیس تو نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو ہم بھی کر رہے ہیں بلکہ اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اس کو ایک خاص حد میں رکھ کر مخصوص اختیارات دیئے جائیں گے اور اختیارات کا صحیح استعمال کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ان اختیارات کو پا کر انسان کے قدم ڈگمگا بھی سکتے ہیں جس کا لازمی نتیجہ شر اور فساد ہوگا یہ تھا وہ الجھاؤ جس کو سلجھانے کے لئے فرشتوں نے اللہ سے سوال کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی بات سن کر پہلے تو حاکمانہ جواب دیا کہ ”ہم اس حقیقت کو سمجھتے ہیں تم نہیں جانتے۔“ پھر اس کے بعد حکیمانہ جواب دیا اور وہ یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام، خصوصیات، نفع اور نقصان کی کیفیات سکھا دیں۔ ان چیزوں کا علم ان کو بلا واسطہ ان کے دل میں القا کیا گیا۔ پھر فرشتوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ کیا تم اس علم کی حقیقت کو بتا سکتے ہو؟ فرشتوں کا جواب صرف یہ تھا کہ الٰہی آپ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ آپ کا کوئی کام بھی حکمت و مصلحت سے خالی ہو ہم نے جس اندیشے کا اظہار کیا ہے وہ ہماری کم علمی کا نتیجہ ہے، ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے۔ باقی علم و حکمت کا خزانہ تو آپ ہی کی ذات پاک ہے۔

فرشتوں کی اس معذرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ اے آدم تم ان کو یہ سارے نام بتاؤ۔ حضرت آدمؑ نے اپنی فطری صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے تمام نام بتا دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی بات ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں کائنات کے ذرے ذرے کا خالق ہوں اور اس کے تمام رازوں سے واقف ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے یہ بات کیوں پوچھی اور اس کے اسباب کیا ہیں؟

اس پورے واقعہ اور تشریح سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ نے انسان کو علم کی بناء پر عظمت و فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اس کائنات میں ایک عالم کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی بات کو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ایک عالم کو کسی عابد پر وہی فضیلت ہے جو مجھے امت کے ایک معمولی درجہ کے مسلمان امتی پر حاصل ہے۔“

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۗ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس (شیطان) کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور بڑائی میں آکر وہ نافرمان بن بیٹھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴

اُسْجُدُوْا	تم سجدہ کرو (فعل امر)
اٰدَمُ	سب سے پہلے انسان، اور اللہ کے سب سے پہلے پیغمبر
سَجَدُوْا	انہوں نے سجدہ کیا (ماضی)
اِبْلِيْسُ	ناامید، اللہ کی رحمت سے مایوس
اَبٰى	اس نے انکار کیا
اِسْتَكْبَرَ	اس نے بڑائی کی، تکبر کیا

تشریح: آیت نمبر ۳۴

عاجزی وانکساری کے ساتھ ناک اور پیشانی کا کسی کے سامنے جھکا دینا ''سجدہ'' کہلاتا ہے۔ سجدہ کبھی بطور عبادت کیا جاتا ہے اور کبھی بطور تعظیم یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ غیر اللہ کی عبادت شرک و کفر ہے جس میں یہ احتمال ہی نہیں کہ کسی وقت کسی شریعت میں جائز ہو سکے البتہ امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ انبیاء سابقین کی شریعت میں بڑوں کی تعظیم کے لئے سجدہ تعظیم مباح اور جائز تھا شریعت محمدیہ میں منسوخ ہو گیا۔ پس حضرت آدمؑ کو فرشتوں کا سجدہ اور حضرت یوسفؑ کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن میں مذکور ہے سجدہ تعظیمی تھا جس کی حیثیت ان کی شریعت میں سلام، مصافحہ اور دست بوسی کی تھی جبکہ شریعت محمدیہ میں اس سجدہ کو بھی غیر اللہ کے لئے حرام کر دیا گیا ہے اس لئے اب اللہ کے سوا کسی کے

لئے بھی کسی طرح کا سجدہ جائز نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ ہماری دنیا کا نہیں ہے بلکہ یہ تو آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے کا واقعہ ہے جب اس دنیا میں نہ انسان تھا اور نہ شریعت۔ لیکن جب شریعت آگئی تو ہر طرح کا سجدہ جو اللہ کے سوا کسی کو کیا جائے وہ حرام ہے۔

قرآن حکیم میں شیطان اور ابلیس جس کو کہا گیا ہے اس کا اصل نام عزازیل تھا۔ یہ قوم جنات میں سے تھا، نہایت نیک، عبادت گزار جن تھا یہ جنات کا بھی سردار تھا اور اسی لئے اس کو تمام فرشتوں کا سردار بنایا گیا تھا لیکن اس کو اس کا غرور اور تکبر لے ڈوبا اور اللہ کا حکم نہ مان کر اس نے اپنے آپ کو اللہ کے نافرمانوں میں شامل کرالیا۔

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ
وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ
الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو جیسے چاہو کھاؤ مگر اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے پھر شیطان نے ان دونوں کو ڈگمگا دیا اور دونوں کو (اس راحت و آرام سے) نکلوا دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے، تمہارے لئے زمین میں ایک متعین وقت تک گزر بسر کا سامان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

اُسْكُنْ تو آباد ہو جا

زَوْجٌ	بیوی
كُلَا	تم دونوں کھاؤ
رَغَدٌ	اچھی طرح (بافراغت)
حَيْثُ	جیسے
شِئْتُمَا	تم دونوں نے چاہا (تم دونوں چاہو)
لَاتَقْرَبَا	تم دونوں قریب مت جانا
اَلشَّجَرَةُ	درخت
تَكُوْنَا	تم دونوں ہو جاؤ گے (تم ہو گے)
اَلظّٰلِمِيْنَ	بے انصاف حد سے نکل جانے والے
اَزَلَّ	اس نے ڈگمگا دیا
اَخْرَجَ	اس نے نکلوا دیا
اِهْبِطُوْا	تم اتر جاؤ
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ	تم میں ایک دوسرے کے لیے
عَدُوٌّ	دشمن
مُسْتَقَرٌّ	ٹھکانا
مَتَاعٌ	سامان (زندگی گزارنے کا سامان)
حِيْنَ	وقت، زمانہ، مدت

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۶

دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اور ان کی بیوی حضرت حوا کو جنت میں رکھا تا کہ ان کی طبیعت کے رجحان و میلان کی آزمائش کی جاسکے۔ وہاں جنت کی تمام نعمتیں اور پھل وغیرہ ان کے لئے حلال کر دیئے گئے تھے صرف ایک خاص درخت کے پاس جانے کی ممانعت کر دی گئی جو ان کی آزمائش کے لئے رکھا گیا تھا...... یہ درخت انگور کا تھا، گیہوں کا یا کسی اور پھل کا

اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ آزمائش اور امتحان کے لئے ہمیشہ کسی ایک معمولی سی چیز کو متعین کیا جاتا ہے جیسے حضرت طالوت کے ساتھیوں کو ایک نہر سے آزمایا گیا تھا اور اصحاب السبت کو ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے۔

شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اور انسان سے شدید بغض وحسد رکھتا ہے اس نے آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنے خلوص اور خیر خواہی کا یقین دلایا اور کہا کہ میں تو صرف آپ کی بھلائی چاہتا ہوں اس لئے آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ جس درخت کے کھانے سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ اس کو کھالیں گے تو ہمیشہ اسی جنت میں رہیں گے۔ ورنہ آپ جنت سے نکال دیئے جائیں گے۔ آدم وحوا اس کی بناوٹی باتوں میں آگئے اور ان دونوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔ جیسے ہی ان دونوں نے اس درخت کا پھل کھایا تو ان کے بدن سے جنت کے کپڑے اتر گئے اور وہ اپنے بدن کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں پہلے ہی اس درخت کے چکھنے سے منع کیا تھا۔ اب تم دنیا میں جاؤ وہاں ایک خاص مدت تک رہو، کھاؤ، پیو اور باہمی عداوت کی تکلیفیں برداشت کرو۔ پھر تمہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آدم وحوا کو جنت سے اس دنیا میں بھیج دیا گیا۔ آدم وحوا اس لغزش پر بے انتہا شرمندہ ہوئے اور انہوں نے رو رو کر اللہ سے اس لغزش کی معافی مانگی جو اللہ کے ہاں قبول کرلی گئی اور آدم وحوا کی لغزش کو اسی وقت معاف کردیا گیا۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾
قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴ / ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات (الفاظ) سیکھ لئے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم سب نیچے اتر جاؤ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو لوگ اس ہدایت کو قبول کرلیں گے ان کے لئے نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے اس ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کیا وہ جہنم والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

تَلَقّٰی	اس نے سیکھ لیا
کَلِمٰتٌ	(کلمۃ) کلمات، الفاظ
تَابَ عَلَیْهِ	وہ اس پر متوجہ ہوا (اس نے اس کی توبہ قبول کرلی)
اَلتَّوَّابُ	بہت توبہ قبول کرنے والا
یَاْتِیَنَّکُمْ	تمہارے پاس آئے گا
تَبِعَ	جس نے اتباع کی (جو پیچھے چلا)
لَایَحْزَنُوْنَ	وہ رنجیدہ نہ ہوں گے
کَذَّبُوْا	انہوں نے جھٹلایا
اٰیٰتُنَا	ہماری نشانیاں
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے (صاحب کی جمع ہے، ساتھی)
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۳۹

اس واقعہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو چند ایسے کلمات سکھا دیئے جن کو ادا کرنے کے ساتھ ہی ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین

نصاریٰ (عیسائیوں) کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت آدم نے گناہ کیا حضرت عیسیٰ تک ہزاروں لاکھوں سال گزرنے کے باوجود جتنے انسان اس دنیا میں آئے وہ سب کے سب گناہ گار تھے۔ (نعوذ باللہ) پھر اللہ نے اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا وہ آدم اور سارے انسانوں کے گناہ اپنی گردن پر لے کر سولی پر چڑھ گئے اور اس طرح سب کے گناہ معاف کردیئے گئے۔

(نعوذ باللہ) عجیب بات یہ ہے کہ گناہ کوئی کرتا ہے اور سولی پر اس کا بیٹا چڑھا دیا جاتا ہے جس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج اس مہذب دنیا کے کسی قانون میں کیا اس بات کو گوارا کیا جا سکتا ہے کہ قتل کوئی کرے اور پھانسی پر کسی دوسرے کو چڑھا دیا جائے اگر آج دنیا میں کوئی ایسا کام کر بیٹھے تو اس پر ساری دنیا چلا اٹھے گی۔سوچنے کی بات ہے کہ اللہ پر یہ کتنا بڑا الزام ہے کہ اس نے کسی کا گناہ دوسرے کے سر ڈال دیا (نعوذ باللہ) اور پھانسی پر چڑھانے کے لئے اسے اپنا ہی بیٹا ملا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے گمراہ کر دیتا ہے اس کو کوئی راہ ہدایت نہیں دکھا سکتا۔

بہر حال قرآن کریم نے ایک سادہ سی بات میں سب کچھ کہہ دیا کہ آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی، وہ شیطان کے بہکائے میں آ گئے۔لیکن آدم علیہ السلام کو جیسے ہی اس کا احساس ہوا کہ ان سے یہ بھول ہو گئی وہ فوراً اللہ کے سامنے جھک گئے اور اپنی اس لغزش پر ندامت کے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔اللہ نے ان کی ندامت اور شرمندگی کو قبول کرتے ہوئے معاف کر دیا اس لئے کہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندوں کے سارے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

فرمایا گیا کہ اب دنیا میں میرے رسول اور نبی آتے رہیں گے ان کے ذریعہ سے جب بھی تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت ملے اس کو قبول کرنا۔اگر تم نے میری تعلیمات کو قبول کیا تو تمہارے لئے نہ تو خوف ہو گا اور نہ کسی قسم کا رنج لیکن میرے رسولوں اور نبیوں کی لائی ہوئی تعلیمات سے جن لوگوں نے منہ پھیرا تو پھر ان کے لئے وہ جہنم تیار کی گئی ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ربط آیات:

پانچویں رکوع سے پندرہویں رکوع کی ابتداء تک (سورہ بقرہ آیت ۴۰ سے آیت ۱۲۳ تک) مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات و احسانات اور ان کے جواب میں بنی اسرائیل کی ناشکریوں، ہٹ دھرمیوں اور احسان فراموشیوں کا ذکر فرمایا ہے۔اس سے پہلے چار رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان، کفار اور منافقین کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد تمام انسانی گروہوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم نے انسانوں کے جسم کے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ اور روح کی تابانیوں کے لئے اپنا کلام عطا فرمایا ہے (جو دین اسلام ہے) وہی دین جو اللہ نے توریت، زبور اور انجیل میں انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا تھا اسی نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی جس میں اس دین کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ قرآن کریم وہ کلام ہے جس میں شک و شبہ کرنا یا اس پر اعتراض کرنا سب سے بڑی حماقت ہے کیونکہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔اگر کسی کو اس بات کا شوق ہے کہ وہ اس جیسا کلام لے کر آ سکتا ہے تو فرمایا وہ خود نہیں بلکہ اللہ کے سوا ساری دنیا کے حمایتیوں اور مددگاروں کو بلا کر اس قرآن جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا کر لے آئے۔لیکن ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔فرمایا ایسے لوگ کیوں اپنی آخرت برباد کر کے جہنم کا ایندھن بننا چاہتے ہیں۔فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے اپنی روش نہ بدلی تو ان کے جھوٹے اور ان کے انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے یہ پتھر کے بت سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور کہیں کسی طرف سے ان کی مدد نہ کی جا سکے گی۔

يٰبَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَوۡفُوۡا
بِعَهۡدِیۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ ۚ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوۡا بِمَآ
اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ وَلَا تَکُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِهٖ ۪ وَلَا تَشۡتَرُوۡا
بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ
وَتَکۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ
وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ
اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ
وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَکَبِیۡرَةٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ
اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

اے اولاد یعقوبؑ۔ میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں۔ تم مجھ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرو میں اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ تم مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے۔ اور وہ کتاب جو تمہارے پاس ہے یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے۔ تم ہی سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو۔ میری آیتوں کو حقیر اور گھٹیا معاوضہ لے کر فروخت نہ کرو۔ صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ۔ جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور (اللہ کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکو، کیا تم لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتے ہو مگر اپنے آپ ہی کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم، اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ صبر اور نماز سے مدد مانگو بے شک نماز بھاری ہے۔ مگر ان کے لئے بوجھ نہیں ہے جو اللہ

سے ڈرنے والے ہیں۔ جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ان کو ایک دن اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

بَنِیُ	بیٹے، اولاد، ابن کی جمع بنین ہے، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔
اِسْرَآئِیْلُ	حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے۔ ترجمہ: اللہ کا بندہ
اَوْفُوْا	پورا کرو
عَھْدٌ	وعدہ، معاہدہ
اِرْھَبُوْنِ	مجھ سے ڈرو۔ (ارھبوا۔۔۔ تم ڈرو، ن، وقایہ، لفظ تھا فارھبونی ''ی'' گر گئی۔)
مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والا، سچا بتانے والا
لَاتَکُوْنُوْا	تم نہ ہو
کَافِرٌ	انکار کرنے والا
لَا تَشْتَرُوْا	تم فروخت نہ کرو۔
ثَمَنًا قَلِیْلًا	تھوڑی قیمت، گھٹیا قیمت۔
فَاتَّقُوْنِ	مجھ سے ڈرو، (یہ بھی ارھبون کی طرح ہے۔)
لَاتَلْبِسُوْا	نہ ملاؤ
اَلْحَقُّ	سچ
اَلْبَاطِلُ	جھوٹ
تَکْتُمُوْا	تم نہ چھپاؤ۔ (یہاں اصل میں لفظ ہے لاتکتموا۔ نہ چھپاؤ۔)

اِرْكَعُوْا — رکوع کرو، جھکو

اَتَاْمُرُوْنَ — کیا تم حکم دیتے ہو۔ سکھاتے ہو۔

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۶

اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں ''اللہ کا بندہ''...... اسرائیل حضرت ابراہیم کے پوتے حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں جن کو بنی اسرائیل فرمایا گیا ہے۔ جو بعد میں اپنے آپ کو یہودی کہنے لگے۔ اس رکوع میں بنی اسرائیل (یہودیوں) سے خطاب کیا گیا ہے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعامات کئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت یعقوبؑ سے حضرت عیسٰیؑ تک تقریباً چار ہزار انبیاء کرام تشریف لائے، توریت، زبور اور انجیل جیسی عظیم کتابیں دی گئیں اور دنیاوی عزت و عظمت سے نوازا گیا تھا۔ ان ہی وجوہات کی بناء پر بنی اسرائیل کو سارے عرب میں بڑا وقار حاصل تھا عرب کے لوگ ہر مذہبی معاملے میں ان ہی کی طرف دیکھتے تھے اور ان کے فیصلوں کا انتظار کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد عرب کے لوگ اس فیصلے کے منتظر تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بنی اسرائیل تصدیق کرتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ کی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرو جو اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے اوپر کی ہیں، تمہیں آج اور اس سے پہلے جو بھی نعمتیں حاصل تھیں اس میں تمہاری ذاتی صلاحیتوں، اہلیتوں اور قابلیتوں کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی تمہارے اس نسلی امتیاز اور نسبی شرافت کا نتیجہ ہے۔ جس پر تم فخر و غرور کرتے ہو بلکہ یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ اب تمہارے اوپر اللہ کا سب سے بڑا فضل و کرم یہ ہے کہ تمہارے اندر وہ نبی ﷺ تمہاری اصلاح کے لئے بھیجے گئے ہیں جن کے آنے کی خوش خبریاں تمہاری کتابوں میں موجود ہیں، اور جن کے آنے کے تم منتظر تھے۔ وہ تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں اس لئے تم ان پر ایمان لے آؤ، ان کی شریعت کی پابندی کرو تا کہ اللہ کے دین کے ذریعے تمہیں پھر وہی عظمتیں حاصل ہو جائیں جو تم اپنی ناشکریوں اور بداعمالیوں کی بھینٹ چڑھا چکے ہو۔

تم نے مجھ سے شریعت کی پابندی کا وعدہ کیا تھا اور میں نے اس کے بدلے میں تمہیں دنیا کی بہترین زندگی، اس کی راحتیں اور عظمتیں دینے اور آخرت میں دائمی نجات اور ابدی سکون کا وعدہ کیا تھا۔ آج اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ تو یقیناً تمہیں پھر وہی کھوئی ہوئی عظمتیں دوبارہ نصیب ہو جائیں گی۔

يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ
اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۷﴾
وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔـا وَّلَا يُقۡبَلُ
مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾
وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ
يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ
رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَيۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ
فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

اے اولادِ یعقوبؑ! میرے ان احسانات کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر بڑائی دی تھی۔ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی نہ کسی سے معاوضہ لیا جائے گا اور نہ انہیں کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہیں ہم نے فرعون کی قوم (کے ظلم) سے نجات دلائی تھی جو تمہیں شدید تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھا کرتے تھے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

اور یاد کرو جب ہم نے دریا (دریائے شور) کو تمہارے واسطے پھاڑ دیا تھا ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعون کی قوم کو ڈبو دیا تھا اور تم دیکھ رہے تھے۔

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

ان آیات میں ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل کو بتایا جارہا ہے کہ دنیا کی جس فضیلت و برتری پر تمہیں فخر و ناز ہے وہ عظمتیں اللہ

ہی نے تو عطا کی تھیں۔ اگر تم پھر وہی عظمتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین سے پوری طرح وابستگی اختیار کرلو۔ اللہ سے اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تمہارے یہ جھوٹے فخر و غرور کام نہ آسکیں گے نہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے گا، نہ کچھ دے دلا کر چھوٹ سکے گا اور نہ کسی طرف سے مدد کی جائے گی وہاں محض انبیاء کی نسبت پر ناز کرنا اور جھوٹے معبودوں کے وہ سہارے جنہوں نے تمہیں گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیا ہے کسی کام نہ آسکیں گے وہاں صرف اللہ سے کیا ہوا عہد و پیمان، ایمان اور عمل صالح کام آئیں گے۔

ان نصیحت آموز باتوں کے بعد بنی اسرائیل کی زندگی کے چند اہم واقعات قرآن کریم میں انتہائی اختصار سے بیان کئے جا رہے ہیں یہ واقعات جو عرب کے بچے بچے کی زبان پر تھے اور سب کو اچھی طرح معلوم تھے وہ ان کے لئے سامان عبرت ہیں حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ تک ان کی اولاد (کنعان) فلسطین میں رہی۔ پھر بھائیوں کے بغض و حسد کی بناء پر حضرت یوسفؑ کو غلام کی حیثیت سے مصر پہنچایا گیا، بادشاہ مصر کے پاس ان کو بہت زیادہ عروج اور ترقی نصیب ہوئی۔

جب کنعان میں شدید قحط پڑا تو حضرت یعقوبؑ اور ان کے بارہ بیٹے مصر ہی میں آباد ہو گئے۔ مصر میں اللہ نے ان کی اولاد کو خوب بڑھایا اور کئی سو سال کے بعد تو ان کی اولاد اور ایمان والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی ان کو بنی اسرائیل کہا جانے لگا یوسف علیہ السلام کے وصال اور فرعون کے مرکھپ جانے کے بعد مصعب فرعون تخت سلطنت پر بیٹھا، اس کو بنی اسرائیل سے اس قدر نفرت اور عداوت تھی کہ اس نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے تمام وہ طریقے اختیار کئے جن سے وہ معاشرہ کے سب سے معمولی کام کرنے والے بن کر رہ گئے۔ ادنیٰ کاموں کے علاوہ تمام محنت و مشقت کے کام کھیتی باڑی اور اینٹ گارے کا کام لیا جانے لگا، ہر فرعونی کی خدمت کرنا ان کا فرض تھا، ان پر اتنے زبردست ٹیکس لگائے گئے تھے کہ ان کی کمر دھری ہو کر رہ گئی۔ اس سب کے باوجود بنی اسرائیل کی نسل بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھی اس سے فرعون کو اور بھی پریشانی تھی اس لئے اس نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کے قتل عام اور لڑکیوں کو زندہ رکھنے کا حکم دیا تا کہ وہ لڑکیاں جوان ہو کر ان کی لونڈیاں بن سکیں۔

غرضیکہ فرعون نے ہر اعتبار سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس قوم پر رحم آ گیا اور عمران کے گھر میں ایک خوبصورت بیٹا پیدا فرمایا جس کا نام موسیٰ (پانی سے نکالا گیا) رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو فرعون کے محل میں پرورش کرا دیا اور بتا دیا کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قدرت اللہ ہی کی ہے، موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے انہوں نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی اور بتایا کہ تمہاری ان ذلتوں کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے اس سچے راستے کو چھوڑ دیا جو اللہ کے انبیاء کا اور نیک لوگوں کا راستہ ہے۔ اگر تم پھر سے عظمتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین کو اختیار کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خطبات سے قوم بنی اسرائیل میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو تسلیم کر لیا ادھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو طرح طرح کے معجزات دکھلائے مگر وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑا رہا۔ ایک دن حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے بڑی رازداری کے ساتھ اپنی قوم کو اس بات پر تیار کر لیا کہ راتوں رات مصر سے نکل جائیں تا کہ فرعون کے ظلم سے نجات حاصل ہو سکے۔

ایک رات پوری قوم بنی اسرائیل مصر سے روانہ ہو گئی۔ یہ قوم سمندر (بحر قلزم) کے کنارے پر پہنچی ہی تھی کہ فرعون کو اطلاع ہو گئی اور وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ جب بنی اسرائیل کو اس کی اطلاع ملی کہ فرعون اور اس کا لشکر ان

کے تعاقب میں بڑھا چلا آ رہا ہے تو وہ اس تصور سے بوکھلا گئے کہ آگے سمندر ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر، دائیں بائیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے عصا کو سمندر پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بخیریت پہنچ گئے۔ سمندر میں راستے ابھی اسی طرح بنے ہوئے تھے کہ فرعون اور اس کا لشکر وہاں پہنچ گیا اس نے سمندر میں راستے دیکھ کر اسی میں فوج کو داخل ہونے کا حکم دے دیا۔ جب فرعون اور اس کا لشکر سمندر کے درمیان میں پہنچ گئے تو اللہ کے حکم سے پانی پھر مل گیا اور فرعون اور اس کے تمام لشکری ڈوب گئے۔

فرعون کے ظلم سے نجات فرعون اور قوم فرعون کے غرق ہونے تک ان دو واقعات کی طرف ان آیات میں یاد دھانی کرائی گئی ہے کہ ظالم کے ظلم سے نجات اور فرعون اور اس کی قوم کے غرق کرنے میں تمہارے اوپر کتنا بڑا انعام تھا۔ مگر تم نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکبر اور غرور کا راستہ اختیار کیا۔

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسٰى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا
عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذْ اٰتَيْنَا مُوسَى
الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿٥٣﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ
يٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوٓا
إِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ
بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ پھر تم نے (ان کے جانے کے بعد) ایک بچھڑا بنا کر (اس کی عبادت شروع کردی تھی) تم بہت زیادتی کرنے والے بن گئے تھے۔ پھر بھی ہم نے تمہیں معاف کردیا تھا تاکہ تم احسان مانو۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزہ عطا کیا تاکہ

تم سیدھی راہ اپنا سکو۔ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنا بڑا نقصان کیا ہے۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے سے توبہ کرو اور ایک دوسرے کو آپس میں قتل کرو۔ یہی طریقہ تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے۔ بے شک وہی معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

وٰعَدْنَا	ہم نے وعدہ کیا۔
اَرْبَعِیْنَ	چالیس
لَيْلَةٌ	رات
اَتَّخَذْتُمْ	تم نے بنایا
اَلْعِجْلُ	بچھڑا (گائے کا بچہ)
عَفَوْنَا	ہم نے معاف کر دیا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	اس کے بعد
تَشْكُرُوْنَ	تم شکر کرو گے
اٰتَيْنَا	ہم نے دیا
اَلْفُرْقَانُ	حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز
تَهْتَدُوْنَ	تم ہدایت حاصل کرو گے
ظَلَمْتُمْ	تم نے ظلم کیا
اِتِّخَاذٌ	بنانا، بنا کر
تُوْبُوْا	تم توبہ کرو
بَارِئٌ	پیدا کرنے والا
اُقْتُلُوْا	تم قتل کرو

اَنۡفُسُکُمۡ	اپنوں کو (نفس کی جمع)
خَيۡرٌ	بہتری، بھلائی

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

فرعون اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی کے بعد اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرمادی تھی اب رب العالمین کی حکمت کا بھی یہی تقاضا تھا اور قوم بنی اسرائیل بھی یہی چاہتی تھی کہ ان کو کوئی مستقل شریعت یا مستقل کتاب عطا کردی جائے تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اس کو زندگی کا دستور العمل بنا سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کتاب و شریعت عطا کرنے کے لئے تیس راتوں تک کوہ طور پر رہنے کا حکم فرمایا۔ تیس راتیں گزرنے کے بعد انہیں دس راتوں کا اضافہ کر کے چالیس کردیا گیا، ادھر سامری نے جو ایک عیار مکار جادوگر تھا قوم کو بہکا کر ان کے لئے ایک بچھڑا بنایا اور کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے اس کی بندگی کرو۔ بچھڑا جس سے عجیب و غریب آوازیں بھی نکلتی تھیں بہت سے ضعیف العقیدہ لوگوں نے اللہ کی بندگی کو چھوڑ کر اس کی پوجا کرنا شروع کردی مگر ان ہی میں بہت بڑی تعداد ایسے پختہ عقیدے کے لوگوں کی بھی تھی جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی۔ چالیس دن کے بعد جب حضرت موسیٰؑ واپس تشریف لائے اور قوم کے لوگوں کا یہ حال دیکھا تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور شدید غصے کا اظہار کیا اللہ نے اس قوم کو توبہ کا طریقہ بتایا حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اب تمہاری توبہ قبول ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو مرتد ہو گئے ہیں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے ان کو وہ لوگ قتل کریں گے جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی تھی۔ چنانچہ ان دونوں جماعتوں کو ایک میدان میں جمع کیا گیا ایک سیاہ بادل کا سایہ چھا گیا جس سے اندھیرا ہو گیا پھر ان مرتدین کا قتل عام شروع ہوا جب ستر ہزار مرتدین بنی اسرائیل قتل کردیئے گئے تو وہ سیاہی چھٹ گئی اور اس طرح ساری قوم کے گناہ کو معاف کردیا گیا۔

یہ سزا اس لئے دی گئی تھی کہ اسلام میں مرتد کی یہی سزا ہے یعنی جو دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے گا ایسے آدمی کو اللہ کا باغی قرار دیا جاتا ہے اور باغی کی سزا دنیا کے ہر قانون میں کچھ اسی طرح ہوا کرتی ہے۔

وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵٦

اور (یاد کرو) جب تم نے موسیٰؑ سے کہا ہم تمہارے اوپر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں گے۔ پھر تمہیں بجلی نے آگھیرا اور تم دیکھتے رہ گئے تھے پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کیا شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵٦

قُلْتُمْ	تم نے کہا
لَنْ نُّؤْمِنَ	ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے
نَرٰی	ہم دیکھیں گے
جَهْرَةً	سامنے، کھلم کھلا اعلانیہ
اَخَذَتْ	پکڑ لیا، آگھیرا
بَعَثْنَا	ہم نے اٹھا کھڑا کیا

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵٦

جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے توریت لیکر واپس تشریف لائے تو وہ لوگ جو بچھڑے کی پوجا میں لگے ہوئے تھے ان میں سے بعض گستاخ لوگوں نے کہنا شروع کیا اے موسیٰؑ تم کہتے ہو کہ اللہ تم سے باتیں کرتا ہے ہم اس بات کا کیسے یقین کرلیں ہم تو اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک اپنی آنکھوں اور کانوں سے سب کچھ دیکھ اور سن نہ لیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پوری قوم میں سے ستر ذمہ دار لوگوں کا انتخاب کیا، ان کو طور پر لے گئے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے کلام کیا تب بھی ان کو یقین نہ آیا کہنے لگے ہم تو اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک خود اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے، اس گستاخی پر ایک ایسی زبردست چمک پیدا ہوئی جس میں ایک ہیبت ناک آواز بھی تھی۔ اس آواز کے اثر سے ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہوگئیں اور وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے دعا کی رب العالمین میری قوم بہت جلد بدگمان ہو جاتی ہے وہ سمجھیں گے کہ میں نے دھوکے سے ان کو مار ڈالا ہے۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ دوبارہ زندگی یقیناً ان کے لئے ایک بہت بڑا انعام تھا مگر اس کے بعد بھی انہوں نے اس کی قدر نہ کی۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ
وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷

ہم نے تمہارے اوپر بادل کا سایہ کیا، من وسلویٰ نازل کیا (اور کہا گیا) ہم نے تمہیں جو پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ (اس کے بعد) انہوں نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا البتہ وہ اپنے ہی نفسوں پر ظلم کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷

ظَلَّلْنَا	ہم نے سایہ کردیا
اَلْغَمَامُ	بادل، ابر
مَنٌّ	من، دھنیے کے دانوں کی طرح لذیذ اور شیریں روٹی کی طرح
اَلسَّلْوٰی	سلویٰ، (صحرائے سینا کا پرندہ، بٹیر)
ظَلَمُوْا	انہوں نے ظلم کیا۔
مَاظَلَمُوْنَا	انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔
يَظْلِمُوْنَ	وہ ظلم وزیادتی کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۷

بنی اسرائیل کا اصل وطن شام (فلسطین) تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں حضرت یعقوبؑ اور ان کے تمام

بیٹے کنعان سے مصر آ گئے تھے۔اس وقت تو ان کی تعداد بہتر (۷۲) تھی لیکن پھران کے بارہ بیٹوں کی اولاد پھیلتی گئی اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے بن گئے۔عمالقہ کا دور حکومت تھا جنہوں نے اس پورے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا،عمالقہ نے نافرمانیوں اور بدکاریوں کی انتہا کردی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو ان سے جہاد کر کے اس سرزمین کو آزاد کرانے کا حکم دیا گیا، بنی اسرائیل نے صاف جواب دے دیا اور جہاد کرنے سے انکار کردیا جہاد سے انکار کی سزا یہ دی گئی کہ ان کو چالیس سال تک تیہ کے ریگستان کی خاک چھاننا پڑی۔ ان سب نافرمانیوں کے باوجود اللہ جس نے ہر ایک کو رزق اور زندگی کی آسائشیں عطا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے ان کو من وسلوی، پانی اور ریگستان کی شدید گرمی سے بچاؤ کے لئے بادل کا سایہ عطا فرمایا۔بنی اسرائیل مصر سے جس بے سروسامانی میں لاکھوں کی تعداد میں نکلے تھے ان کے پاس خیمے تک نہ تھے، اگر ان پر بادل کا سایہ نہ کردیا گیا ہوتا تو وہ گرمی اور دھوپ کی شدت سے ہلاک ہو جاتے۔ ''من'' شیریں،لذیذ اور عمدہ غذا تھی۔ دھنیے کے دانوں کی طرح ہوتی تھی جہاں گرتی جم جاتی۔سلوی جو ریگستان سینا کا خاص پرندہ بٹیر ہے وہ لاکھوں کی تعداد میں ان کے اس طرح قریب آجاتے کہ ایک بچہ بھی ان کو سہولت سے پکڑ سکتا تھا، بنی اسرائیل رات کے اندھیرے میں ان کو پکڑتے اور پھر ان کا گوشت پکا کر کھاتے۔روٹی کی جگہ من عطا کی گئی تھی جو تختی میں روٹی کی طرح ہوتی تھی یہ بنی اسرائیل کے لئے اللہ کی طرف سے ایک انعام تھا مگر انہوں نے اس کی بھی قدر نہ کی اور اپنی مسلسل نافرمانیوں میں لگے رہے۔یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے اصل میں اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرتا ہے۔مگر ایسے لوگ اللہ کا تو کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے البتہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی ضرور مار لیتے ہیں۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ
رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا
غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا
مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ ع ۶ ۱۳ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

اور جب ہم نے ان سے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ، جہاں سے چاہو بے تکلفی سے

کھاؤ (مگر) دروازے میں جھکے جھکے داخل ہونا۔ اور زبان سے کہنا حِطَّةٌ (یعنی الہٰی توبہ) ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کردیں گے اور اچھا طریقہ اختیار کرنے والوں کو ہم اور فضل وکرم سے نوازیں گے۔ اس کے بعد ان ظالموں نے اس بات ہی کو بدل ڈالا جو ان سے کہی گئی تھی۔ پھر ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے ان کی زیادتی کی وجہ سے عذاب نازل کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

اُدْخُلُوْا	داخل ہوجاؤ
اَلْقَرْيَهُ	بستی، آبادی، گاؤں
سُجَّدٌ	جھکے جھکے، سجدہ کرتے ہوئے
حِطَّةٌ	الہٰی توبہ
نَغْفِرُ	ہم معاف کردیں گے
خَطٰيَا	خطائیں، لغزشیں
بَدَّلَ	بدل ڈالا
غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ	جو کہی نہ گئی تھی
اَنْزَلْنَا	ہم نے نازل کیا، اتارا
رِجْزٌ	عذاب، سزا
يَفْسُقُوْنَ	فسق کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

ملک شام کی ایک بستی ''ریحو'' جسے آج کل ''اریحا'' کہتے ہیں بڑی خوشحال بستی تھی۔ اس بستی والوں کو زندگی کی تمام سہولتیں اور راحتیں حاصل تھیں۔ سرسبزی وشادابی، پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور کثرت سے پانی عطا کیا گیا تھا۔ مگر وہ زندگی کی ان راحتوں میں پڑ کر اللہ سے اور آخرت سے اس قدر غافل ہوچکے تھے کہ جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی ان کی زندگی کا معمول بن کر رہ گیا تھا۔

بدکاریاں عروج پر پہنچ گئی تھیں ۔ بالآخر اللہ کا فیصلہ آ گیا۔طرح طرح کی بیماریاں پھیل گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے چوبیس ہزار انسان لقمہ اجل بن گئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ۔ فتح تمہارے قدم چومے گی۔لیکن یہ بات یادرہے کہ جھکے جھکے داخل ہونا متکبروں کی طرح اکڑتے اتراتے داخل نہ ہونا۔ بلکہ عاجزی وانکساری کے ساتھ اس طرح جھکے جھکے داخل ہونا کہ تمہاری زبان پر گناہوں سے معافی کے کلمات ہوں۔ جب بنی اسرائیلؑ اس بستی میں داخل ہوئے تو وہاں کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر اللہ کے سارے احکامات کو بھول گئے، تکبر اور غرور کا انداز اختیار کر لیا اور حِطَّةٌ جس کے معنی گناہوں کی معافی کے ہیں اس لفظ کے بجائے انہوں نے حِنْطَةٌ حِنْطَةٌ یعنی گیہوں گیہوں کہنا شروع کر دیا، اس کے علاوہ بڑی کثرت سے بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس نافرمانی پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ ان میں طاعون پھیل گیا اور چند روز میں ستر ہزار بنی اسرائیل مر گئے۔ اس طرح وہ قوم جو اللہ کی فرماں برداری اور اطاعت کر کے اس کی رحمتوں کی مستحق بن سکتی تھی۔ نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر بیٹھی۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ
عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ
اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٦٠

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے واسطے پانی کی درخواست کی تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر شخص نے اپنے پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی (کہا گیا کہ) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور پیو لیکن زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰

اِسْتَسْقٰى — پانی مانگا

اِضْرِبْ	تو مار، ضرب لگا
عَصَا	لاٹھی
اِنْفَجَرَتْ	بہ نکلی۔ (بہہ نکلے)
اِثْنَتَا عَشْرَةَ	بارہ
عَيْنًا	چشمہ۔ (پانی کا چشمہ)
قَدْعَلِمَ	یقیناً جان لیا تھا
كُلُّ اُنَاسٍ	سب لوگوں نے
مَشْرَبٌ	پینے کی جگہ، گھاٹ
لَاتَعْثَوْا	نہ پھرو، بکھرے نہ پھرو
مُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۰

جب بنی اسرائیل سینا کا ریگستان طے کر کے افیدیم پہنچے تو انہیں پانی نہ ملا، پیاس کی شدت اور سفر کی طوالت اور تکان نے ان کو بے حال اور پریشان کر دیا تھا۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم تو مصر ہی میں اچھے تھے کم از کم زندگی کی بنیادی ضروریات تو مل جایا کرتی تھیں آج ہم پانی کے قطرے قطرے کے لئے سخت پریشان ہیں حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، فرمایا گیا کہ تم اپنی قوم کے کچھ ذمہ دار بزرگوں کو ساتھ لیکر جاؤ۔ چٹان پر اپنا عصا مارو پانی دے دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور عصا کے مارتے ہی اس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ تمام قبیلے کے لوگوں نے اپنے اپنے پانی کے گھاٹ متعین کر لئے یہ چٹان جس سے بارہ چشمے بہہ نکلے تھے جزیرہ نمائے سینا میں آج تک موجود ہے پادری ڈین اسٹینلے نے انیسوی صدی عیسویں کے وسط میں بائبل کے مقامات مقدسہ کی جغرافیائی تحقیق کے لئے خود فلسطین کی سیر وسیاحت کی اور اپنے مشاہدات وتحقیقات کو شائع کیا۔ اس نے اس چٹان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ چٹان دس پندرہ فٹ کے درمیان بلند ہے۔

آگے کی طرف مڑی ہوئی ہے اور را آس سفسفہ کے قریب ''یجا'' کی وسیع وادیوں میں واقع ہے۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جہاں بہت سے کرم کئے ان میں یہ بھی ایک بہت بڑا اکرم ہے کہ اس نے ریگستان میں بھی پانی کے چشمے بہا کر یہ بتا دیا کہ اس کائنات کے سارے نظام میں صرف اسی ایک ذات کی قدرت کارفرما ہے۔ لیکن بنی اسرائیل نے جہاں اللہ کی بہت سی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی اس نعمت کا بھی انہوں نے کوئی احسان نہ مانا اور فساد فی الارض میں کوئی کمی نہ کی۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى
لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا
تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا
وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ
اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع ۷/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱

اور یاد کرو جب تم نے موسیٰؑ سے کہا۔ ہم ایک ہی کھانے پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے، آپ اپنے پروردگار سے دعا کر دیجئے کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کر دے جو زمین سے اگتی ہوں (جیسے) ترکاری، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز...... موسیٰؑ نے کہا کیا تم بہتر چیز کے مقابلہ میں ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو؟ (جاؤ) تم کسی شہر میں اتر پڑو۔ وہاں تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جو تم مانگتے ہو۔ (آخر کار) ذلت محتاجی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مستحق بن گئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کے احکامات کا انکار کرتے اور ناحق اللہ کے نبیوں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھ جانے کا نتیجہ تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر۶۱

لَنْ نَصْبِرَ	ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔
طَعَامٌ	کھانا
وَاحِدٌ	ایک
اُدْعُ	تو دعا کر
يُخْرِجْ	نکال دے
تُنْبِتُ	اگاتی ہے۔
بَقْلٌ	ترکاری، ساگ
قِثَّاءٌ	ککڑی
فُوْمٌ	گیہوں، (لہسن)
عَدَسٌ	مسور
بَصَلٌ	پیاز
اَتَسْتَبْدِلُوْنَ	کیا تم بدلتے ہو
اَدْنٰى	گھٹیا، معمولی، بے قیمت
خَيْرٌ	زیادہ بہتر
مِصْرٌ	شہر۔ اس سے مراد ملک مصر بھی ہوسکتا ہے جہاں کی ذلت بھری زندگی سے نکل کر آئے ہیں۔
سَاَلْتُمْ	تم نے سوال کیا
ضُرِبَتْ	ماردی گئی، مسلط کردی گئی
اَلذِّلَّةُ	ذلت ، رسوائی، خواری

اَلْمَسْكَنَةُ	محتاجی، فقیری، ناداری
بَاءُوْا	وہ کما لائے، وہ لوٹے
يَقْتُلُوْنَ	وہ قتل کرتے ہیں
بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق، جس کا کوئی حق نہ ہو وہ کام کرنا
عَصَوْا	انہوں نے نافرمانی کی
يَعْتَدُوْنَ	وہ حد سے بڑھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ٦١

جب من وسلوی اترنے لگا تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے جھگڑنا شروع کر دیا کہنے لگے اے موسیٰؑ یہ تم نے ہمیں کہاں لا ڈالا جہاں من وسلوی کے سوا کچھ بھی میسر نہیں آتا، ہم مصر میں تھے تو ہمیں ہر طرح کی سبزی، ترکاری، گیہوں، پیاز اور مسور کی دال ملا کرتی تھی، اے موسی ہم روزانہ ایک ہی جیسا کھانا کھا کر تنگ آ چکے ہیں اور ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسی علیہ السلام سے اس طرح بات کرنا اور پھر بھونڈے طریقے سے چیز مانگنا اللہ کو پسند نہیں آیا، کیونکہ اگر یہ کہتے کہ اے اللہ آپ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ نے ہمیں اس ریگستان میں من وسلوی کی نعمت سے نوازا، آپ کی عنایت ہوگی اگر ہمیں سبزی وترکاریاں بھی عطا فرما دیں، یقیناً اگر شکر کا انداز اختیار کرتے تو ان کو ریگستان میں جہاں اور نعمتیں عطا کی گئی تھیں یہ نعمتیں بھی دے دی جاتیں مگر بنی اسرائیل کا سب سے بڑا عیب ہی یہ تھا کہ وہ ہر بات کو ناشکری کا انداز دے دیا کرتے تھے، اسی لئے حضرت موسیٰؑ نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ اللہ نے تمہیں ایک اعلیٰ اور بہتر نعمت سے نوازا ہے کیا تم اس کے مقابلے میں معمولی اور گھٹیا چیزوں کا مطالبہ کرتے ہو۔ کیونکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کے مقابلے میں ہر چیز گھٹیا اور ادنی ہے۔ انہوں نے اصرار کیا تو اللہ نے فرمایا کہ اے موسی ان سے کہہ دو کہ تم سامنے کی بستی میں جاؤ، جو تم نے مانگا ہے وہ سب کچھ تمہیں ملے گا لیکن اللہ کی نعمتوں کو ٹھکرانے کا انجام یہ ہے کہ تمہارے اوپر ہمیشہ کے لئے ذلت وخواری بھی مسلط کر دی گئی ہے۔ اب تم جہاں بھی رہو گے دوسرں کی محتاجی اور ذلت کے ساتھ رہو گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قوم میں اس طرح کے عیب پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ احکام الٰہی کو نہیں مانتے تھے، اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں کو ناحق قتل کرتے، نافرمانی کرتے اور حدود الٰہی سے باہر نکل جایا کرتے تھے ان باتوں کا لازمی اثر یہ ہے کہ اللہ نے ان پر ہمیشہ کی ذلت وخواری مسلط کر دی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲

بے شک جو لوگ ایمان لائے یا جو یہودی ہو گئے اور نصاری اور ستارہ پرست بن گئے ان میں سے جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے گا اور اس نے نیک کام کیے ہوں گے تو ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس اجر و ثواب ہے نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲

هَادُوْ	جو یہودی بن گئے (یعنی وہ مسلم بننے کے بجائے یہودی بن گئے)
اَلنَّصٰرٰی	ناصرہ وہ مقام ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اس مناسبت سے حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو نصاری کہا جانے لگا
اَلصّٰبِئِیْنَ	ستاروں اور فرشتوں کو پوجنے والے، بے دین
صَالِحٌ	نیک اور بہتر کام
اَجْرٌ	بدلہ
لَا یَحْزَنُوْنَ	وہ رنجیدہ نہ ہوں گے

تشریح: آیت نمبر ۶۲

اس آیت میں مومنوں، یہودیوں، نصاری اور صابئین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ نجات کے لئے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اور، نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا لازمی ہے یہی صراط مستقیم ہے اور نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ بھی یہی ہے۔

اس میں اہل کتاب کوخطاب کر کے فرمایا گیا کہ اہل کتاب کوتو سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ پرایمان لانا چاہئے تھا کیونکہ ان کی کتابوں میں سرکار دوعالم ﷺ کی تشریف آوری سے متعلق واضح نشانیاں اور خبریں موجود ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ مومنوں کو کیوں شامل کیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بحیثیت ایک جماعت اور ایک گروہ کے مومنوں کو بھی شامل کر کے کہا جارہا ہے کہ تمہاری بھی نجات کا مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے اور اہل کتاب کا بھی۔ اگر مومن بھی ایمان اور عمل صالح کا راستہ چھوڑ دیں گے تو یقیناً ان کی نجات بھی مشکل ہو جائے گی۔اس لئے ایمان اور عمل صالح ساری انسانیت کی نجات کا سبب ہے اور اللہ کے ہاں عزت وعظمت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی یہی ہے۔

ان اہل کتاب سے تین باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے (۱) ایمان باللہ (۲) ایمان بالآخرت (۳) اور عمل صالح۔ یعنی جس میں بھی یہ تین باتیں ہوں گی اللہ کے پاس ان کے لئے اجر عظیم موجود ہے۔ جب بات ایمان کی آتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر، اس کے تمام رسولوں پر، کتابوں پر، فرشتوں پر اور بالخصوص نبی مکرم ﷺ اور ان کی ختم نبوت پر ایمان لانا اور آخرت کی زندگی پر یہ یقین رکھنا کہ وہاں ہمیں ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ تیسری بات عمل صالح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح وہی ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر کسی کا ایمان اس پر ہوگا تو وہ یقیناً اس کی طرف سے انعام واکرام اور آخرت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنے گا۔ اس میں اہل ایمان کو اس لئے شامل کیا گیا تا کہ یہ بات بتا دی جائے کہ اللہ کے نزدیک یہ اصول متعین ہے کہ کوئی اپنا یا غیر جو بھی ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرے گا وہ اللہ کے کرم کا مستحق ہوگا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

اور یاد کرو جب ہم نے طور کو تمہارے سروں کے اوپر معلق کر کے تم سے پکا وعدہ لیا تھا اور کہا تھا کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں (احکامات) ہیں ان کو یاد رکھو تا کہ تم تقویٰ حاصل کر سکو۔ پھر تم نے اس (اقرار) سے منہ موڑ لیا۔ اگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

اَخَذْنَا	ہم نے لیا
مِيْثَاقٌ	پکا وعدہ، پختہ عہد
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کیا
فَوْقٌ	اوپر، بلند
اَلطُّوْرُ	طور پہاڑ
خُذُوْا	پکڑ و، تھام لو
تَوَلَّيْتُمْ	تم پلٹ گئے
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا رحم وکرم
اَلْخٰسِرِيْنَ	نقصان اٹھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

ان آیتوں میں بنی اسرائیل کی وعدہ خلافی اور عہد شکنی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جارہا ہے جب موسیٰ علیہ السلام ان کی ہدایت کے لئے توریت کا نسخہ لے کر آئے تو وہ قوم جو اس سے پہلے ایک کتاب اور شریعت کا مطالبہ کرتی رہی تھی اس نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیا۔ کہنے لگے اے موسیٰ! اتنے سخت احکامات پر ہم عمل نہیں کرسکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر طور پہاڑ کا ایک حصہ لٹکانے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا اور کوہ طور ان پر اس طرح مسلط کردیا جیسے ابھی گر پڑے گا۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ توریت کے احکامات پر عمل کریں، یہ جبر اور زبردستی نہیں ہے کیونکہ یہ ایمان لانے کے لئے زبردستی نہیں کی جارہی ہے بلکہ ایمان لانے کے بعد عمل نہ کرنے پر سختی کی جارہی ہے کہ وہ توریت پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ اس پر وہ یہودی سجدے میں اس طرح گر پڑے کہ بائیں رخسار پر سجدہ کررہے تھے اور داہنی آنکھ سے طور پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں وہ سجدہ میں جائیں اور پہاڑ ان پر گر نہ پڑے۔ زبان سے توبہ بھی کررہے تھے کہا جاتا ہے کہ آج بھی یہودی چہرے کے بائیں حصہ پر سجدہ کرتے ہیں۔ پیشانی اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ان عہد شکنیوں کے باوجود اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر کے ان کو تباہ و برباد نہیں کیا بلکہ ان کی اس اوپرے دل کی دعا کو قبول کر لیا اور ان کو ایک مرتبہ پھر معاف کر دیا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٥ تا ٦٦

اور تم ان لوگوں سے خوب واقف ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن (مچھلی کا شکار کرنے میں) تجاوز کیا تھا تو ہم نے ان سے کہا تم ذلیل وخوار بندر بن جاؤ۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے لوگوں اور بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے عبرت ونصیحت بنا دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٥ تا ٦٦

لَقَدْ	البتہ یقیناً (قد ماضی کے صیغے پر آیا ہے)
عَلِمْتُمْ	تم نے جان لیا
اِعْتَدُوْا	جنہوں نے زیادتی کی، حد سے بڑھ گئے
اَلسَّبْتُ	ہفتہ کا دن، سنیچر
كُوْنُوْا	تم ہو جاؤ
قِرَدَةٌ	بندر۔
خٰسِئِيْنَ	ذلیل

جَعَلْنَا	ہم نے بنادیا
نَكَالٌ	عبرت
بَيْنَ يَدَىٰ	سامنے (بین، درمیان، یدی، یدین، دونوں ہاتھ)
خَلْفٌ	پیچھے، آئندہ آنے والے
مَوْعِظَةٌ	نصیحت

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سیکڑوں سال کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں، ملک شام میں سمندر کے کنارے کوئی شہر یا قصبہ جس کو بعضوں نے ایلہ بھی کہا ہے۔ وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ہفتہ کے دن شکار کرنا خاص طور سے مچھلیوں کا شکار، اسی طرح کھیتی باڑی اور دوسرے کاروبار کرنے کی بڑی سخت ممانعت تھی۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنی عادت کے مطابق اس شرعی حکم کو بے اثر بنانے کے لئے نافرمانیوں کا ایک اور طریقہ اختیار کیا جس پر انہیں اللہ کی طرف سے سخت سزا دی گئی، سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس دن مچھلیوں کے شکار کی اجازت ہوتی، اس دن تو زیادہ تر مچھلیاں پانی کی تہہ میں چلی جاتیں اور ہفتہ کے دن جب شکار کی ممانعت تھی تمام مچھلیاں دریا کی سطح پر آجاتیں۔ یہ ان کا ایک امتحان تھا۔ مگر بنی اسرائیل خاموش بیٹھنے والے کہاں تھے انہوں نے دریا کے قریب چھوٹے چھوٹے گڑھے بنائے اور ان کو چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعہ سے ملا دیا ہفتہ کے دن وہ رکاوٹیں ہٹا دیتے۔ پانی ان گڑھوں کی طرف جاتا تو مچھلیاں بھی ساتھ میں جاتیں اتوار کے دن ان گڑھوں سے مچھلیاں شکار کرتے اور اپنی چالاکی پر خوش ہوتے۔ یہ ایک ایسا حیلہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اڑانے اور اس کے ذریعہ حکم شرعی سے جان چھڑانے کا ایک بہانہ تھا شریعت میں ایسا حیلہ حرام ہے لیکن اگر حکم شرعی کی تعمیل کے لئے کوئی حیلہ اختیار کیا جائے تو شرعاً یہ ناجائز نہیں جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں فقہاء کرام نے سینکڑوں حیلے اس قسم کے بیان کئے ہیں چونکہ بنی اسرائیل حکم شرعی کے ابطال کے لئے ایسا کرتے تھے اس لئے ان کو سزا دی گئی اور ان میں طاعون کا مرض پھیل گیا۔ اس مرض سے چہرے پھول کر بندروں کی طرح ہو گئے، وہ بھوک پیاس کی کربناک اذیتوں میں تین دن زندہ رہ کر تڑپ تڑپ کر مر گئے اس طرح ان نافرمانوں کی نسل ہی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ واقعہ جس کو عرب کا بچہ بچہ اچھی طرح جانتا ہے یہ ان نافرمان لوگوں کے لئے درس عبرت تھا اور آج کے نافرمانوں کے لئے بھی موعظت و نصیحت ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ
إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ
قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ
إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ
وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا
ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ
قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ ٨ ع ٨
وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ۭ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۭ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۴

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کررہے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں۔ کہنے لگے اپنے رب سے ہماری خاطر دعا کیجئے کہ وہ کھول کر بتادے کہ وہ کیسی ہو؟ موسیٰؑ نے کہا اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔ اور تمہیں جو کچھ حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو۔ کہنے لگے موسیٰ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ اس کی وضاحت کردے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰؑ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو۔ کہنے لگے اے موسیٰ آپ اتنا اور پوچھ لیجئے کہ ہمیں وضاحت سے بتادے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو کیونکہ اس گائے کے بارے میں ہمیں شبہ پڑ گیا ہے، اور انشاء اللہ ہم ضرور ہدایت پالیں گے۔

موسیٰؑ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ گائے نہ تو ہل میں جوتی گئی ہو نہ وہ کھیت میں پانی سینچنے کے کام میں آئی ہو وہ صحیح سالم ہو اور جس میں کسی طرح کا بھی داغ نہ ہو۔ اس پر کہنے لگے دیکھو اب تم نے ٹھیک ٹھیک بات بتائی ہے۔ پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کردیا تھا اور تم اس قتل کو ایک دوسرے کے سر تھوپ رہے تھے حالانکہ جسے تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کردینا چاہتا تھا۔ اس لئے ہم نے تمہیں حکم دیا کہ تم اس گائے کا ایک ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگاؤ (تاکہ وہ قاتل کا نام بتادے) اسی طرح اللہ (قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر کی طرح سخت ہوگئے بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت۔ بعض پتھر تو وہ ہیں جن سے نہریں جاری ہوجاتی ہیں، بعض وہ پتھر بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بعض تو ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ اللہ تمہارے ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۴

یَاْمُرُ	وہ حکم دیتا ہے
تَذْبَحُوْا	تم ذبح کرو
بَقَرَةٌ	گائے، بیل
اَتَتَّخِذُنَا	کیا تو ہم کو بناتا ہے، (تو ہم سے کرتا ہے)
هُزُوٌ	مذاق
اَنْ اَكُوْنَ	یہ کہ میں ہو جاؤں
يُبَيِّنْ	بیان کر دے، بات کھول کر کہہ دے
مَاهِيَ	وہ (بقرہ) کیسی ہو
فَارِضٌ	بوڑھی
بِكْرٌ	بچھیا، کم عمر
عَوَانٌ	درمیانی
فَافْعَلُوْا	پھر تم کرو (ف، پھر، افعلوا تم کرو)
تُؤْمَرُوْنَ	تمہیں حکم دیا گیا ہے
مَالَوْنُهَا	اس کا رنگ کیسا ہو؟ (ما، کیا، لون رنگ)
صَفْرَاءُ	زرد
فَاقِعٌ	گہرا
تَسُرُّ	خوش کر دیتی ہے۔
اَلنّٰظِرِيْنَ	دیکھنے والے
تَشَابَهٌ	شبہ پڑ گیا۔
لَاذَلُوْلٌ	جس سے محنت نہ لی گئی ہو، ہل میں نہ جوتی گئی ہو۔

تُثِيْرُ الْاَرْضَ	زمین کو (نہ) گاہتی ہو۔
لَاتَسْقِيْ	سینچتی نہ ہو
اَلْحَرْثُ	کھیتی باڑی
مُسَلَّمَةٌ	مکمل، تندرست
لَاشِيَةٌ	داغ نہ ہو، عیب نہ ہو
اَلْاٰنَ	اب
جِئْتَ	تو آیا (جئت بالحق تو حق کو لے کر آیا)
فَذَبَحُوْا	انہوں نے ذبح کیا (ف، پھر، ذبحوا، انہوں نے ذبح کیا)
مَاكَادُوْا	وہ قریب نہ تھے (ما کادوا یفعلون وہ کرنا نہیں چاہتے تھے)
قَتَلْتُمْ	تم نے قتل کیا
اِدّٰرَءْتُمْ	تم ایک دوسرے پر ڈالنے لگے
مُخْرِجٌ	نکالنے والا
اِضْرِبُوْا	تم مارو
بِبَعْضِهَا	اس کا حصہ (گائے کا ٹکڑا)
يُحْيِ	وہ زندہ کرتا ہے، کرے گا
اَلْمَوْتٰى	مردے
يُرِىْ	وہ دکھاتا ہے
قَسَتْ	سخت (ہو گئے) ہوئی
اَلْحِجَارَةُ	پتھر، (الحجر کی جمع ہے)
اَشَدُّ قَسْوَةً	سخت ترین
يَتَفَجَّرُ	جاری ہوتا ہے
يَشَّقَّقُ	پھٹ پڑتا ہے، شق ہو جاتا ہے
اَلْمَاءُ	پانی

يَهْبِطُ گر پڑتا ہے
خَشْيَةُ اللّٰهِ اللہ کا خوف

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۴

بنی اسرائیل کا ایک دولت مند شخص جس کا نام عامیل تھا وہ قتل کر دیا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا تھا۔ اس بوڑھے کے بھتیجوں نے وراثت کے لالچ میں اس کو قتل کر دیا۔ لاش کو شہر کے دروازے پر پھینک آئے۔ صبح کو خود ہی شور مچانا شروع کر دیا اور خون کا بدلہ لینے کا دعویٰ کر دیا۔ بات اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب وہ لوگ ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے، جہالت عام تھی اس الزام کو ہر ایک نے اپنی عزت کا مسئلہ بنالیا اور ایک دوسرے کے خلاف تلواریں لے کر نکل پڑے اور اس طرح شدید خانہ جنگی کا خطرہ بڑھ گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم موسیٰ کے پاس چلتے ہیں اس کا دعوی ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرتا ہے اگر قاتل کا پتہ بتا دیتا ہے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اگر نہ بتایا تو موسی سے بھی ہماری جان چھوٹ جائے گی سب جمع ہو کر حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے اے موسی اگر تم اپنے اللہ سے قاتل کا نام پوچھ کر بتا دو تو ہم ایک بہت بڑی مصیبت سے چھوٹ جائیں گے۔ موسی علیہ السلام طور پر گئے، واپس آ کر انہوں نے کہا کہ ایک گائے ذبح کرو پھر اس گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے کو مرنے والے کے جسم سے لگاؤ وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا اور اپنے قاتل کا نام بتادے گا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے یہ فرمایا تو بنی اسرائیل نے کہا، موسی کیا تم ہم سے مذاق کر رہے ہو؟ ہم تم سے قاتل کا نام معلوم کر رہے ہیں اور تم ہمیں گائے ذبح کرنے کا مشورہ دے رہے ہو، حضرت موسیٰؑ نے کہا اللہ کی پناہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات بیان کرنے میں جاہلوں کی طرح مذاق کا انداز اختیار کروں گا، حضرت موسیٰؑ کے اس جواب سے وہ چپ ہو گئے۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ گائے کی پرستش کرتے تھے اگر گائے ذبح کرتے ہیں تو معبود کے گلے پر چھری پھرتی ہے اور اگر گائے ذبح نہیں کرتے تو قوم کی گردنیں کٹتی ہیں۔ اس کشمکش میں غالباً انہوں نے سوچا ہوگا کہ حضرت موسیٰؑ سے اس قدر سوالات کئے جائیں کہ بالآخر تھک ہار کر وہ کہہ دیں کہ اچھا گائے کے بدلے کوئی اور جانور ذبح کرلو۔ لیکن اللہ جو تمام انسانوں کی عقلوں کو پیدا کرنے والا ہے ان کی چالاکیوں سے عاجز تو نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ اب انہوں نے سوالات کرنا شروع کر دیئے اور حضرت موسیٰؑ ہر مرتبہ طور پر جاتے اور ان کے سوال کا جواب لے کر آتے، کبھی کہتے وہ آخر کیسی گائے ہونی چاہئے؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کی شکل وصورت کیسی ہو؟ وغیرہ انہوں نے اتنے سوالات کئے کہ حضرت موسیٰؑ کے تمام جوابات کے بعد وہ خود ہی مصیبت میں پھنس گئے ورنہ اگر پہلے ہی حکم کے بعد کسی بھی گائے کو ذبح کر لیتے تو ان کا مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔ اب ان تمام مخصوص نشانیوں کی گائے کا ملنا مشکل ہو گیا۔ ساری قوم ان نشانیوں والی گائے کو تلاش کر رہی تھی مگر وہ گائے نہ مل سکی۔ کسی طرح ان کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ایک گائے ہے جس میں یہی تمام خصوصیات موجود ہیں یہ سن کر بنی اسرائیل دوڑ پڑے۔ اس سلسلہ میں صاحب درمنثور حضرت وہب ابن منبہ سے روایت نقل کرتے

ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک اور متقی آدمی تھا اس کا ایک ہی لڑکا تھا، اس کے پاس صرف ایک ہی گائے کا بچہ تھا اس نے مرتے وقت اس گائے کے بچے کو اللہ کے سپرد کرتے ہوئے دعا کی۔ اے اللہ یہ گائے اور اپنا بیٹا میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، آپ ہی سب کے کارساز ہیں۔ اللہ کے سپرد کر کے اس نے گائے کے بچے کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب یہ میرا لڑکا جوان ہو جائے تو وہ اللہ سے دعا کرے کہ وہ بچھیا میرے پاس آ جائے تو وہ آ جائے گی۔ یہ لڑکا جب بڑا ہوا تو خود بھی بڑا نیک لڑکا اور اپنی ماں کا بہت خدمت گزار تھا، ماں کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ محنت مزدوری کر کے جو بھی کما کر لاتا اس میں سے ایک تہائی خیرات کرتا، ایک تہائی خود خرچ کرتا اور ایک تہائی مال ماں کو دے دیا کرتا تھا۔ ماں نے یہ تاکید کی کہ اس گائے کو اس وقت تک نہ فروخت کرنا جب تک مجھ سے نہ پوچھ لو۔ بنی اسرائیل تلاش کرتے ہوئے اس لڑکے تک پہنچ گئے، اور گائے خریدنے کے لئے کہا لڑکے نے کہا میں جب تک اپنی ماں سے نہ پوچھ لوں اس وقت تک یہ گائے فروخت نہ کروں گا۔ چنانچہ یہ اس کی ماں کے پاس پہنچے تو اس نے کہا اگر تم اونٹ کی کھال بھر کر سونا دیتے ہو تو میں فروخت کرتی ہوں ورنہ نہیں۔ بنی اسرائیل مجبور تھے۔ منہ مانگی قیمت ادا کی، گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ٹکڑا مرنے والے کے جسم سے لگایا۔ مقتول نے اٹھ کر قاتل کا نام بتا دیا اور پھر وہ دوبارہ مر گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بات ثابت کر دی کہ معبود وہ نہیں ہے جس کے گلے پر چھری پھر جائے بلکہ معبود وہ ہے جس کے حکم سے چھری گائے کے گلے پر چلائی جا رہی ہے۔

اس واقعہ کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بنی اسرائیل کے دلوں میں نرمی اور گداز پیدا ہوتا اس کے برخلاف اتنے بڑے احسان اور کرم کے بعد بھی ان کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو گئے۔ اس واقعہ سے چند نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں جو بنی اسرائیل کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے اور اس سورت کا نام رکھے جانے کا سبب بھی ہے۔

(۱) جو چیز اللہ کے سپرد کی جاتی ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۲) جو بھی قتل ناحق کیا جاتا ہے وہ لاکھ چھپانے سے بھی چھپ نہیں سکتا اسی طرح جو لوگ دوسروں پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں وہ بات بھی چھپی نہیں رہتی بلکہ ایک دن آتا ہے جب تمام رازوں سے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔

(۳) ماں باپ کی اطاعت آخرت میں نجات کا باعث ہے وہیں دنیا میں بھی خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

(۴) وہی بات پوچھنی چاہئے جو انسان کو دنیا و آخرت میں فائدہ دینے والی ہو۔ بے تکے سوالات اور الٹی سیدھی باتیں کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے اس سے انسان خود ہی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ کو پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ اسی طرح تمام مرے ہوئے لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دے گا اور ان سے ان کے اعمال کا پورا پورا حساب لے گا۔

(۶) کسی جرم کے ساتھ جب حیلہ بازی، کٹ حجتی، ڈھٹائی اور جسارت بھی شامل ہو جائے تو ایسے مجرموں کے

دل پتھروں سے زیادہ سخت ہوجایا کرتے ہیں جس کے بعد نیکی اور تقوی کے بڑھنے کی صلاحیت اندر ہی اندر بالکل ختم ہوجاتی ہے۔

(۷) انسان اگر اپنے آپ کو بگاڑ لیتا ہے تو آہستہ آہستہ اللہ کے قانون کے مطابق ان تمام صلاحیتوں سے محروم ہوجاتا ہے جو اللہ نے اس کے اندر رکھ دی ہیں۔ پتھر سخت سے سخت ہو کر بھی پتھر ہی رہتا ہے۔ اس کے اندر پانی کے چشمے جاری ہونے کی صلاحیت اگر قدرت نے رکھی ہے تو اس سختی کے باوجود یہ چیز اس کے اندر باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر انسان کا دل اخلاقی بیماریوں کی وجہ سے سخت ہوجائے تو اس کے دل کے تمام سوتے بالکل خشک ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ بگڑ جاتا ہے اس کو (اللہ کے سوا) ساری دنیا مل کر بھی سنوار نہیں سکتی۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ
فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ
مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا
اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا
فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۷۶
اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝۷۷
وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ
اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝۷۸ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ
ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا
قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَوَیْلٌ لَّهُمْ
مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ۝۷۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

کیا پھر تم ان سے امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مانیں گے؟ حالانکہ ان میں سے بہت سے لوگ تو وہ ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر بھی جان بوجھ کر اس کو بدل ڈالتے ہیں۔ جب کہ وہ جانتے ہیں (کہ وہ برا کر رہے ہیں)

جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں جو باتیں اللہ نے تمہارے اوپر (تمہاری کتاب میں) کھول دی ہیں وہ ان کو کیوں بتا دیتے ہو کیا تم اتنا نہیں سمجھتے ہو کہ وہ اس کے ذریعہ تمہارے رب کے سامنے (قیامت کے دن) تمہیں جھٹلائیں گے

فرمایا کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپا رہے ہیں اور جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں اسے اللہ خوب جانتا ہے (دوسری جماعت وہ ہے) جو کتاب الٰہی کا کوئی علم نہیں رکھتی وہ محض خیالی آرزوؤں اور تمناؤں میں لگی ہوئی ہے۔ تباہی و بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ تھوڑا سا دنیاوی فائدہ حاصل کر لیں۔ ہلاکت و بربادی ہے ان کے لئے (اس تحریف و تبدیلی کی وجہ سے) جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور بڑی خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی کی بدولت جو وہ کما رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

اَفَتَطْمَعُوْنَ	کیا پھر تم توقع رکھتے ہو۔ (ا، کیا، ف، پھر تطمعون، تم توقع رکھتے!)
اَنْ یُّؤْ مِنُوْا	یہ کہ وہ ایمان لائیں گے
فَرِیْقٌ	ایک جماعت
یَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
یُحَرِّفُوْنَ	وہ بدل ڈالتے ہیں
عَقَلُوْهُ	جس کو انہوں نے سمجھ لیا

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ	کیا تم ان کو بتا دیتے ہو۔(ا، کیا، تحدثون، تم بتاتے ہو، ھُم، ان کو)
فَتَحَ اللّٰهُ	اللہ نے کھول دیا
لِيُحَاجُّوْكُمْ	تا کہ وہ تم سے جھگڑیں۔(ل، تا کہ یحاجون، وہ جھگڑیں، کم، تم سے)
يُسِرُّوْنَ	وہ چھپاتے ہیں
تُعْلِنُوْنَ	وہ اعلان کرتے ہیں، ظاہر کرتے ہیں
اُمِّيُّوْنَ	جاہل، ان پڑھ، (امی، ان پڑھ)
اَمَانِيّ	تمنائیں (اُمْنِيَّةٌ کی جمع ہے)
يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں
وَيْلٌ	بربادی، تباہی
يَكْتُبُوْنَ	وہ لکھتے ہیں
يَقُوْلُوْنَ	وہ کہتے ہیں
لِيَشْتَرُوْا	تا کہ وہ خرید لیں، حاصل کر لیں
كَسَبَتْ	کمایا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

ان آیتوں میں یہودی منافقین کے دو گروہوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، ان میں ایک گروہ تو وہ ہے جس کا کام اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی مخالفت اور دین اسلام کے خلاف سازشیں کرنا ہے، دوسرا وہ گروہ ہے جو ان پڑھ اور جاہل ہے۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ توریت کا تو کوئی علم رکھتے ہی نہیں، بعض رسموں کو ادا کر کے من گھڑت خیالات، آرزوؤں اور تمناؤں کے کھلونوں سے کھیلتے رہتے ہیں، اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ ان جاہل اور خوش عقیدہ لوگوں کے سامنے وہ اپنے ہاتھوں سے توریت میں تبدیلی کر کے طرح طرح کی بے سروپا باتیں بتاتے ہیں تا کہ ان سے مالی فائدے حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنے ہاتھوں سے جھوٹی باتیں اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور لوگوں کی کم علمی اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر ان کی دولت بٹورتے ہیں ان کی یہ سازشیں اور کمائی ان کے لئے آخرت کا بدترین عذاب ہے۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا
مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ
اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰ بَلٰى مَنْ
كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲

۹/۱۱/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی نہیں آپ کہیے کیا تم نے اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے کہ اب وہ اپنے وعدے کے خلاف کرے گا ہی نہیں، تم اللہ پر ایسی باتیں کیوں گھڑتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں۔

جی ہاں کیوں نہیں، جنہوں نے کوئی برائی کمائی اور ان کے گناہوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہی جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہی جنت والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

لَنْ تَمَسَّنَا	ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی
اَيَّامٌ مَّعْدُوْدَةٌ	چند دن (یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ گنے چنے چند دن جہنم میں رہیں گے)
اِتَّخَذْتُمْ	تم نے بنالیا ہے

لَنْ يُّخْلِفَ	وہ ہرگز خلاف نہ کرے گا
اَمْ تَقُوْلُوْنَ	یا تم کہتے ہو؟
بَلٰى	کیوں نہیں، جی ہاں
سَيِّئَةً	گناہ، برائی
اَحَاطَتْ	اس نے گھیر لیا
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے
خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	جنت والے

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہود کا یہ خیال تھا کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے۔ ہر ہزار سال کے بدلے ہم لوگ ایک دن دوزخ میں رہیں گے اور سات دن سے زیادہ ہمیں عذاب نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے چالیس دن تک بچھڑے کی پرستش کی تھی، اس لئے چالیس دن تک ہم آگ میں رہیں گے اس کے بعد جنت کی تمام راحتیں ہمارے لئے ہوں گی۔ ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا دوزخی کون لوگ ہیں؟ یہودیوں نے جواب دیا کہ تھوڑے دن تو ہم جہنم میں رہیں گے اس کے بعد تم ہماری جگہ پر بھیج دیئے جاؤ گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم جھوٹے ہو، ہم تمہاری جگہ نہ جائیں گے بلکہ تم ہی ہمیشہ ہمیشہ اس دوزخ میں جلتے رہو گے۔ اسی طرح کی بہت سی روایات ہیں جو احادیث میں آتی ہیں۔ بہر حال یہودیوں نے اسی طرح کی بے سروپا باتیں اپنے لوگوں کو سکھا رکھی تھیں، جس کے سہارے وہ بہت سی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت کسی کی میراث نہیں ہے یہ تو درحقیقت ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ حاصل ہوگی اللہ نے کسی کو جنت کا ٹھیکہ نہیں دیا ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائیں گے اور عمل صالح کی روش اختیار کریں گے وہ اس جنت کے وارث ہوں گے لیکن جن لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کی روش کو چھوڑ دیا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ قف
وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ
وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط
ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾
وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ لَا تَسۡفِكُوۡنَ دِمَآءَكُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ
اَنۡفُسَكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾
ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ
مِّنۡ دِيَارِهِمۡ ز تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ط وَاِنۡ
يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ ط
اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ وَتَكۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ج فَمَا جَزَآءُ
مَنۡ يَّفۡعَلُ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ اِلَّا خِزۡىٌ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ج وَيَوۡمَ
الۡقِيٰمَةِ يُرَدُّوۡنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الۡعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ز
فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۸۶﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے اس بات کا پکا وعدہ لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی

بندگی نہ کرو گے۔ماں باپ، رشتہ داروں بے باپ کے بچوں، اور ضرورت مندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے۔لوگوں سے بھلی اور بہتر بات کرو گے۔نماز قائم کرو گے اور زکوۃ دیتے رہو گے، مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا اکثر اس عہد کی پابندی سے پھر گئے اور تم ہو ہی (اقرار کر کے) منہ پھیرنے والے۔

یاد کرو جب ہم نے تم سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالنا،تم نے اس کا اقرار کیا تھا جس پر تم خود ہی گواہ بھی ہو۔ پھر تم اس کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے ہو، اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو اور گناہ و ظلم کے ساتھ اپنوں کے خلاف دوسروں کی مدد کرتے ہو اور جب وہ قیدی بنا کر تمہارے پاس لائے جاتے ہیں تو ان کا بدلہ (فدیہ) دے کر چھڑواتے ہو جب کہ ان کا نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا۔کیا تم اللہ کی کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور آخرت میں وہ سخت سزا کے مستحق بن جائیں گے۔ بہر حال جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ غافل نہیں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی خرید لی ہے۔لہذا ان کی سزا میں نہ تو کمی کی جائے گی اور نہ ان کو کہیں سے کوئی مدد پہنچے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

لَاتَعْبُدُوْنَ	تم عبادت نہ کرو گے
اِحْسَانٌ	اچھا برتاؤ بہتر معاملہ
ذِی الْقُرْبٰی	رشتہ دار
یَتٰمٰی	(یتیم) بے باپ کے بچے
حُسْنٌ	اچھی بات، بھلائی کی بات
تَوَلَّیْتُمْ	تم پلٹ گئے

مُعْرِضُوْنَ	منہ پھیرنے والے
لَا تَسْفِكُوْنَ	تم نہ بہاؤ گے
دِمَاءَ كُمْ	اپنوں کے خون
دِيَارٌ	گھر
اَقْرَرْتُمْ	تم نے اقرار کیا
تَشْهَدُوْنَ	تم گواہ ہو
هٰٓؤُلَآءِ	وہی (تم ہو)
تَظٰهَرُوْنَ	تم چڑھائی کرتے ہو، چڑھ کر جاتے ہو
اَلْإِثْمُ	گناہ
اَلْعُدْوَانُ	زیادتی، ظلم
اُسٰرٰى	(اسیر) قیدی
تُفَادُوْهُمْ	تم ان کا فدیہ دیتے ہو، بدلہ دیتے ہو
مُحَرَّمٌ	حرام کردیا گیا
اَفَتُؤْمِنُوْنَ	کیا پھر تم ایمان لائے ہو (ا، کیا، ف، پھر، تومنون، تم ایمان لائے ہو)
مَاجَزَاءُ	کیا بدلہ ہے، کیا سزا ہے
خِزْيٌ	رسوائی
يُرَدُّوْنَ	وہ لوٹائے جائیں گے
اَشَدُّالْعَذَابِ	سخت عذاب
اِشْتَرَوْا	انہوں نے خرید لیا
اَلضَّلَالَةُ	گمراہی
لَايُخَفَّفُ	کمی نہ کی جائے گی
لَايُنْصَرُوْنَ	مدد نہ کیے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

بنی اسرائیل جن کی پوری تاریخ عہد شکنیوں اور وعدہ خلافیوں سے بھری ہوئی ہے ان آیات میں ان کو اپنے عہد کی پابندی کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے۔ یہودیہ اور اسرائیل کی الگ الگ ریاستیں قائم ہونے کے بعد دونوں گروہوں میں انتقام لینے اور مخالفت کرنے کا یہ عجب بھونڈا طریقہ رواج پا گیا تھا کہ دونوں ایک ہی کتاب پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک طاقتوں کو ابھار کر اپنے مخالف یہودیوں پر چڑھائی کراتے۔ باہمی جنگ میں جب دشمنوں کے ہاتھوں ان کے اپنے لوگ قید ہو کر آتے تو یہ کہہ کر ان کے لئے بڑی بڑی رقمیں فدیہ میں دے کر چھڑاتے کہ اپنوں کو فدیہ دے کر چھڑانا ہمارا قومی اور مذہبی فریضہ ہے اور اس کا حکم ہمیں توریت میں دیا گیا ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اپنوں کو قتل کرانا، ان کو بستیوں سے نکلوانا اور دربدر کی ٹھوکریں کھلوانا تو ان کے نزدیک کوئی گناہ کی بات نہ تھی مگر لوگوں پر قوم پرستی کی دھونس جمانے کے لئے فدیہ دینا ان کو چھڑوانا اور اس کے لئے اللہ کی آیات کا سہارا لینا افسوس ناک ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو اپنی خواہشات نفس کا کھلونا بنا رکھا تھا۔ جو بات ان کی خواہش نفس کے مطابق ہوتی اس پر عمل کر لیتے لیکن جس بات میں ان کے نفس پر ضرب پڑتی اسے چھوڑ دیتے۔

قرآن کریم کے نازل ہونے کے وقت سارے عرب میں اور یثرب میں خصوصاً باہمی جنگیں اور حریفانہ کشمکش بڑی شدت سے جاری تھی۔ یثرب یعنی مدینے میں رہنے والے کچھ قبیلے تو مشرک اور کچھ یہودی تھے۔ اوس اور خزرج دو مشرکانہ عقیدہ رکھنے والوں کے قبیلے تھے جن کی آپس کی جنگیں عرب کی تاریخ میں بڑی طویل اور بڑی مشہور ہیں۔ یہودیوں کے قبیلوں کا نام بنو قریظہ اور بنو نضیر تھا۔ ان دونوں قبیلوں کی ایک کتاب اور ایک مذہب ہونے کے باوجود شدید دشمنیاں چل رہی تھیں۔ جب اوس و خزرج کی آپس میں جنگیں ہوتیں تو بنو قریظہ اوس کے ساتھ اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ حلیف اور ساتھی بن کر جنگ کرتے، اس طرح دشمنوں اور مشرکوں سے مل کر یہودی آپس ہی میں ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے جنگ ختم ہونے کے بعد جو یہودی گرفتار ہو کر آتے تھے تو پھر توریت کی دھائی اور اللہ کے احکامات کا سہارا لیتے ہوئے بڑی بڑی رقمیں لے کر پہنچتے اور اپنے قبیلے کے یہودیوں کو جنگی قید سے آزاد کراتے۔ یہ کہہ کر فدیہ دیتے کہ یہ تو ہمارا قومی اور ملی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے سوال کیا ہے کہ اپنے ہی ہم مذہب بھائیوں کو قتل کرانا، ان پر مشرکوں کو چڑھا کر لیجانا، انہیں وطن سے بے وطن کرانا اور دربدر کی ٹھوکریں کھلوانا کیا اس کو توریت میں حرام قرار نہیں دیا گیا؟ حریفانہ کشمکش میں تو تم اس بات کو بھول جاتے ہو اور دنیا کو دکھانے کے لئے صرف فدیہ دے کر چھڑانے کی آیات تمہیں یاد رہتی ہیں۔ بعض آیات کا انکار اور بعض آیات پر ایمان یہ تو کھلی ہوئی منافقت اور کفر ہے۔ اس رکوع کی آیات میں بنی اسرائیل کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جارہا ہے کہ تم نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے، والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے، حسن اخلاق، نظام صلوۃ و زکوۃ قائم کرنے کا جو عہد کیا تھا اس کو پورا کرو تم نے وعدہ کیا تھا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اس عہد کا لحاظ کرو ورنہ تمہیں دنیا کی زندگی میں تو رسوائی اور ذلت سے واسطہ پڑے گا ہی لیکن تم اس طرح آخرت کے عذاب کے بھی مستحق بن جاؤ گے، جس سے دنیا و آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ
وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ
اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ
فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ
بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اور بلا شبہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ایک کے بعد دوسرا رسول بھیجتے رہے اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو ہم نے کھلے ہوئے معجزات دیئے اور روح القدس (جبرائیل) کے ذریعہ ان کو قوت و طاقت دی۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لے کر آیا جو تمہاری خواہشات نفس کے خلاف تھا تو تم نے سرکشی ہی اختیار کی۔ ایک جماعت کو تم نے جھٹلا دیا اور ایک جماعت (انبیاء) کو تم نے قتل کیا (اور اب فخر کرتے ہوئے) کہتے ہو کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر یہ اللہ کی لعنت ہے۔ اس لئے کہ وہ بہت تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اٰتَيْنَا	ہم نے دیا
قَفَّيْنَا	ایک کے بعد دوسرے کو ہم نے بھیجا
اَيَّدْنَاهُ	ہم نے اس کو قوت دی

رُوْحُ الْقُدُسِ	جبرئیل (پیغمبروں پر وحی لانے والا فرشتہ)
اَفَكُلَّمَا	کیا پھر ایسا نہیں ہوا کہ جب کبھی بھی
لَا تَهْوٰی	پسند نہ تھا، خواہش نہ تھی
كَذَّبْتُمْ	تم نے جھٹلایا
غِلَافٌ	غلاف، (محفوظ رکھنے کی چیز)
لَعَنَ	لعنت کی، لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دوری

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۸

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے نظام کو درست رکھنے کے لئے پاکیزہ نفس پیغمبروںؑ کو انسانوں کی ہدایت کے لئے مسلسل ایک کے بعد ایک ہزاروں کی تعداد میں بھیجا تاکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کی مسیحائی کرتے رہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام گمراہ انسانوں کو اللہ کے احکامات، کھلی نشانیوں اور معجزات کے ذریعہ راہ مستقیم پر چلاتے رہے۔ وہ دل جن میں سچائی قبول کرنے کی اہلیت وصلاحیت تھی انہوں نے ہر معقولیت کو قبول کیا۔ لیکن وہ جنہوں نے اپنے دلوں پر حق بات کو نہ سمجھنے کی مہریں لگا رکھی تھیں فخر سے کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر کسی کی سچی بات کا اثر نہیں ہوتا ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اللہ نے فرمایا کہ یہ فخر کی بات نہیں بلکہ اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے جو ان کے دلوں پر چھائی ہوئی تھی مگر وہ اس لعنت کو بھی اپنے لئے رحمت سمجھتے تھے۔ یہی لوگ ہمیشہ اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے انکار کرتے ان کی توہین کرتے اور حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام جیسے پیغمبروں کو ناحق قتل کرنا اپنا کارنامہ سمجھتے تھے ان پیغمبروں کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی تشریف لائے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدائشی اندھوں کو آنکھیں، کوڑھیوں کو شفاء، مردوں کو زندگی اور غیب کی باتیں بتا کر کھلے معجزات دکھائے مگر پھر بھی یہودیوں نے نہ صرف یہ کہ ان کی تعلیمات کو جھٹلایا بلکہ ان سے شدید دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ کبھی وہ ان کو جادوگر کہتے اور کبھی کہتے کہ شیطان اور بھوتوں کا سردار بعل زبول ان کی مدد کرتا ہے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم کی مدد بعل زبول نہیں بلکہ وہی جبرئیل ان کی تائید اور حفاظت کرتے تھے جنہوں نے اللہ کے حکم سے تمام انبیاء کرام کی تائید اور حفاظت کی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے لئے اصل چیز ان کی اپنی خواہش تھی، اسی خواہش نفس کے خلاف جو بھی بات کہی جاتی اس کو وہ رد کرنا اپنا قومی فریضہ سمجھتے تھے۔ اور یہی ان کے لئے اللہ کی سب سے بڑی لعنت رہی ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ
وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾
بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ
فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ
اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ
مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا
وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ
قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۳

اور جب اللہ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو ان کے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے (تو وہ انکار کرنے لگے) حالانکہ وہ اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جب ان کے پاس وہ آ گیا جسے وہ پہچان بھی چکے ہیں تو اب اس کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے منکروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ کتنی بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا۔ محض اس ضد پر کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا اپنے فضل و کرم سے (اس کتاب ہدایت کو) نازل کر دیا۔ یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق بن گئے ان منکرین حق کے لئے سخت ذلت والا عذاب ہے۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس پر تو ہم ایمان رکھتے ہیں لیکن جو اس کے علاوہ ہے اس کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے، اگر تم واقعی مومن ہو تو اس سے پہلے انبیاء کو قتل کیوں کرتے تھے؟ موسیٰ تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے پھر بھی تم نے بچھڑا کیوں بنا لیا تھا؟ تم بہت ہی ظالم لوگ ہو۔

یاد کرو جب ہم نے کوہ طور کو تمہارے اوپر لٹکا کر تم سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس کی سختی سے پابندی کرو، غور سے سنو۔ تم نے کہا کہ ہم نے سن تو لیا ہے مگر ہم مانیں گے نہیں اور بچھڑے کی محبت میں تم دیوانے ہو گئے تھے۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہیے کیا یہی تمہارا ایمان ہے؟ اگر یہ ایمان ہے تو کتنا برا ایمان ہے جو تمہیں ایسی حرکتیں کرنے کا حکم دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۹ تا ۹۳

يَسْتَفْتِحُوْنَ	وہ فتح مانگتے تھے
عَرَفُوْا	انہوں نے پہچان لیا
بِئْسَمَا	وہ برا ہے
بَغْيٌ	ضد

مُهِيْنٌ	ذلیل ورسوا کرنے والا
وَرَآءٌ	سوا، پیچھے
اَلْعِجْلُ	بچھڑا
رَفَعْنَا	ہم نے بلند
اِسْمَعُوْا	تم سنو
سَمِعْنَا	ہم نے سن لیا
عَصَيْنَا	ہم نے نافرمانی کرلی، نہیں مانا
اُشْرِبُوْا	رچ بس گیا (پلادیا گیا)

تشریح: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۳

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید سے متعلق یہودیوں کی کتابوں میں بہت سی پیشین گوئیاں اور نشانیاں بتادی گئی تھیں اسی لئے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کا بڑی شدت اور بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔ جب کبھی ان کی کفار اور مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اپنے لوگوں کو تسلی دیتے اور اللہ سے دعا کرتے ''الٰہی! ہم تجھے تیرے آخری نبی کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ جس نبی کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔ اس کو جلد از جلد ہماری مدد کے لئے بھیج دیجئے تا کہ ہم کفار پر فتح و نصرت حاصل کرسکیں۔'' یہودیوں کو اپنی قوم کی برتری کا ہمیشہ سے گھمنڈ رہا ہے اس لئے ان کو کامل یقین تھا کہ وہ آخری نبی ان ہی میں سے ہوگا اسی لئے کبھی کبھی وہ بڑے ناز سے کہا کرتے تھے جس کا جی چاہے وہ ہم پر ظلم وستم کرلے مگر جب وہ آخری نبی آجائے گا تو ہمیں غلبہ اور عروج وترقی نصیب ہوگا، اس کے بعد ہم ایک ایک سے بدلہ لیں گے...... یہ تھیں یہودیوں کی وہ تمنائیں اور آرزوئیں جن کے سہارے وہ جی رہے تھے۔

لیکن جب وہ آخری نبی (ﷺ) آگئے، اور آپ کی سیرت کردار اور کمالات سے تمام پیش گوئیاں صحیح ثابت ہوگئیں جو توریت میں موجود تھیں اور یہودیوں نے بھی آپ کو تمام علامتوں سے پہچان لیا۔ محض اس ضد، ہٹ دھرمی اور حسد کی وجہ سے انکار کردیا کہ وہ نبی ہمارے اندر سے کیوں نہ ہوا۔ جب ان کو قرآن مجید کی سچی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے ایک ایسے کلام کو بھی ماننے سے انکار کردیا جس کا یہ چیلنج تھا کہ اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ اس قرآن کو کسی نے گھڑ لیا ہے تو تم اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کرلے آؤ۔ اس قرآن عظیم کا یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہم تو صاحب ایمان ہیں، توریت کی موجودگی میں کسی اور

کتاب یا نبی پر ایمان لائیں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر واقعی تم صاحب ایمان رہے ہو اور آج بھی ہو تو تم یہ بتاؤ کہ وہ اللہ کے پیغمبر جو تمہاری کتاب توریت کی تصدیق کے لئے آئے تھے تم نے ان کو کیوں قتل کر دیا تھا حضرت موسیٰؑ کی موجوگی میں تم نے بچھڑا بنا کر اس کی عبادت کیوں کی تھی۔ جب تمہارے سروں کے اوپر کوہ طور کو لٹکا کر تم سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ دیکھو اس عہد پر مضبوطی سے جمے رہنا لیکن پھر تم اس عہد پر قائم نہ رہے اگر واقعی تمہارا ایمان حق پرستوں کے قتل، بچھڑے کی عبادت اور عہد شکنیوں کا حکم دیتا ہے تو یہ ایمان بڑا بدترین ہے، تمہیں اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کرنا چاہیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اگر تم حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائے تو یقیناً تم دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے محروم رہو گے اور تمہارا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہو جائے گا جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو نہ مان کر اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی تھی۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَ مَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ع ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ہاں آخرت کا گھر سوائے تمہارے کسی اور کے لئے نہیں ہے، اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے اعمال کے سبب جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں موت کی تمنا ہرگز نہ کریں گے۔ اے نبی ﷺ آپ ان

کو زندگی کے بارے میں زیادہ لالچی پائیں گے بلکہ مشرکوں سے بھی زیادہ۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہو جائے۔ لیکن اگر عمر زیادہ ہو بھی جائے تو ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ	آخرت کا گھر، (جنت)
خَالِصَةٌ	خالص۔ (جس میں کوئی شریک نہ ہو)
تَمَنَّوُا	تم تمنا کرو
لَنْ یَّتَمَنَّوْهُ	وہ اس کی ہرگز تمنا نہ کریں گے
اَبَدًا	ہمیشہ (کبھی بھی)
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا
اَیْدِیْهِمْ	ان کے ہاتھ
تَجِدَنَّ	تو ضرور پائے گا
اَحْرَصُ النَّاسِ	لوگوں میں زیادہ لالچی
اَلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا	جنہوں نے شریک کیا
یَوَدُّ	پسند ہے
اَحَدُهُمْ	ان میں سے ہر ایک کو
یُعَمَّرُ	زیادہ بڑی عمر ہو جائے
مُزَحْزِحٌ	بچانے والا، چھٹکارا دلانے والا

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

دنیا پرست یہودی جہاں اپنے آپ کو اللہ کے بیٹے اور محبوب سمجھ کر گھمنڈ رکھتے تھے وہیں ان کا خیال تھا کہ آخرت میں

تمام فضل وانعام اور وہاں کی راحتوں کے وہ تنہا حق دار ہیں جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا اگر تمہیں اس بات پر فخر و ناز ہے کہ تم ہی اللہ کے محبوب بیٹے ہو (نعوذ باللہ) اور آخرت کی زندگی کی راحتیں بھی تمہارے ہی لئے ہیں تو پھر اس دنیا کی مصیبتیں کیوں جھیل رہے ہو۔ موت کی تمنا کرو۔ کیونکہ یہ زندگی ہی تو جنت کی راحتوں میں آڑ اور رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ موت کی تمنا تو کیا کریں گے یہ اہل کتاب تو دنیا کی طویل زندگی کی تمنا میں ان مشرکوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد شکنیوں، بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی انتہا کر دی ہے وہ آخرت کی تمنا کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر ان کو اس بات کا یقین ہوتا کہ جنت کی راحتیں ان کے سوا کسی کو نہیں ملیں گی تو یہ اس دنیا کی زندگی کے لئے ہزار سال کی عمر کی تمنا نہ کرتے، فرمایا اگر ان کی اتنی لمبی عمریں بھی ہو جائیں تو کیا وہ اللہ کے اس عذاب اور سزا سے بچ سکتے ہیں جو ان کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ
عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى
وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ
رُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾
وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ
اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾
وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا

كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ
السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ
وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا
تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ
زَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا
لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ
مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَلَوْ اَنَّهُمْ
اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ
۱۲/۷/۱۲ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۳ ع

ترجمہ : آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

(اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں سے جو جبرئیل کے دشمن ہیں کہہ دیجئے کہ بے شک وہ تو اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر یہ کلام اتارتا ہے۔ وہ کلام جو پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔ اور یہ قرآن مومنوں کے لئے رہنما اور خوشخبری ہے۔

جو اللہ، اس کے فرشتوں، رسولوں، جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ ان کافروں کا دشمن ہے اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر اپنی کھلی ہوئی نشانیاں نازل کی ہیں جن کا انکار وہی کر سکتے ہیں جو نافرمان ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان ہی میں سے ایک جماعت نے اس عہد کو توڑ دیا بلکہ اکثر اس پر یقین ہی نہیں رکھتے۔

اور جب بھی ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول اس کی تصدیق کرتا ہوا آیا جو ان کے پاس ہے تو اہل کتاب ہی میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے اس طرح پھینک دیا جیسے وہ اسے جانتے ہی نہیں۔ اور اس کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمان کے دور حکومت میں شیطان پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمانؑ نے یہ کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور اس کے پیچھے پڑ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ دونوں جب بھی کسی کو کچھ سکھاتے تو یہ ضرور کہتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے لئے ہیں تم تو کفر نہ کرو۔ مگر وہ لوگ ان دونوں سے وہی سیکھتے تھے جو شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے۔ حالانکہ وہ لوگ اس جادو کے ذریعہ سے کسی کو بھی اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، یہ وہ چیزیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور ان کو نفع دینے والی نہیں تھیں۔ اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس نے جادو سیکھا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ کتنی بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ کاش وہ اس کو سمجھتے۔

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو انہیں اللہ کے ہاں زیادہ بہتر بدلہ ملتا، کاش کہ وہ اس کو جانتے ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

عَدُوٌّ دشمن

قَلْبٌ دل

بُشْرٰى خوش خبری

عٰهَدُوْا انہوں نے وعدہ کیا

نَبَذَ پھینک دیا

اُوْتُوا الْكِتٰبَ کتاب دی گئی (اہل کتاب)

ظُهُوْرٌ (ظہر) پیٹھ

كَاَنَّهُمْ	گویا کہ وہ سب
تَبِعُوْا	انہوں نے پیروی کی، پیچھے لگے
مُلْكٌ	سلطنت، حکومت
اَلسِّحْرُ	جادو
بَابِلٌ	ایک شہر کا نام
مَايُعَلِّمَانِ	وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے
فِتْنَةٌ	آزمائش
يُفَرِّقُوْنَ	جدائی ڈالتے ہیں
اَلْمَرْءُ	مرد
زَوْجٌ	بیوی
بِضَآرِّيْنَ	نقصان پہنچانے والے

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۳

انسان جب بغض وحسد، ضد اور فرقہ پرستی کے جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر وہ سامنے کی معمولی سی بات کو بھی سمجھنے کی اہلیت کھو بیٹھتا ہے۔ یہودیوں نے اپنی پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت اور ضد میں یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ پر تو ایمان لے آتے ہمارے لئے رکاوٹ یہ ہے کہ آپ کے پاس جبرئیل فرشتہ آتا ہے جس سے ہماری دشمنی ہے۔ یہی فرشتہ تھا جس کی وجہ سے بہت سی مرتبہ ہمارے اوپر آفتیں آئی ہیں۔ اگر میکائیل وحی لے کر آتے تو ہم ایمان لانے پر غور بھی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبرئیل تو اللہ کے حکم سے قلب مصطفیٰ ﷺ پر میرا کلام لے کر نازل ہوتے ہیں، کیا موسیٰ پر کوئی اور فرشتہ وحی لے کر نازل ہوا تھا؟ بات یہ ہے کہ تم جبرئیل کو نہیں بلکہ اللہ کا اس کے رسولوں کا انکار کر رہے ہو۔ فرمایا اے نبی ﷺ آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ جو بھی اللہ کا اس کے رسولوں کا فرشتوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔

فرمایا گیا کہ آج اگر یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے اس

سے پہلے انہوں نے بہت سے انبیاء پر الزامات لگا کر بڑی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم نے تو جادو حضرت سلیمانؑ سے سیکھا ہے اور حضرت سلیمانؑ آخری عمر کے حصے میں توحید کو چھوڑ کر اپنی مشرک بیویوں کے جھوٹے معبودوں کی عبادت کرنے لگے تھے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفر سلیمانؑ نے نہیں کیا اور نہ انہوں نے جادو جیسی حرام چیز کسی کو سکھائی دوسری بات یہ ہے کہ ہاروت ماروت دو فرشتے جو انسانی شکلوں میں بابل کے لوگوں کی آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے بنی اسرائیل ان سے ایسے ایسے جادو سیکھنے کی خواہش رکھتے تھے کہ جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ہو جائے اور یہ اس کو ہتھیالیں۔ حالانکہ ہاروت و ماروت کوئی بات بھی سکھانے سے پہلے ان کو اس سے آگاہ کر دیا کرتے تھے کہ دیکھو تم یہ چیزیں نہ سیکھو جو تمہاری آخرت کو برباد کرنے والی ہیں۔ ہم تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں مگر وہ لوگ ایسی چیزیں سیکھا کرتے تھے جو ان کو نفع کم اور نقصان زیادہ دینے والی تھیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کاش یہ لوگ ان جہالتوں کے بجائے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرتے تو شاید ان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی بھلائیاں نصیب ہو جاتیں اور وہ اللہ کے ہاں بہتر درجہ پاتے لیکن انہوں نے ہمیشہ غلط راستے اور الزامات کی روش کو اختیار کیا۔ جو یقیناً ان کی دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی برباد کرنے والی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ
قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾
مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ
اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ
بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ
تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

اے ایمان والو! تم ''راعنا'' مت کہا کرو ''انظرنا'' کہو اور غور سے سنا کرو۔ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر ہیں ان کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ کوئی بھلائی کی بات تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے اوپر نازل کی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے وہ بڑے ہی فضل والا ہے۔

ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں (اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ) اس کے برابر یا اس سے بہتر آیت بھیج دیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

لَا تَقُوْلُوْا	تم نہ کہو
اُنْظُرْنَا	ہماری طرف دیکھیے
يَخْتَصُّ	خاص کرتا ہے
ذُو الْفَضْلِ	فضل و کرم والا
مَانَنْسَخْ	ہم منسوخ نہیں کرتے
نُنْسِ	ہم بھلا دیتے ہیں
نَاْتِ	ہم لے کر آتے ہیں
اَلَمْ تَعْلَمْ	کیا تو نہیں جانتا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

"راعنا" کے معنی ہیں۔ "ہماری رعایت کیجئے" یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آ رہی ہو یا بات تو سمجھ میں آ رہی ہو مگر سننے والا اس کی مزید وضاحت چاہتا ہو۔ لیکن اگر اسی لفظ کو ذرا زبان دبا کر "راعینا" کہا جائے تو پھر اس کے معنی ہوتے ہیں "ہم میں سے بے وقوف" "ہمارا چرواہا" وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اے ایمان والو! تم راعنا مت کہا کرو کیونکہ اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں جس میں ایک پہلو ہمارے پیارے نبی ﷺ کے لئے توہین آمیز بھی ہے۔ بات یہ تھی کہ بعض یہودی اپنی منافقانہ ذہنیت کی تسکین کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے اور بار بار "راعنا راعنا" کہتے حالانکہ وہ زبان دبا کر "راعینا راعینا" کہتے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا، دلی بغض و حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا اور اللہ کے رسول کو دوسروں کی نظروں میں ذلیل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ تم رسول کی ہر بات کو پوری توجہ اور غور سے سنو لیکن اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو راعنا کے بجائے انظرنا کہا کرو جس کے معنی ہیں "ہماری طرف توجہ فرمایئے" اس سے مخلصین اور منافقین کا فرق بھی واضح ہو جائے گا اور توہین رسول کے ادنی شائبہ سے بھی بچا جا سکے گا۔ فرمایا مشرکین اور اہل کتاب کو یہ بات ایک نظر نہیں بھاتی کہ تمہیں کوئی بھی خیر کی بات پہنچے حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے خیر اور بھلائی کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اس کائنات میں جو بھی تبدیلی کرنا چاہتا ہے کر گزرتا ہے کسی کو رکھے یا مٹا دے یہ کائنات اس کی ہے اس کو پورا اختیار ہے۔

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا
سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ
اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ
قَدِيْرٌ ۝۱۰۹ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ۝۱۱۰ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا
اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝۱۱۱ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ
اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے بھی وہ سوالات کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے (یاد رکھو) جو کوئی بھی ایمان کے بدلے کفر کا سودا کرتا ہے یقیناً وہ شخص سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے اہل کتاب میں سے اکثر دلی بغض و حسد کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر سے کفر کی طرف دھکیل دیں حالانکہ حق ان پر بالکل واضح ہو چکا ہے۔ تم ان سے اس وقت تک درگزر کرو جب تک اللہ کی طرف سے ان کے حق میں کوئی فیصلہ نہ آجائے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تم نماز قائم کرو، زکوۃ دیتے رہو، تم جو بھی بھلائی کے کام اپنے لئے کرو گے، اس کو اللہ کے پاس موجود پاؤ گے۔ بلاشبہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک وہ عیسائی یا

یہودی نہ ہو فرمایا یہ ان کی محض تمنائیں ہیں۔ کہہ دیجئے اگر تم سچے ہو تو اس کا کوئی ثبوت لے کر آؤ۔ ہاں کیوں نہیں، جس نے اپنی گردن اللہ کے لئے جھکا دی اور وہ نیک کام کرنے والا بن گیا تو اس کا اجر اس کے پروردگار کے پاس ہے، ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

اَمْ	کیا
تُرِیْدُوْنَ	تم چاہتے ہو
اَنْ تَسْئَلُوْا	یہ کہ تم سوال کرو
سُئِلَ	پوچھا گیا
تَبَدَّلَ	تبدیل کرے
ضَلَّ	بھٹک گیا
سَوَاءُ السَّبِیْلِ	سیدھا راستہ
وَدَّ	پسند ہے
یَرُدُّوْنَكُمْ	وہ تمہیں پلٹا دیں گے
حَسَدٌ	جلن، بغض
تَبَیَّنَ	واضح ہو گیا، کھل گیا
اِعْفُوْا	معاف کرو
اِصْفَحُوْا	درگذر کرو، خیال بھی نہ کرو
حَتّٰی یَاْتِیَ	جب تک نہ آئے
بِاَمْرِهٖ	اپنا حکم، اس کا فیصلہ
تَقَدَّمُوْا	تم آگے بھیجو گے
تَجِدُوْهُ	تم اس کو پالو گے

هَاتُوْا	لے آؤ
بُرْهَانٌ	دلیل
اَسْلَمَ	جس نے جھکا دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۲

کسی بات کو معلوم کرنے اور سمجھنے کے لئے معقول اور نیک نیتی سے سوال کرنا قطعاً بری بات نہیں ہے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''العلم بالسوال'' علم پوچھنے سے آتا ہے۔ لیکن وہ بے تکے اور بے ڈھنگے سوالات جن کا مقصد عمل کرنا نہیں بلکہ عمل سے بھاگنا ہے ایسے سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کا سب سے بڑا عیب ہی یہ تھا کہ وہ اپنے نبی سے طرح طرح کے بے تکے سوالات کرتے تھے تاکہ عمل سے فرار کی کوئی راہ نکل سکے۔ گائے کے واقعے میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ اگر وہ پہلے ہی حکم پر کوئی بھی گائے ذبح کر لیتے تو ان کی ساری مشکل حل ہو جاتی مگر انہوں نے بد نیتی سے اتنے سوالات کئے تاکہ حضرت موسیٰؑ بے زار ہو کر انہیں گائے کے بجائے کسی اور جانور کے ذبح کا حکم دے دیں۔ لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول کو عاجز تو نہیں کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل خود ہی اس گائے کو تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ اگر اللہ ان پر رحم و کرم نہ کرتا تو وہ اسی طرح بھٹکتے رہتے بنی اسرائیل نے دلی بغض و حسد کی بناء پر سیدھے سادھے مسلمانوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے تاکہ مسلمان بھی اپنے نبی سے سوالات کر کر کے اپنے ایمان کو خراب کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم بنی اسرائیل کی روش پر چل کر اپنے نبی سے وہ سوالات نہ کرو جس سے تم بھی بے عملی کی راہ پر چل پڑو بلکہ تم نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو قائم کر کے بھلائیاں پھیلاؤ۔ اس راہ میں جو بھی تم عمل کرو گے وہ اللہ کے ہاں محفوظ ہوگا اور وہ تمہیں آخرت میں مل جائے گا، نجات کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ محض تمناؤں اور آرزوؤں سے جنت نہیں ملتی۔

یہودیوں کا یہ کہنا کہ جب تک کوئی شخص یہودی یا عیسائی نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا محض ان کی بے دلیل خیالی تمنائیں ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم ان کی باتوں کی پرواہ نہ کرو، تم اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکائے رہو پھر تمہارے لئے نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔ یعنی جنت کی راحتیں عطا فرمائی جائیں گی۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی
لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ ۙ وَّهُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ
الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ
مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ؕ
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِی
الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ
وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ
عَلِیْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

یہودی تو کہتے ہیں کہ عیسائی کسی بنیاد پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی راہ پر نہیں اس کے باوجود کہ وہ دونوں (ایک دوسرے کی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اس طرح کی بات وہ بھی کرتے ہیں جو (دین کے) علم سے جاہل ہیں۔ پھر اللہ ہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہو اور اس کی بربادی اور ویرانی کی کوششوں میں لگا رہتا ہو۔ ان کی حالت تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ وہ ان مسجدوں میں اللہ سے ڈرتے ہوئے داخل ہوتے۔ ان کے لئے دنیا

میں بھی ذلت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہے، تم جس طرف بھی منہ پھیرو گے وہیں اللہ کو پاؤ گے۔ بے شک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا رکھا ہے حالانکہ اس کی ذات تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کا حکم دیتا ہے تو یہی کہتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

قَالَتْ	کہا
عَلٰی شَیْءٍ	کسی حقیقت پر، کسی بنیاد پر
یَتْلُوْنَ	وہ پڑھتے ہیں
یَحْکُمُ	فیصلہ کرے گا
بَیْنَهُمْ	ان کے درمیان
تَخْتَلِفُوْنَ	وہ اختلاف کرتے ہیں
اَظْلَمُ	زیادہ ظالم
مَنَعَ	روک دیا
اَنْ یُّذْ کَرَ	یہ کہ یاد کیا جائے
سَعٰی	وہ کوشش کرتا ہے۔ اس نے کوشش کی
خَرَابٌ	بربادی، خرابی
خَائِفِیْنَ	ڈرنے والے
خِزْیٌ	رسوائی
اَیْنَمَا	جس طرف

وَجْهُ اللّٰهِ	اللہ کا چہرہ، یعنی اللہ کی ذات موجود ہے
وَلَدٌ	بیٹا
سُبْحَانَهٗ	اس کی ذات پاک اور بے عیب ہے
قَانِتُوْنَ	فرماں بردار، جھکنے والے
بَدِيْعٌ	پیدا کرنے والا
قَضٰى	اس نے فیصلہ کرلیا
كُنْ	ہوجا
يَكُوْنُ	وہ ہوجاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے اور بعض مسائل پر بحث کرنے کے لئے آیا اس موقع پر اتفاقاً کچھ یہودی علماء بھی آگئے۔ عیسائیوں اور یہودیوں میں باہمی گفتگو شروع ہوئی بات کچھ اتنی آگے بڑھ گئی کہ گفتگو نے مناظرے کی شکل اختیار کرلی، رافع ابن حرملہ یہودی نے کہا اے نصاریٰ تمہارے دین کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ کوئی بنیاد ہے۔ اس پر عیسائی بھڑک اٹھے کہنے لگے اے یہود تم کس حقیقت پر ہو تمہارا تو کوئی دین ہی نہیں ہے۔ یہ مناظرہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ ایک نے دوسرے کی جی بھر کر توہین و تذلیل کی، اور ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانے لگے۔ ان آیات میں اسی مناظرہ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جب توریت میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے آنے کی خوشخبری اور ان کی رسالت و نبوت کا ذکر موجود ہے، توریت پر ایمان رکھنے والے یہودیوں کو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کریں۔ اسی طرح انجیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی بے شمار شہادتیں موجود ہیں۔ نصاریٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار زیب نہیں دیتا۔

جس طرح یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کو کافر اور بے دین قرار دے رہے تھے ان کے دیکھا دیکھی عرب کے وہ مشرکین جو بالکل جاہل اور اللہ کی کتاب سے ناواقف تھے انہوں نے یہودی اور عیسائی دونوں کے متعلق یہ کہہ دیا کہ دونوں بے دین ہیں اور ان کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس دنیا میں جو یہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں اس کا فیصلہ تو قیامت کے دن اللہ ہی کرے گا لیکن ان سب کے ہاتھوں جس طرح اللہ کی مسجدوں کی بے حرمتی اور بے عزتی ہو رہی ہے وہ ان کے جرائم کی منہ بولتی تصویر ہے اس کا فیصلہ تو انہیں خود ہی کرلینا چاہئے! چنانچہ روم کے عیسائیوں نے

یہودیوں سے انتقام لینے کے لئے فلسطین پر حملہ کیا، بیت المقدس کی حرمت کا خیال کئے بغیر اس کو کھنڈر اور ویرانہ بنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، توریت کو جلایا گیا، وہاں کے لوگوں کی بے عزتی کی گئی، اسی طرح یہودیوں نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں کی کئی مرتبہ بے حرمتی کی کوشش کی، یہ وہ جرائم ہیں جن کو تاریخ کے صفحات سے مٹایا نہیں جا سکتا، اسی روش پر چلتے ہوئے محض بغض وعناد اور تعصب کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر بیت اللہ کی زیارت وعبادت سے روکا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا گھر ہے جس کے ادب واحترام کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں لرزتے کانپتے داخل ہوتے مگر اس کے برخلاف ظلم کی انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے بندوں کو اللہ کا نام لینے سے اور اللہ کے گھروں سے روکا اور ان کو ویرانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان سے بڑھ کر اور کون ظالم ہو سکتا ہے؟ دوسرا ظلم یہ ہے کہ انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر کتنے معبود بنا رکھے ہیں، یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے جبکہ اللہ اور اس کی شان اس سے بلند وبرتر ہے، جب ساری کائنات اسی کی ملک ہے۔ مشرق ومغرب کا وہی مالک ہے جس کام کو ہونے کے لئے کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے ساری دنیا اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے پھر اس کو آخر بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ
قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾
وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ
قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ
الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ وقف لازم
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴ ۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

بے علم لوگ کہتے ہیں کہ اللہ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (اے نبی ﷺ) ان سے پہلے بھی لوگ اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ان کے دل آپس میں ایک جیسے ہیں۔ ہم نے یہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں جو یقین رکھتے ہیں (اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپ سے جہنم میں جانے والوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) وہ یہودی اور عیسائی اس وقت تک آپ سے خوش نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان ہی کے طریقوں پر نہ چلنے لگیں۔ آپ کہہ دیجئے بے شک ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر آپ علم آ جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کر لیں گے تو آپ کو اللہ سے بچانے والا کوئی حمایتی مددگار نہ ملے گا۔

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت اسی طرح کرتے ہیں جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس کا انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا	ہم سے بات کیوں نہیں کرتا
تَشَابَهَتْ	ایک جیسے ہیں، ملتے جلتے ہیں
قَدْ بَيَّنَّا	یقیناً ہم نے بیان کیا، واضح کر دیا
اَرْسَلْنٰكَ	ہم نے آپ کو بھیجا
لَا تُسْئَلُ	تو نہیں پوچھا جائے گا
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ	دوزخ والے
لَنْ تَرْضٰى	وہ ہرگز خوش نہ ہوں گے
حَتّٰى تَتَّبِعَ	جب تک تو پیروی نہ کرے

مِلَّتٌ	دین، طریقہ، مذہب
هُدَى اللّٰهِ	اللہ کی ہدایت، اللہ کی رہنمائی
اِتَّبَعْتَ	تو نے پیروی کی
اَهْوَآءٌ	(ھوا) خواہشات، تمنائیں
وَلِيٌّ	حمایتی
نَصِيْرٌ	مددگار
حَقَّ تِلَاوَتِهٖ	اس کی تلاوت کا حق ادا کرکے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات نازل ہوتیں یا کوئی معجزہ سامنے آتا تو کفار کہا کرتے تھے کہ آخر اللہ ہم سے خود کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے اوپر کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج جو بات یہ کہہ رہے ہیں کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے اس سے پہلے کے لوگ بھی اپنے نبیوں سے یہ بات کہہ چکے ہیں کافرانہ ذہنیت کا مزاج ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ ان کے سامنے سینکڑوں کھلے ہوئے معجزات آئے لیکن ان کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ کی ذات خود ایک کھلی ہوئی دلیل ہے اور معجزہ ہے یہ آپ کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے آپ کی ذات کے بعد ان کے لئے اور کون سا معجزہ یا نشانی باقی رہ جاتی ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے سامنے ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ نے دنیا میں کسی انسان سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی لیکن آپ کی زبان مبارک سے اچانک وہ کلام ظاہر ہونے لگا جس کے سامنے تمام کفار، یہودی، نصاریٰ اور منافق دم بخود ہیں جس قرآن کی ایک سورت بھی تمام مل کر بنا نہیں سکتے، تو اے نبی ﷺ آپ کی ذات اور قرآن کریم سے بڑھ کر وہ لوگ اور کس معجزہ یا نشانی کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آخر میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کا یہ اعتراض برائے اعتراض ہے یہ اس وقت تک آپ سے خوش ہو ہی نہیں سکتے جب تک آپ ان ہی کے جیسے طریقوں کو اختیار نہ کرلیں۔ وہ طریقے جن پر چل کر کوئی بھی اللہ کی حمایت و نصرت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے جن لوگوں نے اس قرآن کو پڑھا ہے وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ اس کی تلاوت کا حق ادا کردیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس کا انکار کرتے ہیں وہ زبردست خسارہ اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا
نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا
يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ
لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا ھُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

اے اولاد یعقوبؑ! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہارے اوپر کی ہے، میں نے تمہیں تمام دنیا والوں پر بڑائی عطا کی تھی۔ اس دن سے ڈرو جب ذرا بھی کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا نہ کسی کی طرف سے بدلہ قبول کیا جائے گا۔ نہ کسی کی سفارش کام آئے گی اور نہ ان کی کسی طرف سے مدد کی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

عَدْلٌ	معاوضہ، بدلہ
لَا تَنْفَعُ	نفع نہ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۳

بنی اسرائیل کی زندگی کے خاص خاص واقعات، ناشائستہ حرکات، نافرمانیوں، عہد شکنیوں اور بے انتہا انعامات کے تفصیلی ذکر کے بعد آخر میں ایک مرتبہ ان کو پھر یاد دلایا گیا ہے کہ اے بنی اسرائیل یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کرم کئے تھے اور تمہیں دنیا کی زندگانی میں جو شرف اور برتری عطا کی گئی تھی وہ محض اللہ نے عطا کی تھی وہ اللہ جو انسانوں کی بے شمار خطاؤں اور گناہوں کے باوجود اپنی رحمت کے دروازے کسی پر بند نہیں کرتا۔ لیکن جب اس کا فیصلہ آجاتا ہے تو ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس کی گرفت سے کسی کو بچا نہیں سکتیں۔

بنی اسرائیل کو قیامت کے ہولناک دن کی طرف ایک مرتبہ پھر توجہ دلاتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اس قدر ہولناک دن

ہوگا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، تمام سہارے ٹوٹ جائیں گے، نہ سفارش کام آئے گی اور نہ کوئی کسی کی مدد کے لئے پہنچے گا۔ اس دن یہ بے جا فخر وغرور کہ تم انبیاء کی اولاد ہو یا (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے اور محبوب ہو کسی کام نہ آسکے گا۔ اس دنیا کی تنہائیوں کا ساتھی صرف ایمان اور عمل صالح ہوگا۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ
رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ
مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ
اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ
السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ
فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾
وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ
مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ
يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۹

یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے چند باتوں سے آزمایا تھا۔ اس نے ان کو پورا کر دکھایا۔ پھر اللہ نے فرمایا اے ابراہیم میں تجھے سب لوگوں کا رہنما اور پیشوا بناؤں گا۔ ابراہیم نے عرض کیا، کیا میری اولاد میں سے بھی؟ (یہی عہد ہے) فرمایا یہ میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے واسطے مرکز اور پناہ کی جگہ بنا دیا تھا اور (کہا تھا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔ ہم نے ہی ابراہیم واسماعیل کی طرف یہ حکم بھیجا تھا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا۔ یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا شہر بنا دیجئے اور اس کے بسنے والوں میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئیں ان کے لئے ہر طرح کے ثمرات کا رزق عطا فرمائیے۔ فرمایا! جو شخص ان میں سے کفر کا راستہ اختیار کرے گا میں اس کو بھی تھوڑے دن رزق پہنچاؤں گا مگر پھر اس کو جہنم کی طرف جبراً بلاؤں گا جو بدترین جگہ ہے۔

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ واسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (اس کوشش کو) قبول فرما۔ بے شک آپ ہی سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی اپنا فرماں بردار بنا لیجئے اور ہماری اولادوں میں سے ایک جماعت کو اپنا فرمان بردار بنا لیجئے گا۔ ہمیں حج کرنے کے قاعدے اور مسائل سکھا دیجئے اور ہمیں معاف کر دیجئے، بلاشبہ آپ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ان ہی میں سے ایک رسول بھیجئے جو آپ کی آیتیں تلاوت کرتا جائے اور تعلیم کتاب سے آراستہ کرتا جائے اور حکمت کی باتیں سکھا کر ان کے دلوں کو مانجھتا جائے۔ بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۹

اِبْتَلٰی	آزمایا
كَلِمٰتٌ	چند باتیں
اَتَمَّهُنَّ	اس نے پورا کر دکھایا
اِمَامٌ	رہنما، پیشوا، سردار
ذُرِّيَّتِیْ	میری اولاد
لَايَنَالُ	نہیں ملے گا
اَمْنٌ	امن وسکون کی جگہ
مُصَلّٰی	نماز کی جگہ
طَهِّرَا	تم دونوں پاک رکھو گے
اَلطَّائِفِيْنَ	طواف کرنے والے
اَلْعَاكِفِيْنَ	اعتکاف کرنے والے
هٰذَا بَلَدًا	اس شہر کو، اس بستی کو
اُمَتِّعُ	میں سامان دوں گا، فائدہ دوں گا
اَضْطَرُّ	میں کھینچوں گا
اَلْمَصِيْرُ	ٹھکانا
يَرْفَعُ	بلند کرتا ہے
اَلْقَوَاعِدُ	دیواریں
مُسْلِمِيْنَ	فرماں بردار
اَرِنَا	ہمیں دکھادے، ہمیں سکھادے
مَنَاسِكٌ	حج کے احکام، عبادت

اِبْعَثْ	بھیج دے
یَتْلُوْا	تلاوت کرتا ہے، پڑھتا ہے
یُعَلِّمُ	سکھاتا ہے، تعلیم دیتا ہے
اَلْحِکْمَةُ	دانائی، پختہ علم
یُزَکِّیْ	وہ پاک کرتا ہے
اَلْعَزِیْزُ	زبردست
اَلْحَکِیْمُ	حکمت والا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۹

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام جرائم اور اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کو پوری تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ آیات میں بنی اسرائیل کو یاد دلایا گیا ہے کہ اللہ نے ان پر اپنی نعمتوں کے ذریعے بڑا فضل و کرم کیا مگر انہوں نے ان نعمتوں کی ناقدری کی اور راہ راست کو چھوڑ کر ایسی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر چلنا شروع کر دیا جو راہ راست سے انسان کو بہت دور کر دینے والی ہیں۔

اب واذ ابتلیٰ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے ذکر خیر فرمایا ہے تاکہ بنی اسرائیل کو ان کے منصب امامت سے معزول کر کے بنی اسماعیل یعنی امت محمدیہ کو قیامت تک کے لئے ایسی ہدایات دی جائیں جو ان کے لئے مشعل بن جائیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے مصر، عراق، فلسطین اور شام سے لے کر ریگستان جزیرۃ العرب کے کونے کونے میں گھوم پھر کر گم کردہ راہ انسانوں کو اللہ کے ابدی پیغام کی طرف دعوت دی۔ انہوں نے اس مقصد اور مشن کی تکمیل کے لئے حضرت اسماعیلؑ کو اندرون عرب حجاز میں حضرت اسحاقؑ کو شام و فلسطین میں اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو شرق اردن کے علاقوں میں مقرر فرمایا۔ تاکہ معلوم دنیا کے اس مرکز میں رہنے والے انسانوں کو پھر سے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف دعوت دی جاسکے۔

جن علاقوں میں حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کو مقرر فرمایا۔ اللہ نے ان کو اور ان کی اولادوں کو اپنی نعمتوں سے نوازا،

حضرت اسماعیلؑ جو حضرت اسحاقؑ سے اٹھارہ سال بڑے تھے جزیرۃ العرب میں پروان چڑھا یا، قریش اور عرب کے بعض قبائل کا تعلق انہی سے تھا۔ دوسری طرف حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ارض شام و فلسطین میں خوب پھلی پھولی۔ حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ان کی اولاد میں سے ہیں۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا اس لئے ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جانے لگا، جب یہی اولاد یعقوبؑ پستی اور تنزل میں مبتلا ہوئی تو پہلے یہودیت اور پھر عیسائیت نے جنم لیا۔

پھر یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ اب ہم نے بنی اسماعیل یعنی امت محمدیہ کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے سرفراز کر دیا ہے جس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ ان میں وہ رسول ﷺ معبوث کئے گئے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم و اسماعیل نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کرتے وقت اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے درخواست کی تھی۔

طریقہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور دوسرے تمام نبیوں کا تھا رسول اللہ ﷺ کے پیروکاران تمام پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں جو اللہ کی طرف سے انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ اسی راستے کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں جس کی طرف انبیاء بلاتے رہے ہیں۔ لہذا اب آنے والی نسلوں کے لئے ان کی اقتداہی سربلندی کا ذریعہ بنے گی۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ
اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ
وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ
يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ
الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ

وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾
وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ
الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ
رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ
اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ ﴿۱۳۷﴾
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ
عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع
١٦ ع ١٦ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۱

ابراہیمؑ کے طریقے سے کون منہ پھیر سکتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو حماقت میں مبتلا کرلیا ہو ابراہیمؑ کو ہم نے دنیا میں بھی منتخب شخصیت بنایا ہے اور آخرت میں ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔ جب اس کے پروردگار نے کہا کہ تو اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکادے یعنی فرماں بردار بن جا۔ اس نے کہا میں رب العالمین کا فرماں بردار بن گیا۔ اور یہی وصیت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو فرمائی اور یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی) انہوں نے کہا اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہیں یہ دین چن کر اور منتخب کر کے دیا ہے۔ لہٰذا تم زندگی کے آخری سانس تک اسی کے فرماں بردار بن کر رہنا۔

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کی موت قریب تھی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا تھا کہ۔ تم میرے بعد کس کی عبادت و بندگی کروگے؟ ان سب نے کہا تھا۔ ہم اسی ایک اللہ کی بندگی کریں گے جس پروردگار کی عبادت و بندگی آپ اور آپ کے آباؤ اجداد ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے کی تھی۔ اور ہم سب اللہ کے فرماں بردار رہیں گے۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم کماتے ہو۔ تم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت ملے گی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ابراہیم کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ جس میں کوئی کجی نہیں اور ابراہیمؑ مشرکین میں سے نہ تھے آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ابراہیم واسماعیل اسحاق ویعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اس پر بھی جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور تمام نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ ہم ان کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے۔ (آپ کہئے) ہم اللہ کے فرماں بردار ہیں۔ اے مومنو! اگر وہ اس طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پالیں گے۔ لیکن اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو پھر (جان لو کہ) سوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے وہ خوب سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ کہہ دیجئے ہم نے اللہ کا رنگ (قبول کرلیا ہے۔) اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے، ہم اس کی بندگی کرتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے۔ کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے۔ اور تمہارا بھی۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہم تو خالص اللہ کے ہیں۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولادیں یہودی یا عیسائی تھیں؟ آپ کہہ دیجئے، تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ زیادہ جانتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپاتا ہے جو اس کے لئے اللہ کی طرف سے ثابت ہو چکی ہے اللہ ان باتوں سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے تمہاری کمائی ہے۔ تم سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۱

یَرْغَبُ	منہ پھیرتا ہے۔ (یرغب کے معنی رغبت کے آتے ہیں لیکن چونکہ یرغب کے بعد عن آگیا ہے اسی لیے اس کے معنی منہ پھیرنا)
مِلَّتُ اِبْرَاهِيْمَ	حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی سنت، ان کا طریقہ
سَفِهَ نَفْسَهٗ	جس نے اپنی ذات کو بے وقوف بنالیا یعنی جو اپنی ذات ہی سے احمق اور بے وقوف ہو۔
اِصْطَفَيْنَا	ہم نے منتخب کرلیا
اَسْلِمْ	گردن جھکادے، فرماں بردار ہو جا
وَصّٰى	اس نے وصیت کی
لَاتَمُوْتُنَّ	تمہیں ہرگز موت نہ آئے
شُهَدَآءُ	موجود (شَهِيْدٌ کی جمع ہے)
حَضَرَ	آیا۔ (چونکہ اردو میں موت مونث ہے اس لیے اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے آئی)
تَعْبُدُوْنَ	تم (کس کی) بندگی کروگے
خَلَتْ	گذر گئی

كَسَبَتْ	اس نے کمائی کی
لَاتُسْئَلُوْنَ	تم نہ پوچھے جاؤ گے
حَنِيْفٌ	صرف اللہ کی بندگی کرنے والا
اَلْاَسْبَاطُ	اولادیں (سبطؔ کی جمع ہے)
اُوْتِيَ	دیا گیا
لَانُفَرِّقُ	ہم تفریق نہیں کرتے (یعنی ایک نبی کو مانیں اور دوسرے کو نہ مانیں)
اٰمَنْتُمْ	تم ایمان لے آئے
اِهْتَدَوْا	انہوں نے ہدایت پالی
شِقَاقٌ	ضد
فَسَيَكْفِيْكَهُمْ	پھر وہ آپ کو ان کے مقابلے میں کافی ہے
صِبْغَةُ اللّٰهِ	اللہ کا رنگ
اَحْسَنُ	زیادہ خوبصورت
اَتُحَآجُّوْنَنَا	کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو
مُخْلِصُوْنَ	خالص کرنے والے، (اسی کے ہیں)

تشریح: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۴۱

ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حق پرست حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے کہ انہوں نے راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف بلایا، خود بھی اللہ کے فرماں بردار مسلم تھے اور لوگوں کو بھی اسی طرف بلایا کہ وہ حق پرست مسلم بن کر زندگی گزاریں۔ یہ تھا ان کا وہ طریقہ زندگی جو دوسروں کے لئے روشنی کا مینار تھا۔ اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ ان کے راستے کو سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو فریب نفس اور حماقتوں کی دلدل میں پھنسا رکھا ہے اور کون منہ پھیر سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں بہت سے پیغمبر آئے جنہوں نے حضرت ابراہیمؑ کے راستے پر چل کر دوسروں کو چلانے کی کوشش کی۔ وہ حضرت یعقوب جن پر بنی اسرائیل کو نہ صرف ناز ہے بلکہ ان پر فخر بھی کرتے ہیں انہوں نے زندگی کے آخری سانس

تک یہی نصیحت کی ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرنا بلکہ انہوں نے اپنی اولاد سے اس کا اقرار بھی لیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی بندگی کرتے رہیں گے اور وہ مسلم بن کر رہیں گے۔ لیکن انہوں نے اپنے سارے وعدے بھلا دیئے اور اب وہ اس پر جھگڑ رہے ہیں کہ ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام یہودی تھے یا عیسائی وہ لوگوں کو یہ کہہ کر دعوت دیتے ہیں کہ اگر کسی کو ہدایت حاصل کرنی ہے تو وہ یہودی یا عیسائی بن کر ہی حاصل کر سکتا ہے (نعوذ باللہ) فرمایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی صالح اولاد نے تو مسلم بن کر جینے کو نجات کا باعث کہا تھا اور یہ لوگ سب کچھ بھول کر یہودیت اور عیسائیت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں اللہ نے فرمایا ہے کہ نجات ان لوگوں ہی کو نصیب ہوگی جو اپنے اوپر اللہ کی محبت کا رنگ چڑھالیں گے جو یہودیت اور عیسائیت کے رنگ سے کہیں بہتر ہے۔

فرمایا کہ ایک جماعت تو وہ تھی جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے خالص کر لیا تھا اور ایک جماعت یہ ہے جو ٹکڑوں میں بٹ کر اسلام کی سچی راہ کو بھلا بیٹھی ہے۔ انجام دونوں کا سامنے ہے، کسی سے دوسرے کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا اور اسی پر فیصلہ ہوگا۔

الجزء ۲

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ
الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ
عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي
كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ
وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ
لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿١٤٣﴾ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ
وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ

أُوتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۗ
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا
لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ (وقف لازم)
اَبْنَآءَهُمْ ۗ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ (ع ۱۷/۱۶ ۱)

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان (مسلمانوں) کو اپنے اس قبلہ سے کس چیز نے پھیر دیا جس پر وہ پہلے سے تھے۔ آپ کہہ دیجئے مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دے دیتا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی جماعت بنایا ہے جو (ہر پہلو سے) اعتدال پر ہے تاکہ تم (قیامت کے دن) سب لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ بن جائیں۔ آپ جس قبلہ پر تھے وہ ہم نے صرف اس لئے بنایا تھا تاکہ یہ معلوم کرلیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اپنی ایڑیوں کے بل الٹا پھر جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بات بڑی بھاری تھی مگر ان لوگوں کے لئے نہیں جنہیں اللہ نے راہ دکھائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان (سے کئے گئے کاموں) کو ضائع کردے۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کا چہرہ جو بار بار آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے اسے ہم دیکھ رہے ہیں عنقریب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ اب آپ اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیجئے اور (اے مومنو!) تم کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اسی طرف پھیر لیا کرو۔ بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ بالکل برحق ہے اور ان کے پروردگار کی

طرف سے ہے اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اور اگر آپ ان لوگوں کے سامنے جن کو کتاب دی گئی ہے تمام نشانیاں بھی پیش کر دیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور ان میں سے کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلے کی پیروی نہیں کرتا۔ اور اگر آپ نے علم آ جانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کر لی تو بے شک آپ بے انصافوں میں سے ہو جائیں گے۔ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (ان رسول ﷺ) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ بلا شبہ بعض لوگ ان میں سے وہ بھی ہیں جو جانتے بوجھتے بھی حق کو چھپاتے ہیں۔ حق وہی ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

مَاوَلّٰھُمْ	ان کو کس چیز نے پلٹ دیا (مَا، کیا، وَلّٰی پلٹ دیا، ھُمْ ان کو)
یَھْدِیْ	ہدایت دیتا ہے، راستہ دکھاتا ہے
اُمَّۃٌ	جماعت
وَسَطٌ	درمیانی، معتدل جن کے اعمال میں توازن ہے
یَتَّبِعُ	پیچھے چلتا ہے، پیروی کرتا ہے
یَنْقَلِبُ	پلٹ جاتا ہے
عَقِبَیْہِ	اپنی ایڑیوں پر (عقبیہ اصل میں عقبین، تھا نون گر گیا، عقب، ایڑی)
لِیُضِیْعَ	تاکہ وہ ضائع کر دے (ل، ان، یضیع)
رَؤُفٌ	مہربان، اللہ کی ایک صفت ہے
قَدْنَرٰی	یقیناً ہم دیکھ رہے ہیں
تَقَلُّبُ	پلٹنا، بار بار الٹنا پلٹنا
نُوَلِّیَنَّ	ہم بدل دیں گے
شَطْرٌ	طرف، سمت

اَلْمَسْجِدُالْحَرَامِ	عزت والی مسجد، احترام والی مسجد
یَعْرِفُوْنَهٗ	وہ اس کو پہچانتے ہیں (یعرفون، وہ پہچانتے ہیں، ہ، اس کو)
اَبْنَاءٌ	بیٹے (عربی محاورہ ہے کہ وہ اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔)
لَیَکْتُمُوْنَ	البتہ وہ چھپاتے ہیں
اَلْمُمْتَرِیْنَ	شک کرنے والے (اَلْمُمْتَرُ، شک کرنے والا)

تشریح: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۷

مکہ مکرمہ ہی میں آپ ﷺ پر اور مسلمانوں پر نمازیں فرض کی جا چکی تھیں اور آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد بھی صورت حال یہی رہی اور سترہ ماہ چار دن تک آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ لیکن آپ کی دلی آرزو اور خواہش یہی تھی کہ بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دے دیا جائے اسی لئے آپ بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا کرتے تھے کہ اس سلسلہ میں کب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا۔ چنانچہ ایک دن آپ اور صحابہ کرام مسجد بنو سالم یا بن سلمہ میں ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے دو رکعتیں ہو چکی تھیں کہ دوران نماز حضرت جبرئیل یہ وحی لے کر نازل ہوئے۔ اے نبی ﷺ آپ اپنا چہرہ انور مسجد الحرام یعنی بیت اللہ کی طرف پھیر لیجئے۔ آپ اسی وقت بیت المقدس کی سمت سے بیت اللہ کی سمت کی طرف چل کر پہنچ گئے صحابہ کرام بھی مڑتے چلے گئے اور اس طرح وہ نماز جو بیت المقدس کی سمت میں شروع کی گئی تھی بیت اللہ کے رخ پر ختم ہوئی۔ بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی کا صاف مطلب یہ تھا کہ اب بنی اسرائیل کو باقاعدہ امامت اور پیشوائی کے مقام سے برطرف کر دیا گیا اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا پر عظمت دور شروع ہو چکا ہے۔ قبلہ کی تبدیلی پر کفار، یہودیوں اور عیسائیوں نے بڑا شور مچایا کہ یہ مسلمان تو ہر چیز میں اپنا راستہ الگ بناتے چلے جا رہے ہیں بھلا وہ قبلہ جو صدیوں سے انبیاء کرام کا قبلہ تھا اس کی تبدیلی کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو سطحی نگاہ رکھتے ہیں وہ اس پر اعتراض ضرور کریں گے لیکن شاید ان کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ مشرق و مغرب کی سمتوں میں محدود نہیں ہے وہ تو ہر جگہ موجود ہے جس طرف بھی منہ کیا جائے گا وہیں وہ اللہ رب العالمین کو پالیں گے۔ بات صرف قبلہ کی تبدیلی کی نہیں ہے بلکہ ''امت وسط'' کو باقاعدہ دنیا کی امامت و پیشوائی کے لئے منتخب کر لینے کی ہے اور اب قیامت تک انسانیت کی نجات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں ہے جو اس راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ تلاش کرے گا وہ کبھی منزل آشنا نہ ہو سکے گا اور جو بھی ان بھٹکے ہوئے لوگوں کے راستے کی پیروی کرے گا اسے نہ اللہ کی حمایت حاصل ہوگی اور نہ وہ کسی مدد کے مستحق ہوں گے۔ فرمایا گیا کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ اس قبلہ کی تبدیلی اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ایک باپ

اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ نبی مکرم اور اسلام کی عظمت کو اچھی طرح پہچان چکے ہیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اب تم کہیں بھی ہو، کسی حال میں بھی ہو ہمیشہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اور دشمنان اسلام کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ ان کا تو کام ہی اعتراض کرنا اور رسول کی نافرمانی کرنا ہے۔ حق وہی ہے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں شک و شبہ کا کوئی موقع اور گنجائش نہیں ہے۔ ایک سوال ہر شخص کے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ وہ لوگ جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں اور قبلہ کی تبدیلی سے پہلے ہی وہ انتقال کر چکے ہیں کیا ان کی نمازیں ضائع ہو گئیں یا ان کو ان کی عبادتوں کا ثواب ملے گا؟ قرآن کریم میں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اللہ جو اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان اور رحم و کرم کرنے والا ہے ان لوگوں کی نیکیوں کو کیوں ضائع کرے گا جنہوں نے ایمان کی حالت میں ان نیکیوں کو کیا ہے۔ ان کی نیکیاں بھی قبول و منظور کی جائیں گی۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات میں قبلہ کی تبدیلی کا ذکر فرمایا لیکن جب مسلمانوں کا قبلہ تبدیل کیا گیا تو اس وقت یہ نہیں فرمایا کہ تم بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لو بلکہ فرمایا کہ تم کہیں بھی ہو کسی حال میں بھی ہو ہمیشہ مسجد الحرام کی طرف منہ پھیر لیا کرو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد الحرام کی سمت منہ پھیرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے مراد ''سمت اور جہت'' ہے۔ اگر ایک شخص مدینہ منورہ میں ہے یا کسی اور ملک و شہر میں ہے تو اس کے لئے عین کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے۔ جو کہ مسجد الحرام میں ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص مسجد الحرام میں موجود ہو تو اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور حکمت ارشاد فرمادی ہے۔ بیت اللہ ''اللہ کا گھر ضرور ہے'' لیکن اس کی تجلیات کے نزول کی جگہ بیت اللہ شریف ہے جس سے وابستگی روحانی زندگی کی بنیاد ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پانچ آیتوں میں چھ مرتبہ اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں وہ ہر حال میں مسجد الحرام کی سمت منہ پھیر لیا کریں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا عبادت کی روح ہے اور اس سے کسی حال میں منہ موڑنا جائز نہیں ہوگا۔ نمازوں میں سمت کعبہ کا لحاظ ہر حالت میں کیا جائے گا تا کہ اس امت کا رخ ہمیشہ ایک ہی طرف رہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا
يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا
يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِیْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۛ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ
اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ ۛ فَاذْكُرُوْنِیْٓ
اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

ترجمہ : آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

ہر (دین) والے کا ایک قبلہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ تم نیکیوں میں آگے بڑھو۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کرلائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ آپ جس جگہ سے بھی باہر نکلیں تو اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیا کریں۔ یہی آپ کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے اور جہاں سے بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف رکھیں اور تم جس جگہ بھی ہوا کرو منہ اسی طرف کرو تا کہ لوگوں کو تم سے حجت کرنے کا موقع نہ ملے، سوائے ان ظالموں کے جو بے انصاف ہیں (وہ تو کہتے رہیں گے) تم ان سے نہ ڈرو صرف مجھ ہی سے ڈرو تا کہ میں اپنا فضل و کرم تمہارے اوپر پورا کردوں اور تم راہ پاؤ جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا ہے جو ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمہارے دلوں کو مانجھتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا میرا احسان مانو، ناشکری نہ کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

لِكُلٍّ ہر ایک کے لیے

وِجْهَةٌ	جہت، سمت، قبلہ، توجہ کا مرکز
مُوَلِّیْ	لوٹنے والا
فَاسْتَبِقُوْا	پھر تم سبقت کرو، آگے بڑھو
اَلْخَیْرَاتُ	نیکیاں، بھلائیاں، بہترین اعمال
حُجَّةٌ	مجال گفتگو، باتیں بنانے کا موقع
لَاتَخْشَوْا	تم نہ ڈرو
لِاُتِمَّ	البتہ میں پورا کروں گا (ل، ان، اتم)
یُعَلِّمُ	وہ سکھاتا ہے
اُذْكُرُوْنِیْ	مجھے یاد کرو (اذکروا، ن، ی)
اَذْكُرُ	میں یاد کروں گا
اُشْكُرُوْا	شکر ادا کرو
لَاتَكْفُرُوْنَ	تم کفر نہ کرو۔ ناقدری نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

قبلہ کی اس تبدیلی پر کفار، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو شور و ہنگامہ کرنے کا موقع مل گیا، انہوں نے مسلمانوں کو راہ مستقیم سے بھٹکانے کے لئے طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنا شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات کا جواب یہ دیا کہ کیا تاریخ اور گزری ہوئی امتوں کے حالات اس بات پر گواہ نہیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے عبادت کا ایک رخ اور مرکز تھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کو دعوت اسلام کا اور عبادت کا مرکز قرار دے لیا ہے تو اس میں حیرت اور تعجب کی آخر کون سی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے عظمتوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ تم لوگوں کو تو اس بات پر اس لئے بھی اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ تم تو خود حضرت ابراہیم و اسماعیل کا نام لے لے کر جیتے ہو ان پر فخر کرتے ہو۔ بیت اللہ کو حضرت ابراہیم و اسماعیل ہی نے دوبارہ تعمیر کر کے اس کی مرکزیت کے لئے دعا کی تھی۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور مسلمان جو اللہ کے فرماں بردار ہیں وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کے بنائے ہوئے مرکز کی طرف منہ کریں مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم

کسی کے اعتراض کی پرواہ نہ کرو تم نیکیوں میں سب سے آگے بڑھ جاؤ یہی اس قبلہ کی تبدیلی کا مقصد ہے۔ یہ اللہ کی نعمت ہے اور سب سے بڑی نعمت تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے جو تمہیں اللہ کی کتاب سکھا کر تمہارے دلوں کو مانجھتے ہیں۔ کتاب وحکمت کی وہ باتیں تمہیں سکھاتے ہیں جن کا تمہیں اس سے پہلے علم بھی نہیں تھا۔ فرمایا اے مسلمانو! اس بات کو یہ کفار اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن وہ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ بیت اللہ کی طرف رکھنا اور اللہ کی وہ نعمت جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شکل میں موجود ہے اس کی قدر کرنا، ناشکری کا راستہ اختیار نہ کرنا اگر شکر کا راستہ اختیار کرو گے تو اللہ کی تمام نعمتوں سے تمہیں سرفراز کیا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ
مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ
أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ
وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ذریعہ مدد مانگو (سہارا حاصل کرو)۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو ''مردہ نہ کہو'' بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور (خبر) نہیں ہے۔

ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر خوف سے بھوک سے مالوں جانوں اور پھلوں (پیداوار) کی کمی سے آپ ان صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ حاصل کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے وہ لوگوں جو ایمان لے آئے ہو۔اے مومنو!
اِسْتَعِیْنُوْا	تم مدد مانگو
اَلصَّبْرُ	صبر یعنی جم کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرنا
اَلصَّلٰوةُ	نماز، عبادتوں میں سب سے افضل عبادت
یُقْتَلُ	مارا جاتا ہے
اَحْیَاءٌ	زندہ
لَاتَشْعُرُوْنَ	تم شعور (ادراک، سمجھ) نہیں رکھتے
لَنَبْلُوَنَّكُمْ	ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے
اَلْجُوْعُ	بھوک
نَقْصٌ	کمی، نقصان
ثَمَرَاتٌ	پھل، پھول، سبزہ، سبزی
بَشِّرْ	خوش خبری دیجیے
اَصَابَتْ	پہنچ گئی
رَاجِعُوْنَ	لوٹنے والے
صَلَوَاتٌ	رحمتیں (صلوۃ کی جمع ہے)

تشریح: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۷

اللہ کی راہ میں حق و باطل کا پہلا معرکہ جو غزوۂ بدر کہلاتا ہے اس میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کی راہ میں جانیں دینے والوں کے لئے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا۔ ہائے افسوس فلاں شخص مر گیا۔ کچھ دن اور زندہ رہتا تو

اس دنیا کی زندگی کے بہت سے فائدے حاصل کرتا۔ زندگی کی لذتوں سے ہمکنار ہوتا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! زندگی اور موت، نفع اور نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو جتنے دن اس دنیا میں رکھنا چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے اور جب اس کی زندگی کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو اس پر موت کی کیفیات کو طاری کر دیا جاتا ہے۔ اے مومنو! تم جس دین کی راہ میں چلے ہو اس میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا کیونکہ جس ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا اس میں اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہذا صبر کرو اور ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کرو اور اس سے نہ گھبراؤ۔ نمازوں کے ذریعے سے اپنی بندگی کے تعلق کو مضبوط بناتے چلے جاؤ یقیناً وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی۔ فرمایا جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہر طرح کے مصائب اور نقصانات کو برداشت کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو وہ عالم برزخ میں ایک امتیازی شان کے ساتھ زندہ ہیں جنت کی تمام لذتوں کو حاصل کر رہے ہیں لیکن تم اس دنیا میں رہتے ہوئے اس عالم کی کیفیات کو سمجھ نہیں سکتے۔

اس بات کو ذرا وضاحت سے اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ

موت کے بعد انسان کی روح ایک اور جہاں میں منتقل ہو جاتی ہے اس کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ عالم برزخ میں ہر شخص کو ایک نئی زندگی عطا کی جاتی ہے جس میں کچھ سوالات کے بعد اس کے عذاب و ثواب کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے جسے جزا اور سزا کا پوری طرح ادراک ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جاتے ہیں ان کو عام لوگوں کے مقابلہ میں ایک خصوصی اور امتیازی برزخی زندگی عطا کی جاتی ہے جس کے اثرات عرصہ دراز تک ان کے جسم پر بھی باقی رکھے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے لیکن شہید کو بھی یہ مقام حیات انبیاء کرام کے طفیل عطا کر دیا جاتا ہے۔ شہید جس طرح اور جس حالت میں دفن کیا جاتا ہے۔ وہ اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب شہید قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے جسموں سے اسی طرح خون بہتا ہوا ہوگا جس طرح دنیا میں شہادت کے وقت ان کا خون بہہ رہا تھا۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ان باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے موطا میں حضرت امام مالکؒ نے شہیدوں کے جسم خاکی کے باقی رہنے کے لئے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرو ابن جموحؓ اور حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ جو احد کے غزوے میں شہید ہوئے تھے ان کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ غزوۂ احد کے تقریباً چھیالیس سال کے بعد جب سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھل گئیں تو یہ حیرت ناک واقعہ ہزاروں آدمیوں نے دیکھا کہ ان کے جسم بالکل اسی طرح تر و تازہ اور شگفتہ و شاداب تھے جیسے انہیں آج ہی دفن کیا گیا ہو۔

اسی طرح جب دریائے دجلہ حضرت عبداللہ ابن جابرؓ اور دوسرے شہیدوں کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ تو حکومت عراق نے ان شہیدوں کے جسموں کو حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے قریب منتقل کرنا چاہا۔ تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کے جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت پائے گئے ہزار ہا لوگوں نے قرآن کی صداقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہیدوں کو نہ صرف عالم برزخ میں حیات عطا فرماتا ہے بلکہ ان کے جسموں کو بھی برقرار رکھ سکتا

ہے جس کا کبھی کبھی مشاہدہ ممکن ہے۔ روحوں کی دنیا میں اور جنت میں شہیدوں کو جو اعزاز عطا کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کی روحوں کو سفید اور سبز پرندوں کا جیسا جسم دیا جاتا ہے وہ جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں آزادی کے ساتھ آجا سکتے ہیں اور وہ جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور رات کو عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔

ہم اپنے سمجھنے کے لئے اس عالم کی زندگی کو اس طرح تقسیم کرسکتے ہیں کہ عام لوگوں کے مقابلہ میں شہداء کو ایک امتیازی مقام عطا کیا جاتا ہے وہ سفید اور سبز پرندوں کی شکل میں جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جبکہ اعلیٰ ترین زندگی انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوتی ہے جن کو وہ حیات عطا کی جاتی ہے جو نہ صرف بلند ترین، ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے بلکہ ان کی عظمت شان کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کردیئے جاتے ہیں وہ زندہ ہیں ان کو اللہ کی طرف سے رزق عطا کیا جاتا ہے جس سے وہ خوش ہوتے ہیں'' یعنی لذات اور اعمال دونوں اعتبار سے ان کو وہاں کی زندگی کے تمام فوائد اور لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ تمام وہ کیفیات ہیں جن کا علم ہمیں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ ہم اس دنیا میں رہتے ہوئے ان ہی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں جو ہمارے پانچوں حواس کے دائرے میں سما سکتی ہوں لیکن جو باتیں ہمارے حواس سے باہر ہیں ہم ان کا نہ تو ادراک کرسکتے ہیں اور نہ ہمارے شعور میں وہ باتیں آسکتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ دوسرے جہان میں وہ زندہ ہیں مگر تم اس بات کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے اب ان کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے شہید ہوجانے کے بعد ان کی بیوہ عورتوں سے بھی عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا جاسکتا ہے ان کا چھوڑا ہوا مال واسباب ورثاء میں تقسیم کردیا جاتا ہے یہ صرف انبیاء کرام کی خصوصیت ہے کہ ان کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کی بیویوں سے کوئی نکاح نہیں کرسکتا۔ اور نہ ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے کیونکہ ان کو دوسرے عالم کی زندگی میں ارفع و اعلیٰ مقام دیا جاتا ہے۔ ان کا یہ بھی اعزاز ہے کہ ان کے جسموں کو نہ تو زمین کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ کھا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک جسموں کی بھی حفاظت فرماتے ہیں۔

بہر حال جو بات ہمارے حواس خمسہ سے باہر ہے اس کیفیت کو ہم کسی مثال سے تو سمجھنے کی کوشش کرسکتے ہیں لیکن سفید و سبز پرندوں کی کیفیت، کھانے پینے کی لذت، عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرنے کی حالت کا ہم ادراک وشعور حاصل نہیں کرسکتے۔ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان کو روحوں کے جہان میں ایک امتیازی مقام دیا جاتا ہے خواہ اس کی کیفیت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس، پاکیزہ اور لطیف روحوں پر حیات برزخی کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ شہداء سے بہت ہی قوی اور اعلیٰ و برتر ہوتے ہیں۔

اسی بات کو یہاں سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں محض اس کی رضا وخوشنودی کے لئے مصائب اور تکلیفوں کو جھیلتے ہیں، صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اور نماز کے ذریعہ اپنے تعلق بندگی کو مضبوط کرتے رہتے ہیں اور اپنی جانوں کا نذرانہ اللہ کی راہ میں پیش کردیتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کی کیفیات اور لذتوں کا شعور نہیں کرسکتے، ان کو عرش الٰہی کے سائے میں تمام راحتیں عطا کی جاتی ہیں۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ
شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى
مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ
يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا
فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ
الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ۱۹ ع ۱۱ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج و عمرہ ادا کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف (سعی) کرے۔ جو شخص دلی شوق سے کوئی نیکی کرتا ہے اللہ (اس کیلئے) بڑا قدر دان اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ بے شک بعض لوگ اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے لوگوں کے لئے کتاب میں صاف حکم اور ہدایت کی باتیں نازل کی ہیں تو ان پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اور حق بات کو بیان کر دیا تو ان کو میں معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا توبہ کا قبول کرنے والا نہایت مہربان ہوں بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر ہی مر گئے، ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت

اور تمام لوگوں کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو کوئی دوسری مہلت دی جائے گی۔

تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی رحمان اور رحیم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

شَعَائِرٌ	نشانیاں (شعیرہ، نشانی)
حِجُّ الْبَیْتِ	بیت اللہ کا حج کیا۔ (الحج کے معنی ہیں ارادہ کرنا)
اِعْتَمَرَ	عمرہ کیا
لَاجُنَاحَ	گناہ نہیں ہے
اَنْ یَّطَّوَّفَ	یہ کہ وہ طواف کرے (مراد ہے سعی کرنا) پھیرے لگائے
تَطَوُّعٌ	دل کی خوشی سے کوئی کام کرنا
شَاكِرٌ	قدر کرنے والا، قدر دان
لَيَكْتُمُوْنَ	البتہ وہ چھپاتے ہیں
يَلْعَنُ	وہ لعنت کرتا ہے۔ (لعنت، اللہ کی رحمت سے دوری)
لٰعِنُوْنَ	لعنت کرنے والے
تَابُوْا	جنہوں نے توبہ کرلی
اَصْلَحُوْا	اصلاح کرلی، نیکی کرلی
بَيَّنُوْا	بیان کردیا، کھول دیا
اَتُوْبُ	میں متوجہ ہوتا ہوں۔ توبہ قبول کرتا ہوں
لَايُنْظَرُوْنَ	وہ دیکھے نہ جائیں گے، مہلت نہ دی جائے گی
اِلٰهٌ	معبود، جس کی عبادت کی جائے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۳

صفا اور مروہ بیت اللہ کے پاس دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے دوڑتے ہیں جس کو سعی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو لق و دق صحرا میں چھوڑ دیا تھا۔ جب پانی ختم ہوگیا اور حضرت اسماعیل پیاس سے بے چین ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ نے چاروں طرف نظریں دوڑانا شروع کیں مگر پانی کہیں نظر نہ آیا، انہوں نے صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا پہاڑیوں پر چڑھ کر دیکھنا شروع کیا۔ جب حضرت اسماعیل نظروں سے اوجھل ہوتے تو حضرت ہاجرہ دوڑ کر پہاڑی کی طرف آتیں جہاں حضرت اسماعیل پیاس کی شدت سے ایڑیاں زمین پر مار رہے تھے، اس طرح حضرت ہاجرہ نے صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگائے ساتویں چکر میں آپ نے دیکھا کہ جہاں حضرت اسماعیلؑ ایڑیاں مار رہے ہیں وہیں سے پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ پانی کا ابال تیز تھا حضرت حاجرہ نے فرمایا زم زم رک جا رک جا۔ اور وہ پانی محدود ہوگیا اس کے بعد سے اس کا نام ہی زم زم پڑ گیا۔ زم زم کا کنواں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی اس طرح پوری شان سے پیاسوں کی پیاس بجھا رہا ہے جس طرح چار ہزار سال پہلے وہ تشنہ لبوں کی پیاس بجھا رہا تھا بہرکیف اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! صفا و مروہ تو بیت اللہ، حجر اسود، اور قربانی کی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تم حضرت ہاجرہ کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے حج اور عمرہ میں اس کی سعی کرو۔

بات یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے دور جاہلیت میں کفار مکہ نے بیت اللہ اور پھر مقدس مقامات پر مختلف ناموں کے بت رکھ دیئے تھے اسی طرح صفا پہاڑی پر اساف اور مروہ کی پہاڑی پر نائلہ نام کے بت رکھ دیئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد تمام بتوں کو ہٹا کر اللہ کے گھر کو اس گندگی سے پاک کر دیا گیا پھر بھی کچھ مسلمان کوہ صفاہ اور مروہ پر اس لئے سعی کرتے نہیں جاتے تھے کہ کہیں ہم گنہگار نہ ہو جائیں کیونکہ صفا اور مروہ پر کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ مکہ، مدینہ والے دور جاہلیت میں بھی صفاہ و مروہ پر سعی کرنے کو برا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے تم اس کی بھی اسی طرح تعظیم کرو جس طرح اور شعائر یعنی نشانیوں کی عزت و عظمت کرتے ہو۔

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے اس لئے بھی ایک نشانی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کا آغاز اللہ کے حکم سے مروہ کے مقام سے ہی کیا ہے یہ بات توریت میں بڑی وضاحت سے موجود ہے لیکن یہودی سازشیوں نے جہاں اسلام کے بہت سے احکام اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق بہت سے پیشین گوئیوں کو چھپایا ہے۔ ان ہی میں سے ایک مقام یہ بھی ہے کہ یہودیوں نے یہ سازش اور اس لفظ کو مسخ کرنے کی کوشش اس لئے کی تاکہ کسی طرح اس مقام کو جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی پیش کی اس کو مروہ کے بجائے بیت المقدس کے آس پاس کا علاقہ ثابت کیا جائے تاکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو پیشین گوئیاں ہیں، ان کو حضرت اسحاق اور ان کی اولاد کی طرف موڑ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ صفا اور مروہ کا ذکر فرما کر یہودیوں کی سازش کا پردہ چاک کر دیا ہے کہ تم نے اللہ کے شعائر یعنی نشانیوں کو چھپانے کی جو مجرمانہ کوشش کی ہے اس پر نہ صرف تمہارے اوپر اللہ کی لعنت ہے بلکہ تمام انسانوں اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے کیونکہ تم نے جان بوجھ کر اللہ کی نشانیوں اور رسول اللہ ﷺ سے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپانے کی گھٹیا سازش کی ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا
وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۴

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، رات اور دن کے آنے جانے میں۔ وہ کشتیاں (جہاز) جو لوگوں کے لئے نفع کی چیزیں لے کر سمندر میں چلتی ہیں ان میں...... جو کچھ (آسمان) بلندی سے اللہ نے پانی نازل کیا جس کے ذریعہ مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ زمین، میں قسم قسم کے جو جانور پھیلائے اس میں، ہواؤں کے الٹنے پلٹنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے تابع ہیں ان سب چیزوں میں عقل رکھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۴

خَلْقٌ	پیدائش، بناوٹ
اِخْتِلَافٌ	آنا، جانا
اَللَّیْلُ	رات

اَلنَّھَارُ	دن
اَلْفُلْکُ	کشتی، جہاز
یَنْفَعُ	نفع دیتا ہے
اَلسَّمَاءُ	بلندی، آسمان
بَثَّ	اس نے پھیلا دیا
دَآبَّۃٌ	زمین پر رینگنے والے ہر جاندار کو کہتے ہیں۔ ہر طرح کے جانور
تَصْرِیْفٌ	الٹنا پلٹنا
اَلرِّیٰحُ	ہوائیں، (ریح کی جمع ہے)
اَلسَّحَابُ	بادل
اَلْمُسَخَّرُ	تابع، حکم ماننے والا
لَاٰیٰتٌ	البتہ نشانیاں ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶۴

قرآن کریم انسان کو شک وشبہ کی دلدل سے نکال کر یقین کی منزل تک پہنچانے کے لئے ایسی کھلی ہوئی دلیلیں پیش کرتا ہے جس سے ہر شخص اپنی اہلیت وصلاحیت کے مطابق حق کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ ان دلائل میں جو شخص بھی سنجیدگی سے غور کرے گا یقین وتصدیق کی دولت سے مالا مال ہوگا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کے مرتب نظام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا زمین وآسمان کی پیدائش، چاند، سورج، ستاروں، سیاروں اور سورج کے طلوع وغروب کا نظام، رات دن کی پیہم گردش ان کا گھٹنا بڑھنا، بیکراں سمندر کے سینے پر مسافروں اور سامان سے بھری ہوئی کشتیوں اور جہازوں کا آنا جانا بارشوں کا نظام جس سے مردہ زمین ہری بھری ہو جاتی ہے کرۂ ہوائی میں بادلوں کا منڈلانا، کہیں برسنا اور کہیں نہ برسنا، طرح طرح کے چرند، پرند، درند۔ یہ تمام چیزیں آنکھیں اور عقل رکھنے والوں کے لئے کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا یہ سارا نظام بغیر کسی علیم وخبیر ہستی کے چلائے ہوئے چل رہا ہے۔ یقیناً اس ساری کائنات کے پیدا کرنے اور چلانے میں ایک ایسی ہستی کا ہاتھ ہے جو انسان کے تمام احوال سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور وہ اللہ کی ذات پاک ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ
اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا
الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ
اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ
اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع ۴ ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۶۷

بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی انہیں اللہ سے محبت کرنی چاہئے۔ حالانکہ ایمان والے اللہ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ کاش یہ ظالم اس وقت کو دیکھتے جسے وہ عذاب کے وقت بہر حال دیکھیں گے کہ بے شک تمام طاقت وقوت اللہ ہی کی ہے۔ بے شک اللہ کا عذاب بڑا شدید ہے۔ جن کی پیروی کی گئی تھی جب وہ ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی۔ اس وقت وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے اور تمام اسباب کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہوگا۔ (وہ بڑی حسرت سے کہیں گے) اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک موقع اور دے دیا جاتا تو ہم بھی ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کرتے جس طرح آج یہ ہم سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ (اب اس حسرت سے کیا فائدہ) اللہ ان کو وہ اعمال جو انہوں نے کئے تھے اس طرح دکھلائے گا کہ وہ حسرت اور شرمندگی سے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور آگ سے نکلنے کی ان کو کوئی راہ نہ مل سکے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۶۷

یَتَّخِذُ	بنالیتا ہے
یُحِبُّوْنَ	وہ محبت کرتے ہیں
کَحُبِّ اللّٰہِ	جیسی اللہ سے محبت کرنا
اَشَدُّ حُبًّا	بے انتہا محبت
تَبَرَّاَ	بے زاری کا اظہار، نفرت کا اظہار کیا
اَلَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا	جن کی پیروی کی گئی (پیشوا یا بت)
اَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا	جنہوں نے اتباع کی
رَاَوُا	دیکھیں گے (دیکھا)
تَقَطَّعَتْ	کٹ جائیں گے (کٹ گئے)
کَرَّةٌ	دوبارہ جانا
یُرِیْهِمْ	وہ ان کو دکھائے گا
حَسَرٰتٌ	حسرتیں، افسوس
خَارِجِیْنَ	نکلنے والے
اَلنَّارُ	آگ، جہنم، دوزخ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۶۷

اب ان لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے سامنے سارا نظام کائنات ہے جس میں اللہ کی ربوبیت اور شان رحمت صاف نظر آرہی ہے مگر کھلی ہوئی آنکھیں ہونے کے باوجود ان کو سچائی نظر نہیں آتی۔ وہ دن رات اس منظم اور مرتب نظام کائنات کو دیکھتے ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ اس نظام کو چلانے والی وہ ذات ہے جو قادر مطلق ہے مگر وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو پوری اہمیت دیتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے یہی ان کے کارساز ہیں۔ فرمایا مومن صرف اللہ سے شدید اور والہانہ محبت کرتے ہیں کیونکہ ان کو اس بات کا یقین ہے کہ اس کائنات میں ایک پتہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہلتا۔

فرمایا گیا آج جن بتوں پر یہ سہارا کئے بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام آئیں گے کاش یہ اس وقت کا تصور ہی کر لیتے جب قیامت کے دن یہی بت اور معبود اس بات سے صاف انکار کر دیں گے کہ ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت و بندگی کریں۔ اس اظہار لاتعلقی کے بعد جب ان کے سامنے عذاب آجائے گا اور دنیا کے تمام اسباب منقطع ہو چکے ہوں گے اس وقت چلائیں گے اور فریاد کریں گے الٰہی ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہو گیا ہے ہم تو ان کو اپنا کارساز سمجھتے تھے مگر انہوں نے تو ہمیں دھوکا دیا ہے ہم سے بے زاریاں ظاہر کر رہے ہیں الٰہی ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع مل جائے تو ہم ان سے انتہائی بے زاری اور نفرت کا اظہار کریں گے اور آپ ہی کی بندگی کریں گے۔

فرمایا گیا کہ اب توبہ کا وقت ختم ہو چکا ہے اب تو فیصلے کا وقت ہے اب یہ آرزو تمہاری حسرت ہی رہے گی اور جہنم کے ابدی عذاب سے تم بچ نہیں سکتے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ

كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ
تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ
آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا
كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ
عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ
مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾
إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ
لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ
يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا
النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ
بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٨ تا ١٧٦

اے لوگو! زمین میں جو بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تمہیں برے اور بے حیائی کے کام سکھاتا ہے۔ اور یہ کہ تم اللہ پر وہ جھوٹی باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی تابعداری کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی تابعداری کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (بھلا) اگر ان کے باپ دادا نہ تو سمجھ رکھتے ہیں اور نہ صحیح راہ پر ہوں (کیا پھر بھی وہ ان ہی کی تابعداری کریں گے)

ایسے کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایسے جانور کے پیچھے چلّاتا ہو جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ سنتا ہی نہ ہو۔ یہ کفار بھی بہرے، گونگے اور اندھے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

اے ایمان والو! ہم نے تمہیں پاکیزہ اور حلال چیزیں دی ہیں۔ انہیں کھاؤ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو اس کا ان نعمتوں پر شکر ادا کرو۔

اس نے تمہارے اوپر مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی کا بھی نام لیا گیا ہو حرام کر دیا ہے۔ البتہ جو شخص بے بس اور مجبور ہو جائے۔ کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان

چیزوں کو استعمال کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد نہ تو نافرمانی ہو اور نہ حد سے بڑھنے کا ارادہ ہو۔ بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب میں سے چھپاتے ہیں اور اس کے معاوضہ میں تھوڑا سا مال و دولت بھی حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن نہ تو اللہ ان سے کلام کرے گا۔ نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ ان کو شدید اور دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے میں عذاب کو خرید لیا ہے۔ (اللہ نے طنز کے طور پر فرمایا) ان کا حوصلہ بھی کتنا عجیب ہے کہ وہ آگ پر صبر کئے بیٹھے ہیں۔

اللہ نے اپنی کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ بلاشبہ جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا وہ ضد میں دور جا پڑے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۶

كُلُوْ	کھاؤ
حَلٰلًا طَيِّبًا	حلال اور پاکیزہ چیزیں
خُطُوٰتٌ	(خطوۃ) قدم ... (نشانات قدم)
اَلسُّوْءُ	برائی
اَلْفَحْشَاءُ	فحش اور بے حیائی
اَلْفَيْنَا	ہم نے پایا
اٰبَاؤُنَا	ہمارے باپ، دادا
يَنْعِقُ	چلاتا ہے
دُعَاءٌ	پکار

نِدَاءٌ	آواز
اَلْمَيْتَةُ	مردار
اَلدَّمُ	خون
لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ	سور کا گوشت
اُهِلَّ	پکارا گیا، لیا گیا
غَيْرُ بَاغٍ	بغاوت کرنے والا نہ ہو
لَا عَادٍ	نہ زیادتی کرنے والا ہو
بُطُوْنٌ	(بطن) پیٹ
لَا يُكَلِّمُ	وہ بات نہ کرے گا
لَا يُزَكِّيْ	وہ پاک نہ کرے گا
مَا اَصْبَرَ	کیسا صبر ہے
شِقَاقٌ	ضد
بَعِيْدٌ	دور

تشریح: آیت نمبر ۱۶۸ تا ۱۷۶

اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے اور بعض چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے، جن چیزوں کی اجازت دی ہے یعنی حلال کیا ہے وہ خوشگوار، پاکیزہ، معتدل، صحت بخش اور روح پرور ہیں اور جن چیزوں سے منع کیا ہے یعنی ان کو حرام قرار دیا ہے وہ سب کی سب روح، عقل، جسم اور اخلاق و کردار کو نقصان پہنچانے والی اور بدکاری و بے حیائی کی راہ کھولنے والی ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! جن چیزوں کو ہم نے حلال قرار دیا ہے ان میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ، پاکیزہ چیزوں سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جو ظاہری گندگی، عقل اور اخلاق کو تباہ کرنے والی چیزیں ہیں ان کو استعمال نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کا براہ راست اثر انسان کے کردار پر پڑتا ہے۔ اس

کے برخلاف وہ چیزیں جن میں ظاہری گندگی یا باطنی گندگی ہے جن سے انسانی کردار متاثر ہوتا ہے۔ان کو نہ کھاؤ وہ انسان کے لئے حرام قرار دے دی گئی ہیں جیسے مردار جانور، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے بجائے غیر اللہ کا نام لے کر اس کو غیر اللہ سے منسوب کیا گیا ہو قطعاً حرام ہیں۔ البتہ اگر کسی جگہ ایسی مجبوری ہو کہ ان مذکورہ چیزوں کے علاوہ کچھ ملتا ہی نہ ہو اور زندگی بچانے کا مسئلہ پیدا ہو جائے تب ان چیزوں کے استعمال کی محدود اور وقتی اجازت ہے یعنی اسی حد تک جس سے انسان اپنی جان بچا سکتا ہو وہ ان چیزوں کا استعمال کر سکتا ہے خون سے مراد خون پینا ہے کسی شدید مرض میں کوئی مومن ڈاکٹر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اگر وہ کسی جانور کا خون پئے گا تو اس کی جان بچ سکتی ہے اس صورت میں تو کراہت بھی نہیں ہے اسی طرح اگر انسانی جان بچانے کے لئے کسی کو اپنا خون دیا جائے یا دوسرے کی جان بچانے کے لئے خون استعمال کیا جائے اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

شیطان کے نقش قدم پر چلنے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بعض لوگوں نے خود سے بھی محض مشرکانہ توہمات کے تحت جن چیزوں کو حلال یا حرام قرار دے رکھا ہے ان کی شرعی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دیا جائے گا تو یقیناً یہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے کے برابر ہوگا۔فرمایا گیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کچھ ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے جو ہر آن اس کو اخلاقی شکست دینے کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ وہ انسان سے اپنی اس کھلی دشمنی کا اعلان اللہ کے سامنے کر چکا ہے جو دشمن اتنے کھلے الفاظ میں اپنی دشمنی کا اعلان کر چکا ہو اس کے ازلی دشمن ہونے میں کس کو شک ہو سکتا ہے اس لئے قرآن کریم میں اس کو "عدو مبین" فرمایا گیا ہے یعنی کھلا ہوا دشمن اور فرمایا گیا کہ چھپے ہوئے دشمن سے دھوکا کھا جانا ممکن ہو سکتا ہے لیکن کھلے ہوئے دشمن سے دھوکا کھا جانا یہاں تک کہ اس کو اپنا دوست، اور کارساز بنا لینا، اس کے مشوروں پر چلنا کہاں کی عقل مندی ہے۔

فرمایا شیطان نے لوگوں کو توحید کے راستے سے بھٹکانے کے لئے گمراہی کے راستوں کو بہت آسان بنا دیا ہے وہ بدترین بے حیائی اور بے شرمیوں کی طرف بڑے خوبصورت انداز سے دعوت دیتا ہے لیکن عقل مند وہی ہے جو اس کھلے ہوئے دشمن کے چکر میں نہ پھنسے ورنہ انسان اپنے تمام اعمال کو ضائع کر بیٹھے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال اور پاکیزہ بنا دیا ہے ان کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جن چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے ایک مومن کو اس کے قریب بھی نہ جانا چاہئے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس کے بہکائے میں آ کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا کسی طرح جائز اور مناسب نہیں ہے۔

لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ
الۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ
وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى
وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى
الرِّقَابِ‌ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّکٰوةَ‌ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ
اِذَا عٰهَدُوۡا ‌ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ
الۡبَاۡسِ‌ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا ‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۷

یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق و مغرب کی طرف کرلیا کرو بلکہ (سچی) نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، قیامت کے دن پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لائے، اور مال کی محبت کے باوجود اس کو رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں، مسافروں، مانگنے والوں اور (قرض سے) گردنیں چھڑانے پر اپنا مال خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوۃ دیتا رہے، اور وعدہ کرنے کے بعد اس کو پورا کرے، سختی، تکلیفوں اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۷

اَلْبِرُّ	سچی نیکی
قِبَلٌ	طرف، سمت
اٰتٰی	دیا

عَلٰی حُبِّہٖ	اس کی محبت پر (مال کی محبت کے باوجود اس کو اللہ کی محبت پر قربان کرنا)
اَلرِّقَابُ	(الرقبتہ) گردن
اَلْمُوْفُوْنَ	پورا کرنے والے، وفاء عہد کرنے والے
اَلْبَاْسَاءُ	سختیاں
اَلضَّرَّآءُ	تکلیفیں
حِیْنَ	جس وقت
صَدَقُوْا	انہوں نے سچ کیا۔ (سچ کر دکھایا)

تشریح: آیت نمبر ۱۷۷

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل و مکمل کر لیا اس لئے کہ اسلام کے تمام اصولوں کا خلاصہ تین چیزیں ہیں، عقائد کی اصلاح، معاملات زندگی میں حسن معاشرت اور نفس کی اصلاح و تہذیب، اس آیت میں ان ہی تینوں باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو لوگ مذہب کی چند ظاہری باتوں اور رسموں کو ادا کر کے صرف ضابطے کی خانہ پری کرتے ہیں وہ حقیقی اور سچی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے، حقیقی نیکی کو وہی لوگ پہنچتے ہیں، جو عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کے تمام اصولوں پر عمل کرتے ہیں، اس آیت میں تیرہ باتوں پر عمل کرنے کو سچی نیکی قرار دیا گیا ہے۔

(۱) ایمان باللہ: اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی بھی انداز سے شریک نہ کیا جائے نہ سمجھا جائے اور ایک مومن پوری طرح اپنے آپ کو اللہ رب العالمین کے سپرد کر دے۔

(۲) ایمان بالاخرت: اپنے ہر قول اور فعل کے لئے اپنے آپ کو آخرت میں جواب دینے والا، مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لانے والا اور جھوٹی شفاعتوں کے وہم میں مبتلا نہ ہونے والا بنائے۔

(۳) ایمان بالملائکہ: ان کی ہستی کو تسلیم کرنا، ان کو معصوم، امین اور معتمد سمجھنا، اللہ کی ہدایت لانے والا اور اللہ کے حکم سے قضاء و قدر کے تمام فیصلوں کو نافذ کرنے والا سمجھنا۔

(۴) ایمان بالکتاب: تمام آسمانی کتابوں کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتابیں ماننا، یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں نازل فرمایا تھا وہ سب حق اور اس زمانے کے لئے وہی واجب العمل تھا مگر قرآن نازل ہونے کے بعد چونکہ پچھلی کتابیں اور

شریعتیں سب منسوخ ہوگئیں تو اب عمل صرف قرآن پر ہی ہوگا اور اسی کو حق و باطل کی کسوٹی اور زندگی کے ہر پہلو میں اسی کی مکمل رہنمائی پر اعتماد رکھنا ہوگا۔

(۵) ایمان بالانبیاء: اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں کو اللہ کا بھیجا ہوا سمجھنا۔ ان کی پیروی اور محبت کو ایمان کا حصہ بنا لینا۔ ان نبیوں کو تمام خطاؤں سے معصوم، ان کے ہر علم کو بے خطا اور ان کی زندگی کو بہترین نمونہ زندگی سمجھنا۔ اور نبی کریم ﷺ کو خاتم الانبیاء والمرسلین ماننا اور آپ کے بعد کسی کو رسول یا نبی نہ ماننا۔ عقائد کی اصلاح کے لئے یہ پانچ بنیادیں ہیں جن کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس شخص کا اللہ، آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر پختہ ایمان ہوگا یقیناً اس کے تمام اعمال درست ہوتے چلے جائیں گے اب ان چھ باتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو ایمان رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے۔

(۶) اتی المال علی حبہ: اللہ کی محبت پر اپنے مال کو اللہ کے بندوں پر خرچ کرنا، اس کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال کی بے انتہا محبت ہونے کے باوجود اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

(۷) ذی القربی: یعنی رشتہ داروں پر صلہ رحمی کے لئے مال خرچ کرنا

(۸) الیتمی: ان بے باپ کے بچوں پر مال خرچ کرنا جن کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری پورے اسلامی معاشرہ پر ہے۔

(۹) ابن السبیل: یعنی مسافروں پر مال کو خرچ کرنا۔ اس سے عام مسافر بھی مراد ہیں اور وہ لوگ بھی مراد ہیں جو اللہ کا دین سیکھنے کے لئے نکلے ہوئے ہیں ان کی اپنے مال سے امداد کرنا فروغ علم کا ذریعہ ہے۔

(۱۰) سائلین: مانگنے والے یعنی وہ مستحق لوگ جو اپنے حالات سے بے بس ہو کر سوال کرنے پر مجبور ہیں لیکن اس سے مراد وہ غلام بھی ہیں جن کو خرید کر آزاد کرنا اور آزاد انسانوں کی سطح پر لا کر معاشرہ کا کارآمد فرد بنانا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسلام کی برکت سے غلامی ختم ہو چکی ہے لیکن آج بھی ایسے بہت سے انسان ہیں جو اپنی معاشی ضرورتوں اور مجبوریوں کی بنا پر قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں یا سود کی لعنتوں میں گرفتار ہیں ایسے لوگوں کے لئے مال خرچ کر کے ان کو قرضے سے نجات دلانا اور ان کو قلبی سکون بہم پہنچانا یہ بھی اسلامی معاشرہ میں ہر صاحب حیثیت انسان کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے یہ ہیں وہ چھ اعمال جو ایمان کا لازمی تقاضا ہیں یعنی اللہ پر ایمان لانے کے بعد ایک انسان کو اپنے معاشرہ کی ان ذمہ داریوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

عقائد کی اصلاح اور معاملات زندگی میں حسن معاشرت کے بعد اصلاح اور تہذیب نفس کے اصول بتائے گئے ہیں۔

(۱۲) اقام الصلوۃ واتی الزکوۃ: نمازوں کو قائم کرنا اور زکوۃ دیتے رہنا تا کہ بندوں کا تعلق خالق اور مخلوق کے ساتھ نہایت بہتر اور صحت مندانہ بنیادوں پر قائم ہو جائے۔ ان دونوں کے قائم رکھنے سے معاشرہ میں ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کا چلن ہوگا۔

(۱۳) ایفائے عہد اور صبر: وعدہ کا پورا کرنا اور حالات و مشکلات میں صبر کا دامن نہ چھوڑنے کا تعلق انسان کی

سیرت وکردار سے ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ کردار کی بلندی میں وعدہ کو پورا کرنا اور صبر کرنا بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے سے انسان کے قلب میں جو روشنی پیدا ہوتی ہے نماز، روزہ، صبر اور ایفائے عہد اس کو جگمگا دیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی خصوصیت ہونی چاہئے کیونکہ امتحان و آزمائش کا اصل میدان انسان کی سیرت و کردار ہی ہوا کرتا ہے۔

یہ ہے وہ ضابطہ اخلاق جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے جو لوگ ان تیرہ باتوں پر عمل کرنے والے ہیں وہی سچی نیکی کے مستحق ہیں اور منزل مراد تک پہنچنے والے ہیں لیکن جو لوگ مشرق و مغرب کے ان جھگڑوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ منہ مشرق کی طرف کرنا چاہئے یا مغرب کی طرف درحقیقت ایسے لوگ نہ تو فلاح پانے والے ہیں اور نہ سچی نیکی سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔ اور بحث برائے بحث ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ
بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ
شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَٰنٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٨﴾
وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

اے ایمان والو! تم پر قتل کئے جانے والوں کا قصاص (بدلہ لینا) فرض قرار دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت کا قصاص ہے۔ البتہ اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا کوئی مسلمان بھائی کچھ نرمی کرنے کو تیار ہو تو اس کے لئے دستور کی پیروی کرنا اور خوش دلی سے خون بہا ادا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے۔ اس کے بعد بھی جو شخص زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک سزا ہے۔ اور اے عقل رکھنے والو! قصاص ہی میں تمہارے لئے زندگی اور بقا ہے۔ تاکہ تم (خونریزی سے) پرہیز کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

كُتِبَ عَلَيْكُمْ	تم پر فرض کردیا گیا
اَلْقِصَاصُ	برابری
اَلْقَتْلٰى	مقتول (جو قتل کردیا گیا)
اَلْحُرُّ	آزاد
اَلْعَبْدُ	غلام
اَلْاُنْثٰى	عورت
عُفِيَ	معاف کردیا گیا
فَاتِّبَاعٌ	پھر پیروی کرنی ہے
اُولِي الْاَلْبَابِ	عقلوں والے (اولو، والا، الباب (لب عقل))

تشریح: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

ہر انسان پیدائشی اعتبار سے مجرم نہیں ہوتا بلکہ انسانی معاشرہ میں سے کچھ لوگ جذباتی، بے اعتدالی، عقلی عدم توازن، ذہنی انتشار، انتقام اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو کر انسانی قتل کا سبب بن جایا کرتے ہیں۔ ایسے نفسیاتی مریضوں کے لئے اسلام نے محض اصلاح و تربیت کو کافی نہیں سمجھا ہے بلکہ اس بیماری کو کینسر کی طرح خطرناک قرار دے کر جڑ و بنیاد سے ختم کردینے کا بہترین علاج مقرر کیا ہے تاکہ یہ دوسروں کے لئے سامان عبرت بن جائے۔ موجودہ تہذیب کے علم برداروں اور عقل کا سہارا لے کر چلنے والوں نے قاتل سے قتل کا بدلہ لینے کو ایک قابل نفرت مسئلہ بنا کر رکھ دیا ہے بلکہ بہت سے ملکوں میں تو اس کے خلاف بھرپور مہم چلا کر قاتل کو قتل کرنے اور پھانسی دینے کے خلاف قانون بھی پاس کرالیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو عقل و سمجھ رکھتے ہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے اہل عقل تمہاری سوسائٹی اور تمہارے معاشرے کی زندگی اسی میں ہے کہ انسانی جانوں کا احترام کرتے ہوئے "قصاص" ضرور لو۔ اس میں عقل و سمجھ اور اعتدال کو بڑا دخل ہے۔

جس طرح آج تہذیب کے نام پر قاتل سے بدلہ لینے کے بجائے اس کی اصلاح و تربیت کی باتیں کی جاتی ہیں اسی طرح کی بے اعتدالی عرب کے اس معاشرے میں بھی تھی جس کو ہم جاہلیت کا معاشرہ کہتے ہیں۔

اس دور جہالت میں اول تو بڑے لوگوں پر قصاص معاف تھا۔ تھوڑے سے درہم و دینار دے دلا کر مقتول کے وارثوں کی

زبان بندی کردی جاتی تھی۔ چھوٹے اور غریب آدمی اور خاص طور سے غلاموں کی جان کی تو کوئی قدر و قیمت ہی نہیں تھی، غریب مقتول کے وارثوں کی سننے والا کوئی نہ تھا البتہ اگر کسی اونچی ناک والے قبیلے کا کوئی فرد مارا جاتا تو جوش انتقام کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک شخص کے بدلے قاتل کے خاندان کے لاتعداد لوگوں کو قتل کر دیا جاتا تھا اور پھر بھی انتقام کی آگ نہ بجھتی تھی۔ قرآن کریم نے اس آیت کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ قتل کا بدلہ خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو صرف قاتل سے لیا جائے گا اس میں چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، عورت، مرد، غلام یا لونڈی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جس نے قتل کیا ہے اس کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

اسلامی قانون میں قصاص کا حق مقتول کے وارثوں کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی لئے مقتول کے وارث قاتل سے قصاص لے سکتے اور معاف کر سکتے ہیں اور خون بہا بھی لے سکتے ہیں۔ مقتول کے وارث اور قاتل جس بات پر رضا مند ہو جائیں اس میں نہ کسی برادری کو مداخلت کا حق ہے اور نہ کسی حکومت کو۔

خون بہا کی تعداد ایک سو اونٹ، یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہیں (یا اس کے برابر رقم ہے)۔ مقتول کے وارث اپنی مرضی سے اس مقدار کو کم بھی کر سکتے ہیں۔ باہمی رضا مندی سے ان مقررہ مقداروں کے مساوی کسی مال و دولت پر بھی لین دین کر سکتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے خون بہا قاتل کے مال سے لیا جائے گا کسی اور سے وصول نہیں کیا جائے گا اور وہ مال جو قاتل سے لیا جائے گا مقتول کے وارثوں میں ورثہ کی طرح تقسیم کیا جائے گا۔

مقتول کے وارثوں میں سے اگر کسی بھی وارث نے اپنا حق قصاص معاف کر دیا تو وہ سب کی طرف سے معاف ہو جائے گا کیونکہ قتل کی تقسیم ممکن نہیں ہے۔ البتہ خون بہا میں بقیہ وارثوں کا حق محفوظ رہے گا۔ مثلاً اگر مقتول کے چار لڑکے ہیں۔ ان میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا تو قتل کرنے میں بقیہ تین بھائیوں کا حق بھی ختم ہو گیا اب وہ تینوں مل کر قاتل کے قتل کا دعویٰ یا مطالبہ نہیں کر سکتے البتہ وہ تینوں اپنے حصے کا خون بہا لینے کا پورا پورا حق رکھتے ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾ فَمَنْ
بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۚ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٨١﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا
٢٢ ع ٦ فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

تمہارے اوپر فرض کیا گیا ہے جب تم میں سے کسی شخص کی موت کا وقت قریب آ جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو وہ والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کر جائے، یہ حکم پرہیزگاروں کے لئے لازمی ہے پھر جس شخص نے اس وصیت کو سن کر اس کو بدل ڈالا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے جس نے اس وصیت کو تبدیل کیا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے یہ اندیشہ ہو کہ وصیت طرف داری یا گناہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ پھر اس نے معاملے سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان باہم صلح کرا دی تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

خَیْرٌ	مال (اللہ نے مال کو خیر فرمایا ہے)
یُبَدِّلُوْنَ	بدلتے ہیں
مُوْصٍ	وصیت کرنے والا
جَنَفٌ	طرف داری، حق تلفی
اَصْلَحَ	اصلاح کرادی، درست کرادیا

تشریح: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۲

یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا جب مرنے والے کے ترکہ کی تقسیم کا کوئی قانون نازل نہیں ہوا تھا بلکہ وہی قانون جو اس وقت عربوں میں رائج تھا اس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ وہ تصور تھا جس کی کچھ نہ کچھ بنیاد ترکہ کے سلسلے میں پہلے سے موجود تھی۔ مگر ان کی معاشرتی زندگی میں جہاں ہزاروں بگاڑ موجود تھے وہاں وراثت کی تقسیم میں بھی بڑا فساد آ چکا تھا۔ اس وقت کسی کے مر جانے کے بعد اس کی تمام جائیداد اور مال مرنے والے کے بیٹے کے نام ہو جایا کرتا تھا اگر کوئی وصیت کر جاتا تو اس میں شہرت کا

پہلو نمایاں کرنے کے لئے دور دراز کے رشتہ داروں کے نام دولت کا اکثر حصہ مقرر کر دیا جاتا، ماں باپ، بہن بھائی اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وصیت سننے کے بعد اس میں تبدیلی کو گناہ قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ اگر انہوں نے مرنے والے کی وصیت میں کوئی تبدیلی کی یا حقداروں کے حق میں کوئی زیادتی کی تو ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دنیا سے جس بات کو چھپا سکتے ہیں اس علیم وخبیر کی ذات سے چھپا نہیں سکتے، البتہ اگر کوئی شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وصیت کرنے والے نے کوئی ایسی وصیت کی ہے جو طرف داری یا گناہ پر مبنی ہے تو اس معاملہ سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان باہمی صلح صفائی سے کوئی تبدیلی کرادی تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس آیت پر اس وقت تک عمل ہوتا رہا جب تک آیت میراث نازل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب آیت میراث اور میراث کی تقسیم کے شرعی اصول بیان کر دیئے گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس بگڑے ہوئے معاشرے میں ایک دم تبدیلی سے بڑے مسائل پیدا ہو سکتے تھے اللہ نے اس معاشرہ کو درست کرنے کے لئے تمام احکام کو آہستہ آہستہ نازل کیا ہے تاکہ وہ شریعت اسلامیہ کے اچھی طرح خوگر اور عادی بن جائیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ
مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن كَانَ
مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى
ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ ۚ وَأَن تَصُومُوا۟ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٤﴾
شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ
بَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ
يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا۟ ٱلْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا۟ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾ وَإِذَا

سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا
دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ
لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ
بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ
عٰكِفُوْنَ ۙ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ یہ گنتی ہی کے تو چند دن ہیں۔ پھر اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اس تعداد کو پورا کر لے۔ اور جنہیں روزے رکھنے کی طاقت نہیں ہے وہ ایک مسکین کو کھانا اس کے بدلے میں دے دیں۔ پھر جو شخص اپنے دل کی خوشی سے کوئی بھلا کام کرتا ہے تو وہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تم روزہ رکھ ہی لو تو یہ بھی بات تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ جو تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے جس میں ہدایت کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل کے درمیان فرق بتانے والا ہے۔ جو

کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرلے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت چاہتا ہے، تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا تاکہ تم روزوں کی گنتی بھی پوری کرلو اور اللہ کی عظمت و کبریائی بھی بیان کرو جس نے تمہیں صحیح طریقہ بتایا تاکہ تم اس کا شکرادا کرو۔

اے نبی! ﷺ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے میں تو قریب ہی ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے، میں سنتا ہوں اور اس کو قبول بھی کرتا ہوں۔ انہیں میرا حکم ماننا چاہئے، مجھ پر ایمان لانا چاہئے تاکہ وہ نیک راہ پر آجائیں۔

رمضان کی راتوں میں تمہیں اپنی بیویوں سے مباشرت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس کی طرح ہو۔ اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کیا کرتے تھے۔ اللہ نے معاف کردیا اور تم سے درگزر کیا اب تم ان عورتوں سے (رمضان کی راتوں میں) بے تکلف قربت حاصل کرو۔ اور تلاش کرو جو اس نے تمہارے لئے مقرر کردیا ہے۔ اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح صادق کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے جدا نہ ہوجائے۔ پھر تم روزوں کو رات تک پورا کرو۔ اپنی عورتوں سے اس وقت قربت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اپنی آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچتے رہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

مَعْدُوْدَاتٌ (مَعْدُوْدَةٌ) چند

عِدَّةٌ مدت

اَیَّامٌ اُخَرُ دوسرے دن

یُطِیْقُوْنَهٗ اس کی طاقت ہو (اصل میں یہ لا یطیقونہ ہے یعنی جس کو اس کی طاقت نہ ہو)

طَعَامُ مِسْکِیْنٍ ایک غریب کا کھانا

تَصُوْمُوْا تم روزہ رکھو

شَهْرٌ مہینہ

شَهِدَ	موجود ہو، جو پائے
لَا یُرِیۡدُ	نہیں چاہتا ہے
اَلۡیُسۡرُ	آسانی، سہولت
اَلۡعُسۡرُ	تنگی، دشواری
لِتُکۡمِلُوۡا	تاکہ تم مکمل کرلو
لِتُکَبِّرُوۡا	تاکہ تم (اللہ کی) بڑائی بیان کرو
سَاَلَ	اس نے پوچھا
عِبَادِیۡ	میرے بندے
اُجِیۡبُ	میں جواب دیتا ہوں
دَعَانِ	مجھے پکارا (دعا، ن، ی)
فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا	پھر قبول کرنا چاہیے
وَلۡیُؤۡمِنُوۡا	اور ایمان لانا چاہیے
اُحِلَّ	حلال کردیا گیا
اَلرَّفَثُ	بے پردہ ہونا، عورتوں سے رغبت کرنا
تَخۡتَانُوۡنَ	تم خیانت کرتے ہو
بَاشِرُوۡا	تم صحبت کرو
اِبۡتَغُوۡا	تم تلاش کرو
اَلۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ	سفید دھاگہ (صبح صادق)
اَلۡخَیۡطُ الۡاَسۡوَدُ	سیاہ دھاگہ (رات)
اَتِمُّوۡا	تم پورا کرو
اِلَی الَّیۡلِ	رات تک
عَاکِفُوۡنَ	اعتکاف کرنے والے، ٹھہرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۷

عرب والے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک، پیاس اور شدید مشکلات میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کو باقاعدہ تربیت دیا کرتے تھے، تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سختی برداشت کرنے کے عادی بن جائیں۔ وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز و تند ہواؤں کا مقابلہ کرنے کی بھی ٹریننگ دیا کرتے تھے۔ یہ چیز سفر اور جنگ کے ان حالات میں جبکہ ہوا کے تھپیڑوں سے واسطہ پڑتا تھا بہت کام آتی تھی...... ایسے گھوڑے جو سدھائے گئے ہوں اور وہ ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو وہ ان کو صائم کہا کرتے تھے۔

روزوں کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حکم سے صبح سے شام تک کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے رکنے کی ایک ماہ تک تربیت حاصل کرتا ہے وہ بھی مشکل حالات میں صبر و تحمل سے برداشت کا عادی بن جاتا ہے جس سے اس کو نہ صرف اس دنیا میں فائدہ حاصل ہوتا ہے بلکہ آخرت کی ابدی راحتیں اس کے بدلے میں عطا کی جاتی ہیں۔ سال بھر میں ۲۹ یا ۳۰ دن تک روزے رکھے جاتے ہیں لیکن ان چند دنوں کی روحانی برکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان چند دنوں کی مشقت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل کی جزا تو دس سے سات سو گنا تک ہے لیکن روزوں کی جزا وہ ہے جو حق تعالیٰ شانہ اپنے دست مبارک سے اس کو عطا فرمائیں گے۔

فرمایا گیا کہ اے مومنو! یہ روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلے جتنی بھی شریعتیں آئی ہیں ان سب کے ماننے والوں پر روزوں کو فرض کیا گیا تھا تا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

پھر فرمایا گیا کہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا وہ قرآن جو قیامت تک تمام انسانیت کے لئے ہدایت کی روشنی ہے وہ صراط مستقیم ہے جس میں واضح، دل نشین اور ہر الجھن کو دور کرنے کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ اگر تم نے رمضان کے مبارک مہینہ میں تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ قرآن کریم کے نور کو مشعل راہ بنالیا تو یقیناً تمہیں راہ نجات مل جائے گی۔

ان آیتوں میں بیماروں اور مسافروں کے لئے خاص رعایتوں کا اعلان کیا گیا جن کا مقصد آسانیاں بہم پہنچانا ہے لوگوں کو مشکلات میں ڈالنا نہیں ہے۔

ان آیتوں میں ایک خاص بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ انسانوں سے بہت قریب ہوتا ہے وہ ان راتوں میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جو تقویٰ، پرہیز گاری، نور ایمان اور سچائیوں سے دلوں کو جگمگانے کا مہینہ ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت مذکور ہے کہ ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیویوں کے ساتھ قربت کی صرف اس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائے پھر سو جانے کے بعد یہ

ساری چیزیں حرام ہو جاتی تھیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمادی کہ دن میں جب کہ روزے کی حالت ہو۔ اعتکاف میں جو مسجدوں میں کیا جاتا ہے کے علاوہ راتوں کو بیویوں سے قربت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ امت محمدیہ ﷺ کی ایک خصوصیت ہے ورنہ گزشتہ امتوں میں اس کی اجازت نہیں تھی۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾

۳۰۰۰۱۶۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۸

تم آپس میں ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ ان مالوں کو (رشوت کے طور پر) حکام کی طرف لے جاؤ (تم چاہتے ہو کہ) تمہیں ظلم و زیادتی کے ساتھ دوسروں کا مال بانٹ کر ناجائز طریقے سے کھانے کا موقع ہاتھ لگ جائے۔ حالانکہ تمہیں (اس کے نقصانات کا اچھی طرح) علم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۸

لَاتَاْكُلُوْا	تم نہ کھاؤ
اَمْوَالَكُم	اپنوں کے مال
بِالْبَاطِلِ	ناجائز طریقہ، حرام طریقہ
تُدْلُوْا	تم کھینچو
لِتَاْكُلُوْا	تاکہ تم کھا جاؤ
فَرِيْقٌ	بانٹ کر، ٹکڑے کرکے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۸

دین اسلام کی تعلیمات اس بات پر شاہد ہیں کہ رزق حلال حاصل کرنا اور اس کے لئے جدوجہد کرنا ایک اہم عبادت ہے۔ رزق حلال انسان کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے اور ناجائز اور حرام ذریعوں سے کمائی ہوئی دولت سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حلال روزی حاصل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ جو شخص چالیس دن تک حلال روزی کھائے گا جس میں حرام کا شبہ تک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دے گا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ حلال روزی کھایا کرو تا کہ تمہاری دعا قبول ہو۔

بعض لوگ ہوشیاری، چالاکی اور دھوکہ دہی سے دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں اور اسی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ سخت ناکام ہیں۔ وہ لوگ وقتی طور سے چرب زبانی کے ذریعہ دوسروں کے حق غصب تو کر سکتے ہیں لیکن ایسے لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی آخرت کی بربادی کا سامان کرتے ہیں۔

دوسروں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے کا رواج آج بھی ہے کہ وہ حکام کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلے کرا لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان ناپاک ذریعوں سے حاصل ہونے والی دولت کو جہنم کی آگ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ

''میں تم جیسا انسان ہوں، تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے سلسلہ میں آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق زیادہ چرب زبان ہو اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ اگر ایسے کسی معاملہ میں، میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے۔ بے شک وہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔''

قاضی شریح بعض دفعہ فیصلہ کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ اے مدعی تیرے حق میں فیصلہ دے رہا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو ظالم ہے۔ لیکن میں گواہوں کی گواہی سے مجبور ہوں اور کوئی گنجائش میرے لئے نہیں ہے مگر یہ کہ میرا فیصلہ تیرے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ رزق حلال کے مقابلے میں رزق حرام کی دوڑ میں لگنے والا انسان وقتی طور سے کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو بالاخر اس کا انجام بہت برا ہے، اس آیت میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ

اے مومنو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز اور حرام طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ دوسروں کو رشوتیں دے کر ان کو حرام کا عادی بناؤ ورنہ تمہارا معاشرہ تباہ ہو کر رہ جائے گا اور آخرت کی ابدی نعمتوں سے محروم ہو کر رہ جاؤ گے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ
قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ

تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۹

وہ آپ سے چاند کے (گھٹنے بڑھنے کے) متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ چاند لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اوقات بتانے کا ذریعہ ہے۔
اور نیکی یہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دنوں میں) اپنے گھروں میں پیچھے سے داخل ہو بلکہ اللہ سے ڈرنا نیکی ہے۔ اس لئے تم اپنے گھروں کے دروازوں سے آیا جایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب و بامراد ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۹

اَلْاَهِلَّةُ	چاند
مَوَاقِيْتُ	وقت
ظُهُوْرٌ	(ظہر) پیٹھ، پشت
اَبْوَابٌ	(باب) دروازے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۹

حضرت معاذ ابن جبلؓ اور ثعلبہ ابن عتمہ جو دونوں انصاری صحابی ہیں ایک دن انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ کیا بات ہے چاند کبھی تو باریک دھاگے کی طرح نظر آتا ہے، پھر بڑھتے بڑھتے پورا چاند بن جاتا ہے۔ پھر اسی طرح گھٹتے گھٹتے دھاگے کی طرح باریک ہوجاتا ہے ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ چاند تمہارے فائدوں

اور مصلحتوں کے لئے بنایا گیا ہے جس سے تم اپنے معاملات اور معاہدوں کی تاریخوں کے علاوہ حج جیسی عظیم عبادت کے دنوں کو بھی متعین کرتے ہو۔ یعنی چاند انسانی فائدوں کے لئے بنایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ سے بہت کم سوال کرتے تھے قرآن کریم میں ان سے کل چودہ سوالات نقل کئے گئے ہیں۔ ایک سوال تو وہ ہے جو واذا سالک میں گزرا ہے دوسرا یہ سوال ہے۔ اس کے علاوہ سورہ بقرہ میں چھ سوالات اور بھی ہیں۔ باقی سوالات قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں آئے ہیں۔ سوالات کم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ عملی انسان تھے اور قاعدے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ کام کرتے ہیں ان کو بے تکے سوالات کرنے کی فرصت ہی کہاں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ ان کے سامنے بنی اسرائیل کی بے عملی کی بہت سی مثالیں موجود تھیں۔ انہوں نے اپنے نبی سے اس قدر بے تکے سوالات کئے تھے جن سے وہ خود ہی طرح طرح کی آفتوں میں مبتلا ہو گئے تھے تیسرے یہ کہ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کا بے انتہا ادب و احترام کرتے تھے اور اس کے منتظر رہتے تھے کہ جو بات نبی کریم ﷺ ارشاد فرمائیں اس پر احسن طریقہ سے عمل کر کے دنیا و آخرت کو بہتر بنالیں صحابہ کرام کی زندگی کا یہ پہلو ہم سب کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔

بہرحال صحابہ کرامؓ نے چاند کے بارے میں سوال کیا۔ آنحضرت ﷺ پر اس کے جواب میں یہ آیت نازل کی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چاند کا گھٹنا بڑھنا تمہارے فائدوں کے لئے ہے تا کہ اس کے ذریعہ تمہیں معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنے اور حج اور دوسری عبادات کے دن مقرر کرنے میں سہولت ہو جائے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا گیا ہے "**وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب**" کہ اللہ نے چاند کی مختلف منزلیں اس لئے بنائی ہیں تا کہ ان کے ذریعہ تم برسوں اور دنوں کا حساب لگا سکو۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گزارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال، مہینوں اور تاریخوں کا حساب معلوم کیا جا سکے۔

شریعت اسلامیہ میں چاند کے حساب سے اپنے سال اور مہینوں کا حساب رکھنا افضل بھی ہے اور اسلامی شعار ہونے کی وجہ سے قومی اور ملی غیرت کا تقاضا بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر سورج سے سال اور مہینوں کا حساب رکھا جائے تو وہ ناجائز نہیں ہے لیکن قرآن کریم کی آیات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ اسلام کے نزدیک چاند کے حساب سے تاریخوں کا تعین کرنا زیادہ افضل و بہتر ہے۔

اس آیت میں دوسری بات کفار مکہ کے متعلق یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ وہ حج کے دنوں میں احرام باندھ لینے کے بعد اگر کسی کام سے اپنے گھروں میں واپس آتے تو اپنے گھر کے دروازوں کے بجائے پشت کی طرف سے آنے کو عبادت اور نیکی سمجھتے تھے۔ فرمایا گیا کہ یہ محض ایک رسم ہے جس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اہمیت نہیں ہے آدمی سیدھے طریقے سے اپنے گھروں کے دروازوں سے آئے اور جائے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ
یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾
وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ
حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا
تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ
فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ
الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾
وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ
لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾
اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ
اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ ۪
وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ
اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

وہ لوگ جو تم سے لڑتے ہیں تم اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر کسی پر زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جہاں تم ان کو پاؤ قتل کر دو۔ انہوں نے جہاں

سے تمہیں نکالا تھا تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو۔ (شرک کا) فتنہ قتل سے کہیں زیادہ سخت ہے اور مسجد الحرام کے اردگرد (یعنی حرم میں) ان سے اس وقت تک نہ لڑو جب تک وہ تم سے نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ تم سے لڑتے ہیں تم بھی ان کو مارو۔ ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک (شرک کا یہ) فتنہ مٹ نہ جائے اور دین (خالص) اللہ کے لئے نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر کوئی زیادتی جائز نہیں ہے۔ عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے بدلے میں ہے۔ کیونکہ عزت و حرمت رکھنے میں برابری ہے پھر (عزت والے مہینوں میں) جس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر سکتے ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو حدیں توڑنے سے بچتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے خود اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ خلوص سے کام کیا کرو۔ بلاشبہ اللہ نیکی سے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

قَاتِلُوْا	لڑو (جہاد کرو)
يُقَاتِلُوْنَ	جو لڑتے ہیں
لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتا
اَلْمُعْتَدِيْنَ	حد سے بڑھنے والے
ثَقِفْتُمُوْهُمْ	تم ان کو پاؤ (ثَقِفْتُمْ، وَ، هُمْ)
اَخْرِجُوْا	نکالو
اَشَدُّ	بڑھ کر، شدید، زیادہ
اِنْتَهَوْا	وہ رک گئے
لَا تَكُوْنُ	نہ رہے
لَا عُدْوَانَ	زیادتی نہ ہو

اَلشَّهْرُ الْحَرَامِ	عزت والے مہینے (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ان) چار مہینوں میں اسلام سے پہلے بھی جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا اور مشرکین مکہ بھی اس کے پابند تھے نیز ابتداء اسلام میں بھی ۷ ھ تک یہی قانون نافذ تھا۔
اَلْحُرُمَاتُ	عزت کرنے میں
اَلْقِصَاصُ	برابری ہے (وہ احترام کرتے ہیں تو تم بھی احترام کرو)
بِمِثْلِ	اس جیسی
اِعْتَدٰی	زیادتی کی
اَنْفِقُوْا	خرچ کرو
لَاتُلْقُوْا	تم نہ ڈالو
اَلتَّهْلُكَةُ	ہلاکت، بربادی
اَحْسِنُوْا	نیکی کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمانوں کو عفو درگزر، برداشت اور صبر کی تلقین کی جاتی رہی۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب اگلے سال نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت وعمرہ کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اس کا شدید اندیشہ تھا کہ کفار مکہ کب اپنا وعدہ اور معاہدہ توڑ کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں اور ان کو نقصان پہنچا دیں۔ یہ اندیشے سب ہی کے دلوں میں تھے اس پر تین آیتیں نازل ہوئیں جن میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کو جہاد و قتال کی اجازت دے کر چند اصولی اور بنیادی باتیں بتائی گئی ہیں۔

فرمایا گیا کہ اے مومنو! چونکہ یہ جہاد اللہ کی راہ میں ہے انتقام کی آگ بجھانے یا ملک گیری کی ہوس میں نہیں ہے اس لئے تم ان ہی سے جہاد و قتال کرو جو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اگر وہ تم سے بیت اللہ میں لڑتے ہیں تو تم ان سے بیت اللہ میں لڑو۔ اگر وہ اشہر الحرم یعنی حرمت والے مہینوں کا احترام نہیں کرتے تو تم بھی نہ کرو۔ اور اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تم بھی ان مہینوں میں ان سے جنگ کرو۔ اگر تمہاری طاقت و ہمت ہو تو تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں ہجرت کرنے پر مجبور کردیا تھا لیکن ان تمام باتوں میں جس کا خاص طور پر خیال رکھنا ہے وہ یہ ہے کہ تم کسی پر زیادتی نہ کرنا، عورتوں، بچوں، بیماروں، بوڑھوں، کمزوروں، پرامن شہریوں، مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کرنا نہ ان کی کھیتیاں اجاڑنا نہ کسی کے گھر بار کو آگ لگانا۔ دوسرے یہ کہ جو مزاحمت کا راستہ چھوڑ دیں تم ان کو معاف کردینا۔ اصل چیز شرک اور کفر کا فتنہ ہے جس کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس فتنہ کو مٹانے کے لئے طاقت کا معمولی استعمال کوئی گناہ یا زیادتی نہیں ہے تمہاری جدوجہد اس وقت تک جاری رہنی چاہئے جب تک یہ فتنہ مٹ کر اسلام کے ابدی نظام کو قائم کرنے کی راہیں صاف اور واضح نہ ہو جائیں۔

یہ آیتیں ہیں جن میں طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر نبی کریم ﷺ خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کا دور اس بات پر گواہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ جہاد فی سبیل اللہ کیا ہے اور ان کی تلواریں ظالموں کی گردنیں کاٹنے اور مظلوموں کو ان کے بنیادی حقوق دلوانے کے لئے اٹھی ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک اصول کی پوری طرح پابندی کر کے بتا دیا کہ دین اسلام ہی وہ دین ہے جس کی برکت سے انسانیت سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ آخر میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں خرچ کرنے سے مسلمانوں کو زندگی کی سچائیاں نصیب ہوں گی۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ
اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ
حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى
مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ۫
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِۚ فَمَنْ
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ
عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ
۲۴ ع ۸ ۸ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۶

حج اور عمرہ کو اللہ کی رضا کے لئے پورا کرو۔ پھر اگر کسی جگہ گھر جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہو وہ بھیجو اور اس وقت تک اپنے سروں کو نہ منڈ واؤ جب تک قربانی کا جانور اپنے ٹھکانے (حرم) تک نہ پہنچ جائے۔ پھر جو بھی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ روزے رکھ کر یا صدقہ دے کر یا قربانی کر کے سر منڈوانے کا فدیہ ادا کرے۔ پھر جب تمہیں امن و اطمینان حاصل ہو جائے تو جو شخص حج و عمرہ کو ایک ساتھ ملا کر فائدہ اٹھانے کا ارادہ کرتا ہو اس کو قربانی سے جو میسر ہو وہ اس کے لئے لازم ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا شخص ہو جو حج و عمرہ کا فائدہ حاصل کر رہا ہو لیکن اس کو قربانی

کا جانور میسر نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھ لے اور جب وہ حج سے فارغ ہو جائے تو سات روزے اس وقت رکھ لے جب کہ وہ اپنے گھر لوٹ جائے۔ اس طرح یہ دس روزے مکمل ہو جائیں گے۔ حج و عمرہ ایک ساتھ ملا کر فائدہ حاصل کرنا ان کے لئے ہے جن کے گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۶

اُحْصِرْتُمْ	تم روک دیئے گئے۔ تم روک لیے جاؤ
اِسْتَیْسَرَ	جو میسر ہو، جو سہولت ہو
اَلْھَدْیُ	قربانی کا جانور
لَاتَحْلِقُوْا	تم نہ منڈواؤ
رُؤُسٌ	(رَاْسٌ) سر
حَتّٰی یَبْلُغَ	جب تک پہنچ نہ جائے
مَحِلَّهٗ	اپنی جگہ
اَذًی	کوئی تکلیف
نُسُکٌ	ذبح، قربانی
اَمِنْتُمْ	تم اطمینان سے ہو۔ امن میں ہو
لَمْ یَجِدْ	نہیں پایا
ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ	تین دن
سَبْعَةٌ	سات
رَجَعْتُمْ	تم لوٹے
عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ	مکمل دس
لَمْ یَکُنْ	نہیں ہے
اَھْلُهٗ	اس کے گھر والے
حَاضِرِیْ	رہنے والے، موجود
شَدِیْدُ الْعِقَابِ	سخت عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱۹۶

اس آیت میں سب سے پہلے یہ فرمایا کہ (۱) اے مومنو! تم حج وعمرہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ادا کرو کیونکہ دور جاہلیت میں لوگوں نے حج کو تجارت لین دین اور شعروشاعری کا میلہ بنا رکھا تھا وہ اللہ کے ساتھ بیت اللہ میں رکھے ہوئے سینکڑوں بتوں کی پرستش کرتے، نذرونیاز اور قربانیاں پیش کرتے تھے، فرمایا گیا کہ اگرچہ اہل ایمان کو بھی حج کے بعد تجارت یا خرید وفروخت کی ممانعت نہیں ہے لیکن ان کا مقصود نہ تو تجارت ہونا چاہئے اور نہ لین دین بلکہ محض اللہ کے لئے یہ حج وعمرہ ادا کیا جائے۔

(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ احرام باندھنے کے بعد اگر تم دشمنوں میں گھر جاؤ، کوئی بیماری یا شدید مشکل پیش آجائے اور بیت اللہ تک پہنچنا مشکل ہو تو جہاں بھی ہو قربانی کا جانور اللہ کے لئے پیش کردو اور کسی کے ہاتھ بھیج دو یا اس کی قیمت دے کر جانور خریدنے کا کہہ کر روانہ کردو۔

سروں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک قربانی کا جانور اپنی صحیح جگہ (حرم میں) نہ پہنچ جائے یا اس کا یقین نہ ہوجائے لیکن اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو سخت بیمار ہے یا اس کے سر یا بدن کے کسی دوسرے حصہ میں کوئی تکلیف ہے تو وہ قربانی سے پہلے بقدر ضرورت بالوں کو منڈوا سکتا ہے لیکن اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کا کفارہ یہ بیان فرمایا ہے کہ تین روزے رکھ لے یا چھ مسکینوں کو آدھا آدھا صاع یعنی تقریباً پونے دو سیر گندم بطور صدقہ دیدے۔ (بخاری) یا کم از کم ایک بکرا یا بکری کی قربانی پیش کرے لیکن قربانی کے لئے ضروری ہے کہ حدود حرم میں کی جائے جبکہ روزے اور صدقہ کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ فرمایا ہے کہ جو شخص حدود حرم سے باہر رہتا ہے اگر وہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس شخص پر اللہ کا ایک انعام ہوجاتا ہے اس نے ایک وقت میں دو عبادتوں کو جمع کرلیا ہے اس لئے اظہار تشکر کے طور پر اس کو ایک جانور اللہ کی راہ میں بطور قربانی پیش کرنا ہوگا۔ اگر کسی شخص کو قربانی کا جانور پیش کرنے میں کوئی دشواری ہو تو وہ دس روزے رکھ لے تین روزے ایام حج میں یعنی نویں ذوالحجہ سے پہلے تک پورے کرلے اور سات روزے حج سے لوٹنے کے بعد جہاں چاہے، جب چاہے رکھے، مکہ میں پورے کرلے یا گھر لوٹ کر رکھ لے اس طرح دس روزے پورے ہوجائیں گے اور پھر جانور قربان کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اگر تین روزے ایام حج میں نہ رکھ سکا تو اس کے لئے قربانی دینا واجب ہے جب بھی قدرت ہو کسی کے ذریعے حرم میں قربانی کرادے۔

حج کی تین صورتیں ہیں۔ حج افراد، حج تمتع اور حج قران۔ حج کے ایام میں صرف حج کا احرام باندھنا اس کو حج افراد کہتے ہیں جو حدود حرم کے رہنے والوں کے لئے ہے، حج تمتع یہ ہے کہ حج کے دنوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھے، مکہ مکرمہ جاکر طواف کرے، صفا ومروہ پر سعی کرے یعنی دوڑے اور پھر بال کٹوا کر عمرہ کا احرام کھول دے اور معمول کا لباس پہن لے پھر ذی الحجہ کی

آٹھویں تاریخ کو منی جانے کے وقت حج کا احرام حرم شریف ہی میں باندھ لے اور حج کے ارکان کو ادا کرے اس کو حج تمع کہتے ہیں
حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ ہی باندھے۔اس کا احرام عمرہ کے بعد بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اسی
احرام میں رہے۔ اس احرام سے آٹھویں ذی الحجہ سے آخر تک تمام ارکان کو ادا کرتا رہے اور حج کو پورا کرے بڑے شیطان کو
کنکریاں مارنے اور قربانی کے بعد اس کو احرام کھولنے کی اجازت ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج قران افضل ہے کیونکہ
رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے اور وہ حج قران تھا۔ بہرحال یہ ہر شخص کی اپنی سہولت پر ہے کہ وہ حج کے موقع پر حج تمتع کرنا
چاہتا ہے یا حج قران۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا
فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾
لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ
فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ
كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ
حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ
فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا
لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ
مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

حج کے چند مہینے ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ جو بھی ان مہینوں میں حج کو لازم کر لیتا ہے (نیت کرتا ہے) تو اس میں عورتوں سے بے حجاب ہونے کی، گناہ کرنے کی اور لڑائی جھگڑا کرنے کی اجازت نہیں ہے اور تم بھلائی کا جو بھی کام کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور زادراہ (سفر خرچ) لے لیا کرو اور سب سے بہتر زادراہ پرہیز گاری وتقویٰ ہے۔ اے عقل وسمجھ رکھنے والو مجھ سے ہی ڈرو۔

اگر تم موسم حج میں اللہ کا فضل (تجارت، ذرائع معاش) تلاش کرو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر جب تم عرفات سے (مزدلفہ کی طرف) لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفہ کے پہاڑ) کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے اگر چہ تم اس سے پہلے اس راہ ہدایت سے بالکل ہی ناواقف تھے۔ پھر تم بھی وہیں سے جا کر واپس آیا کرو جہاں سے (عرفات سے) اور سب لوگ واپس آیا کرتے ہیں۔ اللہ سے مغفرت مانگتے رہو۔ بلاشبہ وہی تو ہے جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ پھر جب تم حج کے تمام احکامات کو پورا کر لو تو اللہ کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح (کبھی) تم اپنے باپ دادوں کا (فخریہ) ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اللہ کا ذکر اس

سے بھی زیادہ کرو۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں جو کچھ دینا ہے سب کچھ بس اسی دنیا میں دے دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں اے رب ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اپنی نوازشیں عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے اعمال کے بدلے آخرت سے حصہ مل کر رہے گا۔ اور اللہ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔ گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا خوب ذکر کرتے رہو۔ پھر جو کوئی (منیٰ سے) جلدی کر کے دو دن ہی میں چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جس نے دو دن سے تاخیر کی تو اس پر بھی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ کا خوف رکھتا ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

مَعْلُوْمَاتٌ	معلوم، مشہور
فَرَضَ	جس نے لازم کرلیا
لَارَفَثَ	عورتوں سے بے پردہ نہ ہو (صحبت وغیرہ نہ کرے)
لَافُسُوْقَ	گناہ نہ کرے، نافرمانی نہ کرے
لَاجِدَالَ	جھگڑا نہ کرے
تَفْعَلُوْا	تم کرو گے
تَزَوَّدُوْا	تم سفر کا خرچ لے لو۔ زادراہ لے لو
خَيْرُ الزَّادِ	بہترین سفر خرچ
فَضْلٌ	تجارت، کاروبار، مزدوری
اَفَضْتُمْ	تم لوٹے
اَلضَّآلِّيْنَ	گمراہ ہونے والے

اَفِیضُوْا	تم لوٹو، تم پلٹو
اَفَاضَ النَّاسِ	لوگ لوٹتے ہیں
قَضَیْتُمْ	تم نے پورے کر لیے
مَنَاسِکَکُمْ	اپنے حج کے احکام
کَذِکْرِکُمْ	جیسا تمہارا ذکر کرنا
اَشَدَّ ذِکْرًا	بہت زیادہ ذکر
خَلَاقٌ	حصہ
قِنَا	ہمیں بچالے
نَصِیْبٌ	حصہ

تشریح: آیت نمبر ۱۹۷ تا ۲۰۳

ان سات آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ عمرہ کے لئے کوئی تاریخ مہینہ دن مقرر نہیں ہے سال بھر میں جب چاہے عمرہ ادا کرسکتا ہے البتہ حج کے پانچ دنوں میں عمرہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے یعنی نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن حج کے لئے مہینے اور اس کے تمام افعال و اعمال کی خاص تاریخیں اور اوقات مقرر ہیں اس لئے بتایا گیا کہ حج کے لئے دور جاہلیت سے لے کر آج تک شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے چند دن مقرر ہیں۔ ان ہی دنوں میں حج کا احرام باندھا جائے گا۔ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں ہوگا۔

(۲) دوسری یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ حج میں تین باتوں سے پرہیز کرنا لازمی اور واجب ہے۔

☆ احرام باندھنے کے بعد نہ عورتوں سے قربت حاصل کی جائے اور نہ کوئی ایسی کھلی گفتگو کی جائے جو صحبت و قربت کے لئے جذبات کو بھڑکانے والی ہو۔

☆ اسی طرح تمام چھوٹے، بڑے، کھلے، یا چھپے گناہوں سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

☆ اور جھگڑا فساد اور باہمی اختلافات کو ہوا دینا۔ ان سب باتوں سے حج کا احرام باندھنے کے بعد بچنا لازمی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ راستہ کا اتنا سفر خرچ لینا ضروری ہے جس سے یہ سفر بخیر و خوبی پورا ہو جائے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے یا بھیک مانگنے کی ضرورت نہ رہے، یہی توکل ہے، توکل یہ نہیں ہے کہ راستہ کا سفر خرچ تو کچھ لیا نہیں اور کہہ دیا کہ ہمارا توکل اللہ پر ہے۔ بے شک بھروسہ اور توکل اللہ ہی پر کرنا چاہئے لیکن توکل کا مفہوم سمجھ کر توکل کرنا زیادہ بہتر ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تمام اسباب کر لئے جائیں اور پھر اللہ پر بھروسہ کیا جائے کہ وہی ان اسباب میں برکت ڈالنے والا ہے۔

(۴) ان آیات میں چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ۔ اگر حج کے بعد یا اس سے پہلے تجارت، لین دین یا مزدوری کر لی جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ اصل نیت تو حج کی ہو لیکن مصارف حج یا گھر کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہو۔ محض تجارت ہی مقصد نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی اخلاص کے خلاف ہے خاص طور پر وہ پانچ دن جن میں حج کے افعال و ارکان ادا کئے جاتے ہیں ان میں تجارت یا لین دین نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اور دنوں میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی انسان کو اللہ کی طرف سے حج جیسی عظیم سعادت کا موقع نصیب ہو تو وہ اس سفر کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے وقف کر دے اور اس میں تجارت، مزدوری یا لین دین نہ کرے۔

(۵) ۹ رذی الحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنے کو وقوف عرفہ کہتے ہیں جو ہر حاجی کے لئے فرض ہے۔ اگر یہ رکن اعظم چھوٹ جائے تو حج نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی شخص نویں ذی الحجہ کے زوال سے دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے کم از کم ایک لمحہ کے لئے بھی وقوف عرفہ کر لے گا خواہ نیت ہو یا نہ ہو عرفات کا علم ہو یا نہ ہو سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے بے ہوشی کی حالت میں یا افاقہ کی حالت میں اپنی خوشی سے یا کسی کی زبردستی کرنے پر ہر صورت وقوف معتبر ہو جائے گا لیکن اس میں کچھ تفصیلات ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اب حکم یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے وقت ہر حاجی عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے کوئی حاجی مغرب کی نماز نہ پڑھے بلکہ اس نماز کو مزدلفہ پہنچنے تک موخر کر دے۔ جب مشعر حرام یعنی اس پہاڑی کے قریب پہنچ جائے جس کے اردگرد کے علاقے کو مزدلفہ کہتے ہیں تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک وقت میں ادا کرے۔ یہ ایک خصوصیات حج میں سے ہے کہ جہاں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا ضروری ہے اس کے علاوہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا چاہئے عشا کی نماز کے بعد اب رات بھر مزدلفہ میں ٹھہرنا اور اللہ کو یاد کرنا ہے۔ یہ رات شب قدر کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی افضل ہے۔

(۶) ان آیتوں میں چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اب ہر حاجی کا عرفات میں جانا ضروری ہے، اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ عرفات حدود حرم سے باہر ہے اور مزدلفہ حدود حرم میں ہے۔ دور جاہلیت میں قریش جو کہ بیت اللہ کے نگران اور مجاور تھے اس بات کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے کہ اور لوگوں کی طرح وہ بھی مزدلفہ سے عرفات جائیں وہ اس طرح اپنے لئے ایک امتیازی شان پیدا کرنا چاہتے تھے بہانہ یہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ کے محافظ ہیں ہم مزدلفہ سے یعنی حدود حرم سے باہر نہیں نکل سکتے

لہٰذا اور لوگ عرفات کے میدان میں جائیں ہم یہیں مزدلفہ میں سب کی واپسی کا انتظار کریں گے۔ اب قیامت تک مسلمانوں کے لئے لازمی کر دیا گیا ہے کہ جب تک عرفات میں وقوف (یعنی ٹھہرنا نہ ہو) خواہ وہ چند لمحوں کے لئے ہی کیوں نہ ہو اس وقت تک حج ہو ہی نہیں سکتا۔ وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جھوٹے امتیازات اور فخر و غرور کا قیامت تک خاتمہ فرما دیا۔

(۷) ساتویں بات میں بھی ان کی جاہلانہ رسموں اور غلط ذہنیت کی اصلاح فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عرب دور جاہلیت میں حج سے فارغ ہو کر خوب خریداری کرتے، مشاعرے کرتے، خطیب اپنی شعلہ بیانی کا مظاہرہ کرتے اور طرح طرح کی خرافات کرتے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کا مقصد محض ایک رسم کی ادائیگی کے بعد تجارت، لین دین اور تفریح ہے دوسرے وہ لوگ تھے جو ذکر و فکر میں مشغول تو ہوتے تھے دعائیں بھی کرتے تھے مگر ان کی دعاؤں کا محور ان کی اپنی ذات اور دنیا کی طلب ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم صرف اللہ کی یاد میں مشغول رہو اور اللہ کا خوب ذکر کرو یہی کام آنے والا ہے۔ اپنے خاندان اور بزرگوں کی نجات مانگو تاکہ تمہاری دنیا بھی بہتر ہو اور آخرت بھی۔ وہ لوگ جو دنیا ہی مانگتے رہتے ہیں ان کو دنیا دے دی جاتی ہے مگر وہ آخرت کی ابدی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔

(۸) آٹھویں بات حج کرنے والوں کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ مقصد حج کی تکمیل اور آئندہ زندگی کو درست اور بہتر رکھنے کے لئے تم گنتی کے چند دنوں یعنی ایام تشریق میں اللہ کو خود یاد کرو اور جس تکبیر کا کہنا واجب ہے اس کو کثرت سے کہتے رہو اس طرح اللہ کے انوارات سے تمہارے دل منور اور روشن ہو جائیں گے۔

(۹) ان آیتوں میں آخری نویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ دور جاہلیت میں اس بات میں شدید اختلافات ہوا کرتے تھے کہ منیٰ میں قیام اور جمرات یعنی شیطان پر کب تک کنکریاں مارنا واجب ہے۔

بعض کہتے تھے کہ تیرہویں ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام کرنا اور جمرات پر کنکریاں مارنی چاہئیں وہ لوگ بارہویں ذی الحجہ کو مکہ واپس آنا گناہ سمجھتے تھے۔

بعض وہ تھے جو بارہویں تاریخ کو واپس مکہ آنا لازمی اور تیرہویں تاریخ تک ٹھہرنے کو گناہ سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص دو دن منیٰ میں قیام کرتا ہے اور تیرہویں تاریخ کو واپس مکہ پہنچ جاتا ہے نہ تو اس پر گناہ ہے اور تیرہویں تاریخ تک جو رک گیا اور تین دن تک ٹھہرا رہا اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات لڑنے جھگڑنے کی نہیں ہے۔

علماء نے فرمایا کہ افضل و اولیٰ یہی ہے کہ تیسرے دن تک منیٰ میں ٹھہرے رہیں۔ فرمایا گیا کہ اس پورے سفر حج کے یہ احکامات ہیں مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس سفر کا مقصد ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے اور وہ ہے تقویٰ و پرہیز گاری، اسی میں بھلائی ہے اور اسی میں کامیابی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا
وَ يُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ ۙ وَ هُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ۝٢٠٤ وَ
اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الۡاَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيۡهَا وَيُهۡلِكَ الۡحَرۡثَ
وَالنَّسۡلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡفَسَادَ ۝٢٠٥ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ
اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئۡسَ
الۡمِهَادُ ۝٢٠٦ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ
مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ ۝٢٠٧

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۷

اور کوئی شخص تو ایسا ہے کہ دنیاوی زندگی کے کاموں میں اس کی باتیں آپ کو بڑی بھلی اور دلکش محسوس ہوتی ہیں اور وہ اپنے دل کی بات پر بار بار قسمیں کھا کر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ (اللہ کی قسمیں کھاتا ہے) حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہوتا ہے۔

اور جب وہ آپ کی محفل سے لوٹتا ہے تو زمین میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کے لئے دوڑتا پھرتا ہے، کھیتوں اور مویشیوں کی تباہی کا سامان کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ کا خوف کر تو وہ اس کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر گناہ پر اڑ جاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے جہنم کی سزا کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اور (اس کے برخلاف) لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود کو بھی کھپا دیتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت شفقت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲۰۴ تا۲۰۷

یُعْجِبُ	پسند آتا ہے
یُشْهِدُ	گواہ کرتا ہے
اَلَدُّ الْخِصَامِ	سخت جھگڑالو
تَوَلّٰی	وہ پلٹا
سَعٰی	اس نے کوشش کی
یُهْلِکُ	ہلاک اور برباد کردیتا ہے
اَلْحَرْثَ	کھیتی
اَلنَّسْلُ	جانور، مویشی
اِتَّقِ اللّٰهَ	اللہ سے ڈر
اَخَذَتْهُ	اس کو پکڑ لیتا ہے (اس کو پکڑ لیتی ہے)
حَسْبُهُ	اس کو کافی ہے
یَشْرِیْ	فروخت کردیتا ہے
اِبْتِغَاءٌ	تلاش کرنا
مَرْضَاتِ اللّٰهِ	اللہ کی رضا و خوشنودی
اَلْعِبَادُ	(عبد) بندے

تشریح: آیت نمبر۲۰۴ تا۲۰۷

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور کمزور کردار کے انسانوں کی خصلتیں اور مخلص مومنوں کی شان اور صفات بیان فرمائی ہیں۔

فرمایا کہ مدینے کے بہت سے وہ منافق جو سہل پسند، کھاتے پیتے اور صاف ستھرے لباس والے ہیں جو اپنے کردار کی

کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بڑی لچھے دار اور دلچسپ باتیں کرتے ہیں اور بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں جب آپ ﷺ کی مجلس میں آتے ہیں تو اسلام اور رسول کی تعریف میں زمین آسمان ایک کردیتے ہیں لیکن جب یہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان کی تمام تر بھاگ دوڑ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ بناوٹی اور لچھے دار باتیں۔ ان منافقوں کا روزمرہ کا کھیل ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کردار کی عظمت اور بلندیوں سے محروم اور اندر سے کھوکھلے ہیں۔ ان کے سینوں میں نہ ضمیر ہے، نہ ایمان، نہ اسلام آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ یہ باتیں محض آپ کا دل جیتنے کے لئے کرتے ہیں لیکن شاید انہیں معلوم نہیں کہ آج یہ خوب بناوٹی باتیں کرلیں لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب جھوٹے اور سچے، کھرے اور کھوٹے میں فرق وامتیاز کردیا جائے گا اور ان کے چہروں سے یہ جھوٹے نقاب نوچ کر پھینک دیئے جائیں گے اور یہ بے نقاب ہو کر ساری دنیا کے سامنے آجائیں گے۔

فرمایا کہ بات بات پر اللہ کو گواہ بنا کر قسمیں کھانے سے بھی آپ ان کے فریب میں نہ آئیں جسے اپنے عمل پر اعتماد نہیں ہوتا وہی جھوٹی قسموں کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ یہ نفسیاتی بیمار ہیں لہذا ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار ان لوگوں کا ہے جو اللہ کی رضا وخوشنودی اور رسول کی اطاعت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیتے ہیں اور تن من دھن سے ہر وقت اسلام کے لئے جہاد کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو جانباز، مجاہد اور وفادار ہیں ان کی زندگی کا مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی اور رسول کی پیروی ہے وہی اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتوں کے مستحق ہیں وہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اگر ان سے کچھ بھول چوک ہوجاتی ہے تو وہ ان کی لغزشوں کو معاف کردیتا ہے اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا
تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٢٠٨﴾
فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ
يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ
وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

اے ایمان والو! تم سب پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو۔ بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ پھر اگر صاف صاف حکم آ جانے کے باوجود تم ڈگمگا گئے تو اچھی طرح جان لو کہ بے شک اللہ زبردست ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔

کیا اب وہ اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے خود ہی بادلوں کے سائبانوں میں ان کے پاس آ جائیں اور (اس کائنات کے) تمام کاموں کا فیصلہ کر دیا جائے۔ بالآخر سارے کاموں کو اللہ ہی کے حضور تو پیش ہونا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

اَلسِّلْمُ	سلامتی
کَآفَّةً	پوری طرح۔ پورے پورے
زَلَلْتُمْ	تم بھٹک گئے
ظُلَلٌ	سائے (ظل، سایہ)
قَضٰی	فیصلہ کر دیا
اَلْاَمْرُ	کام، حکم
تُرْجَعُ	لوٹائے جائیں گے
اَلْاُمُوْرُ	تمام کام (الامر، کام)

تشریح: آیت نمبر ۲۰۸ تا ۲۱۰

دین اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مکمل نظام زندگی ہے اور دنیا کے تمام نظاموں اور ازموں میں

ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔

قرآن کریم کے ابدی اصولوں اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں اور ارشادات نے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل رہنمائی فرمائی ہے۔عقائد،عبادات،معاملات،معاشرت،معیشت،حکومت،سیاست،تجارت،زراعت،صنعت وحرفت غرض یہ کہ زندگی کے ایک ایک پہلو میں مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

جب اسلام ایک مکمل دین اور زندگی کا مکمل نظام ہے تو اسلام اپنی امتیازی شان کی وجہ سے اپنے ماننے والوں کو ان تمام طریقوں کو چھوڑ دینے کی تاکید کرتا ہے جس سے کسی بھی طرح دوسری قوموں کی مشابہت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

مثلاً عبادات میں یہ امتیاز ہے کہ سورج نکلنے ڈوبنے اور استویٰ کے وقت (زوال کے وقت) دوسری قومیں سورج کو سجدہ کرتی ہیں اس لئے فرمایا کہ تم ان اوقات میں سجدہ نہ کرو۔ یہودی دس محرم کو روزہ رکھ کر خوشی مناتے تھے آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج کی خوشی میں تم بھی دس محرم کو روزہ رکھو مگر اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملالو۔نو اور دس محرم یا دس اور گیارہ محرم کو روزے رکھو۔ یہودی عید کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

اسی طرح معاملات میں دوسری قومیں، حلال وحرام، جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کرتیں مگر مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ تم اپنی ایک ایک بات پر نظر رکھو کہ وہ رزق حلال ہو رزق حرام نہ ہو ورنہ تمہاری زندگی کی برکتیں اٹھالی جائیں گی بہر حال زندگی کا کوئی شعبہ ہو اس میں اس امتیاز کو قائم رکھنے کی تاکید ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا انجام بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔خلاصہ یہ ہے کہ اسلام اپنی عبادات، معاملات اور زندگی کے ہر انداز میں یہ چاہتا ہے کہ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا ہے تو وہ پورے طور سے اس کو قبول کرے اسی میں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن سلامؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے، انہوں نے اور چند صحابہ کرامؓ نے یہ چاہا کہ اگر ہم شریعت موسویہ پر عمل کرتے ہوئے ہفتہ کے دن کی تعظیم اور اونٹ کے گوشت کو حرام سمجھتے رہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔اس پر تین آیتیں نازل ہوئیں کہ اے مومنو تم نے جب اسلام کا دامن تھام لیا ہے تو اب اس میں پورے پورے داخل ہو جاؤ سابقہ شریعتوں کی طرف نہ دیکھو ورنہ اس سے تو فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

سَلۡ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کَمۡ
اٰتَیۡنٰهُمۡ مِّنۡ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنۡ یُّبَدِّلۡ نِعۡمَةَ اللّٰهِ
مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾
زُیِّنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا وَیَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِیۡنَ
اٰمَنُوۡا ۘ وَالَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا فَوۡقَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرۡزُقُ
مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

اے نبی ﷺ آپ ان بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ ہم نے ان کو کتنی کھلی نشانیاں عطا کی تھیں (انہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ) جو بھی اللہ کی نعمت آجانے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے اس کو اللہ سخت سزا دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی کفار کی نظروں میں پسندیدہ اور دلکش بنادی گئی ہے اس لئے وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں حالانکہ اللہ کا خوف رکھنے والے قیامت کے دن ان کافروں سے بلند و برتر ہوں گے۔ (اور یہ تو اس کا نظام ہے کہ) اللہ جس کو روزی دینا چاہتا ہے اس کو بے حساب دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

سَلۡ	پوچھیے، سوال کیجیے
کَمۡ اٰتَیۡنَا	کتنی ہم نے دیں
زُیِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
یَسۡخَرُوۡنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں (وہ مذاق کرتے ہیں)
یَرۡزُقُ	وہ روزی دیتا ہے
بِغَیۡرِ حِسَابٍ	بے حساب

تشریح: آیت نمبر ۲۱۱ تا ۲۱۲

بنی اسرائیل وہ قوم ہے جس کو کتاب و نبوت کی روشنی دے کر دنیا کی رہنمائی کے ایک بڑے مقام پر کھڑا کیا گیا تھا ان پر اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انعامات کئے تھے مگر انہوں نے ناشکری کے راستے پر چل کر اپنے آپ کو اللہ کی رحمتوں سے محروم کرلیا تھا اور انہوں نے اللہ کے غضب کو دعوت دی تھی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! آج تمہیں جس عظیم منصب پر فائز کیا جا رہا ہے تمہیں اس بات کو یاد رکھنا چاہئے اور بنی اسرائیل سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کون سے انعامات تھے جو اللہ نے ان پر نہیں کئے تھے؟ مگر انہوں نے ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کے بجائے ان کو اپنی محنتوں کا ثمر قرار دیا۔ فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! اللہ کو کسی قوم کی بھی نافرمانی پسند نہیں ہے اس کا قانون ایک ہی ہے اس میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہے کہ بدعمل قوم کو اللہ برباد کر دیتا ہے اور اچھے اعمال اور بہتر کردار کے مالک لوگوں کو پروان چڑھاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو عظمتیں دی تھیں تاکہ وہ نیکیوں پر قائم رہیں لیکن اب ان کا یہ عالم ہے کہ وہ خود تو نیکی سے محروم ہیں جو لوگ نیک اور پرہیزگار ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے ایثار کو حماقت قرار دیتے ہیں فرمایا گیا کہ وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں وہ بے شک اپنے ایثار و قربانی کی وجہ سے آج تنگ دست اور غریب ہیں لیکن قیامت کے دن یہ سربلند ہوں گے اور جہاں تک غربت و تنگ حالی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ وہ جب بھی چاہتا ہے اپنے نیک اور متقی بندوں پر اپنی رحمتوں کے دروازوں کو کھول دیتا ہے۔ مشکلات، مصائب اور پریشانیاں بھی ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف
فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا
فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۳

شروع میں لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر ان میں اختلافات پیدا ہوئے) تو اللہ نے اپنے ان نبیوں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور اللہ نے ان نبیوں کے ساتھ جو کتاب اتاری وہ حق تھی تا کہ وہ لوگوں کے درمیان اس بات میں فیصلے کریں جس میں وہ آپس میں لڑ جھگڑ رہے تھے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے کھلی کھلی آیات آ جانے کے بعد جو اختلاف کیا وہ محض آپس کی ضد کی وجہ سے کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اجازت سے ایمان والوں کو اس میں ہدایت عطا کی جس میں وہ باہم اختلاف کر رہے تھے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۳

كَانَ النَّاسُ	لوگ تھے
أُمَّةً وَّاحِدَةً	ایک جماعت
بَعَثَ	بھیجا
مُبَشِّرِيْنَ	خوش خبری دینے والے (اچھے کاموں پر خوش خبری دینے والے)
مُنْذِرِيْنَ	ڈرانے والے (برے کاموں کے انجام سے ڈرانے والے)
لِيَحْكُمَ	تا کہ وہ فیصلہ کر دے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۳

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت آدم و حوا نے اس زمین پر قدم رکھا تھا اللہ نے آپ کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور وہ پھیلتے چلے گئے حضرت ادریس علیہ السلام تک جو تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہوتا ہے اس میں تمام لوگ ایک ہی شریعت کے پیرو کار اور اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے رہے ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان نے ابتداء شرک سے نہیں بلکہ توحید سے کی تھی مگر پھر بعد میں مزاجوں اور رائے کے اختلاف سے مختلف عقائد و نظریات پیدا ہوتے گئے، جن میں حق و باطل کا امتیاز کرنا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کو واضح کرنے کے لئے مختلف

ملکوں اور مختلف زمانوں میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تا کہ وہ اللہ کی سچی تعلیمات کے ذریعہ امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچا سکیں اور امت سچی اور نجات کی راہ حاصل کر سکے، جو لوگ بغض و حسد اور عناد و سرکشی میں پھنس گئے تھے انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی اور جنہوں نے انبیاء کا راستہ اختیار کیا وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے ہم کنار ہو گئے۔

ان آیتوں میں درحقیقت مسلمانوں کو اس ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جو آخری امت ہونے کی وجہ سے ان کے کاندھوں پر آ پڑی ہے فرمایا کہ اب تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی (ﷺ) اور آخری کتاب آ چکی ہے جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے اب اگر تم نے بھی اور امتوں کی طرح باہمی اختلافات اور فرقہ بندیوں کو ہوا دی تو تمہارا انجام بھی گزری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔ لیکن اگر تم نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر پوری طرح عمل کیا تو یقیناً دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں اور سعادتیں تمہیں عطا کی جائیں گی۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۴

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو تمہیں وہ حالات بھی پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں۔ انہیں شدید مشکلات اور تکلیفیں پہنچیں۔ وہ حالات میں ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے کہہ اٹھے کہ اے اللہ آپ کی مدد کب آئے گی؟ سنو یقیناً اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۴

اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم گمان کر بیٹھے

اَنْ تَدْ خُلُوْا	یہ کہ تم داخل ہو جاؤ گے
لَمَّا یَاْ تِکُمْ	نہیں آئیں تمہارے پاس
خَلَوْا	جو گذر گئے
مَسَّتْهُمْ	ان کو پہنچیں۔ (ان کو چھوا)
زُلْزِلُوْا	ہلا دیئے گئے، ہلا ڈالا گیا
مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد کب آئے گی

تشریح: آیت نمبر ۲۱۴

امت محمدیہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ فرما کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ اے مومنو! منافقین اور کفار کی مخالفت، ایذا رسانیوں اور مذاق اڑانے سے تم گھبرا مت جانا۔ ابھی تو راہ عشق میں تمہاری ابتداء ہے آگے اس سے کہیں زیادہ مشکل اور کٹھن مقامات آنے والے ہیں جن حالات سے تمہیں گزرنا ہے اور یہ بات یاد رکھو کہ اس دنیا میں جو بھی حق و صداقت کے علم بردار ہوتے ہیں انہیں ان حالات سے گزر کر ہی جنت کی ابدی راحتوں تک پہنچنا ہوتا ہے۔ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے اس راہ میں قدم رکھا ہے ان کو شدید حالات اور مصائب سے واسطہ پڑا ہے۔ وہ آزمائشوں، بیماریوں اور تکلیفوں میں اس طرح مبتلا کئے گئے کہ ایمان و یقین کے پیکر رسول اور اس کے ماننے والے بھی چلا اٹھے کہ اے اللہ اب حالات سے مقابلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں رہا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و برداشت پر اپنی نصرت و مدد کا وعدہ پورا کیا اور وہ کامیاب و بامراد ہوئے۔

امت سے فرمایا گیا کہ آج جو مشکل حالات تمہارے سامنے ہیں وہ بہت جلد ٹل جائیں گے ہماری مدد تمہارے قدم چومے گی کیونکہ ہماری مدد کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو مشکلات میں بھی حق و صداقت کی راہ کو نہیں چھوڑتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ
خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢١٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۵

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دیجئے تم بھلائی کی نیت سے ماں باپ پر، رشتہ داروں، یتیموں محتاجوں اور مسافروں پر جو خرچ کرو گے اور تم جو بھی بھلائی کا کام کرو گے یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۵

مَاذَا	کیا
یُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ کریں گے
مَا تَفْعَلُوْا	جو کچھ تم کرتے ہو
مِنْ خَیْرٍ	بھلائی (کے جذبے) سے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۵

اس آیت میں یہ ارشاد کیا گیا ہے کہ انسان جو بھی نیکی یا بھلائی کا کام کرتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں جاتا، نہ وہ اللہ کے علم سے باہر ہے نہ وہ کسی چیز کو فراموش کرتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ عظیم اجر ہے جو دس درجوں سے لے کر سات سو درجوں تک ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے مشرکین نے بے بس مسلمانوں پر جو ظلم ڈھا رکھے تھے ان کا سلسلہ مدینہ منورہ جا کر بھی ختم نہیں ہوا لہذا جہاد فرض ہونے کے بعد ان کی پوری توجہ مکہ کو مشرکین کے قبضہ سے آزاد کرانا تھا اس لئے مسلمانوں کی پوری پوری توجہ اس طرف تھی۔ اس توجہ کی وجہ سے والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق متاثر ہونے لگے تھے اس لئے یہ سوال کیا گیا۔ جواب میں فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں اور جدوجہد کرنے میں اعتدال و توازن کو قائم رکھو کہ جس طرح تم اللہ کی راہوں میں جدوجہد کرتے ہو وہ ضرور کرو لیکن اس کا خیال رہے کہ والدین، رشتہ داروں، کمزوروں، بے بسوں اور مسکینوں کے حقوق بھی متاثر نہ ہونے پائیں جو تمہاری امداد اور تعاون کے مستحق ہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾

ع ۲۶ / ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۶

تم پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے وہ ایک بڑی بھاری بات ہے۔ شاید ایک چیز تمہیں بری لگتی ہو لیکن وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں بہت بہتر لگتی ہو اور وہی تمہارے حق میں بری ہو۔ ان باتوں کی حقیقت کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۶

اَلْقِتَالُ	جہاد، جنگ
كُرْهٌ	ناگوار، ناپسندیدہ
اَنْ تَكْرَهُوْا	یہ کہ تم برا سمجھو
خَيْرٌ	بہتر
اَنْ تُحِبُّوْا	یہ کہ تم پسند کرتے ہو
شَرٌّ	برا
يَعْلَمُ	وہ جانتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۱۶

انسانی فطرت اور مزاج کا یہ عجب پہلو ہے کہ جو چیزیں اسے انتہائی پسندیدہ اور مرغوب ہیں وہی اس کو پست کرنے والی

ہیں اور جو چیزیں انسان کو عظمت کی بلندیوں تک پہنچانے والی ہیں وہ عموماً اس کے نفس پر بڑی بھاری اور شاق ہیں۔ انسان اکثر ان چیزوں کو جو اس کی بھلائی اور بہتری کے لئے ہیں ان سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے لیکن چونکہ انبیاء ورسل کے ذریعہ اللہ نے انسانی بھلائی اور بہتری کا ذمہ لیا ہوا ہے اس لئے اس کو انجام کے اعتبار سے زندگی کی اونچ نیچ سے واقف کرایا جاتا ہے۔ جس کو وہ خود نہیں جانتا بلکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

جنگ و جہاد کے ظاہری پہلوؤں کو اگر بغور دیکھا جائے تو وہ بڑی ہولناک چیز ہے لیکن زندہ قومیں ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتی ہیں۔ انہیں موت کو محبوب اور خوشگوار بنانا پڑتا ہے تب ہی اس قوم کی شیرازہ بندی ہوا کرتی ہے اور اسی میں دونوں عالموں کی بھلائی پوشیدہ ہوا کرتی ہے۔ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہارے اوپر جہاد فی سبیل اللہ کو فرض کر دیا ہے اگر چہ وہ ایک بھاری اور ہولناک چیز ہے اور تمہارے نفسوں پر شاق ہے لیکن ظاہر و باطن اور ماضی اور مستقبل کا جاننے والا جانتا ہے کہ کیا چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور کیا چیز تمہارے لئے نقصان پہنچانے والی ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ
اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢١٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کیسی ہے؟ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اس میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن کسی کو اللہ کی راہ سے روکنا، اللہ کا انکار کرنا اور لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا، حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پیدا کرنا قتل و غارت گری سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اے مومنو! وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے تاکہ جب بھی ان کا بس تم پر چل جائے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ (یادرکھو) جو کوئی تم میں سے دین سے پھر جائے گا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر جائے گا تو دنیا و آخرت میں اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

كَبِيْرٌ بڑا۔ (گناہ)

اِخْرَاجُ نکالنا

اَهْلُهٗ اس کے رہنے والے

اَكْبَرُ زیادہ بڑا (بہت بڑا گناہ ہے)

لَا يَزَالُوْنَ ہمیشہ

اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر ان میں طاقت ہو

يَرْتَدِدْ جو پلٹ گیا (مرتد ہو گیا)

يَمُتْ	وہ مرجاتا ہے
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی (ضائع ہوگئے)
هَاجَرُوْا	ہجرت کی
جَاهَدُوْا	انہوں نے جہاد کیا
يَرْجُوْنَ	امید رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۸

ان آیات کی تشریح یہ ہے کہ

رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم ان چار مہینوں کو عرب والے (اشھر الحرم) عزت وحرمت والے مہینے کہا کرتے تھے۔ ان چاروں مہینوں کے بارے میں زمانہ جہالت ہی سے عربوں کی روایات اس قدر سخت تھیں کہ ان مہینوں میں جنگ کرنے کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے چونکہ اس طرح کے معاملات میں انسان بڑا جذباتی ہوجاتا ہے اس لئے بار بار یہ سوال ذہنوں میں گونج رہا تھا کہ ان مہینوں میں اگر جنگ سے واسطہ پڑ جائے تو کیا جنگ کی جائے یا کفار کی زیادتیوں اور جنگی اقدامات کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا جائے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھا سادھا اصول مقرر فرمادیا کہ اسلام امن وعافیت کا دین ہے اس کا مزاج ہی بے جا جنگ وجدل کے خلاف ہے لیکن اگر کفار خود ہی ان مہینوں کا احترام نہیں کرتے اور بیت اللہ کی حرمت کا بھی ان کو خیال نہیں ہے تو تمہیں کیا پڑی ہے کہ تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ احترام کرتے ہیں تو تم ان سے زیادہ احترام کرو۔ اگر وہ بیت اللہ کی عظمت وحرمت کا خیال کرتے ہیں تو تم اس گھر کی حرمت کے زیادہ بہتر پاسبان ہو لیکن اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ کیونکہ یہ اللہ کے بھی مجرم ہیں اور تمہارے بھی۔ یہ بے ضمیر کفار لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو مسجد حرام کی زیارت اور حج وعمرہ سے روکتے ہیں اور محض اس وجہ سے تمہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا کہ تم اس گھر کے مالک کا نام لیتے ہو جسے بیت اللہ کہتے ہیں۔ یہ جرائم تو اتنے بڑے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ان سے جہاد وقتال کرنا بہت معمولی بات ہے لہذا اے مومنو! تم دین اسلام پر پوری طرح قائم رہو اور دین اسلام سے منہ نہ پھیرو ورنہ ابدی جہنم سے تمہیں کوئی بچا نہ سکے گا۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہجرت اور جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہیں۔

رکوع ۲۷

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ
قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ
مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ەؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾
فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۹

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے بعض لوگوں کے لئے اس میں کچھ فائدے بھی ہیں۔ لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا (کتنا) خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات پر غور و فکر کرسکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۹

اَلْخَمْرُ — شراب، ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے

اَلْمَيْسِرُ — جوا

اِثْمٌ كَبِيْرٌ — بڑا گناہ

مَنَافِعُ — نفع ہے

اَلْعَفْوُ — اپنی بنیادی ضروریات سے زائد چیز

تشریح: آیت نمبر ۲۱۹

شراب اور جوا یہ ایسی بری عادتیں ہیں کہ جن کو ایک دم چھوڑ دینا عام حالات میں عام انسانوں کے بس میں نہیں ہوتا اس لئے شراب اور جوئے کو حرام قرار دینے کے لئے بتدریج احکامات نازل کئے گئے تا کہ وہ شراب جو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور اس کے بے انتہا نقصانات تھے اس سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ سورہ بقرہ کی اس آیت میں شراب کو حرام قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس کے نفع ونقصان کے پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے جس میں مسلمانوں کو بتا دیا گیا کہ بے شک اس میں تجارت وغیرہ کے ذریعہ یا شراب پینے کے بعد سرورومستی کا آ جانا بظاہر ایک نفع معلوم ہوتا ہے لیکن شراب اور جوئے میں آخرت کا زبردست نقصان ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ نے شراب اور جوئے کو چھوڑ دیا کہ جس میں ہماری آخرت برباد ہوتی ہے ایسا کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکری یعنی اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک تمہارا نشہ باقی رہتا ہے۔ اس آیت کے بعد اور بہت سے صحابہ نے شراب سے توبہ کر لی اور انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ اس میں عبادت اور آخرت کا زبردست نقصان ہے اور جو چیز اللہ کی عبادت وبندگی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی وہ چیز یقیناً اللہ کو سخت ناپسند ہے لہٰذا ایسی چیز کو چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ یہ دو ابتدائی آیتیں تھیں مگر اب ایک ایسے حکم کی ضرورت تھی جس سے ہر شخص کو یہ بات بتا دی جائے کہ شراب ایک بدترین برائی اور شیطان کی گندگیوں میں سے ایک گندگی ہے چنانچہ سورۂ مائدہ کی دو آیتیں نازل ہوئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مومنو! شراب، جواء، بت اور جوئے کے تیر یہ شیطانی گندگی اور شیطانی کام ہیں تم ان سے بالکل الگ رہو تا کہ فلاح وکامیابی حاصل کر سکو۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض وحسد اور دشمنی کو پیدا کر دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کر دے کیا اب بھی تم باز نہ آؤ گے۔

سورۂ مائدہ کی ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی فرماں بردار صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی شراب کو گھروں سے باہر پھینک دیا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو اس آیت کے اعلان کے لئے فرمایا اور انہوں نے اعلان کیا کہ اے مومنو! اللہ نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے تو جس کے ہاتھ میں جو برتن تھا اس نے اسے وہیں پھینک دیا، جس کے پاس شراب کے مٹکے تھے اس نے ان کو گھر کے سامنے پٹخ دیا۔ حضرت انسؓ ایک مجلس میں حضرت ابو طلحہ حضرت عبیدۃ ابن الجراح حضرت ابی ابن کعب اور حضرت سہیل کو شراب کے جام بھر بھر کر دے رہے تھے منادی کی آواز کان میں پڑتے ہی سب نے کہا کہ شراب گرا دو اور اس کے جام وسبو توڑ دو۔ بعض روایات میں ہے کہ جس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا اس نے ہونٹوں تک بھی اس کو جانے نہیں دیا وہیں اس کو پھینک دیا۔ مدینہ میں شراب اس دن اس طرح بہہ رہی تھی جس طرح بارش کا

پانی بہتا ہے اور مدینہ کی گلیوں میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوتی تو شراب کی بو اور رنگ مٹی پر ابھر آتا تھا۔

اس طرح وہ عرب جن کی گھٹی میں شراب پڑی ہوئی تھی اسلام کی برکت سے اس ام الخبائث (یعنی برائیوں کی جڑ) سے نجات حاصل کرلی۔

ان واضح آیات اور صحابہ کرام کے طرز عمل کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ شراب کو حرام کہاں کیا گیا ہے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان آیات میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کیا اور کتنا خرچ کریں؟ جواب یہ دیا گیا کہ اپنی اور اپنے بچوں کی انتہائی ضرورتوں سے جو بھی بچ جائے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر ملت کی حفاظت اور مدافعت کے لئے ضرورت پڑ جائے تو اپنی ناگزیر ضروریات سے جو کچھ بھی بچا سکتے ہو بچا کر اس کو جہاد پر قربان کر دیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ قومی زندگی میں کبھی کبھی ایسے حالات اور واقعات بھی سامنے آتے ہیں جب سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مزاج کی طرف مائل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اپنی انتہائی ضروری حاجات کے علاوہ جو کچھ بھی میسر ہو وہ خرچ کیا جائے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ابتدا میں جب زکوۃ کے احکامات نہیں آئے تھے اس وقت یہی حکم تھا کہ اپنی ضروریات سے زائد جو کچھ بھی ہو وہ سب کا سب اللہ کی راہ میں دیدیا جائے۔ بعد میں نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں ہر صاحب نصاب کو ڈھائی فیصد زکوۃ نکالنا ضروری قرار دیا گیا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۲۰

ترجمہ : آیت نمبر ۲۲۰

وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کے حال کی اصلاح و تربیت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ان کو اپنے ساتھ شامل کرلو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ کون بگاڑ چاہتا ہے اور کون فلاح و بہبود۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ تمہیں شدید مشکلات میں مبتلا کر دیتا۔ بلاشبہ اللہ کو ہر بات پر غلبہ و طاقت حاصل ہے۔ اور وہ صاحب حکمت بھی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۰

یُبَیِّنُ	بیان کرتا ہے، واضح کرتا ہے
تَتَفَکَّرُوْنَ	تم غور وفکر کرو گے
اِصْلَاحٌ	درست کرنا، بہتر کرنا
تُخَالِطُوْ	تم ملالو
اِخْوَانُکُمْ	تمہارے بھائی بند (اخوان، اخ، بھائی)
اَلْمُفْسِدُ	فساد کرنے والا، بگاڑ پیدا کرنے والا
اَعْنَتَ	مشکل میں ڈال دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۲۰

اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ۔ عرب میں عام طور پر یتیموں کے حقوق کی ادائیگی میں بڑی کوتاہیاں کی جاتی تھیں۔ فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں۔ اس حکم کے آتے ہی صحابہ کرامؓ انتہائی محتاط ہو گئے اور انہوں نے یتیموں کا کھانا بالکل الگ تھلگ کر دیا جس سے یتیموں کا بھی نقصان ہونے لگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال نہ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی مصلحت کو ضائع نہ کیا جائے اگر خرچ ملا لینے میں یتیموں کا فائدہ ہے تو ان کی مصلحت کی رعایت کرنا خرچ علیحدہ رکھنے سے بہتر ہے۔ اگر تم ان کے خرچ کو شریک رکھو تو کوئی ڈر کی بات نہیں ہے آخر وہ تمہارے ہی تو بھائی بند ہیں۔

بلا علم وارادہ اگر کوئی معمولی سی کمی یا لغزش ہو جائے تو چونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام انسانوں کی نیت کا اچھی طرح علم ہے اس لئے اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس معاملہ میں کوئی سخت قانون مقرر فرما دیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سب انسانوں کی بنیادی کمزوریوں سے واقف ہیں۔ اس لئے مشقت میں ڈالے بغیر یہ قانون مقرر فرما دیا کہ اصل چیز یتیم کے مال کی حفاظت اور نگہبانی ہے اور اس کی مصلحت اور فائدوں کی رعایت ہے اس لئے اگر بلا علم وارادہ کوئی کوتاہی یا کمی ہو جائے جس سے یتیم کے حق پر ضرب نہ پڑتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔

وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ‌ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ
مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ‌ ۚ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا ؕ
وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ‌ ؕ اُولٰٓٮِٕكَ
يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا اِلَى الۡجَـنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ
بِاِذۡنِهٖ‌ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ‏﴿۲۲۱﴾‏

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۱

مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومنہ غلام عورت آزاد مشرک عورت سے کہیں بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں کتنی ہی پسند ہو۔ اور مشرک مردوں سے اس وقت تک (اپنی عورتوں کا) نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، آزاد مشرک مرد سے بہت زیادہ بہتر ہے خواہ وہ مشرک تمہیں کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگتا ہو۔ یہ لوگ تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اپنی آیتوں کو لوگوں کے واسطے واضح کر کے بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۱

لَاتَنۡكِحُوۡا	تم نکاح نہ کرو
اَلۡمُشۡرِكٰتُ	مشرک عورتیں
حَتّٰى يُؤۡمِنَّ	جب تک وہ ایمان نہ لائیں
اَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ	مومن لونڈی (غلام عورت)
اَعۡجَبَتۡ	پسند ہو

عَبْدٌ مُؤْمِنٌ — مومن غلام

يَدْعُوْنَ — وہ بلاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲۱

زندگی کے بنیادی معاملات میں انسان کو بہت سنجیدگی سے سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے کیونکہ جو لوگ زندگی کے معاملات میں بے سوچے سمجھے جذباتی انداز سے قدم اٹھالیتے ہیں پھر وہ زندگی بھر پچھتاتے ہیں۔

خاص طور سے شادی بیاہ جیسے معاملات میں تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ زندگی بھر کا ساتھ ہے اس میں غلط اور بے جوڑ ساتھی اکثر زندگی کو تلخ کر دینے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔ ایک شخص ظاہری حسن و خوبی سے متاثر ہو کر شادی کر لیتا ہے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد جب زندگی کا یہ جذباتی طوفان تھمنے لگتا ہے تو خاندان اور اولاد کے بڑے مسائل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں جو کبھی کبھی خاندان کے مسائل میں بڑے بڑے الجھاؤ کا سبب بن جایا کرتے ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کو اپنے نکاح کے لئے دین دار اور صالح عورت کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ خود اس کے لئے بھی وہ عورت دینی معاملات میں مددگار ثابت ہو اور اس کی اولاد کو بھی دین دار ہونے کا موقع مل سکے۔

اس حدیث رسول ﷺ میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب بے دین عورت سے نکاح کو پسند نہیں کیا گیا تو کسی غیر مسلم عورت سے نکاح کو کیسے پسند کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب آپ کو خبر پہنچی کہ عراق اور شام کے مسلمان کچھ اہل کتاب کی لڑکیوں سے شادیاں کر رہے ہیں تو آپ نے حکماً ایسی شادیوں کو روک دیا اور فرمایا کہ یہ شادیاں مسلم گھرانوں کے لئے بڑی خرابیوں کا سبب بن جائیں گی اور مصلحت کے بھی خلاف ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی دور بین نگاہوں نے ان شادیوں کے پس منظر اور ان کے بھیانک نتائج کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ اس کا بالآخر نتیجہ کیا ہوگا۔

ان آیتوں میں بنی اسماعیل کے مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کے متعلق یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ ان عورتوں کو نہ تو اپنے نکاح میں لینا جائز ہے اور نہ اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دینا جائز ہے۔

فرمایا کہ ایک مومن لونڈی ایک آزاد مشرک عورت سے لاکھ درجہ زیادہ بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک عورت تمہیں کتنی ہی دلکش کیوں نہ لگتی ہو۔ اسی طرح ایک مومن غلام ایک آزاد مشرک مرد سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں کتنا ہی بھلا کیوں نہ لگتا ہو۔

اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہی وہ بنیاد ہے جو تمہیں رشتے، ناتے، ذات برادری سے ممتاز کرنے والی چیز ہے اس میں پسند اور ناپسند کا معیار نہ حسب نسب ہے اور نہ شکل و صورت بلکہ صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح ہے۔

رشتے ناتے کے اثرات زندگی پر وقتی اور سطحی نہیں پڑتے بلکہ بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص ان چیزوں میں عقائد، ایمان اور عمل صالح کو کوئی اہمیت نہ دے صرف مال، حسن، خاندان یا مصلحت ہی کو سامنے رکھے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ہی خرچ پر اپنے گھر میں ایک ایسی مصیبت کو دعوت دے ڈالے جو صرف اس کے لئے نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک وبال جان بن جائے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے اندر بے شمار عقائد کی گمراہیاں ان عورتوں کے ذریعہ پھیلیں جو وہ دوسری بت پرست قوموں سے بیاہ کر لائے تھے۔ اسی طرح ہمارے مغل بادشاہوں نے ہندو راجاؤں کے ساتھ جو سیاسی مصلحتوں کی بناء پر شادیاں کی تھیں تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ ساتھ ان کے عقائد، اوہام پرستی، رسمیں اور عبادت کے بھونڈے طریقے بھی ہمارے اندر گھس آئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زندگی کے اس معاملہ میں قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ شادی بیاہ کے معاملات میں آدمی کو انتہائی سنجیدہ ہو کر وہ قدم اٹھانا چاہئے جو خود اس کے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کسی بے دینی کا سبب نہ بن جائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي
الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّـوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ
الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۲۲۲ نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۡ
وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَ
بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۲۲۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

وہ آپ سے (عورتوں کے) حیض کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے وہ ایک گندگی کی حالت ہے، تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے اس وقت تک ہم بستری نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں۔ پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی طرح ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو آؤ اور اپنے واسطے آگے کی

(آخرت کی) تدبیر کرتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھی طرح جان لو کہ تمہیں اس کے حضور پیش ہونا ہے اور اے نبی ﷺ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

اَلْمَحِیْضُ	حیض (عورتوں کے مخصوص ایام)
اَذًی	ناپاکی، گندگی، بیماری
اِعْتَزِلُوْا	تم علیحدہ رہو
لَاتَقْرَبُوْا	تم قربت نہ کرو نزدیک نہ جاؤ
حَتّٰی یَطْھُرْنَ	جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں
فَاْتُوْھُنَّ	پھر تم آؤ انکے پاس
اَلتَّوَّابِیْنَ	بہت توبہ کرنے والے
مُتَطَھِّرِیْنَ	بہت پاک رہنے والے
نِسَآءٌ	عورتیں
حَرْثٌ	کھیتی
اَنّٰی شِئْتُمْ	جس طرح تم چاہو
قَدِّمُوْا	تم آگے بھیجو
مُلٰقُوْهُ	تم اس سے ملنے والے ہو
بَشِّرْ	خوش خبری دیدیجیے

تشریح: آیت نمبر ۲۲۲ تا ۲۲۳

حج، جہاد، انفاق، شراب، جوا، یتیموں سے ہمدردی، مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح کے مسائل کے بعد اب یہاں سے عورتوں کے حقوق اور ان سے متعلق بعض مسائل کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

ایام ماہواری سے اس مضمون کو اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ اس کے اثرات، نکاح ثانی، طلاق، عدت وراثت اور دوسرے تمام خاندانی مسائل پر پڑتے ہیں۔

سوال یہ کیا جارہا ہے کہ ایام ماہواری میں عورتوں سے علیحدہ رہنے کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! تم ان سے اس وقت تک ہم بستری نہ کرو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ جب وہ شرعی طور پر پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اور قربت حاصل کرو۔ اس آیت میں صرف قربت وصحبت سے ممانعت کی گئی ہے لیکن پاس لیٹنے بیٹھنے سے منع نہیں کیا ہے کیونکہ عورت ان دنوں میں کوئی اچھوت نہیں ہو جاتی جس طرح ہندوؤں اور کچھ دوسری قوموں میں ان ایام میں عورت کو اچھوت بنا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ اگر اس عورت کا سایہ کسی شخص یا چیز پر پڑ جائے تو وہ شخص اور چیز ناپاک ہو جاتی ہے قرآن کا حکم صرف زن وشوہر کے مخصوص تعلقات قائم کرنے سے ہے یہ ایک شرعی ناپاکی ہے جب عورت اس ناپاکی سے پاک ہو جائے تو غسل کے بعد یا کم از کم ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد زن وشوہر کے تعلقات قائم کر لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ساتھ ہی اس کی بھی تعلیم دے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ بہت ہی پسند ہیں جو پاکیزگی اختیار کرنے والے اور توبہ کر کے دلوں کی صفائی حاصل کرنے والے ہیں۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ ازدواجی یعنی گھریلو زندگی کا سارا سکون اور چین میاں بیوی کے اچھے تعلقات سے وابستہ ہے۔ ان کی تنہائیوں کی آزادیوں پر فطرت کی چند موٹی پابندیوں کے سوا کوئی پابندی یا نگرانی نہیں ہے۔ انسان جب اپنے اس عیش و سرور کے باغ میں داخل ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ اس کی اپنی کھیتی ہے کوئی جنگل یا ویرانہ نہیں ہے۔ جس میں وہ جس شان کے ساتھ آنا چاہے سو بار آئے لیکن اس باغ کا باغ ہونا اور کھیتی کا کھیتی ہونا پیش نظر رہے۔

ہر کسان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اپنی کھیتی سے برابر اچھی فصل ملتی رہے۔ مناسب وقت اس پر ہل چلتا رہے، کھاد اور پانی کی ضرورت ہو تو وہ دیا جائے۔ موسمی آفتوں سے وہ محفوظ رہے، درند، چرند، پرند، دشمن اور چور اس کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ جب وہ اس کو دیکھے تو اس کی طبیعت میں فرحت وشادابی پیدا ہو جائے۔ جب وقت آئے تو وہ اپنے پھلوں اور پھولوں سے اپنا دامن بھرے۔ یہی مقصد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عورتیں تمہاری کھیتی کی طرح ہیں ان میں جیسے آنا چاہو آؤ اور اس کی حفاظت و بقا کا سامان کرتے رہو۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے عورتوں کے حقوق میں کمی نہ کرو کیونکہ ایک وقت آئے گا جب تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

ایسی قسمیں کھانے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ نہ بناؤ کہ جن کا مقصد نیکی، پرہیز گاری، یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی سے باز رہنا ہے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

تم جو بے مقصد اور بلا ارادہ قسمیں کھاتے ہو اس پر تو اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ قسمیں جو تم دلی ارادہ کے ساتھ (پکی قسمیں) کھاتے ہو اس پر گرفت کرے گا۔ اللہ بہت معاف کرنے والا، اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

لَاتَجْعَلُوْا	تم نہ بناؤ
عُرْضَةٌ	نشانہ، ہتھ کنڈا
اَنْ تَبَرُّوْا	یہ کہ تم بھلائی نہ کرو (یہاں اَنْ نفی کے لیے ہے)
تُصْلِحُوْا	یہ کہ تم اصلاح نہ کراؤ (یہ اصل میں ان تصلحوا تھا)
بَيْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان
لَايُوَاخِذُ	نہیں پکڑتا ہے
لَغْوٌ	بیکار اور فضول
اَيْمَانٌ	قسمیں (یمین، قسم)
كَسَبَتْ	کمایا
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا

ع ۲۱

تشریح: آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

نکاح اور طلاق وعدت کے مسائل سے پہلے قسموں کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ کارِ خیر اور بھلے کام جیسے حسن سلوک، تقویٰ اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی یہ ایسے کام ہیں جن کو کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔ لیکن ان بھلے اور بہتر کاموں کو کرنے کے بجائے ایسے کام نہ کرنے کی قسمیں کھالینا بری بات ہے اور اللہ کا نام استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے بھلے اور بہتر کام نہ کرنے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ بنایا یقیناً ایک مومن کو زیب نہیں دیتا کیونکہ اللہ کے نام کو تو ان چیزوں کے اختیار کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسی قسمیں توڑ دینے کا کفارہ دس آدمیوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا تین روزے رکھ کر ادا کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ وہ قسمیں جو بلا ارادہ یا بطور تکیہ کلام کے منہ سے نکل جاتی ہیں جن کا تعلق دل سے نہیں ہوتا ایسی قسموں پر مواخذہ تو نہیں ہے لیکن گناہ کی بات تو ضرور ہے، البتہ وہ قسمیں جن میں دلی ارادہ اور عزم پایا جاتا ہے اگر ایسی قسمیں کھا کر توڑ دی جائیں گی تو ان پر اللہ کی طرف سے ضرور مواخذہ ہوگا۔

بہر حال لغو قسمیں کھانا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے عادی بن جانے پر گناہ تو ضرور ہوتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ
فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ
فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ
الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

۸/۲۸۷/۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے اگر وہ اس عرصہ میں رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور اگر یہ لوگ چھوڑنے کا (طلاق دینے کا) پکا ارادہ کرلیں تو اللہ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین حیض آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ اگر وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے وہ اس کو چھپائیں۔ اور اگر وہ دونوں سلوک سے رہنا چاہیں تو ان مطلقہ عورتوں کے خاوند دوران عدت ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان عورتوں کے لئے قاعدے کے مطابق مردوں پر وہی حقوق ہیں جیسے قاعدے کے مطابق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ بہر حال مردوں کو عورتوں پر درجہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

يُؤْلُوْنَ	وہ قسم کھاتے ہیں
تَرَبُّصُ	رکنا ہے، انتظار کرنا ہے
اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ	چار مہینے
فَآءُ وْ	باہم مل گئے، پلٹ گئے
عَزَمُوْا	انہوں نے ارادہ کرلیا
اَلْمُطَلَّقٰتُ	طلاق والی عورتیں
يَتَرَبَّصْنَ	انتظار کریں گی

ثَلٰثَةٌ	تین
قُرُوْءٌ	حیض
لَایَحِلُّ	حلال نہیں ہے
اَنْ یَّکْتُمْنَ	یہ کہ وہ چھپائیں
خَلَقَ اللّٰهُ	اللہ نے پیدا کیا
اَرْحَامٌ	(رحم) عورتوں کے رحم
بُعُوْلَةٌ	شوہر
اَحَقُّ	زیادہ حق دار
بِرَدِّهِنَّ	ان کو لوٹا لینے کے
اَرَادُوْا	انہوں ارادہ کیا

تشریح: آیت نمبر ۲۲۶ تا ۲۲۸

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے زن وشوہر کے تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھالے تو اس کو شریعت میں ایلاء کہتے ہیں اس طرح کی قسمیں چونکہ ازدواجی تعلقات کے خلاف اور بر وتقویٰ کے منافی ہیں جس سے ایک عورت بالکل معلق ہو کر رہ جاتی ہے اس وجہ سے اسلام نے اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت مقرر کی ہے ان چار مہینوں میں اگر شوہر اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات بحال کرلے اور اپنی قسم توڑ دے تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا مگر نکاح باقی رہے گا۔

(۱) لیکن اگر ایک شخص چار مہینے تک اپنی قسم پر قائم رہتا ہے اور یہ عرصہ گزر جائے تو اس عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی یعنی اب بغیر نکاح کے رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اگر دونوں رضامندی سے پھر نکاح کرلیں تو ان کو حلالہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

(۲) ان آیتوں میں دوسرا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر طلاق ہو جائے تو اس عورت کو تین خون آنے تک عدت گزارنا ہے اور صبر کرنا ہے۔اس کے بعد اس کو کسی دوسرے سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

(۳) تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ عدت کے دوران جو بھی صورت حال ہے وہ ایک مومنہ عورت جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسے بیان کر دینا چاہیے کہ اس کو حمل ہے یا نہیں کیونکہ اگر اس کو حمل ہوگا تو اس کی عدت تین خون تک نہیں بلکہ بچہ پیدا ہونے تک ہوگی۔اور نسب بھی ثابت ہوگا۔

(۴) چوتھی بات یہ بتائی گئی ہے کہ اگر خاوند نے تیسری طلاق نہیں دی ہے اور وہ آپس میں اصلاح کی نیت سے اپنا گھر آباد کرنا چاہیں تو پہلا خاوند اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ پھر سے نکاح کر کے اس کو اپنی بیوی کی حیثیت سے رکھ لے لیکن اگر عورت نہ چاہے تو اس پر زبردستی نہیں کی جاسکتی۔باہمی رضامندی ضروری ہے۔

(۵) پانچویں اور آخری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ دنیا کی بقا اور ترقی میں دو چیزوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے عورت اور دولت (مال، زمین جائیداد) جہاں یہ دونوں خیر وفلاح کا ذریعہ ہیں وہیں سارے فساد اور معاشرے کی تباہی کا ذریعہ بھی بن جایا کرتی ہیں۔تمام فتنے اور خونریزیاں ان ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔لیکن یہ جب ہی ہوتا ہے جب ان کو اصل مقام اور موقف سے ذرا ادھر ادھر کر دیا جائے۔اسلام نے جو نظام زندگی عطا کیا ہے اس میں عورت اور دولت کو ان کے صحیح مقام پر رکھا ہے تا کہ ان کے ذریعہ سے تمام فوائد اور ثمرات حاصل ہو سکیں۔ جہاں بغیر جبر واکراہ کے دولت کی صحیح تقسیم کے عادلانہ اصول بیان کئے گئے ہیں وہیں عورتوں کے اور مردوں کے تمام حقوق اور ذمہ داریوں کو تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے بتایا گیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ازروئے قرآن خاندان کا سربراہ اور سرپرست عورت کو نہیں بلکہ مرد کو بنایا گیا ہے جس طرح ایک ریاست کا نظم وانتظام کسی ایک سربراہ کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح چھوٹے پیمانے پر ایک گھر کا نظام وانتظام کسی بہتر سربراہ کی سرکردگی میں صحیح چل سکتا ہے۔مگر مردوں پر عورتوں کے تمام حقوق کو ادا کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔یوں کہنا چاہیے کہ اللہ نے عورت اور مرد کو درجوں میں تو برابر نہیں کیا لیکن تمام حقوق انسانی میں برابری کا درجہ عطا کیا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ
تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ
زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ
يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ
النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ
يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

الثلثة ۲۹ ۲ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے پھر اس کو طریقے سے رکھ لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے

تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے ان عورتوں کو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ سوائے اس کے کہ تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

پھر اگر تم اس سے ڈرتے ہو کہ وہ دونوں اللہ کا حکم قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت بدلہ دے کر جان چھڑا لے۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں۔ تم ان سے آگے نہ بڑھو اور جو لوگ اللہ کی مقرر کردہ حدوں سے آگے بڑھیں گے وہی لوگ ظالم ہیں۔

اگر (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد) ایک طلاق اور دے دی جائے تو پھر وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ عورت (عدت گزر جانے کے بعد) کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اور پھر وہ اسے طلاق دے۔ اور اگر کسی نے (صرف) ایک طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ ایک دوسرے سے رجوع کرلیں بشرطیکہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے ہیں وہ ان لوگوں کے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔

جب تم ان عوتوں کو طلاق (رجعی) دے دو اور وہ اپنی مدت پوری کر چکیں یا تو ان کو بھلے طریقے سے روک لو یا بہتر طریقے سے ان کو رخصت کر دو۔ تم انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے اگر روکے رکھو گے تو یہ زیادتی ہوگی۔ اور جو ایسا کرے گا وہ بے شک اپنا ہی نقصان کرے گا۔

اللہ کے احکامات کو ہنسی کھیل نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کئے ہیں اور اس کتاب و حکمت کو یاد رکھو جو اس نے تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نازل کی ہے اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

مَرَّتٰنِ	دو مرتبہ
اِمۡسَاکٌ	روکنا
بِمَعۡرُوۡفٍ	نیکی، بھلائی سے
تَسۡرِیۡحٌ	چھوڑ دینا ہے
اٰتَیۡتُمُوۡھُنَّ	تم نے ان عورتوں کو دیا
اَنۡ یَّخَافَا	یہ کہ وہ دونوں ڈرتے ہیں

اَلَّا يُقِيمَا	یہ کہ وہ قائم نہ رکھ سکیں گے
حَتّٰى تَنْكِحَ	جب تک نکاح نہ کرے
زَوْجٌ	شوہر
غَيْرَهٗ	اس شوہر کے سوا
اَنْ يَّتَرَاجَعَا	یہ کہ وہ دونوں رجوع کرلیں
اِنْ ظَنَّا	اگر وہ دونوں خیال رکھتے ہیں
بَلَغْنَ	وہ عورتیں پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ	اپنی مدت کو (یعنی عدت پوری کرلیں)
اَمْسِكُوْا	تم روک لو
سَرِّحُوْا	تم چھوڑ دو
لَا تُمْسِكُوْهُنَّ	نہ روکے رکھوان عورتوں کو
ضِرَارٌ	ایذا اور تکلیف
لِتَعْتَدُوْا	یہ کہ تم زیادتی کرو
لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
هُزُوٌ	مذاق
يَعِظُ	وہ نصیحت کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۱

قرآن کریم میں کئی مقامات پر نکاح وطلاق کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ ان آیتوں میں اہم بنیادی قائدے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اسلام میں نکاح مرد اور عورت کے اس معاہدے کو کہتے ہیں جو زندگی بھر کے نباہ کے ارادے کے ساتھ زن وشوہر کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لئے کیا گیا ہو۔ یہ رشتہ اس قدر مضبوط اور مستحکم ہونا چاہئے جس کے ٹوٹنے یا ختم ہونے کی نوبت نہ آئے۔ لیکن اسلام نے دوسرے مذہبوں کی طرح یہ نہیں کیا کہ ایک دفعہ نکاح ہونے کے بعد اس کو توڑنا ممکن ہی نہ ہو بلکہ شدید ضرورت اور مجبوری کے وقت

طلاق کے ذریعہ اس رشتہ کو توڑا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ قابل نفرت (اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی) چیز طلاق ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلاق دینا تو حلال اور جائز ہے لیکن یہ اللہ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ طلاق کے اثرات صرف زوجین کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس کے اثرات خاندان، اولاد، بچوں کی تعلیم و تربیت اور معاشرے پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، کبھی کبھی تو قبیلوں اور خاندانوں میں فساد اور جھگڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے جو چیزیں اس معاہدہ نکاح کو توڑنے والی ہیں ان کو راستے سے ہٹانے کی شریعت نے کوششیں کی ہیں، تاکہ یہ رشتہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا جائے اور ٹوٹنے کی نوبت نہ آئے اس کے لئے سب سے پہلے آپس میں افہام و تفہیم یعنی طلاق کے بعد کی تمام اونچ نیچ کو سمجھانا اور کچھ ایسے نفسیاتی طریقے اختیار کرنا جس سے عورت، مرد آئندہ کے بھیانک نتائج پر غور کرسکیں اور اگر اس سے کام نہ چلے تو دوسرا درجہ قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کو تنبیہ کرنے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے بستر الگ کرلیا جائے اور اگر اس پر بھی بات نہ بنے تو کچھ سختی کرنا جس میں معمولی مارنے کی بھی اجازت ہے، لیکن اگر بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے تو خاندان کے دو بزرگوں کے سامنے اس مسئلہ کو رکھا جائے جو لڑکی اور لڑکے والوں کی طرف سے ہوں۔ ان کوششوں کے باوجود کوئی نتیجہ نہ نکلے اور ایک کا دوسرے کے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے تو پھر ازدواجی تعلقات کو ختم کردینا ہی دونوں کے حق میں بہتر ہے مردوں کے لئے حکم ہے کہ جب عورت ایام ماہواری میں ہو تو اس کو اس وقت تک طلاق نہ دی جائے جب تک وہ پاک نہ ہو جائے (لیکن اگر وہ اس حالت میں طلاق دیدے گا تو وہ واقع ہو جائے گی)۔ اور اس پاکی کے زمانہ میں زن و شوہر کا تعلق قائم کئے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت گزرنے دی جائے۔ اگر اس عدت کے دوران مرد نے رجوع نہیں کیا تو عدت گزرتے ہی یہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور یہ طلاق رشتہ زوجیت کو ختم کردے گی اور عورت آزاد ہو کر کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مختار ہو جائے گی۔ اس طریقہ سے فائدہ یہ ہے کہ طرفین میں باہمی صلح و صفائی کی راہیں کھلی رہیں گی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے تو صرف رجوع کرلینا ہی کافی ہوگا۔ عدت ختم ہونے کے بعد اگرچہ نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت آزاد ہو جائے گی مگر پھر بھی یہ گنجائش باقی رہے گی کہ اگر دونوں باہمی رضامندی سے مصالحت کرلیں اور نکاح کرنا چاہیں تو نکاح جدید اسی وقت ہوسکے گا۔ یہ ہے وہ طریقہ جو اسلام نے ہمیں بتایا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو اس طریقہ میں سینکڑوں مصلحتیں پوشیدہ ہیں کیونکہ تمام معاشرتی زندگی کا دارومدار نکاح کے پاکیزہ رشتے پر ہی ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کے ٹوٹنے کی نوبت آ ہی جائے تو اس پاکیزہ رشتے کو ایک ہی جھٹکے میں توڑ کر رکھ دینا شرافت نہیں ہے آخر یہ زندگی کا بڑا سنجیدہ مسئلہ ہے، بچوں کا کھیل تو نہیں ہے کہ جب چاہا کھیل لئے اور جی بھر گیا تو کھلونوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ عورت کو کھیل کھلونا بنانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی فطری کمزوریوں کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے کی خاص ہدایت کی گئی ہے۔

دور جاہلیت میں مرد عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ وہ طلاق کے حق کو بڑے وحشیانہ انداز سے استعمال کرتے تھے، جب چاہتے عورت کو دو چار طلاقیں دے دیتے اور پھر عدت کے دوران اس سے رجوع کرلیتے۔ پھر

اس کو تنگ کرتے اور لامحدود حد تک طلاقیں دیئے چلے جایا کرتے تھے اس طرح عورت کبھی اس کے پنجہ ظلم سے باہر نکل ہی نہیں سکتی تھی۔ اسلام نے جہاں عورتوں کو بے انتہا مساوی حقوق دیئے ہیں ان ہی میں سے طلاقوں کی تعداد کو تین تک محدود کر کے عورت پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایک مرد نادانی سے ان تین حقوق کو ایک لفظ میں ادا کر کے بھی عورت کو اپنے اوپر حرام کر سکتا ہے لیکن وہ قرآنی طریقہ جو ابھی میں نے نقل کیا ہے اس طریقہ پر عمل کر کے بھی اپنے حقوق کا استعمال کر سکتا ہے لیکن تین طلاقوں کے بعد ایک مرد کا عورت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ان آیات میں الطلاق مرتن فرمایا یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ ہے ان دو طلاقوں میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ دو طلاقوں سے معاملہ بالکل ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر عدت کے دوران اس سے رجوع کر لیا تو اس کی پوری طرح گنجائش باقی ہے لیکن عدت گزر جانے پر نکاح کا تعلق ختم ہو جائے گا اور وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرنے میں آزاد ہو جائے گی۔

ان آیتوں میں دو طلاقوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ تیسری طلاق اور اس کے احکامات کو بیان کرنے سے پہلے درمیان میں ایک اور نازک مسئلے کا ذکر کیا گیا ہے جو عموماً باہمی معاملات بگڑ جانے کے بعد پیش آیا کرتا ہے کہ ایک ظالم شوہر نہ بیوی کو رکھنا چاہتا ہے، نہ اس کو اس کے بنیادی حقوق دینا چاہتا ہے بلکہ تنگ کر کے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے وہ مال واپس لینا چاہتا ہے جو اس نے عورت کو دیا تھا۔ قرآن کریم نے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ ایسی حرکت کرنا اور دے کر واپس لینا حرام ہے۔ البتہ اگر عورت محسوس کرتی ہے کہ اب دونوں میں نباہ مشکل ہے اور اب وہ دونوں اللہ کی حدود و قیود کی پابندی نہ کر سکیں گے تو اگر عورت اپنا مال یا رقم فدیہ میں دے دے تا کہ ظالم شوہر سے اس کی جان چھوٹ جائے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کو شریعت میں خلع کہتے ہیں اور یہ جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی صورت میں زبردستی مال ہتھیا لینے کی اجازت نہیں ہے۔

درمیان میں اس مسئلہ کو بتانے کے بعد اب پھر اسی مسئلہ طلاق کی طرف بات کو لایا گیا ہے کہ اگر دو طلاقیں دینے کے بعد پھر ایک طلاق دے دی تو اب نکاح کا معاہدہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ آخری حق تھا جو اس نے استعمال کر لیا ہے اب یہ عورت مرد پر حرام ہوگئی ہے۔ چونکہ اب مرد نے شریعت کی حدود کو پار کر لیا ہے اس لئے اب مرد کو بغیر حلالہ شرعی کے عورت کو واپس نکاح میں لانے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ یہ عورت آزاد ہے عدت گزارنے کے بعد پھر یہ عورت کسی اور مرد سے شادی کر کے رہے بسے، اگر اتفاق سے وہ دوسرا شوہر بھی اس کو طلاق دے دے یا مر جائے تو اس کی عدت گزارنے کے بعد یہ عورت پہلے والے شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے اس کو حلالہ شرعی کہتے ہیں۔

آخر میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہر حال میں اللہ کی حدود کا خیال رکھا جائے اللہ کے احکامات کو ہنسی کھیل نہ بنایا جائے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور اس کتاب و حکمت کو یاد رکھا جائے جو اس نے انہیں عطا کی ہے کیونکہ جو قومیں اللہ کی نعمت اور شریعت کی قدر کرتی ہیں ان کو سرفرازیاں عطا کی جاتی ہیں لیکن جو لوگ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر نہیں کرتے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز اور اس کی حکمتوں کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا
بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ
مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى
لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۲

جب تم عورتوں کو طلاق دیدو۔ پھر وہ اپنی عدت پوری کر چکیں، تو تم ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (پسندیدہ) شوہروں سے نکاح کریں۔ جبکہ وہ آپس میں (دستور شرعی کے مطابق) رضا مند ہوں یہ نصیحت ان لوگوں کے لئے ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی میں تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی اور شائستگی ہے۔ اس بات کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۲

لَا تَعْضُلُوْا	تم منع مت کرو
اَنْ يَّنْكِحْنَ	یہ کہ وہ نکاح کریں
تَرَاضَوْا	آپس میں رضامند ہو گئے
اَزْكٰى	بہت پاکیزگی ہے
اَطْهَرُ	زیادہ ستھرائی، صفائی ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۳۲

جو عورت طلاق پانے کے بعد اپنی عدت پوری کر چکی ہو وہ آزاد ہے۔ دستور اور شریعت کے مطابق وہ جہاں چاہے اپنی پسند اور مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔ اس کے اس ارادے میں طلاق دینے والے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو کسی طرح کی

رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

عرب میں یہ جہالت عام تھی کہ عورت کو طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد بھی طرح طرح سے تنگ کیا جاتا تھا وہ اس بات کو اپنی توہین اور ذلت سمجھتے تھے کہ جو عورت ہمارے خاندان کی بہو بن کر رہ چکی ہے وہ ہم سے جدا ہو کر کسی دوسرے گھر میں کیوں جائے، اس کے لئے وہ طرح طرح کی سازشیں اور رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔قرآن کریم میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب ایک عورت کو طلاق ہو چکی اور وہ اپنی عدت بھی مکمل کر چکی ہے اب اگر وہ شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس میں تم رکاوٹ نہ بنو بلکہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس عورت کے معاون و مددگار بن جاؤ جو پاکیزہ زندگی گزارنے کی خواہش مند ہے۔اسی میں معاشرہ کی پاکیزگی ہے۔

وَالْوٰلِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۳

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ جو باپ چاہتے ہیں کہ پوری مدت رضاعت تک بچے کو دودھ پلائیں۔ باپ پر ذمہ داری ہے کہ وہ ان عورتوں کے لئے دستور کے مطابق روٹی کپڑے کا انتظام کرے۔ مگر کسی پر اس کی گنجائش سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ نہ تو ماں کو اس لئے ستایا جائے کہ اس کا بچہ ہے اور نہ ہی باپ کو اس لئے پریشان کیا جائے کہ وہ اس کا بچہ ہے اور باپ نہ ہو تو وارث پر بھی یہی ذمہ داری ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورہ سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر تم کسی اور سے

بچے کو دودھ پلوانا چاہتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تم قاعدے طریقے سے دودھ پلانے والی کو وہ ادا کرو جو تم نے اس کو دینا طے کیا تھا۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۳

وَالِدَاتٌ	مائیں
یُرْضِعْنَ	دودھ پلائیں
حَوْلَیْنِ	دو سال
کَامِلَیْنِ	مکمل
اَنْ یُّتِمَّ	یہ کہ وہ پورا کرائے گا
اَلرَّضَاعَةُ	دودھ کی مدت
مَوْلُوْدٌلَّهٗ	پیدا کیا گیا جس کے لیے یعنی باپ
کِسْوَتُهُنَّ	ان عورتوں کا لباس، پہناوا
لَاتُکَلَّفُ	ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی
وُسْعَهَا	اس کی گنجائش
لَاتُضَارَّ	نقصان نہ پہنچایا جائے
فِصَالًا	جدائی، دودھ چھڑائی
تَرَاضٍ	باہم رضامندی
تَشَاوُرٌ	باہمی مشورہ
لَاجُنَاحَ	گناہ نہیں ہے
سَلَّمْتُمْ	تم نے سپرد کر دیا
مَاآ تَیْتُمْ	جو کہ تم نے دینا طے کیا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۳۳

طلاق ہو جانے کے بعد جہاں اور بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اس میں اگر اولاد ہو جائے تو بچے کو دودھ پلوانے کا

مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے اس آیت میں ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داریوں اور چند ضروری مسائل کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ مدت رضاعت کو پورا کرلے تو عورت کو دوسال تک دودھ پلانا چاہیے۔

(۲) دودھ پلانے کے دوران بچے کے باپ پر عورت کا کھانا اور کپڑا دینا ہوگا اس مسئلے میں مرد کی حیثیت کے مطابق کھانا اور کپڑا وغیرہ کی ذمہ داری ہوگی۔

(۳) ماں اور باپ دونوں میں سے کسی پر بھی بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ نہ بچے کے بہانے ماں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی اور نہ بچے کی آڑ لے کر باپ پر ناجائز دباؤ ڈالا جائے گا۔

(۴) اگر بچے کے باپ کا انتقال ہوجائے تو یہی تمام ذمہ داریاں ان لوگوں پر ہوں گی جو اس کے وارث ہیں۔

(۵) اگر دوسال کے دوران ہی دونوں آپس کی رضامندی سے بچے کا دودھ چھڑوانا چاہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(٦) اگر باپ یا بچے کے وارث بچے کی ماں کے بجائے کسی اور عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو وہ ایسا کرسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو دودھ پلانے کے لئے رکھا ہے اس سے معاوضہ دینے دلانے کا جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا پورا ادا کیا جائے۔
آخر میں فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس بات کا خیال رکھو کہ وہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل کو اچھی طرح جانتا ہے اور دیکھ رہا ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ
أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۳۴﴾
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ
فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ
سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ
حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي
۳۰ ع ۱۴ أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے اور دس دن تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، پھر جب وہ عدت پوری کر چکیں تو اپنے حق میں قاعدہ کے مطابق جو چاہیں فیصلہ کریں اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

اگر عدت کے دوران تم اشاروں میں ان کو نکاح کا پیغام دے دو یا اس کو اپنے دل میں چھپائے رکھو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تمہارے دلوں میں ان کا خیال ضرور آئے گا۔ لیکن تم چھپ چھپ کر ان سے وعدے نہ لینا۔ اگر بات کرنی ہے تو قاعدے طریقے سے ہونی چاہیے۔ اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے اس وقت تک عقد نکاح کا ارادہ بھی نہ کرنا۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے لہٰذا اسی سے ڈرو اور خوب جان لو کہ اللہ بخشنے والا اور بڑا برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

یُتَوَفَّوْنَ	مرجاتے ہیں
یَذَرُوْنَ	وہ چھوڑ جاتے ہیں
اَزْوَاجًا	بیویاں
اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ	چار مہینے
عَشْرًا	دس (دن)
بَلَغْنَ	وہ پہنچ جائیں
اَجَلَهُنَّ	اپنی مدت (کو یعنی عدت پوری کرلیں)
فَعَلْنَ	وہ عورتیں کریں

عَرَّضْتُمْ	تم نے پیش کیا
خِطْبَةُ النِّسَاءِ	عورتوں سے پیغام نکاح
اَكْنَنْتُمْ	تم نے چھپالیا
لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ	تم ان سے وعدے نہ لینا
سِرٌّ	چھپ چھپ کر
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا	قاعدے طریقے کی بات
عُقْدَةُ النِّكَاحِ	نکاح کی گرہ
يَبْلُغُ الْكِتٰبُ	پہنچ جائے حکم

تشریح: آیت نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۵

جن عورتوں کے شوہر مر جاتے ہیں انہیں چار مہینے دس دن تک عدت گزارنی ہے یعنی اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے۔ اس عرصہ میں نہ تو دوسرا نکاح کرنا جائز ہے اور نہ کسی شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ صریح اور صاف الفاظ میں نکاح کا پیغام دے۔ البتہ ایسے ڈھکے چھپے الفاظ میں یا اشارۃً یہ بات کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اس غمزدہ کے لئے ڈھارس بھی ہو اور سہارا بھی لیکن نکاح کا پیغام جائز نہیں ہے۔

عدت کے دوران اس عورت کو خوشبو لگانا، سنگھار کرنا، سرمہ لگانا، تیل ڈالنا، بلا ضرورت مہندی لگانا، رنگین کپڑے پہننا یا آرائش وزیبائش کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر چاند رات کو کسی شخص کا انتقال ہوا ہے تب تو یہ مہینے خواہ تیس دن کے ہوں یا انتیس دن کے چاند کے حساب سے مدت پوری کی جائے گی اور اگر کسی شخص کا انتقال چاند رات کے بعد ہوا تو سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کئے جائیں گے اس طرح کل ایک سو تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔

آخر میں فرمایا کہ اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس نے جو تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے اس سے دھوکے میں نہ پڑ جانا وہ بہت برداشت کرنے والا ہے اور اسی وجہ سے وہ درگذر کرتا ہے۔ لیکن کوئی چیز اس کے علم کے احاطے سے باہر نہیں وہ ہر چیز کا اچھی طرح علم رکھتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ أَوْ
تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ
عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾
وَإِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ
لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَّعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا
الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوْٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۚ وَ
لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دو جب کہ تم نے نہ تو ان کو ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کا مہر مقرر کیا ہے اگر دستور کے موافق ان کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے صاحب حیثیت پر اس کی گنجائش کے مطابق اور تنگ دست پر اس کے حال کے موافق ہے جو خرچ قاعدے کے مطابق ہو۔ یہ نیک لوگوں پر ایک حق ہے۔ اور اگر تم ان عورتوں کو اس وقت طلاق دو جب کہ تم نے ان کا مہر تو مقرر کیا ہے مگر انہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے تو دستور کے مطابق ان کا آدھا مہر ادا کرنا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ عورتیں اپنا حق چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (یعنی مرد) وہ پورا مہر دے دے۔ اگر تم درگذر سے کام لو گے تو یہ بات پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربانیاں کرنے کو فراموش نہ کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ — تم نے ان عورتوں کو نہ چھوا ہو (صحبت نہ کی ہو)

لَمْ تَفْرِضُوْا — تم نے مقرر نہیں کی

فَرِيْضَةً	مہر
مَتِّعُوْهُنَّ	ان کو سامان دو
اَلْمُوْسِعُ	وسعت والا، صاحب حیثیت
قَدَرُهٗ	اس کے موافق ہے
اَلْمُقْتِرُ	تنگ دست
نِصْفُ	آدھا
اَنْ يَّعْفُوْنَ	عورتیں معاف کردیں
يَعْفُوْا	مرد معاف کردے (پورا مہر دیدے)
لَا تَنْسَوُا	تم نہ بھولو

تشریح: آیت نمبر ۲۳۶ تا ۲۳۷

ان آیتوں میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں

(۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک شخص نے محض نکاح کیا، کوئی مہر مقرر نہیں کیا اور نہ اس عورت سے قربت حاصل کی اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی ایسی صورت میں چونکہ مہر مقرر ہی نہیں ہے اس لئے مہر نہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کم از کم ایک جوڑا کپڑے کا دیدیا جائے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو اختیار دیا ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لیکن مرد کو اس سلسلہ میں تنگ دلی کا ثبوت نہیں دینا چاہئے بلکہ فراخ حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ زیادہ بھی دے دینا چاہئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے ایک ایسے ہی واقعہ میں مطلقہ کو بیس ہزار درہم عطیہ دیا، قاضی شریح نے بھی ایک واقعہ میں پانچ سو درہم دیئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ کم از کم ایک جوڑا کپڑا ہی دیدے۔ (قرطبی)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ نکاح ہوا، مہر مقرر ہوا مگر قربت وصحبت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو اس صورت میں جتنا مہر مقرر کیا گیا تھا اس میں سے آدھا دینا ہوگا۔ اس میں عورت اور مرد دونوں کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ جو چاہے اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ عورت کی دست برداری یہ ہے کہ وہ سارا ہی مہر معاف کردے۔ مرد کی دست برداری یہ ہے کہ وہ آدھے مہر کے بجائے پورا مہر ہی اس لڑکی کو دیدے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مرد کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ عام زندگی میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرتے رہنا چاہیے لیکن اس معاملہ میں تو مرد کو بلند حوصلے کا مظاہرہ کرنا چاہیے یعنی اس مطلقہ کو پورا مہر دے دینا چاہئے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

سب نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور سے درمیان والی نماز کی۔ اور تم نمازوں میں اللہ کے سامنے فرماں برداری کے ساتھ کھڑے رہو۔ اگر خوف کی حالت ہو تو خواہ پیدل ہو یا سوار نماز ادا کرو پھر جب خوف دور ہو جائے تو اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جسے تم (پہلے سے) نہیں جانتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

حَافِظُوْا	حفاظت کرو
اَلصَّلٰوتُ	نمازیں
اَلصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى	درمیان والی نماز (نماز عصر)
قُوْمُوْا	کھڑے رہو
قٰنِتِيْنَ	خاموش، ادب سے کھڑے ہونے والے
خِفْتُمْ	تم ڈرے
رِجَالٌ	پیدل
رُكْبَانٌ	سوار
عَلَّمَكُمْ	اس نے تمہیں سکھایا

تشریح: آیت نمبر ۲۳۸ تا ۲۳۹

احکام وقوانین جن کا آغاز توحید کے بعد نماز اور زکوۃ کے ذکر سے ہوا تھا اب ان آیات پر ختم ہو رہا ہے اس باب کی ابتداء

بھی نماز سے ہوئی اور اس باب کا خاتمہ بھی نماز ہی پر ہو رہا ہے جو اس بات کی طرف کھلا ہوا اشارہ ہے کہ دین اسلام میں جو اہمیت نماز کی ہے وہ کسی اور عبادت کی نہیں ہے۔ ساری شریعت کے قیام و بقاء کا دارومدار نماز کے نظام کی بقاء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو شریعت کے قائم رہنے اور حفاظت کے لئے ایک باڑہ اور حصار کا درجہ دیا ہے۔ جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے وہ گویا پوری شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور جو شخص اس میں سستی اور کاہلی کرتا ہے وہ گویا دین کی بنیادوں کو ڈھا دیتا ہے۔

درحقیقت نمازوں کی حفاظت ہی دین کی دوسری باتوں کی حفاظت کی ضامن ہے۔ جس طرح ایک شہر پناہ پورے شہر کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح نماز دوسری تمام نیکیوں کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ سارے دین کی محافظ نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے اس کو ضائع کر دیا اس نے سارا دین ضائع کر دیا۔

ان دونوں آیتوں میں سب سے پہلے تو نماز کی حفاظت کا حکم دیا پھر فرمایا کہ درمیانی نماز کی حفاظت کرو یہ درمیانی نماز جس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اس سے عصر کی نماز مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ دن بھر کی تمام سرگرمیاں عصر کے وقت اپنے آخری مراحل میں داخل ہوتی ہیں اس لئے خاص طور سے کاروباری لوگوں کے لئے یہ بڑے جوڑ توڑ کا وقت ہوتا ہے۔ مسافر رات ہونے سے پہلے اپنی منزل پر پہنچنا چاہتا ہے۔ دوکان دار دوکان بند ہو جانے سے پہلے کچھ کمانے کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح امن کے علاوہ جنگی حالات میں بھی عصر کا وقت بہت اہم ہوتا ہے فریقین دونوں ہی جنگ کا آخری وار کرنے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ اس لئے جنگ کی حالت ہو یا امن کی عصر کی نماز کی حفاظت کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ
مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى
الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا
فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾
وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾
۳۱ ع ۷ ۱۵ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

اور جو لوگ تم میں سے مرجائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے یہ وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جاتا رہے اور ان کو گھر سے نہ نکالا جائے۔ البتہ اگر وہ خود ہی گھر چھوڑ دیں اور پھر اپنے حق میں دستور کے مطابق کوئی فیصلہ کریں تو اس کا تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور تمام مطلقہ عورتوں کے ساتھ قاعدے طریقے سے حسن سلوک کرنا پرہیزگاروں پر ایک حق ہے۔ اللہ اسی طرح اپنے احکامات صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

یَذَرُوْنَ	وہ چھوڑ جائیں
مَتَاعٌ	خرچ دینا
اِلَی الْحَوْلِ	ایک سال تک
غَیْرُ اِخْرَاجٍ	نہ نکالنا

تشریح: آیت نمبر ۲۴۰ تا ۲۴۲

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اگر کسی عورت کا شوہر مرجاتا تو اس کی عدت ایک سال تک ہوا کرتی تھی، اس وقت تک عدت اور آیت میراث کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ اسلام نے سب سے پہلے تو عورت کی عدت چار مہینے دس دن تک مقرر کردی چونکہ اس وقت تک میراث کی تقسیم سے متعلق احکامات نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اگر عورت اپنی مصلحت سے خاوند کے ترکے کے گھر میں رہنا چاہے تو سال بھر تک اس کو رہنے دیا جائے اور ترکہ سے اس کے نان ونفقہ کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی عورتوں کے لئے اس طرح کی وصیت کر جایا کریں۔ البتہ عدت گزرنے کے بعد عورت خود ہی نہ رہنا چاہے اور اپنے حق میں کوئی فیصلہ کرنا چاہے تو الگ بات ہے۔ جب آیت میراث نازل کی گئی تو یہ عبوری قانون منسوخ کردیا گیا اب آیت میراث کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

۲۳

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ
فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ اَحۡیَاهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی
النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ
اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ
قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقۡبِضُ وَیَبۡصُۜطُ
وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

کیا تم نے ان لوگوں کا حال دیکھا جو ہزاروں تھے مگر موت کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے تھے اللہ نے کہا کہ تم مرجاؤ (مرنے کے بعد) پھر اللہ نے ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت فضل و کرم کرتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

اللہ کی راہ میں لڑو اور اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ بلا شبہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اس کے لئے کئی درجہ بڑھا کر دے۔ اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی کشادگی رزق بھی عنایت کرتا ہے۔ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

اُلُوۡفٌ	ہزاروں، (الف، ہزار)
حَذَرَ الۡمَوۡتِ	موت کا خوف
مُوۡتُوۡا	مرجاؤ
اَحۡیَا	اس نے زندہ کیا
ذُوۡ فَضۡلٍ	فضل و کرم والا

يُقْرِضُ	قرض دیتا ہے
قَرْضًا حَسَنًا	قرض حسن، بہترین قرض
يُضٰعِفُهٗ	وہ اس کو دوگنا کر دیتا ہے
اَضْعَافً كَثِيْرٌ	دوگنے سے بھی زیادہ
يَقْبِضُ	روکتا ہے
يَبْسُطُ	کھولتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۵

اب ان آیات سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے احکام بیان کئے جا رہے ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ زندگی اور موت اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ انسان لاکھ موت سے ڈر کر کہیں بھی چلا جائے۔ جہاں بھی وہ جائے گا اور اس کی موت کا وقت آ جائے گا تو مضبوط قلعوں میں بھی موت پہنچ جائے گی۔ اس مضمون کی ابتداء بنی اسرائیل کے ایک واقعہ سے کی ہے۔ یہ کوئی ایک جماعت تھی جو کسی شہر میں رہا کرتی تھی وہاں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی اس بستی والے اپنے سامنے اپنے عزیزوں کو تڑپتا دیکھ کر ایک وسیع میدان کی طرف بھاگ نکلے تا کہ موت سے بچ سکیں۔ یہ لوگ جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی دو پہاڑوں کے درمیان وسیع میدان میں جا کر ٹھہر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دکھلانے کے لئے عبرت کا یہ سامان کیا کہ ان دس ہزار بنی اسرائیلیوں پر موت طاری کر دی۔ جب آس پاس کے لوگوں کو اطلاع ملی کہ دس ہزار کے قریب انسان بے گور و کفن پڑے ہیں اور ان کی لاشیں سڑ رہی ہیں۔ انہوں نے سوچا اور یہ طے کیا کہ ان کا کفن دفن تو مشکل ہے ان کے چاروں طرف ایک دیوار کھینچ دی جائے تا کہ ان کی لاشوں کی بے حرمتی نہ ہو چنانچہ ان کے چاروں طرف دیواریں کھینچ دی گئیں۔ کچھ دن کے بعد ہی ان کی لاشیں گل سڑ گئیں اور لاشوں کے ڈھانچے رہ گئے۔ بہت عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر حضرت حزقیلؑ کا اس مقام سے گزر ہوا۔ وہاں اتنی بڑی تعداد میں انسانی ڈھانچے دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ وحی کے ذریعہ ان کو بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو موت کے خوف سے بھاگ کر اس میدان میں پہنچ گئے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت حزقیلؑ نے دعا کہ اے اللہ ان کو دوبارہ زندہ کر دیجئے! اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو دوبارہ زندگی عطا کر دی اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو جہاد سے بھاگتے اور موت کا خوف اپنے اوپر طاری رکھتے ہیں۔ ان آیتوں میں چونکہ مسلمانوں کو جہاد کی تعلیم و تربیت دی جا رہی ہے تو یہ بھی فرمادیا کہ جہاد کے لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جہاں اپنی جانیں لڑائی جائیں وہیں مال کا بھی ایثار کیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے

قرض حسنہ کا نام دیا یعنی جو کچھ تم خرچ کرو گے یقیناً اس کی ادائیگی اللہ کے ذمے ہے فرمایا جو اس دنیا میں ایک خرچ کرے گا اس کو ستر سے سات سو گنا تک بڑھ کر ملے گا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوالدحداحؓ خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتے ہیں حالانکہ وہ قرض سے بے نیاز ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے تمہیں جنت میں داخل فرمائیں۔ ابوالدحداحؓ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے کھجوروں کے دو باغ ہیں میں دونوں کو اللہ کی راہ میں بطور قرض حسنہ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک کو وقف کر دو اور دوسرے باغ کو اپنے بال بچوں کے لئے رکھ لو۔ ابوالدحداح نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ گواہ رہیے میں نے ان دونوں باغوں میں سے بہترین باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں اللہ کی راہ میں دے دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی برکت سے جنت عطا فرمائیں گے آپ نے فرمایا جنت میں ابوالداحداح کے لئے کھجوروں کے سرسبز و شاداب درخت اور کشادہ محلات تیار ہیں جو ان کو ملیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ
مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ
قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ
دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا
مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًاؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ
عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِؕ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ
الْجِسْمِؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۷﴾

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ
تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع ۳۲/۱۶/۲
فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ
اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ
هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ
قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ
غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا
بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ
اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا
يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ
الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا جب انہوں نے کہا کہ آپ

ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا، اگر تم پر جہاد فرض کر دیا گیا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاد نہ کرو۔ کہنے لگے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے حالانکہ ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے اور بچوں سے جدا کئے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو سوائے کچھ لوگوں کے سب پیٹھ موڑ گئے۔ اور اللہ تو ظالموں سے خوب واقف ہے۔

ان لوگوں سے پیغمبر نے کہا کہ تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا گیا ہے۔ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طالوت ہم پر حکومت کرے حالانکہ ہم اس کے مقابلہ میں حکومت کرنے کے زیادہ حق دار ہیں جبکہ وہ مالی اعتبار سے بھی بڑھ کر نہیں ہے۔ پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے اس کو تمہارے مقابلہ میں منتخب کیا ہے، اس کو علم کی وسعت اور قد و قامت میں بڑا بنایا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے سلطنت دے دیتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا جاننے والا ہے۔

ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے تسکین قلب کا سامان ہے اور موسی و ہارون کی اولادوں کی چھوڑی ہوئی چیزیں (تبرکات) ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ اس صندوق میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

پھر جب طالوت لشکر کو لے کر نکلا تو اس نے کہا تمہیں اللہ ایک نہر کے ذریعہ آزمائے گا جس نے اس نہر سے پانی پیا وہ میرا نہیں ہے اور جس نے اس کو نہ چکھا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو پانی بھر لے۔ پھر سوائے کچھ لوگوں کے سب نے پانی پی لیا۔

پھر جب طالوت اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے دریا پار کر گئے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کر سکیں۔ اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے انہوں نے کہا کتنی ہی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں محض اللہ کے حکم سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئی ہیں اور اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر و استقامت عطا فرما۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔ پھر طالوت کے ساتھیوں نے جالوت والوں کو شکست دے دی۔ داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا تو اللہ نے ان کو سلطنت و حکمت عطا فرمائی اور اللہ نے جو کچھ چاہا ان کو سکھا دیا۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعہ بعض لوگوں کو نہ ہٹاتا رہے تو زمین کا نظام تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔ لیکن اللہ کا دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

اَلْمَلَاءُ	سردار
اِبْعَثْ	اٹھادے
مَلِکٌ	بادشاہ
نُقَاتِلُ	ہم جہاد کریں گے
هَلْ عَسَيْتُمْ	کیا تم سے یہی توقع نہیں ہے
اَلَّا تُقَاتِلُوْا	یہ کہ تم جہاد نہ کروگے
مَالَنَا	ہمیں کیا ہوا
اُخْرِجْنَا	ہم نکالے گئے ہیں
نَحْنُ اَحَقُّ	ہم زیادہ حق دار ہیں
لَمْ يُؤْتَ	نہیں دیا گیا
سَعَةٌ	گنجائش، وسعت
اِصْطَفٰهُ	اس نے اس کو منتخب کرلیا ہے
بَسْطَةٌ	پھیلاؤ
سَكِيْنَةٌ	سکون
فَصَلَ	وہ جدا ہوا
مُبْتَلِيْ	آزمانے والا
لَمْ يَطْعَمْهُ	جس نے نہیں چکھا
اِغْتَرَفَ	بھرلیا۔ چلو بھرلینا

تشریح: آیت نمبر ۲۴۶ تا ۲۵۱

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بڑی عظمتیں عطا کی تھیں مگر انہوں نے ناشکریوں اور بداعمالیوں کا ایسا سلسلہ شروع کیا کہ اللہ

نے ان کی ساری عظمتیں چھین لیں اور ان پر کافروں کو مسلط کر دیا۔ فلسطین میں ایک گرانڈیل، دیو ہیکل اور جنگ کا ماہر شخص جاتی جولیت تھا جو ان کا سپہ سالار تھا اور جالوت کہلاتا تھا۔ اس کا رعب بنی اسرائیل پر اس قدر چھا چکا تھا کہ اس نے بار بار بنی اسرائیل پر چڑھائی کر کے ان کا قتل عام کیا اور ان کو گھروں سے بے گھر کیا، اور ان سے تبرکات سے بھرا ہوا صندوق بھی چھین کر لے گیا جو ان کے ہاں فتح و نصرت اور کامیابی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ یہ جنگ و جہاد سے جان چھڑاتے تھے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ نہیں جانتے تھے۔ یہ خوف اور بزدلی برسوں تک اس طرح چھائی رہی کہ بنی اسرائیل کے پانچ بڑے شہر ان کے ہاتھوں سے نکل گئے مگر ان میں ان کو واپس لینے کی ہمت نہیں تھی۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اندر تجدید و اصلاح اور ان کی تنظیم کا کام کیا جس سے بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی، اور وہ فلسطینیوں کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے مگر حضرت شموئیل بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے حضرت شموئیل ہی سے ایک ایسی قیادت کی درخواست کی جس کی سربراہی میں وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکیں۔ حضرت شموئیلؑ ان کی ایمانی کمزوری سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے انہوں نے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اگر تمہارے اوپر جہاد فرض کر دیا جائے تو تم میدان سے بھاگ جاؤ۔ اس پر انہوں نے بڑے جوش اور جذبہ کے ساتھ کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم تو اپنے گھروں اور بچوں سے جدا کئے گئے ہیں کیا اب بھی ہم جہاد نہ کریں گے؟

بنی اسرائیل کی خواہش پر جب طالوت کو جو بڑا وجیہ، خوبصورت اور لمبا تڑنگا آدمی تھا سردار لشکر بنا دیا گیا تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ کہنے لگے بھلا یہ ہمارا سردار کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ منصب کے حق دار تو ہم ہیں۔ یہ شخص نہ تو خاندانی اعتبار سے ہم سے برتر ہے اور نہ مالی اعتبار سے۔ اس کا جواب حضرت شموئیل نے یہ دیا کہ اول تو طالوت کا انتخاب اللہ نے کیا ہے اسی نے اس کو تمہاری سرداری کے لئے چنا ہے وہ علم اور جسم میں بھی تم سے بڑھ کر ہے۔ یہی وہ پیمانہ ہے جس سے طالوت کی عظمت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، انہوں نے کہا ہم کیسے مان لیں کہ طالوت کو اللہ نے ہمارے لئے سردار مقرر کر دیا ہے۔ حضرت شموئیلؑ نے فرمایا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ تبرکات کا وہ صندوق جسے جالوت لوٹ کر لے گیا ہے اللہ کے حکم سے خود بخود واپس آ جائے گا۔ ادھر اللہ نے یہ انتظام کیا کہ جالوت والوں نے جہاں بھی اس صندوق کو رکھا وہاں بربادی اور بیماریاں پھیل گئیں۔ ایک دن سب نے طے کیا کہ یہ تمام آفتیں اسی صندوق کی وجہ سے آ رہی ہیں لہٰذا اس کو واپس کر دیا جائے، چنانچہ انہوں نے ایک گاڑی میں رکھ کر گدھوں کو ہنکا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے عین اسی وقت اس گاڑی کو کھینچ کر بنی اسرائیل تک لے آئے۔ اس طرح بنی اسرائیل کو طالوت کی سچائی کا یقین کرنا پڑا۔ اس کے بعد نہایت گرم موسم کے باوجود طالوت نے بنی اسرائیل کو لے کر سلطنت جالوت یعنی فلسطین پر چڑھائی کر دی۔ راستہ میں قوم کے صبر و تحمل کا امتحان لیا گیا تا کہ وہی لوگ ساتھ رہ جائیں جو نبی کی اور اپنے سردار کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ یہ امتحان ایک نہر سے کیا گیا۔ حضرت طالوت نے کہا کہ جو شخص بھی اس نہر میں سے خوب سیر ہو کر پانی پئے گا اور ذخیرہ کرے گا تو وہ میرے ساتھ نہیں رہے گا۔ چلو دو چلو پانی پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب یہ بنی اسرائیل اس نہر پر پہنچے تو جن کو نبی کی بات پر اعتماد تھا انہوں نے حکم کی تعمیل کی لیکن جنہوں نے اپنی عقل پر

بھروسہ کیا انہوں نے سوچا کہ ہم صحرا سے گزر رہے ہیں، نہ جانے آگے پانی ملے نہ ملے انہوں نے پانی اپنے برتنوں میں جمع کیا اور خوب پانی پیا۔ چونکہ یہ پانی تو ایک امتحان تھا لہٰذا جو لوگ اس میں ناکام ہوئے۔ وہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر مر گئے یا بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب طالوت کے ساتھ بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ جب یہ میدان جنگ میں پہنچے تو جالوت کا زبردست لشکر اور اس کا جاہ وجلال دیکھ کر اکثر نے کہا کہ ہم اس بے سروسامانی میں اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں اور پھر اس کی قیادت جالوت جیسا جری اور بہادر سردار کر رہا ہے یہ تو اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے اس لئے بہت بڑی تعداد موت کے خوف سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ آخر میں طالوت کے ساتھیوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے اتنی ہی رہ گئی جتنی جنگ بدر میں نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی تھی۔ اب یہ جتنے بھی تھے وہ صبر استقلال کے پیکر تھے۔ انہوں نے کہا کہ فتح وشکست سب اللہ کے ہاتھ میں ہے قلت وکثرت کا کوئی سوال نہیں ہے ہم اللہ کی راہ میں جانیں دینے کے لئے آئے ہیں اور بس، چنانچہ زبردست جنگ شروع ہوگئی یہ نہتے اور بے بس بے جگری سے جالوت کی باقاعدہ فوج کا مقابلہ کر رہے تھے کہ حضرت داؤدؑ جو اس وقت صحرا میں بکریاں چرایا کرتے تھے اپنے والد کے حکم سے اپنے بڑے بھائیوں کو جو جنگ میں شریک تھے کھانے پینے کی چیزیں دینے آئے تھے انہوں نے دیکھا کہ جالوت مقابلہ کا چیلنج کر رہا ہے مگر اس کے سامنے جانے کی ہمت کسی میں نہیں ہے ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی۔ وہ طالوت کے پاس پہنچے اور جالوت کے مقابلے کی اجازت مانگی اس وقت حضرت داؤدؑ نہایت کم عمر سرخ رو اور دراز قامت نوجوان تھے۔ طالوت نے ان کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کو دیکھتے ہوئے کچھ تردد کیا۔ حضرت داؤدؑ نے کہا کہ جناب میں اپنی بکریوں پر حملہ کرنے والے شیروں اور ریچھوں کے جبڑے توڑ دیتا ہوں۔ طالوت نے ان کے عزم وہمت کو دیکھ کر ان کو اجازت دے دی، یہ میدان جنگ میں پہنچے اور انہوں نے جالوت کو چیلنج کیا۔ کہا میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔ جالوت نے دیکھا کہ ایک نوجوان نے اپنے کپڑے میں کچھ پتھر اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ اس کو چیلنج کر رہا ہے وہ اور اس کے ساتھی بے ساختہ ہنس پڑے مگر حضرت داؤدؑ نے ایک پتھر ایسا مارا کہ جالوت سر کے بل گرا اور مر گیا۔ یہ دیکھ کر فلسطینیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح اللہ نے اپنے حکم سے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی اور ظالم قوم کے مقابلے میں کامیابی اور فتح ونصرت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو علم و حکمت اور نبوت سے سرفراز کیا اور وہ حضرت طالوت کے داماد ہوگئے اور اس طرح یہ بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے ان ہی کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ ہیں جن کو اللہ نے ایک بہت بڑی سلطنت عطا کی تھی۔

جس وقت یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں اس وقت کے مسلمانوں کا بھی یہی عالم بے بسی تھا۔ ان آیات میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ زندگی اور موت دونوں کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر تم موت سے ڈر گئے تو پھر دنیا میں تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور اگر موت سے بے پرواہ شہادت کی راہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تو اللہ تمہیں دنیا میں باعظمت زندگی اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے گا۔

آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ کا یہ نظام کائنات اس کی مصلحتوں کے ساتھ چل رہا ہے اگر وہ اسی طرح ظالموں کو بعض بے بس اور کمزور لوگوں کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہے یا اگر جہاد کا حکم نہ دے تو اس کے نیک اور صالح بندے تو سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہی نہ رہیں گے وہ اپنی ان مصلحتوں سے شریروں اور فسادیوں کو دنیا سے مٹاتا رہتا ہے تاکہ اللہ کی زمین نیکی اور تقویٰ کے آثار سے محروم ہو کر نہ رہ جائے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ
اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ
مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ
مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا
فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿٢٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا
شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٥٤﴾

وقف لازم
الجزء ٣
ع ٣٣ ۔ ٥

ترجمہ: آیت نمبر ٢٥٢ تا ٢٥٤

اے نبی ﷺ! یہ ہیں اللہ کی وہ آیتیں جن کو ہم نے آپ پر ٹھیک ٹھیک تلاوت کیا ہے اور یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یہ جتنے رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی اور فضیلت دی ہے۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات کو بلند کیا ہے۔ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو صاف اور واضح نشانیاں دے کر ان کو روح القدس (جبرئیل) کے ذریعہ طاقت بخشی۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ جن کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آچکی تھیں آپس میں اختلاف نہ کرتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر ہو گیا۔ اگر اللہ چاہتا

تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ جو کچھ چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اسے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس میں نہ تو کسی قسم کی خرید وفروخت ہوگی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کو کسی کی سفارش فائدہ پہنچا سکے گی۔ جو لوگ کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۴

نَتْلُوْا	ہم تلاوت کرتے ہیں
اَلْمُرْسَلِیْنَ	بھیجے گئے ہیں (الرسل)
تِلْکَ الرُّسُلُ	یہ رسول
فَضَّلْنَا	ہم نے بڑائی دی
کَلَّمَ	کلام کیا
رَفَعَ	بلند کیا
اَیَّدْنَاہُ	ہم نے اس کو قوت دی
اَنْفِقُوْا	خرچ کرو
اَنْ یَّاْتِیَ	یہ کہ آئے
لَابَیْعٌ	تجارت نہیں ہے
لَاخُلَّۃٌ	دوستی نہیں ہے
لَاشَفَاعَۃٌ	سفارش نہیں ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۴

جہاد کے بیان میں یہ چند آیتیں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمائی جارہی ہیں۔ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی تاریخ کی ایک نہایت اہم سرگزشت کو بے معنی اور بے مقصد بنا کر رکھ دیا تھا۔ اب ہم نے اس کو بالکل ٹھیک ٹھیک اس کے نتائج

اورانجام کے ساتھ آپ کو سنا دیا ہے تا کہ آپ اور آپ کے ساتھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا کچھ اندازہ کر سکیں۔اور یہ اس بات کی نہایت روشن دلیل ہے کہ آپ بھی انبیاء و رسل کے مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو کوئی نہ کوئی فضیلت وعظمت عطا فرمائی ہے اور سب کے درجات اور مراتب ہیں۔لیکن اہل کتاب نے جماعتی تعصب اور گروہ بندیوں میں مبتلا ہو کر اپنے رسول کے سوا بقیہ نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔اور سب کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اس صورت حال پر صبر کیجئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، اللہ اپنی حکمت و مصلحت سے ان کا فیصلہ خود ہی کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر رسول کو کسی نہ کسی پہلو سے فضیلت بخشی ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز رہے۔مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام فرمایا یہ ان کی فضیلت کا خاص پہلو ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات دیئے گئے اور روح القدس آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے یہ ان کی خصوصیت ہے۔اسی طرح تمام نبیوں اور رسولوں کو اللہ نے خاص خاص مراتب و درجات سے نوازا۔مگر ان کے ماننے والی امتوں نے اپنے نبی کو سب سے اعلیٰ و برتر مان کر اپنے آپ کو تعصب کے خول میں بند کر لیا۔ورنہ اگر وہ تمام نبیوں کو مانتے تو تمام نبیوں کے مراتب سے فیض حاصل کرتے۔ہر رسول ان کا رسول اور ہر ہدایت ان کے لئے روشنی ثابت ہوتی اور اب وہ قرآن کریم کے نور سے بھی پورا پورا فیض حاصل کرتے مگر ان کو ان کے تعصب اور ضد نے کہیں کا نہ چھوڑا۔

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ ہدایت و گمراہی کے سلسلہ میں کسی پر جبر نہیں کرتا۔اگر وہ جبر اور زبردستی کرتا تو پھر کسی کو بھی کفر کا راستہ اختیار کرنے کا موقع نہ ملتا۔لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ بندوں کو پوری آزادی دی کہ وہ سوچ سمجھ کر اور ارادہ و اختیار کی آزادی کے ساتھ چاہیں تو کفر کی راہ اختیار کریں اور چاہیں تو ایمان کا راستہ اختیار کریں۔لیکن جس راستے کو بھی وہ اختیار کریں گے اس کا انجام ان کے سامنے ہونا چاہیے۔اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے بھی تسکین و تسلی کا سامان کیا گیا ہے کہ آپ پیغام حق ان تک پہنچاتے رہیں لیکن ان کی ہدایت کے لئے پریشان نہ ہوں۔ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس دنیا میں مال و متاع کا کوئی ابدی اور دائمی نفع ہے تو صرف اس صورت میں کہ جب تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس کو ایک لازوال خزانے کی صورت میں تبدیل کر لو۔اس لئے کہ آگے جو دن آنے والا ہے اس میں نفع پہنچانے والی چیز اگر ہے تو وہ صرف نیکی ہے جو اس دنیا میں کی گئی ہو۔اس کے علاوہ اس عالم میں کوئی چیز کام آنے والی نہیں ہے۔اس دنیا میں خرید و فروخت سے بھی کام چل جاتے ہیں۔دوستیاں بھی کام دے جاتی ہیں اور سفارشیں بھی بعض اوقات نفع پہنچا دیتی ہیں لیکن اس دنیا میں ان چیزوں کی ساری راہیں بند ہوں گی جہاں صرف ایمان اور عمل صالح ہی کام آئیں گے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ
الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ
اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا
شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ
هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۵

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ زندہ ہے، سب کو تھامنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کی سفارش کر سکے، جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہتا ہے۔ اس کا تخت اقتدار تمام آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔ اور ان کی حفاظت اس پر ذرا بھی گراں یا بوجھ نہیں ہے وہی سب سے برتر و اعلیٰ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۵

اَلْحَیُّ	زندہ
اَلْقَیُّوْمُ	تھامنے والا

سِنَةٌ	اونگھ
نَوْمٌ	نیند
یَشْفَعُ	سفارش کرے گا
بِاِذْنِهٖ	اس کی اجازت سے
بَیْنَ اَیْدِیْ	سامنے
خَلْفٌ	پیچھے
لَا یُحِیْطُوْنَ	نہیں گھیر سکتا ہے
وَسِعَ	وسیع ہے
لَا یَؤُدُهٗ	وہ اس کو تھکاتا نہیں
اَلْعَلِیُّ	بلند
اَلْعَظِیْمُ	برتر

تشریح: آیت نمبر ۲۵۵

آیت الکرسی قرآن کریم کی عظیم آیتوں میں سے ایک آیت ہے جس کے احادیث میں بہت زیادہ فضائل بیان کئے گئے ہیں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پوچھا بتاؤ قرآن کریم میں کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ نے فرمایا آیت الکرسی۔ آپ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت ابی ابن کعب کے اس جواب کو پسند فرمایا اور کہا کہ اے ابوالمنذر تمہیں علم ودانش مبارک ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی گیارہ صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

☆الحی وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور باقی رہنے والا ہے اس کو فنا نہیں ہے۔

☆القیوم وہ قائم ہے دوسروں کو قائم رکھتا ہے اور اپنے دست قدرت میں سب کو تھامے ہوئے ہے۔

ان دونوں صفتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام جھوٹے معبودوں کی نفی کر دی ہے جو نہ زندہ ہیں، نہ زندگی کا سر چشمہ نہ خود قائم ہیں اور نہ دوسروں کو قائم رکھنے والے ہیں وہ اپنی زندگی کے وجود کے لئے خود دوسروں کے محتاج ہیں۔

☆سنۃ۔ اونگھ ......نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔

☆نوم۔ نیند......نہ اس کو نیند آتی ہے۔

نیند کی ابتداء اونگھ ہے اور انتہا غفلت اور نیند۔ ان صفتوں میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اونگھ یا نیند سے پاک اور بری ہے۔

☆آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے، اسی کے اختیار میں ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اس کے پاس سفارش کرے سوائے اس کی اجازت کے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے بارہ میں سفارش کی مجال نہیں ہے البتہ کچھ مقبول بندے ہیں جن کو خاص طور پر کلام اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حشر کے دن میں سب سے پہلے ساری امتوں کی سفارش کروں گا۔ اسی جگہ کا نام مقام محمود ہے۔

☆پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حالات سے واقف ہے جو انسان کے سامنے ہیں اور وہ حالات جو انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں وہ ان سب کو اچھی طرح جانتا ہے۔

☆فرمایا تمام کائنات کے ذرے ذرے کا علم محیط اس کو حاصل ہے یہ اسی کی خصوصیت ہے۔ انسان یا کوئی دوسری مخلوق اس میں شریک نہیں ہے سوائے اس کے جو وہ اپنی مرضی سے کسی کو علم عطا کر دیتا ہے۔

☆فرمایا اس کی کرسی اتنی وسیع ہے کہ جس کی وسعت کے اندر ساتوں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کا اقتدار بلا شرکت غیرے ساری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔

☆فرمایا اللہ تعالیٰ کو زمین اور ساتوں آسمانوں کی حفاظت کچھ بھی گراں نہیں ہے کیونکہ اس قادر مطلق کے سامنے یہ سب چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

☆آخر میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو بڑا عالی شان اور بلند و برتر ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا بڑی تفصیلی بیان ہے ان کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد انسان یہی کہنے پر مجبور

ہے کہ ہر عظمت وسربلندی اور تمام برتریاں اسی ایک ذات کے لئے خاص ہیں جس نے اس کائنات کے نظام کو بنا کر اس کی پوری طرح نگرانی فرمائی ہے کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙۥ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ
الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾
اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ
اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ع۳۴/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

دین اسلام میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے۔ یقیناً ہدایت کی راہ گمراہی سے نمایاں اور واضح ہو چکی ہے پھر جس نے جھوٹے معبودوں کا انکار کیا اور اللہ پر یقین لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

اللہ ان کا حمایتی اور مددگار ہے جو اس پر ایمان لے آئے۔ وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کفر پر جمے ہوئے ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں جو ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف دھکیلتے ہیں۔ یہ لوگ جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

لَا اِكْرَاهَ — زبردستی نہیں ہے

فِي الدِّيْنِ	دین میں
قَدْتَّبَيَّنَ	یقیناً واضح ہو چکا ہے
اَلرُّشْدُ	ہدایت
اَلْغَيُّ	گمراہی
اَلطَّاغُوْتُ	شیطان، شیطانی طاقتیں
اِسْتَمْسَکَ	مضبوط پکڑ لیا
اَلْعُرْوَةُ	گرہ
اَلْوُثْقٰى	مضبوط
لَا انْفِصَامَ	ٹوٹنے والی نہیں
وَلِيٌّ	حمایتی، مددگار
اَوْلِيَاءُ	دوست

تشریح: آیت نمبر ۲۵۶ تا ۲۵۷

سورۃ بقرہ کے رکوع ۳۲ سے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جارہا ہے، اسی درمیان اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ لا اکراہ فی الدین. یعنی دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہے یہ اس لئے فرمایا گیا کہ کہیں جہاد سے یہ ذہن میں نہ آئے کہ اسلام قتال اور جہاد کے ذریعہ لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ بلکہ اسلام اپنی اخلاقی اور آفاقی تعلیم کے ذریعہ ظلم اور بربریت کو ختم کرنے اور عدل وانصاف، امن وامان اور مساوات قائم کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کبھی کسی قوم یا فرد کو تلوار کی نوک پر مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ اسلام کو قبول کرے۔ بلکہ ظلم وبربریت کو مٹانے کے لئے حکم جہاد پر عمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کے نام پر لی جاتی ہے جس سے ایک غیر مسلم کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت اسلامی حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ جزیئے کا نظام ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔ جنگ کے دوران نبی کریم ﷺ خلفاء راشدین، صحابہؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ کمزوروں، بیماروں، عورتوں، زخمیوں، مذہبی پیشواؤں

اور پرامن شہریوں پر تلوار اٹھانے یا گھر بار، کھیتی باڑی کو جلانے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ وہ لوگ جو اسلام کی دعوت میں آڑ بننے کے لئے تلوار اٹھاتے تھے اسلام ان سے لڑنے کی اجازت دیتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ مومنوں کا مددگار ہے وہ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال کر لاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے انہوں نے شیطانوں اور بتوں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے جو انہیں روشنیوں سے نکال کر اندھیروں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں جس کا انجام دوزخ کی ابدی آگ ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۸

کیا آپ نے اس شخص کی طرف نہیں دیکھا جو ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کو حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اس نے کہا میں بھی (لوگوں کو) زندگی دیتا ہوں اور مار دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا اچھا میرا پروردگار تو روزانہ مشرق سے سورج نکالتا ہے پھر تو اس کو مغرب سے نکال کر لے آ۔ یہ سن کر وہ کافر حیران و ششدر رہ گیا۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۸

حَآجَّ جو جھگڑا

اٰ تٰهُ اللّٰهُ	اس کواللہ نے دیا تھا
اَلْمُلْکُ	سلطنت،حکومت
يُحْيٖ	زندہ کرتا ہے
يُمِيْتُ	مارتا ہے
اَنَا اُحْيٖ	میں زندہ کرتا ہوں
اُمِيْتُ	میں موت دیتا ہوں
يَاْتِيْ	لاتا ہے وہ۔وہ آتا ہے
اَلشَّمْسُ	سورج
بُهِتَ	حیران رہ گیا

تشریح: آیت نمبر ۲۵۸

نمرود عراق کا بادشاہ تھا جس کی بڑی وسیع سلطنت تھی مگر اقتدار کا نشہ کچھ ایسی بری چیز ہے کہ وہ انسان کو اللہ سے غافل کر دیتا ہے، نمرود نے اسی اقتدار کے نشہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ ابراہیم تم کس رب کی بات کرتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جس کے ہاتھ میں زندگی ہے اور موت بھی ہے۔ جسے چاہتا ہے وہ زندگی دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کا سلسلہ حیات منقطع کر دیتا ہے نمرود کہنے لگا اے ابراہیم یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں۔اس نے دو قیدیوں کو بلوایا ایک وہ تھا جس کے قتل کا حکم دیا جا چکا تھا۔ دوسرا وہ جس کی رہائی کا حکم ہو چکا تھا۔نمرود نے بے گناہ کو قتل کرا دیا اور جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اس کو رہا کر دیا اور کہنے لگا یہ زندگی اور موت تو میں بھی دے سکتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ بے عقل انسان ہے اس کو سمجھانے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا چنانچہ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اچھا میرا پروردگار وہ ہے جو روزانہ مشرق سے سورج نکالتا ہے تو ایک دن مغرب سے سورج نکال دے۔ یہ سن کر نمرود لاجواب ہو گیا۔

یہ واقعہ جہاد کے سلسلہ میں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔لہذا زندگی کی بے جا فکر اور موت کا خوف ایک مومن کو اپنے دل سے نکال دینا چاہئے۔

اس کے بعد کی آیات میں دو واقعات بھی بیان کئے جارہے ہیں جو اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جن میں موت وحیات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ
هِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ
مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ
قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ
عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ
اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى
الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ
لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵۹

یا جیسے وہ شخص جو ایک ایسی بستی سے گزرا کہ وہ بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اس نے کہا اس بستی کو جب کہ وہ ختم ہو چکی ہے اللہ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ نے اس پر سو سال تک موت کو طاری کر دیا پھر اس کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا۔ پوچھا تم کتنی مدت تک سوتے رہے ہو؟ اس نے کہا دن بھر یا آدھے دن سوتا رہا ہوں۔ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تم ایک سو سال تک پڑے سوتے رہے ہو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو کہ اس میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی اور اپنے گدھے کو دیکھو (کس طرح گل سڑ گیا ہے) اور اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں اب دیکھو اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف کہ ہم کس طرح ان کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب بات بالکل واضح ہو گئی تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵۹

اَوْ	یا
کَالَّذِیْ	جیسے وہ شخص
مَرَّ	گذرا
عَلٰی قَرْیَۃٍ	ایک بستی پر
خَاوِیَۃٌ	اوندھی
عُرُوْشٌ	(عرش) چھتیں
اَنّٰی یُحْیِ	کیوں کر زندہ کرے گا
اَمَاتَہُ اللّٰہُ	اللہ نے اس کو موت دیدی
مِاءَۃَ عَامٍ	ایک سو سال
بَعَثَہٗ	اس کو اٹھا کھڑا کیا
کَمْ لَبِثْتَ	کتنی دیر ٹھہرا رہا
بَعْضَ یَوْمٍ	دن کا ایک حصہ
فَانْظُرْ	پھر تو دیکھ
شَرَابٌ	پینے کی چیز (پانی)
لَمْ یَتَسَنَّہْ	سڑا گلا نہیں
حِمَارٌ	گدھا، خچر
لِنَجْعَلَ	تاکہ ہم بنا دیں
اَلْعِظَامُ	ہڈیاں
کَیْفَ نُنْشِزُ ھَا	کیسے ہم ان کو چڑھاتے ہیں
نَکْسُوْھَا	ہم اس کو پہناتے ہیں
لَحْمٌ	گوشت

تشریح: آیت نمبر ۲۵۹

یہ کون شخص تھے اور کس بستی سے گزرے تھے۔ اس کے لئے علماء مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔
غالب گمان یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے جو اس بستی سے گزر رہے تھے جس کو بخت نصر نے تباہ و برباد کردیا تھا اور وہاں کے رہنے والوں کا قتل عام کیا تھا۔
جیسا کہ آپ نے ترجمہ میں سنا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے کس طرح حضرت عزیر علیہ السلام پر ایک سو سال تک موت کی کیفیت کو طاری رکھا۔ وہ کھانا جو گل سڑ جانے والا تھا اس کو محفوظ رکھا اور گدھا جو عموماً دو چار دن میں ہڈیوں کا پنجر نہیں بن جاتا اس کے اجزاء کو بکھیر دیا۔ لیکن اپنی قدرت کاملہ سے اس کو دوبارہ زندہ کر کے دکھلا دیا کہ موت کے بعد اس طرح تمام انسان زندہ کر دیئے جائیں گے یہ بھی بتا دیا کہ موت فنا کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک کیفیت کا نام ہے جو انسانوں پر طاری کر دی جاتی ہے۔ صور پھونکے جانے کے بعد تمام انسان اسی طرح اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔
تیسری بات یہ فرمائی کہ جس طرح کھانا جو عموماً ایک دن دھوپ میں رکھے جانے کے بعد سڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ وہ اس کو چاہے تو ایک سو سال تک اسی طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہ تمام باتیں اس اللہ کی قدرت کی طرف اشارہ ہیں جو تمام چیزوں پر قادر مطلق ہے اور موت و حیات سب اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ
تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً
مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ
جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ۳۵ ع ۳ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۰

اور جب ابراہیم نے عرض کیا پروردگار مجھے یہ دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو زندہ کس طرح کریں گے۔ فرمایا اے ابراہیم کیا تمہیں اس پر یقین نہیں ہے؟ عرض کیا جی ہاں (مجھے پورا یقین ہے) میں تو صرف اپنے دل کی تسکین کے لئے چاہتا ہوں۔ فرمایا چار پرندے پکڑ لو اور ان کو اپنے آپ سے ہلا لو (مانوس کرلو) ان پرندوں کے ٹکڑے کر کے ان کے مختلف حصے مختلف پہاڑوں پر رکھ آؤ پھر ان پرندوں کو آواز دو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور اس بات کو جان لو کہ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۰

رَبِّ	میرے پروردگار (اصل میں ربی تھا یا گر گئی اور رب رہ گیا)
اَرِنِیْ	مجھے دکھا دیجیے (ار، دکھائے، ن وقایہ، ی، مجھے)
تُحْيِ	تو زندہ کرتا ہے
اَوَلَمْ تُؤْمِنْ	کیا تجھے یقین نہیں ہے (ا، و، لم، تو من)
لِيَطْمَئِنَّ	تا کہ اطمینان ہو جائے
خُذْ	پکڑ لے
اَلطَّيْرُ	پرندہ
صُرْهُنَّ	ان کو مانوس کرلے (صر، امر، ھن، ضمیر)
جَبَلٌ	پہاڑ
جُزْءٌ	حصے، ٹکڑے
اُدْعُ	پکار (صیغہ امر)
سَعْيٌ	دوڑ، دوڑتے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۲۶۰

نبی سے زیادہ اللہ کی ذات وصفات اور قدرت کا کس کو یقین ہو سکتا ہے وہ تو پیکر ایمان ویقین ہوا کرتا ہے، حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے محض کیفیت کے بارے میں پوچھا ہے کہ اے اللہ مجھے کامل یقین ہے مگر میں دیکھ کر عین الیقین حاصل کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کی قدرت کا مشاہدہ کرسکوں۔

فرمایا چار پرندے پال کر اپنے آپ سے مانوس کرلو۔ یعنی ان کے کوئی نام وغیرہ رکھ لو اور پھر ان چاروں پرندوں کو ذبح کر کے ان کے جسم کے مختلف حصوں کو مختلف پہاڑیوں پر رکھ دو۔ نام لے کر آواز دو پھر مشاہدہ کر لینا کہ وہ کس طرح زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور وہ پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آگئے فرمایا بس اسی طرح جب ہم اپنے بندوں کے لئے صور پھونکیں گے تو تمام انسان بھی دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے۔

یہ واقعہ اور اس سے پہلے جو دو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے اور مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ
يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ
رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾
وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ایک دانہ کی طرح ہے جس سے سات بالیں اور ہر بال میں سو سو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے وہ بڑا فیاض اور علیم ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نہ تو وہ کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ وہ لوگ کسی کے دل کو دکھاتے ہیں ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس بڑا اجر و ثواب ہے۔ نہ تو ان کے لئے کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ کسی کو نرمی سے جواب دے دینا اور درگذر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے دینے کے بعد کسی کا دل بھی دکھایا جائے۔ یاد رکھو اللہ بے نیاز بھی ہے اور برداشت کرنے والا بھی ہے۔ اے ایمان والو! کسی کا دل دکھا کر اور احسان جتا کر اپنے صدقات کو اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے نہ تو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نہ آخرت پر یقین رکھتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی جم گئی ہو پھر اس پر ایک زور کی بارش آئی۔ (مٹی بہہ گئی) اور وہ پتھر پھر اسی طرح صاف چکنا پتھر رہ گیا۔ ایسے لوگ اپنے کئے ہوئے کاموں کا کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ناشکرے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وہ لوگ جو اپنا مال محض اللہ کی خوشنودی اور اپنے دلوں کو جمائے رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی مناسب اونچی جگہ پر واقع ہے اس پر تیز بارش پڑ جائے تو دگنا پھل لے آئے ورنہ محض ہلکی سی پھوار اور شبنم ہی کافی ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

يُنفِقُونَ — خرچ کرتے ہیں

حَبَّةٌ — دانہ

اَنۡبَتَتۡ	اگتا ہے۔(پیدا ہوتی ہے)
سَبۡعٌ	سات
سَنَا بِلٌ	بالیں۔(سُنۡبُلَةٌ) بال جس میں دانے ہوتے ہیں
يُضٰعَفُ	دوگنا کرتا ہے
لَايُتۡبِعُوۡنَ	وہ پیچھے نہیں لگتے
مَنًّا	احسان (احسان جتانا)
اَذًى	تکلیف
قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ	قاعدے کی بات (اچھی بات)
مَغۡفِرَةٌ	معاف کرنا، درگذر کرنا
غَنِيٌّ	بے پرواہ، بے نیاز
لَا تُبۡطِلُوۡا	ضائع نہ کرو۔(باطل نہ کرو)
رِئَاءُ النَّاسِ	لوگوں کو دکھانا
صَفۡوَانٌ	صاف پتھر
تُرَابٌ	مٹی، (ریت)
وَابِلٌ	بارش
صَلۡدٌ	صاف (پتھر)
لَايَقۡدِرُوۡنَ	وہ قدرت وطاقت نہیں رکھتے
اِبۡتِغَاءٌ	تلاش کرنا
مَرۡضَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی مرضی وخوشنودی
تَثۡبِيۡتًا	ثابت کرنا، ثابت کردیا
جَنَّةٌ	باغ
رَبۡوَةٌ	بلندی، اونچائی

اَصَابَ	پہنچا (پہنچی)
فَاَتَتْ	پھر وہ لے آیا
اُكُلْ	پھل
لَمْ يُصِبْ	نہ پہنچی

تشریح: آیت نمبر ۲۶۱ تا ۲۶۵

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ موت وحیات اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے، فرمایا گیا تھا کہ کون ہے وہ شخص جو اللہ کو قرض حسنہ دے گا جس کے بدلے میں اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم اگر آخرت کی کامیابی چاہتے ہو تو جب بھی ملت کو ضرورت ہو اپنا سب کچھ قربان کر دو اور جب تمہارے غریب اور ضرورت مند بھائی بہنوں کو تمہاری امداد کی ضرورت ہو تو اس میں اس بات کا خاص خیال رکھو کہ کسی کے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی ایسا پہلو نہ آ جائے جس سے اس غریب ضرورت مند کی دل شکنی ہو۔ فرمایا کہ انسان کسی سے دو میٹھے بول بول لے وہ اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے، جس کے دینے کے بعد کسی کو طعنہ دے کر اس کا دل دکھایا جائے۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَآ
اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾ ع ٣٦ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۶

کیا تم میں سے کوئی شخص بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک کھجوروں اور انگوروں کا

باغ ہو اس کے نیچے پانی کی نہریں بہ رہی ہوں۔ اس کے لئے اور بھی طرح طرح کے پھل اور میوے ہوں۔ ادھر اس کو بڑھاپا پہنچ چکا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے ہوں۔ پھر اس ہرے بھرے باغ میں (اچانک) آگ سے بھرا ہوا ایک بگولا آ جائے جو اس کے باغ کو راکھ کا ڈھیر بنا دے؟

اللہ ان آیتوں کو واضح طریقے سے بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر کر سکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۶

اَیَوَدُّ کیا پسند ہے (اَ، یَوَدُّ)

اَحَدُکُمْ تم میں سے کسی کو بھی

نَخِیْلٌ کھجور

اَعْنَابٌ انگور (عِنَبٌ کی جمع) تَجْرِیْ... چلتی ہو، بہتی ہو

اَلْکِبَرُ بڑھاپا

ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَاءُ چھوٹے ناتواں بچے ہوں

اِعْصَارٌ بگولا

اِحْتَرَقَتْ اس نے جلا ڈالا

تشریح: آیت نمبر ۲۶۶

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ جب ایک شخص اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی بھر کی پونجی یوں اس کی نظروں کے سامنے برباد ہو جائے فرمایا کہ سوچ لو قیامت کا دن بھی ایسا ہی ہوگا جب کچھ بھی کمانے کا موقع نہیں ہوگا، کوئی تمہاری امداد نہیں کر سکتا اس روز تمہیں اپنی زندگی بھر کے نیک اعمال کی کتنی شدید ضرورت ہوگی۔ اگر بداعمالیوں کے بگولوں سے تم نے اپنے ایمان و اعمال کو جلا کر خاک کر لیا تو وہ بے سروسامانی کے دن تمہیں کس قدر حسرت اور افسوس سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تم ان حالات سے دوچار ہونا نہیں چاہتے تو اپنے اعمال کو دکھاوے اور ناجائز طریقوں سے بچاؤ۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَنفِقُوا مِن
طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا
تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ
أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾
الشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَآءِ ۖ وَاللَّهُ
يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾
يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ
أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَٰبِ ﴿٢٦٩﴾
وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ
فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیداوار عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرو اور چھانٹ چھانٹ کر خراب اور گندی چیزیں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو کہ اگر وہی چیزیں تمہیں دی جائیں تو تم لینا گوارہ نہ کرو۔ مگر یہ کہ آنکھیں ہی بند کر لی جائیں تو اور بات ہے۔ اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ بے نیاز بھی ہے اور تمام خوبیوں والا بھی ہے۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈرا کر تمہیں بے ہودہ کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے اور اللہ تم سے مغفرت اور فضل و کرم کا وعدہ کرتا ہے اللہ بہت وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے حکمت (فہم و فراست) عطا کر دیتا ہے اور جس کو حکمت (فہم و فراست) دی گئی اس کو تمام بھلائیاں

عطا کر دی گئیں۔ مگر اس پر صرف عقل والے ہی دھیان دیتے ہیں۔ تم جو کچھ بھی اپنا مال خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

طَيِّبٰتٌ	(طَيِّبَةٌ) پاکیزہ
لَاتَيَمَّمُوْا	تم نیت نہ کرو، تم نہ چھانٹو
اَلْخَبِيْثُ	گندی چیز
لَسْتُمْ	تم نہ ہوں
بِاٰخِذِيْهِ	اس کو لینے والے (ب، اخذین، ہ)
اَنْ تُغْمِضُوْا	یہ کہ تم آنکھیں بند کرلو
يَعِدُ	وعدہ کرتا ہے
اَلْفَقْرُ	تنگی، محتاجی
اَلْحِكْمَةُ	عقل و دانائی اور سمجھ کی بات
يُؤْتَ	دیا گیا
نَذَرْتُمْ	تم نے منت مانی
اَنْصَارٌ	مددگار

تشریح: آیت نمبر ۲۶۷ تا ۲۷۰

ان آیتوں کو سمجھنے سے پہلے خراج اور عشر کو سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ پہلی ہی آیت میں زمین سے پیداوار پر اس میں سے خرچ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ غیر مسلموں کی زمین سے پیداوار پر جو حصہ لیا جاتا ہے اس کو خراج کہتے ہیں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار پر جو دسواں حصہ لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ عشر ٹیکس نہیں ہے بلکہ زکوۃ کی طرح ایک مالی عبادت ہے اسی لئے اس کو زکوۃ الارض کہتے ہیں۔

زکوۃ اور عشر میں فرق یہ ہے کہ سونا، چاندی اور مال تجارت پر نفع ہو یا نہ ہو ایک سال گزرنے پر جو ڈھائی فیصد لیا جاتا ہے اس کو زکوۃ کہتے ہیں اس کے برخلاف عشری زمین سے پیداوار ہونے پر جو کچھ لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔ اس میں سال گزرنا شرط نہیں ہے اگر پیداوار نہیں ہوگی تو عشر بھی نہیں لیا جائے گا علماء مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اخرجنا سے مراد یہ ہے کہ عشری زمین پر عشر ہے۔ یعنی مسلمانوں پر زکوۃ کی طرح پیداوار پر عشر نکالنا بھی واجب ہے۔ چونکہ یہ غریبوں اور مجبوروں کا حق ہے اس لئے فرمایا کہ تم چھانٹ چھانٹ کر گندی اور خراب چیزیں نہ دو۔ اس کا خوبصورت معیار یہ قرار دیا ہے کہ اگر یہی چیز تمہیں دی جاتی تو تمہیں ناگوار تو نہ گزرتی؟ فرمایا کہ ہماری راہ میں گندی اور خراب چیزیں دو گے تو اس کو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کا محتاج نہیں ہے وہ بڑا بے نیاز اور تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔

فرمایا شیطان تمہارا ازلی دشمن ہے وہ تمہیں بہکاتا ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا تو تم غربت و افلاس میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن بے ہودہ اور بے شرمی کے کاموں کی طرف تمہیں آمادہ کرتا ہے۔ تمہیں اس اللہ کی طرف دوڑنا چاہیے جو تم سے اپنے فضل و کرم اور مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔

فرمایا کہ ان تمام معاملات زندگی میں اللہ نے جس کو بھی حکمت یعنی عقل سلیم عطا فرما دی تو گویا اس کو سارے خیر اور بھلائی کے خزانے عطا کر دیئے۔

آخر میں فرمایا کہ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو یا کوئی منت مانتے ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے تم اس میں حد سے بڑھ کر بدعات میں مبتلا نہ ہو جانا کیونکہ یہ ظلم ہے اور ظالموں کا مددگار کوئی بھی نہیں ہوا کرتا۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَ
تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ
مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ
عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا
تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا
ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۴

اگر تم صدقات کھلے عام دو تو وہ بھی بہتر ہے اور اگر تم صدقات کو چھپا کر دو اور ضرورت مندوں تک پہنچا دو تو بہت ہی بہتر ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے گناہوں کو تم سے معاف کردے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

اے نبی ﷺ ان کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جو مال بھی تم خرچ کرو گے وہ تمہارے اپنے ہی بھلے کے لئے ہے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اس میں نیت اللہ کی رضا و خوشنودی کی ہونی چاہیے اور جو بھی مال تم نیک نیتی سے خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور کسی طرح تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۴

تُبْدُوْا	تم ظاہر کرتے ہو
نِعِمَّا	بہتر ہے
تُخْفُوْا	تم چھپاتے ہو
تُؤْتُوْا	تم دیتے ہو
يُكَفِّرُ	وہ دور کردے گا
سَيِّاٰتٌ	گناہ، خطائیں
يَهْدِىْ	ہدایت دیتا ہے
يُوَفَّ	پورا دیا جائے گا

تشریح: آیت نمبر ۲۷۱ تا ۲۷۲

صدقات کی ادائیگی میں بنیادی بات تو یہی ہے کہ اس کو اس انداز سے دیا جائے کہ داہنے ہاتھ سے دینے پر بائیں ہاتھ کو خبر تک نہ ہو۔ لیکن اگر ظاہر کرنے میں دوسروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دینا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ کسی اجتماعی مہم کے لئے لوگوں کو ابھارنا اور شوق دلانا مقصود ہو تو اس میں یہ دکھاوا اور ریا کاری نہیں کہلائے گی۔ اگر ایسے حالات نہ ہوں تو بہتر یہی ہے کہ پوشیدہ طریقے سے غریبوں کی امداد کی جائے تا کہ حق حق داروں تک پہنچ جائے اور ریا کاری اور نمائش کے فتنے سے بھی محفوظ رہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ صدقات واجبہ جیسے زکوۃ اور متعین منت وغیرہ ہو تو اس کو کھلے عام دے تا کہ دوسروں کو اس فرض کی ادائیگی پر رغبت اور شوق پیدا ہو لیکن وہ صدقات جو انسان پر واجب نہیں ہوتے وہ محض اللہ کی رضا کے لئے نکالتا ہے ایسے صدقات کو جس قدر خاموشی اور پوشیدہ طریقہ سے دے گا اسی قدر اللہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوگی۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

وہ غریب و نادار لوگ جو اللہ کی راہ میں گھرے ہوئے ہیں وہ کہیں ملک میں آ جا بھی نہیں سکتے۔
ناواقف ان کو ان کے نہ مانگنے سے مال دار سمجھتا ہے حالانکہ تم ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچان سکتے ہو۔

(ان کی نشانی یہ ہے کہ) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کرنہیں مانگتے۔تم ان کے لئے اپنے مالوں میں سے جو بھی خرچ کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ وہ لوگ جو اپنے مالوں کو دن رات چھپا کر یا کھلے عام (اللہ کی رضا کے لئے) خرچ کرتے ہیں ان کا اجران کے رب کے پاس ہے۔ نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

اُحْصِرُوْا	جو گھرے بیٹھے ہیں
لَایَسْتَطِیْعُوْنَ	وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں
ضَرْبٌ	چلنا
یَحْسَبُ	سمجھتا ہے
اَلْجَاهِلُ	بے خبر
اَغْنِیَاءُ	مال دار
اَلتَّعَفُّفُ	نہ مانگنا
تَعْرِفُ	تو پہچان لے گا
سِیْمَا	پیشانیاں، علامت
لَایَسْئَلُوْنَ	وہ سوال نہیں کرتے
اِلْحَافًا	لگ لپٹ کر
سِرٌّ	چھپ کر
عَلَانِیَةٌ	کھل کر

تشریح: آیت نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴

وہ لوگ جو کسی دینی مقصد میں لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے کسب معاش کی نہ تو جدوجہد کر سکتے ہیں اور نہ ادھر ادھر جا سکتے ہیں ایسے لوگوں کی ڈھونڈ ڈھونڈ کر مدد کرو تا کہ وہ فکر معاش میں اپنے اصل کام سے دور نہ ہو جائیں۔ان کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ

وہ لوگ خودداری کی وجہ سے نہ تو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتے ہیں نہ اپنے فقر وفاقہ کا اظہار کر سکتے ہیں۔
ایک ناواقف آدمی ان کے حال کا ان کے ظاہر سے اندازہ ہی نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ کسی سے سوال بھی کرتے ہیں تو خودداری کے ہزاروں پردوں کے اندر" اس لئے ان لوگوں سے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں اور شوق رکھتے ہیں وہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں ان کے پاس جائیں کیونکہ وہ اپنی خودداری کی بناء پر تمہارے پاس مانگنے کے لئے نہیں آئیں گے۔" ایسے لوگوں کی دو نشانیاں ہیں۔
فرمایا تم ان کی پریشان حال پیشانیوں سے اندازہ لگا سکتے ہو۔
دوسرے یہ کہ اگر وہ کبھی سوال کریں گے تو اس مہذب طریقے سے کہ اس میں لگ لپٹ کر مانگنے کا کوئی انداز نہیں ہوگا۔
"آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے یعنی ایسے خوددار ضرورت مندوں کی ضروریات کو خاموشی سے پورا کیا جائے گا تو وہ ساری دنیا کی نگاہوں سے چھپا رہے گا مگر خالق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوگا وہ سب کچھ جانتا ہے وہ لوگ جو دن رات بڑے پوشیدہ یا کھلے عام طریقے سے خرچ کرتے ہیں اللہ ان پر رحمتوں کا سایہ فرمائیں گے۔"

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ
يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ
مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ
مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ
وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾
يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ
كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ
لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ
فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح اٹھیں گے جس کو کسی جن نے لپٹ کر بدحواس کر دیا ہو (اور وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہو) یہ سزا اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچ جائے اور پھر وہ آئندہ کے لئے اس سے رک جائے تو جو گذر گیا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو شخص پھر اسی طرف لوٹ جائے گا تو وہ جہنم والا ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (اللہ کا یہ نظام ہے کہ) وہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔ اللہ کو ناشکرے اور گناہ گار سخت ناپسند ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، انہوں نے نماز قائم کی زکوۃ دیتے رہے تو ان کا اجر و ثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ نہ ان کو خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اے ایمان والو! اگر واقعی تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے (اب تم اللہ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ)۔ اگر تم نے توبہ کر لی تو اصل مال تمہارے ہیں۔ نہ تم کسی پر ظلم و زیادتی کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم و زیادتی کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

يَاْكُلُوْنَ	وہ کھاتے ہیں
اَلرِّبٰوا	سود

لَا يَقُوْمُوْنَ	وہ کھڑے نہ ہوں گے
يَتَخَبَّطُهُ	جس کو خبطی اور دیوانہ بنا دیا ہو
اَلْمَسُّ	چھونا
اَلْبَيْعُ	تجارت
مِثْلُ الرِّبٰوا	جیسے سود لینا
اَحَلَّ	حلال کر دیا
حَرَّمَ	حرام کر دیا
مَوْعِظَةٌ	نصیحت
اِنْتَهٰى	وہ رک گیا
سَلَفَ	جو گذر گیا
اَمْرُهٗ	اس کا معاملہ، اس کا اختیار
عَادَ	جو پلٹ گیا
يَمْحَقُ	مٹا دے گا
يُرْبِىْ	پالے گا، پروان چڑھائے گا
كَفَّارٍ	ناشکرا
اَثِيْمٌ	گناہ گار
ذَرُوْا	تم چھوڑ دو
مَابَقِىَ	جو باقی رہ گیا ہے
فَاْذَنُوْا	پھر تیار ہو جاؤ، پھر خبر دار ہو جاؤ
حَرْبٌ	جنگ
تُبْتُمْ	تم نے توبہ کر لی
رُؤُوْسُ اَمْوَالٍ	اصل مال، (رُؤُوْسُ ، راس)

تشریح: آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۷۹

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت جہاں اعتقادی، عملی، اخلاقی اور معاشرتی برائیاں جڑ پکڑ چکی تھیں وہیں نظام معیشت بھی اپنے بگاڑ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا، ناجائز اور حرام طریقوں سے دولت کمانے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں عبادات اور عقائد و ایمان کو درست کرنے کے لئے رہنمائی فرمائی۔ وہیں معاشرتی، سیاسی اور معاشی مسائل کو سلجھانے کا بھی ایسا طریقہ قانون اور دستور العمل عطا فرمایا جس سے ایک معتدل، متوازن اقتصادی اور معاشی نظام وجود میں آسکتا ہے۔ تاکہ ہر شخص کو اس کی فطری خواہش کے مطابق پرسکون اور خوشگوار زندگی میسر آسکے۔

نبی مکرم ﷺ نے عملاً ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھلا دیا جو ہر لحاظ سے جامع، مکمل اور مستحکم تھا۔ آپ کی سنت پر چلتے ہوئے خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ نے بھی اس نظام کو دنیا کے لئے مثال بنا دیا۔ جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ برائیاں جن کو ختم کرنے کے لئے اسلام دنیا میں آیا ہے وہ سب ہمارے معاشرے میں بڑے خوبصورت ناموں سے داخل ہو رہی ہیں۔ اب اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے تمام غیر اسلامی نشانات کو مٹا دیں تاکہ سود سے پاک معاشرہ قائم ہو سکے اور ہم امن و عافیت کی زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کی دنیا کے اقتصادی مصائب کی سب سے بڑی وجہ موجودہ سودی نظام ہے۔ اس کو ختم کئے بغیر معاشی نظام کو استحکام نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے اسلام نے سود اور سودی نظام کو ایک سنگین جرم قرار دیا ہے۔ ربوا یعنی سود کی حرمت کے لئے قرآن کریم میں بیس آیات نازل ہوئیں جن میں سے اس وقت پانچ آیتیں زیر مطالعہ ہیں جن میں دس باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کے دن سود خور دیوانوں اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ جس طرح ایک دیوانہ شخص عقل سے خارج ہو کر ناشائستہ حرکتیں کرنے لگتا ہے اسی طرح سود خور بھی روپے کے پیچھے دیوانہ ہو جاتا ہے اور اپنی خود غرضی اور زر پرستی کے جنون میں وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کی سود خوری کی اس حرکت سے معاشرہ پر کس قدر تباہ کن اثرات پڑ رہے ہیں۔ کتنے لوگوں کی بدحالی سے وہ اپنی خوش حالی کے لئے سامان کر رہا ہے، وہ کس کس طرح انسانی محبت، اخوت اور ہمدردی کی جڑیں کاٹ رہا ہے۔ یہ تو اس کا دنیا میں حال تھا۔ لیکن آخرت میں وہ اسی دیوانگی کے عالم میں مخبوط الحواس شخص کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔

(۲-۳) دوسری اور تیسری بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس روپے سے وہ خود فائدہ اٹھا رہا تھا اسے وہ قرض پر دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ وہ دوسرا شخص بھی بہرحال اس سے فائدہ ہی اٹھا رہا ہے اپنا کاروبار کرتا ہے نفع کماتا ہے، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ قرض دینے والے کو روپے سے جو فائدہ قرض لینے والا اٹھا رہا ہے اس میں سے ایک حصہ وہ قرضہ دینے والے کو ادا نہ کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت اور سودی کاروبار میں بڑا فرق ہے۔ اگر ایک شخص دوسرے کے نفع اور نقصان میں شریک ہے تو اس تجارت میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ممانعت اس کاروبار کی ہے، جس میں ایک شخص روپیہ

قرض لیتا ہے، وہ اس روپے سے کاروبار کرتا ہے، اپنی جان کھپاتا ہے دن رات ایک کردیتا ہے، ہرآن اسے نفع اور نقصان کا دھڑ کا لگا رہتا ہے لیکن ایک شخص ہے جو روپیہ دے کر اطمینان سے بیٹھا ہے اس کو نہ محنت کرنی پڑتی ہے نہ اس کو کسی نقصان کا اندیشہ ہے اس کی رقم اور اس کا متعین نفع دونوں محفوظ ہیں۔ یہ آخر کہاں کا انصاف ہے کہ سارے خطرات، محنت مشقت اور نقصانات تو اس شخص کے حصہ میں آجائیں جو اپنی جان گھلا رہا ہے اور متعین نفع اس کا ہو جو ان میں سے ایک کام بھی نہیں کر رہا ہے، یہی ربوا یعنی سود ہے جس کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا ہے۔

کوئی اس جگہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو سود خور مہاجن سود در سود لیا کرتے تھے بینکوں میں جو سود لیا جاتا ہے وہ تو معاشرہ کے لئے رحمت ہے جس سے کاروبار، کارخانے اور زراعت کا کام چل رہا ہے اور اس پر سود بھی بہت معمولی سا لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور کی یہ زبردست مہنگائی جس سے انسان کرب واذیت میں مبتلا ہو گیا سب ان بینکوں ہی کی نحوست ہے کیونکہ یہ بینک، انشورنس کمپنیاں اور سٹہ کا کاروبار درحقیقت سرمایہ پرستوں کا سب سے بڑا ہتھیار ہیں جس کا بالآخر سارا نقصان قوم کے غریب طبقہ کو اٹھانا پڑتا ہے اور سرمایہ دار پورا نفع سمیٹ کر لے جاتا ہے۔

(۳) اگر بینکوں کے اعداد وشمار کو جمع کیا جائے تو اس میں نوے فیصد غریبوں کا پیسہ ہوگا اور دس فیصد سرمایہ داروں کا۔ لیکن جب یہ سرمایہ پلٹتا ہے تو نوے فیصد سرمایہ دار کی گود میں پہنچتا ہے اور دس فیصد غریب عوام تک۔ چھوٹا سرمایہ رکھنے والا تو پنپ ہی نہیں سکتا جب بھی کوئی شخص معمولی سرمایہ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے بڑی مچھلی فوراً چھوٹی مچھلی کو نگلنے کے لئے اپنی ساری تدبیریں کام میں لے آتی ہے۔ بازار کو اس درجہ نیچے گرادیا جاتا ہے کہ چھوٹا ''سرمایہ'' رکھنے والا پھر کبھی مقابلہ میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں کرسکتا۔

''دوسرا نقصان یہ ہے کہ اشیائے صرف کی قیمتوں پر بڑے سرمایہ داروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ جب چاہیں قیمتیں بڑھا دیتے ہیں اور جب چاہیں مال روک کر قیمتیں چڑھا دیتے ہیں اگر ساری ملت کا سرمایہ کھینچ کر بینکوں کے ذریعہ ان خود غرضوں کی پرورش نہ کی جائے تو ہر شخص اپنے ذاتی سرمائے سے کاروبار کرے گا اور خود غرض درندوں کو پوری تجارت کا آقا بننے کا موقع نہ مل سکے گا۔'' یہ سارے نقصانات بینکوں کے سود کے ہیں۔'' اس لئے تجارت اور سود میں بڑا بنیادی فرق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اس حکم کے آنے کے بعد جو شخص سودی کاروبار سے رک گیا تو اب اسلامی حکومت اس سے پچھلے سود کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرے گی'' لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اب بے فکر ہو کر بیٹھ جائے بلکہ پچھلے مظالم کی تلافی کرنے کی کوشش میں لگا رہے تا کہ اس کے دل سے سود کی محبت کا شائبہ تک نکل جائے۔ ان واضح ہدایات کے بعد بھی جو شخص پھر اس کاروبار کی طرف پلٹے گا تو پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

(۵) پانچویں بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو پروان چڑھاتا ہے اور سودی کاروبار کو مٹاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ ایسے معاشرہ کو پروان چڑھاتے ہیں جس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، رحم دلی، فیاضی اور بلند ہمتی سے کام لے کر ایک دوسرے کی مدد کی جاتی ہے اس کے برخلاف جس معاشرہ میں سودی کاروبار ہوگا وہاں کے رہنے والوں میں خودغرضی، سنگدلی، بے رحمی، بزدلی اور دوسروں کی پریشانیوں سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ عام ہوگا اس طرح پورا معاشرہ کرب اور اذیت میں مبتلا ہو جائے گا۔"

(٦) چھٹی بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں ان کا دنیا و آخرت میں اجر یہ ہوتا ہے کہ ان پر نہ خوف ہوتا ہے اور نہ رنج و غم کے بادل چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

(٧) ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اب جس پر بھی تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

(٨) آٹھویں بات یہ فرمائی کہ اگر تم نے اس سودی نظام کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی تو پھر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے معاشرہ کے لئے اللہ اور اس کا رسول اعلان جنگ کرتے ہیں۔

(٩) نویں بات یہ فرمائی کہ اگر تم نے توبہ کرلی تو اصل مال جتنے ہیں وہ تمہارے ہیں۔

(١٠) آخری اور دسویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ آج اگر تم دوسروں پر ظلم کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نظام کا یہ لازمی اثر ہے کہ کل تم بھی دوسروں کی زیادتیوں سے بچ نہ سکو گے۔ اگر تم دوسروں پر رحم و کرم کرو گے تو کل تمہارے اوپر بھی رحم و کرم کیا جائے گا۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ
لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ
إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾ ع ٣٨/٨/٦

ترجمہ: آیت نمبر ٢٨٠ تا ٢٨١

اور اگر وہ شخص جس پر قرض ہے تنگ دست ہے تو اس کو خوش حالی تک مہلت دے دو اور اگر تم اس کو معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں بہت زیادہ بہتر ہے اگر تم اس حقیقت سے واقف ہو۔ تم اس دن سے ڈرو جب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر جس نے جو کچھ (اچھا یا برا) کمایا وہ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔ کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی۔

لغات القرآن ‏ آیت نمبر ۲۸۰ تا ۲۸۱

ذُوْ عُسْرَةٍ	تنگ دست
نَظِرَةٌ	رعایت کرنا ہے، ڈھیل دینی ہے
مَيْسَرَةٌ	آسودگی، حالات کی درستگی، سہولت
اَنْ تَصَدَّ قُوْا	یہ کہ تم معاف کردو، صدقہ کردو
تُوَفّٰى	پورا پورا دیا جائے گا
كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص
لَا تُظْلَمُوْنَ	تم ظلم نہیں کئے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۲۸۰ تا ۲۸۱

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک شخص کاروباری نقصان یا ارضی وسماوی آفات کی وجہ سے اپنا قرض ادا نہیں کرسکتا تو اس کو قرض خواہوں کی طرف سے اس وقت تک مہلت ملنی چاہئے جب تک وہ قرض کو ادا کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اگر قرض کی وہ ادائیگی نہ کرسکتا ہو تو معاشرہ میں اس کو اس طرح بے بس بنا کر رکھ دیا جائے کہ وہ آئندہ کی زندگی میں کبھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ ہو سکے اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے کہ ایک شخص کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ چیزیں جن سے وہ اپنا روزگار کماتا ہے کسی حال میں قرق کر کے نیلام نہیں کئے جاسکتے۔

عدالت کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر ایک شخص اپنے حالات سے مجبور ہو کر بے بس ہو چکا ہو اور وہ قرض ادا کرنے کے قابل نہ رہا ہو تو اس کو مہلت دلوائی جائے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کا معاملہ نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوا جس کو اپنے کاروبار میں زبردست گھاٹا اور نقصان ہو گیا تھا آپ نے لوگوں سے اپیل کی، آپ کی اپیل پر لوگوں نے ان کی امداد کے لئے رقم جمع کی آپ نے وہ قرض خواہوں کو دے کر فرمایا کہ بس اتنا ہی جمع ہوسکا ہے یہ تم لے لو اور بقیہ کو معاف کردو۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجبوروں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جانا چاہئے تاکہ وہ کل معاشرہ کے کارآمد فرد بن سکیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى
فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ
يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ
الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ
لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰٮهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰٮهُمَا الْاُخْرٰى ؕ
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ
صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ
لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا
تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ
وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ع ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۲

اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مقررہ مدت کے لئے ادھار کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ لکھنے والے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے۔ اللہ نے جس کو جیسا لکھنا سکھا دیا ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، اس کو لکھ کر دے دینا چاہئے۔ یہ دستاویز قرض لینے والا لکھوائے۔ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں کوئی کمی نہ کرے۔ اور اگر قرض لینے والا شخص کم عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو جو اس کا ولی (سرپرست) ہے وہ انصاف کے ساتھ (اس دستاویز کو) لکھوائے۔ تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنا لیا کرو۔ لیکن اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ اگر دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔ اور جب گواہ بلائے جائیں تو وہ انکار نہ کریں۔ اور قرض کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اس کی مدت مقرر ہو تو اس کے لکھنے میں سستی نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے انصاف پر مبنی ہے اس سے گواہی قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہے اور تمہارے شک و شبہ میں مبتلا ہونے کا بھی امکان کم ہے۔ سوائے اس تجارت کے جو تمہارے آپس میں ہاتھوں ہاتھ لین دین ہوتا ہے اس کو اگر تم نہ لکھو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن لین دین کے وقت گواہ ضرور بنا لیا کرو۔ لکھنے والوں اور گواہی دینے والوں کو ہرگز ستایا نہ جائے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ بات تمہارے لئے سخت گناہ کی ہوگی۔ اللہ سے ڈرتے رہو وہ تمہیں معاملات کی تعلیم دے رہا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۲

تَدَايَنْتُمْ	تم نے قرض کا معاملہ کیا	رَجُلَيْنِ	دو مرد
دَيْنٌ	قرض	اِمْرَاتٰنِ	دو عورتیں
اَجَلٌ مُّسَمًّى	مقرر و متعین مدت	تَرْضَوْنَ	تم باہم راضی ہو
اُكْتُبُوْهُ	تم اس کو لکھو	اَنْ تَضِلَّ	یہ کہ بھول جائے
وَلْيَكْتُبْ	اور لکھنا چاہیے	اِحْدٰهُمَا	ان دونوں میں سے ایک

بِالْعَدْلِ	نصاف کے ساتھ	تُذَکِّرُ	یاددلادے
لَایَاْبَ	انکارنہ کرے	اَلْاُخْرٰی	دوسری (دوسرا)
کَاتِبٌ	لکھنے والا	لَایَاْبَ	انکارنہ کرے
اَنْ یَّکْتُبَ	یہ کہ وہ لکھے	دُعُوْا	وہ بلائے گئے
وَلْیُمْلِلْ	اور لکھوائے۔املا کرادے	لَاتَسْئَمُوْا	تم سستی نہ کرو
وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ	اور اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے	اَنْ تَکْتُبُوْہُ	یہ کہ تم اس کو لکھو
لَایَبْخَسْ	کمی نہ کرے	صَغِیْرٌ	چھوٹا
لَایَسْتَطِیْعُ	طاقت نہ رکھتا ہو	کَبِیْرٌ	بڑا
اَنْ یُّمِلَّ	یہ کہ وہ لکھوائے	اَقْسَطُ	زیادہ انصاف ہے
اِسْتَشْهِدُوْا	گواہ بناؤ	اَقْوَمُ	زیادہ درست ہے
شَهِیْدَیْنِ	دو گواہ	اَدْنٰی	نزدیک، قریب
لَمْ یَکُوْنَا	نہ ہوں دو	اَلَّا تَرْتَابُوْا	یہ کہ تم شک میں نہ پڑو

تشریح: آیت نمبر ۲۸۲

آج کل تو تحریر لکھنے لکھانے کا دور ہے لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے، لکھنے لکھانے اور دستاویز کا کوئی رواج نہیں تھا۔ مگر قرآن کریم نے قرض کے معاملے میں تحریر کو بڑی اہمیت دی ہے۔ فرمایا کہ جب تم آپس میں لین دین کا معاملہ کرو تو (۱) لکھ بھی لو اور (۲) اس کی ایک واضح مدت مقرر کرو تا کہ آپس میں رنجشیں پیدا نہ ہوں۔

(۳) تحریر پورے انصاف کے ساتھ لکھی جائے۔ لکھنے والے کو جیسا بھی لکھنا آتا ہے وہ لکھنے سے انکار نہ کرے۔

(۴) قرض لینے والا کم عقل، بوڑھا، نابالغ بچہ یا گونگا ہو تو جو اس کا ولی سرپرست ہو وہ اس دستاویز کو لکھوائے۔

(۵) گواہ بھی بنائے جائیں۔ اسی لئے فقہانے فرمایا ہے کہ محض تحریر حجت نہیں ہے جب تک اس پر گواہ نہ ہوں۔ گواہی یا تو دو مسلمان مرد دیں اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔

(۶) گواہی دینے والوں کو جب بھی بلایا جائے وہ انکار نہ کریں کیونکہ یہ ایک ملی اور قومی ذمہ داری ہے۔

(۷) معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو ضرور لکھا جائے، کسی معاملہ کو چھوٹا سمجھ کر تحریر کو نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ کبھی کبھی چھوٹا معاملہ بھی بڑے جھگڑے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ
اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ
رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَ
اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

۹۰/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۳

اور اگر تم سفر میں ہو اور کسی لکھنے والے کو نہ پاؤ تو کوئی ایسی چیز گروی رکھ دو جو اس کے قبضہ میں اسی وقت دے دی جائے۔ پھر اگر ایک کو دوسرے پر اعتماد ہے تو وہ شخص جس پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اس امانت کو واپس کر دے۔ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا پروردگار ہے۔ تم گواہی کو نہ چھپاؤ۔ جو کوئی گواہی کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا قلب مجرم ہوگا۔ اور اللہ تمہارے ان تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۳

لَمْ تَجِدُوْا	تم نے نہیں پایا	اُئْوتُمِنَ	اعتبار کیا گیا ہے
رِهٰنٌ	گروی رکھنا، رہن رکھنا	وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ	اور اللہ سے ڈرنا چاہیے
مَقْبُوْضَةٌ	قبضہ کی ہوئی (یعنی جس پر اسی وقت قبضہ کر سکتا ہو)	مَنْ يَّكْتُمْهَا	جو اس کو چھپائے گا
فَلْيُؤَدِّ	پھر ادا کرنا چاہیے		

تشریح: آیت نمبر ۲۸۳

اس آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ ادھار کے معاملہ میں اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا اس وقت موجود نہیں ہے تو کوئی ایسی چیز گروی رکھ دی جائے جو اس کے قبضے میں رہے جب قرض واپس کر دیا جائے تو اس کی وہ چیز جو گروی رکھی گئی ہے اس کو اسی طرح واپس کر دی جائے اس میں قرض دینے والے کو تصرف کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص

سفر میں نہ ہو تو وہ گروی رکھ کر قرض نہیں لے سکتا بلکہ یہ ایک اصول بتا دیا گیا ہے کہ قرض لینے والا اگر کوئی چیز گروی رکھ دے تو اس کے بدلے قرض دیا جا سکتا ہے خواہ وہ سفر میں ہو یا حضر میں چونکہ حالت سفر میں انجان لوگوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے جہاں گروی رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے اس لئے سفر کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ انسان کو جس چیز کا علم ہو تو اس کو گواہی دینے میں کنجوسی، سستی یا مصلحت سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ اس کے پاس جو بھی گواہی کی چیز ہو اس کو شہادت میں پیش کر دے۔ اگر وہ شہادت و گواہی کو چھپائے گا تو یقیناً وہ سخت گنہگار ہوگا۔ اور اس کا قلب مجرم شمار کیا جائے گا جو ضمیر کی ایک خلش بن جائے گی۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ
فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ
الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ
لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ
غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا
تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ
اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ
اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۴۰ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے جو بات تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے گا اور جسے چاہے سزا دے گا۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

رسول پر اس کے پروردگار کی طرف سے جو بھی نازل کیا جاتا ہے (سب سے پہلے) وہ اس پر ایمان لاتا ہے اور مومنین بھی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے۔ (سب نے یہی کہا ہے کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان میں فرق نہیں کرتے۔ (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں) انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور ہم نے خوشی سے قبول کرلیا۔ اے پروردگار ہم آپ کی طرف سے مغفرت کے آرزومند ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔ (بلاشبہ) اللہ کسی پر اس کی ہمت و طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اس کی کمائی کا نفع بھی اسی کے لئے ہے اور اس کے کئے کا وبال بھی اسی پر ہے۔

اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو اس پر آپ ہم سے مواخذہ نہ کیجئے گا۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے والے لوگوں پر آپ نے ڈالے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوایئے گا جو ہماری طاقت وقوت سے باہر ہوں۔ ہم سے درگذر فرمایئے۔ ہم سب کو بخش دیجئے۔ اے ہمارے مالک ہم پر رحم فرمایئے اور کافروں کی قوم پر ہماری نصرت و مدد فرمایئے گا۔ آمین

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

تُبْدُوْا تم ظاہر کرتے ہو

تُخْفُوْا تم چھپاتے ہو

یُحَاسِبُ وہ حساب لے گا

یُعَذِّبُ عذاب دے گا

لَانُفَرِّقُ	ہم فرق نہیں کرتے
غُفْرَانَکَ	تجھ سے بخشش مانگتے ہیں
لَا تُؤَاخِذْنَا	تو ہمیں نہ پکڑنا
نَسِيْنَا	ہم بھول جائیں
اَخْطَاْنَا	ہم سے خطا ہو جائے
لَا تَحْمِلُ	نہ اٹھوائیے گا
اِصْرٌ	بوجھ
لَا تُحَمِّلْنَا	ہم سے بوجھ نہ اٹھائیے گا
اُنْصُرْنَا	ہماری مدد فرما

تشریح: آیت نمبر ۲۸۴ تا ۲۸۶

یہ سورۂ بقرہ کے آخری رکوع کی آخری آیات ہیں۔ ''جن میں سورۂ بقرہ کے تمام احکامات کا اختتام ایسی جامع آیات پر کیا گیا ہے جو تمام معاملات، عقائد اور عبادات کی بنیاد ہیں۔''

فرمایا کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اسی ایک اللہ کی ملکیت ہے جس کی بناء پر ایک انسان کے لئے اس کے سوا اور کوئی طرز عمل جائز اور صحیح نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر نیاز جھکا کر اسی کی عبادت و بندگی کا اقرار کرے۔

فرمایا کہ کوئی انسان اپنے دلی جذبات کا اظہار کرے یا اس کو چھپائے اس سب کا حساب اللہ کے سامنے ہر انسان کو دینا ہے۔ اس حساب کے بعد وہ اللہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا وہ ہر آن ہر چیز پر پوری قدرت و طاقت رکھنے والا ہے۔

فرمایا یہ رسول یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو کچھ ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ رسول اس کی تصدیق

کرتے اور اس کے سچا ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور مسلمان بھی اس پر ایمان لاکر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ رسول اور مسلمان سب کے سب اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور ہم رسولوں میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں کسی کو پیغمبر سمجھیں اور کسی کو نہ سمجھیں۔ ان سب نے یعنی رسول اور مومنوں نے کہا کہ اے اللہ ہم نے آپ کا فرمان سنا اور تمام احکامات کو خوشی خوشی رغبت کے ساتھ قبول کرلیا۔

اے ہمارے پروردگار ہم آپ کی مغفرت اور بخشش کے خواہش مند ہیں۔ ہماری مغفرت فرمادیجئے، ہمیں آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے ہم پر رحم وکرم فرمایئے۔

اے اللہ آپ کسی شخص پر اس کی طاقت وقوت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے ہم پر بھی ہماری قوت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالئے۔ بہر حال ہر ایک کی کمائی اس کے لئے اور اس کے اعمال کا وبال بھی اسی پر ہے اس لئے اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے بھول چوک ہوجائے تو اس پر آپ ہم سے مواخذہ نہ فرمایئے گا۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے والے لوگوں پر ڈالے گئے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار ہم سے وہ بوجھ نہ اٹھوایئے گا جو ہماری طاقت وقوت سے باہر ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے درگزر فرمایئے گا۔ ہم سب کو بخش دیجئے گا اور اے ہمارے پروردگار ہم پر رحم فرمایئے گا۔ اور کافروں کی قوم پر ہماری نصرت ومدد فرمایئے گا۔ آمین

الحمد للہ سورۃ البقرہ کی تشریح اور ترجمہ مکمل ہوا اور مدینہ منورہ میں اس پر نظر ثانی کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سُورَۃُ البُقَرَۃ

میں بیان کیے گئے



چالیس اصولِ زِندگی



سورہ بقرہ اور چالیس اصول زندگی

سورۂ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل، حضرت ابراہیمؑ اور امت محمدیہ ﷺ کا ذکر کرنے کے بعد وہ چالیس اصول زندگی ارشاد فرمائے ہیں جو عبادت و بندگی، تہذیب وتمدن، عدل وانصاف، معاشرت اور معیشت۔ دنیا اور آخرت کے اہم معاملات کی بہترین بنیاد ہیں۔ گویا اس میں اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی امت نے ان اصولوں کو سامنے رکھا اور ان پر پوری طرح عمل کیا تو بنی اسرائیل کی طرح وہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے نقصانات اٹھانے سے بچ جائیں گے۔ کیوں کہ بنی اسرائیل کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ بے اصول زندگی تھی وہ باتیں زیادہ کرتے اور عمل کم کرتے تھے۔

وہ چالیس اصول کون سے ہیں؟ ان کی تفصیل عرض ہے۔

(۱) صبر اور صلوٰۃ وسیلہ نجات:

صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے جو بھی مانگا جائے گا وہ ضرور ملے گا اس میں اللہ کی طرف سے دیر ہو سکتی ہے مگر اس کے گھر میں اندھیر نہیں ہے۔ صبر کے معنی ہیں ڈٹ جانا اور برداشت کرنا۔ ایک مومن اللہ کی رضا اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے جب ڈٹ جاتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو وہ اس عظیم مقصد کے لیے اپنی جان تک دے دیتا ہے تو وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ اس کو مردہ کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ وہ اپنے اس صبر کے ذریعہ اللہ کی رحمت کے سائے میں اس طرح حیات جاویدانی (ہمیشہ کی عزت والی زندگی) حاصل کر لیتا ہے جہاں زندگی بھی اس پر ناز کرتی ہے۔

نماز اللہ کی افضل ترین عبادت ہے اسی لیے نبی کریم حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کو کسی طرح کی شدید پریشانی ہوتی تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ درحقیقت صبر اور صلوٰۃ مسلمانوں کے وہ ہتھیار ہیں جن سے وہ دنیا اور آخرت کے ہر میدان میں فتح اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور اللہ بھی ایسے ہی بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جو صبر وصلوٰۃ کے ذریعہ اس سے ہر طرح کی مدد مانگتے ہیں۔

(۲) اللہ کے شعائر:

شعائر (شعیرہ کی جمع ہے) نشانیاں۔ اصل میں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ نے صفا اور مروہ پر ''اساف اور نائلہ'' نام کے دو بت رکھے ہوئے تھے جنہیں وہ سعی کے دوران چومتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب بیت اللہ کو تمام بتوں سے پاک کر دیا گیا تو کچھ مسلمان صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے کہ کہیں ہم گناہ گار نہ ہو جائیں کیوں کہ صفا اور مروہ پر کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تم اس کی اس طرح تعظیم اور عزت کرو اور سعی کرو جس طرح تم بیت اللہ، مقام ابراہیم، قرآن کریم اور زمزم کو اللہ کی نشانیاں سمجھ کر ان کی تعظیم کرتے ہو۔

(٣) علوم ہدایت کو نہ چھپانا:

یہود و نصاریٰ ان تمام باتوں کو چھپا لیتے تھے جن میں دین اسلام کی سچائی اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبریاں دی گئی تھیں اور انہوں نے تمام ان علوم کو چھپا لیا تھا جن سے قوم کی اصلاح ہو سکتی تھی۔ دین ان کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گیا تھا۔ ایسے لوگوں کے لیے فرمایا کہ وہ انتہائی لعنت کے قابل ہیں جو اپنی ذاتی اغراض اور دنیا کے گھٹیا سے نفع کے لیے سچائی کی باتوں کو چھپاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر ایسے لوگ توبہ کئے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو نہ صرف دنیا میں اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی لعنت برسے گی بلکہ وہ لعنت کرنے والے تمام لوگوں کی لعنت کے مستحق بن جائیں گے اور آخرت میں اس قابل نہ رہیں گے کہ اللہ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔

(٤) کائنات انسان کے لیے:

اللہ نے اپنی پہچان کی بے شمار نشانیاں بنائی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ایک آدمی اپنے پیدا کرنے والے خالق حقیقی تک آسانی سے پہنچ سکتا ہے مگر بعض بدقسمت لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے خالق کی پیدا کی ہوئی چیزوں ہی کو اپنا معبود اور مشکل کشا بنا لیا ہے اور وہ لوگ ان چیزوں کی محبت میں دیوانے ہوئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس شوق محبت اور دیوانگی کا حق صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہونا چاہیے تھا فرمایا وہ وقت کس قدر حسرت اور افسوس کا ہوگا جب ان کے جھوٹے معبود ان سے اپنا منہ پھیر کر ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ شدید ترین عذاب سامنے ہوگا اور تمام سہارے ٹوٹ چکے ہوں گے۔ وہ نہایت مایوسی اور حسرت سے کہیں گے الٰہی! اگر ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دے دی جائے تو ہم ان جھوٹے معبودوں سے اسی طرح نفرت اور بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح آج یہ ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے کہ اب تمہیں دوبارہ دنیا میں جانے کی اجازت نہیں ہے اور آج تم جس حسرت اور افسوس کا اظہار کر رہے ہو وہ تمہیں جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

(٥) حرام، حلال اور پاکیزہ چیزیں:

مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے اور شیطان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہے۔ کیونکہ شیطان کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح ایک مومن کو برائی اور بے حیائی کی طرف لانے کے لیے مردار جانور بہتے ہوئے خون خنزیر کے گوشت اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کے جال میں پھنسا دے۔ فرمایا کہ جو لوگ شیطان کے اس مکر و فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور رزق حرام کو برا نہیں سمجھتے ایسے لوگ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا۔

(٦) نیکیوں کا راستہ:

سچے مومنوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں اللہ کی محبت کو بنیاد بنا کر رشتہ داروں، یتیم بچوں،

ضرورت مندوں، مسافروں، ضرورت کے تحت مانگنے والوں اور قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگوں کی مدد پر اپنا مال خرچ کریں۔ نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں اور پریشانیوں اور مشکلات میں صبر وتحمل اور برداشت کے دامن کو تھامے رہیں۔ یہ نیکیاں کرنے والے ہی اپنے ایمانی دعوے میں سچے ہیں اور کامیاب ہونے والے ہیں۔

(۷) نظام قصاص کو قائم کرنا:

عقل و دانش رکھنے والوں سے فرمایا گیا کہ! قصاص کا نظام قائم کریں جس میں چھوٹے بڑے غلام، آزاد مرد اور عورت کا امتیاز نہیں ہوتا بلکہ جو بھی قاتل ہے اس کو قتل کی پوری پوری سزا دی جائے۔

(۸) والدین اور رشتہ داریوں کا احترام:

فرمایا کہ موت کے وقت اگر انسان اپنے ان رشتہ داروں کے لیے کچھ وصیت کر جائے (جن کا میراث میں حصہ نہیں ہے) تو یہ اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ وصیت سننے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کریں اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ سخت گناہ گار ہوگا۔ البتہ اگر مرنے والا کسی گناہ کی وصیت کر گیا ہے اور اس میں مناسب تبدیلی کر لی جائے (جس سے کسی کا حق نہ مارا جائے) تو یہ تبدیلی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ والدین کے لیے وصیت کرنے کا حکم وصیت کے احکامات نازل ہونے سے پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ بہرحال غریب ضرورت مندوں کے لیے کچھ وصیت کر جانا اور وصیت میں تبدیلی نہ کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔

(۹) رمضان اور نزول قرآن:

قرآن کریم وہ کتاب ہدایت ہے جو قیامت تک تمام انسانیت کے لیے رہبر ورہنما ہے رمضان کی مبارک ساعتوں میں نازل کی گئی ہے۔ اسی لیے یہ مہینہ بھی بہت قابل احترام ہے۔ اس میں رمضان کے تمام احکامات کا خیال رکھنا اور زیادہ نیکی میں آگے بڑھنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے۔

(۱۰) رشوت لینا اور دینا حرام ہے:

مومنوں کو حکم دیا گیا کہ! وہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھائیں۔ نہ اس مال کو اپنے حاکموں کی طرف رشوت کے طور پر لے کر جائیں کیوں کہ ناجائز مال اور رشوت دونوں حرام اور ناجائز ہیں۔

(١١) من گھڑت رسمیں:

حج کے دنوں میں مکہ کے لوگ حج کا احرام باندھنے کے بعد اپنے گھروں کے دروازوں پر تالے ڈال کر گھر کے پیچھے سے گھروں میں داخل ہوتے تھے فرمایا کہ یہ رسم کوئی نیکی نہیں ہے اپنے گھروں کے دروازے سے ہی آنا چاہیے۔سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ حج جیسی عبادت بھی ادا کی جائے اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جہاد وقتال کیا جائے۔کسی پر زیادتی نہ کی جائے البتہ زیادتی کا جواب اسی طرح دینا جائز ہے جتنی زیادتی کی گئی ہو۔فرمایا کہ انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی اور بھلائی کا پہلو ہر کام پر غالب ہونا چاہیے۔

(١٢) حرمت والے مہینے:

رجب، ذی قعدہ، ذی الحج اور محرم یہ چار مہینے اشہرالحرم۔(حرام اور حرمت والے مہینے) کہلاتے ہیں۔اس میں جنگ کرنے کو مکہ کے کفار بھی برا سمجھتے تھے فرمایا کہ اگر وہ ان مہینوں کا احترام کرتے ہوئے تم سے جنگ نہیں کرتے تو تم بھی نہ کرو لیکن اگر وہ جنگ کرتے ہیں تو تمہیں جنگ کرنے کی اجازت ہے مگر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔

(١٣) حج اور تکمیل ایمان:

عمرہ (سوائے حج کے چند دنوں کے) ہمیشہ کیا جاسکتا ہے حج کے لیے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج کے دن متعین ہیں۔ان میں اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کا ذکر کثرت سے کیا جائے کیونکہ حج مومنوں کے گناہوں کی معافی کا بہترین ذریعہ ہے حج کے دنوں میں لڑائی، جھگڑا اور گناہوں کے کاموں سے بچتے ہوئے تمام احکامات کی پابندی کرنا اور ہر طرح کی بری رسموں سے بچنا سب سے بڑی عبادت ہے۔

(١٤) زیادہ قسمیں کھانا اور خوشامد کرنا:

زیادہ قسمیں کھانا اور خوشامد کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہیں اس طرح کی باتیں کچھ لوگ اس لیے کرتے ہیں تاکہ ان کے ہاتھوں سے جو فساد پھیل رہا ہے ان پر پردہ پڑا رہے۔ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسی حرکتیں نہ کرو جن سے دوسروں کا نقصان ہوتا ہے تو وہ اس بات کو اپنی انا اور ضد کا مسئلہ بنا لیتے ہیں۔اس کے برخلاف وہ لوگ قابل قدر ہیں جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی چھوڑ کر دنیا کو اپنا مقصود بنا رکھا ہے۔وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں اور شیطان کی پیروی چھوڑ دیں تو اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں گے۔

(١٥) حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا:

فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کو طرح طرح سے آزمایا گیا جب وہ حالات میں ہلا مارے گئے۔ اللہ کے رسول اور ایمان والے بھی چلا اٹھے کہ اے اللہ آپ کی مدد کب آئے گی؟ فرمایا کہ جب انسانی وسائل اور اس کی کوششیں مایوسی کی حد تک پہنچ جاتی ہیں تو اللہ کی مدد آتی ہے اسی طرح جو لوگ دین کی راہوں میں مشکلات سے نہیں گھبراتے وہی کامیاب ہوتے ہیں اور وہی جنت کے مستحق بھی بن جاتے ہیں۔

(١٦) اہل ایمان پر جہاد فرض ہے:

اگرچہ اپنی جان دینا اور کسی کی جان لینا انسان کے لیے بہت ہی شاق اور گراں ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں قتال و جہاد کرتے ہیں ان کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ممکن ہے ایک چیز تمہیں گراں گزرتی ہو لیکن وہی چیز تمہارے حق میں بہتر ہو اور اسی طرح ایک چیز تمہیں پسند ہو لیکن وہی چیز تمہارے حق میں بری ہو۔ اس بات کو اللہ بہتر جانتا ہے انسان اپنے حقیقی نفع نقصان کو نہیں جانتا۔

(١٧) دین اسلام سب سے بڑی نعمت:

جو شخص دین اسلام جیسی نعمت کو پانے کے بعد چھوڑ دے گا یعنی مرتد ہو جائے گا۔ اگر اس نے مرنے سے پہلے اس گناہ سے توبہ نہ کی تو دنیا و آخرت میں اس کے تمام اعمال اور نیکیاں برباد ہو جائیں گی کیوں کہ دین اسلام ہی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

(١٨) شراب اور جوا حرام ہے:

یہ دونوں چیزیں انسان کی دنیا اور آخرت کو برباد کر کے رکھ دینے والی چیزیں ہیں۔ اگرچہ ان میں وقتی فائدے ضرور نظر آتے ہیں لیکن شراب اور جوے کی نحوست سے دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے تمام اعمال راکھ کا ڈھیر بن جائیں گے۔

(١٩) یتیم بچوں سے حسن سلوک:

وہ معاشرہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا جس میں ایسے بچوں کو جن کے سروں پر باپ کا سایہ نہ ہو آزاد اور بے سہارا چھوڑ دیا جائے اور ان کی تعلیم و تربیت اور ان کے اخلاق کی نگرانی نہ کی جائے کیونکہ ایسے سر پھرے بچے کل معاشرہ کا کینسر بن جائیں گے اور اگر ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے گا تو وہ اسی معاشرہ کا قیمتی سرمایہ بھی بن سکتے ہیں۔

(۲۰) مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے:

(۲۰) مشرک عورتوں سے نکاح حرام ہے: مشرک عورتیں اگر چہ حسن و جمال کا پیکر ہی کیوں نہ ہوں ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح مشرک مردوں سے اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکتا جب تک وہ ایمان قبول نہ کرلیں خواہ ایسے مرد کتنی ہی خوبیوں کے مالک کیوں نہ ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر یہ شرک پر قائم رہیں گے تو وہ اپنے ساتھی کو جہنم میں لے جائیں گے جب کہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ اہل ایمان جنت اور اللہ کی مغفرت کے مستحق بن جائیں۔

(۲۱) عورتوں کے مخصوص ایام:

جب عورتوں کے مخصوص ایام شروع ہوتے ہیں تو وہ شرعی طور پر ناپاک شمار ہوتی ہیں لیکن یہ تصور غلط ہے کہ ان کا جسم اور کپڑے بھی ناپاک ہوگئے ہیں اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان سے صحبت کرنا تو جائز نہیں ہے البتہ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا، ان کے ساتھ لیٹنا، بیٹھنا قطعاً جائز ہے۔ ان ایام میں عورتیں شرعی طور پر ناپاک تو کہلاتی ہیں لیکن کوئی اچھوت نہیں بن جاتیں۔ جب وہ عورتیں غسل کرلیں تو ان سے صحبت نہ کرنے کی پابندی بھی ختم ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ عورتیں مردوں کے لیے کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کسان اپنی زمین میں بیج اسی وقت ڈالتا ہے جب اس کو فصل اگانی ہوتی ہے لیکن بنجر زمین پر وہ اپنی صلاحیتیں برباد نہیں کرتا۔

(۲۲) قسم اور اس کا کفارہ:

قرآن کریم اور احادیث میں آتا ہے کہ پختہ قسمیں کھانے کے بعد ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ان کو توڑنا نہیں چاہیے لیکن اگر کسی شدید عذر کی وجہ سے پختہ قسمیں کھانے کے بعد ان کا توڑنا ضروری ہے تو اس کا کفارہ ادا کر کے زندگی بھر استغفار کیا جائے۔
قسمیں دو طرح کی ہوتی ہیں (۱) لغو قسمیں جیسے تیرے سر کی قسم بچوں کی قسم وغیرہ یہ بیکار اور لغو قسمیں ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن (۲) وہ قسمیں جو دل کے پورے ارادے اور یقین سے کھائی جاتی ہیں ان کے توڑ دینے کا کفارہ یہ ہے کہ (۱) دس آدمیوں کو پیٹ بھر کھانا کھلائے (۲) یا دس آدمیوں کو کپڑے پہنائے (۳) یا مسلسل تین روزے رکھے۔ (۴) یا ایک غلام آزاد کرے۔

(۲۳) بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم:

اگر کسی نے اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی ہو تو اس کی مدت چار مہینے ہے۔ اس چار مہینے کی مدت میں رجوع کرلیا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر چار مہینے میں رجوع نہ کیا جائے تو عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ یعنی جدائی کی طلاق۔

(۲۴) اللہ کو طلاق سخت ناپسند ہے:

دین اسلام طلاق دینے کو بہت ہی برا سمجھتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی تو عورت پر لازمی ہے کہ وہ تین خون آنے تک کسی اور سے نکاح نہ کرے اور اس کی عدت کو پورا کرے اگر وہ حاملہ ہے تو اپنے حمل کو ضرور ظاہر کر دے (حاملہ عورت کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے)۔

(۲۵) طلاق رجعی اور طلاق مغلظہ:

طلاق رجعی دو دفعہ تک ہے اگر تیسری طلاق بھی دیدی جائے گی تو یہ عورت شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ پہلے شوہر کی عدت گذار کر کسی دوسرے شخص سے نکاح اور صحبت نہ کرے پھر اگر کسی وجہ سے دوسرے شوہر سے بھی طلاق ہو جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گزار کر پھر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو رکھنا ہے تو طریقہ سے رکھو۔ چھوڑنا ہے تو احسن طریقہ پر رخصت کر دو البتہ عورتوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو اور اللہ کی آیات کو کھیل نہ بناؤ۔

(۲۶) بچوں کو دودھ پلوانا:

دودھ پیتے بچوں کے لیے حکم ہے کہ مائیں دو سال (بچہ کمزور ہو تو ڈھائی سال) تک دودھ پلائیں لیکن اگر مرد اپنی اولاد کو کسی اور سے دودھ پلوانا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ بات جائز ہے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جس سے دودھ پلوایا جائے اس کو اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کیا جائے۔ عدت کے دوران مطلقہ عورتوں کا کھانا اور لباس اس کا شوہر اپنی حیثیت کے مطابق دینے کا پابند ہے۔

(۲۷) شوہر کی وفات اور عدت:

فرمایا کہ جب تم نے طلاق دیدی اور اس عورت نے اپنی عدت بھی گزار لی ہے تو اب اس پر کسی طرح کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے جس کا شوہر مر جائے اس عورت کی عدت چار مہینے اور دس دن تک ہے۔ عدت گزارنے کے بعد وہ عورتیں اپنے لیے زندگی بسر کرنے میں معروف طریقہ پر آزاد ہیں۔ ان پر کسی قسم کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔ فرمایا دوران عدت احسن طریقہ سے ڈھکے چھپے الفاظ میں پیغام نکاح تو دیا جا سکتا ہے لیکن نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(۲۸) نکاح اور مہر:

اگر کسی نے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر کیا لیکن صحبت سے پہلے ہی طلاق دیدی گئی تو آدھا مہر ادا کرنا ہوگا۔ اگر شوہر چاہے تو پورا

مہر دیدے۔عورت چاہے تو پورا مہر معاف کردے یہ معاملہ آپس کی مرضی کا ہے۔

(۲۹) جہاد اسلامی کی ترغیب:

حضرت طالوت اور ظالم بادشاہ جالوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعات بیان کر کے اللہ نے یہ بتایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی سب سے بڑی عظمت ہے۔اس سے بھاگنے والے بدقسمت لوگ ہیں کیونکہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان موت سے کتنا ہی بھاگنے کی کوشش کرے موت اس کو مضبوط قلعوں میں بھی نہیں چھوڑے گی۔ ان آیات میں اہل ایمان کو جہاد پر آمادہ کیا گیا ہے۔

(۳۰) اللہ کی راہوں میں بے غرض خرچ کرنا:

اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا بھی عبادت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس کی مدد کی جائے اس کو کسی طرح کے طعنے نہ دیئے جائیں نہ ذہنی اذیت پہنچائی جائے ورنہ یہ سارا نیک عمل ضائع ہو کر رہ جائے گا اور کوئی ثواب نہ ملے گا۔

(۳۱) اللہ کے راستے میں چلنے والوں کی مدد:

کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی دین کی سر بلندی اور خدمت خلق میں لگا رکھی ہے ان کی خاموشی سے مدد کی جانی چاہیے کیونکہ اگر وہ دنیا کمانے کی فکر کریں گے تو وہ دین کی سربلندی کے لیے جس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اس کا حق کیسے ادا کرسکیں گے۔فرمایا کہ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ تم ان کو ان کے پریشان حال چہروں اور پیشانیوں سے پہچان جاؤ گے ایک علامت یہ ہے کہ وہ گر پڑ کر بھی کسی سے سوال نہیں کرتے بلکہ ناواقف آدمی تو ان کے سوال نہ کرنے سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شاید ان کو تو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

(۳۲) سودی لین دین معاشرہ کا کینسر ہے:

اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین سے اس قدر سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ اس کو نہ چھوڑنے والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔اگر غور کیا جائے تو آج ساری دنیا جو مہنگائی کی سولی پر چڑھی ہوئی ہے جس سے زندگیوں کا سکون برباد ہو کر رہ گیا ہے وہ سود ہی کی لعنت ہے۔اللہ تعالیٰ اس لعنت سے ہر مومن کو اور ہر اسلامی ملک کو محفوظ رکھے، آمین۔

(٣٣) بغیر سود کے لوگوں کی مدد کرنا:

سودی لین دین کے برخلاف اہل ایمان کو اس بات کی طرف رغبت دلائی گئی ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند ہو تو اس کو بغیر کسی سود کے قرض دیا جائے اور اس قرض کی ادائیگی میں اس کی سہولت کا خیال بھی رکھا جائے۔ اگر وہ شخص کسی مجبوری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتا ہو تو اس کو مناسب سہولت دی جائے یا اس کو معاف کر دیا جائے۔

(٣٤) قرض لینے اور دینے کے اصول:

(١) قرض دیتے وقت مدت مقرر کی جائے کہ قرض لینے والا قرض کب واپس کرے گا۔ (٢) پوری طرح انصاف سے اس کو لکھا جائے۔ لکھنے والا کوئی عذر پیش نہ کرے جیسا بھی لکھ سکتا ہو لکھ دے (٣) دو مرد گواہ بنا لیے جائیں اگر دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے۔

(٣٥) قرض کے لین دین میں لکھنا:

قرض کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر حال میں اس کو لکھا جائے کیونکہ اس میں انسان بہت سی الجھنوں سے بچ جاتا ہے اور یہ بات انصاف سے بھی قریب تر ہے اور کسی طرح کا شک وشبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔

(٣٦) آپس کا لین دین:

بازاروں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ دو کاندار آپس میں لین دین کرتے ہیں ایسے لین دین کو اگر مذکورہ شرائط کے مطابق لکھا نہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کسی کو گواہ بنالینا بھی کافی ہے۔

(٣٧) لکھنے اور گواہی دینے والوں کو نہ ستانا:

کیونکہ اگر گواہی دینے والوں اور لکھنے والوں کو ستایا گیا تو پھر کوئی شخص گواہی دینے ولا۔ اور لکھنے والا نہیں ہوگا اور ممکن ہے ایک سامنے پڑی ہوئی لاش اور سسکتے ہوئے انسان کو اٹھانے والا اور گواہی دینے والا بھی نہ مل سکے گا۔

(٣٨) رہن رکھ کر قرض لینا:

اگر کوئی سفر میں ہو اور لکھنے والا بھی نہ ہو تو کوئی ایسی چیز بطور رہن رکھی جاسکتی ہے جو فوری طور پر اس کے قبضے میں آجائے

پھر کسی لکھت پڑھت کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳۹) امانت میں خیانت کرنا:

جس شخص کو بھی کوئی امانت دی جائے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے حق دار تک پہنچائے اس میں بددیانتی نہ کرے اگر کسی کے پاس کوئی گواہی ہو تو وہ اس کو نہ چھپائے ورنہ یہ بات اس کے ضمیر کا بوجھ بن جائے گی۔

(۴۰) نظام کائنات اور اللہ کی قدرت:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام سب سے پہلے اللہ کے دین کی سچائی پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر جو بھی سعادت مند ہوتا ہے وہ ایمان لا کر اس راہ پر چلتا ہے اور اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر بلا تفریق ایمان لاتا ہے اور اس کی زبان پر ایک ہی بات ہوتی ہے کہ اے اللہ ہم نے سنا اور ہم آپ کی اطاعت کو قبول کرتے ہیں۔

- اے اللہ اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو گئی ہو یا ہم بھول گئے ہوں تو ہمیں معاف کر دیجیے گا۔
- اے اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے گئے تھے۔
- اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالئے گا جس کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو۔
- ہمیں معاف کر دیجیے گا۔
- ہمارے گناہ بخش دیجیے گا۔
- ہم پر رحم و کرم فرمایئے گا۔
- آپ ہمارے مالک ہیں۔ ہمیں کافروں اور کفر کی ہر طاقت پر غلبہ نصیب فرما دیجیے گا۔

آمین یارب العالمین



پارہ نمبر ۳ تا ۴

• تلک الرسل • لن تنالوا

سورۃ نمبر ۳

آلِ عِمرَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ آل عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	3
رکوع	20
آیات	200
الفاظ وکلمات	3542
حروف	15336
مقام نزول	مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ نے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو سورج اور چاند سے تشبیہ دی ہے۔ فرمایا یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن دو بادلوں کی شکل میں ظاہر ہوں گی۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کو کھلے ہوئے پھولوں سے تشبیہ دی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں آپس میں بہت مناسبت رکھتی ہیں۔

فتح مکہ کے بعد جب پورے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کی حکومت وسلطنت قائم ہو چکی تھی ۹ھ میں نجران کے بڑے بڑے عیسائی پادریوں نے نبی کریم ﷺ سے ملنے کی درخواست کی تاکہ وہ اپنے عقائد کے مطابق عیسائی مذہب کی تشریح کر سکیں۔ نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے نصاریٰ یعنی عیسائی پادریوں کو آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ نجران عرب کے جنوبی علاقے یمن کی ایک بستی کا نام ہے نجران اسی طرح عیسائیوں کا مرکز تھا جس طرح موجودہ دور میں ویٹی کن یورپ میں عیسائیت کی تبلیغ کا مرکز ہے ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے بحث ومباحثہ کے لیے ایسے ساٹھ جید اور ماہر مبلغین (پادریوں) کا وفد بھیجا جو صرف عیسائی دنیا ہی میں نہیں بلکہ بادشاہوں کے دربار میں بھی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس وفد میں بعض ایسے زبردست اور چرب زبان مقرر بھی تھے جن کی دھاک پوری عیسائی دنیا پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خاص طور پر عبدالمسیح عاقب بڑا دولت مند اور اپنی قوم کا سردار مانا جاتا تھا۔ اسی طرح ایہم السید جوڑ توڑ اور ذہانت میں ایک خاص مقام اور درجہ رکھتا تھا۔ ابو حارثہ ابن علقمہ بھی عیسائیوں کا شعلہ بیان مقرر اور مشہور پادری تھا۔ غرضیکہ ساٹھ آدمیوں کا یہ وفد ایک سے ایک مقرر اور اپنی قوم کے قابل احترام لوگوں پر مشتمل تھا۔ جب یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اسلامی اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہمانوں کے ساتھ اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیمات کے مطابق عزت واحترام کا معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ اس پورے وفد کو صحابہ کرامؓ نے پورے آرام سے ایک جگہ ٹھہرایا۔ یہ بات ذہن میں رکھ لیجیے کہ جب یہ غیر مسلموں کا وفد آیا تھا اس وقت تک مدینہ منورہ کو حرم کا درجہ نہیں دیا گیا تھا، اس کے بعد جب مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ کو بھی حرم کا درجہ دے دیا گیا تو اب قیامت تک مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور پورے حرم کی حدود میں کسی بھی غیر مسلم کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب اس وفد نے رات بھر اچھی طرح آرام کر لیا تو آپ نے اس وفد کے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس وفد کے لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور عیسائیت کو سچا بتانے کے لیے مختلف باتیں کیں اور بتایا کہ ہم اگر حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی باتیں کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ (۱) حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ (۲) وہ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے (۳) وہ مٹی سے پرندے بنا کر جب ان میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر اڑ جاتے تھے (۴) جب وہ پیدائشی

اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ آنکھوں والے ہو جاتے تھے (۵) وہ کوڑھیوں کو صحت مند بنا دیتے تھے (۶) وہ لوگوں کو غیب کی خبریں بتا دیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ (۷) اس وفد نے قرآن کریم کی چند باتوں کا حوالہ دے کر کہا کہ قرآن نے بھی حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا ہے (۸) انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ نے بھی قرآن میں جگہ جگہ یہ کہا ہے کہ ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے یہ کام کیا، ہم نے قرآن کو نازل کیا وغیرہ ان کا کہنا تھا کہ قرآن سے بھی ثابت ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے بھی شریک ہیں۔ اس وفد کے یہ سوالات تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران کو نازل کیا اور عیسائی وفد کی ایک ایک بات کا واضح دلیلوں کے ساتھ جواب دیا۔ جب اس وفد نے اپنے سوالات کر لیے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو جواب دیتے ہوئے پوچھا کہ

۱۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ جیسا ہوتا ہے؟ وفد نے کہا کیوں نہیں

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو اللہ وہ ہے جس کو موت نہیں آتی وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا جب کہ حضرت عیسیٰؑ کو موت سے ضرور واسطہ پڑے گا؟ وفد کے لوگوں نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔

۳۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے ہر چیز کو وجود دے کر اس کو اپنے دست قدرت سے تھام رکھا ہے وہ اس کا محافظ اور نگراں اور رزق پہنچانے والا ہے؟ آپ نے پوچھا ان میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰ میں تھی؟ وفد نے کہا جی نہیں۔

۴۔ آپ نے فرمایا اللہ وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ یا چھپی ہوئی نہیں ہے جبکہ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے جتنا علم دیا تھا وہ اس سے زیادہ نہ جانتے تھے؟ وفد نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۵۔ آپ نے فرمایا پروردگار نے حضرت عیسیٰؑ کی شکل و صورت اپنی مرضی سے ماں کے پیٹ میں بنائی؟ کہا جی ہاں

۶۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ کھانے پینے اور دوسری حاجات کا محتاج نہیں ہے؟ وفد کے لوگوں نے کہا جی ہاں اللہ ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔

۷۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ کو اسی طرح نو مہینے تک اپنے شکم میں رکھا جس طرح عام بچے شکم مادر میں رہتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد کیا ان کو غذا نہیں دی گئی؟ وفد نے کہا بے شک۔

۸۔ آپ نے آخری بات پوچھی کہ اگر حضرت عیسیٰ میں یہ سب باتیں تھیں جن کا تم بھی انکار نہیں کر سکتے تو یہ بتاؤ وہ اللہ تھے یا اللہ کے بندے تھے؟ نبی کریم ﷺ کے سوالات اس قدر بھرپور تھے کہ وہ سب کے سب لاجواب ہو کر شرمندہ سے ہو گئے تھے لیکن سچائی کو جان لینے کے باوجود انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنائے رکھا اور کہا کہ ہم ان تمام باتوں پر غور کریں گے۔ سورۂ آل عمران میں ان کے تمام سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور بتایا ہے کہ اگر عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے تھے کیا نعوذ باللہ وہ بھی معبود تھے۔ مردوں کو زندہ کرنا، مٹی سے پرندے بنا کر پھونک مارنے سے ان کا زندہ ہونا، پیدائشی نابینا کو آنکھوں والا بنانا یہ سب کچھ حضرت عیسیٰؑ نے کر کے یہ

نہیں فرمایا کہ یہ میرا کارنامہ ہے۔ بلکہ وہ فرماتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ اس نے میری زبان میں یہ تاثیر عطا فرمائی ہے کہ جب میں پھونک مارتا ہوں یا نابینا کی آنکھوں پر کوڑھیوں کے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہوں اور مُردوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ تو وہ زندہ اور صحت مند ہوجاتے ہیں سورۂ آل عمران میں اللہ نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ جب اللہ جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں یا حضرت عیسیٰ کو کلمتہ اللہ یا روح کہتے ہیں تو یہ سب ''آیات متشابھات'' ہیں۔ قرآن کریم کی ان ہی آیات اور الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ جانا غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی گئی ہے خود حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات بعض آیات کی تشریح ہیں۔ جب عیسائی وفد کے سامنے ساری حقیقتیں کھول کر بیان کردی گئیں تب اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ اگر یہ لوگ اب بھی دین اسلام کی سچائی کو نہیں مانتے تو ان سے کہیے کہ وہ خود اور اپنے بال بچوں کو لے کر کل صبح کھلے میدان میں آجائیں ہم بھی اپنے آپ کو اور گھر والوں کو لے کر آجاتے ہیں پھر ہم اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ اے اللہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اس پر آپ کا غضب نازل ہوجائے۔ جب عیسائی وفد کو اس مباہلہ یعنی قسم کھانے کی دعوت دی گئی وہ بوکھلا گئے اور کہنے لگے ہم اس مسئلے پر رات کو غور کر کے جواب دیں گے لیکن وہ اس بات سے اس قدر ڈر گئے کہ بغیر بتائے راتوں رات مدینہ سے نجران کی طرف چپکے سے بھاگ گئے اور انہوں نے ''مباہلہ'' کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پورے وفد کو ذلت سے دوچار کیا اور نبی کریم ﷺ دین اسلام اور صحابہ کرامؓ کو سرخ رو فرما دیا۔ اب آپ پوری سورۂ آل عمران کی آیات کی تفصیل ملاحظہ کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والوں کو دین اسلام کی سچائی اور عیسائیت کے غلط عقیدوں کی اصلاح فرمادی ہے۔ اس سورت کے آخر میں دو غزوات (اسلامی جنگوں) کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد یہ دونوں جنگیں وہ تھیں جن کے نتائج یعنی کفار کی بدترین شکست سے جزیرۃ العرب اور بڑی طاقتیں چونک اٹھیں اور وہ اسلام کی اس چھوٹی سی سلطنت کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے کی تدبیروں میں لگ گئیں اس لئے اہل ایمان کو یہودیوں، نصاریٰ، کفار و مشرکین اور منافقین سے ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں، عرب کے نصاریٰ، کفار مکہ اور کفار و مشرکین کے تمام قبیلے اور آستین میں چھپے سانپ منافقین اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام کے اس پودے کو اکھاڑنے میں کامیاب نہ ہوسکے اور اللہ نے شدید مخالفتوں کے باوجود اس چھوٹے سے پودے کو ایک تناور درخت بنادیا اور آہستہ آہستہ ساری دنیا پر اسلام کی حقانیت ثابت ہو کر رہی اور انشاء اللہ اب قیامت تک اس تناور درخت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ مخالفت کی تیز آندھیوں میں اس درخت کے کچھ پتے گر جائیں۔ شاخیں ٹوٹ جائیں کبھی خزاں کا موسم آجائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ درخت اپنی بنیادوں سے اکھڑ جائے۔ کیونکہ اب ساری انسانیت کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ اس دین کو اپنالیں اور حضرت محمد ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں ان کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہوجائیں ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمَ (یہی سب سے بڑی کامیابی ہے)۔

سورة آل عمران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾
مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ﴿٥﴾
هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ٦

الف۔لام۔میم

اللہ وہ ہے جو زندہ اور نظام کائنات کو سنبھالنے والا ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔اے نبی ﷺ اس نے آپ پر کتاب برحق کو نازل کیا جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابیں ان کے پاس ہیں۔اس نے اس سے پہلے توریت اور انجیل کو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا۔اور اسی نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کسوٹی نازل کی۔

بلا شبہ جنہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کو سخت عذاب دیا جائے گا۔اللہ زبردست طاقت والا اور (برائی کا) بدلہ لینے والا ہے۔بے شک زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ اس سے

پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری شکلیں صورتیں بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

نَزَّلَ	اس نے نازل کیا
عَزِیْزٌ	زبردست
ذُو انْتِقَامٍ	انتقام لینے والا
یُصَوِّرُ	تصویر بناتا ہے، شکلیں بناتا ہے
اَلْاَرْحَامُ	(رحم) پیٹ
کَیْفَ یَشَاءُ	جیسے وہ چاہتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نجران یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ فتح مکہ کے بعد نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ سے مذہبی بحث و مناظرہ کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں چودہ پندرہ آدمی خاص طور پر بڑے معزز اور سردار تھے۔ اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بحث شروع کی تو سورۂ ال عمران میں تقریباً ۸۳ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات کی روشنی میں آنحضرت ﷺ نے اس وفد کو جوابات دیئے۔

اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱۔ مردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کردیا کرتے تھے۔

۲۔ وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتے تھے۔

۳۔ مٹی کی مورتیں بنا کر پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو کر پرندہ بن جایا کرتی تھیں۔

۴۔ انہوں نے کہا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے انہوں نے گہوارہ میں لوگوں سے باتیں کیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوا

کہ حضرت عیسیٰ (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اس وفد کے ان تمام اعتراضات کو سن کر فرمایا کہ:

۱۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ جیسا ہوتا ہے۔ وفد نے کہا کیوں نہیں۔

۲۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس کو موت نہیں آتی وہ زندہ رہے گا جبکہ حضرت عیسیٰ کو ضرور موت اور فنا سے واسطہ پڑے گا۔ اس وفد نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۳۔ تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے وجود کو تھامنے والا اس کا محافظ، نگراں اور رزق پہنچانے والا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا ان میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھی۔ انہوں نے کہا جی نہیں۔

۴۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ یا چھپی ہوئی نہیں ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے جتنا علم دیا تھا وہ اس سے زیادہ کچھ نہ جانتے تھے۔ انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا۔

۵۔ آپ نے فرمایا پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت اپنی مرضی کے مطابق ان کی ماں کے پیٹ میں بنائی۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔

۶۔ ارشاد فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور دوسری حاجات کا محتاج نہیں ہے ان کا جواب اقرار میں تھا۔

۷۔ ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح نو ماہ تک اپنے شکم میں رکھا جس طرح عام بچے رہتے ہیں۔ پیدا ہونے کے بعد ان کو غذا دی گئی، وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ بے شک یہی بات ہے۔

۸۔ آپ نے آخری بات یہ پوچھی کہ اگر حضرت عیسیٰؑ میں یہ تمام باتیں تھیں تو پھر وہ اللہ کے بندے تھے یا خود ہی اللہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کے یہ تمام سوالات اس قدر بھرپور تھے کہ وہ لاجواب ہو گئے۔ انہوں نے حق اور سچائی کو اچھی طرح پہچان لیا تھا مگر وہ اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنائے رہے۔ آپ نے فرمایا اگر اب بھی تمہیں میرے دعوائے رسالت میں شک ہے تو اس کا فیصلہ اس طرح کر لیتے ہیں کہ تم بھی اپنی اولاد اور گھر والوں کو لے آؤ اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں باہر میدان میں نکلتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عیسائیوں کا یہ وفد لاجواب ہو چکا تھا یہ کہہ کر اٹھ گیا کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیتے ہیں اور کل صبح مباہلہ (یعنی قسمیں کھانے کا معاملہ کر لیتے ہیں) چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ کے بعد یہ طے کیا کہ قسمیں نہ کھائی جائیں۔ طے کر لینے کے بعد راتوں رات یہ وفد چپکے سے مدینہ سے یمن واپس چلا گیا۔ اس طرح مضبوط دلیلوں کے سامنے عیسائیوں نے چپکے سے بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔

وقف لازم

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ
اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ
وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڔ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ڤ وَالرّٰسِخُوْنَ
فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ
اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸
رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ
الْمِيْعَادَ ۝۹

ع ۱ ۹ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب کو نازل کیا۔ ان میں سے کچھ آیات تو محکمات ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں۔ کچھ دوسری آیات متشابہات ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پن ہے۔ وہ ان آیات میں ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں جو متشابہات ہیں تا کہ وہ ان کے من پسند مطلب اور فتنے تلاش کرسکیں۔ حالانکہ ان کا ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور پختہ علم رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ پر ایمان لے آئے۔ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے مگر اس پر وہی دھیان دیتے ہیں جو عقل وفکر رکھنے والے ہیں (ان کی زبانوں پر ہوتا ہے کہ) اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت اور رہنمائی عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کردیجیے گا۔ ہمیں اپنی رحمت سے نوازیئے گا، بلاشبہ آپ اپنے وعدہ کو کبھی بدلتے نہیں ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۷ تا ۹

مُحْكَمٰتٌ	جس کا مطلب اور مفہوم واضح ہو
اُمُّ الْكِتٰبِ	کتاب کی جڑ و بنیاد
مُتَشٰبِهٰتٌ	جس سے مطلب اور مفہوم کے مختلف پہلو نکلتے ہوں
زَيْغٌ	ٹیڑھا پن
مَا تَشَابَهَ	وہ کہ کئی طرف ملتے ہوں
اِبْتِغَاءٌ	تلاش کرنا
تَاْوِيْلُهٗ	اس کی تاویل، اس کی اصل روح
اَلرّٰسِخُوْنَ	پختہ، پکے
يَذَّكَّرُ	دھیان دیتا ہے
لَا تُزِغْ	ٹیڑھا نہ کرنا
هَدَيْتَنَا	تو نے ہمیں ہدایت دے دی
هَبْ	عطا فرما
لَدُنْكَ	تیرے پاس (لدن، ک)
اَلْوَهَّابُ	دینے والا، عطا کرنے والا
جَامِعُ النَّاسِ	لوگوں کو جمع کرنے والا
لَا يُخْلِفُ	نہیں خلاف کرتا ہے
اَلْمِيْعَادُ	وعدہ

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

آیات محکمات وہ آیتیں ہیں جن کا مطلب اور مفہوم ایسے شخص پر بالکل واضح ہو جو قواعد عربیہ کو اچھی طرح جاننے والا ہے جیسے توحید و رسالت، حلال و حرام، قیامت و آخرت، اوامر و نواہی وغیرہ۔ یہ آیات ہدایت اور عمل کے لئے کافی ہیں آیات متشابہات جن کے مفہوم اور مطلب میں مختلف پہلو نکلتے ہیں۔ جن کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ کی ذات، مرنے کے بعد کی زندگی، قبر و آخرت کے احوال اور جنت و دوزخ کی مختلف کیفیات ان تمام باتوں کو جس طرح بتا دیا گیا ہے اس پر یقین رکھنا

چاہیے۔ مگر بعض لوگ ایسی باتوں کے متعلق جو عام طور سے ان کے عقل وفہم میں آ نہیں سکتیں ان ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں جس کا مقصد شرارت اور فتنے پیدا کرنا ہوتا ہے مثلاً اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ فرمایا ہے۔ اب جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ پن ہے وہ تو ان الفاظ کا سہارا لے کر کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد یا بشر کہنا غلط ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ بالکل واضح الفاظ میں ارشاد فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں یعنی اس کی تحقیق وجستجو میں لگے ہوئے ہیں تو تم ایسے لوگوں سے بچو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ راسخین فی العلم سے صحیح ترین قول کے مطابق وہ لوگ مراد ہیں جو نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ کے عمل پر قائم ہوں اور قرآنی تعلیمات کا محور ومرکز محکمات کو مانتے ہوں اور متشابہات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ
اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ كَدَاْبِ
اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ
اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۱ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا
سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۲ قَدْ كَانَ
لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۭ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى
كَافِرَةٌ يَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۭ وَاللّٰهُ يُـؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳

بلاشبہ جو لوگ کفر کرتے ہیں انہیں اللہ کے مقابلے میں نہ ان کا مال کام آئے گا اور نہ اولاد۔
یہ دوزخ کا ایندھن ہیں ان کا انجام بھی فرعون کے ساتھیوں اور ان سے پہلے والے لوگوں جیسا

ہوگا۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ یا اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ جو بدترین ٹھکانا ہے۔

یقیناً وہ دو جماعتیں جن کا آپس میں مقابلہ ہوا ان میں تمہارے لئے ایک نشانی ہے ان میں ایک جماعت تو اللہ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسری کافر جماعت تھی جو کھلی آنکھوں سے ان کو اپنے سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہی تھی اور اللہ جس کو چاہتا ہے فتح ونصرت سے نواز دیتا ہے۔ بلاشبہ آنکھیں رکھنے والوں کے لئے اس میں بڑا سبق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳

لَنْ تُغْنِیَ	ہرگز کام نہ آئے گا
وَقُوْدٌ	ایندھن
دَاْبٌ	طریقہ، دستور
اٰلٌ	اولاد۔ کسی کو مان کر اس کے پیچھے چلنے والے
سَتُغْلَبُوْنَ	عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے
تُحْشَرُوْنَ	تم جمع کئے جاؤ گے
فِئَتَیْنِ	دو جماعتیں (فِئَةٌ ۔ جماعت)
اِلْتَقَتَا	آپس میں دونوں مقابل ہوئے
اُخْرٰی	دوسری
یَرَوْنَ	وہ دیکھتے ہیں
مِثْلَیْهِمْ	اپنے سے دوگنے (مثلی اصل میں مثلین تھا نون گر گیا)
رَاْیَ الْعَیْنِ	دیکھنے والی آنکھ
عِبْرَةٌ	نصیحت، سبق
اُولِی الْاَبْصَارِ	آنکھوں والے (اولو، والا، ابصار، بصر) آنکھیں

تشریح: آیت نمبر ١٠ تا ١٣

نجران سے عیسائیوں کا جو نمائندہ وفد نبی کریم ﷺ سے مذہبی بحث و مناظرہ کے لئے آیا ہوا تھا خطاب ان ہی سے ہے کہ تمام دلیلوں سے اسلام کی سچائی ثابت ہو چکی ہے۔ بادشاہ اور رئیسوں کے دربار کے اعزاز و اکرام اور مال و دولت کا لالچ تمہیں اسلام قبول کر لینے سے روک رہا ہے عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب وہ بادشاہ اور سردار مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے جس طرح بے بس اور نہتے مسلمانوں نے اللہ کی مدد اور حمایت سے غزوہ بدر میں مکہ کے کافروں کا غرور خاک میں ملا دیا تھا اسی طرح وہ ہوں گے اور دنیا کی رسوائیوں اور آخرت کی سزا سے انہیں اور تمہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اب اسی کو فتح و کامرانی عطا ہوگی جو نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت پر ایمان لائے گا۔ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ نبیوں کے جھٹلانے والوں کو درس عبرت بنا دیتا ہے جس طرح فرعون کے ساتھیوں، حمایتیوں اور ان سے پہلے لوگوں کی زندگی کو نشان عبرت بنا دیا گیا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ
وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۗ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ ۚ
اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ﴿١٦﴾ ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ
وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿١٧﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

لوگوں کو ان کی خواہشات کی چیزیں پسندیدہ بنادی گئی ہیں۔ عورتیں، بیٹے اور سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگے ہوئے (پلے ہوئے) گھوڑے، مویشی اور کھیتی باڑی، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ بہترین ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ کا خوف رکھنے والوں کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کی رضا وخوشنودی انہیں حاصل ہوگی۔ اللہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے واقف ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے۔ ہمارے گناہ بخش دیجئے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیجئے۔ وہ صبر کرنے والے راست باز، فرماں بردار، فیاض اور رات کے آخری حصے میں اللہ سے مغفرت چاہنے والے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور علم وبصیرت رکھنے والے اس بات پر گواہ ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ عدل وانصاف سے انتظام قائم رکھنے والا ہے۔ وہی زبردست حکمت والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

زُيِّنَ	خوبصورت، پسندیدہ بنادی گئی
حُبُّ الشَّهَوَاتِ	مزوں کی محبت (حُبٌّ، محبت، اَلشَّهَوَات، خواہشیں
اَلْقَنَاطِيْرُ	ڈھیر (قِنْطَارٌ، ڈھیر)
اَلْمُقَنْطَرَةُ	لگے ہوئے ڈھیر

ذَهَبٌ	سونا
اَلْفِضَّةُ	چاندی
اَلْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ	پلے ہوئے گھوڑے، نشان لگے ہوئے گھوڑے
اَلْاَنْعَامُ	مویشی
اَلْحَرْثُ	کھیتی
مَتَاعٌ	سامان
حُسْنُ الْمَاٰبِ	بہترین ٹھکانا
اَءُ نَبِّئُكُمْ	کیا میں تمہیں بتاؤں؟
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ، صاف ستھری
رِضْوَانٌ	رضا وخوشنودی
ذُنُوْبٌ	گناہ (ذنب کی جمع)
اَلْقٰنِتِيْنَ	ادب کرنے والے
اَلْمُنْفِقِيْنَ	خرچ کرنے والے
اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ	استغفار کرنے والے
بِالْاَسْحَارِ	صبح کے وقت (سحر، صبح)
اُولُو الْعِلْمِ	علم والے
قَآئِمٌ	قائم رہنے والے، کھڑے رہنے والے
بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴ سے ۱۸ تک جن چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ انسان کو فطرۃً بے انتہا پسندیدہ اور مرغوب

ہیں۔فرمایا یہ جارہا ہے کہ ان چیزوں کی محبت واقعتاً ایک طبعی تقاضا ہے لیکن ان چیزوں سے بھی زیادہ اہم اللہ کی محبت اور آخرت کی زندگی ہے جو انسان کا ابدی ٹھکانا ہے۔

فرمایا گیا کہ بے شک ایک مومن ان چیزوں کو حاصل کرسکتا ہے لیکن یہ چیزیں اس طرح دل لگانے کی نہیں ہیں کہ ایک انسان دن رات صرف ان ہی چیزوں کے حاصل کرنے میں لگا رہے بلکہ ہونا یہ چاہیئے کہ ان تمام چیزوں کو فکر آخرت کا ذریعہ بنالے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا البتہ ایسی دنیاداری سے منع کرتا ہے جس سے انسان اللہ کی محبت اور آخرت کی فکر سے غافل ہوجائے۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ
الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ
مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ
فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ
وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن
تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ إِنَّ
الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ
حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ
فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ
أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے جو اس دین سے اختلاف کیا ہے وہ علم حاصل ہو جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے کیا ہے۔ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے گا۔ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اے نبی (ﷺ) پھر اگر یہ لوگ آپ سے جھگڑنے لگیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے اور میری اطاعت کرنے والوں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے۔ آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ کیا تم اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ اس دین کو قبول کر لیں تو یقیناً ایسے لوگ راہ ہدایت حاصل کر لیں گے لیکن اگر وہ نہ مانیں تو آپ کا کام (اللہ کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھ اور سمجھ لے گا۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے ان کو مار ڈالتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں تو اے نبی ﷺ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا اور آخرت میں اپنے تمام اعمال کو برباد کر ڈالا ہے۔ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

حَاجُّوْکَ	وہ تجھ سے جھگڑتے ہیں (حاجون، ک)
اَسْلَمْتُ	میں نے جھکا دیا
وَجْهِيَ	اپنا چہرہ
اِتَّبَعَنِ	میری اتباع کی (اتبع، ن، ی)
اُمِّيّٖنَ	ان پڑھ، جاہل (امی، ان پڑھ)
اَلْبَلٰغُ	پہنچا دینا
عِبَادٌ	بندے (عبد، بندہ)
اَلْقِسْطُ	انصاف
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی (ضائع ہوگئے)

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۲

سورۂ آل عمران کی آیت ۱۹ سے ۲۲ تک میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طریقے سے بتا دیا ہے کہ اسلام کسی قوم، ذات یا برادری کا نام نہیں ہے اور جو دین نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں وہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے جو آج ہی کہی جا رہی ہو بلکہ اللہ کے تمام رسول اور انبیاء کرامؑ مختلف زمانوں میں الگ الگ دین لے کر نہیں آئے سب نے اپنے وقت میں ایک ہی دین کی طرف انسانوں کو بلایا اور اسی کی تبلیغ کی وہ سب کے سب سچائی کے علم بردار تھے وہ حق کی طرف بلاتے تھے اور نیکیوں پر چلنے کی تلقین کرتے تھے یہ وہ سچائی ہے جو کبھی بدلی ہے اور نہ بدل سکتی ہے اس لئے اللہ کے نزدیک صرف دین اسلام ہی دین ہے۔ اس کے سوا جو کوئی بھی اپنے لئے نیا طریقہ اختیار کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول نہ کیا جائے گا۔ دین میں اختلاف انبیاء کرام نے نہیں بلکہ بعض ان لوگوں نے کیا ہے جو حرص و ہوس کے بندے اور بغض و عناد کے پیکر تھے جن کا کام اپنے مفاد کے لئے دین میں اختلاف پیدا کرنا ہی تھا۔ فرمایا گیا کہ اللہ نے جس دین کو انبیاء کرامؑ کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ آج نبی مکرم ﷺ بھی اسی دین کو لے کر تشریف لائے ہیں۔ البتہ آپ کی ذات پر اس دین کو مکمل کر دیا گیا ہے جسے تمام انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر اس دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ لہٰذا جو کوئی بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طریقوں کے خلاف طریقے اور دین کے خلاف کوئی نئی بات گھڑ کر لائے گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول نہ کیا جائے گا۔ اب یہی دین قیامت تک انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مینارۂ نور رہے گا۔ اب نہ تو کوئی نیا دین آئے گا اور نہ کوئی کسی طرح کا نبی آئے گا بلکہ نبی آخر الزماں ﷺ کا طریقہ ہی پسندیدہ طریقۂ زندگی ہے جو قیامت تک قائم و دائم رہے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ
اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا
رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

اے نبی ﷺ! کیا آپ نے (ان علماء یہود) کونہیں دیکھا جنہیں اللہ کی کتاب کا کچھ علم دیا گیا تھا۔ان کو اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ بے رخی اختیار کرتا ہوا منہ پھیر لیتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں چند روز کے سوا آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ان کی من گھڑت باتوں نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے جو وہ خود سے بنا لیتے ہیں۔اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک ایسے دن میں جمع کریں گے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔اس دن ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی شخص کے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

نَصِیْبٌ	حصہ
یُدْعَوْنَ	وہ پکارے گئے (پکارے جاتے ہیں)
لِیَحْکُمَ	تاکہ وہ فیصلہ کردے
یَتَوَلّٰی	پلٹ جاتا ہے منہ پھیر لیتا ہے
مُعْرِضُوْنَ	وہ بے رخی اختیار کرتے ہیں، منہ پھیرتے ہیں
غَرَّھُمْ	اس نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا
یَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں
جَمَعْنٰھُمْ	ہم نے ان کو جمع کیا (ہم ان کو جمع کریں گے)
وُفِّیَتْ	پورا پورا دیا (جائے گا)

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

سورۂ ال عمران کی آیت ۲۳ سے ۲۵ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم اہل کتاب ہیں اور

اس پر انہیں ناز بھی تھا جب ان کو ان ہی کی کتاب کی طرف یہ کہہ کر بلایا جاتا ہے کہ تم اپنے فیصلے اپنی ہی کتاب کے ذریعہ کرلو تو وہ بجائے اللہ کا حکم ماننے کے اپنی رسم ورواج کی طرف مائل ہوتے رہتے ہیں۔ فرمایا اے نبی ﷺ جب وہ اپنی کتاب کی پرواہ نہیں کرتے تو یہ آپ کے لائے ہوئے دین کی اگر پرواہ نہ کریں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان کو جب نافرمانی کی عادت پڑ جاتی ہے تو پھر وہ کسی اپنے یا غیر کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے غلط عقیدوں نے انہیں بربادی کے اس گڑھے تک پہنچا دیا ہے جہاں ان کی زبانوں پر یہی بات ہے کہ آخرت میں اول تو جہنم کی آگ ہمیں چھوئے گی ہی نہیں کیونکہ جنت تو صرف ہمارے لئے مخصوص ہے لیکن اگر جہنم میں جانا ہی ہوا تو گنے چنے چند دن میں فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ ابدی راحتیں تو یقیناً ہمارے ہی لئے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی خوش فہمیاں اپنی جگہ لیکن اگر یہ اس وقت کا ذرا بھی تصور کرلیں جب آخرت میں ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا تو پھر ان کے ہوش ٹھکانے آسکتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ
النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے اللہ سارے ملکوں کے مالک آپ جسے چاہیں حکومت دے دیں جس سے چاہیں چھین لیں۔ آپ جسے چاہیں عزت عطا کردیں اور جسے چاہیں ذلت دے دیں ہر طرح کی بھلائیاں آپ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ آپ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں۔ جاندار میں سے بے جان کو اور بے جان میں سے جاندار کو نکالتے ہیں۔ آپ جسے چاہتے ہیں بے حساب (رزق) عطا فرماتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

اَللّٰھُمَّ	میرے اللہ
مٰلِکُ الْمُلْکِ	سلطنت کے مالک
تُؤْتِیْ	تو دیتا ہے
تَشَآءُ	تو چاہتا ہے
تَنْزِعُ	تو کھینچ لیتا ہے
تُعِزُّ	تو عزت دیتا ہے
تُذِلُّ	تو ذلت دیتا ہے
بِیَدِکَ الْخَیْرُ	تیرے ہاتھ میں خیر ہے
تُوْلِجُ	تو داخل کرتا ہے
تُخْرِجُ	تو نکالتا ہے
اَلْمَیِّتُ	مردار، بے جان
اَلْحَیُّ	زندہ
تَرْزُقُ	تو دیتا ہے تو رزق دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

سورۂ ال عمران کی آیت ۲۶ اور ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات میں ساری قدرت وطاقت صرف اللہ ہی کی ہے۔ عزت، ذلت، موت، حیات اور حکومت واقتدار وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ وہ جس کو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے نہ دینا چاہے تو کوئی اسے دلوا نہیں سکتا۔ ہر چیز کی بھلائی اسی ایک کے قبضہ قدرت میں ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ نماز جمعہ میں شریک نہ ہو سکا نبی کریم ﷺ نے

پوچھا کہ تم جمعہ میں کیوں موجود نہیں تھے۔ عرض کیا کہ میں نے ایک یہودی سے کچھ قرض لے رکھا تھا۔ میں اس کو ادا نہ کر سکا وہ یہودی میرے دروازے پر تاک لگائے بیٹھا رہا کہ میں نکلوں تو وہ مجھے پکڑ لے۔ اس لئے میں باہر نہ نکل سکا اور جمعہ کی نماز نکل گئی اور میں جمعہ کی نماز سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا اے معاذ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قرض کو تم سے دور کر دے اور ادائیگی کے اسباب پیدا کر دے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تم ہر روز یہ آیت پڑھا کرو۔ قل اللھم ملک الملک سے بغیر حساب تک۔

آپ نے فرمایا اے معاذ اگر تیرے اوپر زمین کے برابر بھی قرض ہوگا تو اللہ تعالیٰ ادا فرما دے گا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ
وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ
تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ
سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ
نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

اہل ایمان مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ جو ایسا کرے گا اللہ سے اس کا

کوئی تعلق نہیں ہوگا مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھنے کی وجہ سے بچاؤ اختیار کرو۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے دلوں میں جو کچھ چھپاتے ہو یا جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ دن جب کہ ہر شخص اپنے بھلے اور برے کئے ہوئے کاموں کو اپنے سامنے پائے گا تو اس دن ہر شخص اس بات کی تمنا کرے گا کاش ابھی یہ دن اس سے بہت دور ہوتا۔ اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ وہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

لَایَتَّخِذْ	نہ بنائیں
اَوْلِیَاءُ	دوست (وَلِیٌّ کی جمع ہے)
دُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	مومنوں کو چھوڑ کر
مَنْ یَّفْعَلْ	جو کرے گا
تَتَّقُوْا	تم بچو
تُقٰۃٌ	بچاؤ
یُحَذِّرُ	وہ ڈراتا ہے
نَفْسَہٗ	اپنی ذات
اَنْ تُخْفُوْا	اگر تم چھپاؤ گے
صُدُوْرٌ	دل، سینے (صدر، کی جمع ہے)
مُحْضَرٌ	حاضر، سامنے
تَوَدُّ	پسند کرے گا
اَمَدًا بَعِیْدًا	دور کا فاصلہ

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

۲۸ سے ۳۰ تک آیات کی تشریح یہ ہے کہ

اس سے پہلے آیات میں بتایا گیا تھا کہ کسی شخص یا حکومت وسلطنت کا عروج وزوال اور کسی کو عزت وذلت دینا سب اللہ کے اختیار اور قدرت میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ ان آیات میں اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ اے مومنو! تم مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ ان کی دوستی کو اپنے لئے عزت میں زیادتی کا سبب سمجھو کیونکہ عزت اور ذلت سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے فرمایا گیا اگر کوئی شخص کسی مصلحت یا مفاد کے پیش نظر مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست بنائے گا تو ایسے شخص کو اللہ کی حمایت و مدد حاصل نہ ہو سکے گی۔

کیونکہ جو اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھے گا وہ اللہ کا دوست نہیں ہو سکتا البتہ اگر کوئی شخص محض تدبیر اور انتظام کے درجے میں کافروں سے ظاہری دوستی رکھے گا تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہ سکے تو اس کے لئے محض یہ تعلق جائز ہے لیکن قلبی محبت کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء مفسرین نے کفار کے ساتھ معاملات اور تعلقات کو پانچ درجات میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ کافروں کی ملت اور مذہب کو اچھا جانتے ہوئے ان سے قلبی تعلق یا قلبی محبت رکھنا قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کافروں کے مذہب کو برا تو سمجھتا ہے مگر دنیوی معاملات میں خوش خلقی اور حسن سلوک سے کافروں کے ساتھ پیش آتا ہو تو یہ اسلامی رواداری ہے اور جائز ہے۔ ان سے تجارت، لین دین یا دوسرے دنیوی معاملات میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر ان تعلقات سے کفار کو طاقت اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پھر لین دین بھی ناجائز ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ کفار کے طریقوں کو برا تو سمجھتا ہو لیکن کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرتا ہو یا مسلمانوں کے راز ان کو بتاتا ہو یہ قطعاً حرام اور ناجائز ہے ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ کفر اور اس کے ماننے والوں کو برا تو سمجھتا ہو لیکن کفار کی حکومت کے خوف یا جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس مشکل میں اس حد تک ظاہری تعلق رکھنا جائز ہے جس سے وہ اسلام کے احکامات کو ادا کرنے میں سہولت حاصل کر سکے۔

۵۔ پانچویں یہ کہ تمام غیر مسلموں سے احسان اور ہمدردی کا تعلق رکھنا، نہ صرف جائز ہے بلکہ انتہائی قابل تعریف پہلو ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ بڑا ہمدردی اور احسان کا معاملہ کیا ہے۔ غرضیکہ غیر مسلموں کے ساتھ احسان اور نیکی کا معاملہ کرنا تو بری بات نہیں ہے لیکن ایسا تعلق جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جائز نہیں ہے۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ
يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾ قُلۡ
اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ وہ اللہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی وہ منہ پھیر لیں تو بلاشبہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

تُحِبُّوۡنَ	تم محبت کرتے ہو
اِتَّبِعُوۡنِىۡ	تم میری پیروی کرو، میرے پیچھے چلو (اتبعوا، ن، ی)
يَغۡفِرۡ	وہ معاف کردے گا
اَنۡ تَوَلَّوۡا	یہ کہ اگر تم نے منہ پھیرلیا
لَا يُحِبُّ	وہ پسند نہیں کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

توحید کے بیان کے بعد آیت ۳۱ سے ۳۲ تک نبوت کے متعلق ارشاد فرمایا جارہا ہے اس میں اہل ایمان کو ایک معیار بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آج دنیا میں جس کسی شخص کو اپنے معبود حقیقی سے محبت کا دعویٰ ہو اس کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر رکھ کر دیکھ لینا چاہئے۔ کھرا اور کھوٹا سامنے آجائے گا۔ جو شخص نبی مکرم ﷺ کی راہ پر چلے گا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت اور روشنی کو مشعل راہ

بنائے گا وہ اتنا ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی میں مضبوط اور مستعد ہوگا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے بے انتہا محبت فرمائیں گے۔ اللہ کی محبت اور رسول کی اتباع و پیروی کی برکت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ زندگی میں اس کو ہزاروں ظاہری اور باطنی برکتیں نصیب ہوں گی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل چیز اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور محبت ہے یہی وہ بنیاد ہے جو انسان کو کامیابی کی عظیم منزلوں تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾
اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ
مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا
قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ
لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّىْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا
بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ
حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا
زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ
قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ
يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۳۹ قَالَ رَبِّ
اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝۴۰ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ
كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝۴۱ ع ۴ ۱۱ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

بے شک اللہ نے آدمؑ ،نوحؑ اور ابراہیمؑ ، کے خاندان اور عمران کے خاندان کو تمام جہان والوں پر منتخب کیا تھا۔ ان میں سے بعض، بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے آپ کی نذر کرتی ہوں (وہ آپ ہی کے کام کے لئے آزاد ہوگا)۔ آپ اسے میری طرف سے قبول فرمالیجئے۔ بے شک آپ ہی (سب کی) سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ پھر جب وہ بچی (مریم) اس کے گھر میں پیدا ہوئی تو عمران کی بیوی نے کہا اے میرے پروردگار میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس کے ہاں پیدا ہوا اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی جیسا نہ ہوتا۔ اور میں نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا ہے، اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ آخر کار اس کے پروردگار نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کرلیا۔ اور اس کو اچھی طرح نشو نما دیا اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست بنادیا۔ جب بھی زکریاؑ (علیہ السلام) اس کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی چیزوں کو پاتے۔ انہوں نے پوچھا اے مریم یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا انہوں نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اسی جگہ زکریاؑ اپنے پروردگار سے دعا کرنے لگے۔ عرض کیا! اے میرے پروردگار اپنی قدرت سے مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ بلاشبہ آپ ہی دعا کو سننے والے ہیں۔ فرشتوں نے

ان کو اس وقت آواز دی جب کہ وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور کہا۔ بے شک اللہ تمہیں یحیٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے کلمتہ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی۔ بڑے ضبط کرنے والے اللہ کے نبی اور صالح لوگوں میں سے ہوں گے۔ زکریا نے کہا میرے پروردگار بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا؟ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ جواب ملا ایسا ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کہا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ فرمایا نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے سوائے اشاروں کے کوئی بات چیت نہ کرسکو گے۔ اس دوران اپنے پروردگار کی رات دن خوب تسبیح کرتے رہنا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

اِصْطَفٰی	اس نے چن لیا، منتخب کرلیا
اِنِّیْ نَذَرْتُ	بے شک میں نے منت مان لی
بَطْنِیْ	میرا پیٹ
مُحَرَّرٌ	آزاد
وَضَعَتْ	اس نے جنم دیا (پیدا کیا)
اُنْثٰی	عورت، لڑکی
سَمَّیْتُ	میں نے نام رکھ دیا
مَرْیَمُ	پاک باز، نیک
اُعِیْذُ	میں نے پناہ میں دے دیا
بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ	بہترین طریقے پر قبول کرنا
اَنْبَتَهَا	اس نے اس کو پروان چڑھایا
كَفَّلَ	وہ ذمہ دار ہوا

اَلْمِحْرَابُ	عبادت کی جگہ، حجرہ، نماز پڑھنے کی جگہ
اَنّٰی لَکِ هٰذَا	یہ تیرے پاس کہاں سے آیا
هُنَالِکَ	اسی جگہ، اسی موقع پر
دَعَا	پکارا، دعا کی
هَبْ لِیْ	مجھے عطا فرما دیجیے
ذُرِّیَّةٌ طَیِّبَةٌ	بہترین اولاد
سَمِیْعُ الدُّعَاءِ	دعا کا سننے والا
نَادَتْ	آواز دی
یُصَلِّیْ	وہ نماز پڑھتا ہے
یُبَشِّرُکَ	تجھے خوشخبری دیتا ہے
سَیِّدٌ	سردار
حَصُوْرٌ	پاک باز
اَنّٰی یَکُوْنُ	کیسے ہوگا، کہاں سے ہوگا
غُلَامٌ	لڑکا
بَلَغَنِیْ	مجھے پہنچ گیا
اَلْکِبَرُ	بڑھاپا
اِمْرَاتِیْ	میری بیوی
عَاقِرٌ	بانجھ (جس عورت کے بچہ ہونا ممکن نہ ہو)
اَلَّا تُکَلِّمَ	یہ کہ تو کلام نہ کرے گا
ثَلٰثَةُ اَیَّامٍ	تین دن
رَمْزٌ	اشارہ

اَلْعَشِيُّ	شام، رات
اَلْاِبْكَارُ	صبح، صبح تڑکے

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۱

عیسائیوں کی گمراہی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بندہ اور رسول ماننے کے بجائے انہیں اللہ کا بیٹا اور اس کی الوہیت میں شریک سمجھتے تھے اس لئے نجران سے آئے ہوئے وفد کو سمجھانے کے لئے اس مضمون کو اس طرح شروع کیا گیا ہے کہ حضرت آدم، حضرت نوح، آل ابراہیم اور آل عمران سب کے سب اللہ کے برگزیدہ اور نیک انسان تھے جن کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی نسل سے تھے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے ان میں سے کوئی بھی اللہ کی الوہیت میں شریک نہ تھا بلکہ انسانوں کے گروہ میں سے عظیم انسان تھے۔

حضرت عیسیٰ کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے پہلے اللہ نے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کی پیدائش اور ان کے حالات بیان فرمائے کہ کس طرح اللہ نے ان پر اور آل عمران پر اپنی بے انتہا عنایات اور کرم نوازیاں کی ہیں۔ بعض وہ عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ حضرت مریم کو بھی الوہیت میں شامل سمجھتے تھے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مریم تو خود کتنی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئیں اور کس طرح اور کن حالات میں ان کی پرورش ہوئی اور اپنی پرورش میں کس طرح دوسروں کی محتاج رہیں۔ بھلا وہ جو اپنی پیدائش، پرورش اور نشوونما میں دوسروں کا محتاج ہو وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے۔

حضرت مریم کے والد کا نام عمران تھا۔ حضرت مریم کی والدہ نے دعا کی الٰہی اگر مجھے آپ اولاد عطا فرما دیں گے تو میں اس کو آپ کے دین کے لئے آزاد رکھوں گی۔ اس زمانہ میں اس بات کو بہت بڑی نیکی سمجھا جاتا تھا کہ پیدا ہونے والی اولاد کو اس طرح اللہ کے گھر اور اس کی عبادت کے لئے آزاد کر دیا جائے کہ وہ زندگی کی تمام ذمہ داریوں سے الگ رہتے ہوئے صرف اسی کی بندگی میں لگا رہے۔ اس دعا میں حضرت مریم کی والدہ نے گویا اشارۃً بیٹے کی تمنا کی تھی۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کے گھر میں حضرت مریم پیدا ہوئیں۔ حضرت مریم کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ سخت پریشان ہوئیں کہ یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ اس کو اللہ کے لئے میں کیسے آزاد کروں گی۔ اللہ نے ان کے دل میں اس بات کو القا فرمایا کہ اے مریم کی والدہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ لڑکی کتنی باعظمت ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمائیں گے۔ حضرت مریم کچھ بڑی ہوئیں تو منت کے مطابق ان کو عبادت کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور حضرت زکریا علیہ السلام جو اس وقت عبادت خانہ (بیت المقدس) کے متولی بھی تھے اور حضرت مریم کے خالو بھی تھے ان کی کفالت و نگرانی میں دے دی گئیں۔ ایک علیحدہ کمرہ میں ان کو رکھا گیا۔ جب حضرت مریم

جوان ہوگئیں تو حضرت زکریاؑ باہر سے تالا ڈال کر جایا کرتے تھے مگر جب واپس آتے تو دیکھتے کہ حضرت مریم اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں اور ان کے پاس بے موسم کے طرح طرح کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ ایک دن حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم سے پوچھا کہ اتنے اچھے اور تازہ بے موسم کے پھل کہاں سے آتے ہیں؟ حضرت مریم کا جواب تھا یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت زکریا نے اس جگہ ان انوارات کو محسوس کیا اور بے ساختہ زبان پر یہ دعا آ گئی۔ الٰہی اگر آپ مریم کو بے موسم کے پھل دے سکتے ہیں تو میں اگرچہ بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب اولاد پیدا ہونے کا ظاہری امکان بھی موجود نہیں ہے لیکن آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ آپ مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ ایک دن وہ محراب میں نماز ادا فرما رہے تھے فرشتوں نے اللہ کی طرف سے ان کو بیٹے کی خوشخبری دی۔ حضرت زکریا نے حیرت اور تعجب اور کچھ یقین حاصل کرنے کے لئے بے ساختہ عرض کیا الٰہی میری تمنا خواہش اور دعا تو اپنی جگہ ہے لیکن کیا میرے ہاں اولاد ہوگی جبکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ہاں اے زکریا۔ ہم دنیا کے اسباب کے محتاج نہیں ہیں ہم تمہیں یحیٰؑ جیسا بیٹا دیں گے جو اللہ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سرداری اور بزرگی کی تمام شانیں موجود ہوں گی وہ نبوت سے بھی سرفراز ہوں گے اور ان کا صالحین میں شمار ہوگا۔ حضرت زکریا نے عرض کیا الٰہی میرے لئے اس کی کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ نے فرمایا اے زکریا جب یہ واقعہ ہوگا تو تم تین دن تک سوائے اشاروں کے لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔ چونکہ اللہ کی یہ نعمت ہے جو تمہیں عطا کی جا رہی ہے لہٰذا اس دوران تم اپنے پروردگار کو بہت یاد کرنا اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہنا یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے مترادف ہوگا۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ
يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى
نِسَآءِ الْعٰلَمِينَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي
مَعَ الرّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا
كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا
كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

اور جس وقت فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ نے تجھے منتخب کرلیا اور تجھے پاکیزگی عطا کی ہے اور دنیا کی تمام عورتوں میں سے تجھے چن لیا ہے۔ اے مریم اپنے پروردگار کی اطاعت کر۔ اس کے سامنے سجدہ کر اور اللہ کے حضور جو بندے اس کے سامنے جھکتے ہیں ان کے ساتھ جھک۔ اے نبی ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو وحی کے ذریعہ بتا رہے ہیں ورنہ آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلموں کو قرعہ اندازی کے لئے ڈال رہے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں گی اور نہ تم اس وقت موجود تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

اِصْطَفٰکِ — اس نے (اے مریم) تجھے چن لیا

طَھَّرَکِ — تجھے پاک باز بنایا

نِسَآءُ الْعٰلَمِیْنَ — جہان بھر کی عورتیں

اُقْنُتِیْ — تو اطاعت کر

اَنْبَآءُ الْغَیْبِ — غیب کی خبریں

نُوْحِیْهِ — ہم اس کو وحی کرتے ہیں

لَدَیْھِمْ — ان کے پاس

یُلْقُوْنَ — وہ ڈالتے ہیں

اَقْلَامٌ — قلم

يَكْفُلُ	کفالت کرے گا، ذمہ دار ہوگا
يَخْتَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

حضرت مریم پر باطل پرستوں نے جو الزامات لگائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مریم ایک انتہائی پاک باز، نیک سیرت اور دنیا کی عورتوں میں ایک عظیم خاتون ہیں، اللہ نے ان کو نہ صرف برگزیدہ بنایا تھا بلکہ اللہ کی عبادت و بندگی میں بھی ان کا اعلیٰ مقام ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو دنیا میں بہت کم عورتوں کو نصیب ہوا ہے۔ لہٰذا ان جیسی بلند سیرت خاتون پر کسی طرح کا اتہام اور الزام ایک بدترین بات ہے۔

حضرت مریم کی پرورش کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت مریم کی والدہ ماجدہ نے ان کو اللہ کے لئے ہیکل کی نذر کر دیا تھا، چونکہ وہ لڑکی تھیں اس لئے یہ مسئلہ اپنے اندر بڑی نزاکتیں رکھتا تھا کہ ہیکل کے عبادت گذاروں میں سے وہ کس کی زیر نگرانی رہیں۔

قرعہ اندازی کی گئی تو ہر مرتبہ حضرت مریم کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا اور بالآخر وہ ان ہی کی زیر نگرانی پرورش پاتی رہیں۔ یہاں اس کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت مریم جن کی تربیت حضرت زکریا نے کی وہ اپنے وقت کے عظیم پیغمبروں میں سے ہیں جو اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ حضرت مریم کی نیکی اور سچائی کو پیغمبری کے دامن میں پرورش پانے کا موقع ملا جو خود ان کی ایک بہت بڑی عظمت کی دلیل ہے۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ
إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾
وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَتْ

رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾
وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ
لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ
التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ
الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا
بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے ایک ایسے کلمہ کی (فیصلے کی) خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔ دنیا اور آخرت میں بڑے رتبہ والا اور اللہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوگا۔

وہ لوگوں سے اس وقت بھی بات کرے گا جبکہ وہ گہوارے میں ہوگا اور بڑے ہو کر بھی وہ صالحین میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا پروردگار میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا جب کہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔ ارشاد ہوا ایسا ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ کہتا ہے، ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ اس کو کتاب وحکمت یعنی توراۃ وانجیل کا علم سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا جائے گا۔ اور جب وہ عیسیٰؑ رسول کی حیثیت سے آئے تو انہوں نے کہا میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے کی شکل بناتا ہوں۔ اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور کیا اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو اس میں تمہارے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ اور میں توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے (اللہ کے حکم سے) بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو بلاشبہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا سچا راستہ ہے۔ جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر وانکار کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے کہا۔ اللہ کے لئے میرا مددگار کون ہے۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں اللہ پر ایمان لائے اور گواہ رہیے کہ ہم اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار آپ نے جو کچھ نازل کیا اسے ہم نے مان لیا اور رسول کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ ہمارا نام ماننے والوں میں لکھ لیجئے۔ پھر بنی اسرائیل حضرت مسیح کے خلاف خفیہ تدبیریں کرنے لگے تو اللہ نے بھی تدبیریں کیں اور اللہ سے بڑھ کر تدبیر کرنے والا ہے کون۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

وَجِيْهٌ	باعزت، بلند مرتبہ
اَلْمُقَرَّبِيْنَ	قریب والے
يُكَلِّمُ	کلام کرے گا، بات کرے گا
اَلْمَهْدُ	گہوارہ
كَهْلٌ	بڑی عمر
لَمْ يَمْسَسْنِىْ	مجھے نہیں چھوا مجھے ہاتھ نہیں لگایا
بَشَرٌ	انسان، آدمی
قُضِىَ	فیصلہ کیا
اَلطِّيْنُ	مٹی
هِيَةٌ	شکل
اَنْفُخُ	میں پھونکتا ہوں
طَيْرٌ	پرندہ
اُبْرِئُ	میں اچھا کر دیتا ہوں
اَلْاَبْرَصُ	کوڑھی
اَلْاَكْمَهُ	پیدائشی اندھا
اُحْيِ	میں زندہ کرتا ہوں
اُنَبِّئُكُمْ	میں تمہیں بتاتا ہوں
تَدَّخِرُوْنَ	تم جمع کرتے ہو، ذخیرہ کرتے ہو!
بُيُوْتٌ	گھروں، (بیت، گھر)
حُرِّمَ	حرام کر دیا گیا

اَحَسَّ	محسوس کیا
مَنْ اَنْصَارِیْ	میرا مددگار کون ہے؟
اَلْحَوَارِیُّوْنَ	ہم مجلس (حضرت عیسیٰ کے صحابہ)
اَنْصَارُ اللّٰہِ	اللہ کے مددگار
اِشْھَدْ	تو گواہ رہنا
اِتَّبَعْنَا	ہم نے پیروی کی، پیچھے چلے
اُکْتُبْنَا	تو ہمیں لکھ لے
اَلشّٰھِدِیْنَ	گواہی دینے والے
مَکَرُوْا	انہوں نے خفیہ تدبیر کی
مَکَرَاللّٰہِ	اللہ نے تدبیر کی
خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ	بہترین تدبیر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

جب حضرت مریم کو صنفی مواصلت کے بغیر ایک بچہ پیدا ہونے کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے انتہائی تعجب سے کہا جب کہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے پھر میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے کی اطلاع خوشخبری کے انداز میں کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ اے مریم اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہماری قدرت و طاقت سے یہ بات باہر نہیں ہے۔ جس طرح اللہ نے آدمؑ کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے اسی طرح وہ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کرسکتا ہے۔ اس بات سے اللہ نے عیسائیوں کی اس غلط فہمی کو دور کیا ہے جو انہوں نے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا دیا تھا اور یہودیوں کے اس الزام کی تردید ہے کہ حضرت مریم (نعوذ باللہ) کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہیں۔

چونکہ قرآن کریم کا مقصد کوئی قصہ کہانی سنانا نہیں ہے بلکہ ان حقائق سے نقاب اٹھانا ہے جن پر عیسائیوں اور یہودیوں کی صدیوں کی جہالت نے گرد و غبار کے پردے ڈال کر اللہ کے بندے کو اللہ کا حصہ بنا کر پیش کیا تھا۔ اس لئے حضرت مریم کی پوزیشن کو صاف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے اس خطبہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم نے بنی اسرائیل کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اپنے معجزات کے ذریعہ تمہیں اپنے رسول ہونے کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔

مگر حضرت عیسیٰؑ کے اس خطبہ کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور انہوں نے بڑی شدت سے مخالفت کرنا شروع کردی۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے اس بات کا اندازہ کرلیا کہ بنی اسرائیل ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا تم میں سے اس سچائی کو قائم کرنے میں کون کون اللہ کے دین کے لئے میرا مددگار ہے۔ اس پر کچھ لوگوں (حواریوں) نے کہا کہ اللہ کے دین اور اس کو قائم کرنے میں ہم آپ کے مددگار ہیں۔

یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی اور راہ نجات حاصل کرلی۔ ان مقدس ہستیوں کو حواریین فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی راہوں میں چلنے اور اقامت دین کی ہر کوشش میں اسلام کا مددگار بنا دے۔ آمین۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ
يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝٥٥ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٥٦ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَ
اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٧ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝٥٨ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٥٩ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝٦٠

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰؑ میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے ماننے سے جنہوں نے انکار کیا۔ ان سے میں تجھے پاک کردوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کی واپسی میری ہی طرف ہوگی۔ اس وقت میں ان باتوں کا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے فیصلہ کردوں گا۔ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے انہیں دنیا اور آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے انہیں ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اللہ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور پر حکمت مضمون ہم ہی آپ کو سنا رہے ہیں۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدم جیسی ہے۔ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس نے حکم دیا ''ہوجا، تو وہ ہوگیا''۔ یہ اصل حقیقت ہے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کو بتائی جارہی ہے۔ آپ ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو شک کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ	میں تجھے پورا پورا لے لوں گا لفظ متوفی کا مصدر توفی ہے اور مادہ وفی اس کے اصل معنی عربی لغت کے اعتبار سے پورا پورا لینے کے ہیں
رَافِعُکَ	تجھے اٹھا لوں گا
اِلَیَّ	اپنی طرف
مُطَھِّرُکَ	تجھے پاک کردوں گا
اِتَّبَعُوْکَ	جنہوں نے تیری اتباع کی
فَوْقَ	اوپر
مَرْجِعُکُمْ	تمہیں لوٹنا ہے
اَحْکُمُ	میں فیصلہ کروں گا
مُخْتَلِفُوْنَ	اختلاف کرنے والے

اُعَذِّبُ	میں عذاب دوں گا
یُوَفِّیْ	پورا بدلہ دیا جائے گا
اُجُوْرٌ	بدلے، (اجر کی جمع ہے)
نَتْلُوْ	ہم پڑھتے ہیں
اَلذِّکْرُ الْحَکِیْمُ	حکمت والا ذکر
تُرَابٌ	مٹی

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

سورۂ ال عمران کی آیت ۵۵ سے ۶۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان تمام یہودیوں نے جو قوم بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار کر کے آپ کو نقصان پہنچانے اور مار ڈالنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگا رہے تھے انہوں نے بادشاہ وقت کو اس بات پر تیار کر لیا کہ عیسیٰؑ ابن مریم کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے کارندے بھیجے تاکہ ان کو گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ صورت حال انتہائی کربناک تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین اور تسلی کے لئے فرمایا کہ آج جب کہ بادشاہ کے لوگ تمہیں گرفتار کرنے کے لئے پہنچنے والے ہیں تمہیں اس کا یقین ہو جانا چاہئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہے اس کو ساری دنیا مل کر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ و رسول کے دشمن تمہیں پھانسی پر لٹکا دیں میں تمہیں آسمانوں کی طرف اٹھا لیتا ہوں اور ان دشمنوں کے بجائے تمہیں وقت مقررہ پر یعنی قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر بھیج کر طبعی موت دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیثوں میں ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آج بھی آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قیامت کے قریب دمشق میں آسمان سے آنحضرت ﷺ کے خلیفہ بن کر نزول فرمائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ آپ کی پیروی اور اتباع کرتے ہوئے دجال اور خنزیر کو قتل فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ جزیہ کو منسوخ فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آپ نزول کے بعد تقریباً سات سال تک قیام فرمائیں گے۔ بعض روایتوں میں چالیس سال کے قیام کا بھی ذکر آیا ہے۔ پھر آپ کی طبعی وفات ہوگی اور آپ کا جنازہ پڑھا یا جائے گا۔ پھر آنحضرت ﷺ کے پہلو میں روضہ مبارک میں دفن کیا جائے گا۔

قرآن کریم کی واضح آیات اور احادیث متواترہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آج بھی آسمانوں

پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت دوبارہ تشریف لائیں گے۔ یہی عقیدہ ہم سب اہل سنت والجماعت کا ہے۔ یقیناً وہ لوگ جو اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہو چکی ہے وہ ایک ایسے غلط عقیدے پر چل رہے ہیں جس پر یہودی اور عیسائی چل کر گمراہ ہو چکے ہیں۔ بہر حال آج بھی حضرت عیسیٰؑ کو ماننے والے وہی کہلائیں گے جو تمام نبیوں کو بھی مانتے ہیں اور نبی مکرم ﷺ کی ختم نبوت میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں کرتے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ
نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا
مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ ع ٦ ٩ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

(اے محمد ﷺ) اس علم کے آجانے کے بعد بھی جو کوئی جھگڑا کرتا ہے۔ آپ اس سے کہہ دیجئے کہ آؤ تم اور ہم خود بھی آجائیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی لے آئیں۔ اور پھر ہم قسم کھائیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ یہ بالکل صحیح صحیح واقعات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور بلا شبہ اللہ ہی غالب حکمت والا ہے۔ اگر وہ پھر جائیں تو بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

حَآجَّکَ	آپ سے جھگڑتا ہے
تَعَالَوْا	آجاؤ

نَدْعُ	ہم بلاتے ہیں
اَبْنَاءُ نَا	اپنے بیٹوں کو
نِسَاءُ نَا	اپنی عورتوں کو
اَنْفُسَنَا	ہماری اپنی ذاتیں
نَبْتَهِلْ	ہم قسم کھاتے ہیں
نَجْعَلْ	ہم ڈالیں گے
اَلْكٰذِبِيْنَ	جھوٹ بولنے والے
قَصَصُ	قصے، واقعات
اَلْحَقُّ	بالکل درست، ٹھیک
اَلْمُفْسِدِيْنَ	فساد کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

سورۂ آل عمران کی آیات ۶۱ تا ۶۳ میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ یہ جتنے حقائق بیان کئے گئے ہیں اگر چہ نجران کے عیسائیوں کا وفد ماننے کے لئے تیار نہیں ہے تو آپ ان کو ''مباہلہ'' کی دعوت دیجئے یعنی اے نبی آپ اور یہ عیسائی خود اپنی جانوں کو اور اپنے بال بچوں کو لے کر ایک میدان میں آجائیں اور خوب گڑ گڑا کر اللہ سے دعا کریں اور قسم کھائیں کہ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت اور عذاب نازل ہو جائے۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو ''مباہلہ'' کی دعوت دے دی۔ یہ بات ان عیسائیوں کے نزدیک قطعاً غیر متوقع تھی۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئے چونکہ دل میں چور تھا اس لئے کہنے لگے اے محمد ﷺ آپ ہمیں مشورہ کرنے کی مہلت دیجئے۔ ہم آپس میں مشورہ کر کے کل صبح جواب دے دیں گے۔ جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو کسی نے بھی ''مباہلہ'' کے چیلنج کو قبول کرنے کے حق میں رائے نہیں دی۔ اور طے پایا کہ حضور اکرم ﷺ سے صلح کر لی جائے اور جزیہ دینا قبول کر لیا جائے۔ چنانچہ بقول علامہ ابن کثیر اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر لی۔

اس آیت سے آنحضرت ﷺ کی حقانیت اور اسلام کی سچائی ثابت ہو گئی ورنہ اگر نجران کے نصاریٰ ذرا بھی اپنے اندر سچائی کی رمق پاتے تو اس چیلنج کو قبول کر لیتے۔

قُلۡ یٰۤاَھۡلَ
الۡکِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ
اِلَّا اللّٰہَ وَ لَا نُشۡرِکَ بِہٖ شَیۡـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا
اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡہَدُوۡا بِاَنَّا
مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۴

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں گے۔ نہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا پروردگار ٹھہرائیں گے۔ (اے نبی ﷺ) پھر اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہنا ہم اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۴

کَلِمَۃٌ	بات
سَوَاءٌ	یکساں، برابر
بَیۡنَنَا	ہمارے درمیان
اَلَّانَعۡبُدَ	یہ کہ ہم بندگی نہیں کریں گے
لَانُشۡرِکُ	ہم شریک نہ کریں گے
شَیۡءٌ	کچھ بھی
لَایَتَّخِذُ	نہیں بنائے گا
اَرۡبَابًا	معبود (رَبٌّ کی جمع ہے)
اِشۡھَدُوۡا	تم گواہ رہو
مُسۡلِمُوۡنَ	فرماں بردار

تشریح: آیت نمبر ۶۴

یہود اور نصاریٰ دونوں توحید خالص پر چلنے کے مدعی تھے۔ وہ یہی کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کو ایک ہی مانتے ہیں لیکن زبانی دعوے کے باوجود وہ طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے۔ یہود و نصاریٰ جن کو تمام دلیلوں سے دین کی سچائی بتادی گئی تھی اور ان کے باطل عقائد کو کھول کر بیان کر دیا گیا تھا اب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا جا رہا ہے۔ کہ اے نبی آپ یہود و نصاریٰ سے فرمائیے کہ آؤ ہم ایک ایسی حقیقت پر آ جائیں جس کا تم بھی بظاہر انکار نہیں کرتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم، توریت، زبور اور انجیل میں یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس بات کو اپنے باہمی اتحاد کی بنیاد بنا لیتے ہیں دوسری بات یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو اس کی ذات و صفات میں شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کی تعلیم بھی تمام آسمانی کتابوں میں ایک جیسی ہے۔ لہٰذا اللہ کی ذات میں حضرت عیسیٰؑ کو شامل کر کے ان کو الوہیت کا ایک حصہ قرار دینا کسی طرح جائز اور مناسب نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دے اس کو نہ مانا جائے یا اللہ کے سوا کسی کی بندگی و اطاعت کا حکم دیا جائے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ لہٰذا تمہارے پادریوں اور راہبوں نے جو حکم بھی اطاعت الٰہی کے خلاف دیئے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ان پادریوں اور راہبوں کے کہنے پر بلا چون و چرا تسلیم کرتا ہے تو یہ ان کو رب بنانے ہی کے مترادف ہے۔ لہٰذا ان کو رب نہ بنایا جائے۔

حضرت عدی ابن حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اسلام سے پہلے ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ انہوں نے لوگوں کے لئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی یہی تو ان کو رب اور معبود بنانے کے برابر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ اور مخلوق کو رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے کہنے سے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال اور حلال کی ہوئی چیز کو حرام مان لینا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسی تقلید اختیار کرنا حرام اور کفر و شرک ہے۔ البتہ ایسی تقلید جائز ہے جس میں کسی عالم، مجتہد، فقیہ نے کوئی ایسی شرح اور تفسیر کی ہو جس سے اصول دین کے مطابق حرام اور حلال واضح ہو جائیں، جیسے فقہاء کرام نے برسوں کی محنت اور تجربات کی روشنی میں قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق کچھ اصولوں کو متعین کیا ہے۔ جس کو فقہ اسلامی کہتے ہیں کیونکہ اگر دین کے اہم مسائل خصوصاً حرام و حلال کے مسائل کو عام مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا تو اس سے نہ صرف ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے بلکہ حرام اور حلال میں امتیاز کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اب جو فقہ ہمارے سامنے ہے وہ ہمارے بزرگوں نے صدیوں کی کاوشوں اور جدوجہد کے بعد تیار کیا ہے۔ درحقیقت ان کے مرتب کئے ہوئے فقہ کی اتباع اور پیروی وہ قرآن و سنت ہی کے ابدی اصولوں کی پیروی ہے۔ لہٰذا ایسی تقلید میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر آج بھی کوئی ایمان فروش حلال کو

حرام اور حرام کو حلال اپنی مرضی سے قرار دیتا ہے۔ ایسے شخص کی بات سننا بھی گناہ عظیم ہے اور یہودیوں اور نصاریٰ کی وہ روش ہے جس پر چل کر وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی راہ راست سے بھٹکا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوادیا ہے کہ اگر یہ واقعتاً اپنی نجات چاہتے ہیں تو ساری رسموں کو چھوڑ کر صرف ان اصولوں کی طرف آجائیں جو آسمانی کتابوں سے ثابت ہیں لیکن اگر ان کے نزدیک اپنی گھڑی ہوئی رسمیں اور باتیں ہی اصل ہیں تو پھر آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ ہم تو اللہ ہی کے فرماں بردار ہیں اور ان ہی کے حکم کو مانتے ہیں۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ
اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾
هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ
لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا
النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾
وَدَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ
وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَھْلَ
الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

۷ ع ۸ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

اے اہل کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑتے ہو۔ حالانکہ توریت اور انجیل توان کے بعد ہی نازل کی گئی ہیں۔ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ تم ان باتوں میں خوب جھگڑ چکے ہو جس کا کچھ نہ کچھ علم تمہارے پاس تھا۔ مگر ایسی باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔ جسے صرف اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی۔ بلکہ وہ تو راہ راست پر قائم "مسلم" تھے وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ بلاشبہ ابراہیمؑ سے سب سے قریب تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کے طریقوں کو اپنا لیا ہے۔ اور یہ نبی (ﷺ) ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لے آئے ہیں۔ اللہ اہل ایمان کا مددگار ہے۔ اے ایمان والو! اہل کتاب میں سے ایک جماعت یہ چاہتی ہے کہ وہ کسی طرح تمہیں راہ حق سے بھٹکا دے۔ حالانکہ وہ سوائے اپنے نفس کے کسی کو بھی گمراہ نہیں کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم تو اس کے خود گواہ ہو۔ اے اہل کتاب تم حق کے ساتھ باطل کو کیوں ملاتے ہو۔ جس حق کو تم اچھی طرح جانتے ہو اسے (جان بوجھ کر) کیوں چھپاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

لِمَ تُحَا جُّوْنَ — تم کیوں جھگڑتے ہو؟

هَآ اَنْتُمْ — تم نے سنا

هٰٓؤُلَآءِ — یہ سب

حَاجَجْتُمْ — تم جھگڑ چکے

حَنِيْفٌ — صرف اللہ کی عبادت کرنے والا

اَوْلَی النَّاسِ	لوگوں میں زیادہ قریب
لَوْ یُضِلُّوْنَ	کاش وہ بھٹکا دیں
لِمَ تَلْبِسُوْنَ	تم کیوں ملاتے ہو؟

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۱

یہود اور نصاریٰ جس طرح توحید کے دعویدار ہونے کے باوجود طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھے اسی طرح ایک بات پر دونوں جماعتیں جھگڑتی رہتی تھیں کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے یا عیسائی۔ دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ ہمارے فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور ہم دین ابراہمی اور ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں۔ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں کی حماقت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ لوگ عقل و فکر سے بالکل ہی کورے ہو چکے یا جان بوجھ کر آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام جن پر توریت نازل ہوئی وہ ابراہیم علیہ السلام سے تقریباً نو سو سال کے بعد تشریف لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال بعد۔ حضرت ابراہیم کے یہودی یا عیسائی ہونے کا کیا سوال ہے یہ ایک ایسی بحث ہے جس کا علم و فکر اور عقل و نظر سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تمہیں ابراہیم علیہ السلام کے دین و ملت سے کیا واسطہ، تم سب غلط عقیدوں کی وجہ سے مشرک ہو جب کہ ابراہیم توحید پرست اور مسلم یعنی اللہ کے فرماں بردار تھے۔ ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرنے والے اور ان کے طریقوں کو اپنانے والے تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے جاں نثار صحابہ کرام ہیں۔ آج بھی ہر ایک کی نجات کا ذریعہ صرف حضرت محمد ﷺ کا طریقہ آپ کی شان ختم نبوت اور لایا ہوا دین ہے۔ اور ان صحابہ کا طریقہ ہے جس پر چل کر وہ کامیاب ہوئے۔ اس راستے کے علاوہ ہر طریقہ گمراہی میں اضافہ کا سبب تو ہے کامیابی کا نہیں۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ
اُنْزِلَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ
یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰی

هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ
عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚۙ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت کہتی ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کردو۔ شاید اس طریقہ سے وہ بھی (اسلام سے) پھر جائیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں کہ اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ ماننا۔ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ (وہ کہتے تھے کہ) جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے کیا اس جیسا کسی اور کو بھی دیا گیا ہے۔ یا وہ (قیامت میں) تمہارے رب کے سامنے تم سے حجت کریں گے۔ اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ فضل و کرم تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ وہ بڑے وسیع علم والا ہے اور اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے۔ اللہ بڑے ہی فضل و کرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

وَجْهُ النَّهَارِ	صبح کا وقت
تَبِعَ	جس نے اتباع کی
اَنْ يُّؤْتٰى	یہ کہ دیا جائے

اُوْتِيْتُمْ	تمہیں دیا گیا
يُحَاجُّوا	وہ جھگڑیں گے
اَلْفَضْلُ	رحم وکرم
يَخْتَصُّ	وہ خاص کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۴

ان آیتوں میں اور اس سے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مکر وفریب، بددیانتی اور شرارتوں سے مومنوں کو ہوشیار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ان میں بعضوں نے یہ شرارت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ کچھ لوگ صبح کو قرآن کریم پر ایمان لے آئیں دن بھر مسلمانوں کے ساتھ رہیں پھر شام کو اسلام کو چھوڑ کر پھر اپنے لوگوں میں آملیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب شام کو ایک کثیر جماعت یہ کہتے ہوئے واپس آئے گی کہ ہم نے تو اسلام کی بڑی تعریف سنی تھی۔ ہم نے اس سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا مگر جب قریب گئے تو معلوم ہوا کہ اسلام کا تو دور دور تک پتہ نہیں ہے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے کہ اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی ہوگی اور جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ وہ سوچیں گے کہ آخر لوگوں کی اتنی بڑی تعداد ایک بات کو برا کہہ رہی ہے یقیناً کوئی نہ کوئی تو خرابی ہوگی جس سے اتنی بڑی جماعت اسلام کو چھوڑ کر جا رہی ہے۔ ان یہود ونصاریٰ کے رھبان اور پادری اپنے لوگوں کو یہ سمجھا کر بھیجتے تھے کہ دیکھو تم کسی کی باتوں میں مت آجانا کیونکہ جو دین و مذہب تمہیں دیا گیا ہے اس جیسا تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ اگر تم ان کی باتوں میں آگئے تو کل قیامت کے دن وہ تم سے جھگڑیں گے اور دلیل کے طور پر ان باتوں کو پیش کریں گے۔ اس طرح کی باتیں سکھا کر لوگوں کو بھیجتے تھے مگر یہ تدبیر بھی ان کے لئے الٹی ہی پڑ گئی جو لوگ شرارت کے خیال سے گئے تھے جب وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب پہنچتے تو آپ کے اخلاق حسنہ اور صحابہ کرام کی جاں نثاری اور اللہ کی عبادت و بندگی کا اچھوتا انداز دیکھتے ہی دل سے اسلام کے قائل ہو جاتے اور پھر واپس نہ جاتے۔ اس طرح ان کی تدبیریں خود ان ہی کے خلاف پلٹ گئیں۔ لیکن پھر بھی مومنوں کو یہودیوں اور نصرانیوں کی شرارتوں سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ ان سازشوں اور شرارتوں سے باخبر رہیں۔

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ
بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا
يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا
لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا
يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾
وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ
هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

اہل کتاب میں سے بعض تو وہ ہیں جن کو اعتماد کرتے ہوئے اگر مال و دولت کا ڈھیر بھی دے دیا جائے تو وہ تمہارا مال واپس کردیں گے۔ لیکن بعض لوگ وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بھی ان پر اعتماد کرتے ہوئے دے دو تو وہ اس کو اس وقت تک ادا نہ کریں گے جب تک تم ان کے سر پر

سوار ہی نہ ہو جاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ امیوں (یعنی غیر یہودیوں کے) معاملے میں ہم پر کوئی گرفت یا مواخذہ نہیں ہے۔ یہ اللہ پر بالکل جھوٹ گھڑ رہے ہیں حالانکہ وہ بھی اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے وعدوں کو پورا کریں گے اور اللہ سے ڈرتے رہیں گے تو بے شک اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے وعدوں اور قسموں کو گھٹیا قیمتوں پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ نہ تو ان سے کلام فرمائے گا، نہ ان کو نظر کرم سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہوگا۔ ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کو زبان کے الٹ پھیر کے ساتھ پڑھتے ہیں تا کہ تم سمجھو کہ وہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ بھی کتاب ہی میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

اِنْ تَاْمَنْهُ	اگر تو اس کے پاس امانت رکھوائے
یُؤَدِّهٖ	وہ اس کو ادا کرے گا
سَبِیْلٌ	راستہ
اَوْفٰی	اس نے پورا کیا
یَشْتَرُوْنَ	بیچ دیتے ہیں
اَیْمَانٌ	قسمیں
لَاخَلَاقَ	حصہ نہیں ہے
یَلْوٗنَ	مروڑتے ہیں
اَلْسِنَتَهُمْ	اپنی زبانوں کو (لِسَانٌ ، زبان)
لِتَحْسَبُوْهُ	تا کہ تم اس کو سمجھو (ل، تا کہ۔ تحسبوا، تم سمجھو۔ ہ، اس کو)

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۸

یہودیوں کو اپنے بارے میں یہ خوش فہمی تھی کہ ہم ہی اہل علم وفضل ہیں اور ساری دنیا جاہل ہے ان کا خیال تھا کہ اگر قریش یا دوسرے غیر اہل کتاب کے مال میں خیانت کر لی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور کہتے تھے کہ ہمیں اس کی اجازت اللہ نے دے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس کی بڑی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا کہ ایک تو جھوٹ بولا جائے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے۔

حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودی کہتے ہیں کہ ''ان پڑھ عربوں کا مال لینا ہمارے لئے جائز ہے اور اس سلسلہ میں ہمارے اوپر کوئی الزام نہیں ہے'' تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے دشمنوں نے یہ بات بالکل جھوٹ کہی ہے۔ سوائے امانت کے جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں تلے ہے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں کسی نے کسی کے پاس امانت رکھوائی ہے تو وہ اس کو ادا کرنی ہوگی۔ وہ امانت خواہ کسی پرہیز گار آدمی کی ہو یا کسی گناہ گار فاسق کی۔ ہجرت کے وقت نبی مکرم ﷺ نے کفار مکہ کی امانتیں ان تک پہنچانے کے لئے حضرت علیؓ کو مکہ مکرمہ میں رک جانے کا حکم دیا کہ وہ امانتیں جو کفار نے آپ کے پاس رکھوائی تھیں وہ ادا کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف آ جائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول کبھی بھی کسی کو خیانت کا حکم نہیں دے سکتے۔ اس سے بڑھ کر اللہ پر اور کیا جھوٹ ہو سکتا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ان کو بد دیانتی کی اجازت دی ہے۔ ان آیات میں اللہ نے یہودیوں کی اس گھناؤنی ذہنیت سے پردہ اٹھا کر بتا دیا کہ اہل کتاب میں بعض لوگ انتہائی دیانت دار ہیں لیکن بد دیانت بھی ایسے ایسے ہیں کہ ایک دینار لے کر بھی واپس دینے کے روادار نہیں ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک عہد کی پابندی کرنا پسندیدہ فعل ہے اور عہد کی پابندی نہ کرنے والوں کو سخت ناپسند کیا گیا ہے کسی شخص کے مال کی حفاظت کا ذمہ لے کر اپنی امانت میں لیا جائے اور پھر اس معاہدہ کو توڑ کر امانت میں خیانت کر لی جائے یہ بات اللہ کو پسند نہیں ہے یہ بھی فرمایا گیا کہ جو لوگ دنیا کے معمولی فائدے کی خاطر اللہ سے کئے ہوئے عہد اور آپس کے معاہدات کی پروا نہیں کرتے، طے شدہ معاہدات کو توڑ دیتے ہیں، اس کے خلاف کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کی رحمتوں اور اس کی نظر کرم سے محروم رہیں گے۔ اس کی عام معافی میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ وہ گناہوں کی نجاست گندگی اور آلودگی سے پاک نہ ہو سکیں گے جس کا لازمی نتیجہ جہنم کی آگ میں ڈالا جانا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ سے باندھے ہوئے عہد کو توڑنے والوں کا، خیانت کرنے والوں کا اور جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کی معمولی اور حقیر دولت بٹورنے کا انجام بتا دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ دنیا کی گھٹیا اور ادنیٰ چیزوں کے بدلے اللہ کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں۔ نہ تو آپس کے معاملات کو درست رکھتے ہیں نہ اللہ سے کئے

ہوئے قول و قرار پر قائم رہتے ہیں بلکہ مال و دولت کے لالچ میں اللہ کے احکامات کو تبدیل کرتے ہیں اور آسمانی کتابوں میں تبدیلیاں کرتے ہیں، اللہ کی امانت کو بھی ادا نہیں کرتے۔ جھوٹی قسمیں کھا کر دنیاوی مال و متاع حاصل کرتے ہیں انہیں نہ تو جنت کی راحتیں نصیب ہوں گی اور نہ آخرت کی عافیت و نجات۔ نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر کرم فرمائیں گے۔ نہ وہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہوں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ
وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا
الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ۸ ع ۹ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

کسی بشر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب و حکمت اور نبوت سے سرفراز کردے اور وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ وہ تو یہی کہتا ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا مقصد ہے جسے تم پڑھتے پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ فرشتوں اور اللہ کے پیغمبروں کو اپنا پروردگار بنالو۔ جب تم ایمان لے آئے ہو کیا وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے گا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

اَنْ يُّؤْتِيَهُ — یہ کہ اس کو دیا ہو

کُوْنُوْا	تم ہو جاؤ
عِبَادًالِّیْ	میرے بندے
رَبّٰنِیّٖنَ	اللہ والے
تُعَلِّمُوْنَ	تم سکھاتے ہو
تَدْرُسُوْنَ	تم پڑھتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

سورۂ آل عمران کی آیت ۷۹ سے ۸۰ تک کی تشریح کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیات نجران کے عیسائیوں اور مدینہ کے یہودیوں کے سلسلہ میں نازل ہوئیں، جب مدینہ کے یہودی اور نجران کے عیسائی جمع ہو کر نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کو اسلام کی سچی تعلیم کی طرف متوجہ کیا تو ایک یہودی ابورافع نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی اسی طرح پرستش کرنے لگیں جس طرح عیسائی عیسیٰ ابن مریم کی پرستش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں عیسائیوں نے بھی کیں۔

آنحضرت ﷺ کا مختصر جواب یہی تھا۔ اللہ کی پناہ، ہم تو اللہ کی بندگی کے سوا کسی اور کی بندگی اور پرستش کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم غیر اللہ کی پرستش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اپنے کسی بندے کو کتاب وحکمت اور نبوت کی دولت سے سرفراز کر کے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجے۔ وہ نبی بجائے اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کے اپنی ہی بندگی کرانے لگے۔ یہ بات ایک گمراہ انسان تو کر سکتا ہے لیکن اللہ کا ایک نیک نبی اور رسول نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہی بات بتائی ہے کہ انبیاء کرام اللہ کے بھیجے ہوئے انتہائی دیانت دار پیغمبر ہوتے ہیں وہ لوگوں کو اللہ کا بندہ بنانے آتے ہیں خود اپنا بندہ بنانے یا اپنی بندگی کرانے نہیں آتے۔ ان کی زبان سے یہ بات کبھی ادا نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے فرشتوں اور انبیائے کرام کے سامنے جھکو اور ان کی پرستش کرو۔ بلکہ انبیاء کرام لوگوں کو اللہ والا بنانے کے لئے اپنا فرض منصبی ادا فرماتے ہیں۔ آخر میں ایک بات ارشاد فرمائی کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جب تم ایمان کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہو تو کوئی تمہیں کفر کی دعوت دے۔ اللہ کی کتابیں اسی کی تعلیم دیتی ہیں کہ ہر انسان اللہ کا بندہ بن جائے۔ توریت اور انجیل کی آیات خود اس پر گواہ ہیں اس میں کہیں بھی اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا نہیں کہا ہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہنا کچھ لوگوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ
اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَاؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ
مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ
اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ
عِیْسٰى وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۪ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ وَ نَحْنُ
لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ
مِنْهُۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ كَیْفَ یَهْدِی اللّٰهُ قَوْمًا
كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ
الْبَیِّنٰتُؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓىٕكَ جَزَآؤُهُمْ
اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۷﴾

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٨٨
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٨٩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ
ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝٩٠
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ
مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٩١

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

یاد کرو جب اللہ نے اپنے پیغمبروں سے وعدہ لیا تھا کہ ہم نے تمہیں جو کتاب وحکمت دی ہے۔ پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا آئے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اللہ نے اس پر انبیاء سے پوچھا کہ تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ میری طرف سے اس عہد کی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا تم اس پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے عہد پر گواہ ہوں۔ اس عہد کے بعد جو بھی منہ پھیرے گا وہ نافرمان ہوگا۔ یہ لوگ کیا اللہ کے دین کے سوا کسی اور طریقہ زندگی کو تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی سے یا مجبوری سے بہرحال اسی کے حکم کے تابع ہے۔ اور وہ سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

آپ کہہ دیجئے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ ابراہیمؑ واسماعیلؑ اسحاقؑ ویعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ایمان لائے جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اسی کے فرماں بردار ہیں۔

اور جو شخص بھی اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ شخص قیامت کے دن سخت ناکام اور نامراد ہوگا۔ جس نے ایمان کی نعمت پالینے کے بعد پھر کفر کا راستہ اختیار کیا۔ اللہ ان لوگوں کو ہدایت کیسے دے سکتا ہے حالانکہ وہ خود اس پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں بھی آ چکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ البتہ جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنا حال درست کرلیں تو بے شک اللہ ان کی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ مگر جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ اور بلاشبہ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا اور اس پر ان کی موت آ گئی تو ان میں سے اگر کوئی سزا سے بچنے کے لئے روئے زمین کے برابر سونا فدیہ میں دے کر بچنا چاہے گا تو اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور وہ وہاں کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

لَتُؤْمِنُنَّ	البتہ تم ضرور ایمان لاؤ گے	لَنْ يُّقْبَلَ	ہر گز قبول نہ کیا جائے گا
لَتَنْصُرُنَّ	البتہ تم ضرور مدد کرو گے	لَا يُخَفَّفُ	کمی نہ کی جائے گی
اِصْرِىْ	میرا بوجھ	لَنْ تُقْبَلَ	ہر گز قبول نہ کی جائے گی
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں	اَلضَّآلُّوْنَ	گمراہ ہونے والے
طَوْعٌ	خوشی سے	مِلْءُ الْاَرْضِ	زمین بھر
كَرْهٌ	زبردستی	لَوِ افْتَدٰى	اگر وہ بدلہ میں دے
يَبْتَغِ	تلاش کرے گا		

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۹۱

پچھلی آیات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اس بات کی تردید کر دی ہے کہ انبیاء کرام اپنا بندہ بنانے نہیں آتے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ انبیاء کرام لوگوں کو اللہ والا بنانے آتے ہیں۔ ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ کوئی

نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کا طریقہ سکھاتا ہے۔ البتہ انبیاء کرام کا یہ حق ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں، ان کے طریقوں کو اپنائیں، ان کے حکم کی پیروی کریں اور ان کے ساتھ اعانت کا رویہ اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے وہ سب ایک ہی دین کے مبلغ رہے ایک نے دوسرے کی تردید نہیں بلکہ ہر بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے انبیاء کرام کی تصدیق کی ہے۔ یہ تو ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ انبیاء کرام کی اعانت کرے لیکن خود اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے بھی اس کا عہد لیا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا کوئی نبی آئے تو پہلا نبی بعد میں آنے والے نبی کے متعلق بتائے۔ اور اس کی بھی تاکید اور ہدایت کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و امداد کی جائے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے رہے۔ اور انبیاء کرام کے علاوہ خود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے بنی اسرائیل اور اپنی اپنی امتوں کو اس بات کی خوشخبری دی کہ ہمارے بعد ایک ایسے نبی آنے والے ہیں جو تمام نبیوں کے سردار ہوں گے یہ بشارتیں آج بھی ان آسمانی کتابوں میں موجود ہیں جن میں انبیاء کرام نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ ان آخری نبی پر ایمان لے آئیں جو بڑی عظمتوں والے ہیں اور ان کے ساتھ امداد و اعانت کریں۔

وہ یہودی اور عیسائی ان خوشخبریوں کا مصداق نبی مکرم ﷺ کو جانتے تھے مگر بغض و عناد کی وجہ سے کھل کر اس کا اعتراف نہیں کرتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی ضد چھوڑ کر محض اللہ کی رضا کے لئے حضرت موسیٰؑ، و حضرت عیسیٰؑ کی وصیتوں پر عمل کریں اسی میں ان کی نجات ہے۔ ان آیات ہی سے حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ بھی واضح حقیقت بن کر سامنے آجاتا ہے۔ کیونکہ اور انبیاء کرام کی طرح اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی یا رسول آنے والا ہوتا تو آپ اس کے لئے تاکید فرماتے۔ اس کی نشانیاں بتاتے۔ اس کے برخلاف آپ نے فرمایا کہ لوگو!

میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے کوئی رسول نہیں ہے۔ اللہ نے میرے اوپر دین کو بھی مکمل کر دیا ہے اور نبوت کو بھی۔ نبی مکرم ﷺ نبی آخر الزماں خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی رسول آ ہی نہیں سکتا۔ آپ کے بعد جو بھی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس کے ماننے والوں کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ ورنہ اللہ کے عذاب سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۲

جب تک تم اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے اس وقت تک تم سچی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو بلا شبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۲

لَنْ تَنَالُوْا	تم ہرگز نہ پہنچو گے	حَتّٰى تُنْفِقُوْا	جب تک تم خرچ نہ کرو گے
اَلْبِرُّ	سچی نیکی	تُحِبُّوْنَ	تم محبت کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۹۲

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور اہل کتاب کو اس بات کی طرف آمادہ کیا ہے کہ سچی اور حقیقی نیکی حاصل کرنے کے لئے جب تک اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز کو اللہ کی محبت ورضا کی خاطر نہ چھوڑ دیا جائے اس وقت تک وہ حاصل نہیں ہوسکتی۔ اہل کتاب کو خطاب تو اس معنی میں ہے کہ دنیاوی لالچ نے ان کو اس بات سے روک رکھا تھا کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائیں ورنہ تمام تر نشانیوں سے وہ اچھی طرح پہچان چکے تھے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ آخری نبی اور رسول ہیں جن کا اہل کتاب کو شدت سے انتظار تھا۔ فرمایا یہ جارہا ہے کہ مال ودولت اور جاہ ومنصب کے لالچ کو چھوڑ کر جب تک ایک شخص اللہ کا فرماں بردار نہ بن جائے اس وقت تک کسی کو سچی نیکی نصیب نہیں ہوسکتی۔

اہل ایمان کو یہ کہہ کر خطاب کیا گیا ہے کہ تم جب تک اپنی پسندیدہ اور محبوب چیز کو اللہ کی راہ میں قربان نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہؓ نے اپنے دلوں کا جائزہ لینا شروع کیا اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے اس آیت کی تعمیل میں آگے بڑھنے کی تمنا شروع کردی۔ حضرت ابو طلحہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ وہ باغ پسند ہے جو مسجد نبوی ﷺ کے سامنے ہے جس کے کنوئیں کا میٹھا پانی آپ کو بھی بہت پسند ہے۔ میں اس امید پر کہ اللہ مجھے اپنی رحمتوں کے لئے خاص فرمالے یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت عمرؓ حاضر ہوئے عرض کیا مجھے اپنے مال میں سب سے زیادہ پسند خیبر کی زرخیز زمین ہے میں اس آیت کی تعمیل میں اس زمین کو اللہ کے لئے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اصل زمین کو اپنے پاس رکھو مگر اس کی پیداوار کو اللہ کے لئے وقف کردو۔ یہ اور اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک محبوب ترین چیز صرف اللہ ورسول کے حکم کی تعمیل تھی اور وہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ ہمیں نیکیوں اور پرہیزگاری کے کاموں میں آگے بڑھنے کا موقع ہاتھ لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہی جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا

لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ

اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ
اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ
الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ
شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا
مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾
وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ
وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں۔ سوائے ان چند چیزوں کے جو

توریت نازل ہونے سے پہلے یعقوبؑ نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔ آپ کہہ دیجئے توریت لے کر آؤ اگر تم سچے ہو۔ اسے پڑھو۔ اس کے بعد جو شخص بھی اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے وہ ظالموں میں سے ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ بات ارشاد فرمادی ہے۔ تم سیدھی راہ پر قائم رہتے ہوئے دین ابراہیم کی پیروی کرو۔ وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

بے شک سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے سب کے لئے برکت والا۔ سارے جہان کے لئے رہنما۔ جس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے ایک مقام ابراہیم ہے۔ جو بھی اس مبارک گھر میں داخل ہو گیا اس نے امن پالیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو شخص اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے وہ اس کا حج کرے۔ اور جو شخص اس سے انکار کرے گا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشک وشبہ اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔
آپ کہہ دیجئے۔ اے اہل کتاب تم ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں ان میں کجی نکال کر راہ حق سے کیوں روکتے ہو۔ حالانکہ تم اس کے گواہ ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔
اے ایمان والو! اگر تم نے ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت کی بات مان لی تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف لے جائیں گے۔ اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو جب کہ تمہارے اوپر اللہ کی آیات کی تلاوت کی جارہی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے۔ جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لے گا وہ ضرور سیدھی راہ حاصل کر لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

اَلطَّعَامُ	کھانا	غَنِیٌّ	بے نیاز، بے پرواہ
فَاْتُوْا	پھر تم لے آؤ	تَصُدُّوْنَ	تم روکتے ہو
مَنِ افْتَرٰی	جس نے گھڑا، جو کوئی تہمت لگائے	عِوَجٌ	ٹیڑھ پن
صَدَقَ اللّٰهُ	اللہ نے سچ فرمایا	تُتْلٰی	تلاوت کی گئی
اَوَّلَ بَیْتٍ	پہلا گھر	یَعْتَصِمُ	مضبوط پکڑ لیتا ہے
وُضِعَ	بنایا گیا۔ تجویز کیا گیا	هُدِیَ	ہدایت دی گئی
مَنِ اسْتَطَاعَ	جس کو طاقت ہے، جو استطاعت رکھتا ہے		

تشریح: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۰۱

عیسائیوں اور یہودیوں کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ وہ اس بات کے بھی مدعی تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصل مذہب سینہ بہ سینہ ان تک ہی پہنچا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا ہر اعتبار سے ثابت کر دیا تو یہودیوں نے آپ پر دو اعتراضات کئے۔ پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ اے محمد (ﷺ) جب آپ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ تمام سابقہ انبیاء کرام اور ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں تو پھر آپ ان چیزوں کو کیسے حلال سمجھتے ہیں جو تمام انبیاء اور حضرت ابراہیم پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت، اور اس کا دودھ پینا۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ تمام انبیاء کرام کے نزدیک بیت المقدس ہی سب سے زیادہ قابل احترام قبلہ رہا ہے وہ ہمیشہ اسی پر قائم رہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے۔ ان دونوں اعتراضات کا جواب ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہے کہ جتنی وہ چیزیں جو حلال ہیں اور مومنین کھاتے ہیں وہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں قطعاً حلال تھیں اور توریت کے نازل ہونے کے وقت تک حلال ہی رہیں البتہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت عطا کی گئی تو اس میں خاص طور سے بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کر دی گئی تھیں رہا اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کا مسئلہ تو وہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے (جن کا لقب مبارک اسرائیل تھا) اپنی شریعت کے مطابق ان کے استعمال نہ کرنے کی منت مان لی تھی۔ ان کی اتباع کرتے ہوئے ان کی اولاد نے بھی اونٹ کا گوشت اور دودھ کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ دونوں چیزیں اس لئے چھوڑ دی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک سخت بیماری لاحق ہو گئی تھی آپ نے اللہ سے یہ منت مان لی کہ اگر مجھے اس بیماری سے نجات مل گئی تو میں اپنی محبوب ترین چیز اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ پینا چھوڑ دوں گا چنانچہ مکمل صحت حاصل ہونے کے بعد حضرت یعقوبؑ نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوبؑ پر حرام نہ کی تھیں۔ فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر اب بھی یہ لوگ اس میں کوئی شک و شبہ کرتے ہیں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم شریعت کی بات کرتے ہو اور ان چیزوں کے حرام ہونے کا کوئی ثبوت رکھتے ہو تو توریت لاؤ اس کو پڑھو اور مجھے بتاؤ کہ توریت میں کس جگہ یہ لکھا ہے کہ یہ انبیاء کی سنت ہے اور ان چیزوں کا استعمال حرام ہے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ بیت المقدس وغیرہ مقامات تو بہت بعد میں تعمیر ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا افضل و اشرف گھر جو تمام انسانوں کے لئے مرکز عبادت مقرر کیا گیا ہے وہ یہی ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اس سرزمین پر تشریف لائے تو تنہائی اور وحشت سے گھبرا کر عرض کیا، الٰہی اپنی عبادت

کے لئے کوئی جگہ بتا دیجئے۔ حضرت جبرئیل نے اسی طرف ان کی رہنمائی کی جہاں آج خانہ کعبہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے اس جگہ کو پتھروں سے گھیر کر ایک مکان نما بنا دیا۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد کے لئے یہی عبادت کا قبلہ رہا۔ طوفان نوح میں سب کچھ بہہ گیا تو بیت اللہ کی عمارت بھی منہدم ہوگئی۔ مگر اللہ کی قدرت کاملہ سے وہاں ایک جگہ سرخ ٹیلہ کی حیثیت نمایاں رہی اور اس کی عظمت وعزت ہر شخص کے دل میں قائم رہی۔ جب اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس گھر کی دوبارہ تعمیر کی تو ایک مرتبہ پھر یہ مرکز عبادت بن گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے چالیس سال بعد حضرت اسحاقؑ نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور کئی سو سال گذرنے کے بعد حضرت داؤد وسلیمانؑ کے زمانہ میں مکمل ہوئی۔ اس حقیقت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابتدائے کائنات ہی سے بیت اللہ مرکز عبادت رہا ہے۔ لہٰذا اگر آج نبی مکرم ﷺ نے اللہ کے حکم سے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کو قبلہ بنالیا ہے تو اس میں اعتراض کی آخر کون سی وجہ ہے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ ارشاد فرمایا کہ اے اہل کتاب جب تمہارے سامنے سچائی واضح ہو چکی ہے، تمہارے دل بھی اس بات پر گواہ ہیں تو پھر تم بجائے خود راہ راست پر آنے کے دوسروں کو بھی اسلام کی سچائیوں سے روکنے کی ناکام کوشش کیوں کرتے ہو۔ تمہاری ایک ایک بات سے اللہ واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کر دیا ہے کہ جب تمہارے اوپر قرآن کریم نازل کیا جا رہا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ بھی تمہارے درمیان موجود ہیں تمہیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ وہ اہل کتاب تمہیں گمراہیوں کے راستے پر ڈالنے سے باز نہ رہیں گے۔ یہ اللہ کے دین کا سیدھا، سچا اور صاف راستہ ہے اسی پر چل کر تمہیں دین اور دنیا کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں نصیب ہو سکتی ہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ
مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ

مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۵ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۱۰۶ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ
فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۷ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْھَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۸
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۱۰۹ ع ۱۱ ۸ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تمہاری موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت ڈال دی۔ اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم راہ راست حاصل کر سکو۔ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کھلی نشانیاں آجانے کے بعد باہم اختلاف کرنے لگے اور جدا جدا ہو گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بڑا عذاب مقرر ہے۔ وہ دن جب کہ کچھ لوگ

سرخ رو ہوں گے اور کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ ایمان کی نعمت حاصل ہونے کے بعد بھی تم نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا تھا۔ اب تم کفران نعمت کا مزہ چکھو۔ وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم ٹھیک ٹھیک آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ اور اللہ اپنی مخلوق پر ظلم وستم نہیں چاہتا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ کے لئے ہے اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

حَقَّ تُقٰتِهٖ	اس سے ڈرنے کا حق ادا کر کے
اِعْتَصِمُوْا	تم مضبوط تھام لو
بِحَبْلِ اللّٰهِ	اللہ کی رسی، یعنی اللہ کے دین کو (مضبوط تھام لو)
جَمِيْعٌ	سب کے سب اکٹھے ہو کر
لَاتَفَرَّقُوْا	تم جدا جدا نہ ہو
اَعْدَآءٌ	آپس میں دشمن
اَلَّفَ	اس نے محبت ڈال دی
اَصْبَحْتُمْ	تم ہو گئے
اِخْوَانٌ	بھائی بھائی
شِفَآءٌ	کنارہ
حُفْرَةٌ	گڑھا
اَنْقَذَ	اس نے بچا لیا
وَلْتَكُنْ	ہونی چاہیے
اُمَّةٌ	ایک جماعت
يَدْعُوْنَ	بلاتے ہیں، دعوت دیتے ہیں

بِالْمَعْرُوْفِ	نیکی کے ساتھ
يَنْهَوْنَ	وہ روکتے ہیں
اَلْمُنْكَرُ	برائی غلط راستہ
تَبْيَضُّ	سفید، چمک دار
وُجُوْهٌ	چہرے (وَجْهٌ کی جمع ہے)
تَسْوَدُّ	سیاہ
اَكَفَرْتُمْ	کیا تم نے کفر کیا؟
ذُوْقُوْا	تم چکھو
اِبْيَضَّتْ	سفید، چمک دار ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ تم اللہ سے اس طرح ڈرو کہ اس کے ڈرنے کا حق ادا ہو جائے پھر تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دراصل تقوی اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ تقوی و پرہیز گاری کے بغیر اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اے اہل ایمان تمہارے تقوی اور پرہیز گاری کا انجام یہ ہونا چاہیے کہ تمہاری موت صرف دین اسلام کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے آئے۔ آگے دوسری آیت میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت کو قائم کرنے کا ایک زریں اصول بتایا گیا ہے کہ تقوی کے ساتھ ساتھ اپنی اجتماعی زندگی کی قوت بھی ناقابل تسخیر بنائی جائے۔ یہی اتحاد و اتفاق امت مسلمہ کی زندگی کے تمام سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی مسائل کے حل میں کامیاب کر سکتا ہے۔ قرآن کریم جہاں اس دنیا کی کامیابی کا ضامن ہے وہیں وہ آخرت کی فلاح و کامیابی کی بھی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ کی اس رسی کو مضبوطی سے تھام لینے ہی میں ان کی اجتماعی نجات ہے۔ اگر انتشار کا راستہ اختیار کیا گیا تو پھر مسلمان دور جہالت کی طرف لوٹ جائیں گے جس میں عرب والے مبتلا تھے۔ قبائل کی باہمی دشمنیاں، ذرا ذرا سی باتوں پر خون خرابہ، جنگ، جدال، قتل، غارت گری، مار دھاڑ پھر اوپر سے کفر و شرک اور بت پرستی کی گندگیاں، عقائد میں خرابیاں پورا عرب اسی ایک آگ میں جل رہا تھا۔ اس آگ کے گڑھوں کے کنارے سے بچا کر لانے والا یہ اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ یہی وہ نعمت ہے جس نے ان کو باہمی عداوت کی آگ میں جلنے سے بچا لیا اور اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ تیسری بات یہ ارشاد

فرمائی کہ ایک انسان اپنی انفرادی زندگی میں تو اللہ کا خوف یعنی تقویٰ اختیار کرے اور اپنی اجتماعی زندگی میں اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم رکھے۔ لیکن انفرادی، اور اجتماعی، قومی اور ملی صلاح و فلاح اور اتحاد و اتفاق اور اسلامی محبت کے رشتوں کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اہل ایمان میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جس کا کام ہی لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانا اور برائیوں سے روکنا اور ایمان پر قائم رکھنے کی کوششیں کرنا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ایک خاص قسم کا نکھار پیدا ہوگا اور ایسا معاشرہ کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکے گا۔ آخر میں اللہ نے یہ بات بتا دی کہ قیامت کے دن بھی وہی کامیاب ہوں گے جن کے اعمال بہتر ہوں گے ورنہ ان کے چہروں پر ایسی پھٹکار ہوگی کہ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود ہی راہ مستقیم چھوڑ کر گمراہی کے راستوں کو اختیار کر کے اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ
اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ
اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے میدان عمل میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا

حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر یہ اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اگر چہ ان میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جو ایمان والے ہیں لیکن ان میں سے اکثر فاسق و فاجر ہیں۔ یہ لوگ تمہارا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتے البتہ وہ تمہیں ستا سکتے ہیں۔ اگر یہ تم سے قتال کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔ پھر وہ کسی طرف سے مدد نہیں کئے جائیں گے۔ یہ جہاں بھی پائے جائیں گے

ان پر ذلت و رسوائی چھائی رہے گی۔ کہیں اللہ کے ذمے یا انسانوں کے سہارے پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ یہ اللہ کے عذاب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔ اور نافرمانیاں کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

خَيْرُ اُمَّةٍ	بہترین جماعت
اُخْرِجَتْ	نکالی گئی ہے
لَنْ يَّضُرُّوْا	وہ ہرگز نقصان نہ پہنچائیں گے، وہ ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے
اَذًى	تکلیف، اذیت (زبانی تکلیفیں پہنچائیں گے)
يُوَلُّوْا	وہ پلٹ جائیں
اَلْاَدْبَارُ	(دُبُرٌ کی جمع) پیٹھ
لَايُنْصَرُوْنَ	مدد نہ کیے جائیں گے
ضُرِبَتْ	ماری گئی، مسلط کر دی گئی
اَلذِّلَّةُ	ذلت، رسوائی
ثُقِفُوْا	وہ پائے گئے
اَلْمَسْكَنَةُ	محتاجی
كَانُوْيَعْتَدُوْنَ	وہ حد سے بڑھتے تھے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲

گذشتہ آیات میں مومنوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے، تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی کو اختیار کرنے، اچھائیاں پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی امت کی بڑائی اور عظمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ اے مومنو! تم یقیناً ایک بہترین امت ہو، تمام کائنات کے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے تمہیں میدان عمل میں لایا گیا ہے۔ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہونا چاہیے کہ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ کی ذات و صفات پر کامل یقین رکھتے ہو۔ یہ تمہاری ایک ایسی خصوصیت ہے جو تمہیں اور امتوں سے ممتاز کر دیتی ہے اور یہ سب عظمتیں تمہیں نبی مکرم ﷺ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام اور تمام مخلوق کے سردار ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی تمام قوموں اور امتوں سے افضل و برتر ہے لیکن اس امت کی خصوصیت اور عظمت اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ اپنے معاشرہ میں اچھائیوں کو قائم کرنے اور برائیوں کو روکنے اور ایمان باللہ کی عظمتوں کو قائم کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو لگاتے ہیں۔ اگر وہ اس عظمت کے معیار کو کھو دیں گے تو یقیناً وہ اپنی ایک بہت اہم خصوصیت سے محروم رہ جائیں گے۔ جس سے ان کا معاشرہ بکھر جائے گا۔ فرمایا گیا کہ اگر یہ اہل کتاب بھی اسی طرح ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا مسلمانوں کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ وہ اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کریں یہودی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ ان کے کردار میں وہ عظمتیں نہیں ہیں کہ وہ سچائی کا مقابلہ کر سکیں ان کے لئے ذلت و خواری ایک طے شدہ بات ہے۔ اور یہ سب کچھ ان کا اپنے ہاتھوں کا کیا ہوا ہے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ
اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَآ أَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۱۱۶﴾
مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا
صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

اہل کتاب میں سے سب ہی ایک جیسے نہیں ہیں۔ کچھ لوگ تو وہ ہیں جو سیدھی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں، راتوں کو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ بھلائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور بھلی باتوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیکو کاروں میں سے ہیں۔ وہ جو بھی نیک کام کریں گے اس سے ہرگز محروم نہ کئے جائیں گے۔ اللہ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے تو ان کے مال اور اولاد اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔ یہی لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ لوگ جو کچھ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال تو اس ہوا جیسی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچ جائے جنہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ہوا اس کو برباد کر کے رکھ دے۔ اللہ نے ان پر ظلم اور زیادتی نہیں کی بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

لَيْسُوْا	نہیں ہیں (لَیْسَ واحد ہے)
اُمَّةٌ قَائِمَةٌ	سیدھی راہ پر قائم
اٰنَاءُ اللَّيْلِ	رات کے اوقات

يُسَارِعُوْنَ	وہ دوڑتے ہیں
اَلْخَيْرَاتُ	نیک اور بھلے کام
لَنْ يُّكْفَرُوْهُ	ہرگز وہ محروم نہ کیئے جائیں گے
صِرٌّ	پالا، سخت ٹھنڈی یا تیز آواز

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۷

اہل کتاب میں بے شک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے احکامات کی نافرمانیوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی یہی وجہ ہے کہ ان پر ہمیشہ اللہ کا غضب ہی نازل ہوتا رہا لیکن ان میں کچھ لوگ جیسے عبداللہ ابن سلام، ان کے بھائی، عیسائیوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی، اس کے ارکان دولت، نجران کے بعض عیسائی اور حبش وروم کے بعض عیسائی اب بھی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی۔ آپ کے لائے ہوئے احکامات کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا۔ یقیناً اللہ کے ہاں ان کا ایک بڑا عظیم اجر وثواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بے شک اہل کتاب میں اکثریت برے لوگوں کی ہے مگر ان ہی میں وہ سعادت مند لوگ بھی ہیں جو حق وصداقت کو قبول کر کے راہ مستقیم پر قائم ہوگئے۔ وہ دین اسلام کے ذوق وشوق میں اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے میٹھی نیند اور آرام وہ بستر چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ عاجزی سے سجدے کرتے اور جبین نیاز کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکاتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ، یوم آخرت اور اللہ کی ذات پر بھرپور یقین رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھلائی سکھانے اور برائیوں کو روکنے میں اپنی طاقتیں خرچ کرتے ہیں۔ ان کو جب کسی نیک کام کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ دوڑ کر دوسروں سے آگے نکل جانا چاہتے ہیں یہ کامیاب وبامراد ہیں۔ اس کے برخلاف کفر کا راستہ اختیار کرنے والے اپنے لئے جہنم کی آگ جمع کر رہے ہیں۔ فرمایا گیا کہ ایسے لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اللہ ان پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا

عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ

اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ

تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ
قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ
تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا
بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

اے ایمان والو! اپنوں کے سوا دوسروں کو اپنا گہرا جگری دوست نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ جس چیز سے تمہیں اذیت اور نقصان پہنچے وہ بات ان کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے۔ ان کا بغض و عناد ان کے منہ سے ظاہر ہے۔ اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمہارے لئے صاف صاف نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم عقل و فکر سے کام لینے والے ہو۔ سنو! تم تو ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم تو ایمان لے آئے۔ اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے غیض و غضب کی آگ میں جل مرو۔ اللہ دلوں کی باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تمہیں کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو یہ ان کو سخت دکھ پہنچاتی ہے۔ اور اگر وہ تمہیں کسی بری حالت میں مبتلا دیکھتے ہیں تو اس سے خوش ہوتے ہیں اگر تم صبر و تقویٰ اختیار کئے رہے تو تمہیں ان کی چالیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
بِطَانَةٌ	راز دار
مِنْ دُوْنِكُمْ	اپنوں کے علاوہ
لَايَاْلُوْنَ	وہ کمی نہ کریں گے
خَبَالٌ	برائی، بربادی
وَدُّوْا	وہ پسند کرتے ہیں
عَنِتُّمْ	جو تمہیں بھاری ہے، جو کچھ تم پر سختی ہے
بَدَتْ	ظاہر ہو گیا، ظاہر ہو پڑتا ہے
اَلْبَغْضَاءُ	دشمنیاں
اَفْوَاهٌ	منہ (فوہ، منہ)
مَاتُخْفِیْ	جو کچھ چھپاتا ہے
اَكْبَرُ	بہت زیادہ ہے
عَضُّوْا	انہوں نے کاٹا (وہ کاٹتے ہیں)
اَلْاَنَامِلُ	انگلیاں
اَلْغَيْظُ	غصہ
مُوْتُوْا	تم مرجاؤ
ذَاتُ الصُّدُوْرِ	دلوں والا (وہ دلوں کا حال جانتا ہے)
اِنْ تَمْسَسْكُمْ	اگر تمہیں پہنچے
تَسُوْءُ	برا معلوم ہوتا ہے برا لگتا ہے
سَيِّئَةٌ	برائی، تکلیف
يَفْرَحُوْا	وہ خوش ہوتے ہیں

لَا یَضُرُّکُمْ	وہ تمہیں نقصان نہ پہنچائیں گے
کَیْدٌ	فریب

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۰

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان ہی کے ساتھ نہیں بلکہ ہر انسان کے ساتھ ہمدردی، مروت، عہد کی پابندی اور اچھے اخلاق کا معاملہ کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ مسلمانوں کی اپنی تنظیم اور ان کے محض شعائر کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دین اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد تک رکھے جائیں کیونکہ اس سے فرد اور ملت دونوں کے لئے شدید نقصانات کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے کافر سے محض تعلقات کی بناء پر راز کی باتیں بتا دے گا تو کفار مسلمانوں کی بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ خواہ وہ یہودی ہوں یا نصاری یا منافق یہ سب کے سب مسلمانوں اور ان کے مفادات کے سخت دشمن ہیں۔ یہودیوں کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے پہلے جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائیگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہودیوں کی دوستی پر اعتماد کرتے ہوئے مسلمان انہیں بعض راز دارانہ باتیں بھی بتا دیا کرتے تھے۔ منافقین کے بارے میں یہ دشواری تھی کہ وہ مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے اور عام مسلمان ان کو مسلمان ہی سمجھتے تھے اس لئے ان سے احتیاط نہ برتتے ہوئے راز کی باتیں بتا دیا کرتے تھے ان آیات میں ان ہی لوگوں سے ہوشیار رہنے کے لئے فرمایا گیا کہ اگر تم نے ان یہودیوں اور منافقوں پر اعتماد کر کے ان کو راز دار بنا لیا تو وہ تمہاری اور اسلام کی دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ لہٰذا ان کو کسی طرح اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہارے بدخواہ ہیں وہ تمہیں کسی اچھی حالت میں دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے اور اگر تم نے صبر و تقویٰ اختیار کیا تو ان کی چالیں بیکار ہو کر رہ جائیں گی کیونکہ اللہ ان پر ہر طرح غالب ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ
تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۱۲۱
اِذْ هَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۱۲۲ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ
الربع هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا
النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَاۗىِٕبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ
الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ۱۳ ع ۹ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

اے نبی ﷺ! وہ وقت یاد کیجئے، جب آپ صبح سویرے اپنے گھر سے نکل کر (میدان احد میں) مسلمانوں کو مورچوں پر بٹھا رہے تھے۔ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یاد کرو جب تم میں سے دو جماعتیں بزدلی دکھانے پر آمادہ تھیں، حالانکہ اللہ ان کی مدد پر موجود تھا۔ اور مومنوں کو ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے جس نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی حالانکہ اس وقت تم بہت کمزور تھے۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ وہ وقت یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے۔ کیوں نہیں، بشرطیکہ تم نے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ جس وقت وہ تم پر چڑھ

دوڑیں گے تو اسی وقت تمہارا پروردگار (تین ہزار سے) پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ جو نشان لگے ہوئے ہوں گے ان سے مدد کرے گا۔ اور یہ اللہ نے اس لئے کیا کہ تم خوش ہو جاؤ تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔ ورنہ نصرت و مدد تو بس اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست حکمت والا ہے (اور یہ نصرت و مدد اس لئے تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں میں سے ایک جماعت کو یا تو ہلاک کر دے یا انہیں ذلیل و خوار کر دے تا کہ وہ نا کام ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ اے نبی ﷺ! آپ کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو انہیں معاف کر دے یا سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب چیزوں کا مالک ہے جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

غَدَوْتَ	تو صبح کے وقت نکلا
اَھْلِکَ	تیرے گھر والے
تُبَوِّئُ	تو جگہ پر (مورچوں پر) بٹھا رہا تھا
مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ	لڑائی کے ٹھکانے (مورچے)
ھَمَّتْ	ارادہ کیا
طَائِفَتَیْنِ	دونوں جماعتیں
تَفْشَلَا	وہ دونوں بزدلی دکھائیں
وَلِیُّھُمَا	اللہ ان دونوں کا دوست ہے
فَلْیَتَوَکَّلْ	پھر بھروسہ کرنا چاہیے
اَذِلَّۃٌ	کمزور، خوار
اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ	کیا تمہیں کافی نہیں ہوگا

اَنْ يُّمِدَّكُمْ	یہ کہ تمہاری مدد کی جائے
ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ	تین ہزار
مُنْزَلِيْنَ	اترنے والے
خَمْسَةُ اٰلَافٍ	پانچ ہزار
مُسَوِّمِيْنَ	نشان لگے ہوئے (پلے ہوئے)
بُشْرٰى	خوش خبری
لِتَطْمَئِنَّ	تاکہ تمہیں اطمینان ہو
يَقْطَعُ	تاکہ کٹ جائے
يَكْبِتُ	ذلیل کر دیتا ہے
يَنْقَلِبُوْا	وہ پلٹ جائیں
خَائِبِيْنَ	ذلیل (ہوکر)
مِنَ الْاَمْرِ	اختیار سے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۹

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اگر تم صبر تقویٰ اختیار کرو گے تو کفار کی تمام فریب کاریاں اور چالاکیاں تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔ لیکن اگر تم نے صبر وتقویٰ میں ذرا بھی کوتاہی کی تو یقیناً کفار کی چالیں تمہیں نقصان پہنچا دیں گی۔ اس کے لئے بطور مثال فرمایا گیا کہ دیکھو کچھ زیادہ دور کی بات نہیں ہے غزوۂ احد اور غزوۂ بدر کے واقعات اس حقیقت پر گواہ ہیں۔ غزوۂ بدر جہاں کفار کی بڑی تعداد تھی اور مسلمان بے سروسامان تھے وہاں صبر کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلے آ گئے لیکن غزوۂ احد میں ظاہری شکست کے اسباب یہ ہیں کہ وہاں چند لوگوں میں صبر وتقویٰ میں ذرا کمی آئی تو تمہیں دشمنان اسلام کے ہاتھوں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ اگر صبر سے کام لیا جاتا اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی پوری طرح پابندی کی جاتی تو یقیناً غزوۂ احد میں اتنے زبردست نقصانات نہ اٹھانا پڑتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ
لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ ﴿۱۳۲﴾
وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ
وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ
الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۙ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ
الْعٰمِلِيْنَ ۭ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا
بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

اے ایمان والو! سود کو دگنا چوگنا کر کے نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔ اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنے پروردگار کی رحمت و مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا پھیلاؤ زمین و آسمانوں پر وسیع ہے۔ جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو تنگی اور خوش حالی میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو ضبط کر کے پی جانے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ جن کا یہ حال ہے کہ جب کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا اپنے ہی حق میں کوئی زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے لگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اور دیکھتے بھالتے وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نیک کام کرنے والوں کا کیا اچھا بدلہ ہے۔ تم سے پہلے بہت سے دور گذر چکے ہیں زمین میں چل پھر کر دیکھو، جنہوں نے اللہ کے احکامات کو جھٹلایا ان کا انجام کیا ہوا۔ یہ ایک اعلان ہے جو تم لوگوں کے لئے ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے ہدایت و نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

اَضْعَافًا	دوگنا
مُضَاعَفَةً	دوگنے سے بھی زیادہ
سَارِعُوْا	تم دوڑو
عَرْضُهَا	اس کا پھیلاؤ
اَلسَّرَّآءُ	خوشی، راحت
اَلضَّرَّاءُ	تکالیف، پریشانیاں
اَلْكَاظِمِيْنَ	برداشت کرنے والے، پی جانے والے
اَلْعَافِيْنَ	معاف کر دینے والے

فَاحِشَةٌ	بے حیائی
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ	اپنے نفسوں پر ظلم وزیادتی کی
لَمْ يُصِرُّوْا	ضد نہیں کرتے
عَلٰى مَا فَعَلُوْا	اس پر جو انہوں نے کیا
نِعْمَ	بہترین
اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ	کام کرنے والوں کا بدلہ
سُنَنٌ	طریقے
سِيْرُوْا	تم چلو پھرو
عَاقِبَةٌ	انجام
بَيَانٌ	وضاحت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۸

گذشتہ آیات میں اللہ نے فرمایا تھا کہ صبر وتقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جب بھی صبر و تقویٰ کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے گا تو وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ہو جائیں گے۔ ان آیات میں پہلی بات تو یہ فرمائی گئی ہے کہ صبر وتقویٰ کیا ہے اور صابر ومتقی کون لوگ ہیں اور ان کے کیا کیا اوصاف ہیں۔ دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جو تقویٰ اور پرہیز گاری کے ماحول کو تباہ کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ کسی معاشرہ کی تباہی کا سب سے پہلا بڑا سبب سودی کاروبار ہے۔ جب تک اس سے نجات حاصل نہیں کی جائے گی اس وقت تک تقویٰ اور پرہیز گاری کی فضا قائم ہونا مشکل ہے کیونکہ حلال روزی تقویٰ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ جو شخص سود کھانے والا ہوگا اس میں صبر وتقویٰ کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی اس لئے فرمایا گیا کہ صبر وتقویٰ کے لئے بنیاد ترک سود ہے۔ اور سود بھی وہ جو کہ سارے معاشرے اور مجبور لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرنے والا ہے۔ یوں تو سود کا کچھ بھی نام رکھ لیا جائے، اس کی کوئی بھی شکل ہو چند در چند ہو یا نہ ہو۔ مہاجن کا سود ہو یا بینک کا سود بہر حال مطلقاً حرام ہے۔ لیکن وہ سود جو چند در چند ہو وہ تو انسانی نقطہ نظر سے بھی انتہائی ذلیل چیز ہے جس سے بچنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ یہودیوں کی ذلیل اور گھٹیا ذہنیت کا ایک بنیادی سبب سود خوری بھی ہے لہٰذا اہل ایمان کو اس سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر کرنا چاہئے۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ ہر صاحب ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کی مکمل پیروی کرنا چاہیے اسی میں آخرت کی وہ کامیابی ہے جو اس کے لئے جنت کی ابدی راحتوں کی شکل میں اسے عطا کی جائے گی۔ اصل دین یہ نہیں ہے کہ سود در سود کے چکر میں پھنسا رہے بلکہ اپنے سے کمزوروں پر رحم کرنے کے لئے دن رات اپنی دولت کو نچھاور کرتا رہے خواہ حالات کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا

گیا کہ غصہ کو پی جانے والے دوسروں کی خطائیں معاف کر دینے والے کوئی خطا ہو جائے تو اس پر ندامت کا اظہار کرنے والے اللہ کو بہت پسند ہیں اور یہی کامیاب اور بامراد لوگ ہیں۔

وَلَا تَهِنُوْا

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ
يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ
الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ۙ
وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ۧ ع ۱۴ / ۱۴ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

اگر تم مومن ہو تو نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو۔ تم ہی سر بلند رہو گے۔ اس وقت اگر تمہیں کوئی زخم پہنچا ہے تو (رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ) ان کو بھی (بدر میں) ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان ہم تو دنوں کو اسی طرح گھماتے اور الٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ تمہارے اوپر یہ وقت اس لئے لایا گیا تا کہ تم میں سے پرکھ لیا جائے کہ ایمان میں (پختہ) کون ہے؟ وہ اللہ چاہتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مقام نصیب ہو جائے۔ اللہ ظالموں کو بہر حال پسند نہیں کرتا۔ تا کہ اللہ ایمان والوں کا میل کچیل صاف کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔ شاید تم اس گمان میں ہو کہ جنت میں یونہی داخل کر دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے تمہارے مجاہدوں کا امتحان

بھی نہیں لیا ہے اور نہ ہی صبر کرنے والوں کی جانچ کی ہے۔ اور تم تو موت کی تمنائیں کیا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب موت تمہارے سامنے نہ تھی۔ لو اب وہ تمہارے سامنے ہے۔ اور تم نے کھلی آنکھوں سے اس کو دیکھ لیا ہے۔

## لغات القرآن 		آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

لَاتَهِنُوْا	تم سست نہ ہو
لَا تَحْزَنُوْا	تم رنجیدہ نہ ہو
اَ لْاَعْلَوْنَ	بلند (رہوگے)
اِنْ يَّمْسَسْكُمْ	اگر تمہیں پہنچا ہے
قَرْحٌ	زخم
مَسَّ الْقَوْمَ	پہنچا ایک قوم کو
نُدَاوِلُ	ہم گھماتے رہتے ہیں
لِيُمَحِّصَ	تا کہ وہ نکھار دے
يَمْحَقُ	وہ مٹاتا ہے
اَمْ حَسِبْتُمْ	کیا تم سمجھ بیٹھے
اَنْ تَلْقَوْهُ	یہ کہ تم اس سے ملو
رَاَيْتُمُوْهُ	تم نے اس کو دیکھ لیا

تشریح: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۳

ان آیتوں میں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ انبیاء کی سنت اور ان کے ماننے والوں کا طریقہ ہی یہ ہے کہ جب ان پر مشکل حالات آتے ہیں تو وہ ہمت نہیں ہارتے بلکہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! تم ہمت نہ ہارو اور نہ تم سستی کرو۔ آج اگر غزوۂ احد میں تمہیں ظاہری شکست ہوئی ہے تو غزوۂ بدر میں تم بھی تو کفار کو بڑے صدمے پہنچا چکے ہو۔ یہ تو زمانہ کا الٹ پھیر ہے۔ ایسا تو ہماری قدرت کا ایک انداز ہے۔ زمانہ کے حالات کو ہم اسی طرح الٹتے پلٹتے رہتے ہیں یہ اور اس طرح کے حالات تو تمہارے ایمان اور کردار کی بہترین جانچ اور پرکھ کا ذریعہ ہیں۔ اور اللہ یہی چاہتا ہے کہ

حالات کے الٹ پھیر سے تمہارے ایمان کو پرکھتا رہے۔ تمہارے اندرونی میل کچیل کو دور کرتا رہے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ تم اس گمان میں نہ رہنا کہ جنت اور اس کی راحتیں یونہی بیٹھے بٹھائے مل جائیں گی بلکہ اس کے لئے عظیم قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔ ان حالات میں جانچ کی جاتی ہے۔

بہر حال اللہ پر نظر رکھو۔ موت سے آنکھیں ملانے کی اہلیت پیدا کرو۔ بالاخر کامیابی اور غلبہ تمہارا ہی ہے۔ اللہ ظالموں کے غلبہ کو مٹا کر ایک دن تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى
عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ
وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ
الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ
مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ
اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ
قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَ
ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾
فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

اور محمد (ﷺ) تو اللہ کے ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو الٹے پاؤں پھر جائے گا اللہ کا وہ کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گذاروں کو ان کا بدلہ عطا کرے گا۔ اور کوئی انسان اس کی اجازت کے بغیر مر نہیں سکتا۔ سب کے لئے ایک مدت مقرر ہے۔ اور جو دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو آخرت کا نفع چاہتا ہے تو اسے ہم آخرت کا حصہ دیں گے۔ اور عنقریب ہم شکر گذاروں کو ان کا بدلہ دیں گے۔ اور کتنے ہی نبی گذر چکے ہیں ان کے ساتھ مل کر اللہ والے لڑے ہیں۔ جو کچھ انہیں اللہ کی راہ میں پیش آیا نہ انہوں نے ہمت ہاری اور نہ وہ کسی سے دب کر رہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اور جن کی زبانوں پر یہی بات تھی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو اور ہماری زیادتیوں کو معاف فرما دے۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ۔ ہمیں کافروں پر غلبہ نصیب فرما۔ اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ بھی دیا اور اس سے بہتر آخرت میں عطا کرے گا۔ اور اللہ نیکیاں کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لغات القرآن ‏ ‏ آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

اَفَاِنْ	پھر اگر
مَاتَ	مر گیا (مر جاتا)
اِنْقَلَبْتُمْ	تم پلٹ گیے (کیا تم پلٹ جاتے)
یَنْقَلِبْ	پلٹ جائے گا
سَیَجْزِیْ	عنقریب وہ بدلہ دے گا
کِتَابًا مُّؤَجَّلًا	مدت لکھی ہوئی ہے (مدت مقرر کر دی گئی ہے)
نُؤْتِ	ہم دیتے ہیں

كَاَيِّنْ	کتنے ہی
رِبِّيُّوْنَ	اللہ والے
مَاوَهَنُوْا	نہ وہ سست ہوئے
مَااسْتَكَانُوْا	نہ وہ تھکے
اِسْرَافَنَا	ہماری زیادتی
ثَبِّتْ	ثابت رکھ
حُسْنَ	بہترین

تشریح: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۸

یہ آیات غزوۂ احد کے فوراً بعد ۳ھ میں اس وقت نازل ہوئیں جب کچھ صحابہؓ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے وقتی طور پر فتح شکست میں بدل گئی اور رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور صحابہ کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے تھے۔ ان آیات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے ایک رسول ہیں جن کا کام اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا اور لوگوں کو اللہ کا فرماں بردار بندہ بنانا ہے۔ آپ کوئی معبود نہیں ہیں کہ آپ کی وفات سے دین ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور آپ رسول بھی نئے نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے اللہ کے رسولوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ جن کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں نے دین کے اہم کاموں کی ذمہ داری قبول کی اور آنے والی نسلوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچایا۔ لہٰذا آپ کا اس دنیا سے چلے جانا ایک انوکھی یا حیرت کی بات نہیں ہے۔ اس وقت نہ سہی اگر وقت مقررہ پر آپ کی وفات ہوگئی یا آپ شہید کر دیئے گئے تو کیا اے اہل ایمان تم دین کی خدمت، نصرت، اور حفاظت سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ بیٹھو گے جس طرح غزوۂ احد میں کچھ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر سن کر حوصلہ چھوڑ دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا یاد رکھو اگر تم میں سے کوئی ایسا کرے گا تو وہ خود اپنا ہی نقصان کرے گا وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا کیونکہ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ ہر انسان اس کی امداد و اعانت کا محتاج ہے۔

ان آیات میں صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام اس کا پیغام پہنچانا ہے اور پھر ان پر بھی موت کی

کیفیات کو طاری کیا جاتا ہے اسی طرح رسول ﷺ کو بھی ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔اس لئے مسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنے کا عزم کرنا چاہئے تاکہ وہ نبی آخرالزماں ﷺ کے پیغام کو قیامت تک ساری دنیا کے انسانوں تک پورے عزم اور ذوق وشوق سے پہنچاسکیں۔ کیونکہ اب نبیوں کا سلسلہ تو ختم ہو چکا ہے لہٰذا اب امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دین کو ساری دنیا تک پہنچانے کی مخلصانہ کوششیں کرتا رہے۔ دوسری آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ موت کا وقت ہر ایک کے لئے متعین ہے، جس کی جتنی عمر لکھ دی گئی ہے اس سے ایک لمحہ نہ کم ہوسکتی ہے اور نہ زیادہ لہٰذا اسباب موت جمع ہونے سے جہاد کے جذبہ میں کوئی کمزوری نہ آنی چاہیے۔ اور نہ کسی چھوٹے بڑے کی موت کی خبر سن کر مایوس اور بددل ہونا چاہیے کیونکہ کبھی کسی کی موت اللہ کے حکم کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔اس کائنات کا مالک حی وقیوم یعنی زندہ وتابندہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر روز لاکھوں انسانوں کے جانے کے باوجود یہ کائنات اپنی ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن ہے اس کی رونق اور ترقی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ لہٰذا موت نہ اللہ کی اس کائنات کو شکست دے سکتی ہے اور نہ اس کے بنانے والے کو۔

ان ہی آیات میں تیسرا مضمون گذشتہ مضمون کی تائید میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ

اے مومنو! تم سے پہلے بہت سے نبی گذرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے کفار سے جنگیں کی ہیں اور اللہ کی راہ میں بڑی بے جگری سے لڑے ہیں، شدید پریشانیاں بھی آئیں مگر نہ تو ان کی ہمتوں نے جواب دیا نہ ان کے دل اور بدن کی طاقتوں میں کمی آئی۔ نہ وہ دشمن سے دب کر رہے تو اللہ نے ان کو قدم قدم پر کامیابیاں عطا فرمائیں اور اللہ نے اپنی نعمتوں سے ایسے مستقل مزاج لوگوں کو نوازا۔ فرمایا، ان کا یہ حال تھا کہ شدید مصائب اور پریشانیوں میں بھی وہ مخلوق کی طرف نہیں جھکے بلکہ اپنے خالق ومالک کی طرف جھک کر انہوں نے نہایت عاجزی سے یہی درخواست کی۔ اے اللہ ہمیں بخش دیجئے ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے ہمارے کاموں میں ہم سے جو زیادتی ہوگئی ہو اس کو معاف کردیجئے اور ہمیں کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رکھئے گا اور ہمیں کفار پر غلبہ عطا فرمایئے گا۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول کیا اور انہیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائیں۔

ان آیات میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ کفار سے جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں۔

اللہ کے دین کے لئے مر مٹنے کا جذبہ رکھنا ہی اصل ایمان ہے۔ ایک مومن اللہ کا سپاہی ہوتا ہے۔ جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہے وہ موت کے خوف سے ڈرتا نہیں ہے۔ وہ زندہ رہتا ہے تو اللہ کے لئے اور اس کی موت آتی ہے تو اللہ کی راہ میں۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ
تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾
سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ
بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کا کہنا مانو گے جو کفر کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں تو وہ تمہیں الٹا پھیر لے جائیں گے۔ اور تم نقصان میں رہو گے۔ البتہ اللہ تمہارا کارساز ہے۔ اور وہی بہترین مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہرا رکھا ہے جس کے لئے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو ان پر اتاری گئی ہو۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو ظالموں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

يَرُدُّوْكُمْ	وہ تمہیں لوٹا دیں گے
اَعْقَابِكُمْ	تمہاری ایڑیاں
تَنْقَلِبُوْا	تم پلٹ جاؤ گے
مَوْلٰكُمْ	وہ تمہارا مالک ہے
سَنُلْقِيْ	عنقریب ہم ڈالیں گے
اَلرُّعْبُ	ہیبت

لَمْ يُنَزِّلْ	نہیں اتاری
سُلْطَانٌ	دلیل
مَاْوٰى	ٹھکانا
مَثْوٰى	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں کے حق پرست مجاہدین کی سرفروشیوں کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو جنگ اور جہاد میں بلند ہمت رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔ اور بتایا تھا کہ فتح و شکست کوئی حیثیت نہیں رکھتے اصل بات یہ ہے کہ ایک مومن کا مقصود اصلی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہوتا ہے۔

غزوۂ احد کی عارضی شکست کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کے دل ٹوٹے ہوئے تھے انہیں اس بات کا شدید افسوس تھا کہ ان کی معمولی سی لغزش کی وجہ سے اتنی جانیں ضائع ہوئیں۔ فتح شکست میں بدل گئی اور رسول اللہ ﷺ کو ذہنی و جسمانی اذیت پہنچی۔ دوسری طرف کفار اور منافقین نے موقع پا کر مسلمانوں کو طعنے بھی دینے شروع کئے اور طرح طرح کی باتیں بھی کرنا شروع کردیں۔ کوئی کہتا اگر تم سچے دین پر ہوتے تو اس طرح تم شکست نہ کھاتے، منافقین نے خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر یہ باتیں پھیلانا شروع کردیں کہ کفار کی طاقت بہت زیادہ ہے ان سے لڑنا اور مقابلہ کرنا خود موت کے منہ میں جانا ہے۔ انسان بڑا کمزور پیدا کیا گیا ہے ان باتوں اور طعنوں سے مخلص مسلمانوں کے دل اور چھلنی ہونے لگے تھے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے مسلمانو اگر تم ان کفار اور منافقین کی باتوں میں آ گئے تو یہ لوگ تمہیں اسلام اور اس کی سچائی سے بدگمان کردیں گے اس سے ان دوزخیوں کا تو کچھ نہ بگڑے گا لیکن تمہاری دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے تم اللہ ہی پر مکمل بھروسہ رکھو۔ اس کی امداد پر اعتماد کرو۔ کیونکہ تمہیں کامیاب کرنے والی اللہ ہی کی ذات ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے کفار کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا ہے چنانچہ اللہ نے ایسے اسباب پیدا کئے کہ غزوۂ احد سے ناکام ہونے کے بعد کفار ''روحا'' کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے مدینہ کے خستہ حال مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کا پروگرام بنایا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس وقت جو تدبیر فرمائی کہ آپ صحابہ کو لے کر کفار کے تعاقب میں چلے۔ اس بات کا کفار پر ایسا رعب پڑا کہ پھر وہ تیزی سے مکہ واپس چلے گئے۔ اللہ اپنے بندوں کو اسی طرح کامیاب فرمایا کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ
اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ
فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ
ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ
اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا
تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِىْٓ اُخْرٰىكُمْ
فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ
وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾
ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ
ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ
الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ
لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِىَ
اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ
اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

اور یقیناً اللہ نے تم سے جو وعدہ (نصرت) کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔ جب تم ان (کفار) کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب تم ہی کمزور پڑ گئے، اور آپس میں باہم جھگڑنے لگے اور حکم کے خلاف کرنے لگے اس کے باوجود کہ اللہ تمہیں وہ چیز (فتح) دکھا چکا تھا جسے تم چاہتے تھے۔ تم میں سے بعض وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے بعض وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے۔ اس وقت تمہیں اللہ نے کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تھا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کر سکے۔ پھر بھی اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور اللہ ایمان والوں کے حق میں بڑے ہی فضل و کرم والا ہے۔ یاد کرو جب تم چڑھے چلے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے حالانکہ رسول تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے۔ اس لئے اللہ نے تمہیں رنج پر رنج دیئے تاکہ تم اس پر رنجیدہ نہ ہو جو تمہارے ہاتھ سے نکل چکا تھا یا جو کچھ حالات پہنچ چکے تھے۔ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس غم کے بعد اللہ نے تمہارے اوپر اطمینان کی سی (غنودگی) کیفیت طاری کر دی تھی جس کا تم میں سے ایک جماعت پر غلبہ ہو رہا تھا۔ ایک جماعت وہ تھی جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔ اللہ کے متعلق جاہلانہ گمان کرنے لگی تھی جو خلاف حقیقت بات تھی اور جاہلیت کے جیسے خیالات قائم کر رہی تھی۔ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اس کام میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اختیار تو سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے۔ یہ لوگ دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جسے آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اگر ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو اس جگہ ہم یوں نہ مارے جاتے۔ آپ کہہ دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو وہ لوگ جن کے لئے قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل پڑتے۔ اور یہ سب اس لئے ہوا تاکہ اللہ تمہارے باطن کی آزمائش کرے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے معاف کر دے۔ اللہ (سب کے) دلوں کا

حال جاننے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اس مقابلہ کے دن پیٹھ پھیر گئے تھے جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابلہ کر رہی تھیں تو یہ اس وجہ سے ہوا کہ بعض کمزوریوں کے سبب شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ بے شک اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔ یقیناً اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

تَحُسُّوْنَهُمْ	تم ان کو کاٹ رہے تھے
فَشِلْتُمْ	تم نے بزدلی دکھائی
تَنَازَعْتُمْ	تم باہم جھگڑ پڑے
عَصَيْتُمْ	تم نے نافرمانی کی
اَرٰكُمْ	اس نے تمہیں دکھایا
صَرَفَ	پلٹ دیا
لِيَبْتَلِيَ	تاکہ وہ آزمائے
تُصْعِدُوْنَ	تم چڑھے چلے جا رہے تھے
لَاتَلْوٗنَ	تم پلٹ کر (نہ دیکھتے تھے)
يَدْعُوْكُمْ	تمہیں بلاتا ہے
اَثَابَ	پلٹا
نُعَاسٌ	اونگھ
ظَنُّ الْجَاهِلِيَّةِ	جاہلیت کے گمان
لَبَرَزَ	البتہ وہ نکلتا
مَضَاجِعٌ	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵

سورۂ آل عمران کی آیات ۱۵۲ سے ۱۵۵ میں غزوۂ احد کے ان اسباب کو بتایا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ جیتی ہوئی بازی مسلمان ہار گئے تھے۔ فرمایا گیا کہ بزدلی، آپس کے جھگڑے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگرچہ اللہ نے ان لغزشوں کو معاف کر دیا لیکن آئندہ ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو کامیابی مسلمانوں کے قدم چومے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا
كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ
اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَ
اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾
وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں اور اپنے ان بھائیوں کے لئے جو جہاد یا سفر پر جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ اگر تم ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ اور یہ بات (وہ اس لئے کہتے ہیں) تا کہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دے۔ حالانکہ اللہ ہی مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ

اس سے خوب واقف ہے اور دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی رحمت و مغفرت اس سے کہیں بہتر ہے جسے تم لوگ جمع کر کے رکھتے ہو اور اگر تم مر جاؤ یا قتل کر دیئے جاؤ بہر حال تمہیں اللہ کے حضور اکٹھے ہو کر پہنچنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

ضَرَبُوْا	وہ چلے
غُزًّ	جہاد
مَامَاتُوْ	نہ مارے جاتے
قُتِلْتُمْ	تم قتل کر دیئے گئے
مُتُّمْ	تم مارے گئے
یَجْمَعُوْنَ	وہ جمع کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۸

سورۂ آل عمران کی آیات ۱۵۶ سے ۱۵۸ میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی گفتار میں اور انداز میں منافقین اور کافروں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ بلکہ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس نے جس کی جتنی زندگی لکھ دی ہے اس میں ایک لحہ کا بھی فرق نہیں ہو سکتا۔ کفار اور منافقین کا یہ کہنا کہ اگر تم ہمارے پاس ہوتے تو ہماری حفاظت میں ہوتے اور تمہیں اس طرح موت نہ آتی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے کیونکہ انسان دنیا کی چند روزہ زندگی میں انتہائی محنت اور مشقت کے بعد کچھ مال و دولت جمع کرتا ہے۔ اس سے وہ کچھ دن فائدہ بھی اٹھا لیتا ہے لیکن موت کے ساتھ ہی اس کا رشتہ ان چیزوں سے منقطع ہو

جاتا ہے۔اس کے برخلاف انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے جو پاکیزہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہےاور آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ اس دنیا سے کہیں بہتر ہے جو آدمی زندگی بھر کما کر اپنے بعد کے لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔نیکیوں کے ساتھ زندگی گذارنے والا اس مال و دولت میں بھی اور آخرت میں بھی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوتا ہے۔دنیا میں اس کو قلبی سکون اور آخرت میں ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔اس لئے زندگی کی لذتوں سے مومن کے لئے اللہ کی راہ میں مارا جانا کہیں بہتر ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ
اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ
حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾
إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

اے نبی (ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج ہیں۔ اگر آپ کہیں سخت مزاج اور پتھر دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے اردگرد سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ آپ ان سے درگذر کیجئے۔ان کے لئے استغفار کیجئے۔اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کیجئے۔ لیکن جب آپ پکا ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بلاشبہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تمہارے اوپر غالب نہ آسکے گا۔اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے گا تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہارا ساتھ دے گا؟ اور مومنوں کو تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۹تا۱۶۰

فَبِمَا رَحْمَةٍ	رحمت ہے
لِنْتَ	آپ نرم دل ہیں
فَظٌّ	بدمزاج
غَلِيظُ الْقَلْبِ	سخت دل
اِنْفَضُّوْا	وہ بھاگ گئے ہوتے
مِنْ حَوْلِكَ	آپ کے اردگرد سے
شَاوِرْ هُمْ	ان سے مشورہ کیجئے
عَزَمْتَ	آپ نے ارادہ کرلیا
يَخْذُلُ	وہ برباد کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۹تا۱۶۰

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کو جو تکلیف پہنچی تھی اس سے رسول اللہ ﷺ کا رنجیدہ ہونا لازمی بات تھی اور آپ کو اس لغزش پر اپنے صحابہ کو تنبیہ کرنا چاہئے تھی اور آئندہ ان سے مشورہ کبھی نہ لینا چاہئے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اس واقعہ سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان کی خطا کو معاف فرمادیں اور اپنے مزاج کے مطابق ان سے نرمی کا معاملہ فرمائیں اور پہلے کی طرح آپ ان سے مختلف امور میں مشورہ بھی لیتے رہا کریں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد سے واپس لوٹ کر اپنے صحابہ کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا۔ اور ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا۔ آپ سے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ یہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ آپ اپنے صحابہ کے بارے میں انتہائی نرم مزاج ہیں اگر کہیں آپ سخت مزاج اور پتھر دل ہوتے تو یہ دل شکستہ ہو کر آپ کے اردگرد سے منتشر ہوجاتے اور آپ کے فیض صحبت سے محروم ہوجاتے۔ لہٰذا اے نبی ﷺ آپ ان کو دل کی گہرائیوں سے معاف کردیں اور ان کی کوتاہیوں کے لئے اللہ سے دعائے استغفار کیجئے۔ مشورہ میں ان کو نظر انداز نہ کیجئے۔ مشورہ کے بعد آپ کی جس طرف پختہ رائے ہو اس پر عمل کیجئے اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھیے کیونکہ اہل ایمان کو تو اسی پر بھروسہ اور اعتماد رکھنا چاہئے۔

وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ
رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ
بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

اور کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کچھ چھپا کر رکھے۔ اور جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے دن اس کو اس کے کیے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کا تابع ہو اس شخص جیسا ہو جائے جو اللہ کے غضب میں گھرا ہوا ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو بدترین جگہ ہے۔ اللہ کے نزدیک ان دونوں کے درجات میں فرق ہے اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔ ایمان والوں پر اللہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک ایسے پیغمبر کو اٹھایا ہے جو اس کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

اَنْ يَّغُلَّ یہ کہ وہ خیانت کرے (غُلُوْلٌ۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا)

مَنْ يَّغْلُلْ	جوخیانت کرے گا
سَخِطَ	غصہ کیا
مَنَّ اللّٰهُ	اللہ نے احسان کیا
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ	کھلی گمراہی

تشریح: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے دن مال غنیمت میں ایک سرخ چادر گم ہوگئی۔ بعض منافقین نے جو ہر وقت مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی بدخواہی میں آگے آگے رہتے تھے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت سیدھے سادھے مسلمانوں کے دلوں میں لغو اور فضول وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیئے تھے کہ مال غنیمت کی سرخ چادر رسول اللہ نے چھپا کر رکھ لی ہے۔ ان آیتوں میں فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کی شان تو ان باتوں سے بہت بلند ہے کیونکہ نبی ہر گناہ سے معصوم ہوتا ہے اس کی طرف تو تصور گناہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ان آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ مشرکین اور منافقین تو مرتبہ نبوت سے بے خبر تھے مگر اہل کتاب تو شان نبوت سے بے خبر نہیں تھے۔ اس کے باوجود ان کے نزدیک نبی کی حیثیت ایک معمولی انسان اور کاہن کی جیسی ہو کر رہ گئی تھی جس کا کام صرف آئندہ کی خبریں دینا ہے۔ نیز انبیاء کے معصوم ہونے کا تصور بھی ان کے ہاں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں انبیاء کی شخصیات کو اس طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا کہ ایک نبی خیانت اور مجرمانہ حرکتوں کا (نعوذ باللہ) مرتکب ہو سکتا تھا۔ ان آیتوں میں انبیاء کرام کے متعلق ان بے سروپا اور غلط باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ ایک نبی کی شان نہیں ہو سکتی کہ وہ خیانت کرے یا حق وصداقت کی کسی بات کو چھپا کر رکھے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ایک عام آدمی بھی خیانت کرے گا تو وہ شخص قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش ہو جائے گا۔ انبیاء کرام کی حفاظت تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے ان سے گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن عام آدمی کی سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کی عظمت سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان پر الزامات عائد کرتا ہے۔ کل قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس کی جواب دہی کرنا پڑے گی۔

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہو اور اس کو اس شخص کے برابر لا کھڑا کر دیا جائے جو گناہ کر کر کے اللہ کے غضب کا شکار ہو گیا ہے۔ یقیناً یہ دونوں کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے۔

آخر میں فرمایا گیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی شان ہر اعتبار سے انتہائی قابل احترام ہے کیونکہ وہ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے۔ان کے ذریعہ ان کی زندگیوں کو سنوارتے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ان کاوشوں کے نتیجہ میں عرب کے جاہل آج علم کے رکھوالے بن گئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ سچی تعلیمات سے بالکل بے خبر تھے۔ یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کا صدقہ اور فیض ہے۔ ورنہ یہی لوگ گمراہیوں کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔

أَوَلَمَّآ أَصَٰبَتْكُم
مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ
هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾
وَمَآ أَصَٰبَكُمْ يَوْمَ ٱلْتَقَى ٱلْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ ٱللَّهِ وَلِيَعْلَمَ
ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُوا۟ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ قَٰتِلُوا۟
فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدْفَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّٱتَّبَعْنَٰكُمْ ۗ
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَٰنِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَٰهِهِم
مَّا لَيْسَ فِى قُلُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟
لِإِخْوَٰنِهِمْ وَقَعَدُوا۟ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا۟ ۗ قُلْ فَٱدْرَءُوا۟ عَنْ
أَنفُسِكُمُ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟
فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾
فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمْ
يَلْحَقُوا۟ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ۚۛ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ ۱۷ ع ۸
اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ ﴿۱۷۲﴾
اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾
فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا
رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ
يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

کیا جب تم پر ایک مصیبت آپڑی۔ حالانکہ اس سے دوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں ان کو پہنچ چکی ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ کہاں سے آئی۔ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ یہ مصیبت خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور جو کچھ مصیبت تمہیں اس دن پہنچی جب دونوں جماعتیں آپس میں مقابلہ کر رہی تھیں تو وہ اللہ کی مشیت سے ہوئی تا کہ وہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور منافقین کی بھی پہچان کرادے۔ اور جب ان

سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا حملوں کو روکو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم تمہارا کہانہ مانتے۔ حالانکہ جس وقت وہ بات کر رہے تھے اس وقت وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو یوں مارے نہ جاتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ کو موت سے بچالو۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں۔ ان کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھنا۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس سے رزق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ وہ ان کو خوش خبری دیتے ہیں جو ایمان والے ابھی تک ان سے ملے نہیں ہیں اور ان کے پیچھے ہیں کہ ان کے لئے کسی خوف اور رنج و غم کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے فضل و کرم پر خوش ہو رہے ہیں کہ بے شک اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا۔ وہ لوگ جو زخم لگ جانے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانتے ہیں ان میں سے جو لوگ نیک اور متقی ہیں ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ اور وہ جن کے لئے کہا گیا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف بہت کچھ جمع کر لیا ہے ان سے خوف کھاؤ۔ لیکن ان باتوں سے ان کا جذبہ ایمانی اور بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ بالآخر وہ اللہ کے فضل و کرم سے اس طرح پلٹ آئے کہ ان کو کسی قسم کا نقصان بھی نہ پہنچا۔ اور یہ لوگ اللہ کی خوشنودی بھی حاصل کر لائے۔ اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کے ذریعہ ڈراتا ہے۔ تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ہی ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو اور آپ کے لئے وہ لوگ رنج و غم کا سبب نہ بن جائیں جو کفر میں دوڑتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اللہ کی مرضی ہی یہ ہے کہ وہ آخرت میں ان لوگوں کے لئے ذرا بھی حصہ نہ رکھے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ بے شک جنہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر کو خرید لیا ہے وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

اَصَبْتُمْ — تم نے پہنچادیا

مِثْلَيْهَا	اس سے دوگنا
اِدْفَعُوْا	دور کرو
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
قَعَدُوْا	بیٹھے رہے
لَوْاَطَاعُوْنَا	اگر ہماری بات مانتے
اِدْرَءُ وْا	تم دور کرو
يُرْزَقُوْنَ	رزق دیئے جاتے ہیں
فَرِحِيْنَ	خوش ہوتے ہیں
يَسْتَبْشِرُوْنَ	بشارت وخوش خبری دیتے ہیں
لَمْ يَلْحَقُوْا	نہیں ملے
حَسْبُنَااللّٰهُ	ہمیں اللہ کافی ہے
يُسَارِعُوْنَ	دوڑتے ہیں
حَظٌّ	حصہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۵ تا ۱۷۷

غزوۂ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تکلیف اٹھانا پڑی اس پر اہل ایمان نے تو صبر اور برداشت سے کام لیا لیکن منافقین کو بہت سی باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس غزوے میں فتح وکامیابی ہوگی پھر یہ مصیبت کہاں سے آ گئی اور ہماری فتح، شکست میں کیسے بدل گئی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا جب تم کفار کو شکست دے کر ان کی گردنیں اڑا رہے تھے مگر تم ہی میں سے بعض لوگوں کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ بے شک وہ منافق نہیں تھے لیکن ان کی غلطی کی وجہ سے یہ سارا واقعہ پیش آیا۔ اللہ نے فرمایا اس سارے واقعہ سے بہر حال مومن اور منافق کا فرق بھی واضح ہو کر سامنے آ گیا کیونکہ اس جنگ میں منافق اور مومن کی اچھی طرح پہچان ہوگئی۔ منافق وہ ہیں جو اپنی جگہ بیٹھے رہے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد

کیاان کوطعنے دے کرکہتے ہیں کہ ہمارا کہا مانتے تواس طرح نہ مارے جاتے۔اللہ نے فرمایا کہ موت تو بہرحال ایک دن آ کر رہے گی کیاتم موت سے کسی طرح بچ سکتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جولوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ کہنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں ان کوحیات جاودانی مل چکی ہے ان کو وہاں عزت کا مقام بھی نصیب ہے اوران کو وہ رزق دیا جاتا ہے جس سے وہ خوش ہوتے ہیں ان کو جوراحتیں عطا کی جاتی ہیں تو وہ تمنا کرتے ہیں کاش ان کے عزیز اور رشتہ دار بھی ان کی طرح اللہ کی راہ میں شہید ہوکرعزت کا یہ مقام اور پرآسائش زندگی کی لذتیں حاصل کرلیتے۔

فرمایا کہ منافقین اس موقع پرطرح طرح کی افواہیں پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں کہ کفار نے بہت سا اسلحہ جمع کرلیا ہے وہ عنقریب مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے لہٰذا آئندہ کے خطرات سے خوف کھاؤ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح کی افواہوں سے مومن پریشان نہیں ہوتے بلکہ ان کا ایمانی جذبہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔فرمایا کہ اے مومنو تم نہ ان کی باتوں میں آؤ اور نہ ان سے خوف کھاؤ کیونکہ جواللہ سے ڈرتا ہے پھر وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔یقیناً کامیابی اہل ایمان ہی کا مقدر بن کر رہے گی۔شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیا جائے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ
لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾
مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَ
لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ
ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ
مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ۱۸/۹/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

یہ کافر اس ڈھیل کو، جو انہیں ہماری طرف سے دی جا رہی ہے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں۔ ہم تو انہیں یہ مہلت اس لئے دے رہے ہیں تا کہ وہ خوب گناہ کے بوجھ سمیٹ لیں۔ پھر ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ تمہیں اسی حالت پر رکھے گا، جب تک پاک باز لوگوں کو ناپاک خصلت لوگوں سے چھانٹ کر نہ رکھ دے اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں غیب کی باتوں سے مطلع کرے گا۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے منتخب کر لیتا ہے۔ تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان لائے اور تم نے پرہیز گاری کا طریقہ اختیار کیا تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ اور وہ لوگ جو اس مال میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے کہ یہ ان کے حق میں کچھ زیادہ بہتر ہے۔ نہیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے۔ جو کچھ یہ کنجوسی کے ساتھ جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

نُمْلِیْ	ہم ڈھیل دیتے ہیں
لِیَزْ دَادُوْا	تا کہ وہ بڑھ جائیں
لِیَذَرَ	البتہ وہ چھوڑے
حَتّٰی یَمِیْزَ	جب تک وہ جدا نہ کر دے
اَلْخَبِیْثُ	گندگی
اَلطَّیِّبُ	پاکیزگی

لِيُطْلِعَكُمْ	تا کہ وہ تمہیں بتادے
يَجْتَبِىْ	وہ منتخب کرتا ہے
يَبْخَلُوْنَ	وہ کنجوسی کرتے ہیں
سَيُطَوَّقُوْنَ	عنقریب وہ طوق پہنائے جائیں گے
مِيْرَاثٌ	ملکیت

تشریح: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۸۰

کفار اپنی عیش وعشرت کی زندگی پر فخر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جب ہم اس دنیا میں اس قدر عیش و آرام کے ساتھ ہیں تو آخرت میں بھی ہم اس سے زیادہ راحت و آرام میں ہوں گے۔ اگر اللہ ہم سے ناراض ہوتا تو کیا ہمیں یہ عیش و آرام نصیب ہوتا یقیناً اللہ ہم سے بہت خوش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ دنیاوی عیش وعشرت اللہ کے خوش ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تو ان کے لئے ڈھیل ہے جو اس نے ان کفار کو دے رکھی ہے۔ اس سے ان کو یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ اللہ نے ان کو یہ مہلت اس لئے دے رکھی ہے تا کہ وہ اپنے کفر اور جرم میں خوب آگے بڑھ جائیں اور گناہوں میں خوب ترقی کرتے چلے جائیں تب ایک دن اللہ ان کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جس سے بچنا ممکن ہی نہ ہوگا۔ وہ کفار سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی عزت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں حالانکہ ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب تیار ہے۔ تا کہ ان کو پوری پوری سزا مل سکے۔ وہ عذاب ان کو دنیا میں بھی مل سکتا ہے اور آخرت میں بھی۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ مسلمانوں پر غزوۂ احد میں جو مصائب اور مشکلات پیش آئی ہیں اس میں بھی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ اب بھی مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن حالات کی شدت ان کے دلی جذبات کو کھول کر رکھ دے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ وہ منافقوں کے نام بتا کر مسلمانوں سے ان کو علیحدہ کرا دیتا لیکن اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضا تھا کہ وہ ایسے حالات پیدا کر دے جس سے کھرا اور کھوٹا کھل کر سامنے آجائے۔

ان آیتوں میں اہل ایمان کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ وہ مشکلات سے نہ گھبرائیں بلکہ ان مشکلات میں ڈالے جانے کی بہت سی

مصلحتیں ہیں کیونکہ منافق کبھی بھی مشکلات میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ وہ تو دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے مومنوں میں شامل ہوا ہے۔ اگر اس کے مفاد پر ضرب پڑے گی تو وہ کبھی بھی مسلمانوں کے ساتھ نہ رہے گا۔ لہٰذا فرمایا گیا ہے کہ یہ حالات اس لئے لائے گئے تاکہ ایک پاک طینت اور ایک بد باطن کھل کر سامنے آجائے۔ فرمایا گیا کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رہے تو دنیا وآخرت میں تمہارے لئے بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔

ان آیتوں میں تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ یہ منافقین جس طرح اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے بھاگتے ہیں اسی طرح اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بھی جی جراتے ہیں لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا کی چندروزہ زندگی کی مہلت حاصل کرنا ان کے حق میں کچھ بہتر نہیں ہے ایسے ہی کنجوسی اختیار کر کے بہت سا مال اکٹھا کر لینے میں بھی ان کے لئے کوئی فائدہ مند بات نہیں ہے۔ اگر بالفرض دنیا میں کوئی مصیبت پیش نہ آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال جو کنجوسی سے جمع کیا گیا تھا عذاب کی صورت میں ان کے گلے کا ہار بن کر رہے گا لہٰذا وقتی مفادات میں زندگی گذارنا کسی کے لئے بھی مفید نہیں ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ
اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۱ تا ۱۸۲

بلاشبہ اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ہم اسے لکھ رہے ہیں۔ اور پیغمبروں کا جو قتل ناحق کیا ہے اسے بھی ہم نے لکھ رکھا ہے (قیامت کے دن) ہم کہیں گے کہ اب آگ کا عذاب چکھو۔ یہ ان حرکتوں کی وجہ سے ہوا ہے جو تم نے آگے بھیجا ہے، اس لئے کہ اللہ تو اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۸۱تا۱۸۲

سَمِعَ اللّٰهُ	اللہ نے سن لیا
اَغْنِيَاءُ	مال دار (غَنِیٌّ کی جمع)
ذُوْقُوْا	تم چکھو (ذُقْ)
عَذَابُ الْحَرِيْقِ	بھڑکتی آگ کا عذاب
ظَلَّامٌ	بہت زیادہ ظالم
عَبِيْدٌ	بندے

تشریح: آیت نمبر۱۸۱تا۱۸۲

سورۂ آل عمران کی ابتداء ہی سے خطاب اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے ہو رہا تھا۔ درمیان میں غزوۂ احد سے متعلق ارشاد فرمایا گیا۔ اب پھر سلسلہ کلام اہل کتاب کی طرف ہے۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال خرچ کرتے ہیں۔ اور ان کی برائی بیان کی گئی جو مال میں کنجوسی اختیار کرتے ہیں۔ یہاں یہ فرمایا جارہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے سے کمزور اور بے بس لوگوں کی امداد و اعانت کے لئے اپنا مال خرچ کریں تو اسی میں یہ آیت بھی نازل ہوئی ''من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً'' یعنی کون ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ حالانکہ اس آیت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس پر گستاخ یہودیوں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا اللہ تو مفلس اور غریب ہو چکا ہے۔ اس کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے تاکہ اپنی سلطنت کو چلا سکے۔ مسلمانوں کا اللہ فقیر ہو چکا ہے اور ہم مال دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گستاخانہ انداز پر صرف اتنا فرمایا کہ ہم نے اس گستاخی کو اپنے پاس لکھ کر رکھ لیا ہے تاکہ قیامت کے دن ان پر حجت تمام کر کے عذاب دیا جا سکے۔ پھر ان کی اس گستاخی کے ساتھ ان کے ایک اور جرم کا بھی ذکر فرما دیا کہ ان سے کوئی بعید نہیں ہے یہ تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے نبیوں تک کو قتل کیا ہے تو ایسے لوگوں سے اور کس بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ان کو شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔ ارشاد ہے اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ کچھ لوگ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا
بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ
بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝۱۸۳ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝۱۸۴ كُلُّ نَفْسٍ
ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ
وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۱۸۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہمیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہم کسی نبی پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایک ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے (آسمان سے) آ کر آگ کھا جائے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے تو اور بہت سے رسول آ چکے ہیں جو کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے اور وہ نشانی بھی لے کر آئے تھے جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو تم نے ان انبیاء کو کیوں قتل کر ڈالا تھا۔ اے نبی ﷺ پھر اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی یہ بہت سے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں جب کہ وہ کھلی نشانیاں صحیفے اور روشن کتابوں کے ساتھ آئے تھے۔ فرمایا بالآخر ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تمہیں تو تمہاری مزدوری قیامت کے دن ہی ملے گی۔ تو جو شخص دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا یقیناً وہی کامیاب و بامراد ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

عَهِدَ	وعدہ کیا
حَتّٰی یَأْتِیَنَا	جب تک نہ لائے ہمارے پاس
بِقُرْبَانٍ	قربانی
تَأْکُلُهُ النَّارُ	اس کو آگ کھالے
کُذِّبَ	جھٹلایا گیا
زُبُرٌ	صحیفے
اَلْکِتَابُ الْمُنِیْرُ	روشن کتاب
ذَائِقَةُ الْمَوْتِ	موت کا مزہ چکھنا ہے
زُحْزِحَ	بچالیا گیا
اُدْخِلَ	داخل کر دیا گیا
مَتَاعُ الْغُرُوْرِ	دھوکے کا سامان

تشریح: آیت نمبر ۱۸۳ تا ۱۸۵

یہود جو ہر طرح اسلام کا مذاق اڑانے میں سب سے آگے رہتے تھے انہوں نے ایک نئی بات کہنا شروع کر دی کہ ہم ایمان تو لے آئیں مگر دشواری یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ جب تک آنے والا نبی ایک قربانی کا جانور پیش نہ کر دے جس کو آسمان سے آ کر غیبی آگ کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس احمقانہ بات کا جواب یہی دیا کہ اس سے پہلے انبیاء کرام بھی تو اس طرح کے معجزات دکھا چکے ہیں کیا تمہارے آباء واجداد ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائے؟ اگر ان کو توفیق نہیں ہوئی تو تمہیں کیا توفیق ہوگی۔ انبیاء کرام نے یہ معجزات دکھلائے لیکن اس کے باوجود بھی ان کو قتل کر دیا

گیا۔ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے وہ اتنے بہانے اور باتیں نہیں کیا کرتا۔ فرمایا گیا کہ اے اللہ کے رسول اگر آج یہ آپ کو طرح طرح سے ستا رہے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ اس سے پہلے بھی انبیاء کرام کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کر چکے ہیں۔ فرمایا گیا کہ موت سے تو ہر شخص کو واسطہ پڑتا ہے پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کامیاب ہونے والے کون تھے اور دنیا و آخرت کی ناکامیاں کس نے سمیٹ لی ہیں۔

یقیناً وہ شخص جو دوزخ کی آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب و بامراد ہے اور یہ دنیا کی چند روزہ زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔ اصل چیز آخرت اور اس کی زندگی ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ
اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ
وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۸۶
وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۡ فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ وَ
اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝۱۸۷ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ
يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَھُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸۸ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ
۱۹ ع ۹ ۱۰ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۸۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

یقیناً تم اپنی جان اور مال دونوں سے آزمائے جاؤ گے۔ اور تم سے پہلے جنہیں کتاب دی گئی اور مشرکین ان سے بہت سی تکلیف دینے والی باتیں سنو گے۔ اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو یہ بڑے عزم و ہمت کا کام ہوگا۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہیں اللہ کی کتاب کو پوری طرح لوگوں پر ظاہر کر دینا ہوگا اور اسے چھپا کر نہیں رکھنا ہوگا۔ مگر انہوں نے اس کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور گھٹیا قیمت پر بیچ ڈالا کیسی بری رقم ہے جس کے بدلہ وہ (اللہ کا کلام) فروخت کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے کرتوتوں پر خوش ہیں اور ایسے کاموں کی تعریف کرانا بھی چاہتے ہیں جو انہوں نے نہیں کئے۔ کیا ایسے لوگ اللہ کے عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ ایسا گمان بھی نہ کرنا ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

لَتُبْلَوُنَّ — البتہ ضرور تم آزمائے جاؤ گے

لَتَسْمَعُنَّ — البتہ تم ضرور سنو گے

عَزْمُ الْاُمُوْرِ — حوصلے کے کام

لَتُبَيِّنُنَّهٗ — البتہ تم اس کو ظاہر کرو گے

لَاتَكْتُمُوْنَهٗ — تم اس کو نہ چھپاؤ گے

نَبَذُوْهُ — انہوں نے اس کو پھینک دیا

اَنْ يُّحْمَدُوْا — یہ کہ وہ تعریف کئے جائیں

لَمْ يَفْعَلُوْ — انہوں نے نہیں کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۸۶ تا ۱۸۹

آخرت کی کامیابی اور ناکامی اور دائمی جزا و سزا کا حال سنا کر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! ابھی جان اور مال دونوں ہی سے تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اللہ کی راہ میں تمہاری جانیں اور مال دونوں ہی طلب کئے جائیں گے۔ تمہیں کفار اور یہودیوں کی ابھی بہت سی تکلیف دینے والی باتیں بھی سننا پڑیں گی لیکن اگر تم نے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تو یہ تمہاری بہت بڑی کامیابی اور عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہوگا۔ کیونکہ ان یہودیوں کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ حق و صداقت سے بھاگتے ہیں اور کسی عہد پر قائم نہیں رہتے۔ فرمایا جارہا ہے کہ ان اہل کتاب سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ جو احکامات اور بشارتیں ان کی کتابوں میں موجود ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے نہ کسی بات کو چھپائیں گے اور نہ اس میں ہیر پھیر کریں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور دنیا کے معمولی سے نفع کی خاطر انہوں نے تمام عہد و پیمان توڑ دیئے۔ احکامات الٰہی کو بدل ڈالا۔ نبی کریم ﷺ کے لئے جو خوشخبریاں تھیں انہوں نے اس کو بھی چھپالیا۔ فرمایا جارہا ہے کہ وہ اپنی ان حرکتوں پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ہیں ان پر بھی ان کی تعریفیں کی جائیں۔ فرمایا ایسے لوگ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ ان کو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اس کا تو گمان بھی نہ کرنا۔ بلاشبہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ
لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ
عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ
فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ
اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں عقل وفکر رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہل عقل وفکر وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہوئے کہہ اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے کائنات کا یہ نظام بے فائدہ نہیں بنایا ہے۔ آپ کی ذات اس سے پاک ہے آپ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیجیے گا۔ اے پروردگار، بلاشبہ آپ نے جسے جہنم میں داخل کردیا تو اس کو

رسوا کر دیا۔ اور ان ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ تم اپنے پروردگار کو مانو۔ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہم سے ہماری خطاؤں کو دور کر دیجئے۔ اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ فرما دیجئے۔ ہمارے پروردگار ہمیں وہ عطا کیجئے جو آپ نے ہم سے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کیجئے گا۔ بے شک آپ اپنے وعدے کے خلاف کرنے والے نہیں ہیں۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی دعاء قبول کر لی اور کہا کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ عورت ہو کہ مرد تم سب آپس میں ایک دوسرے کی جنس سے ہو۔ پھر جن لوگوں نے میری وجہ سے ہجرت کی وہ گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیفیں پہنچائے گئے۔ وہ لڑے اور مارے گئے تو میں ان کی خطائیں ضرور معاف کر دوں گا۔ اور میں انہیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کے پاس سے ان کو ثواب ملے گا۔ اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

قِیَامٌ	کھڑے ہوئے	کَفِّرْ	اتار دے، دور کر دے
قُعُوْدٌ	بیٹھے ہوئے	مَعَ الْاَبْرَارِ	نیک لوگوں کے ساتھ
جُنُوْبٌ	پہلوؤں (جُنُبٌ کی جمع)	لَاتُخْزِنَا	ہمیں رسوا نہ کر
یَتَفَکَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کرتے ہیں	اِسْتَجَابَ	قبول کیا
مَاخَلَقْتَ	تو نے پیدا نہیں کیا	لَااُضِیْعُ	میں ضائع نہ کروں گا
ھٰذَا بَاطِلٌ	اس کو بے فائدہ	عَامِلٌ	کام کرنے والا
سُبْحٰنَکَ	آپ کی ذات پاک ہے	اُوْذُوْا	ستائے گئے
اَخْزَیْتَ	تو نے رسوا کر دیا	حُسْنُ الثَّوَابِ	بہترین ثواب
مُنَادِیٌ	آواز دینے والا		

تشریح: آیت نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات کی پیدائش میں غور فکر کرنے اور کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے اللہ کا ذکر کرنے والے اہل عقل و دانش ہیں اور جب وہ اس کائنات پر غور کرتے ہیں تو بے ساختہ ان کی زبانوں پر یہ آ جاتا ہے کہ اے پروردگار ہم کسی

چیز کی مصلحت اور حقیقت کو سمجھیں یا نہ سمجھیں آپ نے کسی چیز کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس کائنات میں ساری طاقت وقدرت اے پروردگار آپ ہی کی ہے۔ ہمیں اس دنیا کی بھلائی کے ساتھ آخرت کی کامیابیاں عطا فرمائیے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا لیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے نبی کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں ہم ان کو بہترین ثواب عطا فرماتے ہوئے ان کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کر دیں گے۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ
بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ
لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

اے نبی ﷺ! اللہ کے منکروں کی شہروں میں یہ چلت پھرت اور بھاگ دوڑ آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔

یہ چند دنوں کی بہار ہے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لیکن وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ کی طرف سے ان کی مہمان داری ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے حق میں کہیں بہتر ہے۔

اور بے شک اہل کتاب میں وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ آپ کی طرف اور جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اس پر وہ ایمان لاتے ہیں۔

یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

وہ اللہ کی آیتوں کا ادنیٰ قیمتوں پر سودا نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے لئے اللہ کے پاس اجر ہے۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اے ایمان والو! خود بھی صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاتے رہو، اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ فلاح و کامیابی حاصل کرسکو۔

لغات القرآن ‏ آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

لَا يَغُرَّنَّکَ	تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے	سَرِيْعُ الْحِسَابِ	جلد حساب لینے والا
تَقَلُّبُ	آنا جانا، چلت پھرت	اِصْبِرُوْا	صبر کرو
اَلْبِلَادُ	شہر (بلد کی جمع)	صَابِرُوْا	صبر دلاتے رہے
اَلْمِهَادُ	ٹھکانا	رَابِطُوْا	لگے رہو
نُزُلٌ	مہمان داری	تُفْلِحُوْنَ	تم کامیابی حاصل کروگے

تشریح: آیت نمبر ۱۹۶ تا ۲۰۰

سورۂ آل عمران کو ان آیات پر ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو یہ بتایا ہے کہ کفار

کی دنیاوی ترقی ملکوں میں چلت پھرت، بھاگ دوڑ اور یہ سج دھج کہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے کیونکہ یہ ساری چیزیں وقتی بہاریں ہیں موسم بدلتے ہی ساری خوبصورتیاں اور یہ سج دھج ختم ہو کر رہ جائے گی اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جس کو وہاں کی کامیابی مل گئی وہی شخص کامیاب ہے لیکن اگر ایک شخص دنیا کی ساری دولت بھی سمیٹ لے اور آخرت کی اصل زندگی کے لئے وہ کچھ نہ کرے تو یہ چیزیں اس کی آخرت میں حسرت بن جائیں گی۔ آخر میں فرمایا کہ زندگی میں جو بھی حالات پیش آئیں ان کو نہایت صبر وشکر سے برداشت کیا جائے اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی صبر دلایا جائے اور خوف الٰہی، تقویٰ اور پرہیز گاری کو زندگی کے تمام معاملات کی بنیاد بنالیا جائے تو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں اور کامرانیاں عطا کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت نصیب فرمائے اور آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۴ تا ٦

• لن تنالوا • والمحصنٰت • لایحب اللّٰہ

سورۃ نمبر ۴

النِّسَاء

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النساء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	4
رکوع	24
آیات	176
الفاظ وکلمات	3720
حروف	16667
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ النساء غزوہ احد کے بعد نازل کی گئی جس جنگ میں ستر سے زیادہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ اتنی بڑی تعداد میں گھروں کے سربراہوں کے اٹھ جانے سے عورتوں، بچوں کے مسائل، میراث و جائیداد کی مشکلات پیش آ گئیں۔
اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں عورتوں کے حقوق کے ساتھ اخلاق، معاشرت، معیشت کے بنیادی اصول نازل فرمائے تاکہ ان کے مطابق اسلامی معاشرہ اور خاندانوں کی شیرازہ بندی کی جا سکے۔

سورۃ النساء میں تمام انسانی حقوق خاص طور پر خواتین کے بنیادی حقوق، یتیم بچے، بچیوں، غلام اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض اہم ذمہ داریوں کی وجہ سے مردوں کو ایک درجۂ فضیلت عطا کیا ہے لیکن انسانی حقوق میں مرد اور عورتیں دونوں یکساں اور برابر ہیں۔

چونکہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجۂ فضیلت عطا کیا گیا ہے اس لیے ان کو ایک خاندان کو بنائے رکھنے میں عظیم حوصلے اور برداشت کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔

شریعت نے عورتوں کو ہر طرح کے ظلم و ستم اور زیادتیوں سے بچانے کے لیے اس عرب معاشرہ میں جہاں بیویاں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں تھی اور بے شمار شادیاں کر کے عورتوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح رکھتے تھے حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی بیوی رکھیں کسی شدید ضرورت کے وقت ایک سے زیادہ بھی بیویاں کی جا سکتی ہیں مگر ان کی تعداد چار سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ ایک کے بعد دوسری عورت سے شادی کرنے میں یہ شرط ہے کہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا ہوگا۔ یہ بھی خیال رہے کہ چار تک شادیاں کرنے کی اجازت ہے ہر مسلمان کو حکم نہیں دیا گیا کہ وہ چار شادیاں ضرور کرے ورنہ وہ مسلمان نہیں رہے گا (نعوذ باللہ)

چونکہ مرد خاندانی امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس لیے اس خاندان کو بنائے رکھنے کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی گئی ہے چاہے تو اس گرہ کو باندھے رکھے چاہے تو کھول دے یعنی طلاق دے دے۔ مگر شریعت میں طلاق دینے کو سب سے بری حرکت قرار دیا گیا ہے جس سے نہ صرف عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے بلکہ اللہ کا غصہ بھی نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر طلاق دینا ضروری ہو جائے تو قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقے اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں پوری احتیاط سے طلاق دی جائے۔ کیونکہ طلاق درحقیقت چلائے ہوئے اس تیر کی طرح ہے جو کمان میں واپس نہیں آتا۔ اگر یہ تیر کمان میں واپس آئے گا تو مرد اور عورت کو کافی ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔

شریعت کے احکامات کے مطابق مرد اور عورت میراث میں شریک ہیں۔ عورتوں کو میراث سے محروم کرنا ظلم ہے۔ جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

شریعت نے عورتوں کو ایک خاص حد تک آزادی دی ہے اس پر پابندی لگانے کا کسی کو اختیار نہیں ہے اور عورتوں کو بھی شریعت نے جتنی آزادی عطا کی ہے ان حدود کا خیال رکھنا ہر مومن عورت کی ذمہ داری ہے۔ دنیا میں فیشن اور ترقی کے نام پر کھلی آزادی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے عورتوں پر ظلم کی انتہاء یہ تھی کہ عورتیں بھی شوہر کے مرتے ہی میراث کی طرح تقسیم کی جاتی تھیں۔ دین اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی اور قطعاً ممنوع قرار دیا گیا۔

عربوں میں یہ جاہلانہ رسم جاری تھی کہ وہ اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا گیا کہ یہ کتنی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے کہ کل تک جس کو تم اپنی ماں کہتے رہے ہو باپ کے مرنے کے بعد اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھنے پر کیا تمہیں اس بے حسی پر غیرت نہیں آئے گی۔ اسی لیے شریعت نے سوتیلی ماؤں کو بھی حقیقی ماں کا مقام دے کر ان سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔

قرآن کریم میں بیان کیا گیا کہ نسب اور رضاعت (دودھ پلانے) سے کون کون سی عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ عورتوں پر یہ بھی ظلم اور زیادتی تھی کہ لوگ عورتوں کا مہر ہڑپ کر جاتے تھے۔ اس کے لیے فرمایا کہ مہر درحقیقت عورت کی ملکیت ہے اس کو خوشدلی کے ساتھ ادا کرو اور اس میں خیانت نہ کرو۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو مال کا ڈھیر بھی دیا ہو تو اس کو زبردستی واپس لینا حرام ہے۔ البتہ اگر خلع کی صورت میں مال دے کر عورت اپنی جان چھڑانا چاہے اور طلاق کا مطالبہ کرے تو اس صورت میں عورت سے مال لینا جائز ہے۔

فرمایا کہ صالح عورتیں وہ ہیں جو شوہر کی عدم موجودگی میں شوہر کی عزت و آبرو، گھربار اور مال و دولت کی حفاظت کرتی ہیں اور ذمہ داریوں کو نبھاتی ہیں۔ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت، فرمانبرداری اور اللہ کا خوف رکھنا سب سے بہتر احسن اور کامیابی کا راستہ ہے۔

باہمی رضامندی کے بغیر لین دین جائز نہیں ہے اور ناجائز طریقے پر مال کی لوٹ کھسوٹ کو حرام قرار دیا گیا ہے

کسی مومن کو ناحق قتل کرنا اور جان بوجھ کر کسی انسان یا جان دار کی جان لینا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور دنیا سے ظلم و ستم کی حکمرانی کو مٹانے کے لیے جہاد کی ترغیب اور تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی طرح کا بھی شرک کرنا ایک ایسا ظلم ہے جب تک اس سے توبہ نہ کرلے اس وقت تک اس کی معافی نہیں ہے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط عقیدوں اور رسموں کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور اہل ایمان کو غلط اور بری رسموں سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

مومنوں سے فرمایا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنے عقیدے کو درست رکھیں۔

نماز ایک اہم ترین عبادت اور اسلام کی بنیاد ہے نماز کے وقت اللہ کا خوف دامن گیر رہنا چاہیے کیونکہ جو لوگ اللہ کے خوف اور نیکیوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں ان ہی کے قدم چومتی ہیں۔

سُوْرَةُ النِّسَاءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا
وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ: آیت نمبر ۱

اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کا آپس میں واسطہ دے کر (تم اپنا حق) مانگا کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو۔ کیونکہ اللہ تمہارے اوپر نگہبان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اے لوگو!
نَفْسٌ وَّاحِدَةٌ	ایک جان
زَوْجٌ	بیوی
بَثَّ	اس نے پھیلایا
رِجَالٌ	مرد (رَجُلٌ کی جمع ہے)
كَثِيْرٌ	بہت سے

نِسَاءٌ	عورتیں
تَسَآءَ لُوْنَ	تم آپس میں سوال کرتے ہو
اَلْاَرْحَامُ	رشتہ داریاں
رَقِیْبٌ	نگہبان، نگراں

تشریح: آیت نمبر ۱

سورۂ نساء کی پہلی آیت ان تمام مسائل اور مضامین کی تمہید ہے جو آنے والی آیات میں بیان کئے گئے ہیں تمام انسانی حقوق کی بنیاد تقویٰ یعنی اللہ کے خوف پر رکھی گئی ہے کیونکہ اللہ کا خوف ہی ایک انسانی معاشرہ کو صحیح خطوط پر چلا سکتا ہے۔ مثلاً بہت سے وہ حقوق ہیں جو حکومت اور قانون کی گرفت میں آسکتے ہیں۔ آجر و مزدور، معاہدات اور لین دین کے بہت سے معاملات اگر ان میں کوئی گڑ بڑ کرتا ہے تو قانون کی طاقت سے اس کے حقوق دلوائے جاسکتے ہیں۔ لیکن، والدین، اولاد، رشتہ دار، یتیم بچے اور بچیاں ضرورت منداور دوسرے رشتے داروں کے درمیان الفت ومحبت۔ دنیا کی کوئی حکومت یا قانون قوت کے زور سے ایک کے حقوق دوسرے سے دلوا نہیں سکتے۔ یہ الفت ومحبت تو صرف اللہ کے خوف، باہمی محبت، ہمدردی اور رواداری اور خیر خواہی کے جذبے ہی سے پروان چڑھ سکتی ہے۔ چونکہ سورۂ نساء میں حقوق انسانی کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں اس لئے تمہیدی طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے کیونکہ تمام انسانوں کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا گیا ہے۔ بنیادی طور سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ تم دن رات جس اللہ کا واسطہ دے کر اپنے ہزاروں کام نکالتے ہو اور وہ رشتے دار جن سے تم آڑے وقت میں بہتر سلوک کی توقع رکھتے ہو ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ صلہ رحمی کرو کیونکہ اگر تم صلہ رحمی نہیں کرو گے اور رشتوں کی نزاکتوں کا خیال نہیں رکھو گے تو اللہ تمہارے ایک ایک عمل کا نگراں اور نگہبان ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے ان پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ
وَلَا تَتَبَدَّ لُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْ کُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ
اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ ط اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲

اور یتیموں کو ان کا مال دے دو۔ اور برے مال سے اچھے مال کو نہ بدل ڈالو۔ اور ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھا جاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲

اٰتُوْا	تم دو
لَاتَتَبَدَّلُوْا	تم تبدیل نہ کرو
اَلْخَبِیْثُ بِالطَّیِّبِ	گندگی کو پاکیزگی سے
حُوْبٌ	لفظ حوب حبشی زبان کا ہے جس کے معنی ہیں بڑا گناہ عربی میں یہ لفظ اسی معنی کے لیے بولا جاتا ہے
کَبِیْرًا	بڑا

تشریح: آیت نمبر ۲

ابھی کہا گیا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اس سے امیدیں لگاؤ۔ اس سے ڈرو۔ اور اس کا حکم مانو۔ پہلا حکم یتیموں کے متعلق ہے۔

ہر قوم میں اور ہر زمانے میں یتیم ہوتے ہیں۔ جو قوم یتیموں کا حق مار دیتی ہے وہ اپنے ایک اہم حصہ کو ضائع کر دیتی ہے۔ ممکن ہے یتیموں میں یا ان کی اولادوں میں عظیم ہستیاں ہوں۔ وہ قوم ان عظیم ہستیوں سے محروم رہ جائے۔ پھر یتیم ہر خاندان میں اور ہر طبقے میں ہوتے ہیں۔

اگر یتیموں کو تلف کیا گیا تو آہستہ آہستہ ساری قوم تلف ہو سکتی ہے۔ پھر کیا ٹھکانا ہے کہ آج جو لوگ یتیموں کا حق مار رہے ہیں وہ کل خود یتیم اولاد نہ چھوڑ جائیں۔

اگر اپنی قوم کو عظیم بنانا ہے یا کم از کم بچانا ہے تو یتیموں کی خدمت اور حفاظت مقدم ہے۔ جیسا کہ یہ آیت مظہر ہے اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) یتیموں کا مال یتیموں پر صرف کیا جائے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال شریعت کے مطابق ان کے حوالے کر دیا جائے۔

(۲) ان کے اچھے مال کو اپنے برے مال سے نہ بدلا جائے اور
(۳) ان کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھایا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ حساب کتاب الگ الگ اور صاف صاف رکھا جائے۔ اس اصول سے غبن، خورد برد، غفلت، تصرف وغیرہ کے چور دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ
النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

ترجمہ: آیت نمبر ۳

اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر عورتیں جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔ دو دو سے تین تین سے یا چار چار سے پھر اگر ایک سے زائد بیویوں میں تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کرو یا ان (باندیوں) کو زوجیت میں لاؤ جو تمہاری ملکیت میں آئی ہیں کیونکہ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ عمدہ بات ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳

اِنْ خِفْتُمْ	اگر تمہیں ڈر ہو
اَلَّا تُقْسِطُوْا	یہ کہ تم انصاف نہ کر سکو گے
طَابَ	پسند ہو
مَثْنٰی	دو دو
ثُلٰثَ	تین تین

رُبٰعَ	چار چار
وَاحِدَةٌ	ایک
مَلَكَتْ	مالک ہو
اَيْمَانٌ	داہنے ہاتھ
اَدْنٰى	قریب ہے
اَلَّا تَعُوْلُوْا	یہ کہ تم بے انصافی نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۳

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ ایک شخص دس دس بیویاں کرلیا کرتا تھا۔ جب شادیوں کی کثرت سے اخراجات بڑھ جاتے تو مجبور ہو کر اپنی یتیم بھتیجیوں، بھانجیوں اور دوسرے بے بس عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لئے چار بیویاں رکھنے کی حد مقرر کر دی لیکن اس میں بھی عدل و انصاف کی شرط رکھ دی ہے۔ اگر ایک شخص عدل و انصاف نہ کرسکتا ہو تو پھر اسے ایک ہی شادی کرنا چاہیے۔

دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ دور جاہلیت میں بھی لوگ یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے کو برا سمجھتے تھے لیکن عورتوں کے معاملے میں ان کے ذہن عدل و انصاف کے تصور سے خالی تھے۔ جتنی چاہتے تھے شادیاں کر لیتے تھے اور پھر ان پر طرح طرح سے ظلم و ستم کیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو عورتوں کے ساتھ بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔ اول تو چار سے زیادہ نکاح ہی نہ کرو اور چار کی حد میں بھی اتنی بیویاں رکھو جن کے ساتھ تم انصاف کرسکتے ہو۔

قرآن وسنت کی روشنی میں علماء امت کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ چار سے زیادہ بیویاں کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور اسلامی تاریخ میں اس کی مثالیں مل سکتی ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اس کی پابندی کی ہے۔ اس آیت میں کسی مسلمان کو اس بات پر مجبور نہیں کیا گیا کہ وہ چار چار شادیاں ضرور کرے بلکہ ایک سے زیادہ نکاح کرنے پر عدل و انصاف کی پابندی لگا کر اس بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ عام حالات میں ایک ہی عورت سے نکاح کرے لیکن بعض حالات میں یہ ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بن جاتی ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس سکتے ہیں جس کے نقصانات بے انتہا ہیں۔ ایک مسلمان کو اللہ نے اس کی اجازت دے کر گناہوں سے بچایا ہے۔ قرآن کریم نے ایک

مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے اس کے اس حق پر دنیا کے کسی قانون کو پابندی لگانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ قرآن کے احکامات کے خلاف کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے تو اس وقت بعض صحابہ کرام کے گھر میں چار سے بھی زیادہ بیویاں تھیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس حکم کے آتے ہی چار سے زیادہ جتنی بھی بیویاں تھیں ان کو طلاق دے دی تاکہ وہ عدت گذار کر شریعت کے مطابق جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔

جب یہ حکم آیا تو اس وقت نبی کریم ﷺ کے گھر میں بھی چار سے زیادہ امہات المومنین موجود تھیں مگر آپ نے طلاق نہیں دی کیونکہ آپ اس حکم سے اس لئے مستثنیٰ تھے کہ یہ ان خواتین کے ساتھ شدید بے انصافی ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر زوجہ محترمہ امت کی ماں ہیں اگر آپ ﷺ طلاق دے دیتے تو ان سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہ ہوتی کیونکہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس لئے امت کے تمام افراد کو جن کے گھر میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں ان کو طلاق دے دینے کا حکم تھا کیونکہ وہ طلاق کی عدت گذارنے کے بعد کسی سے بھی نکاح کرنے میں آزاد تھیں جب کہ ازواج مطہرات جن کو ایک دفعہ "ماں" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا اگر ان کو فارغ کر دیا جاتا تو ان کے ساتھ شدید بے انصافی ہوتی۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۴

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی خوشی سے تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو تم اس کو شوق سے کھا سکتے ہو

لغات القرآن آیت نمبر ۴

صَدُقٰتٌ	(صَدُقَةٌ) مہر
نِحْلَةٌ	خوشی سے، خوش دلی سے
طِبْنَ	(مونث) خوشی سے، مرضی سے کام کریں
هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا	ہنسی خوشی

تشریح: آیت نمبر۴

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کئے جاتے تھے۔ان کے کسی حق کی ادائیگی کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے عورت کو معاشرہ میں عزت کا مقام عطا کیا اور وہ تمام راستے بند کر دیئے جن سے عورت پر ظلم وستم کیا جاسکتا تھا۔

مہر جو سراسر ایک عورت کا حق ہے اس کو کھا جانے کے بھی بہت سے طریقے اختیار کر رکھے تھے۔مثلاً شادی کے وقت لڑکی کا مہر اس کے سرپرست وصول کر لیا کرتے تھے، دوسرا ظلم یہ تھا کہ اگر کبھی کسی عورت کو مہر دینا ہی پڑ گیا تو اوپرے دل سے عورت کو نادان اور بے وقوف سمجھ کر دے دیا کرتے تھے۔

تیسرا ظلم یہ تھا کہ بہت سے شوہر یہ سمجھ کر کہ ان کی بیوی مجبور ہے مخالفت کر نہیں سکتی دباؤ ڈال کر اس سے معاف کرا لیا کرتے تھے۔ یہ اور اسی طرح کے ظلم وزیادتی کر کے عورتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا جاتا تھا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح الفاظ میں فرما دیا کہ لڑکی کا مہر خواہ اس کے سرپرست لے لیں یا شوہر کے پاس ہو اس لڑکی کو اس کی ادائیگی کرنا لازمی ہے۔ہاں ایک لڑکی خود ہی اپنا مہر دل کی خوشی اور رضا سے معاف کر دے تو دوسری بات ہے۔لیکن اگر ذرا بھی اس پر کوئی دباؤ ڈالا جائے گا یا اس کا مہر ہضم کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ بات ایک مسلمان کے لئے جائز اور مناسب نہیں ہوگی۔

وَلَا تُؤْتُوا
السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ
فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾
وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ
اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا
فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۶

اور تم اپنے ان مالوں کو جو تمہارے لئے قیام زندگی کا ذریعہ ہیں بے عقلوں کو نہ پکڑا دو۔ البتہ ان مالوں میں سے ان کو کھلاؤ، پہناؤ اور ان سے قول معروف (یعنی قاعدے کی بات) کرو۔ اور یتیموں کو اس وقت تک آزماتے رہو جب تک وہ نکاح کی عمر کو نہ پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان میں ہوشیاری اور سمجھ داری کی صلاحیت پاؤ تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور یتیموں کا مال اس خوف سے زیادتی کر کے جلدی جلدی نہ اڑا جاؤ کہ بڑے ہو کر مطالبہ کریں گے۔ (ان سرپرستوں میں سے) جو شخص خود مال دار ہو تو اسے یتیم کے مال سے بچنا چاہئے اور جو شخص حاجت مند ہو وہ (اپنے ضروری اخراجات کے لئے) قاعدے طریقے سے لے سکتا ہے اور جب یتیموں کا مال ان کے سپرد کرو تو اس پر گواہ بھی کر لیا کرو۔ ویسے حساب لینے کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ یا ۶

لَاتُؤْتُوْا	تم نہ دو
اَلسُّفَهَاءُ	نادان، ناسمجھ
قِيٰمٌ	سہارا، سرمایہ زندگی
اُكْسُوْا	پہناؤ
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ	اچھی بات، معقول بات
اِبْتَلُوْا	آزماؤ
اَلْيَتٰمٰى	یتیم، بے باپ کے بچے
حَتّٰى بَلَغُوْا	جب تک وہ پہنچ نہ جائیں
اٰنَسْتُم	تم نے محسوس کیا، اندازہ کرلیا
رُشْدٌ	سمجھ داری، ہوشیاری
اِدْفَعُوْا	دے دو، حوالے کردو

اِسۡرَافٌ	زیادتی، اڑالینا
اَنۡ یَّکۡبَرُوۡا	یہ کہ وہ بڑے ہو جائیں
غَنِیٌّ	خوش حال، آسودہ
فَلۡیَسۡتَعۡفِفۡ	پھر بچنا چاہیے
اِشۡهَدُوۡا	گواہ بنالو
حَسِیۡبٌ	حساب لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۶

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اپنا پورا مال کم عقل بچوں اور عورتوں کے حوالے اس طرح نہ کرو کہ خود ان کے محتاج بن کر بیٹھ جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوام اور منتظم بنایا ہے فرمایا تم مال کو خود اپنی حفاظت میں رکھ کر ضرورت کے مطابق ان کو کھلاؤ پہناؤ اور ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے رہو اور اگر ناسمجھ یتیم بچے اس مال کو اپنے قبضے میں لینے کا مطالبہ کریں تو ان کو معقول طریقے سے سمجھا دو جس میں ان کی دل شکنی بھی نہ ہو اور مال بھی ضائع نہ ہونے پائے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ ایسے یتیم بچے جن کے مال کے تم نگراں ہو ان کو ایسے ہی مال نہ دے دو بلکہ آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ ان کو آزماتے رہو کہ وہ اس قابل بھی ہیں کہ اگر مال و دولت ان کے سپرد کر دیا جائے گا تو وہ اس کو ضائع نہ کریں گے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے چھوٹے چھوٹے معمولی خرید و فروخت کے معاملات سپرد کر کے دیکھو۔ ان کی صلاحیتوں کا امتحان کرتے رہو۔ یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں تو اب خاص طور سے اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے معاملات میں سمجھ دار ہو گئے ہیں یا نہیں۔ جب تم ان میں ہوشیاری محسوس کر لو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔ اس کی احتیاط ہونی چاہئے کہ جب مال ان بچوں کے حوالے کیا جائے تو کچھ لوگوں کو گواہ بھی بنالیا جائے تاکہ آئندہ کسی موقع پر کوئی نیا فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کے تمام اعمال اور افعال و کردار سے آگاہ ہے۔ ایک آدمی دنیا کی نگاہوں میں دھول جھونک سکتا ہے لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتا اس لئے ممکن ہے ایک شخص کچھ لوگوں کے سامنے حساب کتاب پیش کر کے سرخ رو ہو جائے لیکن اصل حساب کتاب وہ ہے جب قیامت کے دن تمام انسانوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

ان آیات میں یتیم بچوں کے سرپرستوں کے لئے چند خاص ہدایات دی گئی ہیں۔ فرمایا گیا ہے کہ (۱) امانت میں خیانت نہ کی جائے (۲) یتیم کے مال کو فضول نہ اڑایا جائے (۳) اور اس خوف سے جلدی جلدی خرچ نہ کر دیا جائے کہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا حق طلب کریں گے۔ (۴) اگر ایک سرپرست اپنا خرچ آپ برداشت کر سکتا ہے تو یتیم کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، لیکن اگر

ضرورت مند ہے تو بقدر حاجت لے سکتا ہے۔ حضرت عثمان غنی خلیفہ ثالث اسی آیت کے تحت حکومت کے خزانے سے کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ دوسرے خلفاء راشدین بھی بس اتنی ہی رقم لیتے تھے جس سے ان کا گذارہ ہو جائے۔ اس جگہ ایک بات کا اور لحاظ رکھا جائے کہ ان آیات میں نابالغ بچوں کے لئے فرمایا جارہا ہے پوری ملت اور اس کے ہر فرد کے لئے نہیں فرمایا گیا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کو دلیل بنا کر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ مال و دولت بہت اہم ہے اس کو نادان اور ان پڑھ قوم کے لئے کھلا نہیں چھوڑا جاسکتا لہٰذا اگر ساری قوم کا مال و دولت حکومت لے کر سب کو روٹی کپڑا امکان انصاف کے ساتھ دے تو یہ بہتر ہے اور دلیل میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں میں ایسے نادانوں سے یہی کہوں گا کہ کمیونسٹ نظریات کو (جو نظام تقریباً فیل ہو چکا ہے) اس کو اپنانے کے لئے خواہ مخواہ کی تاویلیں کر کے قرآن کریم کے ابدی اصولوں کو وقتی نظریات کی بھینٹ چڑھانا جائز نہیں ہے۔ اور ہمیں ان نظریات سے مرعوب ہو کر قرآن و سنت کو اس رنگ میں ڈھالنا کائنات کی سب سے بڑی بے وقوفی ہے۔ اس آیت میں نابالغ نادان بچوں کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ بالغ ہونے کے بعد فوراً ہی مال ان کے حوالے نہ کیا جائے جب ان میں معاملہ فہمی پیدا ہو جائے تو پھر حق دار کو اس کا حق دے دیا جائے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ
نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ۝٧ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ
لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا
عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٩
اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اس ترکہ میں جو والدین نے یا دوسرے رشتہ داروں نے چھوڑا ہے مرد بھی حصہ دار ہیں۔ اورعورتیں بھی اس ترکہ میں حصہ دار ہیں جو والدین نے یا دیگر اقربا نے چھوڑا ہے۔خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ یہ حصے (اللہ کی طرف سے) مقرر ہیں۔

اور جب تقسیم کے موقع پر قرابت دار اور یتیم لڑکے لڑکیاں اور حاجت مند آ جائیں تو انہیں بھی اس (چھوڑے ہوئے مال میں سے) کچھ دے دو اور ان کے ساتھ اچھی گفتگو کرو۔ اور اس بات کا تصور کر کے بھی ڈرنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں کمزور بچے چھوڑ جائیں تو انہیں کیسی کیسی فکریں لاحق ہوں گی۔ پس انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ٹھیک اور درست بات کہنی چاہیے بلا شبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کر کے کھا جاتے ہیں تو سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ بہت جلد بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

نَصِيْبٌ حصہ

تَرَكَ چھوڑا

قَلَّ تھوڑا ہو

كَثُرَ زیادہ

نَصِيْبٌ مَّفْرُوْضٌ حصہ مقرر ہے

اَلْقِسْمَةُ تقسیم

وَلْيَخْشَ اور ڈرنا چاہیے

ضِعٰفٌ کمزور، ناتواں

سَيَصْلَوْنَ جلد ہی وہ ڈالے جائیں گے

سَعِيْرٌ بھڑکتی آگ

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے عرب میں ایسے ظالمانہ طریقوں کا رواج تھا جس سے عورتوں پر طرح طرح کے ظلم وستم ہوا کرتے تھے ان ہی میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ عورتوں کو ترکہ نہیں دیا جاتا تھا قرآن کریم نے اس ظالمانہ رواج کو توڑا اور عورتوں کو بھی اسی طرح حصہ دلایا جس طرح مردوں کو۔ عرب میں کم مال تقسیم نہیں ہوتا تھا۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ مال و دولت، جائیداد وغیرہ کم ہو یا زیادہ بہر حال میراث تقسیم ہوگی۔ اور یہ بھی کہا کہ میراث کے حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔ ان میں کمی بیشی کا اختیار کسی کو نہیں دیا گیا۔ تقسیم میراث کے موقع پر چند لوگ بھی آس لگا کے آجاتے ہیں جن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ ان میں دور دراز کے رشتہ دار، یتیم اور بیوائیں اور دوسرے حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔ وہ ورثا جو موقع پر موجود ہیں ان سے اخلاق کا تقاضا ہے کہ کچھ دے دلا کر ایسے لوگوں کی دلداری کریں اور نرم گفتگو کے ذریعہ ان کا دل ہاتھ میں لیں۔ مگر ایسے لوگوں کو اس مال میں سے دینا جائز نہیں جو یتیموں کا حصہ ہے یا غائب ورثا کا حصہ ہے۔ صرف حاضر اور بالغ ورثا اپنے اپنے مال میں سے دے سکتے ہیں۔ اس طرح شریعت انہیں بھی نہیں بھولی جن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

حصہ پانے والوں، پانے والیوں اور تقسیم میراث کے وقت حاضر افراد کو لازم ہے کہ کوئی غلط مطالبہ یا غلط گفتگو نہ کریں اور لالچ، ظلم اور دھوکے سے دور رہیں۔ دل میں ہر وقت اللہ کا خوف ہو۔ زبان پر نرم بلکہ شیریں الفاظ ہوں۔ ذرا دل میں غور کریں اگر وہ نابالغ بے بس یتیم بچوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کر مر رہے ہوں تو وہ دوسروں سے کیسی کیسی امیدیں اور اندیشے رکھتے ہوں گے۔ جیسا وہ دوسروں کو دیکھنا چاہتے ہیں ویسا خود بھی کر کے دکھائیں۔

آخر میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقے سے کھاجاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھر رہے ہوتے ہیں۔ وہ ضرور جہنم میں جائیں گے۔ قیامت کے دن وہ اس حال میں پیش ہوں گے کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں منہ ناک کانوں اور آنکھوں کو جھلس رہی ہوں گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”میں تمہیں خاص طور پر دو طرح کے کمزوروں کے مال سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔ عورت اور یتیموں کے مال سے

یہ جو آیت نمبر سات میں لفظ ”اقربون“ ہے اس سے تین اصول مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) تقسیم میراث رشتہ داری کی نبیاد پر ہے۔ جو رشتہ دار جتنا نزدیکی ہوگا اس کا حق اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

(۲) اقربون میں مرد عورت دونوں شامل ہیں۔

(۳) میراث کی تقسیم میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کون کتنا ضرورت مند ہے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کون رشتہ میں کتنا قریب ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ
كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً
فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ
كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ
فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ
بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو انہیں ترکہ کا دو تہائی حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اسے ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔ اور اگر مرنے والا صاحب اولاد ہو تو اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور اگر مرنے والا صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تب ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر مرنے والے کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حق دار ہوگی۔ یہ حصے اس وقت نکالے جائیں گے جبکہ مرنے والے کی وصیت پوری کر دی گئی ہو اور اس پر جو قرض تھا وہ ادا کر دیا گیا ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور تمہاری اولاد میں سے کون تمہیں زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ بلاشبہ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱

يُوْصِيْ	وہ حکم دیتا ہے۔ نصیحت کرتا ہے
ذَكَرٌ	لڑکا، مرد
حَظٌّ	حصہ
اَلْاُنْثَيَيْنِ	دولڑکیاں، دوعورتیں
ثُلُثَا	دوثلث (دوتہائی)
اَلنِّصْفُ	آدھا
اَبَوَيْهِ	اس کے ماں باپ (ابوین۔ ہ)
اَلسُّدُسُ	چھٹا حصہ
اِخْوَةٌ	بھائی (اَخٌ)
دَيْنٌ	قرض
لَاتَدْرُوْنَ	تم نہیں جانتے
اَيُّهُمْ	ان میں سے کون
اَقْرَبُ	زیادہ قریب ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۱

سورۃ النساء کی آیت ۱۱ میں اللہ نے وراثت کے سلسلے میں چند اہم اصول ارشاد فرمائے ہیں!

(۱) ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے حصہ کے برابر ہے۔

(۲) اگر میت نے بیٹا نہ چھوڑا۔ صرف بیٹیاں چھوڑی ہوں دو یا زیادہ۔ تو دوتہائی (۲/۳) مال ان سب بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔ (برابر، برابر)

(۳) اگر ایک ہی بیٹی چھوڑی ہے اور کوئی بیٹا نہیں چھوڑا تو بیٹی کو کل ترکہ میں سے نصف (۱/۲) حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت نے اولاد چھوڑی ہے تو اس کے باپ کو کل مال میں سے چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا نیز بعض صورتوں میں

دوسرے وارثوں کے حصے مل جانے کے بعد کچھ بچا ہوا پھر والد کو مل جاتا ہے جو اس کے لئے مقررہ چھٹے حصے کے علاوہ ہے۔

(۵) اگر میت نے اولاد نہیں چھوڑی اور صرف ماں باپ وارث ہیں تو کل مال میں سے ماں کا حصہ ایک تہائی ہے (۱/۳)۔ (باپ کا حصہ دو تہائی ۲/۳)

(یہ اس صورت میں ہے کہ مرنے والے نے نہ اولاد چھوڑی نہ بیوی نہ شوہر نہ بھائی نہ بہن) لیکن اگر شوہر یا بیوی موجود ہے تو پہلے اس کا حصہ الگ کیا جائے گا۔ بقیہ میں ایک تہائی ۱/۳ ماں کو اور دو تہائی ۲/۳ باپ کو ملے گا ماں کو بقیہ مال کی ایک تہائی صرف دو صورتوں میں ملے گی پہلی صورت وارثوں میں صرف شوہر اور والدین ہوں۔ دوسری صورت وارثوں میں صرف بیوی اور والدین ہوں۔

لیکن اگر میت کی اولاد نہ ہو البتہ بھائی بہنوں میں سے کم از کم دو یا اس سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں بھی ماں کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا (۱/۶) اور اگر کوئی وارث نہیں تو بقیہ ۵/۶ حصہ باپ کو مل جائے گا۔ بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ باپ رشتہ میں زیادہ قریب ہے۔

(۶) اگر میت نے بھائی بہن چھوڑے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ (۱/۶) ملے گا۔

(۷) یہ حصے اس وقت نکالے جائیں گے جب میت نے جو وصیت کی وہ ایک تہائی مال سے پوری کر دی جائے اور جو قرض چھوڑا ہو وہ ادا کر دیا جائے۔

(۸) کسی کو کیا خبر کہ آگے چل کر اسے باپ سے زیادہ فائدہ پہنچے گا یا بیٹے سے۔ (اس لئے اسے اپنی پسند اور ناپسند کو بیچ میں نہیں ڈالنا چاہئے)

(۹) یہ سارے حصے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور وہی ایک ذات ہے جس کے پاس علم بھی ہے اور حکمت بھی۔

اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال میں سے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے۔ جس میں نہ کنجوسی ہو نہ فضول خرچی۔ اس کے بعد دوسرا حق قرض داروں کا ہے۔ اگر قرضے ادا کرنے کے بعد میراث بچی تو پھر تیسرا حق وصیت کا ہے۔ اور کسی کو اجازت نہیں ہے کہ اپنے کل مال میں سے ایک تہائی (۱/۳) سے زیادہ کی وصیت کرے اور کسی جائز حقدار کا حق مارے۔ اگر ۱/۳ سے زیادہ کی وصیت کی جائے تو صرف ۱/۳ کی حد تک تسلیم کی جائے گی۔ لیکن اگر تمام وارثوں کو ۱/۳ سے زیادہ وصیت پر اعتراض نہ ہو تو وصیت پر اسی طرح عمل کیا جائے گا۔

ان تین حقوق کی ادائیگی کے بعد ہی میراث کی تقسیم ہوگی۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ
اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ
كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ
وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ
مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ
اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲

اور تمہارے لئے تمہاری ان بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے آدھا حصہ ہے جن کے کوئی اولاد نہ ہو۔ لیکن اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے لئے اس مال میں سے چوتھائی حصہ ہے جب کہ اس وصیت کو پورا کر دیا جائے جو انہوں نے کی ہے اور قرض ادا کر دیا گیا ہو۔ (اسی طرح) تم جو مال وغیرہ چھوڑ کر جاؤ گے اس میں سے ان عورتوں کے لئے چوتھائی ہے اگر وہ صاحب اولاد نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ صاحب اولاد ہوں تو ان عورتوں کے لئے تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ کی گئی وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کی میراث ہو۔ اور وہ باپ، بیٹا کچھ بھی نہ رکھتا ہو یا ایسی ہی کوئی عورت ہو اور اس میت کے ایک بھائی ایک بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ کی گئی وصینت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۲

اَلرُّبُعُ	چوتھائی
اَلثُّمُنُ	آٹھواں حصہ
اُخْتٌ	بہن
غَيْرَمُضَآرٍّ	نقصان نہ پہنچائے

تشریح: آیت نمبر۱۲

(۱) ''اولاد چھوڑنے میں'' سوتیلی اولاد شامل ہے۔ خواہ بیوی کے پہلے شوہر یا شوہروں سے یا میاں کی پہلی بیوی یا بیویوں سے ہو۔

(۲) اگر شوہر چند بیویاں چھوڑ کر مرجائے تو ایک چوتھائی ترکہ ساری بیویوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے اگر اولاد نہ چھوڑے۔

(۳) اگر شوہر اولاد بھی چھوڑتا ہے اور چند بیویاں بھی (خواہ وہ اولاد یا اولادیں کسی ایک بیوی یا مختلف بیویوں سے ہوں) تو بیویوں کے درمیان کل ترکہ میں سے صرف آٹھواں حصہ ۸/ ابرابر تقسیم ہوگا۔

(۴) یہاں آیت کریمہ میں اگرچہ ایک خاص حکمت کے تحت وصیت کو قرض پر مقدم کیا گیا ہے لیکن حکم کے اعتبار سے امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ یعنی سب سے پہلے میت کے ترکہ میں سے قرض ادا کیا جائے گا پھر ایک تہائی مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔

(۵) مہر قرض ہے۔ دیگر قرضوں کے ساتھ فوقیت ''دین مہر'' کو بھی دی جائے گی۔ اس کے بعد اگر ترکہ بچے گا تو تقسیم ہوگا۔ ایک بیوی (بیوہ) دین مہر بھی پائے گی اور اپنے حصہ کا ترکہ بھی۔

(۱) اگر میت (مرد ہو یا عورت) نہ تو اولاد چھوڑتا ہے، نہ اولاد کی اولاد چھوڑتا ہے، نہ زندہ ماں باپ یا دادا مگر ایک بھائی یا ایک بہن چھوڑتا ہے (ماں شریک) تو اس ایک بھائی یا ایک بہن کو چھٹا حصہ ۶/ ا ملے گا۔

(۲) اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے یعنی تعداد دو ہے تو ہر ایک کو چھٹا حصہ یعنی ۶/ ا حصہ ملے گا۔

(۳) اگر بھائی اور بہن کی تعداد دو سے زیادہ ہے تو ایک تہائی ۳/ ا میں سے برابر کے شریک ہوں گے۔

(۴) حسب معمول پہلا حق قرضے کا اور پھر وصیت کا ہے۔

(۵) کوئی ایسی وصیت نہیں مانی جائے گی جس میں کسی جائز حق دار کا حق کل یا جزو مارا گیا ہو۔

(۶) یہ تقسیم میراث کا حکم اللہ کا تاکیدی حکم ہے۔ وہ اللہ جو علم والا بھی ہے اور حلم والا بھی۔

(۷) اوپر کی آیات میں ماں شریک بھائی بہن کا ذکر آیا ہے۔ باپ شریک اور حقیقی بھائی بہنوں کا ذکر سورۃ النساء کی آخری آیت میں آیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ وصیت کا لفظ دین (قرضہ) سے پہلے آیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے وصیت کو دین (قرض) کے بعد درجہ دیا ہے۔ (ترمذی)

وہ وصیت نہیں مانی جائے گی جس میں کسی جائز حق دار کا حق مارنے کی نیت ہو۔ عرب میں جائز حق داروں کو محروم کرنے کے لئے بہت سی ترکیبیں کی جاتی تھیں جن سے اسلام نے روک دیا ہے تاکہ ہر ایک حق دار کو اس کا جائز حق مل جائے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

اللہ ہی نے یہ حدیں قائم کی ہیں۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ ایسی جنتوں میں داخل ہو گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور یہ اس کے لئے عظیم کامیابی ہے۔

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اس کی مقرر کردہ حدوں کو پھلانگ گیا وہ ایسی آگ میں داخل ہو گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ تڑپتا رہے گا۔ اور اس کے لئے یہ بڑی ذلت کا عذاب ہو گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

حُدُوْدُاللّٰهِ	اللہ کی حدیں ہیں
اَلْفَوْزُالْعَظِيْمُ	بڑی کامیابی
يَعْصِ	نافرمانی کرتا ہے
يَتَعَدَّ	وہ حد سے بڑھتا ہے
مُهِيْنٌ	ذلت، (ذلت والا عذاب)

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

یہ حصے اس نے مقرر کئے ہیں جس کے پاس علم بھی ہے اور حکمت بھی۔ اس کی مصلحتوں اور دانش کو کون پہنچ سکتا ہے۔ اگر ان حدود کی پرواہ نہ کی جائے تو پھر یہ جنگل کی انارکی اور لاقانونیت ہوگی۔ کسب مال، صرف مال، اقتصادیات، معاشرت، کنبہ واری، حقوق، عزت اور الفت سب تہہ و بالا ہو جائیں گے۔

اس لئے ان آیات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو عظیم انعامات کا یقین دلایا ہے اور بغاوت کرنے والوں کے لئے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

کسی مذہب نے وراثت کے اصول اور حدیں مقرر نہیں کی ہیں۔ اگر کوئی قاعدہ یا قانون ہے تو وہ انسانوں کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں نہ علم ہے نہ حکمت ہے۔

قرآن نے جو اصول وراثت پیش کئے ہیں ان کی وضاحت میں حضور ﷺ کی احادیث نے بھی بہت کچھ اصول پیش کئے ہیں۔ مثلاً

(۱) مورث اور وارث دونوں مسلم ہوں۔ مسلم کا ترکہ کافر کو یا کافر کا ترکہ مسلم کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر مورث مرتد ہو گیا تھا تو حالت اسلام میں جو کچھ مال اس کے پاس تھا اس کا ترکہ مسلم وارثوں کو ملے گا۔ حالت ارتداد میں جو کچھ اس نے کمایا وہ بیت المال میں جمع ہو جائے گا۔

(۴) لیکن اگر عورت مرتد ہو گئی تھی تو اس کا کل مال، خواہ اس کا تعلق زمانہ اسلام سے ہو یا زمانہ ارتداد سے، اس کے مسلم وارثوں کو ملے گا۔

(۵) مرتد مرد یا عورت، اسے کسی مسلم کی میراث نہیں ملے گی۔

(۶) قاتل کومقتول کی میراث میں سے کوئی حصہ نہ ملے گا۔ بشرطیکہ قتل ایسا ہو جس پر شرعاً قصاص یا کفارہ لازم ہے۔ حضور ﷺ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔ البتہ جس قتل میں شرعاً قصاص یا کفارہ لازم نہیں اس میں وراثت ملتی ہے۔

(۷) اگر بیوہ حاملہ ہے تو وہ بچہ بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوا وارثوں میں شریک ہے۔ چونکہ یہ معلوم نہیں وہ بچہ لڑکا ہے یا لڑکی اسی لئے وضع حمل سے پہلے جائیداد کی تقسیم نہیں ہوگی لیکن اگر جائیداد کی فوری تقسیم ضروری ہے تو موجودہ ورثا سے پختہ عہد کے ساتھ ضمانت بھی لی جائے کہ حمل سے اگر ایک سے زیادہ بچے پیدا ہو گئے تو ان کے استحقاق کے مطابق واپس کردیں گے پھر ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا حصہ موقوف چھوڑا جائے یا لڑکا یا لڑکی میں سے جس صورت میں زیادہ ملتا ہو وہی فرض کر کے محفوظ کرلیا جائے۔ پھر ولادت ہونے پر ہر ایک کے استحقاق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

(۸) اگر کسی نے مرض الوفات میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے اسی بیماری میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو بیوی کو میراث کا مقررہ حصہ ملے گا۔ خواہ طلاق طلاق بائن رجعی یا مغلظہ ہو سب کا ایک ہی حکم ہے لیکن اگر شوہر کا انتقال عدت ختم ہونے کے بعد ہوا تو بیوی کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر شوہر کا انتقال اسی بیماری میں نہیں ہوا بلکہ اس بیماری سے تندرست ہو گیا تھا پھر بیمار ہو کر وفات پائی تو اس صورت میں بھی بیوی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، خواہ عدت ختم ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(۹) اگر شوہر نے بیوی کے مانگنے پر طلاق بائن دی تو عورت کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، خواہ شوہر کا انتقال عدت کے اندر ہو یا عدت کے بعد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ اگر عورت کے مانگنے پر طلاق رجعی دی ہے خواہ اس نے رجعی مانگی ہو یا بائن بہر صورت اگر عدت کے اندر شوہر کا انتقال ہو گیا تو بیوی کو اپنا مقررہ حصہ ملے گا۔

(۱۰) شوہر کے مرض الوفات میں یا اس سے پہلے اگر عورت نے خلع لے لیا ہے تو وہ وارث نہیں۔ خواہ شوہر خلع کی عدت کے دوران مر جائے۔

(۱۱) اس کے علاوہ فقہ کے اور بہت سے مسائل ہیں جو فقہ کی کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

اور جو تمہاری عورتیں بے حیائی کا کام کریں، تم ان عورتوں پر اپنوں میں سے چار مردوں کو گواہ بنالو اگر وہ گواہی دے دیں تو تم ان کو گھروں میں مقید رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ نکال دے۔ اور اگر دو مرد بے حیائی کا کام کریں تو تم ان کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنے حال کی اصلاح کرلیں تو ان دونوں کو چھوڑ دو۔ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

اَلّٰتِیْ — وہ (مونث)

یَاْتِیْنَ — لائیں، کریں

اَلْفَاحِشَۃُ — بے حیائی بدکاری

اِسْتَشْهِدُوْا — گواہ مانگو، گواہ طلب کرو

اَمْسِكُوْ — تم روک لو

اَلْبُیُوْتُ — (بیت) گھر

اَلَّذٰانِ — وہ دو مرد (تَثْنِیَہ)

اٰذُوْا — تم تکلیف پہنچاؤ

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

نبی کریم ﷺ سے پہلے جاہلیت کے دور میں یتیموں اور میراث کے معاملہ میں بڑی کوتاہیاں کی جاتی تھیں جن کی مذمت میں گذشتہ آیات نازل ہوئیں اسی طرح عورتوں کے معاملہ میں سینکڑوں رسمیں رائج تھیں جن کے ذریعہ انہیں طرح طرح سے

اذیتیں دی جایا کرتی تھیں۔ آئندہ آیات میں ان ہی کی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ ان آیات میں جو حکم نازل ہوا ہے وہ تمام مفسرین کے نزدیک ابتدائے اسلام میں زنا کار عورت کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ مگر اللہ نے اس میں کسی اور سبیل کا بھی وعدہ کیا تھا چنانچہ اللہ نے اٹھارویں پارے کی سورۂ نور میں ارشاد فرمایا ہے کہ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد دونوں کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اب شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ اگر شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت بدکاری کریں گے تو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ یعنی پتھر مار کر ہلاک کیا جائے گا لیکن اگر غیر شادی شدہ ہیں تو ان کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔ سورۂ نور کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اب سورۂ نساء کی آیت ۱۵ کا حکم منسوخ ہو گیا کیونکہ گھر میں قید رکھنے کا حکم اس وقت تک تھا جب تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ سورۂ النساء کی سولہویں آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر یہ بے حیائی کا خلاف فطرت کام دو مرد کرتے ہیں تو ان کو شدید اذیت دی جائے گی۔ فقہ اسلامی میں اس گندے فعل کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اس فعل کے کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے تاہم اس فعل شنیع کے لئے سخت سے سخت سزائیں منقول ہیں مثلاً اس کی شدید سزاؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو آگ میں جلایا جائے۔ دیوار گرا کر کچل دیا جائے۔ اونچی جگہ سے پھینک کر سنگسار کر دیا جائے یا اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے۔ سزا دینے کے بعد اگر ان دونوں نے توبہ کر لی اور اپنے افعال واعمال کی اصلاح کر لی تو پھر خواہ مخواہ ان کے پیچھے نہ پڑا جائے گا۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰٓئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ
لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّـَٔاتِ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ
الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْـَٰٔنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ
وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمے ہے ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی میں کوئی فعل کر

بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد فوراً ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ مگر توبہ ان لوگوں کی قبول نہیں کی جاتی جو (مسلسل) برے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کر ہی کھڑی ہو جاتی ہے اس وقت وہ شخص کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے۔ اسی طرح توبہ ان لوگوں کے لئے بھی فائدہ مند نہیں ہے جو کفر پر مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

اَلتَّوْبَةُ	توبہ، (لوٹنا)
اَلسُّوْءُ	برائی، گناہ
بِجَهَالَةٍ	جہالت، نادانی
يَتُوْبُوْنَ	وہ توبہ کرتے ہیں
يَعْمَلُوْنَ	عمل کرتے ہیں
اَلسَّيِّاٰتُ	(سَيِّئَةٌ) برائی، گناہ
تُبْتُ	میں نے توبہ کر لی
اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کیا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

گذشتہ آیات میں بدکار مردوں اور بدکار عورتوں کی سزا کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا۔ اب سورۃ النساء کی آیت ۱۷، ۱۸ میں توبہ قبول ہونے اور نہ ہونے کی صورتوں کا بیان فرمایا ہے۔ توبہ کے لفظی معنی ہیں ''لوٹنا'' واپس آنا۔ جس جگہ کو چھوڑا تھا وہیں پلٹ کر واپس آنا۔ جب کوئی انسان گناہ کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے لیکن جب وہ ندامت کے آنسوؤں کے

ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پلٹ کر آتا ہے اور اس بات کا عہد کرتا ہے کہ جو خطا اس سے سرزد ہوگئی ہے اس پر وہ ہمیشہ کے لئے شرمندہ ہے اور اب آئندہ نہ کرنے کا وہ اللہ سے عہد کر رہا ہے۔ تو یہ توبہ کہلائے گی اگر کوئی شخص زبان سے تو ''توبہ توبہ'' کہہ رہا ہے لیکن ذہن کے کسی گوشے میں تصور گناہ بھی موجود ہے تو یہ سراسر دھوکہ ہے ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ توبہ کا منشا ہی یہ ہے کہ اب وہ گناہ کے راستے سے پلٹ کر آ گیا ہے اور نیکی کے ساتھ زندگی گذارنے کا بھرپور عزم رکھتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں توبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ گناہ کو برا سمجھ کر اسے چھوڑ دینا، جو کچھ خطا ہو چکی اس پر نادم اور شرمندہ ہونا، اس غلطی کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عہد کرنا۔ جن کاموں کا تدارک ہو سکتا ہے اسے دور کرنا یعنی اگر کوئی گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اس کو ادا کرنا اور اگر حقوق اللہ سے ہے تو اس کی قضا کرنا۔ جیسے چھوڑی ہوئی نمازیں اور روزے وغیرہ۔ جب یہ باتیں پوری ہوں گی تب توبہ قبول کی جائے گی۔ لیکن وہ شخص جو گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے مگر اس کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ ابھی تو کافی وقت پڑا ہے توبہ کر لیں گے جب موت کے فرشتے سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو پھر وہ شخص کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اسی طرح وہ شخص جو کفر پر جما ہوا ہے اور اس کو موت آ جاتی ہے تو اللہ ایسے لوگوں کی توبہ کو قبول نہیں کیا کرتا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا
تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ
فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ
اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا
فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَ
كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ
مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔ نہ تمہارے لئے یہ حلال ہے کہ تم انہیں اس لئے قید میں رکھو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کوئی حصہ واپس لے لو۔ البتہ اگر وہ کوئی کھلی بدچلنی کا مظاہرہ کریں تو اور بات ہے۔ اور ان عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گذارو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے ایک چیز تمہیں ناپسند ہو مگر اللہ نے اسی میں تمہارے لئے بہت ساری بھلائی اور منفعت رکھ دی ہو۔ اور اگر تم نے اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو خواہ تم نے اسے بہت سارا مال بھی دے دیا ہو تو اسے واپس نہ لو کیا تم اس پر الزام لگا کر اور کھلا ہوا ظلم کر کے واپس لو گے۔ بھلا تم ان سے کس طرح واپس لو گے جب کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے پکے وعدے لے چکی ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

لَا یَحِلُّ	حلال نہیں ہے
تَرِثُوْا	وارث (نہ) بن جاؤ (مالک بن بیٹھنا)
کُرْہٌ	زبردستی کرنا
لَا تَعْضُلُوْا	مت روکو، بند نہ کرو
لِتَذْهَبُوْا	تاکہ تم لے جاؤ
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	تم نے ان کو دیا
عَاشِرُوْا	تم زندگی گذارو
کَرِهْتُمُوْا	تم نے برا سمجھا
عَسٰی	شاید
اَنْ تَکْرَهُوْا	یہ کہ تم برا سمجھو

يَجۡعَلُ	بناتا ہے، ڈالتا ہے
اَرَدۡتُّمۡ	تم نے ارادہ کرلیا
اِسۡتِبۡدَالٌ	بدلنا، بدلنے کی خواہش
زَوۡجٍ مَّكَانَ زَوۡجٍ	بیوی کی جگہ بیوی
اٰتَيۡتُمۡ	تم نے دیا
اِحۡدٰهُنَّ	ان میں سے کوئی ایک
قِنۡطَارٌ	مال کا ڈھیر

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

عرب جاہلیت میں عورتوں پر طرح طرح کے ظلم ہوا کرتے تھے جس سے ایک عورت کو اپنے معاشرہ میں تحفظ کے لئے کسی طرح کے بھی حقوق حاصل نہیں تھے عورتیں مردوں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ گئی تھیں۔ علاوہ اور رسموں کے ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اور دوسرے مال و دولت کا مالک بن جاتا اسی طرح اس کی چھوڑی ہوئی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملکیت میں لے لیا کرتا تھا۔ اگر دل چاہتا تو بغیر مہر کے زبردستی اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کرا دیتا اور اس کا مہر خود وصول کر لیتا۔ کبھی کبھی تو نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے نکاح کرنے دیتا تا کہ گھر کی دولت باہر نہ چلی جائے۔ نہ اس مجبور و بے کس عورت کو مرنے والے شوہر کی میراث میں سے حصہ ملتا۔ غرضیکہ عورت پر ظلم و ستم کی انتہا تھی۔ ظلم کی دوسری شکل یہ تھی کہ عورت پر بلاقصور ظلم و زیادتی کی جاتی تا کہ وہ تنگ آ کر خلع کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یعنی جو کچھ اس عورت کے پاس ہے وہ دے دلا کر اس سے جان چھڑا لے۔

سورۃ النساء کی آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱ میں عربوں کی ان جاہلانہ رسموں کو مٹانے کے لئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ بہترین اور بھلے طریقے سے زندگی گذاریں۔ کسی مومن کے لئے جہالت کی یہ بری باتیں حلال نہیں ہیں بلکہ ان کو عورتوں کے تمام حقوق کی ادائیگی کا پابند بنایا گیا ہے۔ ایک سچا مومن کبھی کسی کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالتا خاص طور پر اس بیوی کے حقوق پر ڈاکہ کیسے ڈالا جا سکتا ہے جو اس کے نکاح میں آنے کے ساتھ اس کے تمام حقوق ادا کرتی رہی ہے اور ایک دوسرے نے ساتھ مرنے اور جینے کے عہد و پیماں کئے تھے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ

سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ ۳ ع ۸ ۱۴

اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ

الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ

اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ

دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ

وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ

الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں۔ مگر پہلے جو ہو چکا وہ بات گئی گذری ہوئی۔ بے شک یہ ایک بے شرمی کی بات ہے۔ نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔

تمہارے اوپر حرام کر دی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ تمہاری دودھ شریک بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم نے صحبت بھی کر لی ہو اور (وہ) لڑکیاں تمہاری پرورش میں ہی رہتی ہوں۔ اور اگر تم نے ان عورتوں سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان بیویوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور تمہارے ان

بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں اسی طرح دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا (بھی حرام کردیا گیا ہے)۔ سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

سَلَفَ جو گذر گیا

مَقْتٌ اللہ کے عذاب کا (سبب)

سَاءَ سَبِيْلًا برا راستہ

حُرِّمَتْ حرام کردی گئی

اُمَّهٰتٌ مائیں

بَنٰتٌ بیٹیاں

اَخَوَاتٌ بہنیں

عَمّٰتٌ پھوپھیاں

خٰلٰتٌ خالائیں

بِنْتُ الْاَخِ بھتیجیاں

بِنْتُ الْاُخْتِ بھانجیاں

اَرْضَعْنَ جن عورتوں نے دودھ پلایا

اَلرَّضَاعَةُ دودھ پلانا

رَبَائِبٌ (ربیبہ) گود میں پلنے والیاں

حُجُوْرٌ گود میں (حجر۔ پہلو)

دَخَلْتُمْ تم نے صحبت کی ہے

اَبْنَاءٌ	بیٹے
اَصْلَابٌ	(صُلْبٌ) پیٹھ
اَنْ تَجْمَعُوْا	یہ کہ تم جمع کرو (جمع نہ کرو)
اَلْاُخْتَيْنِ	دو بہنیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

ان آیتوں میں سب سے پہلے عرب کی ایک جاہلانہ رسم کو مٹانے کا حکم فرمایا جارہا ہے۔ عربوں میں یہ بھی جہالت رائج تھی کہ وہ اپنی سوتیلی ماؤں سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا جارہا ہے کہ یہ کتنی بدترین بات ہے کہ کل تک جس کو تم اپنی ماں کہتے رہے ہو باپ کے مرنے کے بعد اس کو بیوی کی حیثیت سے رکھو گے یہ ایک سخت بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ لہٰذا اب قیامت تک اپنی سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے۔ دور جہالت میں جو ہو چکا سو ہو چکا اب آئندہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آگے ان دوسری عورتوں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔

اس آیت میں جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے ان کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

محرمات نسبیہ۔ یعنی وہ عورتیں جو نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے قیامت تک حرام ہیں۔

(۱) حرمت علیکم امھتکم: تمہاری مائیں تم پر حرام کردی گئی ہیں اس میں دادیاں نانیاں سب داخل ہیں۔

(۲) بنتکم: یعنی اپنی حقیقی بیٹیاں اور ان کی بیٹیاں یعنی پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی وغیرہ۔

(۳) اخواتکم: یعنی حقیقی بہنیں۔ خواہ وہ حقیقی بہن، ماں شریک بہن ہو یا باپ شریک۔

(۴) وعمتکم: یعنی اپنے باپ کی بہنیں جن کو پھوپھی کہتے ہیں، خواہ باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی بہن۔

(۵) خلتکم: یعنی اپنی ماں کی بہنیں جن کو خالہ کہتے ہیں خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی، باپ شریک ہوں یا ماں شریک، تینوں طرح کی خالاؤں سے نکاح حرام ہے۔

(۶) بنت الاخ: یعنی بھائی کی لڑکیاں جن کو بھتیجی کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔ نکاح حرام ہے۔

(۷) بنت الاخت: یعنی بہن کی لڑکیاں جن کو بھانجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی سب طرح کی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں۔ان کی حرمت قطعی اور ابدی ہے یعنی ان رشتوں میں نکاح کرنا قیامت تک حرام ہے۔

محرمات نسبیہ کی طرح کچھ وہ رشتے بھی ہیں جن کو محرمات رضاعیہ کہا جاتا ہے۔

رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا اس آیت میں تذکرہ فرمایا ہے۔یعنی تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ رضاعی بہنیں جو دودھ شریک رہی ہیں۔ یہ بھی سگی ماں اور سگی بہن کی طرح ہیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔اس آیت میں اگرچہ صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر ہے لیکن فقہ اسلامی کی رو سے وہ ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں جن کی تفصیل ابھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں۔ تیسری قسم محرمات صھریہ کی ہے۔یعنی جن کی وجہ سے دوسروں سے نکاح حرام ہے۔ جیسے بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں بھی شوہروں پر حرام ہیں۔اس میں بیویوں کی نانیاں، دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب شامل ہیں۔ بہرحال منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے۔ دوسری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہروں سے ہیں اور اس شوہر سے نکاح کے بعد اس بیوی سے ہم بستری یا اس کی قائم مقام کوئی کام کرلیا ہو تو اس طرح اس عورت کی لڑکیاں بھی اس شوہر پر حرام ہوگئیں اور اس کی پوتیاں اور نواسیاں بھی لیکن اگر ہم بستری یا اس کی قائم مقام کوئی بات نہیں ہوئی تو صرف نکاح کی وجہ سے مذکورہ قسمیں حرام نہیں ہوں گی۔ یہاں قرآن کریم میں سوتیلی لڑکی کے حرام ہونے کے لئے سوتیلے باپ کے گھر میں یا پرورش میں ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ درجہ شرط میں نہیں بلکہ چونکہ عادۃ وہ لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ سوتیلے باپ کے گھر ہی میں پرورش پاتی ہیں اس لئے بطور عادت یہ بھی ذکر کردیا اسی لئے فقہاء امت کا اس باب پر تقریباً اجماع ہے کہ سوتیلی بیٹی آدمی پر بہرحال حرام ہے خواہ وہ سوتیلے باپ کے گھر میں پرورش پاتی ہو یا نہ پاتی ہو بس صرف یہ شرط ہے کہ سوتیلے باپ نے اس کی ماں کے ساتھ نکاح کے بعد ہم بستری یا کوئی ایسا کام کرلیا ہو جو ہم بستری کے قائم مقام ہے۔

تیسرے یہ فرمایا کہ بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح حرام ہے۔مگر یہاں ''اصلابکم'' کی قید لگائی گئی ہے۔یعنی ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو بیٹے تمہاری نسل اور صلب سے ہوں۔اس طرح منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہے۔طلاق اور عدت کے بعد اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔

چوتھی بات یہ فرمائی کہ دوسگی بہنوں کو بھی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ وہ سگی بہنیں ہوں یا سوتیلی۔البتہ ایک بہن کے انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔اسی طرح ایک بہن کو طلاق ہوجانے کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ پہلی بہن کی عدت گذر چکی ہو۔فرمایا گیا کہ پہلے جو کچھ ہوچکا سو ہوچکا لیکن آئندہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ
كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ
مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ
الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴

شوہر والی عورتیں تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ سوائے ان کے جو تمہارے داہنے ہاتھ کی ملکیت ہوں (جنگ میں ہاتھ آئیں اور تمہارے حصہ میں لونڈی بنا کر دے دی جائیں) یہ احکام تم پر فرض کر دیئے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ تمام عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں بشرطیکہ تم ان کو اپنے مال (مہر) کے بدلے ان سے نکاح کرو۔ باضابطہ بیوی بنا کر گھر میں رکھنے کے لئے۔ مقصد صرف شہوت رانی نہ ہو۔ بیوی بنا کر جو فائدہ تم اٹھاؤ تو ان کا حق مہر جو تم پر فریضہ ہے اسے خوش دلی سے ادا کرو۔ اور تم دونوں پر کوئی الزام نہیں اگر آپس کی خوشدلی کے ساتھ ٹھہرائے ہوئے مہر کی کمی وبیشی پر سمجھوتہ کر لو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ علم بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴

اَلْمُحْصَنٰتُ	شوہر والی عورتیں (شوہر کے قلعہ میں محفوظ)
مَلَكَتْ	مالک ہیں
اَيْمَانُكُمْ	تمہارے داہنے ہاتھ (مکمل ملکیت)
اُحِلَّ	حلال کر دیا گیا
مَاوَرَآءَ	جو اس کے علاوہ ہے

تَبۡتَغُوۡا	تم تلاش کرو
مُحۡصِنِيۡنَ	حفاظت کے قلع میں لانے کے لیے (نکاح میں لانے کے لیے)
غَيۡرُ مُسَافِحِيۡنَ	نہ مستی نکالنے کے لیے
اِسۡتَمۡتَعۡتُمۡ	تم نے فائدہ حاصل کیا
اُجُوۡرُهُنَّ	ان کے مہر (اجر۔ مہر)
تَرَاضَيۡتُمۡ	تم آپس میں راضی ہو گئے
بَعۡدَ الۡفَرِيۡضَةِ	فرض کی ادائیگی کے بعد۔ مقرر کر لینے کے بعد

تشریح: آیت نمبر ۲۴

نکاح کے لئے حرام عورتوں کی فہرست میں ایک اہم اضافہ ہے۔ فرمایا تمام شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔ مگر یہاں بھی ایک استثنیٰ ہے۔

اس بارے میں یہ آیت قطعی ہے کہ کوئی عورت بیک وقت دو یا زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔ حالانکہ ایک مرد دو یا تین یا چار بیویاں تک رکھ سکتا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے بڑی مصلحت ہے لیکن بظاہر جو مصلحت سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ شوہر والی عورت کی اولاد کا پتہ لگنا ناممکن ہے کہ یہ کس باپ کی اولاد ہے۔ اس طرح اولاد کا ذہن اور مستقبل دونوں خراب ہو سکتے ہیں۔ اس سے سماجی خرابیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ پھر دو یا زیادہ شوہروں میں باہم لڑائیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

چنانچہ جب نکاح ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے یہ بات طے ہو گئی کہ دونوں فریقین ایک دوسرے کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں۔ کوئی تیسرا فریق اس میں دخل نہیں دے گا۔ اس میں کسی دوسرے کی شرکت اور حصہ داری نہیں ہے۔

مگر یہ حکم اس عورت پر لاگو نہیں ہے جو جنگ کی حالت میں گرفتار ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام آ گئی ہو، جس کا شوہر دارالحرب میں رہ گیا ہو اور جو دارالاسلام میں بطور مال غنیمت کسی شہری کے حصہ میں دے دی گئی ہو۔ اب وہ شہری چاہے تو اسے اپنی بیوی بنالے اور بیوی کے تمام حقوق ادا کرے یا اسے بیچ دے یا اس کا نکاح کسی اور سے کرا دے۔ اپنی بیوی بنانے میں اسے رسم نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ کم از کم ایک حیض آنے سے پہلے وہ بیوی نہیں بنائی جا سکتی۔ اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل سے پہلے بیوی نہیں بنائی جا سکتی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی طرف سے جو حقوق مقرر ہیں ان کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ بیوی اپنے

حقوق رکھتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے حقوق مقرر ہیں۔ کوئی انسان ان میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ ان حقوق میں دین مہر کی ادائیگی بھی شامل ہے جو فریضہ ہے۔ ازدواجی اچھے تعلقات، بیوی کو گھر میں لاکر رکھنا۔ اور مقصد محض شہوانی نہ ہو بلکہ شریفانہ زندگی گذارنا مقصود ہو۔ اس بات کی اجازت ہے کہ بیوی خوش ہو کر دین مہر پورا یا کچھ حصہ اگر چاہے تو معاف کر سکتی ہے۔

جو عورت مال غنیمت کے طور پر کسی شہری کے حوالے کی جائے وہ کسی بھی مذہب یا لامذہب کی ہو سکتی ہے۔ البتہ نکاح کے لئے اسے دین اسلام میں داخل کرنا ضروری ہوگا۔ اس کی اولاد بالکل جائز قرار پائے گی۔ اسے میراث میں تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ وہ عورت باندی سمجھی جائے گی مگر مالک کی زندگی ہی میں یا مالک کے مرتے ہی وضع حمل کے بعد وہ آپ سے آزاد ہو جائے گی۔ ''اللہ علم بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی'' یعنی اللہ ہی علم و حکمت رکھتا ہے۔ تمام معلومات اور تمام باریک بینی اسی کے پاس ہے۔ انسان کا علم بھی مختصر ہے اور عقل بھی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بات کسی کی ناقص سمجھ میں آئے یا نہ آئے اللہ کا حکم ماننا سب سے بڑی سعادت ہے۔

یہ دین اسلام کی برکت ہے کہ اب دنیا سے غلام اور باندیوں کا رواج ختم ہو گیا لیکن جس وقت یہ آیات نازل ہو رہی تھیں اس وقت غلام بنانا، فروخت کرنا اور خریدنا ایک عام بات تھی۔ اسی لئے اس کے لئے اسلام نے جو ضابطے اور قاعدے مقرر فرمائے تھے ان کا بیان کرنا ضروری تھا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ
طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ
فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ
فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ
غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۵ ع ۴/۳/۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵

اورتم میں سے جوشخص اتنی استطاعت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلم عورت سے نکاح کر سکے تو اسے چاہیے کہ ان باندیوں میں سے کسی ایک سے نکاح کرلے جو مال غنیمت بن کر تمہارے قبضہ میں ہوں اور صاحب ایمان ہوں اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم میں سے کون کتنا ایمان رکھتا ہے۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے سے ہو۔ اس لئے باندیوں سے نکاح کرنے میں حرج نہیں ہے۔ مگر ان کے مالکوں کی اجازت سے۔ اور دستور کے مطابق ان کے مہر ادا کرو۔ یہ باندیاں شریف ''خاتون خانہ'' بننے والیاں ہوں نہ کہ چوری چھپے آشنائی کرنے والیاں۔

پھر جب وہ نکاح کے بندھن میں آجائیں اس پر بھی بے حیائی کر بیٹھیں تو آزاد (خاندانی) عورت کے مقابلے میں ان پر آدھی سزا ہے (یعنی چالیس کوڑے)

مومنہ باندی سے شادی کرنے کی اجازت اس لئے ہے کہ تمہیں خطرہ ہو کہیں اپنے آپ پر قابو ٹوٹ نہ جائے۔ بہر کیف اگر تم اپنے آپ پر قابو پالو تو تمہارے لئے بہت اچھا ہے۔ اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵

طَوْلٌ	طاقت، گنجائش
فَتَیٰتٌ	کنیزیں۔ (جوان لڑکیاں)
اَهْلُهُنَّ	ان کے مالک
لَامُتَّخِذٰتِ	نہ بنانے والیاں
اَخْدَانٌ	دوست
اُحْصِنَّ	نکاح کی حفاظت میں لائی گئیں
اَلْعَنَتَ	تکلیف میں پڑنا، خوف گناہ

تشریح: آیت نمبر ۲۵

وہ مسلم خاندان جو سوسائٹی میں عزت والے ہیں اپنی بیٹیوں کا نکاح کرنے میں عموماً برابر کا جوڑ چاہتے ہیں۔ بہت سے مرد جو ویسے ہر لحاظ سے موزوں ہوتے ہیں مگر غریب ہیں۔ ان کا رشتہ وہاں قبول نہیں ہوگا۔ ایسے مردوں کے لئے مناسب ہے کہ ایسی باندی سے نکاح کرلیں جو پہلے ہی ایمان لا چکی ہو یا بعد میں ایمان لائے۔ کیونکہ ایسا رشتہ ملنا آسان بھی ہے اور دین مہر بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نومسلم عورت رشتہ ڈھونڈنے والے مرد کے مقابلہ میں زیادہ ایمان والی ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کے پاس کس وقت کتنا ایمان ہے۔ اس لئے نومسلمہ یا نومسلم سے رشتہ کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ اب رہا خاندان کا سوال سارے انسان اولاد آدم ہیں اور سارے مومن ایک ہی ملت اور برادری کے فرد ہیں۔

مگر جب رشتہ نکاح طلب کیا جائے تو فریق ثانی کے کردار اور اخلاق کی تحقیقات کرلی جائے یہ دیکھ لیا جائے کہ جس باندی سے رشتہ ڈھونڈا جارہا ہے وہ شریف خاتون خانہ بنے گی یا کہیں چوری چھپے بے حیائی کرنے لگ جائے گی۔ اگر نکاح کے بندھن میں آنے کے بعد وہ بے حیائی کر بیٹھیں تو ان کی سزا نصف ہے (یعنی پچاس درے) محصنہ (شریف خاندانی عورت، کنواری) کے مقابلے میں آدھی سزا مقرر کی گئی ہے۔

بہتر ہے کہ مرد اپنے آپ پر کنٹرول کرے۔ لیکن اگر بند تقوی ٹوٹ جانے کا ڈر ہے تو ضرور نکاح کرلیا جائے۔ اگر شریف خاندانی اور آزاد لڑکی نہ ملے تو باندی ہی کو حفاظت نکاح میں لے آیا جائے۔ اس آیت نے یہ شرط لگادی ہے کہ جب باندی سے رشتہ بھیجو تو اس کے مالک سے اجازت لو پھر نکاح کرو۔ باندی کا کوئی اختیار اپنے آپ پر نہیں ہے۔ جب نکاح کرو تو شریفانہ سلوک کرو اور اس کا حق مہر ادا کرو۔

اسلام کی تعلیمات کی برکت سے آج دنیا میں غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے لیکن جس دور میں غلام اور باندیاں ہوا کرتے تھے اس وقت کے لئے یہ مسائل تھے تا کہ کسی پر کوئی ظلم اور زیادتی نہ ہو۔

يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ
عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾
يُرِيدُ اللّٰهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر وہ راستہ واضح کردے اور تمہیں ان نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلائے جو تم سے پہلے تھے اور تمہاری توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تمام علم وحکمت کا مالک ہے اور اللہ تو تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے مگر وہ لوگ جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کر رہے ہیں کہ تم راہ ہدایت سے بھٹک کر دور نکل جاؤ اللہ تو تمہارے اوپر سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

سُنَنٌ	راستے، طریقے
یَتَّبِعُوْنَ	اتباع کرتے ہیں
اَلشَّهَوَاتُ	خواہشیں، مزے
اَنْ تَمِيْلُوْا	یہ کہ تم مڑ جاؤ، بھٹک جاؤ
مَيْلٌ عَظِيْمٌ	مڑنے میں بہت زیادہ
ضَعِيْفٌ	کمزور، ناتواں

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

میراث اور نکاح کے احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم سمجھو یا نا سمجھو یہی وہ احکام ہیں جو علم اور حکمت سے بھرپور ہیں۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر اس سے پہلے نیک لوگ چلے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے مستحق ہوئے۔ یہ کوئی نئے احکام نہیں ہیں بلکہ گذشتہ امتوں کو بھی یہی احکام دیئے گئے تھے اور جو سلف صالحین تھے وہ ان احکامات کی بجا آوری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ان ہی احکامات کو ماننے سے سماجی بوجھ کم ہو جائیں گے۔ اللہ جانتا ہے کہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے ان احکامات میں بشری کمزوریوں کی تمام رعایتیں رکھی گئی ہیں۔ اور ان کو شادی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اگر محصنات سے شادی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو باندی سے کرلی جائے دین مہر دونوں فریقوں کی رضامندی سے ایک خاص حد تک کم وبیش بھی

ہوسکتا ہے۔ مرد کو انصاف کی شرط کے ساتھ چار نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ میراث میں عورتوں کو بھی ترکہ دیا گیا ہے۔ اگر باپ کے ہاں وہ نصف پاتی ہے تو شوہر کے ہاں دین مہر اور میراث دونوں حاصل کرتی ہے اس طرح اس کا نقصان نہیں ہوتا پھر اس پر کنبہ کی کفالت کا کوئی بوجھ بھی نہیں ہوتا۔

اس کے برخلاف مشرکوں، یہودیوں اور خالص دنیا پرستوں نے جو بہت سے عائلی، ازدواجی، معاشرتی اور دیگر دستور اور رسم و رواج مقرر کئے ہیں وہ بظاہر بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں لیکن در حقیقت فرد اور معاشرہ دونوں کو بگاڑنے والے ہیں۔ وہ ان کو اسلام سے برگشتہ کر رہے ہیں۔ ان کو احکام کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ فرمایا تم ان کے چکر میں نہ آنا۔ یہ لوگ جس طرح خود ضلالت اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اسی طرح تمہیں بھی راہ مستقیم سے دور بہت دور پھینک دینا چاہتے ہیں۔ تم ان سے ہوشیار رہنا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۗ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا
فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا
كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال بے ایمانی کے ساتھ مت کھاؤ۔ ہاں تجارت کرو جس میں آپس کی رضامندی سے لین دین ہو۔ اور اپنی جان کو ہلاک نہ کرو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تم پر رحیم و کریم ہے۔ اور جو شخص ظلم اور زیادتی میں حد سے گذر جائے گا تو اس کو ہم ضرور دوزخ میں جھونک دیں گے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے آسان ہے۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہے جن سے تمہیں منع کیا جارہا ہے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے۔ اور تمہیں اس جگہ داخل کریں گے جو بڑی عزت اور نعمت کا مقام ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

تَرَاضٌ	آپس کی رضامندی
عُدْوَانٌ	زیادتی
نُصْلِیْهِ	ہم ڈالیں گے اس کو
یَسِیْرٌ	آسان
تَجْتَنِبُوْا	تم بچ گئے
کَبَائِرٌ	بڑے گناہ
تُنْهَوْنَ	تمہیں منع کیا گیا ہے
نُکَفِّرُ	ہم دور کریں گے
مُدْخَلاً کَرِیْماً	عزت واحترام کا مقام

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

مومنوں سے خطاب ہے کہ تم مومن یا غیر مومن کسی کا بھی مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ۔ رشوت، ظلم، دھوکا، چوری، ڈاکہ، بلیک، اسمگلنگ، جھوٹ، ناجائز، خرید وفروخت، اجارہ داری، سودخوری، حق مارنا، چیز خراب کرنا، قرض ادا نہ کرنا، خیانت، وعدہ خلافی، کم تولنا، مال کا عیب ظاہر کئے بغیر بیچ دینا، دکھانا کچھ دینا کچھ، وغیرہ وغیرہ یہ سب ناجائز طریقے ہیں جن کا ان دنوں عرب میں عام رواج تھا اور آج بھی انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک جاری و ساری ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حضور ﷺ نے احادیث میں اور فقہا نے کتابوں میں حرام ذرائع آمدنی پر تفصیلات پیش کی ہیں۔ صرف ایک چھوٹے سے جملہ میں یعنی ایک دوسرے کا مال بے ایمان سے مت کھاؤ، اللہ تعالیٰ نے باطل آمدنی کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔

اور دوسرے جملے میں یعنی آپس کی رضامندی سے لین دین کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حلال آمدنی کے تمام دروازے کھول دیئے ہیں ایک طرف تجارت کرنے کی رغبت دلائی ہے اور دوسری طرف تجارت کا دھوکا، زبردستی، ڈنڈی مارنا، جھوٹا اشتہار، غلط مال،

چوری کا مال بیچنا اور خریدنا وغیرہ سب ممنوع قرار دے دیا ہے۔ صرف ایک ہی راستہ کھلا چھوڑا ہے یعنی آپس کی رضامندی سے لین دین اور فوائد کا تبادلہ۔ تجارت کے کتنے باطل طریقے ہیں جو ان دنوں بھی رائج تھے اور آج بھی زور و شور سے رائج ہیں۔ ان پر حدیث اور فقہ کی کتابوں نے خاص روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ بینکنگ، لاٹری اور انشورنس بھی ان میں شامل ہیں۔

تجارت کے نام پر ہر بے ایمانی حرام ہے مثلاً جوا، سٹہ، سود، اس مال یا پھل یا غلہ کی فروخت جو ابھی تیار نہیں یا جو ابھی بیچنے والے کے قبضہ میں نہیں آیا، رشوت لینا یا ناجائز کمیشن لینا ضروریات زندگی سے تعلق رکھنے والے مال اس لئے روک دینا یا اسٹاک کر لینا کہ دام بڑھ جائیں گے اور گاہک زیادہ رقم دے کر خریدنے پر مجبور ہوگا۔ مجبور کر کے یا دھوکا دے کر کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔

''اور اپنی جان کو قتل نہ کرو'' اس مختصر جملہ کے بہت سے معنی ہوتے ہیں۔ خودکشی نہ کرو۔ کسی کی جان نہ لو کیونکہ اس کی جان بھی تمہاری جان کی طرح قیمتی ہے۔ دوسرے کا مال ناجائز لینا یہ بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اللہ تم پر رحیم و کریم ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہی ہے جو تمہیں یہ احکام دیئے جا رہے ہیں ان کے ماننے میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ نہ ماننے میں تمہارا اپنا ہی نقصان ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص کسی دوسرے کو مالی یا جانی نقصان پہنچائے گا وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔ فرمایا پھر کیوں اپنی جان کو جہنم میں جھونکا جائے۔ سزا کی وعید سناتے ہوئے اللہ نے حکم ماننے والوں کو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اگر تم زنا کرنے، شرک کرنے، حرام کھانے، قتل کرنے، خودکشی کرنے اور دیگر بڑے بڑے گناہ کرنے سے بچو گے تو تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور تمہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ کبیرہ گناہ کیا ہے؟ فقہا نے لکھا ہے کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر کوئی شرعی سزا دینا ہی مقرر ہے۔ مثلاً چوری، زنا، قتل وغیرہ یا جس پر قرآن میں یا حدیث میں لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں یا جس پر جہنم کی وعید آئی ہے۔ مثلاً شرک، ظلم، نفاق، سود، رشوت، خیانت، دھوکا وغیرہ۔ شراب پینا، جادو کرنا، میدان جہاد سے بھاگنا، کسی بے گناہ عورت پر تہمت لگانا، والدین کی نافرمانی کرنا، بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا، نماز روزہ چھوڑ دینا، جھوٹ بولنا خراب مال صحیح دام پر بیچ دینا یہ سب گناہ کبیرہ میں شامل ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر صغیرہ گناہ بار بار کیا جائے، اور کفارہ نہ دے یا سچی توبہ نہ کرے وہ بھی کبیرہ گناہ ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ فرمائے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ

وَسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ
جَعَلۡنَا مَوَالِىَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ
اَيۡمَانُكُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ﴿۳۳﴾ ع ۵/۸ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

اور اس شئے کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے اپنے فضل سے کسی کو کسی سے زیادہ دی ہے۔ مرد اس کے مالک ہیں جو وہ کمائیں۔ عورتیں اس کی مالک ہیں جو وہ کمائیں۔ سوال کرو تو اللہ ہی سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

اور ہم نے ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں وارث مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان باندھ رکھے ہیں ان کی چیز ان کو دے دیا کرو بے شک اللہ تمہاری ہر حالت پر گواہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

لَاتَتَمَنَّوۡا	تم تمنا نہ کرو
اِكۡتَسَبُوۡا	انہوں نے کمایا
اِكۡتَسَبۡنَ	جو عورتوں نے کمایا
اِسۡئَلُوۡا	سوال کرو
مَوَالِىٌ	والی، وارث
عَقَدَتۡ	باندھ لیا

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

دنیا میں ہر جرم کی جڑ غصہ، انتقام، حرص، ہوس، رشک، حسد ہے۔ یہاں خاص طور پر حرص، ہوس، رشک اور حسد سے بحث ہے۔

نعمتوں کی دو قسمیں ہیں۔ قدرتی اور اختیاری۔ قدرتی چیزوں کی تمنا اور اس کے لئے دل کو خلجان میں مبتلا کرنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے کسی کو دولت دی ہے، کسی کو اقتدار دیا ہے، کسی کو حسن یا اچھی صورت شکل یا آواز بخشی ہے۔ دنیا کی یہ تمام رونقیں اور قدر و قیمت ان قدرتی نعمتوں کی زیادتی اور کمی سے ہیں۔ اس لئے فرمایا قناعت کرو۔ صبر کرو، زیادہ کی تمنا اور ہوس کے پیچھے مت بھاگو، چوری نہ کرو، ڈاکہ نہ ڈالو، غبن خیانت ظلم دھوکا حرام ہے اس سے بچو۔ عورت، دولت، کرسی، تخت و تاج کے پیچھے جو اتنے جرائم ہوتے چلے جارہے ہیں وہ سب اسی قناعت کی کمی اور حرص کی زیادتی کی وجہ سے ہیں۔

اب رہیں اختیاری نعمتیں مثلاً علم، معاش، عقل، مکان، نیکی، تقویٰ، سچائی وغیرہ تو حکم ہے کہ حرص اور حسد سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اور خوب سے خوب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ مرد جو کمائیں وہ ان کو مبارک، عورتیں جو کمائیں وہ ان کو مبارک۔ کسی کی محنت اور کوشش اپنی جگہ ہے لیکن جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کے فضل و کرم سے ملتا ہے۔ فرمایا تم محنت کرو، کوشش کرو لیکن دینے والے سے اس کے فضل و کرم کی دعائیں بھی مانگتے رہو۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کب۔ تمہیں بہرحال راضی بہ قضا اور شاکر و صابر رہنا ہے۔

یہ جو مرد اور عورت کے الفاظ اس آیت میں آئے ہیں اس کے چند معنی بنتے ہیں۔

اول، عورت کو حلال مال کمانے کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ ترغیب دی گئی ہے۔

ان دنوں عرب میں اور آج بھی بہت سے سماج میں عورتوں پر خواہ مخواہ اتنی پابندیاں ہیں کہ وہ کسب معاش کے لئے کوئی کام نہیں کرسکتیں اور مردوں کی دست نگر ہیں۔ لیکن اگر وہ شریعت کی پابندی سے کسب معاش کرسکتی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ انہیں ترکہ اور مہر ملتا ہے۔ یہ بھی کمانے میں شمار ہے۔

یہ صحیح ہے کہ کمانے کی زیادہ آزادی اور زیادہ مواقع مرد کو حاصل ہیں لیکن اصلی چیز دنیا کمانا نہیں ہے بلکہ آخرت کمانا ہے اور اس کا موقع عورت کو ہر طرح حاصل ہے۔ یہ اللہ کی مصلحت ہے کسی کو مرد بنا دیا کسی کو عورت۔

میراث کے متعلق پھر ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ تمام قاعدے قوانین مقرر کر دیئے گئے ہیں جو رشتہ میں جتنا قریب ہوگا اتنا ہی ترکہ پائے گا البتہ بیٹے کا حصہ بیٹی کے مقابلے میں دوگنا ہے۔ اب رہے منہ بولے رشتہ دار، تو جس سے جتنا وعدہ ہے اتنا دے دیا جائے۔ منہ بولے رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ ہاں مرنے والے کو وصیت کا حق ہے اور وہ بھی صرف تہائی مال میں وصیت کرسکتا ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ
لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ
وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ
فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾
وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ
حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

مردوں کو عورتوں پر ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ کسی کو کسی پر فوقیت حاصل ہے اس بنا پر کہ مرد اپنی کمائی خرچ کرتے ہیں۔ پھر صالح عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں۔ اور وہ پیٹھ پیچھے حفاظت کرتی ہیں جس کی حفاظت کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی و نافرمانی کا اندیشہ ہو، انہیں پہلے سمجھاؤ (نہ مانیں تو) خواب گاہ میں بستر الگ کر دو۔ (پھر بھی نہ مانیں تو) انہیں ضرب لگاؤ۔ پھر اگر اطاعت کرنے لگ جائیں تو ان پر سختی کرنے کے بہانے مت تلاش کرو۔ (تم اگر ظلم کرو گے تو جان لو کہ) اللہ بہت بلند و برتر ہے۔

اگر تم خائف ہو کہ ازدواجی اختلافات کہیں بڑھ نہ جائیں تو ایک قابل تسلیم نمائندہ مقرر کرلو۔ شوہر کی طرف سے اور ایک قابل تسلیم نمائندہ بیوی کی طرف سے۔ اگر یہ دونوں صورت حال کو بہتر کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ شوہر اور بیوی کے دل جوڑ دے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

اَلرِّجَالُ	(اَلرَّجُلُ) مرد
قَوّٰامُوْنَ	ذمہ دار (قوام، ذمہ دار، نگہبان)
فَضَّلَ	کرم کیا
اِنْفَقُوْا	انہوں نے خرچ کیا
اَلصّٰلِحٰتُ	نیک اور اچھی عورتیں
قٰنِتٰتٌ	فرماں بردار عورتیں
حٰفِظٰتٌ	حفاظت کرنے والیاں
حَفِظَ اللّٰهُ	اللہ نے حفاظت کا (حکم دیا ہے)
تَخَافُوْنَ	تم ڈرتے ہو
نُشُوْزٌ	نافرمانی، بد دماغی
عِظُوْا	نصیحت کرو
اُهْجُرُوْا	چھوڑ دو
اَلْمَضَاجِعُ	لیٹنے کی جگہ
اِضْرِبُوْا	مارو
اَطَعْنَ	انہوں نے اطاعت کرلی (مونث)
لَاتَبْغُوْا	تلاش نہ کرو
شِقَاقٌ	ضد
اِبْعَثُوْا	بلا بھیجو
حَكَمٌ	فیصلہ کرنے والا
اَهْلِهٖ	اس مرد کے خاندان سے

اَھْلِھَا	اس عورت کے خاندان سے
یُوَفِّقُ	وہ توفیق دے گا، موڑ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

''قوام'' سے مراد ہے جسمانی طاقت میں افضل۔ ذمہ داریوں میں افضل، چنانچہ وہ افسر یا حاکم یا ناظم جو کسی مہم یا ادارہ کو چلانے کا اور اس کے لئے مالی اور دیگر وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ اس کو قوام کہتے ہیں۔ دنیا کا کوئی نظام و انتظام اس وقت تک چل نہیں سکتا اگر کوئی اس کا قوام نہ ہو۔ یہاں چونکہ گھریلو ازدواجی ادارہ کی بات ہو رہی ہے اس لئے مرد کو عورت پر قوام بنایا گیا ہے کہ اس کی جسمانی طاقت زیادہ ہے اور وہ وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مرد کی یہ حاکمیت فطری تقاضے کے تحت ہے۔ ظلم اور مار دھاڑ کے لئے نہیں ہے۔ اس حاکمیت کا ایک اہم جواز اسی آیت میں موجود ہے یعنی مرد گھر چلانے کے لئے وسائل مہیا کرتے ہیں اور بیوی کا حق دین مہر ادا کرنے اور اس کے نان نفقہ کا انتظام کرتے ہیں ظاہر ہے آمدنی پیدا کرنا بڑا کٹھن کام ہے جس کو خرچ کرنے والی خاتون خانہ سمجھے یا نہ سمجھے۔

سورۃ النساء میں اب تک عورتوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اب یہاں ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کا ذکر ہے۔ انہیں شوہر کی تابعداری کرنی ہے چونکہ مرد فطرتاً قوام بنایا گیا ہے۔ اس میں ایک استثنیٰ ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے خلاف شوہر کی تابعداری جائز نہیں ہے بلکہ اگر شوہر مذہب بدل دے اور توبہ نہ کرے تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

صرف اطاعت ہی نہیں کرنی ہے بلکہ جب شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنی عصمت و عفت کی حفاظت، بچوں کی حفاظت، گھر کے ساز و سامان اور مال کی حفاظت اور گھریلو جائز مفادات کی حفاظت سب بیوی کے ذمے ہے۔ اگر بیوی کوتاہی یا بے وفائی کرے یا شوہر کو ایسا خطرہ ٹھوس بنیادوں پر محسوس ہو تو ان آیات میں شوہر کو تادیب بلکہ نرم سزا تک کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ (۱) پہلے تو انہیں سمجھایا جائے۔ (۲) نہ مانیں تو خواب گاہ میں ان کا بستر الگ کر دیا جائے۔ (۳) پھر بھی نہ مانیں تو انہیں نرم ضربیں لگائی جائیں اس طرح کہ زخم نہ آئے۔ ہڈی نہ ٹوٹے نہ تو منہ پر مارا جائے اور نہ اس طرح کہ بدن پر نشان ابھر آئے۔

تادیب کے ساتھ ساتھ سمجھوتہ اور افہام و تفہیم کی تدبیر بھی بتا دی گئی ہے۔ اگر بیوی پھر بھی نہ مانے اور اختلافات بڑھ ہی جائیں تو ایک واجب التسلیم نمائندہ بیوی کی طرف سے اور ایک واجب التسلیم نمائندہ شوہر کی طرف سے لیا جائے اپنا اپنا نمائندہ فریقین نامزد کریں گے مگر نمائندہ وہ ہو جس کی عزت ہو، جس پر اعتماد ہو، اور جس کی بات مانی جائے۔ اگر یہ دونوں نمائندے فریقین

کا کیس سن کر خلوص اور بہتری کے جذبہ سے مفاہمت کی کوئی راہ نکال دیں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اور انشاء اللہ کوئی نہ کوئی ایسا راستہ نکل ہی آئے گا جو فریقین کو قابل قبول ہو۔ شوہر کو لازم ہے کہ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگذر کرے اور خواہ مخواہ جھگڑا اور فساد پیدا نہ کرے۔

فریقین کے نمائندہ کا جو اصول یہاں پر قرآن نے پیش کیا ہے وہ اصول صرف خانگی اور ازدواجی جھگڑوں تک محدود ہے۔ خلفائے راشدینؓ نے اور ان کے بعد چند مسلم حکومتوں نے دیوانی مقدمات میں اس اصول کو اپنایا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ پنچائیت، برادری یا کسی ذریعہ سے بھی دیوانی مقدمات کا فیصلہ سرکاری عدالت میں آنے سے پہلے ہی طے ہو جائے۔ لیکن جب مقدمہ ایک بار سرکار کی عدالت میں آ گیا تو فیصلہ شریعت کے اصولوں کے مطابق طے کیا جائے گا۔ اس لئے سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ باہمی افہام و تفہیم سے کام لے کر گھر کی بات گھر ہی میں رہے تو بہتر ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۣ (۳۶)

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶

تم سب اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور قرابت داروں کے ساتھ بھی، یتیموں محتاجوں دور اور قریب کے پڑوسیوں کے ساتھ پاس بیٹھنے والوں، مسافروں اور جو تمہاری ملکیت (غلام باندی ہوں) ان سب کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والے اور شیخی بگھارنے والے ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶

اُعْبُدُوْا	تم عبادت وبندگی کرو
لَاتُشْرِکُوْا	تم شریک نہ کرو
اَلْجَارُ	پڑوسی
اَلْجَارُ الْجُنُبِ	اجنبی پڑوسی
اَلصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ	پہلو کا ساتھی
وَابْنِ السَّبِيْل	مسافر
مُخْتَالٌ	تکبر اور بڑائی کرنے والے
فُخُوْرٌ	شیخیاں بگھارنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۶

اس آیت میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی زور دیا گیا ہے بلکہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ حقوق العباد میں درجہ بدرجہ ذکر ہے۔ سب سے پہلے والدین کا، اس کے بعد اہل قرابت کا جس میں سارے رشتہ دار بھی آتے ہیں، پڑوس والے بھی اور تعلقات والے بھی، پھر یتامی اور مساکین جن کی اگر وقت پر مدد کر دی جائے تو آگے چل کر کنبے اور معاشرے بلکہ ملت کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمسائے کا حق ہے خواہ وہ ہمسایہ جو گھر کے برابر رہتا ہو یا وہ ہمسایہ جو کچھ فاصلے پر رہتا ہو۔ اس سے میل ملاقات ہو یا نہ ہو۔

پھر ان لوگوں کا حق ہے جو ہم میں خواہ اتفاقاً یا مختصر وقفہ کے لئے۔ جن سے راہ چلتے یا کسی طور علیک سلیک ہوگئی ہو۔ یہ اسلام کی خوبی ہے کہ اس نے ان لوگوں کا بھی خیال کیا ہے جنہیں عام طور پر اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس کے بعد حقوق میں لونڈی غلاموں کا نمبر آتا ہے۔ ان میں بھی عظیم ہستیاں نکل سکتی ہیں جیسا کہ تاریخ اسلام شاہد ہے۔

جو شخص ان حقوق کو ادا نہیں کرتا۔ اپنی دولت کو اپنے ہی لئے یا صرف اپنے بال بچوں کے لئے مخصوص رکھتا ہے، اور جو عوام میں عوام بن کر گھل مل کر نہیں بیٹھتا وہ یقیناً شیخی باز ہے، مغرور ہے اور اپنی دولت یا عہدہ پر ناز کر رہا ہے۔ ایسا شخص اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ
النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ
يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ
حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

وہ لوگ جو (کنجوسی) بخل کرتے ہوں اور دوسروں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہوں۔ اور جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے دیا ہے اس کو چھپاتے ہوں۔ ہم نے ایسے نافرمانوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اللہ کو وہ لوگ بھی پسند نہیں ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر۔ اور بات یہ ہے کہ جس کا ساتھی شیطان ہو جائے وہ بدترین ساتھی ہے۔ اور کیا ہو جاتا اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک چھوٹی سی نیکی بھی ہوتی ہے تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

رِئَا ءُ النَّاسِ	لوگوں کو دکھانا
قَرِيْنٌ	ساتھی، ہم نشین
مَاذَا	کیا؟
مِثْقَالُ ذُرَّةٍ	ذرہ برابر
اِنْ تَکُ	اگر ہے
يُضٰعِفْهَا	وہ اس کو دوگنا کرتا ہے
يُؤْتِ	دیتا ہے
مِنْ لَّدُنْهُ	اپنے پاس سے (من، لدن، ہ)

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

گذشتہ آیات میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زور دیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی درجہ بدرجہ کتنے اہم ہیں۔ آیات ۳۷ تا ۴۰ میں بخل پر بحث کی گئی ہے بخیل کی عام پہچان تو یہ ہے کہ وہ خود بھی خرچ نہیں کرتا اور دوسروں کو بھی روکتا ہے۔ وہ زر پرست ہوتا ہے اور یہ بات اس کی فطرت میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر کنجوسی کی ایک قسم وہ ہے کہ اپنا مال چھپائے، کسی پر ظاہر نہ ہونے دے کہ اس کے پاس مال ہے تا کہ لوگ اس سے امید ہی نہ رکھیں اور طلب ہی نہ کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: **ان اللہ اذاانعم نعمة علی عبدہ احب ان یظھر اثرھا علیہ** یعنی جب اللہ کسی بندے کو نعمت دیتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس بندے کے رکھ رکھاؤ سے یہ نعمت ظاہر ہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ صاحب نعمت ہو لیکن ظاہر میں مفلس اور پریشان حال نظر آئے۔

ایک طرف یہ حدیث جو کہ رہبانیت اور رسمی فقیری و درویشی کو روکتی ہے اور دوسری طرف لفظ نعمت سے صرف مال ہی مقصود نہیں بلکہ علم بھی اختیار بھی، صحت بھی، جو بھی نعمت اللہ نے دی ہے وہ اسی لئے کہ استعمال کی جائے نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی۔

قرآنی نقطہ نظر سے بخیل وہ بھی ہے جو نام و نمود کے لئے خرچ کرتا ہو، اپنے علم یا دولت وغیرہ کی نمائش کرتا ہو۔ تا کہ لوگ اسے بڑا آدمی سمجھیں۔ آیات ۳۹ اور ۴۰ میں تاکید ہے کہ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ اور اس کے بندوں پر خرچ کرو۔ اس کے جو فوائد دنیا میں ہیں وہ تو ضرور ملیں گے لیکن آخرت میں اللہ اس کا اجر دوگنا بلکہ زیادہ اور بہت زیادہ دے گا۔ صاف ظاہر ہے جو بخیل ہے وہ اللہ اور روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور شیطان اس کا رفیق اور مشیر ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا
جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿٤١﴾
يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ
بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ ع ٦ ٩ ٣

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

بھلا اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک ایک کو حالات بتانے کے لئے بلائیں گے اور (اے محمد ﷺ) آپ کو ان لوگوں پر یعنی آپ کی امت پر گواہ کے طور پر لائیں گے اس دن وہ لوگ جنہوں نے سچے دین سے انکار کیا اور رسول کی نافرمانی کی تھی۔ تمنا کریں گے کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس دن کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

جِئْنَا	ہم لے آئے
اُمَّةٌ	جماعت، گروہ
شَهِيْدٌ	گواہ
يَوَدُّ	پسند کرتا ہے
عَصَوُا	انہوں نے نافرمانی کی
لَوْتُسَوّٰى	کاش برابر ہو جائے
حَدِيْثٌ	بات

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

یہ بات گذشتہ آیات میں کہہ دی گئی تھی کہ کنجوسی کرنے والا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ شیطان کی باتوں پر چلتا ہے۔ اس طرح وہ کفر سے قریب ہے۔ آیات ۴۱۔۴۲ میں قیامت کا منظر کھینچا گیا ہے کہ میدان محشر میں باری باری ہر نبی کی امت آئے گی۔ وہ نبی بتائیں گے کہ انہوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن بہت سے لوگ کافر رہے۔ وہ ان کافروں کی نشان دہی کریں گے۔ سب سے آخر میں حضور نبی کریم ﷺ آئیں گے اور اپنی امت کے اعمال وافعال پر گواہی دیں گے کہ کس نے انہیں مانا اور کس نے کہاں تک نہیں مانا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کی امت آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان ہیں۔ اس وقت وہ لوگ جو کافر رہے یا کفر سے قریب رہے وہ اپنے سامنے دوزخ دیکھیں گے۔ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن جتن کریں گے اور تمام جتن ناکام ہو جائیں گے۔

پھر وہ یہی تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ مگر یہ تمنا پوری نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے وہ اپنی کوئی حرکت چھپا نہ سکیں گے۔

آیت نمبر ۴۱ ختم نبوت پر ایک دلیل بھی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ حضور اپنی امت پر بھی اور تمام امتوں پر بھی گواہی دیں گے۔ شاہد اور شہید میں یہ فرق ہے کہ شاہد صرف ایک زمانہ کے لئے ہے لیکن شہید تمام زمانوں کے لئے۔ اور حضور ﷺ شہید (گواہ) بھی ہیں اور شاہد بھی۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کی حیثیت شہید کی نہ ہوتی۔ اور قرآن میں لفظ شہید آیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا
تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ
كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ
اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳

اے ایمان والو! اگر تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک زبان سے جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو۔ اسی طرح جنابت (شرعی ناپاکی) کی حالت میں بھی (نماز نہ پڑھو) جب تک غسل نہ کرلو۔ سوائے اس کے کہ تم راستہ سے گذرنے والے ہو اور اگر تم مریض ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو تم میں سے کوئی شخص جائے ضرورت سے فارغ ہو کر آئے یا تم عورتوں سے ملے ہو اور پانی تمہیں دستیاب نہ ہو تو ایسی حالت میں پاک مٹی سے تیمم کرلیا کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ درگذر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳

لَاتَقْرَبُوْا	تم قریب نہ جانا
سُكٰرٰى	نشے کی حالت (سکر، نشہ)
مَاتَقُوْلُوْنَ	تم کیا کہہ رہے ہو
جُنُبًا	جب غسل کی حاجت ہو (ناپاک ہو)

عَابِرِیْ	گذرنے والا
حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا	جب تک غسل نہ کرو
مَرْضٰی	مریض
اَلْغَائِطُ	قضائے حاجت
لٰمَسْتُمُ	تم نے چھوا (صحبت کی ہو)
لَمْ تَجِدُوْا	تم نے نہیں پایا
مَاءٌ	پانی
تَیَمَّمُوْا	تم تیمّم کرلو
صَعِیْدٌ	مٹی
طَیِّبٌ	پاک
اِمْسَحُوْا	مسح کرو
وُجُوْہٌ	چہرے (وَجْہٌ۔ چہرہ)
اَیْدِیْکُمْ	اپنے ہاتھ

تشریح: آیت نمبر ۴۳

اس آیت میں بہت سے مسئلے طے ہوجاتے ہیں۔ اگر چہ اس آیت میں نشہ مطلقاً حرام نہیں کیا گیا بلکہ اس کے متعلق حرام ہونے پر ذہنوں کو تیار کیا گیا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب مکمل طور پر شراب کو حرام نہیں کیا گیا تھا۔ صرف شراب ہی نہیں بلکہ ہر قسم کا نشہ کیونکہ نشہ میں انسان عقل سے بہک جاتا ہے اور کچھ کا کچھ بولنے لگ جاتا ہے۔ یہ چیز نماز کے آداب و شرائط کے خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لوگوں سے نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے نماز عجیب نسخہ ہے۔ نماز اور نشہ آپس میں ضد ہیں۔ نماز میں اللہ سے لو لگائی جاتی ہے۔ لیکن نشہ کی کیفیت میں یہ ممکن نہیں۔

اس آیت میں دوسری اہم بات تیمّم کی اجازت ہے۔ یہ اجازت وضو اور غسل کا بدل ہے لیکن مشروط ہے۔ پہلی اجازت یہ

ہے کہ سفر یا حضر کی حالت میں اگر انسان ناپاک ہو جائے تو اس وقت تیمم کر سکتا ہے جب تک غسل یا وضو کے لئے پانی نہ ملے۔ دوسری اجازت شدید مرض کی حالت میں دی گئی ہے جب پانی نقصان کرتا ہو۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے قربت کی ہے ان حالات میں اگر غسل کے لئے پانی نہ مل سکے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

اس آیت میں تیمم کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ اللہ انسان کی مجبوریوں کو دیکھتا ہے اور اسے ضروری حد تک چھوٹ دیتا ہے۔

اس آیت میں نماز کی اہمیت اور وقت پر ادائیگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ناپاک ہو گیا ہے اور غسل کے لئے یا وضو کے لئے پانی نہ ملے یا مرض میں پانی چھونے سے نقصان کا خطرہ ہو تو تیمّم جائز ہے اور اللہ اس سلسلے کی مجبوری کو معاف فرمائے گا وہ مغفرت والا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے جس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ
يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾
مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ
يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا
لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا
وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ
لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ
نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

کیا آپ نے ان لوگوں کے حالات پر غور کیا جن کو کتاب (توریت) کے علم سے ایک حصہ دیا گیا ہے مگر وہ لوگ گمراہی خرید رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی صحیح راہ سے بھٹک جاؤ۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ کا مددگار اور حامی ہونا ہی کافی ہے۔ یہود میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جو بات کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور طعنہ زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کے الٹ پھیر سے یوں کہتے ہیں۔ ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ تو سن کہ تو سننے کے قابل ہی نہ رہے اور راعنا کو زبان دبا کر کہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ یوں کہتے۔ ''سمعنا واطعنا اسمع اور انظرنا'' تو ان کے حق میں بہتر اور مناسب ہوتا۔ لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر رکھا ہے۔ لہٰذا ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا ایمان نہیں لائیں گے۔

اور اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ہے اسے مان لو جو ہم نے نازل کیا ہے جو تمہاری اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم ان کے چہرے بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں۔ یا ان پر لعنتیں برسا دیں جس طرح ہم نے سبت والوں پر لعنتیں کی تھیں۔ اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

اَلَمْ تَرَ	کیا تو نے نہیں دیکھا؟
یَشْتَرُوْنَ	خریدتے ہیں
اَعْدَآءٌ	دشمن (عَدُوٌّ کی جمع ہے)
مَوَاضِعٌ	موقع ومحل (مَوْضِعٌ، جگہ، موقع)
غَیْرُ مُسْمَعٍ	نہ ہو سننے والا

لَیٌّ	مروڑنا
اَلْسِنَةٌ	زبانیں (لِسَانٌ کی جمع ہے)
طَعْنٌ	طعنہ دینا، عیب لگانا
اَقْوَمُ	زیادہ بہتر
نَطْمِسُ	ہم مٹا دیں ہم بگاڑ دیں
نُرُدُّ	ہم پھیر دیں
اَدْبَارٌ	پیٹھ (دُبُرٌ، پیٹھ)
اَصْحَابَ السَّبْتِ	ہفتہ والے (بنی اسرائیل میں سے جن کو مچھلیوں کے شکار سے آزمایا گیا)
اَمْرُاللّٰهِ	اللہ کا حکم

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

ان آیات میں مجلسی آداب بتائے گئے ہیں۔ جان بوجھ کر ذومعنی الفاظ کہنا سخت منع ہے جو بظاہر احترام اور عزت کے ہیں لیکن حقیقتاً حقارت اور ذلت کے الفاظ ہیں اور محض تلفظ کے الٹ پھیر سے معنی کہیں سے کہیں چلے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی محفل میں منافق بھی ہوا کرتے تھے جب حضور کوئی بات فرماتے تو وہ سمعنا کہتے یعنی ہم نے سن لیا لیکن ساتھ ہی ساتھ چپکے سے عصینا بھی کہتے یعنی ہم نہیں مانیں گے۔ کچھ اس طرح زبان لچکا کر لفظ عصینا کو ادا کرتے کہ سننے میں اطعنا بھی آتا یعنی ہم مانیں گے۔ اسی طرح وہ حضور ﷺ کو اور مسلم حاضرین محفل کو یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہم نے سن لیا ہے اور ہم عمل کریں گے۔ لیکن حقیقت میں وہ یہی کہتے کہ ہم نے سن لیا ہے لیکن ہم ہرگز عمل نہیں کریں گے۔ اور اس طرح اپنے دل کا غبار نکالتے رہتے تھے۔

جب انہیں کوئی بات کہنی ہوتی تو اسمع کہتے یعنی آپ ہماری بات سنئے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دبی زبان میں غیر مسمع بھی کہہ دیتے یعنی تمہیں کوئی بات سنائی نہ دے۔

اس طرح راعنا کہا کرتے۔ عین کو زبان سے دبا کر کہتے اور اس طرح اس کے معنی کو تذلیل و تحقیر کی طرف لے جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی ان تمام حرکتوں کو سب کے سامنے کھول کر رکھ دیا کہ کوئی دھوکا نہ کھائے اور ان کا فریب سب پر

ظاہر ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ ذو معنی الفاظ کا استعمال کرنا سخت گناہ ہے جو ظاہر میں کچھ ہیں اور باطن میں کچھ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ کون سے صحیح الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے جن سے سوائے عزت اور تعظیم کے کوئی دوسرے معنی نہ نکلتے ہوں۔ اس قسم کے ذو معنی الفاظ صرف وہی بول سکتے ہیں جن کے اندر ایمان نہیں اور ان پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے یہ بھی ہوشیار کر دیا ہے کہ ایمان لاؤ ورنہ ایک دن اللہ کا عذاب آ جائے گا۔ تمہارا سامنے کا چہرہ بگاڑ کر پیچھے کی طرف کر دیا جائے گا۔ یا تمہیں اس طرح سے لعنت زدہ کر کے بندر بنا دیا جائے گا جس طرح سبت والوں کے ساتھ ہوا جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہے۔ اللہ نے یہ بھی خبر دار کر دیا ہے کہ ہمارا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا ﴿۴۸﴾
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ
یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾ ع ۸ ۷/۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے علاوہ جس چیز کو چاہے وہ معاف کر سکتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا اس نے ایک بہت بڑا بہتان باندھنے کا گناہ کیا ہے۔ اے نبی ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں کا حال دیکھا ہے جو بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہے پاک بازی عطا کر دے۔ اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ دیکھو تو سہی یہ اللہ پر کیسا جھوٹ بہتان لگا رہے ہیں اور ایسی بات کھلے ہوئے گناہ کی دلیل ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

لَايَغْفِرُ	معاف نہیں کرے گا
اَنْ يُّشْرَكَ	یہ کہ شریک کیا جائے
مَادُوْنَ ذٰلِكَ	اس کے علاوہ
اِفْتَرٰى	اس نے گھڑ لیا
يُزَكُّوْنَ	وہ پاک باز بنتے ہیں
فَتِيْلاً	دھاگہ برابر

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

یہاں شرک کی حقیقت کھول کر بیان کردی گئی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے بلکہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔اس لئے بالکل صاف صاف بیان فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی ایک گناہ کو معاف نہیں کرتا۔اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف کرسکتا ہے۔

شرک کیا ہے؟ اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود تسلیم کرلینا جب کہ وہ اللہ ایک ہے اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنا گناہ عظیم ہے۔جس نے اس وحدت کو خراب کیا وہ مشرک ہے۔کافر اور مشرک میں فرق یہ ہے کہ کافر کھلم کھلا اللہ اور رسول کو نہیں مانتا۔مشرک چالاکی سے اللہ اور رسول ﷺ کو مانتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ کسی اور جاندار یا بے جان ہستی کو بھی صاحب اختیار اور صاحب حکم مانتا ہے۔اس نے الوہیت یا رسالت میں شریک پیدا کرلئے اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے جہاں پر جی چاہا اللہ اور رسول ﷺ کا حکم مان لیا اور جہاں پر جی چاہا اپنے خود ساختہ معبودوں کا سہارا لے لیا اس طرح بندہ کے ہاتھ میں اختیار آ گیا کہ وہ کس اللہ کا یا کس نبی کا حکم مانے،کب مانے اور کس معاملے میں مانے۔کفر اپنا کھیل صاف صاف کھیلتا ہے اور سامنے سے وار کرتا ہے لیکن شرک مار آستیں بن کر چھپ کر وار کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ دوست نما دشمن سے بچنا زیادہ مشکل ہے۔اسی لئے شرک کو سب سے بڑا اور نا قابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔

اہل کتاب یہی شرک کا کھیل کھیلتے تھے اور ان کے مذہبی سردار اور علماء بظاہر بڑے مقدس بنتے تھے لیکن درحقیقت اپنی اپنی گدیوں سے شرک کا کاروبار چلاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں پر واضح کردیا کہ ظاہری تقدس پاکیزگی اور اخلاق سے دھوکا نہ کھایا جائے۔فرض کرلیا جائے کہ ان مذہبی ٹھیکہ داروں میں بہت سی خوبیاں موجود ہیں پھر بھی ایک تنہا شرک کا گناہ ان کی سب خوبیوں کو لے ڈوبے گا اور ان کے جہنمی ہونے کے لئے یہی ایک گناہ کافی ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ

اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ
وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ
اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا ؕ ﴿۵۲﴾ اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ
فَاِذًا لَّا يُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِيۡرًا ۙ ﴿۵۳﴾ اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ
عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۚ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ
اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ﴿۵۴﴾
فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ
سَعِيۡرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا
نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ
اَبَدًا ؕ لَهُمۡ فِيۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

اے نبی ﷺ! کیا آپ نے ان لوگوں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے ایک حصہ دیا گیا تھا

یہ لوگ اس کے باوجود بتوں پر اور شیطانوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ کفار مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ ہی لعنت کر دے تو اے نبی ﷺ آپ اس کا کسی کو مددگار نہیں پائیں گے۔ کیا ان کا سلطنت میں کوئی حصہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ تو کسی کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔ یا یہ کہ اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو کچھ عطا کیا ہے اس پر حسد کرتے ہیں۔ یقیناً اس سے پہلے بھی ابراہیمؑ کے خاندان والوں کو کتاب و حکمت دی گئی ہے اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت بھی عطا کی تھی پھر لوگوں میں سے کچھ تو اس پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور جہنم کی دھکتی آگ ان کے لئے کافی ہے۔ بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا ہم عنقریب ان کو جہنم میں جھونک دیں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کھالوں کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم عنقریب ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت زیادہ گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

اَلْجِبْتُ	بت۔ ساحر، دیوتا، اوھام
اَلطَّاغُوْتُ	شیطان (اور شیطانی قوتیں)
اَهْدٰی	زیادہ ہدایت پر
لَا يُؤْتُوْنَ	وہ نہیں دیں گے
نَقِيْرٌ	تل برابر، ذرہ برابر
يَحْسُدُوْنَ	وہ حسد کرتے ہیں، جلتے ہیں
صَدَّ	وہ رک گیا
نَضِجَتْ	جل گئی (جل جائیں گی)

جُلُوْدٌ کھالیں۔(بدن کی کھال)

لِيَذُوْقُوْا تا کہ وہ چکھیں

ظِلًّا ظَلِيْلًا گھنا سایہ، گھنی چھاؤں

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۷

یہود کے علماء کا ذکر ہے۔ بے شک وہ الکتاب کا علم رکھتے تھے مگر مختصر، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علم ایمان کی گارنٹی نہیں ہے یعنی ضروری نہیں ہے کہ عالم مومن بھی ہو۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ دنیاوی علوم کے ماہر ہوتے ہیں مگر وہ عقیدہ کی بہت سی گندگیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ اور شیطانوں کے راستے اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں اور دین کا بہت مختصر علم رکھتے ہیں۔ مختصر علم رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ یا تو ساری کتاب پر حاوی نہیں ہوتے۔ بس ادھر ادھر سے کچھ پڑھ پڑھا کر اپنا کام چلا لیتے ہیں۔ اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ سطحی مطالعہ کرتے ہیں۔ حقیقت کی روح اور گہرائی تک نہیں پہنچتے۔ اس کے دو ثبوت دیئے گئے ہیں کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر جبت اور طاغوت کو مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ مومنوں کے مقابلے میں زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

جبت اور طاغوت کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ جبت سے مراد سحر ہے اور طاغوت سے مراد شیطان۔ یعنی اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت اور پرستش کی جائے اسے جبت یا طاغوت کہتے ہیں۔ جبت ایک بت تھا۔ آگے چل کر اس کے معنی غیر اللہ اور معبود کے ہو گئے۔ جبت اور طاغوت تقریباً ہم معنی الفاظ ہیں۔

جن لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے ان میں وہ بھی شامل ہیں جو کم علمی بلکہ کم عقلی کی وجہ سے شرک کرتے ہیں اور شیطان کی پیروی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفار زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔ یہاں پر لعنت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس پر اللہ لعنت کر دے پھر اس کا کوئی مددگار نہیں۔ ملعونوں کے متعلق ایک جگہ قرآن میں فرمایا ہے کہ "جن پر اللہ کی لعنت ہے وہ جہاں کہیں بھی ملیں ان کی گردن اڑا دی جائے۔"

یہود اسلام کے اتنے دشمن کیوں تھے؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ وہ حسد کر رہے ہیں کیوں کہ نبوت اور سلطنت بنی اسمٰعیل کے حصہ میں آ گئی ہے جب کہ ان کے گمان کے مطابق اسے بنی اسرائیل کے حصہ میں آنا چاہئے تھا۔ اس کا جواب صاف صاف یہ ہے کہ اللہ نے کتاب اور ملک عظیم تو حضرت ابراہیمؑ کو بخشی تھی۔ اور اس کے بعد ان کی مومن اولاد کو۔ اب بنی اسمٰعیل نے ایمان کو قبول کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کافر کے کافر ہی رہ گئے۔ بنی اسرائیل کی کنجوسی کا حال یہ ہے کہ اگر اللہ صرف انہیں ہی مال و دولت اور سلطنت سے نوازتا تو دوسروں کو ایک پھوٹی کوڑی تک نہ دیتے۔

کافروں کو عذاب کی وعید دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت ۵۶ میں نقشہ کھینچا ہے کہ جہنم میں کیا کچھ ہوگا۔ فرمایا ہے کہ جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی اور اس میں حس پیدا ہو جائے گی تو اس گلی ہوئی کھال کی جگہ تازہ کھال پہنا دی جائے گی تا کہ جلنے کا احساس قائم رہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کھال کی تبدیلی دن میں ستر ہزار بار ہوگی اور ہر دن ہوگی ہمیشہ ہمیشہ۔

آیت ۵۷ میں جنت کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ یہ جنت ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو ایمان بھی لائیں گے اور ایمان کی تصدیق میں عمل صالح بھی پیش کریں گے۔ ایسے لوگ ان باغوں میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہاں وہ ابدالاباد تک یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے وہ بیویاں ہوں گی جن کا ظاہر بھی پاک ہوگا اور باطن بھی۔ اور اس جنت میں بہترین درخت ہوں گے اور ان کی گھنی گھنی چھاؤں ہوگی۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو ادا کر دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔ جس بات کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت ہی عمدہ بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸

تُؤَدُّوْا	تم ادا کر دو
اَلْاَمٰنٰتُ	امانتیں
اِلٰی اَھْلِھَا	اس کے مالکوں کی طرف
حَکَمْتُمْ	تم نے فیصلہ کیا (تم فیصلہ کرنے لگو)
اَنْ تَحْکُمُوْا	یہ کہ تم فیصلہ کرو

اَلْعَدْلُ	انصاف
نِعِمَّا	بہترین
يَعِظُكُمْ	وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵۸

اس آیت میں مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جنہیں کتاب حکمت اور حکومت سے نوازا گیا ہے ان مومنوں کے لئے کتاب حکمت اور حکومت ایک آزمائش ہے۔ سلطنت کا انتظام اگر کیا جائے گا تو اس حکمت اور ان احکام کے تحت جنہیں اللہ کی کتاب نے پیش کیا ہے۔ تمام حکومتوں کے مقابلے میں مومن کی حکومت ایک خاص امتیاز رکھتی ہے یعنی یہاں پر عہدہ، دولت، روپیہ اور ہر چیز اللہ کی امانت ہے۔ انسان صرف خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔

یہاں پر دو احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کی بقاء و ترقی اور خوش حالی کا انحصار ان ہی دو احکام پر ہے۔ نمبر (ایک) عہدے یا پرمٹ یا الاٹمنٹ یا ٹھیکہ وغیرہ صرف ان ہی لوگوں کے حوالے کیا جائے جو اس کام کو امانت سمجھ کر انجام دیں۔ جن کا شعور تیز ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور آخرت میں ذرہ ذرہ کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت صرف مومنوں میں ہوگی۔

(دوسرا حکم یہ ہے) کہ فیصلہ کرو تو بے لاگ۔ کوئی لالچ خوف تعصب اقربا پروری اور مفاد پرستی نہ ہو۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔ دنیا پکار اٹھے کہ زمین و آسمان جس انصاف پر قائم ہیں وہ یہی ہے فرمایا کہ خبردار انصاف کا پلہ ایک طرف نہ جھک جائے۔

بنی اسرائیل کو بھی حاکمانہ اقتدار سے صدیوں نوازا گیا تھا۔ وہ بھی کتاب، حکمت اور نبوت کے حامل رہے۔ لیکن چند خاص زمانوں کو چھوڑ کر وہ ہمیشہ اخلاقی انحطاط میں مبتلا رہے۔ ان کی سلطنت کے زوال کی خاص وجہ یہ ہی تھی کہ وہ تمام عہدے اور مراعات اور انعام و اکرام اپنے محبوب اور مرغوب دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرتے تھے خواہ وہ کتنے ہی خائن، چور، راشی اور بے ایمان ہوں۔ عہدوں اور دوسری ذمہ داریوں کو عیش و عشرت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ دوسری خرابی ان میں یہ تھی کہ با اثر اور با اختیار لوگ اگر جرم کرتے تھے تو چھوڑ دیئے جاتے تھے یا ان کے ساتھ خاص نرمی برتی جاتی تھی لیکن کمزور اور بے آسرا لوگوں پر ظلم کی تلوار خوب چلتی تھی۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تمہیں بہت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔ اسی میں حکمت بھی ہے فلاح بھی اور دنیاوی ترقی بھی۔ اور تم خوب سوچ لو اور سمجھ لو کہ اللہ کی نگاہوں سے تمہارا کوئی فعل پوشیدہ نہیں ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ
اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹

ع ۸ ۹ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پیروی کرو اور ان کی بھی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر کسی بات میں باہمی جھگڑے کی نوبت آ جائے تو اس بات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو۔ یہی طریقہ بہتر اور انجام کے اعتبار سے بھی عمدہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹

اُولِي الْاَمْرِ	صاحب اختیار
تَنَازَعْتُمْ	تم آپس میں جھگڑ پڑے
رُدُّوْهُ	اس کو لوٹاؤ
اَحْسَنُ	بہترین
تَاْوِيْلٌ	انجام، جزا

تشریح: آیت نمبر ۵۹

یہ آیت تمام آئین و قوانین اسلام کی جان ہے۔ اسلامی دستور کی حیثیت سے اول و آخر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے آئین کب اس کی خاک کو پہنچ سکتے ہیں۔

اسلامی دستور سارے کا سارا سمیٹ کر اور لپیٹ کر اٹھائیس الفاظ میں حل کر دیا گیا ہے۔اس کا تعلق ظاہری احکام سے بھی ہے اور اس روح مقصد سے بھی ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔یعنی اس میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اگر باطن میں ایمان نہیں ہے تو ظاہری احکام کو آدھے دل سے ٹالنے کے لئے مان لینا اچھا نتیجہ نہیں دکھا سکتا۔

اس آیت کے مطابق اسلامی دستور کی چار بنیادیں ہیں۔

(۱) قرآن میں واضح احکامات ہیں،ان کا ماننا اور ان پر بلا چون و چرا عمل کرنا شرط اول ہے پھر ان اللہ یامر سے ارشاد کر دیا کہ اصل حکم اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۲) رسول مقبول ﷺ نے جو احکامات اثبات یا نفی میں دیئے ہیں یا جو احکام قرآنیہ کی تفصیلات طے کی ہیں،یعنی جو کچھ الفاظ و اعمال سے ہدایت بخشی ہے،وہ سب وحی غیر متلو ہیں۔سب حق تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے ہیں۔ان کا ماننا گویا اللہ کا حکم ماننا ہے۔ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

(۳) زمین پر انسان کی حکمرانی نائب و امین کی حیثیت سے ہے لہٰذا قانون سازی ایسے اصول پر مبنی ہو گی جو قرآن و حدیث سے متصادم نہ ہو۔

(۴) اس حاکم وقت کا حکم ماننا جو تم میں سے ہو۔''تم میں سے ہو'' کے معنی ہیں کہ مومن ہو۔اگر وہ واقعی مومن کی بصیرت اور حکمت رکھتا ہے تو اس کے احکام بھی اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی روشنی میں ہوں گے۔یہ ممکن ہے کہ وہ اجتہادی غلطی کر جائے لیکن اگر اس کے احکام کی بنیاد اسلام ہے تو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔

اگر حکام و امراء کا حکم ایسے معاملات کے بارے میں ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں جائز چیزوں کی قسموں میں سے ہیں اور اس میں آپ حکام کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔تو اختلاف رائے کیا جا سکتا ہے،مشورے دیئے جا سکتے ہیں،احتجاج کیا جا سکتا ہے لیکن حکم حاکم سے دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔حکم حکم ہے اور تسلیم کرنا پڑے گا۔ورنہ انتظام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔

اگر وہ غلطی عظیم ہے اور بنیادی اہمیت کی ہے اس لئے کہ حاکم کا حکم عدل و انصاف کے خلاف ہے تو پھر اس میں امیر کی اطاعت نہیں ہے بلکہ اس میں تو حاکم اور محکوم دونوں کو اللہ کا حکم ہے کہ اجتہاد پر،قرآن و حدیث کی روشنی میں نظر ثانی کریں۔اگر دونوں طرف دل میں خلوص ہوگا،ایک دوسرے کی خیر خواہی ہوگی تو انشاء اللہ قرآن و حدیث کی روشنی میں نظر ثانی اور نظر ثالث مفاہمت کا دروازہ کھول دے گی۔دوسرے الفاظ میں نہ حاکم کی طرف سے ظلم و ستم کی اجازت ہے نہ محکوم کی طرف سے بغاوت اور ہنگامے کی۔آیت یوں ختم ہوتی ہے ''اگر تم واقعی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔یہی اک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی حسن و خوبی کا مظہر ہے۔''

یہاں پر ''اولی الامر'' کا لفظ اپنے اندر بہت ہی وسیع معنی رکھتا ہے۔سربراہ مملکت اور اس کے مقرر کردہ انتظامی حکام سے لے کر کنبہ کے سربراہ یعنی والدین اور شوہر تک اس میں شامل ہیں۔

اس آیت کی رو سے ہر طرح کا فتنہ وفساد، سازش، خونی انقلاب، مطالبات منوانے کے لئے بھوک ہڑتال، ناجائز ہڑتالوں، پستول، بم، سب ہتھکنڈے منع ہیں۔ ہاں پرامن تحریک چلائی جاسکتی ہے۔ اور حدود اسلامی کے اندر مفاہمت کا ہر موقع استعمال کیا جاسکتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ
أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ
أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا
بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا
أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ
يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ
وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ
رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

اے نبی ﷺ کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں لیکن وہ اپنے مقدمات کے فیصلے شیطانوں سے کرانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو شیطان کا حکم نہ ماننے کے لئے کہا گیا ہے۔ شیطان کی تو یہی خواہش ہے کہ وہ صحیح راستے سے بھٹکا کر بہت دور لے جائے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم اور رسول کی اطاعت کی طرف آ جاؤ تو آپ ان منافقین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس بات سے بے رخی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان پر ان کے ہاتھوں کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے کوئی مصیبت پڑتی ہے تو پھر وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور باہمی میل ملاپ تھا یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔ آپ ان سے درگذر کیجئے ان کو نصیحت کرتے رہئے اور ان کے حق میں وہ بات کہیے جو ان کے نفسوں پر اثر انداز ہو۔ اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی پیروی کی جائے۔ اگر یہ لوگ اسی وقت جب کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا آپ کے پاس آتے، اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

یَزْعُمُوْنَ	دعویٰ کرتے ہیں، گھمنڈ رکھتے ہیں
یَتَحَاکَمُوْا	وہ فیصلہ کے لیے جائیں
اُمِرُوْا	حکم دیا گیا
ضَلٰلاً بَعِیْدًا	گمراہی میں دور
تَعَالَوْا	آؤ

رَاَیْتَ	تونے دیکھا (تو دیکھے گا)
صُدُوْدٌ	اٹک کر، رک رک کر
یَحْلِفُوْنَ	وہ قسم کھاتے ہیں
تَوْفِیْقٌ	باہمی میل ملاپ
لِیُطَاعَ	تاکہ اطاعت کی جائے
لَوَجَدُوْا	البتہ وہ پاتے

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

اس حکم کے بعد کہ حکومت کے عہدے عیش وعشرت کے لئے نہیں بلکہ امانت داری کے لئے ہیں اور ان پر وہی مقرر کئے جائیں گے جو انہیں اللہ کی امانت سمجھیں گے۔ فرمایا گیا کہ اس حکم کے بعد جب کسی معاملہ کا فیصلہ کرنے لگو تو بے لاگ اور بے لوث کرو۔ پھر اس حکم کے بعد اللہ کا حکم مانو، رسول کا حکم مانو اور اپنے حکام وامراء کا حکم مانو اور اگر شدید اختلاف ہو جائے تو پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں دوبارہ غور وفکر کرو۔

اتنے احکام کے بعد اگر کوئی بظاہر مسلمان اسلامی عدالت میں اپنا مقدمہ نہ لے جائے خصوصاً جب کہ خود حضور پر نور ﷺ بہ نفس نفیس عدالت کی کرسی پر تشریف فرما ہوں، اور اس کے باوجود کسی کافر کے پاس فیصلے کے لئے اپنا مقدمہ لے جائے تو وہ منافق نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسا ایک واقعہ حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آیا ہے جبکہ بشر نامی ایک بظاہر مسلمان اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں لے جانے کے بجائے ایک یہودی سردار کے پاس لے گیا۔ چونکہ وہ قصور وار تھا اسے آپ کی عدالت سے سزا پانے اور ذلیل ہو جانے کا خطرہ تھا۔ مقدمہ بہر حال حضور ﷺ کی عدالت میں پہنچا۔ وہاں آپ نے بشر کے خلاف یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بشر آپ کے فیصلے سے مطمئن نہیں ہوا اور فیصلے کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہ بشر حضور ﷺ کے فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس کی گردن اڑادی کہ یہ منافق ہے۔ آیت مذکورہ تصدیق کرتی ہے کہ ایسے لوگ جو اللہ کے رسول کا فیصلہ نہیں مانتے وہ کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو صرف ایک واقعہ تھا لیکن ایسے متعدد واقعات ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جو بظاہر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنا مقدمہ حضور کی عدالت میں لانے سے کتراتے تھے چونکہ وہ انصاف میں لگی لپٹی ناجائز رعایت چاہتے تھے۔ پھر جب وہ حضور ﷺ کے پاس آتے تو اپنے ایمان کی بہت ساری قسمیں کھاتے اور طرح طرح کے بہانے پیش کرتے اور ہمیشہ اپنے

آپ کو نیک نیت اور خیر خواہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ ہر وہ بظاہر مسلمان جو اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں نہیں لاتا ہے، ہزار قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کو پیش کرتا ہے، وہ منافق ہے۔ اسے چاہیے تھا کہ آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتا اور ذرا بھی تنگی محسوس نہ کرتا۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر یہ منافقین ایسی غلطی کرنے کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ کے پاس آتے۔ اپنے گناہ پر سچے دل سے توبہ کرتے اور خود حضور بھی اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ضرور بخش دیتا اور انہیں پھر ایمان کی زندگی کا موقع دیتا۔ اس آیت نے غیر اسلامی عدالت کو طاغوت قرار دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو غیر اسلامی عدالتوں میں اپنا مقدمہ لے جانے سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا
عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا
فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ
بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿۶۶﴾ وَّإِذًا لَّآتَيْنٰهُمْ مِّنْ
لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۶۸﴾
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ ۚ
وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى
بِاللّٰهِ عَلِيمًا ﴿۷۰﴾

ع ۹/۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

(پھر اے نبی ﷺ) قسم ہے آپ کے پروردگار کی یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے تمام آپس کے جھگڑوں میں آپ ہی کو فیصلہ کرنے والا نہ بنالیں اور پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمادیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی بوجھ اور گرانی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو پوری طرح مان لیں۔

اور اگر ہم ان منافقوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم اپنی جانوں کو قتل کر دو یا اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو سوائے کچھ لوگوں کے ان میں سے کوئی بھی اس حکم کو نہ مانتا اور اگر یہ لوگ اس پر عمل کرتے جو ان کو نصیحت کی جارہی ہے تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی اور ان کے ایمان کو پختہ کر دیتی۔ اور جب یہ ایسا کرتے تو ہم ان کو اپنے پاس سے بہت بڑا اجر و ثواب عطا کرتے اور ان کو صراط مستقیم پر چلاتے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام و اکرام کیا ہے جیسے انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ بڑے اچھے ساتھی ہیں۔ اور یہ اللہ کے بڑے فضل و کرم میں سے ہے کہ اللہ کا باخبر ہونا ہی سب کے لئے کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

شَجَرَ جھگڑا ہوا

حَرَجٌ تنگی

قَضَیْتَ آپ نے فیصلہ کر دیا

اَشَدُّ تَثْبِیْتًا بہت مضبوط

اَنْعَمَ اللّٰہُ اللہ نے انعام کیا

حَسُنَ بہترین

رَفِیْقٌ ساتھ، ساتھی

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بظاہر کسی مومن کا آپ کی عدالت میں مقدمہ نہ لانا یا آپ کے فیصلے سے دل و جان سے راضی نہ ہونا منافقت کی دلیل تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! تمہارے رب کی قسم وہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جو اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو منصف نہ مان لیں اور پھر جو کچھ آپ فیصلہ کر دیں اس پر دل میں کوئی تکلف اور تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر جھکا کر تسلیم و اطاعت کی روش اختیار کریں۔

اب حضور ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمالیا ہے لیکن آپ کی سنت زندہ ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ اس فیصلہ پر دل و جان سے سر جھکا دے جو قرآن و سنت کی روشنی میں کیا گیا ہو ورنہ وہ منافق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آں حضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کی شادی حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دی جو ایک آزاد کردہ غلام تھے تو حضرت زینبؓ کے رشتہ دار دل سے ناراض ہوئے۔ لیکن جب یہ آیت ۶۵ اتری تو سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

منافقوں کے سلسلہ میں آگے کی آیات ۶۷ اور ۶۸ بتایا گیا ہے کہ یہ وہی حکم مانتے ہیں جس میں ان کا فائدہ ہے۔ اگر کوئی حکم ان کے لئے سخت ہے تو نہیں مانتے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ جو حکم بھی دیا جائے اس پر بے چون و چرا عمل کرتے ہیں۔ اس طرح اس کے تین فائدے ہیں۔

(۱) اللہ کا حکم ہمیشہ بندے کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے یہ بھلائی آگے چل کر ظاہر ہو۔

(۲) اللہ کا حکم ماننے میں خواہ وہ تلخ ہو بندے میں فرماں برداری، ثابت قدمی اور صبر و استقلال کی عادت ترقی کرتی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بڑا اجر عنایت کرتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے کی زیادہ توفیق عطا کرتا ہے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جو انعامات آخرت میں رکھے گئے ہیں ان میں ایک زبردست انعام کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے کہ جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر اللہ نے انعامات نازل کئے ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین جنت میں باہم ہر وقت ملتے جلتے رہیں گے اور کوئی تفریق نہ ہوگی۔ کوئی شخص نبی اور صدیق نہیں بن سکتا لیکن شہید اور صالح بننے کی انتہائی کوشش کر سکتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا
ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ
شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ
تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ
فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ
لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا
مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ
لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ؕ﴿۷۵﴾
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ
ع ۱۰ ۶ ۷ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ؑ﴿۷۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

اے ایمان والو! ہتھیار بند رہو اور مقابلے کے لئے نکلو الگ الگ دستوں میں یا ایک اکٹھی فوج بن کر۔ اور (ہوشیار!) تمہارے درمیان ایسے افراد بھی ہیں جو لڑائی میں جانا نہیں چاہتے۔ اگر کہیں تمہیں شکست ہوگئی تو ایسا شخص کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر کرم کیا کہ میں ان کے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر کہیں اللہ کے فضل و کرم سے تمہاری جیت ہوگئی تو اس طرح کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی تعلق ہی نہ تھا کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو کتنا مال اور عزت حاصل کر لیتا۔ اللہ کی راہ میں قتال کرنا ان لوگوں کے لئے لازم ہے جنہوں نے دنیا کی زندگی کا سودا آخرت کے بدلے میں کر لیا ہے۔ اور وہ جو اللہ کی راہ میں قتال کرے گا خواہ وہ شہید ہو یا غازی تو ہم ضرور اسے عظیم بدلہ عطا کریں گے۔ آخر کیا سبب ہے کہ تم ان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال نہ کرو گے جو کمزور پڑ کر دب گئے ہیں اور پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے رب اس جگہ سے ہماری جان چھڑا جہاں کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی نجات دینے والا بھیج۔ وہ جو ایمان والے ہیں وہ یقیناً اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کی روش اختیار کر رکھی ہے وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔

اے مومنو! شیطان کے طرف داروں سے قتال کرو۔ اور یقین جانو کہ شیطان کی چالیں بہت کمزور ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

حِذْرٌ	بچاؤ
اِنْفِرُوْا	نکلو
ثُبَاتٌ	الگ الگ
لَيُبَطِّئَنَّ	البتہ وہ دیر کرے گا
مَوَدَّةٌ	دوستی
يٰلَيْتَنِيْ	اے کاش کہ میں
اَفُوْزُ	میں کامیاب ہوں (کامیاب ہو جاتا ہے)

یُقْتَلُ	قتل کیا گیا
یَغْلِبُ	غالب آئے گا
اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ	کمزور
اَلْوِلْدَانُ	بچے
اَخْرِجْنَا	ہمیں نکال
اَوْلِیَآءُ الشَّیْطٰنِ	شیطان کے دوست اور ساتھی
کَیْدٌ	فریب، دھوکہ

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۶

ان آیات میں قتال یعنی فوجی حکمت عملی پر بہت زور دیا گیا ہے، جنگ احد کے بعد کفار اور منافقین یہ سمجھ کر ہر طرف سے منڈ کر آنے لگے کہ مسلمان کمزور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرماتے ہوئے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے دیا اور یہ کہہ کر ان کی ہمت بندھائی کہ اہل طاغوت بڑے زور و شور سے اٹھتے ہیں اور بڑی بڑی جنگی تدبیریں کرتے ہیں مگر ان کی تمام چالیں آگے چل کرنا کام ہو کر رہیں گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ نہ صرف تم مومن رہو بلکہ صرف اللہ کی راہ میں لڑنے کی ٹھان لو جس میں تمہارا کوئی دنیاوی مقصد نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اجر عظیم اور بڑی کامیابی کا وعدہ کیا ہے مگر تخصیص نہیں کی کہ یہ انعامات کہاں ملیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ انعامات تو آخرت میں ضرور مل کر رہیں گے مگر دنیاوی کامیابی بھی عین ممکن ہے۔ بہر کیف مومن کو صرف اخروی انعامات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ اس نے اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لئے فروخت کر دیا ہے۔

جہاد و قتال کے بہت سے مقاصد ہو سکتے ہیں لیکن ایک بڑا مقصد ان لوگوں کی مدد کو پہنچنا ہے جو دنیا بھر میں ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں محض اس لئے کہ وہ اہل ایمان ہیں۔ اس وقت عرب میں بہت سے علاقے ایسے تھے جہاں کافروں کا زور تھا اور وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم توڑ رہے تھے۔ اگر ان مظلوم مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے گا تو نہ صرف وہ ختم کر دیئے جائیں گے بلکہ اسلام کا پھیلنا مشکل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جہاد و قتال کی تین تدبیریں بتائی ہیں۔ (۱) یہ کہ حالات نازک ہیں۔ مسلح رہو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ یعنی جنگی تیاریوں سے غافل نہ ہو۔ (۲) یہ کہ جب تم نکلو تو جماعت بن کر خواہ چھوٹی جماعت ہو یا بڑی جماعت کیونکہ کسی بھی جماعت کے لئے تنظیم ہی جان ہوا کرتی ہے۔ (۳) یہ کہ منافقین سے ہوشیار رہو۔ تمہاری صفوں کے اندر منافقین موجود ہیں۔ اور منافق وہ ہے جو جہاد و قتال سے جی چراتا ہے۔ جسے اسلام سے نہیں بلکہ سراسر اپنے دنیاوی مفاد سے دلچسپی ہوتی ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ
لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ
اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡ
لَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ
خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۷۷﴾ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا
يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ
حَسَنَةٌ يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ
يَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ
هٰٓؤُلَاۤءِ الۡقَوۡمِ لَا يَكَادُوۡنَ يَفۡقَهُوۡنَ حَدِيۡثًا ﴿۷۸﴾ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ
حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ؕ وَاَرۡسَلۡنٰكَ
لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ﴿۷۹﴾ مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ
فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

(اے نبی ﷺ!) کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روک لو نماز قائم کرو اور زکوۃ دیتے رہو۔ پھر جب انہیں قتال کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہیے بلکہ اس سے بھی بڑھ

کر۔ یہ لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر قتال کو کیوں فرض کر دیا ہے۔ ابھی اور ذرا مہلت دی ہوتی۔ (اے نبی ﷺ!) ان کو سمجھا دیجئے کہ دنیا کا فائدہ برائے نام ہے۔ اور اہل تقویٰ کے لئے آخرت کے فائدے زیادہ بہتر ہیں۔ اور ہاں (انعامات کی بخشش میں) تم پر اک ذرہ برابر ناانصافی نہ ہوگی۔ (ان کو سمجھا دیجئے کہ) تم کہیں بھی ہو موت وہیں پہنچ جائے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہی جا چھپو۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر انہیں کچھ فائدہ پہنچ جائے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کچھ نقصان پہنچ جائے تو (اے نبی ﷺ!) آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا۔ انہیں کہہ دیجئے کہ نفع نقصان جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ مگر یہ عجیب لوگ ہیں۔ کوئی نیک بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

کہہ دیجئے جو بھلائی تمہیں پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو وہ تمہارے نفس کی وجہ سے ہے۔ (اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ آپ پیغام پہنچا دیں۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ اور جو رخ موڑ گیا تو ہم نے آپ کو نگراں بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

كُفُّوْا	روک لو
يَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں
لِمَ كَتَبْتَ	تو نے کیوں لکھ دیا، کیوں فرض کر دیا
اَخَّرْتَنَا	ہم سے تاخیر کر دیتا
اَجَلٍ قَرِيْبٌ	قریبی مدت
يُدْرِكُ	تمہیں پالے گا
بُرُوْجٌ	برج، قلعہ
مُشَيَّدَةٌ	مضبوط

تشریح: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۰

اسلامی تحریک کے ہر قائد کا فرض ہے کہ اپنی صفوں کے اندر کالی بھیڑوں کو پہچان لے۔ یہاں پر نبی مکرم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کی پہچان صاف ہے۔ ویسے تو وہ منافق نفسانی جذبات کے لئے لڑنے مرنے کو بیتاب رہتے تھے لیکن جب یہ حکم دیا گیا کہ مت لڑو بلکہ نماز روزہ وغیرہ کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح کرو تو یہ حکم ان پر شاق گذرا۔ اب جو انہیں نفس کی راہ میں نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں لڑنے کو کہا جا رہا ہے تو پھر چیخ رہے ہیں کہ اے اللہ! تو نے قتال کیوں فرض کر دیا۔ ابھی کچھ دنوں اور ہم مال وجان کی خیر منا لیتے۔ فرمایا ان کی پہچان یہ ہے کہ یہ دشمن سے اس قدر ڈر رہے ہیں کہ اللہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ حالانکہ موت ان کو وقت پر آ کر رہے گی خواہ یہ مضبوط قلعوں کے سہارے ہی کیوں نہ لے لیں۔

منافقین کے مقابلے میں مومنین وہ ہیں جو اپنا فائدہ دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں ڈھونڈتے ہیں۔ دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں۔ ان کا یہ مزہ کم ہے۔ ان کا فائدہ چند دنوں کے لئے ہے لیکن آخرت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں۔ ان کا لطف ومزہ بھی زیادہ ہے۔ ان کے حصول میں کوئی محنت نہیں ہے۔ ان کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ کوئی گندگی یا تلخی نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی ہزار محنت کرے دنیا کی نعمتوں کا ملنا ضروری نہیں ہے۔ آگ پانی زلزلہ لڑائی بیماری چوری اور دیگر بہت سے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن آخرت کی نعمت اگر اللہ چاہے گا تو ہر صاحب ایمان، صاحب عمل صاحب تقویٰ کو ملنا لازم ہے اور اس کی گم شدگی یا تباہی یا زوال کا کوئی خطرہ نہیں۔

جنگ احد میں جو نقصان پہنچا تھا بعض ان لوگوں کی غفلت سے ہوا جو مال غنیمت لوٹنے کی خاطر یا جذبہ جہاد سے بے تاب ہو کر درہ کی حفاظت کو چھوڑ کر جنگ میں شریک ہو گئے حالانکہ حضور پر نور ﷺ کا صریح حکم تھا کہ خواہ کچھ ہو جائے درہ کی حفاظت ضرور کی جائے گی۔ بعضوں نے اس حکم کی تعمیل میں اجتہادی غلطی کی اس لئے یہ عظیم نقصان ہو کر رہا۔

ان آیات میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جس نے رسول ﷺ کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ بالفاظ دیگر رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنا اللہ کے عذاب میں گرفتار ہونا ہے۔ رسول ﷺ کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ آپ کا کام پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ جو مانتا ہے مانے جو نہیں مانتا ہے اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ
عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ
الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

زبان سے تو وہ اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن (اے نبی ﷺ!) جب وہ آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت رات کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے برخلاف مشورے کرتی ہے۔ اللہ ان کی تمام آپس کی گفتگو کو لکھ رہا ہے۔ آپ انہیں نظر انداز کر دیجئے اور اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے۔ آپ کا کام بنانے کے لئے اللہ کافی ہے۔

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر یہ وحی، اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

طَاعَةٌ	اطاعت
بَرَزُوْا	وہ نکلے
بَيَّتَ	رات کو جمع ہو کر باتیں کیں
يُبَيِّتُوْنَ	وہ رات گذارتے ہیں
اَعْرِضْ	چھوڑ دو، منہ پھیر لو
اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کیوں نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

منافقین کی پہچان یہ ہے کہ ظاہر کچھ اور باطن کچھ۔ جب دن میں حضور کی محفل میں ہوتے تو بڑھ بڑھ کے آپ کی اطاعت کا دم بھرتے لیکن رات کے اندھیرے میں ان کے سردار جمع ہو کر آپ کے خلاف مشورہ کرتے اور تدبیریں سوچتے رہتے۔ وہ اس بات کا ذرا خیال نہ کرتے کہ دن میں انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے کیا کیا وعدے کئے تھے۔ کہا جا رہا ہے (اے نبی ﷺ!) آپ ان

باتوں کو اپنے دل پر نہ لیں بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھیں وہی کارساز ہے۔ منافقین کو وہ کرنے دیجئے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کا حساب کتاب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔

یہ منافقین اس بارے میں شک کر رہے ہیں کہ یہ وحی اللہ ہی کی طرف سے آئی ہے۔ فرمایا منافقین قرآن کریم کے مضامین میں غور و فکر کرتے تو ان کی سمجھ میں آجاتا کہ سالہا سال سے جو باتیں کہی جارہی ہیں وہ یکساں ہیں۔ ان میں مقصد یا مقصدیت کا کوئی فرق نہیں۔ اس کے انداز بیان میں کوئی فرق نہیں۔ وہی فصاحت، وہی بلاغت۔ معنی و مطلب کی وہی گہرائی، وسعت اور بلندی۔ اگر اس کی تصنیف میں کسی دوسرے کا بھی ہاتھ ہوتا تو مقصد کلام کا بھی فرق ہوتا اور انداز کلام کا بھی۔ کہیں پر کچھ اور کہیں پر کچھ ہوتا۔ پڑھنے اور سننے والا خیالات کی ٹکراور پریشانی ہی میں گم ہو کر رہ جاتا۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن صرف تلاوت ہی کے لئے نہیں آیا بلکہ تدبر کے لئے بھی آیا ہے۔ اور ہر شخص جس کے پاس غور و فکر کے لئے علم و عقل ہے یا علم و عقل حاصل کر سکتا ہے وہ اس کی گہرائی میں اتر سکتا ہے اور معانی و مطالب کے موتی حاصل کر سکتا ہے۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ ۖ
وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ
يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَاتَّبَعْتُمُ
الشَّيْطَٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾ فَقَٰتِلْ فِى سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا
نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ
كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ اس خبر کو رسول ﷺ تک پہنچاتے یا پھر ذمہ داروں تک تا کہ صحیح غلط کی

چھان بین کر لیتے اور اس میں سے کام کی بات چھانٹ لیتے۔ (اے مسلمانو!) اگر اللہ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو چند لوگوں کے سوا تم تو شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

اے نبی ﷺ! آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے۔ آپ اپنی ذات کے سوا کسی دوسرے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہاں مومنین کو جہاد و قتال پر ابھارتے رہیئے۔ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی ہمت پست کر دے گا۔ اور اللہ جنگ میں بھی بہت زور آور ہے اور سزا دینے میں بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

اَذَاعُوْا	انہوں نے مشہور کر دیا
يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ	وہ اس کی تحقیق کر لیتے
لَاتُكَلَّفُ	جنہیں ذمہ دار نہیں بنایا جائے گا
حَرِّضْ	آمادہ کیجیے، رغبت دلایئے
اَنْ يَّكُفَّ	یہ کہ وہ روک دے
اَشَدُّ بَاْسًا	لڑائی میں بہت سخت
اَشَدُّ تَنْكِيْلًا	سزا دینے میں سخت

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۴

جھوٹی سچی خبریں پھیلانا نفس کی کمزوری ہے اور جنگ و جہاد کے دنوں میں دشمن کے ہاتھ میں غلط افواہیں پھیلانے کا خاص ہتھیار ہوتا ہے۔ وہ اپنے مطلب کے لائق طرح طرح کی خبریں اڑاتا بھی ہے اور اڑواتا بھی ہے۔ منافقین اور کمزور عقل مسلمان ان خبروں کو لے کر بلکہ نمک مرچ لگا کر جگہ جگہ پھونکتے پھرتے ہیں۔ جھوٹا اطمینان دلاتے ہیں یا جھوٹا خوف پھیلاتے ہیں۔

ان آیات میں منافقین کو اور کمزور ایمان والے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھ میں نہ کھیلیں اور جھوٹی سچی خبروں کے اڑانے کے گناہ میں ملوث نہ ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ عام مسلمانوں کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان خبروں کا کوئی اعتبار نہ کریں جو ذمہ دار حلقوں کی طرف سے نہ آئیں۔ اگر کوئی خبر کہیں سے کسی کو ملے تو وہ فوراً نبی کریم ﷺ اور ذمہ دار صحابہؓ تک پہنچا دیں تاکہ وہ تحقیقات کر لیں اور جس حد تک ضروری سمجھیں لوگوں کو بتائیں۔

ان آیات میں حضور ﷺ کو حکم ہے کہ اگر کوئی بھی ساتھ نہ دے تو آپ اکیلے ہی دشمن سے ٹکر لے لیں۔ لیکن جماعت بنانے کی کوشش ضرور کریں اور اس کے لئے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی زوردار ترغیب دیں۔ خواہ آپ کی جماعت چھوٹی ہو یا بڑی، آپ کی مدد کے لئے اللہ کافی ہے۔ وہ آپ کا رعب دشمنوں کے دل میں ڈال دے گا۔ دشمن خود میدان میں آنے کی ہمت نہ کرے گا۔ جہاں تک کافروں کا تعلق ہے اللہ جنگ میں بہت زور آور ہے۔ جہاں تک منافقوں کا تعلق ہے اللہ انہیں سزا دینے میں بڑی طاقت و قوت رکھتا ہے۔

مَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً
حَسَنَةً يَّكُنۡ لَّهٗ نَصِيۡبٌ مِّنۡهَا‌ ۚ وَمَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنۡ
لَّهٗ كِفۡلٌ مِّنۡهَا‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقِيۡتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُيِّيۡتُمۡ
بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡهَاۤ اَوۡ رُدُّوۡهَا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى
كُلِّ شَىۡءٍ حَسِيۡبًا ﴿۸۶﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

جو شخص نیکی کی سفارش کرے گا وہ ثواب پائے گا۔ جو برائی کی سفارش کرے گا وہ بدلہ پائے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب کوئی تمہیں محبت اور عزت سے سلام کرے تو تم بہت اچھے طریقہ سے سلام کا جواب دے دو یا کم از کم ویسا ہی جواب دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

يَشْفَعُ	سفارش کرتا ہے
شَفَاعَةً حَسَنَةً	اچھی سفارش
شَفَا عَةً سَيِّئَةً	بری سفارش

كِفْلٌ	حصہ
مُقِيْتٌ	نگہبان
حُيِّيْتُمْ	تمہیں دعا دی گئی، سلام کیا
حَيُّوْا	تم دعا دو، سلام کرو

تشریح: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۶

یہاں شفاعت کے کم از کم دو معنی ہیں۔ اول تبلیغ و ترغیب۔ دوسرے حکام بالا تک کسی کی سفارش کرنا۔ ایک معنی اور بھی ہوتے ہیں کسی بے قصور کی وکالت کرنا۔

اب یہ اپنی اپنی توفیق ہے کوئی اسلام کی تبلیغ کرتا ہے کوئی کفر کی۔ کوئی لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کی کوشش کرتا ہے تو کوئی راہ شیطنت پر لانے کی۔ دونوں کو جزا ملے گی۔ ایک کو ثواب کی دوسرے کو عذاب کی۔

سفارش کے یہ معنی بھی ہیں کہ صاحب حکم و اختیار کے پاس کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دلیل، بیان واقعہ یا اپنی دوستی اور تعلقات کے اثر کو استعمال کرنا۔ بشرطیکہ جائز کام کے لئے ہو۔

کسی کو ناجائز حق دلانے کے لئے نہیں یا کسی کا جائز حق مارنے کے لئے نہیں۔ اگر یہ کسی ایسے شخص کی بات اوپر پہنچانے کے لئے ہو جو خود اپنی بات پہنچا نہیں سکتا تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس سفارش میں دعا بھی شامل ہے۔

اگر یہ سفارش کسی کا جائز حق مارنے کے لئے ہے یا ناجائز حق دلانے کے لئے ہے۔ اگر اس سفارش کے پیچھے حق و صداقت نہ ہو بلکہ دنیا کی غرض یا رشوت یا اقربا پروری یا قوم پروری ہو۔ یا محض جذبہ دوستی یا جذبہ دشمنی ہو تو اس کا عذاب ہو کر رہے گا۔

آیت ۸۵ سے ظاہر ہے کہ سفارش میں ثواب یا عذاب پانے کے لئے کامیابی کی شرط نہیں۔ محض سفارش کر دینا کافی ہے۔ بات مانی جائے یا نہ مانی جائے۔ سفارش میں نبی کریم ﷺ کی عدالت میں بھی بات پہنچانا شامل ہے۔ صحیح سفارش بھی یا غلط سفارش بھی۔ اللہ کے ہاں اپنے اپنے نتیجے کے ساتھ سامنے آ جائے گی۔

آیت ۸۶ میں بتایا گیا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو انہیں کس طرح سلام کرنا چاہئے۔ نہ صرف یہ ادب و تمیز کا ایک طریقہ ہے بلکہ تعلقات عامہ کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ یہ سلامتی کی دعا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس سے اجنبی بلکہ دشمن سے بھی ربط ضبط بڑھتا ہے۔ اور مسلمانوں میں باہمی تعلقات زیادہ گہرے اور محبت والے ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلام کی خاص پہچان ہے۔ حکم ہے کہ نہ صرف تم سلام کرنے میں پہل کرو بلکہ اگر کوئی محبت اور عزت سے تمہیں سلام کرے تو بہتر طریقہ سے

جواب دو۔ یعنی السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ہونا چاہئے۔ سلام کرنا اور جواب دینا یہ معنی بھی رکھتا ہے کہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور تمہاری بھلائی کا خوستگار ہوں۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ آنحضرت ﷺ ارشاد ہے کہ اے مومنو! تم آپس میں سلام کرنے کے طریقے کو پھیلاؤ۔

سلام کا جواب بہتر طریقہ پر دینے کے لئے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ انداز بھی مخلصانہ ہونا چاہئے اگر ایک شخص منہ پھلا کر بے رخی سے ''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' کہتا ہے لیکن انداز دوسرے کو ذلیل کرنے کا ہے تو اس کو بہتر جواب نہیں کہا جائے گا۔ سلام کا بہترین جواب الفاظ اور اپنا مخلصانہ انداز سے ہی ممکن ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ ع ۱۱/۱۱/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ انہیں قیامت کے دن میں ضرور جمع کرے گا جس کے ہونے میں شک نہیں ہے اور اللہ سے بڑھ کر اور کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷

لَيَجْمَعَنَّكُمْ	البتہ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا
اَصْدَقُ	زیادہ سچا
حَدِيْثٌ	بات

تشریح: آیت نمبر ۸۷

کافروں اور منافقوں کو اس بات میں سراسر شک تھا کہ قیامت آئے گی یا نہیں۔ انہیں اس بات پر بھی شک تھا کہ یہ کیسے ہوگا کہ تمام انسانوں کو جمع کر کے ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور پھر انہیں جنت یا جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ اس آیت میں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ قیامت کا دن ایک ایسا یقینی دن ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بات اس ذات کی طرف

سے ہے جس کا قول سب سے سچا قول ہوتا ہے۔ ہر شخص قیامت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا اور پھر اسے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔ اس دن صرف وہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے جنہوں نے اللہ کے احکامات پر یقین کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کی ہوگی وہ دن ان کے لئے بڑا ہی حسرت ناک ہوگا اور پھر وہ اس کا کچھ بھی مداوانہ کر سکیں گے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ
جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا
قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ
فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ
فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے اندر دو جماعتیں ہو گئی ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے اعمال کے سبب الٹ دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اس کو راہ پر

لے آؤ جس کو اللہ نے راہ سے بھٹکا دیا ہے اور جس کو اللہ ہی نے گمراہ کر دیا ہو تو اسے راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جس طرح وہ کافر ہیں تاکہ تم دونوں کا درجہ برابر ہو جائے۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔

اور اگر وہ ہجرت فی سبیل اللہ سے منہ پھیر لیں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو۔ اور ہرگز ان میں سے کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناؤ۔ مگر یہ حکم ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو کسی ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ جس سے تمہارا دوستی کا معاہدہ ہو۔ یا جو تمہارے پاس لڑائی سے دل تنگ ہو کر آ گئے ہوں کہ وہ نہ تو تم سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ اپنی قوم سے۔ یہ جان لو کہ اللہ ان کی قوم کو تم پر زور دے دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے۔ اب اگر ایسے لوگ (لڑائی میں غلبہ کی طاقت نہ پا کر) مجبوراً تم سے لڑائی نہ کریں بلکہ تم سے صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے ان پر تمہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

مَالَكُمْ	تمہیں کیا ہو گیا ہے
فِئَتَيْنِ	دو جماعتیں
اَرْكَسَ	الٹ دیا
يَصِلُوْنَ	وہ ملتے ہیں
حَصِرَتْ	رک گئی، رک گئے
اِعْتَزَلُوْا	وہ علیحدہ ہو گئے
اَلسَّلَمَ	صلح

تشریح: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۰

جس زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اس زمانے میں ہر مسلمان کو حکم تھا کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی ہے بشرط طاقت مدینہ کی طرف ہجرت کر جائے۔ ورنہ اس کا شمار منافقین میں ہوگا۔ ان میں ایک طبقہ تو وہ تھا جو جانے کے لئے مالی اور

دوسری استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تمام مظلومیت کے باوجود مجبوراً اپنی جگہ رہ گیا۔ ان کا شمار مستضعفین میں ہوا۔ دوسرا طبقہ وہ تھا جو اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر ہجرت سے گریز کرتا تھا۔ یہ لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز روزہ وغیرہ بھی کرتے تھے لیکن کافروں کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف ان کی ہر کوشش اور کاوش میں شریک رہتے تھے۔

اس دوسرے طبقہ کے متعلق مسلمانوں میں دو رائے ہوگئی تھیں ایک مکتب خیال کہتا تھا کہ یہ مسلمان ہیں۔ ہم ان کے خلاف کیسے قدم اٹھا سکتے ہیں۔ دوسرا مکتب خیال کہتا تھا کہ یہ منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دوسرے مکتب خیال کا ساتھ دے کر صاف صاف اعلان کر دیا کہ یہ منافقین ہیں۔ ان کی قسمت ہی میں گمراہی لکھی ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ان سے دوستی اور محبت حرام ہے۔ جہاں ملیں ان کو پکڑ لو۔ یا قتل کر دو کیونکہ ایسے لوگوں کا کفر وارتداد ظاہر ہو گیا تھا ورنہ منافقین تو قتل نہیں کیئے جاتے تھے۔

ان آیات میں کچھ دوسرے منافقین کا ذکر بھی ہے کہ وہ بظاہر ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں لیکن وہ اسلام کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ اس لئے آ گئے ہیں کہ کفر و اسلام کی مسلسل لڑائیوں سے ان کے مفاد کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور ان کی قوم جیت نہیں رہی ہے۔ اگر ان کی قوم لڑائی میں غلبہ پاتی تو یہ منافقین اپنی قوم کی طرف سے لڑتے۔ اب اگر مجبوراً وہ پرسکون اور پرامن ہیں تو ان پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔

منافقین کی تیسری قسم وہ ہے جن کا تعلق ایسی قوم سے ہے جس کے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔ جب تک وہ امن سکون سے ہیں ان کے خلاف بھی ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔ جب تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا مومنین کو ہجرت کا حکم تھا۔ مومن بننے کے لئے ہجرت اور ایمان دونوں کی شرط تھی۔ صرف ہجرت یا صرف ایمان مستضعفین کے سوا کسی کے لئے کافی نہ تھا۔ علماء جمہور کے نزدیک فتح مکہ کے بعد ہجرت کے لئے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور پوری امت کا اسی پر اجماع ہے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ ۹۱ ع ۱۲/۹

ترجمہ: آیت نمبر ۹۱

ایک اور قسم کے منافقین وہ ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی نہ لڑیں اور اپنی قوم سے بھی نہ

لڑیں۔لیکن جیسے ہی کوئی شرارت کا موقع پائیں گے تو وہ باز نہیں رہیں گے۔ پھر اگر وہ تم سے فساد کریں اور صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو جہاں پاؤ پکڑ و اور قتل کر ڈالو اور ان کے خلاف (ان اقدامات کی) ہماری طرف سے کھلی اجازت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۱

اٰخَرِیْنَ	دوسرے
یَاْمَنُوْکُمْ	تم سے امن میں رہیں
لَمْ یَعْتَزِلُوْا	الگ نہ ہوں
سُلْطَانٌ مُّبِیْنٌ	کھلا اختیار ہے

تشریح: آیت نمبر ۹۱

منافقین کی تین قسموں کا بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ چوتھی قسم کی نشان دہی فرما رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مفاد کی خاطر امن چاہتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خلاف شرارت اور فتنہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ چھپ کر بھی وار کرتے ہیں اور کھلم کھلا بھی جیسا موقع ہو۔ اگر یہ لوگ راہ راست پر نہ آئیں اور صلح نہ کریں تو پھر مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دے دی گئی ہے کہ اس فتنے کا سر کچلنے کے لئے جہاں بھی یہ ہاتھ لگ جائیں ان کو پکڑا جائے یا قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ دلیل سے ان کا مسلمان نہ ہونا ثابت ہو گیا اسی لئے ان کا حکم عام مرتد کفار کی طرح سے ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا
خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ
فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ
كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ
عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳

کسی مومن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کسی مومن کو قتل کردے۔ سوائے اس کے کہ وہ غلطی سے قتل کردے اور جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کردے تو اس کا کفارہ ایک مومن کی گردن آزاد کرنا ہے۔ اور مقتول کے ورثا کو اگر وہ خون بہا معاف نہ کریں تو خون بہا ادا کرنا ہے۔
لیکن اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمہاری دشمنی ہو اور وہ مومن ہے تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا اس کا کفارہ ہے۔ اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی کافر قوم سے تھا جس سے تمہارا دوستی کا معاہدہ ہو تو اس کے ورثا کو خون بہا ادا کیا جائے گا اور (اس کے علاوہ) ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ پھر جو ایسا غلام نہ پائے تو اسے بلا ناغہ دو مہینے تک روزے رکھنا ہوں گے۔ یہ اس کے لئے اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور وہ اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔
اور وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب ہے اور لعنت ہے۔ اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳

خَطَاءٌ — غلطی
تَحْرِيْرٌ — آزاد کرنا
رَقَبَةٌ — گردن
دِيَةٌ — خون بہا، خون کے بدلے میں مقرر شدہ معاوضہ
مُسَلَّمَةٌ — سپرد کی جائے گی

اَنْ يَّصَّدَّقُوْا	یہ کہ وہ معاف کردیں
مُتَتَابِعَيْنِ	مسلسل ، پے درپے
مُتَعَمِّدٌ	جان بوجھ کر، بالقصد

تشریح: آیت نمبر۹۲ تا ۹۳

اسلام وہ دین ہے جس میں تعزیری قوانین بڑے مرتب طریقے سے بتائے گئے ہیں۔

ان دو آیات میں قتل کی سزا سے بحث ہے۔ اسلام نے سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا ہے۔ بلکہ قتل قتل میں اور اس کی سزا سزا میں فرق کیا ہے۔ قتل کی دو ہی قسمیں ہیں۔ قتل عمد یعنی قتل بالقصد۔ دوسرے قتل بالخطاء یعنی قتل بلاقصد۔ اور مقتول کی بھی چار ہی قسمیں ہیں۔ مومن ہو یا ذمی کافر ہو یا مصالح (اور مستامن) کافر یا حربی کافر، سزا یہ ہے:۔

(۱) کسی مومن کا قتل عمد۔ اس کی ایک سزا تو دنیاوی ہے اور ایک اخروی، دنیاوی سزا قصاص ہے جس کا ذکر بقرہ میں گذر چکا ہے اور اخروی سزا یہاں سورہ نساء میں مذکور ہے کہ اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم ہے۔ خواہ قاتل مومن ہی ہو۔

(۲) کسی مومن کا قتل خطا اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔ پھر اگر یہ مقتول دارالاسلام کا شہری ہے تو اس کے ورثا کو قاتل کی طرف سے خون بہا بھی ملے گا غلام آزاد کرنا یا روزہ رکھنا تو خود قاتل پر ہے جبکہ خون بہا قاتل کے اہل نصرت پر ہے جن کو شریعت کی اصطلاح میں عاقلہ کہتے ہیں اور اگر مقتول دارالحرب کا شہری ہے تو صرف غلام آزاد کرنا ہے خون بہا اور واجب نہیں لیکن اگر مقتول کا تعلق کسی ایسی کافر قوم سے تھا جس سے مسلمانوں کا معاہدہ امن و صلح دوستی ہو یعنی ذمی یا مصالح و مستامن ہو تو اس کے ورثا کو خون بہا ادا کرنا جو بطور میراث تقسیم ہوگا۔ خون بہا معاف کرنے کی اجازت ورثا کو ہے۔ جزوی یا کلی۔

قاتل اگر مومن غلام نہ پائے یا خریدنے کی طاقت نہ رکھے تو لگاتار دو ماہ روزے رکھے۔ اگر روزے میں بیماری وغیرہ کی وجہ سے تسلسل باقی نہ رہا ہو تو از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے البتہ حیض کی وجہ سے اگر عورت لگاتار روزہ نہ رکھ سکے تو درمیان کی مدت معاف ہے۔ بعد میں گنتی پوری کرلے۔

ان آیات میں حکم یہیں تک ہے۔ قتل کی دوسری صورتوں میں کیا کیا سزا ہوگی اس کا بیان قرآن کی دوسری آیات اور احادیث میں آیا ہے۔

قتل کی دوسری شکلیں حسب ذیل ہیں:۔

(۳) ذمی کا قتل عمد: اس صورت کا حکم حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ذمی کے عوض مسلمان سے قصاص لیا۔

(۴) ذمی کا قتل خطا: اس کا حکم دوسری صورت میں گزر چکا ہے۔

(۵) مصالح یا مستامن کا قتل عمد: اس کا حکم اسی سورت کی آیت نمبر ۹۰ میں گزر چکا ہے کہ اس کا قتل جائز نہیں ہے۔
(۶) مصالح یا مستامن کا قتل خطا: اس کا حکم بھی دوسری صورت میں مذکور ہے۔
(۷) حربی کا قتل عمد: جہاد کی مشروعیت سے اس کا حکم واضح ہے کیونکہ جہاد میں اہل حرب کو قصداً ہی قتل کیا جاتا ہے۔
(۸) حربی کا قتل خطا: جب قصداً قتل کرنے کا حکم ہے تو خطا، تو بطریق اولیٰ جائز ہے۔
اس کی کچھ تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ
عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ
قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو ہر کام تحقیق کے ساتھ کیا کرو۔ اور جو شخص تمہیں سلام کرے اسے بغیر تحقیق غیر مسلم قرار نہ دے ڈالو۔ اگر تم دنیاوی زندگی کے فوائد چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت مال غنیمت ہیں۔ اس سے پہلے تم بھی تو اسی حالت کفر میں تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ ضروری ہے کہ پہلے تحقیق سے کام لیا کرو۔ بے شک اللہ تمہارے ہر عمل کی خبر رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴

ضَرَبْتُمْ	تم چلے
تَبَيَّنُوْا	تحقیق کرو
اَلْقٰى	ڈال دیا
عَرَضٌ	سامان
مَغَانِمُ	مال غنیمت

تشریح: آیت نمبر ۹۴

چونکہ چند صحابہ کرامؓ نے سفر جہاد میں کچھ ایسے لوگوں کو قتل کر دیا تھا جو السلام علیکم کہہ کر سامنے آئے تھے اس شبہ پر کہ انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے السلام علیکم کہا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

السلام علیکم بلکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والا سچا مسلم بھی ہو سکتا ہے اور جھوٹا مسلم بھی۔

مسیلمہ کذاب السلام علیکم بھی کہتا تھا، نماز روزہ کی پابندی بھی کرتا تھا اور اپنی جماعت سے پوری اذان دلواتا تھا پھر بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی وجہ سے تمام صحابہ کرامؓ کے نزدیک کافر تھا اور صحابہ کرامؓ نے اجماع کر کے اور متفق الخیال ہو کر اس کی تمام جماعت کے خلاف جہاد کیا ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ جو شخص زبانی اسلام کا اقرار کرتا ہے اور کلمہ پڑھتا ہے اور مسلمانوں کا شعار اپناتا ہے اسے مسلمان ہی سمجھا جائے یہاں تک کہ وہ اپنے کسی عمل یا حرکت یا ختم نبوت کا انکار کر کے کافر ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ پہلے تحقیق کر لو۔ جن لوگوں نے نادانی میں اور جلد بازی میں کسی کلمہ گو مسلمان کو قتل کر دیا تھا ان کے خلاف وعید نہیں آئی۔ لیکن آئندہ احتیاط فرض ہے۔

کہا گیا ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ تم اپنا اسلام چھپاتے تھے۔ اب اگر کافروں کے ڈر سے کوئی شخص اپنا اسلام چھپائے ہوئے ہے مگر مسلمانوں کی جماعت کو دیکھ کر طاقت پکڑ رہا ہے اور اپنا اسلام ظاہر کر رہا ہے تو محض اس شبہ پر کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان بتا رہا ہے اسے بلا تحقیق تہہ تیغ نہیں کر دینا چاہیے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ
الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾
ع ۱۳ ۵ ۱۰ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

وہ اہل ایمان جو جہاد کے موقع پر عذر شرعی کے بغیر گھر میں بیٹھے رہ جائیں ہرگز ان کے برابر

نہیں ہو سکتے جو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کا مقام گھر میں بیٹھے رہ جانے والوں کے مقابلے میں بدرجہا بڑھا دیا ہے۔ اگرچہ (مجاہد و غیر مجاہد) دونوں سے اللہ نے نیک اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے فضل و کرم سے گھر میں بیٹھے رہ جانے والوں کے مقابلے میں مجاہدین کو اجر عظیم کا یقین دلایا ہے۔ ان کے لئے بلند درجے ہیں اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

لَا یَسْتَوِیْ — برابر نہیں ہے

اَلْقَاعِدُوْنَ — بیٹھنے والے

غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ — غیر معذور

تشریح: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۶

حالات حالات پر منحصر ہے۔ کبھی جہاد میں ان تمام مسلمانوں کی طلب ہوتی ہے جو لڑنے کے قابل ہیں۔ اس وقت جہاد نفیر عام اور فرض عین ہے۔ کبھی زیادہ تعداد مطلوب نہیں ہوتی۔ اس وقت جہاد فرض کفایہ ہے۔ یہ آیات فرض کفایہ سے متعلق ہیں۔

ایسی حالت میں سب لوگوں کا نکلنا ضروری نہیں۔ اگر کچھ لوگ تجارت زراعت انتظام ملکی تعلیم و تدریس صنعت و حرفت میں لگے رہ جائیں تو ان کے لئے بھی نیک اجر کا وعدہ الٰہی ہے۔ لیکن یہ بات ایک بار نہیں دوبارہ زور دے کر کہی گئی ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجاہدین کا مقام غیر مجاہدین کے مقابلے میں کئی درجے بلند کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے جبکہ دوسروں کے مال و جان مقابلتاً خطرے میں نہیں ہیں۔

ان آیات میں ان گھر بیٹھے رہ جانے والوں کا ذکر نہیں ہے جو فرض عین کے موقع پر جہاد سے جی چرائیں اور عذر شرعی کے بغیر گھر میں چھپے بیٹھے رہیں۔ یہاں ان کا ذکر بھی نہیں ہے جنہیں جہاد کا حکم دے دیا گیا ہو لیکن وہ حاضر نہ ہوں۔ بلکہ یہ بتانا ہے کہ اللہ نے دونوں کے درجوں میں بہت فرق رکھا ہے البتہ اجر و ثواب کے اپنے درجوں کے مطابق دونوں مستحق ہیں جہاد ایک ایسی کسوٹی ہے جو مسلم اور منافق میں فرق کر کے رکھ دیتی ہے۔ جس طرح نماز ایک ایسی کسوٹی ہے جو مسلم اور کافر میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ
أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ
فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا
فِيهَا ۚ فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾
فَأُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ
عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ
فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ
مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ
الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع ۱۴/۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

جب فرشتے ان لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں جو (تارک ہجرت ہو کر) اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے تو پوچھتے ہیں تم یہاں کیوں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہاں ہم بے کس اور کمزور تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین اتنی بڑی نہ تھی کہ تم کہیں ہجرت کر کے چلے جاتے (پھر ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا) تو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی تکلیف کا ٹھکانا ہے۔
حقیقی بے بس اور کمزور وہ مرد عورت اور بچے ہیں جو کوئی بھی تدبیر نکلنے کی نہیں کر سکتے اور نہ

انہیں راستہ معلوم ہے۔ توقع ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ اور اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں گے انہیں روئے زمین پر کشادہ جگہ ملے گی اور رزق میں برکت نصیب ہوگی اور جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے گھر سے نکلے۔ پھر راستے ہی میں وفات پا گئے تو ان کا اجر اللہ کے ذمہ واجب ہو گیا۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا بھی ہے اور رحمت کرنے والا بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

فِيْمَ	تم کہاں تھے، (کس دین میں تھے)
وَاسِعَةٌ	وسیع
تُهَاجِرُوْا	تم ہجرت کرو گے
حِيْلَةٌ	بہانہ
مُرَاغَمٌ	کشادہ جگہ
وَقَعَ	طے پا گیا

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

ان ملکوں میں جہاں نظام حکومت اور نظام معاشرت کافرانہ ہے مسلمانوں کا رہنا غلط ہے۔ اگر رہیں گے تو خواہ انفرادی سطح پر وہ نیک اور شریف رہیں، انہیں اجتماعی مشینری کا ساتھ دینا ہوگا۔ ان کا دل چاہتا ہے اسلام کے راستے پر چلنے کو مگر وہ کفر کے راستہ پر چلنے پر مجبور ہیں۔ یہ اپنے نفس پر ظلم ہے۔ مجبوری ہو تو دوسری بات ہے موت کے وقت فرشتے ان سے سوال و جواب کریں گے۔

قرآن و سنت کے مطابق ایسی صورت میں ہجرت فرض ہے۔ جو مسلمان کفر کی اجتماعی مشین میں پس رہے ہیں انہیں لازم ہے کہ ترک وطن کر کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح اسلامی زندگی گذار سکیں۔ نئی جگہ اسلام کو افرادی طاقت ملے گی اور افرادی طاقت کو اسلام ملے گا۔

کافرانہ نظام کے تحت رہنے کی اجازت صرف دو طرح کے مسلمانوں کو ہے۔ ایک وہ جو تبلیغ و تنظیم و جہاد کی خاطر وہاں ہیں۔ ان کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق ہو۔ دوسرے وہ مستضعفین وہ لاچار اور مجبور مرد و عورت اور بچے ہیں جو نکل جانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں یا انہیں راستہ معلوم نہ ہو۔

ہجرت محض ذاتی فائدہ اور تلاش معاش کے لئے نہیں ہے۔ وہی ہجرت اسلامی ہے جس کی ساری غرض و غایت اللہ کے

دین کوسر بلند کرنا ہے۔نئ جگہ پہنچ کر تلاش معاش ضمنی ہوسکتا ہے لیکن اصلی مقصد نہیں۔ چنانچہ اسلامی ہجرت کرنے والے پر لازم ہے کہ بری عادتیں چھوڑ دے۔اچھی عادتیں اختیار کرے اور تبلیغ و تنظیم و جہاد میں تن من دھن سے لگ جائے۔اللہ کا وعدہ ہے کہ مہاجر کو نئ جگہ کشادہ زمین اور کشادہ رزق ملے گا۔

جوشخص ہجرت کی نیت کر کے گھر سے نکلا اور راستے ہی میں مرگیا وہ بھی مہاجر ہے اور اس کا اجر قیامت تک کے لئے ثابت ہوگیا ہے اللہ کے پاس اس کی اجرت محفوظ ہوگئی۔اللہ کے پاس بے انتہا بخشش بھی ہے اور بخشائش بھی۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ
جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﳓ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾
وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ
مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْیَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَكُوْنُوْا
مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا
مَعَكَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَیَمِیْلُوْنَ
عَلَیْكُمْ مَّیْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ
اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ
خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۰۲﴾
فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ
عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا
فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ
كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلِــيْمًا حَكِـيْمًا ﴿١٠٤﴾

ع ۱۵
۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

جب تم باہر سفر میں نکلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی نماز کو قصر کر لو بشرطیکہ تمہیں اس کا اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں ستائیں گے۔ بلاشبہ کفار تمہارے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔ اور اے نبی ﷺ! جب آپ مسلمانوں کے درمیان موجود ہوں اور آپ نماز قائم کریں تو ہتھیار سنبھال کر مقتدیوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے کھڑی ہو جائے۔ جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ پیچھے ہٹ جائیں اور ان کی جگہ دوسری جماعت لے لے جس نے ابھی نماز میں شرکت نہیں کی ہے۔ وہ نماز میں آپ کے پیچھے کھڑی ہو جائے۔ بچاؤ کے لئے ہوشیار رہو اور اسلحہ بند رہو۔ کفار یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے سامان اور ہتھیاروں سے بے خبر ہو جاؤ تا کہ اچانک تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے اگر بارش سے تمہیں تکلیف ہو یا تمہیں بیماری ہو اور اپنے ہتھیاروں کو اتار کر رکھ لو۔ مگر اپنے بچاؤ میں ہوشیار رہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ نے کافروں کے لئے رسوائی کا عذاب دہکا رکھا ہے۔

جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے خوب یاد کرو۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو پوری نماز ادا کرو۔ بے شک نماز مسلمانوں پر اپنے مقرر اوقات میں فرض ہے۔ اور مخالف قوم کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تھکے ہارے اور کم سامان ہو تو وہ بھی اچھے حال میں نہیں ہیں۔ تم تو خیر سے انعامات الٰہی کی امیدیں رکھتے ہو۔ انہیں تو وہ بھی حاصل نہیں۔ اور اللہ ہی تمام علم بھی رکھتا ہے اور تمام حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

اَنْ تَقْصُرُوْا	یہ کہ تم قصر کرو
كُنْتَ	آپ ﷺ ہوں
اَسْلِحَةٌ	ہتھیار
يَمِيْلُوْنَ	وہ حملہ کرتے ہیں
مَيْلَةٌ وَاحِدَةٌ	ایک دفعہ حملہ
مَطَرٌ	بارش
تَاْلَمُوْنَ	تم تکلیف میں ہو
تَرْجُوْنَ	تم امید رکھتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

ان آیات میں قصر نماز اور صلوۃ خوف کا ذکر ہے۔ سفر میں اور خوف میں دونوں حالات میں نماز مختصر بھی ہے اور مخصوص بھی۔ کتنے دور کے سفر میں قصر ہے، کتنا قصر ہے۔ کن نمازوں میں قصر ہے۔ کتنے دنوں کے قیام سے قصر ٹوٹتا ہے، کیا قصر لازم ہے وغیرہ وغیرہ ان سوالات کے جواب مختلف آئمہ فکر نے قدرے اختلافات کے ساتھ دیئے ہیں۔ ایک بات ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ سفر میں قصر کیا ہے اور چاروں خلفائے راشدین نے بھی اسی پر عمل کیا ہے۔

صلوۃ خوف میں جب کہ انسانی یا حیوانی دشمن کا خطرہ لگا ہو تو۔ ان آیات میں جو حضور پرنور ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے تو تمام ائمہ فقہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ حکم حضور ﷺ کے بعد بھی جاری وساری ہے اور امام وقت اس کو نافذ کرے گا۔

جب قصر اور خوف کی کیفیت ختم ہو جائے، تو پھر پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ جہاد میں قصر اور خوف دونوں کیفیات عموماً ہوا کرتی ہیں۔ جب کہ ایک شخص سفر میں ہو تو قصر نماز امن کی حالت میں بھی پڑھنے کا حکم ہے۔

آیت نمبر ۱۰۴ غالباً اس وقت اتری ہے جب دشمنوں کے تعاقب کرنے کا سوال درپیش تھا اور مسلمان اپنی تھکاوٹ اور ساز وسامان کی کمی کی وجہ سے پس وپیش کر رہے تھے۔ یہ صورت جنگ احد کے فوراً بعد پیش آئی ہے۔ اس آیت نے واضح حکم دے دیا۔ چنانچہ تعاقب کیا گیا۔ اس تعاقب کا سب سے بڑا نتیجہ جو سامنے آیا وہ یہ تھا کہ مشرکین مکہ جو پلٹ کر پھر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے بھاگ کر مکہ واپس چلے گئے۔ اور آئندہ سال ابوسفیان بدر صغریٰ کے لئے آنے کی ہمت نہ کر سکا۔

إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ
بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾
وَٱسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَٰدِلْ
عَنِ ٱلَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن
كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱلنَّاسِ وَلَا
يَسْتَخْفُونَ مِنَ ٱللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ
مِنَ ٱلْقَوْلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَٰٓأَنتُمْ
هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَمَن يُجَٰدِلُ
ٱللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾
وَمَن يَعْمَلْ سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ
ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾ وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُۥ عَلَىٰ
نَفْسِهِۦ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَكْسِبْ خَطِيٓـَٔةً
أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِۦ بَرِيٓـًٔا فَقَدِ ٱحْتَمَلَ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿١١٢﴾ ١٦ ع ٨ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ١٠٥ تا ١١٢

(اے نبی ﷺ!) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو حق ہے تا کہ اللہ کے بتائے

ہوئے انصاف کے (اصولوں) ساتھ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرسکیں اور آپ خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنیں۔ (قدم قدم پر) اللہ کی (رہنمائی اور) مغفرت مانگتے رہیے۔ بے شک اللہ ہی ہے جو رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور ان لوگوں کی وکالت نہ کیجئے جو اپنے آپ سے چوری یعنی خیانت کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خیانت کار اور گنہ گار کو اللہ محبوب نہیں رکھتا۔

ایسے لوگ اپنی حرکتیں دنیا سے تو چھپاتے پھرتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اس وقت بھی ان کے درمیان ہوتا ہے جب وہ راتوں کو چھپ کر ان کاموں کے کرنے کا مشورہ کرتے ہیں جن سے اللہ راضی نہیں ہے۔ جو کچھ وہ کرتے کراتے ہیں اس پر اللہ احاطہ کئے ہوئے ہے۔

افسوس تم لوگ دنیا کی زندگی میں ایسے لوگوں کی طرف داری تک کر گذرتے ہو مگر قیامت کے دن ان کی طرف سے کون جھگڑا کرے گا اور کون وکالت کرے گا۔ اگر کسی سے گناہ سرزد ہو گیا ہو یا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہو۔ پھر اللہ سے توبہ کرلے۔ تو وہ اللہ کو مغفرت اور رحمت عطا کرنے والا پائے گا اور جو شخص کوئی گناہ کماتا ہے تو اس کی یہ کمائی اسی کے لئے وبال جان ہے۔ اور اللہ کو سب باتوں کا علم بھی ہے اور وہ حکمت والا بھی۔ پھر جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کیا اور اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپ دیا تو اس نے اپنے سر پر زبردست تہمت تراشی اور گناہ گاری کا بوجھ اٹھالیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۲

لِتَحْكُمَ	تا کہ تو فیصلہ کردے
خَائِنِيْنَ	خیانت کرنے والے۔ بد دیانت
خَصِيْمٌ	جھگڑالو آدمی
لَا تُجَادِلُ	جھگڑا نہ کر
يَخْتَانُوْنَ	وہ خیانت کرتے ہیں
خَوَّانٌ	بہت زیادہ خیانت کرنے والا

يَسْتَخْفُوْنَ	البتہ وہ شرماتے ہیں
يَرْمِ	وہ مارتا ہے، وہ پھینکتا ہے، تہمت لگاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۱۲

حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں اصلی مجرم ایک نام نہاد مسلمان بشر نامی تھا۔ اس نے اور اس کے قبیلہ والوں نے صورت حال کی شکل یوں دے دی کہ ایک یہودی مجرم نظر آنے لگا۔ اس کے قبیلہ والے خوب چیختے چلاتے ہوئے آئے کہ ہم مسلمان ہیں ہم کیوں چوری کرنے لگے۔ اصل چور تو وہ جہنمی یہودی ہے۔

واقعات کی صورت کچھ ایسی تھی کہ قریب تھا حضور ﷺ متاثر ہو کر بشر کے حق میں اور یہودی کے خلاف فیصلہ دے دیتے اور چوری کے الزام میں اس کا ہاتھ کاٹا جا سکتا تھا۔ اتنے میں قرآنی وحی نے آ کر حقیقت واضح کر دی۔ یہودی بچ گیا۔ حضرت رفاعہؓ کو جن کا مال چوری ہوا تھا مال واپس مل گیا۔ اور (ایک روایت کے مطابق) مجرم بشر بھاگ کر اسلام کے دشمنوں کے پاس مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا۔ وہاں اس نے ایک نقب زنی کی اور پھر کسی دیوار کے گرنے سے ہلاک ہو گیا۔

قاضی اپنی چھان بین کی حد تک صرف ظاہری روئداد مقدمہ پر فیصلہ دیتا ہے۔ اگر حضور ﷺ ظاہری گواہوں کی موجودگی میں فیصلہ فرما دیتے تو کوئی الزام نہ تھا لیکن چونکہ آپ نبی تھے اس لئے وحی الٰہی نے آ کر آپ کی حفاظت کر لی۔ اور فرمایا کہ آپ پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے جو حق کی راہ بتاتی ہے تا کہ آپ صحیح فیصلہ فرمائیں۔ اور آپ قدم قدم پر اللہ سے مدد مانگیں۔ مجرم کو آگاہ کیا گیا کہ تم نے کسی کا مال بعد میں چرایا۔ پہلے تم نے اپنے نفس سے خیانت کی۔ یعنی گناہ کرنے سے پہلے گناہ کا ارادہ دل میں آیا۔ بہر کیف تم اب بھی سچے دل سے توبہ کر لو اور اللہ سے معافی مانگو تو اللہ کو معاف کرنے والا پاؤ گے۔

جرم اپنی جگہ ہے لیکن اپنے جرم کا الزام کسی بے گناہ کے سر چپکا دینا یہ گناہ در گناہ ہے۔ تہمت تراشی سے مجرم نے گناہ در گناہ کا بوجھ اپنے سر دھر لیا۔

جن لوگوں نے مجرم جانتے ہوئے اس کی حمایت اور وکالت کی تھی۔ اس کی طرف سے چیختے چلاتے اور لڑائی جھگڑا کرنے لگے تھے انہیں تنبیہ کی گئی کہ قیامت کے دن کون ان کی طرف سے لڑے گا۔ مجرم کی حمایت اور وکالت الگ جرم ہے۔ تم جھوٹی طرف داری کیوں کرتے ہو جب کہ اللہ پوشیدہ حرکات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ
شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ
مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳

(اے نبی ﷺ!) اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ایک جماعت نے آپ کو بھٹکانے میں اپنی سی کسر نہ چھوڑی تھی۔ لیکن وہ لوگ اپنے نفس کے سوا کسی اور کو بھٹکا نہیں رہے تھے اور وہ آپ کا کچھ نقصان نہیں کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب اور حکمت سے نوازا ہے اور اس نے آپ کو وہ باتیں سکھائی ہیں جنہیں آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ آپ پر بہت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳

هَمَّتْ — ارادہ کرلیا

مَايَضُرُّوْنَكَ — آپ ﷺ کو وہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے

فَضْلُ اللّٰهِ — اللہ کا فضل و کرم

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳

اس آیت کا بھی تعلق اوپر والے واقعہ سے ہے۔ اگر کوئی فریق چکنی چپڑی باتیں بنا کر اور واقعات کو توڑ مروڑ کر نئی شکل دے اور قاضی سے فیصلہ اپنے حق میں لے لے تو یہ گناہ سراسر فریق مذکور کے نام پر لکھا جائے گا۔ قاضی کا کوئی قصور نہیں۔ حالانکہ خود حضور ﷺ کے پاس کتاب اور حکمت کی تعلیم موجود تھی اور وہ علم جو کسی اور کے پاس نہ تھا، اس کے باوجود آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ساری حقیقت آپ کے سامنے کھول کر رکھ دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

رکوع ۱۷

لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ
مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ
مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ
يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ
جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع ۱۷ / ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

کانوں کان کھر پھسر کرنا اکثر اچھے مقصد کے لئے نہیں ہوتا۔ بھلائی تو جب ہے کہ کوئی کسی کو خفیہ طور پر صدقہ وخیرات کی ترغیب دے یا کسی نیک کام کے لئے لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے۔ اور جو کوئی اللہ کی خوشی کے لئے اس قسم کے کام کرے گا تو ہم اسے عظیم ثواب عطا کریں گے۔

اور جس کسی کے سامنے ہدایت کی راہ روشن ہو چکی اس کے باوجود وہ رسول ﷺ کی مخالفت میں لگا رہے اور مسلمانوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے۔ جدھر وہ خود مڑ گیا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور وہ رہنے کی بدترین جگہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

نَجْوٰى	سرگوشی، کان میں باتیں کرنا
مَرْضَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی رضا وخوشنودی
يُشَاقِقْ	نافرمانی کرے گا، مخالفت کرے گا
يَتَّبِعْ	اتباع کرے گا
نُوَلِّهٖ	ہم پھر دیں گے اس کو
نُصْلِهٖ	ہم اس کو ڈالیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۵

ان آیات کا تعلق بھی اوپر والے واقعہ سے ہوسکتا ہے کیونکہ مجرم بشر نے خفیہ سرگوشیوں اور باہمی مشوروں کے ذریعہ ہی اپنے قبیلہ والوں کو اپنے حق میں اکسایا تھا۔ اور جب وحی الٰہی نے آ کر اس کی چوری کھول دی تو وہ بھاگ کر مکہ چلا گیا اور مرتد ہو گیا اور کافروں سے مل کر نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں لگا رہا۔ پھر وہ مرتد کافر اور مخالف رسول ﷺ ہو کر مرا۔

سرگوشیاں نیک کام کے لئے بھی ہوسکتی ہیں۔ خیرات صدقہ یا اصلاح قوم۔ یعنی اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا۔ اگر یہ نیک کام ذاتی شہرت اور اعزاز کے لئے نہیں بلکہ خاص خوشنودی الٰہی کے لئے ہیں تو ان کا بڑا اجر ہے۔

آیت ۱۱۵ سے ظاہر ہے کہ جس راہ پر مسلمانوں کا سواد اعظم چل رہا ہے اس سے الگ ہٹ کر اپنی ڈگر قائم کرنا دوزخ میں جانا ہے۔ اجماع امت حجت ہے۔ حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی آیت کی بنیاد پر امام شافعیؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن میں ہے۔ اور تمام علماء نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ
بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ
فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ
اِنٰثًا ۚ وَ اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَہُ اللّٰہُ ۘ
وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ
لَاُضِلَّنَّہُمۡ وَ لَاُمَنِّیَنَّہُمۡ وَ لَاٰمُرَنَّہُمۡ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ
الۡاَنۡعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّہُمۡ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَّخِذِ
الشَّیۡطٰنَ وَلِیًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۹﴾
یَعِدُہُمۡ وَ یُمَنِّیۡہِمۡ ؕ وَ مَا یَعِدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ﴿۱۲۰﴾

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ
حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

بے شک اللہ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ جسے چاہے معاف کردے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں دور بہت دور نکل گیا۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں اور وہ باغی شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے جس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے اپنا مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور میں ان کو بہکاؤں گا اور ان کو غلط امیدیں دلاتا رہوں گا اور وہ میرے حکم پر جانوروں کے کان پھاڑا کریں گے۔ اور وہ میرے حکم پر اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلیاں کریں گے۔

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالیا وہ کھلم کھلا نقصان میں جا پڑا۔ وہ ان سے خوشنما وعدے کرتا ہے۔ بڑی بڑی امیدیں دلاتا ہے۔ مگر شیطان کے سارے وعدے مکر و فریب کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہاں سے وہ نکلنے کا راستہ نہ پائیں گے۔

(اس کے برخلاف) جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال بجالائے ہم انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ سچی باتیں بتانے والا کون ہے۔ اس کا قول برحق ہوتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

لَا يَغْفِرُ — معاف نہیں کرے گا

ضَلَّ — بھٹک گیا

ضَلَا لٌ بَعِيدٌ	بھٹک کر دور تک پہنچ جانا
اِنٰثٌ	عورتیں، دیویاں
مَرِيدٌ	باغی
اُضِلَّنَّ	میں ضرور گمراہ کروں گا
اُمَنِّيَنَّ	میں ضرور امیدیں دلاؤں گا
اٰمُرَنَّ	میں ضرور سکھاؤں گا
يُبَتِّكُنَّ	ضرور پھاڑیں گے
اٰذَانٌ	کان
اَلْاَنْعَامُ	مویشی، جانور
يُغَيِّرُنَّ	ضرور تبدیل کریں گے
غُرُوْرٌ	دھوکا، فریب
مَحِيصٌ	بھاگنے کی جگہ
اَصْدَقُ	زیادہ سچا
قِيلَ	کہا گیا، قول

تشریح: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۲

یہاں بالکل واضح طریقہ سے کہہ دیا گیا ہے کہ شرک کی معافی نہیں ہے۔ اس کے سوا اگر اللہ چاہے تو ہر گناہ کی معافی ہو سکتی ہے۔ چونکہ شرک ہی سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ یہ کفر کی سب سے خطرناک قسم ہے۔ جب بندہ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہراتا ہے تو وہ گویا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے کہ کس کا حکم مانے اور کس کا حکم نہ مانے پھر اللہ کا وہی حکم مانتا ہے جہاں اس کا بنیادی مفاد مجروح نہ ہو۔ بقیہ ہر جگہ وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے۔

آیت ۱۱۷ میں ہے "کہ وہ باغی شیطان کی پیروی کرتے ہیں"۔ شیطان کی پیروی سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی پوجا پاٹ ہوتی ہے اس کو رکوع یا سجدہ کیا جاتا ہے، یا اس سے دعائیں کی جاتی ہیں، شیطان کی عبادت سے مراد یہ ہے کہ اس کے بہکائے میں

آ جانا، اس کے پرفریب وعدوں پر یقین کر لینا۔ اس کی دلائی ہوئی امیدوں پر لپکنا اور جیسے وہ چلائے ویسے چلنا۔ یہ اس کی بندگی کرنا ہی ہے۔ دنیا میں شیطان بہت سے روپ دھارتا ہے۔ کبھی حاکم کبھی لیڈر، کبھی چور، کبھی ڈاکو، کبھی دوست، کبھی رشتہ دار بن کر آتا ہے۔ ہر پھنسنے والے کے لئے جال الگ ہے۔ جو جس طرح پھنس سکے۔

عبادت صرف رسمی طریقوں کو بجالانے کا نام نہیں ہے بلکہ معبود کے اشاروں اور حکموں پر چلنے کو عبادت کہتے ہیں۔ شرک یہ ہے کہ رسمی طریقے تو اللہ تعالیٰ کے بجالائے اور دنیا کے کاموں میں وہ مختلف طریقوں سے شیطان کا حکم مانتا رہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں میں ردوبدل کرنے سے مراد تہذیب تمدن سائنس ایجاد صنعت وحرفت مراد نہیں ہے کیوں کہ یہ تو انسانی ترقی کے لئے لازمی ہیں۔ مراد ہے کہ مرد زنانہ کام کرنے اور عورت مردانہ کام یا پھر خاندانی منصوبہ بندی، عمل قوم لوط "رہبانیت" یعنی کسی چیز سے وہ کام لینا جو اللہ کی فطرت اور قدرت کے خلاف ہو۔ آج کل مغربی تہذیب یہی ہے۔ مگر وہ صحت، سکون، اخلاق، اعتماد، ازدواجی، اور خاندانی محبت، ایمان داری، حلال وحرام کی کس پستی پر پہنچ گئی ہے اس سے ہر شخص اچھی طرح واقف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان کے سبز باغ مکروفریب کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ اہل ایمان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا سچا کون ہے؟

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ
وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا
يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۲۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳

نہ تمہاری تمناؤں سے کام چلتا ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں سے (اصول یہ ہے کہ) جو شخص برائی کرے گا اس کے بدلے اس کو سزا دی جائے گی اور اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳

اَمَانِيُّ	(اُمْنِيَةٌ) تمنائیں
يُجْزَ	بدلہ دیا جائے گا
لَايَجِدْ	نہیں پائے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳

فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اگر تمہیں اللہ کی خوشنودی کی آرزو ہے تو عمل صالح کر کے دکھلاؤ۔ اور اے مشرکو! زندگی کو صرف آرزو اور تمنا ہی میں مت گذارو۔ ایمان لاؤ، نیک عمل کرو۔ یہ تمہارے باطل معبود تمہیں کچھ نہ دے سکیں گے۔ وہی نیک عمل مقبول ہے جس کے پیچھے ایمان ہو۔ نیک عمل ہو۔

یہ آیت ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو جنت کی آرزو ہی کرتے رہتے ہیں لیکن اس کے لئے عمل کی جو قیمت دینی چاہیے وہ دینے کو تیار نہیں ہیں۔

نیک عمل کیا ہے اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

''جو بھی برائی کرے گا اس کا نتیجہ اس کے سامنے آئے گا'' یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی نہیں ہے۔ بہت سے گناہ معاف ہوں گے البتہ وہ گناہ اپنے نتیجہ یعنی سزا کے ساتھ گناہ گار کو دکھایا جائے گا تا کہ وہ اللہ کی معافی کی قدر کر سکے۔

بہت سے گناہوں کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ تکلیفیں، بیماریاں، زخم، حادثہ، مالی پریشانیاں، ذہنی الجھنیں، فکر و غم، مسائل وغیرہ۔

بہت سے گناہ نیکیوں سے، توبہ سے، دعا سے دھل جاتے ہیں یا کفارہ سے یا روزہ نماز سے یا حج سے ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ بہت سے گناہ والدین اور بزرگوں کی یا کسی اور کی دعاؤں سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ان سب کے باوجود اس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ گناہوں پر دلیر نہ ہو جاؤ۔ ہر وقت توبہ کرتے رہو۔ مغفرت مانگتے رہو۔ بڑھ چڑھ کر نیک اعمال کرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ
دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ
اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ۱۸ ع ۱۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

اور جو شخص کوئی بھلا کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے حق میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور اس شخص سے بہتر اور اچھا عمل کس کا ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے آگے اپنے سر کو جھکایا۔ اور وہ اچھے طریقے کا پابند بھی ہو گیا ہو اور سب ملتوں سے یکسو ہو کر صرف ملت ابراہیمی کا پیروکار ہو۔ وہ ابراہیمؑ جسے اللہ نے اپنا خلیل (دوست) بنالیا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور اللہ ہر چیز کو اپنی گرفت میں رکھے ہوئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

ذَکَرٌ اَوْ اُنْثٰی	مردوں میں سے یا عورتوں میں سے
نَقِیْرٌ	تل برابر
اَحْسَنُ دِیْنٌ	بہترین طریقہ، بہترین راستہ
خَلِیْلٌ	دوست

تشریح: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶

یہود، نصاریٰ اور مسلم تینوں مذہب والے حضرت ابراہیمؑ کو بزرگ پیغمبر مانتے ہیں جن کا مقام بہت واجب التعظیم ہے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰؑ اور خود حضور نبی کریم ﷺ سب ان کی اولادوں میں ہیں۔ اس آیت میں خاص خطاب بنی اسرائیل یعنی یہود سے ہے کہ اگر وہ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں تو دیکھ لو ان کی خاص صفت توحید تھی یعنی وہ اللہ کو معبود مانتے تھے۔ وہ صرف اللہ سے امیدیں رکھتے تھے۔ اسی کا وہ خوف رکھتے تھے۔ مگر تم نے ان کا دین چھوڑ دیا ہے اور اب مسلمانوں نے ان کا دین اختیار کرلیا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ کو محض عقیدتاً ماننا نہیں ہے بلکہ عملاً بھی ماننا ہے (اور عمل کی اہمیت پچھلی آیات میں گزر چکی ہے) تو پھر تم اس دین کی اتباع و پیروی کرو جس میں توحید خالص ہے۔ اور تم اللہ کے دین کو مانو یا نہ مانو، یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہے کہ جو کچھ کائنات میں ہے ان سب کا مالک اور خالق اللہ ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کی گرفت ہے اس کی بندگی اور عبادت ہی ایک مومن کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ
وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا
تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ
وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى
بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۷

(اے نبی ﷺ!) لوگ آپ سے عورتوں کے معاملہ میں سوالات کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے اللہ تمہیں ان سے (نکاح کی) اجازت دیتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ احکام بھی یاد دلاتا ہے جو اس کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق سنائے جا چکے ہیں۔ جنہیں تم ان کے مقرر کئے ہوئے حقوق ادا نہیں کرتے جو اس نے تمہارے لئے طے کئے ہیں۔ پھر بھی چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ (یا ان کا نکاح نہ ہونے دو) جہاں تک نابالغ کمزور لڑکوں کا تعلق ہے تو یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ اور جو بھی بھلائی کا کام تم کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۷

یَسْتَفْتُوْنَکَ	وہ آپ سے پوچھتے ہیں
یُفْتِیْ	وہ بتاتا ہے
یُتْلٰی	تلاوت کیا گیا
لَاتُؤْتُوْنَ	تم نہیں دیتے
تَرْغَبُوْنَ	رغبت کرتے ہو، چاہتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۲۷

قرآن کریم میں بار بار یتیموں کے حقوق اور خصوصاً یتیم لڑکیوں کے حقوق کی نگہداشت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اسی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ میں یتیم لڑکیوں سے نکاح کے متعلق احکامات سنا دیئے گئے ہیں۔ اب مزید وضاحت فرمائی جارہی ہے۔ خطاب ان لوگوں کی طرف ہے جن کا یہ حال ہے کہ جو یتیم لڑکیاں جو مال و جمال والی ہوتیں ان لڑکیوں سے تو خود نکاح کر لیتے تھے اگر وہ صرف مال والی ہوتیں تو ان کا نکاح ہونے نہیں دیتے تھے کہ ان کے مال پر سے تصرف ختم نہ ہو جائے۔ پھر وہ یتیم لڑکیاں جو بے بس اور بے کس تھیں ان پر بے حساب زیادتی کیا کرتے تھے۔ ان کے حقوق کی یاد دہانی پھر کرائی جارہی ہے۔

یتیم لڑکوں کے متعلق بھی احکام پہلے گزر چکے ہیں۔ پھر یاد دہانی کرائی جارہی ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو۔ جو ولی ضرورت مند ہے وہ بقدر ضرورت ان کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ جو ولی خوش حال ہے اسے یتیم کے مال میں سے نہیں لینا چاہئے۔ اور کسی ولی کو اجازت نہیں ہے کہ زیر کفالت یتیم کے مال کو خرد برد کردے ہر شخص کو حکم ہے کہ یتیم کے ساتھ بھلائی کرے اور ہر بھلائی کا انعام آخرت میں ہے۔ آگے کی آیات میں پھر اسی مسئلہ پر تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝۱۲۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۸

اگر کسی عورت کو شوہر کی طرف سے بدسلوکی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو دونوں میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ آپس میں سمجھوتہ کرلیں۔ اور بہر حال باہمی صلح میں دونوں کی بھلائی ہے۔ نفس تو بہر حال تنگ دلی کی طرف ہی مائل ہوتا ہے۔ کیا خوب اگر تم دونوں اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں احسان و نیکی سے پیش آؤ (یعنی آگے بڑھ کر حق سے زیادہ دینے کا جذبہ باقی رہے۔) تو بے شک جو کچھ تم لوگ کرو گے، اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۸

خَافَتْ	ڈرتی ہے۔ڈری
بَعْلٌ	شوہر
اَنْ يُّصْلِحَا	یہ کہ وہ دونوں صلح کرلیں
اُحْضِرَتْ	حاضر کی گئی
اَلشُّحُّ	بخل، کنجوسی

تشریح: آیت نمبر ۱۲۸

ازدواجی زندگی میں بہت سے موڑ ایسے آتے ہیں جہاں ایک کو دوسرے سے جائز یا ناجائز شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ بعض طرز عمل اختیاری ہے، مثلاً غصہ، ظلم، بے وفائی، لڑنا، تنگ کرنا، نفرت، فضول خرچی، تذلیل، نان نفقہ سے محروم کردینا، نافرمانی، بے عصمتی وغیرہ۔ چند باتیں غیر اختیاری ہیں۔ مثلاً مسلسل بیماری، بے اولادی، بدصورتی، بڑھاپا، دماغی خرابی، بدمزاجی وغیرہ اس صورت میں الگ ہوجانا آسان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صلح میل ملاپ اور سمجھوتہ بہرحال بہتر بات ہے۔

اگر کسی فریق میں غیر اختیاری خرابیاں ہیں تو بہتر ہے کہ اپنے حقوق میں نرمی قبول کرلے۔ مثلاً اگر عورت بانجھ ہے تو وہ مرد کو دوسری شادی کی اجازت دے دے۔ یا اگر مرد نان نفقہ کا صحیح انتظام نہیں کرسکتا تو عورت کو آزاد کردے۔ اگر خرابی اختیاری ہے تو فریق متعلق برداشت پیدا کرے اور دوسرے کی شکایت دور کرے۔

بعض شدید مجبوری کے حالات میں طلاق یا خلع بہتر ہے لیکن اکثر حالات میں صلح صفائی اور نباہ زیادہ اچھا ہے۔ اگر دوطرفہ احسان کا جذبہ (یعنی زیادہ دینا اور کم لینا ہو) تو خوب عمدہ گذارا ہوسکتا ہے۔ ظلم اور زیادتی سے ہر حال میں بچنا چاہئے کیونکہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

صلح اور سمجھوتہ وہی بہتر ہے جو میاں بیوی آپس میں طے کرلیں کسی تیسرے کو بیچ میں نہ ڈالیں۔ گھر کا راز گھر ہی میں رہے تو اچھا ہے۔ اور یہاں صلح سے مراد یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہے جو پورے حقوق ادا کرنا نہیں چاہتا ہے تو عورت اپنے کچھ حقوق چھوڑ دے مثلاً نان ونفقہ معاف کردے یا مقدار کم کردے اور شوہر اس معافی کو قبول کرلے تاکہ طلاق یا خلع کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔

۱۷

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا
بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ
اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ
اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ
قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ
ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ۱۹ ع ۸ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

بیویوں کے درمیان بالکل ٹھیک عدل رکھنا تمہارے بس میں نہیں ہے خواہ تم اس کے کتنے ہی خواہش مند کیوں نہ ہو۔ اس لئے تمام کی تمام توجہ ایک ہی بیوی کی طرف مت ڈال دو کہ دوسری بیوی ہوا میں لٹکتی رہ جائے۔ اگر تم اپنا طور طریقہ صلح پسندانہ رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ حقوق العباد مجروح نہ ہو جائیں) تو اللہ بہت معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور اگر (ساری تدبیروں کے باوجود) دونوں کے درمیان تفریق ہو ہی جائے تو اللہ اپنی کشائش سے ہر ایک کو

بے نیاز کردے گا۔ اور اللہ کے پاس وسیع خزانہ رزق بھی ہے اور حکمت بھی۔

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کو یہی کہا ہے کہ ہر کام میں اللہ کا ڈر پیش نظر رکھو۔ اور اگر تم نافرمانی کرو گے تو یاد رکھو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بڑا بے نیاز ہے۔ وہی تمام خوبیوں والا ہے۔ اور (کان کھول کر پھر سن لو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ وہی سب کام بنانے کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! وہ اگر چاہے تو تمہیں ہٹا کر نئے لوگوں کو لے آئے۔ اور اللہ اس کی ہر طرح قدرت رکھتا ہے۔ جو شخص صرف دنیا کے ثواب کا خواہش مند ہے اسے جان لینا چاہئے کہ اللہ کے پاس دنیا کی نعمتیں بھی ہیں اور آخرت کی نعمتیں بھی۔ اور اللہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

لَنْ تَسْتَطِيْعُوْا	ہرگز تم طاقت نہیں رکھتے
اَنْ تَعْدِلُوْا	یہ کہ تم (پورا پورا) انصاف کرو
لَوْحَرَصْتُمْ	اگرچہ تم خواہش مند ہو
لَاتَمِيْلُوْ	مائل نہ ہو جاؤ، جھک نہ پڑو
تَذَرُوْهَا	تم چھوڑ دو اس کو
كَالْمُعَلَّقَةِ	جیسے بیچ میں لٹکی ہوئی
يَتَفَرَّقَا	دونوں جدا جدا ہو جائیں
يُغْنِ اللّٰهُ	اللہ بے نیاز کر دے گا
كُلٌّ	ہر ایک کو

تشریح: آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۴

انسان فطرتاً کمزور ہے۔ اس کے لئے چند بیویوں کے درمیان برابر عدل و انصاف رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ کوئی زیادہ

حسین، زیادہ جوان، زیادہ دولت والی یا علم وعقل والی یا سلیقہ مند ہو سکتی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ بے اختیاری باتوں میں تو کسی قدر چھوٹ دی جا سکتی ہے لیکن با اختیاری باتوں میں عدل و انصاف قائم رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کسی ایک بیوی کی طرف اتنا نہ جھک جائے کہ دوسری اپنے نفسانی تقاضوں اور مادی ضروریات کے لئے محتاج ہو کر رہ جائے۔ آخر اسے بھی تو محبت اور زندگی کے سکون کی ضرورت ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ اختلافات تو ہوتے ہی رہیں گے لیکن اگر طرفین اپنا طرز سلوک مصالحانہ رکھیں، جہاں تک ہو سکے لڑائی جھگڑا نہ کریں اور ہر قدم پر اللہ سے ڈرتے رہیں تو ایسا نہیں کہ شوہر کی طرف سے بیوی کا حق اور بیوی کی طرف سے شوہر کا حق کم زیادہ مار لیا جائے۔ اس کے باوجود اگر نباہ نہ ہو سکے اور جدائی کی نوبت آ ہی جائے تو نہ شوہر یہ خیال کرے کہ بیوی اس کی محتاج ہے اور نہ بیوی یہ خیال کرے کہ شوہر اس کا محتاج ہے۔ اگر جدائی ہو بھی جائے تو اللہ سب کو رزق دینے والا ہے۔

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ اس فقرہ کو تین بار دہرایا گیا ہے۔ پہلی بار سے یہ مقصود ہے کہ اللہ ہی کے پاس کشائش اور رزق کے خزانے ہیں۔ کوئی کمی نہیں ہے۔ دوسری بار سے مراد ہے کہ اللہ بے نیاز ہے۔ تم مانو یا نہ مانو۔ ماننے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور نہ ماننے میں تمہارا ہی نقصان۔ تیسری بار جو فرمایا ہے تو زور دینا مقصود ہے کہ وہی تمہارا کارساز بھی ہے اور وہی مغفرت اور رحمت کرنے والا اور بخشنے والا بھی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں تمہارا کام اگر کوئی بنا سکتا ہے تو اسی غنی و حمید، وکیل و قدیر اور غفور، رحیم کی ذات بابرکات ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر دوسروں کو تمہاری جگہ لے آئے۔ بڑی بڑی قومیں آئیں اور گئیں لیکن وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں۔

آخر میں فرمایا ہے کہ اے محض دنیا مانگنے والو! اپنی نگاہوں کو محدود نہ کرو اللہ تعالیٰ تو دنیا بھی دے سکتا ہے اور آخرت بھی۔ مانگنے اور طلب کرنے کی اصلی چیز تو آخرت ہے جس کی نعمتیں کثیر ہیں، لازوال ہیں اور بے اندازہ ہیں۔ تم جو کچھ کرو گے خواہ خانگی اور ازدواجی سطح پر خواہ ملی سطح پر، ہمیشہ آخرت کے انعامات کو پیش نظر رکھو۔ رہا دنیا کا رزق وہ تو جو کچھ تمہارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے وہ مل کر رہے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ
وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا
اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ
وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۵

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے گواہ بن کر رہو۔ اگر چہ تمہاری گواہی (اور عدل وانصاف) کی چوٹ تمہارے نفس پر پڑے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر۔ یہ مت دیکھو کہ کون امیر ہے اور کون غریب ہے۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ اس لئے انصاف کرنے میں اپنے نفس کی اطاعت نہ کرو۔ اگر تم نے بات کو غلط رنگ دیا یا کوئی اہم پہلو چھپالیا تو یاد رکھو اللہ تمہارے ہر عمل کی پوری خبر رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۵

قَوَّامِیْنَ	قائم رہنے والے، ذمہ دار
اَوْلٰی	مہربان، خیر خواہ
اَلْهَوٰی	خواہش
تَلْوٗ	تم نے ہیر پھیر کی، زبان کو مروڑا

تشریح: آیت نمبر ۱۳۵

سورۂ نساء کی ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ پہلے مسلمان تو اس حکم پر عمل کر کے دکھائیں۔ پھر تمام دنیا کے سامنے اس اصول کو پیش کریں۔ پہلا مطالبہ یہی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ انصاف سے کام لے، ظلم نہ کرے، کسی کا حق نہ مارے۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ ملک میں انصاف کی مشینری قائم کرو۔ اور اس مشینری کی ہر طرح مدد کرو۔ مدد کی خاص شکل یہ ہے کہ جب تم گواہ بنو تو لگی لپٹی مت کہو، چند اہم پہلو چھپا کر چند دیگر پہلو پیش کر کے اجمالی تصویر کا حلیہ مت بگاڑو۔ عدالت کو غلط تاثر نہ دو۔ واقعات بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کرو خواہ اس کی زد تمہارے اوپر ہی پڑتی ہو یا بال بچوں پر یا ماں باپ پر یا دوسرے عزیزوں اور رشتہ داروں پر یا کسی امیر پر یا کسی غریب پر۔ غلط بیانی سے یا کسی طرح کسی کو بھی ناجائز فائدہ پہنچانے کی کوشش نہ کرو کسی کو ناجائز بچانے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ اپنے بندوں کا زیادہ خیر خواہ ہے اس کے مقابلے میں تمہاری رشتہ داروں سے محبت یا دوستوں سے محبت کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ تم کسی امیر یا

بااثر ہستی کا خوف نہ کرو بلکہ صرف اللہ کے خوف کو اپنے دلوں میں جمالو۔ بے انصافی اور حق تلفی اپنے نفس سے شروع ہوتی ہے۔ پہلا بگاڑ وہیں آتا ہے۔ اس لئے پھر واضح طور پر حکم ہے کہ انصاف کے معاملہ میں اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم نے جھوٹ کہا یا چالا کی اور ہوشیاری سے اصل معاملہ کو غلط رنگ دے دیا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکو گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ
بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ
ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ ﴿۱۳۷﴾
بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ ﴿۱۳۸﴾ ۨالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ
الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ ﴿۱۳۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

اے ایمان والو! سچے دل سے اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے ایمان لاؤ۔ یقیناً وہ جس نے اللہ کی ذات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کیا وہ بہت بھاری گمراہی میں جا پڑا۔

بے شک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کا اقرار کر لیا مگر پھر کفر میں ڈھلک گئے۔ پھر واپس ایمان لے آئے پھر وہ کافر ہو گئے۔ پھر وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ تو اللہ ان کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ اور نہ کبھی ہدایت کا راستہ دکھائے گا۔

اے نبی ﷺ! آپ منافقین کو بشارت دے دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
ان کی شناخت یہ ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں یاد رکھیں تمام کی تمام عزت اللہ ہی کے پاس ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

اِزْدَادُوْا	وہ آگے بڑھ گئے
اَیَبْتَغُوْنَ	کیا وہ تلاش کرتے ہیں
اَلْعِزَّةُ	عزت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۶ تا ۱۳۹

یہاں مومن، کافر، مرتد اور منافق کا ذکر ہے۔ ایمان وہ ہے جو روح کی گہرائیوں سے ہو، دل کی آوازیں ایک ہی کلمہ پڑھیں، خون کا ہر قطرہ ایک ہی رخ لپکے۔ ایمان وہ ہے جو صرف زبانی اقرار تک محدود نہ ہو بلکہ اعضا و جوارح سے ثابت ہو۔ ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک چلتی پھرتی تحریکی مشینری کا نام ہے جس کا قبلہ و کعبہ متعین ہے۔

غیر مسلم بھی اللہ کو اور اس کی طاقت اور حکم کو مانتے ہیں جو نظام کائنات چلا رہی ہے۔ لیکن پیغمبروں کو فرشتوں کو قیامت کو سزا و جزا کو اور اللہ کی کتابوں کو نہیں مانتے۔ اہل کتاب اور اہل کفر بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اللہ کو جو ایمان مقصود ہے وہ مومن کا ایمان ہے اور وہ بھی مومن باعمل کا۔

مرتد اور منافق وہی ہو جاتے ہیں جن کا دعویٰ ایمان کچا اور سطحی ہوتا ہے۔ جن کے سامنے اپنا مفاد ہوتا ہے۔ یہی مفاد فیصلہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے کیمپ میں رہیں یا دشمنوں کے کیمپ میں۔ کب اور کتنی دیر تک کہاں رہیں۔ بعض مرتد تو اس قدر ہٹ دھرم ہوتے ہیں کہ بار بار اسلام کی طرف آتے اور پھر بار بار کفر کی طرف دوڑ جاتے ہیں کہ شاید مفاد اور عزت وہیں ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو وقتی مفاد تو مل سکتا ہے لیکن اصلی مفاد اور اصلی عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ منافق اور مرتد کا انجام بہت برا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ
اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا

مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ
إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿۱۴۰﴾
الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوٓا أَلَمْ
نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِينَ نَصِيبٌ ۙ قَالُوٓا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿۱۴۱﴾ ع ۲۰ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

اللہ اپنی کتاب میں پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جارہا ہے یا مذاق اڑایا جارہا ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ لوگ کسی اور بات میں لگ جائیں۔ اگر تم شریک محفل ہو تو تم بھی ان ہی کی طرح ہو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ سارے منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کردے گا۔

یہ منافقین تمہارے معاملات کو بھانپ رہے ہیں۔ جب اللہ تمہیں فتح عنایت کردیتا ہے تو وہ لوگ شور وغوغا برپا کرنے لگتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے (اب لاؤ ہمارا حصہ) اور اگر کافروں کے حق میں معاملہ بھاری رہا۔ تو وہ جتا جتا کر کہنے لگتے ہیں کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ (پھر بھی ہم نہیں لڑے اور اس طرح) ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچالیا۔

سن رکھو کہ اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں برتری کی ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

سَمِعْتُمْ	تم نے سن لیا
يُسْتَهْزَءُ	مذاق کرتا ہے، مذاق اڑایا جارہا ہے

لَا تَقْعُدُوْا	تم نہ بیٹھو
حَتّٰى يَخُوْضُوْا	جب تک مشغول نہ ہو جائیں
فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ	کسی اور بات میں
يَتَرَبَّصُوْنَ	وہ رکتے ہیں۔ انتظار کرتے ہیں
اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ	کیا ہم نے تمہیں گھیر نہیں لیا تھا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۰ تا ۱۴۱

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ایسی محفلوں میں نہ بیٹھیں۔ جہاں اسلام اور دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ اگر وہ ایسی محفلوں میں شریک ہوں گے تو وہ ان مذاق اڑانے والوں ہی میں شامل سمجھے جائیں گے۔ جہاں اسلام کا مذاق اڑایا جائے یا نظام اسلامی کے خلاف تدبیریں اور سازشیں کی جائیں وہاں بیٹھنا ایک مومن کے لئے مناسب نہیں ہے۔ دنیا کی کوئی انجمن اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ اس کے ممبر کسی مخالف ممبر بلکہ دشمن انجمنوں کی مجلسوں میں شریک ہوں۔ اسلام بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس شرکت کی پانچ ہی صورتیں ہیں۔

(۱) کفر کی باتوں کو دلچسپی سے سننا۔ اگر ہاں میں ہاں ملائی جائے یا خاموشی سے سنا جائے تو وہ کفر ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اس کا علاج ایسی محفل سے اٹھ جانا بلکہ شرکت ہی نہ کرنا ہے۔

(۲) مجبوری کی حالت میں نفرت و کراہیت کے ساتھ بیٹھا رہنا۔ اگر بلا عذر ہے تو بہت بڑا گناہ ہے جب کہ عذر و بے اختیاری کے ساتھ معذور ہے۔

(۳) کسی ضرورت یا عذر شرعی یا مجبوری کے تحت بیٹھے رہنے کی اجازت ہے۔

(۴) اصلاحی کام کی یا حکومت اسلامیہ کی ضرورت کی بناء پر معلومات حاصل کرنے اور خبریں لینے کے لئے ایسی جگہوں پر بیٹھنا عبادت ہے۔

(۵) اصلاح اور تبلیغ کے لئے بھی عبادت ہے۔

اسلام ظاہر بھی دیکھتا ہے اور باطن بھی۔ کوئی شخص خواہ بڑا مومن ہو لیکن گر کفر کی محفلوں میں دلچسپی لے یا ان میں گھل مل کر بیٹھے تو مسلمان اسے منافق سمجھ کر منافق کا معاملہ کر سکتے ہیں۔

اگر واقعی وہ منافق ہے یا منافق ہو جائے تو اس کا حشر کافروں کے ساتھ ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی خاص پہچان بتائی ہے کہ وہ دو کشتیوں پر سوار ہیں جب مسلمانوں کی جیت ہوتی

ہے تو مسلمان بن کر وہاں بھی اپنا حصہ لگانے کو آگے آگے آجاتے ہیں اور اگر کافروں کی جیت ہوتی ہے تو وہاں بھی کافروں کے ہمدرد اور معاون بن کر حصہ لگانے کو آگے آگے پہنچ جاتے ہیں۔ غرضیکہ جہاں جیسا موقع ہو ویسی ہی بات کرتے ہیں۔

ہوسکتا ہے منافق دنیا میں کامیاب ہو جائیں لیکن قیامت کے دن اللہ مومنین کو اور منافقین کو الگ الگ کر کے دونوں کو اپنا حکم سنائے گا۔ ایک کو جنت کا۔ دوسرے کو جہنم کا۔ اللہ نے کوئی رخنہ ایسا نہیں چھوڑا کہ کفار اور منافقین کسی تدبیر سے اس دن مومنوں پر غلبہ اور عزت حاصل کر سکیں۔

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

بلاشبہ منافقین اللہ کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہیں لیکن اللہ بھی ان کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہے۔ (ان کی ایک پہچان یہ ہے کہ) جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ محض لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ اور اللہ کا ذکر بہت ہی تھوڑا سا کرتے ہیں۔ وہ (ایمان و کفر کے درمیان) دوراہے پر کھڑے ہیں نہ پوری طرح ان کی طرف اور نہ پوری طرح ان کی طرف۔ اور جس کو اللہ ہی نے گمراہ کر دیا ہو وہ کدھر راستہ پا سکتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

خَادِعٌ — دھوکہ دینے والا

كُسَالٰى — سستی، کاہلی

مُذَبْذَبِيْنَ — درمیان میں لٹکے ہوئے، ادھر نہ ادھر

تشریح: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۳

منافقین دوطرفہ کھیل، کھیل کر سمجھ رہے ہیں کہ وہ بڑے ہوشیار ہیں۔ دونوں فریقوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مگر ان کی شاطرانہ چالیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں مات کھا جائیں گی۔ یہ بات قرآن پاک میں بار بار کہی گئی ہے۔

سابق آیات میں ان کی ایک پہچان بتائی گئی تھی۔ یہاں دوسری پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ جب نماز میں آتے ہیں تو بادل ناخواستہ۔ بہت کسمساتے ہوئے۔ اور پھر کم سے کم نماز پڑھ کر جلدی سے بھاگنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

اگرچہ یہ منافق کی خاص پہچان ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر وہ شخص منافق ہے جو کسمساتا ہوا مسجد میں آتا ہے یا جلدی سے بھاگنے کی فکر میں ہوتا ہے۔ کسمسانا عارضی ہوسکتا ہے، بیماری یا دوسری کچھ وجہ ہوسکتی ہے۔ شدید گرمی یا شدید سردی کے سبب بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جلدی چلے جانے کی وجہ تجارت یا ملازمت ہوسکتی ہے یا دوسری مصروفیت یا تبلیغ و جہاد۔ لیکن وہ جو نماز ہی سے بھاگتا ہے یا نماز کو بھاری بوجھ سمجھتا ہے یا ریا کاری کے لئے پڑھتا ہے اس کے منافق ہونے کا قرینہ زیادہ ہے۔ منافق کی طرف مومنوں کی صف سے کھلم کھلا نکل جانا اس کے معاشرتی، معاشی اور تمدنی مفاد کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ ظاہر میں مسلمان بنا ہوا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ایمان میں اس کا دل جم نہیں رہا ہے وہ اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے سمجھتے پاگل ہوا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کی تمام عقل مندی خود فریبی سے زیادہ نہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾
اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کو واضح ثبوت دے دو۔ بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔ اور آپ ہرگز کسی کو ان کا مددگار نہیں پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

اَتُرِيْدُوْنَ کیا تم چاہتے ہو؟

سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ کھلا ہوا ثبوت

اَلدَّرْكُ الْاَسْفَلُ سب سے نیچے درجہ

تشریح: آیت نمبر ۱۴۴ تا ۱۴۵

منافق کافر سے زیادہ خطرناک ہے۔ کافر اپنے عقیدہ سے مخلص ہے اگر چہ اس کا عقیدہ و عمل غلط ہے وہ اسلام کا دشمن ضرور ہے مگر کھلم کھلا۔ اس کے وار سے بچنا آسان ہے۔ مگر یہ منافق آستین کا سانپ ہے۔ یہ دوستی کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں رہتا ہے۔ یہ زیادہ خطرناک ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ منافقین دوزخ کے بدترین حصہ میں رکھے جائیں گے۔ اسفل، کے معنی سب سے نیچے ہی کے نہیں ہیں بلکہ سب سے ذلیل جگہ کے بھی ہیں۔ سب سے نیچے طبقہ میں گرمی اور جلن سب سے زیادہ ہوگی اور وہاں ذلت اور رسوائی بھی سب سے زیادہ ہوگی۔ جو شخص بھی اقرار ایمان کے باوجود مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنائے گا۔ وہ منافق سے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ ہوسکتا ہے وہ شروع ہی سے منافق ہو۔ ہوسکتا ہے وہ آگے چل کر منافق بن جائے۔ اور جو شخص بھی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا جگری اور گہرا دوست بنائے گا وہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو اپنے جہنمی ہونے کا واضح ثبوت مہیا کرے گا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ
وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ
يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ
بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

سوائے ان کے جو توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔ اور اللہ کا تعلق مضبوطی سے تھام لیں اور اللہ کے لئے اپنے دین میں مخلص ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کا شمار مومنین کے ساتھ ہوگا۔ اللہ مومنوں کو بہت جلد بڑا ثواب عطا کرے گا۔ اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ تمہیں عذاب دے گا جب کہ تم شکر گذار بن کر اور ایمان دار بن کر رہو اور اللہ تو بہت قدر کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

اِعْتَصِمُوْا	تم مظبوطی سے تھام لو
اَخْلَصُوْا	انہوں نے خالص کر لیا
سَوْفَ يُؤْتِ	جلد ہی وہ دے گا
مَايَفْعَلُ اللّٰهُ	اللہ کو کیا پڑی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کیا کرے گا)
شَاكِرٌ	قدر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

گذشتہ آیت میں عذاب کا اتنا بڑا خوف دلا کر کہ ''بے شک منافقین دوزخ کے ارذل ترین طبقہ میں ڈالے جائیں گے۔'' اللہ نے امید، توبہ، واپسی اور رحمت کا دروازہ بند نہیں کیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر تلقین کی ہے کہ اے منافقو! اب بھی موقع ہے توبہ کرلو، اپنی اصلاح کرلو، اللہ کا آسرا مضبوط تھام لو۔ ڈانوا ڈول نہ رہو اور دین اسلام کے لئے تمام خلوص اور خدمت کے ساتھ ڈٹ جاؤ۔ اگر تم واپس اسلام کی طرف پلٹ آؤ گے تو تمہارا شمار مومنین میں ہوگا اور تم اجر عظیم کے حق دار ہو جاؤ گے۔

بندے پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات کا جواب ایک ہی ہے۔ قولی اور عملی شکر جس کا واحد طریقہ ہے قولی اور عملی ایمان۔ اگر تم شکر کرو گے تو اللہ کو بہت قدر دان پاؤ گے۔ دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو اللہ خوب جانتا ہے کہ مومن کون ہے اور منافق کون۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اللہ نے چند منافقین کو توفیق بخشی اور وہ مومنین کی صف میں آ گئے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ
ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ
اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ
اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾

ع ۲۱ / ۱۱ / ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

اللہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو کھلم کھلا برا کہے۔ مگر وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا ہے۔ (اس کے لئے جائز ہے) اور بے شک اللہ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ اگر تم کھلم کھلا بھلائی کرو یا اس کو چھپا کر کرو یا کسی برائی کو معاف کردو تو اللہ بھی بہت معاف کرنے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان (باعتبار ایمان) تفریق کرتے ہیں اور (زبان سے بھی) کہتے ہیں کہ چند رسولوں کو مانتے ہیں اور چند کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے بیچ میں کوئی سمجھوتہ کی راہ نکال لیں وہ پکے کافر ہیں۔ اور ہم نے بڑی ذلت کا عذاب کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہیں اور ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے ان کو اللہ جلد انعام دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

لَایُحِبُّ اللّٰهُ اللہ کو پسند نہیں ہے

اَلْجَهْرُ بِالسُّوْءِ برائی کو کھلم کھلا کہنا

لَمْ یُفَرِّقُوْا نہیں تفریق کرتے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۲

وہ سب پکے کافر ہیں جو
(۱) نہ اللہ کو مانتے ہیں نہ رسالت کو یا
(۲) اللہ کو مانتے ہیں۔ رسالت کو نہیں مانتے یا
(۳) کسی رسول کو مانتے ہیں کسی کو نہیں مانتے

اور جو توحید اور شرک کے درمیان کوئی ایسی راہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ اللہ بھی مل جائے اور صنم بھی۔ ان سب کے لئے بڑی ذلت کا عذاب بھڑک رہا ہے۔

دنیا کے مذاہب کو دیکھئے بہت سے مذاہب اللہ کو بلکہ کسی معبود کو نہیں مانتے۔ بہت سے مذاہب بہت سے معبودوں کو مانتے ہیں۔ ہندو بتوں کو، بدھ کنفیوشس کو لیکن سکھ رسالت ہی کو نہیں مانتے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے۔ عیسائی حضرت موسیٰؑ کو نہیں مانتے۔ مسلمانوں کے سوا کوئی پیغمبر اسلام ﷺ کو نہیں مانتا۔ کچھ گم راہ لوگ آپ کے بعد بھی ایک جھوٹے شخص کو نبی مانتے ہیں۔ قرآن کی نظر میں صرف وہی مومن ہیں جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانتے ہیں اور تفریق نہیں کرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کے سوا تمام پیغمبروں کی تعلیمات دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔

مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہود و نصاریٰ مومنین پر بہت ظلم کرتے تھے اور دین اسلام کو برا بھلا کہتے تھے۔ کبھی کبھی مسلمانوں میں طاقت برداشت ختم ہو جاتی اور وہ بھی تلخ کلامی کا جواب تلخ کلامی سے دیتے۔ اس کے علاوہ پرائیویٹ سطح پر بھی مظلوم ظالم کے خلاف چیخ و پکار اور آہ و فریاد کرتے۔ آیت ۱۴۸ کی رو سے گالی کا جواب گالی سے دینا منع کر دیا گیا ہے۔ زبانی فساد لڑائی جھگڑے اور تو تو میں میں سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔

چیخنے چلانے یا آہ فریاد کرنے کی اجازت صرف مظلوموں کو دی گئی ہے مگر اس نصیحت کے ساتھ کہ تم ظالم کے ساتھ بھی نیکی کرو یا اس کے ظلم کو پوشیدہ رکھو بلکہ معاف ہی کر دو۔ دیکھو اللہ بھی تو تمام طاقت و قدرت کے باوجود اپنے بندوں کے کتنے گناہ صبح و شام معاف کرتا ہے۔ مومن بھی صبح و شام غلطیاں کرتا ہے لیکن اللہ غفور رحیم ہے۔

مظلوموں کو نالہ و فغاں اور نالش و فریاد کی اجازت دے کر ایک طرف اس کے دل کے دھوئیں کو خارج ہونے کا موقع دیا گیا ہے دوسری طرف اسے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت دی گئی ہے کیوں کہ ظلم کی روک تھام کے لئے عدالت ہی کا ادارہ

ہے۔ اگر عدالت ہی نہ ہوگی تو ظلم کا سلسلہ بڑھ جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو بھی بہترین اخلاق کی تربیت دی ہے کہ خاموش رہو۔ بلکہ معاف ہی کر دو تو بہتر ہے۔ اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ظالم کے ساتھ بھی نیکی کرو خواہ وہ تمہارے دین کو برا بھلا ہی کیوں نہ کہتا ہو۔

اس اخلاقی تعلیم میں نا جائز مروت اور رواداری نہیں ہے۔ اسلام اپنی سرحدات کی پوری حفاظت کرتا ہے۔ اور صاف صاف کہتا ہے کہ وہ سب پکے کافر ہیں جو اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو نہیں مانتے یا جو اضافہ یا تفریق کرتے ہیں۔ اور سمجھوتہ کی راہ تلاش کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ
عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ
فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ
ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ
الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا
لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا
عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ
اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ

الظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا
حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٥٣ تا ١٥٩

(اے نبی ﷺ!) اہل کتاب آپ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ ان کے لئے آسمان سے کوئی کتاب اتار لائیں۔ تو (یہ کوئی نئی بات نہیں ہے) وہ اس سے بھی زیادہ نامعقول مطالبے موسیٰؑ سے کر چکے ہیں۔ ان سے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو آمنے سامنے دکھادو۔ اس زیادتی کے بدلے ان پر بجلی یکا یک ٹوٹ پڑی۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا حالانکہ وحدانیت کی بہت سی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ پھر ہم نے اسے بھی معاف کیا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو کھلا غلبہ عطا کیا۔

پھر ان احکام کی اطاعت کا قول وقرار لینے کے لئے ہم نے کوہ طور اٹھا کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے کہا تھا کہ اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا۔ اور ہم نے ان کو ہفتہ کے دن زیادتی کرنے سے منع کیا تھا اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا۔

ان کو جو سزا ملی وہ ان کی عہد شکنی پر اور چونکہ انہوں نے اللہ کی آیات سے کفر کیا (نافرمانی کی) اور ناحق چند پیغمبروں کو قتل کر ڈالا اور یہاں تک دعویٰ کرنے لگے کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں۔ یہ بات نہ تھی بلکہ اللہ نے ان کے دل پر مہر کر دی تھی چونکہ ان میں سے ایک قلیل تعداد کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ ان کے کفر کی وجہ سے جب کہ انہوں نے مریم پر زبردست الزام تراشا تھا۔ چونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے اندر اختلاف ہو گیا اور وہ معاملہ ان کے لئے مشکوک بنا دیا گیا اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی درحقیقت شک میں مبتلا ہیں واقعہ کیا ہوا انہیں کچھ معلوم نہیں البتہ انہوں نے ایک افسانہ دل سے گھڑ لیا۔ انہوں نے یقیناً حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ کے پاس قدرت بھی ہے

اور حکمت بھی۔ اور اہل کتاب کے جتنے فرقے ہیں وہ عیسیٰ کو اس کی موت سے پہلے ہی دیکھ کر اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ اہل کتاب کے خلاف گواہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹

سَاَلُوْا	انہوں نے سوال کیا
اَرِنَا	ہمیں دکھا دے
لَاتَعْدُوْا	تم حد سے نہ بڑھو
نَقْضٌ	توڑنا
طَبَعَ اللّٰہُ	اللہ نے مہر لگا دی
مَاصَلَبُوْہُ	انہوں نے اس کو پھانسی نہیں دی
لَیُؤْمِنَنَّ	البتہ وہ ضرور ایمان لائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسکین دینے کے لئے قوم یہود کی نفسیات اور بعض نازیبا حرکتوں کو پیش کیا ہے۔ یہود کے چند سردار حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ بھی ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب آسمان سے نازل شدہ ہمیں دکھا دیں جس طرح ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب حضرت موسیٰ پر نازل ہو چکی ہے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تسلی دی کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ان کا جو مطالبہ ہے وہ سراسر بہانہ ہے۔ ان کے آباء و اجداد اس سے بھی زیادہ نامعقول مطالبے حضرت موسیٰ سے کر چکے ہیں۔ اگر صرف ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب کا سوال ہوتا تو انہیں حضرت موسیٰ پر پوری طرح ایمان لے آنا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے حضرت موسیٰ سے یہ بھی کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی صورت بے پردہ اور بے حجاب دکھا دو۔ اس جسارت پر اللہ کے قہر کی صورت میں ان پر بجلی اچانک ٹوٹ پڑی۔ پھر اگرچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نظروں کے سامنے فرعون کو اس کے لشکریوں کے ساتھ غرق کر دیا تھا۔ ان کے لئے من و سلویٰ کا انتظام کیا اور اپنی قدرت و حکمت کی دوسری اعلیٰ سے اعلیٰ نشانیاں دکھائیں، پھر بھی وہ ایمان لائے تو کس پر؟ ایک خود ساختہ بچھڑے پر اور انہوں نے اس کو پوجنا شروع کر دیا۔

اللہ نے ان کا یہ گناہ بھی معاف کیا اور حضرت موسیٰؑ کو توریت کی دس ایسی تختیاں عطا فرمائیں جس میں دس واضح احکام تھے۔

ان آیات سے معلوم ہوتا کہ پھر بھی انہوں نے نافرمانی کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر معلق کردیا تھا کہ اگر حکم نہیں مانو گے تو کچل دیئے جاؤ گے۔ ڈر کے مارے حکم ماننے لگے مگر جب کوہ طور ان کے سروں پر سے اٹھالیا گیا تو پھر باغی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ جب شہر ایلیا میں داخل ہو تو دروازے میں خاکسارانہ سر جھکائے ہوئے اور اللہ کو سجدے کرتے ہوئے داخل ہونا۔ یہ بھی حکم دیا کہ سبت (ہفتہ) کے دن مچھلیاں نہ پکڑنا۔ انہوں نے اللہ کے احکام سے ہمیشہ کفر کیا اور نافرمانی اس درجہ کو پہنچ گئی کہ حضرت یحییٰ اور چند پیغمبروں کو ناحق قتل کرڈالا۔ اور اب بے شرمی اور ضلالت کی انتہا یہ ہے کہ کھلم کھلا فخر و ناز سے دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ مسیح کو بھی صلیب چڑھا کر موت دے دی۔

انہوں نے حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ پر جو بہتان عظیم لگایا اس کا جواب انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی مل چکا تھا جب وہ چند گھنٹوں کے بچے ہی تھے۔ اور یہود یہ جواب سن کر مطمئن ہو گئے تھے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا کام شروع کیا اور اپنی امت کو نصیحت کرنے لگے تو پھر انہوں نے لعن طعن پر زبان درازی کی اور دشمنی کو اس درجہ پہنچادیا کہ انہیں ایک عدالت سے موت کی سزا دلوادی۔ اور ان کو قید کرنے کی ناکام کوشش کی۔

لیکن راتوں رات اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو روح اور جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔ کہا جاتا ہے کہ صبح کو یہودی قید خانے کے دروازے پر جمع ہوئے اور اپنے میں سے ایک کو بھیجا کہ اندر جا کر حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر باہر لاؤ۔ وہاں وہ انہیں ڈھونڈتا رہ گیا۔ وہ نہیں ملے۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا چہرہ حضرت عیسیٰؑ جیسا ہو گیا تھا۔ یہودیوں نے اسے ہی پکڑ کر صلیب پر لٹکادیا اور مشہور کر دیا کہ انہوں نے مسیح کو پھانسی دے دی۔

یہودیوں اور خود عیسائیوں میں صلیب کے طرح طرح کے واقعات مشہور ہیں کہ جو لٹکایا گیا وہ واقعی کون تھا۔ ایک گروہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کا ایک ہم شکل حواری تھا جس نے اپنے نبی کے عوض اپنے آپ کو پیش کردیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہی یہودی تھا جو اندر ڈھونڈنے گیا تھا۔ بہر حال حقیقت کیا تھی کسی کو نہیں معلوم۔ قرآن صرف اسی قدر ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو جسم اور روح سمیت اوپر اٹھالیا یعنی انہیں موت آئی نہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں مگر اس دنیا میں نہیں بلکہ آسمانوں پر زندہ ہیں۔

آیت ۱۵۹ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ پھر اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ زندگی گذارنے کے بعد طبعی موت سے انتقال کریں گے۔ اس وقت ان کو چلتا پھرتا بولتا چالتا اور ہر طرح زندہ دیکھ کر تمام یہودی اور عیسائی ان کی غیر مصلوبیت اور رفع الی اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے قیامت کے دن تمام پیغمبر اپنی اپنی امت کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اپنی اپنی امت کی حرکات واعمال پر گواہی دیں گے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی وہاں موجود ہوں گے اور اپنی امت کی حرکات واعمال پر گواہی دیں گے۔ اور صلیب کے واقعہ سے پردہ ہٹائیں گے۔ یہ مسئلہ سورۂ آل عمران میں بھی گذر چکا ہے۔

حضور پرنور ﷺ کی متواتر احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا میں نزول ہوگا۔ وہ حضور کی امت بن کر جئیں گے اور وفات پائیں گے۔ ان کے زمانے میں یہودیت اور عیسائیت ختم ہوجائے گی کیوں کہ سارے یہود و نصاریٰ صحیح صحیح ایمان لے آئیں گے۔ ہر طرف اسلام ہی کا بول بالا ہوگا۔ ان احادیث کی تعداد ایک سو سے کم نہیں ہے جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی نہیں دی گئی بلکہ وہ آسمانوں پر جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ قرآن کریم اور متواتر احادیث کے باوجود قادیانیوں کا یہ دعویٰ کس قدر مضحکہ خیز اور جاہلانہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا انتقال ہوگیا اور وہ کشمیر میں دفن ہیں (نعوذ باللہ) بغیر کسی ثبوت کے اتنا بڑا دعویٰ کرنا کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور ایسا دعویٰ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کی ساری بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔ اللہ ہمیں قادیانیوں کے فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٠ تا ١٦١

یہودیوں کے جرائم کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی وہ پاک چیزیں حرام کردیں جو ان پر حلال تھیں۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے راستے سے اللہ کی کثیر مخلوق کو روکتے تھے۔ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ اس سے انہیں منع کردیا گیا تھا۔ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھاجاتے تھے۔ ان کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦٠ تا ١٦١

حَرَّمْنَا — ہم نے حرام کردیا

اُحِلَّتْ	حلال کی گئی (حلال کی گئیں)
نُهُوْا	وہ منع کیے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۱

بنی اسرائیل کی ذلیل حرکات کا بیان قرآن کریم میں جابجا آیا ہے مثلاً سورۂ بقرہ سورۂ بنی اسرائیل وغیرہ میں۔ان آیات میں اور پچھلی آیات میں بھی چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔اور کہا گیا ہے کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کرلیا گیا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی قوم نے اللہ کے راستے سے سب سے زیادہ لوگوں کو بھڑکایا ہے، ان کا راستہ روکا ہے اور مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کی ہے۔اگر کوئی قوم دین اسلام کی مخالفت میں سب سے آگے آگے رہی ہے تو وہ یہودی ہیں۔آج بھی مسلمانوں اور خود دین اسلام کے خلاف جس قوم کا سرمایہ، دماغ، افرادی طاقت، سیاست، ہتھیار اور ہر ممکن طریقہ لگ رہا ہے وہ یہی بدنصیب قوم ہے۔اسی قوم نے کمیونزم اور سوشلزم جیسی لادینی بلکہ مخالف دینی تحریکوں کو ابھارا۔اسی قوم نے فرائڈ اور ڈارون جیسے گمراہ نظریئے سائنس کے نام پر پھیلائے۔اسی قوم نے عیسائیوں کے کس بل پر ریاست اسرائیل قائم کی اور فلسطین ولبنان، عراق اور افغانستان کو تاراج کرڈالا۔

دنیا میں بڑی بڑی قومیں آئیں اور آکر چلی گئیں مگر یہ قوم نہ مرتی ہے نہ جیتی ہے۔نہ اس کے پاس عزت کی زندگی ہے نہ ذلت کی موت۔کچھ دنوں کے لئے یہ ابھر جاتی ہے پھر کسی گڑھے میں گر جاتی ہے۔تاریخ میں ایک بار چوراسی (۸۴) سال تک اس نے فلسطین پر قبضہ رکھا ہے۔پھر صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو کر نکالی گئی۔اس سے پہلے بھی نہ جانے کتنی بار فلسطین پر قابض رہ چکی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کے لئے ان ہی میں سے نہ جانے کتنے پیغمبر مبعوث کئے مگر اس قوم نے مان کر نہ دیا۔اوپر کی آیات ان تمام سچائیوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع ۲۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۲

ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور ایمان والے ہیں اور اے نبی ﷺ وہ اس پر ایمان لا چکے ہیں جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور جو کچھ ہم نے آپ سے پہلے نازل کیا ہے جو نماز کو قائم رکھنے والے ہیں جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں۔ وہ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور قیامت پر بھی ایمان لاتے ہیں ان لوگوں کو ہم بہت بڑا انعام عطا کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۲

اَلرّٰاسِخُوْنَ	پختہ، پکے
اَلْمُقِيْمِيْنَ	قائم کرنے والے
اَلْمُؤْتُوْنَ	دیتے ہیں
سَنُؤْتِيْهِمْ	جلد ہی ہم ان کو دیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۶۲

گذشتہ آیات میں یہودیوں کے سواد اعظم کا ذکر تھا اور جو عذاب الیم کا وعدہ تھا وہ ان ہی کے لئے تھا۔ لیکن اس قوم میں گنے چنے افراد ایسے بھی نکل آئے (مثلاً عبداللہ بن سلامؓ) جو دنیا کے علم میں نہیں بلکہ دین کے علم میں پختہ تھے۔ جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لا کر مومن بن گئے، جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑے انعام کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ اپنے نیک بندوں کو اسی طرح اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ
بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ

وَ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ
قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى
تَكْلِیْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ
عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿١٦٥﴾
لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ
یَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ
طَرِیْقًا ﴿١٦٨﴾ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿١٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٣ تا ١٦٩

اے نبی ﷺ! جس طرح ہم نے آپ پر وحی بھیجی اسی طرح ہم نے نوحؑ پر اور ان کے بعد والے نبیوں پر وحی بھیجی ہے۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولادوں پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر بھی وحی بھیجی تھی۔

اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔ ہم نے آپ سے پہلے وہ رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں۔ اور وہ رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں سنائے ہیں۔ اور اللہ نے موسیٰؑ سے براہ راست گفتگو کی ہے۔

یہ رسول ثواب کی بشارت اور عذاب کا خوف دلایا کرتے تھے۔ تاکہ ان رسولوں کے آنے

سے لوگ اللہ کے خلاف بہانے (حجت) نہ بنا سکیں۔ اللہ قدرت بھی رکھتا ہے اور حکمت بھی۔ اللہ گواہ ہے کہ اس نے آپ پر جو کچھ نازل کیا ہے وہ علم الٰہی سے ہے۔ اگرچہ اس کی گواہی فرشتے بھی دیتے ہیں لیکن اللہ ہی کی گواہی کافی ہے۔

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکا، وہ گمراہی میں بہت گہرے ڈوب گئے ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا اور (نبیوں پر اور لوگوں پر) ظلم کیا۔ اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں ہدایت کا راستہ دکھلائے گا۔ البتہ وہ جہنم کا راستہ دیکھیں گے۔ جہاں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا پڑے گا۔ اور یہ کام اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۹

اَوْحَیْنَا	ہم نے وحی کی
قَصَصْنَا	ہم نے قصے بیان کئے
کَلَّمَ اللّٰهُ	اللہ نے کلام کیا
لِئَلَّا یَکُوْنَ	تاکہ نہ ہو
حُجَّةٌ	دلیل
طَرِیْقٌ	راستہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۹

آیت ۱۵۳ میں جو ذکر ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آسمان سے نازل کی ہوئی ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب ہمیں دکھاؤ تو ہم ایمان لے آئیں گے ان آیات میں اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ جن نبیوں کو تم مانتے ہو، جن پر ایمان لانے کا دعویٰ تم کرتے ہو۔ کیا ان میں سے اکثر و بیشتر کو لکھی ہوئی مکمل کتاب نہیں دی گئی تھی؟۔ ہاں زبور حضرت داؤدؑ کو ملی تھی اور حضرت موسیٰؑ سے خود اللہ نے براہ راست کلام کیا تھا اور توریت کی تختیاں دی گئی تھیں۔ جب حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ (اور ان کی اولادیں) اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ اور حضرت سلیمانؑ کو وحی بھیجی گئی تھی اور تم ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہو تو پھر رسول اللہ سے تمہارے مطالبہ کا کیا مطلب ہے۔

فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول اس لئے نہیں بھیجے جاتے کہ ہر جائز و ناجائز مطالبات کو مانتے رہیں بلکہ ان کا مقصد دین ہدایت کو پھیلانا ہوتا ہے۔ ماننے والوں کو جنت کی بشارت دینا ہوتا ہے۔ نہ ماننے والوں کو جہنم سے ڈرانا ہوتا ہے۔ اللہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ نافرمانوں کو سزا دیدے اور کوئی چون و چرا نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنے رسول بھیجے جو اس کے پیغام بر ہوں اور بشیر و نذیر ہوں تا کہ عوام پر حجت تمام ہو جائے اور وہ یہ عذر لنگ پیش نہ کرسکیں کہ ہمیں علم نہ تھا۔

فرمایا جارہا ہے کہ اب جو پیغمبر اسلام بھیجے گئے ہیں ان کو مان لینے میں عافیت ہے۔ تم نے پہلے نبیوں کو معجزہ کی بنیاد پر مانا تھا۔ پیغمبر اسلام کا خاص معجزہ قرآن مجید ہے جس میں علم الٰہی ہے۔ اس کی گواہی اللہ بھی دیتا ہے اور فرشتے بھی۔ لیکن اگر تم نے الٹی سیدھی باتیں کیں، خود بھی کافر بنے رہے اور دوسروں کو بھی راہ حق اختیار کرنے سے روکا۔ تو تمہارا انجام بہت ہی برا ہوگا۔

اگر تم نے کفر کیا اور مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہے تو سن لو تم سخت گمراہی میں ہو، اللہ تمہاری بخشش نہ کرے گا۔ اور تمہارے لئے جہنم کی آگ دہکائی جارہی ہے جس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ جلنا پڑے گا۔ وہاں تم نہ جیو گے نہ مرو گے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٧٠

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک رسول حق لے کر آگیا ہے۔ اب تم اس پر ایمان لاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اور اگر کفر کرو گے تو بے شک جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٧٠

خَيْرٌ	بہتر
اِنْ تَكْفُرُوْا	اگر تم کفر کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۷۰

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ تم فضول باتوں اور ہٹ دھرمی میں مت پڑو۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اللہ کا رسول ﷺ جو کچھ تمہیں سنا رہا ہے اور سکھا رہا ہے وہ سب کا سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور خالص سچائی ہے۔ اگر تم ایمان لے آئے اور دین اسلام کے راستے پر چلے تو تمہارا ہی فائدہ ہے لیکن اگر تم نے کفر کا راستہ اختیار کر لیا تو تم اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ آسمانوں اور زمین کا مالک و منتظم وہی ہے اور یہ کارخانہ قدرت اسی کے علم و حکمت سے چل رہا ہے۔ تم قادر مطلق کو کیا نقصان یا کیا نفع پہنچا سکتے ہو۔ تمہیں تو اپنی آخرت کی فکر ہونی چاہیے۔

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ إِنَّمَا ٱلۡمَسِيحُ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ وَكَلِمَتُهُۥٓ أَلۡقَىٰهَآ إِلَىٰ مَرۡيَمَ وَرُوحٞ مِّنۡهُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦۖ وَلَا تَقُولُواْ ثَلَٰثَةٌۚ ٱنتَهُواْ خَيۡرٗا لَّكُمۡۚ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ سُبۡحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٞۘ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلٗا ﴿١٧١﴾

ع ۲۳ / ۹ / ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۱

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور اللہ سے وہی بات منسوب کرو جو بالکل سچ ہے۔ (وہ سچ یہ ہے کہ) بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ جسے اللہ نے مریم (کے بطن) میں بلا واسطہ ڈالا۔ اور وہ مسیح اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں۔ لہٰذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین ہیں۔ اس بات سے باز آجاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ بے شک اللہ واحد معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اسی کا ہے۔ اور اس کے انتظام کو اللہ کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۱

لَاتَغْلُوْا	تم حد سے نہ گذرو
كَلِمَتُهٗ	اس کا کلمہ، اس کا ایک حکم
ثَلٰثَةٌ	تین
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۷۱

کائنات کا سارا نظام تناسب اور توازن پر قائم ہے۔ ہر چیز کی حد مقرر ہے۔ اس سے زیادہ بھی خرابی اور اس سے کم بھی خرابی۔ اور ہر چیز کی جگہ مقرر ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور حسین سے حسین چیز اپنی جگہ سے ہٹ کر بے جوڑ بدصورت اور ناموزوں ہو جاتی ہے۔ یہی حال روحانی اور دینی اقدار کا بھی ہے۔

''دین میں غلو نہ کرو۔ نہ مقررہ حد سے آگے بڑھو نہ پیچھے ہٹو۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان نصیحت ہے بلکہ نسخہ شفا ہے اور تمام کامیابی کا گر ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح کے متعلق یہودیوں نے غلو یہ کیا کہ انہیں اپنے پیغمبروں کی فہرست سے خارج کر دیا۔ عیسائیوں نے غلو یہ کیا کہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ دونوں اپنی حدوں سے نکل گئے۔

اس نصیحت کی ضرورت آج بھی بہت ہے۔ صحابہ کرامؓ کی شان کو گھٹانا۔ حضور ﷺ کے نواسوں، نواسیوں اور ان کی اولادوں کی شان کو اتنا بڑھانا کہ انہیں معصومین قرار دینا اور امامت کو نبوت کے برابر سمجھنا، مذہبی پیشواؤں کو مشکل کشا، انہیں ان داتا اور دست گیر سمجھنا۔ حب دنیا میں بہت بڑھنا یا ترک کر دینا، بدعات اور محدثات کو پھیلانا، انفرادی عبادت میں سب سے آگے لیکن اجتماعی عبادت میں سب سے پیچھے، روزہ نماز میں پیش پیش لیکن سیاست تبلیغ اور جہاد میں غائب۔ حضور نے فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے۔

''غلو فی الدین سے بچے رہو کیوں کہ تم سے پہلی امتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔

''میری مدح وثناء میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے معاملے میں کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اسی لئے تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِيۡحُ اَنۡ
يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓـئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ‌ ؕ وَمَنۡ يَّسۡتَنۡكِفۡ
عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيَسۡتَكۡبِرۡ فَسَيَحۡشُرُهُمۡ اِلَيۡهِ جَمِيۡعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَ
يَزِيۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ‌ ۚ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡتَنۡكَفُوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا
فَيُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوۡنَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۳

مسیحؑ نے کبھی اس بات کو برا نہیں سمجھا کہ ان کو اللہ کا بندہ کہا جائے۔ اور نہ کبھی فرشتوں نے برا محسوس کیا حالانکہ وہ اللہ سے قریب ہیں۔ اللہ قیامت کے دن ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا جو مارے تکبر کے اللہ کی بندگی کو برا سمجھتے ہیں۔ اس وقت جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے انہیں ان کا اجر پورا پورا ملے گا بلکہ اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں کچھ زیادہ ہی دے گا۔ اور جن لوگوں نے (اللہ کا بندہ کہلانے میں) کسر شان سمجھا اور شان غرور میں اینٹھتے رہے ان کو اللہ تعالیٰ دکھ بھرا عذاب دے گا ایسے لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۴

لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ	وہ ہرگز برا نہ سمجھے گا
اَلۡمُقَرَّبُوۡنَ	قریب والے
يَسۡتَكۡبِرُ	وہ تکبر کرتا ہے
فَسَيَحۡشُرُهُمۡ	جلد ہی ہم ان کو جمع کریں گے

تشریح: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۳

حضرت مسیح ہوں یا کوئی پیغمبر یا کوئی فرشتہ ہو، جو اللہ سے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی عاجزی کا پیکر ہوگا، وہ جانتا ہے کہ اللہ کی بندگی سب سے بڑی عزت اور مرتبت ہے۔ حضرت مسیح جب تک زمین پر تھے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی سمجھتے تھے اور اس سے آپ کو ننگ و عار نہ تھا بلکہ عزت اور بلندی تھی۔ آج جب کہ آپ آسمان پر ہیں، تب بھی اپنے آپ کو اللہ کا بندہ سمجھتے ہیں۔

تکبر کرنا اور شیخی مارنا یہ تو ابلیس، فرعون اور ابوجہل کی عادت ہے۔ تکبر کیا ہے؟ تکبر یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اپنے پاس ہے یا نہیں ہے، تو ان لوگوں کو جن کے پاس کم ہے یا نہیں ہے پست اور ذلیل سمجھنا اور حقارت کا سلوک کرنا۔ ایسے تکبر کرنے والوں کے لئے اللہ نے دکھ بھرا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لیکن اللہ کے احسانات کو یاد کرنا، اس کا شکر ادا کرنا یہ تکبر نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک ایک پسندیدہ فعل ہے۔ قیامت کا ہولناک دن ہوگا جب سب کی شیخی نکل جائے گی۔ تکبر کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور عاجزی اور تواضع اختیار کرنے والے سربلند ہوں گے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ
مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿١٧٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل پہنچ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف صاف اور صریح نور اُتارا ہے جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور مضبوطی سے اس کے کام میں ڈٹ گئے اللہ یقیناً انہیں اپنی رحمت اور عنایت میں داخل کرے گا اور صراط مستقیم کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۵ تا ۱۷۶

بُرْهَانٌ	دلیل

نُوْرٌ مُّبِیْنٌ	کھلا نور
فَضْلٌ	رحمت، کرم

تشریح: آیت نمبر ۱۷۴ تا ۱۷۵

برہان قاطع یعنی وہ دلیل جو انتہائی واضح ہو۔ جو اپنے مخالف تمام بحثوں کو کاٹ کر رکھ دے۔ جسے مانے بغیر چارہ نہ رہے۔ یہ برہان خود رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی صورت و سیرت، لگن اور مگن، اخلاق اور شیریں زبانی، آپ کی محنت اور مشقت، آپ کی جاں فشانی اور قربانی، آپ کی قیادت اور نظامت، آپ کی سیاست اور حکومت، آپ کا صلح و جنگ، آپ کی تبلیغ و تنظیم اور جہاد و قتال، آپ کی محبت اور معافی غرض جس پہلو سے بھی دیکھئے آپ کی ذات ایک معجزہ ہے۔ کیا اس دلیل کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہے؟

خصوصاً جب کہ اس برہان کے ساتھ نور مبین بھی ہے یعنی قرآن کریم جو صحیح راستہ دکھانے والی روشنی ہے۔

اب جب کہ برہان یعنی پیغمبر بھی ہے اور نور مبین یعنی قرآن کریم بھی ہے، تو اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں تن من دھن سے ڈٹ جاؤ۔ اللہ تمہیں اپنی رحمت اور بخشش خاص میں داخل کرے گا۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ
لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا
تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۴ ۲۴/۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۶

(اے نبی ﷺ!) لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے اللہ تمہیں حکم دیتا ہے اگر کوئی شخص مرجائے جس کے بیٹا بیٹی (یا ماں باپ زندہ) نہ ہوں مگر اس کی ایک بہن ہو تو

اس بہن کو ترکہ آدھا (۱/۲) ملے گا۔ اور وہ بھائی اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن بے اولاد مرجائے۔ اگر بہنیں دو (یا اس سے زیادہ) ہوں تو ان سب کو کل ترکہ میں سے دوتہائی (۲/۳) ملے گا۔ اگر وارث چند بھائی بہن ہوں تو ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملے گا۔

اللہ صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہی میں نہ پڑو۔ اور اللہ ہر بات کو خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷٦

هَلَکَ	ہلاک ہوگیا، مرگیا
کَانَتَا	دونوں ہوں
اِثْنَتَیْنِ	دو
اَلثُّلُثٰنِ	دوتہائی

تشریح: آیت نمبر ۱۷٦

اس آیت سے اسلام کی دو عظیم شانیں نظر آتی ہیں۔ نمبر ایک تقسیم میراث ہے۔ اسلام امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر نہیں بنانا چاہتا۔ وہ دولت کا پھیلاؤ چاہتا ہے جس کی ایک اہم شکل ہے کسی کی دولت کو اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثا میں تقسیم کردینا۔ کچھ اس طرح کہ انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور کسی کو شکایت نہ ہو۔ اور عورتوں کو بھی میراث میں پورا پورا حق ملے۔ دوسری شان اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ بات ہو رہی ہے تقسیم میراث کی جو بڑا خشک اور بے مزہ مسئلہ ہے لیکن طرز بیان وہی ادیبانہ شان لئے ہوئے ہے جو قرآن میں ہر جگہ ہے۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ موضوع ہزار خشک بلکہ تلخ سہی، کہنے کا طریقہ وہی ادب وانشا کی چاشنی اور حلاوت میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس سے لطیف تر انداز انسانی طاقت سے باہر ہے۔

الحمد اللہ سورۂ نساء کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم نے اس سورت کے ترجمہ اور تفسیر میں پڑھی ہیں۔ آمین ثم آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ٦ تا ٧

• لایحب اللہ • واذا سمعوا

سورۃ نمبر ٥

الْمَائِدَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المائدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	5
رکوع	16
آیات	120
الفاظ وکلمات	2842
حروف	13464
مقام نزول	مدینہ منورہ
کچھ آیات مکہ مکرمہ میں بھی نازل ہوئیں	

اس سورۃ کے پندرھویں رکوع میں لفظ مائدہ آیا ہے اسی لیے اس سورۃ کا نام مائدہ رکھا گیا۔ مائدہ...... کھانوں سے سجے ہوئے دستر خوان کو کہتے ہیں جس پر مختلف کھانے پینے کی چیزیں موجود ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کی قوم کے لوگوں نے کھانوں سے سجے ہوئے دستر خوان کی درخواست کی جو اُن پر آسمان سے نازل ہو اور ان کے لیے اور ان کے اگلے پچھلوں کے لیے خوشی اور عید کا موقع قرار پائے۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ سے منقول ہے کہ "روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا دستر خوان نازل کیا گیا" مگر ایمان نہ لانے والے پھر بھی ایمان نہ لائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سورہ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل کی گئی اس میں جو چیزیں حلال کر دی گئیں ان کو حلال سمجھو اور جو چیزیں حرام کر دی گئی ہیں ان کو حرام سمجھو۔" (روح المعانی)

آخری سورت
قرآن کریم کے تفصیلی احکامات کی یہ آخری سورت ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: سورہ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئی اس میں تم جن چیزوں کو حلال پاؤ ان کو حلال سمجھو اور جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کو حرام سمجھو۔ (مستدرک حاکم)۔

خصوصیت
علماء نے فرمایا ہے کہ اس سورۃ میں سب سے زیادہ احکامات بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: سورہ مائدہ نبی مکرم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ سفر میں عضبا نام کی اونٹنی پر سوار تھے۔ وحی کے بوجھ سے جب اونٹنی کی ہڈیاں چٹخنے لگیں اور اونٹنی اس بوجھ کو اٹھانے سے بے بس ہو گئی تو آپ ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر تھا جو ١٠ھ میں پیش آیا اس کے بعد آپ اس دنیاوی زندگی میں اسّی (٨٠) دن حیات رہے۔ اس سورۃ میں جتنے مسائل بیان کیے گئے ہیں کسی دوسری سورۃ میں شاید اس سے زیادہ بیان نہیں کیے گئے۔ اس میں تہذیب و تمدن، معاشرت اور معیشت وغیرہ کے بیشتر اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ معاہدات اور وعدوں کی پابندی، کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی حدیں، شراب کی حرمت، وضو غسل، تیمم، معاہدۂ نکاح، تجارتی معاملات اور لین دین کے احکامات وغیرہ کو تفصیل سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ تمام جزیرۃ العرب پر مسلمانوں کو مکمل فتح حاصل ہو چکی تھی اور ان کا مکمل غلبہ تھا لیکن پھر بھی اہل کفر کو ایک دفعہ ایمان کی طرف دعوت دی گئی ہے تاکہ ان کو سنبھلنے کا جو آخری موقع دیا گیا ہے اگر وہ چاہیں تو سنبھل کر دین اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو جائیں۔

تکمیل دین
اس میں آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" نازل ہوئی جس میں دین اسلام کے مکمل ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

سورۃ المائدۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ڛ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

ترجمہ: آیت نمبر ١

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اے ایمان والو! معاہدات کی پابندی کرو۔ چوپایوں کی قسم کے تمام جانور تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں۔ سوائے ان جانوروں کے جن کی حرمت تمہیں سنادی جائے گی۔ جب تم احرام کی حالت میں ہوتو (شکار کو کسی وقت بھی حلال نہ سمجھنا)۔ بلاشبہ اللہ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١

اَوْفُوْا	پورا کرو
اَلْعُقُوْدُ	(عَقْدٌ) عہد۔ وعدہ۔ قول
بَهِيْمَةُ	چوپائے
اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔ جانور
يُتْلٰى	تلاوت کیا گیا۔ پڑھا گیا
مُحِلِّيْ	(مُحِلٌّ کی جمع) حلال جاننے والے۔ جائز کر لینے والے
اَلصَّيْدُ	شکار

حُرُمٌ	(حرام کی جمع ہے)۔حالت احرام میں ہونا۔ادب واحترام والے
یَحْکُمُ	وہ فیصلہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبرا

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی کسوٹی معاملات کو قرار دیا ہے۔جو آدمی معاملات میں جتنا صحیح ہے اس کا دین بھی اسی قدر درست ہے۔اسی لئے فرمایا کہ اے مومنو! اگر تم ایمان کا دعویٰ رکھتے ہو تو معاہدات کی پابندی کرو(۱)۔ان میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو انسان نے روز ''الست'' اللہ سے کرر کھے تھے۔جن کی تجدید اس نے دنیا میں آ کر کلمہ طیبہ سے کی ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خالص اطاعت کا پیمانِ وفا باندھا ہے(۲)۔ان میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو انسان نے اپنی ذات سے یا کسی اور شخص سے یا ادارے سے کرر کھے ہیں۔مثلاً نکاح، خرید و فروخت، ٹھیکہ، اجارہ، دوستی ہبہ، وعدہ وغیرہ(۳)۔ان میں صلح و جنگ کے ثقافت یا لین دین وغیرہ کے وہ قومی اور بین الاقوامی معاہدات بھی شامل ہیں جو ایک حکومت، جماعت یا ادارہ نے کسی دوسری حکومت، جماعت یا ادارہ سے کرر کھے ہوں۔خواہ زبانی ہوں یا تحریری۔لیکن شرط یہ ہے کہ ان معاہدات میں کوئی بات خلاف شرع یا ناجائز نہ ہو کیونکہ خلاف شرع کوئی عہد اور معاہدہ کرنا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

معاہدہ ایک رسمی لفظ ہے۔اس کے پیچھے قانون اور اخلاق سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔قرآن پاک نے لفظ ''عقود'' (جو عقد کی جمع ہے) لا کر اس میں مضبوطی اور تقدس کو داخل کر دیا ہے۔لفظ ''معاہدہ'' باہم دنیاوی مفاد کو ظاہر کرتا ہے۔لفظ ''عقد'' میں دنیاوی مفاد کی قربانی بھی شامل ہے اور اخروی بھی۔عقد کے معنی گرہ کے بھی ہیں اور گرہ باندھنے کے بھی ہیں۔چنانچہ ''عقود'' کے معنی وہ گرہیں بھی ہیں جو ایک انسان نے دوسرے انسان سے باندھ رکھی ہیں اور وہ گرہیں بھی ہیں جو پہلے سے بندھی چلی آ رہی ہیں اور ہر ایک پر لاگو ہیں۔مثلاً باپ دادا نے اگر کوئی سمجھوتہ یا وعدہ کر لیا تو اس کی پابندی وارثوں کو بھی کرنی چاہیئے۔لیکن یاد رکھئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے یا جن سے منع کیا ہے اس کو بجالانا اہلِ ایمان کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔یہ بھی ایک بندہ کا اپنے اللہ سے ایک عہد، معاہدہ اور عقد ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''چوپایوں کی قسم کے تمام جانور حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کی حرمت تمہیں سنا دی جائے گی''۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ دین اسلام کی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو حلال اور حرام کا امتیاز عطا کیا ہے۔دوسرے مذاہب کا دامن زیادہ تر اس سے خالی ہے۔بدھ، جین، یہود، پارسی وغیرہ مذاہب حلال کی فہرست دیتے ہیں مگر بہت معمولی۔عیسائیت، ہندومت، چین، جاپان، افریقہ، جنوبی امریکہ، جزائر آسٹریلیا اور تمام وحشی مردم خور اقوام کوئی فہرست نہیں دیتیں۔نہ حلال کی، نہ حرام کی بلکہ اکثر و بیشتر مذاہب اللہ اور رسول ﷺ ہی کو نہیں سمجھتے احکام اور لازمی اعتقاد کی کوئی کتاب نہیں رکھتے چنانچہ ان کے پاس نہ حلال و حرام کا تصور ہے نہ امر و نہی کا۔خوراک اور جنس میں یہی بے لگام جنگلی آزادی نے کمیونزم میں وہ کشش پیدا کر دی تھی کہ ہمارے بعض مفکرین نے تو

قرآن وسنت کے احکامات کو بھی اس کے رنگ میں ڈھال کر بیان کرنا شروع کر دیا تھا مگر کمیونزم کے نظام کی ناکامی نے دنیا کو بتا دیا کہ انسان کی سچی فلاح و بہبود اور کامرانی صرف اللہ کے دین اور اسلام کے ابدی اصولوں کی سچائی سے وابستہ ہے۔ آیت کریمہ میں ''چرنے والے'' کی شرط کے ساتھ ''پالتو'' کی شرط لگا دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جانور (مرغی کی طرح دو پائے یا بکرے کی طرح چار پائے) جن کی غذا نباتات ہے، جو شکاری پنجے نہیں رکھتے۔ جو کینچلی نہیں رکھتے۔ یعنی جو شکار مار کر نہیں کھاتے، غلاظت نہیں کھاتے۔ زہر نہیں رکھتے اور جن کا گوشت انسانی جسم اور انسانی ذوق سلیم کے مناسب ہے وہ حلال ہیں۔ چونکہ غذائی جانور بڑی تعداد میں ذبح کئے جاتے ہیں، اس لئے ان کی پیدائش بھی بہت زیادہ رکھی گئی ہے۔

سورہ مائدہ اہلِ ایمان پر جس پابندی کا ذکر سب پہلے کرتی ہے وہ یہ کہ خواہ حج کا قصد ہو، یا عمرہ کا، حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے۔ حالت احرام، کے دو معنی بنتے ہیں۔ حدود حرم یعنی حدود میقات کے اندر خواہ کسی نے احرام نہ باندھا ہو۔ دوسرے حدود حرم کے باہر اگر کسی نے احرام باندھ لیا ہو۔ اس آیت کی رو سے صرف شکار کرنا منع ہے، شکار کا گوشت کھانا منع نہیں ہے۔

یہ آیت حلال گوشت ذبح کرنے اور کھانے کی اجازت دیتی ہے اور گوشت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام غذاؤں کا سردار بتایا ہے۔

اس آیت کا آخری ٹکڑا کہ حلال وحرام کی قید یا اور کوئی شرعی قید کے متعلق بحث اور اعتراض کا دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ کوئی سرپھرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری عقل میں یہ بات نہیں سماتی۔ اس لئے میں نہیں مانتا۔ ماننے اور اطاعت کرنے کی بنیاد ایک اور صرف ایک ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ حلال کر دیا تو حلال۔ حرام کر دیا تو حرام۔ اللہ اور رسول ﷺ کا کسی چیز کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم سب سے پہلا عقیدہ ہے جس کی پابندی بے چون و چرا اہل ایمان پر فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس چیز سے رکنے کا حکم ہے وہی سب سے پہلا عقد ہے جس کی پابندی کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحِلُّوا۟ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا
ٱلشَّهْرَ ٱلْحَرَامَ وَلَا ٱلْهَدْىَ وَلَا ٱلْقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلْبَيْتَ ٱلْحَرَامَ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَٰنًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَٱصْطَادُوا۟ ۚ
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ أَن
تَعْتَدُوا۟ ۘ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ (وقف لازم)
وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر٢

اے ایمان والو! تم اللہ کی مقرر کی ہوئی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ اس قربانی کے جانور کی جسے قربانی کے لئے حرم میں لے جایا جا رہا ہو۔ نہ ان جانوروں کی جن کے گلے میں نذر و قربانی کے پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیت الحرام کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور جب تم احرام سے نکل آؤ تو شکار کر سکتے ہو اور تم جذبات میں اتنا بھڑک نہ جاؤ کہ اس قوم کے خلاف زیادتی کرنے لگو جس نے تم پر مسجد حرام کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ نیکی اور اللہ کی عبادت کے کام میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ۔ گناہ اور ظلم کے کام میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور اللہ ہی سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر٢

لَا تُحِلُّوْا	حلال نہ سمجھو
شَعَآئِرُ	(شَعِيْرَةٌ) کی جمع ہے۔ عبادت کی نشانیاں۔ نامزد چیزیں
اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ	عزت والا مہینہ
اَلْهَدْیُ	نیاز کعبہ۔ حرم کو بھیجا جانے والا جانور
اَلْقَلَآئِدُ	(قَلَادَةٌ) ۔ پٹہ۔ ہار (قربانی کے جانور کا ہار)
آٰمِّيْنَ	(اُمٌّ)۔ کعبہ کا ارادہ کر کے چلنے والے
اَلْبَيْتُ الْحَرَامِ	عزت و احترام کا گھر (کعبۃ اللہ)
حَلَلْتُمْ	تم نے حلال کر لیا (احرام کھول دیا)
اِصْطَادُوْا	تم شکار کرو
لَا يَجْرِمَنَّ	تمہیں مجرم نہ بنا دے
شَنَاٰنُ	دشمنی
تَعْتَدُوْا	تم زیادتی کرتے ہو

تَعَاوَنُوْا	تم ایک دوسرے کی مدد کرو
اَلْبِرُّ	نیکی۔ بھلائی
اَلْاِثْمُ	گناہ
اَلْعُدْوَانُ	حد سے آگے نکل جانا۔ سرکشی اختیار کرنا
اَلْعِقَابُ	عذاب۔ سزا

تشریح: آیت نمبر ٢

خطاب پھر اہل ایمان ہی سے ہے جن پر مشرکین نے حج وعمرہ کے لئے مکہ جانے کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو اس سال واپس جانا ہوگا اور آئندہ سال چند شرائط کے ساتھ عمرہ کے لئے آسکتے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کے جذبات مشتعل تھے، ڈر تھا کہیں جوش میں آکر کچھ انتقامی کارروائی نہ کر بیٹھیں مثلاً جو قافلے حج یا عمرہ کے لئے مدینہ سے جارہے تھے انہیں روک نہ دیں یا ان کے نذر و نیاز کے جانوروں کو چھین نہ لیں یا مار نہ ڈالیں۔ چونکہ مکہ جانے کا راستہ مدینہ کے آس پاس سے گزرتا تھا اس لئے مسلمان ایسا کر سکتے تھے۔ اس آیت میں انہیں ان باتوں سے روک دیا گیا ہے۔ حکم ہے کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیوں کو نہ چھیڑو خواہ وہ کسی قوم یا مذہب والوں کی طرف سے ہوں۔ جن چیزوں کو یا جن حرکتوں کو کسی قوم یا مذہب نے اپنے عقیدہ وعمل کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کا مظہر یا آلہ کار بنا رکھا ہو وہ مسلمانوں کے لئے واجب الاحترام ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسلام کے شعائر سے نہ ٹکراتے ہوں۔ یہ بھی حکم ہے کہ ان مہینوں میں جنگی چھیڑ چھاڑ یا حملہ نہیں کرنا چاہیے۔ تاکہ حج کرنے والے بلاخطر آ اور جاسکیں وہ چار مہینے یہ ہیں۔ ذی قعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ البتہ اگر کوئی دشمن حملہ کر دے تو پھر اپنا بچاؤ ضروری ہے۔

اسی طرح ان جانوروں پر کوئی دست درازی کرنے کی اجازت نہیں ہے جن کے گلے میں وہ پٹے پڑے ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ قربانی کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں اور حرم میں جاکر قربان کئے جائیں گے۔ اسی طرح اس قافلہ پر بھی کوئی دست درازی نہیں کی جائے گی جو حج یا عمرہ کی خاطر مکہ جارہا ہو۔ اور اس کا مقصد اپنے رب کو خوش کرنا اور دعا کرنا ہو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ کے لئے مکہ جانے والوں کی حفاظت فرمائی اور اس طرح مکہ کا جو رابطہ بیرون مکہ بلکہ بیرون عرب سے چلا آرہا تھا وہ قائم ودائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ آئندہ سال مسلمان مکہ پر قابض ہو جائیں گے اور یہ رابطہ تبلیغ اسلام کے کام آئے گا۔ جب شعائر اللہ کی بات ہو رہی ہے تو احرام بھی اسلامی شعائر میں سے ہے۔ اور اس کا ایک احترام یہ ہے کہ احرام باندھنے کے بعد حدود حرم میں شکار نہ کیا جائے۔ ان حالات میں لڑنا، گالی دینا، زخم پہنچانا منع ہے۔ البتہ یہاں اس بات کی

اجازت دی گئی ہے کہ جب وہ حدود حرم سے باہر آجائیں اور حج یا عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام اتار دیں تو شوق سے شکار کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے لڑنے کو بھی منع کیا ہے خواہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے حج اور عمرہ کا راستہ بند کر دیا ہو۔ اگر لڑائی ہوتی تو جو فوائد صلح حدیبیہ اور فتح مکہ سے حاصل ہوئے تھے ان میں شدید رخنے پڑ سکتے تھے۔

آخری آیت میں وہ عظیم الشان اصول پیش کیا گیا ہے جو ہر فلاح و بہبود کا ضامن ہے، جس سے ہر نیکی پھیلتی ہے اور ہر برائی گھٹتی ہے۔ یعنی ہر شخص پر لازم ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کام میں شریک ہو اور ہر طرح تعاون کرے۔ لیکن گناہ اور ظلم کے کام میں ہرگز کوئی حصہ نہ لے اور جتنا دور رہ سکے دور ہی رہے۔ یہ تعاون غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے بلکہ ہونا چاہیے۔

''تعاون'' تنظیم کا دروازہ ہے جب بہت سے لوگ کسی نیک مقصد میں لگے ہوں تو ہر شخص کی ذمہ داری اور فرائض مقرر ہونا چاہئیں ورنہ کام خراب ہو جائے گا۔ اس میں کم از کم ایک شخص ذمہ داری اور فرائض مقرر کرنے والا، نگرانی کرنے والا اور احتساب کرنے والا ضروری ہے۔ اس طرح نیک کام میں حصہ لیتے ہی تنظیم کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور تنظیم کے بغیر کوئی اچھی یا بری تحریک نہیں چل سکتی۔ اس آیت نے مسلمانوں پر تعاون کا حکم دے کر تنظیم کا حکم دے دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں تحریک اور تنظیم کی ضرورت دن بدن زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ اب برے کاموں کے لئے بھی خفیہ یا علانیہ تنظیمیں بننے لگی ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ نیک کاموں کے لئے تنظیمیں بنائیں اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بے لوث اور بے غرض تعاون کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ③

ترجمہ: آیت نمبر ٣

تم پر حرام کر دیئے گئے (١) مردار جانور (٢) اور خون (٣) اور سور کا گوشت (۴) اور وہ جسے اللہ کے سوا کسی اور نام پر (ذبح) کیا گیا ہو۔ (۵) اور جو گلا گھٹ کر (٦) یا چوٹ کھا کر (٧) یا بلندی سے گر کر (٨) یا ٹکرا کر مرا ہو (٩) یا جسے کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پالیا اور ذبح کر لیا ہو (وہ حلال ہے)۔ (١٠) اور وہ جانور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور (١١) جس کی تقسیم جوئے کے پانسے کے ذریعہ طے کی جائے۔ یہ سارے افعال گناہ اور حرام ہیں۔ آج کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام پر راضی ہو گیا ہوں۔

ہاں جو بھوک کے مارے بے قرار ہو جائے مگر نا فرمانی کا جذبہ نہ ہو تو بے شک اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣

اَلْمَیْتَةُ: مردار جانور۔ مرا ہوا

اَلدَّمُ: خون

اُھِلَّ: پکارا گیا۔ نام لیا گیا

لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ: سور کا گوشت

اَلْمُنْخَنِقَةُ: گلا گھونٹ دیا گیا

اَلْمَوْ قُوْذَةُ: چوٹ کھا کر مارا گیا۔ چوٹ سے مرا ہوا

اَلْمُتَرَدِّ یَةُ: کسی اونچی جگہ سے گر کر مر گیا ہو

اَلنَّطِیْحَةُ: سینگ مارا گیا ہو۔ ٹکر سے مر گیا ہو

اَلسَّبُعُ: درندہ

ذَ کَّیْتُمْ: تم نے ذبح کر لیا

ذُبِحَ	ذبح کیا گیا
اَلنُّصُبُ	عبادت کی جگہیں
تَسْتَقْسِمُوْا	تم تقسیم کرو۔تم قسمت معلوم کرو
اَلْاَزْلَامُ	(زَلَمٌ) پانسے کے تیر
ذٰلِكُمْ	ان سب میں
فِسْقٌ	گناہ
يَئِسَ	مایوس ہوگیا (مایوس ہوگئے)
لَا تَخْشَوْا	تم نہ ڈرو
اِخْشَوْنِ	مجھ سے ڈرو (اخشونی میں "ی" گرگئی)
اَكْمَلْتُ	میں نے مکمل کردیا
اَتْمَمْتُ	میں نے پورا کردیا
رَضِيْتُ	میں راضی ہوگیا۔میں نے پسند کرلیا
اُضْطُرَّ	مجبور ہوگیا
مَخْمَصَةٌ	بھوک۔بھوک کی بے قراری
غَيْرَ مُتَجَانِفٍ	مائل نہ ہو۔نہ جھکنے والا

تشریح: آیت نمبر٣

اس آیت نے گیارہ قسم کے جانور بطور غذا حرام کردئے ہیں اوران کی بھی دو قسمیں کردی ہیں۔(١) وہ جانور جو قطعاً حرام ہیں جیسے مردار جانور مگر حدیث کی رو سے مچھلی اور ٹڈی مردار نہیں ہیں اور بغیر ذبح کھائی جاسکتی ہیں۔(٢) خون کا پینا قطعاً حرام ہے لیکن وہ خون جو جم کرایک شکل اختیار کرلے وہ حلال ہے جیسے کلیجی اور جگر اسی لئے حدیث شریف میں جہاں میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو مستثنیٰ فرمایا اسی میں جگر اور تلی کو خون سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح خطرناک بیماریوں میں ماہر ڈاکٹروں کے مشورے سے ضرورت کی بنیاد پر جو خون چڑھایا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے (٣) سور کا گوشت جس میں ہڈی، چمڑا، چربی، بال اور ہر جز شامل ہے۔

(۴) وہ جسے غیر اللہ کا نام لے کر یا غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ (۵) وہ جو کسی استھان یا آستانے پر ذبح کیا گیا ہو اور کسی مخلوق سے منسوب یا کسی خاص مشرکانہ و کافرانہ عقیدہ سے وابستہ ہو۔ اور جس مشترکہ جانور کا گوشت ہر شریک کے حصہ میں شرکت کے مطابق تقسیم کرنے کے بجائے ان جوئے کے تیروں سے یا پانسہ پھینک کر کی گئی ہو جس سے کوئی بالکل محروم ہو جائے۔ اور کسی کو بہت زیادہ اور کسی کو حق سے کم ملتا ہے۔

دوسری قسم کا وہ حلال جانور ہے جو زخمی ہو یا کسی طرح موت کے قریب ہو لیکن اگر موت سے پہلے ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے۔ ان کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جس کا گلا گھٹ گیا ہو یا گھوٹا گیا ہو لیکن جان باقی ہو۔ (۲) وہ جو کسی پتھر یا ڈنڈے یا کسی ارادی یا غیر ارادی ضرب سے چوٹ کھا کر مر گیا ہو (۳) وہ جو بلندی سے اتفاقاً گر پڑا ہو یا ارادتاً پٹک دیا جائے (جس طرح نیپال میں گائے کو بلندی سے پٹک کر مارتے ہیں) (۴) وہ جو ٹرین یا بس یا دیوار یا پہاڑ وغیرہ سے ٹکر کھا گیا ہو اور (۵) جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ خواہ ابھی یا پہلے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مچھلی اور ٹڈی کے سوا حلال جانور کو حلال کرنے کا واحد حلال ذریعہ ذبح ہے۔ پیٹ چاک کر دینا یا جھٹکا کر دینا یا مشین سے مار دینا یا گیس اور زہر یا زہریلے انجکشن سے مار دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب حرام طریقے ہیں۔ آج کل جو مغرب یا مشرق سے ڈبہ بند مرغی چڑیا یا بکری بھیڑ گائے وغیرہ کے گوشت درآمد ہو رہے ہیں جب تک تصدیق نہ ہو جائے ان کا استعمال بالکل نہ کریں۔ کیوں کہ وہ زیادہ تر مشین سے یا گیس سے (بیک وقت سینکڑوں یا ہزاروں کی تعداد میں) مارے گئے ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم ہوٹلوں میں بلا تحقیق گوشت نہیں کھانا چاہئے۔ کیونکہ مشکوک ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ جو مسلمان یورپ، بھارت، برما، امریکہ، کینیڈا، چین، جاپان، سنگاپور، تھائی لینڈ، افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ میں رہتے ہیں وہ خاص طور پر ہوٹلوں سے ہوشیار رہیں۔ خصوصاً ان ہوٹلوں سے جہاں شراب بھی سپلائی ہوتی ہے۔

صرف ذبح کیوں حلال ہے؟ (۱) ذبح کرنے والا مسلمان ہوتا ہے۔ ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام لیتا ہے اور وہ کلمات پڑھتا ہے جو مقدس معاہدہ میں بندے اور اللہ کے درمیان ہوتے ہیں۔ (۲) ذبح کرنے سے موت میں دیر نہیں لگتی اور جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ (۳) سارا خون بہہ کر گردن سے نکل جاتا ہے۔ ادھر ادھر جم کر گوشت کو بدمزہ نہیں کرتا۔ اور سب سے بڑھ کر (۴) یہ سکون ہو جائے کہ جانور کے اندر زہر داخل نہیں ہوا۔ اگر مچھلی ہے تو یہ گارنٹی ذبح کے ذریعہ نہیں بلکہ تازگی کے ذریعہ ملتی ہے۔ (۵) ذبح سنت ابراہیمی ہے۔

جس طرح اور جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اسی طرح اونٹ حلال کرنے کا مسنون طریقہ نحر ہے جس میں اس کو کھڑا کر کے اس کا ایک پاؤں باندھ کر حلقوم میں نیزہ یا چھری مار کر خون بہا دیا جاتا ہے۔ اس آیت کے اخیر میں اضطرار اور خطرہ موت کی حالت میں حرام گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے شرط یہ ہے کہ کھانے والا نافرمانی اور گناہ کا جذبہ نہ رکھتا ہو۔ صرف وقتی طور پر جان بچانا

چاہتا ہو۔ سورہ بقرہ میں حرام کھانے کے سلسلے میں دو شرطیں اور بڑھادی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کھانے میں اپنی ضرورت ہی پیش نظر ہو اللہ کے قانون کو توڑنا مقصد نہ ہو دوسرے یہ کہ بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جائے ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ حرام صرف حالت اضطرار میں بھوک رفع کرنے کے لئے ہے۔ مزہ لے لے کر کھانے کے لئے نہیں ہے۔

اس آیت کے بیچ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آج کفار اسلام پر غالب آنے سے مایوس ہو کر طرح طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ تم ان کی ان حرکتوں سے نہ ڈرو بلکہ اپنے اللہ کا خوف دل میں رکھو۔ مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جس وقت تم بہت تھوڑے سے تھے اور بہت مغلوب اور مظلوم تھے۔ اس وقت تم کفار سے نہ ڈرے۔ تم نے ہر طرح جہاد کیا۔ آج ڈرنے کی کیا وجہ ہے جب کہ تمہیں ان پر غلبہ نصیب ہو چکا ہے۔ اور سارا عرب تمہارے زیر انتظام آچکا ہے۔ ڈر ہے تو صرف اللہ کا۔ دنیا کی کافرانہ طاقتیں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ دین اسلام صرف چند ظاہری عبادات کا نام نہیں ہے یا ادھر ادھر کے چند منتشر احکام نہیں ہیں بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے۔ جس کے لئے فرمایا گیا '' آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے ''۔ یہ آیت وحی قرآنیہ کی آخری آیت ہے یا تقریباً آخری آیات میں سے ہے۔ میدان عرفات میں عصر کے وقت حجتہ الوداع کے اس مبارک موقع پر نازل ہوئی۔ جب تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ آپ کے سامنے موجود تھے اور ان میں کوئی مشرک شامل نہ تھا۔ اس آیت میں حلال و حرام جانور کی تفریق کی گئی ہے۔ اس کے بعد حکم یا منع کے سلسلے میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی۔ ہاں ترغیب و ترہیب کی چند آیات نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے بعد دین مکمل ہو گیا ہے۔ اب اس میں قیامت تک کسی اضافہ یا تنسیخ کی نہ حاجت ہے اور نہ گنجائش۔ اس آیت کے نازل ہونے کے لگ بھگ اکیاسی دن بعد حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وحی، نبوت اور رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو گیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تکمیل دین اللہ کی طرف سے بندوں پر اتمام نعمت ہے اس دین پر چلنے سے نہ صرف دنیا کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں بلکہ آخرت کی نعمتیں بھی نصیب ہوں گی۔ اسی کے ذریعہ بندہ جنت تک پہنچ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے بندوں کی رہنمائی کے لئے ایک مکمل نظام فکر، نظام عبادت اور نظامِ عمل کا آجانا جو زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی، مادی اور روحانی گوشوں پر حاوی ہو، اتمام نعمت نہیں تو اور کیا ہے۔

فرمایا گیا کہ خبردار دین اسلام کے سوائے کوئی دوسرا طریقہ اللہ کو قبول نہیں ہے۔ اس تمام نعمت کا اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ اللہ کو خوش کرنے اور دنیا میں اس کی مدد حاصل کرنے کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں ہے اور آخرت میں اس کی جنت حاصل کرنے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ اس لئے حلال و حرام کی جو پابندیاں لگا دی گئی ہیں، ان پر تمام و کمال عمل کیا جائے۔ یہ پابندیاں طبی نقطہ نظر سے بھی ہیں اور ذہنی، اخلاقی اور روحانی نقطہ نظر سے بھی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ
اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ
مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ
وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

ترجمہ: آیت نمبر ۴

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا حلال ہے؟ کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے ساری پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پکڑنا سکھایا ہے۔ تو جس شکار کو انہوں نے تمہارے لئے پکڑ رکھا ہو اسے کھاؤ مگر اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴

اُحِلَّ	حلال کیا گیا
اَلطَّيِّبٰتُ	(طَيِّبَةٌ) ۔ پاکیزہ۔ صاف ستھری چیزیں
عَلَّمْتُمْ	تم نے پڑھایا۔ سکھایا
اَلْجَوَارِحُ	(جَارِحَةٌ) ۔ جانور جو چھپ کر شکار کو دبوچ لے۔ زخمی کرنے والے
مُكَلِّبِيْنَ	(تَكْلِيْبٌ) ۔ شکار پر جھپٹنے والے
تُعَلِّمُوْنَ	تم سکھاتے ہو۔ سدھاتے ہو
اَمْسَكْنَ	وہ روکیں۔ پکڑیں
اُذْكُرُوْا	یاد رکھو۔ (پڑھو)
سَرِيْعُ الْحِسَابِ	جلد حساب لینے والا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴

کتا، شکرہ، اور شکاری جانوروں کے ذریعہ شکار پکڑنا اور کھانا جائز ہے شرط یہ ہے کہ (۱) پکڑا ہوا جانور حلال اور پاکیزہ ہو (۲) شکاری جانور کو شکار پکڑنا سکھایا گیا ہو (۳) شکاری جانور نے شکار پکڑ کر مالک کے لئے رکھا ہو یعنی خود نہ کھایا ہو۔ شکرہ اور باز کے لئے شرط یہ ہے کہ جب مالک واپس بلائے فوراً واپس آجائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ اگر وہ اپنی مرضی سے اس کا شکار کرتا ہے تو اس کا شکار مالک کے لئے جائز نہیں ہے۔ بہر حال ہر اس شکار کا ذبح ہونا ضروری ہے جو زندہ مل جائے۔ (۴) مالک کے لئے ضروری ہے کہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے ہوئے اللہ کا نام لے یعنی بسم اللہ پڑھے۔ (۶) اس سارے معاملہ میں ناجائز ظلم اور درندگی کا مظاہرہ نہ ہو۔ بلکہ اللہ کا خوف دامن گیر رہے۔ اس کی بہر حال احتیاط رہے کہ شکار کی مشغولیت میں نماز وغیرہ چھوٹ نہ جائے۔ اجماع امت ہے کہ وہ سارے جانور حرام ہیں جو خونخوار ہیں۔ بے حیا ہیں، گندے ہیں یا گندگی کھاتے ہیں، انسانی صحت کے لئے مضر ہیں یا کسی طرح ذوق سلیم پر گراں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض جانور بعض لوگوں کے ذوق پر گراں اور سخت گراں ہیں لیکن دوسرے لوگوں کی مرغوب غذا ہیں۔ مثلاً کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ اہل چین کی مرغوب غذا ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے لوگ سور کا گوشت شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض وحشی قومیں گدھا کھاتی ہیں۔ بہر حال مسلمانوں کو وہ سارے جانور منع کردیئے گئے ہیں جو حرام ہیں۔ اور جن میں گندگی، درندگی اور بے حیائی پائی جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ انسان جس جانور کا گوشت کھاتا ہے اس جانور کا مزاج بھی اس گوشت کے ساتھ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جب کہ دینِ اسلام پاکیزگی، امن وسلامتی اور شرم وحیا کا درس دیتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ
بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع ۵ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۵

آج کے دن (سے قیامت تک) تمہارے لئے سب پاک صاف چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے اور ان کے لئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے پاک دامن مومن عورتیں حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان میں سے ہوں خواہ ان میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ تم نکاح میں مہر ادا کر کے ان کے محافظ بنو۔ نہ یہ کہ محض شہوت رانی یا پوشیدہ آشنائی کرنے لگو۔ اور جس نے ایمان کے بدلے کفر کا راستہ اختیار کیا تو اس کے سارے نیک اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں برباد حال ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵

طَعَامٌ	کھانا۔ (مراد ہے ذبیحہ)
اَلْمُحْصَنٰتُ	پاک دامن عورتیں
اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	تم نے ان کو دیا۔ ادا کر دیا
اُجُوْرٌ	(اَجْرٌ)۔ بدلہ۔ مہر
مُحْصِنِیْنَ	حفاظت میں لینے والے
مُسَافِحِیْنَ	خواہشیں پوری کرنے والے
مُتَّخِذِیْ	(نون گر گیا)۔ بنانے والے۔ پکڑنے والے
اَخْدَانٍ	چھپ کر دوستی کرنا
حَبِطَ	ضائع ہو گیا۔ (ہو گئے)

تشریح: آیت نمبر ۵

گزشتہ آیت کے پہلے حصہ کو تاکید کے لئے دہرایا گیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہر لطیف اور صحت مند گوشت حلال کر دیا گیا ہے۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر مل جل کے کھایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہاں کوئی حرام چیز نہ ہو

اور گوشت حلال ذبیحہ کا ہو۔

اسی طرح اہل کتاب کی نیک چلن شریف خاندانی عورت سے ایک مسلمان کی شادی اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ باضابطہ رسم نکاح ہو اور مہر بھی مقرر کیا گیا ہو اور وہ عورت اپنی کتاب پر ایمان رکھتی ہو۔

قرآن وحدیث نے صرف یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہا ہے اور ان سے بھی شادی کے لئے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ صرف عام اقوام عالم کی طرح نام کے عیسائی اور یہودی نہ ہوں بلکہ حقیقی معنی میں اہل کتاب ہوں۔ دوسرے یہ کہ اہل کتاب کے مرد سے کسی مسلمان عورت کا نکاح حلال نہیں ہے۔ اولاد باپ کی ہوتی ہے اگر غیر مسلم مرد سے مسلمان عورت کا نکاح ہوگا تو ممکن ہے وہ اپنی اولاد کو یہودی یا عیسائی بنالے گا جو ملت اسلامیہ کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اگر یہ خطرہ ہے تو دوسری طرف ایک اور خطرہ بھی ہے کہ اجازت کے باوجود اگر کسی اہل کتاب عورت سے کسی مسلمان نے شادی کرلی تو ممکن ہے وہ اپنی اولاد کو یہودی یا عیسائی بنالے گی اسی خطرہ کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے منع کردیا تھا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادیاں کی جائیں۔ اس آیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس بات کو اس طرح سمجھنا آسان ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد کو چار شادیوں تک کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ ہر شخص چار شادیاں ضرور کرے اگر کوئی شخص چار شادیاں نہیں کرے گا تو وہ مسلمان ہی نہ رہے گا۔ یہ تو کبھی کبھی انسانوں کی شدید ضرورت بن جاتی ہے لہٰذا اگر کوئی ایسا موقع آجائے تو اس حکم سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے تاریخ میں بہت سے واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح مسلم امت کو بہت مہنگا پڑا ہے اور اس سے شدید نقصان پہنچا ہے اس لئے علماء کی رائے یہ ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے شادیاں نہ کی جائیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ اس ایک آیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان لوگوں کا شمار اہل کتاب میں نہیں کیا جائے گا جو کسی طور سے تو اہل کتاب کہلاتے ہوں اور سرکاری خانہ پری یا سیاسی یا معاشرتی فوائد کے لئے اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہوں لیکن نہ تو اللہ کو مانتے ہوں نہ کسی نبی کو مانتے ہوں نہ کسی کتاب کو مانتے ہوں نہ کسی اصول اور ضابطہ کے پابند ہوں مثلاً موجودہ کمیونسٹ۔ لادین اور بددین لوگ ان کی عورتیں حرام ہیں خواہ وہ یہودی کا لیبل لگائیں یا عیسائی کا۔ نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت نے اہل کتاب کی شریف نیک چلن خاندانی عورتوں سے شادی کی اجازت دے دی ہے۔ پھر بھی بہتر ہے کہ مسلمان ان سے بچتے رہیں خصوصاً وہ مسلمان جو کسی مسلم ریاست میں جنگی یا ملت کے کسی اہم عہدہ پر فائز ہیں کیونکہ یہ عورتیں راز لینے کے لئے آتی ہیں یا دولت لوٹنے کو ضرور آتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض اہم صحابہ کو کتابیہ عورتوں سے شادی کرنے سے روکا ہے اور اگر وہ شادی کرچکے ہیں تو ان کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ان کے سامنے نہ صرف یہ خطرات تھے بلکہ یہ بھی کہ اگر مسلم مرد حسن وجمال کی خاطر کتابیوں سے شادی کرنے لگیں گے تو پھر مسلم عورتوں کو رشتہ ملنا مشکل ہوجائے گا۔

يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا
وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ
وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ
وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ
الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا
صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا
یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ
وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦ وَ اذْكُرُوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ مِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ
قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٧

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھولیا کرو۔ اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو (نہا کر) پاک صاف ہو جاؤ۔ اور اگر تم بیمار ہو یا تم سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو (یعنی صحبت کی ہو) اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کر لیا

کرو۔اور (اس کا طریقہ یہ ہے) کہ اس پر (پاک مٹی پر) ہاتھ مار کر اپنے تمام چہرے پر اور اپنے ہاتھوں پر (کہنیوں سمیت) مسح کر لیا کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے۔ مگر وہ چاہتا ہے کہ تم پاک ہو جاؤ اور (اس طرح) وہ اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم احسان مانو۔

اور اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کیا کرو۔ اور اس معاہدہ کو بھی یاد کیا کرو جو اس نے تم سے ٹھہرایا تھا۔ وہ وقت یاد کرو جب تم نے قول و قرار کیا تھا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔ اور تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تمہارے دلوں کا بھید تک جانتا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ٦ تا ٧

قُمْتُمْ	تم کھڑے ہوئے
وُجُوْہٌ	(وَجْہٌ)۔ چہرے
اَیْدِیْ	دونوں ہاتھ۔ (یہاں نون گر گیا)
اَلْمَرَافِقُ	(مِرْفَقٌ)۔ کہنیاں
اِمْسَحُوْا	تم مسح کرو۔ (سر پر ہاتھ پھیرنے کو مسح کہتے ہیں)
رُءُ وْسٌ	(رَأْسٌ)۔ سر
اَرْجُلٌ	(رِجْلٌ)۔ پاؤں
اَلْکَعْبَیْنِ	(اَلْکَعْبُ)۔ ٹخنے (پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی)
جُنُباً	(جَنَابَۃٌ)۔ ایسی حالت جس میں غسل واجب ہوتا ہے
اِطَّھَّرُوْا	تم اچھی طرح پاک ہو جاؤ
اَلْغَآئِطُ	رفع حاجت کی جگہ۔ (نیچی جگہ)
لٰمَسْتُمْ	(لَمْس. مُلَامَسَۃٌ)۔ تم نے چھوا۔ ہاتھ لگایا (مراد ہے صحبت کرنا)
مَآءٌ	پانی
تَیَمَّمُوْا	تیمم کرو۔ (ارادہ کرو)
صَعِیْدًا	مٹی

طَيِّباً	پاک۔صاف ستھری
حَرَجٌ	گناہ۔تنگی
لِيُتِمَّ	تا کہ وہ پورا کرلے۔مکمل کرے
مِيْثَاقٌ	عہد۔وعدہ۔معاہدہ
وَاثَقَ	مضبوط کیا۔ٹھہرایا۔(مُوَاثِقَةٌ۔پکا وعدہ لینا)

تشریح: آیت نمبر ٦ تا ٧

آیت نمبر ٦ میں اللہ تعالیٰ نے وضو اور تیمّم کے متعلق ہدایات دی ہیں کہ کس طرح وضو اور تیمم کرنا چاہیے اور کیوں کرنا چاہیے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وضو کر کے بتایا ہے اور ارشاد ہے کہ سر میں گردن کا پچھلا حصہ، کان کے سوراخ، ناک کے سوراخ اور داڑھی شامل ہے۔اور وضو میں ان اعضاء کا مسح اور غسل بھی سنت ہے جب کہ غسل واجب میں ان تمام اعضاء میں بھی پانی پہنچانا لازمی ہے۔اگر داڑھی گھنی ہے تو صرف خلال کافی ہے، نیز کلی کرنا اور دانتوں میں بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔سر کے بالوں کا مسح ٹوپی، عمامہ، اسکارف اتار کر کرنا چاہیے۔لیکن اگر پاؤں میں چمڑے کا موزا ہو تو بھیگی انگلیوں سے موزوں کے اوپر کا مسح کافی ہوگا۔مقیم کے لئے چوبیس گھنٹے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات تک، چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے لیکن نائیلون کے یا کپڑے کے موزوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔جنابت کی حالت میں پورے جسم کا غسل ضروری ہے۔اس کے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔لیکن اگر جنابت کی حالت ہے یا کوئی رفع حاجت سے آئے یا کسی نے عورت سے قربت کی ہو یا کوئی بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو اور پانی نہ ملے یا پانی صحت کے لئے سخت مضر ہو تو تیمم کر لیا جائے۔اللہ نے مسلمانوں پر تنگی کے عوض آسانی کا راستہ کھول دیا ہے۔لیکن تیمم شریعت کی تمام پابندیوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

طہارت یعنی غسل، وضو یا تیمّم اور اس کے بعد نماز یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔نماز مومن کی معراج ہے۔اللہ سے براہ راست ملاقات اور گفتگو ہے اور دعا یعنی مزید نعمتوں کی طلب ہے۔اس ملاقات کے لئے دل کی پاکیزگی ضروری ہے اور دل کی پاکیزگی کے لئے جسم کی پاکیزگی ضروری ہے۔وضو اور تیمّم ایک خاص نفسیاتی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔اب اللہ کا بندہ دوسرے تمام تعلقات سے کٹ کر اور ہٹ کر اپنے رب کی ملاقات کے لئے تیار ہوتا جاتا ہے۔

''سمعنا و اطعنا'' یعنی ہم جیسے ہی آپ کا حکم سنیں گے، ویسے ہی اطاعت کریں گے۔یہ الفاظ سورہ بقرہ کے آخر میں آئے ہیں جو حضور ﷺ کو معراج کے موقع پر عطا کئے گئے تھے۔نماز چونکہ مومنوں کی معراج ہے اس لئے اس کا خاص تعلق مومن کی

روزمرہ زندگی سے ہے۔ یہ پختہ عہد ہے جو اللہ نے لیا ہے۔ جب کوئی ایمان لے آیا تو اب اس کو ایمان کے ثبوت میں نماز کی طرف جانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے دل کے حال کو جانتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کر لیا جائے یعنی قلبی حضوری پیدا کی جائے۔ اسی سے لو لگائی جائے۔ اسی سے اپنی امید اور اپنا خوف بھی وابستہ کیا جائے۔

قرآن میں اس مقام پر بار بار اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے۔ کیونکہ تقویٰ ہی تمام عبادات اور معاملات کی بنیاد ہے۔

(یہاں تک حقوق اللہ کا بیان تھا اب آگے حقوق العباد کا ذکر آ رہا ہے۔)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اے ایمان والو! تم اللہ کے لئے حق اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی جماعت کی دشمنی میں انصاف کا دامن نہ چھوڑ بیٹھنا۔ (ہر حال میں) عدل و انصاف کرو۔ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے ہو۔

ان لوگوں سے جو ایمان رکھتے ہیں اور پرہیز گاری کے اعمال کرتے ہیں اللہ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ نہ صرف ان کو معاف کیا جائے گا بلکہ بڑا انعام بھی ملے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ دوزخ والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٨ تا ١٠

قَوّٰامِیْنَ	کھڑے ہونے والے۔(قوّام کی جمع)
شُهَدَآءُ	(شَهِیْدٌ)۔ گواہی دینے والے
اَلَّا تَعْدِلُوْا	یہ کہ تم انصاف نہ کرو
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ	جہنم والے

تشریح: آیت نمبر ٨ تا ١٠

''شہدا'' اور ''قوامین'' کے الفاظ جمع آئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ۔ انصاف کرنے اور کروانے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو اللہ کی راہ میں مضبوطی سے ڈٹ جائے۔ نہ کوئی خوف اسے ڈرا سکے نہ کوئی امید اسے خرید سکے۔ شہادت کے معنی صرف گواہی کے ہی نہیں ہیں جو عدالت کے کٹہرہ میں کسی مقدمہ کے لئے دی جاتی ہے۔ شہادت کے معنی سچائی پر قائم رہنے کے وہ سارے اعمال ہیں جن سے قوم کا کردار بنتا ہے۔ جن سے سچائی قائم ہوتی ہے، جو ایمان اور اللہ کے خوف کی علامات ہیں۔ یہ شہادت ہر اس طریقے کے منافی ہے جو سچے انصاف تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتی ہے مثلاً رشوت، بے ایمانی، دھوکا، جھوٹ، عدالت میں جھوٹا بیان، جھوٹے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ، امتحانات میں جھوٹے نمبر اور تجارت میں دھوکا اور حرام کمائی، عورتوں، مزدوروں، ہاریوں اور کمزوروں کا حق مارنا، کام چوری کرنا، جھوٹی سفارش کرنا یا ماننا، اقتدار اور اختیار کا ناجائز استعمال وغیرہ وغیرہ۔ شہدا جمع ہے شہید کی۔ شہید اور شاہد میں فرق یہ ہے کہ شہید ایک ایسا شخص ہے جو سچ، سچائی، انصاف اور ایمان کا مستقل عادی ہے۔ یہ خوبیاں اس کی فطرت ثانیہ ہیں خواہ اس راہ میں اس کی جان ہی چلی جائے۔ شاہد وہ ہے جس نے ایک یا چند بار یہ خوبیاں دکھلا کر اپنا کردار پیش کیا ہو۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ٨ سورۃ النساء کی آیت نمبر ١٣٥ کے مضمون کو مکمل کرتی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ ہی کے لئے انصاف کی شہادت دینے والوں میں مضبوطی سے شامل ہو جاؤ خواہ تمہاری گواہی اور تمہارے انصاف کی زد تمہارے اپنے مفاد پر پڑے یا تمہارے والدین اور دیگر رشتہ داروں پر پڑے اور خواہ کوئی فریق معاملہ امیر ہو یا غریب۔

سورۃ المائدہ کی اس آیت میں ایک دفعہ پھر تاکید کی گئی ہے کہ اللہ ہی کے لئے انصاف کی شہادت دینے والوں میں مضبوطی سے شامل ہو جاؤ۔ اس اضافے کے ساتھ کہ فرد یا جماعت کی دشمنی میں مشتعل ہو کر کوئی بھی شخص انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ

چھوڑ بیٹھے۔ اگر کوئی انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتا ہے تو کسی فریق کی دوستی کی وجہ سے یا کسی فریق کی دشمنی کی وجہ سے اور یہ دونوں باتیں اللہ کو ناپسند ہیں سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کی آیات نے ان دونوں صورتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔

آیت نمبر ۷ میں کہا گیا تھا کہ جب تم حقوق اللہ ادا کرنے لگو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس آیت نمبر ۸ میں پھر سے تاکید کی گئی ہے کہ انصاف کے معاملے میں جب تم حقوق العباد ادا کرنے لگو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یہاں تاکیداً کہا گیا ہے کہ انصاف کرو انصاف۔ یہ تقویٰ سے قریب ہے۔ اور تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ تمہارے سینے کے راز اور تمہارے اعمال سب اس کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ تقویٰ اللہ کو پہچاننے کی آخری منزل کا نام ہے۔ جس کی پہلی منزل ایمان سے شروع ہوتی ہے۔ اور دوسری اعمال صالحہ سے۔

آیت نمبر ۸ کا خطاب ایمان لانے والوں سے ہے۔ فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو جو تقویٰ کی پہلی اور دوسری منزلوں میں داخل ہو چکے ہو۔ آگے بڑھو۔ نہ صرف ذاتی طور پر انصاف کرو بلکہ جماعتی طور پر بھی انصاف کراؤ۔ اس جماعت میں شریک ہو جاؤ جس نے اللہ کی راہ میں کمر کس لی ہے۔ اور فولادی قوتِ ارادی کے ساتھ انصاف کا دامن پکڑ لیا ہے خواہ اس راہ میں گواہی سے لے کر جان دینے تک کوئی بھی منزل آ جائے۔ اہل ایمان کو بتایا جا رہا ہے کہ شہادت کا تعلق صرف عدالتی کاروائی سے نہیں ہے۔ خواہ تم ملزم ہو یا گواہ ہو، قاضی ہو یا فریق معاملہ خواہ قومی زندگی میں تم کوئی بھی ہو اور کسی بھی کام میں لگے ہو۔ وہی کام کرو جو میزان عدل میں صحیح بیٹھے۔ دنیا کے ذرا سے فائدے کے لئے کسی کی دوستی یا دشمنی میں ظلم نہ کر بیٹھو۔

مزید تحریک اور تادیب کے لئے ان آیات میں اللہ نے انصاف والوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ظلم کرنے والوں کے لئے ابدی جہنم کا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَن يَبْسُطُوٓا۟ إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ
فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
ٱلْمُؤْمِنُونَ ⑪

ع ٦ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ١١

اے ایمان والو! اللہ کا وہ احسان یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ جب ایک گروہ نے تم پر

دست درازی کرنا چاہی مگر (اللہ نے) ان کے ہاتھ تمہارے اوپر (اٹھنے سے) روک دیئے۔ اللہ ہی سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١١

هَمَّ	ارادہ کیا
اَنْ يَّبْسُطُوْا	یہ کہ وہ بڑھائیں۔ کھولیں
كَفَّ	روک دیا
يَتَوَكَّلُ	بھروسہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ١١

مفسرین میں ایک جماعت کہتی ہے کہ اس آیت کا تعلق پچھلی آیات سے ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ٢ میں خاص طور پر مشرکین مکہ کا ذکر ہے۔ آیت نمبر ٨ میں کہا گیا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کردے کہ تم انصاف کا دامن ہی چھوڑ بیٹھو۔ فرمایا گیا کہ اللہ کے احسان کو یاد کرو۔ یہاں پر اللہ کے احسان سے مراد یہ ہے کہ کبھی تم انتہائی کمزور تھے۔ اس وقت بھی مشرکین مکہ کا زور تم پر چلنے نہیں دیا ورنہ تم تباہ و برباد ہوجاتے۔

مفسرین کی دوسری جماعت اس آیت کا رشتہ اگلی آیت سے جوڑتی ہے جس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے بار بار رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے اور ان کی جماعت مومنین کو ختم کردینے کا منصوبہ بنایا اور ان منصوبوں پر عمل بھی شروع کردیا لیکن کچھ غیبی امداد ایسی آئی کہ ان کے منصوبے خاک میں مل گئے۔

اس آیت کا تعلق خواہ مشرکین مکہ سے ہو یا مدینہ کے یہودیوں سے یا دونوں سے ان واقعات میں واضح شہادت موجود ہے کہ کوئی غیبی ہاتھ کام کر رہا تھا۔ اور یہ ہاتھ اللہ کا تھا۔ بے شک دنیاوی تدبیر کرنا ضروری ہے لیکن کام کرنے والی ہمیشہ دو طاقتیں رہی ہیں۔ ایک وہ جو نظر آتی ہے دوسری وہ جو نظر نہیں آتی۔ اور یہ دوسری قسم کی طاقت اپنے پاس "ہاں" اور "نہیں" کی ساری کلیدیں رکھتی ہے۔ پہلی قسم کی طاقتیں صرف بہانہ ہیں۔ ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ ہر طرح کے علاج کے باوجود بادشاہوں اور آمروں کو موت آجاتی ہے۔ پیدائش، موت، صحت، رزق، غم، خوشی، ناکامی، کامیابی، اتفاق، حادثہ، اولاد، رشتہ شادی وغیرہ وغیرہ ان سب کا تعلق پردۂ غیب سے ہے۔ ظاہری حرکتوں میں جو تھوڑی سی برکت ہے وہ اسی لئے کہ انسانی صلاحیتیں بیکار نہ پڑ جائیں اور دنیا کی

گرمی وسرگرمی باقی رہے۔

اس لئے ظاہری تدبیروں کے باوجود، اہل ایمان کو تمام تر توکل (بھروسہ) اللہ ہی پر کرنا چاہیئے اور یہ توکل تقوی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ
لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ
بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ
لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ
تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱۲ تا ۱۳

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب (سردار)

مقرر کئے تھے۔اور اللہ نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کا ساتھ دیتے رہے اور اللہ کو قرض حسنہ پیش کرتے رہے تو میں تمہارے گناہوں کے اثرات کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں ان جنتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور اس نصیحت کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو وہ صحیح راستے سے بھٹک کر گمراہی میں جا گرے گا۔

مگر جب انہوں نے اپنا عہد توڑ ڈالا۔ ہم نے ان پر لعنت کی۔ اور ان کے دلوں کو پتھروں جیسا کر دیا۔ اب حال یہ ہے کہ اللہ کے کلام کو الٹ پھیر کر مطلب بدل دیتے ہیں۔ اور جو نصیحتیں انہیں کی گئی تھیں وہ انہوں نے بھلا دیں (اور اس طرح ان کے فائدے سے منہ موڑ لیا)۔ اور اے نبی ﷺ آپ کو آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا ہی رہتا ہے۔ مگر ہاں ان میں تھوڑے سے لوگ اچھے بھی ہیں۔ تم انہیں معاف کر دو بلکہ انہیں نظر انداز کر دو۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٢ تا ١٣

بَعَثْنَا	ہم نے بھیجا
اِثْنَیْ	(اِثْنَیْنِ)۔ دو۔ (نون گر گیا)
اِثْنَیْ عَشَرَ	بارہ
نَقِیْباً	نگرانی کرنے والے۔ سردار
عَزَّرْتُمُوْهُمْ	تم نے ان کی مدد کی
اَقْرَضْتُمْ	تم نے قرض دیا
قَرْضاً حَسَناً	قرض حسن (جس میں اپنا لالچ نہ ہو اور دوسرے کو فائدہ پہنچے)
لَاُکَفِّرَنَّ	میں دور کر دوں گا
سَیِّئَاتٌ	(سَیِّئَةٌ). برائی

اُدْخِلَنَّ	میں ضرور داخل کروں گا
ضَلَّ	بھٹک گیا
سَوَآءُ السَّبِيلِ	سیدھا راستہ
نَقْضٌ	توڑنا
لَعَنَّا	ہم نے لعنت کی۔ دور کیا ہم نے
قَاسِيَةٌ	سخت
يُحَرِّفُوْنَ	وہ پھیرتے ہیں (تحریف۔ جگہ سے بے جگہ کرنا۔ تبدیل کرنا)
مَوَاضِعٌ	جگہیں
نَسُوْا	وہ بھول گئے
ذُكِّرُوْا	یاددلائے گئے۔ نصیحت کئے گئے
لَاتَزَالُ	ہمیشہ
تَطَّلِعُ	تو مطلع ہوتا رہتا ہے۔ تجھے خبر ملتی رہتی ہے
خَآئِنَةٌ	خیانت کرنے والی۔ بے ایمانی کرنے والی
اِصْفَحْ	درگذر کر

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

اللہ تعالیٰ نے عہد صرف مومنوں ہی سے نہیں لیا ہے بلکہ ان سے پہلے یہود سے اور نصاریٰ سے بھی عہد لیا تھا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں ہر ایک کے لئے جدا جدا ذیلی سردار مقرر کئے تھے جو اپنے اپنے قبیلوں کے نگراں تھے۔ بنی اسرائیل سے معاہدہ کی شرائط یہ تھیں۔

(۱) اگر تم حضرت موسیٰ اور ان کے بعد آنے والے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۲) ان کی مدد کرتے رہے۔

(۳) اللہ کو قرض حسنہ پیش کرتے رہے۔

(۴) نماز اور زکوٰۃ کی پابندیوں پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معاف کردے گا اور تمہیں جنت میں داخل کردے گا۔ لیکن اگر تم میں سے کسی نے کفر کیا تو وہ جہنم کی آگ کا مستحق ہوگا۔ مگر وہ اس پاکیزہ عہد سے پھر گئے اور اس حد تک پھر گئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوگئے۔ اب ان کے دلوں پر کسی نیک بات کا کوئی اثر تک نہیں ہوتا۔ ان کے لعنت زدہ ہونے کا خاص ثبوت یہ ہے کہ وہ توریت میں تحریف کرتے رہے ہیں اور اس تحریف کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ تحریف کیا ہے؟ آیات الٰہی میں ترمیم، تنسیخ، اضافہ، جو چاہا کاٹ دیا، جو چاہا بدل دیا، جو چاہا بڑھا دیا۔ چنانچہ اب یہ توریت بدل کر مصنوعی ہوگئی ہے۔ انہوں نے اصلی توریت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ صرف تحریف ہی نہیں بلکہ فتنہ گری اور سازش بھی ان کی فطرت میں داخل ہوگئی ہے۔ جس کا آئے دن پتہ چلتا رہتا ہے۔ ان میں تھوڑے اچھے لوگ ضرور ہیں لیکن اکثر و بیشتر برے لوگ ہیں۔ فرمایا گیا ہے اے نبی ﷺ ان کا نوٹس نہ لیجئے۔ ان کی پرواہ نہ کیجئے جو ذلیل حرکتیں یہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا علم اللہ کو ہے اور وہی ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴

اور ہم نے ان لوگوں سے بھی عہد لیا تھا جو کہتے تھے کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے بھی وہ نصیحتیں بھلا دیں جو انہیں کی گئی تھیں۔ اس لئے ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض قیامت تک کے لئے ڈال دیا ہے۔ اور عنقریب اللہ ان کو بتا دے گا کہ وہ زندگی میں کیا کیا کرتے رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴

حَظًّا — حصہ
اَغْرَيْنَا — (اِغْرَاءٌ)۔ ہم نے بھڑکا دیا۔ ڈال دیا
اَلْبَغْضَآءُ — کینہ۔ نفرت۔ بغض

یُنَبِّئُ	وہ بتائے گا۔ خبردار کرے گا
یَصْنَعُوْنَ	وہ کرتے ہیں۔ بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ١٤

یہودیوں اور عیسائیوں کا قصور ایک ہے۔ دونوں نے تحریفیں کی ہیں۔ ایک نے توریت میں اور ایک نے انجیل میں۔ چنانچہ اب نہ اصلی توریت ہے نہ اصلی انجیل۔ جو نیک باتیں ان آسمانی کتابوں میں لکھی تھیں۔ اس تحریف کی وجہ سے ان کا فائدہ وہ نہ اٹھا سکے اور اس طرح سیدھی راہ سے دور بھٹک کر گمراہی میں جا پڑے ہیں۔

یہودیوں کو سزا یہ دی گئی کہ وہ ملعون ہوئے۔ ان کے دل پتھر کی طرح سخت کر دیئے گئے جو نیک باتوں کو قبول نہ کر سکے۔ عیسائیوں کو سزا یہ دی گئی کہ ان کی دینی وحدت توڑ دی گئی اور وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم امریکہ سے لے کر روس تک عیسائی طاقتوں کے اندر رہی ہوئی ہے اور دلوں کی دشمنی اب تک قائم ہے۔ جنوبی امریکہ کی اکثریت عیسائی ہے مگر وہاں کی ریاستیں ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔ یہ کمیونزم کا نیا شوشہ بھی عیسائیوں کے اندر ہی سے نکلا ہے اگرچہ نکالنے والے اور پروان چڑھانے والے یہودی ہیں۔ عیسائیت خود دو حصوں میں تقسیم ہے۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ۔ انگلینڈ نے پروٹسٹینٹ گروپ قائم کر لیا ہے، امریکہ میں پروٹسٹینٹ گروپ کے اندر تین ہزار فرقے ہیں۔ رومن کیتھولک گروپ میں بہت سے فرقے ہیں جن میں سے چند پوپ کو مانتے ہیں اور چند نہیں مانتے یا کم مانتے ہیں۔ کمیونزم میں بھی دو گروپ ہیں۔ روسی اور چینی۔ اور دونوں میں دل کی کدورت اپنی اپنی جگہ ہے۔ چین میں کبھی ماؤزے تنگ کا ڈنکا بجتا تھا۔ مگر اس کی بیوی عمر قید کاٹنے پر مجبور کر دی گئی تھی۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا
مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ
كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ
مُّبِيْنٌ ۙ ﴿١٥﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ

سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ
كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ
قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ
يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾
وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ
فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ
بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾

٣ ع٨ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

اے اہل کتاب! تحقیق ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا ہے جو بہت سی ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جو تم اپنی کتاب میں چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی کر جاتا ہے۔ اب

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور واضح کتاب آ گئی ہے اس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو رضائے الہیٰ کی پابندی کرتے ہیں۔ انہیں سلامتی کی راہ دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور ان کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ بے شک ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم کو، ان کی والدہ کو اور تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو اس کے آگے کس کی چل سکتی ہے۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے وہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر بات پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے پوچھیئے کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم دوسری مخلوق کی طرح ایک انسان ہو وہ جسے چاہتا ہے معافی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ کیوں نہیں وہی آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر اور باہر ہے سب کا مالک ہے۔ اور سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

اے اہل کتاب! یہ ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم دے رہا ہے جب کہ رسولوں کا آنا عرصہ سے بند تھا۔ اب تم یہ نہ کہہ سکو گے کہ ہمارے پاس کوئی (جنت کی) بشارت دینے ولا اور کوئی (دوزخ سے) ڈرانے والا نہیں آیا۔ لو اب تمہارے پاس بشیر اور نذیر آ گیا ہے۔ ہاں اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

يُبَيِّنُ	وہ کھولتا ہے۔ واضح کرتا ہے
تُخْفُوْنَ	تم چھپاتے ہو
يَعْفُوْا	وہ معاف کرتا ہے
نُوْرٌ	روشنی۔ چمک
مُبِيْنٌ	واضح۔ کھلا ہوا
رِضْوَانٌ	رضا۔ خوشنودی

سُبُلُ السَّلَامِ	سلامتی کے راستے
اِذْنٌ	اجازت
يَمْلِكُ	مالک ہے
يُهْلِكُ	وہ ہلاک کرتا ہے۔ ہلاک کرے گا
اُمٌّ	ماں
يَخْلُقُ	وہ پیدا کرتا ہے
اَبْنٰٓءُ اللّٰهِ	اللہ کے بیٹے
اَحِبَّآءُ	محبوب۔ چہیتے
لِمَ يُعَذِّبُ	وہ عذاب کیوں دے گا؟
ذُنُوْبٌ	(ذَنْبٌ)۔ گناہ
يَغْفِرُ	وہ معاف کردے گا
اَلْمَصِيْرُ	ٹھکانا۔ لوٹنے کی جگہ
فَتْرَةٌ	سلسلہ کا بند ہو جانا۔ ڈھیلا اور سست پڑ جانا
بَشِيْرٌ	خوش خبری دینے والا
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا

تشریح: آیت نمبر ١٥ تا ١٩

بنی اسرائیل اور نصاریٰ جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے محروم تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سی باتوں کو کھول کھول کر بیان کررہے ہیں جو اب تک ایک راز بنی ہوئی تھیں جنہیں علمائے اہل کتاب تحریف کے ذریعہ عوام سے چھپارہے تھے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تمہارے راز کھول کر تمہیں ذلیل کیا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے دوسرے راز بھی کھول دیئے جاتے مگر ان سے چشم پوشی کی جارہی ہے۔ صرف وہی راز ظاہر کئے جارہے ہیں جو دین اسلام کی تعلیم کے لئے ضروری ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! تم خود محسوس کرو گے کہ ہمارے رسول ﷺ کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس کی باتیں صاف صاف ہیں۔ دماغ کو دل کو اور روح کو لگتی ہیں۔ یہ باتیں

دماغ میں دل میں اور روح میں ایک خاص روشنی پیدا کرتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیدوں کے جن اندھیروں میں تم اب تک بھٹکتے رہے تھے اب اللہ تمہیں ان سے نکال کر مکمل روشنی میں لانا چاہتا ہے۔ اگر تم غور کرو گے تو وہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں جس میں کوئی کجی، کوئی شک، کوئی دوراہا نہیں ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ زبردستی یہ صراط مستقیم تم پر مسلط کرنا نہیں چاہتا۔ اس کی مصلحت نہیں ہے۔ اس نے تمہیں آزادیٔ فکر اور آزادیٔ فیصلہ دیا ہے۔ یہ کتاب اور یہ تعلیم تمہیں اسی وقت سلامتی کی طرف لے جائے گی جب تم خود اپنی قوت عقلی اور قوت ارادی سے رضائے الٰہی کی طرف دوڑو گے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ تم عقیدے کی کیسی کیسی تاریکیوں میں اب تک بھٹک رہے تھے۔ یہ عیسائی مسیح ابن مریم کو معبود مانتے ہیں۔ اک گروہ ان کی ماں کو بھی الوھیت میں شریک کرتا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت مریم کو موت دیدی اسی طرح وہ مسیح ابن مریم کو بھی دوبارہ نازل ہونے کے بعد موت دے گا۔ اسی طرح وہ اللہ دنیا کی ساری مخلوق کو موت دینا چاہے تو کون رکاوٹ ڈالنے والا ہے؟ اور جسے موت آ گئی یا موت واقع ہوگی وہ معبود کیسے بن سکتا ہے۔ تم نے فانی ماں بیٹے کو معبود بنا رکھا ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ! یہود اور نصاریٰ دونوں کو اپنی اپنی جگہ دعویٰ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹوں کی طرح ہیں کیونکہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ اس لئے ہم اللہ کے پیارے چہیتے بندے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ دونوں عذاب الٰہی کو مانتے ہیں۔ یہود کہتے ہیں کہ ہمیں دوزخ کی آگ چھوئے گی بھی تو بس چند روز۔ اور خود حضرت مسیحؑ کا قول ہے کہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تم خود ہی بتاؤ کہ جب تم اپنے لئے عذاب مانتے ہو، تو تم اللہ کے چہیتے کیسے بن گئے؟ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے انسانوں کی طرح تم بھی محض انسان ہو۔ تم پر بھی اوروں کی طرح اللہ کا وہی اصول لاگو ہوگا کہ وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دیدے۔ کیوں نہیں! وہی آسمانوں کا، زمین کا، اور جو کچھ ان کے اندر باہر ہے ان کا مالک ہے۔ قدرت اسی کی ہے۔ حکومت اسی کی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ اے اہل کتاب! یہ موقع غنیمت ہے۔ یہ آخری موقع ہے۔ فائدہ اٹھا لو۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد تقریباً چھ سو سال سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ وحی کا آنا بند تھا۔ توریت اور انجیل اور زبور میں تحریفات نے اصلی اور جعلی کی تمیز ناممکن بنا دی تھی۔ تمہارے پاس کوئی اللہ کا پیغام اصلی حالت میں نہیں تھا۔ تم یہ بہانا تراش سکتے تھے کہ ہم اندھیروں میں تھے، ہم گمراہ تھے۔ ہم ضلالت میں تھے۔ ہمیں کوئی روشنی دکھانے والا نہ تھا۔ ہمیں کوئی راہ ہدایت اور صراط مستقیم بتانے والا نہ تھا۔ نہ کوئی بشیر تھا نہ نذیر۔

تو سن لو اب یہ بہانہ کام نہ آسکے گا۔ ہمارا رسول تمہارے پاس بشیر و نذیر بن کر آ گیا ہے اور وہ تمہیں راہ ہدایت کی تعلیم دے رہا ہے۔ تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔ وہیں حساب و کتاب ہوگا۔ وہیں ثواب و عذاب ہوگا۔ تو اپنا راستہ آج طے کر لو۔ تم کدھر جاؤ گے۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف؟ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے راستہ دکھانا اللہ تعالیٰ کا۔ وہ اللہ جو اپنے پاس تمام قدرتیں اور طاقتیں رکھتا ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ
مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ
الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ
وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا
فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ
اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ
يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع ٤ ٨

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ٢٠ تا ٢٦

یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ان نعمتوں کو یاد کرو جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں۔
جب کہ تمہاری قوم میں بہت سے نبی پیدا کئے اور تمہیں حکمران بنایا تھا۔ اور تمہیں وہ سب کچھ بخشا تھا

جو تمام عالم میں کسی قوم کو نہ دیا گیا تھا۔ اس لئے اے میری قوم والو! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور ہرگز پیچھے مت بھاگنا ورنہ تم سخت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

انہوں نے کہا اے موسیٰ! وہاں تو ایک زبردست قوم رہتی ہے۔ اور جب تک وہ نکل نہ جائے ہم ہرگز وہاں قدم نہ رکھیں گے۔ ہاں! اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ مگر دو شخص جو اللہ سے ڈرتے تھے (اور جنہیں اللہ نے ایمان کی دولت سے نوازا تھا) نصیحت کرنے لگے کہ تم لوگ شہر کے دروازوں کے اندر سے گھس جاؤ۔ جب تم لوگ اندر پہنچ جاؤ گے تو فتح و کامیابی تمہاری ہو گی۔ اللہ (کی امداد) پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پھر وہ کہنے لگے اے موسیٰ! ہم کبھی اس ملک کے اندر نہیں داخل ہوں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ تم جاؤ اور تمہارا رب چلا جائے۔ تم دونوں جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ موسیٰ نے پھر رب سے فریاد کی۔ اے میرے رب۔ میرا کوئی اختیار نہیں چلتا سوائے میری اپنی ذات پر اور میرے بھائی پر۔ اے رب ہم میں اور اس قوم فاسقین کے درمیان جدائی ڈال دیجئے۔

اللہ نے فرمایا۔ وہ سرزمین اب ان پر چالیس سال تک کے لئے حرام کر دی گئی ہے۔ (اتنے دنوں) یہ لوگ زمین میں سر مارتے پھریں گے۔ تو اے موسیٰ تم اس نافرمان قوم کے حال پر افسوس نہ کرنا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۶

مُلُوْکٌ	(مَلِکٌ)۔ بادشاہ۔ حکمراں
اٰتٰکُمْ	اس نے تمہیں دیا
لَمْ یُؤْتَ	نہیں دیا
اَحَدٌ	کسی ایک کو
اَلْاَرْضُ الْمُقَدَّسَۃُ	پاک زمین۔ (سرزمین شام فلسطین)
لَا تَرْتَدُّوْا	(اِرْتِدَادٌ. رَدٌّ)۔ تم نہ پلٹو
اَدْبَارٌ	(دُبُرٌ)۔ پیٹھ
تَنْقَلِبُوْا	تم پلٹ جاؤ گے۔ تم ہو جاؤ گے
جَبَّارِیْنَ	(جَبَّارٌ)۔ زبردست۔ طاقت ور

لَنْ نَّدْخُلَ	ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے
حَتّٰى يَخْرُجُوْا	جب تک وہ نہ نکلیں
رَجُلَانِ	(رَجُلٌ)۔ دو مرد۔ دو آدمی
يَخَافُوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں
اَنْعَمَ اللّٰهُ	اللہ نے انعام کیا تھا
اَلْبَابُ	دروازہ
دَخَلْتُمُوْهُ	تم داخل ہو گے اس میں
غٰلِبُوْنَ	غلبہ پانے والے۔ غالب آنے والے
اَبَدًا	ہمیشہ۔ کبھی بھی
دَامُوْا	وہ ہیں
اِذْهَبْ	تو چلا جا
قَاتِلَاۤ	تم دونوں لڑلو
هٰهُنَا	اسی جگہ
لَاۤ اَمْلِكُ	میں مالک نہیں ہوں
نَفْسِىْ	میری جان
اَخِىْ	میرا بھائی
اُفْرُقْ	جدائی کردے
بَيْنَنَا	ہمارے درمیان
قَوْمُ الْفَاسِقِيْنَ	نافرمان قوم
مُحَرَّمَةٌ	حرام کردی گئی
اَرْبَعِيْنَ	چالیس
سَنَةٌ	سال
يَتِيْهُوْنَ	وہ بھٹکتے رہیں گے۔ گھومتے رہیں گے
لَا تَاْسَ	تو افسوس نہ کر

تشریح: آیت نمبر ٢٠ تا ٢٦

ابھی ابھی کہا گیا ہے کہ ہمارا نبی ﷺ ان رازوں پر سے پردہ اٹھاتا ہے جن کو بنی اسرائیل عرصہ دراز سے چھپائے ہوئے تھے۔ وہ پردہ اس مقصد سے نہیں اٹھا رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنا مقصود ہے کیوں کہ وہ بہت سے رازوں سے چشم پوشی بھی کررہے ہیں۔ پردہ اٹھانے کا ایک ہی مقصد ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔

اسلام کی تعلیمات میں جہاد سب سے اہم ہے۔ یہاں جہاد کا وہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل کو پیش آیا۔ جس سے وہ کترا گئے تھے۔ چنانچہ اللہ کا غضب آ گیا۔ اس واقعہ کو پیش کرنے سے نہ صرف بنی اسرائیل کی پست ہمتی، بزدلی اور جہاد چوری پر سے پردہ اٹھایا جارہا ہے بلکہ مسلمانوں کو بھی عبرت اور نصیحت کے لئے فریضۂ جہاد سے بھاگنے کا انجام بتایا جارہا ہے۔

یہ تبلیغ دین کا ایک انداز ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جہاد کا حکم دینے سے پہلے بنی اسرائیل کو یہ سمجھا دیا تھا کہ اے قوم اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کو یاد کرو۔ وہ نعمتیں جو کسی اور قوم کو اب تک نہیں ملی ہیں۔ یاد کرو فرعون نے تم سے کیا ذلیل سلوک کر رکھا تھا۔ پھر اللہ نے فرعون اور اس کے تمام لشکر کو تمہارے سامنے ڈبو کر تمہیں سلطنتِ مصر بخشی۔ تمہارے اندر اتنے پیغمبر بھیجے کہ کسی اور قوم میں نہیں بھیجے تھے۔ حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ جیسے جلیل القدر حکمراں تمہارے اندر آئے۔ من وسلویٰ کی نعمتیں تمہیں ملیں۔ تمہارے ہی لئے پتھر سے پانی نکالا گیا۔ اور بادل کا سایہ کر کے دھوپ سے نجات عطا کی گئی وغیرہ وغیرہ۔ اے میری قوم! اللہ تمہیں اک اور نعمت سے نوازنے کا وعدہ کرچکا ہے۔ وہ یہ کہ ملک شام، فلسطین بھی تمہارے ہی قبضہ میں آجائے گا۔ شرط یہ ہے کہ تم جہاد کے لئے آگے بڑھو اور بنی عمالقہ سے بھڑ جاؤ جو وہاں قابض ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی عمالقہ کے جنگی حالات دریافت کرنے کے لئے بارہ جاسوس اس ہدایت کے ساتھ پیشگی روانہ کردیئے تھے کہ جو بھی وہاں دیکھو آکر مجھے ہی بتانا۔ کسی اور کو نہیں۔ جب وہ چالیس دن بعد واپس آئے تو ان میں سے دس نے تمام قوم والوں کو بتا دیا کہ بنی عمالقہ بڑے شہ زور اور لمبے چوڑے خطرناک لوگ ہیں اور ان کے ایک ہی فرد عوج بن عنق نے ہم سب کو گرفتار کرلیا تھا۔ یہ سن کر بنی اسرائیل ڈر گئے۔ حضرت موسیٰؑ کی ہزار ترغیب اور تحریص کے باوجود انہوں نے بنی عمالقہ کے خلاف جہاد کرنے سے انکار کردیا بلکہ حد سے بڑھ کر یہاں تک کہہ دیا کہ موسیٰؑ! تم اور تمہارا رب جا کر جنگ کرلو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ فتح کے بعد ہمیں بلا لینا۔

اس ذلیل اور پست جواب کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آجانا چاہیئے تھا لیکن پیغمبر ہونے کی حیثیت سے انہیں اپنے جذبات پر پورا قابو تھا۔ بس اتنا ہی کہا کہ اے اللہ میرا زور تو صرف مجھ پر اور میرے بھائی پر چلتا ہے (بھائی سے حقیقی بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی مراد ہیں اور دینی بھائی حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب بن یوقنا یعنی وہ سردار جنہوں نے بنی عمالقہ کی بات میں آکر صرف حضرت موسیٰ کو بتائی تھی اور جنہوں نے قوم کو یہ کہہ کر جہاد پر اکسایا تھا کہ تم قلعہ کے دروازے تک تو چلو۔ فتح تمہاری ہوگی یہ (اللہ کا وعدہ ہے) حضرت موسیٰ نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ ہم میں اور بقیہ قوم میں جدائی ڈال دے۔ فاسق

نافرمان لوگ ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اب سزا کے طور پر یہ قوم چالیس سال تک سرزمین شام وفلسطین فتح نہ کر سکے گی۔ بلکہ وادی تیہ میں حیران وسرگرداں ماری ماری پھرے گی۔ ان کی سزا یہی ہے۔ اے موسیٰ! ان کی بدنصیبی پر ترس مت کھانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ لوگ صبح صبح مصر پہنچنے کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن راستہ بھول کر شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے۔ جہاں سے صبح کو روانہ ہوئے تھے۔ تمام دوپہر بھوک پیاس اور گرمی میں تڑپتے۔ اس طرح پورے چالیس سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں تقریباً وہ سب بنی اسرائیل والے مرکھپ گئے تھے جو مصر سے حضرت موسیٰ کے ساتھ آئے تھے۔ البتہ ان کی نئی نسل نوجوان ہو رہی تھی۔ جن پر دین کی محنت کی جارہی تھی اسی دوران میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کا بھی انتقال ہو گیا۔
حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے بعد پیغمبری حضرت یوشع بن نون کو ملی۔ ان کے دور میں بنی اسرائیل کی جوان نسل نے حضرت یوشعؑ کی سرکردگی میں سرزمین شام وفلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی۔ اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ
مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ
لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ
اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ
فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ۚ
فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا
الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ۚۛ

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

اور اے نبی ﷺ! ان لوگوں کو آدمؑ کے دونوں بیٹوں کا واقعہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیجئے۔ جب ان دونوں نے (اللہ کے لئے) نذر پیش کی تو ایک کی نذر قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی تو اس نے کہا میں تجھے قتل کر ڈالوں گا (جس کی نذر قبول ہوئی) اس نے کہا اللہ تو صرف اہل تقویٰ کی نذر قبول کیا کرتا ہے۔ ہاں! اگر تو میرے قتل کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ ہرگز نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے اور تو ہی دوزخ والا بنے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر اس کو آمادہ کر دیا۔ اور اس نے قتل کر ہی ڈالا اور وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اس کو دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیوں کر چھپائی جاتی ہے۔ اس نے کہا ہائے افسوس کیا میں اس کوے (تک کی عقل) کو نہ پہنچ سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا تا۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں ہوگیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

اُتْلُ	تلاوت کر۔ پڑھ۔ سنا
نَبَاَ	خبر۔ واقعہ
اِبْنَیْ اٰدَمَ	آدمؑ کے دو بیٹے
بِالْحَقِّ	حق کے ساتھ۔ سچائی کے ساتھ
قَرَّبَا	دونوں نے قریب کیا۔ دونوں نے پیش کیا
قُرْبَانٌ	نیاز۔ منت
تُقُبِّلَ	قبول کر لی گئی
لَمْ یُتَقَبَّلْ	قبول نہ کیا گیا
اَقْتُلَنَّ	میں ضرور قتل کروں گا
یَتَقَبَّلُ	قبول کرتا ہے

بَسَطْتَّ	تو نے کھولا۔ پھیلا دیا
اِلَیَّ	میری طرف
بَاسِطٌ	کھولنے والا۔ پھیلانے والا
اَخَافُ	میں ڈرتا ہوں۔ میں خوف رکھتا ہوں
تَبُوْٓءُ	تو حاصل کرے
اِثْمِیْ	میرا گناہ
اَصْحٰبُ النَّارِ	جہنم والے
جَزَآءُ	بدلہ
طَوَّعَتْ	(تَطْوِیْعٌ)۔ برے کام کو اچھا کر کے دکھانا۔ اس نے رغبت دلائی
اَصْبَحَ	ہوگیا
بَعَثَ	بھیجا
غُرَابًا	کوا
یَبْحَثُ	کھودتا ہے۔ کریدتا ہے
لِیُرِیَ	تا کہ وہ دکھائے
یُوَارِیْ	وہ چھپاتا ہے
سَوْءَ ۃَ	لاش
یٰوَیْلَتٰی	اے کاش کہ وہ۔ ہائے افسوس
عَجَزْتُ	میں بے بس ہوگیا۔ عاجز ہوگیا
اُوَارِیَ	میں چھپادوں
اَلنّٰدِمِیْنَ	شرمندہ ہونے والے۔ پچھتانے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱

قرآن جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو سنانے کے لطف کے لئے نہیں بلکہ نصیحت کے لئے یا مثال دے کر بات

بہتر سمجھانے کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور وہ واقعہ کا صرف ضروری پہلو پیش کرتا ہے۔ انسانی قتل کی تین ہی شکلیں ہیں۔ (۱) جہاد فی سبیل اللہ میں (۲) قاتل کو قصاص میں اور (۳) ذاتی انتقام عناد و فساد کے لئے۔ ان میں پہلی شکل عبادت ہے۔ دوسری شکل انصاف ہے اور تیسری شکل ظلم ہے۔ یہاں پر ذکر اس تیسری صورت کا ہو رہا ہے۔

حضرت آدم کے ایک بیٹے قابیل نے (اپنے چھوٹے بھائی ہابیل سے نکاح کے مسئلہ میں اختلاف کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اختلاف دور کرنے کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی اسی کو مطلوبہ لڑکی مل جائے گی۔ دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں اللہ کو پیش کرنے کے لئے ایک میدان میں رکھ دیں۔ اس زمانے میں صورت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس قربانی کو کھا لیتی تھی جسے قبول ہونا تھا چنانچہ وہ آگ آئی اور اس نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا۔ اس پر قابیل بھڑک اٹھا اور ہابیل کو مار ڈالنے کی دھمکی دینے لگا۔

یہاں پر ہابیل نے وہ بات کہی جو تمام اسلامی سچائیوں کا نچوڑ ہے یعنی اللہ اہل تقویٰ کی نذر (عبادت) قبول کرتا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر تو اپنی تمام امید اور تمام خوف اللہ اور صرف اللہ سے وابستہ کر دیتا تو وہ تیری قربانی ضرور قبول کر لیتا۔ میں چونکہ اہل تقویٰ میں سے ہوں اس لئے میری قربانی قبول ہوگئی۔ قربانی کے معنی ہیں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دنیا کا کوئی مفاد ترک کر دینا۔ اپنے جواب میں ہابیل نے یہ بھی بتایا کہ تقویٰ کیا ہے۔ کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کی کوشش کرے گا تو میں تجھ پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ قتل ایک لعنتی جرم ہے۔ تو شوق سے کر اور نتیجہ میں جہنمی بن جا۔ اگر میں کروں گا تو میں جہنمی بن جاؤں گا۔ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں خواہ میری جان ہی چلی جائے۔ ہاں قتل کے سوا میں ہر طرح اپنی حفاظت کروں گا۔ تیرے ظلم کا بدلہ اللہ دے گا۔

قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ یہ پہلا قتل ہے جو روئے زمین پر ہوا۔ جرائم کی تاریخ گواہ ہے کہ مقتول آسانی سے قتل ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنی لاش کی صورت میں قاتل سے زبردست انتقام لیتا ہے۔ لاش کا اس طرح ٹھکانے لگا دینا کہ جرم بالکل چھپ جائے ناممکن ہے۔ خون بول کر رہتا ہے۔ قابیل نے مارنے کو تو مار ڈالا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ لاش کو کس طرح ٹھکانے لگائے۔ وہ بھائی کی لاش کو پیٹھ پر لادے پھرا کرتا تھا گویا اپنے قتل کا اشتہار کر رہا تھا۔ آخر ایک دن اس نے دیکھا کہ دو کوؤں میں لڑائی ہوئی اور ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا۔ پھر لاش چھپانے کے لئے اس نے اپنی چونچ سے مٹی کھودنا شروع کر دی۔ اور اس میں اس کو دفن کر دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل بہت پچھتایا کہ اول تو میں نے بھائی کو قتل کر دیا دوسرے یہ کہ میں کوے جتنی عقل بھی نہیں رکھتا کہ زمین کھود کر لاش چھپا دیتا۔

یہ جو دفن کا رواج ہے غالباً اسی واقعہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور آج بھی اسلامی طریقہ یہی ہے۔ یہاں پر ہابیل کے قتل کا جو واقعہ قرآن میں آیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے کی کوششیں کر چکے تھے۔ یہ فہمائش ہے کہ دیکھو قتل کا نتیجہ دنیا میں بھی خسارہ ہے اور آخرت میں بھی خسارہ ہے۔ فرمایا اہل تقویٰ مقتول ہو جاتے ہیں لیکن قاتل نہیں بنتے۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ
نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ
النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ
وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ
بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ
يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ
يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ
خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى
الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٣٣﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٤﴾ ع ٨/٩

ترجمہ: آیت نمبر ٣٢ تا ٣٤

اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی کو کسی انسانی خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ کے بغیر قتل کر ڈالے گا۔ تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے ایک جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچالی۔

اور ہمارے رسول ﷺ اس سلسلہ میں کھلی کھلی ہدایات لے کر آ چکے ہیں۔ اس کے باوجود بہت سے لوگ زمین میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہی رہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور دنیا میں فساد پھیلانے کی بھاگ دوڑ میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا

جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ مگر ہاں وہ لوگ جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ توبہ کرلیں (اور اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کرلیں) تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ	اسی وجہ سے
کَتَبْنَا	ہم نے لکھ دیا۔ فرض کر دیا
کَاَنَّمَا	گویا کہ وہ۔ جیسا کہ وہ
مُسْرِفُوْنَ	حد سے آگے بڑھ جانے والے
یُحَارِبُوْنَ	(مُحَارَبَۃٌ)۔ وہ لڑتے ہیں۔ لڑائی کرتے ہیں
یَسْعَوْنَ	وہ دوڑتے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں
اَنْ یُّقَتَّلُوْا	یہ کہ وہ قتل کئے جائیں
یُصَلَّبُوْا	سولی دیئے جائیں۔ پھانسی پر چڑھا دیئے جائیں
تُقَطَّعَ	کاٹ دیئے جائیں
یُنْفَوْا	نکال دیئے گئے۔ نکال دیئے جائیں
خِزْیٌ	رسوائی۔ ذلت۔ شرمندگی
تَابُوْا	توبہ کرلی
اَنْ تَقْدِرُوْا	یہ کہ تم قابو پاؤ
اِعْلَمُوْا	جان لو۔ خبردار رہو

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اسلامی قوانین میں قتل کے دو ہی جواز ہیں۔ (۱) ایک ہے قاتل کا قتل۔ اس میں یہ شرط ہے کہ قاضیٔ عدالت کے حکم سے مقدمہ چلایا گیا ہو اور وہ اپنی تمام قانونی اور عدالتی منزلوں سے گزر چکا ہو۔ (۲) دوسرے ملک میں فتنہ فساد کرنے والے یا بغاوت

کرنے والوں کا قتل۔ اگر مجرم ایک شخص ہے یا ایک مختصر جماعت ہے تو اس میں بھی قاضی عدالت کے حکم کی شرط ہے۔ جب کہ مقدمہ اپنے تمام ضروری مراحل سے گزر چکا ہو۔ لیکن اگر فتنہ وفساد کرنے والوں کی ایک بڑی منظم یا غیر منظم جماعت ہے تو ان کے خلاف جہاد کی اجازت ہے بلکہ حکم ہے۔ اس کے علاوہ انسانی قتل بدترین ظلم اور جرم ہے۔ انسانی جان کی حرمت کو بتانے کے لئے اس سے زیادہ بھاری جملہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ ''جس نے بلا جواز ایک جان لی اس نے گویا تمام جانیں لے لیں اور جس نے ایک جان بچائی اس نے تمام جانیں بچالیں''

اسلام میں جرم کی سزاؤں کی تین قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ (۱) حدود (۲) قصاص اور (۳) تعزیرات۔ حدود ان جرائم کی سزائیں ہیں جن میں مجموعی طور پر حقوق اللہ پامال کئے گئے ہوں اور وہ پانچ ہیں۔ ڈاکہ، چوری، زنا، تہمت زنا، شراب نوشی

قصاص ان جرائم کی سزائیں ہیں جن میں مجموعی طور پر حقوق العباد پامال کئے گئے ہوں ان میں قتل، اغوا وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن وحدیث نے حدود اور قصاص کا بیان پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ کردیا ہے اور سزائیں بھی مقرر کردی ہیں۔

اب رہے وہ جرائم جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے اور جن کی سزا بدلتے ہوئے حالات کے تحت حاکمِ وقت کے صواب دید پر چھوڑا گیا ہے۔ انہیں تعزیرات کہتے ہیں۔ حدود میں سزا کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، تبدیلی یا نرمی کی سفارش بھی حرام ہے۔ قصاص میں وہ جس کا آدمی قتل ہوا ہے یا جس کا مالی نقصان ہوا ہے نرمی دکھا سکتا ہے بلکہ معاف کرسکتا ہے۔ اس کی معافی کے باوجود قاضئ عدالت کو سزا کا اختیار ہے مگر کمی بیشی حالات کے تحت ہے۔

مندرجہ بالا آیات کے تحت فقہا کہتے ہیں کہ جس شخص نے قتل کیا اس کو بھی قتل کیا جائے۔ جس شخص نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی چڑھا دیا جائے۔ جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا ہے اس کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں اور جس نے ہنگامہ فساد کرکے یا لوگوں کو ڈرا کے امن عامہ میں خلل ڈالا ہے اسے جلاوطن کردیا جائے (یا اس کی شہری آزادی چھین کر قید میں ڈال دیا جائے)

ان آیات میں اللہ اور رسول ﷺ سے محاربہ کرنے کے جو الفاظ آئے ہیں، تو یہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو جماعت بن کر مسلح ہوکر طاقت کے زور سے حکومتِ اسلامی میں خون ریز انقلاب لانا چاہتے ہیں یا مسلح ہوکر جماعت بن کر ڈاکہ زنا وغیرہ کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک شخص بھی پکڑا جائے تو جماعت کے سارے افراد پر حدِ شرعی جاری ہوگی کیونکہ وہ شخص جماعت کی طاقت پر اور تعاون سے یہ سب کچھ کررہا تھا۔ ان آیات میں جو الفاظ آئے ہیں، ''جو لوگ دنیا میں فساد پھیلانے کو بھاگ دوڑ کرتے پھرتے ہیں''، تو یہ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو اگرچہ جماعت ہوں لیکن مسلح نہ ہوں۔ پہلی قسم باغیوں کی ہے اور ''محاربہ'' کی تعریف میں آتی ہے۔ دوسری قسم ڈاکوؤں، چوروں، زانیوں، شرابیوں وغیرہ کی ہے۔ ان میں بھی کوئی پکڑا جائے گا تو اس کے سارے ساتھیوں کو سزا ہوجائے گی۔

توبہ کی معافی اس دوسری قسم والوں کے لئے ہے بشرطیکہ گرفتاری سے پہلے وہ سچے دل سے توبہ کرلیں اور حکومت بھی مطمئن ہو۔ پہلی قسم والوں کے لئے توبہ کی معافی نہیں ہے۔ یہ تو دنیا کی سزائیں ہیں آخرت کی سزائیں ان کے علاوہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٥

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٥

اِبْتَغُوْا	تم تلاش کرو
اَلْوَسِيْلَةُ	وسیلہ۔نزدیکی (وسیلہ جنت کا ایک مقام بھی ہے)
جَاهِدُوْا	تم جہاد کرو۔کوشش کرو

تشریح: آیت نمبر ٣٥

ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اس کے بعد جرائم چھوڑ کر وہ طریقے اختیار کرو جن سے اللہ خوش ہو اور اس تک قربت حاصل کرنے کا ذریعہ ڈھونڈو جن میں سب سے بڑا ذریعہ جہاد ہے۔ جہاد کرو گے تو دین و دنیا میں فلاح پاؤ گے۔ ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو'' سورۂ مائدہ کی پچھلی آیات میں مسلسل آ رہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنا اہم ہے۔ ''اس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو''۔ یہاں وسیلہ سین سے ہے صاد سے نہیں۔ ص سے وصیلہ کے معنی ہیں کوئی چیز بھی جو جوڑتی ہو لیکن ''سین'' سے وسیلہ کے معنی ہیں ہر وہ چیز جو بندہ کو رغبت و محبت کے ساتھ اپنے معبود سے قریب کر دے۔ سلف صالحین نے اس آیت میں وسیلہ کی تفسیر اطاعت، قربت اور ایمان و عمل صالح سے کی ہے۔

یہ بھی بتا دیا ہے کہ سب سے اہم وسیلہ کون سا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہی ہے جس سے دین و دنیا کی فلاح وابستہ ہے۔ فرمایا گیا جو صلاحیتیں تم جرائم میں صرف کر رہے ہو جس میں دین و دنیا کے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان صلاحیتوں کو جہاد میں لگا دو۔

جہاد نام ہے نظام اسلام نافذ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرنا۔ تنظیم، تدبیر اور تدبر کے ساتھ ایک جماعت حقہ میں شامل ہونا۔ حضور پر نور ﷺ نے بھی تنہا جہاد نہیں کیا ہے بلکہ ایک جماعتِ حقہ کو ساتھ لیا ہے۔ جہاد کے لئے تنظیم ضروری ہے اور تنظیم کے لئے تبلیغ۔ جہاد وہ واحد عبادت ہے جس میں تمام عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ گویا تمام عبادتوں کے مجموعہ کا نام جہاد ہے۔

جہاد کے معنی ہیں جدوجہد یعنی سرتوڑ کوشش۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے، لیکن ایک تنظیم کے اندر آ کر۔ جہاد انفرادی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ہے۔ یہاں پر یہ بھی معنی ہیں کہ جہاد کے بغیر اسلامی ریاست قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر قائم ہے تو قائم رہ نہیں سکتی۔ اور اسلامی ریاست کے بغیر جرائم وسزا کی اسلامی عدالت قائم نہیں ہو سکتی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٦ تا ٣٧

جو لوگ کافر ہیں ان کے پاس وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے۔ اور پھر اتنا ہی اور بھی لا کر فدیہ میں دے دیں اور قیامت کے دن کے عذاب سے اپنے آپ کو چھڑانا چاہیں گے تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے تو دردناک عذاب مقرر ہے۔ وہ ہر طرح چاہیں گے کہ آگ سے نکل بھاگیں لیکن وہ اس سے نکل کر بھاگ نہ سکیں گے۔ ان کے لئے تو دائمی عذاب مقرر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٦ تا ٣٧

مَا تُقُبِّلَ — قبول نہ کیا جائے گا
خَارِجِيْنَ — نکلنے والے
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ — کھڑا رہنے والا عذاب۔ ہمیشہ کا عذاب

تشریح: آیت نمبر ٣٦ تا ٣٧

جرائم کون کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا۔ جرائم میں کون لگا رہتا ہے۔ وہی جو اللہ کا حکم نہیں مانتا۔ وہ کیوں لگا رہتا ہے تا کہ مال پر مال بٹورتا رہے۔ مگر یہ مال اس کے لئے کتنے دن کا۔ چور کا مال خود بھی چوری ہوسکتا ہے۔ ڈاکو کا مال پھر بھی کوئی اور ڈاکو لے جاسکتا ہے۔ راشی کا مال حرام میں اڑ جاتا ہے۔ اور اگر مال رہ بھی گیا تو موت کے بعد بے کار۔ اگر کسی نافرمان نے اتنا مال بھی جمع کرلیا کہ تمام دنیا سمٹ کر اس کی جیب میں آگئی۔ اور پھر اسی قدر مال اور بھی جمع کرلیا اور یہ مال در مال موت کے اس پار پہنچ سکا تو قیامت کے دن اپنے مالک کے عذاب سے اسے کوئی چھڑا نہ سکے گا۔ وہ شخص تڑپ تڑپ کر پریشان ہوگا۔ کہ کسی طرح یہ مال انبار در انبار دے کر اپنی جان چھڑالے مگر نہ کر سکے گا۔ آگ اس کے چاروں طرف لپٹی ہوئی ہوگی۔ بھاگنے کا کوئی چور دروازہ نہ ہوگا۔ اور یہ عذاب اسے مستقل اور ہمیشہ ہمیشہ دیا جائے گا۔

آگے جرائم اور سزا کی چند تفصیلات آرہی ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

مرد چوری کرے یا عورت۔ دونوں کے ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو۔ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمائی کی سزا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے نشان عبرت ہے۔ وہ اللہ بڑی قوت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

پھر جس نے قصور کر کے توبہ کرلی اور اصلاح حال کرلی تو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا،

بے حد مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔
کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آسمانوں اور زمین کا مالک صرف اللہ ہے؟ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے معاف کر دے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

اَلسَّارِقُ	چوری کرنے والا مرد
اَلسَّارِقَةُ	چوری کرنے والی عورت
اِقْطَعُوْا	کاٹ ڈالو
كَسَبَا	انہوں نے کمایا
نَكَالاً	سزا۔ عبرت
اَصْلَحَ	اصلاح کرلی

تشریح: آیت نمبر ٣٨ تا ٤٠

مرد اور عورت دونوں کا نام وضاحت سے لے کر حکم دیا ہے کہ چور کوئی بھی ہو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ تمام فقہا متفق ہیں کہ ہاتھ گٹے پر سے کٹے گا اور پہلی چوری میں داہنا ہاتھ کٹے گا۔ چور اگر چہ انسان کا مال چراتا ہے لیکن اللہ نے اسے اپنے حقوق کی پامالی میں شمار کیا ہے۔ اور حد قائم کر دی ہے۔ یوں سمجھ لیا جائے کہ بندہ اللہ کا ہے۔ چنانچہ بندہ کا مال بھی اللہ کا مال ہے۔ اگر بندہ کا مال چوری ہو گیا تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کیسے ادا کر سکے گا۔ جرم میں ذرا بھی شک وشبہ پیدا ہو جائے تو حدِ شرعی نافذ نہیں ہو سکے گی۔ مگر قاضی کو اختیار ہے کہ اس سے کم تر جو سزا مناسب سمجھے چور مرد یا چور عورت کو دے دے۔ دنیا کی سزا اگر ہونی ہے تو بہر حال ہو گی۔ ہاں توبہ سے آخرت کی سزا معاف ہو سکتی ہے۔ ڈاکو اور قزاق کی سزا میں یہ استثنا ہے کہ اگر گرفتاری سے پہلے وہ اپنے آپ کو فرد کی صورت میں یا جماعت کی صورت میں حکومت کے حوالے کر دے اور آئندہ جرائم سے توبہ کر لے اور حکومت کو اس توبہ پر یقین آ جائے تو اسے دنیا میں بھی معافی مل سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس نے قتل یا زنا نہ کیا ہو۔ یہ اللہ کی مصلحت ہے کہ بڑے بڑے مجرموں کے لئے بھی توبہ اور اصلاح کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے مجرموں نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کی ہے۔ اور یہ بھی اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے مادی معاملات کا رخ بھی روحانیت اور آخرت کی طرف موڑ دیا ہے جیسا کہ آیت نمبر ٤٠ سے ظاہر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا
يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ
هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ
يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ
اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ
وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ
اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٤١
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ
شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِيْنَ ٤٢ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ
فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ ٤٣ ۧ ع ٩ ٦ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

(اے رسول ﷺ) وہ لوگ جو کفر میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ان کی یہ جدوجہد آپ کو رنجیدہ نہ کردے کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ”ہم ایمان لے آئے“ حالانکہ انہوں نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو یہودی بن گئے ہیں۔ یہ جھوٹ کے لئے کان لگا کر سنتے ہیں (جاسوسی کرتے ہیں)۔ اور وہ لوگ جو آپ کے پاس نہیں آئے یہ ان کے لئے بھی جاسوسی کرتے ہیں۔ بات کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اگر تمہیں حکم ملے (جو تمہاری خواہش کے مطابق ہے تو) قبول کرلینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا۔ (سچی بات یہ ہے کہ) جسے اللہ ہی گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لئے کسی کا اللہ پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنا اللہ کو منظور نہیں۔ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ وہ جھوٹ بولنے کے لئے جاسوسی کرتے ہیں اور حرام رزق کھانے والے ہیں۔ پھر بھی اگر وہ آپ کے پاس فیصلہ کرانے آئیں تو آپ (کو اختیار ہے کہ) ان کے درمیان فیصلہ کردیجئے یا ان کو نظر انداز کردیجئے (ٹال دیجئے)۔ اگر آپ ان سے منہ پھیرتے ہیں تو وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ اور اگر آپ فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ بلاشبہ اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو انصاف کرنے والے ہیں۔

اور یہ آپ کو کس طرح فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں جب کہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے جس سے وہ منہ موڑ موڑ کر چلتے ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو یقین نہیں رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

لَایَحْزُنُ — وہ رنجیدہ نہ کردیں۔ غمگین نہ ہوں

یُسَارِعُوْنَ — (مُسَارَعَۃٌ)۔ وہ دوڑتے ہیں

اَفْوَاہٌ — (فَوْہٌ)۔ منہ

لَمْ تُؤْمِنْ	ایمان نہیں لائے
هَادُوْا	جو یہودی بن گئے
سَمّٰعُوْنَ	بہت زیادہ سننے والے۔ جاسوسی کرنے والے
لَمْ یَاْتُوْکَ	وہ تجھ تک نہیں پہنچے
اُوْتِیْتُمْ	تم دیئے گئے
خُذُوْا	پکڑلو۔ لےلو
لَمْ تُؤْتَوْا	تمہیں نہ دیئے گئے
اِحْذَرُوْا	بچتے رہو
لَنْ تَمْلِکَ	تو ہرگز مالک نہ ہوگا۔ تیرے بس میں نہ ہوگا
اَنْ یُّطَهِّرَ	یہ کہ وہ پاک کئے جائیں
اَکّٰلُوْنَ	بہت کھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۳

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان منافقین اور کفار کا ملک کے کونے کونے میں دنیا کمانے، سیدھے سادھے نیک دل انسانوں کو سچے راستے سے بھٹکانے کیلئے طرح طرح کی افواہیں پھیلانے اور ان کی یہ بھاگ دوڑ کہیں آپ کو اس غلط فہمی میں نہ ڈال دے کہ ان کفار کو دنیا کی بڑی ترقی مل رہی ہے۔ وہ خوب پھل پھول رہے ہیں لہذا دینِ اسلام، اس کے سچے اصول اور نبی کریم ﷺ کی ذات دب کر رہ جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ کفار وہ ہیں کہ ان کے دل ایمان کے جذبوں سے خالی ہیں۔ ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا ہے۔ اس لئے ان کفار کے مقابلے میں اہل ایمان ہی سربلند رہیں گے۔ کفار کی یہ بھاگ دوڑ ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جو زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ایمان کی سچائیوں سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کی ساری بھاگ دوڑ دنیا کمانے کی لگن کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

(۲) یہ جھوٹ اور باطل کو پھیلانے کے لئے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی مجلسوں میں شرکت کر کے ایک ایک بات کو بڑے غور سے سنتے ہیں جس کا مقصد کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہوتی بلکہ اسلام کے دشمنوں کو خوش کرنا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہے۔

(۳) ان کا کام یہ ہے کہ ایک سیدھی سچی بات کو بھی ایسا رنگ دے دیتے ہیں کہ بات ہی بدل کر رہ جاتی ہے۔ جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں فرمائی اس کو خود سے گھڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف منسوب کر دیتے ہیں

(۴) وہ اپنے ماننے والوں اور ساتھیوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ اگر یہ نبی (ﷺ) اور ان کے جاں نثار صحابہ کرامؓ تمہیں وہ باتیں بتائیں جو تمہارے عقیدے، ذہن وفکر اور مفاد کے خلاف ہوں تو ان کو ہرگز تسلیم نہ کرنا بلکہ ان کا صاف انکار کر دینا اور ان سے بچتے رہنا ہاں اپنے مفاد کی کوئی بات ہو اس کو لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گمراہ ہیں ان کے قلوب کبھی بھی پاک وصاف نہ ہوں گے۔ لہذا اللہ کو کیا پڑی ہے کہ وہ ان کے دلوں کو پاک وصاف کر دے وہ تو بے نیاز ذات ہے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا انجام یہ ہے کہ ان کو دنیا میں بھی رسوائی اور ذلت نصیب ہوگی اور آخرت میں تو ایک بہت بڑا عذاب ان کا منتظر ہے۔

(۵) فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ کے حمایتی ہیں اور ''رزق حرام'' ان کا مزاج بن چکا ہے۔ اور جب کسی شخص یا قوم کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ''رزق حلال'' ان کو پسند نہیں آتا تو ایسی قوم اللہ کی رحمتوں سے دور ہو جاتی ہے اور ان کے دلوں میں پاکیزگی کا ہر تصور دھندلا کر رہ جاتا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ سے فرمایا کہ کفار کا مزاج اور کردار اپنی جگہ ہے لیکن اگر وہ لوگ آپ کے پاس عدل وانصاف کیلئے آئیں تو آپ اپنا اعلیٰ کردار اور نمونہ زندگی پیش کرتے ہوئے ان کے درمیان عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کو پورا فرما دیجئے۔ کیونکہ اللہ کو ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو عدل وانصاف کرنے کو اپنی سب سے بڑی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔

(۷) اللہ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو توریت جیسی ایک عظیم کتاب عطا کی تھی۔ اگر یہ چاہتے تو آپ سے انصاف طلب کرنے کے بجائے اپنی کتاب ہی سے روشنی حاصل کر لیتے۔ لیکن عالم یہ ہے کہ ان کا اپنی کتاب پر یقین ہی کہاں ہے۔ اگر ان کو اپنی کتاب پر یقین ہوتا تو اس طرح یہ اس کتاب سے منہ نہ پھیرتے؟۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَ

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ
وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ
وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ
فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ
بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ
قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾
وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً
لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

بے شک ہم نے توریت نازل کی تھی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اسی کے ذریعہ انبیاء کرامؑ جو اللہ کے فرماں بردار ہیں اہل یہود کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وہ اللہ والے اور اہل علم جو اللہ کی اس کتاب کے محافظ گواہ بنائے گئے تھے۔ (اس کتاب کے مطابق فیصلہ

کیا کرتے تھے) تم بھی لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو اور میری آیتوں کو گھٹیا قیمت پر فروخت نہ کرو۔ وہ لوگ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس توریت میں یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں برابری کا حکم ہے۔ پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لئے (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہے۔ اور جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔ اور ہم نے ان کے بعد عیسیٰ ابن مریمؑ کو اس کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا جو توریت ان کے سامنے تھی۔ پھر ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ (اور وہ کتاب بھی) اس کی تصدیق کرنے والی تھی جو اس کے سامنے توریت موجود تھی جو ہدایت اور اہل تقویٰ کے لئے نصیحت تھی۔ اور انجیل والوں کو (اپنے معاملے کا) فیصلہ اس کے مطابق کرنا چاہئے تھا جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔ جو لوگ اللہ کی طرف سے اتارے ہوئے (قانون) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے نافرمان ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

لَا تَشْتَرُوْا	تم نہ بیچو۔ فروخت نہ کرو
لَمْ یَحْکُمْ	فیصلہ نہ کیا
اَلْعَیْنُ	آنکھ
اَلْاَنْفُ	ناک
اَلْاُذُنُ	کان
اَلسِّنُّ	دانت
اَلْجُرُوْحُ	(جَرْحٌ)۔ زخم

قِصَاصٌ	برابری
تَصَدَّقَ	(تصدیق)۔صدقہ کردے۔قصور معاف کردے
كَفَّارَةٌ	کفارہ۔اتارنا
قَفَّيْنَا	ہم نے ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا
اٰثَارٌ	(اثر)۔نشان۔قدم
مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والا۔سچا بتانے والا
بَيْنَ يَدَىْ	دونوں ہاتھوں کے درمیان۔سامنے
مَوْعِظَةٌ	نصیحت

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں سے اور پھر نصاریٰ یعنی عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توریت جیسی عظیم کتاب عطا کی تھی جو ہدایت اور روشنی تھی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے مطابق اللہ کے مطیع و فرماں بردار انبیاء کرام اور یہودی علماء اور درویش فیصلے کیا کرتے تھے لیکن بعد میں اسی توریت کے احکامات کو اس طرح توڑ مروڑ کر رکھ دیا گیا کہ اصل تعلیم ہی گم ہو کر رہ گئی تھی یا تو وہ لوگ اللہ کے حکم کو بدل ڈالتے تھے یا چھپا لیتے تھے۔ بعد کے لوگوں نے توریت کے احکامات کو کھیل اور دنیا کمانے اور لوگوں پر دھونس جمائے رکھنے کا ذریعہ بنا لیا تھا۔

(۱) مثلاً توریت میں حکم موجود ہے کہ اگر کوئی شخص زنا جیسے جرم میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کو ''رجم'' کر دیا جائے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے مگر انہوں نے اصل احکامات کو چھپا کر خود ہی یہ سزا تجویز کر دی تھی کہ جو شخص بھی زنا کا مرتکب پایا جائے اس کا چہرہ کالا کر کے اس کو شہر بھر میں گھمایا جائے اور کوڑے مارے جائیں۔

(۲) توریت میں حکم دیا گیا تھا کہ قصاص لینے میں عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔ قصاص کے معنی برابری کرنے کے آتے ہیں یعنی اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی جان لے لی ہو اس کو قتل کر دیا ہو تو مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کیا جائے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے کسی عضو کو نقصان پہنچایا ہے تو اس کے بدلے میں اتنا ہی بدلہ لیا جائے اگر اس نے کسی کو زخمی

کیا ہے تو اس کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کر کے برابری کی جائے۔ لیکن مفاد پرست علماء یہود نے اس قانون کو مال داروں اور طاقت وروں کی جاگیر بنا دیا تھا۔ مثلاً اگر کسی مال دار بااثر شخص نے کسی غریب کو مار ڈالا یا اس کو کوئی نقصان پہنچا دیا تو قانون اس کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتا تھا۔ من گھڑت طریقوں سے وہ چھوٹ جاتا تھا لیکن اس کے برخلاف اگر کسی غریب، کمزور اور مفلس آدمی نے کسی مال دار یا بااثر شخص کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں اس شخص کے خاندان یا برادری کے دو چار آدمیوں کو ذبح کر دیا جاتا تھا۔ اس قوم کا مزاج اتنا بدل چکا تھا کہ افراد سے آگے بڑھ کر یہ ظلم و ستم جماعتوں اور قبیلوں تک میں پھیل چکا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے تھے بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ بنو نضیر بہت طاقت ور قبیلہ تھا اور بنو قریظہ کمزور تھے دونوں ایک ہی کتاب کے ماننے والے ہم مذہب تھے لیکن بنو نضیر اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ میں ہر طرح ظلم کیا کرتے تھے۔ جب کسی حق کے دینے کا وقت آتا تو بہت کم دیتے اور جب لینے کا وقت آتا تو اپنے حق سے بھی زیادہ لے لیا کرتے تھے غرضیکہ عدل و انصاف تو دور کی بات ہے، بنو نضیر کسی کو اس کا حق دینا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ساتھ ساتھ نصاریٰ یعنی عیسائیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ صرف یہودیوں نے ہی نہیں بلکہ نصاریٰ نے بھی عقیدہ کی گندگیوں اور بدعملیوں کی انتہا کر دی تھی نصاریٰ کو اللہ نے انجیل جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس نے توریت کی تردید نہیں بلکہ توریت کو سچا بتایا اور اس کی تصدیق کی جو سراسر ہدایت اور لوگوں کے لئے موعظت و نصیحت کی کتاب تھی لیکن انہوں نے بھی اپنی کتاب کو چھوڑ کر اور نظر انداز کر کے من مانے طریقے اختیار کئے جس کے نتیجے میں وہ مومن بننے کے بجائے کافر، ظالم اور فاسق بن کر رہ گئے کیونکہ جو قوم اللہ کے احکامات کو نظر انداز کر کے دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر من مانے طریقے اختیار کر لیتی ہے وہ ظالم بھی ہے کافر بھی ہے اور فاسق بھی۔

ان آیات میں یہودیوں اور عیسائیوں کی تحریف و تبدیلی اور عقیدہ کی گندگیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس میں اہل ایمان مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اے مسلمانو! تم یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقوں پر مت چلنا۔ اگر تم نے بھی وہی غلطیاں کیں تو جس طرح ان قوموں پر اللہ کا عذاب آیا تم بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہ سکو گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا ہے جن کے صدقے میں ہم ہزاروں عذابوں سے محفوظ ہیں اور اس امت پر اس طرح کے عذاب نہ آئیں گے جیسے پہلی امتوں پر آئے تھے لیکن اللہ کے احکامات کی نافرمانی میں اللہ کا قہر کسی بھی شکل میں آ سکتا ہے۔ سیلاب، زلزلے، آفات، طرح طرح کی بیماریاں۔ آپس کی دشمنیاں وغیرہ یہ بھی تو اللہ کی رحمت سے دور ہونیکی وجہ سے واقع ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پر عمل کرنے اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اللہ ہمیں عقیدہ کی ہر گندگی سے دور فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ
مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِي مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ
أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ ؕ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّصِيْبَهُمْ
بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ
الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٧/٧ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جو سراسر حق ہے۔ اور پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور ان کی محافظ و نگہبان بھی ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ ان قوانین کے مطابق کیجئے جو اللہ نے نازل کئے ہیں۔ اور لوگوں کی نفسانی خواہشات پر حق کا سیدھا راستہ چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جب کہ آپ کے پاس حق آ چکا ہے۔

ہم نے ہر ایک امت کو ایک شریعت اور ایک راہ عمل بخشا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ لیکن اس نے جو کچھ نازل کیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ لہذا تم نیکیوں کی طرف دوڑو۔ ایک دن تم سب کو اللہ ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ پھر وہ بتا دے گا کہ تم کن باتوں میں مختلف راہوں پر چلتے تھے۔

اور اے نبی ﷺ! آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اللہ کے نازل کئے ہوئے قوانین کے مطابق کیجئے اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلئے۔ اور ان سے ہوشیار رہیئے کہیں وہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ کسی حکم کے متعلق کسی آزمائش میں نہ ڈال دیں۔

پھر اگر وہ اس سے منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ کی مصلحت یہی ہے کہ وہ ان میں سے ایک طبقہ کو گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے۔ اور حقیقت تو یہی ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ فسق و فجور کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ دور جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں۔ اللہ پر یقین کامل رکھنے والوں کے نزدیک اللہ سے زیادہ بہتر حکم دینے والا کون ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

مُهَيْمِناً	نگراں۔ خلاصہ۔ اپنے اندر سمو لینے والی چیز
لَا تَتَّبِعْ	تو پیچھے نہ چل۔ اتباع نہ کر
اَهْوَآءٌ	(هَوَآءٌ)۔ خواہشیں
عَمَّا	اس سے۔ جب کہ
جَعَلْنَا	ہم نے بنایا
شِرْعَةٌ	قانون۔ راستہ۔ دین کا مقرر کیا ہوا قانون
مِنْهَاجٌ	الگ۔ راستہ۔ طریقہ۔ مذہب
اُمَّةٌ	جماعت۔ گروہ
لِيَبْلُوَكُمْ	تا کہ وہ تمہیں آزمائے۔ تا کہ تمہارا امتحان لے
اٰتَاكُمْ	جو اس نے تمہیں دیا ہے
اِسْتَبِقُوْا	تم آگے بڑھ جاؤ۔ دوڑ کر لے لو
اَلْخَيْرَاتُ	(اَلْخَيْرُ)۔ نیکیاں۔ بھلائیاں
مَرْجِعٌ	لوٹنا
اِحْذَرْهُمْ	تو ان سے احتیاط کر
اَنْ يَّفْتِنُوْكَ	یہ کہ وہ تجھے کسی آزمائش میں ڈالیں

اَنْ يُّصِيْبَهُمْ	یہ کہ وہ ان کو پہنچائے
اَلْجَاهِلِيَّةُ	نادانی۔ جہالت۔ دور جہالت
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر
يُوْقِنُوْنَ	یقین رکھتے ہیں۔ وہ یقین کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

اسلامی قوانین کے متعلق فرمایا جارہا تھا۔ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تاکید درتاکید کہا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے قوانین کے مقابلے میں اپنے قوانین بنالیں اور وہ لوگ جو غیر اللہ کے قوانین کے چلانے میں آلہ کار بن جائیں وہ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں۔

ان کا یہ فعل تین معنی رکھتا ہے۔ ان کا ایمان اللہ پر اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر نہیں ہے۔ وہ (نعوذ باللہ)

(۱) اللہ کے قوانین کو ناقص سمجھتے ہیں اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین کو بہتر۔

(۲) دوسرے وہ سچا بے لاگ انصاف نہیں چاہتے۔ انہیں دنیاوی مفادات زیادہ عزیز ہیں خواہ سیاسی، قومی، جماعتی یا ذاتی ہوں۔

(۳) وہ جرائم کو روکنا نہیں چاہتے بلکہ جرائم کے دروازے کھلے رکھنا چاہتے ہیں۔

جہاں کہیں غیر اسلامی قوانین نافذ ہیں خواہ برصغیر پاک و ہند میں، خواہ مغرب میں، خواہ مشرق میں وہاں جرائم پھیل رہے ہیں یا حکومت کسی خاص قوم، رنگ، زبان یا جماعت کی طرف داری کر کے ظلم کر رہی ہے۔ امیر لوگ رشوت دے کر انصاف خرید رہے ہیں۔ غریب لوگ کردہ اور ناکردہ گناہوں کی سزاؤں میں ہر طرح پس رہے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تمام فیصلے قرآن کے مطابق کیجئے۔ جو احکام اور تعلیمات توریت اور انجیل میں دی گئی تھیں ان میں جو مستقل اقدار تھے، جو اصل الاصول تھے وہ سب قرآن میں محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ اب قرآن کا فیصلہ توریت اور انجیل کا بھی فیصلہ ہے۔ کیونکہ قرآن توریت اور انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں، ان سب کا ایک ہی مصنف ہے، ان میں ایک ہی تعلیم ہے، ایک ہی میزان و پیمان ہے۔ فرق اگر ہے تو عبارات کا اور چند تفصیلات کا۔ ہر کتاب اپنے اپنے دور اور اپنی اپنی قوم کیلئے آئی۔ لیکن قرآن مجید نہ صرف جامع ہے بلکہ اللہ کی آخری کتاب ہے۔ قرآن میں تمام ضروری باتیں سمیٹ لی گئی ہیں اور یہ قیامت تک تمام زمان و مکاں کے لئے یکساں نافذ العمل ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! حق کا راستہ چھوڑ کر لوگوں کی نفسانی خواہشات کے پیچھے انصاف حقیقی کو مجروح نہ کیجئے۔

شاید کچھ لوگ یہ سوال اٹھائیں کہ جب تمام پیغمبروں اور تمام کتابوں کا دین ایک ہے، ہر اگلی کتاب نے ہر پچھلی کتاب کی تصدیق کی ہے تو عبادت کی صورتوں میں، حرام وحلال کی قیود میں اور تمدنی ومعاشرتی معاملات میں یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ہر زمان ومکان کے تقاضے الگ الگ تھے۔ دوسرا جواب ان آیات میں یہ دیا گیا ہے کہ مختلف زمانوں میں مختلف کتابوں کا مقصد یہ آزمانا ہے کہ کون اپنے فائدے کے لئے روایتی جامد اصولوں کو پکڑے ہوئے ہے اور کون تمام انسانوں کے درمیان انصاف کی خاطر جدید احکام کو مانتا ہے۔

فرمایا اگر اللہ چاہتا تو مختلف زمانے نہ آتے، مختلف تقاضے نہ آتے، مختلف کتابیں اور شریعتیں نہ آتیں، مختلف امتیں نہ ہوتیں۔ یہ تبدیلیاں اس نے اپنی مصلحت سے کی ہیں۔ یہ مصلحت ہی آزمائش ہے۔

یہ خطاب اہل کتاب کی طرف ہے جنہوں نے اصلی توریت اور اصلی انجیل میں تبدیلی کر کے توریت اور انجیل کے نام پر اپنی کتابیں گھڑلی تھیں۔ اور اڑے ہوئے تھے کہ ان کی تحریف کردہ کتابوں کے مطابق فیصلے صادر کئے جائیں۔ انہیں انصاف سے اور اطاعتِ الٰہی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بنونضیر اپنے دنیاوی مفاد کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ قتل وزنا کے مقدمات کا فیصلہ ان کی مرضی کے مطابق ہو۔ ان سے کہا گیا کہ بھلائیوں کی طرف لپکو کیونکہ آج یا کل مرنا برحق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم سے وہاں حساب وکتاب لے گا۔ جو شخص اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر چلنا نہیں چاہتا وہ کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔

اور نبی مکرم ﷺ کو بھی نصیحت کی گئی ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے پوری امت کو حکم دیا جارہا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ کہیں یہ لوگ جو مقدمات لے کر آئے ہیں آپ کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر یہ لوگ پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ فسق وفجور کے پیچھے لگے ہیں۔ اللہ ان سے اپنے وقت پر نبٹ لے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱

اے ایمان والو! یہودیوں اور نصاریٰ (عیسائیوں) کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ تم میں سے جو شخص انہیں دوست بنائے گا اس کا شمار ان ہی میں ہوگا۔ بے شک اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
اَوْلِيَآءَ	(وَلِیٌّ)۔ دوست۔ مددگار۔ دل کا بھیدی
مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ	جو ان سے دوستی کرے گا

تشریح: آیت نمبر ۵۱

یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب اسلام کے دشمن ابھی تک بڑی طاقتوں کے مالک تھے اور بہت سے منافقین دونوں طرف ساز باز رکھتے تھے کہ دیکھیں فتح وشکست کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ بہت سے یہودی اور عیسائی ان منافقوں کو جاسوسی کے لئے استعمال کرتے تھے بلکہ اپنے ''دوستوں'' سے ملنے کے بہانے بلا جھجک اسلامی کیمپ میں آجایا کرتے تھے تاکہ راز لے اڑیں۔

اس حکم کے آجانے سے اول تو مومنین اور منافقین کے درمیان فرق معلوم ہوگیا کہ کون مومن ہے اور کون منافق۔ دوسرے اسلامی کیمپ کے اندر یہودیوں اور نصرانیوں کا داخلہ مشکل ہوگیا۔ رازوں کی حفاظت کڑی کردی گئی۔

اسلام کا دوست (مومن) اسلام کے دشمن سے حقیقی اور قلبی دوستی رکھ ہی نہیں سکتا۔ دونوں کے مقاصد زندگی الگ الگ۔ دونوں کا طریقہ کار الگ الگ۔ دونوں کی اقدار اور پیمانے الگ الگ۔ اگر قتال کا وقت آجائے تو دونوں ایک دوسرے پر تلوار اٹھا لیں گے۔ پھر دوستی کس بات کی۔

حقیقی دوستی اور ظاہری رسمی صاحب سلامت میں فرق ہے۔ صاحب سلامت اور ظاہری ملنے جلنے پر پابندی نہیں ہے بلکہ معاشی اور معاشرتی لحاظ سے ضروری ہے۔ دشمنِ اسلام سے ملنے جلنے کی اجازت صرف تین وجہ سے ہے۔ (۱) تجارتی اور معاشی۔ غیر مسلم کی نوکری حلال کام میں جائز ہے۔ (۲) تبلیغی۔ یعنی مقصد اسلام کی تبلیغ ہو۔ (۳) معاشرتی۔ ایک ہی بستی یا ایک ہی شہر کا رہنا سہنا ہو۔ بہت سے رہائشی اور دیگر مسائل مشترک ہوتے ہیں، مثلاً پانی، صفائی، بجلی، ٹرانسپورٹ وغیرہ۔

پابندی صاحب سلامت میں نہیں ہے بلکہ سچی اور قلبی دوستی میں ہے۔ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کا کیمپ مسلمانوں کے کیمپ سے برسر پیکار ہے، اس لئے ان کا اشتراک قلب اور اشتراک عمل نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر وہ دوست کے روپ میں آتے ہیں تو ان کا مقصد منافقوں کو استعمال کرنا ہے۔ اسلام ہمیں دوسری قوموں سے رواداری کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ان سے ایسا قلبی تعلق قائم کرلیا جائے کہ مسلمانوں کے اندرونی راز بھی ان کے سامنے کھول کر رکھ دینے میں کوئی شرم محسوس نہ ہو۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۲

(اے نبی ﷺ) آپ ملاحظہ کرتے ہوں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، وہ مخالفین ہی کے درمیان آنا جانا لگائے ہوئے ہیں۔ وہ تو صاف کہتے ہیں ہمیں ڈر لگتا ہے کہیں مصیبت کا دائرہ ہم پر تنگ نہ ہو جائے۔ مگر جب اللہ تمہیں (جنگ میں) واضح کامیابی بخشے گا یا اپنی طرف سے کوئی اور خاص بات دکھائے گا۔ تب یہ لوگ اس نفاق پر جو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں بہت شرمندہ ہوں گے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۵۲

نَخْشٰی	ہم ڈرتے ہیں۔ خوف رکھتے ہیں
اَنْ تُصِيْبَنَا	یہ کہ ہمیں پہنچے
دَآئِرَةٌ	(دَوْرٌ)۔ مصیبت۔ گھومنا۔ چکر لگانا
عَسَى اللّٰهُ	قریب ہے اللہ
يُصْبِحُوْا	وہ ہو جائیں
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا
نٰدِمِيْنَ	پچھتانے والے۔ شرمندہ

تشریح: آیت نمبر ۵۲

جس وقت وہ آیت اتری جس میں مسلمانوں کو کفار سے حقیقی دوستی کرنے پر پابندی لگا دی گئی ہے، اس وقت

مخلص مومنین مثلاً حضرت عبادہؓ بن ثابت نے اپنے کافر دوستوں کو نوٹس دے دیا اور قلبی تعلقات توڑ لئے۔ اس کے برخلاف منافق اعظم عبداللہ بن ابی بن سلول نے علی الاعلان کہا کہ قطع تعلق میں مجھے خطرہ ہے۔ میں کفار سے اپنے تعلقات خراب نہیں کرسکتا۔ اسی پر یہ آیت نمبر ٥٢ نازل ہوئی۔

پچھلی آیت سے مخلصین اور منافقین کھل کر سامنے آگئے۔ منافقین نے تو صاف صاف کہا تھا کہ مخالف کیمپ سے قلبی دوستی لگائے رکھو۔ شاید وہی کامیاب ہو جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کامیابی مسلمانوں ہی کے حصہ میں آئے گی۔ اور جب دشمن مغلوب ہو جائیں گے اس وقت ان منافقوں کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ وہ دانتوں میں انگلی کاٹ کاٹ کر کہیں گے افسوس کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ ان کے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے۔ اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ
لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝٥٣

ترجمہ: آیت نمبر ٥٣

اور اس وقت اہل ایمان کہیں گے۔ ارے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اللہ کے نام پر بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے اور وہ ناکام و نامراد ہو کر رہ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥٣

اَهٰٓؤُلَاۗءِ	کیا یہی لوگ ہیں
اَقْسَمُوْا	انہوں نے قسم کھائی
جَهْدٌ	طاقت۔ انتہا درجہ کی کوشش
اَيْمَانٌ	قسمیں
اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے

الثلثة

تشریح: آیت نمبر ۵۳

قیامت کے دن جب کامیابی مسلمانوں کی ہوگی اور منافقین کی ندامت ان کے چہرے سے ظاہر ہوگی اور وہ خوب پہچان لئے جائیں گے اس وقت مخلص مومنین حیران رہ جائیں گے وہ کہہ اٹھیں گے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھا کھا کر ہمیں اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلایا کرتے تھے۔ ہم لوگ کتنے دھوکے میں تھے مگر اللہ کی شان کہ اس نے ہمیں ہی سرخرو کردیا۔

یہ منافقین دنیا میں تو تباہ و برباد ہو ہی گئے، آخرت میں بھی ان کے تمام نمائشی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کی پیشین گوئی کردی ہے جس کے بعد دشمنان اسلام کا زور ٹوٹ گیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ
يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو سن لو (تمہاری جگہ) اللہ عنقریب ایسی قوم کو لے آئے گا۔ جن کو اللہ چاہتا ہے اور جو اللہ کو چاہتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لئے نرم دل ہوں گے اور کافروں پر سخت اور تیز ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی برا کہنے والے کی الزام تراشی کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے۔ جس کو چاہے بخش دے اور اللہ وسیع علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۵۴

یَرْتَدُّ	وہ پلٹ جاتا ہے
یُحِبُّ	محبت کرتا ہے۔ پسند کرتا ہے

اَذِلَّةٌ	(ذَلِیْلٌ)۔ جھکاؤ۔ مراد ہے نرم دل
اَعِزَّةٌ	(عَزِیْزٌ)۔ عزت۔ سختی کرنا
یُجَاهِدُوْنَ	وہ جہاد کریں گے
لَا یَخَافُوْنَ	وہ خوف نہ کریں گے
لَوْمَةٌ	طعنہ دینا۔ ملامت کرنا
لَآئِمٌ	ملامت کرنے والا۔ طعنہ دینے والا
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل وکرم

تشریح: آیت نمبر ۵۴

منافقوں کے بعد اب مرتدین کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور مرتد کے مقابلے میں مجاہد کا۔ جو لوگ کچے دل سے دنیاوی مصلحت کے تحت حلقۂ اسلام میں آگئے ہیں ان کے لئے تین ہی راستے ہیں۔ یا تو پکے دل سے مخلص مومن بنیں یا منافق بنے رہیں۔ آدھا ادھر آدھا ادھر اللہ کو پسند نہیں ہے۔ یا پھر کھلم کھلا کفار کی صف میں واپس چلے جائیں۔ اسلام سے نکل کر کفر میں چلے جانا یعنی ارتداد اتنا بڑا جرم ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مرتدین کو خبردار کیا ہے کہ ان کے چلے جانے سے اسلام کا کچھ نہیں بگڑے گا خواہ چند اشخاص مرتد ہو جائیں یا ایک پوری جماعت ہی مرتد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی جگہ مجاہدین فی سبیل اللہ کی ایک ایسی جماعت اٹھائے گا جو اپنے بھائی مسلمانوں کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرے گی اور دشمنوں پر اپنی ہمت اور طاقت کا پورا مظاہرہ کر کے دکھائے گی۔ اور ضرورت پڑی تو تلوار کا معاملہ کرنے سے بھی پیچھے نہ ہٹے گی۔

ان لوگوں کی خاص پہچان یہ ہوگی کہ کسی کے لعن طعن، الزام تراشی، پھبتی، بدنام کرنے کی کوشش کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے۔ انہیں اپنے کام سے کام ہوگا۔ اور کوئی انہیں ورغلا نہ سکے گا۔ نہ ڈرا سکے گا نہ خرید سکے گا۔ وہ فضول کانٹوں میں الجھ کر اپنی راہ کھوٹی نہیں کریں گے۔ ایک اور عظیم الشان پہچان ان کی بتائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ انہیں چاہے گا اور وہ اللہ کو چاہیں گے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ اے رسول ﷺ کہہ دیجئے اگر تم لوگ اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تم سے محبت کرے گا۔

چنانچہ ظاہر ہوا کہ وہ لوگ سنت رسول ﷺ اللہ پر پورا عمل کریں گے اور ہر قسم کی بدعات سے پرہیز کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قبل از وقت ہوشیار کر دیا ہے کہ عنقریب فتنۂ ارتداد پھیلے گا مگر اسلام کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ مرتدین کے مقابلہ کے لئے مجاہدین کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضور پر نور ﷺ کے وصال کے وقت اور پھر بعد میں فتنۂ

ارتداد طوفان بن کر کھڑا ہو گیا۔ مسلیمہ کذاب، اسود عنسی، شجاع بنت خویلد، طلیحہ بن خویلد (یہ آخر الذکر آگے چل کر مومن ہو گئے اور زمرۂ صحابہ میں شامل ہو گئے تھے) وغیرہ وغیرہ۔ ان سب نے ارتداد کی اور ختم نبوت سے انکار کی بڑی بڑی مسلح تحریکیں چلائیں۔ ان کے علاوہ مانعین زکوٰۃ بھی کچھ کم نہ تھے۔ ان سب کا کامیاب مقابلہ حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے ساتھ دیگر مجاہدین نے کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد جو صدمہ میرے والد صاحب کے سامنے آیا اگر کسی مضبوط پہاڑ پر آتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

اس آیت نے مرتدین کے مقابلے میں مجاہدین کی جو علامتیں بتائی ہیں وہ سب کی سب سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں پر صادق آتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ محبت اور نرمی کا اخلاق دکھاتے ہیں لیکن مرتدین اور کافروں کے مقابلے میں جنگ جو اور سخت گیر ہیں۔ وہ صرف مسجد کی بے خطر عبادتوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ میدان کی پر خطر عبادتوں میں بھی پیش پیش ہیں۔

(۱) ان کا جہاد خالص فی سبیل اللہ تھا۔

(۲) انہوں نے کسی برا بھلا کہنے والے الزام تراش کی پرواہ نہ کی۔

(۳) مجاہدین کی اس قوم کو اللہ ہی نے اپنے فضل و کرم سے پیدا فرمایا تھا۔

(۴) یہ تمام علامتیں خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ

اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٨ ٦ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۶

کوئی شک نہیں کہ تمہارے اصلی دوست اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں اور جو بھی اللہ کو اس کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو اپنا پکا دوست بنائے گا تو جان لو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥٥ تا ٥٦

رَاکِعُوْنَ رکوع کرنے والے۔ جھکنے والے
حِزْبٌ جماعت۔ گروہ۔ فریق

تشریح: آیت نمبر ٥٥ تا ٥٦

پچھلی آیت میں اللہ کی جماعت (حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے رفقا مجاہدینؓ) کی پانچ علامتیں بتائی گئی تھیں۔ ان آیات میں مزید پانچ علامتیں بتائی گئی ہیں اس وعدہ کے ساتھ کہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

(١) وہ ایمان والے ہیں۔
(٢) وہ نماز قائم کرتے ہیں۔
(٣) وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرتے ہیں)
(٤) وہ رکوع اور سجود میں (نوافل) میں مشغول رہتے ہیں۔
(٥) اللہ، اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو اپنا پکا دوست بناتے ہیں۔

یہاں پر جو لفظ "راکعون" آیا ہے اس کے معنی اور ہیں یعنی نہ صرف اللہ کے سامنے جھکنے والے بلکہ اس کے بندوں سے عاجزی اختیار کرنے والے ہیں۔ تکبر اور شان شیخی سے دور عاجزی اور انکساری میل محبت سے قریب۔ اپنے گناہوں سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔

اگر ان آیات کو حضرت صدیق اکبرؓ اور ان کے رفقا مجاہدین پر چسپاں نہ بھی کیا جائے اور کھلے کھلے عام معنی لئے جائیں تو ظاہر ہے کہ لافانی اور لازوال دوستی دنیا میں بھی اور جنت میں بھی اللہ، رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی حقیقی دوستی نہیں کیونکہ پچھلی آیات میں دوست کے انتخاب کا معیار مقرر ہو چکا ہے۔ اور اہل ایمان کون ہیں۔ ان کی پہچان یہاں دی گئی ہے۔ تا کہ دھوکا دینے والے جعلی لوگوں یعنی منافقین سے امتیاز واضح ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ
هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَ

إِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ۭ ذٰلِكَ
بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ
مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ
قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ
مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ
مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّأَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ
فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۲

اے ایمان والو! کفار میں سے اوران اہل کتاب میں سے جوتم سے پہلے ہیں۔اور تمہارے دین کو ہنسی کھیل میں اڑاتے ہیں ان کو اپنا دوست مت بناؤ۔ اگر تم مومن ہوتو اللہ سے ڈرتے رہو۔ جب تم نماز کے لئے پکارتے ہوتو یہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ ایسی حرکتیں اس لئے کرتے ہیں کہ وہ احمق لوگ ہیں۔ اہل کتاب سے کہہ دیجئے تم ہم لوگوں سے کیوں بگڑے ہوئے ہو؟ یہی نا کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ اس نے ہمارے نبی ﷺ پر نازل کیا اور جو کچھ اس سے پہلے نازل ہو چکا ہے اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ مگر تم لوگوں میں سے اکثر و بیشتر اللہ کے

نافرمان ہیں۔

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کیا میں بتاؤں وہ کون ہے جس کا انجام اللہ کے پاس فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟۔ وہ جس پر اللہ نے لعنت کی، جس پر اس کا غیض وغضب ٹوٹا۔ جن میں سے بندراور سور بنائے گئے۔ جو شیطان ہی کے بندے بنے رہے۔ ان کا مقام زیادہ برا ہے چونکہ وہ صحیح راستے سے بہت دور اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ایمان لا چکے ہیں لیکن آتے ہوئے وہ جتنے سخت کافر تھے جاتے ہوئے بھی اتنے ہی سخت کافر رہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں کثرت سے لوگ گناہ اور ظلم کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کر رہے ہیں اور حرام کھا رہے ہیں۔ یہ لوگ کتنی بری حرکات کرتے پھر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۲

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
هُزُوًا	مذاق
لَعِبٌ	کھیل کود۔ تماشا
نَادَيْتُمْ	تم نے آواز دی۔ ندا دی
تَنْقِمُوْنَ	تم انتقام لیتے ہو۔ بدلہ لیتے ہو
بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ	اس سے برا
مَثُوْبَةٌ	(ثواب)۔ جزا۔ بدلہ
لَعَنَ	اس نے لعنت کی
غَضِبَ عَلَيْهِ	وہ اس پر غصہ ہوا
اَلْقِرَدَةُ	بندر
اَلْخَنَازِيْرُ	(خنزیر)۔ سور۔ پورک
عَبَدَ	اس نے عبادت کی۔ بندگی کی

اَلطَّاغُوْتُ	شیطان۔شیطانی قوتیں
مَكَانٌ	ٹھکانہ
اَضَلُّ	زیادہ گمراہ
خَرَجُوْا	وہ نکلے
يَكْتُمُوْنَ	وہ چھپاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۲

اب تک یہ بتایا جارہا تھا کہ مسلمانوں کو حقیقی دوستی کرنی ہے تو کن سے اور کیوں۔ اب ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی دوستی کن سے نہیں کرنی ہے اور کیوں۔ مومن کے ایمان کا امتحان یہی ہے کہ وہ اللہ کا قرب ڈھونڈے یعنی اس کے احکام کو زیادہ سے زیادہ بجالائے۔

چنانچہ اس کا حکم ہے کہ ان لوگوں کو ہرگز حقیقی دوست نہ بناؤ جو احمق ہیں یعنی دین کا شعور نہیں رکھتے۔ جو تمہاری اذان اور نماز کا ہنسی مذاق کرتے ہیں اور نقلیں اتارتے ہیں۔ یہ لوگ زیادہ تر یہودی، نصاریٰ اور دوسرے کفار ہیں۔

فرمایا اے نبی ﷺ! ان کو موازنہ کی دعوت دیجئے۔ ایک طرف وہ مومنین ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی ہر کتاب کو مانتے ہیں۔ توریت، زبور، انجیل اور قرآن کریم، دوسری طرف وہ منافقین اور کفار ہیں جو کسی کتاب کو بلکہ اللہ ہی کو نہیں مانتے۔ ان میں اہل کتاب بھی شامل ہیں جنہوں نے تحریف کر کر کے توریت اور انجیل کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ ان سے پوچھئے کون سی جماعت بہتر ہے؟

ابھی پچھلی آیات میں مومنین اور مجاہدین کی پہچان بتائی گئی ہے۔

فرمایا اے نبی ﷺ! ان سے پوچھئے کہ کیا وہ لوگ بہتر ہیں یا وہ فاسقین جو بطور سزا بندر اور سور بنا دیئے گئے تھے۔ یا وہ بہتر ہیں جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور دین و دنیا میں کامرانی اور فلاح پاتے ہیں۔ انصاف سے بتاؤ کیا وہ بہتر ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جو شیطان کی اطاعت کرتے ہیں اور جن کا ٹھکانا دوزخ ہے؟۔

قرآن نے یہاں تبلیغ کی ایک اہم تکنیک پیش کی ہے۔ اہل کتاب اور کفار، مشرکین اور منافقین پر براہ راست تنقید کرنے سے گریز کیا ہے کہ اس سے ضد اور چڑ تیز ہوسکتی ہے۔ اور بنتا ہوا کام بھی بگڑ سکتا ہے۔ اس کی جگہ چیلنج اور دعوت موازنہ کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جو زیادہ موثر ہے۔

آگے کفار اور منافقین کی خاص خاص علامتیں بتائی گئی ہیں یعنی وہ ایمان کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں، گناہ اور ظلم

کے کاموں میں خوب محنت، لگن اور مگن سے کام کرتے ہیں اور حرام آمدنی پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مومنین کو ہدایت ہے کہ ہرگز ان سے حقیقی دوستی نہ کریں۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٣

آخر کیوں ان کے اللہ والے اور اہل علم انہیں گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے نہیں روکتے؟ کتنا تباہ کن ہے جو کچھ یہ لوگ بنا رہے ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ٦٣

لَوْلَا	کیوں نہ ہوا؟
يَنْهَاهُمْ	انہوں نے منع کیا
اَلْاَحْبَارُ	پڑھے لکھے۔ علماء

تشریح: آیت نمبر ٦٣

کوئی قوم اگر ایمان اور اخلاق سے عاری ہو کر تباہی کی طرف بھاگ رہی ہو تو اس کے بچانے کا اولین اور اہم ترین فریضہ اس کے پیرانِ طریقت اور علماء مذہب کے سر ہے۔ مگر اہل کتاب کی بدنصیبی ہے کہ جو لوگ ان کے روحانی اور مذہبی پیشوا ہیں وہ گرد و پیش کی ساری خرابیاں دیکھتے ہوئے اصلاح کے لئے میدانِ عمل میں نہیں آتے اور اپنے گرجا و کلیسا میں چند رسوم عبادت لئے بیٹھے ہیں بلکہ اپنے حلوے مانڈے کی خیر منا رہے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں اگر واقعی انہوں نے اصلاح قوم کا کام شروع کر دیا تو نہ صرف مخالفوں کی تقریر تنقید تحریر اور تدبیر سے مقابلہ کرنا پڑے گا بلکہ جو کچھ بھی مفت کا نذر نیاز مل رہا ہے اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔

زیادہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ان کے اللہ والے اور اہل علم صرف خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں بلکہ یہ فسق و فجور کی نت نئی تدبیریں گھڑ کر عوام کی غلط رہنمائی کر رہے ہیں۔ یہاں پر عوام کے لئے ''یعلمون'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور خواص کے لئے

''یصنعون'' کا۔ یعنی عوام تو لگے بندھے ڈگر پر آنکھیں بند کئے بھاگ رہے ہیں لیکن یہ خواص ہیں جو انہیں نئی نئی ترکیبیں اور نئی نئی بدعات سکھلا رہے ہیں۔ یہودیوں نے جب سبت کے احکام کی خلاف ورزی کی تو عذاب الٰہی آیا۔ نہ صرف ان پر جو گناہ گار تھے بلکہ ان زاہد و عابد حضرات پر بھی جو خاموش تماشائی بنے رہے تھے۔

امام ابو حیان نے اپنی مشہور کتاب بحر محیط میں لکھا ہے کہ حضرت یوشع بن نونؑ پر اللہ نے وحی بھیجی کہ آپ کی قوم میں ساٹھ ہزار بد اعمال ہلاک کئے جائیں گے اور ان کے ساتھ چالیس ہزار نیک لوگ بھی جو خاموش تماشائی بنے رہے۔ جو ان بدکرداروں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اور تمام خرابیاں دیکھنے کے باوجود ان کو تبلیغ، تنظیم اور جہاد کا خیال تک نہ آیا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ ۚ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۘ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ۚ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

وقف لازم

ع ٩/١٣

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

یہود کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (اللہ نے فرمایا کہ) ان ہی کے ہاتھ

بندھے ہوئے ہیں۔ اس پر لعنت کی گئی ہے جو کچھ وہ بکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اس کلام الٰہی کو دیکھ کر جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اکثر لوگوں کا کفر اور فساد بڑھتا جا رہا ہے۔ ہم نے ان کے اندر قیامت تک کے لئے باہمی تلخی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی یہ لوگ لڑائی جھگڑے کی آگ بھڑکاتے ہیں۔ اللہ اسے ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ملک میں فساد پھیلانے کے لئے کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے نامۂ اعمال سے ان کے گناہ نکال دیتے اور ان کو نعمتوں بھری جنتوں میں داخل کر دیتے۔ اور اگر وہ توریت انجیل اور دوسری کتابیں جو ان کے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہیں ان کی پوری پابندی کرتے تو سر کے اوپر سے بھی اور پاؤں کے نیچے سے بھی بہت رزق حاصل کرتے۔ اگر چہ کچھ لوگ ان میں سیدھی اور درمیانہ راہ پر ہیں لیکن ان کی اکثریت برے کاموں میں لگی ہوئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

یَدُ اللّٰہِ	اللہ کا ہاتھ
مَغْلُوْلَۃٌ	(غلّ)۔ بند کیا گیا ہے۔ باندھ دیئے گئے
غُلَّتْ	بند کر دیئے (جائیں گے)۔
مَبْسُوْطَتٰنِ	کھلے ہوئے ہیں
یُنْفِقُ	وہ خرچ کرتا ہے
یَزِیْدَنَّ	وہ ضرور بڑھائے گا
طُغْیَانٌ	سرکشی۔ تکبر۔ بڑائی
اَلْقَیْنَا	ہم نے ڈال دیا
اَلْبَغْضَآءُ	(بغض)۔ کینہ
اَوْقَدُوْا	انہوں نے بھڑکایا

اَلْحَرْبُ	جنگ
اَطْفَأَ	اس نے بجھا دیا
اَلْمُفْسِدِیْنَ	فساد کرنے والے
لَکَفَّرْنَا	البتہ ہم اتار دیتے
جَنّٰتُ النَّعِیْمِ	راحت بھری جنتیں
فَوْقَ	اوپر
تَحْتَ	نیچے
اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ	سیدھی راہ پر قائم لوگ
سَآءَ	برا کیا
یَعْمَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

نبی کریم ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے اوس، خزرج اور دیگر قبائل پر یہود کی چودھراہٹ تھی اور سودی لین دین وغیرہ کے ذریعہ ساہوکارہ اور مارکیٹ ان کے قبضہ میں تھی۔ لیکن اسلام کی وجہ سے ان کی اجارہ داری گھٹتی چلی گئی، نذر نیاز میں بھی کمی آ گئی اور ان کی عزت وشان بھی کم ہوگئی۔ اس پر انہوں نے یہ زبان درازی کی کہ اللہ کے خزانے میں کمی آ گئی ہے یا نعوذ باللہ وہ بخیل اور کنجوس ہوگیا ہے۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے بہت سے کافرانہ آوازے کسے تھے۔ جواباً یہ فرمایا گیا کہ یہ سب تمہارے اپنے کرتوت کا نتیجہ ہے۔ بخالت اور رذالت خود تمہارے اپنے دلوں میں سما گئی ہے اب تک پیغمبری بنی اسرائیل میں تھی لیکن اب جو بنی اسمٰعیل میں منتقل ہوگئی ہے۔ تو تم مارے حسد اور سیاہ قلبی کے دل ہی دل میں جل بھن رہے ہو۔ اور یہ جلن تمہیں ایمان لانے نہیں دیتی۔ تمہارا کفر اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تم اسلام کے خلاف فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانا چاہتے ہو۔ کبھی جنگ کرنا چاہتے ہو اور کفر کی راہ میں خوب دوڑ دھوپ کرتے ہو۔ اذان اور نماز کی نقلیں اتارتے ہو۔ نئے نئے ہونے والے مسلمانوں پر طعن تشنیع بلکہ گالی گلوچ سے دل کا بخار نکالتے ہو۔ مگر تمہاری کوئی دال گلنے نہیں پاتی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر سازش کو الٹ دیتا ہے۔

اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس قرآن کریم پر ایمان لے آؤ جس کی اور توریت وانجیل کی تعلیمات یکساں ہیں۔

اگرتم ایمان لے آتے اور اسلام کی پاکیزہ ہدایتوں پر عمل کرتے تو اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوتا۔ آسمان سے بھی خوب بارش ہوتی اور زمین سے بھی خوب پیداوار ہوتی اور تمہیں اللہ کی نعمتیں بھرپور ملتیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہ تسلیم ہے کہ تمہارے اندر کچھ اچھے لوگ ضرور ہیں جن میں سے چند ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں لیکن ایک کثیر تعداد ابھی تک کفر اور فتنہ فساد سازش اور چالاکی میں لگی ہوئی ہے۔

یہ ارشاد کہ ”اگر تم توریت اور انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں کو قائم کر دیتے“۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف تم خود ذاتی طور پر عمل کرتے بلکہ زبان وقلم سے سمجھاتے اور قوت وطاقت سے عمل کراتے یعنی تبلیغ کرتے۔ تنظیم بناتے اور ضرورت ہوتی تو جہاد وقتال بھی کرتے۔ زبور کی، توریت کی، انجیل کی اور اب قرآن کی بھی یہی تعلیم ہے۔ افراد جب تک جماعت کی شکل اختیار نہ کرلیں اور اس جماعت کی پالیسی اور پروگرام میں تبلیغ وجہاد نہ ہو، دین اسلام کی حقیقی روشنی نہیں پھیلتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ”اگر تم ایمان لے آتے تو تمہارے لئے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے عطا کیا جاتا“ تو دنیا نے دیکھ لیا کہ چند برسوں کے اندر ہی اسلام کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں اور آخرت کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ دنیاوی نعمتوں کا خزانہ بھی ان کے قدموں کی خاک بن گیا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ
مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ يَعْصِمُكَ
مِنَ ٱلنَّاسِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يَٰٓأَهْلَ
ٱلْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ
أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ
مِن رَّبِّكَ طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٦٨﴾
إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلصَّٰبِـُٔونَ وَٱلنَّصَٰرَىٰ مَنْ
ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

اے رسول ﷺ! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہو رہا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ (اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو) فریضۂ رسالت میں کوتاہی ہوگی۔ اللہ آپ کو لوگوں سے (دشمنوں) سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے اور نہ ہوگی جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کو قائم نہ کر دو۔

اے نبی ﷺ! (یہ خطرہ ضرور ہے کہ) تبلیغ کا جو حکم آپ کو ملا ہے اس پر عمل کرنے سے مخالفین میں کفر اور فتنہ وفساد زیادہ بڑھے گا مگر آپ کافروں کے حال پر کچھ افسوس نہ کیجئے۔ مسلمان ہوں یا یہودی، ستارہ پرست ہوں یا نصاریٰ جو بھی اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے گا اور صالح عمل کرے گا بلاشبہ اس پر کسی قسم کا کوئی خوف یا غم نہ ہوگا (نہ دنیا میں نہ آخرت میں)۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

بَلِّغْ	پہنچا دے
لَمْ تَفْعَلْ	تو نے نہ کیا
مَا بَلَّغْتَ	تو نے نہیں پہنچایا
رِسَالَتَهُ	اس کا پیغام
يَعْصِمُكَ	وہ تیری حفاظت کرے گا۔ تجھے بچائے گا
لَيَزِيْدَنَّ	البتہ وہ ضرور بڑھا دے گا
اَلصَّابِئُوْنَ	صابی۔ حضرت داؤدؑ کو ماننے والے لوگ

تشریح: آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

ان آیات میں حضور ﷺ کو ایک خاص حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ وحی جلی یا وحی خفی آپ پر قرآن وسنت کی شکل میں نازل ہو

رہی ہے اسے تمام وکمال لوگوں تک پہنچا دیجئے اگر چہ یہ خطرہ ضرور ہے کہ نئے نئے احکام پا کر دشمنوں میں کھلبلی زیادہ مچ جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ آپ پر حملہ کریں یا فساد کریں یا سازش کریں۔ مگر ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ آپ کا محافظ ہے۔

اور آپ کے دشمن خواہ کچھ کریں، اللہ ان کے لئے کامیابی کا راستہ کھولنے والا نہیں ہے۔

آپ تبلیغ کئے جایئے۔ اللہ کی باتیں دور و نزدیک پہنچا دیجئے اور دشمنوں کی دشمنی کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ کی تبلیغ سے فائدہ ضرور ہوگا۔ کچھ اور لوگ ایمان لائیں گے۔ اور جو کوئی بھی ایمان لائے گا۔ اور صالح عمل کرے گا، خواہ وہ مسلمان ہو، یہودی ہو، صابی ہو، یا نصرانی ہو، اسے نہ قبر کا ڈر ہوگا نہ قیامت کا نہ دوزخ کا۔ وہ دنیا میں بھی خوش وخرم رہے گا اور آخرت میں بھی۔ یہاں پر چند جملوں کی تشریح ضروری ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ’’اہل کتاب! تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہے‘‘ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ تمہاری تحریف شدہ تعلیمات میں کوئی پکی بات نہیں ہے۔ کوئی ٹھوس اصول نہیں ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ڈھلکتی ڈولتی دھوپ چھاؤں ہے جدھر نفع نظر آیا ادھر ساتھ دے دیا۔ دوسرے معنی یہ بھی بنتے ہیں کہ تمہاری سیاسی اور اقتصادی بنیاد نہیں ہے۔ بہت جلد تم اکھڑ جاؤ گے۔ اس لئے اپنی طاقت اور دولت پر غرور نہ کرو۔

یہ بنیاد اسی وقت پکی ہوگی جب تم توریت، انجیل اور جو کچھ تم لوگوں پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ہو رہا ہے، وہ تمام تعلیمات قائم نہ کردو۔ ’’قائم کردینے‘‘ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صرف روزہ نماز تم اپنی ذات پر نافذ کرلو بلکہ اس کے ساتھ تبلیغ اور جہاد کے ذریعہ قوم سے بھی عمل کراؤ۔ ان کے تمام سیاسی، جنگی، مالی، اخلاقی، عائلی، تعلیمی، سماجی، قومی اور بین الاقوامی پہلو ہیں ان کو عالمی پیمانہ پر نافذ کرو۔

’’جو کچھ تم لوگوں پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ہو رہا ہے‘‘۔ یہاں پر اک مختصر لفظ قرآن کہنے کے عوض اتنا لمبا جملہ لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ پہلے نازل ہوا ہے وہ سب کا سب اس میں شامل ہے اور جواب نازل ہو رہا ہے وہ بھی شامل ہے۔

’’خواہ مسلمان ہوں یہودی ہوں صابی ہوں یا نصاریٰ ہوں‘‘۔ (اس میں مسلمانوں کا لفظ تاکیداً ہے) ایمان لانے کے بعد یہودی، صابی، نصاریٰ، ہنود، بدھ سب لفظ ’مسلم، کے تحت آجاتے ہیں اور ان کی انفرادی مذہبیت ختم ہوجاتی ہے۔ صالح اعمال کی کڑی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ ایمان اور صالح اعمال جس شخص میں جمع ہوجائیں گے۔ اسے اپنی عاقبت کی کوئی فکر نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور بہت سے رسول ان کی طرف بھیجے۔ جب ان کے پاس رسول آئے اور ان کی باتیں ان کی خواہش نفس کے خلاف پڑیں تو کچھ نبیوں کو انہوں نے جھٹلایا اور کچھ نبیوں کو انہوں نے قتل ہی کر ڈالا۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ اب ان پر کوئی آفت نہ آئے گی۔ لہذا وہ اندھے بہرے بن کر اور بھی کفر کرنے لگے۔ بہر کیف ان میں سے توبہ کرنے والوں کی توبہ اللہ نے قبول کی۔ بقیہ پھر بھی اندھے بہرے ہی بنے رہے۔ جن کی تعداد کثیر تھی۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

لَا تَهْوٰى	پسند نہ تھا۔ وہ نہ چاہتے تھے
حَسِبُوْا	انہوں نے گمان کیا۔ وہ سمجھے
عَمُوْا	وہ اندھے ہو گئے
صَمُّوْا	بہرے ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ٧٠ تا ٧١

چند الفاظ میں بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کر دی گئی ہے۔ جتنے رسول آئے اور ان کی طرف بھیجے گئے، ان کی تعداد کا اندازہ

اس سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان پیغمبروں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ کسی دوسری قوم میں اتنے پیغمبر پیدا نہیں ہوئے۔ کسی دوسری قوم کی اصلاح کو اتنے پیغمبر نہیں بھیجے گئے۔ مگر کسی دوسری قوم نے اتنی ضد، کفر اور طغیان کو راہ نہیں دی جتنی وہ اب تک دے رہے ہیں۔ قرآن پاک نے ان کی شرارتوں اور نافرمانیوں کی چند تفصیلات سورہ بقرہ سورہ بنی اسرائیل وغیرہ میں دی ہیں۔

''اندھے اور بہرے'' کے الفاظ سورہ بقرہ رکوع ایک میں بھی ایک جگہ آئے ہیں۔ یعنی سب کچھ دیکھنے کے باوجود نہ دیکھا۔ سب کچھ سننے کے باوجود نہ سنا۔ کوئی عبرت نہیں پکڑی۔ کوئی نصیحت قبول نہیں کی۔ پیغمبروں کو ہر طرح ایذائیں پہنچائیں۔ حضرت زکریاؑ، حضرت یحیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔

بنی اسرائیل میں چند سعید روحیں بھی ہیں جنہوں نے توبہ کی اور ان کی توبہ اللہ نے قبول کرلی۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اب بھی اگر کوئی توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ مغفرت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ ان کی ذلیل حرکات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور ریکارڈ رکھ رہا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ
وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ
مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ
مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ
ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى
اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا
رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ
الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٧٥﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۷۵

کوئی شک نہیں وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ بے شک مسیح ابن مریم اللہ ہی ہے (یا مسیح ابن مریم اللہ ہو گیا) حالانکہ خود مسیح نے بنی اسرائیل کو نصیحت کی تھی کہ تم اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ (اور یہ بھی کہا تھا کہ) بے شک جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے گناہ گاروں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ سوائے اس ایک معبود کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اگر ایسا کہنے والے باز نہ آئے تو ان کافروں کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔ یہ لوگ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کر لیتے اور کیوں اپنے گناہ نہیں بخشوا لیتے جب کہ اللہ مغفرت کرنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

(سن لو) مسیح ابن مریم رسول کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اس سے قبل بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ ان کی والدہ پاک باز سچی خاتون تھیں۔ وہ (مسیح و مریم) دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

دیکھو اے لوگو! ہم کیسی کیسی دلیلیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھو کہ وہ کیسے الٹی طرف بہکتے جا رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۷۵

اُعْبُدُوْا	تم عبادت و بندگی کرو
مَنْ یُّشْرِکْ	جو بھی شرک کرے گا
حَرَّمَ	حرام کردیا
مَاْوٰی	ٹھکانہ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ	تین میں کا تیسرا
لَمْ یَنْتَھُوْا	وہ نہ رکے۔ باز نہ آئے
لَیَمَسَّنَّ	البتہ ضرور پہنچے گا
لَا یَتُوْبُوْنَ	وہ توبہ نہ کریں گے

يَسْتَغْفِرُوْنَ	وہ گناہ بخشواتے ہیں
قَدْ خَلَتْ	یقیناً گذر گئے
اُمُّهٗ	اس کی ماں
صِدِّيْقَةٌ	سچی۔ پاکباز عورت
كَانَا يَاْكُلَانِ	وہ دونوں کھاتے تھے
اَلطَّعَامُ	کھانا
اُنْظُرُوْا	دیکھو
نُبَيِّنُ	ہم بیان کرتے ہیں۔ کھولتے ہیں
اَنّٰى	کہاں؟
يُؤْفَكُوْنَ	وہ الٹے چلے جارہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

''اللہ هو المسیح ابن مریم'' اس کے دو معنی بنتے ہیں۔ (۱) اللہ دنیا میں مسیح ابن مریم کی شکل میں آیا (نعوذ باللہ) (۲) مسیح ابن مریم آگے چل کر معبود بن گئے (نعوذ باللہ) بات ایک ہی ہے۔ ان دو عقیدوں میں سے عیسائیوں کا ہر فرقہ کوئی نہ کوئی عقیدہ رکھتا ہے۔ اوران میں سے ہر عقیدہ شرک اور کفر ہے۔

اس کی واضح تردید میں اللہ تعالیٰ خود حضرت مسیح کی وہ نصیحت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے بنی اسرائیل کی قوم کو برسر عام کی تھی۔ اس نصیحت میں تین باتیں ہیں۔ چونکہ یہ تینوں باتیں ایک ہی آیت میں ہیں اس لئے سارے کا سارا حضرت مسیح کا قول ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ۔

(۱) اللہ میرا بھی مالک و خالق ہے اور تمہارا بھی۔

(۲) مزید یہ بھی وضاحت کردی کہ جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ کافر و مشرک ہوا۔ اس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور وہ دوزخ ہی میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) مزید یہ بھی تصریح کردی کہ مسیح سمیت کوئی بھی ایسے خطا کاروں کا مددگار نہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر مسیح میں الوہیت کے اختیارات ہوتے تو وہ اپنے پوجنے والوں کو دوزخ سے بچالیتے۔ مگر وہ ان کی کوئی مدد نہ کرسکتے ہیں اور نہ کریں گے۔

اب عیسائیوں کے ایک تیسرے فرقے کا ذکر ہو رہا ہے جو کفر میں زیادہ شدید ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ صفات باری میں تین تین شریک ہیں۔ ایک تو خود اللہ تعالیٰ، دوسرے حضرت مسیح تیسرے ان کی والدہ حضرت مریم یا روح القدس۔ جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ۔ ان کی حیثیت انسان سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت مسیح عام انسان کی طرح پیدا ہوئے تھے اگر چہ بلا باپ پیدا ہوئے تھے وہ عام انسانوں کی طرح چھوٹے سے بڑے ہوئے۔ حضرت مریم ایک عام انسانی ماں کی طرح پیدا کرنے والی تھیں اگر چہ کنواری تھیں۔ کیا پیدا ہونے والا اور پیدا کرنے والی انسان کے سوا کچھ اور ہیں۔

عام انسانوں کی طرح دونوں جسمانی اور دیگر ضرورت کے محتاج تھے۔ کھانا ہضم کرنا، سونا، جاگنا، بولنا، ہنسنا سب ان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کیا یہ انسان کی کیفیت ہے یا معبود کی؟ اور پھر حضرت مریم کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے لیکن وہ بھی دنیا میں واپس آ کر عام انسانوں کی طرح انتقال کرنے والے ہیں۔ کیا موت انسان کی شان ہے یا اللہ کی۔ وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے جو پیدائش اور موت، سانس اور دوسری ضروری حاجتوں کا محتاج ہو؟ حضرت مریم کے لئے صدیقہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ولی تھیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی خاتون کا ولی ہونا یا کسی مرد کا ولی یا نبی ہونا کمال عبدیت کی دلیل ہے۔ وہ عبد معبود کیسے ہو سکتا ہے یہ تو صریح عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک ہی ہستی عبد بھی ہو اور معبود بھی۔ اتنے عظیم ثبوت کے باوجود یہ اہل تثلیث کتنے بے عقل اور بے نصیب ہیں کہ الٹے پھرے جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ زیادہ سے زیادہ صرف ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے پیغمبر آئے اور گئے۔ کوئی باقی رہنے والا نہیں آیا۔ حضرت عیسیٰ بھی باقی رہنے کو نہیں آئے تھے ان کو بھی قیامت کے قریب موت آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کی شان ہے کہ ایسے بدعقیدہ کافروں اور مشرکوں کے لئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اگر اب بھی وہ توبہ کر لیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیں تو اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائیں گے۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا
نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا
تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ
ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾ ع ١٠ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ٧٦ تا ٧٧

ان سے کہہ دیجئے کیا تم لوگ اللہ کے سوا کسی ایسے کی بندگی کر رہے ہو جو تمہیں نقصان اور نفع

پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی ہے جو سنتا اور جانتا ہے۔ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم ناحق اپنے دین میں غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو (زمانہ دراز سے) گمراہ چلے آرہے ہیں۔ جنہوں نے ایک کثیر تعداد کو گمراہ کر دیا اور خود بھی سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٦ تا ٧٧

اَلسَّمِيْعُ	اللہ کی صفت۔ بہت سننے والا
لَا تَغْلُوْا	حد سے نہ نکلو۔ غلو نہ کرو
ضَلُّوْا	وہ بھٹک گئے
اَضَلُّوْا كَثِيْرًا	بہت سوں کو بھٹکا دیا

تشریح: آیت نمبر ٧٦ تا ٧٧

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! ذرا ان نادانوں سے پوچھئے کیا تم اسے معبود مان رہے ہو جو اپنی ذات تک پر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ وہ بھلا تمہیں کیا نقصان اور کیا نفع پہنچا سکتا ہے۔ اے اہل کتاب! تم میں جو بنی اسرائیل ہیں انہوں نے پیغمبروں کو اتنا گھٹایا کہ سب کو ناحق تکلیفیں دیں اور چند کو جان سے مار ڈالا۔ اور جو نصاریٰ ہیں انہوں نے اپنے پیغمبر کو اتنا بڑھایا کہ لے جا کر الوہیت میں شریک کر دیا۔ گھٹانا اور بڑھانا دونوں صورتیں غلو فی الدین ہیں۔ اور ہر غلو جھوٹ ہے۔ سراسر جھوٹ۔

فرمایا گیا کہ اے اہل کتاب! اپنے بد عقیدہ آباؤ اجداد کی اندھی پیروی مت کرو۔ ان آباؤ اجداد نے اس قسم کے عقیدے کیوں گھڑ لئے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ان کی دنیاوی خواہشات اس کا تقاضا کرتی تھیں۔ یہ لوگ دنیاوی خواہشات کے بندے بن کر رہ گئے تھے۔ اب تم آنکھ بند کر کے ان کے جھوٹے مبالغہ آمیز عقیدوں کو مت اپناؤ اور اعتدال کی سچی راہ یعنی سواء السبیل کو اختیار کرو۔

تبلیغ کتنی مسلسل صبر آزما محنت چاہتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف سورہ مائدہ میں آیت نمبر ١٢ سے آیت نمبر ٨٦ تک مسلسل ٧٦ آیات میں خطاب اہل کتاب سے ہے جس میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں اور نصاریٰ بھی۔ تفہیم، ترغیب، تہدید ہر پہلو بار بار سامنے لایا گیا ہے۔ اور ہر بار نئے انداز میں۔ اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو اس کی بدنصیبی ہے۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُدَ وَ
عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾
كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا
يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ
مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي
الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُونَ ﴿٨٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ
وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَآءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا
مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۸تا۸۱

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی ہے کیونکہ وہ کافر گناہ کرتے تھے اور حد سے زیادہ بہک گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے واقعی ان کا یہ فعل بہت برا تھا۔ آج تم دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کی ایک کثیر تعداد (کافروں اور مشرکوں) سے دوستی کر رہی ہے۔ کیسا برا سامان انہوں نے اپنی جان کے واسطے آگے بھیجا ہے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں جلنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اللہ پر اور نبی ﷺ پر اور جو کچھ نبی ﷺ پر اتارا گیا ہے اس پر یقین رکھتے تو کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں ایک کثیر تعداد عادی گناہ گاروں کی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۸تا۸۱

لُعِنَ	لعنت کی گئی

لِسَانٌ	زبان
لَا یَتَنَاھَوْنَ	وہ منع نہ کرتے تھے
عَنْ مُّنْکَرٍ	برائی سے
فَعَلُوْہُ	وہ جو انہوں نے کیا
بِئْسَ	برا ہے
تَرٰی	آپ نے دیکھا
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا
سَخِطَ	(اللہ نے) غصہ کیا
مَا اتَّخَذُوْا	وہ نہ بناتے تھے

تشریح: آیت نمبر ٧٨ تا ٨١

یہاں حضرت عیسیٰؑ کے معبود نہ ہونے کے بارے میں ایک اور دلیل دی گئی ہے۔ جو لوگ انہیں الوھیت میں شریک مانتے ہیں ان پر خود حضرت عیسیٰؑ نے (اور حضرت داؤدؑ نے بھی) لعنت فرمائی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نصاریٰ کے پیغمبر ہیں۔ اور حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے۔ حضرت داؤدؑ نے بنی اسرائیل پر اس لئے لعنت کی ہے کہ وہ پیغمبروں کے ساتھ سخت دشمنی کرتے تھے بلکہ چند کو قتل بھی کر دیا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے اس لئے لعنت کی کہ وہ انہیں اللہ کا بیٹا اور معبودیت میں شریک بنا بیٹھے تھے۔

نہایت افسوس کی بات یہ تھی کہ یہود جو گناہ میں بہت زیادہ بہک گئے تھے آپس میں خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کو ہرگز نہ روکتے تھے۔ دوسری عظیم خرابی یہ تھی کہ ان کی ایک کثیر تعداد دوسرے کفار اور مشرکین مکہ سے ساز باز کر رہی تھی اور سب مل کر مسلمانوں کو زک پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ ساز باز اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔

وہ ایسے بے شعور ہرگز نہیں کہ ایک کثیر تعداد ان ہی بے شعور عادی گناہ گاروں کی ہو اور وہ اس سے بے خبر ہوں اصل بات یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتے آئے ہیں کرتے رہیں گے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾
وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا
مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

الجزء ۷ ع ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۸۲ تا ۸۶

اے نبی ﷺ۔ آپ مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والا یہود اور مشرکین کو پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کو مسلمانوں سے دوستی میں آپ قریب تر پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں عبادت گزار علم دوست اور تارک الدنیا درویش پائے جاتے ہیں اور ان میں تکبر نہیں ہے۔ اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اتارا گیا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ آنسو ان کی آنکھوں میں ڈبڈبانے لگتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے پیغام حق کو پہچان لیا ہے۔ ان کے دل کی آواز یہی ہے کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے۔ ہمارے نام

ان لوگوں میں لکھ لیجئے جو حق کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور وہ حق بات جو ہمیں پہنچ چکی ہے اس پر ایمان نہ لائیں۔ ہم تو یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک اعمال والوں کی صحبت میں داخل فرمائے گا۔

جو کچھ انہوں نے دعا اور تمنا کی اس کی قبولیت میں اللہ انہیں ایسی جنتیں عطا کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور حسن و خوبی سے (اسلام کا) کام کرنے والوں کا یہی انجام ہے۔ وہ لوگ جو کفر کرتے رہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے وہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

لغات القرآن ‏ آیت نمبر ۸۲ تا ۸۶

لَتَجِدَنَّ	البتہ تو ضرور پائے گا
اَشَدُّ النَّاسِ	لوگوں میں سخت
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
مَوَدَّةٌ	محبت۔ دوستی۔ تعلق
قِسِّيْسِيْنَ	(قِسِّيْسٌ)۔ عالم۔ عیسائیوں کے پادری
رُهْبَانًا	(رَاهِبٌ)۔ دنیا کو چھوڑ کر عبادت کرنے والے
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	وہ تکبر نہیں کرتے ہیں
اِذَا سَمِعُوْا	جب وہ سنتے ہیں
اَعْيُنُهُمْ	(عَيْنٌ)۔ ان کی آنکھیں
تَفِيْضُ	بہنے لگتے ہیں
اَلدَّمْعُ	آنسو
عَرَفُوْا	انہوں نے پہچان لیا

تشریح: آیت نمبر ۸۲ تا ۸۶

اچھے اور برے لوگ کس جماعت میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ دونوں میں اچھے برے لوگ تھے۔ ان آیات

سے پتہ چلتا ہے کہ یہود میں اچھے لوگ بہت کم تھے۔ اس لئے ان کا کچھ خاص وزن نہ تھا۔ اس کے برخلاف نصاریٰ میں اچھے لوگ مقابلتاً زیادہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاں علماء اور درویش زیادہ پائے جاتے تھے جن کے اندر شان اور شیخی نہ تھی۔ عوام سے ملتے رہنے کی بدولت وہ عوام پر اثر انداز تھے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ عوام وہی ہوں گے جو ان کے علماء اور صوفیا بنائیں گے۔ اس سے علماء اور مشائخ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگرچہ عیسائیوں میں رہبان یعنی گوشہ نشین تارک الدنیا درویش حضرات بھی تھے لیکن قرآن نے یہ کہہ کر کہ ''ان میں تکبر نہیں ہے'' یہ بتا دیا کہ وہ عوام سے بالکل کٹے ہوئے نہ تھے بلکہ رابطہ رکھتے تھے اور اسی رابطہ کی بدولت وہ قوم کے مزاج کی تراش وخراش کرتے تھے۔

یہ آیات ایک خاص واقعے کی طرف واضح اشارہ کرتی ہیں۔ جب مکہ مکرمہ کے مسلمان قریش کے مظالم سے بہت تنگ آگئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس اجازت پر عمل کرتے ہوئے پہلی مرتبہ گیارہ افراد حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جن میں حضرت عثمان غنیؓ شامل تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ دختر رسول حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی سرکردگی میں بیاسی (۸۲) مردوں اور عورتوں کا دوسرا قافلہ حبشہ پہنچ گیا۔ وہاں آبادی کی اکثریت نصاریٰ کی تھی۔ حکومت بھی نصاریٰ کی تھی اور بادشاہ بھی جس کا لقب نجاشی تھا اہل نصاریٰ میں سے تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو بہت آرام سے رکھا۔

قریش مکہ نے ایک وفد شاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ ان مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا جائے لیکن حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی ایک تقریر سے متاثر ہو کر نجاشی نے قریش مکہ کے وفد کو کورا جواب دے دیا۔ اس نے پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کے متعلق چند سوالات کئے۔ جوابات نے اسے اور اہل دربار کو (جن میں علماء اور مشائخ حضرات بھی تھے) بہت متاثر کیا۔ وہ لوگ رقت قلب سے رونے لگے اور کہا کہ یہ بالکل حضرت عیسیٰؑ کی انجیل کی پیشین گوئی کے مطابق ہے۔ وہاں کے اہل حکومت، اہل علم اور عوام نے مسلمانوں کے طور طریقے دیکھے اور دل سے اسلامی تعلیمات کو پسند کیا۔ اسی اثنا میں چند اور واقعات پیش آئے۔ جنہوں نے نجاشی، اکثر اہل دربار اور چند دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچا۔ نجاشی خود مسلمان ہو گیا۔ لیکن کہا جاتا ہے چند سیاسی مصلحتوں کے تحت انہوں نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ بہرکیف انہوں نے علماء و مشائخ اور دوسرے افراد پر مشتمل ستر (۷۰) آدمیوں کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیجا جو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کو سورہ یٰسین سنائی۔ وہ سب سنتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ نجاشی نے اپنا اسلام ظاہر کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہرحال ان کے مسلمان ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیوں کہ ان کی وفات پر حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا ''آج تمہارا بھائی انتقال کر گیا ہے''۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیات خاص طور سے ان لوگوں کی شان ہی میں نہیں۔ بلکہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیات عمومی رنگ لئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس میں وہ تمام اس قسم کے نصاریٰ شامل ہیں جو اس زمانے سے لے کر قیامت تک کہیں بھی

ہوں۔

یہ آیات ایک خاص قسم کے نصاریٰ کے متعلق ہیں۔ ان کے مفہوم میں ہر قسم کے نصاریٰ شامل نہیں ہیں کیونکہ آج کل کے نصاریٰ اور یہود خواص وعوام گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں جیسا کہ فلسطین اور لبنان کے واقعات بتا رہے ہیں۔ ان آیات سے یہ مطلب نکالنا کہ نصاریٰ یہود سے بہتر ہیں غلط ہے۔ اگر دونوں کے مذاہب کا موزانہ کیا جائے تو آج کے نصاریٰ زیادہ مشرک اور بے لگام ہیں۔ یہود ایک اللہ کو مانتے ہیں، نصاریٰ تین کو۔ یہود کے پاس عقیدہ بھی ہے اور مذہبی اصول وقوانین بھی۔ لیکن عیسائیوں کے پاس نہ کوئی قانون ہے، نہ کوئی اصول اور نہ کوئی لازمی عقیدہ۔ جس کا جو جی چاہے مانے نہ مانے۔ کرے نہ کرے۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی دشمنی میں نصاریٰ یہود سے بڑھ کر ہیں۔ اس وقت نصاریٰ ہی کی سرپرستی یہود کو حاصل ہے ورنہ ان کی کوئی طاقت نہیں تھی۔ بہرحال اللہ کی نظر میں ہر ایک وہ شخص اور قوم برابر ہے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتی ہے خواہ وہ یہود ہوں یا عیسائی۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ
اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ
بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ
فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ
اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا
اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اے ایمان والو! وہ پاک چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ

اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ بے شک حد توڑ کر آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور وہ رزق جسے اللہ نے حلال اور پاکیزہ بنادیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

اللہ تمہیں تمہاری لغو قسموں پر نہیں پکڑتا لیکن ان قسموں پر جن کو تم نے جانتے بوجھتے دل سے مضبوط باندھا ہے ان پر گرفت کرتا ہے۔ ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جیسے تم اپنی بیوی بچوں کو کھلاتے ہو یا دس محتاجوں کو کپڑا پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو۔ پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل تین دن تک روزے رکھو۔ تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھا ہی بیٹھو۔ ویسے اپنے قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنا حکم واضح کرتا ہے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اُكْتُبْنَا	تو ہمیں لکھ لے
اَلشّٰهِدِيْنَ	گواہی دینے والے
نَطْمَعُ	ہم امید رکھتے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں
اَنْ يُّدْخِلَ	یہ کہ داخل کرے گا
اَلصّٰلِحِيْنَ	(صَالِحٌ)۔ نیک لوگ
اَثَابَ	(اِثَابَةٌ)۔ اس نے بدلہ دیا
لَا تُحَرِّمُوْا	حرام نہ کرو
طَيِّبٰتٌ	پاکیزہ چیزیں۔ (حلال چیزیں)
اَحَلَّ	اس نے حلال کردیا
لَا تَعْتَدُوْا	تم حد سے آگے نہ بڑھو
لَا يُحِبُّ	وہ پسند نہیں کرتا

اَلْمُعْتَدِيْنَ	حد سے بڑھ جانے والے
لَا يُؤَاخِذُ	وہ نہیں پکڑے گا
اَللَّغْوُ	لغو۔ بیکار
عَقَّدْتُّمُ	تم نے مضبوط باندھا
اِطْعَامُ	کھلانا
عَشَرَةُ مَسٰكِيْنَ	دس غریب۔ دس مسکین
اَوْسَطُ	درمیانہ درجہ
تُطْعِمُوْنَ	تم کھلاتے ہو
اَهْلِيْكُمْ	اپنے گھر والے
كِسْوَةٌ	کپڑا پہنانا
تَحْرِيْرُ	آزاد کرنا
رَقَبَةٌ	گردن۔ غلام
لَمْ يَجِدْ	وہ نہیں پاتا ہے
ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ	تین دن
حَلَفْتُمْ	تم نے قسم کھائی
اِحْفَظُوْا	تم حفاظت کرو۔ نگرانی کرو
اَيْمَانَكُمْ	اپنی قسموں کی

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

پچھلی آیات میں رہبانیت اور ترک دنیا کرنے والوں کا کچھ ذکر آ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کی طبیعتیں اس طرف مائل ہو جائیں۔ ان آیات میں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ قسم کھا کر حلال چیزوں کو اپنے لئے حرام نہ ٹھہرالو اور خبردار شرعی حدود سے آگے نہ بڑھو۔ حلال کو حرام ٹھہرا لینا تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ اللہ سے ڈرنے کا نام ہے۔ حلال رزق کو چھوڑ دینا کفران نعمت ہے۔

بے شعوری یا نیم شعوری میں اگر کوئی فضول اور بیکار قسمیں کھا بیٹھتا ہے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ ویسے قسم کھانا اچھی بات نہیں ہے۔ لیکن جو قسمیں پورے شعور میں رہتے ہوئے ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے کھالی جائیں تو ان کو پورا کرنا چاہئے۔ اگر وہ قسم حلال کو حرام کرنے کی ہے تو فوراً توڑ دینا چاہئے مگر کفارہ دینا ضروری ہے۔ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا صبح و شام دو وقت کھلا دینا۔ یا دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا پہنانا یا ایک غلام کو آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ سب نہ ہو سکے تو تین دن تک مسلسل روزے رکھنا۔

عرب میں ان دنوں لوگ خواہ مخواہ قسمیں کھایا کرتے تھے۔ حلال بیوی کو حرام ٹھہرالینا معمولی بات تھی۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ اس قسم کی قسمیں کفارہ دے کر توڑ دینی چاہئے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ فضول قسموں کی عادت آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا
يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ
الْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا
عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور قرعہ اندازی کے تیر یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم اب بھی باز آؤ گے یا نہیں؟

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور (گندے شیطانی کاموں سے) پرہیز کرو۔ پھر اگر تم نے بات نہ مانی تو خوب سمجھ لو کہ ہمارے رسول ﷺ پر اتنا ہی فرض ہے کہ احکام کو واضح کر کے (لوگوں تک) پہنچا دے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اَلْخَمْرُ	شراب۔ ہر وہ چیز جو عقل کو ڈھانپ دے
اَلْمَيْسِرُ	جوا۔ (آسانی سے حاصل ہونے والی چیز)
اَلْاَنْصَابُ	بت۔ تھان
اَلْاَزْلَامُ	(زَلَمٌ)۔ جوئے کے تیر۔ پانسے
رِجْسٌ	گندگی۔ بیماری
عَمَلُ الشَّيْطٰنِ	شیطانی کام
اِجْتَنِبُوْا	تم بچو۔ (قریب بھی نہ جاؤ)
لَعَلَّكُمْ	شاید کہ تم۔ توقع ہے کہ تم
اَنْ يُّوْقِعَ	یہ کہ وہ ڈال دے
بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان
يَصُدَّكُمْ	تمہیں روک دے
ذِكْرُ اللّٰهِ	اللہ کی یاد۔ اللہ کا ذکر
اَلصَّلٰوةُ	نماز
مُنْتَهُوْنَ	رک جانے والے
اَطِيْعُوْا	اطاعت کرو۔ کہا مانو
اَلْبَلٰغُ	پہنچا دینا

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

آیت ۹۰ میں چار چیزیں قطعی طور پر حرام کر دی گئی ہیں۔ (۱) جتنی شرابیں ہیں سب حرام اور ناپاک ہیں۔ خواہ اس کی مقدار اتنی کم ہو کہ نشہ نہ لائے۔ بطور دوا بھی اس کا استعمال ممنوع ہے۔ شراب کے علاوہ جتنے نشے ہیں ان کا کسی ماہر ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق بطور دوا کے اتنی مقدار کھا لینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آئے۔ (۲) سٹہ اور جوا یعنی وہ کام جس میں ایک کا نقصان کر کے

دوسرے کا فائدہ ہو اور یہ فائدہ بھی محض حسن اتفاق اور سراسر قسمت آزمائی کے ذریعہ ہو۔ (۳) بتوں کے تھان اور آستانے ان مقامات پر جانا جہاں گندے شیطانی کام ہوا کرتے ہیں مثلاً کلب، ریس کورس، حیا سوز فلم گاہیں، بازار حسن، رقص و سرود، بدنام ہوٹل، بدزبان اور بد اعمال لوگوں کا اجتماع وغیرہ۔ ان میں وہ مقامات بھی شامل ہیں جو اللہ واحد کے سوا کسی اور کی عبادت یا قربانی یا نذر نیاز کے لئے مخصوص ہوں۔ (۴) وہ فال گیری اور قرعہ اندازی جسے اسلام نے منع کر دیا ہو۔ اس میں رمل، نجوم، جوتش، ستارہ شناسی دولت اور شہرت کے لئے لاٹری، تاش، شطرنج وغیرہ یہ سب شامل ہیں۔ اس میں اسپورٹس کی وہ شکل بھی شامل ہے جو ازلام یا جوا ہے اور جو نماز روزے سے باز رکھتی ہیں۔ خمر کے معنی صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیم، گانجا، چرس، ہیروئن اور ہر نشہ آور چیز ہے۔ (علماء نے چائے اور سگریٹ، حقہ، پان، بیڑی، چھالیہ وغیرہ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے مگر بہتر ہے ہر اس چیز سے احتیاط برتی جائے جس کی چاٹ لگ جائے اور جس کے بغیر آدمی کام کا نہ رہے) خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل، تمیز، ادب اور قوت فیصلہ کو وقتی طور پر مفلوج کر دے اور آدمی ہوش میں نہ رہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کی بہت سی احادیث ہیں جن میں چند یہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''جس چیز کی بڑی مقدار نشہ پیدا کرتی ہے اس کی چھوٹی مقدار بھی حرام ہے''۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کی کشید کرنے والے پر، اس کی کشید کرانے والے پر، اس کے ڈھو کر لے جانے والے پر اور ہر اس شخص پر جس کیلئے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو''۔ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا شراب پینے والا اتنا ہی بڑا مجرم ہے جتنا بت پوجنے والا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اک پورے گاؤں کی ایسی عمارتوں کو جلا دینے کا حکم دیا تھا جہاں خفیہ طریقہ سے شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔

مغرب کی وہ حکومتیں جو سائنس کی جنگی اور غیر جنگی، زمینی اور خلائی تمام طاقتوں پر ناز کرتی ہیں، ایشیا میں آ کر چھوٹی چھوٹی غیر مسلح قوموں سے عبرت انگیز شکستیں کھا گئی ہیں اور کھا رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ ان کے پاس ایمان ہے نہ جذبہ جہاد ہے نہ ان کے پاس صحت مند ہمت آور لڑنے مرنے والے سپاہی ہیں کہ شراب، شہوت ہوس اور عیش نے قوم کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے۔

ان آیات میں فرمایا ہے کہ خمر، جوا، آستانے اور ازلام (پانسو کے تیر) یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔

ان کا گندا اور قابل نفرت ہونا تو ہر صاحب ذوق سلیم پر ظاہر ہے۔ خصوصاً اس پر جو ذکر الٰہی اور صوم و صلوٰۃ کی لذتوں سے واقف ہے۔ یہ شیطانی کام ہیں چونکہ شیطان ہماری دنیا اور دین دونوں کی تباہی چاہتا ہے۔ ایک طرف وہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں

کے ذریعہ مال اور محبت کی بربادی کرا کے مسلمان کو مسلمان سے لڑادے، باہم دشمنی کا بیج بو دے اور اس اتحاد ملی، تنظیم اور شیرازہ بندی (ڈسپلن) کو پارہ پارہ کر دے جس کی بنیاد پر ملت اسلامیہ ترقی کر رہی ہے۔ دوسری طرف وہ چاہتا ہے کہ انہیں بے ہوش کر کے یا فضولیات میں مبتلا کر کے ذکر الہیٰ اور صوم وصلوٰۃ کی نعمتوں سے محروم کر دے۔ تا کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کو بھول کر ان ہی گندے کاموں میں لگ جائیں۔

خطرات اور خرابیاں دکھا کر اور ان چیزوں کو حرام قرار دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اللہ کا اور رسول کا حکم مانو اور ان گندی شیطانی چیزوں سے دور رہو۔ اور خبردار کیا ہے کہ اگر تم نہیں مانتے ہو تو پرواہ نہیں۔ رسول ﷺ اللہ کا کام صرف پیغام حق پہنچانا ہے۔ وہ انہوں نے پہنچا دیا۔ اب ساری ذمہ داری اس شخص پر ہے جس نے پیغام حق کے بعد بھی اپنی روش کو تبدیل نہیں کیا۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

ع ۱۲/۷/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳

ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے جو صاحب ایمان ہیں اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ حرمت سے پہلے کھا پی گئے مگر (احکام آنے کے بعد) اللہ کے خوف سے وہ ہوشیار ہو گئے۔ انہوں نے اپنے ایمان اور اعمال صالح کو برقرار رکھا اور آئندہ کے لئے اللہ سے ڈرتے رہے۔ صرف ایمان اور اللہ کے خوف ہی کو برقرار نہیں رکھا بلکہ اپنے اعمال میں (زیادہ سے زیادہ) حسن وخوبی پیدا کرتے رہے۔ اور اللہ نیک روش اختیار کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳

جُنَاحٌ — گناہ
طَعِمُوْا — انہوں نے کھایا

تشریح: آیت نمبر ۹۳

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ جب خمر اور میسرہ وغیرہ کے حرام مطلق ہونے کے متعلق مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں تو سوال اٹھا ان لوگوں کا کیا بنے گا جو ایمان بھی رکھتے تھے اور نیک اعمال بھی بجالاتے تھے لیکن حرام چیزیں استعمال کرتے تھے چونکہ یہ آیات نازل نہیں ہوئی تھیں اور انہیں کچھ خبر نہ تھی۔ ان میں کچھ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور کچھ زندہ ہیں۔

اس آیت میں جواب دیا گیا ہے کہ احکام نازل ہونے سے پہلے جو کچھ وہ کھاپی گئے سب معاف ہے۔ مگر اب احکام آنے کے بعد وہ عام معافی اٹھ گئی۔ اب شرط ہے کہ ایمان اور عمل صالح کو برقرار رکھیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے ڈرتے رہیں اور نافرمانی نہ کریں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ان کو محبوب رکھے تو صرف اعمال صالح پر قناعت نہ کریں بلکہ اس میں مقدار اور معیار زیادہ کریں۔

احسان کے معنی ہیں کہ توقع اور فرض سے بڑھ کر اور بہتر کام کرنا۔ ڈیوٹی اور نصاب تک کام کرنا قابل قدر ضرور ہے لیکن اچھے مسلمان کی شان ہے کہ اپنی طرف سے زیادہ کر کے دے خواہ مقدار میں، خواہ معیار میں یا دونوں میں۔ صرف اللہ کے لئے۔

ہر لین دین میں دو فریقین ہوتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ ہو کہ کام اتنا ہی کرنا ہے جتنا طے ہے اور اجرت بھی اتنی ہی دینی ہے جتنی طے ہے تو کام آگے نہیں بڑھے گا۔ خواہ فریقین میں ہڑتال، تالہ بندی وغیرہ ہو یا نہ ہو۔ تعریف تو یہ ہے کہ خالص اللہ کے لئے مزدور کچھ زیادہ کر دے۔ اور خالص اللہ ہی کیلئے مالک کچھ زیادہ دے دے۔ تب ہی کام بھی آگے بڑھے گا اور باہمی تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔

اللہ خود سب سے عظیم محسن ہے اور ظاہر ہے وہ محسنوں کو عزیز رکھتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيكُمْ وَ
رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٩٤﴾ يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ
حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ
مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا

سَلَفَ ۗ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾
اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ
عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ
اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٩٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

اے ایمان والو! البتہ اللہ تمہیں ایک بات میں آزمائے گا۔ وہ شکار جو بالکل تمہارے ہاتھ اور نیزہ کی زد میں ہوگا۔ تاکہ اللہ جان لے کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔ اس فرمان کے بعد جس نے زیادتی کی اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اے ایمان والو! جب تم حالت احرام میں ہو اس وقت کسی شکار کو نہ مارو اور جس نے جان بوجھ کر شکار مارا تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ جو جانور اس نے مارا ہو ویسا ہی ایک جانور (اپنے ریوڑ سے یا خرید کر) دے۔ اور یہ فیصلہ (کہ کفارہ کا جانور شکار کئے ہوئے جانور کے برابر ہے یا نہیں) تم میں سے دو معتبر افراد کریں گے۔ وہ بدلے کا جانور ہدیہ ہوگا جو بطور نیاز کعبہ پہنچایا جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو شکار کرنے والے پر کفارہ ہے کہ چند مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ وہ اپنے کئے کی سزا چکھے (اب تک) جو کچھ ہو چکا اللہ نے معاف کیا۔ مگر اب جو کوئی نافرمانی کرے گا تو اللہ (اس سے انتقام لے کر رہے گا۔) اور اللہ انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

تمہارے لئے سمندر یا دریا کا شکار پکڑنا اور اس شکار کا کھانا تمہارے فائدے کی خاطر اور مسافروں کے لئے بھی حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن جب تک تم حالت احرام میں ہو اس وقت تک جنگل (خشکی) کا شکار حرام کر دیا گیا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

لَيَبْلُوَنَّ البتہ وہ آزمائے گا

اَلصَّيۡدُ	شکار
تَنَالُ	پہنچتی ہے۔(پہنچتے ہیں)
رِمَاحٌ	(رُمۡحٌ)۔نیزے
لِيَعۡلَمَ	تاکہ وہ جان لے
مَنۡ يَّخَافُ	کون ڈرتا ہے؟
لَا تَقۡتُلُوۡا	تم قتل نہ کرو
اَنۡتُمۡ حُرُمٌ	تم احرام کی حالت میں ہو
مُتَعَمِّدًا	جان بوجھ کر
اَلنَّعَمُ	مویشی۔جانور
يَحۡكُمُ	فیصلہ کرے گا
ذَوَا عَدۡلٍ	دو انصاف والے
هَدۡيًا	نیاز۔منت جو مسجد الحرام بھیجی جائے
بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ	کعبہ تک پہنچنے والا
عَدۡلٌ	برابر
لِيَذُوۡقَ	تاکہ وہ چکھ لے
وَبَالٌ	عذاب۔سزا
اَمۡرُهٗ	اس کا کام
عَفَا اللّٰهُ	اللہ نے معاف کر دیا
سَلَفَ	گزر گیا
عَادَ	جو پلٹا
يَنۡتَقِمُ	بدلہ لیتا ہے
عَزِيۡزٌ	زبردست۔(اللہ کی صفت)
حَكِيۡمٌ	حکمت والا

صَیْدُ الْبَحْرِ	سمندر کا شکار
مَتَاعٌ	سامان۔ فائدہ
اَلسَّیَّارَۃُ	مسافر۔ سواری
صَیْدُ الْبَرِّ	خشکی کا شکار
مَادُمْتُمْ	جب تک کہ تم رہے
تُحْشَرُوْنَ	تم جمع کیے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

حرم کے تقدس کی خاطر وہاں شکار مارنا حرام کر دیا گیا ہے۔ حرم عبادت کی جگہ ہے نہ کہ شکار کھیلنے کی۔ عبادت کے لئے جس ذہنی اور فکری مرکزیت کی ضرورت ہوتی ہے، شکار کیلئے دوڑ دھوپ کرنا اس میں رکاوٹ ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا ہے کہ جو حرم میں داخل ہو گیا اسے امن ہے۔ یہ حکم عام ہے اسی لئے اس میں وحشی جانور بھی شامل ہیں کہ ان کا شکار نہ کیا جائے۔

شکار کا لفظ وحشی جانوروں کے لئے آیا ہے۔ پالتو مویشیوں کے لئے نہیں کہ وہ ویسے ہی پکڑے جاتے ہیں۔ شکار کا لفظ حلال و حرام جانور دونوں کو شامل ہے۔ البتہ اس حکم سے موذی جانور مستثنیٰ ہیں اس لئے ایسا جانور جس سے جان کو خطرہ ہو اس کو اپنی جان کی حفاظت کیلئے مارا جا سکتا ہے خواہ وہ حرم میں ہو یا مارنے والا احرام میں ہو۔ مثلاً شیر، سانپ، بچھو، پاگل کتا وغیرہ۔

جو شخص حالت احرام میں ہے، خواہ حرم کے اندر یا باہر، وہ نہ تو خود شکار کر سکتا ہے نہ کسی سے شکار میں مدد لے سکتا ہے۔ اس شخص کیلئے اگر کسی نے شکار مارا ہو تو اس شخص پر وہ بھی حرام ہے۔ ہاں اگر یہ شکار کسی نے اپنے لئے یا کسی اور کے لئے مارا ہو اور اس میں سے کچھ تحفہ بھیج دے تو احرام والا کھا سکتا ہے۔

جس طرح یہودیوں کی آزمائش کی گئی کہ سبت والے دن مچھلیاں ابھر ابھر کر آتی تھیں، اسی طرح حج یا عمرہ کرنے والے مسلمانوں کی آزمائش کی جا رہی ہے کہ ان کے آس پاس شکار کے قابل جانور بہت پھریں گے۔ اس طرح کہ ان کا مارنا آسان ہو گا۔ جو اللہ سے ڈریں گے وہ شکار نہ کر کے اس آزمائش میں کامیاب اتریں گے، رہے وہ لوگ جو پھر بھی شکار کر ہی لیں، ان کے لئے جرمانہ کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ جو جانور مارا گیا ہے ویسا ہی جانور مویشیوں میں سے اسے بطور کفارہ دینا ہو گا۔ خواہ وہ اپنے ریوڑ سے دے یا خرید کر۔ یہ فیصلہ بھی کہ آیا کفارہ کا جانور شکار کئے ہوئے جانور کے برابر ہے یا نہیں، دو ایسے افراد کریں گے جن کی عقل اور ایمان پر اعتبار ہو اور معتبر ہوں۔ وہ بدلے کا جانور بطور نیاز کعبہ حرم میں پہنچایا جائے گا۔ پھر حدود حرم میں ذبح کر کے فقراء میں تقسیم

کر دیا جائے گا۔ یا اس قیمت کے برابر غلہ اس طرح تقسیم کرے کہ ہر مسکین کو ایک صدقہ فطر کے برابر پہنچ جائے یا ہر صدقہ فطر کے عوض ایک روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی شکار کی قیمت ایک صدقہ فطر سے بھی کم ہو تو اس کو اختیار ہے کہ ایک مسکین کو دیدے یا ایک روزہ رکھ لے۔ جو لوگ یہ کفارہ نہیں دیں گے وہ سخت گنہگار ہوں گے اور اللہ ان سے انتقام لے گا۔ حالت احرام سے باہر نکل کر سمندر، دریا، تالاب وغیرہ کے شکار کو حلال کر دیا گیا ہے۔ مگر ان حدود کے اندر جن کا ذکر سورہ مائدہ کے شروع میں آیا ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ
وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۚ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۝٩٧ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝٩٨ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝٩٩ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ
اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٠٠ ع ۱۳ ۷/۴

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

اللہ نے کعبہ کو عزت کا گھر اور لوگوں کا مرکز بنایا ہے اور (اس کے ضمن میں) عزت کے مہینے، قربانی کے جانور اور (جن کے) گلے میں پٹے پڑے ہوں (قابل احترام ہیں)۔ یہ سب اس لئے کہ تم جان لو اللہ کو تمام آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا علم ہے اور بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ خوب جان لو کہ بے شک اللہ ایک طرف سخت سزا دینے والا ہے اور دوسری طرف بلا شبہ وہ مغفرت والا اور رحمت والا بھی ہے۔

رسول ﷺ کا کام پیغام الٰہی پہنچانا ہے۔ اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تم کھلم کھلا کرتے ہو اور

جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو۔

اے نبی ﷺ۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے خواہ ناپاک کی کثرت تمہیں کتنی ہی بھلی کیوں نہ لگتی ہو۔ اس لئے اے عقل والو! اللہ کا تقویٰ حاصل کرو تا کہ تم فلاح وکامیابی حاصل کرسکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

قِیٰمًا	قائم رہنے (کا سبب)
اَلْقَلَآئِدُ	(قَلَادَۃٌ)۔ پٹے (جو جانور کے گلے میں ڈالے جاتے ہیں)
تُبْدُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو
تَکْتُمُوْنَ	تم چھپاتے ہو
لَا یَسْتَوِیْ	برابر نہیں ہیں
اَلْخَبِیْثُ	گندگی۔ برائی
اَلطَّیِّبُ	پاکیزگی۔ نیکی
اَعْجَبَکَ	تجھے بہتر لگے۔ اچھی لگے
کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ	گندگی کی کثرت
اُولُو الْاَلْبَابِ	(لُبٌّ) عقل۔ سمجھ۔ عقلوں والے

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

جب سے کعبہ بنا ہے انبیاء اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ہر سال اس کا حج بھی کرتے رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی دوسرا ایسا گھر نہ کبھی بنا اور نہ بنے گا۔ ابرہہ نے اس کے مدمقابل جب کلیس بنایا تو جس طرح وہ اپنی فوج کے ساتھ تباہ وبرباد ہوا اسے سب نے دیکھا۔ اور اب کسی کی ہمت نہیں ہے کہ اس کے مدمقابل کوئی دوسرا مرکز حج یا قبلۂ نماز بنا سکے۔

دنیا یا خود عرب کے حالات خواہ کیسے ہی برے کیوں نہ ہوں، کعبہ کی مرکزیت قائم ہے۔ حج کی بدولت سال میں چار مہینے

امن کے مل جاتے ہیں۔ ذوالقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ ان امن کے مہینوں میں تمام عرب لڑائی بھڑائی اور لوٹ مار ختم کر دیتے۔ تمام دنیا سے لوگ حج کو آتے، مکہ میں رہتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ اس حج کی وجہ سے سفر ہوتا ہے۔ قربانی کے جانوروں کی تجارت ہوتی ہے۔ میزبان خانے قائم ہوتے ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور تعلقات قائم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح حج نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی فوائد اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اسی حج کی بدولت عرب کی قومی زندگی باقی رہ گئی ورنہ آپس کے کشت و خون نے عربوں کو آگ کے گڑھے کے کنارے لا کھڑا کر دیا تھا۔ عالمی مرکزیت کی اہمیت کو اللہ جانتا تھا۔ لوگ نہیں جانتے تھے۔ اسی لئے کعبہ بنایا گیا۔ اسے بیت الحرام یعنی امن اور عزت کی جگہ مقرر فرمایا۔ حج کا سلسلہ قائم کیا اور حج کی بدولت حرمت کے مہینوں، قربانی کے جانوروں، بطور نشان وہی ان جانوروں کے گلے کے پٹوں کو شعائر اللہ قرار دیا اور تمام لوگوں کے دلوں میں ان شعائر اللہ کی عزت اور عظمت قائم کی تاکہ لوٹ مار، فساد اور حملہ سے محفوظ رہیں۔ اسی حج کی بدولت مکہ وہ شہر بنا جہاں لوگ دور و نزدیک سے آتے، قیام کرتے، تجارت کرتے، کھاتے پیتے اور ایک نئی فضا پاتے ہیں، کیونکہ مکہ خود ایک وادی غیر ذی زرع تھا (جہاں کوئی کاشت نہ ہوتی ہو ایسی وادی)۔ مکہ کو بستی بنانے والا، وہاں خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنے والا، وہاں کعبہ بنوا کر حج کا اور نماز کا ادارہ قائم کرنے والا، امن و امان اور عالمی مرکزیت بخشنے والا کوئی انسان نہ تھا بلکہ اللہ واحد کی ذات تھی جو عالم الغیب بھی ہے اور منتظم سمٰوت والارض بھی ہے اور جسے خوب خبر تھی کہ انسان، خصوصاً مسلمان کی ضرورت کیا ہے اور حل کیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے سننے والو! دل کے کانوں سے سن لو کہ جو شخص نماز اور حج کو خراب کرے گا، اسے سخت سزا دی جائے گی۔ اور جو شخص نماز اور حج کو قائم کرے گا اور قائم کرنے میں ایک دوسرے کی مدد دے گا، اسے مغفرت اور رحمت نصیب ہوگی۔

فرمایا تمہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، یعنی شریعت اور اس کے اوامر ونواہی کیا ہیں، اس کی تعلیمات اللہ کے رسول ﷺ دے رہے ہیں۔ سنو اور بجالاؤ۔ رسول کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچا دے۔ اب ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔

جب بات فرماں برداروں اور نافرمانوں پر آئی ہے تو نافرمانوں کے پاس مال و دولت حشمت و اقتدار کی کثرت دیکھ کر کوئی ادھر دوڑ نہ پڑے۔ نافرمانوں کو دنیا کی نعمتوں کی کثرت اللہ نے اپنی مصلحت سے دی ہے۔ پاک اور حلال کمائی ہوئی آمدنی خواہ قلیل ہو اس آمدنی سے ہزار درجہ بہتر ہے جو رشوت، سود، ظلم، دھوکہ، بے ایمانی، خیانت، غصب، چوری، ڈاکہ، اسمگلنگ وغیرہ سے حاصل کی گئی ہو۔ فرمایا گیا کہ ناپاک مال کی کثرت تمہیں حیرانی میں نہ ڈال دے۔ یہ محض چند دنوں کی رونق ہوتی ہے۔

فرمایا گیا کہ اگر تم عقل رکھتے ہو اور تمہیں آخرت کا یقین ہے تو نہ صرف مسلم بنو بلکہ متقی بنو اور حرام کی طرف بری نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ جو کچھ تم کھلم کھلا کرتے ہو اور جو کچھ تم دنیا کی نظر سے بچا کر کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ اور اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ
تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ
لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ
مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوالات مت اٹھایا کرو کہ اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں گی۔ اگر تم ایسے وقت میں پوچھو گے جو نزول قرآن کا دور ہے تو (ممکن ہے) وہ باتیں تم پر کھول دی جائیں۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اللہ نے معاف کیا۔ اور اللہ معافی دینے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔

تم سے پہلے ایک جماعت تھی جو کھوج کرید کرتی رہی ہے۔ پھر وہ لوگ ان ہی حرکتوں کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

لَا تَسْئَلُوْا	تم نہ پوچھو
اَشْيَآءُ	(شَیْئٌ)۔ چیزیں
تُبْدَلَكُمْ	تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں
تَسُؤْكُمْ	تمہیں بری لگیں
حِيْنَ	وقت۔ زمانہ
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا
سَاَلَ	پوچھا
اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

بے کار اور اوٹ پٹانگ سوالات پوچھنے کا شوق ان دنوں بھی تھا اور آج بھی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ عاقلانہ سوالات عاقلانہ جوابات سے بہتر ہیں۔ بے کار سوالات جہالت اور حماقت کا ثبوت ہیں مگر پوچھنے والا اپنی علمیت اور عقلیت جمانا چاہتا ہے۔ یا پھر ایمان نہ لانے کا بہانہ ہے۔ یہ خلل اندازی ہے۔ یہ الجھنا بھی ہے اور الجھانا بھی۔ یہ محفل کو بدمزہ کرنا ہے اور سب کا وقت ضائع کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ فضول اور لایعنی سوالات کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ کی ایک حدیث ہے ''اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کئے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ ان کے پاس نہ پھٹکو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں، انہیں نہ توڑو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ وہ کسی چیز کو بھولتا نہیں ہے۔ ان کی کھوج کرید نہ کرو''۔

ان آیات میں کہا گیا ہے کہ یہ نزول قرآن کا دور ہے۔ اگر تم کوئی بے تکا سوال پوچھو گے تو ممکن ہے اس کا جواب بذریعہ وحی آ جائے اور وہ وحی تمہاری ذمہ داریوں میں اضافہ کر دے۔ اب تک تمہارے فضول سوالات کا نوٹس اللہ نے نہیں لیا ہے۔ آئندہ شاید لے لے۔ اب تک وہ تمہیں معاف کرتا رہا ہے اور اپنے غصہ کو روکتا رہا ہے۔ وحی قرآنیہ کا دور ختم ہونے کے بعد اگر تم سوالات پوچھو گے تو جوابات نہ اللہ کی طرف سے آئیں گے نہ نبی ﷺ کی طرف سے۔ اب یہ کون سا گروہ تھا جو لایعنی سوالات اٹھایا کرتا تھا اور اس کی بدولت کافر کا کافر رہ گیا۔ قرینہ ہے کہ اشارہ بنی اسرائیل کی طرف ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ
بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا
يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

اللہ نے نہ تو کوئی بحیرہ نہ کوئی سائبہ نہ کوئی وصیلہ نہ کوئی حام مقرر کیا ہے۔ لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اور ان میں کتنے سارے ایسے ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی طریقہ بہتر ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔ (بھلا سوچو!) اگر ان کے باپ دادا نہ کسی بات کا علم رکھتے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر ہوں (پھر بھی وہ ان کے پیچھے چلیں گے) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو تو خواہ کوئی اندھیرے میں بھٹک رہا ہو، تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس حاضر ہونا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تمہیں آگاہ کر دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

بَحِيْرَةٌ	وہ اونٹنی جس کے دودھ کو چھوڑ دیا جاتا اور استعمال نہ کیا جاتا ہو
سَآئِبَةٌ	(سانڈ)۔ وہ اونٹ جو چرنے کھانے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے
وَصِيْلَةٌ	وہ اونٹنی جس نے مسلسل مادہ بچے پیدا کئے اور کوئی نر پیدا نہ کیا ہو
حَامٌ	سانڈ۔ جس نے دس بچے جنوائے ہوں
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں
اَلْكَذِبُ	جھوٹ
لَا يَعْقِلُوْنَ	وہ عقل نہیں رکھتے ہیں
تَعَالَوْا	آؤ
حَسْبُنَا	ہمیں کافی ہے
وَجَدْنَا	ہم نے پایا
اٰبَآءَ نَا	اپنے باپ دادا

لَا یَھْتَدُوْنَ	وہ ہدایت نہیں رکھتے ہیں
عَلَیْکُمْ	تمہارے اوپر
اَنْفُسُکُمْ	تمہارے اپنے نفس۔ تمہاری جانیں
لَا یَضُرُّ	نقصان نہ دے گا
ضَلَّ	بھٹک گیا۔ راستہ بھول گیا
اِھْتَدَیْتُمْ	تم نے ہدایت پالی

تشریح: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۵

چند آیات پہلے کعبہ اور حج کے سلسلہ میں شعائر اللہ کا ذکر آیا ہے۔ اب اس کے بالمقابل یعنی شعائر کفر کا ذکر آ رہا ہے۔ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام وغیرہ ان اونٹ اور اونٹوں کو کہتے ہیں جنہیں کفر و شرک و جاہلیت نے اپنے شعائر بنا کر اور تقدس کا رنگ دے کر آزاد چھوڑ دیا تھا۔ جن کے دودھ گوشت کھال یا سواری سے فائدہ اٹھانا ممنوع تھا۔ اور لطف یہ کہ ان شعائر کفر کو شعائر اللہ سمجھا اور سمجھایا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۰۳ میں اسی غلط فہمی کو دور کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام کو ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حلال و حرام لوگوں نے خود بنائے ہیں۔ یہ اللہ پر ان لوگوں کی طرف سے جھوٹی تہمت ہے۔ جن میں کثیر تعداد سوچ سمجھ سے محروم ہے۔

یہ آیت ان خواص پر جو شریعت اسلامیہ سے ہٹ کر اپنی طرف سے حلال و حرام مقرر کر لیتے ہیں سخت گرفت ہے اور ان عقل کے اندھے عوام پر جو ان کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ مزید وضاحت آیت ۱۰۴ میں آ رہی ہے۔

آیت ۱۰۴ میں باپ دادوں کی اندھی تقلید سے روکا گیا ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے "بھلا اگر ان کے باپ دادا نہ کسی بات کا علم رکھتے ہوں اور نہ وہ راہ ہدایت پر ہوں"۔ تو یہاں پر اللہ نے اندھی تقلید پر قدغن لگا دی ہے خواہ وہ باپ دادا کے نام پر ہو یا پیر و مرشد کے نام پر، یا حاکم وقت کے نام پر یہ ساری اندھی تقلیدیں حرام ہیں۔

حلال تقلید کے لئے دو اور صرف دو شرطیں ہیں۔ خوب تحقیق کر لی جائے کہ جس کی تقلید منظور ہے وہ اپنے علم و ہنر یا فن کا استاد ہے بھی یا نہیں۔ اور دوسرے وہ راہ ہدایت پر ہے یا نہیں۔ اگر وہ استاد بھی ہے اور راہ ہدایت پر بھی ہے تو اسی خاص علم یا ہنر یا فن میں اسے قابل تقلید مانا جائے گا۔ اس طرح استاد اور شاگرد، امام اور پیرو کار کو اپنا اپنا مقام حاصل ہے۔ دروازہ تقلید بند نہیں مگر داخلہ پر کڑی پابندی ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ چھان بین کرنا کہ کون کہاں تک صحیح یا غلط ہے ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ جو خود علم یا عقل نہیں رکھتا وہ دوسرے کے علم و عقل کو کیسے جانچے گا۔ ممکن ہے وہ غلط آدمی کے پیچھے لگ جائے اور اپنا سب کچھ لگا بیٹھے اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب دو علما یا فقہا اختلاف رائے رکھتے ہوں تو کس کی بات مانی جائے۔ جواب یہ ہے کہ اگر وہ دونوں واقعی صاحب علم یا صاحب فقہ ہیں اور دونوں ہی راہ راست پر نظر آتے ہیں تو جس پر دل جمے اس کا انتخاب کر کے اس کی تقلید کی جائے لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ آج ایک کی تقلید کر لی کل دوسرے کی۔ یا ایک فقہ کا مسئلہ پسند کر لیا کل دوسرا کر لیا۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے جاہل اور ناواقف لوگ خود ہی امام بن بیٹھتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں مثلاً ہم امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ ہمیں ان ہی کے فقہ کی تقلید کرنی چاہئے ادھر ادھر جائیں گے تو سوائے ذہنی الجھن اور پریشانی کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ بہت سے اختلاف رائے خالص ایمان پر مبنی ہیں اور آپس میں زحمت نہیں رحمت ہیں۔ اگر اختلاف رائے کا دروازہ بند کر دیا جائے گا تو انسانی دماغ کی ترقی رک جائے گی۔ اس لئے بزرگانِ دین اپنا اپنا مکتب فکر الگ رکھتے تھے لیکن اختلاف نظر کو برا سمجھتے تھے۔

یہ آیت حق اجتہاد پر صاد ہے۔ لیکن ہر شخص ضروری علم اور راہ ہدایت کی روشنی نہیں رکھتا۔ حق تعالیٰ نے اندھے مقلدوں پر تنقید کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ تمہارے باپ دادا جاہل تھے اور گمراہ تھے۔ اس طرح کہنے سے دل شکنی ہوتی اور ماننے والا بھی اکھڑ جاتا۔ تبلیغ کا طریقہ سلیقہ سے کہنے میں ہے۔ چنانچہ فرمایا ''اور فرض کرلو تمہارے باپ دادا علم نہ رکھتے ہوں اور راہ ہدایت پر نہ ہوں'' تو کیا پھر بھی تم ان بے علم و بے ہدایت لوگوں کے پیچھے چلو گے؟۔

جو ماننا ہے وہ مانے اور جو نہیں مانتا تو اسے سمجھاتے رہو۔ ہمت نہ ہارو۔ تم اپنا کام کرو۔ نتیجہ اللہ پر چھوڑ دو۔ سب کو مر کر وہیں جانا ہے۔ وہیں حساب و کتاب ہوگا۔

اس آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر شخص اپنی اپنی فکر کرے۔ دوسرے کچھ بھی کرتے رہیں۔ کرنے دے۔ قرآن کریم کی بار بار تصریحات ہیں کہ اہل اسلام کا اہم فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا۔ یعنی تبلیغ، تنظیم اور جہاد۔

ان آیات کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں کو شبہات پیش آئے۔ رسول کریم ﷺ نے فوراً وضاحت فرمائی۔ فرمایا کہ یہ آیت احکام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے خلاف نہیں۔ اگر تم اس اہم فریضہ کو چھوڑ دو گے تو مجرموں کے ساتھ تم بھی ماخوذ ہو گے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگ کوئی گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور (ہمت کے مطابق) اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان لوگوں کو بھی عذاب میں پکڑ لے۔

اس آیت سے یہی مراد ہے کہ ہر مسلمان تبلیغ کا فریضہ انجام دے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا
حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ
اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ
مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ
شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ
اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ
الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ
مَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا
بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۴/۸/۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو (تو اس وصیت پر دو گواہ کرنا مناسب ہے) یہ دو گواہ صاحب عدل و انصاف ہوں اور تمہاری جماعت میں سے ہوں۔ (یعنی مسلم ہوں)

یا اگر تم سفر کر رہے ہو اس وقت موت کی مصیبت پیش آجائے تو پھر غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر (تمہاری موت کے بعد) لوگوں کو شک پڑ جائے (کہ گواہوں نے وصیت میں کوئی ردو بدل کیا ہے) تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو روک لیا جائے اور وہ اللہ کی قسم

کھائیں کہ ہم ذاتی فائدہ کیلئے شہادت بیچنے والے نہیں خواہ متاثر ہونے والا ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اور ہم اللہ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے کہتے ہیں اگر ہم نے کوئی ترمیم یا اضافہ یا تنسیخ کی) تو ہم گناہ گاروں میں شامل ہوں گے۔

لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کے بدلے دوسرے دو اشخاص مقرر کئے جائیں جو پہلے دونوں کے مقابلے میں گواہی دینے کے لئے زیادہ قابل اعتماد ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں حق تلفی کی شکایت ہے۔ یہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے۔ اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی گڑبڑ نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم ظالموں میں شامل ہوں گے۔

اس طریقہ سے زیادہ امید ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں گے ورنہ وہ ضرور ڈریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی سنو۔ بیشک اللہ نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

شَهَادَةُ — گواہی

حَضَرَ — آیا۔ حاضر ہوا

اَلْوَصِيَّةُ — وصیت کرنا

اِثْنَيْنِ — دو

ذَوَا عَدْلٍ — دو انصاف والے

اٰخَرَانِ — دوسرے دو

مِنْ غَيْرِ كُمْ — تمہارے سوا اوروں میں سے

ضَرَ بْتُمْ — تم چلے۔ تم نے سفر کیا

اَصَابَتْ — پہنچ گئی

مُصِيبَةٌ — مصیبت

تَحْبِسُوْنَ	تم روک لو
يُقْسِمٰنِ	وہ دونوں قسم کھائیں
اِرْتَبْتُمْ	تمہیں شبہ ہوا
لَا نَشْتَرِیْ	ہم نہیں خریدتے۔نہیں لیتے
ثَمَنٌ	قیمت۔مال
ذَاقُرْبٰی	رشتہ دار
اَلْاٰثِمِیْنَ	(اَلْاٰثِمُ)۔گناہ گار
عُثِرَ	مطلع ہوا۔واقف ہوا
اِسْتَحَقَّا	حق دبالیا
يَقُوْمٰنِ	دو کھڑے ہوں
مَقَامُ	جگہ
اِسْتَحَقَّ	جس نے حق دبایا
اَلْاَوْلَيَیْنِ	قریبی رشتہ دار ہوں
اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے
مَا اعْتَدَيْنَا	ہم نے زیادتی نہیں کی
اَدْنٰی	قریب ہے
اَنْ يَّاْتُوْا	یہ کہ تم لے آؤ۔(یہ کہ تم آؤ)
تُرَدُّ	رد کردی جائے گی
اِسْمَعُوْا	تم سنو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

یہ آیات وصیت کے سلسلہ میں نازل کی گئی ہیں۔غیر منقولہ جائداد ایک ٹھوس چیز ہے۔وہاں میت سے وارثوں تک مال صحیح

پہنچنے میں درمیانی لوگوں کی طرف سے خطرہ بہت کم ہوتا ہے۔ لیکن اشیائے منقولہ میں اس کا خطرہ زیادہ ہے خصوصاً جب کہ وصیت کرنے والا پردیس میں ہو۔ چونکہ ہر مرنے والے کے حالات یکساں نہیں ہوتے ممکن ہے کسی کو وصیت کا موقع نہ ملے۔ اس لئے ان آیات میں لازمی حکم نہیں دیا گیا بلکہ صرف بہترین تدبیر بتائی گئی ہے۔ مرنے والے کو اگر موقع ملے تو باضابطہ وصیت کر کے مرے۔ اس وصیت پر دو گواہیاں لے لے۔ دو مسلمان ہوں ورنہ ایک مسلم ایک کافر کی۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کفار کی گواہی لے لی جائے۔

چونکہ یہ خطرہ ہے کہ ان گواہوں کا اپنا یا اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کا مفاد اس وصیت سے وابستہ ہو اور مرنے والے کی موت کے بعد اس وصیت میں ترمیم کر دیں۔ اس لئے جس وارث کو (یا ورثا کو) حق تلفی کی شکایت پیدا ہو جائے۔ وہ مقدمہ قاضی کے پاس لائے۔ اگر کوئی ثبوت نہ ہو اور معاملہ کا فیصلہ سراسر شہادت پر ہو تو قاضی ان گواہوں سے ان جملوں کے ساتھ حلف لے سکتا ہے کہ اللہ کی قسم ہم اس قسم کے بدلے میں کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور ہم گواہی کو ہرگز نہ چھپائیں گے اور اگر ہم ایسا کریں گے تو سخت گناہ گار رہوں گے۔

لیکن اگر کسی ثبوت سے پتہ لگ جائے کہ گواہوں نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے تو انہیں برخاست کر کے ایسے دو آدمی مقرر کئے جائیں جو ان کے مقابلہ میں گواہی دینے کے زیادہ اہل ہوں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی حق تلفی ہوئی ہو پھر ان سے حلف لیا جائے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اگر یہ نئے گواہ حلف اٹھالیں تو قاضی ان کی بنیاد پر مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

یہ جو کہا ہے کہ ''نماز کے بعد پہلے دو گواہوں کو روک لو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوں گے تو نماز کے بعد اور وہ بھی مسجد میں اور وہ بھی اتنے لوگوں کے سامنے کیا جھوٹ بولیں گے اور بظاہر جھوٹا حلف اٹھانا ممکن نہیں ہے۔ اشارہ عصر کی نماز کے بعد کا ہے۔ اس وقت کی تعظیم اہل کتاب بھی کرتے تھے۔ یہاں حلف کی اہمیت ہے۔ جو گواہ یا جو فریق حلف نہ اٹھائے مقدمہ اس کے خلاف جا سکتا ہے۔ لیکن جو غیر ورثا ہیں یا غیر وصی ہیں حلف کی شرط ان پر نہیں۔

آیت ۱۰۶ میں جو "تَحْبِسُوْنَهُمَا" آیا ہے تو چند فقہا کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ گواہ یا گواہوں کو بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے ضرورت پڑے تو پکڑ کر رکھا جائے یا پکڑوا کر بلایا جائے۔

یہ آیات ایک خاص مقدمہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ مقدمہ حضور نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

وقف لازم

اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ
كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ
تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ
وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

وہ دن جب اللہ سارے پیغمبروں کو جمع کر کے پوچھے گا (تم نے جو اسلام کی دعوت دی تھی) تو کیا جواب ملا؟۔ وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں۔ بے شک آپ ہی تمام پوشیدہ باتوں کے جاننے والے ہیں۔ اس دن جب کہ اللہ کہے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ! میرے اس احسان کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری ماں پر کیا ہے۔ جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی۔ اور تم لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے۔ وہ وقت یاد کرو جب میں نے تمہیں کتاب کا علم بخشا تھا اور حکمت کا بھی۔

توریت کا اور انجیل کا بھی۔ وہ وقت یاد کرو جب تم میرے حکم سے گارے سے پرندے کی صورت بناتے تھے۔ پھر جب اس میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تم پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیا کرتے تھے۔ وہ وقت یاد کرو جب میرے حکم سے تم مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب میں نے بنی اسرئیل کے ہاتھ تم پر ظلم کرنے سے روک دیئے تھے جب تم دلائل نبوت لے کر ان کے پاس گئے اور جو لوگ ان میں سے کافر تھے وہ کہنے لگے بلاشبہ یہ سب تو کھلم کھلا جادوگری کے سوا کچھ نہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۰۹تا۱۱۰

يَجْمَعُ	وہ جمع کرے گا
مَاذَا	کیا؟
اُجِبْتُمْ	تمہیں جواب دیا گیا
لاَ عِلْمَ لَنَا	ہمیں معلوم نہیں ہے
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ	غیب کا بہت زیادہ علم رکھنے والا
وَالِدَةٌ	ماں
اَيَّدْتُّ	میں نے مدد کی۔تائید کی
رُوْحُ الْقُدُسِ	(پاک روح)۔جبرئیل امینؑ
تُكَلِّمُ	کلام کرے گا
اَلْمَهْدُ	گود۔پالنا
كَهْلاً	سمجھداری کی عمر۔ادھیڑ عمر
عَلَّمْتُ	میں نے سکھایا
اَلْحِكْمَةُ	حکمت اور عقل و سمجھ کی باتیں
تَخْلُقُ	تو بناتا ہے
اَلطِّيْنُ	مٹی
كَهَيْئَةِ	جیسے شکل
اَلطَّيْرُ	پرندہ
اِذْنِيْ	میری اجازت
تَنْفُخُ	تو پھونک مارتا ہے
تُبْرِئُ	تو اچھا کرتا ہے
اَلْاَكْمَهُ	پیدائشی اندھا
اَلْاَبْرَصُ	کوڑھ کا مریض

تُخْرِجُ	تو نکالتا ہے
اَلْمَوْتٰی	مردے
كَفَفْتُ	میں نے روک دیا
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ	کھلا جادو

تشریح: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

یہاں سے ختم سورت تک حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے اور آپ کے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ کے سوالات کے جواب میں آپ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے۔ نصاریٰ کو بتانا ہے کہ قیامت ہو کر رہے گی۔ وہاں عام انسان تو کیا تمام انبیاء موجود ہوں گے۔ ان سے ان کی امتوں کے بارے میں سوال جواب ہوگا۔ وہاں حضرت عیسیٰؑ کی پوزیشن نہ تو اللہ کے بیٹے کی ہوگی نہ تین معبودوں میں سے ایک کی ہوگی جو آگے بڑھ کر اپنے ماننے والوں کو بچالیں گے۔ ان کی پوزیشن ایک نبی کی ہوگی اور وہ اپنی امت کے اعمال کے متعلق جو کچھ فرمائیں گے وہ ہر طرح سچ ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات میں پہلے تو یہ بات کہی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انبیاء سے سوال فرمائیں گے۔ کہ تم نے جو میرا پیغام اپنی اپنی امت کو پہنچایا تھا تو اس کا تمہیں کیا جواب ملا۔ کیا تمہاری باتیں مانی گئیں اور کتنے لوگوں نے مانا۔ کتنے لوگوں نے نہ مانا۔ کتنے لوگوں نے تمہارے ساتھ حسن سلوک کیا اور کتنے لوگوں نے ظلم و زیادتی کی اور ان میں کتنے منافقین تھے۔

اس کا جواب وہ یہی دیں گے کہ ہم تو تبلیغ اسلام میں دن رات مصروف تھے۔ آپ کا پیغام ان تک پہنچاتے تھے ان کا ظاہری جواب تو ہمیں معلوم ہے جو یہ ہے لیکن ان کے دل میں جو کچھ تھا اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ اے اللہ آپ ہی عالم الغیب بلکہ علام الغیوب ہیں۔ آپ ہی سب کچھ جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان کے دلوں کا راز اور ان کے حقیقی جواب سے آپ ہی واقف ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرداً فرداً پیغمبروں سے کلام فرمائیں گے۔

جب حضرت عیسیٰؑ کی باری آئے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے ان خصوصی انعامات کا ذکر کریں گے جو انہیں بخشے گئے تھے۔ ان میں سے بعض خصوصیات عام طور پر کسی دوسرے نبی کو نہیں بخشی گئیں۔ ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) بغیر باپ کے پیدائش۔ حضرت مریم پر انعامات

(۲) روح پاک (حضرت جبرئیلؑ) سے مدد۔ یہ مدد مختلف شکلوں میں تھی۔

(۳) گہوارے میں بھی فصاحت اور بلاغت سے کلام کرنا۔

(۴) عمر کے پہلے حصہ سے اخیر تک اسی فصاحت و بلاغت سے کلام کرنا۔

(۵) عمر کے دوسرے حصہ میں (جب کہ وہ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے) اس وقت بھی اسی طرح کلام کرنا۔

(۶) پیغمبری (آپ بنی اسرائیل کے آخری نبی اور رسول ہیں)۔

(۷) معجزات۔

(۸) بنی اسرائیل کے ظلم سے حفاظت (جس میں صلیب کا واقعہ بھی شامل ہے)۔ حضرت عیسیٰ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات بیان کرنے کا سلسلہ آیت ....۱۱۵ تک جاری ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا
اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ
يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ
عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا
وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ
تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ
مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں القا کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول

(حضرت عیسیٰؑ ابن مریم) پر ایمان لاؤ تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لائے اور انہوں نے کہا گواہ رہو کہ ہم لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہیں اور وہ وقت یاد کرو جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریم! کیا آپ کا رب ہم لوگوں پر آسمان سے کھانے کا دستر خوان اتار سکتا ہے؟ انہوں نے کہا اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔ حوارین کہنے لگے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو کھا کر دیکھیں تا کہ ہمارے دل کو یقین آجائے اور ہم جان لیں کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ اور ہم اس کی صداقت کے گواہ بن جائیں۔

اس پر عیسیٰؑ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان بھیج دیجئے جو ہم میں سے اول ہیں اور بعد میں آنے والے ہیں ان کے لئے خوشی کا باعث بنے اور آپ کی طرف سے نشانی قرار پائے۔ اور آپ ہمیں رزق (سامان حیات) بخش دیجئے۔ بے شک آپ کی رزاقی سب سے اعلیٰ ہے۔ اللہ نے جواب میں کہا میں یہ چیز (کھانوں سے بھرا دستر خوان) تم لوگوں کو بھیج رہا ہوں۔ لیکن اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ویسا عذاب دنیا میں کسی کو نہ دیا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

اَوْحَيْتُ	میں نے وحی کی
اَلْحَوَارِيّٖنَ	(اَلْحَوَارِیُّ)۔ مددگار۔ دوست۔ صحابی
اٰمِنُوْابِیْ	مجھ پر ایمان لاؤ
اِشْهَدْ	تو گواہ رہنا
مُسْلِمُوْنَ	(مُسْلِمٌ)۔ فرماں بردار
هَلْ يَسْتَطِيْعُ	کیا طاقت ہے؟
مَآئِدَةٌ	دستر خوان (جس میں ہر طرح کے کھانے ہوں)
نَاْكُلُ	ہم کھائیں گے
تَطْمَئِنَّ	اطمینان ہو جائے گا
صَدَقْتَ	تو نے سچ کہا

نَكُونُ	ہم ہوجائیں گے
اَلشّٰھِدِیْنَ	گواہی دینے والے
اَللّٰھُمَّ	اے میرے اللہ
اَنْزِلْ	اتاردے۔نازل کردے
عِیْدٌ	خوشی کا دن
اُرْزُقْنَا	روزی دے دے
خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ	بہترین رزق دینے والا
اِنِّیْ مُنَزِّلٌ	میں اتارنے والا ہوں
مَنْ یَّكْفُرْ	جو ناشکری کرے گا
اُعَذِّبُ	میں عذاب دوں گا۔سزا دوں گا
اَحَدٌ	کوئی ایک

تشریح: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۵

صرف وعظ و نصیحت اور تبلیغ سے ایمان پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کے لئے مسلسل عملی جدوجہد نہ کی جائے جس طرح دوا اس بات کی گارنٹی نہیں ہے کہ شفا ضرور ہوگی۔ مگر تدبیر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تدبیر فرض ہے۔ کسی کے دل میں ایمان اتارنے کے لئے کیا کیا تدبیریں اختیار کی جائیں، کس کے دل میں ایمان اترے گا اور کون پھر بھی بدنصیب رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ ان سارے سوالات کا جواب یہ ہے۔ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔ تبلیغ، محنت، جدوجہد کسی کی بھی ہو، بے کار نہ جائے گی۔ جب تک اللہ ہی کسی کے دل میں القا نہ کردے۔ جب اللہ ہی نے توفیق دی تب ہی حواریین ایمان لائے۔

ایمان صرف خفیہ احساس یا جذبے کا نام نہیں ہے جس طرح نکاح کا اعلان عام ہے اسی طرح ایمان کا بھی اعلان عام ہے۔ اور وہ اعلان ہے کلمہ شہادت یعنی ڈنکے کی چوٹ، پکار اور للکار کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتے اور ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کی نبوت اور شریعت کو نہیں مانتے۔ جس طرح حواریین نے کہا۔ اے اللہ گواہ رہ کہ ہم حلقہ اسلام میں داخل ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ ایمان کیا ہے؟ زبان سے اقرار اور قلب کی تصدیق۔ جب ایک بار تصدیق ہوگئی تو بات ختم ہوئی۔ اب تصدیق در تصدیق بے معنی ہے۔ تصدیقوں کا سلسلہ ایمان کے منافی ہے۔ اللہ اور رسول سے

خصوصی فرمائشیں اور خصوصی دلائل مانگنا نہ صرف انتہائی بدتمیزی ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔ اللہ کا جلال حرکت میں آ سکتا ہے۔
یہاں پر بتایا جا رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم نے وہ جرات کی تھی کہ کفر قریب تھا اور میرا غیض وغضب حرکت میں آ سکتا تھا۔ لیکن میں نے اپنے غصہ کو روکا، تم پر خاص رحمت کی، تمہاری درخواست قبول کی مگر اس تہدید کے ساتھ کہ اس آخری تصدیق کے بعد بھی اگر تم میں سے کوئی کافر رہا تو میں ایک مثالی سزا دے کر رہوں گا۔

یہاں پر یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ اے عیسیٰؑ! میرے احساناتِ عظیم کی فہرست میں یہ بھی یاد رکھو کہ میں نے تمہاری دعا قبول کی اگرچہ مومن تو مومن پیغمبر تک کو ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کو اپنی امت سے صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ معجزہ وہی ہے جو نبی اللہ کے حکم سے دکھائے نہ کہ کسی کی فرمائش پر دکھائے۔ اور کسی مومن کو اللہ اور رسول سے خرقِ فطرت کی فرمائش نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ کی طرف سے رزق عطا کرنے کے دروازے بے شمار کھلے ہوئے ہیں۔ کیا وہ کافی بلکہ وافی نہیں ہیں کہ الگ سے اس قسم کا مطالبہ ہو۔

حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں لفظ 'عید' آیا ہے یعنی ملی جشن کا دن۔ چونکہ یہ لفظ خوان اور رزق کے سلسلے میں اور اللہ تعالیٰ کی رزاقی کا واسطہ دے کر آیا ہے۔ اس لئے عید کے دن خوشی منانا، کھانا پینا اور کھلانا پلانا عبادت تھا۔ ممکن ہے عید کے سالانہ دن کی ابتدا حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں پڑ گئی ہو جسے ہمارے رسول کریم ﷺ نے خاص تاریخ دے دی، اسے امیروں غریبوں کی عید الفطر اور عید الاضحی بنایا اور کھلانا پلانا خصوصی انداز قرار پایا۔ حاجیوں کے لئے بھی اور غیر حاجیوں کیلئے بھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی دعا میں یہ بھی ہے "یہ خوان آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ اس لئے امت مسلمہ کے لئے عیدین شعائر اللہ ہیں اور خواہ میٹھی سوئیاں خواہ قربانی کا گوشت، کیا یہ اللہ کی طرف سے تمام امت مسلمہ کے لئے خصوصی خوانِ نعمت نہیں ہیں۔ اور کہا اس جشن عیدین میں تمام چھوٹے بڑے، مرد و زن، پچھلی اور اگلی نسلیں شامل ہیں کیا حضرت عیسیٰؑ کی دعا تمام مومنوں کے لئے اس عجیب طریقے سے منظور نہیں ہوئی۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ
وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ
مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ
وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ
اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

(اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے) اے عیسیٰؑ ابن مریم۔ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لو (تو عیسیٰؑ کہیں گے) اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق حاصل نہ تھا اور اگر میں نے ایسی بات کہی ہوگی تو یقیناً آپ کو علم ہوگا۔ جو کچھ میرے دل میں ہے آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا کیا کچھ آپ کے علم میں ہے۔ آپ تمام پوشیدہ حقیقتوں کا ابدی علم رکھتے ہیں۔ میں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے کہنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے یہی کہا اے لوگو! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان سے باخبر رہا جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو پھر آپ ہی ان کے نگراں رہے۔ اور آپ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اب اگر انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو یقیناً آپ قدرت بھی رکھتے ہیں اور حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

ءَ اَنْتَ	کیا تو نے
قُلْتَ	تو نے کہا تھا
اِتَّخِذُوْنِىْ	مجھے بنا لو
اُمِّىَ	میری ماں
اِلٰهَيْنِ	دونوں معبود
سُبْحٰنَكَ	تیری ذات پاک ہے۔ بے عیب ہے
مَا يَكُوْنُ	نہیں ہے
لَيْسَ	نہیں ہے

لَآ اَعْلَمُ	میں نہیں جانتا
اَمَرْتَنِیْ	تو نے مجھے حکم دیا تھا
مَا دُمْتُ	جب تک میں رہا
حَیٌّ	زندہ
فَلَمَّا	پھر جب
تَوَفَّیْتَ	تو نے اٹھالیا
اَلرَّقِیْبُ	نگران۔نگہبان
اِنْ تُعَذِّبْ	اگر تو نے عذاب دیا
عِبَادُکَ	تیرے بندے
اِنْ تَغْفِرْ	اگر تو نے معاف کردیا

تشریح: آیت نمبر ۱۱۶ تا ۱۱۸

یہ سوالات قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جب کہ تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔ یہ سوال وجواب حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اس لئے ہوگا کہ ان کی تمام امت سن لے کہ تثلیث کا عقیدہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے نہیں آیا ہے۔ یہ عقیدہ سیکڑوں سال کے بعد گھڑا گیا ہے۔ اور خود وہ جسے لوگوں نے تین معبودوں میں سے ایک اور اللہ کا بیٹا بنالیا ہے۔ اس قسم کے واہیات خرافات سے صاف انکار کر رہے ہیں۔ اس دھمکی کے بعد جو پچھلی آیت میں خوان نعمت کے سلسلہ میں اللہ نے امت عیسوی کو دی ہے، اب کون سا جواز رہ جاتا ہے کہ وہ سخت ترین عذاب سے بچیں گے۔ اس گفتگو میں حضرت عیسیٰؑ نے تین طرح سے اپنی براءت ظاہر کی ہے۔

(۱) مجھے کس طرح جائز تھا کہ حقیقت کے خلاف بات کہتا کہ اپنے معبود حقیقی کے بجائے اپنے آپ کو معبود قرار دے دیتا۔ ثبوت یہ پیش کیا اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کے علم سے وہ ہرگز پوشیدہ نہ رہتی اور آپ خود جانتے ہیں کہ ایسی بات وجود ہی میں نہیں آئی۔

(۲) میں نے یہی کہا اے لوگو! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یعنی ہم تم اللہ کے یکساں بندے ہیں۔ بندہ الہٰ کیسے ہوسکتا ہے۔

(۳) جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان سے باخبر رہا یعنی ایسا کوئی عقیدہ کسی کے دل میں یا زبان پر نہیں آیا۔

یہ عقیدہ تثلیث سینکڑوں سال بعد تصنیف ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کے لئے معافی کی سفارش بھی کی ہے۔ لیکن تحت اللفظ اور بڑی دانائی سے۔ اس جگہ ایک لفظ آیا ہے "توفیتنی" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "جب تو نے مجھے وفات دی" اس لفظ سے قادیانیوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام (نعوذ باللہ) آسمانوں پر نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ اور وہ کشمیر میں دفن ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث اور امت کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اپنی قدرت سے آسمانوں پر اٹھا لیا ہے۔ جہاں وہ حیات ہیں اور قیامت کے قریب وہ دنیا میں تشریف لا کر صلیب کو توڑیں گے۔ اور عیسائیوں کے عقیدہ کی گندگی کو دور فرمائیں گے۔ پھر وہ دنیا میں زندہ رہ کر طبعی زندگی گزار کر وفات پائیں گے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو مدینہ منورہ میں نبی مکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ کے علم کے مطابق قیامت قائم ہوگی۔ اور پھر قیامت کے دن یہ گفتگو ہوگی اور اس وقت آسمان سے نزول کے بعد آپ کو حقیقی موت حاصل ہو چکی ہوگی اس لئے اس سے حضرت عیسیٰؑ کی موت اور رفع سماء کے انکار پر استدلال بالکل فضول ہے۔ قادیانیوں کے اس عقیدے کی کوئی بنیاد نہیں ہے الحمد للہ ہمارے علماء حق نے اس کے مدلل جوابات پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں۔ جن کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اور قادیانیوں کے جھوٹ کا پردہ چاک ہو سکتا ہے۔ میں تو اس جگہ صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ قرآن کریم کے کسی لفظ کو لے کر اس کا من مانا ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ الفاظ قرآن کی وہی تشریح معتبر ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمادی ہے۔ اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں بلکہ سینکڑوں احادیث اس پر گواہ ہیں کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ اس پر صحابہ کرامؓ اور علماء دین کا پختہ عقیدہ ہے جو وفات مسیح کے قائل نہیں ہیں بلکہ رفع عیسیٰؑ کے قائل ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ
الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰

تب اللہ فرمائے گا۔ یہ وہ دن ہے جب کہ سچے لوگوں کو ان کی سچائی نفع دے گی۔ ان کے لئے وہ باغات ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی

ہوا اور وہ اللہ سے راضی رہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ ہی تمام آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اس کا مالک ہے اور وہی ہر چیز پر تمام قدرتیں رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰

یَنْفَعُ	نفع دے گا
اَلصّٰدِقِیْنَ	سچ بولنے والے
رَضِیَ اللّٰہُ	اللہ راضی ہو گیا
اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ	بڑی کامیابی

تشریح: آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰

جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے اشارے ہی اشارے میں اپنی امت کے لئے سفارش کی تھی اسی طرح اللہ نے بھی اشارے ہی اشارے میں جواب دے دیا کہ جنت صرف اہل صدق کے لئے ہے۔ اہل کذب کیلئے نہیں۔ ان کے لئے ہے جو اللہ کو اللہ مانتے ہیں۔ ان کے لئے نہیں جو غیر اللہ کو بھی اللہ مانتے ہیں جنت ان کے لئے ہے جو توحید والے ہیں۔ ان کے لئے نہیں جو تثلیث والے ہیں۔

''اللہ ان سے راضی ہوا چونکہ وہ اللہ سے راضی رہے''۔ اس چھوٹے سے جملہ کے اندر معانی اور مطالب کے سات سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ حضور پر نور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی یہی آیت سورۃ البینہ میں آئی ہے۔

آسمانوں اور زمین۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۹ میں سات آسمانوں کا ذکر ہے۔ قرآن میں ہر جگہ آسمان کا ذکر جمع میں ہے اور زمین کا ذکر واحد میں۔ ''سموات'' بلند اور ارفع اشیاء کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے نقطہ نظر سے جس مقام پر وہ ہے جس دنیا میں وہ ہے، جہاں وہ اپنی صلاحیتیں استعمال کر سکتا ہے، جہاں وہ تہذیب و تمدن بنا رہا ہے۔ وہی زمین ہے۔ بقیہ سب آسمان ہیں۔ جہاں اس کی پہنچ ہے وہ زمین۔ جہاں اس کی پہنچ نہیں ہے وہ آسمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے سورۂ مائدہ کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر و تشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۷ تا ۸

• واذاسمعوا • ولواننا

سورۃ نمبر ۶

الْاَنْعَامْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانعام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	6
رکوع	20
آیات	165
الفاظ وکلمات	3100
حروف	12935
مقام نزول	مکہ مکرمہ
60 آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں	

انعام "نعم" کی جمع ہے (یعنی جانور) مویشی، چوپائے جانوروں کو کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے سولہویں سترھویں رکوع میں بعض جانوروں کے حلال وحرام ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں کفار مکہ کے بعض توہمات کو بھی دور کیا گیا ہے جو عرب میں عام تھے۔ اسی لیے اس سورۃ کا نام "الانعام" رکھا گیا ہے۔

اگر چہ یہ سورۃ مکی کہلاتی ہے مگر اس میں وہ ساٹھ آیتیں بھی شامل ہیں جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں بقیہ ایک سو پانچ آیتیں ہجرت سے کچھ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

اس سورۃ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس سورۃ کی ایک سو پانچ آیتیں ایک ہی رات میں نازل ہوئیں جنہیں اسی رات نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا۔

خصوصیت: یہ سورۃ ایک ہی رات میں ستر ہزار فرشتے لے کر نازل ہوئے۔

متعدد احادیث میں اس سورۃ کے نازل ہونے کی ایک بہت بڑی شان بیان فرمائی گئی ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جس رات یہ سورۃ نازل ہوئی اس رات زمین سے آسمان تک نور ہی نور پھیلا ہوا تھا۔ تمام فرشتے اللہ کی حمد وثناء کررہے تھے۔ ان کی تسبیحات کی گونج سے زمین وآسمان میں ایک عجیب سا سماں تھا۔ اسی دوران ستر ہزار فرشتے اس سورۃ کو لے کر نازل ہوئے۔ وہ اللہ کی تسبیح کررہے تھے اور اللہ کو سجدے کررہے تھے۔ فرشتوں کی تسبیح اور سجدوں سے زمین وآسمان منور تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ بھی اللہ کی تسبیح کرتے ہوئے سجدے میں چلے گئے۔ احادیث میں اس سورۃ کی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ الانعام کی پہلی تین آیتوں کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ ایسے چالیس فرشتوں کو نازل فرمائے گا جو عبادت کریں گے جس کا ثواب اس شخص کو بھی عطا کیا جاتا رہے گا جو اس کی تلاوت کرے گا فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے اللہ کی رحمتوں کو اس شخص پر نازل کرتے رہیں گے۔

جو شخص اس سورۃ کو پڑھتا ہے تو ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے۔ شیطان اگر پڑھنے والے کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو فرشتہ اس گرز سے شیطان کی خبر لیتا ہے اور شیطان اور اس کے درمیان

ستر حجاب (پردے) ڈال دیئے جاتے ہیں۔اس سورۃ کو پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اے میرے بندے تو میرے نور کے سائے میں چل، جنت کے پھلوں سے لذت حاصل کر، حوض کوثر سے پانی پی، اور نہر سلسبیل میں غسل کر تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون توحید و رسالت ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دور جہالت میں کفار ایسے توہمات اور فضولیات میں مبتلا تھے جن توہمات کی تردید کی گئی ہے جن کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔اہل ایمان کو کفار کے ظلم وستم کے مقابلے میں تسلی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔اس کے علاوہ زندگی کے ان بنیادی اصولوں کو بیان فرمایا گیا جو انسان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔

کفار نے بہت سی چیزوں کو خود ہی حرام اور حلال کر رکھا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقت میں جو چیزیں حرام اور ناجائز ہیں ان پر تو تم غور نہیں کرتے اور دوسری فضول بحثوں میں الجھے ہوئے ہو۔ فرمایا کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے (۱) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک قرار دینا۔ (۲) والدین سے بد سلوکی کرنا۔ (۳) مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا حرام ہے کیونکہ رازق تو اللہ ہے۔ (۴) چھپے ہوئے یا ظاہری گناہ کے کام کرنا۔(۵) کسی کو ناحق قتل کرنا۔(۶) یتیم بچے کے مال کو کھا جانا۔(۷) ماپ تول میں کمی کرنا۔(۸) وعدے کا پورا نہ کرنا۔ (۹) جب گواہی دینے کا وقت آ جائے تو اس سے پیچھے ہٹ جانا۔ (۱۰) اللہ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے سے ہٹ کر غلط اور گمراہی کے راستے پر چلنا یہ سب ناجائز باتیں ہیں ان سے بچنا ہر صاحب ایمان کے لیے ضروری ہے۔

سورۃ الانعام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ
وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ
جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اندھیرا اور اجالا بنایا۔ پھر بھی یہ کفار (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر ٹھہرا رہے ہیں۔ ہاں وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اپنے حکم سے ایک مدت ٹھہرا دی۔ اور پھر دوسری مدت بھی اس کے نزدیک معین اور مقرر ہے۔ مگر تم لوگ شک میں پڑے ہوئے ہو۔ ہاں وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اسے وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم کما رہے ہو اس سے بھی وہ واقف ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

جَعَلَ	اس نے بنایا
اَلظُّلُمٰتِ	(ظُلْمَةٌ)۔ اندھیرے
اَلنُّوْرُ	روشنی

یَعْدِلُوْنَ	(عَدْلٌ)۔ برابر کرتے ہیں۔ (شرک کرتے ہیں)
طِیْنٌ	مٹی
قُضِیَ	مقرر کر دیا۔ فیصلہ کر دیا
اَجَلٌ	ایک مدت
مُسَمًّی	مقرر۔ متعین
تَمْتَرُوْنَ	تم شک کرتے ہو
سِرٌّ	بھید۔ چھپی ہوئی چیز
جَھْرٌ	کھلا ہوا۔ ظاہر
تَکْسِبُوْنَ	تم کماتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کو دیکھنے اس پر غور کرنے اور پھر دل سے تعریف کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ایسا کون ہے جو آسمان و زمین کی ٹھہری ہوئی اور حرکت کرتی ہوئی چیزوں کو دیکھے، اس آنے والی اور جانے والی تاریکیوں اور روشنیوں کو دیکھے، اس سکونی اور گردشی نظام کائنات کو دیکھے کہ یہ سب کچھ انسان کو زندگی اور اسکی نعمتیں بخشنے کے لئے بنے ہیں۔ اور پھر بھی اس کا دل حیرت اور احسان مندی سے عش عش نہ کر اٹھے۔

الحمد کے معنی تعریف کے بھی ہیں اور شکر کے بھی۔ یعنی حسن آفرینش کی قدر و قیمت پہچاننا بھی اور قولی و عملی احسان مندی بھی۔ یعنی معرفت بھی اور بندگی بھی۔

اس آیت نے ان دو سوالوں کا جواب دے دیا ہے جن کی طرف سائنس نے اپنی مصلحت سے اب تک رخ نہیں کیا۔ ہر چیز چاند، سورج، پہاڑ، انسان کے ساتھ چند سوالات لازمی اٹھتے ہیں۔ یہ کیا ہے؟ اسے کس نے بنایا؟ اور کیوں بنایا؟ سائنس اپنے آپ کو کیا اور کیسے میں الجھائے رکھتی ہے۔ 'کون' اور 'کیوں' سے دور بھاگتی ہے۔ تمام سائنس داں جانتے ہیں کہ اگر ہم نے 'کون' اور 'کیوں' میں تحقیق کی تو ہمیں دین اسلام میں داخل ہونا پڑے گا اور یہ ان کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے۔

اسے کس نے بنایا۔ اس کا جواب لفظ اللہ میں ہے۔ اسے کیوں بنایا اس کا جواب لفظ الحمد میں ہے۔ الحمد للہ ہی سے قرآن شروع ہوتا ہے۔ الحمد للہ ہی تمام حقائق کی بنیاد ہے۔

لازم تو یہ تھا کہ انسان یہ سارے نظام کائنات کو اپنے لئے کام کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کا سر خالق و مالک کے سامنے تحسین وتشکر میں جھک جاتا لیکن حیرت کا مقام ہے کہ کفار اور مشرکین غیر اللہ کو معبود ٹھہرا رہے ہیں۔

ذرا انسان یہ تو سمجھے کہ اسے کس نے پیدا کیا، کس چیز (مٹی) سے پیدا کیا، کس نے اس کی زندگی کی مدت مقرر کردی۔ کس نے اس کی موت کی تاریخ مقرر کردی اور پھر موت کے بعد قیامت تک کی مدت مقرر کردی۔ ذرا یہ سمجھئے کہ جو اسے موت دے سکتا ہے وہ مارنے کے بعد جلا بھی سکتا ہے اور جلانے کے بعد جزا و سزا دے سکتا ہے۔

ذرا انسان یہ تو سمجھے کہ وہ جو آسمانوں، زمین اور ہر چیز کو بنا سکتا ہے، ایک نظام میں لگا کر سب کو مختلف حرکتوں اور منزلوں سے گزار سکتا ہے، وہ انسان کی ایک ایک حرکت کو کیوں نہیں دیکھ سکتا خواہ وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔ اور پھر وہ ہر ایک کا اعمال نامہ کیوں نہیں مرتب کرسکتا۔ مگر جو بد نصیب ہے وہ ابھی تک شک میں پڑا ہے۔ اور مدت عمل گزرتی چلی جارہی ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ
رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ
فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ
اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ
وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ⑥

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ٦

جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے اس سے روگردانی ہی کی۔ اب وہ اس حق کو بھی جھٹلا رہے ہیں جو ان کے پاس آیا ہے جس بات کا وہ اب تک مذاق اڑاتے رہے ہیں اس کی خبریں (حقیقت بن کر) ان کے سامنے عنقریب آئی جاتی ہیں۔

کیا ایسے لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی ایسی قوموں کو ہلاک کرچکے ہیں جن کی اپنے اپنے دور میں (طاقت اور حکومت کو ہم نے اتنا گہرا اور) مضبوط بنایا تھا جو تمہیں ہم نے نہیں بنایا ہے۔ ان پر ہم نے آسمان سے مسلسل بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے نہریں

جاری کی تھیں۔ لیکن جب وہ گناہ پر گناہ ہی کرتے چلے گئے تو ہم نے انہیں نیست و نابود کر دیا اور ان کی جگہ نئی قوموں کو اٹھا کھڑا کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۶

مَا تَاْتِیْ	نہیں آتی
مُعْرِضِیْنَ	اعراض کرنے والے۔ منہ پھیرنے والے
کَذَّبُوْا	انہوں نے جھٹلایا
اَنْبٰٓؤُا	سچی خبریں
یَسْتَھْزِءُ وْنَ	وہ مذاق کرتے ہیں
اَلَمْ یَرَوْا	کیا انہوں نے نہیں دیکھا
اَھْلَکْنَا	ہم نے ہلاک کردیا
قَرْنٌ	امتیں۔ جماعتیں
مَکَّنَّا	ہم نے جمایا۔ قوت دی
لَمْ نُمَکِّنْ	ہم نے قوت نہیں دی
اَرْسَلْنَا	ہم نے بھیجا
مِدْرَارٌ	لگا تار برسنا۔ مسلسل
اَنْشَاْنَا	ہم نے پیدا کیا
اٰخَرِیْنَ	دوسرے

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۶

ہر شخص اپنے آپ کو عقلمند سمجھنے اور دوسروں کی نگاہوں میں مہا عاقل دکھانے کیلئے پریشان رہتا ہے۔ اللہ کی طرف سے بڑے بڑے پیغمبر آئے، انہوں نے بڑے بڑے معجزے دکھائے، توحید اور اسلام کے حق میں بڑے بڑے دلائل پیش کئے مگر ان خود ساختہ

عقل مندوں نے ان پر کوئی نہ کوئی اعتراض جڑ دیا اور پیچھے ہٹ گئے۔ اسلام کے اندر آنا ایک فرماں برداری، ایک اوامر ونواہی کے اندر آنا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے عقل مندی اور سرداری کی پوزیشن حاصل کر لی تھی کس طرح اس نظم وضبط کو مان سکتے تھے۔

اب اس وقت مکہ کے کفار ومشرکین کے سامنے قرآن ہے جس نے چیلنج کر رکھا ہے کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسی ایک سورت بنالاؤ۔ بڑے سے بڑے نثر اور نظم والے اس چیلنج کے سامنے سر نہ اٹھا سکے۔ ان کے سامنے خود پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ہستی ہے جنہوں نے ساری زندگی ان ہی کے درمیان گزاری ہے۔ جن کے سارے شب وروز ان کو معلوم ہیں اور انہیں اب تک کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آئی۔

جنہیں سب لوگ صادق اور امین کہتے ہیں۔ مگر نہ ماننے والے طرح طرح کے بہانے بنا رہے ہیں۔ نا ماننے والوں کے لئے فرمایا گیا کہ بہت جلد قیامت تمہارے سامنے آئی جاتی ہے۔ اگر آج علم وعقل کے ذریعہ یقین نہیں کرتے تو کل آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر لوگے۔ اور اس وقت یقین سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ان آیات کے معنی بعض مفسرین نے یہ بھی لئے ہیں کہ یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ تم اس وقت اسلام اور پیغمبر اسلام کو کمزور اور بے طاقت سمجھ رہے ہو۔ بہت جلد مدنی دور آ رہا ہے جب اسلام ایک عظیم طاقت بن کر ابھرے گا نہ صرف یہ کہ مکہ فتح ہو جائے گا بلکہ تم سیاسی اور مذہبی طور پر ناچیز بن کر رہ جاؤ گے۔ قرآن تاریخ کے واقعات کو عبرت اور نصیحت بنا کر پیش کرتا ہے کہ اے مشرکو اور کافرو! آج اپنی سیاسی اور مالی طاقت پر نہ اتراؤ۔ تم سے پہلے بھی بڑی بڑی طاقتیں دنیا میں آئیں اور جب وہ پیغمبر وقت کے سمجھانے کے باوجود گناہوں میں غرق ہوتی چلی گئیں تو آنا فانا خس وخاشاک کی طرح بہہ گئیں۔ ایک فرعون ہی کو دیکھ لو۔ فراعنہ کے انیس خاندان یکے بعد دیگرے آئے سب نے ملا کر تین ہزار سال سے زیادہ مصر پر حکومت کی۔ اس حکومت مصر کے ذریعہ وہ ایشیا افریقہ اور یورپ پر اثر انداز رہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا تھا کہ ایک ہی دن میں یہ عظیم الشان طاقت دریائے نیل میں یوں غرق ہو کر ہمیشہ کے لئے ملیامیٹ ہو جائے گی کہ کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ پھر تمہاری کیا حیثیت ہے۔

ساتھ ہی ساتھ قرآن نے یہ بھی تہدید کر دی کہ تم مٹ جاؤ گے تو سرزمین عرب بے رونق نہیں ہو جائے گی۔ عاد وثمود اور اہل فرعون آئے اور گئے۔ کیا دنیا ویران ہو گئی؟ نہیں۔ ان کی جگہ لینے کے لئے نئی قومیں وجود میں آ گئیں۔ اللہ نے انہیں آزمائش کا موقع دیا۔

جس طرح ایک انسان مرتا ہے تو جگہ خالی نہیں رہتی۔ وہاں دوسرا انسان آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک قوم مٹا دی جاتی ہے تو دوسری نئی قوم اس کی جگہ پکڑ لیتی ہے۔ دنیا کی رونق میں کبھی کمی نہیں آئی۔ کیونکہ اس نظام کائنات کو چلانے والی ایسی ذات ہے کہ جس کو موت نہیں آتی وہ زندہ ہے اور سارے نظام کائنات کو سنبھالنے والی ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ
لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ
بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع قُلْ سِيْرُوْا
فِى الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اے نبی ﷺ! اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے جسے منکرین ہاتھ سے چھو لیتے ہٹ دھرم کفار یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں اس (نبی ﷺ) پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ (اللہ نے فرمایا کہ) اگر ہم فرشتہ اتار دیتے تو قصہ اچانک طے ہو جاتا۔ پھر انہیں کوئی مہلت نہ ملتی۔

اگر ہم فرشتہ اتار بھی دیتے تو وہ بھی انسانی شکل وصورت میں ہوتا۔ تو جس شک میں وہ آج پڑے ہیں اسی شک میں پھر بھی پڑے رہ جاتے۔ (اے نبی ﷺ! فکر نہ کیجئے) آپ سے پہلے بھی لوگ رسولوں کا مذاق اڑاتے رہے ہیں۔ لیکن پھر مذاق اڑانے والوں کو اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑاتے رہے تھے اپنی گرفت میں لے لیا۔

کہہ دیجئے کہ اے لوگو! ذرا دنیا میں چلو پھرو اور خود دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہو کر رہا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۱

قِرْطَاسٌ کاغذ

لَمَسُوْا	انہوں نے چھو کر دیکھا
مَلَکٌ	فرشتہ
قُضِیَ الْاَمْرُ	معاملہ کا فیصلہ کر دیا گیا
لَا یُنْظَرُوْنَ	وہ مہلت نہ دیئے جائیں گے
لَبَسْنَا	ہم نے پہنا دیا۔ڈال دیا
یَلْبِسُوْنَ	وہ شبہ کر رہے ہیں
حَاقَ	گھیر لیا
سَخِرُوْا	انہوں نے مذاق کیا
سِیْرُوْا	چلو پھرو
اُنْظُرُوْا	دیکھو
عَاقِبَةٌ	انجام
اَلْمُکَذِّبِیْنَ	جھٹلانے والے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

فرمایا گیا کہ یہ ضدی، ہٹ دھرم قسم کے لوگ کیسے کیسے مطالبات اٹھاتے ہیں۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی امیہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہہ دیا کہ میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک اپنی آنکھوں سے یہ نہ دیکھ لوں کہ آپ آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ آپ وہاں سے ایک ایسی کتاب لے کر آ گئے ہیں جسے ہم لوگ دیکھ سکیں اور چھو سکیں جس کتاب میں میرا نام لے کر یہ خط ہو کہ اس رسول کی تصدیق کرو۔ یہ سب کچھ کہنے کے بعد اس شخص نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں پھر بھی ایمان نہیں لاؤں گا۔

دوسری مرتبہ یہی عبداللہ بن ابی امیہ اور نضر بن حارث اور نوفل بن خالد مل کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا ہم تو آپ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ آسمان سے ایک کتاب لیکر نہ آ جائیں۔ اس کے ساتھ چار فرشتے اتریں جو کہیں کہ واقعی یہ کتاب اللہ کی طرف سے آئی ہے اور آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ یہی عبداللہ بن ابی امیہ خود بخود ایمان لائے۔ جہاد میں حصہ لیا اور غزوۂ طائف میں شہید ہو گئے۔

ان مطالبات کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے۔

فرمایا ہے کہ اگر ان کا مطالبہ مان لیا جائے۔ کوئی ایسی کتاب آسمان سے اترے جسے یہ چھو سکیں اور پڑھ سکیں۔ تب بھی یہ ایمان لا کر نہ دیں گے۔ ان کے اندر جو نفس پرستی کا بت بیٹھا ہے وہ پھر کوئی نہ کوئی بہانہ تراش لے گا۔

اب رہا فرشتہ۔ اگر وہ انسان کی صورت میں بھیجا جائے تو ان کا شک وشبہ اپنی جگہ قائم رہ جائے گا۔ وہ کیسے فرق کر سکیں گے کہ یہ انسان ہے اور یہ فرشتہ ہے۔ اگر فرشتہ کو فرشتہ کی شکل میں بھیجا جائے تو اول کوئی انسان فرشتہ کی شکل میں اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ مارے ہیبت کے اس کا دم نکل جائے گا۔ فرشتہ تو فرشتہ کی صورت میں اسی وقت نظر آتا ہے جب دم کا نکالنا ہی مقصود ہو۔ اور جب عالم سکرات میں تسلیم کیا تو وہ ایمان کہاں؟ ایمان کی مہلت وہیں تک ہے جب ماننے یا نہ ماننے کی دونوں طاقتیں موجود ہوں۔ جب غیب پر یقین کیا جائے جب کہ وہ ابھی غیب ہی ہے۔ جب جان نرخرہ تک پہنچ چکی اس وقت فرشتۂ موت کو سامنے دیکھ کر یقین کیا تو وہ ایمان نہیں ہے۔ جب غیب حضور بن گیا پھر کون ہے جو مان کر نہ دے۔ بڑے سے بڑا کافر بھی ماننے پر مجبور ہے۔

فرعون اور موجودہ زمانے میں اسٹالن نے بھی موت کے وقت اللہ کو مانا تھا۔ مگر اس وقت ماننے سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

تو اے نبی ﷺ! ان بد دماغوں کو بکنے دیجئے اور مذاق اڑانے دیجئے۔ آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کو یہی تجربہ ہو چکا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر اپنے کام میں لگے رہیئے۔ ہاں بطور نصیحت وعبرت ان سے کہیئے کہ زمین کے مختلف علاقوں میں چل پھر کر دیکھ لو کہ ان قوموں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو جھٹلایا اور پیغمبروں کی باتوں پر یقین نہیں کیا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱۲تا۱۴

اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟۔ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اسی نے اپنے اوپر رحم و کرم لازم کرلیا ہے۔ البتہ وہ تمہیں قیامت کے اس دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ ہاں جنہوں نے خود ہی اپنے آپ کو نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ دن اور رات میں جو چیز بھی ٹھہری ہوئی ہے وہ اللہ ہی کی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالوں وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے۔ وہ اللہ جو خود نہیں کھاتا مگر سب کو کھلاتا پلاتا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے مجھے حکم ہوا ہے کہ اللہ کی فرماں برداری میں پیش پیش رہوں۔ اور آپ بہر حال مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۲تا۱۴

عَلٰی نَفْسِہٖ	اپنی ذات پر
لَیَجْمَعَنَّ	البتہ وہ ضرور جمع کرے گا
خَسِرُوْا	نقصان میں پڑ گئے
سَکَنَ	وہ ٹھہرا
اَللَّیْلُ	رات
اَلنَّھَارُ	دن
فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
یُطْعِمُ	وہ کھلاتا ہے
لَا یُطْعَمُ	وہ نہیں کھلایا جاتا۔ یعنی وہ نہیں کھاتا
اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے

اَنْ اَكُوْنَ	یہ کہ میں ہوں
اَسْلَمَ	گردن جھکادی۔ اسلام قبول کیا
لَا تَكُوْنَنَّ	تم ہرگز نہ ہونا

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴

سارے انسان مانتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ ہی نے بنائی اور اسی کے حکم پر چل رہی ہے۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ انسان کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔ اگر ان کفار سے پوچھا جائے تو وہ یہی جواب دیں گے کہ ان تمام چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

جب اس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ بنایا اور سجایا تو پھر اپنی قدرت سے انہیں توڑ پھوڑ بھی سکتا ہے۔ وہ توڑ پھوڑ کا دن قیامت کا دن ہوگا۔ کیا وہ توڑ پھوڑ یوں ہی بے مقصد ہے؟ نہیں۔ اس دن ہر انسان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا۔ ایک نیا دور شروع ہوگا۔ جس کا نام آخرت ہے۔ اس حساب و کتاب میں اللہ تعالیٰ سختی سے نہیں بلکہ بہت نرمی سے پیش آئے گا۔ اس نے خود اپنے اوپر فرض کرلیا ہے کہ میں بہت رحم و کرم سے پیش آؤں گا۔ مگر کچھ بدنصیب ایسے بھی ہیں جو اس رحم و کرم سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ یہی لوگ کافر، مشرک اور منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بے نیازی ہے کہ وہ خود نہیں کھاتا مگر سارے جہان والوں کو ساری مخلوقات کو کھلاتا پلاتا ہے۔ دوسرے تمام معبود خود کھاتے ہیں۔ کھلاتے نہیں یعنی وہ عام انسانوں کی مدد کے محتاج ہیں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ
یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ
لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾
قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ قف

وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ
لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا
هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾

وقف لازم

ع ۲ / ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰

(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس دن جس سے عذاب ٹل گیا اس پر اللہ نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی بہت کھلی ہوئی کامیابی ہے۔ اور اے مخاطب اگر اللہ تجھے کسی تکلیف میں ڈال دے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اگر اللہ تجھ پر کرم کر دے تو اسے ہر بات پر قدرت حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے۔ وہی حکمت والا اور علم رکھنے والا ہے۔

ان سے پوچھئے کہ سب سے بڑی چیز گواہی دینے کے اعتبار سے کون سی ہے؟۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تو ہے جو تمہارے اور میرے درمیان سب سے بڑا گواہ ہے۔ اسی نے یہ قرآن مجھ پر بطور وحی بھیجا ہے کہ میں تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے خبردار کر دوں۔ کیا واقعی تم لوگ یہ مانتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی شریک کار ہیں؟ کہہ دیجئے جہاں تک میرا تعلق ہے میں ہرگز ایسی شہادت نہ دوں گا۔

کہہ دیجئے وہی ایک معبود ہے اور جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں اس سے قطعی بیزار ہوں۔ ہم نے جن لوگوں کو کتاب دی ہے وہ رسول کو اتنا ہی یقینی پہچانتے ہیں جتنا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود ہی نقصان میں ڈال لیا ہے وہ کبھی مان کر نہ دیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰

عَصَيْتُ میں نے نافرمانی کی

یَصْرِفْ	پھیر دیا گیا۔ ہٹا دیا گیا
یَوْمَئِذٍ	اس دن
یَمْسَسْکَ	پہنچائے تجھے
کَاشِفٌ	کھولنے والا
اَلْقَاھِرُ	زبردست۔ (اللہ کی ایک صفت ہے)
اَیُّ شَیْءٍ	کونسی چیز
اَکْبَرُ	زیادہ بڑا۔ زیادہ بڑی
اُوْحِیَ	وحی کی گئی
اِلَیَّ	میری طرف
اُنْذِرَ	ڈرایا گیا
مَنْ بَلَغَ	جس کو پہنچا
اُخْرٰی	دوسرے۔ دوسری
اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ	بے شک میں دور ہوں۔ میں بیزار ہوں
یَعْرِفُوْنَ	وہ پہچانتے ہیں
اَبْنَاءُ ھُمْ	اپنے بیٹوں کو

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰

ان آیات میں عذاب کی ہولناکی کا ذکر ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی زبانی یہ کہلوا کر کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو عذاب دوزخ سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جتا دیا کہ ثواب و عذاب کا معیار صرف اور صرف اللہ کی فرماں برداری یا نافرمانی، اسلام یا کفر ہے۔ یہاں کوئی فرزندی، کوئی طرفداری، کوئی رعایت نہیں۔ یہ بھی جتا دیا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ جس دن جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ آیات ۱۵ تا ۱۸ میں اللہ تعالیٰ کی قہاری اور غفاری کی شان نہایت توازن اور تناسب کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ خوف اور امید قدم بہ قدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کیا ہے؟ عذاب کا ٹلنا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

کیونکہ جس سے عذاب ٹل گیا وہ اللہ کی رحمت اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔ آیت ۱۷ میں فرمایا گیا ہے اگر اللہ نے عذاب کا فیصلہ کردیا تو کوئی اور دیوی، دیوتا، فرزند اور مقرب خاص بچانے والا نہیں ہے۔، اگر اس نے ثواب کا فیصلہ کردیا تو یہ اس کی مہربانی اور قدرت ہے۔ آیت ۱۸ میں اسی بات کو دوسرے انداز میں کہا گیا ہے۔ کہ وہ قادر مطلق بھی ہے اور صاحب حکمت اور صاحب خبر بھی۔ اس سے کوئی راز چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے حکمت کے تحت کرتا ہے۔ اور وہ اپنے فیصلے کو نافذ کرنے کی تمام طاقتیں رکھتا ہے۔ ان آیات نے خصوصاً آیت ۱۵ نے تمام ایمان والوں میں لرزہ پیدا کردیا تھا اور وہ خاص طور پر چوکنے ہو گئے تھے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ''اے اللہ! آپ جو دینا چاہیں اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جس چیز کو آپ نے روک دیا اسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور کسی کوشش والے کی کوشش آپ کے ہاں نفع نہیں دے سکتی''۔ آگے کی آیات کا نزول ایک خاص واقعہ سے ہے۔ مشرکین مکہ کا ایک وفد حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا آپ جو اللہ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس پر آپ کا گواہ کون ہے؟۔ یہود و نصاریٰ میں کوئی شخص بھی آپ کی تصدیق نہیں کرتا۔ اس پر آیات ۱۹ اور ۲۰ نازل ہوئیں۔

اللہ کی گواہی سے مراد قرآن ہے۔ وحی خفی ہے اور وہ معجزات ہیں جو آپ سے صادر ہوئے۔ سب سے بڑی گواہی تو خود قرآن ہے جو آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا۔ اس کے بعد مشرکین مکہ کے وفد کو للکارا گیا کہ کیا واقعی تم لوگ شہادت دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبودیت میں دوسرے بھی شریک ہیں؟۔

حضور ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ کہہ دیجئے اللہ ایک ہی ہے اور میرا اس شرک سے کوئی تعلق نہیں ہے جس میں تم لوگ مبتلا ہو۔

اس وفد کا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ میں کوئی بھی آپ کی تصدیق نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ حضور ﷺ کی قطعی پہچان حلیہ اور کمالات کی پیشین گوئیاں توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔ چنانچہ یہ اہل کتاب آپ کو پیغمبر کی حیثیت سے اچھی طرح پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی، اسی طرح یہ اہل کتاب آپ کو پیغمبر اسلام کی حیثیت سے اچھی طرح پہچانتے ہیں مگر یہ ان کی دنیاوی مصلحتیں ہیں جو ان کو تصدیق اقرار اور تسلیم سے روک رہی ہیں۔ وہ ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائے تو دوزخ ان کا مقدر ہے۔ آگے کی آیت بھی اسی سلسلے میں ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ
كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱

اور اس سے زیادہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والا کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ اور اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ بے شک ظالم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱

مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا

لَا يُفْلِحُ کامیابی نہ پائے گا

تشریح: آیت نمبر ۲۱

گزشتہ آیت میں فرمایا ہے (بلکہ اس سے پہلے بھی) کہ وہی لوگ ایمان نہیں لائیں گے جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ ایمان نہ لانا۔ اپنے آپ پر سب سے بڑا ظلم کرنا ہے۔ مشرکین مکہ کے وفد کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں اللہ کے بندوں کو شریک کرنا اللہ پر بھی اور اس کے پیغمبروں پر بھی سب سے بڑا الزام ہے۔ چنانچہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ ظالم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ ایک اور جگہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں پر لعنت بھیجتا ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا
ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ
اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ
وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

وہ دن جب ہم میدان حشر میں سب کو اکٹھا کریں گے اور پھر مشرکین سے پوچھیں گے کہ وہ شرکاء جن کو تم لوگوں نے گھڑ رکھا تھا کہاں ہیں؟ (ان کے پاس بچنے کا کوئی حیلہ اور بہانہ نہ رہ جائیگا)۔ وہ یہی کہیں گے۔ اس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے، ہم مشرک نہ تھے۔ ذرا دیکھو تو یہ اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور وہ سارے معبود لاپتہ ہو جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ رکھا تھا۔

اور ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو (اے نبی ﷺ) آپ کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں (کہ کس بات کو بڑھا گھٹا کر اپنا رنگ دے دیں) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ اس کو سمجھ نہ سکیں۔ اور ہم نے ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی ہے کہ اگر وہ اللہ کی تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے۔

حد یہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس (جھوٹ موٹ بحث کرنے کو) آتے ہیں تو وہ جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ سب پرانی کہانیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو اس پیغام حق سے روکتے ہیں اور خود بھی بھاگے بھاگے پھرتے ہیں۔ اور یہ اپنی جان کے سوا کسی اور کو ہلاک نہیں کر رہے ہیں مگر اس کو سمجھنے سے محروم ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

اَيْنَ	کہاں؟
تَزْعُمُوْنَ	تم گھمنڈ رکھتے ہو۔ دعویٰ رکھتے ہو
مَا كُنَّا	ہم نہ تھے
يَسْتَمِعُ	وہ کان لگاتا ہے۔ وہ غور سے سنتا ہے۔
اَكِنَّةٌ	پردہ

اَن یَّفقَھُوہُ	یہ کہ وہ اس کو سمجھیں
وَقرٌ	ڈاٹ۔ بوجھ
اِن یَّرَوا	اگر وہ دیکھیں
یُجَادِلُونَ	وہ جھگڑتے ہیں
اَسَاطِیرُ	کہانیاں
یَنھَونَ	وہ روکتے ہیں
یَنئَونَ	وہ خود رکتے ہیں۔ دور بھاگتے ہیں
یُھلِکُونَ	وہ ہلاک کرتے ہیں
ما یَشعُرُونَ	وہ سمجھتے نہیں ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۶

میدان حشر میں سب کو اکٹھا کرنے اور مشرکوں سے پوچھنے کے درمیان ایک کشمکش کا وقفہ ہوگا۔ یہ وقفہ سینکڑوں ہزاروں سال بلکہ زیادہ طویل بھی ہوسکتا ہے۔ مجرموں کے لئے کشمکش کا عالم نفسیاتی طور پر اصلی سزا سے بدتر ہوسکتا ہے وہ بوکھلا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے شرک نہیں کیا ہے۔ وہ اس اللہ کے سامنے جھوٹ بولیں گے جس کو ذرہ ذرہ کی نفسیات کا علم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ آزادی عطا کرے گا تا کہ اہل محشر خود دیکھ لیں کہ دیکھو مجرم اپنی جان بچانے کے لئے کتنا دلیرانہ جھوٹ گھڑ سکتے ہیں۔ آپس میں مشورہ کر کے طے کر سکتے ہیں۔ ان کا یہ سارا کھیل عظیم ترین مجمع کے سامنے ہوگا۔ اس طرح یہ سارا تماشا ان کے خلاف کھلم کھلا شہادت بن جائیگا۔

یہ مشرکین اور کفار۔ ان کے سامنے تلاش حق نہیں۔ تلاش مفاد ہے۔ تلاش جنت نہیں، تلاش مال واقتدار ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ یہ آپ کی محفل میں ایمان حاصل کرنے نہیں آتے بلکہ لوگوں کو بھڑکانے آتے ہیں کہ ان پرانے قصے کہانیوں میں کیا رکھا ہے (نعوذ باللہ) اللہ نے ان کو بہرا اندھا اور ان کے دلوں کو مردہ بنا ڈالا ہے ان کو شعور نہیں کہ ان حرکتوں کی سزا کیا ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ جھوٹ اور قسم میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قسم کی ضرورت جھوٹے ہی کو ہوتی ہے۔ جھوٹ بولنا فطرت ثانیہ ہے۔ ایک جھوٹ کے لئے بہت سارے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔ اور کامیاب جھوٹ تراشنا تقریباً ناممکن ہے۔

رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا وہ عمل کون سا ہے جس سے آدمی دوزخ میں جاتا ہے آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا ہے۔ (مسند احمد) اور معراج میں رسول اللہ نے دیکھا کہ ایک شخص کی دونوں باچھیں چیر دی جاتی ہیں۔ وہ پھر درست ہوجاتی ہیں۔ پھر چیر

دی جاتی ہیں آپ نے جبرائیل امینؑ سے دریافت کیا کہ یہ شخص کس قصور کی سزا بھگت رہا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جھوٹ انسان کے رزق کو گھٹا دیتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک جھوٹ بالکل نہ چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے۔ اگلی چند آیات بھی جھوٹ کی مذمت ہی سے متعلق ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ
بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا
يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ
بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ
هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع ۳ ۱۰ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

کاش آپ دیکھ سکتے جب وہ دوزخ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اس وقت وہ چلا چلا کر دہائی دیں گے کہ کاش! اگر ہم پھر دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں گے اور ماننے سے انکار بھی نہیں کریں گے بلکہ ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

مگر اب ان کے سامنے وہ بات حقیقت بن کر آ چکی ہوگی جس کو وہ پہلے سے چھپایا کرتے تھے۔ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو پھر بھی وہی کچھ کریں گے جس سے وہ منع کیے جاتے تھے۔ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور ہمیں مر کر پھر دوبارہ زندہ نہیں ہونا ہے۔ کاش آپ وہ نظارہ دیکھ سکیں جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ وہ پوچھے گا کیا یہ (نئی زندگی اور سزا و جزا) واقعی حقیقت نہ تھی؟ وہ کہیں گے ہمارے رب کی قسم یہ واقعی بات تھی۔ پھر اللہ حکم دے گا کہ اب تم اس کفر کے سبب جو کیا کرتے تھے عذاب کا مزہ چکھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

وُقِفُوْا	وہ کھڑے کئے گئے
یٰلَیْتَنَا	اے کاش کہ ہم
نُرَدُّ	ہم واپس کئے جائیں گے
بَدَاَ	ظاہر ہو گیا
یُخْفُوْنَ	وہ چھپاتے ہیں
عَادُوْا	وہ پلٹ گئے
نُهُوْا	وہ منع کئے گئے
حَیَاتُنَا	ہماری زندگی
مَبْعُوْثِیْنَ	بھیجے گئے۔ اٹھائے گئے
بَلٰی	جی ہوں۔ کیوں نہیں
ذُوْقُوْا	چکھو

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

جھوٹ کس طرح نا قابل اصلاح حد تک دل کو سیاہ کر دیتا ہے اس کی ایک بہت بڑی مثال ان آیات میں دی گئی ہے کفار و مشرکین و منافقین جن کی فطرت ہر دم جھوٹ بولنے پر پختہ ہو چکی ہے۔ جب قیامت میں دوزخ کی آگ کے سامنے جھونکے جانے کو کھڑے کئے جائیں گے تو چلا چلا کر یہ وعدہ کریں گے کہ اگر ہم پھر واپس دنیا میں بھیج دئے جائیں تو کفر کا راستہ چھوڑ کر ایمان کا راستہ اختیار کریں گے۔ دوزخ کی آگ سامنے دیکھ کر کون ہے جو اس حقیقت کو نہ مانے گا۔ کون ہے جس کا دل مارے خوف کے

پگھل نہ جائے گا، کون ہے جو کفر کے راستے سے پلٹ نہ جائے گا اگر پھر موقع ملے، مگر وہ جو عالم الغیب ہے جو تمام باتوں کو جانتا ہے گواہی دے رہا ہے کہ اس وقت بھی یہ لوگ جو کچھ وعدہ کر رہے ہیں سرتاپا جھوٹ بک رہے ہیں۔ اگر پھر واپس دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو وہی کچھ کریں گے جو اب تک کرتے آئے ہیں۔

یہ جوان کی ہائے وائے اور چیخ و پکار ہے وہ صرف سزا سے بچ نکلنے کے لئے ہے۔ ورنہ ان کے پیچھے کوئی سچائی نہیں ہے۔ جب جھوٹ کی عادت جڑ پکڑ لیتی ہے تو پھر کہاں چھوٹتی ہے۔ لیکن پھر انہیں واپس نہیں بھیجا جائیگا۔ ہاں جہنم میں ڈالنے سے پہلے ان سے پوچھا جائیگا کیا تم مر کر زندہ نہیں ہوئے؟ کیا جنت و دوزخ جزا و سزا حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے بے شک بے شک۔ کہا جائے گا مگر تم تو دنیا میں یہ سب مانتے نہیں تھے۔

تم کہا کرتے تھے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا کی زندگی ہے تو اب اس کے بدلے میں ہماری سزا بھگتو اور اس طرح ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائیگا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى
اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ
وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ
مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

وہ لوگ کتنے بھاری نقصان میں پڑ گئے جو اللہ سے ملاقات پر یقین نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جب ان پر اچانک وہ گھڑی آ پہنچے گی تو اس وقت وہ حسرت و افسوس سے پکاریں گے ہائے افسوس ہم سے اس معاملہ میں کیسی کوتاہی ہو گئی۔ اور وہ (گناہوں کا) بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو کیسا برا بوجھ ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

دنیا کی زندگانی ایک کھیل تماشا ہے اور اہل تقویٰ کے لئے آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

لِقَاءٌ	ملاقات ۔ ملنا
اَلسَّاعَةُ	گھڑی ۔ قیامت
بَغْتَةٌ	اچانک
یٰحَسْرَتَنَا	اے ہماری حسرت ۔ ہائے افسوس
مَا فَرَّطْنَا	ہم نے کمی نہ کی
یَحْمِلُوْنَ	وہ اٹھاتے ہیں
اَوْزَارٌ	(وِزْرٌ) ۔ بوجھ
ظُهُوْرٌ	(ظَهْرٌ) ۔ پیٹھ
سَاءَ	برا کیا
یَزِرُوْنَ	وہ بوجھ اٹھا رہے ہیں
اَلدَّارُ	گھر

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۲

اس دنیا کے انقلابات اس بات پر گواہ ہیں کہ اس دنیا کی زندگی ایک کھیل تماشے سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص کل یہاں ڈکٹیٹر اعظم بنا ہوا تھا آج اسے انقلاب نے یا موت نے کہاں لا کر پھینک دیا۔ جو فقیر تھا وہ امیر بن گیا۔ جو امیر تھا وہ فقیر بن گیا۔ اس زندگی کے عیش کو عیش سمجھنا، دولت کو دولت سمجھنا، اقتدار کو اقتدار سمجھنا اور اسی کھیل کود میں لگے رہنا کیا یہ زبردست بیہوشی اور قاتل نشہ نہیں ہے۔ موت، اچانک آ پکڑے گی اور قیامت؟ وہ بھی اچانک آ کھڑی ہوگی۔ پھر قیامت کے دن کا مالک جزا و سزا کا فیصلہ سنا دے گا۔

اس وقت وہ لوگ جو آئندہ زندگی، قیامت کا دن اور اللہ کی پیشی میں حاضر ہونے کا یقین نہ رکھتے تھے۔ حسرت و افسوس سے ہاتھ ملیں گے کہ ہم کتنی غفلت میں پڑے رہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے میدان میں کھڑے ہوں گے اپنے اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے جو ان کی کمر توڑ رہا ہوگا۔ دنیا میں جن مجرموں کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں وہ کتنی مشکل سے ایک ایک قدم اٹھا سکتے ہیں اس سے بھی لاکھوں اور کروڑوں گنا مشکل ان گنہ گاروں کو پڑے گی جو آخرت کے منکر ہیں۔

۲۷

یہ زندگی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔اسی زندگی کے ذریعہ ہم اللہ کی تمام اخروی نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں جو کچھ کرنا ہے موت سے پہلے کرلیا جائے اور موت وہ اچانک آ جائے گی۔ایسا نہ ہو کہ اس وقت حسرت وافسوس مقدر بن جائے۔

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي
يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ
يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ
مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ أَتَىٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَٰتِ اللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِن نَّبَإِي الْمُرْسَلِينَ ﴿٣٤﴾
وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ
نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَأْتِيَهُم بِـَٔايَةٍ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ
لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَٰهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ
الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۳٦

(اے نبی ﷺ!) ہم جانتے ہیں کہ:
وہ باتیں جو یہ لوگ کرتے ہیں آپ کو رنج پہنچاتی ہیں مگر یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ یہ ظالم خود اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں۔مگر جتنا کچھ بھی وہ جھٹلائے گئے اور جتنا کچھ بھی انہیں تکلیف دی گئی وہ صبر ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچ گئی۔اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔اور گذشتہ رسولوں کی کچھ خبریں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔
اور اگر ان لوگوں کی بے رخی آپ پر گراں گزرتی ہے (تو انہیں تسلی دینے کے لئے) آپ

اپنی طاقت لگا کر زمین میں سرنگ ڈھونڈ لیجئے یا آسمان تک سیڑھی لگا کر ان کے لئے کوئی معجزہ لے آیئے۔ بات یہ ہے اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو راہ ہدایت پر لے آتا۔ اس لئے آپ ہرگز نادانوں میں سے نہ ہوں۔ دعوت حق کو وہی مانتے ہیں جو سمجھ کر سنتے ہیں (رہے یہ مردہ دل)۔ اللہ انہیں جب دوبارہ زندگی دے گا تو وہ اس کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

لَيَحْزُنُكَ	البتہ وہ تجھے رنجیدہ کرتے ہیں
يَجْحَدُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں
كُذِّبَتْ	جھٹلائی گئی۔ (جھٹلائے گئے)
اُوْذُوْا	تکلیف دیئے گئے
لَا مُبَدِّلَ	بدلنے والا نہیں ہے
كَلِمٰتُ اللّٰهِ	اللہ کی باتیں
كَبُرَ	(ناگوار گزرنا)۔ بڑا ہے
اِسْتَطَعْتَ	تیری طاقت ہے
تَبْتَغِيْ	تو تلاش کرتا ہے
نَفَقٌ	کوئی سرنگ
سُلَّمٌ	سیڑھی
يَسْتَجِيْبُ	وہ جواب دیتا ہے۔ قبول کرتا ہے
يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
اَلْمَوْتٰى	مردے
يَبْعَثُ	وہ اٹھاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۶

یہ آیات وہ تصویر پیش کر رہی ہیں جو اہل کفر کی ہٹ دھرمی اور کج بحثی سے خود رسول اللہ کے دل پر گزر رہی تھی۔ یہ

بھی پیش کر رہی ہیں کہ آپ کیا چاہتے تھے۔ مگر اللہ کی تکوینی اسکیم کیا تھی۔ اور وہ کس طرح اپنی مصلحت سمجھا رہا تھا۔ آپ تو یہ چاہتے تھے کہ ہر کافر ایمان لے آئے اور اللہ کے عذاب سے بچ جائے۔ آپ اس کے فائدے کے متلاشی تھے مگر وہ بد بخت آپ کو اور قرآن کو جھٹلاتے تھے اور طرح طرح کی کٹ حجتی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کی تمام کوششوں کے باوجود وہ جہنم جانے پر تلے ہوئے تھے۔

آپ کے قلب مبارک کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ ظالم نادان آپ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں۔ یہ تو اللہ کو جھٹلا رہے ہیں۔

ابو جہل نے میدان بدر میں اخنس بن شریق سے کہا تھا کہ محمد ﷺ کو نہیں جھٹلاتا وہ تو سچے آدمی ہیں۔ آج تک ایک جھوٹ نہیں بولا۔ میں تو قرآن کو اس لئے نہیں مانتا کہ سارے عہدے بنی قصی میں جمع ہو گئے ہیں۔ سقایہ بھی بیت اللہ کی حفاظت بھی اور اب نبوت بھی اسی خاندان کے حصے میں آ گئی ہے۔

ایک روایت ناجیہ ابن کعب سے منقول ہے کہ ابو جہل نے خود ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا تھا کہ ہمیں آپ پر جھوٹ کا کوئی گمان نہیں اور نہ ہم آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ ہاں ہم اس دین کو جھٹلاتے ہیں جسے آپ لے کر آئے ہیں۔

کفار اسی منطقی تضاد کا شکار تھے۔ اگر رسول اللہ سچے تھے تو جو کچھ آپ پیش فرما رہے تھے اسے بھی سچ ہونا چاہئے تھا۔ اگر سب کچھ جو آپ پیش فرما رہے تھے وہ غلط تھا تو پھر آپ سچے نہ تھے۔ (نعوذ باللہ)۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دو نصیحتیں کی ہیں۔ اول یہ کہ کفار کی حرکتوں پر صبر کیجئے جس طرح آپ سے پہلے پیغمبروں نے صبر کیا جن کے کچھ حالات سے آپ وحی کے ذریعہ واقف ہو چکے ہیں۔ وہ ہلا ہلا مارے گئے۔ وہ چیخ اٹھے کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی؟۔ وہ آ کر رہی کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ تھا جو سچ ہو کر رہا۔ دوسری نصیحت جو فرمائی ہے وہ یہ کہ مشرکین اور کفار آپ سے نئے نئے معجزات طلب کر رہے ہیں۔ اور آپ کی دلی خواہش ہے کہ کاش یہ معجزات آ جائیں تا کہ وہ دین کی سچائیوں کو مان لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ پر ان کفار کی بے رخی ایسی ہی ناگوار گذر رہی ہے تو جایئے زمین میں سرنگ کھود کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر ان کے لئے کوئی معجزہ لے آیئے۔ جو ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہماری مصلحت کیا ہے؟ جو نہیں مانتا نہ مانے۔ وہ قیامت کے دن اپنا حشر دیکھ لے گا۔ اگر ہم چاہتے تو نبی اور کتاب کے بغیر ہی سب کو راہ ہدایت پر لے آتے۔ مگر ہم نے جو اتنے پیغمبر بھیجے اور اتنی کتابیں نازل کیں کس لئے؟ کفار کے مقابلے میں مومنوں کی ایک تحریک برباد کرنے کے لئے؟ مومنوں کو آزمائش میں ڈالنے کے لئے؟ ان کی ہمتوں، صلاحیتوں اور سیرتوں کو مانجھنے کے لئے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہم نے جو آزادی فکر اور آزادی عقیدہ و عمل عطا کیا ہے تو اسی لئے کہ دیکھیں کون ادھر آتا ہے اور کون ادھر جاتا ہے۔ اللہ کی مدد یوں نہیں آ جاتی اسکی چند شرطیں ہیں یعنی جب

(۱) تبلیغ کا پورا حق ادا ہو جائے۔

(۲) نیک اور صالح طبیعتیں کھنچ کر ادھر آ جائیں اور ان کی تنظیم بن جائے۔

(۳) تحریک کے ذریعہ مومنین صالحین کی کڑی آزمائش کی جائے۔

چنانچہ اے نبی ﷺ! ہماری مدد بھی اپنے وقت پر آئے گی۔ حیرت میں ڈال دینے والے معجزات دکھا کر کچی اور پھسلنے والی طبیعتوں کو ذرا اوپر کے لئے مائل کر لینا آسان ہے لیکن یہ ہماری مصلحت اور منشا نہیں ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اللہ کے نبی کی سیرت اور زندگی دیکھ کر غیب پر ایمان لائیں۔ ان ہی لوگوں کے لئے آخرت کی نجات ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى
اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى
الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا
فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ
يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ
اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ
مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۴/۱۱/۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۱

وہ منکر کہتے ہیں کہ اس پر (نبی ﷺ پر) اس کے رب کی طرف سے کیوں کوئی معجزہ نازل نہیں ہوا۔ کہہ دیجئے اللہ کو معجزہ بھیجنے کی ہر طرح قدرت ہے لیکن (فرمائش کرنے والوں میں) اکثریت نادانوں کی ہے۔

زمین پر چلنے والا جانور ہو یا دونوں بازوؤں سے ہوا میں اڑنے والا پرندہ، سب تم انسانوں ہی کی طرح اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہم نے کوئی بات لکھنے میں نہیں چھوڑی پھر یہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جائیں گے۔

وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے گونگے ہیں اور اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ جس کو چاہے بھٹکنے دے اور جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

ذرا پوچھ کر دیکھئے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے یا اچانک قیامت ہی آجائے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ (ہر مصیبت میں) تم اسی کو پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو جس مصیبت کے سلسلے میں پکارتے ہو وہ اسے دور کر دیتا ہے اس وقت تم ان سب (معبودوں) کو بھول جاتے ہو جنہیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۱

نُزِّلَ	نازل کیا گیا
دَآ بَّةٌ	زمین میں رینگ کر چلنے والے جاندار
طَائِرٌ	پرندہ
جَنَاحَيْهِ	(جَنَاحٌ)۔ پر۔ اڑنے کے بازو
اُمَمٌ	امتیں۔ جماعتیں
اَمْثَالُكُم	تم جیسے
مَنْ يَّشَاءِ اللّٰهُ	جسے اللہ چاہتا ہے
تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو
يَكْشِفَ	وہ کھول دے گا۔ کھولتا ہے
تَنْسَوْنَ	تم بھول جاتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۱

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یہ جو کفار اور مشرکین نئے نئے معجزات اور نشانیوں کی فرمائشیں کررہے ہیں، یہ ایمان لانے کی خاطر نہیں بلکہ بات ٹالنے اور بہانے تراشنے کی خاطر ہے اگر ان کی فرمائش پوری کردی جائے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں اسکے بعد یہ مزید فرمائشیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کو معجزہ اور نشانی بھیجنے کی ہر طرح قدرت ہے جیسا کہ وہ اپنے معجزے بھیجتا رہا ہے لیکن مزید معجزہ بھیجنا اس کی تکوینی مصلحت نہیں ہے۔ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ جو لوگ مزید معجزہ کی فرمائش کررہے ہیں اگر وہ پوری کردی جائے اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں تو ان کو شدید ترین سزادی جائیگی۔

یہاں یہ کہا جارہا ہے کہ یہ فرمائش کرنے والے اکثر و بیشتر نادان، احمق، اور جاہل ہیں۔ ان کے کہنے پر اللہ تعالیٰ اپنی بات بدلنے والا نہیں ہے۔ یہ ایمان لانا چاہیں تو بہت سارے معجزے موجود ہیں۔ قرآن ہے۔ خود نبی ﷺ کی سیرت پاک اور اعلیٰ کردار ہے۔ صحابہ کرام کی سیرت و کردار ہے۔ قرآنی پیشن گوئیاں ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر ان کے چاروں طرف جو جاندار اور بے جان چیزیں ہیں یہ سب قدرت کے معجزات ہی تو ہیں۔ کس طرح وجود میں لائی گئی ہیں؟ کس طرح زندہ رکھی جارہی ہیں؟ کس قانون اور نظام کے تحت جکڑی ہوئی ہیں؟ کون سا مقصد حیات پورا کررہی ہیں؟ کون رزق دے رہا ہے؟ کون اڑا رہا ہے یا تیرا رہا ہے یا چلا رہا ہے؟ ان میں سے ایک ایک چیز پر اگر غور کیا جائے تو اللہ کی شان صاف نظر آجاتی ہے۔

سائنس اللہ کی قدرت پر تحقیق کرتی ہے۔ ہر ہر قدم پر اس کو ہزاروں معجزات نظر آتے ہیں لیکن کافر غور کرنے سے دور بھاگتا ہے کہ آخر انہیں اس طرح کس نے بنایا اور کیوں بنایا۔ اسی لئے بیشتر سائنس دان ایمان سے محروم رہتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ وہ پہلا شخص جس نے چاند پر قدم رکھا یعنی نیل آرم اسٹرانگ، اپنے خلائی سفر سے واپسی کے بعد یہی سوچنے لگا کہ خلائیات اور طبیعات کے وہ اصول کس نے بنائے جن کی بنیاد پر یہ سفر کامیاب ہوسکا اور کیوں بنائے ہیں؟ اس سوچ نے اس کے دل کو ایمان سے لبریز کردیا اور وہ مسلمان ہوگیا۔ لیکن اس سفر میں اسے اور دوسرے خلابازوں کو بھیجنے والے ہزاروں سائنس داں، انجینئر، میکانک کافر کے کافر ہی رہ گئے چونکہ انہوں نے اس پہلو سے غور نہیں کیا۔ یہی حال مکہ کے ان کفار اور جاہلین کا تھا۔ وہ ''کون اور کیوں'' پر غور کرتے تو قدم قدم پر معجزات ہی معجزات پالیتے۔ انفس و آفاق ہی کی کیا خصوصیت ہے، انسان خود اپنی جسمانی، ذہنی، عقلی، مشینریوں پر غور کرے تو اللہ کو پاسکتا ہے۔

اوپر کی مثال وضاحت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیل آرم اسٹرانگ کو ایمان کی توفیق بخشی، بقیہ سب کو اندھیروں میں بھٹکتے

ہوئے چھوڑ دیا۔

حضورﷺ کے زمانے میں بہت سے لوگوں نے ان ہی فطرتی اور قدرتی معجزات کو دیکھ کر ایمان قبول کیا۔ کچھ وہ بھی تھے جن پر کوئی آفت اور مصیبت ٹوٹی اور مدد کے لئے ان کے دلوں نے اللہ ہی کو پکارا۔ کتنے کٹر سے کٹر منافق اور کافر بیماری میں، خصوصاً موت کی بیماری میں، اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکارتے۔ عکرمہ بن ابی جہل ایک جہاز پر تھے کہ شدید طوفان آ گیا۔ سارے مسافروں نے اللہ ہی کو پکارا۔ جب جہاز سلامتی سے ساحل پر آ گیا تو حضرت عکرمہ سیدھے رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے۔ اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور تمام زندگی جہاد کرتے رہے۔

ایسی مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ایمان کی چنگاری ہر دل میں موجود ہے لیکن دنیا کے مفادات اور اندھی تقلید سے بجھی سی رہتی ہے۔ صرف ذرا اس کو ہوا دینے کی ضرورت ہے پھر وہی چنگاری شعلہ بن جایا کرتی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ
وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا
وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ
حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ
مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ ان قوموں کو مصیبتوں اور تکالیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ گڑگڑاتے ہوئے ہمارے سامنے عاجزی کریں۔ لیکن جب ہماری طرف سے ان پر آفتیں نازل ہوئیں تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی؟ لیکن ان کے دل تو

اور سخت ہو گئے اور شیطان نے انہیں فریب دیا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو بہت اچھا کر رہے ہو۔
جب انہوں نے ہماری نصیحتوں کو بھلا دیا، پھر ہم نے ہر طرح خوش حالیوں کے دروازے ان پر کھول دیئے۔ یہاں تک کہ ہماری عنایات میں گم ہو کر وہ خوب مست ہو گئے۔ اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اب ان کے سامنے نا امیدی ہی نا امیدی تھی۔ اس طرح ہم نے ظالموں کی جماعت کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ بے شک ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو کائنات کا پالنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اَلْبَاْ سَآءُ	(بَاْسٌ)۔ سختیاں
يَتَضَرَّعُوْنَ	وہ عاجزی کرتے ہیں
قَسَتْ	سخت ہو گئے
زَيَّنَ	خوبصورت ہو گئے
نَسُوْا	وہ بھول گئے
فَتَحْنَا	ہم نے کھول دیا
اَبْوَابٌ	دروازے
فَرِحُوْا	وہ خوش ہو گئے
اُوْتُوْآ	دیئے گئے
اَخَذْنَا	ہم نے پکڑ لیا
مُبْلِسُوْنَ	مایوس ہو جانے والے
قُطِعَ	کاٹ دیا گیا
دَابِرُ الْقَوْمِ	قوم کی جڑ

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اللہ کی طرف سے انسانی فرد یا جماعت کی آزمائش دو طرح سے ہوتی ہے۔ مصیبتوں کے ذریعہ یا عیش عشرت کے ذریعہ، مصیبت کے وقت اس کے سامنے دو راستے کھلے ہوتے ہیں یا تو اللہ کے سامنے روئے، عاجزی کرے، گڑگڑائے، توبہ کرے، معافی مانگے، یہی وہ راستہ ہے جدھر اللہ کے رسول اور انبیاء بلاتے ہیں۔ دوسرا یہ راستہ ہے کہ ہٹ دھرمی دکھائے، بغاوت کرے، ضد اور سرکشی سے گردن اکڑائے۔ دل اور سخت کرلے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے شیطان ان کی نگاہوں میں حسین اور دلکش بنا کر پیش کرتا ہے کہ جو کچھ تم کررہے ہو وہی عاقلانہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب کسی کو بلاوجہ گھمنڈ ہوجائے کہ میں عقل مند ہوں، سمجھ لینا چاہئے کہ شیطان اسے بے وقوف بنا رہا ہے۔

دوسرا امتحان زیادہ خطرناک ہے امام احمد حنبلؒ جب قید اور کوڑوں کی سزاؤں سے کامیاب گزر گئے تب ان پر شاہی عنایات کی بارش ہونے لگی۔ اس وقت انہوں نے یہی کہا کہ یہ تو زیادہ شدید امتحان ہے۔

یہ دوسرا امتحان یوں زیادہ خطرناک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرد یا اس قوم کو غلط فہمی میں مبتلا رکھنے کے لئے اپنی بخششوں کا دروازہ اور زیادہ کھول دیتا ہے۔ وہ قوم عنایات میں گم ہوکر بدمست ہوجاتی ہے یہاں تک کہ ایک دن اللہ کا عذاب اچانک پکڑ لیتا ہے۔ تاریخ انسانی ایسے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے۔

جن اہم ترین سوالات کا جواب دینے سے سائنس آج تک کترا رہی ہے اور نہ جانے کب تک کتراتی رہے گی۔ اسلام نے ان کا بہترین جواب چودہ سو سال پہلے ہی دیدیا ہے۔

یہ کائنات بے شمار لاتعداد چھوٹی بڑی ''کائناتوں'' پر مشتمل ہے۔ یہ ذیلی کائناتیں ایک دوسرے سے ربط ضبط، سبب اور نتیجہ کے رشتوں میں بندھی ہوئی ہیں اور اس طرح ایک مکمل نظام ہیں۔ خواہ وہ رشتے ہمیں نظر آئیں یا نہ آئیں۔

یہ دنیائیں زمان و مکان کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ ہر تبدیلی اپنی جگہ ایک کائنات ہے اب چار سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا بنایا؟ اپنے تمام اجسام، تمام باہمی حرکات، رابطے ضابطے، اور تمام تبدیلیوں کے ساتھ ایک مکمل نظام بنادیا۔

(۲) کس نے بنایا؟ اللہ نے

(۳) کیوں بنایا؟ ربوبیت کے لئے۔ اس میں دعوت غور و فکر کے ساتھ تمام سائنس کے پہلو آجاتے ہیں۔

(۴) کیسا بنایا؟ تعریف ہی تعریف، دعوت مطالعہ و مشاہدہ کے ساتھ تمام آرٹس کے پہلو آجاتے ہیں۔ یہ چار لفظی آیت جواب دیتی ہے کیا، کون، کیوں اور کیسا۔

یہاں پر جو یہ آیت آئی ہے تو کہنا یہ ہے کہ یہ آزمائشیں کبھی سختیوں کے ذریعہ، کبھی آسائشوں کے ذریعہ آتی ہیں اسی طرح

پیغمبروں کی نصیحتیں، یہ شیطان کا طلسم وفریب، یہ انعامات اور یہ سزائیں دنیا میں اور آخرت میں۔ یہ سب اللہ کے نظام کا حصہ ہے۔ دنیا کا نظام اسی طرح چلایا جا رہا ہے۔ اور اجمالی طور پر بہت خوب چلایا جا رہا ہے۔ تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ
اَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ
كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ
اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۴۷

(اے نبی ﷺ) ذرا پوچھ کر دیکھئے تو سہی کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں واپس دلا سکے؟ دیکھئے ہم کس طرح دلائل لا رہے ہیں۔ پھر بھی وہ کترا جاتے ہیں۔ ذرا پوچھ کر دیکھئے تو سہی اگر اچانک تم پر اللہ کا ظاہر یا پوشیدہ عذاب آ جائے تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۴۷

سَمْعُكُمْ	تمہارے سننے کی طاقت
اَبْصَارُكُمْ	تمہارے دیکھنے کی طاقت
خَتَمَ	اس نے مہر لگا دی
مَنْ اِلٰهٌ	کون معبود ہے؟
يَاْتِيْكُمْ بِهٖ	جو اس کو لے آئے گا
نُصَرِّفُ	ہم بدل بدل کر لاتے ہیں
يَصْدِفُوْنَ	وہ منہ پھیرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۴۷

ظاہری معنی یہ ہیں۔ اگر اللہ تمہیں بہرا یا اندھا یا دیوانہ بنادے۔ باطنی معنی یہ ہیں۔ تمام جسمانی صحت کے باوجود اگر کان نصیحت نہ پکڑیں، اگر آنکھیں عبرت نہ پکڑیں، اگر دل اور دماغ ذہن وفکر سے محروم ہو جائیں۔ پھر؟

تمام میڈیکل سائنس کے باجود یہ گارنٹی نہیں ہے کہ بہرے کی سماعت، اندھے کی بصارت اور دیوانے کی عقل واپس آ جائے۔ علاج ایک تدبیر ہے لیکن علاج میں اثر دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ اور بلا علاج شفا دینے والا بھی وہی ہے۔

قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون وغیرہ کی تاریخ گواہ ہے کہ صرف گناہ گار ہی ہلاک ہوئے ہیں اور اہل ایمان بچا لئے گئے ہیں۔

اب اگر اللہ تمہیں چھوٹا عذاب دینا چاہے یا بڑا عذاب دینا چاہے تو دوسرا کون ہے جو اس سے انہیں بچا سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا سکتا ہو۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ
فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ
الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۵ / ۹ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

اور ہم پیغمبروں کو صرف اسی لئے بھیجتے ہیں کہ نیکوں کو خوشخبری سنائیں اور بروں کو عذاب سے ڈرائیں۔ اس لئے جو ایمان لے آیا اور اپنی اصلاح کر لی اس کے لئے نہ کوئی بات ڈ

رکی ہے نہ کوئی بات افسوس کی۔ اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ اپنے گناہوں کے سبب سزا بھگت کر رہیں گے۔

اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یا عالم الغیب ہوں اور میں تم لوگوں سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف ان احکام کی پابندی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم سوچ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

مُبَشِّرِیْنَ	خوش خبری دینے والے
مُنْذِرِیْنَ	ڈرانے والے۔ آگاہ کرنے والے
یَمَسُّهُمْ	وہ ان کو چھوئے گی۔ پہنچے گی
لَا اَقُوْلُ	میں نہیں کہتا
اَعْلَمُ الْغَیْبَ	میں غیب جانتا ہوں
اَتَّبِعُ	میں پیروی کرتا ہوں۔ پیچھے چلتا ہوں
یَسْتَوِیْ	برابر ہے
اَلْاَعْمٰی	اندھا
اَلْبَصِیْرُ	دیکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

ان آیات میں منصب رسالت کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہے۔ پیغمبر کا کام اسی قدر ہے کہ ایمان لانے والوں کو جنت کی بشارت دیں اور دوسروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں۔ ایمان کی سرحد محض دعوے پر ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے بڑھ کر وحی جلی اور وحی خفی کی تعمیل بھی ضروری ہے۔ اب جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور وحی الٰہی کی پابندی کرتے ہیں۔

موت کے بعد انہیں کسی قسم کا خوف اور خطرہ نہیں ہے۔ نہ انہیں کوئی حسرت وافسوس ہوگا۔ لیکن جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلائیں گے وہ اپنا برا انجام اچھی طرح سوچ لیں۔

منصب رسالت کو واضح کرنے کیلئے کہا گیا ہے کہ نبی دولتوں اور خزانوں کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کی طرح ہرگز عالم الغیب نہیں ہوتا اگرچہ پیغام الٰہی میں کچھ پیشن گوئیاں شامل ہوسکتی ہیں۔ وہ فرشتہ نہیں ہوتا بلکہ سرتاپا انسان ہوتا ہے۔ ہاں اس پر اللہ کا پیغام نازل ہوتا ہے جس کی وہ خود بھی اطاعت کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ بات کچھ اسی زمانے میں نہ تھی بلکہ آج بھی ہے کہ نادان عوام الناس نیک اور پارسا بزرگوں کی طرف سے طرح طرح کے خوش عقیدے رکھتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ بھلا وہ بھی کوئی نیک آدمی یا پیغمبر ہوسکتا ہے جو پریشان حال ہو۔ گھر والوں کو فاقے سے رکھے۔ اور ضرورت پڑنے پر دوسروں سے قرض بھی لے۔ بزرگ یا پیغمبر تو وہ ہونا چاہئے کہ جو مٹی کو چھوئے تو سونا بنادے جن کو حکم دے تو صحن میں نوٹوں کے پلندے لگ جائیں۔ بھلا وہ کیسا پیغمبر ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، کس تجارت میں فائدہ ہوگا کس میں نقصان۔ اور کون کب مرے گا۔ ان کے گمان کے مطابق جب کہ معمولی سے معمولی، نجومی، فال گیر اور کاہن یہ سب کچھ فوراً بتا سکتے ہیں۔ بھلا وہ بھی کوئی پیغمبر ہے جو انسانوں کی طرح گوشت پوست اور ضروریات زندگی رکھتا ہے، کھاتا ہے، سوتا ہے، بیوی بچے رکھتا ہے اور سڑکوں پر چلتا پھرتا ہے۔ اسے تو فرشتہ یا کم از کم جادو والا جن ہونا چاہئے تھا۔ یہ اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں وہ کیا کرتے تھے۔

ان آیات میں حضور ﷺ کی زبانی کہلوا دیا گیا ہے کہ مجھ سے غلط امیدیں نہ باندھی جائیں۔ میرا کام اللہ کا پیغام وصول کرنا ہے اور پہنچا دینا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے ہر ایک کو اپنے انجام کی خبر ہونی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر پر وحی نازل ہوتی ہے۔ وحی سے اسے ایک خاص علم، ایک خاص عقل ایک خاص روشنی ملتی ہے، وہی آنکھ والا ہوتا ہے، وہی دانا و بینا ہے۔ بقیہ سب اس کے مقابلے میں ان جیسی بصارت نہیں رکھتے۔

اس لئے فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا جس کو اللہ نے وحی کی روشنی اور علم عطا کیا ہے وہ اس کے برابر ہوسکتا ہے جو زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتا رہا ہو؟

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا
مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ
مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾
وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ
رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

ع ٦ / ٥ / ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

اور اے نبی ﷺ! آپ اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرایئے جو اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جب وہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کئے جائیں گے کہ نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ سفارشی۔ شاید کہ وہ اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہوں۔ ان لوگوں کو جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ ان کو اپنے سے دور نہ کیجئے۔ وہ جو کچھ کریں گے اس کے حساب کا بوجھ آپ پر نہیں ہے۔ جو آپ کریں گے اس کے حساب کا بوجھ ان پر نہیں ہے۔ اس لئے اگر آپ انہیں دور کریں گے تو آپ کا شمار بے انصافوں میں ہو جائیگا۔

اور اسی طرح ہم نے چند لوگوں کے ذریعہ چند لوگوں کو آزمایا ہے تا کہ وہ انہیں دیکھ کر کہیں ''کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم سب میں منتخب کر کے اللہ نے ان پر فضل وکرم کیا ہے''؟۔

ہاں کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا؟

جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لا چکے ہیں تو آپ ان سے کہئے کہ تم پر سلامتی ہو آپ کے رب نے رحمت کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے۔ تم میں سے جو کوئی

نادانی میں آ کر گناہ کر بیٹھے۔ پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ مغفرت کرنے والا بھی ہے اور رحمت کرنے والا بھی۔

اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مجرم کون لوگ ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

اَنْذِرْ	تو ڈرا دے
يَخَافُوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں
اَنْ يُّحْشَرُوْا	یہ کہ وہ جمع کیے جائیں گے
شَفِيْعٌ	سفارشی
لَاتَطْرُدْ	تو نہ نکال
يَدْعُوْنَ	وہ پکارتے ہیں
اَلْغَدٰوةِ	صبح کے وقت
اَلْعَشِيِّ	شام کے وقت۔ رات کے وقت
وَجْهٌ	ذات۔ چہرہ
مَا عَلَيْكَ	تیرے اوپر ذمہ داری نہیں ہے
فَتَنَّا	ہم نے آزمایا
مَنَّ اللّٰهُ	اللہ نے احسان کیا
كَتَبَ	لکھ لیا گیا
سُوْٓءًا	برائی۔ گناہ
بِجَهَالَةٍ	نادانی سے۔ ناواقفیت میں
تَسْتَبِيْنَ	ظاہر ہو جانا۔ کھل جانا
سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ	مجرموں کا راستہ

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

ان آیات میں تبلیغ کے پانچ بنیادی اصول بتائے گئے ہیں۔

(۱) تبلیغ تو ان لوگوں کو بھی کرنی ہے جو کٹر کافر ہیں اور کسی طرح بات مان کر نہیں دیتے۔ مگر مبلغ کو چاہیے کہ زیادہ وقت اور محنت ان لوگوں پر لگائے جو قیامت کے دن کا خوف رکھتے ہیں۔ جو شخص قیامت کا خوف رکھے گا وہ لازماً توحید پر، رسالت پر، فرشتوں پر، کتب الٰہیہ پر، سزا و جزا پر ایمان رکھے گا۔

تبلیغ صاحب ایمان کو صاحب تقویٰ بناتی ہے۔ تقویٰ کا راستہ جہاد اور ایسے مجاہدین پیدا کرنا ہے جو اسلام کی سچائیوں کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے آپ سے دور کرنا نہیں ہے جو ایمان لا چکے اور دن رات اپنے پروردگار کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ ان کی دل جوئی کرنا ہے۔

(۲) امیر لوگ کافروں کی وجہ سے غریب مومنوں کی دل شکنی نہ کریں۔

(۳) اپنے حلقہ اثر میں السلام علیکم پھیلانا، ملنا جلنا اور سماجی تعلقات رکھنا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم سلام کو پھیلاؤ۔

(۴) غلطیوں اور قصوروں کو معاف کرنا کہ اللہ بھی مغفرت والا اور رحمت والا ہے بشرطیکہ گناہ گار توبہ کر لے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لے۔

(۵) اسلام کے پیغام کو کھول کر بیان کرنا۔ معنی و مطلب کو ذہن نشین کرانا اور مجرموں پر منطق اور پیغام پہنچانے کے حق کو ادا کرنا۔ ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ کے چند امیر کبیر سردار ابو طالب کے پاس پہنچے اور کہا ہم لوگ آپ کے بھتیجے کی محفل میں بیٹھنا اور باتیں سننا چاہتے ہیں مگر وہاں وہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں جو غریب اور مفلس ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ تو کبھی ہمارے غلام تھے۔ تم اپنے بھتیجے سے کہو کہ جب ہم لوگ آئیں تو ان مفلسوں کو اپنی محفل سے نکال دیا کریں۔ تاکہ ہم بیٹھ کر باتیں سن سکیں۔ جب یہ بات ابو طالب نے حضور ﷺ کو سنائی تو وہاں پر حضرت عمر بھی موجود تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ آپ یہ بھی کر کے دیکھئے۔ یہ مومنین تو اپنے لوگ ہیں۔ برا نہیں مانیں گے۔ اور اس طرح ممکن ہے اللہ کا پیغام کسی کافر سردار کے دل میں اثر کر جائے۔ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی جس میں سختی سے حضور ﷺ کو اس بات سے منع کر دیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنی رائے کی غلطی دیکھ کر سخت پریشان اور پشیمان ہوئے۔ ان کی تسلی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں کہ اللہ نے رحمت کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے تم میں سے جو کوئی نادانی میں آ کر گناہ کر بیٹھے۔ پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ بھی مغفرت اور رحمت سے پیش آئے گا۔

ان آیات نے ایک بات کی خاص وضاحت کر دی ہے۔ وہ یہ کہ دولت و ریاست اور ایمان وتقویٰ کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہر پیغمبر کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ ایمان لانے والے مخلصین اور مجاہدین میں اولین اور سابقین کا درجہ اکثر و بیشتر غریبوں کو حاصل رہا ہے۔ اور اکثر و بیشتر دولت و دینار رحمت نہیں زحمت ثابت ہوئی ہے اس نے لوگوں کو اللہ سے غافل کر دیا ہے۔ اس نے نخوت اور شان غرور پیدا کی ہے۔ اس نے اللہ کی راہ میں مال، وقت اور جان کی قربانی سے روکا ہے۔

دولت مند کفار کی طرف سے اسی قسم کی خواہش حضرت نوحؑ کی خدمت میں بھی پیش کی گئی تھی کہ آپ ان ارذل لوگوں کو نکال دیجئے تو پھر ہم لوگ آ کر بیٹھیں گے۔ اس کا جواب حضرت نوحؑ نے یہ دیا تھا کہ مجھے کیا معلوم کہ کون ارذل کون اشرف ہے اس کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ کچھ یہی جواب ان آیات میں حضور ﷺ کی زبانی بھی دلوایا گیا ہے کہ جو وہ کریں گے ان کے حساب کا بوجھ آپ پر نہیں ہے۔ اور جو آپ کریں گے اس کے حساب کا بوجھ ان پر نہیں ہے۔

ان آیات میں توبہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ممکن ہے اس کا تعلق حضرت عمر کے واقعہ سے ہو لیکن اس کے لب ولہجہ کا عموم ہر زمان و مکان کو محیط ہے۔ اگر کوئی بھی شخص بغاوت میں آ کر نہیں بلکہ نادانی، حماقت یا غفلت یا وقتی لغزش میں آ کر کوئی گناہ صغیرہ کرے تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے کیونکہ رحمت کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

ان آیات میں حضور نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ کسی شخص سے مجلسی یا سماجی دوری نہ برتیں خواہ وہ وقتی ہو یا سیاسی ہو صرف اس بنیاد پر کہ وہ غریب ہے۔ بلکہ تمام امیر و غریب مومنین سے تعلقات کو شیریں اور شیریں تر بنائیں جس کا اولین مظاہرہ السلام علیکم ہے کہ ہم تم سے کوئی ضد نہیں رکھتے اور ہم تمہاری سلامتی کے لئے دعا گو ہیں یہاں بھی اور وہاں بھی۔

قُلْ اِنِّیْ
نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ
اَهْوَآءَكُمْۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝۵۶
قُلْ اِنِّیْ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖؕ مَا عِنْدِیْ مَا
تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ
خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۝۵۷ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ
لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

(اے نبی ﷺ!) صاف صاف کہہ دیجئے کہ ان چیزوں کی عبادت و بندگی سے مجھے منع کر دیا گیا ہے جنہیں تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ اور ہدایت پانے والوں میں شامل نہ رہوں گا۔ کہہ دیجئے میرے رب کی طرف سے میرے پاس روشن دلیل پہنچ چکی ہے جس پر میں قائم ہوں۔ جسے تم نے جھٹلا دیا ہے۔ جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو میرے پاس وہ نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اس نے وہ بات جتا دی جو حق تھی۔ اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہہ دیجئے اگر میرے اختیار میں وہ چیز ہوتی جس کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان کبھی کا قصہ طے ہو چکا ہوتا۔ اور تمام ظالموں کو اللہ خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

نُهِيْتُ	میں روکا گیا ہوں
اَنْ اَعْبُدَ	یہ کہ میں عبادت و بندگی کروں
لَآ اَتَّبِعُ	میں پیروی نہ کروں گا
قَدْ ضَلَلْتُ	یقیناً میں بہک جاؤں گا
عِنْدِیْ	میرے پاس
تَسْتَعْجِلُوْنَ	تم جلدی مچاتے ہو۔ جلدی کرتے ہو
اَلْحُکْمُ	حکم۔ فیصلہ
یَقُصُّ	وہ بیان کرتا ہے
اَلْفٰصِلِیْنَ	فیصلہ کرنے والے۔ جدا کرنے والے
لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ	اگر بے شک میرے پاس ہوتا
لَقُضِیَ الْاَمْرُ	البتہ معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

آیت ۵۶ میں بتایا گیا ہے کہ شرک کیا ہے؟

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی اور پرستش کرنا۔

(۲) شیطانی ہوا و ہوس کے پیچھے بھاگنا۔

(۳) ہدایت کی راہ چھوڑ کر گمراہی کے گڑھے میں گر پڑنا۔

آیت ۵۷ میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟

(۱) اللہ کی طرف سے روشن دلیل یعنی وحی جلی اور وحی خفی

(۲) اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چلتا۔

(۳) حق یعنی سچی بات، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی۔

(۴) قیامت کے دن صرف اللہ ہی فیصلہ فرمائیں گے۔

آیت نمبر ۵۸ میں کفر اور نبوت کے مقامات کا فرق واضح کیا گیا ہے کفر کہتا ہے اگر تم سچے ہو تو ابھی فوراً عذاب لے آؤ۔ نبوت کا جواب ہے ''عذاب لے آنا ابھی یا کبھی میرے اختیار میں نہیں ہے مگر ایک دن عذاب آئے گا۔ اللہ ایک ایک گنہ گار کو پہچانتا ہے۔ توحید اور شرک کے درمیان کوئی مفاہمت کوئی سمجھوتہ نہیں ہے۔ گرونانک کے سکھ مذہب نے سمجھوتہ کی بڑی کوشش کی ہے۔ گرنتھ صاحب اور ان کی دوسری کتابوں میں معبود کہیں ایک ہے اور کہیں ایک سے زیادہ اور کہیں ایک سے بہت زیادہ۔ یہ تو ذات کا معاملہ ہوا۔ رہیں صفات، تو ان میں اس سے بھی زیادہ پیچیدگی اور معمہ ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ دین بددین اور لادین سب کے ماننے والے موجود ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا
رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹

اور اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں وہ غیب جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ

خشکی میں ہے اور جو کچھ تری میں ہے وہ ہر چیز سے واقف ہے اور کوئی پتہ زمین پر نہیں گرتا مگر اسے معلوم ہوتا ہے۔ اور کوئی دانہ بھی جو زمین کی گہرائیوں میں، اور خشکی پر موجود ہے۔ وہ روشن کتاب میں درج ہوتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ	غیب کی کنجیاں۔ غیب کے خزانے
مَا تَسْقُطُ	نہیں گرتی۔ نہیں گرتا
وَرَقَةٍ	پتہ
حَبَّةٍ	دانہ
رَطْبٍ	تر
يَابِسٍ	خشک

تشریح: آیت نمبر ۵۹

مفتح یعنی میم پر زبر ڈال کر اور مفتح یعنی میم پر زیر ڈال کر مفتح کے معنی خزانہ اور مفتح کے معنی چابی، لفظ مفاتیح جمع مفتح کی بھی اور مفتح کی بھی اور دونوں کا مطلب ایک ہے۔ لفظ غیب کے دو معنی ہیں۔ اول وہ چیزیں جو ابھی وجود میں نہیں آئیں لیکن اپنے وقت پر آئیں گی۔ دوسرے وہ چیزیں جو وجود میں آ چکی ہیں لیکن اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ چیزیں جو وجود میں آ چکی ہیں یا جو اپنے وقت پر اپنی کسی مخلوق کو دے گا اور وہ بھی اتنی ہی جتنی اس کی مصلحت اجازت دے دوسرے وہ چیزیں جو وجود میں آ چکی ہیں یا جو اپنے وقت پر وجود میں آئیں گی جن کی معلومات اللہ کسی مخلوق کو نہیں دے گا۔

وحی کے ذریعہ نبی کو غیب کی چند معلومات دی جاتی ہیں۔ بزرگان دین کو کشف و کرامات کے ذریعہ چند معلومات دی جاتی ہیں۔ سائنس دان، اہل ایجاد، شعراء، حکماء وغیرہ کو یہ معلومات مشاہدہ کے ذریعہ دی جاتی ہیں۔

اور عام انسانوں کو یہ معلومات حواس خمسہ کے ذریعہ دی جاتی ہیں۔ غیر نبی کے لئے جب وحی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس کے معنی الہام کے ہیں۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ ہم نے انسان پر فجور اور تقویٰ دونوں راہیں الہام کر دی ہیں۔

یہ کہہ کر کہ ''اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں''۔ کسی بند اور محفوظ خزانہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چابی والا جب چاہتا ہے

اور جتنا چاہتا ہے اندر سے باہر اور باہر سے اندر چیز کو لے آتا ہے۔ اسکی مثال وہ بشارتیں، وہ پیش گوئیاں اور وہ معلومات ہیں جو صرف پیغمبر اسلام ﷺ کو بذریعہ وحی جلی یا وحی خفی دی گئیں اور دوسرے انسانوں کو بذریعہ قرآن وحدیث دی گئیں۔ ان میں قبر و قیامت کی معلومات بھی شامل ہیں۔

یہ کہہ کر اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں شرک کی جڑیں کاٹ دی گئی ہیں اللہ کے سوا کوئی علام الغیوب نہیں ہے بلکہ نبی کے پاس بھی وہی معلومات ہیں اور اتنی ہی معلومات ہیں جو اسے وقتاً فوقتاً عطا کی گئی ہیں اور بس۔ اب اگر کوئی نجومی، فال گیر یا مست ملنگ غیب بتانے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

رہیں وہ پیشن گوئیاں جو قیافہ، قرینہ، سائنس یا خصوصی آلات کے بل پر کی جاتی ہیں تو ان کا تعلق غیب سے نہیں ہے بلکہ حواس، مطالعہ اور مشاہدہ سے ہے۔ مگر وہ بھی کبھی صحیح اور کبھی غلط نکلتی ہیں۔ اس لئے وہ یقینی نہیں ہیں اور جب بات عقل ودانش یا سائنسی آلات پر آ گئی تو وہ غیب نہ رہی۔

اس آیت نے غیب کی تعریف انتہائی جامع و مانع طور پر کردی ہے ''وہ راز جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اور جب کوئی راز یا اس کا ایک حصہ کسی غیر کی طرف منتقل کر دیا جائے تو وہ غیب نہیں رہتا۔ وہ وحی یا الہام یا عام مشاہدہ بن جاتا ہے۔

غیب بے شمار بے اندازہ بے قیاس ہے اس کے مقابلے میں مشاہدہ ایک مختصر، پتلی، تنگ، کمزور اور بے حقیقت جھلی ہے۔ غیب وسیع بھی ہے اور گہرا بھی۔ مشاہدہ زمان و مکان میں محدود ہے اور ہر شخص کا اپنا اپنا مشاہدہ اپنے اپنے طرز کے مطابق ہے۔ اسی بات کو اس آیت میں اس طرح ادا کیا گیا ہے کہ ''اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکیوں میں ہے اور جو کچھ پانیوں میں ہے'' کیا اس سے زیادہ وسیع وعریض اور عمیق ودبیز تصور ممکن ہے؟ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ ہماری یہ دنیا اور نہ جانے کتنی دوسری دنیائیں خشکیوں اور پانیوں سے بنی ہیں اور ہماری اس دنیا کی ہر چیز کا تعلق خشکی سے ہے یا پانی سے۔ انسانی جسم نوے فی صد سیال ہے یعنی بہنے والے مادہ پر مشتمل ہے۔

ہر چیز مختلف حالتوں اور منزلوں سے گزرتی ہے۔ اللہ کا علم غیب نہ صرف ہر چیز پر محیط ہے بلکہ اس کی ہر حالت اور ہر منزل پر بھی۔ یہ آیت آگے چل کر رہنمائی کرتی ہے ''کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اسے معلوم ہوتا ہے۔ اور نہیں ہے کوئی دانہ زمین کی گہرائیوں میں۔ اور نہیں ہے کوئی خشک اور نہیں ہے کوئی تر جو ایک روشن کتاب میں درج نہ ہو۔''

کون سا پتہ کس درخت میں ہے۔ کہاں ہے، کب نکلا، کس حال میں ہے، کب گرے گا، پھر گر کر کیا کیا بنے گا۔ کس غلہ کا کون سا دانہ کس زمین میں ہے۔ کتنی گہرائی میں ہے، کیا بن رہا ہے یا نہیں بن رہا ہے۔ کس منزل میں ہے ہر وہ چیز جس کا تعلق زمین سے ہے یا ہوا سے ہے یا پانی سے ہے کس منزل میں ہے۔ اس کا ماضی کیا تھا۔ حال کیا ہے، مستقبل کیا ہوگا، یہ سب اسے معلوم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم صرف ظنی یا تخمینی نہیں بلکہ یقینی ہے۔ اور ہر ایک شئے کی تقدیر لکھی ہوئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۷ ۵ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰

اور وہ اللہ ہی تو ہے جو تمہیں رات کو سلا دیتا ہے اور جو کچھ تم نے دن بھر میں کیا ہے اسے وہ جانتا ہے پھر وہ تمہیں دن میں جگا دیتا ہے تا کہ تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو جائے۔ پھر تمہیں اسی کی طرف واپس جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰

یَتَوَفّٰی	وہ لے لیتا ہے۔ وہ وفات دیتا ہے
جَرَحْتُمْ	تم نے عمل کیا
لِیُقْضٰی	تا کہ فیصلہ کر دیا جائے

تشریح: آیت نمبر ۶۰

جاگ اور نیند، کام اور آرام، دن اور رات، زندگی اور موت کا ایک سلسلہ ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے تا کہ انسان ان تبدیلیوں اور انقلابات سے عبرت حاصل کر سکے۔ وہ لوگ جو آئندہ زندگی پر یقین نہیں کرتے ہیں وہ اس پر غور کریں کہ کس طرح نیند انہیں ہر روز آ دبوچتی ہے۔ نیند ان پر قابو پا لیتی ہے۔ وہ نیند پر قابو نہیں پا سکتے۔ اسی طرح موت ان پر قابو پا لے گی۔ اور وہ موت پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ کس طرح وہ ہر نیند کے بعد جاگ اٹھتے ہیں۔ اسی طرح وہ موت کی نیند کے بعد بھی جاگ اٹھیں گے اور حساب و کتاب کے لئے اللہ کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ اور قیامت کے دن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا، سارے مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ پہلا جملہ جو وہ کہیں گے یہی ہوگا ''ہمیں کس نے نیند سے جگا دیا''

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ
اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا
اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۲

وہ اپنے بندوں پر تمام قدرتیں رکھتا ہے۔ اسی نے ان پر نگہبان فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آ پہنچتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں۔ اور (اس کام میں) وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب اپنے حقیقی مالک یعنی اللہ کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ سن رکھو کہ فیصلہ اسی کا ہے۔ اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۲

حَفَظَةً	نگہبان۔ نگراں
لَا يُفَرِّطُوْنَ	وہ کمی نہیں کرتے ہیں
رُدُّوْا	وہ لوٹائے گئے
اَسْرَعُ	وہ جلدی کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۲

کوئی اللہ کی گرفت سے چھوٹ کر بھاگ نہیں سکتا۔ نہ آج نہ کل۔ نہ موجودہ زندگی میں نہ آئندہ زندگی میں۔ جب تک اللہ کا حکم ہے فرشتے انسانی جان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اور جس جان کی وہ حفاظت کرتے رہے تھے دوسرا حکم الٰہی آتے ہی

اسے نکالنے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔ اور کام یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ یہی فرشتے قیامت کے دن اسے گھیر کر لائیں گے اور سزا و جزا کے لئے مالک حقیقی کے پاس حاضر کر دیں گے۔

فرمایا۔ ''مولٰھم الحق ''۔ مولیٰ کا لفظ قدرت اور رحمت دونوں کو سمیٹتا ہے۔ اس کے انصاف میں قوت قاہرہ بھی ہوگی۔ اور رحمت فاضلہ بھی اور اس کا انصاف بالکل حق پر مبنی ہوگا۔ دیکھا یہ جائے گا کس نے حق کا راستہ اختیار کیا، کس نے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کئے؟ فرمایا گیا ''الا لہ الحکم ''۔ اس کا مطلب یہ ہے ہوشیار ہو جاؤ۔ فیصلہ اور حکم اسی کا ہے اس سے اوپر کوئی اپیل نہیں۔ کوئی نظر ثانی نہیں۔

ارشاد ہے۔ '' اسرع الحاسبین ''۔ اس کے دو معنی ہیں۔ وقت تیز رفتار ہے۔ بہت جلد تم اس کے سامنے حساب و کتاب کے لئے پیش ہونے والے ہو۔

دوسرے قیامت کے دن لاتعداد بے شمار انسانوں کے حساب بہت جلد نمٹا دیئے جائیں گے اور ذرا دیر نہیں لگے گی اس کے ہاں لال فیتہ نہیں ہے بلکہ اس کی قدرت یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے اسے کُن کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حساب و کتاب میں بھی کوئی دیر نہ ہوگی بلکہ ہر انسان کا پورا پورا حساب کتاب بہت جلد لیا جائے گا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ
لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ
مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

ذرا پوچھئے وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی آفات سے بچا کر نکال لاتا ہے جب تم گڑ گڑا کر یا دل ہی دل میں اس سے دعائیں مانگتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس آفت سے بچالے تو ہم ضرور احسان مانیں گے۔ کہہ دیجئے وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے بچا لیتا ہے۔ پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

یُنَجِّیْکُمْ	تمہیں نجات دیتا ہے
خُفْیَۃً	آہستہ۔ چپکے چپکے
اَنْجٰنَا	ہمیں بچالیا
کَرْبٍ	سختی

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۴

سفر ہو یا حضر۔ جسمانی بیماری ہو یا ذہنی الجھن، مال ومنال کا نقصان ہو یا اہل وعیال کا، انفرادی مصیبت ہو یا قومی۔ بہر حال یہ عام مشاہدہ ہے کہ آفت کے وقت جب ظاہری تدبیروں سے کام نہیں چلتا تو انسان کے ہاتھ اس مالک کائنات کے سامنے دعا کو اٹھ جاتے ہیں۔ خواہ وہ چلا چلا کر اور آنسو بہا کر سر پٹک کر مانگے یا دل ہی دل میں اندر ہی اندر۔ بڑے سے بڑا کافر اور بڑے سے بڑا مشرک خوب جانتا ہے کہ آفتوں سے نجات دینے والا وہی ایک اللہ ہے۔ وہ دعا مانگتا ہے یا منت مانتا ہے تو بس اسی سے۔ نہ کسی دیوتا سے، نہ کسی فرعون سے، نہ کسی اللہ کے کسی مقرب سے (بہت سے مذاہب میں چاند اور سورج معبود ہیں یا معبود کے بیٹے کہلاتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

مصیبت جتنی سخت ہو انسان اتنا ہی شین قاف باندھتا ہے، اتنا ہی عاجزی سے ہاتھ لمبے کرتا ہے۔ اتنا ہی زور دار معاہدے کرتا ہے کہ اے اللہ۔ اگر تو ہمیں اس آفت سے بچالے تو ہم ضرور تیرا احسان مانیں گے اور تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ جب اللہ اس کی مشکل کشائی کر دیتا ہے تو وہ پھر واپس اپنے پرانے مذہب کی طرف لوٹ جاتا ہے کسی اور کو مشکل کشا بنا لیتا ہے۔ پھر بتوں کی پوجا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر تثلیث کے عقیدے زور پکڑ لیتے ہیں۔ پھر بادشاہ کی عظمتوں کی بندگی شروع ہو جاتی ہے۔

مکہ کے مشرکین کا بھی یہی حال تھا بار بار وہ آفتوں میں پھنستے اپنے تمام بتوں کو چھوڑ کر خوب گڑ گڑا کر اللہ سے دعائیں کرتے اور وفاداری کی قسمیں کھاتے، خوب روتے اور چلاتے لیکن جب آفت ٹل جاتی تو کیسی احسان مندی، کیسی شکر گزاری، پھر دین آباء کی طرف پلٹ جاتے اور شرک میں مبتلا ہو جاتے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى
اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ
يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ
لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۷

(اے نبی ﷺ!) آپ صاف صاف سمجھا دیجئے کہ تمہیں عذاب دینے کی قدرت وطاقت صرف اسی کے پاس ہے۔ وہ چاہے تو عذاب تمہارے اوپر سے لے آئے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے لے آئے یا تمہیں فرقے فرقے کر کے یا آپس میں لڑائی کی تلخی چکھادے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح مختلف پہلوؤں سے واضح کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلا دیا جو حق اور سچائی ہے۔ کہہ دیجئے کہ میں تم سے زبردستی منوانے نہیں آیا۔ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۶۷

يَلْبِسَ	وہ پہناتا ہے۔ وہ گڈمڈ کرتا ہے
شِيَعٌ	فرقے
يُذِيْقَ	وہ چکھاتا ہے
يَفْقَهُوْنَ	وہ سمجھتے ہیں
لَسْتُ	میں نہیں ہوں

وَكِيْلٍ کام بنانے والا
مُسْتَقَرٌّ ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۷

گذشتہ دو آیات میں ذکر تھا کہ خشکی اور سمندر کی آفتوں سے صرف اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ اب آیات ۶۵ اور ۶۶ میں ذکر ہے کہ وہی ایک اللہ تمہارے اوپر آفت لا سکتا ہے۔ یعنی آفت سے بچانے والا بھی وہی ہے اور آفت لانے والا بھی وہی ہے۔

یہاں خاص طور سے تین طرح کے عذابوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ایک وہ جو اوپر سے آئے دوسرے وہ جو نیچے سے آئے۔ تیسرے باہمی فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ سے پھوٹ ڈلوا دے۔

اوپر سے عذاب آنے کی مثالیں قوم عاد، قوم لوط، ابرہہ وغیرہ کی ہیں۔ بنی اسرائیل پر خون اور مینڈک برسائے گئے۔ قوم نوح پر اوپر سے بے تحاشا بارش اتاری گئی اور نیچے زمین سے پانی ابلنے لگا۔ آج کل اوپر اور نیچے سے بیک وقت عذاب کا خطرہ ایٹم بم، ہائڈروجن بم، نپ تھالن بم وغیرہ ہے جو اوپر سے بھی آگ برسائیں گے اور نیچے بھی زلزلہ پیدا کریں گے۔ جاپان میں ۱۹۴۵ء میں یہی ہوا۔

نیچے سے عذاب آنے کی مثالیں فرعون، قارون، عاد ثانی وغیرہ کی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباس مجاہدؒ اور دوسرے ائمہ تفسیر نے کہا ہے کہ اوپر کا عذاب وہ بھی ہے جب حکمران، ظالم، خائن اور بے ایمان ہو جائیں، نیچے کا عذاب یہ ہے کہ جب ماتحت عملہ، گھر کے ملازمین وغیرہ کام چور، غدار، خائن اور حرام خور ہو جائیں۔ اس طرح انتظام بگڑ جاتا ہے۔ خواہ نظام ملک کا ہو یا کسی ایک گھر یا خاندان کا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کی تائید چند احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ شعب الایمان بیہقی میں رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تم پر اسی قسم کے حکام مسلط ہوں گے جس قسم کے تمہارے اعمال ہوں گے۔

اسی مفہوم کا ایک مشہور عربی مقولہ ہے۔ **اعمالکم عمالکم**.

مشکوٰۃ شریف بحوالہ حلیہ ابی نعیم حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمام بادشاہوں کا مالک اور بادشاہ ہوں۔ تمام بادشاہوں کے دل میری مٹھی میں ہیں۔ جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں اور حکام کے قلوب میں ان کی شفقت و رحمت ڈال دیتا ہوں اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حکام کے دل ان پر سخت کر دیتا ہوں۔ وہ ہر طرح برائی سے انکے ساتھ پیش آتے ہیں۔

اس لئے تم حکام اور امرا کو برا کہنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جاؤ تا کہ میں تمہارے کام درست کردوں''۔ اسی طرح ابوداؤد اور نسائی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ کسی امیر اور حاکم کا بھلا چاہتا ہے تو اس کو اچھا وزیر اور اچھا کارکن دے دیتا ہے۔ کہ اگر امیر سے کچھ بھول ہو جائے تو وہ اس کو یاد دلا دے۔ اور جب امیر صحیح کام کرے تو وہ اس کی مدد کرے۔ جب کسی حاکم یا امیر کیلئے برائی مقدر ہوتی ہے تو برے لوگوں کو اس کی وزارت اور امارت دے دی جاتی ہے۔

قرآن کریم (النساء۔۵۹) میں فرمان الٰہی ہے۔''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور پھر ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں۔ ہاں اگر تمہارے درمیان (یعنی راعی اور رعایا کے درمیان) کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو''

حضور ﷺ کی مشہور حدیث ہے۔ بہترین جہاد سلطان جابر کے سامنے کلمہء حق کہنا ہے۔ آیت زیر تفسیر میں عذاب الٰہی کی تیسری قسم یوں مذکور ہے۔''اویلبسکم شیعاً''۔ یعنی تم فرقہ فرقہ میں بٹ کر آپس میں لڑنے لگ جاؤ گے۔ اسی لئے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا:

''تم میرے بعد پھر ان لوگوں جیسے نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ الٰہی میری امت پر کسی دشمن کو مسلط نہ فرما جو سب کو تباہ و برباد کر دے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔ لیکن جب آپ نے یہ دعا کرنی چاہی کہ میری امت کو فرقہ وارانہ فسادات سے بچا تو آپ کو اس دعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ پر ہوا تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ ہم نے بھی دو رکعت ادا کی۔ اس کے بعد آپ دعا میں مشغول ہو گئے۔ دعاؤں سے فارغ ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا۔

(۱) میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کیجئے گا۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی۔

(۲) عرض کیا الٰہی میری امت کو قحط اور بھوک کے ذریعہ ہلاک نہ کیجئے گا۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔

(۳) اور میں نے عرض کیا الٰہی میری امت باہمی جنگ سے تباہ نہ ہو جائے۔ مجھے اس دعا سے روک دیا گیا۔ (مظہری بحوالہ بغوی)

ان روایات سے ظاہر ہے کہ اگر مسلمانوں پر اللہ کا عذاب آیا تو فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں آئے گا۔ یہ فرقے مذہبی بھی ہو سکتے ہیں اور سیاسی بھی۔ وہ قومیں جو مسلمانوں کی دشمن ہیں۔ مسلمانوں کو باہم لڑا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہیں اور کر رہی ہیں ہمیں ان سے بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

یاد رہے اختلاف کی دو شکلیں ہیں۔ وہ اختلاف جو اسلام کے بنیادی عقیدے میں ہے جو شرک و منافقت یا مادی لالچ اور ظلم کی بدولت ہے۔ وہ عذاب الہی ہے لیکن وہ اختلاف رائے جو اصول اجتہاد کے ماتحت تفصیلی مسائل میں ہے جیسا کہ صحابہ و تابعین سے اب تک ہوتا چلا آیا ہے۔ جس میں فریقین کی نیت درست اور ان کی حجت قرآن و سنت و اجماع ہے وہ رحمت ہے۔ ممکن ہے کسی سے اجتہادی غلطی ہوگئی ہو لیکن اگر غلطی اور اختلاف کا راستہ بند کر دیا جائے تو اجتہاد اور فکر و فیصلہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور علم و عقل کی ترقی رک جائے گی۔

یہ اختلاف فطری ہے۔ جہاں دو اہل عقل و فکر ہوں گے وہاں اختلاف قدرتی بات ہے۔ مگر یہ اختلاف دیانت اور خلوص پر مبنی ہوگا۔ کوئی کسی کو زبان کی چاشنی کے لئے برا بھلا نہ کہے گا۔

ہاں تنقید حق ہے۔ وہ بھی حدود کے اندر۔

اسی اختلاف کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

آیت نمبر ۶۷ بہت واضح ہے نبی کا کام تبلیغ ہے۔ اور بس۔ وہ زبردستی مومن نہیں بنا سکتا۔ یہ اللہ کا کام ہے کہ کسی کے دل میں ایمان اتار دے۔ وہ لوگ جو آج تبلیغ سے نہیں مان رہے ہیں۔ کل عذاب جہنم دیکھ کر مان جائیں گے مگر وقت گذرنے کے بعد ان کا مان جانا بے فائدہ ہوگا۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا
فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ۚ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ
شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ
لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا
كَسَبَتْ ۖ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ
عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ
مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۸ ۱۰/۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

(اور اے نبی ﷺ) جب آپ دیکھیں کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینی (عیب جوئی) کررہے ہیں تو ان سے اس وقت تک دور رہیے جب تک وہ کسی اور گفتگو میں نہ لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان بھلادے تو یاد آجانے کے بعد فوراً ظالموں کی جماعت سے اٹھ جایئے۔

اور جو لوگ پرہیز گار ہیں ان پر ان نکتہ چینی کرنے والوں کے حساب کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ البتہ پرہیز گاروں کے ذمے نیک نصیحت کرنا ہے۔ شاید وہ بھی اللہ سے ڈرنے والے بن جائیں اور وہ لوگ جو اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنائے بیٹھے ہیں انہیں ان کے حال پر رہنے دیجئے جنہیں دنیا کے مزے نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے مگر اس قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کرتے رہیئے تاکہ ان کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کرتے چلے آرہے ہیں اس میں پھنس نہ جائیں۔ وہ عذاب جس میں گرفتار ہو جانے کے بعد مجرم کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا نہ سفارش کرنے والا اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائیگا خواہ وہ اپنا سب کچھ اس میں جھونک دے۔

یہ لوگ ہیں جو اپنی بری کمائی کے عذاب میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ اب ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی ہے۔ ان نافرمانیوں کی سزا دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

يَخُوْضُوْنَ	وہ مشغول ہوتے ہیں۔ گھستے ہیں
يُنْسِيَنَّكَ	وہ تجھے بھلادے
لَا تَقْعُدْ	تو نہ بیٹھ
بَعْدَ الذِّكْرٰى	یاد آنے کے بعد
ذِكْرٰى	نصیحت۔ یاد دہانی
ذَرْ	چھوڑ دے
غَرَّتْ	دھوکے میں ڈال دیا
اَنْ تُبْسَلَ	یہ کہ پکڑا جائے

کَسَبَتْ کمایا

تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

دوزخ کا راستہ اختیار کرنے والوں کی خاص پہچان یہ ہے کہ وہ دین اسلام پر، قرآن پر، حدیث پر، سیرت پر اس انداز سے تنقید کرتے ہیں گویا وہی بہتر سمجھتے ہیں، علم وعقل کا جدید میزان و پیمان ان ہی کے پاس ہے اور نعوذ باللہ یہ بیچارے مسلمان بڑے احمق ہیں جو ایمان واسلام کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔

ان آیات کے مخاطب اول اگر چہ حضور ﷺ اور ان کے صحابہ کرام ہیں لیکن بلالحاظ زمان و مکان یہ خطاب عام ہے ان آیات کے ذریعہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اے مسلمانو!

(۱) کبھی ایسی محفل میں نہ بیٹھو جہاں بدتمیز بدعقل بدزبان کفار مشرکین یا منافقین بیٹھے دین اسلام پر زبان درازیاں کر رہے ہوں۔ ہاں جب وہ کوئی اور گفتگو میں لگ جائیں تو شرکت میں مضائقہ نہیں۔

(۲) اگر تم پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے ہو اور اس قسم کی بے ہودہ گفتگو چھڑ گئی ہو اور روکنے کے باوجود رک نہ رہی ہو تو تم فوراً وہاں سے اٹھ جاؤ۔ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ بحث اور مناظرہ کر کے محفل کی فضا کو اور زیادہ گرم کر دیا جائے۔ تمہاری ہر منطق اور ہر دلیل کے باوجود سننے والوں کو غلط انا پکڑ لے اور وہ، میں نہ مانوں، کی ضد میں آجائیں۔ اس میں شک نہیں کہ تبادلہ خیالات اچھی چیز ہے لیکن موزوں فضا کا ہونا بھی ضروری ہے۔

محفل سے اٹھ جانے کی اچھی شکل یہ بھی ہے کہ اگر بیٹھے رہنا ضروری ہے تو آدمی اس طرح بیٹھ جائے کہ گویا اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر شیطان کے بھلاوے میں آکر تم بھول چوک سے بیٹھے ہو تو جیسے ہی یاد آجائے، فوراً رخصت ہو جاؤ۔

(۳) ہوشیاری سے تبلیغ ونصیحت کا موقع نکال لینا چاہئے۔ گمراہوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا بھی تو کوئی عقل مندی نہیں ہے اس کے لئے اگر ان کی محفلوں میں جانا پڑے تو مضائقہ نہیں۔ انہیں قیامت اور اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''میری امت سے خطاء اور نسیان (بھول چوک) اور اس کام کا گناہ معاف کر دیا گیا ہے جو کسی نے زبردستی اس سے کرایا ہو''۔

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ دشمنان اسلام سے بالکل قطع تعلق غلط ہے۔ ان سے مناسب طریقہ پر میل ملاقات رکھنا چاہیئے۔ بشرط ضرورت اور بغرض نصیحت۔ والدین اور استادوں کو چاہئے کہ اپنے لڑکوں لڑکیوں کو غلط صحبت میں نہ جانے دیں کہ غلط ماحول ان کو تباہ کر سکتا ہے۔

ع ۸

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا
اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ
يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا
لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ
اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ
وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ
يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

آپ کہہ دیجئے کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان سے امیدیں باندھیں جو ہمیں نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کوئی نقصان۔ کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جبکہ اللہ نے ہمیں راہ ہدایت پر ڈال دیا ہے۔ کیا ہم حیران و سرگرداں اس شخص کی طرح جنگل میں بھٹکتے پھریں جسے شیطان نے باؤلا کر دیا ہو۔ حالانکہ اس کے ساتھی اس کو سیدھے راستے کی طرف پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آ جاؤ۔

کہہ دیجئے کہ راستہ تو وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے اور ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم رب العالمین کے فرماں بردار رہیں۔ نماز قائم کریں اور اسی سے ڈرتے رہیں اور وہی ذات ہے جس کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور (جس وقت قیامت کو حکم دے گا کہ) ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔ اس کا کہنا حق ہے۔ جس وقت صور پھونکا جائیگا اس دن بھی صرف اسی کی سلطنت ہو گی وہی پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے وہ بڑی حکمت والا ہے۔ اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

نَدْعُوْا	ہم پکارتے ہیں
اَعْقَابِ	(عِقَب)۔ایڑیاں
اِسْتَهْوَتْ	بہکادیا
حَيْرَانَ	حیران وپریشان
يَدْعُوْنَ	وہ پکارتے ہیں
لِنُسْلِمَ	تاکہ ہم مان لیں
يُنْفَخُ	وہ پھونکتا ہے
اَلصُّوْرِ	نرسنگا۔(قیامت میں نرسنگے کی آواز)

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

غیر اللہ وہ ہے جو کوئی نفع اور کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔اتنی بات تو سب ہی جانتے ہیں۔پھر غیر اللہ کی پوجا کیوں ہوتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ غیر اللہ کی بندگی صرف ظاہری اور رسمی ہوتی ہے کوئی ان کی قلبی عبادت نہیں کرتا۔یہ ظاہری پرستش بھی ایک ہی غرض سے ہے۔ایک سیاسی سماج قائم کرنا اور قائم رکھنا۔اگر بت کی پوجا نہ ہو تو ہندو دھرم بکھر جائیگا۔اگر آگ کی پوجا نہ ہو تو پارسی مذہب ختم ہو جائیگا۔اگر صلیب کی پوجا نہ ہو تو عیسائی مذہب۔اگر نسل پرستی نہ ہو تو یہودی۔اگر جھوٹے نبی کو نہ مانا جائے تو قادیانی،اگر چاند اور سورج کی پوجا نہ ہو تو چینی مذاہب،اگر درختوں،سانپوں،جانوروں اور دریا وسمندر کی پوجا نہ ہو تو بہت سے چھوٹے بڑے مذاہب ہوا میں اڑ جائیں گے۔مشرکین مکہ بھی سیاسی اور سماجی مقاصد ہی کے لئے بتوں کی رسمی پوجا کرتے تھے۔ اگر بتوں کا کاروبار نہ ہوتا تو مشرکین ایک جماعت نہ بنتے،ان کی تجارت نہ ہوتی،ان کی سرداری نہ رہتی،ان کے تقدس کا ڈھونگ ختم ہو جاتا۔

سیاسی اور سماجی مقاصد کے علاوہ، غیر اللہ کی پرستش درحقیقت نفس کی پرستش ہے۔ غیر اللہ کے پاس نہ نفع ہے نہ نقصان، نہ کتاب، نہ قانون، نہ پیغمبر نہ حکم نہ منع۔ ہندومت، وغیرہ میں عام اجازت ہے کہ ہر ہندو جو چاہے کرے جو چاہے نہ کرے جو چاہے عقیدہ رکھے یا نہ رکھے صرف اپنے آپ کو ہندو مانے اور بس۔

اگر یہ عقیدے اور عمل کی آزادی کی کشش نہ ہوتی تو آج دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا اسلام میں عقیدے اور عمل کی آزادی کی سرحدیں متعین ہیں۔ غیر اسلام میں لامحدود ہیں۔ اسلام میں آخرت دنیا پر، روح مادہ پر اور عقیدہ عمل پر حاوی ہے لیکن دوسرے مذہبوں میں اس کے برعکس ہے۔

کفر صاف صاف اللہ کو نہیں مانتا لیکن مشرک چالاک ہے۔ وہ اللہ کو صرف زبانی مانتا ہے عملی طور پر وہ ان معبودوں کے احکامات مانتا ہے جنہیں اس نے خود تصنیف کیا ہے ان کا معبود بندے کی تخلیق ہے۔ ان کے معبود کی کتاب بھی بندے کی تصنیف ہے۔ اب کفر ہو یا شرک، اللہ سے بغاوت کی یہ دو شکلیں ہیں۔

رہے منافقین۔ تو ان کا الگ کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ صرف جی حضوری میں، خواہ کفر کے کیمپ میں، خواہ شرک کے کیمپ میں، منافقین کا الگ کوئی مذہب نہیں ہے، کوئی پارٹی نہیں ہے، کوئی قیادت نہیں ہے۔

اب کافر ہو، مشرک ہو، منافق ہو، سب مفاد پرست، مال پرست اور اقتدار پرست ہیں، بالفاظ دیگر وہ دنیا پرست ہیں۔ ان کے پاس چونکہ کوئی اللہ نہیں، کوئی محفوظ دین نہیں، کوئی اصول وعقیدہ نہیں، اس لئے وہ خیالات کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں۔

اس آیت میں مشرک کی طرف خاص اشارہ ہے۔ ذرا پوچھیے کہ ہم ان غیر اللہ سے امیدیں باندھیں جو ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اور ان غیر اللہ سے ڈریں جو ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس آیت میں مرتد کی طرف بھی خاص اشارہ ہے۔ کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ اللہ ہمیں راہ ہدایت پر ڈال چکا اور اس حیران وسرگرداں گم گشتہ کی طرح بن جائیں جسے شیطان نے خبطی اور باؤلا بنا دیا ہو۔

ان آیات نے پھر زور دیا ہے کہ ہدایت اور رہنمائی تو صرف اللہ کی ہے۔ مومن وہ ہے جو اس کی رہنمائی پر چلے۔ نماز قائم کرے اور اللہ سے زیادہ سے زیادہ محبت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ان آیات نے پھر قیامت پر زور دیا ہے۔ قیامت کا آنا اللہ کی عین حکمت اور دانائی ہے۔ یہ جو کہا ہے "وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے" تو اس کے تین مطالب ہیں۔

(۱) یہ کائنات محض شوق اور تماشے کے لئے نہیں بنائی گئی ہے کہ جب تک جی چاہا رکھا پھر جب جی چاہا توڑ کر پھینک دیا۔ اس کے بنانے اور چلانے میں بھی وہی مصلحت اور حکمت ہے جو قیامت لانے میں ہے۔

(۲) یہ کائنات حق اور راستی کے ٹھوس اصولوں پر بنائی گئی ہے اور چلائی جارہی ہے یہاں باطل پنپ نہیں سکتا۔فوری فائدہ فانی فائدہ ہے۔

(۳) اللہ نے یہ کائنات بنائی ہے۔اس لئے اسے ہی حق ہے کہ اپنا دین چلائے۔اطاعت و بغاوت کے لئے جزا و سزا مقرر کرے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۴

یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا۔کیا تو بتوں کو معبود کا درجہ دیتا ہے؟ میں دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۴

اَصۡنَامًا	(صَنَمٌ) بت
ضَلٰلٍ	گمراہی

تشریح: آیت نمبر ۷۴

قرآن نے پچھلی آیات میں مشرکین مکہ کو ہر طرح سمجھایا۔علم، خبر، عقل، نصیحت، بشارت، تہدید سارے طریقے آزما دیکھے۔اب ایک تاریخی مثال پیش کی جارہی ہے کہ مثال کبھی کبھی خوب کام کر جاتی ہے۔چونکہ اہل عرب مناظرہ کے بہت دلدادہ تھے اس لئے وہ مناظرہ پیش کیا جارہا ہے کہ گھر سے اور کنبہ کے سب سے بڑے بزرگ سے تبلیغ کا کام شروع کرنا عین سنت ابراہیمیؑ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کو تاریخ نے محفوظ نہیں رکھا۔ہاں ادھر ادھر منتشر غیر یقینی واقعات مل جاتے ہیں۔یہ تو قرآن ہی ہے جس نے انبیاء کرام سے متعلق تمام ضروری تفصیلات مہیا کی ہیں۔قصہ کہانی کے لئے نہیں۔بلکہ نصیحت اور سبق کے لئے۔اور صرف ان ہی پہلوؤں کو لیا ہے جو نصیحت اور امثال کیلئے ضروری ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کا انتخاب یوں ہے کہ وہ بہت سے پیغمبروں کے مورث اعلیٰ تھے۔یہودی، عیسائی اور

مسلمان سب ان کو یکساں واجب الاحترام مانتے ہیں۔ مشرکین مکہ بھی ان کو واجب الاحترام مانتے تھے۔ شرک کے خلاف انہوں نے کس طرح جہاد کیا اور کیسی کیسی آزمائشوں سے گزرے اس کے لئے ان کی زندگی ایک مثال ہے۔

مندرجہ بالا آیت ظاہر کرتی ہے کہ نسل یا عہدہ یا قومیت کوئی چیز نہیں ورنہ حضرت ابراہیمؑ آزر سے اختلاف نہ کرتے جو ان کا باپ بھی تھا اور ملک کا معزز ترین آدمی بھی۔ اصل چیز ایمان ہے۔

یہ آیت اللہ کا دین دوسروں تک پہنچانے کے ایک طریقہ کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہے۔ یعنی ابتدا ایسے سوال سے کرنا چاہئے جو ہلکا پھلکا ہو لیکن نفس معاملہ پر چوٹ کر جائے۔ اور بات کی تہہ تک پہنچنے میں ہیر پھیر اور فضول گفتگو سے پرہیز کرے۔

ملکی اور قومی معاملات کے اندر ہر شخص کا دل دھڑکتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ آیات سے ظاہر ہے، تبلیغ کے لئے حکمت ضروری ہے۔ ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ملکی قومی ٹھوس روزمرہ اور نازک احساسات کے معاملات کی طرف مشاہدے اور غور وفکر کی دعوت دی جائے۔ اس طرح دعوت دی جائے کہ ہر چون وچرا کا جواب اسلام کے حق میں نکلے۔ ہدف کا دل خود پکار اٹھے کہ لبیک۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خاندان کا بڑا بزرگ غلط راستے پر ہو تو اسے طریقے سے دین کی دعوت دینا ادب واحترام کے خلاف نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی نگاہ میں قومیت کا مقام کیا ہے؟ اسلام عالمگیر ملت اور اخوت ہے قومیت چند مصلحتوں کی خاطر اپنی انفرادیت برقرار رکھ سکتی ہے مگر عالمگیر ملت اور اخوت کے اندر ضم ہو کر۔

یہاں جو حضرت ابراہیمؑ نے کہا ہے ''میں دیکھتا ہوں تو اور تیری قوم کھلی گمراہی میں مبتلا ہے''۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے آپ کو کافرانہ اور مشرکانہ قومیت سے الگ کر لیا حالانکہ نسلی طور پر اور وطنی طور پر وہ اسی قوم میں پیدا ہوئے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے دوقومی نظریہ پیش کر دیا اور بتا دیا کہ اسلام نسل اور وطن کو نہیں مانتا۔ صرف نظریہ کو مانتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ
مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾
فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا
رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھانے لگے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کا اندھیرا چھا گیا، اس نے ایک ستارہ دیکھا۔ اس نے کہا یہ میرا رب ہے؟۔ مگر جب وہ ڈوب گیا تو کہنے لگا میں ڈوبنے والوں کو دل نہیں دیتا۔ پھر جب اس نے چمکتا ہوا چاند دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ مگر جب وہ بھی نگاہوں سے غائب ہو گیا تو کہنے لگے اگر میرا رب مجھ کو راہ ہدایت نہ دکھاتا تو میں گمراہوں میں شامل ہو جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا دمکتا دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب؟۔ یہ تو سب میں بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے کہا اے میری قوم! میرا کوئی واسطہ بندگی ان چیزوں سے نہیں جنہیں تم معبودیت میں شریک سمجھ رہے ہو۔ میں نے تو اپنا رخ اس ایک ہستی کی طرف مخصوص کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کا نظام بنایا۔ اور میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

نُرِیْ	ہم دکھائیں گے
مَلَكُوْت	نظام کائنات
اَلْمُوْقِنِيْن	یقین کرنے والے
جَنَّ	چھا گیا

رأ	اس نے دیکھا
کَوْکَبًا	ستارہ
وَجَّهْتُ	میں نے چہرہ کرلیا۔ میں نے رخ کرلیا
فَطَرَ	اس نے بنایا۔ اس نے پیدا کیا
حَنِيفًا	سب سے الگ۔ صرف اللہ کی عبادت کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۷۹

ستارے، چانداور سورج۔ ان کے باری باری آنے اور غروب ہونے کا انداز کوئی انوکھا یا نیا نہیں ہے۔ ہر شخص ہر شب وروز دیکھتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی ہزاروں بار دیکھا ہوگا۔ مگر ایک خاص وقت پر ہی یہ کھٹک کیوں؟

اس کا ایک جواب تو شروع آیت ہی میں دیدیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں اور زمین کے عجائبات دکھائے تاکہ ان کے یقین وایمان میں اضافہ دراضافہ ہوجائے۔ یہ تو فطرت کا روز مرہ کا معمول ہے لیکن ایک بار وہ عجائبات بن کر آئے یعنی انہوں نے دیکھنے والے کے دل میں ایک خاص کھٹک پیدا کی اور اسے غور وفکر کی دعوت دی۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک بات جو ہر روز لگاتار پیدا ہورہی ہے اچانک کسی موقع پر خاص کھٹک پیدا کردے۔ یہی کھٹک نیوٹن کے دل میں ایک دن سیب کے گرنے سے پیدا ہوئی۔ یہی کھٹک جیمس واٹ کے دل میں کیتلی سے بھاپ نکلتا دیکھ کر پیدا ہوئی۔ یہی کھٹک ہنری فورڈ کے دل میں پیٹرول اور پانی کو ملتے دیکھ کر پیدا ہوئی۔

دوسرا اہم جواب یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ یہ سب دیکھ رہے تھے اور علی الاعلان بول رہے تھے۔ اپنے لئے نہیں بلکہ شرک والوں کو منطقی دلائل سے قائل کرنے کے لئے۔

ایک اور تکنیک جو ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے حکم اور ڈانٹ کے لب ولہجہ میں نہیں کہا کہ تم لوگ شرک چھوڑو توحید میں آجاؤ۔ بلکہ عقل وتدبر کے ساتھ صرف اپنی مثال پیش کی کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے اپنا رخ یکسو ہوکر اس اللہ واحد کی طرف کرلیا ہے جو تمام مظاہر فطرت کا خالق اور مالک ہے جس کے حکم پر ستارے چاند سورج نکلتے اور ڈوبتے ہیں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ

قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا
تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ
عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا
تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ
فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وقف لازم
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ
الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ ع ۹ ۱۲ ۱۵
عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۳

اس کی قوم اس سے جھگڑنے لگی۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا تم لوگ مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ حالانکہ اس نے مجھے راہ ہدایت کی توفیق بخشی ہے۔ میں تمہارے بنائے ہوئے معبودوں سے نہیں ڈرتا۔ مگر ہاں میرا پروردگار ہی کچھ چاہے تو اور بات ہے۔ جو کچھ بھی ہونا ہے وہ پہلے ہی میرے رب کے علم (اور ارادے) میں ہے۔ پھر کیا تم سوچتے نہیں ہو؟ آخر میں تمہارے خود سے گھڑے ہوئے معبودوں سے کیوں ڈروں؟ جب کہ تم اللہ کی شان میں شرک کرنے سے نہیں ڈرتے۔ جس کی کوئی سند اس نے نہیں اتاری ہے بتاؤ دونوں فریقوں میں سے کس کو اطمینان قلب کا حق پہنچتا ہے؟ اگر تم سمجھ بوجھ رکھتے ہو؟ اطمینان قلب! وہ تو ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو راہ حق پر چل رہے ہیں جنہوں نے ایمان پالیا اور جنہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی۔ تو یہ تھی ہماری مضبوط دلیل جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلے میں سکھائی تھی ہم جس کے چاہتے

ہیں درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ تمہارا رب ہی علم رکھتا ہے اور حکمت بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۳

حَاجَّ	جھگڑا کیا
اَتُحَآجُّوْنِّیْ	کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو
هَدٰنِ	اس نے مجھے ہدایت دی۔ (یہاں "ی" گر گئی)
کَیْفَ اَخَافُ	میں کیوں ڈروں
لَمْ یُنَزِّلْ	نازل نہیں کی گئی
سُلْطَان	دلیل۔ وجہ۔ سبب
اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ	دونوں جماعتوں میں سے کونسی؟
اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے
لَمْ یَلْبِسُوْا	انہوں نے نہیں ملایا
نَرْفَعُ	ہم بلند کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۳

ہر نظام کسی عقیدے پر قائم ہوتا ہے۔ اگر وہ عقیدہ ہی ہل جائے تو یوں سمجھ لیا جائے کہ کسی عمارت کے نیچے سے بنیادی پتھر کھینچ لیا گیا۔ نمرودی نظام میں بہت سے مصنوعی معبود تھے جن میں سب سے زیادہ اہمیت خود بادشاہ وقت نمرود کی تھی۔ (یہ بادشاہ کا نام نہیں ہے بلکہ فرعون کی طرح کا لقب ہے۔) معبودیت کا عقیدہ اگر مسمار ہو جائے تو اس کے اقتدار کا محل مٹی کے گھروندے کی طرح زمین پر آ رہتا ہے۔ نمرود کو معبود کے مقام پر رکھنے سے ہزاروں ہزار وزیروں، افسروں، پنڈتوں، پروہتوں اور دوسرے عقیدہ فروشوں کا مالی اور مادی مفاد وابستہ تھا۔ پھر ان کے پیچھے جاہل، احمق روایت پرست عوام جوق در جوق تھے جو لگی بندھی لکیر کے فقیر نسلاً بعد نسل چلے آ رہے تھے۔ وہ سب کے سب کس طرح ٹھنڈے پیٹوں حضرت ابراہیمؑ کے عقیدہ توحید کو برداشت کر لیتے۔

اسلام زندگی کے ہر موڑ پر اپنے اوامر ونواہی لے کر آتا ہے جو وقت کے نمرودوں کے اوامر ونواہی سے ٹکراتا ہے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کوئی ایسا فکر وعقیدہ لے کر آتے جس میں صرف پوجا پاٹ کی رسومات ہوتیں لیکن اوامر ونواہی نہ ہوتے، جس کی ساری دلچسپی اندرون کلیسا و بت خانہ سے ہوتی، قومی اور بین الاقوامی، سیاسی، جنگی، مالی، تجارتی مسائل سے نہ ہوتی تو اہل نمرود کوئی ہنگامہ کھڑا نہ کرتے۔ لیکن وہ تو ایسا دین لے کر آئے تھے جس میں ساری زندگی کو اللہ کے لئے وقف کر دینے کی بات تھی جس میں مصلحتوں پر سمجھوتے نہیں ہوتے۔ اس لئے اگر نمرود والے اٹھ کھڑے نہ ہوتے تو کیا کرتے۔

اسلام کی تبلیغ اور وہ بھی ایک پیغمبر کی قیادت میں مختلف تحریکی منزلوں سے گذرتی ہے۔ آیت نمبر ۸۰ میں پہلی منزل کا ذکر ہے۔ یہ منزل افہام وتفہیم، دلائل ومباحث، مناظرہ اور مکالمہ کی منزل تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اندازہ تھا کہ حکومت اور سوسائٹی اپنے مفاد کے لئے میری تحریک کے خلاف شمشیر وسنان لے کر اٹھ کھڑی ہوگی۔ (جو آتش نمرود کے معاملے میں صحیح ثابت ہوا)۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ”جاؤ۔ میں تمہارے بنائے ہوئے معبودوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھ پر کوئی تکلیف نہیں آسکتی البتہ اگر میرا رب چاہے تو اور بات ہے۔ جو کچھ بھی ہونا ہے وہ پہلے ہی سے میرے رب کے علم اور ارادے میں ہے“۔

آپ نے اللہ پر مکمل اعتماد کیا چنانچہ اپنے سکون قلبی کا اظہار جس طرح کیا اس میں دعوت اور منطق پوری شان سے جلوہ گر ہے۔ فرمایا۔ ”آخر میں تمہارے من گھڑت معبودوں سے کیوں ڈروں؟۔ جب کہ تم اللہ کی شان میں شرک کرنے سے نہیں ڈرتے جس کی تمہارے پاس کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔

ایمان جس کی آخری منزل تقویٰ ہے صرف اللہ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کر لینے اور صرف اللہ ہی سے خوف کھانے کا نام ہے۔ جنت کی امید اور جہنم کا خوف۔ جیسے جیسے ایمان ترقی کرتا جائے گا، سکون قلبی بھی ترقی کرتا جائے گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے سکون قلبی کا دائمی نسخہ بتا دیا ہے ”اطمینان قلب! وہ تو ان ہی کے لئے ہے جو راہ حق پر ہیں، جنہوں نے ایمان پا لیا اور جنہوں نے اپنے ایمان میں شرک کی ملاوٹ نہیں کی۔

آپ نے فریق مخالف کو للکارا بھی۔ ”بتاؤ، ہم دونوں فریقوں میں کس کو اطمینان قلب کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔ تمہارے دل اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ صرف اہل ایمان ہی ہیں۔

آیت نمبر ۸۲ میں لفظ ظلم آیا ہے، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا کہ یہاں پر ’ظلم‘ سے مراد شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے متعلق فرمایا کہ ”یہ تھی ہماری مضبوط دلیل جو ہم نے ابراہیمؑ کو اسکی قوم کے مقابلے میں سکھائی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔

رہتی دنیا تک اس طریقہ تبلیغ کو، اس سنت ابراہیمیؑ کو، ہر مبلغ کے لئے قرآن کریم نے اپنے صفحات میں درج کر دیا ہے۔ وہ کون سا مبلغ ہے جو اطمینان قلب سے مسلح ہے۔ جو بادشاہ وقت کے خلاف اللہ کا پیغام لے کر اٹھتا ہے، جو آنے والے خطرات کا

صحیح اندازہ کرتا ہے اور پھر بھی ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ ’’جاؤ میں تمہارے بنائے ہوئے معبودوں سے نہیں ڈرتا۔ جب تک میرا پروردگار نہ چاہے اس وقت تک مجھ پر کوئی تکلیف نہیں آ سکتی۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے میرے رب کے حکم وارادہ میں ہے‘‘

یقیناً وہ مبلغ نہیں ہے جو پیغام حق سے زیادہ اپنی ناک کو عزیز رکھتا ہے۔ جو صرف بے ضرر اور بے خطر باتیں پیش کرتا ہے کہ شیخ بھی خوش رہے شیطان بھی بیزار نہ ہو، جس کی راہ میں نمرود، ابوجہل اور ابولہب نہیں آتے، جو قرآن پڑھتا ہے اور مثالوں سے کوئی عملی سبق نہیں لیتا۔ اگر تبلیغ حق اور جہاد سے بچ کر جنت کا کوئی اور راستہ ہوتا تو تمام پیغمبر اور ان کے ماننے والے وہی راستہ اختیار کرتے۔ اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا کیا ضروری تھا۔ مگر پھر اللہ کے ہاں رتبے کیسے بلند ہوتے۔ آگے کی آیات ان ہی باتوں کی وضاحت کرتی ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ
قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ
مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَ
يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ
اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی اور ان میں سے ہر ایک کو راہ

ہدایت دکھائی۔ وہی راہ ہدایت جو ہم نے ان سے پہلے نوحؑ کو دکھائی تھی اور پھر اس کی نسل میں سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی ہدایت عطا کی۔ اسی طرح ہم بڑھ چڑھ کر کام کرنے والوں کو انعام دیا کرتے ہیں اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور الیاسؑ کو بھی راہ ہدایت دکھائی۔ یہ سب کے سب (اللہ کے) پسندیدہ بندوں میں تھے۔ اور راہ ہدایت اسماعیلؑ اور یسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو بھی دکھائی اور ان سب کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی۔ اور (اتنا ہی نہیں) ہم نے ان کے باپ دادا، ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بہت سوں کو نوازا اور انہیں اپنی خدمت کے لئے چن لیا اور سیدھی راہ کی طرف ان کی رہنمائی کی۔

یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کے راستہ پر چلاتا ہے اگر کہیں ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کے سارے اعمال برباد ہو کر رہ جاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

وَهَبْنَا	ہم نے عطا کیا
نَجْزِیْ	ہم بدلہ دیتے ہیں
فَضَّلْنَا	ہم نے بڑائی دی
اِجْتَبَیْنَا	ہم نے منتخب کر لیا۔ چن لیا
حَبِطَ	ضائع ہو گیا

تشریح: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے بھروسے دل کے اطمینان سے مسلح ہو کر شرک کی طاقتوں کے خلاف توحید کا پرچم لے کر جس محنت، قربانی اور بے خوفی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے انعامات کے علاوہ انہیں پیغمبروں کا جدامجد بنا دیا۔ یہاں پر جن سترہ پیغمبروں کے نام لئے گئے ہیں ان میں ایک حضرت نوحؑ خود حضرت ابراہیمؑ کے جدامجد تھے۔ پیغمبر ہونا، پیغمبر کا باپ دادا وغیرہ ہونا، پیغمبر کا بیٹا (بیٹی) پوتا (پوتی) نواسا (نواسی)، بھانجا (بھانجی)، بھتیجا (بھتیجی) بھائی (بہن) وغیرہ ہونا بڑی نعمت ہے بشرطیکہ وہ خود راہ

ہدایت پر ہوں۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ کی اتنی تعظیم اور تکریم ہر قوم میں پائی جاتی ہے خواہ وہ یہودی ہوں، عیسائی ہوں یا مسلمان ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ عام انسان تو الگ رہے اگر کہیں پیغمبروں میں سے (نعوذ باللہ) کسی نے ذرہ برابر بھی شرک کیا ہوتا تو ان کے نیک کاموں کا اجر ملیا میٹ ہو جاتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مشرک ہزار نیک کام بھی کرے اسے اجر نہیں ملے گا ہاں مشرک کے برے کاموں کی سزا اس کو ضرور مل کر رہے گی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ
بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾ ع ۱۰ ۸ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۰

یہ لوگ تھے جنہیں ہم نے آسمانی کتاب، حکم اور نبوت عطا کی تھی۔ لہٰذا (اے نبی ﷺ!) اگر یہ لوگ اس پیغام حق کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں تو ہم نے بہت سے ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کا اقرار کرنے والے ہیں (اے نبی ﷺ) جن انبیاء کا نام لیا گیا ہے وہی اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ تھے۔ تو آپ بھی ان کی روش پر چلئے آپ کہہ دیجئے میں تم سے پیغام پہنچانے کا کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ یہ تو دنیا جہان والوں کے لئے عام نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۹ تا ۹۰

وَكَّلْنَا	ہم نے سپرد کر دیا
اِقْتَدِهْ	تو اس کی پیروی کر
لَا اَسْئَلُ	میں سوال نہیں کرتا۔ میں نہیں مانگتا
اَجْرٌ	اجرت بدلہ۔ معاوضہ

تشریح: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۰

یہاں انبیاء علیہم السلام کو جو نعمتیں عطا کی گئی تھیں ان میں کتاب، حکم اور نبوت کا نام، خاص طور پر لیا گیا ہے۔ کتاب یعنی اللہ تعالیٰ کا ہدایت نامہ، لکھا لکھایا، تاکہ نسلاً بعد نسل تلاوت اور تعمیل ہوتی رہے۔ دوسرے حکم یعنی اس ہدایت نامہ کا صحیح فہم اور اس صحیح فہم کو انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح پر عمل درآمد کرنے اور کرانے کی صلاحیت تفصیلات میں قوت فیصلہ، تیسرے نبوت یعنی اللہ کی طرف سے منصب قیادت تحریک۔

فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کو بھی کتاب، حکم اور نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ آپ بھی ان ہی کے طریقے پر چلئے۔ جنہیں ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اگر یہ کفار و مشرکین پیغام حق کو نہیں مانتے تو صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی حق خدمت نہیں مانگتا نہ میں تمہیں راہ راست پر زبردستی لانے کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں۔ میں تو قرآن مجید پیش کر رہا ہوں۔ جو کھلی ہوئی کتاب ہے جسے ہر شخص پڑھ سکتا ہے اب جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی نہ چاہے وہ نہ مانے۔

آیت ۹۰ آجانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ ان معاملات میں جس پر وحی نہیں آئی تھی۔ گذشتہ پیغمبروں ہی کے نقش قدم کی پیروی کرتے تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ شریعت میں عقائد اور بنیادی احکامات میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں مسائل حیات کی بابت جزئیات میں کہیں کہیں اپنے اپنے زمان و مکان کے مطابق فرق ضرور ہے مگر اس سے نفس پیغام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ
مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ
هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ
وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ
فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

ترجمہ: آیت نمبر ۹۱ تا ۹۲

اور منکرین نے اللہ کی وہ قدر نہ پہچانی جواس کی قدر پہچاننے کا حق تھا جب انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

آپ ان سے پوچھئے وہ کتاب جو موسیٰؑ لے کر آئے تھے وہ کس نے نازل کی تھی۔ جس میں لوگوں کے لئے نور بھی تھا اور ہدایت بھی۔ جسے تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ تو لوگوں کو دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو۔ وہ کتاب جس نے تمہیں وہ علم دیا تھا جو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے آباواجداد جانتے تھے۔

آپ فرما دیجئے کہ یہ کتاب اللہ نے نازل کی ہے۔ بس آپ ان کو چھوڑ دیجئے تا کہ وہ اپنی ہٹ دھرمیوں سے شوق کرتے رہیں۔

یہ قرآن بھی ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہیں تا کہ آپ ان اہل مکہ اور ان بستی والوں کو جو اس کے اطراف کے رہنے والے ہیں ڈرا دیں اور جو لوگ آخرت پر یقین کامل رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی یقین کامل رکھتے ہیں۔ یہی لوگ نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۱ تا ۹۲

مَا قَدَرُوْ	انہوں نے قدر نہ کی
حَقَّ قَدْرِهٖ	جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا
بَشَرٌ	انسان
قَرَاطِیْسُ	(قِرْطَاسٌ)۔ پرزے پرزے
عُلِّمْتُمْ	تمہیں سکھایا گیا
خَوْضٌ	بے ہودہ مشغلہ

يَلْعَبُوْنَ	وہ کھیلتے ہیں
اُمُّ الْقُرٰى	بستیوں کی ماں (شہر مکہ مکرمہ)
حَوْلٌ	اردگرد۔آس پاس
يُحَافِظُوْنَ	وہ حفاظت کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۹۱ تا ۹۲

جیسا کہ آج کل بھی بہت سے مستشرقین، خود ساختہ محققین اور عاقلین یہ کہتے ہوئے نہیں جھجکتے کہ قرآن خود نبی ﷺ کی تصنیف ہے (نعوذ باللہ) اسی طرح ان دنوں بھی کسی یہودی نے اٹھ کر پکار دیا کہ اللہ کسی بشر پر اپنا کلام نازل نہیں کرتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ قرآن خود نبی ﷺ کی تصنیف ہے۔ جسے وہ اللہ کے نام سے مشہور کر رہے ہیں۔ (ثم نعوذ باللہ)

اس کا جواب آیت ۹۱ میں دیا گیا ہے۔

جس نے یہ کہا اس نے نہیں پہچانا کہ یہ کائنات اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ، اس میں یہ زمین اور اس زمین پر یہ اشرف المخلوقات یعنی انسان۔ یہ سب چیزیں کس لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس نے نہیں پہچانا کہ اس دنیا میں انسان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ان ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لئے اسے ایک ہدایت نامہ اور ایک تفسیر و تشریح کرنے والے یعنی صاحب قرآن اور نبی ﷺ کی ضرورت پڑیگی۔ اس نے نہیں جانا کہ جس اللہ نے اتنی بڑی خلقت بنائی اور چلائی، جس نے انسان کو خلافت الہیہ کا عظیم ترین فریضہ سپرد کیا، وہ لازماً ہدایت نامہ اور ہدایت کار بھیج کر رہے گا اور انہیں گمراہی میں حیران و سرگرداں بھٹکنے کے لئے نہیں چھوڑ دے گا۔ اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے وحی بردار فرشتہ اور وحی بردار نبی کی ضرورت ہوگی۔

جس اللہ نے تمام مادی ضروریات اک اک کر کے فراہم کر دی ہیں، آخر کیوں وہ ذہنی، دماغی اور روحانی ضروریات فراہم نہ کرے گا۔ جس شخص نے اتنا بڑا جھوٹ بکا اس نے نہ صرف ہمارے رسول کی توہین کی بلکہ خود خالق کائنات کی بھی توہین کی۔ اس نے اللہ کی قدرت کو نہیں مانا کہ وہ بشر پر اپنا کلام نازل کر سکتا ہے، اس نے فرشتے کو نہیں مانا کہ وہ وحی الٰہی پہنچا سکتا ہے۔ اس نے نبی ﷺ کو نہیں مانا کہ وہ وحی الٰہی وصول کر سکتا ہے، اس نے کار نبوت کو نہیں مانا کہ وہ اس کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ اس نے اللہ پر الزام لگایا کہ اس نے جھوٹے نبی کو بھیجا اور حضور پر نور ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنی تصنیف کو اللہ کی تصنیف بتا کر پیش کر رہے ہیں (ثم نعوذ باللہ)۔ وہ اللہ کا بھی منکر ہے، قرآن کا بھی منکر ہے اور نبی ﷺ کا بھی منکر ہے اور فرشتے کا بھی منکر ہے۔

اس آیت میں اس بات کو واضح طور سے فرمادیا گیا کہ یہودی ہو کر یہ تو مانتے ہیں کہ ان کے نبی حضرت موسیٰؑ پر ایک کتاب توریت نازل ہوئی تھی جو دل کے لئے روشنی تھی اور ہاتھ پاؤں کے لئے رہنمائی۔ فرمایا جارہا ہے کہ آج بھی یہودیوں کے پیشواؤں کے پاس توریت موجود ہے جس کے اوراق انہوں نے الگ الگ کررکھے ہیں تاکہ عوام کو صرف وہ اوراق دکھاسکیں جن سے ان کی پیشوائی کا کاروبار مجروح نہ ہوتا ہو، اور وہ سارے اوراق چھپالیں جو ان کے مفاد کی پرورش نہیں کرتے۔ یہ تمہارے پیشوا نسلاً بعد نسل توریت کو سنبھال کر کیوں رکھے ہوئے ہیں کیونکہ یہ کتاب وہ علم دیتی ہے جو کسی اور ذریعہ سے انہیں حاصل نہیں ہوسکتا تھا اور جس کی بدولت وہ عالم اور فاضل بنے ہوئے ہیں۔

حضورﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ ان بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ تمہارے نبی حضرت موسیٰؑ پر توریت اتری تھی یا نہیں۔ وہ ضرور کہیں گے کہ ہاں۔ پوچھئے کہ وہ کار نبوت انجام دیتے تھے یا نہیں؟ وہ ضرور کہیں گے کہ ہاں۔ پھر کہیئے کہ اسی طرح قرآن ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نبی بھی تھے اور بشر بھی۔ اسی طرح میں نبی بھی ہوں اور بشر بھی۔

حضورﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ یہ جواب دے کر آپ بحث میں مت الجھئے۔ ظاہر ہے کہ جو ضدی اور ہٹ دھرم ہیں وہ اپنی انا کی خاطر کچھ نہ کچھ دماغ تراشی ضرور دکھائیں گے۔ فرمایا جارہا ہے کہ آپ انہیں اپنا شوق پورا کرنے دیجئے۔ یہ بات کچھ ان ہی دنوں محدود نہ تھی۔ آج بھی چین، روس، امریکہ، کے سائنسدان اور مفکرین انکار نبوت پر بلکہ انکار الٰہیت پر اپنا ذہنی شوق پورا کر رہے ہیں۔ مغربی سائنس انکار کا ہم معنی بن کر رہ گئی ہے۔

گذشتہ دنوں پاکستان کے ایک چوٹی کے سائنسدان کا مضمون اخبار میں چھپا تھا کہ فرشتہ کوئی چیز نہیں ہے۔ میں فرشتہ کو نہیں مانتا جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے آں جہانی باپ کی روح کون لے گیا تو وہ چوٹی کا سائنسداں اس کا جواب نہ دے سکا۔

حضورﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے زبور، توریت اور انجیل تھیں۔ اب آپ اس قرآن کو تمام دنیا میں پھیلایئے مگر شروع کیجئے مکہ مکرمہ سے۔ یہ قرآن اگلے آسمانی صحیفوں کی بھی تصدیق کرتا ہے چنانچہ کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ جس کتاب کو چاہا مانا اور جس کو چاہا نہ مانا۔ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ وہ نماز کے پابند ہیں۔ اس بات کے ثبوت میں کہ بشر کو نبی بنا کر اس پر کلام الٰہی نازل ہوا ہے، چار شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ پہلی توریت کی مثال جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی جنہیں تمام بنی اسرائیل والے مانتے ہیں۔ دوسرے توریت اور قرآن ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں۔ اصل الاصول اور مبادیات میں کوئی فرق نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ توریت کو مانا جائے اور قرآن کو نہ مانا جائے۔ تیسرے یہ کہ یہ کتاب بڑی خیر و برکت والی ہے یہ اہل تقویٰ کے لئے سراسر ہدایت ہے۔ چوتھے اس کتاب کا مقصد بھی وہی ہے جو دوسری آسمانی کتابوں کا رہا ہے۔ یعنی لوگوں کو آخرت سمجھانا، چونکانا اور ہوشیار کرنا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ
اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ
الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى
اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑتا ہے یا دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے جب کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو یا وہ دعویٰ کرے کہ میں بھی نازل شدہ وحی کی طرح اپنی نازل شدہ چیز پیش کرسکوں گا۔

اے نبی ﷺ! کاش اپنے آپ پر ظلم کرنے والے لوگوں کو آپ اس حالت میں دیکھ سکتے جبکہ وہ موت کی سختیوں میں پڑے ہاتھ پاؤں مار رہے ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر انہیں ڈانٹ رہے ہوں گے کہ چلو ادھر نکالو اپنی جان۔ آج تمہیں اس ناحق بکواس کے عوض جو تم اللہ پر تہمت دھرا کرتے تھے۔ اور اس کی آیات کے مقابلے میں بڑی رعونت دکھایا کرتے تھے ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳

اُوْحِيَ — وحی کی گئی

سَاُنْزِلُ — بہت جلد اتاروں گا

غَمَرٰتُ الْمَوْتِ — (غَمْرَة)۔ موت کی سختیاں

بَاسِطُوْا	کھولنے والے۔ پھیلانے والے
اَخْرِجُوْا	نکالو
تُجْزَوْنَ	تم بدلہ دیئے جاؤ گے
اَلْهُوْنِ	ذلت
تَسْتَكْبِرُوْنَ	تم تکبر کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۹۳

کفر جب شدید ہو جائے تو کتنی شکلیں اختیار کر سکتا ہے (۱) یہ کہنا کہ اللہ اپنا کلام بشر پر نازل نہیں کرتا خواہ وہ نبی ہو (۲) یہ دعویٰ کرنا کہ میں نبی ہوں جبکہ وہ نبی نہ ہو (۳) یہ دعویٰ کرنا کہ میں بھی قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکتا ہوں۔ پہلی قسم پر تو بحث ہو چکی۔ رہی دوسری اور تیسری قسم۔ تو قرآن کی یہ آیت خبردار کر رہی ہے کہ ایسے شدید کفار بھی دور نہیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے وقت جھوٹے مدعیان نبوت بڑے زور شور سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر جھوٹا نبی یہی دعویٰ کرتا تھا کہ قرآن جیسی کتاب میں بھی پیش کر سکتا ہوں۔ مسلیمہ، نضر، عبداللہ وغیرہ اسی قسم کے کفار تھے۔

وہ عذاب جو انہیں موت کے بعد ملے گا وہ اپنی جگہ پر ہے۔ یہاں پر ذکر اس عذاب کا ہے جو انہیں سکرات موت کے وقت ہوگا موت کے فرشتے زور اور زبردستی سے ان کی روحیں قبض کریں گے ڈانٹ ڈانٹ کر کہیں گے کہ اب چلو اس عظیم عذاب کی طرف جو تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ تم نے جو اللہ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اس کی پوری پوری سزا دی جائیگی۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴

اور ہم کہیں گے کہ تم ہمارے پاس ویسے ہی اکیلے تن تنہا آ گئے جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور وہ سارا ساز و سامان بھی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا۔ اور (کیا بات ہے کہ) ہم تمہارے ساتھ ان سفارش کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کا تمہیں گھمنڈ تھا کہ تمہارے کام بنانے میں (میرے ساتھ) ان کا بھی ساجھا ہے۔ اب نہ تم ان کے ساتھ نہ وہ تمہارے ساتھ۔ وہ بے یار و مددگار چھوڑ گئے جن پر تم ناز کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴

فُرٰدٰی	تنہا
تَرَکْتُمْ	تم نے چھوڑا
خَوَّلْنَا	ہم نے دیا
وَرَآءَ	پیچھے
ظُهُوْرٌ	(ظَهر)۔ پیٹھ
شُفَعَآءُ	(شَفِيْعٌ)۔ سفارشی
زَعَمْتُمْ	تم نے گھمنڈ کیا
تَزْعُمُوْنَ	تم دعویٰ کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۹۴

یہ قیامت کے مناظر میں سے ایک ہے جب مشرکین اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اللہ فرمائے گا کہ آج تم اکیلے تن تنہا آئے ہو بالکل جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ نہ آج تمہارا زرق برق لباس ہے۔ نہ وہ عمارتیں سواریاں حشم وخدم، نہ وہ دولت نہ وہ شوکت جن کے بل بوتے پر تمہاری گردن اکڑی رہا کرتی تھی۔ اور تم ہماری آیات پر بحث و تکرار کا طوفان اٹھا دیا کرتے تھے۔ آج تم خالی ہاتھ ہو کچھ ساتھ نہ لا سکے۔

اور کہاں ہیں آج وہ جھوٹے معبود جنہیں تم اختیارات میں ہمارا شریک سمجھتے تھے جن پر تمہیں گھمنڈ تھا کہ سفارش کر کے تمہیں میری سزا سے بچالیں گے۔ جنہیں تم پوجتے تھے گویا وہ بھی تمہیں پیدا کرنے میں زندہ رکھنے میں، موت اور قبر و قیامت میں کچھ دخل رکھتے ہیں۔ لاؤ دکھاؤ کہاں ہیں وہ؟ کل جن پر تم ناز کرتے تھے آج وہ کہاں گئے تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کی بندگی کو پسند کیا اس کا حشر اپنی بندگی کرنے والوں کے ساتھ ہی ہوگا" اس سے مفسرین نے یہ معنی لئے ہیں کہ وہ ہستیاں جنہوں نے اپنی بندگی کرائی، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لیکن وہ ہستیاں جنہوں نے اپنی بندگی نہیں کرائی اور اس سلسلہ میں بے گناہ ہیں اگرچہ کچھ لوگ اپنی طرف سے بلا اجازت ان کی پرستش کرتے رہے۔ (جیسے حضرت عیسیٰ) وہ بے قصور ٹھہرائے جائیں گے کیونکہ وہ اس شرک کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ
الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ
وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ
الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا
فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَ
هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ
قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ﴿٩٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۸

بے شک اللہ وہ ہے جو دانے اور گٹھلی کو پھوڑ کر نکالتا ہے، جو بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے پھر تم کیوں بھٹکے جا رہے ہو؟ وہی (پردہ ظلمات سے) مسلسل صبح پر صبح نکالنے والا ہے۔ اسی نے تمہارے آرام کے لئے رات بنائی

ہے۔اسی نے سورج اور چاند کو ایک حساب سے مقرر کردیا ہے۔اس نظام کا بنانے اور چلانے والا وہی ہے جو تمام طاقت اور تمام علم رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے ستاروں کو چراغ راہ بنایا تا کہ تم زمین اور سمندر کی لق ودق پہنائیوں میں راستہ پاسکو۔علم والوں کیلئے ہم نے وضاحت سے اپنی نشانیاں بیان کردی ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو ایک شخص واحد سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری زندگی اور تمہاری موت کی جگہ طے کردی ہے۔ بے شک سوچنے سمجھنے والوں کے لئے ہم نے نشانیاں کھول کھول کر بیان کردی ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۵ تا ۹۸

فَالِقٌ	تنہا
اَلْحَبُّ	تم نے چھوڑا
اَلنَّوٰى	ہم نے دیا
اَلْحَیُّ	زندہ
اَلْمَیِّتُ	مردہ
اَلْاِصْبَاحُ	صبح
سَكَنَ	سکون
تَقْدِیْرٌ	اندازہ
اَلنُّجُوْمُ	(نَجم)۔ستارہ
مُسْتَوْدَعٌ	سپرد کرنے کی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۹۵ تا ۹۸

ان آیات میں اور ان کے بعد آنے والی چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو مٹانے کے لئے انسان کو بصارت اور بصیرت کی دعوت دی ہے۔وہ معاملات فطرت جو دن رات مستقل طور پر ہوتے رہتے ہیں، عموماً انسان انہیں نظر انداز کر جاتا ہے۔

اگر دیکھتا بھی ہے تو صرف ظاہر کو۔ اگر متاثر ہوتا ہے تو ان کی پرستش کرنے لگتا ہے۔ وہ نہیں دیکھتا کہ ان مظاہر فطرت کے پیچھے حقیقی خالق و مالک کون ہے۔؟

عام طور پر جو چیزیں پوجی جاتی ہیں وہ ہیں غذائی نباتات اور کائنات کی چھوٹی بڑی چیزیں یعنی غلہ اور پھل، سورج، چاند ستارے اور باپ ماں اولاد اور مردے۔ ہندوستان میں تلسی، سورج مکھی، کنول، کٹھل، برگد وغیرہ بھی عام طور پر پوجے جاتے ہیں کفر کا کون سا مذہب ہے جس میں چاند سورج اور ستاروں کو دیوتا اور دیوی قرار نہ دیا گیا ہو یہاں تک کہ قدیم ایران، ہندوستان، چین، قدیم مصر وغیرہ میں تو بادشاہوں کو سورج کا بیٹا یا چاند کا بیٹا تک کہا جاتا تھا اور ان کی پوجا ہوتی تھی۔ ہندوؤں میں تری مورتی کا تیسرا ممبر دیوتا وشنو ہے جو تناسل اور پیدائش کا قلم دان رکھتا ہے۔ اس لئے والدین اور اولاد کی بھی پوجا ہوتی ہے۔ اگر چہ ہندوؤں میں، یونانیوں میں، آتش پرستوں وغیرہ میں موت کا دیوتا ہے لیکن مردہ پرستی کا جو ریکارڈ چین کے بدھ مذہب، کنفیوشس مذہب اور تاؤ مذہب نے قائم کیا ہے وہ تو حیرت ناک ہے شاید کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ زمین کی گہرائیوں میں حقیر دانہ تخم کو یہ صلاحیت عطا کرنا کہ زمین کو پھاڑ کر کونپل نکالے، گٹھلیوں کو پھاڑ کر اندر سے سر نکالے اور پھر رفتہ رفتہ کھیت اور باغ بنا دے۔ ابتدا سے لے کر انتہا تک ہر ہر منزل پر وہ دانہ اللہ تعالیٰ کے اشارے کا محتاج ہے۔ اسی کے حکم سے وہ پیدا ہوتا ہے، بڑھتا ہے، پھلتا اور پھولتا ہے ان بے حقیقت چیزوں کو پوجنے والوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم گھاس پھوس پتے، پھل، پھول، اور درخت کی پوجا کر رہے ہو۔ تمہیں تو اس طاقت کی عبادت کرنی چاہئے جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔

وہی اللہ ہے جو اپنی قدرت اور حکمت سے جاندار مرغی سے بے جان انڈا نکالتا ہے اور بے جان انڈے سے جاندار مرغی، یہ جتنے انسان چرندے پرندے درندے جیتے، جاگتے، چلتے، پھرتے نظر آ رہے ہیں ابتدائی منزل میں بے جان نطفہ تھے اور آئندہ جتنے جاندار آئیں گے بے جان نطفوں سے آئیں گے زمین پر اور پانی میں یہی اصول کام کر رہا ہے۔ کسی جاندار یا بے جان میں طاقت نہیں ہے کہ وہ اولاد پیدا کرے۔ اس سلسلہ تناسل کے پیچھے صرف ایک اللہ ہی کی طاقت اور حکمت کار فرما ہے۔

جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اور قائم رہے گی۔ روشنی، اندھیرا، دن رات، سورج، چاند اور ستاروں کا ایک خاص نظام الاوقات ہے اور ان کے راستوں میں وہ پابندی ہے جو زندگی کو ممکن بلکہ مزیدار بناتی ہے۔ اگر کبھی ذرا سا بال برابر فرق ہو جائے تو دنیا کا نظام بگڑ جائے۔ یہ ستارے کچھ روشنی تو زیادہ نہیں دیتے لیکن یہ سمندروں اور صحراؤں میں جب کہ انسان بھٹک جاتا ہے کہ کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں اس وقت یہ راستہ بتاتے ہیں۔ یہ سارا نظام فلک کون چلا رہا ہے؟

یہاں پر روشنی اور اندھیرے دن اور رات کا تذکرہ آیا ہے یہ اسکیم کس نے بنائی اور عمل کس نے کیا۔ جس طرح کام کے

لئے دن ضروری ہے اسی طرح آرام کیلئے رات ضروری ہے۔ یہ ان کا باقاعدہ آنا اور جانا، صحیح مدت کے لئے آنا اور صحیح مدت کے لئے جانا، صحیح درجہ حرارت بڑھانا اور گھٹانا تاکہ نہ صرف زندگی چلے، بلکہ کام بھی ہوتا رہے۔ اور ساتھ ساتھ آرام بھی ہوتا رہے۔ یہ کس کی قدرت، حکمت اور رحمت ہے؟۔

کیا یہ اللہ کی حکمت نہیں ہے کہ ایک ہی جوڑے آدمؑ وحوا سے اتنے اربوں اور کھربوں انسان بنا دئے اور وہ بنتے ہی چلے جارہے ہیں۔ اور جس طرح پیدائش اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح موت بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح اس نے اک اک شخص کی پیدائش کا وقت اور مقام مقرر کر رکھا ہے، اسی طرح اس نے اک اک شخص کی روزی کا وقت اور مقام بھی اور پھر موت کا وقت اور مقام بھی مقرر کر رکھا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو فوراً یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائیگی کہ ان سارے اور دوسرے کاموں میں اللہ کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن ان سچائیوں کے باوجود بھی انسان بھٹک کر دوسرے جھوٹے معبودوں کی طرف لپکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا
نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ
مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ
۱۲ ع ۶ ۱۸ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٠٠﴾
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ
وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۲

اور وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سے ہر قسم کے نباتات اگائے اور ہرے بھرے کھیت اور باغات پیدا کئے۔ پھر ان میں سے (خوشے اور) پھل جو باہم اوپر تلے گتھے ہوئے ہوتے ہیں اور کھجور کے گابھے پھلوں کے جھکے ہوئے گچھوں والے جو لٹکے ہوئے ہیں اور اسی سے انگوروں اور زیتون اور اناروں کے باغات پیدا کئے۔ جن کے پھل باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر باہم مختلف بھی۔

ان درختوں کے پھلوں کو پھر ان کے پھلنے پھولنے کی کیفیتوں کو غور کی نگاہوں سے دیکھو۔ ان میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اور یہ لوگ جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اللہ ہی نے انہیں پیدا کیا ہے۔ یہ لوگ مارے جہالت کے اس کے لئے بیٹوں اور بیٹیوں کا افسانہ گھڑتے ہیں۔ وہ تو اس سے پاک ہے اور ان کی تمام افسانہ تراشیوں سے بلند و بالا ہے۔ وہ تو تمام آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب اس کا جوڑا ہی نہیں پھر اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟

وہی تو ہے جس نے تمام چیزیں بنائی ہیں اور ہر چیز کا اسکو مکمل علم حاصل ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے تم اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ تمہاری ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۲

نَبَاتَ	سرسبزی۔ نباتات
خَضِرًا	سبز چیز
مُتَرَاكِبٌ	تہہ در تہہ۔ ایک پر ایک چڑھا ہوا

النَّخلُ	کھجور
طَلعٌ	گچھا۔ گابھا
قِنوَانٌ	خوشے
دَانِيَةٌ	نیچے جھکے ہوئے
اَعنَابٌ	(عِنَب)۔ انگور
الرُّمَّانُ	انار
مُشتَبِهٌ	ایک دوسرے سے ملتے جلتے
ثَمَرٌ	پھل۔ نتیجہ
يَنعِهٖ	اس کا پکنا
خَرَقُوا	انہوں نے گھڑ رکھے ہیں
بَنِينَ	(اِبن)۔ بیٹے
بَنٰتٌ	(بنت)۔ بیٹیاں
سُبحَانَهٗ	اس کی ذات پاک ہے۔ وہ بے عیب ہے
يَصِفُونَ	وہ بیان کرتے ہیں
بَدِيعُ	نیا نکالنے والا۔ پیدا کرنے والا
وَلَدٌ	بیٹا
صَاحِبَةٌ	بیوی
ذٰلِكُم	یہی۔ ان ہی میں
خَالِقٌ	پیدا کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۲

مختلف زاویوں سے ان آیات کے مطالب لئے جاسکتے ہیں مگر ایک بات واضح ہے۔اس میں ان مذاہب کے اعتقاد کی تردید ہے جن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں بتوں کی دیو مالا مرتب کردی گئی ہے۔کوئی بارش کا دیوتا ہے کوئی دریا کا، کوئی دولت کا، کوئی جنگ میں جیتنے کا، کوئی اولاد عطا کرنے کا، کوئی ہوا کا، کوئی روشنی کا، کوئی پانی کا، کوئی صحت وغیرہ کا۔ کہنا یہ ہے کہ اللہ ہی آسمان کا بھی خالق ہے، بارش کا بھی، نباتات کا بھی، موسم بہار کا بھی اور ہر چیز کا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر علم وفہم رکھنے والے کو اس طرف دعوت دی ہے کہ صرف بارش برسانے میں کتنی چیزوں کی ضرورت ہے۔ بخارات اور بھاپ بنانے اور اٹھانے کے لئے سمندر کی، سورج کی، ہواؤں کی، فضاؤں کی پھر بادل بنانے کی طاقتوں کی، پانی کے قطرے پکڑے رکھنے کی طاقتوں کی، پھر قطرے قطرے برسانے کی، پھر نیچے مٹی کی، دریاؤں کی کہ انہیں واپس سمندر میں پہنچا دیا جائے۔اور پھر یہ فیصلہ کہ کہاں بارش ہونی ہے، کتنی ہونی ہے اور کیسی ہونی ہے۔

ایک پھل کو دیکھئے۔ بیج سے پھل بننے تک اسے کتنی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہر ہر منزل پر اس کی خبر گیری کس نے کی ہے۔ایک ہی مٹی، ایک ہی پانی، ایک ہی گرمی، ایک ہی سردی مگر پھل مختلف۔کوئی انگور کوئی زیتون کوئی انار۔اور پھر ایک ہی درخت کے اناروں کو دیکھئے تو رنگ مختلف، مزہ مختلف، وزن مختلف، بظاہر سب یکساں۔اتنے قسم قسم کے پھل، اتنے مزے، اتنے رنگ۔ اتنے طبی اور کیمیاوی فائدے۔

غضب تو یہ تھا کہ شرک کرنے والوں نے اپنے بنائے ہوئے اصنام میں محکمہ جات بھی تقسیم کرنے پر ہی بس نہیں کیا بلکہ آگے بڑھ کر نئے نئے افسانے تراشے۔انہوں نے اللہ کی ذات میں بھی بیوی بچے لگادیئے۔ یہ جو عظیم الشان قدرتیں دیکھیں تو سمجھ لیا یہ سب جنوں کا کرتب ہے۔ چنانچہ جنوں کو بھی اللہ کی ذات اور صفات اور الوہیت میں حصہ دے ڈالا۔لیکن اللہ ان سب واہیات و خرافات سے پاک ہے۔

وہی رب العالمین ہے۔ وہی لاشریک لہ۔ وہی ہر ایک کی ضرورت پوری کرتا رہا ہے اور پوری کرتا رہے گا۔ چنانچہ معبود ہونے کا حق صرف اسی کو ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۴

نگاہیں اس کو پا نہیں سکتیں مگر وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ باریک سے باریک شئے کو دیکھتا ہے اور ذرہ ذرہ کی خبر رکھتا ہے۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دیکھنے اور بوجھنے کی نشانیاں آ گئیں۔ تو جس نے ان نشانیوں کو دیکھا اور بوجھا تو اپنے ہی فائدے کے لئے۔ اور جو اندھا رہا تو ذمہ داری اسی پر ہے (اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے) کہ میں تم پر کوئی نگراں نہیں ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۴

لَا تُدْرِکُ	نہیں پاسکتی
اَلْاَبْصَارُ	آنکھیں
یُدْرِکُ	وہ پالیتا ہے
بَصَائِرٌ	(بَصِیْرَۃ)۔ نشانیاں
عَمِیَ	جو اندھا بن گیا
حَفِیْظٌ	نگراں۔ نگہبان۔ دیکھ بھال کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۴

تمام مخلوق کی نگاہیں مل کر، تمام خوردبین اور دوربین مل کر بھی اگر کوشش کریں تب بھی وہ نظر نہیں آ سکتا۔ ''اے برتر از گمان وقیاس وخیال ووہم''۔ تمام آنکھوں کی مجموعی طاقتوں سے بھی وہ اتنا عظیم ہے، یا اتنا مخفی ہے، یا اتنا غیر مرئی ہے، یا اتنا غیر محسوس ہے، یا اتنا نزدیک یا دور ہے، یا اتنا بلند ہے یا اتنا عمیق ہے کہ اس کو آنکھیں پا نہیں سکتیں۔ آنکھیں صرف ٹھوس یا سیال یا ایک خاص کیفیت کی اشیاء کو پاسکتی ہیں اور وہ بھی ایک خاص فاصلہ پر۔ نہ بہت زیادہ قریب نہ بہت زیادہ دور اور وہ ان سب حد بندیوں سے ورے ہی ورے ہے۔

یہاں پر لفظ ''ادراک'' بھی آتا ہے۔ یعنی محض دیکھ لینا ہی شرط نہیں ہے بلکہ سمجھ لینا بھی شرط ہے کہ یہ کیا ہے کس حالت میں ہے اس کے نقشے کیا ہیں۔ وہ دیکھنا ہی کیا جس سے پردۂ دماغ پر تصویر نہ بنے خواہ ہزار مبہم ہی سہی۔ نگاہیں ٹھہر نہیں سکتیں، فوکس ڈال نہیں سکتیں گرفت میں لا نہیں سکتیں چونکہ اس کا جسم نہیں، وہ کسی ایک جگہ ٹھہرا ہوا یا چلتا ہوا نہیں، وہ محدود نہیں۔ اور جب بصارت اس کے آگے ہار ہار جاتی ہے تو ادراک، اس کو دیکھنا اور آنکھوں کی طاقت سے سمجھنا ناممکن ہے۔

بے شک قیامت کے دن اللہ نظر آئے گا مگر صرف اس کا ایک خفیف رخ۔ اس وقت بھی ساری مخلوقات کی نگاہیں مل کر اس کا سراپا نہیں دیکھ سکتیں۔ اس کے جمال وجلال کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ صرف ایک جلوہ نظر آئے گا۔ دنیا میں حضرت موسیٰ ایک ہی تجلی میں بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ آخرت میں لوگ بے ہوش نہ ہوں گے چونکہ انہیں اتنی طاقت عطا کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا جہان کے سارے انسان اور جنات اور فرشتے اور شیطان جب سے پیدا ہوئے اور جب تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ وہ سب کے سب مل کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں تو سب مل کر بھی اس کی ذات کا احاطہ اپنی نگاہوں سے نہیں کر سکتے (روایت ابو سعید خدریؓ)

خالق کی ذات وصفات لامحدود ہیں۔ مخلوقات کی بصارت، بصیرت، حواس اور قوت ادراک سب محدود ہیں۔ بھلا محدود میں لامحدود کیوں کر سما سکتا ہے۔

تمام عقلا، علماء اور صوفیا کا متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ اس فانی زندگی میں حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ وادراک ناممکن ہے۔ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو جواب ملا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا تو پھر ہم جیسوں کی کیا مجال ہے۔ رسول کریم ﷺ کو معراج کے موقع پر جو زیارت نصیب ہوئی اس کا تعلق اس دنیا سے نہ تھا۔ اور ہمارا ذہن وفکر اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آپ نے اللہ کے نور کا کس حد تک مشاہدہ فرمایا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں'' اس کا تعلق صرف اسی دنیا سے ہے۔ کیونکہ خود قرآن ایک جگہ کہتا ہے ''قیامت کے دن بہت سے چہرے تروتازہ ہشاش بشاش ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے۔''

یہ بشارت صرف اہل ایمان کے لئے ہے۔ کیونکہ قرآن ایک جگہ کہتا ہے ''کفار اس دن اپنے رب کی زیارت سے محروم ہوں گے۔''

مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی زیارت عرصہ محشر میں بھی ہوگی اور جنت پہنچ کر وہاں بھی۔ اہلِ جنت کے لئے ساری نعمتوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ کی روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب اہلِ ایمان جنت میں داخل ہو جائیں گے تو

اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ جو نعمتیں تمہیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیئے تو بتاؤ کہ ہم وہ بھی دیدیں۔ یہ لوگ عرض کریں گے یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی، جنت میں داخل فرمایا اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہ سکتے ہیں۔ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھادیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور یہ نعمت جنت کی تمام دوسری نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔"

صحیح بخاری میں اک حدیث ہے کہ حضور پرنور ﷺ ایک رات چاندنی میں اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے چاند کی طرف نظر کی اور فرمایا تم اپنے رب کو اسی طرح کھلی آنکھوں سے دیکھو گے جس طرح اس وقت اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔"

حضرت ابن عمرؓ کی اک روایت ترمذی اور مسند احمد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو جنت میں خاص درجہ عطا فرمائے گا ان کو ہر صبح وشام دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔

مختصر یہ کہ اس دنیا میں اللہ کا نظارا ناممکن ہے۔ آخرت میں بھی اتنا ہی کچھ نظر آئے گا جتنی اجازت ہوگی۔ بصارت اور قوت ادراک دونوں اجازت کی حد سے ایک قدم آگے نہ بڑھ سکیں گی۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ
وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ
اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷

ہم اسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ جاہل و نادان لوگ کہنے لگیں کہ آپ نے یہ باتیں کس سے پڑھی ہیں؟ اور دانش منداس سے روشنی حاصل کریں۔ (اے نبی ﷺ!) آپ اس کی اطاعت کرتے رہیں جو وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف آتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور شرک کرنے والوں کی طرف دھیان نہ دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔ نہ تو ہم نے آپ کو ان پر نگراں بنایا ہے اور نہ آپ ان پر کارساز (مختار) ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷

دَرَسْتَ تو نے (کسی سے) پڑھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۷

توحید ورسالت پر واضح دلائل پچھلی آیات میں پیش کئے گئے۔ ان میں بصارت اور بصیرت دونوں کو جھنجوڑا گیا جس کے نتیجے میں لوگوں کی دو واضح قسمیں سامنے آئیں۔ ایک وہ جو دین اسلام سے متاثر ہوئے اور کفر و شرک چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ لیکن وہ ضدی ہٹ دھرم برخود غلط طبقہ جسے نہ ماننا تھا نہ مانا اور نہ ماننے کا جو بہانہ ڈھونڈا وہ بھی بھونڈا یعنی اے نبی ﷺ! یہ قرآن جو آپ پیش کر رہے ہیں۔ یہ وحی الٰہی نہیں ہے۔ یہ تو آپ ﷺ کسی سے سن کر اور سیکھ کر لائے ہیں، اور ہم لوگوں پر رعب ڈال رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

مگر وہ یہ بتانے سے معذور رہے کہ وہ کون سنانے والا اور سکھانے والا ہے۔ اگر کوئی ایسا ہے تو پھر کس نے دوسرے لوگوں کو روکا ہے کہ وہ بھی جا کر سنیں اور سیکھیں۔ سنانے اور سکھانے کا شبہ ایک یا دو یہودیوں پر کیا گیا مگر وہ جلد ہی مر گئے۔ پھر بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک پر وحی کا سلسلہ قائم رہا اور اسی آن بان شان سے۔ اس کے بعد حضور ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اور وہاں بھی وحی کا سلسلہ قائم رہا اور اسی اہتمام سے۔ اس طرح اس شبہ کی بنیاد ہی نہ رہی۔ مگر جنہیں ضد پر اٹل رہنا تھا وہ پھر بھی سیدھے نہ ہوئے۔

ان آنکھ والوں اور عقل والوں نے دیکھا نہ سمجھا کہ یہ وہ ہدایت کا سامان ہے، یہ وہ غیب اور مشاہدہ کی باتیں ہیں جنہیں آج تک کوئی فلاسفر سقراط بقراط پیش نہ کر سکا۔ اور ایک امّی محض کی زبان سے۔ وہ جس نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی اس قسم کا کلام پیش نہ کیا تھا۔ ایسا فصیح و بلیغ کلام جس میں قیامت تک آنے والے جن و بشر کو بار بار چیلنج کیا گیا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسا کلام لے آئیں۔ اور اس دوبارہ چیلنج کے ساتھ کہ تم ایسا ہرگز ہرگز نہ کر سکو گے۔ اور واقعی وہ ایسا نہ کر سکے۔ مگر جو بدنصیب تھا وہ بدنصیب ازلی رہا۔

قرآن کا خطاب اب نبی ﷺ کی طرف پلٹتا ہے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والے اپنے طور پر وحی الٰہی کی

پیروی کرتے رہیں۔ آپ ﷺ توحید کا پیغام سناتے رہیں۔ یہاں تک کہ مومن ہونے والے مومن ہو جائیں گے اور کافر ومشرک رہنے والے کافر ومشرک ہی رہیں گے۔ آپ ﷺ تو محض ایک پیغام بر ہیں۔ آپ داروغہ بنا کر مسلط نہیں کر دیئے گئے ہیں کہ زبردستی سب کو مومن بناتے پھریں۔ ان کے اعمال کا حساب آپ ﷺ سے نہیں لیا جائے گا۔

ان آیات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ اگر اللہ چاہتا تو تکوینی طور پر سب کو مومن بنا دیتا۔ نہ رسول کی ضرورت ہوتی نہ قرآن کی۔ نہ قیامت کی نہ پل صراط کی۔ نہ جنت کی نہ جہنم کی۔ ایک مشینی میکانیکی عمل ہوتا جس طرح جانوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قلب و ذہن کا امتحان کس طرح ہوتا اور ابلیس کی ضرورت کیا پڑتی۔ پھر کون رسالت پر ایمان لاتا یا نہ لاتا۔ پھر کون توحید کو پکڑتا اور کون گمراہی کو۔ اگر سب کو کن فیکون کے تحت پیدائشی مستحکم مومن بنا دیا جاتا تو پھر اس سارے تکلف واہتمام کی تکلیف کیوں مول لی جاتی۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۸

اور (اے ایمان والو!) ان کو گالی نہ دو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مارے جہالت کے یہ لوگ جواباً اللہ کی شان میں حد سے گذر کر بے ادبی کرنے لگ جائیں۔ دیکھو اسی طرح ہم نے ہر فرقے کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس ہی واپس پہنچنا ہے۔ تب وہ ان کو بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸

لَا تَسُبُّوْا — تم گالیاں نہ دو۔ کسی کو برا نہ کہو

عَدُوٌّ	بے ادبی۔ دشمنی
زَيَّنَّا	ہم نے خوبصورت بنادیا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۸

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ کے سرداروں کا ایک وفد ابو طالب کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ بستر مرگ پر تھے۔ حضور ﷺ بھی تشریف لائے۔ وفد نے ابو طالب سے کہا یہ آپ کے بھتیجے ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔ انہیں سمجھایئے۔ ورنہ ہم ان کو اور اس ہستی کو بھی جس کا رسول یہ اپنے آپ کو بتاتے ہیں جواباً برا بھلا کہنے لگیں گے۔

ابو طالب نے سمجھایا کہ بھتیجے! تم کیوں بتوں پر تنقید کرتے ہو۔ کیوں اس قوم کی دشمنی مول لیتے ہو؟ یہ لوگ تمہیں دولت اور بادشاہت دینے کو تیار ہیں۔

آپ نے جو کچھ جواب میں فرمایا اس کا ماحصل یہ ہے کہ میرا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں اس کلمہ سے باز نہیں آؤں گا۔

وفد بپھر گیا اور واپس چلا گیا۔ ایک تلخ فضا پیدا ہوگئی تھی اور ممکن تھا کہ مومنوں اور مشرکوں کے درمیان گالیوں کا تبادلہ شروع ہو جاتا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور ﷺ کی بلندی تمیز وشرافت سے تو یہ امید نہیں ہے کہ زبان پر گالی لاتے۔ نبوت سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کبھی گالی نہیں دی۔ ہاں یہ خطرہ عام مسلمانوں سے تھا۔ اس لئے آیت کا رخ نبی کی طرف نہیں ہے بلکہ عام مسلمانوں کی طرف ہے۔

اس آیت سے چند اصولی مسائل نکل آئے ہیں مثلاً

(۱) گالی اور تنقید میں کیا فرق ہے۔ گالی مبالغہ ہے، جوش انتقام، دشمنی، نفرت وغیرہ کی بدولت ہے۔ ادب تمیز شرافت کی سرحد سے آگے ہے۔ اس کا مقصد دل کا بخار نکالنا ہے اور بس۔

لیکن تنقید حقیقت کو پیش کرتی ہے (مگر تنقید کی بھی حدیں مقرر ہیں)۔ اس کا مقصد تعمیری اور اصلاحی ہے۔ اس کے الفاظ نپے تلے ہوتے ہیں۔ تنقید شوق کے تحت نہیں بلکہ ضرورت کے تحت ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں لفظ رجیم گالی نہیں ہے۔ تنقید ہے۔ حقیقت واقعہ ہے۔

(۲) اگر کوئی کام اپنی ذات میں نہ صرف جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہے مگر اس کے کرنے سے فتنہ اٹھنے کا احتمال ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کام کے کرنے سے زیادہ بھلائی اور کم برائی ہے یا زیادہ برائی اور کم بھلائی۔ اگر زیادہ برائی اور کم بھلائی کا احتمال ہے تو اس کام کو چھوڑ دینا چاہیئے یا اس وقت چھوڑ دینا چاہیئے۔ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" یعنی مصلحت کے تحت سچ بات کو چھپانا یا نرم کر دینا بہتر ہے اس بے کھٹکے راست گفتاری سے جو فتنہ اٹھا دے۔

(۳) لیکن اگر مسئلہ ہے شعائر اسلام کا یعنی اللہ، رسول، عبادت، قرآن، حدیث فقہ، تاریخ، تعلیم اور تہذیب۔ تو فرائض بہر حال انجام دیئے جائیں گے اور اسلام کے لئے تبلیغ بھی ہوگی سیاست بھی ہوگی اور حسب ضرورت جہاد فی سبیل اللہ بھی ہوگا۔ لیکن عقل و تدبر کا تقاضا ہے کہ فتنہ کم سے کم اٹھے۔ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی سلامت رہے اور مخالف کو گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نہ نکالی جائے۔

فتنہ کے ڈر سے صرف وہی کام چھوڑا جا سکتا ہے جو شعائر اسلام میں سے نہیں ہے یا جو ملی ضرورت نہیں ہے۔ شعائر اسلام کی عظمت کرنے سے اگر فتنہ پیدا ہو جائے یا احتمال ہو تو اس کا علاج دوسرے ذریعہ سے کیا جائے گا۔ اور عمل میں کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

بتوں پر تنقید جائز ہے بلکہ ضرورت ہے۔ لیکن گالی دینے کی اجازت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں ہے۔ بددعا کی اجازت ہے لیکن لعنت کی اجازت نہیں ہے۔ مظلوم ظالم پر لعنت نہیں بھیج سکتا البتہ وہ قرآن کی آیت پڑھ سکتا ہے۔ لعنت اللہ علی الظلمین۔

رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے۔ صحابہؓ نے پوچھا ایسا کون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالی دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی اور کے ماں باپ کو گالی دینا گویا اپنے ہی ماں باپ کو گالی دینا ہے کیوں کہ وہ جواب میں تمہارے ماں باپ کو گالی دے گا۔

رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ شریف کو از سر نو اسی بنیاد اور نقشہ پر اٹھوائیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھوڑا تھا۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ فساد کا خطرہ تھا۔

ابو طالب کے واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ آفتاب و ماہتاب بھی پیش کر دیں تو میں کلمہ توحید و رسالت نہیں چھوڑوں گا (یعنی حسب ضرورت بتوں پر تنقید کرتا رہوں گا) تو اس کا تعلق شعائر اسلام سے ہے۔ یہ آپ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ یہی مقام ہے بے خوفی کا، استقلال کا اور توکل علی اللہ کا۔

بعض مذاہب اور فرقوں کو عادت پڑی ہوئی ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کو یا ان کے صحابہ کرامؓ کو خواہ مخواہ برا کہتے ہیں۔ اگر ہم ان کو افہام و تفہیم سے بات سمجھا سکیں تو کیا کہنا۔ لیکن اگر نہ کرسکیں تو جواباً ان کے بزرگوں کو برا نہ کہیں۔ ان کے اعمال ان کے ساتھ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر جماعت کو اس کے اعمال حسین اور نفیس نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے ان کو دشنام طرازی اچھی لگتی ہو۔ بہر حال سب کو اللہ کے پاس اپنے اپنے حساب و کتاب کے لئے واپس جانا ہے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ
اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا
بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾
وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى
وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ
زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ
وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۳

یہ لوگ اللہ کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی اور معجزہ ہمیں دکھایا جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ نشانی اور معجزات تو اللہ کے پاس

ہیں۔ اور (اے ایمان والو!) تمہیں کیا خبر ہے کہ جب وہ نشانی آ جائے گی تب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ ہم اسی طرح ان کے دلوں اور نگاہوں کو پھیر دیں گے جس طرح پہلی مرتبہ نشانیوں کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑے رکھیں گے۔

اگر ہم ان پر فرشتے اتار دیں اور مردے ان سے باتیں کرنے لگیں اور تمام مردوں کو بھی زندہ کر کے ان کے سامنے لا کھڑا کر دیں تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ ہی چاہے تو اور بات ہے۔ ان میں بڑی تعداد نادانوں کی ہے۔ اور اسی طرح ہم نے شرارت پسند انسانوں اور سرکش جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو وہ فریب دینے کے لئے ایک دوسرے کو بناوٹی باتیں سکھاتے ہیں۔ اور اگر (اے نبی ﷺ!) آپ کا پروردگار چاہتا تو یہ لوگ ایسا کام نہ کرتے۔ اس لئے آپ ان کو اور انکی افتراء پردازیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور اور ہم نے ان کو اس لئے چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ ان ہی فریب آمیز سازشوں میں لگے رہیں اور وہ ان ہی برے کاموں کے مشغلوں کو پسند کرتے رہیں جس میں وہ آج تک مبتلا رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۳

اَقْسَمُوْا	انہوں نے قسم کھائی
جَهْدَ اَیْمَان	زبردست قسمیں۔ مضبوط قسمیں
مَا یُشْعِرُکُمْ	تم نہیں سمجھتے
نُقَلِّبُ	ہم پلٹ دیں گے
اَفْئِدَةٌ	(فُؤَادٌ)۔ دل
اَوَّلَ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ
یَعْمَهُوْنَ	وہ سرگرداں ہیں۔ وہ بہک رہے ہیں
کَلَّمَ	باتیں کیں۔ کلام کیا

اَلْاِنْسُ	انسان
زُخْرُفَ	ظاہر۔ چمکدار چیز۔ بناوٹی
غُرُوْرٌ	دھوکہ
لِتَصْغٰی	تاکہ جھکیں
لِیَرْضَوْہُ	تاکہ وہ اس کو پسند کرلیں
لِیَقْتَرِفُوْا	تاکہ وہ کرتے رہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۳

پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ کفار و مشرکین، نشانیوں، معجزوں کے باوجود ایمان نہ لائے۔ اب ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی سیاہ ضمیری میں ایک نیا روپ بدلا ہے یعنی حضور ﷺ سے نئے معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ اگر آپ ﷺ ''کوہ صفا'' کو سونے کا بنا دیں تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اس پر انہوں نے بڑی تاکید کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں۔

جناب رسالت مآب ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی بھی خواہش تھی کہ یہ معجزہ رونما ہو جائے تاکہ گمراہ لوگوں کو نجات کا راستہ مل جائے۔ آپ ﷺ دعا کو ہاتھ اٹھانے والے تھے کہ حضرت جبرئیل یہ وحی لے کر نازل ہوئے۔

ان آیات نے حضور ﷺ پر اور تمام مسلمانوں پر یہ حقیقت حال کھول کر رکھ دی کہ ان کا یہ نیا مطالبہ ہر قسم کی سخت سے سخت قسم کے باوجود دھوکا اور فریب ہے۔ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کوہ صفا کو سونے کا بنا دینا تو کیا۔ اگر فرشتے ظاہر ہو کر ان سے کلام کرنے لگیں۔ اگر مردے قبر سے نکل کر اٹھ کھڑے ہوں بلکہ اگر سارے مردے زندہ ہو کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوں۔ تب بھی یہ اپنے مکر اور چال میں ویسے ہی لگے رہیں گے جیسے اب تک لگے رہے ہیں۔ اس لئے ان کو سمجھانے کے لئے یہ جواب دیدیجئے کہ معجزہ دکھانا نبی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ اختیار سراسر اللہ کے پاس ہے۔ اس طرح ان کے پرفریب مطالبے کی اخلاقی اعتبار سے نفی کر دی جائے بلکہ ان آیات کی تبلیغ کے ذریعہ ان کے ڈھول کا پول کھول دیا جائے۔ انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ یہاں فریب اور سازش چل نہیں سکتی۔ اور اللہ تو دلوں کے اندر کا راز تک جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ہم نے اسی طرح ہمیشہ شرارت پسند انسانوں اور سرکش جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے اور فریب کی بناوٹی باتیں سکھاتے ہیں۔ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا کام نہ کرتے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ (اے نبی ﷺ!) کار نبوت آسان نہیں ہے۔ بڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس میں سو فیصد

ایمان، لگن، قربانی، محنت، خلوص، تبلیغ، عقل وتدبیر، حکمت وقیادت، صبرواستقامت، جہادوقتال کی ضرورت ہے۔ پیغام حق کو لے کر آگے بڑھنا ہے۔ جس کے نتیجہ میں دوست کم اور دشمن زیادہ ہوں گے اور دشمن بھی وہ جن کے ہاتھ میں ملک و مال، حکومت، فوج، جیل اور پھانسی خانہ سب کچھ ہے آپ کی تحریک کا وار جن بادشاہوں، امیروں، وزیروں، ساہوکاروں، تاجروں، خوشامدیوں، نادانوں، اندھی تقلید پرستوں اور دنیا پرستوں پر پڑے گا وہ سب کے سب ایک محاذ بنا کر مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کی اس تحریک کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شیاطین جن وانس کے اس عظیم محاذ سے ٹکرانا ہوگا۔

اگر اللہ چاہتا تو تکوینی طور پر ان تمام دشمنان اسلام کو پیدائشی صاحب ایمان بنا دیتا یا آپ ﷺ کے لئے نرم چارہ بنا دیتا کہ ادھر آپ ﷺ نے دو چار معجزے دکھلائے دو چار تبلیغیں کیں، جنت اور جہنم کی زبانی تصویر کھینچی اور وہ فوج درفوج آپ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور آپ ﷺ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا آئے کامیابی کے قلعہ میں پرچم لہراتے ہوئے داخل ہو جائیں گے۔

مگر یہ اس کی مصلحت نہیں ہے۔ یہاں ہر ابراہیمؑ کو نمرود سے، ہر موسیٰؑ کو فرعون سے، ہر عیسیٰؑ کو یہود سے دو دو ہاتھ کرنے ہی پڑتے ہیں۔ آپ ﷺ کی مخالفت میں بھی بہت بھاری جتھا کھڑا ہو رہا ہے۔ اس کی مصلحت نہیں ہے کہ سراسر معجزہ پر معجزہ دکھا کر کافروں کو رام کر دیا جائے۔ معجزوں کی اپنی اہمیت ہے لیکن ان کی بھی ایک حد ہے اور وہ حد گذر چکی۔

اب پیغام حق کے دلائل کو دیکھ کر جو شخص حق وصداقت کی بات مانتا ہے وہ مانے ورنہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنالے۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ
وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ
بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ
صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾
وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾ اِنَّ رَبَّكَ
هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے والا بنالوں؟ جب کہ پوری تفصیل سے آسمانی کتاب اس نے تم لوگوں کی طرف نازل کی ہے۔ اور جن لوگوں کو ہم نے (آپ ﷺ سے پہلے) کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن برحق ہے اور آپ ﷺ کے رب ہی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ لہذا آپ ﷺ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

آپ ﷺ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے لحاظ سے حرف آخر ہے۔ کوئی اس کے کلام میں ردوبدل کرنے والا نہیں ہے۔ وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور (اے نبی ﷺ!) اگر آپ نے ان بہت سارے لوگوں کی بات مان لی جو دنیا میں بستے ہیں تو وہ آپ ﷺ کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ وہ اس طرف چلتے ہیں جدھر ان کا وہم وگمان اور اندازہ لے جائے اور وہ شک وقیاس میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

بے شک آپ ﷺ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہک گیا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے کون راہ ہدایت پر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

اَبْتَغِیْ	میں تلاش کرتا ہوں
حَکَمٌ	انصاف کرنے والا
تَمَّتْ	پوری ہوئی
صِدْقٌ	سچائی
عَدْلٌ	حق وانصاف
اِنْ تُطِعْ	اگر تو پیروی کرے گا
اَلظَّنُّ	گمان۔ خیال
یَخْرُصُوْنَ	اندازے کے تیر چلاتے ہیں۔ اٹکل کے تیر چلاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

چند لفظوں میں قرآن کے برحق ہونے کے بہترین دلائل سے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے نصیحتیں بھی ہیں، خوف سزا

بھی اور وعدہ جزا بھی۔

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے منہ مانگے معجزات عطا کرنے سے انکار کردیا کہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں خواہ کوئی بھی معجزہ انہیں دکھا دیا جائے۔

اگر منہ مانگا معجزہ انہیں دکھا دیا جائے اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں تو اللہ کا عذاب فوراً انہیں گھیر لے گا۔ اس لئے رحمتہ للعالمین ﷺ نے انہیں ان ہی معجزات میں غور وفکر کی دعوت دی جو دکھائے جاچکے ہیں۔ ان میں ایک عظیم معجزہ یہ قرآن بھی ہے۔

یہاں قرآن پاک کے نہ صرف کتاب الٰہی بلکہ روشن معجزہ ہونے پر چھ دلائل ہیں اور ہر دلیل دل تک پہنچنے والی ہے بشرطیکہ دل صالح ہو۔

(۱) یہ کتاب اللہ کی ہے۔ جس کا ثبوت وہ للکار ہے جو اس نے عرب وعجم کے تمام اہل فصاحت اور اہل بلاغت کو دے کر رہتی دنیا تک کے لئے چیلنج بنا دیا ہے کہ ہے کوئی جو اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسا کلام پیش کر سکے۔ اور پھر یہ بھی للکار دیا کہ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے اور قیامت تک نہ کر سکو گے۔ اور ابھی تک کوئی اس للکار کا جواب نہ دے سکا۔

اور پھر یہ کتاب ایک امّی محض کی زبان سے نکلی ہے جس نے نہ صرف یہ آیات دنیا کو سنائیں بلکہ انہیں اللہ کے حکم سے مختلف سورتوں میں تنظیم وترتیب کی لڑی میں پرو دیا اور کتاب کی شکل میں پیش کیا تاکہ تلاوت، تفہیم، تحقیق اور تعمیل میں کام آئے۔ اور قیامت تک باقی رہے اور تروتازہ رہے۔

(۲) یہ کتاب مفصل ہے۔ یعنی تمام ضروری باتیں درج ہیں۔ کوئی تشنگی نہیں چھوڑی۔ یہ تعلیم و ہدایت ہے۔ نہ صرف موجودہ نسل اور موجودہ اہل عرب کے لئے بلکہ موجودہ اور آئندہ تمام مکان وزمان اور نسلوں کے لئے۔ اگر انسانی تصنیف ہوتی تو ایک یا دو ممالک ایک یا دو نسلوں کے مسائل سے آگے نہیں بڑھتی۔ اور وہ بھی تشنہ ہوتی۔

(۳) حضرت داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر جو کتابیں سینکڑوں یا ہزاروں سال پہلے نازل کی گئی تھیں ان میں آنے والے قرآن اور آنے والے نبی ﷺ کی خبر ہے۔ نبی ﷺ اور قرآن لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ جتنے اہل کتاب ہیں وہ نبی ﷺ اور قرآن کے منتظر رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے پیشواؤں نے خود غرضی کے تحت توریت، زبور اور انجیل کے وہ مضامین چھپا لئے ہیں جن میں آخری نبی ﷺ اور آخری کتاب کی پیشین گوئی موجود ہے۔

قرآن خود کسی آنے والے صاحب کتاب نبی کی پیشن گوئی نہیں کرتا بلکہ خود حضور ﷺ کو خاتم النبین قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ قیامت تک کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔

(۴) یہ کتاب نہ صرف آخری ہے بلکہ کامل بھی ہے۔ فرمایا ہے ”آپ ﷺ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے لحاظ سے حرف آخر ہے۔“ قرآن کے کل مضامین دو قسم کے ہیں۔ ایک حصہ وہ جس میں تاریخ عالم کے عبرت آموز حالات وواقعات، نیک اعمال پر جنت اور برے اعمال پر وعید جہنم درج ہیں۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے اور اوامر ونواہی، قوانین اور اصل الاصول بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن کے متعلق یہاں دو صفتیں بیان کی ہیں۔ صدقاً وعدلاً۔ صدق کا تعلق پہلی قسم سے ہے یعنی جتنے حالات وواقعات، وعدے اور وعید بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل سچے ہیں اور کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عدل کا تعلق احکام سے بھی ہے دنیاوی عدل وانصاف سے بھی ہے، حقوق العباد اور حقوق اللہ سے بھی ہے اور

قیامت کے دن سے بھی ہے۔عدل کے ایک معنی اور بھی ہیں یعنی اعتدال، تناسب، توازن۔نفس انسانی کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق جتنی چھوٹ اور آمادگی ملنی چاہیئے اتنی ہی دی گئی ہے۔اور جتنی پابندی عائد ہونی چاہیئے اتنی ہی پابندی عائد کی گئی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن دونوں صفات صدق اور عدل میں بھی کامل، اکمل اور حرف آخر ہے۔اور جب یہ حرف آخر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن رہتی دنیا تک کے لئے آیا ہے۔ ہر قوم، ہر ملک اور ہر نسل کے لئے۔اور آیت ۱۱۵ کا لفظ ''تمت'' اس پر مہر الٰہی ہے۔اسی کی وضاحت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ کوئی اللہ کے کلام میں ردوبدل کرنے والا نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔دوسرے الفاظ میں اللہ کے کلام میں کوئی بال برابر بھی غلطی بلکہ غلطی کا شائبہ نہیں ہے

تیسرے یہ کہ اللہ کا کلام بے مثل ہے۔کوئی جوڑ پیوند ملاوٹ، گھٹاؤ بڑھاؤ ایک لحہ کے لئے برداشت نہیں کرسکتا۔کسی مخلوق میں طاقت نہیں کہ اس کی ہمت بھی کرسکے۔اس کی حفاظت کا ذمہ باری تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے۔چوتھے یہ کہ یہ کلام کامل بلکہ اکمل ہے۔جس میں کسی کمی یا زیادتی کا امکان سرے سے ہے ہی نہیں۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾
وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ
لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا
لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا
مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع ١٤/١١/١

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

اگر تم لوگ اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہو تو اس ذبیحہ میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے

اور جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس کے کھانے میں تمہیں کیا عذر ہے حالانکہ اللہ نے کھول کر بتا دیا ہے کہ اس نے تم پر کیا کیا حرام کر دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ تم ان کے کھانے کے لئے مجبور ہو جاؤ۔

اور بہت سارے لوگ جو علم و عقل نہیں رکھتے محض نفسانی خواہشات کے پیچھے خود بھی بہک رہے ہیں اور تمہیں بھی فریب دے رہے ہیں۔ تمہارا رب ان حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے ظاہری گناہ اور باطنی گناہ سے بچتے رہو۔ وہ لوگ جو گناہ پر گناہ سمیٹ رہے ہیں جلد ہی اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں گے۔

اور اس جانور سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ایسا کرنا فسق (نافرمانی) ہے۔ بے شک شیاطین (جن وانس) اپنے ہم ساز اور ہم راہ لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے فضول بحثیں کرتے پھریں۔ اور اگر تم ان کے فریب میں آ گئے تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

اَلَّا تَاْكُلُوْا	یہ کہ تم کیوں نہیں کھاتے؟
ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ	اللہ کا نام لیا گیا ہے
اِضْطُرِرْتُمْ	تم مجبور ہو جاؤ۔ مجبور کر دیئے گئے
اَلْمُعْتَدِيْنَ	زیادتی کرنے والے
ذَرُوْا	چھوڑ دو
ظَاهِرُ الْاِثْمِ	ظاہری گناہ۔ کھلا ہوا گناہ
سَيُجْزَوْنَ	جلد ہی بدلہ دیئے جائیں گے
فِسْقٌ	گناہ
لِيُجَادِلُوْ	تاکہ وہ جھگڑا کریں

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۱

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ عرب کے جہلا کو اسلام کے خلاف بھڑکانے کے لئے علمائے یہود جس قسم کے

سوالات سکھایا کرتے تھے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ واہ واہ یہ کیا بات ہے جس جانور کو اللہ مار دے وہ تو حرام ہو جائے اور جس جانور کو انسان ذبح کر دے وہ حلال ہو جائے۔

بعض صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ شبہ عرض کیا جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کی باتوں کا نوٹس نہ لیجئے جو علم و عقل نہیں رکھتے، محض نفسانی خواہشات کے پیچھے خود بھی بہک رہے ہیں اور اہل ایمان کو بھی بہکانے کی کوشش کر رہے ہیں آپ کا رب ان حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

یہ جو مومنوں سے فرمایا ہے کہ تم ظاہری گناہ اور باطنی گناہ دونوں سے بچنے کی کوشش کرو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قسم کے ہتھکنڈوں میں آ کر کہیں تم خود ہی مرتد نہ ہو جانا یا خلوص قلب کو مجروح نہ کر لینا۔ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا، ان شیاطین جن و انس کا ہتھکنڈا یہی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں جو مومن بن چکے ہیں یا مومن بننے والے ہیں وسوسے ڈالیں اور شکوک و شبہات پیدا کریں تاکہ وہ انہیں بحث میں الجھا کر ان کی راہ کھوٹی کر دیں۔

سخت تنبیہ کے ساتھ فرمایا ہے کہ جو اہلِ ایمان ان مشرکوں کے دام فریب میں آ گئے ان کا شمار مشرکوں ہی میں ہوگا۔ بات صاف صاف ہے۔ جو حکم قرآن و حدیث (وحی جلی یا وحی خفی) میں آ گیا وہ اٹل ہے، وہ واجب التعمیل ہے، اس کی اطاعت جنت ہے، عدم اطاعت جہنم ہے۔ حلال و حرام گوشت کا حکم اس سے پہلے سورۂ مائدہ میں بھی آ چکا ہے۔ حرام کے حلال ہونے پر حالت اضطرار میں جو چھوٹ دی گئی ہے اس کا ذکر بھی سورۂ مائدہ میں آ چکا ہے۔ اس کے بعد کسی کو اس مسئلہ پر عقل کے گھوڑے دوڑانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایمان یقین کامل کا نام ہے خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ہاں اگر یقین کامل کے ساتھ جستجوئے حق ہے، تو ان کے اس سوال کی طرف توجہ کی جائے گی مگر یہ ضروری نہیں ہے۔

حرام میں وہ جانور شامل ہے جو ذبح کے بغیر قتل کیا گیا ہو یا جس کے ذبح پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو (یعنی مسنونہ کلمات نہ پڑھے گئے ہوں) ذبح کا تعلق حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعہ قربانی سے ہے۔ مسنونہ کلمات کے ذریعہ ذبح کرنے والا اللہ سے معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی اور اپنے اہلِ و عیال کی جان پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کرے گا اور یہ جانور کی قربانی بطور نشانی ہے۔ مسنونہ کلمات کا جان بوجھ کر نہ پڑھنا گویا یہ معاہدہ نہ کرنا ہے۔ بغیر معاہدہ یہ گوشت حرام ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مسنونہ کلمات (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) یا اللہ اکبر سہواً چھوٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہے۔ اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو حرام ہے۔ (شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو)

اسلام ظاہر اور باطن دونوں پر زور دیتا ہے۔ صرف ظاہر یا صرف باطن دونوں غلط البتہ جہاں انسانی آنکھیں باطن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں تو ظاہر کافی ہے۔ باطن کا معاملہ اللہ جانتا ہے یہاں قربانی پر ظاہراً کلمات مسنونہ پڑھنا کافی ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا
يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ
مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۲

بھلا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندگی عطا کی اور اسے وہ روشنی عطا کی جس کی بدولت وہ لوگوں کے درمیان (زندگی کی) راہیں طے کرتا ہے۔ کہیں وہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں بھٹک رہا ہے اور کسی طرح وہاں سے نکل نہ سکتا ہو۔ اسی طرح کافروں کی نگاہ میں ان کے کام خوشنما بنادیئے گئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۲

اَحْيَيْنَا	ہم نے زندہ کردیا
يَمْشِيْ	چلتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۲

قرآن کس چیز کو زندگی کہتا ہے؟

انسان اور ہر چیز فلکیات، فضائیات، حیوانات، نباتات، جمادات، آبیات، بخارات، متحرکات کی زندگی کا تعلق بس اسی دنیا سے ہے۔ ان کا مقصد زندگی جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے۔

انسان کی زندگی اور مقصد زندگی کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی ہے۔ اس کے پاس دو زندگیاں ہیں۔ فانی زندگی کھیتی ہے۔ لافانی زندگی اس کا پھل۔

انسان جب تک اپنا فریضہ زندگی ادا کررہا ہے جس کا تعلق سراسر اس دنیا سے ہے وہ زندہ ہے ورنہ وہ مردہ۔ انسان جب

تک اپنا فریضہ زندگی ادا کر رہا ہے (جس کا تعلق اس دنیا کے ذریعہ آخرت سے ہے) وہ زندہ ہے ورنہ مردہ۔ وہ لوگ جو صرف اسی دنیا کے لئے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں وہ اسلام کی نظر میں مردہ ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ مردہ تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن یہ مردہ دل خود بھی بہکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔

ارسطو جو بابائے سائنس کہا جاتا ہے اس کی عقل کی انتہا کہاں تک ہے۔ کہتا ہے کہ انسان ذی عقل حیوان ہے۔ یعنی ہے تو وہ حیوان ہی لیکن اس کے پاس ایک عقل بھی ہے۔ اسلام اس ذی عقل حیوان کو اٹھاتا ہے اور بلند ترین خلیفۃ اللہ فی الارض کا درجہ عطا کرتا ہے اور اس کی موجودہ زندگی کا تعلق آئندہ زندگی سے جوڑ دیتا ہے کہ اگر وہ اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو جنت میں ورنہ جہنم میں جائے گا۔

یہ انسان اپنی عقل سے حیوانیت ہی کا کام لے گا اگر اس کے پاس وہ خاص روشنی نہ ہو جس کا نام ایمان ہے۔ اس آیت میں ایمان کو روشنی سے اور بے ایمانی کو اندھیرے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تمام انسان کسی نہ کسی طرح کی روشنی کے محتاج ہیں اور روشنی کے بغیر کوئی صحیح قدم نہیں اٹھا سکتے، تو آخرت کے کام کے لئے بھی ہمیں اک خاص روشنی کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح سورج چاند بجلی اور آگ کا انتظام کر دیا ہے اسی طرح وحی جلی اور وحی خفی کا بھی انتظام کر دیا ہے۔ اور جس طرح وہ سورج چاند کا محافظ ہے اسی طرح وحی جلی اور وحی خفی کا بھی رہتی دنیا تک محافظ ہے۔

''ایک وہ شخص جو پہلے مردہ یعنی کافر تھا، اللہ نے اسے دونوں عالم کے لئے زندہ کر دیا یعنی اسے حلقۂ اسلام میں لے آیا اور اس نے اس کو نور ایمان عطا کر دیا جس کی مدد سے وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہیں طے کر رہا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو گھپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے اس کی حیوانیت اسے کفر سے باہر نکلنے نہیں دیتی اور اس کے اعمال کو خوش نما بنا کر پیش کر رہی ہے۔ بھلا یہ دو طرح کے انسان کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ بھلا بینا اور اندھا برابر ہو سکتے ہیں؟''

چراغ سے صرف چراغ والا ہی فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ جہاں تک اس کی روشنی جاتی ہے ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح مومن کے ایمان سے ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ اب رہے وہ بدنصیب جو کفر کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور اسی میں مست ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کے اعمال انہیں خوش نما بنا کر دکھا رہا ہے اور وہ خود عقلمندی کے چکر میں مبتلا ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں مجرموں کے کرتا دھرتا بنا دیئے ہیں کہ وہاں مکر و فریب کا جال پھیلاتے رہیں۔ وہ اپنے مکر و فریب کے جال میں خود ہی پھنس رہے ہیں مگر ان کو ذرا خبر نہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳

قَرْيَةٌ	بستی۔ شہر
اَكٰبِرُ	بڑے
مُجْرِمِیْ	(مُجْرِمِیْنَ)۔ جرم کرنے والے
مَا يَمْكُرُوْنَ	وہ شرارت نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳

یہ آیت ایک بہت بڑی حقیقت پیش کر رہی ہے۔ ہر فرد جماعت اور تنظیم کا محتاج ہے اسی طرح ہر جماعت ایک رہنما کی محتاج ہے۔ عوام تو خواص کے پیچھے چلتے ہیں ہر بھیڑ بکری اسی راستہ پر چلتی ہے جو اس کی قطار کی سب سے آگے والے نے مقرر کر دی ہے۔ معاملہ خواہ نیکی پھیلانے کا ہو یا بدی پھیلانے کا، اصول یہی ہے۔ اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔ باطل منظم ہے۔ وہ اس گر کو پہچان گیا ہے۔ اب اگر حق منظم نہ ہو تو باطل کو شکست نہیں دے سکتا۔ اس نکتے کو اسلام کے وہ علم بردار خوب سمجھ لیں جو صرف انفرادی نجی عبادتوں میں غرق ہیں لیکن اجتماعی عوامی عبادتوں، تبلیغ حق، تنظیم اور جہاد سے دور بھاگتے ہیں۔ جنت اللہ کے داموں نہیں، اپنے داموں خریدنا چاہتے ہیں۔

یہ آیت کہہ رہی ہے کہ کفر ہر قریہ میں نہ صرف ایک تنظیم بلکہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر چکی ہے ''اکبر مجرمیھا'' کے الفاظ تنظیم کی طرف اور ''لیمکر وافیھا'' کے الفاظ تحریک کی طرف روشن ترین اشارہ کر رہے ہیں۔ رسول مقبول ﷺ نے کافروں کی تنظیم کا علاج مومنوں کی تنظیم سے اور کافروں کی تحریک کا علاج مومنوں کی تحریک سے کیا ہے۔ ہجرت نہیں ہو سکتی تھی۔ جنگ بدر اور احد نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر چہ آپ اللہ کا پیغام پہنچانے میں صحابہ کرامؓ یا کسی کے محتاج نہ تھے لیکن بظاہر یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ مدینہ کی سلطنت نہیں چل سکتی تھی اگر آپ ﷺ کے پیچھے تنظیم و تحریک نہ ہوتی، اگر ایک حکم دینے والا اور بقیہ حکم لینے والے نہ ہوتے۔

اور یہ سب نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔
ہر نبی کی مخالفت میں افراد نہیں اٹھے ہیں بلکہ جماعتیں اٹھی ہیں جو اپنے اپنے سرغنوں کے ماتحت کام کررہی تھیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اور ہر اس شخص کے ساتھ ہوگا جو اسلام کا کام کرنے کے لئے میدان عمل میں آئے گا۔

رکوع دوم

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ
اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘؔ
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٢٤

جب ان کے پاس ہماری کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ اس وقت تک نہ مانیں گے جب تک ہمیں بھی وہ چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغامبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔
وہ وقت دور نہیں ہے جب یہ مجرمین اپنے کرتوتوں کے باعث اللہ کے حضور سخت ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٢٤

حَتّٰى نُؤْتٰى	جب تک (ہمیں) نہ دیا جائے
حَيْثُ يَجْعَلُ	جیسے وہ ڈالتا ہے۔ جیسے وہ بناتا ہے
رِسٰلَتَهٗ	اپنا پیغام
صِغَارٌ	ذلت۔ رسوائی

تشریح: آیت نمبر ۱۲۴

حضرت قتادہؓ سے منقول ہے کہ بنو مخزوم کے سردار ابو جہل نے ایک بار کہا کہ بنو عبد مناف (یعنی نبی کریم ﷺ کے خاندان) سے ہم کسی محاذ میں پیچھے نہیں رہے۔ لیکن اب وہ یوں کہتے ہیں کہ تم اب شرافت و بزرگی میں ہمارا مقابلہ یوں نہیں کر سکتے کہ ہمارے خاندان میں ایک نبی آ گیا ہے جس پر وحی الٰہی آتی ہے۔ اس نے کہا جب تک ہمارے پاس بھی وحی نہ آ جائے اور ہم بھی نبوت میں برابر نہ ہو جائیں اس وقت تک ہم کسی بات کو نہ مانیں گے۔

ایک اور جگہ لکھا ہے ابو جہل نے کہا ہم اسے اللہ کا کلام نہیں مانیں گے جب تک فرشتہ ہمارے پاس نہ آئے اور تصدیق نہ کر دے کہ یہ اللہ ہی کا کلام ہے۔

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کا انتخاب اللہ خود کرتا ہے۔ وہ اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔ یہ کوئی دنیاوی عہدہ نہیں ہے کہ درخواست دینے سے مل جائے یا مجاہدہ و ریاضت کرنے سے مل جائے۔ یہ کسی قوم یا قبیلہ کو عزت بخشنے کے لئے نہیں دیا جاتا۔ نہ اس انتخاب کے پیچھے کوئی سیاسی مصلحت ہوتی ہے۔ یہ عہدہ کسبی اور نسبی نہیں ہے۔

یہی حال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ بھی تھا۔ دنیا میں تشریف آوری اور دنیا سے جانے کے درمیان تمام عمر آپ کی الگ شان رہی اگرچہ نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی تھی۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ
وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا
يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا
الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۷

پھر جس کو اللہ ہدایت بخشنا چاہتا ہے اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے دل کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا جکڑ تا ہے گویا وہ آسمان کی طرف

زبردستی کھنچا چلا جارہا ہے۔ اسی طرح اللہ گندگی کے عذاب میں ان سب کو ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

آپ کے رب کی طرف سے یہ استقامت کا راستہ ہے۔ ہم نے اس کے نشانات راہ کو ان لوگوں کے لئے واضح کردیا ہے جو غور کرتے ہیں۔ ان ہی کے لئے اپنے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے۔ اور وہ ان کے اعمال میں ان کا مددگار ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۷

یُرِدِ اللّٰہُ	اللہ چاہتا ہے
یَشْرَحْ	وہ کھولتا ہے
صَدْرَہٗ	اس کا سینہ۔ اس کا دل
اَنْ یُّضِلَّہٗ	یہ کہ وہ اس کو گمراہ کردے
ضَیِّقٌ	تنگ
حَرَجٌ	بھینچا ہوا
کَاَنَّمَا	گویا کہ۔ جیسے کہ
یَصَّعَّدُ	(اونچائی پر) چڑھتا ہے
اَلرِّجْسُ	گندگی۔ عذاب
دَارُ السَّلٰمِ	سلامتی کا گھر

تشریح: آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۷

اسلام کے لئے انشراح صدر ہو جانا یعنی سینہ کھل جانا سراسر توفیق الٰہی سے ہے۔ یہ بھی نہ نسبی ہے نہ کسبی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے لئے دعا فرمائی تھی۔ اے رب میرا سینہ کھول دے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بطور نعمت خاص کہا گیا۔ کیا ہم نے آپ کے سینے کو کھول نہیں دیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے انشراح صدر کی تفسیر دریافت کی۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک روشنی ہے جسے اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتا ہے (یہ روشنی ایمان کی ہے)۔ مومن کو خود بخود حق سے محبت بڑھتی جاتی ہے اور باطل سے نفرت۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اس کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا

مومن فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور لافانی لذتوں کے لئے بیقرار رہتا ہے۔ وہ موت کی تیاری موت سے پہلے کرنے لگتا ہے۔

صراط مستقیم، کا ترجمہ عام طور پر سیدھا راستہ کیا گیا ہے یعنی وہ راستہ جس میں کسی منزل میں یہ سوال نہ اٹھے کہ اب کدھر جاؤں۔ ایک طرف نور ایمانی یعنی شرح صدر ہے جو خود ہی راہی بھی ہے اور رہنما بھی۔ اور دوسری طرف نشانات راہ ہیں۔ گویا ہر منزل پر آگے کی منزل خود بخود واضح ہوتی جاتی ہے۔ حق پکارتا ہے۔ ادھر آؤ۔ میں یہاں ہوں۔

لیکن اک بہتر ترجمہ ہے۔ استقامت کا راستہ۔ اسلام کا راستہ بڑے خارزاروں اور آزمائشوں سے گذرتا ہے۔ یہاں قدم قدم پر حالات مختلف شکلیں دھار کر آتے ہیں کہیں رشوت ہے کہیں فریب ہے۔ کہیں خوف۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہاں وہی پاؤں دھرے جو ہمت اور استقامت سے مسلح ہو۔ بہک نہ جائے، پھسل نہ جائے، گر نہ جائے، ٹوٹ نہ جائے، طاقت کے پہاڑ سے ٹکرائے۔ شیر کے منہ میں پنجہ ڈالے۔ آگ کے سمندر میں بے خطر کود پڑے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہو۔ استقامت، مضبوطی ارادہ، ہمت، شجاعت، قیادت، تدبیر، محنت، لگن، اور مگن، مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اپنا پرچم لہراتے ہوئے ترقی، پیش قدمی، خوش رفتاری۔ ان کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتی۔ اور پھر قدم قدم پر یہ تمنا یہ تڑپ کہ اے اللہ ہمیں وہ رستہ دکھا دیجئے جس میں آپ کی نصرت قدم چومتی ہے۔ وہ عقائد وہ ایمان وہ غیر متزلزل اعمال عطا فرمایئے جو اس دار الاخرت کی طرف لے جائیں جس پر آپ کی طرف سے سلامتی ہے۔

صراط مستقیم شکوک وشبہات کا راستہ نہیں ہے۔ شرح صدر کے قطعاً معنی یقین کامل کے ہیں۔ اور جب یہ کیفیت پیدا ہوگی تو راستہ بھی صاف نظر آئے گا اور دل بھی بے دھڑک آتش نمرود میں کود پڑے گا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
جَمِيعًا ۚ يَٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ
أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا
أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ
فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذَٰلِكَ
نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾ ع ۱۵ ۸ ۲
يَٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾
ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۳۲

اور وہ دن جب کہ اللہ تعالیٰ حشر میں ان سب کو جمع کرے گا (اور جنوں سے فرمائے گا'' اے قوم جنات! تم نے تو لوگوں میں سے بہت سوں کو اپنا تابع بنا لیا تھا۔ اور اس وقت انسانوں میں سے وہ جو ان کے ساتھ کام میں شریک رہے تھے پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں قوموں نے ایک دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے یہاں تک کہ ہم آج اس مقرر مدت پر پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے لئے مقدر کر دیا تھا۔ اللہ فرمائے گا۔ تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس میں تم سب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے مگر ہاں جسے اللہ بچانا چاہے بے شک آپ کا پروردگار علم و حکمت دونوں پر حاوی ہے۔ اور ہم اسی طرح (جن و انس کے) ظالموں کو ایک ساتھ ملا دیں گے چونکہ وہ اعمال میں مشترک تھے۔ فرمایا جائے گا کہ اے گروہ انس و جن کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے وہ پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں ہماری آیات سنایا کرتے تھے اور تمہیں اس دن سے ڈراتے تھے، جو تم اب دیکھ ہی رہے ہو؟ ''کہیں گے'' کہ ہاں ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔'' اور وہ خود ہی اقرار کرنے لگیں گے کہ وہ اہلِ کفر میں سے تھے۔ اے نبی ﷺ یہ رسولوں کا بھیجنا اس لئے ہے کہ آپ کے پروردگار کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ کسی بستی والوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے تباہ و برباد کر دے اور ان (قریہ والوں) کو احکام الٰہی کی خبر ہی نہ ہو۔

اور اعمال کے لحاظ سے جسے وہ کرتے ہیں سب انسانوں کے لئے درجے مقرر ہیں اور آپ کا پروردگار ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۳۲

یٰمَعْشَرُ	اے جماعت۔ اے گروہ
اِسْتَکْثَرْتُمْ	تم نے بہت کچھ حاصل کرلیا
اِسْتَمْتَعَ	نفع اٹھایا۔ فائدہ اٹھایا
بَلَغْنَا	ہمیں پہنچا
اَجَّلْتَ	تو نے مقرر کیا تھا
مَثْوٰی	ٹھکانا
نُوَلِّیْ	ہم دوست بناتے ہیں
اَلَمْ یَاْتِکُمْ	کیا تمہارے پاس نہیں آئے
یَقُصُّوْنَ	بیان کرتے ہیں
یُنْذِرُوْنَ	وہ ڈراتے ہیں
لِقَآءٌ	ملاقات۔ ملنا
غَرَّتْ	دھوکے میں ڈال دیا
لَمْ یَکُنْ	نہیں ہے
مُهْلِکُ الْقُرٰی	بستیوں کو ہلاک کرنے والا
اَهْلُهَا	اس کے رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۳۲

ان آیات میں اس وقت کی منظر کشی کی گئی ہے جب میدان حشر میں قوم جن اور قوم انس میں سے سارے گنہ گار ایک طرف جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ قوم جن کے گناہ گاروں کو کہے گا کہ تم نے تو قوم انسان کی کثیر تعداد کو اپنے اشاروں پر نچایا تھا۔ اس لئے ان کے گناہوں کا وبال بھی تمہارے ہی سر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان طنزیہ انداز میں ابلیس کے لئے کہا گیا ہے جو قوم جن میں سے تھا اور جس نے انسانوں کے جم غفیر کو بھٹکانے اور بہکانے میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس آیت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ابلیس نے پہلا وار اپنے ہم قوم جنوں ہی پر کیا اور ان ہی میں سے شیاطین کی ایک زبردست کھیپ تیار کی۔ ان شیاطین جن کو اپنا ایجنٹ اور کار پرداز بنا کر انسانوں میں بھیجا۔ ان شیاطین جن کو یہ سہولت تھی کہ وہ بھیس بدل سکتے تھے بلکہ انسانوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر اپنا کام کر سکتے تھے۔ اور اس طرح شیاطین انس کی کھیپ تیار کرتے تھے۔ ان دونوں اقسام کے خناسوں کا سب سے بڑا ہتھکنڈا یہ تھا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے تھے جیسا کہ قرآن کی آخری سورۃ میں ذکر ہے۔ یہ وسوسے بالاقساط ڈالے

جاتے تھے۔ پہلے ہلکا اور مختصر۔ پھر رفتہ رفتہ زیادہ گہرا اور پائیدار۔

دوسرے شیاطین انس ہیں جیسا کہ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے۔ اے بنی آدم! کیا ہم نے تمہیں نصیحت نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

جواب میں وہ ان الفاظ میں اپنے قصوروں کا اعتراف کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں یعنی شیاطین جن اور شیاطین انس نے ایک دوسرے کو خوب استعمال کیا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بہکانے والے جنوں نے بہکنے والے انسانوں کو خوب گمراہ کیا۔ لیکن شیاطین انس نے کس طرح شیاطین جن کو استعمال کیا؟

جواب یوں سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا میں دو طرح کے عوامل اور اسباب ہوا کرتے ہیں ایک ظاہر۔ دوسرے پوشیدہ۔ ایک وہ جو نظر آتے ہیں، جن کے بنانے بگاڑنے میں انسان کا دخل ہے۔ دوسرے وہ جو نظر نہیں آتے، جن کے بنانے بگاڑنے میں انسانوں کا دخل نہیں ہوتا۔ ظاہر اور پوشیدہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور مل جل کر کام کرتے ہیں۔ یہاں شیاطین جن سے پوشیدہ عوامل کی طرف اشارہ ہے۔ قیامت کے دن زمین و آسمان کی ہر چیز گواہی دینے لگ جائے گی جیسا کہ سورۂ زلزال میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور جیسا کہ سورۂ یٰسین میں ذکر ہے اللہ ان کی زبانوں کو بند کر کے جسم کے تمام اعضاء کو بولنے کی قوت دے دے گا اور وہ سب شہادتیں دینے لگ جائیں گے۔ تب جا کر کہیں یہ ڈھیٹ جھوٹے مکار مجرمین نرم پڑیں گے۔

مجرمین نہ صرف اقرار جرم کریں گے بلکہ اپنی گمراہی کی واحد اصلی اور بنیادی وجہ بھی بیان کریں گے کہ ہم دنیا کی عشرتوں اور زینتوں پر ریجھ گئے تھے۔ ہم نے انہیں اپنا سب کچھ سمجھ رکھا تھا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جنوں میں بھی رسول آئے ہیں؟ علمائے تفسیر و حدیث میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ رسول ہمیشہ انسانوں میں سے آئے ہیں۔ ان میں سے بعض جنوں کے لئے بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے جنوں ہی میں سے افراد کو منتخب کیا ہے کہ اپنی قوم میں تبلیغ کریں۔ یا جیسا کہ سورۂ جن میں مذکور ہے، خود نیک جنوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ کا کلام سنا اور اپنی قوم تک پہنچایا۔ یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ انسانوں، جنوں بلکہ تمام ذی عقل مخلوقات کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ علماء کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں انسانوں سے پہلے جنوں کی آبادی تھی۔ ان میں تبلیغ کے لئے جن رسول آیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت آدم کے آنے کے ساتھ ہی جن رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، یہ دونوں اقوال متضاد نہیں ہیں۔

اس مضمون کی آخری آیت کا مقصد و منشا یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول اس لئے بھیجے ہیں تاکہ کسی بھی بستی کے رہنے والے احکام الٰہی سے بے خبر رہ کر جہنم میں نہ پہنچ جائیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ باقی رہے گا۔ کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد اب کسی طرح کے رسول اور کسی طرح کے نبی آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قادیانیوں نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ کھلی ہوئی گمراہی اور جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ختم نبوت پر پوری طرح ایمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ
لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي
مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵

اور آپ کا پروردگار بے نیاز بھی ہے اور رحم و کرم والا بھی۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا دے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا جانشین بنا دے۔ جس طرح تمہاری موجودہ نسل کو پہلی نسل کے بعد اٹھایا گیا ہے۔ تم سے جس (انصاف کے دن) کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کا آنا یقینی ہے۔ اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے اے میری قوم! تم اپنے طور پر کام کرتے رہو۔ میں بھی اپنے طور پر کام کرتا رہوں گا۔ جلد ہی تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ کس کو آخرت کا گھر ملتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ظالموں کو کبھی فلاح و کامیابی حاصل نہ ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵

اَلْغَنِيُّ — بے نیاز۔ بے پرواہ

يَسْتَخْلِفُ — وہ قائم مقام بنا دیتا ہے

ذُرِّيَّةٌ	اولاد
تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے گئے ہیں
مَكَانَتِكُمْ	اپنی جگہ
عَاقِبَةٌ	انجام

تشریح: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵

اللہ رحمت والا ہے یعنی کسی کو سزا دینے میں اسے کوئی لطف نہیں آتا۔ اسے تو انعام واکرام دینے میں لطف آتا ہے اس کی رحمت کا تقاضا یہی ہے۔ تمہاری خوشی سے خوش ہے۔ تمہاری تکلیف سے ناخوش ہے۔ کیا تم اس کے بنائے ہوئے نہیں ہو؟ جس جسم وجان کو اتنی محبتوں سے عنایت کیا اور اتنی محبتوں اور شفقتوں سے عمر کی مختلف منزلوں سے گذارا۔ کیا وہ اسے دوزخ میں ڈال کر خوش ہوسکتا ہے؟ مگر سزا۔ وہ بھی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ اس کے بغیر انصاف کہاں ممکن ہے۔

فرمایا جارہا ہے کہ اے لوگو! یہ جو مال ودولت، صحت واقتدار اس نے دے رکھا ہے، اس پر مت پھولو۔ فرد ہو یا جماعت، بڑی سے بڑی ہستی اور بڑی سے بڑی قوم اس صفحہ دنیا سے ایسی ملیا میٹ ہوگئی کہ اس کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ وہ جگہ خالی نہ رہی۔ دوسری ہستیوں نے اور دوسری قوموں نے ان کی جگہ لے لی۔ کیا تم پیدائش اور موت کے نظام کو نہیں دیکھتے کہ تمہارے آباواجداد آج کہاں ہیں۔ کل وہ تھے۔ آج تم ہو۔ اسی طرح کل کوئی اور ہوگا۔

فرمایا ''جان رکھو کہ ظالموں کو کبھی فلاح حاصل نہ ہوگی''۔

قرآن پاک کی اصطلاح میں ظالم صرف وہ نہیں جو کسی اور پر ظلم کرے۔ ظالم وہ بھی ہے جو اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، جو کفروشرک اور فسق وفجور کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق بنادے۔ جو کوئی اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے وہ لپیٹ میں بہت سارے دوسرے لوگوں کو بھی لے لیتا ہے۔

فلاح دنیاوی بھی ہے اور اخروی بھی۔ اخروی تو خیر، ابھی پردہ غیب میں ہے۔ لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ظالم اپنے کیفر کردار کو اسی زندگی میں پہنچ جاتا ہے۔ عذاب الٰہی کی ایک قسم دنیا میں یہ بھی ہے کہ دولت ونعمت، صحت واقدار کی زیادتی کردی اور وہ مزید گناہوں میں غرق ہوگیا یا زوال میں آ گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ظالم کے لئے قیامت کے دن ظلم، سخت اندھیرا بنے گا“ (متفق علیہ)

اوس بن شرجیلؓ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اس کو قوت پہنچائے گا یہ سمجھ کر کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا“

آپ ﷺ ہی کی ایک طویل حدیث ہے جس کا مطلب ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوموں میں بانٹ دی جائیں گی اگر اس کی نیکیوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو مظلوموں کی برائیاں اس کے سر پر دھر دی جائیں گی۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ظلم میں اس کی مدد کرتا ہے تو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس مدد کرنے والے کو ظالم کے اوپر مسلط کر دیتا ہے تا کہ ظالم کو یہاں بھی سزا مل جائے۔

اور تاریخ بلکہ جدید تاریخ اس پر گواہ ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا
هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ
لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ
يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٣٦

اور یہ لوگ اللہ کے لئے ایک حصہ خود اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کرتے ہیں۔ پھر اپنے ذہن اور ظن سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اور یہ ہمارے بنائے ہوئے معبودوں کا حصہ ہے۔ لطف یہ ہے کہ جو حصہ ان کے بنائے ہوئے شرکاء کا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ اور جو حصہ اللہ کے لئے ہے وہ ان کے بنائے ہوئے شرکاء کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۳۶

ذَرَاَ	اس نے پھیلایا
اَلْحَرْثُ	کھیتی
اَلْاَنْعَامُ	مویشی
نَصِيْبٌ	حصہ
لَا يَصِلُ	نہیں پہنچتا ہے
يَحْكُمُوْنَ	وہ فیصلہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر۱۳۶

مشرکین عرب کھیتی اور باغ کی پیداوار اور مویشیوں میں سے ہر سال چند حصے الگ کر لیتے۔ ایک حصہ اپنے گھریلو استعمال کے لئے۔ ایک حصہ بت خانہ کے پجاریوں اور نگہبانوں کے لئے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے جو غربا اور مساکین پر خرچ کرتے۔ حصوں کی تقسیم کے بعد بھی وہ اللہ کے حصے میں سے تھوڑا تھوڑا وقتاً فوقتاً کاٹتے رہتے اور اپنے یا پجاریوں کے حصے میں ملا دیا کرتے تھے۔ نیز اگر کسی وقت اتفاق سے اللہ کے لئے مختص کئے ہوئے حصوں میں سے کوئی حصہ اپنے یا بتوں کے حصے میں مل جاتا تو اس کو اسی طرح ملا رہنے دیتے اور اس کے لئے یہ جواز ڈھونڈتے کہ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اس کے حصوں میں سے اگر کوئی حصہ کم ہو جائے گا تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

فرمایا جا رہا ہے کہ سارے کا سارا حق اللہ کا ہے۔ کوئی شریک نہیں۔ تقسیم کا حق اسی کو پہنچتا ہے۔ شارع وہی ہے۔ گھر، دفتر، دکان وغیرہ کے لئے جو وقت اور توجہ کا حصہ ہے۔ وہ اسی کی شریعت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ کسی کو خود ہی شارع بن جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور لطف یہ کہ انہوں نے معبودانِ باطل ٹھہرا رکھے ہیں اور ان کے نام پر پجاریوں اور پروہتوں کو نذر و نیاز دے دیتے ہیں۔ اس کے بعد جو وہ نیم دلی سے تھوڑا بہت خیرات پر خرچ کرتے ہیں وہ کوئی نیکی نہیں ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ
شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ
وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾
وَقَالُوا هٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن
نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ
لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم
بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ
خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن
مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ
عَلِيمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ
قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۷ تا ۱۴۰

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کے قتل کو (ان کی نظروں میں) بہت خوبصورت بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کر دیں اور دین کو ان پر مشتبہ کر دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ اے نبی ﷺ آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں نظر انداز کر دیجئے۔

رکوع ۱۶ ع ۱۶ ۲

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور یہ کھیتی ممنوع ہیں۔ ان کو کوئی نہ کھائے مگر جس کو ہم اپنی مرضی سے چاہیں۔ پھر کچھ جانوروں کی پیٹھ پر چڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب کچھ ڈھونگ ہے اور اللہ انہیں ان بہتان طرازیوں کی سزا دے گا جو وہ بہتان باندھتے ہیں۔

اور وہ کہتے ہیں کہ ان (مخصوص) جانوروں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ تو صرف ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کا کھانا ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ مگر جو بچہ مردہ پیدا ہو تو اس کے کھانے میں مرد عورت شرکت کر سکتے ہیں۔ اللہ انہیں ان باتوں پر سزا دے گا جو انہوں نے گھڑ رکھی ہیں۔ وہ صرف حکمت والا ہی نہیں ہے بلکہ سب کچھ جاننے بوجھنے والا بھی ہے۔

بے شک وہ احمق اور نادان لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا اور اللہ پر بہتان باندھ کر اس کے دیئے ہوئے رزق کو (جس پر جی چاہا) حرام ٹھہرا دیا۔ وہ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں وہ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہرگز ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۷ تا ۱۴۰

لِيُرْدُوْ	تاکہ وہ برباد کریں
لِيَلْبِسُوْا	تاکہ وہ ایک دوسرے میں گڈمڈ کر دیں
حِجْرٌ	ممنوع ہے
لَا يَطْعَمُ	نہیں کھاتا
حُرِّمَتْ	حرام کر دی گئی
بُطُوْنٌ	(بَطْنٌ)۔ پیٹ
خَالِصَةٌ	خالص۔ محض
لِذُكُوْرِنَا	ہمارے مردوں کے لئے ہے

مُحَرَّمٌ	حرام کر دیا گیا
اَزْوَاجِنَا	ہماری بیوی (پر حرام ہے)۔
مَيْتَةٌ	مردار
وَصْفِهِمْ	ان کی باتیں بنانا
سَفَهًا	بے وقوفی۔ نادانی

تشریح: آیت نمبر ۱۳۷ تا ۱۴۰

انسانوں میں جو چالاک طبقہ ہے وہ بلا محنت امیر اور امیر تر بننے کے لئے پنڈت، پروہت، پادری، مجاور، آستانہ دار اور تکیہ دار بن جاتا ہے۔ وہ بتوں کو، صلیبوں کو، قبروں کو اور خلوتوں کو تقدس کا رنگ دے کر اپنی آمدنی کا ذریعہ بنالیتا ہے۔ اور یہ جاہل نادان عوام اس کا شکار بنتے ہیں۔ ان کو شکار بنانے کے لئے کھلم کھلا یا پوشیدہ معبودانِ باطل گھڑے جاتے ہیں۔ ان کی طرف سے افسانے تراشے جاتے ہیں ان کے نام پر کتابیں لکھی جاتی ہیں یا تحریف کی جاتی ہیں، ان کے نام پر قاعدے اور قوانین بنتے ہیں، حلال وحرام طے کئے جاتے ہیں، نذر نیاز، چڑھاوا، مستقل ٹیکس عائد ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ان خود ساختہ معبودوں کے اجارہ داروں نے عرب کے جاہل احمق مشرکین کو جو اصول و آئین دیئے تھے، ان میں سے چند یہ تھے:

(۱) جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں گزر چکا ہے، کھیت اور مویشی کی پیداوار میں سے اللہ کا اور بتوں کا حسب مرضی حصہ لگانا۔ آہستہ آہستہ مختلف بہانے سے اللہ کے حصہ میں سے کاٹ کاٹ کر بتوں یعنی پجاریوں کے حصہ میں اضافہ کرنا۔

(۲) داماد بنانے کو بے عزتی سمجھنا اور اس لئے بیٹیوں کو شیر خوارگی میں ہی قتل کر دینا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو اس خطرے کے پیش نظر قتل کر دینا کہ بڑی ہو کر کہیں آوارگی کرنے نہ لگ جائیں۔ یا کوئی دشمن قبیلہ لڑائی میں انہیں چھین کر نہ لے جائے۔

(۳) بیٹوں اور بیٹیوں کو بچپن ہی میں اس لئے قتل کر دینا کہ بڑے ہونے تک کون پالے پوسے گا۔ کون اپنی روٹی میں ان کو شریک کرے گا۔ کون ان کا علاج، کپڑے وغیرہ کے چکر میں پڑے گا (آج کل مغرب میں یہ عام ذہن اور عام رواج ہے۔ چنانچہ اولادیں قتل کر دی جاتی ہیں، یا سڑک پر پھینک دی جاتی ہیں، یا یتیم خانہ، گرجا، فوج وغیرہ کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔

اوران اولادوں کی کھیپ درکھیپ تیار ہوگئی ہے جن کو اپنے والدین اور گھر کا پتہ نہیں۔ آوارگی، لاقانونیت اور جرائم میں ان ہی لاوارث جوانوں کا ہاتھ زیادہ ہے۔ اب تو نوکری کی درخواست میں یا ویسے بھی کسی سے ماں باپ کا نام ونشان پوچھنا خلاف تہذیب ہوگیا ہے۔ ضرورت پڑی تو باپ کا فرضی نام تصنیف کرلیا گیا جو ہر موسم میں بدلتا رہتا ہے)۔

(۴) کھیت کی پیداوار کو مخصوص کرنا۔ وہ کہتے تھے کہ اس کھیت کی پیداوار ہماری اجازت کے بغیر کوئی نہیں کھا سکتا۔ اس جانور کا گوشت صرف مرد کھا سکتے ہیں اور اس کا دودھ صرف مرد پی سکتے ہیں۔ اگر ذبح کے وقت اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اسے صرف مرد ہی کھا سکتے ہیں۔ اگر مردہ بچہ نکلے تو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں۔ اس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا۔ نہ دودھ نکالتے وقت، نہ سوار ہوتے وقت، نہ ذبح کرنے کے وقت۔ اس جانور پر کوئی چڑھ نہیں سکتا۔ بحیرۃ، سائبہ، وصیلہ اور حام چار قسم کے جانوروں کی تعظیم کو عبادت سمجھا جاتا تھا اور یہ جانور بت خانہ کی خدمت کے لئے وقف ہوتے تھے۔

(۵) بچوں کو قتل کر کے معبودوں پر بھینٹ چڑھانا۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ قتل اولاد کو مشرکین عبادت اور نیک کام سمجھ رہے ہیں لیکن درحقیقت یہ خاندانی، اخلاقی، ذہنی، قومی اور ہر طرح کی خودکشی ہے۔ اہل عرب تلوار سے قتل کرتے تھے لیکن جدید اہل مغرب برتھ کنٹرول سے قتل کرتے ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران فرانس میں آبادی اتنی گھٹ گئی کہ فوج اور دوسرے شعبوں کے لئے مردان کار نہیں ملتے تھے۔ مجبوراً حکومت نے انعام واکرام کے ذریعہ عورتوں کو اولاد پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی ترغیب وتحریص دلائی اور اس سلسلہ کے سارے اخراجات حکومت نے اپنے ذمہ لے لئے۔ امریکہ کو ویت نام میں جو تلخ تجربہ ہوا اس کی وجہ یہی تھی کہ سفید فام سپاہیوں کا کال پڑ گیا۔ اور جبری بھرتی کا قانون بھی اس کال کو دور نہ کرسکا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اصل چیز سپاہی اور اس کا ولولہ ہے، بم اور راکٹ نہیں۔

ان آیات میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ان پجاریوں، راہبوں، مجاوروں اور اجارہ داروں نے اپنے کھانے کمانے کے لئے جو اس قسم کے اصول وآئین اور رسم ورواج بنا دیئے ہیں، تو یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اصل دین کیا ہے اور شیطانی ملاوٹ کیا۔ ہر نسل تحریف در تحریف کرتی رہی ہے۔ شرک کے ان ٹھیکہ داروں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے پیش کردہ دین کا وہ حلیہ بگاڑا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ جب انہیں ضرورت ہوئی نئے عقیدے، نئے اعمال، نئے رسوم لے آئے۔ اس لئے ہر صاحب عقل پہچان لے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔

تو وہ لوگ جو ان مذہبی ٹھیکہ داروں کے دام فریب میں آگئے، جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے اہل حق کا حق مارتے رہے۔ جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال من مانی ٹھہراتے رہے، جو اولاد کشی کے ذریعہ خودکشی کرتے رہے، اوندھے منہ ضلالت کے گڑھے میں گر پڑے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو اسقدر گرالیا ہے کہ راہ ہدایت کی کوئی تلقین ان کے کام نہیں آسکتی۔

وَهُوَالَّذِیْٓ اَنْشَاَ

جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَمَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَالزَّرْعَ
مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ
مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ
حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَ
مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۴۲

(اللہ) وہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ پیدا کئے۔ وہ بھی جو مچانوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو مچانوں پر نہیں چڑھائے جاتے۔ اور نخلستان اور کھیتیاں جن سے انواع واقسام کی غذائیں حاصل ہوتی ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی اور پھر الگ الگ بھی۔ ان کے پھل کھاؤ جب وہ پھل دینے لگیں۔ اور ان کے (شرعی) حقوق ادا کرو جب انہیں کاٹو مگر فضول خرچی نہ کرو۔ بے جا خرچ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اور اسی نے مویشی بنائے وہ بھی جو بوجھ اور سواری اٹھانے کے کام آتے ہیں (اور وہ بھی جن کو گوشت کھانے میں اور کھال بچھانے میں استعمال کیا جاتا ہے)۔ جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۴۲

مَعْرُوْشٰتٌ — اونچے چڑھائے ہوئے

اَلنَّخلُ	کھجور
اَلزَّرُعُ	کھیتی
اُکُلُ	پھل
اَلرُّمَّانُ	انار
مُتَشَابِهًا	مشابہ۔ایک دوسرے سے ملتے جلتے
اَثْمَرَ	وہ پھل لے آیا
حَقَّهٗ	اس کا حق
حَصَادٌ	پکی کھیتی۔پکے پھل
لَا تُسْرِفُوْا	حد سے نہ بڑھو۔فضول خرچی نہ کرو
لَا يُحِبُّ	وہ پسند نہیں کرتا
اَلْمُسْرِفِيْنَ	فضول خرچی کرنے والے
حَمُوْلَةٌ	جس جانور پر بوجھ لادا جاتا ہے
فَرْشٌ	زمین سے لگے چھوٹے قد کے جانور
خُطُوَاتٌ	(خُطْوَاتٌ)۔قدم

تشریح: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۴۲

اس سے پہلے ذکر تھا کہ کس طرح عرب کے کفار و مشرکین نے اناج، پھل، دودھ، مویشی اور تمام غذائیات کے متعلق اپنے لئے حرام و حلال کے اصول بنا رکھے تھے تا کہ مردوں اور بت خانے والوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ ملے اور وہ اجارہ دار بنے بیٹھے رہیں جسے چاہیں جتنا دیں اور جسے چاہیں کم دیں یا بالکل نہ دیں۔

ان آیات میں زور اس بات پر ہے کہ ملک اللہ کا، پیداوار اور پیدائش اسی کی ہے۔اس لئے حکم بھی اسی کا چلے گا،شریعت اسی کی نافذ ہوگی،حلال و حرام کا قانون اسی کا ہے۔اس کے علاوہ شکر و احسان کا تقاضا بھی یہی ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے احسان شناسی،فکر،بصارت،بصیرت،نمک خواری،حق بندگی کی طرف پکارا ہے کہ آؤ موازنہ کرو اور مقابلہ کرو۔تمہارے جھوٹے معبودوں نے تمہاری کون سی خدمت کی ہے جن کے چوکیدار اور پہرہ دار تمہیں احمق بنا بنا کے سب کچھ

لوٹ رہے ہیں۔ آؤ دیکھو ذرا سوچو کہ اللہ نے تمہارے لئے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔

یہ کھیتی، یہ اناج جس سے تمہاری جان بنتی ہے۔ اس کی کتنی قسمیں ہیں، کتنے مزے ہیں۔ کتنی شکلیں ہیں، کتنے خواص ہیں۔ یہ پھل جن سے تاکستان بھی بنتے ہیں اور نخلستان بھی، یہ بیلیں، یہ لٹیں جو مچانوں پر چڑھنے والے یا نہ چڑھانے والے، یہ تمہارے باغ اور خانہ باغ کی یہ سبزیاں، یہ ترکاریاں۔ وہ پھل جو سائز میں یا رنگ میں یا مزے میں یا خواص میں باہم مشابہ ہیں۔ اور وہ پھل جو اپنی الگ جنس، قوم یا خاندان رکھتے ہیں۔ وہ زیتون جو لکڑی بھی ہے، خوشبو بھی، کچا پھل بھی، پکا پھل بھی، روغن بھی، غذا بھی اور مزا بھی، دوا بھی اور شفا بھی۔ وہ انار جو کلی سے لے کر دانہ اور دانہ سے لے کر درخت تک حسن و رنگ، لطف و صحت ہے۔ دیکھو کس طرح اندر پیکنگ کر کے پھر ڈبہ بند ہوا بند محفوظ کر کے اتنی بلندیوں پر لٹکا دیا کہ جہاں تمہارا ہاتھ بھی سہولت سے پہنچ سکے۔ جو ہر روز تازہ تازہ ملتا ہے۔

اسی طرح اس نے کتنے قسم کے جانور بنائے۔ اونچے بھی اور نیچے بھی جنہیں تم بار برداری غذا لباس فرش اور نہ جانے کتنے دوسرے استعمال میں لاتے ہو۔ ہر ملک کی آب و ہوا اور ضروریات زندگی کے لئے خاص موزوں جانور۔ پالتو بھی اور وحشی بھی۔ انتہا یہ کہ سانپ کے زہر اور گدھے کے دودھ سے کچھ بیماریوں کا علاج بھی ہوتا ہے۔

یہاں اس کے بے شمار ان گنت احسانات میں صرف غلے، پھل، سبزیاں، گوشت اور دودھ یعنی غذاؤں کا ذکر ہے۔ جنہیں یہ کفار و مشرکین غلط تقسیم کر کے کسی کو بدہضمی کی ڈکاریں بخش رہے ہیں اور کسی کو باسی روٹی کے لئے بھی بھوکوں مار رہے ہیں۔ مال اس کا، احسان اس کا پھر تم وہ من مانی کیوں کر رہے ہو۔

اس کا حکم ہے کہ کھاؤ اور کھلاؤ لیکن برباد نہ کرو۔ فرمایا کہ اہل کنبہ، اہل قرابت، اہل ضرورت کو کھلاؤ۔ کھانے اور کھلانے ہی کے لئے یہ چیزیں بنائی گئی ہیں۔ جس دن کھیتی کاٹو، جس دن پھل توڑو، خیرات کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور حقدار کو اس کا حق دو، پھر گھر لاؤ، پکاؤ، کھاؤ، اہل کنبہ میں، اہل قرابت میں، اہل محلہ میں، مرد عورت، آقا غلام میں تفریق نہ کرو۔ کھاؤ یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ شرک کفر اور شیطان والوں کے چکمہ میں مت آؤ۔

یہاں ''واتو حقہ یوم حصادہ'' سے بہت سے مفسرین نے جن میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ پیش پیش ہیں یہ معنی لئے ہیں کہ نہ صرف اہل حق اور اہل ضرورت کو دیا جائے زمین کی زکوٰۃ اور عشر بھی ادا کی جائے۔ زکوٰۃ اور عشر کتنا ہے، اس معاملے میں یہ آیت خاموش ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور مکہ میں تفصیلات طے کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ تفصیلات مدنی زندگی میں طے کی گئی ہیں۔ بہر حال ذہنوں کو تیار کرنے کے لئے یہ اشارہ ابھی سے کر دیا گیا ہے۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ
قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ ﴿١٤٣﴾
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ
حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۧ ﴿١٤٤﴾ ع ١٧/٤

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۳ تا ۱۴۴

اسی نے پیدا کئے آٹھ نر و مادہ۔ بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ اور بکری میں سے دو نر اور مادہ۔
(اے نبی ﷺ!) ان سے پوچھئے اللہ نے ان کے نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ کو۔ یا وہ بچے جو بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ اگر تم سچے ہو تو ذرا سند لا کر بتا دو۔

اور اسی نے پیدا کئے اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو۔ پوچھئے اللہ نے ان کے نروں کو حرام کیا ہے یا ان کے دونوں مادہ کو۔ یا وہ بچے جو اونٹنی اور گائے کے پیٹ میں ہوں؟ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے یہ حکم دیا تھا؟

پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے تاکہ بلا علم (بلا عقل، بلا تحقیق) لوگوں کو گمراہ کرتا پھرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۳ تا ۱۴۴

ثَمٰنِيَةٌ آٹھ

اَزْوَاجٌ	جوڑے
اَلضَّانُ	بھیڑ
اِثْنَيْنِ	دو
اَلْمَعْزُ	بکری
ءَ آلذَّكَرَيْنِ	کیا دونر
اِشْتَمَلَتْ	لپٹی ہے۔
اَرْحَامٌ	(رَحْمٌ)۔ بچہ دان
نَبِّئُوْنِيْ	مجھے بتاؤ
اَلْاِبِلِ	اونٹ
اَلْبَقَرِ	گائے
وَصّٰكُمْ	اس نے تمہیں وصیت کی۔ حکم دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۳ تا ۱۴۴

مشرکوں کی طرف بیان کا رخ ہے۔ فرمایا گیا کہ یہ جو تم نے اونچے جانوروں اور نیچے جانوروں کے بارے میں خودساختہ اصول اور قانون بنائے ہیں کہ کسی کا نر حرام کر دیا ہے کسی کا مادہ حرام کر دیا ہے، کسی کے پیٹ کے بچے کے متعلق طے کر لیا ہے کہ اگر زندہ نکلے تو مردوں کے لئے جائز اور عورتوں کے لئے منع۔ اگر مردہ نکلے تو مرد عورت دونوں کے لئے جائز۔ یہ سارے خرافات تم نے کہاں سے گھڑ لئے ہیں۔ کیا تمہارے پاس اس کی سند ہے۔ اگر سند نہیں ہے تو تم یقیناً ان تمام باتوں میں جھوٹے ہو۔

کیا اللہ نے حکم دیا ہے؟ کیا قرآن میں ہے؟ حدیث میں ہے؟ نہیں۔ تو پھر کیا تم وہاں پر موجود تھے۔ جب اللہ یہ حکم دے رہا تھا؟ پھر یہ جھوٹی تہمت اللہ پر؟ بلا علم؟ بلا ثبوت؟ اور جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے گا وہ اپنے ہی حق میں ظلم کرے گا۔ اور وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ
مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ
دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ
لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ
رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۵

اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ جو وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے اس میں تو کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں کی گئی ہے مگر مردار۔ بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت کہ جو بالکل ناپاک ہے یا وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو کہ وہ فسق ہے۔ البتہ اگر کوئی سخت مجبوری کی حالت میں کھالے۔ نہ تو اس کا ارادہ نافرمانی کا ہو نہ وہ حد ضرورت سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہو تو بے شک آپ کا پروردگار بڑا مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۵

لَا اَجِدُ	میں نہیں پاتا
مُحَرَّمًا	حرام کیا گیا
طَاعِمٌ	کھانے والا
دَمًا مَّسْفُوْحًا	بہتا ہوا خون
اُهِلَّ	پکارا گیا۔ لیا گیا
غَيْرَ بَاغٍ	نافرمانی کا ارادہ نہ ہو
لَا عَادٍ	زیادتی کا ارادہ نہ ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۴۵

یہ اسلام کا احسان ہے جس نے حرام اشیاء کی فہرست دے دی اور بقیہ تمام نعمتوں کو ہر مرد وزن کے لئے حلال کر دیا۔ اور وہ فہرست بھی مختصر ترین ہے۔ اور یہ حرام کی قید بھی انسان کی ذہنی اور جسمانی حفاظت کے لئے ہے۔

یہاں پر حرام کی فہرست میں چار اشیاء بتائی گئی ہیں۔

(۱) مردار

(۲) خون جو جسم سے باہر نکل گیا ہو یا نکلنے والا ہو۔

(۳) سور کا گوشت، ہڈی چربی اور اس کی ہر چیز کیونکہ وہ تمام کا تمام ناپاک ہے اور نجس عین ہے۔

(۴) اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور۔

زکوٰۃ، حج، عقیقہ، عدت وغیرہ کی طرح ذبح خالص اسلامی لفظ ہے اور اسلامی طریقہ ہے۔ غیر اسلام میں جانور مارے اور کاٹے جاتے ہیں لیکن ذبح نہیں کئے جاتے۔ دوسرے یہ کہ جانور کے حلق پر چھری چلاتے وقت غیر مسلم اللہ کا نام نہیں لیتے۔ اللہ کا نام یعنی کلمات مسنونہ پڑھنا ظاہری شہادت ہے کہ اس ذبح کے پیچھے وہ جذبہ قربانی ہے جو سنت ابراہیمی کا تقاضہ ہے۔ ذبح کرنے والا اگر مسلمان بھی ہو اور قصداً یہ کلمات نہ پڑھے تو گوشت حرام ہے۔

قرآن میں حلال حرام پر بحث تین اور مقامات میں آئی ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳ میں یہی مضمون وارد ہوا ہے۔ سورہ مائدہ آیت ۳ میں یہی مضمون ہے مگر ذرا وضاحت سے۔ سورہ نحل آیت ۱۱۵ میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے۔ وحی جلی سے یہی چار چیزیں حرام ہیں لیکن وحی خفی یعنی حدیث رسول ﷺ نے بعض دوسرے جانوروں کو بھی منع فرمایا ہے یا ان پر کراہیت ظاہر کی ہے۔ جن پر کراہیت ظاہر کی وہ حرام کے قریب ہیں۔ مختلف آئمہ مذاہب نے اس مسئلہ پر اپنی اجتہادی رائے دی ہے اور مسئلہ کی زیادہ سے زیادہ وضاحت کی بھرپور کوشش کی ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ
ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ
اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ

بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾
فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْرَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ
بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

اور اہل یہود پر ہم نے ناخن والے سارے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اور گائے اور بکرے کی چربی بھی سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔ یہ سزا ہم نے ان کی بغاوت پر دی تھی۔ اور ہم بے شک سچ بولنے والے ہیں۔ اب اگر وہ آپ ﷺ کو جھٹلائیں تو کہہ دیجئے تمہارے رب کی رحمت وسیع ہے۔ مگر اس کا عذاب گناہ گاروں سے ٹلنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۶ تا ۱۴۷

ذِیْ ظُفُرٍ	ناخن والا جانور
شُحُوْمٌ	چربیاں
حَمَلَتْ	اٹھائے ہے
اَلْحَوَایَا	(حَوِیَّةٌ)۔ انتڑیاں
اِخْتَلَطَ	مل گیا
عَظْمٌ	ہڈی
جَزَیْنَا	ہم نے بدلہ دیا
بِبَغْیِهِمْ	ان کی نافرمانی کی وجہ سے
ذُوْرَحْمَةٌ	رحمت والا
وَاسِعَةٌ	وسعت والا۔ گنجائش والا

لَا يُرَدُّ بَأْسُهٗ　　　اس کا عذاب ٹالا نہیں جاسکتا

تشریح: آیت نمبر ١٤٦ تا ١٤٧

جن کافروں اور مشرکوں نے وحی جلی یا وحی خفی کی سند کے بغیر چند غذائیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں ان کو نصیحت ہے کہ:
یہ جو کچھ تم نے خود بخود کر لیا (یعنی حلال کو حرام کر بیٹھے یا اس کے برعکس) یہ بھی اللہ کا عذاب ہے۔ تم نے جو قرآن و حدیث سے بغاوت کی ہے اور آپ اپنے شارع بن گئے یہ اسی کی سزا ہے۔ اللہ کی سزا کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تم سے اپنی کچھ نعمتیں چھین لے اور تم ہی اپنے آپ حلال کو حرام کر بیٹھو۔
سورہ نساء آیت ١٦٠ میں آیا ہے بنی اسرائیل کے جرائم کی بنا پر ہم نے بہت سی وہ پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں۔
حرام کا حکم اگر قرآن یا حدیث کے ذریعے آئے تو رحمت ہے۔ لیکن اگر کسی اور ذریعے سے آئے اور لوگ خود بخود اپنے شوق سے کچھ نعمتوں کا دروازہ اپنے آپ پر بند کر لیں تو یہ در پردہ سزائے الٰہی ہے۔
یہاں بتایا جا رہا ہے کہ یہود پر جو پابندیاں لگی تھیں وہ ان کی بغاوت کی سزا تھی۔
آگے فرمایا ہے کہ اے مجرمو! اب بھی اگر تم باغیانہ روش سے باز آ جاؤ تو اللہ کی رحمت وسیع و بسیط ہے۔ لیکن اگر ضد پر اکڑے رہے تو عذاب تمہارا مقدر ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ
كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ
قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ

اَلۡبَالِغَةُ ۚ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰىكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ
الَّذِيۡنَ يَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا
فَلَا تَشۡهَدۡ مَعَهُمۡ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا
بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَهُمۡ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۰﴾ ۱۸ ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۰

(جھوٹ موٹ بحث اور کٹھ حجتی کے لئے) یہ مشرکین ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا کبھی شرک نہ کرتے اور نہ ہم کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے۔ (فرمایا کہ) ان سے پہلی نسل نے بھی اسی طرح جھوٹے بہانے گھڑے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھا۔

(اے نبی ﷺ!) ذرا ان سے پوچھیئے کیا تمہارے پاس واقعی کوئی علم ہے جسے تم پیش کر سکو؟ تم تو اٹکل پر چل رہے ہو۔ تم تو گمان وخیال پر بھاگ رہے ہو۔

(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجئے کہ نظر و عقل سے بھری منطق تو اللہ ہی نے پیش کر دی ہے۔ بے شک اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو راہ ہدایت پر لے آتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اپنے ان گواہوں کو لے آؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا اگر کچھ لوگ ایسی بات کہنے لگ جائیں تب بھی آپ ان کا اعتبار نہ کریں۔ اور نہ ان لوگوں کی خواہشاتِ نفس کے پیچھے چلیں جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ جو آخرت پر ایمان نہیں لائے۔ جنہوں نے پروردگار کے برابر اپنے معبود بنا رکھے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۰

ذَاقُوۡا	انہوں نے چکھ لیا
اَلۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ	حد کو پہنچی ہوئی بات جس میں شک نہ ہو

هَلُمَّ لاؤ

يَعْدِلُوْنَ وہ برابر کرتے ہیں۔ (شرک کرتے ہیں)

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۵۰

ہر طرف سے مجبور ہو کر، اپنے حق میں ہر دلیل کی راہ بند پا کر، پھر بھی ضد اور ہٹ دھرمی پر اکڑ کر، یہ مشرکین بحث کا آخری حربہ استعمال کریں گے۔ کہ ہم اور ہمارے آباؤ اجداد جو کچھ کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں وہ جبر و تقدیر کے تحت ہے۔ یعنی اللہ کی مرضی یہی ہے۔ وہی اگر چاہتا تو ہم نہ شرک کرتے نہ حرام کھاتے۔ اس لئے الزام ہم پر نہیں کاتب تقدیر پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے ان سے کہہ دیجئے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ کفر و ایمان، ضلالت اور ہدایت کے درمیان کسی ایک راہ کا انتخاب کرنا تمہارے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ جبر کا نہیں، اختیار کا معاملہ ہے۔ تمہیں پوری آزادی دی گئی ہے کہ شرک و کفر کی طرف جاؤ یا اسلام و ایمان کی طرف۔ تم چور کو سزا دیتے ہو۔ کیوں؟ اگر وہ کہے کہ صاحب۔ میں مجبور تھا۔ چوری کرنا تو میری تقدیر میں لکھا تھا۔ میں چوری نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ کیا تم اسے چھوڑ دو گے؟ نہیں۔ تم جانتے ہو کہ چوری کرنا نہ کرنا سراسر اس کے اختیار میں ہے۔

فرمایا اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ یہ وہ بہانہ ہے جو تم سے پہلے تمہارے مشرک باپ دادا بھی کرتے رہے۔ لیکن اس بہانے سے ان کی گردن عذاب سے نہ بچ سکی۔ اور تمہاری گردن بھی اس بہانے عذاب سے نہ بچ سکے گی۔ کہہ دیجئے بے شک اگر اللہ چاہتا تو کوئی کافر منافق مشرک گناہ گار نہ ہوتا۔ سب فرشتوں کی طرح نسیان و عصیان سے دھلے دھلائے صاف و شفاف ہوتے۔ مگر اللہ کی یہ مشیت نہ تھی۔ بے شک جبر و تقدیر اپنی جگہ ہے مگر مصلحت الٰہی نے اس کی ایک حد مقرر کر دی ہے۔ اس کے آگے ذاتی اختیار و فیصلہ کا مقام آتا ہے اور تم سے اسی کا حساب ہو گا جو تمہارے ذاتی اختیار اور فیصلہ کے اندر ہے۔

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کیا تمہارے پاس کوئی علم حقیقت ہے؟ یا دلیل و حجت ہے؟ یا کوئی گواہ ہے۔ آپ کی للکار کے جواب میں ان مشرکین سے بعید نہیں کہ چند جھوٹے گواہ محض بات بنانے کے لئے کھڑے کر دیں۔ اگر کوئی اتنا ڈھیٹ اور اڑیل نکل بھی آئے تو آپ ان کے رعب میں نہ آئیں۔ اس ڈھٹائی اور جھوٹ پر اصرار محض اس لئے ہو گا کہ وہ آپ کو اپنی طرف ڈھلکا لیں۔ یہ للکار اور یہ بحث اس لئے ہے کہ بات پوری ہو جائے اور شاید کوئی متلاشی حقیقت نکل آئے۔

قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا
تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔـا وَّ بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا‌ ۚ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا
اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ‌ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَاِيَّاهُمۡ‌ ۚ وَلَا تَقۡرَبُوا
الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ‌ ۚ وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۵۱﴾
وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡيَتِيۡمِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ حَتّٰى يَبۡلُغَ
اَشُدَّهٗ‌ ۚ وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ‌ ۚ لَا نُـكَلِّفُ
نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا‌ ۚ وَاِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ ۚ
وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا‌ ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَۙ ﴿۱۵۲﴾
وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ‌ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ
فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ وَصّٰٮكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۳

(اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دیجئے آؤ میں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کن چیزوں کو حرام (یا حلال) کیا ہے

(۱) کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ۔

(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(٣) مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق پہنچاتے ہیں۔
انہیں بھی پہنچائیں گے۔

(٤) فواحش اور بے حیائی کے پاس بھی نہ جاؤ۔ خواہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ۔

(٥) جس کا خون کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ۔

(٦) اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ۔ ہاں مگر ایسے طریقے سے جو نیک اور ایمان داری کا راستہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سن تمیز کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہو جائے)۔

(٧) اور کانٹے اور ترازو (ماپ تول) کو انصاف سے سیدھا رکھو۔ ہم کسی انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے۔

(٨) اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو، خواہ وہ شخص رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

(٩) اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ اللہ نے یہ تاکیدی احکامات تمہیں دیئے ہیں تاکہ تم دھیان دو۔

(١٠) یہ ہے ہمارا بتایا ہوا سیدھا راستہ اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے دور بھٹکا دیں گے۔ یہ ہیں وہ تاکیدی احکامات جو اللہ نے تمہیں دیئے ہیں تاکہ تم اللہ کا تقویٰ حاصل کرسکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٥١ تا ١٥٣

تَعَالَوْا	آؤ
اَتْلُ	میں تلاوت کرتا ہوں۔ پڑھتا ہوں
اَلَّا تُشْرِكُوْا	یہ کہ تم شریک نہ کرو
اِحْسَانٌ	اچھا معاملہ۔ حسن سلوک
لَا تَقْتُلُوْا	تم قتل نہ کرو
اِمْلَاقٌ	(مِلْقٌ)۔ مفلسی کا خوف
نَرْزُقُ	ہم رزق دیتے ہیں
اِيَّاهُمْ	ان کو بھی

لاَ تَقْرَبُوْا	تم قریب نہ جاؤ
اَلْفَوَاحِشُ	(فَاحِشَةٌ)۔بے حیائی کے کام
ظَهَرَ	ظاہر ہے۔ظاہر ہوا
بَطَنَ	وہ جو چھپا ہوا ہے
وَصّٰكُمْ	وہ تمہیں وصیت کرتا ہے
اَحْسَنُ	بہترین طریقہ
حَتّٰى يَبْلُغَ	جب تک نہ پہنچ جائے
اَشُدَّهٗ	اپنی طاقت کو (بالغ نہ ہو جائے)
اَوْفُوْا	پورا کرو
اَلْكَيْلُ	ماپ
اَلْمِيْزَانُ	تول
بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ
لاَ نُكَلِّفُ	ہم ذمہ داری نہیں ڈالتے
وُسْعَهَا	جو اس کی طاقت ہو
اِعْدِلُوْا	عدل و انصاف کرو
وَلَوْ كَانَ	اگرچہ ہو
ذَاقُرْبٰى	رشتہ دار
اَلسُّبُلُ	(سَبِيْلٌ)۔راستہ
فَتَفَرَّقَ	پھر وہ جدا کر دے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۵۱ تا ۱۵۳

تین آیات میں دس احکامات بیان فرمائے گئے ہیں جو آئین اسلامی کی بنیاد ہیں۔

(۱) حکم ہے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ:

ذات میں شرک یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا بیٹا، بیٹی یا بیوی سمجھ لیا جائے۔صفات میں شرک یہ ہے کہ کسی کو عالم الغیب۔انبیاء

کے علاوہ کسی کو معصوم اور خطاؤں سے پاک سمجھنا یا کسی کو شارع، سمیع الدعا، قاسم، مالک روز انصاف، مالک حیات وموت، شافی، رازق، خالق، فاطر، رب العلمین، رحمٰن رحیم، حی القیوم وغیرہ وغیرہ سمجھنا۔ اللہ کے سوا کسی سے امیدیں وابستہ کرنا، کسی سے خوف کھانا، کسی کی پرستش بندگی، تعظیم اور ایسی محبت پیش کرنا جس پر ساری محبتیں قربان ہو جائیں۔ کسی کو قاضی حاجات اور دافع مشکلات سمجھنا، کسی کے حکم کو اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر ترجیح دینا۔ قرآن وحدیث کے سوا کسی اور کتاب کو معیار ومیزان سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔

شرک جلی یہ ہے کہ جب عقیدہ بھی ہو اور عمل بھی۔ شرک خفی یہ ہے کہ عقیدہ ہو، عمل نہ ہو یا عمل ہو، عقیدہ نہ ہو۔ شرک خفی چونکہ نیم شعوری یا لاشعوری ہوتا ہے اس لئے اس میں زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

(۲) والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو:

والدین یعنی ماں باپ، سگے یا سوتیلے مومن یا کافر ہوں ضمنی طور پر باپ اور ماں کے تمام رشتہ دار والدین میں سسر اور ساس شامل ہیں۔ سگے یا سوتیلے۔ ضمنی طور پر سسر اور ساس کے تمام رشتے دار بیوی بھی سسر اور ساس کی رشتہ دار ہے۔ اور اس کے بچے بھی۔ خواہ پہلے شوہر سے ہوں۔

احسان یعنی حق سے زیادہ دینا۔ معیار میں اور مقدار میں۔ بخشش۔ بخشائش بغیر واپسی کی امید رکھے ہوئے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے پوچھا سب سے افضل عمل کونسا ہے۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھنا۔ پھر پوچھا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پھر پوچھا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ذلیل ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کون ذلیل ہو گیا۔ فرمایا وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو ان کے بڑھاپے میں پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔ حضور ﷺ نے تین قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے۔ وہ جس نے ماہ رمضان کو پایا اور بلا عذر شرعی روزے نہ رکھے۔ دوسرے وہ شخص جس نے ماں باپ کی خدمت نہ کی۔ تیسرے وہ جس نے آپ کا نام نامی سنا یا پڑھا یا کہا اور درود شریف نہ پڑھا۔

(۳) اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے:

سورہ بنی اسرائیل میں اولاد کا ذکر مقدم فرمایا۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی''۔ معصوم اور کمزور بچوں کو رزق پہنچانا ضرور مقصود ہے۔ چونکہ یہ رزق بڑوں کی وساطت ہی سے پہنچے گا، اس لئے بڑوں کو بھی رزق پہنچتا ہے۔

یہاں حقوق والدین کے بعد اولاد کے حقوق پر زور دیا گیا ہے۔ قتل اولاد کی دو قسمیں ہیں، قتل جسمانی جیسا کہ جاہلیت میں عرب کیا کرتے تھے۔ قتل ذہنی یعنی غلط اور غیر اسلامی تعلیم و تربیت دینا یا آوارہ چھوڑ دینا جیسا کہ آج کل عام ہو رہا ہے۔ قتل ذہنی

میں خواہش کا خاص کردار ہے۔

(۴) بے حیائی اور بے شرمی کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ:

اگرچہ خواہش سے خاص مراد جنسی بدکاری اور اس کے آلات ترغیب و تحریص ہیں لیکن اس لفظ میں وہ تمام گناہ شامل ہیں جن کے اثرات دور و نزدیک اور نسل در نسل پہنچتے ہیں۔ گناہ کرنے سے دو ہی چیزیں روکتی ہیں اللہ کا خوف اور پھر لوگوں کا خوف۔ اللہ دیکھ رہا ہے مگر ہم اسے نہیں دیکھ رہے ہیں۔ رہے لوگ تو وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں ہم انہیں دیکھ رہے ہیں۔ وہ جنہیں اللہ کا خوف نہیں روکتا ہے، لوگوں کا خوف روک دیتا ہے۔ لوگوں کے خوف کو شریعت میں 'حیا' کہا گیا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ حیا نصف ایمان ہے۔ حیا عصمت کے قلعہ کی فصیل اور دیوار ہے۔

یہ ٹوٹی تو سب کچھ ٹوٹ گیا۔ مغرب نے رکاوٹ سمجھ کر حیا کی دیوار کو سب سے پہلے ڈھا دیا ہے۔ چنانچہ اب شراب و شباب کھلے عام ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عمرانؓ بن حصین کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ حیا کی صفت سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔ یعنی حیا تمام صفتوں کا سرچشمہ ہے۔ جس میں حیا ہوگی وہ برائیوں کے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔ یہاں بے حیائی کی ہر ترغیب و تحریص سے بھی پرہیز کا حکم دیا گیا ہے، خواہ ظاہر، خواہ پوشیدہ، خواہ نزدیک خواہ دور۔

(۵) اور ہر جان کو اللہ نے واجب الاحترام ٹھہرایا ہے کسی کو ہلاک یا ناحق قتل نہ کیا جائے۔

ہر انسانی جان قابل تعظیم و احترام ہے اس قدر کہ ایک شخص کا قتل کرنا گویا دنیا کے تمام لوگوں کا قتل کرنا ہے۔ اس لئے قتل ناحق شدید ترین گناہوں میں سے ایک ہے۔

''حق کے ساتھ قتل''، یعنی وہ قتل جس کی اجازت قرآن و سنت نے بطور سزا دے دی ہے بلکہ حکم دے دیا ہے۔ قرآن کے مطابق جو شخص واجب القتل ہے وہ (۱) قاتل ہے اور جس کو اسلامی عدالت نے تفتیش و تحقیق اور انصاف کا ہر تقاضا پورا کرنے کے بعد بطور سزا ہلاک کرنے کا حکم دے دیا ہو۔ اور وہ متعین ذریعہ سے ہلاک کیا جائے۔ (۲) دین حق کے قیام کی مخالفت میں ہتھیار اٹھالے اور جس سے مہلک حملہ کا خطرہ یقینی ہو۔ (۳) اسلامی نظام حکومت کو الٹنے کی کوشش کرے یا دارالاسلام کی حدود میں مسلح بدامنی پھیلائے۔

حدیث کے مطابق وہ شخص بھی واجب القتل ہے جو (۴) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے (اس کو رجم کیا جائے گا) (۵) مرتد ہو جائے اور جماعت مسلمین سے خروج کرے۔

ناحق قتل حرام ہے خواہ مسلم کا ہو خواہ ذمی کا۔

ان پانچ نصیحتوں کے بعد قرآن نے فرمایا ہے'' (اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے) یہ تاکیدی احکامات ہیں تاکہ تم عقل و فہم سے کام لو۔

(۶) یتیم کے مال کے قریب بھی مت جاؤ مگر بہترین طریقے سے۔ یہاں تک کہ وہ سن

بلوغ کو پہنچ جائے:

سورہ نساء کی دوسری آیت میں ہے ''یتیموں کے مال ان کو واپس کر دو۔ اچھے مال کو برے مال سے نہ بدلو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھا جاؤ۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے''۔

اسی سورہ کی چھٹی آیت میں ہے (اے سر پرستو!) خبردار۔ حد انصاف سے بڑھ کر اس خوف سے ان کے مال جلدی جلدی نہ کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر حق کا مطالبہ کریں گے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو۔ اور مسلمانوں کا بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔''

(۷) اور ماپ تول میں پورا پورا انصاف کرو۔

ہم ہر شخص پر ذمہ داری کا اتنا ہی بوجھ رکھتے ہیں جتنا وہ اٹھا سکے۔ خرید و فروخت زندگی کا کاروبار ہے۔ کسی قسم کی بدنیتی اور بے ایمانی دھوکا اور ظلم ممنوع ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم اسی میں جہنم واصل ہوئی۔

سورہ رحمٰن میں مذکور ہے ''اسی نے آسمان کو ٹھیک اونچا کیا اور توازن قائم کیا۔ چنانچہ توازن قائم کرنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور ماپ تول میں دونوں پلڑے انصاف کے ساتھ برابر رکھو۔ اور ماپ تول کو خراب نہ کرو۔''

یہ آسمان زمین اور سارا نظام کائنات قانون توازن و عدل پر قائم ہے۔ چنانچہ کاروبار زندگی میں کوئی فریق اپنے حق سے زیادہ لینے کی ناجائز کوشش نہ کرے۔ ترازو، پلڑے اور وزن ٹھیک ٹھیک رکھے۔ ڈنڈی نہ ماری جائے۔ صرف تجارت میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر معاملے، مقدمے میں یہی حکم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ایک بیچنے والے کو کہا ''تو لو اور جھکتا ہوا تو لو۔''

جب کسی کا حق آپ کے ذمہ ہوتا تو آپ حق سے زیادہ ادا کرنا پسند فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو بیچنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ دے اور خریدنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ نہ لے۔ بلکہ کچھ معمولی کمی بھی ہو تو راضی ہو جائے۔''

(۸) اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو خواہ اس کی زد تمہارے قرابت دار پر کیوں نہ پڑتی ہو۔

گواہی میں، مقدمہ میں، سیاست میں، عام گفتگو میں، معاملہ کرتے وقت، رشتہ کرتے وقت، بیچتے اور خریدتے ہوئے، سربراہ خاندان یا سربراہ سلطنت کے فرائض ادا کرتے ہوئے، دوستی میں، دشمنی میں، صلح و جنگ میں، دفتر میں، دکان میں، سڑک پر، محفل میں، پڑوسی کے ساتھ، اجنبی کے ساتھ، وہی بات زبان سے نکالی جائے جس سے کسی کی عزت کا، دولت کا، خوشی کا یا پروگرام کا ناحق نقصان نہ ہوتا ہو۔ حق کے ساتھ بشرط ضرورت نقصان ہو جائے تو ہو جائے۔ خواہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہو جائے۔ جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، سازش نہ کرو یہ اصول نجی سطح پر جتنا ضروری ہے، اس سے بہت زیادہ ضروری اجتماعی، سماجی، اور سیاسی سطح پر ہے، سورہ مائدہ میں آیت ۲

میں فرمایا ہے۔ ”دیکھوایک گروہ نے جوتمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا گرم نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضور ﷺ کا قول نقل ہے۔ ”جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے“

(۹) اور جو عہد اللہ سے باندھا ہے اسے پورا کرو۔

تم نے ”الست بربکم“ کے جواب میں ”بلیٰ“ کہا ہے۔

تم نے ”اشھدان لا الہ الا اللہ“ کہا ہے یعنی میں صرف اللہ ہی کا حکم مانوں گا خواہ اس راستہ میں میری جان بھی چلی جائے۔

تم نے ”اشھدان محمد رسول اللہ“ کہا ہے۔ یعنی میں رسالت محمدی پر ایمان رکھتا ہوں اور اللہ کے احکام وفرامین کو اسی طرح بجالاؤں گا۔ جس طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے۔

تم نے ”ایاک نعبد وایاک نستعین“ کہا ہے۔ یعنی میں اپنی تمام خدمات، تمام امیدیں اور تمام خوف اللہ اور صرف اللہ سے وابستہ رکھوں گا۔

تم نے میدان حج میں کہا ہے ”اللھم لبیک“ یعنی اے اللہ! میں تمام دوسرے علائق سے کٹ کر تیری خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اب جو حکم سرکار ہو۔

تم صبح وشام اللہ سے عہد کرتے رہتے ہو۔ اذان میں، نماز میں، روزہ میں، زکوٰۃ میں، حج میں، قربانی میں، شادی بیاہ میں، جینے مرنے میں۔

یہ جو تم اللہ کے بندوں سے عہد کرتے ہو، یہ بھی اللہ ہی سے عہد ہے کیوں کہ وہی تو نگہبان ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۷ میں فرمایا ہے ”فاسق وہ ہے جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔“ حقیقت میں یہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں“۔ اللہ کے عہد سے مراد اس کا وہ مستقل فرمان ہے جس کی رو سے تمام نوع انسانی صرف اسی کی بندگی، اطاعت اور پرستش کرنے پر مامور ہے۔ یہ نواں حکم تمام احکام کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں اس نویں حکم کے بعد فرمایا ہے۔ یہ سارے احکام تاکیدی ہیں تاکہ تم یاد رکھو۔

(۱۰) یہ دین محمدی ﷺ میرا سیدھا راستہ ہے، اس راہ پر چلو، دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور بھٹکا دیں گی۔

یہ دسواں حکم قرآن وحدیث کا خلاصہ ہے جو اپنے اندر سب کچھ سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ سورہ فاتحہ کے آخری نصف کا اعادہ ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ یہ تاکیدی احکام تمہیں اللہ نے دیئے ہیں تاکہ تم اس کی قربت اور محبت حاصل کر سکو۔

ان دس احکامات کے بیان کرنے میں تینوں جگہ لفظ وصیت فرمایا ہے جو تاکیدی حکم کے معنی رکھتا ہے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا
لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ ١٩ ع ٤ ٦
وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ
مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا
لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ
جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ
يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٧﴾
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ
بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا
اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ
انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٥٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۸

پھر ہم نے موسیٰؑ کو وہ کتاب عطا کی جو اچھے لوگوں کے لئے تکمیل نعمت تھی جس میں ہر ضروری بات کی تفصیل تھی، جو ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جنہیں اپنے رب سے رو برو ہونے کا یقین تھا۔ اسی طرح ہم نے موجودہ خیر و برکت والی کتاب نازل کی ہے لہٰذا اس پر عمل

کرو۔ پرہیز گار بنو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

اب تم نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو فرقوں کے لئے اتاری گئی تھی اور ہمیں کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔ یا یہ کہنے لگ جاؤ کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ تعمیل حکم کرتے۔ لو اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یہ کتاب دلیل روشن، ہدایت اور رحمت بن کر آ گئی ہے۔ اب اس سے زیادہ (اپنے حق میں) ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کترائے ہم ان کو سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کتراتے ہیں۔ اس سے منہ موڑنے اور کترانے کے سبب بہت بڑا عذاب آ کر رہے گا۔

(اب ایمان لانے کی راہ میں کون سی رکاوٹ ہے؟) کیا یہ لوگ راہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آ کھڑے ہوں یا خود تمہارا رب آ جائے یا پھر تمہارے رب کی چند کھلی ہوئی نشانیاں نمودار ہو جائیں۔ یاد رکھو (جس دن فرشتہ نظر آ جائے گا یا غیب کی نشانیاں سامنے آ جائیں گی) پھر جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا جس نے ایمان کے دعوے کی تصدیق اعمال خیر سے نہیں کی تھی۔ اس کا پلٹنا کسی کام نہ آئے گا۔

(اے نبی ﷺ!) صاف کہہ دیجئے کہ تم لوگ بھی وقت کا انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۸

تَمَامًا	مکمل
طَائِفَتَيْنِ	(طائفۃ)۔ دو جماعتیں۔ دو فرقے
صَدَفَ	اس نے انکار کیا
اِنْتَظِرُوْا	تم انتظار کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۸

فرمان الٰہی کا رخ اہل عرب کفار و مشرکین کی طرف ہے۔ فرمایا کہ
تمہیں جو بہانہ ڈھونڈنے، بھاگنے کا چور دروازہ تلاش کرنے اور کسی نہ کسی طرح چھوٹ نکلنے کی عادت ہے۔ تو ممکن تھا تم

یہ بہانہ کرتے۔ کہ توریت اور انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے نازل کی گئی تھیں۔ ہمیں کیا خبر وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ہم تو کلام الٰہی سے بے بہرہ رہے۔ اس لئے ہم بے قصور ہیں۔ تمہیں جو بڑھ بڑھ کے جھوٹے دعوے کرنے کی عادت ہے، بعید نہ تھا تم یہ کہتے۔ اگر ہم لوگوں کے لئے کلام الٰہی اترتا تو ہم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں سے بھی بڑھ کر تعمیل حکم کرتے۔

لو اب یہ کلام الٰہی (قرآن پاک) تم ہی لوگوں کے درمیان نازل ہو رہا ہے۔ تمہاری ہی زبان میں، تم ہی میں سے ایک شخص کے اوپر۔ اب تو تمام ممکن بہانوں کے رخنے بند ہو گئے۔ اب تمہارے پاس کوئی حجت نہیں رہی جسے تم قیامت کے دن پیش کر سکو، یہ قرآن برکتوں والی کتاب ہے۔ اس کی دلیلیں روشن ہیں۔ (اتمام حجت میں، اتمام نعمت میں) اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی راہ پر چل نکلو۔

جس طرح بنی اسرائیل کو کتاب مقدس دی گئی تھی تاکہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیشی پر ایمان لائیں۔ اسی طرح یہ کتاب مقدس تم کو دی جا رہی ہے۔ کہ رب کے سامنے اپنی پیشی پر ایمان لاؤ۔ یقین کامل کر لو کہ قیامت آئے گی، تمہیں اپنے رب کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر ہونا ہی ہے اور جزا و سزا پانا ہی ہے۔ اے انکار کرنے والو اور راہ حق سے کترانے والو! تمہارے سامنے اب دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ مطالعہ کی بھی کہ خود قرآن پڑھ کے سمجھو۔ اور مشاہدہ کی بھی۔ کہ ان کی زندگیوں کو دیکھو جو ایمان لا کر بالکل پلٹ گئے ہیں۔

کیا تم یہ اصرار کر رہے ہو کہ غیب کی نشانیاں تمہارے سامنے آ جائیں، یا کوئی فرشتہ یا خود حق تعالیٰ تمہاری نظروں کے سامنے آ موجود ہوں تو سن لو جب موت آئے گی غیب کی نشانیاں بھی سامنے آ جائیں گی فرشتہ بھی آ موجود ہو گا اور تم قیامت کے دن حق تعالیٰ کو بھی دیکھ لو گے۔ مگر جب موت کا فرشتہ نظر آ جائے گا تو ہزار چیخو پکارو دہائی دو کہ ہم ایمان لائے۔ ایمان لائے مگر سب بے کار۔ اس وقت کوئی شنوائی نہ ہو گی۔ اب بھی وقت ہے۔ جب تک سانس تب تک آس۔ اب بھی ایمان لے آؤ۔ اب بھی اپنے دعوئ ایمان کی تصدیق اعمال خیر سے کر لو۔ نہیں کرتے؟ تو وقت کا انتظار کرو۔ وقت خود ہی اس کا فیصلہ کر دے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا
لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا
يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

(اے نبی ﷺ!) جن لوگوں نے اپنے دین کو فرقے فرقے کر ڈالا اور گروہ در گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ وہی بتا دے گا۔ ان کو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ جو اللہ کے حضور ایک نیکی لے کر آئیگا تو دس گنا اجر پائے گا۔ اور جو ایک برائی لے کر آئے گا وہ اس کی سزا برابر ہی پائے گا۔ اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

فَرَّقُوْا	جنہوں نے فرقے بنا دیئے
اَمْرُهُمْ	ان کا معاملہ
عَشْرُ اَمْثَالِ	دس کے برابر

تشریح: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

''دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا'' تفرقہ اسی کا نام ہے۔ تفرقہ اور اختلاف میں فرق ہے۔ تفرقہ بنیادی ایمانی عقیدوں اور اصولوں میں الگ راستہ نکال دینا اور اختلاف کے معنی ہیں علمی اور فقہی تفصیلات اور جزئیات میں اجتہاد کرنا۔ اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اگر غلطی اور اختلاف کا دروازہ بند کر دیا جائے تو عقل کی ترقی کا راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ مگر اجتہاد وہی کر سکتا ہے جس کے پاس قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ خلوص ہو، علم ہو، عقل ہو، بصیرت ہو اور اعمال صالحہ ہوں۔

جس تفرقہ کی یہاں مذمت کی گئی ہے وہ عدم خلوص اور عدم علم وبصیرت کی بنا پر کوئی شخص اپنی مذہبی یا سیاسی لیڈر شپ کے لئے نئی اختراع کر دے۔ عقیدت میں کمی کرے۔ کسی نبی یا صحابی کی شان میں بے ادبی کرے۔ جیسا کہ یہودیوں نے کیا۔ یا عقیدت میں مبالغہ کرے۔ کسی کو اللہ کا بیٹا یا اوتار بنا ڈالے جیسا کہ عیسائیوں یا ہندوؤں نے کیا۔ کسی غیر نبی کا درجہ نبی سے بڑھا دے یا شرک توحید یا شرک نبوت کرے۔ عقائد میں اوہام وقیاسات اور لادینی فلسفہ ملا کر بدعت طرازی کرے۔ خود ساختہ قوانین وآئین بنائے۔ اہم کو غیر اہم کر دے اور غیر اہم کو اہم۔ اس طرح جدت بگھارے۔

برصغیر پاک وہند میں خصوصاً ۱۸۵۷ء کے بعد اس قسم کے چند غلط فرقے ابھرے ہیں یا انگریزوں کی طرف سے

ابھارے گئے ہیں جن میں سب کی کوشش بلیغ یہی رہی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شان نبوت کو گھٹایا جائے ملاوٹ، بدعت یا جدت کے ذریعہ اورانگریزوں کی خاطر دین اسلام میں سے جہاد کی اہمیت کو پیچھے ہٹا کر کسی اور چیز کی اہمیت بڑھادی جائے۔ مسلمانوں کو جہاد سے دور رکھ کر کسی اور چیز میں ساری عمر پھنسا دیا جائے۔ ''شیخ بھی خوش رہے انگریز بھی بیزار نہ ہو''۔

یہاں پر نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تمہیں ان لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا ہے جنہوں نے اپنے دین کو توڑ پھوڑ کر فرقے فرقے کر ڈالا۔ ان الفاظ میں پہچان بتائی گئی ہے کہ کون سا فرقہ صحیح ہے اور کون سا غلط۔ جن فرقوں سے رسول ﷺ کو واسطہ نہیں رکھا یہ وہ فرقے ہیں جنہوں نے رسول ﷺ سے واسطہ نہیں رکھا۔ ان کی شان کو گھٹا کر یا بڑھا کر مسلمانوں کی توجہ کسی اور طرف موڑ دی۔ حدیث اور جہاد کی قیمت گھٹا دی۔ جسے حضرت محمد ﷺ لائے تھے۔ وہ تلوار کند کر دی جس کی زد دشمنان اسلام پر پڑتی تھی۔

رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''میری امت کو بھی وہی حالات پیش آئیں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے۔ میری امت کے لوگ بھی ان ہی بداعمالیوں میں مبتلا ہوں گے جن بداعمالیوں میں وہ مبتلا ہو گئے۔ جس طرح ان کے بہتر فرقے بن گئے، اسی طرح میری امت میں بھی تہتر فرقے بن جائیں گے۔ جن میں سے ایک فرقے کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے''۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے۔ فرمایا ''ما انا علیہ واصحابی''۔ یعنی وہ جماعت جو میرے طریقہ پر اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر چلے گی وہ نجات پائے گی۔ (ترمذی۔ ابو داؤد ابن عمرؓ) یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی منقول ہے۔ امام احمد، ابو داؤد، ترمذی وغیرہ نے بروایت عرباض بن ساریہ نقل کیا ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلافات دیکھیں گے۔ اس لئے تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اسی کے مطابق ہر کام میں عمل کرو۔ نئے نئے طریقوں سے بچتے رہو کیوں کہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہو گیا اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے نکال پھینکا۔ (رواہ ابوداؤد۔ احمد)

اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر کام میں قرآن و حدیث اور اس کے بعد اجماع صحابہؓ اور اس کے بعد اجماع امت پر چلے۔ جدت اور بدعت والوں سے بچے۔

آگے چل کر قرآن نے فرمایا 'جو اللہ کے حضور ایک نیکی لے کر آئے گا تو دس گنا اجر پائے گا۔ اور جو ایک برائی لے کر آئے گا وہ اس کی سزا برابر پائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

ایک حدیث قدسی میں بروایت حضرت ابوذرؓ ارشاد ہے۔

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور (ممکن ہے) اس سے بھی زیادہ۔ اور جو شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کو سزا صرف ایک ہی گناہ کے برابر ملے گی یا میں اس کو بھی معاف کر دوں گا۔ اور جو شخص اتنے گناہ کر کے میرے پاس آئے کہ ساری زمین بھر جائے اور مغفرت کا طالب ہو تو میں اتنی ہی مغفرت سے اس کے ساتھ معاملہ کروں گا۔ اور جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اور جو شخص ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ تک بڑھتا ہوں اور جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر پہنچتا ہوں''۔

دوسری احادیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی جزا سات سو گنا تک ہے۔ یہاں یہ الفاظ قابل غور ہیں ''جو شخص اللہ کے حضور ایک نیکی لے کر آئے گا......'' تفسیر بحر محیط میں ہے کہ نیکی کرنے کے بعد اس نیکی کو موت تک باقی رکھنا بھی ضروری ہے۔ نیکی کو بدی باطل کر سکتی ہے۔ قرآن میں ہے ''تم اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر ضائع نہ کرو''۔ بہت سے اعمال نیکیاں حبط یعنی ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ظلم، غیبت وغیرہ۔ کفر اور شرک تو معاذ اللہ تمام زندگی کی کمائی کو باطل اور بے اثر کر دیتے ہیں۔

اسی طرح توبہ۔ صدقہ۔ جہاد۔ مبارک راتوں کی عبادت وغیرہ سے گناہ صغیرہ دھل جاتے ہیں اور نامہ اعمال کی سلیٹ صاف ہو جاتی ہے۔

یہ کہہ کر کہ کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے یقین دہانی کی ہے کہ گناہ گار کو صرف اس کی کمائی کا معاوضہ ملے گا۔ ہرگز اس سے زیادہ نہیں۔

قُلْ اِنَّنِیْ

هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ
حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَ
مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ
وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ
وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی
رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

(اے نبی ﷺ!) صاف کہہ دیجئے کہ (مشرکو!) بے شک میرے رب نے صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی کر دی ہے۔ (یہی وہ مستحکم نسخۂ حیات ہے ملت بنانے والا نظام ہے) جسے ابراہیمؑ نے پورے خلوص سے مضبوط پکڑ لیا تھا۔ اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (ان کی اتباع میں) صاف صاف کہہ دیجئے کہ میری تمام بندگی اور تمام قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا خالص اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ مجھے یہی حکم ملا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ (پوچھئے اے مشرکو!) جب کہ اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق و مالک ہے، کیا میں کسی غیر اللہ کو اپنا رب بنالوں؟ کوئی جزا یا سزا نہیں پائے گا مگر جیسے اعمال کما کر لے جائے گا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (کچھ دنوں بعد) تمہاری واپسی تمہارے رب کی طرف ہے۔ اس وقت وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

دِيْنًا قِيَمًا	مضبوط و مستحکم دین
نُسُكِيْ	میری قربانی
مَحْيَايَ	میری زندگی
مَمَاتِيْ	میری موت
اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے
وَازِرَةٌ	بوجھ
وِزْرَ اُخْرٰى	دوسرے کا بوجھ

تشریح: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۴

ردشرک پر بحث کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ چند ٹھوس حقیقتوں پر سورۃ الانعام کو موثر ترین پیرایہ میں ختم فرمارہے ہیں۔

آیت ۱۵۸ میں کہا ہے (اے نبی ﷺ) صاف صاف پکار دیجئے کہ تم لوگ بھی وقت (موت) کا انتظار کرو۔ ہم بھی

انتظار کر رہے ہیں۔ یہاں شرک کے خلاف چند دلائل قائم کئے ہیں اور یہ حجت تمام ہے۔ یہ دلیلیں رسول ﷺ کی زبانی ہیں۔ دعویٰ ہیں، حجت ہیں۔

پہلی دلیل:

صراط مستقیم کی طرف رہنمائی مجھے میرے رب کی طرف سے (بذریعہ وحی) ملی ہے۔ قیاس وگمان، وہم اور ذہنی پریشانی، آباؤاجداد کی اندھی تقلید، خواہشات نفس، مادی یا سیاسی مفاد، رسم دنیا، وغیرہ وغیرہ کے تحت میں نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا ہے۔

دوسری دلیل:

یہ وحی مجھے میرے رب نے بھیجی ہے جو تمام کائنات کا مالک اور منتظم ہے، جو غیب وحضور تمام حقیقتوں اور تمام مصلحتوں کا آقا ہے۔ لفظ ''رب'' سے اشارہ ہے کہ وہ ہستی میری مربی ہے، سرپرست ہے، رفیق وشفیق ہے۔ جو کچھ کیا ہے اپنے لئے نہیں بلکہ سراسر میری بہتری کے لئے کیا ہے۔

تیسری دلیل:

یہ صراط مستقیم ہے۔ دین قیم ہے۔ ملت ابراہیمؑ ہے۔ اس کے مقابلہ میں اے مشرکو! تمہاری پسندیدہ چیز کیا ہے؟

چوتھی دلیل:

اس دین اسلام کو حضرت ابراہیمؑ کی پسندیدگی کی مہر حاصل ہے۔ انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر اسے اختیار کیا تھا اور پھر تن من دھن سے ہر چہار طرف سے کٹ کر اور ہٹ کر اسی کے ہو رہے تھے۔

ویسے تو ہر پیغمبر کا دین صرف دین اسلام تھا لیکن حضرت ابراہیمؑ کا نام خاص طور پر اس لئے لیا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں تمام دنیا پر امامت کا تاج عطا کیا تھا۔ یہود ونصاریٰ، مسلمان، مشرکین عرب، بھارت کے ہندو سب انہیں مقتدا اور محترم تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے سب سے بڑے دیوتا کا نام برہما ہے۔ یہ لفظ ابراہیم کا بگاڑ ہے یا سنسکرت ہے یا جغرافیائی لحاظ سے تلفظ کا فرق ہے)۔

پانچویں دلیل:

حضرت ابراہیمؑ ہرگز مشرک نہ تھے بلکہ وہ خالص مسلم اور مجاہد تھے۔ ان کے زمانے میں بہت سے غیر اللہ کی پرستش ہوتی تھی۔ مثلاً بادشاہ، آگ، باپ، بیٹا، سورج، چاند، ستارے، حضرت ابراہیمؑ نے بادشاہ اور باپ سے اختلاف کیا، آگ میں کودے، بیٹے کی قربانی پیش کی، سورج چاند ستاروں کی نفی کی اور اس طرح شرک کی ہر جڑ پر عظیم کلہاڑی سے وار کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا نام اس لئے بھی لیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی جس کا حج آج تک ہو رہا ہے۔ وہ حج جس میں قربانی اللہ کے نام پر آج تک پیش ہو رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مشرکین مکہ یہودیوں اور نصاریٰ کے تعاون سے خانہ کعبہ اور حج اور مناسک حج کے نگراں بنے ہوئے تھے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم کس حق سے نگراں ہو جب کہ کعبہ کا بنانے والا اور حج قائم کرنے والا ہرگز مشرک نہ تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کا نام اس لئے بھی لیا گیا ہے کہ ان کے بعد جتنے پیغمبر آئے ہیں وہ ان ہی کی نسل سے آئے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں سے کہا گیا ہے کہ تم کس طرح ان کے جدامجد حضرت ابراہیمؑ (جو خود بھی پیغمبر اعظم تھے) کے خلاف شرک اختیار کر سکتے ہو۔ وہ شرک جس کے خلاف تمام زندگی انہوں نے جہاد کیا۔

اگرچہ دین اسلام کا تعارف ان آیات میں پہلے ہو چکا ہے (صراط مستقیم۔ دین قیم۔ ملت ابراہیمؑ) لیکن اب آگے مزید تشریح و تفسیر پیش کی جارہی ہے۔ اسلام اپنے مسلم سے کیا مطالبہ کرتا ہے۔

قُلْ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان چار دانگ عالم میں ڈنکے کی چوٹ کر دیجئے۔ یہ کوئی سازش نہیں ہے۔ یہ کوئی زیر زمین مسلح تحریک نہیں ہے۔ یہ کوئی راتوں رات انقلاب نہیں ہے۔

اِنَّ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ معاملہ مشکوک نہیں ہے۔ صدفی صد ٹھوس یقینوں پر قائم و دائم ہے۔

صَلَاتِیْ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری نماز۔ میری تمام ذاتی اور اجتماعی عبادتیں۔ اس راہ استقامت میں ہیں۔

نُسُکِیْ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری تمام جانی، مالی اور دوسری قربانیاں اللہ کے لئے ہیں۔ نسک سے مراد حج کا ہر فعل بھی ہے۔

مناسک حج۔ مشہور لفظ ہے۔

وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ:۔۔۔۔۔۔۔۔ دنیا اور آخرت۔ ہوش سنبھالنے سے موت تک میرا ایک ایک فعل اک اک ارادہ۔

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ:۔۔۔ سرتاپا خاص اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ مسلم کا قلب ہو، دماغ ہو، جسم ہو کسی کو اللہ کی مرضی کے خلاف حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ:۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ میں آزاد نہیں ہوں۔ حکم کا پابند ہوں۔

وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ:۔۔۔۔۔۔۔ سب سے پہلا مسلم، سب سے پہلا مومن نبی ہوتا ہے۔

وہ مثال قائم کرتا ہے۔ وہ اپنی تبلیغ کا چلتا پھرتا زندہ ثبوت ہوتا ہے۔ وہ طوفانوں کے بیچ میں چٹان ہوتا ہے۔

اسلام کا مطالبہ صرف یہ نہیں ہے کہ بس ایمان کا اقرار کر لیا جائے اور ایک خفیہ شریک بن جاؤ گے۔ بلکہ یہ ہے کہ تحریک کے آگے آگے چلو۔ قیادت کرو۔ ہر خطرے میں پیش پیش رہو۔ اپنی صلاحیتوں کو اعلیٰ ترین سطح پر لاؤ اور نظام اسلامی کو آگے بڑھاؤ۔ نبی ﷺ سے سبق سیکھو۔

اگر حضور ﷺ ''اول المسلمین'' نہ بنتے تو آج یہ تحریک ہم تک اور آپ تک نہ پہنچتی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا ہے میرا دل چاہتا ہے ہر مسلمان اس آیت کو بار بار پڑھا کرے اور اس کو وظیفہ زندگی بنالے۔

آگے یہ جو فرمایا ہے" کوئی جزا یا سزا نہیں پائے گا مگر جیسے اعمال کما کر لے جائے گا۔ کوئی بوجھ نہیں اٹھائے گا مگر اپنے ہی نیک و بد اعمال کا" تو یہ جواب ہے ولید بن نا معلوم (جو اپنے آپ کو ولید بن مغیرہ کہا کرتا تھا) اور دوسرے کفار کا جو حضور ﷺ کو یہ پیش کش کیا کرتے تھے کہ آپ اسلام چھوڑ کر ہماری قوم میں واپس آجائیں۔ ہم آپ کے گناہ اپنے اعمال نامے میں لکھوالیں گے۔ آگے چل کر یہ پیش کش کردی کہ اگر اعمال نامے میں ردوبدل نہیں ہوسکتا تو نہ سہی۔ آپ کی سزا (نعوذ باللہ) ہم بھگت لیں گے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا ہے کہ زندوں کے اعمال کی سزا مردوں کو نہیں ملے گی۔ تمام انسانوں خصوصاً کافروں کی طرف فرمان کا رخ ہے کہ بہت جلد تم سب کو قبر میں جانا ہے اور وہاں سے روز حساب کچھ دور نہیں۔ یہ تمہاری زبان درازی اور کج بحثی نہیں چلے گی۔ اسلام لاؤ یا مت لاؤ۔ اللہ بے پرواہ ہے۔ ہاں تم اپنا اپنا حشر دیکھ لوگے۔

وَهُوَ الَّذِیْ
جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

النصف ۲۰ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۵

وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں بلند درجے دیئے تاکہ وہ تمہیں اس میں آزمائے جو اس نے تمہیں دیا ہے۔ بے شک تمہارا رب سزا میں دیر نہیں لگاتا اور بے شک وہ معاف کرنے والا بھی ہے اور رحمت کرنے والا بھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۵

خَلٰٓئِفَ (خلیفۃ)۔ نائب۔ قائم مقام

رَحِیْمٌ بہت رحم کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۶۵

گذشتہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کی روح کیا ہے؟۔ وہ اپنے مسلم میں کون کون سے ظاہری و باطنی صفات ڈھونڈتا ہے۔ اور کیوں؟

یہ آخری آیت اسی ''کیوں'' کی تشریح ہے۔ ان صفات کی ضرورت اس لئے ہے تاکہ تم خلیفۃ اللہ فی الارض کی ذمہ داری اٹھا سکو۔ تاکہ تم دنیا کی چیزیں امانت الٰہی سمجھ کر برت سکو تاکہ تم اس کی سزا سے بچ سکو اور اس کی طرف سے معافی اور رحمت حاصل کر سکو۔ جو حاصل زندگی ہے۔

شرک اور خلافت دونوں کا جمع ہونا محال ہے۔ سورہ انعام جو سراسر تردید شرک کی سورہ ہے اپنی تمام بحث کا خاتمہ اس سب سے بڑی دلیل پر کرتی ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اور خلافت کیا ہے؟ مصنوعی الہ سے بچنا خواہ وہ بت ہو، افسانہ ہو، نفس ہو، حرص مال یا حرص جاہ ہو، قوم پرستی، کنبہ پرستی یا وطن پرستی ہو۔ شرک میں پھنس کر تم خود نظر، تنگ نظر، خود فریب ہو جاؤ گے۔ تمہارے قلب و نگاہ میں وہ عالمگیریت نہیں پیدا ہوگی جو اس دنیا میں اللہ کی نمائندگی کی کلیدی شرط ہے۔

اس مختصر آیت میں چار حقیقتیں پیش فرمائی گئی ہیں۔

(۱) تمام انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ سورہ بقرہ آیت ۳۰ میں ہے ''میں زمین پر اپنا نائب مقرر کر چکا ہوں''۔ پہلے نائب حضرت آدمؑ تھے۔ ان کے بعد ان کی اولاد در اولاد۔ چنانچہ اس خلافت کو مسلم مانتا ہے۔ غیر مسلم نہیں مانتا۔

(۲) اس خلافت کے فرائض انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اشیاء پر انسان کو استعمال کی آزادی بخشی ہے۔ مسلم امانت کو امانت سمجھتا ہے۔ غیر مسلم خیانت کرتا ہے۔

(۳) ان خلفا میں مراتب کا فرق بھی اللہ ہی نے رکھا ہے۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب، کوئی حاکم ہے کوئی محکوم، کوئی باپ ہے کوئی بیٹا۔

(۴) اللہ نے اپنی چیزوں پر انسان کو اختیارات بخشے ہیں تو کس لئے؟ امتحان کے لئے۔ حق و باطل کی کشمکش میں کون کتنے بھر پانی میں ہے۔ کون طوفاں کے طمانچوں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اور کون چار دیواری میں چھپا ہوا ساحل سے رزم خیر و شر کا فقط تماشہ دیکھ رہا ہے۔ کون طاؤس و رباب میں وقت اور صلاحیت کی امانت ضائع کر رہا ہے۔ اسی امتحان کی بنیاد پر آخرت میں نمبر دیئے جائیں گے۔

فرمایا ہے اس امتحان کے نتیجہ میں دیر نہیں ہے۔ مردے کی قیامت قبر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی قیامت خواہ ہزاروں یا لاکھوں سال دور ہو لیکن جب مردے اپنی زندگی ثانی میں اٹھیں گے تو انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ ابھی سوئے تھے اور کچھ دیر بعد بیدار ہو گئے ہیں۔

اور اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حساب بے باق کرتے ہوئے دیر نہیں لگے گی۔ یہ حساب تین بنیادوں پر ہوگا۔ انصاف۔ معافی۔ رحمت۔ سزا پانے والوں کے ساتھ انصاف سراسر انصاف۔ جزا پانے والوں کے ساتھ معافی اور بعد ازاں رحمت۔ درحقیقت معافی رحمت کی ابتدا ہے۔

ایک اہم نکتہ پیش نظر رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے اپنی بے شمار امانتوں پر تصرفات دیئے ہیں۔ علم دیا ہے۔ عقل دی ہے۔ دنیا کا نظام حیات کچھ ایسا کر دیا ہے کہ ہم ان تصرفات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہ ہمیں موت دے گا۔ قبر دے گا۔ قیامت دے گا۔ یہ سب کچھ اس کی رحمانیت کا ظہور ہے۔ اس میں کافر و مسلم، جن و حیوان، جاندار اور بے جان سب یکساں شریک ہیں۔ اپنے اپنے بار امانت اور مقصد زندگی کی حد تک۔

لیکن جب قیامت میں جنتی اور دوزخی کا فیصلہ ہو جائے گا۔ تو اہل جنت کے ساتھ اللہ کی رحیمیت شامل ہوگی۔ رحمانیت کا تعلق پہلی اور فانی زندگی سے ہے۔

رحیمیت کا تعلق دوسری اور لافانی زندگی سے ہے۔ رحمانیت کا تعلق سب سے بلا فرق ہے۔ رحیمیت کا تعلق صرف اہل ایمان سے ہے جبکہ ان کا ایمان ثابت ہو جائے گا۔ رحمانیت کا فیصلہ قیامت سے پہلے ہے۔ رحیمیت کا فیصلہ قیامت کے بعد ہے اور یہ بھی صرف مومنوں کے ساتھ ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں بھی ''رحمٰن'' کا لفظ آیا ہے وہ تمام مخلوقات پر یکساں حاوی ہے۔ اور جہاں کہیں ''رحیم'' کا لفظ آیا ہے وہ صرف جنت میں مومنوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں بھی ظاہر ہے کہ جب مغفرت ہوگی تب رحیمیت ہوگی۔ یہ سب سے بڑا انعام ہے۔ اس لفظ پر سورۃ الانعام ختم کی گئی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۸ تا ۹

• ولو اننا • قال الملا

سورۃ نمبر ۷

الْاَعْرَافْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاعراف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	7
رکوع	24
آیات	206
الفاظ وکلمات	3387
حروف	14635
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اعراف۔(عرف کی جمع) اونچے پہاڑ اور ٹیلوں کو اعراف کہا جاتا ہے۔

اس سورۃ میں اعراف والوں کا ذکر ہے۔اس لیے اس سورۃ کا نام اعراف رکھا گیا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک میدان میں کچھ ایسے اونچے پہاڑ، ٹیلے اور دیواریں سی ہونگی جہاں پر کھڑے ہونے والوں کو جنتی اور دوزخی دونوں صاف صاف نظر آئیں گے۔

ان آیات میں اعراف والے ان لوگوں کو کہا گیا ہے جن کے اچھے اور برے اعمال وزن میں برابر ہونگے۔ان کو جنت اور جہنم میں داخل کرنے سے پہلے اس میدان میں کھڑا کیا جائیگا جہاں اونچے پہاڑ اور ٹیلے ہوں گے۔

خصوصیت:
اس سورۃ میں توحید ورسالت اور فکر آخرت پر زور دیا گیا ہے۔

جب جنتیوں اور جہنمیوں کا فیصلہ ہو جائیگا تب اعراف والوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔توقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ان اعراف والوں کو جنت میں داخل فرمادیں گے۔

فرض منصبی:
دین کی سچائیوں کو بے خوف وخطر ہو کر پھیلانا ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔

قرآن کریم کے نزول کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو وقتی فائدوں کے پیچھے پڑ کر آخرت کی فکر سے غافل ہو جاتے ہیں ان کو توحید ورسالت کی عظمت کی طرف لا کر ان میں فکر آخرت پیدا کی جائے۔اسی لیے عبرت ونصیحت کے لیے گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور نبی کے دامن اطاعت ومحبت سے وابستہ ہو کر دین ودنیا کی تمام عظمتیں حاصل کر سکیں۔

سورہ اعراف مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔اس لیے توحید ورسالت اس سورۃ کا مرکزی مضمون ہے۔

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ: اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام بے خوف وخطر ہو کر اللہ کے بندوں تک پہنچایئے۔کوئی سنے یا نہ سنے، آپ اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہیے اس معاملہ میں آپ اپنے دل میں کوئی تنگی

قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنی جان کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں علم غیب رکھتا تو میں ہر طرح کی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف اللہ کے عذاب سے ڈرنے والا اور نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی خوش خبری سنانے والا ہوں۔

محسوس نہ کیجیے۔ اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔ جو سعادت مند لوگ ہیں وہ آپ کی بات ضرور سنیں گے لیکن جنہوں نے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کا طریقہ اپنا رکھا ہے وہ آپ کی بات نہیں سنیں گے۔

گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے اللہ کا پیغام ہر شخص تک پہنچایا جن کے مقدر میں ایمان لانے کی سعادت تھی وہ آگے بڑھ کر نبی کے دامن سے وابستہ ہو گئے لیکن بد بخت اور بد نصیب لوگ اس نعمت سے محروم رہے......!

ایسے لوگ اپنے زمانے میں کچھ بھی رہے ہوں لیکن آج ان کی زندگی نشان عبرت ہے۔

فرمایا گیا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے اعمال اللہ کے ہاں محفوظ نہیں ہیں! بلکہ وہ تمام اعمال محفوظ ہیں۔ ان اعمال کو تولا جائے گا۔ جس کے جیسے اعمال ہونگے اس سے ویسا ہی معاملہ کیا جائیگا......جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی ان کے معاملہ کو کچھ دیر روک کر بالآخر ان کو بھی جنت کی ابدی راحتوں سے ہمکنار کر دیا جائے گا۔ ان ہی لوگوں کو اصحاب الاعراف فرمایا گیا ہے۔

سُورَةُ الأعْرَاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ۚ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ
حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا
تَذَكَّرُوْنَ ③ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا
اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ
اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف، لام، میم، صاد (حروف مقطعات - ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)
اے نبی ﷺ آپ ﷺ کی طرف جو کتاب اتاری گئی ہے (اس کو پہنچانے میں) اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کیجئے اور آپ لوگوں کو اس کے ذریعہ (عذاب جہنم سے اچھی طرح) ڈرایئے۔ یہ کتاب اہل ایمان کے لئے نصیحت ہے۔ (اے اہل ایمان) تم اس پیغام کی اطاعت کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کی اطاعت نہ کرو۔ تم میں سے وہ لوگ بہت کم ہیں جو اس پر دھیان دیتے ہیں۔
اور ہم نے راتوں رات اور دوپہر کو آرام کے وقت اچانک کتنی ہی بستیوں کو عذاب کے ذریعہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور جب ہمارا عذاب پہنچا (تو وہ اقرار جرم کرتے ہوئے کہنے لگے) کہ بے شک ہم ہی ظلم اور زیادتی کرنے والے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَا يَكُنْ	نہ ہوں
حَرَجٌ	تنگی
لَا تَتَّبِعُوْا	تم پیروی نہ کرو
مِنْ دُوْنِهٖ	اس کے سوا
تَذَكَّرُوْنَ	تم دھیان دیتے ہو
كَمْ	کتنے۔ کتنی
بَاْسُنَا	ہمارا عذاب
بَيَاتٌ	رات کو
قَائِلُوْنَ	دوپہر کو سونے والے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

قرآن حکیم کی ترتیب کے لحاظ سے سورہ اعراف ساتویں بڑی سورت ہے جو ہجرت مدینہ سے کچھ ہی عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی اس سورۃ کے مضامین کا خاص رخ مکہ مکرمہ کے ان مشرکین اور کفار کی طرف ہے جنہوں نے حق وصداقت کی آواز کو دبانے کے لئے ظلم وستم کی انتہا کردی تھی جب ہم سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف کے مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ہجرت مدینہ سے کچھ ہی عرصے پہلے ایک کے بعد ایک نازل ہوئی ہیں کیونکہ دونوں کی آیات کا رخ مکہ مکرمہ کے مشرکین اور کفار کی طرف ہے۔ سورۃ الانعام میں توحید اور اللہ کی وحدانیت پر زور ہے جبکہ سورۃ الاعراف میں توحید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پیغام رسالت اور آپ کی شان کے متعلق ارشادات موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ توحید ورسالت ہی وہ سچائی ہے جس کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے جاں نثاروں نے اپنا سب کچھ قربان کردیا اور اس پیغام کو پہنچانے میں انہوں نے حالات کی، قوم کے افراد کی اور حکومت وسلطنت اور اس کی طاقت کی پرواہ نہیں کی۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی جب اس پیغام حق وصداقت کو مکہ مکرمہ کے رہنے والوں تک پہنچانے کی بھرپور

جدوجہد کی تو ابتدا میں کفار و مشرکین نے اس کو بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور بات مذاق اڑانے اور پھبتیاں کسنے کی حد تک محدود رہی لیکن جب اس سچائی کی تحریک نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کر دیا تو کفار مکہ اور مشرکین نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر مخالفت کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی زیادتیاں اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک ہر طرح کی مخالفت اور ظلم و ستم کی وہ انتہا کر دی جس کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے استقلال اور صبر و تحمل کا پیکر بن کر ہر ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور کفار کے مقابلے میں عزم و ہمت کا پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انسانی عزم و ہمت کے سامنے پہاڑ بھی ریت کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ پھر بھی ان مٹھی بھر اہل ایمان کا سارے عرب کے ساتھ مقابلہ کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں تھا۔ بشری تقاضا ہے کہ کبھی کبھی انسان حالات کے سامنے بے بس سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ وقت کسی بھی تحریک کیلئے بہت نازک ہوتا ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب سورۃ الاعراف نازل ہوئی جس میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ حالات کی سنگینی میں دل کا تنگ ہو جانا، گھبرا اٹھنا اور دھمکیوں سے متاثر ہو جانا ایک فطری اور بشری تقاضا ہے لیکن آپ ہر طرح کی انسانی حمایت سے بے نیاز ہو کر صرف اس پیغام حق کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ آپ اس پیغام حق کو بے خوف و خطر پہنچانے کی کوشش کیجئے اور بس...... اللہ خود ہی اس دین کا محافظ ہے۔

سورۃ الاعراف کی ابتدائی پانچ آیات میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان حالات میں کوئی تنگی اور گھٹن محسوس نہ کیجئے۔ آپ اپنے فرض کی ادائیگی میں لگے رہئے جن لوگوں کے مقدر میں ایمان کی سعادت لکھی ہے وہ اس پر دھیان دینگے اور آپ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے اور جن کے مقدر میں دولت ایمانی سے محرومی ہے ان کے لئے آپ کچھ بھی کیجئے وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے اور ان کو ایمان کی روشنی تک نصیب نہ ہوگی نبی کریم ﷺ کے بعد تمام اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جو کچھ اللہ کا یہ پیغام نازل کیا جا رہا ہے اس پر دھیان دیں اس کو اپنے دلوں کا نور بنا لیں اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جو اس پیغام حق کی طرف دھیان نہیں دیتے کیونکہ سچائی کی طرف بہت کم لوگ متوجہ ہوا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے بعد اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کو گواہ بنا کر فرمایا ہے کہ گذری ہوئی قوموں کا حال سامنے رکھو۔ ان کے حالات پر نگاہ رکھو کہ جب بھی انبیاء کرام علیہم السلام پیغام حق لے کر آئے تو ان پر بھی ہر طرح کے ظلم و ستم کئے گئے لیکن جب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو پھر اللہ کا فیصلہ اس وقت آ گیا جب کہ وہ رات کو یا دن کو مدہوش اور بے خبر نیند کی لذتوں میں مست تھے۔ فرمایا کہ جب تمہارے رب کا یہ فیصلہ آ جاتا ہے تو پھر ظالم خود ہی پکار اٹھتے ہیں کہ واقعی ہم تو ظالم تھے، ہم سے بہت زیادتی ہوئی۔ مگر اللہ کا فیصلہ آنے کے بعد کسی کے پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کا قانون کبھی بدلتا نہیں۔ آج کفار و مشرکین کے لئے وقت ہے کہ وہ گذشتہ قوموں کی زندگی سے عبرت حاصل کر لیں ورنہ جب اللہ کا فیصلہ آ جائے

گا تو پھران کے راحت و آرام اور مال و دولت کی بدمستی ان کے کام نہ آ سکے گی۔

ان پانچ آیات سے چند بنیادی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱) سچائی کے پیغام کا یہ حق ہے کہ اس کو پوری دیانت و امانت سے اللہ کے بندوں تک پہنچا دیا جائے اس راستے میں خوف کرنے، اور ناکامی کے خوف سے ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پیغام حق'' کو پہنچانا یہ وہ کانٹوں بھرا راستہ ہے جہاں ہر اٹھنے والا قدم زخمی ضرور ہوتا ہے۔اس راستے میں ہر ملامت کرنے والے کی ملامت اور دھمکیاں دینے والوں کی دھمکیوں سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھنا ہے یہ وہ راستہ ہے جہاں عشق کو آتش نمرود میں بے دھڑک کود جانا پڑتا ہے۔

۲) تبلیغ دین کی ٹیکنیک یہ ہے کہ اللہ کے اس ابدی اور سچے پیغام کو ان لوگوں تک پہنچاتے رہنا چاہیے جو ایمان لا چکے ہیں تا کہ ان کا ایمان تازہ اور مضبوط رہے۔لیکن ان سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے جو ابھی تک ایمان کی روشنی سے محروم ہیں۔

۳) اس دین کی سچائی کو پہنچانے کی تیسری شرط یہ ہے کہ اللہ نے جس شخص کو اس دین کی سچائی کو پھیلانے کی سعادت عطا فرمادی ہو اس کی زندگی، عمل اور کردار دوسروں کیلئے مینارہ نور ہو۔ وہ اس عمل کی سچی تصویر ہو محض گفتار کا غازی نہ ہو بلکہ کردار کا بھی غازی ہو...... وہ دنیا کو بتا دے کہ جب اس نے دین کا راستہ اختیار کر لیا ہے تو اس نے اللہ اور رسول سے اپنا سب سے بڑا رشتہ قائم کر لیا ہے۔اب اس رشتے کے سامنے ہر دوستی، رشتہ، تعلق اور قرابت داری ایمان کی عظمتوں پر قربان ہے۔اس کے لئے نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کی زندگی بہترین نمونہ ہے جنہوں نے اس رشتے کے سامنے کسی بھی رشتے اور تعلق کی پرواہ نہیں کی اور اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی اعلیٰ ترین مثالیں قائم فرمائیں۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ
وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا
غَآئِبِيْنَ ۝۷ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٍۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹ وَلَقَدْ
مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

پھر ہم ان سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس (ہم نے اپنے) رسول بھیجے تھے اور ہم ان رسولوں سے بھی سوال کریں گے۔ پھر ہم ان کو اپنے علم سے سب کچھ بتا دیں گے اور ہم ان سے بے خبر تو نہ تھے...... (اعمال کا) تولنا اس دن برحق ہے جن لوگوں کے (اعمال) وزن بھاری ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں اور جن لوگوں کے وزن ہلکے ہوں گے۔ وہ اپنے آپ کو نقصان میں مبتلا پائیں گے۔ اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کیا کرتے تھے...... اور ہم نے تمہیں زمین پر ٹھکانا دیا اور ہم نے ہی تمہارے لئے اس میں سامان زندگی بنا دیا۔ لیکن تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۱۰

نَسْئَلَنَّ	ہم ضرور پوچھیں گے
نَقُصَّنَّ	ہم ضرور بتائیں گے
غَآئِبِيْنَ	غائب رہنے والے
ثَقُلَتْ	بھاری ہوئے
مَوَازِيْنُ	(مَوْزُوْنٌ)۔ وزن۔ تول
خَفَّتْ	ہلکے ہوئے
خَسِرُوْا	انہوں نے نقصان اٹھایا
مَكَّنَّا	ہم نے ٹھکانا دیا
مَعَايِشَ	(مَعِيْشَةٌ)۔ زندگی گذارنے کا سامان

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴ تا ۵ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی بستیوں اور شہر والوں کا ذکر کیا ہے جن کے برے اعمال

اور بدکرداریوں کی وجہ سے مختلف وقتوں میں مختلف عذاب آئے، کسی قوم کی شکل بدل دی گئی، کہیں پتھر برسائے گئے، بہت سی بستیوں کو ان پر الٹ دیا گیا، زلزلے، سیلاب بیماریوں اور آفتوں میں مبتلا کیا گیا اور کسی پر ظالم و جابر حکمرانوں کو مسلط کر دیا گیا۔ یہ تو وہ عذاب تھے جو ان پر انکی بداعمالیوں کے سبب اس دنیا میں آئے لیکن آخرت میں ایسی قوموں کا کیا انجام ہوگا اس کے متعلق قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۶ تا ۱۰ میں حشر کے ہولناک دن کے متعلق بتایا گیا ہے جب اچھے برے اعمال کا حساب وکتاب ہوگا اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں سے سوالات کر کے انکے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! کیا تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آئے؟ انہوں نے سچائی کا پیغام تمہیں پہنچایا؟ ایمان والوں کو جنت کی بشارت اور کفر کی روش پر چلنے والوں کو جہنم کی آگ سے ڈرایا تھا؟ کیا انہوں نے توحید و رسالت پر ایمان لانے اور عمل صالح کی دعوت دی تھی؟ کیا انہوں نے کلمہ شہادت کے ذریعہ اللہ کی حاکمیت اور عبودیت قائم کرنے کی تلقین کی تھی؟ اسی طرح کے بہت سے سوالات کئے جائیں گے۔ اس جگہ امتوں کا جواب تو نقل نہیں کیا گیا لیکن قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان امتوں کے لوگوں کے جوابات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان میں کچھ تو لوگ وہ ہوں گے جو اپنی خطاؤں، لغزشوں اور کفر و شرک کا اقرار کر لیں گے لیکن وہ لوگ جن کو دنیا میں بھی جھوٹ بولنے کی عادت ہوگی وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے منہ پر انکار کرتے ہوئے کہہ دیں گے کہ ہمیں تو کوئی ڈرانے والا یا نصیحت کرنے والا نہیں آیا تھا۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں مگر اس عدالت میں انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ انبیاء کرامؑ سے پوچھیں گے کہ تم اپنے گواہ لے کر آؤ کہ تم نے پیغام حق ان لوگوں تک پہنچایا ہے یا نہیں؟ انبیاء کرامؑ اپنی گواہی کے لئے امت محمدی کو پیش کریں گے کہ یہ ہمارے گواہ ہیں۔ منکرین پکار اٹھیں گے کہ اے اللہ یہ تو ہمارے بہت بعد میں آئے ہیں ان کو کیا معلوم۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت سے پوچھیں گے کہ تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔ آپ ﷺ کے امتی نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ آپ ﷺ نے ہمیں بتایا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ ارشاد فرمائیں گے کہ اے اللہ آپ کے کلام کے ذریعہ میں نے ان کو بتایا کہ ان سب انبیاء کرامؑ نے پیغام حق کو پوری دیانت و امانت سے اپنی امتوں کو پہنچایا۔ جب نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ ہم اپنے رسول ﷺ پر گواہ ہیں (یہ تفصیل حدیث شریف میں ہے اور سورۂ بقرہ کی آیت میں بھی مختصراً اس حقیقت کی نشاندھی فرمائی گئی ہے)۔

پھر اس کے بعد انبیاء کرامؑ سے پوچھا جائے گا کہ مخالفین کی طرف سے ہر طرح کے خطرات کے باوجود کیا تم نے اپنا فرض ادا کیا اور اللہ کا پیغام ان تک پہنچایا؟ کیا تم نے مشرکین کے سامنے توحید خالص کا پیغام پیش کیا تھا؟ کیا تم نے پیغام حق کا عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے تبلیغ قولی کے ساتھ تنظیم و جہاد کی عملی کوششیں بھی کی تھیں؟...... انبیاء کرامؑ عرض کریں گے الٰہی ہم نے اس سچائی

کے پیغام کو پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اے اللہ آپ ہر غیب کے جاننے والے ہیں۔ اسی طرح اہل کفر وشرک سے بھی سوال ہوگا کہ آخر تمہارے پاس ضد، اور ہٹ دھرمی کی کیا دلیل تھی؟ تم کیوں بھاگے پھر رہے تھے؟ آخر تم کیوں بہانے بناتے رہے؟

اہل ایمان سے بھی پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان کو ہر طرح کی ملاوٹ سے محفوظ رکھا تھا؟ کیا تم نے ان ہزاروں نعمتوں کا جواب شکر ادا کر کے دیا تھا جو ہم نے تمہیں عطا کی تھیں۔ فرمایا جائے گا کہ ہم نے تمہیں ٹھکانا دیا تھا، وسائل زندگی اور ان گنت نعمتوں سے نوازا تھا تم کوئی شکر کا نمونہ لے کر آئے ہو تو پیش کرو۔

قیامت کے ہیبت ناک دن میں یہ سوال وجواب ہوں گے۔ حالانکہ اللہ کو تو سب کچھ معلوم ہے اس کے ریکارڈ میں ایک ایک بات موجود ہے لیکن ان سوال وجواب اور گواہیوں کا مقصد صرف ضابطہ کی عدالتی کارروائی ہے اور بات کو منطقی نتیجہ تک پہنچانا ہے تاکہ جنت اور جہنم میں جانے والے اللہ کی عدالت وصداقت کو تسلیم کرلیں اور اپنے بہتر اور برے انجام تک اپنے اعمال کے سبب پہنچ جائیں...... قیامت کا دن عدل وانصاف کا دن ہوگا جس میں ایک ایک نفس کے اعمال کو میزان عدل پر تولا جائے گا۔ وہ میزان عدل جو سچ اور حق ہے۔ میزان عدل میں وہی اعمال بھاری اور وزن دار ہوں گے جو صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے کئے گئے ہوں گے ورنہ اچھے سے اچھا عمل اگر محض دکھاوے، نمود ونمائش، فریب، باطل اور ابلیس کی راہ میں ہوگا وہ بے وزن ہوگا اس دن کا تول بالکل حق ہوگا جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب وبامراد ہوں گے۔ لیکن جن کے اعمال بے وزن اور کفر وشرک کے ساتھ ہوں گے وہی حسرت وافسوس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ سورہ قارعہ میں فرمایا گیا ہے کہ جس کا پلہ بھاری نکلا وہ خوش خوش ہمیشہ عیش میں رہے گا اور جس کا پلہ ہلکا نکلا وہ جہنم کی گود میں جا گرے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام حاضر صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ جب قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچا دیا تھا یا نہیں؟ تو تم کیا جواب دو گے؟ سارے صحابہؓ نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم یہی کہیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام تمام وکمال ہم تک پہنچایا ہے اور اللہ کی امانت کا حق ادا کر دیا ہے اور آپ نے امت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے حاضرین سے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے جو حاضر ہیں وہ میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں (یعنی ان لوگوں تک جو اس محفل میں نہیں ہیں یا جو میرے بعد نسلاً بعد نسل دنیا میں آئیں گے)۔

ان آیات کا خلاصہ اور وضاحت یہ ہے:۔

۱) کفر وشرک میں مبتلا لوگوں سے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے عدل وانصاف کا تقاضا پورا کرتے ہوئے

سوالات کیئے جائیں گے جس میں کفار کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑے گا اور انبیاء کرامؑ اور نیک صالح امتی سرخ رو ہو کر نجات اور فلاح پائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود کہ اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے اس کا علم ہر چیز پر غالب ہے اس کی نگاہوں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے وہ کسی شہادت اور گواہی کا محتاج نہیں ہے لیکن جس طرح اللہ نے اپنے فضل و کرم سے دنیا میں رہتے سہنے اور اعمال کرنے کی آزادی دی ہے اسی طرح وہ آخرت میں بھی ہر ملزم کو اپنی صفائی کا پورا پورا موقع عطا فرمائیں گے۔

۲) اعمال کا تولا جانا برحق ہے لیکن ان اعمال کو کس طرح تولا جائے گا کس، چیز پر تولا جائے گا اس کی وضاحت موجود نہیں ہے ہمارے سامنے تولنے کا جو آلہ یا ذریعہ ہوگا ہم انسانی محاوروں کے مطابق بات سمجھانے کے لئے اسی طرح سمجھانے کی کوشش کریں گے جیسے صدیوں پہلے کسی چیز کو تولنے اور ناپنے کے پیانے ہوتے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے بات کو سمجھانے کے لئے ان ہی چیزوں کا سہارا لیا اور بات کو سمجھا دیا۔ آج کے دور میں تو بادل، ہوا، برف، سونا چاندی اور چیزوں کو تولنے کے اتنے پیانے نکل آئے ہیں جن کا تصور چند سو سال پہلے کرنا بھی ناممکن تھا اور آنے والے دور میں نجانے تولنے کے کون کونسے ذریعے نکل آئیں گے۔ بہر حال ماضی، حال اور مستقبل میں کسی چیز کو تولنے کی جو بھی چیزیں نکل آئیں ہم بات کو اسی طرح سمجھائیں گے کیونکہ جو چیز سامنے ہوتی ہے اس کو مثال بنا کر بات کو سمجھایا جاتا ہے۔ مقصد ہے بات کا سمجھانا مثالوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... اس لئے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی عدالت میں انسانوں کے اعمال کس طرح تولے جائیں گے۔ اس کے پیانے کیا ہوں گے۔ اس کے پیچھے پڑنے سے بہتر ہے کہ ہم اتنا سمجھ لیں تو کافی ہے کہ بہر حال انسانوں کے وزن دار اعمال ہی ان کا نجات کا سبب بنیں گے۔

۳) نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی سامنے آیا کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام صحابہ کرامؓ کو گواہ بنایا اور صحابہؓ نے اعتراف و اقرار کی سعادت حاصل کی۔ اسی میں آپ کا یہ ارشاد کہ جو اس وقت موجود ہیں وہ میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔ ان سے مراد وہ لوگ بھی تھے جو اس وقت حجۃ الوداع کے موقع پر موجود نہیں تھے اور وہ لوگ بھی ہیں جو آنے والی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آپ کے اس حکم کی تعمیل میں آپ کے ایک ایک ارشاد بلکہ ایک ایک ادا کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ کو پوری دیانت و امانت سے صدیاں گذرنے کے باوجود ہم تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم بھی ان حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس پیغام کو آنے والی نسلوں تک پہنچا کر اللہ و رسول کے سامنے سرخ رو ہو سکیں۔

اس موقع پر ختم نبوت کا مسئلہ بھی بہت واضح طریقہ پر سامنے آجاتا ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ (نعوذ باللہ) میرے بعد ایک اور نبی آئے گا جو اس کی وضاحت کرے گا بلکہ آپ نے دین اسلام پہنچانے کی تمام تر ذمہ داری امت کے تمام افراد پر ڈالی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث اس بات پر گواہ ہیں کہ نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ آپ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾
قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ
مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ
اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ
لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ
شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

اور یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر ہم نے تمہاری صورت و شکل بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو۔ پھر سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ اللہ نے پوچھا کہ جب میں نے تجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، تجھے اس سے کس چیز نے روک دیا؟ ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو (آدمؑ کو) مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ تو یہاں سے اتر جا (دور ہو جا) تجھے اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ تو اس جگہ تکبر اور غرور دکھائے۔ باہر نکل جا۔ بیشک تو ذلیل اور پست ہستیوں میں سے

ہے۔شیطان نے کہا مجھے قیامت تک مہلت دے دی جائے۔اللہ نے فرمایا تو مہلت پانے والوں میں سے ہے۔شیطان نے کہا جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے (میں قسم کھاتا ہوں کہ) میں ان کو بہکانے کے لئے ہر سیدھے راستے پر بیٹھوں گا پھر میں ان کو گھیروں گا ان کے آگے سے اوران کے پیچھے سے ان کے دائیں سے اور انکے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکرادا کرنے والا نہیں پائے گا۔اللہ نے فرمایا کہ تو یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا۔ان میں سے جو لوگ تیرے پیچھے چلیں گے تجھ سمیت میں ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱تا۱۸

صَوَّرْنَا	ہم نے صورت شکل بنائی
اُسْجُدُوْا	تم سجدہ کرو
اِبْلِيْسُ	شیطان
اَلَّا تَسْجُدَ	یہ کہ تو نے سجدہ نہیں کیا
اَمَرْتُ	میں نے حکم دیا تھا
اَنَا خَيْرٌ	میں زیادہ بہتر ہوں
خَلَقْتَنِیْ	تو نے مجھے پیدا کیا
نَارٌ	آگ
طِيْنٌ	مٹی
اِهْبِطْ	اتر جا
اَنْ تَتَكَبَّرَ	یہ کہ تو بڑائی کرے۔تکبر کرے
اُخْرُجْ	تو نکل جا
اَلصّٰغِرِيْنَ	(صَاغِرٌ)۔ذلیل۔رسوائی والے
اَنْظِرْنِیْ	تو مجھے مہلت دے دے

يُبْعَثُوْنَ	وہ اٹھائے جائیں گے
اَلْمُنْظَرِيْنَ	مہلت دیئے گئے
اَغْوَيْتَنِيْ	تو نے مجھے گمراہ کیا
اَقْعُدَنَّ	میں ضرور بیٹھوں گا
اٰتِيَنَّ	میں ضرور آؤں گا
بَيْنَ اَيْدِيْ	سامنے
خَلْفٌ	پیچھے
اَيْمَانٌ	داہنی جانب
شَمَائِلٌ	بائیں جانب
لَاتَجِدُ	تو نہیں پائے گا
مَذْمُوْمًا	ذلیل کیا گیا
مَدْحُوْرًا	(دَحْرٌ)۔نکالا گیا۔مردود
اَمْلَئَنَّ	میں بھر دوں گا

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

ہر وہ شخص جو قرآن کریم کا غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے، اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی بھی واقعہ کو قصہ کہانی کا رنگ نہیں دیا ہے بلکہ عبرت و نصیحت کے ہر پہلو کو اس طرح اجاگر کر کے پیش کیا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کے لئے ایسا آئینہ بن گیا ہے جس میں ان کی اپنی شکل و صورت صاف جھلکتی نظر آتی ہے آدم علیہ السلام اور شیطان کے متعلق ان آیات میں عبرت و نصیحت کا یہی پہلو نمایاں ہے۔

قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت، شیطان کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے اور ہر جگہ ایک نئی شان سے عبرت و نصیحت کے نئے نئے پہلوؤں کو پیش فرمایا ہے۔

۱) ایک طرف آدم علیہ السلام، ان کی ذریت کی تخلیق اور ان کے اور حضرت حوا کے جنت میں قیام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۲) دوسری طرف شیطان کے غرور، تکبر، اپنی ذات کی بڑائی کا گھمنڈ، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳) اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت، حلم وتحمل، برداشت اور مہلت پر مہلت دینے کی شان بیان کی گئی ہے جس سے اس کی رحمت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین ہیں جن کے سامنے اس سچائی کو رکھا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کی شکل وصورت بنائی علم کے ذریعہ فرشتوں اور پوری کائنات پر ان کو فضیلت وعظمت کا مقام عطا فرمایا، ان کو جنت کی راحتوں میں رکھ کر ہر طرح ہر چیز کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی مگر صرف ایک درخت سے روک دیا گیا کہ اس کے قریب بھی مت جانا۔ ابلیس جو حسد کی بنا پر آدم علیہ السلام سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ ان کے خیر خواہ کے بھیس میں ان کو بہکانے میں کامیاب ہو گیا اور حضرت آدم وحوا نے وہ اجتہادی غلطی کر دی جس سے منع کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جنت کی راحتوں سے محروم کر کے اس دنیا میں بھیج دیا اور فرمایا کہ اب تمہیں ایک خاص مدت تک اس دنیا میں رہنا ہے اور اپنے نیک اعمال کے بعد پھر تمہیں اسی جنت میں واپس آنا ہے۔ حضرت آدمؑ وحوا کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا طریقہ اختیار کرنے کے بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا، معافی کے لئے ندامت کے آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ عرض کیا۔

''اے ہمارے پروردگار ہم نے واقعی اپنے اوپر بہت ظلم وزیادتی کی ہے اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے''۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی اس ادا پر بہت پیار آتا ہے جب وہ غلطی کرنے کے بعد اس پر اپنی شرمندگی کا اظہار کرتا ہے اور ندامت کے آنسو بہاتا ہے، آدم علیہ السلام کے اس اقرار واعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کو ایسے جملے سکھا دیئے جن کو ادا کرنے کے بعد اللہ نے ان کی اس خطا کو معاف کر دیا۔ بات صرف اتنی ہے کہ آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی انہوں نے اس پر معافی مانگ لی، اللہ نے اسی وقت انکو معاف کر دیا ان کی غلطی اور معافی ان کی ذات تک محدود رہی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اب انسانوں کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ عقل وفکر کا راستہ چھوڑ کر جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور آدم علیہ السلام کی غلطی کو کائنات کے ہر انسان کا گناہ بنا رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ تصور ہی غلط ہے کہ آدم علیہ السلام نے ایک گناہ کیا۔ اور وہ گناہ ان کی نسلوں میں چلتا رہا اور (نعوذ باللہ) ساری دنیا کے وہ انسان جنہوں نے اس زمین پر قدم رکھا تو وہ آدم کے گناہ اپنے سر پر لے کر آتے رہے بقول ان کے اللہ کو اپنے بندوں پر پیار آیا تو اس نے اپنا بیٹا (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا اور وہ آدم علیہ السلام اور سارے انسانوں کے گناہ اپنی گردن پر لے کر سولی پر چڑھ گئے سوال یہ ہے کہ خطا ایک نے کی گناہ گار ساری دنیا ہو گئی، خطا حضرت آدم علیہ السلام نے کی اور نعوذ باللہ اللہ نے اپنا بیٹا بھیجا اور انہوں نے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیا یہ بھی خوب ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی، کیا آج کی مہذب دنیا اس بات کا کوئی جواب دے سکتی ہے کہ قتل کوئی کرتا ہے اور اس کی سزا

دوسرے کو دے دی جاتی ہے۔اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ آدم علیہ السلام کی غلطی کو اللہ اپنے بیٹے کے ذریعہ دور کررہے ہیں۔فرمایا کہ بات صرف اتنی ہے کہ جو غلطی کرتا ہے جب وہ اس پر شرمندہ ہو کر اللہ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں اس بات کو واضح فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جب اللہ کا کوئی بندہ نادانی سے کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے اور پھر وہ اس پر ہٹ دھرمی اور ضد کا انداز اختیار نہیں کرتا تو اللہ اس کو معاف فرمادیتا ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو وہ شخص بہت پسند ہے جو کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے لیکن اس کو جیسے ہی اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے اور پختہ ارادہ کر لیتا ہے کہ اب وہ اس گناہ کو نہیں کرے گا پھر بھی اس سے غلطی ہوتی ہے اور بھولے سے کوئی گناہ کر لیتا ہے اور بار بار ایسا کرتا ہے اور بار بار معافی مانگ لیتا ہے اور سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کو معاف فرماتا رہتا ہے۔لیکن وہ لوگ جو گناہ پر گناہ کئے جاتے ہیں اور بے حسی سے ان کے دل تاریک ہوجاتے ہیں اور پھر نہ تو وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور نہ اس احساس کو زندہ رہنے دیتے ہیں ایسے لوگوں کا انجام سوائے دنیا وآخرت کی بربادی کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔اور ایسے عادی گناہگاروں کے ساتھ نرمی کا کوئی معاملہ نہیں کیا جاتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ وحوا سے ایک لغزش ہوئی،انہوں نے معافی مانگ لی،اللہ نے معاف کردیا۔ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ جب اللہ نے بات کی پوری طرح وضاحت کردی۔اب اس بات پر جم کر اس کو عقیدہ بنالینا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں یہ بھی ایک ضد اور ہٹ دھرمی ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

۲) دوسری طرف ابلیس ہے جو اس گمان میں مبتلا تھا کہ آدم علیہ السلام کے مقابلے میں وہ ہر طرح باعظمت ہے کیونکہ اس کے وجود کو آگ سے اور حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے آگ کا کام سربلندی اور روشنی ہے جب کہ مٹی میں تاریکی اور پستی ہے۔حالانکہ یہاں بات آگ اور مٹی کی نہیں تھی۔بات تھی حکم کی تعمیل کی تمام فرشتوں نے انسان کی عظمت کا اعتراف کرلیا اور سجدہ میں گر پڑے جب کہ شیطان اپنی ہٹ دھرمی پر جمارہا اور اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی،اس نے توبہ نہیں کی،کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کیا اسے اپنی اس حرکت پر نہ کوئی صدمہ تھا اور نہ افسوس،ڈھٹائی اور ضد کا انداز اختیار کیا،اس نے اللہ سے قیامت تک مہلت مانگی جو اس کو دے دی گئی۔شیطان نے کہا کہ میں ثابت کردوں گا کہ انسان بہت کمزور ہے اس کو میں ہر طرف سے گھیروں گا،اس کے ہر نیک راستے اور ارادہ کی رکاوٹ بن جاؤں گا۔اے اللہ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر آپ کے نافرمان اور ناشکرے ہوں گے۔اللہ نے فرمایا کہ اے شیطان تجھے تیری خواہش کے مطابق قیامت تک مہلت دی جاتی ہے لیکن اس بات کو یاد رکھنا کہ تیرے فریب میں صرف وہی لوگ آئیں گے جو بدنصیب اللہ کے نافرمان ہوں گے۔فرمایا کہ ایسے لوگوں سے میں جہنم کو بھردوں گا اور جہنم ہی ان کا ٹھکانا ہوگا۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا
مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ
عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ
اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا
لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ
اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾
قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي
الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا
تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

۲/۱۵
۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

اور اے آدمؑ تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو جہاں سے تم دونوں چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ تم دونوں گناہ گاروں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں وہ ان کے

سامنے کھول دے۔ اور شیطان کہنے لگا کہ تمہارے رب نے اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع کیا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے نہ بن جاؤ، اور اس نے ان دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا بھلا چاہنے والا ہوں اس طرح اس نے دھوکے سے ان دونوں کو مائل کرلیا۔ اور ان دونوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا۔ ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اور ان دونوں کے پروردگار نے پکار کر کہا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کر دیا تھا اور کیا میں نے تمہیں نہیں بتا دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ان دونوں نے کہا، اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم و کرم نہ کیا تو ہم شدید نقصان اٹھانے والے ہو جائیں گے اللہ نے فرمایا کہ تم یہاں سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور ایک مقرر مدت تک سامان زندگی موجود ہے۔ فرمایا کہ تم اسی میں زندہ رہو گے، اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

اُسْکُنْ	تو آباد ہو جا۔ تو سکونت اختیار کر
کُلَا	تم دونوں کھاؤ
حَیْثُ شِئْتُمَا	جیسے تم چاہو
لَا تَقْرَبَا	تم دونوں قریب نہ جانا
اَلشَّجَرَۃُ	درخت
وَسْوَسَ	خیال ڈالا۔ وسوسہ ڈالا
لِیُبْدِیَ	تا کہ وہ کھول دے
وُرِیَ	چھپایا گیا

سَوْاٰةُ	شرم گاہیں۔(بدن کا وہ حصہ جس کو چھپانا چاہیے)
مَانَھٰکُمَا	تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا
مَلَکَیْنِ	دوفرشتے
قَاسَمَ	اس نے قسم کھائی
دَلّٰ	مائل کیا۔جھکایا
ذَاقَا	دونوں نے چکھا
بَدَتْ	ظاہر ہوگئی
طَفِقَا یَخْصِفَانِ	دونوں جوڑنے لگے
وَرَقٌ	پتہ۔پتے
نَادٰی	اس نے پکارا
اَلَمْ اَنْھَکُمَا	کیا میں نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا
ظَلَمْنَا	ہم نے زیادتی کی۔ظلم کیا
لَمْ تَغْفِرْ	تو نے معاف نہ کیا
مُسْتَقَرٌّ	ٹھکانہ

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

ان آیات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:-

۱) بائبل میں بتایا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے ان کی پسلی سے حضرت حوا کو نکال کر ان کو آدم علیہ السلام کی بیوی بنا دیا گیا۔یہ ایک اسرائیلی روایت ہے جس کے لئے علماء مفسرین نے فرمایا ہے"لَانُصَدِّقُ وَلَانُکَذِّبُ" نہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تردید قرآن وسنت میں بھی اس کی کوئی خاص وضاحت نہیں آئی۔بہر حال ایک بات واضح ہے کہ بیوی جو انسان کی زندگی کی بہترین ساتھی ہوتی ہے اس کے بغیر جنت بھی تشنہ ہے جنت کی ساری نعمتیں حضرت آدمؑ کیلئے بے کیف تھیں جب تک ان کو زندگی کا ساتھی نہیں مل گیا جنت کی نعمتوں کو کیف آور اور روح پرور بنانے کے لئے ان میں معنی

اور مقصد، حرکت و برکت ڈالنے کے لئے بیوی کی ضرورت آ ہی پڑی اور حضرت حوا کو پیدا کیا گیا یہ جو بائبل میں آتا ہے کہ شیطان نے پہلے حضرت حوا کو بہکایا پھر انہوں نے حضرت آدم کو بہکایا یہ سراسر جھوٹ ہے۔ یہ بات عورت کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ ہندو اور یونانی دیو مالاؤں میں عورت کو ذلیل کرنے کی من گھڑت کہانیاں ہیں بدھ مت بھی اپنا دامن اس قسم کی بے سروپا کہانیوں سے نہ بچاسکا۔ آج عورت کی عظمت کی باتیں کرنے والے بھی فیشن اور ترقی کے نام پر اس کو ذلیل و رسوا کر رہے ہیں۔ آج عورت کو بہترین نسلوں کی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ کاروبار کو چمکانے کا آلہ کار بنایا ہوا ہے، صرف دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت ذات کو اس کا حقیقی مقام اور مرتبہ عطا کر کے اس کے ذمے نسلوں کو بنانے اور سنوارنے کی ذمہ داری سپرد کی ہے اسلام نے عورت کو بازار کی زینت یا شمع محفل نہیں بلکہ شمع خانہ بنا کر اس پر خاندان کی تمام تر ذمہ داری ڈال دی ہے۔ یہی عورت کا بہترین مقام ہے۔

۲) ان آیات میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ انسان کسی جرثومہ سے پیدا نہیں ہوا (جیسا کہ ڈارون کا دعویٰ ہے) بلکہ تمام دنیا پر خلافت الٰہی کی عظیم الشان ذمہ داری ادا کرنے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے جو تمام تر عقل و دانش، شعور و تمیز اور علم و تہذیب سے مالا مال تھا۔

۳) تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ شیطان سب سے پہلا حملہ اور کاری وار عورت اور مرد کی جنس پر کرتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے سامنے ننگے پن پر اکساتا ہے جو بدکاری، بدنگاہی، زنا، حرام اولاد اور اسقاط حمل وغیرہ کا دروازہ ہے مغرب میں یہ فعل انفرادی سطح سے اٹھ کر اب قومی سطح تک پہنچ گیا ہے اور حکومتوں کے ایوان بھی اس فعل سے محفوظ نہیں ہیں اسی لئے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ شرم و حیا نصف ایمان ہے یعنی اگر شرم و حیا کا قلعہ ایک دفعہ ٹوٹ گیا تو انسان کو شیطانی کاموں سے کوئی روک نہ سکے گا۔

۴) چوتھی بات یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ "خیر خواہ" کے بھیس میں آتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ "میں تمہارا مخلص ہوں، میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں، اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے" وغیرہ وغیرہ ایسے شیطانوں اور انسانوں سے بچنے کی بہت ضرورت ہے۔

۵) پانچویں بات یہ ہے کہ شیطان کا کام سبز باغ دکھانا ہے اور امیدوں کے کھلونوں سے کھیلنے پر مجبور کرنا ہے۔

ان آیات میں غور کرنے سے یہی نتائج سامنے آتے ہیں کہ شیطان اور اس کی ذریت ہمیشہ خیر خواہ بن کر دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام جو سب سے پہلے انسان ہیں اور اللہ کے سب سے پہلے نائب اور خلیفہ ہیں ان کو شیطان ان ہی حربوں سے شکست دینا چاہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی ندامت کے اظہار پر معاف فرمادیا یہ درحقیقت شیطان کی سب سے

پہلی شکست تھی لیکن شیطان دوسرے لوگوں کو بہکانے میں کامیاب ہوگیا جنہوں نے آدم علیہ السلام کو گناہگار تصور کر کے (نعوذ باللہ) عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنادیا اور ان کو یقین دلا دیا گیا کہ وہ تمام انسانوں کے گناہوں کو لے کر (نعوذ باللہ) پھانسی چڑھ گئے۔

قرآن کریم اور احادیث میں نہ صرف اس واقعہ کی تردید کی گئی ہے بلکہ اہل ایمان کو بتا دیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور اس کے بندے ہیں اور آج بھی وہ آسمانوں پر زندہ موجود ہیں جو قیامت کے قریب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا
يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ
اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ
كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا
سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا
جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٦ تا ٢٧

اے آدمؑ کی اولاد۔ ہم نے تمہارے اوپر لباس اور آرائش کے کپڑے نازل کئے تا کہ وہ تمہارے قابل شرم حصوں کو ڈھانپ سکیں۔ اور تمہارے لئے باعث زینت ہوں۔ تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ وہ غور فکر کریں۔ اے آدمؑ کی اولاد! تمہیں شیطان اسی طرح نہ بہکا دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ (حضرت آدمؑ وحوا) کو بہکا کر جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان کا لباس اتروا دیا تھا۔ تا کہ ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھلوا دے۔ وہ شیطان اور اس کا گروہ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ ہم نے ان شیطانوں کو ایسے لوگوں کا ساتھی اور رفیق بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

اَنْزَلْنَا	ہم نے اتارا
رِيْشٌ	(پرندوں کے پر)۔زیب وزینت کا سامان
لَا يَفْتِنَنَّ	ہرگز نہ بہکانے پائے
يَنْزِعُ	وہ کھینچتا ہے۔اتروا تا ہے
يَرٰى كُمْ	وہ تمہیں دیکھتا ہے
لَا تَرَوْنَ	تم نہیں دیکھتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۷

گذشتہ آیات میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوا جنت میں بھی لباس کی ضرورت رکھتے تھے، جب ان سے لغزش ہوگئی تو جنت کا یہ لباس ان کے جسموں سے اتر گیا اور وہ جنت کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپنے لگے......اس سے یہ بات بالکل واضح طور سے سامنے آتی ہے کہ جہاں اپنے جسم کے قابل شرم حصوں کو ایک دوسرے سے چھپانا انسانی فطرت میں شامل ہے وہیں مرد وعورت کے جسم پر لباس کا ہونا بھی ایک لازمی بات ہے۔اور آدمؑ وحوا میاں بیوی ہونے کے باوجود ننگے پن کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ شرم وحیا کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ جنت کے پتوں سے اپنا جسم چھپانے لگے، یہ اس کائنات کے سب سے پہلے مرد اور عورت کا حال ہے۔یہاں ڈارون اور اس کے اندھے مقلدوں کا فلسفہ غلط اور جھوٹ ثابت ہوجاتا ہے کہ ہزاروں سال تک ابتدائی انسان روئے زمین پر بندروں اور گوریلوں کی صورت میں مادر زاد ننگا پھرتا رہا......شرم وحیا اور لباس بہت بعد کی چیز ہے سنا ہے کسی مغربی عقل مند نے اب یہ نعرہ بلند کر دیا ہے کہ انسان کو پھر اپنی ننگی فطرت کی طرف لوٹ جانا چاہئے (بلکہ عملی طور پر مغربی تہذیب تو لوٹ چکی ہے) جب حضرت آدمؑ وحوا اس کرۂ ارض پر آئے تو یقیناً لباس، احساس ضرورت۔احساس حیا اور احساس زینت کے ساتھ آئے۔یعنی وہ نہ صرف جنت سے اپنے اپنے لباس لے کر آئے بلکہ اللہ نے انہیں الہام کیا کہ لباس بنانے کا سامان اور طریقہ کیا ہے۔اور وہ یہاں لباس بنا کر پہننے لگے۔قرآن کریم کی اس آیت کا یہی مطلب ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''ہم نے تمہارے اوپر لباس کو نازل کیا'' اور یہ بھی فرما دیا کہ لباس کا مقصد ستر ڈھانپنا، حفاظت اور زینت ہے۔اسی لئے فرمایا کہ سب سے بہتر لباس ''تقویٰ کا لباس ہے۔تقویٰ کا لباس کیا ہے؟ وہ لباس جس میں تن ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ شرم وحیا کا ہر پہلو نمایاں ہو۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دادا دادی حضرت آدمؑ وحوا کی پوشاک ان تقاضوں کو پورا کرتی تھی ......اور کیوں نہ ہو حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان بھی ہیں اور پہلے نبی بھی جو خلافت ونبوت کا تاج سر پر رکھ کر دنیا میں تشریف لائے۔ یہ تصور بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ پہلے مردوزن وحشی بے شعور بندر تھے۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ وہ مکمل انسان تھے، ملبوس، مہذب، شرم وحیا کے پیکر، صاحب تقویٰ اور ذمہ داریوں کا بارگراں لیکر آئے تھے۔ حضرت آدمؑ کے پاس باقاعدہ شریعت تھی۔ یہاں لباس سے مراد محض تن کی پوشاک نہیں ہے بلکہ شرم وحیا کے ساتھ اوڑھنا استعمال کرنا بھی ہے۔ یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا غذا۔

لباس کے تین بڑے مقاصد بیان کئے گئے ہیں (۱) ستر پوشی (۲) موسم سے حفاظت (۳) ظاہری زیب وزینت...... دین اسلام ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن پر بھی زور دیتا ہے اور وہ ہے ذہنی واخلاقی نفسیاتی جذبہ...... یعنی تقویٰ پرہیزگاری، خوف الٰہی۔ معلوم ہوا کہ لباسِ جسم کے ساتھ ساتھ لباسِ روح بھی ضروری ہے کیونکہ اندر کی روح شیطان کے قبضے میں ہو تو قیمتی سے قیمتی اور جدید سے جدید لباس بھی بیکار ہے۔

لباسِ تقویٰ:- جو لباس شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ جس میں ظاہری نفاست، صفائی اور ستھرائی ہو اور نفاست باطنی بھی موجود ہو۔ جو شخصیت باہر ہو۔ وہی شخصیت بلکہ اس سے زیادہ بہتر شخصیت اس کے اندر ہو۔ اس میں بے شرمی نہ ہو، فضول خرچی نہ ہو، فخر وغرور نہ ہو، کسی کو نیچا دکھانے کا جذبہ نہ ہو۔ نہ تو مرد عورتوں کا لباس پہننے والے ہوں اور نہ عورتیں مردوں کا جیسا لباس پہننے والی ہوں۔

یونی فارم یعنی سرکاری لباس......لباس جو کسی بھی جماعت کو دوسری جماعت اور افراد سے، کسی فوج کو دوسری فوج سے ممتاز ومتعین کردے۔ آج تمام مہذب اور غیر مہذب سوسائٹی میں یہ لازم ہے۔ چینی ایک خاص لباس پہنتے ہیں، افریقیوں کا اپنا لباس ہے یورپین اور امریکی اپنے طرز کا لباس زیب تن کرتے ہیں لیکن اسلام کی سرکاری وردی جغرافیہ، آب وہوا، رسم ورواج اور پیشہ کے تحت نہیں ہے بلکہ اندرونی ذہنیت اور جذبہ یعنی تقویٰ کے تحت ہے ایک مسلم کا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ وہ دور سے پہچانا جائے اور غیر مسلموں سے ممتاز ہو۔ اس لئے غیر مسلموں کی اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو آدمی کسی دوسری قوم کا انداز ومشابہت اختیار کرے گا اس کا انجام اس کے ساتھ ہوگا۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو اچھا ہے وہ لے لو اور جو برا ہے اس کو چھوڑ دو یعنی کسی معاملے میں بھی کسی قوم کی اندھی تقلید اور نقالی جائز نہیں ہے۔ اچھی باتیں اختیار کرنے میں حرج نہیں ہے لیکن اس میں بھی اسلامی روح ہونی چاہیے۔

آپ نے فرمایا ”جو شخص نیا لباس پہننے کے بعد پرانے لباس کو غریبوں اور مسکینوں پر صدقہ کردے تو وہ اپنی حیات وموت کے ہر حال میں اللہ کی پناہ میں آگیا (ابن کثیر عن مسند احمد)

آپ ﷺ نے فرمایا (بحوالہ حضرت فاروق اعظمؓ) مسلم کو چاہئے کہ نیا لباس پہننے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اس ذات پاک کا شکر ہے جس نے مجھے لباس دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کو چھپا کر زینت حاصل کر سکا ہوں۔

ننگا پن اور برہنگی دور جہالت میں عربوں کی خاص چیز تھی اس سلسلہ میں مردوں سے آگے ان کی عورتیں تھیں اس ننگے پن کو وہ اپنے بتوں کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے تھے خاص طور پر حج کے موقع پر اس کا عام مظاہرہ اسی طرح کیا جاتا تھا جس طرح آج بھی یورپ کی سوسائٹی میں کرسمس اور دیگر مواقع پر شراب، کباب اور شباب کا طوفانی مظاہرہ کیا جاتا ہے......شیطان کا حملہ سب سے پہلے لباس تقویٰ پر ہوتا ہے ''شکار'' کی شرم وحیا گھٹنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ لباس پہنتا بھی ہے تو اس کا ''جوہر پردہ'' گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ جس کے لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''قیامت کے قریب عورتیں ایسا لباس پہنیں گی کہ لباس پہن کر بھی وہ اپنے لباس میں ننگی ہی رہیں گی۔ یعنی ان کے جسموں پر کہنے کو لباس ہوگا لیکن ایسا چست اور بھڑک دار کہ جس میں جسم کا ہر عضو انسانوں کو دعوت گناہ دیتا نظر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی لئے حضرت آدم وحوا کی مثال دے کر فرمادیا ہے کہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہمیشہ بے حیائی اور ننگے پن کے راستے سے ایمان اور اعمال صالحہ پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ ان آیات میں اللہ نے لباس کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے یعنی ہر انسان کا لباس اس کی بنیادی ذہنیت کا اظہار اور چلتا پھرتا اشتہار ہے کہ وہ کہاں تک تقویٰ رکھتا ہے اور کہاں اس کے قدم حدود سے باہر نکل رہے ہیں۔

ان آیات میں اس سے بھی ہوشیار کر دیا گیا ہے کہ شیطان اور اس کی ذریات تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن تم ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو۔ شیاطین مادی جسم نہیں رکھتے ہیں بلکہ غیر مرئی ہیں ہوا کی طرح ایک خاص جسم رکھتے ہیں جو انسان کے پانچوں حواس کی گرفت سے باہر ہیں۔ اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ وہ لاشعور اور نیم شعور کے محاذ پر عموماً حملہ کرتے ہیں، وسوسہ، شک، فوری فائدہ کا لالچ، اندھیرا، مزا، موقع، نشہ، اور بہکنے کا مادہ وغیرہ شیطان کے خاص حربے ہیں۔

''بلس اور شطن'' لگ بھگ ایک ہی معنی کے لفظ ہیں۔ ابلیس اور شیطان دونوں لفظ ملے جلے استعمال ہوتے ہیں لیکن قرآن کریم میں ابلیس عام طور پر اس کے لئے مخصوص ہے کہ وہ فرد جس نے حوا اور آدمؑ کو یہ کہہ کر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا ''تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے''

اور شیطان کا لفظ اس کے عمل اور طریقہ عمل کو ظاہر کرتا ہے۔

یہاں ''شیاطین'' فرما کر واضح کر دیا ہے کہ یہ لشکر ہر وقت حملہ کرنے کے لئے اپنے داؤ گھات میں چھپا ہوا اپنا کام کر رہا ہے اور اس کے شکار وہی لوگ ہیں جو ایمان اور عمل صالح سے محروم ہیں ایمان اور گمراہی کا ایک ساتھ جمع ہونا محال ہے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً
قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ
بِالْفَحْشَآءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ
بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹ فَرِيْقًا هَدٰى
وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

وہ لوگ جب بھی کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی پر پایا ہے اور ہمیں اس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کسی کو بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر (وہ جھوٹی باتیں) لگاتے ہو جس کو تم جانتے نہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو مجھے صراط مستقیم کا حکم دیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ تم ہر نماز کے وقت اپنا منہ سیدھا رکھو اور دین کو خالص اللہ کے لئے رکھ کر اسی کو پکارو۔ جس نے تمہیں جس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ اسی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کریگا۔

ایک جماعت ہدایت پر ہے اور ایک گروہ وہ ہے جس پر گمراہی مقرر ہو چکی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا ساتھی بنالیا ہے اور (وہ اپنے گمان میں) سمجھتے یہ ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

فَاحِشَةٌ	بے حیائی کا کام
اَمَرَنَا	اس نے ہمیں حکم دیا ہے
لَا یَاْمُرُ	وہ حکم نہیں دیتا
اَقِیْمُوْا	قائم رکھو
وُجُوْهُكُمْ	(وَجْهٌ) اپنے چہروں کو
اُدْعُوْا	پکارو
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۰

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی ان من گھڑت رسموں اور ننگے ہو کر عبادت کرنے کی فضول رسموں پر گرفت کی ہے جن کو انہوں نے مذہب کا رنگ دے دیا تھا۔

۱) ان کا یہ خیال تھا کہ جن کپڑوں میں ہم گناہ کرتے ہیں ان کو پہن کر بیت اللہ کا طواف کرنا گناہ ہے قریش کے علاوہ سارے کفار برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ ان کی اسی رسم کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ اگر قریش کے لوگ اپنے کپڑے کچھ وقت کے لئے دیدیں تو ان کو پہن کر آنے کو برا سمجھتے تھے۔

۲) جب ان سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ تم اللہ کے گھر میں ننگے ہو کر طواف کیوں کرتے ہو؟ جواب یہ دیتے تھے کہ ہمارے بڑے اور باپ دادا ایسا ہی کرتے تھے جن کو (نعوذ باللہ) اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

۳) طواف کے دوران اور بعد میں یہ رسم پرست لوگ بتوں کو چومتے اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ:

۱) یہ ان کا دعویٰ سراسر جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو بے حیائی، بے شرمی اور بے غیرتی کا حکم نہیں دیتا بلکہ یہ تمام باتیں انہیں اور ان کے باپ دادا کو اسی شیطان نے سکھائی ہیں جس نے اللہ کی نافرمانی کا عہد کیا ہوا ہے۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس بات کو بہت وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رسم پرستوں کے پاس اپنی ہر رسم کی ایک ہی دلیل ہوتی ہے کہ "ہم کچھ نہیں جانتے ہم تو یہ سمجھتے ہیں یہ کام جو ہم کر رہے ہیں اس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح عمل کرتے دیکھا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ بتاؤ اگر تمہارے باپ دادا نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس کے لئے ان کے پاس نہ تو کوئی کتاب ہدایت تھی اور نہ علم کی روشنی اور انہوں نے اپنی جہالت سے کوئی کسی طرح کی رسم ڈال دی ہو تو کیا تم پھر بھی اسی راستے پر چلو گے؟ ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کی پہلے بھی یہی عادت تھی اور آج بھی یہی مزاج ہے کہ وہ ان رسموں پر اس طرح جم جاتے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان کے لئے قرآن وسنت کی ہر دلیل کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ایسی اندھی تقلید اور شخصیت پرستی سے ہی اللہ نے اپنے بندوں کو روکا ہے۔

۲) دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ نے بے حیائی کے کاموں کا نہیں بلکہ اس صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا ہے جس پر چل کر انسان دین و دنیا کی کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

۳) تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ تمہارا رخ بتوں کی طرف نہیں بلکہ اللہ کے گھر میں اللہ ہی کی طرف ہونا چاہئے اور اس کے گھر میں اپنی ہر مشکل کے لئے اسی کو پکارنا چاہئے۔ یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ گھر تو اللہ کا ہو اور اس میں غیر اللہ کو پکارا جائے۔ انسانوں کی ساری مشکلات تو اللہ حل کرنے والا ہو مگر مشکل کشا غیر اللہ کو مانا جائے۔ کفار مکہ کو خاص طور پر اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو عام طور پر حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کو پکاریں اور اسی سے ہر مشکل کا حل مانگیں وہ جس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے اور اس دنیا سے گذرنے کے بعد پھر وہی دوبارہ زندگی دے گا۔

۴) چوتھی بات یہ فرمائی ہے کہ تم ہی میں سے ایک جماعت (صحابہؓ) کو اللہ نے راہ ہدایت نصیب فرما دی ہے لیکن تم ہی میں سے بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جو محض اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کی وجہ سے گمراہی کی دلدل میں پھنس کر رہ گئے ہیں اور انہوں نے شیطان کو اپنا سب کچھ مان لیا ہے، اس کے حکم پر چلتے ہیں اور گمراہی کے باوجود وہ اپنے آپ کو "راہ ہدایت" پر سمجھتے ہیں جو ان کی بہت بڑی بھول ہے۔ درحقیقت راہ ہدایت پر وہ ہیں جنہوں نے دامن مصطفیٰ ﷺ کو تھام کر اللہ کے ہر حکم کی اطاعت کو اپنا دین و ایمان بنا لیا ہے اور وہ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں۔

۱۷۷

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا
تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ
اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ
الْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ
اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

ع ۳ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

اے اولاد آدمؑ! ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔ کھاؤ، پیو اور حد سے آگے نہ بڑھو بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا...... آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کی اس زیب وزینت اور پاکیزہ چیزوں کو کس نے حرام کردیا جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ سب نعمتیں اس نے دنیا کی زندگی میں اہل ایمان کے لئے بنائی ہیں اور آخرت میں خالص ان ہی کے واسطے بنائی گئی ہیں۔ اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے! میرے رب نے تو کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی ہر طرح کی بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ کو، ناحق بغاوت کو اور اللہ کے ساتھ ان چیزوں کے شریک کرنے کو جن کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اللہ پر ایسی باتیں کہنے کو حرام قرار دیا ہے جس کو وہ جانتے نہیں۔ ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

كُلُوْا	کھاؤ
اِشْرَبُوْا	پیو
لَا تُسْرِفُوْا	فضول خرچی نہ کرو
نُفَصِّلُ	ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں
اَلْفَوَاحِشُ	بے حیائی و بے شرمی کے کام
ظَهَرَ مِنْهَا	جو ان میں سے کھلی ہوئی ہیں
بَطَنَ	جو چھپی ہوئی ہیں
اَلْاِثْمُ	گناہ
اَلْبَغْىُ	زیادتی
لَمْ يُنَزِّلْ	نہیں اتارا
سُلْطَانٌ	دلیل ۔ سند
اَجَلٌ	مقرر وقت ۔ موت
لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ	پیچھے نہ ہٹ سکیں گے
سَاعَةٌ	ایک گھڑی
لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ	آگے نہ بڑھ سکیں گے

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

ان آیات میں چھ بنیادی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

۱) عبادت اور زیب و زینت، عبادت اور اچھا کھانا پینا...... ان کا اجتماع...... یہ دین اسلام کی تعلیمات کا فیض ہے...... بدھ، جین، ہندو، پارسی، اور کنفیوشس مذاہب میں رہبانیت ہی رہبانیت ہے۔ عیسائیت اور یہودیت میں عبادت کم اور کھانا، پینا شراب و کباب اور شباب وعیش وعشرت زیادہ ہے۔ جیسے کرسمس اور ایسٹر کی تقریبات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ دین اسلام ہی ہے جو عام زندگی میں ننگے رہنے کو منع کرتا ہے، گرد آلود سر اور گندے جسم کا شدید مخالف ہے جو خواہ مخواہ فاقہ زدگی، بیمار شکل، کمزوری اور تلاش ہمدردی کو ذہنی تباہی سمجھتا ہے جو نہانے دھونے، صفائی ستھرائی، اور سلیقہ مندی، خوشبو، صاف

ٹوپی یا عمامہ، صاف جوتے، ناخن کٹے ہوئے، داڑھی کنگھی کی ہوئی، مونچھ صاف ورنہ باسلیقہ، ناک آنکھ، کان، اور ہاتھ پیر صاف بلکہ طاہر و پاکیزہ۔ ان چیزوں پر اتنا زور دیتا ہے کہ وہ بھی عبادت کا لازمی حصہ ہیں

یہ سڑکوں، پہاڑوں، جنگلوں اور ساحلوں اور مزاروں پر ننگ دھڑنگ میلے کچیلے بدبودار، بدقماش بے کار، مجرد مفلس اور مست ملنگ فقیر درویش بے علم بے عقل، کھوئے ہوئے بدحواس بے قیمت، بے قدر تیاگی اور جوگی ملتے ہیں۔ یہ ہرگز ہرگز اسلام کے نمائندے نہیں ہیں۔ اسلام کے نمائندے تو وہ لوگ ہیں جو حسن ظاہر اور حسن باطن کو لازم وملزوم بنائے ہوئے ہیں۔ جنکی شخصیت میں اتنی کشش اور جاذبیت ہے کہ دور و نزدیک سے لوگ گرویدہ ہو کر آتے ہیں اور ان کے اردگرد جمع رہتے ہیں جن سے وہ تبلیغ دین کا کام لیتے ہیں۔

۲) عبادت...... مسلم کی زندگی چوبیس گھنٹے اور بارہ ماہ عبادت ہی عبادت ہے، صرف پانچ وقت کی نمازوں ہی کو دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک مسلم کو خلوت سے نکل کر جلوت میں آنا ہے وہ نہ صرف ہر وقت پاک، طاہر اور خاص اوقات میں باوضو رہنے پر مجبور ہے بلکہ سلیقہ شعار، پسندیدہ اطوار، ملبوس اور مزین رہنے پر بھی مجبور ہے۔ وہ خوب سیرت ہی نہیں بلکہ خوب صورت بھی ہوتا ہے۔ خوش کلام بھی، خوش مزاج بھی ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے رات اور دن کو دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ رات کو سر کا تیل، کنگھا آئینہ، خوشبو اور مسواک اپنے قریب رکھتے تھے...... آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسنؓ جب اللہ سے ملنے کو (نماز کیلئے) جاتے تو اپنا بہترین لباس پہن کر جاتے تھے، وہ اسی آیت ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ'' کو اور اس مبارک حدیث ''اِنَّ اللهَ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ'' کو پیش کیا کرتے تھے۔ مردوں کے لئے سر کی ٹوپی یا عمامہ اور عورتوں کے لئے ڈوپٹہ اور چادر (جس سے ان کا سارا جسم چھپ جائے) یہ بھی زیب و زینت ہے۔ یہ چیزیں انسان کو گرد وغبار سے بچاتی ہیں، حسن اور وقار کو بڑھاتی ہیں۔

۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''کھاؤ، پیو، مگر حد سے آگے نہ بڑھو'' کیونکہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام توازن اور تناسب کا دین ہے کمی یا زیادتی دونوں ناپسندیدہ ہیں...... اگرچہ حد سے آگے نہ بڑھنے کا حکم کھانے پینے (پہننے، اوڑھنے، مکان بنانے، اور سامان پھیلانے) کے سلسلے میں آیا ہے۔ لیکن اس میں عبادت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس میں بھی اعتدال اور توازن کا خیال رکھا جائے نہ تو اتنی عبادت وریاضت کی جائے کہ چہرہ اور جسم اپنی طاقت اور رونق ہی کھو بیٹھیں اور نہ کھانے پینے اور عیش وعشرت میں اس قدر مست ہو جائے کہ عبادتوں ہی سے غفلت اور سستی شروع ہو جائے۔ روح اور جسم دونوں کا خیال کر کے چلنا ہی اعتدال ہے۔

قرآن کریم نے جہاں کنجوسی کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے وہیں فضول خرچی اور اڑاؤ، لٹاؤ، کی بھی سخت مذمت کی ہے۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو اس شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے جو اللہ کا نافرمان ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہے کہ زیادہ کھانے پینے سے بچو، اس سے جسم بھدا ہو جاتا ہے بیماریاں آتی ہیں۔ عمل میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

اسراف اور فضول خرچی صرف کھانے پینے، اوڑھنے اور سامان عیش و عشرت ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر محاذ پر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو بھی اسراف میں داخل کیا ہے کہ ''جب بھی کسی چیز کو جی چاہے تو اس کو ہر حال میں پورا کیا جائے''۔

تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری میں ایک واقعہ درج ہے کہ:

خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں ایک نصرانی حکیم رہتا تھا، اس نے ایک عالم علی بن حسین بن واقدی سے اعتراض کے طور پر کہا کہ تمہاری کتاب قرآن مجید میں طب سے متعلق کوئی بات نہیں آئی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ قرآن کریم نے علاج سے زیادہ اہم احتیاط اور پرہیز کو قرار دیا ہے۔ تمام طب اور حکمت کو تین لفظوں میں سمو دیا ہے۔ '' کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا '' کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو نصرانی حکیم مان گیا۔ کہنے لگا کہ یہ تو ٹھیک ہے لیکن حدیث رسول ﷺ میں طب کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا...... انہوں نے جواب کے طور پر نبی کریم ﷺ کے تین ارشادات نقل کئے جن کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) معدہ بیماریوں کا گھر ہے (۲) نقصان دینے والی چیزوں سے پرہیز کرو (۳) ہر بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہو (بشرطیکہ حرام نہ ہو)

نصرانی حکیم نے ان ارشادات کے سامنے اپنی گردن جھکا دی اور مان گیا۔

قرآن وحدیث نے جو حلال وحرام کی پابندیاں لگا دی ہیں ان کا خاص تعلق انسان کی صحت سے بھی ہے اور مزاج سے بھی...... حرام چیزوں کی ایک طویل فہرست دے دی ہے بقیہ چیزوں کو حلال قرار دے دیا ہے۔

آگے چل کر فرمایا گیا کہ...... اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ زیب وزینت کی جن چیزوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے ان کو کس نے حرام کر دیا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو اپنے بندوں ہی کے لئے بنایا ہے...... اور جب اللہ نے کسی چیز کو حلال قرار دے دیا ہے تو اب کسی کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کو حرام قرار دے دے۔

مشرکین اور کفار کا یہ گھمنڈ کہ ہم اللہ کے محبوب بندے ہیں اسی لئے تو دنیا کی ساری چیزیں ہمارے قدموں کے نیچے ہیں اور مسلمان اس سے محروم ہیں۔ قرآن کریم کی اگلی آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

فرمایا کہ دنیا کی یہ نعمتیں جو تمام دنیا والوں کو بلا تفریق اور بلا حساب مل رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی رزاقیت اور رحمانیت سے یہی پالیسی طے کی ہوئی ہے لیکن قیامت میں فیصلہ ہونے کے بعد یہ چیزیں اہل دوزخ کو نہ مل سکیں گی۔ ان کی قسمت میں تو جہنم کی آگ اور شجر زقوم ہوگا۔ دنیا کی اور آخرت کی تمام نعمتیں صرف اور صرف اہل ایمان کے لئے مخصوص ہونگی۔

۵) اوپر حرام کاموں کی جو فہرست دی گئی ہے ان میں صرف ایک ہی لفظ ''اِثْم'' یعنی گناہ...... اپنی لپیٹ میں ہر غلط اور گناہ کی چیز کو رکھتا ہے۔ اس میں بے حیائی بغاوت، شرک تہمت سب شامل ہیں...... حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر غلط کام خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کا نقطہ آغاز یہی ''گناہ'' ہے۔

بڑے سے بڑا جرم، بڑی سے بڑی شخصی، گروہی یا قومی عادت وخصلت، بڑے سے بڑا ظلم، فتنہ وفساد سب کی ابتداء میں ایک ناقابل التفات حقیر ترین نقطہ ہے۔ اور وہ نقطہ سیاہ ہے (گناہ)...... ایک بیج ہے جو تناور درخت بن جانے کی صلاحیت رکھتا

ہے۔اور یہ ابتدائی ''نقطہ سیاہ'' شعور سے زیادہ لاشعور میں جنم لیتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ یہ کفار و مشرکین کھانے پینے اور پہننے میں تارک الدنیا بنے ہوئے ہیں اور اپنے جسم کو عذاب در عذاب کے مستحق بنا رہے ہیں۔ بڑے سے بڑا گناہ دل کھول کر کیا کرتے ہیں اور کسی حد پر نہیں ٹھرتے...... ظاہر اور پوشیدہ دونوں طرح کی بے حیائی اور بدکاری انکی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے...... ہر طرح کا چھوٹا بڑا گناہ ظلم، چوری، ڈکیتی، دھوکہ، غصب، خیانت، مار دھاڑ اور قتل سب ان کے خمیر میں داخل ہے بلکہ انتہا تو یہ ہے کہ اگر کہیں حق کا نظام قائم ہو رہا ہے یا ہو گیا ہے تو اس کے خلاف سازشوں کے جال پھیلانے اور بغاوت سے باز نہیں آتے۔ انہوں نے اس کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے جس میں اللہ کا نام تو محض تکلف یا سجاوٹ کے لئے ہے اصل میں معبود تو خود ان کا اپنا نفس ہے۔ تجارت کے لئے یا الزام ڈالنے کے لئے چند خیالی یا اصلی پیکر تراش لئے ہیں...... اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ان فرضی معبودوں کے نام کچھ کہانیاں، کچھ اقوال اور کچھ کتابیں تصنیف کرا دی ہیں اور سارا الزام اللہ پر لگاتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہمیں اللہ نے دیا ہے۔

۶) آخر میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ اے اہل مکہ جس طاقت اور دولت کے بھروسے پر تم ناز کر رہے ہو اور ڈھیٹ بن کر گناہ پر گناہ کیے جا رہے ہو وہ دولت اور طاقت چند روزہ ہے۔ ایک خاص وقت معین تک کے لئے ہے، اور جب وہ معین وقت آ جائے گا تو پھر ایک لمحہ کی بھی مزید مہلت نہیں ملے گی۔ یہ اصول ہر فرد کے ساتھ بھی ہے اور ہر قوم کے ساتھ بھی۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا

يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ

اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ

يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
فِی النَّارِؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَاؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا
جَمِیْعًاۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ
عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۳۸
وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۳۹ ع ۴ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

(یہ بات شروع میں ہی بتا دی گئی تھی کہ) اے اولاد آدمؑ! جب ہمارے رسول جو تم میں ہی سے ہوں گے تمہارے پاس میری آیتیں لے کر آئیں گے اس کے بعد جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کر لی، ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور سرکشی کریں گے تو وہ دوزخ والے ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ ایسے لوگ (اپنی تقدیر کا) لکھا ہوا پا لیں گے۔ یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کی جان نکالنے کے لئے آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو تم پکارتے تھے وہ کہاں ہیں؟...... وہ کہیں گے کہ وہ سب تو ہم سے گم ہو گئے ہیں اور اس طرح وہ اپنے کفر پر خود ہی گواہ بن جائیں گے۔ (اللہ کی طرف سے انہیں) کہا جائے گا کہ تم بھی ان ہی جنوں اور انسانوں کی طرح جہنم میں جاؤ جس طرح وہ گئے ہیں۔ (اس کے بعد) جب بھی کوئی جماعت جہنم میں داخل ہوگی تو وہ دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی۔ جب سب جماعتیں جمع ہو جائیں گی تو بعد والی جماعت اپنے پہلوں کے متعلق کہے گی کہ اے ہمارے رب یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بھٹکا دیا تھا۔ اے رب ان کو جہنم کا دوگنا عذاب دیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے دگنا عذاب ہے لیکن تم جانتے نہیں۔ پہلی جماعت

دوسری جماعت سے کہے گی کہ تمہیں ہمارے اوپر کون سی بڑائی حاصل ہے (جس پر تم فخر کر رہے ہو) تم اپنے کیے ہوئے اعمال کا عذاب چکھو جو تم کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

یَاْتِیَنَّکُمْ	تمہارے پاس آئیں
یَنَالُ	پہنچے گا۔ ملے گا
نَصِیْبٌ	حصہ
یَتَوَفَّوْنَ	موت دیں گے۔ جان نکالیں گے
تَدْعُوْنَ	تم پکارتے ہو
ضَلُّوْا عَنَّا	ہم سے غائب ہو گئے۔ گم ہو گئے
شَهِدُوْا	وہ گواہ بن گئے
اُمَمٌ	امتیں۔ جماعتیں
خَلَتْ	گزر گئی۔ (گزر گئیں)
لَعَنَتْ	لعنت کی۔ (لعنت کریں گے)
اُخْتَهَا	اپنے ساتھی کو
اِدَّارَکُوْا	مل جائیں گے
ضِعْفٌ	دوگنا
فَضْلٌ	بڑائی
تَکْسِبُوْنَ	تم کماتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

کفار اور مشرکین کو آگاہ کرنے کے لئے ان آیات میں چار بڑی حقیقتوں کو پیش کیا جا رہا ہے ان حقیقتوں کا تعلق اس دنیا کی زندگی سے بھی ہے اور اس کے بعد آنے والی آخرت کی زندگی سے بھی ہے۔

۱) اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی روحوں سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ تمہارا رب اللہ اور صرف اللہ ہے۔ وہی ذات ہے جو ہر طرح واجب الاطاعت ہے۔ تمام روحوں نے اللہ کی اسی ربوبیت کو تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ ''جی ہاں آپ ہی ہمارے رب ہیں'' اس عہد اور وعدہ کو ''عہد الست'' کہا جاتا ہے۔ اسی وعدہ کی یاددھانی کے لئے اللہ نے ہر دور اور ہر علاقے میں اپنے پاکباز بندوں کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا تاکہ وہ انسانی روحوں کے اس وعدے کو یاد دلادیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے اپنی روحانی کیفیات کو اپنے اندر جھانک کر دیکھا انہوں نے نبیوں اور رسولوں کی تعلیم کو قبول کر لیا اور جو لوگ دنیا کی غفلت اور دنیا کی طلب میں دھنسے رہے انہوں نے انبیاء کی تعلیمات کو مذاق محسوس کیا اور صاف انکار کر دیا...... حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں بھیجے گئے تو سب سے پہلے انہوں نے اس پیغام الٰہی اور شریعت الٰہی کو اپنی اولاد کے سامنے پیش کیا اور بتایا کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اسی کا وعدہ تمہاری فطرت میں رکھ دیا گیا ہے اس کے بعد اللہ کے نبی اور رسول تشریف لاتے رہے اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو اس روحانی وعدے اور کفر و شرک سے توبہ کرنے کی طرف متوجہ فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا آخری نبی اور رسول بنا کر ایک ایسی شریعت عطا فرمائی جو قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔ آپ کے بعد اب رسالت و نبوت کا دروازہ کچھ اس طرح بند کر دیا گیا ہے کہ آپ کے بعد ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نہ صرف جھوٹا ہے بلکہ وہ اور اس کے ماننے والے بھی اللہ کی ابدی لعنت کے مستحق ہیں۔ اب نہ تو کوئی ظلی، بروزی نبی ہوگا، نہ کوئی وحی کا سلسلہ ہوگا اور آپ کی امت کے بعد نہ کوئی اور امت ہوگی یہی نبوت، کتاب اور یہی امت قیامت تک رہے گی۔

۲) جب کفار اور مشرکین کے مرنے کا وقت آئے گا تو اس وقت موت کے فرشتے ان سے پوچھیں گے بتاؤ وہ بت اور وہ ہستیاں آج کہاں ہیں جن پر تمہیں بڑا بھروسہ تھا اور تم نے انہیں اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ اس وقت اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے کیوں نہیں آئے؟۔ کفار اور مشرکین بڑی حسرت سے کہیں گے کہ وہ معبود تو آج موجود نہیں ہیں وہ ہم سے نجانے کہاں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ انہیں آج اس بات کا پوری طرح احساس ہوگا کہ واقعی وہ شدید غلطی پر تھے اور وہ جن کو اپنا معبود، کارساز اور مشکل کشا مانتے رہے تھے وہ آج ان سے گم ہو چکے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے کفر پر خود ہی گواہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ ان سب کو جہنم میں جھونک دیا جائے اور اس طرح یہ کفار اور مشرکین اپنے برے انجام کو پہنچ جائیں گے۔

۳) جب ایک نسل کے لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے تو وہ چیخ چیخ کر کہیں گے کہ ہم تو اپنے باپ دادا اور بزرگوں کے اندھے مقلد بنے رہے۔ ہم نے بت پرستی اور شرک کے کام ان سے سیکھے جو ہم سے پہلے تھے وہ اپنے گناہوں کا ذمہ دار اپنی پچھلی نسل اور اسکے بڑوں کو قرار دیں گے اور وہ اللہ سے درخواست کریں گے کہ اے اللہ بے شک ہم مجرم ہیں مگر ہمارے جرم اور گناہوں کا سبب یہ تھا کہ ہم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے ہمیں سیدھے راستے پر چلنے کے بجائے گمراہی کے راستے پر چلایا۔ بے شک ہم مجرم ہیں لیکن وہ ہم سے بڑے مجرم ہیں جو ہزاروں تجربات اور علم کے باوجود ہمیں گمراہی اور کفر و شرک سے نہ

بچا سکے۔ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب دیا جائے۔

پہلے والی نسل کے لوگ جواب میں فریاد کریں گے کہ اگر ہم نے تمہیں غلط راستے پر لگایا تھا تو تم کیوں لگ گئے۔تم نے اپنی عقل کو استعمال کیوں نہ کیا۔تمہارے زمانہ میں جو نبی تھا یا اس کی تعلیمات تھیں تم نے اس سے راہ ہدایت کیوں حاصل نہ کی۔تم ہمارے بہکانے سے کیوں بہک گئے۔ہم نے اگر تمہیں بہکایا تو تم نے بھی تو اپنے سے بعد آنے والی نسلوں کو بہکانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے کہ تم دونوں ہی اس جرم میں برابر کے شریک ہو......تم دونوں کو یکساں عذاب دیا جائے گا۔

۴) اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے جو ارشادات نقل کیے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وہ قتل جو "قتل ناحق" ہے اس کی جتنی سزا قاتل کیلئے ہے اس کا اتنا ہی گناہ حضرت آدمؑ کے بیٹے قابیل کے نامہ اعمال میں بھی لکھ دیا جاتا ہے۔جس نے قتل انسانی کی بنیاد رکھی ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی ایسا کام کیا جس سے کوئی گمراہ ہوگیا یا کوئی نسل گمراہ ہوگئی تو اس شخص پر جس نے ابتدا کی ہے اس پر اس گناہ کی پوری ذمہ داری ہے بعد میں آنے والے جو لوگ بھی اس راستے پر چلیں گے وہ بھی گناہ گار ہوں گے اور جس نے اس کی ابتدا کی ہے اس کے نامہ اعمال میں بھی وہ گناہ لکھ دیا جائے گا اس کے برخلاف اگر کسی نے کوئی نیکی کا کام کیا اور بعد میں آنے والے لوگ اس کے بہتر اور نیک راستے پر چلے تو جتنا ثواب کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی ثواب اس کی ابتداء کرنے والے کے نامہ اعمال میں بھی لکھ دیا جائے گا جیسے کسی نے کوئی مسجد تعمیر کی یا کوئی ایسی عمارت بنائی جس سے لوگ فائدہ حاصل کریں تو یہ چیزیں صدقہ جاریہ ہو جائیں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان جو بھی کام کرتا ہے وہ اس بات پر ضرور غور کرلے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس سے کوئی ایسی خطا سرزد ہو رہی ہو جس سے دوسروں کے صراط مستقیم سے بھٹکنے کا اندیشہ ہو۔

مثال کے طور پر رشوت کو لے لیجئے۔رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔کسی کا حق مارا گیا،ظلم ہوا،بے انصافی ہوئی،بری راہ قائم ہوئی......یہ جرم یہیں تک نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات بہت دور تک پہنچتے ہیں مثلاً یہ گناہ افراد سے بڑھ کر معاشرے میں،ملکی اقتصادیات اور انتظامات کے ڈھانچے کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔لوگوں نے رشوت لینا دینا سیکھا۔انصاف اور حق کا سوال ختم ہوا۔اب بے ایمانی فراڈ،غبن،ظلم،حرام خوری وغیرہ کے شخصی اور قومی دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔بدانتظامی شروع ہو جائے گی اور ان سب کے اثرات آنے والی نسلوں تک پہنچ کر رہیں گے۔جس سے بدانتظامی پھیلتی چلی جائے گی اور آنے والی نسلوں کو یہ میراث کے طور پر ملے گی۔اب فرض کیجئے ایک شخص نے رشوت کے اس دروازے کو کھولا تو اس کے اثرات ملک گیر بلکہ عالم گیر سطح تک پہنچ جائیں گے کیا اللہ کا انصاف اسکو چھوڑ دے گا۔جس نسل نے تبلیغ و تنظیم اور جہاد سے منہ

پھیرلیا اور حکومت کے انتظامات بے ایمانوں، چوروں، ڈاکوؤں اور راشیوں کے حوالے کردیئے گئے کیا وہ نسل غلط باتوں کو اختیار کرنے کے جرم میں اللہ کے ہاں پکڑی نہ جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ہر اٹھا ہوا قدم اس کائنات میں اپنے اثرات مرتب کرتا چلا جاتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُم مِّن جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِن فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن
تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ
وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۳

بے شک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے مقابلے میں تکبر کیا، ان کے لئے اس وقت تک نہ تو جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ جب تک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گذر جائے اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

ان کے لئے جہنم (کی آگ) کا بچھونا ہوگا اور (وہی آگ ان کا) اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ”ہم کسی پر اس کی ہمت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے ایسے لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار اور کدورت ہوگی اس کو نکال کر (ایسی جنتوں میں داخل کریں گے) جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی......اور وہ کہیں گے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں راہ ہدایت عطا کی۔اگر وہ ہمیں راہ ہدایت نہ دکھاتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔واقعی ہمارے رب کے جو رسول آئے تھے وہ حق لے کر آئے تھے۔اس وقت ندا آئے گی کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو یہ تمہارے اعمال کے بدلے میں تمہیں دی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۳

لَا تُفَتَّحُ	کھولے نہیں جائیں گے
اَبْوَابُ السَّمَآءِ	آسمان کے دروازے
لَا يَدْخُلُوْنَ	داخل نہ ہوں گے
حَتّٰى يَلِجَ	جب تک داخل نہ ہو جائے
اَلْجَمَلُ	اونٹ
فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ	سوئی کے ناکے میں
مِهَادٌ	آرام کی جگہ۔بچھونا
غَوَاشٌ	اوڑھنے کی چیز
نَزَعْنَا	ہم نے کھینچ لیا۔ہم کھینچ لیں گے
غِلٌّ	کینہ۔بغض
نُوْدُوْا	آواز دی (جائے گی)
اُوْرِثْتُمُوْهَا	جس کے تم مالک بنائے گئے

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۳

ان آیتوں میں اہل جنت اور اہل دوزخ کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اللہ کی آیتوں کو قول اور عمل سے جھٹلانا اور آیات کو پیش کرنے والے انبیاء کرامؑ کے مقابلے میں اپنے نظریات، خیالات اور رسموں کو باعظمت سمجھتے ہوئے تکبر کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے لوگوں کو جنت کی ہوا تک نہ پہنچے گی۔ فرمایا کہ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ سوئی کے بہت باریک اور چھوٹے ناکے سے اونٹ جیسا بڑا جانور گذر جائے اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے، تکبر کرے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے...... فرمایا گیا کہ ایسے لوگ نہ تو جنت میں داخل ہوں گے اور نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کی آیتوں سے گردن پھیرنے والے اور اپنی خود عقلی کا رعب بگھارنے والے ان کی دعائیں اور ان کے اعمال دونوں آسمان دنیا کے دروازے پر روک دیئے جائیں گے اور ان کو بارگاہ الٰہی تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں نبی مکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

ایک صالح مومن بندے کی موت کا جب وقت آتا ہے تو حضرت عزرائیلؑ کے ساتھ حسین وجمیل فرشتے اس کے پاس آتے ہیں جنت کا کفن اور خوشبو ان کے ساتھ ہوتا ہے حضرت عزرائیلؑ کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ باہر نکل۔ تو اللہ سے خوش رہا اور اللہ تجھ سے خوش رہا چل اللہ کی جنت کی طرف۔ وہ روح خوشی خوشی باہر نکل آتی ہے۔ فرشتے نہایت عزت واحترام سے اس روح کو آسمان کی طرف لے کر پرواز کر جاتے ہیں۔

اس کے اعزاز میں ساتوں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ روح عرش الٰہی تک پہنچائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ جاؤ اس کی روح اور اس کے اعمال کو علّیّین میں پہنچا دو۔ پھر وہ روح عزت وتکریم کے ساتھ واپس اس کی قبر میں پہنچا دی جاتی ہے۔ اس کو جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے جنت کی ایک کھڑکی اس کی قبر میں کھول دی جاتی ہے اس کے نیک اعمال حسین صورت میں اس کی رفاقت کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف جب کافرو مشرک اور سرکش مرنے لگتا ہے تو بہت ہی خوفناک شکل کے فرشتے آتے ہیں پھر ملک الموت اس کی روح بہت تکلیف سے کھینچ کھینچ کر باہر نکالتے ہیں۔ اس میں اتنی سخت بدبو ہوتی ہے کہ ایک مردار جانور میں بھی اتنی بدبو نہیں ہوتی پھر فرشتے اس کی روح لے کر آسمانوں کی طرف چلتے ہیں۔ سب سے پہلے دروازے کو کھولنے کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ حکم ہوتا ہے کہ اس کی روح اور اعمال کو "سجین" میں پہنچا دو۔ پھر اس کی روح کو پٹک کر اس کے دفن ہونے کی جگہ پہنچا دیا جاتا ہے فرشتے اس سے سوالات کرتے ہیں تو وہ حسرت وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا کہ مجھے نہیں معلوم۔ پھر اسکو جہنم کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اس کے دفن ہونے کی جگہ جہنم کی کھڑکی کو کھول دیا جاتا ہے، قبر تنگ کر دی جاتی ہے (اللہ

ہم سب کو اس برے انجام سے محفوظ فرمائے آمین) اسی بات کو قرآن کریم میں مجرمین کی سزا قرار دیا گیا ہے یعنی جنت اور اس کی راحت سے محرومی آیت نمبر ۴۱ میں ظالموں کی سزا کی طرف اشارہ ہے یعنی عذاب جہنم کی طرف۔ آیت نمبر ۴۲ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والے مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے فرمایا کہ ایمان اور عمل صالح رکھنے والوں کو جنت کی ایسی راحتیں عطا کی جائیں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں اور قرآن کریم کی دوسری بہت سی آیات میں ایمان غیر مشروط ہے یعنی ایمان کبھی جزوی نہیں ہوتا ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ اس میں اللہ پر اور اس کی وحدانیت پر بھی ایمان شامل ہوتا ہے۔ رسول اور اس کی رسالت پر بھی۔ قرآن پر بھی، تمام رسولوں اور ان کی کتابوں پر بھی حیات بعد الموت پر بھی، حشر ونشر اور جنت وجہنم پر بھی۔ تقدیر پر بھی۔ ان تمام چیزوں پر کلی ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ کی اور رسول ﷺ کی چند باتیں مان لیں اور ان پر عمل کر لیا اور چند باتیں تسلیم نہ کیں اور اپنی مرضی سے کچھ اعمال سرانجام دے لئے۔

اعمال صالحہ:- درحقیقت کوئی عمل صالح اس وقت تک عمل صالح نہیں ہے جب تک اس کے پیچھے قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کی سند موجود نہ ہو۔ ہر وہ عمل، عمل صالح ہے جو رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر کیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کا نقش قدم نہ ہو تو پھر صحابہ کرامؓ کی پیروی میں پورے جذبے اور خلوص سے عمل کیا جائے تو وہ عمل صالح کہلائے گا۔ عمل صالح کسی ایک عمل یا چند مخصوص اعمال کر لینے کا نام نہیں ہے بلکہ ہر عمل میں اللہ اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کو بنیاد بنا کر سرانجام دینا عمل صالح ہے۔

فرمایا کہ ''ہم کسی کو اس کی ہمت وطاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتے'' قرآن کریم میں اس کو کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان جہاں ہمت وطاقت سے پہاڑوں کو بھی رائی بنا دیتا ہے۔ بحر وبر پر حکمرانی کرتا ہے وہیں اس میں بشری کمزوریاں بھی ہیں فرمایا کہ ہمیں انسان کی ان کمزوریوں کا پوری طرح اندازہ ہے اسی لئے جو بھی احکامات دیئے گئے ہیں ان میں بشری کمزوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

فرمایا کہ ''اہل جنت کے دل کی کدورتیں اور رنجشیں دور کر دی جائیں گی''۔ مراد یہ ہے کہ نیک لوگوں کے دلوں میں کبھی کبھی اختلافات اور رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن جب وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے تو ان کے دلوں سے کدورتوں، اختلافات اور رنجشوں کو دور کر دیا جائے گا۔

صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ مومنین جب پل صراط سے گذر کر جنت کی طرف چلیں گے تو جنت میں داخلے سے پہلے انہیں ایک مقام پر روک لیا جائے گا تاکہ اگر کوئی ظلم وزیادتی یا حق تلفی کی گئی ہو یا کینہ وحسد وغیرہ کسی کے خلاف سرزد ہوا ہو تو وہ آپس میں اپنے دل صاف کر لیں۔

جنت میں پہنچ کر وہ اللہ کا احسان مانیں گے۔ اس کا شکر ادا کریں گے اس کی حمد وثنا کریں گے۔ اس کے بعد اللہ کی طرف

سے ایک ندا آئے گی کہ یہ جنت تمہیں عارضی اور وقتی طور پر نہیں دی گئی ہے۔ یہ جنت تمہارے نیک اعمال کے بدلے میں مستقل ٹھکانے کے طور پر دیدی گئی ہے اب تم ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں رہو گے۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا
رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ
مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ
وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا
تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا
يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ
تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹

جنت والے جہنم والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے حاصل کر لیا۔ کیا تم نے بھی وہ سب کچھ برحق پا لیا جس کا تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟ وہ (حسرت زدہ ہو کر) کہیں گے ''ہاں'' ...... پھر اس کے بعد ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ آج

ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے جنہوں نے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا اور جن کا کام اس (دین) میں ٹیڑھ تلاش کرنا اور آخرت کا انکار کرنا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جائے گا...... بلندی پر کچھ لوگ ہوں گے وہ ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچان لیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو...... یہ بلندیوں والے جنت میں تو ابھی داخل نہیں ہوئے ہوں گے مگر اس کی خواہش رکھتے ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں جہنم والوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کیجئے گا...... اور اعراف والے کچھ لوگوں کو ان کی نشانیوں سے پہچان کر کہیں گے کہ آج کے دن تمہیں تمہاری جماعت اور وہ تمہارا تکبر جو تم کیا کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا۔ اور کیا جنت والے وہی لوگ نہیں ہیں جن کے متعلق تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ تو اپنی رحمت میں سے (ان لوگوں کو) کچھ بھی نہ دے گا (آج ان کے لئے کہا گیا ہے کہ) تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جہاں تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تم رنجیدہ ہوگے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹

وَجَدْنَا	ہم نے پالیا
وَعَدَنَا	ہم سے وعدہ کیا تھا
حَقٌّ	سچ۔ سچا
وَجَدْتُّمْ	تم نے پایا
نَعَمْ	جی ہاں
مُؤَذِّنٌ	پکارنے والا۔ اعلان کرنے والا
يَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
عِوَجٌ	ٹیڑھاپن۔ کجی
حِجَابٌ	پردہ

اَلْاَعْرَافُ	ٹیلے۔ پردے
یَطْمَعُوْنَ	وہ امید رکھتے ہیں
صُرِفَتْ	پھیر دی گئی۔ (پھیر دی جائیں گی)
لَا تَجْعَلْنَا	تو نہ بنا ہمیں
یَعْرِفُوْنَ	وہ پہچان لیں گے
سِیْمَا	پیشانیاں۔ نشانیاں

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۹

ان آیات میں تین جماعتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے (۱) اہل جنت (۲) اہل جہنم (۳) جنت اور جہنم کے درمیان کسی اونچے مقام پر جنت میں جانے کی تمنا لئے ہوئے۔

جنت اور جہنم کتنی بڑی ہوں گی اور ان کے درمیان طویل ترین فاصلے کتنے ہوں گے ان کا تصور اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن وہاں کے طبعی قوانین یہاں کے طبعی قوانین سے بہت مختلف ہوں گے۔ بصارت اور سماعت دونوں بہت تیز ہوں گی یہاں تک کہ یہ تینوں گروہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی سکیں گے اور آپس میں باتیں اور تبصرے بھی کریں گے۔ یہ باتیں شاید آج سے ایک سو سال پہلے والے لوگوں کے لئے تعجب کی بات ہوگی لیکن آج موجودہ سائنس نے ہمیں آنکھوں سے دکھا دیا ہے۔ ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ ٹیلی ویژن پر کئی کئی ملکوں میں بیٹھے ہوئے لوگ آپس میں گفتگو اور تبصرے کرتے ہیں۔ اور اس کو کروڑوں انسان سنتے ہیں۔ آج یہ حال ہے نجانے آج سے پچاس سال بعد یہ ترقیات کہاں تک پہنچ جائیں گی اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ بہر حال جنتی، جہنمی اور اعراف والے ایک دوسرے سے باتیں کریں گے۔

ان آیات میں مکہ کے کفار اور مشرکین کے دلوں میں زیادہ اثر ڈالنے کے لئے قیامت کے دن جو کچھ ہوگا اس کے ایک حصہ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ دیکھنا سننے سے زیادہ تاثیر رکھتا ہے خواہ تصور کی آنکھ سے ہو۔

اہل جنت خوشی سے بے قرار ہو کر پکار اٹھیں گے کہ ہم لوگوں سے اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے جو وعدے کئے تھے وہ اس نے پورے کر دکھائے...... وہ جہنم والوں سے پوچھیں گے کہ اللہ نے تمہیں بھی جہنم کے برے انجام سے آگاہ کر کے وعدہ کیا تھا...... کیا وہ سب کچھ تمہارے ساتھ ہو کر رہا؟ وہ حسرت وافسوس کے ساتھ کہیں گے کہ بے شک وہی ہوا جیسا کہا گیا تھا...... پھر اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو صراط مستقیم سے روکا کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر اعتراض کی

گنجائش تلاش کیا کرتے تھے تاکہ خود کو بھی فریب دے کر بھٹکتے رہیں اور دوسروں کو بھی بہکائیں۔ یہی وہ لوگ تھے جو حیات بعد الموت کے منکر تھے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ آج ایسے لوگوں کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا اور جنت اور جہنم والوں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا جائے گا۔

کچھ لوگ وہ بھی ہوں گے جو جنت اور جہنم کے درمیان اونچے ٹیلوں پر جمع ہوں گے اور جنت کے امیدوار ہوں گے ان ہی لوگوں کو اصحاب الاعراف کہا جاتا ہے۔ یہ اصحاب الاعراف وہ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اہل جنت کو پہچان کر ان کو سلام کریں گے اور ان پر سلامتی بھیجیں گے دوسری طرف وہ اہل جہنم کو دیکھ کر چلا اٹھیں گے اور رب العالمین سے فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں ان ظالموں میں شامل نہ فرمایئے گا۔

دوزخ میں چند بڑے بڑے لوگوں، حکمرانوں اور دولت مندوں کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ آج تم اللہ کے سامنے خالی ہاتھ کھڑے ہو وہ تمہاری فوجیں، تمہارے خزانے، تمہاری توپیں، بندوقیں، تمہارے درباری اور خوشامدی لوگ کہاں ہیں جن پر تم ناز کرتے اور تکبر کیا کرتے تھے اس کے برخلاف وہ لوگ جن کو تم احمق، نادان اور حقیر و ذلیل سمجھتے تھے وہ جنت کے کتنے بلند مقام تک پہنچ چکے ہیں اور تم؟ دوزخ میں جل جل کر مرنے اور مر مر کر جلنے کو جہنم کا ایندھن بنا دیئے گئے ہو۔

آخرت میں جنتی اور دوزخی ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور دونوں گروہ آپس میں کلام بھی کرسکیں گے اس کے لئے قرآن کریم میں بہت سی آیات نازل کی گئی ہیں جو اس سچائی پر شاہد و گواہ ہیں...... اس جگہ تین باتوں کی مزید وضاحت پیش خدمت ہے۔

۱) سورۂ صافات میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو دنیا کی زندگی میں ایک دوسرے کے دوست تھے لیکن ان میں سے ایک نیک اعمال کی بدولت جنت کا اور دوسرا برے اعمال کی وجہ سے جہنم کا مستحق بن جائے گا۔ وہ آخرت میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور باتیں کریں گے۔

۲) قرآن کریم کی بعض آیات سے ظاہر ہے کہ آخرت کا سلام ''سلام علیکم'' ہے جب کہ دنیا کا ''السلام علیکم'' ہے...... السلام کے معنی ہیں دنیا اور آخرت کی سلامتی اس لئے دنیا میں ''السلام علیکم'' کہا جائے گا لیکن آخرت میں جانے کے بعد دنیا کی سلامتی کا سوال ختم ہو جائے گا اس لئے وہاں ''سلام علیکم'' کہا جائے گا۔ فرشتے جب اہل جنت کا استقبال کریں گے تو ''سلام علیکم'' کہیں گے۔

۳) حضرت حذیفہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل اعراف کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اور نیکیاں برابر ہوں گی سب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد ان کا فیصلہ ہوگا...... بالآخر ان کی مغفرت کردی جائے گی اور وہ جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔

وَنَادٰٓى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ‌ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَۙ ﴿٥٠﴾ الَّذِيۡنَ
اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا‌ ۚ فَالۡيَوۡمَ
نَنۡسٰٮهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿٥١﴾
وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً
لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿٥٢﴾ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ
تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ
رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ
غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ‌ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا
كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿٥٣﴾

ع ٦ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکار کر التجا کریں گے کہ جو پانی اور رزق تمہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی دیدو۔ وہ جواب دیں گے کہ ان چیزوں کو اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ وہ کافر جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اللہ فرمائے گا کہ آج کے دن ہم نے انہیں اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح انہوں نے آج کے دن کو بھلا رکھا تھا اور ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب بھیجی تھی جس میں تمام معلومات اور تفصیلات دی گئی تھیں جو ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہی رحمت ہے (ان کافروں کو) اس کے آخری نتیجہ اور انجام کے سوا کسی چیز کا انتظار نہیں ہے جب وہ انجام سامنے آجائے گا جس کی خبر یہ کتاب دے رہی ہے تو وہ لوگ جو اس

سے غافل بنے بیٹھے تھے وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول سچ لے کر آئے تھے۔ کیا اب ہمیں سفارش کرنے والے ملیں گے جو ہماری سفارش کردیں یا کسی طرح ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تا کہ اب تک جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کو چھوڑ کر ہم دوسری طرح کے اعمال کر دکھائیں جواب دیا جائے گا کہ نہیں (اب جو کچھ کر چکے سو کر چکے) انہوں نے اپنے آپ کو تباہی میں ڈال لیا اور جو کچھ بہانے انہوں نے تراش رکھے تھے وہ ان سے گم ہو گئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اَفِيْضُوْا	بہاؤ
اَلْمَآءُ	پانی
حَرَّمَ	حرام کر دیا۔ روک دیا
غَرَّتْ	دھوکے میں ڈال دیا
نَنْسٰى	ہم نے بھلا دیا
يَجْحَدُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں
فَصَّلْنَا	ہم نے تفصیل بتا دی
تَاْوِيْلٌ	انجام۔ پھیرنا
شُفَعَآءُ	(شفیع)۔ سفارشی
نُرَدُّ	ہم لوٹائے جائیں
نَعْمَلُ	ہم کام کریں گے

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

جس طرح جنت والوں نے جہنم والوں سے کلام کیا تھا۔ اسی طرح اب جہنم والے اہل جنت سے اپنی شدید پیاس اور تڑپا دینے والی بھوک کا حوالہ دے کر رحم و کرم کی بھیک مانگیں گے۔

کفار مکہ جنت، جہنم، قیامت کے دن اور اللہ کے انصاف کو اہمیت نہیں دیتے تھے وہ دنیا کے رزق اقتدار اور لالچ میں اس طرح الجھے ہوئے تھے کہ ان کے لئے دین اور اسکی سچائیاں کھیل کود سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ اس سورۃ کی یہ آیات جنت، جہنم قیامت اور کفار کی بے بسی کی ایک تصویر کے ایک حصے کو ہماری بصیرت اور بصارت کیلئے سامنے لا کھڑا کرتی ہیں۔ کچھ اس طرح کہ ہماری فکر میں انقلاب اور ہمارے دل و دماغ میں ارتعاش سا آ جاتا ہے۔ ہم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ اگر ہم عقل و فکر سے بالکل ہی عاری نہیں ہو گئے ہیں تو یہ سوال اپنی پوری قوت سے ہمارے ذہن و فکر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے کہ موت کے بعد ہمارا انجام کیا ہوگا؟ ہم جنت والے بنیں گے یا جہنم والے۔ جنت ہماری ملکیت ہوگی یا ہم جہنم کا ایندھن بنیں گے؟ یہ فیصلہ آج ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یا ہم دنیا کی نعمتوں میں مست ہو کر اللہ کے دین کو ہنسی مذاق بنا لیں یا ایمان لا کر اس صراط مستقیم کو اختیار کر لیں جو ہدایت اور رحمت ہی رحمت ہے۔

کفار عرب اور آج کفار عالم کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تین تین نشانیاں اپنی پوری روشنی کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب۔ ۲) اللہ کے آخری نبی ﷺ کی قولی اور عملی زندگی ...... ۳) پیغمبر اسلام کے جاں نثار صحابہ کرامؓ اور دیگر مومنین کی زندگیاں۔

دین اسلام نے نہ صرف ذہن و فکر میں طوفان برپا کیا بلکہ مادی اور سیاسی دنیا میں بھی تاریخی انقلابات برپا کئے ہیں۔ اس سے زیادہ بے عقل ناسمجھ اور بدنصیب کون ہوگا جو اسے نہ پڑھے، نہ سمجھے اور نہ عمل کرے۔

دین اسلام میں علم کا مقام بنیادی ہے۔ قرآنی وحی کا پہلا لفظ ''اقراء باسم ربک'' کی شرط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن مجید ''ذٰلِکَ الْکِتٰبُ'' سے شروع ہوتا ہے...... پہلے انسان اور پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو تمام اسماء کے علوم سے مسلح اور مزین ہو کر تشریف لائے۔ اسی علم کے سامنے تمام فرشتے ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ضروری علم کی تفصیل موجود ہے۔ یہ علم وہ ہے جو عمل کی راہیں آسان کرتا ہے۔ یہ صرف معلومات کا ایک ڈھیر نہیں ہے۔ اس علم کا ایک مقصد ہے ایک متعین سمت ہے۔ ایک خصوصی رہنمائی ہے۔ یہ نہ صرف ہدایت ہے بلکہ رحمت بھی ہے...... جو اس ہدایت کی روشنی میں چلے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو اس راستے کو چھوڑ کر جہالت کی اندھیریوں میں بھٹک جائے گا وہ جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ اس پر عمل تو بہت بڑی بات ہے اس قرآن کریم کی تلاوت بھی رحمت ہے...... جلد اور اوراق میں تنگ نظروں کو یہ صرف ایک کتاب نظر آتی ہے لیکن جلد اور اوراق سے باہر یہ ایک انقلاب ہے۔ فرد ساز ہے، جماعت ساز ہے، تاریخ ساز ہے، تمام علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، تمام اصول و عقول کا بنیادی پتھر ہے۔ قرآن حکیم تقویٰ، پرہیزگاری اور

جنت کا راستہ ہے زندگی کے بعد موت کا اور موت کے بعد زندگی کی روشنی ہے۔

یہاں ہدایت اور رحمت، کے الفاظ سے ایک اور بات ظاہر ہوتی ہے درحقیقت ہدایت اور رحمت ایک تسلسل کا نام ہے جس طرح سورج کا نکلنا، چاند کا آنا، ہوا کا چلنا، بارش کا برسنا، رزق کا پیدا ہونا اور خرچ ہونا، مرنا اور جینا وغیرہ جس طرح یہ چیزیں ایک ساتھ اور ایک ہی قسط میں نہیں آتیں اسی طرح ہدایت اور رحمت بھی ایک ہی قسط میں نہیں آجاتیں۔ ان کی مسلسل بارش کی ضرورت ہے۔ اسلئے ہمیں ''**اهدنا الصراط المستقيم**'' (ہمیں سیدھا راستہ دکھایئے) ''**واعف عنا**'' (ہمیں معاف کر دیجئے) ''**واغفر لنا**'' (ہماری مغفرت کر دیجئے) ''وارحمنا'' (ہم پر رحم کیجئے) جیسی دعاؤں کو مانگنے کا شب روز اور پانچ وقت کی نمازوں میں حکم دیا گیا ہے تاکہ اللہ کی رحمتیں مسلسل نازل ہوتی رہیں۔

کتاب الٰہی وہ کتاب نہیں ہے جس کو ایک بار یا دو بار پڑھ کر ساری باتیں سمٹ کر سمجھ میں آجائیں گی بلکہ اس کو مسلسل پڑھنا ہے۔ پڑھنا پڑھنا اور پڑھتے چلے جانا ہے ہر بار نیا لطف۔ نئی ہدایت اور نئی رحمت نصیب ہوتی چلی جائے گی۔

آیت نمبر ۵۳ کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب سے، رسول اللہ ﷺ کی قولی اور عملی زندگی سے اور صحابہ کرامؓ کی تاریخی زندگی سے روشنی حاصل نہ کرے وہ درحقیقت جہنم کی طرف بڑی تیزی سے دوڑ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب جہنم کا عذاب اس کے سامنے آکھڑا ہوگا اس وقت وہ لوگ بچنے کے لئے طرح طرح سے ہاتھ پیر ماریں گے۔ سفارشیں ڈھونڈیں گے، دنیا میں واپس جانے کے جتن کریں گے، بہانے گھڑیں گے۔ وہ امید کی نظروں سے اپنے جھوٹے معبودوں کو تلاش کریں گے مگر ان کو ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی ہوگی...... کیونکہ جو عمل کرنے کا وقت تھا وہ گذر گیا...... اب ان کو اپنے برے انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں برے لوگوں کی راہوں پر چلنے سے محفوظ فرمائے ''آمین''

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ
النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ
بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾ اُدْعُوا
رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۵

تمہارا رب تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ تخت عرش پر جلوہ گر ہوا۔ وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے پھر وہ دن رات کے پیچھے چلا آتا ہے اور یہ چاند، سورج اور ستارے سب اسکے حکم کے تابع ہیں سنو! کہ ہر چیز کو پیدا کرنا اور حاکم ہونا اسی کی شان ہے۔ وہ اللہ جو رب العالمین ہے بڑی برکتوں والا ہے..... تم اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو بے شک وہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۵

سِتَّةُ اَيَّامٍ	چھ دن
اِسْتَوٰى	برابر ہوا
اَلْعَرْشُ	تخت
يُغْشِىْ	چھا جاتا ہے
يَطْلُبُهٗ	وہ اس کے پیچھے آتا ہے
حَثِيْثٌ	دوڑتا ہوا
اَلنُّجُوْمُ	ستارے
مُسَخَّرٰتٌ	تابع ہیں
بِاَمْرِهٖ	اس کے حکم کے
اَلْخَلْقُ	پیدا کرنا
اَلْاَمْرُ	حکم کرنا
اُدْعُوْا	پکارو
تَضَرُّعًا	عاجزی (سے)

خُفْيَةً	چپکے چپکے
اَلْمُعْتَدِيْنَ	حد سے گزر جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۵

اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس کائنات میں ہر چیز میں ایک تدریج ہے یعنی ہر چیز آہستہ آہستہ اور اصولوں کے مطابق بنتی اور اپنے عروج و کمال کو پہنچتی ہے۔ حیوانات نباتات وغیرہ میں بھی یہی اصول کار فرما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے ہر چیز کا خالق اللہ ہے اور یہ سب چیزیں اسی کے حکم کے مطابق حرکت کرتی اور چلتی ہیں جس کے لئے اس نے ایک خاص نظام قائم فرمادیا ہے۔ یہ نظام اس قدر مرتب اور منظم ہے کہ اگر نگاہ بصیرت ہو تو ہر چیز میں ایک تدریج اور شان سامنے نظر آتی ہے۔ آج انسان نے ایسے سائنسی آلات ایجاد کر لئے ہیں جن سے وہ کائنات کے اس مرتب نظام کو دیکھ کر بہت کچھ پہلے سے بتا سکتا ہے جیسے محکمہ موسمیات ہے وہ اپنے آلات کے ذریعہ سے یہ تک بتا سکتا ہے کہ چند روز کے بعد بارش، یا طوفان آنے والا ہے۔ اگر یہ نظام کائنات مرتب اور منظم نہ ہوتا تو اس کی پہلے سے پیشین گوئی کیسے کی جاسکتی تھی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ نے زمین و آسمان کو بتدریج چھ دن میں بنایا ہے۔ اب یہ چھ دن ہماری دنیا کے ہیں یا وہ دن ہیں جن کو سورۂ حج میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَاِنَّ يَوماً عِندَ رَبِّكَ كَاَلفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّون

اور بے شک آپ کے رب کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے اس حساب سے جس کو تم اختیار کئے ہوئے ہو۔

بہر حال کوئی دن بھی ہو یہاں رب العالمین نے اس اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ نظام کائنات خود بخود یا اچانک وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کے پیچھے اللہ کی قدرت کا ہاتھ ہے جس نے اس کو بنایا اور وہ اس کا دست قدرت اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔

اس آیت میں یہودیوں کے اس غلط تصور کی بھی تردید مقصود ہے جس میں انہوں نے یہ تصور قائم کر لیا ہے کہ اللہ نے چھ دن میں اس دنیا کو بنایا اور ساتویں دن اس نے آرام کیا اللہ نے فرمایا کہ اس نے اس نظام کائنات کو چھ دن میں بنایا۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تھک کر آرام کرنے نہیں چلا گیا بلکہ اس نے اپنی شان کے مطابق ساتویں دن عرش پر مستوی ہو کر نظام کائنات کا انتظام سنبھالیا۔ اب اسی کی قدرت جاری و ساری ہے۔

ان آیات میں پہلے تو زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہی ذات ہے جس کے سامنے انسان کو جھک کر ہر آن اسی سے مانگنا چاہئے۔ دعا کا فلسفہ کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے۔

جیسا کہ آپ نے اس سے پہلی آیات میں بھی ملاحظہ کیا ہوگا کہ اسلام نے اللہ کے ''معبود'' ہونے کا یہ تصور نہیں دیا کہ وہ انسانی ہنگاموں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا کوئی دیوتا ہے یا اس نے ایک مرتبہ کائنات کی خود کار مشین میں چابی بھر کر اس کو چھوڑ دیا ہے اور اب وہ دور سے بیٹھا تماشا دیکھ رہا ہے بلکہ دین اسلام میں اللہ کا تصور یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات کے نظام میں تصرف کرتا ہے وہ ایک ایک مخلوق کے رزق اور ضروریات زندگی کو فراہم کرتا ہے وہ ان کی مصیبتوں میں ان کی پکار کو سنتا ہے وہ زندگی کے ایک ایک مرحلے پر قدم بقدم ان کے ساتھ رہتا ہے۔ وہ خود مطالبہ کرتا ہے کہ میرے بندو! مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنتا ہوں میں تم سے دور نہیں ہوں بلکہ تمہاری رگ جاں بھی اتنی قریب نہیں ہے جتنا کہ میں تمہارے قریب ہوں۔

یہاں بھی حکم ہے کہ ہر حال میں اسی سے دعائیں مانگی جائیں حاجت روائی کیلئے بھی اور اللہ کو یاد کرنے کے لئے بھی اور دعا مانگنے کے اللہ نے آداب اور طریقے بھی سکھا دئیے یعنی عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے گڑگڑاتے ہوئے اپنے آپ کو حاجت مند ذلیل اور پست سمجھ کر اپنے آپ کو قصوروار نادم، پشیمان محتاج اور گداجان کر......اس اللہ کے دربار میں عرض پیش کرے جو غنی ہے تمام تعریفوں کا مستحق ہے رازق ہے شافی ہے مشکل کشا ہے مغفرت کرنے والا ہے، بخشش اور بخشائش والا ہے، رحمٰن ورحیم ہے اور مالک یوم الدین ہے۔ یہ بھی سکھایا گیا کہ دعا میں ادب اور تہذیب وشائستگی کا خیال رکھا جائے نرم اور پست لب ولہجہ شور غل سے دور خموشی سے قریب کیونکہ وہ اللہ سب کچھ سن رہا ہے دیکھ رہا ہے......پھر زور شور سے پکارنے کی ضرورت کیا ہے دعا میں مصنوعی گریہ وزاری سے پرہیز ہونا چاہئے اگر فطری ہو تو قابو کے اندر ہو۔ کیونکہ اللہ کو دعا کرنے اور پکارنے میں بھی حد سے گذر جانا پسند نہیں ہے۔ اگرچہ دعا کے معنی میں یاد کرنا بھی شامل ہے لیکن عام طور پر حاجت روائی کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں کون شخص ہوگا جو حاجت یا حاجات نہیں رکھتا......اس لئے فرمایا گیا کہ ہر آن اسی اللہ سے مانگا جائے اور دعائیں کی جائیں۔

دعا کے معنی ہیں اللہ کے حضور میں پکار، مناجات، فریاد، التجا، تمنا، گذارش، یاد۔ چونکہ اس کائنات میں وہی خالق ومالک ہے، وہی حاکم، کارساز، رازق، مصائب ڈالنے والا اور مصائب کو ٹالنے والا، صاحب تقدیر وتدبیر، صاحب موت وحیات ہے۔

اور بندہ کیا ہے؟ مجبور محتاج، مسکین، ہر وقت ناگہانی آفات کا شکار، بیماری، غم، فکر، پریشانی، خوف، مفلسی قدم قدم پر موت کا خوف اور لحہ بہ لحہ نت نئی مشکلات ......دوسری طرف خواہشات اور آرزوئیں اپنی تمام تر رنگین جلوہ آرائیوں کے ساتھ......غلطیوں، گناہوں کا پتلا، جذبات کا غلام، اگر بصارت نہیں تو بصیرت سے محروم......تاہم ان تمام کمزوریوں کے باوجود دعا سب سے بڑی طاقت ہے جو انسان اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ دعا مانگنے والے کے ہاتھ میں دو عظیم ہتھیار ہیں۔ ایک طرف خوف دوسری طرف امیدیں......سزا کا خوف، جزا کی امیدیں۔۔ اس دعا کے ذریعہ کمزور اور مجبور انسان تمام توانائیوں کے لامحدود سرچشمہ تک پہنچتا ہے۔ جب ہم دعا کرتے ہیں تو اس قدرت وحکمت سے منسلک ہو جاتے ہیں جو لافانی ہے اور کائنات کو گردش میں رکھتی ہے اسی لئے نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

دعا مغز عبادت ہے (ترمذی عن انس بن مالکؓ)

دعا عین عبادت ہے (عن نعمان بن بشیرؓ)

جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ (عن ابی ہریرہؓ۔ ترمذی)

دعا بہر حال فائدہ مند ہے ان بلاؤں کے معاملے میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے لئے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئیں۔ اللہ کے بندو تم ضرور دعا مانگا کرو (ترمذی)

اللہ سے اس امید کے ساتھ دعائیں مانگا کرو کہ وہ قبول کرے گا (ترمذی)

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭاِنَّ رَحْمَتَ
اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا
سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾
وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ
لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾ ع ۷ ۵ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ مچاؤ۔ اپنے اللہ کو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید کے ساتھ پکارو۔ بے شک اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے قریب ہے۔ وہ اللہ جو اپنی رحمت کے آگے آگے خوش خبری سے بھری ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں تو پھر ہم ان بادلوں کو کسی خشک زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر ہم اس پانی کو برساتے ہیں پھر ان سے طرح طرح کے ثمرات کو نکالتے ہیں اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو نکالیں گے۔ شاید کہ تم سمجھو۔ اچھی زمین اپنے رب کے حکم سے اچھا پھل دیتی ہے

اور وہ زمین جو خراب ہے اس میں سے سوائے ناقص (گھاس پھوس کے) کچھ بھی نہیں نکلتا......اس طرح ہم اپنی آیات کو طرح طرح سے بیان کرتے ہیں......ان لوگوں کے لئے جو قدر کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

لَا تُفْسِدُوْا	تم فساد نہ کرو
اِصْلَاحٌ	درست۔ درستگی
طَمَعًا	امید
يُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
اَلرِّيٰحُ	(رِيْحٌ)۔ ہوائیں
اَقَلَّتْ	اٹھالائیں۔ (اِقْلَالٌ)
سَحَابٌ	بادل
ثِقَالٌ	بھاری
سُقْنَاهُ	ہم اس کو ہانک دیتے ہیں
بَلَدٌ مَّيِّتٌ	مردہ شہر
كُلُّ الثَّمَرَاتِ	ہر طرح کے پھل
نُخْرِجُ	ہم نکالتے ہیں
تَذَكَّرُوْنَ	تم دھیان دیتے ہو
اَلْبَلَدُ الطَّيِّبُ	پاکیزہ شہر۔ مبارک سرزمین
نَبَاتُهٗ	اپنا سبزہ۔ اس کا سبزہ
خَبُثَ	خراب۔ گندہ
نَكِدٌ	نامکمل چیز۔ ناقص چیز
يَشْكُرُوْنَ	وہ شکر کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

دو آیات پہلے اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا تعلق آسمان اور بلندی سے ہے یعنی دن رات کا بدلنا، سورج، چاند، ستارے...... اب ان آیات میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جن کا تعلق زمین سے ہے اور جن سے انسان کی غذا اور دیگر ضروریات پوری ہوتی ہیں یعنی اناج، پھل، پھول وغیرہ جو کچھ ان آیات میں فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

یہ تو ان آیات کا ظاہری پہلو ہے جس کے معنی روشن ہیں لیکن ان آیات میں ایک باطنی پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے...... ان آیات کے بعد پیغمبروں کے واقعات کو نصیحت و عبرت کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ اور نصیحت کی زمین ہموار کرنے کے لئے یہ مثال دی گئی ہے۔

کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا ذہنی اور روحانی باران رحمت ہے۔ اس رحمت کی بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں یعنی اچھی اچھی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں...... پیغمبر اللہ کا پیغام بلا فرق اور بلا تعصب ہر خاص و عام کو پہنچاتے ہیں...... جس طرح بارش یہ نہیں دیکھتی کہ یہاں میدان ہے یا صحرا، جنگل ہے یا پہاڑ، کون سی قوم رہتی ہے، کالی یا گوری، وہ سب پر یکساں برستی ہے۔ اسی طرح اللہ کے پیغمبر بھی اللہ کا پیغام ہر شخص تک پہنچاتے ہیں مگر اچھی ہی زمین اچھا اناج اور پھل پھول اگاتی ہے۔ خراب اور بنجر زمین بے اثر رہتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ناقص جھاڑیاں، کانٹے دار درخت اور زہریلے پھل پھول نکالتی ہے اس طرح دین کی تبلیغ کا اثر صرف ان ہی لوگوں پر پڑتا ہے جو سمجھنے بوجھنے کی عقل اور موزوں طبیعت رکھتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ بنجر زمین کی طرح ہیں...... ان سے کانٹے اور زہر کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ یہ آیات ''لِقَوْمٍ یَّشْکُرُوْنَ'' پر ختم ہوتی ہیں...... تبلیغ دین سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ''خلق اور امر'' کے مالک اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر کتنے بڑے بڑے احسانات ہیں جن کا ذکر گذشتہ آیات میں بھی کیا گیا ہے۔ جن کے دل و دماغ میں یہ جذبہ ہے کہ اللہ کے احسانات کو مانا جائے اور وہ ان کی قدر کرتے ہوئے اس کے سامنے جھکتے ہیں یہ ان کی قولی اور عملی شکر گذاری ہے...... جب تک یہ جذبہ نہیں ہوگا ایمان کا تخم جڑ نہیں پکڑے گا۔

آگے پیغمبروں کے واقعات آتے ہیں...... پیش بندی کے طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم نے ان پیغمبروں کی زندگی کے صرف ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جن کا تعلق جہاد اور تبلیغ دین سے ہے۔ ان کے پرائیویٹ معاملات سے بحث نہیں کی ہے ہمیں کسی پیغمبر کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ ان کی شکل و صورت کیسی تھی، بال بچوں سے کیا اور کیسے تعلقات تھے۔ کتنا کماتے تھے اور کتنی عبادتیں کرتے تھے...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی اصل زندگی اس کا وہ مقصد حیات ہے جس کے لئے وہ اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا
لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾
قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ
يٰقَوْمِ لَيْسَ بِىْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

۸ ع ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۴

ہم نے نوحؑ کو اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ اس نے سمجھایا کہ اے برادران قوم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہیں تم پر زبردست دن کا عذاب نہ آ پڑے...... اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ ہم تمہیں ہی کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ نوحؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! میں ہرگز بہکا ہوا نہیں ہوں۔ میں تو تمام جہانوں کے مالک و مختار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ میں اپنے پروردگار کے پیغامات تم سب تک پہنچاتا ہوں۔ میں تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم لوگ نہیں رکھتے۔ (برادران قوم) آخر تم اس بارے میں کیوں حیران ہو کہ تمہارے رب کا پیغام تمہارے پاس ایک ایسے شخص کے ذریعہ آ گیا جو تم ہی میں سے ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ تمہیں بہتر سمجھا سکے اور تمہیں تقویٰ کی راہ پر لگا سکے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مگران لوگوں نے نوحؑ کو جھٹلایا...... پھر ہم نے ایک کشتی کے ذریعہ اس کو اور اس پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا کی اور ان سب کو غرق کردیا جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یقیناً وہ قوم اندھی ہو چکی تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۴

اَلْمَلَاُ	سردار
لَنَرٰکَ	البتہ ہم تجھے دیکھتے ہیں
ضَلٰلَۃٌ	گمراہی
اُبَلِّغُ	میں پہنچاتا ہوں
اَنْصَحُ	نصیحت کرتا ہوں
عَجِبْتُمْ	تم نے تعجب کیا
لِیُنْذِرَ	تاکہ وہ ڈرائے
اَنْجَیْنَا	ہم نے نجات دی
اَلْفُلْکُ	کشتی۔ جہاز
اَغْرَقْنَا	ہم نے غرق کردیا
عَمِیْنٌ	اندھے (بن گئے)

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۴

ہر پیغمبر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اور جیسا کہ سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے کہ وہ ان ہی کی زبان میں کلام کرتا ہے تاکہ دل کی بات دل تک آسانی سے پہنچ سکے۔ وہ ان ہی کے درمیان پیدا ہوتا ہے۔ ان ہی کے درمیان بچپن، نوجوانی اور جوانی کی منزلیں طے کرتا ہے اور اس کی شخصیت صادق، امین، قابل اعتماد اور نیک نام ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے کردار کو دلیل کے طور پر پیش کرسکے...... حضرت نوحؑ کی قوم صرف کافر نہ تھی بلکہ مشرک بھی تھی اور کسی قوم کا کفر کے ساتھ شرک میں مبتلا ہونا یہ بہت خطرناک

ہے...... وہ کیا چیز ہے جو کسی قوم کو کافر اور مشرک بناتی ہے؟ وہ ہے اس دنیا کا مادی مفاد، وقتی فائدہ، دنیا کی بے جا حرص اور لالچ...... جب ہم اور ہمارا جسم مادی ہے اور مادی ضروریات اور خواہشات کے پیچھے بھاگتا ہے لپکتا ہے جب ہم آخرت میں جسم کے ساتھ موجود ہوں گے۔ اور جہنم میں مادی عذاب بھی ہوگا۔ جنت میں مادی نعمتیں بھی ہوں گی تو مادی مفادات کی طلب بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے...... مگر اس دنیا کے مفادات عارضی ہیں فانی ہیں مختصر ہیں اور ہزاروں چپقلشوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ کفار و مشرکین کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کی آنکھیں اس سے آگے نہیں دیکھتیں۔ چنانچہ وہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کے سماجی، سیاسی اور معاشی جرائم کرنے میں شرم اور لحاظ نہیں کرتے۔ اس کے برخلاف ایک مسلم کی آنکھیں اس سے آگے ان لافانی ابدی اور عظیم مفادات کو دیکھتی ہیں جن کا نام جنت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ جن کی قیمت اخلاق ایمان، اطاعت اور دیانت و امانت ہے...... حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو یہی سمجھاتے رہے کہ اے میری قوم اپنی روحانی آنکھوں اور بصیرت کو کھول کر دیکھو تو یہ دنیا کے فنا ہو جانے والے جن کی وجہ سے تم اپنے خالق و مالک سے بہت دور جا چکے ہو یہ بہت جلد ختم ہو جائیں گے مگر کچھ لوگوں کے سوا کسی نے آپ کی اس پکار کو نہیں سنا۔ جنہوں نے اس کو سنا اور عمل کیا اللہ نے حضرت نوحؑ کے ساتھ ان صاحبان ایمان لوگوں کو نجات عطا فرمادی۔

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ان ہی جیسے حالات سے دوچار تھے۔ مکہ کے کفار اور مشرکین کی آنکھیں، فوری اور لافانی فوائد سے آگے نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ ان کے مذہبی ٹھیکہ دار اور اجارہ دار عوام کی نگاہوں پر زبردستی کالی پٹیاں باندھے ہوئے تھے جن کالی پٹیوں کے خلاف نبی مکرم ﷺ جہاد فرمارہے تھے...... ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ کر کے مکہ کے کفار و مشرکین اور قیامت تک آنے والے ایسے ہی غلط کار لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی سنت اور طریقہ تبدیل نہیں ہوتا جس طرح نوح علیہ السلام کے ساتھ لوگوں نے معاملہ کیا اور ان لوگوں کا بھیانک انجام ہوا...... فرمایا جا رہا ہے کہ نبی مکرم ﷺ بھی تمہیں آج جو کچھ بتا اور سمجھا رہے ہیں اگر تم نے اس کو نہ سمجھا تو حضرت نوحؑ کی قوم کی طرح تمہارا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے آج ہم ان بہت سے عذابوں سے محفوظ ہیں جو ہم سے پہلے والی قوموں پر آئے...... لیکن یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ برائی کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ یہی اصول فطرت ہے۔

اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ ظالم اقوام پر اس قسم کے فطری عذاب اب کیوں نہیں آتے جو قوم نوحؑ قوم عادؑ قوم ثمودؑ اور قوم لوطؑ پر آئے تھے تو اس کا ایک جواب تو ابھی دیا گیا ہے کہ یہ نبی مکرم ﷺ کی رحمت و برکت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اب فطری عذاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اب امت مسلمہ کے ہاتھ میں تبلیغ تنظیم اور جہاد و قتال کے ہتھیار ہیں۔ اگر ان کو صحیح استعمال کیا جائے تو یہ کافروں کے حق میں طوفان، آندھی اور زلزلوں سے بڑھ کر ہیں۔

جہاد جو قیامت تک جاری رہے گا۔ کیوں، کیسے، کہاں اور کب ہوگا وہ خاص الخاص چیز ہے جس نے امت محمدیہ ﷺ کو

تاریخ میں ایک اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔جس نے شریعت محمدی کو سابق شریعتوں سے ممتاز کیا ہے جس نے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیگر تمام پیغمبروں پر ایک خاص عظمت بخشی ہے۔

قرآن کریم اور دیگر صحیفوں میں یہی وجہ امتیاز ہے کہ یہاں تبلیغ، تنظیم اور جہاد ہے اور یہاں ایک پیغمبر جہاد ہے جس کی عملی مثالیں رہتی دنیا تک قائم و دائم رہیں گی۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ
يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾
قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي
سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يَا قَوْمِ
لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦٧﴾
أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٦٨﴾ أَوَعَجِبْتُمْ
أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ
وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ
فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ
آبَاؤُنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔انہوں نے کہا! اے میری قوم کے

لوگو! اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر کیا تم اسی سے خوف اور امید نہیں رکھو گے؟...... ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ (اے ہودؑ) ہم تجھے ناسمجھ اور بے عقل دیکھ رہے ہیں اور بے شک ہم تجھے جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں...... انہوں نے (حضرت ہودؑ نے) کہا اے میری قوم کے لوگو! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ میرا کام اپنے رب کا پیغام پہنچانا ہے اور میں تم لوگوں کے حق میں امانت داری سے نصیحت کرنے والا ہوں۔

کیا تمہیں اس پر حیرت اور تعجب ہے کہ تمہارے پروردگار کی نصیحت تم ہی میں سے ایک انسان کے ذریعہ آئی ہے تاکہ وہ تمہیں (برے انجام سے) ڈرائے...... اور یاد کرو جب کہ اس نے تمہیں قوم نوحؑ کے بعد ان کا جانشین بنایا اور اپنی مخلوقات میں سے تمہیں زیادہ نعمتوں سے نوازا ہے پس تم اللہ کی نعمتوں کی قدر کرو تاکہ تم دونوں جہانوں کی بھلائی حاصل کر سکو۔

انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس اس مقصد سے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں...... اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر اس عذاب کو لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

سَفَاهَةٌ	بے وقوفی۔ بے عقلی
نَظُنُّ	ہم گمان کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں
اَمِيْنٌ	ایماندار
بَصْطَةٌ	پھیلاؤ
اٰلَآءٌ	(الیٌ)۔ نعمتیں
اَجِئْتَنَا	کیا تو ہمارے پاس آیا ہے
لِنَعْبُدَ اللّٰهَ	تاکہ ہم اللہ کی عبادت و بندگی کریں

وَحْدَهٗ	اس اکیلے کی۔تنہا کی
نَذَرُ	(ہم) چھوڑ دیں
اٰبَآؤُنَا	ہمارے باپ دادا
فَاْتِنَا	پس تو لے آ
تَعِدُنَا	تو ہم سے وعدہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

قوم عاد دنیا کی قدیم ترین قوموں میں سے ایک قوم ہے اللہ نے ان کو ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا مگر وہ قوم ان نعمتوں کو پا کر ایسی مدہوش ہوگئی کہ پھر ان کو ہر نصیحت کرنے والا برا لگنے لگا تھا۔اس قوم کی حکومت وشوکت اور زبردست طاقتوں کے سامنے ساری دنیا بے بس تھی مگر ان کے غرور، تکبر اور اللہ کی نافرمانیوں نے ان کو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹادیا کہ آج ان کی بلند و بالا عمارتوں کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں۔حضرت ہود علیہ السلام کو اس قوم کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا......حضرت ہود علیہ السلام کی یہ قوم مشرک تھی جس نے شرک و بدعات کے ایسے طریقے ایجاد کر رکھے تھے جن سے وہ اللہ کی وحدانیت سے بہت دور جا چکے تھے حضرت ہود علیہ السلام نے اس مشرک قوم سے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی کہ اللہ اور صرف اللہ ہی کی حاکمیت کو تسلیم کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔اس کی بندگی اور عبادت ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔بندگی اور عبادت کیا ہے؟ تقویٰ ہے یعنی نہ صرف ظاہری رسوم پرستش بلکہ تمام خوف اور تمام امیدوں کو اللہ سے وابستہ کر لینا......زبان پر صرف یہی ایک جذبہ ہو ”اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ“ اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں یعنی ہم عبادت و بندگی بھی تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی تجھ سے ہی مانگتے ہیں یہ نہیں کہ عبادت ہم تیری کرتے ہیں اور غیر اللہ کے دروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگتے ہیں......یہ کیفیت شرک میں تو ہو سکتی ہے دین اسلام میں نہیں۔کیونکہ وہاں بندہ آقا ہوتا ہے جس کی چاہے جیسے پرستش کرے نہ کرے جس کو مانے نہ مانے جس سے دعا مانگے نہ مانگے۔شرک ہمیشہ بہت معمولی انداز میں شروع ہوتا ہے پھر یہ

ایک قومی بیماری بن جاتی ہے جب شرک قومی سطح پر ابھر کر سامنے آجاتا ہے تو اس کے مجاور قوم کی دولت اور سیاسی اقتدار لوٹنے کے لئے مذہبی لبادہ سے بہتر اور آسان تر کوئی طریقہ نہیں پاتے۔ اگر مصنوعی معبودوں کی مارکیٹ ویلیو گھٹنے لگتی ہے تو ان کی اجارہ داری ڈولنے لگتی ہے اس لئے تحریک توحید کی سب سے پرزور مخالفت اس ہراول دستے نے کی ہے اور عوام کی بھیڑ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑتی ہے کیونکہ اس میں علم نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی چند تمناؤں کا نام دین بن کر رہ جاتا ہے اور یہ آسان ہے۔

اس ہراول دستہ کے ہاتھ میں چند ہتھیار ہوتے ہیں (۱) اپنی معلومات معقولات کا گھروندا بچانے کے لئے وہ اصلاح کرنے والے شخص کے علم و عقل کے مرکز پر حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ 'تم جاہل، احمق اور جھوٹے ہو' اگرچہ وہ ان باتوں کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کرتا مگر وہ اپنے گھمنڈ میں اس طرح کہتا چلا جاتا ہے کہ بس جو کچھ ہم نے کہہ دیا وہی حق ہے اس کے برخلاف ہر بات غلط ہے۔ اور ان کے ماننے والے ان کی ہر بات پر گردن ہلا ہلا کر مہر تصدیق ثبت کرتے چلے جاتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام سے بھی یہی کہا گیا کہ اے ہودؑ ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ یا تو تم نرے احمق اور نادان ہو اور یا جھوٹے ہو (نعوذ باللہ) پیغمبران کی احمقانہ باتوں کے جواب میں صرف یہ کہتے ہیں کہ لوگو! یہ تمہارا خیال ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میرے اندر ان عیبوں میں سے کوئی عیب نہیں ہے جس کو تم کہہ رہے ہو بلکہ میں تو رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں اور میں اسی پیغام کو تم تک پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ اور بھلا چاہنے والا ہوں یعنی میں تمہاری دنیا اور آخرت سدھارنے کی بات کر رہا ہوں جس میں میرا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے۔

(۲) ان جیسے لوگوں کا دوسرا ہتھیار یہ ہوتا ہے کہ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص ہمارے اندر پیدا ہوا ہے۔ ہماری طرح شادی بیاہ کرتا ہے وہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے جو ہم جیسا ہے وہ اللہ کا پیغمبر کیسے ہو سکتا ہے آخر اس میں کیا خوبی ہے اور ہمارے اندر کیا خرابی ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص ہماری سرداری اور اقتدار ہم سے چھین کر خود سردار بننا چاہتا ہے انبیاء کرامؑ کی طرح حضرت ہود علیہ السلام سے بھی یہی کہا گیا اس کے جواب میں حضرت ہود علیہ السلام نے یہی فرمایا کہ ''کیا تمہیں اس بات پر تعجب اور حیرت ہے کہ ایک شخص تم ہی میں سے تمہارے پاس اللہ کی وحی لے کر آگیا تا کہ وہ تمہیں تمہارے برے انجام سے ڈرا سکے۔

(۳) ان لوگوں کا تیسرا ہتھیار ہوتا ہے کہ اے نبی اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم باز نہ آئے تو اللہ کا عذاب آجائے گا تو ایسا کرو تم اس عذاب کو لے ہی آؤ جس سے تم روز روز ڈراتے ہو۔ یہ ہمارے معبود ہمیں بچالیں گے۔ ہم اتنے احمق نہیں ہیں کہ تمہارے کہنے سے ہم ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں گے جن کو ہمارے باپ دادا اپنا معبود سمجھتے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کا سنجیدہ جواب یہی تھا کہ تم پر اللہ کی پھٹکار تو پڑ چکی ہے اب عذاب آنے میں بھی کیا دیر ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ
اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا
نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ
قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾

ع ۹ ۸ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے پروردگار کا غصہ اور غضب تو تم پر مقدر ہو چکا ہے کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بغیر کسی دلیل کے رکھ لئے ہیں۔ تم (اللہ کے عذاب کا) انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں پھر ہم نے اس کو (ہود علیہ السلام کو) اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات عطا فرمائی اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ نہیں مانتے تھے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

قَدْ وَقَعَ	یقیناً واقع ہو چکا ہے
رِجْسٌ	گندگی۔ عذاب
اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	کیا تم ہم سے جھگڑتے ہو
اَسْمَآءٌ	(اسم)۔ نام
سَمَّيْتُمُوْا	تم نے نام رکھ لئے ہیں
اِنْتَظِرُوْا	تم انتظار کرو
قَطَعْنَا	ہم نے کاٹ ڈالا
دَابِرٌ	(دُبُرٌ)۔ جڑ

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

وہ قوم جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے ''عادِ اول'' کہلاتی ہے۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ ان کا اقتدار عمان سے لے کر حضر موت اور یمن تک وسیع تھا۔ ان کی زمینیں بڑی سرسبز و شاداب تھیں، وہ لوگ ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال تھے جسمانی صحت اور طویل العمری میں بھی ان کا کوئی مقابل نہ تھا اسی لئے غرور تکبر اور کفر و شرک میں بھی بڑے شہ زور تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے مختلف طریقوں سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ فرمایا دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں جو چاروں طرف سے تمہاری طرف آ رہی ہیں یہ اس اللہ کا کرم ہے جس نے تمہیں زندگی اور وجود بخشا ہے اسی ذات کا شکر ادا کرتے ہوئے ہر طرح کے کفر و شرک سے بچتے رہو۔ مگر وہ اپنی بدمستیوں میں ہر چیز کو بھول چکے تھے اور اسی غرور و تکبر اور سرکشی میں اللہ کے عذاب کو دعوت دے بیٹھے اور کہنے لگے کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اے ہود اگر تو اور تیرا پروردگار سچا ہے تو ہم پر اس عذاب کو لے آ جس سے تو ہمیں ہر روز ڈراتا ہے۔ جب کوئی قوم سرکشی کی اس منزل تک آ جاتی ہے تو اللہ اپنے عذاب کو بھیج کر رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ اب تمہارے اوپر وہ عذاب آنے والا ہے جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو تم اس کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

چنانچہ شدید آندھی کا طوفان آیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ماننے والے تو اللہ کی رحمت سے بچ گئے لیکن کفار و مشرکین سب اس طرح ختم ہو گئے کہ گویا ان کی جڑ ہی کٹ کر رہ گئی ہو۔ اس کے بعد ان کے وہ بڑے بڑے محلات بلڈنگیں ان کی شان و شوکت سرسبز و شاداب باغات اس طرح تباہ و برباد ہو گئے کہ آج دنیا میں ان کے کھنڈرات بھی باقی نہیں ہیں۔ وہ جھوٹے معبود جن کے انہوں نے اپنی حاجت روائی کے لئے مختلف نام رکھے ہوئے تھے ان کے کام نہ آ سکے۔ جن کو وہ اپنا رازق، خالق اور مشکل کشا مانتے تھے ان کی کوئی مشکل کشائی نہ کر سکے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ
فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ
الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ
مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا
مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾
قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ
جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۹

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری قوم! اس اللہ کی اطاعت و بندگی کرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانی آ چکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی ہے تم اس کو چھوڑ دو تا کہ وہ اللہ کی زمین سے کھائے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا (اگر تم نے ایسا کیا تو) اللہ کا عذاب تمہیں پہنچ جائے گا۔

اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم عاد کا قائم مقام (جانشین) بنایا تھا اس نے تمہیں زمین میں ٹھکانا عطا کیا۔ نرم زمین میں تم محل بناتے ہو۔ پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو۔ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

ان کی قوم کے تکبر کرنے والے سرداروں نے ان غریب اور کمزور لوگوں سے جو ایمان لا چکے تھے کہا کہ کیا تمہیں یقینی علم ہے کہ ''صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے؟'' انہوں نے کہا کہ ہمیں تو اس پر یقین ہے جس کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے۔ ان تکبر کرنے والوں نے کہا کہ جس پر تمہیں یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے بلکہ انکار کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی اور کہنے لگے کہ اے صالحؑ اگر تو رسولوں میں سے ہے تو اس عذاب کو لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے پھر ان کو ایک زلزلہ نے آ گھیرا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

پھر وہ (صالح) یہ کہتے ہوئے چلے کہ اے میری قوم میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن تمہیں تو وہ لوگ پسند نہیں ہیں جو تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۳ تا ۷۹

نَاقَةُ اللّٰهِ	اللہ کی اونٹنی
ذَرُوْهَا	اس کو چھوڑے رکھنا
تَاْكُلْ	کھائے گی
لَا تَمَسُّوْ	تم نہ چھونا
بِسُوْٓءٍ	برائی سے۔ بری نیت سے
بَوَّاَ	اس نے ٹھکانا دیا
سُهُوْلٌ	نرم جگہیں
قُصُوْرٌ	(قَصْرٌ)۔ محلات

تَنۡحِتُوۡنَ	تم تراشتے ہو
اَلۡجِبَالُ -	(اَلۡجَبَلُ)۔ پہاڑ
بُیُوۡتٌ	گھر
لَا تَعۡثَوۡا	تم نہ پھرو
اِسۡتَکۡبَرُوۡا	جنہوں نے بڑائی کی۔ تکبر کیا
اُسۡتُضۡعِفُوۡا	جو کمزور بنادیئے گئے تھے
عَقَرُوۡا	انہوں نے کاٹ ڈالا
عَتَوۡا	نافرمانی کی
اَخَذَتۡ	پکڑلیا۔ آلیا
اَلرَّجۡفَةُ	زلزلہ۔ بھونچال
جٰثِمِیۡنَ	اوندھے پڑے ہوئے
نَصَحۡتُ	میں نے نصیحت کردی تھی
لَا تُحِبُّوۡنَ	تم پسند نہیں کرتے
اَلنّٰصِحِیۡنَ	نصیحت کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۹

قوم عاد کے بعد قوم ثمود دوسری بڑی قوم ہے جو بہت زیادہ مشہور ہے اس کو عاد ثانی بھی کہتے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب بھی حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے قوم عاد کی بربادی کے بعد جس قوم کو سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا وہ قوم ثمود تھی، ان پر نعمتوں کی بہتات تھی ان کا علاقہ مغربی عرب کا وہ مقام ہے جو آج بھی ''الحجر'' کے نام سے مشہور ہے جو مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان واقع ہے یہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں جنہیں تراش کر انہوں نے شہر بسالئے تھے جن میں خوبصورت مکان، بلندوبالا بلڈنگیں، چوڑی سڑکیں، بہترین پانی کے کنویں غرضیکہ یہ قوم ہر طرح کی مال ودولت سے مالا مال تھی۔ سورۃ الفجر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے شہر ارم جیسا دوسرا کوئی عالی شان شہر آج تک دنیا میں نہیں بن سکا

ان کے وسیع وعریض کھنڈرات آج بھی تازیانہ عبرت کی واضح مثال بنے ہوئے ہیں مدینہ منورہ سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہیں ہیں حجاز کے تجارتی قافلے اس راستے سے گذرا کرتے تھے غزوہ تبوک کے موقع پر جب آپ ﷺ اس علاقے میں پہنچے تو آپ ﷺ نے اس کنویں اور جہاں اس قوم پر عذاب آیا تھا صحابہ کرامؓ کو بتایا اور یہ فرمایا کہ یہ وہ علاقہ ہے جہاں اللہ نے قوم ثمود پر عذاب نازل کیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ایک خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں انہیں اس قوم کی نافرمانی اور اس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب سے متعلق باتیں بتا کر عبرت دلائی۔

ان ہی کی قوم کے فرد حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ان کی طرف بھیجا آپ ﷺ نے جب ان لوگوں کو بتایا کہ وہ اللہ کی طرف سے ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور انہوں نے اس قوم کو شرک و بدعات سے روکنے کی کوشش کی تو اس قوم نے ماننے کے بجائے یہ کہا کہ اے صالحؑ ہم اس بات کا کیسے یقین کرلیں کہ تمہیں ہماری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے جب تک ہم اپنی آنکھوں سے کوئی معجزہ نہ دیکھ لیں تمہارے اوپر ایمان نہ لائیں گے۔ ہمیں اپنی نشانی کے طور پر کوئی معجزہ دکھایئے۔ مطالبہ یہ تھا کہ ایک بہت ہی اونچی اور بہت موٹی تازی اونٹنی سامنے والی پہاڑی سے پیدا کر کے دکھا دو اس کے جسم پر خاص نشانات ہوں پھر وہ اونٹنی فوراً ایک نر بچہ جنے وہ بھی خوب اونچا اور فربہ ہو۔ اس کے جسم پر بھی خاص نشانات ہوں۔ اے صالحؑ اگر تم ایسی اونٹنی اور بچہ کا معجزہ دکھادو گے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ کے حکم سے سامنے والی پہاڑی سے ایسی اونٹنی بھی پیدا ہوگئی اور اس کا بچہ بھی۔ مگر چند خاص لوگوں کے سوا کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

ان آیات میں حضرت صالح علیہ السلام نے جو ربانی تبلیغ فرمائی ہے وہ اونٹنی اور اس کے بچے کی پیدائش کے بعد ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ:

تمہارے رب کی نشانی تم تک پہنچ چکی ہے اب تم حسب وعدہ ایمان لاؤ۔

مگر انہوں نے اس کھلی ہوئی نشانی کو دیکھ کر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

اونٹنی اور اس کا بچہ قد وقامت میں جتنے لمبے چوڑے بلند اور فربہ تھے کھانے پینے کی ان کو اتنی ہی ضرورت تھی وہ آزادانہ کھیتوں اور ندیوں میں دندناتے پھرتے اور جو کچھ چاہتے کھاپی جاتے اس سے ثمودیوں میں سخت غم وغصہ اور خلفشار پیدا ہوگیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جب تم نے اللہ سے اتنے بڑے بڑے جانوروں کی فرمائش کی تھی تو یہ بھی سوچا تھا کہ آخر انہیں کھلاؤ پلاؤ گے کہاں سے؟ اب اپنی حماقت کا نتیجہ بھگتو۔ یہ اونٹنی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے اسے کھانے پینے کے لئے آزاد چھوڑ دو۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم بہت دیر تک برداشت نہ کرسکو گے لیکن یاد رکھو اگر تم نے ان کو ذرا بھی تکلیف پہنچائی تو اللہ کا دردناک عذاب تم پر ٹوٹ پڑے گا۔ ایسا ہی ہوا اس قوم کے ایک فرد جس کا نام ''قیدار'' آتا ہے اس نے ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے بہکانے پر اس اونٹنی اور اس کے بچے کو ذبح کر دیا چونکہ اس ایک شخص کے پیچھے پوری قوم کی حمایت شامل تھی اس

لئے عذاب نے پوری قوم کو لپیٹ میں لے لیا۔اس جگہ اور قرآن کریم کی دوسری آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی گناہ کسی قوم کے اندر ہوتا ہے اور قوم اس کو جاننے کے باوجود اس پر راضی ہے تو پوری قوم کا مقدر وہ عذاب ہوا کرتا ہے جس کی لپیٹ میں برے لوگوں کے ساتھ نیک اور صالح لوگ بھی آ جایا کرتے ہیں۔

غرضیکہ حضرت صالح نے اس قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی۔حضرت صالح علیہ السلام نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر کیسے کیسے گراں قدر انعامات کئے ہیں اس لئے اس کا احسان مانو شکر کرو ظلم فساد شرک وبدعات اور گناہوں کے کاموں سے توبہ کر کے ایمان لاؤ اور شریعت پر چلو لیکن ہوا وہی جو عام طور پر ہوا کرتا ہے۔کفر وشرک اور صحت اور فراغت جب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تو عام طور پر بصیرت رخصت ہو جاتی ہے فرد ہو یا جماعت لوگ اللہ سے غافل ہو کر ابلیس کے جال میں کود پڑتے ہیں......قوم ثمود کے سامنے قوم عاد اور قوم نوح کے واقعات زندہ وتابندہ تھے لیکن انہوں نے کوئی نصیحت اور عبرت نہیں پکڑی وہ اپنے کفر وشرک اور بدعات سے چمٹے رہے۔

ان کے بدمست اور بدکردار سردار جو اپنے اقتدار اور دولت میں مست تھے طنز کے طور پر اہل ایمان سے پوچھنے لگے کہ:

"کیا واقعی صالحؑ کو اس کے (ہمارے نہیں) رب نے رسول بنا کر بھیجا ہے"؟

انہوں نے جواب میں شخصیت سے بحث نہیں کی بلکہ حضرت صالحؑ کے لائے ہوئے پیغام کو ثبوت میں پیش کیا۔اور کہا کہ ہم تو سو فیصد اس پیغام کو صحیح اور درست مانتے ہیں اور یہی ثبوت ان کی نبوت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔سرداروں نے پورے تکبر اور غرور سے کہا کہ تم نادان ہو تم مان لو......لیکن ہم اس پیغام کو صحیح نہیں مانتے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ
بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ
شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾
وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ
مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع ١٠ ١٢ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۴

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو کہ دنیا میں پہلے کسی نے نہیں کی تھی...... تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو تم تو حد سے گذر جانے والی قوم ہو...... ان کی قوم کا جواب صرف یہی تھا کہ انہیں اپنی بستیوں سے نکالو یہ لوگ بہت پاک باز بنتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کی بیوی کے سوا اس کو اور سب اہل خانہ کو نجات عطا فرمائی کیونکہ اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اور ہم نے ان پر خوب (پتھروں کی) بارش برسائی۔ تم دیکھو کہ جرم کرنے والی قوم کا انجام کیا ہوتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۴

اَتَاْتُوْنَ	کیا تم آتے ہو؟
اَلْفَاحِشَةُ	بے حیائی کے کام
مَا سَبَقَ	نہیں گزرا
مِنْ اَحَدٍ	کوئی ایک بھی
اَلرِّجَالُ	(اَلرَّجُلُ)۔ مرد
شَهْوَةٌ	خواہش۔ بری خواہش
دُوْنِ النِّسَآءِ	عورتوں کو چھوڑ کر
مُسْرِفُوْنَ	حد سے باہر نکل جانے والے
اَخْرِجُوْا	نکالو
قَرْيَتِكُمْ	تمہاری اپنی بستی
اُنَاسٌ	لوگ
يَتَطَهَّرُوْنَ	صاف ستھرا رہتے ہیں

اِمْرَاَتَه'	اس کی عورت۔اس کی بیوی
اَلْغٰبِرِيْنَ	پیچھے رہنے والیوں (میں سے)
اَمْطَرْنَا	ہم نے برسایا
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ	مجرموں کا انجام

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۴

قوم لوطؑ کا وہی علاقہ ہے جسے آج ہم بحرمیت یا بحیرہ مردار کہتے ہیں۔ یہ بحیرہ سمندر سے بھی زیادہ گہرائی میں ہے۔ چنانچہ اس میں پانی باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس بحیرہ میں مچھلی، مینڈک، کیڑا غرضیکہ کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ قوم لوط کا صدر مقام سدوم تھا۔ جو آجکل اسی بحیرہ میں غرق ہے۔ مگر کبھی یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب تھا، غلوں اور پھلوں کی کثرت تھی یہاں کم از کم پانچ خوبصورت بڑے شہر تھے جن کے مجموعہ کو قرآن کریم نے ''مؤتفکہ'' اور مؤتفکات، کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ نعمتوں کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل نے یہاں کی قوم کو سرکش بنا دیا تھا۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ پہلی ہستی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وساطت سے اسلام قبول کیا ان کی بیوی حضرت سارہ تھیں۔ دوسری حضرت ہاجرہ اور تیسرے آپ کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب عراق سے ہجرت فرمائی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے علاقہ کنعان میں جا بسے اور حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ نے اہل سدوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔

سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جب انسان یہ دیکھتا ہے کے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ سرکشی کرنے لگتا ہے۔ یہی حال سدوم کے رہنے والوں کا ہوا۔ وہ عیش و عشرت میں اتنے مبتلا ہوئے کہ زنا کاری کی نئی نئی راہیں ایجاد کر لیں (جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں ہو رہا ہے) ان میں ایک نئی راہ مردوں کا اختلاط لڑکوں سے اس درجہ بڑھ گیا کہ عورتوں میں ان کی دلچسپی ختم ہو کر رہ گئی۔ یہ جنسی بے راہ روی اتنی زیادہ پھیل گئی کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ تم لوگ بے حیائی میں دنیا کی ساری قوموں کو پیچھے چھوڑ گئے ہو تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش کرتے ہو۔ یہ وہ ذلیل حرکت ہے جو تم سے پہلے دنیا میں کسی قوم نے بھی نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل حد سے گزر گئے ہو،

اس قوم کی بے غیرتی، ضد اور ہٹ دھرمی کی انتہا یہ تھی کہ کسی شریف گھرانے کو وہ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ حضرت لوط

* اوران کے ماننے والوں سے انہوں نے کہا
ہماری بستی سے ان لوگوں کو نکالو یہ اپنے آپ کو بہت پاک باز سمجھتے ہیں اس قوم کی ان حرکتوں کی وجہ سے بالآخر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمایا گیا ہے سورۃ الحجر اور سورۃ ہود وغیرہ میں اس عذاب الٰہی کی تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زبردست چنگھاڑ کی آواز آئی۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی نیچے سے زمین کے پورے طبقہ کو الٹا کر دیا گیا۔ آج یہ قوم بحیرہ مردار کے نیچے غرق ہے
قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر' فاحشہ' کا لفظ آیا ہے جس کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن مرد۔ مرد کے جنسی تعلقات پر اپنی شدت غضب ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالی نے الف لام کے ساتھ لفظ 'الفاحشہ' استعمال کیا ہے احادیث میں حضور اکرم ﷺ سے متعدد احکامات مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے
(۱) اللہ تعالی اس مرد کی طرف ہرگز نظر رحمت نہیں کرے گا جو عورت سے اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے
(۲) آپ نے فرمایا کہ جس نے حائضہ عورت سے صحبت کی یا عورت کے ساتھ عمل لوط کیا یا قسمت کا حال بیان کرنے والوں (کاہنوں) کے پاس گیا اور ان کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کی اس نے (حضرت) محمد ﷺ پر نازل کی گئی تعلیم سے کفر کیا۔
ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بھی اس فعل کو انتہائی گھناؤنا فرمایا ہے مردوں میں اس فعل کے متعلق ارشاد ہے
(۳) فاعل اور مفعول (الفاظ زانی اور زانیہ کے استعمال نہیں کئے گئے) دونوں کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ۔
(۴) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اوپر والا اور نیچے والا دونوں سنگسار کئے جائیں
چونکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا اس لیئے اس فعل کی سزا کیا ہونی چاہئے اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ اور فقہا کی متعدد رائیں ہیں
۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے یہ ہے کہ مجرموں کو تلوار سے قتل کیا جائے اور ان کی لاش جلا دی جائے
۲) حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی رائے یہ ہے کہ کسی بوسیدہ عمارت کے نیچے کھڑا کر کے وہ عمارت اس پر ڈھا دی جائے۔
۳) حضرت علی مرتضی کی رائے یہ ہے کہ مجرم تلوار سے قتل کیا جائے اور دفن کرنے کے بجائے اس کی لاش کو جلا دیا جائے
۴) حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ بستی کی سب سے اونچی بلڈنگ سے سر کے بل گرا کر اوپر سے پتھر برسائے جائیں

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کسی ایک واقعہ کے بھی نہ ہونے اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کی متعدد آرا کی موجودگی میں فقہا کرام کی بھی مختلف رائیں ہیں

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی بلند مقام، پہاڑ یا مینارہ وغیرہ سے گرادیا جائے اور اوپر سے پتھر برسائے جائیں یہاں تک کہ وہ مرجائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا علماء احناف کے نزدیک لواطت کی سزا زنا سے زیادہ شدید ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں فاعل ومفعول دونوں واجب القتل ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ

غرضیکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس پر جتنی بھی شدید سزا دی جائے وہ کم ہے۔ زنا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر میں بدترین فعل ہے لیکن ہم جنس پرستی اتنا بھیانک جرم ہے کہ خواہ اپنی بیوی سے ہی کیا جائے نا قابل معافی جرم ہے۔ آج مغربی تہذیب میں اس بدترین فعل کو جس طرح فیشن کا حصہ بنادیا گیا ہے بلکہ قانون کا تحفظ بھی دے دیا گیا ہے اس کے اثرات یہ سامنے آرہے ہیں کہ ہزاروں دواؤں کی ایجاد کے باوجود اس فعل کے کرنے والوں میں بھیانک بیماریاں پیدا ہورہی ہیں جن سے انسانیت کو شدید خطرات لاحق ہوچکے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس فعل سے قطعاً محفوظ رکھے۔ آمین۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا
بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ
قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۷

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلی نشانیاں آ چکی ہیں۔ تم ماپ تول پوری کرو اور لوگوں کو چیزیں گھٹا کر نہ دو۔ اور اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ تمہارے لئے اسی میں بھلائی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور تم ہر راستے پر (رہزن بن کر) نہ بیٹھو تا کہ تم لوگوں کو ڈراؤ۔ اور ہر اس شخص کو جو ایمان لے آیا ہے اسے اللہ کے راستے سے نہ روکو! اور تم (اس راستہ میں) عیب تلاش نہ کرو۔ تم یاد کرو جب تم بہت تھوڑے سے تھے پھر اس نے تمہاری تعداد کو بڑھا دیا۔ اور فساد مچانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس پر غور کرو۔ اور وہ جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اگر ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۵ تا ۸۷

اَوْفُوْا	پورا کرو
اَلْكَيْلُ	ماپ
اَلْمِيْزَانُ	تول

لَا تَبۡخَسُوۡا	نہ گھٹاؤ
لَا تَقۡعُدُوۡا	تم نہ بیٹھو
صِرَاطٌ	راستہ
تُوۡعِدُوۡنَ	تم ڈراتے ہو
تَصُدُّوۡنَ	تم روکتے ہو
تَبۡغُوۡنَ	تم تلاش کرتے ہو
عِوَجٌ	کجی۔ٹیڑھا پن
كَثَّرَ	اس نے بہت کر دیا
طَائِفَةٌ	جماعت۔گروہ
اُرۡسِلۡتُ	بھیجی گئی
حَتّٰى يَحۡكُمَ اللّٰهُ	یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے گا

تشریح: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۷

گاہک کو نقصان پہنچانے کے نہ جانے کتنے طریقے ان دنوں رائج تھے اور آج بھی رائج ہیں ڈنڈی مارنا، نمونہ کچھ مال کچھ بلیک مارکٹنگ، ذخیرہ اندوزی، لازمی اشیا کا بازار سے غائب کرا دینا۔ کارنر کرنا سینڈی کیٹ بنانا ملاوٹ کرنا جھوٹے اشتہارات دینا لازمی اشیاء کی اجارہ داری حرام مال بیچنا، سود کھانا، غلط وعدے کرنا خیانت کرنا اسمگلنگ چوری کا مال بیچنا دھمکی دھونس وغیرہ وغیرہ...... شریعت اسلامیہ نے ترغیب اور احکام میں دونوں تجارتی بے ایمانیوں اور بداعمالیوں کی روک تھام کی ہے خواہ ان کا تعلق نجی اداروں سے ہو یا سرکاری سرپرستی میں چلنے والے اداروں سے ہو۔

تجارت معاشی خوش حالی کا واحد ذریعہ ہے پیداوار اور اشیاء کا تبادلہ براہ راست یا بذریعہ مال، اپنی زیادہ چیزیں دے کر اپنی کمی باہمی رضامندی سے پوری کرنا یہ تجارت کے اصول ہیں۔ جس معاشرہ میں لین دین میں بددیانتی کا رواج ہو جائے وہاں سے خیر و برکت اٹھالی جاتی ہے اللہ کی رحمتیں رک جاتی ہیں اور وہ قوم روز بروز خسارہ اور نقصان کی طرف رواں دواں ہو جاتی ہے۔

قوم شعیبؑ بھی وہ قوم تھی جو تجارت میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی مگر انہوں نے بددیانتی کے ہزاروں طریقوں کو رواج دے کر معاشرہ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا اس تجارتی بددیانتی کے ساتھ کفر وشرک میں بھی وہ کسی قوم سے پیچھے نہ تھے۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث کے گئے تھے اس کا نام قرآن کریم میں کہیں اصحاب مدین، آیا ہے کہیں اصحاب ایکہ...... بعض مفسرین نے ان دونوں کو الگ الگ قومیں قرار دیا ہے۔ کیونکہ اصحاب مدین پر جو عذاب آیا ہے اس کو قرآن نے صیحہ اور رجفہ (چنگھاڑ - زلزلہ) کہا ہے۔ اور اصحاب ایکہ پر جو عذاب آیا ہے اس کو ظلہ (سائبان - یا آسمان سے بارش) کہا ہے لیکن بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں اور ان پر تینوں عذاب آئے۔ مدین آج بھی شرق اردن میں بندرگاہ عمان کے قریب ایک شہر کا نام ہے اور مدین ہی میں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار مبارک بھی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کا خلاصہ یہ تھا کہ لوگو! صرف اللہ کو ایک مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس کے احکام اور تعلیم پر چلو۔

آپ کی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور تجارتی ایمانداری پر ہے اور ہر بے ایمانی کے طریقوں پر آپ نے سخت گرفت کی ہے...... ایمان اور ایمان داری وہ الفاظ ہیں جن کا ٹھیک ٹھیک متبادل آج تک کسی دوسری زبان میں نہیں ہے۔ ان کا تعلق براہ راست ذات الٰہی اور صفات الٰہی سے ہے، خوف الٰہی اور انعام الٰہی سے ہے۔ جو شخص ایمان نہیں رکھتا وہ صرف تجارت میں نہیں بلکہ ہر جگہ فریق ثانی کے حقوق غصب کرتا ہوا نکل جائے گا اور دوسرے کی گردن پر پاؤں رکھ کر گذرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرے گا......

حضرت شعیب علیہ السلام ان کو ہر طرح کی بددیانتی اور ظلم و جبر پر ٹوکتے تھے مگر وہ اس حق وصداقت کی آواز کو برداشت نہیں کرتے تھے اس لئے وہ چھپ چھپ کر اہل ایمان کو بہکاتے تھے۔ انہیں اللہ کے راستے سے روکتے تھے اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر اسلام میں عیب نکالتے تھے۔ زمین میں ہر طرح کا فتنہ وفساد پھیلانا کفر وشرک کا مزاج اور پہچان ہے اور وہ اس میں سب سے آگے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو لاکھ سمجھایا (عاد وثمود وغیرہ) کے تاریخی واقعات سے عبرت دلائی۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلائے کہ تم کیا تھے اور کیا بن گئے مگر انہیں ماننا نہیں تھا وہ نہ مانے۔ آخر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم عذاب الٰہی کا انتظار کرو جو تمہاری طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ اور وہ آکر رہا جس کا ذکر آگے کی آیات میں ہے۔

الحزب ۹۶

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ
يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ
قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ

مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ
اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ
تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ
الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ
شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٩٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا
فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ
فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع ١١ ٩ ١

ترجمہ: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

اس کی قوم کے تکبر کرنے والے سرداروں نے کہا کہ اے شعیبؑ ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ کہ ہم تمہیں اپنی ملت میں لوٹا لیں گے..... (حضرت شعیبؑ کی قوم نے) کہا کیا اگر چہ ہم (تم سے بیزار ہوں) تب بھی لوٹا لو گے؟ جب کہ ہمیں اللہ نے نجات دیدی ہے اس کے بعد بھی اگر ہم تمہاری ملت کی طرف پلٹ جائیں تو ہم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں میں سے ہوں گے اور ہماری یہ شان نہیں ہے کہ ہم اس ملت میں لوٹ جائیں سوائے اس کے کہ ہمارا رب ہی چاہے تو اور بات ہے۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ ہم نے اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان صحیح صحیح فیصلہ فرما دیجئے۔ اور آپ ہی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس کی قوم کے کافروں نے کہا کہ اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔

پھران پر شدید زلزلہ آ گیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اور جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا وہ ایسے ہو گئے جیسے کبھی آباد ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا وہی نقصان اٹھانے والے بن گئے۔ پھر وہ روانہ ہوا اور کہا اے میری قوم میں نے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہیں نصیحت کر دی۔ پھر میں کافر قوم (کے برے انجام) پر افسوس کیوں کروں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

لَنُخْرِجَنَّکَ	البتہ ہم تجھے ضرور نکال دیں گے
مِنْ قَرْیَتِنَا	اپنی بستی سے
لَتَعُوْدُنَّ	البتہ تمہیں پلٹ کر آنا ہوگا
فِیْ مِلَّتِنَا	ہمارے دین میں
اَوَلَوْ کُنَّا	کیا اور اگر ہم ہوں
کٰرِهِیْنَ	برا سمجھنے والے
اِنْ عُدْنَا	اگر ہم پلٹ گئے
تَوَکَّلْنَا	ہم نے بھروسہ کر لیا
اِفْتَحْ	کھول دے

تشریح: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

یہ ہے دو نظریات کا ٹکراؤ۔ یہ صورت حال صرف اہل مدین کے ساتھ نہیں۔ ہر دور اور ہر علاقہ اس آئینہ میں اپنی تصویر دیکھ سکتا ہے ورنہ اس کا اندراج قرآن کریم میں نہ ہوتا۔

اہل کفر و شرک بے ایمانی کے وکیل بن کر کہہ رہے تھے کہ اس کے بغیر ہماری تجارت معاملات تہذیب و تمدن اور سیاسی مفادات ختم ہو جائیں گے ہم جو یہاں اتنی بڑی تجارتی شہ رگ پر بیٹھے ہیں زمینی بھی اور سمندری بھی...... کیا ہم شعیب کی باتیں مان کر نیک بخت اور ایمان دار بن جائیں اور ان تمام عظیم فائدوں کو ہاتھ سے جانے دیں جو بے ایمانی اور فریب سے ہمیں حاصل ہو رہے ہیں۔ لیکن اللہ کے پیغمبر نے اللہ کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ دنیا اور آخرت کا فائدہ ایمانداری اور دیانتداری میں

ہے۔تجارت اسی سے پھل پھول سکتی ہے لوگ اسی سے تم پر اعتماد کر سکیں گے دنیا اور آخرت کا فائدہ ان عقیدوں اور اصولوں میں پوشیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائے ہیں۔تجارتی بد دیانتی بظاہر خوب پھلتی پھولتی ہے اس کی رونق بھی خوب ہوتی ہے لیکن یہ پھلنا پھولنا اور رونق ایک عارضی سی چیز ہوتی ہے ڈھلتی چھاؤں ہے جب ڈھل گئی تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیل جاتا ہے اسکے پیچھے عذاب جہنم ہے لیکن ایمان داری کا فائدہ ابدی فائدہ ہے مادی بھی اور روحانی بھی اور اس کے پیچھے جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور اللہ کی رضا و خوشنودی ہے۔

نظریات کی یہ ٹکر صرف علمی اور عقلی ہی نہ تھی بلکہ سماجی معاشرتی اور سیاسی بھی تھی ایک طرف حکومت اور اقتدار کا زور تھا دوسری طرف حق وصداقت پر استقامت اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ۔کفر وشرک کرنے والے اگرچہ دل ہی دل میں اسلام کی صحت اور معقولیت کو مان رہے تھے مگر دنیاوی لالچ اور وقتی مفادان کے لئے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔اہل کفر وشرک نے ہر طرح کے لالچ اور دباؤ اور دھمکیوں سے اہل ایمان کو مرعوب کرنا چاہا مگر اہل ایمان نے استقامت کا ثبوت دیا اور حالات کی نزاکتوں کے باوجود وہ اپنی جگہ جم کر کھڑے ہو گئے۔نظریات کی جنگ میں ٹکراؤ ضرور ہوتا ہے مگر ہمیشہ فتح اور کامیابی حق وصداقت کی ہوا کرتی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ
اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ
اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾
وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ
بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿٩٧﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ
يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩٨﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ
فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٩٩﴾ ع ١٢ ٦ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۹

اور ہم نے کسی بستی میں کسی نبی کو نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو سختیوں اور تکلیفوں میں مبتلا نہ کیا ہو۔ تا کہ وہ گڑگڑائیں پھر ہم نے ان کی پریشانیوں کو خوش حالی سے بدل دیا۔ اور وہ پھلے پھولے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ہمارے باپ دادا بھی ان ہی مشکلات اور پریشانیوں سے گذرے تھے۔ پھر اس کے بعد ہم نے اچانک ان کو اس حالت میں پکڑ لیا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں (کے دروازں کو) کھول دیتے لیکن انہوں نے تو اللہ (کی آیتوں) کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ جب وہ رات کو سو رہے ہوں تو ان پر عذاب آ جائے۔ کیا بستیوں والے اس سے نڈر ہو چکے ہیں کہ ان پر دن چڑھے عذاب آ جائے جب وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو چکے ہیں۔ لیکن اللہ کی تدبیروں سے تو وہی بے خوف ہوتے ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۹

يَضَّرَّعُوْنَ	وہ عاجزی کرتے ہیں
حَتّٰى عَفَوْا	یہاں تک کہ وہ آگے بڑھ گئے
مَسَّ	چھو لیا
بَغْتَةً	اچانک
لَفَتَحْنَا	البتہ ہم نے کھول دیا
يَكْسِبُوْنَ	وہ کمائی کرتے ہیں
اَفَاَمِنَ	کیا پھر وہ بے خوف ہو گئے
نَائِمُوْنَ	سونے والے
ضُحًى	دن چڑھے
يَلْعَبُوْنَ	وہ کھیل رہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۹

گذشتہ آیات میں مسلسل پانچ قوموں کے عبرت انگیز واقعات بیان کر کے عرب کے کفار اور مشرکین کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ ذرا سوچو! کیا یہی آزمائشیں تمہارے ساتھ پیش نہیں آ رہی ہیں؟ تم کس غفلت میں پڑے ہو؟ کیا اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیریں ٹھیک اس وقت اچانک تمہیں آ کر پکڑ نہیں سکتیں جب کہ تم رات کو نیند میں یا دن کو دنیاوی معاملات اور ہنگاموں میں مدہوش ہوں؟

ان پانچ اقوام کے ساتھ جو کچھ ہوا بالکل وہی حالات حضور اکرم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے زمانے میں اہل عرب کو پیش آ رہے تھے مگر جس طرح گذشتہ اقوام کا حشر ہوا اور انجام ہوا وہ ابھی ان کے ساتھ نہیں ہوا۔ مگر ایسے انجام میں دیر کتنی لگتی ہے۔ حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ دونوں کی متفقہ روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے دعوت وارشاد کا آغاز کیا تو جواب میں اہل قریش نے ظلم وستم کا سلوک دن بدن تیز کر دیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ ان پر اس طرح کا قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں نازل ہوا تھا اور مصر میں قحط پڑا تھا یہ دعا اس لئے کی گئی کہ ان کے اندر جو غرور، طاقت اور نشۂ دولت ہے وہ ٹوٹ جائے ان کا دل نرم پڑ جائے۔ انہیں معلوم تو ہو کہ ان کے اوپر کوئی طاقت ہے جس کے ہاتھ میں ان کے رزق اور قسمت کی باگیں ہیں اور جو انہیں کڑی سے کڑی اور بڑی سے بڑی سزا دے سکتی ہے۔

یہ دعا قبول ہوئی اور سات سال تک کے لئے قحط پڑ گیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ گلی سڑی چیزیں، پتے اور مردار تک کھانے لگے۔ آخر اہل مکہ کا ایک وفد ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ منورہ آیا اس وفد نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اللہ سے اہل مکہ کے لئے دعا کریں تا کہ اللہ یہ براوقت ٹال دے نبی کریم ﷺ نے نہ صرف ان کی درخواست کو قبول کیا بلکہ تنگی اور فقر وفاقہ کے باوجود جو کچھ بن پڑا وہ غلہ اور دوسری ضروری اشیاء اہل مکہ کیلئے بھیجیں۔ سبحان اللہ یہ مکہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تیرہ سال تک ناقابل تصور ظلم وستم کئے اور ظلم وجبر کا کوئی حربہ ایسا نہیں تھا کہ جو انہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے خلاف استعمال نہ کر لیا ہو۔ لیکن جب یہی دشمن اللہ کے نبی کے پاس فریاد لے کر آئے تو آپ نے ان کو مایوس نہیں کیا بلکہ توقع سے زیادہ امداد فرمائی...... جب یہ براوقت ٹل گیا اور از سر نو صحت وفراغت کا دور شروع ہوا تو ان کی گردنیں تکبر اور غرور سے اور تن گئیں کیونکہ ان کے سرداروں نے عوام کو یہ کہہ کر پھر سے بہکانا شروع کر دیا کہ یہ اچھے برے حالات تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ تو فطرت اور وقت کا کھیل ہے ان معاملات میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا کیا دخل ہو سکتا ہے؟ لہٰذا ان کے جال میں پھنسنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بیماری اور شدید فقر وفاقہ کا دور گذرنے کے بعد اہل عرب پر صحت اور فراوانی کا وقت آیا ہوا تھا جب سورہ اعراف کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ تنگی اور فراخی کے دوا دوار ہیں۔ ان کو لانے والی چیز فطرت اور تاریخ نہیں ہے۔ ان کو لانے والی اللہ کی قدرت اور حکمت ہے اور ان کے لانے کا مقصد تمہاری آزمائش ہے۔

اور یہ بھی نصیحت کی گئی ہے کہ اوپر جو پانچ اقوام کے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں اللہ کا عذاب اچانک۔ بغیر پیشگی

اطلاع کے آیا ہے اور ٹھیک اسی وقت آیا ہے جب دولت، فراغت، نشہ اقتدار، اور نشہ پندار میں قوم بدمست ہو چکی تھی اور اسے بھول کر بھی یہ تصور نہ تھا کہ اللہ کی خفیہ تدبیر گھات میں تاک لگائے بیٹھی ہے ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ تم اتنی سی چیزوں پر مغرور اور بد مست ہو گئے ہو۔ اگر تم ایمان لاتے اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تو پھر دیکھتے کہ زمین و آسمان سے کیسی کیسی برکتیں نازل ہوتیں۔ اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوتیں مگر ان باتوں کا یقین تو ان کو ہوتا ہے جن کو اللہ نے ایمان کی دولت سے سرفراز کیا ہے جن کی آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں ان کو یہ صداقت نظر نہیں آتی۔

اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ
یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَ مَا وَجَدْنَا
لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَ اِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۲

کیا وہ لوگ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے جو آج ان بستیوں کے رہنے والوں کے وارث ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیتے۔ ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور وہ (حق کی بات) نہیں سنتے۔

اے نبی ﷺ! یہ بستیاں ہیں جن کے کچھ حالات ہم آپ کو سنا رہے ہیں ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آتے رہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا کہ جس بات کو وہ جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آتے۔ اس طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں کو وعدہ کا پابند نہیں پایا۔ اور ان میں سے اکثر کو نافرمان پایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۰تا۱۰۲

یَرِثُوْنَ	وہ مالک ہوتے ہیں
اَصَبْنٰھُمْ	ہم نے ان کو پہنچایا۔ مصیبت میں ڈالا
نَطْبَعُ	ہم مہر لگادیتے ہیں
لَا یَسْمَعُوْنَ	وہ نہیں سنتے ہیں
تِلْکَ الْقُرٰی	یہ بستیاں
نَقُصُّ	ہم بیان کرتے ہیں
اَنْبَآءٌ	خبریں

تشریح: آیت نمبر ۱۰۰ تا ۱۰۲

جیسا کہ گذشتہ آیات میں سمجھایا گیا ہے کہ قوموں کی تباہی ان کے گناہوں اور بداعمالیوں کی سزا ہے جب وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں بہت دور نکل جاتی ہیں۔ جب اصلاح کی تمام امیدیں ختم ہوجاتی ہیں، زلزلہ، طوفان، قحط، آتش زدگی، آتش فشانی، جنگ، وبا، وغیرہ یہ محض موسمی، جغرافیائی طبعیاتی، اتفاقی، حادثاتی یا جیسا کہ کارل مارکس وغیرہ نے سمجھایا ہے عمل اور ردعمل کی مسلسل زنجیر نہیں یا جیسا کہ سائنس نے سمجھایا ہے کہ ان کا تعلق جزا وسزا سے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا خاص تعلق کفر، ضد، ہٹ دھرمی اور ظلم سے ہے جیسا کہ اوپر پانچ اقوام کی مثالیں دی گئی ہیں۔

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اہل عرب خصوصاً اہل قریش دولت اور اقتدار کی فروانی میں بہکے ہوئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی تبلیغ سے ان کے ہوائی قلعے مسمار ہوتے نظر آرہے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک بات کو حق اور سچ سمجھنے کے باوجود ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ تمام منطق اور معقولیت کے باوجود ایمان نہ لانے کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے ان کا دنیاوی مفاد۔ ان کی آنکھیں اس دنیا سے آگے نہیں دیکھ رہی تھیں ان کے دماغ اس دنیا کی لذتوں سے آگے نہیں سوچ رہے تھے۔

اس آیت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اللہ کا ایک تازیانہ اچانک آئے گا اور تم ذلیل ورسوا ہوکر اپنے کھیتوں، دوکانوں، مکانوں اور عیش عشرت کی جگہوں سے رخصت ہوجاؤ گے۔ یہ قومیں جو تم سے زیادہ بااثر اور باثروت تھیں صرف ایک جھٹکے میں جہنم کے قریب پہنچ گئیں۔ اسی طرح تم بھی پہنچ سکتے ہو۔

رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

جب کوئی انسان پہلی مرتبہ گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ سا لگ جاتا ہے وہ جتنے گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے اتنے ہی سیاہی کے نقطے لگتے جاتے ہیں یہاں تک کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس دل سے نیکی اور بدی کا امتیاز اٹھ جاتا ہے ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اب اس کے لئے ہر معقولیت اور نصیحت کی بات بیکار ہو کر رہ جاتی ہے (اگر وہ اللہ سے معافی مانگ لے تو اللہ اس دل کی سیاہی کو دور فرما دیتے ہیں)۔ اس کو قرآن کریم نے دلوں پر مہر کر دینے سے تعبیر فرمایا ہے۔ دل پر مہر لگ جانے کی ایک خاص پہچان ہے کہ اگر کہیں اس نے ایک مرتبہ ''نہیں'' کہہ دیا تو خواہ ہزار مرتبہ اس ''نہیں'' کو غلط ثابت کر دیا جائے وہ اپنی جھوٹی انا اور وقار کی خاطر مان کر دینے والا نہیں ہے اور اس کی ''نہیں'' ''ہاں'' سے بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

وہ اپنے اس طرز عمل سے اپنے آپ کو اپنے اہل خانہ اور دوست احباب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ ''میں ایک عقل مند انسان ہوں اور اپنی کوئی رائے رکھتا ہوں'' اگر میں نے اپنے آپ تردید کر دی تو اس کے عقلمندی کے دعوے میں سوراخ پڑ جائیں گے۔ جب دلوں پر اس طرح کی مہر لگ جاتی ہے جس کو انسان اپنی عقل مندی کا نام دیتا ہے تو پھر کوئی حق و صداقت کی بات اس کے دل تک نہیں پہنچ سکتی۔

اس جگہ جس عہد کا ذکر ہے اس کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ''عہد الست'' ہے یعنی وہ عہد جو روز اول تمام مخلوق نے اللہ سے وعدہ کیا تھا وہی عہد مراد ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ یہاں عہد سے مراد ''عہد ایمان'' ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا وہ دشمن جو کٹر دشمن ہے اس پر بھی جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ عہد وفا کر لیتا ہے لیکن حالات سدھرتے ہی وہ بدل جاتا ہے۔ جس طرح قریش مکہ نے قحط کے زمانہ میں اللہ سے عہد کیا مگر پھر کچھ ہی دنوں میں اس کو بھلا کر پھر سے اپنے کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ
فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ
قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾
حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ
جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا۔ پھر انہوں نے اس کے ساتھ زیادتی کی۔ تو دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے...... موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ میں اس بات پر قائم ہوں کہ میں اللہ پر سوائے سچی بات کے اور کچھ نہ کہوں، میں تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیاں لے کر آیا ہوں میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔

اس نے کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو اس کو لا کر دکھا اگر تو سچ بولنے والوں میں سے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

بَعَثْنَا	ہم نے بھیجا
ظَلَمُوْا	انہوں نے ظلم کیا
حَقِیْقٌ	سچی بات یہ ہے
لَا اَقُوْلُ	میں نہیں کہتا
اَرْسِلْ	بھیج دے
مَعِیَ	میرے ساتھ
فَأْتِ بِهَا	پھر تو لے آ

تشریح: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

حضرات انبیاء کرام حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام اور ان کی قوموں کے واقعات کی طرف اشاروں کے بعد اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے متعلق ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ فرعون ایک زبردست ڈکٹیٹر اور آمر مطلق تھا جو جاہ و جلال، دولت کی کثرت کے غرور میں اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلواتا تھا اور لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ اس کو رب مان کر اس کے سامنے اپنی گردن کو جھکا کر رکھیں۔ فرعون اور اس کے سرداروں نے پیغمبر وقت کا انکار کیا اور بالآخر

گناہوں کے سمندر میں اس طرح غرق ہوگئے کہ آج ان کی زندگیاں عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہیں۔

فرعون کسی شخص کا نام نہیں بلکہ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے فراعین مصر کے انیس خاندان گذرے ہیں اور انہوں نے مصر پر تقریباً تین ہزار سال تک حکومت کی ہے ان دنوں ان کی تجارت پوری دنیا سے جاری تھی۔ ایک طرف ایشیا اور افریقہ سے تھی دوسری طرف یورپ اور دیگر ممالک تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ ہزاروں سال سے بین الاقوامی تجارت نے فراعنہ مصر کو انتہائی دولت مند بنا دیا تھا۔ دوسری طرف وہ عوام کا خون چوسنے سے بھی باز نہیں آتے تھے ایک ہی خاندان کی حکومت نے تمام اقتدار ان کے ہاتھ میں مرکوز کر دیا تھا۔ اور وہ ظلم و ستم اور غرور و تکبر میں انتہا سے زیادہ آگے بڑھ گئے تھے یہاں تک کہ فرعون ''رب اعلیٰ'' کا دعویٰ کر بیٹھا۔

فرعون کے معنی ہیں ''رع'' کی اولاد اور رَعْ کے معنی ہیں سورج۔ جس چیز سے انسان سب سے زیادہ خوف زدہ متحیر اور متاثر رہا ہے وہ ہے سورج۔ چنانچہ قدیم ترین زمانے سے دنیا کے تمام حصوں میں ''سورج دیوتا'' کی پرستش اور عبادت و بندگی ہوتی چلی آرہی ہے عقلمند بادشاہوں نے بے وقوف رعایا کو احمق بنانے کے لئے اپنے آپ کو ''سورج بنسی'' یعنی سورج کی اولاد کہلوانا شروع کر دیا۔ اور اس طرح حکومت اور تقدس ایک جگہ جمع ہو گئے اور دنیا کے تمام اختیارات کے ساتھ ساتھ روحانی طاقتیں بھی بادشاہوں کے ہاتھوں میں جمع ہو گئیں۔ اور یہ حال صرف مصر ہی میں نہ تھا بلکہ ایران، ہندوستان چین اور تقریباً ساری دنیا میں یہی حال تھا۔

مصر میں جب ظلم و ستم اور کفر و شرک کی زیادتی بہت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو توریت، معجزات اور دیگر دلائل نبوت دے کر اس قوم میں مبعوث فرمایا۔ انہیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا کیونکہ ہر ملک میں فتنوں اور فسادات کی جڑ وہ خواص ہوا کرتے ہیں جو اقتدار کی کرسیوں پر قبضہ جما کر بیٹھتے ہیں۔ تمام پیغمبران ہی خواص سے معاملہ کرتے اور غریبوں اور بے کسوں کی اصلاح کرتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سیدھے فرعون کے پاس آئے۔ یہ وہی فرعون ہے جس کے (یا جس کے باپ کے) پاس انہوں نے پرورش پائی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالکل صاف سیدھے اور سچے لہجے میں یہ فرمایا کہ ''میں رب العالمین'' کی طرف سے نبی بن کر آیا ہوں اور میرے پاس اس کے واضح ثبوت موجود ہیں۔ رب العالمین کے لفظ سے فرعون چونک اٹھا کیونکہ وہ تو ''رب اعلیٰ'' کا گھمنڈ اپنی ذات کے لئے رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل حق اور سچ ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں، میں تجھ سے یہی کہوں گا کہ بنی اسرائیل کو میرے ہمراہ مصر سے لے جانے کی اجازت دیدے۔ یہ اعلان درحقیقت فرعون کے اقتدار پر بھرپور حملہ تھا کیونکہ اس کا سارا اقتدار اور حکومت کا ڈھانچہ تو بنی اسرائیل پر ہی قائم تھا۔ اس کی حکومت نے ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کے اصول پر مصر کے تمام باشندوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ''قبطی اور یہودی'' ان میں بنی اسرائیل (یہودی) مظلوم اور محکوم تھے جن کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا یہ ان کے غلام تھے جو فرعونیوں کی خدمت کرتے تھے ان سے بہت ادنیٰ اور گھٹیا کام لئے جاتے تھے۔ ان کے بچے ذبح کئے جاتے اور ان کی لڑکیاں اور

عورتیں چھین لی جاتی تھیں ہر محنت و مشقت کا کام ان سے لیا جاتا تھا۔ فرعونیوں کی سوچ یہ تھی کہ اگر بنی اسرائیل چلے گئے تو مزدوروں کے کام کون کرے گا۔

اس لئے اس نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی نبوت کے دلائل اور معجزات پیش کرو۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ
بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾

ع ۱۳ / ۹ / ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۲

پھر اس نے اپنی لاٹھی (عصا) کو پھینکا تو وہ حقیقتاً اژدھا بن گیا اور اس نے (موسیٰ نے) اپنا ہاتھ (بغل سے) نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے چمکنے لگا۔ فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ یہ تو ماہر جادوگر ہے۔ (فرعون نے کہا) وہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے تم سب کا کیا مشورہ ہے؟ سب نے کہا کہ (اے فرعون) اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ ڈھیل دیدے اور تمام شہروں میں (جادوگروں کو) جمع کرنے کے لئے بھیج دے تا کہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو تیرے پاس لے آئیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۲

اَلْقٰى	اس نے ڈالا
عَصَا	لاٹھی
ثُعْبَانٌ	اژدھا۔ بڑا سا سانپ

نَزَعَ	کھینچا۔ نکالا
بَيْضَآءُ	سفید۔ چمکدار
نَاظِرِيْنَ	دیکھنے والے
سٰحِرٌ عَلِيْمٌ	اچھی طرح جادو جاننے والا۔ ماہر جادوگر
اَنْ يُّخْرِجَكُمْ	یہ کہ وہ تمہیں نکال دے
مِنْ اَرْضِكُمْ	تمہاری زمین سے
فَمَا ذَا تَاْ مُرُوْنَ	پھر تم کیا مشورہ دیتے ہو؟
اَرْجِهْ	ڈھیل دے اس کو
اَخَاهُ	اس کے بھائی کو
اَلْمَدَائِنُ	شہر۔ بستیاں
حٰشِرِيْنَ	جمع کرنے والے
يَاْتُوْكَ	آجائیں گے تیرے پاس

تشریح: آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۲

اس زمانہ میں ملک مصر میں جادو کا بڑا زور تھا یعنی عام فطرت سے ہٹ کر کوئی نئی حیرت انگیز چیز پیش کر دینا، ان چیزوں کو پیش کر کے لوگوں کو رعب میں رکھنا اور اپنے آپ کو خصوصی طاقت وقوت کا مالک دکھانا۔ چونکہ وہاں جادو کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا اور اسی شعبدہ بازی پر حکومت کا رعب اور دبدبہ قائم تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا ہوئے جن سے وہ جادو کا توڑ کر کے دکھائیں۔

چنانچہ جب فرعون نے مصر اور آس پاس کے شہروں سے تمام بڑے بڑے جادوگروں کو دربار میں طلب کر لیا تو ہر ایک نے بادشاہ وقت کے قریب ہونے اور دنیاوی انعامات حاصل کرنے کے لئے اپنے تمام تر کمالات پیش کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے ڈنڈے رسیاں اور مختلف چیزیں سامنے ڈال کر ان کو جادو کے زور سے سانپوں کی شکل میں ڈھال دیا حالانکہ وہ سب چیزیں لوگوں کو سانپ دکھائی دے رہی تھیں حقیقت میں محض نظر بندی تھی۔ جب تمام جادوگر اپنے کمالات دکھا چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی کی اور فرمایا کہ تم محض اپنا ''عصا، زمین پر پھینک دو پھر ہماری قدرت کا تماشا دیکھنا چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے

جیسے ہی اپنے ''عصا'' (لاٹھی) کو زمین پر پھینکا وہ سچ مچ کا اژدھا بن گیا اور اس نے جادوگروں کے نقلی سانپوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ جادوگروں نے جب یہ دیکھا تو یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے یا محض نظر بندی کا شعبدہ نہیں ہے بلکہ واقعی معجزہ ہے اور وہ سب جادوگر ایمان لے آئے۔

تفسیر کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے اژدھے نے فرعون کی طرف منہ پھیلایا تو وہ ڈر کے مارے تخت شاہی سے کود کر حضرت موسیٰؑ کی پناہ میں آ گیا۔ بہت سے درباری دہشت سے مر گئے اور تمام جادوگر لرز اٹھے۔ یہ معجزہ تھا۔ اگر یہ محض نظر بندی ہوتی تو اس طرف کون توجہ کرتا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ ''ید بیضا'' کا عطا کیا تھا یعنی جب وہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا...... آپ کے ہاتھ کا چمک دار بلکہ روشن ہو جانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبوت صرف طاقت اور بڑی طاقت کا مظہر ہی نہیں ہے بلکہ روشنی کا مینارہ بھی ہے اور یہ ہدایت کا نور بھی ہے۔

اس ''ید بیضا'' سے ایک اور بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ نبی میں اور جادوگر میں یعنی معجزہ اور جادو میں کیا فرق ہے؟

جادوگر کا مقصد محض کمالات دکھا کر شخصی فائدہ اور اقتدار حاصل کرنا ہی ہوتا ہے وہ کوئی پیغام نہیں پہنچاتا۔ وہ کچھ ثابت نہیں کرتا۔ وہ کوئی اصلاح نہیں کرتا وہ تحریک نہیں چلاتا وہ خطرات مول نہیں لیتا وہ وقتی واہ واہ حاصل کرتا ہے اور اس کے بل پر کچھ دولت کچھ طاقت اور کچھ رعب جما دیتا ہے اور بس۔

لیکن اللہ کے نبی کا مقصد نور علم اور نور بصیرت پھیلانا ہے وہ کفر و شرک ظلم و ستم۔ انسانوں کے دعوائے ربوبیت اور دعوائے حاکمیت کے بتوں کو توڑتا ہے وہ اس اندھیرے کے خلاف جہاد کرتا ہے روشنیوں کے چراغ جلاتا ہے اس کا کام بندہ اور مالک کے خاص رشتہ کو قائم کرنا ہوتا ہے وہ اپنی امت کے لئے راتوں کو روتا ہے وہ ہر آن ان کی آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے اس کے برخلاف جادوگر کا جادو بھی عارضی ہوتا ہے اور اس کی ذات سے باہر نہیں آتا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ نبی انسان کی انسانوں پر مطلق العنانی اور حکمرانی کو توڑتا ہے وہ ظلم و ستم اور مصنوعی تفریق کو مٹاتا ہے اس کی دعوت محض علمی اور فکری نہیں ہوتی بلکہ اس کا پیغام انقلابی جہادی اور عملی ہوتا ہے۔ اسی لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو للکارا تو وہ اور اس کے سردار گھبرا اٹھے وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا یہ کہنا کہ میں ''رب العالمین'' کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو'' ان دو جملوں نے ان کی راتوں کی نیندیں حرام کر دیں اس لئے ان کی زبانوں پر یہ آ گیا کہ ''یہ شخص ہمیں ہماری زمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

اس گھبراہٹ اور بدحواسی کا نتیجہ تھا کہ وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے اس کا توڑ کیا ہے اور قول نبوت کے پیچھے جو للکار پوشیدہ تھی اس نے انہیں لرزا دیا ورنہ محض عصا کا اژدھا بن جانا یا ہاتھ کا روشن ہونا اور کچھ جادوگروں کا ایمان لے آنا حیرت انگیز تو ہو سکتا تھا لیکن انقلاب انگیز نہیں عصا کا اژدھا بن جانا ظاہر کرتا تھا کہ وہ باطل کے تمام جادو کو کھا جائے گا

اور باطل کو اسی بات کی فکر کھائے جارہی تھی۔

یہاں یہ بات بھی ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور فرعونیوں کے لئے نئے نہ تھے انہوں نے محل میں رہ کر شاہی علوم وفنون سیکھ لئے ہوں گے انہوں نے صداقت امانت استقلال، ایمان، شجاعت، اور قیادت وغیرہ کا لوہا منوالیا ہوگا۔ شخصیت کا لوہا پیغمبر اور مبلغ و مصلح کے ہاتھ میں سب سے بڑا ہتھیار ہوا کرتا ہے ورنہ ایک آمر مطلق کا محض ایک جملہ نبوت سے دہل جانا آسان نہیں جس کی سلطنت شام سے لیبیا تک، بحر روم کے ساحلوں سے حبش تک پھیلی ہوئی تھی۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا
اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ
وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ
فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ
اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۲۲

جادوگر فرعون کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے کہا کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمارے لئے انعام تو ضرور ہوگا؟۔ اس نے کہا ہاں ضرور ضرور اور تم میرے قریبی لوگوں میں سے ہوگے۔ انہوں نے کہا اے موسیٰؑ! (پہلے جادو) تم ڈالو گے یا ہم ڈالیں؟ اس نے (حضرت موسیٰؑ نے) کہا تم پھینکو پھر جب انہوں نے رسیوں وغیرہ کو پھینکا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو ہوگیا وہ سب ڈر گئے اور اس

طرح وہ ایک بہت بڑا جادو لے آئے۔ ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰؑ تم اپنی لاٹھی کو پھینکو جیسے ہی اس کو پھینکا تو وہ (اژدھا بن کر) ان چیزوں کو نگلنے لگا۔ اس طرح جو سچائی تھی وہ سچ بن کر دکھائی دینے لگی۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ وہ جادوگر ہار گئے اور ذلیل وخوار ہو گئے اور سب جادوگر سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ہیں وہ رب جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۲۲

اَجْرٌ	انعام
اَلْمُقَرَّبِیْنَ	مقربین۔ (باعزت درباری)
اَنْ تُلْقِیَ	یہ کہ تو ڈالے گا
اَلْقَوْا	انہوں نے ڈالا۔ انہوں نے پھینکا
سَحَرُوْا	باندھ دیا
اَعْیُنِ النَّاسِ	لوگوں کی آنکھوں کو
اِسْتَرْھَبُوْا	انہوں نے ڈرا دیا
بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ	بڑے جادو سے
اَوْحَیْنَا	ہم نے وحی کی
اَلْقِ	ڈال دے
عَصَاکَ	اپنی لاٹھی کو
تَلْقَفُ	نگلنے لگا
مَا یَاْفِکُوْنَ	جو کچھ کہ وہ بناتے ہیں
وَقَعَ	واقع ہو گیا۔ کھل گیا
بَطَلَ	تباہ ہو گیا
غُلِبُوْا	وہ مغلوب کر دیئے گئے

هُنَالِكَ	اس جگہ
اِنْقَلَبُوْا	وہ پلٹ گئے
صٰغِرِيْنَ	ذلیل ورسوا ہونے والے
اُلْقِیَ	ڈال دیئے گئے۔(اِلْقَاءٌ)
سٰجِدِيْنَ	سجدہ کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۲۲

قدرت کو عجیب تماشا دکھانا منظور تھا اس لئے ملک کے تمام علاقوں شہروں اور قصبوں کے با کمال جادوگروں کو فرعون کے ہاتھوں ایک جگہ جمع کرادیا۔نہ صرف ان کو جمع کر دیا بلکہ ان کو پوری طرح اپنے کمالات پیش کرنے کا موقع دیا گیا اس طرح پورے ملک کے کونے کونے سے وہ لوگ سمٹ آئے جو اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔انہوں نے کلی اعتماد کے ساتھ اپنے داؤ پیچ پیش کئے۔مگر ان کا اعتماد اس وقت بری طرح شکست کھا گیا جب فرعون جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلواتا تھا وہ اور اس کے ملک کے تمام سرداروں کی موجودگی میں فرعون اور فرعونیوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ذلیل ورسوا ہونا پڑا اور وہ تمام لوگ جن پر اور جن کے کمال فن پر فرعون کو ناز تھا وہ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئے۔رب العالمین کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور انہوں نے اس بات کی وضاحت کردی کہ ہم اس رب العالمین پر ایمان لائے ہیں جس کو موسیٰ وہارون علیہم السلام اپنا رب کہتے ہیں۔کیونکہ فرعون تو خود اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلواتا تھا۔

وہی لوگ جو کچھ دیر پہلے فرعون سے بہترین انعام کے امیدوار تھے جب سچائی ان کے سامنے آئی تو انہوں نے فرعون اور اس کی طاقت، اس کی فوج اور سلطنت کی وسعت کو نظر انداز کر کے صرف اللہ کی قوت وطاقت پر بھروسہ کرلیا۔یہی ایمان کی سب سے بڑی قوت وطاقت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ۔

وہ لوگ جو تن تنہا بلا جھجک جابر ترین سلطان کے سامنے کلمہ حق کہہ کر اس پر ڈٹ جاتے ہیں۔وہ لوگ جو صرف اور صرف زور ایمانی کے بل پر ان دنیاوی جباروں اور قہاروں سے ٹکر لیتے ہیں جن کے پاس فوج بھی ہے خزانہ بھی ہے اور جی حضوریوں تنخواہ برداروں کی جماعتیں بھی ہیں۔

وہ لوگ جو شہادت پیش کرنے کا دم خم رکھتے ہیں۔بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ کس طرح کامیاب ہوتے ہیں۔کس طرح غیبی قوتیں ان کے قدموں کو چومتی ہیں۔کس طرح باطل کے قلعوں پر حق کا جھنڈا لہراتے ہیں۔تاریخ اس پر گواہ ہے کروڑوں عوامل

ہیں جو واقعات کی شکل وصورت ترتیب دیتے ہیں۔ انسانی آنکھ دو چار کو دیکھ سکتی ہے۔ ظاہری عوامل کی طاقت انتہائی کم ہے۔ خفیہ اور پوشیدہ عوامل کی طاقت انتہائی زیادہ ہے ظاہری عوامل کی اہمیت اپنی جگہ ہے لیکن وہ فرعون نمرود، ہامان اور قارون کس قدر بے وقوف ہیں جو ظاہری عوامل ہی کو سب کچھ مانتے ہیں اور غیب کی طاقتوں سے لاعلم اور لا پرواہ ہیں وہ شخص کس قدر مضبوط ہے جو اپنا رشتہ لا الہ الا اللہ سے ملائے ہوئے ہے۔

ان آیات میں وحی اور القا“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ انبیاء کرامؑ پر وحی نازل ہوتی ہے اور القا غیر پیغمبروں کے لئے ہے اس لاسلکی، اس وائرلیس، اس ٹیلی پیتھی سے بڑا ہتھیار اور کیا ہوسکتا ہے جو انسان کے دل کی دنیا کو بدل ڈالے اور اس طرح دنیا کا دل بدل ڈالے جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

وہ چیز جسے ہم توفیق الٰہی اور نور ایمانی کہتے ہیں جو ہمیں نیا دل اور نیا دماغ دیتی ہے وہ ہے قدرت کا اسلحہ خانہ......وہ جادوگر جو نظر بندی، مسمریزم اور طلسمات ہوش ربا کے استاد تھے جو اپنی طاقتیں پیغمبر وقت کے مقابلے میں لے آئے تھے جن پر فرعون اور اسکے سرداروں کو ناز اور گھمنڈ تھا۔ ایک ہی القا، ایک ہی توفیق الٰہی اور نور ایمان میں اللہ جانے کیا سے کیا ہو گئے اور کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا
مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا
جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿١٢٦﴾ ع ١٤/٤

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۶

فرعون نے کہا کہ میری اجازت سے پہلے ہی تم ایمان لے آئے (ایسا لگتا ہے کہ) یہ تو کوئی سازش ہے جو تم نے شہر میں پہلے سے کر رکھی تھی تا کہ تم اس شہر کے رہنے والوں کو نکال کر لے

جاؤ۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا۔ پھر میں تم سب کو پھانسی پر چڑھا دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم تو اپنے رب کی طرف پلٹ گئے ہیں۔ اور تو ہم سے اس بات کا انتقام لے رہا ہے کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آ گئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں صبر اور برداشت عطا فرما اور ہمیں اس حال میں موت دیجیے گا کہ ہم فرماں بردار (مسلم) ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۶

اٰمَنْتُمْ	تم ایمان لے آئے
اٰذَنَ	اجازت دے دی
مَكْرٌ تُمُوْهُ	تم نے تدبیر کی۔ سازش کی
لِتُخْرِجُوْا	تا کہ تم نکال لے جاؤ
لَاُقَطِّعَنَّ	البتہ میں ضرور کاٹوں گا
اُصَلِّبَنَّ	میں ضرور پھانسی دوں گا
مَا تَنْقِمُ	تو دشمنی نہیں کرتا
اَفْرِغْ	ڈال دے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۶

اس واقعہ کے بعد جب کہ تمام جادوگروں نے ایک سچائی کو دیکھ کر ایمان قبول کرلیا اور ہر طرح کے خطرات سے بے نیاز ان اہل ایمان نے بھرے دربار میں صاف صاف کہہ دیا تو فرعون سمجھ گیا کہ اب پانسہ پلٹ چکا ہے اور تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اس کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان جادوگروں کے بعد ساری رعایا ہی موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان نہ لے آئے لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے فوراً یہ چال چلی کہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان پہلے سے بنایا ہوا منصوبہ اور سازش قرار دے دیا۔ اور ان لوگوں کو بدترین جسمانی تکلیفوں، جیلوں اور پھانسی پر چڑھا دینے کی دھمکی دی۔

مگر یہ چال خود فرعون کے خلاف الٹی پڑ گئی...... فرعون کے بھرے دربار میں ایمان لانے والے ان جادوگروں نے اعلان

کردیا۔ کہا اے فرعون ہم تیری دھمکیوں کی وجہ سے اپنا ایمان تبدیل نہیں کریں گے۔ اب ہم اس ذات کے بندے بن چکے ہیں جس کے پاس ہمیں جانا ہے۔ ہم تیری بندگی اور تجھے "رب اعلیٰ" ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے فرعون کو چیلنج کردیا کہ آخر تیری دشمنی کیوں ہے؟ ہمارا جرم کیا ہے یہی نا کہ ہم اللہ کی آیات اور نشانیوں پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس سے پہلے ہم بے خبر تھے لیکن جب ہمیں سچائی کا علم ہوگیا تو ہم نے جھوٹ اور باطل کو چھوڑ دیا۔

اس پر مزید یہ کہ انہوں نے تمام مجمع کے سامنے اللہ سے دعا کی اے اللہ ہمیں اس راستے میں صبر کرنے اور ڈٹے رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور جب ہم اس دنیا سے جائیں تو اے اللہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں۔

فرعون نے اپنی شکست اور عوم کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ بہانہ گھڑا کہ تم لوگوں کی سازش اس لئے تھی تا کہ اس ملک کے رہنے والوں سے ان کا ملک چھین لو اور خود اس سرزمین پر قبضہ کر کے یہاں کے رہنے والوں کو نکال باہر کرو مگر یہ سیاست بھی بیکار گئی کیونکہ بعض روایات کے مطابق چھ لاکھ افراد نے وہیں اسلام قبول کرلیا اور فرعون کے مقابلے میں ایک بہت بڑی جماعت تیار ہوگئی جس سے فرعون اور اس کے حاشیہ بردار لوگ بوکھلا اٹھے...... وہ ان اہل ایمان کو وہ سزائیں تو نہ دے سکے جس کا اعلان کیا گیا تھا البتہ فرعون کو اپنے ایوانوں اور اقتدار کی سلامتی کی فکر لاحق ہوگئی۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا
فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ
وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۬
يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ
قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى
الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۷ تا ۱۲۹

قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا تو موسیٰ اور اس کے ماننے والوں کو یوں ہی چھوڑ

دے گا؟ تا کہ وہ ملک میں تباہی مچادیں۔ تجھے اور تیرے معبودوں کی بندگی کو چھوڑ بیٹھیں؟ فرعون نے کہا ہم بہت جلدان کے بیٹوں کو قتل کردیں گے اوران کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے کیونکہ ہم ان پر پوری قوت وہیبت رکھتے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا تم اللہ سے ہی مدد مانگواور جمے رہو بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس زمین کا وارث بنادیتا ہے اور بہتر انجام ان کا ہے جوتقویٰ والے ہیں۔ کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) تمہارے آنے سے پہلے اور تمہارے آنے کے بعد ہم تکلیفوں ہی میں رہے۔ موسیٰؑ نے کہا۔ پوری امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو تباہ و برباد کردے گا اور تمہیں زمین میں ان کی جگہ قائم مقام بنادے گا پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۷تا۱۲۹

اَتَذَرُ	کیا تو چھوڑتا ہے؟
نَسْتَحْيِ	ہم زندہ رکھیں گے
اِسْتَعِيْنُوْا	تم مدد مانگو
يُوْرِثُ	مالک بناتا ہے
اُوْذِيْنَا	ہمیں تکلیف دی گئی
يَسْتَخْلِفُ	نائب بنائے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۲۷تا۱۲۹

اس پورے مضمون میں سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ فرعون نے جادوگروں کو پھانسی پر لٹکانے اور ہر طرح کی سزادینے کی دھمکی دی لیکن حضرت موسیٰؑ کو بظاہر اس نے کوئی دھمکی نہیں دی۔ شاید فرعون پر حضرت موسیٰؑ کا رعب اور ہیبت طاری ہو چکی تھی اسی وجہ سے فرعون کے درباریوں نے کہا کہ اے فرعون تو نے موسیٰؑ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ اگر ایسا ہوا تو وہ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل اور اس کے ماننے والے تو تباہی مچادیں گے اور تیری حکومت کا تختہ الٹ دیں گے۔

جھوٹا الزام لگانا ہمیشہ ظالموں کی فطرت رہی ہے ان کی زبان میں فساد کے معنی ہوں گے حکومت فرعون کے خلاف تبلیغ کرنا اور لوگوں کو راہ حق دکھانا......فرعون پر حضرت موسیٰؑ اور ایمان والوں کا اتنا رعب تھا کہ وہ ان کے خلاف براہ راست کوئی کارروائی کرنے پر راضی نہ ہوا۔ اس نے اتنا ہی کہا کہ میں اس کی قوم (بنی اسرائیل) میں پیدا ہونے والے ہر بچے کو ذبح کردوں گا

مار ڈالوں گا اور ہر پیدا ہونے والی لڑکی کو زندہ رکھوں گا تا کہ یہ قوم آہستہ آہستہ خود بخود ختم ہو جائے ......اس اعلان کے ساتھ ہی بنی اسرائیل میں کھلبلی مچ گئی وہ حضرت موسیٰ سے شکوہ اور واویلا کرنے لگے کہ ہم تو کہیں کے نہ رہے۔

اس پر حضرت موسیٰ نے پوری قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! تم اللہ ہی سے مدد مانگو اور ڈٹے رہو۔ یہ ساری کی ساری زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس سرزمین کا وارث اور نگراں بنا دیتا ہے۔ اس اللہ نے اگر آج اپنی مصلحت سے تاج و تخت فرعون کو دے رکھا ہے۔ تو کل اس کے سر سے یہ تاج اتارنے میں دیر نہیں لگے گی ......اب خواہ حاکم ہو یا محکوم جب تک اللہ سے ڈرتا رہے گا نتیجہ اس کے حق میں ہوگا۔ دنیا کی مختصر زندگی میں کامیابی نہ ملی تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کی کامیابیاں ضرور نصیب ہوں گی۔ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو نصیحت فرمائی کہ تم اس عرصہ میں دو کام کرو (۱) اللہ سے مدد کی دعائیں مانگو (۲) دوسرے یہ کہ صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔

استعانت اور استقامت یہ وہ عظیم جذبہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا تھا۔ یہ نسخہ کیمیا آج بھی اتنا ہی کارگر اور مفید ہے۔ مظلوم کے ہاتھ میں یہ سب سے مضبوط ہتھیار ہے۔ جس کے سامنے کوئی ظالم اور کسی حکومت کا ظلم و ستم بہت عرصہ تک نہیں ٹھہرتا...... اگر غور کیا جائے تو ''دعا'' خود بہت تیز تلوار ہے اور پھر اس پر اللہ سے مدد مانگنا......اور جس کے ہاتھ میں مدد الٰہی آ گئی اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے اب رہا صبر یعنی استقلال، بے خوفی، مسلسل کوشش اور باطل کے مقابلہ میں ڈٹ جانا۔ اس کے لئے اللہ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ ''میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''صبر ایسی نعمت ہے کہ اس سے وسیع تر نعمت کسی کو نہیں ملی (ابوداؤد)......حضرت موسیٰ کی قوم میں جہاں صبر و استقامت والے لوگ تھے وہیں کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''اے موسیٰ ہم تو ہمیشہ ہی مصیبتوں میں گھرے رہے۔ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہم ہر طرح کی مصیبتیں اٹھاتے رہے اور آپ کے آنے کے بعد بھی وہی مصیبتیں ہیں حضرت موسیٰ نے سمجھایا کہ اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہیں گے حالات بدلیں گے۔ یہ دور مظلومیت بہت جلد بدلنے والا ہے کیونکہ ظالم کو بہت عرصے تک فروغ حاصل نہیں ہوتا۔ فرعون کا زوال قریب ہے اس کے بعد اس کی سلطنت تمہارے حوالے کی جائے گی لیکن وہ وقت اس وقت سے بھی زیادہ نازک ہوگا بڑی ذمہ داری کا وقت ہوگا جب ملک کی سلطنت تمہارے ہاتھ میں آئے گی تو یہ دیکھا جائے گا کہ تم اپنے اقتدار و اختیار کو کس طرح استعمال کرتے ہو اگرچہ اس آیت کا خطاب بنی اسرائیل کی طرف ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک اصول ہے جو تمام ظالموں اور مظلوموں کے درمیان قیامت تک قائم رہے گا۔ اللہ جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کو چھین لیتا ہے۔ سلطنت اور حکومت ایک سخت اور کڑا امتحان ہوتا ہے۔

ایک بات کی اور وضاحت ضروری ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی پیدائش کا زمانہ تھا اس وقت فرعون کو بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل سخت خطرہ ہیں، ان میں کوئی شخص پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو تباہ کر کے رکھ دے گا......اور ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ جوان ہو چکے اور تبلیغ دین کے لئے فرعون کے

دربار سے کامیاب لوٹے ہیں اس کے بعد فرعون نے جہاں اور اقدامات کیے ان میں لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ رکھنے کا بھی حکم دیا تھا۔......اور پھر حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو صبر وتحمل کا درس دیا اور بتایا کہ بہت جلد فرعون اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور یہ سب کچھ بنی اسرائیل کو مل جائے گا۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے ممکن ہے فرعون اور اس کی قوم کی مستقل پالیسی یہ رہی ہو کہ لڑکوں کو قتل کیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش کے وقت بھی ایسا ہوا ہو اور بعد میں پھر اس حکم کو زندہ کیا گیا ہو۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ
فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ
يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ
مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ
مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا
وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ
عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ
مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى
اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۶

اور ہم نے قوم فرعون کو چند سال تک قحط اور ثمرات کی کمی سے آزمایا تاکہ وہ یاد رکھیں پھر جیسے ہی خوش حالی آئی کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا حق تھا۔ اور جیسے ہی ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتانے لگتے حالانکہ ان کی نحوست کا علم تو اللہ کو ہے لیکن ان میں سے اکثر اس بات کو نہیں جانتے۔ اور کہنے لگے کہ اے موسیٰؑ! ہم پر تو کوئی بھی جادو کردے ہم تیرے اوپر ایمان نہیں لائیں گے۔

پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی دل، چچڑیاں، مینڈک، خون اور بہت سی الگ الگ نشانیاں بھیجیں۔ پھر بھی وہ تکبر کرتے رہے اور وہ مجرم قوم بن کر رہ گئے اور جب بھی ان پر کوئی عذاب الٰہی آتا تو کہتے اے موسیٰؑ! تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر جیسا کہ اس نے تجھے مقام عطا کیا ہے۔ اگر ہم سے یہ عذاب ٹل گیا تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے...... پھر جب ہم ان سے ایک مدت کے لئے اس عذاب کو ٹال دیتے جو بہر حال ان کا مقدر تھا تو پھر وہ اپنے عہد کو توڑ دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لیا اور ہم نے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ ان سے غفلت کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۶

اَلسِّنِیْنَ	(سَنَۃٌ)۔ کئی سال۔ قحط سالی
یَطَّیَّرُوْا	(طَیْرٌ)۔ بدشگونی۔ (پرندوں سے بدشگونی لیتے تھے)
طٰٓئِرُھُمْ	ان کی بدقسمتی۔ بدبختی
مَھْمَا	جب بھی۔ جو بھی
اَلْجَرَادُ	ٹڈی
اَلْقُمَّلُ	چچڑیاں (چھوٹے چھوٹے جانور)

اَلضَّفَادِعُ	مینڈک
اَلدَّمُ	خون
اٰیٰتٌ مُّفَصَّلٰتٌ	بہت سی مسلسل نشانیاں
اَلرِّجْزُ	عذاب
لَنُرْسِلَنَّ	البتہ ہم ضرور بھیجیں گے
یَنْکُثُوْنَ	وہ عہد توڑ دیتے ہیں
اَلْیَمُّ	دریا۔سمندر

تشریح: آیت نمبر ۱۳۰ تا ۱۳۶

قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

''اور ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں عطا کیں''

گذشتہ چند آیات میں ان نو نشانیوں (معجزات) کا ذکر ہے۔(۱) عصا کا اژدھا بن جانا (۲) ید بیضا (۳) قوم فرعون پر قحط (۴) طوفان (۵) ٹڈیوں کی یلغار (۶) گھن کا کیڑا (۷) مینڈکوں کا عذاب (۸) خون کا عذاب (۹) طاعون

اس قوم پر کئی سال تک ایسا قحط پڑا کہ وہ لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے بالآخر حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی اور یہ قحط ان سے دور ہوا۔ مگر وہ پھر کفر پر اڑ گئے تب اللہ نے پانی کا عذاب مسلط کیا زمین سے بھی پانی نکلنے لگا اور آسمان سے بھی طوفانی بارشیں ہونے لگیں ان کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ نہ رہی ساری چیزیں بھیگ گئیں۔ اناج اور غلہ خراب ہو گیا کھانا پکنا مشکل ہو گیا طوفان کی یہ سب مصیبتیں قبطیوں (قوم فرعون) پر آئیں لیکن بنی اسرائیل کے گھر کھیتی باڑی باغ وغیرہ محفوظ رہے۔ آخر انہوں نے بہت سے وعدے کر کے پھر حضرت موسیٰ سے دعا کرائی۔ حضرت موسیٰ کی دعا سے مصیبت تو ٹل گئی مگر انہوں نے کسی وعدے کو پورا نہیں کیا پھر اللہ نے ان قبطیوں پر سزا کے طور پر ٹڈیوں کے دل کے دل مسلط کئے ان کے سارے کھیت اور باغ تباہ و برباد ہو کر رہ گئے کھیتوں اور باغات کی تباہی نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا پھر حضرت موسیٰ کے پاس دوڑے دوڑے ہوئے آئے روئے اور گڑگڑائے پھر بہت سے وعدے کئے قسمیں کھائیں آخر پھر پیغمبر کی دعا سے یہ آفت دور ہوئی مگر نہ تو وہ اللہ پر ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیجا۔ پھر عہد شکنی اور سرکشی پر اڑ گئے۔

قحط، طوفان اور ٹڈیوں کا عذاب اتنا سخت تھا کہ ان کو سنبھل جانا چاہیے تھا مگر اس قوم کا مزاج اتنا سخت بن چکا تھا کہ ہر مصیبت کے ٹلنے پر وہ پھر سے اپنی سرکشی اور نافرمانی میں لگ جاتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذابوں کا سلسلہ قائم رہا چنانچہ ایک دفع پھر ان پر گھن کے کیڑوں کا عذاب مسلط کیا گیا۔ جوں، مکھی، مچھر اور طرح طرح کے کیڑے پیدا کیے گئے جن سے کوئی چیز محفوظ نہ تھی۔ نہ وہ بیٹھ سکتے تھے نہ سو سکتے تھے، نہ کام کر سکتے تھے ہر جگہ کیڑے ہی کیڑے ہو گئے جسم میں ہر جگہ خارش سر میں جوئیں اور کھجلی پیدا ہو گئی یہ عذاب اتنا سخت تھا کہ پوری قوم بلبلا اٹھی۔ آخر ان کے حالات پر حضرت موسیٰؑ کو ترس آ گیا۔ دعا کی اور یہ آفت ٹل گئی۔ لیکن عذاب ٹلنے کے بعد پھر وہ اسی تکبر غرور دنیا پرستی اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو گئے...... پھر مینڈک کا عذاب مسلط کر دیا گیا ہر جگہ مینڈک، برتنوں میں بستروں پر بدن پر رات کو چھت میں سے مینڈک ٹپکتے اور یہ مینڈک بھی نہایت مکروہ شکل کے تھے جن کو دیکھ کر وحشت ہوتی تھی...... پھر حضرت موسیٰؑ سے دعا کی درخواست لے کر آ گئے اور پھر سے جھوٹے وعدے، قسمیں اور ایمان لانے کی باتیں کرنے لگے مصیبت تو ایک دفع ٹل گئی مگر پھر وہی اکڑ، وہی تکبر وہی کفر و شرک نتیجہ یہ ہوا کہ جب قوم مطمئن ہو گئی تو اللہ نے ان کی نافرمانیوں کے سبب ان پر خون کا عذاب مسلط کر دیا یہ بھی ہر برتن میں ہر بستر پر پانی کے برتنوں میں کپڑوں میں زمین پر خون نظر آتا۔ پوری قوم پھر گھبرا اٹھی۔ پھر نالہ و فریاد لے کر موسیٰؑ کے پاس پہنچ گئی۔ دعا کی گئی عذاب ٹل گیا مگر وہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئی۔

کہا جاتا ہے کہ ان مسلسل عذابوں نے ان کی زندگی اجیرن کر کے رکھ دی تھی مگر وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ ایک آخری عذاب جو ان پر مسلط کیا گیا وہ طاعون کا تھا جس میں ستر ہزار قبطی ہلاک ہو گئے پھر حضرت موسیٰؑ کی دعا ان کے کام آئی۔

یہ سارے عذاب آتے رہے یعنی ان کے درمیان سنبھلنے اور درست ہونے کا کافی موقعہ دیا گیا لیکن جس کو سنبھلنا نہیں ہوتا اس پر بڑی سے بڑی آفت بھی اثر نہیں کرتی اور اس کی ہٹ دھرمی اس کو ہر سعادت سے محروم رکھتی ہے۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ
مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝۱۳۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۷

اور ہم نے مشرق و مغرب کی اس سرزمین کا ان کو وارث بنادیا جو کمزور کردیئے گئے تھے وہ جس میں ہم نے برکت رکھ دی ہے۔ اور اس طرح (اے نبی ﷺ) آپ کے پروردگار کا وعدہ جو اس نے بنی اسرائیل سے کیا تھا ان کے صبر کی وجہ سے پورا کردیا اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم نے اونچے اونچے محل بنالئے تھے ان کو تہس نہس کر کے رکھدیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۷

اَلْحُسْنٰی	نیکی
دَمَّرْنَا	ہم نے برباد کردیا
یَعْرِشُوْنَ	وہ اونچا چڑھاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۳۷

یہاں کسی سرزمین کا نام نہیں لیا گیا ہے مگر مشارق اور مغارب کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ تمام علاقہ جس پر اہل فرعون قابض تھے یعنی مصر سے لے کر شام و فلسطین تک اور ''بٰرَ کنَا فِیھَا'' سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس خطہ کے دامن مین عظیم الشان برکتیں موجود ہیں۔ سب سے پہلی برکت تو یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تقریباً تمام پیغمبروں کے میدان عمل کی سرزمین یہی رہی ہے یہیں سے ان کی تاریخیں وابستہ رہی ہیں اور یہیں ان کے مزارات ہیں دوسرے یہ کہ یہ علاقہ زرعی لحاظ سے بہت زرخیز ہے زیتون کھجور اور بہت سے خشک اور تر میووں کی سرزمین ہے۔ یہاں معدنیات پہاڑوں دریاؤں میدانوں اور سمندروں نے اسے بڑا حسن بخشا ہے۔

تیسرے یہ کہ جغرافیائی لحاظ سے یہ علاقہ بین الاقوامی کلیدی علاقہ ہے جو زمین اور سمندروں دونوں راستوں کو کنٹرول کرتا ہے جو ایشیا، افریقہ اور یورپ کا سنگم ہے اس لحاظ سے اس کی سیاسی اور جنگی اہمیت بہت واضح ہے موجودہ زمانہ میں نہر سوئز کھل جانے کی بدولت اس کی تجارتی اور جنگی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔

اس آیت میں ایک لفظ آیا ہے ''یُسْتَضْعَفُوْنَ'' جو قوم کمزور سمجھی جاتی تھی یا کمزور کردی گئی تھی' ان الفاظ سے اس طرف

اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں کوئی نہ تو طاقت ور ہے اور نہ کمزور ہے جو کچھ سمجھا جا رہا ہے وہ ظاہری نگاہوں کا دھوکا ہے۔ اصلی طاقت وقوت امداد الٰہی کی قوت ہے جو پردہ غیب میں ہے۔ جس کی تصدیق ان الفاظ سے ہوتی ہے "ہم نے جانشین بنادیا" یعنی وہ قوم جو انتہائی کمزور اور ضعیف سمجھی جاتی تھی اس کو اللہ نے اپنی امداد کے ذریعہ طاقت ور قوموں کا جانشین بنادیا۔ اگر اللہ کی قدرت وطاقت نہ ہوتی تو طاقتوروں کی جگہ کمزور جانشین نہ بنتے لیکن اللہ کا یہ قانون ہے کہ جب بھی کوئی قوم اقتدار اور قوت کے نشے میں دیوانگی کی حدتک پہنچ جاتی ہے تو اللہ ان کے نیچے سے زمین کھینچ لیتا ہے اور وہی لوگ جو بظاہر کمزور اور بے بس نظر آتے ہیں ساری قوتوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ ہمارے اس دور میں جس کو انیسویں صدی کہا جاتا تھا اس صدی کے نصف آخر میں دنیا کی دو عظیم طاقت ور سلطنتیں حیرت انگیز طریقہ پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہیں جن کا ظاہری نگاہوں میں ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا عظیم تر سلطنت برطانیہ اور سلطنت روس۔ برطانیہ جس کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا لیکن آج وہ سمٹتے سمٹتے انگلینڈ تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ کبھی جن کی سلطنت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا آج انکی سلطنت میں سورج ہی نہیں نکلتا اب یہ قوم ساری دنیا میں سازشیں کرنے کا کام کرتی ہے اس کے سوا ان کا اور کوئی کام نہیں رہا۔ دوسری روسی سلطنت ہے جو اس درجہ آگے بڑھ چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کی ذات اور اس کی قدرت ہی کا انکار کر دیا تھا لیکن صرف ایک ملک افغانستان پر قبضہ کر لینے اور گرم پانی کے چشموں تک پہنچنے کی خواہش نے اس کی اقتصادی کمر توڑ کر رکھ دی اور چند مہینوں میں وہ ایسا ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی کہ اس کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے امریکہ جو ہمیشہ اس کا مقابل دشمن رہا ہے اس سے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اتنی مضبوط سلطنتیں صرف پچاس سال کے عرصہ میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی ہیں اور اب نجانے موجودہ ان ظالم قوموں کا کیا حشر ہونے والا ہے جو تکبر اور غرور میں آج ساری دنیا میں جہاں چاہتے ہیں تباہیاں مچادیتے ہیں اور قدرت کے انتقام سے بالکل بے خبر ہیں۔ میری نگاہیں تو یہ دیکھ رہی ہیں کہ بیسویں صدی میں کافر قوموں کی دیواریں بڑی تیزی سے گرتی چلی جارہی ہیں اور تاریخ کا دھارا بہت تیزی سے بدلنے والا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کے لئے اہل ایمان تیاری نہیں کر رہے ہیں۔ اگر اہل ایمان علم وعمل میں آگے بڑھ جائیں تو پھر بیسویں صدی ان کی ہے ورنہ اقتدار اور قوت امریکہ اور یورپ وغیرہ سے نکل کر پھر ایشیائی کافروں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور ہم صدیوں تک پھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہ جائیں گے۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن کریم نے اس اصول کی طرف اشارہ کر کے واضح کر دیا کہ جس کو دنیا والے کمزور اور بے بس قوم سمجھتے ہیں اگر وہ اپنے آپ کو اہل ثابت کر دیں تو اللہ ان ہی کمزوروں کو طاقت ور بنا دیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بنی اسرائیل کے حق میں آپ کے رب کی طرف سے بھلائیوں کا وعدہ پورا ہو گیا"

ایک تو وہ وعدہ ہے جو حضرت موسیٰؑ کی زبانی کرایا گیا ہے

"وہ وقت قریب ہے جب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین کی خلافت عطا فرمادے گا پھر وہ

دیکھے گا کہ تم اس ذمہ داری کو کس طرح پورا کرتے ہو۔ (اعراف آیت نمبر ۲۹، سپارہ نمبر ۹)

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

ہم چاہتے ہیں کہ اس قوم پر احسان کریں جس کو ملک میں کمزور اور ذلیل سمجھ لیا گیا ہے اور ہم انہیں حاکم بنادیں اور ان کو اسی زمین کا وارث بنادیں، فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ انقلاب دکھادیا جس کے ڈر سے وہ موسیٰ کے خلاف طرح طرح کی چالیں چل رہے ہیں۔ (القصص)

اللہ نے بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیوں کیا ہے فرمایا ''بما صبروا'' چونکہ وہ صبر کرتے تھے پچھلی آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے نصرت الٰہی کا وعدہ کرتے ہوئے تاکید کی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

صبر درحقیقت ایک بہت وسیع و عریض لفظ ہے جس کے معنی ہیں ڈٹ جانا اور یہ بات سب سے نمایاں ہے کہ حق وصداقت کے لئے ڈٹ جانا .... جو قوم حق وصداقت کے لئے ڈٹ جاتی ہے اور جم کر حالات کا مقابلہ کرتی ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ دینا میں صرف وہ قومیں مٹ جایا کرتی ہیں جن کے سامنے زندگی کا نہ کوئی عظیم مقصد ہوتا ہے اور نہ وہ قومیں صبر سے کام لیتی ہیں لیکن جس قوم نے اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف کرلیا اس کو مقصد زندگی بنالیا اور حق وصداقت کے لئے کسی کی پرواہ نہ کی اور حالات سے مقابلہ کے لئے ڈٹ گئی۔ ساری کامیابیاں ان ہی لوگوں کے لئے ہوا کرتی ہیں یہاں بھی اللہ نے بنی اسرائیل کو یہی بتایا ہے کہ قوم فرعون نے تمہیں تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا تھا، تمہیں دیوار سے لگا دیا گیا تھا لیکن جب تم نے اللہ کے رسول کا دامن تھاما اور دین کے لئے ڈٹ گئے، تم نے صبر کیا تو انعام کے طور پر تمہیں اس نعمت سے نواز دیا گیا...... ان آیات میں جہاں بنی اسرائیل سے خطاب ہے وہیں امت محمدیہ ﷺ کو بھی بتایا جارہا ہے کہ اے اہل ایمان آج تمہیں بھی اللہ نے ایک موقع دیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تمہارے درمیان موجود ہیں اگر تم ان کی اطاعت ومحبت کا حق ادا کرتے ہوئے ان کے لائے ہوئے دین کی سچائیوں کے لئے ڈٹ گئے، تم نے صبر سے کام لیا تو پھر آج کی تمہاری کمزوری طاقت سے اس طرح بدل جائے گی کہ پھر ساری دنیا میں مسلمانوں اور دین اسلام ہی کا بول بالا ہوگا اور ان کو ہر طرح کی عظمتیں حاصل ہوں گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بے مثال صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا وہ اپنی جان ومال کی قربانیوں سے دین کی راہوں میں ڈٹ گئے اور وہ پوری دنیا پر چھاگئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت قیامت تک ہے اس لئے یہ راستہ آج بھی اسی طرح ہے مسلمان جب بھی حق وصداقت اور دین کی سربلندی کے لئے صبر کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو پھر سمندر بھی ان کو راستہ دینے پر مجبور ہوگا جنگل کے جانور بھی ان کے لئے جنگل خالی کردیں گے جب مسلمان اپنی کشتیاں جلادیں گے تو اللہ غیب سے وہ مدد فرمائے گا جس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر واستقامت اور دامن مصطفیٰ ﷺ کی وابستگی سے کامیابی عطا فرمائے۔ ''آمین''

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ
عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ
اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۱۳۸ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ
فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۳۹ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ
اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۱۴۰ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ
فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَ
يَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۱۴۱ ع ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۱

اور جب ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار پہنچادیا اور وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو اپنے بتوں کو پوج رہے تھے تو بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنادے جیسا کہ ان کے لئے معبود ہے۔ موسیٰ نے کہا تم تو بہت جاہل لوگ ہو بے شک یہ لوگ جن برے کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کو تباہ کیا جائے گا اور ان کے یہ کام بے بنیاد ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کر کے لاؤں؟ جس نے تمہیں دنیا والوں پر عزت وعظمت نصیب فرمادی ہے۔

اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دی تھی جو تمہیں سخت ترین تکلیفیں پہنچاتی تھی۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتی تھی جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۱

جٰوَزْنَا — ہم نے پار اتار دیا

يَعْكُفُوْنَ	جم کر بیٹھتے ہیں
مُتَبَّرٌ	برباد ہونے والے
اَبْغِيْ	میں تلاش کرتا ہوں
يَسُوْمُوْنَ	وہ پہنچاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۱

وہ کونسا پانی تھا جسے حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل نے پار کیا تھا اور جس میں فرعون اور اس کا پورا لشکر غرق ہو گیا تھا۔ اس کا صحیح اندازہ تو نہیں کیا جا سکتا البتہ تاریخ اور جغرافیہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ بحیرہ احمر تھا۔ جزیرہ نمائے سینا کے مغرب میں جہاں اس کا پھیلاؤ اور پاٹ بہت تنگ ہو جاتا ہے اور جہاں سے اب نہر سوئز شروع ہوتی ہے۔ سمندر کا یہ حصہ خاص مصر کو اور جزیرہ نمائے سینا کو الگ کرتا ہے اس خیال کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ یہ لوگ سمندر پار کر کے جزیرہ نمائے سینا میں داخل ہوئے جہاں سامی قوم کے بڑے چھوٹے بت خانے تھے قرینہ ہے کہ ان ہی بت خانوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے ایک ایسے بت کی فرمائش کی تھی جس کی عبادت کی جا سکے۔

یہ سوال بھی ابھی تک قیاس آرائیوں کا مرکز ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں فرعون مصر کا نام کیا تھا؟ بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹا دو فراعین تھے باپ وہ جس نے اپنے محل میں آپ کی پرورش کی تھی بیٹا وہ جس پر آپ نے تبلیغ کی اور وہ غرق ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ لندن انگلینڈ کے برٹش میوزیم میں جس فرعون کی مومیائی لاش رکھی ہے وہ ادھیڑ عمر کا آدمی ہے۔ ابھی اس کے سارے بال نہیں پکے تھے۔ اگر ایک ہی فرعون ہوتا تو وہ اس وقت جب کہ حضرت موسیٰ جوان ہو چکے تھے تو اس کو بالکل بوڑھا ہو جانا چاہئے تھا۔ قرآن کریم اس سے بحث نہیں کرتا چونکہ قرآن کریم کے نزول کا مقصد تاریخ کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ تاریخ کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے جن کا تعلق عبرت و نصیحت سے ہے۔ تاریخ جو ہم اپنے اندازے سے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کل کی تحقیق میں وہ نہ ہو جس کو ہم آج بیان کر رہے ہیں لیکن جس شخصیت کے متعلق یہاں کہا جا رہا ہے اس کی زندگی کے عبرت کے پہلو ہمیشہ اسی جیسے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کسی بھی واقعہ کو مسلسل بیان نہیں کرتا بلکہ وہ واقعات جن سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا ان کی طرف اشارہ کرتا چلا جاتا ہے یا یہ کہ وہ واقعات جن کا لوگوں نے حلیہ بگاڑ دیا ہے ان کی اصلاح فرماتا ہے۔

جب بنی اسرائیل نے سمندر کو پار کر لیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کا ذہن و فکر نہ بن سکا تھا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے

درخواست کی کہ اے موسیٰ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہمارے لئے بھی اللہ کی کوئی ایسی ہی صورت وشکل بنا دیں جس کو سامنے رکھ کر ہم اس کی عبادت و بندگی کرسکیں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیا جہالت کی باتیں شروع کردیں۔ کیا میں ایک اللہ کی بندگی کو چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی اور معبود تلاش کر کے لاؤں۔ جس اللہ نے تمہیں فرعون کے ظلم وستم سے نجات دی ہے۔ بے عزتی سے نکال کر عزت کی زندگی نصیب عطا فرمادی ہے۔ فرعون جو تمہارے بیٹوں کو قتل کرتا تھا طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتا تھا تمہاری لڑکیوں اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا اللہ نے تمہیں اس سے اور بتوں سے نجات عطا فرمائی ہے کیا پھر تم اسی طرف لوٹنا چاہتے ہو۔ کیا تم پھر اسی آزمائش کی طرف پلٹنا چاہتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے یہ کہہ کر ان کو اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف آمادہ فرمایا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف ایک لطیف اشارہ کردیا ہے کہ انسان میں بھول جانے کی بہت بری عادت ہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ جن اسباب کی وجہ سے اس پر ساری مصیبتیں آئی تھیں پھر وہ غیر محسوس طریقے سے اسی طرف لوٹ رہا ہے۔ ایسے وقت میں وہ لوگ جن کو اللہ نے یہ منصب عطا کیا ہے کہ وہ لوگوں کو اصل بات سمجھا سکیں تو ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو سچائی کا راستہ دکھائیں ورنہ عوام کے گمراہی میں مبتلا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ
مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ
هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ
قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ
اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى
رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ
قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ
بِكَلَامِيْ ڮ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۴

اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر ہم نے مزید دس راتوں کا اضافہ کرکے اس کے رب کی طرف سے مقرر کی ہوئی مدت کو چالیس راتوں تک مکمل کیا۔ اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میرے بعد میری قوم میں جانشین بن کر ان کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی مت کرنا۔

اور جب وہ ہماری مقرر کی ہوئی مدت پر پہنچا تو اس کے رب نے اس سے کلام فرمایا۔ عرض کیا میرے پروردگار مجھے اپنا جلوہ دکھا دیجئے کہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔ فرمایا کہ اے موسیٰؑ تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو بہت جلد تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی فرمائی تو اس نے اس پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب انہیں ہوش آیا تو عرض کیا اے اللہ آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے میں آپ سے توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے یقین کرنے والا ہوں۔

فرمایا اے موسیٰؑ! میں نے اپنے پیغام اور کلام کے لئے لوگوں میں تجھے منتخب کر لیا ہے جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اس کو لے کر شکر گذاری کر۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۴

ثَلٰثِیْنَ	تیس
اَتْمَمْنَا	ہم نے پورا کر دیا
اَرْبَعِیْنَ	چالیس
اَرِنِیْ	مجھے دکھا دے
اِسْتَقَرَّ	ٹھہر گیا
مَکَانَہٗ	اپنی جگہ
تَجَلّٰی	ظاہر ہوا
دَکٌّ	ریزہ ریزہ

خَرَّ	گر پڑا
صَعِقَ	بے ہوش ہو گیا
اَفَاقَ	وہ ٹھیک ہوا
اِصْطَفَیْتُ	میں نے چن لیا۔ منتخب کرلیا

تشریح: آیت نمبر ۱۴۲ تا ۱۴۴

فرعون اپنے تمام ترلاؤلشکر کے ساتھ غرق ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری قوتیں بنی اسرائیل کو دے کران پر جانشینی اور خلافت کی ذمہ داریاں ڈال دی تھیں۔ اگر ذمہ داریاں ڈال دی جائیں اور ذمہ داریوں کی وضاحت نہ کی جائے تو انسان کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرسکتا ہے اس لئے اب بنی اسرائیل کے لئے ایک کتاب اور مستقل شریعت کی ضرورت تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو تیس راتوں کے لئے کوہ طور پر بلوایا۔ کوہ طور ایک پہاڑ کا نام نہیں بلکہ یہ متعدد پہاڑ ہیں۔ کوہ سینا کی چوٹی کا نام طور ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو تیس دن کے لئے بلوایا اور اس میں مزید دس دن کا اضافہ فرما کر اس کی مدت کو چالیس دن فرمادیا۔ یہی وہ طور ہے جس کی بلندی 359 فٹ ہے۔ کوہ سینا کے نیچے ایک وادی ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو چھوڑا تھا اسے آجکل میدان ''الراحہ'' کہا جاتا ہے۔

یہی وہ طور ہے جس پر اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا۔ اور توریت جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اپنی جگہ اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو قائم مقام بنا کر گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منصب خالی چھوڑ کر نہ جانا چاہئے بلکہ اپنی جگہ کسی موزوں اور معتبر آدمی کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے جانا چاہئے تا کہ قوم کی رہنمائی ہوتی رہے۔ نبی کریم ﷺ جب بھی مدینہ منورہ سے باہر تشریف لیجاتے تو اپنی جگہ کسی کو ذمہ دار بنا کر جاتے تھے۔ اسی سنت پر خلفاء راشدین بھی چل کر ہمیشہ اپنی جگہ کسی کو اپنا جانشین بناتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا بھی اسی پر عمل رہا اور انہوں نے بھی ہمیشہ اسی سنت کو زندہ رکھا۔

حضرت موسیٰؑ بھی جب تیس دن کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اپنی جگہ حضرت ہارونؑ کو واضح ہدایات کے ساتھ اپنا جانشین بنا کر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ میری جگہ میری قوم میں تم میرے جانشین ہو۔ ان کی اصلاح کا خیال رکھنا اور فسادیوں کے فساد کی پرواہ نہ کرنا بلکہ ان کی بھی اصلاح کرتے رہنا۔

ان ہدایات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر پہنچ گئے اور اللہ نے ان سے کلام کیا حضرت موسیٰؑ اللہ کی محبت اور تجلیات میں ایسے کھو گئے کہ ایک درخواست کرڈالی کہ رب العالمین میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں مجھے دیکھنے کی طاقت عطا فرما دیجئے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے یعنی تمہاری آنکھوں میں طاقت ہی نہیں ہے کہ تم مجھے دیکھ سکو۔ ہم اپنی تجلی کو پہاڑ پر ڈالتے ہیں چنانچہ اللہ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ سرمہ سرمہ ہوگیا اور موسیٰ اس ہولناک آواز سے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش میں آئے تو عرض کیا رب العالمین میں اپنی اس درخواست سے توبہ کرتا ہوں اور میں اس پر پوری طرح یقین کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے تمہیں منتخب کرلیا ہے اس سے بڑی سعادت تمہارے لئے اور کیا ہوگی۔ اب تم صبر و شکر کے ساتھ میرا کلام سنو اور اپنی امت تک پہنچا دو۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ
شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ
سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ
يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ
لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا
وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ
إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۵ تا ۱۴۷

اور ہم نے اس کو تختیوں پر ہر چیز اور ہر نصیحت کو تفصیل کے ساتھ لکھ کر دے دیا تھا اور کہا تھا کہ ان (نصیحتوں اور احکامات کو) مضبوطی سے تھام کر اپنی قوم کو سکھاؤ تا کہ وہ اس کو احسن طریقہ پر عمل کریں۔ اور میں بہت جلد تمہیں نافرمانوں کے ٹھکانے دکھاؤں گا۔

اور میں بہت جلد ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں ان کو اپنی نشانیوں سے دور ہی رکھوں گا (اور یہ تو حقیقت ہے کہ) اگر وہ ان تمام نشانیوں کو دیکھ بھی لیں گے تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے اور اگر وہ نہایت سیدھا راستہ بھی دیکھ لیں تو اس کو وہ اختیار نہ کریں گے، ہاں البتہ اگر وہ کسی گمراہی کے راستے کو دیکھ لیں تو اس کو فوراً اختیار کرلیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور وہ ان سے غفلت کرتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے سارے اعمال ضائع ہوں گے۔ ان کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۵ تا ۱۴۷

اَلْوَاحٌ	تختیاں
سَاَصْرِفُ	بہت جلد میں پھیر دوں گا
سَبِیْلُ الرُّشْدِ	ہدایت کا راستہ
سَبِیْلُ الْغَیِّ	گمراہی کا راستہ
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی۔ ضائع ہوگئے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۵ تا ۱۴۷

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مختلف موقعوں پر پس پردہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے اگرچہ وہ اللہ کا دیدار تو حاصل نہ کر سکے لیکن ان کو اللہ سے کلام کرنے کا شرف حاصل ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔

پہلی گفتگو تو وہ ہے جو سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ سے ظاہر ہے۔ اللہ سے کلام کا سلسلہ جاری رہا اور چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو پتھر کی سلوں پر لکھی ہوئی توریت عطا کی۔ اس میں جو ہدایات دی گئی تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) حکم پر محض عمل کرنا کافی نہیں ہے اللہ کو جو چیز مطلوب ہے وہ ہے ''حسن عمل''، یعنی کسی حکم پر احسن طریقہ سے عمل کرنا جس میں علم، عقل، خلوص، محبت اور حسن و جمال جیسی خوبیاں بھی شامل ہوں۔ اللہ کو عمل کی کثرت نہیں بلکہ عمل کی خوبی زیادہ پسند ہے۔

۲) عبرت اور ہر چیز کی تفصیل سے مراد وہ تاریخی کھنڈرات بھی ہیں جہاں سے بڑی بڑی طاقتیں اٹھیں لیکن کفر وشرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی کی مستحق ہوگئیں۔

۳) تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اللہ کی آیات روح تک اسی وقت پہنچ سکتی ہیں جب راہ میں تکبر اور غرور کی رکاوٹ نہ ہو۔ جہاں ذہن میں یہ بات آئی کہ میں قوت واقتدار والا ہوں میں دولت والا ہوں، میں علم وعقل والا ہوں، میں باقاعدہ قرآن وحدیث پڑھے بغیر چند باتیں سیکھ کر دین کی ہر بات کو خود سمجھ لیتا ہوں (جیسا کہ آج کل کچھ جدید تعلیم یافتہ طبقہ سوچتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ دل ودماغ کو پھیر دیتا ہے اور وہ کج فہم لوگ دوزخ کے راستے پر نکل پڑتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

تکبر کے ساتھ ''بغیر حق'' کی شرط لگی ہے اس کے واضح معنی یہ ہیں کہ تکبر اور بڑائی کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے کبریائی کی شان اسی کے پاس ہے اللہ ہی ''اکبر'' ہے بقیہ سب اصغر بلکہ صغیر (بہت ہی چھوٹے) ہیں انسان خواہ مخواہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا اور غرور کرتا ہے یہ ابلیس کی نشانی ہے۔ ہاں تحدیث نعمت کے طور پر یا شکر گزاری کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجھے اللہ نے فلاں فلاں نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ تقابلی موازنہ کی بھی گنجائش ہے۔ مگر فخر وغرور کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

حق کے معنی سچائی کے بھی ہیں۔ حقوق اور انصاف کے بھی۔ اگر بشرط ضرورت تقابلی موازنہ کیا جائے تو جو کچھ کہا جائے وہ بالکل سچ ہو۔ اس میں مبالغہ خود آرائی گھٹاؤ بڑھاؤ نہ ہو۔ نہ کسی کا حق مارا جائے یعنی اگر کسی شخص میں کوئی خوبی ہے تو اس کو بے لاگ طریقہ پر تسلیم کیا جائے۔ لیکن اس کی اجازت نہیں ہے کہ جذبات میں بہہ کر انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کی قوم میں تکبر اور بڑائی کرنے والوں کی کثرت ہے۔ ایسے لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ ساری نشانیاں اور معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ وہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ لہو ولعب ان کی زندگی بن کر رہ گیا ہے۔ وہ اس طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے کہ ایک دن انہیں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے کئے کا پورا پورا حساب دینا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ کافروں میں جہاں برے لوگ ہیں وہیں کچھ اچھے لوگ بھی ہیں جو لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے کام کرتے ہیں۔ مگر قرآن کریم نے ہمارے سامنے اس اصول کو بھی واضح طریقہ پر رکھ دیا ہے کہ جو شخص کوئی بھی نیک کام کرے گا خواہ وہ اللہ کا دوست ہو یا دشمن اس کے نیک کاموں کا اس کو اجر دیا جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہی نیک کام جو کوئی انسان ایمان کے بغیر کرتا ہے تو اس کی محنت کا صلہ اس کو اسی دنیا میں مل جاتا ہے لیکن وہی نیک کام اگر ایمان کے ساتھ کیا جائے گا تو اس کا اجر اور صلہ اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں اجر وثواب کا دار ومدار ایمان پر ہے اور ایمان ہی اس عمل کے اجر میں وزن پیدا کرتا ہے۔ ایمان کے بغیر جو بھی عمل کیا جائے گا وہ بھاری نہیں ہلکا ہوگا اتنا ہلکا کہ وہ آسمانوں کی طرف بلند نہیں ہو سکتا۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ
حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ
وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا
سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ
لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۴۹

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (کوہ طور پر) جانے کے بعد اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا جس سے بیل کی جیسی آواز نکلتی تھی۔ انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ نہ ان سے کلام کرتا ہے اور نہ وہ انہیں کوئی ہدایت دیتا ہے بہرحال انہوں نے اس کو معبود بنالیا اور وہ ظالم بن گئے۔ جب ان پر بات کھلی تو وہ پچھتائے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ بھٹک گئے ہیں۔ کہنے لگے کہ اگر ہمارے پروردگار نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہماری مغفرت نہ کی تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۴۹

حُلِیٌّ	زیورات
سُقِطَ فِیْٓ اَیْدِیْهِمْ	اپنے ہاتھوں میں گرے۔ وہ پچھتائے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۸ تا ۱۴۹

بنی اسرائیل سیکڑوں سال کئی نسلوں تک مصر میں بت پرست قوموں کے ساتھ رہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام آتے رہے ان کی اصلاح فرماتے رہے مگر جب بھی ان کی تعلیمات سے غفلت برتتے تو پھر سے بت پرستی کی طرف مائل ہو جاتے چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ کی تبلیغ اور ان کے معجزات، جن میں سمندر میں راستے بن جانا فرعون اور اس کی قوم کا غرق ہونا بنی اسرائیل کا صاف بچ کر نکل آنا وغیرہ کچھ عرصہ اس کا اثر رہا اس کے بعد پھر ان کی طبیعت لہرائی خصوصاً جب کہ انہوں جزیرہ نمائے سینا میں سامیوں کے

عظیم الشان بت خانے دیکھے حالانکہ فرعونیوں کے ظلم وستم سے رہائی پائے ہوئے انہیں بس دو تین مہینے ہی ہوئے تھے انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد سامری جادوگر کے کہنے پر اپنا تمام سونا چاندی اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے اس سونے چاندی کو گلا کر ایک ایسا بچھڑا بنا دیا جس میں سے ایک آواز بھی نکلتی تھی اور اس نے یقین دلا دیا کہ درحقیقت یہی وہ تمہارا معبود ہے جس سے تم اپنی مرادیں مانگ سکتے ہو۔ اصل میں بتوں کو پوجنے کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ اس کے پیچھے کچھ جھوٹی کہانیاں گھڑ دی جائیں اور اس کے کمالات کو لوگوں میں مشہور کر دیا جائے وہ چیز خواہ سانپ ہو درخت ہو، گائے کا گوبر ہو یا پیشاب ہو یا کوئی بت کی شکل میں انسانی تصویر۔ گمراہ انسان ان سب چیزوں کے آگے جھک جاتا ہے اور ان کو اپنا معبود تصور کر لیتا ہے۔ اس میں جاہل اور پڑھے لکھے سب برابر ہوتے ہیں آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ انتہائی قابل لائق، سیاستداں پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں جن کے عقلی فیصلوں پر لوگوں کو اعتماد ہوتا ہے لیکن وہ مذہب کے معاملے میں پتھروں اور گڑیوں کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ان کو اپنا معبود سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ان کا یہ فعل بھی کوئی عقل اور علم سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ان کی عقل ان چیزوں میں خوب فیصلے کرتی ہے جو سامنے ہوتی ہے لیکن جو چیز اور بات عقل میں اور تجربہ میں آ ہی نہیں سکتی اس پر وہ آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں انکا ان چیزوں کو پوجنا اور ان کو اپنا حاجت روا ماننے کا ان کے علم اور عقل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰٓ إِلَىٰ قَوْمِهِۦ غَضْبَٰنَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا
خَلَفْتُمُونِى مِنۢ بَعْدِىٓ ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى ٱلْأَلْوَاحَ
وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُۥٓ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ٱبْنَ أُمَّ إِنَّ ٱلْقَوْمَ
ٱسْتَضْعَفُونِى وَكَادُوا۟ يَقْتُلُونَنِى فَلَا تُشْمِتْ بِىَ ٱلْأَعْدَآءَ
وَلَا تَجْعَلْنِى مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى وَلِأَخِى
وَأَدْخِلْنَا فِى رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴿١٥١﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ ۱۸ ع ۸
ٱلْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَٱلَّذِينَ عَمِلُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ثُمَّ تَابُوا۟
مِنۢ بَعْدِهَا وَءَامَنُوٓا۟ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۰ تا ۱۵۳

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو افسوس اور شدید غصہ میں بھرے ہوئے تھے اور کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد میری بہت بری جانشینی کی کیا تمہیں اپنے رب کے حکم کی بہت جلدی تھی۔ انہوں نے توریت کی تختیوں کو ایک طرف رکھا اور اپنے بھائی (ہارونؑ) کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (حضرت ہارونؑ نے) کہا اے میری ماں کے بیٹے! بے شک میری قوم نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور مجھے قتل کرنے کے قریب تھے۔ تو مجھ پر میرے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دے اور مجھے ظالم قوم میں شمار مت کر۔ (موسیٰؑ نے) کہا اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما لے۔ آپ ہی تو سب رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم و کرم کرنے والے ہیں۔ بے شک جنہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا تھا بہت جلد ان کو ان کے پروردگار کا عذاب پہنچے گا۔ اور دنیا کی زندگی میں ذلیل اور رسوا ہوں گے اور ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بے شک آپ کا پروردگار مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۰ تا ۱۵۳

رَجَعَ	لوٹا
غَضْبَانَ	غصہ
اَسِفًا	افسوس کرنے والا
رَاْسُ اَخِیْهِ	اپنے بھائی کا سر
یَجُرُّ	کھینچتا ہے
لَا تُشْمِتْ	تم دشمن سے مذاق نہ اڑواؤ
اَلْاَعْدَآءُ	دشمن
اَلْعِجْلُ	گائے کا بچھڑا
سَیَنَالُهُمْ	عنقریب ان کو پہنچے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۵۰ تا ۱۵۳

جب حضرت موسیٰ طور پر اعتکاف کی حالت میں تھے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کر دی تھی کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم نے سونے چاندی کا بچھڑا بنالیا ہے اور اسکی پوجا کرنے لگے ہیں (یہ سارا کام ایک جادوگر سامری کی زیر ہدایت ہوا) یہ سن کر حضرت موسیٰ کا دل پہلے ہی کھول رہا تھا جب واپس لوٹے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ قوم ایک اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کر رہی ہے تو اور بھی غصہ سے بھر گئے۔ پہلے اپنی قوم والوں کو ملامت کی کہ تمہیں اللہ نے خلافت ارضی بخشی تھی کیا تمہاری کارکردگی کا یہی نمونہ ہے؟ کہ ہمارے غائبانہ میں تم نے اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ میں تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات لینے گیا تھا۔تم کچھ تو انتظار کر لیتے۔ پھر وہ گرم جذبات میں بھرے ہوئے اپنے بھائی ہارون کی طرف بڑھے جن کو انہوں نے اپنا جانشین بنایا تھا۔ اگر چہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے چند سال بڑے تھے لیکن نبوت کے کام میں حضرت موسیٰ کے ماتحت تھے وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ رسول بھی ہیں اور نبی بھی جبکہ حضرت ہارونؑ صرف نبی ہیں رسول نہیں ہیں۔ نبی ہمیشہ رسول کے تابع ہوا کرتا ہے۔ بہر حال حضرت موسیٰ کو اس واقعہ پر اتنا غم وغصہ تھا کہ انہوں نے ہاتھ خالی کرنے کے لئے توریت کی تختیوں کو ایک طرف رکھا اور حضرت ہارونؑ کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہنے لگے کہ جب کہ میں نے تمہیں اپنا جانشین بنایا تھا تمہاری موجودگی میں ایسا کیوں ہوا؟ حضرت ہارونؑ نے اپنے دفاع میں کہا اے میرے بھائی میں زیادہ سے زیادہ منع ہی کر سکتا تھا یعنی ان کو اس برے فعل اور بت پرستی سے روک ہی سکتا تھا۔تو میں نے ان کو ہر طرح سمجھایا لیکن سامری کے بہکائے میں آ کر یہ لوگ بت پرستی کی طرف اس شدت سے لپکے کہ خود مجھے اپنی جان کی خیر منانی پڑی۔ اے میرے بھائی میں ہر گز گناہ گار نہیں ہوں اور آپ ایسی بات نہ کیجئے جس سے لوگ ہمارا مذاق اڑائیں۔

حضرت موسیٰ نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کی باتیں سنیں تو ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے اپنے لئے اور اپنے بھائی کے لئے اللہ سے مغفرت ومعافی کی دعائیں کیں۔

اس جگہ ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کی زبان سے جو جملے نقل فرمائے ہیں وہ درحقیقت ان کی معصومیت اور نیک فطرت کی طرف اشارہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موجودہ بائبل نے حضرت ہارونؑ پر بڑے بڑے الزامات لگائے ہیں اس نے الزام لگایا ہے کہ حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے بعد ایک قربان گاہ بنائی تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور ان کے سامنے سنہرے بچھڑے پر چڑھاوے چڑھائے۔ دوسری جگہ بائبل میں ہے کہ یہ وہی تھے جنہوں نے سونے کا بچھڑا بنایا جسے دیکھتے ہی بنی اسرائیل پکار اٹھے کہ یہی وہ معبود ہے جو ہمیں فرعونیوں کے ظلم سے چھڑا کر لایا ہے۔ اصل میں یہ سارے الزامات ہیں جو حضرت ہارونؑ پر لگائے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کے

الفاظ اور حضرت موسیٰ کی دعائے مغفرت کو اس لئے نقل کیا ہے تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حضرت ہارونؑ نے یہ جرم نہیں کیا تھا بلکہ سامری نے لوگوں کو بہکا کر حضرت ہارونؑ کو بے بس کر دیا تھا اور پوری قوم سامری کے بہکانے میں آ گئی تھی حضرت ہارونؑ اس سے بری تھے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا
هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوسٰى
قَوْمَهٗ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ
لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۖ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ
مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِي مَنْ
تَشَآءُ ۖ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِينَ ﴿۱۵۵﴾
وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا
هُدْنَا اِلَيْكَ ۖ قَالَ عَذَابِيٓ اُصِيبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِي
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۶

جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اس نے توریت کی تختیاں اٹھائیں جس میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے پروردگار سے ڈرنے والے ہیں۔

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر لوگوں کو منتخب کیا تا کہ وہ ہماری مقررہ مدت پر پہنچیں پھر جب ان کو ایک سخت زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب اگر آپ چاہتے تو اس سے

پہلے بھی ان کو اور مجھے ہلاک کر سکتے تھے۔ کیا آپ ہمیں اس وجہ سے ہلاک کرتے ہیں کہ ہماری قوم میں سے کچھ لوگوں نے بے وقوفی کے کام کئے ہیں۔ یہ سب آپ کی طرف سے ہماری آزمائش ہے۔ آپ جسے چاہیں بھٹکا دیں اور جس کو چاہیں ہدایت دیدیں آپ ہی ہمارے تھامنے والے ہیں۔ ہمیں معاف کر دیجئے ہم پر رحم کیجئے اور آپ سب سے بڑھ کر معاف کرنے والے ہیں۔

اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی۔ بے شک ہم آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فرمایا کہ میں اپنا عذاب جس کو چاہتا ہوں پہنچاتا ہوں لیکن میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اسے میں ان لوگوں کے نام تو ضرور رکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں پر ایمان لاتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۶

سَکَتَ	وہ ٹھہر گیا
یَرْھَبُوْنَ	وہ ڈرتے ہیں
سَبْعِیْنَ	ستر
اَتُھْلِکُنَا	کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے
فِتْنَتُکَ	تیری آزمائش ہے
اَلْغَافِرِیْنَ	بخشنے والے
اُکْتُبْ	لکھ لے

تشریح: آیت نمبر ۱۵۴ تا ۱۵۶

صدیوں کی غلامی اور فرعون کے ظلم و ستم سے نجات کے بعد اللہ نے بنی اسرائیل کو خلافت ارضی سپرد کی تھی۔ اس خلافت کو چلانے کے لئے جس آئین اور قوانین کی ضرورت تھی وہ اللہ نے توریت کی شکل میں بنی اسرائیل کو عطا کر دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک امیر مملکت بھی جو، ان آئین و قوانین کی تفصیلات سمجھنے سمجھانے کے لئے خصوصی علم و دانش رکھتا ہو اور جس کا مسلسل رابطہ

اللہ تعالیٰ سے ہو چنانچہ اس خلافت ارضی کے لئے حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر بلایا گیا جہاں چالیس دن رات ان کی تعلیم وتربیت فرمائی گئی اس تعلیم وتربیت کے بعد توریت کی تختیاں سپرد ہوئیں جن پر دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے اصول لکھے ہوئے تھے۔

جب حضرت ہارونؑ کی معذرت پر حضرت موسیٰؑ کا غم وغصہ دور ہوا تو وہ اپنی نبوت کے کام میں لگ گئے۔ انہوں نے توریت کی تختیاں اٹھالیں اوران کی تبلیغ شروع کردی ظاہر ہے کہ تبلیغ دین میں کوئی زبردستی تو ہوتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت وہی مانیں گے اوراس کی رحمت کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔

اللہ کا خوف عام خوف سے مختلف ہے یہ صرف خوف ہی خوف نہیں رحمت وشفقت کی امیدیں بھی ساتھ ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

ایک طرف دوزخ کا خوف ضرور ہے تا کہ انسان گناہ سے رک جائے لیکن دوسری طرف گناہ گار کے ہاتھ میں توبہ کا ہتھیار بھی دے دیا گیا ہے تا کہ وہ جنت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ مایوسی گناہ ہے دنیا میں باپ کا خوف اللہ کے خوف کا ایک ادنیٰ سا نمونہ اور مثال ہے اس میں باپ سے ایک ڈر بھی ہے کہ ڈر کے بغیر گھر کا انتظام چل نہیں سکتا مگر بچہ کو پوری امید بھی ہے کہ اگر وہ نیک راہوں پر چلے گا اور کسی خطا پر شرمندہ ہوگا تو باپ کی محبت غالب آجائے گی تقویٰ کا لفظ اسی ملی جلی کیفیت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے وقت اور مقام پر پہنچنے کے لئے بنی اسرائیل کے ستر افراد کا انتخاب کیا گیا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے انہیں کوہ طور پر لیجانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ قوم کی طرف سے اللہ کی بارگاہ میں اس قصور کی معافی مانگیں جو بچھڑے کی پرستش کی صورت میں سرزد ہوا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے منکرین میں سے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ توریت کی تختیاں اللہ کی طرف سے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کی اجازت سے یہ کہا کہ اس میں جس کو شک ہو وہ کوہ طور پر میرے ساتھ چلے اللہ مجھ سے ہمکلام ہوگا تم بھی سن لینا ان کو چلتے چلتے ایک شرارت سوجھی کہ ہم یہ کیسے مان لیں کہ یہ آواز جو تم سنتے ہو اللہ ہی کی آواز ہے ہاں اللہ خود ہمارے سامنے آکر بات کرے تو ہم یقین کرلیں گے۔

اس گستاخی پر اللہ کا قہر نازل ہوا اور شدید زلزلہ سا آ گیا یا سورۃ بقرہ کے الفاظ میں صاعقہ یعنی بجلی کی ایک تیز کڑک تھی جس کو سن کر ستر کے ستر لوگ مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ الٰہی اگر آپ چاہتے تو ان کو اس سے پہلے بھی ہلاک کرسکتے تھے۔ ان کو زندگی دیدیجئے۔ شاید حضرت موسیٰؑ کے ذہن میں یہ خیال ابھرا ہو کہ کہیں بنی اسرائیل ان پر یہ الزام نہ لگادیں کہ دھوکے سے بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کو مروا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا سے ان سب کو زندہ کردیا۔

حضرت موسیٰؑ نے اس موقع پر جو دعا کی ہے اس کے دو جزو ہیں

۱) اے اللہ ہمارے قصور معاف فرمادے اور ہم پر رحم وکرم فرما۔

۲) ہمیں اس دنیا میں اور آخرت میں اپنی نعمتوں کے لئے چن لے۔

پہلے حصے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں پر عتاب و عذاب ہوا ہے ان کو معافی دیدی جائے۔فرمایا کہ ہم ان کو زندہ تو کر دیتے ہیں لیکن ان کے قصوروں کی معافی کیلئے تین شرطیں ہیں (۱) تقویٰ یعنی خوف الٰہی (۲) زکوٰۃ کی ادائیگی (۳) آیات الٰہی پر ایمان

دوسرے حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرما دیجئے اور اپنی تمام نعمتوں کے لئے ہمارا انتخاب کر لیجئے۔

اللہ نے فرمایا کہ میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں سے اللہ کا سلوک سراسر رحم و کرم اور شفقت و محبت کی بنیاد پر قائم ہے سزا ان کو دی جاتی ہے جو گناہوں پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اللہ کی طرف نہیں پلٹتے یعنی توبہ نہیں کرتے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ
عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا
النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۱۵۷
قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨ الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۱۵۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۸

وہ لوگ جو رسول اور نبی امی (ﷺ) کی تابع داری کرتے ہیں۔ وہ نبی امی کہ جن کا ذکر ان کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے جو ان کے پاس توریت اور انجیل کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ وہ انہیں بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائیوں سے روکتے ہیں پاک چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو ناپاک بتاتے ہیں۔ ان سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں جن میں وہ مبتلا تھے ان بندشوں کو کھولتے ہیں جن میں جکڑے ہوئے تھے پھر وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اس کی حمایت کی انہوں نے ان کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں زمین و آسمان کی سلطنت جس کی ملکیت ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہیں ایمان لے آؤ اور وہ جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں ان کی اتباع کریں تا کہ وہ ہدایت حاصل کر سکیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۸

یَجِدُوْنَ	وہ پاتے ہیں
مَکْتُوْبٌ	لکھا ہوا
یَحِلُّ	حلال کرتا ہے
یُحَرِّمُ	حرام کرتا ہے
اَلْخَبٰئِثُ	گندی چیزیں
یَضَعُ	اتارتا ہے
اِصْرٌ	بوجھ
اَلْاَغْلٰلُ	بیڑیاں۔ قیدیوں کی بیڑیاں
عَزَّرُوْا	انہوں نے عزت و تعظیم کی
نَصَرُوْا	انہوں نے مدد کی
اَلْاُمِّیُّ	ان پڑھ۔ جس نے کسی سے نہ پڑھا ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۵۷ تا ۱۵۸

پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ کی دعا کے جواب میں اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری رحمت شفقت اور کرم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے میں اپنے رحم و کرم کو ان کے حصے میں ڈال دوں گا جو

(۱) تقویٰ رکھتے ہیں۔

(۲) زکوٰۃ دیتے ہیں۔

(۳) اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ آیت نمبر ۱۵۷ میں اللہ تعالیٰ نے چوتھی صفت بھی ارشاد فرما دی ہے۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ اس نبی امی (ﷺ) کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے جن کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے۔

یعنی ہر چند کہ یہ نبی امی ﷺ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیا کے بعد آئے ہیں مگر ان کے آنے سے پہلے ہر نبی ان کے آنے کی اطلاع دیتے رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ توریت اور انجیل میں آپ کی تمام نشانیاں موجود ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ موجودہ توریت اور انجیل میں بہت سی تحریفات اور تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی حضور نبی کریم ﷺ کی شان نبوت کے متعلق جو آیات تھیں یا تو ان کو بالکل بدل دیا گیا ہے یا نکال دیا گیا ہے۔ مگر اللہ کی شان کہ توریت او انجیل میں ابھی تک ''نبی امی ﷺ'' کے متعلق بہت سی آیات اور شناختیں مل جاتی ہیں۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ آیات اور شناختیں توریت و انجیل میں نہ پائی جاتیں تو یہود و نصاریٰ کے ہاتھ میں قرآن کریم کو بدنام کرنے اور جھٹلانے کا ایک بہت بڑا ہتھیار مل جاتا اور وہ صاف صاف کہہ دیتے کہ اس میں کوئی ذکر موجود نہیں ہے لیکن ہزار مخالفتوں کے باوجود کسی نے ایسی بات نہ کہی۔ حضور اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔ ان میں سے چند سر برآوردہ لوگوں کی تصدیقیں سیرت و احادیث کی کتابوں میں درج ہیں۔ ان کی تصدیقات سے پتہ چلتا ہے کہ توریت و انجیل میں نہ صرف آپ کی صفات کا تفصیلی ذکر تھا بلکہ آپ کے پیغام کا بھی آپ کے وطن اور پیدائش کا بھی۔ آپ کے وطن ہجرت کا بھی اور سب سے بڑھ کر آپ کے حلیہ مبارکہ کا بھی ذکر موجود تھا۔

سورۃ صف میں ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ آپ کا نام نامی ''احمد'' ہوگا۔ توریت و انجیل میں کیا کیا شناختیں دی گئی تھیں ان کو قرآن کریم نے اس جگہ دھرایا ہے۔ سب سے بڑی شناخت اس رسول نبی امی (ﷺ) کی یہ ہوگی کہ وہ ''امی'' ہوگا یعنی پڑھا لکھا نہ ہوگا۔ یہاں پر لفظ ''امی'' کا استعمال بہت سے پہلو رکھتا ہے۔ ہم ان میں سے دو کو بیان کریں گے۔

۱) حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے حضرت عیسیٰؑ تک جتنے نبی اور رسول آئے ہیں وہ سب کے سب بنی اسرائیل سے تھے۔ ان کے مراتب علم و فضل اور مراتب کمالات کے کیا کہنا۔ اس کی وجہ سے یہودیوں میں ایک خاص گھمنڈ اور غرور پیدا ہو گیا تھا وہ بنی اسماعیل سمیت تمام غیر یہودیوں کو ''امیون'' (جاہل۔ان پڑھ) کہا کرتے تھے۔ وہ طنز کے طور پر نبی مکرم ﷺ کو ''امی یعنی جاہل اور ان پڑھ'' کہتے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے حضور اکرم ﷺ کو ''نبی امی'' کہہ کر اس لفظ کو عظمت دیدی ہے جب کہ خود نبی کریم ﷺ نے ''امی'' کا لقب فخریہ استعمال فرمایا ہے اور اس طرح اس طنز کے پہلو کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

۲) نبی کا امی ہونا اس کی نبوت کی پہچان بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی دنیا والوں کے اعتبار سے ''امی'' ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں اس کا استاد کوئی نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ سے علوم سیکھ کر ساری امت کا معلم ہوتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نبی اگر دنیا میں کسی کا شاگرد ہوگا تو وہ نبی نہیں ہوسکتا کیونکہ استاد کا مقام شاگرد سے ہمیشہ اونچا رہتا ہے جب کہ جس زمانہ میں نبی ہوتا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہوتا۔ وہ سب کا معلم ہوتا ہے اس کا سوائے اللہ کے کوئی معلم نہیں ہوتا۔ سارا قرآن کریم پڑھ جائیے آپ کو ہر جگہ یہی ملے گا کہ ہر نبی کو اللہ نے خود تعلیم دی لہٰذا دنیا کے لحاظ سے نبی امی ہوتا ہے لیکن اللہ کی شاگردی کی وجہ سے وہ تمام علوم سیکھ کر ساری دنیا کا معلم ہوتا ہے اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا''...... میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں

(۱) ہمارے زمانہ کے بعض جاہلوں نے کہا کہ ایک نبی جو ساری دنیا کا معلم ہوتا ہے وہ خود جاہل کیسے ہوسکتا ہے۔ پھر اس تصور کو قائم کر کے انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں...... میں سمجھتا ہوں اگر وہ اس تشریح کو پڑھ لیں جو میں نے عرض کی ہے تو انشاء اللہ ان کو ''امی'' کے لفظ سے نہ تو الجھنے کی ضرورت ہوگی اور نہ بے جا تاویلیں کرنے کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس نبی کی پہچان جس پر ایمان لانا ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ وہ ''نبی امی'' ہیں۔

(۲) دوسری پہچان یہ ہے کہ صدیوں سے ان کا ذکر مبارک ہر آسمانی کتاب میں موجود ہے۔

(۳) تیسری پہچان یہ ہے کہ وہ نبی امی (ﷺ) ہر معروف کا حکم دیتے ہیں اور ہر منکر سے لوگوں کو بچاتے ہیں اور منع کرتے ہیں۔

معروف و منکر کے معنی بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

معروف وہ کام ہیں جن کے کرنے کا اللہ نے اور اس کے رسول نے حکم دیا ہو۔ جو عرف عام میں نیکی کے ساتھ جانا پہچانا جاتا ہو۔ اور منکر کے معنی ہیں ''اجنبی'' یعنی جو دین و شریعت کے مزاج سے مختلف ہو وہ کام جسے لوگ بھی برا سمجھتے ہوں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی'' ہر اچھی بات کا حکم دینا اور ہر گناہ و خطا کی بات سے روک دینا ہر پیغمبر کی تعلیم و تبلیغ کا مرکزی نقطہ ہے۔

(۴) چوتھی پہچان یہ ہے کہ وہ پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام بتائیں گے طیبات یعنی وہ چیزیں حلال ہیں جنہیں اللہ نے پاک قرار دیا ہے۔ اسی طرح وہ چیزیں جنہیں عقل سلیم اور ذوق سلیم قبول کرے جو صحت و تندرستی، شرافت اور عزت کے منافی نہ ہوں۔

خبائث۔ یعنی وہ چیزیں جنہیں اللہ نے ناپاک اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے ضمنی طور پر تمام وہ چیزیں جنہیں ذوق سلیم اور ضمیر گوارا نہ کرے جو صحت شرافت اور عزت کے منافی ہیں۔

طیبات اور خبائث میں ساری چیزیں شامل ہیں کھانا، پینا، لباس، رسمیں، ذریعہ معاش، طریقہ سیاست و حکومت، گھریلو اور سماجی تعلقات طریقہ تجارت، طریقہ صلح و جنگ وغیرہ۔

(۵) پانچویں پہچان یہ ہے کہ وہ نبی امی ﷺ ان لوگوں کو جو سختیوں اور بے جا بندشوں میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان سے ان کو آزادی دلائیں گے۔

مثلاً رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں وہ ساری چیزیں حلال کردی گئیں جو بنی اسرائیل پر بطور سزا حرام کردی گئی تھیں یا جن چیزوں کو انہوں نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔

ان آیات میں نبی امی ﷺ کی یہ پانچ پہچانیں بتائی گئی ہیں۔ ان میں پہلی دو پہچانیں حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کے متعلق ہیں اور بقیہ پہچانیں آپ کی شریعت کے متعلق ہیں۔ ان پانچ علامتوں اور پہچانوں کے بعد جو بات آخر میں فرمائی گئی ہے وہ ان تمام باتوں کا خلاصہ ہے۔

فرمایا گیا کہ:

وہی لوگ فلاح و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں جو ہمارے نبی امی کے راستے کو اختیار کریں گے۔ ان کے ساتھ مل کر کامیابی تک پہنچیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں جو اس نور کی (وحی جلی اور وحی خفی) کی تابعداری کریں گے جو ان کے اوپر نازل کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

اور آخر میں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ہر نبی اور رسول جو تشریف لائے وہ کسی نہ کسی خاص زمان و مکان کے لئے اور علاقے کے لئے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اس اللہ کی طرف سے جو تمام آسمانوں اور زمین اور پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ زندگی اور موت جس کے ہاتھ میں ہے۔ رب العالمین کی طرف سے فرمایا گیا کہ اے لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس رسول نبی امی (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو خود بھی اللہ اور اس کے تمام احکامات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت حاصل کرسکو۔

اب آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کیلئے ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ آپ کے بعد نبوت کا جو بھی دعویٰ کرتا ہے وہ باطل ہے اور ایسا شخص آپ کی ذات اور عظمت کا منکر ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٩﴾
وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى
مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ
فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

اور موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو سچائی کا راستہ دکھاتی اور وہ اسی کے مطابق انصاف کرتی تھی۔

اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ خاندانوں اور بڑی جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا اور جب موسیٰؑ نے (صحرائے سینا میں) اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰؑ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو۔ پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تمام لوگوں نے اپنے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا۔ اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کر دیا۔ اور ہم نے ان پر ''من وسلویٰ'' اتارا (اور کہا کہ) وہ تمام چیزیں جو حلال اور پاکیزہ ہیں ان کو کھاؤ...... اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

يَعْدِلُوْنَ	وہ انصاف کرتے ہیں۔ برابر کرتے ہیں
قَطَّعْنَا	ہم نے تقسیم کر دیا
اِثْنَتَىْ عَشْرَةَ	بارہ
اَسْبَاطٌ	(سِبْطٌ)۔ دادا کی اولادیں
اِضْرِبْ	مار
عَصَاكَ	اپنی لاٹھی کو
اِنْبَجَسَتْ	بہہ نکلے

عَیْنٌ	چشمہ
اُنَاسٌ	لوگ
مَشْرَبٌ	پینے کی جگہ۔گھاٹ
ظَلَّلْنَا	ہم نے سایہ کردیا
اَلْغَمَامُ	بادل
اَلْمَنَّ وَالسَّلْوٰی	من وسلویٰ (روٹی اور گوشت)
کُلُوْا	کھاؤ
مَا ظَلَمُوْنَا	ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۵۹ تا ۱۶۰

حضرت موسیٰؑ جب تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر صحرائے سینا سے گذر رہے تھے تاکہ بنی اسرائیل کو فلسطین میں آباد کردیں۔اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی گنتی کرانے کے بعد ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کردیا۔جیسا کہ آپ نے اس سے پہلے پڑھ لیا ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ فلسطین سے مصر آئے ہیں اس وقت حضرت یعقوبؑ اوران کے گھر والوں کی تعداد ایک سو سے بھی کم تھی۔روایات کے مطابق حضرت یوسفؑ کے دور سلطنت کے چھ سو سال کے بعد حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کی اصلاح وتربیت فرمائی اور فرعون جیسی طاقت سے ٹکر لی اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی فرعون کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف لے کر جارہے تھے اور صحرائے سینا کے اس علاقے سے گذر رہے تھے جہاں دور دور تک آبادی کا نام نشان تک نہ تھا،کھلا آسمان تھا،کھانے اور پینے کا کوئی انتظام نہ تھا،چونکہ بنی اسرائیل کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی اس لئے انتظامی لحاظ سے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کرکے ان پر ایک ایک نگران مقرر کردیا گیا تاکہ ان کے دنیاوی امور کے ساتھ ان کی اخلاقی اصلاح بھی ہوتی جائے۔جہاں ان میں وہ لوگ تھے جن کا کام ہی شرارتیں کرنا اور ہر برے راستے کو اختیار کرنا ان کا مزاج بن چکا تھا ان ہی میں ایک جماعت ایسے نیک لوگوں کی بھی تھی جو حق وصداقت کے علم بردار اور زندگی کا اعتدال رکھنے والے تھے ایسے لوگوں پر اللہ کا خاص کرم تھا لیکن مزاج کے اعتبار سے جو لوگ نافرمانی کا راستہ اختیار کرنے والے تھے انہوں نے اللہ کے احکامات ماننے سے انکار کردیا اور اس طرح ان پر چالیس سال تک کے

لئے شہری زندگی اور اس کی راحتوں کو حرام کر دیا گیا۔

صحرائے سینا کا وہ مقام جہاں ان کو چالیس سال تک کے لئے مارے مارے پھرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا اس کو میدان تیہ کہتے ہیں۔ یہ دن بھر اس صحرائی زندگی سے نکلنے کے لئے راستے تلاش کرتے، تھک کر سو جاتے اور یہ سمجھتے کہ ہم اس راستے کے قریب پہنچ چکے ہیں جہاں سے اس میدان سے نکلنا آسان ہوگا لیکن جب وہ سو کر اٹھتے تو ہر صبح وہ وہیں ہوتے تھے جہاں سے چلے تھے اپنے نبی کے بغیر ان کو وہ راستہ تو نہ مل سکا جسے وہ برسوں سے تلاش کر رہے تھے مگر جب بھی وہ اپنے نبی حضرت موسیٰؑ سے کسی نعمت کی فرمائش کرتے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں پانی عطا فرمادے حضرت موسیٰؑ نے دعا کی۔ ارشاد ہوا کہ موسیٰ اپنے عصا کو پتھر پر ماریئے موسیٰؑ نے ایک مخصوص پتھر پر عصا کو مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، کھانے کو مانگا تو اللہ نے ان کو اسی صحرا میں من وسلویٰ'' عطا فرمادیا۔ کہنے لگے کہ ہم صحرا کی دھوپ سے جھلسنے لگے ہیں حضرت موسیٰؑ نے دعا کی تو ان پر بادل کا سایہ ہو گیا، جہاں وہ جاتے بادل ساتھ ساتھ سایہ کئے ہوئے ہوتا۔ اگر غور کیا جائے تو انسان کی بنیادی ضروریات میں تین ہی چیزیں اہم ہیں کھانا، پانی اور چھت اور یہ تینوں چیزیں اللہ نے اسی صحرا میں عطا فرمانے کے بعد اس اصول کو بتا دیا کہ اللہ وسائل کا محتاج نہیں ہے وہ جب چاہے جہاں چاہے جیسے چاہے ہر چیز اپنے بندوں تک پہنچا دینے کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے۔ اگر بنی اسرائیل کھانے پینے اور سایہ کے علاوہ اللہ سے ہدایت بھی مانگتے تو وہ ان کو مل سکتی تھی لیکن انہوں نے جب بھی مانگا دنیا ہی کو مانگا اگر وہ آخرت کی کامیابی مانگ لیتے تو ارحم الراحمین ان کو دنیا و آخرت سب ہی کچھ دیدیتا۔ یہ انسان کی سب سے بڑی بھول ہے کہ وہ ہر وقت دنیا ہی مانگتا رہتا ہے۔ اگر وہ آخرت بھی مانگے تو اس کو آخرت اور اس کی ابدی راحتیں بھی نصیب ہو سکتی ہیں۔ اسی لئے اہل ایمان کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ ''اے ہمارے رب ہماری دنیا بھی اچھی کر دے اور ہماری آخرت بھی اچھی کر دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لیجئے گا''

آج ہماری دعائیں بھی دنیا مانگنے تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں اور ہر شخص کی دعا دنیا کی فلاح و بہبود تک محدود ہو کر رہ گئی ہے لیکن اہل ایمان جب بھی اللہ سے مانگتے ہیں تو وہ سب سے پہلے آخرت کی کامیابی اور پھر دنیا کی الجھنوں سے نجات کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ وہ اپنے پیغمبر حضرت موسیٰؑ سے دنیا کی چیزیں مانگتے تھے اور ان کو آخرت کی کوئی فکر نہ تھی نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال تک اس سزا کو بھگتنے کے بعد جب وہ شہری زندگی سے قریب ہوئے تو وہاں بھی اپنے مزاج کی خرابی کا اظہار کرنے لگے عاجزی کے بجائے تکبر اور توبہ کے بجائے دنیا طلبی کرنے لگے۔ قرآن کریم قوموں کی زندگی کو آئینہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اہل ایمان کو یہ سمجھاتا ہے کہ تم بھی اس آئینہ میں دیکھ لو اگر تمہیں ان جیسی شکل و صورت نظر آئے تو پھر توبہ کر کے نبی مکرم ﷺ کا دامن تھام لو تاکہ تم بھی ان ہی مصیبتوں میں گرفتار نہ ہو جاؤ جس میں پچھلی قومیں مبتلا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو برباد کر بیٹھی تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم لوگوں پر ظلم اور زیادتی نہیں

کرتے بلکہ لوگ ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا
حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٦١﴾ فَبَدَّلَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۲

اور جب ان سے کہا گیا کہ تم اس بستی میں آباد ہو جاؤ۔ اور اس میں جہاں سے چاہو کھاؤ اور پیو اور یہ کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازے میں جھکے جھکے داخل ہونا تو ہم تمہاری خطاؤں کو معاف کر دیں گے اور بہت جلد ہم نیک کام کرنے والوں کے اجر میں اضافہ کر دیں گے۔

پھر ان میں سے جو ظالم تھے انہوں نے اس بات کو بدل ڈالا جو ان سے نہ کہی گئی تھی پھر ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا کیونکہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۲

اُسْكُنُوْا	آباد ہو جاؤ۔ رہو سہو
حَيْثُ شِئْتُمْ	جیسے تم چاہو
حِطَّةٌ	توبہ ہے۔ گناہ اتریں
بَدَّلَ	بدل ڈالا
رِجْزٌ	عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱۶۱ تا ۱۶۲

آپ نے اس سے پہلے کی آیات میں یہ پڑھ لیا ہے کہ بنی اسرائیل جنہیں حضرت یوسفؑ کے دور میں بہت عروج حاصل ہوا اور مصر کے اہم مقامات پر بنی اسرائیل آباد ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد آل فرعون نے مصر کی سلطنت پر قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کرنے میں انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس قوم کی ذلت و خواری جب انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے حضرت موسیٰؑ کو بھیجا جنہوں نے اس قوم کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی کہ قومیں جب اپنی زندگی کا مقصد کھو بیٹھتی ہیں تو پھر ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ اور قوموں کی زندگی کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ یہ مقصد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اختیار کر کے اس کے دین کی سربلندی کے لئے مر مٹنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ قوم بنی اسرائیل اس بات کو سمجھ گئی اور اس نے فرعون جیسی طاقت سے ٹکرانے کا عزم کر لیا اور پھر یہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ یہ قوم جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے راتوں رات مصر سے نکل گئی۔ جب کوئی قوم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑتی ہے تو پھر زمین و آسمان کی ہر چیز ان کی معاون بن جایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمندر کے دوسرے کنارے پر اس طرح پہنچا دیا کہ سمندر بھی راستہ دینے پر مجبور ہو گیا لیکن جب فرعون ان سمندری راستوں میں داخل ہوا تو وہی پانی اس طرح آپس میں مل گیا کہ فرعون اور اس کا لشکر اسی سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ اس طرح بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑے دشمن سے جان چھوٹ گئی۔ صحرائے سینا سے گذرتے ہوئے اللہ نے ان لاکھوں بنی اسرائیل کو ایک ایسا انتظام عطا فرمایا کہ ان کی بارہ جماعتیں بنا کر ان پر ایک ایک نگراں بنا دیا گیا تاکہ اپنے معاملات زندگی میں ہر تکلیف سے محفوظ رہیں۔ ان کو زندگی گذارنے کے لئے توریت جیسی کتاب دی گئی جس میں وہ تمام آئین و قوانین دیئے گئے تھے جن کی روشنی میں وہ زندگی کے تاریک راستوں میں آسانی سے چل سکتے تھے۔ مگر وہ اللہ کے دین کو اپنانے کے بجائے پھر ایک دفعہ اللہ کی نافرمانی کے راستے پر چل پڑے۔ جب ان سے کہا گیا کہ وہ ملک شام کو جہاد کر کے فتح کریں تو اس قوم کی قوت و طاقت سے اتنے مرعوب ہو گئے کہ انہوں نے نہ صرف جہاد سے انکار کر دیا بلکہ گستاخی کی انتہا کرتے ہوئے یہاں تک کہہ اٹھے کہ اے موسیٰؑ اگر تمہیں جہاد کرنے کا ایسا ہی شوق ہے تو تم اور تمہارا معبود اس قوم سے جا کر جہاد کر لو (ہم تو یہاں بیٹھے ہیں جب فتح حاصل ہو جائے تو ہمیں بتا دینا ہم آ کر اس پر قبضہ کر لیں گے)...... یہ اتنی بڑی نافرمانی تھی جس کی سزا ضروری تھی چنانچہ ان کو اس گستاخی کی سزا یہ دی گئی کہ وہی ملک جو ادنیٰ سی جدوجہد کے بعد حاصل ہو سکتا تھا وہ ان سے چالیس سال کے لئے دور کر دیا گیا اور صحرائے سینا میں ان کو اس طرح بھٹکا دیا گیا کہ وہ ہر روز صبح سے شام تک نکلنے کا راستہ تلاش کرتے مگر جب اگلے دن سو کر اٹھتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ گذشتہ صبح کو وہ جہاں سے چلے تھے وہ پھر وہیں پر ہیں۔ اس طرح چالیس سال تک وہ اسی ''میدان تیہ'' میں سرگرداں رہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ ان کو سمجھاتے رہے لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ جب نبی موجود ہیں تو ان کے بغیر زندگی کی منزل کیسے مل سکتی ہے لیکن وہ اپنے زعم اور گھمنڈ میں یہی سمجھتے

رہے کہ ہم خود ہی راستہ تلاش کرلیں گے۔ اسی دوران حضرت موسیٰ کی دعاؤں سے اللہ نے ان کو اس بیابان صحرا میں پینے کے لئے پانی کھانے کیلئے "من وسلویٰ" اور سائے کے لئے بادل کا سایہ عطا فرمایا۔ لیکن وہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے بجائے اس کو اپنا حق سمجھنے لگے ان کی نافرمانی کا مزاج اس قدر پختہ ہو چکا تھا کہ جب چالیس سال کے بعد قوم بنی اسرائیل سے اس 'صحرا نوردی' کے عذاب کو ہٹایا گیا اور یہ کہا گیا کہ جاؤ سامنے وہ شہر ہے جہاں سے تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس سے تم چالیس سال تک محروم رہے لیکن ایک شرط ہے کہ جب تم اس شہر میں داخل ہو تو عام فاتحین کی طرح شور مچاتے اور بدمستی سے داخل نہ ہونا بلکہ ادب سے جھکے جھکے داخل ہونا اور زبان پر یہ کلمہ رکھنا کہ الٰہی شکر ہے ہم توبہ کرتے ہیں۔ اگر تم نے ادب واحترام اور شکر کا طریقہ اختیار کیا تو اس سے بھی زیادہ نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ چالیس سال کی سزا بھگتنے کے بعد جب یہ قوم اس بستی میں داخل ہوئی تو اس نے تمام وعدوں اور اللہ کے احکامات کو بھلا دیا اور تکبر اور غرور کے ساتھ داخل ہوئے اور زبان پر توبہ کے کلمات کے بجائے دنیا طلبی کے کلمات جاری ہو گئے۔ انہوں نے اس شہری زندگی کی تمام بدمستیوں کو اختیار کرنا شروع کر دیا اور جب نافرمانی کی انتہا کر دی تو پھر اللہ نے ان پر "طاعون" جیسی بیماری کا عذاب مسلط کر دیا جس سے لاتعداد بنی اسرائیل مرکھپ گئے۔ یہ کون سی بستی تھی۔ اس کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مفسرین کے بقول اس بستی کا نام "اریحا" تھا۔ ممکن ہے اس بستی کا کوئی اور بھی نام ہو۔ یہاں بحث اس شہر کے نام سے نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کی اس نافرمانی اور ان پر عذاب سے ہے جو ان کو دیا گیا تھا۔

بنی اسرائیل کی زندگی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر وہ اپنے نبی کا کہا مانتے۔ اطاعت کرتے تو جس اللہ نے صحرا میں کھانا۔ پانی اور سایہ عطا کیا تھا جس نے بغیر کسی جنگ کے ایک ملک عطا کر دیا تھا اگر وہ اللہ کی شکر گذاری کا طریقہ اختیار کرتے تو اللہ ان کو اس سے بھی زیادہ نعمتوں سے نوازتا لیکن وہ وقتی بدمستیوں میں اپنے انجام کو بھول گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک صحرا سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے رہے مگر وہ صبح کو جہاں سے چل کر شام کو پہنچتے تھے اگلے دن معلوم ہوتا کہ وہ تو وہیں ہیں جہاں سے چلے تھے اگر وہ اپنی مرضی کے بجائے حضرت موسیٰ کی بات مان لیتے اور شکر کا راستہ اختیار کر لیتے تو ایک دن میں ان کو شہری زندگی کی راحتیں نصیب ہو جاتیں اور اس دربدری سے نجات پا لیتے اگر غور کیا جائے تو آج ہماری زندگیاں بھی اس کولھو کے بیل کی طرح ہو کر رہ گئی ہیں کہ ہم برسوں محنت کے بعد جب اپنی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دین ودنیا کے اعتبار سے جہاں سے چلے تھے وہیں پر آج بھی موجود ہیں۔

دوسرے یہ کہ جب ہمیں تنگیوں اور پریشانیوں کے بعد راحت اور سکون ملتا ہے تو ہم ایسے بدمست ہو جاتے ہیں کہ ہمیں آخرت اور اس پر چلنے والے برے لگتے ہیں کیا ہم اس آئینہ میں دیکھ کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس آئینہ میں ہمیں اپنا عکس تو نظر نہیں آرہا ہے۔ اگر ہمیں بنی اسرائیل جیسا محسوس ہو تو اللہ سے توبہ کرنی چاہئے اور نبی مکرم ﷺ کے دامن اطاعت ومحبت سے وابستگی اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت کے معاملے کو درست کر لینا چاہئے۔ پھر ایسا نہ ہو کہ زندگی میں فرصت عمل نہ رہے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيْهِمْ
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا
تَأْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٣﴾
وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ
مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۗ قَالُوْا مَعْذِرَةً إِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَّقُوْنَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ أَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ
السُّوْٓءِ وَأَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا
قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿١٦٦﴾

وقف لازم

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۶

اور (اے نبی ﷺ) ان سے اس بستی والوں کے بارے میں پوچھئے جو ایک سمندر کے پاس تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے گذر گئے تھے۔ جب ہفتہ کا دن ہوتا تو مچھلیاں پانی کے اوپر آجاتیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو وہ پانی کے اوپر نہ آتیں اس طرح ہم نے ان کو آزمایا وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جس کو اللہ نے ہلاک کرنے یا شدید عذاب دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے معذرت کے لئے تاکہ وہ بچتے رہیں۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جو ان کو سمجھانے کے لئے کہا گیا تھا۔ تو ہم نے ان کو بچالیا جو برائیوں سے بچتے تھے اور ان ظالموں کو

بدترین عذاب میں مبتلا کردیا جس میں وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ان باتوں سے نافرمانی کی جن سے منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا کہ تم بدترین بندر بن جاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۶

اِسْئَلْ	پوچھ
حَاضِرَةُ الْبَحْرِ	سمندر کا کنارہ
یَعْدُوْنَ	وہ حد سے آگے بڑھتے ہیں
اَلسَّبْتُ	ہفتہ۔ سنیچر
حِیْتَانٌ	(حُوْتٌ)۔ مچھلیاں
شُرَّعٌ	(شَارِعٌ)۔ کھلم کھلا۔ (چوڑی سڑک کو شارع کہتے ہیں)
لَا یَسْبِتُوْنَ	وہ ہفتہ کے دن میں نہ ہوتے
لِمَ تَعِظُوْنَ	تم کیوں نصیحت کرتے ہو؟
مَعْذِرَةٌ	عذر اور معذرت کے لئے
نَسُوْا	وہ بھول گئے
بَئِیْسٌ	برا۔ بدترین
عَتَوْا	انہوں نے نافرمانی کی
كُوْنُوْا	تم ہو جاؤ
قِرَدَةٌ	بندر
خَاسِئِیْنَ	ذلیل و خوار

تشریح: آیت نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۶

بنی اسرائیل کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اسی میں سے یہ ایک واقعہ ہے جو انہیں ایلہ کے مقام پر پیش آیا......واقعہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کا ایک قبیلہ جو ایلہ میں آباد تھا اور ان کا گذر بسر مچھلیوں پر تھا۔ اس قوم کو آزمانے کے لئے کہا گیا کہ

تم ہر روز مچھلی کا شکار کر سکتے ہو۔صرف ہفتہ کے دن تمہیں شکار کرنے کی اجازت نہیں ہے توریت کی بعض آیات سے بھی اس طرف اشارے ملتے ہیں کہ اسی وجہ سے یہودیوں نے ہفتہ کے دن ہر طرح کے کام کاج کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت ان کا محض امتحان تھا ان کو مزید آزمانے کے لئے اللہ نے یہ انتظام فرمایا کہ جب ہفتہ کا دن ہوتا جس دن شکار کرنا منع تھا تو تہہ کی مچھلیاں بھی پانی کے اوپر آجاتیں اور جب اتوار سے جمعہ تک شکار کرنے کی اجازت تھی تو اوپر کی مچھلیاں بھی پانی کی تہہ میں چلی جاتیں۔ بنی اسرائیل نے کچھ دن تو برداشت کیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے حیلے بہانے کرنے شروع کر دیئے۔ طریقہ یہ اختیار کیا کہ اس سمندر کے کنارے انہوں نے چھوٹے چھوٹے تالاب بنا کر انہیں چھوٹی چھوٹی نالیوں سے ملا دیا جب ہفتہ کا دن آتا اور تہہ کی مچھلیاں اوپر آجاتیں تو وہ ان نالیوں کو کھول دیتے جن سے سمندر کا پانی مچھلیوں کے ساتھ ان تالابوں میں جمع ہو جاتا۔ اس طرح وہ بظاہر خود تو شکار نہیں کرتے تھے لیکن پانی کے ریلے کے ساتھ جو مچھلیاں ان کے تالابوں میں جمع ہو جاتیں ان کو اتوار کے دن خوب مزے لے لے کر کھاتے اور کہتے کہ ہم نے ہفتہ کے دن شکار نہیں کیا بلکہ یہ مچھلیاں تو پانی میں بہہ کر خود بخود ہمارے تالابوں میں آگئی ہیں۔ یہ بات ایسی تھی کہ وہ قوم اس امتحان میں فیل ہوگئی۔ ان کی چالاکی اللہ کو پسند نہیں آئی اور اللہ نے اس پوری نافرمان قوم کو شرف انسانیت سے محروم کر کے جانور یعنی بندروں کی شکل میں تبدیل کر دیا جو چند روز زندہ رہ کر سب کے سب مر گئے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ ان کو بندر نہیں بلکہ بندروں جیسی شکلیں دیدی گئی تھیں یعنی ان کے چہرے اس طرح پھول گئے تھے کہ جیسے بندروں کے پھولے ہوئے ہوتے ہیں بہر حال صحیح کیفیت کا علم تو اللہ کو ہے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم شرف انسانیت سے محروم کر دی گئی تھی۔

جب ان کو ان کے نبی یہ بتاتے کہ دیکھو اگر تم نے اللہ کی نافرمانی نہ چھوڑی اور اسی طرح تم تاویلیں کر کر کے اللہ کو ناراض کرتے رہے تو تم پر عذاب آجائے گا اور تم اس سزا سے بچ نہ سکو گے۔ وہ کہتے کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ جب تمہیں یقین ہے کہ ہم پر عذاب آجائے گا تو پھر تم ہمیں نصیحتیں کیوں کرتے ہو۔ ان کا جواب یہی ہوتا کہ ہم محض اس لئے کہہ رہے ہیں کہ کل اللہ کے ہاں جا کر اس کی معذرت تو کر لیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو ان کو اچھی طرح سمجھایا تھا مگر یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ لوگ جو نصیحت کا حق ادا کرتے ہیں ان کو نجات ملتی ہے اور جو لوگ نافرمانی کرنے والے ہیں ان کو شدید ترین عذاب دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ نے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والوں کو عبرت ناک سزا دی اور جنہوں نے نصیحت کا حق ادا کر دیا تھا اللہ نے ان کو نجات عطا فرما دی اور باقی ساری قوم کو بندر بنا کر ہلاک کر دیا۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے

۱) جس قوم کو کسی چیز سے آزمایا جائے اور وہ اس میں ناکام ہو جائے تو اس پر سزا ضرور ملتی ہے۔

۲) جو لوگ گناہ کرتے ہوئے اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ ہم گناہ گار ہیں تو ان کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے لیکن جو اپنے گناہوں کو کرنے میں مختلف تاویلیں کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے اور ان کو توبہ کی بھی توفیق نہیں ملتی۔

۳) وہ لوگ جن کو اللہ نے نصیحت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اگر وہ اس فریضہ کو ادا کرتے رہے اور نصیحت کرتے رہے اور سننے والوں نے نصیحت حاصل نہ کی تو کم از کم اللہ کے ہاں وہ لوگ اس بات پر معذرت تو کر سکتے ہیں کہ ہم نے سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے۔

۴) جب اللہ کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ مختلف شکلوں میں اپنا عذاب مسلط کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے نافرمانوں کو شرف انسانیت سے محروم کر کے جانوروں کی شکل اور مزاج میں ڈھال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نافرمانی سے محفوظ فرمائے اور نیکیاں کرنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور برے انجام سے محفوظ فرمائے ”آمین“

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ
يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ
الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ
مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ
وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۶۸

اور یاد کرو جب آپ کے رب نے یہ بات بتا دی تھی کہ وہ (ان یہود پر) قیامت تک ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین سزائیں دیتے رہیں گے۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بے شک وہ بہت مغفرت اور رحم و کرم کرنے والا بھی ہے۔ اور ہم نے ان کو (بنی اسرائیل کو) مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں بہت سے لوگ نیک بھی ہیں اور دوسرے قسم کے لوگ بھی ہیں ہم ان کو آزماتے رہے کبھی عیش و عشرت سے اور کبھی تکلیفوں اور آفتوں سے کہ شاید وہ اللہ کی طرف پلٹ آئیں؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۶۸

تَاَذَّنَ	اطلاع دی۔ خبر دی
لَيَبْعَثَنَّ	البتہ وہ ضرور بھیجے گا
سَرِيْعُ الْعِقَابِ	جلد عذاب دینے والا
قَطَّعْنَا	ہم نے ان کو منتشر کر دیا
دُوْنَ ذٰلِكَ	اس کے علاوہ
بَلَوْنَا	ہم نے آزمایا
اَلْحَسَنَاتُ	(اَلْحَسَنَةُ)۔ نیکیاں
اَلسَّيِّئَاتُ	(اَلسَّيِّئَةُ)۔ برائیاں

تشریح: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۶۸

یہ ان دو عظیم سزاؤں کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل کو اسی دنیا میں دی گئی ہیں یہ سزائیں ان کو اچانک نہیں دی گئیں بلکہ انبیاء کرامؑ کے ذریعہ صدیوں پہلے ان کو مطلع کر دیا گیا تھا۔

۱) پہلی سزا تو یہ ہے کہ رہتی دنیا تک قوم بنی اسرائیل پر ایسے لوگ مسلط ہوتے رہیں گے جو انہیں شدید ترین اذیتیں اور تکلیفیں دیتے رہیں گے۔

۲) دوسری سزا یہ ہے کہ ان کا مستقل کوئی وطن نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ مختلف ملکوں میں منتشر رہیں گے یعنی ان کی کوئی اجتماعی طاقت نہ ہوگی۔ ہمیشہ دوسروں کے سہارے زندہ رہیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ بخت نصر سے لے کر ہٹلر اور اسٹالن تک صدیوں سے یہودی مقہور، محکوم اور مغضوب رہے ہیں۔ ہزاروں سال سے آج تک ان کی کوئی سیاسی طاقت نہ بن سکی اور جب بھی بنی ہے تو ان کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہے۔

یہ جو آجکل عربوں کے سینے پر فلسطین میں بڑی طاقتوں کے تحت اسرائیلی ریاست بنادی گئی ہے اس کے پس پردہ روسی کمیونسٹوں اور امریکی عیسائیوں کا ہاتھ ہے ان ہی کی سازش سے وہ فلسطین کی بستیوں میں لا کر بسائے گئے ہیں۔ ان ہی کی مالی اور غذائی امداد پر وہ زندہ ہیں ان ہی کے بخشے ہوئے اسلحہ جات پر وہ ساری دنیا میں غنڈہ گردی کر رہے ہیں ان ہی کی سیاسی بین الاقوامی پالیسیوں کے تحت وہ مُہرۂ شطرنج بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے لبنان اور دوسرے ملکوں میں جو کچھ کیا وہ امریکہ برطانیہ اور روس کے گٹھ جوڑ سے کیا ہے۔ جب مصر کے انوار السادات نے ۱۹۷۳ء میں فلسطین پر حملہ کیا تو چند ہفتوں میں بنی اسرائیل کے چھکے چھوٹ گئے اور ان کو اپنا وجود خطرہ میں نظر آنے لگا۔ یہاں تک کہ "مجھے بچاؤ کا سرخ نعرہ لگا دیا گیا" روس اور امریکہ دونوں امداد کو دوڑ پڑے اب جو چند لاکھ یہودیوں کا اجتماع فلسطین میں ہوا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ اوپر سے تو وہ اپنے آپ کو بڑا پرسکون بنائے ہوئے ہیں لیکن انہیں ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کب مسلمانوں میں کوئی صلاح الدین ایوبی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے لئے وہ ہر اس شخص اور قوم و ملک کو جس میں ذرا بھی صلاح الدین بن جانے کی صلاحیت ہے اس پر امریکہ روس اور برطانیہ اپنے جنگی جہاز بم اور راکٹ لے کر چڑھ دوڑتے ہیں ساری دنیا میں انسانیت کی باتیں کرنے والے انسانیت کے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں لیکن اللہ کا یہ عجیب قانون ہے کہ روس برطانیہ اور امریکہ جنہوں نے اسرائیل کو سہارا دے کر ایک قوت اور طاقت بنانے کی کوشش کی ہے وہ خود بڑی تیزی سے مٹتے چلے جا رہے ہیں برطانیہ سمٹتے سمٹتے اپنے جزیرہ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اب دنیا پر اس کی محض ایک دھونس باقی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے روس کے ٹکڑے اڑ گئے ہیں اور مزید تباہی نظر آ رہی ہے امریکہ آجکل سپر پاور ہے مگر وہ ایسی بڑی بڑی سیاسی اور اخلاقی غلطیاں کرتا چلا جا رہا ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق اس کا حشر بھی کچھ مختلف نظر نہیں آ رہا ہے۔ اسرائیل کے یہ سہارے بڑی تیزی کے ساتھ ٹوٹ رہے ہیں اور وہ مسلمان ملک جن کے درمیان یہ اسرائیلی ریاست دندنا رہی ہے ان ملکوں میں اسرائیل اور اس کے پشت پناہوں کے خلاف نفرت کا ایسا لاوا پک رہا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ پڑے گا دوسری طرف احادیث میں قرب قیامت کے آثار میں یہ بات بھی شامل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دمشق میں نازل ہوں گے وہ مسلمانوں کی جماعت لے کر یہودیوں کے خلاف جہاد بالسیف فرمائیں گے اور یہودیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے اب یہ اللہ کا قانون بھی نظر آ رہا ہے کہ تمام یہودیوں کو ملک شام کے قریب ایک جگہ جمع کیا جا رہا ہے روس امریکہ اور برطانیہ چاہتے تو یہودی ریاست الاسکا سائبریا یا آسٹریلیا میں قائم کر سکتے تھے مگر ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے جو انہوں نے یہودیوں کو ان کے مقتل میں جمع کر دیا ہے اور یہودی بھی خوب احمق بن رہے ہیں اللہ کا کیا نظام ہے؟ شاید بہت جلد سامنے آ جائے گا اور آئندہ یہودیوں کے لئے پھر وہ وقت آ سکتا ہے کہ اگر وہ کسی پتھر کے نیچے بھی چھپنے کی کوشش کریں گے تو پتھر خود بتا دے گا کہ فلاں یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا
الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ
وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ
الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ
الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٧٠﴾
وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ع ٢١ ٩ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۱

پھران کے بعدایسے نالائق ان کے جانشین ہوئے جواس کتاب کے وارث وذمہ دار بنائے گئے تھے وہ گھٹیا زندگی کے فائدوں کو لوٹنے میں لگ گئے اور یہ کہنے لگے کہ ہمیں معاف کردیا جائے گا۔اوراگران کے پاس اس جیسا مال اور آتا تو وہ اس کو لینے کے لئے بے تاب ہوجاتے۔

کیاان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ پر سوائے حق بات کے اور کچھ نہ کہیں گے حالانکہ وہ اس کو پڑھ چکے تھے جواس میں (حکم دیا گیا) تھا۔اور آخرت کا گھر تو اس سے ڈرنے والوں کے لئے زیادہ بہتر ہے کیا پھر تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔اور وہ لوگ جو کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور وہ نماز قائم کرتے ہیں تو ہم بھی اچھے کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔اور یاد کر جب ہم نے (طور) پہاڑ کو ان کے اوپر سائبان کی طرح اٹھایا تھا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ وہ ان پر گر پڑے گا (تو ہم نے کہا کہ) جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں (احکامات ہیں) ان کو یاد رکھو تا کہ تم تقویٰ اختیار کرسکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۱

خَلَفَ	قائم مقام ہوا
خَلْفٌ	نالائق
عَرَضَ	سامان
اَلْاَدْنٰی	گھٹیا۔ معمولی
سَيُغْفَرُ	جلد ہی معاف کر دیا جائیگا
دَرَسُوْا	انہوں نے پڑھا
يُمَسِّكُوْنَ	وہ مضبوط پکڑتے ہیں
لَا نُضِيْعُ	ہم ضائع نہیں کرتے
اَلْمُصْلِحِيْنَ	اصلاح کرنے والے
نَتَقْنَا	ہم نے اٹھایا۔ بلند کیا
اَلْجَبَلُ	پہاڑ۔ (کوہ طور)
كَاَنَّهٗ	جیسے وہ
ظُلَّةٌ	سائبان
وَاقِعٌ	گرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۶۹ تا ۱۷۱

یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے خَلَفَ - خَلْفٌ - خَلَفَ - کے معنی ہیں قائم مقام۔ جانشین اور خَلْفٌ کے معنی ہیں نالائق اور برا جانشین۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آبا و اجداد میں کچھ اچھے لوگ ضرور تھے لیکن ان کی جگہ پر بعد میں آنے والی نسل میں اچھے لوگوں کی تعداد گھٹتی گئی ان بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے لازمی اور ضروری تھا کہ وہ خلافت کا حق اچھی طرح ادا کرتیں چونکہ وہ کتاب اللہ کی وارث تھیں۔ وہ اس کتاب اللہ کی پیروی سے دنیا کی امامت و رہنمائی کا فریضہ احسن طریقہ پر ادا کر سکتی تھیں مگر وہ اس کی اہل ثابت نہ ہوئیں۔ ان کے احبار اور علماء نے مذہب فروشی شروع کر دی۔ دنیا کے حقیر، عارضی اور گھٹیا

فوائد حاصل کرنے کیلئے نہ صرف کھلم کھلا نافرمانیاں شروع کر دیں بلکہ خوشامد اور ضمیر فروشی میں جس فرد یا طبقہ سے کچھ مال و منصب حاصل ہونے کی امید ہوتی اس کی مرضی کے مطابق کتاب اللہ (توریت اور انجیل) میں تحریف و تبدیلی کر دیتے۔ الفاظ تو الفاظ جملے کے جملے بدل دیتے یا حذف کر دیتے یا اضافہ کر دیتے۔ اگر پھر بھی کچھ بچ جاتا تو معنی کو توڑ مروڑ کر بات کو کہیں سے کہیں تک پہنچا دیتے غرضیکہ اللہ کی کتاب ان کے ہاتھوں کا ایسا کھلونا بن کر رہ گئی تھی کہ جس بات کو جس طرح چاہتے گھما کر رکھ دیتے۔

''عَرَضَ ھٰذَا الادْنٰی'' عرض کے معنی مال و دولت کے بھی ہیں اور اس چیز کے بھی جو مال دے کر خریدی جاتی ہے مگر عرف عام میں اسے جوہر (اصل) کے مقابلے میں نقل، کھوٹ اور جھاگ کے لئے بولتے ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ اللہ کی آیات کے مقابلے میں دنیا کا مال و متاع اتنا ہی حقیر بے حقیقت اور ناپائدار ہے جتنا کسی چیز کا جھاگ بے حقیقت ہوتا ہے...... لفظ ''ادنیٰ'' کے مادے ہیں ''دنو'' اور ''دنی'' دنو کے معنی ہیں قریب اور نزدیک کے اور دنی کے معنی ہیں ذلیل و خوار اسی سے لفظ دنیا بنا ہے جس کے دونوں معنی آتے ہیں قریب اور نزدیک کے بھی اور حقیر و ذلیل کے بھی یعنی وہ لوگ آخرت کی ابدی راحتوں کے مقابلے میں جو چیز لے رہے ہیں وہ جھاگ کی طرح بے حقیقت چیز ہے۔ اور وہ اس ذلیل جگہ (دنیا) کا جھاگ ہے۔

دنیا کے بھی دونوں معنی ہیں۔ اگر دنیا کو آخرت کے لئے اختیار کیا جائے تو پھر اس کے معنی ہوں گے آخرت سے قریب لیکن اگر دنیا اور اس کی چیزوں کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کیا جائے تو اس سے ذلیل و خوار چیز کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی جس کتاب کے ذریعہ وہ دنیا کی امامت و رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکتے تھے انہوں نے اس کو چھوڑ کر دنیا کے وقتی مفادات اور فائدوں کو لینے کے لئے اللہ کی کتاب کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر اس پر وہ شرمندہ ہونے کے بجائے یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے اور پیارے ہیں وہ اللہ ہماری ساری خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ اس ڈھٹائی غلط گمانی اور فریب خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے گناہوں اور معافی کی طرف مائل ہونے کے بجائے ایمان و دین فروشی میں اس طرح مگن ہو گئے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا۔ جہاں ہڈی نظر آئی اسی طرف لپکنے لگے۔ بے ایمانی اور ضمیر فروشی کا وہ کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں کہ انہوں نے اس کتاب کو نہیں پڑھا تھا یا اس سے ناواقف تھے بلکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس مقدس کتاب میں یہ معاہدہ موجود ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا کہ وہ جھوٹ فریب اور تحریف کو اللہ کے نام پر پیش نہیں کریں گے۔ اپنی بنائی ہوئی باتوں کو یہ کہہ کر پیش نہیں کریں گے کہ یہی توریت ہے یہی کلام الٰہی ہے۔

اللہ نے ارشاد فرمایا کہ سب کچھ کر لینے کے بعد ان کا یہ فریب کہ اللہ ہمارے سارے گناہوں کو معاف کر کے ہمیں جنت کی ساری نعمتیں عطا فرما دے گا۔ ایسا نہیں ہوگا بلکہ اگر ان کے گناہوں پر گرفت کر لی گئی تو ان کا اللہ کے عذاب سے بچنا ممکن ہی نہ ہو گا۔ البتہ اگر کبھی کبھار انجانے میں اچھے لوگوں سے غلطی ہو جاتی ہے اور اس پر وہ نادم و شرمندہ ہوتے ہیں اور توبہ کر لیتے ہیں تو ان کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی بھی اصلاح کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی بھلائی کے کام کرتے ہیں وہ کتاب اللہ پر خوب عمل کرتے ہیں۔ جو ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر وہ عمل کرتے ہیں اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے رکتے اور احکام الٰہی کی

پابندی کرتے ہیں۔ وہ نماز نہ صرف خود پڑھتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی نمازوں کی پابندی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو تبلیغ وتلقین کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

آیت نمبر ۱۷۱ میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کا بیان سورہ بقرہ میں بھی آچکا ہے جہاں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''ہم نے کوہ طور اٹھا کر بلند کر دیا تھا'' یہاں ارشاد ہے کہ ہم نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر سائبان کی طرح مسلط کر دیا تھا۔ جس کو وہ سمجھ رہے تھے کہ نہ جانے کب یہ پہاڑ ان کے اوپر گر پڑے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کی عہد شکنی ایمان فروشی اور تحریف کی عادت حد سے زیادہ گذر گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ (طور) کو مسلط کر دیا اور کہا گیا کہ اگر تم نے ان احکامات کی پابندی نہیں کی جن کا حکم دیا گیا تھا تو اس پہاڑ کو تمہارے اوپر گرا دیا جائے گا۔ چنانچہ خوف کے مارے بنی اسرائیل نے ''تجدید عہد کیا'' اس کے بعد اس پہاڑ کے عذاب کو ان سے ہٹا لیا گیا۔ جب پہاڑ کا عذاب ہٹ گیا تو وہ پھر گناہوں پر دلیر ہو گئے۔

یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے کہ ''لا اکراہ فی الدین'' یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اس کے واضح معنی یہ ہیں کہ کسی غیر مسلم کو زبردستی ڈرا دھمکا کر مسلم بن جانے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ لیکن جب وہ سوچ سمجھ کر خوشی سے اسلام قبول کرلے گا اور وہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو جائے گا تو اسے احکام الہیٰ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ان احکامات کی پابندی کے لئے جبر واکراہ کیا جاسکتا ہے۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۴

اور یاد کرو جب آپ ﷺ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی نسلوں کو نکال کر ان کو ان کی اپنی جانوں پر گواہ بنا کر پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟۔ سب نے کہا ''جی ہاں

کیوں نہیں'' ہم نے اقرار لیا تا کہ کبھی تم قیامت میں یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ یا تم کہنے لگو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی نسل ہیں کیا آپ ہمیں اس گناہ میں پکڑ رہے ہیں جو گمراہوں نے کیا۔ اور اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ باز آ جائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۴

ظُهُورٌ	(ظَهْرٌ)۔ پیٹھ
اَلَسْتُ	کیا میں نہیں ہوں؟
شَهِدْنَا	ہم نے اقرار کیا
اَشْرَکَ	شرک کیا
اَلْمُبْطِلُوْنَ	باطل پر جم جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۷۲ تا ۱۷۴

پچھلی آیات میں دو وعدوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لئے ہیں۔ (۱) ایک کوہ طور کو اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کرنے سے پہلے اور دوسرا معلق کرنے کے بعد اسی طرح قرآن کریم میں بہت سے عہد، میثاق اور وعدوں کا ذکر ہے جو مختلف جماعتوں سے لئے گئے ہیں ان آیات میں ایک مقدس ترین عہد کا ذکر فرمایا گیا ہے جسے خود حق تعالیٰ شانہ نے براہ راست اپنے تمام بندوں سے لیا ہے اس عہد کا نام ''عہد الست'' ہے۔

اس عہد الست کے لئے بہت سی روایات موجود ہیں جن میں اس عہد کی وضاحت فرمائی گئی ہے کچھ حضرات نے حضرت عمر فاروقؓ سے اس میثاق اور عہد کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کچھ صحابہ کرامؓ نے یہ سوال رسول اللہ سے کیا تو جو جواب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ میں نے سنا وہ یہ تھا کہ:

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، پھر اپنا دست قدرت ان کی پشت پر پھیرا تو ان کی پشت سے جو نیک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنت ہی کے کام کریں گے پھر دوسری دفعہ ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا تو جتنے گناہ گار بدکار انسان تھے ان کو نکال کر کھڑا کیا اور فرمایا کہ میں نے

ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخیوں والے ہی کام کریں گے۔ حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) جب پہلے ہی جنتی اور جہنمی متعین کر دیئے گئے تھے تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کرایا جاتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کام میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے کام پر ہوتا ہے جو اہل جہنم کا کام ہے مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو قوت اختیار ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہیے جو اہل جنت کے ہیں اور یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ ان ہی میں سے ہوگا اس حدیث کی وضاحت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عہد کو انسان کی فطرت میں رکھدیا ہے...... نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو اس حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ:

"كُلُّ مَوْلُودٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْيُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ". (بخاری ومسلم)

ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے وہ فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو (اپنے رنگ میں ڈھال کر) یہودی، عیسائی یا ستارہ پرست مشرک بنا لیتے ہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسانی بچہ جو اس دنیا میں قدم رکھتا ہے وہ پیدائشی گناہگار یا کافر نہیں ہوتا بلکہ اس کے اردگرد کا ماحول جو اسکے والدین بنا لیتے ہیں اس بچے کو وہ اس رنگ میں ڈھال لیتے ہیں کسی کو یہودی کسی کو عیسائی اور کسی کو مشرک بنا لیتے ہیں اس حدیث کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ ایک انسانی بچہ اگر کسی مشرک، کافر اور بت پرست کے گھر میں پیدا ہوتا ہے تو وہ مشرک، کافر اور بت پرست نہیں ہوتا بلکہ وہ فطرت اسلام لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ بچہ بالغ ہونے سے پہلے مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی فطرت کی وجہ سے جہنم میں نہیں بھیجیں گے بلکہ اس کو اہل جنت کا خادم بنا دیں گے۔

جب کسی مسلمان گھرانے میں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ اس بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے اگر غور کیا جائے تو ایک ایسا بچہ جس نے ابھی دنیا میں قدم رکھا ہے اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جارہی ہے۔ اقامت کے کیا معنی ہیں؟ کیا وہ اس کو سمجھ رہا ہے؟ لیکن پھر بھی حکم ہے کہ اس کے کان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام ڈال دیا جائے تاکہ وہ عہد جو اس نے اپنے رب سے "روز ازل" کیا تھا وہ یاد دلا دیا جائے۔

وہ بچہ جو چند گھنٹہ کا ہوتا ہے کیا وہ بات کو سمجھتا ہے؟ موجودہ تحقیق یہ ہے کہ جو کچھ اس کے کان کے راستے بات پہنچ رہی ہے وہ اس کو سمجھتا ہے لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا بچہ اس ٹیپ ریکارڈر کی طرح ہے جو ہر بات کو اپنے اندر جذب کرتا رہتا ہے ہم یہ سمجھتے ہیں۔ یہ ایک مشین ہے جو غیر محسوس طریقے سے چل رہی ہے لیکن درحقیقت وہ ہر اس بات کو نوٹ کرتی جارہی ہے جو اس کے سامنے کی جاتی ہے۔

یہی حال اس چند گھنٹے کے بچے کا بھی ہے کہ اس کی فطرت میں جو عہد و میثاق ہے جب اللہ اور اس کے رسول کا نام

لیا جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔

پھر انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے ہیں اور وہ انسان کی فطرت کے اس عہد کی یاد دلاتے ہیں جو اس کی روح نے اپنے رب سے کیا تھا جو سعادت مند روحیں ہوتی ہیں وہ دین کی سچائیوں کو قبول کرتی ہیں اور جو بد بخت اور بدنصیب لوگ ہیں وہ ان سے روگردانی کرتی ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اسی عہد کو یاد کرانے تشریف لاتے رہے یہاں تک کہ سارے نبیوں کے بعد آخر میں خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے جنہوں نے نہ صرف اسلام کی روشنی کو دلوں تک پہنچایا بلکہ آج ان کا ہر عمل اس طرح روشن وتاباں ہے کہ جو بھی عمل کرے گا اس کی فطرت اپنے پروردگار کے اس عہد کے لئے پکار اٹھے گی کہ اے میرے رب میں حاضر ہوں۔

ان تمام روشنیوں کی موجودگی میں اب انسان کے لئے یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اے میرے رب مجھے تو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ میں نے آپ سے کیا اور کب عہد کیا تھا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ
مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ
ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ
الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۵ تا ۱۷۷

اور (اے نبی ﷺ) ان کو اس شخص کا حال سنائیے جس کو ہم نے آیتیں دی تھیں۔ پھر وہ ان سے نکل بھاگا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ پھر وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب بلندی عطا کرتے لیکن وہ تو زمین کی طرف جھک گیا۔ اور اپنی خواہشوں کے

پیچھے لگ گیا۔ پھر اس کی مثال کتے کی جیسی ہوگئی کہ اگر اس پر بوجھ لادا جائے تب بھی وہ ہانپتا ہے یا اس کو چھوڑ دیا جائے تب بھی وہ ہانپتا ہے یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ آپ ان واقعات کو بیان کر دیجئے شاید کہ وہ اس پر غور وفکر کریں۔ بہت بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۵ تا ۱۷۷

اِنْسَلَخَ	وہ نکل بھاگا
اَتْبَعَهٗ	اس کے پیچھے لگ گیا
اَلْغٰوِيْنَ	گمراہ
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کر دیا
اَخْلَدَ	(اِخْلَادٌ)۔ وہ جھک گیا۔ مائل ہوگیا
كَمَثَلِ الْكَلْبِ	جیسے کتے کی مثال
اِنْ تَحْمِلْ	اگر تو بوجھ رکھے
يَلْهَثْ	وہ ہانپتا ہے
تَتْرُكْهُ	اس کو چھوڑ دے
اُقْصُصْ	بیان کر دے

تشریح: آیت نمبر ۱۷۵ تا ۱۷۷

یہ کوئی مخصوص شخص تھا یا بات عام کی جارہی ہے اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بہر حال مفسرین کا خیال اس طرف گیا ہے کہ اس سے مراد ایک مخصوص شخص ہے۔ جس کا نام بلعم ابن باعورا تھا جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم، عارف اور مشہور پیشوا تھا لیکن اپنے تمام تر علم وتقویٰ کے باوجود جب وہ دنیا کے لالچ میں اندھا ہو گیا تو اس کی ساری علمی عظمتوں کو اس سے چھین لیا گیا اگر وہ اپنے علم کا حق ادا کرتا اس کے احکامات کی پابندی کرتا تو یقیناً اس کا مقام ہی کچھ اور ہوتا لیکن جب اس پر دنیا پرستی کا غلبہ ہو گیا تو وہ اپنی بنیادی

عظمتوں سے محروم ہو گیا۔

اگر اس آیت کے مفہوم کو عام رکھا جائے تو اس میں تمام وہ لوگ آ جاتے ہیں جن کو اللہ نے اپنے دین کا علم عطا فرمایا۔ اس علم کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خود بھی سگ دنیا بننے سے بچتے اور دوسروں کو بھی بچاتے لیکن جب وہ سگ دنیا بن گئے تو اوروں کو دنیا پرستی لالچ اور حرص سے کیسے روکیں گے۔

''ترک دنیا'' جس کو رہبانیت کہتے ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ لوگوں کا گھڑا ہوا وہ طریقہ زندگی ہے جس کو نہ تو اللہ نے پسند فرمایا ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ نے لیکن دنیا کے لالچ میں دین کو بھی بیچ ڈالنا اور اپنے مفاد کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی بدقسمتی ہے۔ البتہ دین کی عظمتوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے جدوجہد کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ بہتر ہے۔ یہاں قرآن کریم جس چیز سے منع کر رہا ہے وہ دنیا کا کتا بن جانے سے منع کر رہا ہے یعنی محض لذت اور شہوت کے پیچھے غرق رہنا۔ اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق کو بھول جانا تمام توجہات کا مرکز ومحور اپنے نفس کو بنا لینا۔ ایسے شخص کی مثال کتے سے دی گئی ہے جس کی ہر وقت لٹکی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی رال اس چوبیس گھنٹے حرص وہوس کا پتہ دیتی ہے جس کا نعرہ ہے ''ہائے پیٹ، ہائے جنس'' آجکل تمام دنیا پرستوں کا نعرہ ایک ہی ہے جس میں جسم وجنس کی خواہشات ہی سب کچھ ہیں۔

یہ شیطان کے ہاتھ میں دو عظیم ہتھیار ہیں وہ ان ہتھیاروں سے بڑے بڑے خواص کو شکار کرتا ہے علم والے، کرسی والے، دولت والے، طاقت والے سب اس کی لپیٹ میں ہیں۔

اس جگہ ایک ایسے شخص کی مثال دی گئی ہے جسے اللہ نے اپنی آیات کا فہم وتدبر نصیب کیا تھا۔ مگر وہ علم اور دین کی پابندیوں سے فرار ہو کر سگ دنیا بن کر رہ گیا۔ شیطان اس کو ایک دوسری پستی کی طرف دھکیلتا رہا یہاں تک کہ اس کو اسفل سافلین تک پہنچا دیا۔

یہی ہر اس شخص کی بدقسمتی ہے جو حق وصداقت سے منہ موڑ کر اللہ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ
فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾
وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا
يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا
يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جس کو بھٹکا دے تو وہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں اور بیشک جن اور انسانوں میں سے بہت سے وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے جہنم کے لئے پھیلا دیا ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کے دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے لئے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی گئے گذرے لوگ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

ذَرَاْنَا	ہم نے پھیلا دیا
لَا یَفْقَھُوْنَ	وہ نہیں سمجھتے ہیں
اَعْیُنٌ	(عَیْنٌ)۔ آنکھیں
اٰذَانٌ	(اُذُنٌ)۔ کان
کَالْاَنْعَامِ	جیسے جانور
اَضَلُّ	زیادہ گئے گذرے

تشریح: آیت نمبر ۱۷۸ تا ۱۷۹

انسان دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو اپنی فطری صلاحیتوں کو صرف اپنے اہل و عیال اور خوشی و مسرت اور عیش و آرام کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ان کی ساری تگ و دو صرف دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

دوسرے وہ ہیں جو آخرت کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ایک سیڑھی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آخرت کمانے کے لئے صرف اتنی ہی دنیا کماتے ہیں جو ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کردے۔

ان دونوں میں سے ایک کا مقصد زندگی برائے زندگی ہے اور دوسرے کا مقصد زندگی برائے بندگی ہے۔

یہاں ان لوگوں کو جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے جو صرف کھانے پینے اور عیش و آرام ہی کو زندگی کا مقصد بنا کر اس کے

پیچھے دوڑ رہے ہیں انہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے ان کے پاس جو دل ہے وہ فکر آخرت سے محروم ہے۔ ان کے کان ہیں مگر دین کی بات سننے کے لئے نہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر حقیقت کو دیکھنے کے لئے نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جہنم میں جانے پر تلے بیٹھے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جن کا مقصد آخرت اور اس کی ابدی راحتیں ہیں ان کے قلب ونظر اور فکر کا دائرہ آخرت تک وسیع ہے اور یقیناً یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ
فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ
يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۲۲ ع۱۰ ۱۲
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۳

اور اللہ کے بہت اچھے اچھے نام ہیں اس کو ان ہی ناموں سے پکارو۔ ان لوگوں کو چھوڑ دو جو ان ناموں کے ساتھ بے دینی کرتے ہیں۔ بہت جلد وہ اپنے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دیئے جائیں گے۔ اور ہم نے جن لوگوں کو پیدا کیا ہے ان میں ایک ایسی جماعت بھی ہے جو سچائی کے ساتھ رہنمائی کرتی ہے اور اسی کے مطابق انصاف کرتی ہے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ہم آہستہ آہستہ ان کو ایک ایسے مقام کی طرف لے جائیں گے جہاں ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو مہلت دے رہا ہوں بے شک میری تدبیر بہت زبردست ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۳

يُلْحِدُوْنَ	وہ ٹیڑھے چلتے ہیں
سَنَسْتَدْرِجُ	ہم آہستہ آہستہ پکڑیں گے
اُمْلِيْ	میں مہلت دیتا ہوں

كَيْدِیْ	میری تدبیر
مَتِيْنٌ	بہترین ہے۔ بہت پکی ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۸۰ تا ۱۸۳

ان آیات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ یہ نام تقریباً قرآن کریم میں آتے ہیں۔ اللہ اس کا ذاتی نام ہے باقی تمام اسمائے صفات ہیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اللہ کو ہمیشہ اس کے اچھے ناموں سے پکارو۔ لوگوں نے جو اللہ کے مشرکانہ نام رکھے ہوئے ہیں ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ نام گندے اور برے نام ہیں۔ اگر کوئی برے گندے اور مشرکانہ ناموں سے اس کو پکارے گا تو اس کو اس کی سزا دی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں اس کو ان ہی ناموں سے یاد کرو۔ جو شخص ان ناموں کا ورد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں اور (۲) وہ بہت اچھے نام ہیں انسانوں کی بھول ہے کہ وہ اللہ کے ایسے بہترین نام چھوڑ کر مشرکانہ نام رکھتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت بت پرستوں نے اپنے بتوں کے متعدد نام رکھے ہوئے تھے اور وہ ان سے ہی اپنی مرادیں مانگتے تھے جیسے لات، منات، عزیٰ ھبل وغیرہ۔ انہوں نے ہر بت کے ذمے کچھ ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں کوئی بت بارش برساتا تھا کوئی اولاد دیتا تھا اور کسی بت کے ذمے رزق دینا تھا۔ یہ ساری باتیں انہوں نے خود سے گھڑ رکھی تھیں اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کے صفاتی نام ہیں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اللہ کی طرف ان ناموں کی نسبت بھی نہ کی جائے اس کے بہت سے بہترین نام ہیں اس کو ان ہی ناموں سے پکارا جائے۔ نہ اللہ کی ذات کو سمجھنے کیلئے اپنی طرف سے مثالیں گھڑی جائیں اور نہ اس کے طرح طرح کے نام رکھے جائیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو وہ نام پسند ہیں جو اللہ کے ذاتی اور صفاتی نام ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہونی چاہئے کہ اپنے بچوں کے نام اللہ کے ناموں سے منسوب کئے جائیں جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ مگر اس میں یہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اگر کسی کا نام عبدالرحمٰن ہو تو اس کو رحمٰن نہ کہا جائے بلکہ عبدالرحمٰن کہا جائے۔ بدقسمتی سے جو لوگ عبدالرحمٰن، عبدالرزاق نام رکھ لیتے ہیں وہ ان کو رحمٰن صاحب اور رزاق صاحب کہہ کر پکارتے ہیں یہ جائز نہیں ہے نام پورا لیا جائے۔

موجودہ دور میں بھی یہ فتنہ ایک نئی شکل کے ساتھ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اول تو ہم نے اپنے بچوں کے اسلامی نام رکھنا ہی چھوڑ دیئے ہیں۔ حالانکہ نام کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ وہ مسلم امت کی پہچان ہے۔ شکل صورت تو ہماری قوم نے ایسی بنالی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا۔ نام ہی ایک پہچان کا ذریعہ تھا وہ پہچان بھی ختم کر دی گئی۔ مغربی ملکوں

میں تو سارے امتیازات ختم کر کے نئی نسل کی زبان کی پہچان بھی ختم کر دی گئی اور ہمیں اس بات پر بہت فخر ہوتا ہے کہ ہمارا بچہ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ حالانکہ یہ بات تو ڈوب مرنے کی ہے فخر کی بات نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک فیشن بن گیا ہے جب دوسری قوموں کی شکل صورت بنالی گئی نام بھی مسلمان نہ رہا اور زبان بھی اپنی نہ رہی تو آنے والی نسلوں کا اللہ ہی مالک ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ناموں کے بارے میں ایک بے اعتدالی تو یہ ہے دوسری طرف وہ لوگ جو اللہ کی صفات کیساتھ نام رکھتے ہیں اس میں عبدیت کا لفظ ہی نکال دیا گیا ہے۔ عبدالرحمٰن، عبدالصمد عبدالرزاق عبدالخالق کہنے کے بجائے رحمٰن صاحب صمد صاحب رزاق صاحب خالق صاحب نام کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ اس طرح ناموں کو لینا گناہ کبیرہ میں سے ہے لیکن ہم بڑی آسانی سے اس گناہ کبیرہ کو کرتے چلے جا رہے ہیں اور اس کا ذرا احساس نہیں کرتے کہ اس طرح کہنا کتنا بڑا گناہ ہے۔

نام رکھنا ایک فن ہے۔ سائنس کی جو ایجادات ہو رہی ہیں یا نئے قوانین فطرت جو دریافت ہو رہے ہیں یا نئی تحقیقات اور معلومات حاصل ہو رہی ہیں ان کے نام رکھے جا رہے ہیں ان ناموں کے پیچھے ایک سائنس ہے ایک فن ہے جس پر سب سے پہلے ارسطو نے بحث کی ہے اور اصول مقرر کئے ہیں۔ ناموں سے چند چیزیں واضح ہوتی ہیں۔ نام رکھنے والے کی عقل علم، نفرت، محبت یا عقیدت مسمّٰی یعنی جس کا نام رکھا جائے اس کی تعریف خصوصیت، خوبی، خرابی، عزت ذلت وغیرہ کا اظہار ہوتا ہے۔

مثلاً لفظ اسلام ہے اس لفظ سے دین اسلام کی غرض وغائت ایک نگاہ میں معلوم ہو جاتی ہے یہ نام کسی شخص واحد کے نام پر نہیں بنا۔ مثلاً یہودیت، زرتشت، کنفیوشس بدھ ازم وغیرہ یا بے معنی جغرافیائی لفظ ہیں مثلاً ہندو ازم ٹاؤازم یا جین ازم وغیرہ اس کے برخلاف دوسری طرف لفظ اللہ ہے یہ لفظ بھی خود اپنے اندر ایک بہت بڑی حقیقت لئے ہوئے ہے۔

یہ لفظ صرف حق تعالیٰ شانہ کے لئے مخصوص ہے اس کا نہ مؤنث ہے نہ تثنیہ ہے نہ جمع ہے نہ سبب ہے نہ نتیجہ ہے۔ یہ لفظ دین اسلام کی پہچان ہے۔ کوئی قوم اس کو استعمال نہیں کرتی دوسرے مذاہب نے جو اپنے دیوی دیوتاؤں، بتوں اور معبودوں کے نام رکھے ہیں ان کے مقابلہ میں یہ لفظ اللہ نہایت اعلیٰ وارفع اور اسلام کی وحدانیت کا ترجمان ہے اس ذات کو اسی نام یا اس کی بہترین صفات سے پکارا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ تصریح فرما دی ہے کہ دنیا میں جہاں بہت سے برے لوگ ہیں وہیں اچھے لوگ بھی ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اس وقت جہاں وہ لوگ تھے جو اللہ کو برے ناموں سے یاد کرتے اور من گھڑت عقائد میں پھنسے ہوئے تھے وہیں وہ اچھے لوگ بھی تھے جو کفار کی ان باتوں سے نفرت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو برے راستے پر چل پڑے ہیں ہم آہستہ آہستہ ان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے ہیں کیونکہ ہماری تدبیریں آہستہ ہوتی ہیں مگر پائیدار اور پختہ ہوتی ہیں۔

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا ۗ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ
مُّبِينٌ ﴿١٨٤﴾ أَوَلَمْ يَنظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ
حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٥﴾ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَ
يَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۴ تا ۱۸۶

اور کیا وہ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان کے رفیق پر کوئی جنون طاری نہیں ہے وہ تو صاف صاف طریقے سے ڈرانے والے ہیں۔

اور کیا انہوں نے زمین و آسمان میں غور نہیں کیا اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں۔ اور انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کی زندگی کی مہلت بہت قریب آ گئی ہے پھر وہ کونسی بات ہوگی جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ جس کو اللہ بھٹکا دے اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ اور اللہ ان کو ان کی سرکشی میں گھومنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۴ تا ۱۸۶

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا	کیا اور وہ غور نہیں کرتے؟
جِنَّة	جنون۔ دیوانگی
اِقْتَرَبَ	قریب ہے
اَیُّ حَدِیْثٍ	کونسی بات
مَنْ یُّضْلِلْ	جس کو گمراہ کردے
هَادِیْ	ہدایت دینے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۸۴ تا ۱۸۶

وقت کے دھارے کے خلاف جب بھی کوئی تحریک اٹھتی ہے جو قائم شدہ نظام وقت سے ٹکراتی ہے اور ان لوگوں کے مفادات پر چوٹ پڑتی ہے جنہوں نے مذہب کے نام پر دوسروں کو بے وقوف بنایا ہوا ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس شخص کی ذات کو نشانہ بناتے ہیں جو اس دعوت کو لے کر اٹھتا ہے تاکہ لوگ اس کی باتوں کو دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیں۔ یہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بتوں کو پوجنے والے اور رسموں کو مذہب کا نام دینے والوں کو للکارا۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے تمام قبیلوں کو ایسے الفاظ سے پکارا جیسے دشمن کے خطرہ کے وقت بولے جاتے تھے۔ مکہ کے تمام لوگ اس تصور کے ساتھ پہاڑ پر پہنچ گئے کہ شاید کسی دشمن نے مکہ پر حملہ کر دیا ہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ہر قبیلے کو نام بنام پکار کر ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا، موت، قیامت اور زوال وفنا کا نقشہ کھینچ کر فکر آخرت کی طرف متوجہ فرمایا۔

یہ سن کر بعض منکرین اور کفار مکہ نے کہا (نعوذ باللہ) ان کو جنون ہو گیا ہے یہ روایت اور بھی متعدد طریقوں سے قرآن کریم میں اور حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

وہی لوگ جو آپ کے عقل وفہم کے قائل تھے صادق وامین کہنے سے جن کے منہ سوکھتے تھے جیسے ہی ان کی رسموں اور بتوں اور چلتے دھارے کے خلاف بات کہی گئی تو انہوں نے اللہ کے پیارے نبی ﷺ پر جنون کا الزام لگا دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا وہ اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ ان کے رفیق حضرت محمد ﷺ کسی جنون میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ وہ تو تمہارے برے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کا زمانہ اور ایک ایک لمحہ ان کے سامنے تھا۔ چالیس سال تک آپ نے ان کے اندر اپنی زندگی کا وقت گذارا تھا۔ ہمیشہ آپ کو صادق وامین، دانشمند اور سلیم الفطرت سمجھتے رہے اب جو انہوں نے حق وصداقت کی باتیں شروع کیں تو انہوں نے آپ ﷺ پر طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں یہاں تک کہ آپ کے خلاف جنونی ہونے کا دعویٰ کرنے لگے اللہ نے فرمایا ہے کہ جس کی ساری زندگی تمہارے درمیان گذری ہے ان پر اس طرح کا الزام کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ اس بات پر تو تمہارا دل بھی گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر جنون کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ان کی عقل وحکمت کے سامنے تم اور ساری دنیا کے عقلا اور حکما حیران وششدر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس احمقانہ انداز فکر پر فرمایا ہے کہ اگر تم کائنات کے حسن انتظام پر غور وفکر کرو تو یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔ اس پوری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔ اس کی ہر چیز اس کے خالق ہونے پر گواہ ہے۔ یہ زندگی کا مختصر سا

عرصہ ہے جس میں غور فکر کر کے اللہ پر ایمان لے آنے والے ہی کامیاب و بامراد ہوں گے۔ لیکن جنہوں نے اس وقت کو غفلت میں گذار دیا ان کو راہ ہدایت نصیب نہ ہوگی۔

فرمایا کہ ہمارا نبی تمہارے سامنے اسی حقیقت کو رکھ رہا ہے۔ اگر تم اس کے بعد بھی ایمان نہیں لاؤ گے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بھٹکنا ہی تمہارا مقدر بن چکا ہے۔ تم دوزخ میں جانے پر تلے بیٹھے ہو۔ رسول ﷺ کے سوا اور کون ہے جو تمہیں راہ ہدایت دکھا سکے۔ جس کو اللہ ہی بھٹکا دے اس کو راستہ ملنا مشکل ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ
مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ
عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٧﴾
قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ
اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾

وقف لازم

وقف منزل

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۷ تا ۱۸۸

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے۔ وہی اس کو اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا البتہ وہ دن زمین اور آسمانوں کے لئے بڑا بھاری ہوگا۔ اور وہ گھڑی اچانک ہی آئے گی۔

وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے آپ اس کی تلاش اور کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے اور اکثر لوگ جانتے ہی نہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اپنی جان کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب کا علم رکھتا تو میں بہت سی بھلائیاں سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی تکلیف ہی

نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ڈرانے والا اور ایسے لوگ کو خوش خبری سنانے والا ہوں جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۷ تا ۱۸۸

یَسْئَلُوْنَکَ	وہ آپ سے پوچھتے ہیں
اَیَّانَ	کب
مُرْسٰی	(اِرْسَاءٌ)۔ٹھہرنا۔قائم رہنا
لَا یُجَلِّیْ	وہ ظاہر نہیں کرتا
ثَقُلَتْ	بھاری ہے
حَفِیٌّ	کھوج لگانا۔تلاش کرنے والا
لَا اَمْلِکُ	میں مالک نہیں ہوں
لِنَفْسِیْ	اپنی جان کے لئے
لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ	میں غیب کا جاننے والا نہیں ہوں
لَا سْتَکْثَرْتُ	البتہ میں بہت کچھ سمیٹ لیتا
مَا مَسَّنِیْ	مجھے نہ پہنچتی
اَلسُّوْءُ	کوئی تکلیف۔برائی

تشریح: آیت نمبر ۱۸۷ تا ۱۸۸

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس بات کو وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پردہ غیب میں رکھا ہے ان ہی میں سے قیامت بھی ہے۔قیامت کب آئے گی کس طرح آئے گی اس کی بعض علامات تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں مگر اللہ نے اس کا علم کسی کو بھی نہیں دیا کہ قیامت کب واقع ہوگی۔اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جتنی معلومات دینا چاہتا ہے اور مناسب سمجھتا ہے دے دیتا ہے اس سے زیادہ پردہ غیب میں رکھا گیا ہے۔

ان آیات میں دومرتبہ یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اور صرف اللہ کو ہے اس نے اس کو بڑی مصلحتوں سے پوشیدہ اور مخفی رکھا ہے۔ یہاں اتنا بتا دیا گیا ہے کہ قیامت اتنا ہولناک واقعہ ہے کہ جب آئے گی تو سب کو معلوم ہو جائے گی وہ آہستہ آہستہ تدریجی منزلوں سے گذر کر نہیں آئے گی بلکہ وہ اچانک آئے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں (حسب معمول) مشغول ہوں گے ایک شخص کپڑا فروخت کر رہا ہوگا ابھی گاہک سے قیمت طے کرنے کی نوبت نہیں آئے گی کہ قیامت آموجود ہوگی۔ ایک شخص دودھ دوہ رہا ہوگا۔ ایک شخص کھانے کا لقمہ اٹھائے گا ابھی وہ لقمہ منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔

قیامت کی تاریخ دن اور گھڑی کو اس طرح پوشیدہ رکھا گیا ہے جس طرح کسی کی موت کی گھڑی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ پردہ غیب میں چھپا رکھا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کل اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

یہاں حضور اکرم ﷺ کی زبانی یہ کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنی ذات کیلئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا وہی ہوتا ہے جسے اللہ جہاں جیسے چاہے کرتا ہے۔ اگر مجھے غیب اور آئندہ کے پیش آنے والے واقعات کا پہلے سے علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور بہت سے نقصانات سے بچ جاتا۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ
مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا
تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا
اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾
فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸۹ تا ۱۹۰

وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی نے اس جان سے اس کے جوڑے کو بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کر سکے۔ پھر مرد جب اس پر چھا جاتا ہے تو اس کو ہلکا سا حمل ٹھہر جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی ہے پھر جب بوجھل ہو جاتی ہے تو دونوں مل کر اللہ سے جو

ان کا مالک ہے اس سے دعا کرتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو نے ہمیں بہترین اولاد دیدی تو ہم تیرا شکر کرنے والے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ ان کو بہترین اولاد دے دیتا ہے تو وہ دونوں شرک کرنے لگتے ہیں۔ اللہ ان تمام چیزوں سے بلند ہے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸۹ تا ۱۹۰

زَوْجٌ	جوڑا
لِيَسْكُنَ	تاکہ وہ سکون حاصل کرے
تَغَشّٰى	وہ چھا جاتا ہے
حَمَلَتْ	اس نے اٹھالیا
حَمْلًا خَفِيفًا	ہلکا سا بوجھ
مَرَّتْ	وہ چلی۔ پھری

تشریح: آیت نمبر ۱۸۹ تا ۱۹۰

ان آیات میں چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پہلا انسان (حضرت آدمؑ) اور پہلی عورت (حضرت حوا) کو پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔ میاں اور بیوی کے بنانے اور پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں ذہنی سکون، جسمانی لذت اور راحت حاصل کریں۔

۲) دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کے ملنے سے محض جسمانی سکون اور لذت ہی حاصل نہ ہو بلکہ ایسی نسلیں تیار ہوں جن سے کائنات میں رونق پیدا ہو۔

۳) جب میاں اور بیوی کا اختلاط ہوتا ہے تو اس سے ایک ہلکا سا حمل ٹھر جاتا ہے جس کے ساتھ وہ عورت چلتی پھرتی ہے۔ وضع حمل کا وقت بہت نازک ہوتا ہے اس میں زچہ اور بچہ دونوں کی جان کو خطرہ ہوتا ہے۔ حمل اور وضع حمل کے دوران بچے کے ماں اور باپ بہت سی جذباتی کیفیات سے گذرتے ہیں یہی فکر رہتی ہے کہ بچہ صحیح سالم بھی پیدا ہوگا یا نہیں صورت شکل کیسی ہوگی خوبصورت ہوگا یا بدشکل بدعقل ہوگا یا صاحب عقل وفہم وغیرہ وغیرہ جیسے جیسے وضع حمل کا وقت قریب آنے لگتا ہے تو یہ جذباتی کیفیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور دونوں مل کر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اولاد کو خیر وخوبی سے پیدا فرما اور وہ پیدا ہونے والا بچہ نیک بخت ہو۔ خوبصورت ہو وغیرہ دونوں کی زبان پر یہی ایک دعا ہوتی ہے جب اللہ کی قدرت سے بچہ

پیدا ہو جاتا ہے تو پھر انسان اس کو بھول جاتا ہے کہ اس نے اپنے پروردگار سے کس قدر گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں اور اب وہ شرک شروع کر دیتا ہے اور اپنے دیوی دیوتا کے نام پر چڑھاوے چڑھانا شروع کر دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر ان غیر اللہ کا کرم نہ ہوتا تو ہمیں اتنی اچھی اولاد نصیب نہ ہوتی۔ انسان کا یہ معاملہ صرف اولاد تک نہیں بلکہ زندگی کے ہر نازک موڑ پر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اے اللہ میرا یہ کام کر دے مجھے صحت و تندرستی عطا فرما دے اور جب اس کو صحت و تندرستی اور راحتیں حاصل ہو جاتی ہیں تو اللہ کے ساتھ وہ اس طرح شرک کرتا ہے کہ فلاں ڈاکٹر صاحب کی دوا سے مجھے یہ فائدہ ہوا۔ فلاں تدبیر کی وجہ سے مجھے یہ کامیابی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انسان کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں تو وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے غیر اللہ کی طرف وہ تمام خوبیاں منسوب کر دیتا ہے جو اللہ نے اسے اپنی قدرت سے عطا فرمائی تھیں۔

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾
وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ
تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ
اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ
بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ
بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾
اِنَّ وَلِيِّ َۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩٦﴾
وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ
اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٧﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ
وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٩٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۱ تا ۱۹۸

کیا وہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک کرتے ہیں جو خود بنائے جاتے ہیں لیکن وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے۔ نہ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات نہ مانیں گے تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں ان کو پکارو یا خاموش رہو۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ تم ہی جیسے بندے ہیں۔ تم ان کو پکارو تو ان کو چاہئے کہ وہ جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن کے ساتھ وہ چل سکتے کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکتے۔ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سن سکتے ہوں آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے شریکوں کو بلالاؤ میرے خلاف تدبیریں کرو اور مجھے مہلت نہ دو بے شک میرا ساتھی تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہی اپنے نیک اور صالح بندوں کا حمایتی ہے۔ اور وہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ نہیں سنیں گے۔ اگر تم ان کو دیکھو تو ایسا لگے گا کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۱ تا ۱۹۸

لَا یَخْلُقُ	پیدا نہیں کرتا
لَا یَتَّبِعُوْکُمْ	وہ تمہاری پیروی نہ کریں گے
صَامِتُوْنَ	چپ رہنے والے
عِبَادٌ	(عَبْدٌ)۔ بندے
فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	پھر چاہیے کہ وہ کہا مانیں
اَرْجُلٌ	(رِجْلٌ)۔ پاؤں
یَمْشُوْنَ	وہ چلتے ہیں

يَبۡطِشُوۡنَ	وہ پکڑتے ہیں
كِيۡدُوۡنِ	تم میرے خلاف تدبیریں کرو
لَا تُنۡظِرُوۡنِ	مجھے مہلت نہ دو
وَلِيِّ ـَ اللّٰهُ	میرا حمایتی اللہ ہے
يَتَوَلّٰى	وہ سنبھالتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۹۱ تا ۱۹۸

سورۃ الاعراف چونکہ ختم پر ہے چنانچہ اس سورت کی تمام باتوں کو شرک کی نفی میں مختصر جملوں میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ اور یاددھانی کے طور پر ان کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کو بھی ضروری ہدایات دی جا رہی ہیں۔

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ مکہ کی زندگی میں مشرکین مکہ کا سلوک آپ کے ساتھ اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ کیا رہا ہوگا۔

شرک میں تین چیزیں ملی جلی ہوتی ہیں (۱) عقیدہ (۲) مظاہر عقیدہ یعنی بت درخت، سانپ، آگ، جادو، بارش، کڑک وغیرہ۔ (۳) رسومات پرستش

ان تینوں باتوں میں سب سے اہم مظاہر عقیدہ ہیں ان کے گرد ہی عقیدے اور پرستش کے سارے طریقے گھومتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان آیات کا ہدف یہ مظاہر ہی ہیں ان دنوں بھی اور آج بھی بتوں اور شرک کی دوسری چیزوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے یہاں قرآن کریم کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱) یہ بت جو لوگوں کے ہاتھوں سے تراشے ہوئے ہیں اپنی تخلیق میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں نہ خود ہل سکتے ہیں نہ چل سکتے ہیں ایک چیونٹی کو بھی پیدا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی ان کو توڑ دے تو یہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے جس کا جی چاہے وہ توڑ دے یا پھینک دے یہ احتجاج بھی نہیں کر سکتے۔ جو اس قدر بے بس اور بے حس ہوں وہ نہ تو خالق ہیں نہ مالک ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

۲) ان کے پاس نہ دماغ ہے نہ دل ہے جو صحیح اور غلط راہ کے درمیان تمیز کر سکے۔

۳) یہ اسی طرح کی مخلوق ہیں جیسے اور مجبور و محکوم ہیں۔

۴) ان میں دعا قبول کرنے یا نہ کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں۔ ان کے پاس کچھ نہیں ہے جو وہ اپنے مانگنے والوں کو دے

سکیں۔

۵) ان کے پاس نہ پاؤں ہیں، نہ ہاتھ، نہ آنکھیں نہ کان۔ ان کے چہروں پر قلم سے یا پینٹ سے آنکھیں بنادی گئی ہیں مگر وہ ایسی آنکھیں ہیں جن میں کوئی نور اور روشنی نہیں ہے۔

۶) یہ مجہول و مفعول اگر سارے کے سارے جمع ہو جائیں تو نہ کسی کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ بگڑے ہوئے کو سنوار سکتے ہیں۔

پھر ایسی بے حقیقت چیزوں سے مانگنا اور ان کو اپنا حاجت روا ماننا کہاں کا انصاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! آج ساری دنیا اس دھوکے میں مبتلا ہے ان کو ہماری طرف سے باخبر کر دو اور ان کی بند آنکھوں کو کھول دو۔ اور اس راستے میں کسی طرح کی فکر مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اسکے راستے پر چلنے والوں کا خود محافظ ہے۔ یہ بت اور ان کے ماننے والے اہل ایمان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔

یہ وہ دلائل ہیں جو ان کے من گھڑت معبودوں کے خلاف بیان کئے گئے ہیں ان دلائل کی موجودگی میں کسی ہٹ دھرمی، کج بحثی اور کسی طرح کی باتوں کی گنجائش نہیں ہے لیکن پھر بھی ان بتوں کا بازار کیوں گرم ہے۔ غور کیا جائے تو صرف یہ بات نکل کر آئے گی کہ اس میں ذاتی مفاد اور ہر عمل کرنے کی آزادی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ
بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَ إِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ
الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ
مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۹ تا ۲۰۲

(اے نبی!) آپ درگزر کیجئے بھلائی کا حکم دیتے رہئے اور جاہلوں سے کنارہ کر لیجئے اور اگر شیطان آپ کو وسوسہ ڈال کر ابھارے تو اللہ کی مدد مانگ لیجئے۔

بے شک وہی سننے والا اور جاننے ولا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں جب ان کو شیطان کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ (چونک اٹھتے ہیں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ان کو صاف

نظر آنے لگتا ہے۔اور جو شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو گمراہی کی طرف کھینچتے چلے جاتے ہیں اور پھر وہ اس میں کمی نہیں کرتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۹تا۲۰۲

خُذْ	اختیار کر
اَلْعَفْوُ	درگزر کرنا
وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ	اور نیکی کا حکم کر
اَعْرِضْ	منہ پھیر لے۔ پرواہ نہ کر
یَنْزَغَنَّ	چھیڑ چھاڑ کرتا ہے
نَزْغٌ	وسوسہ۔کوئی خیال
یَمُدُّوْنَ	وہ کھینچتے ہیں
اَلْغَیُّ	گمراہی
لَا یُقْصِرُوْنَ	وہ کمی نہیں کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۹۹تا۲۰۲

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اخلاق کریمانہ کے مقام پر فائز فرمایا ہے۔آپ کی شان یہ ہے کہ خلق عظیم آپ کی سیرت کا اعلیٰ ترین پہلو ہے۔آپ نے دشمنوں کے ساتھ بھی کرم کے وہ انداز اختیار فرمائے ہیں جس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔آپ ساری کائنات کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں لیکن زندگی میں بعض ایسے مواقع بھی آجایا کرتے ہیں جہاں انسان جذباتی طور پر ہل کر رہ جاتا ہے۔غزوہ احد ایک ایسا معرکہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ان کے جسم کے تمام اعضا کو کاٹ ڈالا گیا۔کلیجہ چبایا گیا جب نبی کریم ﷺ نے اپنے پیارے چچا کی لاش کو دیکھا تو آپ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے کفار کی اس حرکت پر آپ کی طبعیت میں شدید غصہ کا پیدا ہونا ایک لازمی چیز ہے آپ کی زبان مبارک سے شدت غم کی وجہ سے یہ نکل گیا کہ جن لوگوں نے حضرت حمزہؓ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے

میں ان کے ستر آدمیوں کے خلاف یہی معاملہ کروں گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ جس میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے نبی ﷺ آپ کے خلق عظیم اور حلم ومتانت کے یہ بات شایان شان نہیں ہے کہ آپ کسی سے بدلہ لیں بلکہ آپ درگذر کریں۔ نیک کاموں کی تعلیم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ فرمالیں۔ شیطان کا کام تو وسوسے ڈالنا ہے لیکن اگر کبھی دل میں اس طرح کا کوئی خیال پیدا ہو تو آپ اللہ کی پناہ میں آجایئے کیونکہ جو تقویٰ والے ہیں جب شیطان سے ان کو کوئی خطرہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں تو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن جو لوگ شیطان کی پیروی کرتے ہیں وہ شیطان ان لوگوں کو گمراہی کی طرف اس طرح کھینچے چلا جاتا ہے کہ وہ اس میں کمی نہیں کرتے۔

امام تفسیر حضرت ابن جریرؒ نے اس سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے جبریل امین سے ان آیات کے متعلق پوچھا حضرت جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر یہ جواب دیا کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم وزیادتی کرے آپ اس کو معاف کردیں جو آپ سے ہاتھ کھینچ لے اس کو سب کچھ دیں اور جو آپ سے تعلق قطع کرلے اس سے پھر بھی ملیں۔ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں ان آیات میں امت کے لئے جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) بے شک شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی کی گئی ہے تو اس سے اس کا پورا پورا بدلہ لیا جاسکتا ہے لیکن کسی کی زیادتی کے باوجود اس کو معاف کردینا اور انتقام کی قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود اس سے انتقام اور بدلہ نہ لینا اخلاق کریمانہ ہے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے امتیوں کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲) معاف کردینے کے بعد لوگوں کی خیر خواہی بھلائی اور نیکی پر مائل کرنے کے جذبے میں کوئی کمی نہ آئے بلکہ پہلے کی طرح دوسروں کی بھلائی کیلئے کام کرتے چلے جانا یہ بھی بہت بڑے ظرف اور عزم وہمت کی بات ہے۔

(۳) جاہلوں اور نادانوں کا کام تو یہی ہے کہ وہ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہی رہتے ہیں لیکن اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ جاہلوں کے پیچھے پڑ کر اپنی منزل کھوٹی نہیں کرتے بلکہ ان کو نظر انداز کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔

(۴) شیطان کا کام انسانوں سے دشمنی نکالنا۔ ان کو بہکانا اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی جذباتی موقع آئے اور شیطان کسی طرح کے وسوسے ڈالنے کی کوشش کرے تو تم اللہ تعالیٰ کی پناہ تلاش کرلیا کرو تاکہ شیطان کی فریب کاری تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

(۵) فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں جب بھی انہیں شیطان کی طرف سے کسی وسوسے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اپنے رب کی عبادت وبندگی اختیار کرلیتے ہیں اگر غفلت کا پردہ پڑ بھی جائے تو وہ اللہ کے ذکر سے اس طرح اس عمل سے ہٹ جاتے ہیں کہ پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے اور وہ شیطان کے دھوکے اور فریب سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

(۶) اس کے برخلاف جو لوگ شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ ان کو فریب دے کر بدعملی اور گمراہی میں اس طرح کھینچتا چلا جاتا ہے کہ پھر اس کا اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جو مذکورہ آیات سے ثابت ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان اخلاق کریمانہ کا پیکر بن جاتا ہے۔ اور ان کے برخلاف چلنے سے انسان شیطان کے وسوسوں فریب اور دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان آیات میں جو الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں اگر دیکھا جائے تو اس میں نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے ماننے والے صحابہ کرامؓ اور پوری امت کو بہت جامع ہدایات دی گئی ہیں۔ فرمایا گیا (۱) خُذِ الْعَفْوَ (۲) وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (۳) اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (۴) اِسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (۵) تَذَكَّرُوْا۔

۱) خُذِ العفو. درگذر کر دیجئے، معاف کرنے کو اختیار کیجئے سرسری برتاؤ کو قبول کر لیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اپنے دشمنوں، مخالفوں اور زیادتی کرنے والوں سے درگذر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ غصہ اور خوشی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں، جو مجھ سے کٹتا ہے میں اس سے جڑوں۔ جو مجھے میرے حق سے محروم کردے میں اسے اس کا حق دوں۔ جو شخص میرے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ کرتا ہے میں اس کو معاف کردوں۔

آپ جب صحابہ کرامؓ کو تبلیغ اسلام یا جہاد کے لئے بھیجتے تو اس کی نصیحت فرماتے کہ لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا ان کو سختی اور مشکلات میں مت ڈالنا، ان کو خوشخبریاں دینا محض سزائیں ہی نہ دینا۔

یہ آپ کے ارشادات ہیں لیکن فتح مکہ کے دن آپ نے جس طرح اپنے خون کے پیاسوں کو معاف کر دیا اور ان کے ظلم وستم سے درگذر فرمایا وہ تاریخ انسانی کا عظیم واقعہ ہے جس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں ملنا مشکل ہے۔ دشمنوں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرنا اور اس کی باتیں کرنا بہت آسان ہے لیکن جب وہ لوگ سامنے ہوں جنہوں نے ایسے ایسے ظلم کئے ہوں جو ناقابل بیان ہوں طاقت وقوت ہونے کے باوجود بھی ان کو معاف کر دیا جائے اسی کو اخلاق کریمانہ کہتے ہیں۔ نبی مکرم ﷺ اسی اخلاق کریمانہ کے پیکر ہیں۔ آپ نے ساری دنیا کو دشمنوں سے بہترین معاملہ کرنے کو عملاً کر دکھایا جو ایک بہترین مثال ہے۔

۲) وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ. نیک اور بہتر باتوں کی تعلیم دیجئے۔ عرف کے معنی نیکی بھلائی اور خیر خواہی کے ہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو حقیقی نیکی ہو۔ نیکیوں اور بھلائی کی باتوں کو پھیلانا اور ان کی تعلیم دینا اس امت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم میں امت محمدیہ ﷺ کو بہترین امت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر تم نیکیوں کی تعلیم دیتے ہو اور تمام برائیوں سے روکتے ہو۔ گویا ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی اور دوسروں کو بھی نیک اور بھلے کاموں پر آمادہ کرتا رہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے بھی بہترین نمونے چھوڑے ہیں جن پر ساری انسانیت ناز کر سکتی ہے نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں نے ہمیشہ انسانیت کی فلاح وبہبود کے وہ کام کئے ہیں جو بے مثال

ہیں۔اور آج کائنات میں جو بھی روشنی نظر آتی ہے وہ ان ہی کا فیض نظر ہے۔

۳) اعرض عن الجاھلین ۔ جاہلوں سے کنارہ کر لیجئے۔ جاہل صرف اسی کو نہیں کہتے کہ جس نے تعلیم حاصل نہ کی ہو بلکہ سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو کسی کی عزت وعظمت سے ناواقف ہو کر ایسے جاہلانہ کام کر گزرے جس سے دوسروں کی دل آزاری، دل شکنی اور محرومی پیدا ہو جائے۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ یہ نالائق، جاہل اور احمق لوگ آپ کی شان اور عظمت سے ناواقف ہیں۔ اگر ان کو آپ کی شان اور عظمت معلوم ہو جائے تو کبھی ایسی حرکتیں نہ کریں۔ آپ ایسے لوگوں کو نظر انداز کیجئے۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اللہ خود ان سے نبٹ لے گا۔ آپ اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہیئے اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور نیکی کے ہر کام کو پورے جذبے سے جاری رکھئے۔

۴) استعذ باللہ ۔ اللہ کی پناہ طلب کر لیجئے۔ اس کی حفاظت میں آجایئے۔ اصل میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ ان کی حفاظت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ شیطانی وسوسے ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ شیطان کی مجال نہیں ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام پر اپنا داؤ چلا سکے۔ شیطان کی یہ تو ہمت نہیں ہے کہ وہ انبیاء کرامؑ سے کوئی گناہ کرا سکے۔ یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کبھی بشریت کے تقاضے سے کوئی ایسا خیال آجائے جو بظاہر خطا ہو (حالانکہ انبیاء کرامؑ کی طرف کسی خطا کی نسبت بھی خطا ہے) تو اللہ کی پناہ میں آجانے سے وہ بات دور ہو جاتی ہے فرمایا گیا کہ اس وقت اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ جب تک کوئی بات خیال کی حد تک ہو اور عمل میں نہ ڈھل جائے تو وہ گناہ نہیں ہوتی۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سوچنے کی حد تک یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ چاند، سورج، ستاروں کو اپنا معبود کہتے ہیں ان میں سے میرا رب کونسا ہو سکتا ہے؟۔ جب وہ چاند، سورج، ستاروں کو ایک لگے بندھے نظام کے تحت دیکھتے ہیں کہ وہ وقت پر نکل رہے ہیں اور ڈوب رہے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ یہ تو کسی اور کے تابع ہیں جو ان کو اپنی رفتار سے چلا رہا ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ چلا اٹھے کہ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا اور میری قوم جن مشرکانہ باتوں میں مبتلا ہے میں ان میں سے کسی کے ساتھ کسی شرک میں نہ شریک رہا ہوں اور نہ ہوں گا۔

اس واقعہ کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ سوچ کی بھی کچھ منزلیں ہوتی ہیں جب تک وہ عمل میں نہ ڈھل جائیں یا ان پر عمل نہ کیا جائے اس وقت تک ان پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرامؑ ہر خطا اور گناہ سے معصوم ہوتے ہیں لیکن اگر کبھی کوئی ایسا خیال آجائے جو بظاہر گناہ ہے تو شیطان کے مقابلے میں اللہ کی پناہ مانگ لینے سے اللہ کی مدد پہنچ جاتی ہے۔

۵) تذکروا ۔ آخری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر ایسی بڑی نعمت ہے کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے گا تو شیطان کے کسی وسوسے کا اس پر اثر نہیں پڑے گا لیکن وہ لوگ جو شیطان کی پیروی کرنے والے ہیں شیطان کا ان پر اتنا گہرا اثر پڑتا ہے کہ وہ ان کو گمراہیوں کی آخری حدوں تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والے کبھی بھی شیطان کے وسوسوں اور فریب کے سامنے بے بس نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطانی وسوسوں اور فریب سے محفوظ فرمائے۔ ”آمین“

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۳

اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے کوئی نشان کیوں نہ چھانٹ کر پیش کی۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی وحی آتی ہے یہ تو بصیرت کی روشنیاں ہیں جو تمہارے رب کی طرف سے ہیں اور ہدایت و رحمت ایسی قوم کے لئے ہے جو ایمان لاتی ہے۔

لغات القرآن ‏ ‏ آیت نمبر ۲۰۳

اِجْتَبَيْتَ ‏ ‏ تو نے پسند کیا

بَصَائِرُ ‏ ‏ بصیرتیں۔ سمجھ کی باتیں

تشریح: آیت نمبر ۲۰۳

کفار اور مشرکین اعتراض برائے اعتراض کے طور پر کہتے تھے کہ اے نبی ﷺ! آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں...... لیکن ہم اس بات کو کیسے تسلیم کرلیں۔ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے کوئی ایسی چیز لا کر دکھایئے جسے دیکھ کر ہم یقین کرلیں کہ واقعی آپ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ ہر نبی نے جب بھی اللہ کے دین کی طرف بلایا تو جن لوگوں کو ماننا تھا انہوں نے مان لیا لیکن جن کو نہیں ماننا تھا وہ یہی کہتے تھے کہ ہمیں پہلے معجزہ دکھاؤ تو ہم تمہارے اوپر ایمان لائیں گے۔ جب اللہ کے حکم سے وہ کوئی معجزہ دکھادیتے تو کہتے کہ یہ معجزہ نہیں ہے یہ تو جادو ہے

ہم اس کو نہیں مانتے۔

کفار مکہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی معجزہ کا مطالبہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کفار سے یہی سوال فرماتے کہ آج تم معجزہ دکھانے کی باتیں کرتے ہو کیا تم سے پہلے لوگوں نے معجزات کے مطالبے نہیں کئے تھے۔انہوں نے معجزات دیکھ کر کب اسلام قبول کیا ہے جو تم معجزہ آنے کے بعد اسلام قبول کرلو گے؟۔اس میں شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ سے وہ بہت سے معجزات ثابت ہیں جو آپ کی سیرت پاک کے واقعات میں محفوظ ہیں لیکن قرآن کریم سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ ہوگا۔وہ قرآن کریم جس کی چھوٹی سے چھوٹی ایک سورۃ بنالانے کے لئے اس وقت بھی چیلنج تھا اور صدیاں گذرنے کے باوجود آج بھی چیلنج ہے جس قرآن کریم کے سامنے ساری دنیا عاجز ہے اس سے بڑھ کر وہ لوگ اور کس معجزہ کا مطالبہ کررہے ہیں بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو ہر نبی کا معجزہ ان کی نبوت کی طرح ان کے زمانہ تک محدود تھا جب وہ نبی چلے گئے تو ان کا معجزہ بھی اسی زمانہ میں ختم ہو گیا لیکن نبی کریم ﷺ کی شان نبوت جس طرح قیامت تک جاری رہے گی اسی طرح قرآن کریم کا یہ معجزہ بھی قیامت تک قائم ودائم رہے گا بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ دنیا سائنس میں جتنی ترقی کرتی چلی جائے گی انسان کی معلومات اپنی ذات اور کائنات تک جتنی وسیع ہوتی جائے گی قرآن کا معجزہ ہونا اور ثابت ہوتا جائیگا اور الحمدللہ ثابت ہوتا جارہا ہے۔دنیا کے جھوٹے مذاہب اور ان کی تعلیمات سائنس کی ترقیوں کے ساتھ ہی ختم ہوتی جائیں گی لیکن قرآن کریم وہ معجزہ ہے جس کی شان بڑھتی ہی چلی جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ معجزہ طلب کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ مجھے جو قرآن کریم وحی کیا گیا ہے میں تو اس کی اتباع کرنے والا ہوں۔یہی قرآن کریم بصیرت کی روشنی ہے۔یہی رحمت ہے یہی معجزہ ہے۔اگر تم بھی اس پر ایمان لے آؤ تو یہ قرآن کریم تمہارے لئے بھی رحمت وکرم کا سبب بن جائے گا۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا
لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ
تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ
السجدة
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ الثلثة ۲۴ ع ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۶

اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کو خوب غور سے سنو۔ خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔
اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے گڑگڑا کر اور صبح و شام ڈرتے ہوئے زبان سے اور ہلکی آواز سے یاد کرتے رہئے اور غفلت والوں میں سے نہ ہو جایئے۔ بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی بندگی سے تکبر نہیں کرتے اسی کی تسبیح کرتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۶

قُرِئَ	پڑھا گیا۔ پڑھا جاتا ہے
اِسْتَمِعُوْا	غور سے سنو
اَنْصِتُوْا	خاموشی اختیار کرو
فِیْ نَفْسِکَ	اپنے دل میں
بِالْغُدُوِّ	صبح کے وقت
اٰصَالٌ	(اَصُلٌ)۔ دن کا آخری وقت۔ رات
لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ	وہ تکبر نہیں کرتے ہیں
یُسَبِّحُوْنَ	وہ تسبیح کرتے ہیں
یَسْجُدُوْنَ	وہ (اللہ کو) سجدہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر۲۰۴ تا ۲۰۶

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے یہاں آیت نمبر۲۰۴ میں اس کے سننے کے آداب ہیں نمبر۲۰۵ میں اس کے پڑھنے کے آداب ہیں اور آخری آیت میں ان لوگوں کی شناخت ہے جو قرآن کریم پڑھتے سمجھتے اور عمل کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی تمام کیفیات اسی وقت دل پر اپنا پورا اثر ڈالتی ہیں جب ان کو تمام تر توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سنا جائے اور پڑھا جائے۔ تلاوت قرآن کے وقت ادھر ادھر کی باتیں کرنا منع ہے۔ قرأت کا لطف اور مزہ اس وقت ہے جب ایک تلاوت کر رہا ہو اور دوسرے خاموشی، ادب اور احترام سے سن رہے ہوں سب ایک ساتھ پڑھیں گے تو تلاوت انفرادی بن جائے گی اور جب ایک پڑھے گا اور دوسرے خاموشی سے سنیں گے تو یہ عمل اجتماعی عمل بن جائے گا۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت اور لاتعداد حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز میں ایک شخص (امام) پڑھنے والا ہو اور بقیہ سب خاموشی سے سننے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنا رحم و کرم سب پر نازل فرمائے گا۔ حدیث کی رو سے دراصل امام کی قرأت سارے مقتدیوں کی قرأت ہے جب امام تلاوت کر رہا ہے تو گویا وہ سب کی نمائندگی کر رہا ہے اور دنیا میں یہی سب سے بہتر طریقہ شمار ہوتا ہے۔ تو ان آیات میں پہلے ادب یہ بتایا گیا ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے تو سب خاموش رہیں کان لگا کر سنیں تو اللہ اپنا رحم و کرم فرمائے گا۔

دوسرا ادب یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور انکساری کے ساتھ، خوف کے ساتھ آہستہ آہستہ یا زور سے صبح و شام پکارتا رہے تا کہ اس کا شمار اہل غفلت میں نہ ہو۔ قرآن کریم کا پڑھنا اور سننا درحقیقت بہترین ذکر الٰہی ہے خواہ وہ نماز کے اندر ہو یا نماز سے باہر۔ ذکر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ مگر صبح و شام اطمینان سے اور سکون سے اللہ کو یاد کیا جائے تو اللہ کی رحمتیں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

ذکر الٰہی کی دو صورتیں ہیں (۱) دل ہی دل میں معرفت حقیقی کی کوشش کرے الفاظ سے ہو، زبان سے یا دل سے مگر اس میں ادب و احترام کا پہلو غالب رہنا چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ عموماً ہلکی آواز سے تلاوت کرتے تھے آپ کا ارشاد تھا کہ میں جس کو سنانا چاہتا ہوں وہ سن رہا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ ذرا اونچی آواز سے پڑھتے تھے آپ کا فرمانا تھا کہ میں اونچی آواز سے پڑھتا ہوں تا کہ شجر و حجر بھی سن لیں

اور جولوگ غفلت میں پڑے سور ہے ہیں وہ اللہ کی یاد کے لئے بیدار ہو جائیں اسی کیفیت کو جب نبی کریم ﷺ نے سنا تو فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم اپنی آواز کو ذرا اونچا کرو اور اے عمرؓ تم اپنی آواز کو ذرا دھیما کرلو۔ اللہ کو اعتدال پسند ہے۔ اسی سورۃ کی آخری آیت میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے کہ:

جولوگ اپنے رب کی قربت اور رضا وخوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تلاوت وتہجد، صوم وصلوٰۃ، تبلیغ وجہاد اور ہر طرح کی عبادت کسی کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ وہ محض اللہ کے لئے کرتے ہیں وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے وہ عاجزی انکساری اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت وبندگی سے تکبر نہیں کرتے وہ اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔
سورۃ علق میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بندہ اپنے رب سے اس وقت بہت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ کرتا ہے۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۹ تا ۱۰

• قال الملا • واعلموآ

سورة نمبر ۸

الْاَنْفَالُ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانفال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	8
رکوع	10
آیات	75
الفاظ وکلمات	1253
حروف	5522
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆"انفال" (نفل کی جمع ہے) زیادہ، زائد چیز۔ شریعت میں اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو جنگ میں دشمن سے حاصل ہوتا ہے۔

☆ یہ سورۃ غزوہ بدر کے بعد ۲ھ میں نازل ہوئی جس میں صلح و جنگ، امن و سلامتی اور مال غنیمت کی تقسیم کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ غزوہ بدر ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ میں پیش آیا۔ یہ مسلمانوں کا سب سے پہلا رمضان تھا اور کسی مسلح گروہ سے باقاعدہ جنگ کا پہلا تجربہ تھا۔

☆ عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کسی فریق سے جنگ کی جاتی تھی تو جو شخص جس کو قتل کرتا یا اس سے مال غنیمت چھین لیتا وہ اسی کی ملکیت بن جاتا تھا۔

غزوہ بدر حق و باطل کی وہ جنگ ہے جس نے کفار کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور مسلمانوں کو عظیم فتح عطا فرمائی۔

☆ غزوہ بدر چونکہ اچانک پیش آیا جس کا پہلے سے کوئی تصور بھی نہ تھا۔ غزوہ بدر کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں گونج رہا تھا اور کچھ بحث و مباحثہ بھی ہو رہا تھا کہ مال غنیمت کے لئے اسلام کا کوئی ضابطہ یا اصول ہے؟ یا ہم پرانے دستور کے مطابق اس مال غنیمت کے مالک ہیں۔

☆ سورۃ الانفال کی آیات میں جب یہ اصول ارشاد فرمایا گیا کہ اہل ایمان کو اس جنگ میں یا آئندہ کسی جنگ میں جب بھی کوئی مال غنیمت ہاتھ آئے تو تمام چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانتیں ہیں۔ جس کو جو چیز حاصل ہو وہ اپنے رسول ﷺ کے سامنے لا کر ڈھیر کر دے۔ تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ کل مال غنیمت میں سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں اور پانچواں حصہ نبی کریم ﷺ، ان کے رشتہ داروں اور غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی فرشتوں سے مدد فرمائی۔

۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں صلح و جنگ کے اسلامی قوانین بیان کیے گئے ہیں۔

☆ یہ ابتدائی حکم تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اس بات پر اجماع امت ہے کہ اب کل مال غنیمت کی تقسیم امیر المومنین کے حکم کے مطابق ہوگی۔

فرمایا کہ اے مومنو! تم اس وقت کا تصور تو کرو جب تم بہت ہی کمزور تھے اور تمہیں ہر وقت یہ خوف لگا رہتا تھا کہ وہ لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں لیکن پھر اللہ نے تمہیں اپنی مدد سے قوت دی اور تمہیں حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمایا تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

جب قرآن کریم میں مال غنیمت کا حکم آ گیا تو صحابہ کرامؓ نے اس حکم کے آگے گردنیں جھکا دیں اور دور جہالت کے ہر طریقہ کو پاؤں تلے روند ڈالا۔

☆ جیسا کہ آپ تفصیلات ملاحظہ فرمائیں گے کہ غزوہ بدر بغیر کسی پیشگی تیاری کے انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں اچانک پیش آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو زبردست فتح عطا فرمائی جس سے کفار مکہ اور مشرکین کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی۔ حق و باطل کے اس معرکہ نے جہاں کفار مکہ کے تکبر، غرور اور طاقت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا وہیں دین اسلام، رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی دہشت سے کفار کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور ان کے دل کسی نامعلوم خوف سے لرزنے لگے۔

سورة الأنفال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَيۡنِكُمۡ ۪ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ
اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۱ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ
وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَاِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِيۡمَانًا
وَّعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ۝۲ ۚ الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ
وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝۳ ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ
لَهُمۡ دَرَجٰتٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَمَغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ۝۴ ۚ

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

وہ آپ سے انفال (مال غنیمت) کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کے لئے ہیں۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں تعلقات کی اصلاح کرتے رہو۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

مومن وہ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے ایمان والے لوگ ہیں ان کے رب کے پاس ان کے بڑے درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اَلْاَنْفَالُ	(نَفَلٌ)۔ مال غنیمت
اَصْلِحُوْا	درست کرلو۔ اصلاح کرلو
ذَاتَ بَیْنِکُمْ	تم آپس میں۔ (ذَاتَ۔ والا۔ بَیْنَ۔ درمیان)
ذُکِرَ اللّٰهُ	اللہ کا ذکر کیا گیا
وَجِلَتْ	(وَجِلٌ)۔ ڈر گئی۔ (ڈر گئے)
تُلِیَتْ	تلاوت کی گئی۔ (پڑھا گیا)
زَادَتْ	اضافہ ہو گیا۔ بڑھ گئی
یَتَوَکَّلُوْنَ	وہ بھروسہ کرتے ہیں
یُقِیْمُوْنَ	وہ قائم کرتے ہیں
رَزَقْنَا	ہم نے دیا
یُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ کرتے ہیں
رِزْقٌ کَرِیْمٌ	عزت کی روزی۔ عزت کا رزق

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

انفال۔ نفل کی جمع ہے جس کے معنی ''زائد'' کے آتے ہیں۔ شرعی طور پر اس مال کو کہتے ہیں جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل ہوتا ہے اسی کو مال غنیمت بھی کہتے ہیں۔

یہ سورت غزوۂ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کا آغاز ''انفال'' کے لفظ سے کر کے اہل ایمان کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ایک مومن جب دشمن سے جنگ کرتا ہے تو اس کا مقصد مالی اور مادی فائدے حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ دنیا کی اخلاقی ذہنی اور روحانی انتظامی اصلاح کرنا ہے۔ وہ جنگ پر اس وقت آمادہ ہوتے ہیں جب مخالف طاقتیں ان کے خلاف حملہ کردیں، سازشیں کرنے لگیں یا جب دعوت و تبلیغ کے ذریعے اصلاح کو ناممکن بنادیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ کا اصل مقصد اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری اور دین اسلام کے ابدی اور سچے اصولوں کی سربلندی ہے۔ جنگ کے دوران دشمن سے جو کچھ مال و دولت حاصل ہوتا ہے وہ مال غنیمت ہے وہ اس اعلیٰ مقصد سے ہٹ کر الگ ایک چیز ہے جس پر صرف اللہ اور اس کے رسول کا

حق ہے۔اللہ اور اس کے رسول جس طرح اور جیسے چاہیں گے اس کو تقسیم کریں گے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے جنگی پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تا کہ انفال کی حقیقت پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آجائے۔

تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں جاں نثاران رسول ﷺ ہر طرح کی اذیتوں اور ہجرت کی صعوبتوں سے گذر کر جب مدینہ منورہ آگئے تو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں نے مدینہ میں بھی صحابہ کرامؓ کو چین سے نہ رہنے دیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ کرامؓ کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں تھی کہ وہ دشمنان اسلام کی کسی اذیت کا جواب دیں بلکہ دشمن پر ہاتھ تک نہ اٹھانے کو پسند کیا گیا تھا مگر جب بدر کے میدان میں مسلمانوں پر جنگ کو مسلط کر دیا گیا تو اللہ نے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی اجازت دیدی۔شدید بے سروسامانی کے باوجود کفار مکہ کے ایک ہزار کے لشکر کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور مسلمانوں کو تاریخی فتح نصیب ہوئی۔ جنگ کے بعد مسلمانوں کو کفار کا بہت سا مال اور جنگی سامان ہاتھ آیا۔ چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد صحابہ کرامؓ کو جنگ کا پہلا تجربہ تھا اور دوسری طرف جنگ کے وہ انداز ان کے سامنے تھے جن کا پہلے سے رواج تھا۔اور وہ یہ تھا کہ جس شخص نے جنگ کے دوران دشمن سے جو کچھ مال و دولت لوٹا ہے وہ اسی کی ملکیت ہوتا تھا۔اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا تھا۔ مال غنیمت کے لئے چونکہ دین اسلام میں اب تک کوئی واضح ہدایت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے رائے کا اختلاف ہونا قدرتی بات تھی۔

پرانے رسم ورواج کے مطابق بعض صحابہ کرامؓ کا یہ خیال تھا کہ جس نے دشمن سے جو کچھ لوٹا ہے وہ اسی کا ہے بعض صحابہ کرامؓ کی نظر میں مال غنیمت کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ اس مال کو تمام مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے کیونکہ سب کی مشترکہ کوششوں سے دشمن کو شکست دی گئی ہے خواہ وہ اس جنگ میں شریک تھے یا وہ اللہ کے رسول کے حکم کے تحت مختلف ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔رائے کے اسی اختلاف کو دور کرنے اور اسلامی جنگوں میں مال غنیمت کی تقسیم کے اصول متعین کرنے کیلئے یہ آیتیں نازل کی گئیں۔ان آیات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ یہ مال غنیمت ایسی کوئی اہم چیز نہیں ہے کہ جس پر اختلاف اور بحث کر کے آپس میں انتشار پیدا کیا جائے کیونکہ اہل ایمان جب بھی جنگ کرتے ہیں تو اس میں ان کی ذاتی غرض یا لالچ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کو اصل ایمان سمجھتے ہیں اور ان کو جس طرح کرنے کے لئے کہا جائے وہ اس کو اسی طرح کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ دشمن سے حاصل ہونے والے مال و دولت، چھوٹی اور بڑی چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت ہے جس کو جو کچھ مال غنیمت ملے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر جمع کرادے اللہ اور اس کے رسول جس طرح چاہیں گے اس کو مجاہدین میں تقسیم کریں گے تا کہ کسی مومن کے دل میں یہ بات پیدا نہ ہو کہ وہ جنگ اس لئے کر رہا ہے کہ مال و دولت یا کسی ملک یا سلطنت پر قبضہ کر کے اس کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لے گا۔

(۳) فرمایا گیا کہ اللہ کا خوف آپس میں اتحاد و اتفاق اور باہمی صلح مندی اور اللہ اور رسول کی اطات وفرماں برداری، اسی

کی ذات پر مکمل بھروسہ، نماز قائم کرنا اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا، جب اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو ان کے ذریعہ ایمان میں اور پختگی آ جانا۔ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں کا روشن ہو جانا یہ ایک مومن کے ایمان کی پہچان ہے یہی وہ سچے مومن ہیں جن کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے بڑے درجات ہیں ان کی مغفرت کا سامان اور عزت کی روزی کا انعام موجود ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
لَكٰرِهُوْنَ ۝٥ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ
اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝٦ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى
الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ
تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ
الْكٰفِرِيْنَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۸

(اے نبی ﷺ) جیسا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو آپ کے گھر سے حق کے ساتھ (بدر کی طرف) روانہ کیا۔ بے شک اہل ایمان میں سے ایک جماعت اس کو گراں سمجھ رہی تھی۔ وہ حق ظاہر ہونے کے بعد بھی آپ سے بحث کر رہے تھے جیسے وہ موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں اور وہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔ اور یاد کرو جب اللہ نے دو جماعتوں میں سے ایک (کی فتح) کا وعدہ کر لیا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آ جائے گی۔ اور تم چاہتے تھے کہ کانٹا نہ لگے اور وہ تمہاری ہو جائے۔ جب کہ اللہ چاہتا تھا کہ اپنے احکامات کے ذریعہ حق کو حق ثابت کر دکھائے اور ان کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ وہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے خواہ مجرموں کو (کتنا ہی) ناگوار گذرے۔

لغات القرآن آیت نمبر۵تا۸

اَخْرَجَ	نکالا
بَیْتٌ	گھر
لَکٰرِھُوْنَ	البتہ برا سمجھنے والے ہیں۔ ناگوار محسوس کرنے والے ہیں
یُجَادِلُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
تَبَیَّنَ	کھل گیا۔ کھل چکا۔ واضح ہوگیا
کَاَنَّمَا	جیسے۔ گویا کہ وہ
یُسَاقُوْنَ	وہ ہانکے جارہے ہیں
یَنْظُرُوْنَ	وہ دیکھ رہے ہیں
یَعِدُ	وہ عدہ کرتا ہے
اِحْدٰی	کوئی ایک
اَلطَّآئِفَتَیْنِ	دو جماعتیں
تَوَدُّوْنَ	تم پسند کرتے ہو
غَیْرُ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ	کانٹا نہ لگے
اَنْ یُّحِقَّ	یہ کہ وہ ثابت کردے
یَقْطَعُ	وہ کاٹتا ہے
دَابِرٌ	(دُبُرٌ)۔ جڑ۔ بنیاد
یُبْطِلُ	وہ باطل کرتا ہے۔ مٹاتا ہے
کَرِہَ	برا لگا

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۸

در حقیقت غزوہ بدر ہر اعتبار سے اس قدر فیصلہ کن تاریخی واقعہ ہے جس نے کفار مکہ کو نہ صرف ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا تھا بلکہ غیر متوقع حالات نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی دوسری طرف صورت حال یہ تھی کہ یہ غزوہ ۱۷ رمضان المبارک کو ہوا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا رمضان تھا اور اس سے پہلے باقاعدہ جنگ بھی نہ ہوئی تھی اس لئے یہ بہت ہی نازک وقت تھا مسلمانوں کا فقر و فاقہ، وطن سے بے وطنی، بے سروسامانی، ایک ہزار فوج سے مقابلہ اور وہ بھی مدینہ منورہ سے باہر کافی دور۔ ایک طرف ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ سے گذرنے والا وہ قافلہ تھا جو مکہ والوں کی دولت سے مالا مال تھا۔ دوسری طرف مکہ سے آنے والا وہ لشکر تھا جو انتقام اور اپنی طاقت وقوت پر ناز کرتا ہوا بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اللہ نے فرمادیا تھا کہ ان دونوں میں سے جس طرف بھی قدم بڑھائے جائیں گے فتح و کامرانی مسلمانوں کا مقدر ہوگی۔ لیکن اس کا فیصلہ کیسے ہوگا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ جب بھی کسی بات میں بالخصوص نازک حالات میں مشورہ کیا جاتا ہے تو رائے کا اختلاف ضرور ہوا کرتا ہے اور مشورہ کی جان بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر شخص کو اپنی بات کہنے کی آزادی حاصل ہو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے بھی پورے خلوص اور آزادی سے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ ان صحابہ کرامؓ میں جہاں وہ اولوالعزم لوگ تھے جنہوں نے بے خوف و خطر اس آگ میں کودنے کا فیصلہ کر لیا تھا وہیں وہ حضرات بھی تھے جو کسی انجانے خوف سے پریشان تھے اور آسان راستہ کی طرف مائل تھے مسلسل پریشانیوں کی وجہ سے وہ اس طرف مائل تھے کہ سب سے پہلے ابوسفیان کے قافلے کو ٹھکانے لگا دیا جائے اور پھر کفار مکہ سے مقابلہ کیا جائے یا کوئی ایسا راستہ تلاش کر لیا جائے جس میں کانٹا بھی نہ لگے اور مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ یہ تو مشورے کا ایک اختلافی انداز تھا لیکن جب نبی کریم ﷺ نے مال و دولت سے لدے ہوئے قافلہ کو چھوڑ کر کفار مکہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تو پھر کسی نے اختلاف نہیں کیا بلکہ عظیم ایثار و قربانی کا وہ عمل پیش کیا جس پر کائنات کا ذرہ ذرہ فخر کرتا رہے گا۔ جس سے کفار کی کمر بھی ٹوٹ گئی اور ساری دنیا کے سامنے حق حق بن کر چمک اٹھا اور باطل باطل ہو کر رہ گیا اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کو اسی حق و صداقت کی سربلندی کے لئے اپنے گھر سے نکلوایا اور میدان جنگ میں پہنچایا تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ یہ بات اگرچہ کچھ لوگوں کو گراں تھی اور وہ ایسا سمجھ رہے تھے کہ جیسے جانتے بوجھتے وہ موت کے منہ میں دھکیلے جا رہے ہوں حالانکہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے اس بات کا وعدہ کر لیا تھا کہ آج یہ جاں نثار جس طرف بھی قدم بڑھائیں گے فتح و کامرانی ان کے قدم چومے گی لیکن اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اہل ایمان لشکر کفار سے مقابلہ کر کے اپنا ایثار و قربانی پیش کریں تاکہ کفر کو بنیادوں سے اکھاڑ پھینکا جائے اور حق و صداقت کی شمع کو اس طرح روشن کر دیا جائے کہ سچ سچ بن کر جگمگا اٹھے اور جھوٹ باطل ہو کر رہ جائے خواہ یہ واقعہ کسی کو کتنا بھی ناگوار کیوں نہ ہو۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ﴿۹﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىٕنَّ
بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ
حَكِیْمٌ ﴿۱۰﴾ اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ
الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ
یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ
سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ
الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ
اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ
عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۴

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کررہے تھے پھر اس نے تمہاری فریاد سن کر کہا کہ میں تمہاری ایسے ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو مسلسل (پے در پے) چلے آئیں گے۔
یہ تو ایک خوش خبری تھی جو اللہ نے تمہارے اطمینان قلب کے لئے بھیج دی تھی لیکن (یادرکھو) مدد تو صرف اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے (وہ اللہ جو) زبردست اور حکمت والا ہے۔

یاد کرو جب اس نے تمہارے اوپر ایک اونگھ (سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت) کو طاری کر دیا تھا تاکہ تمہیں اس سے سکون مل جائے (یاد کرو) جب اس نے آسمان سے تمہارے اوپر پانی برسایا تھا تاکہ تم اپنا میل کچیل صاف کر کے صفائی و پاکی حاصل کرو اور شیطان کے وسوسوں کی ناپاکی بھی دور ہو جائے۔ تاکہ تمہارے دل مضبوط ہو جائیں اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے۔

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کر کے کہا تھا کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کے (دلوں کو) جمائے رکھو میں بہت جلد کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈال دوں گا تم (کفار کی) گردنوں پر ضرب لگاؤ اور ان کے ایک ایک پور پر چوٹ لگاؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی روش کو اختیار کیا ہے اور یاد رکھو جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو سخت عذاب دیتا ہے۔ (قیامت میں اللہ کہے گا کہ) یہ ہے وہ تمہاری سزا جس کا تم مزا چکھو اور یقیناً کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب مقرر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۴

تَسْتَغِيْثُوْنَ	تم فریاد کرتے ہو
اِسْتَجَابَ	جواب دیا۔ قبول کیا
مُمِدٌّ	مدد کرنے والا
اَلْفٌ	ہزار
مُرْدِفِيْنَ	ایک کے بعد دوسرے کا آنا۔ لگاتار آنا
بُشْرٰى	خوش خبری
لِتَطْمَئِنَّ	تاکہ مطمئن ہو جائیں
عَزِيْزٌ	زبردست۔ اللہ کی صفت ہے
يُغَشِّىْ	وہ چھا جاتا ہے
اَلنُّعَاسُ	اونگھ (نیند اور جاگنے کی درمیانی حالت)
لِيُطَهِّرَكُمْ	تاکہ وہ تمہیں پاک کر دے

يُذْهِبَ	وہ لے جاتا ہے۔وہ جاتا ہے
رِجْزُ الشَّيْطٰنِ	شیطان کی گندگی
لِيَرْبِطَ	تاکہ وہ باندھ دے
يُثَبِّتَ	جمادیتا ہے
اَلْاَقْدَامُ	(قَدَمٌ) قدم
ثَبِّتُوْا	تم جمادو
اُلْقِيْ	میں ڈال دوں گا
اَلرُّعْبُ	ہیبت۔ڈر
اِضْرِبُوْا	مارو۔سزادو
فَوْقٌ	اوپر
اَلْاَعْنَاقُ	(عُنُقٌ)۔گردنیں
بَنَانٌ	انگلیوں کے پورے۔جوڑ جوڑ
شَآقُّوْا	نافرمانی کی۔جھگڑا کیا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۴

یہاں پے درپے تین واقعات کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے جو رہتی دنیا تک اپنے اندر اہم سبق رکھتے ہیں۔

(۱) پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے بدر کی جنگ سے پہلے دونوں فوجوں کا جائزہ لیا تو آپ نے نہایت عاجزی اور انکساری سے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو جلد پورا کردیجئے کیونکہ اگر مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت فنا ہوگئی تو پھر زمین میں آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اللہ نے آپ کی دعا کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے ایک ہزار فرشتے اس طرح بھیجوں گا جو مسلسل آتے رہیں گے یہ بھی فرمادیا کہ یہ ایک خوش خبری ہے تاکہ مسلمانوں کو یقین ہوجائے کہ غیب کی مدد ان کے شامل حال ہے اور فتح یقینی ہے۔

(۲) دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نینداور جاگنے کی درمیانی کیفیت اطمینان وسکون کی "اونگھ" طاری کردی۔ یہ ایک ایسی ہلکی سی اونگھ تھی کہ جب صحابہ کرامؓ کی آنکھ کھلی تو وہ بالکل تازہ دم اور پرسکون تھے۔

دوسری طرف کفار مکہ نے آتے ہی سب سے پہلے میدان جنگ کے لئے اس علاقہ کا انتخاب کیا جہاں پانی تھا اور مسلمان جو پہاڑی کی طرف تھے وہ پانی سے محروم تھے۔ اللہ نے یہ کرم فرمایا کہ تیز بارش برسا دی جس سے کفار کا میدان کیچڑ ہی کیچڑ ہو گیا جس میں چلنا پھرنا بھی دشوار ہو گیا تھا اور جو علاقہ نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے پاس تھا اس کی ریت دب گئی، پانی کا ذخیرہ کرلیا گیا۔ صحابہ کرامؓ خوب نہادھو کر تازہ دم ہو گئے شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے مراد غسل کی حاجت بھی ہوسکتی ہے اور وہ خوف و ہراس کی کیفیت بھی ہوسکتی ہے جس میں بعض صحابہؓ پریشان تھے۔

(۳) تیسرا واقعہ وہ ہے جس کا تعلق پردہ غیب سے ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اہل ایمان جو تیر چلائیں اس کو نشانے پر لگا دو اور یہ نشانے کافروں کی گردنوں اور جوڑ جوڑ پر لگیں اور مزید کرم یہ فرمایا کہ تمام فرشتوں سے ارشاد ہوا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں اللہ نے یہ بھی فرمادیا کہ میں بہت جلد کافروں کے دلوں میں ایسی ہیبت اور رعب ڈال دوں گا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول کے دشمن شدید کرب میں مبتلا ہو جائیں گے اور اپنی حماقتوں کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

ان آیات کا مطلب ایک ہی ہے کہ وہ عوامل جو ہمیں بہت زبردست اور دل ہلا دینے والے نظر آتے ہیں ان سے خوف کھانا اور پریشان ہونا بیکار ہے زیادہ اہم عوامل وہ ہیں جو نظر نہیں آتے مثلاً اللہ کی غیبی مدد فرشتوں کی آمد، بشارت، نیند، بارش، کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ان سب چیزوں کا تعلق غیب سے ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾
فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَ
لَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸

اے ایمان والو! جب تم میدان جنگ میں ان کافروں کے مقابل ہو کر (جنگ کر رہے ہوتو) ان سے پیٹھ مت پھیرو اور یاد رکھو۔ اس دن جو ان سے پیٹھ پھیرے گا وہ غضب کا شکار ہو جائے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین ٹھکانا ہے۔ البتہ وہ شخص جو (کسی جنگی مصلحت کی وجہ سے) دشمن کے لئے گھات لگا رہا ہو یا اپنی جماعت سے جا ملنے کی کوشش کر رہا ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

آپ نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا ہے۔ اور جب آپ (مٹھی بھر خاک) ان پر پھینک رہے تھے تو وہ آپ نہیں بلکہ اللہ پھینک رہا تھا تاکہ وہ مومنوں کو اچھی طرح آزمالے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ (اہل ایمان کے لئے ان کی) تدبیر تھی لیکن اصل میں یہ کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸

لَقِيْتُمْ	تم نے ملاقات کی۔ تم ملے
زَحْفٌ	لڑائی
لَا تُوَلُّوْا	تم نہ پھیرو
يَوْمَئِذٍ	اس دن
مُتَحَرِّفٌ	پینترا بدلنے والے۔ (جنگی چال)
مُتَحَيِّزٌ	ملنے والے
رَمَيْتَ	تو نے پھینکا
رَمٰى	اس نے پھینکا
بَلَاءٌ حَسَنٌ	اچھی طرح آزمانا
مُوْهِنٌ	سست اور ضعیف کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۸

دراصل جنگ ہو یا امن۔ زندگی کا میدان ہو یا پریشانی کے حالات جو لوگ ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں وہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے حقدار ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو میدان چھوڑ کر اور پیٹھ دکھا کر بھاگتے ہیں کبھی کسی طرح کی کامیابی حاصل نہیں کیا کرتے۔

ان آیات میں اس بات کو فرمایا جا رہا ہے کہ اے مومنو! جب بھی کسی جنگ میں تمہارا مقابلہ کفار سے ہو تو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اور ان کو پیٹھ دکھا کر نہ بھاگو کیونکہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو جائے گا اور اس کے لئے جہنم جیسا بدترین ٹھکانا اس کا مقدر بن جائے گا البتہ اگر کوئی جنگی مصلحت ہو تو اور بات ہے مثلاً اس لئے میدان جنگ سے پیچھے ہٹا جائے تاکہ دشمن آگے بڑھ آئے اور وہ اس گمان میں اپنی مضبوط پوزیشن کو چھوڑ دے کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے ہیں اور جب کفار آگے بڑھ آئیں تو ان پر ایسا وار کیا جائے کہ دشمن کو شکست کھا کر بھاگنا پڑے۔ جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسی جنگی حکمت عملی کو اختیار کیا اور دشمن کو شکست فاش دیدی۔

پیچھے ہٹنے کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ امیر کے حکم سے اپنی فوج کے کسی بڑے حصے سے جا کر ملنا ہوتا کہ جمع ہو کر اور پلٹ کر حملہ کیا جائے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کسی حال میں دشمن کو پیٹھ دکھانا مومن کی شان نہیں ہے اسی طرح کی اور آیات اہل ایمان کی رہنما تھیں اور انہوں نے ڈٹ کر دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا کامیابیاں حاصل کیں اور دشمن کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

دوسری بات جو پچھلی آیات میں واضح طور پر کہی گئی ہے اور یہاں بھی دوبارہ ارشاد فرمائی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہار جیت کا فیصلہ محض انسانی کوششوں سے نہیں ہوتا بلکہ غیبی مدد کا بہت کچھ دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی کوششوں پر اعتماد کے بجائے اللہ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔ کفار کا بھروسہ اور اعتماد ظاہری فوج، ہتھیار، مال اور خزانہ پر ہوتا ہے لیکن، مومنوں کا اعتماد سراسر نصرت الٰہی پر ہوتا ہے۔ کافر تو تلوار پر بھروسہ کرتا ہے لیکن مومن کے ہاتھ میں تلوار نہ بھی ہو وہ محض اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے ایمان و یقین کو پیش کرتا ہے اور اللہ کی مدد سے کامیاب ہو جاتا ہے۔

غزوہ بدر میں اہل ایمان کے پاس نہ سواریاں تھیں نہ تلواریں جب کہ مکہ کے کفار ہتھیاروں اور سواریوں سے لیس تھے۔ لیکن اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ کفار مکہ کو شکست فاش ہوئی اور بے سرو سامانی کے باوجود مسلمانوں کو تاریخی فتح نصیب ہوئی۔ سچ ہے جنگیں جذبوں سے لڑی جاتی ہیں ہتھیاروں سے نہیں۔

اسی بات کو اللہ نے یہاں جنگ بدر کی مثال دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ تم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کفار کو اللہ نے قتل کیا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر تمہاری کیا مجال تھی کہ تم دشمن کا بال بھی بیکا کر سکتے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ خاک کی مٹھی آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ گویا ہم نے پھینکی تھی ورنہ یہ نتیجہ کبھی ظہور میں نہ آتا۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاد بدر میں دشمنوں کی بڑی تعداد دیکھ کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے

دعا فرمائی جواب میں اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیلؑ آئے اور کہا کہ ایک مٹھی بھر ریت لشکر کفار کی طرف پھینک دیجئے آپ نے ایسا ہی کیا ہر کافر جنگجو کی آنکھوں میں وہ ذرے پہنچ گئے وہ وقتی طور پر دیکھنے سے محروم ہو گئے اتنی دیر میں مسلمانوں کے تیروں نے ان میں تباہی مچادی۔ اللہ نے ان آیتوں میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اے مجاہدو! تم اپنی کوششوں اور سعی و عمل پر ناز نہ کرو یہ تو اللہ کی فتح و نصرت تھی جس نے قدم قدم پر تمہارا ساتھ دیا۔ جس کے حکم سے فرشتے آئے، بارش برسائی گئی اور تم تازہ دم ہو گئے کفار قتل ہوئے اور خاک کے ذرات نے اپنا کرشمہ دکھایا تمہارے ہاتھ پاؤں دل و دماغ تیر و تفنگ جو استعمال کئے گئے ہیں تو محض اس لئے کہ تمہاری آزمائش ہو تم جنت کے حق دار قرار پاؤ اور کافروں کو معلوم ہو جائے کہ لشکر ہو یا کر و فران کی ہر چال کو الٹ دیا جائے گا اس بات کی مزید وضاحت اس کے بعد کی آیات میں فرمائی گئی ہے۔

إِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ
وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ ۙ
٢ ع ٩ ١٦ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا
تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ
شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا
يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ
أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٩ تا ٢٤

اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو تمہارے پاس فیصلہ آ گیا۔ اگر تم باز آ گئے تو وہ تمہارے لئے بہتر

ہے اور اگر تم نے یہی کیا تو پھر ہم بھی یہی کریں گے۔اور تمہاری یہ کثرت تمہارے کام نہ آئے گی۔ بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور سن کر اس سے منہ نہ پھیرو تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ہیں۔

بے شک اللہ کے نزدیک سب جانداروں میں وہ لوگ بدترین ہیں جو بہرے اور گونگے بن رہے ہیں اور بات کو نہیں سمجھتے۔اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو وہ ان کو سننے کی توفیق دیتا اور اگر وہ ان کو سنوا دیتا تو وہ ضرور بھاگ جاتے اور منہ پھیر لیتے۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو جس وقت وہ تمہیں ایک ایسی چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں تمہاری زندگی ہے اور اس بات کو (اچھی طرح) جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور بلاشبہ تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۴

تَسْتَفْتِحُوْا	تم فیصلہ چاہتے ہو
تَنْتَهُوْا	تم رک جاؤ
تَعُوْدُوْا	تم پلٹ جاؤ گے
نَعُدْ	ہم پلٹ جائیں گے
لَنْ تُغْنِيَ	ہرگز فائدہ نہ دے گا
فِئَة	جماعت۔گروہ
كَثُرَتْ	بہت ہے
سَمِعْنَا	ہم نے سن لیا
شَرُّ الدَّوَابِّ	جان داروں میں بدترین
اَلصُّمُّ	بہرے
اَلْبُكْمُ	گونگے

اَسْمَعَ	وہ سنوادیتا
اِسْتَجِيْبُوْا	تم حکم مانو
دَعَاكُمْ	اس نے تمہیں بلایا
يُحْيِيْكُمْ	وہ تمہیں زندگی دیتا ہے
يَحُوْلُ	(حَوْلٌ)۔وہ آڑبن جاتا ہے۔بیچ میں آجاتا ہے
اَلْمَرْءُ	مرد

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۴

ان آیات میں چند بہت ہی بنیادی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(۱) جب مکہ کے کفار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہوئے اس وقت لشکر کفار کے سرداروں نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر اللہ سے جو دعا کی تھی وہ یہ تھی کہ:

''اے اللہ دونوں لشکروں میں جو اعلیٰ وافضل ہو دونوں فریقوں میں جوزیادہ ہدایت پر ہو، دونوں جماعتوں میں سے جوزیادہ کریم اور شریف ہواور دونوں میں سے جو دین افضل ہواس کو فتح عطا فرما''

ان جاہلوں اور احمقوں کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ ہر بات میں وہی اعلیٰ وافضل ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہؓ حق پر نہیں ہیں (نعوذ باللہ) اسی لئے انہوں نے اس خوش گمانی میں ایسی دعا کی جو خود ان کے حق میں الٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تم تو حق کی فتح چاہتے تھے تو لو تمہارے سامنے حق کی فتح آ گئی ہے اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو بہتر ہے توبہ کے دروازے ابھی کھلے ہوئے ہیں اگر تم اپنی پرانی روش سے باز آ جاؤ تو اس دنیا اور آخرت میں فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن اگر تم نے وہی حرکتیں جاری رکھیں تو ہم بھی سابقہ نتائج دکھا دیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس طرف بھی متوجہ کر دیا کہ اگر تم دوبارہ لاؤ لشکر لے کر آؤ گے تو تمہاری کثرت تمہارے کام نہ آ سکے گی اور تم منہ کی کھا کر واپس لوٹو گے۔ یہ قرآن کریم کی ایک پیشین گوئی بھی تھی کہ یہ کفار اپنی روش سے باز نہ آئیں گے اور اپنی طاقت کو اپنی کثرت کے گھمنڈ میں آزماتے رہیں گے لیکن اللہ نے اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ اور اس کی ساری کائنات کی قوتیں اہل ایمان کے ساتھ ہیں۔

(۲) ان آیات میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ:

جب تم نے اللہ کے ایک معبود ہونے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا زبانی اور قلبی اقرار کرلیا ہے تو آگے بڑھو اور اپنے عمل کو اس کی شہادت بنادو۔لیکن تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے زبانی اقرار تو کرلیا لیکن جب عمل کا وقت آیا تو انہوں نے بھاگ نکلنے کے ہزار راستے تلاش کر لئے ،اور بہرے، گونگے ، بے عقل جانوروں کی طرح ہوگئے۔

فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے گی تو ہر کامیابی نصیب ہوگی لیکن اگر بہرے گونگے بن کر زندگی گذاری گئی تو بدنصیبی ہی مقدر بن سکے گی۔

تمام جان داروں میں واحد ذمہ دار اگر ہے تو وہ انسان ہے وہی ''خلیفۃ اللہ فی الارض'' یعنی زمین میں انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے۔اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کیا۔اس نے ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے اڑادیا تو یہ اس کی شان اور رتبہ کے خلاف بات ہوگی جو زبان سے دوسروں کو نہ سنائے جو اللہ کی آیات میں غور وفکر نہ کرے نہ سمجھے نہ سمجھائے تو کیا وہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں میں بدترین نہیں ہوگا؟

دین اسلام کو سمجھنے کے لئے سننا اور پڑھنا یعنی سمع وبصر کا استعمال ضروری ہے علم کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے۔ پڑھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کو نازل کیا ہے جس کی ابتداء ہی ''اقرأ باسم ربک'' (اپنے رب کے نام سے پڑھو) سے ہوئی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے ساتھ اپنے عظیم رسول کو بھی بھیجا ہے جو ان آیتوں کو پڑھ کر سناتے ہیں جو اس کتاب کی تعلیم دیتے اور اس کی حکمتوں کو بیان کرتے ہیں اور دلوں کے زنگ کو مانجھ کر صاف کرتے ہیں فرمایا کہ جو شخص ان کا حکم سنے گا،ان کا کہا مانے گا ان کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ ہی کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا۔

سننے والے چار طرح کے ہوتے ہیں (۱) وہ جو کانوں سے سنتے ہیں مگر اس میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے نہ فہم نہ عقیدہ نہ عمل (۲) وہ جو سنتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں مگر نہ عقیدہ نہ عمل (۳) وہ جو سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور عقیدہ بھی رکھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔(۴) وہ جو سنتے ہیں سمجھتے ہیں۔ایمان لاتے ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں سمعنا واطعنا ان کا بنیادی عقیدہ ہوتا ہے۔

پہلی قسم والوں کو ان آیات میں ''شر الدواب'' (جان داروں میں بدترین) کہا گیا ہے دوسری قسم والے کفار اور منافقین ہیں تیسری قسم گناہ گار مسلمانوں کی ہے جو حق سے قریب تر ہیں چوتھی قسم ان مومنوں کی ہے جو اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں،توبہ کرنے والے ہیں اور جو کچھ وہ سنتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا وآخرت میں کامیاب وبامراد ہونے والے ہیں۔ایمان والوں سے فرمایا جارہا ہے کہ جب تم نے دیکھ لیا کہ فتح ونصرت اللہ ہی کی طرف سے ہے اور زندگی کے ہر میدان میں وہ اہل ایمان کی مدد کرتا ہے تو لازم ہے کہ تم اپنے اپنے ایمان کو اور پختہ کرلو اور جب کبھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم سنو تو اس پر فوراً عمل کرو ہچکچاہٹ، بہانہ اور پیچھے ہٹنا یہ سب باتیں ایمان کے خلاف ہیں۔فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا کہ جب ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی گئی تو وہ بہرے گونگے بن کر رہ گئے۔

جنگ بدر میں بعض منافقین بہانے بنا کر پیچھے ہٹ گئے تھے میدان کارزار تک کوئی نہ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کو وہاں تک جانے کی توفیق ہی نہیں دی گئی تھی اگر وہ وہاں جاتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے، جاسوسی کرتے یا دشمنوں سے جا کر مل جاتے اگر ان میں بھلائی کا کچھ مادہ ہوتا تو اللہ انہیں سننے اور عمل کرنے کی توفیق ضرور دیتا یہ اہل ایمان کے لئے اچھا ہی ہوا کہ صرف سچائی پر قائم لوگوں نے ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا اور منافقین اس میدان کارزار تک نہ پہنچ سکے۔

(۳) آخر میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں ایک ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے تو لپک کر اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرو۔ فرمایا گیا کہ جہاد ہی وہ چیز ہے جس میں ملت کی زندگی ہے۔ اور ملت ہی کی زندگی سے افراد کی زندگی وابستہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون جہاد میں شریک ہوا اور کون بہانے بناتا رہا۔ وہ ہر انسان کے دل میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کی ایک ایک نبض کو پہچانتا ہے۔ اس بات کا فیصلہ اس دنیا میں سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن ایک دن تم سب کو اس کے پاس جمع ہو کر اپنا اپنا حساب پیش کرنا ہے۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۶

اور اس آزمائش (وبال) سے ڈرتے رہو جو تم میں سے صرف ظالموں پر ہی نہ پڑے گی اور تم (اس بات کو) جان لو کہ اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

یاد کرو جب تم زمین میں بہت تھوڑے تھے اور تمہیں اس بات کا ڈر لگا رہتا تھا کہ تمہیں لوگ اچک کر نہ لے جائیں۔ پھر اس نے تمہیں ٹھکانا دیا اور تمہیں اپنی مدد سے قوت دی اور تمہیں حلال و پاکیزہ رزق عطا فرمایا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۲۶

لَا تُصِيبَنَّ	تمہیں نہیں پہنچے گا
يَتَخَطَّفُ	وہ اچک لے گا
اٰوٰی	اس نے ٹھکانا دیا
اَيَّدَ	اس نے قوت دی
بِنَصْرِهٖ	اپنی مدد سے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۶

قرآن کریم میں اس بات کو بار بار ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب کسی بستی میں کوئی وبا آتی ہے تو اس کی لپیٹ میں صرف وہی لوگ نہیں آتے جنہوں نے گندگی پھیلا کر وبا کو دعوت دی ہے بلکہ وہ تمام لوگ بھی آ جاتے ہیں جو اپنی انفرادی زندگی میں بہت صاف ستھرے رہے ہوں۔

اسی طرح جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس کی زد میں نہ صرف قصوروار اور خطاکار پکڑے جاتے ہیں بلکہ وہ سب لوگ بھی آ جاتے ہیں جو شخصی زندگی میں بڑے پاک دامن رہے ہیں۔

اس لئے ہر صاحب ایمان پر فرض ہے کہ وہ ان گناہوں کو جو وبائے عام کی صورت اختیار کر سکتے ہیں بنیادوں پر ہی اس کو روکنے کی کوشش کریں۔ ورنہ اگر یہ بند ٹوٹ گیا تو اس سیلاب میں ہر کس و ناکس بہہ جائے گا۔ اس وبا اور گناہ کو جڑ پر روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ تبلیغ و نصیحت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ یہ تبلیغ و نصیحت انفرادی سطح سے اٹھا کر اجتماعی سطح تک بلند کی جائے۔ ایک ایسی تنظیمی اور اجتماعی کوشش اور جدوجہد ہو جو برے لوگوں کو ان کی برائی سے روکنے اور اچھے لوگوں کو اچھے کاموں کی طرف راغب کرنے میں معاون ہو پھر بھی اگر بری اور گندی ذہنیت کے لوگ ماننے کیلئے تیار نہ ہوں تو ان کے خلاف جماعتی طور پر کسی جہاد سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

یہی بات سورۃ الاعراف کی آیات ۱۶۳ تا ۱۶۶ میں اصحاب السبت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہی گئی ہے۔ جب عذاب الٰہی آیا تو لپیٹ میں وہ بھی آ گئے جو نہایت نیک اور پاکباز تھے صرف وہی لوگ بچائے گئے جنہوں نے اللہ کا دین پہنچانے کی جدوجہد کی تھی۔

پچھلی آیات میں کہا گیا ہے کہ جہاد روح حیات ہے اور ملت ہی کی زندگی سے افراد کی زندگی وابستہ ہے۔ اسی سورت میں اس

بات کو ایک اور انداز سے دہرایا گیا ہے کہ جب سیلاب آئے گا تو وہ نیک و بد سب کو بہا کر لے جائے گا۔ اس لئے اس سیلاب کے آگے مضبوط بند باندھنے کی ضرورت ہے۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ اپنے حلقۂ اثر میں کسی جرم اور گناہ کو جڑ نہ پکڑنے دیں ورنہ گناہ گار اور بے گناہ سب اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے روایت کی ہے کہ لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور ظلم سے اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب عام کر دے (ترمذی)

صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قانونی حدود توڑنے کے گناہ گار ہیں اور جو لوگ قدرت کے باوجود انہیں گناہ سے روکنے کی کوشش نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بحری جہاز میں اوپر نیچے دو طبقے ہوں نیچے والوں نے پانی حاصل کرنے کے لئے جہاز میں سوراخ کر دیا۔ اوپر والے ان کی اس حرکت کو دیکھ رہے ہوں مگر منع نہ کرتے ہوں جب جہاز ڈوبے گا تو اوپر والے اور نیچے والے دونوں ہی پانی میں غرق ہو جائیں گے۔ چنانچہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں ''فتنہ'' سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کر دینا ہے یعنی خیر کے کاموں کو پھیلانا اور برے کاموں سے روکنے کا سلسلہ جب بند ہو جائے گا تو پھر اللہ کا عذاب ایسی بستی کی طرف متوجہ ہو جایا کرتا ہے۔

بعض مفسرین نے لفظ ''فتنہ'' سے مراد ترک جہاد لیا ہے خصوصاً اس وقت جب کہ مسلمانوں کے خلیفہ وقت نے جہاد کی عام دعوت دیدی ہو اس وقت ترک جہاد کا وبال عوام و خواص سب پر پڑے گا۔ اور قرینہ یہ ہے کہ اس سورت کی پچھلی آیات میں بھی ترک جہاد کرنے والوں اور میدان جنگ سے بھاگنے والوں کی مذمت کی ہے۔

سورۃ الانفال میں جہاد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے وہ چبھتی ہوئی مثال پیش کی ہے جو سب پر ابھی بیتی ہے۔ یعنی ابھی کتنے دنوں کی بات ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں مختصر تھے کمزور و مجبور اور بے کس تھے اور ہر وقت ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں کفار تمہیں چٹکیوں میں نہ مسل دیں۔ لیکن اللہ کے حکم سے تم نے ہجرت کی اپنوں کو چھوڑا اور مدینہ کو اپنا ٹھکانا بنایا اس نے تمہیں ٹھکانا عطا فرمایا پھر تم نے اللہ کی راہ میں (بدر میں) جہاد کیا بے سروسامانی کے باوجود اس نے تمہیں فتح و نصرت عطا فرمائی سامان واسباب کے دروازے تم پر کھل گئے اور ساری دنیا پر تمہاری دھاک بیٹھ گئی اگر ہجرت اور جہاد نہ کرتے تو یہ سب کچھ حاصل نہ ہوتا اور دشمن تمہیں فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کرتا اس لئے ہجرت اور جہاد کیلئے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔

شکر گذاری صرف یہی نہیں ہے کہ زبانی طور پر ہی شکر ادا کر دیا جائے بلکہ دین اسلام کی بقاء ترقی اور عظمت کے لئے اور باطل سے ٹکرانے کی مزید تیاری جاری رکھی جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ ٣ ع ٩ ١٧
يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو جب کہ تم جانتے ہو۔ جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں ایک آزمائش ہیں اور بیشک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان (جو چیز حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہو) عطا کر دے گا۔ اور تمہاری خطاؤں کو معاف کر کے تمہاری بخشش کر دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

لَا تَخُوْنُوْا	خیانت نہ کرو
فِتْنَةٌ	آزمائش
فُرْقَانٌ	حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! یہ جسم وجاں مال واسباب یہ بال بچے۔ یہ علم وعقل یہ صحت وفراغت یہ اقتدار واختیار اپنے اور پرائے غرضیکہ جو کچھ بھی اور جتنا بھی تمہارے پاس ہے سب اللہ کی امانت ہے۔تم صرف ایک امانت دار ہو ان چیزوں کو اسی طرح استعمال کرو جس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تمہیں استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

ان کو استعمال کرنے کا وقت بارہ مہینے اور گھنٹوں میں چوبیس گھنٹے ہیں ہوش پانے سے ہوش کھونے تک ہے۔جو خیانت کرنے والے ہیں وہ تبلیغ دین سے بھاگتے ہیں کیونکہ اس میں علم وعقل اور استقلال کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ تنظیم اور تنظیمی کاموں سے بھاگتے ہیں کیونکہ اس میں ''انا اور نفس'' کو مارنے کی اور اطاعت امیر اور نظم وضبط کی ضرورت ہے وہ جہاد سے بھاگتے ہیں کیونکہ اس میں اہل وعیال سے چھوٹنے کا خطرہ ہے۔وقت، آرام اور جان ومال کی قربانی کا سوال ہے۔سامان زندگی اور سامان عیش وآرام کو تج دینے کا سوال ہے۔

کون ہے جو یہ باتیں نہیں جانتا۔کون ہے جب اس کی امانت میں خیانت ہوتی ہے تو وہ تڑپ نہیں اٹھتا۔لیکن کس بے ضمیری سے وہ ان امانتوں میں خیانت کرتا ہے جو اللہ نے اس کے پاس رکھوائی ہیں اور جو لوگوں نے اس کے پاس رکھوائی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یہ جان ومال علم وعقل یہ صحت وفراغت نہ صرف اللہ کی امانتیں ہیں بلکہ ان سے سب کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔

کلمہ طیبہ کا زبان اور دل سے اقرار اہل ایمان کو ان امانتوں میں خیانت اور دوسروں کے حقوق میں کمی سے روکتا ہے۔وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کا صحیح طریقہ سکھاتا ہے۔اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تمام چیزیں بندے کا ایک امتحان ہیں دیکھیں کون بے خطر آتش نمرود میں کود پڑتا ہے اور کون لب بام محو تماشا رہتا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے شک مال ودولت اور اولاد میں بڑی کشش ہے یہ کشش ہی بڑی آزمائش ہے لیکن جو لوگ اس امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان شکر گذار بندوں کے لئے اللہ نے بے شمار انعامات اور نعمتوں کا خزانہ محفوظ کر رکھا ہے جو انہیں جنت میں عطا کیا جائے گا۔

آگے فرمایا کہ اے مومنو! تم اپنے دل میں خشیت الٰہی پیدا کرو ہر قدم جو تم اٹھاؤ ہر کام جس کو تم ہاتھ لگاؤ پہلے غور کر لو کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور رضا شامل ہے یا نہیں۔اگر اس میں اللہ ورسول کی اطاعت ہے تو اس کو کر ڈالو اور اگر اللہ اور رسول کی اطاعت کے خلاف ہے تو اس راستے سے ہٹ جاؤ اس مسلسل عمل سے تمہارے اندر ایک سلامتی کا مزاج پیدا ہو جائے گا۔ایک قوت تمیزی زور پکڑ لے گی۔ایک ضمیر زندہ وتابندہ ہو جائے گا۔تم خود اپنا فیصلہ آپ کر سکو گے۔اور قرآن وسنت کی روشنی تمہاری رہنما بن جائے گی۔

اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے'' یہ آیت امید ہے۔آیت توکل ہے آیت تقویٰ ہے۔آیت ہدایت ہے آیت وعدہ ہے اور آیت جنت ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ
وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا
قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا
هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ
اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ
فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

اور یاد کرو جب وہ کافر آپ کے خلاف سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کردیں یا آپ کو (وطن سے) نکال دیں۔ وہ اپنی سازشیں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا' اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کلام بنا سکتے ہیں۔ یہ سوائے پرانے قصے کہانیوں کے اور کیا ہے۔

اور جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے سچ ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسادے یا ہمارے لئے دردناک عذاب لے آ۔

(بات یہ ہے کہ) اللہ ایسا نہیں ہے کہ جب آپ ان کے درمیان موجود ہیں تو ان کو عذاب دے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ وہ ان کو عذاب دے جب کہ (کچھ لوگ) اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والے بھی موجود ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٠ تا ٣٣

يَمْكُرُ	وہ تدبیر کرتا ہے
لِيُثْبِتُوكَ	تا کہ وہ تجھے قید کرلیں
خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ	بہترین تدبیر کرنے والا
اَسَاطِيْرُ	(اُسْطُوْرَة)۔ پرانی کہانیاں۔ لکھی ہوئی چیز
اَللّٰهُمَّ	میرے اللہ
اَمْطِرْ	برسادے
حِجَارَة	(حَجَر)۔ پتھر
اَنْتَ فِيْهِمْ	تو ان میں ہے (آپ ﷺ ان میں ہیں)
يَسْتَغْفِرُوْنَ	وہ معافی مانگتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ٣٠ تا ٣٣

وہ آخری دن جب آپ ﷺ ہجرت سے پہلے شہر مکہ میں تھے۔اور بہت سے صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حبشہ اور دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے تھے کفار مکہ آثار وقرائن سے یقین کر چکے تھے کہ اب حضرت محمد ﷺ بھی ہجرت کر جانے والے ہیں۔وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہجرت کی صورت میں ان کے سامنے کیا کیا خطرات پیش آئیں گے اس لئے آگے کی پالیسی طے کرنے کے لئے کفار ومشرکین کے سرداروں میں ایک اہم اجلاس ''دارالندوہ'' میں ہوا جس میں حبشہ میں سفارتی ناکامی اور مسلمانوں کی آہستہ آہستہ ہجرت نے کچھ سوالات ہر شخص کے ذہن میں پیدا کردیئے تھے باہمی مشورہ ہوا اور اس بات پر غور کیا گیا کہ حضرت محمد ﷺ کو

(۱) قید کردیا جائے۔ (۲) ان کو قتل کردیا جائے۔ (۳) یا ان کو جلاوطن کردیا جائے۔

ان تمام باتوں میں اس بات کا خطرہ تھا کہ اس قبائلی نظام میں حضور اکرم ﷺ کا قبیلہ بنو ہاشم ان سب اقدامات پر کوئی بھی انتقامی کارروائی کرسکتا ہے۔ابو جہل کی اس تجویز پر سب نے اتفاق کرلیا کہ سب قبیلوں سے ایک ایک نوجوان کو لے لیا جائے وہ سب حضور ﷺ کے دروازے پر جمع ہوں سب کے پاس تیز تلواریں ہوں اور سب مل کر بیک وقت حضور ﷺ پر حملہ کردیں اور ان کی زندگی ختم کردیں (نعوذ باللہ) ان کا خیال تھا کہ حضرت محمد ﷺ کا قبیلہ سارے قبیلوں سے بدلہ نہ لے سکے گا اور خون بہا پر راضی ہوجائے گا اور اس کا ادا کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔سب نے اس تجویز کو نہ صرف پسند کیا بلکہ یہ فیصلہ بھی کرلیا کہ اس تجویز پر آج رات ہی عمل کیا جائے۔ اللہ کے حکم سے حضرت جبرئیل امین نے سارا واقعہ نبی کریم ﷺ کو بتادیا۔حضور اکرم ﷺ اپنے عظیم صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے فوری طور پر مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ جو ذہنی طور پر

پہلے سے تیار تھے اور ایک اونٹ اسی وقت کے لئے تیار کر رکھا تھا وہ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے۔ لوگوں کی بہت سے امانتیں آپ کے پاس تھیں آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے بستر پر لیٹ جانا تاکہ دشمن یہ سمجھے کہ میں سو رہا ہوں۔ اور صبح کو لوگوں کی امانتیں ان کے حوالے کر کے خود بھی مدینہ منورہ آ جانا۔

چنانچہ اسی رات تمام دشمن قبیلوں کے نوجوان تلواریں لے کر آپ ﷺ کے دروازے پر جمع ہو گئے صبح کو جب آپ ﷺ باہر نہیں نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ آپ کے بستر پر ہیں پوری قوم اس ناکامی پر تڑپ کر رہ گئی اور آپ کو تلاش کرنے کے لئے صحرا میں بکھر گئی۔ آپ نے غار ثور میں تین دن قیام کیا کفار تلاش کرتے کرتے مایوس ہو گئے اور آپ ﷺ نے بڑی احتیاط اور خاموشی سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی جان پر کھیل کر اور ہر طرح کے خطرات مول لے کر اللہ کی اس امانت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ادھر حضرت علیؓ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کر رہے تھے لیکن صدیق اکبرؓ اللہ کی امانت یعنی حضرت محمد ﷺ کی حفاظت میں جاں نثاری کا عظیم نذرانہ پیش کر رہے تھے۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ وہ لوگ اپنی سازشوں میں لگے ہوئے تھے اور اللہ جو بہترین تدبیریں کرنے والا ہے بہترین تدبیر فرما رہا تھا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی اس بات کو نقل کیا ہے کہ وہ کفار کہا کرتے تھے کہ جس قرآن کو حضرت محمد ﷺ پیش کر رہے ہیں وہ اتنا عظیم کلام نہیں ہے کہ ہم نہ کہہ سکیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں اس میں سوائے پرانے زمانے کے قصوں کے اور کیا ہے وہ قرآن کریم کو حقیر سمجھتے تھے۔ اسی طرح صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ کی باتوں کو نظر انداز کر کے کہتے کہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس عذاب کو ہمارے اوپر لے آیئے۔ ہمارے اوپر پتھر برسانے ہیں تو پتھر برسا دیجئے یا جو دردناک سے دردناک عذاب ہو وہ ہم پر لے آیئے۔ اس کا جواب حق تعالیٰ شانہ نے یہ دیا کہ جب تک دو صورتیں رہیں گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کو نازل نہیں کرے گا۔ جب تک (۱) اے نبی ﷺ آپ ان کے اندر موجود ہیں (۲) اور جب تک لوگ توبہ واستغفار کرتے رہیں گے۔ درحقیقت ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ اے کفار مکہ تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا وجود تمہارے اندر اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے۔ سب سے بڑی رحمت یہ ہے کہ اللہ تو عذاب نازل کر دیتا لیکن جب تک تمہارے اندر اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور استغفار کرنے والے صحابہ کرامؓ موجود ہیں عذاب نازل نہیں کرے گا۔ لیکن جب تم نے اپنی سازشوں سے خود ہی اس نعمت کی ناقدری کی ہے اور تم ان دونوں سے محروم ہو گئے تو اب اللہ کا عذاب آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔

تاریخ گواہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے ہجرت فرمانے کے بعد مکہ میں اتنا شدید قحط پڑا کہ لوگ کتے اور بلیاں ہی نہیں بلکہ گھاس تک کھانے پر مجبور ہو گئے تھے دوسرے یہ کہ مکہ کے کفار کا زوال اس دن سے شروع ہو گیا تھا جس دن آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی جس کے نتیجے میں رسوا کن شکستوں نے ساری دنیا میں ان کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا تھا اور فتح مکہ کے بعد وہ وقت بھی آیا جب یہ سارے مجرم شرمندگی سے سر اور آنکھیں جھکائے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اپنی جان و مال کی بھیک مانگ رہے تھے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ
عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ
تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ
وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا
فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ ع ٤ ٩ ١٨
كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا
فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا
تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۰

اور ایسی ان میں کون سی بات ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے گا جب کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام

سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے مالک نہیں ہیں۔اس کے متولی تو ان کو ہونا چاہیے تھا جو تقویٰ اختیار کرنے والے ہیں لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔اور بیت اللہ میں ان کی نماز سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا ہے۔ پھر تم اس کفر کے سبب جس کو تم کرتے ہو عذاب چکھو۔

بے شک وہ لوگ جو کفر کرتے اور اپنے مال کو اللہ کے راستے سے روکنے میں خرچ کرتے ہیں اور وہ خرچ کرتے رہیں گے مگر اس پر ان کو افسوس ہوگا۔ پھر وہ مغلوب کئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

تاکہ اللہ گندگی کو پاکیزگی سے جدا کردے۔ایک گندگی کو دوسری پر ڈال کر ان سب کو ایک ڈھیر کی طرح جمع کر کے جہنم میں جھونک دے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے! کہ اگر وہ (اپنی حرکتوں سے) رکتے ہیں تو جو کچھ گذر چکا وہ ان سے معاف کردیا جائے گا اور اگر وہ پھر وہی کریں گے تو ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہوا (وہی ان کے ساتھ بھی کیا جائے گا)

اوران سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک فتنہ (جڑ و بنیاد سے) مٹ نہ جائے اور دین سب کا سب اللہ کے لئے نہ ہوجائے۔ پھر اگر وہ رک جاتے ہیں تو بیشک جو کچھ وہ کریں گے اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔اور اگر پلٹ گئے تو یہ بات جان لو کہ بلاشبہ اللہ تمہارا ساتھی ہے۔وہی اچھا ساتھی اور بہترین مددگار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۴۰

مُکَآءٌ	سیٹیاں
تَصْدِیَةٌ	(صَدیٰ)۔تالیاں بجانا
لِیَصُدُّوْا	تاکہ وہ روک دیں
لِیَمِیْزَ	(یَمِیْزُ) تاکہ وہ الگ الگ کردے
اَلْخَبِیْثُ	گندگی
اَلطَّیِّبُ	پاکیزگی
یَرْکُمَ	(رَکَمَ)۔وہ ڈھیر بنادے گا۔گٹھا بنادے گا

اِنْ يَّنْتَهُوْا	اور اگر وہ رک جائیں
سَلَفَ	گذر گیا
اِنْ يَّعُوْدُوْا	اور اگر وہ پلٹ جائیں
مَضَتْ	گذر گئی
سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ	پہلے لوگوں کا طریقہ
مَوْلٰى	ساتھی
نِعْمَ الْمَوْلٰى	بہترین ساتھی
نِعْمَ النَّصِيْرُ	بہترین مددگار

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۰

قریش مکہ نے خیر مانگنے کے بجائے اللہ سے یہ مانگا کہ ان پر پتھروں کی بارش کردی جائے یا دردناک عذاب بھیج دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بدر کے میدان میں زبردست شکست تمہارے لئے اس لئے عذاب الیم ہے کہ اس نے قریش کی دھاک ختم کردی اور وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے انکے بہترین لیڈر اور کمانڈر یا مار دیئے گئے یا قید کر لئے گئے اور وہی مسلمان جن کو سب سے کمزور سمجھ لیا گیا تھا ہر ذہن پر چھا گئے تھے پتھروں کے مقابلہ میں ان کے لئے یہ زیادہ سخت سزا اور عذاب ہے۔ ان آیات میں قریش مکہ کے چند اہم گناہ گنوائے گئے ہیں جو ان پر سخت سزاؤں کا جواز بھی بنتے ہیں یہ سزائیں غزوہ بدر سے شروع ہو کر فتح مکہ پر ختم ہوتی ہیں جو ان کمزور مسلمانوں کے ذریعہ ان کو دلوائی گئیں جن پر تیرہ سال تک عرب کی سرزمین کو نہ صرف تنگ کر دیا گیا تھا بلکہ ان سے ہر خوشی کو چھین لینے کی کوشش کی گئی تھی۔

ان کے گناہوں کی فہرست تو طویل ہے چند گناہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱) ان کا پہلا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے گھر اور مسجد حرام میں اللہ کا نام لینے اور بیت اللہ کے طواف سے مسلمانوں کو روکا، ان کا گھمنڈ یہ تھا کہ وہ مسجد حرام کے متولی ہیں ان کا یہ اختیار ہے کہ جس کو چاہیں آنے دیں اور جس سے ناراض ہوں اس کو اس سے روک دیں۔

قرآن کریم کا جواب یہ ہے کہ مسجد حرام اور بیت اللہ کسی شخص یا قوم کی ذاتی ملکیت نہیں ہے ناسمجھ بچے، دیوانے، جھگڑنے

والے اور بے حرمتی کرنے والے اور کافروں کے سوا کسی کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے سے روکنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے دوسرے یہ کہ مسجد کا متولی اور منتظم وہی ہوسکتا ہے جو پرہیز گار ہو۔ فرمایا کہ موجودہ قریش نہ پرہیز گار ہیں نہ دین دار کوئی اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کو ہراساں کرنے کے لئے سیٹیاں بجانا تالیاں پیٹنا ننگے ہو کر طواف کرنا ہر ظلم و جبر کے طریقے کو اختیار کرنا۔ کیا ان کی یہی عبادت ہے؟

قریش کی جنگی دھاک اور ہیبت تو میدان بدر میں ختم ہو کر رہ گئی تھی اب عرب قبائل پر ان کی دھونس تھی وہ یہ تھی کہ ہم خانہ کعبہ کے متولی ہیں اس لئے منظور نظر ہیں اس کو بھی قرآن کریم کے اس جواب نے ہلا کر رکھ دیا کہ مسجد کا متولی ظالم و جابر اور بدکار نہیں ہوسکتا۔ پھر اللہ نے ان کی نماز کے متعلق بیان کر کے کہ وہ سیٹیاں اور تالیاں پیٹنے کو عبادت سمجھتے ہیں یہ واضح فرمادیا کہ یہ انتہائی غلط اور ناسمجھی کی بات ہے۔ اللہ کے اس ارشاد نے ان کی عبادت کے ڈھول کا پول کھول کر رکھ دیا۔

۲) قریش کا دوسرا گناہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے مسلمانوں کے خلاف نہ صرف سازشیں کرتے ہیں بلکہ یہ کفار و مشرکین بار بار مال و دولت جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کے راستے سے روکنے پر خرچ کرتے ہیں چنانچہ جنگ بدر، احد اور احزاب میں انہوں نے بہت سرمایہ لگایا اور گنوایا۔ سوائے حسرت و افسوس اور پچھتاوے کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا۔ فرمایا کہ یہ لوگ اپنا سرمایہ مال و دولت اسی طرح اسلام دشمنی میں لگاتے رہیں گے اور گنواتے رہیں گے مگر ہر کوشش کا نتیجہ ان کی توقع کے برعکس ہی نکل رہا ہے اور نکلتا رہے گا۔

فرمایا کہ ''ایک دن وہ مغلوب ہو کر رہیں گے'' ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کی پیشین گوئی فرمادی ہے اور دوسری پیشین گوئی یہ فرمادی ہے کہ کفار ایک دن جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو انبار در انبار جمع کر کے ان کو گندگی کا ڈھیر بنادے گا اور پھر اس ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے گا۔

یہ آیت ایک طرف آیت وعید ہے اور دوسری طرف آیت وعدہ ہے۔ فرمایا ''اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی نیچ حرکتوں سے باز آجاؤ۔ اگر تم باز آگئے اور ان حرکتوں سے رک گئے تو اب تک جو کچھ کر چکے ہو اللہ اسے معاف فرمادے گا اور آیت وعدہ کے ساتھ دعوت بصیرت و عبرت بھی ہے۔

''اگر وہی حرکتیں کرو گے تو دیکھ لو پہلی قوموں کے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ ہوا ہے''

ان آیات میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ اے مومنو! تم اس وقت تک قتال و جہاد کرتے رہو جب تک فتنہ دنیا سے مٹ نہ جائے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۳ میں ارشاد ہے کہ ''تم ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی جائز نہیں ہے۔

ان آیات میں اور قرآن کریم کی متعدد آیات میں نہ صرف جہاد بلکہ قتال (جنگ) کو عین عبادت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رہنی چاہئے کہ اسلام دنیا سے کفار و مشرکین کو نہیں بلکہ کفر و شرک کے فتنے کو مٹانے کی بات کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام انسانوں

سے نہیں ان کے برے اعمال اور گناہوں سے نفرت سکھاتا ہے، مشرکین و کفار سے نہیں بلکہ شرک و کفر کو فتنہ قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اگر کفار و مشرکین مملکت اسلامیہ میں رہتے ہیں تو شوق سے رہیں ان کو اپنے عقیدے پر چلنے کی اور عبادت کرنے اور زندگی کے اسباب مہیا کرنے کی آزادی ہے۔ اگر وہ فتنہ پیدا نہ کر رہے ہوں تو ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ فتنہ اٹھا رہے ہوں اور اسلامی قوانین کے نفاذ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کر رہے ہوں تو ان رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے انتہائی اقدامات کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر وہ جزیہ دے کر پر امن شہری بن کر رہتے ہیں تو ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے۔

آیت نمبر ۳۹ میں فرمایا گیا کہ:

''اگر وہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے''

اس کی بہترین تفسیر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد ہے جس کو بخاری و مسلم میں نقل کیا گیا ہے آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ دشمنان اسلام سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمے کو قبول نہ کرلیں۔ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو ان کے خون اور مال و آبرو سب محفوظ ہو جائیں گے۔ البتہ اسلامی قانون کے ماتحت کسی جرم کی وجہ سے ان کو سزا دی جاسکتی ہے۔ ان کے دلوں کا حساب اللہ پر رہے گا کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ اور اعمال اسلام کو قبول کر رہے ہیں یا یہ نفاق کی کوئی چال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے محض اپنی جان بچانے کی خاطر یا کسی جنگی یا سیاسی مصلحت کے طور پر اسلام لانے کا اقرار کیا ہے تو پھر بھی اللہ کا حکم ہے کہ انہیں امان دی جائے۔ اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک کیا جائے جب تک پورے طور پر ان کی منافقت ثابت نہ ہو جائے۔ اللہ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے۔ اللہ ہی ان کے لئے بہتر فیصلہ فرما سکتا ہے۔ یہ حسن اتفاق اور دین اسلام کی جاذبیت ہے کہ تاریخ میں اب تک ایسا نہیں ہوا کہ گروہ کے گروہ نے منافقت کے ارادے سے کلمہ پڑھا ہو۔ انفرادی طور پر بھی منافقت کا ارادہ بہت شاذونادر ہے۔

ابوداؤد میں مختلف صحابہ کرامؓ سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

جو شخص کسی معاہد پر (یعنی ایسے شخص پر جس نے اسلامی حکومت کی اطاعت اور وفاداری کا عہد کرلیا ہو) ظلم کرے یا اس کو نقصان پہنچائے یا اس سے کوئی ایسا کام لے جو اس کی طاقت اور ہمت سے بڑھ کر ہو یا اس کی کوئی چیز اس کی دلی رضامندی کے بغیر حاصل کرلے تو میں قیامت کے دن اس مسلمان کے خلاف اس معاہد شخص کی حمایت کروں گا۔

آیت نمبر ۴۰ میں فرمایا گیا ہے کہ: اگر کوئی معاہد فرد یا جماعت اپنے معاہدہ سے پھر جائے۔ یا اگر مشرکین و کفار اپنی پست حرکتیں جاری رکھیں تو اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہارا بہترین حامی و ناصر ہے۔ جب تمہیں اس کی حمایت و نصرت حاصل ہے تو اس میں ان دشمنان اسلام سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ
وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ
الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱

جان لو! تمہیں جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل ہوتا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو کچھ ہم نے اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر فیصلے کے دن (بدر کے دن) نازل کیا ہے جب کہ (کفر و اسلام کی) دونوں فوجیں بھڑ گئی تھیں (اس پر ایمان لائے ہو) اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱

اِعْلَمُوْا	جان لو
غَنِمْتُمْ	جو تم نے مال غنیمت لیا
خُمُسٌ	پانچواں حصہ
اِبْنُ السَّبِيْلِ	مسافر
عَبْدُنَا	ہمارا بندہ
يَوْمُ الْفُرْقَانِ	فیصلہ کا دن
اِلْتَقٰى	مل گئیں
اَلْجَمْعٰنِ	دو جماعتیں۔ دو فوجیں

تشریح: آیت نمبر ۴۱

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنگوں میں مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ جنگ میں جو کچھ دشمن کا مال و دولت، لونڈی غلام ہاتھ آتے تھے وہ اسی کے ہو جاتے تھے جو دشمن سے لوٹ لیا کرتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے جہاں اور ہزاروں انقلابی اور اصلاحی اقدامات سے صحابہ کرامؓ کی ایک مقدس جماعت تیار کی تھی وہیں جنگی صورت حال میں بھی ان کو زندگی کے اصول عطا فرمائے۔

صحابہ کرامؓ کی یہ جماعت اور اس کا ہر فرد جو اپنی اصلاح کے لئے نبی کریم ﷺ کے ہر حکم اور ہدایت کا منتظر رہتا تھا غزوہ بدر میں جوان کے لئے باقاعدہ جنگ کا پہلا تجربہ تھا وہ اس بات کے منتظر تھے کہ اس سلسلہ میں ہماری کیا رہنمائی کی جاتی ہے۔ ایک طرف ان کے سامنے وہ طریقہ تھا جس پر وہ ہمیشہ سے قائم تھے کہ جنگ میں جو چیز جس کے ہاتھ لگ گئی وہ اسی کی ہے دوسری طرف ان کے لئے اس سلسلہ میں واضح ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ان میں اختلاف رائے ہو گیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی ہدایت کے لئے سورہ انفال کو نازل فرمایا۔ تاکہ دنیا داروں اور اہل ایمان کی جنگوں کا فرق واضح کر دیا جائے۔

سورہ انفال کی ابتداء ہی میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ اہل ایمان اپنے نفس کے لئے کسی سے جہاد نہیں کرتے اور نہ کریں گے بلکہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے وہ ہر طرح کے جہاد و قتال کیلئے اقدامات کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے ان آیات میں مسلسل انعامات کا اعلان فرما کر اس بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ جب ہر طرح اسی کا کرم رہا ہے تو مال و دولت لونڈی اور غلام حتیٰ کہ سوئی اور اس کا دھاگا بھی ہاتھ آتا ہے تو وہ سب کا سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔ تقسیم کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کل مال میں سے چار حصے مجاہدین میں برابر تقسیم کر دیئے جائیں گے اور پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے ہوگا۔ اسی لئے ہر جہاد کے بعد رسول اکرم ﷺ اعلان فرما دیا کرتے تھے کہ:

لوگو! یہ مال غنیمت تمہارے لئے ہیں اس میں میری ذات کا سوائے پانچویں حصے کے اور کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ پانچواں حصہ بھی میں تمہارے اجتماعی معاملات میں خرچ کرتا ہوں لہٰذا ایک ایک سوئی اور دھاگا تک لا کر رکھ دو۔ کوئی چھوٹی بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو۔ ایسا کرنا بہت برا ہے اور اس کی سزا دوزخ ہے۔

قرآن کریم کی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں مال غنیمت کی تقسیم کا ایک ایک اصول واضح ہو گیا لیکن پانچویں حصے (خمس) کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جب تک نبی کریم ﷺ اس دنیاوی حیات میں رہے اس وقت تک یہ پانچواں حصہ آپ کے اور آپ کے اہل خاندان، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کیا جاتا تھا لیکن جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب یہ حصہ

بھی غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے تورہ گیا مگر آپ کا یہ حصہ ساقط ہو گیا امت کے اکثر علماء کی یہی رائے ہے اور یہی رائے سب سے بہتر ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ
الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى
الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ
مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ
اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ
وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَ
اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ
فِىْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

یاد کرو جب تم ادھر والے کنارے پر تھے اور وہ دوسرے کنارے پر۔ قافلہ تم سے نیچے (اترائی میں تھا) اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو وعدے کی مخالفت کرتے (وقت پر نہ پہنچتے) لیکن اللہ نے تمہیں (جمع کر دیا) کہ وہ کام پورا ہو جائے جو کہ ہونے والا تھا۔ تاکہ جو شخص ہلاک ہو واضح دلیل سے ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی روشن دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور یاد کرو (اے نبی ﷺ) جب اللہ نے آپ کو خواب میں (ان کافروں کی

تعداد کو) کم کر کے دکھایا۔ اور اگر وہ ان کی تعداد زیادہ کر کے دکھاتا تو وہ نہ صرف ہمت ہار جاتے بلکہ معاملہ میں جھگڑ پڑتے۔ لیکن اللہ نے تمہیں اس (اختلاف) سے بچالیا بے شک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔

اور یاد کرو جب تم (بدر میں) ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو اس نے (کفار کو) تمہاری آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا اور تمہیں ان (کافروں) کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ اللہ اس کام کو پورا کر دکھائے جو ہو کر رہنے والا تھا۔ اور سارے کام بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا	قریب کے کنارے پر
بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى	دور کے کنارے پر
اَلرَّكْبُ	قافلہ
اَسْفَلَ	نیچے
تَوَاعَدْتُّمْ	تم نے وعدہ کیا
مِيْعَادٌ	مدت مقرر
لِيَقْضِيَ	تا کہ فیصلہ کر دے
اَمْرٌ	کام
مَفْعُوْلٌ	کیا گیا
لِيَهْلِكَ	تا کہ ہلاک ہو جائے
بَيِّنَةٌ	پہچان کر
يَحْيٰى	زندہ رہے گا
يُرِيْكَهُمْ	تمہیں دکھایا اس نے
مَنَامٌ	نیند۔ خواب
لَفَشِلْتُمْ	البتہ تم بزدلی دکھاتے

لَتَنَازَعْتُمْ	البتہ تم ضرور جھگڑتے
سَلَّمَ	اس نے حفاظت کی
فِیْ اَعْیُنِکُمْ	تمہاری آنکھوں میں
قَلِیْلٌ	تھوڑے
تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ	کام لوٹائے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۴

سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ نے دس رکوعوں میں مسلسل جہاد وقتال کے متعلق بیان فرمایا ہے یہ آیات جو صرف حکمت عملی کے اصول وقوانین سے بحث نہیں کرتیں بلکہ جغرافیہ ترتیب عمل نقشہ جنگ اور نفسیات وغیرہ سے بھی بحث کرتی ہیں بلکہ اللہ کے ان غیبی فیصلوں کو بھی بتاتی ہیں کہ جب اللہ نے دونوں فریقوں کو سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا جہاں جنگ کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔

اپنے اپنے گھروں سے نکلتے وقت صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھا کہ انہیں قریش کے مرتب و مسلح لشکر جرار سے مقابلہ کرنا ہے وہ تو ابوسفیان کے اس تجارتی قافلے کا راستہ کاٹنے کے لئے آرہے تھے جو مدینہ کے راستے سے گذر رہا تھا اسی لئے نہ ان کے پاس جنگ کے ہتھیار تھے نہ سواریاں تھیں اور نہ وہ ذہنی طور پر اس جنگ کے لئے تیار تھے۔ اسی طرح قریشی لشکر کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ انہیں مدینہ منورہ سے بہت پہلے بدر کے مقام پر جنگ سے واسطہ پڑے گا۔ وہ تو اس مگن میں تھے کہ بدر میں تین دن پڑاؤ ڈالیں گے خوب رنگ رلیاں منائیں گے اور پھر مدینہ پر چڑھ دوڑیں گے۔ وہ تو بدر کے میدان میں اسلامی لشکر کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے اسی لئے اپنی اس شرمندگی کو مٹانے اور اپنے لشکریوں کی ہمت بڑھانے کے لئے ابوجہل نے کہا کہ یہ مسلمان تو ہمارے اونٹوں کا ایک لقمہ ہیں ان کی حیثیت ہی کیا ہے!

دوسری طرف چونکہ مسلمان تین سو تیرہ تھے نیز پورے ہتھیار اور جنگ کا ساز وسامان بھی نہ رکھتے تھے اور جیسا کہ عرض کیا گیا وہ ذہنی طور پر بھی تیار نہ تھے۔ اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ دشمن کی تعداد تین گنا ہے اور ہر طرح کے ہتھیاروں اور انتقامی جذبوں سے بھر پور ہیں تو شائد وہ کم ہمتی دکھاتے اور شدید اختلاف ہو جاتا اس لئے مصلحت غیبی سے یہ انتظام کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دشمنوں کی تعداد کم کر کے دکھائی گئی جو آپ نے صحابہ کرامؓ کو بتادی تھی خاص طور پر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں تو مسلمانوں کی نگاہوں میں دشمن کی تعداد کم دکھائی گئی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دشمن کی صفوں پر نظر ڈالی تو نوے یا سو کے قریب نظر آئے۔ دوسری طرف دشمن کی نگاہوں میں بھی مسلمان بہت تھوڑے نظر آرہے تھے تا کہ دشمنان اسلام بھی کسی بڑے مقابلہ کی توقع پر گھبرا نہ جائیں اسی لئے بعض روایات کے مطابق ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے تو مسلمانوں

کی تعداد سو سے زیادہ نہیں لگتی

اہل ایمان اور کفار کو ایک دوسرے کی نگاہوں میں کم دکھانے سے قدرت کا فیصلہ یہ تھا کہ آج کھرا اور کھوٹا واضح ہو کر دنیا کے سامنے آ جائے۔ اسی لئے اس دن کو اللہ تعالیٰ نے ''یوم الفرقان'' فرمایا یعنی حق و باطل کے فیصلے کا دن۔ اللہ نے اپنی سنت کے مطابق باطل کو نیچا کر دکھایا کیونکہ جب بھی حق نکھر کر سامنے آتا ہے تو باطل کی مجال نہیں ہے کہ وہ حق کے سامنے ٹھہر سکے۔ غزوہ بدر نے ساری دنیا پر واضح کر دیا کہ یہ جنگ دو نظریات کے درمیان جنگ تھی۔ اسلام بمقابلہ کفر کی بمقابلہ زیادتی۔ اس جنگ اور اس کے نتیجے کے بعد اب جس کا جی چاہے وہ اسلام کا ساتھ دے اور جس کا دل چاہے وہ کفر کے راستے پر چلے لیکن جو بھی اس حق کے راستے پر چلے گا اس کا نتیجہ یہی ہے کہ حق کے مقابلے میں باطل کو نیچا ہو کر رہنا ہے۔ صرف ہمت کی ضرورت ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً
فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ
رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَ
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

اے ایمان والو! جب تمہارا کسی (کافروں کی جماعت سے) مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور خوب اللہ کو یاد کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کرو۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تم صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اپنے گھروں سے اتراتے لوگوں کو دکھاتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہوئے نکلے۔ حالانکہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

فَاثْبُتُوْا	پس جمے رہو
اُذْكُرُوا اللّٰهَ	اللہ کو خوب یاد کرو
لَا تَنَازَعُوْا	آپس میں نہ جھگڑو
فَتَفْشَلُوْا	پھر تم بزدل ہو جاؤ گے
تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ	تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی
اِصْبِرُوْا	صبر کرو
خَرَجُوْا	جو نکلے
مِنْ دِيَارِهِمْ	اپنے گھروں سے
رِئَاءَ النَّاسِ	لوگوں کو دکھاتے
يَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
مُحِيْطٌ	گھیرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جہاد و قتال کے چھ قوانین بتائے ہیں جو اہل اسلام کے لئے رہبر و رہنما ہیں۔

(۱) ثابت قدمی (۲) اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر (۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت (۴) آپس میں میل محبت اور اختلافات سے دور (۵) صبر و تحمل (۶) دکھاوے اور ریاکاری سے بچنا۔

(۱) ثابت قدمی سے مراد دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانا صرف اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرنا لیکن یہاں صرف ثابت قدمی ہی نہیں بلکہ ثابت قلبی بھی ہے کیونکہ جب تک قلب مضبوط نہ ہو قدم بھی مضبوط نہیں ہوتے۔

(۲) ذکر اللہ کی کثرت۔ اگر دیکھا جائے تو دنیا کی ہر قوم نے اپنی فوج میں حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کے لئے کچھ ترانے بنا رکھے ہیں کیونکہ زبان سے کچھ خاص کلمات ادا کئے بغیر مارچ کرتی ہوئی فوج میں حوصلہ نہیں بڑھتا۔ کسی بھی غیر اسلامی ترانے میں اللہ کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ شان صرف دین اسلام کی ہے جس نے چودہ سو سال پہلے ذکر اللہ کا نسخہ پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی فوجیں

نعرہ تکبیر ''اللہ اکبر'' کے ساتھ مارچ کرتی تھیں جس سے دشمنوں کے دل دہل جایا کرتے تھے۔ وہ جہاد وقتال میں صرف اللہ کا ذکر کرتے تھے اس سے ان کے دلوں میں قوت کا سمندر موجیں مارنے لگتا تھا۔ کاش کہ آج بھی اہل ایمان ہر غیر اسلامی اور غیر اللہ کے ناموں کا نعرہ چھوڑ کر صرف اللہ اکبر کا نعرہ بلند کریں تو کفر کے ایوانوں میں آج بھی زلزلے آسکتے ہیں۔ اور اللہ کے نام اور اس کے ذکر سے دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہزاروں کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

(۳) زندگی کے ہر میدان میں ثابت قدمی اور ذکر اللہ کی کثرت کے ساتھ تیسری چیز جو فرمائی گئی ہے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری اور احکامات کا ماننا ہے۔ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی اللہ کی غیبی امداد کو انسان کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

(۴) آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے۔ بزدل ہو جاؤ گے اور اللہ ورسول ﷺ کے دشمنوں پر جو تمہارا رعب اور ہیبت ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ میں ایک بہت بڑا ہتھیار ''رعب'' ہے۔ یہ مسلمانوں کی ہیبت اور رعب ہی تھا جس نے کفار کے دلوں میں ہلچل مچا کر رکھ دی تھی اور وہ مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی ساری طاقت اس لئے جھونک دیتے تھے کہ ان پر مسلمانوں کا رعب طاری تھا۔ آج جو اہل ایمان کے مقابلے میں کفار بے دھڑک اور بے خوف ہو کر حملے کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے آپس میں اپنے اختلافات کو اتنا بڑھا لیا ہے کہ ہم ایک ذہن وفکر پر نہ رہے اس انتشار سے فائدہ اٹھا کر دشمن ہم پر جری ہو گیا ہے۔ اور وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

(۵) ثابت قدمی۔ ذکر اللہ کی کثرت اللہ ورسول کی اطاعت آپس میں اتحاد واتفاق اور میل محبت کے ساتھ ساتھ صبر وتحمل ایک دوسرے کو برداشت کرنا۔ اللہ کی راہ میں ڈٹ جانا، پامردی دکھانا۔ ڈر، لالچ اور ہر طرح کے خوف سے بے نیاز ہو کر استقلال اور پامردی کے ساتھ دین کی سربلندی کے لئے کوشش کرنا یہ بھی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صبر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو لوگ صبر وتحمل اختیار کریں گے میں ان کے ساتھ ہوں۔

(۶) دکھاوے اور ریاکاری سے پرہیز۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ فرمادیا کہ کفار کا لشکر اپنی طاقت وقوت کا بے جا مظاہرہ کرتا۔ ڈینگیں مارتا اور اپنی تعداد اور دولت کا رعب جماتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا لیکن جب اس کا واسطہ اہل ایمان سے پڑا تو ان کی شیخی اور دکھاوا ہوا میں اڑ گیا۔ فرمایا کہ اہل ایمان صرف اللہ کی بڑائی بیان کریں، اور صبر وتحمل کا دامن تھام کر کثرت سے ذکر اللہ کرتے رہیں کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ

نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ
اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذْ يَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ
وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

اور یاد کرو جب شیطان نے ان کے برے کاموں کو بھی ان کی نظروں میں خوش نما بنا کر دکھایا اور اس نے کہا ان لوگوں میں سے آج کے دن کوئی (تمہارے اوپر) غالب نہ آسکے گا اور میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر جب اس نے دونوں لشکروں کو آمنے سامنے دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر یہ کہتے ہوئے گھوم گیا کہ میں تم سے لاتعلق ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ اور اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اور (یاد کرو) جب منافقین اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض تھا کہا کہ (ان مسلمانوں کو) ان کے دین نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ اور (یاد رکھو) جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بے شک اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

زَيَّنَ	خوبصورت بنا دیا
لَا غَالِبَ	کوئی غالب نہ آسکے گا
جَارٌ	پڑوسی
تَرَاءَ تْ	دیکھا
نَكَصَ	الٹا پھر گیا

عَقِبَيۡهِ	(عَقِبَيۡنِ. عَقِبٌ)۔ ایڑیاں
اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ	بے شک میں الگ ہوں۔ میرا کوئی واسطہ نہیں ہے
اِنِّیۡۤ اَرٰی	بے شک میں دیکھ رہا ہوں
لَا تَرَوۡنَ	تم نہیں دیکھ رہے ہو
غَرَّ	دھوکے میں ڈال دیا
هٰٓؤُلَآءِ	ان لوگوں کو

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

ان آیات میں اہل ایمان کو شیطان کی چال بازیوں سے ہوشیار رہنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کیونکہ شیطان سو بھیس بدل کر ایمان والوں کو اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے۔

مفسرین نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار کا یہ لشکر مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا تو راستے میں بنو کنانہ تھے جن سے قریش کی ہمیشہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی اوران کو اس بات کا خوف تھا کہ بنو کنانہ کہیں قریشیوں کا راستہ نہ روک لیں اور کسی طرح کی مزاحمت نہ کریں۔ شیطان جو یہ چاہتا تھا کہ اپنے ماننے والوں کو ذلیل ورسوا کرادے بنو کنانہ کے سردار سراقہ ابن مالک کے بھیس میں شیطان نے ابو جہل سے یہ کہا کہ تم گھبراؤ نہیں اس موقع پر میرا قبیلہ تمہارے ساتھ بھر پور تعاون کرے گا تمہیں بنو کنانہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس کا میں ذمہ لیتا ہوں تم میری پناہ میں ہو۔ آج تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ ابو جہل اور قبیلہ قریش اس یقین دہانی پر مطمئن ہو کر آگے بڑھ گئے اور اہل ایمان کو مٹانے کے لئے اور شیر بن گئے۔ جب کفار نے مسلمانوں سے شکست کھائی اور وہ واپس آ رہے تھے تو مکہ واپس جا کر انہوں نے کہا کہ ہمیں جھوٹی تسلیاں دے کر سراقہ ابن مالک نے مروادیا۔ جب یہ اطلاع اس کے پاس پہنچی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے تو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ تم جنگ کے ارادے سے کب مکہ سے نکلے ہو۔ ہاں جب تم شکست کھا کر واپس آئے تب مجھے پوری صورتحال کا علم ہوا۔ ابو جہل نے کہا کہ کیا تم فلاں فلاں دن نہیں آئے تھے اور اپنے تعاون کا یقین نہیں دلایا تھا۔ وہ حیران ہو کر قسمیں کھاتا رہا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ شیطان سراقہ کی شکل بنا کر آیا تھا۔ اس بات کو اللہ نے ان آیات میں فرمایا ہے کہ شیطان مختلف انداز سے لوگوں کو بہکاتا اوران کو شرمندہ ہونے پر مجبور کرتا ہے۔

نتیجہ کے طور پر اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۱) شیطان کفار و مشرکین اور منافقین کو ان کے اعمال ان کی نگاہوں میں خوش نما بنا کر دکھاتا ہے تاکہ لوگ اس سے دھوکہ کھا جائیں۔

(۲) وہ ان کو اس بات پر اکساتا اور ورغلاتا ہے کہ آج تمہارے برابر کوئی نہیں ہے۔

(۳) انسانی روپ میں اپنی بھرپور مدد کا یقین دلاتا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ شیطان کے اس فریب سے صرف اہل ایمان ہی بچتے ہیں لیکن وہ لوگ جو کفر و شرک کی راہوں پر چل پڑتے ہیں وہ شیطان کے جھانسے میں بہت جلد آجاتے ہیں۔ شیطان نے کہا کہ میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو اور میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ جب وہ اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہے تو پھر نافرمانی کیوں کرتا ہے جواباً عرض ہے کہ دنیا میں بے شمار کفار و مشرکین ایسے ہیں جو ٹھیک خطرے اور مصیبت کے وقت اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں لیکن جیسے ہی وہ خطرہ ٹل جاتا ہے تو پھر وہ پہلے کی طرح گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ يَتَوَفَّى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۙ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ
وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَٰرَهُمْ وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ
بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾
كَدَأْبِ ءَالِ فِرْعَوْنَ ۙ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ
فَأَخَذَهُمُ ٱللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ قَوِىٌّ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٥٢﴾
ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ
يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَدَأْبِ ءَالِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَٰهُم
بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوا۟ ظَٰلِمِينَ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۴

اور کاش کہ (اس وقت کو) تم دیکھتے جب فرشتے ان کافروں کی جان نکالتے ہیں اور وہ فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے جاتے ہیں (اور کہتے جاتے ہیں کہ) تم جہنم کا عذاب چکھو۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اپنے ہاتھوں کے آگے (جیسے بھی) اعمال بھیجے ہیں (ان کا نتیجہ ہے) اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

قوم فرعون اور جو ان سے پہلے تھے ان کے ساتھ یہی معاملہ رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں میں پکڑ لیا۔ بے شک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جب کسی قوم کو اپنی کوئی نعمت دیتا ہے تو اس وقت تک اس کو ان سے نہیں چھینتا جب تک وہ اپنے طرز عمل کو نہ بدل ڈالیں۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

قوم فرعون اور جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کے ساتھ اللہ کا یہی معاملہ رہا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے قوم فرعون کو غرق کر دیا اور ان میں سے سب کے سب ظالم تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۴

يَتَوَفّٰى موت دے گا

يَضْرِبُوْنَ ماریں گے

وُجُوْهٌ (وَجْهٌ)۔ چہرے

قَدَّمَتْ آگے بھیجا

ظَلَّامٌ بہت زیادہ ظلم کرنے والا

اَلْعَبِيْدُ (عَبْدٌ)۔ بندے

كَدَاْبِ جیسا کہ دستور تھا۔ جیسا کہ طریقہ تھا

اٰلِ اولاد

اَخَذَ	اس نے پکڑ لیا
ذُنُوْبٌ	(ذَنْبٌ)۔گناہ
قَوِيٌّ	مضبوط۔طاقتور
لَمْ يَکُ	(لَمْ يَكُنْ)۔نہیں ہے
مُغَيِّرٌ	تبدیل کرنے والا
اَنْعَمَهَا	اس نے انعام کیا
حَتّٰى يُغَيِّرُوْا	جب تک وہ بدل نہ ڈالیں
مَا بِاَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں کی کیفیت۔حالت
اَهْلَكْنَا	ہم نے ہلاک کردیا
اَغْرَقْنَا	ہم نے غرق کردیا

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۴

اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے وہ سارا عالم ہم بندوں کی نظروں سے چھپالیا ہے جو نزع، قبر اور برزخ میں ہوتا ہے ورنہ اگر واقعی ہم اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ سکتے تو ہم میں شاید کوئی بھی کافر نہ ہوتا۔ ہمارا امتحان تو یہ ہے کہ علم الیقین کے ذریعہ حق الیقین تک پہنچ جائیں۔ اگر عین الیقین کے ذریعہ پہنچتے تو امتحان کیا ہوتا۔

یہاں پر قرآن کریم ہمیں علم الیقین بخشتا ہے کہ کافر (مشرک اور منافق) جب مرنے لگتا ہے تو موت کے فرشتے اس کی پیٹھ پر، چہرے پر کولھے پر، پاؤں پر سر پر آگ کے گرز برساتے ہیں آگ کے کوڑے اور آگ کی زنجیریں مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ ابھی کیا ہوا آگے نار سقر کا عذاب باقی ہے اور وہ تمہارا منتظر ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے اعمال کی کمائی ہے ورنہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

یہ آیات اور ان کا حکم عام ہے یعنی تمام ان لوگوں کے ساتھ جو کافر ہیں ایسا ہی ہوا کرتا ہے لیکن سیاق وسباق کا تعلق چونکہ غزوہ بدر سے ہے اس لئے یہ خصوصی طور پر ان کافروں سے متعلق ہے جو وہاں قتل کئے گئے۔ ان آیات کا خطاب نبی کریم ﷺ سے نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں سے ہے کیونکہ ان ہی کو نصیحت اور عبرت کی ضرورت ہے۔

آگے فرمایا کہ یہ عذاب چند کافروں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ دائمی سنت رہی ہے کہ وہ غور فکر کے لئے

مظاہر فطرت میں ہزاروں لاکھوں چیزیں ایسی پیدا کر دیتا ہے جو وحدت، رحمت، قدرت، حکمت، ربوبیت اور عدالت کی طرف دل و دماغ کو دعوت دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ نصیحت کے لئے اپنی کتابوں اور نبیوں رسولوں کو بھیجتا ہے۔ پھر بھی کوئی قوم یا کوئی فرد آنکھیں بند کر لے، کانوں میں روئی ٹھونس لے، سگ دنیا بن جائے، آیات سے بغاوت کرے۔ خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے تو پھر اللہ کا عذاب آ دبوچتا ہے اور پھر اس سے نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔

یہی کچھ فرعون اور آل فرعون کے ساتھ ہو چکا ہے اور اسی طرح ان سے پہلی قوموں کے ساتھ بھی اللہ کا طریقہ یہی رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تو ان پر اللہ کا عذاب آ کر رہا یہ وہ قومیں تھیں جن کو اللہ نے بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا مگر وہ کفر ان نعمت کی گناہ گار ہوئیں۔ اللہ کا اصول یہ ہے کہ وہ کسی قوم کو دی گئی نعمتیں اس وقت تک نہیں چھینتا جب تک وہ ان نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری کی حد نہ کر دیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین و کفار مکہ اور منافقوں کو بتا دیا ہے کہ اللہ کی یہی سنت تم پر بھی پوری ہوگی۔ آج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کریم ایک عظیم نعمت کے طور پر تمہارے سامنے ہیں۔ اگر تم نے ان کی ناقدری کی تو پھر تم دنیا کی اور قوموں کی طرح برے انجام سے نہ بچ سکو گے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾
الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ
مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم
مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ
خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾ ع ۷ / ۱۰ / ۳
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۹

بے شک اللہ کے نزدیک مخلوق میں بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور وہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی بدترین ہیں جنہوں نے آپ سے معاہدہ کیا پھر انہوں نے اپنے

معاہدہ کو ہر مرتبہ توڑ ڈالا اور وہ (اس کے برے انجام سے بھی) نہیں ڈرتے۔

پھر اگر تم (ایسے لوگوں کو) جنگ میں پاؤ تو ان کو ایسی سزا دو جو ان کے بعد آنے والے بھی یاد رکھیں اور جب (اے نبی ﷺ) آپ کو کسی قوم سے بددیانتی (بدعہدی) کا اندیشہ ہو تو پھر ان سے کئے ہوئے عہد کو ان کے آگے (کھلم کھلا) پھینک دیجئے۔ بے شک اللہ کو بددیانت لوگ پسند نہیں ہیں۔

وہ کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ آگے نکل گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ کو عاجز نہ کر سکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵۹

عَاهَدْتَّ	تو نے معاہدہ کیا
يَنْقُضُوْنَ	وہ توڑتے ہیں
لَا يَتَّقُوْنَ	وہ ڈر نہیں رکھتے
تَثْقَفَنَّهُمْ	تو ان کو پائے
اَلْحَرْبُ	جنگ
شَرِّدْ	تو بھگا دے۔ تو سزا دے ان کو
خَلْفَهُمْ	جو ان کے پیچھے ہیں
تَخَافَنَّ	تجھے ڈر ہو۔ خوف ہو
خِيَانَةٌ	بے ایمانی۔ بددیانتی
اَنْبِذْ	پھینک دے
سَوَآءٌ	برابری
لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتا
اَلْخَائِنِيْنَ	خیانت کرنے والے
لَا يَحْسَبَنَّ	وہ گمان نہ کریں۔ وہ نہ سمجھیں

سَبَقُوْا	وہ آگے بڑھ گئے۔ وہ بچ گئے
لَا یُعْجِزُوْنَ	وہ عاجز و بے بس نہیں کر سکتے

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۹

سورۃ الانفال میں نہ صرف ان اصولوں کو پیش کیا گیا ہے جو میدان جنگ میں لڑنے سے متعلق ہیں بلکہ ان اصولوں اور قوانین کو بھی بہت زوردار انداز میں پیش کیا گیا ہے جو چیزیں جنگ کو جنم دیتی ہیں یا جنگ کو روک دیتی ہیں۔ ہم دوسروں کے ساتھ، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ کیا معاملہ کریں جو لوگ عہد کرنے کے باوجود اس کو توڑ دیتے ہیں ان کے لئے کیا حکمت عملی اختیار کریں ان باتوں کو ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(۱) وہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بدترین ہیں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔

(۲) جو اہل ایمان سے معاہدہ کرنے کے بعد ہر مرتبہ توڑ دینے کے عادی ہیں اور وہ اس کے برے انجام سے نہیں ڈرتے۔

ان آیات میں مدینہ کے یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر سے متعلق پھر ارشاد ہے اور مکہ کے ان کفار کی طرف بھی واضح اشارہ ہے جنہوں نے معاہدہ کر کے اس کو توڑ دیا تھا۔

ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے یہودی قبائل سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان اختلاف رائے کے وقت رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سب کے لئے واجب التعمیل ہوگا۔ اور حملہ کے وقت مدینہ کے یہودی مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی کسی اعتبار سے بھی کوئی امداد نہ کریں گے۔

مگر ان یہودیوں نے غزوہ بدر کے موقع پر اور خاص طور پر غزوہ احد کے موقع پر نہ صرف اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے سردار کعب ابن اشرف نے خود مکہ جا کر اور مشرکین مکہ کو جوش دلا کر اپنی حمایت کا یقین دلایا اور ان کو جنگ احد میں لا کھڑا کیا۔

اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قیامت تک ایسے لوگوں کے متعلق احکامات عنایت فرمائے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ۔

اگر کسی قوم سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ دشمن کی مدد کرتی ہے یا اہل ایمان کے خلاف جنگ میں حصہ لیتی ہے تو ایسی قوم کے ساتھ بھی دشمنوں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔

اور اس کو ایسا سبق سکھایا جائے گا کہ پھر وہ اپنی بدنیتی پر حسرت و افسوس ہی کرتی رہ جائے۔

(۲) اگر کسی قوم سے معاہدہ ہے لیکن اس کے باوجود اس کے چند افراد دشمنوں کی مدد کرتے ہیں یا اہل ایمان کے خلاف جنگ میں حصہ لیتے ہیں تو فرمایا کہ پھر ان چند افراد کی قوم کے خلاف نہیں بلکہ ان ہی افراد کے خلاف کارروائی کر کے ان کو کیفر کردار تک

پہنچایا جائے گا۔

(۳) فرمایا گیا کہ اگر کسی قوم سے معاہدہ ہے اور اس کے طور، طریق دیکھ کر اہل ایمان کو خطرہ پیدا ہو جائے کہ یہ قوم معاہدہ کی پابند نہ رہے گی بلکہ عین وقت پر دغا دے جائے گی تو اہل ایمان کو حق حاصل ہے کہ پوری قوم کو پیشگی نوٹس دے کر اس کا معاہدہ واپس کر دیں۔ لیکن معاہدہ واپس کرنے کے بعد ان کے خلاف کسی کارروائی کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

اس بنیاد پر نبی کریم ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ کوئی قوم معاہدہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے ''عہد کا بند'' نہ کھولے۔ اگر وہ خیانت پر اتر آئیں تو ان کو برابری کی بنیاد پر جواب دیا جائے۔

(۴) اگر فریق ثانی علی الاعلان معاہدہ توڑ چکا ہے اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا مجرم ہے تو پھر اس کے خلاف بغیر کسی نوٹس کے بھی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

یہ اشارہ قریش مکہ کی طرف ہے جنہوں نے معاہدہ کے باوجود مدینہ کے یہودیوں سے ساز باز کی اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ پھر اللہ نے مکہ مکرمہ کو فتح کرا دیا۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر وہ لوگ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو وہ کسی خوش گمانی میں نہ رہیں کیونکہ ان کے خلاف کوئی بھی کارروائی ہو سکتی ہے۔ اور واقعتاً مکہ کے کفار کو معاہدہ کی خلاف ورزی بہت مہنگی پڑی اور انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنی موت کو دعوت دے ڈالی اور مکہ فتح ہو کر رہا۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ
تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ
لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ
فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱
وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ
اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲

ترجمہ: آیت نمبر ٦٠ تا ٦٢

اے (مومنو!) تم اپنی ہمت کے مطابق جو کچھ ہو سکے (دشمنوں کے خلاف) اپنی طاقت اور پلے ہوئے گھوڑوں کو (مقابلے کے لئے) تیار رکھو تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اللہ کے دشمنوں اور اپنے نامعلوم دشمنوں پر جنہیں تم نہیں جانتے صرف اللہ جانتا ہے "اپنی دھاک بٹھا دو"۔ اور (یاد رکھو) اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کرتے ہو بغیر کسی کمی اور نقصان کے تمہیں پورا پورا لوٹا دیا جائے گا۔

اگر وہ صلح کی طرف جھک جائیں تو آپ بھی صلح کے لئے جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے بیشک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اور اگر وہ (اس صلح کے ذریعہ) آپ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تو بے شک آپ کے لئے اللہ کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے آپ کو اپنی مدد سے قوت دی اور اہل ایمان کو (آپ کا مددگار بنا دیا)۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٠ تا ٦٢

اَعِدُّوا	تیاری رکھو۔ تیاری کرو
اِسْتَطَعْتُمْ	جتنی تمہاری طاقت ہے
قُوَّةٌ	طاقت۔ ہیبت
رِبَاطُ الْخَيْلِ	پلے ہوئے گھوڑے
تُرْهِبُوْنَ	تم ہیبت طاری کرتے ہو
عَدُوُّ اللّٰهِ	اللہ کے دشمن
اٰخَرِيْنَ	دوسرے
يُوَفَّ	پورا کر دیا جائے گا

جَنَحُوْا	وہ جھکیں۔ مائل ہوں
اَلسَّلْمُ	صلح
اِجْنَحْ	تو جھک جا
تَوَكَّلْ	بھروسہ کر
يَخْدَعُوْكَ	وہ آپ کو دھوکہ دیں گے
حَسْبُكَ اللّٰهُ	اللہ آپ کو کافی ہے
اَيَّدَكَ	اس نے تجھے طاقت دی۔ تیری مدد کی
بِنَصْرِهٖ	اپنی مدد سے

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۲

غزوہ بدر کے پس منظر میں اہل ایمان کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ اے اہل ایمان تم دشمن کی چالوں سے ہوشیار رہو۔ غزوہ بدر کی کامیابی پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جاؤ جب تم نے دشمن کو ایسی چوٹ دیدی ہے جس سے اس کے اوسان خطا ہو گئے ہیں تو وہ چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح تم پر کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا تم ہر طرح کے ہتھیاروں سے تیاری کرلو اس میں غزوہ بدر کے بعد سے غزوہ تبوک تک کی پیشین گوئی فرمادی گئی ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) کہ جہاں تک ہو سکے تمام جنگی قوتوں کے ساتھ ایک لشکر قائمہ تیار رکھو تا کہ جیسے ہی دشمن سے کوئی خطرہ ہو تو تم اس خطرے سے نبٹنے کیلئے تیار رہو۔ تا کہ اس کے ذریعہ اللہ کے اور تمہارے معلوم اور نامعلوم دشمنوں پر ایسی ہیبت اور رعب طاری رہے کہ وہ فوری طور پر کوئی کارروائی کرتے ہوئے دس مرتبہ غور کریں۔

ان دنوں عربوں میں باقاعدہ فوج رکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب ضرورت ہوئی لوگوں کو آواز دی گئی۔ رضا کار دوڑے دوڑے اس آواز پر جمع ہو گئے جلدی جلدی جو سامان مہیا کرنا تھا وہ کر دیا گیا اور چند گھنٹوں یا چند دنوں میں فوج کو دشمن کے مقابلے میں اتار دیا گیا۔ پھر جب لڑائی ختم ہو جاتی تو پھر سارے سپاہی اپنے اپنے کام کی طرف لوٹ جاتے۔

یہ اسلام ہے جس نے پہلی مرتبہ دنیا میں لشکر قائمہ یعنی باضابطہ اور مستقل فوج کی ضرورت کا احساس کیا اور وہ بھی اس طرح کہ وہ فوج ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس ہو۔ تاکہ اس کا رعب دشمنوں پر اس طرح پڑ جائے کہ وہ پھر پلٹ نہ سکیں۔ چنانچہ جنگ احد میں جب کفار مکہ کو شدید جانی و مالی نقصان اٹھا کر احد کے میدان سے بھاگنا پڑا تو نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سرکردگی میں دشمنوں کے پیچھے مجاہدین کا ایک دستہ دوڑا دیا گیا جس کے رعب سے دشمن واپس مکہ جانے پر مجبور ہو گیا اور اس کو پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اسی طرح جنگ موتہ کے بعد شہنشاہ روم تبوک کے مقام پر لاکھوں فوجیوں اور ہتھیاروں کے باوجود مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا اور اس کو میدان سے بھاگنا پڑا۔ دشمن پر رعب اور ہیبت سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کی بدولت غزوات میں بہت کم جانی نقصان ہوا اور نتیجہ زیادہ بہتر سامنے آیا۔

ان آیات میں ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جنگ کی تیاری ہو یا عمل کا میدان ہر جگہ ہر طرح کی مالی قربانیوں کی ضرورت پڑتی ہے اگر ملت کے افراد اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کریں تو اس سے بڑی رکاوٹوں کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ کے راستے میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ نہ صرف تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا بلکہ اس میں تمہاری آخرت کا اس طرح سامان کر دیا جائے گا کہ تمہارا کوئی نقصان نہ ہو گا۔

تیسرا اصول یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کرنے میں دیر نہ کی جائے کیونکہ دین اسلام جو امن و سلامتی کا دین ہے۔ ایک نظریہ حیات ہے اس کے آگے بڑھنے میں وہی موسم زیادہ بہتر ثابت ہوتا ہے جب امن و سلامتی ہو۔ لہٰذا جب بھی کفار اور دشمنان اسلام کی طرف سے صلح کی بات کی جائے تو اس میں اہل ایمان کے قدم سب سے آگے ہونے چاہئیں۔ اگر وہ اس صلح سے کوئی جنگی چال یا اپنے دام فریب میں پھنسانے کیلئے مکر کر رہے ہوں گے تو فرمایا گیا کہ اللہ پر بھروسہ کر کے صلح مندی کی طرف آ جاؤ۔

اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت اور پلے ہوئے گھوڑوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جس قدر ممکن ہو اس جنگی طاقت کو حاصل کر لو تاکہ اللہ کا اور تمہارا دشمن تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل نہ رہے۔ چونکہ نزول قرآن کے وقت فوجی طاقت و قوت اور پلے ہوئے گھوڑے جو جنگ کے مقصد کے لئے پالے جاتے تھے یہی اسلحہ تھا۔ لیکن آج دنیا میں اسلحہ کا انداز بہت مختلف ہو گیا ہے تو اس آیت کا مفہوم آج بھی یہی ہے کہ اس زمانہ کے مطابق جو بھی جنگ میں طاقت اور اسلحہ تیار کیا جاتا ہے اس کو اختیار کیا جائے۔ کیونکہ اس آیت میں صرف قوت جمع کرنے کا ہی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ اصل چیز ہے ''ترھبون بہ'' یعنی جس سے تم دشمن پر رعب جما سکو۔

اگر ہم آج تلواریں گھوڑے لیکر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے تو رعب تو دور کی بات ہے اپنی جان بچانا ہی مشکل ہو جائے گا۔ اگر ایٹمی جنگ ہے تو ہمیں ایٹمی جنگ کے ہی وہ ہتھیار تیار کرنے ہوں گے جن کے ذریعہ ہم دشمن کے ہتھیاروں کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ اور مقابلہ میں دشمن کو تہس نہس کرنے کا موقع ہاتھ آ سکے۔

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ
مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ
أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٣﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ
وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ
وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَ
اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾

ع ۸ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۶

(وہی تو ہے) جس نے ان کے دلوں میں محبت والفت ڈال دی۔ اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے وہ خرچ کر کے ان کے دلوں میں محبت ڈالنا چاہتے تو نہ ڈال سکتے بلکہ اللہ نے ان کے دلوں میں محبت ڈالی ہے۔ بے شک وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ اے نبی ﷺ آپ کو اور ان

لوگوں کو جو آپ کا حکم مانتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں اللہ ہی کافی ہے۔اے نبی ﷺ! مومنوں کو جہاد کی ترغیب دیجئے (اور یقین دلا دیجئے کہ) اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو مجاہد ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آجائیں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کافروں کی قوم ناسمجھ قوم ہے۔

اب اللہ نے تم سے تخفیف (کمی) کردی اور اس نے جان لیا کہ تمہارے اندر کمزوری ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دوہزار پر غالب آجائیں گے۔اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۶

اَلَّفَ	محبت ڈال دی
اَنْفَقْتَ	تو نے خرچ کیا
حَرِّضْ	رغبت دلایئے۔آمادہ کیجئے
عِشْرُوْنَ	بیس
مِأَتَيْنِ	دوسو
لَا يَفْقَهُوْنَ	وہ نہیں سمجھتے ہیں
اَلْئٰنَ	اب۔اس وقت
خَفَّفَ	ہلکا کر دیا
مِائَةٌ	ایک سو
اَلْفٌ	ایک ہزار

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۶

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ دشمن کے مقابلے میں ہر ممکن قوت کو حاصل کرو تا کہ تمہارے دشمنوں پر تمہارا رعب جم جائے۔ان آیات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اصل قوت وطاقت ہتھیار ہی نہیں ہوتے بلکہ ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ محبت،قربانی بھائی چارہ اخوت،اتحاد واتفاق،یک سوئی، یک نظری سب سے بڑا ہتھیار ہے۔اگر کوئی قوم بہت سے ہتھیار جمع کرلے لیکن ان میں ڈسپلن،نظم وضبط اور سب سے بڑھ کر اتحاد واتفاق بھائی چارہ اور ایثار وقربانی کا یہ انداز نہ ہوتو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔اس سے معلوم ہوا کہ ہتھیار اپنی جگہ بہت اہم ہیں ان کی تیاری میں کمی نہ کی جائے لیکن دشمن کے مقابلے میں اصل چیز جنگ کرنے والوں کا اتحاد واتفاق ہے جو میدان کارزار میں انتہائی مؤثر ہتھیار ہے۔آج ہم اپنی ملت میں دیکھتے ہیں کہ ان کی حکومتیں اسلحہ اور فوج پر تو سارا زور صرف کردیتی ہیں لیکن اس جذبہ کو پیدا نہیں کرتیں جو ان ہتھیاروں کو استعمال کرنے کا عظیم جذبہ ہوا کرتا ہے۔ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ’’جذبہ‘‘ محض نعروں اور باتوں سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے جب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے دین پر چل کر اللہ کو راضی کرلیا جائے۔آج ہماری سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ہم دوسری قوموں کی نقل کرکے ان کا انداز اختیار کرتے ہیں اور دین اسلام جو ساری قوتوں کا ذریعہ ہے اس کو نظر انداز کردیتے ہیں جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

(۲) اہل ایمان کی ہتھیاروں اور اتحاد واتفاق کے بعد ایک اور نہایت اہم قوت ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔اللہ کے راستے میں جہاد وقتال کرنا۔یعنی یہ جہاد وقتال صرف اور صرف اللہ کے راستے میں اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو۔صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے سامنے ہے جنہوں نے ملکوں کو فتح کرنے یا دشمن کو صرف نیچا دکھانے کیلئے جہاد وقتال نہیں کیا بلکہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کیلئے فرمایا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ملکوں کو فتح کرنا مقصد نہیں تھا لیکن جب اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جدوجہد کی تو ساری دنیا کی حکومتیں اور ان کی طاقتیں بھی ان کے قدموں کی دھول بن گئیں۔صحابہ کرامؓ کے بعد جب مقصد زندگی صرف مملکتوں اور اقتدار کا حصول رہ گیا تو ساری دنیا نے ہمیں پچھاڑ کر رکھ دیا۔اس لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اے نبی ﷺ! آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہئے۔اور اس سے بے نیاز ہوجایئے کہ فتح حاصل ہوگی یا حاصل نہ ہوگی۔صاف بات یہ ہے کہ قوت کا زمانہ ہو یا ضعف اور کمزوری کا اگر مومن مومن ہوں گے تو غلبہ اور فتح و نصرت ان کے قدموں کی خاک بن جائے گی۔اللہ تعالیٰ نے اس لئے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تم تھوڑے بھی ہوگے اور اللہ پر تمہارا اعتماد ہوگا تو فتح وکامرانی تمہاری ہوگی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى
يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ
الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٦٧ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝٦٨ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ
حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٦٩ ع ٩ ٥ ٥

ترجمہ: آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی ہوں جب تک کہ ان کو اچھی طرح کچل نہ ڈالے۔ (کیا تم) دنیا کا (تھوڑا سا) سامان چاہتے ہو۔ حالانکہ اللہ تو آخرت دینا چاہتا ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو اس کے بدلے میں ایک بہت بڑا عذاب تمہیں پہنچ جاتا۔ جو تمہیں غنیمت میں سے حلال اور پاکیزہ مال ملے اس کو کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٧ تا ٦٩

اَسْرٰی	(اَسِیْر)۔ قیدی
حَتّٰی یُثْخِنَ	جب تک کہ سختی نہ کی جائے
عَرَضُ الدُّنْیَا	دنیا کا سامان
لَوْ لَا کِتَابٌ	اگر لکھا ہوا نہ ہوتا
سَبَقَ	جو گذر گیا

لَمَسَّكُمْ	البتہ تمہیں پہنچ جاتا
اَخَذْتُمْ	تم نے لیا
غَنِمْتُمْ	تم نے مال غنیمت لیا

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۶۹

نبی کریم ﷺ جو ساری دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں آپ نے ہر موقع پر ہر اس طریقے کو اختیار فرمایا جس میں نرمی اور سہولت کا پہلو شامل ہو۔ یہاں تک کہ مشورہ میں بھی آپ اس بات کو پسند فرماتے تھے جس میں لوگوں سے نرمی کا انداز اختیار کیا گیا ہو۔

جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ غزوہ بدر مسلمانوں کے لئے پہلا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے پندرہ سال تک صحابہ کرامؓ کافروں اور مشرکوں کے ظلم سہتے رہے چونکہ ان کو جواب دینے اور کسی کے ظلم و ستم کا عملی جواب دینے کی ممانعت تھی تو وہ نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے نرم مزاجی کی طرف مائل تھے۔ غزوہ بدر ایک با قاعدہ مسلح جنگ تھی جب کہ صحابہ کرامؓ اس کے لئے کسی طرح بھی تیار نہ تھے لیکن اللہ کی مصلحت ان مجاہدین کو جنگ کی طرف لے گئی اور پھر اس جنگ کے ذریعہ کفر و شرک کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی۔

کفار مکہ کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر ہی قید کر لئے گئے۔ قید ہونے والے کوئی غیر نہ تھے بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جن سے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین مکہ کی قرابت داری بھی تھی اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جب مشورہ کیا جاتا ہے تو اس میں ہر شخص کو رائے دینے کا حق حاصل ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے میں کسی طرح کے تکلف کو پسند نہیں فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ پوری آزادی رائے کے مطابق پورے ادب و احترام کے ساتھ اپنی رائے کو پیش کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے اس موقع پر بھی اپنے تمام صحابہ کرامؓ مجاہدین سے مشورہ کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ اور دیگر اصحاب کرامؓ نے چند احادیث میں اس کو تفصیل سے روایت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ جب بدر کی جنگ کے بعد کفار مکہ کے ستر قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس کے لئے کوئی اللہ کا واضح حکم موجود نہیں ہے لہٰذا کیا کیا جائے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ سب قیدی اپنے رشتہ دار اور بھائی تو ہیں۔ اگر ان کو کچھ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور نرم سلوک کیا جائے تو شاید کچھ لوگ مسلمان ہو جائیں یا ان کی اولادیں ہمارے دست و بازو بن جائیں۔ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ اس

کے برخلاف حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں۔ اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو اس سے کفر و شرک کا سر کٹ جائے گا اور مشرکین پر ہماری ہیبت طاری ہو جائے گی اور آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور اللہ کے راستے سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا۔ دوسری طرف ان مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہو جائے گا۔ کہ ہم نے اللہ کے معاملے میں اپنی رشتہ داریوں کا بھی خیال نہیں کیا۔ لہٰذا ہماری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے جو بھی کسی کا عزیز و قریب ہو وہ اپنے عزیز و قریب کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے۔

رائے کا یہ اختلاف بڑا شدید تھا اور بڑا جذباتی لمحہ تھا لیکن نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اکثریت میں صحابہ کرامؓ کی رائے پر عمل کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل کیا جاتا تو کفر و شرک کی کمر ٹوٹ جاتی لیکن نبی کریم ﷺ جو ہمیشہ نرمی کے معاملے کی طرف رغبت فرماتے تھے آپ نے نرمی کا فیصلہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ جب تک کفر کی طاقتوں کو کچل کر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک ان کفار کے ساتھ کوئی نرم معاملہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس بات پر تنبیہ فرما دی ہے کہ اللہ کو یہی پسند ہے کہ ابھی کفار کے ساتھ نرمی کا معاملہ نہ کیا جائے۔ بعض روایات سے اشارہ ملتا ہے کہ اس مشورے میں اگر حضرت عمر فاروقؓ اختلاف نہ کرتے تو اللہ کا مقرر عذاب آ جاتا۔ مگر مشورہ کی برکت سے اللہ نے اس عذاب سے اہل ایمان کو محفوظ رکھا۔ معلوم ہوا کہ مشورہ میں بہت برکت ہے۔

چونکہ اس آیت میں تہدید فرمائی گئی ہے اس لئے صحابہ کرامؓ ڈر گئے کہ یہ فدیہ جو وصول کیا گیا ہے اس کو استعمال کیا جائے یا نہیں چونکہ یہ بھی مال غنیمت تھا اس آیت میں فرما دیا گیا کہ مال غنیمت حلال ہے اس کو کھایا جائے استعمال کیا جائے بس اللہ کا خوف ہمیشہ پیش نظر رہے۔ اللہ تو بہت معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٠﴾ وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۰ تا ۷۱

اے نبی ﷺ! جو قیدی آپ کے قبضے میں ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو جو تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ آپ سے بد دیانتی (بدعہدی) کریں گے تو انہوں نے اس سے پہلے بھی خیانت کی ہے (جس کی وجہ سے اللہ نے) تمہیں ان پر قابو عطا کر دیا ہے۔

اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۰ تا ۷۱

یُؤْتِکُمْ	وہ تمہیں دے گا
خَیْرٌ	زیادہ بہتر
اُخِذَ	لیا گیا
اَمْکَنَ	اس نے قوت دی

تشریح: آیت نمبر ۷۰ تا ۷۱

یہ قیدی کون تھے؟ یہ وہی کفار و مشرکین تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا، قتل کیا، نقصان پہنچایا، وحشیانہ مظالم کئے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں پھر بھی ایک دفعہ توبہ کرنے کا موقع دے دیا۔

اس شرط کے ساتھ آئندہ معافی کا وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اے قیدیو! آج تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اور جو کچھ مال غنیمت ہے وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا شرط یہ ہے کہ اللہ نے اگر تمہارے عمل اور کردار میں خیر کو جان لیا اور تم نے بھی آئندہ شرارتیں کرنے سے

اپنے آپ کو روک لیا تو وہ رب سب پر مہربان ہے تم پر بھی مہربانی فرمائے گا۔ اہل ایمان کو اس بات پر تسلی دی گئی ہے کہ یہ قیدی اپنی آزادی کا فدیہ دے رہے ہیں اور ان کو چھوڑا جا رہا ہے اگر انہوں نے پھر بھی اپنی روش کو قائم رکھا اور شرارتیں کرتے رہے تو اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے پہلے بھی ایک دفعہ اپنے وعدہ اور معاہدہ کو توڑا ہے۔ انجام سامنے ہے۔ اگر انہوں نے آئندہ اس نرمی سے غلط فائدہ اٹھایا تو پھر سے ان کا یہی بلکہ اس سے بھی زیادہ برا حال ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّ
نَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ
يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ
وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ
وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ
حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ
وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ
بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾ ع ١٠ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے' انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور جنہوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان تو لائے مگر انہوں نے ہجرت نہیں کی تو ان کی رفاقت کا آپ سے اس وقت تک تعلق نہیں ہے جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں۔ اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا لازمی ہے سوائے اس قوم کے جن سے تمہارا کوئی معاہدہ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اگر تم نے یہ نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور جنہوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی یہی سچے مومن ہیں۔

ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا یہ لوگ بھی تم میں سے ہیں۔ اور اللہ کی کتاب میں رشتے دار ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک اور حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

جَاهَدُوْا	انہوں نے جہاد کیا
اٰوَوْ	ٹھکانا دیا۔ سہارا دیا
وَلَایَةٌ	ساتھ۔ رفاقت
اِسْتَنْصَرُوْا	وہ مدد مانگیں
عَلَیْکُمْ	تم پر (لازم) ہے
اَلنَّصْرُ	مدد کرنا

مِیْثَاقٌ	عہد ومعاہدہ
اِلَّاتَفْعَلُوْهُ	اگر تم نے ایسے نہ کیا
فَسَادٌ	تباہی
رِزْقٌ كَرِیْمٌ	عزت کی روزی
اُولُو الْاَرْحَامِ	رحم والے۔رشتہ دار
اَوْلٰی	زیادہ قریب

تشریح: آیت نمبر ۷۲ تا ۷۵

مکہ مکرمہ میں صحابہ کرامؓ نے ایمان واسلام کے لئے جو قربانیاں دیں وہ ایسی ایثار وقربانی کی مثالیں ہیں جن کی مثال تاریخ انسانی میں ملنا مشکل ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ابتداء میں تمام تر قربانیوں کے باوجود اگر کسی نے ہجرت نہیں کی تو صاف صاف فرمادیا گیا کہ ان کا دین وایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اگر وہ ہجرت کر لیتے ہیں تو یہ ان کے صاحب ایمان ہونے کا ثبوت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لا کر ہجرت بھی کر لی ہے اور اپنا گھر بار چھوڑ کر وہ مدینہ آگئے اور انہوں نے اپنے جان ومال دونوں کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا وہ سچے مومن ہیں۔اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے مکہ سے آنے والے مہاجرین کو مدینہ میں پناہ دی اور ان کے ساتھ بے مثال قربانیوں کے نمونے پیش کئے۔وہی مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے ساتھی ہیں دوست ہیں اور رفیق ہیں۔

لیکن وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی ان کے لئے فرمایا کہ نبی ﷺ پر اور اہل ایمان پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ہاں البتہ اگر کسی سے تمہارا معاہدہ نہیں ہے اور وہاں کے مسلمان تم سے مدد مانگیں تو تم ان کی مدد کر دو یہ تم سب کی ذمہ داری ہے۔

یہ ہجرت کی شرط فتح مکہ کے بعد ختم کر دی گئی تھی فرمایا کہ یہ اہل ایمان تو ایک دوسرے کے ساتھ ہیں لیکن وہ لوگ جنہوں نے

کفر کی روش اختیار کی وہ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ لیکن اے اہل ایمان اگر تم نے ایمان والوں کی مدد نہ کی تو زمین فتنہ وفساد کا اکھاڑہ بن جائے گی اور بڑا فساد برپا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر انصار و مہاجرین کے درمیان ''مواخات'' بھائی چارے کو قائم فرمایا یعنی ایک مہاجر اور ایک انصاری کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔

انصار مدینہ نے بے مثال ایثار کے نمونے پیش کئے اپنی جائیدادوں تک میں مہاجرین کو شامل فرمالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ بشارت عطا فرمائی کہ یہ سچے مومن ہیں یہ ایک دسرے کے دوست اور ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عزت کی روزی اور رزق عطا فرمائے گا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور اہم بات پر اس سورت کو ختم فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے بعد جتنے مہاجرین تم میں آ کر ملتے جائیں تمہارے ساتھ رہ کر دین کی عظمت و سربلندی کے لئے کوشش کرتے جائیں وہ تمہارے بھائی ہیں ان کے تمام تر تعلقات ایک جیسے ہیں البتہ اگر پہلے مہاجرین کے قریبی رشتے دار مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئیں تو پھر وہ اپنے رشتے داروں کے وارث ہوں گے اور اللہ کی کتاب میں قرابت داروں کا جو حصہ مقرر ہے اس کے مطابق وراثت کی تقسیم ہوگی نئے بھائی چارہ کی وجہ سے وہ وراثت سے محروم نہ رہیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۰ تا ۱۱

• واعلموا • یعتذرون

سورۃ نمبر ۹

التَّوْبَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التوبہ

سورۃ نمبر	9
رکوع	16
آیات	129
الفاظ وکلمات	2537
حروف	11360
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆اس سورۃ کے دو نام آتے ہیں۔(١) سورہ توبہ (٢) سورہ برأت

☆توبہ کے معنی پلٹنے اور لوٹنے کے ہیں۔ جب کوئی اللہ کا بندہ گناہوں سے نادم ہو کر سچے دل سے اللہ کی طرف یعنی نیکیوں کی طرف پلٹتا ہے تو اس کو توبہ کہتے ہیں۔ چونکہ اس سورۃ میں چند صحابہ کرامؓ کی توبہ قبول کی گئی ہے اس لیے اس کا نام سورہ توبہ رکھا گیا ہے۔

☆سورہ براءت...... براءت کے معنی چھٹکارا پانا۔ بیزاری اور نفرت کا اظہار کرنا ہے۔ چونکہ کفار و مشرکین مسلسل اپنی عہد شکنیوں کے مجرم تھے اس لیے مسلمانوں نے جو معاہدے کیے تھے ان کو ختم کر کے کفار و مشرکین کو حرمین سے نکالنے اور کفار و مشرکین کی بدعہدیوں سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کو سورہ براءت بھی فرمایا گیا ہے۔

اس سورت کے دو نام ہیں سورہ توبہ اور سورہ برات۔

☆قرآن کریم کی تمام سورتوں کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اس لیے کی جاتی ہے کہ پڑھنے والے کو حصول برکت کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایک سورۃ ختم ہو کر دوسری سورۃ شروع ہوگئی ہے۔ اس لیے اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جز نہیں ہے۔ سورہ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

قرآن کریم کی ہر سورۃ کی ابتداء بسم اللہ سے کی جاتی ہے صرف اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی۔

☆اس سلسلے میں بہت سے حضرات نے بہت سی باتیں کہی ہیں مگر حضرت عثمان غنیؓ جو کہ جامع القرآن ہیں جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر جب بھی کوئی سورۃ یا آیات نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی لکھنے والے کو بلا کر اسی وقت لکھوا دیتے۔ سورہ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کہ سورہ توبہ آخری زمانے میں نازل ہوئی۔ ان دونوں سورتوں کے مضامین جو جہاد و قتال سے متعلق ہیں اس قدر ملتے جلتے اور ایک جیسے ہیں کہ میں سمجھا کہ سورہ توبہ سورہ انفال کا جزو ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی خاص وضاحت سامنے نہیں آئی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس دنیا

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر اور ان مہاجرین و انصار پر توجہ فرمائی ہے یعنی توبہ قبول کر لی جنہوں نے ایسی تنگی و پریشانی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا جب کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل پھر جائیں پھر وہ ان پر متوجہ ہوا۔ بے شک اللہ ان پر مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اور ان تین لوگوں پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا۔ یہاں تک زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر ایسا بوجھ بن گئی تھی کہ ان کی جانوں پر بن آئی تھی۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اگر کوئی ٹھکانا ہے تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ ان تینوں حضرات حضرت کعب ابن مالک، مرارہ ابن ربیع اور حضرت ہلال ابن امیہ کی توبہ کو قبول کرلیا۔

سے رخصت ہوگئے۔ اس لیے میں نے دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھ دیا اور بیچ میں بسم اللہ کو نہیں لکھا۔

☆اب سورہ توبہ کی جب بھی تلاوت کی جائے گی تو عام دستور کے مطابق اس کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھی جائے گی نہ پڑھی جائے گی، البتہ اگر کسی نے اس سورۃ کے درمیان سے تلاوت شروع کی تو اس میں اعوذ باللہ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور قبائل کے کفار و مشرکین سے آپس میں جنگ نہ کرنے کے معاہدے کیے ہوئے تھے مگر ان کی طرف سے مسلسل عہد شکنیوں اور بدعہدیوں کی وجہ سے فتح مکہ کے بعد حرمین کی سرزمین کو کفار و مشرکین کے وجود سے پاک کرنے کے احکامات دیئے تاکہ وہ تمام معاہدات جو پہلے سے کیے گئے تھے اب ختم کر کے حرمین کی سرزمین میں قیامت تک کفار و مشرکین کا داخلہ ممنوع کر دیا جائے۔ فرمایا گیا ہے کہ چار مہینے یا کسی جاری معاہدے کی مدت ختم ہونے کے بعد اگر کفار و مشرکین اس سرزمین کو نہ چھوڑیں تو پھر ان سے قتال کیا جائے گا تا کہ کفر و شرک کے فتنے سے یہ سرزمین ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے گی۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ ١
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ
وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ٢ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَ
رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ ٣ اِلَّا
الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ
يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ٤ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ
وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَاِنْ
اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ
اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ٦ ١ ع ٦ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ اور اس کے رسول نے ان مشرکوں سے ہاتھ اٹھالیا ہے جنہوں نے معاہدہ کر کے (اس کو توڑ دیا تھا) تم سرزمین حرم میں چار مہینے اور چل پھر لو اور اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو عاجز و بے بس نہیں کر سکتے اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل و رسوا کر کے رہے گا۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حج اکبر کے دن اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ مشرکوں سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ پھر اگر تم توبہ کرتے ہو تمہارے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تم نے کفر کی روش کو قائم رکھا تو یاد رکھو تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور (اے نبی ﷺ) ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ہے دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجئے۔

سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے، جنہوں نے وعدہ میں بدعہدی نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی تو ان سے معاہدہ کی مدت کو پورا کرو۔ بے شک اللہ تقویٰ والوں کو پسند کرتا ہے پھر جب اشھر الحرم (احترام والے چار مہینے) گذر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کرو، انہیں پکڑو، گھیرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور اگر مشرکین میں سے کوئی بھی پناہ مانگے تو آپ اس کو اس وقت تک پناہ دیدیجئے جب تک وہ اللہ کا کلام نہ سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے وجہ یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

بَرَآءَۃٌ	(برء)۔ چھٹکارا پانا۔ جان چھڑانا
عٰهَدْتُّمْ	تم نے معاہدہ کیا تھا
سِیْحُوْا	چلو پھرو
اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ	چار مہینے

غَيْرُ مُعْجِزِ اللّٰهِ	اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے
مُخْزِيْ	رسوا کرنے والا
اَذَانٌ	اعلان ہے
اَلْحَجُّ الْاَكْبَرُ	بڑا حج (جس حج میں آپ ﷺ نے شرکت فرمائی)
تُبْتُمْ	تم نے توبہ کرلی
تَوَلَّيْتُمْ	تم پلٹ گئے
لَمْ يَنْقُصُوْا	کمی نہ کی
لَمْ يُظَاهِرُوْا	مدد نہ کی
اَتِمُّوْا	تم پورا کرو
اِنْسَلَخَ	نکل گیا
اُقْتُلُوْا	جہاد کرو
وَجَدْتُّمُوْهُمْ	تم نے ان کو پایا
خُذُوْا	پکڑو
اُحْصُرُوْا	گھیرو
اُقْعُدُوْا	بیٹھو
كُلُّ مَرْصَدٍ	ہر گھات کی جگہ
تَابُوْا	انہوں نے توبہ کرلی
اَقَامُوْا	انہوں نے قائم کیا
اٰتَوُا	انہوں نے دیا
خَلُّوْا	چھوڑ دو

سَبِيْلٌ	راستہ
اِنْ اَحَدٌ	کوئی ایک
اِسْتَجَارَكَ	آپ سے پناہ مانگے
اَجِرْهُ	اس کو پناہ دے دے
حَتّٰى يَسْمَعَ	یہاں تک کہ وہ سن لے
اَبْلِغْهُ	اس کو پہنچادے
مَاْمَنَه'	اس کی حفاظت کی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ توبہ اور سورۃ براءت اس کے دو نام ہیں۔اس سورت میں تین مخلص مسلمانوں کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہے اس لئے اس کو سورہ توبہ کہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کفار و مشرکین سے ہاتھ اٹھا لینے اور بری الذمہ ہونے کے اعلان کی وجہ سے اس کو سورۂ براءت کہتے ہیں۔

قرآن کریم کی ہر سورت کے شروع میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھی ہوئی ہوتی ہے جو صرف اس بات کی علامت ہے کہ ایک سورت ختم ہونے کے بعد دوسری سورت شروع ہو رہی ہے۔بسم اللہ قرآن کریم کی ایک آیت تو ہے جو سورۂ نمل میں آئی ہے لیکن ہر سورت کا جز نہیں ہے۔

عام طریقے کے مطابق اس کے شروع میں ''بسم اللہ'' کیوں نہیں لکھی گئی یہ ایک سوال ہے؟ جس کا صحابہ کرامؓ اور علماء کرام نے جواب تحریر فرمایا ہے۔

(۱) حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ سورۂ انفال اور سورۂ براءت دو سورتیں ہیں یا ایک سورت ہے۔مضمون کے لحاظ سے ایک سورت لگتی ہیں ممکن ہے دو سورتیں ہوں اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی کوئی واضح ہدایت مجھے یاد نہیں ہے۔

(۲) بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں جنگی اصول اور عام رواج کے مطابق جب کوئی ایسا ''نقض

معاہدہ'' (معاہدہ توڑنا) کی مراسلت ہوتی تھی تو اس میں اللہ کا نام نہیں لکھتے تھے چونکہ اس سورت میں کفار ومشرکین سے براءت، بے زاری اور دست برداری کا اعلان کیا گیا ہے ممکن ہے اس وجہ سے بسم اللہ نہ لکھی گئی ہو۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

بہر حال امت کے نزدیک یہ دو سورتیں شمار کی جاتی ہیں اسی لئے سورۂ انفال کے بعد جب سورۂ توبہ شروع ہوتی ہے تو کچھ جگہ خالی ہوتی ہے جس میں بسم اللہ نہیں ہوتی۔

مسئلہ کی رو سے اب جب بھی سورۂ براءت شروع کی جائے گی تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھی جائیگی اور نہ پڑھی جائیگی لیکن اگر کسی شخص نے سورۂ براءت کا کچھ حصہ پڑھ لیا اور رک گیا تو دوبارہ تلاوت کرتے وقت اعوذ باللہ کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سورۂ برأت کے پہلے رکوع (آیت نمبر ا تا نمبر ٦) میں کفار ومشرکین سے دست برداری کے اعلان اور اس پر عمل کرنے کا جو بھی حکم دیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) ٦ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا اور چودہ سو صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آپ کے ہمراہ ہوگئے۔ بیت اللہ جو اللہ کا گھر ہے اس میں موافق، مخالف، دوست اور دشمن کسی کو زیارت بیت اللہ سے روکنے کا کسی کو حق حاصل نہیں تھا۔ جب کفار مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور ڈیڑھ ہزار صحابہؓ رسول ﷺ عمرہ کرنے کے لئے حدیبیہ کے مقام تک پہنچ چکے ہیں تو وہ گھبرا اٹھے وجہ یہ تھی کہ اگر نبی مکرم ﷺ عمرہ ادا کر کے واپس جاتے ہیں تو قریش کی ہوا اکھڑ جائے گی اور اگر منع کرتے ہیں تو ساری دنیا میں یہ رسوائی ہوگی کہ اللہ کی عبادت سے اللہ کے بندوں کو روک دیا گیا پہلے تو کفار مکہ نے کچھ ایسی سازشیں کیں جن سے دنیا پر ظاہر کر دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ عبادت کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں مگر ان کی ہر سازش اور چال کو نبی کریم ﷺ نے ان پر ہی الٹ دیا۔ بالآخر وہ اس بات پر راضی ہوگئے کہ ہم مسلمانوں کو عبادت سے تو نہیں روکتے لیکن اس سال ایک معاہدہ کر لیتے ہیں تاکہ آئندہ سال مسلمانوں کو عمرہ کرنے کی اجازت اور سہولت دیدی جائے۔ چنانچہ ایک معاہدہ دس سال کے لئے طے پا گیا جس کو تاریخ میں ''صلح حدیبیہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کفار مکہ نے اندرونی اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے معاہدہ تو کر لیا۔ لیکن اس کا مقصد صرف وقت کو ٹالنا تھا۔ چنانچہ کفار مکہ اور ان کے حلیفوں نے ایسی سازشیں، حملے اور خفیہ کارروائیاں شروع کر دیں جن سے اس معاہدہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئیں۔ چونکہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کفار مکہ کی طرف سے کی گئی تھی تو آپ ﷺ نے دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ بغیر کسی خون خرابے کے ۸ ہجری میں مکہ کو فتح کر لیا۔ مکہ فتح ہونے کا مطلب یہ تھا کہ پورے جزیرۃ العرب پر آپ کا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا قبضہ ہو چکا ہے۔ لیکن کفار ومشرکین چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح اپنی انتقامی کارروائیوں میں مشغول رہتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد پورے جزیرۃ العرب پر آپ کا مکمل کنٹرول ہو چکا تھا۔ لیکن اندرونی اور بیرونی خطرے بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار ومشرکین سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان عام کیا جاتا ہے کہ مشرکین سے جو معاہدہ کیا گیا تھا

اب اس سے دست برداری کا اعلان کیا جاتا ہے۔اب ان کی حفاظت حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ چار مہینے کی مدت دی جاتی ہے جس میں یہ اپنے مستقبل کے لئے کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں (۱) چار مہینے کے اندر اندر جو شخص کسی بھی جگہ جا کر اپنا ٹھکانا بنا سکتا ہو وہ بنالے (۲) یا وہ کفر و شرک سے توبہ کر کے اسلام قبول کرنا چاہے تو کرلے (۳) لیکن اگر چار مہینے کی یہ مدت گذر گئی تو پھر ان کے صفایا کرنے میں کسی بھی کوشش کو نظر انداز نہیں کیا جائیگا۔ جہاں یہ پائے جائیں گے ان کو گھیر کر تاک تاک کر قتل کیا جائے گا۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر حج کے عظیم اجتماع میں جا کر اس بات کا اعلان کردو۔ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علی تم بھی جا کر ان آیتوں کو پڑھ کر سب کو سنادو اور اس کا اعلان عام کردو۔

چنانچہ ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا اعلان کیا گیا۔ ۱۰ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے حج فرمایا تو اس موقع پر صرف اہل ایمان اس حج میں شریک تھے کفار و مشرکین کو نکال دیا گیا تھا۔ یہی وہ حج ہے جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے یہ آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کا آخری حج تھا اس حج کو حج اکبر فرمایا گیا ہے اور واقعتاً اگر کوئی حج اکبر تھا تو وہ وہی تھا جس میں نبی کریم ﷺ اور صرف اہل ایمان شریک تھے اس کے بعد کسی حج کو حج اکبر نہیں کہا جاسکتا مگر یہ کہ حج اکبر حج اصغر کے مقابلے میں بولا جائے کیونکہ اہل عرب عمرے کو حج اصغر کہتے ہیں اسی بنیاد پر امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ ایام حج کو حج اکبر کا دن کہنے سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ ایام حج کے لئے مخصوص ہیں اور ان میں عمرہ نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کے دن پڑ جائے وہ حج اکبر ہوتا ہے یہ بات صحیح نہیں۔ یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے روز ہوجائے لیکن اس بنیاد پر اسے حج اکبر کہنا عوامی اصطلاح ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ شریعت کی رو سے اس بات کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ان آیتوں میں پہلا حکم تو یہ تھا

(۲) دوسرا حکم یہ فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جس معاہدہ سے براءت کا اظہار فرمایا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ اگر کسی قوم سے کوئی معاہدہ موجود ہے تو اس کا خیال رکھا جائے اور اپنی طرف سے معاہدہ کو نہ توڑا جائے۔

(۳) یا اگر کسی قوم سے کوئی ایسا معاہدہ ہے جس کی مدت مقرر ہے تو اس مدت کو اور اس معاہدہ کو پورا کیا جائے۔

(۴) چوتھی بات یہ فرمائی گئی کہ اگر کوئی مشرک آپ ﷺ سے پناہ کی درخواست کرے تو آپ اس کو۔ صرف اس وقت تک پناہ دے سکتے ہیں، اس کی حفاظت کرسکتے ہیں جب تک وہ اللہ کا کلام نہ سن لے۔ اگر وہ اللہ کا کلام سن کر ایمان لے آئے اور اسلامی احکامات نماز و زکوٰۃ کی پابندی کرلے تو فرمایا کہ اب اس کا راستہ چھوڑ دو۔ لیکن اگر وہ اپنی کفر کی روش پر قائم رہتا ہے تو اس کو اس کی حفاظت کی جگہ پہنچادیا جائے۔

(۵) پانچویں بات یہ فرمائی گئی کہ جب اشہر الحرم گذر جائیں یعنی رجب ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ ان چار مہینوں کے گذر نے کے بعد پھر تم جہاں بھی مشرکین کو پاؤ۔ گھیرو اور ہر گھات میں بیٹھ کر ان کو قتل کردو اور ان کے ساتھ کسی طرح کی نرمی کا معاملہ اختیار نہ کرو۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ
اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا
لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۷ كَيْفَ وَاِنْ
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ
بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۸ ۚ
اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ
اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ
اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۱۰ فَاِنْ تَابُوْا
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ
وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۱۱ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک ان مشرکین سے کیسے کوئی معاہدہ قائم رہ سکتا ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں تو تم بھی ان سے سیدھا معاملہ کرو۔ بے شک اللہ اہل تقویٰ کو پسند کرتا ہے۔ (ان سے صلح) کیسے رہ سکتی ہے اگر وہ تمہارے اوپر غلبہ حاصل کرلیں تو پھر وہ کسی رشتہ داری کا خیال کریں گے نہ کسی

قول وقرار کا۔ وہ تمہیں (چکنی چپڑی) باتوں سے بہلا رہے ہیں مگر ان کے دل مخالف ہیں اور ان میں سے اکثر تو نافرمان ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کو تھوڑی سی گھٹیا قیمت پر بیچ دیا اور وہ اللہ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ کیسے برے کرتوت ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں۔ مومنوں کے معاملہ میں نہ وہ کسی قرابت داری کا خیال کرتے ہیں اور نہ کسی معاہدہ کا۔ یہی لوگ حد سے بڑھ رہے ہیں۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور ہم ان لوگوں کے لئے آیات کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں جو لوگ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور اگر وہ معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن و طنز کریں تو تم کفر کے سرداروں کو قتل کرو۔ کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ شائد کہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۲

اِسْتَقَامُوْا — سیدھے ہیں

اِنْ یَّظْهَرُوْا — اگر وہ غالب آجائیں

لَا یَرْقُبُوْا — لحاظ نہ کریں گے

اِلًّا — قریبی دوستی۔ رشتہ داری

ذِمَّةٌ — عہد۔ معاہدہ

یُرْضُوْنَ — وہ راضی کرتے ہیں

اَفْوَاهٌ — (فُوْهٌ)۔ منہ

اِشْتَرَوْا — خرید لیا۔ لے لیا

ثَمَنًا قَلِیْلًا — گھٹیا قیمت۔ تھوڑی قیمت

اَلْمُعْتَدُوْنَ — حد سے نکل جانے والے

اِخْوَانٌ — (اَخٌ)۔ بھائی

نَكَثُوْا — توڑ دیں

اَیْمَانُهُمْ — اپنی قسمیں

طَعَنُوْا	طعنے دیں۔ برائیاں نکالیں
اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ	کفر کے سردار۔ سرغنے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

قرآن کریم کی ان آیات سے جو ہدایات ربانی فراہم ہوتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) وہ معاہدے جو رسول اللہ ﷺ نے مسجد حرام کے پاس اور اس کے آس پاس کے قبیلوں یعنی بنو کنانہ، بنو خزاعہ اور بنی حمیرہ کے ساتھ کیے تھے وہ اپنی آخری مدت تک قائم رہیں گے۔ فرمایا کہ اگر وہ سیدھے طریقے پر چلتے ہیں۔ اپنے معاہدوں کی پابندی کرتے ہیں تو اہل ایمان پر بھی تمام معاہدوں کی پابندی لازم ہے لیکن اگر وہ خود ہی اس عہد و معاہدہ کو توڑ دیتے ہیں تو بے شک اللہ کو احتیاط پسند ہے مگر ہر قوم سے وہی معاملہ کیا جائے جو اس نے مسلمانوں سے کیا ہوا ہے۔

(۲) ان مشرکین کے ساتھ عہد و معاہدہ کی پابندی نہیں ہوسکتی جنہوں نے دشمنان اسلام کی مدد کر کے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ بلکہ معاہدہ کرتے وقت ہی ان کی نیت میں اخلاص نہ تھا وہ چکنی چپڑی باتیں جو ظاہراً ان کی زبان پر تھیں وہ باطناً ان کے دل میں نہ تھیں۔ آج بھی ان کے دل کدورت اور نفرتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ذرا بھی قابو پا جائیں تو اہل اسلام پر حملہ کرنے میں پس و پیش نہ کریں گے۔ نہ قرابت کا لحاظ کریں گے نہ کسی معاہدہ کا ہمیشہ زیادتی ان ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

فرمایا کہ ان مشرکوں کے ساتھ معاہدہ کی پابندیاں بھی نہیں ہوسکتیں، اگر چہ ان کے اندر کچھ اچھے لوگ بھی ہیں مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو نافرمان اور گناہ کے دل دادہ ہیں۔ جن کے دلوں میں ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں ہے وہ اس مادی دنیا کے پیچھے پاگل بنے ہوئے ہیں حالانکہ دنیا کا فائدہ عارضی ہے۔ اور اس ابدی اور عظیم ترین فائدہ کو چھوڑ رہے ہیں جس کا نام خوشنودی الٰہی ہے۔

(۳) فرمایا کہ اس سب کے باوجود اسلام نے معافی اور درگذر کا دروازہ اب بھی کھلا رکھا ہے۔ اگر وہ اَب بھی توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ لوگ ملت اور اخوت اسلامی میں داخل ہوسکتے ہیں۔

(۴) لیکن اگر انہوں نے اسلام دشمنی اور معاہدہ شکنی کی روش کو اپنایا تو پھر ان کے سرغنوں سرداروں اور کفر کے لیڈروں کو تلواروں کی نوک پر رکھا جائے گا کیونکہ وہ اب تلوار سے نیچے کسی طرح نہیں مانیں گے۔ معاہدہ توڑنے والوں کے ساتھ نیا معاہدہ بیکار ہے۔ فرمایا کہ ان تمام باتوں کے باوجود اگر وہ اب بھی کفر و شرک سے توبہ کر کے دین اسلام کو سچے دل سے قبول کرلیں اور

صلوۃ وزکوۃ کے ذریعہ اپنی اصلاح کرلیں تو وہ نہ صرف ملت اسلامیہ کا ایک فرد بن جائیں گے بلکہ ان کے ماضی کے حالات اور عہد شکنیوں سے بھی اہل ایمان تعرض نہیں کریں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو صلوۃ وزکوۃ کا انکار کردے وہ مسلم نہیں ہے وہ مشرک وفاسق ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں کچھ لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اسی آیت سے استدلال کرکے فرمایا تھا کہ اگر وہ زکوۃ کا انکار کریں گے تو میں ان کے خلاف تلوار اٹھاؤں گا کیونکہ ایسے لوگ کتنے بھی اچھے اعمال کرتے ہوں اسلام کے اس عظیم رکن کی توہین برداشت نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ جھوٹی نبوت کے دعویداروں کے ساتھ ساتھ مانعین زکوۃ کے خلاف بھی جہاد کیا اور ان سے کافروں جیسا سلوک کیا گیا۔

(۵) فرمایا گیا کہ اگر وہ اپنے عہد ومعاہدے اور قسموں کو توڑتے ہیں اور اسلام کو طعن وطنز کے نشتروں سے زخمی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے سرغنوں اور سرداروں کے خلاف اقدامات کئے جائیں وجہ یہ ہے کہ یہی لوگ دین کے آڑے آرہے ہیں۔ یہ اپنے ذاتی مفادات کے لئے عوام کو تباہ وبرباد کررہے ہیں۔ جو لوگ دین اسلام کی طرف آنا چاہتے ہیں یہ ان کو طرح طرح کے نعرے دے کر اس سے روک رہے ہیں لہٰذا راستے کی اس رکاوٹ کو دور کرکے ان سرداروں سے قتال کیا جائے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا
بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ
فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾
قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ
وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ ع ۸ ۱۰ ۲
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ۧ

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

(اے مومنو!) کیا تم ایسی قوم سے قتال نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں (معاہدہ) کو توڑ ڈالا اور انہوں نے رسول کو نکالنے کی سازش کی۔ پہلے انہوں نے تم سے چھیڑ چھاڑ کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اگر تم مومن ہو۔ تم ان سے قتال کرو تا کہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے۔ انہیں رسوا کر دے اور ان پر تمہیں فتح و نصرت اور مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈک عطا فرمائے اور ان کے دلوں سے غصے کو نکال دے۔ وہ جس پر چاہتا ہے توجہ فرماتا ہے۔ اللہ علم و حکمت والا ہے۔

کیا تم یہ سمجھ بیٹھے کہ یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے ان کو جانچا ہی نہیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں۔

اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا جگری (راز دار) دوست نہ بناؤ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کی پوری طرح خبر رکھتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

هَمُّوْا	انہوں نے ارادہ کیا
اِخْرَاجُ	نکالنا
بَدَءُوْا	انہوں نے ابتدا کی
اَوَّلَ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ
اَتَخْشَوْنَ	کیا تم ڈرتے ہو
اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے
اَنْ تَخْشَوْهُ	یہ کہ تم اس سے ڈرو

يُخْزِ	وہ رسوا کرے گا
يَشْفِ	شفا دے گا
صُدُوْرٌ	(صَدْرٌ)۔ سینے
يُذْهِبْ	دور کر دے گا
غَيْظٌ	غصہ
اَمْ حَسِبْتُمْ	کیا تم نے سمجھ لیا
اَنْ تُتْرَكُوْا	یہ کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے
لَمَّا يَعْلَمْ	ابھی تو معلوم ہی نہیں ہوا
لَمْ يَتَّخِذُوْا	نہیں بنایا
وَلِيْجَةٌ	گہرا دوست۔ جگری دوست

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

فتح مکہ کے بعد اگرچہ مشرکین کا زور اور جنگی طاقت دم توڑ چکی تھی لیکن سانپ ابھی تک سانس لے رہا تھا دین اسلام کی پالیسی یہ ہے کہ اللہ و رسول کے دشمنوں سے جس حد تک ممکن ہو آسانی کا معاملہ کیا جائے لیکن اگر وہ اپنی سازشوں اور حرکتوں سے باز نہیں آتے تو ان کے خلاف راست اقدام کیا جائے اور فتنہ کا سر کچل دیا جائے۔ ان ہی اقدامات میں سے ایک قدم یہ تھا کہ اب ایک خاص مدت کے بعد کوئی مشرک اور کافر حرم مکہ میں داخل نہ ہونے پائے اور مشرکین کا کوئی عمل دخل حج اور خانہ کعبہ کے انتظامات سے نہ رہے۔ اس طرح ان کی مالی منصبی اور دوسری طاقتوں کو ختم کر دیا گیا تا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے دین کے خلاف مرکز میں بیٹھ کر سازشیں نہ کر سکیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ان رسوم کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جن پر مشرکین کی خاص طاقت اور خاص آمدنی قائم تھی۔

چنانچہ اب خطرہ یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ، کفار اور مشرکین آپس میں گٹھ جوڑ کر کے ایک مرتبہ پھر اپنی بچی کچھی طاقت اسلام کے خلاف نہ لگا دیں اور جنگ کے شعلے نہ بھڑک اٹھیں تو اب فرمان الٰہی کا رخ اہل ایمان کی طرف پھر گیا ہے جس میں ہر طرح کے

خطروں اور سازشوں سے نبٹنے کے لئے زبردست الفاظ میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے۔

فرمایا گیا کہ اے مومنو! کیا تم ایسی قوم سے جہاد وقتال کے بارے میں پس پیش کررہے ہو جنہوں نے نہ صرف اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ انہوں نے تمہارے رسول ﷺ کے خلاف بھی ہر وہ سازش کی ہے جو ان کے امکان میں تھی۔ انہوں نے تمہارے رسول ﷺ کو وطن سے بے وطن کیا ہے۔ ان کے خلاف سازشیں کی ہیں۔ اپنی طاقت وقوت کا غلط استعمال کیا ہے ابتداء انہوں نے کی ہے اب ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے مومنو! تم سے پہلی قوموں نے نافرمانی کی، انبیاء کرام کو ستایا، اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو ان پر ہر طرح کا عذاب بھیجا گیا جن سے وہ قومیں ہلاک اور برباد ہوگئیں اور اپنا برا انجام اپنی موت کے بعد اس دنیا میں نہ دیکھ سکیں لیکن اللہ یہ چاہتا ہے کہ یہ خونی درندے جنہوں نے اہل ایمان کے جذبوں کا نہ صرف مذاق اڑایا ہے بلکہ ان کے خلاف ہر طرح کے اقدامات اور سازشوں کے جال پھیلانے میں کسر نہیں رکھی۔ ان پر وہ عذاب نہ آئیں جو پہلی نسلوں پر آئے تھے بلکہ ان کو عذاب تمہارے ہاتھوں سے دلوائے۔ انہیں ذلت وخواری کے اس مقام تک پہنچا دے جہاں ان کا تصور بھی نہ گیا ہو۔ یہ ان کے لئے اللہ کا بہت بڑا عذاب ہوگا لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ اہل ایمان کی مدد کر کے ان کے دلوں کو سکون سے بھر دے گا۔ کفار کی ذلت تو اپنی جگہ ان اہل ایمان کے چہروں کی خوشی ان سے برداشت نہ ہوگی جن کو کل تک یہ حقیر سمجھتے رہے تھے۔ اس سے بڑا ان پر کوئی عذاب نہ ہوگا۔ اہل ایمان کے دلوں کو ٹھنڈک اور ہدایت بھی اسی راستے سے ملے گی۔

ایک اور سوال تھا کہ فتح مکہ کے موقع پر اور اس کے بعد بہت سے مشرکین اور کفار نے دین اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ بظاہر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنے ایمان میں مخلص ہیں یا نہیں۔ ان کا امتحان ضروری ہے جہاد ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیتی ہے۔ اب جو جہاد سامنے آتا ہوا نظر آ رہا تھا اس میں بہت سے نئے مومنین کا رشتہ مشرکین سے تھا بلکہ ان کے قدیمی مفادات نظام جاہلیت سے وابستہ تھے اس لئے امتحان بھی ضروری تھا۔

فرمایا گیا کہ ابھی تو اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جو جہاد کی طرف مائل ہوں گے ان کے ایمان کو جانچنا چاہتا ہے اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ تم میں سے کون اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مخلص ہے اور کس کے قلبی تعلقات اور دوستی کفار ومشرکین سے ہے۔ اور کون اللہ ورسول ﷺ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ جب یہ لوگ اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے تو وہ یقیناً جنت کی ابدی راحتوں کے مستحق بن جائیں گے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ
شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ
وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۞ ۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۞ ۱۸ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ
الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ
اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ ۱۹ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۞ ۲۰
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ
فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۞ ۲۱ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ ۲۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

مشرکین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے کفر پر خود گواہ ہوں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے اعمال (ان کے شرک کے سبب) غارت ہو گئے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اللہ کی مسجدیں تو وہ آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتا۔ توقع ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت حاصل کرنے والے ہیں۔ اور کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے کے کام کو اس کے برابر سمجھ لیا ہے جو شخص اللہ پر، اور آخرت پر ایمان لاتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وہ لوگ جو ایمان لائے۔ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب و بامراد ہیں۔ ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت، اپنی رضا و خوشنودی اور ایسی جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جس میں حاصل ہونے والی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٧ تا ٢٢

اَنْ يَّعْمُرُوْا	یہ کہ وہ آباد کریں
شٰهِدِيْنَ	گواہ ہیں (گواہی دینے والے)
حَبِطَتْ	ضائع ہوگئی (ضائع ہوگئے)
اَلنَّارُ	آگ
لَمْ يَخْشَ	نہیں ڈرتا (نہیں ڈرا)
عَسٰى	شاید کہ۔ امید ہے کہ
اَلْمُهْتَدِيْنَ	ہدایت پانے والے
اَجَعَلْتُمْ	کیا تم نے بنالیا ہے
سِقَايَةٌ	پانی پلانا
عِمَارَةٌ	تعمیر کرنا۔ آباد کرنا۔ بسانا

لَا يَسْتَوٗنَ	دونوں برابر نہیں ہیں
لَا يَهْدِيْ	ہدایت نہیں دیتا
اَعْظَمُ	بہت بڑا
اَلْفَآئِزُوْنَ	کامیاب ہونے والے
رِضْوَانٌ	خوشنودی
نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ	ہمیشہ رہنے والی نعمتیں
اَبَدًا	ہمیشہ
اَجْرٌ عَظِيْمٌ	بہت بڑا اجر۔ بدلہ

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ اور مسجد حرام سے بتوں کو ہٹوا دیا تھا۔ اس طرح اللہ کا گھر بتوں سے پاک صاف ہو گیا، کفار و مشرکین سے ان کے ظلموں کا بدلہ لئے بغیر ان کو عام معافی دیدی گئی تھی چنانچہ مشرکین اب بھی نماز، حج اور طواف اپنے باطل طریقوں پر کرنے کے لئے آزاد تھے۔ جہاں اہل ایمان ان ارکان کو ادا کرتے وہیں کفار و مشرکین اپنے طریقوں سے کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کرتے تھے۔ حج کے عظیم اجتماع میں اگر ایک طرف اہل ایمان ہوتے تو دوسری طرف کفار و مشرکین بھی اپنے طریقے پر حج اور اس کے ارکان کو ادا کرتے تھے۔

فتح مکہ کے اگلے ہی سال حضور اکرم ﷺ نے اس بات کا اعلان کرنے کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حج کے عظیم اجتماع میں اپنی طرف سے بھیج دیا کہ اب آئندہ سال سے عبادت کا کوئی باطل طریقہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جب یہی سورۂ انفال کی آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ حج کے اجتماع عام میں ان آیات کو پڑھ کر سنا دیا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات یہ ہیں کہ آئندہ سال سے حج میں کوئی مشرک و کافر شرکت نہ کر سکے گا۔ اور کسی کو ننگے ہو کر طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

آیت نمبر ۱۷ کے ذریعے یہ اعلان بھی ہو گیا کہ نہ صرف مسجد حرام کی بلکہ کسی مسجد کی بھی کوئی خدمت مشرکین انجام نہ دے سکیں گے۔

آیت نمبر ۱۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آئندہ سے مساجد کی خدمت صرف وہی لوگ انجام دے سکیں گے جو نماز اور زکوٰۃ کے نظام کو قائم کریں گے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں گے۔

آیت نمبر ۱۹ کی شان نزول کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ۔

مشرکین مکہ اس بات پر بہت فخر وغرور کیا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ اور مسجد حرام کے متولی اور اس کی عمارت کی حفاظت وترقی کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب ان کے والد اور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ جنہوں نے اس وقت تک ایمان قبول نہیں کیا تھا اور غزوہ بدر میں گرفتار کر لئے گئے تھے۔ جب ان کو کفر وشرک میں رہنے سے عار دلائی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ تم لوگ صرف ہماری برائیاں کرتے ہو اور ہماری بھلائیوں کا ذکر نہیں کرتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ بیت اللہ اور مسجد حرام کو آباد رکھنے اس کا انتظام کرنے اور حجاج کرام کو پانی پلانے جیسی مقدس خدمات کے بھی متولی و منتظم ہیں۔ اس پر قرآن میں آیت نمبر ۱۷ تا ۱۹ نازل ہوئیں جن میں اس بات کو وضاحت سے ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ کیا حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کا انتظام کرنا اور دوسری خدمات سرانجام دینا ایمان باللہ ایمان بالآخرۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہوسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں اللہ کے نزدیک ایسے ایمان لانے والوں اور مجاہدین کا بہت بڑا رتبہ اور مقام ہے اور ان کے لئے جنت کی راحتیں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی۔ جنت کی دائمی نعمتیں ان کی منتظر ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور تصور سے بھی زیادہ وہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ایسے نجات پانے والے اور کفر وشرک میں مبتلا رہ کر اللہ کے گھر کی نگہبانی کا دعویٰ کرنے والے برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مسجدوں کو آباد رکھنا اہل ایمان کی ذمہ داری ہے۔ اس میں جو عمارت کا لفظ آیا ہے اس کے کئی معنی ہیں (۱) ظاہری در ودیوار کی تعمیر (۲) مسجدوں کی حفاظت، صفائی ستھرائی اور ضروریات کا انتظام کرنا (۳) نماز اعتکاف، تلاوت، حفظ قرآن درس وتدریس وغیرہ مسجد کے اندر انجام دینا۔ ظاہر ہے یہ سارے کام اب وہی سرانجام دیں گے جو اہل ایمان واہل توحید ہیں۔ مشرکین کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی واضح ہے کہ یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین سے چندہ لے کر مسجدوں کی تعمیر اور اس کا انتظام حرام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حرام وحلال کا کوئی تصور نہیں رکھتے۔ ان کے پاس عام طور سے کمائی سود، شراب، زنا کاری اور حرام ذریعوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کفار سے چندہ لے کر مسجد تعمیر کرے گا تو نہ صرف اس پر کوئی ثواب نہیں ہوگا بلکہ حرام کمائی سے اللہ کا گھر تعمیر کرنے کا ایسے لوگوں کو عذاب بھی ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں مسجدوں کی آبادی وتعمیر کے لئے چار چیزوں کو بنیادی طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ (۱) ایمان۔ (۲) نماز۔ (۳) زکوٰۃ۔ (۴) جہاد۔ بین السطور یہ بات بہت واضح طور پر کہی گئی ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کسی ایک صفت کی بھی کمی ہوگی وہ مسجدوں کی آبادی میں حصہ نہیں لے سکتا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ
وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٣ قُلْ اِنْ كَانَ
اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ
وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ
مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ
۳ ع ۸ ۹ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٤

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ دادا۔ اور بھائی بند ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتے ہیں تو ان کو اپنا رفیق (دوست) نہ بناؤ۔ اور جو بھی ان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ ظالموں میں سے ہوگا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے، خاندان والے اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو اللہ اس کے رسول اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

لَا تَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ
اٰبَآءُ كُمْ	اپنے باپ دادا کو

اِخْوَانُكُمْ	تمہارے اپنے بھائیوں کو
اَوْلِيَآءَ	دوست
اِنِ اسْتَحَبُّوْا	اگر وہ پسند کریں
عَشِيْرَةٌ	خاندانی۔کنبہ والے
اِقْتَرَفْتُمُوْا	تم نے اس کو کمایا
تَخْشَوْنَ	تم ڈرتے ہو
كَسَادٌ	تجارتی نقصان
مَسٰكِنُ	گھر
تَرْضَوْنَ	تم پسند کرتے ہو
اَحَبُّ	زیادہ محبوب۔پسندیدہ
تَرَبَّصُوْا	انتظار کرو
حَتّٰى يَاْتِيَ	یہاں تک کہ آجائے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

یہ دو آیتیں گذشتہ مضامین کے پس منظر میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں جن کے گہرے اثرات معاشرت، معیشت، تمدن وتہذیب، ملکی اور غیر ملکی اور صلح وجنگ وغیرہ سب پر پڑتے ہیں

(۱) یہ آیتیں خونی اور ایمانی رشتوں کی سرحدوں کو متعین کردیتی ہیں۔

(۲) یہ آیات بتاتی ہیں کہ نازک حالات میں کس پر اعتماد کیا جائے۔ملکی اور خاندانی زندگی کی ذمہ داریاں کن لوگوں کے سپرد کی جائیں۔

(۳) کہاں دھوکا ہوسکتا ہے اور کہاں نہیں ہوسکتا

رشتہ داروں، قرابت والوں خصوصاً والدین، بھائی، بہن، بیوی اور بچوں کے حقوق کو صحیح طور پر ادا کرنے پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے مگر آیت نمبر ۲۳ میں بتادیا گیا کہ ان رشتوں اور تعلقات کی ایک حد مقرر ہے۔ جہاں رشتہ داریاں اور خون کے تعلقات ایمان سے ٹکرا جائیں۔ وہاں ایمانی رشتہ ہی سب سے بڑھ کر رشتہ ہے۔ اس وقت وہی دوست ہے وہی ساتھی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

اگر ایک طرف اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری، فریضہ جہاد، اسلام کی بقاء و ترقی کا سوال ہو اور دوسری طرف رشتہ داریوں کا خیال ہو، مال، تجارت، کھیتی باڑی، باغات اور محلات ہوں اور وہ سب کچھ ہو جس کے دام فریب میں زندگی پھنسائے رکھتی ہے تو اس وقت مومن کا رخ کس طرف ہوگا۔ خون کے رشتوں کی طرف اپنے وقتی مفادات کی طرف یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین کی سچائیوں کی طرف۔ اس کا فیصلہ خود ہر شخص کو کرنا ہے۔ اور اس کو اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں یہ تعلقات اور رشتہ داریاں زیادہ عزیز ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف سے آنے والے عذاب کا منتظر رہنا چاہئے۔

وہ کون سی چیزیں ہیں جو انسان کو اللہ، اس کے رسول ﷺ، جہاد اور ہجرت سے روکنے والی ہیں۔ رشتہ داروں کی محبت، مکان، دوکان، جائداد، مال اور منصب۔ یہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے کلمہ پڑھنے والوں کو ہجرت مدینہ سے روکا مگر غزوہ بدر میں وہ عظیم خلوص بھی موجزن تھا کہ جہاں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے بھائی بھائی اور باپ بیٹا آپس میں ٹکرا گئے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ
مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا
رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَ ذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶
ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۷

اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن بھی (اسی نے مدد کی) جب تم نے اپنی کثرت پر گھمنڈ کیا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آیا اور زمین فراخی کے باوجود تمہارے اوپر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر میدان چھوڑنے لگے تھے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور مومنوں

پر تسکین قلب کو نازل کیا۔ اور وہ فوجیں اتاریں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور (اسی طرح) اس نے کافروں کو سزا دے ڈالی۔ اور ان کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا تو بہ قبول کرلے گا۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا۔ نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۲۷

مَوَاطِنُ	(مَوْطِنٌ)۔ مقامات۔ موقعے
اَعْجَبَتْ	پسند ہے
لَمْ تُغْنِ	کام نہ آئی
ضَاقَتْ	تنگ ہوگئی
رَحُبَتْ	وسعت۔ پھیلاؤ۔ گنجائش
وَلَّيْتُمْ	تم نے منہ موڑا
مُدْبِرِيْنَ	پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے
سَكِيْنَةٌ	سکون۔ اطمینان
جُنُوْدٌ	(جُنْدٌ)۔ لشکر
لَمْ تَرَوْا	تم نے نہیں دیکھا

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۷

ان تین آیتوں میں جنگ حنین میں مسلمانوں کی شکست اور پھر فتح ونصرت کی نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مکہ معظمہ سے پندرہ کلو میٹر دور طائف کے راستے میں ''حنین'' واقع ہے۔ فتح مکہ سے مشرکین کی کمر ٹوٹ چکی تھی لیکن ان کے ایک جنگ جو قبیلہ بنو ہوازن نے اسلام کے مقابلے میں ہزاروں کی فوج کو جمع کرلیا تھا۔ ان کے سردار قبیلہ مالک بن عوف نے (جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا) اپنی جنگی قوت پر خاص محنت کرکے اپنی پوری طاقت وقوت کو ''حنین'' کے مقام پر جمع کرلیا تھا۔ البتہ ان کی دو شاخیں بنو کعب اور بنو کلاب نے شامل ہونے سے انکار کردیا تھا۔ مالک بن عوف نے حکم دیا تھا کہ ہر سپاہی اپنے بال بچوں اور اپنے تمام مال ومتاع کے ساتھ میدان جنگ میں آئے تاکہ میدان جنگ سے بھاگنے کا تصور بھی نہ رہے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے بنو ہوازن کے حملے سے پہلے ہی چودہ ہزار کا لشکر تیار کرکے ان پر حملے کی تیاری شروع

کردی۔غزوہ حنین سے پہلے اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں نے کبھی پیش قدمی نہیں کی تھی۔اتنی بڑی تعداد اور اسلحہ کو دیکھ کر اہل ایمان میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بنو ہوازن اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے ہم کامیاب ہو کر لوٹیں گے۔اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے کے بجائے فوجوں اور اسلحہ پر ناز اور فخر اللہ کو پسند نہیں آیا۔جب بنو ہوازن کو اتنے بڑے لشکر کی اچانک آمد کا علم ہوا تو وہ گھبرا گئے انہوں نے اس مقام سے جہاں سے مسلمانوں کی فوج کو گذرنا تھا پہاڑی کے دونوں ناکوں اور پہاڑوں پر اپنے بہترین تیر انداز مقرر کر دیئے تھے۔جیسے ہی مسلمان ان کے تیروں کی زد میں آئے بنو ہوازن نے ایک بھرپور حملہ کر دیا۔چاروں طرف سے تیروں کی بوچھار ان کے لئے اتنی اچانک تھی کہ وہ اپنی صفوں کو برقرار نہ رکھ سکے۔اور صحابہ کرامؓ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔یہی وہ موقع تھا جہاں نبی کریم ﷺ جن کے چاروں طرف جاں نثار اپنی پیٹھ پر تیر کھا رہے تھے مسلمانوں میں حوصلہ پیدا کرنے کیلئے فرمایا کہ ”میں سچا نبی ہوں۔میں جھوٹا نبی نہیں ہوں اور میں عبد المطلب کی اولاد ہوں حضور ﷺ نے ادھر ادھر بھاگنے والوں کو للکارا تو تمام صحابہ کرامؓ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اللہ نے ان پر ”تسکین قلب“ کو نازل فرمایا اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر نبی کریم ﷺ کے حکم سے اچانک اتنا زوردار حملہ کیا کہ دشمن اپنے قدم نہ جما سکا۔کفار کا پورا لشکر اور اس کے سردار مالک بن عوف کو نہ صرف بدترین شکست ہوئی بلکہ وہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔نتیجہ یہ ہوا کہ کفار کے چھ ہزار جنگی قیدی چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت ہاتھ آیا اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے تم مسلمانوں کو کتنے ہی مقامات پر فتح و نصرت سے نوازا تھا لیکن جب تمہیں اپنی کثرت کا گھمنڈ ہو گیا تھا تو نہ صرف تمہیں شکست ہوئی بلکہ زمین اپنے پھیلاؤ اور فراخی کے باوجود تم پر ایسی تنگ ہو گئی تھی کہ اگر اللہ تمہارے اوپر ”سکینہ“ یعنی تسکین قلب نازل کر کے تمہاری فرشتوں سے مدد نہ کرتا تو تم اپنا وجود بھی سنبھال نہ سکتے۔لیکن اللہ نے کافروں کو نہ صرف شکست سے دوچار کیا بلکہ ان کو ایسی سزا دی گئی جو تاریخ میں ایک یادگار ہے۔پھر اس کے بعد اللہ نے کفر کی طاقت کو توڑ کر جس کو چاہا ہدایت کی توفیق عطا فرما دی وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

اس واقعہ سے چند باتیں سامنے آتی ہیں جن سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اہل ایمان کو اللہ پر بھروسہ کر کے زندگی کے ہر میدان میں فتح و کامرانی نصیب ہوگی لیکن جب بھی وہ اپنی طاقت و قوت پر بے جا فخر و غرور کریں گے اور اللہ کے بجائے اسباب پر بھروسہ کریں گے ان کو شکست سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

(۲) جب بھی اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کر کے عاجزی و انکساری کا طریقہ اختیار کیا جائیگا تو اللہ اپنی مدد اور فرشتوں کو بھیج کر ان سے اہل ایمان کی حفاظت فرمائے گا۔

(۳) کافروں کے لئے یہی بڑی سزا ہے کہ وہ میدان جنگ میں سخت ذلت و شکست کھائیں آخرت میں جو بھی عذاب ہے وہ تو بہت شدید ہے۔

(۴) اگرچہ ان آیات میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن احادیث و روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے بہت بڑی

تعداد میں قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ بقیہ قیدی مجاہدین کے قبضے میں بطور مال غنیمت دیدیئے گئے تھے اور اب ان کی ملکیت تھی لیکن آپ نے مجاہدین سے خواہش ظاہر فرمائی تو مجاہدین نے انتہائی ایثار سے کام لیتے ہوئے خوش دلی سے یہ قیدی آپ کے حوالے کر دیئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی مرضی زبردستی مسلط نہیں کی بلکہ خواہش کا اظہار فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عظیم ایثار و قربانی کا جذبہ تھا کہ انہوں نے بغیر کسی لالچ کے اپنا سب کچھ نبی کریم ﷺ کے حوالے کر دیا۔ دوسری بات جس کا ذکر ان آیات میں نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اس جنگ کے لئے آپ نے مکہ والوں سے ہتھیار اور سامان ادھار لیا تھا۔ حالانکہ آپ زبردستی بھی لے سکتے تھے مگر آپ نے وہ مشرکین مکہ سے اسلحہ اور کچھ سامان بطور قرض لیا۔ فتح ہو جانے کے بعد آپ نے وہ ہتھیار اور سامان ان لوگوں کو واپس کر دیئے اس سے آپ کی عظمت، دیانت اور امانت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ
وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ
اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸

اے ایمان والو! مشرکین سرتاپا (ہر لحاظ سے) گندے ہیں۔ اس لئے وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ پھٹکنے پائیں۔ اور اگر تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو اگر اللہ چاہے اپنے فضل و کرم سے تمہیں بے نیاز کر دے گا۔ بے شک وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸

نَجَسٌ	گندگی۔ ناپاکی
عَامٌ	سال
عَيْلَةٌ	محتاجی
يُغْنِيْ	مال دار کر دے گا۔ بے نیاز کر دے گا

تشریح: آیت نمبر ۲۸

ان آیات میں مشرکین کو نجس یعنی سر سے پیر تک ناپاکی ہی ناپاکی قرار دیا گیا ہے۔ جسمانی طور پر بھی اور روحانی حیثیت سے بھی......(۱) وہ طہارت و پاکیزگی کا اہتمام نہیں کرتے۔ وہ جنابت، حیض ونفاس وغیرہ کے بعد پاک صاف ہونے کا کوئی تصور نہیں رکھتے جس کو یہ صفائی کہتے اور سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک صفائی ستھرائی نہیں ہے (۲) ان کے عقیدوں کی گندگی، ان کے عبادت کے طریقے، ان کے کلام میں فحاشی اور ننگا پن، شرک، کفر اور فسق وفجور میں مبتلا رہنا بھی ایسی واضح گندگی ہے جس سے ان کی روحانیت گندگی میں ملوث ہو کر رہ گئی ہے (۳) بیت اللہ اور مسجد حرام میں ان کے بے خوف اور بے دھڑک آنے جانے سے ان کی ہمتیں بڑھتی ہیں اور وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کسر نہیں چھوڑتے لہٰذا ایسے گندہ مزاج، بدعقیدہ، سازشی اور نجس لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اس سال تو اپنی حرکتوں اور آنے جانے میں لگے رہیں لیکن اس کے بعد ان کو مسجد حرام میں داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔

یہاں پر لفظ مسجد حرام استعمال ہوا ہے۔ اگر چہ زور خاص مسجد حرام پر ہے لیکن قرآن کریم اس لفظ سے تمام حرم مکہ مراد لیتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت سے ظاہر ہے۔ معراج مصطفیٰ ﷺ کا آغاز حرم سے نہیں ہوا بلکہ حضرت ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا جو اس وقت حرم سے باہر تھا روایات میں آتا ہے کہ حضرت نبی مکرم ﷺ کے پاس جب حضرت جبرئیل معراج پر لے جانے کے لئے حاضر ہوئے تو اس وقت آپ اپنی بہن حضرت ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ قرآن کریم میں جس جگہ بھی لفظ مسجد حرام آیا ہے وہاں عام طور پر پورا حرم مکہ مراد ہے یعنی وہ علاقہ جس کی حد بندی اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے فرمائی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے میقات کے اندر مقامات کو حرم قرار دیا ہے جس میں قیامت تک کسی کافر کا داخل ہونا قطعاً حرام ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف مسجد حرام ہی میں کفار کا داخلہ منع ہے یا یہ حکم تمام مساجد کیلئے ہے جبکہ یہ ثابت ہے کہ خود نبی مکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد قبیلہ بنو ثقیف کے وفد کو (جو سب کے سب کافر و مشرک تھے) مسجد ہی میں ٹھہرایا تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے چند لونڈی غلام اور بعض مشرکین کو بھی مسجد نبوی میں حاضری کی اجازت دی۔ جب صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ قوم تو نجس ہے آپ نے جواب دیا کہ مسجد کی زمین پر ان لوگوں کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑے گا (جصاص) یعنی وفد یا فرد کو خاص حالات میں آنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اللہ کے گھروں کو کفار و مشرکین کی سازشوں سے محفوظ رکھنے کیلئے ان کو عام مسجدوں سے بھی دور ہی رکھا جائے۔

اس آیت کے دو مقاصد واضح ہیں (۱) حرم کعبہ بلکہ حرم کعبہ سے مشرکانہ عقائد اور رسوم عبادت کو خارج کرنا ملک عرب کو صرف اور صرف دین اسلام کے لئے وقف کرنا (۲) مشرکین کو اس بات کا موقع نہ دینا کہ وہ جاسوسی یا سازش کریں یا عام باشندوں میں مل جل کر اپنے شرک و کفر کا پرچار کر سکیں۔ ظاہری یا خفیہ کارروائیوں میں مبتلا ہو کر مسلمانوں اور ان کی مملکت کو

نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ آیت ۹ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اسی سال حج کے عظیم اجتماع میں کھلے عام اس کا اعلان کر دیا گیا کہ کفار و مشرکین اس سال کے بعد ''حرم'' سے دور رہیں۔ اور ان کو کسی بھی حالت میں داخلے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ حکم اسی وقت کیلئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک یہی حکم جاری رہے گا۔

آگے فرمایا گیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ان کفار و مشرکین کے جانے سے تمہاری مارکیٹیں اور بازار سنسان ہو جائیں گے یا تم فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تو یاد رکھو اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ رزق وہ دیتا ہے۔ انسان کسی کو رزق پہنچانے کا ٹھیکیدار نہیں ہے۔ وہ اللہ تمہیں اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کر دے گا۔

آج جو حرمین شریفین میں امن و سکون ہے اس کی وجہ بھی یہی اللہ کا وعدہ ہے کہ ''وہ تمہیں دوسروں سے بے نیاز کر دے گا''۔ کاش آج سارا عالم اسلام اسی طرح کفار و مشرکین اور ان کی امداد سے بے نیاز ہو کر کفار و مشرکین کی سازشوں سے محفوظ ہو جائے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ
صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ ع ۱۰
النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ
يُضَاهِــُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ
ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

ان اہل کتاب سے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور نہ دین حق کو اپنا دین مانتے ہیں ان سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ اور یہودی عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں (اور اسی طرح) نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ ان کی زبانی باتیں ہیں۔ یہ ان باتوں کو نقل کرتے ہیں جو ان سے پچھلی نسل بکا کرتی تھی۔ اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے چلے جارہے ہیں۔

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ اور (اس طرح) انہوں نے مسیح ابن مریم کو بھی (اپنا معبود) بنالیا ہے۔ حالانکہ اللہ جو کہ ایک ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جن کو یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

قَاتِلُوْا	جہاد کرو۔ قتال کرو
لَا يُحَرِّمُوْن	حرام نہیں کرتے ہیں
لَا يَدِيْنُوْن	چلتے نہیں ہیں
حَتّٰى يُعْطُوْا	جب تک وہ نہ دیں
اَلْجِزْيَةُ	جزیہ۔ خراج جو اسلامی حکومت میں کافروں سے لیا جاتا ہے
عَنْ يَّدٍ	ہاتھ سے
صَاغِرُوْنَ	ماتحت ہو کر رہنے والے
يُضَاهِئُوْنَ	وہ دوسروں کی نقل کرتے ہیں۔ برابری کرتے ہیں
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ	اللہ ان کو غارت کردے

اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ	یہ کہاں الٹے پھرے جارہے ہیں
اَحْبَارٌ	(حِبْرٌ)۔عالم
رُھْبَانٌ	(رَاھِبٌ)۔درویش
اَرْبَابٌ	(رَبٌّ)۔پروردگار
مَا اُمِرُوْا	حکم نہیں دیا گیا
سُبْحَانَ	پاک ذات۔بے عیب ذات

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱

اس سورت میں اب تک قتال کے جو بھی احکامات آئے ہیں ان کا تعلق مشرکین سے ہے۔صحابہ کرامؓ یہ سوچتے تھے کہ اہل کتاب کے خلاف قتال وجہاد جائز ہے یا نہیں؟

ان آیات نے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کیخلاف بھی جہاد وقتال کی اجازت دیدی ہے اس بنا پر کہ غزوہ تبوک میں مسلمانوں کا مقابلہ سلطنت روم کے عیسائیوں سے تھا۔

یہاں ان اہل کتاب کو مشرکین اور کفار کی صف میں لا کھڑا کیا گیا ہے۔اس کی چار وجوہات ہیں (۱) وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے (۲) وہ قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتے (۳) حرام کو حرام نہیں سمجھتے (۴) دین حق کو اپنا دین نہیں مانتے۔فہرست یہیں پر ختم نہیں ہوجاتی۔اہل کتاب کے مشرک ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہودی حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور اس طرح وہ کثرت الوھیت کے قائل ہیں۔وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔کیا ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟ نہیں بلکہ انہوں نے اپنے بڑوں سے جیسا سنا اس کو طوطے کی طرح دھرا دیا کسی کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔کسی کو اللہ کی بیوی۔فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنا دیا۔اسی لئے اللہ نے فرمایا کہ اللہ انہیں غارت کرے وہ کہاں اور کس سمت میں چلے جارہے ہیں۔

قرآن کریم کی یہ سچائی سامنے آرہی ہے۔جہاں تک میں نے موجودہ عیسائیوں کو دیکھا ہے وہ جس طرح حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی تصویروں کو اپنی عبادت گاہوں میں لارہے ہیں عجب نہیں کہ پچاس/سو سال میں عیسائی قوم بھی باقاعدہ بت پرست قوموں میں شمار ہونے لگ جائے۔کیونکہ ان کے علماء اور ان کے مذہب کی تعلیمات کی گرفت عیسائیوں اور یہودیوں پر روز بروز کمزور پڑتی جارہی ہے۔

یہ فرزندیت کی کہانی کیوں گھڑی گئی ہے؟ تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر و نواہی کو دوسرے درجہ میں رکھا جاسکے۔جو احکام پسند آئیں انہیں مان لیا جائے جو احکامات پسند نہ آئیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔

اوامر ونواہی کا ایک نیا ضابطہ بنایا جائے جو حسب موقع ترمیم واضافہ کیا جاسکے۔ چنانچہ اگر تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے عوام پر گرفت مضبوط کرنے کے لئے اپنی کتابوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے اور اب ان کا مذہب ایک رسم سے زیادہ نہیں رہا۔

ان آیات میں قتال کی انتہا بھی بتادی گئی ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ اہل کتاب اور اہل کفر وشرک اپنے ہتھیار رکھ دیں اور پر امن رہنے پر راضی ہوں اور جزیہ ادا کریں بالفاظ دیگر ملکی انتظام کے تمام اختیارات ان سے چھین لئے جائیں اور وہ مسلمانوں میں ذمی بن کر رہیں تو ان سے قتال نہ کیا جائے بلکہ جزیہ ادا کرنے کے بدلہ میں اسلامی حکومت ان کے جان ومال کی محافظ ہوگی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عوام کی بھی مذمت کی ہے جو اپنی عقل استعمال نہیں کرتے اور باپ دادوں کی اندھی تقلید کررہے ہیں اور ان کے احبار ورہبان کی گھڑی ہوئی کہانیوں کو علم کا درجہ دے رہے ہیں اور ان پر عمل کررہے ہیں اللہ نے فرمایا کہ اس نے تو صرف ایک ہی حکم دیا ہے کہ ایک اللہ کی بندگی اور عبادت کی جائے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہی خالق ورازق ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھادیں حالانکہ اس کو مکمل کئے بغیر وہ نہ رہے گا۔ اگر چہ وہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس دین کو تمام مذہبوں پر غالب کردے۔ خواہ مشرکین کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

اَنْ يُّطْفِئُوْا — یہ کہ وہ بجھادیں
نُوْرُ اللّٰهِ — اللہ کی روشنی

یَاْبَی اللّٰهُ	اللہ نہیں مانے گا
اَنْ یُّتِمَّ	یہ کہ وہ پورا کردے
کَرِهَ	ناگوار گذرا
لِیُظْهِرَهٗ	تاکہ وہ غالب کردے

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۳

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ہزاروں ان گنت نعمتوں سے نواز ہے۔ ''عقل'' ان میں ایک بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے انہیں اللہ پسند نہیں کرتا۔

لیکن جس طرح آنکھ دیکھنے میں روشنی کی محتاج ہے اسی طرح عقل'' روحانی روشنی اور نور الٰہی کی محتاج ہے'' اگر انسانی عقل کی مناسب رہنمائی کے لئے وحی الٰہی کی روشنی نہ ہو تو زندگی کے اندھیروں اور حیات کی وادیوں میں بھٹکنا انسان کا مقدر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل وفکر کی رہنمائی کے لئے اپنا کلام، روشنی اور نور بنا کر خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کیا تاکہ آپ ان سچائیوں کے اصولوں کو اپنی سیرت پاک میں ڈھال کر ہر ایک دل میں اتار دیں اور انسانی عقل سے اس کو سنوار کر بہترین اسوہ حسنہ بنا دیں۔

انسانی عقل تو وقتی مفادات کے بھنور میں پھنسی رہتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ کی زندگی جو ایک بہترین اور کامل نمونہ زندگی ہے عقل کی بہترین رہنما ہے جو انسانی عقل کو شریعت کے تابع کر دیتی ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اس ''نور مبین'' اور کتاب ہدایت اور اپنے اسوہ حسنہ کو کفار و مشرکین کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس دین کو نہ صرف مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ بلکہ زندگی بھر اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ ہم جب چاہیں گے اپنی پھونکوں سے اس چراغ کو بجھا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں یہ ارشاد فرما دیا کہ کفار و مشرکین کی یہ بھول ہے کہ وہ اللہ کی اس روشنی اور نور کو جب چاہیں گے بجھا دیں گے۔ اللہ نہ صرف اس دین مبین اور اس روشنی کو مکمل کر کے رہے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنی سیرت پاک کے ذریعہ دنیا کے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے اسی دین حق اور دین ہدایت کو ساری دنیا کے مذہبوں اور نظریات پر غالب کر کے چھوڑیں گے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ کفار و مشرکین کی تمام تر کوششیں اور مخالفتیں بھی اس نور کی شعاعوں کو ماند نہ کر سکیں اور نہ کر سکیں گی۔

آج ہر شخص اس حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ساری دنیا کے فلسفی مفکر، مدبر اور سائنسداں مدتوں آسمان کی بلندیوں،

زمین کی وسعتوں، سمندر کی گہرائیوں اور ذروں کی تابانیوں میں تحقیق، جستجو اور نظریات میں بھٹکنے کے بعد اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ انسان کا بھلا اور کامیابی اگر کسی دین اور نظریہ زندگی میں ہے تو وہ صرف دین اسلام اور نبی مکرم ﷺ کی مبارک زندگی ہے۔ وہ زبان سے برملا اعلان نہ بھی کریں مگر یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ انسانی معلومات ایجادات، طرح طرح کے ذرائع اور سائنسی ترقیات جتنی بھی آگے بڑھتی جارہی ہیں دین اسلام کی سچائیاں اسی قدر کھلتی چلی جارہی ہیں۔ اس کے برخلاف وہ مذاہب جن کی بنیاد جن بھوتوں بادشاہوں اور جھوٹی کہانیوں پر ہے ان کا جھوٹ اور بے بنیاد ہونا ثابت ہوتا جارہا ہے۔ اسی لئے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ سائنس کی ترقیات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے انسان ان معلومات کے ذریعہ جتنا بھی آگے بڑھے گا اور بیدار ہوگا اسلام کے ہر اصول کی تابانی بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ اور ایک وقت آئے گا کہ انسان کو اسلام کے قدموں پر اپنا سر جھکانا ہی پڑے گا اور من گھڑت جھوٹے مذہبوں سے انسانوں کی جان چھوٹ جائے گی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ
ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ
أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ
وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى
سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا
فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ
هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

اے ایمان والو! بے شک بہت سے احبار (علماء) اور رھبان (درویش) لوگوں کا مال ناحق طریقہ پر کھا جاتے ہیں اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔

جس دن ہم ان (کے خزانے کو) جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر اس سے ان کی پیشانیوں ان کے پہلوؤں اوران کی پیٹھ کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ تمہارا خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا ہوا تھا۔ پس تم نے جو کچھ جمع کرر کھا ہے اس کا مزا چکھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

لَیَاْ کُلُوْنَ	البتہ وہ کھاتے ہیں
یَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
یَکْنِزُوْنَ	جمع کرتے ہیں
اَلذَّھَبُ	سونا
اَلْفِضَّۃُ	چاندی
لَا یُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ نہیں کرتے ہیں
بَشِّرْ	خوش خبری دے دیجیے
یُحْمٰی	آگ میں دھونکایا گیا ہے
تُکْوٰی	داغ لگایا جائے گا
جِبَاہٌ	(جِبْہٌ)۔ پیشانی۔ ماتھا
جُنُوْبٌ	(جَنْبٌ)۔ پہلو
کَنَزْتُمْ	تم نے جمع کیا
ذُوْقُوْا	تم چکھو

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ رسول ﷺ کا کام یہ ہے کہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب اور طریقہ زندگی پر غالب کر دیں تا کہ ساری دنیا سچائی کی اس روشنی میں اپنی منزل تلاش کر سکے۔

ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ وہ لوگ جو باطل پر جمے ہوئے ہیں اور اسی میں سرگرم ہیں اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کا

طریقہ زندگی 'حق' ہے بلکہ ان کے مذہبی رہنماؤں کا وہ لالچ ہے جس میں وہ پھنسے ہوئے ہیں وہ ناجائز طریقوں اور مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعہ لوگوں کی جیبیں خالی کر کے اپنے سونے چاندی کے ڈھیروں میں اضافہ کرتے جاتے ہیں۔

ان کی اس کمزوری کا اثر یہ ہے کہ طاقت وروں اور مال داروں کا طبقہ اپنے مقاصد کے لئے جس طرح چاہتا ہے مذہب کے اصولوں کو اپنے حق میں تبدیل کرالیتا ہے اور وہ اس مذہب فروشی کو عیب نہیں سمجھتے۔ایک مقصد پر ان دونوں کا سمجھوتہ ہوتا گیا ہے کہ عوام کو جس طرح ممکن ہو لوٹو اور مذہب کے نام پر بے وقوف بناؤ۔ان کو جاہل رکھ کر ان کے بھولے پن سے جتنا ممکن ہو ناجائز فائدہ اٹھاؤ۔تاریخ گواہ ہے کہ حکومت اور کلیسا کے اس گٹھ جوڑ نے ہر اس شخص کے سر کو تن سے جدا کر دیا جس نے اس گٹھ جوڑ کے خلاف سر اٹھانے کی کوشش کی بالآخر انقلاب فرانس نے ایسے مذہب اور مذہبی گٹھ جوڑ سے جب نجات حاصل کی تب اس نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔کیونکہ جھوٹے سہارے کبھی حقیقت نہیں بن سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مذہبی رہنما جو ''احبار'' اور رہبان کہلاتے ہیں انہوں نے حق پرستی کا راستہ چھوڑ کر دنیا پرستی کا طریقہ اپنالیا تھا جب انہوں نے محسوس کیا کہ دین اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی انقلابی سیرت ان کے بنائے ہوئے تصوراتی قلعوں اور ان کی تمناؤں کے گھروندوں کو تہس نہس کر دیں گے تو انہوں نے اس طریقہ زندگی کو مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی گرفت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عیسائیوں یہودیوں کے وہ مذہبی رہنما جو ناجائز طریقے پر لوگوں کے مال ہضم کر جاتے ہیں اور وہ مال کے ڈھیر لگا کر اس کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور اس کو صحیح جگہ خرچ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کی ابدی اور دردناک زندگی مقدر کر دی گئی ہے۔فرمایا کہ وہ وقت کس قدر عبرت ناک ہوگا جب ان کے اسی مال سے جو وہ جمع کرتے رہے ہیں۔جہنم کی آگ دہکا کر اس سے ان کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ وہ مال جسے تم جمع کر کر کے رکھتے تھے، وہ خزانہ جسے تم جمع کر کے خوش ہوتے تھے آج وہ جہنم کے انگارے بنا دیئے گئے ہیں اور اب وہی جہنم تمہارے لئے تیار کر دی گئی ہے۔فرمایا کہ جس دولت کو وہ اپنی عزت بنا کر اس پر ناز کیا کرتے تھے۔قیامت کے دن ان کی ذلت اور رسوائی کا سبب بن جائیگی۔

آگے کی آیات میں اہل ایمان کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ دنیا پرستی، دین بے زاری یہ تو کفار اور مشرکین کا طریقہ ہے جس کی وجہ سے ان کا مذہب انسانوں کے مفاد کی بھینٹ چڑھ گیا اور وہ مال و دولت ان کے کچھ بھی کام نہ آیا نہ آئے گا۔اگر تم نے بھی ان کے طریقے اختیار کئے تو تمہارا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي
كِتَٰبِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا

اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا
فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا
يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶
اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـــُٔـوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ
اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۷ ع ۵ ۸ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷

بے شک اللہ کے نزدیک اس دن سے جب اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا مہینوں کی تعداد "بارہ مہینے" ہے۔ ان ہی میں سے چار مہینے حرمت وادب والے ہیں یہی بہترین سیدھا دین ہے۔ تم ان مہینوں میں اپنے اوپر زیادتی نہ کرو۔ اور تم سب مل کر ان مشرکین سے قتال کرو۔ جیسا کہ وہ سب مل کر تم سے جنگ کرتے ہیں اور یہ سمجھ لو کہ اللہ اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔ نسی (مہینوں کا آگے پیچھے کرنا) کفر میں ایک اضافہ ہے جس سے یہ کافر گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں وہ کسی سال کسی حرام مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں وہ اس کی گنتی کو پورا کرلیں اور اللہ کا حرام کیا ہوا بھی حلال کرلیں۔ ان کے برے اعمال ان کی نظروں میں خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو کفر کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷

عِدَّةَ الشُّهُوْرِ — مہینوں کی گنتی

اِثْنَا عَشَرَ	بارہ
اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ	چاراحترام والے
اَلدِّيْنُ الْقَيِّمُ	سیدھاسچادین
كَآفَّةً	مکمل۔پورے طور پر
اَلنَّسِيْٓءُ	مہینہ کو بدل دینا
يُضَلُّ	بہکائے گئے
يُحِلُّوْنَ	وہ حلال کرتے ہیں
يُحَرِّمُوْنَ	وہ حرام کرتے ہیں
زُيِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
سُوْٓءُ اَعْمَالِ	برے عمل

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۳۷

اللہ تعالیٰ نے جب سے موجودہ نظام فطرت کو قائم فرمایا ہے اسی دن سے اللہ کے نزدیک چاند جو موجودہ تحقیق کے مطابق زمین کے گرد گھومتا ہے۔اس کی گردش ۲۹ یا ۳۰ دنوں میں مکمل ہوتی ہے ہر گردش ایک ماہ ہے اس طرح ایک سال بارہ مہینوں کا ہے لیکن ان میں چار مہینے یعنی ذی قعدہ ذی الحجہ محرم اور رجب کو محترم قرار دیا گیا ہے ان حرمت کے مہینوں میں ایک طرف جنگ کرنے کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور دوسری طرف ثواب بڑھا کر عبادت کی کشش میں اضافہ کر دیا۔ان مہینوں کا احترام ہر نبی کی شریعت میں رہا ہے۔

حضور پرنور ﷺ کے زمانہ میں عرب کے کفار و مشرکین نے ''نسی'' کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا یعنی اپنی جنگی اور دوسری سہولتوں کے پیش نظر نہ صرف سال میں مہینوں کی تعداد کو گھٹا بڑھالیا کرتے تھے بلکہ مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا کرتے تھے جس مہینے کو چاہا اس کو رمضان کہہ دیا۔جس مہینے کو چاہا محرم کہہ دیا۔اس طرح مہینوں کی گنتی بھی پوری ہو جاتی تھی اور حرام مہینوں کو اپنے مقاصد کے لئے حلال بھی کر لیتے تھے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک قبیلہ ایک مہینے کو رجب کہتا تھا دوسرا اسی کو رمضان کا مہینہ کہتا تھا۔اس

طرح اللہ نے ماہ وسال کا جو نظام قائم فرمایا تھا وہ سارا کا سارا اگڑ بڑ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اسلام اپنے مہینوں کو قمری حساب سے گنتا ہے اس میں بڑی سہولتیں اور بڑی مصلحتیں ہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ سال کے مہینوں کی تعداد میں کوئی اضافہ کمی یا تبدیلی کر سکے۔

ان آیات میں دوسری بات اہل اسلام سے یہ کہی جارہی ہے کہ ''اشہر الحرم'' کا احترام تم پر لازمی ہے لیکن اگر کفار و مشرکین تمہارے اوپر حملہ کرتے ہیں تو تم اس میں اختلاف نہ کرو سب مل کر ان سے جہاد و قتال کرو۔ اگر وہ احترام کرتے ہیں تو تم بھی کرو لیکن اگر وہ اس کے احترام کو اٹھاتے ہیں اور تم سے جنگ کرتے ہیں تو تم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھو بلکہ ان سے مقابلہ کرو۔ اللہ نے فرمادیا کہ اللہ اہل تقویٰ کے ساتھ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ
اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ
اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۞ ۳۸ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ
وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ ۳۹

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں نکلتے اور زمین کی طرف گرتے جارہے ہو۔ کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے۔ جب کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کا سامان بہت کم ہے۔

اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہ نکلو گے تو تمہیں شدید ترین سزا ملے گی اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو تبدیل کر جائے گا۔ اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹

مَالَکُمْ	تمہیں کیا ہو گیا؟
اِنْفِرُوْا	نکل پڑو
اِثَّاقَلْتُمْ	تم گرے جاتے ہو
اَرَضِیْتُمْ	کیا تم خوش ہو گئے۔ راضی ہو گئے
اِلَّا تَنْفِرُوْا	اگر تم نہ نکلے
یَسْتَبْدِلُ	وہ بدل دے گا
لَا تَضُرُّوْا	تم نقصان نہ پہنچا سکو گے

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹

یہ آیات غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوئیں۔ غزوہ تبوک جو نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی کا آخری غزوہ تھا اس وجہ سے ہوا کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے تمام بادشاہوں اور چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے سرداروں کے پاس اپنے وفود بھیجے جن کے ذریعہ ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی ان ہی میں سے ملک شام کی سرحد سے متصل قبائل میں بھی آپ نے اپنے وفد بھیجے۔ ان لوگوں نے سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پندرہ مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ کسی طرح قائد وفد حضرت کعب بن عمیر غفاریؓ بچ کر نکل آئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ کو اس کا بہت رنج اور افسوس ہوا۔ اسی زمانہ میں حضور اکرم ﷺ نے بصریٰ کے رئیس وسردار شرجیل کے نام ایک خط بھی بھیجا شرجیل جو قیصر روم اور سلطنت روم کی طاقت پر نازاں تھا اس نے قائد وفد حضرت حارث بن عمیرؓ کو پہلے تو قید کیا اور پھر سامنے بلا کر نہ صرف ان کی توہین کی بلکہ قتل کرا دیا جب آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لئے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر روانہ کیا تا کہ ان جیسے قبائل کو سر اٹھانے کی جرأت وہمت نہ ہو چنانچہ جب یہ لشکر موتہ کے مقام پر پہنچا تو ان کو معلوم ہوا کہ ان کے مقابلے میں ایک لاکھ کا لشکر موجود ہے بعض لوگ گھبرا گئے کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ یہ بھی مشورہ ہوا کہ اس صورت حال کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو کر دی جائے تا کہ مدینہ منورہ سے

مزید فوج ان کی مدد کے لئے آجائے مگر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی پر جوش تقریر نے ان کے بدن میں حرارت پھونک دی جس میں انہوں نے فرمایا کہ مسلمانو! آگے بڑھو اور کفار کا مقابلہ کر دیا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی موت نصیب ہوگی چنانچہ مسلمان ایمان کی حرارت کے ساتھ آگے بڑھے اگر چہ ایک کے بعد ایک سپہ سالار شہید ہوئے مگر اللہ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تینوں سپہ سالاروں کی شہادت کے بعد جب سپہ سالاری کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کا انتخاب کیا گیا تو انہوں نے فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس جنگ موتہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور نبی کریم ﷺ کو اس سے بے حد خوشی ہوئی مگر سلطنت روما اور عیسائی دنیا میں ہنگامہ برپا ہو گیا اور اب ان کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمان کسی بھی وقت سلطنت روم سے ٹکر لے سکتے ہیں۔ قیصر روم نے لاکھوں کی تعداد میں اپنے فوجیوں کو جمع کر لیا اور تیاری شروع کر دی تا کہ وہ مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ جب نبی کریم ﷺ کو سلطنت روم کی ان تیاریوں کا پتہ چلا تو آپ نے اچانک اعلان فرمادیا کہ ہم تبوک کی طرف کوچ کریں گے۔ یہ وہ موقع تھا جہاں آپ نے صحابہ کرامؓ سے ہر طرح کی امداد کا مطالبہ فرمایا صحابہ کرامؓ نے اپنی ہمت سے بھی بڑھ کر اپنا سب کچھ آپ کے قدموں میں لاکر ڈال دیا حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے تو ایثار و قربانی کی مثالیں قائم فرمائیں لیکن دوسری طرف منافقین بھی کھل کر سامنے آگئے اور انہوں نے طرح طرح کے بہانے بنانے شروع کر دیئے تا کہ وہ کسی طرح اس جہاد سے اپنی جان بچاسکیں۔ یہ وقت بھی بڑا نازک تھا کیونکہ فصلیں تیار تھیں۔ جن فصلوں پر ان کا سال بھر کا گذارہ تھا منافقین کو اس کا بہانہ ہاتھ آگیا اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم کیسے جاسکتے ہیں عسرت و تنگی کا زمانہ ہے فصلیں تیار ہیں گرمی کا شدید موسم ہے۔ ان ہی میں بعض وہ تھے جو منافق نہ تھے مگر کچھ سستی اور کاہلی میں آپ کے ساتھ نہ جاسکے اس کے برخلاف تمام صحابہ کرامؓ نے خوب بڑھ چڑھ کر اس جہاد میں حصہ لیا اور عظیم ایثار و قربانی کا جذبہ پیش کیا۔ سورۂ توبہ میں آگے اس کی تفصیلات آئے گی۔

اس طرح آپ تیس ہزار کا ایک عظیم لشکر لے کر بہت تیزی سے تبوک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جب قیصر روم کو معلوم ہوا کہ مسلمان بہت تیزی کے ساتھ سلطنت شام کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں تو وہ گھبرا گیا اور اس نے مقابلہ کرنے کے بجائے خاموشی ہی میں عافیت سمجھی اور وہ مقابلہ پر نہ آسکا۔ آپ نے تبوک کے میدان میں بیس دن تک دشمن کا انتظار کیا اور آس پاس کے قبائل کو مطیع کرتے ہوئے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اس موقع پر سورہ توبہ کی آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم اپنے مفاد کیلئے زمین کی طرف جھکتے چلے جاتے ہو کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی زیادہ بہتر ہے۔ اور آج تم

فصلوں کے اور گرمی کے موسم کے بہانے کر کے اللہ کے راستے سے رک رہے ہو۔ صاف صاف فرما دیا گیا کہ اگر تم اللہ کے راستے میں نہیں نکلو گے تو اللہ تمہارا اور تمہاری حمایت کا محتاج نہیں ہے وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو ایمان کی توفیق عطا کر کے اس سے یہ کام لے لے گا۔ تم تو اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لیکن تم اپنا بہت کچھ نقصان کر بیٹھو گے۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ
لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ
عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا
السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾
انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۱

اگر تم نے اس (نبی ﷺ) کی مدد نہ کی تو (یاد کرو) اللہ ان کی اس وقت بھی مدد کر چکا ہے جب کہ کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکالا تھا۔ وہ دو میں دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے جب انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے ان پر سکینہ (تسکین قلب) کو نازل کیا اور ان کی مدد ایسے لشکر سے کی جس کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور (اس طرح) اللہ نے کافروں کی بات کو نیچا اور اللہ کی بات کو اونچا کر دکھایا۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

سامان تھوڑا ہو یا زیادہ تم نکل پڑو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے اگر تم جانتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۱

خِفَافٌ ہلکے

ثِقَالٌ بھاری

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۱

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیات میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب تمہیں اللہ کے راستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم زمین میں گڑتے چلے جاتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہاری مدد کے بغیر کامیاب نہ ہو سکیں گے فرمایا کہ یاد رکھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی کی مدد کے محتاج نہیں ہیں۔ ہجرت کے وقت اللہ نے کفار کے مقابلے میں اپنے رسول ﷺ کی جس طرح مدد کی تھی وہ آج بھی بغیر کسی وسیلے اور ذریعہ کے اپنے رسول کی مدد کر سکتا ہے چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر تم اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ نہ دو گے تو یاد رکھو اس وقت اللہ نے اپنے رسول کی مدد کی تھی جب کہ کفار نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا اس وقت ایک ساتھی یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ آپ تن تنہا نکل کھڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف مکہ کے کفار اور ان کا جوش انتقام تھا اور دوسری طرف اللہ کے رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے معتمد حضرت ابو بکر صدیقؓ ساتھ میں تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو تلاش کرتے کرتے کفار مکہ غار ثور تک پہنچ گئے جہاں یہ دونوں چھپے ہوئے تھے اور دشمنوں کے پاؤں نظر آنے لگے اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اب کیا ہوگا؟ جواب میں اللہ کے رسول ﷺ نے بڑے اعتماد کے ساتھ فرمایا تھا کہ گھبراؤ مت اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ نے ان پر تسکین قلب کو نازل کیا اور ایسے فرشتوں سے مدد فرمائی جو ظاہری نگاہوں سے دیکھے نہیں جا سکتے تھے لیکن اللہ نے اپنی بات کو اونچا کر دکھایا اور کفار کی بات اور ان کے برے ارادے ذلت و خواری سے دو چار ہوئے۔

ان آیات میں ایک دفعہ پھر صاف صاف الفاظ میں فرما دیا گیا ہے کہ یہ تو اہل ایمان کی سعادت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ساتھ ہو جائے۔ اور وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو اپنی زندگی بنالیں لیکن اللہ اور اس کا رسول ﷺ نہ پہلے کسی کی مدد کے محتاج تھے نہ آج ہیں۔ وہ اللہ جس طرح چاہتا ہے اپنے دین کو سر بلند کر دیتا ہے اور کفر کو آج بھی اس کے سامنے سر جھکانا پڑے گا اور آئندہ بھی اس کا یہی حشر ہوگا۔

فرمایا کہ اے مومنو! تم اس بات کا انتظار نہ کرو کہ آج تمہارے پاس کچھ ہے یا نہیں تم ہلکے ہو یا بھاری، ہر حال میں اللہ کے راستے میں نکل پڑو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اللہ کے لئے پیش کر دو تمہارے لئے اسی میں بہتری اور آخرت کی سعادت ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ
وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ
وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ
لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ
قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ
اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ
اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

ع ۶ ۵ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۶

اگر مال غنیمت قریب اور سفر آسان ہوتا تو یہ ضرور ساتھ ہو لیتے لیکن انہیں تو یہ راستہ ہی دور کا نظر آ رہا ہے۔ اور جلد ہی یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ ضرور نکل پڑتے۔ وہ اپنے ہاتھوں خود اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) اللہ نے آپ سے درگذر کیا لیکن آپ نے ان کو اجازت کیوں دے دی جب تک یہ ظاہر نہ ہو جاتا کہ کون ان میں سے سچے ہیں اور کون ان میں سے جھوٹے لوگ ہیں۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کر رہے ہیں وہ آپ سے (کبھی) اجازت نہیں مانگیں گے۔ اور اللہ اہل تقویٰ کو خوب جانتا ہے۔ آپ سے صرف وہ لوگ اجازت مانگ رہے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک وشبہ میں ڈول رہے ہیں۔

اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اسکے لئے (کچھ نہ کچھ تو) تیاری کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے ہی کو پسند نہیں کیا۔ پھر اس نے ان کو روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۶

عَرَضٌ	اسباب۔ مال غنیمت
سَفَرٌ قَاصِدٌ	آرام والا سفر
لَاتَّبَعُوْكَ	البتہ وہ آپ کے پیچھے چل پڑتے
بَعُدَتْ	دور لگا
اَلشُّقَّةُ	فاصلہ۔ حصہ
اِسْتَطَعْنَا	ہماری استطاعت ہوتی
عَفَا اللّٰهُ	اللہ نے معاف کر دیا
لِمَ اَذِنْتَ	آپ نے کیوں اجازت دی؟
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	جب تک واضح نہ ہو جاتا
صَدَقُوْا	جنہوں نے سچ کہا
لَا يَسْتَاْذِنُوْ	وہ اجازت نہیں مانگتے
اِرْتَابَتْ	شک کیا

رَیْبٌ	شک
یَتَرَدَّدُوْنَ	وہ بھٹک رہے ہیں
لَاَ عَدُّوْا	البتہ وہ تیاری کرتے
کَرِہَ اللّٰہُ	اللہ نے پسند نہیں کیا
اِنْبِعَاثٌ	اٹھنا
ثَبَّطَ	ہم نے جمادیا۔روک دیا
اُقْعُدُوْا	بیٹھے رہو

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۶

تاریخ گواہ ہے کہ جب جنگیں لڑی جاتی ہیں تو ان میں موسم، وسائل، قوم کی حمایت فتح وشکست میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ان کو نظر انداز کر کے گھر میں بیٹھ کر جنگیں کرنا مشکل ہے لیکن اگر دور دراز جا کر دشمن سے مقابلہ کرنا ہو تو اس میں اور بھی زیادہ وسائل کی ضرورت پڑتی ہے۔

اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو فتح مکہ، غزوہ حنین اور طائف میں مسلسل مسلمانوں کی شرکت نے ان کو تھکا کر رکھ دیا تھا۔تھکی ماندی قوم کبھی بھی دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتی دوسری طرف سخت گرم موسم، طویل ترین سفر، راستے میں ریت کے طوفانوں اور ٹیلوں سے واسطہ، کھلا میدان، پانی کی شدید کمی جھلسا دینے والی لو کے تھپیڑے تیسری طرف یہ کہ کھجوریں پک چکی تھیں ہر شخص جانتا ہے کہ جب فصل تیار ہو جس پر سارے سال کے گذر بسر کا دارومدار ہو اس وقت نکلنا فقر و فاقہ کو دعوت دینا ہے۔چوتھے یہ کہ اتنی بڑی سلطنت سے ٹکر لینے میں جتنے وسائل کی ضرورت تھی وہ بھی مہیا نہیں تھے ان حالات میں جنگ کا تصور بڑا بھیانک تھا مگر اس موقع پر صحابہ کرامؓ کا جوش وخروش ایثار و قربانی، اطاعت وفرماں برداری کے وہ بے مثال کارنامے سامنے آئے جن کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔یہ وہ جاں نثار صحابہ کرامؓ تھے جن کے نزدیک یہ سارے بھیانک تصورات اور موسم کی سختیاں کچھ حیثیت نہ رکھتی تھیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کو اللہ ورسول ﷺ کے حوالے کر دیا۔

دوسری طرف وہ منافق تھے جو اپنے مفادات کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے وہ بھی کھل کر سامنے آگئے انہوں نے طرح طرح کے بہانے بنانے شروع کر دیئے۔چونکہ نبی کریم ﷺ انتہائی نرم مزاج اور فضل وکرم کے پیکر تھے اس لئے جب بھی

کسی شخص نے آ کر کوئی بہانہ پیش کیا تو آپ نے اس کو مدینہ میں رہ جانے کی اجازت دیدی۔ جس نے جو سہولت چاہی وہ اس کو دیدی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلسل آیتیں نازل فرمائیں کہ جن سے منافقین کے لئے جائے پناہ تلاش کرنا مشکل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کہیں قریب کا سفر ہوتا اور خوب مال غنیمت ملنے کی توقع ہوتی تو یہ ضرور ساتھ ہو لیتے لیکن یہاں تو جان پر بن رہی ہے انہیں یہ سفر بہت دور کا سفر نظر آ رہا ہے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر آپ کو یقین دلائیں گے کہ ہمارے اندر ذرا بھی طاقت نہیں ہے۔ اگر طاقت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ بہانے نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ اور یہ جو بہانے بنا رہے ہیں اللہ کو معلوم ہے کہ یہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اے ہمارے پیارے حبیب ﷺ آپ نے اپنے مزاج کے اعتبار سے بعض لوگوں کو اجازت دے کر نرمی کا معاملہ کیا ہے لیکن اگر آپ ان کو آزما کر دیکھ لیتے کہ کون اپنے دعوے میں سچا ہے اور کون جھوٹا ہے تو یہ کہیں بہتر ہوتا۔

فرمایا کہ بہرحال وہ لوگ جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں وہ کبھی آپ کے پاس اجازت لینے نہیں آئیں گے۔ اللہ ایسے نیک اور متقی لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن وہ لوگ جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جن کے دل ہمیشہ شک وشبہ میں ڈولتے رہتے ہیں وہ ہزاروں بہانے بنا کر آپ سے اجازت مانگنے آ جائیں گے۔ اگر وہ واقعی اللہ کے راستے میں نکلنے کی تیاری کرتے کچھ تو معلوم ہوتا مگر جنہوں نے پیچھے بیٹھ رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے وہ تو پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہیں گے۔ اللہ بھی ایسے بدطینت لوگوں کو اپنے راستے میں نکلنے کی توفیق نہیں دیتا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۴۹

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو سوائے خرابی کے اور کچھ پیدا نہ کرتے۔ وہ تمہارے درمیان فتنے پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے نظر آتے ہیں۔ تمہارے اندر ان کے کچھ جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ انہوں نے پہلے بھی فتنے اٹھائے تھے اور تمہاری تدبیروں کو الٹ دیا تھا یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا۔ اور ان کو ناگوار ہونے کے باوجود اللہ کا حکم غالب ہو کر رہا۔

ان میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اجازت دیدیجئے اور ہمیں کسی فتنے میں نہ ڈالئے۔ سنو! یہ تو فتنے میں پڑ ہی گئے اور یقیناً جہنم ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۴۹

مَازَادُوْا	انہوں نے اضافہ نہ کیا
خَبَالٌ	خرابی
اَوْضَعُوْا	وہ دوڑتے پھرتے ہیں
خِلٰلَكُمْ	تمہارے درمیان
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
سَمّٰعُوْنَ	بہت سننے والے۔ جاسوس
قَلَّبُوْا	انہوں نے الٹا ہے
لَا تَفْتِنِّیْ	مشکل میں نہ ڈالے
سَقَطُوْا	وہ گر پڑے

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۴۹

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس غزوہ تبوک کے موقع پر جہاں وہ اہل ایمان ہیں جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے ہر طرح اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سر دھڑ کی بازی لگا چکے ہیں وہیں وہ منافق بھی ہیں جو اس موقع پر عذر اور

معذرت کرر ہے ہیں ان ہی آیات کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب انہوں نے اپنا مزاج ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم نہ ماننے کا بنالیا ہے تو اللہ نے بھی ان کو اس نیک عمل میں شرکت کی توفیق نہیں دی۔ اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ ان کا پیچھے بیٹھ رہنا تمہارے لئے مفید بھی ہے۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو سوائے خرابی کے اور کچھ پیدا نہ کرتے، فتنے پھیلانا، غلط پروپیگنڈا کرنا، طرح طرح کی افواہیں پھیلانا ان کا کام ہے۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو ان کے فتنوں سے بچنا مشکل ہو جاتا۔ دراصل یہ پہلے بھی ایسی حرکتیں کر چکے ہیں۔ اب بھی کرر ہے ہیں اور ایسے لوگ اسی طرح کی حرکتیں کرتے رہیں گے اب ان کا کام دوسروں کے لئے تمہاری جاسوسی کرنا ہے اور کہتے یہ ہیں کہ ہمیں یہیں رہنے کی اجازت دیجئے اور ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالئے۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ آزمائشوں سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں یہ تو اس میں مبتلا ہو چکے۔ اب تو صرف ایک بات کی کمی ہے کہ اس طرح کے لوگوں کو جہنم کا ایندھن بنادیا جائے اور یہ بن کر رہیں گے۔

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ
يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ
فَرِحُونَ ۝٥٠ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ
مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝٥١ قُلْ
هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ
أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝٥٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۲

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں وہ بری لگتی ہے۔ اور اگر تمہیں مصیبت پہنچ جائے تو خوشیوں کے ساتھ یہ کہہ کر پلٹتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی ٹھیک کر لیا تھا۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ ہمیں تو وہی پہنچتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے (مقرر کر دیا ہے) وہ ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر رہتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ کب تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کرے گا یا ہمارے ہاتھوں سے تمہیں سزا دلوائے گا۔ تم انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۲

تَسُؤْهُمْ	ان کو بری لگتی ہے
اَخَذْنَا	ہم نے لے لیا
اَمْرَنَا	اپنا اختیار۔ اپنا کام
فَرِحُوْنَ	وہ خوش ہو رہے ہیں
لَنْ يُّصِيْبَنَا	ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی
مَوْلٰنَا	ہمارا مالک
اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ	دو بھلائیوں میں سے ایک

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۲

ان آیات میں منافقین کی ایک اور عادت اور کم ظرفی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔

یہ منافقین بظاہر تو مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن جب کوئی فتح یا کامیابی کی اطلاع آتی تو انہیں دکھ ہوتا تھا اور جب مسلمانوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچتا تو خوشی سے دیوانے ہو جاتے اور اپنی اس دلی خوشی کو دباتے ہوئے کہتے کہ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ ایسا ہوگا یا ہمیں تو پہلے ہی یہ خطرہ معلوم ہو رہا تھا کہ ایسا نقصان پہنچے گا اس لئے ہم شریک نہیں ہوئے اور ہم نے اپنے آپ کو اس نقصان سے بچا لیا۔ یہ کہہ کر وہ خوش خوش اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔

اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان کے ذریعہ یہ دلوایا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ ہمارا مالک تو اللہ ہے اس نے ہمارے لئے مقدر فرما دیا ہے۔ یہ کامیابی، ناکامی فتح و شکست سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اہل ایمان کو یہ اعتماد دیا گیا کہ اگر بظاہر اس دنیا میں ناکامی ہو جائے تو کیا ہوا آخرت کی کامیابی تو یقینی ہے۔

ان آیات میں اہل ایمان کو دو باتوں کی طرف خصوصی طور پر متوجہ کیا گیا ہے ایک تو یہ کہ اللہ نے ہمارے لئے جو کچھ

مقدر کر دیا ہے وہ مل کر رہے گا اس کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور وہ جو کچھ نہ دینا چاہے ساری دنیا مل کر بھی اس کو دلوا نہیں سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ پر ہی توکل اور بھروسہ کیا جائے۔

لیکن توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آدمی، کاہلی، غفلت، بے تدبیری میں مبتلا ہو جائے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے اور یہ کہنے لگے کہ بس جو تقدیر میں ہے وہ مل کر رہے گا بلکہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی پوری تیاری کرے، تدبیر میں کمی نہ کرے پھر اللہ کی کارسازی پر مکمل اعتماد کر کے آگے بڑھے۔ اس کے بعد جو بھی نتیجہ سامنے آئے اس کو تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کر لے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا
فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ
اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ
اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾
فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ
كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ
وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ
مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۷

آپ ﷺ، کہہ دیجیے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا زبردستی، اللہ تمہارے کسی خرچ کو قبول نہ کرے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نافرمان قوم ہو۔ ان کے دیئے مال کو قبول کرنے میں اس کے سوا اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور نماز میں سستی اور کاہلی سے آتے ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں وہ خوش دلی سے نہیں کرتے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کو ان کے مالوں اور اولادوں کی (کثرت) تعجب میں نہ ڈال دے۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان کو دنیا کی زندگی میں اس کے ذریعہ سزا دے اور جب ان کی جانیں نکلیں تو وہ کافر ہی ہوں۔ وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہی ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (تم سے) خوف زدہ ہیں۔ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا گھسنے کیلئے کوئی غار مل جائے تو وہ منہ اٹھا کر وہیں جا گھسیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۷

طَوْعًا	خوشی سے
کَرْھًا	زبردستی
لَنْ یُّتَقَبَّلَ	ہرگز قبول نہ کیا جائے گا
لَا یَاْتُوْنَ	وہ نہیں آتے
کُسَالٰی	سستی کرنے والے
لَا یُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ نہیں کرتے
کٰرِھُوْنَ	زبردستی
لَا تُعْجِبْکَ	تجھے حیرت میں نہ ڈالے
تَزْھَقَ	وہ نکالے
یَحْلِفُوْنَ	وہ قسم کھاتے ہیں
قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ	وہ لوگ جو ڈرتے ہیں
یَجِدُوْنَ	وہ پائیں گے
مَلْجَاً	ٹھکانا
مَغٰرٰتٌ	غار
مُدَّخَلٌ	داخل ہونے کی جگہ۔ گھسنے کی جگہ
یَجْمَحُوْنَ	سرکشی کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۷

خطاب کا رخ ان منافقین کی طرف ہے جو جہاد میں جسم و جان کھپانے کو تیار نہ تھے البتہ دنیا دکھاوے اور اپنی لاج رکھنے کیلئے کچھ چندہ کے طور پر رقم دے کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے لئے فرمایا کہ تمہارا یہ مال قبول نہیں ہوگا چونکہ تم لوگ فاسق یعنی نافرمان ہو اور تمہارا شمار کافروں میں ہے فرمایا کہ تمہارا مال اس لئے قبول نہیں ہے کہ تمہارا عمل اس کے برخلاف ہے جو تم زبان سے کہتے ہو۔ ثبوت کے طور پر فرمایا کہ تمہاری نمازیں، کاہلی اور سستی کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اس میں خوش دلی کے بجائے ایسا لگتا ہے کہ کوئی تاوان اور جرمانہ ادا کر رہے ہو۔ مال اور اولاد کی کثرت نے انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ یہ کوئی بہت برگزیدہ اور نیک لوگ ہیں حالانکہ اللہ نے ان کی بدعملی کی وجہ سے ان کے مال اور ان کی اولادوں کو ان کے لئے عذاب کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان چیزوں کی کثرت حالت کفر میں زحمت اور حالت ایمان میں رحمت ہے۔

کافر مال سمیٹنے، جمع رکھنے، حفاظت کرنے، مزید پیدا کرنے اور ان کی نمائش میں اتنا مبتلا رہتا ہے کہ وہ نہ حرام دیکھتا ہے نہ حلال۔ نہ اسے فکر آخرت کی ذہنی فرصت ہے۔ نہ وہ اللہ کے کام میں اس کو خرچ کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب در عذاب کے دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے جب وہ مرتا ہے تو کافر رہ کر ہی مرتا ہے اور حسرت و افسوس کے ساتھ اپنا سارا مال و متاع یہیں چھوڑ کر جاتا ہے۔ یہ لوگ منافق کیوں بنے؟ فرمایا کہ ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو مدینہ چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتے جب مدینہ میں دین اسلام کی شمع روشن ہوئی اور وہاں اس دین نے قدم جمائے تو انہیں اپنے مال و متاع کی خیر و عافیت اسی میں نظر آئی کہ وہ ظاہری طور پر مسلمان بن جائیں۔ اب دین اسلام کی دن دونی رات چوگنی ترقی دیکھ دیکھ کر وہ اس حد تک بدحواس ہوتے جا رہے ہیں کہ اگر ان کو کوئی بھی چھپنے کی جگہ مل جائے تو وہ پہلی فرصت میں بھاگ جائیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ
فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ
اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ
٧ ع ١٧ ١٣ رَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

اور ان میں سے بعض تو وہ لوگ ہیں جو آپ پر صدقات (کی تقسیم) میں طنز و اعتراض کرتے ہیں پھر اگر ان کو اس میں سے کچھ دیدیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر اس میں سے ان کو نہ دیا جائے تو وہ منہ پھلا لیتے ہیں۔

اور کاش وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو دیا ہے اور یہ کہتے کہ ہمیں اللہ (کی ذات ہی) کافی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہت جلد ہمیں اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دے گا اور یہ کہتے کہ ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں (تو ان کے حق میں بہتر ہوتا)

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

یَلْمِزُ	طعنے دیتا ہے
اُعْطُوْا	دیا گیا
رَضُوْا	خوش ہو گئے
یَسْخَطُوْنَ	وہ ناراض ہوتے ہیں
حَسْبُنَا اللّٰہُ	ہمیں اللہ کافی ہے
سَیُؤْتِینَا	جلد ہی ہمیں دے گا
رٰغِبُوْنَ	رغبت کرنے والے۔ مائل ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۵۹

ہر دور میں اللہ کے دشمنوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنے دلی بغض و عدات اور دشمنی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں جس سے عام لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہو جائے اور جو بھی مرکزی شخصیت ہو اس پر ایسے الزامات لگا دیئے جائیں جس سے تحریک اور اس کے کام چلانے والے بدنام ہو جائیں اور آپس میں پھوٹ پڑ جائے۔ نبی کریم ﷺ سے منافقین کو ایک خاص بغض تھا اس لئے اس موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ ہمیں کب ان کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے جب

بھی کوئی ایسی بات نظر آتی کہ وہ اس کو دوسرا رنگ دے کر مسلمانوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کر سکتے ہیں تو موقع سے فائدہ اٹھانے کی بھر پور کوشش کرتے۔ چنانچہ آپ کو جب بھی مال غنیمت حاصل ہوتا تو آپ اللہ کے حکم کے مطابق اس میں سے پانچواں حصہ رکھ کر بقیہ تمام مجاہدین میں برابر تقسیم فرما دیتے تھے۔ اور وہ پانچواں حصہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حصہ قرار دیا گیا تھا وہ بھی غریب رشتہ داروں مسکینوں محتاجوں اور یتیموں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا نیز جو بھی صدقات حاصل ہوتے آپ اس کو بھی تمام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے تھے اور زکوٰۃ وصدقات کو اپنی اولاد اور خاندان والوں کے لئے ممنوع قرار دیتے تھے۔ منافقین کا حال یہ تھا کہ اگر ان کو ان کی خواہش اور توقع کے مطابق مل جاتا تو خاموش رہتے اور اگر ذرا ان کی توقع کے خلاف ملتا تو اپنی گندی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے انصافی اور ناراضگی کا شور مچا کر ان میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے۔ اس کا جواب تو اللہ نے اگلی آیت میں دے دیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح اللہ نے اس کی تقسیم کا دائرہ مقرر کر دیا ہے لیکن اس جگہ یہ فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ جس طرح صدقات کو تقسیم کرتے ہیں اس پر راضی رہتے ہوئے یہ کہتے کہ ہمیں تو ہمارا اللہ کافی ہے۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہمیں بہت جلد اپنی عنایتوں سے نوازے گا اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان کو وہ سب کچھ دیتا جو ان کی توقع اور خواہش سے بھی زیادہ ہوتا۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي
الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰

صدقات (زکوٰۃ) تو صرف ان لوگوں کا حق ہے جو غریب اور محتاج ہوں اور وہ لوگ جو ان (صدقات کی وصولی) پر مقرر ہوں اور (اور ان لوگوں کے لئے ہیں) جن کے قلب کو (اسلام کی طرف) مائل کرنا ہے غلاموں کی گردنیں چھڑانے قرض داروں کے قرض، اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والے محتاج) اور جو لوگ مسافر ہوں ان کے لئے۔ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰

مَسٰکِیْنٌ (مِسْکِیْنٌ) محتاج

اَلْعٰمِلِیْنَ کام کرنے والے

اَلْمُؤَلَّفَةُ مائل کرنا

اَلرِّقَابُ (رَقَبَۃٌ)۔ گردنیں

اَلْغٰرِمِیْنَ (اَلْغَارِمُ)۔ جرمانہ بھرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۰

دین اسلام ہر مومن کو ایک غیرت ایمانی عطا کرتا ہے اور اس کو ہر اس جگہ سے دور کر دیتا ہے کہ جہاں اس کی غیرت متاثر ہوسکتی ہے یا اس کو اپنی حاجت کیلئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پڑسکتی ہے اسی لئے یہ ذمہ داری حکومت اسلامی کی رکھی گئی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے حالات پر نظر رکھے جو اپنی غیرت کی وجہ سے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کر سکتے۔ اس مقصد کے لئے زکوٰۃ وصدقات کے نظام کو قائم فرمایا گیا ہے تا کہ آج وہ شخص جو اپنی سی کوشش کے باوجود حالات کے سامنے بے بس ہو گیا ہو اس کو معاشرہ کا با اعتماد فرد بنانے کے لئے سہارا دیا جائے۔ آج وہ زکوٰۃ لینے والا ہو تو کل وہ دوسروں کو زکوٰۃ دینے کے قابل بن سکے۔ اگر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو موجودہ دور کی زکوٰۃ کی تقسیم جو بھیک بن کر رہ گئی ہے اور وہ زکوٰۃ جو معاشرہ میں حالات کو سدھار دیا کرتی تھی بڑا واضح فرق نظر آئے گا۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت معاذ ابن جبلؓ نے یمن سے ایک بڑی رقم یہ کہہ کر مدینہ منورہ بھیج دی تھی کہ اے امیر المومنین اب پورے یمن میں ہر شخص زکوٰۃ دینے والا بن گیا ہے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں رہا۔ جب پہلی صدی مکمل ہوئی تو حضرت عمر ابن عبد العزیزؒ کے دور حکومت میں لوگ اپنی زکوٰۃ جھولیوں میں لئے پھرتے تھے اور ان کو کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملتا تھا۔ آج اس دور میں ہم نے زکوٰۃ کا کوئی نظام قائم نہ کر کے زکوٰۃ خوروں کی (بھکاریوں کی) ایک اچھی خاصی جماعت تیار کر دی ہے جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ خود یا کچھ لوگ غریبوں کا نام لے کر زکوٰۃ جمع کرتے ہیں اور اپنے عیش وآرام پر خرچ کرتے ہیں۔ کاش کہ وہ نظام پھر سے قائم ہو جائے جس میں زکوٰۃ ہر بے سہارا انسان کو بے غیرت بنائے بغیر عزت نفس کے ساتھ جینا سکھا دے۔ آج جو حالات اور سود خوروں کے جال میں پھنس کر تڑپ رہے ہیں ان کو سہارا مل جائے۔ اور وہ بھی معاشرہ کا بہترین فرد بن کر دوسروں کے لئے سہارا بن جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ مصرفوں کا ذکر فرما دیا ہے جن میں صدقات (زکوٰۃ) کی رقم کو خرچ کیا جائے گا۔

(۱) قرآن وحدیث میں نفل وواجب صدقات کا بھی ذکر ہے لیکن جو صدقہ فرض ہے وہ زکوٰۃ ہے یہاں صدقات سے مراد فرض زکوٰۃ ہے۔

(۲) جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرتے ہوئے ہدایت فرمائی تھی کہ

مسلمانوں کے دولت مندوں سے زکوٰۃ لے کر مسلمانوں کے حاجت مندوں میں تقسیم کردی جائے۔

(۳) سابق آیت میں ہے کہ منافقین الزام دھرتے تھے کہ حضور پرنور ﷺ (نعوذ باللہ) صدقات کی تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیتے اس کے جواب میں آپ نے ایک شخص کو جو مانگنے کھڑا ہوا تھا فرمایا:

صدقات کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا غیر نبی کے حوالے نہیں کیا بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصارف متعین فرمادیئے۔اگر تم ان آٹھ میں شامل ہو تو تمہیں دے سکتا ہوں (تفسیر قرطبی۔ص ۱۶۸۔ج ۸)

(۴) فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی زندگی گذارنے میں دوسروں کا محتاج ہو سخت افلاس اور بدحالی کا شکار ہو وہ اپنی گذر بسر کیلئے زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

(۵) مسکین وہ خوددار اور غیرت مند شخص ہے جو اپنی نبیادی ضروریات میں بھی دوسروں کا محتاج ہو کر رہ جائے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا نہ کرے نہ اپنے حال کو کسی پر ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہو یہ بھی زکوۃ لینے کا حق رکھتا ہے۔

(۶) عاملین۔یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر اسلامی حکومت کی طرف سے مقرر کئے گئے ہوں جن کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس زکوٰۃ کو وصول کر کے اس کی حفاظت اور حساب کتاب رکھیں ان کارکنوں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ان کا غریب و مسکین ہونا ضروری نہیں ہے اگرچہ وہ خود اپنی جگہ صاحب نصاب ہوں مال دار ہوں تب بھی وہ اسی زکوۃ وصدقات سے بقدر کفایت اپنا متعین حق لے سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ متعین حق اسکی وصول کردہ رقم کے نصف سے زائد نہ ہو۔نیز یہ کہ عامل ہاشمی نہ ہو۔

(۷) تالیف قلب۔عام حالات میں ایک ایسا شخص جس نے دین اسلام کی سچائیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیا ہو نو مسلم ہو۔ضروری نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اس کے خاندان والوں نے بھی اسلام قبول کرلیا ہو تو ایسا شخص جو اپنوں سے کٹ کر مسلمانوں کی برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔اس شخص کی زکوٰۃ سے مدد کرنا تالیف قلب کہلاتا ہے تاکہ وہ حالات سے مجبور ہو کر پھر کفر کی طرف نہ لوٹ جائے اگر وہ حاجت مند ہے تو زکوٰۃ سے اس کی مدد کر کے اس کی دل داری کی جاسکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے بعض حالات میں ایسا کیا ہے۔جب مسلمان مضبوط ہو گئے تو خلفاء راشدین نے اس پر عمل اس لئے نہیں کیا کہ اسلام کے مضبوط ہونے کی وجہ سے اب تالیف قلب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔لیکن اگر کسی بھی دور میں اس کی ضرورت ہو تو قرآن کریم میں زکوٰۃ کا ایک مصرف اس کو بھی بنایا گیا ہے کہ نئے مسلمان ہونے والوں کو تالیف قلب کے لئے زکوٰۃ ان شرائط کے ساتھ دی جاسکتی ہے جسکا ذکر کتب فقہ میں ہے۔

(۸) رقاب۔پانچواں مصرف ہے گردنیں چھڑانا۔غلاموں کو آزاد کرانا۔دراصل یہ دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کا فیض ہے کہ آج دنیا سے غلام اور باندیوں کا رواج ختم ہو چکا ہے لیکن ایام جاہلیت میں غلاموں کی خرید وفروخت کا کاروبار چلا کرتا تھا

اورانسان بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کیا جاتا تھا نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت یہ سلسلہ قائم تھا۔اگر آپ جزیرۃ العرب پر مکمل حکمرانی کے باوجود یہ اعلان فرمادیتے کہ آج سے ہر غلام مرد وعورت آزاد ہے تو شاید یہ غلاموں کے ساتھ انصاف نہ ہوتا بلکہ ان پر ایک اور ظلم ہوتا۔وجہ یہ ہے کہ غلام تو ہر کھیت، بازار، اور گھروں میں کام کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے انکو رہنے کے لئے چھت میسر تھی۔اگران کو آزادی کا پروانہ مل جاتا تو پھر کوئی ان کو چھت کے نیچے آرام کرنے نہ دیتا۔یہ لوگ بے گھر ہو کر ہزاروں مسائل پیدا کر دیتے اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ نے غلاموں کے ساتھ انسانی معاملہ کرنے ان کو حقوق انسانی دلانے کے احکامات ارشاد فرمائے۔اور ہر شخص کو غلام آزاد کرنے پر جنت کی بشارتیں دیں جس کی وجہ سے لاکھوں غلام بھی آہستہ آہستہ آزاد ہوتے گئے اور ان کو معاشرہ میں بھی عزت کا مقام ملتا چلا گیا قرآن کریم میں مختلف غلطیاں کرنے پر گناہوں کے کفارے کیلئے غلام کو آزاد کرنا فرض کیا گیا۔نیز زکوٰۃ جو ایک اہم عبادت ہے اس کا ایک مصرف غلاموں کی گردنیں آزاد کرنا بھی ہے۔گویا اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنا عبادت قرار دے دیا۔ان تمام اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج اسلام کے فیض سے دنیا سے غلامی کا رواج ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

(۹) الغارمین۔قرض داروں کا قرض اتارنا۔ایسے لوگوں کی زکوٰۃ سے مدد کی جائے گی جو بعض حالات کی بنا پر قرض کے بوجھ تلے دب چکے ہوں ان کو قرض سے نکالنا۔یہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن بعض فقہاء کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر کسی نے یہ قرض کی رقم لے کر عیاشی اور فضول خرچی میں اڑادی ہو تو وہ اس زکوٰۃ کا مستحق نہ ہوگا کیوں کہ اس طرح ایک غلط بات کی حمایت کرنا ہے جو عبادت کی روح کے خلاف ہے۔

۱۰) فی سبیل اللہ۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔اللہ کی راہ سے مراد عموم نہیں بلکہ خصوص ہے اگر فی سبیل اللہ کے لفظ کو عام سمجھ لیا جائے تو پھر یہ ساری فہرست جو دی گئی ہے بیکار ہو کر رہ جاتی ہے کیونکہ یہ سارے ہی کام فی سبیل اللہ ہیں۔بعض حضرات نے تو لفظ فی سبیل اللہ کو اتنا عام کر دیا ہے کہ مساجد کی تعمیر، ہسپتالوں، اسکولوں اور پلوں کی تعمیر میں بھی زکوٰۃ کو لگانا شروع کر دیا۔جب کہ ان چیزوں میں زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہی نہیں ہے۔بلکہ فقہا نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے یعنی ایسے بے سروسامان مجاہدین کی امداد میں ان کے سفر خرچ کیلئے، ان کی سواری اور جنگی اسلحہ کی خریداری پر خرچ کرنا زکوٰۃ کا ایک بہترین مصرف ہے۔

۱۱) ابن السبیل۔یعنی وہ مسافر جو اپنے شہر اور گھر میں خواہ مال دار ہی کیوں نہ ہو۔اگر وہ کسی ایسے حالات میں پھنس جائے کہ جہاں اس کی امداد کرنا ضروری ہو تو زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔اس میں ایک احتیاط کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر وہ ہاشمی ومطلبی ہوں یعنی جو سید کہلاتے ہیں تو ان کو زکوٰۃ نہ دی جائے بلکہ کچھ اور طریقوں سے ان کی مدد کی جائے۔کیونکہ سیّدوں کے لئے زکوٰۃ لینا حرام ہے۔

زکوٰۃ کے بقیہ مسائل کو فقہ کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ
النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ
اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا
اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

اوران میں سے بعض لوگ نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو کان ہیں (کانوں کے کچے ہیں) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ یہ کان تمہاری بھلائی کے لئے ہے۔ جو اللہ پر ایمان رکھتا اور مومنوں پر اطمینان رکھتا ہے اور تم میں سے ان کے لئے رحمت ہے جو ایمان لے آئے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے خوش ہو جاؤ حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ مستحق ہیں کہ وہ راضی ہو جائیں کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو اس کیلئے وہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور وہ بڑی رسوائی ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

يُؤْذُوْنَ	تکلیف پہنچاتے ہیں

الثلثة

اُذُنٌ	کان ہے (یعنی کچے کانوں کے ہیں)
لِيُرْضُوْا	تا کہ وہ راضی کریں
اَحَقُّ	زیادہ حقدار
يُحَادِدُ	مقابلہ کرتا ہے۔ نافرمانی کرتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

گذشتہ آیات سے منافقین اور ان کی حرکتوں کا تفصیل سے ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ پر یہ گستاخانہ الزام لگاتے تھے کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ صدقات کی تقسیم میں بے انصافی کرتے ہیں اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اسی طرح صدقات کی تقسیم فرماتے ہیں جس طرح قرآن کریم میں بتایا گیا ہے۔ ان آیات میں ان منافقین کی ایک اور حماقت کا ذکر کر کے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کا مزاج انتہائی نرم اور شفیقانہ تھا آپ اپنوں اور غیروں کی غلطیوں کو فوراً ہی نہیں پکڑتے تھے بلکہ آپ اپنے حسن اخلاق، مروت اور خاموشی سے اس کو نظر انداز کر جایا کرتے تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کو منافق ایک کمزوری سمجھتے تھے۔ جب وہ منافق آپس میں باتیں کرتے اور پیٹھ پیچھے طرح طرح کی بے سروپا باتیں کرتے تو کوئی کہتا اگر ہماری یہ باتیں آپ ﷺ تک پہنچ گئیں تو پھر ہماری خیر نہیں ہے تو جواب میں وہ منافقین کہتے تھے کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ ہم ادھر ادھر کی باتیں کر کے آپ کو یقین دلا دیں گے کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں (کانوں کے کچے ہیں) ان کو باتوں میں لے آنا اتنا مشکل نہیں ہے وہ تو جس بات کو سنتے ہیں اس کو اسی طرح تسلیم کر لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے ان منافقین کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دینے کے لئے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ نبی تو کان ہی کان ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ہاں وہ کان ضرور ہیں لیکن وہ صرف ان ہی باتوں کو سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہوتی ہیں وہ ایسی باتوں کو نہیں سنتے جس میں خیر و فلاح نہ ہو۔ وہ خود بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کی باتوں پر اطمینان رکھتے ہیں وہ اہل ایمان کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔ فرمایا کہ جو لوگ ہمارے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

منافقین کی ایک اور عادت کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں اور اس طرح کی باتیں کرتے

ہیں کہ اہل ایمان ان سے مطمئن ہو جائیں۔ فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کا زیادہ حق دار ہیں کہ ان کی رضا و خوشنودی کے لئے کام کیا جائے۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر فرمایا کہ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف جہنم کی ابدی آگ ہے بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے بڑی ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ جس سے انہیں پناہ مانگنی چاہئے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ
اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ
سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ
وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ
كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ
٨ ع ٧ ١٤ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٦

وہ منافق اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں (ان اہل ایمان پر) کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو (اس کو ظاہر کردے) جو ان کے دلوں میں ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مذاق اڑالو لیکن اللہ اس کو باہر نکال کر چھوڑے گا جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔ اور اگر آپ ﷺ ان سے پوچھیں تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف دل لگی اور کھیل کر رہے تھے آپ ﷺ کہہ دیجئے کیا تم اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق کر رہے ہو؟

تم بہانے مت بناؤ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو تم میں سے ایک گروہ کو معاف کردیں اور دوسرے گروہ کو سزا دیں۔ اس لئے کہ یہ مجرم ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۴ تا ۶۶

یَحْذَرُ	ڈرتا ہے
تُنَبِّئُ	مطلع کردے
اِسْتَهْزِءُ وْا	مذاق اڑالو
مُخْرِجٌ	نکالنے والا
نَخُوْضُ	ہم دل لگی کررہے ہیں
نَلْعَبُ	ہم کھیل کررہے ہیں
لَا تَعْتَذِرُوْا	تم معذرت نہ کرو
اِنْ نَّعْفُ	اگر ہم معاف کردیں

تشریح: آیت نمبر ۶۴ تا ۶۶

ان آیات میں مسلسل منافقین کی بدکرداریوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے اسی میں یہ بھی تھا کہ منافقین اپنی نجی محفلوں میں بیٹھ کر اللہ کے رسول ﷺ اور اہل ایمان لوگوں کا مذاق اڑانے۔ طعن وطنز کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ وہ اہل ایمان جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار ہوتے ان کی ہر طرح ہمت شکنی کیا کرتے تھے۔ اگر کبھی یہ بات کوئی مومن سن لیتا اور پوچھتا کہ تم کیا کہہ رہے تھے تو اپنی منافقت اور گری ہوئی ذہنیت کو چھپاتے ہوئے کہتے کہ ہم تو یوں ہی کچھ مذاق میں کہہ رہے تھے ہمارا مقصد کوئی برائی کا نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے ایک ہی سوال کیا اور وہ یہ کہ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تمہارے نزدیک یہی حیثیت ہے کہ تم ان کے متعلق کوئی بات ہنسی مذاق میں کرجاؤ۔ اور سمجھتے رہو کہ کوئی بات نہیں ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس بات کے حق دار ہیں کہ ادب واحترام کا ہر پہلو ملحوظ رکھا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس لئے نہیں ہیں کہ کوئی شخص ان کو یا ان کی باتوں کو تضحیک کا نشانہ بنائے۔

فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے بھی ایسا کیا ہے یا سوچا ہے درحقیقت انہوں نے ایمان لانے کے بعد کافرانہ حرکت کی ہے جو ناقابل معافی جرم ہے۔

اب یہ تو اللہ کی شان کریمی ہے کہ وہ ان منافقین میں سے جس کو چاہے معاف کردے اور جس کو چاہے عذاب دے کیونکہ یہ سب کے سب اللہ کے مجرم ہیں۔

وقف لازم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا
اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ ۙ
كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ
اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ
وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ
نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ
اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٧ تا ٧٠

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ برائی کا حکم دیتے اور نیکیوں سے روکتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے سے روکتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے اللہ نے ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافقین بہت نافرمان ہیں۔

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں سے اور کفار سے ایسی جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لئے کافی ہے۔ اور ان پر اللہ کی لعنت رہے گی اور وہی ان کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہے۔ (یہ اسی طرح ہیں) جیسے ان سے پہلے والے تھے جو تم سے زیادہ طاقت وقوت والے اور مال اور اولاد میں بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے حصے کا فائدہ اٹھالیا تم اپنے حصے کا فائدہ حاصل کر لو جس طرح تم سے پہلے والوں نے فائدے اٹھائے۔ اور تم (بری باتوں میں) وہیں گھس رہے ہو جہاں وہ گھسے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو کر رہ گئے اور یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

کیا انہیں ان قوموں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں قوم نوح، قوم عاد و قوم ثمود، قوم ابراہیم، مدین والے اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۰

یَاْمُرُوْنَ	وہ حکم دیتے ہیں۔ سکھاتے ہیں
اَلْمُنْکَرُ	بری بات
یَنْھَوْنَ	وہ روکتے ہیں
اَلْمَعْرُوْفُ	(نیکیوں سے)۔ نیکیاں
یَقْبِضُوْنَ	وہ روکتے ہیں
اَیْدِیَھُمْ	اپنے ہاتھوں کو
نَسُو اللّٰہَ	انہوں نے اللہ کو بھلا دیا
نَسِیَھُمْ	اس نے ان کو بھلا دیا
عَذَابٌ مُّقِیْمٌ	ہمیشہ کا عذاب
اَشَدُّ	زیادہ شدید
اِسْتَمْتَعُوْا	انہوں نے فائدہ حاصل کیا

اِسۡتَمۡتَعۡتُمۡ	تم نے فائدہ اٹھالیا
خَلَاقٌ	حصہ
خُضۡتُمۡ	تم گھسے
کَالَّذِیۡ	جیسا کہ وہ
اَلَمۡ یَاۡتِ	کیا نہیں آئی
نَبَاٌ	خبر۔اطلاع
اَلۡمُؤۡتَفِکٰتُ	الٹی ہوئی بستیاں

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۰

منافقین کی تمام بری حرکات کا مسلسل ذکر کیا جارہا ہے آیت نمبر ۶۷ سے آیت نمبر ۷۲ تک اس بات کو تفصیل سے مقابلہ کر کے بیان کیا گیا ہے کہ مومن اور منافق کی صحیح پہچان اور مقاصد کیا کیا ہیں سب سے پہلے ان آیات میں منافقین کی چند علامتیں بتائی گئی ہیں۔

۱) پہلی علامت تو یہ ہے کہ منافق مرد اور منافق عورتیں نفسیاتی اور ذہنی طور پر ایک ہی ہیں۔

۲) جہاں کہیں برائی ہوتی دیکھیں گے وہ دوڑ کر پہنچ جائیں گے اور اگر کہیں نیکی کا کام ہو رہا ہوگا تو اس میں رکاوٹ ڈالنے کی بھر پور کوششوں میں لگ جائیں گے۔ اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے۔

۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ ہر نیک کام سے اپنے ہاتھوں کو باندھے رکھیں گے کہ ان کی جان چلی جائے لیکن ایک پیسہ بھی کسی نیک کام میں خرچ نہ ہونے پائے۔ کنجوسی ان کا مزاج ہوتا ہے۔

۴) چوتھی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کو بھلا بیٹھے ہیں فرمایا گیا کہ اگر وہ اپنی من مانی میں لگے ہوئے ہیں تو اللہ کی ذات بے نیاز ہے۔ اگر انہوں نے ہمیں بھلا دیا تو ہم بھی ان کو بھلا دیتے ہیں فرمایا کہ درحقیقت یہ نافرمان لوگ ہیں اور یہی ان کا مزاج بن کر رہ گیا ہے فرمایا کہ ان جیسے منافقین کے لئے اور کفار کے لئے اللہ نے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں نہ صرف یہ ہمیشہ رہیں گے بلکہ ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور عذاب ان کے سروں پر کھڑا رہے گا۔ فرمایا کہ یہ لوگ ان گذری ہوئی قوموں کی طرح ہیں جنہوں نے طاقت وقوت، مال اور اولاد کی کثرت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر منافقت اور کفر و شرک میں انتہا کر دی تھی لیکن انجام کیا ہوا؟ انجام یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت میں ان کے تمام اعمال برباد ہو کر رہ گئے اور سوائے نقصان کے اور کچھ ہاتھ نہیں آیا۔

فرمایا کہ انہوں نے اپنے کفر و شرک اور نفاق سے وقتی فائدے خوب اٹھائے تم بھی اٹھا رہے ہو۔ وہ کفر و شرک کی وادیوں

میں بھٹکتے رہے تم بھی بھٹکتے رہو لیکن تمہیں ان کا انجام سامنے رکھنا چاہئے کہ آج وہ اپنے وقتی مفادات، بلڈنگوں، مال و دولت اور اولاد کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے بلکہ وہ سب اسی دنیا میں چھوڑ کر گئے ہیں۔ تم بھی سب کچھ اسی دنیا میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔

قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیم، مدین والے اور ان بستیوں والے جنکی بستیاں ان پر الٹ دی گئی تھیں ان کے پاس اللہ کے رسول کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے لیکن جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہی ان کی دولت اور اولادیں ان کے لئے عذاب کا سبب بن گئیں۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا وہ تو اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے لیکن انسان اپنی بدعملیوں میں مبتلا ہو کر اللہ کو بھول جاتا ہے اور اپنے آپ پر وہ خود ظلم اور زیادتی کرتا ہے اور اپنے لئے گڑھے کھود لیتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ
وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

مومن مرد اور مومن عورتیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ جو بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں جن پر اللہ بہت جلد رحم و کرم فرمائے گا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نفیس رہائش گاہیں سدا رہنے والے باغات میں اور اللہ کی رضا و خوشنودی اس سے بڑھ کر ہے۔ وہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

یُطِیْعُوْنَ	اطاعت کرتے ہیں
سَیَرْحَمُ	بہت جلد وہ رحم کرے گا
مَسٰکِنُ طَیِّبَةٌ	پاکیزہ مکانات
اَکْبَرُ	زیادہ بڑا۔ زیادہ بڑھ کر
اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ	بڑی کامیابی

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۲

گذشتہ آیات میں منافقوں کی علامات بیان کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ ان کا انجام کیا ہے ان آیات میں یہ بتایا جارہا ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کی پہچان کیا ہے اوران کا انجام کیا ہے؟ یہ درحقیقت ایک تقابلی موازنہ ہے تا کہ منافقین اور مومنین کا فرق واضح طور سے سامنے آجائے۔

۱) منافقین کا آپس میں وقتی مفادات پر اشتراک اور تعاون تو ضرور ہے لیکن وہ ایک دوسرے کے دوست نہیں ہیں اسی لئے فرمایا گیا ''بعضھم من بعض'' لیکن مومنین کے لئے فرمایا گیا ''بعضھم اولیاء بعض'' یعنی مومن ایک دوسرے سے ذاتی دوستی اور قلبی بھائی چارہ رکھتے ہیں یہ دوستی خالص فی سبیل اللہ ہوتی ہے اس لئے ان کی دوستی اور قلبی تعلق بہت پائیدار اور مضبوط ہوتا ہے غائب اور حاضر دونوں صورتوں میں وہ ایک دوسرے کے مخلص ہوتے ہیں ایک ہی مقصد کے تحت رہنے اور باہم مل جل کر ایک امیر کے تحت کام کرنے سے ان کا جذبہ خلوص ومحبت بڑھتا جاتا ہے۔

۲) منافقین کا کام یہ ہے کہ وہ برائی کے کاموں میں مدد کے لئے اور نیکیوں کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے اور اس کی روک تھام کے لئے اپنی تمام تر طاقتیں لگادیتے ہیں جب کہ مومنین نیکی کے کاموں میں مدد کے لئے اور برائیوں کی روک تھام اور انسداد میں اپنی توانائیاں لگادیتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ خود بھی اور دوسرے بھی نیکیوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں۔ انہیں گناہوں سے نفرت اور نیکیوں اور نیک کام کی توفیق مل جائے۔

۳) وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ یعنی وہ صرف نماز ہی نہیں پڑھتے بلکہ وہ مساجد کا ایسا انتظام کرتے ہیں کہ جس میں نمازوں کا نظام قائم ہوسکے۔ نمازیں جماعت کے ساتھ ہوں، جہاں اذان، وضوا اور امامت کا باقاعدہ انتظام ہو۔ اس کے معنی ہیں کہ وہ ایک ایسی سوسائٹی قائم کرتے ہیں جس میں ایک دوسرے سے تعاون، خلوص اور اجتماعیت کی شان ہوتا کہ وہاں سے کافی مقدار میں ایسے لوگ نکل سکیں جو صلوٰۃ باجماعت کیلئے اپنے دوسرے بھائیوں کو جمع کرسکیں ایک دوسرے کے

دکھ سکھ میں شریک ہو سکیں اس سوسائٹی کے قائم ہونے سے ان میں تبلیغ تنظیم اور جہاد کے جذبے بیدار ہوتے ہیں وہاں اسلام ایک زندہ و تابندہ قوت بن کر ابھرتا ہے۔ صلوۃ میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ اللہ اور بندے کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہوتا ہے اور وہ معاہدات، تنظیم اور جہاد کا مطالبہ کرتا ہے۔ محض ظاہری بے جان رسمیات کا نام نماز نہیں ہے بلکہ نماز کا ایک ایسا نظام قائم ہوتا ہے جس میں اخوت، محبت اور ایک دوسرے سے ہمدردی کے جذبات پروان چڑھتے ہوئے دکھائی دیں۔

۴) وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ آج کل زکوٰۃ انفرادی طور پر نکالی جاتی ہے جس میں کسی تنظیم کو دخل نہیں ہے اس لئے زکوٰۃ جو مسلمانوں کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے وہ محض خیرات اور بھیک بن کر رہ گئی ہے جس سے وہ نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں جو اس عبادت کو قائم کرنے کا مقصد تھا۔

۵) اہل ایمان کی یہ پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں۔ اسی لئے ان سے رحمت کا بھی وعدہ ہے اور جنت کا بھی جہاں انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی اور یہی ان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۳

اے نبی ﷺ! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۳

جَاهِدْ جہاد کیجئے

اُغْلُظْ سختی کیجئے

مَاْوٰی ٹھکانا

بِئْسَ الْمَصِيْرُ بدترین ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۷۳

مومنین اور منافقین کی تمام علامتیں اور پہچان بتانے کے بعد نبی کریم ﷺ کو باضابطہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ ان کفار اور منافقین کے خلاف ایسی کوششیں کی جائیں جس سے وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کرلیں کہ اسلام کوئی ایسا نرم چارہ نہیں ہے کہ جس کا دل چاہے وہ اس کو اپنے حق میں استعمال کرلے بلکہ اپنی قوت وطاقت سے ان پر سختی کا اظہار کر دیجئے۔ اس حکم کی اہمیت میں کلام نہیں ہے لیکن یہاں قتال کا نہیں بلکہ جہاد کا حکم دیا جارہا ہے۔ جہاد کیا ہے؟ جہاد در حقیقت ایک تحریک ہے۔ جس کے بہت سے پہلو اور بہت سے انداز ہو سکتے ہیں اور جسکی حکمت عملی موقع اور مصلحت کے لحاظ سے تبدیل کی جاسکتی ہے۔ جہاد تبلیغ سے شروع ہوتا ہے اور قتال پر ختم ہوتا ہے۔ اگر چہ قتال جہاد میں شامل ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر جہاد قتال ہو۔ جہاد عموماً پر امن ہوتا ہے۔ جہاد مصدر ہے۔ جس کے معنی پوری طاقت لگا دینا، دین کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کوشش اور جدوجہد کرنا، خواہ زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ قلم سے خواہ عقل وتدبیر سے خواہ تلوار سے۔ جہاد اسلام کی اپنی اصطلاح ہے۔ اس کے معنی ہیں مسلسل پر خلوص کوشش ایک تنظیم، ایک امیر کے تحت اور خالص فی سبیل اللہ جدوجہد کرنا۔

یہاں پر جو جہاد کا حکم ہے اس کے لازمی معنی قتال کے نہیں ہیں بلکہ بہتر ہے کہ تلوار سے ہٹ کر کفار اور منافقین کا قافیہ تنگ کر دیا جائے "ان پر سختی کیجئے" کے قطعاً یہ معنی ہیں کہ ان سے سختی سے نمٹا جائے اور ان کو بتا دیا جائے کہ مسلمان کمزور اور نرم چارہ نہیں ہیں۔ ان کیلئے تبلیغ کا راستہ تو ضرور کھلا رکھا جائے لیکن اس کے علاوہ ان پر ہر راستہ بند کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تقریباً نو سال ہو چکے تھے۔ ابھی تک جزیرۃ العرب کے کفار ومشرکین اور منافقین سے مقابلہ تھا لیکن جب مسلمانوں کو پوری قوت وطاقت حاصل ہو چکی تھی تو اب سلطنت روما سے دو دو ہاتھ کرنے کی پوزیشن سامنے موجود تھی فرمایا کہ اب ان آستینوں کے سانپوں کے ساتھ نرمی کی ضرورت نہیں ہے ورنہ یہ لوگ بڑے مسائل پیدا کر دیں گے۔ اس لئے ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔ اور ان کو اپنے وجود سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی مقام نہیں ہے ان کے لئے جہنم مقرر کر دی گئی ہے اس بدترین ٹھکانے میں ان کو ذلت ورسوائی سے واسطہ پڑے گا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا
وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا
بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا

يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ
فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ
اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾
فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا
اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۴ تا ۷۸

وہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ انہوں نے ضرور کلمہ کفر کہا ہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور انہوں نے ایسا فیصلہ کیا تھا جو ان کو نہ مل سکا۔

اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ دیا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر وہ پھر جائیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ اور دنیا میں ان کے لئے کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ (اے اللہ) اگر تو نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیا تو ہم خوب خیرات کریں گے اور ہم خوب نیک کام کریں گے۔ پھر جب اس نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا کیا تو وہ کنجوسی کرنے لگے۔ وہ پھر گئے اور وہ منہ پھیر کر چلنے والے ہیں۔

پھر اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اس دن تک جس دن وہ اس سے ملیں گے اس

کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹے ہیں۔
کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشیوں کا علم ہے اور اللہ تمام غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۴ تا ۷۸

ھَمُّوْا	ارادہ کیا
لَمْ یَنَالُوْا	ان کو نہیں ملا
مَا نَقَمُوْا	انہوں نے بدلہ نہیں لیا
اَغْنٰی	بے نیاز کر دیا
خَیْرٌ	زیادہ بہتر
لَئِنْ اٰتٰنَا	البتہ اگر ہمیں دیا
لَنَصَّدَّ قَنَّ	البتہ ہم صدقہ کریں گے
لَنَکُوْ نَنَّ	البتہ ہم ضرور ہوں گے
بَخِلُوْا	انہوں کے کنجوسی کی
اَعْقَبَ	نتیجہ یہ ہوا
یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ	جس دن اس سے ملیں گے
اَخْلَفُوْا	انہوں نے خلاف کیا
اَلَمْ یَعْلَمُوْا	کیا وہ نہیں جانتے
سِرٌّ	بھید۔ چھپی ہوئی چیز
نَجْوٰی	سرگوشی۔ کان میں چپکے چپکے باتیں کرنا
عَلَّامُ الْغُیُوْبِ	غیبوں کا جاننے والا

تشریح: آیت نمبر ۷۴ تا ۷۸

منافقین کس حد تک جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ سے وعدہ خلافی کرتے ہیں اس کی گواہی میں واقعات زندگی سے دو مثالیں پیش کی گئی ہیں۔قرآن کریم اور مصنوعی مذاہب کی کتابوں میں ایک واضح فرق ہے۔قرآن کریم نے ابتداء سے انتہا تک تاریخ کی سب سے بڑی انقلابی تحریک کی قیادت وراہنمائی کی ہے جب کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں کا کسی مختصر ترین تحریک سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔قرآن کریم ہی وہ کتاب زندگی ہے جو واقعات زندگی سے بھرپور مثالیں پیش کرسکتی ہے۔

قرآن کریم نے پردہ رکھنے کے لئے نہ تو وہ بات بتائی ہے جس سے منافقین مکر جائیں نہ کہیں کسی منافق کا نام لیا ہے۔مگر قرائن کہتے ہیں کہ چند منافقین نے ایک منصوبہ بنایا تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ تبوک سے واپس آجائیں اور ایک گھاٹی کے پاس سے گذریں تو ان پر حملہ کرکے آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کردیں۔حضرت جبرئیل امین نے اللہ کے حکم سے آپ کو بروقت خبر دیدی اور آپ نے دوسرا راستہ تبدیل کرکے بڑی تیزی سے مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی فرمائی تا کہ آپ جلد از جلد مدینہ منورہ پہنچ جائیں اور منافقین کی سازش نا کام ہوجائے۔

اس سلسلے میں منافقین میں سے کسی نے ایک بات کہی تھی جسے ایک صحابی رسول ﷺ نے سن لیا اور بات حضور اکرم ﷺ تک پہنچادی۔حضور ﷺ نے جب اس منافق کو طلب کیا تو وہ اللہ کی جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلانے لگا کہ اس نے ایسا نہیں کہا تھا۔اس پر ان صحابی نے بھی قسم کھائی کہ یہ جھوٹا ہے اس نے واقعتاً وہ بات کہی تھی۔اسی وقت وحی نازل ہوئی جس میں صحابی رسول ﷺ کا سچا ہونا اور منافق کے جھوٹا ہونے کی طرف اشارہ کردیا گیا۔اس پر منافق شخص نے اپنے گناہ اور غلطی کا اعتراف کرلیا اس نے سچے دل سے توبہ کی اور از سر نو مسلمان ہوگیا۔

اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ منافقین اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ وہ نبی مکرم ﷺ کے قتل کا منصوبہ تک بنا سکتے ہیں۔ان سے ہوشیار رہنے کی سخت ضرورت ہے۔یہ الگ بات ہے کہ وہ بروقت اپنا منصوبہ مکمل نہ کرسکے اوز بر ی طرح نا کام رہے۔

ایک اور واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک بظاہر مومن نے حضور اکرم ﷺ سے فرمائش کی کہ اس کے مال ودولت میں اضافہ کی دعا کردی جائے۔آپ ﷺ نے ازراہ شفقت اس کے لئے دعا فرمادی۔اس کے مویشی اور مال ودولت میں خوب اضافہ ہوگیا۔حالانکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے گا لیکن مال ودولت ملتے ہی اس نے کنجوسی اختیار کرلی۔اس پر نبی کریم ﷺ نے علی الاعلان افسوس کا اظہار فرمایا۔آیت نمبر ۷۷ میں سزا کے طور پر اللہ نے اس کے نفاق کو اور مضبوط کردیا جو پوری زندگی اس کے دل سے نہ نکل سکا۔حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں منافقت اور ذلت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ منافق یہ سمجھتے ہیں کہ ان منافقین کے واقعات، منصوبہ بندی اور سازشیں اللہ جو کہ تمام غیبوں کا جاننے والا ہے اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔نہیں بلکہ وہ اللہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ
فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾
اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ ع ١٠/٨ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

وہ لوگ جو ان مومنوں پر الزام لگاتے ہیں جو خوشی سے خیرات کرتے ہیں؛ اور وہ ان لوگوں پر الزام لگاتے ہیں جن کو صرف اپنی محنت اور مزدوری کا صلہ ملتا ہے۔ پھر وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ ان کا تمسخر اڑاتا ہے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں۔ اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں گے تو اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

اَلْمُطَّوِّعِيْنَ	نیکی کرنے والے
لَا يَجِدُوْنَ	وہ نہیں پاتے ہیں
جُهْدَهُمْ	اپنی کوشش اور محنت
يَسْخَرُوْنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مذاق کرتے ہیں

اِسْتَغْفِرْ	دعائے مغفرت کر
سَبْعِيْنَ	ستر
مَرَّةً	ایک مرتبہ۔ مرتبہ
لَنْ يَّغْفِرَ	وہ ہرگز معاف نہ کرے گا

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۰

صحابہ کرامؓ جو رسول اکرم ﷺ کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہتے تھے ان کو جو بھی میسر ہوتا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے کم ہو یا زیادہ۔ منافقین جن کو صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری کا ہر انداز برا لگتا تھا کوئی بھی موقع ہوتا طعن وطنز سے باز نہیں آتے تھے اور ہر بات میں کوئی نہ کوئی ایسا پہلو نکال لیتے جس سے وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں۔ اگر کوئی اللہ کے راستے میں زیادہ دیتا تو وہ اس کو دکھاوا اور ریاکاری کا نام دیدیتے تھے۔ کوئی اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑا سا ایثار کرتا تو یہ منافقین ان کی تھوڑی چیز کا مذاق اڑاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو دل کی خوشی سے اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے صدقات دیتے ہیں یہ منافقین ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور جو لوگ اپنی محنت مزدوری سے کما کر تھوڑا سا صدقہ کرتے ہیں یہ ان پر پھبتیاں کسنے میں کمی نہیں کرتے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اہل ایمان کا کیا مذاق اڑائیں گے اللہ ان منافقین سے خود ایک بھیانک مذاق کر رہا ہے اور یہ لوگ دردناک عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔

احادیث میں صحابہ کرامؓ کے صدقات دینے کی اس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ خاتم الانبیاء ﷺ نے اہل ایمان کو صدقات دینے کی طرف رغبت دلائی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار درہم پیش کر دیئے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ نے ایک سو وسق کھجوریں پیش کیں جو چار ہزار درہم قیمت کی تھیں۔ ایک صحابی نے جو غریب تھے اپنی محنت مزدوری سے حاصل ہونے والی کمائی میں سے ایک صاع کھجوریں پیش کیں۔ جن دو صحابہ نے چار چار ہزار درہم صدقہ کئے تھے ان کے متعلق تو منافقین نے ریاکاری اور دکھاوے کا الزام لگا دیا اور جن صحابی نے ایک صاع کھجوریں پیش کی تھیں ان کا خوب مذاق اڑایا کہ بھلا ایک صاع کھجور بھی کوئی دینے کی چیز تھی۔ غرض یہ کہ ان منافقین کا کام یہی تھا کہ جس طرح ممکن ہو صحابہ کرامؓ کے ایثار و قربانی کے جذبوں کو پامال کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں کی جائیں اور ہمت بڑھانے کے بجائے ان کی ہمتیں پست کی جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق بہت تفصیل سے ارشاد فرمایا اور پھر ارشاد ہوا کہ اے نبی ﷺ! یہ منافقین اپنے نفاق اور

کفر میں اس مقام تک پہنچ چکے ہیں جہاں ان کے لئے نبی ﷺ کی دعائے استغفار خواہ وہ ستر مرتبہ ہی کیوں نہ ہو کوئی فائدہ نہ دے گی اور اللہ ان کو معاف نہ کرے گا۔

اس آیت کے ضمن میں مفسرین نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کا انتقال ہو گیا تو عبداللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی جو انتہائی مخلص صحابی رسول تھے انہوں نے درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ میرے والد کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے حضور اکرم ﷺ نے اپنا قمیص دیا کہ عبداللہ ابن ابی پر ڈال دیا جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے نماز جنازہ پڑھانے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے پورے ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جس نے پوری زندگی اسلام کے خلاف فلاں فلاں کام کئے۔ جب کہ اللہ نے بھی فرمادیا ہے کہ ایسے منافقین کے لئے دعائے مغفرت کی جائے یا نہ کی جائے خواہ دعائے مغفرت ستر مرتبہ بھی کی جائے اللہ اس کو معاف نہ کرے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرؓ اس کو معاف کرنا یا نہ کرنا یہ تو اللہ کا کام ہے مجھے اللہ نے اختیار دیا ہے کہ میں اس کے لئے دعائے استغفار کروں یا نہ کروں۔ لہٰذا میں اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا چنانچہ آپ نے اس رئیس المنافقین کی نماز جنازہ پڑھائی دعاء مغفرت کی اور آپ قبرستان اس کی تدفین میں بھی شریک ہوئے۔ اس کے بعد جب یہ آیت نازل ہو گئی ولا تصل علی احد منھم۔ یعنی اے نبی ﷺ آپ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھایئے اور نہ اس کی تدفین میں شرکت فرمایئے۔ جب اللہ تعالیٰ کا یہ واضح حکم آ گیا تو آپ نے اس کے بعد پھر کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کا فسق و فجور اور منافقت واضح ہو تو اس کی نماز جنازہ سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ
خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ
حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے (جنگ میں) جانے کے بعد اپنے بیٹھنے پر خوش ہیں۔ جن کو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ناگوار ہے اور وہ یوں کہتے ہیں کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ شدید گرم ہے کاش وہ سمجھتے۔

وہ تھوڑا سا ہنس لیں پھر وہ بہت روئیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کرتے رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

فَرِحَ	خوش ہو گیا (ہو گئے)
اَلْمُخَلَّفُوْنَ	پیچھے رہ جانے والے
بِمَقْعَدِهِمْ	اپنے بیٹھ رہنے سے
خِلٰفَ	مخالفت
كَرِهُوْا	انہوں نے برا سمجھا
اَنْ يُّجَاهِدُوْا	یہ کہ وہ جہاد کریں
لَا تَنْفِرُوْا	نہ نکلو
اَلْحَرُّ	گرمی
اَشَدُّ حَرًّا	زیادہ گرم
فَلْيَضْحَكُوْا	پس چاہیے کہ وہ ہنسیں
وَلْيَبْكُوْا	اور چاہیے کہ وہ روئیں
يَكْسِبُوْنَ	وہ کماتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۲

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے اس جہاد میں شرکت سے بچنے

اور مال و دولت حاصل کرنے کیلئے ہزاروں بہانے بنائے تھے وہیں وہ جاں نثار اور مجاہدین صحابہ بھی تھے جو ہر چیز سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے جہاد میں شریک ہونے کو سعادت سمجھ رہے تھے۔ فرمایا گیا کہ یہ منافق جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں گھر پر بیٹھے رہ گئے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے کو برا سمجھا ہے اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اتنی شدید گرمی کے موسم میں سفر نہ کرو۔ ان کے لئے فرمایا کہ یہ تو دنیا کی گرمی ہے لیکن جب تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں جہنم میں ڈالا جائے گا اس جہنم کی آگ اور گرمی کا تو دنیا کی گرمی سے کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ اس دنیا کی گرمی تو چند دن کی ہوتی ہے پھر موسم بدل جاتا ہے لیکن جہنم کی گرمی تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ کاش اس بات کو اسی دنیا کی عارضی زندگی میں سمجھ لیا ہوتا۔ آج تم جتنی خوشیاں منا سکتے ہو منالو۔ لیکن پھر تمہیں بہت زیادہ رونا پڑے گا۔

ان آیات میں جہنم کی شدت کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں جہنم کی اس آگ کو انتہائی شدید کہا گیا ہے جس کا تصور اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ جو بھی کافر اور مشرک ہیں ان کو اس جہنم میں ڈالا جائے گا جس کا ذکر کیا گیا ہے لیکن منافقین کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں اس لئے ڈالے جائیں گے کہ وہ کافرانہ حرکتیں بھی کرتے تھے اور دھوکا دینے کے لئے مسلمانوں میں شریک بھی رہتے تھے تو ایک سزا ان کے کفر کی ہے اور ایک سزا ان کی اہل ایمان کو دھوکہ دینے کی ہے۔ اسی طرح آج وہ لوگ جو عیسائی، یہودی یا مشرک ہیں ان کی سزا جہنم ہے لیکن وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں ان کی سزا بھی دگنی ہے وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ کفر کہ وہ ختم نبوت کا عملاً انکار کرتے ہیں اور دوسری سزا اس بات کی کہ وہ مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے ان جیسے اعمال کرتے ہیں اور کفار و مشرکین سے ساز باز بھی رکھتے ہیں۔ منافقین اور قادیانی درحقیقت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان جیسے مکاروں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلَىٰ طَآئِفَةٍ
مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا
وَّلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳

پھر اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لائے اور پھر وہ لوگ (آپ کے ساتھ) چلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دیجئے کہ تم میرے ساتھ کہیں بھی ہرگز نہ نکل سکو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر تم کسی دشمن سے لڑو گے۔ اس لئے کہ تم نے پہلی مرتبہ میں بیٹھے رہنے کو پسند کیا۔ اب تم ان کے ساتھ بیٹھے رہو جو پیچھے بیٹھنے پر خوش ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳

رَجَعَکَ — تجھے لوٹائے
اِسْتَاْذَنُوْکَ — وہ تجھ سے اجازت مانگیں
لَنْ تَخْرُجُوْا — تم ہرگز نہ نکلو گے
مَعِیَ — میرے ساتھ
اَبَدًا — ہمیشہ
رَضِیْتُمْ — تم راضی ہو گئے
اُقْعُدُوْا — تم بیٹھے رہو
اَلْخٰلِفِیْنَ — پیچھے رہ جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۸۳

غزوہ تبوک جو بہت اہم غزوہ تھا اس میں جو منافقین حیلے بہانے کر کے اس بات پر خوش ہو رہے تھے کہ ہماری جان چھوٹ گئی ان کے متعلق مسلسل آیات میں وعیدیں آ رہی ہیں تا کہ قیامت تک اب کسی کو اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی حیلے بہانے کی جرأت نہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اے نبی ﷺ آپ ان منافقین سے کہہ دیجئے کہ اب اگر جہاد و قتال کا

موقع آئے گا تو تمہیں اس جہاد میں نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی اور یہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ مل کر کسی دشمن سے نہ لڑسکیں گے۔

منافقین کے لئے یہ سب سے بڑی وعید ہے کہ اب آئندہ کوئی منافق مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے جنگ نہ کرسکے گا۔ یہ منافقین کے لئے سب سے بڑی بدنصیبی اور محرومی کا اعلان ہے۔ اللہ نے اس کی وجہ بھی بتادی ہے کہ جب منافقین سے پہلی مرتبہ یہ کہا گیا تھا کہ وہ اللہ کے لئے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں نکلیں جب انہوں نے اس کی نافرمانی کی تو اب اللہ نے ان کو اس نعمت جہاد سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیا۔ جو ایک بہت بڑی محرومی ہے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۴

اور اگر ان میں سے کوئی مرجائے تو ان پر کبھی نماز (جنازہ) نہ پڑھئے اور نہ آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا۔ اور ان کو موت نہ آئے گی مگر اس حال میں کہ وہ نافرمان ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۴

لَا تُصَلِّ	تو نماز نہ پڑھ
لَا تَقُمْ	تو کھڑا نہ ہو
مَاتُوْا	وہ مر گئے

تشریح: آیت نمبر ۸۴

ان منافقین کی پہلی محرومی تو یہ ہوئی کہ اب ان کا نام مجاہدین کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے اور اب ان کو آئندہ کسی جہاد

میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔

اس آیت میں یہ فرمادیا گیا کہ اے نبی ﷺ! اگر ان منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپ نہ تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں نہ دعائے مغفرت کریں اور نہ اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت فرمائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں وجہ بھی ارشاد فرمادی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ نافرمانی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔

محدثین و مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں منافقین کے سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

اس آیت سے نتیجہ کے طور پر یہ بات بھی سامنے آ گئی ہے کہ منافقت کرنے والوں کے (جن کا نفاق واضح ہو ان کے) جنازوں پر مومنوں کو نماز نہ پڑھنی چاہیے نہ پڑھانی چاہیے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ
اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ
اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۸۶﴾
رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ؗ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۹

(اے نبی ﷺ) آپ کو ان کے مال اور ان کی اولادیں تعجب میں نہ ڈال دیں۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ان کو اسی دنیا میں ان چیزوں کے بدلے عذاب دے اور ان کی جانیں اس طرح نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔

اور جب کوئی سورت (کا ٹکڑا) ان پر نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے جو طاقت رکھتے ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (اگر اجازت ہو تو) ہم رک جانے والوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

وہ اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں (درحقیقت) ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اور وہ اس کو نہیں سمجھتے۔ رسول اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں ان ہی لوگوں کے لئے ساری بھلائیاں ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں ان کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۵ تا ۸۹

تَزْهَقَ	نکلے۔ نکالے
اُولُوا الطَّوْلِ	طاقت والے
ذَرْنَا	ہمیں چھوڑ دے
طُبِعَ	مہر لگا دی گئی
لَا يَفْقَهُوْنَ	وہ نہیں سمجھتے ہیں
اَلْمُفْلِحُوْنَ	کامیابی حاصل کرنے والے
اَعَدَّ	تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۸۵ تا ۸۹

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں ہی فرمادیا تھا کہ ان کے اموال اور اولادیں مومنوں کیلئے تو رحمت ہی رحمت ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیکن کفار اور منافقین کے لئے بڑی آفت ہیں چونکہ وہ ساری زندگی اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔ جہاد تو بڑی بات ہے انہیں اسلام کی معمولی عملی خدمت کی توفیق بھی نہیں ہوتی وہ مرتے دم تک دین اسلام اور اس کے عملی پہلوؤں سے بھاگتے پھرتے ہیں۔ ان کفار و منافقین کو آخرت میں جو سزا ہوگی اس کا تو اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے لیکن دنیا میں ان کے لئے سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ ان کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوگی۔ غرضیکہ ان کے مال اور ان کی اولادیں دنیا اور دین دونوں میں وبال ہیں۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان میں سے طاقت و قوت رکھنے والے ہٹے کٹے نوجوانوں کو جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کریں تو ان کی زبانوں پر یہی ہوتا ہے کہ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہیں جو یہاں ٹھہر گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ رہنے پر راضی اور خوش ہیں یہ کسی سمجھ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اس طرح بدنصیبی کی مہریں لگادی ہیں کہ کوئی اچھی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی

لیکن اس کے برخلاف رسول اللہ ﷺ اور وہ جاں نثار جو آپ پر ایمان لے آئے ہیں ان کے نزدیک ان کے مال اور جانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اپنے مالوں اور جانوں سے وہ جہاد کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں مقدر کردی گئی ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی گئی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو دنیا کی عارضی زندگی، وقتی آرام اور چند مفادات کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور جہاد سے جان چرا رہے ہیں ان کے لئے ابدی جہنم ہے جب کہ ان اہل ایمان کیلئے جو اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کی تعمیل کر رہے ہیں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اللہ و رسول کی رضا پر خرچ کر رہے ہیں ان کے لئے دین و دنیا کی تمام بھلائیاں لکھ دی گئی ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ آج دنیا میں نہ تو وہ اہل ایمان موجود ہیں جنہوں نے اللہ و رسول کی اطاعت کی تھی اور نہ وہ کفار، مشرکین اور منافقین جنہوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی لیکن ان کی تاریخ اور زندگی کے حالات سب کے سامنے ہیں۔ ان پر آج بھی فخر کیا جاتا ہے جنہوں نے اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری کی۔ لیکن نافرمانوں کی طرف تو ان کی اولاد بھی

نسبت کرنے میں فخر محسوس نہیں کرتی۔ یہ تو اس دنیا کا معاملہ ہے آخرت میں بھی ایسے لوگوں کا کوئی مقام نہ ہوگا اور ابدی جہنم ان کا مقدر بنا دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی کا سامان کرلیا ہے۔

اس کے برخلاف اہل ایمان رسول ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے اپنے مالوں اور جان کی پرواہ نہیں کی ان کی عزت اس دنیا میں بھی ہے، ہر دل میں ان کی عظمتیں موجود ہیں اور ان کی نسبت پر بھی فخر کیا جاتا ہے۔ ان کا آخرت میں کیا اعلیٰ مقام ہوگا شاید اس دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ
كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٩٠﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ
لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ
مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾
وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ
مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ
الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

اور کچھ دیہاتیوں میں سے بہانے بناتے آئیں گے تاکہ آپ ان کو اجازت دے دیں اور

وہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا ہے ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کمزوروں، بیماروں اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے جو خرچ کرنے کے لئے اپنے پاس کچھ بھی نہیں پاتے جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخلص ہیں۔ اور نیکیاں کرنے والوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اللہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور نہ ان لوگوں پر الزام ہے جو آپ کے پاس آئے کہ انہیں بھی سواری دیدی جائے اور آپ نے ان سے کہا کہ ایسی کوئی سواری نہیں ہے کہ جس پر میں تمہیں سوار کرادوں وہ اس حال میں لوٹتے ہیں کہ غم کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں کہ وہ (آج) کچھ بھی نہیں رکھتے کہ اس کو وہ خرچ کریں۔

الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے اجازت مانگتے ہیں اور اس پر راضی ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ (درحقیقت) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور وہ (اس کے انجام سے) واقف نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

اَلْمُعَذِّرُوْنَ	معذرت پیش کرنے والے
اَلْاَعْرَابُ	دیہاتی
لِيُؤْذَنَ	تا کہ اجازت دی جائے
سَيُصِيبُ	جلد ہی پہنچے گا
اَلضُّعَفَآءُ	کمزور۔ضعیف
اَلْمَرْضٰى	مریض
لَا يَجِدُوْنَ	وہ نہیں پاتے ہیں
حَرَجٌ	گناہ۔تنگی

نَصَحُوْا	نصیحت کی۔انہوں نے نصیحت کی
اَلْمُحْسِنِیْنَ	نیکوکار
اَتَوْکَ	تیرے پاس آئے
لِتَحْمِلَ	تا کہ تو سوار کرادے
لَا اَجِدُ	میں نہیں پاتا ہوں
اَعْیُنٌ	(عَیْنٌ)۔آنکھیں
تَفِیْضُ	بہہ رہی ہیں
اَلدَّمْعُ	آنسو
حَزَنٌ	رنج وغم
اَلَّا یَجِدُوْا	یہ کہ وہ نہیں پا رہے ہیں
اَلسَّبِیْلُ	راستہ۔الزام
اَغْنِیَآءُ	مالدار ہیں

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

اعراب،اعرابی کی جمع ہے۔ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو شہروں کے باہر چھوٹی چھوٹی جگہوں پر رہتے ہیں گاؤں دیہات ان کا مسکن ہوتا ہے۔شہر کے لوگ پھر بھی علم،تہذیب اور شائستگی سے قریب ہوتے ہیں لیکن جو لوگ دیہات اور چھوٹی جگہوں پر ہوتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت شہریوں سے مختلف ہوتی ہے ان کے رہنے سہنے کے طریقے ان میں وہ مزاج پیدا نہیں کرتے جو مناسب فضا میسر ہونے پر انسان کو شہروں میں حاصل ہوتے ہیں۔دیہاتیوں کی دوسری خصوصیت ان کی سادگی اور سادہ مزاجی بھی ہوتی ہے ان کو ''اعراب'' کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقت کا مرض صرف شہروں تک محدود نہ تھا بلکہ بعض بدوی اور اعرابی بھی اس مرض میں مبتلا تھے جب ان سے غزوہ تبوک کے موقع پر جہاد میں چلنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے اپنی غربت، پریشانیوں، موسم کی سختی، جنگوں کی ناتجربہ کاری فصلوں کی تیاری جیسے سیکڑوں عذر پیش کر دیئے۔اور اس جہاد میں اگر انہوں نے کچھ دیا بھی تو اس کو اس طرح

پیش کیا جیسے وہ کسی سزا کا جرمانہ ادا کر رہے ہیں فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ اہل ایمان حالات کے بھنور میں پھنس جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن ان میں جو اہل ایمان ہیں یعنی اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے ہر خرچ کو اللہ سے قریب ہونے کے تصور کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور ہر وقت اللہ کے رسول ﷺ کی دعاؤں کے طلب گار رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو واقعی اللہ کا قرب حاصل ہوگا وہ اس کی رحمت کے مستحق ہوں گے۔ اللہ ان کو بہت جلد اپنی رحمت میں شامل فرمائے گا۔ اور اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے گا۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ منافقین تو ہزاروں بہانے اور حیلے کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر چکے ہیں لیکن ان کا انجام بہت خراب ہے جو وہ اس دنیا میں اور آخرت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

البتہ وہ لوگ جن کو واقعی عذر ہے وہ اگر جہاد میں جانے سے عذر پیش کریں تو اللہ کے پاس ان کا عذر قبول ہوگا اور ان پر جہاد کی شرکت نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں ہوگا یہ وہ لوگ ہیں جو بہت کمزور، اپاہج یا مجبور ہیں یا ان کے پاس جنگی ہتھیار یا وسائل نہیں ہیں اگر وہ جہاد میں شرکت نہیں کرتے تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

دراصل مواخذہ تو ان لوگوں سے ہوگا جو مال دار، صاحب حیثیت، صحت مند ہیں جو جہاد میں شرکت کر سکتے ہیں مگر پھر بھی وہ طرح طرح کے عذر پیش کر کے جہاد سے جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہاں ایک بات غور کرنے کی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے تبوک کے موقع پر جہاد میں جانے پر رضامندی کے بجائے طرح طرح کے عذر پیش کئے ان پر مسلسل آیات میں جہنم کی وعیدیں آ رہی ہیں وجہ کیا ہے؟ جہاں تک وجہ کا تعلق ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے جس میں ہر صاحب ایمان شخص کی شرکت لازمی اور ضروری ہے اس سے سوائے ان لوگوں کے جو واقعی جہاد میں شرکت کرنے کے قابل نہیں ہیں اور کسی کے لئے معافی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس کو منسوخ کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے۔ قرآن کریم نے جہاد پر اتنا زور اسی لئے دیا ہے تاکہ قیامت تک کسی کو جہاد سے جی چرانے کی ہمت نہ ہو۔ مسلمانوں کا یہ وہ عظیم جذبہ ہے جس سے ساری دنیا کانپتی ہے اسی لئے ہر دور میں کفار و مشرکین نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کی عظمت کو کم کیا جائے تاکہ ملت اسلامیہ کی جو روح ہے وہ نکل جائے۔ اس کے برخلاف الحمد للہ تمام مسلمانوں نے ہمیشہ اس حکم پر لبیک کہا ہے اور قیامت تک کہتے رہیں گے۔

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کا حق نمک ادا کرتے ہوئے جہاد کو یہ کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے اور میں جہاد کو منسوخ کرتا ہوں۔ درحقیقت مرزا نے جہاد کا نہیں بلکہ قرآن کریم کی ان آیات کا انکار کیا ہے جو قرآن کریم میں ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر جہاد سے متعلق آیات آئی ہیں۔

يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ‌ؕ قُلْ لَّا
تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ‌ؕ وَ
سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ
لَكُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ؕ
اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ‌ وَّمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾
يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ‌ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

جب ان کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے تو وہ عذر پیش کریں گے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم عذر پیش نہ کرو ہمیں تمہارا ہرگز اعتبار نہیں ہے۔ یقیناً اللہ نے تمہارے حالات ہمیں بتا دیئے ہیں۔ اور ابھی تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے کام دیکھے گا پھر تم غیب اور موجود کے جاننے والے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ جب لوٹ کر جاؤ گے تو وہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے درگذر کرو۔ تم ان سے منہ پھیرلو۔ بے شک یہ پلید لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ سب ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ہوگا۔ وہ تمہارے آگے قسمیں کھائیں گے تا کہ آپ ان سے راضی ہو جائیں۔ پھر اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو بے شک اللہ نافرمانوں سے راضی نہیں ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

يَعْتَذِرُوْنَ — وہ عذر کرتے ہیں۔ کریں گے

رَجَعْتُمْ	تم لوٹے
لَنْ نُّؤْمِنَ	ہم ہرگز یقین نہ کریں گے
نَبَّانَا اللّٰهُ	ہمیں اللہ نے بتادیا ہے
اَخْبَارٌ	حالات۔خبریں
تُرَدُّوْنَ	تم لوٹائے جاؤ گے
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ	پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا
يُنَبِّئُ	وہ بتائے گا
اِنْقَلَبْتُمْ	تم پلٹے
لِتُعْرِضُوْا	تا کہ تم درگزر کرو
اَعْرِضُوْا	درگزر کرو۔معاف کردو
يَحْلِفُوْنَ	وہ قسمیں کھائیں گے
لِتَرْضَوا	تا کہ تم راضی ہوجاؤ
لَا يَرْضٰى	وہ راضی نہ ہوگا

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

گذشتہ آیات سے منافقین کی عادتوں کا بیان فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ جب آپ غزوہ تبوک سے واپس پہنچیں گے تو وہ قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کریں گے کہ آپ ان کو نہ صرف معاف کردیں بلکہ ان سے آپ راضی بھی ہوجائیں۔فرمایا کہ اگر تم سب ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ ان سے کبھی خوش نہ ہوگا کیونکہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں۔ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ منافقین کی تین حرکتیں ہوں گی۔

۱) جب آپ واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو وہ جھوٹے عذر پیش کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری معذرتوں کا کوئی فائدہ نہیں چونکہ اللہ نے وحی کے ذریعہ ہمیں سب کچھ بتادیا ہے۔بے شک ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا لیکن اگر آئندہ تم ایسی حرکتیں کرتے رہے تو وہ اللہ جو کہ غیب و شہادت کا اچھی طرح علم رکھنے والا ہے وہ تم سے پورا پورا سخت حساب لے گا اور تمہیں سزا دے گا۔

۲) فرمایا کہ وہ جھوٹی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان پر گرفت نہ کرو اور ان کو نظر انداز کر دو۔ فرمایا کہ یہ لوگ پلید اور گندے ہیں ان کا مقام جہنم ہے۔

۳) یہ آپ سے جھوٹی قسمیں کھائیں گے تاکہ آپ کو فریب دے سکیں اور آپ ان سے راضی ہو جائیں لیکن اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ ان سے کبھی راضی نہ ہوگا کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان ہیں ان کی سزا جہنم ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ
نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ
مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ
دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ
يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ
ع ۱۲/۱ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۹۹

(بعض) دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کیونکہ انہیں ان احکامات کا علم نہیں ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کئے ہیں اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور بعض دیہاتی وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو جرمانہ سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے حالات کی گردش (برے وقت) کا انتظار کرتے ہیں۔ حالانکہ برا وقت ان پر ہی پڑنے والا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اور بعض دیہاتی وہ بھی ہیں جو اللہ پر یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو اللہ کا قرب حاصل کرنے اور رسول کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ سنو! کہ بے شک وہ ان کے لئے اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے بہت جلد اللہ ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۹۹

اَلْاَعْرَابُ	دیہاتی۔گاؤں کے رہنے والے
اَشَدُّ کُفْرًا	کفر میں شدید ہیں
اَجْدَرُ	زیادہ موزوں ہیں
حُدُوْدُ	حدیں
یَتَّخِذُ	وہ بناتا ہے
مَغْرَمٌ	جرمانہ۔تاوان
اَلدَّوَآئِرُ	دائرے۔گردش زمانہ
قُرُبٰتٌ	قربتیں۔ثواب
صَلَوٰتٌ	دعائیں

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۹۹

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر اہل ایمان کے اخلاص اور منافقین کی زندگی کے دوہرے کردار کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ منافقین جو شہروں میں رہتے ہیں اور اپنے نفاق اور وقتی مفادات کیلئے دوہری زندگی گذار رہے ہیں وہ اپنے نفاق کی وجہ سے بدترین لوگ ہیں لیکن وہ منافقین جو شہروں کے آس پاس دیہات اور گاؤں میں رہتے ہیں وہ زیادہ برے اس وجہ سے ہیں کہ وہ اپنی جہالت، ہٹ دھرمی، اور علم و عمل سے دوری کی وجہ سے منافقت کے مرض میں زیادہ شدت سے مبتلا ہیں۔ وہ لوگ جو شہروں میں رہتے اور منافقت کرتے ہیں وہ پھر بھی علم و تبلیغ اور حضور اکرم ﷺ کی مجلسوں میں بیٹھنے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ تہذیب و شائستگی رکھتے ہیں لیکن وہ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں وہ اپنے نفاق اور کفر میں اس کا بھی سلیقہ نہیں رکھتے وہ لوگوں کو

دکھانے کیلئے نماز اور روزہ کی ادائیگی کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں مگر اس کو اس قدر ناگواری سے ادا کرتے ہیں جیسے وہ اللہ کی عبادت نہیں بلکہ کوئی سزا بھگت رہے ہیں۔ وہ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی بہت بڑی آفت یا مصیبت آجائے تو وہ اس دکھاوے کی عبادت و بندگی سے بھی جان چھڑا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب تو یہ دیا کہ منافقین جس بڑی آفت اور مصیبت کے منتظر ہیں وہ ضرور آئے گی مگر اہل ایمان پر نہیں بلکہ وہ مصیبت ان منافقین پر مسلط ہو کر رہے گی۔

منافقین کی عادتوں، مزاج اور اہل ایمان کے لئے بدخواہی کی تمنائیں کرنے والوں کا ذکر فرمانے کے بعد ان مومنین کا ذکر کیا جارہا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان، جرمانہ اور ٹیکس سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہمارا رب خوش ہوگا ہمیں اپنے رب کی رضا و خوشنودی اور قرب حاصل ہوگا۔ وہ لوگ اس لئے خرچ کرتے ہیں تا کہ وہ اس خرچ کو رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا ذریعہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مخلص اہل ایمان کے لئے فرمایا ہے ایسے لوگ نہ صرف اللہ کا قرب، رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے مستحق اور اس غفور و رحیم کی رحمتوں کے مستحق ہوں گے بلکہ دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں حاصل کریں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٠٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۰

اور انصار و مہاجرین میں جو سب سے (ایمان و اسلام میں) آگے بڑھ جانے والے ہیں اور جتنے لوگ ان کے پیچھے نیکی سے چلنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور ان کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۰

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ — سب سے پہلے ایمان لانے میں جو آگے بڑھے

اِتَّبَعُوْا	انہوں نے اتباع کیا۔ پیروی کی
اِحْسَانٌ	نیکی
رَضِیَ اللّٰهُ	اللہ خوش ہو گیا۔ راضی ہو گیا
رَضُوْا	وہ خوش ہو گئے۔ راضی ہو گئے
اَعَدَّ	اس نے تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۰

عام اصطلاح میں صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا ہو۔ ایمان کی حالت پر قائم رہتے ہوئے ایمان ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو۔ جس کو یہ مرتبہ و مقام حاصل ہوا کائنات میں نبی مکرم ﷺ اور انبیاء کرامؑ کے بعد اس سے بہتر و اعلیٰ مخلوق کوئی نہیں ہے صحابہ کرامؓ بلاشک وشبہ تمام انسانوں میں ایک عظیم رتبہ اور مقام رکھتے ہیں۔ ان کے آپس میں جو خلوص اور محبت تھی وہ بھی بے مثال ہے۔ اگر ان میں بشری تقاضوں کے تحت کہیں اختلاف بھی ہوا ہے تو اس کو اختلاف اور بغض وعناد کا نام دینا انتہائی بددیانتی اور کم فہمی ہے۔ اس لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ اس کو مشاجرات صحابہؓ کہا جائے۔ مشاجرت شجر سے بنا ہے یعنی درخت۔ جو اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جب بہت تیز ہوا چلتی ہے تو جس طرح درخت کی شاخیں اور پتے اس ہوا کی وجہ سے آپس میں ٹکرانے لگتے ہیں اور جب تیز ہوا بند ہو جاتی ہے تو پھر ہر شاخ اور ہر پتہ اپنی اپنی جگہ اسی طرح ہرا بھرا نظر آنے لگتا ہے جیسے پہلے تھا۔ کچھ پتے ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ تیز آندھی کی وجہ سے کچھ درخت گر بھی جاتے ہیں پتے بکھر بھی جاتے ہیں لیکن تیز ہوائیں رک جانے کے بعد وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح بلاشبہ صحابہ کرامؓ کی شان بھی یہی ہے کہ جب دشمنان اسلام کی پھیلائی گئی بدگمانیوں اور سازشوں سے اختلافات کی تیز آندھی چلی تو کچھ شاخیں اور پتے آپس میں ٹکرا گئے لیکن جب آندھیوں نے دم توڑ دیا تو یہ مقدس جماعت اپنے مشن اور مقصد میں سرگرم ہو گئی۔ مشاجرات صحابہ کرامؓ کو لڑائی جھگڑے کا نام دینا ان کے عظیم جذبوں کی بہت بڑی توہین ہے۔ ان مشاجرات کی وجہ سے ان صحابہ کرامؓ کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر ان پر تنقید کو جائز قرار دینا یا کسی کو برا بھلا کہنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ یہ سب کے سب صحابہ کرامؓ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیارے ہیں جن کی محبت جزو ایمان ہے۔ یہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی روشنی زندگی کے تاریک راستوں میں مشعل راہ ہے۔ یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے ایثار و قربانی پر کائنات کو ناز ہے۔ اگر وہ دین اسلام کے لئے بے مثال قربانیاں نہ دیتے، اپنے گھر بار کو نہ لٹاتے، اپنے مالوں اور جانوں پر اللہ کے رسول ﷺ اور دین اسلام کو برتر و اعلیٰ نہ سمجھتے تو آج ہم اہل ایمان نہ کہلاتے۔ جن کے لئے اللہ اور رسول ﷺ نے بالکل صاف اور واضح الفاظ میں فرما دیا کہ دیکھو میرے بعد میرے صحابہ کو تنقید کا نشانہ

مت بنالیناان کی محبت میری محبت ہے اوران سے بغض وعناد مجھ سے بغض وعناد ہے۔

اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں نبی مکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے کفار، مشرکین اور منافقین کے ہاتھوں وہ اذیتیں برداشت کیں جن کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی زمین ان پر تنگ کردی گئی تو وہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ پہلے حبشہ اور مختلف مقامات کی طرف ہجرت فرمائی اور جب نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا تو تمام صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ کی طرف سمٹنے اور جمع ہونا شروع ہوگئے۔ مدینہ منورہ کے وہ خوش نصیب جن کو ایمان کی دولت نصیب ہو چکی تھی ان کو نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا میزبان اور انصار بننے کا شرف حاصل ہوا ان انصار و مہاجرین نے ایک دوسرے کیلئے وہ ایثار و قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے مل سکے گی۔ ان بے سروسامان انصار و مہاجرین پر جنگیں مسلط کی گئیں تو انہوں نے اس زبردست امتحان میں بھی بے جگری کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔ مکہ اور مدینہ میں انصار و مہاجرین نے جن مشکلات کو برداشت کیا اور کفار و مشرکین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا وہ درجہ اور مقام ان کو نہیں دیا جاسکتا جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے ان نیک اور مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جنگ و امن میں بھرپور کردار ادا کیا ان کا مقام ان سے بلند تر ہے جو ان کے بعد دین اسلام کی عظمت کو قبول کرنے والے تھے۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ ایک کے بعد دوسرے تک تا قیامت جاری رہے گا۔ ان کے درجات کی بلندی ان کے جذبوں اور ایثار کے مطابق متعین ہوتی جائے گی۔ مگر ایک بات میں سب شریک ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا، ان کے ایمانی جذبوں کو قبول کرلیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے یعنی تقدیر کے ہر فیصلے کو انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طور پر قبول کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین کے لئے دنیا کی عزت اور جنت کی ابدی راحتوں کو مقدر فرما دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ہم بات کو سمجھنے کے لئے ان مومنوں کو جنہوں نے ابتداء میں دین اسلام کو قبول کیا اور ان کے بعد آنے والوں نے ایمان کی روشنی کو حاصل کیا۔ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے ایمان والے (۲) ان کے بعد ان کی تقلید کرتے ہوئے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان دونوں کے درجات میں واضح فرق موجود ہے۔

(۱) ''السابقون الاولون من المهاجرين والانصار''۔ انصار و مہاجرین میں سے دین اسلام کی سربلندی کے لئے سب سے پہلے آگے بڑھنے والے جاں نثار صحابہ کرامؓ۔ ان کا سب سے بڑا مقام ہے۔

(۲) ''والذين اتبعو هم باحسان''۔ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دین اور اخلاق و اعمال کی بلندی میں ان لوگوں کی تقلید کی ہے جو ان کے راستے پر چلے ہیں جو ان سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاچکے تھے۔

ان دونوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کے راستے پر ان کی طرح چلنے والے ہیں یہ اللہ کی رضا و خوشنودی میں

دونوں برابر ہیں۔

جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی میں دین اسلام کو قبول کرلیا تھا۔ یا وہ دوسرے لوگ جوان صحابہ کرام کے راستے پر چلتے ہوئے قیامت تک آتے رہیں گے ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے مفسرین کی رائے کو سامنے رکھا جائے تو اس آیت اور اس بات کو سمجھنے میں بہت سہولت ہوگی۔

(۱) بعض مفسرین نے ''السابقون الاولون'' سے مراد ان صحابہ کرام کو لیا ہے جو غزوہ بدر سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

(۲) بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو صلح حدیبیہ تک ایمان لا چکے تھے

(۳) بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی تھیں یعنی بیت المقدس اور مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے جنہوں نے تحویل قبلہ سے پہلے پہلے نمازوں کو ادا کیا تھا۔

(۴) بعض کے نزدیک ''السابقون الاولون'' وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے بیعت رضوان سے پہلے ایمان قبول کرلیا تھا اس طرح ''والذین اتبعوھم باحسان'' سے مراد کون لوگ ہیں اس میں بھی مفسرین سے مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں مگر وہ بات سب سے بہتر ہے کہ ان سے مراد اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے والے صحابہ کرامؓ اور مومنین، تابعین، تبع تابعین اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔ یہ خوش خبری ان سب کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی راہوں پر چلنے اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ
اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ
نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾
وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ
عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

ربع — وقف منزل

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

اور جو دیہاتی آپ کے اردگرد ہیں ان میں سے بعض منافق بھی ہیں۔ اور مدینہ والوں میں سے بھی بعض لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں (اچھی طرح) جانتے ہیں۔ ہم انہیں دوہری سزا دیں گے۔ پھر وہ اس عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے

جو بہت بڑا عذاب ہے۔

کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے جنہوں نے ایک اچھے اور برے عمل کو ملا لیا ہے، بہت جلد اللہ انہیں معاف کر دے گا بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

حَوْلَکُمْ	تمہارے ارد گرد۔ آس پاس
مَرَدُوْا	اڑے ہوئے ہیں
مَرَّتَیْنِ	دو مرتبہ
یُرَدُّوْنَ	لوٹائے جائیں گے
اٰخَرُوْنَ	کچھ دوسرے لوگ
اِعْتَرَفُوْا	انہوں نے اقرار کیا
خَلَطُوْا	وہ مل گئے۔ ملایا
سَیِّءٌ	برائی۔ گناہ
اَنْ یَّتُوْبَ	یہ کہ وہ توبہ کرے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۲

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر ان منافقین کا ذکر کیا ہے جو دیہات اور شہر مدینہ میں رہ کر بھی ایمان کی دولت سے محروم اور نفاق کے مرض میں مبتلا تھے۔ ان میں سے بعض تو وہ تھے جن کے اعمال، اخلاق اور کردار کا پردہ چاک ہو چکا تھا اور اہل ایمان بھی ان کو پہچاننے لگے تھے لیکن بعض ایسے چالاک اور عیار تھے کہ ان کی سازشوں اور ان کی خباثتوں کو پہچاننا مشکل تھا جن کو اللہ ہی جانتا تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کے ارد گرد دیہات اور شہر مدینہ میں ایسے ذہنی مریض منافق موجود ہیں جن کا کام ایمان اور اسلام کے ساتھ مذاق کرنا ہے بعضوں نے اپنے نفاق کو اپنی عیاری کے پردوں میں چھپا رکھا ہے اور بعض ظاہر ہیں۔ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ اللہ ان کو اس دنیا میں اور آخرت میں دوہرا عذاب دے گا۔

اس دنیا میں تو ان کے لئے یہ عذاب ہے کہ ان کو ہر وقت اس کی فکر کھائے جاتی ہے کہ کہیں ان کے دل کا حال زبان پر نہ آ جائے۔ ان کے نفاق کو کھولنے کیلئے کوئی سورت یا آیات نازل نہ ہو جائیں ان کے لئے دنیا کا یہ بھی عذاب ہے کہ مسلمان جن سے وہ انتہائی کدورت اور بغض وعناد رکھتے ہیں اس نفرت کے باوجود انہیں مسلمانوں کی عزت کرنی پڑتی ہے۔ ان کے ساتھ مل کر عبادتوں کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ تو ان پر دنیا کا عذاب ہے لیکن آخرت میں تو ان پر نہ صرف عذاب ہے بلکہ ان کو جہنم کے سب سے نچلے اور ذلیل ترین مقام میں رکھا جائے گا اور وہ کبھی اس سے نہ نکل سکیں گے۔

اصل میں منافق کوئی بھی ہو اس کا ضمیر اس پر ملامت کرتا رہتا ہے ہر وقت اس کو بے اطمینانی اور غم لگا رہتا ہے یہ سب سے بڑا عذاب ہے۔ آخرت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا اس کو دنیا میں ذرا بھی اس کا اندازہ نہیں ہے۔

اس کے برخلاف کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنی جگہ مخلص ہیں مگر انہوں نے اپنے اچھے اعمال کے ساتھ برے اعمال کو بھی شامل کر لیا ہے۔ یعنی وہ دل میں اسلام کے لئے خلوص رکھتے ہیں مگر غزوہ تبوک کے موقع پر انہوں نے اعلان عام پر عمل نہیں کیا اور اپنی کھیتی باڑی میں لگے رہے۔ فرمایا ان کے لئے ان کی شرمندگی اور ندامت کی وجہ سے دروازہ کھل سکتا ہے۔

اس سے ایک نکتہ کی بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگر انسان اپنے برے اعمال کو بھی اچھا سمجھتا ہے اور اس میں نیکی کی طرف کوئی حرارت پیدا نہیں ہوتی تو اس کا خاتمہ اس کی نیت کے مطابق ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان سے غلطی ہو جائے اور اس پر اس کو یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اس سے واقعی غلطی ہو گئی اور پھر وہ اس غلطی کے اعتراف کے بعد ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ
اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ
اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ
عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ
لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

(اے نبی ﷺ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے کر انہیں پاک اور صاف کر دیجئے اور ان کے لئے دعا کیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے باعث سکون ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ اپنے بندوں کی توبہ اور صدقات کو قبول کرتا ہے۔ اور بے شک اللہ ہی تو قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اور آپ کہہ دیجئے کہ تم عمل کئے جاؤ پھر بہت جلد اللہ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان تمہارے کاموں کو دیکھ لیں گے۔ اور تم بہت جلد غیب وشہادت کے جاننے والے اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہی بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی کیا گیا ہے۔ یا تو وہ ان کو سزا دے گا یا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

خُذْ	لے لو۔ لیجئے
صَدَقَۃٌ	صدقہ
تُطَھِّرُھُمْ	ان کو پاک کیجئے
تُزَکِّیْھِمْ	ان کے دل پاکیزہ بنایئے
صَلٰوتُکَ	آپ کی دعا
سَکَنٌ	سکون ہوگا
یَقْبَلُ	وہ قبول کرتا ہے
عِبَادٌ	بندے
یَاْخُذُ	وہ لیتا ہے
مُرْجَوْنَ	روک دیئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۳ تا ۱۰۶

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات حضرت ابولبابہؓ اور ان کے چھ ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابولبابہؓ ہجرت مدینہ سے پہلے بیعت عقبہ کے موقع پر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے وہ اور ان کے چھ ساتھی کم و بیش ہر جہاد میں اپنے مالوں اور جانوں سے ایثار و قربانی کا عظیم مظاہرہ کرتے رہے لیکن غزوہ تبوک کے موقع پر بعض مجبوریوں کا سہارا لے کر اس میں شرکت نہ کر سکے اور گھر بیٹھ گئے۔

جب حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو ان سب کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور شرمندگی محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں سے باندھ لیا۔ اور انہوں نے اس بات کا عہد کیا کہ جب تک ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے معاف نہیں کیا جائے گا ہم اسی طرح بندھے رہیں گے خواہ ہمیں بندھے بندھے موت ہی کیوں نہ آ جائے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو ان کو کھولا گیا۔ شکرانے کے طور پر انہوں نے اپنا وہ سب مال و متاع جو اس جہاد میں شرکت کی وجہ سے رکاوٹ بن گیا تھا سب کا سب صدقہ کر دینے کی اجازت چاہی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے ایک تہائی مال قبول فرمایا اور اس طرح ان کے ظاہر و باطن کو پاک کیا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

مفسرین نے ان آیات کا یہ شان نزول ارشاد فرمایا ہے لیکن یہ آیات اپنے مفہوم کے لحاظ سے عام ہیں جو اس واقعہ پر بھی منطبق کی جا سکتی ہیں اور عام مفہوم پر بھی۔ بہر حال ان آیات میں قیامت تک مسلمانوں کے لئے یہ حکم موجود ہے کہ مسلمانوں کا امیر، مملکت کے تمام لوگوں سے صدقہ وصول کر کے اس کو عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے گا۔ اس طرح صدقات واجبہ کی وصولی کی اصل ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے جو صدقات (زکوٰۃ) وصول کر کے قرآن و سنت کے اصولوں کے مطابق ضرورت مندوں میں تقسیم کرے گی۔ اگر کوئی اس سے انکار کر دے تو اس کے خلاف جہاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں صرف اس لئے زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کیا کہ وہ اس حکم کو حضور اکرم ﷺ کی ذات تک محدود سمجھتے تھے۔ لیکن صدیق اکبرؓ نے ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائی جو نماز اور زکوٰۃ کو اپنی تاویلوں کے من گھڑت اصولوں کے مطابق الگ الگ کر دینا چاہتے تھے۔ مانعین زکوٰۃ کا کہنا یہ تھا کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو ہم سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ آپ جب تک ہم میں رہے ہم زکوٰۃ ادا کرتے رہے جب آپ موجود نہیں ہیں تو حضرت ابوبکرؓ کو اس کا اختیار کس نے دے دیا کہ وہ ہم سے زکوٰۃ وصول کریں اس لئے حضرت عمر فاروقؓ جو دین کے معاملات میں کسی سے کسی رعایت کے قائل نہ تھے انہوں نے بھی شروع شروع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف کسی شدید اقدام سے گریز کا مشورہ دیا لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ کے سینے کو اللہ نے کھول دیا تو انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بھرپور تائید کی اور اس طرح نماز اور زکوٰۃ کے احکامات کو اپنے من مانے طریقے پر الگ الگ کرنے کی سازش کے خلاف اعلان جہاد

کر دیا گیا۔

اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی آیت کا شان نزول بات کو سمجھنے کیلئے ایک اہمیت تو ضرور رکھتا ہے لیکن وہ حکم میں کسی شخص کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم کا تو ہر حکم قیامت تک اہل ایمان کے لئے حکم عام کا درجہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور صدقات کو بھی توبہ کے قبول ہونے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ فرمایا کہ لوگو! اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پابندی کرتے رہو۔ اگر کچھ غلطی ہو جائے تو وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ نے اس میں حضرت ابولبابہؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف معافی کا اشارہ تو کر دیا اور نبی کریم ﷺ کو ان کے لئے حکم بھی دے دیا مگر ان تین حضرات کے لئے بھی معافی کا اشارہ دے دیا جن کیلئے آسمانی فیصلے کا معاملہ بہت قریب ہے۔

چنانچہ آیت نمبر ۱۱۸ میں ان کی معافی کا بھی اعلان فرما دیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ
وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ
يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ
عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ
قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ۱۳ ۱۱ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۰

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار (نقصان پہنچانے والی) کفر کرنے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے بنائی ہے۔ اس شخص کے لئے پناہ گاہ بنائی گئی ہے جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا رہا ہے۔ اور وہ ضرور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ سوائے بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ وہ مسجد (قبا) جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ صاف ستھرے رہیں۔ اور بلاشبہ اللہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی رضا و خوشنودی پر رکھی ہے وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرنیوالی کھائی کے کنارے پر رکھی ہے اور پھر وہ اس کے ساتھ جہنم کی آگ میں جا گرے۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ان کی یہ عمارت جس کو انہوں نے بنایا ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی سوائے اس کے کہ ان کے دل ہی فنا ہو جائیں (تو اور بات ہے) اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۰

مَسْجِدٌ ضِرَارٌ	نقصان پہنچانے والی مسجد
تَفْرِيْقٌ	اختلاف پیدا کرنے کو
اِرْصَادٌ	شکار کے لئے۔ گھات لگانے کے لئے
حَارَبَ	جس نے جنگ کی
اَلْحُسْنٰى	نیکی
يَشْهَدُ	وہ گواہی دیتا ہے
اُسِّسَ	بنیاد رکھ دی گئی
اَوَّلُ يَوْمٍ	پہلے دن
اَنْ تَقُوْمَ	یہ کہ آپ کھڑے ہوں
رِجَالٌ	مرد ہیں۔ کچھ لوگ ہیں

يُحِبُّوْنَ	جو پسند کرتے ہیں
اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا	یہ کہ وہ پاک صاف رہیں
بُنْيَانٌ	عمارت
شَفَا	کنارہ
جُرُفٌ	کمزور گڑھا۔کھوکھلا گڑھا
هَارٌ	گرنے کو
اَنْهَارَ	وہ گر پڑا
لَا يَزَالُ	ہمیشہ
رِيْبَةٌ	شک کا کانٹا
تُقَطَّعُ	ٹکڑے ہو جائیں

تشریح: آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۰

منافقین کی سازشوں کا ذکر پچھلی آیات میں آچکا ہے۔اب یہاں ایک نئی خطرناک سازش کا ذکر ہے۔مدینہ میں نصاریٰ کے پیشواؤں میں سے ابو عامر (راہب) تھا جو مذہب کے نام پر لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ماہر تھا جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس کی پیشوائی کا بازار ٹھنڈا پڑنے لگا۔اس نے کئی مرتبہ نبی کریم ﷺ سے دین اسلام کے بارے میں بحثیں بھی کیں مگر سنجیدہ وباوقار جوابات نے اس کے شیطانی جذبوں کو کم ہونے کے بجائے اور بڑھا دیا اور اس نے اسلام کے دشمنوں سے مل کر طرح طرح کی سازشیں شروع کر دیں۔جنگ احد۔جنگ حنین اور جنگ احزاب وغیرہ کے بھڑکانے میں اس کی سازشوں کا بہت بڑا دخل ہے۔جب اس نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کو برابر کامیابیاں مل رہی ہیں اور ان کے قدم بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں تو وہ روم بھاگ گیا۔وہاں اس نے قیصر روم کے سامنے مسلمانوں کا ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ بھی گھبرا گیا۔غزوہ تبوک کا واقعہ بھی اسی لئے پیش آیا کہ قیصر روم نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔نبی کریم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فوری قدم یہ اٹھایا اور فیصلہ کیا کہ قیصر روم کے حملہ کرنے سے پہلے ان پر حملہ کر دیا جائے تا کہ ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں۔چنانچہ آپ نے وقت کی سپر پاور کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور اللہ نے اس میں مسلمانوں کی عزت وعظمت میں اور چار چاند لگا دیئے۔غرضیکہ ابو عامر کی سازشوں کا جال چاروں طرف پھیل رہا تھا۔اس میں ایک بہت بڑی سازش "مسجد ضرار" بھی ہے۔اس نے مدینہ کے بعض بااثر منافقین کو خط لکھا کہ تم قلب مدینہ میں ایک عمارت بنواؤ جہاں تمہارے اور ہمارے آدمی تنہائیوں میں اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کر سکیں۔روم سے ہمارے جاسوس راہبوں کی شکل بنا کر وہاں پہنچیں گے اور دین کی جڑیں اکھاڑنے میں ہمیں ایک مضبوط مرکز مل جائے گا۔اس کی یہ بھی

تجویز تھی کہ اس کو مسجد کا نام دے دیا جائے اور لوگوں میں مشہور کر دیا جائے کہ مسجد قبا ہم سے دور ہے ضعیفوں اور کمزوروں کو وہاں پہنچنے میں سخت دشواری ہوتی ہے۔ چنانچہ مدینہ کے وہ منافقین جو دین اسلام کی جڑوں کو کاٹ دینا چاہتے تھے انہوں نے مسجد قبا کے قریب ہی اس کی تعمیر کر ڈالی۔ ایک مرتبہ ان منافقین نے حضور اکرم ﷺ سے بھی درخواست کی کہ وہ اس مسجد میں تشریف لا کر نماز پڑھادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو میں تبوک کی مہم میں لگا ہوا ہوں تبوک سے واپسی پر دیکھا جائے گا۔ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں اور اس مسجد کو (۱) ضرار (نقصان پہنچانے والی)۔ (۲) کفر وانکار کی مسجد (۳) مومنوں میں تفریق پیدا کرنے کی سازش (۴) اور اس شخص کی پناہ گاہ قرار دیا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا رہا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر غزوہ تبوک سے واپسی کے فوراً بعد آپ نے اپنے چند اصحابؓ کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس عمارت کو ڈھادو اور اس میں آگ لگادو۔ یہ صحابہ کرامؓ اسی وقت گئے اور تعمیل حکم میں اس عمارت کو ڈھادیا اور اس میں آگ لگادی۔ اس طرح منافقین کی سازشوں کا مرکز تباہ کر دیا گیا۔

جہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ''مسجد ضرار'' کی سازش کو بے نقاب فرمایا اور منافقین کی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ وہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ایسی مسجد میں قدم بھی نہ رکھیں بلکہ وہ مسجد جس کی پہلے دن سے بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جس کے رہنے والے بھی ظاہری اور باطنی صفائی ستھرائی کے پیکر ہیں انہیں اللہ پسند کرتا ہے آپ اس میں تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہ مسجد (قبا) جو پہلے ہی دن سے تقویٰ کی بنیادوں پر قائم کی گئی ہے وہ اس مسجد کے برابر کبھی نہیں ہوسکتی جو گرنے والی کمزور زمین کے کنارے پر بنائی گئی ہے جو بالآخر اس کو اور اس میں رہنے والوں کو لے کر جہنم کی آگ میں جھونک دی جائیگی۔

آگے فرمایا کہ انہوں نے جس مسجد (مسجد ضرار) کی بنیاد رکھی ہے وہ ہمیشہ ان کے نفاق اور شک کو بڑھاتی رہے گی اور یہ سلسلہ ان کی زندگی کے خاتمے تک جاری رہے گا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم
بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ
يُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ
وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا
بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١١

بے شک اللہ نے ان ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔

وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں وہ مارتے ہیں یا مارے جاتے ہیں۔ توریت، انجیل اور قرآن میں اس پر سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اور کون اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے تو اس سودے پر تم خوشیاں مناؤ جو تم نے اس کو بیچا ہے۔ اور وہ بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١١١

اِشْتَرٰی	خرید لیا
یُقَاتِلُوْنَ	وہ لڑتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں
یَقْتُلُوْنَ	وہ مارتے ہیں
یُقْتَلُوْنَ	وہ مارے جاتے ہیں
وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا	یہ اس کا سچا وعدہ ہے اس پر
اَوْفٰی	پورا کیا
بِعَهْدِهٖ	اپنا وعدہ
اِسْتَبْشِرُوْا	خوشیاں مناؤ
بَیْعٌ	تجارت
بَا یَعْتُمْ	جو تم نے بیچا۔ فروخت کیا

تشریح: آیت نمبر ١١١

اس آیت کا ایک مفہوم تو عام ہے کہ جو لوگ صاحب ایمان ہیں اور انہوں نے ایثار و قربانی کا وہ جذبہ پیش کیا کہ اپنی جانوں اور مالوں سے زیادہ دین اسلام کی سربلندی اور رسول اللہ ﷺ کو اہمیت دے کر اپنا سب کچھ لٹا دیا تو گویا انہوں نے اپنی دنیا

کے بدلے میں آخرت اور جنت کو خرید لیا ہے اللہ نے فرمایا کہ اس معاملہ پر اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ یہ ایک بہترین سودا ہے اور اس میں بہت بڑی کامیابی ہے اب اگر وہ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں یا دشمنوں کا صفایا کرتے ہیں دونوں صورتوں میں ان کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا وہ قانون ہے جس پر توریت اور انجیل بھی گواہ ہیں اور قرآن کریم کی آیات بھی گواہی دے رہی ہیں۔ اس آیت کا دوسرا مفہوم وہ ہے جس کو اکثر مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ ان آیات کا تعلق ''بیعت اُخریٰ'' سے ہے۔ اصل میں منیٰ کے قریب جمرہ عقبہ کے ساتھ جو پہاڑی سلسلہ ہے اس پر آپ نے صحابہ کرامؓ سے تین مرتبہ بیعت لی ہے۔

(۱) پہلی بیعت بعثت نبوی کے گیارہویں سال میں لی گئی جس میں چھ حضرات نے اسلام قبول فرمایا۔

(۲) اس کے بعد موسم حج میں سات مسلمانوں نے اسلام قبول فرمایا۔ اس موقع پر وہ حضرات بھی موجود تھے جنہوں نے ایک سال پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

(۳) بعثت نبوی کے تیرھویں سال میں ستر مرد اور عورتیں اسی جگہ جمع ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ کچھ ہی عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد اتنی بڑھ چکی تھی کہ گھر گھر دین اسلام کا چرچہ ہونے لگا۔ یہ وقت ایسا تھا جب کہ دین اسلام اور اس کے اصولوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دشمنوں اور حاسدوں کی بدنگاہیوں اور سازشوں سے بچانے کے لئے نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی بھی ضرورت تھی اس موقع پر مدینہ کے ان حضرات نے دین کی حفاظت کے ساتھ نبی کریم ﷺ پر اپنی جانیں اور مال نچھاور کرنے کا عہد کیا جس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو جنت کی ابدی راحتوں کی خوش خبری سنائی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط کے ساتھ شرط قتال بھی رکھی ہے اگر یہ شرط نہ ہوتی پھر جان و مال خریدنے کی بات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی وہ شرط خاص تھی جسے مدینہ والوں نے تسلیم کیا ہے۔ اگر چہ سورۂ توبہ مدنی ہے لیکن اس میں یہی ایک آیت مکی ہے۔

اگر چہ یہ آیت ایک خاص موقع پر نازل کی گئی ہے لیکن اس کا تعلق زمین و زمان کے تمام اہل ایمان سے ہے۔ ایمان کیا ہے؟ یہی نا کہ اللہ کے کام میں جان و مال کھپا دینا اور اس کے انعام میں جنت پانا۔

کہا گیا ہے کہ مومن وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں مارتے ہیں یا مر جاتے ہیں یعنی یا غازی بنتے ہیں یا شہید۔

ایمان کیا ہے؟ یہی نا کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نہ صرف اسلام برتیں گے بلکہ اپنی جان و مال سے اس طریقہ زندگی کی حفاظت اور تبلیغ کریں گے۔

مال اور جان انسان کی سب سے محبوب اور پسندیدہ چیزیں ہیں کون ہے جو ان کی قربانی پر کمر بستہ ہو جائے۔ انبیاء کرامؑ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہی وہ مطالبہ ہے کہ جس کو حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک کرتے رہے اور بہ مشکل مٹھی بھر نفوس مل سکے۔ یہ مطالبہ حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ فرماتے رہے لیکن سوائے کچھ خوش نصیبوں کے کسی نے اس مطالبہ کو قابل التفات نہ

سمجھا۔خود نبی کریم خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں ایک ایک گھر جا کر دین اسلام کو پہنچایا لیکن دوسونفوس سے زیادہ آپ کے اردگرد جمع نہ ہو سکے۔ مدینہ منورہ کے ابتدائی چند برسوں میں مسلمانوں کی تعداد کچھ بہت زیادہ نہ تھی لیکن جب نبی کریم ﷺ کی دن رات کی کوششوں کے نتیجے میں ایک ایک شخص کے دل میں اسلام گھر کر گیا تو وہ وقت بھی آیا جب فوج درفوج جماعتوں کی جماعتیں حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ کا دین پھیلانے کے لئے جب تک ہر طرح کی جانی و مالی قربانی نہ دی جائے اس وقت تک اس کا رنگ نکھر کر سامنے نہیں آتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۲

(وہ مجاہد ایسے ہیں کہ) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اللہ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدے کرنے والے۔ اچھی باتیں سکھانے والے برائیوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور (اے نبی ﷺ) آپ ایمان والوں کو خوش خبری دیدیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۲

اَلتَّآئِبُوْنَ	توبہ کرنے والے
اَلْعٰبِدُوْنَ	عبادت کرنے والے
اَلْحٰمِدُوْنَ	حمد کرنے والے
اَلسَّآئِحُوْنَ	سیاحت کرنے والے۔مسافروں کی زندگی گذارنے والے
اَلْاٰمِرُوْنَ	حکم دینے والے

اَلنَّاهُوْنَ	منع کرنے والے
اَلْحٰفِظُوْنَ	حفاظت کرنے والے
لِحُدُوْدِ اللّٰهِ	اللہ کی حدوں کے لئے
بَشِّرْ	خوش خبری دے دیجیے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۲

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفتیں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ نے ان کی جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ان ہی اہل ایمان کی یہ بھی صفتیں بیان کی جارہی ہیں کہ وہ توبہ کرتے رہتے ہیں عبادت میں لذت محسوس کرتے ہیں ان کی زبانوں پر ہر وقت اللہ کی حمد وثنا رہتی ہے روزوں کی پابندی کرتے ہیں پوری عظمت کے ساتھ رکوع وسجدوں میں رہتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہر برائی کو مٹانے اور ہر نیکی کے کام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرتے اور اللہ کی تمام حدود کو قائم رکھتے ہیں۔اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ان کو جنت اور اس کی راحتوں کی خوش خبری عطا فرمائی ہے۔

اس جگہ مومنوں کی سات صفتیں بیان کر کے آٹھویں بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ہر چیز میں اعتدال پسند ہے۔اگر ایک انسان عبادتیں کرتا ہے۔خود بھی نیکیوں پر رہتا ہے اور دوسروں کو بھی نیکیوں پر قائم رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے لیکن وہ حد اعتدال سے گذر جاتا ہے تو اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں ہیں لیکن جو لوگ ہر چیز میں اللہ کے احکامات کے پابند ہوتے ہیں ان کی بڑی شان ہے۔

اعتدال کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اگر یہ کہا جائے کہ نبی مکرم ﷺ کی زندگی اور اسوۂ حسنہ سب سے بہترین اعتدال ہے تو یہ بات مبالغہ کی نہ ہوگی کیونکہ آپ نے زندگی کا ایک ایسا بہترین نمونۂ عمل چھوڑا ہے جو بے مثال ہے۔اس کو سامنے رکھ کر جو بھی زندگی کی بنیادوں کی تعمیر کی جائے گی وہ اعتدال ہی کی زندگی کہلائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ آپ اگر راتوں کو اللہ کی عبادت و بندگی کرنے والے ہیں تو دن بھر مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیتے بھی نظر آتے ہیں اگر ایک طرف آپ راتوں کو عبادت اور دنوں کو جہاد میں نظر آتے ہیں تو آپ اپنے گھر بار رشتہ داروں کی بھلائی میں بھی سب سے آگے نظر آتے ہیں۔امت کی اصلاح وتبلیغ میں مصروف ہیں تو ساری دنیا کے حکمرانوں کو تبلیغ دین بھی فرمارہے ہیں غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کے ساتھ آپ اعتدال فرماتے ہیں اور یہی اسوۂ حسنہ ہے یہ حدود اللہ ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اعتدال کی زندگی عطا فرمائے۔آمین

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ
لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ
اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ
عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١٣ تا ١١٤

نبی ﷺ اور ان لوگوں کے لئے جو ایمان لے آئے ہیں یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے واسطے بخشش کی دعائیں مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ وہ جہنم والے ہیں۔ اور ابراہیمؑ نے جو اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت کی تھی وہ ایک وعدہ تھا جو انہوں نے کیا تھا۔ پھر جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو انہوں اس سے بے زاری کا اظہار کر دیا۔ بے شک ابراہیمؑ نرم دل اور برداشت کرنے والے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١١٣ تا ١١٤

اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا	یہ کہ وہ دعائے مغفرت کریں
اُولِیْ قُرْبٰى	رشتہ دار
اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ	جہنم والے
مَوْعِدَةٌ	وعدہ
تَبَيَّنَ	واضح ہو گیا
تَبَرَّاَ	وہ بیزار ہو گیا
اَوَّاهٌ	رحم دل
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جن کا شرک ظاہر ہے ان کے لئے کسی کو بھی دعا مغفرت نہیں کرنی چاہئے خاص طور پر نبی جس کا مقام بلند تر ہوتا ہے اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنے مشرک والدین یا عزیزوں کیلئے دعائے مغفرت کرے۔

فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جو اپنے والد کے لئے دعائے مغفرت کی تھی وہ ایک وعدہ کی بنیاد پر تھی جو انہوں نے اپنے والد سے کر رکھا تھا اور وہ بھی اس وقت کی تھی جب کہ ان پر یہ بات واضح نہیں تھی کہ وہ جہنمی ہے یا جنتی لیکن جب اس کے کفر وشرک کی بات واضح ہوگئی تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے بھی بیزاری کا اظہار فرما دیا تھا۔

ان آیات کے پس منظر کے طور پر بخاری و مسلم میں ایک روایت آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ جن کو اپنے چچا حضرت ابو طالب سے بے انتہا محبت تھی جنہوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی حمایت ونصرت فرمائی لیکن اسلام قبول نہیں کیا۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ حضرت ابو طالب دین اسلام کو قبول کرلیں اور کلمہ اسلام زبان سے ہی ادا کرلیں۔ حضرت ابو طالب کے انتقال کے وقت آپ کا یہ جذبہ اور بھی شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا آپ اسلام کا یہ کلمہ ادا کر لیجئے۔ حضرت ابو طالب کہنا بھی چاہتے ہوں گے مگر ابو جہل اور اس کے ساتھی یہ طعنہ دینے لگے کہ کیا مرتے وقت تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے۔ یہ سن کر حضرت ابو طالب خاموش ہو جاتے۔ اور پھر ان الفاظ پر حضرت طالب کا انتقال ہوگیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ حضرت ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ نے اس بات کا عہد کیا کہ میں ہمیشہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا کہ نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی ایسے رشتہ دار کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کا شرک ظاہر ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًاۢ بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ
لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١٥ تا ١١٦

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد اس کو گمراہ کردے جب تک ان پر بات کو کھول نہ دے تاکہ وہ اس سے بچ سکیں۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

تشریح: آیت نمبر ١١٥ تا ١١٦

اللہ تعالیٰ جو ہم سب کا خالق و مالک ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا اختیار ہے اس کا طریقہ اور سنت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ بے نیاز ہے اس کو دنیا میں کسی کی عبادت و بندگی کی ضرورت نہیں ہے انسان ہر قدم پر اس کی عنایتوں کا محتاج ہے اور وہ ہر آن اپنے بندوں پر متوجہ رہتا ہے اس کی سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کر کے اس کو زندگی کے جنگل میں یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی ہدایت اور راہنمائی کا پورا پورا سامان کر دیا تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچنے کیلئے راستہ اور روشنی حاصل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے ابتدائے کائنات سے اپنے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا۔ تمام انبیاء کرام اور اس کے رسول علیہم السلام اللہ کے احکامات کے مطابق اللہ کے بندوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ آخر میں فخر کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کی کتاب قرآن مجید لے کر تشریف لائے اور قیامت تک انسانوں کی رہنمائی فرما گئے۔ چونکہ آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسلئے اب یہ ذمہ داری امت محمدیہ کی ہے کہ وہ اس پیغام الٰہی کو لے کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ جائے۔ (اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت پر لگاتی رہے۔) الحمدللہ نبی کریم ﷺ کی امت نے قرآن وسنت کی اس روشنی کو پھیلانے اور دنیا کی گمراہیوں کو دور کرنے میں کسی کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمادیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کا سامان کرتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی گم راہی کے راستے پر چلتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ جس کی سزا اس کو ضرور ملے گی۔ اللہ اپنے بندوں پر نہ تو ظلم و زیادتی کرتا ہے اور نہ ان کو گمراہ کرتا ہے لیکن اگر وہ کسی فرد یا قوم کے اعمال کی گرفت کرنا چاہے تو پھر وہ فرد اور قوم نہ تو اس کی گرفت سے بچ سکتی ہے اور اگر وہی کسی کو بھٹکا دے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو راہ ہدایت پر نہیں لگا سکتی۔ فرمایا کہ زندگی اور موت اس کے ہاتھ میں ہے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں ہدایت و راہنمائی اور زندگی اور موت سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ اللہ

کسی کا محتاج نہیں ہے لیکن ساری کائنات قدم قدم پر اس کی مہربانیوں کی محتاج ہے۔
اس بات کو قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ کسی پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا۔ وہ کسی کے لئے گڑھے نہیں کھودتا۔ یہ انسان کی نادانی ہے کہ وہ خود اپنے اوپر ظلم وزیادتی کرتا ہے اور اپنے لئے خود ہی گڑھے کھود کر اس میں جا گرتا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ
عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ
سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ
مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾
وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ
لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ
اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾

۱۴/۸/۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۷ تا ۱۱۸

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر اور ان مہاجرین وانصار پر توجہ فرمائی ہے (توبہ قبول کرلی ہے) جنہوں نے ایسی تنگی و پریشانی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا جب کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل پھر جاتے پھر وہ ان پر متوجہ ہوا۔ بے شک اللہ ان پر مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔
اور ان تین لوگوں پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ پیچھے رکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان پر اپنی جانیں بھی ایک بوجھ بن گئی تھیں۔ اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب اگر کوئی ٹھکانا ہے تو اللہ ہی کا ٹھکانا ہے پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی تاکہ وہ توبہ کریں بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۷ تا ۱۱۸

تَابَ	وہ متوجہ ہوا
سَاعَةُ الْعُسْرَةِ	تنگی کی گھڑی۔ پریشانی کا وقت
كَادَ	قریب ہے
يَزِيغُ قُلُوبٌ	دل پھر جائیں
اَلثَّلٰثَةُ	تین
اَلَّذِيْنَ خُلِّفُوْا	جو پیچھے رہ گئے تھے
ضَاقَتْ	تنگ ہوگئی
ظَنُّوْا	وہ سمجھ گے
لَا مَلْجَاَ	ٹھکانا نہیں ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۷ تا ۱۱۸

جیسا کہ گذشتہ آیات میں آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے کہ غزوہ تبوک ایک ایسا موقع تھا جس نے اہل ایمان کو اور منافقین کو کھول کر رکھ دیا تھا۔ اس موقع پر جب کہ فصلیں تیار تھیں شدید گرمی کا موسم تھا اور نامعلوم منزل کی طرف جہاد کیلئے جانا تھا دو ہی راستے تھے کہ عذر کر کے گھر میں بیٹھا جائے یا سردھڑ کی بازی لگا کر دین کی سربلندی کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔

جو اہل ایمان تھے انہوں نے اس موقع پر بے مثال قربانیاں پیش کیں اور دنیا کے ہر فائدے کو دین پر قربان کر دیا۔ اس کے برخلاف منافقین نے طرح طرح کے عذر پیش کئے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی لیکن بعض صحابہ کرامؓ وہ تھے جو جنگ بدر تک میں شرکت کر چکے تھے جن کی طرف کسی منافقت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا وہ اپنی غفلت اور سستی میں غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے ان میں سے بعض صحابہ کرامؓ کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے ان ہی میں سے تین صحابہ وہ تھے جن کے لئے ان آیات میں معافی کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ روایات میں ان تین صحابہ کرامؓ کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت کعب ابن مالکؓ شاعر (۲) مرارہ بن ربیعؓ (۳) ہلال بن امیہؓ

ان تینوں صحابہ کرامؓ کا تعلق انصار سے تھا۔ حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہ تو وہ بزرگ تھے جو غزوہ بدر میں

شرکت فرما چکے تھے اور حضرت کعب بن مالکؓ انتہائی مخلص اور رسول اللہ ﷺ کے سچے عاشقوں میں سے تھے۔

جب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو جس نے جو عذر پیش کیا آپ نے ان کا معاملہ اللہ کی طرف چھوڑ کر اپنی طرف سے معاف کر دیا لیکن مذکورہ تینوں صحابہ کرامؓ نے کسی جھوٹ کا سہارا لئے بغیر اپنی سستی اور غفلت کا اقرار کر لیا۔ ان صحابہ کرامؓ کے اعتراف کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کی معافی کا معاملہ اللہ کی طرف چھوڑ کر فرمایا کہ تم اس وقت تک مسلمانوں سے علیحدہ رہو جب تک اللہ کی طرف سے باقاعدہ معافی کا اعلان نہ آ جائے۔

اس موقع پر جب کہ یہ تینوں انصاری بزرگ اللہ کی طرف سے معافی کے اعلان کے منتظر تھے تمام صحابہ کرامؓ نے جس نظم و انتظام اور حب رسول ﷺ کا مظاہرہ کیا اس سے صحابہ کرامؓ کی عظمت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے اس سلسلہ میں حضرت کعب ابن مالکؓ نے اپنا واقعہ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے جب بھی کسی غزوہ کے موقع پر آواز دی میں سوائے غزوہ تبوک کے ہر غزوہ میں شریک رہا۔ فرماتے ہیں کہ میرے لئے بظاہر کوئی عذر نہ تھا کیونکہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں خوش حال اور مال دار تھا۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں فرماتے ہیں کہ میں ہر روز صبح کو ارادہ کرتا تھا کہ جہاد کی تیاری کروں گا پھر میں بغیر کسی تیاری کے واپس آ جاتا۔ دن پر دن گذرتے چلے گئے میں سوچتا ہی رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ جہاد کیلئے روانہ ہو گئے پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور تیز رفتار سواری پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاؤں گا مگر میں سوچتا ہی رہ گیا اور اپنے ارادے کی تکمیل نہ کر سکا۔

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں کہیں جاتا تو یہ بات مجھے غمگین اور شرمندہ کر دیتی کہ اس وقت پورے مدینہ منورہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو منافقت کا پیکر تھے یا پھر ایسے بیمار کمزور اور بوڑھے ملتے تھے جو جنگ میں شرکت سے معذور تھے۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو تین مرتبہ صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ کعب بن مالکؓ نظر نہیں آ رہے ہیں۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ جب مجھے خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں تو مجھے بڑی فکر ہوئی اگر میں چاہتا تو اس عرصہ میں کچھ عذر اور بہانے بنا لیتا لیکن میں نے بہت غور کے بعد دل میں فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو مجھے کتنی بڑی سزا بھی کیوں نہ ملے میں اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر پیش نہیں کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ کے واپس تشریف لانے کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ جھوٹے عذر پیش کر رہے ہیں اور آپ ان کے عذر قبول فرما کر ان کا معاملہ اللہ کے سپرد فرما رہے ہیں میں آپ ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے مجھے دیکھا۔ آپ ﷺ مسکرائے مگر آپ ﷺ کی مسکراہٹ کے پیچھے مجھے آپ ﷺ کی ناراضگی کا پوری طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے حضرت کعبؓ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میری طرف سے رخ نہ پھیریئے کیونکہ اللہ کی قسم میں نے نفاق نہیں کیا۔ نہ دین کے معاملہ میں کسی شک و شبہ میں مبتلا ہوا۔ نہ اس میں کوئی

تبدیلی کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم جہاد میں شریک کیوں نہیں ہوئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟

میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک میں نے سواری خریدی تھی۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں تو گفتگو کا ماہر تھا میں دنیا کے کسی عام آدمی کے سامنے ہوتا تو شاید بات کو گھما کر کہہ دیتا مگر میں نے فیصلہ کیا کہ کچھ بھی ہو میں آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ چنانچہ میں نے اپنی غفلت و سستی کا اعتراف کرتے ہوئے جو حقیقت تھی وہ صاف صاف عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ! یہاں تک کہ تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمادیں۔ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر بنی سلمہ کی طرف جا رہا تھا کہ بنوسلمہ کے چند لوگ مجھے ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے علم کی حد تک تو تم نے کوئی گناہ اور خطا کی بات نہیں کی تھی یہ تم نے کیا حماقت کی اس وقت کوئی عذر پیش کر دیتے تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے دعائے مغفرت فرما دیتے اور وہی دعا تمہارے حق میں مغفرت کا سامان بن جاتی۔ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی کہ میرے دل میں آیا کہ میں لوٹ جاؤں اور ان کی کہی ہوئی بات کہہ دوں مگر میں نے پکا عہد کیا کہ مجھے سزا کوئی بھی ملے میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میری طرح دو اور حضرات نے بھی کوئی جھوٹ نہیں بولا اور ان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے انتظار کرنے کیلئے فرمایا ہے۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو ہم تینوں کے ساتھ سلام کلام سے منع فرمادیا۔ آپ کے ارشاد کے بعد تمام مسلمانوں نے ہم سے اس طرح رخ پھیر لیا کہ کوئی بھی نہ تو سلام کا جواب دیتا اور نہ کوئی بات کرتا تھا دنیا ایسی بدل کر رہ گئی کہ ہر طرف اجنبیت کا احساس ابھرنے لگا۔ مجھے اس کی فکر پیدا ہوگئی کہ اگر میں اسی حال میں مرگیا تو رسول اللہ ﷺ میری نماز جنازہ بھی نہ پڑھائیں گے یا اگر رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو میں عمر بھر اسی طرح لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا۔ یہ سوچ سوچ کر اور مسلمانوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے ایسا لگتا تھا کہ اتنی بڑی دنیا ہونے کے باوجود میرے لئے بہت مختصر اور تنگ ہو کر رہ گئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دو انصاری صحابی مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور ہر وقت روتے رہتے تھے لیکن میں جوان آدمی تھا باہر نکلتا چلتا پھرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا مگر نہ تو رسول اللہ ﷺ بات کرتے نہ صحابہ کرام سلام کا جواب دیتے نہ کوئی مجھ سے بات کرتا۔ میں بہت دل شکستہ سا ہو گیا فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس گیا جو مجھے سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ان کے باغ میں دیوار پھاند کر پہنچ گیا انہوں نے مجھ سے بات نہ کی۔ میں نے ان سے کہا کہ اے قتادہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت کرتا ہوں اس پر بھی قتادہ خاموش رہے۔ جب میں نے بار بار کہا تو انہوں نے صرف اتنا جواب دیا کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ ان کے جواب سے میں بے ساختہ رو پڑا۔ میں اسی طرح دیوار پھاند کر باغ سے واپس نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ میں ایک دن بازار جا رہا تھا کہ اچانک ملک شام کا ایک قبطی شخص جو غلہ فروخت کرنے کیلئے شام سے مدینہ آیا کرتا تھا وہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ لوگو کیا تم کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتے ہو؟

لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی کعب ہیں۔ وہ شخص میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا جو میرے نام تھا اس میں لکھا تھا کہ

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی ﷺ نے آپ سے بے وفائی کی ہے اور آپ کو دور کر رکھا ہے۔ اللہ نے تمہیں ذلت وخواری میں رکھنے کے لئے نہیں بنایا ہے۔ اگر تم ہمارے پاس آنا پسند کرو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔''

کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھا اور مجھے افسوس ہوا کہ کیا اب میرا اس سے بڑا امتحان شروع ہو گیا ہے کہ اہل کفر بھی مجھ پر ترس کھانے لگے ہیں اور ان کو مجھ سے کوئی اچھی امید ہو چلی ہے فرماتے ہیں کہ سامنے ہی ایک آگ کا تنور لگا ہو تھا بادشاہ کا وہ خط میں نے اس آگ میں جھونک دیا۔

اس طرح چالیس راتیں گذر گئیں۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے خاص قاصد خزیمہ بن ثابتؓ میرے پاس آ رہے ہیں۔ آ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لو میں نے پوچھا کہ کیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے الگ الگ رہو۔ میں نے گھر آتے ہی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے (باپ کے گھر) چلی جاؤ اور جب تک میرے معاملے کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک وہیں رہو۔

حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اسی طرح پچاس دن گذر گئے تو میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا نماز پڑھ رہا تھا اور میری حالت وہ تھی جس کو اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ اچانک میں نے سلع پہاڑی کے اوپر سے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز میں کہہ رہا تھا کہ اے کعب مبارک ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ آواز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تھی کہ اے کعب تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری معافی کا اعلان ہو گیا ہے۔

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے یہ آواز سنی تو میں اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا اور خوشی کے مارے میں رو پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرامؓ کو ہماری توبہ قبول ہونے کی خبر دی تھی۔ اب یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے لوگ مبارک باد دینے کے لئے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ بعض گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے۔ حضرت کعب اسی وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے راستے میں لوگوں کا یہ عالم تھا کہ ہر طرف سے مبارک ہو مبارک ہو کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

جب میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے اردگرد صحابہ کرام کا مجمع ہے میں نے داخل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے کعب تمہیں مبارک ہو۔ تمہیں ایسے دن کی مبارک باد ہے جو دن تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک سب سے زیادہ مبارک دن ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تم نے سچ کہا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرما دیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ اس خوشی کے دن میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب کا سب میں اللہ کی

راہ میں صدقہ کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو یہ بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کردوں۔ آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمایا جب میں نے کل مال میں سے ایک تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ نے مجھے سچ کی وجہ سے نجات دی ہے میں عہد کرتا ہوں میں ہمیشہ سچ بات ہی کہوں گا اور سچ کے سوا کوئی بات زبان سے نہ نکالوں گا۔ انہوں نے بتایا کہ پوری زندگی وہ اسی پر قائم رہے۔

واقعی سانچ (سچ) کو آنچ نہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ
حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَ
لَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ
ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ
مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾
وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ
وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۱

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ مدینہ کے رہنے والے اور وہ دیہاتی جو ان کے اردگرد ہیں ان کے لیے یہ بات شایان شان نہ تھی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پیچھے رہ جائیں اور یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ ان کی (نبی ﷺ کی) جان سے اپنی جانوں کو زیادہ عزیز

رکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور بھوک کی جو مشقت پہنچی اور وہ جو اللہ کی راہ میں چلے جن کا چلنا کفار کو سخت ناگوار تھا یا انہوں نے دشمن سے انتقام لیا مگر یہ کہ ان کے لئے (ان سب چیزوں پر) ایک عمل صالح لکھا گیا تاکہ وہ اللہ عمل کرنے والوں کو اس سے بہتر اجر عطا فرمائے بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اور وہ لوگ جو کم اور زیادہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں یا وہ جو (جہاد کے لئے) کسی وادی کو طے کرتے ہیں ان کے لئے اس کو لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کو کئے ہوئے کاموں کا زیادہ بہتر اجر مل سکے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۱

كُوْنُوْا	ہو جاؤ
اَلصّٰدِقِيْنَ	سچ بولنے والے
اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا	یہ کہ وہ مخالفت کریں
لَا يَرْغَبُوْا	رغبت نہ کریں
لَا يُصِيْبُ	نہیں پہنچے گا
ظَمَاٌ	پیاس
نَصَبٌ	محنت۔ مشقت
مَخْمَصَةٌ	بھوک
لَا يَطَئُوْنَ	وہ نہیں روندتے
مَوْطِئٌ	چلنے کی جگہ
يَغِيْظُ	غصہ میں آئیں
لَا يَنَالُوْنَ	وہ حاصل نہیں کرتے
كُتِبَ	لکھا گیا۔ فرض کیا گیا
لَا يُضِيْعُ	وہ ضائع نہیں کرتا

لَا يُنفِقُوْنَ	وہ خرچ نہیں کرتے ہیں
نَفَقَةٌ صَغِيْرَةٌ	معمولی خرچ
لَا يَقْطَعُوْنَ	وہ نہیں کاٹتے ہیں۔وہ نہیں طے کرتے ہیں
وَادِيًا	وادی۔گھاٹی۔میدان
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر

تشریح: آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۱

گذشتہ آیات میں منافقین اور مخلص اہل ایمان کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے منافقین نے غزوہ تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ سے جو بھی عذر پیش کیا آپ نے قبول فرما کر ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد فرما دیا اور ان کے حالات اور بیان کی مزید تصدیق نہیں فرمائی لیکن بعض وہ مخلص صحابہ کرامؓ جو کسی سستی یا غفلت کی بنا پر آپ کے ساتھ نہ جا سکے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا لیکن محض وقتی مفاد اور حضور اکرم ﷺ کی نگاہوں میں بہتر بننے کیلئے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا۔بے شک سچ بولنے کی وجہ سے ان کو سخت تکلیفیں اٹھانا پڑیں (جس کا تفصیل سے ذکر گذشتہ آیات میں کر دیا گیا ہے لیکن ان کو اس کا سب سے بڑا انعام یہ ملا کہ قرآن کریم میں باقاعدہ ان کی معافی کا اعلان فرمایا گیا اور ان کے ذکر کو قیامت تک قرآن کریم میں محفوظ کر دیا گیا۔قیامت تک قرآن کریم پڑھا جاتا رہے گا اور ان صحابہ کرامؓ کا ذکر بھی زندہ جاوید رہے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے، سچ پر قائم رہنے والے صحابہ کرامؓ کو ایک مثال بناتے ہوئے اس پر چلنے کا حکم فرمایا ہے۔اور بتا دیا گیا ہے کہ تقویٰ، سچائی اور اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھانا انسان کو نہ صرف اجر و ثواب اور اس کے انعامات کا مستحق بنا دیتا ہے بلکہ ان لوگوں کی زندگیاں دوسروں کے لئے ایک خوبصورت مثال بن جایا کرتی ہیں۔

ان آیات میں ان صحابہ کرامؓ کی زندگی کو ایک خوبصورت مثال بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ سچ بولنا اتنی بڑی نیکی ہے کہ اگر انسان اپنی غفلت اور سستی میں کوئی لغزش بھی کر بیٹھتا ہے تو اس کا سچ اس کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے۔

اگر حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہلال بن امیہؓ جن کا ذکر گذشتہ آیات میں کر کے ان کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے۔سچ نہ بولتے بلکہ خدانخواستہ منافقین کی طرح بہانے بنا کر اپنی جان چھڑا لیتے تو ان کی معافی کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا۔اس لئے کہا گیا ہے کہ ”سچ انسان کو نجات دیتا ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک کرتا ہے“۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچائی کی عادت اختیار کرو کیونکہ سچ بولنے سے نیکی کی توفیق ملتی ہے اور نیکی اس کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔آدمی سچ بولتا ہے اور کوشش کر کے سچ بولنے کے

موقعے تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں صادق (سچ بولنے والا) کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے۔اس کے برخلاف جھوٹ سے بچتے رہو کیونکہ جھوٹ انسان میں فسق (گناہ) کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور اس کا فسق اس کو جہنم تک پہنچا دیتا ہے۔انسان جھوٹ بولتا ہے اور کوئی موقع ایسا نہیں چھوڑتا کہ جس میں جھوٹ نہ بولے یہاں تک کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں کذاب (جھوٹا) کا لقب حاصل کر لیتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سچ بولنے سے نہ صرف نیکی اور بھلائی کی توفیق عطا کی جاتی ہے بلکہ انسان کو اللہ کی نظر میں محبوب اور جنت کا حق دار بنا دیتا ہے اس کے برخلاف جھوٹ بولنے والے کو نہ صرف گناہوں پر جرأت ہوتی ہے بلکہ وہ اللہ کی نظر میں برا اور جہنم کی ابدی آگ کا مستحق بن جاتا ہے اسی لئے سورۂ انعام میں ظالموں اور فاسقوں کی صحبت سے بچنے اور پاس بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے۔اصل میں کبھی کبھی لمبی چوڑی تقریریں اور وعظ و نصیحت وہ کام نہیں کرتے جو چند لمحے کسی نیک عالم کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان کو نصیحت ملتی ہے۔اسی لئے فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو تا کہ تمہیں تقویٰ اور پرہیز گاری کا اعلیٰ مقام حاصل ہو سکے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب اللہ کی راہ میں نکلنے والوں اور تکلیفیں اٹھانے والوں کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے تو ایک مومن کی کسی طرح کی سستی کاہلی اور غفلت مناسب نہیں ہے خواہ ان کو شہری زندگی حاصل ہو یا دیہاتی جو بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، اور اس راستے کی سختیوں کو برداشت کرے گا وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کی محنت ضائع ہو گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی کا ایک ایک عمل اور کام لکھا جا رہا ہے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر ہی ایک واقعہ احادیث میں لکھا گیا ہے کہ انسان کو کس طرح بھلائی کی توفیق ملتی ہے اور وہ نوازا جاتا ہے۔

ابوخیثمہ حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی ہیں یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو کسی غفلت یا سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہو گئے تو وہ ایک دن اپنے خوبصورت باغ میں گئے وہاں خوب گھنا سایہ تھا۔ان کی بیوی بھی موجود تھیں۔انہوں نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر لیا۔چٹائی بچھا کر تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے، ٹھنڈا ٹھنڈا پانی رکھ کر ابھی کھانا ہی شروع کیا تھا کہ اچانک ان کے دل و دماغ میں ایک بجلی سی کوند گئی اور ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ میں تو یہاں عیش و آرام سے کھانے پینے میں لگا ہوا ہوں اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ سخت گرمی، لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ و بیاباں طے کر رہے ہیں۔کہتے ہیں کہ اس خیال کے آتے ہی میں نے سواری منگوائی، تلوار ہاتھ میں لی نیزہ سنبھالا اور اونٹنی کو دوڑاتا ہوا ریت کے ٹیلے اور پہاڑوں سے بڑی تیزی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے لشکر کے پاس پہنچ گیا حضور اکرم ﷺ نے مجھے پہچان لیا اور میں مجاہدین کے ساتھ شریک جہاد ہو گیا۔

شاید یہ آیات حضرت ابوخیثمہ صحابی رسول ﷺ یا ان جیسے لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہوں واقعی صحابہ کرامؓ کی کتنی بڑی شان ہے کہ ان کی ہر قربانی اور ادا کو بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے محفوظ فرما دیا اور قرآن کریم نے بتا دیا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں وہ زندہ جاوید ہو جایا کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ
مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ
لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ ع ۱۵ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۲

اور مومنوں کو یہ مناسب نہیں ہے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکلتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ پیدا کر کے جب وہ ان کی طرف پلٹ کر جائیں تو وہ ان کو ڈرائیں تا کہ وہ بچتے رہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۲

لِيَنْفِرُوْا	تا کہ نکل پڑیں
كَآفَّةً	سب کے سب
لِيَتَفَقَّهُوْا	تا کہ وہ سمجھ پیدا کریں
لِيُنْذِرُوْا	تا کہ وہ ڈرائیں
رَجَعُوْا	وہ لوٹے
يَحْذَرُوْنَ	وہ بچتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۲۲

غزوہ تبوک کا موقع وہ تھا جہاں نبی کریم ﷺ نے تمام تر وسائل کے ساتھ تمام ان مسلمانوں کو جنہیں کوئی واقعی عذر نہ ہو اس جہاد میں شرکت کا حکم فرمادیا تھا کیونکہ مقابلہ روم کی سلطنت سے تھا جو اس وقت دنیا کی سپر پاور تھی اگر بروقت اقدام نہ کیا جاتا تو

رومی سلطنت مسلم مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادیتی لیکن اتنی بڑی فوج کی پیش قدمی نے رومی سلطنت کے حوصلے پست کردیئے بلکہ اچانک اتنی بڑی فوج کو دیکھ کر ان کو مقابلہ پر آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ تو ایک ''نفیر عام تھا جس میں ہر شخص کو شریک ہونا لازمی تھا جس کو بظاہر کوئی عذر نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کا حکم ہمیشہ نہیں دیا اسی لئے علماء کرامؒ نے یہ فرمایا ہے کہ جہاد کی فرضیت دو طرح ہے اگر امیر کی طرف سے ''نفیر عام'' کا حکم ہو تو پھر ہر شخص کے لئے جہاد میں نکلنا ''فرض عین'' ہو جاتا ہے جس سے بلا عذر پیچھے رہ جانا حرام ہے لیکن اگر نفیر عام نہ ہو تو حسب ضرورت کچھ لوگوں کا نکلنا سب کا نکلنا کہلائے گا اس کو ''فرض علی الکفایہ'' کہتے ہیں۔

فرض علی الکفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ جہاد پر نکل گئے اور بقیہ زندگی کے اور فرائض میں لگے رہے تو کچھ لوگوں کا جہاد میں نکلنا سب کی طرف سے شمار ہوگا۔

اس آیت میں تفقہ فی الدین ''یعنی دین کا علم حاصل کرنا اس کی سمجھ پیدا کرنے کو جہاد کے برابر قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا دین صرف یہی نہیں سکھاتا کہ ہر شخص ہر وقت تیر و تلوار ہاتھ میں لے کر جب تک میدان میں نہیں نکلے گا اس وقت تک وہ مجاہد نہیں کہلائے گا بلکہ اللہ کے دین میں تفقہ اور سمجھ پیدا کرنا اس کا علم حاصل کرنا بھی جہاد ہی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ ''اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

اس بات کو اس طرح فرمایا گیا ہے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے نکل کھڑی ہو'' تاکہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو لوگوں کو اللہ کے تقویٰ کی طرف لاتی رہے وہ ہر گناہ کی بات سے بچتی رہے۔

جہاد بالسیف اور جہاد بالعلم اپنے اپنے وقتوں پر دونوں ہی ضروری ہیں۔ اگر امام وقت عام جہاد کا حکم دیدے تو ہر شخص کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنا مال اور جان سب کچھ قربان کرنے کیلئے میدان میں آنا فرض ہے لیکن عام حالات میں جب کہ ''جہاد بالسیف'' کا حکم نہ ہو تو علم حاصل کرنا اور زندگی کے دیگر فرائض کو پورا کرنا بھی جہاد ہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾

الربع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳

اے ایمان والو! تم ان کفار سے قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور تمہارے اندر وہ سختی محسوس کریں۔ اور یہ بات جان لو کہ اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳

یَلُوْنَ	وہ جو ملے ہوئے ہیں۔قریب ہیں
وَلْيَجِدُوْا	اور چاہیے کہ وہ محسوس کریں
غِلْظَةً	سختی

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳

اس آیت میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

(۱) اے مومنو! جب تم کفار سے جہاد کرو تو سب سے پہلے ان لوگوں سے جہاد کرو جو تم سے قریب تر ہوں خواہ فاصلے کے لحاظ سے یا قرابت داری اور رشتہ داری کے لحاظ سے۔

(۲) فرمایا کہ جب تم کفار سے جہاد کرو تو دشمن تمہارے اندر ایسی جراءت وہمت اور مردانہ وار صلاحیتوں کا اندازہ کرلے جس سے اس کو دوبارہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جراءت نہ ہو۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ان تین باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاد جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے جس میں قومی اور وطنی غیرت، مال ودولت کا حصول، تعصب وجہالت اور حکومت واقتدار کا کوئی جذبہ موجود نہیں ہوتا بلکہ ایک مجاہد کا مقصد محض اللہ کے دین کی سربلندی ہوتی ہے اس کو جہاد کہتے ہیں۔فرمایا کہ کفار ومشرکین سے جب بھی قتال کیا جائے تو اس بات کا پوری طرح خیال رکھا جائے کہ جو لوگ علاقہ یا رشتہ وتعلق کے اعتبار سے سب سے قریب ہوں وہاں سے اللہ کے دشمنوں کا صفایا کیا جائے۔یہ ایک بہت بڑی حماقت ہے کہ آس پاس دشمن موجود ہوں اور آدمی ان کو چھوڑ کر دور کے دشمنوں سے مقابلہ کرنا شروع کردے۔ نبی کریم ﷺ کی یہی سنت اور طریقہ رہا ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش فرمائی۔اسی طرح آپ ﷺ نے پہلے ان لوگوں سے جہاد فرمایا جو آس پاس رہ کر اللہ، رسول ﷺ اور مومنوں کے دشمن ہیں اور اپنی سازشوں کے جال پھیلائے ہوئے ہیں۔دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ بے شک دین اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اس کا مقصد جنگ وجدال نہیں ہے لیکن اگر دشمنان اسلام اللہ کے دین کو مٹانے کے درپے ہوں تو پھر ایسی جرأت وہمت سے دشمن کا مقابلہ کیا جائے کہ پھر کبھی دشمن کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ان اہل ایمان کی مدد فرماتا ہے جو محض اللہ کی رضا و خوشنودی کو سامنے رکھ کر اپنا ہر کام کرتے ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری جن کی زندگی ہوتی ہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ
اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝١٢٤ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى
رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٢٥ اَوَلَا يَرَوْنَ
اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا
يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝١٢٦ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ
سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ
اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝١٢٧

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۷

اور جب کوئی (نئی) سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے بعض (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ اس سے تمہارے ایمان میں کچھ اضافہ ہوا؟ بہر حال وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں اس سے ان کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں

(منافقت کا) مرض ہے ان کی گندگی میں گندگی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہی ہوتے ہیں۔ کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ ہر سال میں ایک یا دو مرتبہ وہ کسی آفت میں پھنستے ہیں پھر بھی وہ (اپنی حرکتوں سے) باز نہیں آتے اور وہ ذرا بھی دھیان نہیں دیتے۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ انہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ پھر وہ کھسک لیتے ہیں (درحقیقت) اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۷

اَیُّکُمْ	تم میں سے کس کا
زَادَتْهُ	اس نے اضافہ کیا
یَسْتَبْشِرُوْنَ	وہ خوشیاں مناتے ہیں
رِجْس	گندگی
یُفْتَنُوْنَ	آزمائے جاتے ہیں
کُلُّ عَامٍ	ہر سال
لَا یَتُوْبُوْنَ	وہ توبہ نہیں کرتے ہیں
لَا هُمْ یَذَّکَّرُوْنَ	اور نہ دھیان دیتے ہیں
نَظَرَ	دیکھا
هَلْ یَرٰکُمْ	کیا کوئی تمہیں دیکھ رہا ہے
اِنْصَرَفُوْا	وہ چل دیتے ہیں

تشریح: آیت نمبر۱۲۴ تا ۱۲۷

جب بھی کچھ آیات نازل ہوتیں تو عام طور پر نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو بلا کر آیات سناتے۔ وہ لوگ جو نفاق کے مرض میں مبتلا تھے وہ صرف اس لئے آجاتے تھے کہ کہیں ان کی منافقت کا پردہ چاک نہ ہو جائے۔ جو اہل ایمان تھے وہ تو ان آیات کو بہت ذوق شوق سے سنتے تھے لیکن منافقین جو محض مارے باندھے شرکت کرلیا کرتے تھے اور اکتائے ہوئے سے بیٹھے رہتے اور موقع ملتے ہی کھسک لیتے۔ کبھی تو وہ طنز کے طور پر کہتے بھلا بتاؤ اس نئی سورت سے یا تازہ آیات سے کس کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو سال بھر میں اسی طرح کئی مرتبہ آزماتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی منافقانہ ذہنیت سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بے عقل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان کو عقل ہوتی تو وہ اپنے وقتی مفادات کی وجہ سے آخرت کی زندگی کو برباد نہ کرتے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

۱۶/۷/۵

ترجمہ: آیت نمبر۱۲۸ تا ۱۲۹

البتہ یقیناً تمہارے پاس رسول آگیا ہے جو تم میں سے ہی ہے۔ تمہیں جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ان کو سخت ناگوار گذرتی ہے۔ وہ اہل ایمان کے لئے بہت ہی بھلائی کے خواہش مند، نہایت شفیق اور نہایت کرم کرنے والے ہیں۔

پھر بھی اگر وہ منہ پھیرتے ہیں تو (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا پروردگار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۲۹

مِنْ اَنْفُسِكُمْ	تمہارے اندر سے۔تم میں سے
عَزِيْزٌ	بھاری ہے
عَنِتُّمْ	جو تمہیں نقصان پہنچے
حَرِيْصٌ	زیادہ خواہش مند
رَءُوْفٌ	مہربان
رَحِيْم	بہت رحم کرنے والا
حَسْبِيَ اللّٰهُ	مجھے اللہ کافی ہے
تَوَكَّلْتُ	میں نے بھروسہ کرلیا
هُوَ	وہ
رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	عرش عظیم کا پروردگار

تشریح: آیت نمبر ۱۲۸ تا ۱۲۹

سورۂ توبہ کو حق تعالیٰ شانہ نے ان دو آیات پر ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے پاس اللہ کے وہ رسول ﷺ آچکے ہیں جو تمہارے انتہائی مخلص و مہربان ہیں جو ہر وقت اہل ایمان کی بھلائی کے خواہش مند رہتے ہیں شفقت و محبت اور کرم کرنا جن کا مزاج ہے۔

ان تمام سچائیوں کے باوجود اگر وہ کفار و منافقین پھر بھی ایسے عظیم رسول سے منہ پھیرتے ہیں تو اس سے زیادہ بد قسمتی اور کیا ہوگی۔ نبی کریم ﷺ سے بھی فرمادیا گیا ہے کہ آپ ان تک پیغام حق ضرور پہنچادیجئے لیکن اگر وہ غیر اللہ کو ہی اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں تو آپ اعلان فرمادیجئے کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی

ساری کائنات اورعرش عظیم کا مالک ہے۔

سورۂ توبہ کی ان دو آخری آیتوں کے متعلق حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا ہے کہ سورۂ توبہ کی یہ آخری دو آیتیں قرآن کریم کی بھی آخری آیتیں ہیں جن آیتوں کے بعد آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (قرطبی)

سورۂ توبہ کی ان دو آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے فرمایا ہے کہ وہ ایسی عالی صفت شخصیت ہیں، وہ سارے عرب ساری دنیا اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں جن کی شفقت ورحمت اس قدر عظیم ہے کہ خود تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن امت کی ادنی سی تکلیف بھی آپ کو گوارا نہیں ہے۔ وہ ساری انسانیت کے لئے مونس وغم خوار، ہمدرد وغم گسار اور حد درجہ مہربان ہیں ایسے شفیق ومہرباں نبی ﷺ کی طرف رجوع کرنا چاہئے تھا لیکن اگر کوئی پھر بھی اپنی بدقسمتی کو آواز دیتا ہے اور وہ ایسے پیارے، شفیق اور عظیم نبی ﷺ سے منہ پھر لیتا ہے تو فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان کی بے رخی سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے وہی ساری کائنات کا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ١١

یعتذرون

سورۃ نمبر ١٠

یُوْنُسْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ یونس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	10
رکوع	11
آیات	109
الفاظ وکلمات	1861
حروف	7733
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے خلاف مخالفت اور دشمنی شدت اختیار کر چکی تھی اس وقت قیام مکہ کے آخری دور میں یہ سورت نازل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں عام طور پر اسلام کے بنیادی عقائد، توحید ورسالت، قیامت اور آخرت کا ذکر فرما کر جزا وسزا پر زور دیا گیا ہے۔ جب نبی مکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرما کر مکہ کے کفار ومشرکین کے سامنے اللہ کا کلام پیش کیا تو ابتدا میں آپ ﷺ کی آواز پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت اور دین اسلام کی عظمت وتعلیمات سے ایک خاص طبقہ متاثر ہوتا ہوا نظر آیا تو کفار ومشرکین نے استہزا و مذاق اور طرح طرح کی اذیتوں سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہؓ کو ستانا شروع کر دیا۔ اعتراضات اور شبہات کی بھرمار کر دی یہاں تک کہ اسلام کی سادہ اور پر تاثیر سچائیوں کو جادو کا نام دے کر اس تحریک کو بدنام کرنے کی مہم تیز کر دی۔ جس کے قدم بھی اس سچائی کی طرف بڑھتے ان پر مکہ کی سرزمین کو تنگ کرنا شروع کر دیتے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ رسول ﷺ نے مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ قیام مکہ کے اس آخری دور میں سورۂ یونس کو نازل کیا گیا۔ اس سورت میں نہ صرف کفار ومشرکین کے اعتراضات وشبہات کا بھرپور انداز میں جواب دیا گیا ہے بلکہ حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کے واقعات کو سنا کر صاف صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ نے ہر دور میں انسانوں ہی میں سے پاکیزہ نفس انسانوں کو اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لے آئیں اور اسلام کی تعلیمات سے دنیا کے اندھیروں کو دور کر دیں۔ چنانچہ انبیاء کرامؑ نے تمام تر بے سروسامانی اور غربت وافلاس کے باوجود اللہ کا دین پہنچانے میں دن رات ایک کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے دین اسلام کے دشمنوں کو تہس نہس کر دیا اور انبیاء کرامؑ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب وبامراد فرمایا۔ حضرت موسیٰؑ جو انتہائی بے بسی کے عالم میں پوری قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلا کر مصر سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما رہے تھے اس وقت اللہ نے فرعون کو، اس کی سلطنت کے فخر وغرور کو اور اس کی طاقت وقوت کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اور قوم بنی اسرائیل کو سلطنت اور ارض فلسطین پر حکمرانی عطا کر دی۔ فرعونی قوتیں تباہ وبرباد ہو گئیں اور بے بس اور مظلوم بنی اسرائیل کو تمام تر عزت وعظمت سے

اسلامی عقائد، اصول دین، توحید و رسالت، قیامت، آخرت، حساب وکتاب جزاوسزا کا اس سورت میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ یونس میں حضرت نوحؑ کا مختصر اور حضرت موسیٰؑ کا تفصیل سے واقعہ اور حضرت یونسؑ کا واقعہ خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔

نواز دیا گیا۔ دوسری طرف حضرت نوحؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نوسو سال تک ہدایت ورہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا لیکن جب قوم نے نافرمانیوں کی حد کر دی تب اللہ نے حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرمادی اور بقیہ تمام لوگوں اور ان کی تہذیب وتمدن، مال ودولت اور ان کے فخر وغرور کے نشانات کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا۔ ان دو واقعات کے بعد حضرت یونسؑ کا قصہ سنا کر فرمایا کہ قوم موسیٰؑ وقوم نوحؑ کے برخلاف جب قوم یونسؑ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ حضرت یونسؑ چلے گئے ہیں اور اب اللہ کا عذاب آنے والا ہے۔ تو پوری قوم نے سچے دل سے توبہ کر لی اور حضرت یونسؑ کی رسالت کو تسلیم کر لیا تب اللہ نے ان پر سے عذاب کو ٹال دیا۔ کفار مکہ کو بتایا جارہا ہے کہ دونوں راستے سامنے ہیں اگر تم نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوحؑ کی نافرمان قوم کا طریقہ اختیار کیا تو تمہیں تباہی وبربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور اگر حضرت یونسؑ کی قوم کا طریقہ اختیار کر کے کفر وشرک سے توبہ کر لی اور نبی مکرم ﷺ کے دامن سے وابستگی اختیار کر لی تو نجات مل جائے گی۔

سُورَۃ یُونُس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ
اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ
قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ②

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲

الف۔لام۔را(حروف مقطعات۔جن کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔)

یہ حکمت (علم۔عقل۔سمجھ) سے بھرپور کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا لوگوں کو اس بات پر حیرت وتعجب ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے کسی انسان پر وحی نازل کی ہے تاکہ وہ لوگوں کو (برے انجام سے) ڈرائے۔اور (اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں خوش خبری سنادیجیے کہ ان کے رب کے پاس ان کا بڑا مقام اور رتبہ ہے۔اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ بے شک یہ تو ایک کھلا ہوا جادوگر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲

اَلْحَكِيْمُ	وہ پکی چیز جس کے اندر ایسی پختگی ہو جس میں کبھی بدل جانے کا خوف نہ ہو یعنی علم، عقل اور سمجھ
عَجَبٌ	تعجب، حیرت
اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی کی، وحی کے معنی اشارے کے بھی آتے ہیں
اَنْذِرْ	ڈرادے۔کسی برے انجام سے ڈرانا
بَشِّرْ	خوش خبری دے دیجیے

قَدَمُ صِدُقٍ	صدق یعنی ٹھوس سچائی، قَدَمِ صِدْقٍ، مرتبہ، کامیابی اور ترقی
سٰحِرٌ	جادو کرنے والا، جادوگر
مُبِیْنٌ	کھلی ہوئی واضح بات

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲

سورۂ یونس قرآن کریم کی دسویں سورت ہے۔ مکہ مکرمہ میں اس زمانہ میں نازل ہوئی جب نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کی مخالفت اور دشمنی میں کفار ومشرکین شرافت اور انسانیت کی حدود سے بہت دور نکل چکے تھے۔ یہ بہت نازک وقت تھا جس میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے عزم وہمت کو سہارے کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ جو بھی حالات پیش آرہے ہیں کوئی ایسے نئے حالات نہیں ہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ یہی سب کچھ ہوتا رہا ہے اور قیامت تک جب بھی دین کی سچائیوں کی طرف بلایا جائے گا تو یہی مشکلات پیش آئیں گی۔ ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ باطل کے خلاف ڈٹ کر عظیم جرأت وہمت کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی راستے سے دین ودنیا کی تمام بھلائیاں نصیب ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا مختصر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذرا تفصیل سے اور حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر نبی کے ساتھ دو باتیں ضرور پیش آئی ہیں۔

(۱) اللہ کا دین پہنچانے میں مشکلات، مصیبتیں اور پریشانیاں اور

(۲) دوسری بات یہ کہ کفار ومشرکین کی بربادی اور اہل ایمان کی کامیابی وکامرانی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو انبیاء کرام علیہم السلام کے راستے پر چل کر دین ودنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

سورۂ یونس کی ابتدائی دو آیتوں میں چار باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

۱) سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی طرح سورۂ یونس کی ابتدا بھی حروف مقطعات سے کی گئی ہے جس کی وضاحت سورہ بقرہ وآل عمران کی سورتوں کے آغاز میں کردی گئی ہے تاہم اس جگہ صرف اتنی بات کو سمجھ لینا کافی ہے کہ قرآن کریم کی انتیس سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ ان تمام حروف کے معنی نہیں کئے جاتے۔ کیونکہ ان حروف سے متعلق نہ تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا ہے نہ مخالفین نے ان حروف پر کسی حیرت اور تعجب کا اظہار کیا ہے اور سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے متعلق کچھ ارشاد نہیں فرمایا اسی لئے مفسرین عام طور پر یہ فرماتے ہیں کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے..... کوئی خاص روایت تو نہیں ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو ان کے معنی بتا دیئے

ہوں۔ بعض اکابرؒ نے سورتوں کے مفہوم کو سامنے رکھ کہ ان حروف کے معنی متعین کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے لیکن آخر میں ان کے نوک قلم پر یہی بات آ گئی کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟ ان حروف کے کیا معنی ہیں؟ ہمیں ان پر غور کرنے کے بجائے اس بات پر ایمان رکھنا چاہئے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہی ان حروف کے معنی و مراد کی وضاحت نہیں فرمائی اور صحابہ کرامؓ نے بھی نہیں پوچھا تو یہ حروف اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور وہی ان کے معنی اور مراد سے واقف ہے۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس سورت کی ابتدا ''تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ'' سے کی گئی ہے۔ یعنی یہ آیتیں کتاب حکیم کی آیتیں ہیں...... جس طرح قرآن کے لئے بہت سے الفاظ آئے ہیں اسی طرح یہ بھی قرآن کریم کا ایک نام ہے۔ ''کتاب حکیم'' یعنی وہ کتاب جس میں تمام انسانوں کی رہنمائی کیلئے وہ پر حکمت اصول بیان فرمائے گئے ہیں جو انتہائی مضبوط، مستحکم اور حکمت و دانش سے بھرپور ہیں۔ یہ کتاب کوئی معمولی کتاب نہیں ہے بلکہ وہ عظیم کتاب ہے جس میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے دین و دنیا کی تمام عظمتیں، نعمتیں اور سربلندیاں پوشیدہ ہیں۔ تہذیب وتمدن، معاشرت اور معیشت، عقائد، عبادات، معاملات اور سیاسیات عالم کے رہبر و رہنما اصول ارشاد فرمادیئے گئے ہیں۔

۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ کفار و مشرکین انبیاء کرام کی بشریت کا یہ کہہ کر انکار کرتے رہے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسا آدمی جو ان ہی کی طرح گوشت پوست کا انسان ہے، نو مہینے ماں کے پیٹ میں رہ کر اس دنیا میں آیا ہے۔ جو ان ہی میں پلا بڑھا ہے جو کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، روتا بھی ہے اور ہنستا بھی ہے۔ جو بیوی بچے بھی رکھتا ہے...... اللہ کا نبی اور رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر اللہ کو نبی اور رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو بھیج دیا ہوتا یا آسمان سے اچانک کوئی شخصیت نمودار ہوتی اور ہم اس پر ایمان لاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے پیغمبروں کی بشریت کا انکار کفر کا مزاج ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعدد مقامات پر اس کا بہت سادہ اور پر حکمت ایک ہی جواب دیا ہے کہ اس میں تعجب اور حیرت کی کونسی بات ہے کہ ہم نے اپنا کلام ایک انسان کے ذریعہ پہنچایا ہے جو تمہیں برے اعمال کے خراب نتائج سے ڈراتا ہے اور نیک اعمال کے نتیجے اور جنت اور اس کی راحتوں کی خوش خبری سناتا ہے۔ جس طرح پہلی امتوں نے نبیوں کی بشریت کا انکار کیا اسی طرح نبی کریم ﷺ پر بھی یہی اعتراض کیا گیا۔ اللہ نے متعدد مقامات پر خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوا دیا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہہ دیجئے کہ میں بھی تم جیسا ایک بشر ہوں۔ میری خصوصیت یہ ہے کہ میری طرف اللہ کی وحی آتی ہے جس کی میں خود بھی اتباع و پیروی کرتا ہوں اور دوسروں کو بھی اسی وحی کی طرف بلاتا ہوں اور اس کی پیروی پر آمادہ کرتا ہوں۔

۴) ان آیات میں چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب بھی اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کا کلام پیش کیا تو اس کو جادو کا نام دیا اور اس کو پہنچانے والوں کو جادوگر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ جادو کرنا، جادو سیکھنا اور سکھانا سب کفر کی باتیں ہیں...... جادو کیا ہے؟ محض وقتی طور پر نظر بندی، نظروں کا

فریب ......اس کے برخلاف اللہ کا کلام ایک سچائی ہے، روشنی ہے۔ جادو کا اثر محض تھوڑی دیر تک رہتا ہے۔ جب جادو ختم ہو جاتا ہے تو وہی چیزیں جو سانپ اور اژدھے نظر آتے ہیں معمولی رسیاں اور لکڑیاں رہ جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف اللہ کا کلام وہ ہے کہ جب ایک دفعہ دلوں میں آ جاتا ہے اور اس کا رنگ دلوں پر چڑھ جاتا ہے تو پھر وہ رنگ کبھی نہیں اترتا۔ فرعون کے دربار میں جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک کر ان کو نظر بندی کے ذریعہ سانپ اور اژدھوں کی شکل میں دکھایا ......تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے عصا کو پھینکا اور وہ اصلی پھنکارتا ہوا اژدھا نظر آنے لگا تو سارے جادوگر ڈر گئے اور سمجھ گئے کہ یہ محض نظروں کا دھوکہ نہیں ہے بلکہ معجزہ ہے۔ وہی جادوگر جو انعام و اکرام کے لالچ میں اپنے جادو کا کمال دکھا رہے تھے اللہ کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور رب موسیٰؑ اور رب ہارونؑ پر ایمان لے آئے ...... جب ان جادوگروں کے دلوں میں ایمان موجزن ہو گیا تو فرعون کی ہر دھمکی کے سامنے وہ ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ ......یہی اللہ کا رنگ ہے۔ جب یہ دلوں پر چڑھ جاتا ہے تو پھر اس کا رنگ نکھرتا تو ہے مٹتا نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے کفار و مشرکین کو صاف صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جادو ایک بے حقیقت چیز ہے۔ وقتی دھوکہ، فریب اور نظر بندی ہے اس کا مقابلہ اللہ کے کلام سے کرنا اور اس کلام سے کرنا جو کلام سراسر سچائی ہے، حقیقت ہے، نور ہے...... اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ جو لوگ اس کلام ربانی پر ایمان لائیں گے ان کو دنیا و آخرت میں عزت کا مقام نصیب ہوگا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهٖ ۚ ذٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيمٌۢ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳ تا ۴

بے شک تمہارا رب تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر وہ

عرش (تخت سلطنت) پر قائم ہوا جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔اس کی اجازت کے بغیر کوئی (اس کے سامنے کسی کی) سفارش نہیں کرسکتا۔ یہ ہے تمہارا وہ پروردگار جس کی تمہیں عبادت و بندگی کرنی چاہیے۔کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟......اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔اسی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کو انصاف کے ساتھ بدلہ دیا جائے۔اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش کو اختیار کیا ان کو ان کے کفر کی وجہ سے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳ تا ۴

خَلَقَ	اس نے پیدا کیا
سِتَّةُ اَيَّامٍ	چھ دن، اس سے چھ دن مراد ہیں، ممکن ہے چھ زمانے اور پیریڈ مراد ہوں
اِسْتَوٰی	وہ برابر ہوا۔یعنی اس نے نظام کائنات کا آغاز کردیا
يُدَبِّرُ	وہ تدبیر کرتا ہے، فیصلے کرتا ہے
شَفِيْعٌ	سفارش کرنے والا
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ	کیا پھر بھی وہ اس حقیقت پر غور وفکر نہیں کرتے
حَقٌّ	سچ بالکل درست اور صحیح
يَبْدَاُ	وہ شروع کرتا ہے
يُعِيْدُ	وہ لوٹاتا ہے، واپس لاتا ہے
لِيَجْزِیَ	تاکہ وہ بدلہ اور جزا دے
اَلْقِسْطُ	انصاف، عدل وانصاف
شَرَابٌ	ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں
حَمِيْمٌ	گرم، کھولتا ہوا پانی

تشریح: آیت نمبر ۳ تا ۴

سورۂ یونس کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے ان غلط اور باطل عقیدوں کی پرزور تردید فرمائی ہے جن میں

وہ ایک اللہ کے قائل ہونے کے باوجود بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ اگر وہ بت اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش نہیں کریں گے تو ان کی بات قبول نہیں ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ انسان کا اپنا من گھڑت خیال ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے دور نہیں ہے بلکہ ان کی رگ جان سے بھی قریب ہے۔اس اللہ کو اس کائنات میں ہر طرح کی قدرتیں حاصل ہیں اسی نے اس کائنات کے ذرے ذرے کو پیدا کیا اور وہی ہر چیز کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اور وہی سب کا معبود ہے۔اس نے اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا ہے۔عرش سے لے کر فرش تک پورے نظام کو وہ اپنی تدبیر وحکمت سے چلا رہا ہے۔اس کے اختیار اور قدرت میں کوئی شریک نہیں ہے وہ اس کائنات کے ہر معاملے کا کسی کی شرکت اور مداخلت کے بغیر تدبیر وانتظام کر رہا ہے۔اس کے انتظام میں شرکت تو بڑی بات ہے اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر لب ہلانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔لہٰذا وہی ایک ذات ہے جو عبادت وبندگی کی مستحق ہے۔سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔پھر وہ اپنے عدل وانصاف سے نیک چلن اور اعمال صالح کے پیکر ایمان والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔اور جنہوں نے کفر وانکار کی روش اختیار کر رکھی ہوگی وہ ان کو نہ صرف ایک دردناک عذاب دے گا بلکہ میدان حشر میں اور جہنم میں شدید پیاس کو بجھانے کے لئے کھولتا ہوا پانی دے گا جو ان کے لئے مزید اذیت ناک سزا ہوگی۔زمین وآسمان کو اچانک بنا کر کھڑا نہیں کر دیا گیا۔حالانکہ اس کی بارگاہ میں ''کن'' کہنے کی دیر ہوتی ہے اور ہر چیز وجود اختیار کر لیتی ہے لیکن زمین وآسمان کو چھ دن میں بنایا اس کا مقصد یہ ہے کہ اس نے اس کائنات کو بتدریج بنایا ہے کیونکہ اس کا قانون ہی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو بتدریج پیدا کرتا ہے۔ایک گٹھلی کو درخت بننے میں ایک وقت لگتا ہے اگر وہ چاہتا تو یہی کام ایک لمحہ میں بھی ہوسکتا تھا مگر اس کے قانون کے خلاف ہے۔یہی قانون پوری کائنات میں رائج فرما دیا ہے کہ ہر چیز اپنے وقت پر آہستہ آہستہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے۔اس سے کیا مراد ہے۔بعض مفسرین نے اس سے مراد چھ دن کو لیا ہے۔لیکن بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس دنیا کے ماہ وسال اور دن اللہ کے ماہ وسال اور دنوں سے مختلف ہیں مثلاً سورۂ حج کے چھٹے رکوع میں فرمایا گیا ہے:

''وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ''

ترجمہ:۔ اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک ایک دن ایسا ہے جیسا کہ تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال۔

اگر اس آیت کو سامنے رکھا جائے تو چھ دن سے مراد چھ ہزار سال بھی ہوسکتے ہیں۔اس لئے بعض مفسرین نے چھ دن سے مراد چھ ہزار سال یا چھ مدتیں قرار دی ہیں۔بہر حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے چھ دن چھ ہزار سال یا چھ مدتیں۔بہر کیف اللہ نے اس کائنات کو ایک تدریج اور حسن انتظام سے پیدا فرمایا ہے۔چھ دن سے ممکن ہے اس غلط عقیدہ کی طرف اشارہ ہو جو یہودیوں نے گھڑ رکھا تھا۔یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور پھر وہ اللہ اس قدر تھک چکا تھا کہ اس نے ساتویں دن آرام کیا۔(نعوذ باللہ) اللہ نے فرمایا کہ اس نے بے شک کائنات کو چھ دن میں پیدا کیا

لیکن ساتویں دن آرام نہیں کیا کیونکہ نیند، اونگھ اور آرام سے وہ اللہ بے نیاز ہے بلکہ چھ دن یا چھ مدتوں میں کائنات کو پیدا کر کے اس نے پوری کائنات میں اپنی قدرت کے حسن انتظام کو جاری فرمادیا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ٦

وہی تو ہے جس نے سورج کو چمک اور چاند کو روشن کیا اور اس نے ان کے گھٹنے اور بڑھنے کی منزلوں کو مقرر کر دیا تا کہ تم برسوں کی گنتی اور تاریخوں کا حساب معلوم کر سکو۔ اللہ نے ہر چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنی آیتوں کو ایسے لوگوں کے لئے وضاحت سے بیان کرتا ہے جو علم و دانش رکھتے ہیں۔

بے شک رات اور دن کے آنے جانے میں اور ہر اس چیز میں جسے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ایسے لوگوں کے لئے (ہزاروں) نشانیاں موجود ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ٦

ضِيَآءٌ	روشنی، چمک، اجالا
نُوْرٌ	چمک دار، روشن
قَدَّرَ	اس نے مقرر کر دیا
اَلسِّنِيْنَ	(سن) سال، کئی برس
يُفَصِّلُ	وہ تفصیل بیان کرتا ہے، کھول کر بیان کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ٦

جو شخص بھی غور و فکر کی صلاحیتوں سے کام لے کر ذرا بھی تدبیر کرے گا اس کو اس کائنات میں ایک خاص نظم و ضبط نظر آئے گا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس پورے نظام کائنات کو کوئی ہستی ہے جو چلا رہی ہے۔ حکومتیں، افراد، موسم اور حالات بدلتے رہتے ہیں لیکن اللہ کے نظام میں کبھی تبدیلی نہیں آتی۔ سورج دھک رہا ہے، چاند چمک رہا ہے، ستارے اپنی روشنی بکھیر رہے ہیں رات اور دن آسمان و زمین اسی طرح اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں جس طرح آج سے ہزاروں سال پہلے کام کر رہے تھے۔ ماہ و سال کا ایک کیلنڈر اپنے سامنے رکھ لیجئے پھر دیکھئے کہ سورج چاند کے نظم و انتظام میں ایک منٹ اور ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہیں ہوگا۔ اس سے زیادہ اور کیا نظم اور انتظام ہوگا کہ اگر آپ کے پاس ایسے آلات موجود ہوں جن سے موسم کی تبدیلیوں کا مطالعہ کر سکیں تو آپ ایک مہینہ پہلے بھی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ کب اور کہاں بارش ہوگی۔ اور کہاں سورج نکلے گا وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ جن لوگوں کے پاس یہ ذرائع موجود ہیں وہ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ فلاح وقت بادل چھائے رہیں گے فلاں وقت بارش ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اس میں انسان کا صرف اتنا ہی کمال ہے کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہے اس کو بیان کر دے ورنہ چاند سورج اور ستاروں وران کی رفتار میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ وہ ہے جو ''حی وقیوم'' ہے اور وہ تنہا اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ اہل علم و تقویٰ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اللہ کے ہر کام میں ایک مصلحت ہے۔ نظم و انتظام اور مقصدیت ہے۔ اس نے ایک ذرے کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اس کی کائنات ہے وہ جب تک چاہے گا اس انتظام کو چلائے گا اور جب چاہے گا زمین و آسمان اور کائنات کی تمام صلاحیتوں کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ اور درہم برہم کر دے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝٧ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ
النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٨ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ
الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝٩ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ
وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

بے شک وہ لوگ جو ہم سے (قیامت کے دن) ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مطمئن اور خوش ہیں۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں سے غفلت برت رہے ہیں، جو کچھ وہ کماتے ہیں اس کی وجہ سے ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کا رب ان کو ان کے ایمان کی وجہ سے راہ ہدایت عطا کرے گا اور وہ ان کو ایسی راحت بھری جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

وہاں ان کی زبان پر ایک ہی پکار ہوگی "**سُبحٰنَکَ اللّٰھُمَّ**" (اے میرے اللہ آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے) اور ان کا آپس میں سلام "**سَلَامٌ عَلَیْکُم**" ہوگا اور ان کی ہر بات کا خاتمہ اس طرح ہوگا "**اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین**" (تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

لَا یَرْجُوْنَ	وہ امید نہیں رکھتے
لِقَاءٌ	ملاقات
اِطْمَاَنُّوْا	وہ مطمئن ہوگئے
مَاْوٰی	ٹھکانا
یَکْسِبُوْنَ	وہ کماتے ہیں، حاصل کرتے ہیں
یَھْدِیْ	وہ ہدایت دیتا ہے، راستہ دکھاتا ہے
اَلنَّعِیْمُ	راحتوں سے بھرپور
سُبْحَانَ	بے عیب ذات، جس میں کوئی خرابی نہ ہو
تَحِیَّةٌ	دعا
دَعْوٰی	پکار، دعا، فریاد

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

جب اللہ تعالیٰ، اس کے آخری رسول اور نبی ﷺ اور آخرت کی ابدی زندگی پر پختہ یقین و ایمان اور اس کا شعور انسانی سیرت و کردار کی روح نہ بن جائے اس وقت تک ایسے بہترین اور صالح اعمال جو اس کو دنیا و آخرت میں فائدہ دے سکتے ہیں سرزد ہو ہی نہیں سکتے۔ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص جو ایمان نہیں رکھتا۔ نہ تو اس کا آخرت پر یقین ہے اور نہ وہ اللہ و رسول کو مانتا ہے مگر اس کے اخلاق، معاملات اور کردار بہت بلند ہوں وہ لوگوں کی نگاہ میں ایک اچھا انسان سمجھا جاتا ہو۔ شریعت کی نگاہ میں ایسے آدمی کے اچھے اعمال کی قدر ہے وراس کو اس کا بدلہ بھی دیا جائے گا۔ مگر اس دنیا کی حد تک اِس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ دنیا میں اس کا بدلہ یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں گے اس کو ایک اچھا انسان سمجھیں گے۔ قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ لیکن موت کی گود میں سوتے ہی اس کے تمام معاملات ختم ہو جائیں گے۔ ایسا آدمی آخرت میں خالی ہاتھ ہوگا۔ دین اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اگر یہ شخص یہ تمام اعمال صالح ایمان کے ساتھ کرتا۔ اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ پر ایمان لا کر حسن عمل کا مظاہرہ کرتا تو اس کو دنیا کی زندگی کے بعد آخرت میں بھی یہ اعمال کام آتے۔ دین اسلام کی تعلیمات سے یہ سچائی بھی سامنے رہنی چاہئے کہ دنیاوی زندگی بہت تھوڑی سی ہے جو کسی نہ کسی حد تک پہنچ کر ختم ہو جائے گی۔ لیکن آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے جس کی حد اور انتہا کوئی نہیں ہے۔ وہ ایسی ابدی زندگی ہوگی جہاں موت کو بھی موت آ جائے گی۔ جس کے جیسے اعمال ہیں اس کو ایسا ہی بدلہ دیدیا جائے گا۔ جو ایمان و یقین کے پیکر ہوں گے ان کے لئے جنت اور اس کی ابدی راحتیں مقدر کر دی جائیں گی اور جو کفر و شرک اور نفاق میں مبتلا رہے ہیں ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

ان آیات میں ان ہی دو جماعتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے:

ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس اس دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے آخرت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ اپنے اس خیال پر اس قدر مطمئن اور خوش ہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے مہربان رب کی ملاقات کی بھی امید نہیں رکھتے۔ انہیں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر پوری زندگی کا حساب کتاب پیش کرنے کا بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام یہ ہے کہ اس ہمیشہ کی زندگی میں وہ ہمیشہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنے رہیں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہوں گے جو ہر نیک اور بھلے کام کو صرف اس لئے کرتے تھے کہ کوئی دیکھے نہ دیکھے کوئی تعریف کرے یا نہ کرے وہ محض اپنے پیدا کرنے والے پروردگار کی رضا و خوشنودی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ جنہیں قدم قدم پر یہ فکر رہتی تھی کہ انہیں ایک نہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے۔ جو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت و محبت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو سعادت سمجھتے تھے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا انجام آخرت کی ابدی راحتیں، سکون و اطمینان ہوگا۔ وہ ایسی جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جہاں ہر شخص ایک دوسرے پر سلامتی بھیجتا ہوگا جہاں فضول باتوں کے بجائے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا سب سے بڑی سعادت ہوگی۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ
لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا
لِجَنْبِهٖٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ
كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ إِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

اور اگر اللہ بھی خرابی پہنچانے میں جلدی کرتا جس طرح وہ بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں تو ان کی عمل کی مہلت ختم کردی جاتی۔ پھر وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے ان کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں تا کہ وہ اسی میں بھٹکتے رہیں۔

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے، بیٹھے اور کھڑے ہر حال میں ہمیں ہی پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس سے تکلیف اور پریشانی دور کردیتے ہیں تو پھر وہ (منہ پھیر کر) اس طرح چلتا ہے جیسے اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اور اس طرح حد سے گذر جانے والوں کی نظر میں ان کے اعمال کو خوبصورت بنادیا جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

يُعَجِّلُ	وہ جلدی بھیجتا ہے
اِسْتِعْجَالٌ	وہ جلدی مانگتے ہیں
نَذَرُ	ہم چھوڑ دیتے ہیں

طُغْيَانٌ	سرکشی، نافرمانی
يَعْمَهُوْنَ	وہ بھٹکتے ہیں، گھومتے ہیں
كَشَفْنَا	ہم نے کھول دیا (تہس نہس کیا)
مُسْرِفِيْنَ	حد سے بڑھ جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو بہت سی عظمتیں عطا فرمائی ہیں روحانی بھی اور جسمانی بھی۔ روحانی تو ایسی کہ اس کو فرشتوں کا مسجود بنادیا تمام فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ انسان کی عظمت کے سامنے سب کے سب سجدہ کریں۔ جب شیطان نے انسان کی عظمت کے سامنے جھکنے سے انکار کردیا تو اس کو قیامت تک اپنی بارگاہ سے نکال دیا گیا۔ اسی طرح جسمانی اعتبار سے بھی اس کو 'احسن تقویم' یعنی بہترین سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے خشکی کے دشوار گذار راستوں کو طے کرنے سمندر کی گہرائیوں میں اترنے، پہاڑوں کے سینے چیرنے اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا بڑا حوصلہ اور ہمت ہے لیکن دوسری طرف اس کی کچھ فطری کمزوریاں بھی ہیں مثلاً جلد بازی کرنا اور جلد از جلد کسی نتیجے کو حاصل کرنے کی خواہش کرنا اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ ذرا کوئی خوشی مل گئی تو چہرہ کھل اٹھا۔ دل اسی خوشی میں مگن ہوگیا اور اگر اس پر کوئی مصیبت آن پڑی تو اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور کروٹیں بدل بدل کر ہر پہلو پر اللہ کو یاد کرنا شروع کردیا۔ جب وہ حالات کے بھنور سے نکل جاتا ہے تو پھر سے اپنی شرارتوں میں بدمست ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے خالق و مالک کو بھول کر کفر و شرک تک میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور مکہ کے کفار کو بت پرستی اور من گھڑت مذہبی رسموں، جہالت کی تاریکیوں اور آپس کی خوں ریزیوں سے روکنے اور دین اسلام پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی تو اپنے ہی غیر بن گئے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے گئے۔ طرح طرح سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ آپ کو مدینہ منورہ گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ مکہ میں شدید قحط پڑ گیا۔ مکہ کے لوگوں کو شدید اذیت ناک حالات سے گذرنا پڑا یہاں تک کہ جب کھانے کو کچھ نہ ملا تو مردار جانور تک کھانے پر مجبور ہوگئے۔

جب حالات شدید تر ہوگئے اور قحط نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو کفار مکہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ ہم پر یہ ساری آفتیں صرف اس لئے آرہی ہیں کہ ہم نے حضرت محمد ﷺ کو ہر طرح ستایا اور اس نعمت کی قدر نہ کی۔ چنانچہ ابوسفیان جو اس وقت

تک مسلمان نہ ہوئے تھے ان کی قیادت میں ایک وفد مدینہ بھیجا گیا۔ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ پہنچ کر مکہ کے لوگوں کی شدید تکالیف اور قحط کا تذکرہ کیا۔ نبی رحمت ﷺ نے اس موقع پر ان کے ظلم وستم کو نظر انداز کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ مکہ والوں کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے فقروفاقہ اور تنگ دستی کے باوجود ہر ممکن مدد کی اور امدادی سامان جمع کر کے مکہ والوں کے لئے بھیجا۔ نبی مکرم ﷺ کفار مکہ کی تکلیفوں پر بے چین ہوگئے۔ یقیناً آپ نے اللہ سے دعا بھی کی ہوگی۔ بہر حال جب مکہ والوں پر تکالیف اور قحط کی شدت ختم ہوگئی تو انہوں نے اپنے کفر وشرک میں اور شدت اختیار کر لی۔ دلوں کی نرمی کے بجائے ان کے دل اور بھی سخت ہو گئے۔ تو یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو اللہ کو پکارتا ہے۔ روتا ہے اور چلاتا ہے اسے کسی کروٹ چین نہیں آتا۔ لیکن جیسے ہی حالات درست ہو جاتے ہیں تو وہ پھر سے اپنی سرکشی اور نافرمانی میں لگ جاتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت ہی رحیم وکریم ہے اور حلیم بھی ہے کہ اپنے بندوں کے ہر گناہ پر فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ سنبھل جائیں۔

حالانکہ اللہ کی قدرت سے یہ باہر نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کو پکڑنے پر آئے تو کوئی اس سے چھڑا نہیں سکتا مگر وہ حکیم، رحیم اور حلیم لوگوں کو سنبھلنے اور راستہ تلاش کرنے کا پورا پورا موقع عطا فرماتا ہے۔

اس موقع پر غور کرنے کی بات ہے کہ یہ تو کفار کا انداز زندگی ہے کہ جب ان پر کوئی آفت اور مصیبت آتی ہے تو وہ روتے اور چلاتے ہیں اپنے بتوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کو پکارنے لگ جاتے ہیں لیکن ہمارا حال بھی تو اس سے مختلف نہیں ہے۔ جب ہم زندگی کے پر پیچ راستوں میں پھنس جاتے ہیں تو دن رات اللہ کو پکارتے ہیں روتے چلاتے اور لوگوں سے دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں لیکن جب ہم ان مصائب اور مشکلات سے باہر آ جاتے ہیں تو ہم بھی اللہ کی رحمت اور اس کے کرم کو بھول کر مختلف اسباب کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔

ایک بیمار کو جب صحت مل جاتی ہے تو وہ ڈاکٹروں کی تعریف کرنے لگتا ہے کہ فلاں ڈاکٹر یا حکیم صاحب نے ایسی دوا دی کہ مجھے دوبارہ زندگی مل گئی اور میں صحت مند ہو گیا۔ اگر کسی مقدمہ میں پھنس گئے تو اس کی تعریف کرنے لگتے ہیں کہ فلاں وکیل صاحب نے ایسا مقدمہ لڑا کہ فریق مخالف کے چھکے چھوٹ گئے اور میں مقدمہ جیت گیا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ایک مومن جس کا اللہ پر کامل یقین ہے جو اپنے معاملات کے لئے خود بھی دعائیں کر رہا تھا اور دوسروں سے بھی کرا رہا تھا کامیابی اور صحت کے بعد جب وہ غیر اللہ کی تعریف کرتا ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے جس نے صحت اور کامیابی عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر کے اس مزاج سے دور ہی رکھے اور ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان آیات میں یہی بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ اپنے رحم وکرم میں جتنی جلدی کرتا ہے اگر ہر ایک کو سزا دینے میں بھی جلدی کرنے لگے تو پھر انسان کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ انسان نافرمانیوں اور زیادتیوں میں حد سے بڑھ جاتا ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ رحیم وکریم ہر ایک پر اپنے انعام وکرم کی بارشیں برساتا رہتا ہے۔

وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ
لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوۡا
لِيُؤۡمِنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ
خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

اور یقیناً تم سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کو تہس نہس کر دیا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے جس پر وہ ایمان نہ لائے اس طرح ہم مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین پر آباد کیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

اَهۡلَكۡنَا	ہم نے ہلاک کیا
اَلۡقُرُوۡنُ	قومیں، نسلیں
نَجۡزِىۡ	ہم بدلہ دیتے ہیں
خَلٰٓئِفُ	قائم مقام، نائب، خلیفہ
لِنَنۡظُرَ	تاکہ ہم دیکھیں

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۴

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پوری وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے کہ نافرمانیوں، گناہوں

اور ظلم و بغاوت پر جری ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ لوگوں کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ وہ حلیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں کو ایک خاص مدت تک مہلت عمل اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر اپنے لئے بہتر اور مناسب راستہ کا انتخاب کر سکیں۔ لیکن اگر پھر بھی وہ اپنی روش زندگی کو تبدیل نہیں کرتے تب ان پر اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے اور ساری قوتوں اور طاقتوں کے باوجود تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ شان کریمی ہے کہ وہ غفلت اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی اصلاح کے لئے ایسے پاکیزہ نفس انسانوں یعنی اپنے رسولوں اور نبیوں کو بھیجتا رہا ہے جنہوں نے ان کو گناہوں کی دلدل سے نکالنے اور برے انجام سے بچانے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ تمام پیغمبروں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فخر کائنات نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری رسول اور آخری نبی بنا کر بھیجا جنہوں نے بہت تھوڑی مدت میں ایسے لاکھوں جاں نثاروں کی پاکیزہ جماعت تیار فرمائی جو قیامت تک زندگی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اب چونکہ نبوت و رسالت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے انتظامات فرما دیئے ہیں کہ قرآن و سنت اور اس کی تعلیمات قیامت تک محفوظ رہیں گی اب حاملین قرآن و سنت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح ساری دنیا میں ان سچائیوں کو پھیلانے کے ذمہ دار بنا دیئے گئے ہیں۔

چونکہ قرآن کریم کے مخاطب اول مکہ مکرمہ کے لوگ ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ مکہ والوں سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے مکہ کے لوگو! تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ تم سے پہلے بہت سی وہ قومیں گذر چکی ہیں جن کی بستیوں پر سے تم گذرتے ہو۔ ان کے کھنڈرات اس بات کے گواہ ہیں کہ ہر طرح کی قوت و طاقت رکھنے کے باوجود جب انہوں نے نافرمانیوں اور بدکاریوں کے طریقے اختیار کئے اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی نافرمانی کی تو پھر ان پر وہ عذاب مسلط کئے گئے جن سے انہیں بچانے والا کوئی نہ تھا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مکہ والو! اگر تم نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے دامن اطاعت سے وابستگی اختیار کر لی تو تمہاری نجات کا سامان ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ان کی نافرمانی کی گئی تو قیامت تک تم اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاؤ گے۔ ان آیات میں جہاں مکہ والوں سے خطاب ہے وہیں قیامت تک آنے والے اہل ایمان کو بھی بتا دیا گیا ہے کہ تاریخ کے اس آئینہ میں تم اچھی طرح دیکھ لو کہ جن قوموں نے ظلم، بغاوت اور نافرمانیوں کے راستے کا انتخاب کیا وہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دی گئیں۔ اب تم گذشتہ قوموں کے بعد ان کی جگہ پر موجود ہو دیکھا یہ جائے گا کہ تم اللہ کے سامنے اپنے حسن عمل یا فرماں برداری کا انداز اختیار کر کے اپنا نامہ اعمال کس طرح مرتب کرتے ہو؟

اگر تم نے بھی وہی روش اختیار کی جس کی وجہ سے پچھلی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں تو پھر اللہ کی سنت یعنی اس کا متعین اور اٹل قانون یہ ہے کہ جہاں وہ حسن عمل کرنے والوں کی چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر بے انتہا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے وہیں جب وہ نافرمانیوں پر گرفت کرتا ہے تو اس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ
لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي
أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ
إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ
لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ
فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

اور جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنہیں ہم سے ملنے کی توقع نہیں ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لے آ ؤ یا اس کو بدل دو۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے (اپنی خواہش سے) اس میں کچھ بھی تبدیل کرسکوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ایک بہت بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو یہ قرآن میں تمہیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمہیں اس کی خبر نہ کرتا۔ کیونکہ میں نے تمہارے اندر (رہ کر) اس سے پہلے ایک عمر گذاری ہے۔ کیا تم پھر بھی عقل نہیں رکھتے۔ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے یا اس کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو مجرم ہیں کبھی فلاح نہ پاسکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

تُتْلٰی تلاوت کی گئی، پڑھی گئی

اتِ	لے آ
غَیْرُ هٰذَا	اس کے سوا
بَدِّلْ	بدل دے، تبدیل کردے
تِلْقَائِ نَفْسِیْ	اپنی طرف سے، اپنی خواہش سے
یُوْحٰی	وحی کی گئی ہے
عَصَیْتُ	میں نے نافرمانی کی
تَلَوْتُ	میں نے پڑھا، (تِلَاوَةٌ)، پڑھنا (ماضی کا صیغہ ہے)
اَدْرٰی	جتایا، ماضی کا صیغہ اِدْرَاءٌ سے، دِرَایَةٌ کے معنی سمجھ لینا
لَبِثْتُ	میں نے گزاری ہے، میں رہا ہوں
عُمُرٌ	عمر تک
اِفْتَرٰی	جس نے گھڑا
لَا یُفْلِحُ	وہ فلاح نہیں پاتا، وہ کامیاب نہیں ہوتا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہدایت ہے جو اس نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی جس کی اتباع اس کو پڑھ کر سنانے اس کو سکھانے اور اس کے علم و حکمت کے ذریعہ دلوں کو نور ایمانی سے سنوارنے اور نکھارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا آپ نے قرآن کریم کے نور سے ان کے دلوں کو منور و روشن کر دیا۔

قرآن کریم میں ایک طرف تو علم و حکمت کے اصولوں کی وضاحت فرمائی گئی ہے دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے کفار کی بری رسموں اور بتوں کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ ابتداء میں کفار مکہ یہ سمجھتے رہے کہ یہ کوئی وقتی نعرہ ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائے گا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ قرآن کریم اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک سے ہر شخص کا ذہن بڑی تیزی سے متاثر ہو رہا ہے تب ان کو فکر لاحق ہوگئی اور انہوں نے ان تمام لوگوں کو جن کے دل نور ایمانی سے منور ہو چکے تھے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں اور پھر ان کا ظلم و ستم بڑھتا ہی چلا گیا۔ لیکن جب کفار مکہ نے یہ دیکھا کہ ان ظلم و ستم کے طریقوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے تو انہوں نے پر فریب مصالحت کے طریقے نکالنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اے

محمد ﷺ آپ صرف ہمارے بتوں میں سے بعض کو ہاتھ لگا دیں تو ہم آپ کی تصدیق کرنے لگیں گے۔ اس پر جبرئیل امین سورہ کافرون لے کر نازل ہوئے جس میں کفار کے اعمال سے برأت اور خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت صالح)

درحقیقت کفار مکہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ جب کہ ہماری نسل، قوم، قبیلہ، زبان اور علاقہ ایک ہے تو پھر ہم آپس میں لڑ کر کمزور کیوں ہوں لہٰذا باہمی اتحاد کا راستہ نکال لیا جائے کہ ''ایک سال آپ ہمارے بتوں کی عبادت کیا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت و بندگی کر لیا کریں گے (قرطبی)

یہ اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا وہی پر فریب نعرہ ہے جو آجکل بھی لگایا جاتا ہے۔ شدید انتشار اور اختلاف پیدا کرنے والے ہی لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ''اتحاد'' کی باتیں کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ دین اسلام سب سے زیادہ اتحاد و اتفاق، باہمی محبت، حسن سلوک اور رواداری کا قائل ہے بلکہ اس دین کا تو بنیادی مقصد ہی انسانوں کو ایک لڑی میں پرونا ہے لیکن انسانی حقوق کی حد تک یہ بات محدود ہے۔ اللہ کے قانون اور اصول دین میں کسی قوم سے مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایک مرتبہ سرداران مکہ حضور اکرم ﷺ کے چچا کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اگر محمد ﷺ ہمارے بتوں اور ہماری رسموں کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہم ان کو اپنا سردار بنانے کے لئے تیار ہیں۔ دولت سے مالا مال بھی کیا جاسکتا ہے اور اگر وہ عرب کی کسی بھی حسین لڑکی سے نکاح کے خواہش مند ہوں تو ہم ان کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ مگر آپ کا ہر موقع پر ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ اگر تم چاند اور سورج بھی میری ہتھیلی پر لا کر رکھ دو تب بھی میں اس دین کی سچائی کو پھیلانے سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹوں گا۔ ان ہی کوششوں میں سے ایک کوشش یہ بھی تھی جو زیر تشریح آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

ان کا قیاس یہ تھا کہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم آپ کی تصنیف ہے جس کو خود آپ نے بنا کر پیش کر دیا ہے جس کو زور آور بنانے کے لئے اللہ کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ فرمائش کی کہ اے محمد ﷺ یا تو اس قرآن کو تم بدل دو یا کم از کم اتنی ترمیم تو کر دو کہ جس میں ہمارے بتوں کو برا نہ کہا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس حقیقت کو واضح اور دو ٹوک الفاظ میں کہلوا دیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ یہ میری مجال نہیں کہ اللہ کے اس کلام کو میں اپنی مرضی سے بدل دوں یا اس میں ترمیم کر دوں بلکہ میں تو خود اس وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ اگر میں نے بھی اللہ کے حکم کے خلاف کوئی کام کیا تو (جو کہ ممکن ہی نہیں ہے) میں بھی ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ کلام تو اللہ نے نازل فرمایا ہے اگر اللہ نہ چاہتا تو نہ میں اس قرآن کو تمہارے سامنے پڑھ سکتا اور نہ وہ میرے ذریعہ تمہیں اس سے باخبر کرتا۔ میں نے تمہارے اندر زندگی کا ایک بڑا حصہ گذارا ہے کیا تم اتنی بات سمجھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

ان آیات میں یہ ارشاد ہے ''کہ میں نے تمہارے درمیان زندگی کا ایک حصہ گذارا ہے'' یہ خود قرآن کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ مکہ کا ہر شخص اس بات سے واقف تھا کہ آپ نے چالیس سال کی عمر میں جس سچائی کا اعلان کیا ہے وہ جن

آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کسی نے بھی ان کی زبان مبارک سے نہ سنی تھیں نہ آپ نے کسی سے ایک حرف بھی سیکھا تھا وہ لکھے ہوئے ورق کو پڑھ بھی نہیں سکتے تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ اچانک آپ کی زبان مبارک سے ان آیات کی تلاوت شروع ہو جائے جو ایک کھلا ہوا معجزہ ہے اور جس کے لئے یہ کھلا چیلنج موجود تھا کہ تمام انسان اور جنات اور ان کے حمایتی قرآن کریم کی ایک سورت بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔ یہ علم و حکمت کا سمندر جو بہنا شروع ہوا ہے یقیناً یہ اسی اللہ کا کلام ہو سکتا ہے جو کائنات کے تمام علوم کا جاننے والا ہے۔ اس سے اس بات کو بھی ثابت کرنا ہے کہ مکہ مکرمہ کا ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ صادق وامین ہیں۔ آپ نے کبھی دنیا کے کسی معاملے میں جھوٹ نہیں بولا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ آخرت کے معاملہ میں جھوٹ بولیں گے جس میں آپ کا کوئی فائدہ نہیں ہے سوائے تکلیفوں، فاقوں اور مشکلات کے کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا اہل مکہ کا یہ کہنا کہ یہ آپ کی تصنیف ہے یا آپ نے خود ہی اس قرآن کو گھڑ لیا ہے یہ نہ صرف کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایک ایسی تہمت اور الزام ہے۔ جس کو ظلم عظیم ہی کہا جا سکتا ہے۔

قرآن کے نور ہدایت کی سچائی یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے وہی اس کا محافظ ہے اور یہی وہ کتاب ہدایت ہے جس میں سارے انسانوں کی بھلائی پوشیدہ ہے اور قرآن کریم کا انکار کرنا بدترین زیادتی ہے جس کی سزا آخرت کا عذاب ہے۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٨

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان (بے حقیقت بتوں) کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جو ان کو نہ تو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اور کہتے یہ ہیں کہ اللہ کے پاس یہ ہمارے سفارشی ہیں (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو کوئی ایسی خبر دے رہے ہو جس کا اسے آسمانوں اور زمین میں علم تک نہیں ہے۔ (یاد رکھو) اس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جنہیں تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸

يَعۡبُدُوۡنَ	وہ عبادت وبندگی کرتے ہیں
لَا يَضُرُّ	وہ نقصان نہیں پہنچاتا ہے
لَا يَنۡفَعُ	وہ نفع نہیں دیتا ہے
شُفَعَآءُ	(شَفِيۡعٌ) سفارش کرنے والے
اَتُنَبِّئُوۡ نَ	کیا تم خبر دیتے ہو؟
تَعَالٰى	بلند و برتر

تشریح: آیت نمبر ۱۸

کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہا کرتے تھے کہ یا تو اس قرآن کو بدل دو یا اس میں ایسی ترمیم کردو جس سے ہمارے بتوں کی عبادت وبندگی کی گنجائش نکل آئے اور ہمارے درمیان کے اختلافات دور ہو جائیں۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا بھرپور انداز میں جواب ارشاد فرمایا تھا اس آیت میں اللہ نے ان نا سمجھ پتھروں کے پجاریوں سے یہ فرمایا ہے کہ بے عقلی کی انتہا یہ ہے کہ وہ بت جو اپنے وجود کے لئے بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں کہ اگر وہ ان پتھروں کو تراشنا چھوڑ دیں تو دنیا میں ان کے معبودوں کا وجود تک ختم ہو کر رہ جائے۔ ایسے بے بس اور لاچار پتھروں کے یہ بت انسان کو نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ان سے کسی طرح کا نفع پہنچانے کی امید کی جاسکتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اس کائنات کے خالق اور مالک پر ایمان رکھتے ہیں وہی سب کچھ کرتا ہے لیکن یہ بت جب تک ہماری سفارش نہ کردیں وہ خالق و مالک بھی ہماری دعاؤں کو نہیں سنتا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے لطیف انداز میں اس کا یہ جواب عنایت فرمایا کہ اللہ جو کائنات کی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے جو ہر شخص کی پکار کو براہ راست سنتا ہے اور ان کی فریادوں کو پہنچتا ہے اس کی بارگاہ میں بات پہنچانے کے لئے وہ دنیاوی وسیلوں کا محتاج نہیں ہے وہ تو انسانوں سے اتنا قریب ہے کہ رگ جاں بھی انسان سے اتنی قریب نہیں ہے۔ پھر وہ کون سے سفارشی تلاش کر کے لا رہے ہیں جس کی وہ اطلاع اس علیم وخبیر ذات کو دے رہے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

اس آیت میں ان بت پرستوں پر ایک گہرا طنز بھی ہے کہ اللہ کو اس کائنات کی ہر چیز کا علم ہے جن بتوں کو تم اللہ کی بارگاہ میں سفارشی سمجھتے ہوا نہیں تو اللہ جانتا تک نہیں ہے یعنی اللہ کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے پھر تم ان سے امیدیں لگائے کیسے بیٹھے ہو در حقیقت امید تو اس اللہ سے باندھنی چاہئے جو ہر طرح کی قدرت و طاقت رکھتا ہے اور کسی کی سفارش کا محتاج نہیں ہے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ

اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ
رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا
الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٢٠﴾ ع ٧ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ١٩ تا ٢٠

تمام انسان ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ اور اگر ایک بات آپ ﷺ کے رب کی طرف سے طے نہ کردی گئی ہوتی تو جس چیز میں وہ اختلاف کررہے ہیں ان کے درمیان اس کا فیصلہ کردیا جاتا۔

وہ یہ کہتے ہیں کہ اس (نبی) پر اللہ کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں کیا گیا آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ غیب کی خبر تو اللہ کو ہے۔ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٩ تا ٢٠

اُمَّةٌ	جماعت، گروہ
سَبَقَتْ	گزرگئی، طے کردی گئی
قُضِیَ	فیصلہ کردیا گیا ہے
آیَةٌ	نشانی، معجزہ
اَلْغَیْبُ	بن دیکھی حقیقتیں
اِنْتَظِرُوْا	تم انتظار کرو

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں:۔

۱) ابتداء میں سارے انسان ایک ہی امت تھے۔ یعنی ان میں نہ تو نافرمانی اور شرک وکفر کے جذبات تھے اور نہ وہ زبان، رنگ ونسل، قوم اور قبیلہ میں تقسیم تھے بلکہ ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے تھے۔ بعد میں شیطان کے بہکانے سے ان میں عقیدہ اور فکر وذہن کے اختلافات پیدا ہوگئے اور وہ مختلف قومیتوں میں تقسیم ہوگئے۔ اس طرح ایک امت کا وہ تصور دھندلاتا چلا گیا جس کے لئے انبیاء کرامؑ تشریف لاتے رہے۔ ان کو ان کی نافرمانیوں سے روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ سعادت مند لوگوں نے ان کی لائی ہوئی سچائی کو اپنایا لیکن بہت سوں نے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو ان کی نافرمانیوں کی پوری پوری سزا اسی وقت دے سکتا تھا مگر اس حلیم وغفور نے یہ فیصلہ فرما رکھا ہے کہ نافرمانوں کو پوری سزا اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں دی جائے گی۔

امت اس انسانی جماعت کو کہتے ہیں جو اعتقادات میں یکساں ذہن وفکر رکھتی ہو جو رنگ ونسل، زبان اور علاقہ پرستی سے آزاد ایک دین کی سچائی کو ماننے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ماننے والوں کو ایک امت فرمایا ہے بلکہ امت وسط اور خیر امت کے القاب عطا فرمائے ہیں۔ امت وسط یعنی ایسی جماعت جس کے مزاج میں اعتدال اور توازن ہے۔ ''خیر امت'' یعنی دنیا کی تمام جماعتوں میں بہترین امت جو کسی خاص علاقے ملک یا نسل والوں کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے خیر اور بھلائی کی حامل بنائی گئی ہے۔ اس امت کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ ساری انسانیت کی بھلائی کے لئے ہر گناہ کی بات کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے اور نیکی کو قائم کرنے کی جدوجہد کرتی ہے تاکہ تمام لوگ اللہ پر ایمان لانے والے بن جائیں۔

۲) ان آیتوں میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ''وہ کفار اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ جس طرح اور انبیاء کرامؑ پر معجزات نازل کئے گئے ہیں نبی مکرم ﷺ پر کیوں نازل نہیں ہوئے تاکہ ہم ان کو دیکھ کر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب متعدد موقعوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اگر معجزات دکھانے پر ہی ایمان لانے کا دارومدار ہے تو اس سے پہلے انبیاء کرام پر جب معجزات کو نازل کیا گیا تو ان کی قوموں نے ان کے معجزات کو دیکھ کر کیا ایمان قبول کر لیا تھا؟ درحقیقت یہ ایک ایسا عذر ہے ''اگر ہم معجزہ دیکھ لیں تو ایمان لے آئیں گے'' کہ جس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو معجزات کے مطالبہ کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ دل کی گہرائیوں سے ایمان قبول کرتا ہے اور وہی پائیدار ہے۔

نبی کریم ﷺ سے بھی معجزات کا مطالبہ کیا گیا اور بلاشک وشبہ آپ سے بہت سے معجزات صادر ہوئے جن سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ تو یہ قران کریم ہے جس کے سامنے عرب کے وہ بڑے سے بڑے شاعر بھی عاجز ہو کر رہ گئے تھے جو زبان پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اپنے علاوہ ساری دنیا کو ''عجم'' گونگا کہتے تھے لیکن یہ قرآن کریم کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ دنیا کو گونگا کہنے والے قرآن کریم کے چیلنج کے باوجود قرآن کریم کے سامنے گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوادیا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ غیب کا سارا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ تمہارے مطالبہ پر میں انتظار تو کرسکتا ہوں اور کروں گا تم بھی منتظر رہو کہ تمہارے مطالبہ کا جواب کیا آتا ہے لیکن پھر وہ غیب سے کیا آنے والا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ''عالم الغیب'' صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انبیاء کرام میں سے جس کو چاہتا ہے غیب کی خبریں دیتا ہے۔ ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ غیب کی خبریں جتنی نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہیں اتنی کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مگر اس سے نبی کریم ﷺ کو ''عالم الغیب'' کہنا قرآن کی آیات کا صریح انکار ہے۔

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِيٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

اور جب ہم مصیبتوں اور پریشانیوں کے بعد لوگوں کو نعمت کا مزا چکھا دیتے ہیں تو وہ ہماری آیتوں میں شرارتیں کرنے لگتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اس مکر و فریب کی سزا

بہت جلد دینے والا ہے۔ یقیناً ہمارے فرشتے ان تمام شرارتوں کو لکھ رہے ہیں جو وہ کرتے ہیں۔

وہ اللہ ہی تو ہے جو خشکی اور تری میں تمہیں چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں (جہازوں) میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں موافق ہواؤں کے ساتھ تمہیں لے کر چلتی ہیں اور تم خوشی کی کیفیت محسوس کرتے ہو کہ اچانک ہوا کا تیز (طوفان) جھونکا آتا ہے۔ ہر طرف سے بڑی بڑی موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ہر طرف سے طوفان میں گھر چکے ہیں تب وہ پورے خلوص اور اعتقاد سے اللہ کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں (اس طوفان سے) نجات عطا کر دی تو ہم شکر گذار بن جائیں گے۔ پھر جب ہم ان کو بچا لیتے ہیں وہ لوگ ناحق زمین پر سرکشی اور نافرمانی شروع کر دیتے ہیں۔

اے لوگو! تمہاری نافرمانی و سرکشی تمہارے لئے وبال جان ہے۔ دنیا کی زندگی کے یہ مزے ہیں پھر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

اَذَقْنَا	ہم نے چکھا دیا
ضَرَّآءٌ	ضرر، نقصان، تکلیفیں مصیبتیں
مَسَّتْ	پہنچی
مَكْرٌ	شرارت، مکر و فریب
اَسْرَعُ	بہت جلد
يَكْتُبُوْنَ	وہ لکھتے ہیں
تَمْكُرُوْنَ	تم مکر و فریب کرتے ہو، تم شرارتیں کرتے ہو
يُسَيِّرُ	وہ چلاتا ہے
اَلْبَرُّ	خشکی، زمین
اَلْبَحْرُ	تری، سمندر
جَرَيْنَ	وہ چلتی ہیں
رِيْحٌ طَيِّبٌ	پاک ہوا یعنی موافق ہوا

فَرِحُوْا	انہوں نے فرحت اور خوشی محسوس کی
عَاصِفٌ	طوفانی ہوا، طوفان
اُحِيْطَ	گھیرلیا گیا
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے
اَلدِّيْنُ	انصاف، اعتقاد
اَنْجَيْتَنَا	تو نے ہمیں نجات دے دی
يَبْغُوْنَ	وہ بغاوت و نافرمانی کرتے ہیں
بِغَيْرِ الْحَقِّ	ناحق، جس کا ان کو حق حاصل نہ تھا
مَتَاعٌ	سامان، زندگی کا لطف و کرم
نُنَبِّئُكُمْ	ہم تمہیں مطلع کریں گے

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ ہر کام میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ جتنا شکر ادا کرتے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں میں اور اجر آخرت میں اتنا ہی اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا کہ اللہ کو کیا پڑی ہے کہ اگر اس کے بندے اس کا شکر ادا کرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں کہ وہ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

انسان کے ناشکرے پن کی عادت سب سے بری عادت ہے اور اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ جب کوئی شخص مشکلات میں گھر جاتا ہے۔ کسی طوفان یا بھنور میں پھنس جاتا ہے اور نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص کسی سخت بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کو صحت کے آثار نظر نہیں آتے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے، فریاد کرتا ہے۔ دوسروں سے دعائیں کراتا ہے اور جیسے ہی وہ مشکلات پریشانیوں بیماریوں سے اور طوفان کی بلاخیزیوں سے نکل آتا ہے تو اللہ کو بھول کر وہ ان اسباب کا ذکر کرنے لگتا ہے جن سے اس کو مصیبتوں سے نجات ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بری عادت کو نہ صرف ناپسند فرمایا ہے بلکہ شرک تک فرما دیا اور اس کو کفران نعمت قرار دیا ہے۔

ان آیات کے پس منظر میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اور آس پاس کے علاقوں میں زبردست قحط پڑ گیا تھا اور کئی سال سے بارش بھی نہیں ہوئی تھی۔ جب حالات اس درجہ تک پہنچ گئے کہ وہ مردار تک کھانے پر مجبور ہو گئے تب انہوں نے

اپنے جھوٹے معبودوں اور بتوں کو چھوڑ کر اللہ سے فریاد کرنی شروع کر دی۔ ایک وفد کو مدینہ منورہ بھیجا گیا جس نے نبی کریم ﷺ سے مدد کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ بارش کے لئے دعا کیجئے۔ نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے نہ صرف ان کی ہر طرح مدد کی بلکہ آپ ﷺ نے بارش کی دعا بھی فرمائی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول کر لیا۔ بارش ہوگئی اور قحط کے اثرات جاتے رہے تو پھر انہوں نے اپنے بتوں پر چڑھاوے چڑھانے شروع کر دیئے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیا۔

ان آیات کو اس پس منظر میں دیکھا جائے یا آیت کے مفہوم کو عام رکھا جائے بہر حال یہ بات اپنی جگہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ انسان پر جب مشکلات آتی ہیں تو اس کے دل سے ایک ہی آواز نکلتی ہے کہ اے اللہ میری اس مشکل کو آسان فرمادے۔ اور اللہ اس کی مشکلات کو آسان بھی فرما دیتا ہے لیکن پھر وہ بھول جاتا ہے کہ اس کی ان مشکلات کو حل کرنے والی کونسی ذات تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر ادا کرتے رہنے، ذکر وفکر کرنے اور عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اِنَّمَا مَثَلُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ
الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ
زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىھَآ
اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰھَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ
بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۵

دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان (بلندی) سے اتارا تو زمین کی پیداوار جس کو انسان اور جانور دونوں کھاتے ہیں جب خوب گھنی ہوگئی اور اس کی خوبصورتی و بہار پر رونق آ گئی اور اس کے مالک یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قدرت رکھتے ہیں کہ اچانک رات میں یا دن میں ہمارا حکم (فیصلہ) آ گیا۔ پھر ہم نے اس کو ایسا

تہس نہس کرڈالا کہ جیسے کل یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اسی طرح ہم اپنی آیتوں کو ان لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اور اللہ تو (اپنے بندوں کو) سلامتی کے گھر (آخرت) کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۵

مَثَلٌ	مثال
اِخْتَلَطَ	رل مل گیا
نَبَاتُ الْاَرْضِ	زمین کا سبزہ، پیداوار
اَلْاَنْعَامُ	مویشی، چوپائے
اَخَذَتْ	پکڑلیا
زُخْرُفٌ	رونق
اَزَّیَّنَتْ	آراستہ ہوگئی، سنور گئی
ظَنَّ	گمان کرلیا
اَهْلٌ	مالک، (کاشتکار)
اَمْرُنَا	ہمارا حکم (فیصلہ)
حَصِیْدٌ	کٹا ہوا ڈھیر، کٹی ہوئی کھیتی
لَمْ تَغْنَ	آباد نہ رہی تھی، لم تغن جو اصل میں لم تغنا تھا آخر کا الف گر گیا تغن کا معنی ہیں آباد ہونا، رہنا سہنا۔
اَمْسِ	جو کل گذر گئی اس کو امس کہتے ہیں
نُفَصِّلُ	ہم تفصیل (صاف صاف) بیان کرتے ہیں
یَدْعُوْا	وہ بلاتا ہے، پکارتا ہے، دعوت دیتا ہے
دَارُالسَّلَامِ	سلامتی کا گھر، (جنت، آخرت)
صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ	وہ راستہ جو بالکل سیدھا (منزل تک پہنچانے والا) ہو

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۵

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا ایسی روز مرہ کی مثالیں بیان کر کے حقائق سے پردہ اٹھایا ہے جس کو ہر شخص بہت آسانی اور سہولت سے سمجھ سکتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص یہ دیکھتا ہے کہ زمین کا ایک ایسا خطہ ہے جہاں بارش نہ ہونے سے بے رونقی محسوس ہوتی ہے کہ اچانک بلندی سے زوردار بارش ہوتی ہے جس سے زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے ہر طرف سرسبزی و شادابی بکھر جاتی ہے، درختوں پر ایک خاص نکھار اور پھبن آجاتی ہے کھیت لہلہا اٹھتے ہیں اور کھیتوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ اب آدمی بڑا خوش ہوتا ہے اور اس تصور کے ساتھ پروگرام بناتا ہے کہ میری کھیتی تیار ہوگی، باغ کے پھل آئیں گے، میوہ اور اناج کے ڈھیر ہوں گے، اس پر کبھی کبھی ایسا ناز اور غرور چھا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا کا خوش نصیب ترین آدمی سمجھنے لگتا ہے لیکن اچانک ایک دن یا رات میں اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے اور اس کی وہ کھیتی نہ صرف برباد ہو کر رہ جاتی ہے بلکہ اس کے تصورات اور تمنائیں بھی بکھر کر رہ جاتی ہیں اس کے کھیت اجڑ جاتے ہیں کہ جیسے کل یہاں کچھ بھی نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعہ یہ سمجھایا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک شخص نے دن رات خوب محنت کر کے بہت سی دولت کمائی دنیا کے ڈھیر لگا لئے اس کے پاس دنیا کی دولت کی اس طرح ریل پیل ہوگئی کہ وہ سمجھنے لگا کہ مجھے زندگی میں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا لیکن ایک دن اچانک زمین یا آسمانی حادثہ پیش آجاتا ہے اور وہ سب کچھ جس کو وہ اپنا سمجھ رہا تھا اس کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے یا موت کا ایک پنجہ اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ انسان جس چیز کو جس دنیا کو اور اس کے سامان کو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا ہے وہ بہت بڑی بھول میں ہوتا ہے۔ ان اسباب اور چیزوں میں کوئی عافیت، سلامتی اور پائیداری نہیں ہے بلکہ ایک حد پر جا کر یہ چیزیں اس سے چھین لی جاتی ہیں۔ سلامتی اور عافیت کا راستہ صرف وہ ہے جس طرف اللہ اپنے بندوں کو بلاتا ہے اس میں پائیداری ہے اور وہی صراط مستقیم ہے۔

دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے آپ کو ایک ہی بات ملے گی کہ کوئی بادشاہ یا دنیا کا طاقت ور ترین انسان ہو وہ موت کے سامنے بے بس ہے۔ جس دنیا نے اس کو فرعون، ہامان، شداد اور قارون بنا دیا آج وہ اس دنیا میں نہیں ہیں ان کی سلطنتیں، درباری اور دولت کے ڈھیر بھی نہیں ہیں اور وہ خاک کا پیوند بن چکے ہیں۔ اگر حکومت و اقتدار، مال و دولت، بڑی بڑی بلڈنگوں میں سلامتی کا کوئی پہلو ہوتا تو وہ برقرار رہتیں لیکن آج ان کا غرور اور کروفر سب خاک میں مل چکا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے سلامتی اور اسلام کا راستہ اختیار کر لیا وہ اگرچہ اپنے زمانہ میں انتہائی غریب و مفلس تھے لیکن اسی سلامتی کے راستے کو اختیار کرنے سے، صراط مستقیم پر چلنے سے

وہ اس مقام کے لوگ ہو گئے ہیں کہ جن کی طرف نسبت کرنے کو لوگ لائق فخر سمجھتے ہیں۔ پوری دنیا میں دیکھ لیجئے تاریخ کے صفحات کا مطالعہ کر لیجئے آج تک دنیا میں کوئی شخص اپنی نسبت فرعون، ہامان، شداد اور قارون کی طرف نہیں کرتا۔ کوئی اس بات پر فخر نہیں کرتا کہ میں ابوجہل یا ابولہب کی اولاد ہوں۔ یہاں تک کہ اگر ان کی اولاد ہوتی تو وہ بھی اپنے آباواجداد پر فخر نہ کرتی ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرتی لیکن جن لوگوں نے دامن مصطفیٰ ﷺ کو تھام لیا آج ان کی طرف نسبت کرنے کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی لکھنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سلامتی اور عافیت کا راستہ اور صراط مستقیم صرف وہی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اور آپ کے رسول ﷺ بلا رہے ہیں۔ اس راستے کے علاوہ ہر راستہ وہ ہے جو انسان کو اس دنیا میں اور آخرت میں عزت کا حقیقی مقام نہیں دلاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر سلامتی کے ساتھ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا
ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا
السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ
مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ
جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ
فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾
فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ
لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ
مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

النصف ع ۳/۱۰ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

وہ لوگ جنہوں نے نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کیا ان کے لئے بھلائی بھی ہے۔ اور فضل وکرم بھی۔ نہ ان کے چہروں پر کدورت ہوگی نہ ذلت ورسوائی، یہی لوگ جنتی ہیں جس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں وہ اپنی برائی کا بدلہ ویسا ہی پائیں گے جتنی انہوں نے برائی کی ہے البتہ ذلت ورسوائی ان پر مسلط ہوگی۔ ان کو اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہ سکے گا۔ ان کی حالت یہ ہوگی جیسے ان کے چہروں پر رات کا اندھیرا اور سیاہی لپیٹ دی گئی ہے۔ یہی وہ جہنمی لوگ ہیں جو اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ دن (بھی کیا عجیب دن ہوگا) جب ہم ان سب کو جمع کر کے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے۔ چنانچہ ان کے شریک (جن کی عبادت و بندگی کرتے رہے تھے) ان سے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت و بندگی نہیں کرتے تھے اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے کافی ہے کیونکہ ہمیں تو تمہاری عبادت و بندگی کی خبر تک نہ تھی۔ اس جگہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا۔ یہ لوگ اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور وہ (جھوٹے) معبود جن کو انہوں نے تراش رکھا تھا وہ ان سے گم ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

اَلْحُسْنٰی	بھلائی، نیکی
لَا یَرْھَقُ	نہ ڈھانپ لے گی
قَتَرٌ	سیاہی، اندھیرا
کَسَبُوْا	انہوں نے کمایا
اَلسَّیِّئَاتُ	(سَیِّئَۃٌ)، برائیاں
عَاصِمٌ	بچانے والا
اُغْشِیَتْ	ڈھانپ لی گئی

قِطَعٌ	ٹکڑے
مُظْلِمٌ	سیاہی
نَحْشُرُ	ہم جمع کریں گے
مَكَانَكُمْ	تم اپنی جگہ رہو
زَيَّلْنَا	ہم پھوٹ ڈال دیں گے
هُنَالِكَ	اسی جگہ
اَسْلَفَتْ	اس نے پہلے سے کیا تھا
ضَلَّ	گم ہو گیا، گم ہو جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم یعنی اچھے اور برے اعمال کے نتائج اور انجام کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ وہ دن جب سارے انسان میدان حشر میں جمع ہوں گے اس وقت اہل جنت کے چہرے تو چمک رہے ہوں گے جب کہ کفار، فساق اور مشرکین کے چہروں پر سیاہی اور تاریکی چھائی ہوئی ہوگی۔ اس دن ان پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ زندگی بھر وہ جن بتوں اور انسانوں کو اپنا معبود سمجھ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے رہے ہیں وہ محض ان کے اپنے خیالات، توہمات اور خود ساختہ جذبات تھے۔ پھر بھی ان کے دلوں میں ایک نامعلوم سی امید ہوگی کہ آخر وہ معبود جن کی ہم زندگی بھر عبادت و بندگی کرتے رہے ہیں ہمارے کچھ تو کام آئیں گے۔ خیالات کی اسی کشمکش میں ان کے جھوٹے معبود خود ہی بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ اس بات کے گواہ ہیں کہ جو لوگ ہماری عبادت و بندگی کرتے تھے انہوں نے ہمیں اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ ان کا اپنا فعل تھا۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ لوگ ہمیں معبود کیوں بنائے ہوئے ہیں۔ ان کے فہم و فکر کی غلطی تھی۔ اگر یہ کہیں سے پتھر اٹھا کر لے آئے اور اس میں اپنے ہاتھوں سے شکل صورت بنا کر انہوں نے سجدے کرنے شروع کر دیئے تو اس میں ہمارا کیا قصور؟ اس کی سراسر ذمہ داری ان کے سروں پر ہے یہ سنتے ہی اہل جہنم کے چہرے اور بھی سیاہ پڑ جائیں گے کہ وہ معبود تو ہمارے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ دوسری طرف اہل جنت ہوں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے۔ اس دن ان پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہوگا اور ان کے چہروں پر کسی طرح کی سیاہی یا ذلت و رسوائی

کا شائبہ تک نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان پر جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ وہ بڑی عزت وسربلندی کے ساتھ ان جنتوں میں داخل ہوں گے اور یہ تصور ان کی خوشیوں میں اور اضافہ کردے گا کہ یہ آخرت کا گھر یہ جنت کی راحتیں انہیں وقتی طور پر نہیں دی گئی ہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عطا کردی گئی ہیں۔

جہاں اہل جنت کے لئے یہ تصور بڑا حسین ہوگا کہ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہیں اہل جہنم کی مایوسیوں کی انتہا یہ ہوگی کہ اب وہ کبھی اس آگ سے باہر نہ نکل سکیں گے۔

قُلْ مَنْ
يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ
مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ
الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٣١ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ
الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝٣٢ كَذٰلِكَ
حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٣

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بتاؤ تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ یا وہ کون ہے جو تمہاری سماعت و بصارت (سننے اور دیکھنے کی طاقت) کا مالک ہے؟ اور وہ کون ہے جو جان دار کو بے جان سے اور بے جان کو جان دار سے نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کو چلا رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ آپ کہئے کہ تم پھر بھی نہیں ڈرتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا سچا رب ہے پھر اس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کونسا راستہ رہ گیا ہے۔ تم کدھر پلٹے جا رہے ہو۔ اس طرح (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی یہ بات سچ ثابت ہوگئی کہ (حقیقت جان کر بھی) یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

اَمَّنْ	کون ہے وہ؟
یَمْلِکُ	مالک ہے
یُدَبِّرُ	تدبیر کرتا ہے، کام چلاتا ہے
ذٰلِکُمْ	اسی میں
اَنّٰی	کہاں؟
تُصْرَفُوْنَ	تم پلٹ رہے ہو
حَقَّتْ	ثابت ہوگی، سچ ثابت ہوئی
فَسَقُوْا	جنہوں نے نافرمانی کی

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

انسان کی عقل اگر دنیاوی مفادات اور باپ دادا کی اندھی تقلید کے اثرات سے دھندلا نہ گئی ہو اور وہ خلوص سے اس کائنات کے نظام پر غور وفکر کرے گا تو اس کا دل، دماغ اور فکر چلا اٹھیں گے کہ اس کائنات کی ہر چیز کا بنانے والا، اس کا انتظام کرنے والا صرف ایک اللہ ہے جس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ ساتھی ہے وہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز ایک حکمت اور سلیقے سے بنائی گئی ہے۔ وہ خالق و مالک ہے اور وہی ہر طرح کی اطاعت وفرماں داری کا مستحق ہے۔ انسان جتنا بھی غور کرتا جائے گا اس کا دل ودماغ، عقل، قابلیت اور تفکر وتدبر کا ہر انداز اس کائنات کے پیدا کرنے والے اللہ کی ذات تک پہنچ جائے گا۔ دل ودماغ کی اس سچی آواز کے باوجود وہ پھر بھی اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودوں اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے اس غلط تصور کے ساتھ جھک جاتے ہیں ان سے مرادیں مانگتے ہیں کہ پیدا کرنے والا تو اللہ ہے مگر یہ سب ہمارے سفارشی ہیں اگر یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش نہیں کریں گے تو نہ ہماری دعائیں قبول ہونگی نہ ہماری خواہشیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی۔ قرآن کریم میں بار بار اس سچائی کو دھرایا گیا ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک اللہ ہے اس کو پکارنے کے لئے کسی کی سفارش یا واسطوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کو جہاں اور جس جگہ زور سے یا آہستہ سے پکارا جائے گا وہ ان کی پکار کو سن لے گا اور اس کو اس کا جواب بھی عطا فرمائے گا لہٰذا ایسے مہربان پروردگار سے جو کچھ مانگنا ہے براہ راست مانگا جائے۔ کفار مکہ اس بات کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے مگر ان کا گمان یہ تھا کہ ہم تو گناہ گار ہیں ہم اگر اللہ کی بارگاہ میں

عرض کریں گے تو وہ ہماری نہیں سنے گا۔ ہماری مرادیں پوری نہ ہوں گی لیکن اگر یہ بت ہماری سفارش کردیں گے تو اللہ بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہوگا۔ یہ وہ غلط عقیدہ تھا جس نے اولاد ابراہیمؑ کو بت شکن کے بجائے بت پرست بنا دیا تھا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سوالیہ انداز سے فرما کر اس کا جواب بھی دیدیا۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ یہ بتاؤ کہ آسمان اور زمین سے رزق کون عطا کرتا ہے؟ اس کی سننے اور دیکھنے کی طاقت کا مالک کون ہے؟ کون ہے جو ایک بے جان سے جان دار اور جان دار سے بے جان کو پیدا کرتا ہے؟ کون اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے فرمایا کہ تم اور تمہارا دل چلا اٹھے گا کہ ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہارے دلوں میں سچائی ہے اور اس سچائی کو تم زبان سے بھی کہتے ہو تو پھر اپنی عقلوں سے کام کیوں نہیں لیتے۔ یہی ایک سچائی ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور رازق صرف اللہ ہے۔ اس سچائی کے بعد تو صرف گمراہی اور جہالت ہی ہوسکتی ہے۔ فرمایا ہے کہ تم اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ ان حقائق اور سچائیوں کے باوجود آخر وہ کون لوگ ہیں جو تمہیں اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہیں اور تمہاری حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ اللہ کے خالق و مالک ہونے پر صرف دل ہی گواہ نہیں ہے بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے لیکن جو اللہ کے نافرمان ہیں اور جنہوں نے اپنی عقل و فکر کو دوسروں کے حوالے کردیا ہے وہ نہ تو ایمان لائیں گے اور نہ برے انجام سے بچ سکیں گے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۚ قُلِ اللّٰهُ
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ
مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۗ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ
اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫
كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ
مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞۳۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۶

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو (پہلی

مرتبہ) پیدا کر کے پھر اس کو دوبارہ پیدا کر دے۔ آپ کہہ دیجئے اللہ وہ ہے جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا پھر وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔

آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے جو سچائی کا راستہ دکھاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچائی کا راستہ دکھاتا ہے وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے یا وہ شخص جس کو بغیر بتائے ہوئے کوئی راستہ نہ سوجھتا ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے (الٹے) فیصلے کرتے ہو۔

ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو بے بنیاد خیالات پر چل رہے ہیں۔ حالانکہ بے بنیاد باتیں سچائی کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتیں۔ بے شک اللہ ان تمام باتوں سے واقف ہے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۶

یَبْدَأُ	وہ ابتدا کرتا ہے
یُعِیْدُ	وہ لوٹاتا ہے، دوبارہ کرتا ہے
اَلْخَلْقُ	مخلوق، پیدا کرنا
اَحَقُّ	زیادہ حق دار ہے
اَنْ یُّتَّبَعَ	یہ کہ اس کی پیروی کی جائے، کہا مانا جائے
اَمَّنْ	یا وہ شخص
لَا یَهِدِّیْ	راستہ نہیں دکھاتا
تَحْکُمُوْنَ	تم فیصلہ کرتے ہو
اَلظَّنُّ	گمان، خیال، بے بنیاد بات
لَا یُغْنِیْ	بے نیاز نہیں کرتا، کام نہیں کرتا

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۶

آج کے انسان کو ان ترقیات پر بڑا ناز ہے جو اس نے ایجاد کی ہیں۔ فضاؤں پر ہواؤں پر زمین و آسمان کی گہرائیوں پر

اس کا کنٹرول ہے علمی اور تحقیقی انداز سے ان کی یہ کامیابیاں قابل قدر ہیں جو اس نے حاصل کی ہیں دین اسلام بھی ان ترقیات کا مخالف نہیں ہے لیکن ان چیزوں کی ایجادات سے انسان، اس کی تہذیب اور اخلاق کو جو نقصان پہنچ رہا ہے یا آئندہ پہنچنے کا امکان ہے اسلام ان کی شدید مخالفت کرتا ہے کیونکہ انسان نے کائنات کی چیزوں کو ترتیب دے کر بہت سی نئی اختراعات کی ہیں۔ لیکن جن چیزوں سے یہ سب کچھ بنایا گیا ہے ان میں سے ایک چیز بھی انسان نے نہیں بنائی مثلاً اس کائنات میں مادہ اور قوت وطاقت یہ دو بنیادی چیزیں ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی چیز کو بھی انسان نے پیدا نہیں کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ مادہ اور قوت کو فنا کر دے تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آج کے انسان نے آوازوں، صورتوں اور شکلوں کو لہروں میں تبدیل کر کے لاکھوں کروڑوں میل بیٹھے ہوئے آدمی تک پہنچا دیا ہے۔ لیکن وہ خود ان لہروں کا خالق نہیں ہے۔ وہ شہروں کو ترتیب دے سکتا ہے لیکن اگر اللہ کا حکم آ جائے تو وہ شہروں اور ملکوں کو تہس نہس کر کے رکھ سکتا ہے مثلاً ایک پورا علاقہ ہے نہایت سرسبز وشاداب، بلند وبالا عمارتیں ہیں، انسانوں کی حفاظت کے سارے سامان ہیں لیکن اچانک زلزلہ آ جائے یا پورا علاقہ زمین میں دھنس جائے یا اس پر سمندر کا پانی چڑھ آئے تو ساری قوتوں اور طاقتوں کے باوجود انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا مجھے تو کبھی کبھی ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ایسا نہ ہو کہ آدھی دنیا سمندر کے نیچے آ جائے اور انسانی تہذیب وترقیات فنا ہو جائیں اور پوری قوت وطاقت کے دعوؤں کے باوجود انسان بے بس ہو کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر قوت وطاقت کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ وہی اس کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا اس کے لئے نہ اول مرتبہ پیدا کرنا دشوار تھا اور نہ دوسری دفعہ۔ یہ انسان کی بھول ہے کہ وہ اللہ کے خالق ومالک ہونے کا اعتراف بھی کرتا ہے لیکن اپنی مرادیں پتھر کے ان بے جان بتوں یا مجبور انسانوں سے مانگتا ہے جو اللہ کے محتاج ہیں۔ فرمایا کہ کائنات کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ انسان کی الٹی چال ہے کہ وہ اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر غیر اللہ کے در سے آرزوؤں کے پورا ہونے کی امید رکھتا ہے ہدایت کی امید ان سے رکھتا ہے جن کو خود اس راستہ کا علم نہیں ہے۔ اس طرح احبار، رھبان، مہنت، برہمن، گرو، یہ سب تو راستہ اور ہدایت کے لئے اللہ کے محتاج ہیں وہ کسی کو کیا راستہ دکھائیں گے۔ ان کے پیچھے چلنے کا انجام سوائے بھٹکنے کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسری ایک خاص بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج جن سے ہدایت ورہنمائی کی امیدیں لئے ہوئے بہت سے لوگ ان گمراہوں کے پیچھے چل رہے ہیں یہ خود یقین پر قائم نہیں ہیں بلکہ ان کے قائم کئے ہوئے تصوراتی خاکے ہیں جن کو انسان اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے اور ان کے سامنے جھک جاتا ہے اور اس طرح وہ خود اپنے قائم کئے ہوئے خیالات کی پرستش کر رہا ہے۔ لیکن سچائی یہ ہے کہ انسان جب تک ظن وگمان کے اس دائرے سے نکل کر اس اللہ کی طرف نہیں آتا جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان میں سے ہر چیز کی حکمت ومصلحت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس وقت تک انسان بھٹکتا ہی رہے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا
الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ
بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٧
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ
اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣٨ بَلْ كَذَّبُوْا
بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝٣٩ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ
بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝٤٠

ع ٤ ١٠ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

اور یہ قرآن (کسی انسان کا) گھڑا ہوا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کسی نے بھیج دیا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو سامنے ہیں۔ اور اس الکتاب کی تفصیل ہے جس میں شک نہیں ہے جو رب العالمین کی طرف سے ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ (آپ نے) اس قرآن کو گھڑ لیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوا جس کو بلانے کی طاقت ہو اس کو بھی بلا لاؤ۔ بلکہ (سچی بات یہ ہے کہ) جو چیز ان کے علم میں ٹھیک نہیں بیٹھتی یا وہ اس کے نتیجے تک نہیں پہنچ پاتے تو وہ اس کو جھٹلاتے ہیں۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلانے کی اس روش کو جاری رکھا۔ دیکھو ان ظالموں کا انجام کیا ہوا۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آئے اور بعض لوگ وہ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

یُفۡتَرٰی	گھڑا گیا، بنایا گیا
تَصۡدِیۡقُ	سچ بتانے والا
بَیۡنَ یَدَیۡهِ	اپنے ہاتھوں کے سامنے
تَفۡصِیۡلٌ	تفصیل، وضاحت
فَاۡتُوۡا	پھر تم آؤ (لے آؤ)
اُدۡعُوۡا	تم بلاؤ، تم پکارو
اِسۡتَطَعۡتُمۡ	تمہاری طاقت ہو، ہمت ہو
لَمۡ یُحِیۡطُوۡا	احاطہ نہیں کرتے، گھیر نہیں سکے
تَاۡوِیۡلٌ	انجام، نتیجہ
عَاقِبَةٌ	انجام
اَعۡلَمُ	زیادہ جاننے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

کفار اور مشرکین مکہ قرآن جیسی عظیم کتاب اور بلند تر مضامین کے سامنے جب بے بس ہو گئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ مکہ مکرمہ کے لوگ قرآن کریم کی عظمت کے سامنے گھٹنے ٹیک رہے ہیں اس وقت انہوں نے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے قرآن سے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں اور کہنا شروع کیا کہ یہ قرآن (نعوذ باللہ) نبی مکرم ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے اور گذشتہ قوموں کی زندگی کو سن کر اپنے الفاظ میں ڈھال لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کفار و مشرکین کی ان باتوں کا نہایت سادہ الفاظ میں یہ جواب دیا ہے کہ قرآن کریم یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے جو اس نے اپنے بندوں کی اصلاح و ترقی کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دلیل کے طور پر فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی ان کے سامنے ہے جس میں انہوں نے کسی سے ایک لفظ تک نہیں پڑھا۔ پھر اچانک آپ کی زبان مبارک پر ایسا کلام آ گیا جو اتنا بے مثال ہے کہ اگر تمام دنیا کے انسان اور جنات مل کر بھی اس قرآن جیسا لانے کی کوشش کریں گے تو وہ عاجز ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ اگر کسی کو شوق ہو تو وہ اور دنیا بھر سے تمام لوگ مل کر قرآن جیسا نہیں بلکہ قرآن کی ایک سورت جیسی ہی بنا کر لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو

قرآن کریم میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ ساری دنیا مل کر بھی قرآن کریم کی ایک سورت بنا کر نہیں لا سکتی۔ یہ بات چیلنج کے طور پر ان عربوں کے درمیان فرمائی جارہی ہے جن کو اپنی زبان پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو گونگا اور بے زبان کہتے تھے یہ ان شاعروں سے کہا جارہا ہے جو ایک مجلس میں بے ساختہ دو دو سو اور تین تین سو اشعار کہتے چلے جاتے تھے۔ وہی شاعر اور ادیب اور زبان پر ناز کرنے والے اس قرآن کے سب سے بڑے دشمن تھے لیکن تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس زمانہ میں اور بعد کے زمانے میں ہزاروں کوششوں کے باوجود قرآن کریم کے اس چیلنج کا جواب نہ دے سکے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ اصل بیماری کی جڑ یہ ہے کہ اس کلام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرنے کے باوجود وہ اس کو اس لئے جھٹلاتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ان کے ذہنوں میں ٹھیک سے بیٹھ نہ سکا اور اس کے نتائج تک نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ اس کا انکار کر بیٹھے۔ اگر وہ تعصبات کی عینک اتار کر اس قرآن کریم کی سچائی کو دیکھتے تو کبھی اس کا انکار نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں جو آپ کے ساتھ کی گئی ہو بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں ان کو اور کلام الٰہی کو اسی طرح جھٹلایا گیا ہے اور پھر جن لوگوں نے اس سچائی کو جھٹلایا ان ظالموں کا انجام بڑا ہی بھیانک اور عبرت ناک ہوا ہے۔ ان ظالموں کے بلند و بالا شہروں اور عمارتوں کے کھنڈرات آج بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ اگر وہ کلام الٰہی کا انکار نہ کرتے تو وہ جنت کی ابدی راحتوں اور دنیا کی عزت و عظمت سے ہمکنار ہوتے۔

اس جگہ قرآن کریم میں یہ پیشین گوئی فرمائی جارہی ہے کہ آج جو لوگ اس قرآن کو جھٹلا رہے ہیں بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ وہی اس قرآن کو مان کر اہل ایمان کی صفوں میں شامل ہو جائیں گے لیکن جو بدقسمت ہیں جن کا کام ہی فساد کرنا ہے وہ اس نعمت سے محروم رہیں گے اللہ ایسے لوگوں کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ
اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا
لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ
وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ
النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

(اے نبی ﷺ) پھر اگر وہ آپ کو بھی جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیجئے میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں (جو بظاہر) آپ کی سن رہے ہیں۔ کیا پھر آپ بہروں کو سنوائیں گے خواہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں۔ اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں (جو بظاہر) آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ کیا پھر آپ اندھوں کو (راہ ہدایت) دکھائیں گے اگرچہ وہ بصیرت بھی نہ رکھتے ہوں بے شک اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

بَرِیْٓئُوْنَ	وہ بری ہیں، ذمہ دار ہیں
یَسْتَمِعُوْنَ	وہ غور سے سنتے ہیں
تُسْمِعُ	تو سنوائے گا
اَلصُّمُّ	بہرے
اَلْعُمْیُ	اندھے
لَا یُبْصِرُوْنَ	وہ نہیں دیکھتے ہیں
لَا یَظْلِمُ	وہ ظلم وزیادتی نہیں کرتا

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

کفار و مشرکین ہر طرح کے حقائق اور سچائیوں کو جاننے کے باوجود جس طرح اپنے کفر و شرک پر ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب پر جمے ہوئے تھے اور حق کی کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ بشری تقاضا تھا کہ نبی مکرم ﷺ اس سے بددل اور تنگ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا اے نبی ﷺ! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں جو

کچھ کر رہا ہوں اس کا میں ذمہ دار ہوں لیکن عمل کی جس روش پر تم چل رہے ہو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کون حق پر ہے اور کون نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے گا۔ ان آیات میں یہ اشارہ بھی فرما دیا گیا کہ یہ لوگ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ جو لوگ کان رکھنے کے باوجود بہرے بن جائیں، آنکھیں ہوتے ہوئے ہر حق و صداقت کی بات سے اندھے بنے رہیں ان کو سنانا اور دکھانا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ سنتا وہ ہے جو اپنے ضمیر و قلب کو لے کر آپ کے پاس آئے گا۔ جس نے ہر نیک بات کو نہ سننے کا فیصلہ کر لیا ہو اور سننا ہی نہ چاہتا ہو اس کو ساری دنیا مل کر بھی سنانا اور دکھانا چاہے تو وہ سن نہیں سکتا دیکھ نہیں سکتا۔ ایسے اندھوں کو راستہ کیسے دکھایا جا سکتا ہے۔ اسی بات کو ایک جگہ قرآن کریم میں اس طرح فرمایا گیا ہے کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ خود ہی اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں“۔ اللہ تعالیٰ نے حق و صداقت اور گمراہی کے ہر راستہ کو کھول کر بیان کر دیا ہے پھر بھی اگر کوئی ان چیزوں سے منہ پھیر کر چلتا ہے تو وہ خود ظالم ہے جو اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے اس کا الزام اللہ رب العالمین کو نہیں دیا جا سکتا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سننے کو تو جانور بھی سنتا ہے دیکھتا ہے لیکن وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے باوجود سوائے اپنے چارے اور کھانے پینے کے اور کسی طرف توجہ نہیں کرتا اس کو ہر حال میں اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے اس کو اچھے اور برے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہی اس کی حیوانیت ہے۔ کفار اور مشرکین کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک سچائی کو جاننے کے باوجود اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اس سے ان کے مفادات پر ضرب پڑتی ہے۔ کفار مکہ جو قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے واقف تھے بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کی زندگی کے وہ کونسے اوقات تھے جو ان کے سامنے نہ گذرے ہوں انہیں معلوم تھا کہ نبی مکرم ﷺ نے کسی سے ایک لفظ تک نہیں پڑھا۔ آپ کی زبان سے ایسا کلام کبھی نہیں سنا گیا لیکن اچانک آپ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہو گیا جو اپنی شان کے اعتبار سے اس قدر بلند اور باعظمت تھا کہ اس کے سامنے ساری دنیا عاجز اور مجبور ہو کر رہ گئی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ جس شخص نے پوری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا وہ اللہ کے معاملے میں کیسے غلط بیانی کر سکتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کی دیانت، امانت اور صداقت سے وہ اچھی طرح واقف تھے لیکن اپنے رسم و رواج سے چمٹے ہوئے یہ لوگ کسی طرح اس سچائی کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جب تک انسان کے اندر سے طلب پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ساری دنیا مل کر بھی اس کو راہ ہدایت نہیں دکھا سکتی لیکن جب اندر سے اپنی اصلاح اور فکر آخرت کی طلب اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے تو پھر کبھی نہ کبھی اس کو ہدایت کی روشنی نصیب ہو جاتی ہے۔ اگر انسان اپنے دل و دماغ فکر و ذہن، کانوں اور آنکھوں پر وقتی مفادات کے پردے ڈال لیتا ہے تو پھر اس کو پوری روشنی کے باوجود کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا اِلَّا
سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۴۵ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ
نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا
يَفْعَلُوْنَ ۝۴۶ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۴۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاۗءَ
اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ
لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۴۹

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

وہ دن جب اللہ ان سب کو جمع کرے گا (ایسا محسوس ہوگا) جیسے وہ ایک گھڑی بھر آپس میں جان پہچان کیلئے ٹھہر گئے تھے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا تھا سخت نقصان اٹھانے والے ہوں گے (اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ) وہ راہ ہدایت پر نہ تھے۔ اور ان سے ہم نے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے اگر چہ اس میں سے ہم تھوڑا سا عذاب (ان کو اسی دنیا میں) دکھا دیں گے یا ہم آپ کو وفات دیں گے۔ بہر حال ان کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر اللہ کی گواہی (کافی) ہے۔

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ پھر جب وہ رسول آجاتا ہے تو ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وعدہ (اگر سچا ہے) تو کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو (اے نبی ﷺ)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر جو اللہ کو منظور ہے۔ ہر امت کے لئے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے۔ جب وہ مدت آجاتی ہے تو پھر ان سے نہ ایک گھڑی دیر ہوتی ہے اور نہ جلدی ہوتی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

یَحْشُرُ	وہ جمع کرے گا
لَمْ یَلْبَثُوْآ	وہ نہ ٹھہریں گے
سَاعَةٌ	ایک گھڑی۔ کچھ مدت
خَسِرَ	نقصان اٹھایا
نُرِیَنَّ	ہم ضرور دکھائیں گے
نَعِدُ	ہم وعدہ کرتے ہیں
نَتَوَفَّیَنَّ	ہم وفات دیں گے، موت دیں گے
شَهِیْدٌ	گواہ
قُضِیَ	فیصلہ کر دیا گیا
اَلْقِسْطُ	انصاف، پورا پورا
لَا اَمْلِکُ	میں مالک نہیں ہوں
اَجَلٌ	مدت، موت
لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ	وہ دیر نہیں کرتے ہیں
لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ	وہ آگے نہیں بڑھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

وہ دن جب کہ اللہ تعالیٰ اس نظام کائنات کو توڑ کر ایک ایسی نئی زمین تیار فرمائیں گے جس میں ابتدائے کائنات سے

قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے۔ اسی کو میدان حشر کہا جاتا ہے۔ حشر کے اس دن جہاں ایمان وعمل صالح رکھنے والوں کو ان کی اپنی منزل مل جائے گی اور ان کی کامیابی کا دن ہوگا وہی کفار ومشرکین اور بے دینوں کے لئے بڑا ہیبت ناک اور دل ودماغ کو جھلسانے والا دن ہوگا۔ دنیا کی اس عارضی قیام گاہ میں عیش وعشرت، رنگ رلیوں، راحت وآرام اور سیر وتفریح میں مگن، آخرت کی زندگی سے بے پرواہ لوگ جن کو نہ تو فکر آخرت تھی اور نہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ ایک دن مرکر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جب وہ غور کریں گے تو ان کو دنیا کی زندگی اور اس میں گذارے ہوئے لمحے اور دن رات ایسے محسوس ہوں گے جیسے وہ کسی جگہ ایک گھڑی بھر کے لئے رک گئے تھے۔ رشتہ داریاں، تعلقات اور زندگی کے سامان جن پر وہ جان دیتے تھے آج ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ رشتہ اور تعلق والے ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر وہ کسی کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے کیونکہ ان کو خود اپنی فکر کھائے جارہی ہوگی۔ ہر شخص کے سامنے اس ہولناک دن میں ایک طرف تو وہ چند سال ہوں گے جو وہ اپنی زندگی کی صورت میں گذار کر آیا ہے اور دوسری طرف کبھی نہ ختم ہونے والی اس لامحدود زندگی کا تصور ہوگا جسے وہ جنت یا جہنم میں گذارے گا۔ وہ جھوٹے معبود جن کے سامنے وہ جھکا کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ آخرت میں کام آئیں گے وہ بھی ان کے کام نہ آسکیں گے۔ اس دن تو اس کے صرف اپنے اعمال ہی کام آئیں گے۔ جس نے اپنا مضبوط رشتہ اللہ اور اس کے رسول سے جوڑا ہوگا وہی اس کا سہارا ہوں گے لیکن جس نے اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری سے منہ پھیرا ہوگا ان کے لئے سوائے حسرت وافسوس کے کچھ بھی نہ ہوگا۔ ان آیات میں اسی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے اور اس میں چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

١) دنیا میں گذارے ہوئے لمحے آخرت کے مقابلے میں اس قدر معمولی ہوں گے کہ ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ اس نے دنیا کو جب سب کچھ سمجھ رکھا تھا اس کی حیثیت پل دو پل کے وقت سے زیادہ نہ تھی کاش کہ وہ ان لمحات کی قدر کرکے اپنے دن رات کو قیمتی بنالیتا۔

٢) رشتہ وتعلق والے ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچانیں گے مگر کوئی کسی کے اس لئے کام نہ آسکے گا کیونکہ ہر شخص کو اپنی اپنی فکر پڑی ہوئی ہوگی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

٣) نقصان میں صرف وہی لوگ رہیں گے جنہوں نے آخرت کی فکر کرنے کے بجائے دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر اس بات کو فراموش کردیا تھا کہ ایک دن ان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جاکر اپنے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔

٤) اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ اے ہمارے نبی ﷺ! یہ تو آخرت کا معاملہ ہے جسے وہ دیکھیں گے لیکن بداعمال لوگوں کو بہت کچھ سزا تو اس دنیا میں بھی دیدی جاتی ہے۔ یہ کفار ومشرکین جو اپنی سرداریوں، اولاد اور دنیا کی حقیر سی دولت اور چیزوں پر ناز کرتے ہوئے آپ ﷺ کو معمولی سمجھ رہے ہیں اور آپ کی اطاعت کا انکار کررہے ہیں یہ آپ کی دنیاوی زندگی میں یا آپ کے بعد خود اس عذاب کا کچھ مزا چکھ لیں گے جس کا یہ برابر انکار کررہے ہیں۔ آخرت کا معاملہ اس کے بعد کا ہے۔

۵) ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ جب وہ رسول آ جاتا ہے اور لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں تو پھر فیصلہ کر دیا جاتا ہے لیکن کسی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی اور پورا پورا انصاف کیا جاتا ہے۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ رسول اس کو کہتے ہیں جو صاحب کتاب و شریعت ہو اور نبی وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب و شریعت نہیں ہوتا، مگر اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اور وہ کسی کتاب و شریعت رسول کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ رسول انسانوں کی اصلاح کے لئے تشریف لائے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تشریف لائے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں جن کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے۔ اب آپ کے بعد جو بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے اور اس نے اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد ﷺ کو بنا کر بھیج دیا ہے۔ جس طرح گذشتہ رسولوں اور نبیوں کی امتوں نے ان کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی آخرت کو سنوارا ہے اور ان کی نافرمانی کر کے اپنی دنیا و آخرت کو برباد کر ڈالا ہے اب یہ آخری موقع ہے جب کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے ہیں ان کی اطاعت کر کے اپنی آخرت کو اور دنیا کو سنوارا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر یہاں ناکامی ہوگئی تو قیامت تک اصلاح کرنے کے لئے کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ اب آپ کے ماننے والے ہی امتی کہلائیں گے۔ اور ان ہی کی نجات ہوگی۔

۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ، اس کے انبیاء اور رسولوں کا اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا گیا ہے اور یہ کہا جاتا رہا ہے کہ یہ اللہ کے نبی جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہیں نعوذ باللہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ محض ایک دھمکی ہے۔

ان کی جرأت و ہمت یہاں تک بڑھ گئی کہ جس طرح اور انبیاء کرامؑ سے کہا گیا۔ نبی مکرم ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہہ دیا گیا کہ اے محمد ﷺ! تم جس عذاب کے آنے کی باتیں کرتے ہو اب تم اس دھمکی کو عملی جامہ پہنا دو اور اس عذاب کو لے آؤ۔ آخر وہ عذاب کب آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گستاخی کا یہ جواب مرحمت فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے اصول کی ایک بات بتا دیجئے کہ کس قوم پر عذاب آئے گا یا نہیں؟ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے وہ جب چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ اگر نہیں چاہے گا تو عذاب نہیں آئے گا مجھے اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ میں تو خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ جب میں اپنے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو میں کسی کے نفع اور نقصان کا مالک کیسے ہو سکتا ہوں۔ میرے اختیار میں یہ بات ہے کہ میں اللہ کا پیغام ساری دنیا تک پہنچا دوں۔ جو مانتا ہے وہ سعادت مند ہے اور جو نہیں مانتا اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گی وہ پیغام میں پہنچا چکا ہوں۔ اب اس کے بعد اللہ کا اپنے بندہ کے ساتھ کیا معاملہ ہے مجھے نہیں معلوم۔ البتہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو اس کے لئے جو وقت مقرر کر دیا جاتا ہے اس میں ایک لمحہ کے لئے نہ جلدی ہوتی ہے اور نہ اس میں تاخیر کی جاتی ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا
مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ ع ١٣ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتاؤ اگر تمہارے اوپر اس کا عذاب رات یا دن کو آجائے (تو تم کیا کر سکتے ہو) یہ مجرم اس کے مانگنے میں جلدی کیوں مچا رہے ہیں۔ کیا پھر جب (تمہارے سروں پر ہی) آپڑے گا تب مانو گے۔ پھر ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ تم جو کچھ کماتے رہے ہو تمہیں اس کے سوا اور کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔

وہ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی عذاب آنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم یہ بات بالکل سچ ہے۔ اور تم اللہ کو عاجز و بے بس نہیں کر سکو گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اَرَءَيْتُمْ	کیا تم دیکھتے ہو، کیا تمہیں خبر ہے، بھلا بتاؤ تو
بَيَاتٌ	رات کو۔ رات گزارنا
يَسْتَعْجِلُ	وہ جلدی مچاتا ہے
آٰلْـٰٔنَ	اب، اسی وقت
ذُوْقُوْا	چکھو

اَلْخُلْدُ	ہمیشہ
تُجْزَوْنَ	تم بدلہ دیئے جاؤ گے
یَسْتَنْبِؤُنَکَ	وہ آپ سے خبر پوچھتے ہیں، معلوم کرنا چاہتے ہیں
اِیْ وَ رَبِّیْ	ہاں ہاں میرے رب کی قسم

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اللہ تعالیٰ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ وہ انسانوں کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک موت کے فرشتے سامنے نہ آ جائیں یعنی اس پر جاں کنی شروع نہ ہو جائے۔ لیکن جب موت کے فرشتے سامنے آ جاتے ہیں تو پھر کسی طرح اس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہی رہتا ہے لیکن جب اس پر موت طاری کر دی جاتی ہے یعنی اس کی جاں کنی کا وقت ہوتا ہے تو اس کے لئے توبہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرعون کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس کی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو سمندر کے اندر راستوں سے نکال کر دوسرے کنارے پر لے آئے۔ بعد میں فرعون اپنے لشکر کے ساتھ جب ان راستوں کے اندر پہنچ گیا جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے لئے سمندر میں راستے بنا دیئے تھے تو سمندر کا پانی آپس میں پھر مل گیا اور فرعون اور اس کے لشکری ڈوبنے لگے اس وقت فرعون کو عقل آئی اور اس نے کہا:

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ: میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس رب پر میں ایمان لاتا ہوں اور میں اللہ کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دستور کے مطابق فرعون کی توبہ کو قبول نہیں کیا کیونکہ جب ایمان لانے کا وقت تھا اس وقت تو وہ خود ہی معبود بنا ہوا تھا غرور و تکبر اور کفر میں سب سے آگے تھا لیکن جب اس کو موت نظر آئی تو اس کو بنی اسرائیل کا پروردگار یاد آنے لگا۔ اللہ نے اس کی اس توبہ کو نامنظور فرما دیا۔

اس کے برخلاف حضرت یونسؑ کی قوم کو جب اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ حضرت یونسؑ اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہ کہہ کر چلے گئے ہیں کہ اب تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو اور انہیں یقین ہوگیا کہ اگر ہم نے توبہ نہ کی تو واقعی اللہ کا عذاب ہمیں آ گھیرے گا۔ اس وقت پوری قوم نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کی چونکہ عذاب آنے سے پہلے ہی انہوں نے توبہ کرلی تھی تو ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ اگر وہ عذاب آنے کے بعد توبہ کرتے تو ان کی توبہ قبول نہ کی جاتی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی دستور اور قانون کو بیان فرمایا ہے کہ آج یہ کفار مکہ جس عذاب الٰہی کو نظر انداز کررہے ہیں اور اپنے کفر و شرک سے توبہ نہیں کرتے۔ اگر وہ عذاب آگیا تو پھر توبہ کے دروازے بند کردیئے جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کے سامنے یہ ارشاد فرماتے کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور ان کو جزا اور سزا دی جائے گی۔ آپ فرماتے کہ اچھے اعمال پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا لیکن برے اعمال پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ آپ کے ارشادات کے جواب میں وہ آپ کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور یہ کہتے کہ اے نبی ﷺ! تم جس عذاب کی باتیں کرتے ہو وہ آخر کب آئے گا؟ تم اس کو فوراً ہی ہمارے اوپر مسلط کیوں نہیں کرا دیتے؟ اس طنز و استہزاء کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے واضح الفاظ میں کہہ دیجئے کہ صبح و شام کسی بھی وقت جب اللہ کا عذاب آئے گا نہ تو تم اس سے بچ سکو گے اور نہ اللہ کو عاجز و بے بس کرسکو گے۔ پھر تو اللہ کی طرف سے ایک ہی اعلان ہوگا کہ تم اب تک جو کچھ کرتے رہے ہو اس کا عذاب چکھو۔

فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! جب وہ آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوسکتا ہے تو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی قسم یہ سب کچھ برحق اور سچ ہے اللہ کو اس کے کرنے پر پوری قدرت و طاقت حاصل ہے۔ اللہ کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ جب وہ کسی قوم کو ان کے برے اعمال کی سزا دیتا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اچھے اعمال پر بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے تو اس کو کوئی منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۗ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَلَآ
اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

اور اگر ہر وہ شخص جس نے شرک کیا ہے اس کے پاس زمین بھر دولت بھی ہوگی تو (عذاب سے جان چھڑانے کے لئے) فدیہ میں دینے کو تیار ہو جائیگا۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھے گا تو اپنی شرمندگی کو چھپانے کی کوشش کرے گا اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے۔ سنو! کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالک اللہ ہے۔ سنو! کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس کو جانتے نہیں وہی زندگی دیتا ہے، وہی مارتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

نَفْسٌ	جان، ذات
اِفْتَدَتْ	بدلہ دیا یعنی بدلہ میں دے دے گا
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا، وہ چھپائیں گے
اَلنَّدَامَةُ	شرمندگی، ندامت
رَاَوُ	انہوں نے دیکھا، وہ دیکھیں گے
يُحْيِ	وہ زندہ کرتا ہے
يُمِيْتُ	وہ موت دیتا ہے، مارتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

یہ ساری کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کا مالک ہے وہی نگہبان ہے اس نے اس دنیا کو ایک خاص وقت تک استعمال کرنے کی انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ دنیا اور اس کے وسائل کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں استعمال کرے۔ لیکن اگر اس نے یہ سمجھ لیا کہ جو کچھ میرے پاس ہے میں اس کا مالک ہوں جس طرح چاہوں میں اس میں تصرف کر سکتا ہوں اس کو استعمال کر سکتا ہوں۔ اس تصور کے ساتھ ہی انسان کا مزاج بگڑنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ دنیا کی ظاہری چمک دمک اور مال و دولت کی کثرت میں اس طرح مگن ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اس مالک حقیقی کو بھول جاتا ہے جس نے یہ سب کچھ

اس کو عطا کیا ہے۔ اللہ کے وسائل سے اللہ کی زمین پر وہ ظلم و زیادتی کرتا ہے، نافرمانیوں کا طریقہ شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی اصلاح کرنے اور ان کے بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کے لئے اپنے پاکیزہ نفس باعظمت بندوں (انبیاء کرامؑ) کو بھیجتا ہے مگر انسان کی غفلت کی انتہا یہ ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ کے نبیوں کی بات جاننے اور ان کی اطاعت کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالتا ہے۔ اگر وہ اپنے کفر و شکر سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کی دنیا بھی بہتر ہو جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے لیکن اس کی نافرمانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے اور آخرت میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر شرمندگی، حسرت اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا اور وہی دنیا کا مال و دولت جس پر وہ جان دیتا تھا وہ چاہے گا کہ یہ سب کچھ لے کر بھی اگر اللہ اس کو معاف کر دے تو یہ سودا گھاٹے کا سودا نہیں ہوگا مگر آخرت میں یہ چیزیں اس کے کام نہ آسکیں گی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:

انسان نے روئے زمین پر جو زیادتیاں و رظلم کئے ہیں وہ چاہے گا کہ اس کا سب کچھ لے کر اس کو چھوڑ دیا جائے۔ وہ شرمندہ ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس کی نافرمانیوں کے باوجود اس کے ساتھ پورا پورا انصاف فرمائیں گے اور کوئی زیادتی نہیں فرمائیں گے۔ اس کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ درحقیقت زندگی اور موت سب اس کے ہاتھ میں ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ ایک دن وہ آئے گا جب تمام انسانوں کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی نافرمانیوں، زیادتیوں اور ظلم و ستم کا حساب دینا ہوگا اور جن لوگوں نے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی ہوگی ان کو بہترین انعامات سے نوازا جائے گا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۵۸

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آگئی ہے جو نصیحت ہے بیمار دلوں کے لئے شفاء ہے، ہدایت اور ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔

آپ ﷺ! کہہ دیجئے کہ اللہ کے اس رحم و کرم اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ یہ ان سب چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جو وہ جمع کر کے رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷تا۵۸

مَوْ عِظَةٌ	نصیحت
شِفَآءٌ	شفا، بہتری
اَلصُّدُوْرُ	(صَدْرٌ) سینے، دل
فَلْيَفْرَ حُوْا	پس انہیں خوش ہونا چاہیے
خَيْرٌ	زیادہ بہتر
يَجْمَعُوْنَ	وہ جمع کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۷تا۵۸

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پروردگار نے تمہیں ایک ایسی کتاب ہدایت عطا فرمادی ہے جو قیامت تک تمام انسانوں کی رہبری اور رہنمائی کرتی رہے گی۔ اب اس کتاب کے بعد کسی اور کتاب ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اس کتاب ہدایت پر عمل کر کے ساری دنیا میں وہ انقلاب برپا کر دیا جس سے بیمار دلوں کو شفا مل گئی اور شکوک وشبہات، جہالت وگمراہی، غلط عقائد، بغض وحسد، نفاق وتکبر اور اخلاق رذیلہ میں پھنسے ہوئے انسانوں کو ہدایت کی وہ روشنی مل گئی جس نے ان کے تن مردہ میں دوبارہ جان ڈال دی تھی۔ قرآن کریم کی تو لاتعداد خوبیاں ہیں لیکن اس جگہ خصوصی طور پر چار خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱) مَوْعِظَة : یعنی قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے ایک دل نشین، دل گداز انداز میں زندگی گذارنے اور بسر کرنے کے اصولوں کی وہ کتاب ہے جو رب العالمین کی طرف سے عطا فرمائی گئی ہے جو بغیر کسی جبر واکراہ کے نصیحت ہی نصیحت اور بندوں کی خیر خواہی کا ذریعہ ہے۔

۲) شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ : یعنی ظاہر وباطن، دل ودماغ اور کفر وشرک جیسی روحانی بیماریاں جو دلوں کی دنیا کو اجاڑ کر رکھ دیتی ہیں ان سے شفا کا ذریعہ یہ کتاب ہے۔

درحقیقت قرآن کریم ہر اعتبار سے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ اس سے جس طرح بھی فائدہ اٹھایا جائے وہ سراسر شفا ہی شفا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کو پڑھ کر سمجھنا اور عمل کرنا یہ تو اصل مقصد ہے لیکن قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں اور درجات کا ملنا بھی ثابت ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص محض قرآن کریم کے الفاظ وحروف کو دیکھتا ہے اس پر بھی اجر وثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس کوئی صحابیؓ تشریف لائے اور سینے میں درد کی شکایت کی۔آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم پڑھو اللہ اس تکلیف سے نجات عطا فرمائے گا۔اسی طرح ایک موقع پر حضرت واثلہ بن اسقعؓ نے حاضر خدمت ہو کر حلق میں تکلیف کی شکایت کی آپ نے ان سے بھی فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو اس سے شفا عطا کی جائے گی۔

قرآن کریم تمام ظاہری اور باطنی بیماریوں کے لئے نسخہ شفا ہے۔اس قرآن نے ان لوگوں کی زندگیوں کی کایا پلٹ دی تھی جو کفر و شرک میں ڈوب کر انسانیت اور اخلاق کے ہر اصول کو بھول چکے تھے۔کفر و شرک ہی جن کی زندگی بن چکی تھی۔

لیکن تاریخ انسانی کا یہ عظیم واقعہ ہے کہ جہالت و ظلم میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ قرآن کریم کی برکت سے انسانیت کے دوست اور خیر خواہ بن گئے۔دیکھتے ہی دیکھتے جو راہزن تھے وہ راہبر بن گئے،اور کفر و شرک اور نفاق کی تاریکیوں میں بھٹکنے والے ساری دنیا کو ہدایت کی روشنی میں لانے کا ذریعہ بن گئے قرآن کریم ڈیڑھ ہزار سال پہلے بھی یہی تاثیر رکھتا تھا۔آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا بات صرف عمل کرنے کی ہے۔نبی کرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کیا تو وہ ساری دنیا پر چھا گئے،ہر قوت و طاقت ان کی غلام بن کر رہ گئی۔آج بھی ہماری نجات اور کامیابی اور بیماریوں کا علاج قرآن و سنت ہی میں پوشیدہ ہے۔

۳) ھدیٰ :یعنی یہ قرآن حکیم ہدایت ہی ہدایت ہے۔یہی وہ کتاب ہے جس نے ان تمام اصولوں کی وضاحت فرمادی ہے جن سے انسان گمراہی سے نکل کر راہ ہدایت اختیار کرسکتا ہے۔ہدایت یعنی راستہ دکھانا اور منزل تک پہنچانا یہی قرآن کریم کی تعلیمات کی برکت ہے۔قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ منزل تک پہنچنے کا راستہ کونسا ہے اور یہ بھی بتاتا ہے کہ منزل کہاں ہے۔قرآن کریم تئیس سال (23) میں حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا گیا۔قرآن کریم کی جو آیات بھی نازل ہوتیں نبی کریم ﷺ ان آیات کی مراد بتاتے اور ان آیات پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ کے سامنے زندگی کے اس نمونے کو پیش فرماتے جو بہترین نمونہ زندگی ہے۔صحابہ کرامؓ نے اس نمونہ زندگی کو اپنایا یہاں تک کہ نبی آخرالزماں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یہ سند عطا فرمادی کہ **"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کا دامن بھی تھام لوگے راہ ہدایت حاصل کرلوگے"**۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم جو سراسر ہدایت ہے اس کا نور اسی وقت کھل سکتا ہے جب کہ ہم اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس آیت کا کیا مطلب بتایا اور کس طرح اس پر عمل کر کے دکھایا۔صحابہ کرامؓ جن کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا اور ان آیات پر نبی کریم ﷺ کو عمل کرتے دیکھا انہوں نے قرآن و سنت پر اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھال لیا تھا کہ وہ خود دنیا کے لئے ہدایت و روشنی کا ذریعہ بن گئے تھے۔لہٰذا ہدایت کا یہ اصول سامنے آیا کہ قرآن کریم سراسر ہدایت ہے۔لیکن اس ہدایت کا مفہوم کیا ہے اس پر کیسے عمل کیا جائے اس کے لئے ہمیں نبی کریم ﷺ کے قول و عمل اور احکامات کو

سامنے رکھنا ہوگا۔ پھر ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم اور سنت رسول پر کس طرح عمل کیا۔ یہی راہ ہدایت ہے۔بعض وہ لوگ جو اپنی جہالت و نادانی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ بس ہمیں قرآن کافی ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ اکابرین ملت کی تشریحات کی ضرورت نہیں ہے۔ایسے لوگ درحقیقت قرآن پر نہیں بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کے لئے قرآن کریم اور اس کی آیات کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں جو ہدایت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔مگر ان اندھیروں میں بھٹکنے والے ہر روشنی کا انکار کر کے زندگی بھر خودفریبی میں مبتلا رہتے ہیں۔خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ ہدایت سے بھٹکانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے۔اس کا نور کامل نور ہے۔کوئی چیز باہر سے لا کر اس کو مکمل نہیں کیا جاسکتا۔لیکن قرآن کریم کا نور اور اللہ کی مراد کھل کر اس وقت تک سامنے نہیں آسکتی جب تک ہم نبی کریم ﷺ کے عمل اور حکم یعنی احادیث رسول ﷺ کو سامنے نہ رکھیں۔آپ کا اسوہ حسنہ انسانیت کا کامل ترین نمونہ زندگی ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تیئس سال (23) میں ہر طرح کی تکلیفیں اٹھا کر لاکھوں صحابہ کرامؓ کے ذہن وفکر کی جو تربیت فرمائی تھی ان صحابہ کرامؓ کی زندگی بھی آپ کے طفیل کائنات میں بہترین نمونہ زندگی ہے۔اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ورنہ قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح کو سمجھنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔

۴) قرآن کریم کی چوتھی صفت یہ ارشاد فرمائی گئی کہ یہ قرآن رحمت ہی رحمت ہے۔

قرآن کریم جس دور میں نازل ہوا اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو واقعی مکہ والوں کے لئے رحمت ہی تھا ورنہ وہ ہمیشہ کفر وشرک اور جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے رہتے۔آج کا انسان بھی بہت سی ترقیات کے باوجود قرآن کریم کی رحمت کا محتاج ہے اور قرآنی اصول ہی ان کے لئے رحمت وکرم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور قیامت تک یہ قرآن ساری انسانیت کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آیت میں فضل سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمت سے مراد اس کے پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق ہے۔یہی مضمون حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

حضرت عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق فضل سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمت سے مراد نبی کریم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

۵) قرآن کریم ایک مکمل دستور العمل ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اس دنیا میں بعض چیزیں وہ ہیں جن سے رک جانا انسان کے حق میں بہتر ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن کے کرنے سے دین ودنیا کی ساری بھلائیاں عطا کی جاتی ہیں۔قرآن کریم کی یہ تعلیمات ایسی ہیں جو انسانوں کو راہ راست اور راہ ہدایت پر چلانے کا ذریعہ ہیں لہٰذا ایسی عظیم کتاب کے نازل ہونے پر انسان جتنی

بھی خوشی کا اظہار کرسکتا ہے اس کو کرنا چاہئے۔ جتنی اس کی قدر کرسکتا ہو وہ کرے۔ اور اس کی سب سے بڑی قدر یہ ہے کہ قرآن کریم جن سچائیوں کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے ان کو قائم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے اور صحابہ کرامؓ کو معیار حق و صداقت ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۗ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۶ / ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

(اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق عطا کیا ہے۔ تم نے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دے دیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دے رکھی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو۔

اور وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ گھڑ رہے ہیں ان کا قیامت کے بارے میں کیا گمان ہے؟ اللہ تو لوگوں پر فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر وہ ہیں جو قدر نہیں کرتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

جَعَلْتُمْ	تم نے بنالیا
آٰللّٰهُ	کیا اللہ نے؟
اَذِنَ	اجازت دی ہے

تَفْتَرُوْنَ	تم گھڑتے ہو،تم بناتے ہو
ظَنَّ	گمان،خیال
ذُوْفَضْلٍ	فضل وکرم والا
لَا یَشْکُرُوْنَ	وہ شکر نہیں کرتے ہیں۔وہ قدر نہیں کرتے ہیں

تشریح آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کو بالکل واضح طریقہ سے ارشاد فرمادیا ہے کہ ”ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً“۔یعنی اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم سب کے لئے رزق کو نازل کیا ہے۔یہاں رزق سے مراد صرف کھانے پینے کی چیزیں ہی نہیں بلکہ ہر وہ نعمت مراد ہے جس کو ہر شخص استعمال کرتا ہے۔البتہ اس میں بعض چیزوں کے استعمال کو سختی سے منع کر دیا۔کونسی چیز انسان کے لئے منع ہے یا حرام ہے اللہ نے اس کی ایک فہرست بھی عطا فرمادی ہے۔اس کے مطابق ہر وہ چیز حلال ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا ہے اور جس چیز سے منع کر دیا وہ قیامت تک ہر انسان کے لئے حرام ہے۔

کفار ومشرکین عرب اور یہودی علماء نے اپنی طرف سے حلال اور حرام کی ایک فہرست بنا رکھی تھی اور ان کا سراسر جھوٹا دعویٰ یہ تھا کہ ہم جس چیز کو حرام کہہ رہے ہیں وہ وہی چیزیں ہیں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً

☆ انہوں نے بحیرہ اور سائبہ جانوروں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔

☆ اپنی کھیتی باڑی کے ایک حصے کو بتوں کے نام مخصوص کر کے یہ کہتے کہ یہ ان بتوں کے لئے ہے اس میں سے کھانا یا استعمال کرنا قطعاً حرام ہے۔

☆ بعض مردار جانوروں کو حلال قرار دے رکھا تھا۔

غرض یہ کہ بغیر کسی دلیل کے جس چیز کو چاہتے حرام قرار دے لیتے اور جس چیز کو چاہتے حلال بتا دیتے تھے اور الزام اللہ پر لگا دیتے اور کہتے کہ اس کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اس میں تمہیں کس نے اس بات کا اختیار دے دیا ہے کہ اپنی طرف سے گھڑ کر جس چیز کو چاہا حلال قرار دیدیا اور جس چیز کو چاہا حرام قرار دے لیا۔فرمایا کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم نے دوسروں پر دھونس جمانے کے لئے اللہ کے نام کا ناجائز استعمال کر رکھا ہے۔یہ ایسی حرکت ہے جو

اللہ کو سخت ناپسند ہے اور اس جرم پر قیامت کے دن سخت سزا دی جائے گی۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر بے انتہا فضل و کرم کرتا ہے لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے اور قدر نہیں کرتے

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ
قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ
فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ
جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

(اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کسی حال میں ہوں۔ اور قرآن کہیں سے بھی تلاوت کرتے ہوں اور لوگ کوئی بھی عمل کرتے ہوں اللہ اس جگہ موجود ہوتا ہے (اس کو ہر ایک کی خبر رہتی ہے) اور زمین آسمان کا چھوٹا بڑا ذرہ بھی اس رب کی آنکھوں سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اور سب کچھ ''کتاب مبین'' میں محفوظ ہے۔

سنو! بے شک جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں بشارت و خوش خبری ہے اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کردیں۔ بے شک عزت و عظمت تو سب کی سب اللہ کے لئے ہے جو سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

مَاتَكُوْنُ	تو نہیں ہوتا
شَاْنٌ	حال، کیفیت
شُهُوْدٌ	موجود، گواہ
تُفِيْضُوْنَ	تم کرتے ہو، تم مشغول ہوتے ہو
مَا يَعْزُبُ	غائب نہیں رہتا ہے، دور نہیں ہوتا ہے
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ	ذرہ برابر، تھوڑا سا بھی
اَصْغَرُ	چھوٹا، یہ لفظ اکبر کے مقابلہ میں ہے
كِتَابٌ مُّبِيْنٌ	کھلی کتاب (لوح محفوظ)
اَوْلِيَاءُ	(وَلِيٌّ) دوست، حمایت کرنے والا
لَا يَحْزَنُوْنَ	وہ رنجیدہ نہ ہوں گے
اَلْبُشْرٰى	خوش خبری
كَلِمٰتُ اللّٰهِ	اللہ کی باتیں، اللہ کے احکامات
اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	بڑی کامیابی
اَلْعِزَّةُ	عزت و عظمت، غلبہ

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

گذشتہ آیات میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غفلت میں پڑے ہوئے انسانوں کو بیدار کرنے اور ان کو راہ ہدایت پر چلانے کے لئے ایک ایسی عظیم کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا ہے جو نصیحت موعظت، روح اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء، سراسر ہدایت و رہنمائی اور اللہ کی رحمت و شفقت سے بھرپور اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہر زمان و مکان کے لئے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ یہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جن پر اہل ایمان جتنا بھی شکر ادا کریں اور خوشیاں منائیں وہ کم ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ نے نعمت کے طور پر عطا

فرمائی ہیں۔ زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ہونا یہ چاہیے تھا کہ کفار و مشرکین آپ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے لیکن انہوں نے آپ کا دامن تھامنے کے بجائے خود ہی من گھڑت انداز سے جس چیز کو چاہا حلال قرار دے ڈالا اور جس کو چاہا حرام کر دیا۔ اور بجائے اطاعت کرنے کے انہوں نے آپ کو ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانا اپنا پیشہ بنالیا ہے۔ طرح طرح کی افواہیں پھیلانا ہر جگہ اور ہر محفل میں مذاق اڑانا اور بے عزت کرنے کے طریقے اختیار کرنا انہوں نے اپنا شعار بنالیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ہماری آیات کی جب بھی تلاوت کرتے ہیں یا دین اسلام کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کفار و مشرکن حق اور سچائی کو قبول کرنے کے بجائے الٹی سیدھی حرکتیں کرتے ہیں وہ سب کی سب اللہ کی نظروں میں ہیں اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اور آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ کو کسی طرح پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کائنات میں اللہ ہی کا قانون چلتا ہے جس میں تبدیلی نہیں آتی جو اہل ایمان کے لئے بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس کائنات میں اللہ کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جو لوگ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور نیکیاں کرتے اور دوسروں کی بھلائی کے لئے دن رات کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں اور خوش خبریاں عطا کرتا ہے۔ وہ اللہ کے دوست اور محبوب بندے ہیں جن پر نہ اس دنیا میں خوف اور غم کی گھٹائیں چھائیں گی اور نہ ایسے لوگوں کو آخرت کا رنج والم اور خوف و غم ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اس سچائی کے راستے کو چھوڑ کر کفر و نافرمانی کے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ بظاہر دنیا میں کامیاب نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ناکام ہی ہیں اور آخرت میں تو ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور ابدی جہنم ہی ان کا مقدر ہے۔ فرمایا کہ قرآن کریم کے تمام اصول ابدی ہیں جو ہمیشہ سے ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور ان کی اطاعت کرنے والوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کفار کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں ور وہ لوگ ذلیل کرنے کے جو طریقے اختیار کر رہے ہیں ان سے دل تنگ نہ ہوں کیونکہ عزت و ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو حقیر سمجھنے والے خود ہی ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے اور فتح مکہ کے دن وہ منظر بھی عجیب تھا جب کفار مکہ آپ کے رحم و کرم کے لئے گڑگڑا رہے تھے اور آپ نے یہ فرما کر کہ **"تم سب آزاد ہو آج کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا"** دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور اس آیت کی سچائی سامنے آگئی کہ ساری عزت و عظمت اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو سب کی سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔

أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا
يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا
فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ
سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾
قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا
يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
ع ٧ ١٠ ١٢ — الثلثة — نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ٦٦ تا ٧٠

سنو! بے شک جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، ان سب کا مالک اللہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور ان کو شریک کرتے ہیں وہ محض اپنے خیال و گمان کی پیروی کر رہے ہیں جو سب بے حقیقت باتیں ہیں۔

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو اور دن کو دیکھنے بھالنے کے لئے بنایا ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے حالانکہ اس کی ذات تو ہر عیب سے پاک ہے وہ

بے نیاز ہے (کسی کا محتاج نہیں ہے) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے۔تمہارے پاس (اللہ نے کسی کو بیٹا بنالیا ہے)اس بات کی کوئی دلیل ہے؟ اللہ پر ایسی باتیں کیوں لگاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے! بے شک وہ لوگ جو اللہ پر (جھوٹی باتیں) گھڑتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ دنیا کی زندگی کا یہ تھوڑا سا سامان (مزا) ہے لیکن انہیں ہماری طرف ہی لوٹ کا آنا ہے۔ پھر ہم ان کے کفر کی وجہ سے شدید عذاب کا مزا چکھائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٦ تا ٧٠

يَتَّبِعُ	وہ اتباع کرتا ہے، وہ پیچھے چلتا ہے
يَخْرُصُوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں، وہ اٹکل کے تیر چلاتے ہیں
لِتَسْكُنُوْا	تا کہ تم سکون حاصل کرو
مُبْصِرٌ	دیکھنے بھالنے کے لئے
اَلْغَنِيُّ	بے نیاز جو کسی چیز کا محتاج نہ ہو
سُلْطٰنٌ	دلیل
لَا يُفْلِحُوْنَ	وہ کامیاب نہیں ہوں گے
مَتَاعٌ	زندگی گذارنے کا سامان، مزے
نُذِيْقُ	ہم چکھائیں گے

تشریح: آیت نمبر ٦٦ تا ٧٠

آسمانوں سے لے کر زمین تک اس پوری کائنات کی ایک ایک چیز زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایک اللہ کی ذات ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے وہی ہم سب کا مالک ہے اور جس نظام زندگی میں ہم لگے بندھے ہیں وہ اسی کے حکم سے ہے۔لیکن پتھروں کے یہ بے جان بت اور وہ لوگ جو دھوکے اور فریب کے طریقوں سے لوگوں کے معبود بنے ہوئے ہیں نہ خود اپنی ذات پر اختیار رکھتے ہیں اور نہ وہ کسی کے نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ اگر کچھ لوگ ان کو قابل پرستش سمجھتے یا مانتے ہیں تو وہ محض اپنے

نفس اور خیال کے پجاری ہیں جن کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ بنیاد۔ انہوں نے اپنے نفس اور وقتی فائدوں کی خاطر مصنوعی معبود بنا رکھے ہیں جن کی حیثیت وہم وگمان سے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین اور کفار اس بات پر اگر ذرا بھی غور کرلیں تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ ہی ہے جس نے دن اور رات کو پیدا کیا چاند سورج اور ستارے ایک لگے بندھے نظام میں چل رہے ہیں۔ رات کو آرام کرنے کے لئے اور دن کو روزی پیدا کرنے کے لئے بنایا ہے۔ لوگوں کی بنائی ہوئی گھڑیاں خود سے ترتیب دیئے ہوئے نقشے آگے اور پیچھے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ نے جس نظام کو بنایا ہے اس میں کبھی تبدیلی نہیں آتی اور نہ کوئی فرق پیدا ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کونسی ذات ہے جو اس پورے نظام کو چلا رہی ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو ساری حقیقت سامنے آسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایک طرف تو کفار و مشرکین سے یہ فرمایا ہے کہ وہ کائنات کی جن چیزوں کو معبود بنائے ہوئے ہیں وہ ایک اللہ کی پیدا کی ہوئی مخلوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری طرف نصاریٰ کو تنبیہ فرمائی ہے کہ انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر تین تین معبود بنا رکھے ہیں اور اللہ کے ایک بندے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا ہے وہ بھی بہت بڑی غلطی پر ہیں اگر وہ بھی ذرا غور کریں تو ان کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اس پوری کائنات کو چلانے والی صرف ایک ہی ذات ہے جو کسی اولاد، بیٹے، بیوی اور وارث کی محتاج نہیں ہے۔

لفظ "سبحان" میں اس نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں: (1) وہ اپنی ذات میں تنہا ہے اس کا کوئی ہم جنس نہیں۔ (2) اللہ ہر تہمت سے پاک ذات ہے۔ (3) وہ لافانی ذات ہے اس کو کسی کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوٓا۟ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ ٱقْضُوٓا۟ إِلَىَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٧٣﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو نوحؑ کا قصہ پڑھ کر سنایئے۔ جب انہوں اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر تمہیں میرا رہنا اور اللہ کی آیات کی طرف متوجہ کرنا بھاری محسوس ہوتا ہے تو پھر میں اللہ پر بھروسہ (کر کے کہتا ہوں کہ) تم اور تمہارے شرکاء سب جمع ہو کر جو تدبیر کرنا چاہتے ہوں کر گذریں اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دیں۔

پھر اگر تم نے میری اتباع نہ کی (تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے) میں نے تم سے کوئی اجرت تو نہیں مانگی۔ میری اجرت (اجر و ثواب) تو صرف اللہ کے ذمے ہے مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں پھر انہوں نے نوحؑ کو جھٹلایا، تب ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو نجات عطا کی اور ان ہی کو ہم نے جانشین بنایا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ پھر دیکھو تو سہی ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہیں ڈرایا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

اُتْلُ	تلاوت کر، پڑھ کر سنا
نَبَاَ	خبر، واقعہ، قصہ
کَبُرَ	بڑا ہے، بھاری ہے
مَقَامِیْ	میرا ٹھہرنا
تَذْکِیْرِیْ	میرا یاد دلانا
تَوَکَّلْتُ	میں نے بھروسہ کر لیا، توکل کر لیا
اَجْمِعُوْآ	تم سب جمع ہو جاؤ، تم پکا کر لو
غُمَّۃٌ	کچھ شبہ، کچھ شک
اِقْضُوْا	کر گذرو، فیصلہ کر لو
لَا تُنْظِرُوْنُ	تم مجھے مہلت نہ دو
مَاسَاَلْتُ	میں نے نہیں مانگا

اَجْرٌ	اجرت، محنتانہ
اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

اس سورۃ کے آغاز ہی سے توحید و رسالت، قیامت و آخرت اور جزا و سزا کو تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ معقول اور بہتر دلائل اور نصیحتوں کے انداز میں یہ بتایا گیا کہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے انسان کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا کی جاتی ہیں۔ زیر مطالعہ آیات سے کچھ انبیاء کرامؑ کے واقعات کا ذکر کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ واقعات گواہ ہیں کہ جو لوگ ان قوانین کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ان کا انجام بھیانک ہوا اور ان کی زندگیاں عبرت کا نشان بن گئیں۔ ان تین آیات میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ کے واقعہ کو نہایت مختصر اور جامع انداز میں ارشاد فرمایا گیا۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک حیات رہے اور انہوں نے ہر شخص تک اللہ کا دین پہنچایا۔ بالآخر جب چند لوگوں کے سوا سب نے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا تب حضرت نوحؑ نے بد دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ کا نبی اور رسول کسی قوم کے لئے بد دعا کرتا ہے تو وہ قبول کی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی بد دعا کو قبول کیا اور پانی کے عذاب سے اس وقت کی معلوم دنیا کے تمام نافرمانوں کو غرق کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچ سکے جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ذرا ان کو حضرت نوحؑ کا واقعہ تو سنا دیجئے تاکہ کفار مکہ کو یہ حقیقت معلوم ہو جائے کہ انبیاء کرام کی نافرمانی کا انجام کیا ہوتا ہے۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے میں کسی کی مخالفت یا اذیت سے نہیں ڈرتا، نہ تم سے میرا کوئی لالچ یا غرض وابستہ ہے۔ نہ میں تم سے کسی اجرت یا معاوضہ کی بات کرتا ہوں میرا کام اللہ کا دین پہنچانا ہے۔ اگر تمہیں میرا وجود ناگوار گذرتا ہے اور مجھے برداشت نہیں کر سکتے تو تمہارے دل میں جو آئے وہ تم کر گذرو۔ مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔ جب میرا بھروسہ اللہ پر ہے تو تم میرا کچھ بگاڑ نہ سکو گے یہ اور بات ہے کہ تم اپنے آپ کو تباہ و برباد کر ڈالو گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی اور بقیہ سب لوگوں کو غرق کر دیا۔

فرمایا کہ آج وہ قوم اور ان کے غرور و تکبر کا وجود نہیں ہے۔ اب تم ان کی جگہ پر ہو اگر تم نے بھی وہی طریقے اختیار کئے جو قوم نوح نے اختیار کئے تھے تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔

ان آیات میں ایک لطیف اشارہ بھی کیا گیا ہے کہ جو شخص بھی بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کرنا چاہتا ہو اس کا کردار ذاتی اغراض اور منفعتوں سے بہت بلند ہونا چاہیے۔ دنیا میں وہ لوگ قوموں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگاتے ہیں جو اللہ کے سوا نہ تو کسی

سے ڈرتے ہیں اور نہ دبتے ہیں، اللہ پر ہی ان کا بھروسہ ہوتا ہے۔ کفار کی اذیتوں پر صبر کرتے ہیں اور غیر اللہ سے خوف نہیں رکھتے۔ اپنی کوئی ذاتی غرض اور لالچ نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ جب انبیاء کرام کی سیرت کو اپنا کر آگے بڑھتے ہیں تو بالآخر حق و صداقت کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل پر جمنے والے تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۴

پھر ہم نے اس کے (نوحؑ) کے بعد ان کی قوم کی طرف بہت سے رسول بھیجے جو ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے مگر جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلایا تھا اسے پھر مان کر نہ دیا۔ اسی طرح ہم حد سے بڑھنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۴

بَعَثْنَا	ہم نے بھیجا
رُسُلٌ	(رَسُوْلٌ) رسول، پیغمبر
جَآءُوْا	وہ آئے
نَطْبَعُ	ہم مہر لگا دیتے ہیں
اَلْمُعْتَدِيْنَ	حد سے بڑھنے والے

تشریح: آیت نمبر ۷۴

ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ کے بعد مختلف قوموں کی طرف مختلف نبی اور رسول بھیجے گئے جنہوں نے کفر و شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نصیحت و موعظت فرمائی لیکن انہوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو ان سے پہلی قوموں کا مزاج

بن چکا تھا۔ اللہ کے دین اور انبیاء کا مذاق اڑانا۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچانا۔ حق کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا اور ضد اور ہٹ دھرمی کے طریقے اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت نوحؑ کے بعد حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ جیسے عظیم اور برگزیدہ انبیاء اور رسول تشریف لائے انہوں نے اللہ کی واضح اور کھلی ہوئی آیات اور نشانیوں کو پیش کیا لیکن جو لوگ کفر اور جہالت کی تاریکیوں کے عادی ہو چکے تھے انہیں یہ روشنی پسند نہیں آئی اور انہوں نے بھی وہی طریقے اختیار کئے جس پر ان سے پہلی قومیں چل کر تباہ و برباد ہو چکی تھیں انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کے مقابلے میں انہوں نے ایمان کے بجائے کفر کا راستہ اختیار کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔

مہر لگانا یہی ہے کہ جب وہ کفر و شرک کے اندھیروں میں ڈوب گئے تھے اور انہوں نے ہر اس بات کو ٹھکرا دیا تھا جو ان کے لئے دین و دنیا میں فلاح و کامیابی کا ذریعہ تھی۔ ضد، ہٹ دھرمی اور دنیا داری ان پر اس طرح غالب آ گئی تھی وہ حق بات سننا ہی نہیں چاہتے تھے تو اللہ نے ان کو کامیابی کی راہ سے محروم کر دیا۔ یہی ان کے دلوں پر مہر لگانا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾
قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ
السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا
وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى
مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۸ ع۱۲ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

پھر ہم نے ان رسولوں کے بعد فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف موسیٰؑ و ہارونؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ پھر فرعونیوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم بن گئے۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے سچائی آ گئی تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ جب تمہارے پاس سچائی آ گئی تو اب تم کیا کہتے ہو۔ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادو کرنے والے تو کبھی فلاح و کامیابی نہیں پایا کرتے۔ وہ کہنے لگے کہ تم (دونوں) ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس طریقہ پر پایا تھا اس کو چھوڑ دیں اور تم دونوں کو ملک میں برتری حاصل ہو جائے اور ہم تم دونوں کو کبھی نہیں مانیں گے۔ فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو لاؤ۔ پھر جب جادوگر آ گئے تو ان سے موسیٰؑ نے کہا کہ جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے (جادو کرنا ہے) وہ ڈال دو پھر جب انہوں نے جادو ڈال دیا تو موسیٰؑ نے کہا کہ جو کچھ تم نے جادو ڈالا ہے وہ یہ ہے۔ بہت جلد اللہ اس جادو کو تہس نہس کر ڈالے گا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے عمل کو پسند نہیں کرتا اور اللہ سچائی کو اپنے وعدے کے مطابق ثابت کر کے چھوڑے گا۔ اگر چہ یہ بات مجرموں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

اِسْتَكْبَرُوْا	انہوں نے تکبر کیا، بڑائی کی
اَجِئْتَنَا	کیا تو آیا ہے ہمارے پاس
لِتَلْفِتَنَا	تاکہ تو ہمیں ہٹا دے
اَلْكِبْرِيَاءُ	بڑائی۔ حکمرانی
اِئْتُوْنِىْ	آ جاؤ، لے آؤ، میرے پاس
اَلْقُوْا	تم ڈالو، تم پھینکو
سَيُبْطِلُهٗ	بہت جلد وہ اس کو برباد کر دے گا
يُحِقُّ	وہ ثابت کر دے گا
كَرِهَ	برا سمجھا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

مشرکین عرب نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کے ساتھ اور حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم نے کیا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین عرب کے سامنے ان انبیاء کرامؑ کے واقعات اور جو سلوک ان کی قوم نے کیا تھا سامنے رکھ کر صاف صاف فرمادیا کہ اگر اس وقت کفار اور مشرکین نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہیں تھاما یعنی وہ ایمان نہیں لائے۔ ان کی اطاعت و فرماں برداری نہ کی تو ان کا انجام بھی گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

ان آیات میں حضرت موسیٰؑ کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جب آپ نے فرعون کے سامنے دین حق کی سچائیوں کو رکھا تو اس نے حضرت موسیٰؑ کی بات ماننے کے بجائے ان پر طرح طرح کے الزامات لگادیئے۔ یہاں تک کہ آپ کے معجزات کو اس نے جادو قرار دے کر ساری مملکت کے جادوگروں سے مقابلہ کرادیا۔ سورۂ اعراف، سورۂ شعراء اور سورۂ قصص میں اس واقعہ کی کافی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے یہاں ایک مرتبہ پھر اس واقعہ کو مختصر کر کے بیان فرمایا گیا ہے تاکہ ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے جب بھی حق و صداقت نکھر کر سامنے آتا ہے تو باطل اور جھوٹ مٹ جاتا ہے یا بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے۔

فرعون کا اقتدار جو کئی نسلوں سے چلا آرہا تھا حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں فرعون اقتدار کے نشے اور غرور و تکبر میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا کہ فرعون نے اپنے آپ کو ''رب اعلیٰ'' قرار دے لیا تھا۔ مفاد پرست درباریوں، امیروں اور وزیروں نے اس کے اس تکبر اور غرور کو اس حد تک بڑھادیا تھا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اس کے بھرے دربار میں یہ اعلان کردیا کہ ایک بے بس انسان ''رب اعلیٰ'' نہیں ہوسکتا اور اس کو معبود کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت موسیٰؑ کے اس اعلان نے فرعون اور اس کے درباریوں کو ہلا کر رکھ دیا اور اس نے وہی الزامات لگانے شروع کردیئے جو انسانوں کی گردن پر مسلط ظالم، جابر اور متکبر حکمراں کیا کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ موسیٰؑ کا مقصد صرف اس سرزمین پر اپنا اقتدار قائم کرنا ہے۔ معجزات دیکھ کر اس نے کہا کہ یہ جادو ہے اور میں اس جادو کا توڑ جادوگروں سے کراسکتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لاتعداد جادوگروں کو بلالیا اور انعام و اکرام کا لالچ دے کر ان سے یہ کہا کہ آج تم ایسا جادو دکھاؤ کہ موسیٰؑ بھرے دربار میں اپنی قیمت کھو بیٹھے۔ جادوگروں نے جمع ہو کر اپنے کمالات دکھانے شروع کردیئے لاٹھیاں، رسیاں اور چھڑیاں پھینکنی شروع کیں پورے دربار میں ہر جگہ محسوس ہوا جیسے سانپ ہی سانپ ہوں۔ اس کو عرف عام میں نظر بندی بھی کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بعض لوگ ایک خاص طریقہ پر محنت کر کے اپنی خیالی قوت کو اتنا مضبوط بنالیتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ان کے خیال اور تصور کے تابع ہو جاتا ہے۔ جب ایسا شخص کسی چیز کے خیال کو جمالیتا ہے تو ہر شخص کو وہی نظر آنے لگتا ہے جو وہ شخص چاہتا ہے۔ فرعون کے دربار میں ان جادوگروں نے اس کا مظاہرہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اور سب درباریوں نے اس منظر کو دیکھا تو درباری ان جادوگروں کے کمالات کے قائل ہوگئے لیکن حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اپنے

عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ سچ مچ کا اژدھا بن گیا اور اس نے ان کے بناوٹی سانپوں کو نگلنا شروع کیا۔ اس وقت جادوگر سمجھ گئے کہ عصا کا اژدھا بن جانا جادو نہیں ہے بلکہ واقعی ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب جادوگر اللہ کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور وہ کفر سے توبہ کر کے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئے۔ یہ واقعہ فرعون کی بہت بڑی ذلت اور توہین تھی اس نے جادوگروں کو جو صاحب ایمان ہو چکے تھے ہر طرح کی سزاؤں اور پھانسی پر لٹکانے کی دھمکیاں دیں مگر ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب ایمان کسی کے دل میں آ جاتا ہے تو اس کو سوائے اللہ کے خوف کے اور کوئی خوف نہیں رہتا۔ انسانوں کا خوف اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک انسان ایمان کی دولت سے محروم رہتا ہے جب وہ اس نعمت کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کی زبان سے وہی کلمات نکلتے ہیں جو اس وقت فرعون کے بھرے دربار میں مسلمان ہونے والے جادوگروں کی زبان پر تھے ”اے فرعون اب تیرا جو جی چاہے کر لے ہم نے ایمان قبول کر لیا ہے“۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد کفار عرب نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور نبی مکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر یہ الزامات لگانے شروع کر دیئے لیکن سچائی پھر سچائی ہے اور ایک وقت وہ آیا کہ ان کفار نے نبی مکرم ﷺ کے صحابہؓ کو ہر طرح ستایا پریشان کیا لیکن ان کے ایمان کی قوت نے ان کو اتنا سر بلند کیا کہ فرعون کی طرح غرور و تکبر کے نشے میں مست لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی عظمت کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

پھر موسیٰؑ کی قوم میں سے کچھ لوگوں کے سوا فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کوئی

ایمان نہ لایا کہ کہیں وہ کسی شدید تکلیف میں نہ پڑ جائیں۔ کیونکہ فرعون زمین پر غلبہ رکھتا تھا اور بے شک (ظلم وستم میں) حد سے گذر جانے والوں میں سے تھا۔

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو اور اسی کے فرماں بردار ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کی ہر آزمائش سے بچائے رکھنا۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے ذریعہ کافروں کی قوم سے نجات عطا فرمایئے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

ذُرِّيَّةٌ	اولاد، لوگ
اَنْ يَّفْتِنَهُمْ	یہ کہ وہ کسی آزمائش یا تکلیف میں نہ پڑ جائیں
عَالٍ	غلبہ وقوت رکھنے والا
اَلْمُسْرِفِيْنَ	حد سے بڑھنے والے
تَوَكَّلُوْا	تم بھروسہ کرو، توکل کرو
لَا تَجْعَلْنَا	تو ہمیں نہ بنانا
نَجِّنَا	ہم کو نجات دے

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص تن تنہا اتنی جرأت نہیں رکھتا کہ وہ معاشرہ کے ہر جھوٹ اور باطل سے ٹکرا جائے لیکن جب بھی حق اور سچائی کی بات کہی جاتی ہے تو کچھ سعادت مند لوگ اس سچائی کو دل سے قبول کر لیتے ہیں وہ اس کا اظہار تو نہیں کر سکتے لیکن جب ماحول سازگار ہوتا ہے تو وہ اس قلبی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں اور پھر فوج درفوج اس تحریک کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔

فرعون ایک انتہائی ظالم وجابر حکمراں تھا جس نے ظلم وستم، بربریت اور بداخلاقی کے ہر ہتھیار کو بنی اسرائیل کے خلاف بے دریغ استعمال کیا۔ بنی اسرائیل کی نسل کو ختم کرنے کے لئے اس نے ماؤں کی گود سے ان کے بیٹوں کو چھین چھین کر ذبح کرنا شروع کر دیا، وہ لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ اس کے ظلم وستم سے بنی اسرائیل اس قدر خوف زدہ تھے کہ اتنے

بڑے ظلم وجبر کے سامنے وہ اف تک کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے اور تڑپ کر رہ جاتے تھے مگر اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب ظلم اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے تو پھر اس کو مٹانے کے لئے اہل ایمان اور حق وصداقت کے پیکر صاحب کردار لوگوں کو کھڑا کر دیتا ہے وہ اگرچہ بظاہر کمزور ہوتے ہیں لیکن ان کے دل میں ایمان کی روشنی سے وہ طاقت آجاتی ہے جس سے وہ بڑی سے بڑی طاقت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ ان کے ایمان واخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ وہ اسباب پیدا فرما دیتا ہے جس سے ان کے راستے کی ہر رکاوٹ دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کے اس ظلم وبربریت کے مقابلے میں حضرت موسیٰؑ اور ان کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھیج دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک ہی بات فرمائی کہ ایمان ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعہ فرعون کے ظلم کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے مگر بنی اسرائیل سچائی کو ماننے کے باوجود اس قدر خوف ودہشت میں مبتلا تھے کہ وہ حضرت موسیٰؑ کا کھل کر ساتھ نہیں دے سکتے تھے جب فرعون کے دربار میں جادوگروں نے برملا اپنے ایمان کا اظہار کیا اور انہوں نے سزا کا ہر خوف دل سے نکال کر اپنے مومن ہونے کا اعلان کیا تو فرعون اس جرأت وہمت پر حیران رہ گیا اور پھر اس نے اور اس کے سرداروں نے بھی کھل کر ظلم کی انتہا کر دی اور وہ مظالم ڈھائے جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ ان صاحبان ایمان بنی اسرائیل کو ایک ہی بات سمجھاتے کہ اگر تم مومن ہو تو گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اللہ بہت طاقت والا ہے۔ اس کی طاقت کے سامنے کسی کی کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔ اس پر بھروسہ کرو، وہی سننے والا اور تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ ان اہل ایمان کا بھی یہی جواب ہوتا تھا کہ ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ دعائیں کرتے تھے کہ اے اللہ ہمارے وجود کو خیر اور سلامتی کا ذریعہ بنا دے اور ہمیں ان ظالموں کا چارہ بننے سے محفوظ فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فریاد کو سن کر ان کو وہ طاقت عطا فرمائی کہ فرعون اور اس کے خوشامدی درباری خاک میں مل گئے۔

ان آیات میں فرعون کے جس ظلم وستم، بربریت اور انسانیت سوز حرکتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے وہیں ان آیات میں کفار عرب کو یہ اشارہ بھی دے دیا ہے کہ ایمان واخلاص کے سامنے فرعون جیسی طاقت تباہ وبرباد ہوگئی۔ اگر تم بھی فرعون کے راستے پر چلتے ہوئے نبی مکرم ﷺ اور ان کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر ظلم وستم کرو گے تو یاد رکھو یہ ظلم کی کالی رات بہت جلد ختم ہونے والی ہے اللہ پر ایمان اور توکل رکھنے والے اگرچہ خالی ہاتھ ہوتے ہیں ان کے پاس دنیاوی کوئی طاقت نہیں ہوتی لیکن وہ بڑی سے بڑی طاقت کو ملیا میٹ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ مظلوموں کے ذریعہ ظالموں اور ان کے ظلم کو مٹا کر چھوڑتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کے بعد نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر کفار ومشرکین نے جو مظالم ڈھائے اور ظلم کی انتہا کر دی صحابہ کرامؓ کے ایمان کی طاقت ایک سیلاب بن کر ان کفار کو بہا کر لے گئی۔ اور فتح مکہ کے دن وہ ظالم اپنی سزا کے اعلان کے منتظر تھے مگر نبی مکرم ﷺ نے جو پیغمبر انسانیت ہیں یہ کہہ کر سب کو حیرت میں ڈال دیا کہ ”جاؤ تم سب آزاد ہو، آج تم سے کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا جائے گا“ اللہ نے یہ دکھا دیا کہ بالآخر وہی لوگ کامیاب وبامراد ہوتے ہیں جو ایمان، عمل صالح اور تقویٰ وپرہیزگاری کے پیکر ہوتے ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ
لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ
فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا
لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾
قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی تم دونوں اپنی قوم کے لئے شہر میں کوئی گھر بنالو اور تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالو اور نماز کو قائم کرو اور اہل ایمان کو خوش خبری سنادو۔ موسیٰؑ نے عرض کیا اے ہمارے رب آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیاوی زندگی کی خوبصورتیاں اور مال ودولت سے نواز رکھا ہے۔ اے رب کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو تیرے راستے سے بھٹکاتے رہیں اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں پر مہر لگادے کہ یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک یہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی۔ تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستے کو نہ اپنانا جو علم نہیں رکھتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

اَوْحَيْنَا — ہم نے وحی کی

تَبَوَّاٰ	تم دونوں ٹھکانا بنالو، مقرر کرلو
اَقِیْمُوْا	تم قائم کرو
زِیْنَةٌ	دنیاوی زیب وزینت
سَبِیْلٌ	راستہ
اِطْمِسْ	تباہ کردے
اُشْدُدْ	سختی کر
حَتّٰی یَرَوُا	جب تک وہ دیکھ نہ لیں
اُجِیْبَتْ	قبول کرلی گئی
دَعْوَتُکُمَا	تم دونوں کی دعا
اِسْتَقِیْمَا	تم دونوں ثابت قدم رہنا
لَا تَتَّبِعٰنِّ	تم دونوں پیروی نہ کرنا

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۸۹

جب سے حضرت موسیٰؑ نے اعلان نبوت فرما کر اللہ کے حکم سے کچھ معجزات دکھائے اس وقت سے فرعون کو ہر روز ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا خاص طور پر فرعون کے بھرے دربار میں تمام جادوگروں کا اسلام قبول کر کے فرعون کے ظلم وستم سے بے نیاز ہو جانا فرعون کی اتنی بڑی شکست تھی جس سے وہ ایک زخمی سانپ بن کر بنی اسرائیل کے ہر شخص کو تباہ وبرباد کرنے پر تل گیا تھا۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ بنی اسرائیل اور فرعون کی سلطنت کے کمزور ترین لوگ اس طرح اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں گے۔ اس کے بعد فرعون نے ظلم وستم کی وہ انتہا کردی جس پر انسانیت بھی شرما کر رہ گئی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ہر لڑکے کو پیدا ہوتے ہی ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا گیا تاکہ بنی اسرائیل کی نسل ہی ختم ہو کر رہ جائے۔ اس نے بنی اسرائیل کی تمام عبادت گاہوں اور گھروں کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا تھا۔ فرعونیوں کے ان بے پناہ مظالم کے سامنے بنی اسرائیل اتنے بے بس ہو کر رہ گئے تھے کہ ہر شخص مصر سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ اس مایوسی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی طرف وحی بھیجی کہ وہ ظلم وجبر کے مقابلے میں صبر واستقامت سے جمے رہیں اور قوم کو ادھر ادھر منتشر نہ ہونے دیں۔ اپنے بکھرے ہوئے شیرازے کو اکٹھا کر کے کچھ گھروں کو عبادت کے لئے مخصوص کرلیں اور ان میں نمازوں کے نظام کو قائم

کریں۔ اکٹھے ہو کر نمازیں ادا کریں تا کہ سب میں اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا ہو جائے اور اللہ پر بھروسے اور اعتماد میں اور اضافہ و ترقی ہو جائے۔ عمل کا یہی انداز ان تباہ حال بنی اسرائیل کے لئے خوش خبری سے کم نہ تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ جب قوم اللہ پر بھروسے، عبادت، توکل اور ایمان کی پختگی پر آ جائے تو اے موسیٰ ان اہل ایمان کو ہر طرح کی کامیابیوں کی خوش خبری دیدیجئے۔

فرعون اور آل فرعون کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ رنجیدہ ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا الٰہی! یہ فرعون اور اس کا ساتھ دینے والے جو دنیا کی تمام راحتوں، آرام اور دولت سے نوازے گئے ہیں۔ ان پر ناز کرتے ہوئے انسانیت سوز مظالم کر رہے ہیں اے اللہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے اور لوگوں کو اسی طرح گمراہ کرتے رہیں گے تو اے اللہ! ان ظالموں کے ہاتھوں سے وہ مال و دولت چھین لے جو انسانیت پر ظلم و ستم کا ذریعہ بن رہا ہے۔ جب تک یہ ایمان نہ لائیں اس وقت تک ان پر اپنے عذاب کو مسلط کئے رکھئے گا۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے پیغمبروں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا اس نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہاری دعا قبول کر لی گئی۔ اب اس ظالم قوم سے اللہ انتقام لے گا۔ فرمایا کہ اے موسیٰ آپ اور آپ کے ماننے والے ثابت قدمی سے جمے رہیں اور وہ راستہ اختیار نہ کریں جو دوسرے لاعلم لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ان آیات میں حضرت موسیٰ کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے چند اصولی باتیں ارشاد فرما دی گئی ہیں:

۱) اپنے بڑوں اور رہبروں کا کہا ماننا۔
۲) صبر و تحمل سے ہر ظلم و ستم کا مقابلہ کرنا
۳) تنظیم قائم کرنا۔
۴) بکھرے ہوئے شیرازے کو جمع کرنے کے لئے مسجدوں کا قائم کرنا۔
۵) نماز باجماعت کا اہتمام کرنا۔
۶) ہر حال میں اللہ پر ہی بھروسہ کرنا اسی سے مدد مانگنا۔
۷) عبادت و بندگی میں کوتاہی نہ کرنا۔

یہ وہ مضبوط ہتھیار ہیں جن سے اللہ و رسول کے دشمنوں کو شکست دینا بہت آسان ہے۔ جس قوم میں اپنے بڑوں کا احترام نہ کیا جائے۔ اور اپنے معاملات کے لئے تنظیم سے کام نہ لیا جائے اس وقت تک کسی کامیابی کا تصور ممکن نہیں ہے۔

ہر تحریک کی جان تنظیم ہی ہوا کرتی ہے لیکن جب مضبوط اور مربوط تنظیم کے لئے کوئی مرکز نہ ہو وہ تنظیم اپنا اثر نہیں دکھا سکتی۔ اہل ایمان کی تنظیم کے لئے مسجدیں بنانا اور ان میں عبادت و بندگی کے نظام کو قائم کرنا بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے واقعہ ہی میں غور کر لیجئے کہ ان مٹھی بھر مسلمانوں کا مقابلہ فرعون اس کے سرداروں اور حکومتی مظالم سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر و ضبط اور تنظیم سے اس کا مقابلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب مسجدیں بنا کر ان میں نمازوں کے نظام کو قائم کیا جائے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر فی الحال مسجدیں قائم کرنا ممکن نہ ہو تو چند گھروں کو عبادت کے لئے مخصوص کر لیا جائے تا کہ ملت کو ایک رکھنے اور ان کو ایک

مرکز سے وابستہ رکھنے کی کوشش کی جاسکے۔ دراصل مساجد ہی مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے کافروں اور مشرکوں کے ظلم وستم کے باوجود ''دارارقم'' کو جو حضرت ارقم کا گھر تھا مسجد قرار دیا اور اس عبادت وبندگی کے نظام کو قائم فرمایا۔ جب آپ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ میں آپ نے مسجد قبا کو اپنا مرکز بنایا اور بہت تھوڑے عرصے میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھ دی گئی۔ پھر اسلام کے تمام نظام کی بنیاد مسجد کو بنا دیا گیا۔ یہی مساجد ہماری عدالتیں فوجی چھاؤنیاں اور تمام معاملات کا مرکز تھیں۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ جب تک ہمارے دین کے تمام کاموں کے مراکز مساجد تھیں تو اسلام کا سیدھا سچا اور سادہ نظام اسلام کی روح کے مطابق چلتا رہا لیکن جب دین اور اس کے تمام معاملات مسجدوں سے نکل کر بلند وبالا عمارتوں اور حکومتی ایوانوں میں پہنچ گئے اس وقت سے رسم اذاں تو رہ گئی لیکن روح بلالی نہ رہی'' آج بھی اگر ہمیں کامیابی نصیب ہوگی تو ہمیں اسی مسجد کے نظام کی طرف لوٹنا ہوگا جس میں ہماری قوم کی زندگی اور اس کی کامیابی پوشیدہ ہے۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ
فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ
اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَ
اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ
اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع ۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا۔ پھر ان کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب وہ غرق ہونے لگا۔ اس نے کہا کہ میں اس بات پر ایمان لے آیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں (میں بھی ایمان لاتا ہوں) اور میں فرماں برداروں میں داخل ہوتا ہوں۔

(اللہ نے فرمایا کہ) اب تو ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو سرکشی کرنے اور فساد

کرنے والوں میں سے تھا۔ پس آج کے دن ہم تیری لاش کو بچائیں گے تا کہ تیرا وجود بعد کی نسل والوں کے لئے نشان عبرت بن جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

جَاوَزْنَا	ہم نے پار اتار دیا
اَلْبَحْرُ	سمندر، دریا
اَتْبَعَ	پیچھے چلا
جُنُوْدٌ	لشکر
بَغْيٌ	زیادتی
عَدْوٌ	دشمنی
اَدْرَكَهُ	اس نے اس کو پالیا
عصَيْتَ	تو نے نافرمانی کی
نُنَجِّيْ	ہم نجات دیں گے
خَلْفٌ	پیچھے
غٰفِلُوْنَ	غفلت کرنے والے، پروانہ کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اپنی امت کے خیر خواہ بن کر تشریف لاتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو دنیا کی چمک دمک کو دیکھ کر تکبر اور غرور کا پیکر بن جاتے ہیں ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کو وہ راستہ دکھائیں جس پر چل کر وہ نجات کی منزل تک پہنچ جائیں۔ لیکن جب کفر، شرک، فسق و فجور ضد اور ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ان کی اصلاح ممکن ہی نہ رہے تب انبیاء کرام اللہ کی بارگاہ میں آنے والی نسلوں کو بچانے کے لئے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ اب ایسا لگتا ہے کہ ان کے

غرور وتکبر اور کفر وشرک میں ڈوب جانے کی وجہ سے ان کی اصلاح ممکن نہیں ہے لہٰذا آپ ان پر اپنا فیصلہ نافذ فرمادیجئے۔ اللہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی دعا کو قبول کر کے اپنی مشیت کے مطابق اپنا عذاب اس قوم پر مسلط کر دیتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے زمانہ میں بھی یہی ہوا کہ وہ قوم کی اصلاح کے لئے جدوجہد اور کوشش فرماتے رہے اور یہ بتاتے رہے کہ فرعون اور قوم فرعون جس طرح بنی اسرائیل پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں اگر وہ باز نہ آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا مگر فرعون اور اس کی قوم اپنی حرکتوں اور سازشوں سے باز نہ آئی۔ جب فرعون اور اس کے متکبر سرداروں کا ظلم وستم اپنی حدوں کو پار کر گیا تب حضرت موسیٰؑ نے یہ دعا فرمادی کہ اے اللہ! آج فرعون اور اس کے لشکری دولت واقتدار کے نشے میں اندھے بن چکے ہیں وہ غرور وتکبر کے اس مقام تک پہنچ چکے ہیں جہاں وہ خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بھٹکا کر گمراہ کر رہے ہیں اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایمان کی دولت سے محروم رہیں گے اے اللہ! ان کے وہ مال ودولت جن کی وجہ سے یہ لوگ ہر طرح کے ظلم وستم کر رہے ہیں یہاں تک کہ ماؤں کی گود سے ان کے معصوم بچوں کو چھین کر ذبح کر رہے ہیں اے اللہ! ان کے مال ودولت کو تباہ وبرباد کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہریں لگادے جن سے ان کو ایمان لانا نصیب ہی نہ ہو حضرت موسیٰؑ اس نافرمان قوم کے لئے بد دعا فرما رہے تھے اور حضرت ہارونؑ آمین کہتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ اے موسیٰؑ وہارونؑ تمہاری دعا قبول کر لی گئی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ تم دونوں اپنے اس سچے اور نیک مشن اور مقصد میں لگے رہو اور ان نادانوں کی طرح نہ ہو جانا جو ہر کام میں جلدی کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ کے لئے یہ حکم آ گیا کہ تم دونوں بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف لے کر کوچ کر جاؤ۔ چنانچہ اشارہ الٰہی ملتے ہی حضرت موسیٰؑ تمام قوم بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہو گئے جن کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی تھی۔ جب فرعون کو یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت موسیٰؑ پوری قوم بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہو گئے ہیں تو اس کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ اب مملکت اور اس کے نظام کا کیا ہوگا کیونکہ ان ہی کی بنیادوں پر تو حکومت کا کاروبار چل رہا تھا۔ اس نے فوری طور پر ایک بہت بڑا لشکر ترتیب دیا اور اپنی پوری قوت وطاقت کے ساتھ اس طرف روانہ ہو گیا جس راستے سے بنی اسرائیل فلسطین کی طرف رواں دواں تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو بحر قلزم کی طرف سے لے کر جا رہے تھے۔ جب سمندر کے کنارے پہنچ گئے تو فرعون بھی بڑی تیزی سے قوم بنی اسرائیل کے قریب پہنچ گیا۔ اب قوم بنی اسرائیل گھبرا گئی کہ آگے بڑھتے ہیں تو سمندر، رکتے ہیں تو فرعون کا لشکر ان کو کچلنے کے لئے سر پر پہنچ گیا ہے اس وقت ان کو چاروں طرف سے اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہی فرمایا کہ صبر سے کام لو جس اللہ کے حکم سے ہم سب نکلے ہیں وہی کوئی راستہ نکالے گا چنانچہ اللہ کی طرف سے حکم آیا کہ اے موسیٰؑ اپنا عصا پانی پر ماریئے چنانچہ جیسے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنے عصا کو پانی پر مارا سمندر کا پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان سے راستہ بن گیا جس سے گذر کر سہولت کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچا جا سکتا تھا۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے تو اللہ نے سمندر میں بارہ ہی راستے بنا دیئے جن سے بنی اسرائیل کا ہر خاندان بغیر کسی دشواری کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ ادھر فرعون اور اس کا زبردست لشکر جب سمندر کے

کنارے پہنچا اور اس نے سمندر میں راستوں کو دیکھا تو وہ خود اور اس کا لشکر بھی سمندر کے ان راستوں میں اتر گیا۔لیکن اللہ کا حکم آتے ہی سمندر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون کا پورا لشکر اس پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔جب فرعون نے موت کو سامنے پایا تب اس کی زبان پر یہ جملہ آ گیا **"سچا معبود تو وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اس معبود پر ایمان لاتا ہوں اور میں اللہ کے فرماں برداروں میں شامل ہوتا ہوں"** اس وقت اللہ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعہ یہ جواب دیا گیا کہ اے فرعون! تو اب ایمان لاتا ہے؟ جب کہ موت کے فرشتے تیرے سامنے کھڑے ہیں۔تیری پوری زندگی تو غفلت، نادانی اور کفر وشرک میں گذری ہے اب موت کو سامنے دیکھ کر تجھے اللہ یاد آ گیا۔فرمایا کہ ہمارا قانون یہ ہے کہ جب موت کا فرشتہ سامنے آ جائے تو پھر کسی کی دعا اور توبہ قبول نہیں کی جاتی۔قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تک موت کے فرشتے یا اللہ کا عذاب سامنے نہ آ جائے اس وقت تک توبہ قبول کی جاتی ہے۔اگر کوئی اس سے پہلے توبہ کر لے تو ممکن ہے اس کی مغفرت کا سامان ہو جائے۔لیکن وقت گذرنے کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کی توبہ قبول کی جائے۔چونکہ فرعون نے ڈوبنے سے پہلے معافی مانگ لی تھی تو اس کی توبہ تو قبول نہیں ہوئی البتہ دنیا میں عبرت ونصیحت کے لئے اس کے بدن کو باقی رکھنے کا وعدہ فرمایا گیا تا کہ دنیا دیکھ لے کہ موت اور حیات سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے زندگی دے جس کو چاہے موت دے جس کے بدن کو چاہے مچھلیوں کی غذا بنا دے اور جس کے بدن کو باقی رکھنا چاہے باقی رکھے۔

چنانچہ فرعون کو بھی اس پانی میں ڈبو دیا گیا لیکن اس کی لاش کو سمندر کے کنارے پھینک دیا۔جب قوم فرعون نے فرعون کی لاش کو دیکھا تو وہ بہت شرمندہ ہوئے اور انہوں نے شرمندگی سے بچنے کے لئے فرعون کی لاش کو کچھ مصالحے لگا کر چھپا دیا کیونکہ مصریوں کو ایسے مصالحوں کا علم تھا جس سے وہ لاشوں کو باقی رکھ سکتے تھے۔چنانچہ۔انیسویں صدی میں جب مصر میں آثار قدیمہ کی کھدائی کی گئی تو ان دونوں فرعونوں کی لاشیں نکلیں جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون تھے گویا اللہ تعالیٰ کی پیشین گوئی جو قرآن کریم میں موجود ہے برسوں کے بعد ساری دنیا کے سامنے ظاہر ہو کر رہی۔انگلینڈ اور مصر کے عجائب گھروں میں ان فرعونوں کی لاشیں موجود ہیں جن کو دیکھا جا سکتا ہے۔کئی سال پہلے جب میں مصر گیا تو مصر کے عجائب گھر میں میں نے اپنی آنکھوں سے "فرعونوں کی اس ممی" کو دیکھا جو دنیا کے سامنے عبرت کا نشان ہے۔ان لاشوں کو دیکھ کر یہ احساس پوری طرح زندہ ہو جاتا ہے کہ واقعی انسان انتہائی بے بس ہے۔اس کا اپنے وجود پر بھی اختیار نہیں ہے مگر وہ دنیا کی وقتی چمک دمک اور دولت کی ریل پیل میں اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اس میں تکبر اور غرور کی بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرعون اور اس کے ماننے والے جو اپنے غرور تکبر میں حد سے گذر چکے تھے اللہ کے فیصلے کے سامنے وہ کچھ نہ کر سکے اور بالآخر ذلت کی موت سے دوچار ہوئے۔اللہ کا قانون یہی ہے کہ وہ ان سروں کو کچل دیتا ہے جن میں غرور تکبر اپنی انتہا کے ساتھ بھر جاتا ہے۔

ان آیات کے مطالعہ کے بعد چند سوالات جو ذہنوں میں ابھرتے ہیں انکے جوابات پر بھی غور کرلیا جائے۔

۱) حضرت موسیٰؑ جو اللہ کے جلیل القدر اور محبوب پیغمبروں میں سے ہیں اور بھٹکے ہوئے انسانوں کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے بے شک وہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں سے مایوس تھے مگر کیا اللہ کے ایک پیغمبر کی یہ شان ہوسکتی ہے کہ وہ جن کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں ان ہی کے لئے بددعا فرمائیں؟

۲) فرعون کے بدن کو کیوں محفوظ رکھا گیا اس میں بظاہر اللہ کی کیا مصلحت ہے؟

۳) فرعون تو مصر کے ایک حکمراں خاندان کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جو فرعون تھا اس کا کیا نام تھا؟

ان تینوں سوالوں کا جواب ترتیب وار عرض ہے:

۱) انبیاء کرامؑ بلا شک وشبہ اس قوم کے خیر خواہ اور مخلص ہوتے ہیں جن کی طرف وہ بھیجے جاتے ہیں اور وہ زندگی کے آخری لمحے تک اپنے اس مشن اور مقصد میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قوم کی اصلاح و تبلیغ کرنے کے باوجود غرور، تکبر، ضد اور ہٹ دھرمی پر وہ قوم جم جاتی ہے اور ان کی اصلاح کی کوئی امید نہیں رہتی تب انبیاء کرامؑ کے ہاتھ اس بددعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں کہ اے اللہ! اب بظاہر اس قوم کی اصلاح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اب آپ فیصلہ فرما دیجئے۔ اور اللہ اپنے نبیوں کی دعا کو رد نہیں فرماتا اور اس طرح اس قوم پر عذاب نازل ہوجاتا ہے سوائے اس کے کہ وہ پوری قوم عذاب آنے سے پہلے توبہ کرلے تو پھر عذاب کو ٹال دیا جاتا ہے جیسے حضرت یونسؑ کی قوم کو جب اس بات کا پوری طرح اندازہ ہوگیا کہ حضرت یونسؑ شہر چھوڑ کر جاچکے ہیں اور عذاب آنے ہی والا ہے تب پوری قوم نے سچے دل سے توبہ کی اور اس طرح اللہ کا وہ عذاب جو قوم یونسؑ کو تباہ و برباد کردیتا وہ ان سے ان کی توبہ کی وجہ سے ٹل گیا۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی امت کی اصلاح کرنے کی کوشش کی مگر وہ قوم اپنے کافرانہ کردار سے باز نہیں آئی تب حضرت نوحؑ نے بددعا فرمائی اور پھر وہ طوفان آیا جس میں سوائے ان لوگوں اور جانداروں کے جو سفینہ نوح میں تھے روئے زمین کا ہر فرد غرق کردیا گیا۔ دراصل ان آیات میں کفار عرب کو یہ بات بتائی جارہی ہے کہ اب بھی وقت ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک اور غرور و تکبر سے توبہ کرلیں ورنہ ایسا نہ ہو کہ رحمتہ للعالمین ﷺ تمہارے لئے بددعا کے لئے ہاتھ اٹھادیں اور تم تباہ و برباد ہوکر رہ جاؤ۔ نبی مکرم ﷺ پر امت کے لئے رحم و کرم کا وہ جذبہ غالب تھا کہ آپ نے نادانوں کی ہر بات کو برداشت فرمایا اور کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں فرمائی۔ لیکن اگر آپ چاہتے تو بددعا فرماسکتے تھے مگر اللہ نے آپ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا تھا اور آپ قیامت تک پوری امت اور دنیا بھر کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔

۲) دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کا یہ نظام ہے کہ وہ اس کائنات میں جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے کسی کو فنا کے گھاٹ

اتار دیتا ہے اور کسی کو عبرت کے لئے باقی رکھتا ہے۔فرعون کے بدن کو باقی رکھا گیا تا کہ آنے والے لوگ یہ دیکھ لیں کہ وہ لوگ جو مال و دولت، اقتدار، فوج اور اولاد کی کثرت کے گھمنڈ اور غرور و تکبر میں مست رہ کر اپنے سے بڑا کسی کو نہیں سمجھتے ان کی حیثیت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔لہٰذا تکبر کا سر ہمیشہ نیچے کر دیا جاتا ہے۔فرمایا گیا کہ اللہ کو عاجزی اور انکساری بہت پسند ہے لیکن غرور و تکبر سخت ناپسند ہے۔آج بھی جو شخص فرعون کے راستے پر چلے گا اس کا انجام فرعون سے مختلف نہیں ہوگا۔لیکن جو شخص نبی مکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی جیسی زندگی اختیار کرے گا اس کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائی جائیں گی۔

۳) تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں فرعون کا ذکر تو فرمایا گیا لیکن حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں کونسا فرعون تھا اس کا نام نہیں لیا کیونکہ اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔اصل میں تو اس کردار کو سامنے لایا گیا ہے جس کا انجام برا ہوا۔عبرت و نصیحت کے لئے یہی کافی ہے۔البتہ معلوماتی اعتبار سے اس سلسلہ میں چند باتیں سامنے رہیں تو اچھا ہے۔فراعنہ مصر کا خاندان تقریباً تین ہزار سال سے مصر پر حکمران تھا اور ہر وہ شخص جو اس تخت پر بیٹھتا تھا اس کو فرعون کہا جاتا تھا حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں دو فرعون گذرے ہیں جن کے نام تاریخ میں آتے ہیں ایک رعمسیس تھا جس کے محل میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش ہوئی۔اس کے مرنے کے بعد رعمسیس کا بیٹا اس تخت پر بیٹھا اس کا نام منفتاح تھا جو اس کا جانشین تھا جس کے دربار میں حضرت موسیٰؑ نے عصا کا معجزہ دکھایا اور تمام جادوگروں نے اس سچائی کو دیکھ کر جادو سے توبہ کی اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات کو قبول کر کے اللہ پر ایمان لے آئے۔فرعون کے ڈرانے اور دھمکانے کے باوجود یہ راہ ایمان سے نہ ہٹے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی ایمانی راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور گمراہوں کے ہر راستے سے محفوظ فرمائے۔آمین

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳

اور البتہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے بہت اچھا ٹھکانا عطا کیا اور ہم نے ان کو کھانے پینے کی بہترین چیزیں دیں۔اور انہوں نے باہم اختلاف کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا۔یقیناً آپ کا رب ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ قیامت کے دن کر دے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳

بَوَّاْنَا	ہم نے ٹھکانا دیا
مُبَوَّاَ صِدْقٍ	بہترین ٹھکانا
اَلطَّیِّبٰتُ	پاکیزہ چیزیں
اِخْتَلَفُوْا	انہوں نے اختلاف کیا
اَلْعِلْمُ	علم (توریت)
یَقْضِیْ	وہ فیصلہ کرے گا
یَخْتَلِفُوْنَ	وہ اختلاف کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۹۳

آپ نے گذشتہ آیات میں ملاحظہ کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے فرعون اور اس کے عظیم الشان لشکر کو غرق کر کے بنی اسرائیل کو نہ صرف فرعون کے ظلم و ستم اور اس کی غلامی سے نجات عطا فرمادی تھی بلکہ مکمل عافیت اور سلامتی کے ساتھ تمام بنی اسرائیل کو سمندر کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا تھا اور پھر اس صحرا میں اللہ نے نہ صرف اعلیٰ ترین غذاؤں اور کھانے پینے کا انتظام فرمادیا تھا بلکہ ان کی روحانی تسکین و تعلیم کے لئے توریت جیسی کتاب عطا فرمادی تھی۔ اس طرح دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے ان کو نواز دیا گیا تھا مگر انہوں نے نافرمانی کے طریقے اختیار کر کے دین و دنیا کی ذلتوں کے طوق اپنے گلے میں ڈال لئے تھے۔

۱) اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے ظلم و ستم سے نجات عطا فرمادی تھی۔

۲) ان کو بہترین ٹھکانا عطا فرمایا اور ملک شام اور مصر جیسے صاف ستھرے سرسبز و شاداب علاقوں کا وارث بنا دیا۔

۳) من و سلویٰ جیسا رزق حلال عطا فرمایا۔

۴) صحرا میں سب سے بڑی نعمت پانی ہوتا ہے۔ اللہ نے ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کر کے ہر قبیلے کو پانی کی سہولتیں عطا فرمادیں۔

۵) سب سے بڑھ کر روحانی اور اخلاقی تسکین و تکمیل کے لئے توریت جیسی کتاب عطا کی گئی جس میں ان کے لئے پوری طرح اس بات کی وضاحت کردی گئی تھی کہ زندگی گذارنے کا طریقہ کیا ہے؟ آخرت اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ کس طرح اپنی اور دوسروں کی اصلاح ممکن ہے؟ ثواب کیا ہے گناہ کیا ہے؟ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟

٦) اور کونسی نعمت تھی جوان کو عطا نہیں کی گئی تھی مگر انہوں نے اللہ ورسول کی فرماں برداری کے بجائے نافرمانیاں شروع کر دیں۔ اتحاد و اتفاق کے بجائے انتشار پیدا کر کے کئی فرقے بنا ڈالے اور حق وصداقت کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے باطل اور باطل پرستوں کے طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے۔ جب ان کو عمالقہ سے جہاد کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے نہ صرف صاف انکار کر دیا بلکہ یہاں تک گستاخی کر ڈالی کہ اے موسیٰؑ! تم اور تمہارا رب کفار سے جنگ کر لیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم فتح کے منتظر بیٹھے ہیں جیسے ہی فتح ہو جائے ہمیں اطلاع کر دینا ہم قبضہ کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گستاخی کی یہ سزا دی کہ اس صحرا میں ان کو چالیس سال تک اس طرح بھٹکا دیا کہ وہ ہر روز راستہ تلاش کرتے تھے مگر صبح سے شام تک راستہ تلاش کرنے کی جدوجہد کے باوجود اگلے دن صبح کو وہ دیکھتے کہ وہ وہیں پر ہیں جہاں سے چلے تھے۔ اس طرح ان سے راستہ گم کر دیا گیا تھا۔ وہ چالیس سال تک صحراؤں میں بھٹکتے رہے۔ اتنے طویل عرصہ میں بالآخر یہ قوم حضرت ہارونؑ اور پھر حضرت موسیٰؑ سے بھی محروم کر دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ کے سمجھانے سے یہ قوم کچھ آگے بڑھی اور اس نے ارض فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ مگر قوم بنی اسرائیل میں سے ہر خاندان نے اپنی اپنی حکومت قائم کر لی اور نہ صرف چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بٹ گئے بلکہ توریت کا علم آ جانے کے باوجود انہوں نے اتنے فرقے بنا لئے اور بحث ومباحثے کے ایسے دروازے کھول دیئے جس نے ان کو کسی قابل نہ رکھا۔ کفار اور مشرکین نے ان کے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ اہل ایمان کو کفر کے راستے پر ڈال دیا اور ملک کے ہر حصے پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ بخت نصر کے زمانہ میں تو انتہا یہ تھی کہ ایک دفعہ پھر قوم بنی اسرائیل اس کافر حکومت کی یرغمال اور غلام بنالی گئی تھی۔ کائنات کی یہ سب سے بڑی سچائی ہے کہ جو قوم اللہ کا دین چھوڑ کر عمل کرنے کے بجائے بحث ومباحثہ میں لگ جاتی ہے اور اتحاد کے بجائے انتشار کا راستہ اختیار کرتی ہے وہ قوم نہ صرف برباد ہو جاتی ہے بلکہ ان کے ہاتھوں سے ان کے گھر برباد اور تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں اتنے فرقے بن جاتے ہیں کہ سوائے بحث ومباحثہ کے عمل کی کوئی روشنی نظر نہیں آتی۔

بنی اسرائیل کے زوال کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہوگی کہ جب ان ہی بنی اسرائیل میں سے بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور انہوں نے اعلان نبوت فرمایا تو نہ صرف ان بنی اسرائیل یعنی یہودیوں نے ان کا انکار کیا بلکہ بغاوت کا الزام لگا کر ان کو پھانسی کے پھندے تک پہنچا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت عیسیٰؑ کو ان سے نجات عطا فرمائی اور ان کو آسمانوں پر اٹھالیا جہاں وہ آج بھی زندہ ہیں۔ احادیث کی روشنی میں یہ بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب نبی کریم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور ایک وقت تک کے لئے اسلامی حکومت کو قائم فرما کر ان تمام اختلافات کو دور فرما دیں گے جو محض اس گمان پر قائم کر دیئے گئے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کو

پھانسی دیدی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد یہ سارے اختلافات دور ہوجائیں گے اور دین میں جوانہوں نے فرقے بناڈالے تھے اور سچائی اور گمراہی کے جوجھوٹے معیار انہوں نے قائم کرلئے تھے ان کا فیصلہ قیامت کے دن کردیا جائے گا۔

ان آیات میں اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بنی اسرائیل جو نبی آخرالزماں ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتے ہیں وہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ہر نبی کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کیا تھا۔ وہ اگر آج ایمان کے مقابلے میں کفر کی حمایت کررہے ہیں تو یہ ان کے قومی مزاج کی بات ہے۔ اللہ نے اس طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ جس طرح انبیاء کرام کی مخالفت کی وجہ سے ان پر طرح طرح کے عذاب آئے اگر انہوں نے اللہ کے ان آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نافرمانی کی اور اطاعت قبول نہ کی تو قیامت تک ان کو راہ نجات حاصل نہ ہوسکے گی۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ
مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ
الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۷

پھر اگر آپ اس کتاب کی طرف سے شک میں ہیں جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجئے جو آپ سے پہلے کتاب کو پڑھتے تھے۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے۔ آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔ اور آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔ ورنہ پھر آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ بے شک جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی بات ثابت ہوچکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی بھی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۷

اِنْ كُنْتَ	اگر تو ہے
اِسْئَلْ	تو سوال کر
یَقْرَءُ وْنَ	وہ پڑھتے ہیں
لَا تَكُوْنَنَّ	تو ہرگز نہ ہونا
اَلْمُمْتَرِیْنَ	شک کرنے والے
حَقَّتْ	ثابت ہوگئی
حَتّٰى یَرَوُا	جب تک وہ دیکھ نہ لیں گے

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۷

جب نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے اولین مخاطب کفار عرب کے سامنے قرآن کریم، اس کی آیات، حقائق اور گذشتہ انبیاء کرامؑ کے واقعات بیان فرماتے تو وہ لوگ حیرت زدہ رہ جاتے۔ ایک بات کے سمجھ میں آنے کے باوجود یا تو محض ضد، حسد، ہٹ دھرمی اور تعصب کی بنا پر ان آیات کا انکار کر دیتے یا شک وشبہ کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے تا کہ ان لوگوں کے قدم راہ حق سے ڈگمگا جائیں جو اس طرف بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک بہت ہی لطیف انداز میں بظاہر نبی کریم ﷺ کو خطاب فرمایا ہے لیکن درحقیقت یہ بات ان لوگوں سے کی جارہی ہے جن کے دلوں میں قرآن کریم اور اس کی تعلیمات سے متعلق کچھ شکوک وشبہات پیدا ہو رہے تھے۔ نبی جو ایمان ویقین کا پیکر ہوتا ہے اور جس پیغام الٰہی کو وہ لوگوں تک پہنچاتا ہے اس پر سب سے پہلے وہ خود ایمان لاتا ہے اس پر شک نہیں کرتا لہٰذا نبی مکرم ﷺ کی طرف تو شک کی نسبت بھی نہیں کی جاسکتی۔

بعض احادیث میں آتا ہے کہ جب قرآن کریم کی کوئی آیات یا سورت نازل ہوتی تو آپ صحابہ کرامؓ سے فرمادیا کرتے تھے کہ "لا اشک ولا اسال" یعنی نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ کسی سے پوچھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی پہلی آیت ہی میں یہ فرمادیا کہ "ذلک الکتب لاریب فیہ" یہ وہ کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل

صاف اور واضح طریقہ پر یہ بتادیا ہے کہ اس قرآن کریم میں جس کو بھی کسی قسم کا شک وشبہ ہو اس کے لئے تین راستے کھلے ہوئے ہیں:

۱) جن لوگوں کو شک وشبہ ہے کہ (نعوذ باللہ) یہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے تو وہ خود اور ساری دنیا کے سارے حمایتیوں کی مدد سے قرآن کریم کی ایک سورت جیسی سورت ہی بنا کر لے آئیں۔ ساری دنیا کو گونگا کہنے والے اور خود اپنے آپ کو زبان کا ماہر بتانے والے قرآن کریم کے سامنے کیوں گونگے بن کر رہ گئے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ چیلنج آج سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے بھی تھا، ہمیشہ رہا ہے اور آج بھی ہے لیکن اس چیلنج کا جواب نہ کبھی دیا جاسکا، نہ دیا گیا اور نہ دیا جاسکے گا۔ لہٰذا شک وشبہ کرنے والے اپنی آخرت تباہ وبرباد نہ کریں۔

۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کفار عرب جن کو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے علم پر بہت اعتماد ہے ان سے پوچھ کر تحقیق کرلیں کہ یہ سچائی اور واقعات کس حد تک درست ہیں۔ یقیناً اگر ان لوگوں نے کسی تعصب کا مظاہرہ نہ کیا تو وہ صحیح بات بتادیں گے اور اس طرح ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو سچ اور جھوٹ اچھے اور برے میں تمیز کرنا مشکل ہو تو وہ اللہ کی آیات، واقعات اور نشانیوں میں غور وفکر اور تدبر کر کے اس حقیقت کی گہرائی تک پہنچ جائے اس کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے یہ بتایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! یہ قرآن کریم جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اس میں شک وشبہ کرنے والے اپنے ہاتھوں سے دنیا اور آخرت کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں وہ سراسر نقصان میں رہیں گے کیونکہ اگر ان لوگوں نے اس روش کو تبدیل نہ کیا تو ان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ وہ ایمان کی دولت سے اس طرح محروم کردیئے جائیں گے کہ پھر ان کو ایمان کی توفیق ہی نصیب نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود جو شخص شک وشبہ کرتا ہے اس کا انجام دنیا اور آخرت میں بہت بھیانک اور دردناک ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی بنیاد یقین پر اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ کسی دل میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہے کیونکہ جب کسی شخص کی دنیا وآخرت کی تباہی مقدر کردی جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کے دل میں شک وشبہ پیدا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ انکار حق کا جذبہ پروان چڑھنے لگتا ہے۔ جب کوئی انسان انکار حق میں آگے بڑھ جاتا ہے تو پھر وہ گم راہ ہو کر نجات کی راہ کھو بیٹھتا ہے اور سچائی کی منزل اس سے دور ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اگر اس کے سامنے کائنات کی ساری نشانیاں بھی لا کر رکھ دی جائیں تب بھی اس کو راہ ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے دین میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ کریں اور نہ اس جذبے کو آگے بڑھنے دیں ورنہ ایسے لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنی دنیا وآخرت کا شدید اور ناقابل تلافی نقصان کر بیٹھیں گے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ
اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۚ
اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ
اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا
يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي
الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا
مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ
مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ
حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع

١٠ ع ١١ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۹۸ تا ۱۰۳

کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا ان کو نفع دیتا سوائے یونسؑ کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی کا عذاب ٹال دیا۔ اور ان کو ایک مدت تک سامان زندگی عطا کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو روئے زمین پر ہر شخص ایمان لے آتا۔ کیا پھر آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ حالانکہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی شخص کا ایمان ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اللہ کا طریقہ تو یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان کو گندگی میں دھکیل دیتا ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ تم آسمانوں اور زمین میں غور کرو کہ وہ کیا ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لانا نہیں چاہتے ان کو دلیلیں اور دھمکیاں کچھ کام نہیں دیتیں وہ لوگ شاید اس انتظار میں ہیں کہ ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں ان پر ان ہی جیسے حالات آجائیں آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ تم انتظار کرو

اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے اپنے پیغمبروں کو اور ان کو جو ایمان لے آئے تھے نجات عطا کی۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات عطا کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۸ تا ۱۰۳

قَرْيَةٌ	بستی، آبادی
كَشَفْنَا	ہم نے کھول دیا، ہٹادیا
اَلْخِزْیُ	رسوائی
مَتَّعْنَا	ہم نے سامان دیا
حِيْنٌ	زمانہ، مدت
تُكْرِهُ	تو زبردستی کرے گا
يَجْعَلُ	وہ بناتا ہے، ڈالتا ہے
اَلرِّجْسُ	گندگی
لَا يَعْقِلُوْنَ	سمجھ نہیں رکھتے ہیں
اُنْظُرُوْا	تم دیکھو
مَا تُغْنِیْ	کام نہیں آئی
اَلنُّذُرُ	ڈرانا، دھمکانا۔
يَنْتَظِرُوْنَ	وہ انتظار کر رہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۹۸ تا ۱۰۳

اللہ تعالیٰ نے انسان کو خشکی اور تری میں برتری اور اس کائنات کی ہر مخلوق سے زیادہ عظمت عطا فرمائی ہے لیکن اس کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ دنیا کے معاملات میں الجھ کر اس قدر غافل ہو جاتا ہے کہ اس کو آخرت کی یاد ہی نہیں آتی اور بھول کر وہ

اپنے خالق و مالک سے دور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی ذات وصفات کا یا انکار کردیتا ہے یا شرک کی اس انتہا تک پہنچ جاتا ہے جہاں رب العالمین کے ساتھ سیکڑوں جھوٹے معبودوں کو شریک کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی اپنے پاکیزہ نفس انسانوں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے تا کہ ان کی آنکھوں سے غفلت اور بے حسی کے پردے ہٹ جائیں اور وہ عقل وفکر اور سمجھ سے کام لے کر ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرلیں۔ لیکن جب وہ قوم اور اس کے افراد مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کا مظاہر کرتے ہیں اور کسی طرح بھی ایمان اور عمل صالح پر نہیں آتے تب اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی بددعاؤں کو قبول کر کے اس قوم پر عذاب مسلط کردیتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا قوم عذاب، اور موت کے فرشتے کے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلیتی ہے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلیتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے عذاب ہٹالیتا ہے ورنہ ان کو ایسی کڑی سزا دیتا ہے، جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے جو لوگ اس فرصت عمل سے فائدہ اٹھا کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کرلیتے ہیں ان کو نہ صرف اس دنیا کی کامیابیاں عطا کردی جاتی ہیں بلکہ آخرت کی تمام نعمتوں سے نواز دیا جاتا ہے ابھی آپ نے گذشتہ آیات میں ملاحظہ کرلیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے فرعون کو ہر طرح سمجھایا، معجزات دکھائے مگر وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جما رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو جس سمندر میں راستے بنا کر دوسرے کنارے پر پہنچادیا تھا اسی سمندر اور اس کے راستوں میں فرعون کے سارے لشکر اور فرعون کو ڈبو دیا تھا۔ جب فرعون ڈوبنے لگا اور اس نے یہ دیکھ لیا کہ اب موت کے فرشتے سامنے ہیں اس وقت اس نے توبہ کرنے کی کوشش کی اور بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لانے اور مسلم بن جانے کی درخواست کی مگر اللہ کے قانون کے مطابق اب توبہ کا وقت نکل چکا تھا۔ اس کی توبہ قبول نہیں کی گئی اس کو تو نجات نہیں ملی مگر اللہ نے آنے والی نسلوں کے لئے یہ سامان عبرت ضرور مہیا کردیا کہ اس کے بدن کو نجات دیدی تا کہ ہر شخص اس فرعون کی بے بسی کا تماشا کرسکے جس نے خود اپنے آپ کے لئے ”رب اعلیٰ“ کا نعرہ بلند کیا تھا۔

اس کے برخلاف قوم یونس جس نے عذاب کے آثار دیکھ کر پہلے ہی توبہ کرلی تھی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے کا وعدہ کرلیا تھا تو اس قوم کو اللہ کے عذاب سے نجات مل گئی تھی۔

حضرت یونسؑ نے نینوا کے لوگوں کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ کفر وشرک سے توبہ کرلیں مگر ان پر غفلتوں کے پردے پڑے ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت یونسؑ کی کوئی بات نہ سنی آخر کار اس قوم سے مایوس ہو کر انہوں نے پروردگار کی بارگاہ میں یہ عرض کردیا کہ الٰہی یہ لوگ کسی طرح کفر وشرک سے باز نہیں آتے اب آپ ان کا فیصلہ فرما دیجئے۔ اللہ جو بندوں پر زبردستی نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت عمل اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے جب اللہ کے نبیؑ ان سے مایوس ہو کر فیصلے کی درخواست کرتے ہیں تو وہ ان کی دعا کو قبول کرلیتا ہے اور اس قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ دعا کر کے حضرت یونسؑ نے فرمادیا کہ تین دن اور رات کی مہلت دی گئی ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی تو اللہ کا عذاب تمہارے اوپر مسلط کردیا جائے گا۔ حضرت یونسؑ اس دن جب کہ عذاب مقدر کردیا گیا تھا اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہ سوچ کر نکل کھڑے ہوئے کہ اب تو اس قوم پر عذاب آنے والا ہے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ اپنے اہل خانہ کے ساتھ کسی دوسری بستی کے لئے روانہ ہوگئے۔ ادھر اللہ کے فیصلے کا دن آگیا آسمان پر قیامت خیز سیاہ

اور ہیبت ناک بادل چھا گئے جو آہستہ آہستہ ان کی آبادیوں کے قریب آتے جا رہے تھے۔ اب اس قوم کو فکر ہوئی پہلے تو انہوں نے حضرت یونسؑ کو تلاش کیا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت یونسؑ جا چکے ہیں تو ان پر اور بھی گھبراہٹ طاری ہوگئی پوری قوم نے عذاب کے آثار کو محسوس کر لیا تھا لہٰذا اس قوم کے سارے مرد عورتیں بچے اپنے مویشی لے کر ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہوگئے۔ وہاں انہوں نے رونا چلانا اور چیخنا شروع کر دیا اور اللہ سے معافی مانگنی شروع کر دی۔ وہ روتے چلاتے چیخیں مارتے اخلاص سے اللہ کو پکار رہے تھے اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آ گیا اور وہ عذاب جو چند لمحوں میں آنے والا تھا اس کو روک دیا گیا۔ کیونکہ پوری قوم نے اجتماعی طور پر اپنے گناہوں، کفر و شرک پر شرمندگی کا اظہار کر کے ایمان و عمل صالح کا وعدہ کر لیا تھا۔ پھر بعد میں حضرت یونسؑ بھی بہت سی تکلیفیں اٹھا کر اپنی قوم میں واپس آ گئے اور قوم کی اصلاح کی جدوجہد میں لگ گئے۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! بے شک آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ سارے عرب والے ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جائیں اور یہ آپ کی کوئی بات نہیں سنتے لیکن آپ ان کی بدعملیوں پر رنجیدہ یا مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ کا یہ قانون موجود ہے کہ وہ کسی پر زبردستی نہیں کرتا اگر وہ چاہتا تو ساری دنیا کے انسان فرشتوں کی طرح صرف اہل ایمان ہوتے لیکن اللہ نے انسان کو غور و فکر اور تدبر کرنے کے لئے عقل جیسی نعمت عطا فرمائی ہے اگر وہ گذشتہ انبیاء کرامؑ کے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتا تو اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی سنت اور طریقہ آج بھی تبدیل نہیں ہوا اگر وہ اپنے کفر و شرک سے توبہ نہیں کریں گے تو اللہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکے گا۔ وہ اللہ کا کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ وہ اپنے نبی ﷺ! اور انکے ماننے والے اطاعت گذاروں کو نجات عطا فرما دے گا۔

اس میں کفار عرب سے بھی کہا جا رہا ہے کہ اب اللہ کے آخری نبی اور رسول بھیج دیئے گئے ہیں۔ ان کو سنبھلنے کا آخری موقع دیا گیا ہے۔ اگر انہوں نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا اپنی غفلتوں اور کفر و شرک میں اسی طرح لگے رہے جس طرح پہلی قوموں کو نجات نصیب نہیں ہوئی تمہیں بھی نصیب نہ ہوگی۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

١) دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نہ اس کے رسول کی طرف سے ہر طرح کے نتائج پر غور کر کے ہر شخص ایمان لائے یا نہ لائے بہرحال اس کے اعمال کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

٢) ایمان جیسی نعمت و دولت کا حاصل کرنا اللہ کے اذن پر منحصر ہے۔ لیکن یہ اذن ان کے لئے ہے جو اپنی فہم و فراست اور عقل و فکر کو استعمال کرتے ہیں۔

٣) لیکن وہ لوگ جو اپنی آنکھوں، کانوں اور دل و دماغ پر غفلت کے پردے ڈالے ہوئے ہیں ان کو نجاست اور گندگی میں مبتلا رہنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

٤) اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کفار و مشرکین کو آخرکار ان کے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کرتے ہیں ان کو نجات عطا فرما دیتا ہے۔

۵) جو لوگ گذشتہ قوموں کے واقعات پر غور نہیں کرتے اور اپنی روش زندگی کو تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجئے کہ ہم بھی انتظار کرتے ہیں تم بھی انتظار کرو۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ کفار و مشرکین کو ان کے برے انجام تک پہنچا دے گا اور اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو دنیا اور آخرت میں نجات عطا فرما کر ہر نعمت سے نواز دے گا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ
شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ
لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ
بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! جس دین کو میں لے کر آیا ہوں۔ اگر تمہیں اس میں شک ہے تو میں تمہارے ان معبودوں کی عبادت و بندگی نہ کروں گا جنہیں تم نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا معبود بنا رکھا ہے بلکہ میں تو اسی رب کی عبادت و بندگی کروں گا جو تمہیں موت دیتا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ایمان لانے والوں میں سے رہوں۔ اور اس کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ (اے نبی ﷺ) آپ یکسو ہو کر اپنے آپ کو اس دین پر قائم رکھیں اور آپ مشرکوں میں سے نہ ہوں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکاریں جو نہ تو نفع دے سکے اور نہ نقصان پہنچا سکے۔ پھر بھی اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ بے انصافوں

میں سے ہو جائیں گے۔ اور اگر اللہ کسی کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کو اس سے دور کرنے والا اور کون ہے۔ اور اگر وہ کسی کو راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل و کرم کو ہٹانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے نواز دے۔ وہ بہت مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

لَا اَعْبُدُ	میں عبادت نہ کروں گا
یَتَوَفّٰی	وہ موت دیتا ہے
اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے
اَنْ اَكُوْنَ	یہ کہ میں ہو جاؤں
اَقِمْ	قائم کیجئے
وَجْهَكَ	اپنا چہرہ
حَنِیْفٌ	یکسو۔ سب سے کٹ کر محض اللہ کی عبادت کرنے والا
لَا تَدْعُ	تو نہ پکار
اِنْ یَّمْسَسْكَ	اگر تجھے پہنچائے
بِضُرٍّ	کوئی نقصان
كَاشِفٌ	کھولنے والا
یُرِدْكَ	تجھے چاہے
بِخَیْرٍ	بھلائی
رَادٌّ	لوٹانے والا، ٹالنے والا
یُصِیْبُ	وہ پہنچاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۷

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ اگر وہ ان کو گننا چاہے تو شمار نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم اور روح کی تسکین کے لئے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا ذکر سورۂ رحمٰن میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے اکتیس مرتبہ اس جملے کو دھرایا گیا ہے کہ تم اے جن وانس اس کی کس کس نعمت کا انکار کروگے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب سے بڑی نعمت قرآن کریم اور پھر حسن بیان عطا فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس بات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، اونچے اونچے پہاڑ، خوبصورت دریا اور ان کے سنگم درخت ان کے پھل، سمندروں کے موتی یہ سب کچھ جنات اور انسانوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ زمین وآسمان، چاند، سورج اور ستارے اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔ دنیا کی گھڑیاں غلط ہوسکتی ہیں لیکن اللہ نے چاند، سورج اور ستاروں کی جو رفتار مقرر کردی ہے اس میں ایک لمحہ کا بھی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ یہ تمام چیزیں اپنے وجود میں اس قدر بے بس اور مجبور ہیں کہ یہ کسی کا نہ کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نفع پہنچا سکتی ہیں۔ انسان کی کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ ان بے بس اور عاجز مخلوقات کو اپنا معبود بنا کر ان سے توقع رکھتا ہے پتھروں کے بے جان بت جو اپنے وجود میں بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ کسی کو کیا دے سکتے ہیں اور کیا چھین سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت ابراہیم کی طرح بت خانہ میں گھس کر سارے بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے تو وہ اپنے وجود کو بچا نہیں سکتے۔ ان کو معبود بنانا درحقیقت شرف انسانیت کی سب سے بڑی توہین ہے۔ اور ایک جاہلانہ فعل ہے لیکن جو اپنے خیالات کے پوجنے والے ہوتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ساری دنیا ان کی طرح بے جان بتوں کو اپنا حاجت روا بنالے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے صاف اعلان کرادیا ہے کہ ”اے لوگو اگر تمہیں اس دین میں شک وشبہ ہے جو میں لے کر آیا ہوں تو یہ تمہارا اپنا فعل اور خیال ہے مجھ سے یا میرے ماننے والوں سے تم کبھی اس بات کو توقع مت کرنا کہ ہم ان کی عبادت وبندگی کریں گے جن کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے تو میرے اس اللہ نے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا اختیار ہے یہ حکم دیا ہے کہ میں اللہ کے ان بندوں میں رہوں جو ایک اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ مجھے اللہ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ میں اپنی ذات کو ہمیشہ اس دین حنیف کی طرف جھکائے رکھوں جو اللہ نے عطا فرمایا ہے اور کبھی شرک کے قریب بھی نہ جاؤں۔ کیونکہ وہ جن کے ہاتھ میں نہ کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار ہے اور نہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت آجائے تو وہ اس کو دور کرنے سے عاجز ہیں ان کے سامنے جھکنے اور ان کی عبادت وبندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تو وہ صاحب اختیار ہستی ہے کہ اگر کسی کو بھلائی عطا فرمانا چاہے تو کوئی بھی اتنی طاقت وقوت نہیں رکھتا کہ اس کو اس بھلائی کے دینے سے روک دے۔ وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور

رحم کرنے والا ہے اور اپنی قدرت سے جو کچھ کرنا چاہے وہ کرتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے بے بس اور مجبور نہیں ہے۔“

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا
يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝١٠٨ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ
وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝١٠٩

ع ١٦ / ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۰۹

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا۔ جو شخص راہ ہدایت پر آئے گا تو سیدھے راستے پر ایمان لانا اس کو نفع دے گا اور جو گمراہی کو اختیار کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔ اور میں تمہارے اوپر مسلط نہیں کیا گیا ہوں۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس کی اتباع کیجئے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۰۹

اِهْتَدٰى	جس نے ہدایت حاصل کی
ضَلَّ	بھٹک گیا
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا
اِتَّبِعْ	اتباع کیجیے۔ پیچھے چلئے
يُوْحٰى	وحی کی گئی ہے

یَحْکُمُ	وہ فیصلہ کرے گا
خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ	بہترین فیصلہ کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۸ تا ۱۰۹

سورۂ یونس میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر، حق اور باطل کی تمام حقیقتوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ ایک طرف فرعون، اس کے تکبر اور برے انجام کو بیان فرمایا ہے دوسری طرف حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کے واقعات کو مختصر انداز میں بیان کر کے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ انسان کے لئے نجات کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیمات پر پوری طرح عمل کرے، اس راستے کے علاوہ نجات کی کوئی اور شکل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج کر ایک مرتبہ پھر حق کی راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی ہدایت کے لئے مقرر فرمادیا ہے۔ اب اگر کوئی بھی شخص گمراہی یا گمراہوں کا راستہ اختیار کرے گا تو اس کا انجام فرعون، ہامان اور شداد سے مختلف نہ ہوگا لیکن جس نے نبی مکرم ﷺ کی اطاعت و محبت کا حق ادا کر کے ان کے راستے کو منتخب کر لیا تو دنیا اور آخرت میں اس کی کامیابی یقینی ہے۔ جس کے لئے نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی زندگیاں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں جنہوں نے نبی مکرم ﷺ کے ہر طریقے اور سنت سے اتنا پیار کیا کہ وہ کائنات کی عظمت کے نشان بن گئے لیکن وہ لوگ جنہوں نے آپ کے طریقہ زندگی سے منہ پھیرا وہ اس بری طرح ناکام ہوئے کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں ہے وہ تاریخ انسانی کے بدنما داغ بن گئے۔

صحابہ کرامؓ کو تو یہ عظمت حاصل ہے کہ اگر کوئی ان کی اولاد ہے تو وہ ان کی نسبت پر بھی فخر کرتی ہے لیکن وہ کتنے بدقسمت لوگ ہیں جن کی اولادیں بھی ایسے لوگوں کی طرف اپنی نسبت کو توہین سمجھتی ہیں۔

سورۂ یونس کی ان دو آیتوں میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اس بات کا اعلان فرمادیجئے کہ حق و صداقت کا ہر راستہ واضح ہو کر تمہارے سامنے آچکا ہے۔ جو شخص راہ ہدایت پر چلے گا اس کا فائدہ وہ حاصل کر سکے گا لیکن جو گمراہی کے راستے پر چل پڑا ہے وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ میں اس کے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ میں نے ہر سچی بات ہر انسان تک پہنچادی ہے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے واسطے سے قیامت تک آنے والے ہر شخص سے فرمادیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے بھلے

برے کا خود ذمہ دار ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ دیکھے بغیر کہ کون وحی کی پیروی کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا ہے آپ وحی الٰہی کی پیروی کیجئے۔ لوگوں کی باتوں پر صبر و تحمل کا مظاہر کیجئے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ اور حکم آ جائے۔ یقیناً وہ اللہ ایک دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا کیونکہ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ ہم سب کو نبی کریم ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر پوری طرح سے عمل کرنے، اطاعت و فرماں برداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کامیاب و بامراد ہوئے اللہ ہمیں بھی دین و دنیا میں کامیاب فرما کر ہماری نجات فرمادے۔ آمین ثم آمین

الحمدللہ سورہ یونس کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئی اللہ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۱ تا ۱۲

• یعتذرون • ومامن دآبۃ

سورۃ نمبر ۱۱

ھُوْد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ ھود

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	11
رکوع	10
آیات	123
الفاظ وکلمات	1936
حروف	7926
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ سورۂ ھود میں سات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات، واقعات اور ان کی امتوں کی سرکشی ونافرمانی اور ان پر سخت ترین عذاب اور سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

☆ جب نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک میں چند سفید بال آگئے تو ایک دن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا سورۂ ھود اور اس جیسی چند سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ بعض روایات میں سورۂ ھود کے ساتھ سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نبا اور سورۂ تکویر کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

سورۂ ھود میں سات انبیاء کرامؑ کے حالات واقعات اور ان کی امت کی نافرمانی وسرکشی کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ھودؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت موسیٰؑ۔

☆ اس سورت میں چند باتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ (۱) قرآن کریم ایک معجزہ ہے۔ (۲) توحید ورسالت پر ایمان لا کر دونوں جہانوں کی بھلائی حاصل کی جائے۔ (۳) اللہ کی شان رزاقیت کیا ہے۔ (۴) زمین وآسمان اور عرش الٰہی کی پیدائش کا حال۔ (۵) انسان کی جلد بازی اور ناشکری۔ (۶) کفار کی طرف سے آپ کی دل شکنی اور اللہ کی طرف سے تسلی۔ (۷) قرآن کریم کا دنیا بھر کے لیے چیلنج۔ (۸) دنیا کے طلب گار، آخرت سے بے زار اور دوسری طرف اہل ایمان کی فکر آخرت اور ان کی فضیلت اور دونوں کا انجام۔ (۹) مسلمانوں کو اپنے کام میں لگنے اور کفار سے کنارہ کشی کا حکم۔ (۱۰) اللہ ہی عالم الغیب ہے وہ ہر انسان کی ہر کیفیت اور ضرورت کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ (۱۱) فرمایا گیا کہ وہ کفار اگر دین اسلام کی سچائیوں کو مانتے ہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتے تو ان کو دنیا میں ذلت اور آخرت کی ناکامی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

قوم عاد:

☆ قوم عاد سرزمین عرب کی طاقت ور ترقی یافتہ اور مال ودولت اور خوش حالی کے لحاظ سے زبردست اور مضبوط قوم تھی لیکن اللہ کی نافرمانیوں، سرکشیوں اور بت پرستیوں نے اس قوم کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اس قوم کی اصلاح کے لیے حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ انہوں نے نہایت خیر خواہی سے اس قوم کو سمجھایا لیکن جسمانی طاقت وقوت، مملکت کی ہیبت

وجلال، مال و دولت کی کثرت نے ان کو اتنا مغرور و متکبر بنادیا تھا کہ وہ کہتے کہ ہم سے طاقت ور کوئی ہے تو بتاؤ لیکن جب اللہ کا فیصلہ آیا تو وہ پوری قوم مٹی کا ڈھیر بن کر رہ گئی۔ ان کی طاقت و قوت، مال و دولت اور اونچی عمارتیں ان کے کام نہ آ سکیں۔

قوم عاد کی بت پرستی:

☆ قوم عاد قوم نوح کی طرح وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو اپنا معبود مانتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بت کا نام صمود تھا اور ایک کا نام ہتیار تھا (البدایہ والنھایہ جلد ۱)

اور فیصلہ آ گیا:

آخر کار اس بدنصیب قوم پر عذاب مسلط کر دیا گیا۔ ایک ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلسل تیز و تند ہواؤں کے ایسے زبردست طوفان آئے جس نے ان کو، ان کی آبادیوں کو، ان کی طاقت و قوت کے گھمنڈ کو، غرور و تکبر کو اور مضبوط جسم و جان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس قوم کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا کہ ان کا مٹنا بھی ایک ضرب المثل بن گیا۔

سورۂ ھود قرآن کریم کی گیارہویں سورت ہے اس میں کفار و مشرکین اور ان کے مددگاروں کے لیے یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو حضرت محمد ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے تو فرمایا کہ وہ خود اور ساری دنیا کی مدد لے کر اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آئیں۔ جب اس چیلنج کا جواب نہیں دیا گیا تو فرمایا کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ۔ قرآن کریم کا یہ چیلنج آج بھی ہے مگر نہ پہلے جواب دیا گیا نہ آج اس کا جواب دینے کی ہمت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ایک معجزہ ہے۔

☆ قرآن میں حضرت ھودؑ کا سات جگہ ذکر آیا ہے۔
☆ قرآن میں قوم عاد کا نو مرتبہ ذکر آیا ہے۔
☆ قوم عاد کا زمانہ دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔
☆ قوم عاد کا مرکزی مقام احقاف تھا۔
☆ قوم عاد یمن کا دار الحکومت تھا۔
☆ قوم عاد بت پرست اور بت ساز تھی۔

سورۃ ھود

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا
تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِىۡ لَـكُمۡ مِّنۡهُ نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ ۙ‏ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا
رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَيۡهِ يُمَتِّعۡكُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ
يُؤۡتِ كُلَّ ذِىۡ فَضۡلٍ فَضۡلَهٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ
عَذَابَ يَوۡمٍ كَبِيۡرٍ‏ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ‏ ﴿۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۴

الف-لام-را (حروف مقطعات)

(یہ قرآن وہ) کتاب ہے جس کی آیتوں کو محکم (مفصل) کر کے ایک حکمت اور خبر رکھنے والے کی طرف سے صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے) تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ بے شک میں اس کی طرف سے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تمہیں ایک مقرر اور متعین مدت تک بہترین سامان زندگی عطا کرے گا اور وہ زیادہ بہتر عمل کرنے والوں کو بہت ثواب عطا کرے گا۔ اگر تم پلٹ گئے تو مجھے تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اللہ ہی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اُحْكِمَتْ	مضبوط کی گئی ہے
فُصِّلَتْ	کھول کھول کر بیان کی گئی
اَلَّا تَعْبُدُوْا	یہ کہ تم عبادت نہ کرو گے
نَذِيْرٌ	برے انجام سے ڈرانے والا
بَشِيْرٌ	اچھے اعمال پر خوش خبری دینے والا
اِسْتَغْفِرُوْا	تم گناہوں کی معافی مانگو
تُوْبُوْا	تم توبہ کرو، توجہ کرو
يُمَتِّعُ	وہ سامان (زندگی) دے گا
مُسَمًّى	مقرر، متعین
يُؤْتِ	وہ دے گا
ذِىْ فَضْلٍ	فضل والا، زیادہ کام کرنے والا
اَخَافُ	میں ڈرتا ہوں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

سورۂ ھود کی ان چار آیات میں سمندر کو کوزے میں سمیٹ دیا گیا ہے۔ ان آیات کی مختصر تشریح ملاحظہ کر لیجئے۔

۱) الٓر

اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ یعنی جن حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ رب العزت ہی کو ہے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معانی اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بتا دیئے ہوں۔ لیکن آپ ﷺ نے

ان کے معانی نہیں بتائے۔صحابہ کرامؓ نے بھی ان حروف کے معانی نہیں پوچھے لہٰذا اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان کے معنی اور مراد کیا ہیں۔

اس سے پہلے سورہ بقرہ وغیرہ میں تفصیل سے بتادیا گیا ہے۔ان معلومات کو ذہن میں تازہ کرنے کے لئے اتنا سمجھ لیجئے کہ حروف مقطعات قرآن کریم کی انتیس سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں۔کہیں یہ حروف ایک حرف ہیں کہیں دو تین، چار اور پانچ کا مجموعہ ہیں۔بہر حال پانچ حروف سے زیادہ کا مجموعہ نہیں ہے۔

۲) کتاب احکمت ایتہ

یعنی ان قرآنی آیات کو اللہ تعالیٰ نے نہایت مستحکم، مضبوط جچی تلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا ہے۔دنیا کے حالات کسی بھی رخ پر جائیں۔کوئی بھی کروٹ لیں کائنات میں کتنی ہی بڑی سے بڑی تبدیلی آجائے۔علم وتحقیق میں جتنی بھی ترقی ہو جائے لیکن قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصولوں اور حقائق میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ ہمارا دور کمپیوٹر اور سائنسی ترقی کا دور ہے۔ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کمپیوٹر اور سائنس جتنی بھی ترقی کی منزلیں طے کر رہے ہیں وہ ہر دن اسلام کے اصولوں کی سچائی کو کھولتے چلے جارہے ہیں۔ہمیں ان سائنسی ترقیات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی فکر تو ان مذہبوں کو ہونی چاہئے جن کی بنیاد مستحکم اور مضبوط سچائیوں پر نہیں ہے لیکن جس قرآن کریم کی بنیاد ان مستحکم بنیادوں پر ہے جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں تو انسان کے علم وتحقیق کو جوان ہونے دیجئے پھر دنیا کی ہر قوم قرآن کی سچائیوں کو ماننے پر مجبور ہو جائے گی۔

۳) ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

ترجمہ: پھر ان آیات کو ایک حکمت اور خبر رکھنے والی ذات نے صاف صاف اور کھول کر بیان کر دیا ہے۔

قرآن کریم کی ہزاروں خصوصیات میں سے ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی آیات اس قدر واضح اور کھلی ہوئی ہیں کہ جن میں گہرائی کے باوجود کوئی منطقی اور فلسفیانہ انداز نہیں ہے بلکہ اس قدر سادہ اور صاف صاف باتیں بتائی گئی ہیں جن کو ہر شخص نہایت آسانی اور سہولت سے سمجھ سکتا ہے۔اور اس کو ان آیات پر عمل کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ایک تو واضح اور کھلی ہوئی آیات ہیں اور پھر اس ذات کی طرف سے ان آیات کو نازل کیا گیا ہے جس کی نگاہ سے کائنات کا کوئی ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔وہی ذات ہر طرح کی حکمت ومصلحت سے بخوبی واقف ہے۔

٤) الا تعبدوا الا اللہ

ترجمہ: تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت وبندگی نہ کرو۔

اس حکیم وخبیر ذات کا پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ ہی سب کا پروردگار ہے وہی خالق و مالک ہے اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کی جائے، کیونکہ انسان جب اس در سے اپنی پیشانی کو ہٹا کر کسی بھی غیر اللہ کے در پر اپنی ''جبین نیاز'' کو جھکاتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔ وہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے لہٰذا انسان کی عزت وعظمت کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ سوائے اللہ کے کسی کے سامنے سر نیاز کو نہ جھکائے ورنہ اس کو ہر در پر اپنی پیشانی جھکانی پڑے گی۔ کسی شاعر نے اچھی بات کہی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

تمام انبیاء کرامؑ صرف اسی پیغام کو لے کر آئے ہیں کہ انسان کی تباہی اس دن سے شروع ہو جاتی ہے جب وہ اللہ کی ذات صفات میں شرک کرتے ہوئے اپنی پیشانی کو دوسروں کے سامنے جھکاتا ہے۔ قرآن کریم میں تمام انبیاء کرامؑ کی زبان سے یہی کہلوایا گیا ہے کہ اے لوگو! تم ایک اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یہ بات بھی اپنی اپنی قوم کو بتادی تھی کہ اگر تم اللہ کے ساتھ شرک وکفر سے باز نہ آئے تو اللہ تمہاری بستیوں کو اور تمہاری ترقیات کو تہس نہس کر دے گا کیونکہ وہ ہر گناہ کو معاف کر دیتا ہے لیکن شرک بہت بڑا گناہ ہے یہ وہ ظلم عظیم ہے جس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرتا۔ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی یہی پیغام دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر وشرک کے ہر انداز سے توبہ کر کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کی وہی کامیاب و بامراد ہوئے۔ دنیا بھی ان کو ملی اور آخرت بھی ان کا مقدر بن گئی لیکن جنہوں نے کفر وشرک کو اپنا دین وایمان بنالیا اللہ تعالیٰ نے ان سے سب کچھ چھین کر دنیا اور آخرت کی بربادی ان کے لئے مقرر فرمادی۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت سارے عرب میں غیر اللہ کی عبادت و بندگی کا یہ حال تھا کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ پتھروں کے بے جان بت رکھے ہوئے تھے جو ان کی مختلف تمناؤں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ اے مکہ کے لوگو! اللہ کے گھر میں غیر اللہ کے بت۔ یہ کیا تماشا ہے۔ اس کو بیت اللہ بھی کہتے ہو اور غیروں سے مانگتے ہو۔ ان کا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہی سب کچھ ہے لیکن جب تک یہ بت اس کی بارگاہ میں ہماری سفارش نہ کردیں اس وقت تک اللہ ہماری بات نہیں سن سکتا۔ ان کا یہ بھی جواب ہوتا تھا کہ ہم ہی کیا ہمارے باپ دادے یہی کرتے آئے ہیں جن بارگاہوں اور آستانوں سے ہمارے باپ دادا سب کچھ حاصل کرتے رہے ہیں وہی ہمارے حاجت روا ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے بتایا کہ یہ تمہاری سب سے بڑی بھول ہے۔ اگر تم ان سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ تمہارا انجام

بھی وہی کرے گا جو تم سے پہلی قوموں کا کر چکا ہے۔ بہر حال سعادت مند روحیں آپ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ان لوگوں نے اللہ سے معافی مانگی اور وہ صحابیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہو گئے وہ ایسی عظمتوں کے پیکر بن گئے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی عظمت پر ناز کرتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہیں کیا انہوں نے اپنی دنیا بھی خراب کر لی اور آخرت بھی۔

۵) اننی لکم منہ نذیر وبشیر

ترجمہ: بے شک میں تو اس کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آیت کے اس ٹکڑے میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سب سے یہ کہہ دیجئے کہ میں تو اس اللہ کی طرف سے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں جو اس ساری کائنات کا مالک ہے۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں تمہیں یہ بات بتا دوں کہ اگر تم نے اللہ کو ایک نہ مانا اور اس کی عبادت و بندگی سے منہ موڑا تو تمہارے ان اعمال کا اثر یہ ہوگا کہ تمہاری دنیا اور آخرت سب کچھ برباد ہو کر رہ جائے گی۔ اور اگر تم نے اللہ کی عبادت و بندگی اختیار کر لی اور ہر طرح کے کفر و شرک سے توبہ کر لی تو دنیا بھی تمہاری ہے اور آخرت کا عیش و آرام بھی تمہیں دیا جائے گا۔

٦) وان استغفرو اربکم

ترجمہ: تم اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگ لو۔

درحقیقت انسان کی کامیابی اس دن شروع ہو جاتی ہے جس دن اس کے اندر یہ احساس زندہ ہو جاتا ہے کہ وہ گناہوں کی جس دلدل میں پھنسا ہوا ہے وہ اس کو تباہ و برباد کر دے گی۔ اس احساس کے ساتھ جب وہ اپنے پروردگار سے استغفار کرتا ہے۔ اپنے گناہوں سے معافی مانگتا ہے اور یہ طے کر لیتا ہے کہ میں اب ان گناہوں میں ملوث نہ ہوں گا تو اس سچی توبہ اور استغفار کے نتیجے میں اس کی دونوں جہانوں کی کامیابی شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کا احساس ندامت بہت پسند ہے۔ جب وہ اس طرف قدم بڑھاتا ہے تو اللہ اس کو اپنی رحمت کے دامن میں پناہ عطا فرما دیتا ہے۔

۷) ثم توبوا الیہ

ترجمہ: پھر تم اسی کی طرف متوجہ رہو۔ جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

توبہ کے معنی ہیں پلٹ جانا یعنی جب انسان اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر پوری طرح اللہ کا ہو رہتا ہے تو پھر وہ اللہ کی تمام رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی انسان اللہ سے توبہ کرتا ہے اسی کے سامنے جھکا رہتا ہے تو اللہ اس کے گناہوں کو

اس طرح معاف فرمادیتا ہے جیسے یہ آج ہی ''ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ واستغفار کی توفیق عطافرمائے''۔آمین

۸) یمتعکم متاعاً حسنا الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ

ترجمہ: پھر وہ تمہیں ایک مقرر اور معین مدت تک بہترین سامان زندگی اور اس پر اپنا مزید فضل وکرم عطا فرمائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک انسان اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مانگتا ہے تو پھر دنیا کی طلب اس کا مقصد نہیں ہوتی بلکہ آخرت کی کامیابی پیش نظر ہوتی ہے۔لیکن اللہ کا نظام یہ ہے کہ وہ آخرت کے ساتھ ساتھ اس کی دنیا کو بھی اچھا کر دیتا ہے۔اور یہ اس کا فضل وکرم ہے کہ وہ سکون قلب کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔اگر وہ ایک طرف قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت کو ان کے پاؤں کی دھول بنا دیتا ہے تو دوسری طرف ان کو ایسے اطمینان قلب کی دولت عطا کر دیتا ہے جو ان کو دنیا کے ہزاروں غموں سے اور لالچوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔اگر کسی شخص کے پاس دولت کی کثرت ہو لیکن نہ تو اس کو سکون قلب ہو نہ بیوی بچوں کی خوشیاں نصیب ہوں تو وہ دولت کے ڈھیر اس کے کس کام کے۔انسان ساری زندگی سکون حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے اور وہی اس کو حاصل نہیں ہوتا تو پھر اس دولت سے تو وہ غربت اچھی جس میں کم از کم ذہنی فکری اور قلبی سکون تو نصیب ہوتا ہے۔قرآن کریم میں بالکل وضاحت سے فرمادیا گیا ہے کہ سکون قلب صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد میں ہے اور کسی چیز میں سکون نہیں ہے۔

۹) وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر

ترجمہ:اور اگر تم پلٹ گئے تو مجھے تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ وخوف ہے۔

یعنی اگر تم پھر اسی روشن زندگی پر پلٹ گئے تو پھر قیامت کے دن اس عذاب سے بچنا ناممکن ہوگا جو ایک بہت بڑا عذاب ثابت ہوگا۔

۱۰) الی اللہ مرجعکم. وھو علی کل شئی قدیر

ترجمہ:اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے وہی ہر چیز ہر قدرت رکھنے والا ہے۔

یعنی انسان کی دارین کی کامیابی صرف اللہ کی طرف لوٹنے میں ہے۔وہی ہر چیز پر پوری پوری قدرت کاملہ رکھتا ہے۔انسان کی کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ اپنے اس رحیم وکریم اللہ کی طرف پلٹ جائے جو اس کا خالق ومالک ہے اور ہر نعمت دینے پر مکمل قدرت وطاقت رکھتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ۵

وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۶

سنو! کہ بے شک یہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپ سکیں۔ سنو! جس وقت یہ لوگ اپنے کپڑے سمیٹتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ یہ چپکے چپکے اور اعلانیہ باتیں کرتے ہیں۔ بے شک وہ تو دلوں کے اندر کی بات کو جانتا ہے۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ کے اوپر نہ ہو۔ وہ ہر شخص کے رہنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ سے واقف ہے۔ سب کچھ ایک کھلی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۶

يَثْنُوْنَ	وہ دہرا کرتے ہیں
صُدُوْرٌ	(صَدرٌ) سینے
لِيَسْتَخْفُوْ	تا کہ وہ چھپا سکیں
يَسْتَغْشُوْنَ	وہ پہنتے ہیں
ثِيَابٌ	(ثَوبٌ) کپڑے
يُسِرُّوْنَ	وہ چھپاتے ہیں
يُعْلِنُوْنَ	وہ ظاہر کرتے ہیں

دَآبَّةٌ	زمین پر رینگنے چلنے والا جان دار
مُسْتَقَرٌّ	ٹھکانا
مُسْتَوْدَعٌ	سپرد کئے جانے کی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۶

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جس کائنات کو پیدا کیا ہے وہ اس کے ذرے ذرے کا علم رکھتا ہے اس کی نظروں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کو مخلوقات کی حیثیت کا بھی علم ہے اور ان کی ضروریات سے بھی وہ بے خبر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ انسانوں کے دلوں میں جن جذبات خیالات اور آرزوؤں کی پرورش ہوتی ہے وہ ان سے بھی واقف ہے اور زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں، ہواؤں میں اڑنے والے پرندوں جنگلوں میں بسنے والے درندوں اور خوردبین سے نظر آنے والی مخلوق سے نہ صرف باخبر ہے بلکہ ان کو رزق پہنچانا، ان کی پرورش کرنا اور ان کو ٹھکانا دینا اللہ کے ذمہ ہے۔ جو اللہ ہر مخلوق تک رزق پہنچاتا ہے اس کو ان کی ضروریات کا پوری طرح اندازہ ہے۔ اگر رزق پہنچانے والے کو یہی نہ معلوم ہو کہ کس مخلوق کی کیا ضرورت ہے تو وہ انہیں ان کا رزق کیسے پہنچا سکتا ہے یقیناً اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے اور اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

بعض مفسرین نے ان آیات کے پس منظر میں یہ لکھا ہے کہ کچھ مشرکین اور منافقین جن کا کام ہی نبی کریم ﷺ سے دشمنی اور حسد رکھنا تھا وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب ہم اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے ان پر کپڑے لٹکا لیتے ہیں یا اپنے آپ کو فریب کے خول میں بند کر لیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے خلاف مشورے اور سازشیں کرتے ہیں تو ان باتوں کا کسی کو کیا علم ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب عنایت فرمایا ہے کہ یہ منافقین، کفار اور مشرکین اپنے ان دلی جذبات پر کتنے بھی پردے کیوں نہ لٹکا لیں۔ اپنی شخصیت پر کتنے بھی خول کیوں نہ چڑھا لیں اس اللہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے جس کو انسان کے دلی خیالات اور پرورش پانے والے جذبات تک کا علم ہے۔ وہ اچھی طرح واقف ہے کہ دین اسلام کے خلاف کون کہاں اور کیا سازشیں کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''کتاب مبین'' لوح محفوظ میں یہ لکھ دیا ہے کہ کس مخلوق کو کتنی مہلت عمل دی جائے گی۔ اگر یہ لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کی منافقتوں کا بہت جلد فیصلہ ہو جاتا اللہ کو پوری قدرت ہے کہ وہ آج بھی جس طرح چاہے فیصلہ کر دے وہ مجبور نہیں ہے لیکن یہ اللہ کا حلم اور برداشت ہے کہ وہ ان کو فوراً ہی نہیں پکڑتا بلکہ ان کو ایک مدت تک ڈھیل دیئے چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر بسنے والی ہر مخلوق کا رزق اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اس نے کائنات میں ایسے اسباب پیدا کئے ہیں جن سے ہر مخلوق کو اس کا رزق اور عارضی یا مستقل ٹھکانا مل جاتا ہے وہ اللہ مخلوق کی ہر ضرورت سے اچھی طرح واقف ہے اور اس کا علم کائنات پر محیط ہے۔

وما من دابة في الارض الا على الله رزقها ۔ میں اللہ نے اسی کی وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ کو معلوم ہے کہ کونسی مخلوق کہاں ہے اس کو رزق پہنچانا اللہ کا کام ہے وہ رات کو کسی کو بھوکا نہیں سلاتا۔ اس آیت کی تشریح تو واضح ہے لیکن امام قرطبی نے اپنے قبیلہ اشعر کے کچھ حضرات کا واقعہ لکھا ہے کہ اگر اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ رزق کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے۔ وہ جنگل میں بھی کسی کو بھوکا نہیں رکھتا اور غیب سے ان کو رزق عطا کرتا ہے تو سارے کام درست ہو جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ اشعری کے چند حضرات جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو جو کچھ کھانے پینے کا سامان تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کوئی انتظام فرمادیں۔ یہ صاحب جب نبی کریم ﷺ کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس آیت ومامن دابۃ کو سنا۔ ان صاحب نے اس آیت کو سن کر سوچا کہ جب سب جان داروں کے رزق کا ذمہ اللہ نے لے رکھا ہے تو ہم اشعری لوگ اللہ کے نزدیک ان جانوروں سے گئے گذرے تو نہیں ہیں۔ وہ ہمیں رزق ضرور دے گا۔ یہ خیال کر کے وہ واپس ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو اپنے حال کی خبر نہ کی۔ واپس جا کر انہوں اپنے ساتھیوں حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت ابو مالک اشعریؓ سے کہا کہ خوش ہو جاؤ تمہارے لئے اللہ کی مدد آ رہی ہے۔ اشعری لوگوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انتظام ہو رہا ہے۔ وہ اس تصور کے ساتھ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر نہیں گذری تھی دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑے سے برتن میں گوشت اور روٹی لئے چلے آ رہے ہیں۔ لانے والوں نے یہ کھانا ان لوگوں کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ ان سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر بھی کچھ کھانا بچ گیا۔ انہوں نے مناسب سمجھا کہ جو کچھ کھانا بچ گیا ہے وہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں واپس بھیج دیں تا کہ آپ اپنی ضرورت میں صرف فرمالیں۔ اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد یہ حضرات نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت عمدہ اور لذیذ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہیں کھانا نہیں بھیجا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے فلاں آدمی کو آپ کی خدمت بھیجا تھا۔ اس نے واپس آ کر یہ جواب دیا جس سے ہم یہ سمجھے کہ کھانا آپ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھانا میں نے نہیں بلکہ اس ذات اقدس نے بھیجا ہے جس نے ہر جان دار کا رزق اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ یہ اور اس طرح کے واقعات اللہ کی طرف سے ہیں تا کہ ہر شخص کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ رزق پہنچانے میں دنیا کے ذرائع اور اسباب کا محتاج نہیں ہے وہ چاہے تو ہر طرح رزق پہنچا دیتا ہے کسی کو بھوکا نہیں رکھتا۔ مگر اللہ کا قانون اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ بغیر محنت کئے وہ گھر بیٹھے کسی کو رزق نہیں پہنچاتا، پرندے اور درندے بھی سارا دن محنت کر کے اپنا رزق حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں تب ان کا پیٹ بھرتا ہے۔ ایک پرندہ بھی جانتا ہے کہ جب میں دن بھر محنت کروں گا تب ہی میرا پیٹ بھرے گا۔ یہ میں نے اس لئے عرض کر دیا کہ کہیں یہ تاثر نہ پیدا ہو جائے کہ محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے گھر بیٹھے سب کچھ مل جائے گا بے شک یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ رزق بغیر اسباب کے بھی عطا فرمادے لیکن اس کا قانون کائنات یہی ہے کہ "انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ جدوجہد کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ
عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ
اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ
هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ ٧ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى اُمَّةٍ
مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا
عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ٨ ع ١/٨

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۸

وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں زیادہ بہتر عمل کرنے والا کون ہے۔ اور اگر آپ ان سے کہتے ہیں کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے تو وہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور اگر ہم کچھ دنوں تک ان سے عذاب کو ٹال دیتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو آخر کس نے روک رکھا ہے؟

یاد رکھو! جس دن وہ عذاب ان پر آئے گا تو پھر کسی کے منہ پھیرنے سے ٹل نہ سکے گا۔ اور جس عذاب کا یہ مذاق اڑا رہے تھے وہ ان پر مسلط کر دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۸

عَرْشٌ	تخت
لِيَبْلُوَ	تاکہ وہ آزمائے
اَيُّكُمْ	تم میں سے کون؟
مَبْعُوْثُوْنَ	اٹھائے جانے والے
اُمَّةٌ مَّعْدُوْدَةٌ	کچھ مدت

مَا يَحْبِسُه' اس کو کس چیز نے روک لیا

حَاقَ گھیرلے گا (گھیرلیا)

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۸

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ اور وقت بھی گذرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز ہی نہ تھا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم مردے تھے یعنی تمہارے اندر زندگی کا کوئی وجود نہ تھا پھر اس نے تمہیں زندگی دی۔ پھر وہ تمہیں موت دے گا اس کے بعد پھر تمہیں زندہ کر کے پھر اپنی طرف لوٹا لے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا وجود ہی نہ تھا بعد میں اللہ نے اسے زندگی عطا فرمائی۔ اسی طرح زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، چرند پرند اور درند کچھ بھی نہ تھا صرف اللہ کی ذات تھی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جابرؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے جابرؓ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی ﷺ کے نور کو اپنے فیض سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور، قدرت الٰہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، جہنم، فرشتے، زمین اور آسمان کچھ بھی نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب اپنی مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو اس کے چار حصے کئے۔

۱) ایک حصے سے قلم پیدا کیا۔

۲) دوسرے سے لوح کو پیدا کیا۔

۳) تیسرے سے عرش کو۔

٤) چوتھے حصے سے اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ اس کے بعد اس نے نظام کائنات کو درست کیا۔ اس میں ایک تو یہود و نصاریٰ کے اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے جس میں انہوں نے اس عقیدے کو گھڑ رکھا تھا کہ اللہ نے چھ دن تک اس دنیا کی تعمیر فرمائی اور پھر نعوذ باللہ ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے چھ دن میں زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ پھر اس نے آرام نہیں کیا کیونکہ چھ دن کام کرنے کے بعد تو اس کو آرام کی ضرورت ہوتی ہے جو تھک جاتا ہے۔ جب کہ اللہ نے فرمایا کہ ''وہ اللہ جس نے عرش و کرسی اور زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ اس کی حفاظت سے نہیں تھکتا''۔

چھ دن سے مراد دنیا کے چھ دن ہیں یا آخرت کے چھ دن اس کے بارے میں بعض مفسرین کا تو وہی خیال ہے جو اوپر

عرض کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن کا ذکر یہود و نصاریٰ کے غلط عقیدے کی تردید میں ارشاد فرمایا ہے بعض مفسرین نے چھ دن سے مراد آخرت کے چھ دن لئے ہیں جہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ ویسے تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس حساب سے گویا اس دنیا کو چھ ہزار سال میں تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔

قرآن کریم اور بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی کو پیدا فرمایا اور جس طرح اب عرش الٰہی ساتویں آسمان پر ہے پہلے پانی پر تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی دی ہے'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے چیزوں میں پانی کو پہلے پیدا کیا جو آئندہ تمام اشیاء کا مادہ حیات'' بننے والا تھا۔

یہ تو کائنات اور اس کی مخلوقات کا ذکر تھا کہ اللہ نے کس طرح ان تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ لیکن قرآن کریم ان تمام باتوں کے ساتھ اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان ساری زندگی اسی میں نہ لگا رہے کہ فلاں چیز کب اور کیسے پیدا ہوئی بلکہ غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ ان سب چیزوں کے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے؟ کیوں اس نظام کائنات کو سجایا گیا ہے، زیر مطالعہ آیات میں اسی بات پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و طاقت سے ان چیزوں کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ اس کا امتحان لے کر اس کو جنت یا جہنم کا مستحق قرار دیا جاسکے۔ اس کا امتحان لیا جائے گا کہ وہ انسان اس کائنات کی چیزوں میں غور و فکر کر کے اللہ کی ذات تک پہنچتا ہے یا ان ہی چیزوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے اور اپنی آخرت کی حقیقی زندگی کو برباد کر لیتا ہے۔ یقیناً وہی لوگ اس امتحان میں پورے اتریں گے جو ''حسن عمل'' کو اختیار کرنے والے ہیں اور اس بات پر یقین رکھنے والے ہیں کہ ایک دن اس دنیا کو ختم کر کے ایک اور جہان تعمیر کیا جائے گا جس میں ہر چیز کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ فرمایا گیا جب نبی کریم ﷺ ان کفار کو یہ بات سمجھاتے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ جب تم سب انسانوں کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا تو وہ کہتے کہ جس طرح جادو ایک غلط چیز ہے نعوذ باللہ آپ کا یہ ارشاد بھی جادو کی طرح بے حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی ان باتوں پر اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے سکتا تھا لیکن اس کو ایک مقرر مدت تک روکا ہوا ہے۔ ان کی یہ بکواس کہ آخر وہ عذاب کیوں نہیں آتا جس کے لئے کہا گیا ہے تو فرمایا کہ جب وہ عذاب آئے گا تب کوئی اس سے بچ نہ سکے گا اور اس دن ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ جس حقیقت کو مذاق میں اڑا رہے تھے ایک سچائی بن کر سامنے آئے گی اور اس عذاب سے کفار اپنا دامن نہ بچا سکیں گے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝٩

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ
السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۙ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

اور البتہ اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزا چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ مایوس ہو کر نا شکری کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اس کو تکلیفوں کے بعد نعمت کا مزا چکھا دیتے ہیں تو وہ کہنے لگتا ہے کہ مجھ سے سارا دکھ درد دور ہو گیا۔ وہ اترانے اور شیخی بگھارنے لگتا ہے۔ (ایسا وہ لوگ نہیں کرتے) جنہوں نے صبر کیا، اور عمل صالح کئے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے معافی اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۱

اَذَقْنَا	ہم نے چکھادیا
مِنَّا	ہم سے
نَزَعْنَا	ہم نے کھینچ لیا۔ واپس لے لیا
يَئُوْسٌ	مایوس ہو جاتا ہے
كَفُوْرٌ	ناشکرا
نَعْمَاءٌ	نعمتیں
مَسَّتْهُ	اس کو پہنچتی ہے
اَلسَّيِّئَاتُ	خرابیاں، برائیاں
فَرِحٌ	وہ اترانے والے
فَخُوْرٌ	شیخی بگھارنا، بڑائی کرنا
اَجْرٌ كَبِيْرٌ	بہت بڑا بدلہ

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

ہم نے ان کو بر و بحر یعنی خشکی اور تری میں عزت و سر بلندی سے نوازا ہے اور ان کو ہر طرح کا پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر تمام فرشتوں کو اس کی عظمت کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ شیطان کو اس کے تکبر کی بنیاد پر ہمیشہ کے لئے بارگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا کہ اس نے اپنے آپ کو انسان سے افضل و برتر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اور اسی طرح قرآن کریم میں انسان کی عزت و سر بلندی کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پوری کائنات میں سب سے افضل و اشرف مقام عطا فرمایا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ انسان میں چند بہت بڑی بڑی کمزوریاں بھی ہیں ''وہ بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے''، وہ بہت جلد باز ہے'' یعنی ہر نتیجہ کو فوراً حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کو رحمت کا مزا چکھا دیا جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے، فخر و غرور کرنے لگتا ہے اور اگر حالات اس کے لئے ناموافق ہو جائیں تو وہ ناشکرا پن کرتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو بر و بحر میں فضیلت و عظمت نصیب فرمائی ہے وہیں وہ بہت سی بنیادی کمزوریوں کا مجموعہ بھی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان پر اگر نعمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو وہ ان میں مگن اور بدمست ہو کر غرور و تکبر کا پیکر بن جاتا ہے۔ اس مال و دولت کو اپنا حق سمجھ کر دوسروں کو ذلیل و خوار سمجھنے لگتا ہے اور اگر مفلسی اور تنگ دستی، پریشانی اور آزمائش کی گھڑی آجاتی ہے تو وہ شکوے شکایتیں، رونا چلانا اور مایوسی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ مایوس ہو کر ناشکرے پن اور کفر کی باتیں شروع کر دیتا ہے حالانکہ اچھے اور برے حالات، خوش حالی و بد حالی یہ انسان کی محض ایک آزمائش ہے کبھی وہ دنیا بھر کی نعمتیں دے کر آزماتا ہے اور کبھی سب کچھ چھین کر اور مشکلات میں ڈال کر اس کا امتحان لیتا ہے۔ لیکن کون لوگ ناشکرے اور غرور و تکبر کے پتلے ہیں اور کون سب کچھ پا کر بھی اپنی، اپنے خاندان اور مال و دولت کی بڑائی کے بجائے شکر کا راستہ اپناتے ہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے ہیں جن کی خطاؤں کی معافی اور اجر عظیم ان کا منتظر ہے وہ لوگ غلط راستہ اختیار نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو کر نیکی اور ایمان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح ہر طرح کی خیر اور فلاح کا ذریعہ ہے جو انسان ایمان اور اعمال صالح سے دور ہیں وہی درحقیقت تکبر اور غرور کا پیکر ہیں لیکن اللہ نے جن کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائی ہے وہی لوگ ناموافق اور برے حالات میں بھی مایوس ہونے کے بجائے صبر و تحمل سے ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی بد حالی سے شکستہ خاطر نہیں ہوتے۔ اسی طرح آزمائش مفلسی اور تنگ حالی کی گھڑی گذرنے کے بعد جب ان کو راحتوں کا مزا چکھا دیا جاتا ہے تو اپنے آپے سے باہر نہیں ہو جاتے بلکہ شکر کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

اس مقام پر اور قرآن کریم میں متعدد جگہ فرمایا گیا کہ ''اگر ہم ان کو رحمت کا مزا چکھا دیں'' اس سے اس بات کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ اس دنیا میں جتنی بھی راحتیں اور آرام ملتے ہیں وہ حقیقی نہیں ہیں بلکہ حقیقی راحت و آرام صرف آخرت میں نصیب ہوگا۔ البتہ وہ نعمتیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر اس کا گمان بھی گذرا (الحدیث) وہ تمام نعمتیں آخرت میں عطا کی جائیں گی ان نعمتوں کا تو اس دنیا میں تصور بھی ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان و عمل صالح اور انبیاء و رسل کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دنیا اور آخرت بہتر فرما کر ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ
صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ
مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ
ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴

پھر شاید کہ آپ ﷺ بعض وہ احکامات جو آپ کی طرف نازل کئے گئے ہیں چھوڑنے کی طرف مائل ہو جائیں یا آپ ﷺ کا دل اس بات سے تنگ ہونے لگے کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ (اے نبی ﷺ) آپ نذیر ہیں یعنی برے انجام سے ڈرانے والے اور اللہ ہر چیز پر اختیار رکھنے والا ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ آپ نے (قرآن) کو گھڑ لیا ہے آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ اور اگر تم سچے ہو

تو اللہ کو چھوڑ کر جس کو بھی بلانے کی طاقت ہو اس کو بلا لاؤ۔ پھر اگر وہ جواب نہیں دیتے تو جان لو کہ اللہ نے اس قرآن کو اپنے علم سے نازل کیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے کیا تم پھر بھی اس کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴

لَعَلَّکَ	شاید کہ آپ
تَارِکٌ	چھوڑنے والا
ضَائِقٌ	تنگ ہونے والا
کَنْزٌ	خزانہ
مَلَکٌ	فرشتہ
عَشْرُ سُوَرٍ	دس سورتیں
مُفْتَرَیٰتٌ	گھڑی گئیں
اِسْتَطَعْتُمْ	تم میں طاقت ہو، استطاعت ہو
لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا	انہوں نے جواب نہ دیا
اِعْلَمُوْا	تم جان لو
مُسْلِمُوْنَ	فرماں بردار۔ گردن جھکانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴

نبی کریم ﷺ کو اللہ نے اس لئے مبعوث فرمایا تھا تا کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو اس صراط مستقیم کی طرف دعوت دیں جن میں ان کی حقیقی کامیابی اور بھلائی ہے۔ جب آپ اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش فرماتے تو کفار و مشرکین چاروں سے آپ کو عاجز و بے بس کرنے کے لئے طرح طرح کے اعتراضات کرتے تا کہ نبی کریم ﷺ یا تو اس پیغام کو پہنچانا چھوڑ دیں یا کم از کم اس

میں نرمی کا رویہ اختیار فرمائیں جس میں ان کی بت پرست اور جاہلانہ رسموں پر کوئی اعتراض نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کی طرف سے بداعمالیوں اور کفروشرک میں مبتلا لوگوں کو ان کے برے انجام اور نیک راہوں پر چلنے والوں کے لئے آخرت کی تمام بھلائیوں کی خوش خبری دینے والے بنا کر (بشیرونذیر) بھیجے گئے ہیں۔آپ اپنے فرض منصبی کو پورا کیجئے اور اللہ کے دین اور اصولوں میں کسی طرح کی نرمی اختیار نہ کیجئے۔

کفار ومشرکین آپ کو جھٹلانے، طعنے دینے، مذاق اڑانے اور ہر طرح پریشان کرنے اور بہت سے فضول مطالبات سے رنجیدہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھار کھتے تھے۔کبھی وہ کہتے۔

۱) ہم اسلامی تعلیمات کو اس لئے نہیں مانتے کہ اس میں ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہا گیا ہے۔

۲) فرمائش کرتے کہ یا تو کوئی دوسرا قرآن لے آئیں یا اس میں ایسی ترمیم کردیں جس میں ہمارے بتوں اور رسموں کو برا نہ کہا گیا ہو۔

۳) کبھی کہتے کہ ہم اس بات کا کیسے یقین کرلیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔اگر آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا جو ہر وقت آپ کے ساتھ ہوتا تو ہم یقین کرلیتے۔

٤) کبھی کہتے کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ کے پاس مال و دولت کے خزانے کیوں نہیں ہیں اگر آپ احد کے پہاڑ کو سونے کا پہاڑ بنا کردیں تو ہم یقین کرلیں گے۔

غرضیکہ یہ اور اسی طرح کے بہت سے طعنے دیتے تا کہ نبی کریم ﷺ عاجز و بے بس ہو کر رہ جائیں اور آپ کو اتنا ستایا جائے اور پریشان کیا جائے کہ آخر کار آپ دین کے اصولوں میں نرمی اختیار فرمالیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار عرب کو ایک دفعہ پھر یہ بتادیا ہے کہ یہ قرآن اور اس کی تعلیمات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود سے نہیں گھڑ لیں کہ لوگوں کے دباؤ میں آکر پہلے کہی گئی باتوں کو چھوڑ کر دین کے اصولوں میں ترمیم کردیں بلکہ یہ اس کا کلام ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ہر ایک کو ہدایت دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی کی ذمہ داری ہے۔ انبیاء کرام کا کام حق و صداقت کی راہوں کو کھول کر پیش کرنا ہے تا کہ ہر شخص کے سامنے ہر اچھے اور برے کام کا انجام آجائے۔آگے اس کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ کس راستے کو اختیا کرتا ہے۔اگر کوئی جنت کا راستہ چھوڑ کر جہنم اور بدنصیبی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔اسی فیصلے پر اس کا انجام ہوگا۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو کہنے دیجئے اللہ خود ان سے نبٹ لے گا۔رہی یہ بات کو قرآن کریم کو نعوذ باللہ آپ نے گھڑ لیا ہے تو فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ تم بھی اہل زبان ہو بلکہ تمہیں تو اپنی زبان دانی پر اتنا گھمنڈ ہے کہ اپنے مقابلے میں دوسروں کو گونگا کہتے ہو۔فرمایا کہ اس قرآن کے سامنے سب عاجز و بے بس ہو کر کیوں رہ گئے ہو؟ فرمایا کہ قرآن تو ایک عظیم اور بہت بڑی کتاب ہے تم اور تمہارے

سارے مددگار مل کر قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر کیوں نہیں لے آتے۔ اگر تم ایک سورت بھی بنا کر نہیں لا سکتے تو ان احمقانہ اور جاہلانہ باتوں میں پھنس کر اپنی آخرت کو کیوں تباہ کر رہے ہو۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر یہ لوگ اللہ کے اس کھلے چیلنج کو قبول نہیں کرتے اور اس کا جواب نہیں دیتے تو پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے پورے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور وہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے قابل نہیں ہے۔ ان کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ و رسول کے سامنے اپنی گردن جھکا دیں اور ان کی اطاعت و فرماں برداری کا طریقہ اختیار کریں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ
زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا
صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

جو لوگ اس دنیا کی زیب و زینت اور رونق چاہتے ہیں، ہم ان کو ان کے اعمال کے بدلہ میں اسی دنیا میں دے دیتے ہیں اور ان کے لئے کمی نہیں کی جاتی۔
یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب کا سب بے کار اور جو وہ کرتے ہیں وہ بھی ناکارہ ہو جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

يُرِيْدُ	وہ چاہتا ہے
زِيْنَتَهَا	اس کی زیب و زینت
نُوَفِّ	ہم پورا دیں گے
لَا يُبْخَسُوْنَ	وہ کمی نہ کئے جائیں گے

حَبِطَ	ضائع ہو گیا
صَنَعُوْا	جوانہوں نے بنایا تھا
بٰطِلٌ	بیکار، فضول

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۶

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' اس کی نیت جس طرح کی ہو گی اللہ کا معاملہ بھی اس کے مطابق ہو گا۔ اگر ایک شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہوئے وہ اعمال سرانجام دیتا ہے جن کی زبردست فضیلتیں بیان کی گئی ہیں لیکن ان اعمال سے اس کا مقصد محض دکھاوا، شہرت اور دنیا کی بے حقیقت دولت اور مال و زر کا حصول ہو تو وہ اس شخص کے دنیاوی زندگی میں عزت و شہرت صحت و تندرستی اور خوش حالی کا ذریعہ بن جائیں گے لیکن آخرت میں اس کا دامن خالی ہو گا کیونکہ جس کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی نہ ہو بلکہ ریاکاری ہو اس کا صلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بالکل واضح طریقے پر سامنے آجاتی ہے کہ جب ایمان عمل صالح اور اعلیٰ ترین اعمال کے باوجود محض ریاکاری کی وجہ سے ایسے شخص کا انجام اتنا بھیانک ہے تو وہ لوگ جو نیکی اور بھلائی کے کام صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کاموں کا مقصد محض دنیاداری ہے تو اس کا صلہ آخرت میں ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو اس کی نیکیوں کا بدلہ بغیر کسی کمی کے اسی دنیا میں دیدیا جائے گا۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث جس کو حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین ایسے اصحاب کا ذکر کیا ہے (جو ایمان لانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کو بہت پسند ہیں، جہاد، علم قرآن اور سخاوت) جب ایک مجاہد کو پھر ایک عالم کو پھر ایک سخی آدمی کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ سب کی زبان پر ہو گا کہ ہم نے جہاد کیا ہم نے علم دین کو پھیلایا اور ہم نے سخاوت سے غریبوں کا بھلا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا تا کہ لوگ تمہیں مجاہد، عالم اور سخی داتا کہیں۔ تمہیں لوگوں کی تعریف اور جو انہوں نے عزت کی ہے وہ دنیا میں صلہ کے طور پر مل چکی ہے۔ اب آخرت میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ پھر ایک ایک کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا کہ اس سے ان کی نیت دنیاداری تھی تو جن کی نیکیوں کی بنیاد ہی دنیاداری ہو ان کی نجات اور آخرت میں صلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص بھی دنیا کی زندگی اس کی زیب و زینت مانگے گا اس کو اس کے نیک اعمال کے بدلے میں نہ صرف بہت کچھ دیا جائے گا بلکہ کسی طرح کی کمی نہ کی جائے گی لیکن ان کا صلہ اور بدلہ اسی دنیا میں دیدیا جائے گا اور آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے اور کچھ نہ ہو گا۔ اور وہ تمام کام جو

انہوں نے دنیا داری کے لئے کئے تھے آخرت کی زندگی میں بیکار اور فضول بن کر رہ جائیں گے۔
ان آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو کام ایمان لانے کے بعد کئے جاتے ہیں اگر نیت صحیح ہو تو اس کا بدلہ دنیا میں اور آخرت دونوں میں عطا کیا جاتا ہے۔ لیکن جن اعمال کی بنیاد میں ایمان نہ ہو اس کا بدلہ اسی دنیا میں بھگتا دیا جاتا ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى
اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ
الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ
وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٨﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٩﴾
اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا
يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ
اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٢٢﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

کیا پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے صاف ستھرے راستے پر ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کی طرف سے گواہ بھی رکھتا ہے (منکرین حق کے برابر کیسے ہوسکتا ہے) اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب جو رہنما اور رحمت ہے (وہ بھی موجود ہے جو اس کی تصدیق کررہی ہے) یہی وہ لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جس جماعت کا کوئی بھی فرد انکار کرے گا تو اس کے لئے جس جگہ کا وعدہ ہے وہ جہنم ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ اس (قرآن کی طرف سے) کسی شک میں نہ پڑیں بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے ایک سچائی ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں۔

اور ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور وہ گواہ شہادت دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی تھیں۔ سنو! کہ ایسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

وہ (ظالم) جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور ٹیڑھ (کجی) تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین پر بھی اللہ کو بے بس نہ کرسکیں گے اور ان کے لئے آخرت میں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ان کے لئے دوگنا عذاب ہے۔

یہ لوگ نہ تو سننے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ دیکھنے کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو برباد کرڈالا۔ اور وہ معبود جو انہوں نے تراش رکھے تھے ان سے غائب ہوجائیں گے۔ لازمی بات یہ ہے کہ آخرت میں وہ بہت زیادہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

بَيِّنَةٌ کھلی نشانی

شَاهِدٌ گواہی دینے والا

اِمَامٌ رہنما، پیشوا

اَلْاَحْزَابُ (حِزْبٌ)۔ جماعتیں

مَوْعِدٌ	وعدہ کیا گیا
يُعْرَضُوْنَ	پیش کئے جائیں گے
اَلْاَشْهَادُ	(شَهِيدٌ)۔گواہ
يَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
مُعْجِزِيْنَ	عاجز و بے بس کرنے والے
يُضٰعَفُ	دوگنا دیا جائے گا
لَاجَرَمَ	یقیناً لازمی
اَخْسَرُوْنَ	زیادہ نقصان اٹھانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت پر چلنے والے اور باطل پرستوں کا موازنہ کرتے ہوئے سوالیہ انداز اختیار فرمایا ہے کہ غور کرنے کی بات ہے کیا یہ دونوں کسی طرح بھی برابر ہو سکتے ہیں:

۱) ایک وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہو۔ روحانی زندگی کی جسے وہ روشنی حاصل ہو جس پر وہ اللہ کی طرف سے گواہ ہو۔ اس کو پھیلانے کی جدوجہد کرتا ہو حضرت موسیٰؑ اور گذشتہ انبیاء کرامؑ پر نازل ہونے والی کتابوں کی عظمت کا امین ہو۔

۲) اس کے برخلاف دوسرا شخص وہ ہے جو اللہ ورسول پر جھوٹ گھڑتا ہو۔ جس کا کام نہ صرف خود حق وصداقت کی راہ سے رکنا ہو بلکہ دوسروں کے لئے بھی رکاوٹیں ڈالتا ہو۔ دین کے ہر کام میں کمزوری اور ٹیڑھ پن کی تلاش میں لگا رہتا ہو۔ جس کے خلاف انبیاء کرام اور فرشتے قیامت میں گواہی دیں گے۔ جس پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت ہوگی۔ کیا یہ دوسرا شخص پہلے شخص کے برابر ہو سکتا ہے؟

یقیناً ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی عقل وفہم ہوگی وہ بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ یہ دونوں کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک ایسی کتاب ہدایت (قرآن مجید) دے کر بھیجا ہے جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے رہبر ورہنما ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ پر کتاب (توریت) نازل

کی گئی تھی جو اس زمانہ کے تمام لوگوں کے لئے رہبر و رہنما تھی آج نبی کریم ﷺ پر وہ کتاب نازل کی گئی ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ اور تمام انبیاء کرامؑ کی طرف بھیجی گئی کتابوں کی عظمت کی امین ہے۔ فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ کی طرف سے گواہ ہوں گے وہ نہ صرف اس کتاب کی تلاوت کرتے ہیں بلکہ اللہ کے اس ابدی پیغام کو پہنچانے کی جدوجہد فرما رہے ہیں۔ جو لوگ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں وہیں کچھ بدقسمت لوگ وہ بھی ہیں جن کا کام اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ گھڑنا، سازشیں کرنا، جھوٹی باتیں مشہور کرنا، حق و صداقت کے ہر راستے سے بچ کر چلنا اور جو لوگ اس سچائی کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں ان کے لئے رکاوٹ بننا جن کا مزاج بن چکا ہے۔ جب یہ لوگ قیامت میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور تمام انبیاء کرامؑ اور فرشتے اس بات کی گواہی دیں گے کہ اے رب العالمین یہی وہ لوگ ہیں جو دین کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ تب ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار مسلط کر دی جائے گی اور اس ہمیشہ کی زندگی میں وہ اللہ کی رحمت کے بجائے اس کی لعنت کے مستحق بن جائیں گے۔ اور جن جھوٹے معبودوں کے سامنے یہ جھکتے تھے اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتے تھے۔ نہ صرف ان کے کام نہ آسکیں گے بلکہ اللہ کے سامنے بالکل صاف صاف کہہ دیں گے کہ الٰہی ہمیں تو معلوم نہیں یہ لوگ ہماری کیوں عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کریں۔ ان جھوٹے معبودوں کے اس بیان سے ان پر حسرت و افسوس اور بھی بڑھ جائے گا اور وہ اس وقت پچھتائیں گے جو پچھتانا ان کے کام نہ آسکے گا اور یقیناً یہ لوگ دنیا اور آخرت کے لحاظ سے سخت نقصان میں رہیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ
وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

ع ۲ ۶ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان دونوں جماعتوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص اندھا اور بہرا ہو اور ایک شخص دیکھتا اور سنتا ہو۔ کیا ان دونوں کی مثال یکساں اور برابر ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

اَخْبَتُوْا	وہ جھکے رہے
اَلْفَرِيْقَيْنِ	دو جماعتیں
اَعْمٰى	اندھا
اَصَمُّ	بہرا
بَصِيْرٌ	دیکھنے والا
سَمِيْعٌ	سننے والا
يَسْتَوِيٰنِ	دونوں برابر ہیں
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ	کیا پھر بھی تم دھیان نہیں دیتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی اس کیفیت کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ان کا کام ظلم و زیادتی کرنا، اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ گھڑنا، سازشیں کرنا دین کی ہر بات میں ٹیڑھ پن تلاش کرنا۔ نہ تو وہ خود حق و صداقت کی راہ پر چلتے ہوں اور نہ دوسروں کو اس راہ پر چلنے کی کوششوں کو پسند کرتے ہوں بلکہ ان کے لئے طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہوں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں ان کو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور ان کو جہنم میں ہمیشہ کے لئے جھونک دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مان کر ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے والے ہیں جو ہمیشہ اللہ کے سامنے جھکے رہنے والے ہیں ان کے لئے وہ راحت بھری جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو فریقین قرار دیا ہے، یعنی ایک وہ فریق اور جماعت ہے جو اللہ و رسول کی اطاعت سے منہ پھیر کر چلنے والی ہے اور دوسرا فریق اور جماعت وہ ہے جو ایمان، عمل صالح اور اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنے کو سعادت سمجھنے والی ہے فرمایا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جس طرح ایک اندھا اور بہرا شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا جو آنکھوں والا اور کانوں سے سننے والا ہو اسی طرح یہ دونوں فریق کبھی برابر کا درجہ، رتبہ اور مقام اور نجات میں برابری حاصل نہیں کر سکتے۔

فرمایا کہ اہل ایمان وہ ہیں جو ایمان کی روشنی رکھنے والے اور ہمیشہ کی نجات حاصل کرنے والے ہیں ان کو جنتیں اور تمام راحتیں عطا کی جائیں گی۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۟ۙ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا
اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ
اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ
عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ
اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ
فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾
وَیٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا
بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا
تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس بھیجا۔ (انہوں نے کہا کہ) میں تمہیں صاف صاف (برے انجام سے) ڈراتا ہوں یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ میں تمہارے حق میں ایک دردناک عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ ان قوموں کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو تمہیں اپنے جیسا انسان ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے پیچھے وہ لوگ چل رہے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں اور بے سوچے سمجھے (تمہارے ساتھ ہیں) ہم تو تمہارے اندر ایسی کوئی بات

محسوس نہیں کرتے جس میں تم ہم سے بڑھے ہوئے ہو۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ (نوح علیہ السلام نے) کہا کہ اے میری قوم یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے کھلی ہوئی شہادت پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت سے نواز دیا ہے جو تمہیں نظر نہیں آتی تو آخر میرے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے کہ جس بات کو تم ناگوار محسوس کرتے ہو پھر بھی تمہارے اوپر اس کو زبردستی تھوپ دوں۔

اور اے میری قوم! میں اس پر تم سے کوئی اجرت (مال و دولت) نہیں مانگ رہا ہوں میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس سے دھکے تو نہیں دے سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم واقعی جہالت میں مبتلا ہو۔ اور اے میری قوم! اگر میں ان کو اپنے پاس سے دھکے دیدوں گا تو اللہ کی گرفت سے مجھے کون بچائے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؟

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

اَخَافُ	میں ڈرتا ہوں۔ اندیشہ رکھتا ہوں
اَلْمَلَاءُ	سردار
مَانَرٰی	ہم نہیں دیکھتے
فَضْلٌ	برتری، بڑائی
اِتَّبَعَکَ	جو تیرے پیچھے چلا
اَرَاذِلُ	(رَذِیْلٌ) معمولی حیثیت رکھنے والے
بَادِیُ الرَّاْیِ	سوچنے سمجھنے والے نہ ہوں
عُمِّیَتْ	اندھا کر دیا گیا۔ جو نظر نہ آئے
نُلْزِمُ	ہم مسلط کریں گے
کٰرِهُوْنَ	برا سمجھنے والے
لَآ اَسْئَلُ	میں نہیں مانگتا

طَارِدٌ	دھکے دینے والا۔ نکالنے والا
طَرَدْتُّ	میں نے نکال دیا
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ	کیا پھر تم اتنا غور نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

اگر تاریخ انسانی کا مطالعہ کیا جائے تو ابتدا سے ہی لوگوں نے انسانی شرافت اور عظمت کو مال و دولت کی ترازو پر تولنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے پاس جتنی دولت ہے اس کا رتبہ اتنا ہی بڑا اور وہی عزت و شرافت کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص مفلس، غریب اور خالی ہاتھ ہے وہ اپنی تمام تر شرافتوں کے باوجود معاشرہ کی نگاہ میں بہت ہی معمولی ذلیل اور نچلے طبقہ والا سمجھا جاتا ہے۔ یہ خرابی آج سے ہزاروں سال پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے۔ لیکن تمام انبیاء کرامؑ کو جو بھی تعلیمات عطا فرمائی گئی ہیں ان میں اس بات کا صاف صاف اعلان موجود ہے کہ اللہ کی نظر میں صرف وہی سب سے زیادہ عزت و شرافت والا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کا پیکر ہے۔ اگر ایک شخص مفلس اور غریب ہے لیکن تقویٰ میں سب سے اونچا ہے تو وہ ایسے ہزاروں لاکھوں مال داروں سے زیادہ افضل و بہتر ہے جن میں تقویٰ کی صفات موجود نہیں ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تقریباً ہر نبی سے کفار و مشرکین نے دو باتیں ضرور کہی ہیں:

۱) ہم تمہیں اللہ کا نبی کیسے مان لیں جب کہ بشریت کے لحاظ سے تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا تم ہمارے جیسے انسان ہو۔

۲) دوسرے یہ کہ جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں وہ معاشرہ کے گھٹیا اور نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے ہیں (نعوذ باللہ)۔ جب تک تمہاری مجلسوں میں اس طرح کے لوگ موجود ہیں ہم تمہاری مجلس میں بیٹھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

حضرت نوحؑ پر بھی یہی دو اعتراض کئے گئے۔ قرآن کریم میں ان دو باتوں کے تفصیلی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً جب کفار و مشرکین نے یہ کہا کہ "تم ہم جیسے بشر ہو" تو اس کے جواب میں ہر نبی نے یہی فرمایا کہ بے شک ہم تم جیسے بشر ہیں لیکن ایک بہت واضح فرق ہے اور وہ یہ کہ ہماری طرف اللہ وحی بھیجتا ہے اور ہم اس کی پیروی کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا اسی وحی کی پیروی کر کے دائمی نجات حاصل کر لے یعنی کسی نبی نے کفار کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم بشر نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام انبیاء کی زبان سے یہی کہلوایا ہے کہ اے نبی! اس بات کا اعلان کر دو کہ ہم تم جیسے بشر ہیں لیکن ہماری طرف وحی کی جاتی

ہے۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو انبیاء کرام کی بشریت کا انکار کر کے جاہلوں سے ''سبحان اللہ'' کے نعرے بلند کرا کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر انبیاء کرامؑ بشر نہیں ہوتے تو آخر اللہ کی وہ کونسی مخلوق ہوتے ہیں جس میں وہ ان کو شامل کرتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن کریم سے سبق ملتا ہے کہ اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو سب سے افضل و بہتر بنایا ہے۔ جس شیطان نے بشریت کو صرف مٹی اور گارے سے بنا ہوا پتلا سمجھا اللہ نے اس کو قیامت تک کے لئے اپنی بارگاہ سے نکال دیا اور جنہوں نے بشریت کی عظمت کو پہچان لیا اور اس کی عظمت کے سامنے اپنا سر جھکا دیا وہ اللہ کے مقرب بن گئے۔

بلاشبہ انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں مگر ایسے بشر جن پر بشریت ناز کرتی ہے۔ اور وہ انسانی عظمتوں کے پیکر ہوتے ہیں۔

انبیاء کرام پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ان کے ماننے والے وہ لوگ ہیں جن کا تعلق معاشرہ کے بہت چھوٹے طبقے سے ہے۔ یہ اعتراض بھی تمام انبیاء کرامؑ پر کیا گیا جس کا جواب ان انبیاء کرامؑ کی زبان سے دلوایا گیا۔ مثلاً حضرت نوحؑ سے ان لوگوں نے جن کے سامنے آپ نے ایمان کی دعوت کو پیش کیا یہی کہا کہ ہم اس بات کا کیسے اقرار کرلیں جب کہ تمہارے ماننے والے وہ سطحی رائے رکھنے والے غریب لوگ ہیں جن کی رائے اور حیثیت کا معاشرہ میں اعتبار نہیں کیا جاتا۔ حضرت نوحؑ نے ان کے اعتراض کا نہایت متانت اور سنجیدگی سے یہی جواب دیا کہ میں تم سے کسی مال و دولت کا سوال نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لا کر اللہ کے مخلص بندے بن چکے ہیں اپنی مجلس سے نہیں نکال سکتا کیونکہ اللہ کے ہاں کسی کی شرافت کا معیار دنیا کی گھٹیا دولت نہیں ہوتی بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور ایمان کا وہ جذبہ ہوتا ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ قیامت میں وہ اللہ کی بارگاہ میں اپنا اعلیٰ مقام حاصل کرلیں گے۔ اگر میں نے اللہ کے ایسے مقرب بندوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا تو کل قیامت میں میری مدد کون کرے گا؟

نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی اسی طرح کے جاہلانہ سوالات کئے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے بھی یہی اعلان کرایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں لیکن میری طرف اللہ کی وحی کی جاتی ہے دوسرے یہ کہ جو غریب، مفلس لیکن مخلص مسلمان میرے اردگرد جمع ہیں میں ان کو اگر چند سرداروں کی خوشی کے لئے نکال دوں گا تو یہ اتنا بڑا ظلم اور زیادتی ہوگی جس کو اللہ معاف نہیں کرے گا۔

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّىْٓ اِذًا

لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا
فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ
اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ
رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ۭ

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تمہاری آنکھوں میں جو حقیر اور کم تر ہیں ان کو اللہ کوئی بھلائی عطا نہ کرے گا۔ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں (ایسی بات کہہ دوں تو) ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ اے نوحؑ تم ہم سے خوب جھگڑے اور بحثیں کر چکے۔ اگر تم سچے ہو تو وہ (عذاب) لے ہی آؤ جس کی تم ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو۔ نوحؑ نے کہا کہ اگر اللہ کو منظور ہوا تو وہ اس کو سامنے لائے گا اور تم اللہ کو بے بس نہ کر سکو گے۔ اگر میں تمہاری بھلائی کرنا چاہتا ہوں تو میری خیر خواہی تمہارے کسی کام نہ آسکے گی جب کہ اللہ ہی نے تم سے توفیق کو چھین لیا ہے۔ وہی تمہارا رب ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن　آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

خَزَائِنُ　خزانے

تَزْدَرِيْ　تم حقیر، ذلیل سمجھتے ہو

اَعْيُنٌ　(عَیْنٌ) آنکھیں

لَنْ يُؤْتِيَ	وہ ہرگز نہ دے گا
اَنْفُسٌ	(نفس)۔ جانیں
جَادَلْتَ	تو جھگڑ چکا
جِدَالٌ	(جدال)۔ جھگڑے۔ بحثیں
مُعْجِزِيْنَ	عاجز کرنے والا۔ بے بس کرنے والا
نُصْحِيْ	میری نصیحت
يُغْوِيْ	وہ بھٹکاتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

گذشتہ آیات میں حضرت نوحؑ کا واقعہ ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قوم کو ایک طویل عرصہ تک اللہ کا پیغام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو چالیس سال کی عمر میں خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت سے لے کر ساڑھے نوسو سال تک آپ مسلسل دین اسلام کی وضاحت و تبلیغ فرماتے رہے لیکن دنیا پرست ان کا کہا ماننے کے بجائے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو ہر طرح بے حقیقت سمجھتے رہے اور ہر طرح اعتراضات کا سہارا لے کر نافرمانیوں پر نافرمانی کرتے چلے گئے۔ حضرت نوحؑ نے ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تم جن صاحبان ایمان کو معمولی اور گھٹیا سمجھتے ہو وہ درحقیقت اللہ پر ایمان لانے والے ہیں اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والے ہیں ایسے مومن و مخلص بندوں کو اگر میں اپنے پاس سے دور کروں گا یا تمہاری طرح ان کو ذلیل و خوار سمجھوں گا تو یہ نہ صرف انتہائی ظلم اور زیادتی ہوگی بلکہ کل قیامت میں مجھے اس کا جواب دینا ہوگا اور وہاں مجھے اللہ کے قہر سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ فرمایا کہ میرا کام اللہ کا پیغام پہنچانا ہے اور بس۔ میں نہ تو غیب کے خزانوں کا مالک ہوں نہ عالم الغیب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جس نبی کو جتنا غیب کا علم عطا فرمانا چاہے فرمادیتا ہے لیکن "عالم الغیب و الشهاده" صرف اللہ کی ذات ہے۔ فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن صاحبان ایمان کو تم ذلیل و خوار سمجھتے ہو ان کو اللہ تعالیٰ کوئی خیر اور بھلائی عطا نہیں فرمائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے وہ بندوں کی ہر کیفیت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر میں نے زیادتی کی تو میں ان ظالموں کی صف میں کھڑا ہو جاؤں گا جن کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔ ان تمام سچائیوں کو سن کر

کہنے لگے کہ اے نوحؑ ہم تمہاری باتیں سن سن کر تنگ آ چکے ہیں اگر واقعی ہم بدعمل لوگ ہیں اور تم کہتے ہو کہ اگر ہم نے تمہاری اطاعت نہ کی تو اللہ کا عذاب ہم پر آ کر رہے گا تو اے نوحؑ اب تم اس عذاب کو لے کر آ جاؤ تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت نوحؑ کا وہی پیغمبرانہ جواب تھا جو ہر نبی نے اپنی قوم کی ضد اور ہٹ دھرمی کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اب اگر اللہ رب العزت تم پر عذاب نازل فرمانے کا فیصلہ فرمائیں گے تو تم سب مل کر بھی اس عذاب کو اپنے اوپر سے ٹال نہ سکو گے۔ میں نے تمہیں ہر طرح باخبر کر دیا۔ میں نے ہر طرح تمہاری بھلائی چاہی اب اگر تم اس مقام تک پہنچ چکے ہو جہاں اللہ بھی دلوں پر مہر لگا دیتا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ ایک من گھڑت اور میری طرف سے بنائی ہوئی کوئی بات ہے تو اس کی ذمہ داری میرے اوپر عائد ہوتی ہے۔ لیکن میں ان باتوں کا ذمہ دار نہیں ہوں اور میں اللہ کا مجرم نہیں ہوں۔

یہ تو حضرت نوحؑ کی تبلیغ اور ان کی قوم کا انداز فکر تھا بالکل اسی طرح ضد اور ہٹ دھرمی پر وہ لوگ بھی قائم تھے جن کفار مکہ کو نبی کریم ﷺ اللہ کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ ان کفار عرب کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ یہ تو اللہ کی رحمت اور اس کا کرم ہے کہ ان کو سمجھانے والے نبی ﷺ نرم مزاج اور رحمۃ اللعالمین ہیں جو ان کی گستاخیوں کو برداشت فرما رہے ہیں لیکن اگر کہیں ہمارے محبوب نبی کی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نکل گیا تو پھر ان کفار کی نجات اور عذاب الٰہی سے بچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہے گا۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ
افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ وَأُوحِيَ
إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا
تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَ
وَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾
وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ
قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ
تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

(اے نبی ﷺ) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (قرآن کو) آپ نے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو خود سے بنالیا ہے تو اس الزام کی ذمہ داری میرے اوپر ہے۔ اور جو تم جرم کر رہے ہو میں اس سے بری ہوں۔ اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ لاچکے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس پر غم نہ کھائیے اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے ایک کشتی (جہاز) بنائیے اور کافروں کے بارے میں کوئی بات (سفارش) نہ کیجئے کیونکہ وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ اور وہ (اللہ کے حکم سے) کشتی تیار کرنے لگے۔ ان کی قوم میں سے جب بھی کوئی سردار گذرتا تو وہ ان کا مذاق اڑاتا۔ (نوحؑ نے) کہا اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو ہم تم پر اسی طرح ہنسیں گے جس طرح تم (آج) ہنس رہے ہو۔

پھر بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون شخص ہے جس پر وہ عذاب آئے گا جو اس کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا۔ اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

اِجْرَامٌ	جرم۔ خطا۔ گناہ
لَا تَبْتَئِسْ	تو غم نہ کر
اِصْنَعْ	تو بنالے
اَلْفُلْکُ	کشتی۔ جہاز
بِاَعْیُنِنَا	ہماری آنکھوں میں۔ نگرانی میں
لَا تُخَاطِبْ	تو متوجہ نہ کرنا
مَرَّ	گذرا
سَخِرُوْا	مذاق اڑایا
یُخْزِیْ	رسوا کرے گا
یَحِلُّ	حلال کرے گا۔ نازل کرے گا
مُقِیْمٌ	قائم رہنے والا۔ دائمی

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۹

سورۂ ہود کی ان آیات میں حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ درمیان میں ان آیات کا رخ نبی کریم ﷺ کی طرف موڑ کر کفار مکہ کو یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ آج اگر تم نبی کریم ﷺ پر بہت سے اعتراضات کررہے ہو۔ ان کا مذاق اڑا رہے ہو اور کہتے ہو کہ اس قرآن کریم کو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو یہ اسی طرح کا مذاق ہے جس طرح حضرت نوحؑ کو کشتی بناتے ہوئے دیکھ کر قوم نوحؑ نے مذاق اڑایا تھا۔ ان آیات میں اس طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ جس طرح حضرت نوحؑ کی قوم کو پانی میں غرق کردیا گیا تھا اور جو لوگ ایمان لائے ان کو کشتی نوح میں بٹھا کر نجات دیدی گئی تھی اسی طرح آج جو لوگ نبی مکرم ﷺ کا مذاق اڑارہے ہیں ان کا انجام بھی مختلف نہ ہوگا اور جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری اور محبت کے ساتھ ان کے دامن کو تھام لیا ہے ان کو کشتی نوح میں بیٹھنے والوں کی طرح نجات نصیب ہوگی۔ اسی لئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر میں نے قرآن کریم کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو ایسا اس لئے ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ اگر کسی کو ذرا بھی شک وشبہ ہے تو وہ اس قرآن جیسا نہیں بلکہ قرآن کریم کی ایک سورت جیسی ہی بنا کر لے آئے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچادیا ہے اب اگر تم اس کو تسلیم نہیں کرتے تو میرے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کہ اللہ تمہارا کیا انجام کرتا ہے وہی بہتر جانتا ہے۔

اس آیت کے بعد پھر حضرت نوحؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ اے نوحؑ اب جس کو ایمان لانا تھا وہ لے آیا۔ اب آپ اس مجرم قوم پر کوئی افسوس نہ کیجئے ان کی آنکھوں کے سامنے ہماری نگرانی میں ایک کشتی بنایئے اور قوم کے لوگ کچھ بھی کہیں آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ کیجئے کیونکہ ان سب کو غرق کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے چنانچہ حضرت نوحؑ اور آپ کے صحابہ نے کشتی بنانا شروع کی اور جس طرح اللہ کی طرف سے طریقہ بتایا جارہا تھا آپ نے اس کشتی کو تیار کرنا شروع کردیا۔ لیکن جب بھی کفار و مشرکین اور ان کے سردار وہاں سے گذرتے تو طرح طرح سے ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ کیا خشکی پر کشتی چلاؤ گے؟ یہ اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں کرکے مذاق اڑاتے مگر حضرت نوحؑ ان سے فرماتے کہ اگر تم آج ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو کوئی بات نہیں کل ہم بھی تمہارا اسی طرح مذاق اڑائیں گے۔ اور تمہیں بہت جلد اس عذاب الٰہی سے واسطہ پڑے گا جس سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل نسل درنسل لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف لانے کی کوشش کی مگر ان کی قوم کے چند لوگوں کے سوا کسی نے آپ کی بات کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ کا مذاق اڑایا۔ پھبتیاں کسیں، دیوانہ ومجنوں کہا اور اس طرح پتھر برسائے کہ آپ خون سے لت پت ہوجاتے۔ غرضیکہ کوئی اذیت اور تکلیف ایسی نہ تھی جو انہوں نے اللہ کے نبی کو نہ پہنچائی ہو۔ مگر حضرت نوحؑ قوم کی ان اذیتوں کے مقابلے میں صبر و تحمل سے کام لیتے رہے۔ آخر کار ایک دن حضرت نوحؑ نے بددعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے کہ "اے میرے پروردگار میں بہت کمزور اور بے بس کردیا گیا ہوں میری مدد کیجئے" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت جبرئیل کے ذریعہ پیغام پہنچادیا کہ اے نوحؑ ہماری نگرانی اور تعلیم کے مطابق آپ

ایک ایسی کشتی تیار کیجئے جس میں اپنے سب ماننے والوں کو اور دوسرے جانداروں کو بٹھا لیجئے۔ حضرت نوحؑ نے اللہ کی طرف سے وحی کے مطابق کشتی کو تیار کرنا شروع کیا۔ وہ ایک چھوٹی سی کشتی نہ تھی بلکہ موجودہ دور کا ایک لمبا چوڑا جہاز تھا جس کی تین منزلیں تھیں۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق اس جہاز کی لمبائی نوسوفٹ۔ چوڑائی ایک سو پچاس (150) فٹ اور اس کی اونچائی نوے (90) فٹ تھی ایک لق ودق صحرا میں جب حضرت نوحؑ نے کشتی بنانا شروع کی تو ان کی قوم کے سرداروں نے اور عام لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کیا اور دیوانوں اور مجنونوں کا کام قرار دیا کہ ''خشکی میں کشتی چلائی جائے گی؟'' حضرت نوحؑ نہایت متانت وسنجیدگی سے یہی جواب دیتے کہ آج تم جتنا مذاق اڑا سکتے ہو اڑا لو لیکن کل جب تمہارے اوپر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اس وقت ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ چنانچہ پانی کا ایک زبردست طوفان آیا اور اس میں پوری قوم نوحؑ کو غرق کر دیا گیا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کشتی نوح میں سوار تھے۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ قوم نوح کی طرح آج کفار مکہ بھی مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے ہیں لیکن جس دن اللہ کا فیصلہ آ جائے گا اس دن اپنی عقلوں پر ناز کرنے والے سب سے زیادہ بے وقوف اور احمق نظر آئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقع پر ساری دنیا کو بتا دیا کہ صحابہ کرامؓ کو بے وقوف سمجھنے والے خود ہی اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے اور ان کفار کو اپنی حماقت وجہالت کی آگ جھلسائے دے رہی تھی۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ
كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ
اٰمَنَ ۭ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ
اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ
بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ
مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ
اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ
اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿٤٣﴾

وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ
وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ وَٱسۡتَوَتۡ عَلَى ٱلۡجُودِيِّۖ وَقِيلَ بُعۡدٗا لِّلۡقَوۡمِ
ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَنَادَىٰ نُوحٞ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبۡنِي مِنۡ
أَهۡلِي وَإِنَّ وَعۡدَكَ ٱلۡحَقُّ وَأَنتَ أَحۡكَمُ ٱلۡحَٰكِمِينَ ﴿٤٥﴾
قَالَ يَٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيۡسَ مِنۡ أَهۡلِكَۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيۡرُ صَٰلِحٖۖ فَلَا
تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌۖ إِنِّيٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ
ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِكَ أَنۡ أَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِي
بِهِۦ عِلۡمٞۖ وَإِلَّا تَغۡفِرۡ لِي وَتَرۡحَمۡنِيٓ أَكُن مِّنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۷

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور (زمین) میں سے پانی ابلنا شروع ہو گیا تو ہم نے (نوحؑ سے) کہا کہ تم (جانوروں میں) ہر قسم میں سے ایک نر اور ایک مادہ رکھ لو اور گھر والوں کو بھی سوار کرا دو۔ سوائے اس کے جس پر اللہ کا حکم نافذ ہو چکا۔ اور ایمان والوں کو بھی سوار کرا دو اور نوحؑ پر ایمان لانے والے بہت کم تھے۔

نوحؑ نے کہا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بے شک میرا رب بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ وہ کشتی ان کو پہاڑ جیسی موجوں (لہروں) میں لے کر چلنے لگی۔ نوحؑ نے اپنے بیٹے کو جو ایک علیحدہ مقام پر تھا اس کو آواز دی کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ مت رہو۔ اس نے کہا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ نوحؑ نے کہا کہ آج اللہ کے قہر (عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں ہے سوائے اس کے جس پر وہ رحم کر دے۔ اور پھر ان دونوں کے درمیان موج (بڑی لہر) حائل ہو گئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا اور اللہ کی طرف سے زمین کو کہا گیا کہ اپنا

سارا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا، پانی گھٹ گیا، فیصلہ کر دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر آ ٹھری اور کہہ دیا گیا کہ ظالموں کی قوم دور کر دی گئی۔ نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب یہ میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں سے ہے۔ بے شک آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ حاکموں کے حاکم ہیں۔ اللہ نے کہا کہ اے نوحؑ یہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی عمل صالح نہیں ہے۔ مجھ سے ایسی بات کا سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں سے نہ بنو۔ عرض کیا اے میرے رب میں اس بات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے وہ سوال کروں جس کی مجھے خبر نہیں ہے۔ اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۷

فَارَ	جوش مارا
تَنُّوْرُ	روٹیاں بنانے کے لئے وہ گڑھا جس میں آگ جلتی ہے
اِحْمِلْ	سوار ہو جا
زَوْجَيْنِ	(زَوْجٌ)۔ جوڑے
اِثْنَيْنِ	دو دو
اَهْلٌ	گھر والے
سَبَقَ	گذر گیا۔ فیصلہ ہو گیا
اِرْكَبُوْا	سوار ہو جاؤ
مَجْرٖى	چلنا
مُرْسٰى	ٹھہرنا۔ (اِرسَاءٌ سے بنا ہے)
جِبَالٌ	(جَبَلٌ)۔ پہاڑ
نَادٰى	آواز دی
مَعْزِلٌ	کنارہ

یٰبُنَیَّ	اے میرے بچے
سَاٰوِیْ	میں پناہ لے لوں گا
یَعْصِمُنِیْ	وہ مجھے بچالے گا
عَاصِمٌ	بچانے والا
حَالَ	آڑے آگیا
اِبْلَعِیْ	تو نگل لے۔ پی جا
اِقْلَعِیْ	تو رک جا۔ تھم جا
غِیْضَ الْمَاءُ	پانی اترتا چلا گیا
قُضِیَ	فیصلہ کردیا گیا
اِسْتَوَتْ	برابر ہوگئی۔ ٹھہر گئی
جُوْدِیُ	جودی پہاڑ
بُعْدًا	دور ہونا
لَا تَسْئَلْنِ	تو مجھ سے سوال نہ کر
اَعِظُ	میں نصیحت کرتا ہوں
اَسْئَلُ	میں سوال کرتا ہوں
اِلَّا تَغْفِرْلِیْ	اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا
تَرْحَمْنِیْ	تو نے رحم (نہ) کیا

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۷

حضرت نوحؑ کی تبلیغ وہدایت کی طویل جدوجہد اور عظیم ایثار وقربانی اور دوسری طرف پوری قوم کی ضد، ہٹ دھرمی، کفر وشرک اور اللہ ورسول کی اطاعت سے مسلسل انکار تاریخ انسانی کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس میں عبرت ونصیحت کے لاتعداد پہلو پوشیدہ ہیں۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک جس صبر وتحمل اور برداشت سے پوری قوم کو اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف لانے کی کوشش کی اتنی ہی ان کی قوم نے نافرمانیوں کی انتہا کردی اور عذاب الٰہی تک کا مطالبہ کربیٹھی۔ جب حضرت نوحؑ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ جن لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال ہونا تھا وہ سعادت حاصل کر چکے ہیں اور بقیہ لوگ جسم کے اس گلے سڑے حصے کی طرح بن چکے ہیں جس کو کاٹ کر پھینک دینا ہی سارے جسم کی صحت وعافیت اور سلامتی کا ذریعہ ہے تو حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی اب آپ اس نافرمان قوم کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیجئے تا کہ آنے والی نسلیں ان کے شر اور کفر سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول کر کے ارشاد فرمایا کہ اب ہمارا فیصلہ آنے والا ہے۔ اے نوحؑ! آپ ان تمام اہل ایمان کے لئے جنہوں نے ایمان قبول کرلیا ہے ہماری ہدایت کی روشنی میں ایک ایسی کشتی تیار کیجیے جس میں ان کو اور خشکی کے نر و مادہ جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو لے کر آپ بیٹھ سکیں۔ فیصلے کے مطابق بقیہ پوری ظالم قوم کو پانی کے طوفان میں غرق کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے دن رات لگ کر ایک ایسی ہی کشتی تیار کرنا شروع کردی۔ کفار ومشرکین اس بات کا ہر طرح مذاق اڑاتے کہ کیا اب خشکی پر بھی جہاز اور کشتیاں چلیں گی؟ حضرت نوحؑ ان کے استہزاء اور مذاق کے جواب میں صبر وتحمل سے کام لیتے آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا اور تنور سے جس میں روٹیاں پکانے کے لئے آگ جلائی جاتی ہے اس سے فوارے کی طرح پانی ابلنا شروع ہوگیا زمین کو پھاڑ دیا گیا اور اس میں سے ہر طرح کے چشمے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔ آسمان کے دروازے اس طرح کھول دیئے گئے کہ مسلسل اور تیز بارش نے طوفانی انداز اختیار کرلیا۔ لوگوں نے پہاڑوں کی طرف دوڑنا شروع کردیا تا کہ اپنے آپ کو بچاسکیں۔ ادھر کشتی نوح جس میں ایک روایت کے مطابق کل اسی (80) مسلمان مرد وعورت اور بچے تھے اور خشکی کے جانور جن کے نر و مادہ کو ساتھ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا بقیہ کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ جیسے جیسے پانی نے طوفانی صورت اختیار کی کشتی نوح نے پانی پر تیرنا شروع کردیا۔ پہاڑ جیسی کشتی (جہاز) جب پانی پر محفوظ طریقہ پر رواں دواں تھی، اس وقت حضرت نوحؑ کی نظر اپنے بیٹے کنعان پر پڑ گئی جو اپنے آپ کو بچانے کے لئے پہاڑ کی طرف دوڑ رہا تھا حضرت نوحؑ نے اس کو آواز دے کر کہا کہ بیٹے تم ایمان لا کر اور کفر کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوجاؤ۔ کنعان نے جواب دیا کہ مجھے آپ کی کشتی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو بچالوں گا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ بیٹا آج کے دن اللہ کے فیصلے سے کوئی محفوظ نہیں رہے گا۔ البتہ اگر وہ اپنا رحم وکرم نازل فرمادے تو اور بات ہے۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک پہاڑ جیسی موج نے بیٹے کو باپ سے جدا کردیا اور بیٹا پانی میں غوطے کھانے لگا۔ حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست پیش کی۔ الٰہی آپ نے تو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ میرے گھر والوں کو بچالیں گے۔ یہ میرا بیٹا ہے اس کو بھی بچالیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوحؑ یہ تیرے خاندان سے اس لئے نہیں ہے کہ اس کے اعمال صحیح نہیں ہیں۔ اور اے نوحؑ اس کے بعد ہماری بارگاہ میں ایسی درخواست پیش نہ کرنا جس کی حقیقت سے تم واقف نہ ہو۔ حضرت نوحؑ جو ایک باپ کی حیثیت سے اپنی محبت کا اظہار فرمارہے تھے اس ارشاد کے بعد فوراً ہی اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے اور توبہ واستغفار شروع کردی اور عرض کیا الٰہی! اگر آپ نے میری اس بھول کو معاف نہ کیا تو میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

جب پوری قوم نوحؑ پانی کے اس شدید طوفان کی نذر ہوگئی اور پوری قوم کو غرق کر دیا گیا تو اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین پانی کو نگل لے۔ بادلوں کو تھم جانے کا حکم دیا۔ کشتی نوح آہستہ آہستہ عراق کے شہر موصل میں واقع ''جودی پہاڑی'' پر رک گئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ظالم قوم اور ان کی ترقیات کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور اہل ایمان کو نجات عطا فرمادی۔

آپ نے حضرت نوحؑ کے اس واقعہ کو ملاحظہ کیا۔ اب چند باتوں کی وضاحت پیش کی جارہی ہے تا کہ اس مضمون کے باقی پہلو بھی سامنے آسکیں۔

(۱) کشتی نوح: پہاڑ جیسی کشتی جو موجودہ دور میں ایک چھوٹے جہاز کی طرح تھی اس میں کافی گنجائش تھی۔ حضرت نوحؑ نے اللہ کے حکم سے تمام اہل ایمان کو پانی کے شدید طوفان آنے سے پہلے حکم دیا کہ وہ اس کشتی پر سوار ہو جائیں اور خشکی پر بسنے والے جان داروں میں سے ایک ایک نر اور مادہ کو ساتھ رکھ لیں تا کہ نسل انسانی کے ساتھ جانوروں کی نسلیں بھی باقی رہیں۔ پانی کے جانوروں کے لئے یہ حکم اس لئے نہیں تھا کہ وہ پانی میں زندہ رہ کر اپنے وجود کو بچا سکتے ہیں۔ اس کشتی میں ایک روایت کے مطابق اسی (80) اہل ایمان تھے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ زندہ بچ جانے والوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ بہر حال اس دور کی معلوم دنیا کے تمام ہی لوگوں کو پانی کے اس طوفان میں غرق کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تاریخی طور پر اس کا ثبوت ہے یا نہیں کیونکہ جب اللہ نے فرمادیا تو ہمارا اس بات پر ایمان ہونا چاہیے کہ قوم نوحؑ پر پانی کا اتنا شدید عذاب آیا تھا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ تلاش کرنے والوں کو بھی پناہ نہ مل سکی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابھی انسان کو ساری ترقیات کے باوجود اپنے پاؤں کے نیچے بچھے ہوئے ذرات کی پوری حقیقت کا علم نہیں ہے۔ اگر ان کو پورا علم ہوتا تو وہ تحقیقات کے نام پر کھنڈرات کی اینٹوں سے اور پتھروں سے مدد کیوں لیتے۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے وہ سچ ہے آج انسان کو اس کی حقیقت کا علم نہیں ہے لیکن جب پوری تحقیق کے بعد معلومات حاصل کر لی جائیں گی تو وہ قرآن کریم کی تردید نہیں بلکہ تائید ہی کریں گی۔

(۲) روایات کے مطابق کشتی نوح رجب المرجب کی کسی تاریخ کو رواں دواں ہوئی اور اس پر اہل ایمان سوار ہوئے اور چھ مہینے تک یہ کشتی پانی پر تیرتی رہی۔ جب یہ کشتی اس مقام پر پہنچی جہاں بیت اللہ شریف ہے تو اس کشتی نے اس کے گرد سات چکر لگائے۔ پھر دس (10) محرم کو یہ طوفان مکمل طور پر ختم ہوا اور ''جودی'' پہاڑ پر یہ کشتی ٹھہر گئی۔ بعض روایات کے مطابق عراق کے ایک شہر موصل میں ''جودی'' پہاڑی ہے جس پر یہ کشتی جا کر رک گئی۔ حضرت نوحؑ نے اس دن روزہ رکھا اور تمام اہل ایمان کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(۳) حضرت نوحؑ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور آپ نے ساڑھے نو سو سال تک نہایت صبر و تحمل سے اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش فرمائی۔ مگر بہت کم لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کی بیوی اور آپ کے بیٹے نے بھی کفر سے توبہ نہیں کی اور اسی پر وہ اس دنیا سے چلے گئے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ:

(۱) انبیاء کرامؑ کا اور ان لوگوں کا جو ان کے طریقوں پر چلنے والے ہیں ان کا کام اللہ کا دین پہنچانا ہے زبردستی کرنا نہیں

ہے کیونکہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے اگر اکراہ اور زبردستی ہوتی تو حضرت ابراہیم کے والد آذر، حضرت نوحؑ کا بیٹا اور بیوی، نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب یہ سب مسلمان ہوتے لیکن ان سب کا خاتمہ کفر پر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی نبی نے پیغام الٰہی کے پہنچانے میں کمی نہیں فرمائی کسی طرح کی زبردستی بھی نہیں کی۔ یہی دین اسلام کی روح ہے۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ کفار و مشرکین اور گناہ پرستوں کی صحبت اتنی بری چیز ہے کہ وہ انسان کو بہت سی عظمتوں سے محروم کر دیتی ہے۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا اور اس کے اپنے گھر میں جو اللہ کی رحمت کا دریا بہہ رہا تھا وہ اس سے محروم رہا۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کو سب سے پہلے اپنے بچوں کے اخلاق و کردار کی نگرانی کرنی چاہئے اور بری صحبتوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ بری صحبتوں میں بیٹھ کر خاندان کا نام بدنام نہ کر دیں۔ باقی تقدیر الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کو ہر ممکن نصیحت فرمائی مگر بری صحبتوں نے ان کو ایمان کے بجائے کفر کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام دینی معاملات کا دارومدار ایمان، عمل صالح اور تقویٰ پر ہے۔ خاندان، نسب اور کسی بڑے باپ کی اولاد ہونے پر نہیں ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے خاتون جنت حضرت فاطمہؓ (اور ملت اسلامیہ کی ہر بیٹی) سے فرمایا کہ اے فاطمہؓ تم یہ مت سمجھنا کہ تم بنت محمد ﷺ ہو اس لئے تمہاری نجات ہوگی۔ بلکہ تمہاری نجات بھی تمہارے اعمال صالح کی وجہ سے ہوگی۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ
مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۸
تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ
وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۴۹ ع ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

کہا گیا اے نوحؑ ہماری طرف سے آپ پر جو سلامتی اور برکتیں ہیں ان کے ساتھ (اس کشتی سے) اتر جائیے۔ اور ان جماعتوں پر بھی رحمتیں ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں۔ لیکن وہ گروہ جن کو ہم چند دنوں کے عیش و آرام دیں گے پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب دیا جائیگا۔

(اے نبی ﷺ) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ نہ تو اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ صبر کیجئے بے شک بہترین انجام اہل تقویٰ کے لئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

قِيلَ	کہا گیا
اِهْبِطْ	اتر جا
سَلٰمٌ	سلامتی۔ عافیت
بَرَكٰتٌ	برکتیں
اُمَمٌ	امتیں۔ جماعتیں۔ گروہ
سَنُمَتِّعُ	بہت جلد ہم فائدہ دیں گے
اَنْبَاءُ	(نبیٌ)۔ خبریں
نُوْحِيْ	ہم وحی کرتے ہیں
مَا كُنْتَ	تو نہ تھا
تَعْلَمُ	تو جانتا ہے
اِصْبِرْ	صبر کر
اَلْعَاقِبَةُ	انجام

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۴۹

گذشتہ آیات میں ''طوفان نوحؑ'' کی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی تھیں اب ان آیات میں حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ جب پانی کے زبردست طوفان کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اس سارے پانی کو اپنے اندر جذب کر لے۔ آسمان سے برسنے والے بادلوں اور زمین پر بہنے والے چشموں کو رک جانے کا حکم دیدیا تب اللہ نے ایک ایسی ہوا چلائی جس سے سطح زمین خشک ہونا شروع ہوگئی اور کشتی نوح پر سوار حضرت نوحؑ ان کے تینوں بیٹے، گھر والے اور اہل ایمان کو اس کشتی سے اتر جانے کا حکم دیا تا کہ زمین پر پھر سے زندگی کا آغاز ہو جائے۔ مسلسل چھ مہینے تک اس کشتی میں رہنے کے بعد جب اہل ایمان

نے زمین پر قدم رکھا تو اللہ نے حضرت نوحؑ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے نوحؑ اب تم اور تمہاری اتباع کرنے والے اس سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر اتر جائیں اور کفار کو بتا دیا گیا کہ اگر تم نے اتنے بڑے طوفان اور عذاب کے بعد ان لوگوں کی روش زندگی کو اپنایا جو نافرمانی کے سبب ہلاک ہو چکے ہیں تو زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا کہ تمہارا بھی وہی انجام ہوگا اور عذاب نازل کر کے تہس نہس کر دیا جائے گا لیکن اگر اللہ و رسول کے احکامات پر عمل کیا گیا تو اللہ اس کی جزا اور بدلہ عطا فرمائے گا۔ اور پھر سے زندگی کی تمام نعمتیں عطا فرمائے گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو وحی کے ذریعہ آپ تک پہنچائی جارہی ہیں ورنہ ہزاروں سال پرانے اس واقعہ سے نہ آپ کی قوم واقف تھی اور نہ آپ کو اس کا علم تھا۔ فرمایا کہ صبر اور برداشت سے کام لیجئے کیونکہ ہر کام کا بہتر انجام ان ہی لوگوں کے لئے ہوا کرتا ہے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ
اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ
اَجْرًا ۗ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾
وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ
عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ
بِتَارِكِىْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾
اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰٮكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۗ قَالَ اِنِّىْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ
وَاشْهَدُوْۤا اَنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا
ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ۗ مَا مِنْ دَآبَّةٍ

اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﮁ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﮂ

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۷

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تم نے (اپنی طرف سے) محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں۔ اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی بدلہ (اجرت) نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اس اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے بخشش (معافی) مانگو اور پھر اسی کی طرف رجوع کرو (توبہ کرو) وہ تمہارے اوپر خوب بارشیں برسائے گا اور تمہاری قوت بڑھادے گا۔ اور تم مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔ انہوں نے کہا اے ہودؑ! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل (معجزہ) لے کر نہیں آئے۔ ہم تمہارے کہنے سے نہ تو اپنے معبودوں کو چھوڑیں گے اور نہ ہم تمہارے اوپر ایمان لائیں گے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود نے تمہیں کسی خرابی (بیماری) میں مبتلا کر دیا ہے (حضرت ہودؑ نے) کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں ان تمام معبودوں سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔

تم سب مل کر میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو وہ کر گذرو اور پھر مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میں نے اس اللہ پر بھروسہ کر رکھا ہے جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی چوٹی اس کے ہاتھ (قبضہ) میں نہ ہو۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر چلنے سے ملتا ہے۔ اگر تم اب بھی منہ پھیرتے ہو تو پھیرلو۔ میں تمہارے پاس جس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہوں وہ میں نے پہنچا دیا ہے۔ میرے رب (کی یہ طاقت ہے کہ) وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو آباد کر دے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان و محافظ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۷

اَخَا	(اَخٌ) بھائی
مَالَکُمْ	تمہارے لئے نہیں ہے
مُفْتَرُوْنَ	گھڑنے والے
لَا اَسْئَلُ	میں نہیں مانگتا۔ میں سوال نہیں کرتا
اَجْرٌ	اجرت۔ بدلہ۔ معاوضہ
فَطَرَنِیْ	جس نے مجھے پیدا کیا
اِسْتَغْفِرُوْا	تم معافی مانگو
یُرْسِلُ	وہ بھیجے گا
مِدْرَارٌ	مسلسل برسنا، برسانا۔ بارشیں
مَاجِئْتَنَا	تو نہیں آیا۔ (تو نہیں لایا)
تَارِکِیْ	(تَارِکِیْنَ)۔ چھوڑنے والے
اِعْتَرٰکَ	تجھے مبتلا کر دیا۔ پھنسا دیا
سُوْءٌ	برائی۔ تکلیف۔ بیماری
اُشْهِدُ	میں گواہ کرتا ہوں
بَرِیْءٌ	بیزاری۔ نفرت
مِنْ دُوْنِهٖ	اس کو چھوڑ کر
کِیْدُوْنِیْ	تم تدبیر کرو میرے خلاف
لَا تُنْظِرُوْنِ	تم مجھے مہلت نہ دو۔ موقع نہ دو
تَوَکَّلْتُ	میں نے بھروسہ کر لیا۔ بھروسہ کر رکھا ہے

دَابَّةٌ	زمین پر چلنے والا جان دار
اٰخِذٌ	پکڑنے والا
نَاصِيَةٌ	پیشانی۔چوٹی
اَبْلَغْتُ	میں نے پہنچادیا
اُرْسِلْتُ	میں بھیجا گیا ہوں
يَسْتَخْلِفُ	وہ قائم مقام بنادے گا
غَيْرُكُمْ	تمہارے علاوہ
لَا تَضُرُّوْنَ	تم بگاڑ نہ سکو گے
حَفِيْظٌ	حفاظت کرنے والا۔نگہبان

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۷

قرآن کریم سچائی کا وہ پیغام ہے جس کے اپنانے میں کامیابی اور اس کا کفر وانکار دین ودنیا کی تباہی ہے۔قرآن کریم میں گذشتہ انبیاء کرامؑ کے واقعات کو نہایت اختصار سے پیش کیا گیا ہے تا کہ عبرت ونصیحت کے تمام پہلو سامنے آسکیں۔حضرت نوحؑ کے عبرت انگیز واقعہ کو نہایت مختصر انداز سے سامنے رکھ کر یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی سچائی اور توحید کے پیغام کو ملت کے ہر فرد کے سامنے خلوص اور بے غرضی سے پیش کیا۔جن لوگوں نے اطاعت وفرماں برداری کا طریقہ اختیار کیا وہ کشتی نوح میں محفوظ رہے لیکن جن لوگوں کو اپنی دولت، بلند عمارتوں اور تہذیب وترقی پر ناز تھا جب اللہ کا فیصلہ آ گیا اور زمین وآسمان سے پانی کا طوفان آیا تو پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ جانے والے بھی اپنے آپ کو نہ بچا سکے۔قرآن کریم اسی بات کو ذہنوں میں تازہ کرنے کے لئے اپنے پیغمبروں کے واقعات کو پیش کر کے عبرت ونصیحت کے ہر پہلو کو نمایاں کرتا ہے کیوں کہ سنبھل جانے کا ایک وقت ہوتا ہے۔اگر کوئی قوم سنبھل نہ سکی تو پھر وہ تاریخ انسانی میں ایک عبرت کا نشان بن جایا کرتی ہے۔

حضرت نوحؑ کے بعد عاد ابن ارم کی نسل سے قوم عاد ایک زبردست قوم بن کر ابھری، وہ اپنی دنیاوی ترقیات، مال و دولت اور تجارت کی کثرت، بلند وبالا عمارتوں اور سرسبز وشاداب علاقوں کی وجہ سے ساری دنیا کے ذہن وفکر پر چھا گئی ور کم وبیش ایک

ہزار سال تک دنیا پر حکمرانی کرتی رہی۔ لیکن ایک مورخ اس بات پر حیران و پریشان ہو جاتا ہے کہ جس طرح یہ قوم ابھر کر ساری دنیا کے ذہنوں پر چھا گئی تھی اسی طرح جب وہ مٹنے پر آئی تو دنیا سے اس کا وجود اس طرح ختم ہو گیا کہ آج اس قوم کے آثار، نشانات اور کھنڈرات بھی مشکل سے ملتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا کی اتنی ترقی یافتہ قوم اس طرح تاریخ میں عبرت کا نشان کیوں بن گئی؟ وہ کونسی دیمک تھی جو اس قوم کی ترقیات کو چاٹ گئی۔ قرآن کریم کی یہ آیات اس سوال کا بہترین جواب ہیں۔ سورۂ ہود میں اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء کرامؑ کی زندگی کو مختصر انداز سے بیان کر کے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

(۱) جن لوگوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو اپنایا اور اللہ کے رسولوں کی اطاعت و فرماں برداری کی وہ قومیں کامیاب ہو گئیں لیکن جن کو دنیا کی دولت، ترقی اور بلند و بالا عمارتوں پر ناز تھا اور انہوں نے انبیاء کرامؑ کی بات کو تسلیم نہیں کیا وہ اس طرح دنیا سے مٹ گئیں کہ آج ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔

(۲) قوموں کی تہذیب و ترقی کو چاٹ جانے والی دوسری چیز کسی قوم کا بے جا گھمنڈ، غرور و تکبر اور کمزوروں پر ظلم و ستم ہے۔ اگر کسی کے دماغ میں دولت اور اقتدار کا نشہ اس طرح چھا جائے کہ وہ کمزور افراد اور مجبور قوموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے اور کسی ظلم و ستم کو کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کرے تو یہ غرور و تکبر افراد اور قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

(۳) قوموں کے گرنے کا ایک سبب یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے اپنے خیال اور گمان سے پتھروں کے بت بنا کر ان کو معبود کا درجہ دیدیتے ہیں اور انسانی مجسموں کو ابتداء میں عقیدت و محبت کا درجہ دیتے ہیں اور پھر ان کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔

(٤) چوتھا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کا وسیلہ اختیار کرنے لگ جاتے ہیں اور پتھروں کے بے جان بتوں اور مٹی کے ڈھیروں سے اپنی مرادیں مانگنے لگتے ہیں۔

یوں تو اور بھی اسباب ہیں جن سے قومیں برباد ہوتی ہیں لیکن اس موقع پر ان چند اسباب کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ قوم عاد کی بربادی میں سب سے بڑے اسباب یہی تھے کہ انبیاء کرام کی تعلیمات سے انکار، غرور و تکبر، کمزوروں پر ظلم و ستم، انسانی مجسموں کو معبود کا مقام دینا اور ان کے وسیلے سے اپنی حاجتوں کو مانگنا۔

حضرت ھودؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے توحید کا یہ پیغام پوری قوم تک پہنچایا اور ان کو بتایا کہ اے لوگو! تم نے جن بے جان پتھروں کے بتوں کو اپنا معبود سمجھ رکھا ہے وہ ایک بہت بڑا دھوکہ اور فریب ہے۔ حقیقی معبود صرف ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے یہ بت قصے، کہانیوں اور افسانوں سے زیادہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ تم صرف اسی

ایک اللہ کی بندگی کرو جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے۔ حضرت ھودؑ نے فرمایا کہ لوگو! تم یہ مت سمجھنا کہ یہ سب کچھ کہنے سے میں تم سے کسی دولت یا دنیاوی عزت کا طالب ہوں بلکہ میں صاف اعلان کرتا ہوں کہ میرا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہے میرا بھروسہ صرف اسی ذات پر ہے جو ہم سب کا معبود ہے۔ تم جن گناہوں میں مبتلا ہو ان سے معافی مانگو تا کہ خشک سالی جو تمہاری طرف بڑھتی چلی آرہی ہے وہ تمہیں اور تمہاری طاقت وقوت کو تباہ وبرباد کر کے نہ رکھ دے۔ اگر تم نے توبہ واستغفار کیا تو اللہ نہ صرف تمہارے گناہوں خطاؤں کو معاف کر دے گا بلکہ تمہاری قوت وطاقت میں اور بھی اضافہ فرمادے گا۔ اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کو اپنائے رکھا تو تم مجرم قوموں میں شامل ہو کر برے انجام سے دو چار ہو جاؤ گے۔ حضرت ہودؑ نہایت خلوص، محبت، متانت وسنجیدگی سے اس پیغام کو ایک ایک گھر تک پہنچا رہے تھے مگر وہ بدقسمت قوم حضرت ہودؑ کے اس پیغام توحید کو نہ سمجھ سکی اور کہنے لگی کہ اے ہود ہم تمہارے کہہ دینے سے ان معبودوں کو تو نہیں چھوڑ سکتے جو ہمارا سہارا ہیں جب کہ تمہارے ساتھ کوئی ایسا معجزہ بھی نہیں ہے جس کو دیکھ کر ہم اس بات کا یقین کرلیں کہ واقعی تم جو بات کہہ رہے ہو وہ سچ ہے۔ کہنے لگے کہ ہم تو یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اے ھودؑ! تم جو رات دن اٹھتے بیٹھتے ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو کوئی معبود تم سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے تمہارے دل ودماغ پر ایسا برا اثر ڈالا ہے کہ تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ حضرت ہودؑ کا نہایت سادگی، متانت اور سنجیدگی کے ساتھ یہی پیغمبرانہ جواب تھا کہ اے میری قوم! میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر میں اللہ کی گواہی پیش کرتا ہوں وہی میرا گواہ ہے البتہ میں تمہارے کفر وشرک کے ہر انداز سے بیزار ہوں اور میں وہی سچی بات کہوں گا جس کا مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے اور تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں ہے تو تم سب مل کر میرے خلاف جو کچھ کر سکتے ہو کر ڈالو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ تو اس ذات بے نیاز پر ہے جو تمہارا اور میرا رب ہے اور ہر چیز اس کے اس طرح قبضے میں ہے کہ اس نے ہر چیز کو اس کی چوٹی سے پکڑ کر اور تھام کر رکھا ہے۔ اس پروردگار کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے فرمایا کہ اے میری قوم! میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم اس راستے کو اپناتے ہو یا نہیں۔ بہرحال اتنی بات تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس صراط مستقیم کو نہیں اپنایا اور اسی طرح غیر اللہ کی عبادت وبندگی کرتے رہے تو دوسری قوموں کی طرح تمہیں بھی حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔ وہ اللہ جو کسی کا محتاج نہیں ہے تمہیں مٹا کر کسی دوسری قوم کو تمہاری جگہ پر لا کر آباد کر دے گا۔ تم اللہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ وہ ہر چیز کا محافظ ونگراں ہے۔ البتہ تم اپنے لئے وہ خرابی ضرور پیدا کرلو گے جس کا کوئی علاج نہیں ہے اور تم اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ آپ اس کے بعد کی آیات میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ اللہ نے قوم عاد کو کس طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور دوسری قوم کو ان کا قائم مقام بنا دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ قوم عاد جو دنیا کی عظیم قوموں میں سے ایک قوم تھی کس طرح اس کو اس کے برے اعمال کے سبب تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا گیا۔ یہی تمام اخلاقی کمزوریاں تم مکہ والوں کے اندر بھی موجود ہیں اگر تم نے اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی تو تمہارا حشر بھی قوم عاد سے مختلف نہ ہوگا۔

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ
نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ
اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ع ۵ / ۱۱ / ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

اور جب ہمارا حکم پہنچ گیا تو ہم نے ہودؑ کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لے آئے تھے اپنی رحمت سے ان کو ایک سخت عذاب سے بچالیا۔ اور یہ تھی قوم عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ان تمام لوگوں کے سکھائے پر چلتے رہے جو ضدی اور ہٹ دھرم تھے۔ اس دنیا میں اور قیامت کے دن تک لعنت ان کے پیچھے لگادی گئی ہے۔ سنو! قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو کہ قوم عاد کو رحمت سے دوری ہوئی جو کہ ہودؑ کی قوم تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

اَمْرُنَا	ہمارا حکم۔ ہمارا فیصلہ
غَلِيْظٌ	سخت
جَحَدُوْا	انہوں نے انکار کیا
عَصَوْا	انہوں نے نافرمانی کی۔ کہانہ مانا
اِتَّبَعُوْا	وہ پیچھے لگ گئے۔ انہوں نے اتباع کی
جَبَّارٌ	زبردست۔ ضدی

عَنِيْدٌ	ہٹ دھرم لوگ
اُتْبِعُوْا	پیچھے لگادی گئی
لَعْنَةٌ	لعنت۔ اللہ کی رحمت سے دوری

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ''قوم عادؔ'' کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''قوم عادؔ'' جو کئی ہزار کی تعداد میں تھے اور دنیاوی اعتبار سے خوش حال اور جسمانی لحاظ سے نہایت مضبوط واقع ہوئے تھے جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی اور اپنے نبی کی اطاعت کا انکار کیا اور کفر و شرک میں انتہا تک پہنچ گئے تب اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا اور اتنی مضبوط قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ حضرت ہودؑ اس قوم کو توحید و رسالت کی طرف متوجہ کرتے رہے مگر وہ قوم اپنی باغیانہ روش سے باز نہ آئی بالآخر اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو قوموں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے نافذ کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سات راتوں اور آٹھ دنوں تک آندھی کا ایسا زبردست طوفان آیا جس نے ان کی آبادیوں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا، ان کے عالی شان مکانات گر گئے، تیز ہواؤں کی وجہ سے چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑوں سے اکھڑ گئے ایک ایسی زہریلی ہوا چلائی گئی جو کہ ان کی ناک میں داخل ہو کر ان کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی۔ اس طرح یہ قوم اپنے کفر و شرک اور بداعمالیوں کی وجہ سے تاریخ انسانی میں ''عبرت'' کا نشان بن کر رہ گئی۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور ان لوگوں کو نجات عطا فرمادی جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسولوں کی رسالت پر ایمان لے آئے تھے۔ اگرچہ قوم عاد میں صرف حضرت ہودؑ ہی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے مگر چونکہ انبیاء کرام کا سلسلہ تو ابتدائے کائنات ہی سے جاری ہے اسی لئے ''رسل'' فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ایک رسول کی اطاعت کا انکار درحقیقت تمام انبیاء کرام کا انکار ہوتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قوم عاد کے اہل ایمان کو نجات عطا فرمادی اور نافرمانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔

ان آیات میں قرآن کریم کے مخاطب اول کفار و مشرکین مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ قوموں کی زندگی میں ان کا اچھا اور نیک کردار آنے والی نسلوں کے لئے باعث عبرت و نصیحت ہوا کرتا ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ اللہ نے صرف ان ہی لوگوں کو نجات عطا فرمائی ہے جو انبیاء کرام کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو نافرمانی اور بغاوت کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کو کبھی نجات نہیں ملتی اور ان کی دنیاوی طاقت و قوت ان کے کسی کام نہیں آ سکتی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس پیغام الٰہی کو پہنچا رہے ہیں اگر ان کی اطاعت نہ کی گئی اور کفار مکہ اپنی باغیانہ روش سے باز نہ آئے تو وہ بھی کسی عبرت ناک انجام سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صدقے میں اب وہ

عذاب تو اس امت پر نہیں آئیں گے جو گذشتہ امتوں پر آئے تھے لیکن عذاب کی وہ شکلیں ضرور سامنے آئیں گی جو کفار و مشرکین کے وجود کو نشان عبرت بنانے کیلئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والوں کو نہ صرف نجات عطا فرمائی بلکہ دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرما کر ان کو ساری دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا۔

وقف لازم

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَٰقَوْمِ
ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ
وَٱسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ
مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا۟ يَٰصَٰلِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَآ ۖ أَتَنْهَىٰنَآ أَن
نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾
قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى مِنْهُ
رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِى مِنَ ٱللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُۥ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِى غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! تم اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔ تمہیں اس میں آباد کیا، تم اس سے معافی مانگو اور اسی کی طرف پلٹ آؤ۔ بے شک میرا رب قریب ہے، اور قبول کرنے والا ہے۔ کہنے لگے کہ اے صالحؑ تم تو ہمارے اندر پہلے سے ان لوگوں میں سے تھے جن سے بڑی امیدیں تھیں۔ کیا تم ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکنا چاہتے ہو جس کی عبادت و بندگی ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ اور جس دین کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس میں تو ہمیں سخت شبہ ہے۔ (حضرت صالحؑ نے) کہا اے میری قوم! یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ اور اس نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے (اس کے باوجود)۔ اگر میں اس کی نافرمانی کروں گا تو اس سے مجھے کون بچائے گا۔ تم تو میرا بڑا نقصان کر رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

اَنْشَاَ	اس نے اٹھایا۔اس نے پیدا کیا
اِسْتَعْمَرَ	اس نے آباد کیا
اِسْتَغْفِرُوْا	معافی مانگو۔توبہ کرو
تُوْبُوْا	تم پلٹو۔تم لوٹو
مُجِیْبٌ	جواب دینے والا۔قبول کرنے والا
مَرْجُوٌّ	مرکز امید، بہت سی وابستہ امیدیں ہیں
اَتَنْھٰنَا	کیا تو ہمیں روکتا ہے۔منع کرتا ہے
اٰبَاؤُنَا	ہمارے باپ دادا۔
تَدْعُوْنَا	تو ہمیں بلاتا ہے
مُرِیْبٌ	(رَیبٌ) شک میں ڈالنے والا
بَیِّنَۃٌ	کھلی نشانی
اٰتٰنِی	اس نے مجھے دیا
مَنْ یَّنْصُرُنِیْ	میری کون مدد کرے گا
مَا تَزِیْدُوْنَ	تم اضافہ نہیں کر رہے ہو
غَیْرُ تَخْسِیْرٍ	سوائے نقصان کے

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۳

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور بلاوجہ کسی قوم کو یا اس کے افراد کو برباد بھی نہیں کرتا بلکہ انہوں نے جس طرز زندگی کو اپنے لئے پسند کر رکھا ہے اگر وہ غلط ہے تو اللہ ان کو سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کا پورا پورا موقع عطا کرتا ہے، ان کے احوال کی اصلاح کے لئے ان پاکیزہ نفوس (انبیاء کرامؑ) کو بھیجتا ہے جو ان کو قدم قدم پر غلط روی کے برے نتائج سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اور بالکل واضح طریقہ پر بتا دیتے ہیں کہ ان کی اصلاح اور سنبھلنے کے راستے کونسے ہیں۔اگر وہ انبیاء کرامؑ کی

بات مان کر صراط مستقیم اختیار کر لیتے ہیں تو ان کو دین و دنیا کی تمام بھلائیوں کی سعادت نصیب ہوتی ہے ورنہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ دنیا کی دولت، قوت و طاقت اور ظاہری اسباب ان کے کسی کام نہیں آتے۔ گذشتہ آیات میں آپ نے قوم عاد کے اس برے انجام کو ملاحظہ کر لیا ہے جس میں ان کا مال دولت اور دنیاوی ترقی ان کے کسی کام نہ آسکے۔ قوم عاد کی طرح عرب کی قدیم ترین قوموں میں سے قوم ثمود بھی تھی جو حجاز اور شام کے درمیان ''الحجر'' کے مقام پر آباد تھی۔ یہ قوم جسمانی اعتبار سے نہایت قوی اور مضبوط تھی، ان کی لمبی لمبی عمریں عظیم الشان فن تعمیر اس قوم ثمود کا نمایاں وصف تھا۔ اس قوم نے پہاڑوں کو تراش کر ایسی عالی شان اور بلند و بالا عمارتیں بنائی تھیں جن کے آثار اور کھنڈرات آج تک موجود ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ اور تیس ہزار صحابہ کرام قوم ثمود کی بستیوں کے پاس سے گذرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں قوم ثمود آباد تھی مگر اپنی بداعمالیوں کے سبب وہ دنیا سے مٹادی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس مقام سے جلد از جلد گذرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ سیر و تفریح کی جگہ نہیں بلکہ عبرت و نصیحت کی جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو وہ کنواں جہاں سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور وہ درہ بھی دکھایا جہاں سے یہ اونٹنی معجزہ کے طور پر پیدا کی گئی تھی اور وہ وہاں سے پانی کے کنویں تک آتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ صرف اس کنویں سے پانی پینا جہاں سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی نے پانی پیا تھا۔ اس کے علاوہ کسی کنویں سے پانی مت پینا۔

جب قوم ثمود مال و دولت کی کثرت، عیش و عشرت کی زندگی اور بلند و بالا عمارتوں پر ناز کرتے ہوئے پتھر کے بے جان بتوں کی عبادت و بندگی میں ڈوب گئی تب اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی اصلاح کے لئے حضرت صالحؑ کو بھیجا تا کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کیا جاسکے۔ حضرت صالحؑ نے بھی تمام انبیاء کرامؑ کی طرح وہی بنیادی بات ارشاد فرمائی کہ اے میری قوم! تم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو کیونکہ وہی ایک اللہ ہے جس نے انسان کو زمین کے بے جان ذرات سے پیدا کیا۔ پھر اس کو وہ صلاحیتیں عطا فرمائیں جن سے کام لے کر وہ اس دنیا میں اپنے رہنے بسنے اور زندگی گذارنے کا سلیقہ سیکھتا ہے۔ فرمایا کہ تم دنیا کے اسباب اور عیش و عشرت میں پھنس کر اپنے خالق و مالک اللہ کو مت بھول جانا اور اسی کی طرف پلٹ کر آؤ۔ وہ اللہ ایسا مہربان ہے کہ اپنے بندوں کی ہر فریاد سنتا ہے اور وہ ان سے بہت قریب ہے۔

سب کچھ سننے کے بعد کہنے لگے کہ اے صالحؑ ہمیں تو آپ سے بہت کچھ امیدیں تھیں اب آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ ہمیں ان معبودوں کی عبادت و بندگی سے روکتے ہیں جن کی عبات و بندگی ہمارے باپ دادے کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ بت تو ہمارے سامنے ہیں لیکن آپ جس معبود کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں وہ ہے بھی یا نہیں؟ ہمیں تو اس میں شک ہے حضرت صالحؑ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب یہ دیا کہ اے میری قوم! مجھے یہ بتاؤ کہ جب اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کھلی نشانیاں اور اس کی رحمتیں میرے سامنے ہیں۔ اگر میں ان سب کے باوجود اللہ کی نافرمانی کروں گا تو مجھے اللہ کے عذاب سے اور آخرت کے نقصان سے کون بچائے گا۔ یقیناً تمہاری بات مان کر تو میں سوائے نقصان کے اور کچھ بھی حاصل نہ کر سکوں گا۔

حضرت صالحؑ کے اس واقعہ کی مزید تفصیلات اس کے بعد کی آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

وَيٰقَوۡمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِیۡۤ
اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ قَرِيۡبٌ ﴿٦٤﴾
فَعَقَرُوۡهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوۡا فِیۡ دَارِكُمۡ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍؕ ذٰ لِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ
مَكۡذُوۡبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ
بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَمِنۡ خِزۡىِ يَوۡمِئِذٍؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِىُّ الۡعَزِيۡزُ ﴿٦٦﴾
وَاَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۙ ﴿٦٧﴾
كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوۡدَا۟ كَفَرُوۡا رَبَّهُمۡ ؕ اَلَا بُعۡدًا لِّثَمُوۡدَ ﴿٦٨﴾ ع ٨/٦

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٦٨

(صالحؑ نے کہا کہ) اے میری قوم یہ ایک اونٹنی ہے۔ جو تمہارے لئے اللہ کی نشانی ہے تم اس کو زمین پر آزاد چھوڑے رکھنا تا کہ وہ اللہ کی زمین سے (آزادی کے ساتھ) کھاتی پھرے اور اس کو برائی (کی نیت) سے ہاتھ مت لگانا ورنہ بہت جلد عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔ اور پھر انہوں نے اونٹنی کو مار ڈالا۔ تب صالحؑ نے کہا کہ تم تین دنوں تک اپنے اپنے گھروں کو اور برت لو۔ یہ وہ وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ہے (پورا ہو کر رہے گا)۔

پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالحؑ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے نجات عطا فرمادی اور اس دن کی رسوائی سے بچالیا۔ بے شک آپ کا رب زبردست اور بڑی قوت والا ہے۔ اور ان ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا پھر وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں اس طرح اوندھے پڑے رہ گئے جیسے وہ ان گھروں میں کبھی آباد ہی نہ تھے۔ قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔ خوب سن لو! کہ قوم ثمود اللہ کی رحمت سے دور جا پڑی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۴ تا ۶۸

نَاقَةٌ	اونٹنی
ذَرُوْ	چھوڑ دو۔ چھوڑے رکھو
تَاكُلُ	وہ کھائے
اَرْضُ اللّٰهِ	اللہ کی زمین
لَا تَمَسُّوْا	تم ہاتھ نہ لگانا
بِسُوْءٍ	برائی سے۔ بری نیت سے
عَقَرُوْا	انہوں نے قتل کر ڈالا
تَمَتَّعُوْا	تم فائدہ اٹھالو
ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ	تین دن
غَيْرُ مَكْذُوْبٍ	جھوٹا ہونے والا نہیں ہے
خِزْيٌ	رسوائی۔ ذلت
اَلصَّيْحَةُ	چنگھاڑ۔ بہت تیز آواز۔
اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے
دِيَارٌ	(دَيْرٌ)۔ گھر
جٰثِمِيْنَ	اوندھے پڑے رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۴ تا ۶۸

جب حضرت صالحؑ قوم ثمود کے سرداروں سے فرما چکے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ میری بات مانو۔ کہنے لگے کہ ہم اس بات کا کیسے یقین کرلیں کہ واقعی

تمہیں اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اگر تم سچے ہو تو سامنے پہاڑ ہے اس سے ایک ایسی اونٹنی پیدا کراؤ جو کہ گابھن ہو اور وہ پیدا ہوتے ہی بچہ پیدا کرے۔ حضرت صالحؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم کی اس فرمائش کو پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کی اس درخواست کو قبول کیا اور پہاڑ سے گابھن اونٹنی کو پیدا کیا جس نے کچھ دیر کے بعد ایک بچہ جنم دیا۔ اس اتنے بڑے معجزے کو دیکھ کر کسی نے بھی ایمان قبول نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ان سب لوگوں میں سے صرف ایک شخص نے ایمان قبول کیا۔ بقیہ سب کے سب اپنے کفر پر قائم رہے۔ حضرت صالحؑ نے پوری قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم نے اللہ سے ایک اونٹنی کا مطالبہ کیا اور اللہ نے معجزے کے طور پر اس اونٹنی کو پیدا فرما دیا تو یہ اونٹنی تمہارے کنویں سے پانی پیئے گی لیکن اس دن تمہارے جانور پانی نہیں پئیں گے۔ اس طرح ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن تمہارے جانور پانی پی سکیں گے۔ ابتدا میں تو وہ سب اس کے لئے تیار ہو گئے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے جانوروں کو پانی نہیں مل رہا ہے اور ایک دن پانی نہ ملنے سے ان کے جانور مر رہے ہیں تو انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس اونٹنی کو مار دیا جائے تاکہ اس مشکل سے نجات مل جائے۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ اونٹنی معجزہ کے طور پر تمہیں دی گئی ہے اس کو ستانا یا قتل کرنا تمہیں تباہ کر دے گا۔ مگر یہ نافرمان قوم باز نہ آئی اور ایک دن انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ جب حضرت صالحؑ کو معلوم ہوا کہ اونٹنی کو مار دیا گیا ہے تب حضرت صالحؑ کو یقین ہو گیا کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قوم کے لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں بسر کر لیں۔ اس کے بعد اس قوم کو اس کی نافرمانی کی سزا مل کر رہے گی۔ چنانچہ تیسرے دن ایک ہیبت ناک آواز پوری گھن گرج کے ساتھ سنائی دی۔ اس آواز سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں، جب کہ وہ میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے، اسی حالت میں ہلاک کر دیئے گئے ان کا مال و دولت، بلند و بالا عمارتیں ان کے کسی کام نہ آسکیں اور اس طرح قوم ثمود اپنے برے انجام کو پہنچ گئی۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا اور ان کو نجات عطا فرما دی گئی۔

جب حضرت صالحؑ نے دیکھا کہ پوری قوم مردہ حالت میں پڑی ہوئی ہے تو کہہ اٹھے۔

''اے میری قوم میں نے اللہ کا پیغام اور نصیحت پہنچا دی تھی لیکن تمہیں تو وہی لوگ برے لگتے تھے جو تمہیں نصیحت کرتے تھے (سورۃ الاعراف)''

قرآن کریم کا یہی ایک اسلوب بیان ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اور اس کے ماننے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھا اور ان قوموں کو اور ان کے افراد کو تہس نہس کر دیا جنہوں نے نافرمانی کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام پر ایمان کامل کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے برے انجام سے محفوظ فرمائے آمین۔

وَلَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ
قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاۗءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۞۶۹ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ
لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ
اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۞۷۰ وَامْرَاَتُهٗ قَاۗىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا
بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۞۷۱ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ
وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ ھٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۞۷۲
قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ
الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۞۷۳ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ
وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۞۷۴ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ
لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۞۷۵ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ
جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۞۷۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۶

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لے کر آئے۔ انہوں نے سلام کیا ابراہیمؑ نے بھی سلام کیا۔ پھر کچھ دیر نہ گذری تھی کہ وہ (ابراہیمؑ) ایک بھنا ہوا بچھڑا لئے آئے۔ پھر جب (ابراہیمؑ) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو وہ ان سے خوف محسوس کرنے لگے۔ (فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کھایئے۔ بے شک ہم قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی ہوئی تھیں جب اسحاقؑ اور ان کے بعد یعقوبؑ کی خوش خبری ان کو دی گئی تو وہ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں بڑھیا ہوں اور میں بچہ جنوں گی؟ جب کہ

میرے شوہر (ابراہیمؑ) تو بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں واقعی یہ تو عجیب بات ہوگی۔
(فرشتوں نے) کہا اے اہل بیت کیا تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو۔ تمہارے اوپر تو اللہ کی خاص رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک اللہ تمام تعریفوں کے لائق اور بڑی شان والا ہے۔ پھر جب ابراہیمؑ کا خوف جاتا رہا اور ان کو خوش خبری مل گئی تو وہ ہم سے قوم لوطؑ کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ بے شک ابراہیم بہت برداشت کرنے والے، نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے۔
اے ابراہیمؑ! اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے اور ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۷۶

رُسُلُنَا	ہمارے بھیجے گئے۔ بھیجے ہوئے
اَلْبُشْرٰی	خوش خبری
سَلٰمٌ	سلام۔ سلامتی
مَا لَبِثَ	نہیں ٹھہرا
عِجْلٌ	بچھڑا
حَنِیْذٌ	بھنا ہوا
رَاٰ	اس نے دیکھا
اَیْدِیَھُمْ	ان کے ہاتھ
لَا تَصِلُ	نہیں پہنچ رہے ہیں
نَکِرَ	اوپرا، عجیب سا لگا
اَوْجَسَ	اس نے محسوس کیا
خِیْفَةٌ	خوف
لَا تَخَفْ	ڈرومت
قَآئِمَةٌ	کھڑی ہونے والی

ضَحِكَتْ	ہنس پڑی
وَرَآءٌ	پیچھے
يٰوَيْلَتٰٓى	ہائے افسوس
ءَ اَلِدُ	کیا میں جنوں گی۔ (میرے یہاں ولادت ہوگی)
عَجُوْزٌ	بڑھیا۔ زیادہ عمر کی ہو جانا
بَعْلِىْ	میرا شوہر
شَيْخٌ	زیادہ بوڑھا ہونا
اَتَعْجَبِيْنَ	کیا تم تعجب کر رہی ہو؟
اَهْلُ الْبَيْتِ	گھر والے
حَمِيْدٌ	تمام تعریفوں والا
مَجِيْدٌ	تمام عظمتوں والا
اَلرَّوْعُ	گھبراہٹ
يُجَادِلُنَا	وہ ہم سے جھگڑنے لگا
حَلِيْمٌ	بہت برداشت کرنے والا
اَوَّاهٌ	نرم دل
مُنِيْبٌ	بہت رجوع کرنے والا
اَعْرِضْ	درگذر کرو۔ جانے دو
غَيْرُ مَرْدُوْدٍ	ہٹنے والا نہیں ہے

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۶

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ اور ان کی قوموں کے واقعات کو بیان فرمانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے دو واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا ہے۔ بڑھاپے کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ جیسے فرزند کی خوشخبری اور حضرت لوطؑ کی قوم کی نافرمانی کے سبب قوم لوطؑ پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے جو آپ کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو نبی بنا کر بھیجا جو شام و فلسطین کے علاقے میں بسنے والی قوم کی اصلاح فرماتے رہے۔ موجودہ دور میں اسرائیل اور اردن کے درمیان بحرمیت (DEAD SEA) کے نام سے ایک سمندر ہے جس کے لئے یہ مشہور ہے کہ اس سمندر میں گہرائی کے باوجود کوئی چیز ڈوبتی نہیں۔ اور نہ اس میں کسی طرح کے جاندار زندہ رہ سکتے ہیں۔ کسی وقت یہ سمندر نہیں بلکہ انسانوں کی جیتی جاگتی بستیاں تھیں جن کو سدوم اور عامورہ کی بستیاں کہا جاتا تھا۔ جب قوم لوط کی مسلسل نافرمانیوں اور غیر فطری اعمال کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل کیا گیا تب یہ بستیاں زلزلوں کے جھٹکوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں۔ نہ صرف یہ بستیاں الٹ دی گئیں بلکہ سطح سمندر سے چار سو میٹر نیچے چلی گئیں۔ یہ سمندر جو کہ وادی غوار میں واقع ہے جس کو بحرمیت کہا جاتا ہے آج بھی ساری دنیا کے لئے نشان عبرت ہے۔

قوم لوط میں بدترین بے حیائیوں اور بے شرمیوں کا اس طرح رواج ہو گیا تھا کہ پوری قوم کے نزدیک ”عمل لواطت“ ایک فیشن بن گیا تھا وہ عورتوں کے بجائے لڑکوں اور مردوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کو اس برے اور بدترین عمل سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن یہ قوم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی اور آخر کار اس قوم پر وہ عذاب نازل ہوا جو اس سے پہلے کسی قوم پر نازل نہ ہوا تھا۔ ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور ان کی بستیوں کو اس طرح الٹ دیا گیا کہ آج ان کے شہر اور ان کی بستیاں سمندر کے نیچے چلی گئیں اور غرق کر دی گئیں۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو تباہ و برباد کرنا چاہا تو چند فرشتوں کو لڑکوں کی شکل میں بھیجا۔ یہ وہ فرشتے تھے جو سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی خوش خبری لے کر آئے تھے۔ جب یہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو آپ ان کو اجنبی مہمان سمجھ کر فوراً گھر کی طرف تشریف لے گئے ایک بچھڑا تھا اس کو ذبح کر کے اور اس کو بھون کر مہمانوں کے پاس لے آئے اور فرمایا کہ یہ کھانا کھا لیجئے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہ اجنبی مہمان کھانے کی طرف اپنا ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں تب ان کو اندیشہ ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کیونکہ اس زمانہ میں رواج یہ تھا کہ جب کوئی کسی کا دشمن ہوتا تھا تو وہ اس کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی سوچ میں تھے کہ اس دوران اجنبی مہمانوں نے حضرت ابراہیمؑ کو بتایا کہ وہ کھانا اس لئے نہیں کھا رہے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں جو آپ کو حضرت اسحاق و یعقوب علیہم السلام کی خوش خبری دینے اور قوم لوط کو برباد کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

بیٹے کی خوش خبری سن کر حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی بیوی حضرت سارہ حیران رہ گئے۔ حضرت سارہ اس تصور سے ہنس پڑیں کہ حضرت ابراہیم تو بوڑھے ہو چکے ہیں اور میں بانجھ ہوں جس کے ہاں اولاد ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ اے اہل بیت رسول کیا تمہیں اللہ کی رحمت واقع ہونے میں تعجب ہو رہا ہے حالانکہ اس کی قدرت سے تو کوئی چیز بھی باہر نہیں ہے ادھر حضرت ابراہیمؑ اس تصور سے افسردہ ہو گئے کہ قوم لوط نے توبہ نہیں کی اور بالآخر ان کا بھیانک انجام سامنے آ گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ جو نہایت حلیم الطبع اور نرم مزاج تھے اللہ کے سامنے فریاد کرنے لگے تاکہ قوم لوط پر عذاب کا جو فیصلہ کر لیا گیا ہے وہ ٹل جائے

مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا کہ اب اس قوم پر عذاب کا فیصلہ کرلیا گیا ہے جس کو ٹلایا نہیں جاسکتا اور یہ عذاب آ کر رہے گا۔

اس موقع پر قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ جب اللہ کے فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے کیا ان کو اس بات کا علم تھا کہ یہ فرشتے ہیں؟ اگر علم تھا تو بھنا ہوا بچھڑا کیوں لے کر آئے اسی طرح جب یہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط کے پاس پہنچے ہیں کیا ان کو اس بات کا علم تھا کہ یہ فرشتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرامؑ کو جتنا علم عطا فرماتے ہیں ان کو اتنا ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ اللہ ہی کی ذات ہے جو عالم الغیب والشہادہ ہے جو موجود اور غیب کا جاننے والا ہے اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب کہنا قرآنی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

وَلَمَّا
جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا
يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ
لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ
رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ
وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ
اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ
لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا
يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ
اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾
فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ
مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

النصف ع۷ ۷ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

اور جب ہمارے فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو وہ رنجیدہ اور دل تنگ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ دن بہت بھاری ہے۔ اور (اس کی قوم کے) لوگ اس کی طرف دوڑ کر آئے۔ پہلے سے وہ اسی طرح کی بدکاریوں کے عادی تھے اور (لوطؑ نے) کہا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں جو (تمہارے نکاح کے لئے) حلال ہیں۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے ذلیل و رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے (ہمیں ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے) اور تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

لوطؑ نے کہا کاش کہ میرا تمہارے اوپر زور چلتا یا کوئی مضبوط پناہ گاہ ہوتی جس میں میں پناہ لے لیتا فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ تک ان کی پہنچ ہرگز نہ ہوگی۔ آپ رات کے کسی حصہ میں گھر والوں کو لے کر چلے جایئے۔ اور تم میں سے کوئی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے سوائے آپ کی بیوی کے (جو ساتھ نہیں جائے گی) کیونکہ اس پر وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آئے گی۔ ان کی تباہی کا وقت صبح کا وقت مقرر ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟ پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس زمین کو الٹ دیا اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ہم نے ان پر کنکریلے پتھر لگاتار برسائے جن پتھروں پر آپ کے رب کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے یہ بستیاں (مکہ کے ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

سِیْٓءَ — رنجیدہ ہوا

ضَاقَ — تنگ ہو گیا

یَوْمٌ عَصِیْبٌ — بھاری دن۔ مشکل وقت

يُهْرَعُوْنَ	وہ دوڑتے ہیں
اَلسَّيِّئَاتُ	(سَيِّئَةٌ) ۔ برائیاں
بَنَاتِیْ	میری بیٹیاں
اَطْهَرُ	زیادہ پاک باز ۔ صاف ستھری
لَا تُخْزُوْنِ	تم مجھے رسوا نہ کرو
ضَيْفِیْ	میرے مہمان
رَجُلٌ	مرد
رَشِيْدٌ	زیادہ بہتر ۔ زیادہ سمجھدار
اٰوِیْ	لینے والا
رُكْنٌ شَدِيْدٌ	مضبوط سہارا
لَنْ يَّصِلُوْا	وہ ہرگز نہ پہنچیں گے
اَسْرِ	رات کو نکل جا
قِطْعٌ	حصہ
اَللَّيْلُ	رات
لَا يَلْتَفِتْ	توجہ نہ کرنا
اِمْرَاَتُكَ	تیری بیوی
عَالِيَهَا	اس کے اوپر کو
سَافِلَهَا	اس کے نیچے
اَمْطَرْنَا	ہم نے برسایا
سِجِّيْلٌ	پکی اینٹ
مَنْضُوْدٌ	پتھر
مُسَوَّمَةٌ	نام لکھا ہوا ۔ متعین و مقرر

تشریح: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی پیدائش کی خوش خبری دے کر حضرت لوطؑ کے پاس چند نوجوان اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے۔ اب اس کی تفصیل ارشاد فرمائی جا رہی ہے۔

حضرت لوطؑ ان فرشتوں کو پہچان نہ سکے اور عام نوجوان سمجھ کر اس تصور سے پریشان ہوگئے کہ ان کی قوم ان لڑکوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی جس نے ایمان قبول نہیں کیا تھا اور اپنے کفر پر قائم تھی اس نے قوم لوط کو اس بات کی اطلاع دیدی تھی کہ حضرت لوطؑ کے پاس چند خوبصورت نوجوان لڑکے بطور مہمان آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پوری قوم کے سارے بدکار لوگ حضرت لوطؑ کے گھر پر ٹوٹ پڑے اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت لوطؑ اس تصور سے سخت پریشان ہوگئے کہ یہ لوگ میری بے عزتی کرنے سے باز نہیں رہیں گے اور زبردستی کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ حضرت لوطؑ نے ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائیں کہ دیکھو اپنی بدکرداریوں کو چھوڑ کر نیک اور بہتر راستہ اختیار کرو، تم جس بدعملی میں راحت تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہو وہ تمہیں برباد کر کے رکھ دے گی۔ کیا قوم کی بیٹیاں موجود نہیں ہیں جن سے نکاح کر کے تم پاکیزہ زندگی گذار سکتے ہو۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے۔

حضرت لوطؑ کے وعظ و نصیحت کو سن کر کہنے لگے کہ لوطؑ تم جانتے ہو کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں اور عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تمہیں معلوم ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں اب تم ان مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دو اور بس۔ حضرت لوطؑ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور وہ قوم کی بے حسی پر تڑپ کر رہ گئے اور کہہ اٹھے کہ اگر میرے اندر طاقت و قوت ہوتی یا کوئی مضبوط پناہ گاہ ہوتی جہاں میں پناہ لے لیتا اور یہ رسوائی کا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ قوم کی بدکرداری اور بے حسی اور حضرت لوطؑ کی پریشانی دیکھ کر ان فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں ہم اللہ کے فرشتے ہیں جو اس بدکردار قوم کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ تک یہ لوگ نہ پہنچ سکیں گے۔ آپ رات کے کسی حصے میں سوائے اپنی بیوی کے اپنے اہل خانہ اور مومنین کو لے کر نکل جایئے اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھئے کیونکہ اس قوم پر عذاب کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اب یہ قوم اس عذاب سے بچ نہ سکے گی۔ حضرت لوطؑ جو اپنی قوم کے انتہائی مخلص تھے یقیناً یہ سن کر اور بھی پریشان ہوگئے ہوں گے۔ پھر بھی قوم کو سمجھاتے رہے لیکن وہ بدقسمت قوم اپنے برے انجام سے بے خبر اپنی ناجائز خواہشات اور تمناؤں میں الجھی رہی۔ رات کے آخری حصے میں حضرت لوطؑ اور ان کے اہل ایمان گھر والے اور مومنین روانہ ہوگئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ گیا۔ ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے اور ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور وہ پوری قوم اپنی بدعملی کے نتائج کا شکار ہوگئی۔

دراصل غیر فطری اعمال اللہ کو اس قدر ناپسند ہیں کہ جو قوم اور اس کے افراد اس خرابی اور گندگی میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ایسی قوم اللہ کے فیصلے سے بچ نہیں سکتی۔ ہم اپنے اس دور میں دیکھ رہے ہیں کہ بعض ترقی یافتہ قومیں بڑی تیزی سے اس "عمل بد" کو قانونی تحفظ دے رہی ہیں۔ قانونی تحفظات کی وجہ سے عجب نہیں کہ ان کے لئے اللہ کا فیصلہ آ جائے۔ امریکہ، کینیڈا، اور یورپ میں جس طرح اس فعل بد کو قانونی تحفظ دیا جا رہا ہے اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پوری قوم اس مرض میں مبتلا ہو چکی ہے اسی لئے قانونی تحفظ کی ضرورت پڑ رہی ہے دوسرے یہ کہ اس مرض کے عام ہونے سے ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں جو ناقابل علاج ہیں۔ چنانچہ ایڈز جیسی بیماری بھی اس فعل بد کا نتیجہ ہے ممکن ہے قانون کا تحفظ دینے والے اسی عذاب کا شکار ہو جائیں یا ان کی بستیوں پر سمندر اس طرح چڑھ دوڑے گا کہ وہ اپنی عمارتوں اور شہروں کو اس عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔ بہر حال میری نگاہیں تو یہ دیکھ رہی ہیں کہ اب ان قوموں کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جس دن اللہ کا یہ عذاب آ جائے گا اس دن ساری دنیا کی طاقتیں مل کر بھی اس سے نجات حاصل نہ کر سکیں گی۔ اب بھی توبہ کا وقت ہے۔ وقت نکل گیا تو پھر ہر چیز الٹ کر رہ جائے گی۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ
قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ وَلَا
تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ
اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا
الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ
کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ
اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ
فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ
یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ

مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت و بندگی کرو، جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور تم ماپ تول میں کمی نہ کرو۔ آج میں تمہیں اچھے حال میں دیکھتا ہوں لیکن میں تمہیں ایک ایسے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں جو تم سب کو گھیر لے گا۔
اور میری قوم! تم ماپ تول پورا پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور نہ زمین میں فساد مچاتے پھرو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ اور میں کوئی تم پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔
وہ کہنے لگے کہ اے شعیبؑ کیا تمہیں تمہاری نماز یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت و بندگی ہمارے باپ دادا کرتے تھے یا ہم اس کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی سے جو چاہیں تصرف کریں؟ بے شک آپ تو بڑے عقل منداور نیک چلن ہیں۔ شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ اور اس نے مجھے اپنی طرف سے بہترین دولت (نبوت) عطا کی ہے (تو کیا میں اس کے مخالف چلوں) میں نہیں چاہتا کہ میں خود اس کے مخالف چلوں جس سے تمہیں روکتا ہوں میں تو ہر ممکن حد تک صرف اصلاح چاہتا ہوں۔ اور مجھے جو توفیق ملی ہوئی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

لَا تَنْقُصُوْا تم کمی نہ کرو

اَلْمِكْيَالُ ماپ

اَلْمِیزَانُ	تول
اِنِّیْ اَرٰی	بے شک میں دیکھ رہا ہوں
بِخَیْرٍ	خیر سے۔ بھلائی سے۔ اچھا حال
یَوْمٌ مُّحِیْطٌ	گھیر لینے والا دن
اَلْقِسْطُ	انصاف۔ برابری
لَا تَبْخَسُوْا	نہ گھٹاؤ۔ کمی نہ کرو
اَشْیَاءٌ	چیزیں
لَا تَعْثَوْا	تم نہ پھرو۔ نہ گھومو
بَقِیَّتُ اللّٰہِ	اللہ کا بچایا ہوا
حَفِیْظٌ	نگہبان۔ نگران
تَاْمُرُکَ	تجھے حکم دیتی ہے
اَنْ نَّتْرُکَ	یہ کہ ہم چھوڑ دیں
اَنْ نَّفْعَلَ	یہ کہ ہم کریں
نَشٰٓؤُا	ہم چاہیں
رَزَقَنِیْ	اس نے مجھے دیا
اَنْھٰی	میں منع کرتا ہوں۔ روکتا ہوں
اُرِیْدُ	میں چاہتا ہوں
اِسْتَطَعْتُ	میں طاقت رکھتا ہوں
تَوْفِیْقٌ	عطا۔ توفیق
تَوَکَّلْتُ	میں نے بھروسہ کرلیا
اُنِیْبُ	میں لوٹتا ہوں

تشریح: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۸

گذشتہ آیات میں چند انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت شعیبؑ اوران کی نافرمان قوم کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت شعیبؑ جن کو نبی کریم ﷺ نے ''خطیب الانبیاء'' کے مبارک لقب سے یاد فرمایا ہے نہایت متین، سنجیدہ اور خوش بیان تھے۔انہوں نے ہر طرح اپنی قوم کو سمجھایا مگر وہ قوم آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھی۔

حضرت شعیبؑ کی قوم بنیادی طور سے ایک تجارت پیشہ قوم تھی۔نہایت خوش حال اور بلند و بالا قد وقامت کی مالک۔ حسین و جمیل علاقوں میں عیش و آرام کی زندگی گذار رہی تھی۔مگر ماپ تول میں کمی، بے ایمانی، بددیانتی، خرید وفروخت میں دھو کے بازی سود خوری اور سٹہ بازی ان کا مزاج بن چکا تھا۔تجارتی کامیابیوں اور دولت کی ریل پیل نے ان میں چند ایسی بنیادی خرابیاں پیدا کر دی تھیں جنہوں نے اس قوم کو اخلاقی تباہی کے کنارے پہنچا دیا تھا۔

(۱) ماپ تول میں کمی۔یعنی لینے کے پیمانے اور تھے دینے کے اور۔جو آدمی جتنی بے ایمانی کر سکتا تھا وہ اس کے لئے عیب نہیں بلکہ تجارتی کامیابی سمجھی جاتی تھی۔رزق حرام کمانا ان کا اس طرح مزاج بن چکا تھا کہ ''رزق حلال'' ان کو راس ہی نہ آتا تھا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں رزق حلال میں سات گنا برکت رکھی ہے وہیں ''رزق حرام'' میں ایسی بے برکتی رکھی ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود ایسا انسان خالی ہاتھ ہی رہتا ہے۔اس کے کام میں برکت نہیں ہوتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کو گھر میں اور گھر سے باہر ''سکون قلب'' حاصل نہیں ہوتا اور آخر کار یہ دولت اس سے چھین لی جاتی ہے۔

(۲) حرام کمائی بہت دکھائی دیتی ہے اسی لئے اس میں ان برائیوں کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔بہترین سواریاں، بلند و بالا عمارات سرسبز و شادادت باغیچے اور روشیں، خوبصورت لباس اور جھک جھک کر سلام کرنے والوں کی کثرت انسان کو اس وہم میں مبتلا کر دیتی ہے کہ وہ نہایت کامیاب انسان ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ ایک فرد غرور و تکبر کا پیکر بن جاتا ہے اور اپنے سامنے کسی کو اپنے سے بلند نہیں سمجھتا بلکہ سب کو اپنے سے کم تر اور حقیر سمجھنے لگتا ہے، ضد ہٹ دھرمی اور تکبر اس کا مزاج بن جاتا ہے۔

(۳) ایسے لوگوں کی اخلاقی گراوٹ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھ بیٹھتے ہیں۔اور توحید کی تعلیمات کو بھلا کر کفر و شرک کی دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔

حضرت شعیبؑ جن کو اہل مدین کی اصلاح اور درستی کے لئے بھیجا گیا تھا انہوں نے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے ایک اللہ کی بندگی اور اطاعت کا درس دیا یہ وہی تعلیم تھی جو تمام انبیاء کرامؑ نے کفر و شرک میں مبتلا قوموں کی دی تھی۔کیونکہ ہر نبی اور رسول بنیادی طور پر توحید خالص کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام تر تمدنی ترقی کے باوجود اگر ایک قوم کفر و شرک اور بری عادات میں مبتلا ہو جاتی ہے تو ان کا تمدن اور ان کی تہذیب ان کے کسی کام نہیں آتی۔حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ میری قوم کے لوگو! تم اس ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔وہی تمہارا خالق و مالک اور کارساز ہے۔ان کی اخلاقی اصلاح کے

لئے فرمایا کہ تم ماپ تول میں کمی نہ کرو ورنہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تمہاری ان بے ایمانیوں کے نتیجے میں اللہ کا وہ عذاب آجائے گا جس سے بچ کر نکلنا ممکن ہی نہ ہوگا۔ ان کے معاشرہ کی اصلاح کے لئے فرمایا کہ تم فساد فی الارض نہ کرو کیونکہ اللہ کو فساد کرنے والے پسند نہیں ہیں۔ ان کے ایمان کی تقویت کے لئے فرمایا کہ حلال ذریعوں سے جو بھی رزق تمہارا مقدر ہے اس پر گذارہ کرو اور ہوس اور لالچ کے ہر انداز کو چھوڑ دو۔ حضرت شعیبؑ نے ان کے تمدن، تہذیب، اخلاق اور ایمان کی اصلاح کے بہترین اور مخلصانہ طریقے ارشاد فرمائے۔ پوری قوم کا یہی جواب تھا کہ اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز اور عبادت تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ تم ہم سے ایسی باتیں کرو اور ہمارا وہ مال جس میں ہمیں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے اسے اپنی مرضی سے خرچ نہ کریں اور کیا ہم اپنی کاروباری زندگی کو رزق حلال کے چکر میں تباہ و برباد کر ڈالیں؟ ہمیں آپ جیسے باوقار اور حلیم الطبع انسان سے ایسی توقع نہیں تھی۔ حضرت شعیبؑ کا یہی جواب تھا کہ میں نے تمہاری اصلاح و ترقی کے لئے جو کچھ کیا وہ اس بنیاد پر ہے کہ اللہ نے میری رہنمائی فرمائی ہے۔ میں اس کے بھروسے پر تم سے ہر وہ بات کروں گا جس سے تمہاری اصلاح ہو جائے۔ اگر تم مانتے ہو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم اس کو تسلیم نہیں کرتے تو میں تمہارا احتاج نہیں ہوں۔ میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے میرا مکمل بھروسہ اللہ کی ذات پر ہے۔ جب یہ قوم ماپ تول میں کمی، حرام کمائی کی خوگر اور غیر اللہ کی عبادت میں حد سے گذر گئی تب اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل کیا۔ ان کو اور ان کی تہذیب و ترقیات کو تہس نہس کر دیا۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ
قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ
بِبَعِيْدٍ ۝۸۹ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ
وَّدُوْدٌ ۝۹۰ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا
بِعَزِيْزٍ ۝۹۱ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ
اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۹۲
وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ

مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ
اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾

ع ۸ ۱۲ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۵

اے میری قوم! تمہاری ہٹ دھری اور ضد کہیں تمہیں ان مصیبتوں میں نہ ڈال دے جس طرح قوم نوحؑ، قوم عادؑ یا قوم صالحؑ عذاب میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ اور قوم لوطؑ کا زمانہ تو تم سے زیادہ دور کا بھی نہیں ہے۔ اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو اور پھر اسی کی طرف متوجہ رہو۔ بے شک میرا رب بڑا مہربان اور محبت والا ہے۔ کہنے لگے کہ اے شعیبؑ تمہاری بہت سی باتیں جو تم کرتے ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اور بے شک ہم تمہیں اپنے اندر ایک کمزور آدمی سمجھتے ہیں۔ اور اگر ہمیں تمہارے خاندان کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیتے۔ اور تم ہمارے اوپر کوئی طاقت نہیں رکھتے ہو۔

(شعیبؑ نے) کہا اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ طاقت ور ہے۔ اور اس کو تم نے اپنے پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے۔ اور بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اس کو میرا رب گھیرے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو اور میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ تم بہت جلد جان لو گے کہ وہ عذاب کس پر آتا ہے جو رسوا کر دے گا۔ اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا ہے۔ تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ اور جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے شعیبؑ کو اور ان کے ساتھ جو ایمان لے آئے تھے ان کو اپنی رحمت سے نجات عطا فرما دی۔ اور جو ظالم تھے ان کو ایک چنگھاڑ نے آ لیا۔ پھر وہ صبح کو اپنے گھروں میں اس طرح اوندھے پڑے رہ گئے جیسے وہ کبھی آباد ہی نہ تھے۔ سنو! کہ اہل مدین رحمت سے دور ہو گئے جیسا کہ ثمود رحمت سے دور ہو گئے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر۸۹تا۹۵

لَا یَجْرِمَنَّ	مجرم نہ بنادے
شِقَاقٌ	ضد۔ہٹ دھرمی
اَنْ یُّصِیْبَ	یہ کہ پہنچے گی
وَدُوْدٌ	محبت کرنے والا
مَا نَفْقَهُ	ہم نہیں سمجھتے
ضَعِیْفٌ	کمزور
رَهْطٌ	خاندان۔قبیلہ
رَجَمْنَا	ہم رجم کرتے۔(پتھر مار مار کر ہلاک کرنا)
عَزِیْزٌ	زبردست۔قوت وطاقت والا
اَعَزُّ	زیادہ طاقت ور۔زیادہ قوت والا
ظِهْرِیٌّ	پشت۔پیٹھ
مُحِیْطٌ	گھیرنے والا
عَامِلٌ	کام کرنے والا
مَكَانٌ	جگہ
یُخْزِیْ	رسوا کردے گا
كَاذِبٌ	جھوٹ بولنے والا
اِرْتَقِبُوْا	نگرانی کرو۔انتظار کرو
رَقِیْبٌ	نگران

اَلصَّيۡحَةُ	چنگھاڑ تیز آواز
اَصۡبَحُوۡا	وہ رہ گئے
جٰثِمِيۡنَ	اوندھے پڑے رہنے والے
لَمۡ يَغۡنَوۡا	آباد نہ تھے
بَعِدَتۡ	دور ہوگئی

تشریح: آیت نمبر ۸۹ تا ۹۵

جیسا کہ آپ نے حضرت شعیبؑ کے متعلق گذشتہ آیات میں پڑھا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی نافرمانی کرنے پر ٹوکتے ہوئے فرمایا تھا اے لوگو! اپنے گناہوں سے معافی مانگو، کفر وشرک اور ہر طرح کی نافرمانیوں سے باز آجاؤ، ماپ تول میں کمی نہ کرو اللہ کی طرف رجوع کرو، اس کے حکم پر چلو وہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا کیونکہ وہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اسے بندوں کی معافی اور استغفار بہت پسند ہے کوئی کتنا ہی بڑا مجرم کیوں نہ ہو اگر وہ سچے دل سے توبہ کر کے اللہ سے معافی مانگتا ہے تو وہ اپنے بندوں کے بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

لیکن اگر تم نے کفر وشرک کے راستے کو نہیں چھوڑا تو وہ اللہ تمہیں جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے گا اور اس کی گرفت اور پکڑ سے تمہیں کوئی بھی بچا نہ سکے گا۔ ان ہی آیات میں حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا ہے کہ اے میری قوم! اگر تم اسی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی قوم نوحؑ، قوم ھودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کی طرح سخت عذاب میں مبتلا ہو کر اپنا سب کچھ تباہ کر بیٹھو۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ حضرت لوطؑ کا وہ علاقہ جہاں ان کی بستیوں کو ان پر الٹ دیا گیا تھا وہ تم سے بہت دور نہیں ہیں زمانہ اور علاقہ بہت قریب کا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح قوم نوحؑ کو پانی میں غرق کر دیا گیا قوم ھود کو آندھی اور ہوا کے طوفان سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، قوم صالح کو ہیبت ناک آوازوں اور زلزلہ سے برباد کیا گیا اور قوم لوطؑ پر ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور آج ان کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے۔ کہیں تمہارا بھی حشر ایسا ہی نہ ہو۔

حضرت شعیبؑ جو تمام انبیاء کرام میں بہترین خطیب بھی تھے جب اپنی بات سے فارغ ہوگئے تو قوم کے سردار کہنے لگے کہ اے شعیب! تمہاری باتیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ آخر ہم اتنے مضبوط ہیں ہمارا انجام گذشتہ قوموں کی طرح کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہنے لگے اے شعیب تمہارے خاندان کا لحاظ آڑے آجاتا ہے ورنہ تمہاری ان باتوں پر جی یہ

چاہتا ہے کہ تمہیں پتھروں سے کچل دیا جائے اور پتھر برسائے جائیں۔ اور ہمارے لئے ایسا کرنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے لیکن ہمیں تمہارے خاندان کا خیال آجاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے نزدیک کیا میرا خاندان میرے اللہ سے بھی زیادہ طاقت ور ہے۔ یاد رکھو تم اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہو وہ تمہیں جب بھی گھیرنا چاہے گا تم اس سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ حضرت شعیبؑ نے آخری بات یہ فرمادی کہ ٹھیک ہے میں نے تمہیں تمہارے برے انجام سے مطلع کردیا ہے اگر تم اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے تو اس وقت کا انتظار کرو جب تک اللہ کا فیصلہ نہ آجائے، میں اپنے عمل میں لگا ہوا ہوں تم اپنی غفلتوں میں لگے رہو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا عذاب کس کو رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ جب پوری قوم کفر و شرک پر جمی رہی اور ماپ تول میں کمی پر شرمندہ نہیں ہوئی تو ایک سخت چنگھاڑ اور آواز سے اس قوم کے ہر فرد کے کانوں کے پردے پھٹ گئے، دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں اور جن بلند و بالا مکانات پر انہیں ناز تھا اس طرح برباد ہو کر رہ گئے کہ جیسے کل تک یہاں کوئی آباد ہی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ اور ان کی بات ماننے والوں کو نجات عطا فرمادی۔ اس طرح قوم کے نافرمانوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ ان آیات کی روشنی میں چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہے۔ جب کوئی قوم نافرمانیوں کی انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ اپنے نیک بندوں کو بھیجتا ہے جو اللہ کے حکم سے کفر و شرک پر جمے ہوئے لوگوں کو ان کے برے انجام سے مطلع کرتے ہیں جو لوگ انبیاء کرامؑ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں ان کو نجات مل جاتی ہے اور نافرمانوں کو برے انجام سے دوچار کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر جگہ اپنے رسولوں اور نبیوں کو اصلاح احوال کے لئے بھیجا اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج کر قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنادیا۔ اب آپ کے بعد کسی نئے رسول یا نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تو یہ بھی اللہ کا کرم اور مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے اپنے نیک بندوں کو بھیجتا رہا ہے۔ دوسری بڑی مہربانی یہ ہے کہ وہ بہت سی خطاؤں کے باوجود اپنے بندوں کی فوری طور پر گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو توبہ کرنے کا موقع اور مہلت عطا فرماتا ہے پھر بھی اگر کوئی باز نہیں آتا تو اس کو سخت سزا دیتا ہے۔ اللہ کو اس کا شوق نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں کو سزا دے بلکہ اللہ نے تو مہربانی کرنے کو اپنے اوپر فرض کرلیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر جب کہ کچھ جنگی قیدی لائے گئے ان میں ایک عورت ایسی بھی تھی کہ جس کا دودھ پیتا بچہ اس سے چھوٹ گیا تھا بچے کی جدائی میں اس ماں کا یہ حال ہو چکا تھا کہ ہر دودھ پیتے بچے کو وہ اپنی چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانا شروع کردیتی۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا تم اس ماں سے اس کی توقع کر سکتے ہو کہ وہ اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں سے آگ میں پھینک دے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر یہ بچہ آگ میں گرنے لگے گا تو وہ ماں اس بچے کو آگ سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ یعنی ایک

ماں جس طرح اپنے بچے کے لئے بے قرار ہے۔ اللہ بھی اپنے بندوں کی نجات کا اس سے زیادہ خواہش مند ہے مگر انسان ہی نافرمانیاں کرکے اپنے مہربان اللہ کو ناراض کردیتا ہے۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت شعیبؑ کی قوم نے یہ کہا تھا کہ اے شعیبؑ! اگر ہمیں تمہارے معزز خاندان کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کردیتے بالکل یہی بات کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے بھی کہی تھی کہ اے محمد ﷺ اگر ہمیں تمہارے خاندان کی عزت کا خیال نہ ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ برا معاملہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر کا مزاج ایک ہی ہے۔ کفر کا وہ مزاج جہاں بھی ہو جس زمانہ میں بھی ہو۔

۳) تیسری بات یہ ہے کہ کفر و شرک تو ایک بہت بڑا گناہ ہے جس سے قومیں اور ان کی تہذیب اور تمدن دنیا سے مٹ کر رہ گیا لیکن ماپ تول میں کمی بھی اللہ کے نزدیک ایک بہت بڑا جرم ہے۔

سورۂ مطففین میں اللہ نے فرمایا ہے:

بڑی خرابی اور بربادی ان لوگوں کے لئے ہے جو ماپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو زیادہ لیتے ہیں اور جب دیتے ہیں تو ماپ تول میں گھٹا کر دیتے ہیں۔

حضرت شعیبؑ بھی اپنی قوم کو اسی بے ایمانی سے توبہ کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں وجہ یہ ہے کہ خرید و فروخت میں دوسرے کے حق کو پورا نہ دینا، اس میں گھٹاؤ کرنا انسانی زندگی کا ایک بہت بڑا روگ اور بیماری ہے کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ یہ بد اخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کو تلف کرکے رکھ دیتی ہے۔ اسی طرح اس بے ایمانی کے عمل سے انسانی شرافت، اخوت و محبت اور ہمدردی کے تمام رشتے کٹ کر لوگوں میں لالچ، حرص و طمع، خود غرضی، رذالت اور کمینگی کے جذبات کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ چونکہ اس سے معاشرہ تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کو ان کی اصلاح کے بھیج کر یہ بتادیا کہ کفر و شرک ناقابل معافی جرم ہے لیکن ماپ تول میں کمی بھی کفر و شرک سے کم نہیں ہے۔

٤) چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو ایک وقت تک مہلت دیتا ہے جب وہ مدت گذر جاتی ہے تب اس قوم کے برے انجام کا فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کا صدقہ ہے کہ آج ہم ہزاروں ان گناہوں کے باوجود جن کی وجہ سے گذشتہ قومیں برباد کردی گئی تھیں پھر بھی اللہ کے عذابوں اور غصے سے بچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سچی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر طرح اللہ کے غصے اور ناراضگی سے محفوظ فرمائے آمین۔

حضور اکرم ﷺ کے صدقے اب گذشتہ قوموں کے جیسے عذاب تو نہیں آئیں گے لیکن گناہوں کی سزا مختلف شکلوں میں آج بھی مل سکتی ہے۔ زلزلے، طوفان، آپس کی خانہ جنگی، بے برکتی، بے سکونی، اولاد کی نافرمانی۔ اگر دیکھا جائے تو یہ باتیں بھی اللہ کی نافرمانیوں کی ایک سزا ہیں۔ اللہ ہمیں دین پر چلنے اور برے انجام سے محفوظ فرمائے آمین

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۹۶ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ
فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۹۷
یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ
الْمَوْرُوْدُ ۹۸ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ
الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۹۹ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا
قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ ۱۰۰ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ
اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۱۰۱

ترجمہ: آیت نمبر ۹۶ تا ۱۰۱

اور ہم نے موسیٰؑ کو معجزات اور روشن دلیلوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا جو فرعون کی فرماں برداری کرنے والے تھے حالاں کہ فرعون صحیح طریقہ پر نہ تھا۔ وہ (فرعون) قیامت کے دن آگے آگے ہوگا اور وہ ان کو جہنم کی طرف پہنچا دے گا جو اترنے کی جگہوں میں بدترین جگہ ہے۔ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کے دن بھی لگی رہے گی۔ اور جو انعام ان کو دیا گیا ہے وہ بدترین انعام ہے۔ یہ کچھ بستیوں کے حالات تھے جنہیں ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دیا ہے۔ ان میں سے بعض باقی ہیں اور بعض بالکل مٹ چکی ہیں۔

ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے نفسوں پر خود ہی ظلم کیا تھا۔ اور ان کے وہ (من گھڑت) معبود جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت و بندگی کرتے تھے جب (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کا حکم آ گیا تو وہ ان کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے اور ان کو ان سے سوائے نقصان کے اور کچھ بھی نہ پہنچا۔

لغات القرآن	آیت نمبر ۹۶ تا ۱۰۱
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ	کھلی ہوئی دلیل۔روشن دلیل
مَلَاءٌ	سردار
اَمْرُفِرْعَوْنَ	فرعون کی بات
يَقْدُمُ	وہ آگے ہوگا
اَوْرَدَ	وہ پہنچائے گا۔لا کھڑا کرے گا
اَلْوِرْدُ	پہنچنے کی جگہ۔گھاٹ
اَلْمَوْرُوْدُ	پہنچائے گئے۔
اَنْبَآءٌ	خبریں
اَلرِّفْدُ	انعام
اَلْمَرْفُوْدُ	انعام جو دیا گیا
حَصِيْدٌ	کٹ جانے اور مٹ جانے والی
اَلْقُرٰى	بستیاں
مَا اَغْنَتْ	کام نہ آئی۔فائدہ نہ دیا
يَدْعُوْنَ	وہ پکارتے ہیں
غَيْرُ تَتْبِيْبٍ	سوائے تباہی و بربادی کے

تشریح: آیت نمبر ۹۶ تا ۱۰۱

قرآن کریم گذشتہ انبیاء کرامؑ کے واقعات کو نہایت مختصر انداز سے پیش کر کے عبرت و نصیحت کے ہزاروں پہلو کھول کر رکھ دیتا ہے۔

سورۂ ھود میں سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔حضرت نوحؑ ،حضرت ہودؑ ،حضرت صالحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ اب آخر میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر خیر فرمایا جارہا ہے۔

سورہ ھود میں سات انبیاء کرامؑ کے مختصر واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱) ہر نبی نے اپنی امت سے بنیادی بات یہی فرمائی ہے کہ جب تک قوم توحید خالص پر نہیں آئے گی، کفر وشرک اور دنیاوی بدمعاملگیوں کی اصلاح نہیں کرے گی اس کو راہ نجات نصیب نہیں ہوگی۔ اگر کفر وشرک اور ماپ تول میں کمی سے توبہ کرلی جائے گی تو اللہ جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ نہ صرف ان کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا بلکہ دین ودنیا کی تمام بھلائیوں سے ان کے دامن کو بھر دے گا۔

۲) لیکن اگر قوم نے کفر وشرک اور ماپ تول میں کمی سے توبہ نہ کی اور اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہی تو پھر وہ اس عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتی جو گذشتہ تمام قوموں پر آچکا ہے۔

چونکہ قرآن کریم کے اول مخاطب مکہ کے وہ کفار تھے جو پچھلی قوموں کے طرز عمل پر چل رہے تھے۔ ان واقعات کے ذریعہ ان کو یہ بتایا جارہا ہے کہ آج ان کے درمیان اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں جن کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور کوئی رسول نہیں ہے۔ اگر انہوں نے ان کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی تب تو ان کی نجات ہے ورنہ قیامت تک ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ جو اللہ کے محبوب پیغمبروں میں سے ایک ہیں ان کو توریت جیسی کتاب دی گئی جو امت کے لئے مینارہ نور اور راہ ہدایت تھی ان کو بہت سے معجزات دئے گئے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھے جاسکتے تھے لیکن ان سب کے باوجود ان کی قوم نے فرعون اور اس کے اقتدار اور دولت کی چمک دمک کے سامنے حضرت موسیٰؑ کے بجائے فرعون کی پیروی کی۔ حالانکہ فرعون کی پیروی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ پوری قوم ذلت ورسوائی کا پیکر بن کر رہ گئی تھی۔ لیکن جب انہوں نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان قبول کیا تو اللہ نے فرعون اور اس کی سلطنت کے تمام نافرمانوں کو سمندر کے پانی میں غرق کردیا۔

فرمایا یہ جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے جو کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا لوگ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار لیتے ہیں ورنہ وہ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندوں کی دنیا اور آخرت سنور جائے اور ان کو نجات مل جائے۔

مکہ کے کفار اور قیامت تک آنے والوں کو یہی بتایا جارہا ہے کہ اللہ کی سنت اور اس کا طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ آج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس نور ہدایت (قرآن کریم) کو لے کر آئے ہیں یہ ان کی نجات اور کامیابی کے لئے آخری کتاب ہدایت ہے۔ جس نے بھی اس کو مان لیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستگی اختیار کرلی اس کی نجات ہے لیکن جس نے حضرت محمد ﷺ کے طریقوں کو چھوڑ کر خود اپنے لئے راستے بنالئے وہ کبھی منزل مراد پر نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ سنبھل جائیں۔ لیکن جب وہ ان کو گرفت میں لے لیتا ہے تو پھر ان کو اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ
شَدِيۡدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ ؕ
ذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا
نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾ يَوۡمَ يَاۡتِ لَا تَكَلَّمُ نَفۡسٌ اِلَّا
بِاِذۡنِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ شَقِىٌّ وَّسَعِيۡدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ شَقُوۡا فَفِى النَّارِ
لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّشَهِيۡقٌ ۙ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيۡدُ ﴿۱۰۷﴾
وَاَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَـنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا مَا دَامَتِ
السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيۡرَ مَجۡذُوۡذٍ ﴿۱۰۸﴾
فَلَا تَكُ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّمَّا يَعۡبُدُ هٰٓؤُلَۤاءِ ؕ مَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا كَمَا
يَعۡبُدُ اٰبَآؤُهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ
غَيۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹ ۱۴ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اور آپ کے رب کی گرفت ایسی ہی ہے کہ جب کوئی ظلم کرتا ہے تو وہ اس کو پکڑ لیتا ہے اور بے شک اس کی پکڑ سخت اور دردناک ہوتی ہے۔
ان واقعات میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو عذاب آخرت سے ڈرتے ہیں۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ اس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہوگا اور اس کو ہم نے

بہت تھوڑی سی مدت کے لئے ملتوی کر رکھا ہے۔ جب وہ دن آجائے گا تو اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہ کر سکے گا۔ پھر ان ہی میں سے کچھ لوگ تو ظالم ہوں گے اور کچھ نیک بخت ہوں گے۔ جو لوگ ظالم و شقی ہوں گے وہ جہنم میں چیختے دھاڑتے ہوئے داخل ہوں گے۔ وہ اس میں اس وقت تک رہیں گے جب تک زمین و آسمان رہیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے سوائے اس کے جو آپ کا رب چاہے۔ بے شک آپ کا رب جو چاہے کر گذرنے والا ہے۔

بہر حال وہ لوگ جو نیک بخت ہوں گے (خوش نصیب) وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے جب تک زمین و آسمان باقی ہیں۔ سوائے اس کے جو آپ کا رب چاہے۔ اس کی عطا و بخشش کبھی منقطع ہونے والی نہیں ہے۔

وہ لوگ جن چیزوں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اس کے بارے میں آپ ذرا بھی شک و شبہ نہ رکھیں۔ یہ لوگ تو اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ اور بے شک ہم ان کا حصہ (قیامت کے دن) بغیر کسی کمی بیشی کے ان کو پہنچا دیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اَخَذَ	لیا
اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ	شدید اور دردناک
خَافَ	ڈرا
یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ	جمع ہونے کا دن
یَوْمٌ مَّشْھُوْدٌ	حاضری کا دن
نُؤَخِّرُ	ہم دیر کرتے ہیں۔ موخر کرتے ہیں
مَعْدُوْدٌ	گنتی۔ مقرر
لَاتَکَلَّمُ	بات نہ کرے گا
شَقِیٌّ	بدنصیب

سَعِيْدٌ	خوش نصیب
زَفِيْرٌ	چیخنا۔ زور سے آواز لگانا
شَهِيْقٌ	دھاڑنا
فَعَّالٌ	بہت کرنے والا
عَطَاءٌ	بخشش۔ عطا کرنا
غَيْرُ مَجْذُوْذٍ	نہ منقطع ہونے والا
لَاتَكُ	(لَا تَكُنْ)۔ تو نہ ہونا
مِرْيَةٌ	شک
مُوَفُّوْا	پورا دینے والا
نَصِيْبٌ	حصہ
غَيْرَ مَنْقُوْصٍ	نہ گھٹنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۹

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اسی لئے وہ لوگوں کے برے اعمال پر فوراً ہی سزا نہیں دیا کرتا بلکہ ان کو مہلت اور ڈھیل دیتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ اپنے برے اعمال میں لگا رہتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں کہ پھر ان سے چھڑانے کی کسی میں ہمت و طاقت نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اپنے برے اعمال اور بدعملی کی زندگی سے توبہ کر لیتے ہیں وہ ابدی راحتوں کے مستحق بن جاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو "سعید اور اس کے مقابلے میں شقی" فرمایا گیا ہے۔

سعید وہ اہل ایمان ہیں جو قدم قدم پر نیک اعمال کو اپنا کر صراط مستقیم پر چلتے ہیں اور اپنے ہر کام میں اللہ کی رضا و خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کے لئے جنت کی وہ ابدی راحتیں ہیں جو ان سے کبھی منقطع نہ ہونگی۔ اس کے برخلاف وہ لوگ

جنہوں نے کفر وشرک کا راستہ اختیار کر رکھا تھا اور کسی سمجھانے والے کی بات کو نہ سمجھتے تھے وہ شدید کرب واذیت میں مبتلا ہوں گے۔ان کو ایسی آگ میں جھونک دیا جائے گا جس میں ان کو ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہنا ہوگا اگر کسی شخص نے ایمان قبول کرلیا لیکن اس نے اعمال صالح کو اپنی زندگی نہیں بنایا۔قیامت کے دن اگر اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا تو وہ اپنی بدعملی کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد ہم عمل کریں یا نہ کریں آخر کار ہماری بخشش ہوجائے گی۔ یہ تصور یہودیوں والا تصور بن جائے گا۔ کیونکہ ان کو اسی بات پر ناز تھا کہ ہم کچھ بھی کرتے رہیں جنت ہماری ملکیت ہے دو تین دن سزا بھگت کر پھر جنت میں چلے جائیں گے اور اگر اللہ نے چاہا تو یہ سزا بھی بھگتنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ دنیا کی زندگی میں تو ہزار ہزار سال جینے کی تمنا رکھتے ہیں جب کہ ان کا یہ گمان ہے کہ جنت ان کی ملکیت ہے۔اللہ نے ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر جنت تم لوگوں کے لئے ہے تو پھر دنیا کی مصیبتیں کیوں برداشت کررہے ہو موت کی تمنا کرو اور جنت میں پہنچ جاؤ۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کا خیال ہی خیال ہے۔اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔اہل ایمان کے لئے ہم جو بات کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صاحب ایمان ہے لیکن وہ ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ کرسکا تو اس کو بدعملی پر سزا تو ضرور ملے گی اور اگر رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس کی نجات ہوگی۔لیکن اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ نیک عمل کرے یا نہ کرے وہ جنت میں ضرور جائے گا یہ اس کی بھول ہوگی۔وجہ یہ ہے کہ یہ نجات کا وعدہ رائی برابر ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔کیا خبر ہے کہ وہ شخص جو سمجھتا ہے کہ اس کی بخشش تو ہوہی جائے گی خواہ وہ کچھ بھی کرتا پھرے اس کا ایمان بھی سلامت ہے یا نہیں۔اگر اس کا ایمان سلامت ہے تو اس کی بخشش ضرور ہوگی لیکن اگر اس نے بدعادات وخرافات اور شرکیہ اعمال میں پڑ کر اپنا ایمان ہی کھودیا ہے تب اس کی نجات نہیں ہوسکتی۔انسان کو ہر وقت اس بات سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ اس کا ایمان اور اس کے اعمال اللہ کے ہاں قبول بھی ہیں یا نہیں؟

اگر ایمان کے ساتھ اس کے معمولی اعمال بھی برقرار ہیں تو انشاء اللہ وہ جنت میں ضرور جائے گا اور وہ ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَ
لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ
شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝١١٠ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ
اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝١١١ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ

مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝١١٢ وَلَا تَرْكَنُوٓا
إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ
مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝١١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۳

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس میں (لوگوں نے) اختلاف پیدا کیا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ کردی گئی ہوتی تو ان کا فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایک ایسے شک میں مبتلا ہیں جس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور یقیناً یہ سب کے سب ایسے ہی ہیں مگر پھر بھی آپ کا رب ان کے اعمال پر پورا پورا حصہ دے گا۔ بے شک وہ ان کے کاموں کی ہر طرح خبر رکھتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ اور آپ کے ساتھ وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی ہے یا جس طرح ان کو حکم دیا گیا ہے اس پر وہ سیدھی طرح قائم رہیں سرکشی نہ کریں۔ (بے شک ایسے لوگوں کا اجر اللہ کے ذمے ہے) بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔ اور ان ظالموں کی طرف نہ جھکو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) آگ ہی تمہیں پہنچ جائے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ تم مدد کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۳

اُخْتُلِفَ	اختلاف کیا گیا
كَلِمَةٌ	حکم
سَبَقَتْ	گذر گیا۔ گذر گئی
قُضِيَ	فیصلہ کردیا گیا
مُرِيْبٌ	شبہ میں ڈالنے والا
كُلٌّ	ہر ایک۔ سب کے سب

لَيُوَفِّيَنَّ	پورا کئے جائیں گے
اِسْتَقِمْ	سیدھا رہ
اُمِرْتَ	تجھے حکم دیا گیا۔
تَابَ	متوجہ ہوا۔ توبہ کی
لَا تَطْغَوْا	نافرمانی نہ کرو
لَا تَرْكَنُوْا	تم مائل نہ ہو
تَمَسَّ	پہنچے گی
اَوْلِيَاءُ	(ولی)۔ دوست۔ حمایتی
لَا تُنْصَرُوْنَ	تم مدد نہ کئے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۳

کفار و مشرکین اور منافقین کو جب بھی موقع ملتا وہ دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک پر کیچڑ اچھالنے اور اسلام کی تعلیمات کو لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت اور بے قیمت بنانے میں کسر نہ چھوڑتے۔ کبھی مذاق اڑاتے۔ کبھی بے بنیاد پروپیگنڈا کرتے اور کبھی قرآن کریم کی بعض آیات کی تصدیق کرتے اور کبھی انکار۔ ان باتوں سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو شدید ذہنی تکلیف پہنچتی تھی۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان ظالموں کی باتوں کی پرواہ نہ کریں اور اللہ کے دین کو پہنچانے میں اپنی صلاحیتوں کو کام میں لائیں۔ یہ اسلام کے دشمن خود ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ اس جگہ پر بھی اللہ تعالیٰ نبی مکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جو قرآن کریم میں اختلاف کر رہے ہیں یہ تو ان لوگوں کا وہ مزاج ہے جس پر یہ ہمیشہ سے چلے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی عظیم کتاب دی گئی تھی لیکن انہوں نے اس میں بھی کجی اور ٹیڑھ پن تلاش کرنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ فرمایا آج اگر یہ اسی روش پر چلتے ہوئے قرآن کریم میں اختلاف کر رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ جب چاہے گا ان کے لئے فیصلہ کر دے گا لیکن اس اللہ نے ایک مدت مقرر کی ہوئی ہے جس میں ان کی جہالتوں کا ان کو بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ نے اگر یہ فیصلہ نہ کیا ہوا ہوتا تو ان کو وہ کسی بھی وقت تہس نہس کر سکتا تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود اور وہ

حضرات جنہوں نے کفر وشرک سے توبہ کر کے ایمان وعمل صالح کی زندگی اختیار کر لی ہے اپنی جگہ پوری استقامت سے عمل کرتے رہیں۔اوران کی طرف نہ دیکھئے جن کے لئے جہنم مقدر کر دی گئی ہے اوران کا بھیانک انجام ہے۔

اصل میں مخالفت کے طوفانوں میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت اور کسب معاش میں اس طرح سے ڈٹ جانا کسی حال میں اس ڈگر سے نہ ہٹنا اور جم کر کفر، شرک، منافقت اور بدعات وخرافات کا مقابلہ کرنا نہایت مشکل کام ہے لیکن وہ لوگ جو ہر طرف سے منہ پھیر کر اللہ ورسول کی فرماں برداری میں حالات کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا لالچ اور تمنا ان کے پائے استقلال میں لرزش بھی پیدا نہیں کرتی تو وہی کامیاب وبامراد ہیں۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو کفار ومشرکین نے ایسی ایسی تکلیفیں پہنچائیں اور ظلم وستم کی انتہا کر دی جن کے تصور سے روح بھی کانپ اٹھتی ہے لیکن ان کے قدموں میں ذرا بھی لرزش پیدا نہیں ہوئی۔ آج نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرم کی اسی استقامت نے دین اسلام کو دنیا کے ایک ایک کونے میں پہنچادیا اور ان ہی کے صدقے میں آج ہم مسلمان ہیں۔ اگر وہ استقامت نہ دکھاتے تو صورت حال مختلف ہوتی۔ اللہ تعالیٰ یہی فرمارہے ہیں کہ اے نبی ﷺ آپ اور آپ کے جاں نثار صبر واستقامت کے ساتھ حق وصداقت کے لئے ڈٹ جائیں، ان کفار کو اپنا کام کرنے دیں۔ انہوں نے نہ تو کل اللہ کے دین کو تسلیم کیا تھا اور نہ آج کریں گے۔ لیکن جو خوش نصیب ہیں وہ اسلام کی دولت سے ضرور مالا مال ہوں گے اور کفار ومشرکین اس دنیا میں اور آخرت میں سوائے برے انجام کے اور کچھ بھی حاصل نہ کرسکیں گے۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ
زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى
لِلذّٰكِرِيْنَ ۝۱۱۴ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۵
فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ
الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۶ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

اور آپ دن کے دونوں سروں پر نماز قائم کیجئے اور رات کے کچھ حصے میں۔ بے شک نیکیاں برے کاموں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ بات نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ اور صبر کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ جو امتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں ایسے صاحب خیر لوگ کیوں نہیں ہیں کہ وہ لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے کچھ تھوڑے سے لوگ تھے جنہیں ہم نے نجات عطا فرما دی۔ اور ظالموں کو جو کچھ دیا گیا تھا وہ ظالم اسی کی لذت میں پڑے رہے اور وہ گناہ گار بن گئے۔ اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ کسی بستی کے لوگ تو اصلاح میں لگے ہوں اور وہ ان کو تباہ و برباد کر دے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

اَقِمْ	قائم کیجئے
طَرَفَیِ	(طَرَفَیْن) دونوں طرف۔ دو کنارے
اَلنَّهَارُ	دن
زُلَفٌ	(زُلْفَةٌ کی جمع)۔ رات کا حصہ جو دن سے ملا ہوا ہو
اَلَّیْلُ	رات
اَلْحَسَنٰتُ	(اَلْحَسَنَةُ)۔ نیکیاں
یُذْهِبْنَ	جائیں گی۔ (لے جائیں گی)
اَلسَّیِّاٰتُ	(اَلسَّیِّئَةُ)۔ برائیاں
ذِکْرٰی	دھیان
اِصْبِرْ	صبر کیجئے

لَا يُضِيعُ	ضائع نہیں کرتا
اَجْرٌ	بدلہ
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکیاں کرنے والے
اَلْقُرُوْنَ	قومیں
اُو لُوْ بَقِيَّةٍ	صاحبان خیر۔نیکیاں کرنے والے
اُتْرِفُوْا	مزہ پایا۔فائدہ حاصل کیا
مُصْلِحُوْنَ	اصلاح کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۷

سورۂ ھود میں اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء کرامؑ کی دین کی سر بلندی کے لئے ان کی جدو جہد اور ان سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے اطاعت انبیاء اور ایمان کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کرام کی اطاعت وفرماں برداری کا انکار کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دی تھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔اس کے بعد اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے ساری امت کے لئے چند اصولی باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان ظالموں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور صبح وشام اور رات کی تاریکیوں میں نہایت خشوع اور خضوع سے اللہ کی بندگی واطاعت کے لئے نمازیں قائم کیجئے نماز ہی نجات کا ذریعہ ہے۔کیونکہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو برائیوں کو دور کر کے برائی کی ہر صورت کو اچھائیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔یہ ایک ایسا نور ہے جس سے ہر ظلمت اور تاریکی چھٹتی چلی جاتی ہے۔قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ صبر اور صلوۃ کامیابی اور کامرانی کی کنجی ہے۔قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر صبر وصلوۃ کے ذریعہ استقامت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ فساد فی الارض کی کوئی بھی شکل ہو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔فرمایا گیا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ ہر قوم میں سے وہ لوگ آگے بڑھ کر فساد کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیتے جن کو اللہ نے دین کی عقل اور سمجھ عطا فرمائی تھی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کے ہر اس فرد کی یہ ذمہ داری ہے (جس کو اللہ نے راہ ہدایت عطا فرمائی) کہ وہ امر بالمعروف اور

نھی عن المنکر کے فرض کو سرانجام دینے کی ممکنہ کوشش کرے۔امت محمدیہ ﷺ میں خیرامت کے ہرفرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کے لوگوں کو ہر برائی سے روکنے اور ہر اچھائی پر قائم کرنے کی جدوجہد کرے۔اور فساد کی کوئی بھی شکل ہو اس کو دور کرنے کی جدوجہد میں سب سے آگے بڑھ کر کام کرے۔

٣) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ گذشتہ قوموں کی تباہی میں سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ اللہ نے ان کو ہر نعمت سے نوازا۔خوش حالی اور عیش وعشرت کا ہر سامان عطا فرمایا مگر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے بدمستی اور جرائم کا ایسا ارتکاب کیا کہ وہ قومیں کفر وشکر اور معصیت وگناہ میں غرق ہوتی چلی گئیں۔ ہر وہ شخص جوان کو نصیحت کرتا ان کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی کی بات کرتا وہ ان کے لئے بارگراں بن کر رہ گیا تھا اور انہوں نے اپنی عیاشیوں کے سامنے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات تک کو نظر انداز کر دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کی ان کو تو نجات مل گئی لیکن جنہوں نے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا ان کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا گیا اور وہ اللہ کے شدید عذاب کی نظر ہو گئے۔

٤) چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اگر کوئی جماعت اپنی اصلاح میں لگ جاتی ہے تو اللہ ان کی لغزشوں کو معاف فرما دیتا ہے۔اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے اس کو یہ شوق نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کر دے بلکہ جو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرتا ہے اللہ اس کو پورا پورا موقع عطا فرماتے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
مُخْتَلِفِيْنَ ﴿١١٨﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ
رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَكُلًّا
نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ
فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا
مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ
كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ ع ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۳

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اب وہ مختلف راستوں پر چلتے ہی رہیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا رب رحم کردے۔ اور اسی اختیار کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنم کو جنات اور لوگوں سے بھردوں گا۔ نبیوں اور لوگوں کے جو قصے ہم بیان کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت حاصل ہو سکے اور ان قصوں میں آپ تک جو مضمون پہنچ رہا ہے وہ حق اور سچ ہے۔ اور اہل ایمان کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ ہم اپنی جگہ پر عمل کر رہے ہیں۔ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پوشیدہ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے۔ اور ہر بات کو بالآخر اس کی طرف لوٹنا ہے۔ پس آپ اسی کی عبادت و بندگی کیجیے اور اس پر بھروسہ کیجیے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۳

شَآءَ — اس نے چاہا

لَجَعَلَ — البتہ وہ بنا دیتا

اُمَّةً وَّاحِدَةً — ایک جماعت

لَا يَزَالُوْنَ — ہمیشہ

رَحِمَ — رحم کیا

خَلَقَ — اس نے پیدا کیا

اَمْلَئَنَّ	میں بھر دوں گا
نَقُصُّ	ہم بیان کرتے ہیں
نُثَبِّتُ	ہم جمادیتے ہیں
فُؤَادٌ	دل
مَوْعِظَةٌ	نصیحت
ذِكْرٰى	دھیان۔توجہ دینے کی چیز
اِنْتَظِرُوْا	تم انتظار کرو
تَوَكَّلْ عَلَيْهِ	اس پر بھروسہ کیجئے

تشریح: آیت نمبر ۱۱۸ تا ۱۲۳

سورہ ہود کی ان آخری آیات میں چند بہت ہی بنیادی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں جو درحقیقت اس سورت کا خلاصہ بھی ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت اور ایک ہی ملت بنا دیتا کبھی ان کے درمیان اختلاف پیدا نہ ہوتا وہ سب کے سب ایک ہی مرکز کے گرد گھومتے رہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں زمین، آسمان، چاند سورج ستاروں، پہاڑوں اور دریاؤں کی طرح ان کو بے اختیار نہیں رکھا بلکہ انسانوں کو اختیار اور انتخاب کی آزادی دے کر اس کی قدرت بخش دی کہ وہ اچھے یا برے اعمال میں سے جس راستے کا چاہیں انتخاب کرلیں اچھائی اور برائی، جنت اور جہنم دونوں کے راستے کھول دیئے۔اب یہ انسان کی اپنی پسند ہے کہ وہ ان میں سے کس راستے کا انتخاب کرتا ہے اسی پر فیصلہ ہوگا۔اسی آزادی انتخاب کی وجہ سے اختلافات ہونا،عمل اور طبیعتوں میں فرق پیدا ہونا فطری بات ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ سچے دین سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

اس جگہ خلاف اور اختلاف کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔خلاف کے معنی ہیں ضد ہٹ دھرمی اور اپنی ہر بات پر بے جا اصرار

جب کہ اختلاف کے معنی اس کے برعکس ہیں یعنی کسی علمی، فکری معاملہ میں اجتہادی اختلاف کرنا۔ درحقیقت قرآن وسنت کے خلاف کرنا۔ ضد اور ہٹ دھرمی پر جم جانا یہ خلاف شریعت ہے جبکہ اختلاف کرنا یہ رحمت ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اختلاف امتی رحمتہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ صحابہ کرامؓ، علماء کرام، اور ائمہ مجتہدین کے اختلافات سے علم کے ہزاروں پہلو نمایاں ہو کر سامنے آئے ہیں کیونکہ اس اختلاف میں ضد نفسانیت، غرور اور تکبر نہیں تھا بلکہ عاجزی، انکساری اور علمی فکر بنیاد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے نزدیک ایک بات بہت اہم ہوتی ہے جس پر ان کی رائے ہوتی ہے لیکن جب دلائل سے ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق فلاں اصول بنتا ہے تو انہوں نے کبھی خلاف نہیں کیا بلکہ اپنی رائے سے فوراً رجوع کر لیا۔ اس کی سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ خلاف اور اختلاف میں یہی بنیادی فرق ہے

۲) سورۂ ھود میں سات انبیاء کرام اور ان کی امتوں کا ذکر خیر نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو یہ تسلی دینے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی بات کو مان کر دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کیا نجات ان ہی لوگوں کو نصیب ہوئی لیکن جن لوگوں نے اس کے برخلاف ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہیں۔ ان واقعات پر سرسری نظر ڈالی جائے تو چند باتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

(الف) نبی کریم ﷺ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اس بات سے یقیناً آپ کو سکون قلب اور اطمینان حاصل ہو جائے گا کہ اللہ کا دین پہنچانے میں انبیاء کرامؑ کو کس قدر مشکلات اور پریشانیاں اٹھانا پڑی ہیں۔ جاہلوں اور لاعلم لوگوں کی اذیت پر انہوں نے کس قدر تحمل اور برداشت سے کام لیا تھا مگر انجام یہ ہوا کہ اللہ نے ان پر ایمان لانے والوں کو دنیا اور آخرت میں سرخ رو اور کامیاب فرمایا اور جنہوں نے ان کی اطاعت وفرماں برداری سے انکار کیا اور غرور وتکبر کا طریقہ اختیار کیا اللہ نے ان کو اور ان کی تہذیب کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

(ب) حق وصداقت کی بات اور آواز کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو آخر کار کامیابی اور سرفرازی حق وصداقت کی راہ اختیار کرنے والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اور وہی کمزور آواز قوت وطاقت بن جاتی ہے۔

(ج) امت محمدیہ ﷺ کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ ان تمام باتوں سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر کریں جن سے گذشتہ انبیاء کرام کی امتیں تباہ وبرباد کر دی گئیں۔

(د) نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی! آپ واضح الفاظ میں ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو آپ کے مخاطب ہیں کہ اگر تم نے صراط مستقیم کو اختیار نہیں کیا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے تو برے انجام کے لئے تم تیار رہو

اور انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور آخری بات یہ فرمائی گئی کہ زمین و آسمان کے تمام غیب کا علم اللہ کو ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی بنائی ہوئی کائنات کو کس طرح چلایا جاتا ہے وہ اس میں کسی کا محتاج نہیں ہے اور کوئی بھی شخص اللہ کو اپنا محتاج نہ سمجھے بلکہ ہر بات اور ہر معاملہ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جائے گا وہ اس کے مطابق فیصلہ فرمائے گا لہٰذا اے نبی ﷺ آپ اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کیجئے اور زندگی کے ہر معاملہ میں اسی ایک ذات پر بھروسہ کیجئے وہ ایک ایک انسان کے ہر عمل سے ہر آن واقف ہے اور اس کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

الحمدللہ سورۂ ھود کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پر عمل کرنے اور سنت انبیاء کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۲ تا ۱۳

• ومامن دآبۃ • وماابرئ

سورۃ نمبر ۱۲

یُوسُفْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ یوسف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	12
رکوع	12
آیات	111
الفاظ وکلمات	1808
حروف	7411
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کے پوتے اور حضرت ابرہیمؑ کے پڑپوتے ہیں۔

☆حضرت یوسفؑ کی والدہ کا نام راحیل بنت لابان تھا۔

☆حضرت یوسفؑ کا انتقال ایک سو دس سال کی عمر میں مصر میں ہوا۔

☆ان کی وصیت تھی کہ ان کو ان کے انتقال کے بعد مصر میں دفن نہ کیا جائے۔ جب اللہ کا وعدہ پورا ہوکر فلسطین پر حکومت الٰہی قائم ہوجائے تو ان کو فلسطین میں دفن کیا جائے۔

☆حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ان کے جسم کو نکال کر فلسطین میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

☆ بلاطہ (فلسطین) کے علاقے نابلس کے ایک گاؤں میں دفن کیا۔

ایک مرتبہ کفار مکہ نے جو نبی کریم ﷺ کی روز بروز ترقی سے جل کر خاک ہوئے جارہے تھے انہوں نے یہودیوں سے یہ کہا کہ کوئی ایسی بات بتاؤ جو ہم حضرت محمد ﷺ سے پوچھیں اور وہ جواب نہ دے سکیں۔ اس طرح ہمیں ان کا مذاق اڑانے اور نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے میں آسانی رہے گی۔ یہودیوں نے کہا کہ ان سے یوسفؑ کا واقعہ اور ان کے اہل خاندان کے فلسطین سے مصر آنے کی وجہ پوچھیئے۔ اگر جواب نہ دے سکیں تو وہ نبی نہیں ہیں ان کا خیال یہ تھا کہ چونکہ مکہ والے اس واقعہ سے قطعاً ناواقف ہیں تو وہ اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ چنانچہ کفار مکہ نے آپ سے پوچھا کہ (۱) اے محمد ﷺ یہ بتایئے کہ حضرت یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا ان کے اور ان کے اہل خاندان کے فلسطین سے مصر آنے کی وجہ کیا تھی؟ (۲) ان کا دوسرا سوال یہ تھا کہ حضرت یوسفؑ کے واقعات زندگی کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوالات کے جواب میں نہ صرف اس سورت کو نازل کیا بلکہ عبرت ونصیحت کے لاتعداد پہلوؤں کے علاوہ دو باتوں کی طرف خاص طور پر اشارہ کیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ پر جو حالات گذرے ہیں نبی کریم ﷺ پر بھی وہی حالات گذر رہے ہیں دوسری بات یہ کہ جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کو ان کے قدموں پر جھکنا پڑا تھا اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے سامنے بھی کفار مکہ کو ذلت کے ساتھ جھکنا پڑے گا بعد کے حالات نے ان باتوں کو سچ کر دکھایا۔

اگر غور کیا جائے تو حضرت یوسفؑ اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بے انتہا مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔

۱) حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان سے حسد اور بغض کرتے ہوئے ان کو قتل کرنے یا والد سے دور کرنے کی سازش کی۔ اسی طرح کی تدبیریں اور سازشیں کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیں۔

۲) برادران یوسفؑ نے اپنے بھائی کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں

☆ قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کا نام چھبیس مرتبہ آیا ہے چوبیس مرتبہ سورۃ یوسف میں، ایک مرتبہ سورۃ الانعام میں اور ایک مرتبہ سورۃ مومن میں آیا ہے۔

☆ قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو احسن القصص یعنی واقعات میں بہترین واقعہ فرمایا گیا ہے۔

☆ حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اگر ایک مرد مومن اسلامی سیرت و کردار، حکمت و دانائی اور بہترین اخلاق کا پیکر ہو تو وہ تنہا شخص پورے ملک کو فتح کر سکتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔

اوران کو ذلیل کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے نہایت صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی گئی اور مکہ کی سرزمین کو ان کے لئے تنگ کر دیا گیا لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے نہایت صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔

۳) برادران یوسف نے حضرت یوسفؑ کو ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا تھا تا کہ وہ مر جائیں یا آنے جانے والا کوئی قافلہ ان کو اپنے ساتھ لے جائے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت یوسفؑ تین دن تک اس اندھے کنویں میں رہے جہاں اللہ نے ان کی دست گیری فرمائی اور ایک گذرنے والے قافلے نے آپ کو نکالا اور اللہ نے ان کو مصر پہنچا دیا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے خلاف بھی سازش کی گئی اور آپ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ ﷺ بھی تین دن تک غار ثور میں چھپے رہے۔

٤) جس طرح برادران یوسف کو حضرت یوسفؑ کے قدموں پر جھکنا پڑا اسی طرح کفار مکہ کو بھی آپ ﷺ کے سامنے جھکنا پڑا۔

٥) جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا اسی طرح فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرما دیا تھا۔

٦) جس طرح حضرت یوسفؑ کو اپنے وطن سے دور ہو کر عرج و ترقی نصیب ہوئی۔ اس طرح نبی کریم ﷺ بھی اپنا وطن مکہ چھوڑنے کے بعد دنیاوی عروج و اقتدار ملا۔ غرضیکہ حضرت یوسفؑ اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بے انتہا مناسبت اور مشابہت ہے۔ بقیہ تفصیل زیر مطالعہ تفسیر میں ملاحظہ کیجئے۔

سورۃ یوسف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الۤرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا
لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ
بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

الف-لام-را (حروف مقطعات جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

یہ ایک واضح (روشن) کتاب کی آیات ہیں۔ بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔ ہم نے جو یہ قرآن آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم آپ کو واقعات میں بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے (اس واقعہ سے) بے خبر تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

تِلْکَ	یہ۔ (اسم اشارہ)
مُبِیْنٌ	واضح۔ روشن
قُرْاٰنٌ	بہت پڑھا جانے والا
لَعَلَّ	شاید۔ توقع

نَقُصُّ	ہم بیان کرتے ہیں
اَحْسَنُ الْقَصَصِ	قصوں میں بہترین
اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی بھیجی
اِنْ كُنْتَ	اگر چہ تو تھا
اَلْغٰفِلِيْنَ	(غافل)۔بے خبر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۂ یوسف بارہ رکوعوں پر مشتمل ہے اس میں عبرت ونصیحت اور حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی کے لاتعداد پہلوؤں کے ساتھ ان کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت یوسف، ان کے والدین اور رشتہ دار فلسطین سے مصر کیسے پہنچے اہل عرب اس سے ناواقف تھے۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی کبھی اس واقعہ کو بیان نہیں فرمایا۔ کفار مکہ نبی کریم ﷺ پر اعتراض کے موقع کی تلاش میں رہتے تھی۔ کسی موقع پر کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کو آزمانے کے لئے پوچھا کہ آخر وہ کونسی مجبوری تھی جس کی بنا پر حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسف فلسطین سے مصر آئے تھے اور وہیں آباد ہو گئے تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مکہ والے تو اس واقعہ سے ناواقف تھے یہودیوں نے ان کو یہ بات سکھائی کہ ان سے یوسف کا واقعہ پوچھیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو اس پورے واقعہ پر مطلع فرمایا۔ حضرت یوسفؑ کا پورا واقعہ بائبل میں موجود ہے لیکن اگر قرآن کریم اور بائبل کا مطالعہ کیا جائے تو یہ فرق بالکل واضح ہو کر سامنے آجائے گا کہ بائبل میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ حسن وعشق کی ایک داستان لگتی ہے جب کہ قرآن کریم نے واقعاتی انداز سے ہٹ کر عبرت ونصیحت کے ان لاتعداد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جن سے اخلاق انسانی کی اصلاح اور حضرت یوسفؑ کی پاک دامنی اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس واقعہ کو نبی کریم ﷺ کی زندگی اور حضرت یوسفؑ کی زندگی سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ:

۱) جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حسد اور بغض کی بنا پر طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور ان کو والد کی نظروں سے دور کرنے کے لئے ایک اندھے کنویں میں ڈال کر وہ مطمئن ہو گئے تھے کہ اب ان کے والد کی پوری توجہ ان کی طرف رہے گی اور چند ٹکوں کے عوض انہوں نے اپنے بھائی کو فروخت کر دیا تھا مگر حضرت یوسفؑ نے نہایت صبر واستقلال اور عزم وہمت

سے مشکل حالات میں صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔اسی طرح کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے حسد کی آگ میں جل کر ایسی ایسی تکلیفیں پہنچائیں کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔نہایت صبر وتحمل سے ناخوشگوار اور اذیت ناک حالات کو برداشت کیا اور آپ مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

۲) جب حضرت یوسفؑ ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنے کے بعد تیس سال کی عمر میں مصر کے بادشاہ بنا دیئے گئے اور ہر طرح کی دنیاوی طاقت وقوت آپ کے ہاتھ میں آ گئی تب آپ نے پیغمبرانہ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے سوتیلے بھائیوں سے کوئی انتقام اور بدلہ نہیں لیا بلکہ انہوں نے یہ کہہ کر سب کو معاف کر دیا "لاتثریب علیکم الیوم" کہ تم سے آج کسی بات کا بدلہ نہیں لیا جائے گا اور حضرت یوسف نے ان کے ظلم وستم کو نظر انداز کر کے عفو وکرم کا معاملہ فرمایا۔

اسی طرح فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ پورے جزیرۃ العرب کے بلاشرکت غیرے حاکم اعلیٰ ہو چکے تھے اس وقت آپ ﷺ نے مکہ والوں سے خون اور ظلم وستم کا بدلہ لینے کے بجائے رحم وکرم اور عام معافی کا اعلان فرما دیا۔اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے حاسد بھائیوں کو ان کے ظلم کے باوجود معاف کر دیا تھا میں بھی یہی کہتا ہوں کہ "اذھبوا وانتم الطلقاء لاتثریب علیکم الیوم" کہ جاؤ تم سب میری طرف سے آزاد ہو کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

۳) جس طرح حضرت یوسفؑ کی طرف سے عام معافی کے بعد ان کو اس خواب کی تعبیر مل گئی کہ چاند سورج اور گیارہ ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔اسی طرح نبی کریم ﷺ کی طرف سے کفار مکہ کے لئے عام معافی مل جانے کے بعد دشمنان اسلام کو آپ ﷺ کے قدموں پر گرنا پڑا۔

غرضیکہ حضرت یوسفؑ اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بڑی مناسبت ومشابہت ہے جس کو قرآن کریم نے ایک اچھوتے اور نرالے انداز سے پیش فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسفؑ کی آیات نازل فرما کر کفار مکہ کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ جس طرح برادران یوسفؑ نے بغض وحسد کر کے اپنے بھائی کو رسوا کرنا چاہا لیکن اللہ نے اسی شر میں سے خیر کو پیدا فرما کر ان کو عزت وعظمت کی سربلندیوں تک پہنچا دیا تھا اسی طرح وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پھر سے مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہو کر تمام عزت وعظمت کی بلندیوں پر پہنچیں گے اور کفار مکہ ذلیل اور رسوا ہو کر آپ کے قدموں کی دھول بن کر رہ جائیں گے۔

تاریخ کے صفحات اور قرآن کریم کی آیات گواہ ہیں کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو ہزاروں پریشانیوں ور مشکلات کے باوجود دنیاوی اعتبار سے بھی اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا ہے۔

زیر مطالعہ سورۂ یوسفؑ کی تینوں آیات میں کچھ الفاظ کی وضاحت پیش کی جارہی ہے تاکہ وہ الفاظ جن سے سورت شروع کی جارہی ہے واضح ہو جائیں۔

حروف مقطعات:- اس سورت کو "الٓر" سے شروع کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے کہ ان جیسے حروف کو مقطعات کہتے ہیں۔ معنی سے کٹے ہوئے یا علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف۔ ان کے کیا معنی ہیں ان کے متعلق مفسرین یہی ایک بات لکھتے ہیں کہ "اللہ اعلم بمرادہ بذالک" اللہ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟ ممکن ہے ان حروف کے معنی ہوں جن کا علم نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہو لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو ان کے معانی بیان فرمائے ہیں اور نہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے پوچھا۔ ہمیں صحابہ کرامؓ کی طرح اس بات پر ایمان رکھنا چاہئے کہ ان حروف کی مراد سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر طور پر واقف ہیں۔

کتاب مبین:- قرآن کریم کی بہت سی صفات بیان فرمائی گئی ہیں اور اس کو متعدد جگہ "کتاب مبین، آیات مبین" فرمایا گیا ہے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن کریم اپنے معانی میں اس قدر واضح اور کھلا ہوا ہے جس میں کوئی فلسفیانہ یا منطقی انداز نہیں ہے۔ کھلی کتاب زندگی ہے جو چاہے اس کو پڑھ کر اپنی ہدایت کا سامان کر سکتا ہے۔ نہ اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری ہے اور نہ عمل کرنے میں۔ اگر پوری طرح دھیان دیا جائے اور توجہ کی جائے تو اس کو سمجھنا اور اس پر نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے مطابق عمل کرنا نہایت آسان ہے۔

قرآناً عربیاً:- اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کو عربی جیسی عظیم الشان زبان میں نازل کیا ہے جو اللہ کے کلام کے لئے نہایت موزوں اور اعلیٰ ترین زبان ہے۔ دوسرے یہ کہ اس قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب اہل عرب ہیں۔ یہ فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے جو تمہاری اپنی زبان ہے۔ جس کے کسی لفظ کے سمجھنے میں اہل عرب کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ قرآن کریم صرف اہل عرب کے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے قرآن کریم وہ کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے راہ ہدایت ہے۔ جس کو عربی جیسی عظیم اور محترم زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ اب یہ پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک کو ساری دنیا تک پہنچائیں۔ اور اس کی عربیت کا خیال رکھیں۔ اسی بنا پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں عطا کی جائیں گی۔ ہر حرف پر دس نیکیاں "عربیت" میں پوشیدہ ہیں اس کے ترجمے میں نہیں۔ اگر اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیا جائے گا تو بے شک اس ترجمہ کا پورا پورا ثواب عطا کیا جائے گا لیکن ترجمے کے حروف پر دس نیکیوں کا وعدہ نہیں فرمایا گیا۔ اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کریم کا صرف ترجمہ شائع کیا جائے اور اس کے ساتھ قران کریم کے عربی الفاظ و آیات نہ ہوں تو محض کسی زبان میں صرف ترجمہ پڑھنا اور ایسے ترجمے والے قرآن کو رکھنا حرام ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ الفاظ قرآن لکھے ہوں پھر ان کا ترجمہ کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آجکل بعض لوگ جو اپنے خیال میں بہت عقل منداور ترقی پسند بنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ الفاظ قرآن کے بغیر ترجمہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں سے یہی عرض کروں گا کہ اگر یہ طریقہ اختیار کرلیا گیا تو اس سے اللہ نہ کرے قرآن کریم کا بھی وہی حشر نہ ہو جو بائبل کا ہو کر رہا۔ انہوں نے اپنی کتاب کا محض ترجمہ شائع کیا اور آج اصل کتاب ہی دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔ نہیں معلوم کہ جس کتاب کو بائبل کے طور پر پیش کیا جارہا ہے وہ وہی اصل بائبل ہے یا لوگوں نے اپنے طور پر کچھ ترجمہ گھڑ کر اس کو اللہ کی کتاب کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہاں تک سنا ہے کہ ہر پادری کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ کتاب میں وقت کے تقاضوں کے تحت تبدیلیاں کرسکتا ہے۔ بہرحال قرآن کریم کے ساتھ اس طرح کے انداز کا اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

احسن القصص: ۔ واقعات میں واقعہ یوسفؑ کو سب سے خوبصورت اور حسین واقعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں کسی واقعہ کو اس طرح بیان نہیں فرمایا گیا۔ بارہ رکوعوں پر مشتمل ایک مکمل سورت میں سوائے حضرت یوسفؑ کے واقعہ کے اور کسی کا واقعہ بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن اس پوری سورت میں اس کو ایک واقعاتی ترتیب یا قصے کہانی کے طور پیش نہیں کیا گیا بلکہ چھوٹے چھوٹے جملوں میں عبرت و نصیحت کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کی عین جوانی اور شباب کا دور ہے۔ ہر طرف سے بیگمات مصران کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا چاہتی ہیں لیکن اللہ نے ان کو کس طرح پاک دامن رکھا یہ واقعہ ساری دنیا کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

وحی کے ذریعہ: ۔ اس واقعہ کا مکہ والوں کو پہلے سے علم نہیں تھا مگر اللہ نے وحی کے ذریعہ اس واقعہ کو بیان کر کے اس کے ہر پہلو کو وضاحت سے پیش فرمایا ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ
عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④
قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ
كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤ وَكَذٰلِكَ
يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ ع ۱ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۶

جب یوسفؑ نے اپنے والد (حضرت یعقوبؑ) سے کہا کہ اے میرے ابا جان! میں نے گیارہ ستارے، چاند اور سورج کو (خواب میں) دیکھا ہے جو مجھے سجدہ کررہے ہیں۔ (حضرت یعقوبؑ نے) کہا کہ اے میرے بیٹے! تم اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی چال چل جائیں گے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اور ایسا ہی ہوگا کہ تمہیں تمہارا رب منتخب کرے گا اور تمہیں بات کی (خوابوں کی تعبیر کی) گہرائی تک پہنچنے کا علم عطا فرمائے گا۔ تم پر اور آل یعقوبؑ پر وہ اپنی نعمت کو اسی طرح مکمل کرے گا جس طرح اس نے تمہارے باپ دادا ابراہیمؑ واسحاقؑ پر اس سے پہلے اپنی نعمت کو مکمل کیا تھا۔ بے شک تمہارا رب ہر چیز کا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۶

لِاَ بِیْهِ	اپنے باپ کے لئے
اِنِّیْ رَأَیْتُ	بے شک میں نے دیکھا ہے
اَحَدَ عَشَرَ	گیارہ
کَوْکَبٌ	ستارے
اَلشَّمْسُ	سورج
اَلْقَمَرُ	چاند
سٰجِدِیْنَ	سجدہ کرنے والے
یٰبُنَیَّ	اے میرے پیارے بیٹے
لَا تَقْصُصْ	بیان نہ کر، بیان مت کر
رُءْیَاکَ	تیرا خواب، آپ کا خواب

اِخْوَتِکَ	تیرا بھائی، آپ کا بھائی
یَکِیْدُوْا	وہ فریب کریں گے۔ چال چلیں گے
عَدُوٌّ	دشمن
یَجْتَبِیْکَ	تجھے منتخب کرے گا
یُعَلِّمُکَ	تجھے سکھائے گا
تَاْوِیْلُ	انجام۔ تعبیر
اَلْاَحَادِیْثُ	حدیثیں۔ باتیں۔ خواب
یُتِمُّ	پورا کرے گا
عَلٰی اَبَوَیْکَ	تیرے باپ دادا پر

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۶

سورۂ یوسفؑ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے جس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے وہ درحقیقت ان کے صبر وتحمل اور ہمت واستقلال کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ جس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کی بے انتہا زیادتیوں کے باوجود حالات کی تنگی پر نہ شکوہ کیا اور نہ اس کا بدلہ لیا۔

قرآن کریم میں ان کے واقعہ کی ابتدا ایک خواب سے کی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو ان کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنے کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ ایک دن حضرت یوسفؑ نے اپنے والد محترم حضرت یعقوبؑ کو اپنا یہ خواب سنایا۔ انہوں نے بتایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج ہیں جو انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ جو ایک جلیل القدر پیغمبر بھی ہیں انہوں نے خواب کی گہرائی تک پہنچتے ہوئے حضرت یوسفؑ کو شروع میں خواب کی تعبیر تو نہیں بتائی مگر اس بات کی تاکید فرمائی کہ تم اس خواب کو اپنی حد تک محدود رکھنا اور اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ خواب مت سنانا۔ کیونکہ یہ خواب اس قدر واضح ہے کہ اس کو سنا کر یقیناً ان کے حسد کی آگ اور بھڑک اٹھے گی اور وہ سمجھ جائیں گے کہ یوسف کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سخت تدبیر کے کرنے پر مجبور ہوجائیں اور کوئی نقصان پہنچا دیں۔ اس

خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اے یوسفؑ اللہ تعالیٰ تمہیں منتخب فرمائے گا۔ تمہیں بات کی گہرائی معاملہ فہمی اور خوابوں کی تعبیر کا ایک ایسا علم عطا فرمائے گا جوان سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادا کے علم وفضل کا وارث بنائے گا۔ اور وہ نعمتیں جو تمہارے باپ دادا حضرت ابراہیم واسحاق علیہم السلام کو عطا کی گئی تھیں وہ ان کو تمہارے اوپر پورا فرمائے گا۔

خواب ایک حقیقت ہے جس کی سچائی سے انکار ممکن نہیں ہے اور خاص طور پر وہ خواب جو کوئی نبی یا رسول دیکھتا ہے اس کا درجہ وحی جیسا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے یہ دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں اور اس خواب کو انہوں نے مسلسل تین دن تک دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ اللہ کا حکم ہے جو خواب کے ذریعہ ان کو دیا گیا ہے۔ پھر وہ حضرت اسماعیل کو منی کی طرف لے کر چلے تا کہ اللہ کے حکم کی تعمیل فرمائیں۔ لیکن اللہ نے حضرت اسماعیل کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا جس کو انہوں نے ذبح کیا اور اس خواب کی سچائی بھی سامنے آ کر رہی اور فرمایا کہ اے ابراہیم تمہارا خواب سچا تھا اور تم نے سچ کر دکھایا۔ ہمارا مقصد بیٹے کو ذبح کرانا نہیں تھا بلکہ ایک امتحان تھا جس کو تم نے پورا کر دکھایا۔ اس طرح خواب کی سچائی پر اللہ نے مہر لگا دی اور بتا دیا کہ انبیاء کرام کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔

خواب کی سچائی نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ شیطان کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ خواب میں میری صورت بنا کر آ جائے۔

اس وقت ہمارا موضوع خواب نہیں ہے لیکن علماء کرام نے اس آیت سے چند اصولی باتیں ارشاد فرمائی ہیں تا کہ ہر خواب دیکھنے والا ان ہدایات کو پیش نظر رکھے۔

۱) جس خواب کے بیان کرنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو یا برے جذبات اور حسد کی آگ کے بڑھنے کا اندیشہ ہو اسے بیان نہ کرے۔ کیونکہ ایسے خواب شیطان کی طرف سے ہیں جو انسان کا ازلی دشمن ہے۔

۲) اپنا خواب صرف اس شخص سے بیان کرے جو اس کا خیر خواہ ہو اور خواب کی تعبیر کے علم سے اچھی طرح واقف ہو۔ ہر ایک کے سامنے اپنے خواب کو سناتے پھرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ خواب اس وقت تک معلق رہتا ہے جب تک اس کو بیان نہ کر دیا جائے اور سننے والے نے کوئی تعبیر نہ دیدی ہو جب تعبیر دیدی جاتی ہے تو پھر وہ اسی طرح واقع ہو کر رہتی ہے۔

۳) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے اس کو راز میں رکھنے سے مدد لو۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر اس شخص سے حسد کیا جاتا ہے جس کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا ہو۔

٤) خواب دیکھتے ہی اور تعبیر حاصل کرتے ہی یہ نہ سمجھے کہ وہ فوراً ہی پوری ہو جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ بہت بعد میں اس کی تعبیر سامنے آئے۔ حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب کی تعبیر تقریباً تیس سال کے بعد حاصل ہوئی۔

۵) اگر کوئی شخص برا خواب دیکھے تو اس کو بیان نہ کرے بلکہ اٹھ کر نماز پڑھ لے یا بائیں طرف تین دفعہ تھتھکا ردے۔ ممکن ہو تو کچھ صدقہ دیدے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ

وَإِخْوَتِهِۦٓ ءَايَٰتٌ لِّلسَّآئِلِينَ ۝٧ إِذْ قَالُوا۟ لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ
إِلَىٰٓ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٨
ٱقْتُلُوا۟ يُوسُفَ أَوِ ٱطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَ
تَكُونُوا۟ مِنۢ بَعْدِهِۦ قَوْمًا صَٰلِحِينَ ۝٩ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا۟
يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِى غَيَٰبَتِ ٱلْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ ٱلسَّيَّارَةِ
إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ ۝١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

یقیناً یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے (واقعہ میں) پوچھنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ جب یوسف کے متعلق اس کے بھائیوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو زیادہ پیارے ہیں جب کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں۔ بے شک ہمارے والد ایک کھلی غلطی کر رہے ہیں۔ یوسفؑ کو قتل کر دو یا کسی جگہ پھینک آؤ تاکہ تمہارے والد کی پوری توجہ تمہاری طرف ہو جائے۔ اس کے بعد پھر نیک لوگوں کی طرح بن جانا۔ ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو ایک ایسے اندھے کنویں میں ڈال دو جہاں سے کوئی قافلہ اس کو اٹھا کر لے جائے اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

كَانَ	ہے۔تھا
اَلسَّائِلِيْنَ	پوچھنے والے
اَحَبُّ	زیادہ محبوب ہے

عُصْبَةٌ	جماعت۔قوت
ضَلٰلٌ	گمراہ۔بھٹکنا
اُقْتُلُوْا	قتل کردو
اِطْرَحُوْا	ڈال دو۔پھینک دو
يَخْلُ	خاص ہوجائے۔خالی ہوجائے
وَجْهٌ	چہرہ
قَآئِلٌ	کہنے والا
اَلْقُوْهُ	اس کوڈال آؤ
غَيٰبَتُ	گہرا۔اندھا
اَلْجُبُّ	کنواں
يَلْتَقِطُ	اٹھالے گا
اَلسَّيَّارَةُ	قافلہ
فٰعِلِيْنَ	کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ اور دنیا کے دوسرے لوگوں کا رویہ بڑا مختلف ہوتا ہے۔لوگ دنیا میں اس شخص کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں جو طاقت ور ہوتے ہیں لیکن ماں باپ اولاد میں سے ان بچوں کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں جو چھوٹے اور کمزور ہوں۔حضرت یعقوبؑ کے گھرانے میں بھی یہی فرق تھا۔

حضرت یعقوبؑ نے سب سے پہلے حضرت لیا سے شادی کی جن کے بطن سے دس اولاد پیدا ہوئی حضرت لیا کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ نے دوسری شادی کی جن سے حضرت یوسفؑ اور ان کے چھوٹے بھائی بن یمین پیدا ہوئے حضرت یعقوبؑ

کے دس بڑے بیٹے نہایت تنومند اور لمبے چوڑے تھے اور جوان ہو چکے تھے جب کہ حضرت یوسفؑ اور بن یمین بہت چھوٹے تھے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ماں باپ کو ساری اولاد سے یکساں پیار ہوتا ہے مگر چھوٹے اور کمزور بچوں سے قدرتی لگاؤ ہوتا ہے جس کو دوسرے بھائی یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاید ہمارے والد ہم سے محبت نہیں کرتے اور چھوٹے بچوں کو بہت چاہتے ہیں۔ حضرت یوسف کے بڑے سوتیلے بھائی ان سے حسد کرنے لگے۔ ایک دن آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے والد کو جتنی محبت حضرت یوسفؑ اور بن یمین سے ہے ہم سے نہیں ہے حالانکہ ہم ایک جتھا، طاقت اور قوت ہیں۔ ہماری تعداد بھی زیادہ ہے ہم جو راحت و آرام والدین کو پہنچا سکتے ہیں ہمارے چھوٹے بھائی نہیں پہنچا سکتے۔ اس تصور نے ان کے حسد کی آگ کو اور بھی بھڑکا دیا اور یہ مشورہ کیا کہ اگر ہم کسی طرح یوسف کو والد کی نگاہوں سے دور کر دیں، ان کو قتل کر دیں یا کہیں ایسی جگہ پھینک آئیں جہاں سے وہ واپس نہ آسکیں تو اس طرح ہم اپنے والد کی محبت کو اپنے لئے خاص کر لیں گے۔ کسی نے کہا کہ یوسف کو قتل کر دیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ اس کو کسی ویرانے میں چھوڑ دیا جائے تاکہ وہاں سے واپس نہ آسکے۔ ایک بھائی نے مشورہ دیا کہ نہ تو حضرت یوسف کو قتل کیا جائے نہ کسی ویرانے میں چھوڑا جائے بلکہ کسی غیر آباد اندھے کنویں میں ڈالا جائے۔ اگر زندہ بچ گیا تو کوئی قافلہ اس کو اپنا غلام بنا کر دور دراز کے علاقے میں لے جائے گا۔ اس طرح کچھ دن کے بعد والد رو دھو کر صبر کر لیں گے۔ سب بھائیوں نے اس تجویز پر اتفاق کر لیا اور سب جمع ہو کر اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل اس کے بعد کی آیات میں بیان کی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حسد اتنی بڑی خرابی ہے جو انسان کو اس سے غافل کر دیتی ہے کہ اس کے سامنے کون ہے۔ اس کی نگاہوں سے سگے سوتیلے کا فرق بھی مٹ جاتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! حسد سے بچو! حسد انسان کے نیک اعمال کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس برائی سے محفوظ فرمائے آمین۔

جس طرح برادران یوسفؑ نے حسد کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت یوسفؑ کو راستے سے ہٹانے کی تدبیروں پر غور و فکر کیا بالکل اسی طرح کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے بغض و حسد اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو راستے سے ہٹانے کے لئے باہمی مشورہ کیا اور طے کیا کہ آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمر جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے انہوں نے یہ ذمہ لیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو قتل کر دیں گے اس ارادے سے چل پڑے لیکن اللہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا اور وہ جس ارادے سے چلے تھے کہ دنیا سے آپ کو مٹا دیا جائے ایمان سے سرفراز ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے سب سے بڑے حامی بن گئے۔ بہر حال کفار مکہ نے برادران یوسفؑ کی طرح آپ کو راستے سے ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ ان آیات میں اللہ نے کفار مکہ کو یہ بتا دیا کہ انسان ایک حد تک سوچ سکتا ہے لیکن جب اللہ کی خفیہ تدبیر ہوتی ہے تو انسان کے سارے ارادے خاک میں مل جاتے ہیں۔ جس بات اور عمل سے وہ دوسروں کو گرانے اور حسد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہی اس کی سربلندی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

قَالُوا يَٰٓأَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَ۬نَّا عَلَىٰ يُوسُفَ
وَإِنَّا لَهُۥ لَنَٰصِحُونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا
لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿١٢﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِيٓ أَن تَذْهَبُوا بِهِۦ وَأَخَافُ
أَن يَأْكُلَهُ ٱلذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَٰفِلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا لَئِنْ
أَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّآ إِذًا لَّخَٰسِرُونَ ﴿١٤﴾
فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِۦ وَأَجْمَعُوٓا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَٰبَتِ ٱلْجُبِّ
وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾
وَجَآءُوٓ أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا
نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا فَأَكَلَهُ ٱلذِّئْبُ وَمَآ
أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَٰدِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِۦ
بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ
جَمِيلٌ وَٱللَّهُ ٱلْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

(یوسفؑ کے بھائیوں نے) کہا کہ اے ہمارے ابا جان! آپ کو کیا ہوا کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تا کہ وہ کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ (حضرت یعقوبؑ نے) کہا کہ مجھے یہ اندیشہ فکر مند کر رہا ہے کہ تم اس کو لے جاؤ اور جب تم غافل

ہوتو اس کو بھیڑیا کھا جائے۔ کہنے لگے کہ یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں اگر ہماری موجودگی میں اس کو بھیڑیا کھا جائے۔تو ہم بالکل گئے گذرے ہوں گے۔

پھر جب وہ اس کو (یوسفؑ) کو لے گئے اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ اس کو اندھے کنویں میں ڈال دیا جائے، تو ہم نے (یوسفؑ کی طرف) وحی بھیجی کہ تو ان کو (ایک دن) ضرور بتائے گا اور وہ تجھے پہچان نہ سکیں گے۔اور وہ (برادران یوسفؑ) رات کو باپ کے پاس روتے پیٹتے پہنچے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا جان! ہم آپس میں دوڑ کا مقابلہ کررہے تھے اور ہم نے یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اس کو بھیڑیا کھا گیا۔آپ ہمارا اعتبار تو نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہیں۔اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹا خون بھی لگالائے۔(یعقوبؑ نے) کہا کہ یہ بات تم نے اپنے دل سے گھڑلی ہے۔اب صبر ہی بہتر ہے۔اور جو کچھ تم نے بیان کیا اس پر اللہ ہی مدد فرمائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

مَالَکَ	تجھے کیا ہوگیا
لَا تَاْ مَنَّا	تو ہم پہ اطمینان نہیں کرتا ہے
نٰصِحُوْنَ	نصیحت کرنے والے۔خیر خواہ
اَرْسِلْ	بھیج دے
غَدًا	کل۔آئندہ۔صبح
یَرْتَعْ	کھاتا ہے یا کھائے گا
یَلْعَبْ	کھیلتا ہے یا کھیلے گا
لَیَحْزُنُنِیْ	البتہ مجھے رنجیدہ کرتی ہے
اَنْ یَّاْ کُلَہٗ	یہ کہ وہ کھائے

اَلذِّئْبُ	بھیڑیا
اَنْ یَّجْعَلُوْهُ	یہ کہ وہ اس کو ڈال دیں
عِشَآءً	رات کے وقت
یَبْکُوْنَ	وہ روتے ہیں یا روئیں گے
ذَهَبْنَا	ہم چلے گئے
نَسْتَبِقُ	ہم دوڑ کا مقابلہ کر رہے ہیں
تَرَکْنَا	ہم نے چھوڑ دیا
عِنْدَ	نزدیک
مَتَاعِنَا	ہمارا اپنا سامان
دَمٌ کَذِبٌ	جھوٹا خون
سَوَّلَتْ	بنالی ہے۔ برابر کرتی ہے
صَبْرٌ جَمِیْلٌ	اچھا صبر
اَلْمُسْتَعَانُ	(اسْتِعَانَةٌ)۔ مدد مانگی جائے
تَصِفُوْنَ	تم گھڑتے ہو

تشریح: آیت نمبر ١١ تا ١٨

برادران یوسفؑ نے یہ فیصلہ کر لینے کے بعد کہ حضرت یوسفؑ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تا کہ والد کی محبت میں کوئی اور شریک نہ ہو۔ حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی بن یمین کی کم عمری کی وجہ سے وہ مطمئن تھے اس لئے صرف حضرت یوسفؑ کو اندھے کنویں میں ڈالنے کیلئے کوشاں تھے۔ ایک دن تمام بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ اے ابا جان! ہم جب

سیر وتفریح کے لئے جاتے ہیں تو اپنے بھائی یوسف کے نہ ہونے سے بڑی کمی محسوس کرتے ہیں۔ ہم اس کے خیر خواہ ہیں مگر آپ ہم پر اطمینان کا اظہار نہیں کرتے۔ آج تو ان کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ جائیں کھیلیں کودیں اور تفریح کا لطف اٹھائیں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہر ممکن ان کی حفاظت کریں گے۔ ممکن ہے برادران یوسفؑ نے ذہنی طور پر پہلے ہی سے حضرت یوسف کو بھی تیار کرلیا ہو۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ یوسف کی ذرا سی جدائی بھی مجھے رنجیدہ کر دیتی ہے اور پھر تمہارے ساتھ بھیجنے میں مجھے یہ اندیشہ ہے کہیں تمہاری بے خبری اور بے توجہی میں یوسفؑ کو کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جنگلوں میں بھیڑیئے زیادہ ہوتے تھے۔ بھائیوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ہم ایک جتھا ہیں قوت وطاقت میں بھی کم نہیں ہیں۔ اگر ہماری موجودگی میں یہ واقعہ ہو جائے تو یہ ہمارے لئے بڑے خسارے اور نقصان کا سودا ہوگا۔ تھوڑی سی بحث وگفتگو کے بعد آخر کار حضرت یعقوبؑ اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ حضرت یوسفؑ کو وہ اپنے ساتھ لے جائیں۔ فرمایا کہ اللہ نے حضرت یوسفؑ کے دل میں اس بات کو جما دیا اور فرما دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ اے یوسفؑ! تم ان کو یہ سارا واقعہ سناؤ گے اور وہ تمہیں پہچان بھی نہ سکیں گے۔ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو پروگرام کے مطابق ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا جہاں اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ رات کو روتے پیٹتے برادران یوسف اپنے والد کے پاس آئے اور کہنے لگے ابا جان! آپ صحیح کہتے تھے، ہم کھیل کود رہے تھے اور سامان کے پاس ہم نے یوسفؑ کو بٹھا دیا تھا۔ بھیڑیا آیا اور ان کو کھا گیا۔ ثبوت کے طور پر انہوں نے حضرت یوسفؑ کا قمیص پیش کیا جس پر جھوٹ موٹ کا خون لگا ہوا تھا کہنے لگے ابا جان! آپ تو ہم پر اطمینان کا اظہار نہیں کریں گے لیکن ہم سچ کہہ رہے ہیں یہ واقعہ اسی طرح پیش آیا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ یہ بات تم نے خود ہی گھڑ لی ہے اور جس چیز کا تم اظہار کر رہے ہو میرا دل نہیں مانتا کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ اب میں اس واقعہ پر صبر ہی کر سکتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں۔

یہ واقعہ قرآن کریم نے نہایت مختصر لفظوں میں ارشاد فرمایا جس سے چند باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) سازشی عناصر ہمیشہ ''خیر خواہی'' کا لبادہ اوڑھ کر اپنی سازشوں پر بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز ایک لگے بندھے نظام کے تحت چل رہی ہے۔ سازشیں کرنے والے حسد کی آگ میں جلنے والے اپنی تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ اپنی تدبیر کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی سب سے بہتر تدبیر ہوتی ہے۔ سازشی عناصر جس چیز کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں در حقیقت وہی ان کی شکست اور تباہی اور ذلت کا سامان بن جاتی ہے۔ برادران یوسفؑ اس بات پر خوش تھے کہ ہم نے اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کر لیا اور والد کی نگاہوں سے اس کو دور کر دیا جو ان کے نزدیک والد کی محبت میں رکاوٹ بن رہا تھا لیکن قدرت نے حضرت یوسفؑ کے لئے اس سر بلندی کا فیصلہ فرما لیا تھا جو ان کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ نے حضرت یوسفؑ کے دل کو جما دیا کہ اے یوسف! تم فکر مت کرنا ان کو اپنی تدبیریں اور سازشیں کرنے دو ایک وقت آئے گا کہ تم ان بھائیوں کے سامنے اس سارے واقعہ کو بیان کرو گے اور وہ تمہیں پہچان نہ سکیں گے۔

اسی طرح کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے وہ اپنے ہر ظلم کو اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے حالانکہ قدرت کے اصول کے تحت وہ ہر روز اپنی ذلت اور شکست کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔ کفار مکہ کے ظلم اور زیادتیوں وراذیتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے نکل کر حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے اور وہ دن بھی آ گیا جب رسول اللہ ﷺ بھی بیت اللہ کی سرزمین کو اللہ کے حکم سے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ لیکن مکہ مکرمہ سے یہی ہجرت اہل ایمان کی اس سربلندی کا ذریعہ بن گئی جس کا کفار مکہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کفار مکہ سمجھ رہے تھے کہ چلو اچھا ہوا ہمارے راستہ کا کانٹا نکل گیا لیکن یہی قدم نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی ترقی کا سنگ میل ثابت ہوا۔

۲) حضرت یوسفؑ کے قمیص پر جھوٹا خون لگا کر برادران یوسفؑ سمجھ رہے تھے کہ ہم اپنے والد کو دھوکہ دے سکیں گے۔ لیکن حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے یہ سب من گھڑت کہانی ہے، اس موقع پر حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ یہ کہانی تم نے اپنے دل سے گھڑلی ہے حقیقت کچھ اور ہے۔

۳) جب کوئی مشکل یا مصیبت کا وقت آتا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ وہ رنج و غم میں اپنے کپڑے نہیں پھاڑتے وہ کپڑوں پر جھوٹا رنگ ڈال کر واویلا اور شور نہیں مچاتے بلکہ ان کی زبان پر ایک ہی بات ہوتی ہے کہ یہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے وہ بات کی مصلحت اور بھلائی کو جانتا ہے ہم اسی سے مدد کے طلب گار ہیں۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ

فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ
وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ
بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

ع ۲ ١٤ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

اور ایک قافلہ آ گیا۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی پانی لانے بھیجا جب اس نے (کنویں میں) اپنا ڈول ڈالا تو وہ چلا اٹھا۔ اے لوگو! مبارک ہو یہاں تو ایک بڑا اچھا لڑکا ہے اور انہوں نے اس کو مال تجارت سمجھ کر چھپا لیا اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے تھے۔

انہوں نے (برادران یوسف نے) اس کو گنتی کے چند درہموں میں بیچ ڈالا۔ اور وہ اس کے بارے میں ان کی قدر کرنے والے نہ تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

اَرْسَلُوْا	انہوں نے بھیجا
وَارِدٌ	پانی لانے والا
اَدْلٰی	اس نے ڈالا۔ نیچے لٹکایا
دَلْوٌ	ڈول (جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے)
بُشْریٰ	خوش خبری
غُلَامٌ	لڑکا
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپالیا
بِضَاعَةٌ	مال تجارت۔ پونجی
شَرَوْا	انہوں نے فروخت کردیا۔ بیچ دیا
ثَمَنٌ	قیمت
بَخْسٌ	گھٹیا۔ بہت تھوڑا
اَلزَّاهِدِيْنَ	نفرت کرنے والا۔ قدر نہ کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰

حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے جب حضرت یوسفؑ کو ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا اور سارے بھائی جھوٹے آنسو بہاتے اور یہ کہتے ہوئے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کے پاس آئے کہ ہماری بے خبری میں یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا اور یوسفؑ کی خون آلود قمیص بھی لاکر پیش کردی اس وقت حضرت یعقوبؑ نے اس واقعہ کو رضائے الٰہی سمجھ کر صبر فرمایا اور اللہ کی بارگاہ میں مدد اور رہنمائی کے طلب گار ہوگئے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت یوسفؑ تین دن تک اس کنویں میں رہے، اور برادران یوسفؑ

حالات پر برابر نگرانی کرتے رہے۔ایک دن مدین سے مصر کی طرف جانے والا ایک قافلہ وہاں سے گذرا۔قافلے والوں نے کسی کو پانی کی تلاش میں اپنا ڈول ڈالنے کے لئے کہا۔ جب اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف نے ڈول کی اس رسی کو پکڑ لیا جو ڈول میں بندھی ہوئی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچہ اس کنویں میں موجود ہے تو اس نے قافلے والوں سے چلا کر کہا اے قافلے والو! مبارک ہو ایک بہت اچھا غلام ہاتھ لگ گیا ہے۔وہ سب دوڑے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت یوسفؑ کو باہر نکالا اور اس تصور سے بے بہت خوش ہوئے کہ اس بچے کو جب مصر میں فروخت کریں گے تو بہت اچھے دام مل سکیں گے'' مال تجارت'' سمجھ کر حضرت یوسفؑ کو چھپالیا تا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ برادران یوسف جو برابر نگرانی کررہے تھے جب ان کو مدین کے اس قافلے کا علم اور یقین ہوگیا کہ حضرت یوسف قافلے والوں کے قبضے میں ہیں تو انہوں نے قافلے والوں سے کہا کہ ہمارا ایک غلام گھر سے بھاگ کر آ گیا ہے اور وہ اس کو واپس بھی لینا نہیں چاہتے۔اگر تم اس کے مناسب دام دے دو تو ہم اپنا غلام تمہارے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں روایات میں آتا ہے کہ اٹھارہ درہم پر فیصلہ ہوگیا۔ برادران یوسفؑ نے اپنے بھائی کو ایک معمولی سی رقم کے بدلے میں فروخت کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ قافلے والے اس بات پر مطمئن ہو جائیں کہ یہ مال چوری کا نہیں ہے بلکہ باقاعدہ خریدا گیا ہے۔

اس واقعہ میں یہ نقطہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اس اندھے کنویں میں تین دن تک رہے اور پھر اس قافلے والوں کی حفاظت میں آ گئے۔اس طرح نبی کریم ﷺ نے بھی جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور کفار مکہ آپ ﷺ کا پیچھا کر رہے تھے تو آپ بھی غار ثور میں تین دن تک چھپے رہے۔حضرت یوسفؑ اور نبی کریم ﷺ کے واقعات میں ایک یہ بھی مناسبت ہے۔

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۚ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۲

اور مصر کے جس شخص نے (یوسفؑ کو) خریدا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو اچھی طرح عزت سے رکھنا۔ ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔ اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کے اس سرزمین میں قدم جمادیئے۔ تاکہ ہم اس کو باتوں کا انجام (جیسے خوابوں کی تعبیر وغیرہ) نکالنا سکھائیں۔ اور اللہ اپنے کام میں غالب رہتا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں۔ اور جب (یوسفؑ) اپنی قوت (جوانی) کو پہنچ گیا تو ہم نے اس کو علم و حکمت سے نوازا اور ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۲

اِشْتَرٰی — خرید لیا۔ بیچ دیا (دونوں معنی آتے ہیں)

اِمْرَاءَ ةٌ — عورت۔ بیوی

اَکْرِمِیْ — عزت سے رکھ

مَثْوَاهُ — ٹھکانا۔ مقام

یَنْفَعُنَا — وہ ہمیں فائدہ دے گا

نَتَّخِذُ — ہم بنالیں گے

وَلَدٌ — بیٹا

کَذٰلِکَ — اسی طرح۔ اس طرح

مَکَّنَّا — ہم نے ٹھکانا دیا۔ جمادیا

نُعَلِّمُ — ہم سکھاتے ہیں

اَلْاَحَادِیْثُ — (حدیث)۔ باتیں

غَالِبٌ — غلبہ و قوت پانے والا

اَمْرٌ	کام
لَا يَعْلَمُوْنَ	وہ جانتے نہیں
بَلَغَ	وہ پہنچ گیا
اَشُدَّهُ	اپنی قوت کو اپنی جوانی کو
اٰتَيْنَا	ہم نے دیا
حُكْمٌ	حکمت۔ دانائی
عِلْمٌ	علم۔ جاننا
نَجْزِىْ	ہم بدلہ دیتے ہیں۔ جزا دیتے ہیں
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیک کام کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۲

عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی عزت سے نوازتا ہے اور وہی ذلت بھی دیتا ہے اگر عزت وذلت انسان کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ کبھی کسی کو عزت سے نہ نوازتا بلکہ ہر ایک کو ذلیل ورسوا کر کے رکھ دیتا۔ برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ سے حسد کیا اوران کو اپنے والد کی نظروں سے گرانے اور دور کرنے کی تدبیریں کیں لیکن اللہ نے ان کی تدبیروں کو الٹ دیا اور حضرت یوسفؑ کو عزت کا بہترین ٹھکانا عطا فرما دیا۔ مدین سے مصر جانے والا قافلہ حضرت یوسف کو بازار مصر میں لے کر پہنچا تا کہ ان کو ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کر کے زیادہ سے زیادہ مال کما سکے۔ حضرت یوسفؑ کے حسن وجمال سے متاثر ہو کر ہر ایک نے زیادہ سے زیادہ قیمت لگانا شروع کر دی یہاں تک کہ ان کے وزن کے برابر سونا، مشک اور اسی وزن کے ریشمی کپڑے تک عوض میں دینے کی بولی لگا دی گئی۔

مصر کی حکومت کا وزیر اعظم ''عزیز مصر'' جو شاہی خاندان کا سب سے بڑا اور معتمد آدمی تھا اور حکومت مصر کی فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ اس کی نگاہ حضرت یوسفؑ پر پڑ گئی کہ لوگ بڑھ چڑھ کر بولیاں لگا رہے ہیں۔ اس نے سب سے زیادہ قیمت دے کر حضرت یوسفؑ کو خرید لیا۔ نبی کریم ﷺ نے شب معراج حضرت یوسفؑ سے بھی ملاقات فرمائی تھی۔ فرمایا کہ حضرت یوسف اتنے حسین وجمیل ہیں کہ اللہ نے کائنات میں جتنا حسن پیدا کیا ہے اس میں سے آدھا حضرت یوسفؑ کو عطا فرمایا ہے۔ عزیز مصر حضرت یوسفؑ کو لے کر اپنے گھر پہنچا اور اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کوئی غلام نہیں ہے اس کو عزت واحترام سے گھر میں رکھنا۔ ممکن ہے

کہ ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں بہرحال ہر اعتبار سے یہ ہمیں فائدہ ہی دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور کرم سے حضرت یوسفؑ کو ایک باعزت گھرانے میں ٹھکانا عطا فرمادیا۔ واقعی اللہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر غلبہ و قوت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو ذہانت، حکمت اور علم کی دولت سے نوازا تھا اور ان کو بات کی گہرائی تک پہنچنے اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا تھا۔ یہ حضرت یوسفؑ کے صبر و تحمل اور نیکی کا صلہ تھا جو انہیں اللہ نے عنایت فرمایا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ
وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ
رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ
قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا
جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾
قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ
اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾
وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ
كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع

۳ ع ۹ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۹

اسے (یوسفؑ کو) اس عورت نے اپنی طرف بہکانے کے لئے کہا جس کے گھر میں وہ رہتا تھا اس نے دروازے بند کر لئے اور اس عورت نے کہا کہ "آ جلدی کر" (یوسفؑ نے) کہا کہ اللہ کی پناہ میرے رب نے مجھے اتنا بلند مقام اور ٹھکانہ عطا کیا ہے۔ بے شک جو ظالم ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔

اور یقیناً اس عورت نے ارادہ کیا اور اگر وہ (یوسفؑ) اللہ کی ایک نشانی کو نہ دیکھ لیتے تو وہ بھی ارادہ کرتے۔ اور اسی طرح ہم برائی اور بے حیائی کو دور کیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔ اور وہ دونوں دروازے کی طرف دوڑے اس عورت نے اس کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی تھی۔ دروازے پر ان دونوں نے اس (عورت کے) شوہر کو پایا۔ وہ کہنے لگی کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیری بیوی سے برا ارادہ کیا۔ سوائے اس کے کہ اس کو قید کر دیا جائے یا اس کو عبرت ناک سزا دی جائے۔

(یوسفؑ نے) کہا یہ عورت ہی مجھے اپنے نفس کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ اور اس عورت کے خاندان کے ایک شخص نے گواہی دی (اور کہا کہ) اگر اس کی قمیص آگے سے پھٹی ہوئی ہے تو وہ سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور اگر اس کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ عورت جھوٹی ہے اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ پھر جب (یوسفؑ کی) قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو (عزیز مصر نے) کہا کہ یہ تم عورتوں کے فریب میں سے ایک فریب ہے۔ بلا شبہ تم عورتوں کا مکر و فریب بہت بڑا ہوتا ہے۔ اے یوسف! تو اس معاملہ کو نظر انداز کر دے اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۹

رَاوَدَتْ	اس نے بہکایا۔ پھسلایا
عَنْ نَفْسِهٖ	اپنے نفس سے۔ اپنی طرف
غَلَّقَتْ	بند کر دیئے

اَبْوَابٌ	دروازے
هَيْتَ لَكَ	آ۔اپنا کام کر
مَعَاذَ اللّٰهِ	اللہ کی پناہ
اَحْسَنَ	زیادہ بہتر
مَثْوَا	ٹھکانا۔مقام
لاَ يُفْلِحُ	فلاح نہیں پاتا۔کامیاب نہیں ہوتا
هَمَّتْ	ارادہ کیا (مونث)
هَمَّ	ارادہ کیا
لَوْلاَ	اگر نہ ہوتا (حرف شرط ہے)
اَنْ رَّا	یہ کہ دیکھا
بُرْهَانٌ	دلیل۔نشانی
لِنَصْرِفَ	تا کہ ہم دور کر دیں۔پھیر دیں
اَلسُّوْءُ	برائی
اَلْفَحْشَاءُ	(فحش) بے حیائی کے کام
اَلْمُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے
اِسْتَبَقَا	وہ دونوں آگے پیچھے دوڑے
قَدَّتْ	پھاڑ دیا
دُبُرٌ	پیچھے۔(پشت کے حصے کو دبر کہتے ہیں)
اَلْفَيَا	اَلْفَاءٌ (ماضی کا صیغہ) دونوں نے پایا
سَيِّدٌ	سردار۔(یہاں شوہر مراد ہے)
لَدَا الْبَابِ	دروازے کے پاس
مَا جَزَاءُ	کیا بدلہ ہے؟ کیا سزا ہے؟

اَرَادَ	ارادہ کیا
بِاَ هْلِکَ	تیری بیوی کے ساتھ
اَنْ يُّسْجَنَ	یہ کہ اس کو قید کیا جائے
رَاوَدَتْنِیْ	اس نے مجھے قابو کرنا چاہا
شَهِدَ	گواہی دی اس نے
قُدَّ	پھٹا ہوا
صَدَقَتْ	اس عورت نے سچ کہا
قُبُلٌ	آگے کا حصہ
كَذَبَتْ	اس نے جھوٹ کہا
كَيْدُكُنَّ	تم عورتوں کا مکروفریب
اَعْرِضْ	منہ پھیر لے۔نظرانداز کردے
اِسْتَغْفِرِیْ	(اے عورت تو) استغفار کر
لِذَنْبِکِ	اپنے گناہ کے لئے
اِنَّکِ كُنْتِ	بے شک تو ہی ہے
اَلْخٰطِئِیْنَ	خطا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۹

دنیا میں طرح طرح کے حالات پیش آتے ہیں اچھے بھی اور برے بھی نیکی کے بھی اور برائی کے بھی۔عزم وہمت والے لوگ وہی ہوتے ہیں جو اچھے اور برے حالات میں نیکی پرہیز گاری اور حق وصداقت پر قائم رہتے ہیں کسی لالچ اور خوف سے نیکی اور سچائی کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ۔ایسے لوگوں کی غیب سے بھر پور مدد کی جاتی ہے اور اللہ ان کو بڑے سے بڑے حالات سے صاف نکال دیتا ہے۔

عزیز مصر نہایت محبت اور احترام سے حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لے آیا اور ان سے غلاموں جیسا معاملہ کرنے کے بجائے گھر کے ایک فرد کی طرح ہر ایک آرام کا خیال رکھنے لگا۔ جب حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے گھر میں آئے تھے اس وقت بعض روایات کے مطابق ان کی عمر سات آٹھ سال کی تھی لیکن چند ہی سال میں وہ ایک خوبصورت ترین نوجوان بن کر ابھرنے لگے۔ اللہ نے کائنات میں جتنا بھی حسن پیدا کیا ہے اس میں سے آدھا حسن حضرت یوسفؑ کو عطا فرمایا گیا تھا، حضرت یوسفؑ جوان ہوتے گئے اور ان کا جمال اور خوبصورتی نکھرتی چلی گئی۔ عزیز مصر کی بیوی (بعض روایات کے مطابق) جس کا نام زلیخا آتا ہے وہ اس بھرپور اور شرم وحیا کے پیکر جوان پر مرمٹی اور اس نے نفس کے غلبہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ایک دن اس نے اپنے خصوصی کمرے میں حضرت یوسفؑ کو بلایا، دروازے بند کر لئے، اپنے اس بت پر جس کو وہ اپنا معبود کہتی تھی اس پر کپڑا ڈال کر اپنی بے تابی کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی کہ اے یوسف میرے قریب آؤ۔ حضرت یوسفؑ نے اس کی نیت کو بھانپ کر اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے کہا کہ میرے مربی یعنی عزیز مصر نے مجھے عزت کا ٹھکانا دیا ہے میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ احسان فراموشی کروں۔ اب اس عورت نے ترغیبات کے جال بچھا دیئے ادھر حضرت یوسفؑ نے اس جال سے نکلنے کے لئے تدبیریں سوچنا شروع کر دیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اپنی کوئی نشانی دکھائی تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ اللہ کی مدد شامل حال ہے اور اس عورت کی ہر تدبیر ضائع ہو جائے گی۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنہائی میں ان کے سامنے حضرت یعقوبؑ کی صورت اس طرح ظاہر فرمائی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے ہیں اور ان کو تنبیہ فرما رہے ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ خود عزیز مصر کی صورت ان کے سامنے لائی گئی۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیا اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے دروازے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ اللہ نے مدد فرمائی اور دروازے کھلتے چلے گئے۔ اللہ کا یہ نظام ہے کہ جو بھی اس ذات پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے ہر طرح کی آسانیاں عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت یوسفؑ جب دوڑے تو اس عورت نے ان کو پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی اور ان کی قمیص کو تھام لیا جو پھٹ کر اس کے ہاتھ میں آگئی جیسے ہی حضرت یوسفؑ آخری دروازے پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ عزیز مصر سامنے کھڑا ہوا ہے زلیخا نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے حضرت یوسفؑ پر الزام لگا دیا کہ اس نوجوان غلام نے عزیز مصر کی بیوی کی آبرو پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی صفائی میں جو سچی بات تھی وہ کہنا شروع کر دی کہ اس عورت کا بدی اور برائی کا ارادہ تھا۔ میں وہاں سے بھاگا اور باہر نکل آیا۔

عزیز مصر اسی کشمکش میں تھا کہ کسی سمجھ دار آدمی نے کہا اس بات کا فیصلہ ابھی ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر حضرت یوسف کا قمیص آگے سے پھٹا ہے تب تو یوسف کی خطا ہے اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ عورت گناہ گار ہے۔ دیکھا گیا تو قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ عزیز مصر اس بات کی گہرائی تک پہنچ گیا اور اس کے منہ سے نکل گیا کہ بے شک یہ اس عورت کا مکر وفریب ہے اور عورتوں کا مکر وفریب بہت گہرا ہوتا ہے۔ اس نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ یوسفؑ تم اس واقعہ کو نظر انداز کر دو۔ اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنی خطا اور گناہ سے پناہ مانگ بلاشبہ یہ سب کی سب تیری خطا ہے۔

عزیز مصر نے اگرچہ ساری بات کو سمجھ لیا تھا اور فیصلہ بھی دیدیا تھا لیکن اس بات کی جب کچھ شہرت ہوگئی اور زلیخا پر الزام لگائے جانے لگے تو عزیز مصر نے اپنے گھر کی عزت بچانے کے لئے حضرت یوسفؑ کو جیل بھیج دیا تاکہ دنیا کی نظروں میں شاہی وقار قائم رہے اور یوسفؑ کو قصوروار سمجھا جائے۔اس کی تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲

شہر میں رہنے والی چند عورتوں نے کہا کہ عزیز کی بیوی کو اس کے اپنے غلام کے عشق نے اپنے مطلب کے لئے دیوانہ بنا رکھا ہے۔بے شک ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے۔پھر جب اس نے (عزیز مصر کی بیوی نے) عورتوں کی یہ پر فریب باتیں سنیں تو کسی کے ہاتھ ان عورتوں کو بلا بھیجا۔اور ایک باوقار محفل تیار کی بیٹھنے کے لئے تکیے لگا دیئے گئے،اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چاقو دے دیا گیا۔اور (عزیز مصر کی بیوی نے) کہا کہ (اے یوسفؑ) تو ان کے سامنے نکل آ۔پھر جب ان عورتوں نے اس کو دیکھا تو ان پر بدحواسی طاری ہوگئی اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں کہ اللہ کی پناہ یہ تو بشر نہیں ہے۔بلکہ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔اس عورت نے کہا کہ یہی وہ ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی ہو اور

واقعی میں نے اسے اپنے نفس کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر یہ بچا رہا۔ اور جو میں کہتی ہوں اگر اس نے نہ کیا تو وہ قید کر دیا جائے گا اور ذلیل و خوار ہو کر رہ جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲

نِسْوَةٌ	(اِمْرَاۃٌ کی جمع ہے)۔ عورتیں۔ خواتین
اَلْمَدِیْنَۃُ	شہر
تُرَاوِدُ	آمادہ کرتی ہے۔ مانگتی ہے
فَتٰی	نوجوان
شَغَفَ	دیوانہ کر دیا ہے۔ اس کو پھیر دیا ہے
حُبٌّ	محبت
اِنَّا لَنَرٰی	بے شک ہم البتہ دیکھتے ہیں۔ دیکھتی ہیں
ضَلٰلٌ مُّبِیْنٌ	کھلی گمراہی میں
سَمِعَتْ	اس عورت نے سنا
مَکْرٌ	دھوکہ۔ فریب۔ تدبیر
اَرْسَلَتْ	بھیجا۔ بلوا بھیجا
اِعْتَدَتْ	تیار کی
مُتَّکَاً	بیٹھنے کی جگہ۔ تکیے لگی جگہ
اٰتَتْ	دیدیا
کُلُّ وَاحِدَۃٍ	ہر ایک
سِکِّیْنٌ	چھری۔ چاقو
اُخْرُجْ	نکل
رَاَیْنَہٗ	انہوں نے اس کو دیکھا
اَکْبَرْنَہٗ	وہ عورتیں حیران رہ گئیں

قَطَّعْنَ	کاٹ ڈالا ان عورتوں نے
اَیْدِیَهُنَّ	اپنے ہاتھوں کو
قُلْنَ	ان عورتوں نے کہا
حَاشَ لِلّٰهِ	اللہ کی قسم۔ اللہ کی پناہ
بَشَرٌ	انسان
مَلَکٌ کَرِیْمٌ	باعزت فرشتہ
فَذٰلِکُنَّ	پس یہی ہے تمہارا وہ
لُمْتُنَّنِیْ	تم نے مجھے ملامت کی تھی
اِسْتَعْصَمَ	وہ محفوظ رہا۔ وہ بچا رہا
لَمْ یَفْعَلْ	نہ کیا
مَا اٰمُرُہٗ	جو میں نے اس کو حکم دیا ہے
لَیُسْجَنَنَّ	البتہ وہ قید کر دیا جائے گا
اَلصّٰغِرِیْنَ	ذلیل خوار ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲

عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ وہ زلیخا کی زیادتی کو نظر انداز کر دیں۔ اس نے کہا مجھے ان عورتوں کے مکر وفریب کا اچھی طرح اندازہ ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا لیکن کسی طرح یہ بات مصر کی امیر زادیوں اور بیگمات تک پہنچ ہی گئی۔ عورتوں میں اس کا چرچا شروع ہو گیا۔ بیگمات نے کہنا شروع کر دیا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے اتنے بڑے گھر کی ایک عورت اپنے ایک خوبصورت غلام کے پیچھے پڑ کر عشق و محبت میں دیوانی اور پاگل ہو چکی ہے۔

جب زلیخا کو عورتوں کے مکر وفریب کی باتوں کا علم ہوا تو اس نے شہر کی تمام بیگمات کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس نے خاص طور پر بہترین مجلس کا اہتمام کیا جس میں تکئے لگے ہوئے تھے اور پر تکلف دعوت میں بعض ایسی چیزیں رکھ دی گئیں جو چاقو سے کاٹ کر کھائی جاتی ہیں۔ عورتوں نے ہاتھوں میں چھریاں اور چاقو لئے اور پھلوں کو کاٹ کر کھانا شروع کیا۔ اسی دوران زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو بلا بھیجا۔ جیسے ہی حضرت یوسفؑ ان عورتوں کے سامنے آئے وہ بیگمات تو اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھنے میں اس قدر گم ہو گئیں کہ انہوں نے پھل کاٹتے کاٹتے اپنی انگلیاں ہی زخمی کر ڈالیں۔ حضرت یوسفؑ کے

حسن و جمال نے پوری محفل میں ایک ہل چل مچا کر رکھدی اور بیگمات سمجھ گئیں کہ ایسے حسین و جمیل انسان پر مرمٹنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ حضرت یوسفؑ کے چلے جانے کے بعد جب ان بیگمات کو ہوش آیا تو وہ سب کہہ اٹھیں کہ واقعی یہ تو بشر نہیں ہے بلکہ کوئی حسین و جمیل فرشتہ ہی ہوسکتا ہے۔ بیگمات کی محویت کو دیکھنے کے بعد زلیخا نے کہنا شروع کیا کہ واقعی مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے میری طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھا۔ مگر میں نے بھی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اس کو قید خانے بھجوا کر رہوں گی اور یہ ذلیل و رسوا ہو کر رہے گا۔

زلیخا اور بیگمات مصر کی چبھتی ہوئی پرشوق نگاہوں سے حضرت یوسفؑ بہت کچھ سمجھ گئے تھے اور انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرنا شروع کردی کہ الٰہی مجھے ان عورتوں کے مکروفریب سے محفوظ فرما۔ مجھے جیل جانا پسند ہے لیکن میں اس بات کو گوارا نہیں کرسکتا کہ ان بیگمات کا سایہ بھی میرے اوپر پڑے۔ اس کی تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہے۔

حضرت یوسفؑ کا کردار اور زندگی دنیا بھر کے تمام نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہے جنہوں نے بھرپور جوانی میں بھی اپنے پاؤں کو ڈگمگانے سے بچا کر عفت و عصمت، پاکیزگی اور نزہت و عظمت کی ایک عظیم مثال قائم فرمادی۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ
اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ
اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا
الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٣٥﴾

ع ٤ / ٦ / ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۵

(یوسفؑ نے) کہا اے میرے رب مجھے جیل جانا اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ مجھے بلا رہی ہیں۔ اور اے اللہ آپ نے ان کے مکروفریب سے مجھے نہ بچایا تو کہیں میں ان کی طرف مائل ہو کر نادانوں میں سے نہ ہو جاؤں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان سے ان عورتوں کے مکروفریب کو پھیر دیا۔ بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر نشانیاں دیکھنے کے بعد ان پر ظاہر ہوا کہ ان کو ایک مدت تک جیل میں ڈال دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۳۵

اَلسِّجْنُ جیل۔قید خانہ

اَحَبُّ زیادہ محبوب ہے۔زیادہ پسندیدہ ہے

اِلَیَّ میری طرف۔مجھے

یَدْعُوْنَ وہ بلاتے ہیں

اِلَّا تَصْرِفْ اگر تو نہیں پھیرتا ہے

اَصْبُ میں مبتلا ہو جاؤں گا

اَکُنْ میں ہو جاؤں گا

حِیْنَ زمانہ۔وقت

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۵

زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) صاف الفاظ میں کہہ چکی تھی کہ یوسف کو ہر حال میں میری بات ماننا پڑے گی۔ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اس کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ضرور پہنچادوں گی حضرت یوسفؑ زلیخا اور بیگمات مصر کی بے تکی اور فضول باتوں سے بہت رنجیدہ تھے۔ آخر کار حضرت یوسفؑ اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کیا۔ الٰہی! یہ عورتیں مجھے اپنی ہوس اور خواہش پر قربان کرنا چاہتی ہیں مجھے ان کی جھوٹی خواہشوں اور پرفریب حرکتوں سے محفوظ فرما۔ اے اللہ میری دستگیری فرمایئے کیونکہ انہوں نے میرے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں۔ الٰہی مجھے ان عورتوں کے مکروفریب اور خواہشات سے محفوظ فرمادے۔ مجھے جیل جانا پسند ہے لیکن کسی گناہ کے تصور سے بھی میں کانپ اٹھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی دعا کو قبول فرمایا۔ ادھر اسباب یہ ہوئے کہ عزیز مصر اس بات سے سخت پریشان تھا کہ یوسفؑ بے شک بے قصور ہیں اور ان کا کردار ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے لیکن اس واقعہ کی اتنی شہرت ہو چکی ہے کہ گھر گھر میں اس کا چرچا ہو رہا تھا۔ اب دو ہی صورتیں تھیں کہ اس واقعہ پر خاموشی اختیار کی جائے یا اس واقعہ کا انکار کر کے لوگوں کو یقین دلایا جائے کہ ایسا سب کچھ نہیں ہے جیسا کہ لوگ سمجھ رہے ہیں۔ پہلی صورت میں دشواری یہ تھی کہ خاموش رہنے سے اس بات کے ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ دوسری صورت کا یہی حل تھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے تا کہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں، شاہی خاندان کا وقار بھی

بچ جائے اور لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ اس میں زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بالآخر حضرت یوسفؑ کو قید خانے بھیج دیا گیا۔ حضرت یوسفؑ جیسے ہی قید خانے میں داخل ہوئے اور چند روز میں اعلیٰ سیرت و کردار کا مظاہر کیا تو ہر شخص آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ قید خانے کے داروغہ نے تو قید خانے کے سارے اہم معاملات حضرت یوسفؑ کے حوالے کر دیئے تھے۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر ہر شخص کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ ان کو زبردستی قید خانے میں ڈالا گیا ہے ۔

اللہ کے نیک بندوں کی بھی عجیب شان ہے کہ وہ آزاد ہوں یا قید میں ہر حال میں اپنی سیرت و کردار کا لوہا منوا لیتے ہیں چنانچہ قید خانے کے ہر قیدی کے دل میں آپ کے علم و فضل اور اعلیٰ سیرت و کردار کا نقش جمتا چلا گیا اور وہی قید خانہ حضرت یوسفؑ کے لئے عزت و سربلندی اور لوگوں کی محبت کا مرکز بن گیا۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ
قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ
فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا
بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ
مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ
لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا
وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ
السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

اٰبَآؤُكُمۡ مَّآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ‌ؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ‌ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ‌ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞٤٠

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اور اس کے ساتھ دونو جوان بھی جیل خانہ میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا میں (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور اس سے پرندے کھا رہے ہیں۔ (اے یوسفؑ) ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دیجئے۔ بے شک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے سمجھتے ہیں (یوسفؑ نے) کہا کہ تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا یہ اس علم سے ہے جو مجھے میرے رب نے عطا فرمایا ہے۔ میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ اپنے باپ دادا ابراہیمؑ و اسحاقؑ اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی ہے۔

ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں۔ جب کہ ہم سب پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل و کرم ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

اے میرے قید کے ساتھیو! (یہ بتاؤ کہ) ایک اللہ بہتر ہے یا الگ الگ کئی معبودوں کو ماننا۔؟ اس ایک اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کرتے ہو۔ وہ کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں جس کی کوئی سند اور دلیل نہیں ہے۔ حکم صرف اللہ کا ہے جس نے یہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ یہی سچا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس بات کو جانتے نہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

دَخَلَ	داخل ہوا
فَتَیٰنِ	(فَتًی) دونو جوان

اَحَدُهُمَا	ان دونوں میں سے ایک
اَعْصِرُ	میں نچوڑ رہا ہوں
خَمْرٌ	شراب
اَحْمِلُ	میں اٹھاتا ہوں
رَاْسِیْ	اپنا سر
خُبْزٌ	روٹی
تَاْكُلُ الطَّيْرُ	پرندے کھا رہے ہیں
نَبِّئْنَا	ہمیں بتا دے
تَاْوِيْلُهٗ	اس کی تعبیر
لَا يَاْتِيْكُمَا	تم دونوں کے پاس نہیں آئے گا
تُرْزَقٰنِهٖ	جو رزق تمہیں دیا جاتا ہے
نَبَّاْتُ	میں بتا دوں گا
عَلَّمَنِیْ	اس نے مجھے سکھایا
تَرَكْتُ	میں نے چھوڑا
مِلَّةٌ	ملت۔طریقہ
يٰصَاحِبَیِ	اے میرے دونوں ساتھیوں
اَرْبَابٌ	(رَبٌّ)۔مختلف پروردگار
اَلْقَهَّارُ	زبردست
اَسْمَاءٌ	نام

سَمَّيْتُمُوْا	تم نے نام رکھے
سُلْطٰنٌ	کوئی دلیل۔کوئی سند
اِيَّاهُ	اسی کی
اَلْقَيِّمُ	سیدھا۔سچا

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

بے گناہی کے باوجود جب حضرت یوسفؑ کو نامعلوم مدت تک قید کر دیا گیا تھا۔اس دوران حضرت یوسفؑ کا قید کے ساتھیوں کے ساتھ طرز عمل نہایت اعلیٰ اور بے مثال تھا۔حضرت یوسفؑ تمام قیدیوں کی مزاج پرسی کرتے۔اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت فرماتے، کسی کو پریشان حال دیکھتے تو اس کو تسلی دیتے اور صبر و تحمل کی تلقین فرماتے۔غرضیکہ آپ کا معاملہ ہر ایک کے ساتھ نہایت دوستانہ ہوتا جس سے تمام قیدیوں میں حضرت یوسفؑ کی عزت اور احترام اور ان کے علم و تقویٰ کا بہترین اثر مرتب ہونا شروع ہو گیا۔اسی دوران دو نئے قیدی لائے گئے جو بادشاہ کو کھانا کھلانے اور خدمت پر مامور تھے دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں زہر ملا کر بادشاہ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔دونوں کے خلاف تحقیقات کا سلسلہ جاری تھا۔دونوں قیدیوں نے ایک ایک خواب دیکھا حضرت یوسفؑ کے علم و تقویٰ کی بنا پر دونوں نے ان سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی ایک نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ بادشاہ کے لئے شراب نچوڑ رہا ہے۔دوسرے نے بتایا کہ وہ اپنے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا رکھے ہوئے ہے اور اس سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ان دونوں نے درخواست کی کہ اے یوسفؑ ہمیں ان خوابوں کی تعبیر بتا دیجئے جو آپ جیسے نیکو کار ہی بتا سکتے ہیں۔حضرت یوسفؑ فوراً ہی جواب دے سکتے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے کہ تمہارا کھانا تمہارے سامنے لایا جائے میں تمہیں اس مختصر مدت میں ان خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ان خوابوں کی تعبیر اللہ نے مجھے سکھائی ہے لیکن میں سب سے پہلے تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک ایسی قوم کو چھوڑا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتی تھی بلکہ وہ کفر میں مبتلا تھی۔لیکن میں نے اپنے باپ دادا کے دین کو اختیار کیا ہے۔یہ وہی دین ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ چلتے تھے۔اور وہ یہ تھا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں کیونکہ اللہ نے ہم سب پر اور تمام لوگوں پر فضل و کرم فرمایا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اے میرے قید کے ساتھیو! یہ بتاؤ کہ وہ اللہ جو ایک ہے اور ساری قوتوں کا مالک ہے وہ بہتر ہے یا وہ جو تم نے بہت سے معبود

بنا رکھے ہیں۔ محض کچھ نام ہیں جو تم نے رکھ چھوڑے ہیں جن کی کوئی مضبوط دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ دلیل اور حکم تو اس اللہ کے پاس سے جس کا کائنات کے ذرے ذرے پر حکم چلتا ہے۔ جس نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ فرمایا کہ یہی سچا دین ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے اس کے بعد دونوں قیدیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتا دی جو اسی طرح ہو کر رہی۔ اس کی تفصیل اگلی آیات میں آ رہی ہے۔

ان آیات کے سلسلے میں چند باتیں عرض ہیں تا کہ ان آیات کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں آسکے:

۱) پریشانیوں کے باوجود اپنے قریبی ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کو برے حالات میں تسلی دینا سنت پیغمبری ہے۔ جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنے قید کے ساتھیوں سے اچھا اور بہتر معاملہ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ بھی ہر موقع اور ہر مشکل وقت میں صحابہ کرامؓ کی ہمت بڑھاتے اور نہایت سادگی کے ساتھ حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔

۲) اگر حضرت یوسفؑ چاہتے تو دونوں قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر اسی وقت بتا سکتے تھے لیکن آپ نے اس موقع پر فوراً تعبیر بتانے کے بجائے پہلے اللہ کی وحدانیت اور دین اسلام کی سچائی کو بتاتے ہوئے کفر اور بتوں کی مذمت کی ہے تا کہ ہر شخص اس بات کو جان لے کہ انسان کی اصل کامیابی اللہ کو ماننے میں ہے۔ وہی شخص کامیاب ہے جس نے اللہ کے پیغمبروں کا راستہ اختیار کر کے صراط مستقیم پر چلنا سیکھ لیا ہے۔ وہ شخص ہزار کامیابیوں کے باوجود ناکام ہے جس نے اللہ کا راستہ چھوڑ کر غیر اللہ کا راستہ اختیار کر لیا۔

۳) حضرت یوسفؑ نے اس پورے عرصہ میں کسی پر یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ وہ کون ہیں اور ان کا رشتہ کن انبیاء کرامؑ سے وابستہ ہے لیکن اچانک آپ کا یہ فرمانا کہ میں ایک ایسی قوم کو چھوڑ کر آیا ہوں جو اللہ کی نافرمان تھی یقیناً یہ سب کچھ آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہوگا چونکہ حضرت یوسفؑ تو اس وقت اندھے کنویں میں پھینکے گئے تھے جب وہ بہت معصوم اور چھوٹے سے تھے۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا
فَيَسْقِىْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ
مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ وَقَالَ
لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰهُ
الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝۴۲
ع ۵ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے مالک کو شراب پلائے گا۔ اور دوسرے کو پھانسی دیدی جائے گی اور پرندے اس کے سر کو نوچ کر کھائیں گے۔ اس بات کا فیصلہ کیا جا چکا ہے جس کو تم دونوں پوچھ رہے تھے۔ اور (یوسفؑ نے) ان دونوں میں سے جس کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ بچ جائے گا کہا کہ اپنے مالک سے میرا ذکر کر دینا۔ شیطان نے اس کو بھلا دیا کہ وہ اپنے مالک سے اس کا (یوسفؑ کا) ذکر کرے۔ پھر وہ چند سال اور قید خانہ میں رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

یَسْقِی	پلائے گا۔ سیراب کرے گا
یُصْلَبُ	پھانسی دیا جائے گا
تَاْكُلُ الطَّيْرُ	پرندے کھائیں گے
قُضِیَ	فیصلہ کر دیا گیا
تَسْتَفْتِيٰنِ	تم دونوں پوچھتے ہو
ظَنَّ	گمان کیا
نَاجٍ	نجات پانے والا
بِضْعَ سِنِيْنَ	چند سال

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

گذشتہ آیات میں اس بات کو وضاحت سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قید کے دوران مزید دو قیدیوں کو لایا گیا۔ ان میں سے ایک تو بادشاہ کا ساقی تھا جو اس کو شراب پلایا کرتا تھا۔ دوسرا باورچی تھا دونوں پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے باہمی سازش سے کھانے میں زہر ملا کر بادشاہ کو مارنے کی سازش کی ہے ان دونوں کے خلاف تحقیقات جاری تھیں اور ان دونوں کو کوئی فیصلہ ہونے تک قید کر دیا گیا تھا۔ ان دونوں نے خواب دیکھے تھے۔ ایک نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کے لئے انگور نچوڑ رہا ہے،

دوسرے نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سر پر روٹیوں سے بھرا ہوا دسترخوان ہے جس سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے اللہ کی وحدانیت اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی نہ کرنے کی تفصیل ارشاد فرما کر پھر دونوں کے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا۔ اے میرے قید کے ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا یعنی نوکری پر بحال ہو جائے گا، جب کہ دوسرے کو پھانسی دیدی جائے گی اور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد بالکل وہی تعبیر سامنے آئی ان میں سے ایک رہا کر دیا گیا اور باورچی پر زہر دینے کا الزام ثابت ہو گیا اور اس کو پھانسی دیدی گئی جس کے جسم کو پرندوں نے نوچ نوچ کر کھایا۔ جب حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتا دی تب آپ نے اس شخص سے جس کے متعلق یہ گمان تھا کہ اس کو رہائی مل جائے گی فرمایا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کر کے اس کو یاد دلا دینا (کہ ایک بے گناہ قید میں پڑا ہے) جب ساقی کو رہائی مل گئی اور اپنی اسی نوکری پر بحال ہو گیا تو اسے یاد بھی نہ رہا اور شیطان نے اس کو اس طرح غافل کر دیا کہ اس نے بادشاہ سے حضرت یوسفؑ کا ذکر ہی نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو چند سال اور قید میں رہنا پڑا۔

اس موقع پر مفسرین نے اس بات پر کافی بحث کی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے (ایک تدبیر کے طور پر) اس ساقی سے فرمایا تھا کہ بادشاہ سے میرا بھی ذکر کر دینا۔ یہ کہہ دینا مناسب تھا یا نہیں؟ بعض مفسرین نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو بنیاد بنایا ہے جس میں آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر حضرت یوسفؑ نے یہ بات نہ کہی ہوتی جو انہوں نے کہی ہے، تو قید میں مزید کئی سال تک نہ رہتے۔ بعض مفسرین نے اس پہلو کو لیا ہے کہ یہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت یوسفؑ نے اگر تدبیر کے طور پر ایسا کہہ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اپنے حق میں کوئی بھی تدبیر کرنا ایک جائز فعل ہے۔ چند سال اور قید میں رہنا اس بنا پر تھا کہ اس ساقی کو شیطان نے بھلا دیا تھا۔ مفسرین نے اپنی جو بھی رائے دی ہے وہ سب قابل احترام ہے۔ لیکن اگر ہم اس کو عام نقطہ نظر سے دیکھیں تو انشاء اللہ کوئی الجھن نہیں ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کبھی کبھی کوئی شخص اپنی اس ذراسی بات پر جو اللہ کو پسند نہیں ہے پکڑ لیا جاتا ہے اور اس کو اس کی سزا بھی مل جاتی ہے یہ تو اللہ کے ایک عام بندے کی بات ہے لیکن انبیاء کرام اللہ کے صرف بندے ہی نہیں بلکہ اس کے نمائندے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے اعلیٰ ترین مقام پر مقرر ہوتے ہیں۔ وہ خطا اور غلطیوں سے معصوم ہوتے ہیں لیکن اگر ان سے ذراسی بھی ایسی بات ہو جائے جو اللہ کو پسند نہیں ہے تو فوراً اللہ کی طرف سے ان کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی ہر شخص کے لئے ایک مثال، ماڈل اور نمونہ ہوتی ہے اس لئے ان کی ذراسی بات پر فوراً گرفت ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کپڑا جتنا صاف شفاف ہوتا ہے اس پر ہلکا سا گرد و غبار بھی بہت نمایاں ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ سے کفار مکہ نے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوال کیا آپ نے ان کے سوالات سنے اور یہ سوچ کر کہ کل جبرائیل وحی لے کر آئیں گے ان سے پوچھ کر بتا دوں گا فرمایا کہ میں اس کا جواب کل دیدوں گا۔ لیکن اس کے بعد پندرہ دن تک وحی کا سلسلہ بند ہو گیا جس سے آپ کو بھی پریشانی ہوئی اور دشمنوں کو مذاق اڑانے کا موقع

مل گیا۔سورۃ کہف نازل کی گئی جس میں کفار مکہ کے تمام سوالات کے جوابات موجود ہیں اسی سورۃ میں یہ بھی فرمایا گیا" ولا تقولن لشایٔ انی فاعل ذٰلک غدا الا ان یشاء اللہ" . (سورۃ کہف آیت نمبر۲۳) ترجمہ:-"آپ کسی کام کے متعلق یہ نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کروں گا جب تک انشاء اللہ نہ کہہ دیں"۔اگر غور کیا جائے تو آپ کا یہ ارشاد فرمانا کہ میں کل بتادوں گا ایسی کوئی بات نہ تھی کیوں کہ وحی کا سلسلہ جاری تھا، آپ نے سوچا تھا کہ جب جبرائیل آئیں گے تو میں ان سے پوچھ لوں گا اور کفار مکہ کو بتادوں گا۔لیکن اللہ نے پندرہ دن تک وحی کے سلسلہ کو بند فرمادیا اور یہ اصولی بات ارشاد فرمائی کہ جب تک انشاء اللہ نہ کہہ لیا جائے اس وقت تک مستقبل کی کوئی بات نہ کہی جائے۔

اسی طرح ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے سرداران مکہ کو دعوت دے کر بلایا اور اس دوران آپ نے سرداران مکہ کے سامنے اسلام کی حقانیت پر تقریر فرمائی۔اسی دوران ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ ابن ام مکتوم تشریف لائے اور یہ دیکھے بغیر کہ رنگ محفل کیا ہے انہوں نے حسب معمول حضور اکرم ﷺ سے دین سے متعلق سوالات کرنا شروع کر دیئے۔آپؐ نے نرمی سے فرمایا کہ عبداللہ میں تمہیں ابھی بتاتا ہوں۔اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پھر تقریر شروع کردی اور آپ ﷺ کی دلی خواہش تھی کہ اگر مکہ کے سرداروں نے اسلام قبول کرلیا تو سارا عرب مسلمان ہو جائے گا۔آپ کا جذبہ تبلیغ بلندیوں پر تھا کہ حضرت عبداللہؓ جو دیکھ نہیں سکتے تھے انہوں نے پھر سوال کیا۔آپ ﷺ کو ناگوار گذرا اور آپ کی پیشانی پر کچھ بل پڑ گئے اور آپ ﷺ نے ذرا سی سختی سے فرمایا عبداللہ ذرا ٹھر جاؤ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔حضور اکرم ﷺ نے پھر سرداران مکہ سے خطاب شروع فرمادیا۔

حضرت عبداللہؓ ابن ام مکتوم یہ سمجھے کہ شاید میرے آقا مجھ سے ناراض ہیں وہ آہستگی سے اٹھے اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔جب نبی کریم ﷺ کا خطاب مکمل ہو گیا تو سرداران مکہ اٹھ کر چلے گئے۔نبی کریم ﷺ اس بات سے بہت خوش تھے کہ آج میں نے اللہ کا دین عرب کے سرداروں تک پہنچادیا۔اس وقت جبرائیل امین"سورۃ عبس" لے کر نازل ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! آپ ﷺ نے پیشانی پر بل ڈال لئے اس لئے کہ ایک نابینا آ گیا تھا آپ کو کیا معلوم تھا کہ اگر آپ اس کی رہنمائی فرمادیتے تو وہ اس سے اپنے دل کو مانجھ لیتا۔جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور ﷺ تیزی سے اٹھے اور چادر گھسیٹتے ہوئے اس نابینا صحابی کے گھر پہنچ گئے۔جیسے ہی انہوں نے آپ کی آواز سنی تڑپ کر باہر نکلے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ آؤ میرے ساتھ آؤ۔آپ ان کو لے کر گھر تشریف لائے اپنی چادر مبارک بچھادی اور اس پر نابینا صحابی کو بٹھا کر فرمایا کہ اے عبداللہ اب تم سوال کرو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔اس کے بعد جب بھی یہ صحابی آتے تو آپ بڑی محبت سے اپنی چادر مبارک پر بٹھاتے اور سب سے پہلے ان کے سوالات کے جوابات دیتے۔اس واقعہ میں بظاہر ایسی کوئی بات نہ تھی مگر قابل غور ایک بات تھی کہ کہیں کوئی ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے متعلق یہ نہ کہہ دے کہ سرداروں اور امیروں کے مقابلے میں ایک غریب کو اہمیت نہیں دی گئی۔یہ ہے وہ رہنمائی جو اللہ کی طرف سے

انبیاء کرام کو دی جاتی ہے اس طرح حضرت یوسفؑ نے بظاہر ایک تدبیر فرمائی اور رہا ہونے والے شخص سے فرمایا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کر دینا۔ یہ بات اللہ کو پسند نہیں آئی کیونکہ انبیاء کرام تو صرف اللہ سے فریاد کیا کرتے ہیں وہ تو غیر اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اس لئے اللہ نے ایسا انتظام فرمایا کہ وہ ساقی حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا ہی بھول گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت یوسفؑ کو تنبیہ فرمادی اور اس طرف اشارہ کر دیا کہ ہر شخص کو شیطانی وسوسوں سے بچنا چاہیئے کیوں کہ شیطان اس راستے سے زبردست حملہ کرتا ہے، اس سے وہی لوگ بچتے ہیں جو خوش نصیب ہوتے ہیں اور ہر حال میں اللہ سے ہی مانگتے ہیں ورنہ شیطان تو انسان کو دنیا کے معاملات میں اس طرح دھنسا دیتا ہے کہ وہ نیکی کے کاموں سے بے خبر اور غافل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ
سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا
الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾
قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾
وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ
فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ
سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ
یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ
سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا
مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا
قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۹

اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ سات گائے ہیں جو بہت موٹی تازی ہیں۔ وہ سات دبلی پتلی گایوں کو کھا رہی ہیں۔ اور سات سرسبز خوشے (بالیں) ہیں اور دوسرے سات خوشے (بالیں) سوکھی اور خشک ہیں۔ اے سردارو! مجھے میرے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔ اگر تم خواب کی (سچی) تعبیر دینے والے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو یوں ہی پریشان خیالات ہیں۔ اور ہم خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے۔ اور وہ آدمی جو بچ گیا تھا اس کو ایک مدت کے بعد یاد آیا۔ اس نے کہا کہ میں اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہوں مجھے (یوسفؑ کے پاس قید خانے میں) بھیج دو۔ (اس نے جا کر کہا کہ) اے یوسفؑ اے سچے انسان ہمیں اس خواب کی تعبیر بتا دیجئے کہ سات موٹی تازی گائیں سات دبلی پتلی گایوں کو کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیں ہیں اور دوسری سات خشک ہیں۔ (مجھے خواب کی تعبیر بتا دیجئے) تاکہ میں لوٹ کر جاؤں اور ان کو اس خواب کی تعبیر سے آگاہ کر دوں۔

اس نے (یوسفؑ نے) کہا کہ تم سات سال تک لگا تار کھیتی باڑی کرتے رہو گے اس کے بعد جو فصلیں تم کاٹو گے ان میں سے تھوڑا سا حصہ جو تمہارے کھانے میں کام آئے گا اس کو کھا کر بقیہ کو ان ہی بالوں میں رہنے دینا۔ پھر سات سال سخت آئیں گے۔ اس میں وہ سب کچھ کھا جاؤ گے جو تم نے بچا کر رکھا ہو گا۔ پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا جس میں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے (یعنی خوش حال ہو جائیں گے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۴۹

اَلْمَلِکُ	بادشاہ
سَبْعٌ	سات
بَقَرَاتٌ	(بَقَرَۃٌ)۔ گائیں
سِمَانٌ	موٹی تازی۔ فربہ

عِجَافٌ	دبلی پتلی
سُنُبُلٰتٌ	(سُنْبُلَۃٌ)۔گیہوں کی بالیں جس میں دانہ ہوتا ہے
خُضْرٌ	ہرا بھرا
يٰبِسٰتٌ	خشک
اَفْتُوْنِیْ	مجھے بتاؤ
رُءْيَایَ	میرا خواب
تَعْبُرُوْنَ	تم تعبیر دیتے ہو
اَضْغَاثٌ	پریشان خیالات۔فضول خیالات
اَحْلَامٌ	(حلم)۔خیالات
اِدَّكَرَ	یاد کیا
بَعْدَاُمَّةٍ	مدت کے بعد
اَرْسِلُوْنِ	مجھے بھیج دے
اَرْجِعُ	میں لوٹوں گا
تَزْرَعُوْنَ	تم کھیتی باڑی کروگے
دَاَبٌ	لگاتار مسلسل
حَصَدْتُّمْ	تم نے کھیتی کاٹی
ذَرُوْهُ	اس کو چھوڑ دو
سَبْعٌ شِدَادٌ	سخت سات(سال)
قَدَّمْتُمْ	تم نے آگے بھیجا

تُحْصِنُوْنَ	تم بچاؤ گے
عَامٌ	سال
يُغَاثُ	بارش برسائی جائے گی
يَعْصِرُوْنَ	وہ نچوڑیں گے

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۹

کائنات میں ہونے والے ہر عمل اور اس کے نتائج کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کسی کی عزت وذلت، سر بلندی اور پستی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے جس کی طرف انسان کا دھیان بھی نہیں جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت یوسفؑ کو باعزت رہائی مل جائے اور علم نبوت کے ساتھ ساتھ دنیاوی عزت وسر بلندی بھی حاصل ہو جائے تو اس کا سبب یہ پیدا فرمایا کہ مصر کے بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی تازہ گائے ہیں جن کو سات دبلی پتلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہیں جو ہری بالوں پر لپٹ کر ان کو خشک کر رہی ہیں۔ اگلے دن اس نے تمام دربار کے معتبر اور کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ کسی نے اپنی سمجھ کے مطابق تعبیر بتائی اور بعضوں نے کہا کہ یہ پریشان خیالات ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں۔ بادشاہ کو سب کے کہنے کے باوجود ایک بے چینی سی محسوس ہوتی رہی اور وہ اس خواب کی تعبیر کے لئے سخت بے قرار رہنے لگا۔ اب اس ساقی کو جو حضرت یوسفؑ کے ساتھ قید تھا اس کو یاد آیا کہ اس خواب کی تعبیر تو صرف حضرت یوسفؑ ہی بتا سکتے ہیں۔ اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اگر مجھے قید خانے میں جانے کی اجازت دی جائے تو میں ایک ایسے نیک اور پارسا شخص سے اس خواب کی تعبیر معلوم کر سکتا ہوں جس کو اللہ نے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس ساقی نے قید خانہ میں جا کر بادشاہ کا خواب سنایا اور اس کی تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ سات موٹی گائیں اور ہری بالیں سات سال ہیں جن میں خوب خوش حالی رہے گی یعنی خوب پیداوار ہوگی لیکن اس کے بعد مسلسل سات سال تک قحط پڑے گا۔ خواب کی تعبیر کے ساتھ آپ نے ایک تدبیر بھی بتا دی کہ جب خوش حالی کا زمانہ ہو تو جتنا کھانا ہو وہ کھا لیا جائے لیکن ساتھ ساتھ بچت بھی کی جائے تا کہ قحط سالی کے زمانہ میں یہ کام آئے۔ پھر فرمایا کہ سات سال کی مسلسل قحط سالی کے بعد خوش حالی کا زمانہ آئے گا۔ اس میں خوب بارشیں ہوں گی، کھیتی باڑی پھل اور میوے بڑی کثرت سے ہوں گے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور خوب انگور نچوڑنے کے قابل چیزوں سے خوب نچوڑیں گے۔

بادشاہ کے اس خواب کی تعبیر جب اس کو بتائی گئی تو وہ بہت خوش ہوا اس کی تفصیلات اگلی آیات میں آرہی ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ
بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ
النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۞۵۰
قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ
لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ
الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ
اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۞۵۲
وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا
مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞۵۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اور بادشاہ نے کہا کہ اسے (یوسفؑ کو) میرے پاس لاؤ۔ پھر جب بلانے والا اس کے پاس آیا تو (یوسفؑ نے) کہا کہ تو اپنے مالک کی طرف لوٹ جا۔ اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے تھے۔ بیشک میرا رب ان کے مکر وفریب سے اچھی طرح واقف ہے۔

بادشاہ نے ان عورتوں سے کہا کہ تم کیا کہتی ہو! جب تم نے یوسفؑ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ سب عورتوں نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم نے اس کے اندر کوئی برائی نہیں پائی تھی۔ عزیز کی بیوی نے کہا کہ اب تو سچ بات ظاہر ہوگئی ہے۔ میں نے اس سے مطلب کی خواہش کی تھی لیکن بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ یہ اس نے (حضرت یوسف نے) اس لئے کہا تھا تا کہ وہ

جان لیں کہ میں نے پیٹھ پیچھے خیانت نہیں کی تھی اور بے شک اللہ دغابازوں کا فریب چلنے نہیں دیتا۔اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا۔بے شک نفس تو برائی سکھانے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرمادے۔بے شک میرا پروردگار بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۵۰تا۵۳

اِئْتُوْنِیْ	میرے پاس لاؤ
اَلرَّسُوْلُ	قاصد۔بھیجا گیا
اِرْجِعْ	لوٹ جا
اِسْئَلْ	پوچھ
مَابَالُ	کیاواقعہ
مَاخَطْبُکُنَّ	تم کیا کہتی ہو
سُوْءٌ	برائی
اَلْئٰنَ	اب
حَصْحَصَ	ظاہر ہوگیا
لَمْ اَخُنْ	میں نے خیانت نہیں کی
لَا یَھْدِیْ	وہ ہدایت نہیں دیتا
اَلْخَائِنِیْنَ	خیانت کرنے والے
مَا اُبَرِّ ئُی	میں بری نہیں کرتا
اَمَّارَۃٌ	حکم دینے والا
رَحِمَ رَبِّیْ	میرے رب نے رحم کردیا

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

گذشتہ آیات میں تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ جب بادشاہ کا ساقی حضرت یوسفؑ کے پاس بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر پوچھنے گیا تو حضرت یوسفؑ نے نہ صرف خواب کی وہ تعبیر بتائی جس سے بادشاہ کی دلی بے چینی دور ہوگئی بلکہ شدید قحط پڑنے کی صورت میں کیا کیا جائے اس کی تدبیر بھی ارشاد فرمادی۔ بادشاہ مصر حضرت یوسفؑ کے علمی مقام اور ذہانت کو سن کر حیران رہ گیا اور ان سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ تاکہ ان سے مل کر مزید باتیں اور مشورے کر سکوں۔ بادشاہ نے اس کام کے لئے جس قاصد کو بھیجا تھا حضرت یوسفؑ نے اس سے فرمایا کہ میں اس وقت تک قید سے باہر نہیں آؤں گا جب تک میری بے گناہی ثابت نہیں ہو جاتی۔ ان عورتوں سے بلا کر پوچھا جائے جنہوں نے حیرت اور محویت کے عالم میں مجھے دیکھ کر اپنی انگلیاں زخمی کر لی تھیں۔ آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ میرا رب تو ان حالات اور سچائی کو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان عورتوں نے کیا فریب کیا اور کس طرح انہوں نے مجھے بے گناہ ہونے کے باوجود اس قید خانے تک پہنچا دیا تھا۔ اس موقع پر حضرت یوسفؑ زلیخا کا نام لے کر کہہ سکتے تھے کہ یہ ساری شرارت عزیز مصر کی بیوی زلیخا کی ہے جس نے کمرے کے دروازے بند کر کے ان کو گناہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور پھر بدنامی سے بچنے کے لئے حضرت یوسفؑ جیسے پاک باز انسان پر تہمت لگانے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں بیگمات مصر نے طعنے دینے شروع کئے اور زلیخا نے سب بیگمات کو دعوت دے کر بلایا جس میں وہ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر ان کے حسن جمال سے اتنی متاثر ہوئیں کہ پھل کاٹتے کاٹتے انگلیاں زخمی کر بیٹھیں اور محویت کے عالم میں ان کو پتہ ہی نہیں چلا کہ ان کی انگلیوں سے خون بہہ رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ان بیگمات کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا تاکہ عزیز مصر اور اس کی بیوی کا براہ راست نام نہ لیا جائے کیونکہ عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ بہت شریفانہ برتاؤ کیا تھا۔ اس احسان کو مان کر عزیز مصر کی رسوائی کا خیال کر کے مصر کی بیگمات کا ذکر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص پر کسی کا احسان ہو اس کو اس شخص کی عزت و آبرو کا خیال رکھنا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے قید سے اس وقت تک رہا ہونے سے انکار کر دیا جب تک ان کی پوزیشن صاف نہ ہو جائے۔ بادشاہ مصر نے زلیخا کو اور ان تمام بیگمات کو طلب کر لیا۔ سب بیگمات اور زلیخا کے آنے کے بعد بادشاہ نے صرف اتنا سوال کیا کہ جب تم نے یوسفؑ کو اپنے نفس کی طرف مائل کرنا چاہا تو تم نے ان کو کیسا پایا؟۔ سچ تو سچ ہوتا ہے سب بیگمات نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اللہ کی قسم ہم نے ان میں بدنیتی اور بدچلنی کا شائبہ تک نہیں پایا۔ یعنی وہ بے قصور، نیک، پرہیزگار اور اعلیٰ ترین کردار کے مالک ہیں۔ تمام عورتوں کی گواہی کے بعد زلیخا اس تصور سے شرم و ندامت سے زمین میں گڑ گئی کہ یوسفؑ کتنے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں کہ انہوں نے زلیخا کا نام تک نہیں لیا۔ وہ چلا اٹھی کہ اب سچائی کھل کر سامنے آ گئی ہے تو میں سب کے سامنے اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یوسفؑ بالکل بے گناہ ہیں۔ میں نے ہی ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر انہوں نے میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ واقعی یوسفؑ سچائی کا پیکر ہیں۔

جب حضرت یوسفؑ کے بے گناہ ہونے کی تمام گواہیاں سامنے آگئیں تو اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے کسی فخر و غرور کا مظاہرہ نہیں فرمایا بلکہ نہایت عاجزی سے دو باتیں فرمائیں۔

۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے تاکہ عزیز مصر کو اس بات کا پختہ یقین ہو جائے کہ اس کی غیر حاضری میں، میں نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی یعنی اس کی آبرو کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ اپنے محسن کی عزت و آبرو کا پورا پورا احترام کیا۔ اس موقع پر یہ اصول بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کبھی راہ ہدایت عطا نہیں فرماتا جو مکر و فریب کے جال بن کر خیانت و بد دیانتی کرتے ہیں۔

۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ ''نفس'' تو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اگر پروردگار کا رحم و کرم نہ ہو تو کوئی بھی انسان نفس کی شرارتوں سے بچ نہیں سکتا۔ گویا آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اللہ نے جس امتحان سے مجھے گذار کر سرخ رو فرمایا ہے اس میں میرا ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہے۔ اگر اس کا رحم و کرم نہ ہوتا تو میرا نفس بھی مجھے لے ڈوبتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سبحان اللہ کتنی اعلیٰ ظرفی اور کردار کی بلندی کی بات ہے کہ اتنے بڑے کارنامے پر دنیا داروں کی طرح فخر اور ذاتی بڑائی نہیں کی ہے بلکہ اس کی نسبت اللہ کی طرف کر کے اپنی انتہائی عاجزی و انکساری کا اظہار فرما رہے ہیں۔ یہی شان پیغمبری اور ان کا اسوہ حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی طرح عاجزی و انکساری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ
بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا
مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ
عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ
يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾
۷ ع ۸ ۱ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۷

اور بادشاہ نے کہا کہ اس کو (یوسفؑ کو) میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے لئے خاص کرلوں۔ پھر جب بادشاہ نے اس سے باتیں کیں تو اس نے کہا کہ تم میرے نزدیک بڑے معزز اور

معتبر ہو۔(یوسفؑ نے) کہا کہ مجھے خزانوں پر(پیداوار پر) مقرر کردیجئے بے شک میں حفاظت بھی کروں گا اور خوب اچھی طرح اس کا علم بھی رکھتا ہوں۔اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کو اس ملک میں با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں آزادی سے رہیں بسیں۔اور جس کو ہم چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نواز دیتے ہیں۔اور ہم نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔اور آخرت کا اجر ایمان وتقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے اس سے بھی زیادہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۷

كَلَّمَ	کلام کیا۔بات کی
لَدَ يْنَا	ہمارے پاس
مَكِيْنٌ	معزز۔باعزت
اَمِيْنٌ	معتبر۔ایمان دار۔امانت دار
اِجْعَلْنِىْ	مجھے بنادے
خَزَائِنُ	خزانے
حَفِيْظٌ	حفاظت کرنے والا۔محافظ
عَلِيْمٌ	بہت جاننے والا
مَكَّنَّا	ہم نے ٹھکانا دیا۔جمادیا
يَتَبَوَّءُ	وہ ٹھکانا بناتا ہے۔با اختیار بناتا ہے
نُصِيْبُ	ہم پہنچاتے ہیں
لاَ نُضِيْعُ	ہم ضائع نہیں کرتے
اَجْرٌ	اجر
خَيْرٌ	زیادہ

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی زندگی کے اس پہلو کو نمایاں فرمایا ہے جہاں سے ان کی دنیاوی زندگی کا عروج شروع ہوتا ہے۔ یہ اس واقعہ کا اہم ترین پہلو بھی ہے مگر اس بات کو بھی ذہن میں رکھ لیجئے کہ محض ایک خواب کی تعبیر بیان کردینے اور زمین کے خزانوں (پیداوار) کی ذمہ داری قبول کرنے سے زندگی کا عروج شروع نہیں ہوا بلکہ اس واقعہ کے پورے پس منظر کو سامنے رکھ کر دیکھئے تو اس میں انسانی کردار کی وہ بلندیاں سامنے آتی ہیں جہاں ایک انسان سچائی اور حق کے لئے ہر طرح کے مصائب اور پریشانیاں برداشت کر کے دلوں کو فتح کر لیتا ہے اور ہر شخص اس انسان کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنی پاک دامنی کے لئے برسوں قید میں رہنا پسند کیا لیکن اس راستے پر چلنے سے صاف انکار کر دیا جہاں ان کے دامن عصمت پر ایک دھبہ بھی لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ حضرت یوسفؑ کے اس واقعہ پر شروع سے نظر ڈالی جائے تو کردار کی یہ بلندی اور عروج کے دور کی ساری باتیں بہت آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔

۱) حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کو ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر بعد میں مدین کے ایک قافلے والوں کے ہاتھ چند درھموں کے بدلے میں فروخت کر دیا تھا اور وہ اس بات سے مطمئن تھے کہ ان کی اور ان کے والد کی محبت میں اب کوئی آڑے نہ آسکے گا۔

۲) جب مصر کے بازار میں ایک غلام کی حیثیت سے ان کو فروخت کیا گیا تو ان کے ظاہری چہرے اور شخصیت کی یہ عظمت ہے کہ عام غلاموں کی طرح ان کی قیمت نہیں لگائی گئی جو اس بازار میں روزانہ ہزاروں کی تعداد میں فروخت کئے جاتے تھے بلکہ خریدنے والوں کے مقابلے کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی لگا رہے تھے۔ بالآخر حضرت یوسفؑ کے وزن کے برابر سونا اور مشک کے بدلے ملک کے وزیر اعظم اور فوجوں کے سپہ سالار عزیز مصر نے خرید کر ان کو اپنے گھر میں بیٹوں کی طرح رکھا۔ اس واقعہ نے آپ کی شہرت کو پورے ملک میں پہنچا دیا اور یقیناً گھر گھر میں اس کا چرچا اور شہرت پہنچ گئی ہوگی۔

۳) جب حضرت یوسفؑ نے جوانی میں قدم رکھا اور ان کا حسن و جمال پوری طرح نکھر کر سامنے آگیا تو عزیز مصر کی بیوی اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکی اور ایک دن اس نے اپنے کسی خصوصی کمرے میں بلا کر دروازے بند کر لئے اور ان کو اپنی خواہش نفس کی طرف بلایا۔ حضرت یوسفؑ کی اللہ نے مدد فرمائی اور وہ اس کی نیت اور ارادے کو بھانپ کر دروازے کی طرف دوڑے اللہ نے ہر دروازے کو اور ہر راستے کو ان کے لئے کھول دیا۔ زلیخا آپ کے پیچھے دوڑی۔ باہر کے دروازے پر عزیز مصر نے اس کیفیت کو دیکھا۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ پر الٹا الزام لگا دیا کہ اے عزیز مصر! اس غلام نے تیری بیوی کی آبرو پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جیسا کہ گذشتہ آیات میں اس کی تفصیل آچکی ہے کہ جب عزیز مصر کے سامنے ساری حقیقت کھل گئی تو وہ اس چال کو سمجھ گیا اور اس نے زلیخا سے کہا کہ مجھے عورتوں کے اس مکر و فریب کا اچھی طرح اندازہ ہے۔ عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ سے اپنی عزت کی

خاطر یہ کہا کہ اے یوسف تم اس واقعہ کو نظر انداز کر دو میں ساری بات سمجھ گیا ہوں تم اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ لیکن یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو شاہی محل سے نکل کر مصر کے ہر گھر میں پہنچ گیا اور اس کی اچھی خاصی شہرت ہوگئی۔

۴) جب یہ واقعہ ملک میں ہر جگہ مشہور ہو گیا تو مصر کی عورتوں نے یہ طعنے دینے شروع کر دیئے کہ عزیز مصر کی بیوی کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے غلام پر جان دے رہی ہے۔ زلیخا نے یہ سنا تو مصر کی تمام بیگمات کو اپنے گھر بلا کر زبردست دعوت کا انتظام واہتمام کیا۔ اس زمانہ کی تہذیب کے مطابق فرش بچھا کر تکئے لگا دیئے گئے۔ سب کے سامنے ایسے پھل رکھ دیئے گئے جو چاقو سے کاٹ کر کھائے جاتے ہیں۔ سب نے پھل ہاتھ میں لے کر کھانے کے لئے کاٹنے شروع کئے ادھر حضرت یوسفؑ کو اچانک سامنے لایا گیا۔ حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کو دیکھ کر یہ بیگمات مصر اس قدر کھو گئیں کہ ان کے ہاتھ چاقوؤں سے زخمی ہو گئے، خون رسنے لگا اور ان کو پتہ ہی نہ چلا اور وہ کہہ اٹھیں کہ یہ انسان نہیں کوئی بہت ہی معزز فرشتہ ہیں۔ زلیخا کی یہی خواہش تھی کہ مصر کی ہر عورت اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ اگر وہ ان پر فدا ہو گئی ہے تو اس کے دل کا کوئی قصور نہیں ہے۔

۵) حضرت یوسفؑ، زلیخا اور بیگمات مصر کی خواہش بھری نظروں کو اچھی طرح محسوس کر رہے تھے۔ ایک دن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر عرض کر دیا۔ الٰہی! یہ عورتیں مجھے جس طرف لے جانا چاہتی ہیں اس سے مجھے بچالے۔ اگر اس کے بدلے مجھے قید کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں تو وہ مجھے زیادہ پسند ہیں۔

۶) جب زلیخا کی دعوت میں آئی ہوئی بیگمات مصر بھی حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کے سامنے بے بس سی ہو گئیں اور وہ دل و جان سے قربان ہو گئیں اور ان کے حسن و جمال اور زلیخا کی محبت کے چرچے گھر گھر ہونے لگے تو عزیز مصر نے بدنامی سے بچنے کے لئے حضرت یوسفؑ کو جیل بھیج دیا۔

۷) جیل خانے میں حضرت یوسفؑ نے تمام قیدیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اور ہر ایک کی خبر گیری کی تو اس قید خانے کے منتظم اعلیٰ نے قید خانے کے سارے انتظامات ان کے حوالے کر دیئے۔ حضرت یوسفؑ کے حسن انتظام اور کردار کی بلندی کی شہرت بھی آہستہ آہستہ پھیلتی چلی جا رہی تھی۔

۸) ایک دن دو قیدی لائے گئے جن میں سے ایک بادشاہ کا باورچی تھا دوسرا ساقی تھا جو بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر تھا۔ دونوں پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دے کر مارنے کی کوشش کی ہے۔ تحقیقات جاری تھیں اور اس عرصے میں ان کو قید کر دیا گیا تھا تاکہ پوری تحقیق کر لی جائے اور کوئی فیصلہ کر دیا جائے۔ حضرت یوسفؑ نے ان دونوں کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسفؑ کے حسن اخلاق، انتظام اور علم کی بلندیوں سے بہت متاثر تھے۔ دونوں قیدیوں نے خواب دیکھے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کو جو تعبیر دی وہ اسی طرح پوری ہو کر رہی کہ ایک کو پھانسی کی سزا ہو گئی اور دوسرے کو جو بادشاہ کا ساقی تھا اس کو بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا گیا۔ وہ شخص جو بادشاہ کا ساقی تھا اور رہا کر دیا گیا تھا حضرت یوسفؑ نے اس سے کہا کہ بادشاہ کو یاد دلا دینا یعنی یہ کہ ایک شخص جو بے گناہ ہے اور عرصہ سے قید خانے میں پڑا ہوا ہے اس کا خیال کیا جائے۔ جب وہ ساقی رہا ہو کر اپنی نوکری پر بحال ہو گیا تو وہ اس بات کو بھول گیا کہ وہ بادشاہ سے حضرت یوسفؑ کا ذکر کرے تاکہ وہ بھی رہا ہو جائیں۔

۹) ایک رات بادشاہ مصر نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات ہری بالیں ہیں جن پر سات سوکھی بالیں لپٹی ہوئیں ہیں۔ صبح کو اٹھ کر اس نے اپنے دربار کے تمام کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ کسی نے کچھ بتایا کسی نے کچھ اور بعض نے تو اس کو محض تصوراتی اور خیالی خواب بتا کر اس کی تعبیر سے عذر کر دیا۔ اس موقع پر بادشاہ کے اس ساقی نے جس کو حضرت یوسفؑ نے خواب کی تعبیر بتائی تھی اس کو خیال آیا کہ اس خواب کی تعبیر حضرت یوسفؑ ہی بتا سکتے ہیں اس نے بادشاہ سے کہا کہ اگر مجھے قید خانے میں جانے کی اجازت دی جائے تو میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کو اللہ نے خوابوں کی تعبیر کا خاص علم عطا فرمایا ہے۔ وہ شخص قید خانے میں حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچا اور اس نے اس خواب کی تعبیر پوچھی حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ اس خواب کی اہمیت یہ ہے کہ سات سال تک خوب پیداوار ہوگی پھر خشک سالی کے سات سال ہیں۔ اس کے بعد اس خشک سالی سے بچنے کی ایک تدبیر ارشاد فرمائی۔ حالانکہ اس تدبیر سے اس خواب کا تعلق نہیں تھا لیکن حضرت یوسفؑ نے حسن تدبیر بتا کر اپنی ذہانت کا مظاہرہ فرمایا۔ خواب کی اس تعبیر سے بادشاہ کو نہ صرف اطمینان ہوا بلکہ حضرت یوسفؑ کے علم وفضل کا پوری طرح اندازہ ہوگیا۔ بادشاہ نے خواہش کا اظہار کیا کہ میں ایسی شخصیت سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ایسے باصلاحیت انسان کو اپنے سے قریب کر کے ملک کے لئے ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

۱۰) بادشاہ مصر نے ایک قاصد بھیجا جس نے بادشاہ کی اس خواہش کا اظہار کیا کہ بادشاہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے یہ کہہ کر رہا ہونے سے صاف انکار کر دیا کہ جب تک یہ بات صاف نہیں ہو جاتی کہ مجھے اتنے عرصے کیوں قید میں رکھا گیا۔ پہلے ان تمام عورتوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے جنہوں حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر اپنی انگلیاں زخمی کر لی تھیں بادشاہ نے زلیخا اور مصر کی ان تمام بیگمات کو طلب کر کے ان سے اصل واقعہ بیان کرنے کا حکم دیا۔ زلیخا اور تمام بیگمات مصر نے اس بات کا اعتراف واقرار کیا کہ حضرت یوسفؑ قطعاً بے گناہ ہیں۔ ہم نے ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی مگر ان کا دامن عصمت بالکل پاک ہے۔ اس واقعہ نے بادشاہ کے دل میں حضرت یوسفؑ کے اعلیٰ کردار، تقویٰ و پرہیز گاری کی عظمت کو اور بھی اجاگر کر دیا۔ اور وہ ان سے ملنے کے لئے بے چین ہوگیا۔

جب حضرت یوسفؑ بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس نے یہ محسوس کیا کہ اللہ نے ان کو جتنا ظاہری حسن عطا فرمایا ہے اس سے کہیں زیادہ ان کو کردار کی بلندی عطا فرمائی ہے۔ اس خواب کے حوالے سے بادشاہ نے یہ پوچھا کہ اگر یہ قحط نازل ہوتا ہے تو اس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے یقیناً اس موقع پر بادشاہ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہوگا کہ اگر اس کی ذمہ داری ان پر ڈال دی جائے تو یقیناً وہ قحط سے بچنے کی بہتر تدبیر کر سکتے ہیں۔ اس کے پوچھنے پر حضرت یوسفؑ نے ”خزائن الارض“ کی ذمہ داریاں سنبھالنے پر رضامندی کا اظہار فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے لئے دنیاوی عروج تک پہنچنے کے تمام انتظامات فرمادیئے۔ حضرت یوسفؑ نے ایسے اعلیٰ انتظامات کئے کہ بادشاہ اور پوری مملکت کا ہر فرد آپ کے حسن انتظام ذہانت اور امانت کا قائل ہوگیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ان کے اس اعلیٰ کردار اور حسن انتظام کو دیکھ کر بادشاہ گوشہ نشین ہوگیا اور حضرت یوسفؑ پوری مملکت کے

بادشاہ بن گئے جب حضرت یوسفؑ مصر پہنچے تھے اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی اور جب وہ مصر کی حکومت کے سربراہ بنے ہیں اس وقت ان کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ گویا اللہ نے تیئس سال میں ایک ایسے نوجوان کو جو کبھی نہایت غربت کے عالم میں مصر کے بازار میں ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کیا گیا تھا۔ تیئس سال میں اپنے کردار کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا تھا جہاں ہر شخص ان کے اخلاق و کردار کا غلام بن چکا تھا۔

جیسا کہ سورۃ یوسف کی تفسیر کی ابتدا میں بتایا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت یوسفؑ کے حالات زندگی میں بہت مشابہت ہے تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کو بھی تمام مرحلوں سے گذرنے میں تیئس سال لگے اور قرآن کریم کی تعلیمات کی تکمیل میں بھی تیئس سال لگے۔ ان آیات میں کفار مکہ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو دنیاوی عروج کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا۔ آج مکہ میں حضور اکرم ﷺ جو بظاہر بے سروسامان ہیں اسی طرح ان کو بھی تیئس سال میں دنیاوی عروج و سربلندی حاصل ہو جائے گی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی حکومت ان کی زندگی تک محدود تھی لیکن نبی کریم ﷺ کے کردار اور سیرت کی بلندی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور آپ قیامت میں اپنی امت ہی کے نہیں بلکہ ساری امتوں کی گواہی دے کر ان کے بھی کام آئیں گے۔ نبی کریم ﷺ اس لئے سرور کونین ہیں کہ اس دنیا اور آخرت میں آپ کی رحمت ہی کام آئے گی۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین.

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۱

اور یوسفؑ کے بھائی (مصر) آئے۔ پھر جب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ پہچان سکے۔ اور جب ان کا سامان تیار ہو گیا تو کہا کہ اپنے (ایک اور) بھائی کو بھی لانا جو تمہارا علاتی (والد کی طرف سے) بھائی ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں پیمانہ بھر

کردیتا ہوں۔اور بہترین مہمان نواز ہوں۔پھر اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو پھر میرے پاس تمہارے لئے غلہ نہیں ہوگا۔اور نہ تم میرے پاس آنا۔انہوں نے کہا کہ ہم اس کے والد سے کہیں گے اور یہ کام ہمیں ضرور کرنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸تا۶۱

جَآءَ	آیا
اِخْوَةٌ	بھائی
دَخَلُوْا	وہ داخل ہوئے
عَرَفَ	اس نے پہچان لیا
مُنْكِرُوْنَ	نہ پہچاننے والے
جَهَزَّ	اس نے تیار کی۔تیار کردیا
جَهَازٌ	سامان
اُوْفِيْ	میں پورا دیتا ہوں
سَنُرَاوِدُ	ہم درخواست کریں گے
لَفٰعِلُوْنَ	البتہ ضرور کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۸تا۶۱

کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے حضرت یوسفؑ کا واقعہ اور وہ سبب معلوم کیا تھا جس کی بنا پر حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ اور ان کے اہل خاندان فلسطین سے مصر پہنچ کر وہاں آباد ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت یوسفؑ کا واقعہ اور ان اسباب کا ذکر فرمایا ہے کہ جب یہ خاندان جو بنی اسرائیل کہلاتا تھا ہجرت کر کے مصر پہنچا۔ان آیات میں صرف اس واقعہ کو ہی بیان نہیں کیا گیا بلکہ نصیحت کے لاتعداد پہلوؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو فکر کی راہوں کو کھول دیتا ہے۔

جب حضرت یوسفؑ پوری مملکت مصر کے بادشاہ بنادیئے گئے تو حضرت یوسفؑ نے شان پیغمبری اور عدل وانصاف کی ایسی بے مثال حکومت قائم کی جس سے پورے علاقے میں خوش حالی اور ترقی شروع ہوگئی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے حکم جاری فرمادیا کہ جب تک ملک بھر میں شدید ترین قحط ہے گھر میں ایک وقت کا کھانے پکایا جائے۔ چنانچہ نہایت سادگی سے ایک وقت میں ایک سالن پکایا جاتا تھا۔ عوام تو وہی کرتے ہیں جو وہ اپنے حکمرانوں کو دیکھتے ہیں چنانچہ مملکت کا ہر شخص بھوک پریشانی اور بدحالی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ جب پہلے سات سال خوش حالی کے تھے اس میں قحط سالی کے سات سالوں کی فکر کر کے بچت کی گئی اور بے شمار غلہ کا ذخیرہ کرلیا گیا۔ جب قحط کا زمانہ شروع ہوا تو پوری معلوم دنیا کو قحط نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر شخص پریشان ہوگیا لیکن مصر کی سلطنت میں معمولی سی پریشانیوں کے ساتھ خوش حالی برقرار رہی۔ قحط کے زمانہ میں مصر کی خوش حالی کی اطلاع جب آس پاس کے ملکوں میں پھیل گئی اور بادشاہ کی نرم دلی اور حسن اخلاق کے چرچے ہونے لگے تو حضرت یوسفؑ کے بھائی بھی فلسطین سے مصر آگئے اور بادشاہ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی غلہ دیا جائے تاکہ اس شدید قحط سے بچا سکے۔ حضرت یوسفؑ نے نہ صرف ان میں سے ہر ایک کو اونٹ بھر غلہ دیا بلکہ ان کی خوب خاطر مدارت کی گئی۔ جیسے ہی یہ بھائی حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا لیکن ان کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہیں پہچانا کیونکہ ان کے تو ذہن اور خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ وہ ننھے منے یوسفؑ جن کو ایک اندھے کنویں میں پھینکا گیا تھا وہ چند برسوں میں اس ملک کے بادشاہ بن گئے ہوں گے۔ پھر یہ کہ بچپن اور جوانی کی عمر میں چہروں میں بھی فرق آجاتا ہے شاید اس لئے بھی وہ حضرت یوسفؑ کو نہ پہچان سکے ہوں غرضیکہ حضرت یوسفؑ نے شان پیغمبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف ان کی خبر گیری کی بلکہ نہایت فیاضی، سخاوت اور حسن اخلاق کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کے اونٹوں پر غلہ لدوادیا گیا۔ شاید ان کے بھائیوں کی زبان سے نکل گیا ہو کہ ہمارے والد اور ایک بھائی بھی ہیں جو اس وقت نہ آسکے لہٰذا ان کے حصے کا غلہ بھی دیدیا جائے۔ اس پر حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ جب تم دوبارہ غلہ لینے آؤ تو اپنے بھائی کو ضرور ساتھ لانا۔ تاکہ اس کی تصدیق ہوجائے کہ واقعی تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے۔ والد تو چونکہ ضعیف اور کمزور ہیں لیکن بھائی تو آسکتا ہے اس کو ضرور لے کر آنا۔ اگر تم اس بھائی کو نہیں لائے تو پھر تم بھی مت آنا کیونکہ جھوٹ بولنے والے مجھے پسند نہیں ہیں یہ بات ان بھائیوں کے لئے بڑے امتحان کی تھی کہ اگر وہ اپنے بھائی بن یمین کو نہیں لائے تو آئندہ غلہ لینے کا سلسلہ بند ہوجائے گا۔ اور اگر والد صاحب سے بن یمین کے لئے اجازت لیتے ہیں تو وہ حضرت یوسفؑ کا زخم کھائے ہوئے ہیں ان بھائیوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لئے ان بھائیوں نے صرف اتنا کہا کہ ہم یہ ضرور کریں گے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب ہمارے والد اس کی اجازت دیں گے۔ اگر انہوں نے نہ دی تو پھر ہم کچھ نہ کرسکیں گے۔ اسکی بقیہ تفصیل آنے والی آیات میں بیان کی جائے گی۔ اس موقع پر بعض مفسرین نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر حضرت یوسفؑ چاہتے تو اپنے حال کی اطلاع اپنے والد کو کراسکتے تھے۔ کسی کے ذریعہ کہلا سکتے تھے پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے اپنے والد، والدہ اور گھر والوں کو اطلاع نہیں دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے موجودہ دور میں ہمیں اطلاعات کے بہت سے ذرائع حاصل ہیں اس زمانہ میں نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ اگر تمام

روایات پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے آپ کو اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ آپ اس مسئلہ پر غور فرماتے وجہ اس کی یہ ہے جب آپ سات سال کے تھے اس وقت بھائیوں نے ان کو ایک غلام کی حیثیت سے مدین کے قافلے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ مصر میں عزیز مصر کے گھر رہے۔ بھری جوانی میں آپ کو نو سال تک جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑا۔ رہا ہوئے تو قحط کے حالات نے آپ کو دن رات مصروف کر دیا اور آپ نے انتھک محنت سے ان حالات کو سنبھالا۔ بادشاہ بننے کے بعد اس کی شدید ترین ذمہ داریاں آپ کے سر آ پڑیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس عرصہ میں آپ کو اطلاع کرنے کا کوئی موقع بھی ہاتھ نہیں آیا۔ دوسرے یہ کہ حضرت یوسفؑ محض ایک بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نبی بھی ہیں اور انبیاء کرام کے تمام معاملات کو اللہ جس طرح حل فرمانا چاہتے ہیں فرماتے ہیں۔ ممکن ہے اس طرح کی اطلاع اللہ کی مصلحت کے خلاف ہو اور اللہ نے حضرت یوسفؑ کو اس طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا ہو۔ بہر حال اس معاملہ کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ
رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا
الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾
قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا
مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا
نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ
مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ
يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٢ تا ٦٦

اور اس نے (یوسفؑ نے) اپنے خدمت گذاروں سے کہا کہ ان لوگوں نے غلہ کے بدلہ میں جو مال دیا ہے اس کو ان کے سامان میں رکھ دو تا کہ جب وہ گھر لوٹیں تو اس کو پہچان لیں۔ شاید وہ پھر لوٹ آئیں۔ پھر جب وہ اپنے والد کے پاس لوٹ کر گئے تو انہوں نے کہا اے ابا جان آئندہ غلہ دینے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی (بن یمین) کو بھیج دیجئے تا کہ ہم (دوبارہ جا کر) غلہ لے آئیں اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کریں گے۔

اس نے (یعقوبؑ) کہا کیا میں اس کے متعلق تمہارے اوپر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں میں نے تم پر بھروسہ کیا تھا؟ بہر حال اللہ بہترین نگہبان ہے اور وہ تمام مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے اپنا مال پایا جو ان کو واپس دے دیا گیا تھا۔ انہوں نے (برادران یوسفؑ نے) کہا کہ ہمارے ابا جان اور ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہ ہمارا مال بھی ہمیں لوٹا دیا گیا ہے بس اب ہم اپنے گھر والوں کے لئے اور بہت کچھ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ مزید لے کر آئیں گے۔ جو ہم لائے ہیں وہ تو بہت تھوڑا ہے۔

اس نے (یعقوبؑ نے) کہا کہ میں اس کو تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ بھیجوں گا جب تک تم اللہ کی پکی قسمیں کھا کر مجھے یقین نہ دلا دو گے کہ تم اس کو ضرور واپس لے کر آؤ گے۔ البتہ اگر تم کہیں گھر جاؤ تو اور بات ہے۔ پھر جب انہوں نے پکا وعدہ کر لیا تو کہا کہ ہم نے کچھ باتیں کی ہیں اللہ ان کا نگراں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٢ تا ٦٦

فِتْیَنِ — نوجوان۔ خدمت کرنے والے

اِجْعَلُوْا — ڈال دو۔ کر دو

بِضَاعَةٌ	سامان۔ پونجی
رِحَالٌ	اسباب۔ سامان۔ کجاوا
یَعْرِفُوْنَ	وہ پہچانتے ہیں
اِنْقَلَبُوْا	وہ پلٹے
اَھْلٌ	گھر والے
رَجَعُوْا	وہ لوٹے
مُنِعَ	منع کر دیا گیا
نَکْتَلُ	ہم ماپ لیں گے۔ ماپ کر لائیں گے
اٰمَنُ	میں بھروسہ کروں گا
خَیْرٌ	بہترین
حَافِظٌ	حفاظت کرنے والا
اَرْحَمُ	بہت رحم کرنے والا
فَتَحُوْا	انہوں نے کھولا
مَتَاعٌ	سامان
وَجَدُوْا	انہوں نے پایا
رُدَّتْ	لوٹا دیا گیا
مَانَبْغِیْ	ہم کیا چاہتے ہیں؟

نَمِيْرُ	(مَيْرٌ)۔مدد لائیں۔گھر والوں کے لئے سامان لانا
نَزْدَادُ	ہم اضافہ کریں گے۔زیادہ لائیں گے
بَعِيْرٌ	اونٹ
كَيْلٌ يَّسِيْرٌ	آسان بوجھ
مَوْثِقٌ	پکا وعدہ۔پختہ قول
اَنْ يُّحَاطَ	یہ کہ گھیر لیا جائے
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا۔نگراں

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۶

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا لیکن کسی مصلحت یا اللہ کے حکم سے آپ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔اور یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے بھائی دوبارہ آئیں تا کہ یہ سلسلہ ختم نہ ہونے پائے۔حضرت یوسفؑ نے اپنے ملازمین سے یہ کہا کہ وہ تمام قیمت یا چیزیں جو غلہ کے بدلے میں دی گئیں ہیں واپس ان کے سامان میں رکھ دیں تا کہ وہ اس بات کو سمجھ جائیں کہ بادشاہ ان پر مہربان ہے اور وہ ان کے لئے اپنے دل میں احسان اور نیکی کرنے کا جذبہ رکھتا ہے، ممکن ہے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کا بدلہ بھلائی سے دینا چاہتے ہوں۔بہر حال ان تمام کاروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ یہ بھائی دوبارہ آئیں اور ان کو بادشاہ متاثر کر سکے۔چنانچہ جب یہ بھائی واپس کنعان پہنچے اور اپنے غلہ میں تمام ان چیزوں کو دیکھا جو قیمت کے طور پر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھیں تو وہ نہ صرف حیران رہ گئے بلکہ بادشاہ کی عنایتوں کے اور بھی قائل ہو گئے۔انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے بادشاہ کی مہربانیوں اور بہترین اخلاق کی بہت تعریف کی جس سے حضرت یعقوبؑ نے ان کو ڈھیروں دعائیں دیں اور بے انتہا خوش ہوئے۔برادران یوسف نے والد صاحب کی خدمت میں وہ پوری تفصیل بھی بتائی جو بادشاہ نے ان سے کہی تھی کہ اگر آئندہ آتے وقت تم اپنے گیارھویں بھائی کو ساتھ نہیں لائے تو تم خود بھی یہاں مت آنا اور تمہارے ساتھ کوئی مہربانی کا معاملہ نہیں ہوگا۔انہوں نے کہا کہ آپ ہم پر مکمل بھروسہ کیجئے ہم بن یمین کی پوری طرح حفاظت و نگرانی کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے اوپر اس طرح بھروسہ کروں جس طرح یوسفؑ کے بارے میں کیا تھا، حفاظت کے وعدوں کے باوجود تم اس کی حفاظت نہ کر سکے۔ میں تمہارے اوپر اعتماد اور دبھرسہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے بادشاہ مصر کی مہربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جس نے ہماری وہ تمام پونجی اور قیمت واپس کر دی ہے اس سے کوئی نقصان پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت یعقوبؑ کو جب تمام بھائیوں نے پکی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اپنی جان سے زیادہ بن یمین کی حفاظت کریں گے تب حضرت یعقوبؑ نے بن یمین کو ساتھ لے جانے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اصلی بھروسہ اس سب سے زیادہ مہربان اللہ پر کرتا ہوں جو سب سے زیادہ اور بہتر حفاظت کرنے والا ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے بیٹوں کے ساتھ اپنے گیارہویں بیٹے بن یمین کو جانے کی اجازت دیدی۔ اور یہ نصیحت فرمائی کہ تم سب بھائی الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا ایک ہی دروازے سے مت جانا۔ اس کی تفصیل اگلی آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ
اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا
كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ
يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع ۸/۱۱/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۶۸

اور (یعقوبؑ نے) کہا اے میرے بچو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا اور اللہ کی کسی بات (فیصلے سے) تمہیں بچا نہیں سکتا۔ حکم تو

صرف اللہ ہی کا ہے۔اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔اور جب وہ اپنے والد کے حکم کے مطابق (مصر میں) داخل ہوئے وہ انہیں اللہ کی مشیت سے بچا نہیں سکتا تھا۔مگر یعقوبؑ کے دل میں جو ایک اندیشہ تھا اس نے اس کی احتیاط کرلی تھی۔اور بے شک وہ اس علم سے واقف تھا جو ہم نے اس کو سکھایا تھا۔لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۶۸

لَا تَدْخُلُوْا	تم داخل مت ہو
بَابٌ وَّاحِدٌ	ایک دروازہ
مُتَفَرِّقَةٌ	الگ الگ۔جدا جدا
مَآ اُغْنِیْ	میں نہیں بچا سکوں گا
اَلْحُكْمُ	فیصلہ
اَلْمُتَوَكِّلُوْنَ	بھروسہ کرنے والے
اَمَرَ	اس نے حکم دیا
حَاجَةٌ	ضرورت۔ایک منصوبہ
قَضٰی	اس نے فیصلہ کیا۔ظاہر کیا
عَلَّمْنَا	ہم نے سکھایا

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۶۸

گذشتہ آیات میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے کہ برادران یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو اس بات کا یقین

دلایا تھا کہ اگر وہ کہیں کسی قدرتی آفت کا شکار نہ ہو گئے تو وہ اپنی پوری قوت وطاقت سے اپنے بھائی بن یمین کی حفاظت کریں گے۔
حضرت یعقوبؑ نے اللہ پر بھروسہ کر کے اس بات کی اجازت دیدی کہ وہ بن یمین کو اپنے ساتھ لے کر جائیں لیکن اس بات کی تاکید اور نصیحت بھی کر دی کہ سب بھائی ایک ساتھ ایک دروازے سے داخل نہ ہوں بلکہ داخلہ کے وقت مختلف دروازے استعمال کئے جائیں تا کہ ان جوان اور صحت مندوں پر نظر نہ بیٹھ جائے۔ ممکن ہے یہ نصیحت اس بنا پر کی ہو تا کہ وہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ کیونکہ دنیا بھر سے لوگ ایک ہی مقصد کے لئے آ رہے ہوں تو مفادات کے ٹکراؤ کی وجہ سے ان کے خلاف کوئی سازش بھی ہو سکتی تھی اور بادشاہ تک نہ پہنچ پاتے۔ چنانچہ سارے بھائیوں نے والد کی نصیحت پر پوری طرح عمل کیا اور الگ الگ دروازوں سے مصر میں داخل ہو گئے۔ حضرت یعقوبؑ نے احتیاط اور ظاہری تدبیر کے طور پر یہ نصیحت کی تھی ورنہ اللہ کے حکم کے آگے کس کی چلتی ہے۔ ہر انسان کو اپنی ظاہری تدبیر کے ساتھ مکمل بھروسہ اور اعتماد اللہ ہی کی ذات پر کرنا چاہئے۔
بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے یہ تاکید اس لئے کی تھی کہ یہ سب بھائی انتہائی خوب صورت، جوان اور صحت مند تھے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کسی کی نظر بیٹھ جائے۔ دلیل کے طور پر انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ نظر بد ایسی چیز ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت ابوسہل بن حنیف جو بہت خوبصورت تھے ایک مرتبہ غسل فرما رہے تھے، عامر بن ربیعہ کی نظر جب ان کے جسم پر پڑی تو ان کے منہ سے نکل گیا کہ میں نے تو اتنا حسین وخوبصورت بدن آج تک نہیں دیکھا۔ ابوسہل جب گھر پہنچے تو ان کو بخار آ گیا۔ بخار اتنی شدت اختیار کر گیا کہ نبی کریم ﷺ کو اطلاع کی گئی آپ ﷺ تشریف لائے اور دیکھ کر سمجھ گئے کہ ان پر نظر بد بیٹھ گئی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان کو کسی نے دیکھ کر تعریف تو نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ عامر بن ربیعہ نے ان کے بدن کی تعریف کی تھی۔ آپ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو بلا کر فرمایا کہ وہ اپنے وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کر کے اس کو ابوسہل کے بدن پر ڈالیں۔ ایسا ہی کیا گیا اور وہ کچھ دیر بعد صحت مند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے۔ تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ جب ان کا بدن تمہیں بہت اچھا لگا تو تم اس کے لئے برکت کی دعا کرتے۔ یعنی "ماشاء اللہ و لاقوۃ الا باللہ" کہتے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ نظر بد کا لگ جانا حق ہے اور یہ ایک سچائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نظر بد ایسی چیز ہے کہ اگر آدمی کو لگ جائے تو اس کو قبر میں اور اونٹ کو لگ جائے تو اس کو ہانڈی میں پہنچا دیتی ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آدمی جب بھی کسی ایسی چیز کو دیکھے جو اس کو پسند آ جائے تو کہے "ماشاء اللہ ولاقوۃ الا باللہ" اس سے انشاء اللہ نظر بد کا اثر نہیں ہو گا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ
اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾
فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ
ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا
وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ
الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا
كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿٧٤﴾ قَالُوْا
جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى
الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ
اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا
كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِىْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ
دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿٧٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۶

اور جب وہ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں۔ وہ جو کچھ کرتے تھے تو اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ پھر جب ان کا سامان تیار ہو گیا تو اس

نے اپنے بھائی کے سامان میں پینے کا (شاہی) پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک منادی کرنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والے تم چور ہو۔ انہوں نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم کیا گم کر بیٹھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم شاہی پیالہ نہیں پا رہے ہیں۔ اور جو شخص اس کو لا حاضر کرے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) دیا جائے گا۔ اور میں اس کا ذمہ لیتا ہوں۔ انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ تم جانتے ہو ہم اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد مچائیں۔ اور نہ ہم چور ہیں۔ انہوں نے کہا اگر تم جھوٹے نکلے تو پھر اس کی کیا سزا ہے؟

کہنے لگے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں وہ پایا جائے پس وہی اس کا بدلہ ہے ہمارے ہاں ظالموں کو اسی طرح سزا دی جاتی ہے۔

پھر ان کے سامان کی تلاشی اپنے بھائی کے سامان سے پہلے لی گئی۔ پھر اس کو اپنے بھائی کے سامان سے برآمد کر لیا گیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کر دی (کیوں کہ) یوسفؑ اپنے بھائی کو اس بادشاہ کے قانون کے ذریعہ نہیں لے سکتے تھے۔ مگر یہ کہ اللہ ہی کو یہ بات منظور تھی وہ جس کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ اور وہ تمام علم رکھنے والوں سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٩ تا ٧٦

اٰوٰی	اس نے ٹھکانا دیا۔ (پاس بٹھایا)
لَا تَبْتَئِسْ	تو رنجیدہ نہ ہو
جَهَّزَ	تیار کر دیا
جَهَازٌ	سامان
اَلسِّقَايَةُ	جس سے پانی پیا جاتا ہے۔ پیالہ
رَحْلٌ	سامان
اَذَّنَ	پکارا
مُؤَذِّنٌ	پکارنے والا
اَيَّتُهَا	اے
اَلْعِيْرُ	قافلہ

سَارِقُوْنَ	چوری کرنے والے
اَقْبَلُوْا	وہ متوجہ ہوئے۔ سامنے ہوئے
مَاذَا	حرف سوال۔ حرف استفہام
تَفْقِدُوْنَ	تم گم پاتے ہو
صُوَاعٌ	پیانہ۔ جس سے چیزوں کو تولا جاتا ہے
جَآءَ بِهٖ	جو اس کو لے آئے گا
حِمْلُ بَعِيْرٍ	ایک اونٹ کا بوجھ۔ جتنا سامان ایک اونٹ پر آتا ہے
زَعِيْمٌ	ذمہ داری لینے والا
تَاللّٰهِ	اللہ کی قسم
مَاجِئْنَا	ہم نہیں آئے
مَا جَزَآءُ	کیا بدلہ ہے؟ کیا سزا ہے؟
وُجِدَ	پایا گیا
نَجْزِىْ	ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم سزا دیتے ہیں
بَدَاَ	شروع کیا
اَوْعِيَةٌ	سامان۔ بوری
كِدْنَا	ہم نے تدبیر کردی
دِيْنُ الْمَلِكِ	بادشاہ کا قانون

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۶

گذشتہ آیات میں اس کی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے کہ برادران یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو پکی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ اپنے بھائی بن یمین کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوبؑ کی اس نصیحت پر عمل کرتے

ہوئے کہ وہ سب بھائی ایک دروازے سے داخل نہیں ہوں گے بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں گے تاکہ ان جوان اور صحت مندوں پر کسی کی نظر نہ بیٹھ جائے یا اتنے بھائیوں کو ایک ساتھ دیکھ کر کچھ لوگ حسد میں مبتلا ہو کر کوئی سازش نہ کر بیٹھیں۔ چنانچہ ان سب بھائیوں نے اس پر عمل کیا حضرت یوسفؑ جو اپنے بھائی بن یمین سے ملنے کے لئے بے چین تھے ان پر جیسے ہی حضرت یوسفؑ کی نظر پڑی تو انہوں نے اپنے بھائی کو گلے لگا لیا، عزت کے مقام پر بٹھایا اور ان کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ میں تمھارا حقیقی بھائی یوسف ہوں۔ تم بقیہ بھائیوں کی باتوں پر نہ تو دھیان دینا اور نہ کسی طرح گھبرانا کیونکہ ان کو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکے اب تم یہاں آرام سے رہو۔ حضرت یوسفؑ کو بن یمین سے ملنے کے بعد اس بات کی فکر تھی کہ میرا بھائی مجھ سے جدا نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یمین کو روکنے کی ایک تدبیر کی۔ شاہی پیالہ یا وہ پیمانہ جس سے لوگوں کو ناپ کر غلہ دیا جاتا تھا اس کو بن یمین کے سامان میں رکھوا دیا۔ حضرت یوسفؑ کو معلوم تھا کہ دین ابراہیمی کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کرے اور سامان اس کے پاس سے برآمد ہو جائے تو وہ اس شخص کا ایک سال تک غلام بن کر رہے گا جس کی چوری کی ہے۔ حضرت یوسفؑ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ مصر کے قانون میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے صرف دین ابراہیمی کا یہ اصول ہے۔ جب برادران یوسفؑ غلہ اور سامان لے کر روانہ ہو گئے اور ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ بادشاہ مصر کے کسی آدمی نے پکار کر کہا کہ اے چورو! رک جاؤ تم نے چوری کی ہے۔ وہ سب بھائی رک گئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اور کیا چیز گم ہو گئی ہے؟۔ ان کو بتایا گیا کہ بادشاہ کا قیمتی پیالہ گم ہو گیا ہے اور اعلان کیا گیا ہے کہ جو بھی اس پیالہ کو لے کر آئے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ یعنی غلہ انعام میں دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ اس انعام کے سلسلے میں، میں پوری طرح ذمہ دار ہوں۔

برادران یوسفؑ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم نہ تو فساد کرنے والے لوگ ہیں اور نہ کسی چوری میں ملوث ہیں۔ بادشاہ کے آدمیوں نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ اگر کسی نے چوری کی ہو تو اس کی تمہارے ہاں سزا کیا ہے؟۔ انہوں نے دین ابراہیمی کا یہ اصول بیان کر دیا کہ جس کے پاس سے بھی چوری کا سامان نکل آئے گا وہ ایک سال تک غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ کے لوگوں نے سب سے پہلے سب بھائیوں کے سامان کی تلاشی لینا شروع کی کسی کے پاس کچھ نہ نکلا جب بن یمین کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس میں سے وہ شاہی پیالہ نکل آیا۔ اور اس طرح بن یمین بظاہر حضرت یوسفؑ کے غلام بنا کر ان کے پاس لے آئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کے ایک ساتھ رہنے کی بہترین تدبیر فرما دی۔ بقیہ واقعہ کی تفصیل تو اگلی آیات میں آ رہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو اپنے سگے بھائی بن یمین سے ملانے کے تمام اسباب پیدا فرما دیئے اور اس طرح بن یمین کے درجہ کو بلند کر دیا گیا۔ اور فرمایا کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر علم والے پر ایک علم والے کو رکھا ہے لیکن سب جاننے والوں سے بڑا جاننے والا اللہ ہے یعنی اللہ ہی نے اپنے علم اور فضل و کرم سے بنی اسرائیل کے فلسطین سے مصر آنے کے راستے ہموار فرما دیئے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کام کی کیا مصلحت ہے اور نتائج کیا ہیں۔

قَالُوْٓا اِنْ
يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ
نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا
كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ
اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

ع ۹/۱/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۷۷ تا ۷۹

(یوسفؑ کے بھائیوں نے) کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو (تعجب نہیں ہے) بلکہ اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔ یوسفؑ اس بات کو اپنے دل میں چھپا گئے اور اس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ اس نے (دل میں کہا) کہ تم تو بہت برے لوگ ہو۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم بیان کر رہے ہو۔ کہنے لگے اے عزیز اس کا باپ بہت بوڑھا ہے۔ تم اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لو۔ بے شک ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے پاتے ہیں۔ (یوسفؑ نے) کہا اللہ کی پناہ کہ ہم کسی کو (کسی کی جگہ) پکڑ لیں سوائے اس کے جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۷۹

يَسْرِقْ — چوری کرتا ہے

اَسَرَّ — اس نے چھپالیا

فِیْ نَفْسِهٖ	اپنے نفس میں۔اپنے دل میں
لَمْ یُبْدِ	ظاہر نہ کیا
اَنْتُمْ	تم
شَرٌّ مَّکَانًا	برا ٹھکانا۔برے درجے کے لوگ
تَصِفُوْنَ	تم بیان کرتے ہو
شَیْخٌ کَبِیْرٌ	بہت زیادہ بوڑھا
خُذْ	تو پکڑ لے۔تو لے لے
اَحَدَنَا	ہم میں سے ایک
مَکَانَهٗ	اس کی جگہ
نَرٰکَ	ہم دیکھتے ہیں تجھے
مَعَاذَ اللّٰهِ	اللہ کی پناہ
اَنْ نَّاْخُذَ	یہ کہ ہم لے لیں
عِنْدَهٗ	اس کے پاس
اِذًا	اس وقت

تشریح: آیت نمبر ۷۷ تا ۷۹

جب حضرت یوسفؑ کے سگے بھائی بن یمین کے سامان میں سے وہ شاہی پیالہ نکل آیا جس کی تلاش تھی تب حضرت یوسفؑ کے سوتیلے بھائیوں نے ایک مرتبہ پھر اپنے دلی بغض اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے اس کا بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے۔ یہ ایک ایسا زخم تھا جس پر حضرت یوسفؑ جو کہ بادشاہ وقت بھی تھے ان کو شدید غصے میں آ کر کسی بڑی سے بڑی سزا کا اعلان کر دینا چاہیے تھا مگر جہاں اللہ نے ان کو اقتدار عطا فرمایا تھا وہیں شان پیغمبری اور اس کا حلم و برداشت بھی عطا فرمایا تھا۔ شاید اللہ کی طرف سے اس بات کا اشارہ نہیں ملا تھا کہ حضرت یوسفؑ اپنے آپ کو اپنے سوتیلے بھائیوں پر ظاہر کر دیں اس لئے آپ نے تحمل اور برداشت سے کام لیتے ہوئے مکمل خاموشی اختیار فرمائی۔ اور دل میں صرف اتنا کہا کہ تم کتنے برے لوگ ہو۔ حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ جو کچھ تم الزام لگا رہے ہو وہ غلط ہے۔ دین ابراہیمی کے قانون کے مطابق

اب بن یمین حضرت یوسفؑ کے غلام بنا لئے گئے تھے۔ جب برادران یوسفؑ نے دیکھا کہ اب اپنے بھائی کو واپس لے جانے کی ہر کوشش بے کار ہوگی تب انہوں نے سب سے پہلے یہ تجویز رکھی کہ اے عزیز مصر! تم ہم میں سے کسی ایک بھائی کو بن یمین کے بدلے میں رکھ لو۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ آپ تو بہت ہی نیکی کرنے والے ہیں حضرت یوسفؑ نے کہا کہ اللہ کی پناہ میں کسی بے گناہ شخص کو پکڑ لوں۔ جس کے پاس سے سامان نکلا ہے۔ ہم اس کو پکڑ سکتے ہیں جس کے پاس سے سامان برآمد نہیں ہوا ہم اس کو کیسے پکڑ سکتے ہیں اگر ہم نے بن یمین کے بدلے میں کسی بے گناہ کو پکڑ لیا تو یہ سخت ناانصافی اور ظلم ہوگا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائی بن یمین کو اپنے پاس روک رکھنے کی ایک تدبیر کی اور دین ابراھیمی کے قوانین کے مطابق فیصلہ کیا تھا ورنہ مصر کے قانون میں اس کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس طرح کے کسی معاملہ کو ''توریہ'' کہتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسا کام کیا جائے یا کوئی بات کہی جائے جو دیکھنے اور سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب سمجھا جائے جب کہ اس کہنے والے اور کرنے والے کی نیت کچھ اور ہو۔ اب مثلاً حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ ان کے بھائی بن یمین نہ چور ہیں نہ ان سے کسی زیادتی کی امید کی جاسکتی ہے مگر حضرت یوسفؑ نے ایک ایسی تدبیر کی جس سے بن یمین رک جائیں اور دیکھنے والوں کو اس بات کا اندازہ ہی نہ ہوسکے کہ کیا معاملہ ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر نیک مقصد کے لئے توریہ کیا جائے تو وہ جائز ہے لیکن اگر ناجائز کام کے لئے ہو تو حرام ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۖ
قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ
مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ
اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ
خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ
ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا
لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا
وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

پھر جب وہ اس سے مایوس ہو گئے تو آپس کے مشورے کے لئے الگ بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک بڑے (بھائی) نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے اپنے والد سے اللہ کی پکی قسم کھا کر وعدہ کیا تھا جب کہ اس سے پہلے تم یوسفؑ کے معاملے میں زیادتی کر چکے ہو۔ میں تو اس سرزمین سے اس وقت تک نہ لوٹوں گا جب تک مجھے میرے والد اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ کوئی تدبیر پیدا نہ کر دیں۔ اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اپنے والد کی طرف لوٹ جاؤ اور پھر کہو کہ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے۔ اور ہم وہی بیان کریں گے جو ہمیں معلوم ہے اور ہم غیب کی حفاظت ونگہبانی کرنے والے تو نہیں ہیں۔ اس بستی والوں سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور ان قافلے والوں سے پوچھ لیجئے جس میں ہم آئے ہیں کہ بے شک ہم سچے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

اِسْتَيْئَسُوْا — وہ مایوس ہو گئے

خَلَصُوْا — وہ الگ جا بیٹھے

نَجِیٌّ — خفیہ بات کرنے والا

کَبِیْرٌ — بڑا

اَلَمْ تَعْلَمُوْا — کیا تمہیں معلوم نہیں

مَوْثِقٌ — پختہ۔ پکا

فَرَّطْتُّمْ — تم نے زیادتی کی ہے

لَنْ اَبْرَحَ — میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ نہیں ٹلوں گا

حَتّٰی یَاْذَنَ — جب تک اجازت دیتا ہے

یَحْکُمُ	وہ فیصلہ کرتا ہے
اِرْجِعُوْا	لوٹ جاؤ
اِبْنُکَ	تیرا بیٹا
اِسْئَلْ	پوچھ لے
اَلْعِیْرُ	قافلہ
اَقْبَلْنَا	ہم سامنے آئے

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۲

جب برادران یوسفؑ اپنی تدبیر اور کوشش میں ناکام ہوگئے اور انہوں نے اچھی طرح اندازہ کرلیا کہ باشاہ بن یمین کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گا اور اس نے بن یمین کو اپنا باقاعدہ غلام بنالیا ہے تب برادران یوسفؑ اس تصور سے بے چین ہوگئے کہ ہم نے اپنے والد سے قسمیں کھائی تھیں پکے وعدے کئے تھے کہ جس طرح یوسفؑ کے ساتھ ہوا تھا اب وہ معاملہ نہیں ہوگا اور ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے بھی اپنے بھائی بن یمین کی حفاظت کریں گے۔ اب ہم اپنے والد کو کیا جواب دیں گے اور کیا منہ لے کر اپنے ملک واپس جائیں گے۔ کوئی نتیجہ نکالنے کے لئے سب سوتیلے بھائی آپس میں مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف ہٹ گئے اور مشورہ شروع کردیا۔ کسی نے کہا کہ ہمیں اپنے وطن لوٹ جانا چاہیئے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ وطن لوٹ کر والد صاحب کو ساری بات کھول کھول کر بتادی جائے اور ان کو بتادیا جائے کہ ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر ہمارا بس نہ چل سکا۔ غرضیکہ ہر ایک نے اپنا اپنا مشورہ پیش کردیا۔ یہ سب بھائی اس بات سے سخت شرمندہ تھے کہ یوسفؑ کے بعد بن یمین کا واقعہ پیش آ گیا۔ اب ہمارا منہ نہیں ہے کہ ہم اپنے والد سے آنکھیں بھی ملاسکیں۔ سب سے بڑے بھائی نے مشورہ دیا کہ تم سب واپس لوٹ جاؤ اور والد کو سچ سچ بتادو کہ تمہارے بیٹے نے چوری کی ہے اور بادشاہ نے اسکو اپنے پاس غلام بنا کر روک لیا ہے اور یہ بھی کہہ دینا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ بہت سے وہ لوگ جو ہمارے ساتھ تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں ان سے پوچھ لیا جائے کہ ہم بالکل سچ سچ کہہ رہے ہیں۔ مشورہ کرنے کے بعد وہ اپنے ملک لوٹ گئے اور ساری صورت حال اپنے والد کو بتادی۔ حضرت یعقوبؑ نے جب یہ سنا تو اپنا دل پکڑ کر رہ گئے اور آپ نے فرمایا کہ میں صبر جمیل ہی کرسکتا ہوں اور اللہ پر چھوڑتا ہوں جو کچھ انہوں نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

قَالَ بَلْ

سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ
الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى
تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا
بَثِّىْ وَحُزْنِىْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
يٰبَنِىَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا
تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ
اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۷

اس نے (یعقوبؑ نے) کہا۔ تم نے یہ بات اپنے دل سے گھڑلی ہے۔ تو میں بہترین صبر کرتا ہوں اللہ سے امید ہے کہ وہ شاید ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ وہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ اس نے ان سے منہ پھیرلیا۔ اور کہا ہائے افسوس یوسف پر۔ اور غم پیتے پیتے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ (برادران یوسفؑ نے) کہا۔ اللہ کی قسم (اے ابو جان) آپ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یا بیمار ہوجائیں گے یا اپنی جان گھلا ڈالیں گے۔

اس نے (یعقوبؑ نے) کہا کہ میں اپنے رنج وغم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور

میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے میرے بچو! تم جاؤ، یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بیشک اللہ کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۷

سَوَّلَتْ	بنالی ہے۔ گھڑلی ہے
صَبْرٌ جَمِيْلٌ	ایسا صبر جس میں کوئی شکایت نہ ہو
عَسٰى	شاید۔ امید ہے کہ
اَنْ يَّاْتِيَنِىْ	یہ کہ وہ لائے میرے پاس
تَوَلّٰى	اس نے منہ پھیر لیا
يٰاَسَفٰى	ہائے افسوس
اِبْيَضَّتْ	سفید ہوگئی۔ (ہوگئیں)
عَيْنٰهُ	اس کی آنکھیں
اَلْحُزْنُ	رنج وغم
كَظِيْمٌ	گھٹنے والا۔ (غم برداشت کرنے والا)
تَذْكُرُ	ذکر۔ یاد کرنا
حَرَضٌ	کمزور۔ بے جان
اَشْكُوْا	فریاد کرتا ہوں
بَثِّىْ	میرا غم

تَحَسَّسُوْا	تلاش کرو۔کھوج لگاؤ
لَا تَايْئَسُوْا	تم مایوس نہ ہو
رَوْحُ اللّٰهِ	اللہ کی رحمت

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۷

گذشتہ آیات میں حضرت یعقوبؑ کے گیارہ بیٹوں کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جب ایک بہانے سے حضرت یوسفؑ نے اپنے سگے بھائی بن یمین کو روک لیا اور وہ تمام بھائی جو اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو اس بات کا یقین دلا کر بن یمین کو اپنے ساتھ لائے تھے کہ ہم ان کی ہر طرح حفاظت کریں گے وہ سخت ناکام ہوگئے تب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام صورت حال سے اپنے والد کو مطلع کردیتے ہیں کہ ان کے بیٹے نے چوری کی ہے اور اب وہ بادشاہ مصر کا غلام بن چکا ہے۔ بڑے بھائی نے یہ کہہ کر مصر سے کنعان واپس جانے سے انکار کردیا کہ تم لوگ چلے جاؤ اور پوری صورت حال کی وضاحت کردو میں یہیں رک جاتا ہوں۔ نو بھائی مصر سے کنعان پہنچے اور اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو یہ سارا واقعہ سنایا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا ایسا لگتا ہے کہ تم نے یہ بات اپنے دل سے گھڑلی ہے بہر حال میں صبر جمیل کرتا ہوں اور میں اللہ سے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ وہ سب کو میرے پاس لے آئے گا۔ اب اس امتحان میں اور کیا حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت یعقوبؑ نے سب سے رخ پھیر لیا اور حضرت یوسفؑ کو یاد کر کے رونا شروع کردیا۔ ابھی تک تو صرف حضرت یوسفؑ کی جدائی کا غم تھا اب حضرت یوسفؑ، بن یمین اور تیسرے بیٹے کا غم بھی بڑھ گیا اور حضرت یوسفؑ کی جدائی کا غم اتنا بڑھ گیا کہ غم پیتے پیتے اور آنسو بہاتے بہاتے آنکھیں بھی سفید ہوگئیں۔ جب والد کی یہ حالت دیکھی تو برادران یوسفؑ نے کہا کہ اے ابا جان اللہ کی قسم ایسا لگتا ہے کہ یوسفؑ کی یاد میں آپ یا تو شدید بیمار ہوجائیں گے یا اس طرح اپنی جان کو گھلا ڈالیں گے۔ حضرت یعقوبؑ کا پیغمبرانہ جواب تھا کہ میں اگر رو رہا ہوں یا گریہ وزاری کر رہا ہوں تو وہ صرف اپنے اللہ کی بارگاہ میں کر رہا ہوں وہی میری سننے والا ہے۔ مجھے وہ بہت کچھ معلوم ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں رونے اور مانگنے سے کیا کچھ نہیں مل جاتا۔ اس حقیقت سے میں اچھی طرح واقف ہوں تم اپنا کام کرو۔ مجھے یقین ہے کہ یوسفؑ زندہ ہیں تم ان کو اور ان کے بھائی کو تلاش کرو میں اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں حقیقت یہ ہے کہ اس کی رحمت سے تو صرف کفار و مشرکین اور اس کے نافرمان ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَاَيُّهَا
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ
فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِی
الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ
وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ
قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِیْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ
يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا
تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾
اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ يَاْتِ
ع ۱۰/۱۴/۴ بَصِيْرًا ۚ وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

پھر جب (برادران یوسفؑ) اس کے سامنے پہنچے تو کہا کہ اے عزیز (مصر) ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو سخت اذیت پہنچ چکی ہے اور ہم ایک معمولی سی رقم لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ تو آپ ہمیں غلہ دیدیجئے اور ہم پر کچھ صدقہ کر دیجئے۔ بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو بہتر اجر عطا فرماتا ہے۔ اس نے (یوسفؑ نے) کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جب تم نادانی کر رہے تھے۔ کہنے لگے کیا تو یوسفؑ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بے شک جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے

تو اللہ ایسے نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم۔ اللہ نے تجھے ہمارے اوپر فضیلت عطا کی ہے اور بے شک ہم ہی خطاوار تھے۔ (یوسفؑ نے) کہا کہ آج کے دن تمہارے اوپر کوئی ملامت نہیں (کرتا) اللہ تمہیں معاف فرمائے گا۔ وہ سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

میری یہ قمیص لے جاؤ۔ اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈالو تو ان کی بینائی واپس آ جائے گی اور میرے پاس تم اپنے سب گھر والوں کو لے کر آ ؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

مَسَّنَا	ہمیں پہنچی۔ ہمیں چھولیا
اَلضُّرُّ	سختی اور پریشانی
مُزْجٰةٌ	بیکار۔ معمولی
اَوْفِ	پورا کر
تَصَدَّقْ	صدقہ کردے۔ نیکی کر
هَلْ عَلِمْتُمْ	کیا تمہیں معلوم ہے۔ کیا تمہیں یاد ہے
مَا فَعَلْتُمْ	تم نے کیا کیا
مَنَّ اللّٰهُ	اللہ نے احسان کیا
مَنْ يَّتَّقِ	جو تقویٰ اختیار کرتا ہے
لَا يُضِيْعُ	ضائع نہیں کرتا
اٰثَرَ	اختیار کیا۔ منتخب کرلیا
لَا تَثْرِيْبَ	الزام نہیں ہے
يَاْتِ بَصِيْرًا	آنکھوں کی روشنی آئے گی

تشریح: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۳

جب برادران یوسفؑ نے اپنے والد کی یہ حالت دیکھی اوران کی طرف سے حکم ہوا کہ تم جاؤ اور یوسفؑ کو تلاش کرو تب یہ نو بھائی تیسری مرتبہ کنعان سے مصر پہنچ گئے۔ بادشاہ مصر کی خدمت میں پہنچے اور نہایت عاجزی اور انکساری سے یہ کہا کہ اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے اہل خاندان کو موجودہ صورت حال سے شدید تکلیف پہنچ رہی ہے کیونکہ قحط سالی بھی ہے اور بھائی کی جدائی کا غم بھی والد انتہائی کمزور ہو چکے ہیں یہ معمولی سا ہدیہ قبول کر لیجئے، ہمیں غلہ بھی دیدیجئے اور ہمارے ساتھ بہتر معاملہ فرمایئے۔ تفسیر قرطبی اور تفسیر مظہری میں حضرت ابن عباس سے یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے عزیز مصر کے نام ایک خط لکھ کر دیا جس کا مضمون یہ ہے۔

''اے عزیز مصر! ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں معروف ہے۔ میرے دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نمرود کی آگ سے آزمایا گیا۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا شدید امتحان لیا گیا۔ پھر میرے بیٹے کے ذریعہ میری آزمائش کی گئی جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھا یہاں تک کہ اس کی جدائی میں میری آنکھوں کی روشنی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی میرے دل کی تسلی کا سامان تھا جس کو آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم اولاد انبیاء کرام ہیں نہ ہم نے کبھی چوری کی اور نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا۔ والسلام''

جب حضرت یوسفؑ کے سامنے اس خط کو پڑھا گیا تو ضبط اور برداشت کے بندھن ٹوٹ گئے۔ والد کا خط پڑھ کر کانپ اٹھے۔ اب وہ وقت آ گیا تھا جہاں اللہ کے حکم سے آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کر دینا ہی مناسب سمجھا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا اس سوال سے برادران یوسف پر اللہ نے کھول دیا اوران کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ کیا تم ہی یوسف ہو؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرے بھائی بن یمین ہیں۔ اللہ نے ہم پر خصوصی رحم وکرم نازل کیا ہے اور وہ اللہ ہر اس شخص پر اپنا کرم نازل فرماتا ہے جو اس سے ڈرتا ہے اور حالات پر صبر کرتا ہے اللہ، وہ رحیم وکریم ہے جو کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔

سب بھائیوں نے کہا اللہ کی قسم اس نے آپ کو ہمارے اوپر فضیلت و بڑائی عطا کی ہے اور ہمیں اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ ہم خطاوار اور قصوروار تھے حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ آج تمہارے اوپر کوئی ملامت اور الزام نہیں ہے اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف کرنے والا سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ یہ شان پیغمبری ہے کہ اپنے بھائیوں کو ان کے

ظلم وستم یاد نہیں دلاتے بلکہ ان کو معاف کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعا بھی دیتے ہیں کہ وہ اپنی خطاؤں کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں وہ ارحم الراحمین تمہاری ہر خطا کو معاف کر دے گا۔

فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ بھی اس شان پیغمبری کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو جو خون کے پیاسے تھے اور جنہوں نے اکیس سال تک مسلسل ایسے ظلم وستم کئے تھے جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ آپ نے فرمایا، میں بھی وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسفؑ نے کہی تھی کہ" جاؤ تم سب آزاد ہو آج کے دن تمہارا ظلم معاف ہے اور تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا"۔

حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی ساری خطائیں معاف کر دیں اور فرمایا کہ میری یہ قمیص لے جاؤ اور والد صاحب کی آنکھوں پر ڈال دو ان کی بینائی واپس آ جائے گی اور تمام اہل خانہ یہیں مصر میں آ جائیں۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ وہی قمیص تھی کہ جب برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کو کنعان کے کنویں میں اس طرح پھینکا تھا کہ ان کی قمیص اتار لی تھی اور اس پر جھوٹا خون لگا کر والد کے پاس لے گئے تھے۔ اس وقت اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل جنت سے ایک قمیص لے کر آئے اور حضرت یوسفؑ کو پہنا دی تھی۔ حضرت یوسفؑ نے یہی قمیص اپنے والد کو بھیج دی تھی کیونکہ یہ قمیص اللہ کی طرف سے آئی تھی۔ اس نے اندھے کنویں میں بھی روشنی کی تھی اور حضرت یوسفؑ کو یقین تھا کہ اس قمیص کی برکت سے اللہ ان کے والد کی آنکھوں میں روشنی عطا فرما دے گا۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ

الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّى لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَآ اَنْ
تُفَنِّدُونِ ﴿۹۴﴾ قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِى ضَلٰلِكَ الْقَدِيمِ ﴿۹۵﴾
فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾
قَالُوا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕينَ ﴿۹۷﴾
قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۸

اور جب قافلہ روانہ ہوا تو ان کے والد (یعقوبؑ) نے کہا کہ بے شک میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں تم کہیں یہ نہ کہنے لگو کہ میں (بڑھاپے میں) بہک رہا ہوں۔

انہوں نے کہا اللہ کی قسم بے شک آپ تو پرانے وہم میں مبتلا ہیں۔ پھر جب خوش خبری لے کر آنے والا آیا اور اس کی قمیص کو ان کے چہرے پر ڈالا تو ان کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ انہوں نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے بہت کچھ وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

(برادران یوسفؑ نے) کہا کہ اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے ہمارے گناہ کی بخشش مانگ لیجئے۔ بے شک ہم ہی خطا وار تھے۔ اس نے کہا میں اپنے رب سے تمہارے گناہوں کی مغفرت مانگوں گا۔ بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۸

فَصَلَتْ	جدا ہوئی۔ جدا ہوا
اَلْعِيْرُ	قافلہ
اَجِدُ	میں پاتا ہوں
تُفَنِّدُوْنَ	تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو
ضَلٰلٌ	بہکنا
اَلْقَدِيْمُ	پرانا
اَلْبَشِيْرُ	خوش خبری دینے والا
اَلْقٰهُ	اس نے ڈالا

وَجْهٌ	چہرہ
اِرْتَدَّ	لوٹ آیا
بَصِيْرٌ	دیکھنا، بینائی
لَمْ اَقُلْ	میں نے نہیں کہا
اِسْتَغْفِرْ	بخشش مانگ لے
ذُنُوْبٌ	گناہ
خٰطِئِيْنَ	خطا کرنے والے۔ گناہ کرنے والے
سَوْفَ	بہت جلد۔ عنقریب

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۸

گذشتہ آیات میں حضرت یوسفؑ کا یہ جملہ نقل کیا گیا ہے کہ تم میری قمیص لے کر جاؤ اور ان کے (حضرت یعقوبؑ کے) چہرے پر ڈالو تو ان کی بصارت واپس آجائے گی اور اس کے بعد تم سب یہیں مصر میں آجانا۔ چنانچہ یہ قمیص مصر سے روانہ ہوئی ادھر حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کے قمیص کی خوشبو آنا شروع ہوگئی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے کنعان کے ایک اندھے کنویں میں پھینک دیا تھا جو حضرت یعقوبؑ سے بہت دور نہ تھا اس وقت تو ان کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ان کا لخت جگر ان سے چند میل کے فاصلے پر نہایت کس مپرسی کی حالت میں ایک اندھے کنویں میں پڑا ہوا ہے لیکن جب ہزاروں میل دور سے حضرت یوسفؑ کا پیرہن روانہ کیا جاتا ہے تو ان کو اس کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا نظام ہے کہ اللہ اپنے نبیوں کو جتنا اور جس وقت جو بھی علم دینا چاہے وہ دے دیتا ہے اور جب نہیں دینا چاہتا تو قریب کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ جس طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ افواہ اڑا دی گئی کہ حضرت عثمان غنی جو مکہ مکرمہ میں کفار مکہ کو سمجھانے گئے تھے ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس افواہ کے سنتے ہی تمام مسلمانوں میں ایک بے چینی پھیل گئی اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے

اپنے دست مبارک پر تمام مسلمانوں سے بیعت لی جس کو ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے اور طے کیا گیا کہ جب تک خون عثمان کا بدلہ نہیں لیں گے اس وقت تک ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں اور کسی نے ان کے متعلق غلط افواہ اڑادی تھی۔ یہ سن کر سب مسلمان اور نبی کریم ﷺ خوش ہو گئے۔ اس واقعہ میں اگر غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ جب آپ ﷺ حضرت عثمان کے لئے بیعت لے رہے تھے اس وقت آپ کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمان غنی زندہ ہیں یا نہیں۔ اسی طرح کے اور بہت سے واقعات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اللہ ہی علم عطا فرماتا ہے ان کو اتنا ہی علم حاصل ہوتا ہے جو اللہ ان کو دینا چاہتا ہے وہ خود عالم الغیب نہیں ہوتے۔ سب سے زیادہ غیب کا علم نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے اگر چہ آپ ﷺ غیب کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود ہی عالم الغیب تھے بلکہ اللہ کی ذات ہی وہ ذات ہے جو غیب اور شہادہ کو جانتا ہے اور اللہ کی ذات ہی عالم الغیب ہے۔

حضرت یعقوبؑ کو جب حضرت یوسفؑ کے پیرھن کی خوشبو آنا شروع ہوئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں یوسفؑ کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ کہیں تم یہ نہ کہنے لگنا کہ میں بڑھاپے میں بہک رہا ہوں۔ سب نے کہا کہ اب یوسفؑ کو مرے ہوئے بھی عرصہ ہو گیا اب یوسفؑ اور اس کے پیرھن کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہی پرانا وہم اور خیال پھر سے تازہ ہو گیا ہے۔ لیکن جب کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت یوسفؑ کا پیرھن لایا گیا اور ان کے چہرے پر ڈالا گیا تو ان کی بینائی واپس آ گئی اور فرمایا کہ دیکھو میں نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ بہت کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ حضرت یعقوبؑ کی مراد یہ تھی کہ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں کیونکہ انہوں نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر تو ابھی سامنے آئی نہیں اور بنی اسرائیل کی سربلندی کے لئے جو اللہ کا وعدہ ہے وہ نعمت تو ابھی پوری ہوئی نہیں۔ لہٰذا میرا دل کہتا ہے کہ یوسفؑ زندہ ہیں۔

جب حضرت یعقوبؑ کی بینائی واپس آ گئی اور حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر پھر وہی مسکراہٹ آ گئی تو سب بھائیوں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ واقعی ہم خطا کار ہیں ہم سے بہت بڑی بھول ہوئی۔ اب آپ رب سے ہمارے گناہوں کی معافی کی درخواست کر دیجئے کہ وہ ہمیں معاف فرمادے ہمیں اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ اس کے جواب میں حضرت یعقوبؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں بلکہ آپ نے فرمایا کہ میں بہت جلد تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ تمام بھائی جہاں اپنے والد کو شدید اذیت پہنچانے کے ذمہ دار تھے وہیں حضرت یوسفؑ کو اذیتیں دینے کے بھی مجرم تھے اس لئے ممکن ہے کہ آپ نے یہ سوچا ہو کہ جب یوسفؑ معاف کر دیں گے تو میں بھی اللہ سے ان کی معافی کے لئے درخواست کروں گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ والد یہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ ان کے بیٹوں نے جس ندامت کا اظہار کیا ہے وہ وقتی جذبہ ہے یا وہ واقعی اپنے کئے پر شرمندہ ہیں۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا
مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ
وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ
قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ
مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ
الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ
اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۰

پھر جب وہ سب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ مصر چلئے اور اگر اللہ نے چاہا تو امن اور چین سے رہئے۔ اس نے والدین کو تخت شاہی پر بٹھایا اور وہ سب کے سب اس کے آگے جھک گئے اور اس نے کہا کہ اے ابا جان یہ ہے میرے خواب کی وہ تعبیر جو بہت عرصہ پہلے میں نے دیکھا تھا اس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا اور اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا جب اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرے یہ کہ اس کے بعد شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا۔ بے شک میرا رب بہتر کرتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے۔ بے شک وہی بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۰

اٰوٰی	اس نے ٹھکانا دیا۔ بٹھایا
اُدْخُلُوْا	داخل ہو جاؤ

اٰمِنِیْنَ	امن وسکون میں رہنے والے
رَفَعَ	بلند کیا۔اونچی جگہ کیا
اَلْعَرْشُ	تخت
خَرُّوْا	وہ گر پڑے
سُجَّدٌ	سجدہ کرنا۔جھک جانا
یٰاَبَتِ	اے میرے ابا جان
تَاْوِیْلٌ	تعبیر
رُءْیَایَ	میرا خواب
اَلسِّجْنُ	جیل خانہ۔قید
اَلْبَدْوُ	دیہات۔گاؤں
نَزَغَ	گھس گیا۔ڈال دیا
لَطِیْفٌ	باریکی سے دیکھنے والا۔آسان کرنے والا
یَشَاءُ	وہ چاہتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۰۰

اصل میں انسان کا اخلاق، برتاؤ اور معاملہ اس وقت زیادہ قیمتی بن جاتا ہے جب اس دنیا کی ساری طاقتیں اور عظمتیں حاصل ہوں اور پھر بھی اس میں عاجزی وانکساری ہو اور اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرنے اور زیادتیوں کا بدلہ لینے کے بجائے عفوو درگذر کا معاملہ کرنے ولا ہو اور اپنے ہر کمال اور دنیاوی عزت وسربلندی کو اپنی طرف اور اپنے کمال کی طرف موڑنے کے بجائے اس کو اللہ کا فضل وکرم قرار دیتا ہو۔یہی بات حضرت یوسفؑ فرمارہے ہیں، ان کو مصر کی بادشاہت اور پوری قوتیں حاصل ہیں لیکن اپنے بھائیوں سے جنہوں نے ظلم وستم کی انتہا کردی تھی ان سے انتقام اور بدلہ لینے کے بجائے نہ صرف ان کو معاف کررہے ہیں

بلکہ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس عمل کو بھی شیطانی عمل قرار دے رہے ہیں جو ان کے بھائیوں سے سرزد ہوا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنا پیرہن اپنے والد محترم کی خدمت میں ارسال کر کے درخواست کی کہ اس کو اپنی آنکھوں پر ڈالیئے تو آپ کی بصارت واپس آجائے گی۔ اس کے بعد حضرت یوسفؑ نے اپنے والد محترم اور اہل خاندان کو کنعان (فلسطین) سے مصر لانے کے لئے متعدد اونٹنیاں بھیجیں تا کہ سب افراد سہولت سے مصر پہنچ جائیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کے والدین اور اہل خاندان جن کی تعداد ستر کے لگ بھگ تھی مصر پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے پر جوش خیر مقدم کیا۔ والدین کو اپنے پاس پورے احترام کے ساتھ اپنے تخت پر بٹھا دیا۔ اس وقت سارے بھائی ان کے سامنے جھک گئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ میں نے جو خواب دیکھا تھا یہ اس کی تعبیر ہے جس کو پروردگار نے سچ کر دکھایا۔ اب اس موقع پر حضرت یوسفؑ تین باتیں فرما رہے ہیں جو ان کے عظیم اخلاق کا مظہر ہیں۔ (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا کتنا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے جیل خانے سے نکال کر عزت و سربلندی کی جگہ بٹھا دیا۔ (۲) دوسرے یہ کہ ایک گاؤں اور چھوٹے سے شہر سے مصر جیسے بڑے شہر میں پہنچا دیا۔ (۳) تیسرے یہ کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا ورنہ ایسا نہ ہوتا۔ یعنی اس میں میرے بھائیوں کا قصور نہیں ہے بلکہ شیطان نے ہمارے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے تھے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ کے بندے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے اور اپنے عظیم اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی جب فتح مکہ کے موقع پر پوری قوت و طاقت حاصل ہوگئی تو آپ نے سب کو معاف کر دیا تھا اور کسی ایسی بات کا اعلان نہیں کیا جس سے مکہ کے لوگوں کی گردنیں جھک جاتیں۔ دین اسلام، شان پیغمبری اور ان کے اخلاق اور کفار و مشرکین کی زندگی کو سامنے رکھیں اور تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ عجیب حقیقت سامنے آئے گی کہ جب ساری طاقتیں، قوتیں اقتدار اور فوج اہل ایمان کے ہاتھ میں آتی ہے تو وہ اپنے سے کمزوروں پر بہت مہربان ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف کفار و مشرکین کے ہاتھ میں جب بھی اقتدار اور قوت ہوتی ہے تو وہ مظلوموں کے خلاف اس کو بے دریغ استعمال کرتے ہیں اور مظلوموں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کسر نہیں چھوڑتے۔ ہم تو تاریخ کے حوالے سے یہ بات دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرام کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے، اور ان کے اخلاق کی بلندی کا تو اندازہ لگانا مشکل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عام مسلمانوں کے ہاتھ میں بھی جب طاقت و قوت آئی تو انہوں نے کبھی اپنی اقلیتوں اور کمزور مظلوموں پر ظلم و ستم نہیں کیا بلکہ ان پر مہربانیوں کی انتہا کر دی۔ اس موقع پر ایک بات کی اور وضاحت ضروری ہے کہ کیا انسان انسان کو سجدہ کر سکتا ہے جب کہ سجدہ اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ تو عرض ہے کہ جو چیز حرام ہے وہ ہر شریعت میں حرام رہی ہے اس کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سجدہ سے مراد آداب شاہی کے ساتھ جھکنے کے لئے بھی لیے جا سکتے ہیں یہ وہ سجدہ نہیں جیسا سجدہ ہم اللہ کو کرتے ہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ
عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف
اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ
بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۱/۱۱/۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت عطا کی اور مجھے باتوں کی گہرائی تک پہنچنے کی اہلیت عطا کی اے آسمان اور زمین کے بنانے والے آپ ہی اس دنیا اور آخرت میں میرے کارساز ہیں آپ مجھے اپنی فرماں برداری میں اس دنیا سے اٹھایئے گا اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمایئے گا۔

(اے نبی ﷺ) یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں۔اور آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کرلیا تھا اور وہ اپنی تدبیروں میں لگے ہوئے تھے۔اگرچہ آپ کی شدید خواہش ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس پر ان سے کوئی اجرت تو نہیں مانگ رہے ہیں۔یہ تو سارے جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

اٰتَیْتَنِیْ	تو نے مجھے دیا
اَلْمُلْکُ	سلطنت۔حکومت
عَلَّمْتَنِیْ	تو نے مجھے سکھایا
اَلْاَحَادِیْثُ	باتیں۔خواب
فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا۔بنانے والا
وَلِیّ	میرا مالک۔میرا حمایتی
تَوَفَّنِیْ	تو نے مجھے وفات دی۔اٹھایا
اَلْحِقْنِیْ	مجھے ملادے۔مجھے شامل رکھئے گا
اَنْبَاءٌ	خبریں
لَدَیْھِمْ	ان کے پاس
اَجْمَعُوْا	انہوں نے جمع کیا
یَمْکُرُوْنَ	وہ تدبیریں کرتے ہیں
حَرَصْتَ	تو نے لالچ کیا۔تو نے خواہش کی
مَا تَسْئَلُ	تو نہیں مانگتا
اَجْرٌ	اجرت۔بدلہ
ذِکْرٌ	دھیان دینے کی چیز

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیاوی اور علمی اعتبار سے کتنا ہی عروج اور رتبہ میں بلندی نصیب ہو جائے وہ اپنے علم اور کمالات پر نہ تو فخر کرتے ہیں اور نہ اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ سورۃ یوسف کی ان آخری آیات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو جو بھی عروج اور ترقی عطا فرمائی تھی وہ اس پر فخر کرنے کے بجائے شکر کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! آپ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے سلطنت عطا فرمائی اور آپ نے مجھے باتوں کی گہرائی اور خواب کی تعبیر جیسا علم عطا فرمایا ہے اور درخواست کرتے ہیں کہ اے آسمان و زمین کے خالق و مالک دنیا اور آخرت میں آپ ہی میرے کارساز ہیں۔ آپ مجھے اپنی فرماں برداری میں اس دنیا سے اٹھایئے گا اور مجھے صالحین میں اٹھایئے گا۔ اگر غور کیا جائے تو حضرت یوسفؑ نبوت کے مقام پر ہونے کے باوجود نہایت عاجزی و انکساری سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ سنت انبیاء یہی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقام کے باوجود اپنے آپ کو اللہ کا محتاج سمجھنا، اسی کو اپنا کارساز اور حاجت روا ماننا اور ہر آن اسی کی بارگاہ میں جھکے رہنا ان کی شان ہے کیونکہ اللہ ہی سب کا حاجت روا اور سب کی سننے والا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ اس کے باوجود کہ آپ کو اپنے سوتیلے بھائیوں سے سخت اذیتیں پہنچیں لیکن آپ ان کو شرمندہ کرنے کے بجائے اس فعل کو شیطان کی طرف منسوب کر رہے ہیں کہ یہ سب کام شیطان کا ہے جس نے ہم بھائیوں کے درمیان غلط فہمیوں کو پیدا کیا یعنی اپنے بھائیوں کے لئے ایک بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لا رہے ہیں۔ یہ بھی اخلاق کا ایک اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ چاہتے تو ان کفار مکہ کو جنہوں نے ہر طرح کے ظلم و ستم کئے تھے ان کو قتل کرنے، ان کی جائیدادوں کو ضبط کرنے، ان کو اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنانے کے احکامات جاری فرما سکتے تھے، کم از کم ان کے ظلم و ستم پر ان کو شرمندہ کر سکتے تھے اس کے برخلاف آپ نے بغیر کچھ کہے ہوئے سب کو معاف فرما دیا اور کسی سے کوئی شکایت نہیں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ اور انبیاء کرام جیسے عظیم اخلاق عطا فرمائے، آمین

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ اے نبیؐ! حضرت یوسفؑ کا واقعہ اور حقائق یہ سب کے سب ہم وحی کے ذریعہ آپ کو بتا رہے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ آپ اس وقت وہاں موجود تھے اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کون کیا کر رہا تھا۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! اس کے باوجود آپ نے کفار مکہ کو حضرت یوسفؑ کا واقعہ سنا دیا ہے اور آپ کی شدید خواہش ہے کہ اب کفار مکہ ایمان لے آئیں۔ اور اس میں آپ کی کوئی ذاتی غرض بھی نہیں ہے نہ آپ ان سے اس پر کوئی معاوضہ یا بدلہ مانگ رہے ہیں لیکن یہ اللہ کا نظام ہے کہ وہ ان کو ہدایت دے یا نہ دے آپ کا کام پورا ہو چکا آپ نے تمام اہل جہان کو اللہ کے دین کا پیغام پہنچا دیا ان کو آگاہ کر دیا کہ اگر اب بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو یہ ان کی بدنصیبی ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ
تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى
بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۸

اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن کے اوپر سے وہ گذرتے ہیں لیکن ان پر دھیان نہیں دیتے۔ اور ان میں سے اکثر تو وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور شرک کرنے والے ہیں۔ کیا وہ اس بات سے بے خوف بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے اچانک کوئی آفت آپڑے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے ساتھ وہ لوگ جو میری اتباع کرتے ہیں ایک (دانائی کی) دلیل پر قائم ہیں۔ اللہ کی ذات پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۸

كَاَيِّنْ کتنے ہی۔ کتنی ہی

اٰيَةٌ نشانی

وتبعًا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

يَمُرُّوْنَ	وہ گذرتے ہیں
مُعْرِضُوْنَ	وہ منہ پھیرنے والے ہیں
اَنْ تَاْتِيَ	یہ کہ آجائے
غَاشِيَةٌ	ڈھانپ لینے والی۔آفت
اَلسَّاعَةُ	قیامت۔گھڑی
بَغْتَةٌ	اچانک
لَا يَشْعُرُوْنَ	وہ شعور نہیں رکھتے ہیں
سَبِيْلِيْ	میرا راستہ
اَدْعُوْا	میں بلاتا ہوں
بَصِيْرَةٌ	دیکھ بھال کر۔غور وفکر
اَنَا	میں
اِتَّبَعَنِيْ	میری اتباع کی۔میرے پیچھے چلے
سُبْحٰنَ	پاک ذات۔بے عیب ذات

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۸

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ہر انسان کو غور وفکر اور تدبر کرنے پر زور دے کر فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے کائنات میں قدم قدم پر اپنی اتنی نشانیاں بکھیر دی ہیں کہ اگر انسان ان پر ذرا بھی غور کرے تو اللہ کی ذات وصفات کا ماننا نہایت آسان ہو جائے گا اور ہر طرح کی الجھن دور ہو جائے گی۔ انسان دن رات ان نشانیوں کو دیکھتا ہے ان نشانیوں کے درمیان رہتا ہے، ان کے اوپر سے گذرتا ہے مگر ان پر دھیان نہیں دیتا، چاند سورج کی گردش، وسیع آسمان، چمکتے ستارے، چاروں طرف پھیلی ہوئی زمین، ہوائیں،

فضائیں، فضا میں تیرتے ہوئے بادل، اڑتے پرندے، اونچے اونچے پہاڑ، دریا، سرسبز وشاداب درخت، لہلہاتے ہوئے کھیت، ہر رنگ اور مزے کے میوے، غلے، اناج، خود انسان کا وجود۔ کائنات کی مخلوق کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں، دماغی سربلندیاں اور ہزاروں صلاحیتیں اللہ نے انسان کو عطا کی ہیں اگر کچھ دیر اس بات پر غور کرے کہ اتنے بڑے جہان کو چلانے والی یقیناً کوئی ذات ہے ورنہ اپنے اختیار سے تو ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ہر طرف ہزاروں نشانیاں بکھیر دی ہیں جن کی موجودگی میں کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے، انسان غور وفکر کرے گا تو اس کو کائنات کے ذرہ ذرہ سے درس توحید مل جائے گا۔

کفار مکہ جس طرح نبوت کے منکر تھے اسی طرح وہ منکرین توحید بھی تھے اور اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک اللہ کو نہیں مان سکتے جب تک آپ ہمیں کوئی معجزہ نہیں دکھائیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی توحید کی گواہی دے رہا ہے صرف غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے ان نشانیوں کے باوجود آخر وہ کس نشانی کی بات کرتے ہیں۔ جس کو سچائی کی حقیقت کو ماننا ہے وہ ہر طرح مان لیتا ہے لیکن جس نے ضد، ہٹ دھرمی اور کفر وشرک پر جمنے کا فیصلہ کر لیا ہو اس کو سوائے اللہ کے اور کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ان کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کر دیجئے کہ وہ اللہ کی نشانیوں پر غور وفکر کریں اور حسن عملی کی طرف آئیں۔ یہی چیز ان کے کام آنے والی ہے لیکن اگر وہ کفار اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں تو ان کو گذشتہ قوموں کا وہ بھیانک انجام سامنے رکھنا چاہیئے کہ جب وہ نافرمان لوگ رات کو گہری اور بدمست نیند کے مزے لے رہے تھے اس وقت ان پر شدید عذاب آیا اور ان کو دنیا سے مٹا دیا گیا۔ نافرمانی کی وجہ سے نہ ان کے بڑے بڑے محل، تجارتیں، عمارتیں اور تہذیب وتمدن کام آیا اور نہ کوئی ان کو عذاب الٰہی سے بچانے آیا۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان پر پچھلی قوموں کی طرح اچانک کوئی آفت یا اچانک عذاب آ سکتا ہے اور یہ عذاب بھی اس قدر خاموشی سے آئے گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور اللہ ان کے نیچے سے زمین کو کھینچ لے گا۔

فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ بالکل وضاحت سے کہہ دیجئے کہ سچی بات بتانا اور برے انجام سے ڈرانا یہ میرا کام تھا، میں اور میرے ماننے والے اسی راستے پر ہیں جو ہمیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے کفر وشرک کی ہر ادا اور انداز سے ہمیں نفرت ہے لہٰذا جو شخص بھی اللہ کے حکم کی تعمیل میں زندگی گذارے گا کامیاب وبامراد ہوگا لیکن جس نے اللہ کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت اللہ کے عذاب کا شکار ہو جائے اور اس کو بچانے والا کوئی نہ ہو۔ فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ اللہ کی ذات ہر اس شرک سے پاک ہے جو انسانوں نے اس کے ساتھ شریک کر رکھے ہیں۔ میں اور میرے ماننے والے سب توحید خالص پر ہیں اور ہر طرح کے کفر وشرک سے دور ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ
نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کے سب مرد ہی تھے۔ جوان ہی بستیوں کے رہنے والے تھے جن کی طرف ہم نے وحی کی ہے۔ کیا پھر وہ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے (نافرمان) لوگوں کا انجام کیا ہوا۔ اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ جب رسول بھی مایوس ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ وہ جھٹلائے جائیں گے تو ہماری مدد پہنچ گئی۔ پھر ہم نے جس کو چاہا نجات عطا فرما دی۔ اور ہمارا عذاب مجرموں سے ٹلا نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

مَآ اَرْسَلْنَا	ہم نے نہیں بھیجا
رِجَالٌ	(رَجُلٌ) مرد
اَهْلُ الْقُرٰى	بستیوں والے
لَمْ يَسِيْرُوْا	وہ نہیں چلے پھرے
كَيْفَ كَانَ	کیسے تھے
عَاقِبَةٌ	انجام

قَبْلُ	پہلے
اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ	آخرت کا گھر
اِسْتَيْئَسَ	مایوس ہوگیا۔ ہوگئے
اَلرُّسُلُ	(رسول) رسول۔ پیغمبر
ظَنُّوْا	انہوں نے سمجھ لیا۔ گمان کیا
قَدْ كُذِبُوْا	وہ یقیناً جھٹلائے گئے
نَصْرُنَا	ہماری مدد
فَنُجِّىَ	پس ہم نجات دیتے ہیں
لَا يُرَدُّ	نہیں ہٹتا۔ نہیں ٹلتا
بَاْسُنَا	ہمارا عذاب
اَلْمُجْرِمِيْنَ	جرم کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۰۹ تا ۱۱۰

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کفار ومشرکین نے آخری بات یہی کی ہے کہ یہ سب کچھ تو ٹھیک ہے لیکن ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ایک ایسا شخص جو ہماری طرح ہے، ہماری طرح زندگی کے تقاضے رکھتا ہے وہ شادی کرتا ہے، اس کے بچے ہوتے ہیں، وہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں بھی آتا اور جاتا ہے وہ اللہ کا نبی کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ کا نبی تو اس کو ہونا چاہئے جو عام انسانوں کی طرح نہ ہو، اس کے ساتھ فرشتے ہوں، اس کے پاس خزانے ہوں اور وہ دنیاوی تقاضوں کا محتاج نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہر جگہ اس کا ایک ہی جواب دیا گیا ہے کہ تمام انبیاء اور رسول انسان ہی ہوتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے جو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے سچائی کے اصولوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو ان کی بات مان لیتے ہیں ان کو نجات دیدی جاتی ہے اور جو نہیں مانتے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ اگر وہ لوگ ان کھنڈرات کو دیکھیں جو دنیا کی عظیم ترین قوموں کے آثار ہیں کہ جب انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تب ان پر عذاب نازل کیا گیا اور ان کے مال و دولت اونچی بلڈنگیں اور ترقیات ان کے کام نہ آسکیں۔ فرمایا کہ ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو آج بھی نافرمان قوموں کے ٹوٹے پھوٹے ویران مکانات کھنڈرات کی شکل میں موجود ہیں۔

اللہ نے انسان کو دنیاوی ترقیات سے نہیں روکا بلکہ عقل وفکر اور جسمانی محنتوں کے بدلے میں سب کچھ عطا کیا لیکن جب وہ اپنے خالق و مالک کو بھول گئے اور تکبر اور غرور کا وہ راستہ اختیار کر لیا جس میں اللہ کے رسولوں کا کہنا بھی ان کو گوارہ نہیں ہوا اور ان انبیاء کرامؑ نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ ہماری قوم ہماری بات کو مذاق میں اڑا رہی ہے اور اللہ کو اس طرح بھول گئی ہے کہ اس کے نزدیک اللہ کی تعلیمات بے حقیقت بن کر رہ گئی ہیں تو انبیاء کرام اللہ کی بارگاہ میں اپنی مایوسی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں تب اللہ جس طرح چاہتا ہے اس قوم پر عذاب نازل کرتا ہے اور مجرموں کی ساری قوتیں اور طاقتیں مل کر بھی اس عذاب اور اللہ کے غصے کو ٹالنا بھی چاہیں تو ٹال نہیں سکتیں۔ یہی اللہ کا دستور ہے اور سنت اللہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ
حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

۱۲ ع ۷ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۱

یقیناً عقل و سمجھ رکھنے والوں کے لئے ان واقعات میں عبرت و نصیحت ہے۔ یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں آ چکی ہیں یہ اس کے مطابق ہے اور تصدیق کرنے والی ہے اور جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ اور جو لوگ صاحب ایمان ہیں ان کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۱

قَصَصٌ	واقعات
عِبْرَةٌ	نصیحت
أُولِي الْأَلْبَابِ	عقل و سمجھ رکھنے والے
يُفْتَرَىٰ	گھڑ لیا گیا۔ گھڑ لی گئی
تَصْدِيقُ	سچ بتانے والا۔ بتانے والی
بَيْنَ يَدَيْ	ہاتھوں کے درمیان سامنے۔ اپنی طرف سے

تَفْصِيْلٌ	تفصیل۔وضاحت
هُدًى	ہدایت
رَحْمَةٌ	رحمت۔فضل وکرم

تشریح: آیت نمبر ۱۱۱

سورۂ یوسف کواس مضمون پر مکمل کیا گیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کا قصہ یا کوئی بھی واقعہ جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور سمجھ عطا فرمائی ہے وہ ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔فرمایا کہ سیدھا راستہ دکھانا انبیاء کرام کا کام ہے۔اب اگر کوئی نصیحت حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے دنیا وآخرت کی نجات کا باعث ہے لیکن اگر وہ نافرمانی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو کر رہ جائیں گی۔

حضرت یوسفؑ کا یہ واقعہ جس کو بیان کیا گیا ہے اس میں عبرت ونصیحت کے ہزاروں پہلو موجود ہیں جن میں سے ایک ایک بات سچائی پر مبنی ہے کوئی قصہ یا کہانی کی طرح گھڑی ہوئی بات نہیں ہے کہ ایک آدمی نے اپنے ذہن میں ایک قصہ بنایا اور اس کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کردیا بلکہ جیتی جاگتی زندگی کے واقعات ہیں جن میں حضرت یوسفؑ کو ہر طرح کی اخلاقی فتح وکامرانی حاصل ہوئی۔اس کے برخلاف ان کے حاسد بھائیوں کو ہر طرح ذلت ورسوائی حاصل ہوئی۔اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آج مکہ مکرمہ میں سرکار دو عالم ﷺ اللہ کا دین پہنچانے کی ہر ممکن جدوجہد فرما رہے ہیں وہ انبیاء کرام کے راستے پر چلنے والے آخری نبی ہیں جو کفار ومشرکین کو دنیا وآخرت کی بھلائی کی ہر بات بتا رہے ہیں چونکہ یہ آخری نبی اور آخری رسول ہیں اس لئے ان کفار کے لئے یہ آخری موقع ہے کہ وہ سنبھل جائیں ورنہ اب ان کی ہدایت کے لئے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول آئے گا۔اگر کفار مکہ بھی اس روش پر چلے اور کفر کرتے رہے جس پر گذشتہ قومیں چلی تھیں تو ان کا انجام بھی ان قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام انبیاء کرام اور نبی کریم ﷺ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے اور ہر طرح کے کفر وشرک، بدعات اور گمراہی کے ہر راستے سے محفوظ فرمائے۔آمین

الحمد للہ سورۂ یوسف کی تفسیر وتشریح مکمل ہوگئی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۳

وما ابرئ

سورۃ نمبر ۱۳

الرَّعْد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الرعد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	13
رکوع	6
آیات	43
الفاظ وکلمات	863
حروف	3614
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ یہ سورت قیام مکہ مکرمہ کے اس آخری دور میں نازل کی گئی ہے جب کفار کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔
☆ دوسرے رکوع میں لفظ الرعد (بادل کی گرج چمک) آیا ہے۔ اسی سے علامت کے طور پر اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔
☆ اس سورۃ میں اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، وحی، آخرت، جزاوسزا، جنت وجہنم کا ذکر کیا گیا ہے۔
☆ جگہ جگہ کفار ومشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

سورۃ الرعد قیام مکہ کے اس آخری دور میں نازل ہوئی جب کفار و مشرکین مکہ نے اہل ایمان کا اس سرزمین پر رہنا دشوار کر دیا تھا اور اپنے ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ فرمایا جارہا ہے کہ اے اہل ایمان! تم ان کفار کی پرواہ نہ کرو اور حق وصداقت کی شمع کو روشن کرتے چلے جاؤ۔ اس کائنات کو جس اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کا خالق، مالک اور رزّاق ہے وہ زبردست قوت وطاقت کا مالک ہے اسی نے زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ، درخت، بادل، بجلی کی گھن گھرج اور بہتے دریاؤں کو پیدا کیا ہے وہ اپنے ہر حکم کو عملی شکل دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے وہ کسی قوم کو عذاب دینا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ کسی کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا کرنا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا اسی اللہ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا ہے جو سراسر نور اور حق وصداقت کی شمع ہے۔ اسی میں سارے انسانوں کے لیے اطمینان قلب کی دولت موجزن ہے۔ اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ باطل کی قوت وطاقت سے نہ ڈریں نہ دبیں کیونکہ بظاہر باطل ایک قوت نظر آتا ہے در حقیقت اس کی حیثیت اس کوڑے کباڑ سے زیادہ نہیں ہے جو بارش کے پانی سے بہنے والے ندی نالوں کے اوپر نظر آتا ہے یا سونا چاندی تپانے کے وقت جو جھاگ سونے پر آجاتا ہے۔ فرمایا کہ کوڑے کباڑ کے نیچے بہتا رواں دواں صاف شفاف پانی اور سونے چاندی کی قیمت اور حیثیت ہوتی ہے جھاگ اور کوڑے کباڑ کو پھینک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نصیحت فرمائی ہے کہ وہ ان کفار کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ کفار کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے اور بیوی بچے رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ بہت سی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں فرمایا کہ کوئی شخص ان بے عقل اور نا سمجھوں سے پوچھے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے جتنے رسول اور نبی آئے ہیں کیا ان کے بیوی بچے اور بشری تقاضے نہیں تھے۔ اہل ایمان سے فرمایا کہ کفار ومشرکین مذاق اڑانے سے اور تمہیں جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے سے باز نہیں آئیں گے۔ تم اس اللہ پر مکمل یقین رکھو جو اس کائنات کا مالک ہے اور اسی نے حضرت محمد ﷺ پر اس قرآن کریم کو نازل

اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ انسان دن کے اجالے میں یا رات کی تاریکی میں کھل کریا چھپ کر کوئی کام کرتا ہے تو اس کی اطلاع اور علم اللہ کو ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

کیا ہے جو سراسر ہدایت اور روشنی ہے جس پر عمل کرنے سے ہی زندگی کے اندھیرے دور ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو بھی بتایا ہے کہ یہ دنیا دار العمل ہے عمل کرنے کا بہترین موقع ہے یہ وقت نکل گیا تو پھر عمل کرنے کا موقع نصیب نہ ہوگا۔ دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا کر آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کرلی جائیں ورنہ دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جائیں گے۔

سورة الرعد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ
عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ
كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝٢ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا
رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۗ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٣ وَ
فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ
صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا
عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٤

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۴

الف۔لام۔میم را (حروف مقطعات جن کے معنی ومراد کا علم اللہ کو ہے)
یہ کتاب کی آیات ہیں جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب نے نازل کیا ہے وہ سچ ہے۔اور لیکن
اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون (بغیر سہارے کے) اونچا

کھڑا کر دیا ہے جن کو تم دیکھتے ہو۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ اور اس نے سورج اور چاند کو اپنے حکم کے تابع کر دیا۔ ہر چیز اک مقرر وقت تک چل رہی ہے۔ وہ اللہ ہر طرح کی ہر تدبیر کر رہا ہے۔ وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کر لو۔ وہی تو ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس نے ان میں پہاڑ بنائے اور نہریں چلائیں اور ہر قسم کے پھل جس میں دو دو قسم کے (میٹھے کڑوے) پھل پیدا کئے۔ وہی رات کی (تاریکی) کو دن (کی روشنی سے) چھپا دیتا ہے۔ بے شک غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اور زمین میں الگ الگ خطے تیار کر رکھے ہیں۔ انگوروں کے باغ، کھیتیاں اور کھجوریں جن میں بعض تو ایک تنے والے ہیں اور بعض دو تنے والے لیکن ان کو ایک ہی پانی سے سینچا جاتا ہے مگر ہم نے مزے میں کسی کو بہتر بنا دیا کسی کو کم تر۔ بے شک اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو عقل و فکر رکھنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اُنْزِلَ	اتارا گیا
اَلْحَقُّ	سچ
رَفَعَ	بلند کیا
عَمَدٌ	ستون۔ سہارا
اِسْتَوٰی	وہ برابر ہوا
سَخَّرَ	اس نے مسخر کر دیا۔ تابع کر دیا
اَجَلٌ مُّسَمًّی	متعین مدت۔ مقرر مدت
لِقَآءٌ	ملاقات

مَدَّ	اس نے پھیلا دیا
رَوَاسِیَ	بوجھ
زَوْجَیْنِ	جوڑے۔دودو
یُغْشِیْ	چھا جاتا ہے
قِطَعٌ	خطے۔قطعات
مُتَجٰوِرٰتٌ	پاس پاس
اَعْنَابٌ	(عِنَبٌ)۔انگور
زَرْعٌ	کھیتی
نَخِیْلٌ	کھجور
صِنْوَانٌ	ایک جڑ والی
یُسْقٰی	سینچا جاتا ہے
بِمَآءٍ وَّاحِدٍ	ایک پانی سے
نُفَضِّلُ	ہم بڑھا دیتے ہیں
اَلْاُکُلُ	پیداوار پھل

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

اس سورت کے دوسرے رکوع کی ایک آیت میں لفظ رعد آیا ہے اسی مناسبت سے نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اس

سورت کا نام ''الرعد'' رکھا ہے۔

رعد کے معنی بادلوں کی گرج کے آتے ہیں۔ یہ سورت مکہ مکرمہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جس کتاب (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے وہ ایک سچائی اور ہدایت و رہنمائی کی روشنی ہے جو ہر طرح کے شک اور شبہ سے بالاتر ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات، وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے ذکر کے ساتھ عظمت قرآن حکیم۔ دنیا و آخرت میں نیکی، جنت و جہنم اور ملائکہ پر ایمان لانے کو نجات کا ذریعہ فرمایا ہے اس سورت کی ابتدا ''الٓمّٓر'' سے کی گئی ہے جن کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ گذشتہ کئی سورتوں کی ابتدا میں یہ حروف آئے ہیں جن کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان حروف کے معنی کا علم اللہ رب العالمین کو ہے۔ ممکن ہے کہ ان حروف کے معانی رسول اللہ ﷺ کو بتا دیئے گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ آپ نے اس کی وضاحت فرمائی اس لئے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حروف سے کیا مراد ہے؟

اس سورت کی ابتدا ''تلک ایت الکتب'' سے کی گئی ہے یعنی قرآن حکیم وہ کتاب ہدایت ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جس کو اس اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے جو ایک صاف اور واضح حقیقت ہے۔ جس میں کہیں بھی فلسفیانہ انداز بیان یا منطقی ایچ پیچ نہیں ہے۔ خالق کائنات نے اس قرآن کریم کو نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے ساری دنیا تک پہنچایا ہے تا کہ وہ ہدایت کی روشنی حاصل کر سکیں۔ اس قرآن کو رسول اللہ ﷺ نے خود سے نہیں گھڑ لیا ہے بلکہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل اس کائنات کی تخلیق و پیدائش ہے۔ اس نے چاند، سورج، ستارے، فضائیں ہوائیں پیدا کئے جن کے پیدا کرنے میں کوئی اس اللہ کا شریک نہیں ہے۔ جس طرح کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ کارخانہ عالم خود بخود نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کو چلانے والی ذات اللہ کی ذات ہے وہی اس کا خالق و مالک ہے اس نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے۔ فرمایا کہ اس نے آسمانوں کو اس طرح بنایا ہے کہ اس میں نہ ستون ہیں نہ وہ کسی کے سہارے کھڑے ہیں صرف اسی کی قدرت کاملہ سے قائم ہیں۔ اسی نے زمین اور اس کے ذرّے ذرّے کو پیدا کیا وہی اس کے نظام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ جس طرح آسمان، زمین بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔ اسی طرح وہ اللہ اس نظام کائنات کے چلانے میں کسی سہارے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ساری مخلوق ہر آن اسی کی محتاج ہے۔ اس نے اس پوری کائنات کو چھ دن میں مکمل کیا اور پھر وہ تھک کر آرام کرنے نہیں لگ گیا جیسا کہ یہود کا خیال ہے بلکہ وہ آسمان پر ''مستوی'' ہو گیا۔ ''استوی علی العرش'' کا مطلب ہے کہ

اس کی سلطنت اور نظم و انتظام ایسا ہے کہ اس کا کوئی حصہ یا گوشہ نہ تو اس کے اقتدار وقوت سے باہر ہے نہ وہ اس کے انتظام کے چلانے میں کسی دوسرے کا محتاج ہے۔ دنیا کے ان بادشاہوں کی طرح نہیں ہے جو صرف اقتدار اور کرسی پر ہوتے ہیں اور سلطنت کے ہزاروں پہلوان سے پوشیدہ ہوتے ہیں بلکہ اس کے اقتدار وقوت کا تو یہ عالم ہے کہ کسی درخت کا ایک پتہ بھی زمین پر گرتا ہے تو اس کو معلوم ہے بلکہ اسی کے حکم سے پتہ زمین پر گرتا ہے۔ پھر کائنات کی ہر چیز میں ایسا توازن اور مقدار متعین ہے جس میں ہر چیز اپنا کام سرانجام دے رہی ہے۔ یہ توازن اور اعتدال خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جس طرح ہر چیز میں توازن و اعتدال ہے آخر کار وہ ایک معین مدت کے بعد ختم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ہر انسان کو بھی ایک مدت کے بعد موت کی نیند سونا ہے اور پھر قیامت میں دوبارہ اٹھ کر میدان حشر میں اپنے تمام اعمال کا حساب کتاب پیش کرنا ہے۔ اس دن اللہ و رسول کے فرماں برداروں اور نیکو کاروں کو ان کے نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان کو جنت کی ابدی اور راحت بھری زندگی عطا کر دی جائے گی لیکن جو لوگ جانتے بوجھتے سچائیوں سے منہ موڑ کر چلنے والے ہیں۔ شرک و کفر اور اللہ کی نافرمانی اور گناہوں میں مبتلا رہے ہیں ان کو جہنم میں ہمیشہ کے لئے بھیج دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام قدرت کو تفصیل سے ارشاد فرمایا کہ زمین کی ہر چیز کو اس نے انتہائی خوبصورتی سے سجایا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، سرسبز و شاداب وادیاں، تناور درخت طرح طرح کے پھل پھول اور سبزیاں وغیرہ انسانوں کے لئے پیدا کیں تاکہ وہ اپنی دنیاوی زندگی میں ان کو کام میں لائیں اور فائدے حاصل کریں۔ اس نے پہاڑوں کو پیدا کیا تاکہ زمین اپنی جگہ جمی رہے اور زمین ایک طرف کو نہ ڈھلک جائے۔ رات اور دن کو پیدا کیا۔ نظام اس طرح بنایا کہ رات کو راحت و آرام کے لئے اور دن کو طلب معاش یعنی روزی حاصل کرنے کے لئے بنایا۔ اس نے ہر چیز کے نر اور مادہ کے جوڑے بنائے اور ان میں ایک ایسا خوبصورت رابطہ اور تعلق پیدا کیا کہ انسان ان پر جتنا بھی غور و فکر کرتا جائے گا وہ حیرت و تعجب میں ڈوبتا چلا جائے گا۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ زمین ایک ہے، پانی، ہوا فضا میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن پھولوں کے رنگ، درختوں کی پھبن، پھلوں کے مزے مختلف ہیں، کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا ہے، کوئی کسیلا ہے، کوئی سخت، کوئی نرم، کوئی سفید اور کوئی سیاہ۔ اسی طرح انسان ایک ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے ایک ہی گھرانہ ہے ایک ہی ماحول ہے لیکن ہر انسان دوسرے سے مختلف ہے۔ اس طرح ہر انسان کس قدر مختلف صفات رکھتا ہے کوئی مومن ہے کوئی کافر کوئی فرماں بردار ہے کوئی نافرمان۔ کوئی عقل مند ہے کوئی بے وقوف، کوئی نیک ہے اور کوئی بدکردار۔ یہ سب اللہ کا نظام ہے، گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن۔ اسی طرح اگر غور کیا جائے تو ہر چیز کے اثرات بھی مختلف ہیں مثلاً قرآن کریم ایک ہے لیکن اس کے اثرات کتنے مختلف ہیں۔ نیک فطرت انسان اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور

بدفطرت انسان اس کی بھلائیوں سے محروم رہتے ہیں۔ غرضیکہ کائنات میں اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ دنیا خود بخود نہیں چل رہی ہے بلکہ اس کا چلانے والا کوئی ہے اور قرآن کریم اسی حقیقت کو بتانا چاہتا ہے کہ اس پورے نظام کائنات کو چلانے والا ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی نے اس کتاب قرآن مجید کو نازل کیا ہے اس کو پڑھ کر جس کا دل چاہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بن جائے اور جس کا جی چاہے وہ قرآن کی ہدایت سے دور رہ کر ابوجہل، ابولہب، عتبہ اور ولید بن جائے۔ اللہ نے ہدایت اور گمراہی کے راستے کھلے رکھے ہیں لیکن ہر شخص اپنے انجام کو پیش نظر رکھے کیونکہ اللہ نے ہمیشہ دنیا وآخرت میں ان ہی لوگوں کو سرخ رو کیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو مان کر چلنے والے ہیں۔ دنیا بھی ان کی ہے اور آخرت کی ابدی راحتیں بھی ان ہی کا مقدر ہیں۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ
اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي
ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ
لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۷

اور اگر تم (کسی بات میں) تعجب کر سکتے ہو تو ان لوگوں کا قول قابل تعجب ہے جنہوں نے یہ کہا کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم ایک نئی زندگی پائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب

کے ساتھ کفر کیا۔ ان لوگوں کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ یہی جہنمی ہیں جس جہنم میں لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ (اے نبی ﷺ) وہ لوگ آپ سے رحمت کے بجائے جلد ہی عذاب مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے قوموں کی عبرت ناک مثالیں گذر چکی ہیں۔ بے شک آپ کا رب ان کی خطاؤں کے باوجود لوگوں کو معاف کر دینے والا ہے۔ اور بے شک آپ کا رب شدید عذاب بھی دینے والا ہے۔ اور وہ کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ (اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ) آپ محض (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والے ہیں۔ اور ہر قوم کیلئے ہدایت دینے والے آتے رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۷

تَعۡجَبُ	تو تعجب اور حیرت کرتا ہے
ءَ اِذَا	کیا جب
تُرَابٌ	مٹی
خَلۡقٌ جَدِيۡدٌ	نئی پیدائش
اَلۡاَ غۡلٰلُ	طوق۔ گلے کا ہار
اَعۡنَاقٌ	(عُنُق)۔ گردنیں
يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ	وہ جلدی مچاتے ہیں
اَلسَّيِّئَةُ	برائی
اَلۡحَسَنَةُ	نیکی۔ بھلائی
قَدۡخَلَتۡ	یقیناً گذر گئی

اَلْمَثُلٰتُ	(مَثُلٌ)۔عبرت کے واقعات
ذُوْمَغْفِرَةٍ	معافی دینے والا
شَدِيْدُالْعِقَابِ	سخت عذاب دینے والا
اٰيَةٌ	نشانی۔معجزہ
مُنْذِرٌ	ڈرانے والا
هَادٌ	ہدایت دینے والا۔رہنمائی کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۷

کفار مکہ ہر روز کوئی نہ کوئی اعتراض کر کے اپنی جہالت، تعصب اور حسد کا اظہار کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام شبہات اور سوالات کے جوابات گذشتہ آیات میں دے کر ایک مرتبہ پھر ان کے چند شبہات اور سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔

ان کے تین سوالات تھے:

۱) جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو ہمارے اجزاء کیسے جمع ہو کر ہم دوبارہ زندہ ہوں گے۔

۲) بجائے خیر اور بھلائی مانگنے کے وہ کہتے تھے کہ وہ جس عذاب کا وعدہ کر رہے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟

۳) اگر یہ سچے نبی ہیں تو کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتے؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا ہے کہ:

۱) کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ ایسی بات کر رہے ہیں جس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔ ان کا یہ سوال بڑا ہی حیرتناک ہے کہ وہ اللہ کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ جس نے انسانوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا کرنا کونسی مشکل بات ہے۔ کوئی بھی مشین پہلی مرتبہ بناتے ہیں تو دشواری ہوتی ہے لیکن اس کے بن جانے کے بعد دوبارہ بنانا تو ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ پھر یہ کہ ہم تو کسی چیز کے بنانے کے لئے اسباب کے محتاج ہیں جب کہ اللہ کسی سبب کا محتاج نہیں ہے وہ تو صرف ''کُن'' کہتا

ہے کہ ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے، وجود اختیار کر لیتی ہے۔ فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ اللہ کی قدرت کے منکر ہیں ان کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے گلے میں طوق پڑا ہوا ہوگا اور ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑیاں پہنا کر ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

۲) کفار و مشرکین کا یہ سوال کہ اللہ کے نبی جس عذاب کا وعدہ کر رہے ہیں آخر وہ کب آئے گا؟ ہم تو روز روز سن کر عاجز آ چکے ہیں۔ فرمایا کہ اول تو عذاب کا لانا یہ نبی ﷺ کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ممکن ہے۔ اور اللہ کا یہ حکم پہلی قوموں پر بھی آ چکا ہے۔ یہ اللہ کا حلم و برداشت اور عفو و کرم ہے کہ وہ ان کی ان گستاخانہ باتوں کے باوجود ان پر عذاب نازل نہیں کرتا لیکن اگر ان کی شرارتوں اور اللہ سے بغاوتوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا اور پھر یہ اس سے کسی حال میں بچ نہ سکیں گے۔ ان کو تو عذاب کے بجائے خیر مانگنی چاہئے تھی لیکن ان کو تو عذاب کی اتنی جلدی پڑی ہوئی ہے کہ اللہ سے خیر اور عافیت مانگنا ہی بھول گئے۔ فرمایا کہ اللہ تو بڑا مغفرت کرنے والا ہے وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور انجام پر غور نہیں کرتے ان کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ اور گذری ہوئی قوموں کے برے اعمال کے بدلے میں جو بھی عذاب آیا وہ اتنا سخت اور شدید تھا کہ اپنی ساری قوتوں اور طاقتوں کے باوجود وہ اپنے تہذیب و تمدن اور اپنے وجود کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔

۳) کفار مکہ کے اس مطالبہ پر کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ پر معجزات کیوں نازل نہیں کئے گئے۔ فرمایا کہ اے نبی! آپ اللہ کے خوف سے ڈرانے والے اور جس طرح اور امتوں میں اللہ کے نبی آ کر ہدایت کرتے رہے ہیں آپ بھی ایک ہادی اور رہبر ہیں معجزات کا دکھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار ہیں ہے وہ جب چاہے معجزات کو نازل کر سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے پہلی قوموں کے سامنے تو بڑے بڑے معجزات دکھائے گئے کیا وہ ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائے؟ یقیناً جس کو ایمان لانا ہوتا ہے وہ معجزات کا مطالبہ نہیں کرتا اور جس کو ایمان نہیں لانا ہے وہ معجزات دیکھ کر بھی اپنے کفر و شرک پر قائم رہتا ہے اور دولت ایمان سے محروم رہتا ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ
الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ
مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۱

اللہ اس حمل سے واقف ہے جو رحم میں ہوتا ہے۔ اور جو کچھ رحم میں سکڑتا اور بڑھتا ہے۔ اور اس کے ہاں ہر چیز ایک مقدار کے مطابق ہے۔ وہ موجود اور غائب کا جاننے والا اور بلند و برتر ہے۔ اس کے لئے یکساں ہے کہ بات زور سے کہی جائے یا آہستہ سے۔ اور جو رات میں کہیں چھپ رہا ہے یا دن میں چل رہا ہے۔ ہر ایک کے آگے اور پیچھے اس کے پہرے دار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

بے شک اللہ لوگوں کے کسی حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت میں تبدیلی پیدا نہ کرلیں اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنے کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر اس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور ان کے لئے اس کے سوا کوئی مددگار بھی نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۱

يَعْلَمُ	وہ جانتا ہے
تَحْمِلُ	اٹھاتی ہے
اُنْثٰی	مادہ۔عورت
تَغِيْضُ	کمی ہوتی ہے
تَزْدَادُ	اضافہ ہوتا ہے
كُلُّ شَيْءٍ	ہر چیز
بِمِقْدَارٍ	اندازے سے
اَلْكَبِيْرُ	بڑا بزرگ
اَلْمُتَعَالُ	برتر۔زیادہ اونچا
سَوَاءٌ	یکساں
اَسَرَّ	جس نے چھپایا
جَهَرَ	جس نے کھل کر کیا۔زور سے کیا
مُسْتَخْفٍ	اسم فاعل
سَارِبٌ	چلنے والا
مُعَقِّبٰتٌ	(مُعَقِّبٌ) ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا۔پہرے دار
يَحْفَظُوْنَ	حفاظت کرتے ہیں
لَا يُغَيِّرُ	وہ تبدیل نہیں کرتا

حَتّٰی یُغَیِّرُوْا	جب تک وہ نہ بدلیں
لَا مَرَدَّ	نہیں ہٹانے والا۔نہیں ٹلانے والا
وَالٍ	حمایتی۔مددگار

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۱

اللہ تعالیٰ کا علم کتنا وسیع ہے؟ اس کا انتظام کتنا حسین ہے؟ اس کی قدرت کائنات کی ہر چیز پر کس طرح محیط ہے؟ انسان اگر ذرا بھی غور کرلے تو اس کو ذرّہ ذرّہ میں یہ سچائی جھلکتی نظر آجائے گی کہ اللہ کا علم اس کا انتظام اور قدرت کائنات کے ذرّے ذرّے پر محیط ہے۔ ماں کے پیٹ میں جس بچے نے اللہ کی قدرت سے وجود اختیار کیا ہے اس کا پوری طرح اللہ کو علم ہے۔ انسانوں کی بنائی ہوئی مشینیں یہ تو معلوم کرسکتی ہیں کہ ماں کے پیٹ مین لڑکا ہے یا لڑکی ہے یا اس کی کیا پوزیشن ہے لیکن دنیا کی کوئی الٹراساؤنڈ مشین یہ نہیں بتا سکتی کہ یہ انسانی بچہ جو اس دنیا میں قدم رکھ رہا ہے وہ خوبصورت ہے یا بدصورت۔ وہ کب تک زندہ رہے گا اور کب اس کی موت آجائے گی۔ وہ بچہ والدین کا فرماں بردار ہوگا یا نافرمان، ایمان پر قائم رہے گا یا کفر پر مرے گا، وہ دنیا میں کیسا مقام حاصل کرے گا ان تمام باتوں کا علم اللہ کو ہے وہ ان تمام باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ:

تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

۱) رزق کتنا ملے گا؟ ۲) عمر کتنی ہوگی؟
۳) نیک ہوگا؟ ٤) یا برا آدمی ہوگا؟

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کو اس بچے کی ایک ایک کیفیت کا پوری طرح علم ہوتا ہے اس سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ انسان کے دل کی ہر بات کو جانتا ہے وہ انسان اس کو ساری دنیا سے چھپالے لیکن دلی جذبہ بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ نے ہر انسان پر ان فرشتوں کو بٹھا رکھا ہے جو اس کی ایک ایک بات کو ریکارڈ کررہے ہیں۔ یہ فرشتے تھکتے نہیں ہیں بلکہ اس نے اپنی قدرت سے ایسا انتظام کررکھا ہے کہ صبح کے فرشتے اور ہوتے ہیں اور شام اور رات کے فرشتے دوسرے ہوتے ہیں وہ ہر اچھی یا

بری بات کو لکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ باطنی نظام ہے۔ جو کسی کو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ لیکن اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس پوری کائنات کا پورا نظام اسی طرح چل رہا ہے جس طرح اس کائنات کا مالک اس کو چلا رہا ہے۔ وہ اس کائنات کو چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ وہ دو متضاد چیزوں کو ایک جگہ رکھ کر ان کی پرورش کر رہا ہے یہ کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ آخر میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس علم و معلومات کے باوجود کسی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا بلکہ اللہ نے جو نظام بنایا ہے اس پر غور کرنے والے جب اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں تب اللہ کی توفیق ان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اللہ کسی شخص یا قوم کے حالات کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا نہیں کر لیتے۔ اللہ اپنے بندوں پر کرم ہی کرم فرماتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو کسی طرح کا نقصان پہنچائے یا اس پر عذاب نازل کرے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ اس کی مدد کے لئے کوئی بھی نہیں آسکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ ہی کی ذات کو تمام کمالات حاصل ہیں اور اس کو ہر طرح کا علم ہے جو لوگ اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کر کے اللہ کو راضی کر لیتے ہیں وہی خوش نصیب ہیں اور جو لوگ اس سعادت سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور پھر کسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔

هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا
وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ
يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾
لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ
لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ
بِبَالِغِهٖ ۗ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ
مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة

السجدة ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

وہی تو ہے جو تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس میں امید اور خوف اندیشے دونوں ہوتے ہیں اور وہ ان بادلوں کو بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بادلوں کی گرج چمک اور فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہی گرجنے والی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر انہیں جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اور وہ (کافر) اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ گرفت کرنے میں سخت ہے۔ اس کو ہی پکارنا سچ ہے۔ اور وہ جن لوگوں کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آتے مگر جیسے کسی نے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے کہ اس کے منہ تک آپہنچے اور وہ اس کے (منہ تک) کبھی نہ پہنچے گا۔ اور کفار کی پکار سوائے گمراہی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جو بھی زمین میں اور آسمانوں میں ہے وہ خوشی سے یا مجبوری سے اسی کو سجدہ کرتا ہے اور صبح و شام کے سائے بھی (اس کو سجدہ کرتے ہیں)

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

اَلْبَرْقُ	بجلی۔ چمک
طَمَعٌ	امید
يُنْشِئُ	وہ اٹھاتا ہے
اَلسَّحَابُ	بادل
اَلثِّقَالُ	بھاری
يُسَبِّحُ	تسبیح کرتا ہے
اَلرَّعْدُ	کڑک
خِيفَةٌ	(اس کے) خوف (سے)

يُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
اَلصَّوَاعِقُ	بجلیاں۔کڑک
يُصِيْبُ	وہ پہنچاتا ہے۔گراتا ہے
يُجَادِلُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
شَدِيْدُ الْمِحَالِ	سخت پکڑنے والا
دَعْوَةُ الْحَقِّ	سچائی کی پکار
لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ	وہ جواب نہیں دیتے ہیں
بَاسِطٌ	پھیلانے والا
لِيَبْلُغَ	تا کہ وہ پہنچے
فَاهُ	منہ
بَالِغٌ	پہنچنے والا
طَوْعٌ	خوشی
كَرْهٌ	مجبوری بے بسی
ظِلٰلٌ	(ظِلٌّ)۔سائے
اَلْغُدُوّ	صبح
اَلْاٰصَالُ	شام

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

یہ کائنات اور اس کا نظام کیا ہے؟ اس کی حقیقت کا تو ہمیں علم نہیں ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے البتہ اپنی معلومات اور

تحقیق سے ہمیں جو بھی نظر آتا ہے ہم اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں یا سوچ رہے ہیں وہ واقعی سچ ہے۔ دنیا کے سائنسداں، فلاسفر اور دانش ور یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ اتنا صحیح ہے کہ اس میں تبدیلی ناممکن ہے مثلاً دو ہزار سال تک دنیا بھر کے سائنسداں اور فلاسفرز کا یہ خیال تھا کہ زمین ساکن ہے، آسمان اس کے گرد گھوم رہا ہے اور چاند، سورج اور ستارے آسمان پر جڑے ہوئے ہیں۔صرف ایک دوربین کی ایجاد نے دو ہزار سال کے اس فلسفے کو تلپٹ کر کے رکھ دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ زمین تو خود گردش میں ہے وہ اپنے سورج کے گرد گھوم کر دن، رات، ہفتے، مہینے اور سال بنا رہی ہے۔اسی طرح ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ روزانہ سورج نکل رہا ہے، چاند چمک رہا ہے، ستارے ٹمٹا رہے ہیں، اونچے اونچے پہاڑ میخوں کی طرح زمین میں گڑے ہوئے ہیں، دریا، ندیاں بہہ رہی ہیں اور سمندر موجیں مار رہا ہے، ہواؤں کے دوش پر بادل اڑ رہے ہیں، گرج چمک کے ساتھ آنکھوں کو چکا چوند کرنے والی بجلی چمک رہی ہے، بارشیں برس رہی ہیں، زمین میں ایک نئی زندگی کروٹیں لے رہی ہے۔لیکن اتنے بڑے نظام کو کون چلا رہا ہے، جب ایک مشین بھی خود بخود بن کر اپنے آپ کام نہیں کر سکتی تو کیا اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ ہر انسان کی فطرت چلا اٹھے گی کہ اس کائنات کو پیدا کر کے اس کو چلانے والی ذات کوئی ہے اور وہ صرف اللہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک نظام تو وہ ہے جو ہمیں نظر آتا ہے اور دن رات اس تجربے سے ہم گذرتے ہیں۔لیکن اس نظام کے پیچھے ایک اور روحانی نظام کارفرما ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا مثلاً ہم یہ دیکھتے ہیں کہ گرمی پڑی، سمندر سے مان سون اٹھا، بادل بنے اور کڑک چمک کے ساتھ کسی جگہ جا کر برس گئے۔ اور مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی۔لیکن قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے نظام پر اللہ نے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں حدیث میں آتا ہے کہ ’’رعد‘‘ ایک فرشتہ کا نام ہے جو بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے یہ فرشتہ اللہ کی تسبیح کرتا رہتا ہے، انسان اور حیوان ان کی اس تسبیح کی آواز تو نہیں سنتے البتہ بادلوں کی ہیبت ناک آواز کو سب سنتے ہیں۔ مشرکین اور کفار کا عقیدہ یہ ہے کہ جب ان کا معبود ان سے ناراض ہو جاتا ہے تو یہ گرج، چمک اور کڑک پیدا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس بجلی کو تم اس امید کے ساتھ دیکھتے ہو کہ وہ برس کر تمہارے کھیتوں کو سیراب کر دے گی اور اس کڑک اور گرج اور بجلی سے تم خوف زدہ ہو جاتے ہو جو چمکتی رہتی ہے اور دلوں کو ہلا ڈالتی ہے۔

یہ سب کچھ تمہیں کون دکھاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ بادلوں کی اس گرج چمک سے اس کے فرشتے بھی خوف سے اس کی تسبیح کرنے لگتے ہیں اور اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ جس پر چاہتا ہے اس بجلی کو گراتا ہے۔اس وقت وہ کفار اللہ کو پکارنے کے بجائے اپنے جھوٹے معبودوں کو پکارنے لگتے ہیں۔

حالانکہ وہ لوگ جن جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں اس کائنات کے نظام میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے وہ ایک بے حقیقت اور بے جان چیزیں ہیں۔ پھر بھی وہ اپنے ان معبودوں سے مانگتے ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پیاسا آدمی پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے تا کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے اور وہ پانی اس کے منہ تک نہ پہنچے۔ یعنی جیسے یہ کوشش لا حاصل اور فضول ہے اسی طرح غیر اللہ کو پکارنا اس کو سجدے کرنا انتہائی احمقانہ حرکت ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا کہ اس کائنات کی ہر چیز خوشی سے یا مجبوری سے اسی کے سامنے سجدہ کر رہی ہے۔ اس کے حکم کی تعمیل کر رہی ہے اور صبح و شام کے سائے بھی در حقیقت اسی معبود حقیقی کو سجدے کر رہے ہیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہے۔ آپ کہئے کیا تم اس کے سوا دوسروں کو حمایتی بناتے ہو جو اپنے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اندھا اور آنکھوں والا کیا برابر ہیں؟ اور کیا اندھیرا اور روشنی یکساں ہیں۔ کیا انہوں نے اللہ کے لئے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں جنہوں نے کچھ پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے کہ اس کی وجہ سے ان پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ

ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ یکتا ہے اور غلبہ و قوت رکھتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶

مَنْ	کون؟
اَفَاتَّخَذْتُمْ	کیا پھر تم نے بنالیا ہے
تَسْتَوِیْ	برابر ہوتا ہے
اَلْاَعْمٰی	اندھا
اَلْبَصِیْرُ	دیکھنے والا
اَلظُّلُمٰتُ	اندھیرے
اَلنُّوْرُ	روشنی
تَشَابَهَ	شبہ پڑ گیا
اَلْقَهَّارُ	(اللہ کی صفت)۔ زبردست۔ غلبہ والا

تشریح: آیت نمبر ۱۶

عرب کے کفار اور مشرکین غیر اللہ کو سجدے کرتے تھے۔ بتوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے اور اپنی تمناؤں کی تکمیل کے لئے دعائیں کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کے بھی قائل تھے کہ اس کائنات کو اور اس کے ذرّے ذرّے کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے جب ان سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ پھر تم اس ایک اللہ کی عبادت و بندگی کیوں نہیں کرتے اور بتوں کے وسیلے سے کیوں مانگتے ہو؟ ان کا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں وہی

سب کچھ کرنے والا ہے۔ لیکن ہم ان بتوں کو اللہ کی بارگاہ میں سفارشی سمجھتے ہیں یعنی جب تک یہ ہماری دعائیں اللہ تک نہ پہنچا دیں اس وقت تک اللہ ہماری نہیں سنے گا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ تو ایسا ہے کہ انسان کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے وہ اتنا قریب ہے کہ جب کوئی مومن سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر زمین پر نہیں بلکہ اللہ کے قدموں میں ہوتا ہے۔ وہ رات کی تنہائیوں میں چھپ کر مانگے یا دن کی روشنی میں کھلم کھلا مانگے وہ اپنے بندوں کی سنتا ہے۔ اس تک بات پہنچنے کے لئے کسی واسطے یا وسیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان جب بھی مانگے صرف اللہ ہی سے مانگے وہ اس کی ہر مراد کو پورا فرمائے گا۔ آجکل بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ براہ راست کسی کی نہیں سنتا بلکہ اس کے لئے وسیلہ کی ضرورت ہے۔ جس طرح کسی آفیسر کے پاس جانے کے لئے پہلے سیکریٹری کے پاس جانا پڑتا ہے پھر آفیسر تک پہنچتا ہے۔ میں جب بھی ایسی بات سنتا ہوں تو ایسے لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے مثال بھی دی تو انگریزی نظام حکومت کی جس میں آفیسر تک پہنچنے کے لئے سیکریٹریوں کی لائن ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ خلفاء راشدین کی مثال دیتے تو بات سمجھ میں آتی کیونکہ خلفاء راشدین تو وہ تھے جن کے گھروں میں یا ان گورنروں کے ہاں کوئی سیکریٹری نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ براہ راست ہر شخص سے ہر وقت ملتے تھے۔ یہ سیکریٹریوں کی بیماری تو انگریز بہادر کے نظام کا حصہ ہے اسلامی نظام کا حصہ نہیں ہے۔

بہرحال یہ لوگ جاہلوں کو سمجھانے کے لئے ایسی جاہلانہ مثالیں دیتے ہیں جس کی کوئی تک نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ بھی بتوں کو معبود نہیں بلکہ اللہ کے پاس سفارشی مانتے تھے اللہ نے اس آیت میں یہی سوال کیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے کون ان کا رب ہے؟ فرمایا کہ اے نبی! ان سے کہہ دیجئے اللہ ہی ان تمام چیزوں کو پیدا کرنے ولا پروردگار ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے پوچھئے کہ پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کیوں کرتے ہو جو اپنے نفع اور نقصان کے مالک بھی نہیں ہیں یہ تمہیں کیا نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ کیا ایک اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے۔ کیا اندھیرا اور روشنی یکساں ہو سکتے ہیں۔ یقیناً نہیں۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو توحید کے منکر ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان کو آنکھوں کے نور اور روشنی سے محروم شخص بتایا لیکن جو لوگ اللہ کو ماننے والے اسی کی عبادت و بندگی کرنے والے ہیں اللہ کے نور سے آراستہ آنکھوں والے ہیں۔ فرمایا کہ ان کو یہ نظر نہیں آتا جن کو وہ اللہ کا شریک ٹھرا رہے ہیں کہ وہ خود اپنے وجود میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں جنہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا بلکہ وہ انسانی ہاتھوں سے پیدا کئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ اس قدر واضح اور روشن بات کو سمجھنے میں آخر کس شک و شبہ کی گنجائش ہے؟ فرمایا کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہ کائنات کی ساری قوتوں کا تنہا مالک ہے یعنی صرف ایک اللہ ہی تمام تر عبادتوں اور بندگیوں کا مستحق ہے۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ
اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا
يُوۡقِدُوۡنَ عَلَيۡهِ فِى النَّارِ ابۡتِغَآءَ حِلۡيَةٍ اَوۡ مَتَاعٍ زَبَدٌ
مِّثۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَـقَّ وَالۡبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا
الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ
فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ۝۱۷
لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰى ؔ ؕ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ
لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ
سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ۝۱۸

النصف ع ۲ ۱۱ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

اس نے بلندی سے پانی اتارا۔ پھر ندی نالے اپنی مقدار کے مطابق چلنے لگے۔ پھر وہ پانی اپنے ساتھ جھاگ لے آیا اور جو لوگ زیور کو آگ میں تپاتے ہیں تو اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل اوپر آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال اس طرح بیان کرتا ہے۔ تو جو میل کچیل ہوتا ہے اس کو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی مثالیں (وضاحت کے لئے) بیان کرتا ہے۔

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کا کہا نہیں مانا اگر وہ زمین میں جو کچھ بھی ہے اور اس جیسا اور بھی فدیہ میں دے کر (جان چھڑانا چاہیں گے تو) جان نہ چھوٹے گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا حساب سخت ہوگا۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

سَالَتْ	بہہ نکلے
اَوْدِيَةٌ	ندی۔نالے
اِحْتَمَلَ	اٹھایا
اَلسَّيْلُ	ندی کا بہاؤ
زَبَدٌ	جھاگ
رَابِىٌ	جمع ہونے والا
يُوْقِدُوْنَ	جلاتے ہیں۔دھونکاتے ہیں
اِبْتِغَاءٌ	حاصل کرنا
حِلْيَةٌ	زیور
مَتَاعٌ	سامان
يَذْهَبُ	جاتا ہے
جُفَاءٌ	سوکھنا
يَمْكُثُ	رک جاتا ہے
يَضْرِبُ	وہ مارتا ہے۔چلاتا ہے
اَلْحُسْنٰى	بھلائی
اِفْتَدَوْا	انہوں نے فدیہ دیا۔بدلہ دیا
سُوْءُ الْحِسَابِ	برا حساب
مَاْوٰى	ٹھکانا
اَلْمِهَادُ	بستر۔ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

گذشتہ آیات میں توحید کا بیان فرمایا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر کفار سے یہ پوچھا جائے کہ اس کائنات کو اور اس کے ہر ذرے کو کس نے پیدا کیا تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ نے ہی ہر چیز کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ وہی حق ہے بقیہ سب کچھ باطل ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ہر شخص کو بتا دیجئے کہ حق آ گیا ہے اور باطل مٹ رہا ہے اور باطل مٹنے کے لئے ہی ہے۔ یعنی حق اور سچائی کی یہ طاقت ہے کہ جب بھی حق کو نکھار کر سامنے لایا جائے گا تو وہاں باطل ٹھہر نہیں سکتا۔ کیونکہ باطل کے اندر کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ اصل طاقت حق اور سچائی کی ہے۔ حق و باطل کے درمیان فرق واضح کرنے کی دو بہت خوبصورت مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ فرمایا گیا کہ:

(۱) تم دیکھتے ہو کہ جب بادلوں سے پانی برستا ہے جو ندی نالوں کے ذریعہ ان کی گنجائش کے مطابق بہنے لگتا ہے۔ اس بہتے ہوئے پانی پر کوڑا کباڑ اور گھاس، پھوس بھی پانی کے ریلے کے ساتھ چلا آتا ہے۔ فرمایا کہ پانی کے اوپر جھاگ اور کوڑے کباڑ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اگر اس پانی کو استعمال کیا جائے تو پانی پیا جائے گا اور کوڑے کباڑ کو بے حقیقت سمجھ کر پھینک دیا جائے گا۔ یہی مثال حق و باطل کی ہے۔ جب بھی حق نکھر کر سامنے آتا ہے تو باطل کی حیثیت کوڑے کباڑ سے زیادہ نہیں رہ جاتی، ویسے پانی کے اوپر چھایا ہوا کوڑا کباڑ ایسے لگتا ہے جیسے پانی سے زیادہ کوڑا کباڑ ہے۔ لیکن اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال یہ ارشاد فرمائی ہے کہ جب تیز آنچ پر سونا، چاندی، پیتل، تانبا یا کوئی دھات پگھلائی جاتی ہے تا کہ اس سے زیور اور مختلف چیزیں تیار کی جائیں تو اس میں ایک خاص میل کچیل اس دھات پر ابھر آتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا میں یہی ایک طریقہ ہے کہ دھات پر ابھرنے والا میل کچیل اتار کر پھینک دیا جاتا ہے اور سونا، چاندی اور دھات سے بہترین زیور اور برتن بنا لئے جاتے ہیں، سونے کے مقابلے میں جو حیثیت میل کچیل اور جھاگ کی ہے وہی مثال حق اور باطل کی ہے کہ جو آگ کی تیز سلگتی بھٹی سے گذر کر اصل سونا، چاندی اور دھات نکھر جاتی ہے اور اسی کی قیمت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے تو وہ قلوب جن میں سچائی کی تڑپ موجود ہوتی ہے ان کی یہ سعادت ہے کہ وہ وحی کے انوارات سے اپنے دلوں کو روشن و منور کر لیتے ہیں اور اعمال کے جھاگ اور کوڑے کباڑ کو نکال پھینکتے ہیں۔ ان آیات میں مکہ کے ان کفار سے جو اپنے آپ کو غرور و تکبر کا پیکر بنا کر یہ سمجھ رہے تھے کہ سب کچھ ہم ہی ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ تمہاری حیثیت بہتے پانی پر گھاس پھونس اور کوڑے کباڑ اور سونے چاندی اور دھاتوں پر چھائے ہوئے جھاگ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر تم نے اللہ کے دین کو قبول کر لیا تو پھر تمہاری کوئی حیثیت ہوگی لیکن اگر حق و سچائی کو قبول نہیں کیا تو تمہاری زندگی اور زندگی کا یہ سامان جس پر تم اترا رہے ہو اس قدر بے حقیقت بن کر رہ جائے گا کہ جب قیامت کے دن اللہ کا عذاب تمہارے سامنے ہوگا اور اپنی ملکیت کی ہر چیز اس کے

بدلے میں دے کر عذاب سے جان چھڑانے کی کوشش کی جائے گی تو اس مال و دولت کو اللہ کے ہاں دے کر جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔عذاب سے نجات کے بجائے انتہائی ذلت کے ساتھ حساب کتاب لیا جائے گا اور جہنم جیسا بدترین مقام تمہارا ٹھکانا ہوگا۔اور اگر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیا گیا تو ہر شخص آخرت میں اس طرح پیش ہوگا کہ جیسے نکھرا ہوا سونا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے حق کے پرستاروں کو دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں عطا فرمائے گا۔

أَفَمَنْ يَعْلَمُ

أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو
الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ﴿٢٠﴾
وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ
يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ
يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ
يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ
عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ
وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ
لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ
وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ ع ٣ ٨ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۶

کیا پھر وہ شخص جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے کیا ایسا شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو (سچائی کو) دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا ہے (اندھا ہوتا ہے)۔ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت تو سمجھ دار لوگ ہی قبول کیا کرتے ہیں۔ (یہ سمجھ دار لوگ) وہ ہیں جو اللہ سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور ان وعدوں کو (کسی حال میں) توڑتے نہیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے جن (رشتوں کو) جوڑ کر رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو جوڑ کر رکھتے ہیں۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب (کے انجام) سے خوف رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صبر کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ چھپ کر اور کھل کر خرچ کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے ٹال دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا گھر ہے ان کے لئے ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ اور وہ بھی داخل ہوں گے جو ان کے باپ دادے۔ ان کی بیویاں اور نیک اولادیں ہونگی اور ان پر ہر دروازے سے فرشتے یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے کہ تم پر سلامتی ہو کیونکہ تم نے صبر کیا پس تمہارے لئے آخرت کا بہترین گھر ہے۔ اور وہ لوگ جو پکا عہد کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں اور ان (رشتوں کو) کاٹتے ہیں جن کو ملانے کا حکم دیا ہے اور زمین میں تباہی مچاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اور ان کے لئے بدترین گھر ہے۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق (کے دروازے) کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اور وہ جس دنیاوی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں (وہ یاد رکھیں کہ) دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں متاع قلیل ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۶

اَفَمَنْ — کیا پھر وہ شخص

اَعْمٰی — اندھا

یَتَذَکَّرُ — دھیان دیتا ہے

اُولُو الاَ لْبَابِ	عقل وفکر رکھنے والے
یُوْفُوْنَ	پورا کرتے ہیں
لاَ یَنْقُضُوْنَ	وہ نہیں توڑتے ہیں
اَلْمِیْثَاقُ	وہ پختہ عہد جس کو توڑا نہ جاسکے
یَصِلُوْنَ	وہ ملاتے ہیں
یَخْشَوْنَ	وہ ڈرتے ہیں
سُوْءُ الْحِسَابِ	بدترین حساب
اِبْتِغَاءٌ	تلاش کرنا
اَقَامُوْا	انہوں نے قائم کیا
اَنْفَقُوْا	انہوں نے خرچ کیا
سِرٌّ	چھپ کر
عَلَانِیَةٌ	کھلم کھلا
یَدْرَءُ وْنَ	وہ رد کرتے ہیں
عُقْبَی الدَّارِ	آخرت کا گھر
عَدْنٌ	راحت بھری جنت۔ رہنے کے باغات
صَلَحَ	درست کیا۔ اصلاح کرلی
اَزْوَاجٌ	(زَوْجٌ)۔ بیویاں۔ جوڑے
ذُرِّیّٰتٌ	(ذُرِّیَّةٌ)۔ اولادیں
نِعْمَ	بہترین
یَقْطَعُوْنَ	وہ کاٹتے ہیں

اَنْ يُّوْصَلَ	یہ کہ وہ ملائیں
يُفْسِدُوْنَ	وہ فساد مچاتے ہیں۔ برباد کرتے ہیں
يَبْسُطُ	وہ کھولتا ہے
يَقْدِرُ	تنگ کر دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۶

دنیا کا دستور یہ بن گیا ہے کہ جو شخص جتنی دولت اور دنیاوی مال واسباب کمانے کی اہلیت رکھتا ہے اس کو معاشرہ میں انتہائی صاحب عقل ودانش سمجھ کر عزت کے مقام پر بٹھایا جاتا ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اس کے ذرائع آمدنی کیسے ہیں۔ یہ مال ودولت اس کو جنت میں لے کر جائیں گے یا اس کو جہنم کا ایندھن بنا دیں گے۔ اس کے برخلاف وہ شخص جو انتہائی پرہیزگاری کی زندگی گذار رہا ہے حرام سے بچ رہا ہے وہ اعمال سرانجام دے رہا ہے جو اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دیں گے، لیکن اس کے پاس مال ودولت کی کمی ہے دنیا والے اس کو ناعاقبت اندیش اور بے وقوفی کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی ان آیات میں اہل عقل ودانش اور بے وقوفوں کی تفصیل بتائی گئی ہے اللہ کے نزدیک کون عقل والا ہے اور کون بے عقل ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے کلام نازل کیا گیا ہے وہ بالکل برحق اور سچ ہے لیکن اگر دوسرا وہ شخص جو ان سچائیوں سے آنکھیں بند کئے اندھوں کی طرح زندگی گذار رہا ہے اور اللہ کے کلام پر یقین بھی نہیں رکھتا ہے۔ اگر ان دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ فرمایا کہ اہل عقل ودانش لوگ وہ ہیں:

۱) جو اللہ سے کئے ہوئے ہر عہد اور وعدہ کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ کے ان تمام احکامات کو دل وجان سے قبول کر کے اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے اللہ کو پسند نہیں ہے۔ وہ اللہ سے اور اس کے بندوں سے جو وعدہ کرتے ہیں اس پر پوری دیانت داری سے عمل کرتے ہیں۔ وہ ان منافقوں کی طرح نہیں ہوتے جو اپنے عہد ومعاہدہ کا لحاظ نہیں کرتے۔ کیونکہ منافق کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ جب کسی سے وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا نہیں کرتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "وہ صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جو اپنے وعدے کو پورا نہیں کرتا" قرآن کریم میں بھی بیس سے زیادہ مقامات پر عہد شکنی کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

۲) دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ بہترین سلوک اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہے یعنی اس کے نزدیک دوسروں سے بھلائی کرنا ہی اس کا مزاج بن جاتا ہے خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، کافر ہو یا مسلم دور کا رشتہ دار ہو یا قریب کا

ہر ایک سے حسن سلوک کرتا ہے۔

۳) تیسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار سے اور اس بات سے ڈرتا رہتا ہے کہ قیامت کے دن اس سے جب پوری زندگی کا حساب کتاب لیا جائے گا تو کہیں اس کا انجام خراب نہ ہو جائے۔

۴) چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کی زندگی کو اختیار کرتا ہے اور پھر راہ حق میں اس کو جو بھی تکلیفیں پہنچتی ہیں انہیں وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے برداشت کرتا ہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ نہ وہ جذبات کی رو میں بہتا ہے اور نہ بڑے سے بڑا لالچ اس کے قدموں میں لرزش و لغزش پیدا کرتا ہے اس کا ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔

۵) پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ نمازوں کو قائم کرتا ہے۔ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اقامت صلوٰۃ کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے جس پر آپ کے صحابہ کرام اور امت چلتی آئی ہے اسی طرز پر نمازوں کو قائم کرتا ہے اور تمام نمازوں کو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتا ہے اور مسجدوں میں نماز با جماعت کا اہتمام کرتا ہے اور ہر نماز کو اس کے وقت کے اندر پابندی سے ادا کرتا ہے۔

۶) چھٹی صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو کچھ عطا فرما رکھا ہے اس کو وہ محض اپنے آپ اور اپنے بال بچوں کی حد تک محدود نہیں رکھتا بلکہ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ کرتا ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ اللہ نے جو مال و دولت عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کیا جائے تو اس کا بے انتہا ثواب ہے لیکن اس کو اسی حد تک محدود نہ سمجھا جائے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو جو بھی صلاحیت اور ہنر عطا فرمایا ہے وہ اس کو ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کی کسی طرح کی امداد و اعانت سے پیچھے نہیں رہتے۔ کھل کر یا چھپ کر جیسے ان سے بن پڑے وہ خرچ کرتے ہیں

۷) ساتویں صفت یہ ہے کہ اگر زندگی کے کسی مرحلے پر یا حق و صداقت کے راستے میں اس کے ساتھ کوئی شخص بدسلوکی یا بے عزتی کرتا ہے تو وہ اس کا جواب کسی برائی سے نہیں دیتا بلکہ ہر برائی ظلم و ستم اور سختی کا بدلہ نیکیوں، معافی اور نرمی کے رویئے سے ادا کرتا ہے۔

فرمایا کہ جن لوگوں میں مذکورہ باتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں، راحت و آرام اور سکون عطا فرمائے گا۔ وہ اس جنت کے مستحق بن جائیں گے جس میں راحتیں ہوں گی ایک نعمت یہ بھی ہوگی کہ والدین، اولاد اور بیویاں رشتہ دار سب اکٹھے ایک جگہ رہیں گے۔ ان کو عزت کا یہ مقام نصیب ہوگا کہ ہر دروازے سے فرشتے ان کا استقبال سلام سے کریں گے اور کہیں گے کہ تمہارے اوپر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں کہ تم نے صبر اور برداشت سے کام لیا اس کے بدلے میں تمہیں وہ گھر دیا جا رہا ہے جس میں سلامتی، خوشی، مسرت اور دائمی راحت و آرام ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جن کا مزاج یہ بن چکا تھا کہ انہوں نے اللہ سے جو بھی وعدے کئے تھے ان کو انہوں نے توڑ دیا تھا جن رشتوں کو ملانے کا حکم دیا تھا ان کو کاٹ دیا تھا اور زمین میں سوائے فساد، تباہی اور بربادی کے انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ فرشتے کہیں گے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی

لعنت ہو اور ان کو بدترین ٹھکانا دیا جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ کوئی اس گمان میں نہ رہے کہ نیکی کا راستہ اختیار کرنے والوں کو تنگ حالی اور فقر وفاقہ ہی ملتا ہے۔ فرمایا یہ تو اللہ کا نظام قدرت ہے کہ وہ کسی پر رزق کے دروازے کھول دیتا ہے، خوشحالیاں اس کے قدم چومتی ہیں لیکن بعض لوگ وہ ہوتے ہیں کہ ان پر حالات کی سختی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ رزق کی کمی بیشی، تنگی اور فراخی یہ اللہ کے نظام کا حصہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے دنوں کو لوگوں کے درمیان گھماتا رہتا ہے کبھی کی راتیں بڑی اور کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں۔ کوئی چیز کسی ایک حال پر نہیں رہتی۔ لیکن ایک بات ہر شخص کے ذہن میں رہنی چاہئے کہ دنیا کی زندگی میں کتنی بھی راحتیں آرام وسکون اور دولت کی فراوانی مل جائے وہ بالآخر کسی موڑ پر ختم ہوجانے والی ہیں لیکن جنہوں نے آخرت کی دولت جمع کی ہے وہ کبھی نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔ دنیا کی دولت تو صرف وقتی گذارہ کی چیز ہے دائمی زندگی اور اس کی راحتیں آخرت ہی میں نصیب ہوں گی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ
قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِىٓ
أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَآ أُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَ
هُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ ان پر (نبی ﷺ پر) اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں کیا گیا۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کو اپنی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان وسکون حاصل کرتے ہیں۔ سنو! کہ دل کا اطمینان وسکون اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے وہ خوش نصیب ہیں اور ان کا انجام بھی

بہتر ہے۔
اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کو ایک ایسی امت کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جن سے پہلے بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تا کہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے حالانکہ وہ کفار اس اللہ کی نافرمانی کررہے ہیں جو بہت رحم کرنے والا ہے۔
(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تو وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹنے کا ٹھکانہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

لَوْ لَآ اُنْزِلَ	کیوں نازل نہیں کیا گیا
اٰیَةٌ	نشانی۔ معجزہ
یُضِلُّ	وہ گمراہ کرتا ہے۔ بھٹکا دیتا ہے
یَهْدِیْ	وہ ہدایت دیتا ہے۔ راہ پر لگا دیتا ہے
اَنَابَ	رجوع کیا۔ لوٹا
تَطْمَئِنُّ	مطمئن ہوتے ہیں
بِذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کی یاد سے
طُوْبٰى	خوش حالی ہے۔ خوش خبری ہے
مَاٰبٌ	ٹھکانا
اُمَمٌ	امتیں
لِتَتْلُوَا	تا کہ تو پڑھے
اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی کی

یَکْفُرُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں۔ کفر کرتے ہیں
مَتَابٌ	لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لاتعداد معجزات عطا فرمائے ہیں البتہ سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جس کی موجودگی میں کسی دوسرے معجزے کا مطالبہ کرنا بڑی احمقانہ بات تھی لیکن کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے کبھی آ کر یہ کہتے کہ:

آپ کیسے نبی ہیں آپ کے ساتھ اللہ کے فرشتے کیوں نہیں ہیں جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے کبھی اس بات کا مطالبہ کرتے کہ اے محمد ﷺ! اگر آپ سچے نبی ہیں تو مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹوا کر کھلا میدان بنوا دیجئے تا کہ ہم اس میدان میں کھیتی باڑی کر سکیں۔

کبھی کہتے کہ زمین کو پھاڑ کر اس میں چشمے اور نہریں جاری کرا دیجئے تا کہ ہمیں جو پانی کی شدید قلت کا سامنا ہے وہ دور ہو سکے۔

کبھی اپنے ان مردوں کو زندہ کرنے کی فرمائش کرتے جو مر کر مٹی ہو چکے ہیں اور کہتے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان مردوں سے ہم باتیں کر کے سارے حالات معلوم کر سکیں۔ اسی طرح وہ ہر روز کوئی نہ کوئی فرمائش کرتے رہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ان کو ایمان لانا تھا بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے یہ سب کچھ کہتے تھے کیونکہ جس کو ایمان لانا ہے وہ معجزات دیکھنے کا محتاج نہیں ہوتا۔ قرآن کریم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ ان انبیاء کرام نے ایسے ایسے معجزات دکھائے جن کے سامنے ہر شخص عاجز ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ کھلی آنکھوں سے معجزات کو دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے کتنے لوگ ایمان لائے؟ جس کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آیا اور جس نے گمراہی اختیار کر لی تھی وہ معجزات دیکھ کر بھی گمراہ ہی رہا۔

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے اسی مطالبہ کا ذکر کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! ایسا کیوں نہ ہوا کہ آپ کا رب آپ پر کوئی معجزہ نازل کرتا تا کہ ہم اس کو دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ ارشاد فرمایا کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ معجزہ ہونے یا نہ ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اللہ ان ہی لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے جو اس کے سامنے جھکے رہتے ہیں جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہوتے

ہیں اور اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے مطمئن کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دلوں کا اطمینان، سکون اور چین اللہ کی یاد ہی میں ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ بہت ہی خوش نصیب ہیں جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور اپنے لئے بہتر انجام حاصل کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے ہمارے نبی ﷺ! جس طرح آپ اللہ کے رسول ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بہت سے رسول اور ان کی امتیں گذر چکی ہیں ان سے بھی اسی طرح کے سوالات کئے گئے۔ ان کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی نافرمانی کر کے انہوں نے اپنی دنیا و آخرت کو خراب کر لیا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کو اللہ کا کلام جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے پڑھ کر سنایئے۔ آپ اپنے اللہ کی طرف متوجہ رہئے اسی پر بھروسہ کیجئے اگر یہ رحمٰن اور اس کے کرم کا انکار کرتے ہیں تو کرنے دیجئے۔ آپ اپنی زبان مبارک سے یہ پیغام ساری دنیا تک پہنچا دیجئے کہ ایک اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٣١﴾

ع ۴ ۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱

اور اگر قرآن ایسا ہوتا کہ اس سے پہاڑ چلنے لگتے، یا زمین کے فاصلے جلدی جلدی طے ہو جاتے یا مردے بات کرنے لگتے (تب بھی یہ ایمان نہ لاتے) تمام کاموں کا اختیار تو اللہ ہی کا ہے۔ کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا۔ اور کافروں کو ان کے اعمال کی وجہ سے ہمیشہ مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے قریب پہنچتی رہے گی۔

یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے گا اور بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱

سُیِّرَتْ چلائے جائیں۔(چلائی گئی)

اَلْجِبَالُ (جَبَلٌ)۔ پہاڑ

قُطِّعَتْ کاٹی گئی

کُلِّمَ بات کی گئی۔ کلام کیا گیا

اَلْمَوْتٰی مردے

لَمْ یَایْئَسْ اطمینان نہیں ہوا

لَا یَزَالُ ہمیشہ

صَنَعُوْا انہوں نے بنایا۔ انہوں نے کیا

قَارِعَةٌ سخت مصیبت

تشریح: آیت نمبر ۳۱

جیسا کہ گذشتہ آیتوں میں اس بات کو فرمایا گیا ہے کہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی یہ شرط رکھتے تھے کہ اے نبی ﷺ! جس طرح اور انبیاء کرام کو معجزات دیئے گئے ہیں آپ بھی کوئی معجزہ دکھایئے۔ ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا دین پھیلاتے رہیے اور ان لوگوں کی ان باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ اگر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں، یا زمین کے فاصلے جلدی جلدی طے ہو جائیں یا مردے بھی اپنی قبروں سے اٹھ کر ان سے باتیں کر کے ان کو آخرت کا یقین دلا دیں تب بھی یہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا ڈالیں گے اور ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ سارا اختیار تو اللہ ہی کو حاصل ہے وہ جب چاہے کسی کو ہدایت دے یا راستے سے بھٹکا دے لیکن ان کفار کے مطالبے کا مقصد سوائے باتیں بنانے کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہدایت چونکہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر وہ چاہتا تو ہر شخص کو صاحب ایمان بنا دیتا لیکن اللہ کسی پر جبر نہیں کرتا بلکہ اس کو مختصر زندگی کے لمحات میں اس بات کا اختیار دیتا ہے کہ وہ جس راستے کو چاہے منتخب کر لے۔ جنت کا راستہ یا جہنم کا راستہ انجام دونوں کا واضح ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو

اس بات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کہ اتنا کچھ سمجھانے کے بعد بھی وہ نعمت ایمان سے کیوں محرم ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کریم جیسے معجزہ کی موجودگی میں آخر کونسا معجزہ مانگتے ہیں جس کو دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ نے کوئی اور دوسرا معجزہ عطا نہیں کیا بلکہ سیکڑوں صحیح احادیث گواہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ایک دو نہیں سیکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں جن کو ہزاروں صحابہ کرام نے دیکھا ہے۔ منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو صرف قرآن کریم بطور معجزہ عطا کیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی معجزہ نہیں دیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہاں قرآن کریم کے کہنے کا منشا یہ ہے کہ یوں تو حضور اکرم ﷺ سے بہت سے معجزات ظاہر ہوں گے اور ہو رہے ہیں لیکن ان عقل کے اندھوں کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ سارے عرب اور دشمنان اسلام مل کر بھی قرآن کریم جیسی ایک سورت بنا کر نہیں لاسکتے تو اصول کی بات یہ ہے کہ اس معجزہ کی موجودگی میں کسی اور معجزہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ نبوت کے ثبوت کے لئے کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر اللہ نے گذشتہ قوموں کو اپنے نبی کے ذریعے معجزات دکھائے ہیں تو ان لوگوں کو یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جب پچھلی قوموں نے معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا تو ان کا کس قدر بھیانک انجام ہوا ہے۔ کیا یہ کفار مکہ بھی ہر طرح کے عذاب جھیلنے کے لئے تیار ہیں۔ یوں تو اللہ کا قہر ان پر نازل ہوگا ان کو طرح طرح کی مصیبتیں آئیں گی اور ان کا سلسلہ جاری رہے گا لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں وہ عذاب نہیں آئیں گے جو عذاب گذشتہ قوموں پر آئے ہیں لیکن طرح طرح کی تکلیفیں ان کفار پر آ کر رہیں گی جن سے دامن بچانا ممکن نہ ہوگا۔ اور وہ اللہ کا وعدہ بھی ان سے دور نہیں ہے کیونکہ نہ اللہ کی سنت اور طریقہ تبدیل ہوتا ہے اور نہ وہ اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے۔ لہٰذا کفار مکہ ایمان لے آئیں ورنہ اللہ کے وعدہ میں دیر نہیں لگے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ
كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا
لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا
مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾
لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا
لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

(اے نبی ﷺ) آپ سے پہلے جو رسول گذرے ہیں ان کا بھی مذاق اڑایا گیا پھر میں نے ان کافروں کو (شروع میں) ڈھیل دی۔ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا۔ پھر دیکھو کیسا انجام ہوا۔ کیا پھر وہ ذات جو ہر انسان کے اعمال کی نگراں ہے (کیا ان کے برابر ہے) جن کو انہوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم ان کے نام لو۔ کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دے رہے ہو جس کی خبر اس کو اس دنیا میں نہیں تھی۔ یا تم اوپرے دل سے ان کو شریک کہتے ہو۔ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کافروں کی خود فریبیاں ان کی نگاہوں میں خوش نما بنادی گئی ہیں اور یہ (اللہ کے) راستے سے روک دیئے گئے ہیں۔ اور جس کو اللہ ہی بھٹکا دے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اور بھی سخت ہے اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اُسْتُهْزِئَ	مذاق اڑایا گیا
رُسُلٌ	(رَسُوْلٌ) بھیجے ہوئے۔ پیغمبر
اَمْلَيْتُ	میں نے ڈھیل دی۔ موقع دیا
اَخَذْتُ	میں نے پکڑ لیا۔ گرفت میں لے لیا
عِقَابٌ	بدلہ۔ انجام
قَائِمٌ	قائم رہنے والا
كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص۔ ہر جان
كَسَبَتْ	کمایا
جَعَلُوْا	انہوں نے بنایا
سَمُّوْا	نام بتاؤ۔ نام لو

تُنَبِّئُوْنَ	تم خبر دیتے ہو
زُيِّنَ	خوبصورت۔ بنادیا گیا
مَكْرٌ	فریب۔ دھوکہ
صُدُّوْا	روک دیئے گئے
اَشَقُّ	زیادہ سخت

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ان آیات میں پہلے تو کفار مکہ کے کفر و شرک کا رد فرمایا گیا۔ پھر ان کافروں کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ گذشتہ آیات میں یہ بتایا گیا تھا کہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ کو پریشان کرنے کے لئے ہر روز کوئی نہ کوئی مسئلہ لے کر آجاتے تھے۔ اس سے ان کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا بلکہ اپنے دلی بغض کا اظہار اور ایمان نہ لانے کا ایک بہانہ کرنا تھا۔ نبی مکرّم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کفار و مشرکین کی باتوں سے پریشان نہ ہوں۔ یہ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اس کی پرواہ نہ کیجئے کیوں کہ آپ سے پہلے جتنے بھی رسول تشریف لائے ہیں ان کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا۔ ہم نے ان کفار کو کافی مہلت اور ڈھیل دی پھر ان کے مسلسل کفر و شرک پر جمے رہنے سے ہم نے ان کو پکڑا اور سخت سزا دی لہٰذا آج جو لوگ آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور انہوں نے ایمان قبول نہیں کیا تو ان کا انجام گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔ یہ غور کریں کہ پچھلی قوموں کا کتنا بھیانک انجام ہوا۔

تسلی دیتے ہوئے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اللہ وہ ہے جو ہر آن اس کائنات میں اپنی قدرت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ وہ ہر چیز اور ہر طرح کی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے کی نگرانی کر رہا ہے۔ وہ ان کے معبودوں کی طرح نہیں ہے کہ جو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں جن میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ لوگ اللہ کے ساتھ جن کو شریک کر رہے ہیں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ وہ ان کے نام تو لیں جن کو انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ جس کو ہر بات کی خبر ہے اپنے شرکاء کے نام لے کر کیا اللہ کو ایسی بات بتانا چاہتے ہیں

جس کو وہ نہیں جانتا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار و مشرکین جن کو اپنا معبود کہہ رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک کررہے ہیں یہ بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ ان کے معبود نہیں ہیں لیکن ان کی خود فریبیوں نے ان کے لئے دنیوی مفادات کو خوشنما بنا رکھا ہے اور اسی میں وہ خوش ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف خود اس نیک راستے سے رُک رہے ہیں بلکہ ان کی خواہش ہے کہ کوئی بھی اس راستے پر نہ چلے۔ فرمایا کہ جس چیز کو یہ اپنے لئے بہت بہتر سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ان پر پھٹکار ہے اور اس اللہ نے ان کو راستے سے بھٹکا دیا ہے مگر یہ اس میں خوش ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت کے عذاب کا تو یہ تصور ہی نہیں کرسکتے۔ بہر حال ان کو دنیا میں اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اب بھی وقت ہے یہ اس عذاب سے اس طرح بچ سکتے ہیں کہ یہ اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں ان کی نجات ہو جائے گی۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ
بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ
اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ ع ۵ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷

جنت جس کا اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کے

پھل اور اس کا سایہ دائمی ہوگا۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہوگا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔

(اے نبی ﷺ) وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی تھی (جو اہل کتاب ہیں) وہ اس پر خوش ہیں کہ جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور بعض گروہ وہ بھی ہیں جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت و بندگی کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانا ہے اور اس طرح ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے۔ اگر آپ نے علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لئے نہ اللہ کی حمایت ہوگی اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٥ تا ٣٧

مَثَلُ	مثال
وُعِدَ	وعدہ کیا گیا
اُكُلُ	پھل۔ انجام
دَائِمٌ	ہمیشہ رہنے والا
ظِلٌّ	سایہ
عُقْبٰى	انجام
تَفْرَحُوْنَ	وہ خوش ہو رہے ہیں
اَلْاَحْزَابُ	(حِزْبٌ)۔ جماعتیں۔ گروہ
يُنْكِرُ	انکار کرتا ہے
اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے

اَعْبُدُ	میں عبادت و بندگی کرتا ہوں
لَا اُشْرِکُ	میں شرک نہیں کرتا ہوں
اَدْعُوْا	بلاتا ہوں
مَاٰبٌ	ٹھکانا
حُکْمٌ	فیصلہ
اِتَّبَعْتَ	تو نے پیروی کی ۔ تو پیچھے چلا
اَھْوَاءٌ	(ھَوَاءٌ)۔ خواہشات
مَالَکَ	تیرے لئے نہیں ہے
وَلِیٌّ	حمایتی ۔ مددگار
وَاقٍ	بچانے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷

اس دنیا کی عارضی زندگی کی ہر خوشی اور غم کبھی ایک جگہ نہیں ٹھرتے کبھی ہر طرف خوشی اور راحتیں اور سکون ہی سکون ہوتا ہے لیکن جب خوشی کے لمحے دبے قدموں گذر جاتے ہیں تو غم اور نا کامیابیوں کے اندھیرے چھا جاتے ہیں، نہ غم ٹھرتا ہے اور نہ خوشی۔ کبھی کی راتیں بڑی اور کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے جس کی خوشی اور غم ہمیشہ کے لئے ہیں۔ ان آیات میں اسی بات کو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ جنت جس کا وعدہ اہل تقویٰ سے کیا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ وہ جنتیں ایسی ہونگی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی یعنی ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوگی اس کے پھل اور سائے بھی دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہوں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک کو اپنی زندگی بنالیا ہے ان کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جس میں کسی طرح کی راحتیں اور آرام نہ ہوں گے بلکہ ان پر عذاب بھی ایک وقت کے لئے نہیں بلکہ دائمی عذاب ہوگا۔ یہ اہل تقویٰ

اور اہل کفر کا انجام ہے۔ نہ اہل تقویٰ ہر طرح کی راحتوں سے محروم رہیں گے اور نہ اہل کفر جہنم کی آگ سے بچ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل کر دیا ہے جس میں اس حقیقت کی پوری طرح وضاحت کر دی گئی ہے بعض وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں ان کے دلوں سے یہ خوشی ابھرتی ہے کہ واقعی اللہ کا کلام ہی انسانوں کی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک کی روش اختیار کر رکھی ہے ان کو قرآن کریم کا نازل ہونا ناگوار گذرتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ ! آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ایک اللہ کی عبادت و بندگی کروں اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کروں۔ میرا یہی کام ہے کہ میں اسی ایک اللہ اور اس کی بندگی کی طرف لوگوں کو دعوت دوں اور وہی اللہ میرا ٹھکانا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ ! آپ جن لوگوں کو اللہ کا دین پہنچا رہے ہیں ان کی زبان عربی ہے۔ قرآن کریم بھی عربی میں نازل کیا گیا ہے تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم اس دین کو کیسے سمجھیں یہ تو کسی اجنبی زبان میں ہے جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے پوری امت کو بتایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ ! اگر اس علم اور سچائی کے آ جانے کے بعد آپ بھی کسی اور کی بات مانیں گے تو اس بات کو اللہ کی حمایت حاصل نہیں ہوگی اور نہ عذاب الٰہی سے بچنا ممکن ہوگا۔ جب نبی کریم ﷺ سے یہ فرمایا جا رہا ہے تو عام آدمی دوسری قوموں کے نظریات کی پیروی کر کے اللہ کے فیصلے سے کیسے بچ سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ
جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ
بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ
وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ
الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا
الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ
وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے تھے۔ ہم نے ان کو بیوی بچوں سے نوازا تھا۔ اور کسی رسول کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی ایک معجزہ بھی لا سکے۔ ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔ اور اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کو باقی رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ ہے)۔

(اے نبی ﷺ) اگر ہم آپ کو وہ بات (اسی دنیاوی زندگی میں) دکھا دیں جس کا ہم نے وعدہ کر رکھا ہے یا ہم آپ کو وفات دیدیں (ہر حال میں) آپ کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ اور اس کے حکم کو پیچھے ڈالنے والا کون ہے۔ وہی جلد حساب لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

اَرْسَلْنَا	ہم نے بھیجا
اَزْوَاجٌ	(زَوْجٌ)۔ بیویاں۔ جوڑے
ذُرِّيَّةٌ	اولادیں
اَجَلٌ	مدت
يَمْحُوْا	وہ مٹاتا ہے
يُثْبِتُ	وہ باقی رکھتا ہے
اُمُّ الْكِتَابِ	کتاب کی ماں۔ (لوح محفوظ)
نُرِيَنَّكَ	ہم تجھے دکھا دیں گے
نَعِدُ	ہم وعدہ کرتے ہیں

نَتَوَفَّيَنَّ	ہم وفات دیں گے
اَلْبَلٰغُ	پہنچادینا
عَلَيْنَا	ہمارے اوپر۔ ہماری ذمہ داری ہے
نَاْتِيْ	ہم لا رہے ہیں
نَنْقُصُ	ہم کم کر رہے ہیں
اَطْرَافٌ	کنارے
مُعَقِّبٌ	پیچھے ڈالنے والا
سَرِيْعُ الْحِسَابِ	جلد حساب لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

اصل میں جو لوگ سچائی کا سامنا نہیں کر سکتے وہ یا تو سازشیں کرتے ہیں یا طرح طرح کے اعتراضات کرنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ کفار مکہ کبھی تو نبی کریم ﷺ سے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کرتے اور کبھی یہ کہتے کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح کا انسان ہے۔ کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے، اس کے بیوی اور بچے بھی ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے اس اعتراض کا نہایت سادہ الفاظ میں جواب دیا ہے کہ اے نبی ﷺ! یہ کفار و مشرکین اور اہل کتاب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں وہ انسان ہی تھے ان کی اپنی انسانی ضروریات تھیں جن کو وہ پورا کرتے تھے ان کے بیوی بچے بھی تھے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ انسان کے ساتھ اس کی زندگی کے تقاضے بھی لگے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے نبی اور رسول اپنی طرف سے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔ جب اس کا حکم آجاتا ہے تو معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ نے قرآن کریم جیسا معجزہ عطا فرمایا تھا لیکن احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ سے لاتعداد معجزات صادر ہوئے ہیں جس کو ہزاروں لاکھوں صحابہ کرامؓ نے دیکھا اور وہ اس کے گواہ ہیں قرآن کریم معجزات کا انکار نہیں کرتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے نبی اور رسول اس کی کتاب اور پیغام سنانے آتے ہیں معجزات دکھانے نہیں۔ لیکن اگر اللہ چاہے تو وہ ان ہی کے ہاتھوں پر معجزات دکھا سکتا ہے اور اس نے دکھائے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہر امت کے لئے اللہ نے کتاب عطا فرمائی ہے

جوان کی رہبری و رہنمائی کرتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے لوگوں کی ہدایت کے لئے ان کے مزاج اور ضرورت کے تحت اپنا کلام نازل کیا ہے۔ جب وہ دور گذر گیا تو اللہ نے گذشتہ کتابوں کے بعض احکامات کو منسوخ کر دیا یا مٹا دیا لیکن حضرت آدمؑ سے نبی کریم ﷺ تک اصولی احکامات ایک ہی رہے ہیں جن کی اصل اور بنیاد لوح محفوظ میں درج ہے اور محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان منکرین کی باتوں کا خیال نہ کیجئے ان کے لئے تو اللہ نے فیصلہ کر لیا ہے جو آپ کی دنیاوی زندگی یا اس کے بعد ان پر ظاہر ہو کر رہے گا۔ اس سے یہ لوگ بچ نہیں سکتے۔ کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ اللہ ان کے پاؤں سے زمین کھینچ رہا ہے اور ہر ایک دن زمین ان کفار و مشرکین کے لئے تنگ اور چھوٹی ہوتی جا رہی ہے۔ یہ اللہ کے فیصلے کی ایک جھلک ہے جس کو وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور آئندہ بھی دیکھیں گے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا کہ نبی اور رسول ایسے ہوں کہ نہ وہ کھاتے ہوں نہ پیتے ہوں نہ زندگی کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہوں بلکہ وہ بشریت کے اعلیٰ ترین مقام پر ہونے کے باوجود بیوی بچے رکھتے ہیں اور ان کے حقوق کو ادا کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو سوتا بھی ہوں اور نماز کے لئے کھڑا بھی ہوتا ہوں، گوشت بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جو شخص میری اس سنت کو قابل اعتراض سمجھتا ہے وہ مومن نہیں ہے۔“

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور حکم سے انبیاء کرام کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر کرتا ہے لیکن کوئی نبی اور رسول اپنی طرف سے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کا اپنا کلام ہے وہ انسانی تقاضوں کے مطابق نازل بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو کسی بھی حکم یا آیت کو منسوخ کر دیتا ہے یا اس کو ذہنوں سے مٹا دیتا ہے اصل کتاب لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ قرآن کریم میں بھی بہت سی وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں نازل فرمائی ہیں اور بعد میں ان آیتوں کو رکھتے ہوئے ان کے احکام کو منسوخ کر دیا ہے۔ جس کا کلام ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح اور جب چاہے اپنا کلام رکھے یا مٹا دے۔

چوتھی بات یہ فرمائی کہ یہ کفار زیادہ جرأت نہ دکھائیں ان کے لئے اللہ کا فیصلہ تیار ہے جو کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں یا آپ کے بعد بہر حال وہ اللہ کا فیصلہ ٹلنے والا نہیں ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کا کام یہ ہے کہ آپ اللہ کا پیغام پہنچا دیجئے۔ اس کا حساب لینا ہمارا کام ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان کفار کے لئے اللہ کا فیصلہ آیا۔ آپ کی زندگی میں بھی اور

آپ کے رخصت ہوجانے کے بعد بھی۔ صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں ان کا نجام یہ ہوا کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی اور انہوں نے ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ کفار و مشرکین کو ہر جگہ منہ کی کھانی پڑی اور نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

ع ۱۲ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۳

اور جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں انہوں نے ساری چالیں چلیں۔ مگر اصل داؤں تو اللہ کے پاس ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور کفار کو بھی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کا انجام کس کے لئے ہے۔

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ (اے نبی ﷺ) آپ رسول نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرے درمیان اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ اور ہر وہ شخص گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم موجود ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۳

مَكَرَ	تدبیر کی۔ چال چلے
جَمِيْعٌ	سب کا سب
تَكْسِبُ	کماتا ہے
لَسْتَ	تو نہیں ہے

مُرۡسَلٌ	رسول۔پیغمبر
کَفٰی	کافی ہے
شَهِيۡدٌ	گواہی
عِلۡمُ الۡكِتٰبِ	کتاب کا علم۔اہل کتاب

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۳

اس سورت کو ان الفاظ پر مکمل فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ ان کفار و مشرکین مکہ سے پہلے گذر چکے ہیں انہوں نے دنیاوی مفادات کی خاطر دین اسلام اور اس کے رسولوں اور نبیوں کے خلاف ہر طرح کی چالیں چل کر دیکھ لیں لیکن جب بھی اللہ کا داؤ ان پر چل گیا وہ اپنے وجود اور اپنی ترقیات اور تہذیب کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔اللہ کو ہر انسان کی ہر کیفیت کا علم ہے کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کفار لاکھ انکار کریں مگر یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا کتنا بھیانک انجام ہے لیکن پھر بھی یہ اتنی بڑی جرأت کر رہے ہیں کہ جانتے بوجھتے آپ ﷺ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صرف یہ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی اور تمام ان لوگوں کی گواہی کافی ہے جن کے پاس کتاب کا علم موجود ہے۔

اصل میں اہل کتاب پوری نشانیوں سے اس بات کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ان کی کتابوں میں تمام نشانیاں اور علامتیں موجود تھیں لیکن ان کے دنیاوی مفادات ان کو اس سچائی اور حق کے کہنے سے روکتے تھے اور اس طرح انہوں نے وقتی مفادات کی وجہ سے ایک بہت بڑی سچائی کو لوگوں سے چھپا لیا تھا۔اور وہ ان سازشوں میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح نبی کریم ﷺ کو بدنام کرتے رہیں تا کہ ان کے مفادات کا نقصان نہ ہو۔لیکن اللہ نے ان کی تدبیروں کو ان پر الٹ دیا اور وہ کفار بری طرح ناکام ہو کر رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق و صداقت پر چل کر دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور نبی کریم ﷺ کے دامن سے وابستگی دنیا اور آخرت میں رحمت بنا کر عطا فرمائے۔آمین

الحمدللہ سورۃ الرعد کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوگئی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۳

وَمَآ اُبَرِّئُ

سورۃ نمبر ۱۴

اِبْرَاهِيْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ ابراھیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	14
رکوع	7
آیات	52
الفاظ وکلمات	835
حروف	3601
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ مکہ مکرمہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے۔
☆ اس سورۃ میں خاص طور پر تین انبیاء کرام کا ذکر کیا گیا ہے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔ فرمایا کہ جنہوں نے ان کی اطاعت کی وہی کامیاب ہوئے لیکن وہ لوگ سخت ناکام ہوئے جنہوں نے انبیاء کرام کا راستہ اختیار کرنے سے اپنا پہلو بچایا۔

اس سورۃ میں حضرت ابراھیمؑ کا نام آیا ہے اور ان کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ ابراہیم رکھا گیا ہے۔ اس سورۃ میں بھی دوسری مکی سورتوں کی طرح بنیادی عقائد توحید ورسالت، ایمان، عمل صالح، قیامت اور آخرت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا واضح فرق بتایا گیا ہے۔

اس سورۃ کے مضامین کی ابتداء نزول قرآن سے کی گئی جس میں ان لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تعلیمات سے اپنا پہلو بچاتے ہیں اور شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپا کر سمجھتے ہیں کہ اب ان کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ پوری طرح محفوظ ہیں۔

فرمایا گیا کہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بہت سے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا تھا اور اب آخر میں ایک ایسے عظیم نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا ہے جن کے ساتھ ایک کامل کتاب عظیم سیرت اور سچائی کے پیکر صحابہ کرامؓ ہیں جو ساری دنیا کے لیے قیامت تک رہبر ورہنما ہیں۔ ایسے رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

فرمایا کہ قرآن کریم ہر شخص کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کائنات کے ذرہ ذرہ پر غور کر کے اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق ومالک اور اس کو چلانے والا اللہ ہی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کی اطاعت وفرماں برداری میں گذاری۔ انہوں نے ایثار وقربانی کی وہ اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں جن کی اداؤں کی نقل کرنا بھی عبادت کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور دودھ پیتے بچے حضرت اسماعیلؑ کو حجاز کے لق ودق صحرا میں تنہا چھوڑ دیا۔ پھر اس بیت اللہ کی بنیادوں کو اٹھایا جو طوفان نوح میں گر گئی تھیں۔ دونوں نے اللہ سے اس گھر کی قبولیت اور مرکزیت اور یہاں کے رہنے والوں کے لیے ہر طرح کی نعمتوں کی درخواستیں کیں جو قبول کر لی گئیں۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا ایک بڑا واضح فرق ارشاد فرمایا۔
فرمایا کہ نجات ان ہی لوگوں کی ہوگی جو کلمہ طیبہ پر عمل کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنی امت کے ہر فرد سے ایک ہی بات کہی ہے کہ اگر تم نے اللہ و رسول کی اطاعت نہ کی تو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے نقصان میں رہو گے۔ اللہ نے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے متعلق فرمایا کہ کلمہ طیبہ درحقیقت توحید و رسالت پر پختہ ایمان و یقین کا نام ہے وہ اس درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں گہرائیوں میں اتری ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ بہترین سایہ اور مزیدار پھلوں والا درخت ہے اس کے برخلاف کلمہ خبیثہ یعنی کفر و شرک اس بدنما، بدمزہ اور کمزور پودے کی طرح ہے جس کی جڑیں زمین کے اوپر ہی ہیں جسے اکھاڑ پھینکنا آسان ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جو کلمہ طیبہ کو اختیار کرتا ہے وہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہے جس کو اکھاڑنا مشکل ہے جب کہ کلمہ خبیثہ پر عمل کرنے والے لوگ انتہائی کمزور بنیادوں پر ہیں جن کو کہیں بھی مضبوطی اور عظمت حاصل نہیں ہے۔ فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری انسان کے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اگر ان کی اطاعت نہ کی گئی تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

سورۃ ابراھیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی
النُّوۡرِ ۬ۙ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۱﴾ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِۣ ۙ﴿۲﴾
الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ
سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۳﴾ وَ مَاۤ
اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَہُمۡ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰہُ
مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

الف-لام-را (حروف مقطعات جن کے معنی ومراد کا علم اللہ کو ہے)
یہ کتاب جسے ہم نے آپ ﷺ کی طرف اتارا ہے (اس لئے ہے) تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئیں۔ اللہ کی توفیق سے اس اللہ کے راستے کی طرف لے آئیں جو زبرست خوبیوں کا مالک ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔ اور ان کافروں کے لئے تباہی اور سخت عذاب ہے جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں۔ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (ٹیڑھا پن) تلاش کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گم راہی میں دور جا پڑے۔ اور ہم نے جب بھی کسی قوم میں پیغمبر بھیجا ہے تو اس نے ان ہی کی زبان میں اللہ کا پیغام پہنچایا ہے تا کہ وہ ان کو وضاحت سے بتا سکے۔ پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گم راہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

لِتُخْرِجَ	تاکہ تو نکالے
اَلظُّلُمٰتُ	(اَلظُّلْمَةُ)۔اندھیرے
اِذْنٌ	اجازت۔توفیق
صِرَاطٌ	راستہ
اَلْحَمِيْدُ	اللہ کی صفت۔تمام تعریفوں کا مستحق
وَيْلٌ	بربادی۔تباہی
يَسْتَحِبُّوْنَ	وہ پسند کرتے ہیں
يَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
يَبْغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
عِوَجٌ	کجی۔ٹیڑھاپن
ضَلٰلٌ	گمراہی
بَعِيْدٌ	دور
لِسَانٌ	زبان
لِيُبَيِّنَ	تاکہ وہ کھول دے۔واضح کردے
يُضِلُّ	وہ گم راہ کرتا ہے
يَهْدِىْ	وہ ہدایت دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت ساری دنیا کفر و شرک، ظلم و ستم، قتل و غارت گری، رسم و رواج، بت پرستی، عقیدوں کی خرابی اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کسی شخص، قوم یا قبیلے کو سکون اور چین حاصل نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا جو ان کی زندگی کے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے مشعل راہ بن گیا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ ہم نے اس کتاب کو اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ اس کی تعلیمات کے ذریعہ ساری دنیا کو جو جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے اس کو زندگی کی روشنی میں لے آئیں تا کہ ان کی آخرت اور دنیا کا ہر معاملہ درست ہو جائے۔ جو لوگ انسانیت اور اس کے جذبوں کو کالے، گورے، عرب، عجم، مزدور، سرمایہ دار اور حکمران ورعایا کے طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں وہ انسانیت پر ظلم عظیم کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جو لوگ ان اندھیروں سے نکلنا چاہتے ہیں ان کو اس صراط مستقیم کی طرف بلایئے۔ لیکن جو لوگ اس دنیا کی زندگی کو اصل سمجھتے ہوئے اندھیروں میں ہی رہنا چاہتے ہیں ان کی اصلاح کی فکر کیجئے لیکن ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو اللہ انکی زندگی کو نشان عبرت بنا دے گا۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ:

(۱) اے نبی ﷺ! آپ ﷺ پر قرآن کریم کو نازل کیا گیا تا کہ آپ ﷺ اللہ کے حکم سے لوگوں کو اس صراط مستقیم کی طرف بلائیں جو اس ذات کی طرف سے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔

(۲) لیکن وہ لوگ جنہوں آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے وہ نہ صرف اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں بلکہ وہ اس میں کجی اور کمزوریاں تلاش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں حالانکہ اس طرح لاشعوری طور پر گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبتے چلے جاتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں اپنا پیغام دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ رسول جب ان کو واضح طریقے پر بتائے تو کسی کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ اور جس کو ہدایت پر آنا ہو اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو اور جو سمجھ کر بھی اس طرف نہ آئے وہ اپنے برے انجام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

(٤) لیکن اس کے باوجود بھی اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی کے راستے پر لگا دیتا ہے کیونکہ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اس جگہ ایک مرتبہ پھر اس بات کی وضاحت کر دی جاتی ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کو بھیجتا ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے ہدایت کا راستہ معلوم نہ تھا۔ پھر بھی جو لوگ جانتے بوجھتے ہدایت کا راستہ اختیار نہیں کرتے اور گمراہی کا راستہ ہی پسند کرتے ہیں اللہ ان کو پھر ہدایت کی توفیق نہیں دیتا اور ان کو ان کے برے انجام تک پہنچانے کے لئے ذلت و گمراہی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ
وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَ
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶

ع ۱ ۶ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۶

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا (اور کہا) اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لیے اور ان کو (عظیم واقعات کے) دن یاد دلا یئے۔ بے شک ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہیں اس فرعون سے نجات عطا کی تھی جو تمہیں سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتا اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھا کرتا تھا۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۶

اَخْرِجْ	نکال۔
ذَكِّرْ	یاد دلا۔
اَيَّامُ اللّٰهِ	اللہ کے دن (تاریخی واقعات)
صَبَّارٌ	بہت صبر کرنے والا۔

شَكُوْرٌ	بہت شکر کرنے والا۔
اَنْجٰى	اس نے نجات دی چھٹکارا دیا۔
اٰلُ فِرْعَوْنَ	قوم فرعون۔
يَسُوْمُوْنَ	وہ پہنچاتے ہیں۔
سُوْٓءُ الْعَذَابِ	بدترین تکلیفیں۔
يُذَبِّحُوْنَ	وہ ذبح کرتے ہیں۔
يَسْتَحْيُوْنَ	وہ زندہ رکھتے ہیں۔
نِسَآءٌ	(اِمْرَاَةٌ) عورتیں۔لڑکیاں۔
بَلَآءٌ	آزمائش۔

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ٦

سورۂ ابراہیم کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر سچائی کی روشنی میں لے آئیں۔ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ نے اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو بھی توریت جیسی کتاب دے کر حکم دیا تھا کہ وہ ہماری نشانیوں کے ذریعہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر سچائی کی روشنی کی طرف لے آئیں اور ان کو ’’ایام اللہ‘‘ یعنی وہ عظیم الشان واقعات یاد دلائیں کہ جب اللہ نے فرعون اور اس کے لشکریوں کے ظلم سے ان کو نجات عطا کی تھی۔اور فرعون کی سلطنت کا بنی اسرائیل کو مالک بنادیا تھا۔پھر انہیں اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے تھا مگر بعد میں وہ قوم اللہ کے احسانات کو بھول کر پھر روشنیوں سے اندھیروں کی طرف پلٹ گئی۔بہر حال اللہ کا کلام اور اس کے نبیوں کا ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ رہا ہے کہ وہ ان انسانوں کو جو اپنے حقیقی مالک اللہ کو بھول گئے ہیں اور اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں ان کو سچائی، صداقت اور ہدایت کی روشنی میں لے آئیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ روشنی اور صداقت کا زمانہ صرف وہی ہے جس میں انبیاء کرام تشریف لائے اور ان کی لائی ہوئی روشنی پھیلتی رہی۔اس کے علاوہ سب اندھیرا ہی اندھیرا چھایا رہا۔اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں اور نبیوں کے آخر میں

خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن کریم دے کر ایک ایسی روشنی عطا فرمائی ہے جو قیامت تک تمام انسانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ آپ نے چند برسوں میں جس طرح عرب کے اندھیرے دور فرما دیئے تھے اور صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکیزہ ومقدس جماعت تیار فرما دی تھی جو ستاروں کی مانند زندگی کے اندھیروں کو روشن کرتی رہی۔ صحابہ کرامؓ نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ اس روشنی کی قندیلوں کو آنے والی نسلوں تک پہنچایا اور ان ہی کے راستے پر چل کر امت کے علماء حق نے ہزاروں تکلیفوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کے باوجود اس شمع کو روشن رکھا کہ آج تک اس کی روشنی اور چمک دمک میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس روشنی کو اتنا روشن کر دیا کہ جس سے اندھیروں میں بھٹکنے والے کانپ رہے ہیں اور اس روشنی کو بجھانے کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو لگائے ہوئے ہیں اسی لئے کفار ومشرکین اکابرین ملت اور مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم وستم کئے جا رہے ہیں جنہوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم مٹ جائیں تو مٹ جائیں لیکن نہ دین کو مٹنے دیں گے اور نہ اس روشنی کو مدہم ہونے دیں گے جس کو رسول اللہ ﷺ خلفاء راشدین، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، بزرگان دین اور علماء کرام نے روشن فرمایا تھا۔

الحمدللہ دشمنان اسلام علماء کی استقامت اور ثابت قدمی سے بوکھلا اٹھے ہیں اور ان کے خلاف اپنے میڈیا کے ذریعہ ایک طوفان بپا کر رکھا ہے لیکن انشاء اللہ یہ اندھیروں میں بھٹکنے والے بھٹکتے ہی رہیں گے اور یہ بوریہ نشین اور غریب علماء اللہ کے دین کی اس شمع کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے منزل کی طرف رواں دواں رہیں گے۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ
مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا
يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا
اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے تمہیں بتا دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور نوازوں گا۔ اور البتہ اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب بھی شدید عذاب ہے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم نے ناشکری کی اور دنیا کے سارے لوگ بھی ناشکری کریں تو بے شک اللہ (اپنی ذات میں سب سے) بے نیاز اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ کیا تمہیں ان قوموں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزری ہیں قوم نوحؑ، قوم عادؑ اور قوم ثمودؑ اور وہ جو ان کے بعد آئے ہیں۔ جن کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدیئے اور انہوں نے کہا کہ تم جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہم اس کی طرف سے سخت شبہ اور سخت تردد میں پڑ گئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

شَكَرْتُمْ	تم نے شکر کیا
اَزِيْدَنَّ	میں ضرور بڑھاؤں گا
اَنْتُمْ	تم
غَنِيٌّ	بے نیاز
حَمِيْدٌ	تمام خوبیوں کا مستحق
لَمْ يَاْتِ	نہیں آئی
نَبَؤٌ	خبر۔ اطلاع
لَا يَعْلَمُ	نہیں جانتا
رَدُّوْا	انہوں نے پلٹائے
اَيْدِيَهُمْ	ان کے ہاتھ
اَفْوَاهٌ	منہ (فُوْهٌ)۔

كَفَرْنَا	ہم نے کفر کیا۔ انکار کیا
تَدْعُوْنَ	تم بلاتے ہو
مُرِيْبٌ	کھٹکنے والا۔ تردد کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اگر انسان ان کو شمار کرنا چاہے تو کر نہیں سکتا۔ ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ ان آیات میں اگر چہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے لیکن درحقیقت کفار مکہ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اگر انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قدر کی تو ان کو قیامت تک کے لئے عزت و عظمت کا مقام مل جائے گا اور آخرت میں ان کا کیا مقام ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ناقدری کی ان کی اطاعت نہ کی تو پھر قیامت تک ان کی ہدایت کا امکان باقی نہیں رہے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ یاد دلایا ہے کہ اللہ نے ان پر کتنی بڑی بڑی عنایتیں کی ہیں۔ فرعون کے ظلم و ستم اور زیادتیوں سے ان کو بچایا۔ فرعون اور ان کے ماننے والوں کو غرق کر دیا بنی اسرائیل کو عیش و آرام کی زندگی عطا کی، صحرا میں پانی، بادل کا سایہ اور کھانے کے لئے من وسلویٰ عطا کیا، ہدایت کے لئے توریت جیسی کتاب عطا کی گئی۔ فرمایا کہ تم ان نعمتوں کو یاد کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم نے اللہ کا شکر ادا کیا تو اور ہزاروں نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ لیکن اگر ناشکری کا طریقہ اختیار کیا گیا تو پھر اسی شدت سے اللہ کا عذاب بھی نازل ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ انسانوں اور ان کی عبادتوں اور تعریفوں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے وہ کسی کی تعریف کا محتاج نہیں ہے وہ تمام خوبیوں اور کمالات کا مالک ہے۔ البتہ اگر انسان اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے فائدہ مند ہے۔ اللہ کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج نہیں ہے۔ ان کو یاد دلایا گیا ہے کہ ان سے پہلے قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود جیسی زبردست قومیں گذر چکی ہیں ان کو قصہ کہانی سمجھ کر چھوڑ دینا ایک بہت بڑی غلطی ہے بلکہ ان قوموں کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا اس پر غور کرنا چاہیے۔ جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تب اللہ نے ان کو ان کے برے انجام تک پہنچایا۔ فرمایا کہ جب ان کفار و مشرکین کو اللہ کے رسول سچی باتیں بتاتے تھے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے پیغمبروں کے منہ بند کرنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے منہ سے سچی باتیں نکلیں اور اس بدمستی میں وہ یہ کہتے تھے کہ ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جو کچھ تم لے کر آئے ہو اس میں ہمیں سخت تردد اور شبہ ہے لہٰذا ہم تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اس کفر و انکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان قوموں پر اللہ کا شدید ترین عذاب آیا اور ان کو ان کی دولت اور بلند و بالا عمارتیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ

اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوكُمْ
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
قَالُوٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيدُونَ اَنْ تَصُدُّونَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُونَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾
قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا
نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ
اٰذَيْتُمُونَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۲﴾

ع ۲ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

ان کے رسولوں نے کہا کیا تم اس اللہ کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہو جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ وہ تمہیں تمہارے گناہ بخشنے کی طرف بلاتا ہے اور ایک مقرر مدت تک تمہیں مہلت دے رہا ہے۔ کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو کیا تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان کی عبادت و بندگی سے روک دو جن کی ہمارے باپ دادا نے عبادت و بندگی کی تھی۔ ہمارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل (معجزہ) لے کر آؤ (تاکہ ہم یقین کرلیں)۔

ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تم جیسے ہی بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کر دیتا ہے۔ اور ہمارا یہ اختیار نہیں ہے کہ ہم اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی دلیل (معجزہ) لے کر آئیں۔ اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

اورہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں جس نے ہمیں ہمارے راستے بتائے ہیں۔اور تم ہمیں جو بھی اذیتیں پہنچاؤ گے اس پر ہم صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٠ تا ١٢

فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
لِيَغْفِرَ	تاکہ وہ مغفرت کردے
ذُنُوبٌ	واحد (ذَنبٌ)۔گناہ
يُؤَخِّرُ	وہ تاخیر کرتا ہے۔مہلت دیتا ہے
اَجَلٌ مُّسَمًّى	مقرر مدت
بَشَرٌ	انسان
مِثْلُنَا	ہم جیسے
فَاْ تُوْنَا	پس تم لاؤ ہمارے پاس
سُلْطَانٌ	دلیل۔معجزہ
يَمُنُّ	وہ احسان کرتا ہے
نَتَوَكَّلُ	ہم بھروسہ کرتے ہیں
هَدَانَا	اس نے ہمیں راستہ دکھایا
سُبُلٌ	واحد (سَبِيلٌ)۔راستے
نَصْبِرَنَّ	ہم ضرور صبر کریں گے
اٰذَيْتُمُوْنَا	تم نے ہمیں تکلیفیں پہنچائیں

تشریح: آیت نمبر ١٠ تا ١٢

اس سے پہلی آیات میں قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود کی زندگی جو کہ ہر عقل اور سمجھ رکھنے والے انسان کے لئے غور و فکر اور سوچنے کا مقام رکھتی ہے جنہوں نے ہزاروں ترقیات کے باوجود ایک بنیادی چیز کو بھلا دیا تھا اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے جس نے کائنات کے ذرے ذرے کو پیدا فرمایا ہے۔

اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ رسولوں نے ہمیشہ ایک ہی بات کہی ہے کہ اے لوگو! تم اس ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو جو اس پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے اس کائنات کو بکھیر دیا ہے جس سے تم دن رات فائدہ حاصل کرتے ہو۔ انبیاء کرام نے یہی سوال کیا کہ کیا تم ایسے خالق و مالک کے متعلق بھی شک و شبہ کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارا ایسا خیر خواہ ہے جو تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور تمہیں ایک مقرر مدت تک مہلت اور ڈھیل دے رہا ہے۔ اس بات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اس لئے وہ یہ کہنے لگتے کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو تھوڑی دیر کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں مگر تمہاری اس بات کا ہم کیسے اعتبار کر لیں کہ تم اللہ کے نبی ہو جب کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔ جیسا کہ آپ نے اس سے پہلے بھی کئی مقامات پر کفار کا یہی ایک سوال ملاحظہ کیا ہے کہ وہ یہی کہتے تھے کہ ایک وہ شخص جو ہماری ہی طرح انسان ہے۔ کھاتا ہے پیتا ہے۔ شادی بیاہ کرتا اور اولاد رکھتا ہے۔ بازاروں میں چلتا پھرتا ہے وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کے اس احمقانہ سوال کے جواب میں کبھی کسی نبی یا رسول نے یہ نہیں کہا کہ ہم بشر نہیں ہیں بلکہ ان کے جواب میں یہی فرمایا ہے کہ بے شک ہم تم ہی جیسے بشر ہیں اور بشریت کے تمام تقاضے بھی رکھتے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس عظیم منصب اور مقام کے لئے چن لیا ہے اور ہماری طرف وحی کی گئی ہے۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف اشارہ الٰہی کے تحت کہتے ہیں۔ اگر کسی کام کے لئے اللہ کا حکم نہیں ہوتا تو اس میں تو ہم اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے مثلاً اگر ہم کوئی معجزہ دکھانا چاہیں تو وہ اللہ کے حکم سے تو ہو سکتا ہے مگر ہمارے اختیار سے ممکن نہیں ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ہر کام میں محض اللہ ہی پر بھروسہ کریں کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس پر ہر صاحب ایمان کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ وہی ہمارا رہبر ہے جو ہمیں راستے دکھاتا ہے۔ اگر تم اس سچائی کو قبول نہیں کرتے ہو اور ہمیں اذیتیں پہنچاتے ہو تو ہم ان پر صبر کرتے ہوئے اللہ کی ذات پر بھروسہ کریں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہ سوال کوئی نیا سوال نہیں ہے کہ انبیاء کرام بشر ہیں یا نور ہیں کفر کا مزاج یہ ہے کہ تمام انبیاء کی بشریت کا انکار کر کے ان کو بشریت سے ماورا المخلوق ثابت کر دیں۔ حالانکہ غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ انسان سے بڑھ کر بھی کیا کوئی مخلوق ہے جس کو بشریت سے اعلیٰ و افضل ثابت کیا جا سکے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ہر مخلوق کو بشریت کے قدموں کی طرف جھکایا ہے اور بشریت ہی کو کائنات کی عظمت قرار دیا ہے۔ بے شک اللہ کے نبی اور رسول بشر ہوتے ہیں جن پر انسانیت اور بشریت ناز کرتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ
فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۳ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴ وَاسْتَفْتَحُوْا
وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ
صَدِيْدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ
مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۷

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر چھوڑیں گے یا تمہیں ہمارے دین کی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔ پھر ان کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر کے چھوڑیں گے۔ اور ان کے بعد ہم تمہیں اس زمین میں آباد کریں گے۔ یہ ان لوگوں کے لئے انعام ہوگا جو میرے سامنے جواب دہی کے خوف سے کھڑے ہونے اور میری وعید (تنبیہ) سے ڈرتے ہوں گے۔ اور انہوں نے فیصلہ مانگا تو جتنے سرکش اور ضدی تھے وہ سب نامراد (ہلاک) ہوئے۔ اس کے بعد ان کے آگے جہنم ہے اور وہاں ان کو ایسا پانی پینے کے لئے دیا جائے گا جو پیپ لہو کا پانی ہوگا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پئیں گے اور اسے گلے سے نہ اتار سکیں گے۔ موت ہر طرف سے ان کی طرف لپکتی ہوگی مگر وہ مرنے نہ پائیں گے اور اس کے آگے سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر۱۳تا۱۷

اَرْضٌ	زمین۔سرزمین
لَتَعُوْدُنَّ	البتہ تمہیں ضرور لوٹنا ہوگا
مِلَّتٌ	مذہب۔قوم۔دین
اَوْحٰی	اس نے وحی کی
نُهْلِكَنَّ	ہم ضرور ہلاک کردیں گے
نُسْكِنَنَّ	ہم ضرور جمادیں گے
مَقَامِیْ	میرا مقام
وَعِیْدٌ	تنبیہ۔غفلت سے جگانے والی
اِسْتَفْتَحُوْا	انہوں نے فیصلہ طلب کیا۔مانگا
خَابَ	ذلیل وخوار ہوا
جَبَّارٌ	بہت جبر کرنے والا
عَنِیْدٌ	ضدی
وَرَاءٌ	پیچھے
یُسْقٰی	پلایا جائے گا
مَاءٌ صَدِیْدٌ	پیپ کا پانی۔گندہ پانی
یَتَجَرَّعُ	گھونٹ گھونٹ پیئے گا
لَا یَكَادُ	قریب نہ ہوگا
یُسِیْغُ	حلق سے اتارے گا
مَیِّتٌ	مرنے والا
غَلِیْظٌ	سخت

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۷

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء کرامؑ نے جب بھی کفر وشرک، بدعات اور طرح طرح کی بے حقیقت رسموں سے اپنی قوم کو روکنے کی کوشش تو انہوں نے ان کو اپنی ملت اور قوم کا غدار قرار دے کر پہلے تو مذاق اڑایا۔ پھر کچھ اعتراضات کئے اور معجزات کا مطالبہ کیا۔ جب وہ اپنی ان تدبیروں سے تھک گئے تو اپنے غرور اور تکبر میں ان دھمکیوں پر اتر آئے کہ ہم:

۱) تمہیں اپنی بستی اور ملک سے نکال دیں گے

۲) اپنی قوم کے طریقوں پر چلنے کے لئے مجبور کردیں گے۔

ان کی دھمکیوں کے جواب میں اللہ کی طرف سے یہی کہا جاتا کہ اے نبیوں اور رسولوں تم صبر اور برداشت سے کام لو ہم خود ان سے انتقام لے کر ان کو بے بس کردیں گے اور ان کو اس قابل نہ چھوڑیں گے کہ وہ اپنے گھروں میں آباد رہ سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ حق وصداقت پر چلنے والوں کو وہ قوت وطاقت عطا فرمائیں گے کہ وہ ان ظالموں کی بستیوں کے مالک بن جائیں گے۔

ان آیات میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ کفار نے اپنے غرور اور تکبر میں اللہ کے رسولوں سے یہ کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال باہر کریں گے یا ہم تمہیں اپنے طریقوں کی طرف واپس لے آئیں گے یعنی اپنے رسم ورواج پر چلنے کے لئے مجبور کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ ارشاد فرمایا کہ اے انبیاء کرامؑ آپ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے یہ ظالم آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے فرمایا کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کردیں گے اور ان تمام لوگوں کو جو اللہ سے ڈرنے والے اور اس کی ہر تنبیہ کو سامنے رکھنے والے ہیں ان کو ان ظالموں کی جگہ مالک بنا کر اسی سرزمین پر ان کو غلبہ وقوت عطا کردیں گے۔ فرمایا کہ یہ تو دنیا میں ان ظالموں کی سزا ہوگی اور آخرت میں تو ان کے لئے سوائے تکلیفوں اور ذلتوں کے کچھ بھی نہ ہوگا۔ ان کو پینے کے لئے وہ پانی دیا جائے گا جو لہو پیپ ہوگا۔ وہ اسے گھونٹ گھونٹ پئیں گے لیکن ان کے حلق سے نہ اتر سکے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرشتے گرز مار مار کر ان کو یہ گندا پانی پینے پر مجبور کردیں گے۔ جس وقت وہ اس گرم گرم پانی کو ان کے منہ کے قریب کریں گے تو اس کی گرمی اور حرارت دماغ تک پہنچ جائے گی اور ان کے منہ کی کھال لٹک کر نیچے ڈھلک جائے گی ہر طرف سے موت ہی موت نظر آئے گی۔ اس وقت یہ کفار اور ظالم پچھتاتے ہوئے کہیں گے کہ اے کاش دنیا کی چندروزہ زندگی میں غرور وتکبر اور کفر وشرک نہ کرتے اور حسن عمل کا وہ مظاہرہ کرتے کہ آج یہ تکلیف اور اذیت نہ دیکھنی پڑتی۔ اور اس طرح عذاب الٰہی کا شکار نہ ہوتے۔

تمام انبیاء کرامؑ کے ساتھ ان کی قوم نے جو معاملہ کیا اس سے بھی سخت معاملہ کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ کیا۔ ظلم وستم اور بربریت کی انتہا کردی۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مکہ مکرمہ کی سرزمین چھوڑنا پڑی۔ لیکن ہجرت کے چند برسوں ہی میں اللہ نے اہل ایمان کو فتح ونصرت عطا فرمائی کفار ذلیل وخوار ہوئے اور ان پر مکمل غلبہ عطا فرمادیا گیا۔ اللہ کا یہی فیصلہ ہے جو ہمیشہ باطل پرستوں کے خلاف کیا جاتا ہے اور حق پر چلنے والوں کو غلبہ عطا کیا جاتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ
لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٨﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٩﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿٢٠﴾
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا
كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ
شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ
صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ ع ٣ ٩ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

ان کافروں (کے اعمال) کی مثال اس راکھ جیسی ہے جس کو تیز آندھی اڑا کر لے گئی ہو۔ اسی طرح جو کچھ انہوں نے کمایا ہے انہیں ان میں سے کسی چیز پر قدرت حاصل نہ ہوگی یہی وہ گمراہی ہے جو ان کو (سچائی سے) بہت دور لے گئی۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو سب کو لے جائے (فنا کردے) اور ایک نئی مخلوق کو لے آئے اور یہ بات اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ اور وہ سب اللہ کے سامنے ظاہر ہوں گے (پیش ہوں گے) پھر کم زور لوگ ان سے جو تکبر کرتے تھے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیچھے تھے تو کیا تم ہمیں کچھ بھی اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو؟ وہ (متکبرین) کہیں گے کہ اگر اللہ نے ہمیں کوئی راستہ سجھایا تو ہم تمہیں ضرور بتا دیں گے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خواہ ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں دونوں باتیں ہمارے حق میں برابر ہیں۔ ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

رَمَادٌ	راکھ
اِشْتَدَّتْ	تیز چلی
اَلرِّيْحُ	ہوا
عَاصِفٌ	تیز آندھی
لَا يَقْدِرُوْنَ	وہ طاقت وقدرت نہیں رکھتے ہیں
كَسَبُوْا	انہوں نے کمایا
اَلضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ	گمراہی میں دور جا پڑنا
يَشَآءُ	وہ چاہتا ہے
يُذْهِبُ	وہ لے جائے۔وہ جاتا ہے
خَلْقٌ جَدِيْدٌ	نئی مخلوق
بَرَزُوْا	وہ ظاہر ہوئے۔وہ حاضر ہوں گے
اَلضُّعَفٰٓؤُا	(ضَعِيْفٌ)۔کمزور
اِسْتَكْبَرُوْا	انہوں نے تکبر کیا۔بڑائی کی
تَبَعٌ	پیچھے۔تابع داری کرنا
مُغْنُوْنَ	بچانے والے۔ہلکا کرنے والے
هَدٰنَا	اس نے ہمیں راستہ سمجھایا، بتایا
اَجَزِعْنَا	کیا ہم گھبرائیں، چلائیں
مَحِيْصٌ	چھٹکارا پانے کی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان دوسرے انسانوں کی بھلائی کے لئے جو کام بھی کرتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں وہ انتہائی قابل قدر ہے۔ اس پر بھی بدلہ دیا جائے گا لیکن فرق یہ ہے کہ اگر یہ نیک اور بھلے کام کوئی ایسا شخص کرے گا جو صاحب ایمان نہیں ہے تو اس کو اس کا اجر اسی دنیا میں دیدیا جائے گا۔ دولت، شہرت اور نیک نامی سے لوگ اس کی قدر کریں گے اور یہی اس کا بدلہ ہے لیکن اگر یہی نیک اعمال ایک ایسا شخص کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر مکمل یقین و ایمان رکھتا ہے تو اس کا اجر و ثواب اس کو اس دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں تو بہت زیادہ قدر ہوگی اور اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔

فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور پھر بھلے کام بھی کرتے ہیں تو ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کے ڈھیر کی طرح ہے جو دیکھنے میں بہت زیادہ نظر آتی ہے لیکن ہوا کا ایک طوفان یا آندھی اس کو اس طرح اڑا کر فضا میں بکھیر دیتی ہے کہ اس کا وجود ہی مٹ جاتا ہے۔ اسی طرح ان کافروں کے کئے ہوئے بھلے کام ہیں کہ وہ بہت نظر آتے ہیں لیکن موت آتے ہی یہ سارے اعمال آخرت میں راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے جن کا آخرت میں کوئی وجود نہیں ہوگا۔ یہ لوگ اپنے نیک اعمال کے ساتھ جن غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ گمان ہے کہ وہ ان کو قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے بچالیں گے جب یہ بتوں کو ماننے والے کمزور لوگ قیامت کے دن ان سے درخواست کریں گے کہ ان کو عذاب الٰہی سے بچا لیں تو وہ تکبر اور غرور کے پیکر اپنے ماننے والوں سے یہی کہیں گے کہ اگر ہمیں کوئی راستہ ملا تو ہم تمہیں ضرور بتادیں گے لیکن ایسا لگتا ہے کہ آج کے دن نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے۔ فرمایا کہ یہی وہ چیز ہے جو ان کو ہدایت سے بہت دور کئے ہوئے تھی کیونکہ ان کا سہارا ان پر تھا جو یہ کہہ اٹھیں گے کہ آج کے دن ہمارا رونا اور چلانا بھی ہمارے کام نہ آ سکے گا۔ ہم تو خود اس عذاب سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے نجات پانا ممکن نظر نہیں آ رہا ہے۔ فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ کفار و مشرکین کے کفر و شرک کے باوجود اللہ ان کے وجود کو گوارا فرما رہا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ان لوگوں کو ختم کر کے کوئی دوسری مخلوق یا قوم کو لے آتا جو اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ لیکن نافرمانیوں کے باوجود اللہ ان کو ان کے ٹھکانوں پر برقرار رکھے ہوئے ہے۔ لیکن اگر انہوں نے نافرمانیوں کا یہ سلسلہ اسی طرح قائم رکھا تو پھر ان کے اعمال اور وجود کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا جائے گا جس کی نہ کوئی قیمت ہوتی ہے نہ وزن ہوتا ہے اور نہ یہ راکھ کا ڈھیر کسی کام کا ہوتا ہے۔

کفار مکہ باہر سے آنے والے حجاج اور زائرین کی راحت و آرام کے لئے مہمان نوازی اور کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ صرف حجاج اور زائرین کے لئے پانی کی سبیلیں اور کھانے پینے کا انتظام کر دینا ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔ ان آیات میں اسی کا جواب دیا گیا ہے کہ حجاج وغیرہ کے لئے یہ خدمات بھی اللہ کے ہاں قبول ہیں اور ان کا صلہ دنیا ہی میں

دیدیا جائے گا۔لیکن اگر یہی اعمال اللہ اوراس کے رسول پر ایمان کے ساتھ کئے جائیں تو ان کا ثواب بہت زیادہ عطا کیا جائے گا دنیا میں بھی اور آخرت بھی۔لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ کفر وشرک کے ساتھ ساتھ یہ نیک اعمال اس کی نجات کا باعث ہوں گے تو اس کو اس غلط فہمی کو دل سے نکال دینا چاہئے کیونکہ نہ یہ اعمال اس کا ساتھ دیں گے اور نہ وہ سہارے اس کے کام آئیں گے جن پر بھروسہ کر کے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچالیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے اعمال کا بدلہ ان کو اس دنیا میں بھی دیا جائے گا لیکن اگر ان کو ان کے نیک اور بھلے کاموں کا بدلہ اس دنیا میں نہ ملے تو قیامت میں ان کو اتنا اجر وثواب ملے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کے ساتھ عمل صالح اور دنیا اور آخرت میں بھلائیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ
اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ
لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا
تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ
اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ
تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

اور جب (قیامت کے دن) فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی وعدے کئے تھے لیکن میں نے ان کے خلاف کیا۔میرا تمہارے اوپر اس کے سوا تو کوئی زور نہ تھا کہ میں نے تمہیں بلایا' تم نے میرا کہنا مان لیا۔تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ

اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کر سکتے ہو۔ میں تو خود اس بات سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے اللہ کا شریک قرار دیتے تھے۔ بے شک جو ظالم ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ اپنے رب کی توفیق سے ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کی دعا ''سَلَامٌ عَلَیْکُمْ'' ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

قُضِیَ	فیصلہ کر دیا گیا
اَلْاَمْرُ	کام۔ حکم
وَعَدَ	اس نے وعدہ کیا
اَخْلَفْتُ	میں نے وعدہ خلافی کی
سُلْطٰنٌ	دلیل۔ قوت۔ زور
دَعَوْتُ	میں نے بلایا۔ میں نے دعوت دی
اِسْتَجَبْتُمْ	تم نے جواب دیا۔ تم نے قبول کیا
لَا تَلُوْمُوْنِیْ	تم مجھے لعنت ملامت نہ کرو
مُصْرِخِیَّ	میرا مددگار، میری فریاد کو پہنچنے والا
اَشْرَكْتُمُوْنِیْ	تم نے مجھے شریک کیا۔ مجھے شریک ٹھہرایا
اُدْخِلَ	داخل کیا گیا۔ داخل کئے جائیں گے
اِذْنٌ	اجازت۔ توفیق
تَحِیَّةٌ	دعا
سَلَامٌ	سلام۔ سلامتی

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ذلیل کر کے اپنی بارگاہ سے نکال دیا تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تک اس بات کے لئے مہلت مانگ لی تھی کہ وہ ثابت کر دکھائے گا کہ انسان کچھ بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کی مہلت عطا کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو لوگ سچائی اور تقویٰ کی زندگی والے ہوں گے ان پر شیطان کا داؤ نہ چل سکے گا۔ اب اس دنیا میں شیطان کا کام ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو صراط مستقیم سے بھٹکانے اور ڈگمگانے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے جو لوگ اس کے بہکائے میں آ کر پتھر کے بتوں اور اپنے جیسے انسانوں کو معبود بنا کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جب وہ سب کے سب اللہ کے پاس میدان حشر میں جمع ہوں گے تب ان کفار و مشرکین کے لئے بڑا حسرت بھرا دن ہوگا۔ ایک حسرت تو یہ ہوگی کہ شیطان یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا کہ اگر میں اس بات کا مجرم ہوں کہ میں نے تمہیں بہکایا تو مجھ پر یہ الزام نہ رکھو تم سب سے بڑے مجرم ہو کیونکہ میں نے تمہارے دل میں جو بات ڈالی تھی تم نے اس کو کیوں تسلیم کیا میں نے کونسا تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس راستے پر لگایا تھا مجھے لعنت ملامت کرنے سے پہلے خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ دوسری طرف جن بتوں کو انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ ان کا کیا ساتھ دیں گے وہ تو خود جہنم کا ایندھن ہوں گے ایک حسرت تو ان کو یہ ہوگی کہ ان کے تصوراتی معبود ایک ایک کر کے اس کڑے وقت میں ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ دوسری حسرت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نیک اور پرہیزگار مومنوں کے متعلق فرمائیں گے کہ اے فرشتو! ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو اللہ کے حکم سے ایسی جنتوں میں داخل کر دو جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ کفار اس موقع پر ایک دوسرے کو لعنت کر رہے ہوں گے اور اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کر کے سلامتی بھیجتے ہوں گے۔ اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ ایک جماعت کے چہروں پر حسرت و افسوس کے آثار ہوں گے اور دوسری جماعت یعنی اہل ایمان و عمل صالح رکھنے والوں کے چہرے خوشی اور مسرت سے چمک اور دمک رہے ہوں گے۔ ایک طرف کفار کے سامنے ہمیشہ کی جہنم کے انگارے دھک رہے ہوں گے۔ دوسری طرف اہل ایمان اس تصور سے خوش اور مگن ہوں گے کہ ان کو ایسی جنتیں عطا کی گئی ہیں جو ان کے پاس ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اہل ایمان کے گروہ میں شامل فرمائے اور کفار و مشرکین کے جیسے برے انجام سے محفوظ فرمائے۔ آمین

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾
تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ
خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾
يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾

ع ۴
۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

کیا آپ نے دیکھا کہ اللہ نے کیسی (خوبصورت) مثال بیان کی ہے جیسے کلمہ طیبہ (پاکیزہ کلام) کی کہ وہ ایک ایسے پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ خوب گہری ہے اور اس کی شاخیں آسمان (کی بلندیوں) میں ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل خوب دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ اس پر غور و فکر کریں۔ اور کلمہ خبیثہ (گندہ کلام) اس درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کیلئے کچھ بھی جماؤ نہ ہو۔ اور اللہ اہل ایمان کی بات کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں مضبوط (سر بلند) رکھتا ہے۔ وہ ظالموں کو بے راہ کر دیتا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

ضَرَبَ	اس نے چلایا۔ بیان کیا۔ مارا
كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ	پاکیزہ بات
شَجَرَةٌ	درخت
اَصْلٌ	بنیاد۔ جڑ
ثَابِتٌ	جمی ہوئی

فَرْعٌ	شاخ۔شاخیں
تُؤْتِیْ	دیتا ہے
اُکُلُ	پھل
کُلَّ حِیْنٍ	ہروقت۔ہرآن
اَلْاَمْثَالُ	مثالیں
یَتَذَکَّرُوْنَ	وہ دھیان دیتے ہیں۔غوروفکر کرتے ہیں
کَلِمَۃٌ خَبِیْثَۃٌ	گندی بات
اُجْتُثَّتْ	اکھاڑلیا گیا۔اکھاڑلیا جائے
فَوْقٌ	اوپر
قَرَارٌ	جماؤ۔استحکام
یُثَبِّتُ	جماتا ہے۔ثابت رکھتا ہے
اَلْقَوْلُ الثَّابِتُ	مضبوط و مستحکم بات
یُضِلُّ	وہ گمراہ کرتا ہے
یَفْعَلُ	وہ کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

قرآن کریم میں عام زندگی کی چھوٹی چھوٹی مثالوں سے بڑی سے بڑی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کفار و مشرکین عرب طرح طرح سے اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑا کر ان کو کم تر ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے کبھی کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو ہماری طرح بشر ہے، کھاتا ہے پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ دیا ہے کہ:

۱) تمام انبیاء اور رسول بشر ہی تھے کوئی اور مخلوق نہیں تھے۔ ان کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ بشریت ان پر ناز کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی وحی کو نازل فرماتا ہے جس کے ذریعہ راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے بھی یہی فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ میں بشر ہوں اللہ نے سب سے پہلے میرے نور یعنی روح لطیف کو پیدا کیا۔ تمام انبیاء اور رسولوں کی طرح میری طرف بھی وحی کی جاتی ہے۔

۲) اسی طرح کفار و مشرکین اگرچہ قرآن کریم کے سامنے عاجز اور بے بس تھے مگر اپنے دلی حسد اور بغض کا اظہار یہ کہہ کر کرتے تھے کہ یہ کیسا قرآن ہے جس میں مکڑی، مچھر، گائے، بھینس کا ذکر ہے۔ وہ گستاخی کرتے ہوئے یہ تک کہہ دیتے تھے کہ اللہ کو شرم نہیں آتی کہ وہ اپنے کلام میں ایسی معمولی معمولی چیزوں کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ نے ان کی بات کا ان کے انداز ہی میں یہ کہہ کر جواب دیا کہ اللہ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان کرتا ہے کیونکہ جو اہل ایمان ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ نے جو بھی فرمایا ہے وہ بالکل سچ اور برحق ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش کو اختیار کر رکھا ہے وہ یہی کہیں گے کہ بھلا یہ مثال بھی کوئی بیان کرنے کے قابل تھی (سورۂ بقرہ)

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت کی عظمت اور باطل کے بے حقیقت ہونے کی مثال بیان کرتے ہوئے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے فرق کو دو مثالوں سے واضح فرمایا ہے۔ سب سے پہلے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے معانی اور اس کی تفصیل سن لیجئے تا کہ یہ مثالیں واضح طریقہ پر ہمارے سامنے آسکیں۔

کلمہ طیبہ:

توحید و رسالت پر ایمان، پائدار عقیدہ، حق و صداقت کا سدا بہار کلام جو انسانی فطرت کا سچا ترجمان، پاکیزہ، صاف ستھرا اور سچا قول ہے۔

کلمہ خبیثہ:

جھوٹا، کمزور، ناپائدار باطل عقیدہ، غیر فطری انداز فکر، دنیا پرستی، شیطانی وسوسہ اور روحانی سکون واطمینان سے خالی گندے کلام کو کلمہ خبیثہ کہا جاتا ہے۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا فرق، حق و باطل، سچ اور جھوٹ، نور اور اندھیرے کا فرق ہے کلمہ طیبہ حق، سچائی نور اور روشنی ہے اور کلمہ خبیثہ باطل، جھوٹ، اندھیرے اور تاریکی کا نام ہے۔

کلمہ طیبہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ تُفلِحُوا (الحدیث)

اے لوگو! یہ کہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے انداز سے بھی ارشاد فرمایا ہے "**من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنتہ**" یعنی جس نے بھی یہ کہا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے بھی کلمہ طیبہ پر اپنے ایمان ویقین کو مستحکم کرلیا وہ کامیاب وبامراد ہوا اور وہ جنت کا حق دار ہوگا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی اور ہر رسولؑ کا یہی ایک کلمہ تھا اور انہوں نے اپنی امتوں کو پہلا درس اسی بات کا دیا تھا کہ وہ اس کلمہ پر آجائیں اسی میں ان کی نجات اور کامیابی ہے۔ چونکہ ہر نبی اور رسول نے اسی کلمے کو پیش کیا تو اس کلمہ کا تقاضا یہ تھا کہ اس کے ساتھ اس رسول اور نبی پر ایمان کا بھی اقرار کیا جائے چنانچہ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک اس کلمہ کے ساتھ ان پر ایمان لانے کا بھی اقرار کرنا ضروری تھا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی امت کے لئے جو کلمہ ہے وہ اس طرح ہے " **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** " یعنی اس بات کا اقرار کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ چونکہ قرآن کریم اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں آپ کے بعد کوئی کسی طرح کا نبی یا رسول نہیں آئے گا اور آپ کے بعد جو بھی نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے گا وہ قطعی جھوٹا ہوگا اس لئے اس کلمہ کے ساتھ آپ ﷺ کی ختم نبوت پر کامل یقین رکھنا بھی اس کلمہ کا تقاضا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کی بہت سی برکتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

١) کلمہ طیبہ وہ کلمہ ہے جو اہل ایمان کو دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں عطا کئے جانے کی ضمانت ہے۔

٢) اس کلمہ کی برکت سے ایک مومن راہ مستقیم پر چل کر شیطان کے وسوسوں اور فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

٣) کلمہ طیبہ پر چلنے سے ایک مومن نہ صرف ثابت قدم رہتا ہے بلکہ ہر طرح کی گمراہیوں سے بچ جاتا ہے۔

٤) جب موت کے فرشتے سامنے آتے ہیں تو وہ ایمان پر قائم رہتا ہے۔

٥) قبر جو سفر آخرت کی پہلی منزل ہے اس کلمہ کی برکت سے اس پر آسان ہو جاتی ہے۔

٦) اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اس پر جنت کی ابدی راحتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

٧) اس کلمہ کی برکت سے وہ میدان حشر کے ہولناک دن ہر اندیشے اور خوف سے محفوظ رہے گا۔

٨) کلمہ طیبہ کی برکت سے قبر کی منزل آسان، سفر آخرت سہل اور حشر کی رسوائیوں سے محفوظ رہے گا۔

٩) کلمہ طیبہ ایسا پائدار اور مضبوط عقیدہ ہے جس سے مومن کو دلی سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

١٠) کلمہ طیبہ توحید ورسالت پر پختہ یقین، کامل اعتماد اور دنیا وآخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

١١) کلمہ طیبہ فطرت کی سچی آواز اور حق وصداقت کا سدا بہار کلام ہے۔

۱۲) کلمہ طیبہ ایک ایسے پاکیزہ درخت کی طرح ہے جو نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔ جس کی جڑیں تو اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ تیز وتند آندھی اور بڑے سے بڑا طوفان بھی اس کو جڑوں سے نہ اکھاڑ سکے۔ اور بڑی سے بڑی آفت کے وقت بھی وہ اپنی جڑوں پر کھڑا رہے۔ اور اس کی شاخیں اس قدر بلند و بالا اور پھیلی ہوئی ہیں جو آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ دیکھنے میں حسین و خوبصورت۔ ہمیشہ پھل دینے والا درخت جس کا سایہ بھی دوسروں کی راحت کا سبب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ایک مستحکم و مضبوط درخت جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں تک اور اس کی بلندی آسمان کی پنہائیوں تک ہو۔ آرام پہنچانے والا سایہ دار اور دائمی پھل دینے والا درخت ہو کسی کے اکھاڑنے سے اکھڑ نہ سکتا ہو اسی طرح کلمہ طیبہ ہے جو اس درخت کی مانند ہے جو مستحکم و مضبوط ہو۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ جو لوگ کلمہ طیبہ کی ساری سچائیوں کو اپنا لیتے ہیں وہ نہایت مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں ان کے اعمال کی مضبوطی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ شیطان کے تمام تر حربے، فتنے اور وسوسے ان پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اسی طرح حالات کی گردش، طوفانی کیفیات اور بڑی سے بڑی آفات ان کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہیں سکتیں ان کے اعمال کی بلندی اس طرح مضبوط اور پائدار ہوتی ہے کہ فرشتے بھی اس کی بلندیوں کی عظمت پر ناز کرتے ہیں۔ اس کی بہترین مثال نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کی ہے کہ کفر کی تمام طاقتوں نے متحد و متفق ہو کر ان کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے ہر طرح کے ظلم و ستم کئے مگر وہ کفر و شرک اور باطل کے سامنے اس طرح ڈٹ گئے کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلے آ گئے مگر ان کے پاؤں میں ذرا بھی لغزش پیدا نہیں ہوئی۔

کلمہ خبیثہ:

کلمہ خبیثہ کی مثال ایک ایسے معمولی، گندے اور کمزور درخت کی جیسی ہے جس کی جڑیں زمین کے اوپر ہی ہوتی ہیں جس کو کسی طرح کا جماؤ، مضبوطی اور استحکام حاصل نہیں ہوتا یہ درخت نہ دیکھنے میں اچھا لگتا ہے۔ نہ اس کا سایہ کسی کو آرام پہنچاتا ہے۔ نہ اس کا پھل مزیدار ہوتا ہے اور نہ اس کے پھل میں کوئی خوشبو ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح کفر و شرک کلمہ خبیثہ کی طرح ہیں جس کے ماننے والوں کو نہ تو مضبوطی اور استحکام حاصل ہوتا ہے اور ان کے اعمال و افعال نہ ان کو فائدہ دیتے ہیں اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کمزور اس قدر ہیں کہ حالات کے ذرا سے جھٹکے کو وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ ہر وہ چیز جو ناحق، باطل اور جھوٹ ہو وہ کلمہ خبیثہ ہے۔

١) کلمہ خبیثہ یہ ہے کہ ایک غلط اور ناحق بات کو سچا ثابت کرنے پر پوری طاقتیں لگادی جائیں۔

٢) کلمہ خبیثہ انسانی فطرت اور ضمیر کے خلاف کوششوں کا نام ہے جو ظاہری خوبصورتی کے باوجود انسانی قلوب کی گہرائیوں میں اترنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

٣) کلمہ خبیثہ شیطان کے وسوسوں، گمراہیوں اور نشوں کا دوسرا نام ہے۔

٤) کلمہ خبیثہ اختیار کرنے والوں کی دنیاوی زندگی کتنی ہی کامیاب کیوں نہ ہو قبر اور حشر میں ان کو شدید تر ذلتوں اور رسوائیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔

٥) کلمہ خبیثہ پر عمل کرنے والے اسی دنیا میں ڈولتے اور ڈگمگاتے رہتے ہیں۔

٦) کلمہ خبیثہ پر عمل کرنے والے راہ مستقیم سے محروم اور آخرت کی دائمی راحتوں اور جنتوں سے دور رہیں گے۔

٧) کلمہ خبیثہ فطرت سے جنگ اور حق وصداقت سے دشمنی کا دوسرا نام ہے۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کا فرق بالکل واضح اور صاف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ کلمہ طیبہ یعنی ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی خیر وفلاح، عزت وسربلندی اور مضبوطی واستحکام عطا فرمائے گا۔لیکن جن ظالموں نے کلمہ خبیثہ یعنی کفر وشرک کی راہ اختیار کر رکھی ہے ان کی آخرت کی ابدی زندگی بھی تباہ وبرباد ہوگی اور وہ جنت کی راحتوں کی خوشبو تک نہ سونگھ سکیں گے۔اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اپنے فیصلے کو نافذ کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔اسی نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ حق وصداقت جب بھی نکھر کر سامنے آئے گی باطل مٹ جائے گا کیونکہ کمزور اور ناپائدار چیزیں طوفان کے ساتھ بہہ جاتی ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ
أَنْدَادًا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ
إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ
يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۱

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو تباہی کے اس گھر میں پہنچا دیا جو کہ جہنم ہے۔ جس میں وہ داخل ہوں گے وہ بدترین ٹھکانا ہے۔ اور وہ لوگ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں تا کہ وہ راستے سے بھٹکا سکیں (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم وقتی فائدے حاصل کرلو۔ بے شک تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے چھپ کر اور کھل کر اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کریں جس میں نہ تجارت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۱

بَدَّلُوْا	انہوں نے بدل دیا
نِعْمَتُ اللّٰهِ	اللہ کی نعمت
اَحَلُّوْا	اتارا
دَارُالْبَوَارِ	تباہی کا گھر (جہنم)
اَنْدَادًا	(نِدٌّ) شرکاء۔ شریک
تَمَتَّعُوْا	تم فائدہ اٹھالو۔ حاصل کرلو
مَصِيْرٌ	ٹھکانا
عِبَادِیْ	میرے بندے
يُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ	وہ نماز قائم کرتے ہیں
يُنْفِقُوْنَ	وہ خرچ کرتے ہیں
رَزَقْنَا	ہم نے دیا

سِرٌّ چھپ کر

عَلاَ نِیَۃٌ کھلم کھلا

بَیْعٌ تجارت۔لین دین

خِلٰلٌ دوستی۔دوستانہ تعلقات

تشریح: آیت نمبر ٢٨ تا ٣١

گذشتہ آیات میں اس بات کو تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں اور رحمتیں کیا ہیں؟ اور کلمہ خبیثہ کی نحوستیں کیا کیا ہیں؟ مکہ کے مغرور اور متکبر سرداروں سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں تو اس بات پر ناز ہے کہ تم اللہ کے گھر والے اور بیت اللہ کے رکھوالے ہو۔ اس کے گھر کے قریب رہتے ہو لیکن تم نے کلمہ طیبہ کی برکتوں کے بجائے کلمہ خبیثہ کی نفرتوں کو گلے ڈال رکھا ہے۔ اللہ نے تمہیں ایسے عظیم پیغمبر پر ایمان لانے کا موقع عطا فرمایا ہے جو تمام نبیوں کے سردار اور آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ ان پر ایک ایسی کتاب ہدایت کو نازل کیا ہے جو قیامت تک ساری دنیا کے انسانوں کے لئے مشعل راہ اور ہدایت کی روشنی ہے۔ فرمایا کہ تمہیں تو اللہ کی ان عظیم نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے تھا۔ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنی آخرت کو سنوارنا تھا مگر تم نے کلمہ خبیثہ یعنی کفر و شرک اختیار کر کے جہنم کو اپنا ٹھکانا بنا لیا ہے جو ایک بدترین ٹھکانا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم نے جس راستہ کا انتخاب کیا ہے تم چند روزہ زندگی کے مزے اڑا لو پھر تمہیں ایک ایک بات کا حساب دینا ہوگا اور نجات کا ہر راستہ بند کر دیا جائے گا۔

فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! وہ لوگ جنہوں نے کلمہ طیبہ یعنی ایمان اور عمل صالح کی زندگی کو اختیار کر لیا ہے ان صاحبان ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اللہ کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے ناشکری کے ہر طریقے کو چھوڑ کر اللہ کا شکر ادا کریں اور اس خلوص سے نمازوں کو قائم کریں کہ شکر کا حق ادا ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہے اس کو اپنی ذات اور اپنی اولاد تک محدود نہ کر لیں بلکہ کھل کر یا چھپ کر جس طرح ممکن ہو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ یہی وقت ہے جس میں اپنی دولت اور محنت کی کمائی سے آخرت کی راحتیں خریدی جا سکتی ہیں لیکن موت کے بعد نہ کاروبار اور تجارت ہوگی نہ دوستیاں کام آئیں گی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "**الدنیا مزرعتہ الاخرۃ**" دنیا آخرت کی کھیتی ہے یعنی تمہیں اپنی نیکیوں کو کاشت

کرنے کا موسم عطا کر دیا گیا ہے۔ یہاں جو کچھ تم کاشت کرو گے وہ آخرت میں تمہارے کام آئے گا۔ یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ اس مختصر عارضی زندگی میں کلمہ طیبہ یعنی ایمان اور عمل صالح کے بیج بوتا ہے یا کلمہ خبیثہ کی کاشت کرتا ہے۔ انجام دونوں کا واضح ہے۔ دنیا کی زندگی کا موسم کاشت کرنے کا موسم ہے اور آخرت اس کھیتی اور کاشت کے کاٹنے کا موسم ہے۔ ہر چیز اپنے موسم کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ دنیا کاشت کرنے اور بیج ڈالنے کا موسم ہے اور آخرت اس سے نتیجہ حاصل کرنے کا موسم ہے۔ کانٹے بونے والا پھولوں کی سیج کی امید نہ رکھے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ
مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ
بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا
سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ / ۷ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس نے بلندی سے پانی اتارا۔ پھر اس نے اس کے ذریعہ ثمرات (پھل، پھول، سبزی) کو نکالا تاکہ تم کھا سکو۔ اس نے تمہارے لئے کشتی (جہاز) کو مسخر کر دیا تاکہ وہ اس کے حکم سے دریا (سمندر) میں چلے۔ اور اسی نے تمہارے لئے نہریں بہادیں۔ اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو تابع کر دیا جو ایک قاعدے سے چل رہے ہیں۔ اسی نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کر دیا۔ اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جو تم نے مانگی (مانگ سکتے ہو) اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اس کی گنتی نہیں کر سکتے (لیکن اس سب کے باوجود) انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اَنْزَلَ	اس نے اتارا۔ نازل کیا
اَخْرَجَ	نکالا
اَلثَّمَرَاتُ	(ثمرة)۔ (پھل۔ سبزہ۔ سبزی)
رِزْقٌ	کھانے کو
سَخَّرَ	مسخر کر دیا۔ حکم کے تابع کر دیا
اَلْفُلْکُ	کشتی۔ جہاز
دَائِبَیْنِ	ہمیشہ کام میں لگے رہنے والے
اٰتٰکُمْ	اس نے تمہیں دیا
سَاَلْتُمُوْهُ	تم نے اس سے مانگا
تَعُدُّوْا	تم گننا چاہو۔ تم شمار کرنا چاہو
لَا تُحْصُوْا	تم شمار نہ کر سکو گے
ظَلُوْمٌ	بہت ظالم

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

جیسا کہ گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ انسانی زندگی اور اس کی بقا و سلامتی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ اللہ نے ایک نعمت کے طور پر اس کائنات میں بکھیر دی ہیں۔ جن پر ہر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے مگر انسان ہر آن اپنی پریشانیوں کے گلے شکوے ہی کرتا رہتا ہے۔

فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ بلندیوں سے پانی برسایا جس کے ذریعہ اس نے اس زمین سے ہر طرح کے ثمرات (سبزہ، سبزی، پھل وغیرہ) کو پیدا کیا۔ اس اللہ نے عظیم الشان سمندروں اور دریاؤں کو اس طرح مسخر اور اپنے حکم کے تابع کر دیا کہ وہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز انسانی نفع اور تجارت کے سامان کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک

پہنچاتے ہیں۔اس نے چاند اور سورج کو اس طرح پابند کر دیا ہے کہ وہ ایک خاص حساب اور طریقے سے روزانہ نکلتے اور ڈوبتے ہیں۔انسانی گھڑیاں بند ہوسکتی ہیں ان کا وقت اور حساب غلط ہوسکتا ہے مگر ہزاروں سال سے چمکتے ہوئے سورج اور چمکتے چاند کے حساب اور وقت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ان کے نکلنے اور ڈوبنے سے رات اور دن بنتے ہیں۔انسان رات کو آرام کر کے تازہ دم ہو جاتا ہے اور سارے دن اپنی روزی کماتا ہے۔فرمایا کہ وہ کونسی نعمت ہے جو اللہ نے تمہیں عطا نہیں کی۔اگر تم ان کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے لیکن ان نعمتوں کے باوجود انسان ناشکری اور زیادتیاں کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا
الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ﴿۳۵﴾
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ
تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ
ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ
اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ
وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ
الدُّعَاۗءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝٤٠ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝٤١

ع ٦ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۱

اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے کہا میرے رب اس شہر کو (مکہ مکرمہ کو) امن کی جگہ بنادیجئے۔ مجھے اور میری اولاد کو اس سے دور رکھئے گا کہ ہم بتوں کی عبادت و بندگی کریں۔ میرے رب انہوں نے بہت سوں کو راستے سے بھٹکا دیا ہے۔ جس نے میری پیروی کی تو بلاشبہ وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو بے شک آپ مغفرت کرنے اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔ میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسے میدان میں آباد کیا ہے جہاں کچھ اگتا نہیں۔ تیرے احترام والے گھر کے پاس (آباد کردیا ہے) ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردیجئے اور ان کو ہر طرح کے ثمرات عطا کیجئے تاکہ وہ شکر ادا کرسکیں۔ ہمارے رب آپ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن زمین اور آسمانوں کی کوئی بات آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے بڑھاپے میں مجھے اسماعیلؑ واسحاقؑ عطا فرمائے بے شک میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔ میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادیجئے۔ ہمارے رب ہماری دعا کو قبول فرمائیے۔ ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو اس دن بخش دیجئے گا جب حساب قائم ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۴۱

اِجْعَلْ	بنادے
اَلْبَلَدُ	شہر۔ (مکہ مکرمہ)
اٰمِنٌ	پرامن
اُجْنُبْنِیْ	مجھے بچالے
بَنِیَّ	میری اولاد

اَنْ نَّعْبُدَ	یہ کہ ہم عبادت کریں
اَلْاَصْنَامُ	(صَنَمٌ)۔بت
اَضْلَلْنَ	انہوں نے بھٹکایا
تَبِعَنِیْ	میری پیروی کی
عَصَانِیْ	میری نافرمانی کی
اَسْکَنْتُ	میں نے آباد کر دیا۔بسادیا
ذُرِّیَّتِیْ	میری اولاد
وَادٌ	میدان
غَیْرُ ذِیْ ذَرْعٍ	کھیتی نہ اگتی ہو
اَلْمُحَرَّمُ	احترام والا
اَفْئِدَةٌ	(فُؤادٌ)۔ دل۔ قلوب
تَھْوِیْ	مائل ہوں۔مائل ہوتے ہوئے
نُخْفِیْ	ہم چھپاتے ہیں
نُعْلِنُ	ہم اعلان کرتے ہیں۔ہم ظاہر کرتے ہیں
وَھَبَ	عطا کیا۔دیا
اَلْکِبَرُ	بڑھاپا
سَمِیْعُ الدُّعَاءِ	دعا سننے والا
مُقِیْمُ	قائم رکھنے والا
وَالِدَیَّ	میرے والدین
اِغْفِرْ	معاف کر دے۔بخش دے
یَقُوْمُ	قائم ہوگا

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۱

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جب انسان عمل اور کردار سے محروم ہو کر کاہلی اور سستی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر وہ عمل کرنے کے بجائے اپنے بزرگوں اور ان کے کارناموں پر صرف فخر کرتا ہے لیکن جب بھی عمل کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس نشے میں ڈبو لیتا ہے کہ میں تو بڑوں کی اولاد ہوں میں نے اگر کوئی حسن عمل نہیں کیا تو کیا ہوا ہم تو فلاں بڑوں کی اولاد ہیں وہ ہمیں ہر طرح کی مصیبتوں اور عذاب سے بچالیں گے۔ ٹھیک یہی حال اس وقت مکہ والوں کا تھا جب نبی کریم ﷺ نے عرب کے کفار اور مشرکین کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی۔ ان کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبروں کی اولاد ہیں ہمیں جو شرف وعزت اور احترام حاصل ہے وہی سب کچھ ہے۔ اب اگر ہم بت پرستی کرتے ہیں، غلط رسموں کو رواج دیتے ہیں لڑکیوں کو صرف اسی خوف سے زندہ دفن کر دیتے ہیں کہ کل وہ جوان ہونگی اور گھر میں داماد آئے گا۔ فرمایا کہ آج تمہیں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے پر فخر اور غرور ہے لیکن تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ ابراہیمؑ نے جب طوفان نوح میں ڈھے جانے والے بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر فرمائی تھی اس وقت انہوں نے کیا دعا کی تھی۔؟ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کی تھی الٰہی اس شہر (مکہ مکرمہ) کو امن وعافیت کی جگہ بنا دیجئے ہمیں اور ہماری اولاد کو بتوں کی عبادت و بندگی سے دور رکھئے گا اور اس عذاب سے بچا لیجئے گا۔ الٰہی انہوں نے ہزاروں کو گمراہ اور بے دین کر دیا ہے۔ ان میں سے جس نے بھی میری اطاعت کرتے ہوئے میرا کہا مانا وہ میرا ہے، اے اللہ ان پر رحم فرمایئے گا لیکن جو میرے طریقے پر نہیں ہے اور میری اتباع و پیروی نہیں کرتا ہے تو ان کے معاملے کو آپ بہتر سمجھتے ہیں آپ بہت مغفرت کرنے والے مہربان ہیں۔ الٰہی میں نے اپنی اولاد کو آپ کے محترم گھر کے پاس ایک ایسی وادی کے پاس جہاں زراعت بھی نہیں ہوتی آباد کر دیا ہے تا کہ وہ نمازوں کے نظام کو قائم کریں آپ کی عبادت و بندگی کریں اے اللہ لوگوں کے دلوں کو اس گھر کی طرف مائل اور متوجہ فرما دیجئے اور یہاں کے رہنے والوں کو ہر طرح کے ثمرات عطا فرما دیجئے تا کہ وہ آپ کا تیرا شکر ادا کر سکیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بھی عرض کیا کہ الٰہی زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اور اس کی کیفیت آپ سے پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ہے آپ جانتے ہیں جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔ الٰہی ہم پر اپنا رحم و کرم نازل فرما دیجیے ارشاد ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو جو بھی نعمت عطا فرمائی اس پر انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور عرض کیا الٰہی آپ نے بڑھاپے میں ہماری دعاؤں کو سن کر حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق جیسی اولاد عطا فرمائی۔ بے شک تمام دعاؤں کے سننے والے آپ ہی ہیں۔ الٰہی مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرمالے اور اگر ہمارے کسی عمل میں کوئی کوتاہی یا کمی ہو جائے تو الٰہی اس کو قیامت کے دن اپنی رحمت سے معاف کر دیجئے گا۔

مکہ والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے عظیم مرتبے والے نبی جن کو ابوالانبیاء بھی کہا جاتا ہے ان کا بھروسہ

صرف اللہ پر تھا اسی سے وہ مانگتے تھے وہی ان کو سب کچھ دیتا تھا لیکن ان کے نام اور اولاد ہونے پر ناز کرنے والے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ سے مانگنے کے بجائے بتوں سے اپنی مرادوں کو مانگتے ہیں ان کو اس کا بھی پاس نہیں کہ ان کی نسبت کتنی اونچی ہے۔ لیکن یہ نسبت محض فخر کرنے سے نہیں بلکہ عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

وَلَا تَحۡسَبَنَّ
اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ
لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيۡهِ الۡاَبۡصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهۡطِعِيۡنَ مُقۡنِعِىۡ
رُءُوۡسِهِمۡ لَا يَرۡتَدُّ اِلَيۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ ۚ وَاَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾
وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ
اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ
تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ
مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا بِهِمۡ
وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ مَكۡرُهُمۡ ؕ
وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ مُخۡلِفَ
وَعۡدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

اور تم یہ گمان بھی نہ کرنا کہ وہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے بے خبر ہے۔ بلکہ وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن ان کی آنکھیں پتھرا کر رہ جائیں گی وہ اس دن سر (اوپر کو) اٹھائے دوڑتے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں ان کی طرف نہ لوٹ سکیں گی اور ان کے دل خوف سے اُڑے اُڑے سے ہوں گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو اس دن سے ڈرایئے جب ان ظالموں پر عذاب آئے گا تو وہ کہہ اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی مدت کے لئے اور مہلت دیدیجئے تا کہ ہم آپ کی دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ (فرمایا جائے گا) کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لئے کسی طرح کا کوئی زوال نہیں ہے۔ حالانکہ تم ان کے گھروں میں آباد ہوئے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔ تمہارے اوپر یہ بات کھل چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کردی ہیں۔

انہوں نے اپنی چالیں چلیں۔ ان کے داؤ گھات اللہ کے سامنے ہیں اگرچہ ان کی باتیں تو ایسی تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔

پھر وہ اس گمان میں نہ رہیں کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست انتقام لینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

لَا تَحْسَبَنَّ	تم ہرگز گمان نہ کرنا
غَافِلٌ	بے خبر
يَعْمَلُ	عمل کرتا ہے
يُؤَخِّرُ	وہ مہلت دیتا ہے
تَشْخَصُ	کھلی رہے گی۔ پتھرا جائے گی
اَلْاَبْصَارُ	آنکھیں
مُهْطِعِيْنَ	دوڑتے ہوئے
مُقْنِعِيْ	اوپر اٹھائے ہوئے

رُءُوسٌ	(رَأْسٌ)۔سر
لَا يَرْتَدُّ	نہ پلٹے گی
طَرْفٌ	آنکھیں
هَوَاءٌ	اڑا اڑا ہونا
اَنْذِرْ	ڈرا
اَخِّرْنَا	ہمیں مہلت دے دے
نُجِبْ	ہم جواب دیں گے
نَتَّبِعْ	ہم پیروی کریں گے۔ پیچھے چلیں گے
اَقْسَمْتُمْ	تم نے قسم کھائی
زَوَالٌ	زوال۔اترنا
سَكَنْتُمْ	تم آباد ہوئے
مَسٰكِنُ	گھر
تَبَيَّنَ	واضح ہے۔کھل گیا
كَيْفَ فَعَلْنَا	ہم نے کیا کیا
ضَرَبْنَا	ہم نے بیان کردیا
مَكَرُوْا	انہوں نے چال چلی
لِتَزُوْلَ	تاکہ ٹل جائے۔ہل جائے
اَلْجِبَالُ	(جَبَلٌ)۔پہاڑ

مُخۡلِفَ	خلاف کرنے والا
عَزِيزٌ	زبردست
ذُو انۡتِقَامٍ	انتقام لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

گذشتہ آیات سے تسلسل کے ساتھ اس بات کو دھرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں ہوائیں، درخت، پہاڑ، دریا، کھانے پینے کی بے شمار ہزاروں نعمتیں اللہ نے بغیر کسی معاوضے کے عطا کر رکھی ہیں۔ فرمایا کہ اہل مکہ پر تو اور بھی بہت سی نعمتیں کی گئی ہیں۔ اگر قدر کی جائے اور صحیح راستے پر چلا جائے اور بے جا فخر و غرور نہ ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونا یہ بھی ایک نعمت ہی ہے مگر بے عملی نے ان کی اس نسبت کو کس قدر داغ دار کر رکھا ہے اس کا ان کو خود بھی اندازہ ہے۔ پھر اللہ کی سب سے بڑی نعمت اور کرم تو یہ ہے کہ ان میں ایک ایسے نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھیجے گئے ہیں جو سارے انبیاء اور رسولوں کے سردار اور خاتم النبیین ہیں جو اللہ کے محبوب ترین پیغمبر ہیں پھر ان کے ساتھ اس کتاب مبین کو بھیجا گیا ہے جو قیامت تک تمام انسانوں کے لئے نور ہدایت ہے اگر مکہ کے کفار و مشرکین نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر کے نبی مکرم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار کر لی تو قیامت تک ان کا نام روشن ہو جائے گا وہ خود کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر چمکتے ستاروں کی مانند ہو جائیں گے جن کے ذریعہ ساری دنیا سے کفر و شرک کا اندھیرا دور ہو جائے گا لیکن اگر انہوں نے اطاعت رسول ﷺ سے انکار کیا تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آ سکتا ہے جو ہر نافرمان قوم پر اس طرح آیا ہے کہ پھر ان کا وجود بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو ان کو کڑی سے کڑی سزا دے سکتا ہے لیکن یہ اللہ کا حلم اور برداشت ہے جس نے ان سے اللہ کا عذاب روکا ہوا ہے۔ اگر ان پر فوری طور پر عذاب نازل نہیں کیا گیا تو وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ وہ اللہ بڑی سے بڑی ظالم اور بے انصاف قوم کو سنبھلنے کا موقع اور مہلت دیتا ہے اگر وہ سنبھلنا چاہیں تو سنبھل جائیں ورنہ پھر وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس کو اللہ نے ایسے مجرموں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔

قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ غافل اور بے خبر لوگ اس گمان میں نہ رہیں کہ ان کے برے اعمال کو دیکھنے والا کوئی نہیں بلکہ اللہ ان ظالموں کے ایک ایک عمل کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ وہ ان کے اعمال کی سزا ان کو اسی وقت بھی دے سکتا ہے لیکن اس نے ان سے عذاب کو ایک ایسے دن (قیامت کے دن) تک روک رکھا ہے جب ان کی آنکھیں خوف

اور دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی، عذاب الٰہی کو دیکھ کر ان کی عقلیں گم ہو کر رہ جائیں گی، ان کے دل اڑے اڑے سے ہوں گے اس تکلیف بھرے دن سے ان ظالموں کا برا حشر ہوگا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو اس دن کے عذاب سے ڈرایئے جب یہ ظالم عذاب الٰہی کو دیکھ کر کہہ اٹھیں گے کہ اے اللہ ہمیں آج سب کچھ معلوم ہوگیا۔ ہمیں اپنی غلطی کا پوری طرح احساس ہے۔ ہمیں ایک موقع دیجئے ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیجئے ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے اور رسولوں کی ہر بات کو تسلیم کریں گے۔ اس کے جواب میں اللہ کی طرف سے یہ کہا جائے گا۔ اے کفار ومشرکین ہم نے تمہیں دنیا میں بہت طویل مدت اور مہلت دی تھی۔ تمہارے سمجھانے کے لئے رسولوں کو بھیجا تھا مگر تم تو قسمیں کھا کھا کر یہ کہتے تھے کہ ہمیں اور ہماری نعمتوں کو کبھی زوال آ نہیں سکتا فرمایا جائے گا کہ ہم نے تمہیں ان ہی بستیوں میں آباد کیا تھا جنہوں نے تم سے پہلے کفر وشرک جیسا جرم کیا تھا اور ان کو پوری سزا دی گئی تھی لیکن تم نے ان کے کھنڈرات کو دیکھ کر بھی کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ انہوں نے اللہ کے دین کے مقابلے میں کیسی کیسی چالیں چلیں۔ ان کے داؤ گھات اللہ کے سامنے ہیں۔ ان کی چالیں تو اتنی زبردست تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے لیکن اللہ کی ایک ہی تدبیر اور عذاب نے ان کو الٹ کر رکھ دیا۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ جس بات کا وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ اگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری اختیار کرلی تو وہ ان کو دین ودنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر انہوں نے گذشتہ قوموں کے طریقے اختیار کئے تو پھر وہ اللہ اس طرح زبردست انتقام لے گا کہ اس کے انتقام سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ
غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى
الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ
قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا
بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾ ع ٧/١١ ١٩

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۲

جس دن یہ زمین وآسمان دوسرے زمین وآسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔اوروہ سب ایک اللہ کے سامنے جو کہ غالب ہے نکل کھڑے ہوں گے۔اورتم اس دن ان مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھو گے۔ان کے کرتے گندھک کے اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ رہی ہوگی تا کہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جا سکے۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ یہ قرآن لوگوں کے لئے پیغام ہے تا کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں' تا کہ وہ جان لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تا کہ عقل وفکر والے نصیحت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۲

تُبَدَّلُ	بدل دے گا
بَرَزُوْا	وہ ظاہر ہوئے۔سامنے ہوئے
اَلْقَھَّارُ	زبردست
مُقَرَّنِیْنَ	ملا کر جکڑے ہوئے
اَلْاَصْفَادُ	زنجیریں
سَرَابِیْلُ	کرتے
قَطِرَانٌ	گندھک۔سیاہ تیل
تَغْشٰی	ڈھانپ لے گی
وُجُوْهٌ	(وَجْهٌ) چہرے
لِیَجْزِیَ	تا کہ بدل دے

كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص۔ ہر جان
كَسَبَتْ	کمایا
سَرِيْعٌ	جلد
بَلٰغٌ	پہنچانا
اُولُوا	والا
اَلْاَلْبَابُ	(لُبٌّ)۔ عقلیں

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۲

سورۂ ابراہیم کو ان آیات پر ختم کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی کتاب ہدایت ہے جو انسانوں کے ضمیر کو ہلا کر رکھ دینے والی ہے۔ یہ وہ آخری پیغام الٰہی ہے جو دنیا بھر کے غافلوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے کہ اے لوگو! تمہارے لئے یہ آخری موقع ہے جس سے فائدہ اٹھا لو۔ اس کے ماننے میں ساری انسانیت کی بھلائی اور کامیابی ہے ورنہ وہ دن زیادہ دور نہیں ہے جب موجودہ زمین کو ختم کر کے ایک نئی زمین تیار کی جائے گی جو اس زمین سے بہت مختلف ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "محشر کی زمین (جہاں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا) چاندی کی طرح سفید ہوگی۔ یہ زمین ایسی ہوگی جس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا ہوگا جس پر کسی کا خون نہیں بہایا گیا ہوگا (بیہقی) یہ روایت تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی بیان کی ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت سہل بن سعدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن لوگ ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو نہایت صاف، روشن اور میدے کی روٹی کی طرح سفید ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس زمین پر ساری دنیا کے انسانوں کو جمع کیا جائے گا جس کو میدان حشر کہتے ہیں وہ ایک ہموار زمین ہوگی اس میں مکان، باغ، درخت، ٹیلہ پہاڑ وغیرہ نہیں ہوں گے۔ وہ دن مجرموں کے لئے بڑا ہیبت ناک ہوگا۔ وہ مجرم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ان کے کرتے گندھک کے اور آگ سے ان کے چہرے جھلس رہے ہوں گے۔ ہر ایک سے اس کے تمام کاموں

کا حساب لیا جائے گا جیسا جس نے کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

آخر میں فرمایا کہ یہ قرآن کریم ایک (آخری) پیغام الٰہی ہے جس میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اگر کسی میں ذرا بھی عقل اور فہم کا مادہ ہے تو وہ یقیناً اس بات کی حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اہل عقل وفکر لوگوں میں شامل فرمالے جو اللہ کی توحید اور رسول ﷺ کی رسالت کے سچے دل سے قائل ہوں اور اعمال صالح کرنے والے ہوں۔

الحمدللہ اس مضمون کے ساتھ سورہ ابراہیم کا ترجمہ اور تشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۳ تا ۱۴

• وما ابرئ • ربما

سورۃ نمبر ۱۵

الحِجْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	15
رکوع	6
آیات	99
الفاظ وکلمات	663
حروف	2907
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورت بھی مکی دور کے آخری زمانہ کی سورتوں میں سے ایک سورت ہے جس میں مکہ و مدینہ میں آباد کفار و مشرکین کو قوم عاد اور قوم ثمود کے واقعات سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ تم ان کھنڈرات سے گذرتے ہو جو کبھی خوب آباد تھے مگر نافرمانیوں کی وجہ سے آج وہ نشان عبرت بن چکے ہیں۔

اس سورت میں ایک ہی وقت میں حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوش خبری دی گئی ہے اور ان ہی فرشتوں نے اللہ کے حکم سے قوم لوط کی تباہی کی اطلاع دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خوشی اور غم سب اللہ کی طرف سے ہیں۔

الحجر قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا جو وادی القریٰ میں مدینہ منورہ سے ملک شام جاتے ہوئے لب سڑک پڑتا ہے ۹ھ غزوہ تبوک میں کے موقع پر جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس مقام سے گذرے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس جگہ ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تیزی سے آگے بڑھ جاؤ کیونکہ یہاں قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا تھا۔ قوم عاد کی طرح قوم ثمود بھی عرب کی قدیم اور عظیم قوموں میں سے ایک قوم تھی جن کی تعمیرات کے فن کا یہ حال تھا کہ انہوں نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بیس بیس منزلہ عمارتیں بنا رکھی تھیں۔ مال و دولت کی کثرت، خوش حالی اور بت پرستی نے اس قوم کو اتنا کھوکھلا کر دیا تھا کہ جب حضرت صالحؑ نے اس قوم کو ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دی اور بتایا کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے۔ اس قوم نے غرور اور تکبر سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اللہ کے حکم کے باوجود انہوں نے اس اونٹنی کو بھی ذبح کر دیا جو معجزہ کے طور پر ان کو دی گئی تھی۔ جب نافرمانیوں کی انتہا ہو گئی تب اللہ نے اس قوم پر عذاب نازل کیا اور ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ ان کی تہذیب و تمدن، تعمیر و ترقی، مال و دولت ان کے کسی کام نہ آسکے۔ ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ جن کے شہروں کے کھنڈرات آج بھی نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔ فرمایا گیا کہ ہر قوم کو ایک موقع اور مہلت دی جاتی ہے اگر وہ اس سے فائدہ اٹھاتی ہے تو اس کی نجات کا سامان ہو جاتا ہے ورنہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور دوسری ظالم قوموں کے ساتھ ان کو ان کے انجام سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے قرآن کریم کی شکل میں ایک ایسی کتاب زندگی عطا فرمائی ہے جس کے اصول نہایت صاف ستھرے اور واضح ہیں۔ انداز بیان شگفتہ اور فیصلہ کن ہے اس کا کوئی انداز ایسا نہیں ہے جس کے سمجھنے میں کسی کو بھی کوئی دشواری یا الجھن ہو سکتی ہو۔ وہی ایک سچائی کی روشنی

ہے جس سے دلوں کو منور و روشن کیا جا سکتا ہے لیکن ایسے بدنصیب لوگ بھی ہیں جو اس سچائی کو ماننے کے بجائے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ شاید ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے اس کے برخلاف وہ خوش نصیب بھی ہیں جو اس حقیقت کو مان کر خود راہ زندگی کے روشن ستارے بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شیطانی وسوسوں سے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ شیطان نے ابتدائے کائنات کے وقت ہی یہ کہہ دیا تھا کہ اے اللہ مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ میں ثابت کر سکوں کہ انسان بالکل بے حقیقت چیز ہے۔ فرمایا کہ شیطان اپنے جال بچھا کر اس میں اللہ کے بندوں کا شکار کرتا ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ شیطان کے چکر میں آجائیں گے ان سے میں جہنم کو بھر دوں گا اور جو نیک اور پرہیزگار ہوں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں کے مستحق ہوں گے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کی پرواہ نہ کیجیے کھلم کھلا اللہ کے دین کی دعوت دیجیے یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جو لوگ آج اللہ کے نبی ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو خود ان کی زندگیاں مذاق بن کر رہ جائیں گی۔

سُورَةُ الحِجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾
رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۲﴾
ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ وَ مَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴﴾
مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف-لام-را (حروف مقطعات جن کے معنی ومراد کا علم اللہ کو ہے)
یہ کتاب الٰہی اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ کسی وقت اس بات کی تمنا ضرور کریں گے کاش وہ فرماں بردار (مسلم) ہوتے۔ (اے نبی ﷺ) انہیں چھوڑ یئے وہ (کچھ دن) کھائیں، فائدے اٹھائیں اور ان کو امیدوں کی غفلت میں لگا رہنے دیجئے وہ بہت جلد (ساری حقیقت کو) جان لیں گے۔ ہم نے جب بھی کبھی کسی قوم کو ہلاک کیا ہے تو اس کے لئے لکھا ہوا وقت مقرر تھا۔ کوئی قوم اپنی مقررہ مدت سے پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ بعد میں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

تِلْکَ — یہ (اسم اشارہ)

مُبِیْنٌ — کھلا۔ واضح۔ روشن

رُبَمَا — کبھی کبھی۔ اکثر

يَوَدُّ	پسند ہوگا
لَوْ	اگر۔کاش
مُسْلِمِيْنَ	فرماں بردار۔گردن جھکانے والے
ذَرْ	چھوڑ دے
يَاْكُلُوْنَ	وہ کھائیں گے
يَتَمَتَّعُوْا	وہ فائدہ حاصل کریں گے
يُلْهِهِمْ	(اَلْهَاءٌ لَهُوٌ)۔دل لگانا۔غافل ہونا
اَلْاَمَلُ	امید۔آرزو
سَوْفَ	جلد۔عنقریب
اَهْلَكْنَا	ہم نے ہلاک کیا۔برباد کیا
قَرْيَةٌ	بستی۔شہر
كِتَابٌ	لکھا ہوا
مَعْلُوْمٌ	مقرر
مَا تَسْبِقُ	آگے نہیں بڑھتی
اُمَّةٌ	جماعت۔گروہ
اَجَلٌ	مدت۔موت
يَسْتَاْخِرُوْنَ	وہ دیر کرتے ہیں۔پیچھے ہٹتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی منکرین توحید و رسالت اور قیامت پر ایمان نہ لانے والوں کا بھیانک انجام اور اللہ و رسول پر ایمان و یقین رکھنے والوں کے بہترین انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس سورت کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے جس کے متعلق پہلے بھی تفصیل سے بتا دیا گیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور حقیقت کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہے۔ وہی ان حروف کے معنی اور مراد سے واقف ہے۔ فرمایا گیا کہ قرآن کریم ایک نعمت ہے جو کتابی شکل میں موجود ہے اور اس کے معنی بہت صاف، واضح اور روشن ہیں جس کے سمجھنے میں کسی کو کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ اس کا انداز اس قدر دلچسپ ہے کہ وہ انسانوں کو خود ہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہ وہ کتاب مبین ہے جس کے نہ تو الفاظ پڑھنے میں کوئی دشواری ہے نہ اس کا ترجمہ کرنے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے اور نہ اس کے حفظ کرنے میں کوئی دشواری ہے، یہ اپنے الفاظ، معانی اور عمل کی ایک واضح کتاب ہے۔ فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کو جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں ان کو قرآن کریم کی یہ خوبیاں نظر نہیں آتیں لیکن قیامت میں جب اس قرآن کریم پر عمل کرنے والے عیش و آرام میں ہوں گے تب یہ کفار و مشرکین نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کاش ہم بھی اللہ کے فرماں بردار ہوتے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو سمجھائیں لیکن ان کو کھانے کھیلنے اور اپنی آرزوؤں اور تمناؤں میں الجھا رہنے دیں بہت جلد ان کو ساری حقیقت کا علم ہو جائے گا فرمایا کہ ہم نے ہر قوم کو مہلت عمل دی ہے جس سے ان کو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ شاید اللہ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا حالانکہ تاریخ کے دریچوں سے اگر جھانک کر دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم کو ان کے برے اعمال کے سبب تباہ و برباد کیا ہے تو اس گھڑی کے آنے میں نہ کبھی دیر ہوئی ہے اور نہ جلدی۔ جب اس کا فیصلہ آ جاتا ہے تب کوئی اس کے فیصلے سے بچ نہیں سکتا۔

ان آیات میں کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ آج وہ جن بدمستیوں میں لگے ہوئے ہیں ان کے پاس وقت بہت کم ہے۔ اللہ کا وہ فیصلہ دور نہیں ہے جب ان کو قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ جیسی نعمتوں کے ٹھکرانے پر سخت سے سخت سزا دی جائے گی اور پھر ان کے کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا
الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا
بِالْمَلَائِكَةِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ
إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُّنظَرِينَ ﴿٨﴾ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٩

(ان کافروں نے) کہا اے وہ شخص جس پر یہ قرآن اتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو لے کر کیوں نہیں آتا۔ (اللہ نے فرمایا کہ) ہم فرشتوں کو یوں ہی نازل نہیں کرتے کیونکہ (فرشتوں کے آنے کے بعد) ان کو مہلت نہیں دی جاتی۔ بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٩

یَاَ یُّھَا	اے (حرف ندا)
نُزِّلَ	نازل کیا گیا۔ اتارا گیا
اَلذِّ کْرُ	یاددھانی کی چیز۔ قرآن مجید
مَجْنُوْنٌ	دیوانہ۔ پاگل
تَاْ تِیْنَا	تو ہمارے پاس آتا ہے۔
مَانُنَزِّلُ	ہم نازل نہیں کرتے
اِذًا	اس وقت
اِنَّا	بے شک ہم
نَحْنُ	ہم سب
حَافِظُوْنَ	حفاظت کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ٦ تا ٩

جب نبی کریم ﷺ مکی زندگی میں کفار اور مشرکین کو اللہ کے دین اور آخرت کی ابدی سچائیوں کی طرف بلاتے تب وہ اپنی روایتی ضد، عناد، ہٹ دھرمی اور جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کے ساتھ تو فرشتوں کو ہونا چاہئے

تھا جو اس بات کی علامت ہوتے کہ آپ سچے نبی ہیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو یہ سوائے جنون اور دیوانگی کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ وہ فرشتوں کو نازل کر دے مگر اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی قوم کو عذاب دینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تب وہ اپنے فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اور جب وہ فیصلہ کر کے اپنے فرشتوں کو بھیج دیتا ہے تو پھر کسی قوم کو مزید مہلت عمل نہیں دی جاتی بلکہ جڑ و بنیاد سے اکھاڑ دینے کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ گذشتہ قوموں کی تاریخ اس سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے وہ کہ جس پر ذکر اتارا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ بے شک وہ قرآن جس کو ہم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا ہے وہ ’’ذکر‘‘ ہی ہے۔ وہ ہمارا کلام ہے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہماری ہی ہے۔ ہم اپنے اس قرآن اور ذکر کی حفاظت خود کریں گے اور کسی انسان کے ذمے یہ کام نہیں لگائیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کی حفاظت کچھ اس طرح سے کی ہے کہ اگر مسلمان عمل سے دور ہو گئے اور انہوں نے خدمت قرآن کو چھوڑ دیا تو اللہ نے دشمنان قرآن کو ایمان کی دولت سے نواز کر محافظ قرآن بنا دیا۔ اس کی سب سے بڑی مثال تیرھویں صدی کا وہ عظیم الشان تاریخی واقعہ ہے جب تاتاریوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ مسلمانوں کی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کئے گئے، خون کی ندیاں بہادی گئیں، ان کے کتب خانے اور ان کی علمی کاوشوں کو تاتاریوں نے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ کبھی دجلہ و فرات کا پانی ان کمزور مسلمانوں کے خون سے رنگین ہو گیا۔ کبھی ان کی کتابوں کی سیاہی سے پانی کا رنگ کالا ہو گیا۔ ان حالات کو دیکھ کر کمزور ایمان کے لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب دنیا سے اسلام اور قرآن مٹ جائیں گے لیکن اچانک اللہ نے تاتاریوں کو ایمان کی توفیق عطا فرما دی اور وہ ایمان قبول کر کے محافظ قرآن بن گئے۔

قرآن کریم کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اس کی تعلیمات اور انداز تعلیم تک محفوظ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ صرف کاغذوں کی حد تک نہیں بلکہ اہل ایمان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ آج دنیا میں اس قرآن کے تقریباً تین لاکھ حافظ قرآن موجود ہیں جن کے سینے قرآن کے نور سے منور و روشن ہیں۔

صرف الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ احادیث رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے آخری نبی ﷺ کی ایک ایک ادا کے ہزاروں حافظ گذرے ہیں۔ علماء امت نے دین کی حفاظت کے لئے وہ کچھ کیا جو کسی امت نے نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے غریب مسلمانوں کو اس مقصد کے لئے منتخب فرما لیا کہ ان سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا کیا۔ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ قرآن کریم دنیا میں سب سے طاقتور چیز ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ اگر ہم اس ذکر کو یعنی قرآن کریم کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو وہ اس کے بوجھ کو کسی طرح برداشت نہ کر سکتا لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن جیسی طاقت کی حفاظت ہمیشہ معاشرہ کے کمزور اور غریب لوگوں نے کی ہے۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو تین لاکھ حافظان قرآن یا صبح و شام تلاوت کرنے والے یا قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس دنیاوی دولت نہیں ہوتی وہ معاشرہ کے غریب اور کمزور لوگ ہوتے ہیں۔

لیکن ان کے دل قرآن کریم کے نور سے منور و روشن ہوتے ہیں اور وہ اس دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ یوں تو اللہ جس کو بھی توفیق عطا فرمادے لیکن میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ جس کے پاس چار پیسے آجاتے ہیں وہ تو اپنے بچے کو قرآن حفظ یاد کرنے کرانے کو وقت ضائع کرنے کے برابر سمجھنے لگتا ہے۔ سوائے اللہ کے ان بندوں کے جن کے پاس غربت یا دولت مندی دونوں برابر ہوتی ہیں وہ اپنے بچوں کو دین پر قائم رکھتے ہیں۔ میرے کہنے کا منشا یہ ہے کہ عام طور پر کسی وزیر، بڑے سرمائے دار، وڈیرے، اور سرداروں کے بچے حافظان قرآن اور عالم دین نہیں ہوتے بلکہ غریب و مفلس گھرانے کے بچے قرآن کریم حفظ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ساری دنیا پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت کا مالک صرف اللہ ہے وہ جس سے چاہے اپنے قرآن کی حفاظت کرالے لیکن اس نے اس قرآن جیسی طاقت کی حفاظت ہمیشہ غریبوں اور کمزوروں سے کرائی ہے۔ وہ کسی کی طاقت و قوت کا محتاج نہیں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ
شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ
اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۵

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے لوگوں کے لئے رسول بھیجے تھے۔ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ ہم اسی طرح مجرموں کے دلوں میں (خیالات کو) ڈالتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ طریقہ پہلوں ہی سے چلا آرہا ہے۔ اور اگر ہم ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیں پھر وہ اس میں چڑھتے چلے جائیں تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھوں کو باندھ دیا گیا ہے بلکہ ہم پر تو بالکل ہی جادو کر دیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۵

شِيَعٌ	جماعتیں۔گروہ
يَسْتَهْزِءُ وْنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں
نَسْلُكُ	ہم چلاتے ہیں
خَلَتْ	گذر گئی۔گذر گئے
سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ	گذرے ہوؤں کے طریقے
فَتَحْنَا	ہم نے کھول دیا
يَعْرُجُوْنَ	وہ چڑھتے ہیں
سُكِّرَتْ	باندھ دی گئی۔روک دی گئی
مَسْحُوْرُوْنَ	جادو کا اثر کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۵

کفار و مشرکین ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی سچی تعلیمات کا جواب دینے یا اس کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کا مذاق اڑاتے اور ایسا انداز اختیار کرتے جس سے نبی کریم ﷺ کو سخت ذہنی اذیت پہنچتی تھی۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ کے ساتھ فرشتے کیوں نہ بھیج دیئے گئے جو آپ کے آگے پیچھے چلتے اور ہم ان کو دیکھ کر آپ کو اللہ کا نبی تسلیم کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم فرشتے بھیج سکتے ہیں ہماری قدرت سے یہ باہر نہیں ہے لیکن اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فرشتے اس وقت بھیجتا ہے جب کسی قوم کی تقدیر کا فیصلہ کر کے اس پر عذاب مسلط کرنا ہوتا ہے چونکہ اللہ بھی ان کفار کو مزید مہلت دے رہا ہے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر اللہ کا فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ان آیات میں مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کے مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کریں۔ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے گئے ہیں ان کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے خیالات کے مطابق ان کو اپنی مجرمانہ حرکتیں کرنے کا پورا پورا موقع دیا

تا کہ وہ اپنے جرم پر جم کر پہلے لوگوں کی طرح حرکتیں کرتے رہیں۔ فرمایا کہ جس کو ایمان لانا ہے اس کے لئے چند سچی باتیں ہی کافی ہیں لیکن جنہوں نے کفر و شرک پر جم جانے کا فیصلہ کرلیا ہے ان کے لئے اگر آسمان کے دروازے بھی کھول دیئے جائیں۔ اور وہ ان پر چڑھ کر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ ایسا لگتا ہے جیسے ہماری نظر بندی کردی گئی تھی یا ہم پر جادو کردیا گیا تھا اور ہمیں وہ نظر آیا جو حقیقت نہیں تھا (نعوذ باللہ) فرمایا کہ یہ ان کی کافرانہ ضد اور ہٹ دھرمی ہے جو ان کی زندگی کا بھیانک پہلو ہے ’’میں نہ مانوں‘‘ کی رٹ نے ان کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے مذاق اڑانے اور طرح طرح کے مطالبات سے آپ رنجیدہ نہ ہوں آپ اپنا کام کئے جایئے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب یہی مذاق اڑانے والے اپنی بوٹیاں نوچتے ہوں گے اور اس وقت ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آسکے گا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ

بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ
رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾
وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ
لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا
نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾
وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ
رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

٢/٢/٢

ترجمہ: آیت نمبر ١٦ تا ٢٥

اور بے شک ہم نے آسمان میں ایسے برج (قلعے) بنادیئے جنہیں دیکھنے والوں کے لئے خوبصورت بنادیا گیا ہے۔ اور ہم نے اس کو ہر مردود شیطان سے محفوظ بنادیا ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی چوری چھپے سے سن لے تب ایک چمکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ اور زمین جسے ہم نے پھیلا دیا ہے جس میں بھاری پہاڑ جمادیئے اور اس میں ہم نے ایک مقدار کے مطابق ہر طرح کی نباتات (زمین سے اگنے والی چیزوں) کو اگا دیا ہے۔ اس میں ہم نے تمہارے لئے روزی کے ذرائع بنائے اور ان کے لئے بھی جن کے تم رازق نہیں ہو۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے خزانے (بھاری مقدار میں) ہمارے پاس نہ ہوں۔ مگر ہم ہر چیز ایک مناسب مقدار (اندازے) میں اتارتے ہیں۔ اور ہم ہی ہوائیں بھیجتے ہیں جو کہ بادلوں کو (پانی سے) بھر دیتی ہیں۔ پھر بلندی سے پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم تمہیں سیراب کردیتے ہیں اور تم اتنا جمع کر کے نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور بیشک ہم ہی زندگی دیتے ہیں، ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی وارث (مالک) ہیں۔ اور جو لوگ گذر گئے ہیں ہمیں ان کا بھی علم ہے جو پیچھے رہ جانے والے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں۔ اور (اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا رب ان سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا۔ بے شک وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦ تا ٢٥

بُرُوْجٌ	(بُرْجٌ)۔ اونچی اور بلند عمارت۔ قلعے
زَيَّنَّا	ہم نے زینت دی۔ خوبصورت بنایا
نٰظِرِيْنَ	دیکھنے والے
حَفِظْنَا	ہم نے حفاظت کی
رَجِيْمٌ	مردود۔ نکالا گیا

اِسْتَرَقَ	(اِسْتِرَاقٌ)۔جس نے چوری سے کوئی چیز اڑالی ہو
اَلسَّمْعُ	سننا
اَتْبَعَ	پیچھے لگ گیا
شَهَابٌ	انگارا۔آگ
مَدَدَ	پھیلادیا
اَلْقَيْنَا	ہم نے ڈال دیا
رَوَاسِيَ	بوجھ۔پہاڑ
اَنْبَتْنَا	ہم نے اگایا
مَوْزُوْنٌ	اندازہ۔مقدار
مَعَايِشٌ	زندگی گذارنے کا سامان
لَسْتُمْ	تم نہیں ہو
خَزَائِنُ	خزانے۔ذخیرہ
قَدَرٌ مَّعْلُوْمٌ	اندازے مقرر۔متعین
اَلرِّيٰحُ	(رِيْحٌ)۔ہوائیں
لَوَاقِحُ	(لَا قِحَةٌ)۔بوجھل۔بھرپور
اَسْقَيْنَا	ہم نے سیراب کردیا۔پلایا
خَازِنِيْنَ	خزانے والے
نُحْيِ	ہم زندگی دیتے ہیں
نُمِيْتُ	ہم موت دیتے ہیں

اَلْوَارِثُوْنَ	مالک۔وارث
عَلِمْنَا	ہم نے جان لیا
اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ	(اِسْتِقْدَامٌ) آگے رہنے والے
اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ	پیچھے رہنے والے
یَحْشُرُ	وہ جمع کرے گا

تشریح: آیت نمبر ١٦ تا ٢٥

اس سے پہلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو نازل فرمایا جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود ہی اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ اسی طرح وہ اللہ انبیاء کرام اور ان کی نبوت کا بھی محافظ و نگران ہے کفار و مشرکین استہزاء اور مذاق کے ذریعہ اس نور کو بجھانے کی کوشش میں کسر اٹھا نہیں رکھتے ہر طرح کے ظلم و ستم، زیادتیوں اور مذاق کے ہتھیار استعال کر کے انبیاء کرامؑ کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو ہر طرح کا غلبہ و قوت عطا فرما کر کفار و مشرکین کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ انکار نبوت کی نحوستوں کے بعد انکار توحید کرنے والوں کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ کیا یہ لوگ اس کائنات کو دیکھ کر اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ:

١) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایک خاص انداز سے ترتیب دیا ہے جس میں روشنیوں کو اس نے پھیلا دیا ہے بڑے بڑے ستارے، سیارے بنائے جن کو انسان رات دن کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے آسمان کی بلندیوں کو اتنا حسین اور خوبصورت بنایا ہے کہ جب رات کو چاند اور ستارے چمکتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے اللہ نے کہکشاں بکھیر دی ہے۔ انہوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ اتنا بڑا انظام کس نے پیدا کیا یقیناً وہ ایک اللہ کی ذات ہے اسی نے اس کائنات اور اس کی خوبصورتیوں کو پیدا کیا وہی اس کا محافظ، نگراں اور سنبھالنے والا ہے۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ہزاروں نشانیاں ان ہی میں موجود ہیں۔

٢) پھر آسمانوں پر شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ شیطان اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں کی طرف بلند ہو کر فرشتوں کی گفتگو سے آئندہ ہونے والے حالات کی کچھ سن گن لیں۔ پہلے اس کی کسی حد تک اجازت بھی تھی لیکن نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اب اگر وہ جنات و شیاطین آسمانوں کی طرف بلند

ہونا چاہتے ہیں تا کہ وہاں کی کچھ خبریں حاصل کرسکیں تو ان پر (شہاب ثاقب) شعلوں کی بارش کردی جاتی ہے تا کہ وہ کسی بات کو چوری چھپے بھی نہ سن سکیں۔

۳) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین کو بڑی وسعت دی ہے اس کو خوب پھیلایا ہے۔ اس میں طرح طرح کے پھل پیدا کئے انسانی ضروریات کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور اس میں ایک ایسا توازن پیدا کردیا تا کہ ہر چیز ایک تعداد اور اندازے کے مطابق ہو۔ فرمایا کہ یہ اللہ ہی کا کرم ہے کہ اس نے پہاڑوں کو میخوں کی طرح زمین میں گاڑ دیا تا کہ زمین اپنا توازن برقرار رکھ سکے اور ادھر ادھر ڈھلک نہ جائے۔ اسی زمین میں جہاں انسانوں کے لئے ہر چیز پیدا کی وہیں جانوروں کے لئے بھی غذا پیدا کی گئی۔ حالانکہ اصولاً تو ان جانوروں کا رزق انسانوں کے ذمے ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ ان کو استعمال کرتے ہیں لیکن فرمایا کہ انسان ہوں یا جانور زمین پر رینگنے والے، سمندروں میں پلنے والے جانور اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندوں کا رزق ہمارے ذمے ہے انسان کی یہ ذمہ داری نہیں رکھی گئی۔ فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا اتنا بڑا نظام خود بخود چل رہا ہے؟ حالانکہ زمین و آسمان کا یہ پورا نظام اپنے خالق و مالک کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ کوئی ذات ہے جو اس پورے نظام کو چلا رہی ہے۔ فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کو ایک خاص تعداد، اندازے اور توازن سے پیدا کیا ہے۔ زمین میں اتنے خزانے چھپادیئے ہیں کہ وہ ہر دور کے انسانوں کی ضرورت کے لئے کافی ہیں۔

۴) پھر فرمایا کہ ہم نے صرف زمین ہی نہیں بنائی بلکہ اس زمین کو سیراب کرنے کا بھی ایک نظام بنایا ہے خوب ہوائیں چلائیں جو بادلوں کو لے کر چلتی ہیں۔ پھر اللہ جہاں چاہتا ہے ان بادلوں سے پانی برسا دیتا ہے جس سے زمین کی پیاس بجھ جاتی ہے اور مردہ زمین کو ایک نئی زندگی مل جاتی ہے۔ اس پانی سے نہریں چشمے دریا اور ندیاں بہتی ہیں جو پورے سال مستقل اس زمین پر رہنے والے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ حالانکہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں بنائی بلکہ وقتی گذارے کے لئے بنائی گئی ہے۔ آخر کار یہ زمین بھی فنا کردی جائے گی صرف ایک اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ وہ اللہ تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور ایک میدان میں جمع کر کے ان سے پوری زندگی کا حساب لے گا۔ جو لوگ نیکیوں اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گذار کر آئیں گے ان کے لئے جنت کی ابدی راحتیں ہوں گی لیکن جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں زندگی گذار کر آئے ہوں گے ان کے لئے ابدی جہنم اور اس کی آگ ہوگی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا

الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ
لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٨﴾
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٢٩﴾
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ
السّٰجِدِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ
لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ
اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ
الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي
الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ
عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾
لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿٤٤﴾ ٣ ع ١٩ ٣

ترجمہ: آیت نمبر ٢٦ تا ٤٤

اور بے شک ہم نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے سیاہ سڑے گارے سے بنایا ہے۔ اور جنات کو پہلے ہی سے ایک ایسی آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہ تھا اور جب آپ ﷺ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کھنکھناتے ہوئے سڑے گارے سے انسان کو پیدا کروں گا پھر جب میں اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔ اس کے بعد سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا۔ اس نے اس بات کو قبول نہیں کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔ اللہ نے کہا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا۔ ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں جو اس بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے کھنکھناتے ہوئے سڑے گارے سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا۔ پس بے شک تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر انصاف کے دن (قیامت) تک لعنت ہے۔ اس نے کہا میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دیدیجئے جس دن سب مردے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ بے شک تو مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہے اس دن تک جس کا وقت مقرر ہے۔ کہنے لگا میرے رب جب کہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے تو میں ان کے لئے زمین میں (گناہ کو) خوبصورت بناؤں گا اور میں ضرور سب کو گم راہ کروں گا۔ سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہیں۔ اللہ نے کہا یہی راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے۔ بے شک میرے (مخلص) بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا سوائے ان لوگوں کے جو تیرے پیچھے لگ جائیں گے۔ اور بے شک سب گمراہوں کے لئے جہنم وعدہ کی جگہ ہے۔ جس جہنم کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے میں ایک حصہ ان کے لئے مخصوص ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٦ تا ٤٤

صَلْصَالٌ	وہ مٹی جو سوکھ کر سخت ہو جائے اور بجنے لگے	حَمَاٍ	سڑی ہوئی مٹی، کیچڑ۔
مَسْنُوْنٌ	گوندھی گئی۔	جَانٌّ	جن
اَلسَّمُوْمُ	لو	سَوَّيْتُ	میں نے برابر کر دیا۔ ٹھیک کرلیا
نَفَخْتُ	میں نے پھونک دیا۔ پھونک ماردی	رُوْحِيْ	میری روح

قَعُوْا	گر پڑو	اَبٰی	انکار کیا
اَنْ یَکُوْنَ	یہ کہ وہ ہو	مَالَکَ	تجھے کیا ہوا
لَمْ اَکُنْ	میں نہیں ہوں	بَشَر	انسان
اُخْرُجْ	نکل جا	لَعْنَۃٌ	لعنت، اللہ کی رحمت سے دوری
اَنْظِرْنِیْ	تو مجھے مہلت دیدے	یُبْعَثُوْنَ	(اٹھائے جائیں گے)
اَغْوَیْتَ	(اغواء) تونے سیدھی راہ سے ہٹادیا	سُلْطٰنٌ	قوت، زور
اَلْغٰوِیْنَ	بھٹکنے والے	مَوْعِد	وعدہ کی جگہ
سَبْعَۃُ اَبْوَاب	سات دروازے	جُزْءٌ	حصہ
مَقْسُوْمٌ	تقسیم کیا گیا		

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۴

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں کائنات اور اس کے عظیم الشان نظام کا ذکر فرمایا تھا کہ اس اللہ نے ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، شجر و حجر، دریا و سمندر اور ہر طرح کے پھلوں کو پیدا کیا تاکہ انسان اپنی زندگی کا سامان حاصل کر سکے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کی تخلیق، انسانی عظمت کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے اور ابلیس کی نافرمانیوں کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو کھنکھناتے ہوئے سیاہ سڑے گارے سے بنایا ہے۔ اور جنات کو انسانوں سے بھی پہلے ایسی آگ سے پیدا کیا جو صاف و شفاف اور بغیر دھویں کے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ میں ایسی مٹی سے انسان کو بنا رہا ہوں جو بجنے والی اور سڑے گارے والی ہے۔ جب میں انسانی پتلہ بنا کر اس میں روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ لیکن ابلیس (شیطان) جو قوم جنات سے تھا اور فرشتوں کا سردار تھا اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے ابلیس جب میں نے آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا تو تجھے کیا ہوا کہ تو نے اس کو سجدہ نہیں کیا۔ ابلیس نے کہا کہ میں ایسے بشر کو کیسے سجدہ کر سکتا تھا جو بجنے

والی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی میں تو صاف شفاف آگ سے پیدا کیا گیا ہوں جس میں دھواں تک نہ تھا جب کہ انسان ایک حقیر مادہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کو میرے قدموں پر جھکنا چاہئے تھا۔ یہ اسکا تکبر اور اپنی ذات کی بڑائی تھی جو اللہ کو پسند نہیں آئی۔ فرمایا کہ اے ابلیس تو یہاں سے نکل جا (جنت سے، آسمانوں سے، گروہ ملائکہ سے) تو اللہ کی بارگاہ سے نکالا ہوا ہو گیا اور بے شک قیامت تک تیرے اوپر لعنت برستی رہے گی یعنی تو اللہ کی رحمت سے دور رہے گا۔

مزید تکبر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اے اللہ! مجھے اس دن تک کی مہلت دیجئے جب سارے انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے یعنی قیامت تک۔ اللہ نے فرمایا کہ ایک مدت مقرر تک یعنی قیامت تک تجھے مہلت دیدی گئی۔ ابلیس کہنے لگا کہ اے اللہ جیسا کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا (نعوذ باللہ۔ اللہ پر ہی الزام لگا دیا) میں بھی زمین میں ان کے لئے دل فریب نظارے بکھیر دوں گا اور ان کو گمراہ کروں گا۔ ہاں البتہ وہ لوگ جو تیرے خالص بندے ہیں میں ان کا کچھ نہ کر سکوں گا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہی راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے یعنی یہی لوگ جو صراط مستقیم پر ہوں گے ان پر تیرا کوئی زور نہ چل سکے گا۔ رہے وہ لوگ جو تیرے پیچھے چلیں گے ان سے دوزخ کو بھر دوں گا' فرمایا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں ان کفار کے جیسے اعمال ہوں گے میں اس کے مطابق ان کو ان دروازوں سے گذار دوں گا۔

ان آیات سے متعلق چند ضروری وضاحتیں ملاحظہ کر لیجئے۔

١) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر جگہ یہی اشاد فرمایا ہے کہ اس نے انسانوں کو ایک ایسی مٹی اور گارے سے بنایا ہے جو سڑا ہوا، سیاہ اور کھنکھنانے والا اور بجنے والا مادہ ہے۔ یعنی انسان کو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئے کہ وہ زمین کے اعلیٰ ترین مادے سے نہیں بلکہ سڑے ہوئے مادہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اللہ نے اس انسان کو کائنات میں عظمت عطا فرمائی ہے اور شیطان کے تکبر نے اسے قیامت تک اللہ کی بارگاہ سے نکلوا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل ہے انسان میں خوبی اس کے حکم اور اطاعت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

٢) تکبر اتنی بری چیز ہے کہ وہ عزازیل جو قوم جنات سے تھا اور تمام فرشتوں کا سردار بنا دیا گیا تھا جب اس نے اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں کی، تکبر، غرور اور بڑائی اختیار کی تو اللہ نے اس کو نہ صرف فرشتوں کی سرداری، جنت کی راحتوں اور عزت سے محروم کر دیا بلکہ قیامت تک اس کو ابلیس اور شیطان کا نام دے دیا اور فرما دیا کہ جو شخص بھی اس متکبر اور مغرور کا کہا مانے گا اللہ اس سے اسی طرح ناراض ہو کر اس کو ابدی جہنم میں جھونک دے گا۔ اللہ تعالیٰ کو تکبر اور نافرمانی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔

٣) جو اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہیں شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ان کی حفاظت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ ایسے ہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں اور جنت کی ابدی راحتوں کے مستحق ہیں۔

۴) اس کے برخلاف شیطان کے طریقوں کو اپنانے والے جیسے ان کے اعمال ہوں گے ہر ایک کے لئے ایک دروازہ بنا دیا ہے۔ جہنم کے کل سات دروازے ہیں۔ ان لوگوں کو ان دروازوں سے گذرنا ہوگا۔
جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس طرح جہنم کے سات دروازے ہیں اسی طرح جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان دروازوں سے اپنے اعمال کے مطابق ہر شخص جنت میں داخل ہوگا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَٰمٍ
ءَامِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَٰنًا عَلَىٰ
سُرُرٍ مُّتَقَٰبِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا
بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ
عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

بے شک اہل تقویٰ کیلئے جنتیں اور چشمے ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم ان میں امن اور سلامتی کے ساتھ بے فکر ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوگی اس کو ہم نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے نہ تو تکلیف (بے سکونی اور محنت و مشقت) ہوگی اور نہ وہ ان سے نکالے جائیں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں (لیکن) بے شک میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

عُيُوْنٌ (عَيْنٌ)۔ چشمے

اُدْخُلُوْا	تم داخل ہو جاؤ
سَلٰمٌ	سلامتی۔امن وسکون
نَزَعْنَا	ہم نے کھینچ نکالا
غِلٌّ	باہمی رنجش، ناراضگی۔کینہ
سُرُرٌ	(سَرِیْرٌ)۔تخت۔بیٹھنے کی اونچی جگہ
مُتَقٰبِلِیْنَ	ایک دوسرے کے سامنے
نَصَبٌ	بے سکونی۔محنت ومشقت۔تکلیف
نَبِّئْ	بتادے۔خبردار کردے

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

حضرت آدمؑ کی پیدائش، ان کا جنت میں قیام، اور شیطان کی نافرمانی کے بعد جب شیطان نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت مانگی اور وہ مہلت دیدی گئی اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کریں گے ان کو جنت کی دائمی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی کی زندگی اختیار کریں گے ان کو ایسی جنتیں عطا کی جائیں گی جن میں دودھ، پانی اور شہد کے چشمے جاری ہوں گے جو بھی اہل تقویٰ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم ان جنتوں میں داخل ہو جاؤ اور امن وسلامتی کی زندگی اور راحتیں حاصل کرو۔ان کے دلوں میں اگر کچھ کدورتیں، نفرتیں یا کینہ ہوگا تو وہ سب نکال کر اس کی جگہ محبت اور پیار بھر دیا جائے گا اور وہ حقیقی بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔نہ ان جنتوں میں کوئی محنت، مشقت اور روزی کے لئے بھاگ دوڑ ہوگی اور نہ وہ کبھی ان جنتوں سے نکالے جائیں گے۔ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

> اہل جنت سے کہا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو گے۔تم کبھی بیمار نہ پڑو گے اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔تم ہمیشہ جوان رہو گے تمہارے اوپر بڑھاپا نہیں آئے گا۔اب تم (اسی جنت میں) مقیم رہو گے۔
> اب تمہیں سفر کی مشقتیں نہ اٹھانا پڑیں گی۔

ان آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں اپنے

بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہوں اور ان کی خطاؤں کو بہت معاف کرنے والا ہوں۔ لیکن جب میں گناہ گاروں کو پکڑنے پر آتا ہوں تو بہت سخت پکڑتا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ ان کی بڑی سے بڑی خطا معاف کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے لیکن وہ صرف ایک مہربان و شفیق ہی نہیں ہے بلکہ وہ ان لوگوں کو جو گناہ اور خطاؤں سے باز نہیں آتے جب ان کو پکڑنے پر آتا ہے تو کوئی اس سے چھڑا نہیں سکتا۔

وقف لازم

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ﴿۵۱﴾
إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿۵۲﴾
قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي
عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿۵۴﴾ قَالُوا بَشَّرْنٰكَ
بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ
مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا
الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۷﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ﴿۵۸﴾ إِلَّا آلَ
لُوطٍ ۖ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۹﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا ۙ إِنَّهَا
لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ﴿۶۰﴾

ع ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اے نبی ﷺ انہیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کا حال سنا دیجئے جب وہ اس کے پاس آئے تو انہوں نے اس کو سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ بے شک ہمیں تم سے ڈر محسوس ہو رہا ہے۔ (فرشتوں نے) کہا آپ نہ ڈریئے۔ بے شک ہم تو آپ کو ایک صاحب علم بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔ (ابراہیمؑ نے) کہا کیا تم مجھے اس حال میں خوش خبری سنا رہے ہو کہ جب مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے۔ پھر تم کس چیز کی خوش خبری دے رہے ہو؟ (فرشتوں نے) کہا ہم آپ کو بالکل سچی خوش خبری دے

رہے ہیں اور آپ ناامید لوگوں میں سے نہ ہوں۔ (ابراہیمؑ نے) کہا (اس میں کوئی شک نہیں) کہ اپنے رب کی رحمت سے تو صرف گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ اب تمہارا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سوائے لوطؑ کے گھرانے کے ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ البتہ ہم ان سب کو بچالیں گے سوائے لوطؑ کی بیوی کے جس کے لئے ہم نے اندازہ کرلیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں (یعنی مجرم قوم میں رہ جانے والی) ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ٦۰

ضَیۡفٌ	مہمان
وَجِلُوۡنَ	(وَجِلٌ)۔ ڈرنے والے
لَا تَوۡجَلۡ	تو خوف نہ کر۔ تو نہ ڈر
نُبَشِّرُکَ	ہم خوش خبری دیتے ہیں تم کو۔
غُلٰمٌ عَلِیۡمٌ	علم رکھنے والا لڑکا
اَلۡکِبَرُ	بڑھاپا
اَلۡقٰنِطِیۡنَ	مایوس ہونے والے
اَلضَّآلُّوۡنَ	بھٹکنے والے۔ گم راہ
مَا خَطۡبُ	کیا اصل کام ہے ؟
اَلۡمُرۡسَلُوۡنَ	بھیجے ہوئے
مُنَجُّوۡهُمۡ	ہم ان کو بچالیں گے
قَدَّرۡنَا	ہم نے فیصلہ کرلیا۔ اندازہ کرلیا
اَلۡغٰبِرِیۡنَ	پیچھے رہ جانے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ ہزاروں گناہوں اور مسلسل خطاؤں کے باوجود وہ کسی کو ہر خطا پر نہیں پکڑتا لیکن جب کوئی بندہ یا کوئی قوم گناہ پر گناہ اور اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کر دیتی ہے تب اس کی گرفت کی جاتی ہے۔ اللہ ہر آن اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے اپنی رحمتیں بکھیرتا رہتا ہے۔ گذشتہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بہت مغفرت کرنے والا مہربان ہوں لیکن جب میں گرفت کرتا ہوں تو پھر مجھ سے کوئی اپنے آپ کو چھڑا نہیں سکتا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دو کیفیات کا ذکر فرمایا ہے۔ کچھ فرشتے خوبصورت انسانوں کی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابراہیم ان کے اجنبی چہروں سے ان کو مہمان سمجھ کر فوراً ہی گھر کے اندر تشریف لے گئے تاکہ جو کچھ میسر ہو وہ مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ گھر میں بچھڑا تھا حضرت ابراہیمؑ نے اس کو ذبح کیا اور بھنا ہوا گوشت لے کر مہمانوں کے پاس تشریف لائے تاکہ مہمان جی بھر کر کھانا کھالیں۔ مگر حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے ہیں۔ اس زمانہ میں اگر کوئی اجنبی مہمان کھانے سے انکار کر دیتا تو یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ اس کے ارادے بظاہر اچھے نہیں ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے اصرار کے باوجود انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں یہ خوف پیدا ہونا قدرتی بات تھی کہ ان لوگوں کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تب فرشتوں نے اپنے آپ کو حضرت ابرہیمؑ پر ظاہر کر دیا کہ وہ اللہ کے فرشتے ہیں جو ان کو (حضرت ابرہیمؑ کو) حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے بے ساختہ کہا کہ اس بڑھاپے میں اولاد کی خوش خبری کیسے ممکن ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ اے ابراہیمؑ ہم نے جو کچھ خوش خبری دی ہے وہ برحق ہے اور آپ مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ کی رحمت سے مایوس تو صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو گمراہ ہیں پھر حضرت ابراہیمؑ کے پوچھنے پر ان فرشتوں نے کہا کہ ہم قوم لوط جیسی مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ البتہ حضرت لوطؑ کے گھر والوں کو نجات دینے کے لئے آئے ہیں لیکن ان کی وہ بیوی جو نافرمان ہے اور اللہ پر یقین نہیں رکھتی ان مجرمین کی ساتھی ہے وہ بھی اس قوم کے ساتھ رہ جائے گی جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت ملاحظہ کر لیجئے:

۱) ضیف ابراہیمؑ:---- ابراہیمؑ کے مہمان یعنی انہوں نے اپنے مہمانوں کے لئے کس قدر زبردست خلوص پیش کیا کہ ان کو سب سے پہلے اس بات کی فکر ہوگئی کہ یہ اجنبی مہمان ہیں یقیناً دور دراز سے آئے ہیں۔ بھوک پیاس سے نڈھال ہوں گے ہر بات سے پہلے ان کی مہمان داری میں لگ گئے۔ اپنے مہمانوں کی تواضع کے لئے خود ہی محنت و مشقت میں لگ گئے۔ نبی کریم ﷺ بھی اسی سنت انبیاء پر تھے کہ جب کوئی بھی مہمان آتا تو آپ اپنے دست مبارک سے اس کی خاطر تواضع میں کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

۲) جب وہ فرشتے انسانی شکل میں آئے تو انہوں نے آتے ہی سلام کیا۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایات کی روشنی

میں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر آنے والا سب سے پہلے موجود لوگوں کو سلام کرے۔ اگر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں تو جو کھڑے ہیں یا آنے والے ہیں وہ ان کو سلام کریں جو بیٹھے ہوئے ہیں۔ البتہ اگر کچھ لوگ تلاوت قرآن کریم یا نماز میں مشغول ہوں تو سلام نہیں کرنا چاہئے۔

۳) دشمن کا خوف طاری ہو جانا تقاضائے بشریت ہے۔ خوف پیدا ہونا بشریت یا نبوت کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے کفار سے چھپ کر رات کی تاریکی میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے بچ کر غار ثور میں تین دن تک چھپے رہے اور اس کے بعد آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ وہاں سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

۴) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ وہ انسانوں کی طرح وسائل کا محتاج نہیں ہے بغیر ماں اور باپ کے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا۔ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰؑ کو پیدا کیا، ایک سو دس سال کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ جب اللہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کو کرنے کا حکم دیتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔

۵) ایک مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تعجب سے کہا کہ اس بڑھاپے میں میرے گھر کیسے اولاد ہو سکتی ہے جبکہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے یعنی اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ اللہ کی رحمت اور اس کی طرف سے خوش خبری ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کے نظام کو چلاتا ہے۔ مایوس تو صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو راہ پر نہ ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کو امید کا دامن تھامے رہنا چاہئے۔

۶) فرشتے مجرم قوم کو تباہ و برباد کرنے اور اللہ کے حکم سے ان تمام لوگوں کو نجات دینے کے لئے آئے تھے جو حضرت لوطؑ کے ماننے والے تھے "آل" سے مراد یہی لوگ ہیں۔ اسی طرح فرشتوں کو یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ حضرت لوطؑ کے گھر والوں کو بھی اللہ کے عذاب سے دور رکھیں لیکن حضرت لوطؑ کی بیوی ان نجات پانے والوں میں شامل نہیں ہوگی کیونکہ وہ مجرم قوم کی ساتھی ہے جس طرح وہ لوگ پیچھے رہیں گے اسی طرح حضرت لوطؑ کی بیوی کا انجام بھی ان ہی کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اصل چیز ایمان ہے کسی کا رشتہ دار ہونا نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا

حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ
مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾
قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا
تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ
اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا
مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٩﴾

وقف لازم
ع ٥ ١٩

ترجمہ: آیت نمبر ٦١ تا ٧٩

پھر جب وہ بھیجے ہوئے (فرشتے) لوطؑ کے گھر والوں کے پاس آئے تو (لوطؑ نے) کہا کہ تم کچھ اجنبی سے لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو اس عذاب کے ساتھ آئے ہیں جس کے آنے میں وہ شک کرتے تھے۔ ہم تمہارے پاس حق کے ساتھ آئے ہیں اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اور (اے لوطؑ) آپ کچھ رات گئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ نکلئے اور خود ان کے پیچھے رہئے۔ اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ اور ویسے ہی کیجئے جس کا آپ کو (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے۔
اور ہم نے (لوطؑ کی طرف) یہ فیصلہ پہنچا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان نافرمانوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اور شہر والے خوشیاں مناتے آئے (لوطؑ نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں پس تم مجھے رسوا نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے رنجیدہ نہ کرو۔ کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں سارے جہان کی حمایت سے منع

نہیں کیا تھا۔(لوطؑ نے) کہا یہ میری بیٹیاں (تمہارے گھروں میں) ہیں اگر میرا کہنا کرو۔آپ کی جان کی قسم وہ اپنی بدمستی میں اندھے بن رہے تھے۔ پھر سورج نکلتے ہی ان کو ایک سخت دھماکے نے آلیا۔ پھر ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا (یعنی تہہ وبالا کر دیا) اور پھر ہم نے ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ بیشک اس (واقعہ میں) عقل وسمجھ رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔اور یہ (آج بھی) ایک آباد راستے پر (نشان عبرت) ہیں اور بے شک ان میں اہل ایمان کے لئے نشانی (عبرت ونصیحت) ہے۔اور اصحاب الایکہ (بن والے) بڑے ظالم تھے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔اور (عبرت ونصیحت کے لئے) وہ دونوں بستیاں کھلی سڑک پر ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۷۹

مُنْكَرُوْنَ	(مُنْكَرٌ)۔اجنبی۔ناآشنا
يَمْتَرُوْنَ	(مِتْرَاءٌ)۔وہ شک وشبہ کرتے ہیں
اَسْرِ	تو چل دے۔تو چل پڑ
قِطْعٌ	ٹکڑا۔حصہ
اَدْبَارٌ	(دُبُرٌ)۔پیٹھ پیچھے
لَا يَلْتَفِتُ	مڑ کر مت دیکھ۔متوجہ نہ ہو
اِمْضُوْا	چلتے رہو۔چلے جاؤ
حَيْثُ	جیسے
تُؤْمَرُوْنَ	تمہیں حکم دیا گیا ہے
قَضَيْنَا	ہم نے فیصلہ کر دیا
دَابِرٌ	جڑ
هٰٓؤُلَاۤءِ	یہ سب

مَقْطُوْعٌ	کاٹ دی گئی
مُصْبِحِیْنَ	صبح ہوتے ہوئے۔صبح صبح
اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ	شہر والے
یَسْتَبْشِرُوْنَ	خوش ہوتے ہیں
لَا تَفْضَحُوْنِ	تم مجھے رسوانہ کرو
لَا تُخْزُوْنِ	تم مجھے رنجیدہ نہ کرو
نَنْهٰى	ہم منع کرتے ہیں
بَنٰتِیْ	میری بیٹیاں (بڑوں کے لئے سب کی بیٹیاں اپنی بیٹیاں کہی جاتی ہیں)
فٰعِلِیْنَ	کرنے والے
لَعَمْرُکَ	البتہ تیری جان (کی قسم)
سَکْرَةٌ	نشہ۔مدہوش
یَعْمَهُوْنَ	مستی میں اندھا بن جاتے ہیں
اَلصَّیْحَةُ	چنگھاڑ۔ہیبت ناک آواز
مُشْرِقِیْنَ	سورج نکلنے کے وقت
عَالِیٌ	بلند
سَافِلٌ	نیچے
اَمْطَرْنَا	ہم نے برسایا
حِجَارَةٌ	پتھر
سِجِّیْلٌ	کھردرا پتھر۔پتھر نما
مُتَوَسِّمِیْنَ	غور وفکر کرنے والے۔دھیان دینے والے

مُقِيمٌ سیدھا

اِمَامٌ سامنے۔راستہ

تشریح: آیت نمبر ٦١ تا ٧٩

گذشتہ آیات میں اس بات کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان ہے اور جو بھی دامن مراد پھیلا کر آتا ہے وہ اس کے دامن کو اپنی رحمتوں سے بھر دیتا ہے لیکن جب کوئی قوم اپنے برے اعمال اور نافرمانیوں میں حد سے آگے بڑھ جاتی ہے اور کسی نصیحت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تب اللہ کا وہ فیصلہ آ جاتا ہے جس کے بعد معافی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ آپ نے اسی سورت میں کفار و مشرکین کے اس مطالبہ کو پڑھ لیا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ سچے ہیں تو آپ کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں بھیجے گئے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اللہ اس سے مجبور اور بے بس نہیں ہے لیکن اس کا اپنا قانون یہ ہے کہ فرشتے اس وقت بھیجے جاتے ہیں جب کسی قوم کی تقدیر کا آخری فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قوم لوط جو اپنی بے حیائی اور خلاف فطرت اعمال میں اتنی آگے بڑھ گئی تھی کہ انسانیت کو اس پر شرم آنے لگی تھی۔ تب اللہ نے چند خوبصورت لڑکوں کی شکل میں اپنے فرشتوں کو بھیجا تا کہ اس قوم کو آخری مرتبہ سمجھا دیا جائے۔ اگر اب بھی وہ ناسمجھی کی اسی راہ پر چلتے رہنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو پھر اللہ کا فیصلہ یعنی عذاب الٰہی اس قوم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اور یہی ہوا حضرت ابراہیمؑ کو حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوش خبری سنا کر یہ فرشتے حضرت لوطؑ کے گھر پہنچ گئے۔ حضرت لوطؑ بھی ان فرشتوں کو پہچان نہ سکے اور کہنے لگے کہ شاید تم اجنبی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے لوطؑ ہم تو اللہ کا وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس کے متعلق ان لوگوں کا یہ گمان تھا کہ شاید ان پر عذاب الٰہی نہیں آئے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور اس قوم کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کے اہل خانہ اور آپ کے ماننے والے جب کچھ رات گذر جائے تو اس بستی سے اس طرح نکل جائیں کہ کوئی پیچھے پلٹ نہ کر دیکھے ہر شخص اس حکم کی تعمیل کرے جو اللہ کی طرف سے ان کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ جب اس قوم کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت لوطؑ کی بیوی جو اللہ کے نافرمانوں کے ساتھ ملی ہوئی تھی اور اس نے ایمان قبول نہیں کیا تھا اس نے شہر کے لوگوں کو اس بات کی اطلاع کر دی کہ حضرت لوطؑ کے پاس کچھ خوبصورت لڑکے بطور مہمان آئے ہوئے ہیں۔ یہ قوم جو اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکی تھی یہ سن کر حضرت لوطؑ کے دروازے پر پہنچ گئی اور انداز ایسا تھا جیسے

ان لوگوں کو اس اطلاع سے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے کہ کچھ خوبصورت لڑکے ان کے شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اس بات کا مطالبہ کیا کہ اے لوطؑ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرے مہمان ہیں مجھے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو۔ اللہ کا خوف کرو اور مجھے رنجیدہ نہ کرو۔ لڑکیوں کی موجودگی میں لڑکوں کی طرف کیوں مائل ہوتے ہو۔ ہماری بیٹیاں ہیں اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو کونسی رکاوٹ ہے۔ انہوں نے کہا لوطؑ ہم نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ تم سارے جہاں کی حمایت نہ کیا کرو یعنی اپنے کام سے کام رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کی عمر کی قسم وہ لوگ اپنی بدمستی میں اندھے بن چکے تھے یعنی ہر طرح کے خیر اور شر کا احساس ان کے دلوں سے مٹ چکا تھا۔ اس قوم کے لئے یہ آخری موقع تھا مگر اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے چنانچہ حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں (سوائے ان کی بیوی کے) اور ان پر ایمان والوں کو نجات عطا کر دی گئی۔ اور پھر ان کی پوری بستی کو ان پر اس طرح الٹ دیا گیا کہ نیچے کی زمین اوپر آ گئی اور اوپر کی زمین نیچے چلی گئی اور پتھروں کی بارش کر دی گئی اور سمندر کا پانی ان کی بستیوں پر اس طرح چڑھا دیا گیا کہ آج اس سمندر کا نام ہی بحر میت یا بحر مردار رکھ دیا گیا ہے جس کی عجیب و غریب خصوصیات ہیں۔ اس سمندر کا یہ عالم ہے کہ اس میں معمولی سے معمولی جانور بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس سمندر کے غیض و غضب کا آج بھی یہ عالم ہے کہ اس پانی کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس میں کوئی کشتی چل سکے۔ سنا ہے کہ اگر کوئی اس پانی پر لیٹ جائے تو یہ سمندر اس کو ڈبوتا نہیں بلکہ کسی بھی وجود کو اپنے اندر لینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ غرضیکہ سمندر کے اس پانی کو ان کی بستیوں پر چڑھا کر ان کو ڈبو دیا گیا۔ ان پر پہلے پتھروں کی بارش کی گئی پھر پوری بستیوں کو ان پر الٹ دیا گیا۔ آج یہ قوم اپنے برے اعمال کی وجہ سے ساری دنیا کے لئے نشان عبرت بن کر رہ گئی ہے۔ اس واقعہ کو بیان کر کے اللہ نے ''اصحاب الایکہ'' کی نافرمانیوں اور ان کی تباہی کا بھی ذکر کیا ہے ایکہ کے معنی گھنے اور گنجان درخت کے ہیں۔ یہ حضرت شعیبؑ کی قوم تھی یعنی بن اور جنگل والے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اہل مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت شعیبؑ کو بھیجا گیا تھا۔ یہ قوم بھی بہت ظالم و جابر کفر و شرک ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں کمی اور عیاشیوں میں بہت مشہور ہے۔ اس قوم کا بھی یہ حال ہوا کہ جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور حضرت شعیبؑ کی بات کو انہوں نے نہیں مانا آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا سات دن اور سات رات اتنی شدید گرمی پڑی کہ اس گرمی سے وہ لوگ بوکھلا اٹھے۔ آٹھویں دن بڑے گھرے بادل فضاؤں پر چھا گئے وہ قوم بہت خوش تھی کہ اب بارش ہوگی اور گرمی کی یہ شدت کم ہو جائے گی۔ مگر اچانک ان بادلوں سے آگ برسنا شروع ہو گئی اور پوری قوم راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئی وہ ان کی عمارتیں، خوبصورت سڑکیں اونچی اونچی بلڈنگیں۔ مال و دولت قوت و طاقت سب ایک لمحہ میں بھسم ہو کر رہ گئی مدینہ منورہ سے ملک شام کی طرف جاتے ہوئے آج ان کی بستیوں کے کھنڈرات اور جلی ہوئی بستیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ان آیات میں چند باتوں کی مزید وضاحت عرض ہے:

۱) قوم لوطؑ کو خلاف فطرت جس فعل کی اتنی بھیانک سزادی گئی کہ آج بحرمیت معمولی سی جان کو بھی اپنے اندر پنپنے کا موقع نہیں دیتا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ ہمارے دور میں پھر اس فعل بد کو بڑے پیمانے پر تحفظ فراہم کیا جارہا ہے۔ قوم لوط کا تو یہ جرم تھا کہ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے۔ان کے فیشن اور معاشرہ کا ایک حصہ بن گیا تھا۔لیکن آجکل یورپ اور براعظم امریکہ میں تو اس بات کو بھی قانونی تحفظ دیدیا گیا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ شادی کرسکتی ہے۔شادی کا تو صرف نام ہے درحقیقت یہ بھی بدکاری کو تحفظ دینا ہے۔اسی طرح ہر مرد مرد سے شادی کرسکتا ہے اس کو بھی قانونی تحفظ دیدیا گیا ہے آج جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایسے بدکار مرد اور بدکار عورتیں جلوس نکال کر اپنے حقوق اور مزید آزادی کا مطالبہ کررہے ہیں اور جمہوریت کے نام پر یہ حکومتیں مجبور ہیں کہ جو عوام چاہتے ہیں وہی کام کئے جائیں۔ مجھے ایک بہت بڑا ڈر ہے کہ ان بدکاروں کی وجہ سے ایک دفعہ پھر یہ ساری دنیا تباہ و برباد ہو کر نہ رہ جائے۔ آثار تو شروع ہو چکے ہیں اور یہ پیشین گوئیاں شروع ہو چکی ہیں کہ امریکہ کا آدھا حصہ کسی بھی وقت کسی زلزلے کے نتیجے میں سمندر کے نیچے چلا جائے گا۔ یہ ہماری ظاہری آنکھیں دیکھ رہی ہیں نجانے قدرت کا کیا فیصلہ ہے اس کا تو کسی کو علم نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا اس فعل بد کی وجہ سے تباہ و برباد ہو کر رہ جائے۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو بتادیا کہ نجات صرف ان ہی لوگوں کو مل سکتی ہے اور ملتی رہی ہے جنہوں نے اللہ سے اور اس کے رسولوں سے وابستگی اختیار کی ہے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کے ان لوگوں کو بچالیا گیا جو صاحب ایمان تھے اور بے ایمانوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔

۳) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اے نبی تمہاری جان کی قسم یہ قوم اپنی بدمستی میں اندھی ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں زمین و آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کی قسم کھائی ہے جو اس کی شان کے مطابق ہے اور سات مقامات پر اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے اور اس جگہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی عمر کی قسم کھائی ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عمر مبارک کی قسم کھائی ہے یہ وہ اعزاز اور شرف ہے جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرامؑ میں نبی کریم ﷺ سب سے افضل و برتر ہیں۔عرب کا عام رواج یہ تھا کہ جب کسی چیز کی قسم کھائی جاتی تھی تو وہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ جو بات کی جارہی ہے وہ یقینی ہے۔ہمیں اور آپ کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بھی قسم کھائیں لیکن اللہ جس چیز کی بھی قسم کھائیں یہ ان کی شان کے مطابق ہے کیونکہ ساری کائنات ان ہی کی ملکیت ہے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ
الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۰ تا ۸۶

حجر کے رہنے والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ حالانکہ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دی تھیں۔ مگر انہوں نے اس سے روگردانی کی۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے اور وہ مطمئن تھے۔ پھر انہیں صبح کے وقت ایک چنگھاڑ نے آلیا۔ تو ان کا کیا دھرا ان کے کچھ بھی کام نہ آیا اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ درگذر کیجئے۔ بے شک آپ کا رب ہی پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۰ تا ۸۶

مُعْرِضِيْنَ	منہ پھیر کر چلنے والے۔ نظر انداز کرنے والے
اَلْجِبَالُ	(اَلْجَبَلُ)۔ پہاڑ
اٰمِنِيْنَ	امن وسکون سے رہنے والے
مَا اَغْنٰى	کام نہ آیا

يَكْسِبُوْنَ	وہ کماتے ہیں
اَلسَّاعَةُ	قیامت
اِصْفَحْ	درگذر کر
اَلصَّفْحُ الْجَمِيْلُ	اچھی طرح خوبی سے درگذر کرنا

تشریح: آیت نمبر ۸۰ تا ۸٦

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح اور قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا ان ہی میں اصحاب الحجر بھی تھے "الحجر" قوم ثمود کے اس مرکزی شہر کا نام ہے جس کے کھنڈرات آج بھی مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں تبوک جاتے ہوئے پڑتے ہیں۔ یہ جگہ چونکہ اللہ کے عذاب سے تباہ و برباد کردی گئی تھی اس لئے جب نبی کریم ﷺ اس مقام سے گذرے تو آپ نے اس تباہ شدہ بستی کے قریب جانے سے منع فرمادیا۔ اسی لئے یہاں کوئی قافلہ گذرتا تو وہ اس وادی میں قیام نہیں کرتا تھا۔ قوم ثمود دنیا کی متمدن ترین قوم تھی ان کی تہذیب معاشرت اور معیشت نہایت ترقی یافتہ تھی۔ ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ ان کی تعمیرات کا یہ حال تھا کہ وہ پہاڑوں کو نہایت خوبصورتی سے تراش تراش کر بیس بیس منزلہ عمارتیں بناتے تھے جن کی تعمیرات کے نمونے آج تک موجود ہیں۔ دنیاوی ترقی کا تو یہ عالم تھا لیکن کفر و شرک اور بدعات نے اس قوم کو اعمال و اخلاق کے اعتبار سے بالکل کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا انبیاء کرام تشریف لاتے رہے مگر انہوں نے اپنے مال و دولت بلند و بالا عمارتوں اور تہذیب و تمدن کی بدمستی میں اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کو اور ان کی تعلیمات کو حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ آخر کار اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو نافرمان قوموں کا مقدر ہوتا ہے۔ ایک زبردست اور تیز آواز نے ان کی تہذیب اور ترقیات کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور وہ دنیاوی وسائل جن پر اس قوم کو ناز تھا ان کے کام نہ آسکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کفار مکہ کو بھی اس بات پر آگاہ کیا ہے کہ دوسری قوموں کے حالات سے سبق حاصل کریں اور اللہ کے آخر نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لے آئیں۔ اگر انہوں نے بھی ان کی ناقدری کی اور اس موقع کو غنیمت نہ سمجھا تو وہ اپنے برے انجام پر غور کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی ایذا رسانیوں اور ظلم و ستم سے نہ گھبرائیں۔ اللہ نے آسمان و زمین اور اس پوری کائنات کا نظام یونہی نہیں بنایا بلکہ ایک نظام کے تحت بنایا ہے۔ حالات جگہ اور قومیں بدلتی رہتی ہیں۔ قومیں عروج و زوال کا شکار ہوتی رہتی ہیں لیکن وہ خالق کائنات جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ اس نظام کائنات کا نگراں ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان کو ان کے انجام سے باخبر کر دیجئے اور ان سے درگذر کیجئے اگر ابھی یہ کسی طرح بچ بھی گئے تو قیامت دور نہیں ہے۔ ایک ایک بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔

۲۳۰

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنٰكَ
سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِىۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِيۡمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ
عَيۡنَيۡكَ اِلٰى مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡهُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ
عَلَيۡهِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلۡ اِنِّىۡۤ اَنَا
النَّذِيۡرُ الۡمُبِيۡنُ‌ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَى الۡمُقۡتَسِمِيۡنَۙ ﴿۹۰﴾
الَّذِيۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِيۡنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسۡـَٔلَنَّهُمۡ
اَجۡمَعِيۡنَۙ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾ فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ
اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَۙ ﴿۹۵﴾ الَّذِيۡنَ
يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ۚ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ
اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَۙ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَكُنۡ
مِّنَ السّٰجِدِيۡنَۙ ﴿۹۸﴾ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴿۹۹﴾

الربع

ع ۶ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۹

اور یقیناً ہم نے آپ کو بار بار دھرائی جانے والی سات آیتیں اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔ آپ ان مختلف چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جو ہم نے کافروں کو دے رکھی ہیں۔ اور نہ آپ رنجیدہ ہوں اور اہل ایمان پر شفقت و محبت رکھئے۔ اور آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تو صاف صاف ڈرسنانے والا ہوں۔ جیسا کہ ہم نے (کتاب الٰہی کو) تقسیم کرنے والوں پر عذاب نازل کیا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے قرآن عظیم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (کچھ کو مانا اور کچھ کو نہ مانا)۔ آپ کے رب کی قسم ہم ان سے ضرور پوچھیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے تھے (اے نبی ﷺ) آپ کو جس بات کا حکم

دیا گیا ہے اس کو کیجئے اور مشرکین سے منہ پھیر لیجئے بے شک ہم مذاق اڑانے والوں (کے خلاف) آپ کے لئے کافی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ پھر وہ بہت جلد (اس حقیقت کو) جان لیں گے۔ البتہ ہم ان تمام باتوں سے واقف ہیں جو وہ کہتے ہیں جس سے آپ دل تنگ نہ ہوں۔ آپ اپنے رب کی حمد و ثناء کیجئے اور سجدے کرنے والوں میں سے ہو جایئے۔ اپنے رب کی عبادت و بندگی کیجئے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقینی بات (یعنی موت) آ جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۹۹

اٰتَیْنٰکَ	ہم نے تجھے دیا
سَبْعٌ	سات
اَلْمَثَانِیْ	بار بار پڑھی جانے والی چیز
لَا تَمُدَّنَّ	ہرگز نہ پھیلا۔ ہرگز نہ بڑھا
عَیْنَیْکَ	اپنی آنکھیں
مَتَّعْنَا	ہم نے سامان دیا
اَزْوَاجٌ	جوڑے۔ قسم قسم کی چیزیں
اِخْفِضْ	جھکائے رکھ
جَنَاحٌ	پر۔ بازو
اَلْمُقْتَسِمِیْنَ	تقسیم کرنے والے۔ بانٹنے والے
عِضِیْنٌ	(عُضْوٌ)۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا
نَسْئَلَنَّ	ہم ضرور پوچھیں گے

اِصۡدَعۡ	صاف صاف کہہ دے
اَعۡرِضۡ	منہ پھیر لے۔ نظر انداز کردے
کَفَیۡنٰکَ	ہم تیرے لیے کافی ہیں
یَضِیۡقُ	تنگ ہوتا ہے
اَلۡیَقِیۡنُ	یقینی بات۔ موت

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۹

سورۃ الحجر کی آخری آیات جن پر اس سورت کو مکمل فرمایا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زیب و زینت اور اس کے مقابلے میں قرآن کریم کی شان اور عظمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ آج یہ دنیا پرست اپنے مال و دولت پر فخر و غرور کر رہے ہیں ان کو اپنی سرداریوں اور اعلیٰ خاندانوں پر بڑا ناز ہے اور اسی غرور و تکبر کے نشے میں یہ صحابہ کرامؓ پر مشق ستم کر رہے ہیں صحابہ کرامؓ کی غربت و افلاس کا مذاق اڑا رہے ہیں لیکن ان کو نہیں معلوم کہ یہ دنیا کی دولت اور عیش و آرام بہت جلد ختم ہو جائیں گے اور ان میں سے کوئی بھی باقی رہنے والی چیز نہیں ہے گذشتہ قومیں تو ان سے بھی زیادہ مضبوط اور طاقت ور تھیں لیکن آج ان کا وجود اس طرح مٹ گیا ہے کہ ان کی تہذیب و ترقی کے کھنڈرات نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ نے آپ کو سارا قرآن کریم عطا فرمایا ہے اور سات ایسی آیتیں عطا فرمائی ہیں جو زمانے اور حالات کے بدلنے سے نہیں بدلیں گی اور نہ ختم ہوں گی بلکہ ہمیشہ باقی رہیں گی۔ قرآن کریم ایک عظیم نعمت ہے اس نعمت کے مقابلے میں دنیا کی ساری زیب و زینت اور مال و دولت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم جانتے ہیں کہ کفار کے ظلم و ستم اور ذہنی اذیتوں سے آپ اپنے دل میں ایک تنگی سی محسوس کرتے ہیں لیکن وقت اور حالات بدلنے والے ہیں۔ آپ اپنے صحابہ کرامؓ پر شفقتیں فرمایئے اور ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اللہ کا دین پہنچایئے کیونکہ اللہ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے جب جس حکم کو چاہتے ہیں مانتے ہیں جس حکم کو چاہتے ہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے نبٹنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ ان کو اپنے کھلونوں سے کھیلنے دیجئے وہ وقت دور نہیں جب ان کا انجام بھی ان کے سامنے آجائے گا آپ زندگی کے

آخری سانس تک اللہ کا دین پہنچانے کی کوشش کرتے رہیئے اور کسی ظالم و جابر کی پرواہ نہ کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کا دین پہنچانے کے لئے چپکے چپکے تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی ''فاصدع بما تومر'' (یعنی آپ وہ کیجئے جس کا حکم دیا گیا ہے) تو اس کے بعد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے کھلم کھلا دین اسلام کی تبلیغ شروع کردی۔

الحمد للہ سورۃ الحجر کا ترجمہ وتشریح مکمل ہوئی۔

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۴

ربما

سورة نمبر ١٦

النَّحۡل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النحل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	16
رکوع	6
آیات	128
الفاظ وکلمات	1871
حروف	7974
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ کے آخری دور میں نازل کی گئی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود، شہد کی مکھی، خون اور گوبر کے درمیان سے دودھ جیسی شفا بخش غذا پیدا کی ہے جو اس کی قدرت کا شاہکار ہے۔

اس سورۃ میں سات باتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے عدل وانصاف، دوسروں سے نیکی اور بھلائی، رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک ہر طرح کی بے حیائیوں، برائیوں اور سرکشی سے بچنا۔ ہر وعدہ کو پورا کرنا۔ اسی میں مومن کی کامیابی ہے۔

اس سورۃ میں ایک جگہ النحل کا لفظ آیا ہے۔ جس کے معنی شہد کی مکھی کے ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ النحل رکھا گیا ہے۔

مکہ مکرمہ میں خاص طور پر ایسی آیتیں نازل کی گئی ہیں جن میں اس بات کو واضح طریقہ پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ اپنا پیغام پہنچایا اور بتایا کہ وہ اس پر چلیں اور اللہ کے رسولوں اور نبیوں کی مکمل اطاعت کریں ورنہ اللہ کا وہ فیصلہ آجائے گا جس کے سامنے پوری کائنات کی قوتیں بے بس ہو کر رہ جاتی ہیں اور مال و دولت اونچی اونچی عمارتیں اور تہذیب و تمدن کی ترقی کام نہیں آتی۔ چنانچہ جن لوگوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو اپنا کر کفر و شرک سے توبہ کرلی ان کی نجات ہوگئی اور جنہوں نے انکار کیا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اللہ نے ان کو عذاب سے دوچار کردیا۔

جب اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیغام حق دے کر بھیجا اور ان کو گذشتہ قوموں کے ہولناک انجام سے آگاہ کیا تو انہوں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے جو ان کو دی گئی تھی کہنے لگے کہ اے محمد ہم یہ سن سن کر تنگ آگئے ہیں کہ ہم پر کوئی عذاب نازل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہے تو ہم کھلے عام آپ کی تعلیمات کا انکار کرتے ہیں وہ عذاب جس کی تم باتیں کرتے ہو وہ لے آؤ آخر اس کے آنے میں دیر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان نادانوں سے یہی کہا ہے کہ اگر وہ اس وقت کو غنیمت جانتے اور قدر کرتے اور مہلت عمل سے فائدہ اٹھاتے تو ان کے حق میں بہتر تھا۔ ان کو اس فیصلے کی جلدی مچانے کی ضرورت ہی نہیں ہے جو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے حق میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ دنیا کی معمولی معمولی چیزوں پر غور کرتے تو اللہ کی ذات کا انکار کبھی نہ کرتے۔ فرمایا کہ انسان اپنے

وجود پر ہی غور کرلے کہ ایک معمولی سے ناپاک قطرے سے اس کے وجود کو بنایا گیا ہے لیکن اس نطفہ کی ناپاکی کا اس کے جسم وجان پر کوئی اثر نہیں ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے اللہ تعالیٰ ایسا دودھ پیدا کرتا ہے جس میں نہ تو خون کی رنگت ہوتی ہے اور نہ گوبر کی بدبو۔ اسی طرح ایک زہریلی شہد کی مکھی کے پیٹ میں ایک ایسا مادہ پیدا کیا جاتا ہے جس میں زہر کی کوئی آمیزش نہیں ہے بلکہ شہد میں سراسر شفا ہی شفا رکھی گئی ہے اگر انسان اس پر ہی غور کرلے کہ ان تمام چیزوں کا اور زمین وآسمان کے ذرے ذرے کا نظام کون چلا رہا ہے تو انسان پھر خیر کی جلدی کرے گا شر کے لیے نہیں۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو سات باتوں کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ساتھ اور دوسروں کے ساتھ ہمیشہ عدل وانصاف، احسان وکرم، صلہ رحمی اور حسن معاملہ اختیار کریں اور ہر بے حیائی، بے غیرتی، برائی اور ضد اور ہٹ دھرمی سے دور رہیں ہر وعدہ کو پورا کریں۔ حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھیں اور صبر واستقامت سے ثابت قدم رہیں۔ اللہ قدم قدم پر ان کی امداد واعانت فرمائے گا۔

سُورَةُ النَّحل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱﴾ يُنَزِّلُ الۡمَلٰۤـئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ
مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ﴿۲﴾ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ‌ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳﴾ خَلَقَ
الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

اللہ کا حکم آ گیا۔ تم اس میں جلدی نہ مچاؤ۔ اس کی ذات بے عیب ہے اور اس سے بلند و برتر ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔

وہ فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے تا کہ وہ سب کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ میرے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے پس مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے اس کی ذات ان چیزوں سے بلند ہے جنہیں یہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ اس نے انسان کو ایک (حقیر اور گندے) پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر وہ کھلم کھلا جھگڑنے والا بن جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اَتٰی	آ گیا
اَمْرُ اللّٰهِ	اللہ کا حکم
لَا تَسْتَعْجِلُوْهُ	تم اس میں جلدی نہ مچاؤ
تَعَالٰی	بلند و برتر
اَلرُّوْحُ	جبرئیل امین۔وحی
خَصِيْمٌ	جھگڑا کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب قرآن کریم کی آیات تلاوت فرما کر کفار مکہ سے یہ فرماتے تھے کہ میں اللہ کا آخری رسول ہوں جو تعلیمات میں لے کر آیا ہوں ان پر ایمان لے آؤ تو تمہیں اس دنیا کی سر بلندی اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں عطا کی جائینگی۔لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی اور اپنے کفر و شرک، بری رسموں اور خرافات سے چمٹے رہے اور تم نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی نہ چھوڑی تو کہیں تم پر وہی عذاب نہ آ جائے جو نبیوں کی تعلیمات کو جھٹلانے سے قوموں پر آیا کرتا ہے۔اس کے لئے توحید کا ثبوت شرک اور کفر کے باطل ہونے، اللہ کے پیغمبروں کی دعوت کو نہ ماننے کے بدترین نتائج اور گذشتہ قوموں کے واقعات سنا کر تنبیہ فرماتے تو اس کے جواب میں وہ کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! ہم تمہارے لائے ہوئے دین کو تسلیم نہیں کرتے اور ہم تمہاری اسی طرح مخالفت کرتے رہیں گے۔تم جس عذاب کے آنے کی باتیں کرتے ہو اگر تم واقعی سچے ہو تو اس عذاب کے آنے میں دیر کیا ہے وہ کیوں نہیں آ جاتا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم جس عذاب کے آنے کی جلدی مچا رہے ہو اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمہیں سوچنے سمجھنے کی جو مہلت دی گئی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لو۔ ورنہ اللہ کا وہ حکم (امر اللہ) بہت جلد آنے والا ہے۔جب وہ امر اللہ آ جائے گا تو پھر اس سے کوئی بچانے والا نہیں ہو گا۔

علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ امر اللہ سے مراد وہ وعدہ ہو سکتا ہے جو اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے کر رکھا تھا کہ اللہ کا فیصلہ جس میں تمہیں تمہارے دشمنوں پر غالب کر دیا جائے گا اور مسلمانوں کو فتح و نصرت اور کامیابی عطا کی جائے گی۔یا یہ کہ

امراللہ سے مراد قیامت کا دن ہے جو بہت جلد آنے والا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان آیات کے نازل ہونے کے چند سالوں کے بعد ان کفار و مشرکین کو شکست پر شکست کھانا پڑی۔ ساری دنیا میں ان کو ذلت نصیب ہوئی اور آخر کار فتح مکہ کے بعد پورے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو فتح حاصل ہوئی اور وہ وقت بھی آ کر رہا جب تمام کفار و مشرکین کو اس سرزمین سے نکل جانے کا حکم دیدیا گیا اور اب قیامت تک اس سرزمین پر انہیں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس طرح اس دنیا کی زندگی میں تو ان کو اس بدنصیبی سے واسطہ پڑا۔ اب قیامت کے دن ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ وہ وقت بھی دور نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ مشرکین اللہ کی ذات اور صفات میں جن چیزوں کو شریک کرتے ہیں اللہ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔ وہ ہر طرح کے عیبوں سے پاک ذات ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے نیک بندے (پیغمبر) اس بات کو پوری وضاحت سے بیان فرمادیں کہ اس کائنات میں ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا فرمایا ہے۔ اسی نے اس انسان کو ایک حقیر قطرہ سے پیدا کیا ہے۔ اور زندگی گذارنے کا ہر طرح کا سامان عطا فرمایا ہے۔ وہ انسان کتنا عجیب ہے کہ اپنی خلقت کو بھول کر اپنے پروردگار کے سامنے ہی ڈٹ کر کھڑا ہو گیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے کھلم کھلا جھگڑتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی شخص اللہ کے نبی کی بات کو نہیں مانتا تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کا فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٥﴾
وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ﴿٦﴾
وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بٰلِغِيهِ اِلَّا بِشِقِّ
الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٧﴾ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ
وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨﴾
وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِينَ ﴿٩﴾ ع ۱ ۹/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۵ تا ۹

اسی (اللہ) نے تمہارے لئے چوپائے (مویشی) پیدا کئے، ان میں سردی سے بچنے کا سامان اور بعض ان میں فائدے بھی ہیں اور ان میں سے بعض چوپایوں کو تم کھاتے بھی ہو۔ ان میں تمہارے لئے خوبصورتی اور شان ہے جب تم شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کو تم چرانے لے جاتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ ایسی بستیوں کی طرف اٹھا کر لے جاتے ہیں جہان تم بغیر شدید جسمانی تکلیف کے پہنچ نہ سکتے تھے۔ بے شک آپ کا رب نہایت مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ زینت و آرائش کے لئے بھی ہیں۔ (ان کے علاوہ) وہ ان سواریوں کو پیدا کرے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔ اور اللہ کا یہ ذمہ ہے کہ وہ سیدھا راستہ دکھائے جب کہ ان میں بعض ٹیڑھے راستے بھی ہیں۔ اور اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵ تا ۹

اَلا نْعَامُ — چوپائے۔ مویشی جانور

دِفْءٌ — گرمی۔ (کا سامان یعنی کھالیں وغیرہ)

جَمَالٌ — خوبصورتی

تُرِیْحُوْنَ — (اِرَاحۃ)۔ شام کو چرنے جاتے ہیں

تَسْرَحُوْنَ — (سَرْحٌ)۔ صبح کو چرنے جاتے ہیں

تَحْمِلُ — اٹھاتا ہے

اَثْقَالٌ — (ثِقْلٌ)۔ بوجھ

بَلَدٌ	شہر
لَمْ تَكُوْنُوْا	تم نہ تھے
بَالِغِيْنَ	(بالغ)۔ پہنچنے والے
بِشِقِّ الْاَنْفُسِ	شدید جسمانی محنت سے
اَلْخَيْلُ	گھوڑے
اَلْبِغَالُ	خچر
اَلْحَمِيْرُ	گدھے
لِتَرْكَبُوْا	تاکہ تم سواری کرو
زِيْنَةٌ	خوبصورتی۔ آرائش
قَصْدُالسَّبِيْلِ	سیدھا راستہ
جَائِرٌ	ٹیڑھی
اَجْمَعِيْنَ	سب کے سب۔ تمام

تشریح: آیت نمبر ۵ تا ۹

توحید کے دلائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے اور انسان کے جسم و روح کا سامان مہیا کیا ہے۔ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خیر اور شر میں سے کسی ایک راستے کو اختیار کرلے۔ اور اس اللہ نے انسانی فائدوں کے لئے جو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حقیقی آخرت کی منزل پر نگاہ رکھے تاکہ اس کو صحیح راستہ نصیب ہوسکے۔

فرمایا کہ اس اللہ نے جہاں اپنی قدرت کاملہ سے چاند، سورج، ستارے، فضائیں ہوائیں، شجر وحجر کو پیدا کیا ہے وہیں ہر طرح کے جانور بھی پیدا فرمائے ہیں۔ چوپائے، مویشی، گائے، بیل، اونٹ، بکرا اور دنبہ جیسے جانور بنائے جن کے جسموں پر ایسی اون پیدا کی ہے جس سے انسان موسم کی نرمی وسختی سے بچ کر بہترین لباس تیار کرتا ہے اور راحت وسکون حاصل کرتا ہے۔ خود فائدہ حاصل کرتا ہے اور تجارت کے ذریعہ بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے اللہ نے ان کی کھال بھی ایسی بنائی ہے جس سے بہترین لباس اور بے شمار چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ ان جانوروں کو تازہ گوشت کی فیکٹریاں بنا دیا، انسان جب چاہتا ہے ان کو ذبح کر کے تازہ تازہ گوشت حاصل کرتا ہے۔ ان جانوروں کو پال کر ان کے ریوڑ بناتا ہے جب وہ صبح کو اپنا رزق حاصل کرنے کی طرف جاتے ہیں یا شام کو وہ پیٹ بھر کر جھومتے، اٹھلاتے اپنی مستی میں واپس آتے ہیں تو آدمی کا سیروں خون بڑھ جاتا ہے۔ ان کی تعداد اور خوبصورتی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور بڑے بڑے نفع کی امید سے اس کی آنکھیں چمکنے لگتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انسان اونچی نیچی پہاڑیوں اور ان دشوار گزار راستوں پر بھاری سامان لاد کر لے جاتا ہے جہاں اس کو آسانی سے پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نجانے قیامت تک اور اللہ کیسی کیسی سواریاں پیدا کرے گا جن پر سوار ہو کر وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سفر کر سکے گا۔

فرمایا کہ یہ تو وہ اسباب ہیں جو اس رؤف اور رحیم نے اپنے فضل وکرم سے انسان کی دنیا سنوارنے کے لئے بنائے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس آخرت تک پہنچنے کے لئے اور صراط مستقیم پر چل کر حقیقی منزل تک پہنچنے کے ئے بہت سے ذریعے بنائے ہیں۔ اس اللہ نے خیر اور شر کو پیدا کیا اور انسان کو اختیار دیا کہ وہ ان میں سے کسی ایک راستے کو اپنا لے انجام دونوں کا بتا دیا گیا۔ انبیاء کرامؑ یہی بتانے اور سمجھانے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ وہ پوری وضاحت سے اس بات کو بتا دیتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے دنیا کے انسانوں کو ایک ہی راستے پر لگا دیتا۔ کوئی دنیا میں کفر وشرک بدعات وخرافات میں مبتلا نہ ہوتا لیکن یہ اس اللہ کی مشیت اور مرضی ہے کہ اس نے انسان کے امتحان کے لئے خیر وشر کو پیدا کر کے یہ دیکھا ہے کہ کون ان میں سے خیر کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون شر اور شیطان کے بنائے ہوئے راستے پر چل کر اپنے لئے ابدی جہنم خریدتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت کا راستہ تو دکھاتا ہے لیکن جبر نہیں کرتا۔ اس کی قدرت تو یہ تھی کہ وہ ساری دنیا کے لوگوں کو خیر پر چلنے والا بنا دیتا لیکن پھر اس انسان کا امتحان تو نہ ہوتا کیونکہ خیر کی پہچان تو شر سے ہوتی ہے۔ اگر دن ہی دن ہوتا اور کبھی رات نہ ہوتی تو دن کی پہچان اور قدر کیسے ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رات اور دن کے آنے جانے کو بھی ایک نشانی اور اپنی رحمت قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمۡ مِّنۡهُ
شَرَابٌ وَّمِنۡهُ شَجَرٌ فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ ۝۱۰ يُنۡۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ
الزَّرۡعَ وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالنَّخِيۡلَ وَالۡاَعۡنَابَ وَمِنۡ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوۡمُ
مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۝۱۲ ۙ

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے بلندی سے پانی برسایا جس سے تم خود بھی پیتے ہو اس سے سبزہ پیدا ہوتا ہے جس میں تم (ان جانوروں کو) چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہو۔ وہ اس سے تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اسی نے تمہارے لئے دن اور رات کو بنایا چاند اور سورج کو مسخر کر دیا اور ستارے بھی اس کے حکم کے تابع ہیں۔ بے شک اس میں لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل وسمجھ رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

شَرَابٌ پینے کی چیز

شَجَرٌ درخت

تُسِيۡمُوۡنَ تم چراتے ہو

يُنۡبِتُ اگاتا ہے

اَلزَّرْعُ	کھیتی
اَلنَّخِیْلُ	کھجور
اَلْاَعْنَابُ	انگور
یَتَفَکَّرُوْنَ	وہ غوروفکر کرتے ہیں
سَخَّرَ	اس نے مسخر کردیا۔حکم کے تابع کردیا
اَلشَّمْسُ	سورج
اَلْقَمَرُ	چاند
اَلنُّجُوْمُ	(اَلنَّجم)۔ستارے
یَعْقِلُوْنَ	جو عقل رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ وہ ہے جس نے زمین وآسمان اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔اس نے اپنے پیغمبروں کو غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بھیجا تاکہ وہ ان کو بتا سکیں کہ اس پوری کائنات کا وہ ایک ہی رب ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے ورنہ اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جوان نافرمانیوں کے نتیجے میں قوموں پر آتا رہا ہے۔اب ان آیات میں اس کی تفصیل پیش کی جارہی ہے کہ اس نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ زمین وآسمان کو پیدا کردیا بلکہ انسان کو زندگی گذارنے کے تمام اسباب بھی مہیا کئے۔اس نے بلندیوں سے پانی برسا کر مردہ زمین کو دوبارہ زندگی دیدی۔وہی پانی ہے جس کو انسان پیتے ہیں اس پانی سے وہ اپنے درختوں اور کھیتوں کو سینچتے ہیں جس کے نتیجے میں ہر طرح کے ثمرات اگ آتے ہیں۔زیتون کھجور اور انگور کے درخت سرسبز وشاداب ہوجاتے ہیں اس نے دن کام کے لئے رات آرام کے لئے بنائی، چاند، سورج اور ستارے پیدا کئے جو اللہ کے حکم کے تابع ہیں عقل وفکر رکھنے والے لوگوں کے لئے اس میں ہزاروں نشانیاں پوشیدہ ہیں۔اگر کوئی انسان اللہ کی ان مخلوقات میں غور وفکر کرتا ہے تو خالق تک پہنچنا بہت آسان ہے۔لیکن اگر وہ آس پاس کی ہزاروں چیزوں پر سے گذر جائے اور غور وفکر نہ کرے تو یہ اس کی بدنصیبی ہے۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِىۡ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ
سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡكُلُوۡا مِنۡهُ لَحۡمًا طَرِيًّا وَّتَسۡتَخۡرِجُوۡا
مِنۡهُ حِلۡيَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَتَرَى الۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ
فِيۡهِ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾
وَاَلۡقٰى فِى الۡاَرۡضِ رَوَاسِىَ اَنۡ تَمِيۡدَ بِكُمۡ وَاَنۡهٰرًا وَّسُبُلًا
لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۙ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنۡ
يَّخۡلُقُ كَمَنۡ لَّا يَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ
لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ
وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَخۡلُقُوۡنَ
شَيۡـًٔا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ ۚ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ ۙ
اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ۲ ع۱۲ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۲۱

(اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے) تمہارے لئے زمین میں چیزوں کو بکھیر دیا ہے جن کے مختلف رنگ ہیں۔ بے شک ان چیزوں میں سمجھ رکھنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیورات کیلئے وہ چیزیں نکالو جن کو تم استعمال کرتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں

پانی کو چیر کر چلتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل وکرم تلاش کرو اور شاید کہ تم شکر کرو۔ اور اسی نے زمین میں پہاڑ کے بوجھ رکھ دیئے تا کہ وہ زمین تمہیں لے کر ایک طرف نہ ڈھلک جائے، اور اس نے نہریں اور راستے بنا دیئے تا کہ تم راہ پاسکو۔ اور اسی نے (راستے کے لئے) علامتیں بنائیں اور ستاروں سے بھی وہ راستہ پاتے ہیں۔ کیا پھر وہ جو پیدا کرتا ہے اس کے برابر ہو سکتا ہے جو (کسی بھی چیز کو) پیدا نہیں کرتا۔ کیا پھر بھی تم غور وفکر نہیں کرتے۔ اور اگر تم اس اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے اور بے شک اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ایک دن وہ اٹھائے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۲۱

ذَرَاَ	اس نے پھیلا دیا، پیدا کیا۔
اَلْوَانٌ	(لَوْنٌ) رنگ۔
يَذَّكَّرُوْنَ	وہ دھیان دیتے ہیں۔
لَحْمٌ	گوشت۔
طَرِيٌّ	تازہ۔
تَسْتَخْرِجُوْ	تم نکالتے ہو۔
حِلْيَةٌ	زیور۔
تَلْبَسُوْنَ	تم پہنتے ہو۔

مَوَاخِرَ	پھاڑنے والا، پھاڑنے والیاں۔
لِتَبْتَغُوْ	تاکہ تم تلاش کرو۔
اَلْقٰی	اس نے ڈالا، رکھا
رَوَاسِیَ	(رَاسِیَۃٌ) بوجھ، پہاڑ۔
تَمِیْدٌ	جھک جانا
سُبُلٌ	(سَبِیْلٌ) راستے۔
عَلٰمٰتٌ	علامتیں، نشانیاں۔
نَجْمٌ	ستارہ۔
یَخْلُقُ	پیدا کرتا ہے۔
تَعُدُّوْا	تم گنوگے، شمار کروگے۔
لَا تُحْصُوْا	تم شمار نہ کرسکوگے۔
تُسِرُّوْنَ	تم چھپاتے ہو۔
تُعْلِنُوْنَ	تم ظاہر کرتے ہو۔
یَدْعُوْنَ	پکارتے ہیں۔
یُخْلَقُوْنَ	وہ پیدا کئے جاتے ہیں۔
اَمْوَاتٌ	مردے ہیں۔
اَیَّانَ	کب؟
یُبْعَثُوْنَ	وہ دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۲۱

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح طریقہ پر ارشاد فرمایا ہے کہ اسی نے اپنے علم و حکمت سے اس نظام کائنات کو بنایا ہے۔ اگر انسان کو پیدا کیا تو اس کے لئے زندگی گذارنے کے تمام سامان و اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں۔ انسان رات کو سو کر صبح اٹھتا ہے دن بھر اپنی روزی کما کر اپنے گھر لوٹتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں میں پہنچ کر خوش ہوتا ہے تھک ہار کر سو جاتا ہے اسی طرح اس کے دن اور رات کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اس کو اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس دن رات کے پیچھے کتنا بڑا نظام قائم کیا ہوا ہے۔ قرآن کریم بار بار اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان اگر ایک لمحہ رک کر اتنا ہی سوچ لے کہ اتنے بڑے نظام کو کس نے قائم کیا ہے۔ جب انسان غور کرے گا تو وہ یقیناً اس نتیجہ تک پہنچ کر رہے گا کہ اس پورے نظام کو چلانے والی کوئی ہستی ہے۔ لوگوں نے انسانوں کے سیدھے پن سے فائدہ اٹھا کر ان کو یقین دلا رکھا ہے کہ اس دنیا کو اور اس کے اسباب کو پیدا کرنے والے ان کے پتھر کے یہ بے جان بت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ جو بت اپنے وجود میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہوں۔ ان کی ناک پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ بت اتنی بھی طاقت نہیں رکھتے کہ اس مکھی کو اپنے وجود سے بھگا دیں۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ کیا لوگوں کو اتنا بھی شعور نہیں ہے کہ اس سامنے کی حقیقت پر غور کرلیں کہ اللہ نے تو سب کچھ پیدا کیا ہے لیکن ان بتوں نے کیا چیز پیدا کی ہے؟ یہ تو خود اپنے وجود کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں اور پیدا کئے جاتے ہیں جو اپنے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں وہ دوسروں کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

گذشتہ آیات میں ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو اللہ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم نے کبھی اس بات پر دھیان دیا ہے غور کیا ہے کہ ایک ہی زمین ہے، فضا بھی ایک، پانی کے قطرات بھی ایک لیکن درختوں پر یہ طرح طرح کے رنگ کس نے بکھیر دیئے ہیں یقیناً وہ صرف ایک ہی ذات ہے یعنی اللہ کی جس نے یہ سب کچھ پیدا فرمایا ہے وہ اللہ جس نے اتنے بڑے سمندر کو جو زمین سے بھی کئی گنا بڑا ہے اس کے کڑوے پانی میں ایسی مچھلیوں کو پیدا کیا جن کے گوشت میں کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ آدمی مچھلیوں کو مزے لے لے کر کھاتا ہے۔ اس سے ایسے مونگے اور موتی پیدا کئے ہیں جن کو نکال کر تجارت کی جاتی ہے اس سے ہار اور مختلف چیزیں بنا کر ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ عظیم الشان اور گہرائیوں والے سمندروں میں وہ جہاز ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک رواں دواں رہتے ہیں وہ جہاز اور کشتیاں جن کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں ہوتی لیکن اللہ نے سمندر کو انسان کے قدموں تلے اس طرح تابع بنایا ہے کہ اس سے وہ ہزاروں فائدے حاصل کرتا ہے۔ فرمایا کہ یہ بلند و بالا اونچے اونچے پہاڑ جن کو زمین کا توازن قائم رکھنے کے لئے زمین کے اوپر ایک بوجھ بنا کر رکھ دیا تاکہ زمین ادھر ادھر ڈھلک نہ جائے ان پہاڑوں میں ہزاروں معدنیات رکھ دیں۔ سونا، چاندی، ہیرے جواہرات، پانی کے بہتے چشمے اور ان ہی

پہاڑوں کے اوپر پانی کو برف بنا کر جما دیا جو تھوڑا تھوڑا بہتا رہتا ہے ان سے چشمے، ندی، نالے اور نہریں بن جاتی ہیں جن سے انسان اپنی کھیتیوں کو سیراب کرتا ہے خود پیتا ہے اپنے جانوروں کو پلاتا ہے اور ہزاروں طرح کے کیمیکل حاصل کرتا ہے۔ فرمایا کہ ذرا غور تو کرو کہ کروڑوں سال سے یہ پہاڑ اپنی جگہ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان سے کس کو فائدہ ہے یقیناً انسان کو کیونکہ یہ اس کے لئے بنائے گئے ہیں جب قیامت آئے گی تو یہی پہاڑ جو جمے کھڑے ہیں وہ ریت کے ذرے بن کر بکھر جائیں گے۔ فرمایا کہ جب آدمی سمندروں کے درمیان پہنچتا ہے اور اس کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی منزل کہاں ہے؟ اس کے لئے ستارے بنا دیئے جن کو علامت کے طور پر دیکھ کر آدمی اپنی منزل سے نہیں بھٹکتا غرضیکہ اللہ کی نعمتیں ہیں کہ اگر انسان ان کو شمار کرنا چاہے تو کر نہیں سکتا فرمایا کہ ان تمام چیزوں کو کس نے پیدا کیا۔ جس نے سب کچھ پیدا کیا اور جس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ فرمایا کہ ہر شخص کے لئے لازمی ہے کہ وہ اس اللہ ہی کو پکارے جس نے اس پوری کائنات اور اس کے نظام کو بنایا ہے غیر اللہ کو پکارنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ فرمایا کہ تمہارا اللہ تو وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور رہے گا لیکن جن بتوں کو انسان نے اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ تو ٹوٹتے پھوٹتے رہتے ہیں جوان کی موت بھی ہے۔ ان مردوں یا مر جانے والوں کو اپنا معبود بنا لینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ انسان کو نہیں معلوم کہ وہ کب دوبارہ قیامت میں اٹھایا جائے گا لیکن اس کو یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ غیر اللہ کی عبادت و بندگی آخرت میں اس کے کسی کام نہ آئے گی۔ عبادت و بندگی کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ وہی خالق ہے اور وہی مالک ہے

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّ
اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٣﴾
وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوا أَسَاطِيرُ
الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ
وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ
مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾

ع ۳ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پھر وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ ہر اس بات کو جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ (یہ اس لئے ہے) تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ بھی اٹھائیں اور کچھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کر چکے ہیں۔ سنو! کہ وہ بہت برا بوجھ ہے جس کو وہ (اپنے اوپر) لاد رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

مُنْكِرَةٌ	انکار کرنے والے۔
لَا جَرَمَ	یقیناً، قطعاً۔
لَا يُحِبُّ	پسند نہیں کرتا ہے۔
مَاذَا	کیا؟ (حرف سوال)
اَسَاطِيْرُ	(اُسْطُوْرَةٌ) قصے، کہانیاں۔
لِيَحْمِلُوْا	تا کہ وہ اٹھائیں۔
اَوْزَارًا	(وِزْرٌ) بوجھ
سَاءَ	برا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

سورۃ النحل کے آغاز سے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بیان ہو رہا ہے کہ اس پوری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا پیدا کرنے والا خالق و رازق صرف اللہ ہی ہے۔ یہاں سے یہ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ رب جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ اپنی ذات میں اس طرح ''واحد'' یعنی ایک ہے جس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کرتے اور ایمان نہیں لاتے وہ جہالت کی اس انتہا پر پہنچ چکے ہیں جہاں سامنے کی ایک حقیقت اور ایک معقول بات کو بھی وہ ماننے سے انکار کر رہے ہیں اور تکبر سے اپنی گردنیں اکڑا اکڑ کر چلتے ہیں۔ دین اسلام اور نبی مکرم ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ان کی حرکتوں کو دیکھنے والا اور سننے والا کوئی نہیں ہے حالانکہ چھپ چھپ کر باتیں کی جائیں یا کھلم کھلا۔ عاجزی کی جائے یا تکبر وہ اللہ سب کے حالات دلوں کی کیفیات اور کفار کی سازشوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب کچھ اجنبی لوگ ان کفار سے قرآن کریم کے متعلق پوچھتے ہیں کہ قرآن کیسی کتاب ہے؟ تو وہ لوگوں کی نظر میں قرآن کریم کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ تو گذشتہ قوموں کے قصے کہانیاں ہیں جو قرآن میں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح وہ نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی ایسی بے سروپا باتیں کرتے ہیں جس سے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے متعلق بدگمانیاں پیدا ہو جائیں۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کے قریب نہ جائے۔ کیونکہ جب وہ ان کے قریب جائیں گے تو ان کی سیرت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ قرآن کریم کی تلاوت سنیں گے تو ان کے دل متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں گے لہٰذا ان کی پوری کوشش ہوتی کہ کسی طرح سننے والے کو اچھی طرح گمراہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی سرداری اور خاندانی بڑائیوں کے گھمنڈ میں یہ جس طرح اللہ کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اس کا اور وہ خود جس گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں دونوں کی گمراہی کا بوجھ دو گنا وہ اپنے سر پر لے کر چل رہے ہیں وہ کل قیامت کے دن اتنے بوجھ کیسے اٹھا سکیں گے؟ اس دن ان کو اس بات کا احساس ہوگا کہ وہ اپنے سر پر کتنے نا قابل برداشت بوجھ لے کر آئے ہیں فرمایا کہ وہ لاعلمی اور جہالت کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کو گمراہ تو کر سکتے ہیں لیکن وہ ذلت دور نہیں ہوگی کہ جب ان کے فریب کے پردے چاک ہو جائیں گے اور سچائی کا چہرہ نکھر کر سامنے آ جائے گا۔ کیونکہ کوئی بھی سچائی جھوٹ کے پرفریب پردوں میں عرصہ تک چھپانا مشکل ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى
اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ
فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾
ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ
الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ
ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۹

ان سے پہلے لوگ مکر وفریب کر چکے ہیں۔ پھر اللہ نے ان کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا۔ پھر ان پر اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر عذاب اس طرح آ گیا کہ جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔ پھر قیامت کے دن اللہ ان کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑتے تھے؟ علم والے کہیں گے کہ بے شک آج کے دن رسوائی و ذلت اور کافروں کے لئے برا دن ہے جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے جو اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر وہ صلح کا پیغام ڈال کر کہیں گے کہ ہم تو کوئی برائی نہ کرتے تھے (فرمایا جائے گا) کیوں نہیں؟ تم جو کچھ کرتے رہے ہو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ پھر البتہ وہ تکبر کرنے والوں کے لئے بدترین ٹھکانہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲٦تا۲۹

بُنْیَانٌ	گھر۔
اَلْقَوَاعِدُ	بنیادیں۔
خَرَّ	گر پڑا۔
سَقْفٌ	چھت۔
فَوْقٌ	اوپر۔
یُخْزِیْ	وہ ذلیل ورسوا کرے گا۔
اَیْنَ	کہاں؟
شُرَکَاءِ یْ	میرے شریک۔
تُشَاقُّوْنَ	تم لڑتے ہو۔
اُوْتُوا الْعِلْمَ	جن کو علم دیا گیا۔
تَتَوَفّٰی	جان نکالتے ہیں۔
اَلْقَوْا	انہوں نے ڈالا۔
اَسْلَمَ	صلح کا پیغام۔
مَثْوٰی	ٹھکانا۔
اَلْمُتَکَبِّرِیْنَ	بڑائی کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۹

گذشتہ آیات میں جس مضمون کو شروع کیا گیا تھا اس کی تکمیل کی جارہی ہے ساری دنیا کو اور خاص طور پر مکہ کے ان لوگوں سے خطاب کیا جارہا ہے جو حج وغیرہ کے موقعوں پر آنے والے بے خبر لوگوں کے سامنے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی ذات کے متعلق حقارت سے ذکر کرتے تاکہ اجنبی آدمی کے دل میں شدید بدگمانی پیدا ہو جائے مثلاً قرآن کریم کے متعلق کہتے کہ اس میں کونسی نئی بات ہے وہی پرانے قصے ہیں جن قصوں کو قرآن نے نقل کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے متعلق کبھی کہتے کہ ان پر کسی جنون یا جن کا سایہ ہو گیا ہے اسی لئے وہ ایسی باتیں کرتے ہیں (نعوذ باللہ) ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو تکبر اور غرور کرتے ہوئے دین کے راستے میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں وہ ایک ایسے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کے بوجھ کو وہ قیامت کے دن اٹھا نہ سکیں گے فرمایا کہ یہی مکروفریب ان سے پہلے کے لوگ بھی کر چکے ہیں۔ اللہ نے ان کو اتنی سختی سے پکڑا کہ وہ عاجز و بے بس ہو کر رہ گئے۔ اللہ نے ان کو ان کی بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور ان کو اور ان کی اونچی اونچی بلڈنگوں، مکانات اور تہذیب و تمدن کو اس طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا کہ آج ان کا وجود تک نہیں رہا ہے۔ ان کے کھنڈرات اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہیں کہ ان پر اللہ نے شدید عذاب نازل کر کے ان کی زندگیوں اور تہذیب و تمدن کو نشان عبرت بنا دیا ہے۔ انہوں نے دین اسلام کے خلاف جو بھی تدبیریں کیں اللہ نے ان تدبیروں کو ان پر ہی الٹ دیا۔ یہ تو اس دنیا کی ذلت و رسوائی ہے لیکن جب قیامت میں وہ اللہ کے سامنے پہنچیں گے تو اس سے بھی زیادہ ذلت و رسوائی میں مبتلا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سوال فرمائیں گے تم نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے متعلق بہت سی جھوٹی باتیں کی تھیں تاکہ تمہارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے جھوٹے معبودوں کی عظمت بڑھ جائے۔ فرمایا جائے گا کہ وہ اللہ کے شریک کہاں ہیں جن پر تم ناز کیا کرتے تھے؟ اور ان کے لئے لوگوں سے جھگڑتے تھے اور اللہ کے سچے نبیوں کو جھٹلاتے تھے۔ آج وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آ جاتے؟ ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہوگا وہ تو کچھ نہ بول سکیں گے لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح علم عطا فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ اے رب العالمین آج کے دن ساری ذلت و رسوائی ان لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے کفر و شرک کیا تھا اور ایمان قبول نہیں کیا تھا وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ جب فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم نے درحقیقت کوئی کفر اور شرک نہیں کیا تھا نہ ہماری مجال تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تم دنیا میں کیا کیا کرتے رہے تھے۔ آخر اللہ تعالیٰ ان تکبر اور غرور کرنے والوں کے لئے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ان کو لے جا کر جہنم میں جھونک دو یہ اسی قابل ہیں اور یہ کسی رحم کے مستحق نہیں ہیں اب یہ ہمیشہ ہمیشہ اسی جہنم میں رہیں گے۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ
اتَّقَوْا مَاذَآ أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ
الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۰﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُمْ فِيهَا
مَا يَشَآءُونَ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ ﴿۳۱﴾ الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّآ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ
يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ
اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوٓا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۳۳﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ
مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۴﴾ ع ۴ ۹ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

اور جب اہل تقویٰ سے کہا جائے گا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو وہ کہیں گے کہ بھلائی نازل کی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے نیکی کی ہے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بہتری ہے اور آخرت میں بھلائی ہے۔ اور اہل تقویٰ کا ٹھکانہ کتنا بہترین ہے۔ ہمیشہ رہنے کی ایسی جنتیں ہوں گی جن میں وہ داخل ہوں گے۔ ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہونگی اور ان میں ان لوگوں کے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے اور ہم تقویٰ والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور جب فرشتے ان

کی جان نکالیں گے تو وہ پاکیزہ صفت ہوں گے۔ (فرشتے کہیں گے کہ) تم پر سلامتی ہو۔ اپنے بہتر اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ کفار کے لئے فرمایا گیا کہ اب یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ یا تو فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا حکم (فیصلہ) آ جائے۔ درحقیقت یہی بات ان سے پہلوں نے بھی کہی تھی اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر جو کچھ انہوں نے کیا اس کی سزا ان کو ملی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر مسلط ہو کر رہا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

خَیْرٌ خیر، بھلائی۔

دَارُ الْاٰخِرَةِ آخرت کا گھر۔

نِعْمَ اچھا، بہتر۔

عَدْنٌ ہمیشہ

طَیِّبِیْنَ پاک صاف۔

اَمْرٌ حکم، فیصلہ۔

یَظْلِمُوْنَ وہ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں۔

اَصَابَ پہنچا۔

حَاقَ گھیر لیا، پہنچ گیا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

گذشتہ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب کفار ومشرکین سے کوئی اجنبی آدمی یہ سوال کرتا تھا کہ یہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور جس قرآن کو وہ سناتے ہیں ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ جواب دیتے کہ قرآن کیا ہے (نعوذ باللہ) گذرے ہوئے لوگوں کے کچھ قصے کہانیاں ہیں جو اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کریم کی حقارت کے ساتھ ساتھ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بھی ایسی باتیں کرتے تھے جس سے دوسرے آدمی کے دل میں غلط فہمی پیدا ہو جائے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے قریب جائے اور وہ قرآن کریم کی عظمت وشان سے واقف ہو سکے۔ فرمایا کہ ایک تو یہ کفار ومشرکین ہیں جو اللہ کی آیات سن کر اپنی آخرت کو تباہ کرتے ہیں اور اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں اس کے برخلاف دوسری طرف کچھ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی اختیار کر لی ہے ان کو ہر طرح کا اجر وثواب عطا کیا جائے گا ان کا طرز عمل یہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اللہ نے ہمارے لئے وہ سچائی نازل کی ہے جس میں خیر ہی خیر ہے۔ اس دنیا کی زندگی کی بہتری بھی ہے اور آخرت کی خیر اور بھلائی تو اس سے بھی زیادہ ہے وہاں ہر شخص کو اس کی محنت اور تقویٰ کا پھل ملے گا۔ کسی کی کوئی نیکی اور بھلا کام ضائع نہ ہوگا اور اس پر تصور سے بھی زیادہ اجر وثواب ملے گا۔ دنیا میں بھلائی اور خیر تو یہ ہے کہ قدم قدم پر کامیابی، نیک نامی، فارغ البالی، اطمینان قلب، حکومت وسلطنت وغیرہ حاصل ہوگی اور آخرت میں نجات اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روحانی مسرت وسکون نصیب ہوگا۔ فرمایا کہ اہل تقویٰ کے لئے اللہ نے ایسی جنتیں مقدر کی ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی یعنی خوب سرسبزی وشادابی ہوگی اور وہ جو چاہیں گے ان کو عطا کیا جائے گا یہ ان کی نیکی و رتقویٰ کا انعام ہوگا۔ ان کو موت کے وقت عزت اور آسانی بھی نصیب ہوگی کہ جب موت کے فرشتے ان کے سامنے آئیں گے تو ان پر اللہ کی سلامتی بھیجتے ہوئے آئیں گے اور ان کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے کہیں گے جنت ہی تمہارا مقام ہوگا۔ اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں کی پرواہ نہ کرو جو اس بات کے منتظر بیٹھے ہیں کہ اللہ کے فرشتے خود آ کر ان سے کہیں گے کہ تم اللہ پر ایمان لے آؤ یا اللہ ہی کا کوئی فیصلہ آ جائے۔ فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اس سے پہلے بھی جو لوگ گذرے ہیں ان کا یہی حال تھا اور انہوں نے کبھی سچائی کو دل سے قبول نہیں کیا لیکن جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو مان لیا۔ نیکی اور پرہیز گاری کی زندگی کو اپنا لیا وہ تو سرخ رو ہوئے لیکن جن لوگوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا طریقہ اختیار کیا انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے دین ودنیا کو برباد کر لیا۔ فرمایا کہ ہم کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتے بلکہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم وستم کرتے ہیں جس کی ان کو سزا مل کر رہتی ہے اور جن سچائیوں کا وہ مذاق اڑاتے رہتے ہیں اس کا عذاب ان پر مسلط ہو کر رہے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ
مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ
كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا
اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ
مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷

اوران لوگوں نے جنہوں نے شرک کیا۔ کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرتے اور نہ ہم اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھراتے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی ایسا کر چکے ہیں۔ (لیکن یاد رکھو) ہمارے رسولوں کی ذمہ داری صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ اور البتہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے (جس نے ایک ہی بات کہی ہے کہ) تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور شیطان سے بچتے رہو۔ ان میں سے بعض تو وہ ہوئے ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دیدی اور بعض ان میں سے وہ ہوئے ہیں جن پر گمراہی مسلط کر دی گئی۔ پھر زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟۔ (اے نبی ﷺ) اگر چہ آپ کی یہ تمنا ہے کہ وہ ہدایت پر آجائیں لیکن جس کو اللہ ہی بھٹکا دے اس کو نہ تو راستہ ملتا ہے اور نہ ان کی مدد کے لئے کوئی آگے آتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷

مَا عَبَدْ نَا	ہم نے عبادت و بندگی نہیں کیا۔
لَاحَرَّمْنَا	ہم حرام نہ کرتے۔
اَلْبَلَا غُ	پہنچا دینا ہے۔
بَعَثْنَا	ہم نے بھیجا۔
اِجْتَنِبُوْا	بچتے رہو۔
اَلطَّاغُوْتُ	شیطان، سرکش۔
حَقَّتْ	ثابت ہو گیا۔
سِيْرُوْا	چلو پھرو۔
عَاقِبَةٌ	انجام۔
اِنْ تَحْرِصْ	اگر آپ کی شدید خواہش ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۷

بے جا ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی ایک ایسی بری عادت ہے جو انسان کو ہر خیر اور بھلائی سے اس طرح محروم کر دیتی ہے کہ اس کو سامنے کی حقیقت بھی نظر نہیں آتی مثلاً جب کفار و مشرکین سے یہ کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے کفر، شرک اور ہر طرح کے گناہوں سے توبہ کرلیں تو وہ یہ کہتے تھے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ اس کائنات میں ساری قدرت و طاقت اللہ ہی کی ہے تو ہم کیا کریں اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرتے نہ ہم اور ہمارے باپ دادے شرک اور کفر کرتے اور نہ اس کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جاہلانہ بات کا جواب دینے کے بجائے یہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی احمقانہ باتوں کی پرواہ نہ کیجئے اسی طرح ان سے پہلی قوموں نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں اور پھر وہ اپنے بداعمالیوں کے سمندر میں غرق ہو چکی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے رسول کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی سچائی کو پورے خلوص اور محنت سے ان تک پہنچا دے جو کفر کی وادیوں میں اپنے سر ٹکراتے پھر رہے ہیں اگر یہ مانتے ہیں تو ان کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں مل جائیں گی اور اگر انہوں نے گذشتہ

امتوں کے جیسے طریقے اختیار کیے تو وہ بھی گذشتہ قوموں کی طرح اپنے برے انجام سے نہیں بچ سکتے۔ فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ ان کھنڈرات کو جا کر دیکھتے جن میں ان ہی جیسے انسان رہتے تھے لیکن اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے وہ اور ان کے گھر بار نشان عبرت بن چکے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا ہے جس نے ایک ہی پیغام دیا ہے کہ اے لوگو! تم سب اللہ ہی کی عبادت و بندگی کرو اور شیطانی اور کفر و شرک کے کاموں سے بچو۔ جنہوں نے اس پیغام ہدایت کو سن کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کر لی وہ تو کامیاب ہو گئے لیکن جنہوں نے کفر و شرک کر کے اپنے اوپر ذلالت و گمراہی کی مہریں لگوا لی ہیں وہ سخت ناکام ہوئے۔ فرمایا کہ یہ لوگ ان قوموں کے گھر بار اور ان کے تہذیب و تمدن کے کھنڈرات پر کیوں غور نہیں کرتے کہ ان کا کتنا بھیانک انجام ہوا۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم جانتے ہیں کہ آپ کی یہ تمنا ہے کہ دنیا بھر کے تمام لوگ ہدایت پر آ جائیں اور گمراہی سے توبہ کر لیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نہ تو ہدایت دیتا ہے اور نہ کوئی مدد کرتا ہے جنہوں نے کفر و شرک کرتے کرتے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا لیا ہے۔ اب ان کا انجام تو یہی ہے کہ ان پر بھی وہی عذاب مسلط کر دیا جائے جو ان سے پہلی امتوں پر نازل کیا گیا تھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾

ع ۵
۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

اور وہ زوردار قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اسے قیامت کے دن اللہ (دوبارہ) نہیں اٹھائے گا۔ کیوں نہیں؟ اس پر اس کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ جس چیز میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے وہ اس کو ظاہر کر دے گا اور یہ کافر جان لیں گے کہ بے شک وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ ہم جس چیز کو وجود دینے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ "ہو جا" پھر وہ "ہو جاتی ہے"۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

اَقْسَمُوْا انہوں نے قسم کھائی۔

جَهْدَ اَيْمَانِ قسموں میں زوردار۔

لَايَبْعَثُ دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔

اَرَدْنَا ہم نے ارادہ کیا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس کو قسمیں کھانے کی عادت پڑ جائے وہ بڑی سے بڑی سچائی کو جھٹلانے سے بھی باز نہیں آتا۔ بخاری و مسلم میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک صحابی رسول ﷺ کا کسی کافر پر کچھ قرض تھا وہ مسلمان صحابی اس سے قرض واپس کرنے کا مطالبہ کرتے تو وہ ٹال مٹول سے کام لیتا اور آخر کار اس نے قرض واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ صحابی رسول ﷺ نے کہا کہ مجھے تو آخرت پر یقین ہے وہاں ایک ایک بات کا بدلہ ملے گا۔ اس کافر نے اللہ کی قسم (جو ان کے نزدیک سب سے اہم قسم ہوتی تھی) کھا کر کہا کہ جب انسان گل سڑ کر ختم ہو جائے گا تو اس کو دوبارہ اٹھایا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کافر نے (مذاق اڑاتے ہوئے) کہا اچھا دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ تب وہاں مجھ سے قرض وصول کر لینا۔ یہ اور اسی طرح کی بہت سی باتوں پر وہ مذاق اڑاتے اور آخرت کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر یہ کہتے ہیں کہ جب آدمی مر جائے گا تو اس کا دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا یعنی زندہ ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ فرمایا کہ کیوں نہیں یہ تو اللہ کا سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ اس حقیقت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں اور جہالت کے اندھیروں میں دھکے کھا رہے ہیں۔ وہ قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ صرف مرنے والے ہی دوبارہ پیدا نہیں ہوں گے بلکہ دنیا میں وہ جن باتوں کا اور دین حق کا انکار کرتے تھے اس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ اس دن ان کافروں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ اپنے عقیدے اور فکر میں کس قدر بڑی غلطی پر تھے۔ فرمایا کہ شاید ان کا یہ خیال ہے کہ ایسا کس طرح ممکن ہوگا یعنی جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ذرہ ذرہ بن کر بکھر جائیں گے تو ہمارے اجزا کو کیسے جمع کیا جائے گا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے کرنے میں اسباب اور چیزوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ حکم دیتا ہے کہ ''ہوجا'' تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا دن مقرر کیا ہوا ہے جس میں ابتدائے کائنات سے قیامت تک جتنے بھی انسان ہیں ان کو اپنے حکم سے دوبارہ زندہ کرے گا اور ایک ایک بات کا حساب وکتاب لے کر اس کے لئے فیصلے فرمائے گا۔ اس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں انسان کے کئے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ مل ہی نہیں سکتا عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ایک اور جہاں ہو جہاں حق وصداقت پر چلنے والوں کو ان کا پورا پورا بدلہ ملے اور جنہوں نے کفر وشرک، اور بدعات میں اپنا وقت گذارا ہے ان کو ان کے گناہوں کی پوری پوری سزا دی جائے۔

ہر مومن کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ قیامت آئے گی اور تمام انسانوں کے بھلے برے اعمال کا فیصلہ کر کے ان کو جنت یا جہنم کی ابدی زندگی میں داخل کیا جائے گا۔ کافر یہ سمجھتا ہے کہ بس یہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا ممکن ہی نہیں ہے۔ ان آیات میں ان دونوں نظریات اور ان کے نتائج کو بیان فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا
لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ
كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم وستم کے باوجود اللہ کے لئے ہجرت کی ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

هَاجَرُوْا — جنہوں نے ہجرت کی۔
ظُلِمُوْا — ظلم کیا گیا۔
نُبَوِّءُ — ہم ٹھکانا دیں گے۔
اَكْبَرُ — بڑا، بڑھ کر۔
يَتَوَكَّلُوْنَ — وہ بھروسہ کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۲

نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی دلی خواہش اور تمنا تھی کہ تمام کفار و مشرکین اس غلط راستے کو چھوڑ کر ایمان قبول کرلیں۔ اس کے لئے آپ دن رات جدوجہد فرماتے تھے صبح ہو یا شام آپ کو جہاں اور جیسے موقع ملتا آپ ہر ایک کو سمجھاتے رہتے۔ دوسری طرف کفار عرب اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور شیطانی اعمال میں اس قدر آگے جاچکے تھے کہ وہ حق و صداقت کی کسی بات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے شروع شروع میں تو آپ ﷺ کا مذاق اڑایا۔ جملے کسے، ہر طرح کی غلط فہمیاں پیدا کیں۔ اس کے بعد طرح طرح سے ستانا شروع کیا وہ نبی کریم ﷺ کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچاتے اور طرح طرح کے سوالات کرتے رہتے تھے۔ صحابہ کرامؓ پر انہوں نے ناقابل برداشت مظالم کرنے شروع کردیئے۔ جب ان کے ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی تب آپ کے جاں نثار صحابہ نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ کی اجازت سے مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ سب سے پہلے سولہ مردوں اور عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پہلے قافلے میں حضرت عثمان غنیؓ کے علاوہ حضرت رقیہ بنت رسول ﷺ بھی شریک تھیں۔ اس کے بعد ایک سو افراد پر مشتمل ایک اور قافلے نے ہجرت فرمائی جس میں آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی شریک تھے۔ ان تمام صحابہ و صحابیاتؓ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ قرآن کریم میں ان ہی حضرات کی شان میں یہ آیات نازل ہوئیں فرمایا کہ:

۱) جن لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا گھر بار کاروبار اور رشتہ داریوں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور ہر طرح کے ظلم و ستم کو برداشت کیا ان کے لئے دنیا میں بہترین ٹھکانا ہے اور آخرت میں تو ان کو بہت عظیم انعامات عطا کئے جائیں گے۔ کاش اس حقیقت کو یہ منکرین اور مشرکین جان لیتے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا۔ حالات کی سختی کو برداشت کیا اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر نتائج سے بے پرواہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں مقدر کردی گئی ہیں۔ صحابہ کرامؓ اسی طرح ہجرت فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتے ہی نبی کریم ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس ہجرت میں صرف سیدنا ابوبکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے۔ جیسے ہی نبی کریم ﷺ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرلی ہے تو صحابہ کرام بھی حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف آنا شروع ہوگئے۔ اللہ نے مدینہ منورہ کے بہت سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی اور انہوں نے صحابیت رسول ﷺ کی عظمت حاصل کی۔ اس طرح مہاجرین و انصار کو اللہ نے بہترین ٹھکانا عطا فرمایا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـئَلُوۡۤا اَهۡلَ
الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝٤٣ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ‌ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ
الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ۝٤٤
اَفَاَمِنَ الَّذِيۡنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّخۡسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الۡاَرۡضَ
اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝٤٥ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ
فِىۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝٤٦ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ‌ؕ
فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝٤٧ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ
شَىۡءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمۡ
دٰخِرُوۡنَ ۝٤٨ وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ
دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝٤٩ يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ
وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝٥٠ السجدة

النصف
ع ۱۲
السجدة ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجے ہیں وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی پس اگر تم نہیں جانتے تو جاننے والوں سے معلوم کرلو۔ ان کو ہم نے معجزات اور کتابیں عطا کیں اور آپ ﷺ کی طرف قرآن کو نازل کیا ہے تا کہ آپ ان (اہل کتاب) کی طرف جو کچھ نازل کیا ہے اس کی وضاحت کردیں شاید وہ غور وفکر کریں۔

وہ لوگ جو بدترین تدبیریں کرتے ہیں کیا وہ اس سے بے فکر ہوگئے کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب لے آئے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو۔ یا ان کے چلتے

پھرتے ان کو پکڑ لے یہ لوگ اللہ کو بے بس نہیں کر سکتے۔ یا ان کو ڈرانے کے بعد پکڑ لے۔ بلاشبہ تمہارا رب تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے ولا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے سائے ڈھلتے جاتے ہیں کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے۔ جان دار اور تکبر نہ کرنے والے اور فرشتے وہ سب اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس رب سے ڈرتے ہیں جو ان پر بلند و برتر ہے۔ اور ان کو جو کچھ حکم دیا جاتا ہے وہ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

نُوْحِیْ	ہم وحی کرتے ہیں۔
اِسْئَلُوْا	تم پوچھ لو۔
اَھْلُ الذِّکْرِ	یاد رکھنے والے، علم والے۔
اَلْبَیِّنٰتُ	(اَلْبَیِّنَۃُ) کھلی نشانیاں۔
اَلزُّبُرُ	(زَبُوْرٌ) لکھی ہوئی کتابیں، صحیفے۔
اَلذِّکْرُ	دھیان دینے کی چیز (قرآن کریم)
نُزِّلَ	نازل کیا گیا۔
اَفَاَمِنَ	کیا پھر وہ مطمئن ہوگئے۔
یَخْسِفُ	وہ دھنساتا ہے۔
تَقَلُّبٌ	چلنا، پھرنا، بھاگ دوڑ
مُعْجِزِیْنَ	عاجز کرنے والے، بے بس کرنے والے۔
تَخَوُّفٌ	ڈرنا۔

یَتَفَیَّئُوْا	(فَیٌ) ڈھلتے ہیں۔
ظِلَالٌ	(ظِلٌّ) سائے
اَلْیَمِیْنُ	داہنی جانب۔
اَلشَّمَائِلُ	بائیں جانب۔
دَاخِرُوْنَ	ذلیل ہونے والے، عاجزی کرنے والے۔
یَسْجُدُ	سجدہ کرتا ہے۔
دَابَّۃٌ	زمین پر رینگنے، چلنے والے جان دار۔
لَایَسْتَکْبِرُوْنَ	وہ بڑائی، تکبر نہیں کرتے ہیں۔
یَخَافُوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں۔
یَفْعَلُوْنَ	وہ کرتے ہیں۔
یُؤْمَرُوْنَ	حکم دیئے جاتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

انبیاء کرامؑ کی بشریت کا انکار یہ ایک ایسا عام مرض ہے جس کو قرآن کریم نے بار بار بیان فرمایا ہے۔ یوں تو کفار ہر طرح کے اعتراضات کرتے تھے لیکن ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اللہ کا نبی و کیسے ہوسکتا ہے جو ہماری طرح سے زندگی گذارتا ہو۔ نبی تو ایسا ہونا چاہئے تھا کہ جس کو زندگی کے معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ فرشتے اس کے آگے پیچھے ہوں غیب کی خبریں بتاتا ہو۔ اس کے ساتھ ایسا خزانہ ہو جس کو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لٹاتا ہوا آئے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس اعتراض کے جواب میں ایک ہی بات ارشاد فرمائی ہے کہ جتنے بھی نبی اور رسول بھیجے گئے ہیں وہ انسان ہی ہوتے ہیں کوئی اور مخلوق نہیں ہوتے اور ان کے ساتھ بشریت کے تمام تقاضے بھی ہوتے ہیں۔ اسی لئے تو ان کی زندگی دوسرے ان جیسے انسانوں کے لئے قابل عمل

ہوتی ہے۔ اگر کسی فرشتے کو بھیج دیا جاتا تو اس کی زندگی دنیا میں بسنے والے انسانوں کے لئے کوئی مثالی زندگی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے گذشتہ کتابوں کا علم دیا گیا ہے کفار سے فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کو جاننا ہو تو ان اہل کتاب سے پوچھ لو جن پر تم بہت زیادہ اعتماد کرتے ہو جن کے انبیاء کرامؑ کو معجزات اور کتابیں دی گئی تھیں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جس کلام کو نازل کیا ہے آپ اس کو کھول کھول کر بیان کر دیں تا کہ وہ غور و فکر کر سکیں۔ فرمایا کہ اگر اس وضاحت سے وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف آ جائیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے ان ہی کے لئے فائدہ مند ہے۔ اللہ کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج نہیں کیونکہ زمین و آسمان میں جو بھی مخلوق ہے آسمان پر جتنے بھی فرشتے ہیں اور زمین پر ہر طرح کے جان دار ہیں وہ اللہ کے فرماں بردار ہیں اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں جس طرح ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کے سائے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ڈھلتے جاتے ہیں وہ نہایت عاجزی اور اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں تو یہ ان کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے لیکن اگر انہوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہی طریقہ اختیار کیا اور وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے ہیں ان کو اسی طرح ستاتے رہے تو ان پر گذشتہ قوموں کی طرح کوئی بھی عذاب آ سکتا ہے۔ زمین میں دھنسا دیا جائے۔ آسمان سے آگ برسا دی جائے، تیز آندھی یا طوفان سے ہلاک کر دیا جائے چلتے پھرتے ان پر عذاب آ جائے یا زندگی بے سکون اور ویران ہو کر رہ جائے۔ فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان اور کرم کرنے والا ہے وہ کسی کو گناہ کرتے ہی نہیں پکڑ لیتا بلکہ اس کو مہلت دیتا چلا جاتا ہے تا کہ اس کو سنبھلنے کا پورا پورا موقع مل جائے۔ مہلت کے باوجود اگر کوئی بھی اپنی بری روش پر قائم رہتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے تا کہ ان آیات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

۱) تمام انبیاء کرامؑ بشر ہی ہیں لیکن ایسے بشر جن پر بشریت ناز کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو سب سے بڑی عظمت کا مقام عطا فرماتا ہے، ان کی طرف اللہ کے کلام کی وحی کی جاتی ہے اور وہ اللہ کے نمائندہ خصوصی ہوتے ہیں جن کا ہر فعل اور عمل قابل تقلید ہوتا ہے کیونکہ ان پر بشریت کے تمام تقاضے طاری کئے جاتے ہیں جس سے وہ دوسروں کے لئے قابل عمل مثال ہوتے ہیں۔

۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس جگہ اگر چہ اہل کتاب کے لئے فرمایا گیا ہے کہ جس قوم کے لئے معجزات اور کتابیں نازل کی گئی ہیں کہ ان سے تم پوچھ سکتے ہو کہ انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان کا جواب یہی ہوگا کہ وہ بشر ہی ہوتے ہیں۔ اس

آیت میں بہت سادہ سا اصول بتایا گیا ہے جو بہت اہمیت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص جس بات کو نہیں جانتا وہ جاننے والوں سے جان لے کسی چیز کے جاننے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بعض لوگ زندگی بھر چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں اسی لئے الجھے رہتے ہیں کہ وہ کسی سے پوچھنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں قرآن کریم سے یہ اصول بھی مل گیا کہ جس بات کو آدمی نہیں جانتا اس کو جاننے والوں سے جان لینا چاہئے جس مسئلہ کا اس کو علم نہ ہو اس کو کسی عالم سے پوچھ لینا کوئی عیب نہیں ہے۔

۳) چونکہ انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں اس لئے ان کی زندگی کے طریقوں کو اختیار کرنے میں نہ مشکل ہوتی ہے نہ دشواری کیونکہ ان پر زندگی کے معاملات کو جس طرح طاری کیا جاتا ہے اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں وہی ان کے امتیوں کے لئے مثال ہوتے ہیں۔

۴) اللہ کا کلام جس رسول پر بھی نازل کیا جاتا ہے وہ اپنے عمل اور کردار سے اس کی وضاحت کرتا ہے۔ اللہ کے رسول اور نبی کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ اللہ کا کلام کسی کتابی شکل میں دے کر چلا جاتا ہو کہ میں نے یہ کتاب تم تک پہنچادی ہے تم جس طرح چاہو اس کی تشریح کرلو اور جس طرح چاہے عمل کرلو۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے اس کتاب کو نازل کیا ہے اب اس کی وضاحت کرنا اور اس پر عمل کر کے دکھانا یہ آپ کی ذمہ داری ہے تاکہ لوگ اس پر عمل کر سکیں۔ اس سے ان لوگوں کی تردید ہوجاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بس قرآن کریم پہنچا گئے ہیں اب ہم اس قرآن کو لغت کے ذریعہ خود سمجھ لیں گے ہمیں اس کی وضاحت کے لئے رسول ﷺ کی احادیث کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ نعوذ باللہ ان احادیث کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یقین کیجئے جب کوئی میرے سامنے یہ کہتا ہے کہ ہمیں قرآن کافی ہے احادیث رسول ﷺ کی ضرورت نہیں ہے۔ تو میں اس تصور سے کانپ اٹھتا ہوں کہ یہ کیسے گستاخ اور بے ہودہ لوگ ہیں جن کے نزدیک ایک شاعر یا جھوٹے افسانے لکھنے والوں کی بے سروپا باتوں میں تو اس کا ایک ایک جملہ بھی جو اس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اس کے بیان کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں لیکن اللہ کے جس نبی نے سال دو سال نہیں بلکہ پورے تیئس سال تک رات دن پوری محنت سے اللہ کا دین پہنچایا ہو ایک ایک آیت کو سکھایا اور اس کے عمل کی وضاحت فرمائی ہو نعوذ باللہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ اگر قرآن کریم کی وضاحت کو لوگوں نے اپنی مرضی پر ڈھال لیا تو یہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے عظیم جذبے، آپ کے بے مثال عمل اور کردار کی توہین ہے بلکہ توہین قرآن اور توہین رسالت بھی ہے ایسے لوگ اللہ کے عذاب سے کیسے بچے رہتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ محض اللہ کا حلم، برداشت اور اس کی مہربانی ہے ورنہ ایسے لوگ کسی معافی کے مستحق نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ ہم یہ نہیں کہتے کہ قرآن کریم نامکمل ہے اور حدیث رسول اس کو مکمل کرتی ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم ایک کامل ترین کتاب ہے اس کو اور اس کے نور کو کوئی چیز مکمل نہیں کرتی۔ لیکن احادیث رسول قرآن کریم کے نور کو کھولنے والی اور اللہ کی مراد کی وضاحت کرنے والی ہیں۔

اگر احادیث رسول ﷺ کو نظر انداز کر کے کوئی تشریح کی جائے گی تو وہ اس تشریح کرنے والے کی اپنی ذاتی رائے ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی مراد اور منشا ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جس طرح کسی آیت کی تشریح رسول ﷺ نے فرما دی ہے وہی تشریح ایک سچائی ہے اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث رسول ﷺ کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۵) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والے ہیں ان پر عذاب کی چار شکلیں ارشاد فرمائی گئی ہیں

☆ اللہ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے۔ زمین پھٹ جائے اور یہ اس میں سما جائیں۔ جس طرح قارون کو اس کی تمام دولت کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا گیا تھا اور زمین نے اس کو اور اس کے خزانوں کو نگل لیا تھا۔

☆ اچانک کوئی عذاب یا آفت آ جائے۔ آسمان سے آگ، پتھر یا اولے برسنے لگیں تیز آندھی یا شدید بارش سے سرکش ہلاک کر دیئے جائیں۔

☆ جب یہ لوگ اپنے کاروبار زندگی میں لگے ہوئے ہوں، بازاروں میں چل پھر رہے ہوں اور ان پر اچانک عذاب آ جائے۔

☆ یہ بھی عذاب ہے کہ مرنے سے پہلے ان پر ایسی بے چینی، بے سکونی اور ویرانی طاری ہو جائے، قحط سالی، وبا، بیماریاں اور دشمن کا غلبہ ہو جائے کہ اس سے وہ ہلاک ہو جائیں۔ بہر حال اللہ کا عذاب آنے کی کوئی ایک شکل نہیں ہے بلکہ وہ جب اور جہاں اور جیسے چاہے نافرمانوں پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ رؤف و رحیم ہے اس لئے ان کو مہلت اور ڈھیل دیئے ہوئے ہے جس سے ان کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

۶) اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت و بندگی کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز اس کی اطاعت میں اس کے سامنے سرنگوں ہے۔ انسان اگر عبادت و بندگی کرتا ہے تو یہ اس کی سعادت کی بات ہے۔ وہ اللہ کسی کی نیکی اور عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ اگر دنیا کے سارے انسان اللہ کی نافرمانی کرنے لگیں یا سب مل کر اس کی عبادت و بندگی کریں اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ چاند، سورج، ستارے، ہوائیں، فضائیں، تمام جاندار اور ہر چیز کے سائے اس کو ہر وقت سجدے کرتے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ساری کائنات اس کے ایک اشارے کی منتظر ہے۔ جب وہ کن کہتا ہے تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ وہ نہ انسانوں کی کسی نیکی کا محتاج ہے اور نہ دنیاوی اسباب کا۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ
اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ
مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾
ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾
لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ
لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ
عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۶

اور اللہ نے فرمایا کہ تم دو معبود نہ بناؤ۔ وہ صرف ایک ہی معبود ہے، تم مجھ سے ہی ڈرو۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے اور اسی کی عبادت و بندگی لازمی ہے۔ پھر کیا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو۔ اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تم اسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب وہ مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ تم میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتی ہے۔ تا کہ ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ ناشکری کرنے لگیں۔ پھر تم (وقتی) فائدے حاصل کرلو (ساری حقیقت کو) تم بہت جلد جان لوگے۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ ان کے لئے حصہ مقرر کر لیتے ہیں۔ اللہ کی قسم اس سے متعلق تم سے ضرور پوچھا جائے گا جو کچھ تم نے جھوٹ گھڑا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۶

لَاتَتَّخِذُوْا	تم نہ بناؤ۔
اِلٰهَيْنِ	(الٰہٌ) دو معبود
اِثْنَيْنِ	دو۔
وَاحِدٌ	ایک
اِيَّایَ	مجھ سے ہی
اِرْهَبُوْا	تم ڈرو۔
وَاصِباً	ہمیشہ رہنے والا۔
مَا بِكُمْ	جو کچھ تمہارے پاس ہے۔
تَجْئَرُوْنَ	تم فریاد کرتے ہو، تم چلاّتے ہو۔
كَشَفَ	کھل گیا، دور گیا۔
فَرِيْقٌ	ایک جماعت
يُشْرِكُوْنَ	وہ شرک کرتے ہیں، شریک کرتے ہیں۔
تَمَتَّعُوْا	تم فائدہ حاصل کرو۔
نَصِيْبٌ	حصہ۔
تَاللّٰهِ	اللہ کی قسم۔
تُسْئَلُنَّ	تم پوچھے جاؤ گے۔
تَفْتَرُوْنَ	تم گھیرتے ہو۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۶

قرآن کریم میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا گیا ہے وہ اللہ کو ایک ماننا اور ان تمام غیر اللہ کی عبادت و بندگی سے منہ موڑنا جن کو کچھ نادانوں نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ کفار و مشرکین کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اپنے بہت سے دیوی دیوتا بنا رکھے تھے جن کے متعلق مختلف بتوں کی طرف مختلف طاقتوں کو منسوب کر رکھا تھا کسی بت کے متعلق ان کا یہ گمان تھا کہ یہ اولاد دیتا ہے، کوئی رزق دیتا اور کوئی بارش برساتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے بت درحقیقت خود اپنے وجود کے لئے دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں یہ انسان کو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتے ہیں کیونکہ یہ خود اپنے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ فرمایا کہ انسان کی فطرت بھی اسی بات کو سچا مانتی اور جانتی ہے کہ مشکل کے وقت اس کو اپنے بت یاد نہیں آتے بلکہ وہ اللہ کو یاد کرتا ہے، روتا ہے، چلاتا ہے اور اسی کو پکار کر اپنی مصیبت کو دور کرنے کے لئے فریاد کرتا ہے لیکن جب اس کو اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے تو شکر کرنے کے بجائے وہ پھر سے شرک کرنے لگتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم توحید خالص پر زور دیتے ہوئے کفر اور شرک سے نفرت سکھاتا ہے وجہ یہ ہے کہ انسان کے اعمال، اقوال اور اخلاق اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ کی وحدانیت اور فکر آخرت پر نہ آ جائے۔ اسی بات کو ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! تم ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے معبود نہ بناؤ اور ان سے ڈرنے کے بجائے صرف مجھ سے ڈرو کیونکہ اس کائنات میں زمین و آسمان اور ہر چیز اس کی ملکیت ہے وہ بغیر کسی شریک کے ان سب چیزوں کا مالک ہے کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے سامنے عبادت و بندگی میں جھکا ہوا ہے۔ اب انسان کی بھی یہی ذمہ داری ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرنے والا بن جائے۔ کیونکہ وہی ایک اللہ ہے جس نے اس کائنات کے ذرے ذرے کو ایک نعمت کے طور پر انسان کا خادم بنا دیا ہے وہی نعمت دینے والا ہے اور وہی ہر آفت سے بچانے والا ہے۔ انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارے اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہے۔ اور ان بتوں کے نام پر اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں کچھ حصہ مقرر کر دے جن کو وہ جانتا تک نہیں کہ انہوں نے جن کو اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ کون ہیں۔ یہ صرف بچوں کو بہلانے والے قصے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ فرمایا کہ پتھر کے بتوں کو انسانی شکل میں تراش لیا ہے اور ان کو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ یہ اپنے گمان کی پیروی ہے اپنے معبود کی نہیں کیونکہ جو تصویریں ان کے سامنے ہیں نہ ان کو کسی نے دیکھا اور نہ ان کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ فرمایا کہ ہمارا دیا ہوا رزق ہے کسی کو اس کا اختیار کیسے مل گیا کہ وہ اس رزق کو غیر اللہ کے لئے وقف کر دے۔ فرمایا کہ اللہ کے ہاں اس کا سوال ضرور کیا جائے گا جس کا یقیناً انسان جواب نہ دے سکے گا اللہ تعالیٰ ہمیں وحدانیت کو مانتے ہوئے اس کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿٥٨﴾
يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ
يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٥٩﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٠﴾

ع ۷/۱۰ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۰

اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کی ذات بے عیب ہے۔ اور ان کے اپنے لئے وہ ہے جو یہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی (پیدائش کی) خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ میں کھولنے لگتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس برائی کی خوش خبری کے سبب جو اس کو دی گئی۔ سوچتا ہے کہ اس رسوائی کو برداشت کر لے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔ سنو! یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کا برا حال ہے اور اللہ کی شان بلند تر ہے۔ وہی زبردست حکمت ولا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۰

يَجْعَلُوْنَ — وہ بناتے ہیں۔

اَلْبَنٰتُ — (اَلْبِنْتُ) بیٹیاں

يَشْتَهُوْنَ — وہ خواہش رکھتے ہیں، چاہتے ہیں۔

بُشِّرَ — خوش خبری دی گئی۔

اَلْاُنْثٰی	لڑکی
ظَلَّ	گیا
وَجْهٌ	چہرہ۔
مُسْوَدًّا	تاریک، سیاہ۔
كَظِيْمٌ	وہ کھولنے والا ہے، دم گھٹنے لگتا ہے۔
يَتَوَارٰى	(تَوَارِیٌ) وہ چھپتا پھرتا ہے۔
سُوْءٌ	برائی۔
اَيُمْسِكُهٗ	کیا اس کو روکے رکھے۔
هُوْنٌ	توہین، ذلت۔
يَدُسُّ	وہ دباتا ہے۔
اَلتُّرَابُ	مٹی۔
اَلَا	سنو، خبردار رہو
يَحْكُمُوْنَ	وہ فیصلہ کرتے ہیں۔
مَثَلُ السَّوْءِ	بری مثال، بری حالت۔
اَلْاَعْلٰی	بلند و برتر

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۰

کفار و مشرکین عرب کے اس معاشرہ میں جہاں نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تھا لڑکیوں کو نہایت کم تر، حقیر اور باعث رسوائی سمجھتے تھے اور اپنے لئے لڑکوں کی تمنا رکھتے تھے اور ان کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھتے تھے۔ بعض قبائل تو لڑکیوں کو اتنا برا سمجھتے تھے کہ ان کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں آج بھی وہ قبرستان موجود ہے جہاں وہ کفار اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ جب کسی کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی اور اس کی اطلاع اس کے باپ کو کی جاتی تو نفرت اور غم سے اس کی تیوریاں چڑھ جاتیں۔ غم سے نڈھال ہو جاتا اور چہرہ پر اداسی اور بے رونقی چھا جاتی۔ اور وہ رنج و غم سے بے حال ہو کر یہ سوچنے لگتا کہ اب میں لوگوں کا سامنا کیسے کروں گا۔ لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا اور یہ سوچتا کہ یہ مصیبت کہاں سے گلے پڑ گئی۔ اب میں اس ذلت و رسوائی کو برداشت کروں یا اس کو مٹی میں گاڑ دوں۔ آخر کار وہ برا فیصلہ کر کے اپنی زندہ لڑکی کو زمین میں گاڑ دیتا تھا۔ اس سنگ دلی کے بہت سے واقعات ہوتے تھے۔ اس دور پر کیا منحصر ہے آج بھی ہندوؤں کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خوشی کے بجائے رونا دھونا شروع ہو جاتا ہے اور نفرت سے اس لڑکی کو اور اس کی ماں کو دیکھا جاتا ہے۔ ہماری بے عملی کا یہ عالم ہے کہ بعض مسلمانوں میں بھی لڑکی کی پیدائش پر خوشی نہیں کی جاتی بلکہ اگر ان کو مبارک باد پیش کی جائے تو وہ برا محسوس ہیں۔ لیکن سب ہی ایسے نہیں ہیں۔ الحمد للہ صحیح عقیدہ و فکر رکھنے والے لڑکے اور لڑکی کی پیدائش کو اللہ کی نعمت سمجھتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عرب کے معاشرہ میں لڑکی سب سے بدترین چیز سمجھی جاتی تھی۔ یہ تو دین اسلام کا فیض ہے کہ دنیا سے یہ رسم ختم ہوئی ورنہ وہ کفار تو اپنی سنگ دلی میں کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ اس جگہ یہ فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کفار و مشرکین اپنے لئے تو لڑکی کو بدترین سمجھتے ہیں اور لڑکوں کی خواہش کرتے ہیں لیکن اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں چنانچہ بنو خزاعہ اور دوسرے کچھ قبائل یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ فرمایا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹوں کی خواہش کرتے ہو اور اللہ کی طرف اس چیز کی نسبت کرتے ہو جس کو تم برا سمجھتے ہو یعنی اس کے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بناتے ہو یہ کتنی خود غرضی اور بے وقوفی کی بات ہے۔ اللہ جس کے لئے ہر عمدہ سے عمدہ صفت اور مثال ہونی چاہئے تھی جس کا وہ حق دار ہے اس کے لئے بری مثالیں گھڑتے ہو اور ہر اچھی چیز کی نسبت اور صفت اپنی طرف کرنا چاہتے ہو۔ فرمایا یہ انداز خود ایک بدترین مثال ہے۔ فرمایا کہ وہ اللہ جو زبردست ہے اور تمام کائنات کا مالک ہے وہ تمہیں فوراً ہی اس گستاخی پر سزا نہیں دیتا لیکن اگر وہ سزا دینے پر آئے تو اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ
سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ
اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَ
اَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾
وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِىْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ ٨ ع ٥ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

اور اگر اللہ لوگوں کی زیادتیوں پر ان کو فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو زمین پر کوئی جان دار (اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا تھا) لیکن وہ ایک مقرر مدت تک ڈھیل دیئے ہوئے ہے۔ پھر جب وہ ساعت (گھڑی) آجائے گی تو پھر وہ ایک ساعت بھی پیچھے نہ ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اور وہ اللہ کے لئے ان چیزوں کو تجویز کر رہے ہیں جس کو وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ وہ اپنی زبانوں سے جھوٹے دعوے کرتے ہیں تاکہ ان کو ہر بھلائی مل جائے۔ یقیناً ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ یہ اس میں سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔

اللہ نے اپنی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے امتوں کی طرف رسول بھیجے (تاکہ وہ ان

کوڈرا سکیں) لیکن شیطان نے ان کے اپنے کرتوتوں کو ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا دیا تھا۔ آج وہ شیطان ان کا ساتھی بنا ہوا ہے۔ حالانکہ ان سب لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ ان پر ان باتوں کو کھول دیں جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ (یہ کتاب) ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ بلندی سے پانی برساتا ہے پھر زمین کو مردہ ہونے کے بعد ایک نئی زندگی دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کیلئے نشانی ہے جو (حق بات) سنتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

یُؤَاخِذُ	وہ پکڑتا ہے۔
مَا تَرَکَ	اس نے نہ چھوڑا (وہ نہ چھوڑے گا)
یُؤَخِّرُ	وہ مہلت دیتا ہے، تاخیر کرتا ہے۔
اَجَلٌ	مدت، موت۔
لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ	نہ پیچھے ہٹ سکیں گے۔
لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ	نہ وہ آگے بڑھیں گے۔
یَکْرَهُوْنَ	وہ ناپسند کرتے ہیں۔
تَصِفُ	ملوث ہوتے ہیں، کہتے ہیں۔
اَلْسِنَةٌ	(لِسَانٌ) زبانیں۔
مُفْرَطُوْنَ	آگے بڑھارہے ہیں۔
زَیَّنَ	خوبصورت بنادیا۔
اَحْیَا	اس نے زندگی دی۔
یَسْتَمِعُوْنَ	وہ سنتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کفار و مشرکین اللہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے وہ بیٹا، بیٹی کا محتاج نہیں ہے یہ خود ان کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور ستم تو یہ ہے کہ اپنے لئے تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے ہاں لڑکے پیدا ہوں۔ لڑکیوں سے نفرت کرتے ہیں لیکن دیویوں سے سے لے کر فرشتوں تک اللہ کے لئے لڑکیاں ثابت کرتے ہیں یعنی لڑکے ان کفار کے لئے اور لڑکیاں اللہ کے لئے۔ اس بات کو گذشتہ آیات میں تفصیل سے فرمادیا گیا۔ اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کی شان میں اتنی بڑی گستاخی کی سزا تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ اللہ فوراً ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا لیکن یہ اللہ کا لطف و کرم اور حلم و برداشت ہے کہ وہ ان کو اسی وقت سزا نہیں دے رہا ہے کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ کفار و مشرکین اور گناہ گاروں کو ایک خاص مدت تک مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے تاکہ وہ توبہ کر کے اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر لیں۔ لیکن اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تب اللہ کا وہ فیصلہ آجاتا ہے جس کے آنے اور واقع ہونے میں گھڑی بھر نہ دیر ہوتی ہے نہ جلدی۔ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی سخت غلطی اور ناانصافی ہے کہ وہ ہر اچھی بات کو اپنے لئے خاص کرتے ہیں اور ہر بری چیز کی نسبت وہ اللہ کی طرف کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اس ذہنی گستاخانہ روش سے باز آجانا چاہئے۔ ورنہ اللہ کے فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی۔ جس طرح وہ اللہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں بھی کسی گستاخی کے کرنے سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ کبھی آپ کا مذاق اڑاتے۔ دین کی سربلندی اور کوششوں میں رکاوٹ بنتے۔ اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کو طرح طرح سے ستاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان حالات سے سخت رنجیدہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی آئے ہیں ان کو اسی طرح ستایا گیا ہے۔ شیطان نے ان کا ساتھی بن کر ان کے برے عمل کو ان کی نگاہوں میں بہت خوبصورت بنا کر پیش کیا تھا جس سے ان کو یقین ہو جاتا تھا کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔ یہی صورت حال آپ کے ساتھ بھی ہے کہ شیطان نے اپنے جال پھیلا رکھے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کر کے ان کو گمراہ کرتا رہتا ہے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ اللہ کے دین کو ان تک پہنچاتے رہئے۔ ہر اصول کی وضاحت پیش کرتے رہئے کیونکہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے گا ان کے لئے یہ قرآن ہدایت و رحمت بن جائے گا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا دین ان تک پہنچاتے رہئے، شیطان کی ہر چال ناکام ہو کر رہے گی اور جس طرح بارش کے پانی سے مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح یہ قرآن کریم اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت بن کر ان کو ایک نئی زندگی اور اس کی بہاریں عطا فرمائے گا جو ان کی دنیا اور آخرت کو سنوار دے گا۔ فرمایا کہ جو لوگ اس قرآن کریم اور آپ کے ارشادات کو سن کر عمل کریں گے ان کے لئے یہ بڑی نشانی ہے۔

وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ‌ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ
مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾
وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا
حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٦ تا ٦٧

اور بے شک تمہارے لئے مویشیوں میں سامان عبرت ونصیحت ہے کہ ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکلتا ہے جو تمہارے پینے کے لئے ہے جس سے ہم تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کھجور اور انگور کے پھلوں کے (رس) سے تم نشہ کی چیزیں بناتے ہو اور اچھا رزق (بھی حاصل کیا جا سکتا ہے) بے شک اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٦ تا ٦٧

اَلْاَنْعَامُ	چوپائے، مویشی جانور۔
نُسْقِيْكُمْ	ہم تمہیں پلاتے ہیں، سیراب کرتے ہیں۔
بُطُوْنٌ	(اَلْبَطْنُ) پیٹ۔
بَيْنَ	درمیان۔
فَرْثٌ	گوبر، جانور کی لید۔
دَمٌ	خون۔

لَبَنٌ	دودھ، لسی۔
سَائِغٌ	(سَوْغٌ) خوش گوار۔
شَارِبِيْنَ	پینے والے۔

تشریح: آیت نمبر ٦٦ تا ٦٧

کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کی بے انتہا صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان ہی میں سے یہ صفت بھی ہے کہ وہ ''حی وقیوم'' ہے یعنی وہ زندہ ہے اور ہر چیز کو تھامے ہوئے ہے۔ اس کائنات میں انسان جتنا بھی غور کرتا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس حی وقیوم ذات نے اس پورے نظام کائنات کو سنبھالا ہوا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی اس کائنات اور اس کے نظام کو چلاتا ہے۔ چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں، بادل، بارش، شجر وحجر، جانور اور بدلتے موسم۔ یہ سب اس کی قدرت کے نمونے ہیں۔

ان آیات میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انسان نے کبھی ان مزیدار اور خوشبودار غذاؤں اور پھلوں کی پیدائش پر غور کیا ہے کہ وہ ان چیزوں کو نعمتیں بنا کر کس طرح انسانوں کی غذا بنا دیتا ہے اور اس نے کس طرح ان کو سنبھالا ہوا ہے۔ ایک جانور ہر طرح کی غذا کھاتا ہے۔ اس کے ذریعہ وہ دودھ جیسی نعمت کو پیدا کرتا ہے۔ جاندار کے جسم میں ان غذاؤں سے خون بھی پیدا ہو رہا ہے۔ گوبر جیسی گندگی بھی پیدا ہو رہی ہے لیکن یہ اللہ کی کتنی بڑی قدرت ہے کہ وہ اس فضلے (گوبر) اور خون کے درمیان سے دودھ جیسی غذا کو پیدا کرتا ہے۔ نہ اس میں خون کی رنگت کا اثر ہوتا ہے نہ گوبر کی بدبو ہوتی ہے وہ ایک ایسی خالص غذا بنتی ہے جس کو حلق سے اتارنے میں نہ ان کے بچے کو تکلیف ہوتی ہے نہ بوڑھے اور جوان کو کوئی زحمت ہوتی ہے۔ دودھ جیسی پاکیزہ صحت منداور مزیدار غذا پیدا کر دی جاتی ہے جس سے انسان دودھ، دہی، چھاچھ کے علاوہ بہترین اور صحت منداصلی گھی بھی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ وہ بدبودار اور گندی کھاد جو درختوں، پودوں اور کھیتوں میں ڈالی جاتی ہے اس سے انسان کو ہر طرح کا اناج، طرح طرح کے پھل، پھول، سبزہ، سبزی ملتی ہے اس کے مزے مختلف کر دیئے تا کہ انسان ان غذاؤں کی یکسانیت سے اکتا نہ جائے۔ فرمایا کہ ان تمام چیزوں میں عقل وفہم رکھنے والوں کے لئے زبردست عبرت ونصیحت کے پہلو پوشیدہ ہیں۔ انسان دودھ اور غذائیں استعمال کرتا ہے لیکن کبھی اس محسن ومنعم ذات کا شکریہ بھی ادا کیا جس نے اپنی قدرت کاملہ سے اتنی عظیم نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ یقیناً اللہ کے نیک بندے اپنے پروردگار کا احسان مانتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے ہیں یہی لوگ کامیاب وبامراد ہیں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى

النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾
ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ
بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ڐ وَمِنْكُمْ مَّنْ
يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع ۹/۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

(اے نبی ﷺ) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ وہ پہاڑوں اور درختوں اور جو بلند عمارتیں ہیں ان میں اپنے گھر بنالے۔ پھر ہر طرح کے پھلوں سے رس چوس کر اپنے رب کے بنائے ہوئے نرم اور ہموار راستوں پر چلے۔ (اسی) مکھی کے پیٹ سے مختلف رنگ کا شربت نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ اللہ تمہیں پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ اور بعض تم میں سے اس نکمی عمر کو پہنچ جاتے ہیں جہاں سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا (سب بھول جاتا ہے) بے شک اللہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۰

اَوْحٰى — وحی کی، الہام کیا۔

اَلنَّحْلُ — شہد کی مکھی۔

اِتَّخِذِىْ — تو بنالے۔

بُيُوْتٌ	گھر۔
يَعْرِشُوْنَ	وہ لوگ اونچا اٹھاتے ہیں۔
كُلِيْ	(مونث) تو کھالے
اُسْلُكِيْ	تو چل۔
سُبُلَ	(سَبِيْلٌ) راستے۔
ذُلُلٌ	آسان کئے ہوئے، ہموار۔
شِفَاءٌ	شفا ہے، صحت ہے۔
يَتَوَفّٰى	وہ موت دیتا ہے۔
يُرَدُّ	لوٹایا جاتا ہے۔
اَرْذَلُ الْعُمَرِ	نکمی عمر، بے فائدہ زندگی۔
لِكَيْ لَايَعْلَمَ	تاکہ وہ نہ جانے۔

تشریح: آیت نمبر ٦٨ تا ٧٠

گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ انسان اگر اس کائنات کی ایک ایک چیز پر غور کرے گا تو اس کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کائنات خود بخود نہیں چل رہی ہے بلکہ اس کو چلانے والا اور اس کا انتظام کرنے والا ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہر چیز میں تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو چیز جیسی نظر آتی ہے اس کی تاثیر اللہ کے ہاتھ میں ہے مثلاً ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سمندر جس کا پانی انتہائی کڑوا ہے اور اس کا استعمال بظاہر ناممکن ہے اس میں پلنے والی مچھلیاں بھی اپنے گوشت میں کڑواہٹ لئے ہوئے ہوں لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ سمندر کی مچھلی کے گوشت میں پانی کی کڑواہٹ کا اثر تک نہیں ہوتا اس طرح خون اور گوبر (گندگی) کے درمیان سے اس نے دودھ کو پیدا کیا۔ لیکن دودھ میں خون کی رنگت یا گوبر کی بدبو نہیں ہوتی۔ آدمی دن رات دیکھتا ہے کہ گندگی سے بنا ہوا کھاد درختوں پودوں اور

کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے لیکن اس کھاد کا اثر اس کے اناج اور پھلوں پر نہیں پڑتا۔ فرمایا اسی طرح شہد کی ایک مکھی جو بڑی زہریلی ہوتی ہے۔ اگر کسی کے کاٹ لے تو آدمی تلملا کر رہ جاتا ہے لیکن اللہ نے اس شہد کی مکھی کو ایک خاص عقل، سمجھ اور حسن انتظام کا مادہ عطا فرمایا ہے جس سے وہ فطرت کی اس رہنمائی میں جو اللہ نے اسے عطا فرمائی ہے پھولوں، پھلوں اور پودوں کی مٹھاس کو چوس کر اپنے معدے میں ڈالتی ہے تو وہ رنگ برنگ کا ایک ایسا مفید مرکب بن جاتا ہے جس میں اللہ نے شفاء اور صحت رکھ دی ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جس طرح ہر چیز کی تاثیر اللہ کی طرف سے ہے اسی طرح زندگی اور موت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس اللہ نے انسان کو پیدا کیا، وہی موت دیتا ہے یا کسی کسی کو اس نکمی عمر تک پہنچا دیتا ہے جہاں سب کچھ جاننے کے باوجود سب کچھ بھول جاتا ہے اور اس میں اور ایک بچے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ یہ پوری کائنات کیا ہے؟ اس کا نظام کیا ہے؟ اس کو وہی جانتا ہے اور ساری قدرتیں اور طاقتیں اللہ ہی کی ہیں۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت بھی ملاحظہ کر لیجئے:

اوحی اس نے وحی کی۔۔۔۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے وحی کا لفظ بہت سی جگہوں پر ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے وحی کی۔ قرآن کریم اور کتب آسمانی بھی وحی کے ذریعہ آئی ہیں۔ لیکن اس وحی میں اور جو اللہ نے کائنات کی مختلف چیزوں کی طرف وحی کی ہے اس میں کیا فرق ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ فرق بہت واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی طرف بھی وحی کی ہے اور فرشتوں کی طرف بھی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف، حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی طرف حضرت مریمؑ کی طرف بھی وحی کی ہے۔ اس لئے وحی کیا ہے؟ اس کو سمجھ لیا جائے، اصل میں تو خفیہ اور خاموش اشارے کو وحی کہا جاتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ جہاں بھی وحی کا لفظ آئے اس سے وہی مراد ہو جو فرشتے کے ذریعہ انبیاء کو عطا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما رہے ہیں اس لئے اس وحی کا منشا اس فطری رہنمائی کا بھی ہو سکتا ہے جو اللہ نے ہر مخلوق کی طرف اس کی فطرت میں رکھ دی ہے۔ مثلاً انسان کا اور جانور کا بچہ اس دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنی غذا حاصل کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ کس طرح تھنوں کو منہ میں لے کر دبائے گا تو اس کی غذا دودھ اس کو حاصل ہوگی۔ یہ اس کی فطرت میں شامل ہے تو اس کو بھی وحی کہہ دیا گیا ہے لیکن درحقیقت وحی حقیقی وہی ہے جس میں اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ جو اللہ کی طرف سے اس کی وحی لانے پر مقرر ہے جس کلام کو لے کر آتا ہے اس کو وحی حقیقی کہتے ہیں اس کے علاوہ فطرت کا جو بھی خاموش اشارہ ہے اس کو ہم مجازاً وحی کہہ سکتے ہیں یا اس کو الہام کا نام دے سکتے ہیں۔

النحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ شہد کی یہ چھوٹی سی مکھی جس کو اللہ نے ایسی انتظامی صلاحیت دی ہے جس کی تفصیلات سے آدمی

حیران ہوکررہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ شہد کی مکھیوں کا ایک ایسا اعلیٰ ترین نظام ہے جس پر جتنا بھی غور وفکر کیا گیا انسان حیران رہ گیا۔ شہد کی مکھیوں میں باقاعدہ پولیس، فوج، نگران اور حکومت کرنے والی ملکہ متعین ہے۔ اس پر بہت سے حضرات نے اور مفسرین نے شہد کی مکھیوں پر جتنی بھی تحقیق کی ہے وہ بڑی حیرت انگیز ہے اور اس سے اللہ کی قدرت اور شان نمایاں ہے۔ وہی ایک اللہ ہے جس نے اپنی مخلوق کو بنایا ہے تو ان کی ہدایت کے بھی پورے سامان فراہم کر دیئے ہیں۔ یہ شہد کی مکھی اللہ کے حکم اور فطری رہنمائی میں درختوں، شاخوں اور اونچے گھروں میں اپنا چھتا تیار کرتی ہے اور ہر طرح کے پھلوں اور پھولوں سے رس نچوڑ کر ایسا شہد بناتی ہے کہ انسانی عقل حیران ہوکر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زہریلے جانور میں جو شہد بنایا ہے وہ انسانوں کی بہت سی بیماریوں میں شفا دیتا ہے۔ اور اس کے زہریلے پن کا کوئی اثر شہد میں نہیں آتا بلکہ بہت سے زہروں کا علاج شہد میں رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ اگر ان کے پھوڑا بھی نکل آتا تو آپ اس پر شہد کا لیپ لگالیا کرتے تھے۔ بعض حضرات صحابہ نے ان سے اس کی وجہ معلوم کی تو آپ نے جواب میں کہا کہ تم نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا **''فیہ شفاء للناس''** یعنی اس میں لوگوں کے لئے شفاء رکھی گئی ہے (قرطبی)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ بھی اظہار فرمایا کہ زندگی، موت، مختصر یا طویل زندگی سب اس کے اختیار میں ہے یہاں تک کہ وہ بعض لوگوں کو اس نکمی عمر تک پہنچادیتا ہے جہاں پہنچ کر وہ سب کچھ بھول جاتا ہے ایک بچے میں اور اس میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس ''ارذل العمر'' یعنی نکمی عمر سے پناہ مانگی ہے۔ اس موقع پر ایک بات میں عرض کروں گا کہ بعض لوگ جو لمبی عمر کی دعائیں مانگتے ہیں ان کو اس طرح دعا مانگنی چاہئے کہ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے صحت وعافیت اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرما تاکہ میں زیادہ سے زیادہ آپ کے دین کو دنیا میں پھیلا سکوں۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ طویل عمری عطا فرمائے گا تو انشاء اللہ وہ عمر پانے والا نکمی عمر تک نہ پہنچے گا۔ اس بات کو حضرت عکرمہؓ نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہیں ہوگی۔ بعض حضرات طویل عمری کی دعا کرتے ہیں اور کچھ بزرگ بھی طویل عمری کی دعا دیتے ہیں لیکن نامکمل دعا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ قبول کر لیتا ہے لیکن اس طرح سے کہ وہ دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتا ہے۔ فرض کیجئے کہ زندگی کے آخری حصے میں اللہ نے اس کی زندگی بڑھادی مگر اس کو فالج ہوگیا۔ کوئی حادثہ پیش آگیا اور وہ نابینا ہوگیا یا اعضا سے محروم ہوگیا تو وہ زمین پر رہتا ہے مگر دوسروں کا محتاج۔ اس لئے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ جتنی بھی عمر عطا فرمائے اس میں ہم آپ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کرتے رہیں اور کسی کے محتاج نہ ہوں۔ سوائے اللہ کی محتاجی کے۔ انشاء اللہ ایسی دعا مکمل دعا ہوگی اور اللہ عافیت کے ساتھ قبول ومنظور فرمائے گا۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ
فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ
اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ۙ
وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ ۚ

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔ جن لوگوں کو فضیلت اور بڑائی دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا رزق (مال و دولت) کبھی اپنے غلاموں کی طرف لوٹانے والے نہیں ہیں کہ وہ سب برابر ہو جائیں۔ تو کیا پھر بھی وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے تمہاری بیویاں بنائیں اور ان سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں بہترین رزق عطا کیا۔ تو کیا پھر بھی وہ باطل (جھوٹ) پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جن کے اختیار میں نہ تو زمین و آسمان سے رزق پہنچانے کا کوئی اختیار ہے اور نہ وہ کوئی طاقت رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

فَضَّلَ — بڑائی دی۔
فُضِّلُوْا — بڑھائے گئے۔

رَادِّیْ	لوٹانے والے۔
مَلَكَتْ اَيْمَانٌ	داہنے کی ملکیت۔غلام
سَوَاءٌ	برابر۔
يَجْحَدُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں۔
اَزْوَاجٌ	جوڑے، بیویاں۔
بَنِيْنَ	بیٹے۔
حَفَدَةٌ	پوتے۔
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	وہ قدرت طاقت نہیں رکھتے

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۳

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور قدرت کاملہ اور اپنی ان نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے انسانوں کے فائدہ کے لئے عطا فرمائی ہیں۔ ان آیات میں چند اور نعمتوں کا بھی ذکر کرکے توحید کا اثبات اور باطل کے بے حقیقت ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔

فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے کہ اس نے اپنی حکمت اور قدرت کاملہ سے سب کو ایک درجہ کا نہیں بنایا بلکہ کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو نہایت سمجھ دار اور کسی کو بے وقوف بنایا ہے۔ اگر ساری دنیا کے انسان ایک ہی جیسے رتبے اور مقام کے ہوتے تو اس کائنات کا نظام کیسے چلتا۔ اس میں اللہ نے اپنی توحید کو نہایت شان کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اس غریبی اور امیری کے فرق میں تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ اللہ نے جن لوگوں کو خوب عطا فرمایا ہے وہ بہت خوش حال ہیں۔ دوسری طرف غریب، مفلس، غلام اور نوکر چاکر ہیں لیکن کوئی آقا، مالک اور صاحب حیثیت آدمی اپنا سب کچھ دے کر غریبوں کو اپنے برابر کی سطح پر لانا نہیں چاہتا۔ اپنی عزت، رتبے اور مال و دولت کے نشے میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ فرمایا کہ تم تو اپنی دولت، ملکیت اور رتبے میں کسی کو شریک کرنا پسند نہیں کرتے مگر تمہاری یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ تم پتھر کے بے جان بتوں اور غیر اللہ کو اللہ کے برابر کرتے ہو اور اس کا شریک بناتے ہو۔ فرمایا کہ جس چیز کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اپنے اس اللہ کیلئے کیسے پسند کرتے ہو جس کی عظمت کی کوئی مثال دینا بھی دشوار ہے۔ جس کی یہ ساری کائنات ہے اور اس کا ذرہ ذرہ اس کی ملکیت ہے فرمایا کہ کیا تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کر سکتے ہو۔ اللہ نے تو تم پر یہ کرم

فرمایا کہ تمہاری جنس سے تمہیں وہ بیویاں اور زندگی کی ساتھی عطا کی ہیں جو تمہارے گھر کے انتظام کو سنبھالتی ہیں جو تمہارے دکھ سکھ کی شریک، تمہارے مال و دولت اور بچوں کی نگراں ہیں جو تمہارے لئے سکون قلب اور انسیت و محبت کا ذریعہ ہیں۔ وہ اللہ جس نے تمہیں اولاد بھی دی اور اولاد کی اولاد یعنی پوتے اور نواسے بھی عطا فرمائے جس سے تمہاری نسل چلتی ہے اور تمہارے آڑے وقت میں کام آتے ہیں۔ فرمایا کہ تمہیں تو اسی کی عبادت و بندگی کرنی چاہئے تھی اور غیر اللہ کو اس کے برابر کرنے کے بجائے توحید کا پیکر ہونا چاہئے تھا کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے یہ پتھر کے بت اور مورتیاں جو خود اپنے وجود کے لئے تمہارے ہاتھوں کی محتاج ہیں زمین و آسمان میں نہ تو کسی کو رزق پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان میں طاقت و قوت ہے۔

واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض

اللہ کی حکمت اور مشیت ہے کہ اس نے اس دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کو برابر نہیں کیا بلکہ رزق، ملکیت، دولت اور صلاحیتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ کسی کو اتنا دیا کہ وہ خوب عیش و آرام سے رہتا، بستا کھاتا اور پیتا ہے وہ اپنی مرضی سے اپنی زیر ملکیت چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو بھی دیتا ہے۔ اس کے برخلاف بعض وہ لوگ ہیں جو نہایت تنگی اور عسرت کی زندگی گذارتے ہیں اور اپنے بنیادی اخراجات میں بھی تنگی ترشی سے گذارا کرتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو متوسط اور درمیانہ حال کے مالک ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہی تین طبقے رہے ہیں۔ اللہ نے تو اپنی اس کائنات میں کسی کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں رکھی جو شخص بھی چاہے محنت اور اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیاوی زندگی کے ہر عیش و آرام کو اپنے ارد گرد جمع کر سکتا ہے لیکن بعض لوگ وہ ہیں کہ سب کچھ محنت اور ان تھک محنت کے باوجود پوری زندگی عسرت و تنگی کی زندگی گذارتے ہیں۔ بہر حال دنیا میں یہی تین طبقے رہے ہیں۔ یہ ایک فطری تقسیم ہے جو ہمیشہ سے رہی ہے۔ سرمایہ داروں کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے ہاتھوں تنگ آ جانے والوں میں سے کچھ لوگوں نے ایک ایسا نظام بنانے کی کوشش کی جس میں سب لوگ برابر ہو جائیں اور ان میں وسائل زندگی برابر تقسیم کئے جائیں۔ اس نظریہ میں بڑی جاذبیت تھی اور اسی (۸۰) سال کی محنت کے بعد کمیونزم کا نظام قائم کرنے کے لئے چند مملکتیں بن گئیں مگر یہ غیر فطری تقسیم کا نظام بھی سرمایہ دارانہ نظام زندگی کی طرح انسانوں کے مسائل کو حل نہ کر سکا، پہلے تو لوگ سرمایہ داروں کے غلام تھے لیکن کیمونزم میں لوگ ایک ایسی سلطنت کے غلام بن گئے جس میں انسانی آزادی بھی چھین لی گئی اور غیر فطری تقسیم کا نظام آخر کار چند برسوں ہی میں ناکام ہو گیا اور ہمارے زمانہ تک جو ملک ابھی تک اس شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں وہ بھی بہت جلد آزاد ہو جائیں گے۔ گذشتہ کوئی سو برسوں سے انسان نے طرح طرح کے تجربات کئے لیکن انسان کو سکون میسر نہ آ سکا کیونکہ جب تک دنیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ پر آمادہ رہے گی اس وقت تک انسان کو اس کی سچی منزل نصیب نہیں ہوگی۔ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت و محبت پر نہیں آئے گی اور خوش نما نعروں کو زندگی سمجھے گی اس وقت تک اس کو زندگی کا حقیقی سکون حاصل نہیں ہوگا۔

افبنعمۃ اللہ یجحدون --- ترجمہ --- کیا پھر بھی وہ اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے۔

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ انسان پر اللہ کی ہزاروں نعمتیں ہیں ایک نعمت یہ فطری تقسیم بھی ہے فرمایا کہ انسان تو اس بات پر جتنا بھی غور کرے گا شکر اور احسان مندی کے جذبے سے اس کا سر تو اٹھ ہی نہیں سکتا بلکہ ان احسانات کے سامنے اس کو اپنا سر جھکانا ہی پڑے گا کیونکہ وہ اللہ اپنے بندوں کا خیر خواہ ہے۔ اس کے برخلاف شیطان انسان کو ناشکری کی راہ پر ڈالنا چاہتا ہے جو انسان کی سب سے بڑی بھول ہے۔

من انفسکم ازواجاً --ترجمہ-- اللہ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے تمہاری بیویوں کو بنایا

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی بچے، پوتے، نواسے عطا فرمائے جن کے ذریعہ اس کی نسل چلتی ہے بہت بڑی نعمت ہیں۔ انسان کو اپنی رفیقہ حیات سے جو سکون، اطمینان اور اعتبار ملتا ہے وہ بیوی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ پھر جب ان میاں بیوی کے ذریعہ اللہ اولاد اور پھر اولاد کی اولاد عطا فرماتا ہے۔ تو یہ اور بھی بڑی نعمت بن جاتی ہے کیونکہ انسان کے لئے یہ تصور ہی بڑا حسین ہے کہ اب آگے اس کی نسل چلتی رہے گی۔ بیوی جو ایک مرد کی محنت اور مزدوری سے اس کے گھر کا نظام چلاتی ہے اس کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کو اس کے خاندان میں عزت کا مقام دلواتی ہے۔ اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کرتی ہے اور اس مرد کے لئے قلبی اور جذباتی انس، سکون اور محبت کا ذریعہ بنتی ہے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جو لوگ زندگی کی اس ذمہ داری سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بڑے ہی بدنصیب ہیں۔ ہم نے ترقی یافتہ ملکوں میں دیکھا ہے کہ اکثر لوگ زندگی کی اس ذمہ داری سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں کسی ایک عورت کے ساتھ کچھ وقت گذارتے اور اولاد کی ذمہ داریوں سے دور رہنے کے لئے ایسے مصنوعی طریقے اختیار کرتے ہیں جس سے ان کے ہاں اولاد نہ ہو۔ ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں جو اسی عیاشی میں اپنی زندگی گذارتے ہیں اور بے نام ونشان اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ جب یہ صورت حال سامنے آتی ہے تو قرآن کریم میں بتائی گئی اس نعمت حقیقی کا اندازہ ہوتا ہے کہ بیوی، بچے پوتے، نواسے یعنی ایک خاندانی زندگی کتنی بڑی نعمت ہے۔

رزقکم من الطیبت --ترجمہ-- اور اس نے تمہیں بہت پاکیزہ رزق عطا کیا ہے۔

اصل میں رزق طیب یعنی رزق حلال بھی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے جس میں سات گنا زیادہ برکت ہے اس کے برخلاف رزق حرام میں ہزراوں نحوستیں ہیں۔ اس آیت کے حصے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو محنت کی صلاحیت دی ہے اور رزق حلال کے ہزاروں راستے کھول دیئے ہیں اب یہ انسان کی بھول ہے کہ وہ اپنی جلد بازی میں اور فوری نتیجہ حاصل کرنے کے چکر میں اپنی حلال روزی کو اپنے لئے حرام بنالیتا ہے۔ اور اس طرح وہ باطل اور جھوٹ کو اپنی زندگی کی کامیابی سمجھ کر اللہ کی اس نعمت کو اپنے لئے حرام بنالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمام نعمتیں تمہارے پروردگار نے تمہیں بخشی ہیں۔ ان نعمتوں کے بخشنے میں ان بے جان پتھروں کو کوئی دخل نہیں ہے جنہیں تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ نہ ان میں اس کی طاقت ہے نہ قوت ہے لیکن ایک انسان اپنے حقیقی اللہ کو بھول کر بے جان پتھروں کو اس کا شریک معبود بنالیتا ہے تو یقیناً وہ بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا
لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ
مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ
يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ ضَرَبَ
اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ هُوَ
كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِیْ
هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع ١٠ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷۴ تا ۷۶

پھر تم اللہ پر مثالیں چسپاں نہ کرو۔ بے شک (جس بات کو) اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے کہ ایک شخص جو کسی کا غلام ہے جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور دوسرا وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے خوب رزق دیا ہے۔ وہ چھپ کر اور کھل کر ہر طرح خرچ کرتا ہے۔ کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ بلکہ اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے نہیں۔ اور اللہ نے دو آدمیوں کی (ایک اور) مثال بیان کی ہے ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے جہاں کہیں اس کو بھیجتے ہیں وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا۔ کیا یہ شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو عدل و انصاف کرتا ہے اور وہ صراط مستقیم پر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۴ تا ۷٦

لَا تَضْرِبُوْا	تم نہ مارو، تم نہ گھڑو۔
ضَرَبَ	بیان کیا۔
عَبْدٌ	غلام۔
مَمْلُوْکٌ	کسی کی ملکیت۔
لَایَقْدِرُ	قدرت نہیں رکھتا۔
یُنْفِقُ	وہ خرچ کرتا ہے۔
سِرٌّ	چھپ کر
جَهْرٌ	کھل کر۔
هَلْ یَسْتَوُنَ	کیا وہ دونوں برابر ہیں۔
رَجُلَیْنِ	دو آدمی۔
اَبْکَمُ	گونگا۔
لَایَقْدِرُ	قدرت نہیں رکھتا، اختیار نہیں رکھتا۔
کَلٌّ	بوجھ۔
مَوْلٰی	مالک، آقا۔
اَیْنَمَا	جہاں بھی۔
یُوَجِّهْهُ	اس کو بھیجا جاتا ہے۔

لَا يَأْتِ	نہیں لاتا۔
بِخَيْرٍ	بھلائی سے۔
يَأْمُرُ	حکم کرتا ہے۔
اَلْعَدْلُ	انصاف۔

تشریح: آیت نمبر ۷۴ تا ۷۶

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اے لوگو! تم ایک اللہ کو چھوڑ کر ان غیر اللہ کی عبادت و بندگی نہ کرو جو آسمان و زمین میں نہ تو کچھ پیدا کرتے ہیں نہ وہ رزق پہنچاتے ہیں اور نہ ان میں اس کی طاقت و استطاعت ہے۔ وہ ایک اللہ ہے جو اس ساری کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ دنیاوی حکمرانوں اور افسروں کی طرح نہیں ہے جن کو اپنا کام چلانے کے لئے بہت سے مددگاروں کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ وہ ایسا حاکم مطلق ہے کہ جس چیز کو کرنا چاہتا ہے اس میں وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ چیز کے موجود ہونے کا حکم دیتا ہے اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ ایسی ذات کو دنیاوی مثالوں سے سمجھنا سمجھانا سب سے مشکل اور ناممکن ہے۔ چونکہ اللہ کو کسی نے دیکھا نہیں لہٰذا اس کی قدرت، شان اور ذات عظیم کے لئے اپنے تصور اور گمان کے مطابق تصوراتی شکل بناتا ہے تو یہ اس کا اپنا خیال ہے۔ اگر وہ اس خیالی تصویر کی عبادت کرتا ہے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتا ہے تو یہ اس کی نادانی اور اپنے خیال اور گمان کی عبادت و بندگی کہلائے گی اس لئے فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو اور جو کائنات میں مثالیں تمہارے سامنے موجود ہیں جن کو تم آسانی سے سمجھ سکتے ہو ان پر غور کر سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو تو یقیناً تم اس نتیجے تک پہنچ سکتے ہو کہ اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کی حقیقت سامنے آتی ہے جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ کی ذات میں غور نہ کرو بلکہ اس کی مخلوقات میں غور و فکر کرو۔ کیونکہ غور کرنے سے وہ اس فرق کو صاف اور واضح طریقہ پر سمجھ سکتا ہے کہ جب دو آدمی جو ایک ہی جنس سے مختلف صلاحیتوں کی بنا پر ایک جیسے نہیں ہو سکتے تو وہ خالق جو ہر چیز پر ہر طرح کی قدرت و طاقت رکھتا ہے اس کے برابر وہ بندہ کیسے ہو سکتا ہے جس کا اپنے وجود پر بھی پورا اختیار نہیں ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ فرمایا کہ تم اس بات میں غور کرو کہ دو شخص ہیں ایک تو وہ ہے جو کسی کا غلام ہے کوئی اس کا مالک ہے اور اس غلام کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ نے خوب بہترین

رزق اور اسباب عطا کئے ہیں وہ اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق جس طرح چاہتا ہے کھلے عام یا خاموشی سے خرچ کرتا ہے۔ اللہ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ ایسے دو آدمی برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً اس کا جواب یہی ہوگا کہ ایک بے اختیار شخص ایک با اختیار کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔

اسی طرح دو شخص ہیں ایک تو ان میں سے بہرا گونگا ہے جو نہ تو سنتا ہے نہ اپنی بات کا اظہار کرسکتا ہے کسی چیز پر اس کا کوئی اختیار بھی نہیں ہے۔ کسی کام کا نہیں اس کا مالک اس کو جو کام بھی سپرد کرتا ہے وہ اس کو ٹھیک سے کر نہیں سکتا۔ دوسرا شخص وہ ہے جو عدل وانصاف کرنے کا خوگر ہے اور وہ راہ مستقیم پر ہے۔ اللہ نے سوال فرمایا ہے کہ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر عام زندگی کی اس مثال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اگر یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جو ایک ہی جنس سے ہیں تو پھر یہ کیسی بے انصافی، جہالت اور نادانی کی بات ہے کہ ان اندھے بہرے، گونگے بے اختیار پتھروں کے وہ بت جو کسی کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں ان کو اس اللہ کے برابر سمجھا جائے جو ساری دنیا کو عدل وانصاف عطا فرماتا ہے جو کامل اختیار رکھتا ہے اپنے اختیار میں کسی کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے اختیار سے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اس کو ان بے بس اور عاجز معبودوں کے برابر سمجھنا انسان کی سب سے بڑی غلطی ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ
الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾
وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا ۙ وَّ
جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾
اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ
اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٧٩﴾
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ
الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى
حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع ۱۱ ۷ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور قیامت کا آنا صرف ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس طرح پیدا کیا ہے کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اور اسی نے تمہارے لئے کان۔ آنکھیں اور دل بنایا تا کہ تم شکر ادا کر سکو۔ کیا وہ لوگ پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ آسمان کی فضا میں اس کے حکم کے تابع ہیں۔ انہیں اللہ کے سوا کس نے تھام رکھا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا ہے۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لئے ایسے مکان بنا دیئے جنہیں تم قیام اور سفر کی حالت میں ہلکا پھلکا پاتے ہو۔ اور ان کے اون ان کے رؤوں اور بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک وقت تک کے لئے بنائی ہیں۔ اور اللہ کی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزں سے تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا۔ اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ لینے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی (کی شدت) سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں اور ایسے کرتے (زرہیں) بنائے جو لڑائی میں تمہارے بچاؤ کا سامان ہیں۔ وہ اسی

طرح تم پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرتا ہے شاید کہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔ ور (اے نبی ﷺ) اگر وہ منہ موڑتے ہیں تو آپ کے ذمے صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور احسان کو پہچانتے ہیں۔ پھر بھی اس کا انکار کرتے ہیں ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

اَمْرُ السَّاعَةِ	قیامت کا حال۔
لَمْحُ الْبَصَرِ	آنکھ کا جھپکنا، آنکھ کا بند ہونا۔
اَقْرَبُ	زیادہ قریب
بُطُوْنٌ	(بَطْنٌ) پیٹ۔
شَيْئاً	کچھ بھی۔
اَلسَّمْعُ	سننا، کان
اَلْاَبْصَارُ	(بَصَرٌ) آنکھیں۔
اَلْاَفْئِدَةُ	دل، قلب۔
اَلطَّيْرُ	پرندہ۔
فِىْ جَوِّ السَّمَآءِ	آسمان کی فضا میں۔
مَا يُمْسِكُ	نہیں تھامتا۔
سَكَنٌ	ٹھکانا، رہنے کی جگہ۔
جُلُوْدٌ	(جِلْدٌ) کھالیں۔
تَسْتَخِفُّوْنَ	تم ہلکا پھلکا پاتے ہو۔

يَوْمُ ظَعْنِ	سفر کے دن، کوچ کے دن۔
يَوْمُ اِقَامَةِ	ٹھہرنے کے دن۔
اَصْوَافٌ	(صُوْفٌ) اون۔
اَوْبَارٌ	(وَبْرٌ) اونٹ کا نرم رواں۔
اَشْعَارٌ	(شَعْرٌ) بال۔
اَثَاثًا	سامان اسباب۔
مَتَاعًا	سامان۔
حِيْنٌ	وقت، زمانہ۔
ظِلَالٌ	سائے۔
اَكْنَانٌ	(كَنٌّ) چھپنے کی جگہ۔
سَرَابِيْلُ	(سِرْبَالٌ) کرتے۔
تَقِيْكُمْ	تمہیں بچاتا ہے۔
بَأْسٌ	لڑائی، جنگ۔
تُسْلِمُوْنَ	تم فرماں برداری کرتے ہو۔
يَعْرِفُوْنَ	وہ پہچانتے ہیں۔
يُنْكِرُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۷۷ تا ۸۳

فرمایا کہ یہ لوگ پتھر اور لکڑیوں کے بے جان بتوں کو اپنا معبود بنا کر ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں حالانکہ وہ نہایت بے

بس عاجز اور کمزور ہیں جو اپنے وجود تک کے لئے انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ کسی کے نفع اور نقصان کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں؟ اس دنیا میں اور آخرت میں اس کے کوئی کام نہیں آسکیں گے۔ اس کے برخلاف اللہ کی قدرت وشان اور اختیار یہ ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے جو بھی اس کے تابع اور فرماں بردار ہے وہ ذرے ذرے کی حقیقت اس کے راز اور ہر بھید سے واقف ہے۔ وہی اللہ سب کا خالق و مالک اور محسن ہے۔ انسان کی یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ اپنے حقیقی محسن کو بھول کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے اور ان کو اپنا حاجت روا سمجھتا ہے حالانکہ حاجت روا صرف اللہ کی ذات ہے۔ اللہ کے سارے نبیوں اور رسولوں نے یہی بتایا کہ اس کائنات میں صرف ایک اللہ کا حکم چلتا ہے وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ہر چیز پر اس کو پوری قدرت وطاقت حاصل ہے۔ اس نے سب لوگوں کو قیامت تک مہلت دی ہوئی ہے جب وہ قیامت آجائے گی پھر ہر شخص کو زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ اس وقت یہ پتھر کے بے جان بت کسی کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ نبی کریم ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں آپ نے بھی سب سے پہلے مکہ والوں کو یہی بتایا کہ ساری قدرت وطاقت اللہ ہی کی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بہت جلد قیامت آنے والی ہے وہ قیامت جس میں اس کائنات کو سمیٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ چاند، سورج بے نور ہو جائیں گے ستارے ٹوٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، زمین ایک شدید زلزلے کے جھٹکے سے ختم کر دی جائے گی اور پھر اللہ ایک نئی زمین پیدا فرمائیں گے۔ میدان حشر قائم ہوگا اور پھر سب کا حساب کتاب ہوگا۔ کفار مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اے محمد ﷺ! آخر قیامت جس کا آپ بار بار ذکر کرتے ہیں وہ کب آئے گی؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین کے ہر بھید اور راز کو صرف اللہ ہی جانتا ہے اللہ کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی لیکن جب وہ قیامت آئے گی تو اس کے آنے میں اتنی دیر بھی نہیں لگے گی جتنی دیر پلک جھپکنے میں لگتی ہے۔ اللہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ اس کائنات میں اللہ کی قدرت وطاقت کی سیکڑوں نشانیاں موجود ہیں مثلاً:

١) ہر انسان کا اپنا وجود ہی ایک نشانی ہے۔ جب اللہ کسی انسان کو نو مہینے ماں کے پیٹ میں رکھ کر اس کو اس دنیا میں لاتا ہے اس وقت وہ سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیت ہونے کے باوجود اپنی ان صلاحیتوں کو استعمال نہیں کر سکتا تھا وہ اللہ اس کو سننے دیکھنے اور سوچنے کی طاقتیں عطا کرتا ہے یہ چیز ہر انسان کے لئے مقام شکر ہے۔

٢) اس نے ہزاروں قسم کے پرندے پیدا کئے جن کو ایسا ہلکا پھلکا جسم اور اڑنے کی صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ فضاؤں میں بے تکلف اڑتے پھرتے ہیں۔ فضاؤں کو ہواؤں کو ان کے لئے ایسا مسخر کر دیا کہ نہ ان کو زمین کی کشش اڑنے سے روک سکتی ہے اور نہ فضاؤں کی تیزی۔ ان پرندوں کو یہ صلاحیت کس نے دی؟ یقیناً اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو عطا فرمائی ہے۔

٣) اللہ نے انسان کو عقل، فہم اور فراست کے ساتھ ساتھ ایسے ذرائع بھی عطا فرمائے جن سے وہ دنیا کی زندگی کو

آرام اور سکون سے گذار سکے۔ فرمایا کہ ان کو گھر بنا کر اس میں سکون سے رہنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ اسی اللہ نے جانوروں کی کھالوں سے خیمے بنا کر رہنے کی صلاحیت عطا فرمائی جن کو انسان نہایت آسانی اور سہولت سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکتا ہے۔ اللہ نے اس انسان کو ایسی صلاحیت عطا فرمائی جس سے وہ جانوروں کا اون، روئیں اور بال حاصل کر کے سردی گرمی موسم کی سختی اور نرمی سے بچنے کا سامان بناتا ہے اور سکون حاصل کرتا ہے۔ انسان کا اپنا گھر اور لباس وغیرہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اسے ہر آن شکر ادا کرتے رہنا چاہئے۔

۴) اسی طرح اس اللہ نے تپتے صحراؤں اور میدانوں میں درختوں، پہاڑوں اور بادلوں کا سایہ عطا فرمایا۔ اگر سایہ نہ ملے تو انسان جھلس کر رہ جائے۔ اسی طرح پہاڑوں کے غار بنائے جس میں آدمی رہ سکتا ہے وقت ضرورت ان کو اپنی پناہ گاہ بنا سکتا ہے۔ اس نے لوہا پیدا کیا جس سے انسان زرہ تلواریں اور دوسرے ہتھیار بنا کر اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ اس طرح اللہ نے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں یہ سب اس کی قدرت کاملہ کے نمونے اور نشانیاں ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کی یہ نشانیاں ہیں جو اس نے کائنات میں بکھیر دی ہیں اب ان سے فائدہ اٹھانا اور عبرت حاصل کرنا انسان کا اپنا کام ہے آپ اللہ کے اس پیغام کو پہنچا دیجئے کہ اس کائنات میں ساری قدرت وطاقت صرف اللہ کی ہے اس لئے یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ اسی کی عبادت و بندگی کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ وہ لوگ اس کی قدر کریں یا نہ کریں وہ جانتے بوجھتے شرک کا راستہ اختیار کریں یا ناشکری اور کفر کا آپ کا کام ہے اللہ کا پیغام پہنچا دینا۔ آپ کو اکثر لوگ وہ ملیں گے جو سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود انکار کریں گے لیکن آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ یہ اللہ کا دین ہے وہ اس کا خود ہی محافظ و نگراں ہے۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا
يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾
وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ
شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ فَأَلْقَوْا
إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ

الثلثة

يَوْمَئِذِ ۣالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا
فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ
اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا
عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ
ع ۱۲ ۱۸ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۹

وہ (قیامت کا دن) جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر ان کافروں کو نہ تو اجازت دی جائے گی (کہ وہ عذر پیش کریں) اور نہ ان سے توبہ استغفار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ پھر جب وہ ظالم عذاب کو دیکھیں گے تو نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو (کسی طرح کی) مہلت دی جائے گی۔ اور وہ مشرک ان کو دیکھیں گے جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھراتے تھے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہیں وہ شرکاء جنہیں ہم آپ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔ پھر وہ (جھوٹے معبود) ان سے کہیں گے کہ بے شک تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اور وہ اس دن اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جھک جائیں گے اور یہ جن کو جھوٹ گھڑتے رہے تھے وہ ان سے گم ہو جائیں گے۔ جنہوں نے کفر کیا تھا اور اللہ کے راستے سے روکا تھا ہم ان کے لئے عذاب پر عذاب بڑھا دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ فساد کیا کرتے تھے۔

اور وہ دن (کیسا عجیب ہوگا) جب ہم ہر امت میں ان ہی میں سے ایک ایک گواہ اٹھائیں گے جو ان پر گواہی دے گا اور (اے نبی ﷺ) آپ کو ہم ان سب پر گواہی کے لئے لائیں

گے۔اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر قرآن کریم کو نازل کیا ہے جس میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔جو ہدایت ہے۔اور رحمت ہے اور فرماں برداروں کے لئے خوش خبری ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۴ تا ۸۹

نَبْعَثُ	ہم اٹھائیں گے۔
شَهِيْدٌ	گواہ۔
لَا يُؤْذَنُ	اجازت نہیں دی جائے گی۔
لَا يُسْتَعْتَبُوْنَ	نہ وہ راضی کرسکیں گے۔
لَا يُنْظَرُوْنَ	نہ دیکھے جائیں گے، مہلت نہ دی جائے گی۔
كُنَّا	ہم تھے۔
نَدْعُوْا	ہم بلاتے ہیں۔
اَلْقَوْا	انہوں نے ڈالا (وہ ڈالیں گے)
يَوْمَئِذٍ	اس دن۔
اَلسَّلَمَ	اطاعت وفرماں برداری۔
زِدْنَا	ہم نے بڑھادیا (ہم بڑھادیں گے)
تِبْيَانٌ	کھلی بات، واضح بات۔
بُشْرٰى	خوشخبری۔

تشریح: آیت نمبر ۸۴ تا ۸۹

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ " یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے" یعنی اس دنیا میں جس انسان نے اپنے عمل کا جیسا بیج بویا ہوگا وہ اس کو آخرت میں جا کر کاٹے گا۔ یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت اس کے عمل کی جزا ہوگی جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔ کانٹے بو کر پھولوں کی تمنا حماقت سے زیادہ کچھ نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ قیامت آنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک نیا جہاں پیدا فرمائیں گے جس میں تمام انسانوں کو جمع کر کے ان کی پوری زندگی کے متعلق حساب پوچھا جائے گا جس کے اعمال درست ہوں گے وہ جنت کا اور جس کے اعمال خراب ہوں گے وہ جہنم کا مستحق ہوگا وہاں کوئی عذر اور معذرت قبول نہیں کی جائے گی۔ ان آیات میں اسی بات کو فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کتنا ہیبت ناک دن ہوگا جب ہر امت کا نبی اپنی امت کی گواہی دینے کے لئے کھڑا ہوگا کہ ان میں کون نیک، اطاعت گذار اور دین پر چلنے والا تھا اور کون برائیوں، گناہوں اور نافرمانیوں کا پیکر بن چکا تھا۔ جب عذاب سامنے آئے گا تو کفار و مشرکین یہ عذر پیش کریں گے کہ الٰہی ہمیں سزا نہ دی جائے بلکہ ان معبودوں کو سزا دی جائے جنہوں نے ہمیں گمراہی کے راستے پر ڈالا تھا۔ وہ جھوٹے معبود جن کی وہ عبادت و بندگی کرتے تھے کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں تو یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ ہمیں اپنا معبود کیوں مانتے تھے اس میں ہمارا کیا قصور ہے" یعنی ہم تو بے جان پتھر اور لکڑی کے بنائے گئے بت تھے اس میں ہمارا کوئی اختیار نہ تھا۔ اس طرح اس برے وقت میں وہی جھوٹے معبود ان کو تنہا چھوڑ کر ان سے غائب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم سب جھوٹے ہو۔ آج کا دن جزا کا دن ہے تمہاری شرمندگی اور معذرت پر نہ تو کوئی رعایت ملے گی اور نہ عذاب میں کمی کی جائے گی بلکہ دوگنا سزا ملے گی کیونکہ تم لوگ خود بھی گمراہی پر قائم تھے اور دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے گمراہ کرتے اور روکتے تھے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! وہ دن بھی کفار کے لئے کیسا عجیب اور دہشت ناک دن ہوگا جب ہر امت میں سے ہر ایک نبی اپنی امت کے اعمال کی گواہی دے گا اور ان تمام انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر اے نبی ﷺ آپ گواہی دیں گے (اور اس دن یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آئے گی کہ) اللہ نے آپ پر قرآن کریم کو نازل فرمایا جس میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان فرمایا گیا ہے وہ قرآن کریم جو ہدایت، رحمت اور اللہ و رسول کے فرماں برداروں کے لئے خوش خبری ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ امت کے تمام اعمال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ خیر اور بھلائی کے اعمال پر آپ اللہ کا شکر ادا فرماتے ہیں اور امت کی برائی اور بد اعمالیوں سے آپ کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور آپ ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے ہیں (تفسیر عثمانی) نبی کریم ﷺ امت کے ان ہی اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس مضمون کے سلسلہ میں احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ میدان حشر میں ہر نبی اور رسول اپنی امت پر اس بات کی گواہی دیں گے کہ اے اللہ ہم نے آپ کا پیغام ان

کفار و مشرکین تک پہنچا دیا تھا لیکن سوائے چند لوگوں کے باقی لوگ اپنی گمراہی میں لگے رہے۔ اس پر وہ کفار و مشرکین جھوٹ کی انتہا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں کوئی پیغام نہیں پہنچا تھا اس پر انبیاء فرمائیں گے کہ اے اللہ نبی کریم ﷺ کی امت سے پوچھ لیا جائے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہم نے آپ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی جب امت محمدیہ (ﷺ) گواہی دے گی وہ پھر کہیں گے کہ اے اللہ یہ امت تو ہمارے بعد یعنی آخر میں آئی ہے ان کو کیا معلوم۔ اس پر آپ ﷺ کی امت کہے گی کہ اے اللہ اس پر آپ کے محبوب نبی ﷺ گواہ ہیں کیونکہ یہ سب باتیں ہمیں انہوں نے ہی بتائی تھیں۔ نبی کریم ﷺ جب گواہی دیں گے تو کفار و مشرکین ڈھٹائی کی انتہا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے اللہ یہ تو بالکل آخر میں تشریف لائے ہیں ان کو کیا معلوم کہ ہمارے نبیوں نے آپ کا پیغام ہم تک پہنچایا تھا یا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اپنے محبوب نبی ﷺ کی بات پر گواہ ہوں۔

اس طرح کفار و مشرکین اپنے اس جھوٹ پر شرمندہ ہوں گے اور پھر ان کو جہنم کی طرف ہنکا دیا جائے گا۔ اور انبیاء کرامؑ کی بات مان کر اطاعت گذاروں کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دیا جائے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ
الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾
وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ
بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا
مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ
تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ
لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٩٠ تا ٩٢

بے شک اللہ تمہیں عدل واحسان اور رشتہ داروں کو ان کے حقوق دینے کا حکم دیتا ہے۔ بے حیائی ناشائستہ کاموں اور سرکشی اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جب تم نے اللہ سے کوئی پکا وعدہ کرلیا ہے تو اس کو پورا کرو اور اپنی ان قسموں کو جن پر تم اللہ کو گواہ بنا چکے ہو مت توڑو۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جانا جس نے سوت کات کر اس کے بعد خود ہی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ تم اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا بہانہ اور ایک دوسرے پر غالب آنے کا ذریعہ بناتے ہو اللہ تمہیں (اس کے ذریعہ) آزماتا ہے۔ اور قیامت کے دن ان تمام باتوں کو کھول کر رکھ دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٩٠ تا ٩٢

یَأْمُرُ	وہ حکم دیتا ہے۔
اَلْعَدْلُ	انصاف۔
اَلْاِحْسَانُ	نیکی کرنا۔
اِیْتَآءٌ	دینا۔
ذِی الْقُرْبٰی	رشتہ دار۔
یَنْھٰی	وہ روکتا ہے۔
اَلْفَحْشَاءُ	(فحش) بے حیائی۔
اَلْمُنْکَرُ	ناشائستہ کام۔

اَلْبَغْیُ	سرکشی۔
یَعِظُ	وہ نصیحت کرتا ہے۔
اَوْفُوْا	پورا کرو۔
عٰهَدْتُّمْ	تم نے وعدہ کیا، عہد کیا۔
لَاتَنْقُضُوْا	تم نہ توڑ رو۔
اَلْاَیْمَانُ	قسمیں۔
تَوْكِیْدٌ	پکا کرنا۔
كَفِیْلٌ	ذمہ دار۔
نَقَضَتْ	جس نے توڑا۔
غَزْلٌ	کاتا ہوا سوت۔
اَنْكَاثٌ	ٹکڑے ٹکڑے۔
دَخَلًا بَیْنَكُمْ	آپس میں مداخلت کا بہانہ کرنا۔
اُمَّةٌ	ایک جماعت۔
اَرْبٰی	زیادہ بڑھا ہوا۔
یَبْلُوْ	وہ آزماتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۲

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول حضرت مصطفیٰ ﷺ پر جس قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے وہ

ہدایت، رحمت اور بشارت وخوش خبری ہے۔اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا کہ قرآن کریم اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے بہت واضح اور صاف صاف احکامات پر مشتمل ہے۔اب فرمایا جارہا ہے کہ اللہ اپنے ان بندوں کو جنہوں نے اللہ ورسول کی اطاعت کرلی ہے اور وہ اس کے پابند ہیں حکم دیتا ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں عدل وانصاف، احسان وکرم اور صلہ رحمی کا پوری طرح خیال رکھیں اور ہر بے حیائی اور ہر گناہ کی بات سے بچتے ہوئے ہر طرح کی بے اعتدالی اور ظلم کی راہ سے دور رہیں جب وہ اپنے کسی عہد اور معاہدہ پر اللہ کو ضامن اور گواہ بنالیں تو نتائج سے بے پرواہ ہوکر سچائی کا پیکر بن جائیں اور ان معاہدات کی پابندی کریں جو انہوں نے اللہ سے یا اللہ کے بندوں سے کئے ہیں۔فرمایا کہ اپنی قسموں اور معاہدوں کو فساد ڈالنے یا ایک دوسرے پر غالب آنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔اور یہ اس عورت کی طرح نہ ہوجائیں جو دن بھر سوت کاتنے میں محنت کرتی رہی اور شام کو اس نے اپنی محنت کو اپنے ہاتھوں سے برباد کرڈالا ہو۔ان تین آیات میں شریعت اسلامیہ کی وہ مضبوط بنیادیں سامنے آتی ہیں جن پر انسانی معاشرہ قائم کرلیا جائے تو دنیا کی ہزاروں خرابیاں دور ہوسکتی ہیں بلکہ انسانوں کو جینے کا سچا راستہ مل سکتا ہے۔ان آیات کی اہمیت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے جمعہ اور عیدین کے خطبے میں اس آیت کو پڑھنا امت کا متفقہ فیصلہ رہا ہے تاکہ حق وصداقت کی اس آواز سے دنیا کے تمام مسلمانون کے کان آشنا ہوجائیں۔ان آیات میں سات باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عدل، احسان اور صلہ رحمی کا راستہ اختیار کیا جائے اور بے حیائی، گناہوں کی ہر بات اور زیادتی وسرکشی سے بچتے ہوئے انسانی حقوق پر دست درازی نہ کی جائے۔عہد ومعاہدوں کی پابندی، اپنے اعمال کی حفاظت اور نامعقول رویئے سے باز رہا جائے۔

عدل:

بنیادی عقیدوں، عبادتوں، اخلاق ومعاملات، جذبات واحساسات اور امن وجنگ ہر حالت میں اعتدال، توازن اور انصاف کا خیال رکھا جائے۔یہی چیز انسان کو خیر وبرکت اور فتح ونصرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔زندگی کے ہر معاملہ میں اعتدال کی بہترین مثال اور نمونہ زندگی نبی کریم ﷺ کی زندگی ہے۔آپ نے اپنی سیرت وکردار کی بلندی سے زندگی کے ہر شعبہ کی نہ صرف تکمیل فرمائی ہے بلکہ تمام معاملات میں اعتدال، عدل وانصاف اور توازن کی بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔آپ راتوں کو اللہ کی عبادت وبندگی کے لئے اگر مصلے پر بیٹھے ہیں تو دن میں آپ ایک عظیم مجاہد کی طرح گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوکر میدان جہاد میں بھی رہنمائی فرمارہے ہیں۔اگر آپ اپنی گھریلو زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین حسن سلوک کا معاملہ فرمارہے ہیں تو دوسری طرف اہل ایمان کے ہر گھر میں محبت اور باہمی ہمدردی اور بہترین سلوک کی شمع روشن رکھنے کیلئے تاکید فرمارہے ہیں۔اگر صحابہ کرام جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھے ہوئے ہیں تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم

نے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہوا ہے تو میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

صحابہ کرام خندق کی کھدائی فرما رہے ہیں تو آپ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی ہے تو آپ صحابہ کرام کے ساتھ مل کر مٹی، گارا اور پتھر ڈھو رہے ہیں۔ غرضیکہ گھریلو زندگی ہو یا عوامی زندگی آپ ہر جگہ اعتدال و توازن کو قائم کئے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آپ عدل و انصاف میں بھی ساری دنیا کے انسانوں کو یکساں سمجھتے ہیں اور فیصلے فرماتے ہیں۔ یہی وہ اسوہ حسنہ ہے جو ساری دنیا کے انسانوں کے لئے مشعل راہ اور نور ہدایت ہے۔

الاحسان:

احسان کے معنی نیکی بھلائی اور اخلاق کریمانہ کے آتے ہیں۔ حکم ہے کہ انسان بہترین اخلاق، کردار اور نیکیوں کا ایسا پیکر بن جائے جس میں اپنی ذات کے علاوہ ہر آن دوسروں کی بھلائی اور بہتری کے لئے سوچتا رہے۔ تاکہ نیک نامی، عزت اور سر بلندی اس کا مقدر بن جائے۔ دوسروں کے لئے ہمدردانہ رویہ، رواداری، برداشت، خوش خلقی، دوسروں کو معاف کر دینے کا جذبہ اور ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا لحاظ کرنے والا بنا جائے۔ اخلاق کریمانہ یہ ہیں کہ انسان دوسروں کو ان کے حق سے بھی زیادہ دینے والا بن جائے اور اس کے صلے میں کسی سے کوئی توقع نہ رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "تم اس سے ملو جو تم سے ملنا نہیں چاہتا اور جو شخص قطع تعلق کرنا چاہتا ہے اور تم اس شخص کو معاف کر دو جو تم پر ظلم اور زیادتی کرنے والا ہے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے اس حدیث میں ان ہی اخلاق کریمانہ کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے جو اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احسان کو ایک بڑی نعمت بھی قرار دیا ہے۔ سورۂ رحمٰن میں ارشاد ہے کہ نیکی اور بھلائی کا بدلہ نیکی اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایتاء ذی القربیٰ:

یعنی رشتہ داروں کے ساتھ بہترین سلوک کرنا جس کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ صلہ رحمی خود اپنی جگہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ جس کے لئے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر حکم دیا گیا ہے اور احادیث میں نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی کرنے کو ایسی نیکی قرار دیا ہے جس سے خیر و برکت اور اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں جس سے باہمی انسیت و محبت، ہمدردی اور مروت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قرابت داروں کے جو حقوق رکھ دیئے ہیں ان کا ہر حال میں لحاظ رکھنا شرف انسانیت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ عدل و احسان اور رشتے ناتوں کا پاس و لحاظ کر کے اپنے لئے جنت کی ابدی راحتیں اور سعادتیں حاصل کر لیتا ہے۔

ان تین اعلیٰ ترین اخلاقی صفات کے بعد تین ایسی برائیوں کے متعلق ارشاد فرمایا جا رہا ہے جو انسانی اخلاق، معاشرہ، فرد اور قوم کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں۔ بے حیائی، ہر برائی کا کام اور اپنی حدوں سے آگے بڑھنا ان تین باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

فحشاء:

فحش کی جمع ہے یعنی تمام شرمناک مکروہ اور بے ہودہ کام جن سے ہر مومن کو بچنا چاہئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی خرابی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے، زنا، بدکاری، شراب نوشی، عریانیت، گانا بجانا، بدکلامی، بدزبانی اور کھلم کھلا بے حیائی کا ہر وہ کام جس سے جھوٹ فریب، تہمت اور دوسروں پر ناحق الزام تراشی پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح بدکاریوں پر ابھارنے والے وہ تمام کام جو آج فیشن کے طور پر رائج ہو چکے ہیں۔ افسانے، ڈرامے، فلمیں وغیرہ، یہ سب بھی شریعت کی نظر میں فحش اور برے کام ہیں۔ ان تمام کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

منکر:

اس سے مراد ہر وہ برائی اور کام ہے جس کو ساری دنیا برا سمجھتی ہے اور ہمیشہ سے ہر قوم نے اس سے بچنے کی تاکید بھی کی ہے مثلاً، جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب، بداخلاقی بدلحاظی وغیرہ۔ اس سے دنیا کا وہ کونسا مذہب ہے جو اس کو برا نہیں کہتا۔ لیکن اس آیت میں فحش اور منکر کو ایک ساتھ بیان کرنے سے یہ بھی سمجھانا ہے کہ دنیا بھر کے لوگ منکر کو تو برا سمجھتے ہیں لیکن بے حیائیوں کے کاموں کو برا نہیں سمجھتے۔ شریعت اسلامیہ نے فرمایا ہے کہ صرف برائی کو برا نہ سمجھا جائے بلکہ ہر برائی کے ساتھ ہر بے حیائی اور بے غیرتی کے کاموں کو بھی برا سمجھنا ضروری ہے۔ یہ دونوں ایسی برائیاں ہیں جن سے صرف نماز روک سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "**ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر**" یعنی نماز بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے۔ اگر ایک نماز پڑھنے والا نماز بھی پڑھتا ہے اور بے حیائی اور منکرات کے کام بھی کرتا ہے تو اس کو اپنی عبادت کا جائزہ لینا چاہئے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بے حیائی اور منکرات نماز کے ساتھ جمع ہو جائیں۔ ایسا شخص یقیناً نماز کی روح تک نہیں پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نمازوں کو صحیح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ہر طرح کے فحش اور منکرات سے محفوظ فرمائے۔ آمین

البغی:

اللہ نے جو حدیں مقرر کی ہیں ان سے باہر نکلنا، سرکشی کرنا اور دوسروں کے حقوق مارنے کی کوشش کرنے کو "**بغی**" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ انسان پر بندوں کے حقوق ہوں یا اللہ کے ان کو پورے طور پر ادا نہ کرنا گناہ ہے۔ ان ہی میں سے بہت بڑے گناہ کی بات یہ ہے کہ کوئی شخص دوسروں کے حقوق مارنے اور دست درازی کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ عدل واحسان اور صلہ رحمی کا خیال کریں اور بے حیائی، برائی اور حد سے گذر جانے والی باتوں سے پرہیز کریں۔

ایفائے عہد:

وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرنا "ایفائے عہد" کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے عہد اور معاہدوں کو پورا کرنے

پر زور دیا ہے اور ہر مومن کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی ہے کہ اس نے

(۱) اللہ تعالیٰ سے جو بھی عہد اور وعدہ کیا ہو۔

(۲) ایک انسان نے دوسرے انسان سے وعدہ اور عہد کیا ہو۔

ہر ایک عہد و معاہدے کو پورا کرنا ضروری ہے اگر ان معاہدوں پر قسم کھا کر اللہ کو گواہ بنالیا ہو تب تو اس پر دوہری ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے ایک تو وعدہ کو پورا کرنے کی اور ایک اس قسم کی جس میں اللہ کو گواہ اور ضامن بنالیا گیا ہو۔ دنیاوی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو وہی شخص اور افراد و قوم عزت و احترام کا مقام حاصل کرتے ہیں جن کی زبان پر دوسروں کو اعتماد اور بھروسہ ہو۔ جس کی زبان، عہد اور معاہدے کا اعتبار نہ ہو اس کی کوئی عزت نہیں کی جاتی۔ عربوں میں علاوہ اور بہت سی خرابیوں کے ایک بڑی خرابی اپنے وعدوں، معاہدوں اور قسموں سے پھر جانے کی عادت تھی مثلاً ایک شخص سے معاہدہ کر لیا۔ وہ شخص مطمئن ہو گیا۔ ادھر اس نے اطمینان کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے سے اسی قسم کا وعدہ کر لیا۔ اس طرح چند پیسوں کی خاطر وہ اپنے عہد و معاہدہ کو قربان کر دیتے تھے اور مکاری، فریب اور دغا بازی کرنے کو اپنی ہوشیاری سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے عہد و معاہدوں کی پابندی کا بھی حکم دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہر اس طریقے کو آخرت کی ناکامی اور رسوائی قرار دیا ہے جس میں دوسرے شخص کو کسی طرح کا بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! جب تم کسی سے عہد و معاہدہ کر لو تو اس کو پورا کرو اور اپنی ان قسموں کو جن پر تم نے اللہ کو گواہ بنالیا ہو ان کو ہرگز نہ توڑو۔ فرمایا کہ اپنے دلی فریب اور معاہدے کی خلاف ورزی کو تم ساری دنیا سے چھپا سکتے ہو لیکن اس اللہ سے نہیں چھپا سکتے جس کو تمہاری ایک ایک بات کا علم ہے فرمایا کہ تم اس عورت کی طرح مت ہو جانا جو دن بھر سوت کات کر شام کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر ڈالتی تھی۔ فرمایا کہ تم اپنی قسموں اور معاہدوں کو باہمی فساد ڈالنے کا بہانہ اور ایک دوسرے پر غالب آنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک بڑی آزمائش ہے۔ دنیا میں انسان وقتی طور پر بدعہدی کو چھپا سکتا ہے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ایک ایک بات کو کھول کر رکھ دے گا، فریب کار، بدکار اور معاہدوں کو توڑنے والے اللہ کے سامنے قیامت کے دن ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۹۳

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ
ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ
لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ
اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ
يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳ تا ۹۶

اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے گم راہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راستہ پر لگا دیتا ہے اور تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ اور تم اپنی قسموں کو آپس میں ایک دوسرے کو فریب دینے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ کہیں (ایسا نہ ہو کہ) کوئی قدم جمنے کے بعد پھسل جائے۔ اور تم اللہ کے راستے سے روکنے کا وبال چکھو اور تمہارے لئے بڑا عذاب بن جائے۔ اور تم اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدہ کے لئے فروخت نہ کر ڈالو۔ بے شک جو اللہ کے پاس ہے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے صبر سے کام لیا ان کے لئے ہم اس سے بہتر اجر و ثواب دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳ تا ۹۶

شَاءَ اللّٰهُ	اللہ نے چاہا

لَتُسْـَٔلُنَّ	البتہ تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔
لَاتَتَّخِذُوْ	تم نہ بناؤ۔
تَزِلُّ	پھسل جاتا ہے۔
تَذُوْقُوْا	تم چکھو۔
صَدَدْتُمْ	تم نے روکا۔
لَاتَشْتَرُوْا	تم نہ بیچو، نہ فروخت کرو۔
يَنْفَدُ	ختم ہو جائے گا۔
بَاقٍ	باقی رہنے والا۔
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر۔

تشریح: آیت نمبر ۹۳ تا ۹۶

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور ارادہ کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ عقل سے انسان خیر اور شر کو پہچانتا ہے اور ارادہ کی قوت سے ہدایت یا گمراہی میں سے کسی ایک راستہ کا انتخاب کر کے اس پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو جائے تو وہ نجات حاصل کر کے جنت کی ابدی راحتوں سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ جب وہ صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ عزم وارادہ کر لیتا ہے اور اس کے نزدیک آخرت کی کامیابی ہی سب کچھ ہوتی ہے اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا لالچ بھی اس کو صراط مستقیم سے ایک قدم بھی ہلنے نہیں دیتا لیکن جب ایمان اور عزم وارادہ میں پختگی نہیں ہوتی تو وہ جس طرف چند پیسوں کا فائدہ دیکھتا ہے اسی طرف چل پڑتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت کچھ حضرات تو وہ تھے جنہوں نے آخرت کے ادھار پر اپنا سب کچھ راحت وآرام اور مال و دولت اللہ کے دین کے لئے وقف کر دیا تھا لیکن بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کے راستے پر چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا یعنی اللہ سے پکا وعدہ اور عہد و پیمان کر لیا تھا لیکن جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ کفار قریش کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے تو وہ ان کی طرف مائل ہونے لگے بعض روایات کے مطابق کفار مکہ ان نئے نئے مسلمانوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر یہ کہتے تھے کہ اگر تم نے

ہمارا دین اور طریقہ اختیار کیا تو ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ:

اگر اللہ چاہتا تو ساری دنیا کے انسانوں کو ایک ہی امت اور جماعت بنا دیتا۔ ان میں کوئی اختلاف نہ ہوتا وہ ایک طرح رہتے، سوچتے اور حکم کی تعمیل کرتے لیکن اللہ کی مشیت یہ ہے کہ خیر و شر، حق و باطل اور نور و ظلمت کو باقی رکھے تا کہ خیر، حق اور نور کی پہچان ہو سکے۔ اگر دنیا میں خیر ہی خیر ہوتی تو اس کی قدر نہ ہوتی اور پہچان بھی نہ ہوتی لیکن ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی لئے اللہ نے خیر و شر کو پیدا کیا تا کہ ہر شخص خیر اور شر کی حقیقت کو پہچان کر اس کو اختیار کر سکے۔ البتہ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انسانوں کے دل اللہ کی انگلیوں کے بیچ میں ہوتے ہیں وہ جب چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کے دلوں کو اوندھا کر دیتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ نے راہ ہدایت نصیب فرمائی ہے۔ بہرحال توفیق جو اللہ کی طرف سے ملتی ہے وہ تو ایک نعمت ہے لیکن عقل کے فیصلے اور عزم و ارادے کے ساتھ کئے گئے ہر طرح کے عمل سے متعلق ہی اللہ کے ہاں پوچھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ جنت یا جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ فرمائیں گے۔

ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم پختہ عہد و پیمان کر لو تو اس پر پورے عزم و یقین کے ساتھ آگے قدم بڑھاؤ، دنیا کا لالچ تمہارے قدم نہ روک لے اور تم نے جو اللہ و رسول ﷺ سے عہد کیا ہے اس پر جم جاؤ اور اس عہد و پیمان کو دھوکے اور فریب کا ذریعہ نہ بناؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے قدم اکھڑنے سے دوسرے بھی بددل ہو جائیں اور اس طرح دنیا کے مال و دولت کے لالچ میں آ کر خود بھی گمراہیوں کے پیچھے چل پڑو اور تمہیں دیکھ کر دوسرے بھی تمہاری راہ پر چل پڑیں اس طرح تمہاری اپنی گمراہی کا جو وبال اور عذاب ہے وہ تو آ کر رہے گا لیکن دوسروں کو گمراہ کرنے کا گناہ بھی تمہارے سر پر آ جائے گا اور اس طرح تم دوہری سزا کے مستحق بن جاؤ گے۔ فرمایا کہ دنیا کا وقتی مفاد انسان کے قدموں کو ڈگمگا دیتا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ دنیا کی دولت جس کے بدلے آدمی اپنے ایمان کو بیچ دیتا ہے کب تک اس کے پاس رہے گی۔ آخر کار ایک دن یہ مال و دولت اور زندگی ختم ہو جائے گی۔ یہ باقی رہنے والی چیزیں نہیں ہیں لیکن جو چیزیں اللہ کے پاس ہیں وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں ان کو فنا نہیں ہے۔ وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہوئے صبر و تحمل اور ایثار و قربانی سے کام لیتے ہیں آخرت کی ابدی راحتیں ان ہی لوگوں کے لئے ہیں۔ لیکن جو دنیاوی مفادات کے لئے اپنے ایمان کی دولت کو بیچ ڈالتے ہیں وہ آخرت میں ناکام بھی ہوں گے اور کسی طرف سے ان کی کوئی مدد نہیں ہوگی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ

لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾ فَاِذَا
قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾
اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ
١٣ ع ١١ ١٩ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

تم میں سے جس نے بھی کوئی بہتر کام کیا خواہ مرد ہو یا عورت ہو جب کہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو (اس دنیا میں) پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور (آخرت میں) ان کا اجر وثواب اس سے بہتر دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔ پھر جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان مردود (کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں بے شک شیطان کا زور ان پر نہیں چلتا جو ایمان لے آئے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو دوست بناتے ہیں اور ان لوگوں پر (زور چلتا ہے) جو اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

صَالِحٌ	نیک، بہتر۔
ذَكَرٌ	مرد۔
اُنْثٰى	عورت۔
نُحْيِيَنَّ	ہم ضرور زندگی دیں گے۔

حَيٰوةً طَيِّبَةً — پاکیزہ زندگی۔

نَجْزِيَنَّ — ہم ضرور بدلہ لیں گے۔

اَحْسَنُ — زیادہ بہتر۔

قَرَأْتَ — تم نے پڑھا، تلاوت کی۔

اِسْتَعِذْ — پناہ مانگ لے۔

سُلْطٰنٌ — زور، قوت۔

يَتَوَكَّلُوْنَ — وہ بھروسہ کرتے ہیں۔

يَتَوَلَّوْنَ — دوستی کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

ان آیات میں اللہ نے فرمایا ہے کہ عورت ہو یا مرد ان میں سے جو بھی ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہوگا ہم اس کو نہ صرف حیاۃ طیبہ عطا کریں گے بلکہ اس نے جو بھی نیکی اور بھلائی کے کام کئے ہوں گے ان پر اس کے تصور سے بھی بہتر اجر و ثواب عطا کریں گے۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ یہ قرآن کریم جو ہر نیکی، ایمان اور عمل صالح کا سر چشمہ ہے اس کی تلاوت کے آداب یہ ہیں کہ جب بھی اس کی قرأت کی جائے تو پہلے ''استعاذہ'' کرلیا جائے یعنی شیطان جو ہر وقت مستعد اور تیار رہتا ہے کہ کسی طرح لوگوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں سے دور لے جائے اور ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر ان پر حاوی ہو جائے فرمایا کہ تلاوت کلام اللہ کے وقت اللہ سے اس کی پناہ اور شیطان کے شر سے بچنے کی درخواست کرلیا کریں تاکہ شیطان کے کسی چکر میں نہ پھنس جائیں۔ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ہر حال میں اسی پر بھروسہ کر کے زندگی کی راہوں میں چلتے ہیں ان پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ اس کا زور تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اللہ کے دین کی ہر بات سے منہ پھیر کر چلتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے کچھ الفاظ کا ترجمہ اور مفہوم بھی پیش نظر رکھ لیجئے:

عمل صالح

ہر وہ کام جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے احکامات کے تحت محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے کیا جائے ''عمل صالح'' ہے۔ قرآن کریم میں عموماً ایمان کے ساتھ عمل صالح کا حکم اسی اہمیت کے پیش نظر فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ہر وہ کام جس کو ہم بہتر سمجھتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ وہ عمل صالح ہو۔ البتہ اگر اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہو تو وہ عمل صالح ہے۔

ذکر او انثی

یعنی ایمان اور عمل صلح جو بھی کرے گا اس کو اجر ملے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کفار و مشرکین عورت ذات کو انتہائی کم تر اور گھٹیا درجہ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ایمان اور عمل صالح کے حق دار صرف مرد ہیں فرمایا کہ اعمال صالحہ میں ہر مرد اور ہر عورت برابر کا درجہ رکھتے ہیں جو جیسا عمل کرے گا اس کو ویسا ہی اجر و ثواب دیا جائے گا۔

حیاۃ طیبۃ

پاکیزہ اور کامیاب زندگی جس میں نیکی سے کئے گئے کاموں پر اجر و ثواب اس دنیا میں اور آخرت میں بھرپور طریقے سے ادا کیا جائے گا۔ ان کو دنیا میں رزق حلال، صبر و قناعت، تحمل اور برداشت، قلبی سکون واطمینان، معاشی خوش حالی، گھریلو سکون، کامیاب مستقبل کا خوشنما تصور عزت و سر بلندی، کامیابی اور کامرانی نصیب ہوگی۔ قبر میں اس کا ایمان اور عمل صالح اس پر سایہ کئے ہوں گے اور وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ پھر آخرت میں جنت کی وہ راحتیں نصیب ہونگی جن کی لذت اور کیفیت کا تصور اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ دنیاوی زندگی، قبر کی منزل کی آسانی، حشر میں رسوائی سے حفاظت اور جنت کی ہمیشہ رہنے والی راحتیں اور لذتیں حیاۃ طیبہ ہیں۔

قرأت القران

قرآن کریم کو پڑھنا، تلاوت کرنا قرأت کرنا اس کے تمام آدب کا لحاظ کرنا قرأت قرآن کریم کہلاتا ہے۔ قرآن کریم اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے اس کو سمجھا جائے اور سمجھ کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا جائے تاکہ آخرت کی ابدی راحتیں نصیب ہو سکیں۔ لیکن قرآن کریم چونکہ سر چشمہ ہدایت ہے اس لئے اگر ایک شخص محض تلاوت قرآن کریم کرتا ہے اور اس کے معنی نہیں سمجھتا تب بھی اس کو ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب عطا کیا جانے کا وعدہ ہے۔ اس لئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب قرآن کریم کے ایک حرف پر دس نیکیاں ہیں اگر اس کو سمجھ کر پڑھا جائے تو اس کے اجر و ثواب کا کیا ٹھکانا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ صحابہ کرامؓ جو قرآن کریم اور اس کی تشریح یعنی سنت رسول اللہ ﷺ میں اس طرح ڈھل گئے تھے کہ انہوں نے اس قرآن کریم کے ذریعہ ساری دنیا میں ایک صالح انقلاب برپا کر دیا تھا۔ آج بھی اس کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم کے نور

سے ساری دنیا کو روشن کر کے اندھیروں کو سمیٹ دیا جائے۔

استعاذہ

اصل میں شیطان ہر آن اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ وہ انسان کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر اللہ کی رحمت سے دور لے جائے۔ وہ اس کو بہت سے فضول کاموں کی طرف متوجہ کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح وہ قرآن کریم کی تلاوت کی طرف نہ جا سکے وہ اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تاکہ وہ قرآن کریم کے نور سے دور رہ سکے۔ نبی کریم ﷺ جو اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور وہ ہر خطا سے معصوم ہیں اور براہ راست اللہ کی نگرانی میں ہیں آپ کو خطاب کرتے ہوئے درحقیقت پوری امت کے ہر فرد کو بتایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جب بھی تلاوت قرآن فرمائیں تو سب سے پہلے اس بات کی درخواست کریں کہ اے اللہ مجھے شیطان کے ہر وسوسے سے محفوظ فرما۔ اس کے ہر شر سے بچاتے ہوئے اپنی پناہ اور حفاظت عطا فرما۔ چونکہ شیطان کا وار تو ان لوگوں پر چلتا ہے جو اللہ اور اس کی پناہ سے منہ پھیر کر چلتے ہیں یا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان، عمل صالح اور توکل علی اللہ کے پیکر ہوتے ہیں ان پر شیطان کا بس نہیں چلتا۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ
اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾
وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ
يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٠١ تا ١٠٥

اور جب ہم ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم لاتے ہیں جب کہ اللہ کے علم میں ہے کہ وہ کیا نازل کررہا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ (اے نبی ﷺ) تم نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اسے اللہ کی طرف سے جبریل امین لے کر اترتے ہیں اور وہ کلام برحق ہے تا کہ وہ مومنوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری بن جائے۔ اور البتہ ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اس کو کوئی آدمی سکھاتا ہے۔ لیکن انہوں نے جس شخص کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تو عجمی (غیر عربی) ہے جب کہ یہ (قرآن) تو واضح عربی زبان میں ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ ان کو ہدایت نہیں دیا کرتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹ گھڑتے ہیں اور یہی جھوٹے لوگ ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٠١ تا ١٠٥

بَدَّلْنَا	ہم نے بدل دیا۔
يُنَزِّلُ	وہ نازل کرتا ہے۔
مُفْتَرٍ	گھڑنے والا۔
رُوْحُ الْقُدُسِ	پاکیزہ روح جبریل امین۔
لِيُثَبِّتَ	تا کہ وہ پکا کردے۔
يُعَلِّمُ	سکھاتا ہے۔
يُلْحِدُوْنَ	(اِلْحَادٌ) اشارہ کرتے ہیں۔
عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ	واضح عربی، فصیح عربی زبان۔

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۵

حضرت عیسیٰؑ (جن کو اللہ نے آسمانوں کی طرف اٹھالیا ہے) ان کے ساڑھے پانچ سو سال کے بعد جزیرۃ العرب میں مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اخلاقی، تہذیبی، اور رسم و رواج میں اتنی تبدیلیاں آچکی تھیں کہ کفار مکہ زبان سے تو یہ کہہ کہ فخر کرتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی اولاد یا ان کے ماننے والے ہیں لیکن اس نسبت کے باوجود وہ ہر طرح کی جہالت اور ظلم و ستم کے پیکر بن کر رہ گئے تھے۔ بداخلاقی، بدکرداری، شراب نوشی جوئے بازی، سودخوری، رسم و رواج کی غلامی اور بتوں کی پرستش نے ان کے معاشرہ کو اس طرح تباہ کر کے رکھ دیا تھا کہ قتل و غارت گری کی وجہ سے کسی کی جان، مال اور آبرو تک محفوظ نہ تھی۔ سارے جزیرۃ العرب میں ہر قبیلہ ایک حکومت اور سلطنت تھا ایک دوسرے کے کسی اصول کی پابندی کو کسی طرح قبول نہیں کرتا تھا۔ ایسے معاشرہ میں اگر اس بات کی توقع کی جائے کہ جیسے ہی حکم دیا جائے گا لوگ اس کی اسی طرح پابندی کریں گے تو یہ ایک خلاف فطرت بات ہوتی۔ اسی لئے قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایسی بگڑی ہوئی قوم کو کچھ اصولوں کے دائرے میں لانے کے لئے حکمت، و مصلحت کے ساتھ ہی پابند بنایا جاسکتا تھا چنانچہ زیادہ تر احکامات میں تدریج ہے بعد میں ان احکامات کی تکمیل فرمائی گئی ہے اور اب قیامت تک کسی کو کسی تبدیلی کا اختیار نہیں ہے۔ وہ قوم جو شراب نوشی میں اس طرح مبتلا تھی کہ شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی یعنی ادھر بچے نے دنیا میں قدم رکھا اور ادھر شراب اس کے حلق میں انڈیل دی گئی۔ اسی لئے شراب کو حرام قرار دینے کے لئے تین آیتیں نازل کی گئیں دو آیتوں میں ان کو بتایا گیا کہ شراب نوشی سب سے گھٹیا عادت ہے یہ اللہ کی عبادت و بندگی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی لہٰذا نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی جانے کی اجازت نہیں ہے۔ غور کیجئے تو یہ معلوم ہوجائے گا کہ اس آیت میں پابندی بھی لگادی اور آزادی بھی باقی رکھی گئی۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ اس میں دنیا کا نفع ضرور ہے لیکن آخرت کا گناہ اور نقصان اس کے نفع سے بڑھ کر ہے۔ جو لوگ بات کو اشاروں میں سمجھ لیتے ہیں وہ سمجھ گئے کہ شراب اللہ کی عبادت و بندگی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی اس میں دنیا کی عارضی زندگی کے کچھ منافع ضرور ہیں لیکن آخرت کی ابدی زندگی کا بہت بڑا اور شدید نقصان ہے۔ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد بہت سے صحابہؓ نے شراب کے قریب جانے سے بھی توبہ کرلی پھر وہ آیت نازل فرمائی گئی جس میں صاف طور پر یہ بتادیا گیا کہ شراب، جوا، بت پرستی اور قسمت کے تیر یہ سب ایک جیسی برائیاں اور شیطانی پھندے اور جال ہیں ان سے ''اجتناب'' کرو اسی میں فلاح و کامیابی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ جو عربی زبان کی اس نزاکت و عظمت سے واقف تھے کہ اگر شراب کو صرف حرام کہا جاتا تو شاید بات میں اتنا زور نہ ہوتا اس کا مفہوم تو صرف یہ ہوتا کہ اب شراب سے ہاتھ روک لئے جائیں لیکن اجتناب کا مفہوم بہت وسیع ہے یعنی شراب سے صرف رکنا ہی نہیں ہے بلکہ اس سے متعلق ہر چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دینا بھی ہے۔ چنانچہ جو لوگ شراب نوشی کر رہے تھے انہوں نے نہ صرف اس ''ام الخبائث'' سے توبہ کرلی بلکہ ان برتنوں اور شراب کے مٹکوں کو بھی توڑ دیا جن میں شراب جمع کر کے رکھی جاتی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ اس دن

شراب مدینہ کی گلیوں میں اس طرح بہہ رہی تھی جس طرح برسات میں پانی بہتا ہے۔ اس بات کو میں نے تفصیل سے اس لئے بیان کیا کہ "تدریج اور تکمیل" کا یہ عمل قرآن کریم کے احکامات میں بہت جگہ نظر آئے گا اسی طرح نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد، وراثت، قبلہ وغیرہ میں بھی یہی تدریج اور تکمیل کا عمل نظر آئے گا جو ایک فطری اور صحیح عمل تھا لیکن یہ باتیں کفار کے نزدیک بڑی قابل اعتراض تھیں وہ بلاسوچے سمجھے یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا قرآن ہے کہ جس میں آج ایک بات ہے دوسرے دن دوسری بات ہے وہ کہتے کہ (نعوذ باللہ) یہ سب گھڑی گھڑائی باتیں ہیں۔ ان کی زبانیں یہاں تک آزاد ہوگئی تھیں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہے یہ قرآن آپ ﷺ کو کوئی سکھا جاتا ہے ان کی مراد ان رومی یا فارسی غلاموں سے تھی جو آپ کے پاس دین سیکھنے آتے تھے یا آپ ﷺ ان کے پاس ان کو دین سکھانے تشریف لے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کفار مکہ کے ان دونوں غیر سنجیدہ اعتراضات کے نہایت سنجیدہ اور اہم جوابات عنایت فرمائے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ارشاد فرمایا کہ جس اللہ نے اپنا کلام روح القدس یعنی حضرت جبرئیل کے ذریعہ قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے یہ اس کا اپنا کلام ہے وہ جب چاہے جیسے چاہے اپنے علم اور مصلحت سے اپنے کلام کو تبدیل کر سکتا ہے کیونکہ اس بات کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے لیکن وہ اللہ جو تمام انسانوں کا خالق ہے وہ جانتا ہے کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کب کیا بات ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے۔ اعتراض اسی پر ہو سکتا تھا کہ کلام تو اللہ نے نازل کیا ہے اور اس میں تبدیلی کوئی اور کرتا۔ لیکن اس میں کیا اعتراض کی گنجائش ہے کہ جس کا کلام ہے وہی نازل کرتا ہے وہی تبدیل کرتا ہے۔

کفار مکہ کے دوسرے اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ قرآن کریم تو صاف واضح اور اعلیٰ ترین عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس کے سامنے سب گونگے بن کر رہ گئے ہیں کوئی اس کے چیلنج کا جواب تک دینے کے قابل نہیں ہے۔ اگر یہ کہتے کہ نبی کریم ﷺ کو نعوذ باللہ کوئی عربی زبان کا ماہر، ادیب یا شاعر سکھا جاتا ہے تو شاید بات سمجھ میں آ سکتی تھی لیکن وہ شاعر و ادیب اور عربی زبان کے ماہرین کا یہ حال تھا کہ وہ خود قرآن کریم کے سامنے عاجز لاچار اور بے بس تھے وہ کیا کر سکتے تھے لیکن یہ بات کس قدر جاہلانہ اور عقل سے بعید تر ہے کہ ایسا کلام آپ ﷺ کو وہ عجمی غلام سکھائیں گے جو عربی زبان بھی صحیح نہیں جانتے۔ فرمایا کہ یہ کتنے بدقسمت لوگ ہیں جو قرآن کریم سے کچھ سیکھنے کے بجائے جاہلانہ اعتراض کر کے ابدی راحتوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ اہل ایمان جو قرآن کریم اور رسول ﷺ پر ایمان لا کر اس قرآن کریم کے ذریعہ اپنی روح کی تسکین اور آخرت کی کامیابی حاصل کر رہے ہیں فرمایا کہ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے دلوں کے جمانے کا اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لے آئے ہیں۔ یہ ان کے لئے ہدایت بھی ہے اور فرماں برداروں کے لئے ابدی راحتوں اور آخرت کی کامیابیوں کے لئے بشارت بھی ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو ان آیات پر یقین نہیں رکھتے ان کو نہ دنیا میں رہبری و رہنمائی نصیب ہوگی اور نہ آخرت میں بلکہ آخرت میں تو دردناک عذاب ان کا منتظر ہے۔ یہ قرآن کریم گھڑا ہوا کلام یا جھوٹا کلام نہیں ہے بلکہ وہ لوگ سب سے بڑے جھوٹے اور جھوٹ کے پجاری ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

اس موقع پر ایک بات کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں تدریج اور تکمیل کا عمل اس وقت تک تھا جب تک دین کے احکامات مکمل نہیں ہو گئے جب اللہ نے یہ فرما دیا کہ دین اسلام مکمل ہو گیا ہے۔ نعمت نبوت مکمل ہو گئی ہے اور اللہ بھی دین اسلام پر راضی ہے تو اب تدریج کا ہر عمل ختم ہو گیا اور دین درجہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے یعنی دین اور اس کے تمام اصول مکمل ہو گئے ہیں اب اس میں کسی کو تبدیلی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ کسی تدریج پر عمل کرنے کی ضرورت ہے سوائے اللہ و رسول کے حکم کے۔ یہ بات میں نے اس لئے عرض کی ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اب حالات پھر اسی سطح پر پہنچ گئے ہیں جہاں نزول قرآن کے وقت تھے۔ معاشرہ تباہ ہو چکا ہے لہٰذا احکامات میں پہلے والی سہولتیں دی جائیں تا کہ عام آدمی دین کی طرف آ سکے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جب دین کے تمام اصول مکمل ہو گئے ہیں تو اب خیر و برکت کا ذریعہ یہی ہے کہ ان اصولوں کو نافذ کیا جائے۔ مثلاً اللہ کا یہ حکم ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور اس معاملہ میں کسی کی کوئی رعایت نہ کی جائے تو اب حکم یہ ہو گا کہ اس کو پوری قوت سے نافذ کر دیا جائے تو دنیا سے چوری کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے۔ کسی کا یہ کہنا کہ پہلے ایسے معاشی حالات پیدا کئے جائیں تا کہ کوئی چوری نہ کرے پھر احکامات نافذ کئے جائیں۔ میرے نزدیک یہ بہت غلط انداز فکر ہے صحیح فکر یہ ہے کہ اسلام کے جو قوانین ہیں ان کو نافذ کر دیا جائے تو ان کی برکتوں سے مسائل حل ہوں گے اور معاشی حالات بھی درست ہوتے چلے جائیں گے ورنہ ان ہی فلسفوں میں الجھ کر دین کبھی نافذ نہ ہو سکے گا۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں جن کے پاس زبردست وسائل موجود ہیں ہر گھر اور کارخانے اور آفسوں میں الارم فٹ کئے گئے ہیں لیکن وہ معاشرے انسان کی جان و مال کی حفاظت میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں جبکہ ان کو معاشی سکون بھی حاصل ہے اس کے برخلاف سعودی عربیہ میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا قانون نافذ ہے وہاں یہ عالم ہے کہ اگر ایک شخص اپنا گھر، کاروبار، اور آفس کھلا چھوڑ جائے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ کسی کے مال کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھ لے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا قانون بنا بنا کر تھک گئی ہے ہر روز اپنے قوانین میں تبدیلیاں کرتی رہتی ہے چونکہ قانون انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں تو انسان ہی ان قوانین کا توڑ بھی نکال لیتے ہیں اور اس طرح قانون سازوں اور قانون شکنوں کی جنگ جاری رہتی ہے اور صورت حال یہی رہی تو یہ جنگ جاری رہے گی۔ اس کا حل صرف ایک ہی ہے کہ آج دنیا اگر پرسکون رہنا چاہتی ہے تو اس کو اللہ و رسول ﷺ کے قوانین کو نافذ کر دینا چاہئے کیونکہ یہ وہ قوانین ہیں جن کو اللہ نے بنایا ہے انسان اس کو توڑ نہیں سکتے۔ چونکہ یہ قوانین اس خالق و مالک نے بنائے ہیں جو انسانوں کی فطرت سے واقف ہے لہٰذا یہی قانون فطرت انسانوں کی نجات کا ذریعہ ہے۔ اس سے ہٹ کر جو بھی قوانین نافذ کئے جائیں گے ان سے انسان کو کبھی سکون نصیب نہیں ہو گا اور انسان اپنے خالق سے جنگ کر کے آخر کار ہار کر بیٹھ جائے گا۔ ١٤ ع ١٠ ٢٠

ع ١٦

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ
وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ‌ؕ اِنَّ رَبَّكَ
هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝١٢٥
وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ‌ ۚ وَلَـئِنۡ
صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ۝١٢٦ وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ‌
وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ‏ ۝١٢٧
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ۝١٢٨

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۱۰

جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے اس کے جو مجبور کر دیا گیا (لیکن اس جبر واکراہ کے باوجود) اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو (اور بات ہے) لیکن جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا تو اس پر غضب ہے اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کر لیا۔ اور بے شک اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو کفر کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ آخرت سے غفلت برتنے والے ہیں اور یقیناً یہ لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ پھر بے شک وہ لوگ جنہوں نے ستائے جانے کے باوجود ہجرت کی پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو بے شک اس کے بعد آپ کا رب ان کو بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۱۰

اُكْرِهَ	مجبور کر دیا گیا، زبردستی کی گئی۔
شَرَحَ	کھل گیا۔
صَدْرٌ	دل، سینہ۔
اِسْتَحَبُّوْ	انہوں نے پسند کرلیا۔
طَبَعَ	مہر لگادی۔
اَلْغٰفِلُوْنَ	بے خبر رہنے والے۔
هَاجَرُوْا	انہوں نے ہجرت کی۔
فُتِنُوْا	آزمائش میں ڈالے گئے۔
جَاهَدُوْ	انہوں نے جہاد کیا۔

تشریح: آیت نمبر ١٠٦ تا ١١٠

جب نبی کریم ﷺ نے کفار و مشرکین مکہ کے سامنے اللہ کے پیغام کو رکھا تو ابتدا میں آپ کی باتوں پر زیادہ غور نہیں کیا گیا۔ پھر مذاق اڑانا شروع کیا، اس کے بعد شدید مخالفت کا آغاز ہوا۔ نبی کریم کی تعلیمات کو جو بھی قبول کرتا اس پر انسانیت سوز ظلم و ستم کئے جاتے اور کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ حضرت عمار بن یاسر کی آنکھوں کے سامنے ان کے والدین کو سخت اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا حضرت عمار بن یاسر کو بھی بہت سخت تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں اور ان سے کہا گیا کہ وہ اللہ و رسول کی توہین میں الفاظ ادا کریں۔ اس وقت حضرت عمار بن یاسرؓ نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار کہلوانا چاہتے تھے۔ اس طرح حضرت عمار کو چھوڑ دیا گیا حضرت عمارؓ نے اپنی جان تو بچالی مگر شرمندگی کا یہ عالم تھا کہ روتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری صورت حال کو بیان فرما دیا اور اس کلمہ کفر کا بھی ذکر کیا جو کفار نے آپ سے کہلوائے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ اس وقت تمہارے دل میں کیا تھا؟ عرض کیا یا رسول ﷺ اس وقت میرا دل ایمان کے جذبوں سے معمور تھا۔ آپ نے بڑا حکیمانہ جواب دیا کہ

اے عمارؓ ایسی صورت میں اگر وہ ظالم تم سے پھر کہلوانا چاہیں تو کہہ دینا۔قرآن کریم میں یہی ارشاد ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر کسی کو زبردستی کفر کہنے پر مجبور کردیا جائے لیکن اس کا دل ایمانی جذبوں سے بھرپور ہو تو ظاہری طور پر جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینے سے وہ شخص کافر نہیں ہوجاتا۔البتہ اگر وہ دل کی خوشی سے کلمہ کفر ادا کرے گا تو اس پر نہ صرف اللہ کا قہر نازل ہوگا بلکہ قیامت میں اس کو زبردست عذاب دیا جائے گا کیونکہ اس نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو زیادہ محبوب بنالیا۔اور دنیا کے وقتی عیش وآرام کے لئے آخرت کی ابدی راحتوں کو ٹھکرادیا۔اس آیتؐ سے اور صحابی رسولؐ کے عمل اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اگر کوئی اپنی جان بچانا چاہتا ہے تو اس کو اس کی اجازت ہے کہ وہ اوپری دل سے کلمہ کفر کہنا پڑے تو کہہ دے مگر اپنے دل میں ایمان کے جذبے کو برقرار رکھے۔ایک تو شکل یہ ہے کہ آدمی اپنی جان بچالے لیکن اگر کوئی شخص دنیا کی ہر سختی، پریشانی، اذیت اور آزمائش کے باوجود اپنے ایمان پر بھی قائم رہے اور اگر اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے تو پیش کردے تو ایسے شخص کا مقام اور اس کی قربانی نہایت باعظمت ہے چنانچہ اکثر صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ انہوں نے دنیا کی ہر تکلیف اور ظلم برداشت کیا لیکن کلمہ کفر ادا نہیں کیا۔انہوں نے اپنی جان دیدی لیکن وہ سب کچھ نہ کہا جو کفار کہلانا چاہتے تھے۔

حضرت بلال حبشیؓ جو موذن رسول ﷺ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں جب انہوں نے کلمہ توحید پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ومحبت کا اقرار کرلیا۔تو ان کو ان کے مالک کی طرف سے ایسی تکلیفیں دی گئیں جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ عرب کی سخت گرمی میں تپتی ہوئی ریت پر ان کو لٹادیا جاتا اور اوپر سے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا۔ہاتھ پاؤں پر کوڑے برسائے جاتے۔رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے برسائے جاتے۔مشرکین ان کے گلے میں رسی باندکر ان کو پہاڑیوں پر کھینچتے جاتے اور کہتے کہ تم اس کلمہ توحید سے توبہ کرلو تو تمہاری جان بخش دی جائے گی مگر حضرت بلال حبشیؓ زخموں کی تکلیف کے باوجود ''احد احد'' کہتے جاتے یعنی اللہ ایک ہے۔اللہ ایک ہے ہر طرح کی اذیتوں کے باوجود وہ حضرت بلال حبشیؓ کے عزم وایمان کو شکست نہ دے سکے۔

حضرت عمارؓ کے والدین کو اتنی شدید تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ جو نا قابل تصور ہیں پھر ان دونوں کو صرف اس لئے شہید کردیا گیا کہ وہ ایک اللہ کے ماننے کا اقرار کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سچا نبی اور رسول مانتے تھے۔اسی طرح حضرت سمیہؓ اسّی سال کی بوڑھی خاتون تھیں جب ابوجہل کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت سمیہؓ کو سمجھایا۔جب انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ میں جان تو دے سکتی ہوں مگر جس ایمان کا اقرار کر چکی ہوں اس سے میں نہیں پلٹوں گی ابوجہل نے ان کی شرم گاہ پر اتنی زور سے برچھا مارا کہ ان کا وہیں انتقال ہوگیا اور اس طرح دین اسلام کی عظمت کے لئے سب سے پہلے حضرت سمیہؓ نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے وہ عظمت حاصل کی جو کسی کو اس سے پہلے نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ اسلام کی عظمت وشان کے لئے پہلی شہید

ہیں جنہوں نے دین اسلام کے لئے اپنا خون بہایا۔

حضرت خباب بن الارتؓ ایک کافر عورت کے غلام تھے۔ جب آپ نے دین اسلام کو قبول کیا اور اس عورت کو معلوم ہوا تو اس نے لوہا گرم کرایا اور اس سے ان کے جسم کو داغنا شروع کیا کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا۔ کبھی گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس سے ان کی کمر کا گوشت گل گیا تھا۔ ایک دفعہ تو ظلم کی یہ انتہا ہوگئی کہ ان کو باندھ کر آگ کے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ آپ کی کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھ گئی لیکن ان تمام تر تکلیفوں کے باوجود حضرت خباب بن الارتؓ نے اپنی زبان سے کلمہ کفر نہیں کہا اور اپنے ایمان کو بچانے کے لئے ہر طرح کے ایثار و قربانی سے کام لیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر اپنی جان بچا سکتا ہے تو بچالے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا دل جذبہ ایمانی سے سرشار ہو۔ اور اگر اس نے اپنی جان تو بچالی اور کفر پر راضی ہو کر اس نے اپنا ایمان نہ بچایا تو اس کو مرتد کہا جائے گا جس کی سزا جہنم ہے دنیا میں بھی اس کے مرتد ہونے کی سزا دی جائے گی اور آخرت میں تو جہنم کے انگارے ہی اس کا مقدر ہیں۔ البتہ اگر وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرلے تو اس کے لئے معافی ہے۔

وہ لوگ جو مرتد ہو جاتے ہیں اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ کر ایمان کی دولت تک سے محروم ہو جاتے ہیں اور اسی پر جم جاتے ہیں تو اللہ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت نصیب نہیں فرماتا اللہ ان کے دلوں پر اور سماعت و بصارت پر اس طرح مہریں لگا دیتا ہے کہ ان کا شمار غافلوں میں ہونے لگتا ہے۔ اور آخر کار وہ آخرت کا شدید نقصان اٹھاتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے اذیتوں اور پریشانیوں کے باوجود ہجرت کی اور نہایت صبر و شکر سے دین کی سربلندی کے لئے کوششیں، جہاد اور جدوجہد کرتے رہے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیکھیں گے کہ آپ کا پروردگار بہت ہی معاف کر دینے والا نہایت مہربان ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کی بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کر دیتا ہے اور وہ شخص جس نے ایمان قبول کرلیا اس کے گذشتہ تمام گناہوں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ
نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً
يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ
اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا
يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۳

(یاد کرو) وہ دن جب ہر شخص اپنی ہی طرف سے (اپنی طرف داری کرتے ہوئے) جھگڑتا آئے گا۔

ہر شخص کو اس کے اعمال کے سبب پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا اور اللہ نے ایک بستی کی مثال دی ہے۔ جس بستی کے لوگ مطمئن اور بے خوف تھے۔

اور انہیں ہر طرف سے سہولتوں کے ساتھ رزق پہنچ رہا تھا۔ پھر وہاں کے لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔

پھر اللہ نے ان لوگوں کی حرکات کی وجہ سے ان پر بھوک اور خوف کو مسلط کر دیا۔ اور بے شک ان کے پاس ان ہی میں سے رسول آ گیا ہے۔

پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر عذاب نے انہیں اس حالت میں آ پکڑا جب کہ وہ ظلم پر آمادہ تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۳

تَأْتِیْ	آئے گا۔
تُجَادِلُ	جھگڑتا ہے۔
تَوَفّٰی	پورا دیا جائے گا۔
عَمِلَتْ	عمل کیا
لَایُظْلَمُوْنَ	زیادتی نہ کیا جائے گا۔
ضَرَبَ اللّٰهُ	اللہ نے بیان کیا۔
قَرْيَةٌ	بستی، شہر۔
كَانَتْ اٰمِنَةٌ	مطمئن تھی۔
رَغَدٌ	سہولت سے، بافراغت۔
اَنْعُمِ اللّٰهِ	اللہ کی نعمتیں۔
أَذَاقَ	چکھایا۔
لِبَاسُ الْجُوْعِ	بھوک کا لباس (بھوک مسلط ہوگئی)
يَصْنَعُوْنَ	وہ بناتے ہیں۔
كَذَّبُوْا	انہوں نے جھٹلایا۔
اَخَذَ	پکڑ لیا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱۱ تا ۱۱۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر قیامت کے ہولناک دن کے متعلق بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ ہر ایک طرح طرح کے عذر و معذرت پیش کر کے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے گا۔لیکن اس دن ہر طرح کی معذرت کرنا بے کار ہوگی کیونکہ عمل کا وقت تو گذر گیا ہوگا اب تو ہر ایک کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہوگی۔ نہ عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ زیادتی کی جائے گی۔ سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمادے تو اور بات ہے ورنہ اللہ کے اصولوں کے مطابق ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جس نے اللہ کے دین اور نعمت کی قدر کی ہوگی اس دن وہ خوش اور مسرور ہوگا لیکن جو اس دنیا میں اپنے گھر والوں اور بچوں میں تو بڑی خوشیاں مناتا ہوگا اور اس کو فکر آخرت نہ ہوگی تو وہ اس دن بے چین اور بے قرار ہوگا۔ اس آیت میں اشارہ اس طرف کیا گیا ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے ہی کفر و شرک سے توبہ کر لی جائے ورنہ جب وہ قیامت کا دن آجائے گا تو پھر عمل کا وقت نکل جائے گا۔ اس آیت کی مناسبت سے ایک پر سکون و اطمینان والی بستی کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اللہ کی نعمت یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قدر نہ کی تو اللہ نے اسی دنیا میں دکھا دیا کہ ان پر سات سال تک اتنا شدید قحط پڑا کہ وہ گھاس پھونس، پتے اور غلاظت و گندگی تک کھانے پر مجبور ہوگئے۔ فرمایا کہ یہ تو دنیا میں نافرمانی کا نتیجہ ہے کہ کوئی کسی کو نہیں پوچھ رہا ہے۔ ابھی تو توبہ کرنے اور عمل کرنے کا وقت ہے لیکن جب نتیجہ کا وقت ہوگا تو وہاں عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

فرمایا کہ ایک ایسی بستی تھی جس میں امن، چین، سکون اور اطمینان تھا ہر طرف سے ہر طرح کا رزق پہنچ رہا تھا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی کمی نہ تھی۔ لیکن امن و چین نے اس شہر کے لوگوں کو اس قدر مغرور اور متکبر بنا دیا تھا کہ وہ اللہ کو بالکل بھول گئے تھے اور انہوں نے ہر نصیحت کرنے والے کی ہر نصیحت کو برا محسوس کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت انبیاء کرام ہیں ان کی بھی ناقدری کی گئی تو اللہ نے ان پر ایسا عذاب مسلط کیا جس نے ان کے اطمینان و سکون کو بے چینی، خوف اور ڈر سے تبدیل کر دیا گیا۔ خوش حالی کی جگہ بھوک، قحط اور آپس کے جھگڑوں کا عذاب مسلط ہو گیا دشمن کے خوف، فقر و فاقہ اور بے سکونی کے ساتھ ساتھ قحط نے ان کی کمر دوہری کر دی تھی۔

یہ کونسی بستی تھی اس کو متعین کر کے کچھ کہنا تو مشکل ہے۔ ہر ایک وہ بستی ہو سکتی ہے جہاں کے رہنے والوں نے اللہ کی نعمت

کی ناشکری اور ناقدری کی جس کے نتیجے میں ان پر اللہ کا عذاب آیا۔لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت یہ ہے کہ اس آیت میں اگرچہ کسی بستی کا نام نہیں لیا گیا۔لیکن نام لئے بغیر اس بستی سے مراد ''مکہ مکرمہ'' ہے اس صورت میں جس بھوک اور خوف کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وہ قحط ہوگا جو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت ایک مدت تک قحط کی شکل میں مکہ مکرمہ پر مسلط رہا۔

اس روایت کی تائید میں تفسیر مظہری کے مطابق یہ واقعہ بھی ہے کہ مکہ کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کفر و نافرمانی تو ہم نے کی ہے۔ہم قصوروار ہیں عورتیں اور بچے تو بے قصور ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ سے کھانے وغیرہ کا سامان بھجوایا۔قرطبی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ابوسفیان نے بحالت کفر نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ تو صلہ رحمی اور عفو و درگذر کی تعلیم دیتے ہیں۔آپ کی قوم (قحط سے) ہلاک ہوئی جا رہی ہے۔اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ قحط ہم سے دور ہو جائے۔اس پر رسول اللہ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور قحط دور ہوا۔

ان تمام حقائق و روایات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کفار مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے اور تمام صحابہ کرامؓ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے تب مکہ مکرمہ میں مسلسل سات سال تک ایسا شدید قحط پڑا کہ لوگ کتے، بلی اور گندگی تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ جب قحط نہایت شدید ہو گیا جو ان کے برے اعمال اور نبی کریم ﷺ جیسی عظیم شخصیت و نعمت کی ناقدری کی وجہ سے ان پر مسلط کیا گیا تھا۔اس وقت حضرت ابوسفیان جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے ان کی قیادت میں مکہ کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو ان حالات سے آگاہ کیا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے کفار مکہ کے سارے ظلم و ستم کو بھلا کر نہ صرف ان دشمنوں کے لئے بھلائی کی دعا کی بلکہ ان کی امداد بھی فرمائی۔پیغمبر انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کا یہ عظیم پہلو ہے کہ آپ کے سامنے جب بھی انسانوں کی ظاہری تکلیفوں کا ذکر کیا گیا۔تو آپ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کے لئے بے چین ہو گئے اور آپ نے دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کر کے امت کے لئے یہ اسوۂ حسنہ چھوڑا ہے کہ ایک مومن کو انسانیت کا سچا خادم ہونا چاہئے۔

فَكُلُوا مِمَّا

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ

كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١١٤﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ
الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا
حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾
مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ
هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا
ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾
ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ
١٥ ع ٩ ٢١ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۹

پھر اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی بندگی و عبادت کرتے ہو۔ اللہ نے تمہارے اوپر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے علاوہ (کسی اور معبود کا) نام پکارا گیا ہو ان کو حرام کر دیا ہے۔ البتہ اگر بھوک سے بے قرار ہو کر کھا لے جب کہ اس کا نہ تو سرکشی کا ارادہ ہو اور نہ حد سے آگے بڑھنے کا تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور اس جھوٹ میں اپنی زبانوں کو ملوث نہ کرو کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے۔ اس طرح اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں وہ کبھی

فلاح وکامیابی حاصل نہیں کرتے۔ ان کے لئے (دنیا کا) فائدہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہودیوں پر جو چیزیں ہم نے حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں وہ ہم نے ان پر ظلم نہ کیا تھا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پھر (اے نبی ﷺ) آپ کا رب تو وہ ہے جب انہوں نے نادانی میں کوئی برا عمل کیا پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۹

كُلُوْا	کھاؤ۔
رَزَقَ	اس نے رزق دیا۔
اِيَّاهُ	اسی کی۔
تَعْبُدُوْنَ	تم عبادت کرتے ہو۔
حَرَّمَ	حرام کر دیا، روک دیا۔
اَلْمَيْتَةُ	مردار۔
اَلدَّمُ	خون۔
لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ	خنزیر کا گوشت۔
اُهِلَّ	پکارا گیا۔
اُضْطُرَّ	مجبور کر دیا گیا، مجبور ہو گیا۔

غَيْرُ بَاغٍ	بغاوت کا ارادہ نہ ہو۔
لَاعَادٍ	نہ زیادتی کا ارادہ ہو۔
لَاتَقُوْلُوْا	تم نہ کہو۔
تَصِفُ	بنالی ہے۔
قَصَصْنَا	ہم نے بتایا، بیان کیا۔
يَظْلِمُوْنَ	وہ ظلم کرتے ہیں۔
بِجَهَالَةٍ	نادانی سے۔
تَابُوْ	توبہ کرلی۔
اَصْلَحُوْا	اصلاح کرلی۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۱۹

جس شخص کو بات بات پر اعتراض اور کج بحثی کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اس کے سامنے کتنی ہی معقول حقیقت کو پیش کر دیا جائے تب بھی وہ اس میں کوئی نہ کوئی ایسی بات نکالیتا ہے جس سے ایک نئی بحث چھڑ جائے اور سچائی کی شمع مدہم پڑ جائے۔ بنی اسرئیل دنیا کی وہ قوم ہے جس نے اسی روش کو اختیار کیا اور اپنے نبیوں سے طرح طرح کے سوالات کر کے نہ صرف اپنے اوپر سیکڑوں پابندیاں لگوالیں بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ ایمان کی دولت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہو رہا ہے اس وقت بہت سے وہ سوالات نہ کریں کہ اگر ان کو ظاہر کر دیا گیا تو وہ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ اسی طرح فرمایا کہ ''اے مومنو! کیا تم بھی اپنے نبی سے ایسے ہی سوالات کرو گے جس طرح اس سے پہلے حضرت موسیٰ سے سوالات کئے گئے تھے'' (البقرہ) ان احکامات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ بہت ہی کم سولات کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے اسی مزاج کو یہاں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر روز ایک نیا سوال لے کر آجاتے تھے۔ جب یہ کہا گیا کہ جو لوگ بھی اللہ

کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں تو بطور سزا وہ نعمت ان سے چھین لی جاتی ہے۔ حلال چیزیں بھی اللہ کی نعمت ہیں۔ اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ جو حلال اور پاکیزہ اور ستھری چیزیں انہیں دی گئی ہیں وہ ان میں سے کھائیں اور حرام چیزوں کے قریب نہ جائیں فرمایا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام ہے اس کا فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اللہ کے سوا کسی شخص کو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کا حق نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کو دو باتوں پر اعتراض تھا۔

(۱) ایک تو یہ کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں تو اور بہت سی چیزیں بھی حرام تھیں لیکن شریعت مصطفیٰ ﷺ میں وہ چیزیں حلال ہیں۔ کیا حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ کی شریعتیں الگ الگ تھیں؟ یا ایک تھیں۔ اگر وہ شریعت اللہ کی طرف سے تھی تب تو اس کی مخالفت کر کے گناہ میں مبتلا ہونے کی بات کی جارہی ہے ہو اور اگر دونوں شریعتیں ایک تھیں تو پھر ایک ہی اللہ کی اتاری ہوئی شریعتوں میں یہ اختلاف کیوں ہے؟

(۲) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں ''سبت'' کی حرمت کا قانون تھا اہل ایمان نے اس قانون کو بالکل ختم کر دیا ہے یعنی ہفتہ کا دن جو یہودیوں کے نزدیک اتنا قابل احترام تھا کہ اس دن یہودی کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ مسلمانوں نے ہفتہ کے دن کے بجائے جمعہ کے دن کو پورا احترام دیدیا۔ کیا شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے یا مسلمانوں نے خود ہی جس چیز کو چاہا حلال کرلیا اور جس چیز کو چاہا حرام قرار دے لیا؟

ان دونوں اعتراضات کے اللہ نے جوابات ان آیات میں عطا فرمائے ہیں۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعتیں ایک ہی اللہ کے حکم سے تھیں لیکن بعد میں لوگوں نے اپنی مرضی سے بعض حلال چیزوں کو حرام کرلیا اور خود ہی ہفتہ کے دن کو مقدس و محترم بنالیا تھا اور جو چیزیں ان پر حرام کی گئی تھیں وہ ان بنی اسرائیل کی شرارتوں اور نافرمانیوں کا نتیجہ تھا یعنی سزا کے طور پر ان کو ان چیزوں کے استعمال سے روکا گیا تھا۔

مثلاً ناخون والا یعنی کھر رکھنے والا ہر وہ جانور جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ، شترمرغ بطخ، خرگوش وغیرہ ان کا کھانا حرام قرار دیا گیا تھا۔ اسی طرح گائے بکرے کی جو چربی پشت یا انتڑیوں یا ہڈی پر لگی ہوئی نہ ہو۔ وہ ان کے لئے حرام تھی۔ لیکن یہ ان پر بطور سزا کے حرام قرار دی گئی تھی۔ اسی طرح ہفتہ کا دن جب انہوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کیا تھا ان پر اللہ نے عذاب نازل کیا اور ان کو شرف انسانیت سے محروم کر کے بندر بنادیا گیا جو سارے کے سارے بندر تین دن کے اندر اندر مرکھپ گئے۔ فرمایا کہ شریعت موسیٰؑ اور شریعت مصطفوی ﷺ دونوں ہی اللہ کی طرف سے ہیں ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ جو چیزیں بطور سزا دی گئی تھیں وہ قیامت تک سارے انسانوں کے لئے حرام نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خود اپنی طرف سے گھڑتا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ نے کن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کے متعلق بھی ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

اے مومنو! اللہ نے تمہیں جو بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں وہ کھاؤ اور گر تم اس ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

فرمایا کہ تمہارے اوپر چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

۱) مردار (۲) خون (۳) خنزیر کا گوشت (۴) اور ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

اگر کوئی شخص انتہائی شدید مجبور ہو جائے تو (جان بچانے کے لئے) ان چیزوں کو استعمال کر سکتا ہے شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد نہ تو شریعت سے بغاوت ہو اور نہ زیادتی ہو تب جائز ہے۔ وہ اللہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

فرمایا کہ اس جھوٹ میں اپنی زبانوں کو ملوث نہ کرو کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے کیونکہ ایسا کہنا اللہ پر جھوٹ گھڑنا ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کیونکہ جو لوگ ایک جھوٹی بات کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کبھی فلاح اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے وجہ یہ ہے کہ اس جھوٹ سے ممکن ہے وہ کچھ دنیاوی فائدے حاصل کر لیں لیکن یہ فائدے ان کے اس دنیا ہی میں کچھ دیر کام آ سکتے ہیں۔ ایسا کرنے والوں کے لئے آخرت کا دردناک عذاب تیار ہے۔ فرمایا کہ یہودیوں کی نافرمانی کی وجہ سے جو چیزیں ان پر حرام کی گئی تھیں وہ ان پر اللہ کا ظلم اور زیادتی نہ تھا کیونکہ اللہ تو کسی بندے پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا یہ تو انسان ہی ہے جو اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار کر اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ رب العالمین تو ایسی شان والا ہے کہ اس کا کوئی بندہ زندگی بھر گناہ کرنے کے بعد بھی اگر احساس شرمندگی اور انداز ندامت سے اس کے سامنے آ کر توبہ کر لیتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو وہ رب بہت ہی مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ۗ وَلَمْ يَكُ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ
الصّٰلِحِينَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ
اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا
كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۴

بے شک ابراہیمؑ بڑے مقتدا، اللہ کے فرماں بردار اور سب سے کٹ کر اللہ کے ہو رہے تھے۔ اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے۔ اللہ نے ان کو منتخب کیا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ ہم نے ان کو دنیا میں بھی بھلائی دی اور آخرت میں وہ نہایت اچھے لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے (اے نبی ﷺ) آپ کی طرف وحی بھیجی ہے کہ وہ ابراہیم جنہوں نے کبھی شرک نہیں کیا وہ صرف اللہ کو جانتے تھے ان کے طریقے کی پیروی کیجئے۔ سبت (ہفتہ کے) بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا جو ان پر ہی مسلط کر دیا گیا تھا اور (اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس میں اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۴

اُمَّۃٌ	پیشوا، رہنما، مقتدا۔
قَانِتٌ	فرماں بردار۔
حَنِیْفًا	سب سے کٹ کر ایک اللہ کا ہونے والا۔
لَمْ یَکُ	نہ تھا۔
شَاکِرٌ	شکر کرنے والا۔
اَنْعُمِہٖ	اس کی نعمتوں کا۔
اِجْتَبٰی	اس نے منتخب کیا۔
اَوْحَیْنَا	ہم نے وحی کی
اِتَّبِعْ	پیروی کیجیے، پیچھے چلیے۔
مِلَّۃٌ	ملت، دینی طریقہ

١٦ ع٩ ٢٢

جُعِلَ	مقرر کیا گیا۔
اَلسَّبْتُ	ہفتہ کا دن۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۴

اس حقیقت سے انکار ممکن ہی نہیں ہے کہ جو قوم، سست، کاہل اور بے عمل ہو جاتی ہے اس میں بعض ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کو دوسروں کی نظروں میں حقیر و ذلیل کر دیتی ہیں مثلاً

(۱) بات بات پر بحث و مباحثہ، کٹ حجتی، کج بحثی کرنا

(۲) اور اپنے بزرگوں اور محترم شخصیات کی طرف نسبت کر کے فخر و غرور کرنا۔

مکہ کے کفار و مشرکین اور خصوصاً بنی اسرائیل کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ وہ ابراہیمی ہیں وہی اللہ کے محبوب، پیارے اور سچے مسلمان ہیں ان کے علاوہ سب کے سب کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ جن کی عظمتوں پر انہیں ناز ہے وہ واقعی توحید کے پیکر اپنی ذات میں ایک امت، ایک جماعت اور ایک انجمن تھے۔ دین و دنیا کی وہ کونسی خوبی اور بھلائی ہے جو ان میں موجود نہ تھی۔ ابراہیم خلیل اللہؑ، ابوالانبیا اور اللہ کے فرماں بردار بندے ہیں، ہر طرف سے کٹ کر وہ صرف ایک اللہ کو خالق و مالک ماننے والے اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے۔ صراط مستقیم پر گامزن۔ اللہ کے منتخب بندے۔ حق و صداقت کے لئے خاندان کی عزت و عظمت، راحت و آرام کو قربان کرنے والے۔ آخرت میں تمام عظمتوں کے مستحق تھے اور ہیں۔ ان ہی طریقوں پر وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو چلایا اور ان کو ملت ابراہیمی کو اپنانے کا حکم دیا۔ حضرت محمد ﷺ نے اسی توحید کے راستے کو اپنایا اور ہر طرح کے کفر و شرک سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ ارشاد ہے کہ یہ تو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ تھے اور دوسری طرف ان کے راستے پر چلنے والے ان کے پیروکار نبی کریم ﷺ اور ان کے جاں نثار صحابہ ہیں۔ فرمایا کہ تیسری طرف وہ ہیں جنہوں نے ہفتے کے دن کی عظمت کو خود ہی متعین کر کے اس کو دین کا جزو بنا لیا اور اس میں بھی طرح طرح کے اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرما دیں گے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ کس منہ سے اپنے آپ کو دین ابرہیمی کا پیکر اور متبع کہتے ہیں جب کہ ان میں حضرت ابراہیمؑ جیسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کے برخلاف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ماننے والے مومنین حضرت ابراہیمؑ کی ملت اور دین کے پیروکار ہیں۔ فرمایا کہ نجات درحقیقت ان کی نسبتوں پر فخر کرنے سے حاصل نہ ہو گی بلکہ ان کے جیسے طریقے اختیار کرنے میں ہو گی۔ اب جب کہ وہ نبی تشریف لے آئے ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پیروکار ہیں تو ان کا راستہ ہی کامیابی کا راستہ ہے آپ کے علاوہ جس راستے کو بھی اختیار کیا جائے گا وہ نجات اور کامیابی کا راستہ نہ ہو گا۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ
صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۸

(اے نبی ﷺ) آپ (ان لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت ودانائی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور اگر (بحث کا موقع آجائے) ان سے اچھائی کے ساتھ بحث کیجئے۔ بے شک آپ کا رب اس بات کو زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت پانے والے لوگ کون ہیں۔ اور اگر بدلہ لو تو صرف اتنا ہی بدلہ لو جو انہوں نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے اور اگر تم نے صبر کیا تو صبر کرنے والوں کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی مدد سے (ممکن ہوا) ہے۔ اور آپ ان کی زیادتیوں پر رنجیدہ نہ ہوں اور نہ ان کی حرکتوں پر دل تنگ ہوں۔ بے شک اللہ تو ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ہے جو بھلے کام کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۸

اُدْعُ — بلا، پکارا۔

سَبِيْلٌ	راستہ۔
اَلْحِكْمَةُ	سمجھ، دانائی۔
اَلْمَوْعِظَةُ	نصیحت۔
جَادِلْ	بحث کرو۔
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر۔
اَعْلَمُ	بہت زیادہ جانتا ہے۔
ضَلَّ	بھٹک گیا۔
عَاقَبْتُمْ	تم نے بدلہ لیا۔
عُوْقِبْتُمْ	تمہیں تکلیف دی گئی۔
لَاتَحْزَنْ	رنجیدہ نہ ہو۔
ضَيْقٌ	دل میں تنگی محسوس کرنا۔
يَمْكُرُوْنَ	وہ مکروفریب کررہے ہیں۔
مُحْسِنُوْنَ	نیکی کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲۵ تا ۱۲۸

سورۃ النحل میں بہت سے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس سورت کو جن آیات پر ختم فرمایا گیا ہے اس میں اس بات کی نصیحت کی جارہی ہے کہ کائنات کی سچائیاں وہی ہیں جو اس سورت میں اور اس سے پہلی سورتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کو سمجھانا اور ہر شخص کے دل میں اتارنے کا طریقہ کیا ہے اس کی تفصیل ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ کسی بھی نصیحت کے لئے چند بنیادی باتوں کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ ہر نصیحت بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔

۱) نصیحت کے لئے حکمت و دانائی بہت ضروری چیز ہے۔ حکمت کیا ہے؟ حکمت یہ ہے کہ جس کو نصیحت کی جارہی ہے وہ کس عمر رتبہ اور مقام کا آدمی ہے اگر ایک عقل و فکر والے کو دیہاتی انداز سے سمجھایا جائے گا تو اس پر نصیحت کا اثر ہونے

کے بجائے الٹا اثر ہوگا۔اسی طرح ایک کم سمجھ اور کم علم اور کم عمر والے کو اگر ایسی باتیں بتائی جائیں گی جو اس کی عقل وفکر سے بہت اونچی تھیں تو اس کے سر سے گذر جائیں گی اور نصیحت کرنے والے کی نصیحتیں بے کار ہو جائیں گی۔اس لئے بات کہنے سے پہلے اس بات کا پوری طرح لحاظ کیا جائے کہ ہم کس سے بات کر رہے ہیں۔

۲) پھر یہ کہ جس سے بات کی جارہی ہے اس کا اصل مرض اور خرابی کیا ہے دنیا میں وہی ڈاکٹر اور طبیب کامیاب سمجھا جاتا ہے جو مرض کی تشخیص کرنے کے بعد اس کا مناسب علاج کر سکتا ہو۔نصیحت کرنے والا بھی ایک ڈاکٹر کی طرح ہوتا ہے۔اگر اس کو یہی نہیں معلوم کہ میں جس کو نصیحت کر رہا ہوں وہ کس بات میں الجھا ہوا ہے اس کا مرض اور کمزوری کیا ہے تو یقیناً اس کی نصیحت کارگر نہ ہوگی۔

۳) نصیحت کرنے والے کو خوش اخلاق ہونا چاہئے تا کہ سننے والا یا جس کو خاص طور پر نصیحت کی جارہی ہے وہ یہ محسوس نہ کرے کہ مجھ پر زبردستی ایسی بات کو مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس پر اس کا دل آمادہ نہیں ہے۔غرضیکہ حکمت ودانائی بڑی بنیادی چیز ہے۔اگر ایک آدمی نے نہایت خلوص سے نصیحت کی لیکن دوسرا آدمی بجائے سننے کے مرنے مارنے پر اتر تا ہے تو فرمایا کہ اگر وہ جاہل ونادان ہے تو یہ کہہ کر اٹھ جاؤ کہ اللہ تجھے سلامت رکھے یہی اس کی کج بحثی کا بہترین جواب ہے۔ لیکن خود اس کو اس طرح اپنے مقابل نہیں لے کر آنا چاہئے کہ اس کی رہنمائی کے بجائے وہ خود کسی گمراہی میں مبتلا ہو جائے۔نصیحت کرنا انسان کا کام ہے لیکن دلوں کا پھیر دینا ہدایت دینا یا گمراہ کرنا یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔انسان کا کام صرف سیدھی راہ دکھانا ہے۔اس میں نہایت خلوص احترام اور محنت کی ضرورت ہے۔اگر کوئی شخص زیادتی کرتا ہے تو فرمایا کہ اس کو اسی طرح جواب دینا جائز ہے لیکن اگر صبر کر کے اللہ پر چھوڑ دیا جائے تو پھر یہ بات صبر وبرداشت کرنے والوں کے حق میں بہت ہی بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ ان ہی آیات کی روشنی میں لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف نہایت حکمت ودانائی سے بہترین نصیحتوں سے اور نرمی سے بلاتے تھے اور ان کی خیر خواہی میں کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔صحابہ کرامؓ بھی آپ کے طریقے پر چلتے ہوئے اللہ کا دین پہنچانے میں ہر طرح کی محنتیں فرماتے تھے مگر کفار ومشرکین اور اسلام اور سچائی کے دشمن ایسا دل شکن رویہ اختیار کرتے تھے کہ جس سے آپ ﷺ کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچتی تھی اور آپ رنجیدہ ہو جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے اگر وہ ظلم اور زیادتی کرتے ہیں تو اس پر صبر کیجیے نہ آپ رنجیدہ ہوں اور نہ اپنے دل میں کوئی تنگی پیدا کریں۔اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتے ہیں اور ہر حال میں دوسروں کی بھلائی اور خیر خواہی کے متمنی رہتے ہیں

الحمدللہ ان آیات پر سورۃ النحل تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔میں اس پر اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔اللہ قبول ومنظور فرمائے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۵

سبحٰن الذی

سورۃ نمبر ۱۷

بَنِیۡ اِسۡرَآءِیۡل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ بنی اسرآءیل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	17
رکوع	12
آیات	111
الفاظ وکلمات	1582
حروف	6710
مقام نزول	مکہ مکرمہ

علماء مفسرین نے فرمایا ہے
اس واقعہ کو اسراء اور معراج فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے آپ ﷺ کو مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) تک لے جایا گیا اس کو اسراء کہتے ہیں۔ پھر مسجد اقصیٰ سے بارگاہ رب العالمین تک کے سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے آپ ﷺ کو اسراء اور معراج دونوں بیداری کی حالت میں عطا کی گئیں۔

اس سورت کی ابتدا معراج مصطفیٰ ﷺ سے کر کے بنی اسرئیل کی تاریخ کے اہم پہلوؤں کو نہایت مختصر اور جامع طریقہ پر بیان کیا گیا ہے۔ زندگی کے اہم ترین بنیادی اصولوں کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ ایک انسان کو صحیح راہ ہدایت اسی وقت مل سکتی ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔

بنی اسرائیل کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ انہوں نے انبیاء کرامؑ کا راستہ چھوڑ کر دنیا پرستی کے ہر طریقے اور انداز کو اختیار کر لیا تھا۔ اسی لیے اس سورت میں حضرت محمد ﷺ کی امت کو باقاعدہ منصب امامت پر فائز کر کے بنی اسرائیل کی قیادت کو معزول کرنے کے واضح اشارات کیے گئے ہیں۔

اس سورۃ کی ابتداء اسراء یا معراج سے کی گئی ہے تاکہ بنی اسرائیل اور تمام مذاہب کے پیروکاروں کو اس بات کا اچھی طرح احساس دلایا جائے کہ اب انسانیت کی معراج اور سربلندی اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی پوشیدہ ہے کیونکہ اس سے زیادہ انسانیت کی سربلندی کا اور کوئی تصور ممکن نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں مگر کوہ طور تک محدود ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک باعزت مہمان کی حیثیت سے براق پر حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل کے ساتھ یاد فرمایا۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ کو وہ بلند مقام عطا فرمایا جہاں اللہ کے سب سے مقرب فرشتے حضرت جبرائیل نے بھی آگے جانے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں اس مقام سے آگے نہیں جا سکتا اگر میں نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو تجلی الٰہی میرے پروں کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ پھر اللہ نے رف رف سواری بھیج کر آپ ﷺ کو اپنے قریب بلایا اور آپ ﷺ سے کلام فرمایا۔ تمام

یہ سورۃ مکہ مکرمہ کے آخری دور میں نازل کی گئی جب کفار ومشرکین کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔اس سورۃ میں توحید و رسالت ، اسلام کی حقانیت، قیامت، آخرت، جنت و جہنم اور کفر وشرک کے برے انجام اور اچھے برے اعمال کی جزا وسزا کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ خواب کی حالت نہ تھی بلکہ مکمل بیداری میں آپ کو اسراء اور معراج عطا فرمایا گیا۔

سفر معراج کا ذکر کرنے کے بعد بنی اسرائیل کی ایک طویل ترین تاریخ کو نہایت مختصر الفاظ میں ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ ہزاروں خطاؤں اور نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت اور سربلندی کے اعلیٰ ترین مقامات تک پہنچایا تھا لیکن احکامات الٰہی کی وہ مسلسل نافرمانی کرتے رہے جس کی وجہ سے ان کو ہزاروں ذلتیں بھی نصیب ہوئیں اور طاقت ور قوموں نے ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے انبیاء کرامؑ کے راستے کو چھوڑ کر کفر و شرک کے طریقوں کو اختیار کر لیا تھا۔

سورت کے مختصر الفاظ میں امت محمدی ﷺ کو قیامت تک دنیا کی امامت سپرد کیے جانے اور بنی اسرائیل کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو ان کے مقام سے باقاعدہ معزول کرنے کی طرف واضح اشارات فرمائے گئے ہیں۔

اس سورۃ میں بنی اسرائیل کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ اب اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول اور آخری کتاب آ گئی ہے اگر اس کا بھی انکار کیا گیا اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی گئی تو اس قوم کو ایسی ذلتوں سے واسطہ پڑے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔فرمایا گیا کہ یہ قرآن کریم صراط مستقیم کی طرف لے جانے والا ہے جس میں دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔

اس سورۃ میں چند ایسے ضروری احکامات بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسانی معاشرہ ہزاروں خرابیوں سے پاک ہو سکتا ہے اور کسی بھی معاشرے کی کامیاب بنیادیں عطا کی گئی ہیں۔وہ اصول یہ ہیں۔

(1) اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرنا اور شرک کے ہر انداز سے بچنا۔

(2) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

(3) رشتہ داروں، غریبوں، ضرورت مندوں اور مسافروں کے ساتھ حسن معاملہ کرنا۔

(4) فضول خرچی سے بچنا مال کو احتیاط سے خرچ کرنا، سخاوت ہو لیکن کنجوسی اور بخل سے بچنا۔

(5) مفلسی اور غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا کیونکہ یہ ایک بدترین جرم ہے۔

(6) فرمایا کہ زنا کے قریب بھی مت جانا ورنہ بدترین راستے کھل جائیں گے۔

(7) انسانی جان قابل احترام ہے کسی حال میں قتل ناحق کی اجازت نہیں ہے۔

(8) یتیم بچے جب تک شعور کی عمر کو نہ پہنچ جائیں اس وقت تک سوائے احسن طریقے کے ان کے مال کے قریب بھی نہ جانا۔

(9) ہر طرح کے عہد اور معاہدے کی پابندی کرنا۔

(10) ماپ تول اور لین دین میں ہر طرح کی ناجائز حرکتوں سے بچنا۔

(11) جس بات کی تحقیق نہ ہو اس بات کے پیچھے نہ پڑنا اور ہر طرح کی بدظنی اور الزام لگانے سے بچنا

(12) ہر طرح کے تکبر، غرور اور بڑائی کے انداز اور زمین پر اکڑنے اور اترانے سے بچنا۔

(13) کفر و شرک سے بچنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت و بندگی کرنا۔

(14) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھنا۔

(15) اللہ، اس کے رسول اور دین کے بنیادی اصولوں کے مقابلے میں کفر و شرک، ضد، ہٹ دھرمی پر نہ جمنا کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

اس سورۃ میں حضرت نوحؑ کا ذکر کر کے فرمایا گیا کہ اللہ نے کسی بستی کو بلا وجہ برباد نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کا انکار کیا اس سے منہ موڑا اور دنیا پرستی کو غالب کر لیا تو پھر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ کے بعض معجزات کا ذکر کر کے فرمایا کہ انہوں نے کس طرح فرعون کو للکارا اور جب فرعون نے اللہ کے دین کا مسلسل انکار کیا تو اس کو اس کے لشکر کو اور اس کی سلطنت کو غرق کر دیا۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا تا کہ اس کو اچھی طرح سمجھا جا سکے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیجیے آپ کا کام مکمل ہو جائے گا۔ اگر اس پر عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دین و دنیا میں وہ کامیابیاں عطا فرمائے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

سُوْرَہ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

ترجمہ: آیت نمبرا

اللہ، پاک بے عیب ذات ہے جو اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصی (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکت عطا کی ہے تاکہ ہم ان کو (اپنی قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبرا

سُبْحٰنَ ہر طرح کے عیب سے پاک ذات۔

اَسْرٰی لے گیا۔ (گیا)

اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قابل احترام مسجد۔ (بیت اللہ)

اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی دور کی مسجد۔ (بیت المقدس)۔

حَوْلٌ اردگرد۔ آس پاس

نُرِیْ ہم دکھائیں گے۔

تشریح: آیت نمبر ۱

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء یا سورہ بنی اسرائیل کی ابتدا ”سبحٰن“ سے فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، وہ اللہ جیسے اس کائنات میں ہر طرح کی تعریفوں اور عظمتوں کا مستحق ہے اسی طرح، وہ تمام انسانی کمزوریوں سے بھی پاک ہے۔ وہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ کسی کام کے کرنے میں دنیاوی اسباب اور ذرائع کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے اسی وقت پورا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا اور وہاں سے ان کو سارے آسمانوں کے عجائبات قدرت کی سیر کرانے کے بعد اسی رات ان کو واپس مکہ مکرمہ لے آیا تو اس میں تعجب اور حیرت کی کیا بات ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی اس سورت میں صرف مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کا ذکر فرمایا ہے اور سورۃ النجم (پارہ ۲۷) میں اللہ تعالیٰ نے اس معراج کا ذکر فرمایا ہے جس میں آپ ﷺ کو آسمانوں تک لے جانے اور رسول اللہ ﷺ کے بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کی کیفیات ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ اسی لیے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ”اسراء اور معراج“ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ

۱) اسراء مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) سے مسجد الاقصی (بیت المقدس) تک کے سفر کو اسراء کہا جاتا ہے۔

۲) معراج مسجد الاقصی سے بارگاہ الٰہی تک پہنچنے اور سفر کرنے کو معراج کہا جاتا ہے۔

اسراء کا ذکر تو سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے البتہ معراج کا تفصیلی ذکر سورۃ النجم (پارہ نمبر 27) کے علاوہ ان متواتر اور مشہور احادیث میں بھی موجود ہے جن کو اکابر صحابہؓ خاص طور پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت انس ابن مالکؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت مالک ابن صعصعہؓ اور حضرت حذیفہ ابن الیمانؓ جیسے جلیل القدر صحابہ نے روایت کیا ہے۔ معراج کی روایات اس قدر تسلسل اور تواتر کے ساتھ معتبر ترین ذرائع سے بیان کی گئی ہیں جن پر تقریباً تمام اکابر امت کا اتفاق ہے اور ان کی تعداد تیس (30) تک جا پہنچتی ہے۔ جمہور علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ ”اسراء اور معراج“ کا واقعہ ایک ہی وقت اور ایک ہی رات میں بیداری کی حالت میں جسم و روح کے ساتھ پیش آیا۔ آپ ﷺ کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا اور آپ اسی رات عالم بالا کی بلندیوں سے گذرتے ہوئے بارگاہ الٰہی تک پہنچے اور صبح ہونے سے پہلے آپ مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے۔

سورۃ الاسراء کی اس پہلی آیت کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے علماء کرامؒ اور مفسرین نے بہت سی بحثیں کی ہیں جن کو مختصر انداز میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ اسریٰ اور معراج کی پوری کیفیات سامنے آسکیں۔ سورۃ الاسراء اور سورۃ النجم کی آیات کے مطالعہ سے جو باتیں سامنے آتی ہیں ان کو چند عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے تاکہ بات پوری طرح سمجھ میں آسکے۔

۱) مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا سفر (جس کو اسراء کہا جاتا ہے)۔
۲) مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں تمام انبیاء نے نماز ادا فرمائی۔
۳) مسجد الاقصیٰ سے سدرۃ المنتھی تک پہنچنا (جس کو معراج کہا جاتا ہے)۔
۴) سدرۃ المنتھی پر حضرت جبریل امینؑ کا اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہونا۔
۵) سدرۃ المنتھی سے بارگاہ الٰہی میں حاضری کی کیفیات (کیا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو آنکھوں سے دیکھا ہے؟)
۶) سفر اسراء و معراج کا سب سے بڑا تحفہ ''نماز'' جو آپ ﷺ کی امت کو عطا کیا گیا۔
۷) سفر ''اسراء و معراج'' خواب میں پیش آیا یا بیداری کی حالت میں؟
۸) سفر معراج کی ضرورت کیا تھی؟ اس سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

یہ ہیں وہ عنوانات جن کی تفصیل بیان کرنے سے انشا اللہ اس سفر کی عظمت سامنے آسکے گی۔

اسراء

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنی قدرت کاملہ سے بعض نشانیاں دکھانے کے لئے راتوں رات مسجد الحرام (بیت اللہ) سے مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا۔ اور اللہ نے اس سفر اسری میں نبی کریم کو بعض نشانیاں بھی دکھائیں جن کی کیفیات کو صحیح احادیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مسجد الاقصیٰ سے آپ کو معراج عطا فرمائی گئی۔ امت کے اکثر علماء، فقہا، محدثین، متکلمین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ اسراء اور معراج کا واقعہ ایک ہی رات میں جسم و روح کے ساتھ بیداری کی حالت میں پیش آیا ہے۔ یہ کوئی خواب یا محض روحانی عروج نہ تھا۔

یہ واقعہ کب پیش آیا؟

مشہور تو یہی ہے کہ ہجرت مدینہ سے ایک سال پہلے شعب ابی طالب میں شدید فقر و فاقہ اور سفر طائف کے اذیتوں بھرے سفر کے بعد 27 رجب 12 نبوی ﷺ میں پیش آیا لیکن بعض علماء امت نے کچھ روایات کی بنیاد پر مختلف تاریخیں اور دن بیان کئے ہیں۔

۱) جس سال نبوت عطا کی گئی اسی سال معراج کا واقعہ پیش آیا (امام طبری)
۲) نبوت کے پانچویں سال 27 رجب کو معراج ہوئی (امام قرطبی)
۳) نبوت کے دسویں سال 27 رجب کو معراج کا واقعہ پیش آیا (علامہ منصور پوری)
۴) واقعہ معراج مکی زندگی کے بالکل آخری دور میں ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا (طبقات ابن سعد)
۵) یہ واقعہ معراج 17 رمضان المبارک 12 نبوی ﷺ میں پیش آیا (واقدی)
۶) یہ ہجرت کے ایک سال آٹھ مہینے پہلے رجب 12 نبوی ﷺ میں پیش آیا (ابن عبداللہ)

یہ علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں جن کو بیان فرمایا گیا ہے۔ حقیقت کا علم تو اللہ کو ہے بہر حال موجودہ دور میں یہی قول مشہور ہے کہ واقعہ معراج 27 رجب کو پیش آیا۔

معراج اور ختم نبوت

علم و تحقیق کی بات تو اپنی جگہ محترم ہے لیکن اگر ہم اس مبارک رات کی حقیقت، کیفیات اور معراج عطا کئے جانے کا جو عظیم مقصد تھا اس کو پیش نظر رکھیں تو یہ سب سے بہتر بات ہوگی کیونکہ امت محمدی کی اس سے بڑھ کر اور کیا عظمت ہوگی کہ اس نے انہیں ایک ایسے عظیم نبی کا امتی بنایا جو سردار انبیاء، خاتم الانبیاء اور فخر انبیاء و رسل ہیں جنہیں اللہ نے حضرت موسیٰ کی طرح محض اپنے کلام ہی سے نہیں نوازا بلکہ آپ کو پوری شان و شوکت سے اس قدر قریب بلایا کہ جبرئیل امین بھی کہہ اٹھے کہ اس سے آگے آپ تشریف لے جائیے۔ اگر میں نے اس سے آگے ایک قدم بھی بڑھایا تو تجلی الٰہی میرے پروں (بازوؤں) کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ اللہ نے آپ کو یہ مقام رفعت و عظمت عطا فرمایا۔ اس شان و عظمت اور بلندیوں تک نہ کوئی نبی اور رسول پہنچا اور نہ کسی کو یہ عظمت حاصل ہوسکتی تھی۔ اللہ نے اس سفر میں گویا آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھ کر قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ یہی وہ نبی و رسول ہیں جن کے ساتھ نبوت و رسالت مکمل ہوگئی اب کسی نئے نبی نئے رسول اور نئی امت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اسراء و معراج درحقیقت ختم نبوت کا اعلان بھی ہے۔ یہی اس سفر کا ایک بنیادی مقصد سمجھ میں آتا ہے۔

تمام نبیوں کی امامت

ایک رات نبی کریم ﷺ "حطیم کعبہ" میں آرام فرمارہے تھے اچانک حضرت جبرئیل امین اور حضرت میکائیل نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے ہمارے ساتھ چلئے۔ چنانچہ آپ اس براق پر سوار کئے گئے جو آپ کے لئے لایا گیا تھا۔ براق جس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جس جگہ (حضورؐ) کی نظر پڑتی تھی وہیں اس کا قدم پڑتا تھا۔ براق بجلی کی طرح کوندتا ہوا تیزی سے آپ کو مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے کر پہنچ گیا۔ بعض روایات کے مطابق جیسے ہی نبی کریم ﷺ مسجد الاقصیٰ پہنچے تو یہاں تمام انبیاء اور رسلؑ جمع تھے۔ نماز تیار تھی جیسے صرف امام کا انتظار کیا جارہا ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل امین نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو امامت کی جگہ کھڑا کر دیا اور اس طرح آپ نے تمام نبیوں اور رسولوں کی امامت فرمائی۔ اس سلسلہ میں دوسری روایت بھی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سفر معراج سے واپس تشریف لائے تب آپ نے تمام نبیوں اور رسولوں کی امامت فرمائی۔ یہ تو روایات کا اختلاف ہے بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ آپ کو اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کا امام بنایا ہے۔ اس طرح یہ واقعہ بھی آپ کی ختم نبوت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

الاقصیٰ سے سدرۃ المنتھی تک

مسجد الاقصی سے سدرۃ المنتھی کے سفر کی کوئی تفصیل قرآن کریم میں موجود نہیں ہے البتہ ایسی صحیح اور متواتر تمیں احادیث میں اس کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن پر پوری امت کے اکثر علماء کا اتفاق ہے۔لیکن اس جگہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر احادیث میں اس واقعہ کی تفصیل نہ بھی ہوتی تو یہ بات خود بخود سمجھ میں آجاتی ہے کہ جب سورۃ النجم میں سدرۃ المنتھی اور بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کا ذکر ہے تو یقیناً آپ کسی نہ کسی ذریعہ سے مسجد الاقصیٰ سے آسمانوں تک پہنچے ہوں گے۔

بہر حال احادیث کے مطابق تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امینؑ حضور اکرم ﷺ کو براق پر سوار کر کے آسمانوں کی طرف لے چلے۔ جب آپ پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا خیر مقدم کیا۔دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ سے تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیھم السلام سے ملاقات ہوئی پھر حضرت جبرئیل امین آپ کو سدرۃ المنتھی کی طرف لے کر چلے۔راستے میں آپ نے حوض کوثر اور جنت کو بھی دیکھا پھر کچھ لوگوں پر جہنم کے عذاب کی مختلف شکلیں اور جہنم کو بھی دیکھا۔اس طرح اللہ کی نشانیوں کو دیکھتے ہوئے آپ سدرۃ المنتھی تک پہنچ گئے۔

سدرۃ المنتھی کیا ہے؟

سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں مگر بیری کا درخت کیا ہے؟ اس کا تصور بالکل اسی طرح ناممکن ہے جس طرح جنت کی راحتوں اور جہنم کی تکلیفوں کا اندازہ اس دنیا میں لگانا مشکل ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان اپنے مشاہدہ کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت ایسی ہے کہ نہ کسی کان نے سنا نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے دل پر اس کا تصور بھی گذرا ہے۔اسی طرح سدرہ بیری کا ایک درخت ہے اس کی صحیح کیفیات کا علم اللہ کو ہے۔سدرۃ المنتھی کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے کہ یہ آسمان پر تمام بھلائیوں، فیصلوں اور احکامات الٰہی کا ایک ایسا سنگم ہے کہ اللہ کی طرف سے جو بھی احکامات آتے ہیں پہلے وہ سدرۃ المنتھی تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح اس دنیا کے تمام اعمال پہلے سدرۃ المنتھی تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اللہ کے حکم پر اوپر اٹھائے جاتے ہیں حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ یہ اتنا بڑا اور تناور درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان تک ہے۔سدرۃ المنتھی وہ ہے جس کے پاس ''جنت الماوی'' یعنی وہ جنت ہے جس میں اہل ایمان کو رکھا جائے گا اور اہل ایمان و صاحبان تقویٰ کے لئے بہترین قیام گاہ ہوگی۔(حسن بصری)

حضرت قتادہؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ وہ جنت ہے جس میں اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی ارواح کو رکھا جاتا ہے۔اس سے مراد وہ جنت نہیں ہے جو آخرت میں ملنے والی ہے غرضیکہ جب نبی کریم ﷺ سدرۃ المنتھی سے آگے

لے جائے گئے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ چیزیں جو سونے کے پروانوں کی طرح روشن و منور تھیں وہ اس بیری کے درخت سے چمٹی اور لپٹی ہوئی ہیں۔ روایات کے مطابق یہ فرشتے تھے جو اس درخت سے اتنی بڑی مقدار میں لپٹے ہوئے تھے کہ ہر پتے پر ایک فرشتہ نظر آرہا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ خاتم الانبیاء سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آج کی رات یہاں تشریف لا رہے ہیں تو فرشتوں نے درخواست پیش کی کہ ہم بھی نبی کریم ﷺ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی۔ معلوم ہوا کہ اس رات اللہ کی خصوصی تجلیات کا ظہور تھا جس کی بنا پر اللہ کے فرشتے بھی آپ کی آمد کے منتظر تھے۔

جبرئیل اپنی اصلی شکل میں

اس مضمون کو سمجھنے کے لئے سورۃ النجم کی آیات کا ترجمہ ملاحظہ کر لیجئے

ترجمہ: ستارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔ یہ تمہارے صاحب (ساتھ رہنے والے) نہ راہ حق سے بھٹکے نہ غلط راستہ پر چلے۔ نہ وہ اپنی نفسانی خواہش سے کچھ کہتے ہیں سوائے اس وحی کے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ ان کو وہ سکھاتا ہے جو بڑی قوت والا ہے۔ پھر وہ اصلی صورت پر اس حالت میں ظاہر ہوا کہ وہ (آسمانوں کے) بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب آیا اور بہت نزدیک آگیا کہ دو کمانوں سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل کی اور (وہ نازل کیا) جو اس کو نازل کرنا تھا۔ قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی کیا تم اُس سے اس بات پر جھگڑتے ہو جو اس نے دیکھا۔ اور یقیناً اس نے اس کو ایک مرتبہ پھر سدرۃ المنتھیٰ کے پاس اترتے دیکھا۔ جس کے قریب جنت الماویٰ (انسان کا اصل ٹھکانا اور مقام) بھی ہے۔ جب وہ اس ''سدرہ'' پر چھا رہا تھا جو کچھ وہ چھا رہا تھا۔ نہ تو نگاہ (حد سے آگے) بڑھی۔ اور اس نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات کو دیکھا۔ (سورۃ النجم آیت نمبر 1 تا 18)

سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں علماء مفسرین کی دو رائے ہیں

کچھ علماء فرماتے ہیں کہ ان آیات میں ''شدید القوی، ذو مرۃ، دنی فتدلی، قاب قوسین، او ادنی'' الفاظ حضرت جبرئیل امین کی صفات ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی وحی میں یہ کہہ کر شبہات پیدا کرتے تھے کہ حضرت جبرئیل پر ہمیں اعتماد نہیں ہے کہ وہ صحیح طریقہ پر وحی لے کر اترتے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ ہمارا محمد (ﷺ) سے کوئی لڑائی جھگڑا یا اختلاف نہیں ہے بلکہ ہم تو جبرئیل کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب اللہ نے سورۃ بقرہ میں یہ دیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے جو جبرئیل سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ وہ جبرئیل تو اللہ کے حکم سے اللہ کا کلام آپ کے قلب پر لے کر اترتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ) روایات کے مطابق عام طور پر حضرت جبرئیل امین حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے لیکن دو موقعے ایسے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے ان میں سے ایک وہ موقع ہے جس کی طرف ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جب

نبی کریم ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل کو دیکھا تو اس وقت وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے اور ان کے چھ سو بازو تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جبرئیل وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی زبردست طاقتیں عطا فرمائی ہیں کہ وہ کسی کے سامنے مجبور یا کمزور نہیں پڑ سکتے وہ شدید القوی یعنی زبردست قوت وطاقت والے ہیں۔ ذو مرہ طاقت ور ہیں، دنی فتدلی وہ قریب ہوئے اور بہت قریب ہو گئے۔ قاب قوسین او ادنی۔ دو کمان کے برابر یا اس سے قریب تر ہو گئے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ایسی طاقتوں والے اور افق پر چھا جانے والے ہیں کہ شیطان کی طاقتیں ان کو نہ مجبور و بے بس کر سکتی ہیں اور نہ شیطان کی یہ مجال ہے کہ ان کے کام میں کسی طرح کی مداخلت کر سکے۔

کچھ علماء کرام نے ان آیات کو اللہ کی صفات قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں رویت اور قرب سے مراد اللہ کی رویت اور قرب ہے بہر حال آیات میں دونوں تفسیروں کی گنجائش اور احتمال موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ پہلا موقع تو مکہ مکرمہ میں اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ فترۃ الوحی کے زمانہ میں مکہ مکرمہ سے کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ دوسرا واقعہ شب معراج میں ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب پیش آیا جس کا ذکر سورۃ النجم کی مذکورہ آیات میں کیا گیا ہے۔

سدرۃ المنتہیٰ اور دربار الٰہی میں حاضری

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے "سدرۃ المنتہیٰ" ایک اہم ترین مقام اور سنگم ہے جہاں سے سارے فیصلے اور اعمال اوپر سے آتے اور نیچے سے بارگاہ الٰہی میں پہنچتے ہیں۔ جب حضرت جبرئیل اس مقام پر پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ میں اس سے ایک قدم بھی آگے بڑھاؤں گا تو اللہ کی تجلی مجھے جلا کر راکھ کر دے گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچا تو مجھے بادل کی طرح کی چیز نے گھیر لیا اور میں سجدہ میں گر گیا۔ پھر اللہ کی طرف سے رف رف سواری بھیجی گئی اور میں رنگ و نور کے درمیان آگے بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

علماء محققین نے اس موقع پر اس سوال کو اٹھایا ہے کہ سفر معراج میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی رویت حاصل ہوئی یا نہیں؟ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اس بات کو بڑی شدت سے بیان فرماتی ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے تو وہ غلط کہتا ہے اور اس تصور سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ امت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ سورۃ النجم میں جس رویت کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد جبرئیل کی رویت ہے۔ ام المومنین تو یہاں تک فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ (سورۃ النجم میں جس رویت کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ) میں نے جبرئیل کو دیکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اپنا قرب تو عطا فرمایا لیکن آپ ﷺ نے اللہ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اسی

لئے ام المومنین کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھتا ایک اور روایت کے مطابق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے تو آپ نے اس سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اللہ کو نہیں دیکھا۔ مسلم کی ایک روایت کے مطابق ام المومنین نے مسروقؒ سے گفتگو میں فرمایا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترا کرتا ہے (مسلم۔ کتاب الایمان فی ذکر سدرۃ المنتھیٰ)

دوسری طرف وہ روایات بھی موجود ہیں جن میں ''رویت'' سے مراد جبرئیل امین کی رویت نہیں بلکہ اللہ کی رویت ہے چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ نے قصہ معراج میں شریک ابن عبد اللہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کو امام بخاری نے کتاب التوحید میں درج فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سدرۃ المنتھیٰ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے قریب آئے اور (اس کا نور) آپ پر سایہ فگن ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپ کے اور اللہ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ پر وحی نازل فرمائی۔ ان ہی احکامات میں سے پچاس نمازوں کی فرضیت کا حکم بھی تھا (جو بعد میں پانچ فرض نمازوں تک محدود کردیا گیا)

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا ایک قول امام شعبیؒ نے نقل فرمایا ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مجلس میں فرمایا۔ انہوں نے فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان تقسیم فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور حضرت محمد ﷺ نے اللہ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

مسند احمد میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے بھی حضرت ابن عباس کی اس روایت کو نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ آنکھ سے اور دوسری مرتبہ دل سے۔

روایتوں کے اس اختلاف سے آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ اللہ کو آنکھوں سے دیکھنے اور نہ دیکھنے کے بارے میں علماء و محققین کی مختلف رائے ہیں۔ چونکہ سورۃ النجم کی آیات میں دونوں ہی احتمال اور امکان موجود ہیں اس لئے بعض حضرات اس کے قائل ہیں کہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو معراج پر اسی لئے بلایا تھا تاکہ اپنا دیدار کرادیں اور دوسرے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا البتہ اللہ نے آپ کو اپنی بارگاہ میں قریب تر بلا کر کائنات کی نشانیاں دکھائیں اور آپ کو زبردست اعزاز عطا فرمایا جو کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہ ہو سکا۔

معراج اور پانچ وقت کی نمازیں

سفر معراج سے پہلے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سنت ابراہیمی کے مطابق صبح کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر نمازیں دارارقم میں ادا کی جاتی تھیں کیونکہ کفار مکہ اس بات کو برداشت نہیں کرتے تھے کہ اللہ کے گھر میں ان کی مرضی کے بغیر اللہ کا نام لیا جائے چنانچہ مسلمان چھپ چھپ کر نمازوں کو ادا کرتے تھے۔

جب حضرت عمر ابن خطابؓ ایمان لے آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم حق پر ہیں تو بیت اللہ میں جا کر نمازیں کیوں ادا نہ کریں؟ نبی کریم ﷺ کی اجازت کے بعد حضرت عمر اور صحابہ کرامؓ نے بیت اللہ میں جا کر کھلم کھلا نماز ادا فرمائی۔ معراج النبی ﷺ کے موقع پر جب پانچ وقت کی نمازیں فرض کر دی گئیں اور حضرت جبرئیل امین نے اللہ کے حکم سے نمازوں کے اوقات اور اس کی ترتیب تعلیم فرما دی تب پانچ وقت کی باقاعدہ نمازوں کا آغاز ہو گیا۔

اس بات پر بخاری و مسلم کی روایات ایک جیسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سفر معراج کے موقع پر نبی کریم ﷺ کو آپ کی امت کے لئے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا تھا جس پر نبی کریم ﷺ بہت مطمئن اور خوش تھے جب آپ واپس تشریف لا رہے تھے اور حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کیجئے کہ پچاس نمازوں میں تخفیف فرما دیں کیونکہ مجھے اپنی امت کا تلخ تجربہ ہے جن پر دو وقت کی نمازیں فرض تھیں جنہیں وہ ادا نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں تخفیف کی درخواست کی جسے قبول کرتے ہوئے دس یا پانچ نمازیں کم کر دی گئیں حضرت موسیٰ نے کہا اس میں بھی کمی کی درخواست کیجئے۔ آپ نے اللہ سے درخواست کی اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک پچاس نمازوں کی تعداد گھٹ کر پانچ رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ اگرچہ آپ کی درخواست پر ہم نے پچاس نمازوں کو پانچ نمازوں تک محدود کر دیا ہے لیکن جو شخص بھی دن بھر میں پانچ فرض نمازیں ادا کرے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ کے مشورے پر نبی کریم ﷺ کا بار بار اللہ کی بارگاہ میں درخواست کرنا اور ہر مرتبہ نمازوں کی تعداد کو کم کرنا اس سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اس سے جب بھی درخواست کی جاتی ہے تو وہ سنتا ہے اور بندوں کی خواہشات کو پورا کرتا ہے بندے کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے دوسرے یہ کہ اس میں نبی کریم ﷺ کا اعزاز و اکرام بھی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی امت پر کس قدر مہربان ہیں کہ امت کی آسانیوں کے لئے بار بار اللہ کی بارگاہ میں درخواست پیش فرما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی حضور اکرم ﷺ کی امت پر کس قدر مہربان و کریم ہے کہ پچاس نمازوں کو پانچ کر دینے کے باوجود ثواب پچاس نمازوں کے برابر دینے ہی کا وعدہ فرما رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اور آپ کی امت کو معراج کا یہ تحفہ عطا فرمایا گیا اسی لئے گویا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری معراج تو یہ ہے کہ میں بارگاہ الٰہی تک گیا لیکن مومنوں کی معراج اور سر بلندی نمازوں میں رکھ دی گئی ہے۔ جو شخص بھی نمازیں ادا کرتا ہے وہ معراج کی لذتوں اور کیفیتوں کو محسوس کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کے حقوق اور پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نبی کریم کی مکہ واپسی

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں دکھادیں تو آپ نماز جیسی عظیم عبادت کا تحفہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات کا عطیہ لے کر اسی رات مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے صبح کو یہ واقعہ سب سے پہلے اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ کو سنایا جو حرم کعبہ کے نزدیک ہی رہتی تھیں۔ جب آپ نے یہ فرمایا کہ میں اس واقعہ کو کفار مکہ کے سامنے بیان کرنے جارہا ہوں تو حضرت ام ہانیؓ نے آپ کی چادر مبارک کو تھام کر کہا کہ اللہ کے واسطے آپ اس قصہ کو نہ سنایئے ورنہ کفار مکہ آپ کا مذاق اڑائیں گے اور آپ کو ستائیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں اس واقعہ کو ضرور بیان کروں گا (طبرانی ابوالعلی)

نبی کریم ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر سے سیدھے حرم کعبہ پہنچے۔ یہاں سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی وہ ابوجہل تھا۔ ابوجہل نے طنز کے طور پر پوچھا کہیے آج کونسی بات بیان کرنے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ آج رات میں مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس) گیا اور واپس آ گیا آپ نے مزید تفصیلات بتائیں ابوجہل کو تو جیسے مذاق اڑانے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! کیا تم یہی بات سب کے سامنے بیان کر سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ ابوجہل نے آوازیں دے دے کر ساری قوم کو جمع کر لیا۔ آپ نے گذری ہوئی رات کے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کر دیا لوگوں نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ کوئی تالیاں پیٹ رہا تھا، کوئی ہنس رہا تھا، کوئی سر پر ہاتھ رکھ کر ناچ رہا تھا۔ یہ بات پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اس انہونی بات کا اتنا مذاق اڑایا گیا کہ کمزور ایمان کے بعض مسلمانوں نے اسلام سے رخ پھیر لیا۔ کفار اس پر خوش تھے کہ ان کا پروپیگنڈہ کام آ گیا اور مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ ابوجہل نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات میرے آقا ﷺ نے فرمائی ہے تو بالکل سچ ہے اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ میں تو روز سنتا ہوں کہ آسمان سے کیا کیا پیغام آتے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں (ترمذی، بیہقی، مسند احمد)

اس موقع پر بعض وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ بتایئے کہ بیت المقدس کے دروازے اور طاقیں کتنی ہیں؟ یہ عجیب سا سوال تھا کیونکہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی زیارت کرتے ہوئے غور

ہی نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اور آپ کے درمیان سے پردے ہٹا دیئے۔ اب بیت المقدس آپ کے سامنے تھا۔ آپ نے کفار مکہ کے ایک ایک سوال کا جواب دیا کفار لاجواب ہو گئے اور پھر بھی انہوں نے ان حقائق کو تسلیم نہیں کیا۔ اور وہ اپنے کفر و شرک پر جمے رہے۔ یہ واقعہ کسی خواب کا واقعہ نہ تھا کیونکہ انسان خواب میں تو اس سے بھی زیادہ حیرت ناک باتیں دیکھ لیتا ہے اور کفار مکہ مذاق نہ اڑاتے چونکہ آپ نے بیداری کی حالت میں یہ سب کچھ دیکھا تھا اس لئے کفار مکہ نے مذاق اڑانے کی کوشش کی۔

اس بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ واقعہ خواب میں پیش آیا۔ روحانی سفر تھا یا جسمانی و روحانی سفر تا ہم اس بات پر تفصیل سے غور کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

کیا واقعہ معراج خواب میں پیش آیا؟

یہ مسئلہ کہ آپ نے یہ سفر اسراء و معراج خواب میں طے کیا یا آپ نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے جاگتے ہوئے مشاہدہ کیا اور اللہ نے آپ کو اپنے دیدار (رویت) کرایا یا نہیں، اس سلسلہ میں اکابر صحابہ و علماء نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اگر یہ واقعہ محض خواب یا روحانی عروج کا ہوتا تو اس پر کفار مکہ کو کوئی اعتراض نہ ہوتا کیونکہ انسان خواب میں تو بہت سی ناممکن چیزوں کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ انسانی تصورات اور خیالات اس کو کہیں سے کہیں حیرت انگیز واقعات کی طرف لے جاتے ہیں جس کا عام زندگی میں تصور بھی ممکن نہیں ہوتا۔ خواب کی بات ہوتی تو کفار مکہ نہ تو سوالات کی بوچھاڑ کرتے نہ مذاق اڑاتے اور نہ حضرت ام ہانیؓ آپ کی چادر مبارک پکڑ کر یہ کہتیں کہ آپ اس کو بیان نہ کریں ورنہ لوگ آپ کا مذاق اڑائیں گے مگر آپ نے فرمایا کہ میں اس کو ضرور بیان کروں گا۔

۲۔ ان حضرات کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ براق پر سوار تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے قریش مکہ کے تین تجارتی قافلوں کو دیکھا۔ سلام کیا جب کفار مکہ نے جھٹلایا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں فلاں قافلہ مکہ کی طرف آ رہا ہے۔ اور فرمایا کہ ایک جگہ تو براق کو دیکھ کر قافلے والوں کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا جس کی طرف میں نے رہنمائی کی۔ کچھ دن بعد وہ قافلے والے مکہ پہنچے اور انہوں نے آپ کی ایک ایک بات کی تصدیق کی۔ علماء فرماتے ہیں کہ خواب میں ایسا کچھ نہیں ہوتا بلکہ یہ پوری جاگنے کی کیفیت کا اظہار ہے۔

۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے بیت المقدس کا ذکر کیا تو کفار مکہ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ بتایئے بیت المقدس کیا ہے؟ اس کی تفصیل کیا ہے؟ آپ نے ایک ایک تفصیل بتائی یہ بات بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ محض خواب کا واقعہ نہ تھا۔

۴۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کفار مکہ نے یہ کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ہی رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کرلے اور اسی رات واپس آجائے؟ تو حضرت ابوبکر نے اس کی تصدیق فرمائی اور آپ کو اسی بنا پر صدیق کا لقب عطا فرمایا گیا۔ اس سلسلہ میں آخری بات یہ ہے کہ اس دور میں ممکن ہے کہ بعض ایسے سوالات پیدا ہوئے ہوں مگر موجودہ دور میں سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ یہ بات کسی طرح تعجب کی نہیں ہے کیونکہ اب تو چند گھنٹوں میں اتنا طویل سفر کرنا آسان ہے اور نجانے آئندہ اور کیسی کیسی سہولتیں لوگوں کو نصیب ہوں گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء علم وتحقیق کی روشنی میں یہ فرماتے ہیں کہ اسراء اور معراج کا یہ واقعہ خواب یا روحانی عروج کا قصہ نہیں تھا بلکہ پوری طرح حالت بیداری میں پیش آیا ہے۔

سفر معراج کی ضرورت واہمیت

سفر معراج اس وقت پیش آیا جب آپ کو اسلام کی تعلیمات کو پھیلاتے ہوئے بارہ سال گذر چکے تھے۔ طائف کا تکلیف دہ سفر، تین سال تک بائیکاٹ کی وجہ سے فقر وفاقہ، محبت کرنے والی بیوی اور ہر موقع پر سرپرستی کرنے والے چچا کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ صحابہ کرامؓ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوچکے تھے۔ کفار نے ظلم وستم کی انتہا کردی تھی۔ ان مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آپ کا وہ مقام رفیع دکھایا جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا تھا۔ دوسری طرف کفار کی صفوں سے نکل نکل کر سعادت مند لوگ دامن مصطفیٰ ﷺ میں پناہ لے رہے تھے کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے دو چار آدمی دین اسلام میں داخل نہ ہوچکے ہوں۔ مدینہ منورہ میں اوس اور خزرج کے طاقت ور قبیلوں کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا وہ اسلام کی آفاقی اور اخلاقی تعلیم سے پوری طرح متاثر ہوچکے تھے اب یہ وقت تھا کہ ساری دنیا کو بتادیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ بنی اسرائیل کو منصب امامت سے معزول کردیا ہے اور امت محمدیہ (ﷺ) کو درجہ امامت وفضیلت پر فائز کردیا گیا ہے۔ اب دین اسلام کی تکمیل کا وقت قریب ہے اور جس دین کو مٹانے کے لئے کفار مکہ سرتوڑ کوششیں کرچکے تھے اب ایک حقیقت بن چکا ہے۔ اب یہ پودا کمزور نہیں رہا جس کو آسانی سے زمین سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے بلکہ وہ ایک مضبوط اور تناور درخت بن چکا تھا جس کی جڑ اگر زمین پر تھی تو اس کی شاخیں سدرۃ المنتھی سے بھی آگے تک پھیل چکی تھیں۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ۲
ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ ۳

ترجمہ: آیت نمبر۲ تا ۳

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عطا کی جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) تھی (جس میں بتایا گیا تھا کہ) میرے سوا کسی کو کام بنانے والا (حاجت روا) مت بنانا۔ (اے ان لوگوں کی اولاد) جن کو ہم نے نوحؑ (کی کشتی میں) سوار کیا تھا بے شک وہ (نوحؑ) شکر ادا کرنے والے بندے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲ تا ۳

جَعَلْنَا	ہم نے بنایا۔
اَلَّاتَتَّخِذُوْا	یہ کہ تم نہ بناؤ گے۔
دُوْنِیْ	میرے سوا۔
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا۔ (حاجت روا)
ذُرِّيَّةٌ	اولاد۔ بچے
حَمَلْنَا	ہم نے سوار کیا۔ ہم نے اٹھایا۔
شَكُوْرٌ	بہت شکر ادا کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر۲ تا ۳

سورۃ الاسراء کی پہلی آیت میں ''اسری'' یعنی معراج النبی ﷺ کو بیان کر کے دوسری اور تیسری آیت میں حضرت موسیٰؑ اور ان پر اتاری گئی اس کتاب الٰہی (توریت) کا ذکر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل کی گئی تھی۔ فرمایا کہ جس کتاب کا پہلا سبق یہی تھا کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں ہے جو قابل اعتماد اور لائق بھروسہ ہو۔ وہی سب کا

پالنے والا اور ہر مشکل میں نجات دینے والا ہے۔ حضرت نوحؑ جو اللہ کے شکر گذار بندے تھے انہوں نے شدید ترین حالات میں اللہ ہی پر بھروسہ کیا اور اس کے حکم اور ہدایت پر ایک ایسا جہاز (کشتی) تیار کیا جس کو دیکھ کر کفار مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا خشکی پر بھی کشتیاں چلائی جائیں گی؟ لیکن جب پانی کا شدید ترین طوفان آیا اور ان کی بنائی ہوئی کشتی جس میں اہل ایمان اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے سوار تھے اس نے پانی پر ڈولنا اور چلنا شروع کیا تو اس وقت دنیاوی اسباب پر بھروسہ کرنے والے پہاڑوں کی بلندیوں کی طرف دوڑ پڑے تاکہ پہاڑ کی بلندیاں انہیں اس طوفان سے نجات دیدیں۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی پہاڑوں کی طرف دوڑا حضرت نوحؑ نے آوازیں دے کر کہا کہ بیٹا ایمان قبول کر کے میری کشتی میں سوار ہو جاؤ آج اللہ کے سوا کوئی چیز اور کوئی پہاڑ کی بلندی کسی کو بچا نہ سکے گی۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے نے کہا ابا جان! میں کسی اونچے پہاڑ پر یا کسی اور سہارے سے اپنی جان بچالوں گا لیکن طوفان کی شدت نے اس کو اور دوسرے کافروں کو اس کی مہلت نہیں دی اور وہ پوری قوم ڈوب گئی اللہ نے اپنی رحمت سے حضرت نوحؑ اور ان کی تعلیمات پر ایمان لانے اور اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو بچالیا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو ایک مرتبہ پھر خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی ہے اور بتا دیا کہ جس طرح حضرت نوحؑ اور اہل ایمان کو اللہ نے نجات عطا فرمائی اسی طرح وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور اللہ پر بھروسہ واعتماد کرنے والوں کو نجات عطا فرمائے گا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ان کے ہاتھوں کے گھڑے ہوئی بت یا مال و دولت کے سہارے عذاب الہی سے انہیں بچا سکتے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے۔ نجات کا راستہ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی ہی میں ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کفار مکہ کے اٹھائے ہوئے مخالفت اور دشمنی کے طوفانوں سے نہ گھبرائیں کیونکہ جنہوں نے اللہ و رسول پر ایمان لا کر اپنی نجات کا سامان کر لیا ہے وہی کامیاب و بامراد ہوں گے۔

اس مقام پر مفسرین نے اس بات پر کافی بحث کی ہے کہ ''اسراء و معراج'' کا ذکر کرنے کے بعد حضرت موسیٰؑ، توریت اور قوم بنی اسرائیل کا ذکر کیا گیا ہے جس کی مناسبت سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن غور کرنے پر ایک مناسبت اور یکسانیت سمجھ میں آتی ہے۔ اس کے بہت سے دلائل پیش کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج اور قرب اس وقت عطا کیا گیا جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں پر کفار مکہ کے ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ چھوڑ کر حبشہ اور دوسرے مقامات کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور وہ وقت بہت قریب آچکا تھا جب نبی کریم ﷺ بھی مکہ سے ہجرت کرنے والے تھے ایسے نازک موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو پہلے بیت المقدس اور پھر ان بلندیوں تک بلایا جہاں اللہ کے مقرب ترین فرشتے بھی نہیں جا سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب عطا فرمایا اور ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ نے اس قدر بلندیاں اور اپنے آپ سے قرب عطا فرما دیا ہے جس کے بعد مزید بلندیوں، قربتوں اور عظمتوں کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اب انسانیت کی فلاح و کامیابی حضور اکرم ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری میں ہے۔ جو آپ ﷺ کے راستے سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ تلاش کرے گا وہ اپنی منزل سے بھٹک جائے گا۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اب نبوت و رسالت مکمل ہو چکی ہے اور اب کسی طرح کے کسی نبی اور رسول کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کائنات کا جھوٹا اور بدترین شخص ہے۔ سفر معراج میں دوسری بات جو سامنے آتی ہے وہ اسلام کے ان بنیادی اصولوں کی ہے جو آپ کو عطا فرمائے گئے۔ ان تمام اصولوں میں جو سب سے بڑا تحفہ ہے ”وہ نماز ہے“

بخاری و مسلم کی روایات کے مطابق جب نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت پر بطور تحفہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں تو آپ نے اس کو امت کے لئے نعمت سمجھ کر قبول فرما لیا لیکن واپسی کے سفر میں جب حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی اور ان کو معلوم ہوا کہ امت محمدی پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ میری امت پر دو وقت کی نمازیں فرض کی گئی تھیں وہ اس فرض کو ادا نہ کر سکے تو اے اللہ کے رسول (ﷺ) آپ کی امت پچاس نمازیں کیسے ادا کر سکے گی؟ انہوں نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے پچاس نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ نے پانچ یا دس (دونوں روایتیں موجود ہیں) نمازیں کم کر دیں، حضرت موسیٰؑ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اور کمی کی درخواست کیجئے چنانچہ آپ ہر بار حضرت موسیٰؑ کے مشورے پر اللہ کی بارگاہ میں تخفیف کی درخواست پیش کرتے رہے یہاں تک کہ نمازوں کی تعداد پانچ تک رہ گئی۔ اس کے بعد آپ نے مزید درخواست نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ! آپ کی امت میں جو شخص بھی پانچ وقت کی نمازیں ادا کرے گا میں اس کو پچاس وقت کی نمازوں ہی کا ثواب عطا کروں گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یوں تو حضرت موسیٰؑ اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بہت زیادہ یکسانیت ہے لیکن معراج کے موقع پر حضرت موسیٰؑ کا مشورہ دینا اور پھر اس کو نبی کریم ﷺ نے قبول کر کے نمازوں کی تخفیف کی درخواست پیش کی یہ بھی اس مضمون کی مناسبت ہے کہ اللہ نے معراج کا ذکر کرنے کے بعد فوراً ہی حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ معراج کے ذکر کے بعد قوم بنی اسرائیل کا ذکر فرمانا، کفار و مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر بے انتہا کرم فرمائے مگر انہوں نے مسلسل نافرمانیاں کر کے اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے دنیا کی امامت، قیادت اور رہنمائی کے قابل نہیں رہے ہیں اب دنیا کی امامت و قیادت کا تاج نبی کریم ﷺ اور امت محمدیہ کے سر پر رکھ دیا گیا ہے۔ اب ساری دنیا کی رہبری اور رہنمائی قیامت تک صرف نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کی ذمہ داری ہے۔

وَقَضَيْنَآ إِلٰى بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْأَرْضِ
مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ﴿٤﴾ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولٰىهُمَا بَعَثْنَا
عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۚ
وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ﴿٥﴾ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ
وَأَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوٰلٍ وَّبَنِينَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ﴿٦﴾
إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ
فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوٓءُا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا
الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ﴿٧﴾
عَسٰى رَبُّكُمْ أَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ
لِلْكٰفِرِينَ حَصِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ وَ
يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾
وَّأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٠﴾ ع

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

ہم نے بنی اسرئیل کو کتاب میں (صاف طور پر) بتا دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور البتہ تم ضرور زبردست سرکشی کرو گے پھر ان دو میں سے پہلا وعدہ آ گیا تو ہم نے تمہارے اوپر اپنے بندوں میں سے سخت لڑنے والے بھیجے۔ پس وہ شہروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایک فیصلہ تھا جو پورا ہو کر رہنے والا تھا۔ پھر ہم نے ان پر تمہیں دوبارہ غلبہ عطا کیا۔ اور مالوں اور بیٹوں سے ہم نے تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہیں بڑی (طاقت ور) جماعت بنا دیا۔ اور (بتا دیا

تھا کہ) اگر تم نے بھلے کام کئے تو وہ تمہارے اپنے لئے ہیں اور اگر تم نے برے کام کئے تو وہ بھی تمہارے اپنے لئے ہیں پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو دشمن نے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے تا کہ وہ مسجد اقصیٰ میں گھس جائیں جس طرح وہ پہلی مرتبہ گھسے تھے اور یہ کہ وہ غلبہ پا کر پوری طرح برباد کرڈالیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمادے۔ لیکن اگر تم وہی (حرکتیں) کرو گے تو ہم بھی وہی کریں گے اور ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو قید خانہ بنایا ہے۔ بے شک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا راستہ ہے۔ یہ قرآن اہل ایمان کو اور عمل صالح کرنے والوں کو خوش خبری دیتا ہے کہ بے شک ان کے لئے بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ اور بے شک وہ لوگ جو آخرت کو نہیں مانتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۱۰

قَضَیْنَا صاف صاف بتادیا۔

مَرَّتَیْنِ دومرتبہ

تَعْلُنَّ تم ضرور ظلم رتکبر رسرکشی کرو گے۔

اُوْلٰی پہلا۔

بَعَثْنَا ہم نے بھیجا۔

اُولِیْ بَأْسٍ لڑنے والے۔

جَاسُوْا وہ گھس گئے۔ وہ پھیل گئے۔

اَلدِّیَارُ (دَیْرٌ) گھر۔ آبادیاں۔ شہر۔

مَفْعُوْلًا کیا جانے والا۔

رَدَدْنَا ہم نے لوٹایا۔

كَرَّةً	بار بار۔
نَفِيْرٌ	لوگ۔ مددگار۔
اَحْسَنْتُمْ	تم نے اچھا کیا۔
اَسَأْتُمْ	تم نے برا کیا۔
لِيَسُوْٓءَ	تا کہ وہ بگاڑ دیں۔
لِيُتَبِّرُوْا	تا کہ وہ تباہ کر دیں گے۔
عُدْتُّمْ	تم پلٹے۔
حَصِيْرٌ	گھیر لے۔ روک لے۔ قید خانہ۔
يَهْدِيْ	رہنمائی کرتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔
اَقْوَمُ	بالکل سیدھا۔ سب سے بہتر۔

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

تاریخ کے دھارے، دنیا کے حالات، رنگ ڈھنگ اور طرز فکر و عمل بدلتے رہتے ہیں لیکن تاریخی سچائیاں کبھی تبدیل نہیں ہوتیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی ان چند آیات میں قوم بنی اسرائیل کی ایک ہزار سالہ تاریخ کو نہایت جامع انداز میں بیان کر کے اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ جب بھی کسی قوم کو دین و دنیا کی بھلائیاں اور کامیابیاں نصیب ہوئیں ان کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تعلیمات اور انبیاء کرام کی شریعت کو ماننے کا عظیم جذبہ کارفرما رہا ہے۔ اسی سے ان کو ایک نئی زندگی ملی ہے۔ اس کے برخلاف جس قوم نے بھی اللہ کی تعلیمات سے روگردانی اور انبیاء کرام کی شریعت سے منہ موڑا ہے دین و دنیا کی بدنصیبیاں ان کا مقدر بن گئی ہیں۔ یہ اللہ کی ایک ایسی سنت اور طریقہ ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں آتی۔

جب حضرت موسیٰؑ کو قوم بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا گیا اس وقت بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم نے ذلتوں کے اس مقام تک پہنچا دیا تھا جہاں انسانیت بھی شرما جاتی ہے، دنیا پرستی اور اللہ کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے اس قوم کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ ان کو دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کے لئے ذلیل سے ذلیل کام کرنے پڑتے تھے۔ ملک کی اکثریت

ہونے کے باوجود ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ فرعون کے ظلم وستم کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اگر ان کے لخت جگر بیٹوں کو ان کی ماؤں کی گود سے چھین کر ذبح کر دیا جاتا تو ان کو اف تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اس نے بنی اسرائیل کی اس مظلومیت کو دیکھتے ہوئے ان ہی میں سے حضرت موسیٰؑ کو بھیجا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ کی قیادت و رہنمائی میں اس قوم کو ایک نئی زندگی مل گئی اور ان میں اس بات کا شعور پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ ہماری تباہی و بربادی کا اصل سبب اللہ کے دین اور اپنے مرکز سے دوری ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ پوری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے۔ فرعون نے ان کا پیچھا کیا مگر اللہ نے فرعون، اس کے لشکر اور حکومت وسلطنت کو سمندر میں ڈبو دیا اور اس طرح اس قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات مل گئی۔ صحرائے سینا میں اللہ نے اس قوم پر بڑے بڑے انعامات کئے۔ سب سے بڑا انعام یہ تھا کہ ان کی رہبری و رہنمائی کے لئے توریت جیسی کتاب عطا کی گئی لیکن اس قوم کا جو مزاج بن چکا تھا اس نے ان کو پھر سے نافرمانیوں پر آمادہ کر دیا اور ایک دفعہ پھر وہ چالیس سال کے لئے میدان تیہ میں بھٹکا دیئے گئے۔ اس عذاب سے نکلنے کا راستہ ان سے اس طرح گم ہو گیا کہ صبح کو چلتے چلتے جب رات ہو جاتی تو وہ سمجھتے کہ ہم نے راستہ معلوم کر لیا ہے لیکن اگلے دن وہ وہیں پر ہوتے جہاں سے وہ چلے تھے۔ ان سب نافرمانیوں کے باوجود اللہ نے ان کو اس لق ودق صحرا میں کھانے، پینے اور سائے سے محروم نہیں فرمایا بلکہ حضرت موسیٰؑ کی دعا سے کھانے کے لئے من وسلویٰ، پینے کے لئے بارہ چشمے سائے کے لئے بادل عطا کئے۔ اسی کشمکش میں یہ قوم فلسطین کی طرف بڑھتی رہی۔ حضرت ہارونؑ کا اسی راستے میں وصال ہو گیا۔ پھر اریحا کے مقام پر حضرت موسیٰؑ بھی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور حضرت شمعونؑ قوم بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین میں داخل ہو گئے۔ حضرت شمعونؑ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد اس قوم کی رہنمائی کے لئے مقام نبوت پر فائز ہوئے انہوں نے اس قوم کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے نہ صرف ان کی نبوت کا انکار کر دیا بلکہ ایک دوسرے کی ضد میں بارہ قبیلوں نے بارہ سلطنتیں قائم کر لیں ان پر دنیا داری اور قوم پرستی کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ وہ کتاب الٰہی کو بھول گئے۔ اس انتشار کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کفار ومشرکین جو ان علاقوں میں رہتے بستے تھے انہوں نے آہستہ آہستہ ان کی منتشر حکومتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی سرحدوں پر حملے شروع کر دیئے اور بداخلاقیوں کو رواج دینا شروع کر دیا چنانچہ ان کا شیرازہ بکھرنا شروع ہو گیا۔ ان سلطنتوں کی حیثیت بارہ قبیلوں جیسی ہو گئی جو ایک دوسرے سے الجھتے رہتے تھے۔ ایک پٹتا تو دوسرا دور کھڑے ہو کر صرف تماشا دیکھتا تھا۔ کفار ومشرکین نے ایک ایسا متحدہ پلیٹ فارم بنا لیا تھا کہ بنی اسرائیل کی کوئی ریاست ان کے شر سے محفوظ نہ رہی۔ سرحدی جھڑپوں کے بعد آہستہ آہستہ ان کی ایک ایک ریاست کو کفار ومشرکین نے ہڑپ کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جالوت جیسے ظالم بادشاہ نے اس قوم بنی اسرائیل سے صندوق سکینہ تک چھین لیا جس میں توریت کی تختیاں اور حضرت موسیٰؑ کا عصا جیسے تبرکات تھے۔ جب ان پر ہر طرف سے حملے کر کے ان کی کمزور ریاستوں کو تباہ وبرباد کر دیا گیا تب اس قوم کو ہوش آیا اور انہوں نے جالوت کے جبر وظلم اور طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے وقت کے نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اس کے ساتھ مل کر جالوت کا مقابلہ کر سکیں۔ اللہ نے حضرت طالوت کو

جو بن یمین کے قبیلے سے تھے اس قوم کا سربراہ مقرر فرمایا۔ اتنی تباہی و بربادی کے باوجود بھی بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کی قیادت سے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ ایک بہت چھوٹے سے خاندان کا ایک غریب آدمی ہے یہ ہمارے اوپر حکمرانی کیسے کر سکتا ہے؟ لیکن اللہ نے ان پر ثابت کر دیا کہ اب اس قوم کی نجات اسی میں ہے کہ حضرت طالوت کی قیادت کو تسلیم کیا جائے چنانچہ حضرت طالوت معمولی سے لشکر کے ساتھ آگے بڑھے۔ اللہ نے ان کی غیب سے مدد فرمائی صندوق سکینہ بھی واپس مل گیا۔ جالوت کو قتل کر دیا گیا اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی اور اہل ایمان کا دوبارہ غلبہ ہو گیا۔ اس جہاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان کی عظیم سلطنتیں ایک سو سال تک قائم رہیں جن میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات، چرند، پرند پر حکومت الٰہی قائم ہو گئی۔ حضرت سلیمانؑ کو جانوروں تک کی بولیاں سکھا دی گئیں تا کہ اگر ایک چیونٹی بھی فریاد کرنے والی ہو تو وہ سن کر اس کی فریاد کو پہنچ سکیں۔ حضرت سلیمانؑ کے وصال کے بعد بنی اسرائیل پر ایک دفعہ پھر دنیا پرستی کا غلبہ ہو گیا۔ اور باہمی انتشار اور اختلافات کی وجہ سے ایک اسلامی ریاست دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمالی فلسطین اور شرق اردن پر سلطنت اسرائیل قائم ہو گئی اور یروشلم میں سلطنت یہودیہ قائم ہو گئی۔

سلطنت اسرائیل میں مشرکانہ تہذیب و عقائد کو اس قدر زیادہ فروغ حاصل ہو چکا تھا کہ وہ اپنی عیش پرستیوں اور بدمستیوں میں پوری طرح ڈوب گئے کہ ان کے بازوؤں میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی سکت و قوت ختم ہو کر رہ گئی۔ اشوریوں نے سلطنت اسرائیل پر مسلسل حملے کر کے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کے خون سے ارض فلسطین رنگین ہو گئی۔ تیس ہزار بنی اسرائیل کے بااثر لوگوں کو ملک بدر کر دیا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا اور اس طرح سلطنت اسرائیل اشوریوں کی غلام بن کر رہ گئی۔ بنی اسرائیل کی دوسری سلطنت جو انبیاء کی تعلیمات کی وجہ سے ابھی اس قدر عیاشیوں اور بدکرداریوں میں مبتلا نہیں ہوئی تھی لیکن کفر و شرک کی وجہ سے وہ بھی انتہائی کمزور ہو چکے تھے مگر انبیاء کرام کی تعلیمات کی وجہ سے ان کے بازوؤں میں دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ باقی تھا۔ وہ خوب لڑے مگر وہ بھی اشوریوں کے باج گذار بن کر رہنے پر مجبور ہو گئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے تقریباً چھ سو سال پہلے بخت نصر نے اپنی پوری قوت و طاقت سے سلطنت یہودیہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کے بادشاہ کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی گئی یہاں تک کہ اس کی دیواریں بھی سلامت نہ رہیں۔ لاکھوں یہودیوں کو ملک سے نکال دیا گیا۔ جو لوگ اس سلطنت میں رہ گئے تھے ان کو اس قدر ذلیل و خوار کر دیا گیا کہ انہیں اپنے وجود پر شرم آنے لگی۔

اگر یہ لوگ انبیاء کرام کی اطاعت کرتے جو قدم قدم پر ان کو سمجھاتے رہے، برے انجام سے ڈراتے رہے تو انہیں اس بدترین تباہی سے واسطہ نہ پڑتا مگر اللہ اور اس کے رسولوں کی تعلیمات سے منہ موڑنے والی قوم کا انجام ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے تک یہ وہ فساد عظیم تھا جس کا قرآن کریم نے ان آیات میں تذکرہ فرمایا ہے۔

دوسرا فساد

اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی، انکساری اور توبہ استغفار سب سے بڑی سعادت اور نیکی ہے۔ چنانچہ یہودیوں کی وہ حکومت جو سلطنت یہودیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں انبیاء کرام کی تعلیمات کی وجہ سے اتنی جان موجود تھی کہ وہ کفار ومشرکین کے عقائد اور غلط نظریات کا مقابلہ کر سکے۔ ان کی اس جدو جہد اور توبہ استغفار کا نتیجہ یہ نکلا کہ "بابل کی سلطنت" زوال پذیر ہونا شروع ہوگئی اور ایران کے سائرس نے بابل کی سلطنت کو شکست دے کر فتح کرلیا۔ ایرانی فاتح کی اجازت سے ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل کو وطن آنے کی اجازت مل گئی۔ اور یہودیوں کے قافلے بڑی تیزی سے فلسطین آنا شروع ہوگئے۔ ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت کے ساتھ ہی اس علاقے کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ جب سلطنت یہودیہ کے آخری بادشاہ کے پوتے کو بابل کا گورنر مقرر کیا گیا تو اس نے اس وقت کے موجود انبیاء اور علماء کو اپنے اردگرد جمع کرلیا اور ان کی نگرانی میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا آغاز ہوگیا۔ بعد میں حضرت عزیرؑ کو شاہ ایران نے ایک خصوصی فرمان کے ذریعہ حکومت کا نگران مقرر کر دیا۔ حضرت عزیرؑ نے اس قدر تیزی کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کیا کہ قوم بنی اسرائیل ایک دفعہ پھر خواب غفلت سے بیدار ہو بیٹھی۔ حضرت عزیرؑ نے بائبل کی ترتیب، عوام کے لئے تعلیم کا انتظام، قوانین شریعت کا نفاذ اور اخلاق واعتقاد کی اصلاح کے لئے انقلابی اقدامات کئے۔ حضرت عذیرؑ کے بعد بھی ہیکل سلیمانی (بیت المقدس) کی آبادکاری کا کام جاری رہا اس طرح بنی اسرائیل کو ابھر کر کام کرنے کا موقع مل گیا لیکن ایرانی سلطنت کے زوال، سکندر اعظم کی فتوحات اور پھر یونانیوں کے عروج نے اس پوری قوم کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یونانیوں کی حکومت نے بنی اسرائیل کے اخلاق کو اتنی تیزی سے بگاڑنا شروع کر دیا کہ حکومت کی کوشش سے ہر بداخلاقی اور بدکرداری کو قوت سے رواج دینا شروع کر دیا۔ بنی اسرائیل پر اور مذہبی طبقہ پر ظلم وجبر کا ایک نیا باب کھل گیا۔ بنی اسرائیل کی بے دینی اور کھیل کود میں لگ جانے کی وجہ سے کفار کو اس حد تک ہمت پیدا گئی کہ حکومت وقت نے بیت المقدس میں بت رکھوا کر ان کی عبادت کرنے کو لازمی قرار دیدیا۔ اس مذہبی ظلم وستم نے یہودیوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ بنی اسرائیل نے متحد ہو کر حالات کا مقابلہ کیا۔ اس تحریک کے نتیجے میں انہوں نے کفار ومشرکین کی صفوں کو الٹ کر رکھ دیا۔ لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ بنی اسرائیل پر ایک مرتبہ پھر دنیا کی دولت عیش وآرام اور بدکرداریوں نے غلبہ حاصل کرلیا اور اس طرح رومی فاتح نے یہودیوں کی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد یہودیوں کی بدقسمتی کا دور شروع ہوا۔ ان کی سلطنت لٹ گئی لاکھوں یہودیوں کو یا تو قتل کر دیا گیا یا ان کو وطن سے بے وطن کر کے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا گیا۔

یہ ہے وہ دوسرا فساد عظیم جس نے یہودیوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کی طرف اشارہ کر کے یہ بتا دیا ہے کہ اب ان یہودیوں کی سربلندی اسی میں ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین پر چلنے کی مخلصانہ جدوجہد کریں اسی سے ان کو ایک نئی زندگی مل سکتی ہے۔

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١
وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ
النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ
وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝١٢ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ
طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝١٣
اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝١٤ۭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا
يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

انسان شر (برائی) کو اس طرح مانگتا ہے جیسے اسے خیر مانگنی چاہیے۔ انسان بہت جلد باز ہے ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا کر دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ اور برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرسکو۔ اور ہم نے ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اور ہم نے ہر انسان کی قسمت کو اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے اور ہم اس کے اعمال نامے کو قیامت کے دن اس کے سامنے نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا (فرمایا جائے گا) اپنا نامہ اعمال پڑھ۔ آج تو خود اپنے اوپر اپنا حساب جانچنے کے لئے کافی ہے۔ جس نے ہدایت پائی اس نے صرف اپنے لئے ہدایت پائی۔ اور جو کوئی گمراہ ہوا اس کی گمراہی کا وبال اس کے سر پر ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج دیں اس وقت تک ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت ۱۱ تا ۱۵

یَدْعُ	دعا کرتا ہے۔ پکارتا ہے۔
عَجُوْلًا	بہت جلد باز۔
مَحَوْنَا	ہم نے مٹادیا۔
مُبْصِرَةٌ	روشن۔ دکھانے والی
اَلسِّنِیْنَ (سِنٌّ)	سال۔ کئی سال۔
اَلْزَمْنَا	ہم نے لٹکا دیا۔ ہم چمٹا دیا۔
طَائِرَہٗ	پرندہ۔ اس کی قسمت۔ شگون۔
عُنُقٌ	گردن۔
مَنْشُوْرٌ	کھلا ہوا۔
حَسِیْبٌ	حساب دینے والا
وَازِرَةٌ	بوجھ
مُعَذِّبِیْنَ	عذاب دینے والے۔
حَتّٰی نَبْعَثَ	جب تک ہم بھیج نہ دیں۔
رَسُوْلٌ	پیغام بر۔ بھیجا ہوا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

اللہ جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے اس نے اپنی قدرت سے اس کے نظام کو اس طرح ترتیب دے رکھا ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ نہایت احسن طریقے پر چل رہی ہے۔ یہ نظام نہ تو کسی جلد بازی کا نتیجہ ہے نہ اس میں کوئی فیصلہ عجلت اور جلد بازی میں کیا جاتا

ہے بلکہ ہر چیز کے ہونے اور مکمل ہونے کا ایک وقت مقرر ہے جو آہستگی سے رواں دواں ہے۔ ہر روز سورج اپنے مقرر وقت پر نکلتا ہے۔ اپنی چمک دمک سے دن کو روشن کرتا چلا جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں چاند اپنی ٹھنڈی کرنوں کو بکھیرتا رہتا ہے۔ ستارے چمک کر رات کی تاریکی میں بھٹکنے والوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ رات اور دن کے آنے جانے سے ماہ و سال بنتے چلے جاتے ہیں۔ دنیا میں طرح طرح کے انقلابات سے کوئی بن رہا ہے کوئی بگڑ رہا ہے، کوئی سنور رہا ہے کوئی مٹ رہا ہے لیکن کائنات کے نظام پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ دنیا اسی طرح چل رہی ہے اور چلتی رہے گی قدرت جب چاہے گی اس کو مٹا کر ایک نیا جہاں بنا دے گی۔ جب تک یہ دنیا اور اس کا نظام قائم ہے انسان اس سے فائدے حاصل کرتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ نے اس دنیا کی ہر چیز انسان کے لئے بنائی ہے تاکہ وہ ایک وقت تک اس کو استعمال کر لے اور اپنے لئے کسی خیر یا شر کے راستے کو اختیار کر لے۔ لیکن انسان اس کائنات کے چند معمولی فائدے کو حاصل کر کے اپنے خالق و مالک کو بھول جاتا ہے اور وہ غیر اللہ کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ ظلم و زیادتی، گناہ اور خطاؤں کی دلدل میں اس طرح دھنس جاتا ہے کہ اس چکر سے نکلنا اس کے لئے مشکل بن جاتا ہے۔ اس سب کے باوجود قدرت اس کو سنبھلنے، سنورنے اور سدھرنے کے مواقع اور مہلتیں دیتی چلی جاتی ہے تاکہ یہ راستے سے بھٹکا ہوا انسان راہ ہدایت پر آجائے اور اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لے اس کے لئے وہ اپنے ایسے پاکیزہ نفس انسانوں کو بھیجتا ہے جو ان کو راہ ہدایت دکھاتے ہیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں لیکن اگر دنیا کی بدمستی میں وہ انبیاء کرام کو جھٹلاتے ہیں اور ان کی اطاعت نہیں کرتے تب ان پر اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے اور وہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اگر اللہ کی ہر صفت پر اس کی صفت رحم و کرم، عفو و درگزر، اور حلم و برداشت غالب نہ ہوتی تو وہ ہر گناہ پر انسان کو فوراً ہی پکڑ لیا کرتا لیکن وہ انسان کو سنبھلنے کی مہلت دیتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف انسان اس قدر جلد باز ہے کہ وہ ہر چیز کے نتیجے کو فوری طور پر اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہے خواہ وہ اس کے حق میں بہتر ہو یا نہ ہو۔ انسان کی اس جلد بازی کی عادت کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ انسان کس قدر جلد باز ہے کہ وہ خیر مانگنے کے بجائے برائی (عذاب الٰہی) کی جلدی مچاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ اگر تو نے کسی عذاب کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر دیر کس بات کی ہے فیصلہ کر دے اور عذاب نازل کر دے تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خیر اور بھلائی مانگنے کے بجائے برائی اور عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنا یہ انسان کی جلد بازی کا مزاج ہے جس پر وہ غور کئے بغیر نتیجہ سے بے پرواہ ایک غلط چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ حالانکہ وہ خیر اور بھلائی کا راستہ اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی بہتری کا سامان بھی کر سکتا تھا۔

فرمایا کہ انسان اگر رات اور دن کے آنے جانے اور ماہ و سال کے نظام پر غور کر لے تو اس کو اچھی طرح اندازہ ہو جائے گا کہ اللہ اس نظام کائنات کو اپنی مرضی کے مطابق چلا رہا ہے وہ اس نظام کو چلانے میں جلد بازی نہیں کرتا اور وہ انسانوں کے ہر گناہ پر فوراً گرفت نہیں کرتا فرمایا کہ یہ سب اللہ کا فضل و کرم ہے کہ وہ لوگوں کی نافرمانیوں اور گناہوں پر فوری طور پر سزا دینے کی بجائے ان

کو مہلت پر مہلت دے رہا ہے۔ دنیاوی زندگی کی ہر سہولت دے رہا ہے تاکہ وہ شکر گذاروں کا راستہ اختیار کرسکیں لیکن اگر انہوں نے یہی روش قائم رکھی تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو اپنے کئے ہوئے اعمال پر نہ صرف شرمندہ ہونا پڑے گا بلکہ کڑی سے کڑی سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔ اور کسی طرف سے ان کی مدد نہ کی جاسکے گی۔

فرمایا کہ انسان کو ناشکری کا راستہ چھوڑ کر فکر آخرت اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اس دنیا کی زندگی تو نہایت مختصر وقت کے لیے ہے مگر آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ جس نے آخرت کی فکر اختیار کر لی وہی کامیاب و بامراد ہے وہی ہدایت پر ہے لیکن جس نے آخرت کی فکر نہ کی اور گمراہی کا راستہ اختیار کرلیا تو اس کا نقصان خود اسی کو بھگتنا پڑے گا اور وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا بلکہ ہر انسان کو اپنا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ
أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا
ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ
بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا ﴿١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۷

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش حال لوگوں کو حکم (فیصلہ) بھیجتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر عذاب کا فیصلہ آجاتا ہے۔ پھر ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں اور ہم نے نوحؑ کے بعد کتنی بستیوں کو ہلاک کردیا اور آپ ﷺ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۷

نُهْلِكُ	ہم ہلاک کرتے ہیں۔
قَرْيَةٌ	بستی۔ شہر۔ (ملک)۔

مُتْرَفِيْنَ	خوشحال۔عیش پسند۔
دَمَّرْنَا	ہم نے برباد کردیا۔ہم نے اکھاڑ دیا۔
اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ)	جماعتیں۔قومیں۔
ذُنُوْبٌ (ذَنْبٌ)	گناہ۔خطائیں۔

تشریح: آیت نمبر ١٦ تا ١٧

اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ وہ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک یا برباد نہیں کرتا جب تک وہاں کے رہنے والوں کی ہدایت کے لئے کسی رسول یا اصلاح کرنے والے کو نہیں بھیج دیتا۔ جو ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی طرف سے دی ہوئی مہلت اور ڈھیل کی پرواہ نہیں کرتے اور فسق فجور، دنیا طلبی، عیش پرستی اور آخرت سے غفلت کو اپنا شعار بنا کر قانون قدرت کو توڑتے چلے جاتے ہیں اور وہ مال و دولت میں مست ہو کر کفر و شرک کی انتہا کر دیتے ہیں، انبیاء کی مخالفت اور جھٹلانے میں آگے آگے ہوتے ہیں ایسے عیش پسند لوگوں کو توبہ کرنے کی بھی توفیق نصیب نہیں ہوتی وہ اللہ کے شدید عذاب کی گرفت میں آجاتے ہیں اور اللہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ ایسے لوگ چونکہ دنیاوی اعتبار سے معاشرہ کے معزز لوگ سمجھے جاتے ہیں اس لئے غریب و نادار طبقہ ان کی نقل کر کے بگاڑ کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ تب اللہ کا قانون متوجہ ہوتا ہے اور اس قوم کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر اللہ نے مثال کے طور پر حضرت نوحؑ اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت نوحؑ نے سیکڑوں سال تک اپنی قوم کے لوگوں کو برے انجام سے ڈرایا اور خاص طور پر ان عیش پسندوں کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی جو اپنی شرارتوں میں انتہا کو پہنچ چکے تھے لیکن وہ اپنی حرکتوں اور شرارتوں سے باز نہیں آئے۔ آخر کار پوری قوم کو سزا دی گئی ان کی تہذیب، مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگوں کو پانی کے طوفان میں ڈبو دیا گیا کہ ان کی زندگیاں دوسروں کے لئے مقام عبرت و نصیحت بن گئیں۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی تھی اللہ نے ان کو اس طوفان بلاخیز سے نجات عطا فرما دی۔

چونکہ ان آیات کے سب سے پہلے مخاطب کفار مکہ تھے ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اب نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ تو ختم ہو گیا۔ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لا چکے ہیں اب آپ کے بعد کوئی اور نبی اور رسول نہ آئے گا اس لئے ہدایت حاصل کرنے کا آخری موقع ضائع نہ کیا جائے اور دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستگی اختیار کر کے اپنی نجات کا سامان کر لیا جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ومحبت کا حق ادا کیا ان کو نہ صرف نجات عطا کی گئی بلکہ ان کو ساری دنیا پر غالب کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس نے اس دین کو نازل کر کے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے اوپر ہی رکھا ہے وہ اس دین (قرآن حکیم) کی حفاظت جس طرح اور جس قوم سے چاہے لے لیتا ہے۔لہذا یہی دین وشریعت قیامت تک رہیں گے۔ جب کسی نئے قانون اور شریعت کی ضرورت نہیں ہے تو کسی نئے نبی یا رسول کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

اس حقیقت کے باوجود اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے تو وہ گویا اللہ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات محفوظ نہیں ہیں۔اس لئے حضور اکرم ﷺ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا ''لا نبی بعدی'' یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔اس لئے نبی کریم ﷺ پر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آپ کی ''ختم نبوت'' پر ایمان اور اس کا اقرار بھی لازمی ہے۔اگر کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کوئی کسی قسم کا نبی آیا ہے یا آسکتا ہے تو وہ کائنات کا سب سے جھوٹا انسان ہے اور جس کا بھی یہ عقیدہ ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں گذشتہ قوموں کی نافرمانیوں اور گناہوں کے ہر انداز سے محفوظ فرمائے اور نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل ایمان رکھنے کی توفیق سے محروم نہ فرمائے۔آمین

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا
لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا
سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ
هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾
لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ ع ۲ / ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

جو کوئی جلدی ملنے والی چیز (دنیا کا عیش و آرام) مانگے گا تو ہم اس کو جتنا دینا چاہیں گے دے دیں گے۔ پھر ہم نے ایسی جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ملامت زدہ اور رحمت سے محروم کر کے ڈالا جائے گا۔ اور جو شخص آخرت (انجام کامیابی) چاہے گا اور اس کے لئے وہ ہر طرح جدوجہد کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کی جدوجہد قبول کی جائے گی۔ (اے نبی ﷺ) ہم آپ کے پروردگار کی بخشش ان کو بھی اور ان کو بھی ہر ایک کو بہت کچھ دیا کرتے ہیں۔ اور آپ کے رب کی عطا و بخشش کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ دیکھئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دی ہوئی ہے۔ اور آخرت کے درجات تو اور بھی بلند اور سب سے بڑھ کر ہیں۔ (اے مخاطب) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنا لینا ورنہ ملامت زدہ اور بے بس ہو کر رہ جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

اَلْعَاجِلَةُ	جلد ملنے والی۔ (دنیا کا عیش و آرام)۔
يَصْلٰى	وہ ڈالے گا۔ داخل کریگا۔
مَذْمُوْمٌ	ملامت زدہ۔ بے حال۔
مَدْحُوْرٌ	رحمت سے دور۔ دھوکا دیا گیا۔
مَشْكُوْرٌ	مقبول۔ کامیاب۔
نُمِدُّ	ہم دیتے ہیں۔
مَحْظُوْرٌ	روکی گئی۔
اُنْظُرْ	دیکھو۔
فَضَّلْنَا	ہم نے بڑائی دی۔

تَفْضِيْلٌ	بڑائی۔فضیلت۔
تَقْعُدُ	تو بیٹھے گا۔
مَخْذُوْلٌ	بے کس۔ذلیل۔

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز انسان کے لئے بنائی ہے جس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔اس نے سورج کی چمک چاند کی ٹھنڈک ، ہوائیں، فضائیں، شجروحجر ہر چیز کو انسانی ضرورت کے لئے بنایا ہے اور ہر انسان اس سے فائدے حاصل کرتا ہے خواہ وہ اللہ کا فرماں بردار ہو یا نافرمان۔ جو شخص جتنی محنت کرتا ہے اسی قدر بہتر نتائج حاصل کرتا چلا جاتا ہے لیکن کامیاب کون ہے؟ اور ناکام کون ہے؟ انسان اس کا فیصلہ نہیں کرسکتا۔

بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو وقتی فائدوں اور عیش و آرام کی طلب میں ساری زندگی محنت کرتے ہیں اور ہر چیز کے بہتر نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاخیر کو پسند نہیں کرتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ جلد از جلد مل جائے۔ ایسے لوگ پرہیز گاری، نیکی اور آخرت کی بھی پرواہ نہیں کرتے ان کے پیش نظر بس دولت مند بننے کا خواب ہوتا ہے جسے وہ زندگی بھر پورا کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ہم بہت کچھ اسی دنیا میں دے دیتے ہیں لیکن وہ آخرت کی ابدی راحتوں سے محروم رہیں گے اور دنیا میں سب کچھ حاصل کرنے کے باوجود وہ آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گے۔ دنیا کی محبت میں ڈوب جانے والوں کو مرنے کے بعد آخرت کے دھکوں، ذلتوں اور بدحالیوں کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا استعمال کے لئے ہے محبت اور دل لگانے کے لئے نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہمیں آخرت ملے یا نہ ملے جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ جلد از جلد اسی دنیا میں مل جائے تو ایسے لوگوں کو آخرت کی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور ان کو آخرت میں جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ آخرت کی زندگی اور بہتر انجام کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور وہ اسی جدوجہد اور کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ہماری آخرت درست ہو جائے خواہ دنیا میں کسی طرح کی تنگی اور پریشانی برداشت کرنا پڑے تو فرمایا کہ اللہ نے ان سے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ ان کو پورا کر کے رہے گا۔ ایسے لوگوں کی ہر کوشش کو قبول کیا جائے گا اور آخرت میں راحت و آرام، سکون و اطمینان سے بھرپور زندگی عطا کی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے

نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ جب کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے تو پھر ایسا کوئی نہیں ہے جو اس کی عطا و بخشش کو روک سکے۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ سامنے کی بات ہے کہ اس دنیا میں بعض لوگ خوب جدوجہد کرتے ہیں۔ حالات بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ ڈھیروں دولت کما کر خوش حال بھی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنی محنت میں تو کمی نہیں کرتے لیکن ساری زندگی بڑے نپے تلے انداز سے زندگی گذارتے ہیں اور انہیں خوش حالی نصیب نہیں ہوتی۔ ایک خوش حال اور دوسرا بدحال کہلاتا ہے۔ حالانکہ محنت دونوں کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کی راہوں میں محنت دونوں کرتے ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ جتنا ایک شخص کو ملا ہے اتنا ہی دوسرے کو مل جائے۔ فرمایا کہ آخرت کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔

اگر کوئی شخص آخرت کے لئے تھوڑی سی محنت بھی کرے گا تو اس کو آخرت میں بہترین بدلہ اور حسن انجام ضرور ملے گا اور اس عطا و بخشش کو اس سے روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔ وہ اللہ اس کو جتنا دینا چاہے دے گا اور اس کو سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال فرمادے گا لیکن دنیا اور اس کی دولت کمانے والوں کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس دنیا میں ان کو اطمینان وسکون نصیب ہو جائے اور اگر وہ ناکام ہو گئے تو آخرت کی ناکامی تو ان کے ہر سکون کو چھین لے گی اور ایسے لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔ فرمایا کہ اہل جنت کے مختلف درجات ہوں گے لیکن ایک چیز سب کو نصیب ہوگی اور وہ ہے دل کا سکون اور اطمینان کی دولت۔ فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنے وقتی فائدوں کے لئے اپنی آخرت کی ابدی زندگی کو داؤ پر نہ لگاؤ۔ وہ اللہ ایک ہے اس کی وحدانیت کا اقرار اور عمل صالح انسان کو ابدی راحتوں سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ یہ دنیا کی دولت اور عیش و آرام محض ایک وقتی دھوکہ ثابت ہوں گے۔ اللہ کو ایک مان کر اسی کی عبادت و بندگی کرنے والے آخرت کا عیش و آرام ضرور حاصل کرلیں گے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ
فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

(اے نبی ﷺ) آپ کے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں جھڑکو۔ اور ان سے (نرمی اور) ادب سے بات کہو۔ اور ان کے لئے عاجزی اور مہربانی کے ساتھ کاندھے جھکائے رہو۔ اور کہو میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انہوں نے (شفقت و محبت سے) ہماری پرورش کی تھی۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک بن کر رہو گے تو بے شک (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والوں کو وہ بخشنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

قَضٰی	فیصلہ کر دیا۔ حکم دیا۔
اِیَّاہُ	اسی کا۔
اِحْسَانٌ	نیکی۔ حسن سلوک۔
یَبْلُغَنَّ	وہ پہنچ جائیں۔
اَلْکِبَرُ	بڑھاپا۔
کِلَاھُمَا	وہ دونوں۔
لَاتَقُلْ	تم مت کہو۔
لَا تَنْھَرْ	نہ ڈانٹو۔ نہ جھڑکو۔
اِخْفِضْ	جھکا دے۔
جَنَاحٌ	بازو۔

اَلذُّلُّ	عاجزی۔انکساری۔
رَبَّیٰنِیۡ	مجھے پرورش کیا۔پالا۔
صَغِیۡرٌ	چھوٹا پن۔بچپن۔
نُفُوۡسٌ	دل۔جانیں۔
اَوَّابِیۡنَ	لوٹنے والے۔رجوع کرنے والے۔
غَفُوۡرٌ	بخشنے والا۔معاف کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۵

اس سورت میں معراج النبی ﷺ، بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اوران پرعذاب الٰہی اور چند انتہائی ضروری بنیادی باتوں کے بعد آنے والے دورکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ساتھ آدمی کے والدین، اعزاء واقرباء سے حسن سلوک اور معاشرہ کی بہتری کے وہ بنیادی اصول ارشادفرمائے ہیں جن پرعمل کرنے سے ایک معاشرہ بہترین انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق بن جاتا ہے دین ودنیا کی تمام بھلائیاں اورنیکیاں حاصل کرنے کی سعادت مل جاتی ہے۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پراللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے بعد والدین کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاؤ کا حکم دیا ہے جس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بعد بندوں کے حقوق کوادا کرنا ضروری ہے۔لیکن بندوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق یہ ہے کہ والدین کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے۔خاص طور پر جب والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان سے ادب اور نرمی کا ایسا معاملہ کرنا چاہئے کہ ان کو غیر محسوس تکلیف بھی نہ پہنچنے پائے۔ان سے ہمیشہ اس طرح بات کی جائے جس سے ان کا دل خوش ہو جائے۔ان کی بعض بڑھاپے کی کمزوریوں کی وجہ سے انہیں ڈانٹنے یا اف تک کہنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ ان کے لئے ایسا خیر خواہانہ جذبہ موجود ہونا چاہئے کہ ان کے سامنے خدمت کے لئے کاندھے جھکانے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے یہ دعا بھی کرتا رہے کہ الٰہی جس طرح انہوں نے ہمیں اس وقت پرورش کیا تھا جب ہم کمزور تھے الٰہی اب ہمارے ماں باپ کمزور ہیں ان کی خدمت کر کے ان کے بڑھاپے کا سہارا بننے کی توفیق عطا فرما۔فرمایا کہ اللہ کو یہ بات تو اچھی طرح معلوم ہے کہ کون کس جذبے سے والدین کی خدمت کرتا ہے لیکن اگر واقعی اللہ کی رضا وخوشنودی کے جذبے سے والدین کی خدمت کی جائے گی تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نہ صرف دین ودنیا کی بھلائیاں عطا کرے گا بلکہ ان کی مغفرت اور رحمت کا سامان بھی عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کو بھی واضح طریقے پر ارشاد فرمادیا کہ اگر کسی کے والدین کافر ومشرک ہیں تب بھی ان کے ادب واحترام اور خدمت میں کوئی کمی نہ کی جائے البتہ اگر وہ اپنی اولاد کو اللہ کی نافرمانی یا کسی گناہ کا حکم دیں تو اس سے انکار کر دینا خلاف ادب نہیں ہے کیونکہ معصیت اور گناہ کے کسی کام میں کسی کی اطاعت وفرماں برداری کی اجازت نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کی لاتعداد حدیثیں وہ ہیں جن میں نہ صرف والدین کی اطاعت وفرماں برداری اور ان سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے بلکہ یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر والدین ظالم بھی ہوں تب بھی ان کی اطاعت کرنا فرض اور لازم ہے۔ یقیناً وہی لوگ جنت کے مستحق ہیں جو اپنے والدین کی خدمت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہے۔ جس کو والدین کا بڑھاپا ملا اور وہ خدمت کر کے جنت کا مستحق بن گیا۔

۲۔ فرمایا کہ والدین کی خدمت میں اللہ کی رضا وخوشنودی ہے اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

۳۔ آپ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ اگر چاہیں گے تو قیامت تک موخر کر دیں گے۔ لیکن والدین کے حقوق میں کمی اور نافرمانی کرنے والے کو آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی سزا دی جائے گی۔

۴۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے ماں باپ کی اطاعت وفرماں برداری کرتا رہا تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر والدین میں سے کوئی ایک ہو تو اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ اور نافرمان کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ کسی صحابی رسولؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ جہنم کی وعید اس صورت میں بھی ہے جب کہ والدین نے اس پر ظلم کیا ہو؟ آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ اگرچہ وہ دونوں ظلم بھی کرتے ہوں۔

ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر حال میں والدین کا احترام، ان کی خدمت اور ان کے ساتھ زبان سے اور ہاتھ پیر سے بہتر معاملہ کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اگر والدین مشرک بھی ہوں تو جائز امور میں ان کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد بندوں میں سے والدین کی اطاعت کو ہر حال میں لازمی قرار دیا ہے۔ اس موقع پر میں یہ بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو جو احترام کا مقام عطا کیا ہے اس پر انہیں شکر ادا کرتے ہوئے اپنی اولاد کے بھی ہر جذبے کا خیال رکھنا چاہئے اور ایسے تمام راستوں کو بند کرنا بھی ضروری ہے جس سے ان میں نافرمانی کے جذبات پیدا ہونے کا امکان ہے۔

موجودہ دور میں یہ تجربات سب کے سامنے ہیں کہ والدین یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے ان کے ہر سپید و سیاہ کے فیصلے کو مانا جائے لیکن وہ اپنے اس فرض کو بھول جاتے ہیں کہ جوان اولاد کے اپنے بھی کچھ جذبات ہوتے ہیں اگر ان کو نظر

انداز کیا گیا تو یقیناً اس سے نافرمانی کے جذبات ابھریں گے اور اس کی اولاد جہنم کی مستحق بن جائے گی۔ دنیا میں کون ماں باپ یہ چاہیں گے کہ وہ خود تو جنت میں جائیں اور ان کی اولاد جہنم کا ایندھن بن جائے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ جس کو بڑائی عطا فرمائے اس کو بڑا بن کر ہی رہنا چاہئے اس سے ان کا وقار بلند ہوتا ہے اور بچے بھی مارے باندھے خدمت نہیں کرتے بلکہ وہ دل کی خوشی سے خدمت کرنے کو فخر سمجھتے ہیں۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ
رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾

۳ ع ۸ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

اور رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو۔ اور ہر طرح کی فضول خرچی سے بچو بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اگر تم اپنے رب کی اس رحمت کی وجہ سے جس کی تم توقع رکھتے ہو ان سے اعراض کرنا چاہتے ہو تو بات نرمی سے کہو۔ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ ہی اس کو پوری طرح کھلا چھوڑ دو کہ تم خود ہی ملامت زدہ اور تھکے ہارے بیٹھے رہ جاؤ۔ بے شک آپ کا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق کو خوب کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں تنگی پیدا کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

اٰتِ	دو۔ادا کرو۔
ذِی الْقُرْبٰی	رشتے دار۔
لَاتُبَذِّرْ	فضول خرچی نہ کرو۔
اِخْوَانٌ	بھائی۔
کَفُوْرٌ	ناشکرا۔ناقدرا۔
تُعْرِضَنَّ	تو منہ پھیرے گا۔
اِبْتِغَاءٌ	تلاش کرنے کو۔
تَرْجُوْا	تو امید رکھتا ہے۔
قَوْلٌ مَّیْسُوْرٌ	نرم اور آسان بات۔
مَغْلُوْلَۃٌ	بندھا ہوا۔
عُنُقٌ	گردن۔
لَاتَبْسُطْ	نہ کھول۔
مَلُوْمٌ	ملامت زدہ۔
مَحْصُوْرٌ	تھکا ہارا۔
یَقْدِرُ	اندازے سے دیتا ہے۔تنگ کردیتا ہے۔
بَصِیْرٌ	دیکھنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۰

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں

۱۔ اپنے ضرورت مند رشتہ داروں، محتاجوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرنا

۲۔ فضول خرچی سے بچنا کیونکہ فضول خرچی کرنے والا شخص اس شیطان کا بھائی ہے جو اللہ کا نافرمان اور ناشکرا ہے۔

۳۔ اگر سائل کو دینے کی استطاعت نہ ہو اور کسی کو یہ امید ہو کہ اگر اللہ نے رحمت فرمائی تو میں اپنے بھائی کی مدد کروں گا فرمایا کہ ایسے موقع پر ان سے نرمی سے بات کہہ دی جائے۔

۴۔ نہ تو اپنے ہاتھوں کو اپنی گردن سے باندھے اور نہ اس طرح کھلا چھوڑ دے کہ خود ہی دوسروں کا محتاج ہو کر رہ جائے فرمایا کہ راہ اعتدال سب سے بہتر راستہ ہے۔

۵۔ رزق کی تنگی اور رزق کی وسعت یہ سب کچھ اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حالات کو اچھی طرح جانتا اور دیکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے غریب، مسکین اور ضرورت مند رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زور دیا ہے جس کو ''صلہ رحمی'' کہا جاتا ہے اور فرمایا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والا اللہ کی ہزاروں نعمتوں کا حق دار بن جاتا ہے لہٰذا کوئی شخص مال دار ہو یا غریب دونوں کی یہ معاشرتی اور مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی کفالت اور مدد کا خاص خیال رکھے اور اسی طرح ان لوگوں کا بھی پوری طرح خیال رکھا جائے جو کسی وجہ سے دوسروں کی مدد کے محتاج ہو گئے ہیں اور ان کا بھی خیال رکھے جو اپنے گھر بار اور بچوں سے دور مسافرت کی حالت میں وقت گذار رہے ہیں اور وہ آپ کی طرف سے کسی طرح کی بھی امداد اور اعانت کے محتاج ہیں۔ مثلاً ان کی مہمان داری کی جائے، اجنبی شہر میں اگر ان کو کسی معلومات کی ضرورت ہو تو ان کو معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ اگر وہ کسی وجہ سے کسی مالی امداد کے محتاج ہو جائیں تو نہایت احسن طریقے سے ان کی مدد کی جائے۔ آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم بھی دیا ہے اور ضرورت مندوں اور مسافروں کا خاص خیال رکھنے کا حکم بھی دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دین اسلام ہمیں اپنی ذات سے آگے بڑھ کر دوسروں کے ساتھ بھی پوری طرح امداد و اعانت کے دائرے کو وسیع رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ دین اسلام ہمیں صرف اپنوں کی نہیں بلکہ غیروں کی امداد کی طرف بھی متوجہ فرماتا ہے یہی درس انسانیت ہے۔

دوسرا اصول یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اعتدال کا راستہ سب سے بہتر راستہ ہے۔ بعض لوگ دوسروں کے ساتھ ہمدردیاں بے اعتدالی کے ساتھ کرتے ہیں کہ مستقبل سے بے نیاز اپنا سب کچھ لٹا کر خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔ اور اس قابل بھی نہیں رہتے کہ اپنا بوجھ خود اٹھا سکیں۔ گھر والوں اور دوسروں کے سامنے شرمندگی کے علاوہ زندگی کی راہوں میں تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ نے اس کو فضول خرچی سے تعبیر فرمایا ہے اور فضول خرچی کو اس قدر ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو اس شیطان کے بھائی سے تشبیہ دی گئی ہے جو اللہ کا نافرمان اور ناشکرا ہے۔ فرمایا کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کی امداد و اعانت سے اپنے ہاتھ کو اس طرح کھینچ لیتے ہیں کہ اگر ایک ضرورت مند اپنے حالات میں تڑپ رہا ہے اور تباہی کے کنارے تک پہنچ گیا ہے تب بھی اپنے ہاتھوں کو گردن سے باندھے رہتے ہیں اور ان کو کسی کی

حالت پر رحم نہیں آتا فرمایا کہ جس طرح اللہ کے نزدیک فضول خرچ انسان ناپسندیدہ ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اللہ کے نزدیک اچھے نہیں سمجھے جاتے جو دوسروں پر رحم وکرم نہیں کرتے اور اپنی ذات اور اپنی دولت مندی کے نشے میں مست اور مگن رہتے ہیں۔

ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اگر حالات کی تنگی یا کسی الجھن کی وجہ سے سائل کے مانگنے کے وقت دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اور اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ آئندہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوگا تو اس کی مدد کی جائے گی فرمایا کہ سائل سے ایسے نرم لہجے اور انداز میں بات کہہ دی جائے کہ اس کو برا بھی نہ لگے اور اللہ کی کچھ نعمت ہاتھ لگنے کے بعد اس کی مدد بھی کر دی جائے۔ ایسا انداز اور رویہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی کا دل ٹوٹ جائے اور کوئی شخص گناہ گار ہو جائے۔

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے بے شک انسان کو وہی سب کچھ ملتا ہے جس کی وہ جدوجہد کرتا ہے لیکن رزق کی وسعت اور رزق کی تنگی یہ سب کچھ اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہے وہ جس کو چاہتا ہے ڈھیروں دولت اور کامیابیاں دیدیتا ہے اور نہ چاہے تو ساری محنتوں اور مشقتوں کے باوجود اس کو کچھ نہ دے اور اس کو تنگ حال کر دے۔ وہ اللہ اپنے بندوں کی ہر حالت کا نگہبان اور نگران ہے وہ جانتا ہے کہ کس کو کب کتنا دینا چاہیے لہذا ہر انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ ہی سے مدد مانگتا رہے اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ رزق کے دروازوں کو وہی کھولتا ہے اور وہی روزی کو تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اللہ ہر کام اور ہر چیز کی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ
وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ
فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا
بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ
فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ
مَسْــــُٔوْلًا ﴿٣٤﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۵

اپنی اولاد کو مفلسی (غربت، آسائش وآرام) کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان (بچوں کو) قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور برائی کا راستہ ہے۔ اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور جو مظلوم مارا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو ایک اختیار (قصاص کا حق) دیا ہے تو وہ قتل کے معاملہ میں حد سے نہ بڑھے۔ بے شک اس کی مدد کی جائے گی۔ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر احسن طریقے سے جب تک وہ اپنی جوانی کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔ اور عہد (معاہدہ) کو پورا کرو بے شک تمہیں اس کا (قیامت کے دن) جواب دینا ہے۔ اور تم ماپ تول کرو تو پیمانہ پورا کرو اور سیدھی ترازو سے وزن کرو۔ اسی میں بہتری اور اسی کا اچھا انجام ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۵

اِمۡلَاقٌ	غربت۔ آرام وآسائش۔
خِطۡاٌ کَبِیۡرٌ	بڑی خطا۔ گناہ عظیم۔
لَا تَقۡرَبُوۡا	تم قریب نہ پھٹکو۔
وَلِیٌّ	سرپرست۔ وارث۔
سُلۡطَانٌ	صاحب اختیار۔
لَا یُسۡرِفۡ	حد سے نہ بڑھو۔
مَنۡصُوۡرٌ	مدد کیا گیا۔
اَحۡسَنُ	بہترین۔

اَشُدَّهٗ	اپنی طاقت۔اپنی جوانی۔
اَوۡفُوۡا	پورا کرو۔وفا کرو۔
اَلۡكَيۡلُ	تول
قِسۡطَاسٌ	ترازو۔
تَاۡوِيۡلٌ	انجام۔

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۵

سورۃ الاسراء میں چھ بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے

۱۔ غربت وافلاس کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل کرنا۔

۲۔ زنا اور بدکاری کے ذریعہ بدترین راستوں کو کھولنا۔

۳۔ ناحق کسی انسانی جان کو لینا اور قتل کرنا۔

۴۔ یتیم (بے باپ کے بچوں) کے مال کو ہڑپ کر جانا۔

۵۔ وعدہ خلافی کرنا۔

۶۔ ماپ تول میں کمی کرنا۔

فرمایا کہ یہ سب کے سب بدترین گناہ اور معاشرہ کی خرابیوں کے بنیادی اسباب ہیں۔ان سے ہر حال میں بچنا ایک مومن کی ذمہ داری ہے۔دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی کا صرف یہی ذریعہ ہے کہ ان میں سے ہر گناہ سے ہر حال میں بچا جائے۔اس سے انسانی معاشرہ اور زندگی کو سدھارنے میں بڑی مدد ملے گی۔چونکہ یہ سب باتیں نہایت اہم ہیں اس لئے ان میں سے ہر بات کی تفصیل اور وضاحت پیش خدمت ہے۔

۱۔ بچوں کو قتل کرنا

عرب کے بعض قبیلے اور خاندان اپنی اولاد کو یہ کہہ کر مار ڈالتے یا زندہ دفن کر دیا کرتے تھے کہ ہمارا گذارا ہی مشکل سے ہوتا ہے۔اگر اولاد زندہ رہی تو ہم ان کو کہاں سے کھلائیں گے؟اسی طرح بعض قبائل اپنی لڑکیوں کو پیدائش کے بعد یہ کہہ کر قتل کر

دیتے یا زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے کہ یہ لڑکیاں اگر زندہ رہیں تو جوان ہو کر شادیاں کریں گی۔ اور گھر میں داماد آئے گا جس کے سامنے اپنی لڑکی کی وجہ سے جھکنا پڑے گا اور اس کی ہر زیادتی اور ظلم کو برداشت کرنا پڑے گا اس طرح اس کی توہین ہوگی جسے وہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے لہٰذا لڑکیوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسی غلط سوچ کی وجہ سے وہ قتل اولاد میں درندگی کی حد تک پہنچ چکے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اس کائنات میں جتنے بھی جان دار ہیں ان کے رزق کی ذمہ داری نہ تو افراد پر ہے نہ کسی حکومت پر بلکہ اللہ ہی سب کو رزق پہنچاتا ہے اور وہ کسی کو بھوکا نہیں سلاتا خواہ وہ انسان ہوں یا صحراؤں کے جانور، ہوا میں اڑنے والے پرندے ہوں یا جنگلوں کے درندے، سمندر کی مچھلیاں ہوں یا چیونٹی جیسے ننھے جانور۔ وہ ہر ایک کا رازق ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں قدم رکھنے والوں کا وہ خود ذمہ دار ہے تو اس کی صریح بھول اور غلطی ہے۔ فرمایا کہ ہم ان آنے والوں کے رزق کا پہلے سے انتظام کر دیتے ہیں۔ کوئی انسان اس دنیا میں قدم نہیں رکھتا جس کا پہلے سے اس کی ماں کے سینے میں رزق پیدا نہیں کر دیا جاتا۔ حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو یہ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ جب سے انسان اس غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے کہ رزق اور اس کے تمام وسائل پیدا کرنا اس کا اپنا کام ہے اس وقت سے انسان رزق اور اس کی برکتوں سے ہی محروم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ذرائع پیداوار کے لئے محنت، مناسب تدابیر اور منصوبہ بندی کرنا کوئی گناہ ہے بلکہ قرآن کی روشنی میں ایسا کرنا لازمی اور ضروری ہے اس کی شریعت میں کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن اللہ کی شان رزاقیت کو نظر انداز کر کے یہ سمجھنا کہ انسانوں کے رازق ہم ہیں یہ تصور غلط ہے۔ قرآن کریم اس غلط تصور اور سوچ کی تردید کرتا ہے کہ کچھ لوگ محنت، ذرائع و وسائل اختیار کرنے کے بجائے ایک خاص منصوبہ بندی کرتے ہیں اور کہتے ہیں اپنے بچوں کو اس لئے ہم دنیا میں آنے سے روکتے ہیں کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے نہیں ہے تو ہم نئے پیدا ہونے والوں کو کہاں سے کھلائیں گے؟ ان سے کہا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ اپنی آسائشوں، سہولتوں اور غربت و افلاس کا نام لے کر جو بچوں کو قتل کر دیتے ہیں ان کو اس حرکت سے باز آ جانا چاہئے۔ چنانچہ موجودہ دور میں خاندانی منصوبہ بندی اور بچوں کو پیدا ہونے سے روکنے کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کی تعداد اس قدر بھیانک انداز میں بڑھ رہی ہے کہ اگر یہ رفتار برقرار رہی تو تمام ذرائع ختم ہو جائیں گے اور پھر انسان انسان کو کھائے گا لہٰذا بچوں کو یا تو پیدا نہ کیا جائے۔ اگر وجود اختیار کر لیں تو ان کو ضائع کرا دیا جائے۔ میرے نزدیک کفار مکہ اور موجودہ دور کے لوگوں کی سوچ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بس فرق ہے تو اتنا کہ پہلے جہالت کے نام پر یہ سب کچھ کیا جاتا تھا اور موجودہ دور میں فیشن اور ترقی کے نام پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی زمین میں اتنے وسائل پیداوار رکھ دیئے ہیں کہ وہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے کافی ہیں کیونکہ اس رازق نے اس زمین پر انسانوں کے قدم آنے سے

پہلے ہی تمام وسائل جمع کر دیئے ہیں۔ وسائل کی جیسی ضرورت ہوتی ہے وہ زمین سے نکلتے آتے ہیں مثلاً آج سے ایک سو سال پہلے تیل اور گیس کا کوئی تصور موجود نہ تھا حالانکہ تیل اور گیس کروڑوں سال سے زمین کے اندر موجود تھا اور رہے گا۔ جب ضرورت ہوئی تو یہ وسائل خود بخود نکل آئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر دو چار سو سال میں تیل اور گیس کے ذخائر ختم ہو گئے تو یقیناً اس کی جگہ قدرت نے دوسری کسی طاقت کو تیار کر رکھا ہے جب انسانی ضرورت ہوگی وہ ذرائع خود بخود زمین کی سطح پر آ جائیں گے۔ اس لئے انسانوں کو اس دنیا میں آنے سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صبر و قناعت، عدل و انصاف اور محنت کے ذرائع بڑھانے کی ضرورت ہے اس ہوس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے جس نے نوع انسانی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے ہیں اس عالمی عدل و انصاف کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ ہر شخص امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گذار سکے۔ لیکن اس ہوس پرست دنیا میں یہ سب کچھ کب اور کس طرح ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی فلاح و بہبود دین اسلام کے سچے اصولوں اور نبی کریم ﷺ کی کامل اتباع و محبت میں پوشیدہ ہے۔ دنیا کو امن و سکون اور آخرت کی کامیابی صرف اتباع محمدی ﷺ کے ذریعہ مل سکتی ہے۔

۲۔ زنا اور بدکاری

زنا اور بدکاری اتنا بڑا جرم ہے اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والی چیز ہے جس کے متعلق مومنوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم اس "فعل بد" کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ یہ بے حیائی اور بدترین راستوں کو کھولنے کا ذریعہ ہے۔ جس سے قومیں برباد ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس آیت کا دلچسپ انداز یہ ہے کہ زنا اور بدکاری کے ہر اس انداز کو چھوڑنے کا حکم ہے۔ جس سے کوئی شخص اس گناہ عظیم کے قریب بھی پہنچ سکتا ہو، مثلاً چند باتیں ایسی ہیں جن کے اختیار کرنے سے آدمی زنا اور بدکاری سے بچ ہی نہیں سکتا ان میں تمام باتوں سے بڑھ کر رزق حرام، سود خوری، جوئے بازی، بے پردگی، بے حیائی اور بے شرمی کے وہ مناظر ہیں جن سے انسان زنا اور بدکاری کے قریب پہنچ سکتا ہے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے زنا کرنے والا زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا، چوری کرنے والا چوری کے وقت مومن نہیں ہوتا، شراب پینے والا شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا (بخاری و مسلم)

مراد یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص صاحب ایمان بھی ہو اور وہ زنا، چوری اور شراب نوشی میں بھی مبتلا ہو یہ سب چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ جس وقت ایک مومن زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے اور جب وہ اس فعل بد سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان دوبارہ اس کے جسم میں واپس آ جاتا ہے (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، ساتوں آسمان اور زمین اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو بیوی رکھنے کے باوجود زنا اور بدکاری کرتا ہے۔ جہنم میں ایسے بدکاروں کی شرم گاہوں سے اس قدر شدید بدبو پھیلے گی کہ جہنم والے بھی اس سے سخت پریشان ہو جائیں گے۔ (رواہ البزاز)

خلاصہ یہ ہے کہ زنا اور بدکاری ہی سے نہیں بلکہ ان تمام باتوں کے قریب جانے کی بھی ممانعت کی گئی ہے جن سے ایک صاحب ایمان شخص بدکاری میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ زنا وہ بدترین فعل ہے جو آخر کار کسی بھی معاشرہ کو روحانی اور جسمانی اعتبار سے تباہی کے کنارے پہنچا دیتا ہے جو اللہ کے عذاب آنے کا سبب بن جاتا ہے۔ باہمی اعتماد اور رشتوں کا احترام اٹھ جاتا ہے اور یہ بے اعتمادی باہمی اختلافات اور جھگڑوں کی بنیاد بن جاتی ہے اسی لئے فرمایا کہ تم اس کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ زنا صرف بے حیائی اور بے غیرتی ہی نہیں ہے بلکہ بہت سے برے راستوں کو کھولنے کا سبب اور بنیاد بھی ہے۔

۳۔ انسانی جان کا احترام

شرعی حق کے بغیر کسی انسان کی جان لینا یا اس کو قتل کرنا حرام ہے۔ اگر کسی کو ناحق قتل کر دیا جائے تو شریعت نے مقتول کے وارثوں کو اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ عدالت کے ذریعے ''قصاص'' لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل و سمجھ رکھنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ '' اے عقل والو! قصاص ہی میں (تمہارے معاشرہ کی) زندگی ہے۔ اگر قاتلوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا تو وہ معاشرہ جنگل کا معاشرہ بن جائے گا اور احترام انسانیت اٹھ جائے گا۔ دنیا کے قوانین سے الگ اللہ نے قصاص (برابری) کا طریقہ یہ رکھا ہے کہ مقتول کے وارث (1) یا تو جان کے بدلے جان کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ (2) یا خون بہا (جو آپس میں طے پا جائے) لے کر قاتل کو چھوڑ سکتے ہیں (3) یا چاہیں تو قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔ یہ ایک شرعی حق ہے جس میں کسی عدالت یا حکومت کو مداخلت کا حق حاصل نہیں ہے۔ صرف مقتول کے وارثوں کو قصاص لینے یا معاف کر دینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ کسی بھی عدالت یا حکومت کا کام صرف یہ ہے کہ وہ انصاف دلانے میں مقتول کے وارثوں کی مدد کرے تا کہ ایسا نہ ہو کہ مقتول کے وارث جوش انتقام میں کوئی ایسی زیادتی کر بیٹھیں جس سے وہ خود ہی ظالموں کی صف میں جا کھڑے ہوں مثلاً قاتل کے ساتھ یا اس کے متعلقین کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ کر بیٹھیں یا قاتل کے ناک کان اور دیگر اعضاء کو کاٹ ڈالیں۔ شریعت نے اس کی کسی حالت میں اجازت نہیں دی ہے کیونکہ اگر اس طرح انتقام کا سلسلہ شروع ہو گیا تو وہ کسی حد پر جا کر ختم نہ ہو گا اور وہ معاشرہ تہذیب وقانون کی دھجیاں بکھیرنے والا بن جائے گا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت پورا عرب اسی جہالت و درندگی میں مبتلا تھا اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے قاتلوں سے جوش انتقام میں بے چین و بے قرار رہا کرتا تھا اور اپنے انتقام کی آگ بجھانے میں لگا ہوا تھا اور یہ سلسلہ برسوں اور صدیوں تک پھیل چکا تھا۔ اس معاشرہ میں کسی کی جان محفوظ نہ تھی قتل وغارت گری اور جنگ وجدال کا ایک کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔

قرآن کریم نے بالکل واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ہر شخص قانون کے مطابق مقتول کا قصاص لے سکتا ہے مگر خود نہیں بلکہ کسی عدالت کے ذریعہ قاتل اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ انسانی جان کا احترام اور انصاف دلانے میں مدد کرنا ہر عدالت، حکومت اور معاشرہ کے افراد کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

اس موقع پر اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی کہ دین اسلام صرف انسانی جان ہی کا احترام نہیں سکھاتا بلکہ بلا وجہ کسی بھی جان دار کی جان لینے یا اس پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ البتہ اگر کسی جان دار جانور سے جان جانے کا خطرہ اور اندیشہ ہو تب تو اس کی جان لی جاسکتی ہے لیکن بلا وجہ کسی جانور کی جان لینے یا ستانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ شریعت نے بعض حلال جانوروں کو ذبح کرنے کی اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ ان حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت ''اللہ کا نام لیا جائے'' اللہ کے نام کی بڑائی بیان کی جائے جو اس بات کی علامت اور ثبوت ہوگا کہ ہم جس جانور کی جان لے رہے ہیں اس کی اجازت ہمیں اللہ نے عطا کی ہے۔ اگر اللہ کی اجازت نہ ہوتی تو ہم اس جانور کی جان لینے کے بھی حق دار نہ تھے چونکہ اللہ نے اجازت دی ہے تو ہم اس جانور کو ذبح کررہے ہیں۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے کہ جس دین نے جانوروں کی جان لینے یا ان کو بلا وجہ ستانے کی بھی اجازت نہ دی ہو وہ شریعت بلا وجہ کسی انسان کو جان لینے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے یا اس دین و شریعت کے ماننے والے بلا وجہ ناحق کسی انسان کی جان کیسے لے سکتے ہیں۔

۴۔ یتیم بچوں کے حقوق کی حفاظت

o بعثت نبوی ﷺ کے وقت عرب میں جنگ و جدال اور قتل و غارت گری کی وجہ سے جہاں بدامنی اور جہالت عام تھی وہیں ان جہالتوں کی وجہ سے ہر خاندان میں ایسے یتیم بچوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ رہی تھی جو باپ کے سایہ محبت سے محروم اور معاشرہ کے ظلم و ستم کا شکار ہورہے تھے۔ یہ حال تھا کہ

o بچے اور بچیوں کو ماں باپ کی میراث سے محروم رکھتے تھے۔

o یتیم بچوں کو دھکے دے کر نکالنا اور ان کو ذلیل و رسوا کرنا ایک عام بات تھی۔

o بچیوں کی جائیداد اور مال و دولت پر قبضہ کرنے کے لئے نگراں خود ہی ان سے نکاح کرلیتے تھے تاکہ گھر کی جائیداد باہر نہ جائے۔

o خاندان کے لوگوں میں سے جو شخص یتیم بچوں کے مال کا نگران ہوتا تھا وہ یتیم کے مال و دولت کو فضول خرچیوں میں اس طرح اڑانے کی کوشش کرتا تھا کہ بچے جوان ہو کر ان سے مال و جائیداد کا حساب کتاب نہ پوچھ لیں۔

o وہ یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کا قطعاً خیال نہ کرتے تھے۔

o اپنی اولاد کے مقابلے میں یتیم بچوں کے ساتھ طرز عمل میں سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

غرضیکہ بدسلوکی، بددیانتی، بداخلاقی، ذلیل و رسوا کرنے اور اچھے مال کو خراب مال میں تبدیل کرنے میں وہ یتیم بچوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے تھے۔

دنیا میں دین اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے بے باپ کے بچوں کے لئے ایسے اصول ارشاد فرمائے جس سے کسی یتیم پر ظلم وزیادتی نہ کی جاسکے۔ قرآن کریم کی سورۃ بقرہ، سورۃ النساء، سورۃ انفال اور سورۃ حشر میں بار بار یتیموں کی پرورش، دیکھ بھال، بہترین سلوک اور نیکی واحسان کا خاص طور پر حکم دیا گیا ہے اور عموماً قرآن کریم کے لاتعداد مقامات پر یتیموں کی دل داری اور ان کے ساتھ انصاف اور محبت کا معاملہ کرنے کا نہ صرف حکم دیا گیا ہے بلکہ یتیموں کے ساتھ نیکی کو معاشرہ کے تمام افراد کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت ہو تو صدقات وخیرات سے ان کی مدد کی جائے اور اگر ان بچوں کے ماں باپ نہ ہوں تو ان کے مال اور جائیداد کی پوری دیانت وامانت کے ساتھ حفاظت کی جائے نیز ان بچوں کو کسی طرح باپ کی چھوڑی ہوئی میراث سے محروم نہ کیا جائے۔

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات نے ان لوگوں کی دنیا بدل کر رکھ دی تھی جو یتیموں کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ کرتے تھے جن کے پتھر دل کبھی یتیموں کے لئے نرم گوشہ نہ رکھتے تھے وہ یتیموں پر بے انتہا مہربان ہوگئے۔ ہر یتیم کی پرورش، نگہبانی اور نرمی ومحبت کے لئے کئی کئی ہاتھ بڑھنے لگے اور ہر ایک دل کی یہ خواہش بن گئی کہ وہ کسی نہ کسی یتیم بچے کی پرورش کر سکے۔

○ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یتیموں کو ان کے وارثوں کا چھوڑا ہوا مال دے دو۔ ان کے اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو۔ اور نہ اپنے مال کے ساتھ ملا کر ان (یتیموں کا) مال کھا جاؤ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ (سورۃ النساء)

○ فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیموں کا مال ہضم کر جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرتے ہیں فرمایا کہ وہ لوگ یتیموں کے جوان ہو جانے کے خوف سے ان کے باپ کی چھوڑی ہوئی وراثت کو جلد از جلد کھا کر ہضم کرنے کے چکر میں لگے رہتے تھے اور ان کو بے عزت کرتے تھے۔ (سورۃ البلد)

○ فرمایا کہ وہ مال جس کو اللہ نے تمہارے کھڑا رہنے کا ذریعہ بنایا ہے اس مال کو نادانوں کے سپرد نہ کرو۔ ان (یتیم) بچوں کو کھلاؤ پہناؤ اور ان سے قاعدے طریقے کی بات کرو اور ان کو آزماتے رہو جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور پھر تم ان میں سمجھ اور شعور کو محسوس کرلو تو ان کا مال ان کے سپرد کردو۔ غرضیکہ یتیم کے مال کی حفاظت اور ان کے اخلاق کی نگرانی کو ہر مسلمان کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے بھی یتیموں کی خبر گیری کے احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو کسی یتیم بچے کو اپنے گھر بلا کر اس کو کھلائے پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا بشرطیکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو نا قابل معافی ہو۔ (ترغیب وترهيب)

فرمایا کہ مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم بچے کے ساتھ محبت ومہربانی کا معاملہ کیا جارہا ہو اور سب سے بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جارہی ہو (ابن ماجہ)

قرآن کریم اورارشادنبوی ﷺ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے بھی یتیموں کے معاملے میں بہت احتیاط کی ہے اوران کے ساتھ حسن سلوک کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ حال تھا کہ وہ اس وقت تک کھانا پسند نہ فرماتے تھے جب تک ان کے دستر خوان پر کوئی یتیم موجود نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ بے باپ کے بچے پورے معاشرے اور خاندان کے ہر فرد کی ذمہ داری ہیں کہ ان کی اوران کے مال و جائیداد کی حفاظت کریں تا کہ وہ بڑے ہو کر اسلامی معاشرے کے مفید اور بہتر فرد بن سکیں اور الحمد اللہ اہل ایمان نے اس تقاضے کو ہر دور میں احسن طریقے پر پورا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔

۵۔ وعدہ پورا کرنا

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو گم راہ اور فاسق قرار دیا ہے جو عہد و پیمان کرنے کے بعد ان کو توڑ دیتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن کریم پڑھنے کے باوجود وہ لوگ گم راہ ہو جاتے ہیں جو فاسق (گناہ گار نافرمان) ہیں۔ وہ لوگ جو عہد کو پختہ کرنے کے بعد اس کو توڑ دیتے ہیں (بقرہ)۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے وعدے کی پابندی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ عہد و پیمان بندوں نے بندوں سے کیا ہو یا بندوں نے اللہ سے کیا ہو۔ اپنے عہد اور وعدوں کو پورا کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت گواہ ہے کہ آپ نے جنگ وامن اور عام زندگی میں ایفائے عہد کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ جب بھی وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا نہیں کرتا۔ قرآن کریم کی سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد ہونے والوں کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اس کو ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔ کوئی حال بھی ہو وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہر اس معاہدہ کو جو شریعت کے احکامات کے مطابق ہو اس کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے۔

اصل میں وہ انسان ہمیشہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جو اپنی زبان کا پابند ہو۔ تجارتی لین دین کا وقت ہو یا گھریلو یا خاندانی معاملات ہوں ان میں اسی شخص کو پسند کیا جاتا ہے جو زبان کا پکا ہو اور اس پر وہ عمل کرتا ہو خواہ اس کی وجہ سے اس کو کتنا بڑا نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ لیکن وہ شخص جو زبان کا پکا اور پابند نہ ہو اس کا اعتماد اور بھروسہ زندگی کے کسی معاملے میں بھی نہیں کیا جاتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو کیونکہ کل قیامت کے دن اس کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن نہایت ذمہ دار شخص ہوتا ہے۔ وہ جس بات کا عہد کرتا ہے اس کو پورا کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔

۶۔ ماپ تول میں کمی

جس معاشرہ میں تجارتی دیانت وامانت کا چلن ہوتا ہے وہ ایک کامیاب، بہترین، پراعتماد اور خوش حال معاشرہ کہلاتا ہے۔ اس کا ہر طرف ایک بھرم اور وقار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جس معاشرہ میں بددیانتی، بدنیتی، دھوکہ، فریب عام ہوجائے جس میں لینے کے پیمانے اور دینے کے پیمانے الگ الگ ہوجائیں وہ معاشرہ نہ صرف بدنام ہوجاتا ہے بلکہ وہ اپنے ہی کرتوتوں میں ڈوب جاتا ہے اور اس کا نقصان ہر شخص کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ماپ تول میں کمی کرنے کو تجارتی بددیانتی کہا جاتا ہے اس بددیانتی اور بدمعاملگی کی شریعت نے سخت ممانعت فرمائی ہے۔ فرمایا گیا کہ لوگو! تم ہمیشہ سیدھی ترازو سے تولا کرو اس میں کمی نہ کرو، ڈنڈی نہ مارو (ورنہ تمہاری زندگی کی برکتیں اٹھ جائیں گی) جو لوگ دیانت وامانت کو رواج دیں گے بہترین انجام ان ہی لوگوں کا مقدر ہوگا لیکن اگر بددیانتی عام ہوگئی تو نہ صرف دنیا کی نظروں میں بے وقعت اور بے وزن ہوجائیں گے بلکہ اس معاشرہ کا انجام بھی بڑا بھیانک ہوگا۔ ماپ تول میں کمی نہ کرنے والی قوموں کو باعزت مقام عطا کیا جاتا ہے اور ماپ تول میں بددیانتی معاشرہ کو لے ڈوبتی ہے۔ ماپ تول میں کمی کتنا بڑا جرم ہے اس کا اندازہ حضرت شعیبؑ کے واقعات زندگی سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ قوم جو تجارتی اور معاشرتی اعتبار سے نہایت مضبوط اور خوش حال تھی ہر طرف سے مال ودولت کی ریل پیل تھی، خوبصورت وحسین شہر، سرسبز وشاداب باغات، لہلہاتی کھیتیاں اور وہ بلند وبالا عمارتوں کے مالک تھے لیکن ان میں دنیا کی حرص، لالچ اور دولت پیدا کرنے کی تمنا اور لوٹ کھسوٹ اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ جائز وناجائز کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک اللہ کو بھول کر انہوں نے اپنی تمناؤں کے سیکڑوں بت بنا رکھے تھے تجارتی بددیانتی، لالچ، حرص اور کفر وشرک کی جب انتہاء ہوگئی تو اللہ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت شعیبؑ کو بھیجا۔ حضرت شعیبؑ نے اس قوم کو ہر طرح سمجھایا ہر اونچ نیچ سے آگاہ کیا مگر وہ قوم اپنی بدمستیوں، دنیا کے لالچ اور کفر وشرک میں اس طرح مگن تھی کہ انہوں نے حضرت شعیبؑ کی ایک بات بھی تسلیم نہ کی بالآخر وہ قوم اپنے انجام سے دوچار ہوئی اور پانی کے وہ بند جوان کی زندگی کا سامان تھے ان کو اللہ نے اس طرح توڑ کر رکھ دیا کہ اسی پانی کے سیلاب میں ان کی دولت، گھربار، تہذیب وترقیاں سب ڈوب گئیں اور اس قوم کا نام ونشان مٹ گیا۔

نبی کریم ﷺ نے جہاں تجارتی بددیانتیوں کی سخت مذمت فرمائی ہے وہیں آپ نے ان تاجروں کی عظمت بھی بیان فرمائی ہے جو نہایت سچے، دیانت دار اور امانت دار ہوکر تجارت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ سچے اور دیانت وامانت کے پیکر ایک تاجر کا یہ مقام ہے کہ وہ قیامت کے دن جب اٹھے گا تو انبیاء کرام، صدیقین، صلحا اور نیک انسانوں کی صف میں کھڑا ہوگا (اور جنت کا ہر دروازہ اس کو اپنی طرف آنے کی دعوت دے گا) اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو بھی ہر طرح کی بددیانتی، لوٹ کھسوٹ، ظلم وزیادتی حرص، لالچ اور کفر وشرک سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ
السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿٣٦﴾ وَلَا
تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ
طُوْلًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ
اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ
فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٦ تا ٣٩

اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم (معلومات) نہ ہو۔ بے شک کان، آنکھ، اور دل ان میں سے ہر ایک سے (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔ زمین پر اکڑ کر (اترا کر) مت چلو۔ بے شک نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتے ہو۔ یہ تمام برائیاں تمہارے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو آپ کے رب نے آپ پر وحی کی ہیں۔ تم اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ ورنہ تم جہنم میں ملامت زدہ اور رحمت سے محروم کر کے جھونک دیئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٦ تا ٣٩

لَاتَقْفُ — پیچھے نہ پڑو۔

لَيْسَ — نہیں ہے۔

اَلْفُؤَادُ — دل۔

لَاتَمْشِ — نہ چل۔

مَرَحٌ	اکڑنا۔اترانا۔
لَنْ تَخْرِقَ	تو ہرگز نہ پھاڑ دے گا۔
لَنْ تَبْلُغَ	تو ہرگز نہ پہنچے گا۔
اَلْجِبَالُ	پہاڑ۔(پہاڑوں)۔
طُوْلٌ	بلندی۔لمبائی۔
مَكْرُوْهٌ	ناپسندیدہ۔
تُلْقٰی	ڈالا جائے گا۔
مَدْحُوْرٌ	ہر رحمت سے محروم کیا ہوا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۳۹

سورۃ الاسراء کے تیسرے اور چوتھے رکوع کی پندرہ آیات میں بہت سے نیک کام کرنے اور بہت سی برائیوں سے بچنے کے احکامات ارشاد فرمائے جا رہے ہیں۔اسی سلسلہ میں چند اور بنیادی خرابیوں کی طرف متوجہ فرمایا جا رہا ہے کہ ہر مومن کو بدگمانی، بدظنی، غرور وتکبر اور بے جا ضد سے بچنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ یہ باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذمہ دار مخلوق بنایا ہے۔اس کی زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ اور جملے کو بہت ذمہ دارانہ ہونا چاہیے محض سنی سنائی باتوں پر ایک تصور گھڑ لینا اور اسی کو حقیقت سمجھ کر اس پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہر بات جو وہ کان سے سنتا، آنکھوں سے دیکھتا اور دل سے سوچتا ہے اس کی ہر بنیاد پر غور کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ جس بات کو سوچ رہا ہے وہ سرے سے غلط اور بے بنیاد ہو اور وہ بدظنی کر کے کسی بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔فرمایا کہ ہر شخص کو یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کل قیامت کے دن اس کے کانوں سے سنے گئے آنکھوں سے دیکھے گئے اور دلوں سے سوچے گئے ہر خیال کا اللہ کو جواب دینا ہے۔فرمایا گیا کہ اے مومنو! تمہیں جس بات کی تحقیق نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ آنکھ، کان اور دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اللہ کو عاجزی اور انکساری بہت پسند ہے جب کہ تکبر اور غرور کو وہ سخت ناپسند فرماتا ہے۔ زمین پر اکڑ کر چلنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اللہ کے بندے تو جب زمین پر چلتے ہیں اس میں ایک وقار، سنجیدگی اور متانت ہوتی ہے وہ اس طرح نہیں چلتے کہ جیسے وہ زمین کو پھاڑ ڈالیں گے اور گردنیں اکڑا کر پہاڑوں سے اونچے ہو جائیں گے بلکہ عاجزی، انکساری اور تواضع ان کا مزاج ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت کی ساری اخلاقی تعلیمات کو سورۃ الاسراء کی پندرہ آیات میں ارشاد فرما دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مومن پر لازمی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل برائیوں سے بچتے ہوئے نیکیوں اور بھلائی کو قائم کرے کیونکہ یہ تمام برائیاں جن کو بیان کیا گیا ہے تمہارے رب کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہیں۔ بیان کئے گئے تمام اخلاقی اصولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔ (۲) ماں باپ کی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ (۳) رشتہ داروں مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کرو۔ (۴) اگر کسی ضرورت مند کو فی الحال دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو اس سے ترشی اور سختی کے بجائے نرمی سے کہہ دو۔ (۵) مال کے خرچ کرنے میں نہ تو کنجوسی کرو اور نہ اس قدر فراخ دل بن جاؤ کہ خود ہی دوسروں کے محتاج بن کر رہ جاؤ، اعتدال کا راستہ سب سے اچھا راستہ ہے۔ (۶) اپنی اولاد کو غربت و افلاس اور ناداری کے خوف سے قتل نہ کرو۔ (۷) زنا اور بدکاری کے ہر راستہ سے بچو کیونکہ یہ بدترین راستوں کی طرف لے جاتا ہے۔ (۸) بے حیائی کے کاموں سے دور رہو۔ (۹) ناحق دوسروں کا خون نہ بہاؤ۔ (۱۰) یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کرو اور اس میں بے جا تصرف نہ کرو۔ (۱۱) عہد و پیمان کو پورا کرو۔ (۱۲) ماپ تول میں کمی نہ کرو۔ (۱۳) سنی سنائی بے تحقیق باتوں کے پیچھے نہ لگو۔ (۱۴) زمین پر اکڑ کر نہ چلو کیونکہ نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں سے اونچے ہو سکتے ہو یعنی عاجزی و انکساری اختیار کرو۔

فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ جتنی باتیں ہم نے وحی کی ہیں ان کی بنیاد حکمت و دانائی ہے تاکہ ان پر عمل کیا جائے اور زندگی کا صحیح راستہ تلاش کر کے اس پر چلا جائے۔ انسان کی سب سے بڑی عقل مندی اور سمجھ داری یہ ہے کہ وہ صرف اللہ کو ماننے والا، شرک سے دور اور اسی کی عبادت و بندگی کرنے والا ہو جس نے اس کو پیدا کیا ہے کیونکہ اگر کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا جائے گا تو وہ بدعملی اس کو جہنم کے اس گڑھے میں لے جا کر پھینک دے گی جہاں اللہ اور اس کے فرشتوں کی صرف لعنت ہو گی اور وہ آخرت میں سوائے ذلت و رسوائی کے دھکوں کے اور کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ
وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝۴۰
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝۴۱ قُلْ
لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝۴۲
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴۳ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ
وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا
تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝۴۴

ع ۱۰ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۴

کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لئے چن لیا ہے اور اپنے لئے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنالیا ہے۔ بے شک تم نے نہایت بدترین بات کہی ہے۔ اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ مگر اس سے ان کی نفرت ہی بڑھتی ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اس اللہ کے ساتھ اور کئی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ تو وہ عرش کے مالک کی طرف ضرور کوئی راستہ ڈھونڈ نکالتے۔ اس کی ذات پاک ہے اور اس سے بہت بلند و برتر ہے جو وہ (اللہ کے لئے) کہتے ہیں۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہے البتہ تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بے شک وہ بہت برداشت کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۰ تا ۴۴

اَصْفٰى اس نے چن لیا۔ منتخب کرلیا۔

بَنِيْنَ بیٹے۔

اِنَاثٌ	بیٹیاں۔
صَرَّفْنَا	ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔
نُفُوْرٌ	نفرت۔
عُلُوٌّ	بلندتر۔
لَاتَفْقَهُوْنَ	تم نہیں سمجھتے۔
تَسْبِيْحٌ	پاکیزگی۔ تسبیح۔
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۰ تا ۴۴

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حقیقت کو بار بار دھرایا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے۔ اگر زمین و آسمان میں ایک اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو نظام کائنات تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا۔ وہ اللہ اس نظام کائنات کو چلانے میں نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ جس طرح دنیا کے بادشاہ اور حکم ران اپنی مملکت، حکمرانی اور وراثت کے لئے اپنی اولاد، بیوی اور مددگاروں کے محتاج ہوتے ہیں وہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ کفار و مشرکین کو جس بات نے گمراہی میں پھنسا دیا تھا وہ ان کی یہی سوچ تھی کہ وہ اللہ کو بھی اپنے جیسا سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کر رکھی تھیں چنانچہ جس طرح وہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا کر پیش کرتے تھے ان کی گستاخی کی حد یہ تھی کہ انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنا دیا تھا۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گستاخانہ انداز کا مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اپنے لئے تو بیٹے تجویز کر لئے. اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے لیا۔ حالانکہ اللہ بیٹے اور بیٹیوں سے بے نیاز ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کتنی عجیب بات ہے کہ جب ان کفار کے گھر میں کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے گھر میں ایک لڑکی نہیں بلکہ مصیبت آ گئی ہے۔ لڑکیوں کو نہایت برا سمجھتے ہیں اور جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا فرمایا کہ اپنے لئے تو انہوں نے بیٹے بنا رکھے ہیں اور اللہ کے لئے انہوں نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنا کر پیش کیا ہے۔ فرمایا کہ انہوں نے اللہ کی شان میں بڑی گستاخانہ بات کی ہے لیکن یہ ان کی سمجھ کا ایک پھیر ہے جس کو وہ خود بھی نہیں سمجھتے۔ اگر ان کو سمجھایا جائے تو ان کی نفرت میں

اضافہ ہی ہوتا ہے وہ اپنی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے ۔فرمایا کہ وہ اللہ ایک ہے اگر ایک معبود کے سوا دوسرے معبود ہوتے تو یہ لوگ تو وہاں بھی اپنی خواہشوں کی کمندیں پھینکنے سے باز نہ آتے ۔اس کے بعد اللہ نے ایک اصولی بات ارشاد فرمائی ہے کہ ساری دنیا کے انسان مل کر بھی اگر اس کی حمد و ثنا نہ کریں تو وہ اس میں بھی بے نیاز ہے کیونکہ اس پوری کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ عام لوگ ان کی حمد وثنا کو سمجھ نہیں سکتے لیکن زمین و آسمان، پہاڑ، دریا، سمندر، چرند، پرند، درند، اور شجر و حجر ہر وقت اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز ادراک وشعور رکھتی ہے اور ہر چیز اس کی تعریف میں لگی ہوئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی جن، انسان، درخت، پتھر اور مٹی کا ڈھیلا ایسا نہیں ہے جو موذن کی آواز سنتا ہو اور قیامت کے دن اس کے ایمان اور نیک ہونے کی شہادت و گواہی نہ دے گا۔ (مسند امام احمد ۔موطا امام مالک)

احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں چند کنکریاں تھیں جو اللہ کی تسبیح کر رہی تھیں اور صحابہ کرامؓ نے بھی ان کی تسبیح کو سنا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

یعنی ہم نے (داؤد کے لئے) پہاڑوں کو تابع کر دیا تھا اور وہ پہاڑ صبح وشام اس اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یعنی یہ لوگ اللہ کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہیں (اور ان کے کلمہ کفر سے) پہاڑوں پر بھی خوف طاری ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تکوینی طور پر ہر چیز اللہ کی حمد وثنا کر رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح وہ بیوی، بچوں کا محتاج نہیں ہے اسی طرح وہ کسی کی حمد وثنا اور عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے۔ وہ اللہ حی و قیوم ہے یعنی زندہ ہے اور پوری کائنات کو خود ہی سنبھال کر چلا رہا ہے اس میں وہ کسی کا محتاج نہیں اور نہ وہ اس کی حفاظت سے تھکتا ہے۔اسی حقیقت کو ان آیات میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے

کیا اللہ نے تمہیں تو بیٹوں کے لئے چن لیا ہے اور اپنے لئے فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا ہے۔ یہ ایک نہایت بدترین بات ہے۔ حالانکہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں دے کر سمجھانے کی کوشش کی ہے مگر وہ لوگ نصیحت حاصل کرنے کے بجائے نفرتوں کو اور بڑھا رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان نادانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر ایک اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے (جیسا وہ کہتے ہیں) تو وہ عرش کے مالک کی طرف ضرور کوئی راستہ ڈھونڈ نکال لیتے۔ فرمایا کہ اس کی ذات پاک بے عیب ہے اور اس سے اللہ بہت بلند و برتر ہے جو وہ اللہ کے لئے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس کی پاکیزگی اور حمد وثنا کر رہی ہے یہ اور بات ہے کہ تم ان کی تسبیح کو نہ سمجھ سکو لیکن ہر چیز اس کی ثنا خواں ہے۔ فرمایا کہ یہ تو اللہ کا حلم و برداشت اور مغفرت و معافی کا غلبہ ہے ورنہ ان گستاخانہ باتوں پر کڑی سے کڑی سزا بھی دی جا سکتی تھی۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝۴۵
وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا
ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝۴۶ نَحْنُ
اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ
يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۴۷ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا
لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۴۸

الربع

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

(اے نبی ﷺ) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اور ہم ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جب آپ یکتا پروردگار کا ذکر کرتے ہیں تو وہ نفرت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ آپ کی باتوں کو کس غرض سے کان لگا کر سنتے ہیں اور (ہمیں معلوم ہے) جب وہ (چپکے چپکے) سرگوشیاں کرتے ہیں۔ اور جب وہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک سحر زدہ شخص کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ (اے نبی ﷺ) ذرا دیکھیے وہ آپ کے لئے کیسی مثالیں چسپاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ بھٹک گئے ہیں اور انہیں کوئی راستہ نہیں ملتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

قَرَأْتَ	تو نے پڑھا۔
حِجَابٌ	پردہ۔

مَسۡتُوۡرٌ	چھپا ہوا۔
اَکِنَّۃٌ	پردہ۔
وَقۡرٌ	گرانی۔ڈاٹ۔
وَحۡدَہٗ	یکتا۔ایک اللہ۔
وَلَّوۡ	وہ پلٹ گئے۔ بھاگ گئے۔
اَدۡبَارٌ (دُبُرٌ)	پیٹھ۔
یَسۡتَمِعُوۡنَ	وہ غور سے سنتے ہیں۔
نَجۡوٰی	چپکے چپکے باتیں کرنا۔سرگوشیاں۔
مَسۡحُوۡرٌ	جادو کیا گیا۔
ضَرَبُوۡا	وہ مارتے ہیں۔چسپاں کرتے ہیں (چسپاں کیا)۔
لَایَسۡتَطِیۡعُوۡنَ	وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان کی دولت اور نور بصیرت سے محروم ہوتے ہیں وہ اپنے دل کو تسلی اور نگاہوں پر فریب کے پردے ڈال کر ایسی بے بنیاد باتوں کو گھڑ لیتے ہیں جن کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہوتی اور انداز فکر کے زاویئے اتنے بدل جاتے ہیں کہ ان غلط باتوں کو صحیح سمجھ کر اپنی پوری زندگی گذار دیتے ہیں۔ یہی صورتحال اس وقت تھی جب نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت فرماتے تھے اور اس میں توحید و رسالت، فکر آخرت، اہل ایمان کی کامیابی اور کفار و منافقین کی ناکامی کی مثالیں بیان فرماتے تھے۔ کفار و منافقین کو یہ باتیں پسند نہ آتی تھیں اور وہ بہانے بنا کر آپ کی مجلس سے اٹھ جاتے اور پہلو بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر وہ کسی بات کو سنتے تو اس میں ان کی بدنیتی یہ ہوتی تھی کہ شاید کوئی ایسا پہلو یا بات مل جائے جس کو سامنے رکھ کر نبی کریم ﷺ اور تعلیمات قرآن کا مذاق اڑانے کا موقع ہاتھ آجائے۔ چنانچہ کفار و منافقین ہر سچائی کو موڑ توڑ کر پیش کرتے اور

چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے اور کہتے رہتے کہ ایک ایسے شخص کی بات کیا سننا جو (نعوذ باللہ) جادو کے زیر اثر ہے اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ وہ اسلام کی سچی تعلیمات سے دوری کو بدنصیبی سمجھنے کی بجائے اس پر فخر کرتے اور یہ بھی کہتے کہ یہ نبی کوئی بات بھی کہیں ہمارے دلوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے دلوں پر ایسے غلاف چڑھے ہوئے ہیں کہ ہمارے اوپر کسی کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ سورۃ حم السجدہ میں ایسے لوگوں کا یہ جملہ نقل کیا گیا ہے۔

یعنی اے محمدؐ! آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کے لئے ہمارے دل بند ہیں اور ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا ہے۔ تو آپ اپنا کام کیجئے اور ہم اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر اس کا جواب عنایت فرمایا کہ جس بات پر یہ فخر کررہے ہیں وہ ایک نحوست اور اللہ کی لعنت ہے جس کو یہ فخر یہ بیان کررہے ہیں۔ فرمایا

اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو غلاف میں ہیں (اللہ نے فرمایا نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی لعنت ہے (جو ان کے اعمال کے سبب ان پر مسلط کردی گئی ہے)

فرمایا کہ یہ فخر اور خوشی کی بات نہیں ہے بلکہ اپنی بدقسمتی پر ماتم کرنے کی چیز ہے۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! جب آپ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں تو ہم آپ کے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک رکاوٹ ڈال دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر ایسے غفلت کے پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ ایک سامنے کی چیز اور حقیقت کو سمجھنے سے بھی محروم رہتے ہیں، ان کے کانوں میں ایسی گرانی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب ان کے سامنے یکتا پروردگار کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کی طرف مائل ہونے کے بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں۔

فرمایا کہ اگر وہ آپ کی مجلسوں میں آپ کی بات سنتے بھی ہیں تو ان کا مقصد اپنی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ سرگوشیوں میں اور اشاروں میں باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کی بات سن کر اس کی پیروی کرنا حماقت ہے جو خود کسی جادو کے زیر اثر بہکی بہکی باتیں کرتا ہے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ آپ کے متعلق کیسی بے حقیقت اور فضول مثالیں گھڑتے ہیں اور آپ کے خلوص کی قدر نہیں کرتے کیونکہ یہ ذہنی و فکری اعتبار سے اس قدر بھٹک چکے ہیں کہ انہیں اس گمراہی سے نکلنے کا راستہ بھی نہیں ملتا اور وہ اپنی گمراہی کے گڑھے میں گرتے ہی چلے جارہے ہیں۔ آپ ان کی فکر نہ کیجئے۔ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ دین کی سچائیوں پر عمل کرکے اپنی دنیا اور آخرت سدھار لیں گے اور زبردست کامیابیاں حاصل کرلیں گے۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا
عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً
اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ
يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِىْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ
رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾
يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۱۲ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۲

وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا پھر سے پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں اس سے بھی سخت ہو (تب بھی وہ تمہیں دوبارہ زندہ کریگا)۔ پھر وہ کہیں گے کہ ہمیں لوٹا کر کون لائے گا؟ آپ کہہ دیجئے کہ جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا (وہی دوبارہ پیدا کرے گا)۔ تو پھر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر کہیں گے اچھا تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیجئے شاید (وہ وقت) بہت قریب ہے۔ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے (قبروں سے نکل آؤ گے) اور تمہارا یہ گمان ہوگا کہ تم دنیا میں بہت تھوڑی مدت رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۹ تا ۵۲

عِظَامٌ ہڈیاں۔

رُفَاتٌ ریزہ ریزہ ہو جانا۔

كُوْنُوْا ہو جاؤ۔

حِجَارَةٌ	پتھر۔
حَدِيْدٌ	لوہا۔
يَكْبُرُ	بڑا ہو۔
يُعِيْدُ	لوٹائے گا۔
فَطَرَكُمْ	جس نے تمہیں پیدا کیا۔
اَوَّلُ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ۔
سَيُنْغِضُوْنَ	ہلائیں گے۔
رُؤُسٌ (رَأْسٌ)	سر۔
مَتٰى هُوَ	وہ کب ہوگا؟۔
تَسْتَجِيْبُوْنَ	تم جواب دوگے۔
تَظُنُّوْنَ	تم گمان کروگے۔
اِنْ لَّبِثْتُمْ	تم نہیں ٹھہرے۔
قَلِيْلٌ	تھوڑا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۲

کفار مکہ اور مشرکین اللہ کے سچے نبی حضرت محمد ﷺ کو لوگوں کی نگاہوں میں کم حیثیت ظاہر کرنے کے لئے طرح طرح کے سوالات اور آپ کی ذات کو نشانہ بنانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ کبھی کہتے کہ آپ پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسی جادو کے زیر اثر کر رہے ہیں۔ کبھی آپ کو جادوگر، شاعر، کاہن اور مجنوں تک کہہ دیتے تھے۔ کبھی کہتے کہ بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ جب انسان مرنے کے بعد چورا چورا ہو جائے گا، اس کا وجود تک مٹ جائے گا وہ کس طرح دوبارہ زندہ

ہوگا۔ متعدد مقامات پر کفار کے اس سوال کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نقل کر کے ایک ہی جواب دیا ہے کہ اے نبیؐ! آپ ان سے صاف الفاظ میں کہہ دیجئے کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے جب انسان ذروں کی شکل میں بکھر جائے گا تو ان ذروں کو جمع کر کے پھر سے انسان کو اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ فرمایا کہ یہ تو انسانی وجود کے ذروں کے بکھرنے کی بات ہے اگر انسانی ذرے لوہا اور پتھر بھی بن جائیں گے تو اللہ ان ہی چیزوں کے ذرات سے انسان کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا کیونکہ یہ بات اس اللہ کے لئے ناممکن کیسے ہوسکتی ہے جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور مٹی کے ذرات کو جمع کر کے اس کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا تھا۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا اور بنانا مشکل ہوتا ہے اسی کو دوبارہ بنانا مشکل اور ناممکن نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ لوگ اس حقیقت کو اچھی طرح جان لینے کے باوجود مذاق اڑانے کے لئے سر کو ہلا ہلا کر کہیں گے کہ اچھا ایسا کب ممکن ہے؟ اچھا تو اگر یہ ممکن ہے تو پھر یہ واقعہ کب ہوگا؟ فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ جب اللہ تعالیٰ اس حقیقت پر سے پردہ اٹھائیں گے وہ وقت دور نہیں ہے جب سارے انسان اللہ کے کمالات اور شان و عظمت کے گن گاتے ہوئے اس کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے اور ان کی زبانوں پر یہ جملہ ہوگا کہ واقعی ہمیں دنیا میں جو مہلت اور وقت دیا گیا تھا وہ بہت ہی کم تھا کاش ہم اس وقت کا فائدہ اٹھا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ کفار و مشرکین اسی طرح مذاق اڑاتے رہیں گے مگر آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ یہ حقیقت اور سچائی بہت جلد ظاہر ہو جائے گی اور ان میں سے ہر شخص اللہ کی حمد و ثنا، خوبیاں اور کمالات بیان کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ
بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ
اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾
وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ
النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۵

(اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ (ہمیشہ) وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک شیطان ان کے درمیان فساد ڈال دیتا ہے۔ بلا شبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمادے یا اگر وہ چاہے تو عذاب دے دے۔ اور ہم نے آپ کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ اور یقینا ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۵

اَحۡسَنُ بہترین۔
یَنۡزَغُ فساد ڈالتا ہے۔
عَدُوٌّ دشمن۔
مُبِیۡنٌ کھلا ہوا۔
اَعۡلَمُ زیادہ جانتا ہے۔
یَرۡحَمُ وہ رحم کرتا ہے۔
یُعَذِّبُ وہ عذاب دیتا ہے۔ عذاب دے گا۔
فَضَّلۡنَا ہم نے فضیلت دی۔ بڑائی دی۔

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۵

شیطان جو انسان کا کھلا ازلی دشمن ہے اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ دو بھائی آپس میں محبت پیار اور میل ملاپ کے ساتھ نہ رہیں بلکہ اختلافات اور جھگڑوں میں الجھے رہیں تا کہ اس جگہ سے اللہ کی رحمتیں اٹھ جائیں۔ اختلافات کی ابتداء ہمیشہ

غیر سنجیدہ گفتگو سے ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے اپنی انتہاؤں تک پہنچ جاتی ہے اور ایک دوسرے کو قتل تک کرنے سے باز نہیں آتے اور اس طرح اصلاح و تربیت کا جو بھی پروگرام ہوتا ہے وہ چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔

ان آیات میں اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ ہمیشہ صبر و تحمل کے ساتھ سنجیدہ اور باوقار گفتگو کریں تاکہ شیطان ان کے درمیان اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو۔

یہ آیات اس وقت میں نازل ہوئیں جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اللہ کا پیغام پہنچانے کی جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں شروع شروع تو محض مذاق اڑانے اور ذہنی اذیتیں پہنچانے کی حد تک بات رہی لیکن بعد میں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثاروں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کی انتہا کردی اور بدزبانی اور بداخلاقی میں بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ چونکہ ایک بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کا معاملہ تھا۔ ممکن تھا کہ صحابہ کرام بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے اور اصلاح اور رشد و ہدایت کی جو تحریک چل رہی تھی اس میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی اس لئے یہ آیات نازل کی گئیں جن میں بتایا گیا کہ کسی کو ہدایت دینا، رحم کرنا یا عذاب دینا یہ اللہ کا کام ہے۔

اہل ایمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنی سی کوشش میں لگے رہیں اس کا طریقہ یہی رہا کہ اللہ کے نبی آتے رہے لوگوں کی اصلاح کرتے رہے ایک سے بڑھ کر ایک نبی آئے حضرت داؤد بھی زبور لے کر آئے سب کا مقصد ایک ہی تھا کہ وہ لوگ جو اللہ کی ہدایت و رہنمائی کی تعلیمات کو بھلا بیٹھے ہیں وہ اپنا بھولا ہوا سبق دوبارہ یاد کرلیں اور اپنی آخرت کو سنوار لیں۔ فرمایا کہ اب یہی ذمہ داری آخری نبی اور آخری رسول کے امتیوں کی ہے کہ وہ شیطان کے ہر مکر و فریب سے بچتے ہوئے اپنی زبانوں پر قابو رکھیں اور ہمیشہ وہ بات کہیں جس میں سنجیدگی، وقار اور متانت ہو اور ہر اختلاف کی جگہ سے بچتے ہوئے اصلاح کے کام کو آگے بڑھائیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ
دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ
یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ
وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ
اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ
كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اگر ان کو پکارو گے جنہیں تم اللہ کے سوا (اپنا معبود) سمجھتے ہو تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کرنے، بدلنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ جنہیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب ہی تو ڈرنے کی چیز ہے۔ کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم (نافرمانیوں کی وجہ سے) ہلاک نہ کر دیں یا اس کو عذاب نہ دیں۔ یہ سب کچھ کتاب (الہی) میں لکھا ہوا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۵۸

اُدْعُوْا پکارو۔
لَایَمْلِكُوْنَ وہ اختیار نہیں رکھتے۔
كَشْفٌ کھولنا۔ دور کرنا۔
اَلضُّرُّ تکلیف۔ مصیبت۔
تَحْوِيْلٌ بدلنا۔
يَبْتَغُوْنَ وہ تلاش کرتے ہیں۔
اَلْوَسِيْلَةُ ذریعہ۔
اَقْرَبُ زیادہ قریب۔
مَحْذُوْرٌ ڈر کی چیز۔
مَسْطُوْرٌ لکھا ہوا۔

تشریح: آیت نمبر ٥٦ تا ٥٨

اللہ کے ساتھ اس کی ذات، صفات اور قدرت میں کسی اور کو شریک سمجھنا یا شریک کرنا اس قدر بدترین اور گھناؤنا جرم ہے جس کی کسی حالت میں معافی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ شرک ایک بہت بڑی بے انصافی اور ظلم ہے اسی لئے فرمایا کہ ”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرسکتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ وہ بہت کچھ معاف کردے گا جس کے لئے چاہے“ وجہ یہ ہے کہ شرک درحقیقت اللہ کی ذات پر براہ راست حملہ ہے۔ جس طرح وہ بیٹا جس نے ہمیشہ اپنی ماں کی نافرمانی کی ہو اگر پچاس سال کے بعد بھی وہ ماں کے قدموں میں سر رکھ کر معافی مانگے گا تو ماں اپنے بیٹے کو گلے لگا کر یہی کہے گی کہ بیٹا میں تو ہمیشہ تجھے یاد کرتی تھی اور وہ بیٹے کی برسوں کی نافرمانی کو اس طرح بھول جائے گی جیسے اس نے کبھی نافرمانی نہ کی ہو۔ لیکن اگر وہی بیٹا ماں کی آبرو پر حملہ کردے گا تو وہ اس کو کبھی معاف نہ کرے گی۔ بلا تشبیہ اسی طرح کوئی اللہ کا بندہ برسوں نافرمانی کرنے کے بعد ایک دن سچے دل سے توبہ کرلے تو اللہ اس کے سارے گناہوں کو معاف فرما دے گا لیکن شرک کرنا اللہ کی ذات پر حملہ کرنا ہے اس لئے وہ اس کو معاف نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اگر کوئی شخص کفر و شرک سے توبہ کرلے تو وہ اس کی توبہ کو ضرور قبول فرمالے گا کیونکہ اس نے اپنے بندوں پر رحم و کرم کرنے کو فرض قرار دے لیا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت کے لوگوں نے نہ صرف سارے عرب میں اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے بتوں کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا بلکہ جنات اور فرشتوں کو بھی اپنا کارساز اور حاجت روا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو نہ تو وہ تمہاری مشکلات کو دور کرنے والے ہیں اور نہ تمہارے حالات کو بدلنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ یہ تو خود اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کا قرب تلاش کرنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قربت حاصل کرلے اور وہ اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ کہیں ان سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے جس سے اللہ کا عذاب نازل ہو جائے۔

فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت صرف ایک اللہ کی ہے وہی سب کا مشکل کشا اور کارساز ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جو تمہارے کسی کام آسکے گا۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو دنیا کی نعمتیں حاصل کرنے کے بعد یا بڑی بڑی بلڈنگیں اور شہر بنانے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیشہ رہیں گی تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ یہ ساری بستیاں اور آبادیاں یا تو لوگوں کی نافرمانی اور گناہوں کی وجہ سے مٹا دی جائیں گی یا قانون قدرت کے تحت قیامت کے دن ان سب آبادیوں اور بستیوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ یہ چیزیں باقی رہنے والی نہیں ہیں اس کو اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے بلکہ باقی رہنے والی چیزیں صرف انسان کے اچھے یا برے اعمال ہیں جو اس کو جنت یا جہنم تک پہنچائیں گے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ
اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ
وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ
بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ
الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

ع ۶ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

ہمیں نشانیاں (معجزات) بھیجنے سے جس چیز نے روکا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان سے پہلے لوگوں نے (دیکھنے کے باوجود) ان کو جھٹلایا ہے (جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا ہے) ہم نے قوم ثمود کو ایک اونٹنی دی جو ان کے لئے بصیرت کی چیز تھی مگر انہوں نے اس کے ساتھ زیادتی ہی کی۔ اور ہم نشانیاں اس لئے بھیجتے ہیں کہ لوگ اس سے ڈریں۔ اور (اے نبی ﷺ) یاد کیجئے جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ بے شک آپ کا پروردگار (کفار کو) گھیرے ہوئے ہے۔ اور جو کچھ ہم نے آپ کو دکھایا اس کو اور تھوہر کے اس درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ایک آزمائش بنایا ہے۔ جب ہم ان کو ڈراتے ہیں تو ان کی سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

مَامَنَعَنَا ہمیں نہیں روکا۔

نُرْسِلُ ہم بھیجتے ہیں۔

مُبْصِرَةٌ دیکھنے کو۔ ذریعہ بصیرت۔

تَخْوِيْفٌ ڈرانے کو۔

اَحَاطَ	گھیر لیا۔ قابو کر لیا۔
اَلرُّءْ یَا	خواب۔ دِکھاوا۔
اَرَیْنَا	ہم نے دکھایا۔
اَلْمَلْعُوْنَةُ	لعنت کی گئی۔
طُغْیَانٌ	سرکشی۔ نافرمانی۔

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۰

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے کبھی کہتے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیا جائے کبھی کہتے مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹا کر صاف اور کھلا ہوا میدان بنا دیا جائے تاکہ کھیتی باڑی کی جاسکے، کبھی کہتے کہ ہمارے وہ رشتہ دار جو مر چکے ہیں ان کو زندہ کر دیا جائے تاکہ ہم ان سے باتیں کریں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر کے ایمان لانے کی کوشش کریں وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ لوگ جن معجزات کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کو دکھانے میں ہمارے لئے کوئی رکاوٹ یا مانع نہیں ہے۔ ہم نے پہلے نبیوں کو معجزات دیئے ہیں آپ کو بھی دے سکتے ہیں لیکن اگر ان لوگوں نے ان معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان قبول نہ کیا تو پھر اللہ کے عذاب آنے میں کوئی بھی چیز رکاوٹ نہ بن سکے گی اور اس آخری امت کے لئے ایسا کرنا ہماری مصلحت کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالحؑ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ایک گابھن اونٹنی سامنے چٹان سے نکلے، بچہ دے اور ہم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ اللہ نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد انہوں نے نہ صرف اس معجزہ کا انکار کر دیا بلکہ اللہ کی اس نشانی کو قتل کر دیا اور نافرمانی کی انتہا کر دی۔ آخر کار اللہ کا عذاب قوم ثمود پر ٹوٹ پڑا شدید زلزلے اور خوفناک گرج چمک نے ان کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا جیسے اس بستی میں کوئی کبھی آباد ہی نہ تھا۔ فرمایا کہ ایمان و یقین لانے والے تو کبھی کسی معجزہ کا مطالبہ نہیں کرتے اور نہ ان کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت ہوتی ہے بلکہ وہ نور بصیرت سے سچائی کو پہچان کر اس پر ایمان لاتے ہیں جس طرح فرعون کے بھرے دربار میں تمام جادوگروں کے سامنے سچائی آگئی تو انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کے باوجود ایسے عزم و یقین کا اظہار کیا جس کو قرآن کریم نے

نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی حیدر کرارؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زیدؓ نے اور تمام صحابہ کرامؓ نے نہ کسی معجزہ کو دیکھا نہ مطالبہ کیا نہ ان کو ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی عظیم سیرت پاک قرآن کریم کی پر عظمت تعلیمات، معراج نبوی (ﷺ) کو اچھی طرح دیکھا تھا جو کسی معجزہ سے کم نہیں تھے مزید کسی معجزہ کا مطالبہ ایک بچکانہ فرمائش سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ تمام صحابہ کرامؓ تو ہر روز آپ کی ایک ایک صفت کو معجزہ ہی سمجھتے تھے۔ معراج النبیؐ کے موقع پر جب کفار مکہ نے آپ کا مذاق اڑایا اور بعض نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی پیچھے ہٹ گئے تھے اس وقت ابو جہل نے یہ سمجھ کر کہ اگر حضرت ابو بکر بھی آپ سے پیچھے ہٹ جائیں تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی اور نبی کریم ﷺ کی تحریک کی جان نکل جائے گی۔ جب ابو جہل نے واقعہ معراج کا ذکر حضرت ابو بکر سے کیا تو ان کا جواب تھا کہ ہم تو ہر روز فرشتوں کی آمد و رفت اور وحی کی کیفیات کو دیکھتے رہتے ہیں اگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ میں رات کو معراج پر گیا اور اسی رات سب کچھ دیکھ کر واپس آ گیا تو اس میں ہمارے لئے تعجب کی کوئی بات نہیں ہے آپ نے جیسا فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کی اس تصدیق نے انہیں بارگاہ نبوی سے ''صدیق'' کا لقب دلا دیا۔ اس سے یہ اصلی حقیقت سامنے آگئی کہ جو لوگ نور بصیرت رکھتے ہیں انہیں باہر کی کسی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہی تمام صحابہ کرامؓ کا حال تھا کہ ان کو اللہ کے سچے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر پورا پورا اعتماد اور بھروسہ تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بھی دلیل، برھان یا معجزہ دکھانے میں اگر کوئی رکاوٹ تھی تو وہ یہی تھی کہ اگر ان کے مطالبہ پر معجزہ دکھا دیا گیا اور پھر وہ لوگ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ضرور آئے گا اور اس قوم کو قوم ثمود کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔ چونکہ آخری نبی کی یہ آخری امت ہے اس لئے ان کو ان کے مطالبہ پر معجزات نہیں دیئے گئے کیونکہ اب اسی امت کو قیامت تک تمام دنیائے انسانیت کی رہنمائی و رہبری کے فرائض انجام دینے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر اللہ سے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کی بقا کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

الٰہی اگر تیرے ماننے والوں کی یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو پھر (قیامت تک) تیرے دین کی ذمہ داری کون اٹھائے گا۔ اے اللہ اگر آج یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے۔

آپ اس قدر عاجزی اور محویت کے ساتھ دعا فرما رہے تھے کہ آپ کے کاندھے سے چادر بار بار پھسل جاتی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کی چادر کو آپ کے کاندھوں پر ڈالتے جاتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی نبوت و رسالت کی طرح یہ امت بھی آخری امت ہے اب کسی نئے نبی یا رسول کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ اے نبیؐ! جب تک آپ ان میں موجود ہیں ہماری یہ شان نہیں ہے کہ ہم ان پر عذاب کو نازل کریں۔ چونکہ نبی کریم ﷺ دنیاوی حیات کے بعد اپنی قبر مبارک میں آج بھی حیات ہیں اور قیامت تک آپ کی لائی تعلیمات اور فیض جاری رہے گا اسی لئے آپ کی امت پر وہ عذاب نہ آئیں گے جیسے عذاب گذشتہ قوموں پر آئے تھے (ﷺ)۔

یہاں ایک بنیادی بات کو سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی ان آیات کا سہارا لے کر منکرین حدیث نے ''معجزات نبوی'' کا انکار کر دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ آپ کو کوئی معجزہ عطا نہیں کیا گیا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ منکرین حدیث نے ان آیات کے ظاہری پہلو کو سامنے رکھ کر اپنی بے عقلی اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے تو ایسی بچکانہ اور احمقانہ بات کبھی نہ کرتے وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں اللہ نے معجزات کا انکار نہیں کیا بلکہ کفار کے مطالبہ کو بچکانہ قرار دیا ہے کیونکہ اگر ان کا مطالبہ مان لیا جاتا اور وہ یقیناً اس پر ایمان نہ لاتے تو اللہ کے عذاب آنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہتی اور یہ امت مٹا دی جاتی جب کہ اللہ کے فیصلے اور مصلحت کے تحت اس امت کو قیامت تک باقی رہنا تھا اور رہے گی انشاء اللہ۔ رہے وہ معجزات جو نبی کریم ﷺ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں جن کی تفصیلات کے لئے معجزات نبوی پر امت کے علماء کرام کی سیکڑوں کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں جو معتبر ترین احادیث سے ثابت ہیں۔ ان کا انکار کرنا ممکن ہی نہیں ہے لیکن جنہوں نے اپنی آنکھوں پر انگریزوں کے چشمے لگا رکھے ہیں ان کو نظر نہ آنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اپنے ان مصنوعی چشموں کو اپنی آنکھوں پر سے اتار کر دیکھیں گے تو نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ان کو معجزہ نظر آئے گا جس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے۔

ان آیات میں معراج النبیؐ اور شجر ملعونہ کو آزمائش قرار دیا گیا ہے اس کی کچھ تفصیل عرض ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے معراج کی صبح کو ارشاد فرمایا کہ آج رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں، جنت وجہنم اور اللہ کی ذات وصفات کو دیکھ کر آیا ہوں تو کفار کو یقین نہ آیا اور وہ لوگ جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا ان کو بلوایا گیا۔ اللہ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا۔ کفار پوچھتے گئے اور آپ بیت المقدس کی ایک ایک بات تفصیل سے بتاتے گئے۔ اس سب کے باوجود انہوں نے ان واقعات اور حقائق کو مذاق میں اڑا دیا حالانکہ اگر غور کیا جائے تو یہ خود ایک معجزہ تھا مگر جو لوگ نور بصیرت اور سنجیدہ غور وفکر نہیں رکھتے ان کے لئے بڑی سے بڑی سچائی بھی ایک بے حقیقت چیز ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک تو معراج النبیؐ ان کے لئے آزمائش تھی دوسرے ''شجر ملعونہ'' جس کو ''زقوم'' بھی فرمایا گیا ہے یہ بھی کفار کے لئے ایک آزمائش کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ جن کو اللہ کی قدرت پر یقین کامل ہے ان کو یقین تھا کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ کسی درخت کو آگ میں پیدا کر سکتا ہے اور آگ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی کیونکہ آگ اور درخت دونوں ہی اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو آگ سلامتی کے ساتھ حضرت ابراہیم پر گل وگلزار بن سکتی ہے پانی میں راستے اور صحرا میں چشمے جاری ہو سکتے ہیں تو آگ میں وہ درخت جو جہنمیوں کی غذا کے طور پر ان کو کھانے کے لئے دیا جائے گا وہ اللہ کی قدرت سے کیوں باقی نہیں

رہ سکتا۔ یہ درخت جو دوزخیوں کے لئے ہوگا اس تلخ، بدمزہ، قابل نفرت، کانٹے دار درخت ہوگا جس کو کھانے پر وہ مجبور ہوں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ ''زقوم'' دوزخ کی تہہ میں پیدا ہوگا جب دوزخی بھوک کی شدت میں اس پر اپنا منہ ماریں گے تو وہ تڑپ کر رہ جائیں گے کیونکہ وہ ان کے پیٹ میں ایسی آگ لگا دے گا جیسے پانی ان کے پیٹ میں کھول رہا ہے۔

اس پر لعنت کی گئی ہے یعنی جس طرح جہنمی اللہ کی رحمت اور کرم سے دور ہوں گے اسی طرح یہ درخت یعنی دوزخیوں کی غذا بھی اللہ کی رحمت سے دور قابل لعنت ہوگی۔

جب قرآن کریم میں یہ بتایا گیا کہ دوزخیوں کو دوزخ میں کھانے کے لئے زقوم دیا جائے گا تو ابوجہل نے کہا ہمارے لئے مکھن اور کھجوریں لاؤ۔ جب یہ چیزیں آگئیں تو اس نے لوگوں کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی اور کہنے لگا ہمارا زقوم تو یہ ہے۔ یعنی اس نے معراج النبیؐ اور آگ میں درخت کا مذاق اڑایا اسی لئے قریش کہا کرتے تھے کہ ابو کبشہ کے لڑکے کو دیکھو وہ ہم سے عجیب باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جہنم کی آگ ایسی ہوگی جو پتھروں تک کو جلا ڈالے گی۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اس میں ایسا درخت بھی ہو (اور آگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے)

خلاصہ یہ ہے کہ جس کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو نبی کی بات ہی کافی ہوتی ہے لیکن جس کو ایمان نہیں لانا اس کے لئے سو بہانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی ایک ایک بات پر ایمان و یقین لانے کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ
ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ
عَلَىَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ
جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ
وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ
وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِىْ
لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب (فرشتوں) نے سجدہ کیا۔ کہنے لگا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے۔ بھلا بتایئے کیا (یہ اس قابل تھا) کہ اس کو میرے اوپر فضیلت (عزت) دی جائے۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے دے تو سوائے کچھ لوگوں کے سب کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ اللہ نے فرمایا کہ اچھا تو جا۔ ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تجھ سمیت سب کو جزا کے طور پر جہنم میں ڈالوں گا اور یہ ان کی بھرپور سزا ہوگی۔ تو ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلتا ہے ان کو اپنی آواز سے پھسلا لے۔ اور تو ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا کر لے آ۔ ان کے مالوں اور جانوں میں شرکت کر لے۔ ان سے (خوشنما) وعدے کر لے۔ حالانکہ شیطان کے وعدے دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یقیناً میرے (مخلص) بندوں پر تجھے غلبہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور بھروسہ کے لئے صرف تیرا رب ہی کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۵

طِيْنٌ مٹی۔

كَرَّمْتَ تو نے عزت دی۔

اَحْتَنِكَنَّ جڑیں اکھاڑ دوں گا۔

مَوْفُوْرٌ بھرپور، پوری طرح۔

اِسْتَفْزِزْ پھسلا لے، آمادہ کر لے۔

اَجْلِبْ چڑھا کر لے آ۔

خَيْلٌ گھوڑے،سوار۔

رَجِلٌ پیادے، پاؤں

غُرُوْرٌ دھوکہ،فریب۔

تشریح: آیت نمبر ٦١ تا ٦٥

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زندگی کی سچائیوں کو کہانیوں اور قصوں کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ عبرت و نصیحت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور عملی زندگی میں آگے بڑھنے کے لئے واقعہ کے صرف اسی پہلو کو بیان کیا ہے جس کی اس موقع پر ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ اور شیطان کے واقعہ کو سورۃ بنی اسرائیل کے علاوہ چھ اور بڑی سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ان میں سورۃ البقرہ، سورۃ اعراف، سورۃ حجر، سورۃ کہف، سورۃ طٰہٰ اور سورۃ ص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے پہلے مخاطب مکہ مکرمہ کے لوگوں اور قیامت تک آنے والوں کو اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ شیطان انسان کا پہلے دن سے دشمن ہے۔ اس نے اللہ کے بندوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن محض اپنے تکبر و غرور، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں اور ان کے سردار شیطان سے یہ فرمایا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو اس نے نہایت غرور و تکبر کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا کہ میں انسان کے سامنے نہیں جھک سکتا کیونکہ میں اس سے کہیں برتر اور اعلیٰ ہوں۔ اور کہنے لگا کہ اگر مجھے قیامت تک کی مہلت دی جائے تو میں اس کو ثابت کر کے دکھا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے کر قیامت تک کے لئے اپنی بارگاہ سے نکال دیا اور فرمادیا کہ اے شیطان تیرا قابو اور تیرے فریب کا جادو ان لوگوں پر نہ چل سکے گا جو میرے فرماں بردار اور نیک بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمادیا کہ تجھے مکمل آزادی ہے کہ جس پر بھی تیرا بس اور قابو چلتا ہے اس پر اپنے لشکروں کو چڑھا کر لے آ۔ لوگوں کے جان و مال میں شرک کے ہزاروں انگارے بھر دے لیکن تو دیکھے گا کہ میرے مخلص بندے تیرے جال سے صاف نکل جائیں گے اور ساری دنیا کو چھوڑ کر جب وہ میرے اوپر بھروسہ کریں گے تو میری رحمت ان گرتے ہوئے لوگوں کو سنبھال لے گی کیونکہ میرے علاوہ بھروسہ کرنے کے لئے کوئی دوسری ذات نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ زندگی کے دو ہی راستے ہیں ایک تو حق و صداقت کی راہ میں چلنے کا اور اس میں ہمت و طاقت سے صبر و تحمل کا طریقہ اختیار کرنا اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنا ہے اور دوسرا راستہ شیطان کا وہ راستہ ہے جس میں وہ جھوٹ اور فریب کے بہت خوش نما جال پھیلا کر انسانوں کو صراط مستقیم سے دور کر دیتا ہے۔ اللہ نے ایمان اور کفر کے دونوں راستے کھلے رکھ دیئے ہیں۔ اب یہ انسانوں پر ہے کہ وہ ان دونوں راستوں میں سے کس راستہ کو اختیار کر کے اپنے لئے جنت یا جہنم کو چنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ

ہم نے انسان کو راستے دکھا دیئے ہیں اب اگر وہ چاہے تو شکر (ایمان و عمل صالح) کا راستہ اختیار کر لے اور چاہے تو انکار (کفر و شرک اور گناہوں کا) کی راہ پر چل پڑے۔

لیکن دونوں راستوں کو دکھانے کے بعد دونوں کا انجام بھی بتا دیا کہ جو لوگ ایمان و عمل صالح اور شکر و اطاعت کے راستے پر چلیں گے ان کے لئے نہ صرف آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں ہیں بلکہ ان لوگوں کی دنیا بھی درست ہو جائے گی اور آخرت بھی۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے کفر و شرک اور گناہوں کے راستے کا انتخاب کر لیا وہ حق اور سچائی کے راستے سے اسی قدر دور ہو کر اپنے ہاتھوں اپنی آخرت اور دنیا دونوں کو ضائع کر بیٹھیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ دنیا میں جدوجہد کر کے دنیا کے اسباب راحت کو اپنے آس پاس جمع کر لیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ اللہ کے بندوں کی دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو جائیں۔ لیکن اللہ کا یہ بہت بڑا اکرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شیطان کے جال سے بچانے کے لئے اپنے نیک بندوں کو ان کی اصلاح کے لئے ہر زمانہ میں بھیجتا رہا ہے۔ اللہ نے پہلے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا پھر جب اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج دیا تو اب آپ کے بعد کوئی اور نبی اور رسول نہیں آئے گا لیکن اللہ کی اطاعت و فرماں برداری پر چلانے کے لئے علماء امت کو امت کی اصلاح کے لئے اٹھاتا رہے گا۔ چونکہ قرآن و سنت کی تعلیمات کی حفاظت کا اللہ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت تک خود ان کی نگرانی اور حفاظت فرمائے گا اس لئے اب کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت باقی نہیں رہی صرف وہ تعلیمات جن کو نبی مکرم ﷺ لے کر آئے ہیں ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے علماء امت اور بزرگان دین اپنی اپنی ہمت کے مطابق خدمات سرانجام دیتے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ علماء امت نے ہر دور میں اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی طرف اٹھنے والے ہاتھوں کا مقابلہ کیا ہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سربلندی کی یہ سعادت عطا فرمائے اور ہم سے دین کی عظمت کا کام لے لے۔

رَبُّكُمُ الَّذِىْ
يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ
رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ
اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ
كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ
يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ
الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۶ تا ۶۹

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے سمندر میں کشتی (جہاز) چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ بے شک وہ تمہارے اوپر نہایت مہربان ہے۔ اور جب سمندر میں تمہارے اوپر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ سب گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ پھر جب اللہ تمہیں بچالیتا ہے اور تم خشکی پر آجاتے ہو تو تم (اللہ سے) منہ پھیر لیتے ہو۔ اور انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔

کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی طرف لے جا کر زمین میں دھنسا دے یا تمہارے اوپر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے۔ پھر تم اپنے لئے کوئی بچانے والا نہ پاؤ گے۔ یا تم اس اندیشہ سے بے فکر ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اسی سمندر میں لے جائے۔ پھر تم پر طوفانی ہوا کا تیز جھونکا بھیج دے۔ پھر تمہیں ناشکری کے بدلے میں غرق کر دے۔ پھر تم اپنے لئے نہ پاؤ جو ہم سے باز پرس کرنے والا ہو۔

لغات القرآن آیت ۶۶ تا ۶۹

یُزْجِیْ	وہ چلاتا ہے۔
اَلضُّرُّ	مصیبت۔نقصان۔
اَفَاَمِنْتُمْ	کیا پھر تم مطمئن ہو گئے؟۔
یَخْسِفُ	وہ دھنسا دیتا ہے۔
حَاصِبًا	پتھر برسانے والی آندھی۔
تَارَۃً اُخْرٰی	دوبارہ۔
قَاصِفٌ	سخت طوفانی ہوا۔
یُغْرِقُ	وہ غرق کرتا ہے۔
لَاتَجِدُوْا	تم نہ پاؤ گے۔
تَبِیْعٌ	پیچھا کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۶ تا ۶۹

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے "اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں (دی گئی نعمتوں میں) اور اضافہ کرتا چلا جاؤں گا۔ اس کے برخلاف اگر میری نعمتوں کی ناشکری کی گئی تو پھر میری گرفت اور پکڑ بہت سخت ہے۔ واقعتاً اگر غور کیا جائے تو انسانی وجود کی ابتداء سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک اللہ اتنی نعمتوں سے نوازتا ہے جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ سورۃ رحمٰن میں ان بے شمار نعمتوں کو گنوا کر اکتیس (31) مرتبہ اس آیت کو دھرایا گیا ہے کہ "اے جن و انسان تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟"

سورۃ الاسراء کی ان آیات میں بھی چند نعمتوں کا ذکر کر کے اللہ نے یہی سوال کیا ہے کہ ایک زبردست سمندر جس میں بڑے بڑے جہازوں کی حیثیت تنکے سے زیادہ نہیں ہوتی اس میں موافق ہوائیں چلا کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان

کشتیوں اور جہازوں کو کون چلاتا ہے؟ اگر اللہ کی طرف سے یہ سہولتیں نہ ہوتیں تو انسان سمندر کے ذریعہ سامان تجارت ادھر ادھر کیسے لے جا سکتا تھا اور وہ نفع اور فائدے کیسے حاصل کر سکتا تھا جس پر قوموں کی زندگی کا دارومدار ہے۔ فرمایا کہ انسان اگر اس پر ذرا بھی دیانت داری سے غور کرے تو اس کا دل پکار اٹھے گا کہ یہ سب کچھ اس اللہ کا کرم ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی ہر قوت و طاقت ہے۔ فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی سمندر کی بپھری ہوئی موجوں میں گھر جاتا ہے اور اس کو اس طوفان بلاخیز سے نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تب وہ اپنے بتوں کو بھول کر صرف اللہ ہی کو پکارتا ہے۔ اور پھر اللہ ہی اس طوفان سے نجات عطا فرماتا ہے۔ لیکن جب وہی انسان خشکی پر آجاتا ہے تو اللہ کو بھول کر پھر ''غیر اللہ'' سے اپنی امیدیں باندھ لیتا ہے اور شرک کرنے لگتا ہے۔ فرمایا یاد رکھو خشکی ہو یا تری، فضا ہو یا ہوا ہر جگہ اسی ایک اللہ کی حکمرانی اور طاقت و قوت ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ناشکرے انسان کو بڑی سے بڑی سزا دے سکتا ہے۔ وہ زمین کے اندر دھنسا سکتا ہے۔ کوئی آفت بھیج سکتا ہے۔ ایسی آندھی اور تیز ہوائیں بھیج سکتا ہے جس سے کنکر اور پتھر برسنے شروع ہو جائیں۔ پانی کے طوفان، زلزلوں اور آفتوں سے انسان کے بنائے ہوئے پورے نظام کو درہم برہم کر سکتا ہے۔ اگر وہ کسی عذاب یا مصیبت کو بھیجنا چاہے تو اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ تو اس اللہ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہر بات پر اسی وقت گرفت نہیں کرتا بلکہ سنبھلنے، سوچنے اور صحیح فیصلہ کرنے کا موقع دیتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جب انسان اللہ کی نافرمانیوں اور ناشکریوں کی حد کر دیتا ہے تب اللہ کا قہر لمحوں میں سب کچھ تباہ و برباد کر دیتا ہے اور انسان کی ساری تدبیریں مٹی کا ڈھیر ثابت ہوتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ نے ہزاروں نعمتوں سے نوازا ہے اس پر اسے اس اللہ کا شکر گذار ہونا چاہئے۔ اگر اس نے ناشکری کی روش اختیار کی تو اللہ اس سے نعمتوں کو چھین کر اس پر طرح طرح کے عذاب بھیج سکتا ہے۔ انسان کو اس سے بے فکر نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اللہ ایک مصیبت سے نکال کر دوسری مرتبہ اسی مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتا۔ وہی سمندر جس میں ایک شخص اللہ سے دعائیں مانگ کر طوفان سے بچ کر خشکی پر آجاتا ہے وہ ان کی موجوں کو اس پر چڑھا کر یا اس کو سمندر میں دوبارہ لیجا کر اس کی ناشکری کی سزا دے سکتا ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں دوسروں کا محتاج نہیں ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے فیصلے کرتا ہے اور وہ اپنے فیصلوں کے لئے کسی کو جوابدہ بھی نہیں ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾

۷ / ۱۰ / ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷۰

اور البتہ یقیناً ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کی ہیں۔ اور ہم نے ان کو پاکیزہ رزق دیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر بڑی فضیلت عطا کی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۰

کَرَّمْنَا	ہم نے عزت بخشی۔
حَمَلْنَا	ہم نے سوار کیا۔
اَلْبَرُّ	خشکی۔ زمین۔
اَلْبَحْرُ	تری۔ سمندر۔
اَلطَّیِّبٰتُ	پاکیزہ چیزیں۔
فَضَّلْنَا	ہم نے فضیلت دی۔
تَفْضِیْلٌ	بڑائی دینا۔ بڑائی۔ فضیلت۔

تشریح: آیت نمبر ۷۰

اس ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی چار عظمتوں کا ذکر کیا ہے۔ (۱) حضرت آدمؑ کی اولاد کو عزت عطا کی۔ (۲) خشکی اور تری میں سوار کیا۔ (۳) اس کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ (۴) اور دنیا کی بہت سی مخلوقات پر اس کو فوقیت عطا فرمائی۔ اسی طرح قرآن کریم میں انسان کی تین اہم کمزوریوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (۱) انسان بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (۲) وہ جلد باز ہے اور ہر چیز کا نتیجہ فوری طور پر حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتا ہے۔ (۳) نعمت مل جاتی ہے تو فخر و غرور کرنے لگتا ہے اور ذرا سے حالات ناموافق ہوتے ہیں تو مایوس ہو جاتا ہے۔

انسان کی ان خصوصیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جہاں اس کو بہت سی عظمتیں نصیب فرمائی ہیں اور وہ خشکی اور تری کو روندنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہیں اس میں بہت کچھ بنیادی کمزوریاں بھی ہیں جن کے سامنے وہ ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ مایوس

ہو کر کفر وشرک تک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان دونوں طرح کی صلاحیتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کا علاج بھی بتا دیا ہے کہ انسان اگر اس کائنات میں اور آخرت میں عزت وعظمت کا اعلیٰ مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنی بنیادی کمزوریوں پر قابو پانا ہوگا۔ اگر اس نے اپنی جلد بازی میں اپنے آپ کو بے جا خواہشات کے نیچے دبا لیا تو وہ دنیا اور آخرت میں ناکام ہو جائے گا اور اگر اس نے "تزکیہ" کر لیا یعنی زندگی کی بری خواہشات سے اپنے دامن کو بچا کر اپنے نفس کی اصلاح کر لی تو پھر دنیا کی اور آخرت کی کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو عقل وشعور، فہم وفراست، رشد وہدایت کی روشنی دی اس کے سر پر خلافت کا تاج رکھ کر اس پر بر و بحر اور اپنی بہت سی مخلوقات پر شرف وعظمت عطا فرمائی جو کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔ انسان اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر خشکی اور تری میں دوڑتا پھرتا ہے۔ زمین کی گہرائیوں، سمندر کی پنہائیوں، پہاڑوں کی بلندیوں، فضاؤں اور ہواؤں کی طاقت کو اپنے تابع کر کے ان پر حکمرانی کرتا ہے اور علم وتحقیق، سائنس اور نئی نئی ٹیکنالوجی کے ذریعہ حیرت ناک چیزیں ایجاد کر رہا ہے۔ وہ ہزاروں تصورات اور خیالات جو آج سے سو دو سو سال پہلے قصے کہانیوں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے ان کو حقیقت کا روپ دے کر دنیا کو حیرت وتعجب میں ڈال رہا ہے اور ناممکن چیزوں کو ممکن بنا رہا ہے۔ ٹیلیفون، ٹیلیویژن، ریڈیو، ہوائی جہاز، کاریں، ریلیں اور ہزاروں مشینیں ایجاد کر رہا ہے۔ اور اب موجودہ دور میں کمپیوٹر کی ایجاد نے تو ساری دنیا کے انداز فکر، علم وتحقیق اور معلومات کے ذریعہ دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ دنیا کو اس قدر مختصر کر دیا ہے کہ ہزاروں میل پر بیٹھ کر نہ صرف ایک دوسرے کی آواز، صورت شکل اور حرکات وسکنات کو دیکھ سکتا ہے بلکہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ انسان علم وتحقیق کے ذریعہ ہر روز ایک نئی چیز ایجاد کر رہا ہے۔ نجانے بیس پچیس سال میں دنیا کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گی۔ اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ راحت وسکون کے ایسے ایسے اسباب اور وسائل ایجاد کر لئے گئے ہیں جن کا تصور آج سے پہلے ناممکن تھا دنیا میں روشنی اور چکا چوند اتنی بڑھ چکی ہے کہ اندھیروں کا تصور ماند پڑ رہا ہے۔ لیکن اتنی ترقیات اور روشنی کے باوجود انسان کا قلب بے نور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے دل میں بداخلاقی کے اندھیروں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ ترقیات نے انسان کو بہت سی سہولتیں دیدی ہیں مگر اس کے دل کا سکون لٹ گیا ہے۔ اس کا گھریلو ماحول اس سے چھن گیا ہے۔ اس دور کا انسان جتنا دکھی ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ بموں، میزائلوں کی ایجاد نے انسان کو بارود کے ڈھیر پر لا بٹھایا ہے۔ نجانے کب کون طاقت کے نشے میں چور ایک بٹن دبا کر اس بارود کے ڈھیر میں آگ لگا دے گا اور دنیا کی ساری ترقیات اور انسان راکھ کا ڈھیر بن کر رہ جائیں گے۔

اس موقع پر قرآن حکیم نے ہماری پوری طرح رہنمائی فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی کامیابی اور سکون قلب ان اسباب، ذرائع، وسائل اور ایجادات میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی یاد اور ہر آن اسی ذات کا احترام انسان کو سکون کی دولت سے مالا مال کر سکتا ہے۔ محض یہ اسباب سکون نہیں دے سکتے۔ اگر موجودہ دور کا انسان ان ترقیات کے ساتھ اللہ کے بھیجے ہوئے دین اور رسول

اللہ ﷺ کو اپنا رہبر و رہنما بنا لے تو یہ ترقیات انسانوں کے کام آئیں گی لیکن اگر اللہ کے دین کو نظر انداز کیا گیا تو پھر دنیا کبھی سکون نہ پا سکے گی۔ سائے تو بڑھ جائیں گے لیکن انسان گھٹتے چلے جائیں گے۔

تاریخ کے حوالے سے میں یہ بات عرض کروں گا کہ جب تک دنیا کی باگ ڈور اور علمی ترقیات مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہیں اس وقت تک انسان اس قدر ہوس اور دولت پرستی کی بیماری میں مبتلا نہ ہوا تھا لیکن اٹھارھویں صدی عیسوی میں جب دنیا میں ترقی کا آغاز انقلاب فرانس سے ہوا اور اقتدار اور قوت کی باگ ڈور عیسائیوں اور یہودیوں ہندوؤں کے ہاتھوں میں آئی ہے اس وقت سے دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔ اگر مسلمان غفلت میں مبتلا نہ ہوتے تو دنیا میں ظلم و جبر کا یہ نظام قائم نہ ہوتا، یہ ہماری غلطیوں اور غفلتوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ آج بھی اگر دنیا کو ترقیات کے ساتھ امن و سکون نصیب ہوگا تو وہ صرف دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ اہل ایمان کے ذریعہ ہوگا کیونکہ اب قیامت تک دنیا پر حکمرانی کا حق امت محمدی کا ہے۔ اگر اہل ایمان بیدار نہ ہوئے تو دنیا کی موجودہ ترقیات انسانوں کو نگل جائیں گی اور یہ دنیا تباہ و برباد ہو کر عبرت کا نشان بن جائے گی۔

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا

كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمۡ‌ۚ فَمَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ فَاُولٰۤـئِكَ
يَقۡرَءُوۡنَ كِتٰبَهُمۡ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ
اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ
عَنِ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ لِتَفۡتَرِىَ عَلَيۡنَا غَيۡرَهٗ‌ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ
خَلِيۡلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدْتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـئًـا قَلِيۡلًا ﴿۷۴﴾
اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ
عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ
مِنۡهَا‌ وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا
قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا‌ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ﴿۷۷﴾ ع ۸/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۷

یاد کرو جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ پس جس کو اس کی کتاب (اعمال نامہ) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گی تو وہ لوگ اپنے اعمال نامے کو پڑھیں گے اور ان پر دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی (اس دنیا میں) اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ اور بھی زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔ اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے جو ہم نے وحی کی ہے ہٹانے کی کوشش میں تھے۔ تا کہ آپ اس حکم کے سوا ہماری طرف غلط چیز کی نسبت کر دیں۔ ایسی حالت میں یہ آپ کو خالص دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ان کی طرف مائل ہو سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں دوہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو (اپنا) مددگار نہ پاتے۔ اور یہ آپ کے قدم اکھاڑنا چاہتے ہیں تا کہ آپ کو (مکہ سے) باہر نکال دیں۔ اگر ایسا ہوا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت عرصے تک نہ رہ سکیں گے۔ آپ سے پہلے جتنے بھی رسول ہم نے بھیجے ہیں ان کے ساتھ ہماری یہی سنت (قانون) رہا ہے۔ اور آپ ہمارے قانون (سنت) میں کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۷

اُوۡتِیَ	دیا گیا۔
یَمِیۡنٌ	داھنا ہاتھ۔
فَتِیۡلٌ	دھاگہ۔ ذرہ برابر۔
اَعۡمٰی	اندھا۔ نابینا۔
ثَبَّتۡنَا	ہم نے ثابت قدم رکھا۔
ضِعۡفٌ	دوگنا۔ دوہرا
سُنَّةٌ	طریقہ۔ قانون الٰہی۔
تَحۡوِیۡلٌ	تحویل کا معنی صرف تبدیل ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۷

اصل میں جس شخص کو ایمان قبول کر کے راہ حق پر چلنا ہے اس کو نہ تو معجزات، کرامات اور ادھر ادھر کی باتوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور نہ معمولی باتوں سے اس کے قدم ڈگمگاتے ہیں بلکہ اس نے جس سچائی کو قبول کر لیا ہے اس پر عمل کرنے کو سعادت سمجھتا ہے لیکن جس کو صرف باتیں بنانا ہیں اور اس کو آخرت کی کوئی فکر نہیں ہوتی اس کو سوائے اعتراضات کرنے کے دوسرا کام نہیں ہوتا۔ چنانچہ کفار مکہ کبھی تو کہتے کہ اے محمدؐ! دراصل ہم آپ کے پاس آ کر آپ کی بہت سی باتیں سننا چاہتے ہیں لیکن چند باتیں ایسی ہیں جو ہمارے قدموں کو روک لیتی ہیں مثلاً آپ کے پاس معاشرہ کے نچلے طبقے کے غریب و نادار لوگ یا غلام بیٹھے رہتے ہیں ہم ان کے برابر بیٹھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ کے پاس آ کر آپ کی باتیں سن سکتے ہیں۔ کبھی کہتے کہ آپ جس قرآن کو پڑھتے ہیں اس میں ہمارے رسم و رواج اور ہمارے معبودوں کی برائی ہوتی ہے یا تو آپ ان کو قرآن سے نکال دیں یا ان کی اصلاح کر دیں یا جس طرح آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے ہیں ہمارے بتوں کو بھی کبھی ہاتھ لگا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو ہم مل جل کر اتحاد و اتفاق کی کوئی راہ نکال لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے آپ کو ثابت قدم رکھا ورنہ ان کفار نے تو آپ کو راہ حق سے بھٹکانے کا پوری طرح انتظام کر لیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر آپ نے ان کی باتوں پر دھیان دیا ہوتا تو یہ آپ کی محبت کا دم بھرنے لگتے اور آپ کو اپنا پکا دوست بنا لیتے لیکن اس وقت آپ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتے اور یہ ایک ایسا ناقابل معافی جرم بن جاتا کہ اس پر آپ کو دنیا اور آخرت میں دگنا عذاب دیا جا سکتا تھا لیکن اللہ نے ان کفار کے مقابلے میں آپ کو ثابت قدم رکھا اور اسی نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

ان کفار کی سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ہو سکتا ہے یہ کفار اس حد تک چلے جائیں کہ جب آپ ان کے مطالبات کو تسلیم نہ کریں تو آپ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کی تدابیر کریں۔ اے نبیؐ! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ شروع ہی سے اللہ کا یہ قانون رہا ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی کہ جب بھی کوئی قوم اللہ کے نبی کو نکال دیتی ہے تو وہ قوم بھی بہت عرصہ تک اپنی جگہ چین اور اطمینان سے نہیں رہ سکتی یعنی اس بستی پر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔ لہٰذا اگر کفار مکہ نے ایسا کیا تو یہ خود بھی بہت عرصہ تک اس سرزمین پر نہ رہ سکیں گے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی۔ فرمایا ان لوگوں کو اپنی آخرت کی فکر کرنا چاہیے جب ہر شخص اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ ہوگا۔ جس کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا وہ تو بہت خوش ہوگا اور دوسروں کو بھی دکھائے گا لیکن جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے گا وہ نہایت شرمندہ اور ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائے گا۔

انسانوں کے نامہ اعمال کس طرح ان کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اس کی تفصیل معتبر احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ جب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرلیا جائے گا تو تمام لوگوں کے اعمال نامے عرش الٰہی کے نیچے جمع کئے جائیں گے۔ پھر ایک ایسی ہوا چلے گی کہ وہ اعمال نامے اڑا اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے یہ ایک محسوس علامت ہوگی کہ آئندہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے چنانچہ جو لوگ صاحب ایمان ہوں گے ان کے داہنے ہاتھ میں اور جو کفار ہوں گے ان کے بائیں ہاتھ میں ان کے اعمال نامے پہنچ جائیں گے۔

ان آیات سے چند اصولی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) جتنے بھی اولین وآخرین انسان ہیں وہ سب کے سب ایک ایسے میدان میں جمع ہوں گے جس کو میدان حشر یا انصاف کا دن قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس دن کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا بلکہ اس نے جیسے اعمال کئے ہوں گے اس کو اچھی یا بری جزا دی جائے گی۔

(۲) جو حق وصداقت کی روشنی سے دنیا میں محروم رہا اور وہ حق دیکھتے ہوئے بھی اس سے اندھا بنا رہا قیامت میں بھی اندھا ہی رہے گا یعنی یہ شخص آخرت میں بھی ہر خیر اور بھلائی کے دیکھنے سے محروم رہے گا جو بڑی بدقسمتی ہوگی۔

(۳) فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ لوگ آپ کو وحی الٰہی سے ہٹانے کی فکر میں تھے تاکہ آپ اس حکم کے سوا ہماری طرف بعض غلط چیزوں کو منسوب کردیں اور وہ آپ کو دوست بھی بنالیتے۔ ممکن تھا کہ آپ ان کی طرف کچھ مائل ہوجاتے اور غریبوں کو اپنی محفل سے نکال دیتے لیکن اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور وہ کفار اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے ساری امت کو یہ بات بتادی کہ اگر وہ کفار کے جھانسے اور چال میں آکر کوئی ایسا قدم اٹھائیں گے جس سے اللہ کے دین کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو اس پر اللہ کی طرف سے دوگنا عذاب اور دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی مسلط کردی جائے گی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی اس سازش کو کھول کر اپنا قانون ارشاد فرمادیا۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! وہ لوگ جو آپ کی دشمنی میں حد سے آگے بڑھ رہے ہیں اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ کا یہ قانون اور دستور ہے کہ جب بھی کسی بستی سے اللہ کے نبی کو نکالا گیا تو پھر اس بستی کے لوگ بھی زیادہ عرصہ تک اپنی جگہ نہ ٹھہر سکے۔

فرمایا کہ اگر مکہ والوں نے ایسا کیا تو پھر وہ خود بھی اس سرزمین پر نہ رہ سکیں گے اور اللہ کا وہ قانون نافذ ہوکر رہے گا جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی اور مکہ والوں کو ہر طرح کی ذلت ورسوائی سے واسطہ پڑکر رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مکہ والے شدید مشکلات میں گرفتار ہوگئے۔ ان پر اتنا شدید قحط پڑا کہ وہ کتے، بلیاں اور پتے تک کھانے پر مجبور ہوگئے۔ پھر اللہ نے نبی کریم ﷺ کی دعا سے اس عذاب کو دور فرمایا۔

اس موقع پر یہ عرض کروں گا کہ کفار مکہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ آپ اور آپ کے صحابہ مکہ سے نکل جائیں۔ ان کے لئے مکہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا تھا لیکن انہوں نے سازشوں کے باوجود آپ کو نکالا نہیں تھا بلکہ اللہ کے حکم سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی اسی لئے ان پر وہ عذاب نہیں آیا جو پہلی قوموں پر آیا تھا لیکن قحط اور بلاؤں میں گرفتار ہونا یہ بھی ایک عذاب ہی تھا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ
الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ
مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ
رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ
اَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾
وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا
يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ
وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ
عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷۸ تا ۸۴

سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے۔ اور فجر کے قرآن کا اہتمام کیجئے بے شک صبح کا قرآن (پڑھنے میں) فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور رات کے کچھ حصہ میں تلاوت قرآن کے ساتھ بیدار رہیں یہ آپکے لئے زائد (عبادت) ہے قریب ہے کہ شاید آپ کا

پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ اور کہئے کہ میرے پروردگار مجھے جہاں بھی لے جائے سچائی کے ساتھ لے جا اور مجھے جہاں سے بھی نکالے حق کے (ساتھ نکالئے گا) اور مجھے مدد دینے والا غلبہ عطا فرما۔ اور (اے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ حق آ گیا باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے کے لئے ہی ہے۔ ہم قرآن کو نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں سوائے خسارے کے کچھ بھی اضافہ (نہیں) ہوگا۔ اور جب ہم انسان کو نعمت دیتے ہیں تو وہ اپنے منہ کو اور پہلو کو پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہر ایک اپنے طریقے پر کام کرتا ہے۔ آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستے پر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٨ تا ٨٤

دُلُوْکٌ ڈھلنا۔ زوال۔

غَسَقٌ اندھیرا۔

تَهَجَّدْ بیدار رہ۔

زَهَقَ مٹ گیا۔

اَنْعَمْنَا ہم نے انعام کیا۔

اَعْرَضَ منہ پھیر لیا۔ اعراض کیا۔

نَاٰ پہلو پھیر لیا۔

شَاكِلَةٌ طریقہ۔

اَهْدٰى زیادہ صحیح راستہ۔

تشریح: آیت نمبر ۷۸ تا ۸۴

ان آیات میں جو مضامین ارشاد فرمائے گئے ہیں ان کو سمجھنے کے لئے اس اصول کو سامنے رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب زندگی ہے جس کے اصول، انوارات اور طریقے کامل و مکمل ہیں لیکن اللہ کی مراد اور انوارات اس وقت تک کھل کر سامنے نہیں آسکتے جب تک نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ یعنی احادیث رسول ﷺ کو سامنے نہ رکھا جائے۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم ہمارے لئے کافی ہے ہم خود اس کو سمجھ لیں گے ہمیں احادیث رسول کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو اس سے زیادہ غلط اور نا مناسب بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ تو ہم اہل زبان ہیں اور نہ ہمارے سامنے نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی ہیں تو ہم محض لغت کو سامنے رکھ کر اس حقیقت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو بھیجا اور آپ نے تیئس سال میں ہر آیت کی تشریح اور وضاحت کر کے صحابہ کرامؓ کی زندگی کا حصہ بنا دیا تھا جس نے ان صحابہ کرامؓ کو آسمان نبوت کے جگمگاتے چاند، سورج اور ستارے بنا دیا تھا اگر یہ بات صحابہ کرامؓ کہتے تو یہ ان کا مقام بھی تھا کیونکہ عربی زبان ان کی مادری زبان تھی بلکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہ کر وہ سب کچھ سیکھ لیا تھا جو اللہ ان کو سکھانا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل کو دیکھنے والے لاکھوں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک بات اور عمل کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ نیز یہ بات بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ عربی زبان دنیا کی سب سے وسیع ترین زبان ہے جس کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ اگر آج ہم نے لغت کے سہارے کسی ایک لفظ کے ایک معنی کر دیئے تو کل کوئی دوسرا شخص اٹھ کر دوسرے معنی کر دے گا اور اس طرح ایک ایسا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ قرآن کریم کا مفہوم ہی کہیں سے کہیں تک پہنچ جائے گا۔

ایسا لگتا ہے کہ منکرین حدیث کا بنیادی مقصد نظام قرآن کو بتانا نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل نے جو ہمیں نظام زندگی دیا ہے اس کو نہایت چالاکی سے تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں اور جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں جن کو نہایت توجہ اور احتیاط سے سننے کی ضرورت ہے، اور وہ یہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج کرنا۔ (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت تعمیر کی گئی ہے لیکن قرآن کریم میں ان اصولوں کی تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں نماز قائم کرنے کا حکم ایک جگہ نہیں بلکہ لاتعداد مقامات پر دیا گیا ہے۔ رکوع، سجدہ، تلاوت اور تسبیحات وغیرہ کا حکم ہے مگر کسی جگہ بھی یہ لفظ موجود نہیں ہے کہ نمازیں پانچ وقت پڑھی جائیں، ظہر، عصر، عشاء میں چار چار رکعات مغرب میں تین فجر

میں دو جمعہ میں دو دو غیرہ یہ سب باتیں ہمیں نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل اور حکم سے سکھائی ہیں جس پر پوری امت کا مسلسل عمل موجود ہے جس کے ہر زمانے میں کروڑوں مسلمان گواہ رہے ہیں اور ہیں۔ اور ساری دنیا میں چند فقہی اختلافات کے باوجود بنیادی اختلافات کہیں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ترجمہ: **اے نبیؐ! سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور فجر کے قرآن (نماز فجر) کا اہتمام کیجئے۔ کیونکہ فجر کے وقت (فرشتوں کی) حاضری کا وقت ہوتا ہے۔ ''دلوک'' کے معنی جھک جانا، مائل ہو جانا ہے جس سے مراد زوال آفتاب ہے کیونکہ اس وقت سورج زوال کی طرف جاتا اور ڈھل جاتا ہے۔ اسی طرح فجر کے قرآن یعنی نماز فجر کے اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔ امت کے تمام علماء، فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا گیا ہے، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر**

اسی بات کو سورۃ ہود میں اس طرح فرمایا گیا ہے

ترجمہ: **نماز قائم کیجئے دن کے دونوں کناروں پر (یعنی فجر اور مغرب) اور کچھ رات گذرنے پر (یعنی عشاء)**

اسی طرح فرمایا گیا

ترجمہ: **اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوع آفتاب سے پہلے (نماز فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے (نماز عصر) اور رات کے اوقات میں پھر تسبیح کیجئے (نماز عشاء) اور ان کے دونوں سروں پر (فجر، ظہر، مغرب)**

اللہ تعالیٰ نے سورہ روم میں فرمایا ہے

ترجمہ: **اللہ کی تسبیح کیجئے جب کہ تم شام کرتے ہو (مغرب) اور جب صبح کرتے ہو (فجر) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی حمد وثنا ہے۔ اور دن کے آخری حصے میں (نماز عصر) اور جب تم دوپہر (ظہر) کرتے ہو (روم آیت نمبر 17، 18)**

ان آیات سے رات دن میں پانچ نمازوں کے احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی لیکن امت کے لئے سنت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں پانچ نمازوں کا ذکر موجود ہے مگر ان کو کب، کیسے پڑھا جائے گا اس کو نبی کریم ﷺ ہی اللہ کے حکم سے متعین کر کے بتا سکتے تھے۔ کیونکہ ان نمازوں کی ترتیب اور اوقات اللہ نے حضرت جبرئیل کے واسطے سے نبی کریم ﷺ کو بتائے ہیں چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

جبرئیل نے مجھے دو مرتبہ بیت اللہ شریف کے قریب نماز پڑھائی (۱) ظہر کی نماز ایسے وقت میں پڑھائی جب کہ سورج ڈھل چکا تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ نہ تھا۔ (۲) پھر عصر کی نماز پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا۔ (۳) پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ (۴) پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھائی۔ (۵) اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔

(۱) دوسرے دن انہوں نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا۔ (۲) اور عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا۔ (۳) اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ (۴) اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گذر جانے پر۔ (۵) اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیلنے پر پڑھائی۔ پھر جبرائیل نے پلٹ کر عرض کیا اے محمدؐ! یہی وہ اوقات ہیں جن پر انبیاء کرامؑ نے نمازیں پڑھی ہیں۔ اور نمازوں کے اوقات ان دونوں وقفوں کے درمیان میں ہیں (یعنی پہلے دن ہر نماز کا ابتدائی وقت اور دوسرے دن ان نمازوں کے انتہائی اوقات بتائے گئے ہیں)

قرآن کریم کے احکامات کی تشریح جس طرح حضور اکرم ﷺ کے عمل اور احادیث سے ثابت ہے اب قیامت تک ان پر ہی عمل کیا جائے گا۔ اس میں تبدیلی کا اختیار نہ کسی کو دیا ہے اور نہ کبھی کسی کو اس کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔

جس طرح میں نے نماز کے متعلق تفصیل عرض کی ہے اسی طرح اسلام کے دوسرے ارکان کی تشریح بھی نبی کریم ﷺ نے جس طرح ارشاد فرمادی اس پر اسی طرح سے عمل کیا جائے گا۔

پانچوں نمازوں اور تہجد کا ذکر کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ کے شدید ترین حالات میں جہاں یہ بتا دیا گیا کہ اس تنگ اور مصیبت کے وقت میں اللہ کی عبادت و بندگی ہی سکون قلب کا ذریعہ ہے وہیں ہجرت مدینہ، باطل کے مٹ جانے، مقام محمود پر فائز کرنے کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ قرآن کریم جہاں اہل ایمان کے لئے شفا اور رحمت ہے وہیں کفار و منکرین کے ضد اور ہٹ دھرمی میں اضافے کا بھی سبب ہے۔ اس سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی اس پر مشکل وقت آپڑتا ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ یہ تو انسان کی فطرت ہے کہ جب اس پر انعام و کرم کی بارش کی جاتی ہے تو وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اس کو بدحالی سے خوش حالی نصیب فرمائی۔ اور وہ شکر ادا کرنے کے بجائے بے نیازی کے طریقے اپنا کر منہ پھیر کر چلتا ہے اور جب اسی پر مصائب اور مشکلات کا ہجوم ہوتا ہے تو وہ مایوس ہو کر رہ جاتا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ اپنا مشن اور مقصد جاری رکھئے اللہ تعالیٰ آپ کو نہ صرف اس دنیا میں عزت و آبرو کا مقام عطا فرمائے گا اور باطل کو مٹا کر حق کو قائم کر دے گا بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام محمود پر فائز فرمادے گا جہاں آپ اپنی پوری امت کی سفارش شفاعت فرمائیں گے۔ دنیا کی بھلائی اور خیر بھی آپ کی ہے اور آخرت کی عزت و عظمت بھی آپ ہی کی غلام ہے۔

روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے دن گیارہ چیزیں بطور خاص عطا فرمائیں گے۔

(۱) سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اپنے روضہ مبارک (قبر مبارک) سے بیدار ہوں گے۔

(۲) میدان حشر میں جہاں کوئی سوار نہ ہوگا اس دن نبی کریم ﷺ سواری پر سوار ہوں گے۔

(۳) آپ کے دست مبارک میں ''لواء حمد'' ہوگا جس جھنڈے کے نیچے سارے انبیاء اور رسول ہوں گے۔

(۴) آپ کو وہ حوض کوثر عطا فرمایا جائے گا (جس کا پانی پی کر پھر کسی کو پیاس نہ لگے گی)

(۵) مقام محمود پر آپ ساری امت کی شفاعت فرمائیں گے جس کو شفاعت کبریٰ کہا گیا ہے۔

(۶) ساری امتوں سے پہلے آپ کی امت کا فیصلہ ہوگا۔

(۷) پل صراط پر بھی آپ سب سے پہلے گذر جائیں گے اور اس کو طے فرمائیں گے۔

(۸) سب سے پہلے جنت میں نبی کریم ﷺ داخل ہوں گے۔

(۹) مقام وسیلہ جو اللہ کی خاص رحمتوں والی جنت ہے وہ آپ کو عطا کیا جائے گا۔

(۱۰) سب امتوں سے پہلے آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی۔

(۱۱) وہ اہل ایمان جن کے لئے جہنم کا فیصلہ کرلیا گیا ہوگا آپ کی سفارش وشفاعت پر ان کو جہنم سے نجات مل جائے گی (تفسیر ابن کثیر)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵

ترجمہ: آیت نمبر ۸۵

(اے نبی ﷺ) وہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ روح آپ کے رب کا ایک حکم ہے۔ اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۵

يَسْـَٔلُوْنَ وہ پوچھتے ہیں۔ سوال کرتے ہیں۔

اَمْرٌ حکم۔

مَآ اُوْتِيْتُمْ تمہیں نہیں دیا گیا۔

قَلِيْلٌ تھوڑا

تشریح: آیت نمبر ۸۵

قرآن کریم فلسفہ اور منطق کی کتاب نہیں ہے جس میں ذرا ذرا سی باتوں پر طویل بحثیں کی جائیں بلکہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب زندگی ہے جو انسان کو فلسفیانہ انداز فکر سے ہٹا کر عمل کی راہوں پر گامزن کرتی ہے۔ درحقیقت عمل ہی سے انسان کی زندگی جنت یا جہنم بنتی ہے۔ وہ لوگ جو پوری زندگی صرف اسی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ کیا ہے وہ کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ امر کیا ہے اور عمل پر آمادہ نہیں ہوتے ایسے لوگ فلسفے کے بیمار تو لگتے ہیں لیکن ان کی زندگیاں عمل سے دور رہتی ہیں اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور وہ سوچتے سوچتے ہی اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کر کے اپنی روح کی تابانی کو بڑھاتے رہتے ہیں وہ اس دنیا میں بھی کامیاب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی کامیاب و بامراد رہیں گے۔ ایسی بحثیں اور باتیں جن کا تعلق عمل سے نہ ہو قرآن کریم ان کو کھینچ کر پھر عمل کی طرف موڑ دیتا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اے نبیؐ وہ لوگ آپ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں (یعنی وہ کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے) اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ وہ (چاند) لوگوں کو وقت اور حج کے متعلق بتانے کا ذریعہ ہے۔ ملاحظہ کیجئے لوگوں نے چاند کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیا ہے کبھی کھجور کی شاخ کی طرح باریک ہو جاتا ہے کبھی موٹا اور کبھی غائب ہو جاتا ہے اس میں حج یا ماہ وسال کا سوال نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا رخ عمل کی طرف موڑ کر فرمایا کہ وہ چاند کیسا ہے اس کی منزلیں کیا ہیں یہ ہر شخص کے غور کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ نے چاند کو کس مقصد کے لئے بنایا ہے۔ بنی اسرائیل جن کو اللہ نے اپنی لاتعداد نعمتوں سے نوازا تھا ان کی بے عملی اور بربادی کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ بے تکے سوالات اور بحثوں میں الجھے رہتے تھے۔ طرح طرح کے سوالات کرنا، بات بات پر جھگڑنا ان کا مزاج بن چکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندگی بھر سوالات ہی کرتے رہے اور جب عمل کا وقت آتا تو وہ بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے آپ کے فیض تربیت سے یہ بات سیکھ لی تھی کہ بے تکے سوالات کرنا اپنی زندگی کو برباد کرنا ہے چنانچہ تمام امتوں میں سب سے کم سوالات نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے نقل کئے گئے ہیں کیونکہ جو کام کرتا ہے عمل کرتا ہے اس کو سوال کرنے کی فرصت کہاں ہوتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت یہود و نصاریٰ نے آپ کی مخالفت اور دشمنی کی انتہا کر دی تھی اور ہر وقت اس سازش میں لگے رہتے تھے کہ کس طرح اہل ایمان کو بھی بے عملی کی راہوں پر ڈال دیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا کچھ شریر قسم کے یہودیوں نے آپ کو روک کر پوچھا کہ اے محمدؐ! یہ روح کیا چیز ہے؟ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی اس کیفیت کو محسوس کیا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے چنانچہ آپ نے ان یہودیوں کے سامنے اس آیت کو پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبیؐ! یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح امر رب ہے اور تمہیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان

یہودیوں کی شرارت اور سوال کا رخ کس طرح دوسری طرف پھیر دیا کہ انسان کو بہت کم علم دیا گیا ہے یعنی وہ صرف اسی بات کو سمجھ سکتا ہے جو اس کے احاطہ علم میں آسکتا ہے لیکن جو اس کے بس سے باہر ہے وہ اس کو کیسے سمجھ سکتا ہے دوسرے یہ کہ ان بحثوں میں پڑنے سے کیا فائدہ جس کا تعلق عمل سے نہ ہو۔ اس گتھی کو سلجھانے میں پوری زندگی گذارنے سے بہتر ہے کہ اپنی کم علمی اور جہالت کا اعتراف کر کے حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے۔

میں اس موقع پر اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی علم و تحقیق کا تعلق اس سے ہوتا کہ کسی گتھی کو سلجھانے میں غور و فکر کیا جائے کوئی عمل کی بہتر راہ میسر آسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسی بحثیں چھیڑنا جو صرف کام و دھن کی لذت کے لئے ہوں وہ بری راہیں ہیں لیکن اگر علم و تحقیق کے لئے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا چاہئے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آجکل کچھ لوگوں کا مشغلہ یہ ہے کہ ان کا زور خطابت صرف اس پر ختم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نور تھے یا بشر؟ عالم الغیب تھے یا نہیں؟ مردے ہماری بات اور فریاد کو سنتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ؟ غور کیجئے کیا حضور اکرم ﷺ اسی لئے تشریف لائے تھے کہ ان کی سیرت پاک ان کی مبارک زندگی جو ساری کائنات کے لئے قیامت تک کیلئے نمونہ عمل ہے اور نمونہ زندگی ہے اس کو تو نظر انداز کر دیا جائے اور صرف پوری زندگی اسی بحث میں گذار دی جائے کو وہ نور تھے یا بشر یہ تو یہود و نصاریٰ کا مزاج تھا جس پر چل کر وہ قوم تباہ و برباد ہوگئی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا تو اتنا فرمایا گیا کہ روح امر رب ہے یعنی اللہ کی مخلوق ہے لیکن عام مخلوق جیسی نہیں ہے بلکہ اس کے حکم "کن" کے نتیجہ میں یہ "امر رب" وجود میں آیا ہے چونکہ انسان کا علم بہت محدود اور قلیل ہے اس لئے صرف اتنا سمجھنا کافی ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے حکم سے پیدا کیا ہے اور وہی اس کی حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ
لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَكِیۡلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ
كَانَ عَلَیۡكَ كَبِیۡرًا ﴿۸۷﴾ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی
اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ
لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا لِلنَّاسِ فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ
مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤی اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿۸۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۶ تا ۸۹

(اے نبی ﷺ) اگر ہم چاہیں تو ہم نے آپ پر جتنی بھی وحی بھیجی ہے اس کو سلب کرلیں پھر ہمارے مقابلے میں آپ کسی کو حمایتی بھی نہ پائیں گے۔ سوائے اس کے کہ آپ کا رب (آپ پر) رحمت فرمادے۔ بے شک آپ کے اوپر اس کا بہت بڑا فضل وکرم ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات مل کر بھی اس قرآن جیسا لے کر آنا چاہیں تو وہ اس جیسا نہ لاسکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔ یقینا ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی (مثالوں) سے سمجھایا ہے مگر اکثر لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۶ تا ۸۹

لَئِنْ — البتہ۔ اگر۔

شِئْنَا — ہم نے چاہا۔

لَنَذْهَبَنَّ — البتہ ہم چاہیں گے۔ (لے جائیں گے)۔

اَوْحَيْنَا — ہم نے وحی کی۔

كَبِيْرٌ — بڑا

اِجْتَمَعَتْ — جمع ہوگئی۔

اَنْ يَّاْتُوْا — یہ کہ وہ لے آئیں۔

لَايَاْتُوْنَ — وہ لا نہ سکیں گے۔

ظَهِيْرٌ — مددگار۔

اَبٰى — انکار کردیا۔

تشریح: آیت نمبر ۸۶ تا ۸۹

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے قرآن جیسی کتاب وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ پر نازل فرمائی جس میں تمام انبیاء کرام کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ موجود ہے۔ اس کتاب ہدایت پر عمل کرنے سے ایک نئی روحانی اور دنیاوی زندگی حاصل کرنا انسانی سعادت ہے۔ لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اس کے انکار پر جم کر بیٹھ جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ان دشمنان اسلام سے فرمایا جارہا ہے جنہوں نے قرآن کی ابدی تعلیمات سے منہ موڑ کر اور ناقدری کر کے اپنے آپ کو دنیاوی اور آخرت کی ہر بھلائی سے محروم کرلیا ہے۔ فرمایا کہ ان کی ناقدری کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ زندگی کی راہوں میں بھٹکنے اور کفر و شرک پر قائم رہنے والوں کو بھٹکنے کے لئے اسی طرح چھوڑ دیا جاتا اور اس قرآن کو سلب کرلیا جاتا لیکن نبی کریم ﷺ پر اللہ کا یہ خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس نے دنیا کو اس کتاب ہدایت سے محروم نہیں فرمایا بلکہ منکرین کی تمام تر حماقت و جہالت کے باوجود اللہ نے اس کی تعلیمات کو مکمل فرمایا۔ قرآن کریم ایک معجزہ ہے جس کے سامنے تمام دنیا کے انسان اور جنات تک اس قرآن جیسا لانے پر قدرت نہیں رکھتے۔ سامنے کی بات ہے کہ عرب کے کفار جو اپنی زبان دانی پر فخر و غرور میں ساری دنیا کو عجمی یعنی گونگا کہا کرتے تھے جب قرآن کریم نازل ہوا تو یہ سارے لوگ قرآن کے سامنے گونگے بن کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی پانچ سورتوں سورۃ بقرہ، سورۃ یونس، سورہ ہود، سورہ بنی اسرائیل اور سورہ طور میں اس بات کا چیلنج کیا ہے کہ اللہ کے سوا کائنات میں جتنے بھی لوگ ہیں یا جنات ہیں وہ سب مل کر بھی اس قرآن جیسا بنا کر نہیں لا سکتے۔ ایسی ہدایت کی قدر نہ کرنا اور ناشکری اور ناقدری کا طریقہ اختیار کرنا سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے۔

کفار مکہ طرح طرح کے سوالات کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے اس قرآن کو خود ہی گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی زبان پر ناز کرنے والے۔ جنات جن کو وہ غیبی طاقتوں کا پیکر سمجھتے تھے وہ سب مل کر بھی قرآن جیسی کتاب نہیں لا سکتے تو وہ نبی کریم ﷺ جنہوں نے ان کفار کے درمیان پوری زندگی گذاری ہے ہر شخص جانتا تھا کہ آپ نے کبھی کسی قسم کی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ آپ "امی" لقب ہیں۔ پھر وہ کام جو ساری دنیا مل کر نہیں کرسکتی ایک نبی امی کیسے کر سکتے ہیں۔

حقیقتاً ان کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں کہ اتنی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے اور اپنی ضد ہٹ دھرمی، فخر و غرور میں ایک سچائی کا انکار کر کے اللہ کی رحمت سے محروم ہو گئے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کی دو سب سے بڑی نعمتیں ہیں ایک تو قرآن کریم اور دوسری نعمت نبی مکرم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی۔ چونکہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا اتنا زیادہ فضل و کرم ہے کہ اس نے کفار و مشرکین کی مخالفت اور ناقدری کے باوجود اس قرآن کو آپ کے قلب مبارک پر جمع فرمایا اور اس کی وضاحت کے ذریعہ ساری انسانیت کو راہ ہدایت عطا فرما دی۔ اور بھٹکنے سے بچا لیا۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ
حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ
نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ
كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾
اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ
لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ
كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾

ع ۱۰ ۹ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

وہ کہتے ہیں کہ (اے نبی ﷺ) ہم آپ کی بات کو اس وقت تک ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کر دیں۔ یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ ہو جس میں آپ نہریں بہا دیں۔ یا آپ اپنے گمان کے مطابق آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دیں۔ یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ یا آپ کے لئے سونے کا بنا ہوا ایسا گھر ہو جس میں آپ چڑھ جائیں۔ اور ہم آپ پر اس وقت تک یقین نہ کریں گے جب تک ہمارے سامنے ایک ایسی کتاب نہ لے آئیں جسے ہم پڑھیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے میرا رب پاک بے عیب ہے۔ میں کون ہوں؟ سوائے ایک پیغام لانے والے بشر کے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

تَفْجُرُ تو بہادے۔ جاری کردے۔

یَنْبُوْعٌ چشمہ۔

نَخِیْلٌ کھجور کا درخت۔

عِنَبٌ انگور۔

تُسْقِطُ تو گراتا ہے۔

زَعَمْتَ تو نے گمان کیا۔

کِسَفٌ ٹکڑے ٹکڑے۔

قَبِیْلٌ سامنے۔

بَیْتٌ گھر۔

زُخْرُفٌ سونا۔ سنہرا۔

تَرْقٰی تو چڑھ گیا۔

رُقِیٌّ چڑھنا۔

نَقْرَؤُہٗ جس کو ہم پڑھیں گے۔

بَشَرٌ انسان

تشریح: آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے بے جا مطالبات اور معجزات کی فرمائش پر ہمیشہ یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی طاقت و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ چاہے تو ان کفار کی ہر فرمائش کو پورا کر دے لیکن یہ باتیں اللہ کی مصلحت کے خلاف ہیں۔ ان آیات میں بھی کفار و

مشرکین کی ان ہی باتوں کونقل کیا گیا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ سے یہ کہتے تھے کہ اے محمدؐ! ہم آپ کو اس وقت تک نبی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں جب تک آپ (۱) ہمارے سامنے زمین کو پھاڑ کر اس میں سے ابلتے پانی کا چشمہ جاری نہ کر دیں (۲) یا آپ کے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ ہو جس میں آپ پانی بہادیں۔ (۳) کبھی کہتے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کے مطابق آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہم پر گرا دو۔ (۴) ان کا مطالبہ ہوتا کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کر دو۔ (۵) تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور وہاں سے کوئی ایسی کتاب لکھی ہوئی لے آؤ جسے ہم پڑھ سکیں۔

جب ایک تسلسل کے ساتھ کفار مکہ یہ باتیں کہتے تو نبی کریم ﷺ رنجیدہ ہو جاتے اور وحی کا انتظار فرماتے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جس طرح تمام نبی اللہ کے بندے اور بشر تھے ایسے ہی میں بھی ہوں کسی بشر کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے معجزات دکھا دے۔ نہ یہ اس کی شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے لوگوں کی ان بچکانہ فرمائشوں کی درخواست کرے۔ انبیاء کرام دنیا میں اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچا کر ان کی اصلاح کر دیں اور جس راستہ سے وہ بھٹک گئے ہیں ان کو صراط مستقیم پر چلا دیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے واضح الفاظ میں کہہ دیجئے کہ میں ایک بشر ہوں اور اللہ کے حکم سے اپنا فرض رسالت ادا کرتا رہوں گا۔ معجزات دکھانا یا نہ دکھانا یہ اللہ کی حکمت و مصلحت ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے۔

اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ رسول کا کام صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں آئے اور اللہ کا پیغام سنا کر واپس چلا جائے بلکہ پیغمبر کا کام ہے کہ پیغام الٰہی کے مطابق انسانی زندگی کی اصلاح کرے۔ وہ خود اپنی زندگی کو ایک مثال اور نمونہ بنا کر پیش کرے تا کہ اس کے مخاطب اور آنے والی نسلیں اس سے فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطابق عمل کر سکیں۔ اگر اللہ کے کلام کے ساتھ کسی نبی کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کے لئے فرشتے ہی کافی تھے جو اس دنیا میں آتے اور نہایت دیانت داری سے اللہ کا پیغام پہنچا کر چلے جاتے۔ اس کے برخلاف چونکہ نبی بشر ہوتے ہیں اس لئے ان پر ایسی کیفیات طاری کی جاتی ہیں جو ان کی امت کے لئے نمونہ عمل بن جاتی ہیں۔ یہ کام فرشتے کرتے تو بات صرف پیغام پہنچانے کی حد تک رہتی ان کی زندگی پر نہ بشری کیفیات آتیں اور نہ ان کی زندگی انسانوں کے لئے کوئی اسوہ یا نمونہ بنتی۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ
الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي
الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ
مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

ہدایت کے آجانے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے سے اس چیز کے سوا کسی نے نہیں روکا کہ وہ کہتے ہیں کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے اگر زمین میں اطمینان اور سکون سے فرشتے چل پھر رہے ہوتے تو ہم آسمان سے کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر ضرور بھیجتے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک اللہ کی گواہی کافی ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

مَامَنَعَ نہیں منع کیا۔ نہیں روکا۔

اَبَعَثَ کیا بھیجا ہے؟۔

يَمْشُوْنَ وہ چلتے ہیں۔

مُطْمَئِنِّيْنَ اطمینان سے رہنے والے۔

مَلَكٌ فرشتہ

كَفٰى کافی ہے۔

شَهِيْدٌ گواہ۔

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۹۶

گذشتہ آیات کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کفار مکہ کو جس بات نے ایمان عمل صالح اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے سے روک رکھا ہے ان کا یہ خیال ہے کہ اگر اللہ کو ہماری ہدایت کے لئے کسی کو بھیجنا تھا تو ایک بشر کو کیوں بھیجا کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیج دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر روئے زمین پر فرشتے ہی ہوتے تو ممکن تھا ان کو اگر ہدایت کی ضرورت ہوتی تو وہ کسی فرشتے کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجتا۔ جب اس روئے زمین پر انسان رہتے ہیں تو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے اس میں نہ تو کسی تعجب اور حیرت کی ضرورت ہے اور نہ عقل سلیم ہی اس کی اجازت دیتی ہے۔ فرمایا گیا کہ اگر ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے کسی فرشتے کو بھی بھیجتے تو وہ انسانی شکل ہی میں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ عمل کی راہوں سے بھاگتے ہیں ان کو باتیں بنانے کے لئے کسی موضوع کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ ان کفار و مشرکین کی عقل و سمجھ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اس لئے وہ فضول باتیں کر کے اپنے آپ کو مطمئن کرتے رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ پر اعتراض کر کے اپنی قابلیت کا سکہ اپنے آس پاس کے لوگوں پر جمانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کے اعتراضات اور سوالات کے جواب میں صرف اتنا کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف اللہ ہی گواہی کے لئے کافی ہے جس نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے وہ اپنے بندوں کی ہر ایک حالت کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔ اگر اس قدر واضح اور سچی بات کے بعد بھی وہ لوگ اپنی ضد، ہٹ دھرمی پر جمے رہتے ہیں تو یہ ان کی بدنصیبی ہے۔

وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ۚ وَمَنۡ
يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِهٖ‌ ؕ وَنَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ
عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡيًا وَّبُكۡمًا وَّصُمًّا‌ ؕ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ ؕ كُلَّمَا خَبَتۡ
زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوۡۤا
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿٩٨﴾
اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ قَادِرٌ عَلٰۤى
اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ وَجَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ
اِلَّا كُفُوۡرًا ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّىۡۤ اِذًا
لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ‌ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿١٠٠﴾

النصف

ع ١١ / ٧ / ١١

ترجمہ: آیت نمبر ٩٧ تا ١٠٠

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے پس وہ اس (اللہ) کے سوا کسی کو مددگار نہ پائے گا۔ ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ کھینچ کر لے آئیں گے۔ اندھے، گونگے اور بہروں کی طرح ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب کبھی اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ یہ اس چیز کا بدلہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تب ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کو پیدا نہیں کر سکتا؟ اس نے ان کے حشر کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں شک نہیں ہے۔ پھر وہ ظلم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے پروردگار کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم خرچ ہونے کے خوف سے

روک کر رکھ لیتے۔ واقعی انسان بہت تنگ دل واقع ہوا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

نَحْشُرُ ہم جمع کریں گے۔
وُجُوْہٌ چہرے۔
عُمْیٌ اندھے۔
بُکْمٌ گونگے۔
صُمٌّ بہرے۔
خَبَتْ بجھے گی (بجھ گئی)۔
سَعِیْرٌ بھڑکانا۔

تشریح: آیت نمبر ۹۷ تا ۱۰۰

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو نہ تو بھٹکتے دیر لگتی ہے اور نہ ہدایت حاصل کرنے میں۔ صرف اللہ کی توفیق اور دستگیری سے انسان راہ حق پر چل کر منزل مراد تک پہنچتا ہے۔ اللہ کا نظام یہ ہے کہ ہدایت صرف اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے لیکن جو شخص ایک دفعہ راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے تو اگر اللہ اس کی دستگیری نہ فرمائیں تو پھر ہدایت پر آنے کے لئے کوئی اس کا مددگار نہیں بنتا اور نہ اس کے کام آتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو راہ ہدایت سے بھٹک گئے ہیں وہ قیامت کے دن اندھے، بہرے اور گونگوں کی طرح سے آئیں گے جن کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا ایسی جہنم کہ اس کی آگ جب بھی بجھنے لگے گی اور اس کی تپش اور گرمی میں کمی آنے لگے گی تو اس کو پھر سے بھڑکا دیا جائے گا۔ اور اس جہنم سے وہ کسی طرح باہر نہ نکل سکیں گے۔ یہ درحقیقت ان کی سخت ترین سزا ہوگی کیونکہ ان کا ذہن اور عقیدہ یہ بن گیا تھا کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہم ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر بکھر جائیں گے تو ہمارے یہ جسمانی اجزاء دوبارہ کیسے آپس میں مل جائیں گے اور ہم دوبارہ کیسے پیدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے فرمایا کہ وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین میں ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے جس نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی اپنی قدرت کاملہ سے ان کو دوبارہ بھی پیدا کرے گا یہ اس کے لئے کوئی بھی مشکل یا ناممکن کام نہیں ہے۔ فرمایا کہ یہ انسان کا ناشکرا پن اور اس کے ذہن کی تنگی کی بات ہے کہ وہ اپنے وجود پر شکر کرنے کے بجائے طرح طرح کی بحثوں میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں تنگ دلی کا انداز اختیار کرتا ہے اور اس کے احسانات کو بھول جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اس اللہ نے تمہاری ناشکریوں اور ناقدریوں کے باوجود ہر طرح کی نعمتوں سے تمہیں نواز رکھا ہے وہ تمہاری نافرمانیوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تم اس سے جو بھی مانگتے ہو وہ عطا کرتا ہے۔ وہ اس میں کبھی کمی نہیں کرتا وہ دونوں ہاتھوں سے لٹاتا ہے لیکن اگر یہ مال و دولت کے خزانے انسانوں کے ہاتھوں میں ہوتے تو وہ دوسروں کو بھوکا مار دیتے کیونکہ انسان بڑا ہی تنگ دل واقع ہوا ہے۔ جب وہ اپنی تنگ دلی پر رب کو قیاس کرنے لگتا ہے تو یہ اس کے بھٹکنے کی پہلی علامت ہوتی ہے۔ انسان تنگ دل، کنجوس اور خود غرض ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف تمام انسانوں کا پروردگار ہر انسان کو خواہ وہ شکر گذار ہے یا نافرمان ہر ایک کو رزق اور زندگی کی سہولتیں عطا کرتا رہتا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ
فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ
مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ
يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿١٠٢﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ
وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿١٠٣﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اسْكُنُوا
الْاَرْضَ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿١٠٤﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ
وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ
لِتَقْرَاَهٗ عَلَي النَّاسِ عَلٰي مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ
اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ
يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ
وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ
وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿١٠٩﴾ السجدة

السجدة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۹

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کھلی ہوئی واضح نو عدد نشانیاں (معجزات) عطا کی تھیں آپ ﷺ بنی اسرئیل سے پوچھئے کہ جب موسیٰؑ آئے تو فرعون نے کیا کہا تھا۔ (اس نے کہا تھا کہ) اے موسیٰؑ میرا گمان یہ ہے کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (موسیٰؑ نے) کہا تو اچھی طرح جانتا ہے کہ ان نشانیوں کو بصیرت اور نصیحت کے لئے آسمانوں اور زمین کے رب نے نازل کیا ہے۔ اور اے فرعون میرا خیال یہ ہے کہ تو ہلاک و برباد ہو جانے والوں میں سے ہے۔ پھر جب فرعون نے ان کو زمین سے اکھاڑنے (مصر سے نکالنے) کا ارادہ کیا تو ہم نے اس کو (فرعون کو) اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ پھر اس کے بعد ہم نے بنی اسرئیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو بسو لیکن جب آخرت کے وعدے کا وقت پورا ہو جائے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔ اس قرآن کو ہم نے حق اور سچائی کے ساتھ ہی نازل کیا ہے۔ اور ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ آپ خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں۔ اور ہم نے اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنائیں اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جن لوگوں کو پہلے سے علم دیا گیا ہے انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک اور بے عیب ہے اس کا وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے گر پڑتے ہیں اور اسے سن کر ان میں عاجزی وانکساری اور بڑھ جاتی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۹

تِسْعٌ — نو۔

اِسْئَلْ — پوچھیے۔

مَسْحُوْرٌ — جادو کیا گیا۔ سحر زدہ۔

بَصَائِرُ — سمجھ بوجھ کی باتیں۔

مَثۡبُوۡرٌ	تباہ کیا جانے والا۔
اُسۡکُنُوۡا	آباد ہو جاؤ۔ رہو سہو۔
لَفِیۡفٌ	سمیٹ کر۔
فَرَقۡنَا	ہم نے جدا کیا۔
مُکۡثٌ	ٹھہر ٹھہر کر۔
تَنۡزِیۡلٌ	آہستہ آہستہ اتارنا۔
اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ	علم دیا گیا۔
یُتۡلٰی	پڑھا گیا۔
یَخِرُّوۡنَ	وہ گر پڑتے ہیں۔
اَذۡقَانٌ	تھوڑیاں۔
یَبۡکُوۡنَ	وہ روتے ہیں۔
خُشُوۡعٌ	خشوع۔ عاجزی وانکساری۔

تشریح: آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۹

انبیاء کرامؑ کو معجزات اس لئے دیئے جاتے ہیں تا کہ ان کو دیکھ کر کفار اپنے کفر سے توبہ کرلیں اور اسلام کی سچائیوں کو قبول کرلیں۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ایسے نو معجزات عطا کئے تھے جن کو دیکھ کر بنی اسرائیل اور فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ایمان قبول کرلینا چاہیے تھا مگر انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ان معجزات کا انکار کیا اس کے برخلاف جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے معجزات دیکھ کر ایمان قبول کرلیا تھا اللہ نے ان کو نجات عطا فرمادی۔ اور فرعون اور اس کے ساتھی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ان کو عبرت ناک سزا دی گئی۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں کو پانی میں غرق کردیا گیا۔

جب حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے دین کی طرف دعوت دی تو انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو جادو قرار دے کر ملک کے تمام نامی گرامی جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں لا کر کھڑا کردیا۔ لیکن وہی جادوگر جو انعام واکرام کے لالچ میں اپنے جادو کے کمالات دکھا رہے تھے جب انہوں نے عصائے موسیٰؑ کے معجزے کو دیکھا تو انہوں نے

فرعون کے بھرے دربار میں اپنے ایمان کا اعلان فرمادیا۔ جب فرعون نے اس نافرمانی کے انجام سے ڈرایا تو وہ ڈٹ گئے اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اے فرعون ہم نے اسلام قبول کرلیا اب اس کا انجام کچھ بھی ہو۔

حضرت موسیٰؑ نے بھرے دربار میں ایک مرتبہ پھر فرعون کو للکارا اور کہا کہ اگر تو نے ان معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان قبول نہ کیا تو تیرا انجام بہت ہی زیادہ خراب ہونے والا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی اس دعوت کو ہنسی مذاق میں اڑا دیا اور پھر سے اپنی سازشوں میں لگ گیا اور حضرت موسیٰؑ کو شکست دینے کے طریقوں میں غرق ہوگیا۔ وہ نو معجزات جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ید بیضا (۲) عصا

(۳) طوفان (۴) ٹڈیوں کا عذاب

(۵) مینڈکوں کا عذاب (۶) جوؤں کا عذاب

(۷) خون کا عذاب (۸) ثمرات کی کمی

(۹) چچڑیوں کا پیدا ہونا (سورۃ اعراف)

ترمذی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ یہود نے آپ سے پوچھا کہ وہ نو معجزات کیا تھے؟ فرمایا وہ نو احکامات ہیں

(۱) شرک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو

(۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق خون نہ بہاؤ

(۵) جادو نہ کرو (۶) سود مت کھاؤ

(۷) بے گناہ کو نہ پکڑواؤ کہ حاکم اس کو قتل کردے (۸) پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ

(۹) جہاد سے نہ بھاگو۔

فرمایا کہ یہ نو احکامات تھے لیکن یہودیوں کے لئے ایک مخصوص حکم تھا کہ تم ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھو۔ اہل یہود نے آپ کی اس بات کی تصدیق کی۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو نو نشانیاں دیں اور نو ہی احکامات بھی دیئے۔ جب فرعون اور آل فرعون نے مسلسل نافرمانی کی اور حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہ لائے تو اللہ نے فرعون کو غرق کردیا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلا کر فرعونیوں کی بستیوں میں ان کو آباد کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے قوم بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ وہ فرعون کی طرح نافرمانی اختیار نہ کریں کیونکہ اللہ کو نافرمانی کسی کی بھی پسند نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر تم نے بھی گذشتہ لوگوں کی طرح کفر وشرک اور نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا تو پھر اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو اس سرزمین پر آباد کر کے نصیحت فرمائی کہ تم اس سرزمین پر رہو، کھاؤ، پیو، بسو لیکن جب آخرت کا فیصلہ آجائے گا تو اللہ اس پوری کائنات کو سمیٹ

کر رکھ دے گا۔

فرعون اور آل فرعون کی بات کرنے کے بعد کلام کا رخ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اوپر ایمان والوں کی طرف پھیر کر فرمایا کہ اللہ نے جس چیز کے کرنے اور جس چیز کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو اسی طرح کیا جائے اور فرمایا کہ اے نبی ﷺ اس کی تعلیمات سے آپ اپنی امت کو اچھی طرح آگاہ کر دیجئے۔ آپ کا کام خوش خبری دینا بھی ہے اور برائیوں کے برے انجام سے ڈرانا بھی ہے۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ پر اس قرآن کو آہستہ آہستہ نازل کیا گیا ہے آپ بھی اس قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اس کے آداب کا خیال رکھیئے اور اس کو آہستہ آہستہ تلاوت فرمایئے تاکہ یہ قرآن دلوں میں اترتا چلا جائے۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ سب کو بتا دیجئے کہ جس اللہ نے یہ کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہے لیکن اگر تم نے اس کی اطاعت نہ کی تو اس سچائی کی روشنی میں ذرا بھی کمی نہ آسکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قوموں کے ایک اچھے طرز عمل کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا کلام تلاوت کیا جاتا تھا تو اللہ کے احکامات کی عظمت کے سامنے ان کی گردنیں جھک جایا کرتی تھیں اور ان کی زبان پر یہی بات آتی تھی کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی ذات پاک بے عیب ہے یقیناً آپ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور اس طرح وہ اپنی ٹھوڑیاں جھکا کر نہایت ادب واحترام سے اللہ کی طرف روتے گڑگڑاتے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے تھے اور وہ اسلام کی سچائی کو دل سے قبول کرتے تھے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝

ع ۱۱/۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۱

(اے نبی ﷺ) ان سے کہیئے کہ تم اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمٰن (کہہ کر) جس نام سے بھی پکارو گے اس کے سب سے اچھے نام ہیں۔ اپنی نماز میں نہ تو بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ ہی بہت پست آواز سے بلکہ ان کے درمیان کا (اعتدال کا) راستہ تلاش کرو۔

آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور

نہ ہی اس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے۔ نہ وہ اتنا عاجز ہے کہ اس کو کسی مددگار کی ضرورت ہو
اس کی خوب اچھی طرح بڑائیاں (عظمتیں) بیان کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۱

اُدْعُوْا	پکارو۔ بلاؤ۔
اَیَّامٌ	دن۔
لَاتَجْھَرْ	نہ بلند کر۔
لَاتُخَافِتْ	نہ پست کر۔
اِبْتَغِ	تلاش کر۔
وَلِیٌّ	مددگار۔
اَلذُّلُّ	عاجزی۔ کمزوری۔
کَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا	اس کی عظمت خوب بیان کرو۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۱

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اسے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر دونوں اللہ ہی کے نام ہیں اور اللہ کے جتنے بھی نام ہیں وہ سب کے سب بہترین نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام تو صرف اللہ ہے باقی اس کے صفاتی نام ہیں، رحمٰن، رحیم، قادر، خالق، رازق وغیرہ یہ اللہ کے بہترین صفاتی نام ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ (روایت حضرت ابوھریرہؓ)

کفار مکہ اللہ کے نام سے واقف تھے لیکن جب ''رحمٰن'' کا صفاتی نام بتایا گیا تو انہوں نے سوال کیا کہ یہ رحمٰن کون ہے کیا

ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال ہی کے جواب میں فرمایا کہ اللہ اور رحمٰن دونوں اللہ کے نام ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اللہ کے لفظ سے واقف تھے اور اسی کو خالق سمجھتے تھے مگر یہودی حضرت عذیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا کہتے تھے جس کی قرآن کریم نے تردید کر کے بتایا ہے کہ یہ دونوں اللہ کے بندے اور رسول تھے یہ اللہ کے بیٹے نہ تھے کیونکہ اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے اس کو اپنی سلطنت چلانے کے لئے بیٹا، بیٹی اور بیوی کی ضرورت نہیں ہے نہ وہ کسی سہارے کا محتاج ہے وہ کائنات کی تمام عظمتوں کا مستحق ہے۔

دوسری بات نبی کریم ﷺ کو بتائی جا رہی ہے کہ اے نبیؐ! آپ نہ تو اتنے آہستہ اللہ کا نام لیجئے کہ کسی کو سنائی ہی نہ دے اور نہ اتنی زور سے پکاریئے جو کہ دوسروں کے کان اس کو محض ایک شور سمجھیں بلکہ راہ اعتدال سب سے اچھی بات ہے۔

سورۃ الاسراء کی اس آخری آیت سے متعلق علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس آیت کی عظمت کو بیان فرماتے تھے اور گھر کے تمام چھوٹے بڑوں کو سکھاتے تھے آپ نے اس آیت کا نام ''آیت العزت'' یعنی عزت و عظمت والی آیت رکھا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس گھر میں یہ آیت پڑھی جائے گی اس گھر میں کبھی کوئی آفت یا چوری نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الحمدللہ آج سورۃ الاسراء کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۵ تا ۱۶

• سبحٰن الذی • قال الم

سورۃ نمبر ۱۸

اَلْکَہْف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الکھف

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	18
رکوع	12
آیات	110
الفاظ وکلمات	1201
حروف	6620

کہف۔ وسیع، کشادہ پہاڑی نما غار کو کہتے ہیں۔
اس سورۃ میں دین کی سربلندی اور ایمان کی حفاظت کے لیے ان چند پرخلوص نوجوانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہوں نے شہری زندگی کی ہر راحت اور آرام کے مقابلے میں پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لے لی تھی۔ اللہ نے ان پر ایک ایسی طویل نیند طاری کردی کہ وہ تین سونو (309) سال تک اسی جگہ پڑے سوتے رہے جب وہ اٹھے تو انہیں ایسا لگا جیسے وہ ایک دن یا آدھے دن پڑے سوتے رہے ہیں۔

کفار مکہ نے یہودیوں کے کہنے پر نبی کریم ﷺ سے چند ایسے واقعات کے متعلق پوچھا جس سے عام طور پر عرب کے لوگ ناواقف تھے۔ کفار مکہ اور یہودی یہ سمجھ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ان سوالوں کا جواب نہ دے سکیں گے لہٰذا ہمیں ان کو جھٹلانے اور مذاق اڑانے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام سوالوں کے ایسے بھرپور جوابات دیئے کہ دشمنان اسلام حیران و پریشان رہ گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار مکہ کے ظلم وستم، بربریت اور معاشی بائیکاٹ کی انتہا ہو چکی تھی۔ کفار مکہ کے سوالات اور مکہ کے سنگین حالات میں سورۃ الکھف نازل کی گئی تاکہ کفار کے منہ بند ہو جائیں اور اہل ایمان کو تسلی اور تشفی مل جائے۔

اصحاب کہف کون تھے؟ کیا تھے؟ ان کی تعداد کتنی تھی؟ اور کن حالات میں یہ واقعات پیش آئے؟ اس کی تفصیل کو چھوڑ کر مختصر انداز میں اصحاب کہف کے جذبہ ایمانی اور ایثار و قربانی پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ چند ایسے مخلص نوجوان تھے جنہوں نے شہری زندگی، گھر کے راحت و آرام اور خود اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر پہاڑوں کے غاروں کو اپنا مسکن بنا لیا تھا تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔ اللہ نے ان کے اس جذبے کو قبول فرماتے ہوئے انہیں عزت و سربلندی کے اس مقام تک پہنچا دیا جس پر انسانیت ناز کر سکتی ہے۔ ان کی صحبت کو اتنا عظیم قرار دیا کہ ان کے ساتھ لگ کر آنے والے کتے کو بھی شرف انسانیت سے نوازنے کا فیصلہ فرمایا گیا۔ یہی کتا جب کل قیامت میں اٹھایا جائے گا تو اس کو انسانی شرف سے نوازا جائے گا۔

قرآن کریم، احادیث اور تاریخی اعتبار سے اس واقعہ کی تفصیل جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ شہر افسوس میں رومی شہنشاہ دقیانوس نے اہل ایمان کو مٹانے کا طریقہ یہ اپنا رکھا تھا کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے زبردستی سجدہ کراتا

اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اپنی اس کائنات کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے۔ ہر کام کی مصلحت کیا ہے؟ ضروری نہیں کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکے۔ اسی لیے اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص کو یقین ہو جائے کہ یہاں ہر بات کے پیچھے ایک مصلحت کام کر رہی ہے۔

تھا اگر کوئی اس سے انکار کرتا تو اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اسی زمانے میں چند ایسے نوجوان یا نوجوان شہزادے جذبہ ایمانی کے پیکر بھی تھے جنہوں نے نہایت جرات و ہمت سے ظالم بادشاہ کے بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے بھرے دربار میں صاف انکار کر دیا۔ یہ اتنی بڑی گستاخی تھی کہ اس پر ان نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا لیکن نوجوان بچے سمجھ کر ان کو چند دنوں کی مہلت دے کر کہا گیا کہ وہ اچھی طرح غور کر لیں اور اپنے انجام کی فکر کر لیں مگر ان نوجوانوں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ غیر اللہ کے سامنے سجدہ نہیں کریں گے۔

کفار مکہ نے یہودیوں کے کہنے پر نبی کریم ﷺ سے چند سوالات کیے جس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ ذوالقرنین کون تھے؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ ایک نیک انسان تھے جو لوگوں کی خدمت کرنے کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور اتنے بڑے بادشاہ ہونے کے باوجود ان میں غرور و تکبر نہ تھا۔

یہ نوجوان ایک ایک کر کے پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔ ان میں سے ایک شخص کے ساتھ ایک کتا بھی تھا یہ سب نوجوان جو ایک دوسرے سے ناواقف تھے جب کچھ دیر بعد آپس میں تعارف ہوا تو انہیں یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں یعنی سب کا ایک ہی ایمانی جذبہ ہے۔ سب نے مل کر طے کر لیا کہ وہ ان پہاڑوں میں بھوکے پیاسے مر جائیں گے لیکن بادشاہ کے گھڑے ہوئے بتوں اور اس کے ظلم و ستم کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔ ان سب نے اللہ کی بارگاہ میں راہ ہدایت پر قائم رہنے کی دعا بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانوں کے جذبہ ایمانی کی قدر کرتے ہوئے ان کی حفاظت کا انتظام فرما دیا۔ ان سب پر ایک ایسی نیند طاری فرما دی کہ وہ تین سو نو سال تک پڑے سوتے رہے۔ جب آنکھ کھلی تو وہ آپس میں ذکر کرنے لگے کہ ہم کتنے سوئے ہوں گے؟ سب نے کہا کہ ہم دن بھر یا آدھے دن تک سوتے رہے ہیں۔ اللہ کی عظیم قدرت کو دیکھیے کہ وہ تین سو نو سال تک پڑے سوتے رہے نہ ان کو بھوک لگی نہ پیاس۔ بیدار ہوتے ہی ان کو بھوک نے ستانا شروع کر دیا طے پایا کہ ان میں سے کوئی ایک آدمی نہایت خاموشی اور احتیاط سے شہر چلا جائے اور کچھ کھانے پینے کا سامان لے آئے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو اس طرح جانا کہ کسی کو شبہ بھی نہ ہو ورنہ وہ ظالم لوگ ہمیں یا تو قتل کر دیں گے یا اپنے راستے پر چلانے کی کوشش کریں گے۔ ادھر تین سو نو سال بعد ملک کے حالات بالکل تبدیل ہو چکے تھے دقیانوس ظالم بادشاہ کو مرے ہوئے برسوں گذر چکے تھے اور بت پرستوں کے بجائے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کی حکومت قائم تھی۔ چنانچہ اس نوجوان نے کسی جگہ سے کھانے پینے کا سامان خریدا اور اس کے عوض چند سکے دیئے۔ دوکاندار اس نوجوان کے حلیے اور صدیوں پرانے سکے دیکھ کر سوچنے لگا کہ یقیناً اس نوجوان کو کسی جگہ سے گڑا ہوا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ اس کو لے کر بازار آ گیا ہے۔ اس

دوکاندار نے حاکم شہر سے کہا۔ حاکم شہر نے اس نوجوان کو بادشاہ کے سامنے پیش کردیا بادشاہ نے اس کو یقین دلایا کہ وہ بالکل محفوظ ہے اور کفر وشرک کی حکومت مٹ چکی ہے بادشاہ کے جذبہ ایمانی کو دیکھ کر نوجوان نے سب کچھ بتادیا۔ بادشاہ جو حضرت عیسیٰؑ کے لائے ہوئے دین پر قائم تھا اسے تاریخی اعتبار سے یہ معلوم تھا کہ برسوں پہلے کچھ نوجوان اللہ کی رضاوخوشنودی کے لیے غائب ہوگئے تھے اور تلاش کرنے کے باوجود ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا تھا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ یقیناً یہی وہ نوجوان ہیں جن کی داستانیں پرانے زمانے کے لوگ سنایا کرتے تھے۔ نیز اس زمانے میں یہ بحث بھی ہورہی تھی کہ جب انسان مرجائے گا اس کے جسم کا ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو وہ جسم وجان کے ساتھ کس طرح دوبارہ پیدا ہوگا۔ اصحاب کہف کے اس واقعہ نے اس بحث کا خاتمہ بھی کردیا۔ بادشاہ نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ ہمیں بقیہ نوجوانوں کی بھی زیارت کرنی چاہیے چنانچہ بادشاہ، اس کے اہل خانہ، وزراء، درباری، اور ہزاروں عام شہری پہاڑ کے اس غار کی طرف روانہ ہوگئے جہاں اصحاب کہف ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ غار کے قریب پہنچے تو اصحاب کہف یہ سمجھ کر کہ شاید بادشاہ کو معلوم ہوگیا ہے اور وہ لوگ ان کو پکڑنے آرہے ہیں دوبارہ غاروں میں چھپ گئے۔ وہ نوجوان جو کھانا لینے گیا تھا وہ تلاش کرنے نکلا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود بھی کسی غار میں گم ہوگیا۔ علماء نے لکھا ہے کہ ان سب پر اللہ نے موت کو دوبارہ طاری فرمادیا ہوگا۔ اس طرح اللہ نے اصحاب کہف پر دوبارہ نیند کا پردہ ڈال کر ایسا رعب اور وحشت طاری کردی کہ پھر کوئی شخص وہاں رک نہ سکا۔

بادشاہ وقت اور لوگوں نے مشورے کے بعد ان غاروں کے پاس علامت کے طور پر ایک مسجد بنادی۔ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام کفار اور مشرکین اور خاص طور پر کفار مکہ کو اس حقیقت پر متوجہ کیا ہے کہ یہ چند نوجوان جو پہاڑی غاروں میں ہجرت کرنے کی وجہ سے ”اصحاب کہف“ کہلاتے ہیں اللہ نے ان کے تذکرے کو کس قدر عزت وعظمت کا مقام عطا فرمایا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور آخرت کی ابدی راحتیں ان کو کتنا سکون پہنچائیں گی اس کا تصور بھی مشکل ہے اگر یہ نوجوان بھی دنیا کی زیب وزینت، راحت وآرام اور دنیاوی لذتوں میں گم ہوجاتے تو آج صدیوں کے بعد ان کا ذکر خیر نہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رضاوخوشنودی کے لیے اس کی راہ میں جان ومال سے قربانیاں دینا، اپنے ایمان وعمل صالح پر قائم رہنا اور اللہ کے لیے اپنا سب کچھ لٹادینے کا جذبہ رکھنا حقیقی کامیابی ہے اور اسی میں دین ودنیا کی عظمتوں کا راز پوشیدہ ہے۔

سُوْرَةُ الْكَهْف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ
لَّهٗ عِوَجًا ۞ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞
مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۞ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًا ۞ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً
تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۞

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر اس کتاب کو نازل کیا ہے اور اس میں کوئی کمی یا ٹیڑھ پن نہیں ہے۔ ٹھیک ٹھیک اتاری ہے تا کہ اللہ کی طرف سے ایک سخت عذاب کا ڈر سنایا جائے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے بہترین اور اچھا بدلہ ہے جو ان کو دیا جائے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور تا کہ ان لوگوں کو بھی ڈرسنا دیا جائے جنہوں نے اللہ کا بیٹا تجویز کر رکھا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس یا ان کے باپ دادا کے پاس اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ وہ اپنے منہ سے ایک بڑی بات نکالتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں جھوٹ بکتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَمْ يَجْعَلْ نہیں بنایا۔

عِوَجٌ ٹیڑھ پن۔کجی۔

قَيِّمٌ بالکل درست۔صحیح۔

بَأْسٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب۔

مَاكِثِيْنَ ٹھیرنے والے ۔جمنے والے۔

اَبَدًا ہمیشہ

كَبُرَتْ بڑی۔

كَلِمَةٌ بات۔کلمہ

اَفْوَاهٌ (فُوْهٌ) منہ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

سورۃ الکہف کے ابتدائی تعارف میں آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے کہ بعض یہودیوں کے کہنے پر کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کئے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ عرب والے ان باتوں سے ناواقف ہیں جب ہم سوال کریں گے اور ان کا جواب نہ مل سکے گا تو ہمیں نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کا مذاق اڑانے اور یہ کہنے کا موقع ہاتھ آجائے گا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف کی ابتداء اس طرح فرمائی ہے کہ یہ کتاب الٰہی اللہ نے اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے وہ اللہ جو اس کائنات میں ہر طرح کی خوبیوں اور قدرتوں کا مالک ہے۔ یہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو سیدھی راہ عطا کردی جائے تاکہ وہ دین و دنیا کی تمام بھلائیاں اور کامیابیاں حاصل کرسکیں۔ لیکن وہ لوگ جو اس راہ مستقیم سے ہٹ کر چلنے والے ہیں ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ ان کے لئے نہ تو دنیا کی عزتیں ہیں اور نہ آخرت کی ابدی راحتیں ہیں۔

فرمایا کہ اللہ نے ہر دور کے لوگوں کی ہدایت کے لئے اس قرآن کریم کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے جو راہ ہدایت بتانے اور منزل تک پہنچانے میں اس قدر واضح، صاف اور آسان ہے جس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی الجھاؤ یا دشواری نہیں ہے۔ یہ کتاب الٰہی چند خصوصیات رکھتی ہے۔

(۱) اس کو سمجھنے اور عمل کرنے میں ذرا بھی ٹیڑھ پن، منطقی انداز فکر یا فلسفیانہ الجھاؤ نہیں ہے بلکہ یہ قرآن اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے نہایت صاف صاف اور واضح احکامات پر مشتمل ہے۔ یہ ان کتابوں کی طرح نہیں ہے جس میں فکر و تحقیق کی لاتعداد باتیں ہوتی ہیں مگر عملی زندگی میں ان کو ڈھالنا مشکل اور ناممکن ہوتا ہے چونکہ قرآن کریم دنیا اور آخرت کو سدھارنے کا ذریعہ ہے اسلئے اس کا ہر اصول آسان اور سہل ہے جس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

(۲) اس کتاب الٰہی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ''قیم'' ہے اس قدر درست، صحیح، کامل اور مکمل ہے کہ اس کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے والا ''راہ مستقیم'' پر رہتا ہے یہ اس کتاب الٰہی کی خصوصیت ہے کہ وہ انسانوں کو اپنے رنگ کے اندر رنگ لیتی ہے اور ہر شخص کو علم و عمل کا پیکر بنا دیتی ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب الٰہی کو ماننے، سمجھنے اور عمل کرنے والے لوگوں کو نہ صرف اس دنیا کی کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں بلکہ ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ابدی راحتوں، کامیابیوں اور عزت و سربلندی کی ایسی خوش خبریاں بھی دی گئی ہیں جن راحتوں میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جو لوگ بدعمل، بدنیت، اور بدعقیدہ ہیں جنہوں نے اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے اللہ کے نبیوں کو اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے اور وہ ان ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ اور بے تحقیق بات ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ کی بارگاہ میں بڑی سخت گستاخی اور ناقابل معافی جرم ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ
اَسَفًا ⑥ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٨

(اے نبی ﷺ) پھر کہیں آپ ان کے پیچھے اس غم میں اپنی جان گھلا نہ ڈالیں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔ جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو رونق بخشی ہے تاکہ ہم آزمائیں کہ ان میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے۔ ہم زمین کے اوپر سب چیزوں کو آخر کار ایک صاف اور چٹیل میدان بنا دیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٨

لَعَلَّ — شاید۔ توقع ہے۔

بَاخِعٌ — ہلاک کرنے والا۔

اٰثَارٌ — پیچھے چھوڑ جانے والی نشانی۔

اَلْحَدِیْثُ — بات چیت۔

اَسَفٌ — افسوس۔ کسی چیز کے نہ ہونے کا غم۔

زِیْنَةٌ — خوبصورتی۔ رونق

صَعِیْدٌ — صاف میدان۔ ریت۔ مٹی۔

جُرُزٌ — سرسبز زمین جو چٹیل میدان بن جائے۔

تشریح: آیت نمبر ٦ تا ٨

اعلان نبوت کے بعد نبی کریم ﷺ دن رات کفار و مشرکین کے سامنے دین اسلام کی سچائیوں اور آخرت کی ابدی زندگی کی راحتوں اور نہ ماننے والوں کے لئے شدید عذاب کی تبلیغ فرماتے تو وہ لوگ نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی صداقت پر ایمان لانے والوں کو طرح طرح سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ کفر و شرک میں زندگی گذارنے والے ایمان اور عمل صالح کو اختیار کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیں لیکن دنیا کی ظاہری چمک دمک اور زیب و زینت کو سب کچھ سمجھنے والے آپ کی

اطاعت قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔ ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نبی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو سچی راہ دکھا دے اور اس پر چل کر اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے ایک مثال بنا دے۔ اس کے بعد خود انسان کی اپنی عقل و سمجھ اور سعادت ہے کہ وہ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوارتا ہے یا بے سمجھی اور بدنصیبی سے اپنی دنیا و آخرت کو برباد کرتا ہے۔

وہ لوگ جو دنیا کی ظاہری زیب و زینت اور خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے دیوانے ہو رہے ہیں ان میں سے ایک چیز بھی باقی رہنے والی نہیں ہے۔ یہ پہاڑ، درخت، سرسبزی و شادابی اسی وقت تک ہے جب تک قیامت برپا نہیں ہوتی لیکن جب قیامت آجائے گی تو اس زمین پر سے ہر چیز کو فنا کر دیا جائے گا اور یہ دنیا ایک صاف چٹیل میدان کی طرح بن کر رہ جائے گی۔ انسان صرف اپنے اچھے یا برے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ پھر فیصلہ کیا جائے گا کہ کون خوش نصیب ہے اور کون بدنصیب ہے۔

اس کے بعد اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اصحاب کہف بھی اگر دنیا کی زیب و زینت اور راحت و آرام میں لگے رہتے تو ان کو یہ عزت و سعادت نصیب نہ ہوتی۔ غور کرنے کی بات ہے کہ وہ لوگ جو ان چند نوجوانوں کو مٹانا چاہتے تھے خود اس طرح سے مٹ گئے کہ ان کا وجود بھی باقی نہیں ہے یا وہ لوگ جو دنیا کی وقتی راحتوں میں لگ کر اللہ کو بھول گئے تھے آج لوگ ان کو جانتے تک نہیں لیکن وہ چند مخلص صاحب ایمان لوگ جنہوں نے دنیا کی راحت و آرام کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا اور اپنے دین کو بچانے کے لئے اپنے گھربار تک کو چھوڑ دیا تھا ان کا تذکرہ قیامت تک زندہ جاوید رہے گا۔

کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ ہمارے سچے نبی نے حق و صداقت کی ایک ایک بات کو پہنچا دیا ہے اب اگر وہ اصحاب کہف کی طرح اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں تو وہ آخرت کی راحتیں اور دنیا کا سکون حاصل کر سکیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے دین اسلام کی سچائیوں سے منہ پھیرا تو پھر دنیا و آخرت کی سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ
اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ
اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩
فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪
ع ۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫

ترجمہ: آیت نمبر ٩ تا ١٢

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں کوئی حیرت ناک چیز تھے۔ جب وہ غار کی کھوہ میں جا بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے ہر کام میں درستگی کا سامان عطا فر دیجئے۔ پھر ہم نے ان کے کانوں پر برسوں نیند کا پردہ ڈالے رکھا۔ پھر ہم نے ان کو اٹھا کھڑا کیا تا کہ ہم جان لیں کہ ان گروہوں میں کس نے یاد رکھی جتنی مدت وہ رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٩ تا ١٢

حَسِبْتَ تو نے گمان کیا۔

اَصْحٰبُ ساتھی۔

اَلْکَھْفُ لمبا چوڑا غار۔

اَلرَّقِیْمُ کوہ۔ غار کا دوسرا نام۔

اَوٰی ٹھکانہ بنایا۔

اَلْفِتْیَةُ (فَتٰی) جوان۔ نوجوان۔ نوعمر۔

ھَیِّءْ بنادے۔ مہیا کردے۔

رَشَدَ صحیح راستہ۔ نجات کا راستہ۔

ضَرَبْنَا ہم نے مارا۔ پردہ ڈالدیا۔

اٰذَانٌ (اُذُنٌ) کان۔

سِنِیْنَ (سَنَةٌ) سال۔ کئی برس۔

عَدَدٌ گنتی۔

اَلْحِزْبَيْنِ (حِزْبٌ) دو جماعتیں۔ دو گروہ۔

اَحْصٰى زیادہ واقف۔

لَبِثُوْا وہ ٹھہرے۔ رکے رہے۔

اَمَدٌ مدت۔

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۲

بعض یہودیوں کے کہنے پر کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے اصحاب کہف کے واقعہ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہوئے پوچھا تھا اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ ان کے اس سوال کا جواب نہ دے سکیں گے اور ہمیں ان کا مذاق اڑانے کا موقع مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس کو بیان نہ کیا جا سکے بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ کی نشانیاں اس کائنات میں موجود ہیں جن پر اگر غور و فکر کیا جائے تو بہت سی حقیقتیں سامنے آتی چلی جائیں گی۔

اصحاب کہف کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کرنے سے پہلے مختصر الفاظ میں بیان فرما دیا کہ یہ چند ایسے نوجوان تھے جو حضرت عیسیٰ کے پیروکار تھے۔ انہیں بت پرستی سے سخت نفرت تھی۔ ان کے زمانہ میں رومی شہنشاہ دقیانوس نے لوگوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ لوگ اس کی اور اس کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت و بندگی کریں۔ یہ چند نوجوان جن کو بتوں کے سامنے سجدہ کرنے پر مجبور کیا گیا تو انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے ایک غار کو جو وادی رقیم میں واقع تھا اس میں پناہ لے لی تھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی الٰہی! ہم پر اپنا رحم و کرم نازل فرما اور ان ظالموں کے ظلم سے نجات عطا فرما۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرما کر ان پر ایک ایسی نیند کو طاری کر دیا جس سے وہ برسوں پڑے سوتے رہے۔ جب تین سو نو سال کے بعد وہ سو کر اٹھے تو اس وقت ملک روم کی سلطنت اور اس کا انداز بالکل بدل چکا تھا۔ اور بت پرستوں کا صفایا ہو چکا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات اگلی آیات میں آ رہی ہیں۔ یہاں بتایا یہ جا رہا ہے کہ اصحاب کہف اللہ کی نشانیوں کی طرح ایک نشانی ہیں جس میں اللہ کی قدرت کا اندازہ لگانا بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کون تھے؟ کیا تھے؟ کتنے تھے؟ ان بحثوں میں الجھنے کے بجائے اصحاب کہف کے اس جذبہ کو پیش نظر رکھا جائے جس نے ان کو اپنے گھر بار اور اس کی راحتیں چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور وہ جذبہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور ایمان کی سلامتی تھا۔ اس جذبہ نے ان کو اللہ کی ایک ایسی نشانی بنا دیا تھا جو دوسروں کے لئے قیامت تک عبرت و نصیحت بن گئی۔

فرمایا کہ جب وہ نوجوان اس غار میں پہنچے تو اللہ نے ان کے کانوں پر تھپکی دی یعنی ان کو گہری نیند سلا دیا۔ پھر وہ اللہ کی نشانی بن کر اٹھے اور پھر سو گئے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ
وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝۱۳ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا
رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ
قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝۱۴ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْ
لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۵ۭ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ
فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ
مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

ہم ان کا قصہ آپ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تھے۔ اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی۔ اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے۔ جب وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ اور ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی اور معبود کی عبادت و بندگی نہیں کریں گے (اور اگر ایسا کریں گے) تو ہم یقیناً بڑی بے جابات کریں گے۔ اور یہ ہماری قوم ہے جس نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں۔ یہ لوگ اپنے معبودوں کی حقیقت پر واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ پھر وہ (آپس میں) کہنے لگے کہ جب تم ان لوگوں سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں ان سے بے تعلق ہو گئے ہو تو تم غار میں جا کر پناہ کیوں نہیں لیتے۔ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمتیں بکھیرے گا۔ اور تمہارے کام کو درست کر دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

نَقُصُّ	ہم بیان کرتے ہیں۔
نَبَأٌ	خبر۔حال۔
زِدْنَا	ہم نے بڑھا دیا۔
رَبَطْنَا	ہم نے باندھا۔مضبوط کر دیا۔
شَطَطٌ	عقل سے دور کوئی بات۔
سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ	کھلی اور واضح دلیل۔
اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ	تم ان سے الگ ہو گئے۔
فَأْوٗا	تم ٹھکانا بنا لو۔
يَنْشُرْ	وہ پھیلا دے گا۔
مِرْفَقٌ	آرام۔آسائش۔

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۶

گذشتہ آیات میں اصحاب کہف کا مختصر واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ان آیات میں اس واقعہ کے کچھ مزید پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

فرمایا کہ کچھ نوجوان تھے جنہوں نے بادشاہ وقت (دقیانوس) کے غلط عقیدوں، بت پرستی، غرور و تکبر کے سامنے سر جھکانے اور بت پرستی کے بجائے بے پناہ جرات، ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے جان بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کا صاف انکار کر دیا تھا اور نہایت دلیری سے اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا تھا۔اور بادشاہ وقت پر اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ انہوں نے ایمان کے جس راستے پر چلنے کا فیصلہ کر لیا ہے ان کو کسی جابر و ظالم کی دھمکی، ظلم و ستم اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا۔انہوں نے بتا دیا کہ ہم نے جس پروردگار کی اطاعت کو قبول کر لیا ہے وہی ساری کائنات کا مالک، رازق اور خالق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ جو لوگ ایک اللہ کا انکار کرتے اور اپنے ہاتھوں

کے بنائے ہوئے پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں وہ ایک ایسے راستے پر چل رہے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی واضح نشانی اور روشن دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کی دماغی کیفیت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ ہماری قوم کو کیا ہو گیا ہے جو بے سند باتوں، توہمات اور جھوٹے معبودوں کو اپنا کارساز بنائے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس معبود حقیقی کو چھوڑ کر کسی انسان یا بتوں کے سامنے اپنا سر جھکائیں۔ یہ چند نوجوان جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شہزادے یا بادشاہ کے خادم تھے ان کی ان باتوں سے بت پرستوں کے ایوانوں میں زلزلے پڑ گئے۔ بادشاہ وقت نے جو مسلمانوں کا سخت دشمن اور ان کو جڑ و بنیاد سے کھود ڈالنے میں ہر طرح کے ظلم و ستم کے لئے مشہور تھا اس نے ان نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا۔ ان کو اپنے اور اپنے بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے کہا مگر انہوں نے اس سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ نے نوجوانوں کی جذباتی باتیں سمجھ کر ان سے کہا کہ وہ اس انکار کے نتیجے میں سخت سزاؤں اور بدترین انجام پر اچھی طرح غور و فکر کر لیں۔ جب ان نوجوانوں نے اس بات کو اچھی طرح بھانپ لیا کہ ظالم بادشاہ سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے تو وہ ایک ایک کر کے پہاڑوں کی طرف نکل گئے تاکہ اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔

یہ چند نوجوان جو ایک دوسرے سے ناواقف تھے حسن اتفاق کہ وہ ایک ہی پہاڑ پر جمع ہوتے گئے۔ جب تھوڑے عرصے کے بعد ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں لیکن اسلام اور ایمان کے جذبے میں یکساں نقطہ نظر رکھتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی بن گئے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ ایک کتا بھی تھا جو ان کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ چونکہ ایک چوڑے غار کو ''کہف'' کہا جاتا ہے اور یہ اس جگہ تھا جس کو ''رقیم'' کہا جاتا تھا اس لئے قرآن کریم نے ان کو اصحاب کہف اور اصحاب رقیم فرمایا ہے۔

ان آیات اور واقعہ سے چند باتیں سامنے آتی ہیں جو قابل غور ہیں۔

(۱) اصل چیز ایمان اور اس کی طاقت ہے جو انسان کو ایک خاص جرات، ہمت اور ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک اللہ سے ڈرتا ہے پھر وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ نبی کریم ﷺ کے جان نثاروں کی ایک طویل فہرست ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اپنے دلوں میں ایمان کی شمع کو روشن کر لیا تو وہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ہر ظالم سے ٹکرا گئے اور آخر کار طوفانوں کے رخ کو موڑ کر رکھ دیا۔ ایمان ایک ایسی طاقت ہے کہ جب فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے بھرے دربار میں بڑے بڑے جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ پر ایمان قبول کر لیا تب وہ فرعون کی طاقت و قوت اور اس کے ظالمانہ حربوں سے بے نیاز ہو گئے اور انہوں نے فرعون سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ہمیں کتنی ہی بڑی سے بڑی سزا دینے کا فیصلہ کر لے ہم اپنے ایمان سے نہ پھریں گے۔ چنانچہ جب فرعون نے اس بات کی دھمکی دی کہ وہ ان کو پھانسی پر چڑھا دے گا۔ مخالف سمتوں سے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے گا اور دربدر کی ٹھوکریں کھلا دے گا اس وقت ان تمام اہل

ایمان نے صرف یہی ایک جواب دیا کہ اے فرعون جو تو کر سکتا ہے کر لے ہم کسی مصلحت کی وجہ سے اپنا ایمان نہ چھوڑیں گے اور ہم غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ اس سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آجاتی ہے کہ جو لوگ ایمان رکھنے کے باوجود حکمرانوں اور طاقت وروں کے سامنے جھک جاتے ہیں اور بہت سی مصلحتوں کا سہارا لے لیتے ہیں وہ ایک کمزور ایمان کے مالک ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے نور سے ان کے دل پوری طرح روشن و منور نہیں ہوئے ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ایمان صرف جرات و ہمت ہی کا نام نہیں ہے بلکہ دو اجنبیوں کو آپس میں جوڑنے والا اور ملانے کا ذریعہ بھی ہے بلکہ دو مختلف خاندانوں اور قبیلوں کو آپس میں شیر و شکر کرنے والی چیز ایمان ہی ہے۔ یہ ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے جو دو اجنبیوں کو ایک کر دیتا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے توہمات، بے سند باتوں، بے بنیاد خیالات اور بے دلیل جذبات کے بجائے حق و صداقت کے پیکر ہوتے ہیں۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص جھوٹے معبودوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے ایمان کی دولت کو گلے لگا لیتا ہے تو کائنات کی قوتیں اس کی مددگار بن جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ ایمان اور عمل صالح پر قائم رکھے اور اپنے سوا ہر ایک کے خوف سے بے نیاز فرمادے۔ آمین

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ
كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ
وَهُمْ فِىْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ
۲ ع ۵ ۱۴ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَ
تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ
ذَاتَ الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ
عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

جب دھوپ نکلتی ہے تم اس کو دیکھو گے کہ ان کے غار سے داہنے جانب کو بچ جاتی ہے اور جب ڈھلتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف کترا جاتی ہے۔ اور وہ ایک کشادہ غار میں تھے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی راہ پاتا ہے۔ اور جس کو وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار یا راستہ پر لانے والا نہ پائیں گے۔ اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کو جاگتا ہوا سمجھیں گے حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ اور ہم ان کو کبھی داہنی کروٹ اور کبھی بائیں کروٹ دلاتے رہتے ہیں اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھلائے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر آپ ان کو جھانک کر دیکھیں تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں اور آپ کے اندر ان کی دہشت سما جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

طَلَعَتْ نکلی ہے۔ نکلا ہے۔

تَزَاوَرُ بچ جاتا ہے۔

ذَاتُ الْيَمِيْنِ دائیں جانب۔

تَقْرِضُ کترا جاتی ہے۔

ذَاتُ الشِّمَالِ بائیں طرف۔

فَجْوَةٌ کشادہ۔ کھلی جگہ۔

مُرْشِدٌ راستہ پر لانے والا۔

اَيْقَاظٌ جاگتا ہوا۔

رُقُوْدٌ	سوئے ہوئے۔
نُقَلِّبُ	ہم بدلتے ہیں۔
كَلْبٌ	کتا۔
بَاسِطٌ	پھیلانے والا۔
ذِرَاعَيْنِ	دونوں بازو۔
اَلْوَصِيْدُ	دہلیز۔ غار کا منہ
اِطَّلَعْتَ	تونے جھانکا۔
وَلَّيْتَ	تو مڑ جاتا ہے۔
فِرَارٌ	بھاگنا۔
مُلِئْتَ	بھر دیا گیا۔
رُعْبٌ	دہشت۔ رعب۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۱۸

اصحاب کہف اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں اس لئے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے لئے ایسا نظام فرمادیا کہ جس پر جتنا بھی غور کیا جائے گا علم و عقل رکھنے والے اس کو ایک نشانی ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دھوپ اور تازہ ہوا انسانی جسم کے لئے ضروری ہے اس لئے اللہ نے اس غار میں ایسا انتظام فرمادیا تا کہ سورج کی گرمی، تپش اور شدت انہیں محسوس نہ ہو اور تازہ ہوا برابر انہیں پہنچتی رہے۔ فرمایا کہ وہ غار ایک کھلی جگہ پر واقع ہے جب سورج نکلتا ہے تو وہ ان کے غار سے داہنی طرف سے بچ کر نکل جاتا ہے اور جب سورج ڈھلتا ہے تو وہ بائیں طرف سے کترا کر نکل جاتا ہے۔ اس طرح وہ غار ہر طرح کی گرمی اور شدت سے محفوظ رہتا ہے۔ فرمایا کہ یہ اللہ کی کھلی ہوئی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے یہ اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے جس کو ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی بہت سے لوگ ہدایت حاصل کرنے کے بجائے گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جو دیکھتے بھالتے

راہ ہدایت سے منہ موڑ لیتے ہیں ان کو کوئی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ کے ان ظاہری انتظامات سے اصحاب کہف نہایت آرام اور سکون سے بے خبر سو رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کو دیکھے تو اسے ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ جاگ رہے ہیں۔ اللہ ان کو ایک پہلو پر نہیں لٹاتا بلکہ ان کو ادھر ادھر کروٹیں دلاتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ وہ شکاری کتا جوان میں سے کسی کے ساتھ لگ کر آگیا تھا وہ بھی غار کے دھانے پر اپنے دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ یعنی سارے ایسے انتظامات کر دیئے ہیں جس سے دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کچھ لوگ ہیں جو ذرا دیر کے لئے آرام کرنے لیٹ گئے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ایک انتظام یہ بھی کر دیا ہے کہ اگر کوئی ان کو دیکھے تو اس پر ایک ایسا رعب و دہشت طاری ہو جائے کہ جس سے وہ الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان نوجوانوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے گھر بار اور اس کی راحتوں کو چھوڑ کر ایمان کی سلامتی کے لئے پہاڑوں کا انتخاب کیا جہاں کسی طرح کا آرام و سکون ملنے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں ہوتا لیکن جو لوگ اللہ کے لئے قربانیاں دیتے ہیں اللہ ان کے دلی جذبات کو قبول کر کے ان کے لئے راحت و آرام کا ہر سامان عطا فرما دیتے ہیں۔

کفار مکہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ بھی اللہ کے لئے قربانیاں دیں گے تو ان کی ہر جدوجہد کی اسی طرح قدر کی جائے گی۔

نیک لوگوں کی صحبت بھی اتنی بڑی چیز ہے کہ وہ شکاری کتا جوان صاحبان ایمان نوجوانوں کے ساتھ لگ کر آگیا تھا اور بھوکا پیاسا رہ کر بھی کسی دوسرے در پر نہیں گیا بلکہ ان نیک لوگوں کے ساتھ بھوکا پیاسا رہ کر بھی اسی در سے چمٹا رہا۔ اللہ نے اس کی اتنی قدر فرمائی کہ یہ کتا جب قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اس کو شرف انسانیت سے نوازا جائے گا۔ شیخ سعدیؒ نے اسی بات کو ایک شعر میں فرمایا کہ حضرت نوحؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کا بیٹا کنعان کفار و مشرکین کے طریقوں پر چلا اور ایمان کی دولت سے محروم رہا تو وہ جہنم کا مستحق بن گیا لیکن اصحاب کہف کا وہ کتا جس نے نیک لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑا اس کو شرف انسانیت سے نوازا جائے گا۔

اس جگہ کتے کا ذکر کتے کی شرافت اور عزت کے لئے نہیں کیا گیا جس سے اپنے گھروں میں کتے پالنے کے لئے دلیل لے لی جائے بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے جو کہ بیان کر دیا گیا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کتے پالنے اور تصویریں لگانے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہوتی ہے اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ ممکن ہے گذشتہ شریعتوں میں کتے پالنے کی گنجائش موجود ہو۔ لیکن شریعت اسلامیہ میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے دوسری بات یہ ہے کہ شریعت میں شکاری کتا پالنے کی تو اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے لئے جو شرائط ہیں ان کو بھی سامنے رکھنا ہوگا کیونکہ جو کتے شوقیہ پالے جاتے ہیں شریعت میں اس کی قطعاً گنجائش اور اجازت نہیں ہے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ
اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ
اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ
بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ
فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا
عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا
رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا
عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا
عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

نصف القرآن بعد دالحروف الی حرف التاء من کلمۃ ولیتلطف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھنے لگیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کس قدر (سوتے) رہے ہوں گے۔ کہنے لگے کہ ایک دن یا ایک دن سے کم۔ کہنے لگے کہ تمہارا رب ہی جانتا ہے کہ تم کتنی دیر تک (سوتے) رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اپنے میں سے کسی ایک کو یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ دیکھے کہ کون سا کھانا حلال اور پاکیزہ ہے تا کہ وہ اس میں سے تمہارے واسطے کھانا لے آئے۔ نہایت آہستگی (احتیاط) سے جائے اور کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ کیونکہ اگر ان (کفار) کو پتہ چل گیا تو وہ تمہیں پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تمہیں

اپنے مذہب میں لوٹانے کی کوشش کریں گے (اگر ایسا ہوا تو) پھر تمہیں کبھی فلاح وکامیابی نصیب نہ ہوگی۔ اور اس طرح ہم نے ان کے حال پر لوگوں کو مطلع کر دیا تاکہ وہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور قیامت (کے آنے میں) کوئی شک نہیں ہے۔ وہ لوگ آپس میں جھگڑتے رہے تھے کہ ان پر کوئی عمارت بنا دی جائے۔ اللہ ان کے مختلف حالات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ بہرحال جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے (حکام وقت) انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

لِیَتَسَاءَ لُوْا — تاکہ وہ آپس میں پوچھیں۔

اِبْعَثُوْا — بھیجو۔

وَرِقٌ — سکہ۔ روپیہ پیسہ۔

اَزْکٰی — حلال اور عمدہ۔

وَلْیَتَلَطَّفْ — اور دبے پاؤں جائے۔

لَایُشْعِرَنَّ — خبر نہ دینا۔

اِنْ یَّظْهَرُوْا — یہ کہ انہوں نے خبر پائی۔

یَرْجُمُوْنَ — وہ پتھر ماریں گے۔ سنگسار کر دیں گے۔

یُعِیْدُوْنَ — وہ لوٹائیں گے۔

لَنْ تُفْلِحُوْا — تم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے۔

اَبَدًا — ہمیشہ۔

اَعْثَرْنَا — ہم نے مطلع کر دیا۔

یَتَنَازَعُوْنَ — وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔

غَلَبُوْا — جو غالب ہو گئے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۱

اصحاب کہف عرصے تک پرسکون نیند سوتے رہے۔ پھر اللہ نے ان کو گہری نیند سے جگا دیا۔ جب وہ سو کر اٹھے تو انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ وہ تین سو نو سال تک اتنی گہری نیند سوتے رہے ہیں کہ اس عرصہ میں ان کے ملک اور شہر کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ یہ نوجوان جن کو اصحاب کہف فرمایا گیا ہے دقیانوس بادشاہ کے ظلم و زیادتی سے تنگ آکر پہاڑوں کی طرف چلے گئے تھے جب وہ بیدار ہوئے اس وقت نہ صرف ان کے ملک کی حالت بدل گئی تھی بلکہ ایک مومن بادشاہ بیدوسیس کی حکومت آچکی تھی۔ ان کا وہ شہر جس کو تاریخ میں شہر افسوس لکھا گیا ہے اس کا نام بھی طرسوس ہو گیا تھا (تفسیر قرطبی)۔ انہوں نے جاگتے ہی آپس میں پوچھنا شروع کیا کہ ہم کتنی دیر تک سوتے رہے ہوں گے۔ کسی نے کہا دن بھر یا آدھے دن تک سوتے رہے ہیں۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ ان بحثوں کو چھوڑو بھوک لگ رہی ہے کسی کو شہر بھیج کر کھانا منگوایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایک شخص جس کا نام یملیخا تھا اس سے کہا کہ دیکھو پوری ہوشیاری اور احتیاط سے شہر میں داخل ہو کر کھانا لے آنا کسی کو معلوم نہ ہو کہ تم کون ہو اگر بادشاہ وقت یا اس کے لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا اپنے دین میں لوٹانے کی کوشش کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو یقیناً ہماری دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی اور ہمیں کوئی فلاح و کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ یملیخا چند سکے لے کر نہایت احتیاط سے شہر پہنچ گیا۔ اسے شہر اور لوگوں کی بدلی ہوئی حالت پر حیرت تو ہوئی لیکن اس کو کھانا لے جانے کی جلدی تھی۔ اس نے کھانا لیا جب اس نے کھانے کے بدلے میں اپنا سکہ دینا چاہا تو اس دوکاندار نے بڑی حیرت سے اس سکہ کو دیکھا کچھ اور لوگوں کو بھی جمع کر لیا وہ سب یہ سمجھے کہ اس نوجوان کو پرانے زمانے کا کوئی خزانہ ہاتھ آگیا ہے۔ بات ہوتے ہوتے حکمرانوں اور پھر بادشاہ تک پہنچ گئی۔ بادشاہ جس کو یہ بات معلوم تھی کہ کئی سو سال پہلے کچھ نوجوان اچانک غائب ہو گئے تھے۔ جب حالات معلوم ہوئے تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہی وہ نوجوان ہیں جو اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے شہر کو چھوڑ کر پہاڑوں میں گم ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے یملیخا کا بہت احترام کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ بقیہ ساتھیوں سے بھی ملنا چاہتا ہے۔ بادشاہ، اس کے وزیر اور شہر کے ہزاروں آدمی جن کو اصحاب کہف کے حالات کی اطلاع ہو گئی تھی وہ سب پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب دور سے اصحاب کہف نے دیکھا کہ یملیخا کے ساتھ بادشاہ اور ہزاروں شہری ہیں وہ یہ سمجھے کہ شاید ظالم بادشاہ اور اس کے درباریوں کو ہمارے متعلق معلوم ہو گیا ہے اور وہ ہمیں پکڑنے آرہے ہیں وہ پہاڑوں کی طرف چلے گئے۔ جب بادشاہ اور اس کے ساتھی وہاں پہنچے اور وہ نہ ملے تو یملیخا نے کہا کہ میں ان کو تلاش کرتا ہوں آپ سب لوگ یہیں ٹھہریں۔ چنانچہ یملیخا چلا گیا اور اللہ نے ان سب اصحاب کہف پر پھر سے نیند کو غالب کر دیا جب بادشاہ اور اس کے ساتھ آنے والے اصحاب کہف کو نہ پا سکے تب ارباب اقتدار نے فیصلہ کیا کہ یہاں یادگار کے طور پر مسجد بنا دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گمان کے مطابق اس جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی۔ اس واقعہ کے مزید پہلوؤں کا بیان تو آئندہ آیات میں آئے گا۔ یہاں ان آیتوں کی چند باتوں کو سمجھ لیا جائے۔

۱۔ اصحاب کہف پر طویل نیند طاری کی گئی تو وہ تین سو نو سال تک پڑے سوتے رہے اس عرصہ میں انہوں نے کسی غذا کو استعمال نہیں کیا لیکن جب وہ بیدار ہوئے تو نہایت چست اور تندرست تھے اور بیدار ہوتے ہی ان کو بھوک پیاس نے ستانا شروع کر دیا یہ قدرت کی اتنی بڑی نشانی ہے جس پر غور کرنے سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ موت فنا کا نام نہیں ہے بلکہ ایک طویل نیند کا نام ہے جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کی قیامت شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اب اس کو ایک طویل نیند کے بعد اٹھ کر کھڑا ہو جانا ہے اور حشر کے دن اس کی آنکھ کھلے گی اور اس کو اپنی زندگی میں کئے ہوئے ہر کام کا حساب پیش کرنا ہوگا۔ ایک طویل عرصے تک قبر میں سوتے رہنے کے باوجود اس کو جاگنے کے بعد ایسا محسوس ہوگا جیسے بس وہ ابھی سویا تھا اور وہ ایک نیند لے کر کھڑا ہو گیا ہے۔ البتہ کفار مشرکین اور فاسق جب بیدار ہوں گے تو ان کو یہ نیند بہت لمبی محسوس ہوگی۔

۳۔ جب یملیخا کھانا لینے جا رہے تھے تو بقیہ ساتھیوں نے کہا کہ ''ازکی طعاماً'' یعنی حلال اور پاکیزہ کھانا لانا۔ انہوں نے یہ احتیاط اس لئے برتی کہ اس زمانہ میں اخلاقی و مذہبی بگاڑ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کو ہر حال میں حلال اور پاکیزہ رزق کی فکر رہنی چاہیے۔

۴۔ یرجموکم۔ یعنی اگر بادشاہ وقت کو ہمارا پتہ چل گیا تو وہ ہمیں سنگسار کر دے گا یعنی پتھر مار مار کو ہلاک کر دے گا یا وہ زبردستی ہمیں بت پرستی پر مجبور کر دے گا۔ انہوں نے کہا اگر ایسا ہوا تو ہمیں دنیا اور آخرت میں کوئی فلاح اور کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی فلاح اور کامیابی صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی میں ہے غیر اللہ کی عبادت و بندگی انسان کو دنیا اور آخرت میں برباد کر دینے والی چیز ہے۔

۵۔ بیدوسس بادشاہ اور اس کے درباریوں کو جب اصحاب کہف کا کچھ بھی پتہ نہ چلا تب انہوں نے اس جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی تا کہ یہ جگہ یادر ہے لیکن اگر کچھ لوگ اس واقعہ سے مردوں کے قبے اور مقبرے بنانے کی دلیل لینا شروع کر دیں تو ان کی عقلوں پر صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اول تو اس دور کی بات ہے جب شریعت مصطفوی نہ تھی بلکہ عیسائیت کے قوانین رائج تھے ممکن ہے اس شریعت میں اس کی گنجائش ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے ٹھیک اسی جگہ مسجد نہیں بنائی تھی جہاں اصحاب کہف غائب ہو گئے تھے بلکہ کسی پہاڑ پر یادگار کے طور پر مسجد بنا دی تھی۔ اس سے قبروں پر قبے اور مقبرے بنانے کی دلیل کیسے لی جا سکتی ہے۔

یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جس شریعت کو لے کر تشریف لائے ہیں ہم اس کی اطاعت کے ذمے دار ہیں اور نبی کریم ﷺ کی شریعت میں قبروں پر قبے، مقبرے بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے

''ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر ان میں سے کوئی نیک آدمی مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیا کرتے تھے اور اس کی تصویریں بھی بنا دیا کرتے تھے۔ قیامت کے دن وہ بدترین مخلوق میں سے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، مسند احمد)

اس موقع پر مزید تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس کے لئے بزرگان دین کی کتابوں سے رجوع کرلیا جائے تو انشا اللہ اس کی تفصیل بخوبی معلوم ہو سکے گی۔ اللہ ہمیں ہر طرح کی گمراہیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّىٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۟ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

ع ۳ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲

عنقریب کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ لوگ اندازے سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کو ان کی گنتی (معلوم ہے) وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں کو (اس کی حقیقت) کا علم ہے۔ آپ اس معاملہ میں ان سے نہ جھگڑیں اور سرسری سی بحث کیجئے۔ اور ان میں سے کسی سے بھی حال معلوم نہ کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲

سَيَقُولُونَ وہ عنقریب کہیں گے۔

ثَلٰثَةٌ تین۔

رَابِعٌ چوتھا۔

كَلْبٌ	کتا۔
خَمْسَةٌ	پانچ۔
سَادِسٌ	چھٹا۔
رَجْمٌ	پتھر پھینکنا۔ اندازہ لگانا۔
بِالْغَيْبِ	بن دیکھے۔
سَبْعَةٌ	سات۔
ثَامِنٌ	آٹھواں۔
لَا تُمَارِ	بحث نہ کرو۔
لَا تَسْتَفْتِ	مت پوچھو۔
اَحَدٌ	کوئی ایک۔ کسی ایک سے۔

تشریح: آیت نمبر ۲۲

قرآن کریم میں علم و تحقیق سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ان بے کار بحثوں اور گفتگو سے منع کیا گیا ہے جن کا حاصل سوائے زبانی جمع جوڑ بحثوں اور بے معنی گفتگو کے اور کچھ نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کی سب سے بڑی کمزوری بلکہ ان کی بربادی کا بڑا سبب بے تکے سوالات اور بے کار بحثوں میں پڑنا تھا اصول کی بات یہ ہے کہ جو قوم اور اس کے افراد فضول اور بے کار کی بحثوں میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں ان کو کسی حسن عمل کی توفیق نہیں ملتی۔ قرآن کریم جس کے نازل کرنے کا بنیادی مقصد ایمان اور عمل صالح میں پختگی اور دنیا و آخرت میں صحیح طرز عمل اختیار کر کے ہر طرح کی فلاح حاصل کرنا ہے اس نے فضول بحثوں اور باتوں سے بچنے کی تاکید کی ہے تاکہ انسانی صلاحیتیں صرف فضول اور بے کار باتوں کی نظر نہ ہو جائیں۔ فرمایا کہ جب آپ ان لوگوں کو اصحاب کہف کا واقعہ سنائیں گے تو بے عمل لوگ آپ سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ کوئی کہے گا کہ اصحاب کہف کی تعداد تین تھی اور چوتھا ان کا کتا تھا، کوئی کہے گا کہ نہیں بلکہ ان کی تعداد پانچ تھی اور چھٹا ان کا کتا تھا کوئی کہے گا کہ ان کی تعداد سات تھی اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اس

طرح وہ باتیں اور بحثیں کرنے کے بہانے تلاش کریں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان کی باتوں میں نہ پڑیں اور نہ ان کے کہنے سے اپنے ذہن کو ادھر ادھر لے جائیں کیونکہ اس بات کا سب سے بہتر علم اللہ کے پاس ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی۔ آپ پیغام حق پہنچا دیجئے بقیہ ان کی باتوں کو سرسری طور پر سن کر نظر انداز کر دیجئے۔

علماء امت اور مفسرین نے بھی ان باتوں کی تحقیق میں اپنا وقت نہیں لگایا البتہ بعض صحابہ کرام نے اصحاب کہف کی تعداد کو بتایا ہے اس پر ہم ضرور غور کر سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اصحاب کہف کی تعداد سات تھی کیونکہ آیت کی ابتداء میں اللہ کے ارشاد کا انداز اور تھا اور آخر میں بغیر واؤ عاطفہ کے اور ہے۔ بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی تعداد سات تھی ان کا کتا اس تعداد کے علاوہ ہے۔

بہر حال اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اہل ایمان اس بات پر غور فرمائیں کہ اصحاب کہف کی تعداد جتنی بھی تھی ایک بات ان سب میں مشترک تھی اور وہ یہ تھی کہ ایمان کی حفاظت اور حسن عمل کا اتنا عظیم جذبہ تھا کہ انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کرنے میں مصلحتوں کا سہارا نہیں لیا۔ انہوں نے اپنے گھر بار کی راحتیں چھوڑنا گوارا کیا لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا انہوں نے حق و صداقت کے لئے دنیا کے اسباب پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کیا۔ اصحاب کہف کے اس عظیم جذبے کو آگے بڑھایا جائے محض ان بحثوں سے کیا فائدہ کہ ان کی تعداد کتنی تھی۔ ان کے کتے کا رنگ کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اس مسئلہ پر کوئی خاص گفتگو نہیں کی بلکہ سرسری طور پر کچھ اس کی تفصیل ارشاد فرمائی ہے۔

درحقیقت کفار مکہ سے اور قیامت تک آنے والے لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ چند نوجوان جنہوں نے اللہ کی رضا کے لئے اپنی جوانی اور راحتوں کو قربان کر دیا تھا لیکن جھوٹے معبودوں اور ظالم بادشاہ کے ظلم کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا یہ ان کی سب سے بڑی عظمت ہے لیکن یہ کیسے لوگ ہیں جو ابراہیمی ہونے پر فخر تو کرتے ہیں لیکن حضرت ابراہیم اور اصحاب کہف جیسا جذبہ پیدا نہیں کرتے اللہ تو اپنے بندوں کے معمولی سے حسن عمل کو بھی بہت پسند کرتا ہے جو لوگ اپنی جوانیوں کو اور اپنی راحتوں کو اللہ کے لئے قربان کر دیتے ہیں اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں عظیم مقام عطا فرماتے ہیں۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت ۲۳ تا ۲۴

(اے نبی ﷺ) آپ کسی چیز کے بارے میں یہ ہرگز نہ کہا کریں کہ "میں یہ کام کل کر دوں گا ہاں اگر اللہ چاہے۔" اگر آپ بھول جائیں تو فوراً اپنے رب کو یاد کرلیا کیجئے اور یہ کہئے کہ مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار اس معاملہ میں میری بہت جلد بہترین رہنمائی کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

لَاتَقُوْلَنَّ	تو ہرگز مت کہنا۔
لِشَایْءٍ	کسی چیز کے لئے۔
فَاعِلٌ	کرنے والا۔
غَدًا	کل۔
اُذْكُرْ	یاد کر۔
نَسِيْتَ	تو بھول گیا۔
عَسٰى	شاید۔ توقع۔
يَهْدِيَنِ	وہ مجھے راہ دکھائے گا۔
اَقْرَبُ	زیادہ قریب۔
رَشَدٌ	سمجھنا۔ رہنمائی۔

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۲۴

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی کو۔ زندگی کے ہر انداز اور معاملات زندگی کو ہر اس شخص کے لئے بہترین نمونہ عمل بنا دیا ہے جو اللہ کی رحمت کی امید، آخرت کی فکر اور خوب اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو منصب نبوت عطا فرمایا ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پوری دیانت سے

پہنچا دیں اور اللہ کے احکامات پر عمل کرانے کے بعد ایک ایسی سوسائٹی یا معاشرہ بنا دیں جو قیامت تک موجود اور آنے والی نسلوں کے لئے نشان منزل بن جائے۔ اور ہر شخص کو اس کا خوگر بنا دیں کہ اس کائنات کا نظام اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو چلاتا ہے۔ وہ اس کے چلانے میں کسی طرح کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہر شخص کو اسی کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کائنات میں کیا چیز بہتر ہے اور کیا چیز بری اور بدترین ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں کام میں کرسکتا ہوں تو بے شک اللہ نے جو اس کو طاقت وقوت اور توانائی بخشی ہے اس سے وہ اس کام کو کرسکتا ہے لیکن خود انسان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جس کام کو کر رہا ہے اس میں خیر ہے یا نہیں ہے۔ اسی لئے اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان جب بھی کسی کام کا ارادہ کرنا چاہے تو اللہ پر بھروسہ کرلیا کرے یعنی اس طرح کہہ دیا کرے کہ انشاء اللہ میں یہ کام کل کو کردوں گا۔ اگر اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے باوجود وہ کام نہ ہو یا اس میں تاخیر ہو جائے تو یقیناً اس میں کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔

اسی بات کو اس آیت میں نبی کریم ﷺ اور آپ کی وساطت سے آپ کی امت کو تعلیم دی جارہی ہے کہ جب بھی آئندہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ ہو تو یہ ضرور کہہ لیا جائے انشاء اللہ یہ کام میں کل کردوں گا۔ یعنی اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ پر بھروسہ کرلیا جائے۔ سورۃ کہف کے نزول کے وقت جب کفار مکہ نے اصحاب کہف کے متعلق پوچھا تو آپ نے یہ سوچ کر کہ کل جبرئیل آئیں گے تو میں ان سے پوچھ کر بتا دوں گا۔ آپ نے یہ کہہ دیا کہ ''میں یہ بات تمہیں کل بتادوں گا'' چونکہ آپ ﷺ کی ذات پاک امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے آپ کی امت کو سکھانے کے لئے چند روز تک وحی نازل نہیں ہوئی۔ جبرئیل امین نہیں آئے۔ کفار کو مذاق اڑانے اور جملے کسنے کا موقع مل گیا جس سے آپ کو خاصی پریشانی ہوگئی۔ چند روز کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کی زندگی موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے۔ لہٰذا آئندہ جب بھی مستقبل میں کئے جانے والا کام یا کوئی بات فرمائیں تو انشاء اللہ کہہ لیا کریں تاکہ اللہ پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے کام درست ہو جائیں اور ان کی رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ اور ہر شخص یہ بات جان لے کہ اس کائنات میں ہر کام اللہ کی قدرت، اس کے حکم اور کسی مصلحت سے ہوتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ
ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا
لَبِثُوْا ۚ لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِہٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا
لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۡ وَّلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٥ تا ٢٦

اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور ان کے اوپر چند سال (309) تک (تک سوتے) رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت وہاں رہے۔ آسمانوں اور زمین کے بھید وہی جانتا ہے۔ وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔ ان کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا مددگار نہیں ہے۔ وہ اپنے حکم (فیصلے) میں کسی کو شریک نہیں کیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٥ تا ٢٦

لَبِثُوْا — وہ ٹھہر رہے۔ رکے رہے۔

ثَلٰثَ مِائَةٍ — تین سو۔ (سال)۔

اِزْدَادُوْا — انہوں نے بڑھایا۔

تِسْعًا — نو (٩)۔

اَعْلَمُ — زیادہ بہتر جانتا ہے۔

اَبْصِرْ بِهٖ — اس کے ساتھ زیادہ دیکھنے کی طاقت۔

اَسْمِعْ بِهٖ — اس کے سننے کی زیادہ طاقت۔

اَحَدٌ — کوئی ایک۔ کسی کو۔

تشریح: آیت نمبر ٢٥ تا ٢٦

اللہ کو اس بات کا پوری طرح اور بہتر علم ہے کہ اللہ کے وہ نیک بندے جنہیں اصحاب کہف کہا جاتا ہے وہ تین سو نو سال تک اس غار میں سوتے رہے ہیں۔ وہ جتنی دیر بھی سوئے انہیں اٹھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے وہ دن بھر یا آدھے دن تک سوتے رہے

ہیں۔انہیں اس کا اندازہ ہی نہ تھا کہ ان پر صدیاں بیت گئیں۔جس شہر میں وہ رہتے تھے اس شہر کا انداز، رہن سہن، سلطنت کا انداز، سکہ (کرنسی) سب بدل چکے تھے۔اصحاب کہف کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنی طویل مدت تک سوتے رہے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم چپکے سے پوری احتیاط کے ساتھ شہر جا کر ہم سب کے لئے کھانا لے آؤ۔اس طرح جانا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو۔چنانچہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص جس کا نام مفسرین نے یملیخا بتایا ہے وہ شہر گیا اور اس طرح (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے) لوگوں پر ان کا حال کھل گیا۔اس پورے واقعہ پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کائنات میں ساری قدرتیں صرف اللہ کی ہیں غیب کا سارا علم صرف اللہ کو حاصل ہے۔وہ اس میں سے جس کو چاہے جتنا چاہے غیب کا علم فرما دیتا ہے لیکن غیب کا علم جاننے سے کوئی شخص عالم الغیب نہیں بن جاتا صرف اللہ ہی عالم الغیب ہے۔چنانچہ اس واقعہ میں صاف ظاہر ہے کہ اصحاب کہف کو کچھ معلوم نہ تھا کہ صدیوں تک ان پر کیا گذری ہے۔اسی طرح حضرت یوسفؑ جو اللہ کے پیغمبر ہیں ان کا یہ حال ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کے حاسد بھائیوں نے ان کو کنویں میں پھینک دیا اور اس سے مطمئن ہو گئے کہ حضرت یوسف تڑپ تڑپ کر اس کنویں میں جان دے چکے ہوں گے تب انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی کہ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کی بات پر صبر فرمالیا۔اور ان کو یہ معلوم تک نہ ہو سکا کہ ان کا لخت جگر صرف کچھ فاصلے پر ایک کنویں میں پھینک دیا گیا ہے لیکن جب حضرت یوسفؑ مصر کے بادشاہ بن گئے اور انہوں نے اپنے والد کے لئے اپنا قمیص بھیجا تا کہ وہ قمیص ان کے چہرے پر ڈال دیا جائے اور ان کی بینائی دوبارہ لوٹ آئے ادھر وہ قمیص مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا ہے (وہ فلسطین جو مصر سے ایک طویل فاصلے پر ہے) تو حضرت یعقوب نے فرمایا کہ مجھے یوسف کے پیراہن کی خوشبو آ رہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔وہی ہر غیب کا پوری طرح علم رکھتا ہے اور علم الغیب جتنا کسی کو دینا چاہے دیدیتا ہے۔دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس کائنات میں ساری قوتیں صرف اللہ کیلئے ہیں اس کو ہر چیز کا علم ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کے نظام کو چلاتا ہے۔وہ اس کائنات کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔یہ انسان کی سعادت ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتا ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف
وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ
لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ
اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۗ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ
وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ
اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ
كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

(اے نبی ﷺ) آپ کی طرف آپ کے رب کی کتاب میں سے جو کچھ وحی کی گئی ہے اس کو سنا دیجئے۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اور آپ اس سے بھاگ کر پناہ کی جگہ ہرگز نہ پا سکیں گے۔ اور اپنے آپ کو ایسے لوگوں کے ساتھ روکے رہیئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہیں۔ دنیاوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان کی طرف سے ہرگز نہ بدلیں۔ اور ان کا کہنا نہ مانئے جن کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنے کام میں حد سے گزر گئے ہیں۔ اور آپ کہہ دیجئے کہ سچائی آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ پس جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ ہم نے بہر حال ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اگر وہ پانی مانگنا چاہیں گے تو ان کی خاطر داری ایسے پانی سے کی جائے گی جو تیل کے تلچھٹ کی طرح کھولتا ہوا ہوگا جو ان کے منہ کو بھون ڈالے گا۔ بدترین پینے کی چیز اور بری آرام گاہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اُتْلُ	پڑھیے۔سنایئے۔
مُلْتَحَدٌ	پناہ کی جگہ۔
لَاتَعْدُ	نہ پھریں۔
تُرِيْدُ	تو چاہتا ہے۔
لَاتُطِعْ	کہنا مت مان۔
هَوَاهُ	اس کی خواہش۔
فُرُطًا	حد سے آگے بڑھنے والے۔
اَحَاطَ	گھیر لیا۔
سُرَادِقٌ	پردہ کی دیوار۔قنات۔
يَسْتَغِيْثُوْا	وہ مدد چاہیں گے۔
مُهْلٌ	وہ چیز جو طبیعت پر ناگوار ہو۔
يَشْوِىْ	بھون ڈالتی ہے۔
اَلشَّرَابُ	پینے کی چیز۔
مُرْتَفَقٌ	آرام کرنے کی جگہ۔

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

نبی کریم ﷺ کی شدید دلی خواہش تھی کہ اگر عرب کے سردار اور با اثر لوگ ایمان لے آئیں تو سارا عرب اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جائے گا اور کفر و شرک کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔آپ اللہ کا دین پھیلانے کی جدو جہد میں رات دن کوششیں فرماتے

رہتے تھے۔ ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے نتیجے میں اکابر صحابہؓ کے علاوہ اکثر ان چند لوگوں نے اسلام قبول کیا جو معاشرہ کے انتہائی غریب، بے کس اور غلام تھے۔ جب آپ کفار مکہ کو اسلام کی دعوت دیتے تو ان کا یہ عذر ہوتا تھا کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ کے پاس آنا تو چاہتے ہیں مگر آپ کے پاس ایسے غریب نادار اور غلام بیٹھے رہتے ہیں جن کے پاس بیٹھنا ہماری توہین ہے۔ پہلے آپ اپنی مجلس سے ایسے لوگوں کو نکال دیجئے تب ہم آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی باتیں سن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے ان آیات کو نازل فرمایا جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کیجئے جس میں انسانی زندگی کی سچائیاں ہیں جو کبھی نہ تبدیل ہونے والی ہیں اور انسان کے لئے آخری پناہ گاہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑیئے جو اللہ پر ایمان کے سچے جذبے کے ساتھ آپ پر ایمان لائے ہیں جیسے حضرت عمارؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی اور اس کی رضا و خوشنودی کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ ان سے کبھی منہ نہ پھیریئے اور جو لوگ زندگی کی سچائیوں سے منہ موڑ کر چلتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بااثر کیوں نہ ہوں ان کی رفاقت اور قرب اختیار نہ کیجئے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے ایسے لوگ اپنی خواہشات نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں اور وہ کسی حد پر جا کر رکنے والے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ یہ سچائی میرے رب کی طرف سے ہے۔ جس کا دل چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے وہ کفر کا راستہ اختیار کر لے۔ لیکن ایسے لوگ اس بات کو ضرور اپنے ذہن میں رکھ لیں کہ جس نے بھی کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا اس کے لئے ایسی جہنم تیار ہے جس کی لپٹیں ان کو گھیر لیں گی اور جب وہ اس آگ میں اپنی پیاس بجھانے کے لئے پانی مانگیں گے تو ان کو تیل کی تلچھٹ یا لہو پیپ دیا جائے گا جو ان کے منہ کو جلا کر راکھ کر دے گا اور اس وقت ان کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ جہنم کا کھانا اور ٹھکانا بدترین چیز ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

ع ۹ ۱۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے بلاشبہ ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے جنہوں نے بہترین کام کئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ رہنے کی جنتیں ہونگی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک ریشم اور دبیز ریشم کے سبز رنگ کا لباس پہنائے جائیں گے اور وہ مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ یہ بہترین صلہ ہے اور اعلیٰ ترین آرام گاہ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

لَانُضِیعُ	ہم ضائع نہیں کریں گے۔
اَحْسَنُ	زیادہ بہترین۔
یُحَلَّوْنَ	پہنائے جائیں گے۔
اَسَاوِرٌ (سِوَارٌ)	کنگن۔ کلائی کا زیور۔
ذَهَبٌ	سونا۔
یَلْبَسُوْنَ	وہ پہنیں گے۔
ثِیَابٌ (ثَوْبٌ)	کپڑے۔
خُضْرٌ	سبز رنگ۔
سُنْدُسٌ	باریک تاروالا ریشم۔
اِسْتَبْرَقٌ	موٹے تار سے بنا ریشم۔
مُتَّکِئِیْنَ	تکیہ لگانے والے۔
اَلْاَرَائِکُ (اَرِیْکَۃٌ)	مسہریاں۔ تخت۔
نِعْمَ الثَّوَابُ	بہترین بدلہ۔
حَسُنَتْ	نہایت عمدہ

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

اس سے پہلی آیات میں کفار و مشرکین کے برے اعمال اور برے انجام کا ذکر تھا اب ان آیات میں اہل ایمان اور ان کے بہترین انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

فرمایا کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کرتے ہیں ان کی ہر نیکی چھوٹی ہو یا بڑی اس کو اللہ ضائع نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی قدر کرتے ہوئے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔ اور انسان کی ہر نیکی اور حسن عمل اللہ کے ہاں پوری طرح محفوظ ہے۔ ایسے نیکوکاروں کو شاہانہ باغات اور حسین ترین محلات عطا کئے جائیں گے۔ ان کا لباس بھی انتہائی خوبصورت اور شاہانہ ہوگا۔ بادشاہوں کی طرح سونے کے کنگن اور باریک ریشم اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے بڑی شان سے مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ یہ سب کچھ ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا بہترین انجام ہوگا۔

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہ تو اپنے عیش و آرام، خوبصورت باغات، حسین محلات اور بہترین لباس کے لئے طرح طرح کے جتن کرتے ہیں کبھی کبھی تو ظلم و زیادتی یا انسانی کھوپڑیوں پر اپنے محلات تعمیر کرتے ہیں تب جا کر وہ سونے کے کنگن پہن کر فخر کرتے ہیں لیکن یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو جنت میں ہمیشہ کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ دنیا کی بادشاہتیں اور عیش و آرام تو ایک وقت تک ہیں پھر موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن اہل جنت کو جو انعامات دیئے جائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے ہوں گے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ عارضی طور پر اس دنیا کی راحتیں بھی عطا فرمادے اور بادشاہوں کے تاج و تخت اہل ایمان کے قدموں کی دھول بنا دے۔ چنانچہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے جب ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں تو قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں کی دھول بن گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے شاہانہ تاج و تخت ان کے وضوخانہ کے کمروں میں استنجے کے ڈھیلوں کے ساتھ پڑے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کرامؓ کو قیامت میں جنت کی ابدی راحتیں عطا فرمائیں گے جس کا تصور تو اس دنیا میں کرنا مشکل بلکہ نا ممکن ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا کیا نعمتیں دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان و صالح کا پیکر بنا کر جنت کی راحتوں کا حق دار بنا دے۔ آمین۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ
وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا ۝۳۲ كِلۡتَا الۡجَـنَّتَيۡنِ
اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔـا ۙ وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝۳۳
وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ
مِنۡكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ
لِّنَفۡسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۝۳۵ وَّمَاۤ
اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ
خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ۝۳۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۶

ان سے دو آدمیوں کا حال بیان کیجئے۔ ہم نے ان میں سے ایک کے لئے انگور کے دو باغ رکھے تھے ان کے چاروں طرف کھجوروں کی باڑھ اور ان کے درمیان کھیتی لگا رکھی تھی۔ دونوں باغ اپنا پھل خوب لا رہے تھے اور اس کی (پیداوار) میں کمی نہ تھی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر بہادی تھی جس سے اور بھی پیداوار تھی۔ باتیں کرتے ہوئے اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے پاس تجھ سے زیادہ مال ہے اور میرے لوگ بھی تجھ سے بہت زیادہ ہیں اور وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہوا باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ باغ کبھی برباد ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی اور اگر کبھی اپنے رب کے پاس پہنچا تو میں وہاں اس سے بھی بہتر حاصل کرلوں گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٢ تا ٣٦

اِضْرِبْ	بیان کر۔ مار۔
رَجُلَيْنِ (رَجُلٌ)	مردوں۔ دو آدمی۔
اَعْنَابٌ (عِنَبٌ)	انگور۔
حَفَفْنَا	ہم نے گھیر لیا۔ محفوظ کر لیا۔
نَخْلٌ	کھجور۔
زَرْعٌ	کھیتی۔
كِلْتَا	دونوں۔
اُكُلٌ	پھل۔
لَمْ تَظْلِمْ	کم نہیں کیا۔
فَجَّرْنَا	ہم نے بہا دیا۔
يُحَاوِرُ	بات چیت کرتا ہے۔
اَعَزُّ	میں زیادہ عزت والا ہوں۔
نَفَرٌ	لوگ۔ جماعت۔
تَبِيْدَ	اجڑ جائے گا۔
اَلسَّاعَةُ	قیامت۔ گھڑی۔
رُدِدْتُّ	میں لوٹایا گیا۔
مُنْقَلَبٌ	(بہترین) جگہ لوٹنے کی۔

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۶

کفار مکہ کے اس مطالبہ کا ذکر گذشتہ آیات میں کیا گیا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اے نبی ﷺ ہم آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے معاشرہ کے وہ غریب اور بد حال لوگ بیٹھے ہیں جن کے پاس بیٹھنا ہماری توہین ہے تو ہم آپ کے پاس آنے سے رک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے مغرور اور متکبر لوگوں کو سمجھانے کے لئے بطور مثال ایک واقعہ بیان کیا ہے دو آدمی تھے ان میں سے ایک تو اللہ کی بے انتہا نعمتوں کے باوجود ناشکرا پن اور تکبر کا اظہار کر کے اپنی بڑائی بیان کرتا تھا دوسرا شخص اللہ کا فرماں بردار اور عاجزی و انکساری کا پیکر تھا۔ یہ دونوں ہوسکتا ہے بنی اسرائیل کے دو آدمی ہوں یا اس واقعہ کو ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہو۔ بہر حال ان آیتوں میں سرداران مکہ اور قیامت تک آنے والے ہر متکبر اور مغرور شخص کو بتایا گیا ہے کہ اللہ کو کسی کا غرور اور تکبر قطعاً پسند نہیں ہے اسے عاجزی، انکساری اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرنے والے لوگ بے انتہا پسند ہیں۔

فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک شخص وہ تھا جسے پھلوں سے لدے ہوئے دو باغ دیئے گئے تھے جن میں انگور اور کھجوروں کی باڑھ تھی۔ سرسبز و شاداب کھیتیاں، پھل دار درخت اور بہتی ندی تھی جس سے ہر طرح کا نفع حاصل ہوتا تھا۔ مال و دولت کی ریل پیل، عزت و سر بلندی، رشتہ داروں اور دوستوں کے ہجوم نے اس کو اتنا مغرور کر دیا تھا کہ ایک دن اپنے کسی غریب دوست یا رشتہ دار کو پھلوں اور پھولوں سے لدے پھندے باغات میں لے جا کر کہنے لگا کہ یہ میرے باغات ہیں، لہلاتی کھیتیاں، سرسبزی و شادابی، دنیا کا بے انتہا سامان، رشتہ داروں اور لوگوں کی بھیڑ میری عزت و سر بلندی اتنی زیادہ ہے کہ اب مجھے نہ تو کوئی برباد کرسکتا ہے۔ اور یہ آخرت، قیامت سب کہنے کی باتیں ہیں پتہ نہیں قیامت آئے گی یا نہیں۔ میں تو اللہ کا محبوب بندہ ہوں کیونکہ اگر وہ اللہ مجھ سے ناراض ہوتا تو مجھے یہ سب کچھ کیوں دیتا۔ آخرت میں بھی میں راحت و آرام سے رہوں گا کیونکہ جب میں اللہ کا محبوب بندہ ہوں تو وہ مجھے وہاں آخرت کی نعمتوں سے کیوں محروم رکھے گا۔ اس کے یہ سب کچھ کہنے کا مقصد اس غریب آدمی کا مذاق اڑانا تھا جو اللہ اور آخرت پر ایمان و یقین رکھنے والا اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والا شخص تھا۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تمہیں تمہاری نیکی اور پرہیز گاری نے کیا دیا؟ سوائے فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کے تمہارے پاس کیا ہے؟ اس واقعہ کی تفصیل تو اس سے اگلی آیات میں آرہی ہے۔ ٹھیک اسی طرح کفار مکہ ان مومنوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے جو ایمان و عمل صالح کی وجہ سے فقر و فاقہ کی زندگی گذار رہے تھے۔ حالانکہ اللہ نے انجام کے اعتبار سے صحابہ کرام کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائی تھیں۔ مگر یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی اس واقعہ کی باقی تفصیل اگلی آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ
سَوّٰىكَ رَجُلًا ۳۷ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۳۸
وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ
اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۳۹ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ
يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ
فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۴۰ اَوْ يُصْبِحَ مَاۗؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ
لَهٗ طَلَبًا ۴۱ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰي مَآ
اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ
لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۴۲ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۴۳ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ
لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۴۴ ع ۵ ۱۳ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۴

دوسرے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر (ناشکری) کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے پیدا کیا۔ پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا۔ لیکن میں تو یقین رکھتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جب تو اپنے باغ میں

پہنچا تھا تو نے یہ کیوں نہ کہا ماشا اللہ ولاقوۃ الا باللہ (جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اللہ کی قوت کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں ہے) شاید تیرے باغ سے بہتر مجھے دے دیا جائے۔ اور تیرے باغ پر اچانک کوئی آسمانی آفت آپڑے اور پھر وہ صاف چٹیل میدان بن کر رہ جائے۔ یا اس سے اس کا پانی زمین کے اندر اتر جائے۔ پھر تو اسے دوبارہ لانے کی طاقت نہ رکھے۔ چنانچہ اس کا سارا پھل سمیٹ لیا گیا (تباہ کر دیا گیا)۔ اور اس پر جو اس نے مال لگایا تھا وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اور وہ باغ اپنی چھتریوں پر گر پڑا تھا۔ کہنے لگا اے کاش کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کو نہ آسکی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔ یہاں سارا اختیار اللہ ہی کا ہے جو سچا ہے۔ اور اسی کا انعام بہتر ہے اور اس کا دیا ہوا بدلہ ہی اچھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۴

یُحَاوِرُ	وہ بات کرتا ہے۔
تُرَابٌ	مٹی۔
سَوّٰی	برابر کیا۔ مکمل کیا۔
اِنْ تَرَنِ	اگر تو مجھے دیکھتا ہے۔
اَنْ یُّؤْتِیَنِ	یہ کہ مجھے دیدے۔
یُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے۔
حُسْبَانٌ	آفت۔ مصیبت۔
صَعِیْدٌ	چٹیل میدان۔ نرم مٹی۔

زَلَقٌ	چکنی مٹی۔
غَوْرٌ	گہرائی میں اتر جانا۔
اُحِيْطَ	گھیر لیا گیا۔
يُقَلِّبُ	وہ الٹتا پلٹتا ہے۔
كَفَّيْهِ (كَفَّيْنِ)	اپنی دو ہتھیلیاں۔
اَنْفَقَ	اس نے خرچ کیا۔
خَاوِيَةٌ	اوندھی پڑی رہنے والی۔
عُرُوْشٌ (عَرْشٌ)	بلندی۔ چھتیں
فِئَةٌ	جماعت۔ گروہ۔
هُنَالِكَ	اسی جگہ۔
اَلْوَلَايَةُ	اختیار۔
عُقُبٌ	انجام۔ اجرت دینا۔

تشریح: آیت نمبر ٣٧ تا ۴۴

دنیا اور اس کی دولت کی خاصیت یہ ہے کہ اگر ایک شخص ایمان اور عمل صالح سے دور ہو تو وہ بے جا فخر و غرور اور ناشکری میں مبتلا ہو کر قارون بن جاتا ہے۔ وہ اپنے علاوہ ہر شخص کو کم تر اور بے عقل سمجھنے لگتا ہے۔ اسے اس بات پر انتہائی فخر ہوتا ہے کہ اس کو جو کچھ ملا ہے وہ صرف اس کے علم تجربے اور محنت کا ثمرہ ہے۔ حالانکہ علم، تجربے اور محنت ہی کو سب کچھ مان لیا جائے تو ایک مال دار شخص کے مقابلے میں انتہائی قابل، عالم، تجربہ کار اور محنتی شخص زندگی بھر مفلسی اور غربت میں گذارتا نظر آتا ہے اور ایک وہ شخص جو

صورت، شکل، علم، تجربے میں بہت کم ہے عیش و عشرت کے سامان اور مال و دولت کے ڈھیر رکھتا ہے وہ اسی میں مگن رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا ایک نظام ہے جس کے تحت ہر شخص کو کچھ نہ کچھ عطا کیا جاتا ہے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ اس پر فخر و غرور اور تکبر کا انداز اختیار نہ کرے۔ اللہ کا نظام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے تو اللہ اس سے سب کچھ چھین کر اس کو بے بس اور مجبور بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایسے ہی دو آدمیوں کے واقعہ کو بطور مثال ارشاد فرمایا گیا ہے۔

ایک شخص مال دار اور دوسرا غریب و نادار تھا۔ مال دار رئیس آدمی کے انگوروں اور کھجوروں اور ہر طرح کے ثمرات سے بھرپور دو باغ تھے۔ ہر طرف سرسبزی و شادابی، خوش حالی، رشتہ داروں اور دوستوں کی بھیڑ اس کے گرد جمع رہتی تھی۔ ایک دن وہ مال دار شخص اپنے غریب اور مفلس شخص کو اپنے باغ میں لے گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس دھن دولت کی کمی نہیں ہے۔ میں معاشرہ کا قابل ترین اور باعزت شخص ہوں ایک آدمی جن چیزوں کی تمنا کر سکتا ہے وہ سب کچھ مجھے حاصل ہیں۔ اب یہ سلسلہ قیامت تک چلے گا۔ کہنے لگا کہ یہ قیامت، آخرت وغیرہ سب کہنے کی باتیں ہیں مجھے تو یقین نہیں ہے کہ قیامت آئے گی بہر حال اگر قیامت برپا ہوئی اور حساب کتاب ہوا تو جس طرح میں دنیا میں عیش و آرام کے ساتھ زندگی گذار رہا ہوں آخرت میں بھی اسی طرح میں باعزت اور عیش و آرام کی زندگی گذاروں گا۔ اس نے اپنے غریب بھائی سے کہا کہ مجھے تو اپنے علم اور تجربے سے سب کچھ مل گیا تم بتاؤ کہ تمہیں تمہاری نیکیوں، تقویٰ اور پرہیزگاری نے کیا دیا۔ تم تو یہاں بھی نقصان اور خسارے میں ہو۔ آخرت میں کیا ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ وہاں بھی تم اس حال میں رہو گے اور تمہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ جب وہ شخص اپنے غرور و تکبر کی باتیں کر چکا تو اس غریب و مفلس آدمی نے کہا کتنے افسوس کی بات ہے کہ تو ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے فخر و غرور کر رہا ہے۔ کبھی تو نے اس بات پر غور کرنے کی زحمت کی ہے کہ اللہ نے تجھے معمولی مٹی اور ناپاک خون کے ایک قطرے (نطفہ) سے پیدا کیا ہے اور تجھے صحیح سالم آدمی بنایا دیا ہے۔ رہی میری بات تو میں عرض کروں گا کہ مجھے یقین کامل ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہی ہے جو اپنی ذات میں یک و تنہا ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔

مفلس آدمی نے مال دار سے کہا کہ اگر تو بے جا فخر و غرور کے بجائے ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہتا ''ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ'' یعنی جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور (اس کائنات میں) ساری طاقت و قوت اللہ ہی کی ہے۔ اگر تو شکر کا انداز اختیار کرتا تو شاید تجھے اس سے بھی دوگنا عطا کر دیا جاتا۔ اللہ کی یہ قدرت و طاقت ہے کہ وہ آسمان سے کوئی آفت بھیج دے اور پھر تیرے یہ ہرے بھرے درخت سب کے سب تباہ ہو کر ایک چٹیل میدان بن جائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس پانی سے تیرے باغوں

کی یہ سرسبزی وشادابی ہے وہ پانی زمین کی گہرائیوں میں اتر جائے اور پھر ہزار کوشش کے باوجود اس پانی کو دوبارہ زمین کے اوپر نہ لایا جاسکے۔ کیونکہ جب اللہ کا فیصلہ آجائے گا تو پھر کس میں یہ طاقت اور قوت ہے کہ وہ اس کو اس کے عذاب سے بچا سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک دن اس کے باغوں پر آسمانی آفت آئی اور اس کے درختوں کے پھل اور سرسبزی وشادابی ختم ہو کر رہ گئی۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا تو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس کا سارا باغ اس کی چھتریوں اور دیواروں پر ڈھیر ہو چکا تھا۔ تب اس کو عقل آئی اور اس نے کہا کہ کاش میں فخر وغرور اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ اس کی مکمل تباہی کے بعد وہی دوست احباب اور رشتہ دار جو اس کی خوشامد میں لگے رہتے تھے ایک ایک کر کے اس سے غائب ہونا شروع ہو گئے۔ وہ سب کے سب مل کر بھی اس کے کام نہ آسکے۔ اور پھر اس کی جدوجہد اور کوشش بھی اس کے کام نہ آسکی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت صرف اللہ ہی کی ہے جو سچا پروردگار ہے اسی کا سارا اختیار ہے۔ جو اس کی طاقت وقوت کے سامنے جھکتا ہے وہی انعام واکرام کا مستحق ہوتا ہے اور اس کا انجام بھی بہتر انجام ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کا فخر وغرور اور تکبر قطعاً ناپسند ہے۔ اگر اس کو کوئی چیز پسند ہے تو وہ انسان کی عاجزی وانکساری اور شکر گزاری کا جذبہ ہے۔ جو لوگ عاجزی وانکساری کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اللہ ان لوگوں کو اپنے انعام واکرام سے نوازتا ہے اور ان کا انجام بھی بہترین ہوتا ہے۔

۲۔ اس کے برخلاف جو لوگ بے جا فخر وغرور کرتے ہیں اور دنیا کے مال ودولت کو سب کچھ سمجھ کر آخرت تک کا انکار کر بیٹھتے ہیں وہ وقتی طور پر تو بہت ترقی کرتے نظر آتے ہیں لیکن بہت جلد اپنے غرور کے سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں جہاں نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ کوئی دوسرا ان کو بچانے آسکتا ہے۔

۳۔ ان آیات اور مثال میں کفار مکہ کو بھی آگاہ کیا جارہا ہے کہ وہ غریب اور مفلس مسلمانوں کا مذاق نہ اڑائیں اور اپنی دولت پر فخر وغرور نہ کریں کیونکہ وہ کفار برے انجام سے بہت قریب ہیں۔ اور صحابہ رسول ﷺ بہت جلد کامیاب اور بامراد ہونے والے ہیں۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں ان کا کس قدر بلند مقام ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ
مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ
الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ
الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ
عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ
تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ۚ
وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ
الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ
يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً
وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ
لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ۧ ٦ ع ٥ ١٨

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

(اے نبی ﷺ) دنیا کی زندگی کی ایک مثال بیان کر دیجئے۔ (مثال یہ ہے کہ) جیسے ہم نے بلندی سے پانی برسایا پھر زمین کی پیداوار خوب گھنی ہوگئی۔ پھر وہی (نباتات) چورا چورا ہو کر رہ گئی جس کو ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ مال اور اولاد محض

دنیاوی زندگی کی زیب وزینت ہیں۔ باقی رہنے والی نیکیوں کا بدلہ آپ کے رب کے نزدیک زیادہ بہتر ہے اور ان کا انجام بھی بہتر ہے (کیسا ہیبت ناک دن ہوگا) جب ہم پہاڑوں کو چلائیں گے۔ اور تم زمین کو کھلا ہوا دیکھو گے۔ پھر ہم سب کو اس طرح گھیر لائیں گے کہ کوئی چھوٹنے نہ پائے گا اور وہ سب کے سب پروردگار کے سامنے صفیں بنائے حاضر کئے جائیں گے۔ (اللہ فرمائیں گے) آخر کار تم آپہنچے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے لئے وعدے کا وقت مقرر نہیں ہے۔ اعمال نامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ آپ ان مجرموں کو ڈرتے ہوئے دیکھیں گے۔ اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے جس میں اس نے نہ چھوٹی بات کو چھوڑا ہے اور نہ بڑی بات کو جو اس میں نہ آگئی ہو۔ اور انہوں نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے۔ اور آپ کا پروردگار کسی پر (ذرہ برابر) ظلم نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

اِخْتَلَطَ — مل گیا۔

نَبَاتُ الْاَرْضِ — زمین کا سبزہ۔

اَصْبَحَ — ہو گیا۔

هَشِيْمٌ — چورہ چورہ۔

تَذْرُوْا — وہ اڑاتی ہے۔

اَلرِّيَاحُ (رِيْحٌ) — ہوائیں۔

مُقْتَدِرٌ — قدرت رکھنے والا۔

اَلْبَنُوْنَ (اِبْنٌ) — بیٹے۔

اَلْبٰقِيٰتُ — باقی رہنے والی۔

اَمَلٌ — توقع۔ امید۔

نُسَيِّرُ	ہم چلائیں گے۔
بَارِزَةٌ	کھلی ہوئی۔
لَمْ نُغَادِرْ	ہم نے نہیں چھوڑا۔
عُرِضُوْا	پیش کیا گیا۔
صَفٌّ	قطار۔صف۔
اَوَّلُ مَرَّةٍ	پہلی مرتبہ۔
زَعَمْتُمْ	تم نے گھمنڈ کیا۔گمان کیا۔
وُضِعَ	رکھ دیا گیا۔
مُشْفِقِيْنَ	ڈرنے والے۔
اَحْصٰى	شمار کرلیا گیا۔
لَايَظْلِمُ	وہ ظلم نہیں کرتا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۹

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چھوٹی چھوٹی مثالوں سے بڑی بڑی حقیقتوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور کمزوریوں کو ایک مثال کے ذریعہ بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اوراس کی چیزیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تا کہ ہر شخص ان کو استعمال کر کے اپنی زندگی کا سامان کر سکے۔ یہ دنیا نہ تو دل لگانے کی چیز ہے نہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ہمیشہ رہنے والی چیز آخرت اور انسان کے نیک اعمال ہیں۔

فرمایا کہ جب زمین پر بارش برستی ہے تو مردہ زندگی میں ایک نئی زندگی اور سرسبزی و شادابی نظر آنے لگتی ہے۔ درخت، سبزہ، پھول، بوٹے اور لہلہاتے کھیت رونق دینے لگتے ہیں۔ لیکن پھر وہ موسم آتا ہے جس میں ہر چیز پر خزاں چھانے لگتی ہے۔ وہی درخت

اور پتے جو اپنی سرسبزی وشادابی سے دلوں کو گرمارہے تھے بے رونق ہو جاتے ہیں۔ درختوں کے پتے رنگ بدلتے بدلتے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ پتے ادھر ادھر بکھر کر ہواؤں کے رحم وکرم پر رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک بچہ پیدا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ بڑھ کر نو جوانی، جوانی میں قدم رکھتا ہے۔ اس وقت اس میں ایک خاص ہمت، ولولہ اور شوق ہوتا ہے وہ خوب محنت کرتا ہے اور پھر ادھیڑ عمری سے گذر کر بوڑھا ہو جاتا ہے اور وہ خزاں میں بکھرے ہوئے پتوں کی طرح ادھر ادھر ڈولتا پھرتا ہے اور پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا پر نجانے کتنی مرتبہ بہاروں کے موسم آئے۔ یہ دنیا بھی ایک وقت تمام بہاروں سے گذر کر فنا ہو جائے گی اور صرف ایک اللہ کی حکمرانی رہ جائے گی۔ انسان دنیا میں اپنے چاروں طرف بہت سی چیزیں جمع کرتا ہے مال و دولت، گھربار، کاروبار، اونچے اونچے مکان، سواریاں اور اولا دلیکن جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو ان میں سے کوئی بھی چیز اس کے ساتھ نہیں جاتی۔ یہ دنیا اور اس کی رونقیں یہیں رہ جاتی ہیں البتہ انسان کے وہ بہترین اعمال اور بلند کردار اس کے ساتھ جاتا ہے جو اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔ انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ اگر بہتر اعمال کئے ہیں تو اس کی آخرت کی نجات کا ذریعہ بن جائیں گے۔ برے اعمال ہوں گے تو وہ اس کے گلے کی مصیبت بن جائیں گے۔ جب آدمی دنیا اور اس کی رونقیں حاصل کرتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی لیکن موت کی نیند کے ساتھ ہی یہ چیزیں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ اس کے برخلاف اس کے نیک اعمال اس کی قبر سے لے کر میدان حشر تک اس کا ساتھ دیں گے اور اس کو آخرت کی زندگی اور اس کی راحتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عطا کی جائیں گے اسی لئے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے لئے محنت بھی زیادہ کرنا پڑتی ہے۔ درحقیقت اس دنیا سے تو ہر شخص کو ایک خاص مدت کے بعد جانا ہی ہے۔ خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو اس دنیا کی مختصر زندگی میں زیادہ سے زیادہ حسن عمل اور حسن کردار کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہی ان کی دنیا اور آخرت میں عزت وسربلندی کا ذریعہ ہے۔

ہر شخص کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو تو اس کا کردار دوسروں کے لئے بہترین مثال بن جائے۔ ہر شخص اس کو یاد کرنے والا، اس کے لئے کلمہ خیر کہنے والا، دعائیں کرنے والا ہو اور اس کے کردار کو ایک مثال بنا کر اس کے راستے پر چلنے والا ہو۔ اس کے برخلاف وہ شخص کتنا بدنصیب ہے کہ اس کے مرنے کے بعد نہ تو کوئی کلمہ خیر کہنے والا ہو، نہ اس کی زندگی دوسروں کے لئے کوئی مثال ہو اور نہ اس کے لئے کوئی ایصال ثواب کرنے والا ہو۔ فرمایا کہ آخرت کی خوش حالی اور دنیا کی نیک نامی ان لوگوں کو ملتی ہے جو حسن عمل کا پیکر ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے اس زندگی میں کسی کے ساتھ کوئی اچھا معاملہ کیا جو اس کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے تو یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے اگر کسی کو عالم حافظ قاری بنا دیا، تعمیر مسجد و مدرسہ میں حصہ لیا تو یہ اس کے لئے انتہائی اعلیٰ صدقہ جاریہ ہے۔ انسان کا ایک بہت بڑا صدقہ جاریہ اس کی اپنی اولاد ہے جس کی صحیح تعلیم و تربیت سے وہ ان کو صحیح راستے

پر ڈال کر جانے والا ہو تو اولاد کا ہر نیک عمل اس کے والدین کے لئے ثواب جاریہ ہے۔ اس موقع پر میں یہ عرض کروں گا کہ صرف وہ اپنے بچوں کی ہی فکر نہ کرے بلکہ اپنی قوم کے غریب بچوں کی تعلیم و تربیت کی فکر بھی کرے تاکہ اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جائے اور یہ بھی اس کے لئے ثواب جاریہ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کا بہترین اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر شخص کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ایک وقت اللہ اپنی قدرت و طاقت سے اس زمین کو ایک صاف اور چٹیل میدان بنا دے گا پھر قیامت قائم کی جائے گی اور انسان نے دنیا میں جو اعمال کئے ہیں ان کا حساب لیا جائے گا ان کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے جس میں ہر بات درج ہوگی وہ بات چھوٹی ہو یا بڑی۔ وہ وقت بھی عجیب ہوگا جب ہر شخص اپنے نامہ اعمال پڑھ کر یہ محسوس کرے گا کہ اس میں زندگی کے ہر معاملے کو نوٹ کر لیا گیا ہے اور کسی بات کو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس دنیا میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا اسی طرح آخرت میں بھی ہر شخص کو انصاف ملے گا اور اس پر ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ
اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ
لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝٥٠ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ
الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝٥١ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ
زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ
مَّوْبِقًا ۝٥٢ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ
لَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝٥٣ ع ۷/۱۹ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ وہ قوم جنات میں سے تھا اور اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تھی۔ تو کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے مقابلے میں اپنا رفیق بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ ظالموں کے لئے بہت برا بدلہ ہے۔ میں نے ان کو نہ تو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے وقت اور نہ خود ان کی پیدائش کے وقت (مشورہ کے لئے بلایا تھا) اور نہ میں ایسا بے بس تھا کہ گم راہوں کو اپنا دست و بازو بناتا۔

یاد کرو اس دن جب (اللہ فرمائیں گے کہ) جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے ان کو پکارو۔ وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے تو ہم ان کے درمیان تباہی کا سامان کر دیں گے۔ اور گناہ گار جہنم کو دیکھیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور وہ اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

فَسَقَ	نافرمانی کی۔
مَا اَشْهَدْتُّ	میں نے نہیں بلایا۔
مُتَّخِذُ	بنانے والا۔
اَلْمُضِلِّيْنَ	گمراہ کرنے والے۔
عَضُدٌ	مددگار۔ قوت و بازو۔
نَادُوْا	پکارو۔ آواز دو۔
لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا	انہوں نے جواب نہیں دیا۔
مَوْبِقٌ	تباہی و بربادی کا سامان۔ آڑ۔
مُوَاقِعُوْنَ	داخل ہونے والے۔
مَصْرِفٌ	پناہ کی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۵۳

ابلیس اور شیطان دونوں ایک ہی فرد کے نام ہیں جس کا تعلق جنات کی قوم سے تھا۔ اللہ نے آدمؑ کی پیدائش سے پہلے ہی اس کو تمام فرشتوں کا سردار بنایا ہوا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سب کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے سامنے سجدہ کریں یعنی جھک جائیں۔ تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل میں حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا لیکن شیطان نے اس تکبر کے ساتھ سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کہ میں تو آگ سے بنایا گیا ہوں اور حضرت آدمؑ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور مجھے تو بظاہر ان میں کوئی ایسی عظمت والی بات نظر نہیں آتی کہ میں آدم کے سامنے جھک جاؤں۔ لہٰذا میں حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کو تکبر کسی حال میں پسند نہیں ہے اس تکبر اور بڑائی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو حکم دیا کہ وہ اس عظمت کے مقام سے دور ہو جائے۔ شیطان نے اس حکم کے مقابلے میں تکبر سے کہا کہ اگر مجھے مہلت دیدی جائے تو میں اس بات کو ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی صحیح ہے اور انسان اس عزت و عظمت کے لائق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قیامت تک مہلت دیتے ہوئے فرمایا کہ جو میرے نیک اور لائق بندے ہوں گے وہ تیرے فریب کے جال میں کبھی نہ پھنسیں گے۔ البتہ وہ لوگ جو میرے نافرمان بندے ہوں گے ان پر تیرا قابو چل سکتا ہے۔ لیکن میرا بھی یہ وعدہ ہے کہ میں اپنے نیک اور فرماں بردار بندوں کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کروں گا اور نافرمانوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ چنانچہ یہیں سے خیر اور شر کا آغاز ہو گیا اور قیامت تک رہے گا۔

اس واقعہ کو قرآن کریم میں متعدد اور مختلف سورتوں میں بیان فرمایا گیا ہے جس سے ہر انسان کو اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ شیطان دراصل انسان کا ازلی اور پکا دشمن ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہتا کہ کوئی شخص بھلائی اور خیر کا راستہ اختیار کر کے جنت کا مستحق بن جائے وہ ہمیشہ گناہ اور نافرمانی کی طرف بلانے کے لئے طرح طرح کے جال پھیلاتا رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں وہ خیر و شر کی ہر بات کو کھول کھول کر بیان کرنے تشریف لا چکے ہیں۔ اگر کسی نے اس کھلی ہوئی اور واضح حقیقت کو تسلیم نہیں کیا تو پھر ان کو کبھی راہ ہدایت نہ مل سکے گی وہ ان کے دامن محبت و اطاعت سے وابستہ ہو کر حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں ورنہ ان کو کبھی فلاح اور رشد و ہدایت کا راستہ نصیب نہ ہو گا۔ یہ اللہ کے وہ محبوب نبی ہیں جن پر ایمان لانے والے اور عمل صالح کے ساتھ چلنے والے اس قدر بلند مقام تک پہنچ گئے ہیں کہ ساری دنیا کے تمام نیک انسان اگر مل جائیں اور ان کی نیکیاں جمع کر لی جائیں تو وہ سب مل کر ایک صحابی رسول کے قدموں میں لگی ہوئی خاک کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ اس سے بڑھ کر صحابہ کرامؓ کی عظمت اور کیا ہو گی کہ اللہ نے ان کے ایمان لانے کو معیار حق و صداقت بنا دیا ہے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ (کفار و مشرکین) اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پر ہیں۔ لیکن اگر وہ تمہاری طرح ایمان نہ لائے اور انہوں نے دوسرے راستے تلاش کئے تو ان سے زیادہ بدنصیب کوئی اور نہ ہو گا۔

آج ان صحابہ کرامؓ کی عظمت اور شان یہ ہے کہ ان کی طرف نسبت کرنے کو قابل فخر سمجھا جاتا ہے لیکن وہ لوگ جو اللہ ورسول کی نافرمانی پر اڑے رہے آج ان کی اولادیں بھی ان کی طرف نسبت کرنے کو پسند نہیں کرتیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تمام کفار ومشرکین اور نافرمانوں سے ایک ہی سوال کیا ہے۔ کیا تم اس شیطان کے راستے پر چلو گے۔ اس کی پیروی کرو گے جو انسان کا ازلی دشمن ہے یا اللہ اور اس کے رسول کا راستہ اختیار کرو گے جس میں قدم قدم پر کامیابیاں اور آخرت کا ابدی سکون ہے؟ فرمایا کہ شیطان کو یا اس کے چیلے چانٹوں کو اس زمین وآسمان کے بنانے میں ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ بلکہ شیطان کا کام بگاڑنا ہے بنانا نہیں۔ وہ لوگوں کو گمراہ تو کرسکتا ہے لیکن نہ تو سیدھے راستے پر چلا سکتا ہے اور نہ وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کوئی صراط مستقیم پر چل کر کامیاب وبامراد ہو۔

اس شیطان نے انسان کو بہکا کر کائنات کی ہر چیز پر سجدے کرادیئے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسے وہی چیزیں اس کائنات کی خالق ومالک ہیں۔ فرمایا کہ یہ انسان کی بہت بڑی بھول ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت وبندگی کرتا ہے جو اپنے پیدا ہونے میں بھی انسان کے محتاج ہیں۔ فرمایا کہ اسی لئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ ذرا ان معبودوں کو آواز تو دینا جن پر تمہیں بڑا ناز تھا چنانچہ وہ گھبراہٹ میں اپنے معبودوں کو آوازیں دیں گے مگر ان کی طرف سے ایک مسلسل خاموشی ان کو شرمندہ کر دے گی۔ اور وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے۔ فرمایا کہ ایسے معبودوں پر بھروسہ کرکے زندگی گذارنا سب سے بڑی حماقت ہے۔ یہ وقت ہے جہاں سوچ کر جھوٹے معبودوں سے توبہ کرکے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قبول کرلی جائے اسی میں کامیابی ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾
وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا
رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ
الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ
وَمُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا
بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان کی ہیں مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے۔ اور جب ان کے سامنے ہدایت آگئی تو اسے ماننے اور اللہ سے معافی مانگنے میں آخران کوکس چیز نے روک رکھا ہے۔ اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ ان کے ساتھ بھی وہی سب کچھ ہو جو گذری ہوئی قوموں کے ساتھ ہوا ہے۔ یا یہ کہ وہ عذاب کو سامنے آتا ہوا دیکھ لیں۔

رسولوں کو بھیجنے کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے ہوتے ہیں (لیکن ان کافروں کا یہ حال ہے کہ) وہ جھوٹے جھگڑوں کے ذریعے حق اور سچائی کو ٹلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور انہوں نے میری آیات اور جن چیزوں سے وہ ڈرائے گئے تھے مذاق بنا رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

صَرَّفْنَا ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔

جَدَلً خواہ مخواہ کا جھگڑا۔

مَنَعَ روکا۔

یَسْتَغْفِرُوْا وہ معافی چاہتے ہیں۔

سُنَّةٌ طریقہ۔ رسم۔

قُبُلاً سامنے۔

نُرْسِلُ ہم بھیجتے ہیں۔

یُدْحِضُوْا وہ ٹالتے ہیں۔

هُزُوًا مذاق۔

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حق و صداقت، نیکی اور سچائی کی مثالوں کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ ہر شخص سچائی کے راستے سے پوری طرح واقف ہو سکے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے حسن عمل اور طرز زندگی یعنی سنت کے ذریعہ ہر اس بات کی پوری طرح وضاحت فرما دی ہے جس سے ایک انسان کو صراط مستقیم پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ نے ایمان اور عمل صالح کی توفیق اور سعادت عطا فرمائی ہے انہوں نے نہ صرف اس پر ایمان لا کر بہترین عمل کیا بلکہ اس سچائی کو ساری دنیا تک پہنچانے میں اپنا سب کچھ قربان کر کے ایک ایسا انقلاب برپا کر دیا جس سے ساری انسانیت کے اندھیرے دور ہو گئے۔ انہیں کفر و شرک اور نافرمانیوں سے نجات مل گئی اور نور ہدایت کی روشنی میں انہوں نے دنیا اور آخرت کی تمام ابدی کامیابیاں حاصل کر لیں۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا طرز عمل اختیار کیا اور اپنے کفر و شرک پر جمے رہے وہ زندگی کے اندھیروں میں گم ہو کر رہ گئے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو بتایا ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے اکثر مثالوں کو بار بار اس لئے بیان کیا ہے تاکہ ہر شخص ان کو اچھی طرح سمجھ کر ان پر عمل کر سکے اور اپنی نجات کا سامان کر سکے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو پیغام ہدایت آنے کے باوجود اپنی ضد، ہٹ دھرمی، کج بحثی اور گناہوں کی زندگی پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس پیغام حق اور ہدایت آ جانے کے باوجود لوگ محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نافرمانیوں سے توبہ نہیں کرتے تو پھر ان لوگوں پر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے جس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ گھروں اور شہروں کی بربادی، تہذیب و تمدن کی تباہی، زلزلے، طوفان، وبائیں، ہوا کے سخت جھکڑ، باہمی اختلافات اور جھگڑے، طرح طرح کی تباہ کن مصیبتیں یہ سب اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں ہیں جو گذشتہ قوموں پر آتی رہی ہیں۔ فرمایا کہ ہم اپنے پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے کلام کے ذریعہ اور اپنے طرز عمل سے اس بات کی وضاحت کر دیں کہ اگر انہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا تو ان کے لئے دنیا اور آخرت کی ابدی راحتیں ہیں لیکن اگر انہوں نے کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا تو ان کا انجام گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

کفار مکہ کو خاص طور پر اور قیامت تک آنے والے ہر شخص سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی اور رسول بھیجے لیکن اب اللہ نے اپنے اس آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو بھیج دیا ہے جن کے دامن محبت میں سب کچھ ہے۔ اگر ان کی اطاعت و فرماں برداری کی گئی تو ان کو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی نصیب ہوگی۔ لیکن اگر ان کو اور اللہ کی آیات کو مذاق میں اڑانے کی کوشش کی گئی تو پھر ان کی زندگیاں خود ایک مذاق بن کر رہ جائیں گی اور اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا
اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا
كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا
مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا
لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾

٨ ع ٦ ٢٠

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۵۹

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سمجھایا گیا تو اس نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اسے وہ بھول گیا۔ (درحقیقت) ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ ان کے کانوں میں ایک بوجھ ہے (حق سننے سے بہرے ہیں) اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں گے تو وہ آپ کے کہنے سے کبھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

آپ کا پروردگار معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اگر وہ ان کے ہر عمل پر (فوراً گرفت کرتا) تو بہت جلد ان پر عذاب آسکتا تھا۔ لیکن ان کے لئے ایک مقرر وعدہ تھا کہ جس سے نکل بھاگنے کا وہ کوئی راستہ نہ پائیں گے۔ اور یہ بستیاں (جو تمہارے سامنے ہیں) جب یہاں کے لوگ ظالم ہوگئے تھے تو ہم نے ان کو تباہ و برباد کردیا تھا۔ اور ہم نے ان کی اس بربادی کا وعدہ کیا ہوا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۵۹

ذُكِّرَ	یاد دلایا گیا۔
اَعْرَضَ	اس نے منہ پھیر لیا۔
نَسِيَ	وہ بھول گیا۔

قَدَّمَتْ	آگے بھیجا۔
اَكِنَّةً	پردہ۔
اَنْ يَّفْقَهُوْهُ	یہ کہ وہ اس کو سمجھے۔
اِذًا	اس وقت۔
كَسَبُوْا	انہوں نے کمایا۔
عَجَّلَ	اس نے جلدی کی۔
مَوْئِلٌ	بچنے کی جگہ۔
اَلْقُرٰى	بستیاں
مُهْلِكٌ	برباد ہونے۔
مَوْعِدٌ	وقت مقرر۔

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۵۹

واقعی اس سے بڑھ کر زیادتی اور ظلم کیا ہوگا کہ جب ایک خیر خواہ جس کی کوئی ذاتی غرض یا فائدہ نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کا کلام پورے خلوص سے پیش کر رہا ہے۔ اس کی بات نہ سنی جائے اور نہ اس پر توجہ کی جائے بلکہ اس سے منہ پھیر کر چلا جائے اور اس کو ایسا بے حقیقت سمجھا جائے کہ اس کو یاد کرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیشہ سے اس کے نبی اور رسول حق و صداقت کا پیغام لے کر آتے رہے ہیں اور اب اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس سچے پیغام کو لے کر آگئے ہیں اس کے لئے جدوجہد ان کے خلوص کا مظہر ہے۔ وہ امت کی خیر خواہی کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں ان کی باتوں اور پیغام حق سے انکار یا منہ پھیرنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے جو وہ کرتے رہے ہیں اور جو انہوں نے اپنے اعمال آگے بھیجے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین اسلام کے سچے اصولوں اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے دوری اللہ کی توفیق سے محرومی کی علامت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں کے سبب ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے دلوں میں سمجھنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی ہے ورنہ ایسی کھلی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش ضرور کرتے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں سمجھنے سے ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے اور ان

کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اب ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ اگر ان کو راہ راست کی طرف بلایا بھی جائے تو یہ اس کی طرف کبھی نہیں آئیں گے کیونکہ جس سے اللہ تعالیٰ حسن عمل کی توفیق چھین لیتے ہیں تو پھر وہ ہر بھلائی سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے۔ البتہ اگر اس نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اس کو پھر سے توفیق مل سکتی ہے۔ اور اس پر مغفرت اور رحمت کے سائے ڈالے جاسکتے ہیں۔

فرمایا کہ یہ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ وہ ہر انسان کو اس کے ہر عمل پر فوراً ہی نہیں پکڑ لیتا بلکہ اس کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی رہتی ہے۔ اگر اس نے فرصت سے فائدہ اٹھا کر توبہ کر لی تو اس کی خطاؤں کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ ایک خاص مدت کے بعد تباہ و برباد کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ تاریخ انسانی اس پر گواہ ہے کہ اللہ نے ہر قوم کو سوچنے اور سمجھنے کی کافی مدت عطا کی تھی لیکن جب انہوں نے اس مہلت اور ڈھیل سے فائدہ نہیں اٹھایا تو ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ان کی دولت اور دنیا کی ترقیات ان کے کام نہ آسکیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ
بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا
جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾
قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ
وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى
الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

جب موسیٰؑ نے نوجوان سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ تک نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک یا ایک طویل مدت تک چلتا ہی رہوں گا۔ پھر جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو وہ اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ پھر اس نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنا لیا۔ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھے تو موسیٰؑ نے نوجوان سے کہا کہ ہمارے لئے ناشتہ لاؤ۔ کیونکہ ہم نے اس سفر میں کافی مشقت اٹھائی ہے۔ (نوجوان نے) کہا کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم ایک پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں

مچھلی کے (واقعہ کو بیان کرنا) بھول گیا تھا اور اس سے مجھے شیطان نے غافل کر دیا تھا اور میں آپ سے ذکر کرنا بھول گیا تھا کہ اس مچھلی نے تو (دریا میں) عجیب طریقے سے راستہ بنایا تھا۔ موسیٰؑ نے کہا وہی تو مقام ہے جس کی ہمیں تلاش تھی۔ پھر وہ دونوں اپنے نشانات قدم پر دیکھتے ہوئے لوٹے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

فَتٰی	نوجوان۔ شاگرد۔
لَآ اَبْرَحُ	میں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔
حَتّٰٓی اَبْلُغَ	جب تک پہنچ نہ جاؤں۔
مَجْمَعُ الْبَحْرَیْنِ	دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ۔
حُقُبٌ (اَحْقَابٌ)	طویل مدت۔
بَلَغَا	وہ دونوں پہنچے۔
حُوْتٌ	مچھلی۔
جَاوَزَا	دونوں گذر گئے۔
اَلصَّخْرَۃُ	چٹان۔ پتھر
نَبْغِ	ہم تلاش کر رہے ہیں۔
اِرْتَدَّا	وہ دونوں لوٹے۔
اٰثَارٌ	نشان قدم۔
قَصَصٌ	ڈھونڈنا۔ تلاش کرنا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۴

چونکہ نبی اور رسول اللہ کے بندے اور اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں اس لئے ان کی تعلیم و تربیت اور معرفت براہ راست اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے تا کہ ان کی زندگی کا ہر عمل دوسروں کے لئے مثال، نمونہ اور اسوہ بن جائے۔ اللہ کے تمام نبی اور رسول

گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ نہ تو گناہ کرتے ہیں اور نہ گناہوں کی نسبت ان کی طرف کی جاسکتی ہے۔اس لئے ان کے رتبوں کی بلندی کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر گرفت کی جاتی ہے اور پھر اللہ کی طرف سے ان کی مکمل رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔اس کے لئے بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اس موقع پر حضرت موسی علیہ السلام کے اس واقعہ کو بیان کیا جارہا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو انبیاء بنی اسرائیل میں افضل ترین رسول اور کلیم اللہ ہیں تقریر فرمارہے تھے۔خطاب اس قدر دلنشین، پرتاثیر اور پرجوش تھا کہ کسی شخص نے عقیدت ومحبت کے جوش میں حضرت موسیٰؑ سے یہ پوچھ لیا کہ اے موسیٰؑ کیا آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا ’’نہیں‘‘ یعنی مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اصول اعتبار سے یہ بات غلط نہ تھی کیونکہ اللہ کے رسول اپنے زمانہ میں نہ صرف صاحب کتاب ہوتے ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو وہ علوم سکھائے جاتے ہیں جو کوئی بھی نہیں جانتا۔ لہذا اس اصول کی بنا پر تو رسول کے زمانے میں اس سے بڑا کوئی عالم نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰؑ کا یہ کہنا اپنی جگہ درست تھا مگر حضرت موسیٰؑ کے رتبے اور مقام کا تقاضا یہ تھا کہ وہ صرف اتنا فرمادیتے کہ اللہ بہتر جانتا ہے میں نہیں جانتا۔ قرآن کریم کی ان آیات اور بخاری ومسلم کی معتبر ترین روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ اے موسیٰؑ آپ دوسمندروں کے بیچ میں زمین کا ایک تنگ ٹکڑا ہے وہاں جایئے آپ کو ہمارا ایک بندہ ملے گا جس کو ایسی باتوں کا علم دیا گیا ہے جن کی مصلحتوں تک کو آپ نہیں سمجھ سکتے۔ فرمایا گیا کہ تم اپنے ساتھ ایک مچھلی پکا کر لے جانا۔ جہاں یہ مچھلی گم ہو جائے اس جگہ ہمارے اس بندے سے ملاقات ہوگی۔ بخاری ومسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بندہ خصوصی کا نام ’’خضر‘‘ تھا۔ حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھ اپنے ان خادم خاص یوشعؑ کو لے گئے تھے۔ جن کو بعد میں نبوت عطا کی گئی اور حضرت موسیٰؑ کے وصال کے بعد ان کے قائم مقام بنائے گئے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشعؑ حضرت خضر کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ یہ دونوں تلاش کرتے کرتے تھک کر سو گئے۔ حضرت یوشعؑ کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ناشتے دان کی مچھلی زندہ ہو کر سرنگ بناتی ہوئی سمندر میں اتر گئی۔ اس عجیب وغریب واقعہ پر حضرت یوشعؑ بڑے حیران ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ سو رہے تھے انہوں نے سوچا کہ حضرت موسیٰؑ بیدار ہو جائیں تو ان سے اس عجیب وغریب واقعہ کا ذکر کریں گے۔ مگر حضرت موسیٰؑ اٹھے اور فوری طور پر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت یوشعؑ کو یہ واقعہ سنانے کا موقع نہ مل سکا۔ جب چلتے چلتے تھک گئے تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت یوشعؑ سے کہا کہ اب ہم بہت تھک گئے ہیں بھوک لگ رہی ہے کھانا لاؤ۔ اس وقت حضرت یوشعؑ کو مچھلی کا عجیب طریقے پر سمندر میں اتر جانے کا خیال آیا۔ انہوں نے کہا شیطان نے مجھے بھلا دیا تھا اصل میں وہ مچھلی تو عجیب طریقے پر سرنگ بناتے ہوئے سمندر میں اتر گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ہمیں اسی جگہ کی تلاش تھی۔ فوراً وہیں واپس چلو جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا کیونکہ

اسی جگہ تو حضرت خضر سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانوں پر چلتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے جہاں مچھلی غائب ہوئی تھی۔ کچھ تلاش کے بعد دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جا کر سلام کیا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہیں اللہ نے کائنات کا خصوصی علم دیا تھا اور وہ اللہ کی طرف سے بہت سے کاموں کے کرنے پر مامور تھے۔ وہ اللہ کے حکم سے لوگوں کی آنے والی مصیبتوں میں ان کے کام آتے تھے۔

جب حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا تو انہوں نے حیرت سے حضرت موسیٰؑ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا کون موسیٰؑ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰؑ تو نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں بنی اسرائیل کا موسیٰؑ ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو جو خصوصی علوم عطا فرمائے ہیں۔ آپ کے پاس رہ کر ان علوم کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰؑ آپ جہاں سے آئے ہیں وہیں لوٹ جایئے۔ کیونکہ میں تو اللہ کے حکم سے ایسے ایسے کام کرتا ہوں جنہیں آپ برداشت نہ کرسکیں گے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں گے حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں صبر سے کام لوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ میرے ساتھ چلنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ جب تک میں خود نہ بتادوں اس وقت تک تم مجھ سے یہ سوال مت کرنا کہ ایسا کیوں ہوا اور ایسا کیوں نہیں ہوا۔

حضرت موسیٰؑ نے اس کا وعدہ کرلیا۔ اور حضرت خضرؑ ان کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ اس واقعہ کی بقیہ تفصیل اگلے درس میں ملاحظہ فرمایئے گا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى
اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾
قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾
قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ
مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع ۹ ۱۱ ۲۱

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

پھران دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ (خضرؑ) کو پایا جنہیں ہم نے اپنے پاس سے رحمت عطا کی تھی اور اسے ہم نے اپنے پاس سے علم سے نوازا تھا۔ (موسیٰؑ نے) کہا کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے (علم) سکھائیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ (خضرؑ نے) کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکیں گے اور آپ اس پر صبر کیسے کرسکتے ہیں جس کا سمجھنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ (موسیٰ نے) کہا کہ انشا اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ اور میں آپ کی کسی بات میں نافرمانی نہ کروں گا۔ (خضرؑ نے) کہا اگر آپ میرے ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو مجھ سے اس وقت تک سوال نہ کیجئے گا جب تک میں آپ کو خود سے نہ بتادوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

وَجَدَا	دونوں نے پایا۔
عَلَّمْنَا	ہم نے سکھایا۔
عُلِّمْتَ	تجھے سکھایا گیا۔
رُشْدٌ	ہدایت۔
لَنْ تَسْتَطِيْعَ	تو ہرگز طاقت نہیں رکھتا۔
لَمْ تُحِطْ	گھیرتا نہیں ہے۔
لَا اَعْصِىْ	میں نافرمانی نہیں کروں گا۔
لَا تَسْئَلْنِىْ	مجھ سے نہ پوچھنا۔
حَتّٰى اُحْدِثَ	جب تک میں بیان نہ کردوں۔
ذِكْرٌ	ذکر۔ بات۔

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۰

جب حضرت موسیٰؑ اللہ کے حکم سے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو ان کی ملاقات ایک سنگم پر حضرت خضر سے ہوگئی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضر سے درخواست کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے آپ کو جو خصوصی علوم و معارف عطا کئے ہیں میں آپ کے پاس رہ کر انہیں سیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت خضرؑ نے کہا اے موسیٰؑ آپ جہاں سے آئے ہیں وہیں لوٹ جایئے کیونکہ میں تو اللہ کے حکم سے ایسے ایسے کام کرتا ہوں جنہیں دیکھ کر آپ صبر و برداشت نہ کرسکیں گے کیونکہ ایسی باتوں کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں جن کا سمجھنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کی ہر بات میں اطاعت کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے کہا میرے ساتھ چلنے کی شرط یہ ہے کہ جب تک میں کسی بات یا کام کی مصلحت خود نہ بتادوں اس وقت تک مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ حضرت موسیٰؑ نے وعدہ کرلیا اور اس طرح وہ حضرت خضرؑ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ اس واقعہ کی بقیہ تفصیلات تو اگلی آیات میں آجائیں گی۔ ان آیات میں چند باتوں کی وضاحت پیش ہے۔

حضرت موسیٰؑ نہ صرف کلیم اللہ ہیں، صاحب کتاب و شریعت ہیں بلکہ بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر ہیں اور قرآن کریم میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰؑ ہی کا ہے۔ لہٰذا ایسے جلیل القدر پیغمبر کو جب حضرت خضرؑ کے پاس بھیجا جا رہا ہے کہ وہ ان سے علم اور اس کی حکمتیں سیکھیں تو یقیناً حضرت خضرؑ کی بھی بڑی شان ہونا ظاہر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خضر کون ہیں؟ ان کے ذمے کیا کام ہیں؟ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ ذہن میں ابھرنے والے ان سوالات کے جوابات خود قرآن کریم نے دیئے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت خضرؑ (۱) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ (۲) انہیں خصوصی رحمتوں سے نوازا گیا تھا۔ (۳) ان کے پاس جو بھی علم تھا وہ صرف اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ (۴) وہ جو کچھ کرتے تھے اس میں ان کا اختیار نہیں تھا بلکہ وہ سب کچھ اللہ کے حکم سے کرتے تھے۔ ان چاروں خصوصیات سے حضرت خضرؑ کی عظمت سامنے آتی ہے یعنی جس طرح اللہ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے بہت سے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو بھیجا تھا اسی طرح اللہ نے کائنات میں ان کو خصوصی کاموں پر مقرر کیا تھا۔ وہ اللہ کے حکم سے ایسے کام کرتے ہیں جن کے کرنے کا اللہ نے ان کو حکم دیا ہے اور وہ کام بھی ایسے ہیں کہ نظر کچھ آتے ہیں مگر ان کی مصلحت اس وقت تک سمجھ نہیں آسکتی جب تک اس کو بیان نہ کردیا جائے۔ اسی لئے حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا کہ میں تو ایسے کام کرتا ہوں جن کی مصلحت آپ کی سمجھ میں نہ آئے گی اور آپ اس پر صبر نہ کرسکیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات کا نظام اللہ کے حکم سے چل رہا ہے۔ کس کام میں کیا حکمت اور مصلحت ہے؟ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مثلاً آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ظالم و جابر ہے وہ اپنی حکومت اور طاقت کے گھمنڈ میں مظلوموں کو روندتا چلا جارہا ہے۔ وہ بربریت اور ظلم کی انتہاؤں پر ہونے کے باوجود کامیاب ہے۔ خوب پھل پھول رہا ہے۔ اس کے برخلاف نیک، پرہیز گار، متقی اور مظلوم تباہ و برباد ہوتے جارہے ہیں۔ اس وقت لوگ یہ سوچتے ہیں کہ یہ اللہ کا کیسا نظام ہے جس میں نیکی کرنے اور حق و صداقت پر چلنے والا تو ذلیل و خوار ہو رہا ہے اور ظالم اور کمینہ شخص کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ظالم کی رسی کو اتنا دراز کیوں کیا جارہا ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ مظلوم ظالم کے ظلم کی بھینٹ چڑھتا رہا ہے لیکن اللہ نے ظالم و جابر لوگوں کو کس طرح تباہ و برباد کیا وہ بھی ایک داستان عبرت ہے۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے جب وہ ظالموں سے انتقام لیتا ہے تو اس قدر بھیانک انتقام ہوتا ہے جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ اللہ کے ہاں دیر ہوتی ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔

ان آیات سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کائنات میں اللہ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہی غیب اور شھادۃ یعنی غائب اور موجود کا جاننے والا ہے۔ وہ انسانوں کو جتنا علم دینا چاہتا ہے وہ دیتا ہے لیکن اللہ کے علم کے مقابلے میں انسان کا علم بہت محدود ہے۔ اسی لئے حضرت خضر نے اس چڑیا کو دیکھ کر جو سمندر سے پانی پی رہی تھی کہا تھا کہ اللہ کا علم اس سمندر جیسا ہے اور چڑیا کی چونچ میں جتنا پانی ہے وہ انسان کا علم ہے یعنی جو نسبت سمندر اور چڑیا کی چونچ میں پانی کی ہے وہی نسبت اللہ کے علم اور انسان کو دیئے گئے علم کی ہے۔ فرمایا کہ حضرت خضرؑ کا جو بھی علم تھا وہ ان کو اللہ نے عطا فرمایا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو جو علوم عطا فرمائے ہیں وہ ان کی ذات میں نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے دیئے ہوئے علوم و معارف ہوا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خضرؑ اللہ کے ایک بندے ہیں جن پر اللہ کا خصوصی فضل و کرم ہے اور اللہ نے ان کو اپنے پاس سے علوم عطا فرمائے تھے اور وہ اللہ کے حکم سے ایسے کام کرتے ہیں جن کی حکمت اور مصلحت کو سمجھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہے۔

اس موقع پر اس بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں یا نہیں؟ اللہ بہتر جانتا ہے ہمیں نہیں بتایا گیا اور قرآن و سنت میں بھی اس کی تفصیل نہیں بتائی گئی ہے۔

فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ
قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا
تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾
فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾
قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ
مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ
اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ
هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۸

پھر وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو (خضر نے) اس میں سوراخ کر دیا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ آپ نے سوراخ کر دیا کہ اس میں سوار لوگوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی عجیب بات کی ہے۔ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (موسیٰ نے) کہا آپ اس بھول پر میری گرفت نہ

کیجئے جسے میں بھول گیا تھا اور میرے معاملہ میں سختی سے کام نہ لیجئے۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکا ملا۔ (خضر نے) اس کو مار ڈالا۔ (موسیٰؑ نے) کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ کو (جان کے بدلے کے) بغیر قتل کر دیا۔ یہ تو آپ نے بڑی ناپسندیدہ بات کی ہے۔ (خضر نے) کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ بے شک آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ (موسیٰؑ نے) کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ بھی پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھئے۔ اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ وہ ایک بستی میں پہنچے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا مگر ان لوگوں نے ان کی مہمان داری سے انکار کر دیا۔ وہاں ان دونوں نے ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے کے قریب تھی (خضر نے) اس کو ٹھیک کر دیا۔ (موسیٰؑ نے) کہا۔ اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے سکتے تھے۔ (خضر نے) کہا کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت بتا دیتا ہوں جس پر آپ نے صبر نہیں کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۸

اَلسَّفِیْنَةُ	کشتی۔ جہاز۔
خَرَقَ	سوراخ کر دیا۔
لِتُغْرِقَ	تاکہ تو غرق کر دے۔
اِمْرٌ	ناپسندیدہ بات۔ عجیب بات۔
نَسِیْتُ	میں بھول گیا۔
لَا تُرْهِقْنِیْ	نہ ڈال مجھ پر۔
عُسْرٌ	مشکل۔ تنگی۔
زَكِیَّةٌ	پاک۔ ستھری۔
نُكْرٌ	بے جا بات۔
لَا تُصَاحِبْنِیْ	مجھے ساتھ نہ رکھنا۔
بَلَغْتَ	تو پہنچ گیا۔

اِسْتَطْعَمَا	دونوں نے کھانا طلب کیا۔
اَبَوْا	انکار کر دیا۔
یُضَیِّفُوْا	وہ مہمان بنائیں گے۔
جِدَارٌ	دیوار۔
یَنْقَضُّ	وہ ٹوٹ جائے گا۔
اَقَامَ	درست کر دیا۔
فِرَاقٌ	جدائی۔
اُنَبِّیءُ	میں بتاؤں گا۔
تَاْوِیْلٌ	حقیقت۔ انجام

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۸

ان آیات میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ نے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ حضرت خضرؑ سے کسی کام یا بات پر سوال نہیں کریں گے تب وہ دونوں سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک دریا آ گیا۔ دوسرے کنارے پر پہنچنے کے لئے کشتی پر سوار ہو گئے۔ کشتی والا جانتا ہو گا یا ان کو نیک اور بزرگ سمجھ کر انتہائی شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔ یہ دونوں جب کنارے پر اترے تو حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ حضرت خضر نے اترتے اترتے اس کشتی کو ادھر ادھر سے توڑ پھوڑ دیا یا اس کا کوئی تختہ وغیرہ نکال کر اس کشتی کو عیب دار بنا دیا۔ حضرت موسیٰؑ یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ کہنے لگے کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں اس کشتی والے نے تو ہمارے ساتھ احسان اور نیکی کا معاملہ کیا اور آپ نے اس کے احسان کا جواب یہ دیا کہ اس کشتی کا ستیاناس کر دیا۔ حضرت خضر نے کہا موسیٰؑ! میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰؑ کو اپنا وعدہ یاد آیا اور وہ اس وعدے کے ساتھ کہ اب میں سوال نہ کروں گا دوبارہ روانہ ہو گئے۔ ایک جگہ کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان بچوں میں سے ایک کی ٹانگیں پکڑیں، زمین پر دے مارا جس سے وہ بچہ مر گیا۔ یہ ایسا واقعہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ بے حال ہو گئے اور تڑپ کر پوچھا کہ آپ نے ایک بے گناہ کو بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دیا یہ تو آپ نے بڑی ہی ناپسندیدہ بات کی ہے۔ حضرت خضرؑ نے کہا موسیٰؑ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ

آپ ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰؑ کو اپنا وعدہ یاد آ گیا کہنے لگے کہ اس کے بعد اگر میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ مت رکھئے گا کیونکہ اب تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا ہے۔ پھر وہ دونوں چلے۔ وہ ایک ایسی بستی میں پہنچے جہاں کے لوگوں نے اجنبیوں کو دیکھنے کے باوجود مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ بھوک سے برا حال تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے حضرت خضرؑ نے کاندھا لگا کر اس کو سیدھا کر دیا بس اب حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہو سکا۔ کہنے لگے کہ اگر آپ اس محنت مزدوری پر کچھ اجرت لے لیتے تو کم از کم ان بے مروت لوگوں کے شہر میں کھانے کو تو مل جاتا اور کہنے لگے کہ یہ لوگ تو کسی رعایت کے مستحق بھی نہ تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! میں تو اللہ کے حکم سے ایسے ہی کام کرتا رہتا ہوں لہذا اب آپ اپنی دنیا کی طرف لوٹ جایئے۔ جس میں شریعت کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں اور اب حسب وعدہ ہمارے اور آپ کے درمیان جدائی ہو چکی ہے۔ لیکن وہ تمام باتیں جن پر آپ صبر نہ کر سکے ان کی مصلحتیں ضرور بیان کروں گا۔ چنانچہ اگلی آیات میں حضرت خضرؑ نے ان تمام باتوں کی پوری طرح وضاحت فرما دی ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے یہ کام کیوں کئے تھے ان میں حکمت اور مصلحت کیا تھی؟

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کیا اچھا ہوتا کہ حضرت موسیٰؑ کچھ تھوڑا سا اور صبر کر لیتے تا کہ اللہ کی بہت سی وہ حکمتیں ظاہر ہو جاتیں جو اللہ کے حکم سے ہوتی رہتی ہیں۔

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ
غَصْبًا ۝٧٩ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا
طُغْیَانًا وَّكُفْرًا ۝٨٠ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً
وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝٨١ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی
الْمَدِیْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ
رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَیَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ
وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ۝٨٢ ع

ترجمہ: آیت نمبر ٧٩ تا ٨٢

بہر حال وہ کشتی چند غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں۔ رہا وہ لڑکا (جس کو مار ڈالا تھا) اس کے والدین مومن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ ان کو (والدین کو) سرکشی اور کفر میں عاجز نہ کردے۔ پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان دونوں (والدین) کو ان کا رب بدلہ دے جو اس (بچے) سے بہتر اور شفقت سے زیادہ قریب ہو۔ دیوار کو (صحیح کرنے کا مسئلہ یہ ہے) کہ وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے مال گڑا ہوا تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ تو تمہارے رب نے چاہا کہ وہ جوان ہوں اور وہ دونوں (یتیم بچے) آپ کے رب کی رحمت سے گڑا ہوا مال نکال لیں۔ اور یہ سب کچھ میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا (بلکہ اللہ کے حکم سے کیا) یہ ہے (ان واقعات کی) حقیقت جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٩ تا ٨٢

اَلسَّفِیْنَةُ کشتی۔ جہاز۔

یَعْمَلُوْنَ وہ محنت مزدوری کرتے ہیں۔

اَرَدْتُّ میں نے چاہا۔

اَعِیْبُ عیب دار کردوں۔

وَرَاءٌ پیچھے۔

غَصْبٌ زبردستی۔

یُرْهِقُ ڈھانپ لیتا ہے۔

زَکٰوةٌ پاکیزگی۔

کَنْزٌ خزانہ۔ مال گڑا ہوا۔

اَمْرِیْ میرا اختیار۔

تشریح: آیت نمبر ٧٩ تا ٨٢

یہ کائنات اور اس کا نظام کیا ہے؟ وہ کس طرح چل رہا ہے کبھی یہ سوچتے ہوئے ذہن الجھ سا جاتا ہے کبھی ہم سوچتے ہیں کہ اگر ایسا ہو جاتا تو اچھا تھا لیکن زیادہ عرصہ نہیں گذرتا کہ ہر کام کی حقیقت سامنے آجاتی ہے اور اس کام میں جو حکمت و مصلحت پوشیدہ تھی اس کے کھلنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اچھا ہوا فلاں کام نہ ہوا ورنہ اس سے مجھے بہت نقصان پہنچ جاتا۔ یہی صورتحال اس وقت پیش آئی جب حضرت موسیٰؑ کی موجودگی میں حضرت خضرؑ نے بعض وہ کام کئے جن کی مصلحت اور حکمت سمجھ سے بالاتر تھی لیکن جب حضرت خضرؑ نے وضاحت فرمائی تب پوری بات سمجھ میں آسکی۔

حضرت خضرؑ نے بتایا کہ

(١) وہ کشتی جس میں انہوں نے عیب پیدا کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک ظالم و جابر بادشاہ کے لوگ ہر اس کشتی کو چھین رہے تھے جو بالکل نئی ہو۔ میں نے اللہ کے حکم سے اس نیک شخص کی نیکی کی وجہ سے اس کشتی میں ایسی تبدیلی کر دی جس سے وہ کشتی بالکل نئی معلوم نہ ہو اور دور سے عیب دار نظر آئے۔

(٢) فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میں نے جس لڑکے کو مار ڈالا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بچے کے والدین بہت ہی نیک اور صالح تھے۔ اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اسی کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ان کا یہ لڑکا فطرت اور مزاج کے اعتبار سے ایسا اٹھ رہا تھا کہ آئندہ زندگی میں وہ اپنے ماں باپ کے لئے عذاب اور مصیبت بن جاتا۔ لہذا اللہ کے فیصلے کے مطابق اس کا مر جانا اس کے زندہ رہنے سے بہتر تھا۔ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس لڑکے کی جگہ ایک نیک اور پارسا لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک نبی پیدا ہوئے اور اس طرح اللہ نے والدین کی نیکی کا یہ صلہ ان کو عطا فرمایا۔

(٣) تیسرے واقعہ کی مصلحت بتاتے ہوئے فرمایا کہ بغیر کسی معاوضے اور اجرت کے جس گرتی ہوئی دیوار کو درست کیا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دیوار کے نیچے نیک والدین کی محنت سے کمایا ہوا خزانہ چھپا ہوا تھا۔ اگر وہ دیوار گر جاتی اور خزانہ ظاہر ہو جاتا تو یتیم بچوں کے وارث اس کے مالک بن بیٹھتے اور یہ بچے محروم رہ جاتے اس لئے اللہ نے چاہا کہ دیوار اس وقت تک نہ گرے جب تک یتیم بچے اپنے شعور اور سمجھ کی عمر تک نہ پہنچ جائیں اور ان کے والدین کی جو خواہش تھی وہ پوری نہ ہو جائے۔

حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے کاموں کی مصلحت بتاتے ہوئے اس بات کو واضح کر دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں اس میں میرا اختیار اور مرضی شامل نہیں ہوتی بلکہ یہ سارے کام میں اللہ کے حکم سے کرتا ہوں۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾
إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ

سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ
حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ
تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ
نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَ اَمَّا مَنْ
اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨ الْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا
یُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ
عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا
بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۱

(اے نبی ﷺ) وہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ان کا حال بتاتا ہوں۔ ہم نے اس کو روئے زمین پر اقتدار و قوت عطا کیا تھا اور ہر طرح کے وسائل دیئے تھے۔ وہ ایک راستے پر ہو لئے یہاں تک کہ وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گئے۔ انہوں نے سورج کو کالے پانی میں ڈوبتا محسوس کیا۔ وہاں انہیں ایک قوم ملی۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین تمہیں اختیار ہے کہ ان کو سزا دو یا ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ جو ان میں سے ظالم ہوگا ہم اس کو سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور وہ اس کو اس سے بھی سخت سزا دے گا۔ اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھا بدلہ ہوگا اور اس سے ہم نرم برتاؤ کریں گے۔ پھر انہوں نے دوسری مہم کی تیاری شروع کر دی یہاں تک کہ وہ طلوع آفتاب کی حد تک پہنچ گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لئے ہم نے دھوپ سے بچنے کا سامان نہیں کیا ہے۔ یہ حال تھا ان کا۔ اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اسے ہم خوب جانتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٨٣ تا ٩١

یَسْئَلُوْنَ	وہ سوال کرتے ہیں۔
ذُوالْقَرْنَیْنِ	بہت طاقتور۔
سَاَتْلُوْا	بہت جلد میں بتاؤں گا۔
مَکَّنَّا	ہم نے جمایا۔ اقتدار دیا تھا۔
سَبَبٌ	سامان۔
اَتْبَعَ	وہ پیچھے گیا۔ اس نے تیاری کی۔
حَمِئَةٌ	دلدل۔ کیچڑ۔ سیاہ۔
یُرَدُّ	لوٹایا جائے گا۔
اَلْحُسْنٰی	بہترین۔ بھلا۔
یُسْرٌ	آسان۔
سِتْرٌ	پردہ۔ رکاوٹ۔
اَحَطْنَا	ہم نے گھیر لیا۔
لَدَیْهِ	اس کے پاس۔
خُبْرٌ	علم۔ خبر۔

تشریح: آیت نمبر ٨٣ تا ٩١

تاریخ انسانی کے ہر دور میں اچھے اور برے کردار کے لوگ گذرتے رہتے ہیں۔ بہترین کردار کے لوگوں کی زندگی دوسروں کے لئے مشعل راہ، نمونہ عمل اور نشان راہ ہوتی ہے۔ جب کہ برے اور بدکردار لوگ کسی عزت کے مستحق نہیں ہوتے۔ یوں تو ہر قوم اور اس کے افراد کا اپنا ایک کردار ہوتا ہے جس کو ادا کرنے کے بعد وہ اس دنیا سے گذر جاتے ہیں۔ لیکن انسان کے اچھے یا

برے کردار کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے ہاتھ میں ہر طرح کی طاقت وقوت ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی طاقت وقوت، حکومت وسلطنت اور مال ودولت کو مجبوروں بے کسوں اور مظلوموں کو تباہ و برباد کرنے پر لگاتا ہے تو اس کا شمار فرعون، نمرود، شداد اور قارون جیسے ظالموں اور فخر وغرور کے پیکروں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو مظلوموں کی ہمدردی، ان کی امداد واعانت اور فریاد رسی پر صرف کرتا ہے تو اس سے نہ صرف انسانیت کو آبرو ملتی ہے بلکہ ہر شخص ان کے ادب واحترام میں اپنی گردن جھکا دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ذوالقرنین بھی اللہ کے ان نیک اور برگذیدہ بندوں میں سے تھے جنہوں نے مشرق ومغرب کے فاتح اور ایک عظیم سلطنت میں خود مختار ہونے کے باوجود ظلم، زیادتی اور بے انصافی کے بجائے عدل وانصاف اور امن ومحبت کا ایک ایسا نظام قائم کیا اور مظلوموں، بے کسوں اور مجبوروں کے ساتھ ایسی ہمدردی کا رویہ اختیار کیا جو تاریخ انسانی میں ساری دنیا کے انسانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ عمل بن گیا۔

قریش مکہ کو یہودیوں نے یہ سکھا دیا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی صداقت کا امتحان لینے کے لئے تین سوالات کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کون تھے؟ ذوالقرنین کا واقعہ اور خصوصیات کیا تھیں؟ یہودی اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ عرب کے لوگ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات اور روح کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا جائے گا تو وہ اس کا جواب نہ دے سکیں گے اور ہمیں مذاق اڑانے کا ایک اور موقع مل جائے گا۔ کیونکہ نعوذ باللہ ان کا گمان یہ تھا کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب نہیں ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ اپنی طرف سے خود ہی گھڑ کر اور بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اصحاب کہف اور روح کے متعلق تفصیل سے ارشاد فرما کر اب ذوالقرنین کے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کا واقعہ سنا کر قریش مکہ کو شرم دلائی ہے کہ ذوالقرنین کے پاس سب کچھ تھا لیکن انہوں نے غرور اور تکبر کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے غریبوں محتاجوں اور مجبوروں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کر کے اپنی عظمت کو چار چاند لگا دیئے تھے اور قریش مکہ معمولی سی سرداریوں اور مال ودولت پر اس قدر اترا رہے ہیں کہ اللہ کا نام لینے والے کمزور اور بے بس مسلمانوں پر ایسے ایسے ظلم وستم ڈھا رہے ہیں جن سے انسانیت بھی شرما جاتی ہے۔

فرمایا کہ ذوالقرنین ایک نیک دل اور انصاف پسند حکمران تھے جو ایک عظیم سلطنت اور صاحب اقتدار ہونے کے باوجود ہر شخص کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کو سب سے بڑی نیکی تصور کرتے تھے۔

فرمایا کہ ذوالقرنین جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے انہوں نے پوری زندگی دنیا کے کونے کونے کا سفر کیا اور جس کو بھی ضرورت مند سمجھا اس کی پوری مدد فرمائی۔ اور کسی کے ساتھ زیادتی اور ظلم نہیں کیا۔ انہوں نے مغرب، مشرق اور شمال وجنوب کے متعدد سفر کئے اور فتح کے جھنڈے گاڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ انہیں اللہ نے تمام مادی وسائل، ذرائع اور مال واسباب عطا فرما رکھے تھے۔ وہ تمام تر وسائل کے ساتھ سب سے پہلے مغرب کی سمت روانہ ہوئے۔ وہ چلتے چلتے اس مقام تک پہنچ گئے

جہاں حد نظر تک دلدل تھی۔ نہ تو آگے جانے کا پیدل راستہ تھا اور نہ کوئی انسان وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں ٹھہر گئے سورج غروب ہوتے ہوئے ایسا لگا جیسے وہ سیاہ پانی میں ڈوب رہا ہے۔ وہاں ذوالقرنین نے ایک ایسی قوم کو دیکھا جو بالکل الگ تھلگ ایک بستی میں رہتی تھی۔ ایک فاتح بادشاہ اور حکمران کے اعتبار سے اس زمانہ کے رواج کے مطابق ان کے لئے دو راستے کھلے ہوئے تھے کہ وہ ایک ظالم فاتح کی طرح ان کا مال واسباب لوٹ کر ان کو اپنا غلام بنالے یا ایک عادل بادشاہ کی طرح ان کے ساتھ بھلائی، ہمدردی اور عدل وانصاف کا معاملہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اگر اللہ کسی کو اقتدار، طاقت اور قوت عطا کرتا ہے تو اس کو کمزوروں کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ذوالقرنین نے عدل و انصاف اور امن وسلامتی کے راستے کا انتخاب کرتے ہوئے اعلان عام کردیا کہ وہ ہر شخص کے ساتھ بہترین معاملہ کرے گا۔ البتہ اگر کوئی اپنی حدوں سے آگے بڑھنے اور زیادتی کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

مغرب کا سفر کرنے کے بعد ذوالقرنین نے مشرقی سمت کا رخ کیا۔ راستے میں چلتے ہوئے کچھ ایسے لوگوں کی آبادی پر نظر پڑی جو حیوانوں جیسی جنگلی زندگی گذار رہے تھے۔ نہ ان کے پاس رہنے کے گھر تھے۔ نہ دھوپ سے بچنے کا سامان تھا۔ نہ ایسا ڈھنگ کا لباس تھا جس سے وہ اپنے بدن کو پوری طرح ڈھانپ سکیں۔ سورج اور دھوپ کی شدت نے ان کے بدن جھلسا کر رکھ دیئے تھے۔ ذوالقرنین نے حکم دیا کہ ان کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ بہترین سلوک اور احسان وکرم کا معاملہ کیا جائے۔

ذوالقرنین کے یہ دو سفر مشرق ومغرب کی طرف کئے گئے تھے۔ انہوں نے ہر جگہ ایسا عدل وانصاف قائم کیا جس سے پوری دنیا میں خیر وبھلائی پھیل گئی۔

قرن کے معنی زمانہ، صدی، سینگ وقوت کے آتے ہیں۔ چونکہ ذوالقرنین نے مشرق ومغرب کے ملکوں کو کھنگال ڈالا تھا شاید اسی لئے ان کو ذوالقرنین کہا جانے لگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذوالقرنین نہ صرف دنیا بھر کے فاتح تھے بلکہ انہوں نے عدل وانصاف کا ایک ایسا بہترین کردار پیش کیا تھا جو ساری دنیا کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔ ذوالقرنین چونکہ اللہ کو ایک ماننے والے، اس کے فرماں بردار اور اطاعت گذار تھے لہٰذا ان کے متعلق یہ کہنا کہ ذوالقرنین اور سکندر اعظم ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں اس لئے غلط ہو جاتا ہے کہ سکندر اعظم توحید پرست نہ تھا جب کہ ذوالقرنین توحید خالص کے ماننے والے اور اللہ کے شکر گذار بندے تھے۔ بعض حضرات نے تو ان کی نیکیوں اور توحید کی بنا پر یہاں تک فرمادیا کہ وہ نبی تھے۔ بہرحال ذوالقرنین کے نبی ہونے میں تو علماء کا اختلاف ہے مگر مومن صالح ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس پر قرآن کی آیات بھی گواہ ہیں۔

مشرق ومغرب کے اس فاتحانہ سفر کے بعد ذوالقرنین نے تیسرا سفر بھی کیا جس کی تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ
وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا
يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ
نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا
مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
رَدْمًا ﴿٩٥﴾ ۙ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ
انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ ؕ
فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا
رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ
رَبِّىْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ ؕ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ
فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ ۙ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ
عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِىْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِىْ وَكَانُوْا
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ ع ١١ ١٩ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۹۲ تا ۱۰۱

پھر وہ ایک راہ پر چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہوں
نے ایک ایسی قوم کو پایا جو بات کو مشکل سے سمجھتی تھی۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور

ماجوج نے (چاروں طرف) تباہی مچا رکھی ہے۔ تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ رقم مہیا کر دیں تا کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان مضبوط دیوار بنا دیں۔ ذوالقرنین نے کہا میرے رب نے جو مال میرے اختیار میں دیا ہے وہ بہت ہے۔ اگر تم محنت (ہاتھ پاؤں) سے میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر سکتا ہوں۔ تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (دونوں پہاڑوں) کے سرے برابر ہو جائیں تو اس وقت تم آگ دہکاؤ تا کہ وہ لوہا لال انگارا بن جائے۔ جب وہ آگ بن گیا تو کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور اس پر انڈیل دو۔ یاجوج ماجوج نہ تو اس پر چڑھ کر آ سکیں گے اور نہ سوراخ کر سکیں گے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ سب میرے پروردگار کی رحمت ہے۔ پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ (اللہ نے فرمایا) ہم اس دن ان کی یہ حالت کر دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں رل مل جائیں گے۔ پھر صور پھونکا جائے گا۔ پھر ہم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ اور اس دن جہنم کو ان کافروں کے سامنے لایا جائے گا جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے (غفلت کے) پردے پڑے ہوئے تھے اور وہ (حق بات) سن نہ سکے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۲ تا ۱۰۱

اَلسَّدَّیْنِ	دو دیواریں۔ دو پہاڑ۔
لَایَکَادُوْنَ	قریب نہ تھے۔
یَفْقَھُوْنَ	وہ سمجھتے ہیں۔
خَرْجٌ	کچھ مال۔
سَدٌّ	دیوار۔
مَکَّنِّیْ	مجھے اختیار دیا۔
اَعِیْنُوْا	مدد کرو۔

رَدْمًا	آڑ۔ رکاوٹ۔
زُبَرَالْحَدِیْدِ	لوہے کے تختے۔
سَاوٰی	برابر کر دیا۔
صَدَفَیْنِ	دونوں پہاڑ۔
اُنْفُخُوْا	دھونکو۔ پھونکو۔
اُفْرِغْ	ڈال دو۔
قِطْرٌ	پگھلا ہوا تانبہ۔
اَنْ یَّظْهَرُوْا	یہ کہ وہ چڑھیں۔
نَقْبٌ	سوراخ۔
دَکَّآءٌ	برابر کیا۔
عَرْضٌ	سامنے۔
غِطَآءٌ	پردہ۔
سَمْعٌ	سننا

تشریح: آیت نمبر ۹۲ تا ۱۰۱

مشرق و مغرب کے سفروں کے بعد ذوالقرنین نے تیسری سمت بھی سفر کیا۔ اکثر مفسرین اور مورخین کے ارشاد کے مطابق یہ سفر شمال کی طرف تھا۔ چلتے چلتے ذوالقرنین ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں کے لوگ نہ تو تہذیب و تمدن سے آشنا تھے اور نہ اپنی مقامی زبان کے علاوہ کسی اور زبان سے واقف تھے۔ ذوالقرنین نے ان کے ساتھ بھی نہایت احسان اور کرم کا معاملہ کیا۔ جب انہوں نے ایسے عادل و منصف بادشاہ کو دیکھا تو کسی ترجمان کے ذریعہ انہوں نے ذوالقرنین کو اپنی سب سے بڑی مشکل اور مصیبت بتائی انہوں نے کہا کہ ان کے اور پہاڑوں کے درمیان دوسری طرف ایک ایسی قوم رہتی ہے جن کو یا جوج ماجوج کہا جاتا ہے وہ پہاڑی

درے سے نکل کر ان کی بستیوں میں آجاتے ہیں اور ان کے تمام مال واسباب کو لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ ہم اونچے اونچے پہاڑوں اور یاجوج ماجوج کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ انہوں نے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ اگر وہ یاجوج ماجوج اور ان کے درمیان اس درہ پر کوئی زبردست دیوار کھڑی کر دیں جہاں سے یاجوج ماجوج آتے ہیں تو ہم نہ صرف ان کے ظلم وستم سے بچ جائیں گے بلکہ ہم احسان مند بھی ہوں گے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کام کے لئے اگر کسی رقم کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ دینے کو تیار ہیں۔ ذوالقرنین نے ان کی فریاد سنی اور ان کی بے بسی پر بڑا ترس آیا۔ ذوالقرنین نے دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنانے کا وعدہ کرلیا اور کہا مجھے تمہارے مال و دولت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ نے مجھے سب کچھ دیا ہے۔ البتہ تم سب مل کر ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو۔ یہ سن کر وہ پوری قوم محنت مزدوری کے لئے تیار ہوگئی۔ ذوالقرنین نے حکم دیا کہ لوہے کے بڑے بڑے تختے منگوائے جائیں اور ان کو دونوں پہاڑوں کے درمیان تہہ درتہہ بچھا دیا جائے۔ چنانچہ کام شروع کر دیا گیا۔ جب اس دیوار کی اونچائی دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں تک پہنچ گئی تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ لوہے یا تانبے کے نیچے بہت تیز آگ جلائی جائے جب لوہا یا تانبا پگھل جائے تو اس کو لوہے کے تختوں کے اوپر سے اس کی درزوں میں ڈالا جائے تاکہ وہ دیوار انتہائی مضبوط اور لوہے کی طرح بن جائے۔ جب یہ دیوار تیار ہوگئی تو وہ پوری قوم یاجوج ماجوج کے ظلم وستم سے محفوظ ہوگئی۔ ذوالقرنین کا یہ اتنا بڑا اور عظیم کارنامہ تھا کہ ذوالقرنین اس پر فخر کرسکتے تھے لیکن انہوں نے فخر وغرور کرنے کے بجائے یہ کہا کہ یہ جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا فضل کرم ہے جو ایک خاص مدت تک اسی طرح باقی رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذوالقرنین محض ایک بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کے نیک اور پارسا بندوں میں سے تھے۔

اس تمام واقعہ سے اور علماء مفسرین کی وضاحتوں سے چند حقائق سامنے آتے ہیں۔

(١) علماء نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں گذرے ہیں اور حضرت خضرؑ ان کے وزیر تھے۔ وہ نہایت ذہین، نیک دل، صاحب تدبیر، رعب اور دبدبے کے آدمی تھے۔ وہ اللہ کو ایک مانتے تھے اور مشرک ہرگز نہ تھے۔ اللہ نے ان کو دنیا کے تمام مال واسباب عطا فرمائے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے مشرق ومغرب اور شمال کے ملکوں کے سفر کئے اور حیرت انگیز طریقے پر تمام ملکوں کو فتح کرتے چلے گئے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کو یہ سب کچھ بیت اللہ شریف اور حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی دعا سے نصیب ہوا تھا۔

جب کہ ذوالقرنین پیدل چل کر حرم کعبہ کی زیارت کے لئے آئے۔ حضرت ابراہیمؑ کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو دعائیں بھی دیں اور کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں (البدایہ ص ١٠٨ ج ٢) ذوالقرنین نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ طواف کیا اور قربانی بھی دی (ابن کثیر)

(٢) ذوالقرنین نے جس دیوار کو تعمیر کیا تھا وہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے اس کا صحیح علم کسی کو بھی نہیں ہے البتہ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں مختلف علاقوں کی نشان دہی کی ہے جو تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ البتہ کفار مکہ نے یہودیوں کے کہنے پر ذوالقرنین کے متعلق پوچھا تھا تو اللہ نے اس کا جوب دے کر کفار کو بتادیا تھا کہ تم اپنی معمولی سرداریوں، مال و دولت پر جس طرح اترا رہے ہو وہ ذوالقرنین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جب کہ انہوں نے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کیا ایسے لوگ جو جنگلیوں جیسی زندگی گذار رہے تھے ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا۔ کفار مکہ سے فرمایا جارہا ہے تمہارا حال یہ ہے کہ تم اپنے ہی بھائی بندوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کررہے ہو اور اس ظلم و زیادتی پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے ہو۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ اگر اس دیوار کے بنانے کی بات کو اسی حد تک رہنے دیا جائے کہ اللہ کو معلوم ہے تو بہتر ہوگا کیونکہ جب کسی کو معلوم ہی نہیں ہے اور اس سلسلہ میں ایک رائے بھی نہیں ہے تو اس کو تاریخ کا ایک حصہ سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے اور اس مضمون کی روح کو سامنے رکھنا چاہیے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا
عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ۭ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا
نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا
وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۸

کیا ان کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں گے۔ بے شک ہم نے ان کافروں کی مہمان داری کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم تمہیں بتائیں گے کہ اپنے اعمال کے لحاظ سے کون زیادہ نقصان اٹھانے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں ان کی کوششیں برباد ہوگئیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ (اس لئے) ان کے سارے اعمال غارت ہوگئے۔ پس ہم ان کے اعمال کو قیامت کے دن کوئی وزن نہ دیں گے (اہمیت نہ دیں گے)۔ ان کے کفر کی وجہ سے ان کا یہ بدلہ ہے اور وہ کہ انہوں نے ہماری آیات کا اور ہمارے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا (یہ بدلہ ہے)۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کی مہمان داری کے لئے بہشت کے باغ ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور کبھی وہ ان سے نکلنا نہ چاہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۸

اَوْلِیَاءُ — دوست۔ کام بنانے والے۔

نُزُلٌ — مہمان داری۔

سَعْیٌ — کوشش۔ جدوجہد۔

صُنْعٌ — کام۔

حَبِطَتْ — ضائع ہوگئی۔

لَانُقِیْمُ — ہم قائم نہ کریں گے۔

هُزُوٗ مذاق۔

اَلْفِرْدَوْسُ جنت۔ بہشت۔

لَا يَبْغُوْنَ وہ نہ چاہیں گے۔

حِوَلٌ تبدیل کرنا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۰۲ تا ۱۰۸

اللہ تعالیٰ نے سورہ کہف میں اصحاب کہف، حضرت موسیٰؑ خضرؑ اور ذوالقرنین کے واقعات سنانے کے بعد فرمایا ہے کہ اتنا کچھ بتانے اور سنانے کے باوجود کیا اس بات کی ذرا بھی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسری بے حقیقت چیزوں کو اپنا حمایتی، مددگار اور رب بنالیا جائے۔ فرمایا کہ یہ بات بنیادی طور پر غلط سوچ کا نتیجہ ہے کہ قیامت کے ہولناک دن یہ جھوٹے معبودان کا سہارا بن سکیں گے یا ان کے کام آسکیں گے۔ فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ وہاں اللہ کی مدد اور حمایت کے بغیر کسی کا کام نہ چل سکے گا۔ طنز کے طور پر فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مہمان نوازی بھڑکتی آگ اور جہنم کے شعلوں سے کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ ان کو صاف صاف بتا دیجئے کہ جس طرح تمہارے جھوٹے معبود تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے اسی طرح دنیاوی مال و دولت اور عیش و عشرت میں پڑے ہوئے لوگوں کے ان کی دولت اور دنیاداری کام نہ آسکے گی۔ کیونکہ یہ دنیا بڑی بے وفا ہے۔ یہ اس دنیا میں اور اس کے بعد بھی وفا نہیں کرتی۔ ادھر آنکھ بند ہوئی اور ادھر تمام چیزوں سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جو صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل صحیح اور درست راستے پر چل رہا ہے۔ اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہی صحیح راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا حالانکہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیات کو دیکھ کر بھی اس کا انکار کیا ہے اور وہ اس سے قطعاً بے خبر ہیں کہ بہت جلد آخرت میں ان کی ملاقات اس اللہ رب العالمین سے ہوگی جو ہر بات سے بخوبی واقف ہے۔ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ کر کے بھی کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے۔

قیامت کے دن اس وقت ان کی حسرتوں کی انتہا ہو جائے گی جب ان کے اعمال بے وزن ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ

انہوں نے دنیا میں نہ صرف اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا تھا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو مذاق سمجھ رکھا تھا۔ اس کے بر خلاف وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کی روش اختیار کی ان کے لئے جنت الفردوس کی ابدی راحتیں، اللہ کی طرف سے مہمان داری اور محبت سے استقبال، یہ ان کا سرمایہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ جنت کی راحتوں میں رہیں گے وہ ایک ایسی عیش و عشرت ہوگی جس میں سے نہ کوئی نکلنا پسند کرے گا اور نہ اس کو نکالا جائے گا۔ فرمایا کہ وہاں حالات کی یکسانیت بھی نہ ہوگی جس سے وہ اکتا جائیں بلکہ وہاں کا ہر دن ایک نئی خوشی، راحت اور آرام کا پیغام لے کر آئے گا۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ
يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع ١٢ ٩ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ١٠٩ تا ١١٠

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے کے لئے) ایک سمندر روشنائی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے وہ سمندر (کا پانی) ختم ہو جائے گا۔ اگر چہ ہم اس جیسا (ایک سمندر) اور لے آئیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ (البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سب کا پروردگار ایک ہی ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ عمل صالح کرے اور عبادت و بندگی میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٠٩ تا ١١٠

مِدَادٌ روشنائی۔ لکھنے کی سیاہی۔

نَفِدَ ختم ہو گیا۔

یُوْحٰی وحی کی جاتی ہے۔

یَرْجُوْا امید رکھتے ہیں۔

لِقَآءٌ ملاقات۔ ملنا۔

لَاتُشْرِکُ شرک نہ کرے۔

عِبَادَةٌ عبادت۔ بندگی۔

تشریح: آیت نمبر ١٠٩ تا ١١٠

کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے یہودیوں کے بہکاوے میں آ کر روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق پوچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ قریش مکہ کے ہر سوال کا جواب عنایت فرما کر ثابت کر دیا کہ اللہ کے علم و حکمت کی باتیں اس قدر زیادہ ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک محسوس مثال کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے کہ اگر سارے سمندر بلکہ ان جیسے اور بہت سے سمندروں کا پانی سیاہی بن جائے اور پھر اس سے اللہ تعالیٰ کے کلمات، باتوں اور حکمتوں کو لکھا جائے تو وہ سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اس کی باتیں اور حکمتیں ختم نہ ہوں گی۔ اللہ کا علم ایک گہرے سمندر کی طرح ہے جس کی گہرائی اور وسعت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کے برخلاف انسان کو بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے انسان کو جتنا علم بھی عطا کیا ہے اس پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ وہ عمل ہی علم کے راستوں کو کھولتا چلا جائے گا اور اللہ کی طرف سے علوم ملتے چلے جائیں گے۔

توحید کے اس بیان کے بعد رسالت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ صاف اور واضح الفاظ میں اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ میں ایک بشر ہوں۔ میں تمہیں جتنے علوم کی باتیں بتاتا ہوں وہ مجھے اللہ وحی کے ذریعے بتاتا ہے اور میں ہر بات کو تم

تک پہنچا دیتا ہوں۔ اس کا سب سے بڑا پیغام یہ ہے کہ اللہ ہی تمہارا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی شروع ہوگی جس کو آخرت کہا جاتا ہے وہاں پہنچ کر تم سب کو اللہ کے حضور اپنی زندگی کے ایک ایک عمل کا حساب پیش کرنا ہے۔ جو شخص بھی اس بات پر یقین کامل رکھتے ہوئے عمل صالح کرے گا اور اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا تو اس بات کی پوری امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے کامیاب و بامراد ہوگا۔ اس کی یہ دنیا اور آخرت پرسکون ہو جائے گی۔ لیکن جس نے توحید و رسالت کے اس راستے کو چھوڑا وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید و رسالت کے اس پیغام پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دنیا و آخرت کو بہتر فرمادے۔ آمین

الحمد للہ سورۃ الکہف کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوگئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۶

قال الم

سورۃ نمبر ۱۹

مَرْیَم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ مریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	19
آیات	98
رکوع	6
الفاظ وکلمات	762
حروف	3986
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں دس انبیاء کرامؑ کے نام اور چند انبیاء کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔
حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ، حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ، حضرت اسرائیل (یعقوبؑ)، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت عیسیٰؑ۔

سورۂ مریم مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب کفار و مشرکین مکہ کا ظلم و ستم اس قدر بڑھ چکا تھا کہ صبر و تحمل کے پیکر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اپنے جاں نثاروں پر اس ظلم وزیادتی کو برداشت نہ کر سکے اور آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ:

"تم مکہ مکرمہ سے نکل کر ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی موجودگی میں کسی پر ظلم نہیں ہو سکتا۔ تمہارے لیے بھلائی کی زمین ہے جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری اس مصیبت کو دور کرنے کی کوئی سبیل پیدا نہ کر دیں اس وقت تک تم وہیں ٹھہرنا۔"

چنانچہ ارشاد نبوی کے مطابق رجب ۵ھ نبوی میں سب سے پہلے گیارہ (11) مسلمان مردوں اور چار (4) خواتین نے بیت اللہ کی سرزمین کو چھوڑ کر قریبی ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ کچھ اور صحابہ کرامؓ و صحابیاتؓ نے مکہ سے ملک حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اس طرح چند مہینوں میں تراسی (83) مرد اور گیارہ (11) خواتین جن میں سات (7) غیر قریشی مسلمان بھی تھے حبشہ کی سرزمین پر جمع ہو گئے۔ اور نبی کریم ﷺ کے پاس صرف چالیس صحابہ کرامؓ رہ گئے۔ چونکہ مکہ مکرمہ کے تمام قبیلوں میں سے کسی نہ کسی قبیلے کے ایک یا دو افراد اس ہجرت میں شامل تھے اس سے تمام قبیلوں میں ایک کہرام مچ گیا وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو نہ صرف سیکڑوں لوگ مکہ چھوڑ جائیں گے بلکہ وہ مسلمان حبشہ میں ایک قوت بن جائیں گے اور قریش کے رعب اور دبدبہ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ نیز مکہ والے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ساری دنیا میں ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ کفار مکہ اس توہین کو برداشت نہ کر سکے اور چند نہایت سمجھدار افراد پر مشتمل ایک وفد ترتیب دے کر ملک حبشہ میں شاہ نجاشی کے پاس بھیجا گیا اور بادشاہ کے لیے کچھ تحفے ساتھ کر دیئے گئے۔ اس وفد کے ارکان نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے یہ کہا کہ ہمارے کچھ غلام بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں براہ کرم ان کو واپس بھیج دیجیے۔ نجاشی بادشاہ نے کہا کہ جب تک میں ان لوگوں سے نہ مل لوں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نجاشی نے مکہ سے آنے والوں کو بلا بھیجا۔ تمام صحابہ کرامؓ بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب نبی کریم ﷺ کے جا نثار صحابہ کرامؓ کو اتنا زیادہ ستایا گیا اور تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ وہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئی اور حبشہ کی طرف ہجرت کرگئی۔

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر اور بیت المقدس کے متولی (نگران) تھے۔ جب ان کی نسبتی بہن کے گھر حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں تو حضرت مریمؑ کی والدہ کی منت کی وجہ سے حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے نگران بنائے گئے۔

بادشاہ کے پوچھنے پر حضرت جعفر طیارؓ آگے بڑھے اور انہوں نے کہا کہ اے نجاشی! ہم گم راہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ہمیں راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ اس ہدایت پر چلنے کی وجہ سے مکہ کی سرزمین میں ہم پر اتنے ظلم وستم کیے گئے کہ ہم اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس موثر تقریر کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت بھی فرمائی۔ آیات کی تلاوت سن کر نجاشی بادشاہ اس قدر رویا کہ آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ تلاوت کے بعد نجاشی نے کہا یقیناً یہ کلام اور جو کچھ حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے وہ ایک ہی سرچشمے سے نکلے ہیں۔ نجاشی نے کفار مکہ کے وفد سے کہا کہ اللہ کی قسم میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے مکہ والوں کے تحفے بھی واپس کر دیئے۔ خلاف توقع مکہ کے لوگوں کو اس قدر ناکامی اور ذلت نصیب ہوئی کہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو حبشہ میں عزت وسربلندی سے نوازا۔ بادشاہ نے تمام مسلمانوں کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔

یہ وہ حالات تھے جن میں سورۂ مریم نازل کی گئی اور اللہ کے کلام کی حقانیت ثابت ہو کر رہی۔ اس سورۃ کا نام سورۂ مریم ہے۔ مریمؑ کے معنی کنواری اور پاکیزہ کے آتے ہیں۔ اس سورت میں حضرت مریمؑ کی شان اور عظمت کو بھی بیان فرمایا گیا ہے اور کچھ پیغمبروں کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ کی ابتداء حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ذکر سے فرمائی گئی ہے۔

حضرت زکریا بنی اسرائیل کے بڑے جلیل القدر اور عظیم پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر ہیں۔ آپ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کے پیشوا، رہنما، اور بیت المقدس کے متولی بھی تھے۔ حضرت زکریاؑ اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے اور بڑھئی کے کاموں سے جو کچھ ملتا اس پر گزارہ کرتے تھے۔ جب ان کی عمر مبارک 120 سال کی ہوگئی تو ان کی نسبتی بہن کے گھر حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں۔ حضرت مریمؑ کی والدہ نے ان کی پیدائش سے پہلے یہ منت مان لی تھی کہ جو بھی اولاد پیدا ہوگی اسے میں بیت المقدس کے لیے وقف کردوں گی۔ حضرت مریمؑ کی پیدائش کے بعد منت کے مطابق ان کو بیت المقدس کے متولی حضرت زکریاؑ جو حضرت مریمؑ کے سگے خالو تھے ان کے حوالے کردی گئیں۔ جب وہ جوان ہوئیں تو ان کے لیے بیت المقدس میں ایک حجرے کا انتظام کردیا گیا جس میں وہ عبادت کرتی تھیں۔ حضرت مریمؑ نہایت پاکیزہ صفت اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ ایک دن حضرت زکریاؑ ان کے حجرے میں گئے تو ان کے سامنے بے موسم کے پھل دیکھے۔ ان سے پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے نہایت معصومیت کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ یہ میرے اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ حضرت زکریاؑ سوچنے لگے کہ جب اس جگہ

جہاں کسی کے آنے کے امکانات نہیں ہیں بے موسم کے پھل آسکتے ہیں تو میری زندگی کا اگرچہ موسم نکل گیا ہے کہ میرے گھر اولاد ہو مگر اللہ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے۔ اس جگہ حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ الٰہی! میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری ہڈیاں تک سوکھ گئی ہیں۔ سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے۔ میری بیوی بانجھ ہے۔ اے رب! آپ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے کبھی مایوس اور محروم نہیں کیا۔ میرے رشتہ داروں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس دین کا وارث بن سکے جو آپ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ آپ مجھے اپنی رحمت خاص سے ایک ایسا بیٹا عطا فرما دیجیے جو میرا اور آل یعقوب کی دینی عظمتوں کا وارث ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت یحییٰؑ جیسا بیٹا عطا فرمایا۔ اللہ نے بتا دیا کہ وہ اللہ تمام قدرتوں کا مالک ہے وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے وہ جب اور جس طرح چاہے اپنی قدرت کا اظہار فرما دیتا ہے۔

سورۂ مریم کی آیات اور حضرت زکریاؑ کے اس واقعہ سے اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ جس اللہ پر تم ایمان لائے ہو وہ اتنی قدرت و طاقت والا ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ لہٰذا مستقبل اہل ایمان کا ہے۔ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قدرت و طاقت پر بھروسہ رکھا جائے اور عمل صالح اختیار کیا جائے۔ اسی میں سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سورۃ مریم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ﴿۱﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ۖۚ﴿۲﴾ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ
نِدَآءً خَفِيًّا ﴿۳﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّىۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ
شَيۡبًا وَّلَمۡ اَكُنۡۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿۴﴾ وَاِنِّىۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِىَ مِنۡ
وَّرَآءِىۡ وَكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا فَهَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙ﴿۵﴾ يَّرِثُنِىۡ
وَيَرِثُ مِنۡ اٰلِ يَعۡقُوۡبَ ۖ وَاجۡعَلۡهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿۶﴾ يٰزَكَرِيَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ
بِغُلٰمِ ۨاسۡمُهٗ يَحۡيٰى ۙ لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا ﴿۷﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى
يَكُوۡنُ لِىۡ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امۡرَاَتِىۡ عَاقِرًا وَّقَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡكِبَرِ
عِتِيًّا ﴿۸﴾ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدۡ خَلَقۡتُكَ
مِنۡ قَبۡلُ وَلَمۡ تَكُ شَيۡـًٔا ﴿۹﴾ قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّىۡۤ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

کاف۔ ھا۔ یا۔ عین۔ صاد۔ (اے نبی ﷺ) یہ آپ کے رب کی رحمت کا تذکرہ ہے۔ اس کے بندے زکریاؑ پر۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو آہستہ سے پکارا اور عرض کیا اے میرے رب! (بڑھاپے کی وجہ سے) میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ میرا سر سفید بالوں کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے اور میرے پروردگار میں آپ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ اور یقیناً میں اپنے بعد اپنے

رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں۔ میری بیوی بانجھ ہے۔ مجھے اپنی رحمت سے ایک وارث عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بن جائے۔ اور میرے رب اس کو میرے لئے پسندیدہ بنا دیجئے گا۔ (اللہ نے فرمایا) اے زکریاؑ۔ بے شک ہم تمہیں ایک ایسے بیٹے کی خوش خبری دے رہے ہیں جس کا نام یحیٰؑ ہوگا اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی کو نہیں دیا۔ (زکریاؑ نے) عرض کیا اے میرے رب میرے (گھر) لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہائی (عمر) تک پہنچ گیا ہوں۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح ہوگا۔ اللہ نے فرمایا یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا جب کہ تمہارا وجود ہی نہ تھا۔ عرض کیا اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے۔ فرمایا اس کی نشانی یہ ہوگی کہ تم مسلسل تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

ذِکْرٌ یاد۔ تذکرہ۔

وَھْنٌ کمزوری۔ بیماری۔ خرابی۔

اَلْعَضْمُ ہڈی۔ ہڈیاں۔

اِشْتَعَلَ پھیل گیا۔ یا بھڑک اٹھا۔

شَیْبٌ سفید بال۔ بڑھاپا۔

شَقِیٌّ محروم۔ نامراد۔

اَلْمَوَالِیُ رشتہ دار۔

عَاقِرٌ بانجھ۔ (اولاد سے مایوس)۔

سَمِیٌّ نام۔ رکھنا

عِتِیٌّ انتہائی بڑھاپا۔

ھَیِّنٌ آسان۔ سہل۔

سَوِیٌّ ٹھیک ہونا۔ برابر ہونا۔

تشریح: آیت نمبر ا تا ۱۰

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کا آغاز حروف مقطعات سے کیا ہے جن کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔ پھر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے تذکرہ سے کیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام تمام قوم بنی اسرائیل کے پیشوا، رہنما اور بیت المقدس کے متولی اور نگران تھے۔ حضرت زکریا حضرت مریم کے سگے خالو تھے۔ جب حضرت زکریا کی عمر مبارک ۱۲۰ سال کی ہوگئی اس وقت اللہ نے حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ جیسا عظیم بیٹا عطا فرمایا جن کا نام بھی اللہ نے رکھا اور ان کو نبوت کی بہت سی اعلیٰ صفات عطا فرمائی گئیں۔ اہل ایمان کو حضرت زکریا کا واقعہ سنا کر بتایا جا رہا ہے کہ اللہ نے ان کو بڑھاپے کی انتہاؤں پر بیٹا عطا کیا جو بظاہر ناممکن تھا لیکن اللہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اس میں ان کو یہ تسلی بھی دی گئی ہے کہ اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات میں تصرف فرماتا ہے اسی کی قدرت ہے جس نے بغیر ماں باپ کے آدم علیہ السلام کو اور بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ جو بھی اس کی بارگاہ میں جھک کر اور عاجزی اور انکساری سے مانگتا ہے وہ ضرور عطا کرتا ہے اور کوئی شخص اس کی رحمت اور اس کے کرم سے محروم نہیں رہتا۔

گویا جان نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے اصحاب رسول! تم انبیاء کے راستے پر چل رہے ہو اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کر رہے ہو تو یہ مت سمجھنا کہ اللہ تمہاری قربانیوں اور ایثار سے بے خبر ہے بلکہ اس کو تمہاری ہر کیفیت کا علم ہے اور وہ تمہیں بہت جلد عظمت کی بلندیوں تک پہنچائے گا۔ مگر اس کے لئے وقت کا انتظار اور ایثار و قربانی سے کام لے کر صبر و تحمل سے حالات کو برداشت کرنا ہوگا۔ پھر یہی لوگ تمہارے قدموں پر جھکنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے حضرت مریم کی پیدائش سے پہلے یہ منت مان لی تھی کہ اے اللہ میرے گھر میں جو بھی اولاد پیدا ہوگی اس کو میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو پیدا کیا تو حضرت مریم کی والدہ بہت پریشان ہوگئیں کہ لڑکی کو میں بیت المقدس کے لئے کیسے وقف کر دوں۔ حسن اتفاق کہ اس وقت بیت المقدس کے متولی اور نگران حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے سگے خالو تھے۔ چنانچہ ان کو حضرت زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ حضرت مریم انتہائی نیک اور پارسا تھیں وہ دن رات اپنے حجرے میں اللہ کی عبادت و بندگی کرتی رہتی تھیں۔ حضرت زکریا اکثر حضرت مریم کے حجرے میں خیریت معلوم کرنے جاتے رہتے

تھے۔ان دن انہوں نے دیکھا کہ حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔انہوں نے حیرت سے پوچھا کہ مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت مریم نے کہا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے آئے ہیں حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے سمجھ گئے کہ حضرت مریم پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہے اور بے موسم کے پھل دیکھ کر اللہ کے سامنے جھک گئے اور کچھ اس طرح دعا کی الٰہی! (اگر آپ مریم کو بے موسم پھل دے سکتے ہیں تو) بے شک میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے سر کے بال بھی انتہائی سفید ہو گئے ہیں، میری بیوی بانجھ ہے جس کے ہاں اولاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن آپ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ مجھے ایک وارث عطا فرما دیجئے جو میرے مقصد اور مشن کو آگے لے کر چلے اور وہ ان علوم کا صحیح وارث بن سکے جو آپ نے مجھے عطا فرمائے ہیں کیونکہ مجھے قوم بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی اس کا اہل نظر نہیں آتا جو اس علم کی میراث کو لے کر چل سکے۔ ظاہر ہے اس دعا میں آپ اپنا وارث مال و دولت کے لئے نہیں مانگ رہے تھے کیونکہ انبیاء کرام اللہ کے علوم کے وارث ہوتے ہیں وہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔انہیں اپنے مشن اور مقصد سے پیار ہوتا ہے۔وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی زندگی میں اور بعد کی زندگی میں راہ مستقیم کو نہ چھوڑیں۔حضرت زکریا علیہ السلام نے اس مشن اور مقصد کے لئے اللہ سے دعا فرمائی۔حضرت زکریا علیہ السلام جو پوری عاجزی و انکساری سے دعا فرما رہے تھے۔اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ اللہ نے ان کی دعا ضرور قبول کر لی ہوگی کیونکہ اس دعا کا مقصد صرف دنیا کی غرض اور سکون نہیں تھا بلکہ بنی اسرائیل کے لئے رشد و ہدایت کی درخواست تھی۔ چنانچہ ایک دن حضرت زکریاؑ عبادت میں مشغول تھے کہ اللہ کے فرشتے نے ان کو دعا کی قبولیت کی خوش خبری سنائی اور کہا کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے اور ایک ایسا بیٹا عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کا نام یحیٰؑ ہوگا۔ یہ سنا تو حیرت، تعجب اور شوق سے پوچھا کہ کیا میرے گھر ایک ایسا بیٹا ہوگا جس کا نام بھی اللہ خود ہی نے رکھ دیا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہوگا؟ کیونکہ میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری بیوی بانجھ ہے۔فرشتے نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ یہ کام اسی طرح ہو کر رہے گا اور ایسا کرنا اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ اللہ کے لئے آسان ہے۔فرمایا کہ تم خود اپنے وجود پر غور کر لو کہ تم کچھ بھی نہ تھے لیکن آج تم ایک انسانی شکل میں موجود ہو۔

جب حضرت زکریا کو پورا اطمینان ہو گیا تو عرض کیا الٰہی! اس کی علامت کیا ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ اس کی ایک نشانی یہ ہوگی کہ تم تین راتوں تک سوائے اشاروں کے کسی سے بات نہ کر سکو گے۔اس طرح اللہ نے تمام اہل ایمان کو بتا دیا کہ اللہ جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو دنیا کے لوگوں کی طرح اسباب اور وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے ہونے کا حکم دیتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ
مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ⑪
یٰیَحْیٰی خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ⑫ وَّحَنَانًا
مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِیًّا ⑬ وَّبَرًّا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ
جَبَّارًا عَصِیًّا ⑭ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ
یُبْعَثُ حَیًّا ⑮ ع ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ١١ تا ١٥

پھر وہ (زکریاؑ) عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے۔ انہوں نے اشارہ سے بتایا کہ تم صبح و شام اللہ کی پاکیزگی بیان کرو۔ اے یحییٰ اس کتاب (توریت) کو پوری قوت سے سنبھال لو۔ ہم نے ان کو اپنے پاس سے بچپن ہی سے دین کی سمجھ، شفقت و محبت، پاکیزگی عطا کی تھی اور وہ پرہیزگار تھے۔ وہ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرتے اور سرکش و نافرمان نہ تھے۔ جس دن وہ پیدا ہوئے۔ جب ان کو موت آئے گی اور جس دن وہ (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے ان پر سلامتی ہی سلامتی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١١ تا ١٥

اَلْمِحْرَابُ عبادت کرنے کی جگہ۔

اَوْحٰی اس نے اشارہ کیا۔

سَبِّحُوْا تسبیح کرو۔ عبادت کرو۔

بُكْرَةٌ	صبح۔
عَشِيٌّ	شام۔
خُذْ	لے لو۔ پکڑو۔
اَلْحُكْمُ	حکمت ودانائی۔
صَبِيٌّ	بچپن۔
حَنَانٌ	شفقت ومحبت۔
بَرًّا	نیکی کرنا۔
جَبَّارٌ	سرکشی کرنے والا۔
عِصِيٌّ	نافرمان۔
وُلِدَ	پیدا کیا گیا۔
يُبْعَثُ	دوبارہ اٹھائے گا۔

تشریح: آیت نمبر ١١ تا ١٥

جب حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال کے قریب ہوئی اس وقت آپ نے عاجزی وانکساری سے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما دیجئے تا کہ وہ توریت کی تعلیمات کو عام کر سکے اور میرے اسلامی مقصد اور مشن کے لئے میرا صحیح جانشین اور وارث بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت جب کہ وہ بڑھاپے کی انتہائی عمر تک پہنچ چکے تھے۔ ان کی بیوی بانجھ تھیں یعنی ظاہری اسباب میں اس کا کوئی امکان نہ تھا کہ اس عمر میں ان کے گھر کوئی اولاد پیدا ہو۔ مگر اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں نے جب اولاد کی خوشخبری سنائی تو اس خبر پر انہیں خوشی

کے ساتھ تعجب بھی ہوا۔ انہوں نے عرض کیا الٰہی! میرے لئے کوئی ایسی نشانی مقرر کر دیجئے جس سے مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے گھر ولادت ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی علامت اور نشانی یہ ہوگی کہ تم تین راتوں تک تندرست ہونے کے باوجود کسی سے بات نہ کر سکو گے۔ جب ایسا ہو سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ یہ واقعہ جہاں حضرت زکریا علیہ السلام کیلئے انتہائی خوشی اور مسرت کا تھا وہیں پوری قوم بنی اسرائیل کے لئے بھی نہایت سکون، خوشی اور مسرت کا پیغام تھا چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے یہ وقت آیا اور بات چیت سے زبان رک گئی تو آپ نے اپنی عبادت گاہ سے نکل کر قوم بنی اسرائیل کو اشاروں سے بتایا کہ وہ بھی صبح و شام اللہ کی حمد و ثناء کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسے بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی جن کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی تجویز کر کے ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے یحیٰ کسی کا بھی نام نہ تھا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے بچپن ہی سے نبوت کی بہت سی خصوصیات کے حامل تھے چنانچہ قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام بچپن ہی سے نہایت ذہین وذکی سمجھدار دانا و بینا تھے۔ بچپن کی عمر میں بچے کھیل کود میں لگے رہتے ہیں لیکن حضرت یحیٰ علیہ السلام کا کھیل کود میں دل نہ لگتا تھا انہیں فضول اور غلط باتوں سے سخت نفرت تھی اور جس بات میں سنجیدگی اور وقار نہ ہوتا وہ اس بات کے قریب بھی نہ جاتے تھے انکا دل پیدائشی طور پر اللہ کے خوف سے بھرا ہوا تھا وہ ہر بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ توریت کے ہر حکم پر پوری طرح عمل فرماتے تھے۔ جن باتوں سے پرہیز کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس سے پرہیز کرتے تھے۔ نہایت متین، سنجیدہ اور باوقار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں اور موت کے بعد بھی سلامتی عطا فرمائی اور قیامت میں بھی ان کو سلامتی عطا کی جائیگی۔ وہ مشکل وقت میں صحیح رائے قائم کرتے اور ہر معاملہ میں صحیح فیصلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا
مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۖ فَاَرْسَلْنَآ
اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ
بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ
يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ
هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ
اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦ تا ٢١

(اے نبی ﷺ) کتاب (قرآن) میں مریم کا حال بیان کیجئے۔ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک مشرقی مکان میں گئیں۔ اور ان لوگوں کی طرف سے ایک پردہ ڈال لیا۔ پھر ہم نے ان کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا۔ وہ ان کے سامنے ایک مکمل آدمی کی شکل میں آیا۔ (مریم نے) کہا میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تیرے (دل میں اللہ کا) خوف ہے (تو یہاں سے ہٹ جا) (فرشتے نے) کہا میں تمہارے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں تا کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دوں۔ (مریم نے) کہا کہ میرے بیٹا کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور نہ میں بدکار ہوں۔ (فرشتے نے) کہا اسی طرح ہوگا۔ (جیسے اللہ چاہے گا) جو تمہارے رب کے لئے نہایت آسان ہے (تمہارا رب کہتا ہے) تا کہ ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں۔ اور اپنی طرف سے رحمت عطا کر دیں اور یہ کام ہو کر رہنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦ تا ٢١

اِنْتَبَذَتْ الگ ہوگئی۔

حِجَابٌ پردہ۔

تَمَثَّلَ ڈھل گیا۔

سَوِيٌّ	ٹھیک ٹھیک۔
تَقِيٌّ	پرہیز گار۔
اَهَبُ	میں دوں گا۔
زَكِيٌّ	پاک باز۔ پاکیزہ۔
لَمْ يَمْسَسْنِىْ	مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔
بَغِيٌّ	بدکردار۔ بدکار۔
اَمْرٌ	معاملہ۔ کام
مَقْضِيٌّ	فیصلہ کیا گیا۔ طے شدہ۔

تشریح: آیت نمبر ١٦ تا ٢١

گذشتہ آیات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا گیا تھا کہ ان کی زندگی قدرت کی کھلی ہوئی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک سو بیس سال کی عمر میں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا جب کہ ان کی بیوی بانجھ تھیں اور اس بڑھاپے میں اولاد ہونے کا دور دور تک امکان نہ تھا لیکن اللہ نے جو اس کائنات کے ذرے ذرے کا مالک ہے اور ہر طرح کی قدرتیں رکھتا ہے اس نے حضرت زکریا کی دعا کو قبول کرتے ہوئے اس ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ اسی طرح اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اللہ نے ان کی زندگی کو ایک نشانی بنا کر ساری دنیا کو بتا دیا کہ وہ اللہ انسانوں کی طرح ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بغیر ماں باپ کے حضرت آدم اور حضرت حوا کو پیدا کر سکتا ہے اور بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر سکتا ہے قرآن کریم اور احادیث میں اس کی تفصیل یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے خاندان میں عمران نام کے ایک شخص تھے جو نہایت عابد و زاہد نیک پرہیز گار تھے۔ اور ان کی بیوی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی حقیقی خالہ تھیں جن کا نام حنہ آتا ہے۔ عمران کی اور ان کی بیوی کی خواہش

تھی کہ ان کے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ابھی تک وہ اولاد کی دولت سے محروم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت حنہ نے یہ منت مان لی کہ اگر ان کے گھر کوئی اولاد ہوگی تو وہ اس کو بیت المقدس کے لئے وقف کر دیں گی۔ اللہ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کے گھر میں حضرت مریم پیدا ہوئیں حضرت حنہ اس تصور سے سخت پریشان ہوگئیں کہ ان کے گھر لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ اس کو بیت المقدس کے لئے کیسے وقف کرینگی چونکہ منت مان لی گئی تھی اور اس زمانے میں دستور کے مطابق اس کو ہر حال میں بیت المقدس کے لئے وقف کرنا لازمی اور ایک بہت بڑی نیکی اور بھلائی سمجھا جاتا تھا۔ حسن اتفاق کہ اس وقت بیت المقدس کے متولی اور نگران حضرت زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے سگے خالو تھے۔ بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم جیسی بچی کو اپنی پرورش میں لے کر نیکی اور سعادت حاصل کریں۔ اختلاف ہونے کی صورت میں قرعہ ڈالا گیا۔ طریقہ یہ تھا کہ ہر شخص پانی کے بہاؤ پر اپنے لکھنے کا قلم ڈالتا تھا۔ جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے خلاف جاتا وہ کامیاب سمجھا جاتا۔ چنانچہ سب نے اپنے اپنے قلم پانی میں ڈالدیئے حضرت زکریا کے علاوہ سب کے قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے اور کئی مرتبہ قرعہ اندازی میں کامیابی کے بعد حضرت مریم کو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش میں دے دیا گیا۔ بیت المقدس میں ایک کمرہ حضرت مریم کے لئے وقف کر دیا گیا تھا دن بھر وہ اس کمرے میں عبادت کرتیں اور رات کو حضرت زکریا ان کو لے کر گھر چلے جاتے تھے۔ جب حضرت مریم کی عمر مبارک بارہ تیرہ سال کی ہوئی تو وہ ہر وقت اللہ کی عبادت اور بندگی میں لگی رہتی تھیں۔ حضرت مریم بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ صفت اور نیک تھی اور اللہ کی عبادت اور بندگی کے سوا ان کو کوئی اور کام نہ تھا۔ ایک دن جب کہ حضرت مریم اپنے حجرے میں تھیں یا بعض روایات کے مطابق وہ غسل کر چکی تھیں۔ حضرت جبرئیل خوبصورت انسانی شکل میں ان کے پاس آئے حضرت مریم ایک اجنبی مرد کو دیکھ کر گھبرا گئیں اور اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے کہنے لگیں کہ اگر تمہارے دل میں ذرا بھی خوف الٰہی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مریم کی گھبراہٹ دیکھتے ہوئے حضرت جبرائیل نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ تم مت گھبراؤ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ میں تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ حضرت مریم نے بے ساختہ کہا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا جبکہ آج تک مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ نہ تو میرا نکاح ہوا ہے اور نہ میں برے کردار والی ہوں۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا یہ پیغام لیکر آیا ہوں جس میں اللہ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اسی طرح ہو کر رہے گا۔ اللہ کا یہ فیصلہ اس کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے۔ وہ تمہیں اور تمہارے بیٹے کو اپنی قدرت کا نمونہ بنا کر پیش کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اور اس فیصلے پر عمل کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے کوئی چیز اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اس واقعے کی بقیہ تفصیلات اس سے آگے کی آیات میں آرہی ہیں۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾
فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ
قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ
اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىْٓ
اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾
فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ
فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ ۚ
فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾
يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ ۖۚ
فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾
قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ ۙ وَّجَعَلَنِىْ
مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ
حَيًّا ﴿٣١﴾ ۖ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ ۙ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلٰمُ
عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ
لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۳۶

پھر (مریم کو) حمل رہ گیا اور وہ اسے لے کر ایک دور کی مشرقی جگہ پر چلی گئیں۔ پھر ان کو زچگی کا درد ہوا تو وہ ان کو کھجور کے درخت کی جڑ کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں اے کاش میں (اس وقت کو دیکھنے سے) پہلے ہی مرجاتی یا میرا نام ونشان مٹ جاتا۔ (فرشتے نے ان کو) نیچے سے آواز دی کہ تمہارے رب نے تمہارے نیچے (پانی کا) ایک چشمہ جاری کردیا ہے۔ کھجور کے تنے کو ہلاؤ تاکہ تروتازہ کھجوریں جھڑ کر گرپڑیں۔ تم ان کو کھاؤ اور پیو اور آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو۔ پھر اگر کوئی آدمی تمہیں دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ کی منت مان رکھی ہے۔ آج میں کسی سے بات نہ کروں گی۔

پھر وہ (مریم) اسے اٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئیں (قوم کے لوگ) کہنے لگے کہ اے مریم تم تو ایک بڑے گناہ کی چیز لے کر آئی ہو۔ اے ہارون کی بہن نہ تمہارے والد برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔ (مریم نے) اس بچے کی طرف اشارہ کردیا (کہ اس سے پوچھ لو) کہنے لگے کہ جو بچہ اپنے گہوارہ میں ہمک رہا ہے اس سے کس طرح ہم بات کرسکتے ہیں (حضرت عیسیٰؑ نے کہنا شروع کیا) بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور میں جہاں بھی رہوں گا بابرکت رہوں گا۔ اور اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس نے مجھے سرکش اور بدنصیب نہیں بنایا۔ اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا۔ جس دن میں مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰؑ ابن مریم۔ یہ لوگ ایک سچی بات میں شک کر رہے ہیں۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔ وہ ذات تو ہر طرح کے عیب سے پاک ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے "ہوجا" اور وہ چیز ہوجاتی ہے۔ اور بے شک میرا رب اور تمہارا رب ایک اللہ ہی ہے تم اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۲۲ تا ۳۶

اِنْتَبَذَتْ (اِنْتِبَاذٌ)   الگ ہوگئی۔ جدا ہوگئی۔
قَصِيٌّ   دور کا فاصلہ۔
اَلْمَخَاضُ   زچگی کا درد۔ دردزہ۔
جَزْعٌ   جڑ۔
نَسْيًا مَّنْسِيًّا   بھولی بسری چیز۔ بے نام ونشان ہوجانا۔
سَرِيٌّ   پانی کا چشمہ۔
هُزِّىْ   ہلالی۔ جھکادے۔
تُسَاقِطْ   گرائی گی۔
رُطَبٌ   تروتازہ۔
جَنِيٌّ   پکاہوا پھل۔
قَرِّىْ عَيْنٌ   آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔
تَرَيِنَّ   تو دیکھے۔
نَذَرْتُ   میں نے منت مان رکھی ہے۔
تَحْمِلُهٗ   وہ اس کو اٹھالائے۔
فَرِيٌّ (اِفْتِرَاءٌ)   عجیب اور نرالی بات۔
اَلْمَهْدُ   گود۔
صَبِيٌّ   بچہ۔
اَوْصٰنِىْ   مجھے حکم دیا۔
مَادُمْتُ حَيًّا   جب تک میں زندہ ہوں۔
شَقِيٌّ   بدنصیب۔ بدقسمت۔
يَمْتَرُوْنَ   وہ شک کرتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۳۶

حضرت مریم نے جب سے ہوش سنبھالا تھا اس وقت سے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتیں اور پاکیزگی، عفت وعصمت کی ایک مکمل تصویر تھیں۔ وہ لوگوں سے الگ ہو کر عبادت الٰہی کی خاطر ایک مکان میں بیٹھ گئیں۔ اس دوران حضرت جبرئیل اللہ کے حکم سے ایک مکمل انسان کی شکل میں حضرت مریم کے سامنے آگئے۔ اس اکیلے مکان میں ایک اجنبی آدمی کو دیکھ کر حضرت مریم گھبرا گئیں۔ شرم وحیا سے سمٹ کر کہہ اٹھیں اگر تمہارے دل میں ذرہ برابر بھی خوف الٰہی ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت جبرئیل نے حضرت مریم کی گھبراہٹ کو دیکھ کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھیجا ہوا آیا ہوں تا کہ تمہیں ایک بیٹے کی اطلاع اور خوشخبری سناؤں۔ حضرت مریم نے حیرت اور تعجب سے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے جب کہ مجھے آج تک کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں کوئی بدکار عورت ہوں۔ فرشتے نے کہا ''کذالک'' یعنی ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے گذشتہ آیات میں پڑھ لیا ہے۔ کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی اور اپنی بیوی کی حالت کو دیکھ کر تعجب سے پوچھا تھا کہ اس بڑھاپے میں ہمارے ہاں بیٹا کیسے ہوگا۔ اس پر فرشتے نے کہا تھا۔ ''کذالک'' اسی طرح ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''کذالک'' کے معنی یہی ہیں کہ اللہ تمام قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ انسانوں کی طرح ہر کام میں اسباب اور وسائل کا محتاج نہیں ہے۔ اس جگہ یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مریم اس میں تعجب کی کیا بات ہے وہ اولاد کے پیدا کرنے میں اس اصول کا پابند نہیں ہے کہ ہر بچہ ماں اور باپ کے ملاپ سے پیدا ہو بلکہ وہ چاہے تو بغیر ماں باپ کے حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کو پیدا کر دے۔ اور بغیر باپ کے تمہیں بیٹا عطا فرما دے۔ اس اللہ کی اتنی زبردست قوت ہے کہ وہ اپنے فیصلوں اور کام میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اللہ نے اس کام کے کرنے کا فیصلہ فرما لیا ہے۔ تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو ایک معجزہ اور نشانی بنا دیا جائے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ مقام جہاں حضرت مریم چلی گئی تھیں وہ بیت اللحم ہے جو بیت المقدس سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔

جب زچگی کا درد محسوس ہوا تو حضرت مریم بے تابانہ جنگل کی طرف نکل گئیں اور ایک کھجور کا درخت جو کسی قدر اونچائی پر واقع تھا اس کے سہارے بیٹھ گئیں ان کے منہ سے نکل گیا کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی یا اس رسوائی سے پہلے مٹ گئی ہوتی آپ اس کشمکش میں تھیں کہ ٹیلے کے نیچے سے حضرت جبرئیل کی آواز آئی کہ گھبراؤ نہیں اللہ نے آپ کے لئے راحت وآرام کے تمام اسباب کا انتظام فرما دیا ہے۔ آپ سے قریب ہی صاف وشفاف پانی کا چشمہ بہا دیا گیا ہے اور تازہ کھجوروں کا یہ درخت جس کے

نیچے آپ ہیں اس کو ہلایئے تو تازہ اور لذیذ کھجوریں گر پڑیں گی یہ اللہ نے آپ کے کھانے پینے کا انتظام کیا ہے۔ آپ اس کو کھایئے اور پیجئے اور اولاد سے آنکھیں ٹھنڈی رکھئے اللہ نے یہ بھی فرمادیا کہ اگر کوئی ادھر نکل آئے تو اس سے اشارے سے بتادینا کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اس شریعت میں روزہ رکھنے کا یہی طریقہ تھا کہ روزے کی حالت میں کسی سے بات نہ کی جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد جب حضرت مریم اپنے بچے کو لیکر واقف کاروں میں پہنچیں تو انہوں نے تعجب حیرت اور افسوس سے کہا کہ اے مریم تم نے یہ کیا غضب کیا ہم سب جانتے ہیں کہ تمہارے والد تو نہایت پاکیزہ صفت صالح اور نیک آدمی تھے تمہاری والدہ بھی نہایت شریف پاک دامن اور پارسا خاتون تھیں تم جیسی نیک خاندان کی لڑکی سے اس طرح کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی اس طرح لوگوں نے طرح طرح کے طعنے دینے شروع کردیئے جب سب لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کیں تو حضرت مریم نے اللہ کے حکم سے اس بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر تمہیں میری پاکدامنی پر شبہ ہے تو تم خود اس بچے ہی سے پوچھ لو حضرت مریم جیسی سنجیدہ اور باوقار خاتون سے یہ جملہ سن کر سب کی زبان سے نکلا کہ بھلا وہ بچہ جو اپنے گہوارے میں ہمک رہا ہے وہ ہم سے کیسے بات کرے گا اور ہم اس سے کیسے پوچھیں گے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بولنے کی قوت اور طاقت عطا فرمائی اور انہوں نے کہنا شروع کیا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے نبی بنا کر کتاب دینے کا فیصلہ کیا ہے اور اس نے مجھے اس قدر خوش نصیب بنایا ہے کہ میں جہاں بھی رہوں گا وہیں خیر و برکت میرے ساتھ ساتھ رہے گی اس اللہ نے مجھے نماز ادا کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اور اس نے مجھے اپنی والدہ کیساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اور مجھے ہر طرح کی سرکشی اور بدنصیبی سے دور رکھا ہے۔ اس نے مجھے خوش خلق اور ہمدرد بنایا ہے اور فرمایا کہ اللہ کا مجھ پر کتنا کرم ہے کہ دنیا کی زندگی اور موت اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک میرے اوپر سلامتی ہی سلامتی رہے گی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان آٹھ صفات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ہیں وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور انسانیت کا سچا خادم بتایا ہے۔ فرمایا کہ تم جس عیسیٰ کی بات کرتے ہو وہ تمہارے ذہن کا گھڑا ہوا جھوٹا تصور ہے بلکہ اصل عیسیٰ ابن مریم وہ ہیں جو اللہ کے فرماں بردار اور اطاعت گذار بندے ہیں وہ اللہ کے بیٹے نہیں تھے جیسے کہ تم کہتے ہو فرمایا کہ اس اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا، بیٹی یا بیوی بنائے کیونکہ وہ دنیا کے تمام اسباب سے بے نیاز ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ صرف ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے حکم دیا کہ لوگو تم اسی کی عبادت اور بندگی کرو اور انسانوں کو معبود کا درجہ نہ دو کیونکہ اس صراط مستقیم سے ہٹ کر جو راستہ بھی تلاش کیا جائے گا وہ منزل تک نہیں پہنچا سکتا وہ منزل سے دور کردے گا۔

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ
يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ
هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا
وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾

وقف لازم

ع ۵ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

پھر (اہل کتاب کے) فرقوں نے آپس میں اختلاف شروع کردیا۔ قیامت کا دن جو بڑا عظیم دن ہے اس دن کی حاضری کے وقت وہ کیا کچھ نہ سنیں گے اور کیا کچھ نہ دیکھیں گے۔ جس دن وہ ہمارے سامنے آئیں گے تو ظالم اپنے آپ کو کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھیں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کو اس حسرت والے دن سے ڈرائیں جب کام کا فیصلہ (جنت اور جہنم کا فیصلہ) کردیا جائے گا۔ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ بے شک اس زمین میں اور جو کچھ اس پر ہے اس سب کے وارث ہم ہی ہونگے۔ اور ان سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

اَلْاَحْزَابُ (حِزْبٌ) جماعتیں۔ گروہ۔

وَيْلٌ خرابی۔ بربادی۔

مَشْهَدٌ حاضر ہونے کی جگہ۔

اَسۡمِعۡ بِهِمۡ	کیا کچھ سنیں گے۔
اَبۡصِرۡ بِهِمۡ	کیا کچھ دیکھیں گے۔
يَوۡمُ الۡحَسۡرَةِ	حسرت وافسوس کا دن۔
نَرِثُ	ہم مالک ہوں گے۔ ہم وارث ہوں گے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ ان کے متعلق نصاریٰ کا یہ گمان کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں عقیدہ کی زبردست غلطی ہے جس کا انجام قیامت کے دن نظر آئے گا جس پر وہ پچھتائیں گے۔ لیکن اس دن سوائے حسرت اور افسوس کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ فرمایا کہ عقیدے کی اس گندگی میں مبتلا یہ نصاریٰ اور یہود جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف گروہ بن گئے ہیں ان میں سے کسی کا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کی پیدائش جائز نہ تھی (نعوذ باللہ) ایسے لوگ قیامت کے دن نہ جانے کیا کیا سنیں گے اور آنکھوں سے نہ جانے کیا کیا دیکھیں گے۔ یہ ان کے لئے ہولناک دن ہوگا اس دن ان کو احساس ہوگا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں سوائے ظلم اور زیادتی اور غلط سوچ کے اور کچھ بھی نہیں کمایا۔ جب ان کے عقیدے کی وجہ سے جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو اس وقت ساری حقیقت سامنے آجائے گی۔ فرمایا کہ یہ لوگ آج جو ذرا ذرا سی ملکیتوں پر اور مال اور دولت کی وجہ سے مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں یہ سب کا سب انہیں اسی دنیا میں چھوڑ کر جانا ہے۔ اس کائنات کا اور اس کے ذرے ذرے کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے نظام کو چلاتا ہے اگر انہوں نے صحیح عقیدے اور عمل کے ساتھ زندگی نہ گذاری تو یہ ساری چیزیں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گی۔ آج وہ جس غفلت میں پڑے ہوئے ہیں جب اس سے انہیں ہوش آئے گا تب ان کو اندازہ ہو سکے گا کہ انہوں نے سوائے حسرت وافسوس اور نقصان کے کچھ بھی حاصل نہیں کیا اور وہ دنیا سے خالی ہاتھ آئے ہیں۔

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے بغیر باپ کے پیدائش کو اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شک کرتا ہے یا یہودیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز اولاد کہتا ہے یا قادیانیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قائل ہے درحقیقت وہ ایک کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہے جس کا انجام بہت جلد ان سب کے سامنے آجائے گا۔ قرآن کریم کا ہر شخص کے لئے یہی پیغام ہے کہ جو شخص سیدھی راہ پر چل کر جنت کا مستحق بننا چاہتا ہے وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرے اور اس کا کسی کو کسی طرح شریک نہ بنائے۔ لوگ اپنے وقتی مفادات کی وجہ سے صراط مستقیم کو خود بھی چھوڑ دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر کے سیدھے راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ان تمام باتوں کا

اور مختلف فرقوں نے جن اختلافات پر جھگڑوں کو رواج دے رکھا ہے ان کے فیصلے کا وقت قریب ہے اور وہ سب اختلافات قیامت کے دن ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ جب اس نظام کائنات کو توڑ دیا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائیگی تو ہر انسان کے سامنے ساری حقیقت کھل کر آ جائے گی۔ اور جن چیزوں اور رشتہ داریوں پر یہ ناز کیا کرتا تھا اور سچائی کے راستے سے دور بھاگ رہا تھا وہ سب رشتے ناطے اسی دنیا میں رہ جائیں گے اور ان تمام چیزوں کا وارث اور مالک صرف اللہ ہوگا۔ فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے قرآن کریم کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کو اس دنیا میں تسلیم کر لیا تو وہ قیامت کے دن ہر طرح کی حسرت، افسوس اور پچھتاوے سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن اگر سب کچھ جاننے کے باوجود اس کا انکار کیا گیا تو پھر قیامت کے دن پچھتانے اور شرمندہ ہونے سے کوئی بچا نہ سکے گا۔

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ
وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ
يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ
اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ
عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ
عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِىْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾
قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَ
اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّىْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ
اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّىْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع ٣ ١٠ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۵۰

(اے نبی ﷺ) آپ اس کتاب (قرآن) میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا۔ اے میرے ابا جان! آپ اس کی بندگی کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کام آئے گا۔ اے ابا جان! میرے پاس وہ علم (وحی) آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ میری بات مان لیجئے۔ میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔ اے ابّا جان آپ شیطان کی عبادت نہ کریں کیونکہ شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے اے میرے ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ رحمٰن کا عذاب آپ کو نہ آ پکڑے اور پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔

والد نے کہا اے ابراہیمؑ تو میرے معبودوں سے منہ پھیرتا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار کر ہلاک کر دوں گا۔ اور تو مجھ سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جا۔ ابراہیمؑ نے کہا آپ پر سلامتی ہو میں بہت جلد (اپنے رب سے) آپ کی بخشش کی دعا مانگوں گا۔ بے شک وہ اللہ مجھ پر مہربان ہے اور میں آپ سے اور ان سے جنہیں آپ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کنارا کرتا ہوں۔ اور میں (ہمیشہ) اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ میرا پروردگار میری پکار کو سنے گا اور مجھے (اپنی رحمتوں سے) محروم نہ کرے گا۔ پھر جب وہ (ابراہیمؑ) ان سے اور ان کے ان معبودوں سے کنارہ کر گئے جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے تھے تو ہم نے ان کو اسحاقؑ و یعقوبؑ عطا کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو بہت کچھ عطا کیا۔ اور ہم نے ان کا ذکر جمیل بہت بلند کر دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۵۰

یٰاَبَتِ	اے میرے ابا جان۔
سَوِیٌّ	سیدھا۔ برابر۔
عِصِیٌّ	نافرمان۔
اَنْ یَّمَسَّکَ	یہ کہ تجھے پہنچے۔ یہ کہ تجھے پکڑے۔

اَرَاغِبٌ	کیا تو منہ پھیرتا ہے۔(کیا تو رغبت رکھتا ہے)۔
لَمْ تَنْتَهِ	تو باز نہ آیا۔
اَرْجُمَنَّ	میں ضرور پتھر ماروں گا۔
اُهْجُرْنِيْ	مجھے تنہا چھوڑ دے۔
مَلِيٌّ	ایک وقت۔مدت۔
اَسْتَغْفِرُ	میں دعائے مغفرت کروں گا۔
حَفِيٌّ	مہربان۔
اَعْتَزِلُ	میں الگ ہوتا ہوں۔میں چھوڑتا ہوں۔
اَدْعُوْا	میں پکاروں گا۔
شَقِيٌّ	محروم۔
وَهَبْنَا	ہم نے عطا کیا۔
لِسَانُ صِدْقٍ	سچی زبان۔ذکر جمیل۔
عَلِيٌّ	نہایت بلند۔اللہ تعالیٰ کی صفت

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۵۰

سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جارہا ہے حضرت ابراہیم جو خلیل اللہ اور ابوالانبیا کا شرف رکھتے ہیں انہوں نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جہاں دنیاوی عزت وعظمت مال ودولت اور ہر طرح کا عیش اور آرام تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آذر تھا وہ اپنے ہاتھ سے مٹی اور پتھر کے خوبصورت بت بنایا کرتے تھے۔ان کے اس کمال فن کی وجہ سے نمرود بادشاہ کے دربار میں وہ ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔اپنے ہاتھوں سے بت بنا کر ان کے سامنے خود بھی سجدے کرتے اور دوسروں کو بھی اس گمراہی کے راستے پر ڈالتے تھے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ بچپن ہی سے یہ دیکھتے آرہے تھے کہ آذر اور اس زمانے کے لوگ صرف پتھر یا مٹی کے بت ہی نہیں بلکہ چاند سورج اور ستاروں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں کو چاند سورج ستاروں اور بتوں کی عبادت و بندگی کرتے دیکھتے تو یہی سوچتے تھے کہ یہ چیزیں کیا ہمارا معبود ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں؟ کیونکہ چاند سورج اور ستارے تو روزانہ نکلتے ہیں اور ڈوب جاتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں یقیناً یہ کسی اور کے تابع ہیں چنانچہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کہہ اٹھے کہ یہ سب چیزیں میرے معبود نہیں ہو سکتے میں اس ایک رب کی طرف اپنا رخ پھیرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین چاند، سورج اور ستاروں کو پیدا کیا ہے۔ جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں ہر طرف سے منہ پھیر کر صرف ایک اللہ کا بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں یہ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ سچی فطرت تھی جس نے ان کو یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعے حضرت ابراہیم کی رہنمائی فرمائی۔ ایک دن آپ نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے والد سے اس طرح گفتگو فرمائی جس میں اپنے والد کو برا بھلا کہنے کے بجائے ان معبودوں اور عقیدوں کی برائی بیان کی جن کی وہ عبادت بندگی کرتے تھے چار مرتبہ ''یا ابت'' (اے میرے ابا جان) فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ والدین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں ان کے ادب و احترام کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آذر سے کہا اے ابا جان آپ جن بتوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں یہ تو اندھے بہرے گونگے ہیں ان کو چھوڑ دیئے اور اللہ نے مجھے جو کچھ علم عطا فرمایا ہے اس کی پیروی کیجئے اسی سے نجات ہوگی فرمایا کہ یہ چاند سورج اور ستارے ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں ہے جن کو معبود بنایا جاسکے اے ابا جان میری بات مانئے اگر آپ نے اس گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر میری بات کو مان لیا تو اس سے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی نجات نصیب ہو جائیگی اور ہر طرح کی بھلائیاں آپ کو عطا کی جائیں گی۔ حضرت ابراہیم نے کھل کر کہا کہ ان بتوں اور غیر اللہ کی عبادت درحقیقت شیطان کی پیروی ہے وہ شیطان جو اللہ کا سخت نافرمان ہے مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ آپ کی گرفت نہ کر لیں اور آپ کسی کام کے نہ رہیں اور کھلم کھلا شیطان کے ساتھی اور رفیق بن جائیں۔ یہ تمام باتیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نہایت ادب و احترام اور نرمی سے کہی تھیں کیونکہ انبیاء کرام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ کسی کو دھمکی اور دھونس میں لانے کے لئے سخت لہجہ اختیار نہیں کرتے بلکہ نرمی اور محبت سے دین کی سچائی اور صداقت کی طرف دعوت دیتے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ دنیا داری اور جھوٹے معبودوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتے اور دھمکیوں پر اتر آتے ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دوٹوک باتوں کے جواب میں آذر نے جاہلانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہا اے ابراہیم کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دوں گا۔ ڈانٹتے ہوئے کہا کہ اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر ڈالوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ اتنی سخت اور دھمکی آمیز لہجے کے باوجود حضرت ابراہیم نے اپنے ادب اور احترام کے لہجے میں فرق نہ آنے دیا بلکہ یہ کہا کہ میں اپنے پروردگار سے آپ کے گناہوں کی معافی کے لئے درخواست کروں گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں

کو معاف کرنے والا مہربان ہے۔ مجھ پر اس کی نظر کرم ہے شاید وہ اللہ میری دعاؤں کو آپ کے حق میں قبول کر لے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما گئے اور کہنے لگے کہ میں تمہیں اور تمہارے معبودوں (جن سے میں بیزار ہوں) کو چھوڑ کر جاتا ہوں۔ فلسطین پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اٹھارہ سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق جیسا بیٹا عطا فرمایا حضرت اسحٰق علیہ السلام کے گھر حضرت یعقوب علیہ السلام کو پیدا کیا جن کا لقب اسرائیل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے جن کو بنی اسرائیل (یعقوب علیہ السلام کی اولاد) کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق جیسے بیٹے عطا کئے بلکہ ان کے پوتے حضرت یعقوب اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ وہ باپ کتنے خوش نصیب تھے جن کی اولاد کو ان کی زندگی میں شان نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور سلسلہ نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر مکمل ہوا۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سینکڑوں نبی اور رسول آئے ہیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے چوبیس ہزار پیغمبر صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء کہا جاتا ہے۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) والدین خواہ مسلم ہوں یا کافر ان کا ہر حال میں ادب واحترام کرنا لازم ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے والد سے جو صرف کفر ہی نہ کرتے تھے بلکہ دوسروں کو گمراہ کرنے کے لئے بتوں کی طرف مائل کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو لگائے ہوئے تھے ان سے سخت لہجے یا بے ادبی کے انداز میں گفتگو اور تبلیغ نہیں فرمائی بلکہ ان کے ادب کا بھی پوری طرح خیال فرمایا۔ پوری گفتگو میں آخرت سے ڈرایا گیا لیکن کہیں بھی دھمکی یا جارحانہ انداز گفتگو کو نہیں اپنایا گیا۔ اگر غور کیا جائے تو پورے قرآن کریم میں سارے نبیوں کا اور رسولوں کا انداز مشفقانہ ہوا کرتا ہے اس میں دھمکی کا کوئی انداز نہیں ہوتا وہ صبر تحمل اور برداشت سے کام لیتے ہیں جب کہ مشرکین کفار اور فساق اور فجار کی گفتگو میں زبردستی دھاندلی دھونس اور دھمکی کا انداز نمایاں ہوا کرتا ہے جیسے نمرود، فرعون اور آذر وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا بلکہ اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ سے آپ کے گناہوں کی معافی کی درخواست ضرور کروں گا شاید میرا اللہ میری دعاؤں کو سن لے یہاں اس بات کو ذہن میں رکھ لیجئے کہ کافر والدین کا ادب واحترام تو لازم ہے لیکن ان کے لئے دعائے مغفرت کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ والد سے رخصت ہو رہے تھے لیکن بعد میں جب اللہ کا فیصلہ آ گیا کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی اجازت نہیں ہے تو آپ نے ان کے لئے دعائے مغفرت نہیں فرمائی۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حقیقی علم وہی ہے جو اللہ نے حضرات انبیاء کرام کے ذریعے سے انسانوں کو عطا کیا ہے یہی راہ ہدایت اور راستے کی روشنی ہے۔ لیکن شیطان کا راستہ گمراہی اور ضلالت کا راستہ ہے جس میں کسی طرح کی نجات نہیں ہے۔

(۳) دین اسلام کی تبلیغ کا بہترین طریقہ حلم وتحمل صبر وبرداشت اور دین کی سچائیوں کو پہنچانے کی مسلسل جدوجہد

کرنا ہے۔ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے طریقے اختیار نہ کیئے جائیں جن سے لوگوں کے ذہن دین اسلام کی طرف آنے کے بجائے اکھڑ جائیں۔ نرمی اور شفقت تبلیغ دین کی بنیاد ہے۔ جاہلانہ اور جارحانہ انداز گفتگو سے کبھی مفید نتائج نہیں نکلتے اسی لئے انبیاء کرام حلم وتحمل کے ذریعے دین کی سچائیوں کو دلوں میں اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴) جب اللہ کے دین کے لئے قربانیاں دی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اولاد صالح اور ہر طرح کی خیر و برکت سے نواز دیا کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم کو ہر طرح کی خیر و برکت سے نواز کر حضرت ابراہیم کو دنیا کے تمام اہل مذہب کا پیشوا اور رہنما بنا دیا ہے اور آج ساری دنیا کے مذاہب اپنے اپنے انداز پر حضرت ابراہیم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ عرب کے سارے قبائل کو اس بات پر ناز تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو بھلا دیا تھا اسی لئے قرآن کریم کے ذریعے ان کی رہنمائی فرمائی گئی اور ان کو دین ابراہیمی کی طرف راغب فرمایا گیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾
وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَ
وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَ
كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ
الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدة

السجدة ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۸

(اے نبی ﷺ) آپ اس کتاب (قرآن) میں موسیٰؑ کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ منتخب بندے اور اللہ کے رسول اور نبی تھے۔ اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے پکارا اور ہم نے انہیں راز بتانے کے لئے قریب کیا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا دیا۔

اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کیجئے بے شک وہ وعدے کے سچے، اور رسول اور نبی تھے۔ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ شخص تھے۔

اور اس کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کیجئے جو بے شک سچے نبی تھے۔ اور ہم نے ان کو ایک بلند مقام پر اٹھایا تھا۔ آدمؑ کی اولاد میں سے یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام و کرم کیا اور ان کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی (جہاز) پر سوار کرایا تھا۔ اور ابراہیم اور یعقوبؑ کی نسل سے ہیں۔ یہ تمام انبیاء ان لوگوں میں سے تھے جنہیں ہم نے ہدایت عطا فرمائی تھی اور ہم نے منتخب کیا تھا۔ اور ان کا حال یہ تھا کہ جب ان کو رحمٰن کی آیات سنائی جاتی تھیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۸

مُخْلَصًا	منتخب کیا ہوا۔ چنا ہوا۔
نَادَيْنَا	ہم نے آواز دی۔
اَلْاَيْمَنُ	داہنی جانب۔
نَجِيٌّ	خاموشی سے راز بتانا۔
صَادِقُ الْوَعْدِ	سچا وعدہ کرنے والا۔
مَرْضِيٌّ	پسندیدہ۔
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کیا۔

اَنۡعَمَ	اس نے انعام کیا۔کرم کیا۔
اِسۡرَائِیۡلُ	حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا۔
اِجۡتَبَیۡنَا	ہم نے منتخب کیا۔
خَرُّوۡا	وہ گر پڑے۔
بُکِیًّا (بُکِیٌّ)	روتے ہوئے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۸

سورہ مریم کی ان آیات میں حضرت موسیٰؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ادریس علیہ السلام کی کچھ اہم خصوصیات کا ذکر کر کے فرمایا گیا کہ جب اہل ایمان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور ان میں اللہ کے سامنے جھک جانے کا حکم آتا ہے تو وہ نہایت عاجزی و انکساری سے اللہ کے سامنے سجدہ میں جھک جاتے ہیں۔ ان انبیاء کا اور اس سے پہلے حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ اور خاص طور پر حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حق و صداقت، ہدایت و رہنمائی اور رسالت و نبوت کے منصب پر فائز کیا تھا لیکن یہ سب اللہ کے فرماں بردار اور نیک بندے ہیں اور اعلیٰ ترین مقام پر ہونے کے باوجود وہ سب کے سب اللہ کی عبادت و بندگی میں کامل مقام رکھتے تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب وہ اللہ کا کلام سنتے تھے تو وہ کلام اللہ سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے تھے۔

ان آیات میں سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر اور حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ ایک منتخب نبی اور رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے پکارا، اپنی قربت عطا کی، آپ سے کلام فرمایا اور صاحب کتاب بنایا، توریت جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی۔ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو جو خود بھی اللہ کی طرف سے نبی تھے ان کا معاون و مددگار بنایا۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ دونوں اللہ کے حکم سے فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس کی بڑائی کو چیلنج کیا کہ وہ اپنی سرکشی، تکبر اور غرور سے باز آجائے اور بنی اسرائیل پر ہر طرح کے ظلم و ستم کو بند کر دے تاکہ بنی اسرائیل ملک مصر سے فلسطین عافیت کے ساتھ پہنچ جائیں۔ لیکن فرعون نے اپنے ظلم و زیادتی کا سلسلہ بند نہیں کیا بلکہ اس میں ایسی شدت آگئی تھی جس سے اہل ایمان کا اس سرزمین پر رہنا مشکل ہو گیا تھا آخر کار اللہ نے فرعون اور اس کے اس کے تمام حمایتیوں کو پانی میں غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو ایک بہت بڑے ظالم سے نجات دلا دی۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے ہیں جن کا لقب ذبیح اللہ ہے ان کے بعد حضرت ابراہیم کے گھر اٹھارہ سال بعد حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ حضرت اسحاقؑ کے گھر حضرت یعقوبؑ پیدا ہوئے جن کو اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد ان کو بارہ بیٹوں کی دولت سے مالا مال فرمایا گیا جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ اس قدر عزم و ہمت اور حق و صداقت کا پیکر تھے جنہوں نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں۔ ان کے صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لگاتار تین روز تک ایک ہی خواب دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں ذبح کر رہے ہیں۔ جب ان کو اس بات کا یقین کامل ہو گیا کہ خواب نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے حکم ہے تو انہوں نے نہایت ضبط و تحمل کے ساتھ اس بات کا ذکر حضرت اسماعیلؑ سے کر دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا ابا جان! آپ وہ کیجئے جس کے کرنے کا آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ آپ مجھے انتہائی صابر پائیں گے۔ اس طرح انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو منیٰ کی طرف لے کر چلے۔ شیطان نے بہکانے کی کوششیں کیں مگر حضرت اسماعیلؑ نے ہر مرتبہ شیطان کے جال میں پھنسنے کے بجائے اس پر کنکر برسائے اور لعنت بھیجی۔ ادھر جب حضرت براہیم نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا بھیج کر فرمایا کہ اے ابراہیمؑ ہم آپ کے بیٹے کو ذبح کرانا نہیں چاہتے تھے آپ کے عزم و ہمت کا امتحان لینا چاہتے تھے جس میں آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے کی قربانی کو قبول کرتے ہوئے اس کو ایک یادگار بنا دیا اور اب قیامت تک ہر صاحب نصاب مسلمان پر دس ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ کی عصر تک ایک جانور ذبح کرنے کی سنت کو جاری فرمایا تا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی یہ قربانی کا جذبہ قیامت تک یاد رکھا جا سکے۔

حضرت اسماعیلؑ جن کی اولاد میں سے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت اسماعیلؑ کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ (1) حضرت اسماعیلؑ بہترین اخلاق کے مالک تھے (2) وہ جس سے جو وعدہ کر لیتے اس کو ہمیشہ پورا کیا کرتے تھے (3) ایسے عزم و ہمت کے پیکر تھے کہ اپنے والد حضرت ابراہیمؑ کے کہنے سے اللہ کے حکم پر ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ (4) آپ ہمیشہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے (5) آپ اللہ کے پسندیدہ نبی تھے۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت اسماعیلؑ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا گیا ہے ارشاد ہے کہ وہ ایک نیک اور سچے انسان تھے اور اللہ کی طرف سے نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخصوص علوم اور فنون میں ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا۔ ان کا دنیا میں بھی رتبہ بلند ہے اور آخرت میں بھی ان کی ایک خاص شان ہو گی۔ کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں تشریف لائے اور گمراہ انسانوں کو راہ ہدایت دکھانے

میں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں۔ قرآن کریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے ایک تو زیر مطالعہ آیات میں اور دوسری مرتبہ سورۂ انبیاء میں۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں علم و حکمت، علم حساب، علم کتابت یعنی قلم سے لکھنا، کپڑوں کو سینا، ماپ تول کے پیمانے اور بعض اسلحہ بنانے کے طریقے حضرت ادریس علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔

بہر حال یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام وہ تھے جو اپنی تمام تر عظمت اور شان کے اللہ کی عبادت و بندگی اور اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لئے دن رات کوششیں کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین اسلام کی خدمت کرنے اور عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ جب ان کو اللہ کے سامنے جھک جانے کا حکم ہوتا تو وہ پورے ادب و احترام سے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ سورۂ مریم کی اس آیت پر پہنچنے کے بعد ہر سننے والے پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو جلد از جلد اس سجدے کو ادا کرے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ
اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿٦٠﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ
الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿٦١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ
فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿٦٢﴾
تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾
وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا
وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ
لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع ٤ ١٥ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۵

پھر ان کے بعد چند ناخلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے۔ بہت جلد ان کو گمراہی کی سزا ملے گی۔ مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لا کر نیک اعمال کئے۔ وہی لوگ ہوں گے جو جنت میں ہوں گے اور ان کا ذرہ برابر بھی نقصان نہ کیا جائے گا۔ وہ ہمیشہ رہنے والی ان جنتوں میں رہیں گے جن کا رحمٰن نے ان سے وعدہ کیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے۔ (وہ ان جنتوں میں) سلام کے سوا کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔ اور ان کو صبح و شام رزق دیا جائے گا۔ یہ وہ جنت ہوگی جس کا ان بندوں کو وارث بنائیں گے جو پرہیز گار ہوں گے۔ (ملائکہ نے کہا) اور ہم فرشتے آپ ﷺ کے پروردگار کے حکم کے بغیر نہیں اترتے۔ جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔ اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ اس کا پروردگار ہے آپ اسی کی عبادت و بندگی کیجئے اور اس پر ثابت قدم رہئے۔ کیا کوئی ہستی آپ کے علم میں اس کے برابر ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۵

خَلَفَ	قائم مقام ہوا۔
خَلْفٌ	نالائق۔ ناخلف۔
اَضَاعُوْا	انہوں نے برباد کیا۔ ضائع کر دیا۔
اِتَّبَعُوْا	پیچھے لگ گئے۔ انہوں نے پیروی کی۔
یَلْقَوْنَ	وہ ڈالیں گے۔
غَیٌّ	گمراہی۔
عَدْنٌ	ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ ایک بہشت کا نام۔

مَاْتِیًّ	آنے والا۔آنے کی جگہ۔
لَغْوٌ	بے ہودہ۔فضول۔
مَانَتَنَزَّلُ	ہم نہیں اترتے۔
نَسِیًّ	بھول جانا۔
اِصْطَبِرْ	ثابت قدم رہو۔
سَمِیًّ	ہم نام۔ہم پلہ

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۵

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی امتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کے بعد آنے والوں نے نیک لوگوں کا راستہ چھوڑ کران کے قائم مقام ہونے کا حق ادانہیں کیا۔انہوں نے اپنی خواہشات نفس اور دنیا کے وقتی فائدوں کے پیچھے چل کر نماز جیسی عبادت کو ضائع کر دیا۔فرمایا کہ ایسے لوگوں کوان کی گم راہی پر معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ان کوسخت سزادی جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز اللہ کی عبادت کا سب سے اہم اوراحسن طریقہ ہے جوگزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا جو دین اسلام کی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔نماز سے امتوں کو مرکزیت ملتی رہی ہے۔جن لوگوں نے اس فریضہ سے غفلت اختیار کی اس کے آداب کا خیال نہیں رکھا اوراس کو ضائع کر دیا ان کو دنیا اور آخرت میں رسوائی اور ذلت نصیب ہوئی اوران کواس بدعملی پر سخت سزادی گئی۔

گزشتہ امتوں کی طرح نبی کریم ﷺ کی امت پر بھی نماز کوفرض کیا گیا ہے اگر نماز جیسی عبادت سے غفلت اور کوتاہی اختیار کی گئی تو گزشتہ قوموں سے ان کا انجام مختلف نہ ہوگا۔اس لئے نبی کریم ﷺ نے نماز کوسب سے اہم عبادت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کفراور اسلام کے درمیان نماز ہی سب سے بڑا فرق ہے۔نماز کو چھوڑنا یا اس سے غفلت اختیار کرنا امت کے زوال کا سب سے اہم سبب ہے۔نماز درحقیقت اللہ اور بندہ کے درمیان وہ مضبوط رشتہ ہے جواس کواللہ کی رحمتوں سے جوڑے رکھتا ہے۔ جس نے اس رشتہ اور تعلق کوتوڑ دیا وہ حق وصداقت سے کٹ کر ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس نے نماز کا اہتمام نہیں کیا اس کے لئے قیامت کے دن نہ تو نور ہوگا نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ اس کی نجات کا کوئی اور ذریعہ ہوگا۔ اس کا حشر فرعون، ہامان اور (منافق) ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔

خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دین بغیر نماز کے کچھ بھی نہیں ہے۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے موذن کی آواز سنی اور نماز کے لئے نہیں گیا اس نے سراسر ظلم کیا۔ اس نے کفر اور نفاق کا عمل کیا۔

نماز پڑھنے کے لئے احادیث میں بہت تاکید آئی ہے لیکن وہ لوگ جو بلا کسی عذر کے مسجدوں کے بجائے گھروں پر نماز پڑھتے ہیں درحقیقت وہ بھی نماز کا حق ادا نہیں کرتے اور رحمت دو عالم ﷺ نے اس کو انتہائی ناپسند فرمایا ہے۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن جمع کر کے لائیں اور پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا کسی عذر کے گھروں پر نماز پڑھتے ہیں اور میں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ گھروں پر نماز پڑھنے والوں کو ان کے مال و اسباب سمیت آگ لگادیں۔

نماز کی اس تاکید کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور بزرگان دینؒ نے فرمایا ہے کہ نمازوں کا اہتمام نہ کرنے والے دین کے بقیہ تمام احکامات کو ضائع کردینے والے ہیں۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دور حکومت میں اپنے عمال حکومت کو ایک ہدایت نامہ بھجوایا تھا کہ وہ کس طرح حکومت کے کاموں کو سرانجام دیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ تحریر فرمایا کہ

''میرے نزدیک تمہارے سب کاموں سے زیادہ اہم کام نماز ہے۔ تو جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے تمام احکام دین کو بھی ضائع کرے گا (موطا امام مالک)

ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز تو پڑھ رہا ہے لیکن رکوع، سجود اور قیام میں کوتاہی کررہا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کب سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اگر تم اس طرح نمازیں پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوجاتے تو یاد رکھو تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (کے طریقے کے) خلاف مرتے۔ حضرت حذیفہؓ کا یہ ارشاد اس حدیث کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نماز میں اعتدال اختیار نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رکوع اور دونوں سجدوں کے درمیان یا کھڑے ہونے یا صحیح بیٹھنے کا اہتمام نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (ترمذی)

ان ہی ارشادات کی روشنی میں علماء نے فرمایا ہے کہ ''اضاعت صلوٰۃ'' یعنی نماز کو ضائع کرنا یہ ہے کہ نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھنا۔ (جمہور مفسرین)

بغیر کسی شدید عذر کے مسجدوں کے بجائے گھروں پر نماز پڑھنا۔ کوتاہی کرنا، غفلت برتنا۔

نماز کے آداب و شرائط میں کوتاہی کرنا۔

نماز کے تمام ارکان میں تعدیل اور توازن قائم نہ رکھنا۔

نمازوں کو چھوڑ کر زندگی کے کاروبار کو اہمیت دینا۔

بے جا خواہشات اور تمناؤں میں الجھ کر نمازوں سے غفلت اختیار کرنا یہ درحقیقت نمازوں کو ضائع کرنا ہے۔ اسی بات کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کے بعد آنے والوں نے نالائقی کا ثبوت پیش کیا اور نماز جیسی اہم عبادت کو ضائع کر کے اپنی خواہشات اور شہوات کے پیچھے لگ گئے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں نے اگر توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا طریقہ اختیار نہ کیا تو ان کو ''غی'' میں جھونک دیا جائے گا۔

''غی'' کے معنی خرابی، بربادی اور نقصان کے آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جہنم کے اندر ''غی'' ایک ایسی وادی کا نام ہے جو بہت گہری اور خون اور پیپ سے بھری ہوئی ہے۔ یعنی ایک ایسی وادی اور گھاٹی کا نام ہے جو بدترین جگہ ہے۔ جہاں نفس پرستوں اور خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کو جھونک دیا جائے گا یہ ان کی سخت ترین سزا ہوگی۔ البتہ اگر انہوں نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی یعنی ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیا تو ان کے پروردگار کا ان سے یہ پکا وعدہ ہے کہ اگرچہ انہوں نے جنت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور اس دنیا میں اس کی راحت و آرام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن تقویٰ اور پرہیزگاری اور اطاعت و فرماں برداری اختیار کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے ان جنتوں کا وارث و مالک بنا دیا جائے گا۔ وہ جنتیں ایسی ہوں گی کہ جہاں غلط، لغو، فضول اور بے ہودہ باتوں کے بجائے ہر طرف پاکیزگی، ستھرائی اور سلامتی ہی سلامتی کی آوازیں صدائیں ہوں گی جہاں صبح و شام ان کی خواہش کے مطابق ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔

آگے کی آیات میں فرشتوں کی اطاعت و فرماں برداری کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فرمایا کہ ایک طرف تو انسان ہے جو نافرمانیوں اور خواہشات نفس کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے پیغام کو بھول کر گناہ کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف فرشتوں کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاتے۔ ان کو اللہ کا کام دے کر بھیجا جاتا ہے تو وہ اس کو پوری دیانتداری سے اللہ کے نبیوں تک پہنچا دیتے ہیں اور اس میں وہ ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے۔ وہ اللہ بھی ایسا پروردگار ہے جو موجودہ، آئندہ اور ماضی کے تمام احوال سے واقف ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہ حکم دے کر اس کو بھول نہیں جاتا یا جو اس کا وعدہ ہے وہ اس کو بھولتا نہیں ہے۔ بلکہ وہ علیم و بصیر ہے اور اپنے بندوں کے تمام احوال سے اچھی طرح واقف ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ جبرئیل امین روزانہ وحی لے کر آتے تھے۔ وحی الٰہی سے آپ کو جو روحانی سکون اور سرور نصیب ہوتا تھا آپ کی خواہش تھی کہ جبرئیل جتنا بھی آتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ آئیں۔ اس سلسلے میں دوسری روایت یہ ہے کہ کچھ دنوں تک حضرت جبرئیل امین تشریف نہیں لائے تو آپ نے حضرت جبرئیل سے اس کیفیت کو بیان فرمایا اس پر حضرت جبرئیل نے کہا کہ ہم تو اس وقت ہی آتے ہیں جب ہمیں اللہ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے۔ اپنی مرضی اور خواہش سے نہیں آتے۔ اب وہ اللہ جو علیم و بصیر ہے۔ وہ ہر طرح کی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے۔ نہ اس کا جیسا کسی کا نام ہے نہ اس کے جیسا کسی کا حکم ہے۔ لہٰذا ہم تو اللہ کے حکم کے تابع ہیں جیسا حکم دیا جاتا ہے ہم ویسا ہی کرتے ہیں۔

اس مقام پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ شیطان کا کام نافرمانی، تکبر اور غرور ہے جب کہ فرشتوں کا کام مکمل اطاعت و فرماں برداری ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو شیطان کے راستے پر چل کر نافرمانی کر رہے ہیں اور اگر ان کے پاس کچھ مال و دولت آجاتا ہے تو وہ تکبر اور غرور کرنے لگتے ہیں اور دوسری طرف فرشتے ہیں جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ نے تمام لوگوں کے سامنے یہ دونوں مثالیں رکھ دی ہیں۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ شیطان کی طرح نافرمان بننا چاہتا ہے یا فرشتوں کی طرح اطاعت گزار اور فرماں بردار۔ دونوں راستوں کا انجام بالکل واضح ہے۔ ہر انسان اپنے اچھے اور برے انجام پر اس دنیا میں غور کر لے کیونکہ آخرت کی زندگی عمل کرنے کی نہیں بلکہ ہر بات کا نتیجہ نکالنے کے لئے ہے۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے یہ زندگی اور اس کا عمل اس کھیتی کا موسم ہے لیکن جب کھیتی کو کاٹنے کا موسم آئے گا تو اس وقت انسان کی محنت کا نتیجہ اس کے سامنے ہوگا کھیتی باڑی کرنے کا موسم نہ ہوگا۔

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾
أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾
فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ
جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ
عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن
مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي
الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٦٦ تا ٧٢

اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو پھر کیا میں زندہ کیا جاؤں گا؟ (اللہ نے فرمایا) کیا وہ انسان اس بات پر دھیان نہیں دیتا کہ جب ہم نے اس کو اس سے پہلے بنایا تھا جب کہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی قسم ہم ان کو اور ان کے شیطانوں کو گھیر کر لائیں گے اس طرح کہ وہ دوزخ کے اردگرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ پھر ہم ہر ایک فرقے میں سے اس کو جدا کرلیں گے جو رحمٰن سے سخت اکڑ رکھتا تھا۔

پھر ہمیں خوب معلوم ہے کہ اس میں داخل ہونے کے قابل کون کون ہیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کے پروردگار کا یہ پکا وعدہ ہے کہ اس پر ہر شخص پہنچ کر رہے گا۔ پھر ہم ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے ان کو نجات دیدیں گے اور گناہ گاروں کو اوندھے منہ پڑا رہنے دیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٦ تا ٧٢

مِتُّ	میں مر گیا۔
نَحْشُرَنَّ	ہم ضرور جمع کریں گے۔
نُحْضِرَنَّ	ہم ضرور حاضر کریں گے۔
حَوْلٌ	اردگرد۔
جِثِیٌّ	گھٹنوں کے بل۔
نَنْزِعَنَّ	ہم ضرور نکالیں گے۔
شِیْعَةٌ	فرقہ۔ گروہ۔
عِتِیٌّ	سرکش۔ نافرمان۔

صِلِیًّا	اندر داخل ہونا۔
وَارِدُ	آنے والا۔
مَقْضِیًّا	مقرر کیا ہوا۔
نَذَرُ	ہم چھوڑ دیں گے۔

تشریح: آیت نمبر ٦٦ تا ٧٢

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کفار و مشرکین کے متعلق بیان کیا گیا ہے جس میں انہوں نے قرآن کریم کی آیات کو سن کر بڑے تعجب اور حیرت سے یہ سوال کیا ہے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو کر ہمارا وجود کائنات میں بکھر جائے گا تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ ہمارے وجود کے اجزاء جمع ہو سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اس قول کا نہایت سادہ اور باوقار جواب دیا ہے کہ انسان کو یہ سوال کرنے سے پہلے اس بات پر غور کر لینا چاہئے کہ جب انسان کا وجود ہی نہ تھا بلکہ وہ قابل ذکر شے ہی نہ تھا جب اس وقت اللہ نے اس کو وجود عطا کیا۔ زندگی کے مختلف مرحلوں سے گزار کر، ماں باپ کی شفقت کے سائے میں اس کو جوان بنایا۔ اس کے لئے وہ تمام اسباب پیدا کئے جس سے وہ زندگی کو مناسب طریقہ پر گزار سکے تو کیا اس اللہ کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس انسان کے بلکہ کائنات کے تمام انسانوں کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ جیتا جاگتا انسان بنا دے۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا اور بنانا بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن اس کو اسی جیسا دوسرا وجود عطا کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس بات کو ارشاد فرمایا ہے کہ انسان یہ کہتا ہے کہ جب ہم مر جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ ہم صرف ان کو ہی زندہ کر کے نہیں بلکہ ان شیطانوں کو بھی جہنم کے گرد جمع کریں گے جو ان کو بہکایا کرتے تھے۔ جب دوزخ ان کے سامنے ہوگی تو وہ دہشت اور خوف سے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور ان سرکش اور نافرمانوں کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جن کے دل میں اللہ کا خوف اور تقویٰ موجود ہوگا ان کو جنت کی ابدی راحتوں اور آرام سے ہم کنار کرایا جائے گا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص کو جہنم کے پاس سے گزرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ اہل ایمان کو بھی اسی راستے سے جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جہنم کے اوپر ایک پل بنایا جائے گا (جس کو ''پل صراط'' کہتے

ہیں) اس پر ہر ایک کو گذرنا ہوگا جو اہل ایمان و اہل تقویٰ ہیں وہ تو اپنے اعمال کے حساب سے صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ فرمایا کہ پل صراط سے گزرنے والے بعض تو وہ ہوں گے جو نہایت تیز رفتاری اور بجلی کی طرح اس سے گزر جائیں گے۔ بعض ہوا کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح، بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح اور بعض لوگ تیز رفتار پیدل چلنے والے کی طرح اس پل سے گزر جائیں گے۔ یہاں تک کہ سب سے آخر میں جو شخص اس پل صراط سے گزرے گا وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا۔ وہ گرتا پڑتا نجات پا جائے گا۔ اس کے برخلاف جو کفار اور مشرکین ہیں وہ الجھ کر جہنم میں گر جائیں گے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اہل ایمان اپنے اپنے اعمال کے مطابق اور بعض انبیاء اور صالحین کی شفاعت سے نجات پائیں گے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا ان کو بھی ان کے گناہوں کی سزا دے کر اللہ تعالیٰ اپنا رحم و کرم فرمائیں گے اور ان سزا یافتہ گناہ گار مسلمانوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جہنم کا منہ بند کر دیا جائے گا۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم چند روز جہنم میں جلیں گے اس کے بعد جنت کی ابدی راحتیں ہمارا انتظار کر رہی ہوں گی۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اول تو ہم جہنم میں جائیں گے ہی نہیں اور اگر ہم میں سے کسی کو جہنم میں جانا پڑا تو زیادہ سے زیادہ تین دن آگ میں جل کر تکلیف اٹھا کر پھر جنت کی ساری راحتیں ہمیں عطا کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی جگہ جگہ تردید فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ نے کسی کے لئے جنت کو اس کی میراث نہیں بنایا ہے۔ بلکہ انسان کا ایمان اور حسن عمل اس کو جنت کا مستحق بنا سکتا ہے۔ یہودیوں کا خیال ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ کرنا چاہیں کرتے رہیں آخرت کی راحتیں انہیں تشتری میں سجا کر دیدی جائیں گی۔ لہٰذا یہ دنیا اور وہ دنیا صرف ہمارے لئے ہے۔

اہل ایمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صالح مومن کی نجات فرمائیں گے۔ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے وہ اپنی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ہمارا اس بات پر بھی یقین ہے کہ نبی کریم ﷺ اور گزشتہ انبیاء اور صالحین اللہ کے ہاں سفارش فرمائیں گے اور ان کی شفاعت پر اللہ کا کرم بھی ہوگا لیکن اگر ان حقائق کی موجودگی میں ہمارا انداز فکر یہودیوں جیسا ہو جائے کہ ہم اس دنیا میں جو چاہیں کرتے رہیں اور یہ سمجھنے لگیں کہ آخرت تو ہمارے لئے ہے ہمارے بزرگ ہمیں جہنم سے نکال لے جائیں گے۔ بے شک شفاعت پر ہمارا ایمان ہے لیکن اس کے لئے ایمان کی بھی شرط ہے خواہ وہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہمارے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں ہے جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ واقعی ہمارا ایمان بھی سلامت ہے یا نہیں۔ اگر ایمان سلامت ہے تو انشاء اللہ اس ایمان کی برکت سے ضرور نجات ہوگی لیکن اگر ہم نے بدعات و خرافات میں مبتلا ہو کر اپنا ایمان کھو دیا ہو تو پھر ہماری نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہم جیسے ہر شخص کو ایمان اور عمل صالح کی ہر وقت فکر کرنا چاہیے ورنہ ہمارے درمیان اور یہودیوں کی خوش فہمیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رہے گا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ
خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ
اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ
الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا
السَّاعَةَ ۗ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾
وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا
وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ
الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ
مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۳ تا ۸۰

اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کافر ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لے آئے ہیں کہ ہم دونوں جماعتوں میں سے کون بہتر ہے اور کس کی مجلس شان والی ہے؟ حالانکہ ہم اس سے پہلے ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ سروسامان رکھتے تھے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ اس کو ڈھیل دیتا چلا

جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ شخص اس چیز کو دیکھ لیتا ہے جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا خواہ وہ اللہ کا عذاب ہو یا قیامت کی گھڑی تب اسے معلوم ہو جائے گا کہ کون بدترین مقام پر ہے اور کس کا لشکر کمزور ہے۔ اور جن لوگوں نے ہدایت حاصل کی اللہ ان کو ترقی عطا فرماتا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کے نزدیک وہی نیکیاں سب سے بہتر ہیں جو باقی رہنے والی ہیں اور ان کا انجام ہی بہتر ہے۔

کیا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تو مال اور اولاد حاصل ہی رہے گی۔ (اللہ نے فرمایا کہ) کیا اسے غیب کی باتوں کا پتہ چل گیا ہے؟ یا اس نے اللہ رحمٰن سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ شخص جو کہتا ہے اس کو ہم لکھ لیں گے اور اس کی سزا میں اور اضافہ کرتے چلے جائیں گے۔ اور یہ جن چیزوں کے متعلق کہتا ہے ہم ہی اس کے مالک ہوں گے۔ اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۳ تا ۸۰

تُتْلٰی تلاوت کی گئی۔

اَیُّ کون۔

اَحْسَنُ نَدِیًّا بہترین مجلس۔

قَرْنٌ گروہ۔ جماعت

اَثَاثٌ سامان۔

رِءْیٌ نمود و نمائش۔ سرو سامان۔

یَمْدُدُ وہ بڑھائے گا۔

اَضْعَفُ کمزور ترین۔

جُنْدٌ	لشکر۔ مددگار۔
مَرَدٌّ	انجام۔ آخری ٹھکانا۔
اُوْتِیَنَّ	مجھے ضرور دیا جائے گا۔
فَرْدٌ	تنہا۔ اکیلا۔

تشریح: آیت نمبر ۷۳ تا ۸۰

انسان دنیا کی ظاہری زیب و زینت، چمک دمک اور عارضی رونقوں کو دیکھ کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ دنیا کی یہ رونقیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں گی۔ اولاد کی کثرت اور دولت کی ریل پیل سے آدمی دھوکا کھا جاتا ہے اور اپنے مقابلے میں دوسروں کو ذلیل و خوار اور کم تر سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ نزول قرآن کے وقت جب اہل ایمان کو کامیاب اور سچا اور کافروں کو ناکام اور جھوٹا ثابت کر کے اہل ایمان کے لئے جنت کی دائمی نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر سنتے تو کفار مکہ اہل ایمان کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے تھے کہ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو صاحب ایمان کہتے ہیں دنیا اور آخرت میں کیسے کامیاب ہوں گے جب کہ دنیا میں تو ان کا یہ حال ہے کہ پھٹے ہوئے کپڑے، فاقہ زدہ چہرے، غلاموں، غریبوں اور مفلسوں کی بھیڑ اور بے رونق محفلیں ہیں اور دوسری طرف ہمارے مال و دولت، طاقت و قوت، محفلوں کی رنگینیاں، عمارتوں کی بلندیاں، بہترین سواریاں اور چاروں طرف پھیلے ہوئے ہمارے مددگار ہیں۔ ہم دنیا کے کامیاب ترین لوگ ہیں اور ہم اس کی توقع کر سکتے ہیں کہ آخرت میں بھی ہماری یہی شان و شوکت ہوگی۔ دنیا اور آخرت میں ہم ہی کامیاب و بامراد ہوں گے۔ ان ایمان کے دعوے داروں کو نہ دنیا میں کچھ ملا ہے اور نہ آخرت میں ملنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ کفار کی ان باتوں اور طعنوں سے اہل ایمان ناگواری محسوس کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تسلی اور دلی سکون کے لئے ان آیات کو نازل فرمایا۔ ارشاد ہے کہ یہ کفار بڑے نادان اور تاریخ انسانی سے ناواقف ہیں۔ اگر تاریخی اعتبار سے دیکھتے تو ان کو پوری طرح یقین ہو جاتا کہ اللہ نے ہمیشہ اہل حق کو سر بلند فرمایا ہے اور وہ لوگ جن کو اپنی طاقت و قوت پر ناز تھا جن کے سجے ہوئے مکانات، پر رونق محفلیں اور شاندار عمارتیں تھیں جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مسلسل نافرمانیاں اور گناہ کئے تو اللہ نے ان کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا اور کفار و مشرکین کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور ان اہل ایمان کو جو دنیاوی اعتبار سے بے بس اور کمزور تھے ان کو طاقت وروں پر غالب اور مسلط کر دیا اور ان

کفار کی بلند و بالا عمارتیں اور محلات ایسے بے رونق کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے کہ لوگ ان کے قریب دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے گھبراتے ہیں اور خوف محسوس کرتے ہیں۔ اللہ کا یہ نظام ہے کہ وہ ظالموں، نافرمانوں اور گناہ گاروں کو مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے جس سے نافرمان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں نہ کوئی شخص عزت و آبرو والا ہے اور نہ ان کے مال و دولت اور قوت و طاقت کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے تو پھر مال و دولت، اولاد، رشتہ دار اور ان کے مددگار جن پر انہیں ناز ہوتا ہے وہ سب کے سب ان کے اردگرد سے بھاگ جاتے اور دور ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ جس دھوکے میں مبتلا تھے فریب کے پردے ان کی آنکھوں سے اتر جاتے ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو راہ راست اور صراط مستقیم پر چل کر اپنی زندگی گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے بلکہ ان کے تمام نیک اعمال کو قبول فرما کر ان کے لئے دنیا کی بہترین کامیابیاں اور آخرت میں اپنے انعامات سے نوازتا ہے اور ان کو کامیاب و بامراد کر دیتا ہے فرمایا کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آج جو دولت و ثروت ان کو حاصل ہے وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی بلکہ آخرت کی راحتیں بھی ان کا مقدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے سوال کیا ہے کہ ان کو آگے کی زندگی کے متعلق کیا علم غیب حاصل ہو گیا ہے؟ یا اللہ نے ان سے کوئی معاہدہ کر لیا ہے؟ کہ یہ مال و دولت ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اپنی غلط فہمی دور کر لینی چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ اس دنیا میں رہ جائے گا اور اگر انہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار نہ کیا تو آخرت میں بھی یہ خالی ہاتھ رہ جائیں گے اور وہاں کوئی ان کے کام نہ آ سکے گا۔ ایسے لوگ تن تنہا اللہ کے پاس پہنچیں گے تب ان کو پوری طرح اندازہ ہوگا کہ دنیا اور آخرت دونوں انہوں نے برباد کر ڈالیں۔

فرمایا کہ اللہ کا اہل ایمان سے یہ وعدہ ہے کہ ان کی دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں دائمی رحمتیں اور نعمتیں ان کی منتظر ہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ
يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾
يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ

ع ٧ / ١٨

اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۷

اوران لوگوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے عزت کا سبب ہوں۔ (اللہ نے فرمایا) ہرگز نہیں۔ وہ (جھوٹے معبود) تو خود ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کفار پر (آزمائش کے لئے) چھوڑ رکھا ہے تا کہ وہ ان کو ابھارتے رہیں۔ تو آپ ان کے لئے (عذاب کی) جلدی نہ کیجئے۔ ہم ان کی باتوں کو شمار کر رہے ہیں۔ جس دن ہم تقویٰ والوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ وہاں کسی کی سفارش کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان لوگوں کے جنہیں رحمٰن کی طرف سے اجازت دیدی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۱ تا ۸۷

تَؤُزُّ وہ ابھارتا ہے۔

اَزٌّ ابھارنا۔ ہلانا۔

نَعُدُّ ہم گن رہے ہیں۔

عَدٌّ گنتی۔

وَفْدٌ مہمان بنانا۔

نَسُوْقُ ہم چلائیں گے۔

وِرْدٌ پیاسا۔

عَھْدٌ عہد۔وعدہ۔

تشریح: آیت نمبر ۸۱ تا ۸۷

ان آیات میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور بہت سے معبود گھڑ رکھے ہیں تاکہ وہ قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے ان کو عزت و سربلندی کے مقام پر بٹھائیں گے ان کی حمایت کریں گے، کوئی مصیبت پڑی تو وہ ان کو بچالیں گے فرمایا کہ یہ جھوٹے معبود تمہاری عزت و سربلندی کا ذریعہ نہیں بلکہ تمہاری ذلت، رسوائی اور محرومی کا سبب بنیں گے کیونکہ وہ قیامت کے دن صاف انکار کردیں گے اور کہہ دیں گے کہ اے پروردگار ہمیں کیا معلوم کہ وہ ہماری عبادت و بندگی کیوں کرتے تھے۔ ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا کہ وہ ہمارے سامنے جھکیں اور ہماری عبادت و بندگی کریں۔ فرمایا کہ یہ معبود تمہارے دوست نہیں بلکہ دشمن ثابت ہوں گے۔

(2) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ کو اپنا معبود نہیں مانتے ہم ان پر شیطانوں کو مسلط کردیتے ہیں جو ان کو ہر وقت نافرمانیوں، غلط کاموں اور گناہوں پر اکساتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ نتیجہ سے بے پرواہ ہر طرح کے غلط کاموں میں لگے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ہر حرکت کو دیکھنے والا یا اس پر گرفت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے تاکہ وہ سنبھل کر اور توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کی طرف آجائیں۔ اس عرصہ میں اللہ ایسے لوگوں کے ایک ایک لمحے اور ہر سانس کو گنتا رہتا ہے اور ان کے نامہ اعمال میں لکھتا چلا جاتا ہے قیامت میں جب اللہ ان کے نامہ اعمال اور حرکتوں کے ریکارڈ کو ان کے سامنے رکھے گا تب ان کو اس بات کا صحیح اندازہ ہوگا کہ انہوں نے غیر اللہ کی اور شیطان کی پیروی کر کے اپنی آخرت کو برباد کر ڈالا ہے۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ ان کے بارے میں کسی فیصلے کے لئے جلدی نہ کیجئے وہ بہت جلد اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے ہمارے پاس ہی آئیں گے۔ فرمایا کہ جب ہم ان مجرموں کو جہنم کی طرف دھکیل دیں گے۔ جب بھوک پیاس سے نڈھال یہ لوگ جہنم کے گھاٹ کی طرف دوڑیں گے تاکہ وہاں سے اپنی پیاس کو بجھالیں تو ان کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوگی کہ وہاں ان کی ضیافت اور مہمان داری کے لئے سوائے گندے پانی کے کچھ بھی نہ ہوگا۔ فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں میں سے کچھ لوگوں کو سفارش کی اجازت عطا فرمادیں گے لیکن جو ایمان سے محروم

ہیں ان کے لئے تو کسی کو زبان ہلانے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اللہ کا تقویٰ اور خوف الٰہی کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کی مہمان نوازی اللہ کی طرف سے کی جائے گی اور ان کو جنت کی ابدی راحتوں اور آسائشوں سے ہم کنار کیا جائے گا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا
إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ
هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾
إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ
أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ
وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ
بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ
مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

النصف ع ٦/٩

ترجمہ: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۸

وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنا رکھا ہے۔ بلاشبہ تم (یہ کہہ کر) ایک سخت اور بھاری چیز میں پھنس گئے ہو۔ قریب ہے کہ تمہاری اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں اس وجہ سے کہ یہ لوگ رحمٰن کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ رحمٰن کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ اور آسمانوں اور زمین میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے

جو (قیامت کے دن) اس کا بندہ بن کر حاضر نہ ہو۔ وہ سب پر چھایا ہوا ہے اور اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے۔ اور ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلا اور تنہا آئے گا۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں اور وہ عمل صالح کرتے ہیں بہت جلد رحمٰن ان کے دلوں میں محبت عطا فرمائے گا۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی میں) اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے ڈرائیں۔ ان سے پہلے ہم (نافرمان) قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا یہ ان کی آہٹ بھی سنتے ہیں؟

لغات القرآن آیت نمبر ۸۸ تا ۹۸

اِدٌّ	سخت۔ بھاری چیز۔
تَكَادُ	قریب ہے۔
يَتَفَطَّرْنَ	پھٹ پڑیں گے۔
تَنْشَقُّ	ٹکڑے ہو جائیں گے۔
تَخِرُّ	ڈھے پڑیں۔ گر جائیں۔
هَدٌّ	دھڑام سے گرنا۔
مَايَنْبَغِىْ	شایان شان نہیں ہے۔
اَحْصٰى	اس نے شمار کر رکھا ہے۔
عَدٌّ	گنتی۔
وُدٌّ	محبت

لُدٌّ جھگڑالو آدمی۔

رِکْزٌ آہٹ۔ سرسراہٹ۔

تشریح: آیت نمبر ۸۸ تا ۹۸

سورۂ مریم کی آیات کو نصاریٰ کے اس قول اور عقیدے پر ختم کیا گیا ہے جس میں انہوں نے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں) اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی مجرمانہ کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گہوارے ہی میں اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا اسی طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا نیز مشرکین مکہ نے تو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان گمراہوں کے اس تصور کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہ قول اس قدر بے ہودہ، گستاخانہ اور احمقانہ ہے کہ اگر اللہ نے اپنی ہر صفت پر صفت حلم وتحمل اور صفت رحمت کو غالب نہ کر رکھا ہوتا تو اس گستاخی پر زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی، آسمان پھٹ پڑتے اور پہاڑ ریت کے ذروں کی طرح بکھر جاتے۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ آج تک وہ اللہ کے غضب سے بچے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ کا غضب بھڑک اٹھتا تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا، بیٹی یا بیوی بنائے۔ سب اس کے بندے اور غلام ہیں۔ قیامت میں ہر ایک کو اس کا بندہ بن کر اس کے سامنے پیش ہونا ہے وہ سب کا پروردگار، خالق و مالک ہے اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس نے انسان کے ایک ایک لمحے کا حساب محفوظ کر رکھا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اس کی قدرت و طاقت اور علم سے باہر ہے۔ گستاخیاں کرنے والے ہوں یا اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والے اس نے سب کو شمار کر رکھا ہے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنی حاجتوں کے لئے اپنے ہزاروں معبود بنا رکھے ہیں اور اس گستاخی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا یا بیٹی بنا رکھا ہے ان کا انجام تو بہت برا ہے۔ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو وہ اللہ کے غصہ اور غضب کا شکار ہو کر رہیں گے۔ لیکن ان کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کی زندگی اختیار کر رکھی ہے اللہ ان کے درمیان ایسی محبت و الفت پیدا کر دے گا کہ فرشتے بھی ان سے محبت کرنے لگیں گے اور اللہ اپنی قدرت سے تمام لوگوں کے

دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اے نبی ﷺ! ہم نے اس قرآن حکیم کو آپ کی زبان میں نازل کیا اور اس کو اس قدر آسان بنا دیا کہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا، ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا نہایت سہل ہے۔ جو لوگ ایسی زندگی اختیار کریں گے ان کا انجام بھی بہتر ہے اور ان کے لئے جنت کی ابدی نعمتوں کی خوش خبریاں ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اتنی آسان، سہل اور سادہ تعلیمات کے باوجود کفر و شرک میں مبتلا اور غلط عقیدوں کی ہٹ دھرمی اور گندگیوں میں ملوث ہوں گے جن کا مزاج ہی جھگڑالو اور فسادی ہے ان کا بہت برا انجام ہوگا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اہل تقویٰ کو خوش خبریاں اور باطل پرستوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے بتا دیجئے کہ تمہیں گزشتہ قوموں کے واقعات کو یاد رکھنا چاہئے جنہوں نے دین کا اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑایا۔ اسلام کی سچی تعلیمات کی پرواہ نہیں کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زبردست ترقیات اور قوت و طاقت کے باوجود ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ دنیا کی چیزیں ان کے قطعاً کام نہ آسکیں اور آخر کار اپنے ہر عمل کی سزا پا کر اس طرح دنیا میں تباہ و برباد ہو کر رہے کہ آج ان کی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی۔ ایسی قوموں کے کھنڈرات اور ویران بستیاں نشان عبرت بن چکی ہیں۔ اللہ اپنے طریقوں کو اور سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ اگر موجودہ نسل نے بھی وہی کیا جو گزشتہ قوموں نے کیا تھا تو ان کا انجام بھی گزشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا انجام نیک اور پرہیزگار لوگوں کے ساتھ فرمائے اور ہمیں برے انجام سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

الحمد للہ سورۂ مریم کی آیات کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۶

قال الم

سورۃ نمبر ۲۰

طٰہٰ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ طٰہٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	20
کل رکوع	8
آیات	135
الفاظ و کلمات	1251
حروف	5466
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم ﷺ دن رات اللہ کا دین پہنچانے کی جدوجہد فرماتے اور آپ ﷺ کی یہ دلی تمنا تھی کہ ہر شخص دین اسلام کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ اس کے لیے آپ اتنی مشقت برداشت فرماتے جس کا تصور ممکن نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اے نبی ﷺ آپ تو اس غم میں اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے؟'' آپ ﷺ جدوجہد کے ساتھ ساتھ دعا بھی فرماتے تھے۔

ایک دن آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی؛ الٰہی! ابوالحکم بن ہاشم (ابو جہل) اور عمر بن خطابؓ میں سے کسی ایک کو اسلام کا حامی بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا اور حضرت عمر ابن خطابؓ دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔

سورۃ مریم اور سورۃ طٰہٰ کے نزول کا زمانہ قریب قریب ہی لگتا ہے سورۃ طٰہٰ ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے ہی نازل ہوئی تھی یا ہجرت حبشہ کے وقت۔ بہر حال حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام سے پہلے ہی یہ سورت نازل ہو چکی تھی جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے اسباب یہ پیدا ہوئے کہ کفار مکہ جب ہر طرح کے لالچ اور دھمکیوں سے نبی کریم ﷺ کو راستے سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تو ایک دن اس مشورہ پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کو قتل کر دیا جائے لیکن یہ کون کرے گا۔ اس کی ہمت کسی میں نہ تھی۔

حضرت عمرؓ جو نہایت بہادر اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے، کہنے لگے کہ یہ کام میں کروں گا۔ اسی وقت اٹھے اور ننگی تلوار گلے میں لٹکائے نہایت جوش اور غصہ سے حضور ﷺ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک شخص نے پوچھا کہ عمر کہاں کے ارادے ہیں؟ کہنے لگے کہ میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہارے بہنوئی اور چچازاد بھائی سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ خبر حضرت عمرؓ پر بجلی بن کر گری۔ وہ فوراً اپنی بہن کے گھر کی طرف پلٹ گئے اس وقت حضرت خباب بن الارتؓ قرآن کریم کی سورت طٰہٰ جو کسی چیز پر لکھی ہوئی تھی حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کو پڑھا رہے تھے۔

قرآن کریم کے نازل کیے جانے کا ایک مقصد یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف ہو اور ان کے دل نرم ہوں تو اس قرآن کے روحانی فیوض اور برکات سے محروم نہ رہیں گے لیکن جن لوگوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے اور ہر طرح کی نعمتوں سے وہ پہلو بچاتے ، کتراتے گریزاں رہتے ہیں وہ قرآن کریم کی تعلیمات اور سعادت سے محروم ہی رہیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

جب حضرت عمرؓ دروازے پر پہنچے تو ان کو کلام پاک کی آواز سنائی دی حضرت عمرؓ نے جیسے ہی اندر داخل ہونے کے لیے آواز دی جس میں غصہ جھلک رہا تھا تو حضرت خبابؓ گھر کے کسی کونے میں چھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی نہایت غصے اور خفگی کے ساتھ اپنے بہنوئی سے پوچھا کہ کیا میں نے صحیح سنا ہے کہ تم نے اسلام قبول کرلیا ہے؟ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو قبول کرلیا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کا غصہ اتنا شدید ہوگیا کہ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی اور بہنوئی سعید بن زیدؓ کو مارنا شروع کردیا۔ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے اپنے شوہر کی حمایت میں ان کو بچانے کی کوشش کی تو حضرت فاطمہؓ بھی زخمی ہوگئیں اور ان کے بدن سے خون رسنے لگا ۔ بہن کا خون دیکھ کر حضرت عمرؓ مارنے سے رک گئے اور حیران ہو کر کہا کہ فاطمہ مجھے دکھاؤ وہ کونسا کلام ہے جس نے تمہارے دل کو موم بنا دیا اور تم ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہو۔ حضرت فاطمہؓ بنت خطاب نے کہا کہ بھائی اس قرآن کے صفحے کو ہاتھ لگانے کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔ آپ پہلے غسل کر لیجیے۔

حضرت عمرؓ غسل کرنے چلے گئے تو حضرت خباب بن الارتؓ بھی باہر نکل آئے جب وہ غسل کر کے واپس آگئے تو ان کو سورۂ طٰہٰ کی آیات دی گئیں جنہیں حضرت عمر فاروقؓ نے غور سے پڑھا اور اس سچے کلام پر ایمان لانے کا ارادہ کیا حضرت خباب ابن الارتؓ حضرت عمرؓ کو اسی حالت میں نبی کریم ﷺ کے پاس اس مقام پر لے گئے ۔ جہاں آپ عبادت و بندگی میں مشغول تھے۔

حضرت عمرؓ کو آتا دیکھ کر صحابہ کرامؓ گھبرا گئے مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عمر کو آنے دو اگر آج اس نے اسلام قبول نہ کیا تو اس کی تلوار سے اس کی گردن اتار دی جائے گی لیکن یہاں تو رنگ ہی بدل چکا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آتے ہی اسلام لانے کا ارادہ ظاہر فرمایا جس سے نبی کریم ﷺ خوش ہوگئے اور اس وقت موجود مسلمانوں نے اس قدر زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ پورے مکے میں ان کی آواز گونج اٹھی۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب یہ سچا دین ہے تو ہم چھپ کر عبادت کیوں کریں؟ ہم کیوں نہ بیت اللہ میں جا کر نماز ادا کریں۔ آپ نے اجازت دے دی اور اس طرح حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر پہلی نماز بیت اللہ میں جا کر ادا کی حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں میں جوش و جذبہ اور بھی بڑھ گیا اور کفار مکہ کے گھروں میں کہرام مچ گیا اور صف ماتم بچھ گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ ہم نے اس قرآن کو اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اور آپ کے ماننے والوں کو کسی مشقت، مصیبت اور مشکل میں ڈال دیں اور نہ آپ اس کے ذمہ دار ہیں کہ جو لوگ ایمان لانے سے کترا رہے ہیں اور بے دینی پر جمے بیٹھے ہیں ان کو زبردستی اسلام میں داخل کر دیں۔ بلکہ آپ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے جن کے نصیب میں دین اسلام کی سعادت ہے وہ ضرور اسلام قبول کر لیں گے۔

اس میں جلدی یا بے صبری کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس کے دل میں خوف الٰہی ہو گا وہ اس راہِ حق سے محروم نہ رہے گا۔

سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ کے واقعہ کو ایک مرتبہ پھر ایک نئے انداز سے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اہل ایمان کو اس بات پر تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ بغیر ظاہری اسباب کے اتنے زبردست اور طاقتور شخص فرعون اور اس کے اقتدار سے ٹکرا گئے۔ فرعون کی ساری سازشوں اور کوششوں کے باوجود جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کو عزت اور سربلندی سے نوازا تھا۔

اسی طرح اگر ایمان والوں نے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دین کو نہایت فہم و فراست کے ساتھ کفار اور مشرکین تک پہنچایا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں یا مسلمان کامیاب نہ ہوں۔

حضرت آدمؑ کے واقعہ کو بیان کر کے اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ سے ایک غلطی ہوئی مگر جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگی اور ندامت کا اظہار کیا۔ تب اللہ نے ان کو معاف کر دیا کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور وہ گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ آج کفار مکہ اگر اپنے گناہوں اور غیر اللہ کی پرستش سے توبہ کر کے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لیں تو نہ صرف اللہ ان کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے گا بلکہ ان کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے گا۔

اس سورۃ میں نبی کریم ﷺ اور ان کے جاں نثار صحابہؓ کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو پہنچانے کی امکانی جدوجہد کرتے رہیں لیکن اس میں کسی جلدی یا بے صبری کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ مجرموں کو فوراً ہی سزا نہیں دیتا بلکہ وہ گناہ گاروں کو سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع عنایت فرماتا رہتا ہے اگر ان منکرین نے پھر بھی اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اپنے کفر و شرک ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے بیٹھے رہے تو اللہ کی قدرت و طاقت یہ ہے کہ وہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دے گا اور اہل ایمان کو سربلند فرما دے گا۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ۚ ۞ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۞ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۞ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۞ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۞ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۞

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

طا۔ ھا۔ (حروف مقطعات معنی کا علم اللہ کو ہے) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں یہ تو ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو اللہ کا خوف رکھتا ہے یہ (قرآن) اس کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین اور بلند و بالا آسمانوں کو پیدا کیا ہے وہ رحمٰن جو عرش پر قائم ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور گیلی مٹی کے نیچے جو کچھ بھی ہے وہ اسی کی ملکیت ہے اگر تم اپنی بات کو پکار کر کہو تو (یاد رکھو) وہ اللہ تو چپکے سے کہی ہوئی اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ بات کو جانتا (اور سنتا) ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے سارے بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

تَشْقٰی	تو مشقت اٹھاتا ہے۔
تَذْكِرَةٌ	دھیان اور توجہ دینے کی چیز۔
يَخْشٰی	وہ ڈرتا ہے۔
اَلْعُلٰی	بلند و بالا۔
اِسْتَوٰی	وہ برابر ہوا۔ قائم ہوا۔
اَلثَّرٰی	گیلی مٹی۔
اَلسِّرُّ	بھید۔ دل میں چھپی بات۔
اَخْفٰی	بہت زیادہ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔
اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی	بہترین نام۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت کو بھی ''حروف مقطعات'' سے شروع کیا گیا ہے۔ جن حروف کے معنی کا علم اور اس کا بھید اللہ کو معلوم ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کو تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل کیا ہے تاکہ اس کے وہ بندے جو محتاط، خوف الٰہی سے سرشار اور زندگی کے ہر معاملے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں ان کو صحیح راستہ دکھایا جا سکے اور وہ اپنی حقیقی منزل تک پہنچ سکیں۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور اسے انتہائی نظم و ضبط سے اپنی مصلحت کے مطابق چلا رہا ہے۔ اس نے یہ زمین جس پر انسان چلتا پھرتا، رہتا بستا اور ہر طرح کے بے انتہا فائدے حاصل کرتا ہے اور وہ بلند و بالا آسمان جو ایک سائبان کی طرح تان دیا گیا ہے اس کی قدرت کے نمونے ہیں وہ کائنات کو پیدا کر کے خاموش یا لاتعلق ہو کر نہیں بیٹھ گیا بلکہ وہ اپنی شان کے مطابق عرش پر موجود ہے اور جس طرح چاہتا ہے نظام کائنات کو چلا رہا ہے جو کچھ آسمانوں زمین بلکہ تحت الثری تک میں موجود ہے وہ ذرہ ذرہ کا مالک ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے نہ وہ کسی کی شرکت کا محتاج ہے وہ کھلی چھپی

اور راز کی تمام باتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ ہر ایک کی سنتا ہے۔ اللہ کو زور سے پکارا جائے یا آہستہ سے وہ انسانی جذبات اور خیالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ وہ ہر راز اور بھید کو جاننے والا معبود حقیقی ہے اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! اللہ نے جس کائنات کو پیدا کر کے اس ہدایت کے لئے اپنی کتاب قرآن کریم کو نازل کیا ہے آپ اس قرآن کریم کی تعلیمات کو ساری دنیا میں پہنچانے کی جدو جہد کیجئے اور اپنی جدو جہد اور کوشش میں کمی نہ کیجئے ہم نے یہ قرآن ہدایت کے لئے نازل کیا ہے آپ کو کسی مشقت یا مصیبت میں ڈالنے کے لئے نازل نہیں کیا ہے۔ یہ قرآن انسانی ذہنوں کی تسکین اور سکون کے لئے بھیجا گیا ہے۔ یہ ایک روشنی ہے جو آہستہ آہستہ پھیل کر رہے گی اور وہ لوگ جو اس قرآن کے ذریعے اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی قندیلیں روشن کرلیں گے۔ ان کو زندگی کا سچا راستہ ضرور نصیب ہو جائے گا۔

ارشاد ہے کہ انسان اپنے مالک اور اس کی مہربانیوں کو پہچان لے کیونکہ آسمان سے لیکر زمین اور اس کی تہہ تک کی ساری چیزیں اس کی ہیں وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ اس کی ہستی اس لائق ہے کہ اس کے سامنے جھکا جائے اس کی عبادت اور بندگی کی جائے۔ اس کائنات میں سب سے بہتر اور لائق تعظیم اس کے نام ہیں، اس کے سوا کوئی ایسی ذات نہیں ہے جس کو ایسے حسین اور خوبصورت نام نصیب ہوں۔

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ
لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ
اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝١١ اِنِّيْٓ اَنَا
رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝١٢
وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝١٣ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ
اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝١٤ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ
اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝١٥ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ
لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝١٦

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ٩ تا ١٦

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات پہنچی ہے۔ جب انہوں نے ایک آگ کو دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا۔ ذرا ٹھہرو۔ بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے پاس اس سے ایک انگارہ لے آؤں یا آگ پر پہنچ کر راستے (کا پتہ) معلوم کرلوں۔ پھر جب (موسیٰ علیہ السلام) وہاں پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ بے شک میں تمہارا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار لو کیونکہ تم پاک اور مقدس مقام طویٰ پر ہو۔ میں نے تمہیں چن لیا ہے۔ جو بھی وحی کی جائے اس کو غور سے سنو بے شک میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی کرو۔ اور میری بندگی کے لئے نماز قائم کرو بے شک قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ مل جائے۔ جو شخص اس (دن) پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لگا ہوا ہے وہ تمہیں اس سے نہ روک دے۔ پھر تم ہلاکت میں پڑ جاؤ۔

لغات القرآن آیت نمبر ٩ تا ١٦

حَدِیْثٌ — بات چیت۔ خبر۔

اَھْلٌ — گھر والے۔ بیوی۔

اُمْکُثُوْا — تم ٹھہر جاؤ۔ رک جاؤ۔

اٰنَسْتُ — میں نے دیکھا ہے۔

لَعَلِّیْ — شاید کہ میں۔

قَبَسٌ — سلگتی لکڑی۔ انگارہ۔

نُوْدِیَ — آواز دی گئی۔

اِخْلَعْ — اتار دے۔

نَعْلَیْکَ (نَعْلَیْنِ) — دونوں جوتے۔

اَلْوَادُ	میدان۔
اَلْمُقَدَّسُ	پاک صاف۔مقدس۔
طُوًی	میدان۔
اِخْتَرْتُکَ	میں نے تجھے چن لیا۔پسند کرلیا۔
اِسْتَمِعْ	غور سے سنو۔
اَلسَّاعَةُ	گھڑی۔قیامت۔
اَکَادُ	میں قریب ہوا۔
اُخْفِیْ	میں چھپا کر رکھوں۔
تَسْعٰی	دوڑتا ہے۔
لَا تَصُدَّنَّ	نہ روک دے۔
تَرْدٰی	ہلاک ہوجائے۔

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۶

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کو مار ڈالنے کے الزام اور فرعون کے ظلم وستم اور بے انصافی کے خوف سے مصر سے مدین تشریف لے گئے تھے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوگیا۔ حضرت شعیبؑ کی شرط کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام چند سال مدین میں رہ کر اپنی اہلیہ کے ساتھ مصر کے لئے روانہ ہوگئے۔

ان آیات میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک اندھیری رات تھی۔ سردی شباب پر تھی، بکریوں کا گلہ ساتھ میں تھا اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ بکریاں ادھر ادھر ہوگئیں، اور ان کی اہلیہ کو زچگی کا درد شروع ہوگیا۔ اندھیرے کی وجہ سے سخت پریشانی تھی جسم کو تاپنے اور سینکنے کے لئے آگ بھی موجود نہ تھی۔ اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور ایک آگ نظر آئی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر آگ کا ایک انگارہ یا شعلہ لے کر آ جاتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی ایسا شخص بھی مل جائے جس سے راستہ کا پتہ معلوم کرلوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب میدان میں پہنچے تو دیکھا ایک درخت سے آگ کے شعلے بھڑک رہے

ہیں۔ انہوں نے ایک عجیب بات دیکھی کہ آگ جتنی زور سے بھڑکتی ہے وہ آگ والا درخت اتنا ہی خوبصورت اور سرسبز و شاداب ہوجاتا ہے۔ وہ درخت سے قریب ہوتے گئے تاکہ اگر کوئی شاخ جل کر گرے تو اس کو اٹھالیں۔ لیکن وہ آگ سے جتنا قریب ہوتے، آگ دور ہوتی جاتی پیچھے ہٹتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آگ ان کا پیچھا کررہی ہے۔ حضرت موسیٰ اس آگ سے ایک نامعلوم سا خوف محسوس کرنے لگے۔ اچانک اس درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ یہ میں ہوں تیرا پروردگار۔ امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ جب انہوں نے یا موسیٰ! سنا تو کئی مرتبہ چاروں طرف پلٹ کر دیکھتے ہوئے "لبیک" کہا اور عرض کیا، میں آپ کی آواز تو سن رہا ہوں مجھے کچھ آہٹ سی محسوس ہورہی ہے۔ مگر آپ کہاں ہیں؟ مجھے آپ نظر نہیں آرہے ہیں۔ آواز آئی میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ قریب ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام روئیں روئیں سے اللہ کا کلام سن کر ایک عجیب لذت اور کیف محسوس کررہے تھے۔ (معارف القرآن) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ سے قریب ہوئے تو درخت سے آواز آئی۔ اے موسیٰؑ! یہ آگ نہیں ہے، بلکہ میں تمہارا پروردگار ہوں، اس وقت ایک پاکیزہ اور مقدس وادی طویٰ میں کھڑے ہو، اس مقام کے تقدس کا تقاضا ہے کہ اپنے دونوں جوتے اتاردو، میں نے تمہیں اپنا رسول منتخب کیا ہے۔ اس لئے جو کچھ کہا جائے اس کو سنو اور اس کے مطابق عمل کرو، فرمایا (1) بے شک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ (2) میری عبادت و بندگی کرو۔ (3) نماز قائم کرو کیونکہ مجھے یاد کرنے کا بہترین ذریعہ نماز ہی ہے۔ (4) یہ دنیا مستقل رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ ایک دن فنا ہوجانے والی ہے۔ پھر وہ وقت آنے والا ہے جب دنیا ختم ہوجائے گی اور قیامت آجائے گی۔ (5) ہم نے قیامت کے دن کو اس لئے پوشیدہ رکھا ہے تاکہ ہر شخص اس کے انتظار میں حسن عمل کرتا رہے۔ (6) قیامت کا واقع ہونا ایک ایسا اٹل فیصلہ ہے جس میں شک و شبہ تک کی گنجائش نہیں ہے لیکن لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور اس دن کو بھولے ہوئے ہیں جو بہت جلد آنے والا ہے۔ (7) آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے جو اس پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنی بربادی کا خود سامان کررہے ہیں۔ (8) آپ اس ہلاکت میں نہ پڑیں۔

اس کے بعد کی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بقیہ واقعہ اور اس کی تفصیلات آرہی ہیں جو آیات آپ نے اس وقت پڑھی ہیں اور اس کی تشریح ملاحظہ کی ہے ان میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی تفصیل عرض کی جارہی ہے۔

(1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر قبطی شخص کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایک اسرائیلی کو بچانے کے لئے آگے بڑھے تھے اور اچانک ایک مکّے کی چوٹ سے اس قبطی کی موت واقع ہوگئی تھی جس پر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی افسوس ہوا۔ جب حضرت موسیٰؑ کو کسی نے بتایا کہ قبطی کے قتل کے الزام میں فرعون ان کو ناحق سزا دینا چاہتا ہے تو وہ خاموشی اور احتیاط کے ساتھ مصر سے مدین کی طرف ہجرت کر گئے تاکہ فرعون کے ظلم سے اپنے آپ کو بچاسکیں۔ کیونکہ فرعون ایک جابر و ظالم شخص تھا جس سے کسی انصاف کی امید نہیں کی جاسکتی تھی۔ لہٰذا حضرت موسیٰؑ بشری تقاضے کے تحت اپنی جان کی حفاظت کے لئے مدین کی طرف روانہ

ہو گئے۔اس سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اور بے انصافی کے ماحول میں خوف محسوس کرنا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ظلم وستم اور بے انصافی کو دیکھتے ہوئے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور تین دن اور تین راتوں تک آپ نے غار ثور میں چھپ کر پناہ لی۔

(۲) اپنے گھر والوں کی حفاظت اور ان کے لئے اتنے سامان زیست کی فکر کرنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے تا کہ وہ زندگی کی کڑی دھوپ میں اپنے آپ کو محفوظ تصور کر سکے۔

(۳) اللہ ہر جگہ موجود ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام جس آگ کو دیکھ رہے تھے وہ درحقیقت دنیاوی آگ نہ تھی بلکہ اللہ کا نور جمال وجلال، تجلی الٰہی یا حجاب نوری تھا جس کو حضرت موسیٰؑ آگ سمجھ بیٹھے تھے۔

(۴) جس طرح اللہ نے زمین کے بعض حصوں اور عمارتوں کو ایک خاص اعزاز واکرام اور شرف وامتیاز بخشا ہے جیسے بیت اللہ شریف، مسجد نبوی شریف اور مسجد اقصیٰ کو اسی طرح کوہ طور کے دامن میں ایک مقدس ''وادی طویٰ'' ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شرف نبوت سے نوازا گیا۔وہ بھی ایک مقدس ومحترم مقام ہے۔

(۵) ایک طرف تو قرآن کریم کی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وادی طویٰ ایک مقدس وادی ہے جس کا احترام یہ سکھایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے جوتے اتار دیں لہٰذا ہر مقدس ومحترم مقام پر جوتے اتار دینا چاہئے۔اس لئے یہودی اپنی عبادت کے وقت اپنے عبادت خانے میں جوتے اتار کر عبادت کرتے ہیں۔دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ یہود کی مخالفت کرنے کے لئے جوتے پہن کر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے (اس کی مزید تفصیل معارف القرآن ج 5 ص 70 پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے) اس سلسلہ میں اتنی بات عرض ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا اگر یہود کی مخالفت کے لئے ہو تو جائز ہے لیکن اس کو ایک اصول کے طور پر نہیں لیا جاسکتا کیونکہ اس سے بہت سے اسلامی اصولوں کی نفی ہو جائے گی۔مثلاً جوتے وہ ہوتے ہیں جو گندگی سے گزرتے ہیں جب کہ پاکی اور ستھرائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے اور عبادت گاہوں میں اس اصول کی پابندی زیادہ ضروری ہے۔لہٰذا اگر میں وادی طویٰ میں جاؤں گا تو ضرور جوتے اتار دوں گا تا کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہو جائے لیکن بیت اللہ اور مسجد نبوی میں جاتے وقت میں کبھی جوتے نہیں پہنوں گا کیونکہ اس سے بیت اللہ شریف اور مسجد نبویؐ کا احترام ممکن نہیں ہے۔جس طرح چار شادیوں کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ ہر شخص جب تک چار شادیاں نہیں کرے گا تو نعوذ باللہ وہ مسلمان ہی نہیں ہوسکتا۔یہ ایک ضرورت ہے اگر کوئی شخص عدل وانصاف کرسکتا ہے تو اس کے لئے مزید شادیاں (شریعت کے مطابق) کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں جہاں جوتوں کے اندر ہی نماز پڑھنا ضروری ہوتا ہے جیسے فوجی جب میدان جنگ میں ہوتا ہے وہاں جوتے اتارنے میں دشمن کے اچانک حملہ کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔لہٰذا یہاں جوتے پہن کر ہی نماز پڑھی جاسکے گی۔لیکن ہر جگہ اس حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کو ایک اصول کے طور پر

کبھی نہیں لیا۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ آج قرآن کریم میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو وادی مقدس میں جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہم سب سے پہلے قرآن کریم کے اس اصول پر عمل کریں گے اور جہاں ضرورت ہوگی وہاں حدیث کے مطابق عمل کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(٦) اللہ کی عبادت و بندگی اور اس کی یاد کا اعلیٰ اور افضل ترین طریقہ نماز پڑھنا ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون، دل کا سکون اور ایمان کا نور ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ کی امت کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرح نمازوں کی ادائیگی اور اہتمام کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو دن بھر میں صبح و شام دو وقت کی نمازوں کا حکم تھا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر دن بھر میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔

(٧) قیامت کب آئے گی، اس کی کیفیات کیا ہوں گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کسی کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا اس کے پوشیدہ رکھنے کی وجہ یہ ارشاد فرمائی گئی تا کہ لوگ قیامت کے ہولناک دن کے خوف سے حسن عمل میں لگے رہیں اگر غور کیا جائے تو قیامت صغریٰ ہر انسان سے بہت قریب ہے کیونکہ جو شخص مر گیا اس کی قیامت تو شروع ہوگئی کیونکہ اب وہ ایک لمبی سی نیند لے کر حشر کے دن اٹھے گا۔ لہٰذا قیامت انسان سے دور نہیں ہے لیکن وہ قیامت کبریٰ جس سے اس پورے نظام کائنات کو الٹ پلٹ دیا جائے گا وہ ایک ایسے مقرر وقت پر آئے گی جس کا علم کسی کو بھی نہیں دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیم وسلم نے قیامت کی کچھ نشانیاں بتائی ہیں جن کی تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیامت کبریٰ بھی اب انسان سے دور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اور وہ اپنی نفسانی خواہشات میں لگا رہتا ہے۔ فرمایا کہ ''اے نبیؐ! آپ اس شخص کو اہمیت نہ دیں کیونکہ وہ تو آپ کو روکنے اور ہلاکت میں ڈالنے کی کوششیں کرتا رہے گا۔''

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا

مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ

تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً

اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ ع ١ ٢٤ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۴

(اللہ نے فرمایا) اے موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا وہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں۔ اس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اس سے اور بھی بہت سارے کام لیتا ہوں۔ فرمایا کہ اس کو (نیچے) پھینک دو۔ انہوں نے اس کو پھینکا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا فرمایا کہ اس کو پکڑلو، مت ڈرو ہم اس کو پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اور اے موسیٰ اپنا ہاتھ بغل میں ڈالو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمکتا ہو نکلے گا۔ یہ دوسری نشانی اس لئے ہے تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیاں دکھا سکیں اللہ نے فرمایا کہ اب تم (ہماری نشانیاں لے کر) فرعون کی طرف جاؤ اس لئے کہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۴

یَمِیْنٌ	داہنا ہاتھ۔
عَصَا	لاٹھی۔
اَتَوَکَّأُ	میں سہارا لیتا ہوں۔
اَھُشُّ	میں پتے جھاڑتا ہوں۔
مَاٰرِبُ (مَارِبَۃٌ)	نفع۔ فائدہ۔
حَیَّۃٌ	سانپ۔
نُعِیْدُ	ہم لوٹا دیں گے۔
سِیْرَۃُالْاُوْلٰی	پہلی حالت۔
اُضْمُمْ	ملا لے۔

جُنَاحٌ	بازو۔
بَيْضَاءُ	روشن۔سفید۔
غَيْرُ سُوْءٍ	بغیر کسی عیب اور تکلیف کے۔
طَغٰى	اس نے سرکشی کی۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۴

گذشتہ آیات سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ''وادی طویٰ'' کی مقدس وادی میں پہنچے اور انہوں نے ایک دھکتے ہوئے درخت کو دیکھا جو عجیب کیفیات کیساتھ روشن ہورہا تھا تو آواز آئی اے موسیٰ! یہ میں ہوں تمہارا رب، یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وجد کی جیسی کیفیت طاری ہوگئی کیونکہ انسان کا اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوگا کہ کائنات کا مالک خود انسان سے بات کررہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کردیتے کہ یہ لاٹھی ہے مگر انہوں نے جواب میں طوالت اختیار کرتے ہوئے عرض کیا یہ ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگالیتا ہوں، کبھی اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور میں اس سے اور بہت سے کام لیتا ہوں۔ فرمایا کہ اے موسیٰ اپنے عصا کو ذرا زمین پر تو پھینکئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیسے ہی اپنا عصا پھینکا تو وہ ایک خوفناک اژدھا بن گیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنے بڑے خوفناک اژدھے کو دیکھا وہ بشری تقاضے کے تحت سخت خوفزدہ ہوکر بھاگنے لگے۔ ندا آئی اے موسیٰ! آپ اس سے نہ ڈریئے۔ آپ جیسے ہی اس کو پکڑیں گے تو یہ پھر عصا بن جائے گا۔ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیسے ہی اس بڑے سانپ کو پکڑا تو وہ پھر سے عصا بن گیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی تو بغیر کسی عیب اور بیماری کے ان کا ہاتھ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ''عصا اور ید بیضا'' یہ دونوں معجزات ہیں۔ ان کو لے کر آپ فرعون کی طرف جایئے۔ اس نے سرکشی اور نافرمانی اختیار کر رکھی ہے اس کو بتایئے کہ وہ اپنی نافرمانی کے ہر انداز سے باز آجائے۔ اس واقعہ کی بقیہ تفصیلات اگلی آیت میں آرہی ہیں۔

ان آیات میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اس میں چند باتوں کی وضاحت یہ ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نہیں پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ اہمیت کی چیز کو داہنے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ اس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''ان اللہ یحب التیامن فی کل شیء حتی التنعل و الترجل'' بے شک اللہ کو ہر چیز میں داہنی جانبیں پسند ہیں یہاں تک کہ جوتا پہننا اور بالوں میں کنگھی کرنا۔ بتایا جا رہا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں اپنے ہر کام میں بایاں ہاتھ استعمال کرتی ہیں۔ اہل ایمان اپنے ہر کام کی ابتداء داہنی جانبوں سے کیا کریں تا کہ یہ اہل ایمان کا ایک امتیازی وصف بن جائے کھانے، پینے، کپڑا پہننے، کسی کو کچھ دینے لینے میں ہمیشہ داہنی جانبوں کو اختیار کریں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ہاتھ میں عصا رکھنا انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت ہے۔

(۳) اس کائنات میں فاعل حقیقی اللہ ہے۔ اس کی قدرت ہے کہ وہ لکڑی کو اژدھا اور اژدھے کو لکڑے بنا دے۔ ایک مؤمن کو ہر آن اللہ کی اس قدرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ سے ہی مانگنا چاہئے کیونکہ اگر اللہ چاہے تو کائنات کی ہر چیز بدل سکتا ہے۔ بُرے حالات کو بہتر بنا دینا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ
عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ
أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي
أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا
بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا
عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾
أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ

وقف لازم

اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا
تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ۚ
فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِیْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِیْ وَلَا تَنِيَا
فِیْ ذِكْرِیْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا
لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ
اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۴۶

موسیٰ نے کہا اے میرے رب میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے کام کو میرے لئے سہل اور آسان بنا دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تا کہ وہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔ اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دیجئے۔ اس کے ذریعے میرے ہاتھ مضبوط کر دیجئے۔ اور اس کو میرے کام میں شریک کر دیجئے تا کہ ہم آپ کی کثرت سے تسبیح کریں۔ اور آپ کو کثرت سے یاد کریں۔ بیشک آپ تو ہمیں خوب دیکھتے (نگرانی کرتے) ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ نے جو کچھ مانگا وہ ہم نے عطا کر دیا۔ ہم نے تمہارے اوپر ایک اور احسان کیا ہے۔ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر اس کو دریا میں چھوڑ دو پھر دریا اس کو ساحل پر لا ڈالے گا۔ اور اس کو میرا اور تمہارا دشمن اٹھا لے گا۔ اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ۔ وہ وقت یاد کرو جب تمہاری بہن چلتی ہوئی آئی اور انہوں نے (فرعون کے گھر والوں سے) کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے نہ بتا دوں جو اس کی اچھی طرح پرورش کر سکتے ہیں۔ پھر ہم نے

تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ اداس نہ ہو (یاد کرو جب تم نے) ایک شخص کو غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ پھر ہم نے تمہیں اس غم سے نجات عطا کی اور تمہیں مختلف آزمائشوں میں سے گذارا۔ پھر تم کئی سال مدین والوں کے ساتھ ٹھہرے رہے پھر اے موسیٰ خاص وقت مقررہ پر آئے ہو۔ ہم نے تمہیں اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیوں کیساتھ بغیر کسی کوتاہی کے فرعون کی طرف جاؤ۔ کیونکہ اس نے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ تم اس سے نرم بات کہنا۔ شاید وہ نصیحت مان جائے یا ڈر جائے۔ دونوں نے کہا۔ اے ہمارے رب ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کرے۔ اور حد سے نہ بڑھ جائے۔ اللہ نے فرمایا تم دونوں مت ڈرو بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٥ تا ٤٦

یَسِّرْ	آسان کر دے۔
اَمْرِیْ	میرے کام۔
اُحْلُلْ	کھول دے۔
عُقْدَةٌ	گرہ۔
یَفْقَهُوْ	وہ سمجھ لیں۔
اُشْدُدْ	مضبوط کر دے۔
اَزْرِیْ	میری قوت۔
کَیْ	تا کہ۔
اُوْتِیْتَ	تجھے دیدیا گیا۔
سُؤْلٌ	مانگا۔ سوال کیا گیا۔

مَنَنَّا	ہم نے احسان کیا۔
اِقْذِ	ڈالدے۔
اَلْيَمُّ	دریا سمندر۔
عَدُوٌّ	دشمن۔
اَلْقَيْتُ	میں نے ڈال دیا۔
لِتُصْنَعَ	تا کہ پرورش پائے۔
يَكْفُلُ	نگرانی کرتا ہے۔ پرورش کرتا ہے۔
رَجَعْنَا	ہم نے لوٹا دیا۔
كَيْ تَقَرَّ	تا کہ ٹھنڈی رہیں۔
قَدَرٌ	مقدار۔ مقرر۔ مدت۔
اِصْطَنَعْتُ	میں نے بنایا۔
لَيِّنًا	آسان۔ سہل بات۔
يَفْرُطُ	وہ زیادتی کرے گا۔
اَسْمَعُ	میں سنتا ہوں۔
اَرٰى	میں دیکھتا ہوں۔

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۴۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مقدس وادی ''وادی طویٰ'' میں جو نبوت کا منصب اور مقام عطا کیا تھا۔ انہوں نے اس موقع پر اللہ کی بارگاہ میں چند گذارشات پیش کیں۔ عرض کیا (1) الٰہی مجھے وحی کی شان وعظمت اور آپ کے

پیغام حق وصداقت کو پہنچانے کے لئے شرح صدر، عطا کردیجئے یعنی میرا سینہ اس طرح کھول دیجئے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کو پہنچانے اور بیان کرنے میں سہولت ہوجائے۔ (2) درخواست یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا مددگار بھی دیدیجئے جو میرے خاندان سے ہو، موزوں ترین ہوتا کہ میرے اس مقصد اور کام میں سہولت حاصل ہوجائے۔ خود ہی عرض کردیا کہ اگر میرے (بڑے) بھائی ہارونؑ کو میرا مددگار اور معاون بنادیں تو ہم ایک جگہ آپ کی حمد وثنا اچھی طرح بیان کرسکیں گے۔ فرمایا کہ اے اللہ یہ تو میری عاجزانہ گذارشات ہیں۔ میں ان کی مصلحتوں تک سے واقف نہیں ہوں۔ آپ ہی ہر چیز کی مصلحت کو بہتر جانتے ہیں اور آپ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان تمام درخواستوں میں ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے انتہا درجہ کی عاجزی اور انکساری، اللہ تعالیٰ کو بندے کی یہی ادا سب سے زیادہ پسند ہے کہ وہ عظیم سے عظیم تر مقام پر پہنچنے کے باوجود اللہ کے سامنے تکبر اور غرور کے بجائے عاجزی اور انکساری سے کام لے۔ اس کے برخلاف بنی اسرائیل کے مزاج میں سختی، تکبر اور غرور اس طرح رچ بس گیا تھا کہ وہ عاجزی اور انکساری کے ہر انداز کو اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ پر یہ کرم اور مہربانی ان کی عاجزی وانکساری کی بناء پر کی گئی تھی اور اللہ نے ان کی ہر درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا تھا۔ فرمایا کہ اے موسیٰ ہم نے آپ کی صرف یہی درخواست قبول نہیں کی بلکہ شروع ہی سے آپ کے معاملہ میں کرم واحسان کا انداز اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یاد دلایا کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب آپ چھوٹے سے تھے اور فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو ذبح کررہا تھا۔ مگر ہم نے آپ کی حفاظت کا یہ انتظام کیا تھا کہ آپ کی والدہ کے دل میں اس بات کو الہام کردیا تھا کہ وہ آپ کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا کی موجوں کے حوالے کردیں۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور اس طرح ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو اللہ کے اور آپ کے دشمن فرعون کی گود میں پرورش کرادیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ان کو ایک صندوق میں رکھ کر پانی میں بہادیا تو حضرت موسیٰؑ کی بہن یہ دیکھتی رہیں کہ صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ کہاں جاتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو ایک خوبصورت بچہ سمجھ کر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے ان کو پانی سے نکال لیا اور کہا کہ اتنا خوبصورت اور پیارا بچہ ہے اس کو ہم اپنے محل میں پرورش کریں گے۔ یا بیٹا بنالیں گے بھوک کا وقت ہوا تو حضرت موسیٰؑ نے رونا شروع کردیا۔ ہر طرح ہر ایک نے دودھ پلانے کی کوشش کی مگر حضرت موسیٰؑ نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن جو اس تمام صورت حال کو دیکھ رہی تھیں انہوں نے کہا کہ ایک خاتون میری نظر میں بھی ہیں اگر آپ لوگ کہیں تو میں اس کو بلالاؤں۔ وہ بچے کے رونے سے پریشان تھے کہنے لگے کہ تم کسی بھی خاتون کو لے آؤ۔ چنانچہ وہ گئیں اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بلا کر لے آئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کا دودھ پیا اور سب لوگ خوش ہوگئے۔ اس طرح اللہ نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ کو ایک محفوظ جگہ پہنچادیا بلکہ ایک ماں کو بیٹے سے جدا نہ ہونے دیا اور اللہ نے اپنی قدرت

کاملہ کا اظہار فرماتے ہوئے بتایا کہ اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اللہ آپ کو اپنا رسول اور مقرب بنا کر آپ سے ہدایت کا کام لینا چاہتا تھا۔ حکم ہوا کہ تم دونوں بھائی عصا اور ید بیضا کا معجزہ لے کر فرعون کے دربار میں جاؤ اور اس کو سرکشی و نافرمانی سے باز رکھنے کی کوشش کرو اور اس مقصد میں ذرا بھی سستی سے کام نہ لینا۔ یہ بھی فرمادیا کہ فرعون سے ایسے نرم لب و لہجے میں گفتگو کرنا کہ وہ اللہ کی طرف پلٹ آئے اور اللہ کی عظمت کے سامنے اپنا سر جھکا دے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے عرض کیا! الٰہی: ہمیں اس بات کا ڈر اور خوف ہے کہ فرعون ہمارے ساتھ زیادتی نہ کرے۔ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں فرعون کے دربار میں بلاخوف وخطر پہنچو۔ میں خود تمہاری حفاظت کا انتظام کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی باقی تفصیل اس کے بعد کی آیات میں ملاحظہ کیجئے۔

فَأْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬
وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ
اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ
وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى
كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾
قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿٥٢﴾ۡ
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ
اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾
كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ؑ مِنْهَا
خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ
اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾

ع ٢ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ٤٧ تا ٥٦

اس کے (فرعون کے) پاس جاؤ۔ اور تم دونوں کہنا کہ ہم تیرے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ اور ان کو تکلیفیں نہ دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ اس پر سلامتی ہو جو راہ ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔ بلاشبہ ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ ہر اس شخص کے لئے عذاب ہے جس نے (سچائیوں کو) جھٹلایا اور اس سے منہ پھیرا۔ (فرعون نے) کہا اے موسیٰ تمہارا رب کون ہے۔ (موسیٰ نے) کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت شکل عطا کی اور اس کی رہنمائی کی۔ (فرعون نے) کہا کہ جو لوگ گذر چکے ہیں (ان کے بارے میں) کیا خیال ہے۔ (موسیٰ نے) کہا اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں محفوظ ہے۔ (میرا رب وہ ہے) جو نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے۔ جس نے بلندی سے پانی برسایا (اللہ نے فرمایا) پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کی مختلف شکلیں نکالی تاکہ تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ۔ بے شک ان میں عقل والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ (ارشاد فرمایا کہ) ہم نے تمہیں زمین سے پیدا کیا۔ اس میں ہم تمہیں لوٹا دیں گے۔ اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ نکالیں گے۔ حالانکہ ہم نے اس کو (فرعون کو) ہر طرح کی نشانیاں دکھائیں مگر اس نے جھٹلایا اور ان کا انکار کیا۔

لغات القرآن   آیت نمبر ٤٧ تا ٥٦

اِئْتِيَا — تم آؤ۔ تم اس کے پاس جاؤ۔

اَرْسِلْ — بھیج دے۔

لَا تُعَذِّبْ — تکلیفیں نہ دے۔

اِتَّبَعَ — جس نے پیروی کی۔

اَعْطٰى — عطا کیا۔ دیا۔

خَلَقَ	اس نے پیدا کیا۔
مَابَالُ	کیا حال ہے۔کیا معاملہ ہے۔
اَلْقُرُوْنُ(قَرْنٌ)	قومیں۔جماعتیں۔
لَایَضِلُّ	نہ وہ بھٹکتا ہے۔نہ وہ غلطی کرتا ہے۔
لَایَنْسٰی	وہ بھولتا نہیں۔
مَهْدٌ	راحت کی جگہ۔بچھونا۔
سَلَکَ	اس نے چلایا۔
سُبُلٌ (سَبِیْلٌ)	راستے۔
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے جوڑے۔
نَبَاتٌ	سبزہ۔سبزی۔
شَتّٰی	مختلف۔متفرق۔
اِرْعَوْا	جانوروں کو چراؤ۔
اَنْعَامٌ	مویشی۔
اُولِی النُّهٰی (نُهْيَةٌ)	عقل وسمجھ والے۔
نُعِیْدُ	ہم لوٹائیں گے۔
نُخْرِجُ	ہم نکالیں گے۔
تَارَةً اُخْرٰی	دوسری مرتبہ۔
اَرَیْنَا	ہم نے دکھایا۔
اَبٰی	اس نے انکار کیا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۶

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ سے فرمایا کہ تم دونوں فرعون کے ظلم وستم کی پرواہ کئے بغیر، بے خوف وخطر جا کر اس کے بھرے دربار میں اللہ کا پیغام پہنچا دو، فرعون کے ظلم اور زیادتی سے بچانا ہمارا کام ہے۔ فرمایا جب میں تمہارے ساتھ ہوں تو تمہارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ ان دونوں نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر کہا کہ ہم دونوں کو اللہ نے وحی کے ذریعہ پیغام دیا ہے کہ بنی اسرائیل پر ظلم اور زیادتی سے رک جاؤ اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو۔ اللہ نے ہمیں عصا اور ید بیضا کا معجزہ بھی دیا ہے، ہم ان نشانیوں کو لے کر آئے ہیں۔ سلامتی کا حق دار وہی ہے جو ہدایت کے راستے پر چلتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جس نے حق وصداقت کی باتوں کو جھٹلایا اور ان سے منہ پھیرا اس کے لئے سخت عذاب ہے۔ فرعون نے یہ سب کچھ سننے کے بعد کہا کہ میرے سوا تمہارا رب کون ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کو ایک خاص صورت شکل عطا فرمائی اور پھر اس کی رہنمائی کے اسباب بھی پیدا کئے۔ یعنی وہ ایسا پروردگار نہیں ہے کہ اس نے ہر چیز کو پیدا تو کر دیا ہو مگر وہ اس کو پروان چڑھانے اور پرورش کرنے سے غافل ہو بلکہ وہ ایسا پروردگار ہے کہ جس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی پوری پوری رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے اس جواب سے فرعون لاجواب ہو گیا گفتگو کا پہلو بدلتے ہوئے کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ! یہ تو بتاؤ کہ جو لوگ گزر چکے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟ فرعون کے کہنے کا مقصد لوگوں میں اشتعال اور غلط فہمی پیدا کرنا تھا مگر حضرت موسیٰؑ نے نہایت سادہ اور پر وقار انداز میں جواب دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ اس کے پاس ہر بات اور ہر چیز لکھی ہوئی اور محفوظ ہے۔ فرمایا کہ میرا رب تو وہ ہے جو نہ تو کسی قسم کی غلطی کرتا ہے نہ وہ کسی چیز کو بھولتا ہے۔ میرا رب وہ ہے جس نے تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے۔ بلندی سے پانی اتار کر اس سے مختلف قسم کے نباتات سبزہ، سبزی اور پھل پیدا کئے تا کہ تم ان کو استعمال کرو اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ۔ یہ سب کی سب اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جن میں اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا جائے تو پروردگار کو پہچاننا مشکل نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ میرے رب نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس میں ان کو لوٹا دیا جائے گا اور پھر وہ ان کو اس جگہ سے دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لا کھڑا کرے گا۔ حضرت موسیٰؑ کی ان تمام باتوں کو سن کر فرعون اپنے انکار اور کفر پر جما رہا اور اس نے ان کھلے ہوئے حقائق کو ماننے سے انکار کر دیا۔

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا
بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ
مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ

يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝٥٩ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ
كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝٦٠ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا
فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝٦١ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝٦٢ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ
يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝٦٣
فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝٦٤

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۴

(فرعون نے) کہا اے موسیٰ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو کے ذریعے ہمیں ہماری سرزمین سے نکالدو۔ ہم تمہارے مقابلے کے لئے اسی جیسا جادو لے کر آئیں گے۔ تم اپنے اور ہمارے درمیان ایک وقت مقرر کرلو جس کے خلاف نہ ہم کریں گے نہ تم کرو گے۔ وہ ایک ہموار میدان ہوگا (موسیٰ نے) کہا تمہارے وعدے کا دن میلے کا دن ہے۔ اس دن سب لوگ جمع ہو جائیں۔ فرعون لوٹ گیا۔ پھر اس نے اپنا داؤ (جادو کا سامان) جمع کیا اور پھر آیا۔ ان سے موسیٰ نے کہا بدنصیبو! اللہ پر جھوٹ نہ گھڑو۔ ورنہ وہ تمہیں کسی آفت میں مبتلا کردے گا۔ کیونکہ جس نے جھوٹ باندھا وہ نامراد ہو کر رہا۔ پھر وہ اپنے (آپس کے) معاملہ میں جھگڑنے لگے اور انہوں نے چھپ کر مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا یہ دونوں (موسیٰ اور ہارون جادوگر ہیں) جو چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنے جادو کے زور پر ملک سے باہر نکال دیں۔ اور تمہاری مثالی زندگی کا خاتمہ کردیں۔ لہٰذا تم اپنے داؤں اکٹھے کرلو اور صف بنا کر میدان میں آجاؤ۔ یقیناً وہی کامیاب اور بامراد ہوگا جو آج کے دن غالب رہے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٥٧ تا ٦٤

اَجِئْتَنَا	کیا تو ہمارے پاس آیا۔
اِجْعَلْ	بنادے۔
اَنُخْلِفُهٗ	ہم اس کے خلاف نہ کریں گے۔
مَكَانًا سُوًى	ہموار میدان۔
يَوْمُ الزِّيْنَةِ	جشن کا دن۔ بناؤ سنگار کا دن۔
يُحْشَرُ	وہ جمع ہو جائیں گے۔ جمع کئے جائیں۔
ضُحًى	دن چڑھے۔
وَيْلَكُمْ	تمہارا ستیاناس ہو جائے۔
لَاتَفْتَرُوْا	تم نہ گھڑو۔ نہ بناؤ۔
يُسْحِتُ	وہ ہلاک کر دے گا۔
خَابَ	نامراد ہوا۔
لِتَنَازَعُوْا	آپس میں جھگڑ پڑے۔
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا۔
اَلنَّجْوٰى	مشورہ۔
اَلْمُثْلٰى	نمونہ جو سب سے بہتر ہو۔
اِسْتَعْلٰى	وہ غالب ہوا۔

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۴

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام اللہ کی نشانیوں کے ساتھ بلاخوف وخطر فرعون کے دربار میں پہنچ گئے اور اللہ کی شان ربوبیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور رب صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا اور اس کی مکمل رہنمائی فرمائی۔ انہوں نے مضبوط دلائل کے ساتھ ''عصا'' اور ''ید بیضا'' کے واضح معجزات بھی دکھائے مگر فرعون نے نہ صرف ان معجزات کا انکار کر دیا بلکہ ان کے معجزات کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے ان کو کھلا جادو قرار دیدیا اور لوگوں کو اس بات کا یقین دلانے لگا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ حکومت و سلطنت اور تاج و تخت پر قبضہ کر کے تمہاری بے مثال تہذیب اور مثالی زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ فرعون کو اس بات کا پوری طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا یہ کہنا کہ میں ''رب اعلیٰ'' ہوں نہایت کمزور، بے بنیاد اور مکڑی کے جالے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ فرعون کے لئے اس پوزیشن کو سنبھالنا دشوار ہو گیا تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور دلیلیں اس قدر مضبوط اور کھلی آنکھوں سے نظر آنے والی تھیں جس سے ہر شخص اس بات کا قائل ہو گیا تھا کہ واقعی حضرت موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں وہ ایک سچائی ہے۔ مگر فرعون کے خوف سے سب خاموش تھے۔ اس موقع پر فرعون نے ہر طرح کی تدبیریں کر ڈالیں، اس نے لوگوں میں حضرت موسیٰؑ کے خلاف اشتعال اور غصہ دلانے کے لئے پوچھا کہ جو لوگ گذر چکے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا؟ فرعون کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت موسیٰؑ یہ کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائیں گے تو یقیناً لوگ مشتعل ہو جائیں گے کیونکہ اپنے مرنے والے بزرگوں کے خلاف کوئی شخص بھی کسی طرح کی برائی سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایسا سنجیدہ اور باوقار جواب دیا کہ فرعون کی یہ سازش جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے۔ اس کے پاس مکمل ریکارڈ موجود اور محفوظ ہے۔ وہ اللہ جانتا ہے کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ فرعون نے دوسرا حملہ کرتے ہوئے کہا کہ اے موسیٰ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ تم (قبطیوں کا) اقتدار اور سلطنت ختم کر کے اس پر خود قبضہ کرنا چاہتے ہو؟ فرعون زبان سے تو یہ کہہ رہا تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے کھلے معجزات کو دیکھ کر اپنے دل میں خود بھی ایک خوف سا محسوس کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ میں اس طرح کے جادوئی ہتھکنڈوں سے مرعوب ہونے والا یا موسیٰ کے سامنے جھکنے والا نہیں ہوں۔ اس نے لوگوں کو یقین دلایا کہ ہماری سلطنت میں ایسے باکمال جادوگروں کی کمی نہیں ہے جو موسیٰؑ کے جادو کا مقابلہ کرنا جانتے ہیں۔ فرعون نے کہا کہ اس کے لئے کوئی دن مقرر کر لیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ جس دن تمہارا میلہ ہوتا ہے اس دن کو مقرر کر لو۔ چنانچہ مقابلہ کا دن مقرر کر لیا گیا اور ملک بھر کے تمام شعبدہ بازوں اور جادوگروں کو جمع کر لیا گیا جن کو طرح طرح کے لالچ دے کر کہا گیا تھا کہ اگر تم نے آج موسیٰؑ کو شکست دے دی تو تمہیں انعامات سے نوازا جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام جادوگروں نے چھپ چھپ کر چپکے چپکے مشورے کرنا شروع کر دیئے تاکہ ایک پروگرام کے تحت اپنے اپنے جادو کے کمالات کو پیش کیا جا سکے۔ دوسری طرف حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ لوگو! تم کتنے بدنصیب ہو کہ اللہ کی

طرف سے دیئے گئے ان معجزات کو بے حقیقت سمجھ رہے ہو۔ فرمایا کہ میں نے اللہ کے پیغام کو پوری دیانت وامانت سے پہنچا دیا ہے۔ وہی سچا پیغام ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ناکام ونامراد ہو کر رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کی ان باتوں سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور کہنے لگے کہ لوگو! موسیٰؑ جادوگر ہیں (نعوذ باللہ) جن کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور پر تمہارے ملک پر قبضہ کرلیں۔ تمہیں باہر نکال دیں اور تمہاری بے مثال زندگی کا خاتمہ کردیں۔ لہٰذا تم بھی اپنے تمام داؤں اور صلاحیتوں کو جمع کر کے ان پر حملہ کردو، صفیں بنا کر میدان میں اتر آؤ آج وہ خوش نصیب اور کامیاب ہوگا جو اپنے کمالات اور جوہر دکھائے گا۔ اس طرح کی باتوں سے فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں نے ہر ایک کو جوش دلا کر ابھارنے کی بھرپور کوشش کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کا مقابلہ معجزات کے ذریعہ کرنے سے پہلے جادوگروں کو اور فرعون کے درباریوں کو نہایت ہمدردی اور نرمی سے نصیحت کی اور ان کو اللہ کے خوف سے ڈرایا تاکہ وہ اپنے کفر سے توبہ کرلیں۔ فرمایا کہ تمہاری تباہی سامنے ہے، اللہ پر جھوٹ نہ گھڑو، کیونکہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے۔ اگر تم نے یہ شرک کا انداز اختیار کیا تو عذاب الٰہی تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ کفر وشرک اور جھوٹ باندھنے والوں کو تہس نہس کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو نصیحت فرمائی تو وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کیونکہ حق وصداقت کی آواز دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ سب کچھ سننے کے بعد تمام جادوگر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کیا جائے۔ اگر فرعون کی بات مانی جاتی ہے تو دنیا وآخرت کا نقصان ہے اور نہیں مانی جاتی تو فرعون کے ظلم وزیادتی سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ آخر کار ان جادوگروں پر دنیا کا لالچ غالب آگیا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں ڈٹ کر حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

اس واقعہ کی بقیہ تفصیل اس کے بعد کی آیات میں بیان کی گئی ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ
اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا
صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ

اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ
اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِىْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ز
وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا
جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ
اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا
خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾
اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ
لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع ۳/۲۲/۱۲

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۷۶

کہنے لگے اے موسیٰ! تم پہلے (جادو) ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں۔ (موسیٰ نے) کہا پہلے تم ڈالو۔ یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے (سانپ کی طرح) دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا (اللہ نے فرمایا) تم خوف نہ کرو یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔ اور تمہارے داہنے ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو پھینکو وہ ان تمام (بناوٹی) چیزوں کو نگل جائے گا۔ جو انہوں نے بنائی ہوئی ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے وہ جادو (گروں) کا دھوکہ ہے۔ جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (معجزہ دیکھنے کے بعد) جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا میری اجازت سے

پہلے ہی تم ایمان لے آئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے وہ تمہارا بڑا (جادوگر) ہے۔ جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالوں گا اور میں تمہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دیدوں گا پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت اور دیر تک رہنے والا ہے۔ (مومن بن جانے والوں نے) کہا اس ذات کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے جب صاف اور واضح نشانیاں ہمارے سامنے آ چکی ہیں تو ان کی موجودگی میں ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔ جو تجھے کرنا ہے وہ کرلے۔ تو جو کچھ کرسکتا ہے وہ اسی دنیا کی زندگی میں کرسکتا ہے۔ ہم تو اپنے (حقیقی) رب پر ایمان لے آئے ہیں تاکہ وہ ہمارے گناہ اور جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا ہے اس کو معاف کردے۔ اللہ وہ ہے جو بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے۔ بلاشبہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا نہ جئے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا اور اس نے عمل صالح کئے ہوں گے ان لوگوں کے درجات بہت بلند ہوں گے۔ راحت بھری جنتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ جنہوں نے پاکیزگی اختیار کی تھی یہ ان کا بدلہ ہوں گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٥ تا ٧٦

حِبَالٌ (حَبْلٌ)	رسیاں۔
عِصِيٌّ (عَصَا)	لاٹھیاں۔
يُخَيَّلُ	خیالی شکلیں بناتا ہے۔
تَسْعٰى	وہ دوڑتی ہیں۔
اَوْجَسَ	محسوس کیا۔
تَلْقَفُ	نگل جاتی ہے۔ کھا جاتی ہے۔
حَيْثُ اَتٰى	وہ جس طرح آئے۔
اٰذَنَ	اجازت دی۔
لَاُقَطِّعَنَّ	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا۔

لَاُصَلِّبَنَّ	میں ضرور پھانسی دوں گا۔
جُذُوْعَ	تنے۔
اَلنَّخْلُ	کھجور۔
اَيُّنَا	ہم میں سے کون۔
اَبْقٰى	زیادہ باقی رہنے والا۔
لَنْ نُّؤْثِرَ	ہم ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔
اِقْضِ	تو کرگزر۔
اَكْرَهْتَنَا	تونے زبردستی کیا۔ مجبور کیا۔
تَزَكّٰى	جس نے پاکیزگی حاصل کی۔

تشریح: آیت نمبر ٦٥ تا ٧٦

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کے لئے ملک بھر کے جادوگر میدان میں پہنچ گئے تو وہ اپنے جادو کی کامیابی پر ناز کرتے ہوئے بڑے اعتماد سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جادو کے کمالات دکھانے کی ابتدا تم کرتے ہو یا ہم کریں؟ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ابتدا تم ہی کرو۔ چنانچہ ان جادوگروں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنا شروع کردیں۔ تھوڑی دیر میں ایسا لگا جیسے ساری زمین چھوٹے بڑے سانپوں سے بھر گئی ہے اور وہ سانپ ادھر ادھر دوڑتے نظر آنے لگے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کے دل میں بشری تقاضے کی وجہ سے ایک خوف سا طاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہیں گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم ہی غالب رہو گے اور یہ نظر بندی کا کھیل بہت جلد ختم ہوجائے گا کیونکہ جادو ایک نظر بندی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس بے حقیقت چیز سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جادو سے کسی چیز کی اصلیت نہیں بدلتی بلکہ جادوگر اپنے خیال کو دوسروں پر اس طرح غالب کردیتا ہے کہ ہر شخص کو صرف وہی نظر آتا ہے جس کو جادوگر چاہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! تم اپنے داہنے ہاتھ میں جس عصا (لاٹھی) کو دیکھ رہے ہو اس کو زمین پر ڈال دو، تم دیکھو گے کہ عصا کے پھینکنے سے ان کا فریب اور ان کی نظر بندی ختم ہو کر رہ جائے گی۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ایک زبردست اژدھا (بڑا سانپ) بن گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس اژدھا نے تمام سانپوں کو اس طرح نگلنا شروع کردیا کہ کچھ دیر بعد پورا میدان جادوگروں کے سانپوں سے پاک ہوگیا۔ فرعون کے

درباری اور حاضرین جو جادوگروں کے کمالات سے بے حد متاثر ہو چکے تھے جب انہوں نے پھنکارتے ہوئے اژدھا اور اس منظر کو دیکھا تو خوف اور دہشت سے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نجانے کتنے لوگ اس بھاگ دوڑ میں کچلے گئے ہوں گے۔ اژدھا نے جب فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون گھبرا گیا اور اس نے حضرت موسیٰؑ سے فریاد کرنا شروع کر دی کہ موسیٰؑ! مجھے اس اژدھا سے بچاؤ۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اس اژدھا کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر سے عصا بن گیا اور وہ جادوگر جو ایک عصائے موسیٰؑ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے اور سمجھ گئے کہ عصائے موسیٰ ایک معجزہ ہے اور وہ کوئی نظر بندی یا جادو نہیں ہے جب ان پر یہ سچائی کھل گئی تو وہ تمام جادوگر اللہ کی اس طاقت کے اظہار کو پہچان کر سجدے میں گر پڑے اور واضح الفاظ میں کہہ اٹھے کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آئے۔ صرف وہی رب العالمین ہے اس کے سوا کوئی رب اور معبود نہیں ہے۔ اس طرح وہ جادوگر فرعون کے خوف اور دہشت کی پرواہ کیئے بغیر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ فرعون نے جب اس بنے بنائے کھیل کو بگڑتے دیکھا تو کڑک کر کہا کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ تم نے میری اجازت کے بغیر ایمان قبول کر لیا ہے۔ اس نے جس طرح حضرت موسیٰؑ پر الزام لگایا تھا کہ ان تمام کوششوں کا مقصد اقتدار اور حکومت پر قبضہ کرنا ہے۔ اسی طرح ایمان لانے کے بعد جادوگروں سے کہنے لگا ایسا لگتا ہے یہ سب تمہاری ملی بھگت اور سازش ہے۔ یہ موسیٰ تم سب کا استاد لگتا ہے جس سے تم نے جادو سیکھا ہے۔ فرعون نے کہا تم نے میرے غصہ اور غضب کو دعوت دی ہے۔ فرعون نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گا جس سے دیکھنے والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس نے کہا میں تمہیں اس طرح تڑپا تڑپا کر ماروں گا کہ سب سے پہلے میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹواؤں گا یعنی ایک طرف سے ہاتھ اور دوسری طرف سے پاؤں کٹوا کر گلے میں پھندا ڈال کر کھجور کے درختوں پر لٹکوا دوں گا۔ پھر تمہیں اندازہ ہوگا کہ موسیٰ پر یمان لانے کا انجام کتنا بھیانک ہے۔ اور تم اس بات کو اچھی طرح جان جاؤ گے کہ میری طرف سے دی گئی سزا زیادہ سخت ہے یا موسیٰؑ کے رب کی طرف دی گئی سزا۔ فرعون نے اپنے تکبر اور غرور کا اظہار تو کر دیا مگر وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ موسیٰؑ تو ان جادوگروں سے واقف بھی نہیں ہیں نہ ان کی شکل و صورت دیکھی تھی مگر وہ اپنے دلی خوف اور دہشت کو الفاظ کے پردے میں لپیٹ کر دلیر اور بہادر بننے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ دوسرے لوگ اس کی ہیبت اور حکم سے باہر نہ نکل جائیں۔ لیکن فرعون یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کی دھمکیوں کا جادوگروں پر کوئی اثر تک نہیں ہوا بلکہ ان کی ایمانی طاقت کا یہ عالم تھا کہ ان لوگوں نے بڑی جرات، ہمت، جذبے اور مکمل اعتماد کے ساتھ فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ اے فرعون! آج ہمیں پوری طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ اب تک ہماری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ حقیقت حال سے ہم واقف نہ تھے اور تجھے اپنا رب اعلیٰ سمجھتے رہے۔ موسیٰؑ جو نشانیاں لے کر آئے ہیں انہیں دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے وہی ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب تک ہم جس گناہ کے راستے پر چل رہے تھے ہم نے اس سے توبہ کر لی ہے اور ہم اس فیصلے پر اس طرح قائم ہیں کہ ایک قدم پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اے فرعون! اب تو ہماری زندگی کے متعلق جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کرلے ہمیں تیرا ہر فیصلہ منظور ہے۔ انہوں نے فرعون کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ اے فرعون تیرا ہر فیصلہ ہمیں زندگی کی راحتوں سے محروم تو کرسکتا ہے لیکن جب ہم نے آخرت کی ابدی زندگی کا فیصلہ کرلیا ہے تو اب ہمیں اپنی جانوں اور تیری دھمکیوں کی پرواہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ اب تک ہم گناہوں کی زندگی گزارتے رہے ہیں اب ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ جب ہمارا واسطہ اور رابطہ اللہ سے ہوگیا ہے تو وہ ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ انہوں نے کہا کہ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اے فرعون! یہ تیری سلطنت وحکومت، رعب اور دہشت بہر حال ختم ہوجانے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تیرا کہا ماننا درحقیقت اپنے سچے رب کے سامنے مجرم بننے کے برابر ہے۔ تیرے انعام واکرام کا لالچ اور تیری سزائیں اس دنیا تک محدود ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے مجرم بن کر پیش نہ ہوں کیونکہ اس میں ہمیشہ کی کی زندگی کی تباہی و بربادی ہے۔ آخرت کی زندگی ایسی ہے کہ اس میں ایسے لوگوں کو نہ تو موت آئے گی کہ ان کی جان چھوٹ جائے اور نہ ایسی زندگی ہوگی کہ جس سے جینے کا آرام، سکون اور لطف اٹھایا جاسکے۔ لیکن جو لوگ ایمان لاکر عمل صالح اختیار کریں گے ان کا مرتبہ اور مقام آخرت میں بہت بلند ہوگا۔ ان کو ہمیشہ رہنے والی جنتیں ملیں گی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ جب ان کو دیدی جائیں گی تو ان سے کبھی چھینی نہ جائیں گی۔ یہ ان لوگوں کی نیکیوں کا بدلہ ہوگا۔ کامیابی اور کامرانی ہوگی۔ کیونکہ جو شخص ایمان لانے کے بعد نیک اور بھلے کام کرے گا اس کو اللہ بہترین جزا عطا فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان طاقت وقوت، جرات وہمت اور بہادری کا نام ہے۔ جب یہ ایمان دل میں آجاتا ہے تو پھر آدمی اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس کے دل میں اگر خوف ہوتا ہے تو صرف حقیقی معبود اور رب العالمین کا اس کے سوا وہ ہر خوف اور دھمکی سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ
طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾
وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ
اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ
يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ
تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ
عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَ
عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا
قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ
مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ
رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۗ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ
يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾
قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ
الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا
يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ ع ٤ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ٧٧ تا ٨٩

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ اور پھر سمندر میں ان کے لئے (عصا مار کر) خشک راستہ بنالینا۔ نہ تو پکڑے جانے کا خوف کرنا اور نہ ڈوبنے کا۔ پھر فرعون نے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ پھر ان کو پانی نے ڈھانپ

لیا جیسا کہ ڈھانپ لیا (غرق کر دیا)۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ نہ دکھائی۔

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات عطا کی اور کوہ طور کے دائیں جانب تم سے توریت دینے کا وعدہ کیا اور ہم نے تمہارے اوپر من وسلویٰ اتارا تھا کہ تمہیں جیسا کچھ پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ نافرمانی نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر میرا عذاب نازل ہو جائے۔ اور جن لوگوں پر میرا عذاب نازل ہوا وہ تباہ و برباد ہو گئے اور بے شک میں ہر اس شخص کو خوب معاف کرتا ہوں جس نے توبہ کی وہ ایمان لایا اور عمل صالح اختیار کر کے اس نے ہدایت حاصل کی۔ اے موسیٰ تمہیں کیا چیز قوم سے پہلے لے آئی۔ عرض کیا جو میرے پیچھے آرہے ہیں جلدی سے لے کر ان کو آپ کے پاس حاضر ہو گیا تاکہ آپ مجھ سے خوش ہو جائیں۔ (اللہ نے) فرمایا ہم نے تمہارے آنے کے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ موسیٰ سخت غصے اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف پلٹے اور کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے پروردگار نے اچھے وعدے نہیں کئے تھے؟ کیا تم پر میری جدائی طویل ہو گئی تھی یا تم اپنے رب کا غضب ہی اپنے اوپر لادنا چاہتے تھے۔ کہ تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ انہوں نے کہا ہم نے اپنے اختیار سے تمہارے ساتھ وعدہ خلافی نہیں کی بلکہ ہمارے اوپر (قوم فرعون کے) زیور کا بوجھ لدا ہوا تھا جس کو ہم نے پھینک دیا تھا۔ پھر اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا اور ان کے لئے ایک بچھڑا بنا ڈالا جس میں سے گائے کی جیسی آواز نکلتی تھی۔ پھر اس نے کہا یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے جس کو موسیٰ بھول گیا تھا۔ (اللہ نے فرمایا) کیا انہیں اتنا بھی دکھائی نہیں دیا کہ وہ بچھڑا نہ تو بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے نفع اور نقصان کا مالک ہے؟۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۷ تا ۸۹

اَسْرِ	راتوں رات نکل جا۔
طَرِيْقٌ	راستہ۔
يَبَسٌ	خشک۔
دَرَكٌ	پکڑنا۔

لَاتَخْشٰی	خوف نہ کر۔
اَضَلَّ	گمراہ کردیا۔
اَلْاَیْمَنُ	داہنے جانب۔
لَاتَطْغَوْا	حد سے نہ بڑھو۔
رَجَعَ	لوٹ گیا۔
اَخْلَفْتُمْ	تم نے خلاف کیا۔
اَوْزَارٌ (وِزْرٌ)	بوجھ۔
قَذَفْنَا	ہم نے پھینکدیا۔
خُوَارٌ	بچھڑے کی آواز۔ گائے کی آواز۔
نَسِیَ	وہ بھول گیا۔
اَفَلَایَرَوْنَ	کیا پھر وہ نہیں دیکھتے۔
ضَرٌّ	نقصان۔

تشریح: آیت نمبر ٧٧ تا ٨٩

فرعونی ظلم وستم اور بنی اسرائیل کے خلاف سازشوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تک مصر میں رہے وہ ان کو نصیحتیں اور تبلیغ دین فرماتے رہے جن سے قوم بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی اور امنگ پیدا ہوگئی۔ حضرت موسیٰؑ اس طرح فرعون کو معجزات دکھا کر اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح فرعون قوم بنی اسرائیل کو چھوڑ دے اور وہ فلسطین میں جا کر آباد ہو جائیں تاکہ وہاں آزادی سے اللہ کے دین پر عمل کرسکیں مگر فرعون بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دینے پر آمادہ نہ تھا۔ جب فرعون کسی طرح اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ خود اور بنی اسرائیل کو راتوں رات نہایت خاموشی اور احتیاط سے لے کر ہجرت کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یقین دلایا کہ وہ کسی طرح کا فکر اور غم نہ کریں۔ بے شک فرعون

پیچھا کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی حفاظت کا انتظام فرمادیں گے۔ بنی اسرائیل جس علاقے میں رہتے تھے وہ قبطیوں یعنی فرعونیوں کی بستی سے کافی فاصلے پر تھا۔ اس لئے جب لاکھوں بنی اسرائیل راتوں رات نہایت خاموشی اور احتیاط سے مصر کے علاقوں سے نکل کر فلسطین کی طرف چلے تو فرعون اور اس کے لوگوں کو ان کی روانگی کا علم نہ ہوسکا۔ راستے میں سمندر پڑتا تھا جب وہ سمندر کے کنارے تک پہنچنے کے قریب تھے کہ کسی طرح فرعون کو اس بات کی اطلاع ہوگئی۔ وہ اپنے تمام لشکر کو لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ ابھی بنی اسرائیل پانی کے کنارے پر پہنچے ہی تھے کہ دیکھا فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے ان کے تعاقب میں سمندر کے کنارے کی طرف تیزی سے آرہا ہے۔ اس ناگہانی آفت کو دیکھ کر بنی اسرائیل بوکھلا اٹھے اور اپنی موت کو سامنے دیکھ کر چلانے لگے کہ اب ان کا کیا ہوگا ایک طرف فرعون کا لشکر ہے اور دوسری طرف ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی فرمائی کہ موسیٰؑ گھبرانے یا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنا عصا پانی پر مارو پھر ہماری قدرت کا تماشا دیکھو۔ حضرت موسیٰؑ نے جیسے ہی اپنا عصا پانی پر مارا اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے بارہ راستے اس طرح بنا دیئے گئے کہ جس سے گذرنا بہت آسان تھا جب بنی اسرائیل ان راستوں سے گذر کر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو اس وقت فرعون سمندر کے کنارے پر پہنچ گیا۔ پہلے تو فرعون اس عجیب صورتُ حال سے گھبرایا مگر تکبر اور غرور کے انداز سے کہنے لگا کہ یہ سب میری وجہ سے راستے بنائے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا گھوڑا ان راستوں پر ڈال دیا۔ اس کی ساری فوج نے اس کی اتباع کی جب وہ سب کے سب سمندر کے درمیان میں پہنچے تو اللہ نے پانی کو آپس میں مل جانے کا حکم دیا۔ جیسے ہی پانی آپس میں ملا تو فرعون اور اس کا لشکر ڈوبنے لگا۔ جب فرعون نے دیکھا کہ اب موت سامنے ہے اور اس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے تو اس نے کہا ''میں اس بات پر ایمان لے آیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اللہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں میں بھی اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔ (سورۂ یونس) اللہ تعالیٰ نے فرعون کے اس ایمان لانے کو قبول نہیں کیا بلکہ فرمایا:- ''اب تو ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا تھا اور تو فسادی آدمی ہے۔ پس آج کے دن ہم تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے تو اللہ کی طرف سے عبرت کا نشان بن جائے۔ (سورۂ یونس آیت 90 تا 92) اس طرح فرعون، اس کا لشکر اور غرور و تکبر کا ہر انداز سمندر کے پانی میں غرق کردیا گیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ فرعون کو غرق کر کے اس کے بدن کو بچالیا جائے گا اس لئے اللہ نے اس کی موت کے بعد اس کی لاش کو سمندر کے کنارے پر لا ڈالا جب قوم نے فرعون کی لاش کو دیکھا تب ان کو یقین آگیا کہ فرعون اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوچکا ہے۔ اس تمام صورت حال کو بنی اسرائیل دوسرے کنارے پر دیکھ رہے تھے کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جب چاہتا ہے طاقت و قوت کا دعویٰ کرنے والوں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تہس نہس کر ڈالتا ہے۔ فرعون کے غرق کردینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پوری قوم بنی اسرائیل کو لے کر صحرائے سینا سے گزرنے لگے اس وقت ان کی خوراک کے ذخیرے ختم ہونے لگے اور جو کچھ اپنے ساتھ لائے تھے ان کو کم ہوتا دیکھا تو ایک دفعہ پھر بوکھلا اٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے ساری صورت حال کو رکھا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کی دعا کی برکت سے صحرا میں

بنی اسرائیل کی خوراک کا انتظام کر دیا اور ''من وسلویٰ'' نازل کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو یاد کریں جو اللہ نے ان پر نچھاور کی ہیں۔ سب سے پہلی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے ظلم سے نجات عطا فرمائی، ان کے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور غرق کر دیا گیا۔ دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ نے ایک لق ودق صحرا میں ''من وسلویٰ'' جیسی تازہ، لذیذ اور بہترین غذا عطا فرمائی۔ نزول توریت کے متعلق فرمایا کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا تا کہ ان کو کتاب ہدایت دی جائے تو حضرت موسیٰ اس خوشی میں کہ اللہ نے ان کی قوم کی ہدایت کے لئے راہنما اصول عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے بہت جلد کوہ طور پر پہنچ گئے۔ فرمایا کہ اللہ نے جو کچھ کرم فرمائے ہیں ان کا یہ تقاضا ہے کہ وہ لوگ ہدایت کے سیدھے راستے پر چلیں۔ جو بھی ان کو رزق حلال دیا گیا ہے اس کو کھائیں استعمال کریں لیکن حد سے نہ گزریں، ورنہ اللہ کے عذاب کو روکنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ جس پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے وہ بڑا بدنصیب اور اللہ کی رحمتوں سے محروم ہوتا ہے۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتے ہیں اور توبہ کرنے کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ ان پر اللہ کی رحمتیں برستی ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل جب تک اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے رہے اور انہوں نے جھوٹ، فریب اور کفر کی روش اختیار نہ کی تھی اس وقت تک اللہ نے ان پر بے انتہا کرم فرمائے لیکن جب وہ صراط مستقیم کو بھول کر کفر اور زیادتیوں میں لگ گئے تو اللہ نے اسی قوم کو ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانی اختیار کی تو وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے ان پر ظالم وجابر بادشاہوں کو مسلط کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ انہوں نے ان کے گھروں اور بستیوں کو اجاڑ دیا اور ان کے گھروں میں گھس گئے۔ ان کو اور ان کی اولادوں کو نہ صرف قتل کیا گیا بلکہ ان کو اس طرح بے عزت کیا گیا کہ ان کو اپنا وجود سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ اس طرح وہ عرصہ تک کفار ومشرکین کے ظالمانہ نظام کے تحت اپنی زندگیاں گذارنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کو دوبارہ عزت وعظمت سے ہم کنار کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم نے ہمیشہ جلد بازی سے کام لیا ہے اور صبر سے کام نہیں لیا۔ اس لئے تم بے صبری کی وجہ سے سامری جیسے مکار آدمی کے جال میں پھنس گئے تھے اور حضرت موسیٰؑ جو چند روز کے لئے کتاب ہدایت لینے کوہ طور پر گئے تھے تم ان کی واپسی کا بھی انتظار نہ کر سکے تھے اور سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کو تم نے اپنا معبود بنا لیا تھا۔ واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوہ طور پر تشریف لے گئے تیس دن کے بجائے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے دس دن کے لئے مزید روک لیا تو سامری نے بنی اسرائیل کے زیورات سے ایک ایسا بچھڑا بنایا جس سے ایک خاص آواز نکلتی تھی اور اس نے بنی اسرائیل کو یقین دلا دیا کہ موسیٰؑ ہم سب کو چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں اور جاتے ہوئے یہ بتانا بھول گئے تھے کہ یہی بچھڑا تمہارا معبود ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پوری قوم کو سمجھایا کہ یہ سامری کا فریب ہے مگر قوم بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پرستش اور عبادت شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو بتایا

کہ تمہارے آنے کے بعد تمہاری قوم ایک فتنے میں مبتلا ہوگئی ہے۔ حضرت موسیٰ توریت کی تختیاں لے کر جن پر اللہ کی آیات تحریر تھیں جب واپس پہنچے اور قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو غصہ سے بے قابو ہو گئے۔ توریت کی تختیاں بھی ہاتھ سے چھوٹ گئیں اور یہ سمجھ کر کہ ان کے بھائی حضرت ہارونؑ نے غفلت کا مظاہرہ کیا ہے شدید غصے میں ان کے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑ کر فرمایا کہ تم نے قوم بنی اسرائیل کو کس حال تک پہنچا دیا۔ حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ بھائی پہلے میری بات تو سنو، میں نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ سب کے سب سامری کے فریب میں پھنس گئے تھے میں کیا کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بعد سامری کو بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت جبرئیل کے پاؤں تلے سے مٹی اٹھا کر اس میں ڈال دی تھی اور اس میں سے ایک آواز نکلنے لگی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری سزا تو یہ ہے کہ اب تو ہر شخص سے کہے گا کہ ''مجھے ہاتھ نہ لگاؤ'' یعنی مجھ سے دور رہو اور پھر بنی اسرائیل کے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی اس کی سزا مقرر فرمائی۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلا کر فرمایا ہے کہ اللہ نے تمہیں ہر نعمت سے نوازا تھا مگر تم نے نافرمانیوں کی انتہاں کردی جس کی تمہیں سزا دی جارہی ہے اور اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد پھر ایک موقع دیا جارہا ہے۔ اگر اس قوم نے اپنی اصلاح کرلی تو ان کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا کی جائیں گی اور اگر ان کا کہنا نہ مانا تو پھر قیامت تک ان کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ
رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝٩٠ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ
عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝٩١ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا
مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝٩٢ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝٩٣
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ
تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝٩٤ قَالَ
فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝٩٥ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ

لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا
مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ إِلٰٓى إِلٰهِكَ الَّذِيْ
ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾
إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٩٠ تا ٩٨

بلاشبہ ہارون نے پہلے ہی ان سے کہا تھا کہ اے میری قوم (اس بچھڑے کی وجہ سے) تم ایک آزمائش میں پھنس گئے ہو۔ تمہارا رب تو رحمٰن ہی ہے۔ میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔ انہوں نے کہا ہم تو یہیں جمے بیٹھے رہیں گے جب تک موسیٰ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آجاتے۔ (موسیٰ نے) کہا کہ اے ہارون جب تم نے دیکھا تھا کہ وہ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم نے انہیں منع کیوں نہ کیا؟ تمہیں کس چیز نے میری پیروی یا میرے پاس آنے سے روک رکھا تھا؟ کیا تم نے میری نافرمانی کی؟ (ہارون نے) کہا اے میرے ماں جائے! میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیئے۔ مجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ یہ نہ کہنے لگیں کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا خیال نہ رکھا۔ (موسیٰ نے) کہا اے سامری اس بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں نے جو کچھ دیکھا اس کو انہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ پس میں نے فرشتے کے نقش قدم سے ایک مٹھی (خاک لے) لی تھی وہ میں نے (اس بچھڑے کے پتلے میں ڈال دی۔ اور اس طرح مجھے میرے نفس نے اس بات پر آمادہ کر لیا تھا۔ (موسیٰ نے) کہا تیرے لئے زندگی میں (یہ سزا ہے کہ) تو یہی کہتا پھرے گا کہ "مجھے ہاتھ نہ لگانا" اس کے علاوہ بے شک تیرے لئے (آخرت کے عذاب کا) وقت مقرر ہے جس کے خلاف نہ ہوگا۔ اور تو اپنے اس معبود (بچھڑے) کی طرف دیکھ جس پر تو جما بیٹا رہتا تھا کہ اس کو ہم جلا ڈالیں گے اور اس (کی راکھ) اڑا کر دریا میں بہا دیں گے۔ (اپنی قوم سے فرمایا) کہ تمہارا پروردگار صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا عبادت اور بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے۔ جس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٩٠ تا ٩٨

فُتِنْتُمْ	تم آزمائش میں ڈالے گئے۔
لَنْ نَّبْرَحَ	ہم ہرگز نہ کریں گے۔
عٰكِفِيْنَ	جم کر بیٹھنے والے۔
عَصَيْتَ	تونے نافرمانی کی۔
يَابْنَؤُمَّ	اے میری ماں کے بیٹے۔
لِحْيَةٌ	داڑھی۔
خَشِيْتُ	میں ڈر گیا۔
فَرَّقْتَ	تونے تفرقہ ڈالدیا۔لڑادیا۔
خَطْبُكَ	تیرا کہنا۔تیرا حال۔
بَصُرْتُ	میں نے دیکھا۔
قَبَضْتُ	میں نے اٹھالیا۔
اَثَرُ الرَّسُوْلِ	فرشتے کا قدم۔فرشتے کا نشان قدم۔
سَوَّلَتْ	گھڑلیا۔پھسلادیا۔
لَا مِسَاسَ	نہ چھونا۔ہاتھ نہ لگانا۔
ظَلْتَ	تو (بیٹھا) رہا۔
نُحَرِّقَنَّ	ہم ضرور جلاڈالیں گے۔
نَنْسِفَنَّ	ہم ضرور بکھیر دیں گے۔

تشریح: آیت نمبر ٩٠ تا ٩٨

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر پہنچ گئے اس وقت بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں نے سامری کے فریب میں آ کر اپنا وہ سونا، چاندی اور زیور جو انہوں نے مصر سے لوٹا تھا اس کو پھینک دیا۔ جس کو گلا کر سامری نے ایک بچھڑا بنا لیا تھا اور لوگوں سے کہا تھا کہ تمہارا یہی معبود ہے اس کی پرستش اور عبادت و بندگی کرو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام نے جو حضرت موسیٰؑ کے قائم مقام تھے لوگوں کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی اور فرمایا کہ دیکھو اگر تم نے اس بے جان بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر اس کی عبادت کی تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی اور آزمائش ہوگی۔ یہ ایک فتنہ ہے اس سے بچو، میری اتباع کرو، میرا کہا مانو، ان تمام ترنصیحتوں کا جواب قوم بنی اسرائیل نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دیا کہ ہم تو اسی کی عبادت کریں گے ہم اس سے ہٹنے والے یا ٹلنے والے نہیں ہیں۔ جب موسیٰؑ واپس آ جائیں گے اس وقت ہم دیکھ لیں گے کہ کیا کرنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت جیسی کتاب عطا کر دی جو چند تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ اے موسیٰؑ! تم نے جب سے اپنی قوم کو چھوڑا ہے تو وہ ایک سخت فتنے میں مبتلا ہو چکی ہے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے میں بھرے ہوئے اپنی قوم میں آئے۔ دیکھا کہ قوم کے اکثر لوگ اللہ کی عبادت و بندگی چھوڑ کر ایک بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو اپنے بھائی حضرت ہارون پر سخت غصہ تھا کہ ان کی موجودگی میں اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی۔ انہوں نے تصور کیا کہ حضرت ہارونؑ نے یقیناً غفلت سے کام لیا ہے اس حالت میں حضرت ہارونؑ کے پاس پہنچے توریت کی تختیوں کو ایک طرف رکھ کر حضرت ہارونؑ کے سر کے بال اور ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہنے لگے کہ اے ہارون یہ تم نے کیا کیا جب میں تمہیں اپنے پیچھے اس قوم کی اصلاح و تربیت کے لئے چھوڑ گیا تھا تو تم نے ان کی اصلاح کیوں نہ کی۔ ایمان والوں کو ساتھ لے کر ان بت پرستوں کا مقابلہ کیوں نہ کیا۔ کم از کم کوہ طور پر آ کر مجھے بتا سکتے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا بھائی میری بات تو سنئے۔ میں نے اس معاملے میں نہ تو کسی طرح کی سستی کی ہے نہ غفلت سے کام لیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے بنی اسرائیل کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے میری ایک بات بھی نہ مانی اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰؑ واپس نہیں آ جاتے ہم تمہاری کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان ظالموں نے تو مجھے قتل تک کرنے کی کوشش کی جب میں نے یہ حالت دیکھی تو مجھے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اہل ایمان اور بچھڑے کے پوجنے والوں کے درمیان جنگ و جدل اور فساد برپا نہ ہو جائے اور قوم تقسیم نہ ہو جائے اور ان میں تفرقہ نہ پڑ جائے۔ اس لئے میری سمجھ میں یہی آیا کہ میں آپ کا انتظار کر لوں تا کہ میرے اوپر یہ الزام نہ آ جائے کہ میں نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈلوا کر ان کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارونؑ کی ان تمام باتوں کو سنا اور انہیں یقین آ گیا کہ یہ سب کچھ حضرت ہارونؑ کی غفلت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ ایک اللہ کو چھوڑ کر بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے

اپنے لئے اور حضرت ہارونؑ کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اس کے بعد آپ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے اس کا پورا الزام سامری پر رکھ دیا اور کہا کہ ہم نے اپنا وہ تمام زیور، سونا، چاندی جو ہمارے اوپر بوجھ بنا ہوا تھا۔ جب اس کو پھینک دیا تو سامری نے اس کو گلا کر ایک بچھڑا بنالیا جس میں سے بچھڑے کی جیسی آواز نکلتی تھی۔ اس نے ہمیں یقین دلایا کہ ہمارا معبود یہی بچھڑا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لوگوں سے بات کرنے کے بعد سامری سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی وجہ سے تو نے بچھڑا بنا کر ایک اللہ کی عبادت سے ہٹا کر بچھڑے کی پوجا پر پوری قوم کو لگا دیا۔ اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ جب فرعون ڈوب رہا تھا اس وقت میں نے جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ فرعون اور بنی اسرائیل کے درمیان حائل ہیں۔ جہاں ان کے گھوڑے کا پاؤں پڑتا تھا وہیں سبزہ اگ آتا تھا۔ میں نے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے کچھ مٹی حاصل کرلی تھی جب میں نے بچھڑا بنا کر اس میں اس مٹی کو ڈالا تو اس میں سے سچ مچ بچھڑے کی آواز نکلنا شروع ہوگئی۔ میں نے کہا کہ یہی تمہارا معبود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی بات سن کر اس کو معاف نہیں کیا بلکہ اس کو بددعا دی اور فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو ہر شخص سے کہے گا کہ "مجھے ہاتھ مت لگانا" آخرت کی سزا تو یقیناً تیرے لئے مقرر ہے۔ جس سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے اس بچھڑے کو جلا ڈالا گیا اور اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو! عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں ہے، وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا اور اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا
ذِكْرًا ۚ ﴿٩٩﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ
فِيْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ
الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۚ ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ
لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ ع ١٥/٥ ١٤
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۭ ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ

يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ
فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝١٠٨ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ
لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝١٠٩ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝١١٠ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ
خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝١١٢

ترجمہ: آیت نمبر ٩٩ تا ١١٢

اسی طرح ہم آپ کو گذرے ہوئے حالات سے باخبر کرتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنی طرف سے نصیحت والی کتاب عطا کی ہے اس سے جو شخص منہ پھیرے گا بے شک وہ قیامت کے دن بھاری بوجھ اٹھائے گا اور وہ اسی (کیفیت) میں ہمیشہ رہے گا اور ان کے لئے قیامت کے دن کا بوجھ بہت بھاری ہوگا۔ جب صور پھونکا جائے گا اس دن ہم ان مجرموں کو اس طرح گھیر کر لائیں گے کہ دہشت سے ان کی آنکھیں نیلی (پتھرائی ہوئی) ہوں گی وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہتے ہوں گے کہ تم دنیا میں دس دن ہی رہے ہوں گے۔ (اللہ نے فرمایا) وہ جو کچھ کہتے ہیں اسے ہم خوب جانتے ہیں۔ جب ان میں کا ایک اچھا سوچنے والا کہے گا کہ تم صرف ایک دن رہے ہوں گے۔ وہ پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ اور زمین کو اس طرح چٹیل میدان بنادیا جائے گا کہ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھا پن (ناہمواری) دیکھیں گے۔ اور نہ کوئی بلندی وغیرہ۔ اس دن ایک پکارنے والے کی پکار پر سیدھے چلے آئیں گے کسی میں بھی ٹیڑھا پن تکبر اور اکڑ نہ ہوگی۔ اس دن رحمٰن کے سامنے سب کی آوازیں

پست ہو جائیں گی۔ ہلکی ہلکی آہٹ کے سوا کچھ سنائی نہ دے گا۔ اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی۔ سوائے اس کے جس کو رحمٰن نے اجازت دی ہو اور اس کی بات بھی (اللہ) کو پسند ہو۔ اللہ کو ہر اس چیز کا علم ہے جو ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے۔ لیکن ان لوگوں کا علم اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ سب کے سب اس حی و قیوم ذات کے آگے جھکے ہوں گے۔ وہ شخص نامراد ہوگا جو اس دن ظلم کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔ (اس کے برخلاف) جس نے عمل صالح کئے ہوں گے اور وہ مومن بھی ہوگا تو اس کو ظلم اور نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٩٩ تا ١١٢

نَقُصُّ	ہم بیان کرتے ہیں۔
اَنۡبَآءُ	خبریں۔
سَبَقَ	جو گزر گیا۔
لَدُنَّا	ہمارے پاس۔
اَعۡرَضَ	جس نے منہ پھیرا۔
حِمۡلٌ	بوجھ۔
زُرۡقٌ (اَزۡرَقٌ)	نیلی آنکھیں۔
یَتَخَافَتُوۡنَ	چپکے چپکے کہیں گے۔
لَبِثۡتُمۡ	تم ٹھہرے رہے۔ رکے رہے۔
اَمۡثَلَ	زیادہ سے زیادہ۔
یَنۡسِفُ	وہ اکھاڑ دے گا۔
قَاعَ	ہموار میدان۔
صَفۡصَفٌ	چٹیل میدان۔

اَمْتٌ	ٹیلہ۔ ابھری ہوئی زمین۔
خَشَعَتْ	نیچے۔ پست ہوگی۔
هَمْسٌ	دھیمی اور ہلکی آواز۔
عَنَتْ	چھپ جائے گی۔
اَلْوُجُوْهُ (وَجْهٌ)	چہرے۔
ظُلْمٌ	زیادتی۔
هَضْمٌ	نقصان پہنچنا۔ حق تلفی کرنا۔ ٹکڑے ہونا

تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبیؐ! قرآن کریم کے ذریعہ ہم آپ کے سامنے قوموں کے جن واقعات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال کو بیان کررہے ہیں ان کا اصل مقصد ہدایت، عبرت اور نصیحت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا واقعہ اور بنی اسرائیل کے مزاج کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ قرآن حکیم اللہ کی وہ آخری کتاب ہدایت ہے جس کی تعلیمات قیامت تک ہر شخص کے لئے رہبر و رہنما ہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب سے منہ پھیرتا ہے یعنی اس کتاب کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے سے گریز کرتا ہے تو اس کو نہ تو اس دنیا میں امن و سکون نصیب ہوگا نہ قیامت کے ہولناک دن اس کی نجات کا سامان میسر آسکے گا بلکہ ان لوگوں کے برے اعمال ان کے سینے پر ایک بوجھ ہوں گے۔

فرمایا کہ وہ دن کس قدر دہشت ناک ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے (حضرت اسرافیلؑ) صور پھونکیں گے اور ایک شخص (یعنی اسرافیلؑ) بلند آواز سے لوگوں کو محشر کی طرف بلائیں گے تو اولین و آخرین کے تمام مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ یہ سب کچھ اس قدر اچانک اور ہولناک انداز سے ہوگا کہ کفر و شرک میں مبتلا لوگ حیران و ششدر اور ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور نیلی پڑ جائیں گی۔ ان پر ایسی وحشت طاری ہوگی کہ وہ چپکے چپکے باتیں کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے دنیا میں صرف دس دن گزارے ہیں جو ان میں ذرا سوجھ بوجھ کے دعوے دار ہوں گے وہ کہیں گے کہ ''دس دن کہاں، ایسا لگتا ہے کہ اس دنیا میں ہم صرف ایک دن رہ کر آگئے ہیں'' اور اب میدان حشر میں جمع کردیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں

جو دنیا میں بڑے عقل مند بننے کی کوشش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چلو ہم تو ایک کمزور سی مخلوق ہیں لیکن یہ بلند و بالا پہاڑ جو زمین پر میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں کیا یہ بھی ختم ہو جائیں گے، فرمایا کہ تمہیں اللہ کی طاقت، قوت اور قدرت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ اس کے سامنے یہ پہاڑ کیا چیز ہیں۔ ان کی کیا طاقت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے ان پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیں گے اور زمین اس طرح ہموار ہو جائے گی جس میں نشیب و فراز اور اونچ نیچ نہ رہے گی۔ جب صور پھونکا جائے گا اور ان کو جمع ہونے کے لئے کہا جائے گا تو کفار و مشرکین ہر طرف سے مایوس ہو کر اس آواز کی طرف دوڑے آئیں گے ان کی آوازیں اس طرح دب جائیں گی کہ چپکے چپکے باتیں کریں گے اور آوازیں اس قدر پست ہوں گی کہ سوائے ایک سرسراہٹ کے کچھ سنائی نہ دے گا۔ کفار پر اس قدر مایوسی طاری ہو جائے گی کہ ان کی زبانیں گنگ ہو کر رہ جائیں گی۔ ہر طرف سے مایوس ہوں گے نہ کسی کی سفارش کا آسرا ہوگا اور نہ کوئی اس وحشت میں ڈھارس بندھانے والا ہوگا۔

اس کے برخلاف جو لوگ صاحب ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہوں گے ان کو ہر طرح کی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا۔ سفارش کے امیدوار اور مستحق ہوں گے۔ ان کو ان کے بہترین اعمال پر جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی نہ ان کے حق میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی کی جائے گی ان آیات کا خلاصہ یہ ہے۔

(1) قرآن کریم اللہ کی وہ آخری کتاب ہدایت ہے جو تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما اور معاملات زندگی میں مشعل راہ ہے۔ اس کی تعلیمات بالکل واضح اور آسان ہیں۔ اگر کوئی شخص ان پر عمل کرے گا۔ تو اس کے ایمان میں پختگی کے ساتھ ساتھ تمام مصائب، مشکلات اور تکالیف میں عزم و ہمت کے ساتھ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرنے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی اور دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں اس کا مقدر ہوں گی لیکن جو لوگ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات سے منہ پھیریں گے یعنی اس کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے سے گریز کریں گے تو یہ نہ صرف ان کی بدقسمتی ہوگی بلکہ ایسے لوگوں کا انجام بڑا بھیانک ہوگا اور دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی سے محروم رہیں گے۔

(2) اعلان نبوت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ جن مصائب اور مشکلات سے گزر رہے تھے تسلی دیتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (1) اللہ کے دین کو پھیلانے اور اس کی سربلندی کی کوشش کرنے والے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں پر ہر طرح کی مشکلات آئیں لیکن انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے صبر و تحمل سے ہر مصیبت کو برداشت کیا۔ (2) دوسری بات یہ ہے کہ وقتی تکلیفوں کے بعد آخر کار حق و صداقت کی فتح ہوئی اور دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں ان کو عطا کر دی گئیں۔ لیکن وہ لوگ جو کفر و شرک میں مبتلا رہے ان لوگوں کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت کے ہولناک دن تو خوف و دہشت سے ان کی آنکھیں بھی نیلی پڑ جائیں گی۔

(3) فرمایا کہ جب قیامت کے دن صور اسرافیل پھونکا جائے گا تو اگلے پچھلے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ اس دن کفار و مشرکین اور گناہ گاروں پر ایسی وحشت طاری ہوگی کہ ان کے منہ سے الفاظ نکالنا بھی دشوار ہوگا۔ وہ

چکپے چکپے باتیں کرکے اپنی شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے کہ دنیا میں ہمیں جتنا بھی موقع ملا تھا ہم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ شاید وہ مدت دس دن تھی جو دبے قدموں گزر گئی تھی۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو عقل مندی کے دعوے دار ہوں گے وہ کہیں گے کہ دس دن کیسے ہمیں تو یہ محسوس ہورہا ہے کہ جیسے ایک دن گزار کر میدان حشر میں پہنچادیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت تک رہ کر آئے ہیں۔

(4) جو لوگ کفر و شرک اور گناہوں میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنے کاندھوں پر اس طرح لادے ہوئے آئیں گے کہ ان کو کسی طرح کی خیر کی امید نہ ہوگی بلکہ وہ سخت مایوس ہوں گے۔

(5) فرمایا کہ اللہ کی طاقت وقوت اور قدرت ایسی ہے کہ وہ اس کائنات کی ہر چیز کو اور بلند وبالا پہاڑوں کو جب چاہے ذرے بنا کر فضا میں بکھیر سکتا ہے۔ اس کی طاقت کے سامنے کسی کی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سوال کہ کیا پہاڑ جیسی طاقتور مخلوق کو اللہ تباہ کرسکتا ہے ایک احمقانہ سوال ہے۔

(6) فرمایا کہ جب تک اللہ کی طرف سے اجازت نہ دی جائے گی اس وقت تک اس کی بارگاہ میں کسی کو سفارش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جب اجازت دی جائے گی تو انبیاء کرامؑ اور اللہ کے صاحب ایمان نیک بندے گناہ گاروں کی سفارش کریں گے۔ لیکن کفار و مشرکین اس دن ہر طرح کی سفارش اور کرم سے محروم رہیں گے۔

(7) جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہوں گے ان پر قیامت کے دن انتہائی کرم ہوگا۔ ان کو ابدی راحتوں سے ہمکنار کیا جائے گا۔ ان کے درجات میں اضافہ کیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی یہ ان کا بہترین انجام ہوگا۔

فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ اَوْ یُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
یُّقْضٰۤى اِلَیْكَ وَحْیُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١٣ تا ١١٤

اور اسی طرح ہم نے ان پر اس قرآن کو عربی میں نازل کیا۔ اور اس میں ہم نے ہر طرح کے خوف دلائے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا ان کے لئے نصیحت کا کوئی سامان پیدا ہوجائے۔ وہ اللہ بلند

اور برتر اور سچا بادشاہ ہے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے جب تک آپ کی طرف وحی مکمل نہ ہوجائے اور کہئے کہ اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴

صَرَّفْنَا	ہم نے طرح طرح بیان کیا۔
اَلْوَعِيْدُ	ڈراوے۔
يُحْدِثُ	وہ پیدا کرتا ہے۔
تَعَالٰى	بلند و برتر۔
اَلْمَلِكُ	بادشاہ۔ فرمان روا۔
لَا تَعْجَلْ	تو جلدی نہ کر۔
اَنْ يُّقْضٰى	یہ کہ پوری ہوجائے۔
زِدْنِيْ	مجھے زیادہ دے۔
عِلْمًا	علم۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۴

قرآن کریم میں گزشتہ قوموں کے ذکر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی اصلاح و تربیت اور ہدایت کے اسباب پیدا ہوجائیں۔ برے اعمال کے برے نتائج کا ذکر بھی اسی لئے کیا گیا ہے کہ ان میں دنیا کی سمجھ پیدا ہوجائے۔ وہ نصیحت و عبرت حاصل کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرماں برداری کا راستہ اختیار کریں اور ہر اس راستے سے بچ کر چلیں جو ان کو گناہوں اور برے اعمال کی دلدل میں پھنسا سکتا ہے۔ اس طرح ان میں اخلاص اور تقویٰ کی اعلیٰ اور بہترین صفات پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ فرمایا کہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کو صاف ستھری عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ وہ اس کو آسانی سے سمجھ کر تقویٰ کی زندگی اختیار کرسکیں اور کم از کم اپنی اصلاح کی فکر تو کرسکیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ سب سے بلند و برتر اور حقیقی بادشاہ ہے۔ اس نے اپنی رحمت سے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پڑھنے سے انسانوں کی ہدایت کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ وہ خود اس کا نگراں اور محافظ ہے۔ لہٰذا یہ قرآن اصل حالت میں قیامت تک باقی رہے گا۔ فرمایا کہ

اے نبیؐ! آپ اس بات کی فکر نہ کیجئے اور اپنے آپ کو اس مشقت میں نہ ڈالئے کہ جو قرآن نازل کیا جارہا ہے اس کو آپ بھول جائیں گے۔ جب قرآن کریم کا نزول ہورہا ہو تو آپ اس قرآن کو (یاد کرنے کے لئے) اس وقت تک غور سے سنئے جب تک وحی مکمل نہ ہوجائے اور ہمیشہ یہ کہئے کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ اور ترقی عطا فرمائیے۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت

(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس قرآن حکیم کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ اس کی پہلی حکمت تو یہ ہے کہ قرآن کے سب سے پہلے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کی زبان عربی ہے۔ لہٰذا ان کو سمجھنے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ دوسری حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عربی زبان دنیا کی وسیع ترین، باعظمت اور زندہ زبان ہے۔ کہتے ہیں کہ آج دنیا میں چھوٹی بڑی ساڑھے آٹھ ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن عربی زبان کا آج بھی ایک اعلیٰ مقام ہے۔ یہ دنیا کی وہ عظیم زبان ہے جس کا مقابلہ ساری دنیا کی زبانیں بھی نہیں کرسکتیں۔ اس لئے اللہ نے اپنے کلام کے لئے اس عظیم و فصیح زبان کا انتخاب فرمایا ہے۔ میری ناقص رائے یہ ہے کہ اگر کوئی اور زبان ہوتی تو شاید وہ قرآن کریم کے معانی اور فصاحت و بلاغت کا بوجھ برداشت نہ کرسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو وہ پہاڑ دب جاتا۔ اس کے ٹکڑے اڑ جاتے مگر وہ قرآن کے بوجھ کو برداشت نہ کرسکتا۔ اس طرح یہ ایک حقیقت ہے کہ عربی جیسی عظیم اور شاندار زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، مفہوم اور معانی کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس لئے قرآن کریم کے لئے عربی زبان کا انتخاب کیا گیا جس سے یہ زبان بھی ایک زندہ زبان بن گئی ہے۔ قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہے اور عربی زبان میں قرآن کریم اترنے کی وجہ سے اس زبان کو بھی قیامت تک تحفظ حاصل ہوگیا ہے۔

(2) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم میں بار بار لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے خبردار کیا ہے کہ اگر وہ اپنے سامنے اللہ کی وعید کو رکھیں گے تو ان میں دو اعلیٰ ترین صفات پیدا ہوجائیں گی۔ (1) پہلی تو یہ ہے کہ ان میں تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی اعلیٰ صفت پیدا ہوجائے گی۔ (2) دوسری یہ کہ ان میں تقویٰ کے ساتھ ساتھ کم از کم سوچنے اور فکر کرنے سے نصیحت و عبرت کے اسباب پیدا ہوجائیں گے۔

(3) تیسری بات یہ فرمائی کہ اس کائنات میں اگر کوئی بلند و برتر ہستی ہے تو وہ اللہ ہے جو حقیقی اور سچا بادشاہ اور حکمران ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اعتبار سے اس قدر بلند اور برتر ہے کہ انسان اس کی عظمت کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہی سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔

(4) چوتھی اہم بات یہ ارشاد فرمائی کہ یہ قرآن کریم اللہ نے نازل کیا ہے وہی اس کا نگران اور محافظ ہے۔ وہ اس کی حفاظت میں کسی کا محتاج نہیں ہے وہ جس سے چاہے اس کی حفاظت کا کام لے سکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس نے کفار کو ایمان کی توفیق عطا فرما کر ان سے حفاظت قرآن کا وعدہ پورا کیا ہے چنانچہ وہ تاتاری قوم جو دنیا سے مسلمانوں اور قرآن کو مٹانے کے لئے اٹھی تھی جس نے بظاہر دین اسلام اور مسلمانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ اللہ نے اس قوم کو راہ ہدایت دی اور انہوں

نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں یعنی دین اسلام کو مٹانے والے خود ہی دین کے محافظ بن گئے۔
غرضیکہ یہ اللہ کا کلام ہے وہ اس کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبیؐ! جب تک آپ کی طرف پوری طرح وحی نازل نہ ہو جائے اس وقت تک آپ جلدی نہ کیجئے۔ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل اللہ کا کلام لے کر آتے اور آپ کو قرآن کریم سناتے تھے تو آپ شدید احساس ذمہ داری کی وجہ سے یہ خیال کرتے تھے کہ میں ان آیات کو اچھی طرح یاد کرلوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں اور ادائیگی رسالت میں کمی رہ جائے۔ آپ یاد کرنے کے لئے جلدی جلدی اپنی زبان مبارک کو حرکت دیا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا کہ اے نبیؐ! ہم آپ کو (یہ قرآن) اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔

سورۃ القیامہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اے نبیؐ! آپ اپنی زبان مبارک (ہونٹوں کو) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں کیونکہ اس (قرآن کو دل پر جمع کر دینا) اور اس کو (آپ کی زبان مبارک سے) تلاوت کرا دینا ہماری ذمہ داری ہے جب یہ قرآن پڑھا جائے تو آپ اس کی اتباع کیجئے (خاموشی سے سنئے) پھر یہ ہماری ذمہ داری ہے (کہ قلب پر جمع کرائیں اور تلاوت کرادینے کے علاوہ) اس کا مفہوم بھی (آپ کی زبان مبارک سے) بیان کرادیں گے۔ (سورۂ قیامہ)

اس میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں اپنے ذمے رکھی ہیں (1) آپ کے قلب مبارک پر قرآن کو جمع کر دینا۔ (2) اس کی تلاوت کرادینا (3) اور اس کا بیان یعنی وضاحت کرادینا۔ یعنی صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قرآن کو آپ کے قلب مبارک پر جمع کر دیا ہے اس کی تلاوت کرادیں گے بلکہ آیات الٰہی کے معانی، مفہوم اور مراد کی وضاحت بھی اللہ کی طرف سے ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے جس لفظ کا ترجمہ اور اس کی وضاحت جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہی اللہ کی مراد ہے اور اس کی وضاحت خود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر القا فرمائی ہے یعنی آپ کے دل میں اس کا مفہوم ڈالا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور آیات کا مطلب اور مفہوم متعین کرنے کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ الحمد اللہ ہمارے اکابر اور بزرگوں نے پوری دیانت و امانت کے ساتھ قرآن کریم کی وہی تشریح فرمائی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے۔ انسانی تاریخ میں ان اکابر کی کاوشوں کو سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور امت ہمیشہ ان کے کارناموں پر فخر کرے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر وہ تشریح جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہوگی وہی اللہ کی مراد سمجھی جائے گی لیکن جو لوگ اپنی اغراض کے لئے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیر کر من مانی تشریح کرتے ہیں وہ نا قابل اعتبار تشریح ہے۔

(5) پانچویں بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اے ہمارے حبیبؐ! آپ ہمیشہ یہی کہئے کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ اور ترقی عطا فرمایئے۔ کیونکہ جو علوم اللہ کی طرف سے عطا کئے جائیں گے وہی نور ہدایت ہوں گے اور منزل مراد تک پہنچانے کا ذریعہ ہوں گے۔ ان علوم کے علاوہ جتنے بھی علوم ہیں ضروری نہیں ہے کہ ان علوم کے ذریعہ انسان کو راہ ہدایت نصیب ہو جائے بلکہ اگر اللہ کا نور ہدایت اس میں شامل نہیں ہوگا تو انسانوں کے بھٹکنے کے زیادہ امکانات ہیں۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ
اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ ع ٦ ١١ ١٥
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا
عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ
لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ
الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ
فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا
مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬
فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ
اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ ع ٧ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ١١٥ تا ١٢٨

اوراس سے پہلے ہم نے آدم علیہ السلام کوایک حکم دیا تھا۔ ان سے غفلت ہوگئی اور ہم نے ان میں ارادہ کی پختگی نہ پائی۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے کہا کہ اے آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ بے شک تمہارے لئے اس جنت میں یہ (نعمت) ہے کہ نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ہی ننگے، نہ تم پیاسے رہو گے اور نہ تمہیں دھوپ کی تپش ستائے گی۔ پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ اے آدم کیا میں تمہیں ایک ایسے درخت کے متعلق نہ بتاؤں جس سے ہمیشہ کی زندگی اور نہ ختم ہونے والی سلطنت نصیب ہو جائے؟ آخر کار ان دونوں نے اس سے کھالیا جس سے ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے آگے کھل گئے۔ اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے لگے۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور غلطی میں پڑ گئے۔ پھر اس کے رب نے اسے منتخب کر لیا۔ پھر اللہ نے توجہ فرمائی (توبہ قبول کر لی) اور اسے راہ دکھائی۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ۔ تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ پھر جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو بھی اس کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔ اور جس نے میری یاد (نصیحت) سے منہ پھیرا تو بے شک اس کی معیشت (روزی) تنگ ہو جائے گی۔ اور اسے ہم قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب تو نے مجھے اندھا اٹھایا جب کہ میں دنیا میں آنکھوں والا تھا۔ اللہ فرمائیں گے کہ جس طرح تو نے ہماری آیات کو بھلا دیا تھا جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں۔ اسی طرح آج ہم نے تجھے بھلا دیا۔ اور ایسے ہی حد سے گذرنے والوں کو اور جو لوگ اپنے رب پر ایمان نہیں لاتے ان کو ہم اسی طرح کی سزا دیں گے۔ اور آخرت کا عذاب تو شدید ترین اور دیر تک قائم رہنے والا ہوگا۔ اور کیا (اس بات نے بھی) ان کو ہدایت نہ دی کہ ان سے پہلے ہم کتنے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ جن کی بستیوں میں (یہ آج بھی) چلتے پھرتے ہیں۔ یقیناً ان میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۵ تا ۱۲۸

تَشْقٰی	تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔
لَاتَجُوْعُ	تو بھوکا نہ رہے گا۔
لَاتَعْرٰی	تو ننگا نہ رہے گا۔
لَاتَضْمَؤُ	نہ پیاسے رہو گے۔

لَاتَضْحٰی	نہ دھوپ میں رہو گے۔
اَدُلُّ	میں رہنمائی کرتا ہوں۔
اَلْخُلْدُ	ہمیشہ۔
لَایَبْلٰی	زوال نہ آئے۔
طَغٰی	وہ بہک گیا۔
لَایَشْقٰی	بدنصیب نہ ہوگا۔
مَعِیْشَۃٌ	گزربسر کا سامان ۔
ضَنْکٌ	تنگ۔
اَلنُّھٰی	عقل وسمجھ۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱۵ تا ۱۲۸

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاں بڑی عظمتوں سے نوازا ہے وہیں اس میں بعض کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں۔اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ خواہش ہے کہ اس کو زندگی کی نعمتیں، لذتیں، راحتیں، عیش و آرام، حکومت وسلطنت اور اقتدار اس طرح مل جائے جس سے وہ سب کچھ اسے ہمیشہ حاصل رہیں اور ان کو کبھی زوال نہ آئے۔ حالانکہ اس دنیا کی مختصر زندگی میں یہ ممکن بھی نہیں ہے لیکن انسان کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ اس کے پاس رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کی رفیقہ حیات بی بی حوا کو ایسی جنت عطا فرمادی تھی جس میں بھوک، پیاس، دھوپ کی تپش اور لباس کی کمی نہ تھی اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ اس جنت میں رہیں سوائے ایک درخت کے ہر چیز کو وہ کھائیں اور استعمال کریں۔اس درخت کے قریب نہ جانا جو ان کی محض ایک آزمائش تھا۔شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے ہمدردانہ انداز اختیار کر کے اور خیر خواہی پر قسمیں کھا کر حضرت آدمؑ وحوا سے یہ کہا کہ اصل میں تم دونوں کو اس درخت کا پھل کھانے سے صرف اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اگر تم نے اس کو کھالیا تو تم ہمیشہ اسی جنت میں رہ جاؤ گے اور تمہیں ہر طرح کا اقتدار و اختیار دائمی طور پر مل جائے گا۔اس وقت حضرت آدمؑ وحواؑ اس

بات کو بھول گئے کہ شیطان ان کا ازلی دشمن ہے اور وہ دونوں اس کے دھوکے اور فریب میں آ گئے۔ درخت کے کھاتے ہی ان دونوں کے بدن سے جنت کا لباس اتر گیا۔ ایک دوسرے کے سامنے کا ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا حالانکہ اس جگہ وہ دونوں تنہا تھے مگر شرم و حیا سے دونوں اپنے ستر کو جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو اس غلطی کا احساس ہوا کہ ان سے بھول ہوگئی حالانکہ عزم و ہمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ دونوں اتنی بڑی بات کو کبھی نہ بھولتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حوا کو جنت کی راحتوں سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا اور فرمایا کہ اب جنت میں آنے کا ایک ہی راستہ ہے تم اور تمہاری اولادیں دنیا میں ایک مدت تک رہ کر ایمان اور حسن عمل کا مظاہرہ کریں گے تو جنت کے مستحق بن سکیں گے۔ اس بات کی یاد دھانی کے لئے ہم اپنے پاک نفس انبیاء کرام کو راہ ہدایت کی تعلیمات دے کر بھیجتے رہیں گے اگر ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا گیا تو وہ جنت کی ابدی راحتوں سے محروم نہ رہیں گے لیکن اگر نافرمانی کی روش اختیار کی گئی تو نہ صرف یہ کہ ان کی زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا جائے گا بلکہ دنیا اور آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔ آخرت کی سزا تو یہ ہوگی کہ جن لوگوں نے اللہ کے پیغمبروں کی لائی ہوئی تعلیمات سے منہ پھیرا ہوگا اور جان بوجھ کر اندھے بنے رہے ہوں گے جب وہ قیامت کے دن اٹھیں گے تو بصارت سے محروم ہوں گے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم دنیا میں تو آنکھوں والے تھے ہمیں یہاں اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ جب تمہارے پاس ہماری آیتیں بھیجی گئی تھیں تو نہ صرف ہماری آیتوں کا انکار کر کے تم حد سے بڑھ گئے تھے بلکہ جان بوجھ کر اندھے بنے رہے تھے۔ لہٰذا یہ تمہاری سزا ہے یہ تو ان کی آخرت میں سزا ہوگی۔ دنیاوی سزا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بہت سی قوموں کو اس لئے برباد کر دیا گیا تھا کہ انہوں نے ہماری نافرمانیوں کے ایسے انداز اختیار کئے جس سے انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا۔ آج ان کے کھنڈرات ان کی نافرمانیوں کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے حکم کی فرماں برداری میں غفلت ہوگئی۔ ان کو دنیا میں بھیجا گیا تا کہ تمام لوگ ایمان اور حسن عمل اختیار کر کے دوبارہ اپنے آپ کو جنت کا مستحق ثابت کریں۔ دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدمؑ و حوا اس نافرمانی پر شرمندگی محسوس کر رہے تھے اور دن رات روتے رہتے اور توبہ و استغفار میں لگے رہتے تھے آخر کار اللہ کو ان کے ندامت کے آنسوؤں پر رحم آ گیا اور اللہ نے ان کی اس خطا کو معاف کر دیا اور ان کی توبہ کو قبول فرما لیا۔ اب نصاریٰ کا یہ عقیدہ کہ حضرت آدمؑ کا یہ گناہ نعوذ باللہ ان کی نسلوں میں چلتا رہا اور اللہ نے (نعوذ باللہ) اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھا کر حضرت آدم اور سارے انسانوں کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ یہ عقیدہ کس قدر کمزور اور احمقانہ ہے لیکن بدقسمتی سے نصاریٰ اس عقیدہ پر جمے ہوئے ہیں اور گمراہی کو اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ
لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا
نَسْئَلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۲

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات طے نہ کر دی گئی ہوتی اور مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی تو ان پر ضرور عذاب نازل ہو جاتا۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد وثنا کیجئے۔ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے تسبیح کیجئے اور کچھ رات کی گھڑیوں میں اس کی تسبیح کیجئے اور دن کے کناروں پر بھی شاید کہ آپ خوش ہو جائیں۔ اور دنیاوی زندگی کی اس شان وشوکت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جو ہم نے ان مختلف قسم کے لوگوں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہیں۔ وہ اس لئے ہیں کہ ہم آزمائیں اور آپ کے پروردگار کا دیا ہوا رزق ہی بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور اس پر قائم رہیے ہم آپ سے کوئی رزق نہیں چاہتے بلکہ ہم رزق دینے والے ہیں اور بہترین انجام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۹ تا ۱۳۲

سَبَقَتْ گزر گئی۔ طے کر دی گئی۔

لِزَامٌ عذاب۔

اَجَلٌ مُّسَمًّى مدت مقرر۔ متعین۔

اِنَاءٌ برتن۔ لمحہ۔ وقت۔

اَطْرَافٌ کنارے۔

تَرْضٰى تو خوش ہوگا۔

لَاتَمُدَّنَّ تو ہرگز نہ پھیلے گا۔

مَتَّعْنَا ہم نے برتنے کا سامان دیا۔

زَهْرَةٌ آرائش وزیبائش۔

نُفْتِنُ ہم آزماتے۔

اِصْطَبِرْ تو قائم رہ۔

تشریح: آیت ۱۲۹ تا ۱۳۲

ان آیات میں کفار ومشرکین کے اس طرز عمل کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اختیار کر رکھا تھا۔ ان لوگوں کی نافرمانیوں، ضدوں اور ہٹ دھرمیوں کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اللہ کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑتا اور ان کو گزشتہ قوموں کی طرح تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا جاتا چونکہ اللہ کی ہر صفت پر اس کی صفت رحم وکرم اور صفت حلم وتحمل چھائی ہوئی ہے اس لئے گناہگاروں کو فوراً ہی سزا نہیں دی جاتی بلکہ ان کو ایک خاص اور مقرر مدت تک مہلت اور ڈھیل دی جاتی ہے تا کہ وہ اس فرصت سے

فائدہ اٹھا کر اپنے اعمال وافعال کی اصلاح کرلیں۔اس کے باوجود اگر وہ اپنی روش زندگی اور طرز فکر کو تبدیل نہیں کرتے تب اللہ کا وہ فیصلہ آ جاتا ہے جس کے سامنے کسی کا ٹھہرنا اور نجات پانا ناممکن بن جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کفار کی نافرمانیوں اور ضد کی پرواہ نہ کریں اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہوئے کسی طرح کے انتقام کے جذبے کو پروان نہ چڑھائیں۔

اپنے فریضہ تبلیغ اور اشاعت دین کی جدوجہد کو تیز تر کردیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کفار کے پیچھے نہ پڑیں اپنے اعمال کی فکر کرتے ہوئے اللہ کی عبادت وبندگی اور حمد وثناء میں دل وجان سے لگ جائیں اس سے نہ صرف سکون قلب کی دولت مل جائے گی بلکہ استحکام وترقی بھی عطا کی جائے گی۔سکون قلب کا سب سے بہتر ذریعہ اور عبادت کا بہترین انداز اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے نماز پڑھنا ہے۔

فرمایا کہ

(1) سورج نکلنے سے پہلے

(2) سورج غروب ہونے سے پہلے

(3) رات کے لمحات میں

(4) دن کے دونوں حصوں کے ملنے کے وقت اللہ کی حمد وثناء کیجئے اور اس ذات کی خوبیاں بیان کیجئے جس کا سب سے بڑا فائدہ ہر طرف سے خوشی ہی خوشی ہے۔

یہ وہ آیت ہے جس میں پانچ وقت فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نمازوں کے اوقات بیان کئے گئے ہیں اور پانچ وقت کی نمازوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس دنیا میں اصل چیز ایمان لانے کے بعد انسان کے بہترین اعمال اور ان کے بہترین نتائج ہیں۔کیونکہ انسان کے نیک اور بہتر اعمال اس کو آخرت کی عظمت وبلندی کی طرف لے جانے والے ہیں جب کہ دنیا کی چمک دمک،مال ودولت،زیب وزینت اور دنیاوی خوبصورتیاں اکثر انسان کو اچھے اعمال اور مقصد حیات سے بہت دور لے جاتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبیؐ! یہ دنیا کی ظاہری چمک دمک،رشک،رغبت اور

شوق سے دیکھنے کی چیزیں نہیں ہیں کیونکہ یہ تو انسان کی ایک آزمائش ہیں۔ اکثر لوگ دنیا کے حرص و لالچ میں پڑ کر آخرت تک کو بھول جاتے ہیں۔ دنیا محض استعمال کرنے کے لئے بنائی گئی ہے دل لگانے کے لئے نہیں کیونکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے وہی زیادہ بہترین اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رونقیں عارضی ہیں جو ایک وقت مقرر پر ختم ہو جائیں گی۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود بھی صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے نماز قائم کیجئے اور اپنے گھر والوں کو بھی اس پر جمانے کی کوشش کیجئے۔

رزق کی پروانہ کیجئے ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ آپ دنیا کا ساز و سامان جمع کریں کیونکہ زندگی گذارنے کا پورا انتظام ہم نے کر رکھا ہے، ہم وہ آقا نہیں جو اپنے غلاموں سے محنت کراتے اور گھر بیٹھ کر آرام سے کھاتے ہیں بلکہ ہم آپ کے رزق کے ذمہ دار ہیں۔ ہم ہی آپ کو رزق دیں گے۔ بہترین انجام تو صرف تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا
يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا
رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع ٨ ٧ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ١٣٣ تا ١٣٥

وہ کہتے ہیں کہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) لے کر کیوں نہیں آتے۔ (اللہ نے فرمایا) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں میں سے وہ نشانی

نہیں آئی؟ اور اگر ہم رسولوں کے آنے سے پہلے ان کو ہلاک کر دیتے تو کہتے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے ان کی اتباع کرتے آپ کہہ دیجئے۔ تم انتظار کرو۔

تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون سیدھے راستے پر چلنے والا ہے اور کس نے ہدایت حاصل کی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵

لَوْلَا يَأْتِيْنَا وہ کیوں نہیں لاتے ہمارے پاس۔

صُحُفٌ (صَحِيْفَةٌ) کتابیں۔

اَرْسَلْتَ تو نے بھیجا۔

نَذِلُّ ہم ذلیل ہوتے ہیں۔

نَخْزٰى ہم رسوا ہوتے ہیں۔

مُتَرَبِّصٌ انتظار کرتے ہیں۔

اَلسَّوِيُّ برابر۔

اِهْتَدٰى جس نے ہدایت پائی۔

تشریح: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۵

سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کو دیئے گئے معجزات (عصا اور ید بیضا) کا بڑی تفصیل سے ذکر

فرمایا ہے۔ان معجزات کو دیکھ کر کئی لوگ تو ایمان لے آئے لیکن آل فرعون اور بنی اسرائیل کی بہت بڑی اکثریت نے سب کچھ آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس کو ایک جادو سے زیادہ نہ سمجھا۔اس سے معلوم ہوا کہ جس کو ایمان لانا ہے وہ کسی معجزہ یا بہانے کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ جب حق وصداقت کی روشنی نظر آتی ہے تو ان کے دل ایمان کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔

کفار مکہ جو ایمان نہ لانے کے بہانے تلاش کرتے رہتے تھے اگر وہ ذرا بھی غور کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کے بعد ان کو کسی معجزہ کے مطالبہ کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ایک نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے ایسا کلام سنا جانا جس کی مثال اور نظیر لانا ممکن ہی نہیں ہے جو عرب کے تمام اہل زبان کے لئے ایک چیلنج تھا اور قرآن کریم میں صاف صاف فرمادیا گیا تھا کہ اگر دنیا کے جنات اور انسان بھی مل جائیں تب بھی اس قرآن جیسا لانے کی کوشش میں ناکام ونامراد ہو جائیں گے بلکہ قرآن کریم کی ایک سورت بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔

لہٰذا اس معجزہ کی موجودگی میں کسی بھی نئے معجزہ کا مطالبہ بڑی حماقت کی بات ہے کفار مکہ بڑی جسارت سے کہتے تھے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت کے طور پر کوئی نشانی یا معجزہ لے کر کیوں نہیں آئے جس کو دیکھ کر ہم ایمان لے آتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے جو کتابیں آچکی ہیں جن میں انبیاء کرام کے معجزات کا ذکر ہے کیا وہ ایمان لانے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ کیا انہیں یہ بات معلوم نہیں کہ انبیاء کرام نے بڑے بڑے معجزات دکھائے لیکن ان پر ایمان والے صرف چند سعادت مند لوگ ہی تھے؟ یہاں اس بات کی ایک دفعہ اور وضاحت ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ پر کفار کی فرمائش پر کسی معجزہ کو نازل نہیں کیا گیا کیونکہ اگر وہ اس معجزہ کو دیکھنے کے باوجود اس پر ایمان نہ لاتے تو اللہ کا عذاب نازل ہوتا اور پوری قوم تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی جو اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ یہ امت آخری نبی کی آخری امت ہے اگر یہ مٹ جاتی تو پھر قیامت تک کوئی شخص اور قوم اللہ کا نام لینے والا اور آخری پیغام کو پہنچانے والا نہ ہوتا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سی قوموں کو ان پر ان ہی کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک کیا ہے جن کے صرف اب کھنڈرات بھی باقی نہیں اور نشان عبرت ونصیحت بن چکے ہیں۔ البتہ آپ سے بے شمار معجزات صادر ہوئے ہیں جن کو ہزاروں صحابہ کرامؓ نے دیکھا اور اس کو تفصیل سے بیان کیا چنانچہ معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

فرمایا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم اس طرح

ذلیل ورسوانہ ہوتے اورہم ایمان لے آتے۔فرمایا کہ اب اللہ نے اپنا آخری رسول اورآخری نبی بھیج دیا ہے جن سے انسان ہدایت پاسکتا ہے اب قرآن کریم کی موجودگی میں نہ کسی نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئی کتاب کی۔فرمایا کہ اہل ایمان کوکفار کی چالوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہت جلد یہ نافرمان اور سرکش لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حق وصداقت کو نہ ماننے کا انجام کتنا بھیانک ہے اور جولوگ سچائی پرایمان لانے والے ہیں وہ بھی جان لیں گے کہ سیدھے راستے پر چل کر منزل مقصود پر کون پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ختم نبوت کے صدقے ایمان اورعمل صالح کی توفیق عطا فرمائے آمین۔اورآخرت کی ابدی راحتیں عطا کرے آمین ثم آمین

الحمدللہ سورۂ طٰہٰ کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچی۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۷

اقترب للناس

سورۃ نمبر ۲۱

الانبیاء

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانبیاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	21
کل رکوع	7
آیات	112
الفاظ وکلمات	1187
حروف	5154
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الانبیا میں سترہ انبیاء کرامؑ کا ذکر مبارک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اس کا نام سورۃ الانبیاء رکھا۔

مکہ مکرمہ کے دور متوسط میں سورۃ الانبیا نازل کی گئی۔ چونکہ اس سورۃ میں سترہ انبیاء کرام کا ذکر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اس سورت کا نام ''الانبیاء'' رکھا ہے۔

بدعملی اور کفر وشرک میں مبتلا لوگوں کو ایک دفعہ پھر جھنجوڑا گیا ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ حساب کتاب کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ اپنی غفلت اور جہالت کی روش کو بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں حالانکہ وہ وقت بہت دور نہیں ہے جب ان کے سامنے ان کی زندگی بھر کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ جس کا وہ انکار نہ کرسکیں گے۔ غفلت کا انداز اختیار کر کے جس طرح وہ لاپرواہی برت رہے ہیں اور ٹلانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے جواب دینے سے بچ نہ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ اس طرح میرا آنا اور قیامت کا آنا ملا ہوا ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ انسانی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے۔

اس سورۃ میں کفار ومشرکین کی اس غلط فہمی کو بڑی شدت سے دور کیا گیا ہے کہ ایک بشر نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنے بھی انبیاء کرامؑ تشریف لائے ہیں وہ سب کے سب بشر ہی تھے کوئی اور مخلوق نہ تھے۔ انبیاء کرامؑ کی بشریت سے انکار کو جہالت اور نادانی قرار دیا گیا ہے۔

بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا اور سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا آخری نبی اور آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ وہ ہزاروں انبیاء جو دنیا میں تشریف لائے ہیں ان سب کا دین ایک ہی تھا۔ اسی دین کی تکمیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کی گئی ہے۔ اب آپ کے بعد نہ کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی کتاب ہدایت کی۔ جو لوگ اس سچائی کو تسلیم کریں گے دنیا اور آخرت کی کامیابی ان ہی لوگوں کا نصیب ہوگی۔ جو منہ

مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی توحید و رسالت، شان نبوت، اللہ کا ذکر اور فکر آخرت کی تعلیم دی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے نبی کریم ﷺ اس دین کو لے کر تشریف لائے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرامؑ لے کر تشریف لائے تھے۔ آپ ﷺ بھی اسی تعلیم کو پھیلا رہے ہیں جو انبیاء کرامؑ کا مقصد اور مشن تھا۔ فرمایا گیا کہ اگر کفار مکہ ایمان نہ لائے تو ان کا حشر بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا جو نافرمانیاں کر کے اپنی آخرت کو برباد کر بیٹھے تھے۔ سنبھلنے اور سمجھنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

پھیریں گے ان کو دنیا اور آخرت میں سوائے حسرتوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فرمایا کہ انسان کی زندگی کا جو بھی لمحہ گذر رہا ہے وہ اس کو موت سے اتنا ہی قریب کر رہا ہے۔ ہر انسان کو اور ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہی ہے۔ یہ وہ دروازہ ہے جس سے ہر انسان کو یہاں تک کہ تمام انبیاء کرامؑ کو بھی گزرنا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ سب کو موت آئے گی اور اسے موت نہ آئے گی۔ فرمایا کہ ہر انسان کو اپنی آخرت کی فکر کرنا چاہیے۔ اگر اس سلسلہ میں غفلت اور لاپرواہی کا طریقہ اختیار کیا گیا تو یہ زندگی کے لمحے اس کے لیے حسرتوں اور ناکامیوں کا سبب بن جائیں گے۔

فرمایا کہ جتنے بھی انبیاء کرامؑ تشریف لائے سب سے پہلے ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا، ان کو ہر طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ ان کا مذاق اڑایا گیا اگر اللہ چاہتا تو ان پر اپنا عذاب بھیج سکتا تھا مگر اس کے ہر فیصلے پر اس کی صفت رحم اور صفت حلم و برداشت غالب ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں جلدی نہیں کرتا لیکن جب وہ کسی قوم کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر کسی کا اقتدار، فوج، دولت، بلند عمارتیں اور شان و شوکت اس کا راستہ نہیں روک سکتے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے ان تمام اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے جو وہ نبی کریم ﷺ پر کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ ساری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں جو لوگ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے وہی کامیاب و بامراد ہوں گے لیکن جنہوں نے ان کے راستے کو چھوڑ دیا وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ اللہ نے اپنا آخری نبی بھیج دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ ان رشتے اور تعلقات سے بلند و برتر ہے۔ اس کی طاقت و قدرت ایسی ہے کہ جب کسی چیز کو وجود عطا کرنا چاہتا ہے تو وہ اسباب اور ذرائع کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ کن (ہو جا) کہتا ہے اور وہ چیز موجود ہو جاتی ہے اسے اپنا بیٹا بیٹی یا بیوی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ محتاجی انسانوں کو ہوتی ہے اللہ اس طرح کی ہر احتیاج محتاجی اور ضرورت سے بلند و برتر اور بے عیب ذات ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن کائنات میں ہر چیز اس کی محتاج ہے۔

الجزء ١٧

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ
مُّعْرِضُوْنَ ١ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ
وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ٢ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ
هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ٣
قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٤
بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا
بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ٥ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ
اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ٦ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٧ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ
جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ٨ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ
الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ٩ لَقَدْ
ع ١ ١٠ ١ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں اس سے منہ پھیر رہے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت بھی آتی ہے تو وہ لا پرواہی سے سنتے اور اپنے کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کے دل غفلت و لا پرواہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظالم چپکے چپکے سرگوشیاں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو تمہارے جیسا ہی ایک بشر ہے۔ کیا پھر بھی تم دیکھتے بھالتے اس کے جادو میں پھنس جاؤ گے۔

رسول نے فرمایا کہ میرا رب ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ وہ (کفار) کہتے ہیں کہ یہ تو پریشان خواب ہیں۔ بلکہ اس نے یہ باتیں خود گھڑ لی ہیں وہ ایک شاعر ہے اور نہ یہ کوئی نشانی (معجزہ) لے کر آئے جیسا کہ پہلے نبی (معجزات دے کر) بھیجے گئے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے کوئی بستی جس کو ہم نے ہلاک کیا (نشانیاں دیکھ کر بھی) ایمان نہیں لائی۔ کیا یہ ایمان لائیں گے؟

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں وہ انسان ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی بھیجی تھی۔ اگر تمہیں اس کا علم نہیں ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور ہمیشہ جینے والے ہوں۔ پھر ہم نے ان سے کئے ہوئے وعدوں کو سچا کر دکھایا۔ ہم نے جس کو چاہا بچا لیا اور حد سے بڑھ جانے والوں کو ہلاک کر دیا (اے نبی کہہ دیجئے) بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب کو نازل کیا ہے جس میں تمہارا ہی ذکر ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اِقْتَرَبَ قریب آ گیا۔

مُحْدَثٌ نیا۔

اِسْتَمَعُوْہُ وہ اس کو سنتے۔

یَلْعَبُوْنَ وہ کھیل کود میں لگے ہیں۔

لَاهِيَةً	غفلت۔ بھولے ہوئے۔
اَسَرُّوْا	چپکے چپکے کرتے ہیں۔
اَلنَّجْوٰى	سرگوشی مشورے۔
اَضْغَاثٌ	پراگندہ۔ پریشان خیال ۔
اَحْلَامٌ	خواب۔
اِسْئَلُوْا	پوچھلو۔ سوال کرو۔
جَسَدٌ	جسم۔
صَدَقْنَا	ہم نے سچ کر دکھایا۔
اَلْمُسْرِفِيْنَ	حد سے گذرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اعلان نبوت کے بعد ابتداء میں سردارن مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تعلیمات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جو شخص بھی آپ کی باتوں کو سنتا اس کا مذاق اڑاتا، پھبتیاں کستا اور ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کسر نہ چھوڑتا تھا ان کا گمان یہ تھا کہ یہ سب کچھ وقتی تحریک اور عارضی باتیں ہیں بہت جلد یہ تحریک دم توڑ دے گی۔ لیکن جب سرداران مکہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقناطیسی اور انقلابی شخصیت اور دلوں کو گرما دینے والی تعلیمات کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اور ہر گھر اور ہر فرد بڑی تیزی سے متاثر ہوتا جا رہا ہے۔ تو انہیں اس تمام صورت حال پر سنجیدگی سے فیصلہ کرنے کی فکر لاحق ہوگئی بنو قریش کی ایک اہم ترین شخصیت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے سرداران مکہ اور بھی بوکھلا اٹھے اور اس نئی تحریک سے اس قدر خوفزدہ ہو گئے کہ سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور نہایت خاموشی اور رازداری سے یہ طے کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جانثار صحابہؓ اور قرآنی تعلیمات کا مسلسل مذاق اڑایا جائے اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلا دیا جائے جس سے ہر شخص ان کے قریب جانے سے گھبرانے لگے یا نفرت کرنے لگے۔ چنانچہ ابن ہشام نے جلد اول میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ قریشی سردار عتبہ ابوالولید قریشی سرداروں کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا جس میں اسی بات پر بحث ہو رہی

تھی کہ اس صورت حال کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ ابوالولید نے کہا میری تجویز یہ ہے کہ اس قصے کو ختم کرنے کے لئے میں خود جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ معلوم کرلوں کہ آخر وہ ان تمام باتوں سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کچھ چاہتے ہیں تو اس معاملے کو آپس میں بیٹھ کر طے کر لیتے ہیں اور ان کو کچھ رعایتیں دیدیتے ہیں قریشی سرداروں کو ابوالولید کی فہم وفراست پر پورا اعتماد تھا کہنے لگے کہ تم اٹھو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرو چنانچہ عتبہ ابوالولید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا کہنے لگا کہ "بھتیجے تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم تمہیں کتنی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں تمہارا نسب بھی اعلیٰ ترین ہے مگر تم مکہ والوں سے ایسی باتیں کر رہے ہو جس سے ان میں شدید انتشار اور زبردست اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ تم ان کے معبودوں کو برا کہتے ہو" تم ان کے گذرے ہوئے لوگوں کی برائیاں بیان کرتے ہو میری بات غور سے سنو، میں چند باتیں بتاتا ہوں اگر سمجھ میں آجائیں تو ان پر عمل کرلینا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تحمل اور بردباری سے فرمایا کہ اے عتبہ ابوالولید تم کہو میں تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔ ابوالولید نے کہا اگر تم یہ سب کچھ مال و دولت کے لئے کر رہے ہو تو ہم سب ملکر تمہیں اتنا مال جمع کر کے دیدیں گے جس سے تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر تم ان باتوں کے ذریعے حکومت کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ اگر تمہارے اوپر کسی جن وغیرہ کا سایا ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے تمہارا علاج کرا سکتے ہیں اور اس سے تمہیں نجات دلانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ جب عتبہ ابوالولید یہ باتیں کر چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابولولید تم نے کہا میں نے سن لیا اب تم میری چند باتیں بھی سن لو، اس نے کہا سنائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ حم السجدہ کی آیتیں تلاوت کرنا شروع کیں اور کافی دیر تک تلاوت فرماتے رہے جب آیت سجدہ آئی تو نبی کریم ﷺ نے سجدہ فرمایا۔ عتبہ ابوالولید ان تمام آیات کو غور سے سنتا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔ سب نے عتبہ کے بدلے ہوئے انداز اور چال سے سمجھ لیا تھا کہ عتبہ میں تبدیلی آ چکی ہے اور اس کا رنگ ڈھنگ بدلا ہوا ہے منتظر لوگوں نے پوچھا ابوالولید کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا اللہ کی قسم جو کچھ انہوں نے مجھے سنایا ہے آج تک میں نے ایسا کلام نہیں سنا، وہ شعر، جادو یا کہانت نہیں ہے۔ عتبہ نے کہا اے قریشیو! تم وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو اور ان سے الگ رہو، کیونکہ جو بات میں نے سنی ہے اس کی بڑی اہمیت ہے اگر عرب کے لوگ اس پر غالب آ گئے تو تمہارے بھائی کا خون تمہاری گردن پر نہ ہوگا۔ دوسروں پر ہوگا اور اگر یہ عربوں پر غالب آ گئے تو ان کی حکومت تمہاری حکومت ہوگی۔ ان کی عزت تمہاری عزت ہوگی۔ اس وقت موجود تمام لوگوں نے کہا کہا ابوالولید تمہارے اوپر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔ عتبہ ابوالولید نے صرف اتنا کہا کہ یہ میری رائے ہے باقی تمہیں جو کچھ کرنا ہے وہ کرو۔ یہ تھے وہ واقعات جنہوں نے پورے قریش کو اس نقطہ پر جمع کر دیا تھا کہ اگر اب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق پروپیگنڈے کی مہم کو تیز نہ کیا گیا تو سارا عرب مسلمان ہو جائے گا اور ان سرداروں کی اجارہ داریاں ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی مہم کا آغاز یہ کہہ کر کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہمارے ہی جیسے بشر ہیں کھاتے ہیں، پیتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے اور بیوی بچے رکھتے ہیں، ان میں اور ہمارے درمیان وہ کونسی خاص بات ہے جس کی بنیاد پر ہم ان کو

نبی مان لیں۔ اگر اللہ کو نبی بنا کر بھیجنا ہی تھا تو ان کے ساتھ کچھ نشانیاں اور معجزات بھیجتے جنہیں دیکھ کر ہم ایمان لاتے کبھی کہتے کہ یہ تو جادوگر ہے جو بھی ان کے قریب جاتا ہے وہ اس پر جادو کر دیتے ہیں اور کوئی ان کے جادو سے بچ نہیں سکتا۔ وہ لوگوں سے خود ہی سوال کرتے کہ کیا تم جانتے بوجھتے ان کے جادو کے چکر میں پھنسنا گوارا کرو گے؟ کبھی وہ کہتے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی کاہن یا شاعر ہیں انکے بکھرے ہوئے پراگندہ خیالات ہیں جن کو وہ خود گھڑ کر اور بنا کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے ان تمام سوالات اور پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ اعتراض کرنے والے اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ اگر نبی بشر نہیں ہوتا تو اللہ کی مخلوقات میں آخر وہ کونسی مخلوق ہے جو بشر سے زیادہ محترم ہے۔ فرمایا کہ اللہ کے نبی اور رسول بشر ہی ہوتے ہیں جن کی طرف اللہ وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے گویا یہ فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے دل اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام انبیاء کرامؑ بشر ہی ہوتے ہیں۔ لیکن اگر انہیں مزید یقین حاصل کرنا ہے تو وہ ان اہل کتاب سے پوچھ کر دیکھ لیں جن سے وہ ہر بات پر مشورہ کرنے پر اعتماد محسوس کرتے ہیں اور ان کی باتوں پر یقین بھی کر لیتے ہیں ان سے پوچھئے جتنے نبی اور رسول آئے ہیں کیا وہ بشر نہیں تھے؟ کیا وہ فرشتے تھے؟ کیا ان کو بھوک پیاس نہیں ستاتی تھی وہ موت کے دروازے سے نہیں گذرتے تھے؟ کیا کوئی ایسا جسم بھی ہے جس پر موت طاری نہ ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ یقیناً انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو اس بات کی فکر ہونی چاہئے کہ ان باتوں سے کہیں اس طرح کا عذاب نازل نہ ہو جائے جس طرح پہلے نافرمانوں پر نازل ہوئے تھے جنہوں نے قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ اللہ کا یہ نظام ہے کہ وہ اپنے فرماں برداروں کو بچا لیتا ہے اور نافرمانوں کو ان کے برے انجام تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی آپ ان لوگوں کے غلط بے بنیاد پروپیگنڈوں اور باتوں کا خیال نہ کیجئے بلکہ اللہ نے آپ کو جس کتاب سے نوازا ہے اور جو پیغام عطا فرمایا ہے اس کو ہر شخص تک پہنچا دیجئے۔ کیونکہ یہ کتاب انہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اس نے جو وعدے کئے ہیں وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ ان کو کوئی طاقت و قوت اور کسی کا پروپیگنڈا روک نہیں سکتا۔

یہ تھا وہ پس منظر جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ یہ ملاحظہ کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ارشاد ہے لوگوں کے حساب کتاب کا وقت بہت قریب آگیا ہے مگر وہ اپنی غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے منہ پھیر کر چل رہے ہیں ان کے پاس جب بھی کوئی نئی آیت آتی ہے تو وہ اس کو لاپرواہی سے سن کر پھر اپنے کھیل کود اور تماشوں میں لگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کے دل غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ چپکے چپکے سرگوشیوں کے انداز میں باتیں کر کے کہتے ہیں یہ تو تمہارے جیسا ہی بشر ہے کیا پھر تم جانتے بوجھتے ان کے جادو کے جال میں پھنسنا چاہتے ہو (نعوذ باللہ) فرمایا پروردگار تو ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کفار یہ کہتے ہیں کہ یہ تو پریشان اور بکھرے ہوئے خیالات ہے۔ جن کو اس شخص نے خود ہی گھڑ لیا ہے کبھی کہتے ہیں کہ یہ تو شاعر ہے ورنہ یہ اور نبیوں کی طرح کوئی نشانی (معجزہ) لے کر کیوں نہیں آئے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان سے پہلے کوئی بستی ایسی نہیں ہے جس کے تمام لوگوں نے اللہ کے معجزات

(نشانیاں) دیکھ کر ایمان قبول کیا ہو بلکہ انکار ہی کیا ہے جس کے نتیجے میں ان کو ہلاک اور برباد کر دیا گیا۔ اگر آج ان کو کوئی معجزہ دکھا دیا جائے تو کیا وہ اس پر ایمان لائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے ہیں وہ انسان ہی تھے جن کی طرف ہم نے وحی نازل کی تھی آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اس کا علم نہیں ہے تو جاننے والے اہل کتاب سے پوچھ کر دیکھ لو۔ ہم نے ان انبیاء کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور وہ ہمیشہ جینے والے ہوں۔ اور پھر ہم نے ان سے کئے ہوئے وعدوں کو سچا کر دکھایا۔ ہم نے جس کو چاہا بچایا اور حد سے گذرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ فرمایا کہ اللہ نے جس کتاب کو نازل کیا ہے اس میں تمہارا ہی ذکر ہے یعنی یہ کتاب تمہاری ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔

وَكَمْ قَصَمْنَا

مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَ
ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ﴿۱۳﴾
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى
جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ
مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ
لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ
وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جن کے رہنے والے ظلم و ستم کرتے تھے۔ اور ہم نے ان کے بعد دوسری قوم کو اٹھایا۔ جب ان کو ہمارے عذاب کی آہٹ محسوس ہوئی تو وہ اس سے بھاگنے لگے۔ (فرمایا) مت بھاگو۔ اور جہاں تمہیں آرام و آسائش دی گئی تھی اسی طرف لوٹ جاؤ۔ شاید کہ تم سے پوچھا جائے۔ وہ کہنے لگے ہائے ہماری بدنصیبی بے شک ہم ظالم تھے۔ وہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح (ڈھیر) کر دیا۔

ہم نے اس زمین اور آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ بلکہ ہم تو حق اور سچائی کی ضرب کو باطل پر لگاتے ہیں جو باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے اور وہ باطل مٹ کر رہتا ہے۔ اور تمہارے لئے اس بات سے تباہی ہے جو تم بتاتے ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے اور جو اس کے پاس ہیں (فرشتے) وہ اس کی عبادت و بندگی سے سرکشی اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی وہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور سستی نہیں کرتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

قَصَمْنَا (قَصَمَ) ہم نے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

ظَالِمَةٌ ظلم و زیادتی۔ بدکاری کرنے والی۔

اَنْشَاْنَا ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔

بَأْسٌ عذاب

يَرْكُضُوْنَ وہ بھاگتے ہیں۔

اُتْرِفْتُمْ تمہیں راحتیں ر آسائشیں دی گئیں۔

یٰوَیْلَنَا	اے ہماری بدنصیبی۔ بدبختی۔
مَازَالَتْ	ہمیشہ۔
حَصِیْدٌ	کٹی ہوئی کھیتی۔
خَامِدِیْنَ	بجھنے والے۔ راکھ ہوجانے والے۔
لَھْوٌ	کھیل۔ کھلونا۔
نَقْذِفُ	ہم پھینک مارتے ہیں۔ ضرب لگاتے ہیں۔
یَدْمَغُ (دَمْغٌ)	دماغ نکال دینا۔ سر پھوڑ دینا۔
زَاھِقٌ (زُھُوْقٌ)	مٹ جانے والا۔
لَایَسْتَحْسِرُوْنَ	وہ نہیں تھکتے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

ابتدائے کائنات سے آج تک اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ حق و باطل، سچ اور جھوٹ کے درمیان جنگ میں فتح و نصرت اہل حق کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ باطل پرستوں نے ہمیشہ اس دنیا اور اس کے عیش و آرام کو سب کچھ سمجھ کر حق و صداقت اور سچائیوں سے منہ پھیرنے اور آخرت سے غفلت کو اپنی کامیابی قرار دیا ہے ان کا خیال یہ تھا کہ یہ کائنات خود بخود پیدا ہوگئی ہے جو اپنی فطرت اور مزاج کے لحاظ سے جس طرح چلتی آرہی ہے اسی طرح ختم ہوجائیگی۔ نہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے اور نہ اس کا بنایا ہوا بالاتر کوئی قانون ہے جس کی پابندی کرنا لازمی اور ضروری ہو۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی اس کو چلاتا ہے لیکن کائنات کے چلانے میں وہ انسانوں کی طرح محتاج ہے۔ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں (نعوذ باللہ) کچھ وہ لوگ ہیں جو اس کائنات کا خالق ایک بالاتر ہستی کو مانتے ہیں مگر انہوں نے اپنے معبودوں کے فرضی بت بنا رکھے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ خیال ہے کہ جب تک وہ ان کی سفارش نہ کریں گے اس وقت تک اللہ ان کی کسی بات کو نہ تو سنے گا اور نہ پورا کرے گا۔ غرضیکہ دنیا میں اس طرح

کے ذہن وفکر رکھنے والے لوگوں نے اللہ کی ہستی کے عجیب عجیب تصورات قائم کر رکھے ہیں۔ قرآن کریم میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ ہے جو اس کا خالق بھی ہے اور مالک بھی ہے وہی اس نظامِ کائنات کو چلا رہا ہے اور وہ اس کے چلانے میں کسی طرح کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس بات کو اللہ کے نبی اور رسول آ کر دنیا والوں کو بتاتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عظیم کتاب دے کر بھیجا جس میں کفار ومشرکین کے غلط عقائد اور افکار کی اصلاح فرمائی گئی ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے قوانین کی پابندی کی اللہ نے انہیں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا فرمائیں لیکن جنہوں نے کفر وشرک اور نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا ان کو طویل مدت تک سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دے کر مسلسل نافرمانیوں کے بعد ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔ اللہ کے اس عذاب کے آنے کے بعد ان کی ساری ترقیات اور تمدن اور تہذیب کو کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ جب اللہ نے باطل پر حق کی ضرب لگائی تو اس قوم کا اور باطل کا بھیجا بھی باہر آ گیا اور وہ قوم اپنے وجود تک کو نہ بچا سکی۔ انہیں باتوں کو اللہ نے ان آیات میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ نے کفر وشرک اور ظلم اور ستم کرنے والی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ دوسروں کو اٹھا کر ان کو عظمت سے ہمکنار کر دیا۔ جب ان لوگوں کو اللہ کے عذاب کی بھنک پڑی تو انہوں نے ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا کیونکہ ان کو اپنا عیش وآرام چھوٹتا ہوا نظر آ رہا تھا تو اللہ نے فرمایا کہ اب تم اس عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اب اگر تم اپنے عیش وآرام کی طرف لوٹ جاؤ تب بھی شاید ہی کوئی تمہارا پرسانِ حال ہو۔ فرمایا کہ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ ہم کتنے بدنصیب لوگ ہیں۔ کاش ہم اس سے پہلے اس بات کو سمجھ جاتے مگر ان کی پکار کو سننے والا کوئی بھی نہ ہوگا اور اسی حالت میں ان کو کٹی ہوئی کھیتی اور بجھی ہوئی آگ کی طرح راکھ کا ڈھیر کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ فضول یا کھیل تماشا نہیں ہے۔ اگر ہمیں کھلونا بنانا ہوتا تو پھر تمہیں کیوں پیدا کیا جاتا ہم ہی اس سے کھیل لیتے۔ لیکن سچائی یہ ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہی ہے وہ جب چاہتا ہے حق کی ایک ہی ضرب سے باطل کا بھیجا نکال کر رکھ دیتا ہے۔ فرمایا کہ ایک طرف انسان ہے جس پر اللہ نے بے پناہ انعامات فرمائے ہیں یہاں تک کہ فرشتوں کو بھی انسان کے قدموں میں جھکا دیا گیا دوسری طرف فرشتے ہیں جو ہر آن اس کے ہر حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں اور ذرا بھی سرکشی اختیار نہیں کرتے۔ دن رات ان کا ایک ہی مشغلہ ہے کہ وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ اللہ کی عبادت اور بندگی اور اس کے حکم کو پورا کرنے میں ذرا سستی نہیں کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان بڑا ناشکرا ہے کہ اگر اسے دنیا کی ذرا سی راحت وآرام اور عیش وسہولت مل جاتی ہے تو اللہ کی ذات کو بھول کر اس کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔ لیکن اللہ کے فرشتے وہ ہیں جن کو اللہ نے ہر طرح کی طاقتیں عطا کی ہیں اس کے باوجود وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اس کے سامنے ادب واحترام سے جھکے رہتے ہیں اور اسی کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں۔

أَمِ اتَّخَذُوٓا۟ ءَالِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ ﴿٢١﴾
لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ اللَّهِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ
يُسْـَٔلُونَ ﴿٢٣﴾ أَمِ اتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوا۟
بُرْهَٰنَكُمْ ۖ هَٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِىَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِى ۗ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾
وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ
لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا۟ اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ
سُبْحَٰنَهُۥ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُۥ بِالْقَوْلِ وَهُم
بِأَمْرِهِۦ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِۦ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾
وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّىٓ إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِۦ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ ۚ
كَذَٰلِكَ نَجْزِى الظَّٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ ع ۱۹ ۲/۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

کیا انہوں نے اور دوسرے معبود زمین کی چیزوں میں سے گھڑ لئے ہیں جو انہیں (مرنے
کے بعد) دوبارہ کھڑا کریں گے۔ اگر ان دونوں (زمین و آسمان میں) اللہ کے سوا اور معبود
ہوتے تو کائنات کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ عرش عظیم کا پروردگار ان باتوں سے

پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ (پروردگار اتنا عظیم ہے کہ) اپنے کاموں کے لئے کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے اور وہ سب (اس کے سامنے) جوابدہ ہیں۔ کیا انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لئے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لے کر آؤ۔ میرے پاس یہ کتاب موجود ہے اور جو مجھ سے پہلے (گذرے ہیں) ان کا ذکر موجود ہے لیکن اکثر وہ لوگ ہیں جو حق اور سچائی کو نہ جاننے کی وجہ سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اے نبی ﷺ ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھی بھیجا ہے اس کو یہی بتایا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تم میری ہی عبادت و بندگی کرو۔

وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ (اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا ہے حالانکہ) وہ اس (تہمت) سے پاک ہے۔ بلکہ وہ (فرشتے) تو اللہ کے بندے ہیں جن کو عزت دی گئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے مگر جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو ان میں سے یہ کہہ دے کہ اللہ کے سوا میں بھی معبود ہوں تو اس کی سزا جہنم ہے۔ اور ہم بے انصافوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

يُنْشِرُوْنَ	وہ زندہ کر دیتے ہیں۔
يَصِفُوْنَ	وہ بناتے ہیں گھڑتے ہیں۔
يُسْئَلُوْنَ	وہ پوچھے جائیں گے۔
عِبَادٌ (عَبْدٌ)	بندے۔
مُكْرَمُوْنَ	عزت والے۔
لَايَسْبِقُوْنَ	وہ آگے نہیں بڑھتے۔
لَايَشْفَعُوْنَ	وہ سفارش نہیں کرتے۔
خَشْيَةٌ	خوف۔
مُشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے۔

اَلظّٰلِمِيْنَ بے انصافی کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ٢١ تا ٢٩

اس نظام کائنات کو اللہ نے اپنے قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور وہ ایک ایسے ہمہ گیر قانون کے تحت اس کو چلا رہا ہے جس میں مکمل توازن اور ہم آہنگی ہے۔ اگر اس نظام میں ذرا بھی توازن نہ رہے تو اس کائنات کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔ اس کائنات میں ساری قوتیں اور طاقتیں صرف ایک اللہ کو حاصل ہیں۔ وہ جو عرش عظیم کا مالک ہے اس نے ہر چیز اور ہر مخلوق کو زندگی دی ہے۔ وہی مالک اور مختار ہے وہ اس کائنات کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اس کے سامنے ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جس کا وہ شخص پابند ہے لیکن اللہ اپنے احکامات اور فیصلوں میں کسی کو جواب دینے کا پابند نہیں ہے۔ وہ ہر اس عیب سے پاک، بلند اور برتر ہے جو کفار اور مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بیٹے بیٹی اور بیوی کا محتاج نہیں ہے یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے نبی اور رسول ہیں وہ اللہ کے بیٹے ہیں یا کفار اور مشرکین کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں انتہائی غلط، بے سند اور بے دلیل بات ہے۔ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فرشتے تو درحقیقت اللہ کی پیدا کی ہوئی محترم مخلوق ہیں وہ اللہ کے ہر حکم کے تابع ہیں ان کو جو بھی حکم دیا جاتا ہے وہ نہایت مستعدی سے اس پر عمل کرتے ہیں اور ذرا سستی نہیں کرتے اور وہ کسی کی سفارش بھی اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتے۔ ان آیات میں کفار اور مشرکین کی اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ یہ فرشتے قیامت میں ان کی سفارش کریں گے فرمایا کہ اس سے بڑا سفید جھوٹ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ غرضیکہ اس کائنات میں صرف اللہ کا حکم چلتا ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر ان اختیارات کے ساتھ دوسرا کوئی معبود ہوتا تو کائنات تباہ اور برباد ہوجاتی وجہ یہ ہے کہ جب دونوں معبودوں کے اختیارات برابر ہوتے تو ایک معبود کچھ کرتا دوسرے معبود کی کچھ اور خواہش ہوتی اس طرح دنیا کا نظام چلنے کے بجائے اختیارات کی جنگ شروع ہوجاتی۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں ایک جیسے اختیار رکھنے والے دو سربراہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے ہیں تو اتنی بڑی کائنات کیسے چل سکتی تھی۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اللہ تمام تر اختیارات کے ساتھ اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اس کے اختیار اور ارادے میں کوئی دوسرا کسی طرح شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے آج تک جتنی کتابیں نازل کی ہیں ان میں ایک ہی بات کہی گئی ہے کہ اس ایک اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ جس کی عبادت اور بندگی کی جاسکے اس طرح جتنے رسول اور نبی آئے ہیں انہوں نے بھی اللہ

کا یہی پیغام دیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کی عظمت اور عبادت اور بندگی میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ کائنات میں ہر چیز اس کی محتاج ہے اور اس کو جواب دینے کی پابند ہے۔

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ
كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ
تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٣١﴾ وَ
جَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ
فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

کیا وہ کافر اس بات پر غور نہیں کرتے کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے ہم نے ان دونوں کو کھول دیا۔ (الگ الگ کر دیا) اور پانی سے ہم نے ہر چیز کو زندہ کیا۔ کیا پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ وہ انہیں لے کر ایک طرف کو ڈھلک نہ جائے۔ اور ہم نے اس (زمین) میں کھلے اور کشادہ راستے بنائے تا کہ وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت (کی طرح) بنا دیا۔ اور وہ ہماری آیتوں سے منہ پھیر کر چلتے ہیں۔ اسی نے رات اور دن، سورج اور چاند بنائے جو اپنے اپنے دائرے (مدار) میں گھوم رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۳

رَتْقٌ — ایک دوسرے میں گھسے ہوئے۔ ملے ہوئے۔

فَتَقْنَا	ہم نے الگ الگ کردیا۔جدا کردیا۔
حَیٌّ	زندہ۔
رَوَاسِیَ (رَاسِیَۃٌ)	بوجھ۔جمی ہوئی چیزیں۔بوجھل۔
اَنْ تَمِیْدَ	یہ کہ جھک پڑے۔ایک طرف کو ڈھلک جائے۔
فِجَاجٌ (فَجٌّ)	کھلے ہوئے پہاڑی درے۔
سَقْفٌ	چھت۔سائبان۔
فَلَکٌ	گول چیز۔گھومنا۔مدار۔
یَسْبَحُوْنَ	وہ تیرتے ہیں۔بلا روک ٹوک راستے پر چلتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ٣٠ تا ٣٣

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت کاملہ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں ان سے فرمایا جا رہا ہے اس اللہ نے انسان کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی زمین و آسمان کو پیدا کر کے سارے اسباب مہیا کر دیئے تھے پانی کو پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعے ہر چیز کو زندگی مل جائے۔ بلند و بالا پہاڑوں کو زمین میں میخوں کی طرح گاڑ کر بھاری بوجھ رکھ دیئے تا کہ یہ زمین ادھر ادھر ڈھلک نہ جائے اور توازن برقرار رہے۔ آنے اور جانے کے راستے بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور سامان لانے لے جانے میں سہولت حاصل رہے۔ آسمان کو ایک محفوظ چھت کی طرح بنا دیا تا کہ کائنات کے جراثیم اور نقصان دینے والی چیزیں دنیا والوں تک نہ پہنچ سکیں رات اور دن کا ایک ایسا نظام بنا دیا کہ کبھی رات ہے، کبھی دن ہے، کبھی کی راتیں بڑی اور کبھی کے دن بڑے۔ اس نظام سے ہر طرح کے موسم بنا دیئے تا کہ یکسانیت سے دل اچاٹ نہ ہو جائے۔ اسی طرح سورج، چاند اور ستاروں کو ایک مربوط اور لگے بندھے نظام میں جکڑ دیا۔ تا کہ وہ ایک دوسرے سے نہ ٹکرائیں اور ہر ایک اپنے دائرے میں گھومتا رہے۔ فرمایا گیا کہ اب یہ انسان کی عقل و فہم اور بصیرت پر ہے کہ وہ اس بات پر اچھی طرح غور اور فکر کر کے دیکھ لے کہ اتنے بڑے نظام کائنات کو پیدا کر کے اس کو چلانے والی کوئی ہستی ہے یا نہیں؟ یقیناً ہر شخص کے دل سے یہی صدا بلند ہو گی کہ ایک معمولی سی چیز بھی خود بخود پیدا ہو کر کام نہیں کر سکتی۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ہوتا ہے۔ یقیناً اس کائنات کو بھی کسی نے بنا کر اس کا انتظام سنبھال رکھا ہے اور وہ

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔جو تنہا اس نظام کائنات کو چلا رہی ہے اور وہ اس کے چلانے اور سنبھالنے میں کسی کی محتاج نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ''رتق۔اور۔فتق'' دو لفظوں میں کائنات کی ابتدا کی پوری تاریخ کو سمو دیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے جب اس آیت کی تفصیل معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے آسمان بند تھا پانی نہ برساتا تھا اور اسی طرح زمین بھی بند تھی جو (بغیر پانی کے) نباتات نہ اگاتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو آباد کیا تو آسمان کی بارش کھول دی اور اس طرح زمین کی نشونما کو بھی کھول دیا گیا (تفسیر ابن کثیر) حضرت ابن عباسؓ کی اس تشریح اور تفسیر سے ابتدائے کائنات کی تفصیل معلوم ہوئی جس پر جمہور علما اور مفسرین کا اتفاق ہے۔ ہمارا موجودہ دور سائنسی معلومات اور تحقیقات کا دور ہے جس میں لوگوں کے پاس ایسے وسائل موجود ہیں۔جن کے ذریعے اس کائنات کے پوشیدہ راز معلوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔موجودہ سائنس دانوں کا یہ خیال اور تحقیق ہے کہ یہ کائنات کھولتے ہوئے بے حد گرم پگھلے ہوئے دھاتوں کا ایک ایسا مجموعہ تھی جس کے اجزا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔اچانک اس مادے میں ایک زبردست دھماکہ ہوا جس کو بگ بینگ (Big Bang) کہا جاتا ہے اس سے ابتدائی حصے کو الگ ہونے میں ایک سیکنڈ کا ہزارواں حصہ لگا۔یعنی اس قدر جلد ہوا کہ اس کے مادے کو الگ ہونے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا اور اس کے نتیجے میں اس کائنات نے وجود اختیار کیا اور اس میں ہماری دنیا اور اس میں انسانی ضرورتوں کی ہر چیز پیدا ہوئی۔اسی مقام پر قرآن کریم ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو وسائل ذرائع اور اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے اور وہ چیز ہوجاتی ہے یعنی جتنی دیر میں ان دو حرفوں ''کن'' کی ادائیگی کی جاتی ہے شاید اس میں بھی دیر لگتی ہے اس سے بھی پہلے وہ کام ہوجاتا ہے۔ابھی آپ نے سائنسدانوں کی تحقیق سے اندازہ کرلیا ہوگا کہ ایک شدید اور عظیم مادے کو پھٹنے اور دنیائیں بننے میں گھنٹے یا منٹ نہیں بلکہ ایک سیکنڈ کا ہزارواں حصہ لگا ہے جو اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہے۔بہرحال یہ تو علمی تحقیقات ہے جس کا سلسلہ قیامت تک چلتا ہی رہے گا اصل چیز یہ ہے کہ یہ دنیا خود بخود نہیں بن گئی ہے بلکہ اللہ رب العالمین نے ان تمام چیزوں کو پیدا فرمایا ہے آج دنیا اللہ کی قدرت کو ماننے پر مجبور ہے اور انسان جتنی بھی ترقی کرتا جائے گا۔اس کو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اس کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کا نگران ہے۔اسی کا قانون چلتا ہے۔ان آیات میں دوسری چیز جو انسانوں کے لئے عظیم نعمت ہے وہ پانی ہے۔اگر پانی نہ ہوتا تو انسانی زندگی ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی ہر چیز میں زندگی نہ ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں بھی فرمایا کہ ''اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے''۔

موجودہ تحقیق کے مطابق ہماری اس زمین کے سوا کہیں کسی ستارے اور سیارے میں پانی موجود نہیں ہے انسان نے جب چاند پر قدم رکھا تو اس کو آکسیجن اور پانی اسی دنیا سے لے کر جانا پڑا کیونکہ چاند پر آکسیجن اور پانی کا وجود نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے پانی کو ایک بہت بڑی اور انمول نعمت بنایا ہے جو تمام جان داروں کے لئے ہے، یہ ان کی ضرورت ہے، جہاں انسان یا جان دار آباد نہیں ہے وہاں حیات کا یہ چشمہ بھی موجود نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کی سطح کو پائے دار بنانے اور بقا کے لئے پہاڑوں کی شکل میں بڑے بڑے وزن رکھ دیئے ہیں تا

کہ اس دُنیا کا توازن برقرار رہے اور یہ دنیا انسانوں کے وزن سے ادھر اُدھر ڈھلک نہ جائے یہ پہاڑ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔اگر پہاڑ نہ ہوتے تو یہ زمین اپنا توازن کھو بیٹھتی اور ایک خیمہ تک اس پر نہ ٹکتا۔موجودہ تحقیق یہ ہے کہ یہ پہاڑ زمین کے مرکز میں بھڑکتی ہوئی آگ کو بھی قابو میں رکھے ہوئے ہیں۔اگر پہاڑ نہ ہوتے تو مسلسل اور متواتر نہ رکنے والے زلزلوں کا سامنا کرنا پڑتا اور زمین پر معمولی سی عمارت بنانا بھی مشکل ہو جاتا حالانکہ اسی زمین پر بڑے بڑے شہر آباد ہیں اور عظیم الشان بلڈنگیں بنی ہوئی ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا اگر چند منٹ تک زلزلہ آتا رہے تو عظیم الشان بلڈنگیں مٹی کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔ان زلزلوں کو روکنے میں اللہ کی طرف سے پہاڑوں کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔دوسرے یہ کہ پہاڑ آنے والی نسلوں کے لئے ان کی زندگی کا سامان امانت کے طور پر اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔آتش فشاں پہاڑ جب اپنے اندر موجود دھاتوں کو اگلتے ہیں تو یہ بھی انسانوں کے فائدے کی چیزیں بن جاتی ہیں۔پہاڑوں سے (١) پہلا فائدہ تو ہے کہ یہ زمین میں بوجھ بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں (٢) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ پہاڑ زبردست زلزلوں کو کنٹرول میں رکھے ہوئے ہیں (٣) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ پہاڑوں کے اندر اللہ نے جو دھاتیں رکھ دی ہیں اگر وہ آتش فشاں پہاڑوں کے ذریعہ باہر نہ نکلتیں تو پہاڑوں کا آتش فشاں مادہ زمین کو پھاڑ کر رکھ دیتا اور انسانی زندگی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے پہاڑوں کو ہر اعتبار سے ایک توازن قائم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔پانی اور پہاڑوں کی طرح ایک تیسری نعمت کا بھی اظہار فرمایا ہے اور وہ ہیں آنے جانے اور میل ملاپ کے راستے،اگر یہ راستے نہ ہوتے تو انسانوں کو ترقیات میں آگے بڑھنے کے موقعے نہ ملتے۔ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا کس قدر دشوار ہو جاتا۔موجودہ دور میں اللہ نے انسانوں کو بر و بحر اور فضاؤں پر کیسی عظمت عطا فرمائی ہے کہ اس نے ہواؤں میں فضاؤں میں سمندروں اور پہاڑوں میں ایسے ایسے راستے بنا دیئے ہیں جن سے وہ نہایت سہولت کیساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں۔اگر دیکھا جائے تو آج کی ترقیات کا بہت کچھ دارومدار ان ہی راستوں اور آمد ورفت پر ہے۔اللہ نے فضاؤں کو سمندروں، پہاڑوں اور خشکی کے راستوں کو انسان کے لئے نعمت بنا دیا ہے۔ پانی، پہاڑ اور آنے جانے کے راستوں کے علاوہ آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا ہے۔اصل میں ''السماء'' کے معنی بلندی کے آتے ہیں یعنی جو ہمارے اوپر ہے اس میں بھی موجودہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ نے ہماری دنیا پر ایک غلاف سا چڑھا دیا ہے۔جس کو ''اوزون'' کہتے ہیں اس کا کام یہ ہے کہ کائنات سے آنے والے جراثیم اور ہزاروں قسم کے نقصان دینے والی چیزوں کو اس دنیا میں پہنچنے سے روکنے کا کام اس سے لیا گیا ہے۔اس لئے اس کو صرف چھت نہیں فرمایا بلکہ ''محفوظ چھت'' کا نام دیا ہے۔سورج کی شدید ترین تیز و تند گرمی کو روکنے کا بھی یہ ایک ذریعہ ہے۔ آج کے انسانوں نے اپنے کیمیکل وغیرہ سے اس محفوظ چھت (اوزون) کو شدید نقصان پہنچا دیا ہے۔اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو اس سے انسانوں کی صحت اور مفادات کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔''محفوظ چھت'' اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔اسی طرح رات اور دن کا آنا جانا۔رات اور دن کے اوقات کا بدلتے رہنا بھی نعمت سے کم نہیں ہے کیونکہ اگر دن ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو نہ لوگوں کو آرام ملتا اور نہ کام کاج ہوتا۔اللہ نے اس کا ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں کبھی کے دن،اس سے موسموں میں تغیر بھی آتا ہے اور اس سے سردی گرمی، بہار اور خزاں کے موسم بھی بنتے ہیں اور انسان کے لئے اکتا دینے والی یکسانیت پیدا نہیں ہوتی اور آخری جس نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔وہ ہے

چاند، سورج، ستاروں اور سیاروں کا ایک دائرے میں چلنا۔ اگر یہ اپنی چال بھول جائیں تو یہ ساری کائنات آپس میں ٹکرا جائے۔ چونکہ اللہ نے اس کا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ اپنی رفتار یا چال سے ایک قدم بھی آگے بڑھا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان بنائے۔ پانی کے چشمے بہادیئے، زمین پر پہاڑوں کے بوجھ رکھدیئے۔ آسمان کو محفوظ چھت بنادیا، رات اور دن کا نظام قائم فرمایا اور چاند سورج، ستاروں اور سیاروں کو اس طرح اپنے قابو میں رکھا ہوا ہے کہ ہر ایک اپنے محور اور مرکز کے گرد گھوم رہا ہے۔ یہ سب کچھ محض اللہ کی قدرت اور طاقت سے ہی ممکن ہے اگر اللہ تعالیٰ اس نظام کائنات کو نہ چلا رہے ہوتے تو اس کائنات کا نظام ایک دن میں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا۔ ہمیں اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں یہ اور اس قسم کی ہزاروں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ ہم سب کو شکر ادا کرنے اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ کیونکہ جس طرح اللہ نے دنیا کی اس مختصر سی زندگی کے لئے ہر طرح کے اسباب کا نظام بنایا ہے اس نے قیامت کے دن اپنے نیک اور مومن بندوں کے لئے کیا کچھ تیار کر کے نہ رکھا ہوگا۔ یہ زندگی تو چند برسوں کے اندر محدود ہے جو ایک وقت پر آ کر ختم ہو جائے گی لیکن آخرت کی زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آخرت کی پوری طرح تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ
اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ
الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۗ اَهٰذَا
الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾
خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ لَوْ يَعْلَمُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا
عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً
فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

٦٥١

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤١﴾

ع ٣/١٢/٣

ترجمہ: آیت نمبر ٣٤ تا ٤١

(اے نبی ﷺ) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو بھی ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ اگر آپ کو موت آگئی تو کیا یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم اچھے برے حالات سے آپ کو آزمائیں گے۔ اور ہماری ہی طرف تم سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ (اے نبی ﷺ) جب یہ کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے؟ اور یہ لوگ رحمٰن کے ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ آدمی بہت جلد باز بنایا گیا ہے۔ میں بہت جلد تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا۔ جلدی نہ کرو۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو آخر وہ (عذاب کا) وعدہ کب آئے گا؟ اگر یہ کافر اس گھڑی کو جان لیں جب نہ اپنے منہ کے سامنے سے اور پیچھے سے عذاب کو روک سکیں گے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ بلکہ وہ اچانک آئے گی جو ان کو بدحواس کر دے گی جس کو وہ نہ تو لوٹا سکیں گے اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ آپ سے پہلے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔ مگر ان کا مذاق اڑانے والوں کو اس (عذاب نے) گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٤ تا ٤١

اَلْخُلْدُ ہمیشہ زندہ رہنا۔

مِتَّ تو مر گیا۔ تیرا انتقال ہو گیا۔

ضَائِقَةٌ چکھنے والا۔

فِتْنَةٌ آزمائش۔

هُزُوٌ	مذاق۔
عَجَلٌ	جلد باز۔
لَاتَسْتَعْجِلُوْنَ	تم جلدی نہ مچاؤ۔
لَايَكُفُّوْنَ	وہ نہ روک سکیں گے۔
بَغْتَةً	اچانک۔
تَبْهَتُ	حیران۔
حَاقَ	گھیر لیا۔ آپڑا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۱

سورۃ الانبیاء کی یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب کفارہ مکہ کی مخالفت اور دشمنی انتہاؤں تک پہنچ چکی تھی وہ ہر حال میں اس ابھرتی ہوئی تحریک کو اپنی سازشوں سے کچل ڈالنا چاہتے تھے۔ ان سے جو کچھ ممکن تھا انہوں نے اس میں کسر اٹھا نہ رکھی تھی ان لوگوں نے یہاں تک فیصلہ کر لیا کہ نبی کریم ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے تاکہ یہ مقصد اور مشن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان کیا ہے کہ اے نبیؐ! اگر یہ لوگ آپ کی دشمنی میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ آپ انتقال کر جائیں یا قتل کرا دیئے جائیں۔ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ اس دنیا میں اسی طرح رہیں گے اور ان کو موت نہ آئے گی حالانکہ روئے زمین پر جو بھی ہے اس کو موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے خیر و شر، بھلائی، برائی، زندگی اور موت کی آزمائشوں سے گزر کر آخر کار ہر شخص کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جہاں زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا اور ہر ایک کے اعمال کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔
دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اے نبیؐ! جب یہ کفار آپ کو دیکھتے ہیں تو اپنی اصلاح کرنے کے بجائے یہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور طنز کے طور پر کہتے ہیں اچھا تو یہ ہیں وہ جو ہمارے معبودوں کا مذاق اڑاتے ہیں؟ اور روز روز ہمیں عذاب کی دھمکیاں دیتے ہیں؟ وہ کہتے تھے کہ اول تو عذاب آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر عذاب آ بھی جائے تو ہمارے ان معبودوں کی موجودگی میں ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ جسارت کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے تھے کہ تم جس عذاب کی باتیں کرتے ہو آخر اس کے آنے میں دیر کیا ہو رہی ہے؟ اگر عذاب کو آنا ہی ہے تو جلدی سے آجائے۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ یہ کس عذاب کی باتیں کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان بہت ہی جلد باز ہے وہ اپنی جلد بازی اور عجلت پسندی میں اس بات پر غور نہیں کرتا کہ جب اللہ کا عذاب

آ ئے گا تو وہ ایک آگ ہوگی جوان کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔اس کی لپٹیں چہروں کو جھلسا کر رکھ دیں گی اور وہ کچھ بھی نہ کر سکیں گے اور وہ عذاب اتنا اچانک اور فوری طور پر آئے گا کہ کسی کو سنبھلنے کا یا اس کو روک لینے کا موقع بھی نہ مل سکے گا اور وہ ایسے بدحواس ہو جائیں گے کہ ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے گی وہ آگ جو آگے سے اور پیچھے سے آئے گی اسے نہ روک سکیں گے اور نہ کسی طرف سے ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر یہ لوگ آج آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ پر طرح طرح کے طنز کے تیر چلا رہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اللہ کے نبی اور رسول جب بھی آئے ان کا اسی طرح مذاق اڑایا گیا۔حق اور صداقت کی آواز کو ہمیشہ اسی طرح دبانے اور مٹانے کی کوشش کی گئی لیکن آخر کار اللہ نے دشمنان اسلام کو ذلیل اور رسوا کیا اور اپنے نبیوں اور رسولوں کو کامیاب بامراد فرمایا۔یقیناً آپ بھی ہر طرح کامیاب اور بامراد ہوں گے۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۲
اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ
اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝۴۳ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَ
اٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي
الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ قُلْ اِنَّمَآ
اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ڮ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝۴۵
وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۴۶ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْــــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝۴۷

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ رات اور دن میں رحمٰن (کے عذاب سے) تمہیں کون بچاتا ہے؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی یاد سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا ہمارے سوا ان کے کچھ اور بھی معبود ہیں جو ان کو (مصیبتوں سے) بچا سکتے ہیں۔ (ان کا حال تو یہ ہے کہ) نہ تو وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہم سے بچانے کے لئے ان کی کوئی مدد کر سکتا ہے۔ ہم ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو سامان زندگی دیتے چلے گئے جس سے وہ طویل عمر تک زندہ رہے۔ کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم چاروں طرف سے زمین کو گھٹاتے چلے جا رہے ہیں کیا پھر یہ لوگ غالب آجائیں گے؟

آپ کہہ دیجئے! میں تو تمہیں وحی کے ذریعہ اللہ (کے عذاب) سے ڈراتا ہوں مگر بہرے پکار کو نہیں سنا کرتے جب کہ انہیں خبردار کیا جا رہا ہے۔ اور اگر آپ کے پروردگار کے عذاب کی ایک لپٹ ان کو چھو جائے تو وہ چلا اٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم تو بڑے ظالم تھے۔ اور ہم ہی قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے اور کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے سامنے لے آئیں گے۔ اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

یَکْلَؤُ	حفاظت کرتا ہے۔ بچاتا ہے۔
مُعْرِضُوْنَ	منہ پھیرنے والے۔
تَمْنَعُ	بچاتا ہے۔ روکتا ہے۔
طَالَ	طویل ہو گیا۔ لمبا ہو گیا۔
نَنْقُصُ	ہم گھٹاتے ہیں۔
اَلصُّمُّ	بہرے۔
نَفْحَۃٌ	لپٹ۔ شعلہ۔

اَلْمَوَازِیْنُ (مِیْزَانٌ) ترازوئیں۔

اَلْقِسْطُ	انصاف۔عدل
مِثْقَالٌ	وزن۔
حَبَّةٌ	زرہ۔ایک دانہ۔
خَرْدَلٌ	رائی۔
حَاسِبِیْنَ	حساب لینے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۷

اللہ نے اپنے فضل وکرم سے قریش کو عرب میں ایک خاص مقام اور شدید بدامنی اور قتل وغارت گری کے دور میں بھی امن وسکون عطا کر رکھا تھا۔وہ اللہ ان کو ہر طرح کی مشکلات، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچاتا رہتا تھا۔ان کے باپ دادا کو ہر طرح کا راحت وآرام اور بہترین اسباب دے رکھتے تھے جس کی وجہ سے وہ لمبی عمروں کے باوجود سکھ چین سے زندگی گزار رہے تھے۔ ان تمام مہربانیوں کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ اللہ جو رحمٰن ورحیم ہے اس کی عبادت وبندگی اور نعمتوں کا شکرادا کرنے میں لگ جاتے اور اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی زندگی گزارتے مگر انہوں نے تکبر غرور اور ناشکری کے طریقے اختیار کر کے جھوٹے معبودوں کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا اور ان کو اپنا سہارا سمجھ رکھا تھا۔حالانکہ ان لوگوں نے جھوٹے معبودوں کا سہارا پکڑ رکھا تھا وہ تو خود اپنے وجود پر بھی اختیار نہیں رکھتے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم زمین کو کتنی تیزی کے ساتھ کناروں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں یعنی ان کی زندگی کے دائرے تنگ ہوتے جارہے ہیں۔ان کا اقتدار روز بروز کم ہوتا جارہا ہے اور وہ وقت دور نہیں ہے جب ان پر عرب کی سرزمین تنگ ہو کر رہ جائے گی۔فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خیر خواہی اور بھلائی میں وحی الٰہی کی دلیل سے بات کہہ رہا ہوں تا کہ وہ لوگ اللہ کے اس عذاب سے بچ سکیں جس کی ایک لپٹ اور شعلہ بھی ان کو چھو جائے گا تو وہ نہ صرف اپنی بدنصیبی کا رونا روئیں گے بلکہ اس عذاب سے ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور اس کو برداشت نہ کر پائیں گے اور یہ کہہ اٹھیں گے کہ واقعی ہم نے ظلم اور زیادتی کی تھی۔آخرت میں جب اللہ تعالیٰ میزان عدل قائم فرمائیں گے تو کسی پر ذرا برابر ظلم اور زیادتی نہ ہوگی اور رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل چھپا نہ رہ سکے گا اور ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہوگا۔اس ہولناک دن ان عزت داروں کو منہ چھپانے کی جگہ بھی نہ مل سکے گی رسوائی اور ذلت ان کا نصیب بن جائے گی۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جو میزان عدل رکھی جائے گی وہ اس قدر وسیع ہوگی کہ اس میں زمین اور آسمان

بھی سما جائیں گے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دنیا کی ترازو میں تو ظاہری چیزیں تولی جاتی ہیں لیکن وہ ترازو کیسی عجیب ہوگی جس میں انسانوں کے اخلاق، معاملات اور اعمال تک تولے جائیں گے۔ واقعتاً اس دن کے عذاب اور ذلت سے جو بچ گیا وہ کامیاب اور بامراد ہوگا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن کی رسوائی سے بچائے اور حساب کو آسان فرمائے۔ (آمین)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ
مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۚ اَفَاَنْتُمْ
لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو ایک حق اور باطل کے درمیان فیصلے کرنے والی چیز، روشنی اور نصیحت تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے عطا کی تھی۔ ان لوگوں کے لئے جو بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں اور یہ نصیحت نامہ ہم نے آپ پر اتارا ہے جو بہت برکت والا ہے۔ تو کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو؟

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

اٰتَيْنَا	ہم نے دیا۔
اَلْفُرْقَانَ	حق و باطل میں فرق کرنے والا۔
ضِيَآءٌ	روشنی۔
ذِكْرٌ	نصیحت نامہ۔
يَخْشَوْنَ	وہ ڈرتے ہیں۔

اَلْغَیْبُ بن دیکھی حقیقتیں۔

مُبَارَکٌ برکت والا۔

مُنْکِرُوْنَ انکار کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۰

یوں تو قرآن کریم کی ہر سورت میں بہت سے انبیاء کرام کا ذکر مبارک ہے۔ چونکہ اس سورت میں سترہ پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اس سورت کا نام ''الانبیاء'' رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں سترہ انبیاء کرام کا ذکر خیر کر کے چند باتوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

(۱) جتنے پیغمبروں کو بھیجا گیا ہے ان کی تعلیمات، مقصد اور مشن ایک ہی تھا جس کی تکمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائی گئی ہے۔ جس بات کو تمام انبیاء کرام کہتے آئے ہیں اسی بات کو آپ بھی ارشاد فرما رہے ہیں۔

(۲) اللہ نے سارے پیغمبروں کو اپنا کلام عطا فرمایا براہ راست یا بالواسطہ یعنی رسولوں پر کتابوں کو نازل کیا گیا اور نبیوں نے رسولوں کی لائی ہوئی کتابوں اور پیغام کو اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا۔

(۳) سارے پیغمبروں نے ایک ہی بات فرمائی اور وہ یہ کہ صرف ایک اللہ کی عبادت اور بندگی کی جائے اور اللہ کے سوا کسی کو ''اِلٰہٗ'' اور معبود تسلیم نہ کیا جائے۔

(۴) اللہ کا یہ پیغام لانے والے نہایت پاکیزہ اور معصوم بشر ہوتے ہیں۔ ان کا بشر ہونا ہی ان کی سب سے اعلیٰ اور بہتر شان ہے اور بشر کامل ہوتے ہیں کوئی نرالی اور انوکھی مخلوق نہیں ہوتے۔ ان کی زندگی تمام انسانوں کے لئے مشعل راہ ہوتی ہے۔

(۵) وہ پیغمبر اللہ کے دین کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد فرماتے ہیں اور ہر باطل سے ٹکرا جاتے ہیں حق اور صداقت کی اس آواز کو پہنچانے میں ان کو شدید مصائب اور پریشانیوں سے واسطہ پڑتا ہے مگر وہ نہایت تحمل اور برداشت سے اپنی امت کی خیر خواہی میں لگے رہتے ہیں۔

(۶) اللہ کا دین پہنچانے میں ان کو شدید مصائب سے واسطہ پڑتا ہے لیکن آخر کار ان کو بھرپور کامیابی عطا کی جاتی ہے۔ یہ کامیابی ان کو اور ان کے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں سرخرو کرتی ہے۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی کتاب عطا فرمائی تھی جو فرقان ضیاء اور خوف الٰہی رکھنے والوں کے لئے ذکر اور یاددہانی تھی۔ جو لوگ بھی اللہ

سے ڈرنے والے، غیب پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھنے والے اور قیامت کے ہولناک دن کا خوف رکھنے والے ہیں ان کے لئے رہبر و رہنما کتاب تھی اسی طرح اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم ''ذکر مبارک'' کے طور پر نازل فرمایا ہے جس کا انکار بدقسمت لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ ساری دنیا کو اور خاص طور پر کفار مکہ کو آگاہ کیا ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب فرمایا اور فرعون اور فرعونیوں کو ناکام اور نامراد بنایا اس طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کو بھی کامیابی حاصل ہوگی اور ان پر ایمان نہ لانے والوں کو شدید شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے توریت کی تین صفات بیان فرمائی ہے۔

(۱) فرقان (۲) ضیاء (۳) اور ذکر۔

فرقان کے معنی ہے وہ چیز جس سے حق اور باطل میں امتیاز کیا جاسکتا ہے یعنی ایک ایسی کسوٹی جس پر پرکھ کر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ اس میں کتنا کھرا اور کتنا کھوٹا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ فرقان سے مراد اللہ کی مدد ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیدائش سے آخر تک اللہ کا خصوصی معاملہ اور مدد رہی ہے۔

ضیاء روشنی اور نور کو کہتے ہیں یعنی یہ کتاب دین کے راستہ چلنے والے کے لئے ایک ایسی روشنی ہے جو اس کو منزل مراد تک پہنچانے والی ہے۔

ذکر یاددہانی یعنی خواہشات اور دنیا کے مال و دولت کے لالچ میں پڑ کر آخرت کو بھول جانے والوں کے لئے یاددہانی اور ذکر ہے۔ تاکہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کی طرف پلٹ آئیں۔ فرقان، ضیاء اور ذکر یہ تین صفتیں اللہ کے ہر اس کلام کی ہے جو اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجی ہے۔

چونکہ توریت، زبور اور انجیل میں اس قدر تبدیلیاں لائی جاچکی ہیں اور لوگوں نے اپنے اغراض کے لئے تحریف کر ڈالی ہے اس لئے اب ان کتابوں کے لئے کسوٹی نور اور ذکر مبارک قرآن کریم ہے۔ جو تعلیمات اور احکامات بائبل میں قرآن کریم کے مطابق ہیں وہی صحیح ہیں جو قرآن کے خلاف ہیں وہ سب چیزیں اور باتیں باطل ہیں اور اللہ کا کلام نہیں ہیں۔

اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کریم جیسی کتاب کو نازل کیا۔ اگر قرآن کریم نہ ہوتا تو ساری دنیا کے انسان ہمیشہ بھٹکتے رہتے۔ ان کو راستہ اور روشنی، نصیب نہ ہوتی اب ساری دنیا مل کر بھی اس سچائی کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی کہ قیامت تک صرف قرآن کریم ہی فرقان، روشنی اور ذکر مبارک ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ
كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝٥١ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ
الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝٥٢ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا
عٰبِدِيْنَ ۝٥٣ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ۝٥٤ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝٥٥
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ
فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٦ وَ
تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٧
فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٨
قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٩ قَالُوْا
سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝٦٠ قَالُوْا
فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝٦١ قَالُوْٓا
ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝٦٢ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ
كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝٦٣ فَرَجَعُوْٓا
اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٦٤ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى
رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝٦٥ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ
لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾
قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾
قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا
بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۷۰

اور یقیناً اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو عقل سلیم (ٹھیک سمجھ) عطا کی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے جب انہوں نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے کہا یہ کیسی مورتیں (بت) ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان ہی کی عبادت و بندگی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔ کہنے لگے کہ کیا تو سچ مچ کہہ رہا ہے یا ہنسی کھیل کر رہا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا بلکہ تمہارا رب ہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے انہیں بنایا۔ اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔ اور اللہ کی قسم میں تمہارے پیٹھ پھیرنے کے بعد تمہارے بتوں کی خبر لوں گا۔ پھر اس نے ان (بتوں کو) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مگر ان میں کا بڑا بت (چھوڑ دیا) تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کا یہ حشر کس نے کیا۔ بے شک وہ تو ظالموں میں سے ہے۔ کہنے لگے ہم نے ایک نوجوان کے متعلق سنا ہے کہ وہ بتوں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے۔ اسے ابراہیم کہتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ دیکھیں۔ انہوں نے کہا اے ابراہیم ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سب کچھ تم نے کیا ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا ان (بتوں کے) بڑے (بت) نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اگر یہ بات کر سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ وہ سب اپنے دلوں میں سوچ میں پڑ گئے اور کہنے لگے بے شک تم ہی ظالم ہو۔ پھر سر کو جھکا کر کہنے لگے کہ تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا پھر تم

اللہ کے سوا ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ؟

کہنے لگے اس کو آگ میں جلا ڈالو۔ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔

(اللہ نے فرمایا) ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا انہوں نے اس کا (ابراہیمؑ کا) برا چاہا تھا پھر ہم نے ان (بت پرستوں ہی) کو نقصان میں ڈال دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۷۰

رُشْدٌ	ٹھیک سمجھ۔ عقل سلیم۔
تَمَاثِيْلُ (تِمْثَالٌ)	جانداروں کی شکل۔ مورتیاں۔
عَاكِفُوْنَ	جم کر بیٹھنے والے۔
وَجَدْنَا	ہم نے پایا۔
لَاعِبِيْنَ	ہنسی دل لگی کرنے والے۔
تَاللّٰهِ	اللہ کی قسم۔
لَاَكِيْدَنَّ	میں ضرور تدبیر کروں گا۔
اَصْنَامٌ (صَنَمٌ)	بت۔
مُدْبِرِيْنَ	پلٹنے والے۔ پیٹھ پھیرنے والے۔
جِذَاذٌ (جَذِيْذٌ)	ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔
سَمِعْنَا	ہم نے سنا۔
اَعْيُنُ النَّاسِ	لوگوں کی آنکھوں کے سامنے۔
يَنْطِقُوْنَ	وہ بات چیت کرتے ہیں۔

نُكِسُوْا	اوندھے کردیئے گئے۔
حَرِّقُوْا	جلاڈالو۔
كُوْنِيْ	ہوجا۔
بَرْدًاوَّسَلٰمًا	سلامتی کے ساتھ ٹھنڈاہوجانا۔
كَيْدٌ	فریب۔دھوکہ۔تدبیر۔
اَلْاَخْسَرِيْنَ	زیادہ نقصان اٹھانے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۷۰

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سات بڑی سورتوں، بقرہ، انعام، توبہ، ہود، ابراہیم، الحجر اور النحل کے بعد سورۃ الانبیا میں حضرت ابراھیم خلیل اللہؑ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔

عرب کے تقریباً تمام قبائل حضرت ابراہیم کی طرف نسبت کرنے پر ایک خاص فخر محسوس کرتے تھے لیکن یہ نسبت عمل کرنے کے لئے نہیں بلکہ حسب نسب پر فخر کرنے کی غرض سے ہوتی تھی کیونکہ جب ہم ان کی عملی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ان میں حضرت ابراھیم اوران کی اولاد میں آنے والے نبیوں اور رسولوں کی بہت سی اچھی باتیں نہ تھیں بلکہ کفر وشرک اور اپنے بچوں کو قتل کرنے اور جہالت کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تو بت شکن تھے مگر ان پر فخر کرنے والوں نے بیت اللہ شریف میں سیکڑوں بت رکھے ہوئے تھے۔اللہ کو چھوڑ کر وہ ان سے اپنی مرادیں مانگنے پر فخر کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بت ہمارے سفارشی ہیں۔اگر ہم نے ان کی عبادت و بندگی نہ کی تو اللہ ہماری کسی دعا کو قبول نہ کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہم کا واقعہ سنا کر ان بت پرستوں کو یاد دلایا ہے کہ وہ اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ذرا بھی مناسبت ہے۔کیونکہ ان کے اعمال ان کی اس خوش فہمی کی تردید کررہے ہیں۔فرمایا کہ وہ لکڑی، پتھر اور مٹی کے بت جن کے سامنے تم جھکتے ہو اوران کی عبادت و بندگی کرتے ہو وہ اس قدر بے حقیقت ہیں کہ خود اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔اگر ایک مکھی ان کی ناک پر بیٹھ جائے یا (حضرت ابراہیم کی طرح) ان بتوں کو کوئی شخص توڑ دے تو وہ ایک مکھی کو اپنے اوپر سے نہیں اڑا سکتے ہیں۔اور نہ بچاؤ کر سکتے ہیں۔فرمایا کہ یہ بت جتنے بے بس اور بے اختیار ہیں وہ دنیا بھر کے لوگوں کے نفع نقصان اور سکھ چین کے مالک کیسے ہوسکتے ہیں؟ حضرت ابراہیم کے واقعہ میں اسی بات کو یاد دلایا گیا ہے۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے

ایک ایسے کافر گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جہاں دن رات ان کے والد آذر پتھروں، لکڑیوں اور مٹی کے بت بناتے اور ان من گھڑت صورتوں، شکلوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مانتے تھے۔ گھر سے باہر کا ماحول اس سے زیادہ گھناؤنا اور مشرکانہ تھا جہاں ہر شخص چاند، سورج، ستاروں، درختوں اور پانی کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھا اور ان کے سامنے "ہاتھ جوڑے" بیٹھا رہتا اور مرادیں مانگتا رہتا تھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی یہی بتایا گیا تھا کہ یہ سب چیزیں تمہارے معبود ہیں مگر حضرت ابراہیمؑ یہ سوچتے تھے کہ چاند، سورج، ستارے، نکلتے ہیں، ڈوب جاتے ہیں، غائب ہو جاتے ہیں ہر وہ ایک کو دیکھتے تو یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید یہی معبود ہو مگر جب انہوں نے ان کو نکلنے اور ڈوبنے میں بے اختیار دیکھا تو ایک دن ان کی فطرت سے آواز بلند ہوئی کہ یہ سب چیزیں جن کو میرا معبود بتایا جاتا ہے یہ میرے معبود نہیں ہیں بلکہ جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہی میرا رب ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف پھیرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ میں صرف ایک اللہ کو اپنا معبود مانتا ہوں اور بس، میں کسی کے شرک کرنے میں شریک نہیں ہوں۔

جب انہوں نے اس حقیقت کو پالیا تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے والد آذر سے کہا کہ ابا جان آپ اور آپ کی قوم کے لوگ جن تصویروں پر جمے بیٹھے ہیں اور ان سے اپنی مرادیں مانگ رہے ہیں یہ سب کیا ہے؟ جواب یہ تھا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت و بندگی کرتے دیکھا ہے لہٰذا ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ ان کے پاس ان کو معبود بنانے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ سب لوگ رسموں اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو کھلی گمراہی ہے جس میں لوگ مبتلا ہیں۔ حیرت سے کہنے لگے ابراہیم یہ بات تم سنجیدگی سے کہہ رہے ہو یا ہنسی دل لگی کے طور پر کہہ رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت وقار اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ یہ مٹی، پتھر اور لکڑی کے بت تمہارے معبود نہیں ہیں۔ بلکہ جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے جس نے تمہیں اور انہیں بنایا ہے وہی سب کا پروردگار ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنے دل میں قسم کھا کر کہا کہ تمہارے جانے کے بعد پھر میں تمہارے ان بتوں کی دھجیاں بکھیروں گا اور پوری طرح خبر لوں گا۔ جب اس قوم کے میلے کا دن آیا جس میں وہ بڑی خوشیاں مناتے شہر سے باہر جاتے تھے سب کے سب جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی کہا گیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ اس میلے ٹھیلے میں چلیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کے ستاروں کی طرف دیکھا اور پھر کہا کہ میں "سقیم" ہوں سقیم کے معنی بیمار ہونے کے بھی ہے اور غمگین اور رنجیدہ ہونے کے بھی ہے۔ ان سب لوگوں کے میلے میں جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک کلہاڑہ لیا اور اس سے ان تمام چھوٹے بڑے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جو ان میں سب سے بڑا بت تھا وہ کلہاڑہ اس کے گلے میں لٹکا دیا۔ جب پوری قوم میلے سے لوٹی اور اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو پورے شہر میں کہرام مچ گیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کس نے کیا ہے؟ کسی نے کہا کہ ہماری قوم میں تو صرف آذر کا بیٹا ابراہیم ہی ہے جو ہمارے بتوں کو برا کہتا ہے اور وہ

ع ۶

میلے میں بھی نہیں گیا تھا۔ پوری قوم جمع تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طلب کر کے پوچھا گیا کہ اے ابراہیم کیا تم نے یہ کیا ہے؟ تم نے ہمارے بتوں کی یہ درگت بنائی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصل حقیقت پر بات کرنے سے پہلے ان کی ناسمجھی اور بے عقلی پر بھرپور طنز کیا، وہ بڑا بت جس کے گلے میں وہ کلہاڑہ لٹکا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان کے بڑے نے کیا ہوگا۔ اگر یہ بت تم سے بات کرسکتا ہے تو اس سے پوچھ لو۔ ان بے عقلوں پر یہ اتنا بڑا حملہ تھا کہ ان کی زبانیں بند ہو کر رہ گئیں۔ دل میں سوچنے لگے کہ یہ پتھر کے بے جان بت کیسے بتا سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے جھکے ہوئے سروں کو دیکھا تو فرمایا تم ایسے بتوں کو اپنا معبود بنائے بیٹھے ہو جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچانے کی طاقت وقوت رکھتے ہیں۔ کیا تم لوگ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گویا ان سے یہ فرمایا کہ جب تمہارے یہ معبود اپنی حفاظت بھی نہیں کرسکتے اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ تمہارے نفع نقصان کے مالک کیسے ہوسکتے ہیں۔ سچی بات ہمیشہ کڑوی ہوتی ہے۔ وہ تمام لوگ اپنے بتوں کی درگت اور اپنی توہین کو برداشت نہ کرسکے۔ کہنے لگے کہ لوگو! اس کو مار ڈالو، جلا ڈالو، اپنے معبودوں کی مدد کرو، تم جو کچھ کرسکتے ہو وہ کرو، آپس میں مشورہ کر کے طے کیا گیا کہ اتنے بڑے جرم کی سزا تو یہی ہوسکتی ہے کہ ابراہیم کو جلا کر خاک کر دیا جائے جب قوم نے فیصلہ کرلیا تو ہر شخص اس کو کار ثواب سمجھ کر لکڑیاں جمع کرنے کے لئے بھاگ دوڑ میں لگ گیا ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ کہتے ہیں کافی دنوں تک لکڑیاں جمع کی گئیں۔ پھر ان کو دھونکایا گیا۔ جب آگ کے شعلے آسماں کو چھونے لگے تب رسیوں سے ہاتھ پیر باندھ کر کسی ذریعہ سے حضرت ابراہیم کو اچھال کر آگ میں پھینکا گیا۔ ادھر تمام مشرکین نے اپنی تدبیریں کر کے حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکا۔ ادھر اللہ نے آگ سے فرمایا اے آگ تو ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ چنانچہ وہ آگ بہترین باغ بن گئی۔ کفار اور مشرکین یہ سمجھ رہے تھے کہ اس آگ سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس آگ کی لپٹیں اتنی تیز اور اونچی تھیں کہ اگر اس کے اوپر سے کوئی پرندہ بھی گذر جاتا تو وہ جل بھن کر کباب ہو جاتا، وہ اپنی جگہ مطمئن تھے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم کو آگ میں بھسم کر دیا لیکن جب آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا ہونے کا حکم الہی پہنچا تو حضرت ابراہیم اس آگ میں سات دن تک رہے اور فرماتے ہیں کہ ان سات دنوں میں مجھے جتنا سکون اور اطمینان نصیب ہوا پوری زندگی ایسا سکون نہیں ملا۔ بے شک جس کی حفاظت اللہ کرتا ہے اس کو ساری دنیا مل کر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ شرط یہ ہے کہ اللہ کے لئے قربانی پیش کرنے کے لئے حضرت ابراہیم کا جیسا جگر اور ایمان ہونا چاہئے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دشمنوں سے بچالیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف اپنا پیغمبر بنایا بلکہ ان کی قربانیوں کے صلے میں ساری دنیا کی امامت و پیشوائی بھی عطا فرمائی صرف اولاد ہی نہیں بلکہ وہ صالح اولاد عطا فرمائی جن سے سینکڑوں نبی اور رسول دنیا میں تشریف لائے اور رشد اور ہدایت کا یہ سلسلہ جاری ہوا۔ فلسطین میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد اور حجاز میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ قائم ہوا۔ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم کو اسی لئے ابوالانبیاء کہا جاتا ہے کہ ان کی نسل میں ہزاروں پیغمبر آئے تھے۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتوں کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

ا۔ بخاری اور مسلم میں یہ روایت موجود ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ (علیه السلام) لَمْ يُكْذَبْ غَيْرَ ثَلَاثَة'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین موقعوں کے سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس حدیث کے مطابق وہ تین موقعے یہ تھے (۱) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لوگوں نے میلے میں چلنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا تھا ''انی سقیم'' یعنی میں بیمار ہوں۔ (۲) دوسرا موقع وہ تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا تھا اور بت پرستوں نے پوچھا تھا کہ اے ابراہیم کیا یہ کام تم نے کیا ہے؟ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان کے بڑے نے کیا ہوگا (۳) تیسرا موقع وہ ہے جس کو اسرائیلی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنی بیوی حضرت سارہ کو اپنی بہن بتایا تھا۔ اس حدیث میں ان تین مواقع کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس حدیث پر بڑا شور مچایا ہے اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہونے کے باوجود درایت کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ ایسے موقع پر منکرین حدیث کا شور مچانا تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ منکرین حدیث کا تو بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح حدیث رسول کو اس قدر غیر معتبر کر دیا جائے کہ پھر قرآن کریم کی من مانی تاویلات کر کے ''ماڈرن اسلام'' بنانے میں ہر طرح کی سہولت حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے ہیں ان کو اس طرح حدیث کا بے باکانہ انداز سے انکار کرنا یا تنقید کرنا بہت بڑی جسارت ہے جس سے انہیں یا ان کے ماننے والوں کو توبہ کرنی چاہئے کیونکہ ان تینوں موقعوں پر تاویل کی جاسکتی ہے بعض باتیں ایسی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں جھوٹ محسوس ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ جھوٹ نہیں ہوتیں۔ اس کو عربی میں ''توریہ'' کہتے ہیں توریہ کے معنی ہے ایسا ذو معنی کلام جس سے کہنے والا جو کہہ رہا ہے کچھ ہے اور جو سننے والا ہے وہ اپنے انداز پر بات کو کچھ اور سمجھ رہا ہے۔ یہ بظاہر جھوٹ لگتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ کے پیچھے جھوٹ کا کوئی جذبہ نہیں ہوتا بلکہ جس سے کہا جارہا ہے اس کے شر سے محفوظ رہنے یا پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے

لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ بتاؤ اگر میں کہتا ہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو عنقریب تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے۔ سب نے کہا ہاں ہم آپ کی ہر بات پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی لشکر نہیں ہے بلکہ شیطان کا لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہے اس جگہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غلط بیانی کی تھی بلکہ آپ ذہنوں کو اپنی بات کے لئے تیار کر رہے تھے تا کہ آپ کی بات پر پورا دھیان دیا جاسکے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس بڑے بت سے پوچھو۔ اس جگہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی کہہ دیتے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا تو اس سے وہ پوری طرح متوجہ نہ ہوتے۔ جب وہ متوجہ ہو گئے تب آپ نے ان کو نصیحت فرمائی۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ بظاہر جھوٹ لگتا ہے لیکن حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔

یہ ایک استثنا کی شکل ہے جس کی ضرورت پڑسکتی ہے لیکن اس پر کوئی اصول نہیں بنایا جاسکتا جس طرح کچھ لوگوں نے ''تقیہ'' کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ اگر کسی سے تقیہ کر لیا جائے یعنی جھوٹ بول دیا جائے تو یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں ایسے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو توریہ فرمایا ہے اس کی تاویل کرنا آسان ہے لیکن تم نے جو تقیہ کا ایک اصول بنا کر جھوٹ کو اسلامی بنا دیا ہے اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ شریعت میں تقیہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہ کچھ لوگوں نے اپنی اغراض اور جھوٹ کا سہارا لینے کے لئے گھڑ لیا ہے۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا
اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ
اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾
وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ
الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ۚ
وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ
كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ۙ
وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ؑ

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

اور ہم نے اسے (ابراہیمؑ کو) اور لوط کو اس سرزمین کی طرف (بھیج کر) بچالیا جس میں ہم نے جہانوں کے لئے برکت رکھی ہے۔ اس کو ہم نے اسحاقؑ (جیسا بیٹا) بخشا اور انعام میں یعقوب عطا کیا۔ اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا۔ اور ہم نے ان کو پیشوا (رہنما) بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے۔ اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کے لئے وحی بھیجی اور وہ ہماری ہی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ اور لوط کو ہم نے علم و حکمت سے نوازا اور اس بستی سے بچالیا جو بدکاریاں کیا کرتی تھی بلاشبہ وہ لوگ برے اور نافرمان تھے۔ اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کیا بے شک وہ نیکوں میں سے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

نَجَّيْنَا	ہم نے نجات دی۔
وَهَبْنَا	ہم نے عطا کیا۔
نَافِلَةٌ	عطیہ۔ ضرورت سے زائد۔
اَئِمَّةٌ (اِمَامٌ)	رہنما۔ پیشوا۔
فِعْلُ الْخَيْرَاتِ	بھلائیوں کے کام۔ نیک کام۔
حَكَمٌ	حکمت۔ نبوت۔
اَلْخَبَائِثُ	گندگیاں۔ بدکاریاں۔

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

گذشتہ آیات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا لیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مشرکین نے آگ کے الاؤ میں جھونک دیا تھا اور اتنی زبردست آگ میں پھینکنے کے بعد وہ اس سے مطمئن تھے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے گل وگلزار بنا دیا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سات دن تک اس آگ میں رہے۔ پھر نہایت خاموشی سے انہوں نے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اس وقت تک ایمان لانے والے دو ہی افراد تھے آپ کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام، ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یہی دونوں افراد تھے جن کو لے کر انہوں نے فلسطین میں جا کر قیام فرمایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو نمرود اور اس کی قوم سے نجات عطا فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو فلسطین میں قیام فرمایا اور حضرت لوط علیہ السلام کو جب اللہ نے نبوت عطا فرمائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سدوم کے علاقے میں بھیج دیا۔ موجودہ زمانہ میں سدوم اردن اور اس اسرائیل کے درمیان کا وہ علاقہ ہے جس کو بحر میت کہا جاتا ہے۔ یہاں سدوم اور عمورہ کی سات بستیاں تھیں جن کو شدید گناہوں کی سزا میں اس طرح تباہ و برباد کر دیا گیا اور بستیوں کو الٹ دیا گیا کہ " آج ان بستیوں کی جگہ ایک ایسا سمندر ہے جس کو بحر میت یا بحر مردار کہا جاتا ہے یہاں کی زمین سطح سمندر سے کئی سو فٹ نیچے چلی گئی ہے اس سمندر میں کوئی کشتی تک نہیں چل سکتی یہاں تک کہ اس کے پانی میں چھوٹے سے چھوٹا جانور جیسے بکٹیریا وغیرہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس سرزمین پر پوری قوم ایسی بد اخلاقی اور برائیوں میں مبتلا تھی جو ان سے پہلے ساری دنیا میں کوئی قوم بھی اس برائی میں مبتلا نہیں ہوئی تھی اس قوم کے مزاج میں بدچلنی، بداخلاقی، سرکشی، تکبر اور غرور کے ساتھ غیر فطری عمل کی محبت رچ بس گئی تھی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے بعد ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو ایسی سرزمین کی طرف بھیج کر بچا لیا جس سرزمین میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت ہی برکت رکھی ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے اسحاق علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا اور انعام کے طور پر یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عنایت کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا اس لئے ان کے بارہ بیٹوں کو اللہ نے اس کثرت سے اولاد عطا کی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کہلانے لگے اور بارہ بیٹے بارہ قبیلے اور خاندان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت سارہ کے بطن سے اٹھارہ سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کو پیدا کیا جو بہت نیک اور صالح تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو نبوت اور رسالت کے ساتھ ساری دنیا کی پیشوائیت اور امامت بھی عطا فرمائی تھی جو اللہ کے حکم سے لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ ہم نے انہیں وحی کے ذریعہ اس بات کی تعلیم دے دی تھی کہ وہ ہمیشہ نیکیاں اور بھلائیاں کرتے رہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے رہیں چنانچہ وہ اللہ ہی کی عبادت اور بندگی کرتے تھے۔ فرمایا کہ اس طرح ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو علم و حکمت اور دانائی سے نوازا تھا اور ان کو اس بستی سے بچالیا تھا جو ہر طرح کی بدکاریوں میں مبتلا ہو کر اپنی آخرت کو برباد کر رہے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قوم لوطؑ صرف اسی فعل میں مبتلا نہیں تھی بلکہ ان میں اور بھی بہت سے عیب تھے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر فطری عمل یعنی مردوں کا مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنا تمام برائیوں کی جڑ ہے اس کے بعد بہت سی برائیاں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام پر خصوصی رحم و کرم نازل فرمایا اور وہ خود بھی انتہائی نیک انسان تھے۔ جس بستی میں وہ تھے صرف اس کو بچالیا گیا باقی سب بستیوں کو برباد کر دیا گیا تھا۔

جیسا کہ تشریح میں عرض کیا گیا ہے کہ خلاف فطرت (لواطت) بدکاری اس قدر شدید فعل ہے کہ اس سے قومیں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور ایسی قوموں کا اللہ کے عذاب سے بچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ موجودہ دور میں نام نہاد ترقی یافتہ قومیں جس طرح اس فعل بد کو قانونی تحفظ دیتی چلی جارہی ہیں اس کے اثرات تو ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں اور طرح طرح کی بیماریوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور ہر روز کوئی نہ کوئی بیماری کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر قوموں نے اس فعل سے توبہ نہ کی تو دنیا میں کوئی ایسی خطرناک اور ناقابل تصور بیماری پھیلے گی جس سے کروڑوں لوگ مرجائیں گے یا ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جائیں گے کیونکہ اس عمل بد کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ جس سے کسی حال میں بچنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو آنے والے عذاب سے محفوظ فرمائیں اور ایسے قوانین سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائیں جس سے ساری انسانیت کے تباہ ہو جانے کا امکان ہے کیونکہ جب کسی قوم پر اللہ کا عذاب بھڑک اٹھتا ہے تو اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ ساری انسانیت کو ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

وَنُوحًا إِذْ
نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٧٧﴾ وَدَاوُودَ
وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ

الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝۷۸ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ
وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ
يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝۷۹ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ
لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
شٰكِرُوْنَ ۝۸۰ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ
اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝۸۱
وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا
دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝۸۲ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى
رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ
مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝۸۴
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۸۵
وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶ وَ
ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ
فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ
اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ

مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾ وَ زَكَرِیَّاۤ
اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ
الْوٰرِثِیْنَ ﴿۸۹﴾ۚۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَ وَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَ اَصْلَحْنَا
لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ
یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾
وَ الَّتِیْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ
جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ
اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖؗ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ
بَیْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ۧ

ع ٦ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷۶ تا ۹۳

اور یاد کرو نوحؑ کو جب کہ ان سے پہلے اس نے ہمیں پکارا۔ ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو ایک بڑی بے چینی سے نجات عطا کی۔ اور اسے اس قوم سے نجات دی جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت برے لوگ تھے۔ ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (ڈبو دیا) اور یاد کرو داؤدؑ اور سلیمانؑ کو جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جسے رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں اور ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا پھر ہم نے اس کا فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو گہری سمجھ اور علم عطا کیا تھا۔ اور ہم نے پہاڑوں کو داؤدؑ کے تابع کر دیا جو تسبیح کرتے تھے اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی (اس کے تابع کر دیا تھا) اور یہ سب کچھ کرنے والے ہم ہی تھے۔

اور ہم نے اسے زرہ بنانا سکھائی تا کہ وہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔ کیا پھر تم شکر کرنے والے ہو؟ اور سلیمانؑ کے لئے ہم نے تیز چلنے والی ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جسے ہم نے برکت دی تھی۔ اور ہم ہی ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔ اور شیاطین میں سے ہم نے ایسے بہت سے (جنات کو) ان کے تابع کر دیا تھا جو اس کے لئے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا اور بہت سے کام کرتے تھے۔ اور ہم ان کو سنبھالنے والے تھے۔ اور یاد کرو ایوبؑ کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف ہے اور آپ سب رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں تو ہم نے اس کی فریاد کو سن لیا اور اس کو جو تکلیف تھی وہ دور کر دی۔ اور اس کو اس کے گھر والے عطا کر دیئے۔ اور اتنے ہی اپنی رحمت سے اور عطا کر دیئے تا کہ یہ عبادت و بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نعمت ہو۔ اور یاد کرو اسماعیلؑ، ادریسؑ، اور ذوالکفلؑ کو یہ سب صبر کرنے والے ہیں۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا بے شک وہ نیکو کاروں میں سے ہیں۔ اور یاد کرو مچھلی والے کو جب وہ غصہ میں بھر کر چلا گیا تھا وہ سمجھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ پھر اس نے اندھیروں میں پکارا کہ (اے اللہ) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ کی ذات پاک ہے۔ بے شک میں ہی قصور وار تھا۔ پھر ہم نے اس کی دعا کو قبول کر لیا اور اس کو ہم نے غم سے نجات دیدی۔ اور ہم اہل ایمان کو اسی طرح سے نجات دیا کرتے ہیں۔ اور یاد کرو جب زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑیئے اور بہترین وارث تو آپ ہی ہیں۔ پھر ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اس کو یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو درست کر دیا (ماں بننے کے قابل بنا دیا)۔ یہ وہ لوگ تھے جو نیکیوں میں دوڑتے تھے اور ہمیں رغبت و محبت اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے آگے عاجزی کرتے تھے۔ اور اس خاتون کا ذکر کیجئے جب ہم نے اس (حضرت مریم کے رحم میں) روح کو پھونک دیا تھا پھر جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی۔ ہم نے اس کو اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا تھا۔ یہ تمہاری امت ایک امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ تم میری ہی عبادت و بندگی کرو۔ انہوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ لیکن سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧٦ تا ٩٣

اَلْكَرْبُ الْعَظِيْمُ بہت بڑی بے چینی۔

قَوْمُ سَوْءٍ برے لوگ۔

يَحْكُمَانِ فیصلہ کرنے لگے۔

اَلْحَرْثُ کھیتی۔ کھیت۔

نَفَشَتْ چر گئیں۔

غَنَمٌ بکریاں۔

فَفَهَّمْنَا ہم نے سمجھ عطا کی۔

اَلطَّيْرُ پرندے۔

صَنْعَةٌ بنانا۔

لَبُوْسٌ لباس۔

تُحْصِنُ تمہیں بچاتی ہے۔

بَأْسٌ سختی۔ جنگ۔

عَاصِفَةٌ تیز ہوا۔ آندھی۔

يَغُوْصُوْنَ غوطہ لگاتے ہیں۔

مَسَّنِيْ مجھے پہنچا۔

كَشَفْنَا ہم نے کھول دیا۔

مُغَاضِبًا غصہ میں بھرا ہوا۔

لَا تَذَرْنِيْ تو مجھے نہ چھوڑنا۔

فَرْدٌ	تنہا۔
اَصْلَحْنَا	ہم نے درست کر دیا۔
يُسٰرِعُوْنَ	دوڑتے ہیں۔
رَغَبٌ	امید۔
رَهَبٌ	ڈر۔خوف۔
خَاشِعِيْنَ	ڈرنے والے۔
اَحْصَنَتْ	اس نے حفاظت کی۔
نَفَخْنَا	ہم نے پھونک ماری۔

تشریح: آیت نمبر ٧٦ تا ٩٣

سورۃ الانبیاء کی ان آیت میں گیارہ نبیوں اور رسولوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔حضرت نوحؑ ،حضرت داؤدؑ،حضرت سلیمانؑ ،حضرت ایوبؑ ،حضرت ادریسؑ ،حضرت ذوالکفل ،حضرت ذوالنونؑ ، (حضرت یونس) حضرت زکریا،حضرت یحیؑ اور ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے دنیا بھر کے سرکشوں نافرمانوں اور فسادیوں اور ظالموں کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے پاکیزہ نفوس انبیاء کرام کو اس اصولی اور بنیادی نصیحت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر انہوں نے گناہوں کو نہ چھوڑا تو ان کو عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔اللہ کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ اس نے اپنے خاص بندوں کو تو بچالیا لیکن ظالموں کو ان کی تہذیب کو ان کی ترقیات کو اس طرح ملیامیٹ کر دیا کہ آج ان کی عمارتوں کے کھنڈرات عبرت ونصیحت کا نشان بنے ہوئے ہیں۔حضرت نوح علیہ السلام جنہوں نے ساڑھے نوسو سال تک امت کی رہنمائی فرمائی لیکن جب پوری قوم نے (کئی اورنسلوں نے) ان کی نصیحت کو نہیں سنا اور ہمیشہ ان کی مخالفت کرتی رہی تب حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی کہ الٰہی یہ لوگ میری بات اور نصیحت کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اب یہ ایسے گلے سڑے بازو یا جسم کی طرح ہو چکے ہیں جس کو کاٹ کر پھینک دینا ہی بہتر ہے ان کی اصلاح ممکن نہیں ہے اے اللہ ان کو اور ان کے گھروں کو ویران کر دے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول کر کے ان کے ماننے والوں اور اہل خانہ (سوائے ان کے بیٹے کے) کو اس کشتی کے ذریعہ

بچالیا جوانہوں نے اللہ کے حکم سے تیار کی تھی بقیہ ساری قوم پر پانی کا اتنا زبردست طوفان مسلط کیا گیا کہ اس میں ہر شخص ڈوب کر ختم ہوگیا صرف اہل سفینہ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی والے بچ گئے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیغمبر جو اپنی امت اور ساری انسانیت کے سب سے بڑے مخلص ہوتے ہیں اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے کوئی درخواست کرتے ہیں تو ان کی پکار کو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے۔ ان آیات میں کفار مکہ سے بھی کہا جارہا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثاروں کو اتنا نہ ستائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے کوئی آہ نکل جائے اور وہ کفار تباہ اور برباد ہو کر رہ جائیں۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔ جب حضرت داؤد نے ایک فیصلہ سنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا فیصلہ کیا اس معقول فیصلے کو سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا فیصلہ بدل لیا اور اپنے فیصلے پر ضد اور بڑائی کا انداز اختیار نہیں کیا۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص کی بکریاں کسی دوسرے کے کھیت میں گھس آئیں اور انہوں نے بھرے کھیت کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ کھیت والے نے حضرت داؤد علیہ السلام کے دربار میں عدل وانصاف کی فریاد پیش کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ظاہری صورت حال کو دیکھ کر یہ فیصلہ فرمادیا کہ جس کا کھیت برباد ہوا ہے وہ ان ساری بکریوں کو لے کر ان سے فائدہ اٹھائے۔ یہی فریاد جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے کی گئی تو انہوں نے اللہ کے حکم سے نہایت ذہانت کا یہ فیصلہ فرمادیا کہ کھیت والا ساری بکریاں اپنے پاس رکھے۔ ان سے فائدہ اٹھائے۔ پھر بکریوں والے سے کہا کہ وہ اس کا اجڑا ہوا کھیت دوبارہ آباد کرے۔ جب کھیت تیار ہو جائے تو وہ اپنی بکریاں واپس لے جائے اور کھیت اس کے مالک کے حوالے کردے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ کے والد محترم ہیں۔ وقت کے بادشاہ، ذہین ترین نبی اور رسول ہیں جب وہ زبور کی آیات تلاوت فرماتے تھے پہاڑ اور پرندے ان کے ساتھ جھومنے لگتے تھے اور اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ اتنی خوبصورت پر تاثیر آواز کے مالک تھے کہ ان کے پڑھنے کو لحن داؤدی کہتے ہیں اللہ نے ان کے لئے لوہے کو موم کی طرح نرم کردیا تھا جس سے وہ جنگ کی حالت میں استعمال کئے جانے والے لوہے کا لباس تیار کرتے تھے جس کو زرہ کہتے ہیں۔ اللہ نے ان کو فہم وفراست اور علم وحکمت سے بھی نوازا تھا اتنے عظیم انسان اور پیغمبر کے سامنے جب ان کے بیٹے کا بہتر فیصلہ آیا تو انہوں نے فوراً ہی اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور کسی طرح اس کو اپنی انا یا ضد کا مسئلہ نہیں بنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور رسول نہیں ہیں اور اللہ نے ان کو بھی بہت سی وہ عظمتیں عطا فرمائی تھیں جو لائق ذکر ہیں۔ اللہ نے ان کو علم وحکمت، ذہانت اور بات کی تہہ تک پہنچنے کی بڑی زبردست صلاحیتیں عطا کی تھیں ہوا کو اس طرح ان کے تابع کردیا تھا کہ اب کو جہاں اور جیسے حکم دیتے ہوا وہی کرتی تھی، چرند، پرند، درند، جنات اور طاقتور انسان ہر وقت ان کے دربار میں حاضر رہتے تھے ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصد عدل وانصاف کے نظام کو قائم کرنا تھا اس لئے اس میں اپنی ذاتی انا اور ضد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ درحقیقت کفار مکہ کو شرم دلائی جارہی ہے کہ یہ دونوں باپ بیٹے وقت کے عظیم پیغمبر اور بہت زیادہ

قوت اور طاقت کے مالک تھے مگر وہ ہر سچائی کو ہر وقت قبول کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور کفار مکہ کا یہ حال ہے کہ معمولی معمولی سرداریوں کو لئے بیٹھے ہیں اور غرور وتکبر کے پیکر بنے ہوئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس سچائی اور عدل وانصاف کی تعلیمات کو لے کر آئے ہیں ان سے منہ پھیر رہے ہیں۔

صبر وشکر کے پیکر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا تو وہ ہر وقت اللہ کے سامنے شکر گذاری کے جذبے کے ساتھ جھکے رہتے تھے اور جب ان کو ایسی شدید بیماری اور تکلیف سے واسطہ پڑا کہ ان کی بیوی کے علاوہ ہر شخص ان کے قریب جاتا ہوا گھبراتا تھا۔ فرمایا کہ اس حال میں وہ انتہائی صبر سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب ان کی بیماری اس درجے کو پہنچ گئی جہاں ان سے وہ برداشت نہ ہوسکی تو انہوں نے اپنے اللہ کو آواز دی۔ الٰہی میری تکلیف اور بیماری حد درجہ بڑھ گئی ہے اور تمام رحم کرنے والوں میں آپ ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد کو سنا اور ان کو نہ صرف شدید بیماری اور تکلیف سے نجات عطا فرمادی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اچھی صحت، مال واہل اور اولاد کی نعمتوں سے ان کو نواز دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر وشکر ایک بہترین مثال ہے دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کو جب بھی دل سے پکارا جاتا ہے وہ ایسا مہربان اور کریم ہے کہ وہ ہر شخص کی فریاد کو سنتا ہے اور اس کو ہر طرح کی تکلیفوں سے نجات عطا کردیتا ہے۔

حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے ذکر کے بعد حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت ذوالنونؑ (مچھلی والے) کے متعلق فرمایا کہ یہ سب کے سب انتہائی نیک صالح اور پرہیز گار تھے جنہیں اللہ نے اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا نام لئے بغیر ان کو ''ذوالنون'' فرمایا یعنی وہ جو مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ رہے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نینوا اور بابل کے نافرمانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کو ہر طرح سمجھاتے تھے مگر وہ راہ ہدایت پر نہ آتے تھے۔ آخر ایک دن ان نافرمانوں سے مایوس ہو کر یہ دعا فرمائی الٰہی یہ قوم سدھرنے والی نہیں ہے اب آپ ان کا فیصلہ فرمادیجئے۔ حضرت یونس علیہ السلام یہ سوچ کر کہ اللہ اپنے نبی کی دعا کو ضرور سنتا ہے اللہ کی طرف سے فیصلے کا انتظار کئے بغیر وہاں سے کسی دوسرے ملک کے لئے بیوی بچوں کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ چونکہ اللہ کے نبی بڑی شان والے ہوتے ہیں اور وہ ہر شخص کے لئے ایک مثال ہوتے ہیں اس لئے ان کی ذرا سی بات پر بھی گرفت ہوجاتی ہے۔ اللہ نے ان کی بیوی اور بچوں کو ان سے کسی طرح جدا کردیا۔ وہ تنہا ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ کشتی ایک بھنور اور طوفان میں پھنس گئی سب لوگوں کے ڈوبنے کا اندیشہ تھا۔ کسی نے کہا کہ ہم میں ضرور کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا کی رضا اور مرضی کے بغیر بھاگا ہوا ہے۔ قرعہ اندازی کی گئی ہر مرتبہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا حضرت یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ بھاگا ہوا غلام میں ہی ہوں۔ حضرت یونسؑ کو پانی میں پھینکا گیا ایک بہت بڑی مچھلی جو منہ کھولے تیار تھی یہ اس مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے (مچھلی کے پیٹ میں) اس اندھیری کوٹھری میں بھی ان کو زندہ رکھا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو اندازہ ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، اس لئے یہ سزا دی گئی۔ انہوں نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں ندامت وشرمندگی کے ساتھ کہا الٰہی

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، بے شک مجھ سے زیادتی ہوگئی ہے۔ اللہ نے ان کو معاف فرما دیا عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور صحیح سالم اس مچھلی نے ان کو دریا کے کنارے اگل دیا۔ اللہ نے وہاں بھی ان کی صحت و عافیت اور رزق کا انتظام فرما دیا۔ ادھر جب پوری قوم یونس علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت یونسؑ اس شہر سے چلے گئے ہیں اور انہوں نے عذاب الٰہی کے آثار بھی دیکھے تو پوری قوم نے اللہ سے اپنے کفر و شرک سے پناہ مانگی جن کو معاف کر دیا گیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ عذاب کے آثار آنے کے بعد اگر کسی قوم کو معاف کیا گیا ہے تو وہ صرف قوم یونسؑ تھی۔ اللہ کے حکم سے حضرت یونس علیہ السلام بھی اپنی قوم میں واپس آگئے اور ان کے بیوی بچے اور سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ان کو عطا کر دیا گیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بڑھاپے کی انتہائی عمر اور بیوی کے بانجھ ہونے باوجود جب اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی تمنا کی اور اللہ کو پکارا تو اللہ نے ان کی اہلیہ کو بھی اولاد کے لئے صلاحیت عطا کر کے ان کو ماں بنا دیا اور اس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا نیک، پاکباز اور نبی صالح عطا فرمایا۔ ان کو اس نعمت کے عطا کرنے کی وجہ یہ فرمائی گئی کہ وہ ہر ایک کا بھلا چاہتے تھے اور نیکی و پرہیزگاری میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ بتانا یہ ہے کہ اللہ اپنی قدرت کاملہ سے جس طرح اور جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی اور اللہ اپنے بندوں کی ہر پکار کو سن کر ان کو وہ سب کچھ عطا فرماتا ہے جو ایک بندے کی خواہش ہوتی ہے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ایک نئے انداز سے فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ وہ (مریم) جو پاکیزگی، عفت و عصمت کی پیکر تھیں جو اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والی تھیں اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے رحم میں روح کو پھونکا اور ساری دنیا کو اپنی قدرت کا یہ کمال دکھا دیا کہ وہ اللہ ایسی قدرت والا ہے کہ جس طرح بغیر ماں باپ کے حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کو پیدا فرما دیا۔ ایک سو دس سال کی عمر میں حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹا عطا فرما دیا اور اسی طرح بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو پیدا فرما دیا۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

ان آیات میں گیارہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نظر میں سارے انسان برابر ہیں وہ ہر ایک کی فریاد سنتا اور اس کی تمنا کو پورا کرتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے ساری دنیا کے لوگوں کو ایک ہی امت اور جماعت بنایا تھا اور وہ ان کی رہبری اور رہنمائی کے لئے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجتا رہا جو ان کو بھٹکنے سے بچانے کی جدوجہد کرتے تھے۔ فرمایا کہ اب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لا چکے ہیں۔ ساری دنیا کے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ان کو بھیجا گیا ہے اب آپ کے آنے کے بعد قیامت تو آئے گی لیکن کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ لہٰذا ساری دنیا کے انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے تو ان کو اس دنیا کی اور آخرت کی ساری کامیابیاں اور عظمتیں عطا کی جائیں گی۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمادی گئی کہ اس اللہ کو جب بھی اور جس جگہ بھی پکارا جاتا ہے تو وہ اللہ فریاد کرنے والے کی فریاد کو سنتا ہے۔ سارے نبیوں نے ہر مشکل کے وقت صرف اللہ ہی کو پکارا۔ اس نے ان کی فریاد کو سنا اور ان کی ہر خواہش کو پورا کیا۔ کیونکہ اللہ کا ہر نبی اور رسول اس بات کو جانتا ہے کہ مشکل کشا صرف اللہ کی ذات ہے۔ وہی ہر ایک کی فریاد سن کر اس کی مشکلات کو دور کرتا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿٩٤﴾ وَ
حَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٩٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا
فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا
ظٰلِمِيْنَ ﴿٩٧﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَاۗءِ
اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيْهَا
زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿١٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ
لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ
حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِىْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾
لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ
الَّذِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۴ تا ۱۰۳

جو نیک عمل کرے گا اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو اس کی جدو جہد ضائع نہ جائے گی اور

بے شک ہم اس کو لکھ رہے ہیں۔ اور جس بستی کو ہم نے غارت کر دیا ہو ممکن نہیں ہے کہ وہ لوٹ کر (دنیا میں دوبارہ) آئیں گے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آرہے ہوں گے۔ اور جب سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تو اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی (اور کہیں گے) ہائے ہماری بدنصیبی ہم تو اسی غفلت میں تھے بلکہ ہم ظلم کرتے رہے تھے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت و بندگی کرتے تھے وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں اور تم وہاں تک پہنچ کر رہو گے۔ اگر یہ بت معبود ہوتے تو دوزخ میں نہ پہنچتے۔ ان سب کو ہمیشہ اسی میں رہنا ہے۔ وہ ان میں چلائیں گے۔ اور وہ اس (شور شرابے میں) کچھ نہ سن سکیں گے۔ وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ لوگ ان سے اتنے دور رہیں گے کہ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سن سکیں گے۔ اور وہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان رہیں گے۔ وہ گھبراہٹ کے اس بڑے دن میں غم گین نہ ہوں گے۔ فرشتے ان کو لینے آئیں گے اور (کہیں گے کہ) آج تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۴ تا ۱۰۳

لَا كُفْرَانَ	ناقدری نہ ہوگی۔
سَعْیٌ	کوشش۔ جدوجہد۔
كَاتِبُوْنَ	لکھنے والے۔
فُتِحَتْ	کھول دی گئی۔
حَدَبٌ	ٹیلہ۔ بلند مقام۔
يَنْسِلُوْنَ	وہ گھستے چلے آئیں گے۔
شَاخِصَةٌ	پھٹ جانے والی۔

حَصَبُ	ایندھن۔ جلنے کی چیز۔
وَارِدُوْنَ	پہونچنے والے۔ اترنے والے۔
زَفِيْرٌ	چیخ و پکار۔
سَبَقَتْ	فیصلہ ہو چکا۔ گذر چکا۔
مُبْعَدُوْنَ	دور رہنے والے۔
حَسِيْسٌ	آہٹ۔ سرسراہٹ۔
اِشْتَهَتْ	من پسند۔
اَلْفَزَعُ	گھبراہٹ۔
تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کیا جاتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۹۴ تا ۱۰۳

فرمایا کہ وہ صاحب ایمان شخص جو کوئی بھی نیک یا بھلا کام کرے گا تو اس کی سعی، کوشش اور جدوجہد کو ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اب جن بستیوں کے رہنے والوں کو ان کے برے اعمال اور کردار کی وجہ سے (عذاب یا موت سے) تباہ کیا جا چکا ہے ان کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی عمل کے لئے اس دنیا میں لوٹ کر واپس آئیں اور بہتر عمل کی کوشش کر سکیں۔ قیامت کی علامتیں بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب یاجوج ماجوج کی قوم جو سد ذوالقرنین کی وجہ سے رکی ہوئی ہے وہ دنیا پر ٹوٹ پڑے گی اور وہ لوگ ایک سیلاب کی طرح ہر بلندی سے پہاڑوں سے آ رہے ہوں گے جیسے وہ اونچائی سے پھسل رہے ہیں وہ لوگوں کا بے دریغ قتل عام کریں گے اور ہر طرف بربادی مچا کر رکھ دیں گے۔ وہ اتنی بڑی طاقت ہوں گے کہ ان کو روکنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور ان کی بددعا سے قوم یاجوج و ماجوج تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ یاجوج ماجوج کا فتنہ عام ہو گیا ہے تو سمجھ لینا کہ اب قیامت بہت زیادہ دور نہیں ہے۔ قیامت کیا ہے؟ قیامت ایک ایسا ہیبت ناک دن ہوگا جب کافر اس کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے تو ان کی آنکھیں

پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ہر طرف کفار اور مشرکین کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان ہوگا۔ اب وہ پچھتائیں گے، چلائیں گے اور کہیں گے کہ ہماری شامت آگئی ہے۔ وہ اس بات پر افسوس کریں گے کہ انہوں نے پوری زندگی اس غفلت میں گذار دی اور اپنے اس انجام کی طرف کبھی دھیان دینے کا موقع ہی نہ ملا اور اس پر شرمندہ ہوں گے کہ انہوں نے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کی ان تعلیمات کا کیوں انکار کیا جو ان کی ہدایت کے لئے وہ پیش کرتے تھے۔ فرمایا جائے گا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں اور کافر ہستیوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے وہ سب کے سب آج جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ وہ تمہیں جہنم سے کیسے بچا سکتے ہیں جب کہ وہ خود ہی دوزخ میں جلا دیئے جائیں گے۔ اگر وہ معبود ہوتے تو ان کی یہ درگت نہ بنتی۔ فرمایا جائے گا کہ اب ان سب کو اس جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے وہ روئیں گے، چلائیں گے اور اس شور شرابے میں کچھ بھی سن نہ سکیں گے۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کے لئے اللہ نے بھلائی کا فیصلہ کر دیا ہے وہ ان سے بہت دور ہوں گے۔ وہ آہٹ بھی نہ سنیں گے کہ جہنمیوں پر کیا گذر رہی ہے۔ وہ جنت کی ان نعمتوں اور راحتوں میں گذار رہے ہوں گے جہاں ہر چیز ان کی خواہش اور تمنا کے مطابق ہوگی۔ ہر طرف گھبراہٹ اور ہولناکی کا ڈیرہ ہوگا لیکن یہ اہل جنت کسی طرح سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہوں گے۔ فرشتے مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہیں گے کہ آج تمہارا وہ مبارک دن ہے جس میں تمہیں وہ سب کچھ دے دیا گیا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ان آیات کے سلسلے میں چند باتیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر صاحب ایمان شخص کی ہر جدوجہد اور کاوش کو پوری طرح قبول فرمائیں گے اور ان کی کوئی نیکی ضائع نہ کی جائے گی ان کے ایک ایک عمل کو فرشتے لکھ رہے ہیں اللہ اپنے نیک بندوں کی اس طرح قدر فرمائیں گے اور ان کو اتنا کچھ عطا فرمائیں گے جس کی وہ تمنا یا آرزو کر سکتے تھے۔

۲۔ قیامت کا دن ایک ہولناک اور ہیبت ناک دن ہوگا جہاں کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اور ہر ایک کو اپنی نجات اور اعمال کی فکر دامن گیر ہوگی۔

۳۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ نے جن بستیوں، اس کے رہنے والوں اور بدعمل لوگوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے وہ دوبارہ اس دنیا میں واپس آسکیں گے۔ کیونکہ جب کفار کو اپنا برا انجام سامنے نظر آئے گا وہ کہیں گے الٰہی! ہم سے بہت بڑی غفلت ہوگئی ہے اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دے دیا جائے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب ہم ہر وہ کام کریں گے جو آپ کا حکم ہوگا۔ لیکن اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ عمل کرنے کی مہلت ختم ہو چکی ہے اب صرف فیصلے کا دن ہے کسی کو دوبارہ اس کا موقع نہیں دیا جائے گا موت کے فرشتے نظر آنے سے پہلے پہلے جس نے توبہ کر لی اس کی نجات ہونے کا امکان ہے لیکن جس نے پوری زندگی غفلت میں گذار دی ہو اس کا برا انجام اس کے سامنے ہوگا۔

يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ
لِلۡكُتُبِ‌ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ‌ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا‌ ؕ اِنَّا كُنَّا
فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ
الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ‏ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِىۡ هٰذَا لَبَلٰغًا
لِّقَوۡمٍ عٰبِدِيۡنَ ؕ‏ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۶

وہ دن جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے کاغذ کو لپیٹ دیا جاتا ہے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا ہم اسے پھر لوٹا دیں گے۔ یہ وعدہ ہمارے ذمے ہے جسے ہم پورا کریں گے۔ اور بلاشبہ ہم نصیحت کے بعد زبور میں یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے اس میں عبادت گذار بندوں کے لئے ایک بڑی خبر پہنچا دینا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۶

نَطۡوِیۡ — ہم لپیٹ دیں گے۔

طَیّ — لپیٹ دینا۔

اَلسِّجِلُّ — لکھے ہوئے کاغذ کا بنڈل۔

بَدَاۡنَا — ہم نے ابتدا کی تھی۔

نُعِیۡدُ — ہم لوٹا دیں گے۔

یَرِثُ — وارث ہوگا۔ مالک ہوگا۔

بَلٰغٌ — پہنچا دینا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۶

گذشتہ آیات میں قیامت کے ہولناک دن کا ذکر فرمایا گیا۔ان آیات میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم اس آسمان کو جو دنیا والوں کو بہت بڑا نظر آتا ہے اس طرح لپیٹ کر رکھ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے کاغذوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے اور جس طرح اللہ نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا تھا اسی طرح اس کو دوبارہ تخلیق فرمادیں گے یہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ اس کی قدرت کے سامنے اس کام کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔فرمایا کہ اللہ کا ایک وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں اور اس کے بعد آنے والی کتابوں میں بھی لکھ دیا ہے کہ روئے زمین کے وارث اللہ کے نیک اور صالح بندے ہوں گے اور اللہ کی عبادت اور بندگی کرنے والوں کے لئے یہ ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔

علما مفسرین نے اس بات پر غور وفکر کیا ہے کہ اس میں خاص طور پر زبور کا ذکر کیوں کیا گیا ہے۔کیا اس سے مراد صرف زبور ہی ہے اس کے لئے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ زبور سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں اور ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں سے ہر زمانہ میں اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ جب بھی وہ نیکی اور پرہیز گاری کا کردار پیش کریں گے تو ان کو زمین کا وارث بنا دیا جائے گا۔بعض حضرات نے فرمایا کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔بعض کا خیال یہ ہے کہ کفار کی سرزمین ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ پیشین گوئی فرمادی تھی کہ بہت جلد اہل ایمان کو کفار کی سرزمین پر غلبہ عطا کیا جائے گا۔بہر حال اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جب بھی اہل ایمان اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے ان کو ہر جگہ سربلندی نصیب ہوگی اور یہی چیز ان کو جنت کی راحتوں تک پہنچانے کا ذریعہ بھی ہوگی۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾
قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ
اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٩﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ
مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ
لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ وَرَبُّنَا
الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾

النصف ۷ ع ۱۹ ۷

ترجمہ آیت نمبر ١٠٧ تا ١١٢

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام اہل جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟ پھر اگر وہ منہ پھیرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں اچھی طرح تو خبردار کر دیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔ اللہ ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو پکار کر کہی جائیں اور اس کو بھی جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو۔ اور میں نہیں جانتا کہ (عذاب میں تاخیر) تمہارے لئے آزمائش ہے یا ایک خاص مدت تک فائدہ پہنچانے والا ہے۔

انہوں نے (نبی ﷺ نے) کہا کہ میرے پروردگار آپ حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ اور ہمارا رب بہت مہربان ہے اور اس سے مدد طلب کی جاتی ہے (ان باتوں پر) جو تم بتاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٠٧ تا ١١٢

اَرْسَلْنَا — ہم نے بھیجا۔
هَلْ — کیا۔
مُسْلِمُوْنَ — فرمانبرداری کرنے والے۔
اٰذَنْتُ — میں نے خبر دے دی۔
سَوَآءٌ — برابر۔ پوری پوری۔
اِنْ اَدْرِیْ — میں نہیں جانتا۔
اَلْجَهْرُ — پکارنا۔ زور سے کہنا
مَتَاعٌ — سامان راحت۔ فائدہ۔
حِیْنٌ — زمانہ۔ وقت۔
اَلْمُسْتَعَانُ — مدد طلب کی جاتی ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۰۷ تا ۱۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ اہل ایمان کے لئے تو اس لئے رحمت ہیں کہ آپ کے ذریعہ ان کو اللہ کا وہ پیغام ہدایت نصیب ہوا جو قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے لئے رحمت ہی رحمت ہے اور کفار اور مشرکین کے لئے بھی رحمت ہے کیونکہ آپ کی وجہ سے وہ قومیں اللہ کے اس عذاب سے محفوظ ہو گئی ہیں جو گذشتہ قوموں پر آئے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار و مشرکین کے لئے رحمت ہیں کہ جس طرح قوموں کے چہرے مسخ کر دیئے گئے، زمین میں دھنسا دیئے گئے اور ان کو ان کے کفر کے سبب جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان پر ان جیسے عذاب نہیں آئیں گے البتہ زلزلے، طوفان اور آپس کے لڑائی جھگڑوں وغیرہ کے عذاب ضرور آئیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب بنا کر نہیں بھیجا۔ ایک مرتبہ کسی صحابیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مشرکین کے لئے بددعا کیجئے، آپ نے فرمایا کہ میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لعنتیں بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ آپ کے ذریعہ اللہ نے انسانیت کو وہ رہبر و رہنما کتاب عطا کی ہے جس کے ذریعے یہ پوری کائنات ہر ایک کے لئے رحمت ہی رحمت بن جاتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ میرے اوپر اس اللہ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے جو تم سب کا رب اور الٰہ ہے۔ جس کو ماننے میں دیر نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن اگر وہ اس وحی الٰہی سے اپنا منہ پھیرتے ہیں ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں نے تمام حالات سے تمہیں پوری طرح آگاہ کر دیا۔ اگر تم نے اس کو مان لیا تو اس میں تمہارے لئے ہی بھلائی اور خیر ہے۔ فرمایا کہ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں نے اللہ کی طرف سے ہر بات کو واضح طریقے پر بیان کر دیا ہے۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا وہ فیصلہ جلد آئے گا یا اس میں دیر ہوگی۔ اس بات کا علم صرف اس اللہ کو ہے جو ہر اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے جو انسان آہستہ سے کہتا ہے یا پکار کر کہتا ہے۔ فرمایا کہ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ تمہیں ایک دفعہ پھر مہلت دی جارہی ہے تا کہ تم سمجھ کر سنبھل جاؤ۔ لیکن اگر وہ اپنی روش زندگی کو تبدیل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر آپ کہہ دیجئے کہ ان کا جو بھی ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہوگا اس کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں مدد مانگنے والے ہیں۔ وہی ہماری مدد فرمائے گا۔

اس مضمون پر الحمد للہ سورۃ الانبیاء کا ترجمہ اور تشریح تکمیل تک پہنچی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ١٧

اقترب للناس

سورۃ نمبر ٢٢

اَلْحَجّ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	22
کل رکوع	10
آیات	78
الفاظ وکلمات	1283
حروف	5432

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعمیر بیت اللہ کے وقت تمام دنیا کے انسانوں کو حج کے لیے اذن عام دیا تھا۔ باہر سے زیارت کے لیے آنے والوں اور مکہ کے رہنے والوں کو حقوق میں برابر قرار دیا تھا۔ لیکن ان کفار نے اس مقدس ومحترم سرزمین کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا تھا۔

اللہ کا وہ گھر جو اس کی عبادت وبندگی کے لیے بنایا گیا تھا اس میں تین سو ساٹھ بت رکھ کر غیر اللہ کی عبادت وبندگی کی جارہی تھی اور جس طرح تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی ہر حاجت کو اللہ کے سامنے پیش کر کے اس سے مدد مانگی تھی یہ لوگ ابراہیمی ہونے کے دعویدار ہونے کے باوجود غیر اللہ سے اپنی حاجتیں مانگا کرتے تھے۔

سورۃ الحج کی ابتدائی آیات مکہ مکرمہ میں اور کچھ آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں چونکہ مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی آیات خاص طور پر کفار کے خلاف جہاد کی اجازت وغیرہ کے لیے ہیں اس لیے اس سورۃ کو مدنی سورۃ شمار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار کے غلبہ اور قوت وطاقت سے نہ گھبرائیں وہ وقت دور نہیں جب ان کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی اور اللہ کا گھر قیامت تک صرف اسی کی عبادت وبندگی کے لیے مخصوص ہو جائے گا اور جہاد کے ذریعہ اہل ایمان کو ان کفار پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ فتح ونصرت ان کے قدم چومے گی اور آج جو لوگ اہل ایمان کے راستے کا پتھر بن گئے ہیں وہ سخت ناکام ہوں گے اور ان کی اجارہ داری ٹوٹ کر رہ جائے گی۔

مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک جس طرح اہل ایمان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ ان کو اس زمانہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دو سالوں میں اس بات کا حکم تھا کہ وہ ہر طرح کے مظالم برداشت کرتے رہیں اور طاقت ہونے کے باوجود اس کا کوئی جواب نہ دیں لیکن اس سورۃ میں اہل ایمان کو مسلم کا لقب عطا کر کے دنیا بھر میں امن وسلامتی کا پیکر بنایا گیا ہے اور انہیں حکم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک شدید زلزلے کے نتیجے میں یہ ساری کائنات درہم برہم کر دی جائے گی ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت کا وہ دن بڑا دہشت ناک اور ہولناک ہوگا جس میں ہر شخص پر ایک زبردست خوف طاری ہو جائے گا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اس دن کی فکر ہونا چاہیے۔ کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے ایک وقت وہ آنے والا ہے جہاں ہر انسان کو اپنے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ پھر کوئی شخص جزا اور سزا سے بچ نہیں سکتا۔ قیامت کا آنا برحق ہے اس میں شک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

دیا گیا ہے کہ دنیا بھر میں امن و سلامتی کے راستے میں یہ کفار و مشرکین آڑے آئیں تو ان کے خلاف طاقت استعمال کی جائے اور جہاد کیا جائے۔

علماء و مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں پہلی مرتبہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی آیات میں کفار و مشرکین کو سیدھے راستے پر چلنے کی تاکید فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان لوگوں نے کفر و شرک، ضد، ہٹ دھرمی اور ظلم و ستم کا راستہ تبدیل نہیں کیا اور وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا انجام بہت قریب ہے اور ان کا انجام دوسری بدعمل اور بدکردار قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

منافقین سے کہا گیا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ وہ اپنی منافقانہ روش کو چھوڑ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لیں۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر ان کو مہلت اور ڈھیل نہیں دی جائے گی۔

جن لوگوں نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا ان کو نصیحت کی جا رہی ہے کہ وہ بھی اپنے ظلم و زیادتی اور زور زبردستی کے طریقوں کو چھوڑ کر راہ راست اختیار کر لیں۔

قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک منظر کو پیش کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ ایسا خوفناک دن ہوگا جب دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے اور ہر شخص اس دہشت سے ایسا محسوس کرے گا جیسے وہ کسی نشہ میں ہے حالانکہ یہ سب کچھ نشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے عذاب اور اس دن کی دہشت سے ہوگا۔ فرمایا کہ اس سخت ترین دن کے آنے سے پہلے پہلے اگر توبہ کر لی جائے تو اسی میں ان کے لیے بہتری ہے۔

کفار مکہ کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ جس طرح نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے سچے دین کو جھٹلا رہے ہیں۔ اہل ایمان پر مکہ کی زمین تنگ کر رہے ہیں اور دین کے راستے میں رکاوٹ بن رہے ہیں ابھی وقت ہے کہ وہ اپنے طرز عمل کو بدل

ڈالیں ورنہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کفار و مشرکین کو دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ملے گی اور آخرت میں ان کا بھیانک انجام ہوگا اور وہ ہر طرح کی خیر و فلاح سے محروم رہیں گے۔

فرمایا گیا کہ تم نے جن بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تم ان کی عبادت و پرستش کرتے ہو ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے خالق و مالک ہیں اور تمہاری ہر ضرورت کو پورا کردیں گے یہ خیال غلط ہے کیونکہ ان بتوں میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ان کی کمزوری اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے وجود کے لیے بھی تمہارے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے بلکہ اگر اللہ کی پیدا کی ہوئی ایک مکھی بھی ان کی ناک پر بیٹھ جائے تو وہ اس مکھی کو اپنے بدن سے اڑا نہیں سکتے۔وہ مکھی اگر ان کی کوئی چیز لے کر بھاگ جائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے۔جو اپنے نفع نقصان اور اختیار کے مالک نہیں ہیں وہ تمہارے نفع نقصان کے کیسے مالک ہو سکتے ہیں؟ فرمایا کہ تمہارا خالق صرف ایک اللہ ہے وہی ہر طرح کی عبادت کا مستحق ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔

فرمایا کہ وہ اللہ ہی تمہارا خالق اور پوری کائنات کا مالک ہے۔ساری قدرت اسی ایک اللہ کی ہے۔اس نے تمہارے ماں باپ اور تمہیں پیدا کیا ہے۔اسی نے کائنات کو وجود بخشا ہے وہی اس کے نظام کو چلا رہا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس نظام کے چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔وہی اللہ ہے جو اس سارے نظام کائنات کو لپیٹ کر رکھ دے گا تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا اور پھر تم سے ایک ایک لمحہ کا حساب لے گا۔

اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تمہارا نام ''مسلم'' رکھا ہے۔تم مسلم ہو۔ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔اب ان کفار و مشرکین سے اقتدار چھین کر تمہارے حوالے کرنے کا وقت آ گیا ہے۔جب حکومت، اقتدار اور مال و دولت تمہارے حصے میں آئے تو تم اس نظام زندگی کو قائم کر کے دکھا دینا جس میں نمازوں کے قیام اور زکوٰۃ کی پابندی سے تمام انسانوں کے لیے خیر و فلاح کے راستے کھل جائیں گے۔ ہر نیکی کو قائم کرنا اور دنیا سے ہر برائی کو مٹا کر انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد کرنے کو عبادت سمجھنا تا کہ دنیا ظالموں کے پنجوں سے نجات پا کر صالح انسانوں کی قیادت میں آ جائے۔

۱

اہل ایمان سے یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ وہ دنیا میں زندگی گزارنے کا سلیقہ اور طریقہ اللہ کے سچے رسول آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سیکھیں جن کی زندگی کو اللہ نے ایک بے مثال نمونہ زندگی بنایا ہے۔ فرمایا کہ انسانیت کی نجات کا یہی ایک راستہ ہے اور اسی میں ان کی کامیابیاں پوشیدہ ہیں۔

اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ ایمان اور عمل صالح اختیار کریں گے تو دین و دنیا کی ساری بھلائیاں اور کامیابیاں ان کو عطا کی جائیں گی۔ قیامت میں انہیں راحت بھری جنتیں دی جائیں گی جہاں ہر طرح سلامتی ہی سلامتی ہوگی اور ان میں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ١
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ
وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى
وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ٢ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ
شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ٣ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ
وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ٤ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ
فِىْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ
مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْؕ وَنُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ
لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــًٔاؕ وَتَرَى الْاَرْضَ
هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الۡحَـقُّ وَاَنَّهٗ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ ۝۶
وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيۡهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡعَثُ مَنۡ فِى
الۡقُبُوۡرِ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّلَا
هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيۡرٍ ۙ ۝۸ ثَانِىَ عِطۡفِهٖ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ
اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ
الۡحَرِيۡقِ ۝۹ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ
بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ۝۱۰ ع ۱ ۱۰ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بلا شبہ قیامت کا زلزلہ ہولناک ہے۔ جس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی جس (بچے کو) دودھ پلاتی ہے اسے بھول جائے گی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔ اور تم لوگوں کو دیکھو گے جیسے وہ نشے میں ہوں حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی ایسا سخت ہوگا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو علم (وفکر) کے بغیر ہی اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس (شیطان) کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ اس سے جو بھی دوستی کرے گا وہ اسے گمراہ کر کے چھوڑے گا اور اسے جہنم کی راہ دکھائے گا۔

اے لوگو! اگر تمہیں (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے میں شک ہے تو (اس پر غور کرو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی

سے شکل وصورت بنی ہوئی اور بغیر شکل وصورت بنی ہوئی (ادھوری) تا کہ ہم تمہیں واضح کر کے بتا دیں۔ اور ہم ماؤں کے رحم میں جس (نطفے کو) چاہیں ایک مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔ تا کہ پھر تم اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچو۔ پھر تم میں سے کوئی تو پہلے ہی بلا لیا جاتا ہے اور بعض تم میں سے اس نکمی عمر تک پھیر دیئے جاتے ہیں جہاں بہت کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہیں جانتے۔ اور تم زمین کو دیکھتے ہو کہ خشک پڑی ہے۔ پھر جہاں ہم نے اس پر بارش برسائی تو وہ تر و تازہ ہو کر ابھر آتی ہے اور قسم قسم کی نباتات اگ آتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی ''حق'' ہے وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بے شک وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں شک وشبہ کی (گنجائش) نہیں ہے اور بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو جو قبروں میں جا چکے ہیں ان کو ضرور اٹھائے گا۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم ہدایت اور روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں (تکبر سے) اپنی گردن کو اکڑائے ہوئے ہیں۔ تا کہ وہ اللہ کے راستے سے لوگوں کو بھٹکا دیں۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم ان کو جلتی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ (فرمائیں گے کہ) یہ ہے وہ عذاب جو تم نے اپنے آگے بھیجا تھا اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اَلسَّاعَةُ قیامت۔ گھڑی۔

تَذْهَلُ غافل ہو جائیگی۔ بھول جائیگی۔

مُرْضِعَةٌ دودھ پلانے والی

تَضَعُ ضائع کر دیگی۔ گرا دیگی۔

ذَاتُ حَمْلٍ حاملہ عورت۔

سُکٰرٰی (سُکْرَانٌ) نشے۔

يُجَادِلُ	جھگڑتا ہے۔
يَتَّبِعُ	اتباع کرتا ہے۔ پیچھے لگ جاتا ہے۔
مَرِيْدٌ	سرکش۔ ضدی۔
تَوَلّٰى	دوست ہوا۔
اَلسَّعِيْرُ	آگ۔ جہنم۔
رَيْبٌ	شک وشبہ۔
اَلْبَعْثُ	دوبارہ زندہ ہونا۔ جی اٹھنا۔
تُرَابٌ	مٹی۔
نُطْفَةٌ	بوند۔
عَلَقَةٌ	جما ہوا خون۔ لوتھڑا۔
مُضْغَةٌ	گوشت کا لوتھڑا۔ گوشت کی بوٹی۔
مُخَلَّقَةٌ	شکل صورت والا۔
نُقِرُّ	ہم روکتے ہیں۔ ہم ٹھہراتے ہیں۔
اَرْحَامٌ (رَحْمٌ)	رحم۔
طِفْلٌ	بچہ۔
اَشَدٌّ	قوت۔ کمال۔
يُرَدُّ	لوٹا دیا گیا۔

اَرْذَلُ الْعُمُرِ	نکمی عمر۔پست ترین عمر۔
هَامِدَةٌ	مرجھائی ہوئی۔دبی ہوئی۔خشک۔
اِهْتَزَّتْ	تروتازہ
رَبَتْ	اونچی اٹھی ہے۔پھولتی ہے۔
اَنْبَتَتْ	اگتی ہے۔اگاتی ہے۔
بَهِيْجٌ (بَهْجَةٌ)	رونق دار۔شگفتہ۔
يَبْعَثُ	دوبارہ زندہ کرتا ہے۔اٹھا کھڑا کرتا ہے۔
مُنِيْرٌ	روشن۔منور۔
ثَانِيَ	پھیرنے والا۔
عِطْفٌ	کروٹ۔بازو۔شانہ۔
نُذِيْقُ	ہم چکھائیں گے۔
خِزْيٌ	رسوائی۔ذلت۔
اَلْحَرِيْقُ	جلتی اگ۔
ظَلَّامٌ	بہت ظلم کرنے والا۔
عَبِيْدٌ (عَبْدٌ)	بندے۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے اے لوگو! اپنے پروردگار سے اور قیامت کے

اس ہولناک دن سے ڈرو جو اچانک ایسا زبردست زلزلہ اور بھونچال آئے گا جس کی شدت سے ہر شخص کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس دن کی دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ شفقت و محبت کرنے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی۔ حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ ہر شخص ایسا لگے گا جیسے وہ نشہ کی حالت میں ہے۔ حالانکہ وہ نشہ نہیں بلکہ اللہ کے عذاب اور قہر کی دہشت کا اثر ہوگا جس سے اس پر بوکھلاہٹ طاری ہوگی۔ اس دن سوائے نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری اور خوف الٰہی کے کوئی چیز انسان کے کام نہ آسکے گی۔

حضرت علقمہ اور حضرت شعبی کی وہ روایتیں جن کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ اور بھونچال آنے کے بعد قیامت واقع ہوگی۔ قیامت آنے سے پہلے سورج مخالف سمت سے نکلے گا۔ پھر صور پھونکا جائے گا جس سے ساری مخلوق جو قبروں میں ہے یا جس کے ذرات کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں سب کے سب زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور پھر ہر ایک سے اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔

قیامت کا واقع ہونا ایک ایسی سچائی ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں ہے لیکن بعض لوگ شیطان کے بہکائے میں آ کر یا اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے بغیر کسی علمی دلیل کے قیامت کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور ہر مردود شیطان کے پیچھے لگ کر اس کا کہنا مانتے ہیں اور وہ پوری زندگی اسی بحث میں گذار دیتے ہیں کہ قیامت آئے گی یا نہیں؟

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں کو مثال کے طور پر بتایا ہے۔

فرمایا اگر انسان اپنی تخلیق اور پیدائش پر ہی غور کر لے کہ اس کو کیسے اور کس طرح پیدا کیا ہے؟ تو اس کو یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کا اپنا وجود ہی اس کی بہت بڑی دلیل ہے۔ فرمایا کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک ناپاک قطرہ جس کو نطفہ کہتے ہیں وہ ایک عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر وہ گوشت کے بے جان لوتھڑے کی شکل بن جاتا ہے جس کی کوئی صورت شکل نہیں ہوتی۔ پھر اللہ جیسی صورت شکل دینا چاہتا ہے ویسی شکل و صورت بن جاتی ہے۔ جس کو رحم مادر میں جتنے دن ٹھہرانا یا رکھنا چاہتا ہے اس کو ٹھہراتا ہے جس کو نہیں چاہتا اس کو نہیں ٹھہراتا۔ پھر ایک مدت مقرر کے بعد وہ بچہ پوری انسانی شکل اختیار کر کے اللہ کے حکم سے اس دنیا میں قدم رکھتا ہے اور آہستہ آہستہ طاقت و قوت حاصل کر کے انسانی معاشرہ کا حصہ بن جاتا ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نطفہ یعنی مادہ ہر چالیس دن میں ایک نئی حالت اور صورت شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (۱) انسانی نطفہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک ایک جیسی حالت میں پڑا رہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ (۲) پھر چالیس

دن کے بعد یہ نطفہ علقہ یعنی جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔(۳) پھر چالیس دن کے بعد مضغہ یعنی گوشت کے لوتھڑے جیسا بن جاتا ہے۔(اس چار مہینے کی مدت کے بعد)۔(۴) اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس بچے کے جسم میں روح پھونک دیتا ہے۔(۵) پھر اس کے بعد فرشتے کو چار باتیں لکھوا دی جاتی ہیں یا (لکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے) اس بچے کی عمر کتنی ہو گی؟ کتنا رزق دیا جائے گا؟ وہ کیسے کام کرے گا؟ وہ بد بخت ہو گا یا سعادت مند؟ اس کے بعد اس بچے کے اعضا مکمل ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر ایک دن وہ مکمل انسانی شکل میں اس دنیا میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کا نظام ہے کوئی بچہ ماں کے پیٹ ہی میں مکمل یا نا مکمل ہونے کے باوجود پیٹ ہی میں مر جاتا ہے کوئی پیدا ہونے کے بعد بچپن میں مر جاتا ہے کوئی جوانی اور عمر طبعی کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔ کسی کو بڑھاپا نصیب ہوتا ہے کوئی جوانی ہی میں مر جاتا ہے۔ کوئی شخص بڑھاپے کی اس نکمی عمر تک پہنچ جاتا ہے جس کو ''ارذل العمر'' کہا جاتا ہے جہاں دیکھنے، سننے، سمجھنے کی طاقتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ عقل و فہم اور شعور و دانش، علم و تجربہ اور معلومات اس کے ذہن و فکر سے اس طرح مٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ سب کچھ جاننے کے باوجود کچھ بھی نہیں جانتا، ایک ننھے بچے اور اس بوڑھے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اس نکمی اور بیکار زندگی سے اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عمر کتنی ہی زیادہ یا مختصر ہو آخر کار اس کو موت کے دروازے سے گذر کر اللہ کے ہاں پہنچنا ہے۔ وہ اس دنیا اور اس کے وسائل اور معاملات کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اللہ کا یہ نظام ہے جو ازل سے چلا آ رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ یہ اس کا نظام ہے کہ ایک انسانی وجود بنتا ہے، ابھرتا ہے، رونقیں پیدا کرتا ہے اور پھر موت کی آغوش میں جا کر سو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس دنیا میں دن رات ہوتا رہتا ہے جس کو ہر ایک اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ یہاں کسی کو ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اس کائنات کا بھی یہی عالم ہے کہ یہ ابھر کر، رونقیں بکھیر کر آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گی اسی کو قیامت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال یہ دی ہے کہ تم کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ ایک خشک، بنجر اور مردہ زمین ہے جب اس پر بارش برستی ہے تو اس میں ایک نئی زندگی کے آثار پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بارش کے پانی سے زمین پھولتی ہے، ابھرتی ہے، کونپلیں پیدا ہوتی ہیں، قسم قسم کے نباتات، سبزہ، سبزی اور پھل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف سرسبزی و شادابی، حسن و خوبصورتی اور پھبن پیدا ہو جاتی ہے، درخت جھومنے اور کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کھیتیاں سوکھنا اور زرد ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ درختوں کے پتے جھڑ کر بے رونق ہو جاتے ہیں اور اسی طرح بہار خزاں سے بدل جاتی ہے۔ فرمایا کہ تم جس طرح اس سارے عمل کو دیکھتے ہو اسی طرح یہ نظام کائنات ہے جو اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر اس دنیا کی رونقیں اور خوبصورتیاں ختم ہو جائیں گی اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ ان حقائق کی روشنی میں اگر کوئی آنکھوں کا اندھا ہو تو اور بات ہے ورنہ جس شخص میں ذرا بھی عقل و فہم اور بصیرت موجود ہے وہ قیامت

کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اللہ کا نظام ہے جو چلتا رہے گا۔ فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ جب قیامت قائم ہو جائے گی کیا ہم نے
اس کی تیاری کر رکھی ہے؟ کیونکہ جو شخص وہاں ناکام ہو گیا اس کو دوبارہ موقع نصیب نہ ہو گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ
اَصَابَهٗ خَيْرُ اِۨطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِۨنْقَلَبَ عَلٰى
وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾
يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۗ ذٰلِكَ هُوَ
الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۲﴾ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۗ
لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿۱۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۗ
اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ
يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى
السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۶

لوگوں میں تو کوئی ایسا ہے جو ایک کنارے پر اللہ کی عبادت و بندگی کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی

بھلائی پہنچ گئی تو اس سے مطمئن ہو گیا اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچ گئی تو پھر وہ الٹا پھر جاتا ہے اور (ایسا آدمی) دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہتا ہے۔ یہ ایک کھلا ہوا نقصان ہے۔ وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو نہ تو اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسے نفع پہنچا سکتے ہیں۔ یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔ وہ ان کو پکارتا ہے جن کا نقصان ان کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ اس کا دوست بدترین دوست ہے اور اس کا ساتھی بھی نہایت برا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اسے چاہئے کہ وہ ایک رسی کے ذریعے آسمان تک پہنچ کر اس وحی کے سلسلہ کو کاٹ ڈالے پھر یہ دیکھ لے کہ اس کی تدبیر کسی ایسی چیز کو دور کرا سکتی ہے جو اسے گوارا نہ ہو۔ اور ہم نے اس قرآن کو روشن آیتوں کے ساتھ نازل کیا ہے اور بلا شبہ اللہ جس کو چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۶

حَرْف — کنارہ۔

اَصَابَ — پہنچ گیا۔

اِنْقَلَبَ — پلٹ گیا۔

اَلضَّلَالُ الْبَعِيْدُ — دور کی گمراہی۔ انتہا درجہ کی گمراہی۔

اَقْرَبُ — زیادہ قریب۔

اَلْمَوْلٰى — دوست۔

اَلْعَشِيْرُ — ساتھی۔ رفیق

يَظُنُّ	وہ گمان کرتا ہے۔
يَمْدُدُ	وہ باندھتا ہے۔
يَقْطَعُ	وہ کاٹتا ہے۔
كَيْدٌ	تدبیر
يَغِيظُ	غصہ دلاتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۶

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی ڈھنگ سے اچھی یا بری زندگی گذار ہی لیتا ہے۔ وہ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے خوب محنت کرتا ہے۔ بھاگ دوڑ میں لگا رہتا ہے کوئی کامیاب ہوتا ہے اور کسی کو زندگی بھر حسرتوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس کے ہر عمل کے پیچھے اعتقاد اور یقین کتنا ہے؟ اگر اس کا اعتقاد اور یقین مستحکم، مضبوط اور پختہ ہے تو اس کے عمل کے انداز میں چستی اور پھرتی ہوگی۔ اگر اعتقاد، نیت اور عمل درست نہیں ہے تو وہ ہر کام کو کرے گا مگر اس میں سستی اور کاہلی کا انداز نمایاں نظر آئے گا۔ چنانچہ اگر دین کے معاملہ میں کسی کا اعتقاد اور یقین کامل ہے تو اس کی عبادات، اخلاق وعادات اور معاملات زندگی میں ایک خاص شوق، تڑپ، لگن، اخلاص جوش وجذبہ اور ولولہ ہوگا۔ وہ اللہ کی رضا کے لئے نہایت شوق سے اللہ کی عبادات کا حق ادا کرے گا۔ نماز کا وقت ہوگا تو وہ نہایت ذوق وشوق سے دوڑ کر آئے گا، خشوع وخضوع سے اول وقت نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب اللہ کی طرف بلایا جائے گا تو وہ اپنے گھر کے راحت وآرام کو چھوڑ کر مسجد میں حاضر ہو جائے گا۔ جمعہ کا دن ہوگا تو وہ عین اس وقت جب دوپہر کے وقت کاروبار میں زیادہ نفع کمانے کا وقت ہوتا ہے وہ اپنے نفع سے بے نیاز ہو کر جمعہ کی نماز کی طرف لپکتا اور دوڑتا آئے گا۔ کسی کی مدد کرے گا تو اس میں دنیا کے دکھانے کے بجائے محض اللہ کی رضا وخوشنودی کو پیش نظر رکھے گا۔ صدقہ داہنے ہاتھ سے دے گا تو بائیں ہاتھ تک کو خبر نہ ہوگی، حج کو ایک فریضہ زندگی سمجھ کر ادا کرے گا محض خانہ پری یا سیر وتفریح کے لئے نہیں۔ غرضیکہ اس کی زندگی کا ہر کام سچے اعتقاد، یقین محکم اور اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوگا۔ نفع اور نقصان کے وقت ہر حال میں اللہ ہی کو اپنا سب کچھ سمجھے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جن کو ایمان ویقین میں استحکام اور مضبوطی حاصل نہیں ہوتی وہ ایسے مفاد پرست،

لالچی اور خودغرض ہوتے ہیں جو دین اسلام کے ایک مکمل ضابطہ حیات کو ماننے کے بجائے محض نفع نقصان کی ترازو سے تولتے رہتے ہیں۔ اگر دین اسلام کو اپنانے، نیکی اور پرہیز گاری اور بھلائی کے کاموں میں نفع اور فائدہ نظر آتا ہے تو ان کے نزدیک اس سے اچھا دین اور مذہب کوئی اور نہیں ہوتا لیکن اگر ان کے معاملات زندگی میں ذرا اونچ نیچ ہو جائے انہیں کسی طرح کا نقصان پہنچ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے دین داری اور نیکیوں کی زندگی کو اختیار کیا ہے ہمیں سوائے نقصان کے اور کیا حاصل ہوا ہے۔ بعض لوگ نمازیں اور وظیفے پڑھتے ہیں جس کا مقصد دنیا کے بعض فائدے حاصل کرنا ہوتے ہیں جب وہ حاصل نہیں ہوتے تو کہتے ہیں کہ اتنے دن ہو گئے ہر طرح کے وظیفے پڑھے نمازیں پڑھیں، حج کئے، صدقات دیئے مگر ہماری ایک تمنا بھی پوری نہیں ہوئی بلکہ نقصان ہی نقصان ہوا ہے اب تو ہمارا ایمان ہی ہٹتا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ گویا ایسے لوگوں کے نزدیک عبادات اور نیکیوں کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ان کو دنیا کے کچھ مفادات حاصل ہو جائیں۔ حاصل ہو گئے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر حاصل نہ ہوئے تو ان کے ایمان ہل جاتے ہیں اور وہ اسی دین کو برا کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ایک مومن کا ایمان تو اس پر ہونا چاہیے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے اور وہ جو کچھ نیکیاں کر رہا ہے اس سے اس کی آخرت درست ہو جائے اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔ دنیا میں اگر فائدہ ملتا ہے تو ٹھیک ہے اور اگر اس کو اس دنیا میں نہ ملے تو یقیناً آخرت میں اس کو اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ اسی بات کو ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ کنارے پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں ان کو نفع مل جائے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو ان کے چہرے بگڑ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو اس زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو دیہاتوں اور صحراؤں سے آ کر مدینہ میں اسلام قبول کر لیتے۔ اگر ان کی صحت اچھی ہوتی، اولاد نرینہ پیدا ہوتی اور ان کی گھوڑیوں کے ہاں نر پیدا ہوتے اور اولاد خوش حال ہوتی تو کہتے تھے کہ اس سے اچھا دین و مذہب کوئی نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف اگر کسی کے مال و اولاد اور صحت و تندرستی کا نقصان ہو جاتا تو وہ اس دین کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی مسلمان ہو گیا۔ اسلام لانے کے بعد اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ اس کا بچہ مر گیا۔ اس کے جان و مال کا بھی نقصان ہو گیا۔ اس نے بے وقوفی سے یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ اسلام لانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے میری بیعت واپس کر دو (یعنی میں اسلام کا راستہ چھوڑنا چاہتا ہوں) کہنے لگا کہ میں نے تو اس مذہب میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ میری نظر جاتی رہی، میرا بچہ مر گیا اور میرے مال کا بھی کافی نقصان ہو گیا ہے (ابن ابی حاتم، بغوی)

ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے

بعض لوگ وہ ہیں جو کنارے پر رہ کر عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ عبادت پر قائم رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آزمائش سامنے آ گئی تو وہ الٹے پاؤں پھر جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا اور آخرت دونوں ہی کو اپنے ہاتھوں برباد کرلیا۔ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبودوں کو پکارتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ ان کی انتہا درجہ کی گمراہی ہے۔ وہ ایسی چیز کو پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے قریب ترین ہے۔ انہوں نے کیسے برے دوست اور بدترین ساتھی بنا رکھے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی (ہر طرح کی راحتیں حاصل ہوں گی) اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں وحی کے ذریعہ اس کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیئے کہ وہ ایک رسی کو آسمان تک تان لے پھر اس کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ کر (اگر ہو سکے تو) اس وحی کے سلسلے کو کاٹ ڈالے (جو ناممکن ہے) پھر دیکھے کہ اس کی یہ تدبیر اور کوشش اس کے غصے کو دور کر سکتی ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم کو کھلی اور واضح دلیلوں کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت عطا کرتا ہے (لیکن جو ہدایت حاصل نہیں کرنا چاہتا وہ زندگی بھر بدنصیبی کا شکار رہتا ہے)۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَ
الْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَ
الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ
عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ

السجدة ٦

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز
فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ
فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ
الْجُلُوْدُ ؕ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
ع ٢ ١٢ ٩ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ
اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾
وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ
الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ
فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ ۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ
عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾

ع ٣ ١٣ ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ١٧ تا ٢٥

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے یا وہ لوگ جو یہودی اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (مسیحی)
اور آتش پرست اور مشرک بن گئے تو بلا شبہ قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔

بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ، درخت، چوپائے اور بہت سے انسان بھی جن پر عذاب آنا ثابت ہو گیا ہے اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ اور جسے اللہ ذلت دیدے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ یہ دونوں فریق ہیں جن کے درمیان رب کے معاملے میں جھگڑا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر وہ کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ پگھل جائے گا اور ان کی کھالیں گل جائیں گی اور ان کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب وہ غم کے مارے اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو وہ اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) تم جہنم میں جلنے کا مزہ چکھو۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہو گا (کیونکہ) انہیں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت دی گئی اور ان کی اس اللہ کی طرف رہنمائی کی گئی جو تمام صفات کا مالک ہے۔ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے اور مسجد الحرام سے روکتے رہے جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے بنایا ہے جس میں مقامی اور باہر سے آنے والوں کے (حقوق) برابر ہیں۔ اور جو شخص بھی راہ راست سے ہٹ کر ظلم کرے گا اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۵

هَادُوْا	جو یہودی ہو گئے۔ جو یہودی بن گئے۔
اَلصّٰبِئِیْنَ	ستاروں کو پوجنے والے۔
اَلنَّصٰرٰی	مسیحی۔ عیسائی۔

اَلْمَجُوْسُ	آگ پوجنے والے۔
يَفْصِلُ	وہ فیصلہ کرے گا۔
شَهِيْدٌ	باخبر۔ مطلع۔
دَوَابٌّ (دَابَّةٌ)	زمین پر رینگنے والے جانور۔
يُهِنُ	ذلیل کرتا ہے۔
مُكْرِمٍ	عزت دیا گیا۔
خَصْمٰنٌ (خَصَمٌ)	فریق۔ جماعتیں۔
اِخْتَصَمُوْا	وہ لوگ جو جھگڑے۔
قُطِّعَتْ	کاٹی گئی۔ کاٹے گئے۔
ثِيَابٌ (ثَوْبٌ)	کپڑے۔
يُصَبُّ	ڈالا جائے گا۔
اَلْحَمِيْمُ	کھولتا پانی۔ گرم گرم پانی۔
يُصْهَرُ	پگھل جائے گا۔ بہا دیا جائے گا۔
اَلْجُلُوْدُ (جِلْدٌ)	کھالیں۔
مَقَامِعُ	گرز۔ بھاری ہتھوڑے۔
غَمٌّ	گھٹن۔ غم۔
اُعِيْدُوْا	وہ لوٹائے گئے۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔

يُحَلَّوْنَ	وہ پہنچائے جائیں گے۔
اَسَاوِرُ (سِوَارٌ)	کنگن۔
ذَهَبٌ	سونا۔
حَرِيْرٌ	ریشم۔
لُؤْلُؤٌ	موتی۔
هُدُوْا	راہ دکھائے گئے۔
اَلْحَمِيْدُ	اللہ تعالیٰ کی صفت۔تمام تعریفوں والا۔
اَلْعَاكِفُ	رہنے والے۔مقامی لوگ۔
اَلْبَادُ	باہر سے آنے والا۔
اِلْحَادٌ	مائل ہونا۔جھکنا۔ٹیڑھا چلنا۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۵

کچھ لوگ زندگی بھر جائز و ناجائز، اچھے اور برے کی پرواہ کئے بغیر زندگی کی راحتوں کے حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر طرح کا سکھ چین، راحت و آرام، خوشی اور مسرت مال و دولت کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تمنا ہوتی ہے کہ ان کے پاس جوانی کی لذتیں راحتیں اور دل موہ لینے والی صدائیں، زیب و زینت کے لئے بہترین ریشمی لباس، کھانے پینے کے لئے سونے چاندی کے برتن، بادشاہوں جیسی شان و شوکت اور ہر چیز میں خودمختاری حاصل ہو جائے۔ اور تاج و تخت سونے چاندی کے کنگن، حسین و جمیل باغات، سرسبز و شاداب باغیچے، بلند و بالا بلڈنگیں، حسین عورتیں شراب و کباب کی بدمست محفلیں اور ہر طرف خوشی ہی خوشی ہو۔ان ہی تمناؤں اور آرزوؤں کے گرد ان کی پوری زندگی گذر جاتی ہے۔جب محنتیں اور

تمنائیں کرتے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں، اعضا کمزور پڑ جاتے ہیں۔ دل میں خواہشیں دم توڑنے لگتی ہیں تو یہ راحت و آرام کے سامان ان کے لئے بے حقیقت بن کر رہ جاتے ہیں اور موت آتے ہی ان تمام چیزوں سے ان کا رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ تمنائیں جن کے پیچھے وہ دیوانہ وار دوڑتے رہے ہیں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنی قبروں میں سوائے حسرت اور افسوس کے اور کچھ بھی نہیں لے کر جاتے۔ دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی بھر ایمان، عمل صالح، حق و صداقت، نیکیوں اور پرہیزگاریوں کے پیکر بنے رہتے ہیں۔ ان کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی، اللہ اور رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اور نیکیوں کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔ وہ ہر کام سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں صرف جائز طریقوں پر چل کر راحت و آرام کے اسباب حاصل کرنے ہیں تا کہ زندگی کی راحتیں نصیب ہو جائیں۔

اگر حق و صداقت کی زندگی گذارنے میں انہیں دشواریوں، مصائب اور پریشانیوں سے واسطہ پڑتا ہے تو انہیں اس بات کا پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں ان تمام باتوں کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ ایسے لوگوں کی دنیاوی زندگی اور آخرت کی زندگی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حق و باطل پر چلنے والے یہی دو گروہ ہیں جن کے متعلق ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا ہے اور وہ اس دنیا میں ہر اس بات سے رک گئے ہیں جن سے انہیں منع کیا گیا تھا تو آخرت میں انہیں ہر طرح کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ جو مرد اللہ کے حکم کے تحت ریشمی لباس جس کے پہننے کی ممانعت کی گئی تھی اس سے اس دنیا میں رک گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو ایسے ریشم کا لباس پہنائیں گے جو جنت ہی میں تیار ہو گا۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کا ریشمی لباس جنت کے پھلوں سے تیار کیا جائے گا۔ (نسائی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہو گا جس سے ریشم پیدا ہو گا اور اہل جنت کا لباس اسی ریشم سے تیار کیا جائے گا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (۱) جو مرد دنیا میں ریشم والا لباس پہنے گا اس کو آخرت میں ریشمی لباس نہ دیا جائے گا۔ (۲) جو دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت میں شراب سے محروم رہے گا۔ (۳) جو شخص دنیا میں سونے

چاندی کے برتنوں میں کھائے گا وہ آخرت میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھا سکے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ تینوں چیزیں اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت کی راحتیں اور سکون ان لوگوں کو حاصل ہوگا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا راستہ اختیار کیا ہوگا۔ اس کے برخلاف جن لوگوں نے یہودیت اور عیسائیت، ستارہ پرستی اور آگ پرستی اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا ہوگا وہ جنت کی راحتوں سے محروم رہیں گے۔ قیامت کے دن اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا ہوگا ان کی سزا یہ ہوگی کہ جہنم کی آگ ان کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لے گی جس طرح لباس انسانی بدن کو گھیر لیتا اور ڈھانپ لیتا ہے۔ پھر ہتھوڑوں سے ان کے سر کچل کر ان پر ایسا گرم اور کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے نہ صرف بدن جھلس جائیں گے بلکہ ان کے پیٹ کے اندر تک کے حصوں کو جلا کر راکھ کر دیا جائے گا۔ پھر ان کو اصل حالت پر لوٹا کر دوبارہ سزا دی جائے گی اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ اگر وہ اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو ان کو دوبارہ اسی جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم اپنے کئے کا مزہ چکھو۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے راستے پر چلیں گے ان کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ ان کو سونے چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ان کا ریشمی لباس ہوگا۔ ہر طرف سے خیر و بھلائی کی صدائیں ہوں گی لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کی روش اختیار کرتے ہوئے اللہ کے گھر سے لوگوں کو صرف اس لئے روکا ہوگا کہ وہ اس میں اللہ کا نام کیوں لیتے ہیں یا بیت اللہ کی زیارت سے لوگوں کو کسی بھی طرح روکا ہوگا یا مقامی اور باہر سے آنے والے زائرین کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی ہوں گی تو ان کو اس کی سزا دنیا اور آخرت میں دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے انسانوں کو اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ کیا وہ کائنات میں یہ نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان، چاند، سورج ستارے پہاڑ درخت اور ہر جان دار اسی ایک اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے سامنے سجدے کی حالت میں ہیں۔

یہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اللہ نے انسان کے لئے پیدا کیا۔ کائنات کی ہر چیز تو اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے لیکن انسان کتنا ناشکرا ہے کہ وہ اپنے اللہ کو بھول کر اس کے سامنے سر جھکانے کے بجائے غرور، تکبر اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرٰهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا
تُشْرِكْ بِي شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْقَآئِمِينَ وَ
الرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا
وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا
مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومٰتٍ
عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوا مِنْهَا
وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ
وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾
ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۗ
وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾
حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا
خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي
مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ
تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلٰىٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ
مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ ع ٤ ٨ ١١

ترجمہ: آیت نمبر ٢٦ تا ٣٣

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتادی اور (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا۔ اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو۔ وہ تمہارے پاس دور دراز سے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر چل کر آئیں گے تاکہ وہ ان فائدوں کو دیکھیں جو ان کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اور وہ (حج کے) مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو ہم نے ان کو دیئے ہیں (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیں۔ اس سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست کو بھی کھلائیں۔ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور پھر اپنے واجبات پورے کریں اور قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔ یہ ہے (تعمیر بیت اللہ کا مقصد) اور جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے پروردگار کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کردیئے گئے ہیں ان کے سوا جو تم پر پڑھ دیئے گئے (سنا دیئے گئے)۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے بچو۔ اللہ کے لئے ایک رخ پر ہو جاؤ اور شرک کرنے والے نہ بنو۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا گویا وہ بلندی سے گر گیا (اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے کہ)۔ اب اس کو پرندے اچک کرلے جائیں یا اس کو ہوا ایسی جگہ اٹھا کر پھینک دے جو دور کی جگہ ہو۔ یہ (ایک سچائی) ہے اور جو شخص اللہ کے شعائر کا احترام کرے گا تو وہ دلوں کی پرہیزگاری کی بات ہے۔ ان (مویشیوں میں) ایک مقرر مدت تک فائدے (حاصل کرنا جائز) ہیں۔ پھر ان کی (قربانی) کی جگہ اسی قدیم گھر کے پاس ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٦ تا ٣٣

بَوَّأْنَا	ہم نے ٹھکانہ دیا۔ پناہ دی۔
طَهِّرْ	پاک رکھ۔

قَائِمِيْنَ	کھڑے ہونے والے۔
اَذِّنْ	اعلان کردے۔
رِجَالًا (رَاجِلٌ)	پیدل چلنے والے۔
ضَامِرٌ	دبلی پتلی اونٹیاں۔
فَجٌّ	راستہ۔
عَمِيْقٌ	گہرا۔دور تک جانے والا راستہ۔
لِيَشْهَدُوْا	تاکہ وہ دیکھے۔تاکہ وہ حاضر ہو۔
بَهِيْمَةٌ	مویشی۔
اَلْاَنْعَامُ	جانور۔
اَطْعِمُو	کھلاؤ۔
اَلْبَائِسُ	بدحال۔
لِيَقْضُوْا	تاکہ وہ دور کرے۔
تَفَثٌ	میل کچیل۔
نُذُوْرٌ (نَذْرٌ)	منتیں (ارکان حج وقربانی)۔
اَلْعَتِيْقُ	پرانا۔قدیم۔
يُعَظِّمُ	تعظیم کرتا ہے۔احترام کرتا ہے۔
حُرُمَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی محترم باتوں کی۔شائراللہ کی۔

اِجْتَنِبُوْا	تم بچو۔
اَلرِّجْسُ	گندگی۔
اَوْثَانٌ	بت۔ بتوں۔
اَلزُّوْرُ	جھوٹ۔ گھڑی ہوئی بات۔
حُنَفَاءُ (حَنِيْفَةٌ)	یکسو ہونے والے۔ ایک رخ اختیار کرنے والے۔
خَرَّ	گر پڑا۔
تَخْطَفُ	اچک لیتی ہے۔
سَحِيْقٌ	دور۔ بہت دور۔ دور دراز۔

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۳

اعلان نبوت کے وقت مکہ مکرمہ اور آس پاس کے رہنے والے قبیلوں کے اکثر لوگ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا بے حد احترام کرتے اور ان کی طرف اپنی نسبت کرنے پر فخر کرتے تھے لیکن ان تمام محبتوں اور نسبتوں کے باوجود وہ لوگ مشرکانہ اور جاہلانہ عقیدوں کی گندگیوں میں مبتلا تھے۔ جن مشرکانہ عقائد سے دور رہنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے بے انتہا قربانیاں پیش کیں، جدوجہد کی اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور جن باتوں سے وہ زندگی بھر روکتے رہے وہی ساری حرکتیں کرنے میں کفار مکہ سب سے آگے تھے۔

(۱) حضرت ابراہیمؑ بت شکن تھے لیکن ان کے نام پر فخر کرنے والوں نے اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

(۲) وہ اللہ کے گھر میں اللہ سے مانگنے کے بجائے اپنی حاجتوں، ضرورتوں اور تمناؤں کو (اپنا سفارشی سمجھ کر) بے جان اور بے حقیقت بتوں سے مانگتے تھے۔

(۳) وہ اپنی قربانیوں کے جانوروں کو اللہ کا نام لینے کے بجائے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے جس کے لئے انہوں

نے طرح طرح کی رسمیں گھڑ رکھی تھیں۔

(۴) حج جیسی عبادت کے بعد وہ عکاظ میں میلے ٹھیلے مناتے جس میں کھیل کود، مشاعرے، ناچ رنگ کی محفلیں اور بے حیائیوں کے انداز اختیار کرتے تھے۔

(۵) انہوں نے اللہ کے گھر کو اپنی ذاتی جاگیر بنا رکھا تھا جس کو چاہتے بیت اللہ کی زیارت سے روک دیتے تھے اور جس کو چاہتے اجازت دیتے تھے۔

(۶) عقیدوں کی لاتعداد گندگیوں میں مبتلا تھے۔

(۷) وہ اللہ کے شعائر (نشانیوں) کا احترام نہ کرتے تھے۔

ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب طوفان نوحؑ میں بیت اللہ شریف کی دیواریں گر چکی تھیں تو اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اس گھر کی دوبارہ تعمیر فرمائی تھی انہوں نے اس بات کا کھل کر اعلان کر دیا تھا کہ یہ گھر صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کے لئے ہے جس میں ہر طرح کے مشرکانہ عمل اور کافرانہ رسموں سے مکمل پرہیز کیا جائے گا۔ لیکن کفار مکہ نے حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں، مقصد اور مشن کو قطعاً نظر انداز کر دیا تھا اور جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو بھیج کر ان تمام باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے جن کو لے کر حضرت ابراہیمؑ بھیجے گئے تھے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی زبان مبارک سے یہ کہلایا گیا ہے کہ اے لوگو!

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

(۲) اللہ کے گھر طواف کرنے والوں، وہاں کے رہنے والوں، رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے (بتوں کی ہر گندگی سے) اس گھر کو پاک و صاف رکھو۔

(۳) حج کے لئے اذن عام ہے ہر شخص جس طرح اور جیسے جس سواری پر سوار ہو کر آ سکتا ہے آئے اور اس عبادت کے ہر طرح کے فائدوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھے۔

(۴) تمام مویشیوں کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ بتوں کے نام پر ذبح نہ کیا جائے۔ ان جانوروں کے گوشت کو خود بھی کھائے (مستحب ہے کہ) غریبوں اور رشتہ داروں کو بھی کھلائے۔

(۵) حج کے بعد اللہ کا ذکر کیا جائے اور ہر طرح کی جسمانی اور روحانی پاکیزگی حاصل کی جائے۔

(٦) جو جائز منتیں مان رکھی ہیں ان کو پورا کیا جائے۔

(٧) حج کے بعد بیت اللہ کا طواف (طواف زیارت) کیا جائے اور خوب دیوانہ وار بیت اللہ کے گرد طواف کئے جائیں۔

(٨) دلوں کا تقویٰ حاصل کرنے کے لئے اللہ کے شعائر (بیت اللہ، صفا، مروہ، منیٰ، عرفات، مساجد، قرآن) کا احترام کیا جائے۔

(٩) بیت اللہ کو ہر طرح کے بتوں سے پاک وصاف رکھا جائے۔

(١٠) ہر طرح کی جھوٹ، من گھرٹ رسموں اور جھوٹی باتوں سے دور رہا جائے۔

(١١) بیت اللہ میں صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(١٢) حج کی تمام قربانیوں کے جانوروں کو حرم محترم ہی میں (مقرر دنوں میں) ذبح کیا جائے۔

یہی وہ احکامات ہیں جن کو ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں وضاحت کے لئے پیش ہیں۔

بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے۔

(١) اللہ کے حکم سے اللہ کے فرشتوں نے سب سے پہلے بیت اللہ کی تجویز کی گئی جگہ پر تعمیر کی۔

(٢) حضرت آدمؑ نے تعمیر فرمائی۔

(٣) حضرت شیثؑ نے۔

(٤) حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے۔

(٥) عمالقہ نے۔

(٦) حارث جرہمی نے۔

(٧) قریش کے مورث اعلیٰ قصی نے۔

(٨) قریش مکہ نے۔

(٩) سنہ ٦٤ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے

(١٠) اور حجاج ثقفی نے

گیارہوں صدی ہجرت میں مکہ مکرمہ میں زبردست طوفانی بارش ہوئی جس سے بیت اللہ شریف میں پانی بھر گیا۔ پانی اتنا اونچا تھا کہ پانی بیت اللہ کے دروازے (ملتزم) تک پہنچ گیا تھا۔ اس طوفان سے رکن شامی اور غربی دیوار کو زبردست نقصان پہنچا اور دیواریں شکستہ ہوگئی تھیں سلطان مراد کے حکم سے دوبارہ تعمیر بیت اللہ کی گئی۔ موجودہ زمانہ میں بیت اللہ کی یہی عمارت ہے جس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

☆ اللہ نے اب حرمین کی حفاظت اور ہر طرح کی عقیدہ کی گندگیوں سے پاک صاف رکھنے کا یہ انتظام فرمادیا کہ حرمین میں کسی غیر مسلم کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ موجودہ سعودی حکومت توحید کے عقیدے پر اس سختی سے قائم ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا (اور انشاءاللہ جاری رہے گا) تو کبھی عقیدے کی گندگی بھی اس گھر تک نہ پہنچ سکے گی۔ کیونکہ حکومت سعودی عربیہ اس بات کی ہر ممکن کوشش کررہی ہے کہ بیت اللہ شریف اور روضہ مبارک پر کوئی کسی طرح کی فضول رسم جاری نہ ہونے پائے۔ اگر بیت اللہ شریف کا انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا جنھوں نے معمولی معمولی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا ہے تو نجانے بیت اللہ شریف اور روضہ مبارک پر کیا کچھ نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حکومت سعودی عربیہ کو مزید ہمت و طاقت عطا فرمائے اور اللہ کا گھر قیامت تک ہر طرح کی گندگیوں سے محفوظ رہے۔ آمین

☆ فرمایا کہ حج کے فائدوں کو ہر شخص کھلی آنکھوں سے دیکھے۔ اگرچہ بعض دنیاوی فائدے حاصل کرنے کی بھی اجازت ہے لیکن درحقیقت یہ فائدہ ہر شخص کو کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ جو سکون قلب اور تکمیل کا احساس حج کے دوران نصیب ہوتا ہے وہ ساری دنیا کی دولت خرچ کرنے کے باوجود نصیب نہیں ہوسکتا۔ یہ دعاؤں کا مرکز ہے۔ یہاں ہر شخص براہ راست اپنے اللہ سے مانگتا ہے اور ایک خاص سکون حاصل کرتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ پھر حج کے بعد اس کی حاضری نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر ہوتی ہے یہاں انوارات اور برکتوں کا ایک سلسلہ ہے جو انسان کو کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس فائدے کے سامنے ہر فائدہ بہت معمولی ہے بلکہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

☆ حج کے دنوں میں اور بعد میں جب تک جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے اس وقت تک وہ حلال نہیں ہوتے۔ کفار بتوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے ایک مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حلال جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ اللہ کا نام لئے بغیر کسی جانور کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس وقت جانور کو ذبح کیا جارہا ہے اسی وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

☆ اس سفر میں باہمی محبت، خلوص اور ہم آہنگی کی ایک ایسی فضا پیدا ہوتی ہے جس سے اہل ایمان کو ایک خاص

قوت وطاقت حاصل ہوتی ہے۔ ہر ایک کا ایک ہی لباس ہوتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا ایک غریب آدمی۔ ایک ہی کلمہ، ایک ہی جذبہ اور ایک ہی رخ ہوتا ہے۔ یہ فائدے بھی ہیں جو انسان کو کھلی آنکھوں سے نظر آتے ہیں۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا
لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ
فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى
مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖۗ
فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا
فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا
لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا
دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا
لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾
اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ
خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ؑ

الثلثة ع ٥ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی ہے تا کہ وہ (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام ان مویشی جانوروں پر لیں جو ہم نے ان کو دیئے ہیں۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تم اسی کے فرماں بردار بنو۔ اور اے نبی ﷺ! عاجزی سے گردن جھکانے والوں کو خوش خبری دید یجئے۔ وہ لوگ کہ جب وہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر وہ صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) مقرر کیا ہے۔ اس میں تمہارے لئے خیر اور بھلائی ہے انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو اور ان کو نحر کر دو۔ پھر جب وہ اپنے پہلو پر گر جائیں تو اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کئے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی کھلاؤ جو سوال کرنے والے ہیں۔ ہم نے ان جانوروں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو۔ ان جانوروں کا گوشت اور ان کا خون اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو تمہارے (دلوں کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔ ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ تم اس اللہ کی بڑائی بیان کرو جس نے تمہیں راہ سمجھائی ہے۔ اور اے نبی ﷺ! نیک کام کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (دشمنوں کے ضرر کو) ان لوگوں سے دور کرتا ہے جو ایمان لے آئے ہیں اور بے شک اللہ کو ناشکرا اور دغا باز انسان پسند نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

مَنسَكًا قربانی۔

بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ بے زبان چوپائے۔

اَلْمُخْبِتِيْنَ عاجزی سے گردن جھکانے والے۔

وَجِلَتْ	ڈرگئی۔ (ڈرگئے)۔
اَلْبُدْنَ (بُدْنَةٌ)	بڑے بدن والا جانور۔ اونٹ۔
شَعَائِرٌ (شَعِيْرَةٌ)	نشانیاں۔
صَوَافَّ	سیدھا کھڑا کرنا۔ تین پاؤں پر کھڑا رہا۔
جُنُوْبٌ (جَنْبٌ)	پہلو۔
اَلْقَانِعُ	قناعت کرنے والا۔ نہ مانگنے والا۔
سَخَّرْنَا	ہم نے بس میں کر دیا۔ مسخر کر دیا۔
لَنْ يَّنَالَ	ہرگز نہ پہنچے گا۔
لُحُوْمٌ (لَحْمٌ)	گوشت۔
دِمَاءٌ (دَمٌ)	خون۔
يُدَافِعُ	وہ دور کرے گا۔
خَوَّانٌ	بے ایمان۔ دغاباز۔
كَفُوْرٌ	ناشکرا۔

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ ایسے نیکو کاروں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیجئے جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں ان کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس کو شکر گذار بندے اور عاجزی کرنے والے پسند ہیں لیکن جھوٹے دغاباز اور ناشکرے لوگوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا۔

ان آیات سے متعلق چند باتوں کی وضاحت

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر شریعت میں اپنی رضا وخوشنودی کے لئے قربانیوں کو لازمی قرار دیا تھا مگر بعد میں آنے والوں نے اپنے جھوٹے معبودوں پر جانوروں کو قربان کرنا شروع کر دیا اور اس بات کو بھول گئے کہ اللہ نے ان پر مویشیوں کی قربانی کیوں لازمی قرار دی تھی۔ انہوں نے طرح طرح کی رسموں کے ذریعہ قربانی کی اس روح کو فنا کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے جانوروں کی قربانیاں کر کے ان کا گوشت بیت اللہ میں لا کر رکھتے اور ان کے خون کو بیت اللہ کی دیواروں پر مل کر یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے قربانی کا حق ادا کر دیا ہے اور گوشت اور خون اللہ تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ مومنوں کے دلوں کا تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے۔ یہ گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ گذشتہ شریعتوں میں محض جانوروں کو قربان کرنا عبادت سمجھا جاتا تھا لیکن دین اسلام جس قربانی کا ذکر کرتا ہے وہ ان قربانیوں سے بہت مختلف ہے کیونکہ یہ قربانی جس کو نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت کرتی آ رہی ہے وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مخلصانہ قربانیوں کی یادگار ہے۔ لہذا یہ قربانی ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے اور یہ حکم قیامت تک جاری رہے گا وہ حج کے دنوں کے لئے اور منیٰ تک محدود نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے وہ مسلمان جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں ان پر قربانی کرنا واجب ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دس سال تک مدینہ منورہ میں رہے اور ہر سال آپ (بڑے اہتمام سے) قربانی کرتے رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبیحہ کر لیا اس کو چاہیے کہ وہ دوبارہ قربانی کرے۔ جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس کی قربانی پوری ہو گئی۔ اور اس نے مسلمانوں کا طریقہ پا لیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ آپ قربانی کر چکے ہیں انہوں نے اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے جس نے قربانی

کرلی ہے وہ دوبارہ کرے۔

یہ روایات جن کو بیان کیا گیا ہے بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد کی معتبر ترین احادیث ہیں جن پر علماء امت نے بھرپور اعتماد کا اظہار فرمایا ہے جس سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آتی ہے کہ جانوروں کی قربانی کرنا حج کے دنوں میں منیٰ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ پوری دنیا میں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں ان کے صاحب استطاعت لوگوں پر ان جانوروں کی قربانی کرنا واجب ہے۔ جس کی شریعت نے جیسے اجازت دی ہے اس پر اسی طرح عمل کیا جائے مثلاً اونٹ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اور گائے، بیل میں بھی سات آدمی شرکت کرسکتے ہیں چنانچہ حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قربانی میں شریک ہونے کی اجازت دی ہے اونٹ سات آدمیوں کے لئے اور گائے سات آدمیوں کے لئے (مسلم)

☆ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ میں صرف ایک حصہ ہے یعنی ایک آدمی ایک بکرا یا ایک بھیڑ قربان کردے تو اس کا واجب ادا ہوجاتا ہے۔

☆ اونٹ کو نحر کیا جائے گا اور بقیہ جانوروں کو ذبح کیا جائے گا۔ اونٹ کو گرا کر اس کا ذبیحہ ناجائز ہے۔ حکم یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کرکے اس کا بایاں پاؤں باندھ دیا جائے اور اونٹ کو کھڑے کھڑے نیزہ یا تیز تلوار یا تیز اور لمبی چھری حلقوم میں گھونپ دی جائے۔ اس سے خون کا ایک فوارہ نکلتا ہے۔ خون نکلتے نکلتے وہ اونٹ ایک طرف گرجاتا ہے کچھ دیر وہ تڑپتا رہتا ہے پھر وہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ جب اونٹ کی پوری طرح جان نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہوجائے تو اس کی کھال اتار کر اس کا گوشت خود بھی کھائے اور شریعت کے احکامات کے مطابق دوسروں کو بھی کھلائے۔ اونٹ کے علاوہ تمام جانوروں کو ذبح کیا جائے یعنی جانوروں کو لٹا کر تیز چھری سے ان کا گلا اس طرح کاٹا جائے گا کہ اس جانور کا سر بقیہ بدن سے جدا نہ ہو۔

☆ ذبیحہ اور نحر کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے کیونکہ اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوتا۔ اللہ کا نام لینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وقت جانور ذبح ہورہا ہے اسی وقت ہر جانور پر اللہ کا نام لیا جائے تب وہ جانور حلال ہوگا لیکن موجودہ دور میں مشین کے ذریعہ جو ذبیحہ کیا جاتا ہے وہ حلال نہیں ہے کیونکہ محض مشین کے بٹن پر اللہ کا نام لینا اور یہ سمجھنا کہ ایک مرتبہ اللہ کا نام لے کر جو مشین چلائی گئی ہے اس سے سارے جانور حلال ہوجاتے ہیں یہ ایک غلط فہمی ہے۔ اس کے لئے میرا رسالہ ''مشینی ذبیحہ کی شرعی حیثیت'' پڑھ لیا جائے وہاں آپ کو اس کی تفصیلات اور علماء کے فتاویٰ بھی مل جائیں گے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ
فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ
عَزِيزٌ ﴿۴۰﴾ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا
الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۱

جن لوگوں کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے ان کو اذن (جہاد) دیدیا گیا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ لوگ بلا وجہ اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ہیں (اس وجہ سے کہ) وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعے ہٹایا نہ کرتا تو راہبوں کی عبادت گاہیں، گرجے، عبادت خانے اور وہ مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ ان کی ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتے ہیں بلا شبہ اللہ بڑا طاقت والا اور زبردست ہے۔ وہ لوگ جنہیں اگر ہم زمین میں جماؤ عطا کردیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوۃ ادا کریں گے نیک کاموں کا حکم دیں گے اور ہر برے عمل سے روکیں گے۔ اور ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

لغات القرآن آیت ۳۹ تا ۴۱

أُذِنَ	اجازت دے دی گئی۔



يَقْتَلُوْنَ	وہ لڑتے ہیں۔
دِيَارٌ (دَارٌ)	گھر۔مکانات۔
دَفْعٌ	دور کرتا ہے۔
هُدِّمَتْ	ڈھادیئے گئے۔
صَوَامِعُ (صُوْمَعَةٌ)	ترک دنیا کرنے والوں کی عبادت گاہ۔
بِيَعٌ (بِيْعَةٌ)	نصاریٰ کے گرجا گھر۔
صَلَوٰتٌ	یہودیوں کے عبادت خانے۔
يُذْكَرُ	یاد کیا گیا۔یا کیا جاتا ہے۔
مَكَّنَّا	ہم نے غلبہ دیا۔ہم نے جماؤ عطا کر دیا۔
عَاقِبَةٌ	انجام۔

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۱

سورۃ الحج کی ان آیات میں چند بنیادی اور اہم مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ان آیات کی تشریح سے پہلے اگر اس پس منظر کو سامنے رکھا جائے جن حالات میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی منشا کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔پس منظر یہ ہے۔

اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو مسلسل تیرہ سال تک اس طرح ستایا گیا اور ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی گئی جس کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔صحابہ کرامؓ کو مارنا، پیٹنا، گرم تپتے پتھروں اور جسم کو جھلسا دینے والے ریت پر ننگے بدن لٹا کر اوپر سے سینے پر بھاری پتھر رکھ دینا۔کنکریلے پتھروں پر گھسیٹنا، کھانے پینے کی چیزوں کو روکنا، میل جول چھوڑ دینا اور طرح طرح کے طعنے دینا وغیرہ۔ان سنگین حالات میں صحابہ کرامؓ کو حکم تھا کہ وہ کفار کے ہر ظلم و ستم کے جواب

میں تحمل، صبر اور برداشت سے کام لیں۔ دوسری طرف خود نبی کریم ﷺ کو کفار ہر طرح کی اذیتیں پہنچانے میں کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ جب آپ دین حق کی طرف بلانے کی جدوجہد کرتے تو قریشی نوجوان اور بچے شور ہنگامہ کرتے تاکہ آپ کی بات کسی کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے۔ جب آپ طائف تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی بات سننے کے بجائے اتنے پتھر برسائے گئے کہ آپ لہولہان ہو گئے۔ جب مکہ کی سرزمین صحابہ کرامؓ کے لئے تنگ ہوتی چلی گئی تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی جیسے ہی صحابہ کو اس کا علم ہوا تمام جاں نثاران مصطفیٰ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور اس طرح تمام مومنین نے مدینہ منورہ کو اپنا مرکز بنا لیا۔ مفسرین نے حضرت صہیب رومی، حضرت ام سلمہؓ اور ان کے شوہر ابو سلمہؓ اور حضرت عباس ابن ربیعہؓ وغیرہ کے واقعات کو نقل کر کے بتایا ہے کہ خاص طور سے ان حضرات کو اس بری طرح ستایا گیا جو ناقابل تصور ہے اور اس طرح وہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے کفار قریش نے مدینہ منورہ میں بھی آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور کئی جنگیں مسلط کر دی گئیں۔

۶ ہجری میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ چودہ سو صحابہ کرامؓ ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے تو عرب کے دستور کے مطابق ایک ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں لیا گیا۔ آپ کے ساتھ قربانی کے جو جانور تھے آپ نے ان کو قلادے پہنائے اور اونٹ کے کوہانوں کو چیر کر اس بات کا نشان بنا دیا کہ یہ جانور اللہ کے گھر میں قربانی کے لئے جا رہے ہیں۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بوکھلا اٹھے۔ مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کو اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے عام راستہ چھوڑ کر ایک دوسرا پر پیچ راستہ اختیار کیا جو پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان سے ہو کر گذرتا تھا۔ اور اسی طرح آپ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر مقیم ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ قریشیوں کی ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ قریشیوں نے صورت حال کی نزاکت محسوس کر کے سہیل بن عمرو کو صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے روانہ کر دیا اور یہ تاکید کر دی کہ صلح میں لازمی طور پر یہ بات طے کی جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال تین دن کے لئے بغیر اسلحہ لئے ہوئے آئیں۔ عمرہ ادا کریں اور واپس چلے جائیں۔ کافی طویل گفتگو کے بعد کچھ نکات طے پا گئے۔ شرائط یہ تھیں (۱) اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ (۲) یہ معاہدہ دس سال کے لئے ہو گا جس میں جو جس کے ساتھ ملنا چاہتا ہے وہ مل لے اور ایک دوسرے پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ (۳) جو شخص اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ آئے گا اس کو واپس کیا جائے گا لیکن جو شخص مدینہ سے قریش کے پاس آ جائے گا وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ

سے اس معاہدہ کو تحریر کرایا اس معاہدہ کے بعد آپ ﷺ نے احرام کھول دیا۔ جانور ذبح کئے اور سر منڈایا۔ آپ کے صحابہ اس معاہدہ کو اپنی شکست سمجھ رہے تھے دل ہی دل میں گھٹن بھی محسوس کر رہے تھے مگر جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے عمل کو دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے احرام کھول دیئے۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ معاہدہ درحقیقت کفار مکہ کی زبردست شکست تھی۔ وجہ یہ ہے کہ معاہدہ ہمیشہ دو برابر کی طاقت اور حیثیت والوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ اس معاہدہ کے ذریعہ کفار نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کو برابر کی طاقت تسلیم کر لیا تھا جب کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہ تھے یہی وجہ ہے کہ اس سفر سے واپسی کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیات نازل کر کے اس کو فتح مبین قرار دیا۔ صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی اور خوش گوار تبدیلی کا آغاز تھا کیونکہ قریش جو مسلسل جنگیں مسلط کر رہے تھے جب وہ میدان جنگ میں پسپا ہو کر امن وسلامتی کی طرف آ گئے تو بت پرستوں اور یہودیوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کی طاقت تقسیم ہو کر رہ گئی۔ چونکہ دین اسلام امن وسلامتی کا نظریاتی دین ہے اس لئے امن وسلامتی کا موسم ہی اس کو راس آتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد اہل ایمان کو دین اسلام کی دعوت کو پھیلانے اور تبلیغ دین کا ایک اہم موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ مدینہ پہنچتے ہی اہل ایمان کی سرگرمیوں میں ایسی تیزی آئی کہ مسلمان افواج جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ ہو سکی تھی محض دو سال میں فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس عرصہ میں دو اور زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

(۱) آپ نے دنیا بھر کے حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام خطوط لکھ کر دعوت اسلام پیش کی جس کے جواب میں کسی نے اسلام قبول کیا کسی نے نہیں کیا لیکن اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کافروں کی توجہ اس طرف ہو گئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام جانا پہچانا بن گیا۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ پہنچا کہ خیبر جو مدینہ منورہ سے شمال کی جانب ایک سو میل کے فاصلے پر ہے وہ یہودیوں اور منافقین کی سازشوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ ہر طرف مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکا رہے تھے۔ کفار مکہ کے حملوں کے وقت بنو قریظہ کے یہودیوں نے میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غداری کی اور در پردہ کفار کی مدد کی اور غزوہ خندق میں کفار کو مدینہ پر حملہ کی ترغیب بھی بنو قریظہ والوں نے دی تھی۔ وہ مسلسل اس سازش میں لگے ہوئے تھے کہ اگر بنو غطفان اور دیہاتی بدوان کے ساتھ مل جائیں تو وہ مسلمانوں کو گھیر کر ختم کر ڈالیں گے۔ دوسری طرف رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی مسلسل خیبر کے یہودیوں کو اکسا رہا تھا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کی قوت کو تہس نہس کر دیں۔ یہ وہ تمام حالات ہیں جو نبی کریم ﷺ کے پیش نظر تھے۔ ابھی تک اللہ کی طرف سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت تھی لیکن کفر کی طاقت کو توڑنے کے لئے خود سے تلوار اٹھانے کی اجازت نہ تھی

لیکن سورۃ الحج کی ان آیات میں اہل ایمان کی مظلومیت کو دیکھتے ہوئے تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی گئی۔ کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جن مین کفر کو ایک فتنہ قرار دے کر اس کو مٹا ڈالنے کا حکم دیدیا گیا۔ نبی کریم ﷺ جب قریش سے معاہدہ کرنے کے بعد اس سے مطمئن ہو گئے کہ جنوب سے ان پر حملہ نہ ہوگا تب آپ نے پہلی مرتبہ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ آپ نے حدیبیہ سے واپس آکر ذی الحجہ اور محرم کے چند دن گذار کر خیبر کی طرف چلنے کا حکم دیدیا۔ یہودیوں اور منافقین کی ساری کوششوں کے باوجود بہت تھوڑے عرصے میں اہل ایمان نے خیبر کے پورے علاقے کو فتح کر لیا اور اللہ نے جس صلح حدیبیہ کو "فتح مبین" قرار دیا تھا اس کی حقیقت سب کے سامنے کھل کر آ گئی۔ اگر دیکھا جائے تو درحقیقت صلح حدیبیہ ہی دین اسلام کے فروغ کا ذریعہ بنی ہے جب کہ دین اسلام ایک علاقائی سطح سے ابھر کر عالمی سطح پر آ گیا تھا اور اسلامی سلطنت مدینہ تک نہیں بلکہ ایک سو میل دور تک قائم ہو چکی تھی۔ اب اس پس منظر میں ان آیات کو ملاحظہ کیجئے تو پوری بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکے گی۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے

جن لوگوں (صحابہ کرامؓ) پر جنگ مسلط کی گئی تھی ان کو (پیش قدمی کرنے اور تلوار اٹھانے کی) اجازت دیدی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم وزیادتی کی گئی تھی۔ ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے صرف اس لئے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اللہ ان لوگوں کی مدد کرنے پر پوری قدرت وطاقت رکھتا ہے۔ اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ ہٹاتا نہ رہتا تو راہبوں، خانقاہوں، نصاریٰ کے گرجا گھر، یہودیوں کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے وہ ڈھادی جاتیں۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشک وشبہ اللہ بڑی طاقت وقوت والا ہے۔

وہ لوگ جنہیں ہم اگر زمین میں تمکن (طاقت وقوت، حکومت واقتدار) عطا کریں گے تو وہ نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰۃ ادا کریں گے نیک اور بھلے کاموں کا حکم دیں گے اور ہر طرح کی برائیوں سے روکیں گے لیکن ہر کام کا انجام اللہ ہی کے اختیار وقدرت میں ہے۔

ان آیات میں بیان کیے گئے چند مضامین کی وضاحت یہ ہے۔

(۱) مظلوم صحابہ کرامؓ کو کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دے دی گئی

آپ نے آیات کے پس منظر میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ مکہ کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو کفار مکہ نے چھوڑ دیا ہو۔ مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی اور مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اطاعت رسول کے عظیم جذبہ کے تحت کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا ہر طرح کے ظلم وستم کو سہتے رہے۔ انتہائی صبر وتحمل، برداشت اور

اطاعت رسول ﷺ کی عظیم مثال قائم کر دی۔ جب کفار مکہ نے اہل ایمان کو مدینہ منورہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا اور سنگین جارحیت کا مظاہرہ کیا اور اپنی سازشوں کا جال مدینہ کے کفار و مشرکین اور یہودیوں تک پھیلا دیا جو میثاق مدینہ کے پابند تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تلوار اٹھانے کی اجازت دیدی اور کچھ عرصہ بعد وہ آیات نازل فرمائیں جن میں قتال و جہاد اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی اجازت دیدی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ

یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ کفار کو منہ توڑ جواب دیں حالانکہ اس سے پہلے ستر آیات میں قتال کی ممانعت فرمائی گئی تھی۔ (ترمذی، مسند احمد)

(۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ اللہ کو اس بات کی پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ ان مظلوموں کی مدد فرمادے لیکن اللہ کا یہ قانون ہے کہ اللہ ان کی مدد کرتا ہے جو اس (کے دین) کی مدد کرتے ہیں۔ بتایا یہ گیا ہے کہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اگر انہوں نے اللہ کے دین کی مدد نہ کی یعنی انہوں نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا اور دین کے فروغ سے غفلت اختیار کی تو پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو گے۔

(۳) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جدوجہد اور مظلومیت کو سند عطا فرمادی ہے اور فرمادیا گیا ہے کہ جن اہل ایمان کو ان کے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیا گیا تھا یا ان کو نکالا گیا تھا اور اپنا سب کچھ دین اسلام کے لئے مٹا کر ہجرت کر گئے تھے اللہ نے ان کے ایثار و قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا ہے اور ان کی ہر طرح مدد کی جائے گی۔

(۴) چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ اہل ایمان کے اس جذبے کو انہوں نے ”جرم“ بنا دیا تھا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب ایک اللہ ہے۔ وحدانیت کا اقرار کرنے والوں کو انہوں نے جس طرح اپنی ملامت کا نشانہ بنا رکھا تھا وہ بھی ایک طرح کا ظلم ہی تھا کیونکہ کفار قریش جنہیں ابراہیمی ہونے پر بڑا ناز تھا ان کو تو اس توحید کے درس کو سب سے پہلے حاصل کرنا چاہیے تھا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ پوری زندگی درس توحید اور عملی جدوجہد کرتے رہے تھے۔ جب انہوں نے ان مشرکین کو ان کے شرک پر آگاہ کیا تو انہوں نے اپنی سی کوشش کر کے حضرت ابراہیمؑ کو ایک زبردست آگ میں جھونک دیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں بھسم کر دیا۔ لیکن اللہ کو ایک ماننے والوں کو اللہ اسی طرح بچا لیا کرتا ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص یا قوم پر خلوص دین داری، پرعزم جدوجہد اور سرفروشی کر کے اپنے آپ

کو سچائی کا پیکر بنالیتی ہے تو وہ اگرچہ کمزور ہی کیوں نہ ہو وہ دنیا میں تنہا اور بے بس نہیں ہوتی بلکہ جب ظالم اپنے ظلم کی انتہاؤں پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ مظلوموں کے بازؤں میں وہ طاقت بھر دیتا ہے۔ اور حالات کو ان کے موافق بنا دیتا ہے کہ پھر ظالموں کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ نظام نہ ہوتا تو دنیا ظلم سے بھر جاتی اور کسی کا اقتدار اور کسی کی مذہبی جگہیں محفوظ نہ رہتیں۔ عیسائی راہبوں کی خانقاہیں، نصاریٰ کے گرجا گھر، یہودیوں کے عبادت خانے اور اللہ کی وہ مسجدیں جہاں بڑی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے سب کے سب برباد ہو جاتے۔ لہٰذا اللہ مظلوموں کے ذریعہ ظالموں کو ختم کرتا رہتا ہے۔ اگر تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ظالم و مظلوم کی یہ کشمکش ہر دور میں رہی ہے اللہ ایک کو دوسرے کے ذریعہ ہٹاتا رہا ہے۔ ایسے سیکڑوں واقعات تاریخ کے صفحات میں مل جائیں گے کہ جب ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی تو مظلوم اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ظالموں کے ایوانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اگر ہم برصغیر ہی کی تاریخ کو سامنے رکھ لیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ صرف ایک سو سال میں دو بڑی سلطنتوں کا زبردست عروج اور زوال ہوا۔ سلطنت برطانیہ جو یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک سے شروع ہوئی اور بتدریج اس نے دنیا کے اہم ملکوں پر قبضہ کر لیا اور وہ دنیا کی عظیم سلطنت اور طاقت بن کر ابھری۔ سلطنت برطانیہ کی وسعت اور پھیلاؤ کا یہ عالم تھا کہ ان کی سلطنت میں سورج ڈوبتا ہی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے اقتدار کے لئے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ایسے ایسے ظلم کئے جن کے تصور سے دل دہل جاتے ہیں اور انسانیت تڑپ کر رہ جاتی ہے۔ انسانیت کے نام کی مالا جپنے والے لوگوں کے رنگ سفید تھے لیکن ان کے دلوں کی سیاہی نے ہر طرف اندھیر مچا کر رکھ دیا تھا۔ ہندوستان میں خاص طور پر چونکہ مسلمانوں سے سلطنت چھینی گئی تھی اس لئے مسلمانوں پر وہ ظلم کئے جس کا تصور مہذب دنیا کر ہی نہیں سکتی۔ سات دن تک برابر قتل عام کیا جاتا رہا ایک ایک گھر کی تلاشی لی گئی۔ پھانسیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ عام شاہراہوں سڑکوں پر پھانسی کے تختے لگا دیئے گئے۔ یہ جگہیں جہاں پھانسیاں دی جا رہی تھیں انگریزوں کی تفریح اور دلچسپی کا مرکز بن گئیں تھیں جہاں وہ پھانسی پانے والوں کے سسکنے اور دم توڑنے کا لطف لیا کرتے تھے۔ سگریٹ کا کش لگاتے۔ آپس میں باتیں کرتے۔ جب پھانسی کا کام مکمل ہو جاتا اور وہ مظلوم شخص آخری ہچکی لیتا تو ہنسی اور مسکراہٹ کے ساتھ اطمینان کا اظہار کیا جاتا۔ ان بدنصیبوں میں بڑے بڑے ذی وجاہت اور شان والے لوگ تھے۔ بعض مسلم محلے اس طرح تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے گئے کہ پورے محلے میں کوئی ایک شخص بھی زندہ نہ بچ سکا۔

ستائیس ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی۔ عورتوں اور بچوں تک کی لاشیں سڑکوں پر کھینچی گئیں۔ باپردہ خواتین اور شریف خواتین کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جس کا تصور ممکن نہیں ہے اور اس کا خیال کر کے دل دہل جاتا ہے۔ (قیصر التواریخ ص ۴۵۴)

میلی سن لکھتا ہے۔

ہمارے فوجی افسر ہر قسم کے مجرموں کو مارتے پھرتے تھے۔ اور کسی درد اور افسوس کے بغیر انہیں پھانسیاں دے رہے تھے گویا وہ کتے تھے یا گیدڑ یا نہایت ادنی قسم کے کیڑے مکوڑے (میلی سن ص ۱۷۷ ج ۲)

فیلڈ مارشل لارڈ رابرٹس نے ۲۱ جون ۱۸۵۷ء کو اپنی والدہ کو خط لکھا کہ

سزائے موت کی سب سے زیادہ موثر صورت یہ ہے کہ مجرم کو توپ سے اڑا دیا جائے۔ یہ بڑا ہی خوفناک نظارہ ہوتا ہے۔ لیکن موجودہ وقت میں ہم احتیاط پر کاربند نہیں ہو سکتے ہمارا مقصد ان بدمعاش مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ اللہ کی مدد سے انگریز اب ہندوستان کے مالک رہیں گے۔ (ایڈورڈ تھامسن ص ۴۰ ۔ ۱۹۲۶ء)

یہ اور اسی قسم کے وہ بے شمار واقعات ہیں جو ایک انسان کو لرزا کر رکھ دیتے ہیں۔ دوسری طرف انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں پر معاش اور روزی کے دروازے بند کر دیئے۔ ان کے اوقاف و جائیدادوں کو بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ جن علما نے سر اٹھانے کی کوشش کی ان کو زندگی بھر کی سزا دے کر کالے پانی بھیج دیا گیا۔ اسلامی مدارس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایک زبردست مہم چلائی گئی تا کہ ان کے من پسند اداروں کو ترقی ملتی رہے۔ غرضیکہ کوئی ایسا ظلم نہ تھا جو انگریزوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے خلاف نہ کیا ہو۔ اس ظلم کے بعد دنیا کی مظلوم قوموں نے ایک انگڑائی لی۔ بیداری کی لہر اٹھی جو سلطنت برطانیہ کو بہا کر لے گئی۔ برطانیہ سمٹتے سمٹتے اپنے جزیرے تک محدود ہو کر رہ گیا۔ جس کی سلطنت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا آج یہ عالم ہے کہ ان کی سلطنت میں سورج ہی نہیں نکلتا۔

یورپ کے ظلم و ستم کے ردعمل کے طور پر دنیا میں سوشلسٹ انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں روس ایک طاقتور ملک بن کر ابھرا اور وہ دنیا کی عظیم طاقت بن گیا۔ اس نے بھی اپنی طاقت پر گھمنڈ کرنا شروع کیا اور خاص طور پر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کسر اٹھا نہ رکھی کیونکہ روس درحقیقت اپنے لئے اسلام ہی کو سب سے بڑا حریف سمجھتا تھا لہذا اس نے مسلمانوں اور دینی اداروں کو تباہ کرنے میں پوری طاقت جھونک دی۔ دوسری طرف امریکہ بھی ابھر کر سامنے آ گیا اور پوری دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی ایک کمیونسٹ بلاک اور دوسرا سرمایہ دار گروپ۔ دونوں کی کشمکش نے ایک مرتبہ پھر دنیا میں ظلم و زیادتی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آخر کار امریکی سازشوں سے روس جیسی سپر پاور کو افغانستان میں اس طرح دھنسا دیا گیا کہ روس کی اکانومی اس طرح تباہ و برباد ہو گئی کہ روس کی طاقت کے اور ملک کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اب اس وقت دنیا میں صرف امریکہ سپر پاور کے طور پر ابھر چکا ہے مگر اس نے مغربی مزاج کے مطابق پوری دنیا کو اپنے قدموں میں رکھنے کے لئے ساری دنیا کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھ لیا ہے۔ پوری دنیا کے حکمران، مملکتیں حتیٰ کہ اقوام متحدہ بے جان ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب امریکہ بھی انسانیت کا نام لے کر تباہی و بربادی مچائے ہوئے

ہے۔ افغانستان اور عراق کی جائز حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد اللہ کا نظام کیا ہے وہی بہتر جانتا ہے لیکن امریکیوں کے ظالمانہ رویئے اور اپنی طاقت کے گھمنڈ پر ناز کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کی فرعونیت بہر حال رنگ لا کر رہے گی اور قرآنی فیصلہ اس پر نافذ ہو کر رہے گا۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ شاید اب آئندہ ہندو اور یہودی یا چین سپر پاور کے طور پر سامنے آئیں گے۔ ایک دفعہ دنیا پھر سے ظالموں کے ہاتھوں میں پھنس جائے گی۔ مگر افسوس یہ ہوتا ہے کہ صدیوں سے کفار کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود مسلم قوم بدستور سو رہی ہے اور وہ آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ اگر ہم اب بھی اپنے خواب غفلت سے نہ جاگے تو آئندہ سو دو سو سال تک مسلمانوں پر کفار و مشرکین کا مکمل غلبہ ہو جائے گا۔ جب سر سے پانی اونچا ہو جائے گا تب ہم اٹھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر اس وقت تک گاڑی نکل چکی ہوگی۔ کاش امت مسلمہ ایک دفعہ پھر ابھر کر دنیا کو ظلم سے نجات دلائے اور دنیا میں امن و سکون کا نظام قائم کرے جو صرف قرآن و سنت کے مطابق قوانین ہی سے ممکن ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''تمکن فی الارض'' (حکومت و سلطنت اور اقتدار و قوت) کی پیش گوئی اس وقت فرمائی جب ان کو مدینہ منورہ کے چند علاقوں پر بھی مکمل اقتدار و قوت حاصل نہ تھا۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر ان اہل ایمان کو دنیاوی سلطنت و حکومت اور قوت اقتدار عطا کیا جائے گا تو وہ دنیا کے فاتحین کی طرح غرور و تکبر، نفس پرستی، ظلم و زیادتی، ذاتی شان و شوکت اور عیش پرستی کے بجائے وہ اقتدار اللہ کی امانت سمجھ کر نہایت عاجزی و انکساری سے ہر وہ کام کریں گے جسے ان کا پروردگار پسند کرتا ہے وہ اقتدار و حکومت کے ذریعہ دنیا میں لوٹ کھسوٹ، ظلم و زیادتی اور بے انصافی کے بجائے دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیں گے۔ دین اسلام کو ایک نئی زندگی دینے کے لئے نمازوں کے نظام کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ کے عادلانہ نظام کے ذریعہ نیکیوں اور بھلائیوں کو فروغ دیں گے اور ہر برائی اور گناہ کے کاموں کو مٹانے اور دبانے کی بھرپور جدوجہد کریں گے۔ تاکہ دنیا کے بلکتے سسکتے انسانوں کو دین اسلام کے سائے میں امن و سلامتی مل سکے۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بہت تھوڑے عرصے میں اسلام کا جھنڈا خیبر اور فتح مکہ سے شروع ہو کر ساری دنیا پر لہراتا چلا گیا۔ اور اس جھنڈے تلے انسانوں کو انسانی ظلم و ستم سے نجات مل گئی۔ اسلام کا عادلانہ نظام دنیا بھر پر چھا گیا اور دنیا کے تمام لوگوں کو حقیقی امن و سلامتی نصیب ہوگئی۔ آج ایک مرتبہ پھر دنیا ظلم و جبر سے بھر گئی ہے۔ ہر طرف دنیا پرستی اور زر پرستی نے انسانی اقدار کو دولت اور لالچ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ کیونکہ دنیا کا اقتدار قوت اور حکومت ان مشرکین و کفار کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئی ہے جو اس کے اہل نہ تھے۔ اہل ایمان کو پوری طاقت و قوت سے ابھر کر اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تاکہ دین اسلام کے سچے اصولوں کی روشنی سے دنیا کی تاریکیاں چھٹ جائیں اور ایک نئی صبح طلوع ہو جائے۔

٦١

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ
وَّثَمُوْدُ ﴿٤٢﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿٤٣﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ
مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٤﴾
فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿٤٥﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ
لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا
تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ يَوْمًا
عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ
اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾

ع ٦ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

(اے نبی ﷺ) اگر وہ آپکو جھٹلا رہے ہیں تو (یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے بلکہ) وہ ان سے پہلے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم ابراہیمؑ، قوم لوطؑ اور اہل مدین بھی (رسولوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا۔ پھر میں نے کافروں کو مہلت دی اور پھر پکڑ لیا۔ تو پھر دیکھئے (میرے انکار کا) انجام کیا ہوا؟ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا (اس لئے کہ) وہ ظالم تھے جواب اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے محل کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔

کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل ان کے لئے (ایسے) ہو جاتے کہ وہ سمجھنے لگتے یا کان (ایسے ہو جاتے) کہ سننے لگتے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل جو سینوں میں ہے اندھا ہو جایا کرتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) وہ آپ سے جلد عذاب (آنے کا مطالبہ) کر رہے ہیں۔ اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہ کرے گا۔ اور بے شک آپ کے رب کے نزدیک اس کا ایک دن تمہارے شمار کے ایک ہزار سال کے برابر ہے جسے تم گنتے ہو۔ اور کتنی ہی بستیاں جس کے رہنے والے ظالم تھے ان کو میں نے مہلت دی پھر ان کو میں نے پکڑ لیا۔ اور (یاد رکھو) میری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

كَذَّبَتْ	جھٹلایا گیا۔
اَمْلَيْتُ	میں نے مہلت۔ میں نے ڈھیل دی۔
نَكِيْرٌ	(میرا) انکار۔
كَاَيِّنْ	کتنی ہی۔
قَرْيَةٌ	آبادی۔ بستی۔
خَاوِيَةٌ	گرنے والی۔
عُرُوْشٌ (عَرْشٌ)	چھتیں۔
بِئْرٌ	کنواں۔
مُعَطَّلَةٌ	بے کار۔
قَصْرٌ	محل۔

مَشِيْدٌ	چونے سے بنائی گئی مضبوط عمارت
لَمْ يَسِيْرُوْا	وہ نہ چلے۔
لَاتَعْمٰى	اندھی نہیں ہوتی۔
اَلصُّدُوْرُ (صَدْرٌ)	سینہ۔
يَسْتَعْجِلُوْنَ	وہ جلدی کر رہے ہیں۔
لَنْ يُّخْلِفَ	وہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔
اَلْفُ سَنَةٍ	ایک ہزار سال
تَعُدُّوْنَ	تم گنتے ہو شمار کرتے ہو۔
اِلَيَّ	میری طرف۔
اَلْمَصِيْرُ	ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ۔

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۸

آپ نے گذشتہ آیات میں پڑھا ہے کہ کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ کو طرح طرح سے ستاتے اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب آپ ان کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈراتے اور یہ کہتے کہ اگر تم نے یہی طرز عمل اختیار کیا تو اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔ کفار و مشرکین کہتے کہ اگر ہم اسی قدر بد عمل ہیں اور ہم پر اللہ کا عذاب آ کر رہے گا تو پھر دیر کس بات کی؟ وہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ کفار کی ان باتوں سے بشری تقاضے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو سخت رنج ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آج کفار و مشرکین جس طرح آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور آپ کی باتوں کو جھٹلا رہے ہیں یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے بھی اللہ کے ہر نبی اور ہر رسول کا اسی طرح مذاق

اڑایا گیا اوران کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ چنانچہ آپ سے پہلے قوم نوحؑ نے حضرت نوحؑ کو قوم عاد نے حضرت ھودؑ کو قوم ثمود نے حضرت صالح کو عراق والوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو مدین والوں نے حضرت شعیبؑ کو فرعون اور قوم بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کو اسی طرح جھٹلایا اوران کا مذاق اڑایا۔ اللہ نے ان کی قوموں کے لوگوں کو سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت اور ڈھیل دی مگر جب وہ اپنی حرکتوں اور گناہوں سے باز نہیں آئے تب اللہ نے ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کی قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

فرمایا کہ ان قوموں کے کھنڈرات کو دیکھئے جن کی چھتیں بھی دیواروں کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ ان کی بلند و بالا عمارتیں ریت کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ ان کے کنویں خشک پڑے ہیں۔ اونچے اونچے مضبوط قلعے کھنڈر بن گئے ہیں نہ آج بلند و بالا قلعے محفوظ اور نہ ان کی دولت کی ریل پیل باقی ہے۔ ہر طرف سوائے ایک ویرانی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اپنے زمانے میں بڑی قوتیں اور عظمتیں رکھتے تھے مگر آج وہ کہاں ہیں؟ اگر واقعی ان کے سینوں میں دھڑکتے دل بے حس اور اندھے نہ ہو گئے ہوں تو قوموں کا یہ برا انجام ان کے لئے اپنے اندر عبرت و نصیحت کا بہت سامان رکھتا ہے۔ ذرا وہ ان کھنڈرات اور ویرانوں میں جا کر دیکھیں کہ جب اللہ کسی قوم کے نافرمانوں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے، ان پر قابو پالیتا ہے۔ اور گرفت کر لیتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اس کو بچا نہیں سکتی۔ ان کا یہ کہنا کہ عذاب جلد از جلد آجائے ان کے منہ سے اچھا نہیں لگتا کیونکہ جو اللہ کا وعدہ ہے وہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ لیکن جو لوگ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر اپنے اعمال کی اصلاح نہیں کر رہے ہیں وہ سراسر نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔ کیا ان کے پاس وہ دل نہیں ہیں جن سے وہ سوچ سکیں یا ان کے کان نہیں کہ وہ ان کانوں سے حق و صداقت کی بات سن سکیں۔

واقعی انسان آنکھوں سے اندھا نہیں ہوتا بلکہ اصل اندھا پن دلوں کا اندھا پن ہے جو انسان کے سینے میں دھڑکتا ہے۔ دل ہی اندھا ہو جائے تو انسان کو کوئی بھی صحیح بات نہیں سوجھتی بلکہ سیدھی بات بھی الٹی نظر آتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ کے ہاں کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے دنوں کے برابر ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو اس کی انتہا کوئی نہیں ہوگی۔ تمام اہل بصیرت کو اس مہلت عمل سے فائدہ اٹھا کر نیک اعمال اختیار کرنے چاہئیں تا کہ دنیا اور آخرت بہتر ہو سکے۔ علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ قیامت میں ایک دن شدت اور سختی کی بنا پر ایک ہزار سال کے برابر ہوگا یا درازی مدت کے لحاظ سے ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ سچائیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس سے نصیحت حاصل نہ کریں وہ اللہ کی نظر میں اندھے ہیں جن کو کوئی سچائی نظر نہیں آتی۔

ع ٧

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا
فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ
فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ
اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ
فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾
وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾
اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہیں صاف صاف آگاہ کردینے والا ہوں۔ پھر جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے بخشش اور عزت کا رزق ہے اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے میں بھاگ دوڑ کی وہ جہنم والے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول اور نبی بھیجے ہیں جب بھی انہوں نے کوئی ایسی (حق وصداقت کی) بات کہی تو شیطان نے ان کی بات میں شبہ ڈالنے کی کوشش کی۔ پھر شیطان کے ڈالے ہوئے شبہ کو اللہ مٹا دیتا ہے پھر اپنی بات کو پختہ کردیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی بات کو ان لوگوں کے لئے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں نفاق اور مرض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ضد میں بہت دور جا پڑے ہیں (یہ اس لئے بھی ہے کہ) جنہیں علم دیا گیا ہے وہ اس بات کو جان لیں کہ آپ کے رب کی طرف سے (جو بھی نازل کیا گیا ہے) وہ سچ ہے۔ پھر اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل نرم ہو کر اس کے آگے جھک جائیں۔ اور وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں وہ ہمیشہ اس سے شک میں رہیں گے یہاں تک کہ یا تو ان پر اچانک قیامت آجائے یا ان پر ایک ایسے دن کا عذاب نازل ہو جائے جس سے جان چھڑانا ممکن نہیں ہے۔ اس دن بادشاہی صرف اللہ کے لئے ہوگی۔ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ پھر جو ایمان لائے ہوں گے ان کے لئے نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہوں گی اور جنہوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا ہوگا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ کھلا ہوا ڈرانے والا۔

رِزْقٌ كَرِيْمٌ عزت کا رزق۔

سَعَوْا	جو دوڑے۔
مُعٰجِزِيْنَ	عاجز کرنے والا۔ نیچا دکھانے والے۔
تَمَنّٰى	اس نے آرزو کی۔ اس نے بات کہی۔
يَنْسَخُ	وہ منسوخ کرتا ہے۔ وہ ہٹاتا ہے۔
يُحْكِمُ	وہ مضبوط کرتا ہے۔
اَلْقَاسِيَةُ	سخت۔
شِقَاقٌ	ضد۔ ہٹ دھرمی۔
مِرْيَةٌ	شک وشبہ۔
بَغْتَةٌ	اچانک۔
عَقِيْمٌ	منحوس۔

تشریح: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۷

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہیے اے لوگو! میں نہایت واضح طریقہ پر صاف صاف ان اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبر دار کر رہا ہوں جن کی صداقت کو تم نے نظر انداز کر رکھا ہے۔ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں مغفرت کا سامان ہے بلکہ (دنیا اور آخرت میں) عزت و آبرو کے ساتھ ان کو اتنا کچھ دیا جائے گا جس کا اس دنیا میں تصور ممکن نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ حق و صداقت کو جھٹلانے نیچا دکھانے اور حق کی آواز کو دبانے کے لئے بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا جا رہا ہے کہ آپ سے پہلے جتنے بھی رسول اور نبی گذرے ہیں جب انہوں نے

آنے والی حقیقی زندگی جس کو کفار نے بے حقیقت سمجھ کر نظر انداز کیا ہوا تھا اس کے برے نتائج سے آگاہ کرنے اور حق وصداقت کی باتوں کو بتانے کی کوشش کرتے ہیں تو شیطان ان کی باتوں میں شبہ پیدا کرنے کے لئے اپنی طرف سے ملاوٹ کی کوشش کرتا ہے تاکہ رسول اور نبی کی باتوں کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ بہت سے لوگ اس کے فریب اور دھوکے میں آ کر کہہ دیتے ہیں کہ واقعی اس کا وہی مطلب ہے جو شیطانوں کی طرف سے بیان کیا جا رہا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ شیطان کے اس فریب کے پردے کو چاک کرنے کے لئے وحی (خفی) نازل کرتا ہے تاکہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہوتے ہیں وہ تو شیطان کے پروپیگنڈے اور ملاوٹ کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے وہ الفاظ کے فریب اور اس کے ظاہری پہلوؤں میں اٹکنے کے بجائے باتوں کی گہرائی اور حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو علم، عقل، اور فہم وفراست سے کورے ہوتے ہیں وہ شیطان کے مکر وفریب میں پھنس جاتے ہیں۔ ان کی نفسانی خواہشات ان کو چاروں طرف سے اس طرح جکڑ لیتی ہیں کہ ان کے دلوں کے روگ اور مزاجوں کی سختی ان کو ہر صحیح بات کو سمجھنے سے روک دیتی ہے اور ان کو صحیح راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ شک میں پڑے رہتے ہیں فرمایا کہ یا تو ان پر اچانک قیامت آجائے گی یا ان پر ایک ایسے دن کا عذاب نازل ہو جائے گا جس سے جان چھڑانا ممکن نہ ہوگا۔ فرمایا کہ قیامت کا دن دور نہیں ہے یہ وہ دن ہوگا جس مین ساری طاقت وقوت اور حکومت وسلطنت صرف ایک اللہ کی ہوگی جو ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ جو ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے ہیں وہ تو راحت بھری جنتوں میں داخل کئے جائیں گے اور کفر وانکار کی روش پر چلنے والے اور جو اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے ہوں گے ان پر ذلت والا عذاب مسلط کیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ
اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝٥٨
لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ
حَلِيْمٌ ۝٥٩ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۶۰
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ
اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝۶۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ
اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۶۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶۴ ۧ ۸ ع ۷ ۱۵
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ
فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ
اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۶۵ وَهُوَ الَّذِيْٓ
اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝۶۶

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو بہترین رزق عطا کرے گا۔ اور بے شک اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ یقیناً وہ ان کو ایسی جگہ پہنچائے گا جس کو وہ پسند کرتے ہیں اور بلاشبہ اللہ جاننے والا، حلم والا ہے۔ یہ تو ہے حال ان کا۔

اور جس نے ویسا ہی بدلہ لیا جیسا کہ اس پر زیادتی کی گئی تھی اور پھر دوبارہ اس پر زیادتی کی گئی ہو تو البتہ اللہ اس کی ضرور مدد کریگا۔ بلاشبہ اللہ درگذر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں ڈھالتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جنہیں پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔ اور بے شک اللہ بلند و برتر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اللہ بلندی سے پانی اتارتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے بے شک وہ نہایت مہربان اور خبر رکھنے والا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اسی کا ہے۔ اور بے شک وہ اللہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ اس نے تمہارے بس میں کر دیا اور کشتی (جہاز) جو دریا (سمندر) میں چلتی ہے وہ اسی کے حکم سے ہے۔ اور اسی نے اپنے حکم سے آسمان کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے بے شک وہ اللہ بڑا شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زندہ کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

هَاجَرُوْا	جن لوگوں نے ہجرت کی۔
قُتِلُوْا	قتل (شہید) کر دیئے گئے۔
مَاتُوْا	وہ مر گئے۔
يَرْزُقَنَّ	ضرور رزق دیئے جائیں گے۔
مُدْخَلًا	داخل ہونے کی جگہ۔
يَرْضَوْنَ	وہ خوش ہو گئے۔ وہ پسند کریں گے۔
عَاقَبَ	ستایا۔ بدلہ لیا۔
يُوْلِجُ	داخل کرتا ہے۔

مُخْضَرٌّ	سرسبز وشاداب۔
سَخَّرَ	اس نے مسخر کر دیا۔
يُمْسِكُ	وہ روکتا ہے۔
تَقَعُ	وہ گر پڑتا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۶

جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے عظیم جذبے سے سرشار ہیں اور ایمان کی دولت کو سب سے قیمتی چیز سمجھ کر ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے اپنا گھر بار، وطن، رشتہ دار، دوست احباب اور کاروبار زندگی چھوڑ کر اپنی زندگی کا نذرانہ تک پیش کرنے میں آگے آگے ہیں اور وہ ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیئے گئے ہیں یا طبعی وفات پا گئے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ جو بہترین رازق ہے اس نے ایسی جنتوں اور ان کی راحتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کا تصور اس دنیا میں ممکن نہیں ہے وہ ان کو عطا کی جائیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ بے شک اطاعت رسول میں صحابہ کرامؓ کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اگر کسی جگہ ایسے حالات پیش آگئے ہوں جہاں مظلوم بھڑک اٹھے ہوں اور محض اپنے دفاع کے لئے انہوں نے ان کفار سے ایسا ہی بدلہ یا انتقام لے لیا ہو جیسا کہ ان پر ظلم و زیادتی کی گئی تھی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے چھوٹی موٹی لغزشوں کو معاف کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آج وہ جس حق و صداقت کی سربلندی کے لئے ہر طرح کے مصائب اور مشکلات کو جھیل رہے ہیں۔ اور ان پر چاروں طرف سے ظالموں نے ظلم و ستم کی انتہا کر رکھی ہے یہ حالات اسی طرح نہیں رہیں گے بلکہ بہت جلد وہ انقلاب آ کر رہے گا جس سے حالات بالکل اسی طرح تبدیل ہو جائیں گے۔ جس طرح روشن دن کی روشنی کو رات کی تاریکی اس طرح ڈھانپ لیتی ہے جیسے روشنی کا وجود مٹ گیا ہو۔ لیکن جب صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اندھیرے چھٹنے اور سمٹنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر پوری طرح روشنی پھیل کر

اندھیروں کے وجود پر چھا جاتی ہے یا جیسے زمین کا سبزہ گرمی کی شدت سے جھلس جاتا ہے۔اور چورا ہو کر بکھر جاتا ہے۔مٹی خشک اور ویران سی لگنے لگتی ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے اس میں کبھی زندگی ہی نہ تھی لیکن جب بارش ہوتی ہے تو زمین پھول کر ابھرتی ہے اور اسی خشک مٹی میں تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے۔کھیت لہلانے لگتے ہیں، درختوں پر ایک نئی زندگی کی پھبن چمکنے لگتی ہے۔پھولوں کے کنج سے خوشبو مہکنے لگتی ہے۔ ہر طرف سر سبزی وشادابی کی حکمرانی نظر آنے لگتی ہے۔فرمایا کہ اسی طرح اہل ایمان موجودہ تنگ حالات سے نہ گھبرائیں بہت جلد یہ ظلم کی سیاہ رات گذر جانے والی ہے۔کفار سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ اس گمان اور گھمنڈ میں نہ رہیں کہ ظلم وزیادتی کی یہ رات اور تاریکی اسی طرح قائم رہے گی بلکہ دین اسلام کا سورج بہت جلد طلوع ہونے والا ہے جو ہر طرح کے اندھیروں پر چھا جائے گا اور پھر امن وسلامتی اور انسانیت کی ایک ایسی روشن صبح طلوع ہوگی جس میں ہر سچائی صاف نظر آنا شروع ہو جائے گی۔فرمایا کہ وہ اللہ جو دن رات کے الٹ پھیر اور موسموں میں تبدیلی لاتا ہے کیا اس کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کو اٹھا کر ایک انقلاب برپا کر دے۔اور آج جو مظلوم ہیں اور کفار کی اذیتوں اور مصائب کا شکار ہیں ان کو وہ طاقت وقوت، حکومت اور سلطنت عطا کر دی جائے جس سے کفار کے ایوانوں میں زلزلے آجائیں گے۔فرمایا کہ یہ انقلاب تو آ کر رہے گا۔اور پھر جس طرح اللہ نے اس پوری کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔گہرے سمندروں میں کشتیاں اور جہاز اسی کے حکم سے چلتے اور لوگوں کو منزل مراد تک پہنچاتے ہیں۔انسانی وجود، زندگی، موت اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا ان سب باتوں کا اختیار اللہ ہی کا ہے اسی نے پوری کائنات کے ذرے ذرے کو انسانی خدمتوں پر لگا کر اس کے لئے مسخر کر رکھا ہے۔وہ جس طرح چاہتا ہے دنیا میں الٹ پھیر کر سکتا ہے اس کی قدرت کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا۔یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں جن کی قدر کی جانی چاہیے تھی۔اہل ایمان ان نعمتوں کی قدر کرتے ہیں لیکن وہ کفار ان نعمتوں کی قدر نہ کر کے ابدی راحتوں سے محروم ہوتے چلے جارہے ہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي
الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِن
جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٦٨﴾ اللَّهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ

اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ فِىۡ كِتٰبٍ‌ؕ
اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۞۷۰ وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا
لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّمَا لَـيۡسَ لَهُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ
مِنۡ نَّصِيۡرٍ ۞۷۱ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعۡرِفُ فِىۡ
وُجُوۡهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا الۡمُنۡكَرَ‌ؕ يَكَادُوۡنَ يَسۡطُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ
يَتۡلُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا‌ؕ قُلۡ اَفَاُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰ لِكُمُ‌ؕ
اَلنَّارُؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ۞۷۲ ع ۹/۸ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

ہرامت کے لئے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس پر وہ بندگی کرتے ہیں۔ انہیں آپ سے اس معاملہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے آپ ان کو اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور اگر (پھر بھی) وہ جھگڑتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ اور اللہ قیامت کے دن اس کا فیصلہ فرمادے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے اس کا علم اس کو ہے بے شک یہ کتاب میں (لوحِ محفوظ میں) ہے۔ اور بے شک یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اور نہ یہ لوگ خود اس کا علم رکھتے ہیں۔ اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

(اے نبی ﷺ) اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو آپ ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار محسوس کرتے ہیں۔ (ایسا لگتا ہے کہ) وہ ان پر حملہ کرنے کے قریب ہیں جو ہماری

آیات ان پر تلاوت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین بات نہ بتاؤں۔ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

اُمَّةٌ	امت۔ جماعت۔
مَنسَكًا	طریقہ عبادت وبندگی۔
نَاسِكُوْهُ	وہ اس (طریقہ) پر عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کرنے والے۔
يُنَازِعُنَّ	وہ جھگڑا کرتے ہیں۔
اُدْعُ	بلایئے۔ دعوت دیجئے۔
هُدًى	ہدایت۔
جَادَلُوْ	وہ جھگڑنے والے ہیں۔
يَسِيْرٌ	آسان۔
لَمْ يُنَزِّلْ	نہیں اتارا۔
سُلْطَانٌ	سند۔ دلیل۔
اَلْمُنْكَرُ	ناگوار۔
يَكَادُوْنَ	وہ قریب ہوتے ہیں۔
يَسْطُوْنَ	وہ حملہ کرتے ہیں۔
اُنَبِّئُ	میں بتاتا ہوں۔

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۲

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے جتنے رسول بھیجے انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی امتوں کو طریق

عبادت سکھایا۔ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی اللہ نے عبادت کے طریقے سکھائے تا کہ ساری دنیا کے مسلم ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور ان کی زندگی کے ہر کام میں ایسا خلوص پیدا ہو جائے جس سے ان کا ہر کام صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو جائے۔ اللہ کو یاد کرنے کے یہ طریقے مختلف ضرور ہو سکتے ہیں لیکن ایک بات پر سب کا اتفاق رہا ہے کہ عبادت صرف اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ لہذا جب اس بات کو بنیاد بنا لیا جائے گا تو پھر کسی طرح کا اختلاف نہ رہے گا۔ لیکن اختلاف جس عبادت میں ہوتا ہے وہ طریقہ بندگی ہے جس میں غیر اللہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ جب وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت و بندگی میں شریک کرنے لگتے ہیں تو اس کے ماننے والوں کے سامنے اگر غیر اللہ کی عبادت و بندگی سے منع کیا جائے تو وہ اپنے بے حقیقت معبودوں اور ان شخصیتوں کے خلاف سننے کو تیار نہیں ہوتے جو ان کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں۔ جب وہ علمی بات کا جواب علم و دلیل کی روشنی میں دینے سے اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتے ہیں تو وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جو حق و صداقت کے علم بردار ہوتے ہیں اور وہ ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ اللہ نے ہر (رسول کی) امت کو ایک طریق عبادت و بندگی عطا کیا تھا اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی عطا کیا گیا ہے لہذا اس میں اختلاف کرنے اور جھگڑنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ اپنے پروردگار کی طرف بلاتے رہیے کیونکہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ آپ بالکل سیدھے اور سچے راستے پر ہیں۔ اگر پھر بھی وہ اختلاف کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے اللہ تمہارے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ قیامت دور نہیں ہے اس دن اس بات کا بھی فیصلہ کر دیا جائے گا کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی اس کی نگاہوں سے چھپا ہوا یا پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر بات اللہ کے ریکارڈ میں موجود ہے جس کو ریکارڈ کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل یا دشوار نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں، چیزوں، اور شخصیتوں کی) عبادت و بندگی کر رہے ہیں نہ تو اللہ نے اس کے لئے کوئی دلیل اور نشانی بھیجی ہے اور نہ اس کی کوئی علمی بنیاد ہے ایسے بے انصاف لوگوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ اے نبی ! جب آپ ان کے سامنے اللہ کی آیات کو پڑھتے اور سناتے ہیں تو ان کافروں کی تیوریوں پر بل پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اس سچی اور حقیقی بات کو سن کر اس کا ٹھوس جواب نہیں دے سکتے تو آگ بگولا ہو جاتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ سچائی بتانے والوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ! آپ ان لوگوں سے جو آیات قرآنی کو سننا گوارا نہیں کرتے کہہ دیجئے کہ مرنے کے بعد سب سے بدترین ٹھکانا اور بدترین آگ جہنم کی آگ ہے۔ تمہاری دشمنی تمہیں آخر کار اس آگ میں جھونک دے گی۔ اور اس طرح اللہ نے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ
اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ
مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ
حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ
الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَ
اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ عند الشافعي السجدة ٧
وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ
اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا
لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى
النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا
بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾ ع ١٠ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس کو خوب غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں وہ معبود سب مل کر بھی ایک مکھی نہیں بنا سکتے۔ اور اگر ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ (ان بتوں کو) چاہنے والا بھی کمزور اور جن معبودوں کو چاہا جاتا ہے وہ بھی کمزور ہیں۔ انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق تھا۔ بے شک اللہ ہی قوت والا اور غالب ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے اور لوگوں میں سے پیغام پہنچانے والا چن لیتا ہے۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور سارے معاملات اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اے ایمان والو! اپنے پروردگار کو رکوع کرو، سجدہ کرو اور عبادت و بندگی کرو اور بھلے کام کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔ اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ اسی نے تمہیں منتخب کیا ہے اور اسی نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی یعنی تمہارے باپ ابراہیمؑ کا جو دین ہے اسی پر قائم رہو۔ اس نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس قرآن میں (بھی تمہارا نام مسلم ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ پس تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے تھام لو۔ وہ تمہارا بہترین مالک ہے اور بہترین مددگار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

ضُرِبَ — بیان کیا گیا۔ مارا گیا۔
اِسْتَمِعُوْا — غور سے سنو۔
لَنْ يَّخْلُقُوْا — وہ ہرگز پیدا نہ کریں گے۔ وہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتے۔
ذُبَابٌ — مکھی۔ کوئی ایک مکھی۔
يَسْلُبُ — وہ کھینچ لیتا ہے۔ وہ چھین لیتا ہے۔
لَايَسْتَنْقِذُوْهُ — وہ نہ چھڑا سکیں گے۔

اَلطَّالِبُ	چاہنے والا۔
مَطْلُوْبٌ	چاہا گیا۔
يَصْطَفِيْ	وہ منتخب کرتا ہے۔
اِفْعَلُوْا	تم کرو۔
اَلْخَيْرُ	بھلائی۔ نیک کام۔
اِجْتَبٰى	اس نے چنا۔ منتخب کیا۔
حَرَجٌ	تنگی۔
سَمّٰى	اس نے نام رکھا۔
شَهِيْدٌ	گواہ۔
اِعْتَصِمُوْا	تم مضبوط تھام لو۔
مَوْلٰى	مالک۔
نِعْمَ الْمَوْلٰى	بہترین مالک۔
نِعْمَ النَّصِيْرُ	بہترین مددگار۔

تشریح: آیت نمبر ۷۳ تا ۷۸

اللہ وہ ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا خالق و مالک، تمام طاقتوں، قوتوں اور عزت و احترام اور تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ ہر شخص اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے تمام حالات، جذبات، احساسات اور ضروریات سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ اپنے بندوں کی بھلائی رہبری اور رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں اپنے پاک نفس پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے وہ سب کا مشکل کشا اور ہر طرح کی نعمتوں سے نوازنے والا ہے۔ رکوع، سجدے اور تمام عبادتوں کے لائق صرف اسی کی ذات ہے۔ وہ ہر آن ہر ایک کے کام آنے والا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی گواہی دے رہا ہے لیکن کفر اور انکار کی روش پر چلنے والے انسانوں کی جہالت، بے وقوفی اور نادانی کی انتہا یہ ہے کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ہر کمزور اور بے بس چیز کو طاقت ور سمجھ کر اس کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اسی کو اپنا مشکل کشا مان لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ پتھر کے بے جان اور بے بس و مجبور معبود جو ایک مکھی جیسا حقیر جانور بھی

پیدا نہیں کر سکتے بلکہ اگر ان کے سامنے سے وہ مکھی کچھ لے اڑے تو اس سے واپس لینے کے لئے اس سے چھین نہیں سکتے۔ جن کی بے بسی کا یہ عالم ہے جو خود اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ دوسروں کی مشکلات کیسے دور کر سکتے ہیں۔ ان سے کسی طرح کی امید رکھنا محض ایک تصوراتی عیاشی اور بچوں کے بنائے ہوئے ریت کے گھروندوں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

☆ لوگوں کو اللہ کی قدر اس طرح کرنی چاہیے کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔

☆ تمام لوگوں کو اور ان کے تمام کاموں کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

☆ رکوع، سجدے، تمام عبادتیں صرف ایک اللہ کے لئے ہیں۔

☆ ہر خیر و فلاح اور بھلائی کا کام محض اللہ کے لئے کیا جائے، اسی میں کامیابی ہے۔

☆ اللہ نے امت محمدیؐ کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

☆ اس نے دین میں کسی طرح کی تنگی اور مشکل پیدا نہیں کی۔

☆ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر تمام اہل ایمان کو جمع ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے ہم سب کا نام "مسلم" رکھا ہے۔

☆ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو اہل ایمان اور پوری کائنات کے لئے مشعل راہ بنایا ہے۔

☆ اللہ نے پوری امت محمدی کو یہ شرف و عزت عطا فرمایا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی امتوں کی گواہ بنے گی لہٰذا نمازوں کے نظام کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام ہی وہ مضبوط بنیاد ہے جس پر اللہ کے دین کی بنیادیں قائم کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ان بنیادوں کو چھوڑ کر جس بنیاد کو بھی اپنایا جائے گا وہ انتہائی کمزور اور نا قابل بھروسہ بنیادیں ہوں گی۔

☆ وہ اللہ سب سے اچھا مالک اور سب سے بہترین مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرنے، رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی و رسول مانتے ہوئے ان کی اطاعت و فرماں برداری اور حقیقی محبت کی توفیق عطا فرمائے اور کتاب الٰہی کے تمام احکامات پر پوری طرح عمل کرنے کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ سورۃ الحج کی تمام آیات کا ترجمہ اور تفسیر و تشریح مکمل ہو گئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸

قد افلح

سورۃ نمبر ۲۳

المؤمنون

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۶۹

تعارف سورۃ المؤمنون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	23
کل رکوع	6
آیات	118
الفاظ وکلمات	1070
حروف	4538

سورۃ المومنون مکہ مکرمہ کے دور متوسط میں نازل ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کی شدید مخالفت کی جارہی تھی مگر ظلم وستم میں شدت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بعض ایسی صفات کا ذکر فرمایا ہے جو ان کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کرنے کی ضمانت ہیں۔

دنیا میں لوگوں نے کامیابی اور ناکامی کے کچھ پیمانے مقرر کر رکھے ہیں۔ جس کے پاس مال ودولت، اولاد اور وسائل کی کثرت ہوتی ہے تو اس کو کامیاب ترین انسان اور بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ یہ مال ودولت جس نے اسے بڑا آدمی بنا دیا ہے وہ کہاں سے آئی۔ ذرائع حلال تھے یا حرام۔ یہ سب مال اس نے ظلم وزیادتی، رشوت، چوری، ڈکیتی سے حاصل کیا ہے یا کسی اور ذریعہ سے۔ اس کے برخلاف وہ شخص جو اپنی نیکیوں پر قائم ہے، علم وعمل کا پیکر، تقویٰ و پرہیز گاری جس کا طریقہ زندگی ہے، رزق حلال کی وجہ سے وہ غربت و بے بسی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے وہ چوری، ڈکیتی اور ظلم وستم کے بجائے اپنے ہاتھ سے روزی پیدا کرتا ہے تو ایسے شخص کو معاشرہ میں ناکام ونامراد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کامیاب اور ناکام لوگوں کے لیے جو معیار مقرر کیا ہے وہ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے یہاں انسانیت اور شرافت کو مال ودولت کے ترازو پر نہیں بلکہ نیکی، اور پرہیز گاری اور تقویٰ کے پیمانوں سے ناپا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ ورسول کی اطاعت و فرماں برداری کا پیکر بن گئے وہ دنیا وآخرت کے کامیاب ترین لوگ ہیں لیکن جنہوں نے اللہ ورسول کی نافرمانی کو اپنا شعار بنالیا ہے دن رات انبیاء کرامؑ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلاتے ہیں۔ اپنی ضد، تکبر، غرور اور ہٹ دھرمی کے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتے تو فرمایا کہ ایسے لوگ انتہائی ناکام ونامراد ہیں۔ ایسے لوگ نہ تو دنیا میں کامیاب ہوں گے اور نہ آخرت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔ فرمایا کہ جب ایسے نافرمان لوگوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو پھر ان کی حکومت واقتدار، مال ودولت، زیب وزینت، طاقت وقوت، تہذیب وتمدن، بلند وبالا عمارتیں جن پر انہیں ناز ہوتا ہے ریت کا ڈھیر بن جاتی ہیں چنانچہ اللہ نے کفار کی تمام طاقتوں کے باوجود قوم نوحؑ اور قوم موسیٰؑ پر پانی

جب سورۃ المومنون نازل کی گئی اس وقت تک حضرت عمرؓ ایمان لا چکے تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بلند اور تبلیغ اسلام میں ایک نئی روح بیدار ہو چکی تھی۔ جب اس سورۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو بعض صحابہ کرامؓ نے ان کیفیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو نزول وحی کے وقت آپ پر طاری ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت مجھ پر ایسی دس آیتیں اتاری گئی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کے معیار پر پورا اترے گا تو وہ یقیناً جنت کا مستحق بن جائے گا۔ پھر آپ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائیں۔

کا ایک زبردست طوفان بھیج کر ان کو تنکوں کی طرح بہا دیا اور ان کی طاقت وقوت ان کے کوئی کام نہ آسکی۔ ان کو اور ان کی ترقیات کو غرق کر دیا گیا۔ لیکن وہ لوگ جو دنیاوی اعتبار سے نہایت کمزور اور بے بس تھے ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ان کو دنیاوی اقتدار وقوت دے دی گئی اور وہ زمین کے وارث بن گئے۔

سورۃ المؤمنون میں اسی حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ دین ودنیا کی بھلائی اور کامیابی کن لوگوں کے حصے میں آئی۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو صاحب ایمان ہیں، جن کی عبادت و بندگی میں خشوع وخضوع اور عاجزی ہوتی ہے، جو فضول باتوں سے بچتے اور اپنے دلوں کو ہر طرح ناپاکیوں اور عیبوں سے پاک رکھتے ہیں۔ جائز حدود میں رہتے ہوئے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جن کا یہ حال ہے کہ وہ امانتوں کی نگہداشت کرنے والے عہد و معاہدوں کی پابندی کرنے والے اور نمازوں کی حفاظت کا جذبہ رکھنے والے ہیں وہ مومن ہیں اور کامیاب ہیں۔

سورۃ المؤمنون کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی سات صفات بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ جو لوگ ایسی صفات کے مالک ہوں گے وہ کبھی ناکام ونامراد نہ ہوں گے بلکہ دین ودنیا کی بھلائیاں ان کے قدم چومیں گی۔ ساتوں صفات کی تفصیل بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

۱) **خشوع وخضوع:** دلی سکون واطمینان، اللہ کے سامنے خوف سے ساکن اور پست ہونا۔ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے پہلے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ خشوع وخضوع ہے۔ یہاں تک کہ قوم میں خشوع (عاجزی وانکساری) اختیار کرنے والا نظر نہ آئے گا۔'' اس حدیث پر غور کیا جائے تو آج جو ہماری حالت ہے وہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں مگر ان نمازوں میں اللہ کے لیے وہ عاجزی وانکساری اور توجہ الی اللہ نہیں رہی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری نمازیں، ہماری عبادات اور ہمارے معاملات خشوع سے خالی ہیں اور ہم ہر کام نہایت بے دلی سے کرتے ہیں اس لیے ہمارے دل ودماغ اور روح پر روحانی اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

۲) **لغویات سے پرہیز:** مومن کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر اس بات یا ہر اس کام سے بچ کر چلتا ہے جو بے کار، بے فائدہ اور بے مقصد ہو۔ جس میں نہ دنیا کا فائدہ نہ آخرت کی کامیابی، نہ کوئی اچھا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہ گناہ بے لذت

ہم زندگی بھر کرتے رہتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو ہماری مجلسیں، محفلیں اور اجتماعات ان لغویات سے بھر پور ہیں جن میں سوائے ایک دوسرے کی غیبت چغل خوری اور سازشوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے؛ ''انسان کا اسلام اسی وقت اچھا ہوسکتا ہے جب وہ لغو (بے ہودہ، بے کار، بے فائدہ باتوں کو) کو چھوڑ نہ دے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کو بے کار باتوں میں الجھا کر ضائع نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کی لغویات سے بچ کر اپنی نمازوں اور عبادات میں مقصدیت پیدا کرتا ہے۔

۳) تزکیہ نفس: مومنوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو ہر طرح کے برے خیالات سے پاک صاف رکھتا ہے۔ کفر و شرک، تکبر و غرور، دکھاوا، بغض و حسد، کینہ پروری، لالچ، کنجوسی، غیبت، چغل خوری، دوسروں پر الزام لگانے سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ اپنے دل و دماغ کو پاک صاف رکھتا ہے تاکہ انورات الٰہی سے اس کے من کی دنیا منور و روشن ہو جائے۔

۴) شرم گاہوں کی حفاظت: مومن کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی شرم گاہوں کو ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان کا استعمال وہیں کرتے ہیں جہاں اللہ اور اس کے رسول نے اجازت دی ہے۔ جو لوگ اس معاملہ میں حدود پار کر جاتے ہیں وہ ظالم ہیں جنہیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یہ سامنے کی بات ہے کہ جس قوم میں زنا، بدکاری، اور لواطت عام ہو جاتی ہے وہ معاشرہ برباد ہو کر رہتا ہے۔ اگر اس معاشرے میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور پھر ان گناہوں کا چلن ہو تو ان کو سزا ملنے میں دیر نہیں لگتی لیکن اگر کافر معاشرہ ہے تو اللہ ان کو سنبھلنے اور سمجھنے کے لیے مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی اس روش سے باز نہیں آتے تب اللہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لیتا ہے جس کا وہ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ کا وہ فیصلہ ہے جسے اللہ کبھی تبدیل نہیں کرتا۔

نزول قرآن کے وقت غلامی کا دور چلا آرہا تھا جس میں انسانوں کی خرید و فرخت ہوا کرتی تھی اور غلام باندیوں کا رواج تھا۔ غلام اور باندیاں ایک ذاتی ملکیت کی طرح ہوا کرتی تھیں۔ وہ جس طرح چاہتے ان کو استعمال کرتے تھے۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کا فیض رحمت ہے کہ دنیا سے غلامی کا رواج ختم ہو گیا۔ اگر دین اسلام نہ ہوتا تو شاید دنیا سے غلامی کا دور کبھی ختم نہ ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے ایسے طریقے اختیار فرمائے جس سے آہستہ آہستہ غلامی ختم ہو کر رہ گئی۔ تاہم جب تک اس مقصد کی تکمیل نہیں ہو گئی اس وقت تک دین اسلام نے ہمیں اجازت دی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے جہاں اللہ نے اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن اس کے سوا ہر جگہ

اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

۵) امانت کا خیال رکھنا: مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں کسی طرح کی خیانت نہیں کرتا۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس میں امانت نہیں اس میں دین نہیں۔ ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ منافق میں کیا کیا خرابیاں اور علامتیں ہوتی ہیں اسی میں فرمایا کہ منافق وہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت ضرور کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیانت و امانت مومن کا سب سے بڑا وصف اور صفت ہے۔ بہر حال بے ایمانی اور ایمان ایک ساتھ نہیں چلتے۔

۶) عہد کی پابندی: مومن کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے عہد و پیان کا پابند ہوتا ہے اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرو گے تو کل قیامت کے دن اللہ کے ہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے وعدے وعید پورے نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ عہد کی پابندی اور عہد شکنی ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ جو وعدہ خلافی کرنے والا ہے وہ درحقیقت حقیقی مومن نہیں ہے۔

۷) نمازوں کی حفاظت: مومن کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔ وقت پر نماز کی ادائیگی، پورے آداب کا لحاظ، خشوع و خضوع کی پابندی مومن کا مزاج ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان کا کاروبار یا زندگی کی ذمہ داریاں اس کو نمازوں سے غافل کردیں بلکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نمازوں کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں۔

یقیناً وہی لوگ کامیاب و بامراد ہیں اور سچے مومن ہیں جن میں مذکورہ تمام صفات موجود ہیں۔

ع ۱

سُورَةُ الْمُؤْمِنُون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ
خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى
وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

یقیناً ان ایمان والوں نے کامیابی حاصل کر لی جو لوگ اپنی نمازوں میں عاجزی (خشوع وخضوع اختیار) کرنے والے ہیں۔ جو فضول باتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنے نفس کا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ جو سوائے اپنی بیویوں اور ملک یمین (لونڈیوں) کے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ پس بے شک ان لوگوں پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اس کے علاوہ ڈھونڈتے ہیں وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

الجزء ۱۸

وقف لازم

لغات القرآن آیت ۱تا۱۱

اَفْلَحَ	وہ کامیاب ہوا۔اس نے فلاح پائی۔
خَاشِعُوْنَ (خَاشِعٌ)	اللہ کے خوف سے ڈرنے والے۔
اَللَّغْوُ	فضول بات۔ایسی بات جس کا فائدہ کوئی نہ ہو۔
فُرُوْجٌ (فَرْجٌ)	شرم گاہیں۔
مَلَكَتْ اَيْمَانٌ	باندیاں۔
غَيْرُمَلُوْمِيْنَ	الزام نہیں ہے۔
اِبْتَغَاءٌ	جس نے تلاش کیا۔
وَرَاءٌ	پیچھے۔علاوہ۔
اَلْعَادُوْنَ	حد سے بڑھنے والا۔
رَاعُوْنَ	رعایت کرنے والے۔خیال رکھنے والے۔
اَلْوَارِثُوْنَ (وَارِثٌ)	مالک۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

دنیاداروں نے کامیابی، ناکامی، خیر وفلاح، نفع ونقصان اور چھوٹائی بڑائی کے کچھ ایسے پیمانے مقرر کر رکھے ہیں کہ اگر ایک شخص مال و دولت، عیش و آرام، بلند و بالا بلڈنگوں، اونچی حویلیوں اعلیٰ سواریوں کا مالک ہے تو اس کو کامیاب ترین، عقل مند، سمجھ دار، باعزت اور معاشرہ کا بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔خواہ وہ سب چیزیں ظلم وزیادتی، رشوت وغصب، حرام اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہوں لیکن اگر کوئی صاحب ایمان شخص دیانت وامانت، تقویٰ، پرہیز گاری اخلاص اور ایمان کا پیکر ہو مگر معاشرتی اعتبار سے کمزور، غریب اور مفلس ہو تو اس کو معاشرہ میں کوئی حیثیت نہیں دی جاتی۔اس کو ایک ناکام شخص اور چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ غربت اور امارت کی یہی وہ ترازو ہے جس پر تول کر سارے فیصلے اور وزن کئے جاتے ہیں۔ان دنیاوی اصولوں کے برخلاف قرآن کریم نے ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کو انسانی عظمت کا معیار اور پیمانہ مقرر کیا ہے اور ایسے لوگوں کو کامیاب ترین لوگوں میں

شامل کیا ہے جو ان صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ صاف صاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ اللہ نے حضرت آدم وحوا کے ذریعہ تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کر دینا ایک پہچان تو ہے لیکن فخر کی چیز نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم اور باعظمت وہ لوگ ہیں جو نیکی اور پرہیز گاری میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ سورۃ المومنون کی زیر مطالعہ آیات میں فرمایا کہ اللہ نے مومنوں کو کامیاب و بامراد کر دیا یعنی اہل ایمان صرف اسی دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی کامیاب و بامراد ہوں گے۔

غربت و امارات کی یہی کشمکش اس وقت بھی تھی جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا۔ ایمان اور عمل صالح، تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرنے والے صحابہ کرامؓ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے دنیا کی بے حقیقت زندگی کو چھوڑ کر اپنا سب کچھ آخرت کی زندگی سنوارنے پر لگا دیا تھا ان کو کفار مکہ دین اسلام قبول کرنے پر طعنے دیا کرتے تھے کہ تمہیں دین اسلام نے کیا دیا؟ فقر و فاقہ، غربت و افلاس، بے رونق محفلیں، طرح طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں، اس کے برخلاف ذرا ہمیں دیکھو دنیاوی راحتیں اور کامیابیاں ہمارے قدم چوم رہی ہیں ہماری محفلیں کیسی پررونق ہیں اور ہم ہر اعتبار سے زندگی گذار رہے ہیں۔ ہم کامیاب ترین لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ دراصل کامیاب ترین وہی لوگ ہیں جو صاحبان ایمان ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہی کامیاب و بامراد ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جو کفر پر جمے بیٹھے ہیں وہ دنیا کے ناکام ترین لوگ ہیں۔ کیونکہ جب یہ آخرت کی ابدی اور ہمیشہ کی زندگی میں پہنچیں گے تو خالی ہاتھ ہوں گے اور وہاں کوئی ان کا ساتھ نہ دے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان آیات میں جس کامیابی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے تو یوں پوری ہوئی کہ اللہ نے دین اسلام کی برکت سے انہیں ہر طرح کی فتوحات اور کامیابیاں عطا فرمائیں اور بہت تھوڑے عرصے میں اہل ایمان جزیرۃ العرب سے نکل کر ساری دنیا میں پہنچ گئے۔ ہر جگہ کامیابیوں نے ان کے قدم چومے۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ختم ہو گئیں اور دنیا میں صرف اہل ایمان ہی فاتح اور کامیاب بن کر چھا گئے اور دنیا نے ظلم و ستم سے نجات پائی اور ہر طرف امن و سلامتی عام ہو گئی۔ یہ تو دنیاوی اعتبار سے کامیابیاں حاصل ہوئیں یقیناً آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں بھی اسی طرح حاصل ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ اصل کامیابی یہی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں بن جائیں۔ جو لوگ صرف دنیا کی زیب و زینت کے چکر میں پوری زندگی گذار دیتے ہیں وہ لوگ وقتی طور پر تو کامیاب نظر آتے ہیں لیکن انجام کے اعتبار سے قطعاً ناکام و نامراد لوگ ہیں۔

سورۃ المومنون کی ان گیارہ آیات میں ''کامیاب مومنوں'' کی سات خصوصیات کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کی کامیابی کی بنیادیں نہایت مضبوط ہیں۔ جب بھی ان بنیادوں کو اپنایا جائے گا اللہ کا وعدہ ہے کہ کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔ ان نیک خصلتوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں فلاح حاصل ہو گی۔

(۱) پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ''وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں''، یعنی قلبی، ذہنی، فکری اور جسمانی سکون کے ساتھ نمازوں کو ادا کرتے ہیں۔ وہ منافقین کی طرح دکھاوا، سستی اور کاہلی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ نہایت

ذوق وشوق، عاجزی وانکساری، ادب واحترام اور شریعت کی تمام ترہدایات کے مطابق اپنی نمازوں کو ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور نبی کریم ﷺ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کے جذبے سے اس طرح نمازیں ادا کرتے ہیں کہ اس میں ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہوتا۔ ''خشوع وخضوع'' کا یہی مفہوم ہے۔

نماز درحقیقت وہ اہم ترین عبادت ہے جس سے دین کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم ہوتی ہیں۔ جو شخص نماز جیسی عبادت کو چھوڑتا ہے وہ درحقیقت دین کی بنیادوں کو ڈھانے والا اور اسلام کے اصولوں سے بغاوت کرنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کے تفصیلی احکامات تو مدینہ منورہ کی زندگی میں آئے مگر نمازوں کا اہتمام مکہ مکرمہ سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اور معراج النبیؐ کے مبارک موقع پر اس امت کو اللہ کی طرف سے جو تحفہ عطا کیا گیا وہ پانچ وقت کی فرض نمازیں تھیں۔ جس کے اجر و ثواب کا یہ عالم ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں ادا کرنے والے شخص کو پچاس نمازوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو نمازوں کی فرضیت مکہ مکرمہ ہی سے شروع ہوئی۔

احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن بھی سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ قیامت کے دن جو آدمی پہلے سوال ہی میں فیل ہو گیا اس کی آخرت تو تباہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس اہمیت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے کیا جاسکتا ہے جن میں آپ نے نمازوں کو ادا کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ نمازوں سے ہماری غفلت نے ہمیں بہت سی سعادتوں سے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اقامت صلوٰۃ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اس موقع پر اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ نمازوں سے غفلت دو طرح ہو رہی ہے پہلی تو یہ کہ بہت سے لوگ نماز ہی نہیں پڑھتے جو ایک بہت بڑی بدنصیبی ہے لیکن بعض لوگ نماز ادا کرتے ہیں مگر ان کے آداب کا خیال نہیں رکھتے اور ایسی نمازیں پڑھتے ہیں کہ نمازیں خود ان پر ملامت کرتی ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنے کے لئے اچھی طرح وضو کرے گا اور نمازوں میں خشوع وخضوع (قلبی سکون) اختیار کرے گا تو وہ نمازیں نہایت روشن ہو کر چمکنے لگیں گی اور نماز اس کو دعا دے گی کہ اے اللہ جس طرح اس شخص نے میری حفاظت کی ہے (ہر طرح کے آداب کا خیال رکھا ہے) اسی طرح آپ اس کی حفاظت فرمائیے۔ لیکن جو شخص نمازوں کو بری طرح پڑھتا ہے (جلدی، دکھاوا، آداب کا خیال نہ رکھنا) نمازوں میں سستی کرتا ہے۔ اس کو ٹال ٹال کر پڑھتا ہے۔ اچھی طرح وضو نہیں کرتا تو وہ نماز بری صورت میں سیاہ رنگ میں ڈھل جائے گی اور پڑھنے والے کو بددعا دے گی کہ الٰہی جس طرح اس نے مجھے خراب کیا آپ اس کو اسی طرح خراب کر دیجئے۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امت سے سب سے پہلے جو چیز اٹھائی جائے گی۔ وہ ''خشوع'' ہے۔ یہاں تک کہ قوم میں کوئی شخص بھی خاشع نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نمازیں ادا کرنے، اس کا پوری طرح حق ادا کرنے اور خشوع وخضوع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) ان آیات میں اہل ایمان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ لغو اور فضول باتوں سے دور رہتے ہیں۔ دراصل لغو، فضول، بیکار اور لاحاصل کاموں میں پڑ کر آدمی اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو ضائع اور برباد کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا کہ ''اہل ایمان جب کسی ایسی جگہ سے گذرتے ہیں جہاں لغو اور فضول باتیں ہو رہی ہیں تو وہ وہاں سے مہذب طریقے پر پہلو بچا جاتے ہیں۔ یعنی وہ فضول باتوں کی ہمت افزائی نہیں کرتے اور وہ لوگ جو اس بے ہودہ مشغلے میں لگے رہتے ہیں ان پر یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ انہیں ایسی لغو اور گناہ کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ نے اہل ایمان سے جس جنت کا وعدہ کیا ہے اس کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ اس جنت میں کوئی لغو اور فضول بات نہ سنیں گے''۔ ان آیات میں نماز میں خشوع و خضوع کا ذکر کرنے کے بعد لغویات سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو لغو اور فضول باتوں سے روکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ بے شک نماز ہر طرح کی بے حیائی اور ہر طرح کے فضول، لغو اور ناجائز کاموں سے روکتی ہے۔ دراصل دکھاوا، نمائش، بے غیرتی، بے حیائی، برے خیالات، گندے جذبات اور گناہوں کے تمام پہلو فضول اور بے ہودہ ہیں جو انسان کی زندگی کو گھن اور دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔ لیکن نماز اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی جامع عبادت ہے۔ جس میں مشغولیت انسانوں کو مذکورہ گناہوں سے ہٹا کر نیکیوں کی راہ پر گامزن کر دیتی ہے۔ نماز کا کام ہی یہ ہے کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفات پیدا کر دیتی ہے لیکن اگر کوئی شخص لغویات، فضول باتوں اور گناہوں سے باز نہیں آتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کی نماز ایک رسم، خانہ پری اور عادت سے زیادہ کچھ نہیں ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص نماز کا پابند ہو اور وہ نماز اس کے دل کا نور نہ بن جائے اور اس کو روحانی ترقی و عظمت سے ہم کنار نہ کر دے۔

(۳) مومنوں کی تیسری صفت اور خوبی یہ ہے کہ وہ ''زکوٰۃ ادا کرتے ہیں'' یعنی جس طرح نماز میں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری سے سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے اسی طرح لغویات سے بچنے میں ذہن و فکر پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اور اپنی محنت سے کمائی ہوئی حلال دولت میں سے جب زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو اس کا مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے کیونکہ زکوٰۃ کے معنی پاک صاف کرنے ہی کے آتے ہیں۔ درحقیقت جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ نہ صرف اپنے مال کو پاک کرتا ہے بلکہ اس کا وہ نفس جو اس کو خواہشات کے نیچے دبائے رکھتا ہے غرور و تکبر، ریاکاری اور دکھاوا، بغض و حسد، لالچ اور کنجوسی جیسی گندگیوں سے دور کر کے اس کے نفس کو پاکیزہ بنا دیتا ہے۔ اسی لئے علماء و مفسرین نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ جگہ جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے وہاں ''اتوا الزکوۃ'' اور ''یوتون الزکوۃ'' کے الفاظ آتے ہیں۔ لیکن اس جگہ ''لز کوۃ فاعلون'' فرمایا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مومنوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ جیسے فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے بھی فکر مند رہتے ہیں۔ جہاں تک زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق ہے وہ حکم تو بالکل واضح ہے لیکن نفس کی پاکیزگی کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مومن صرف نماز ہی نہیں پڑھتے۔ محض لغویات اور فضول مشغلوں سے ہی نہیں بچتے بلکہ اپنے نفس اور نفسانی خواہشات پر قابو پا کر اس کی پاکیزگی اور صفائی ستھرائی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔

(۴) کامیاب اہل ایمان کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی مکمل حفاظت کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کو اپنی بیویوں اور ان باندیوں تک (جن کی اس زمانہ میں اجازت تھی) محدود رکھتے ہیں۔ جو لوگ ان حدود سے آگے قدم نہیں بڑھاتے اس پر انہیں کسی طرف سے کسی ملامت کا سامنا کرنا نہ پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص ان حدود سے آگے قدم بڑھائے گا تو وہ زیادتی کرنے والا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہیں گے انہیں روحانی قوت و طاقت، اطمینان قلب اور سکھ چین نصیب ہوگا۔ لیکن ان حدود کو پھلانگنے والے اللہ کی رحمتوں سے محروم اور بدترین عادتوں اور معاشرہ کو رسوا اور برباد کرنے والے بن جائیں گے۔ اس بدترین فعل کو زنا کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی قومیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم زنا کے قریب بھی نہ جانا کیونکہ وہ کھلی بے حیائی، اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا اور بدترین راستوں کو کھولنے والا ہے۔ اس کا پہلا نقصان تو یہ ہے کہ اس شدید گناہ میں مبتلا ہونے والا معاشرہ باہمی اعتماد اور بھروسہ کو کھو دیتا ہے کیونکہ اس میں کسی کی عزت، آبرو اور عصمت محفوظ نہیں رہتی۔ اگر اس معاشرہ میں کفار غالب ہوں تو ان کو سوچنے، سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جب وہ بار بار کی تنبیہ کے باوجود ہوش میں نہیں آتے تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا ہے۔ زنا اور ایمان میں ایسی غیریت اور ضد ہے کہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی اس فعل بد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کا ایمان اس کے اندر سے نکل جاتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہو جاتا ہے تب ایمان واپس لوٹتا ہے۔ زنا کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ زانی اور بدکار آدمی باطنی، روحانی اور جسمانی طور پر کمزور پڑ جاتا ہے۔ اگر اس میں ذرا بھی حس اور احساس زندہ ہے تو اس کا دل اسے ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا۔ جس سے اس کو کبھی سکون نصیب نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس کا احساس ہی مردہ ہو چکا ہے اور اس کے اندر سے احساس گناہ ہی مٹ چکا ہے تو ایسا شخص ہر بھلے اور نیک راستے سے محروم رہتا ہے اور اس کو کبھی سچی توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور یہ بدنصیبی اسے جہنم کی بھڑکتی آگ پر پہنچا کر دم لیتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ جب تک موت کے فرشتے سامنے نہیں آجاتے اس وقت تک توبہ کے دروازے بند نہیں ہوتے لہٰذا اگر کوئی شخص سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما سکتا ہے۔

(۵) مومن کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ دیانت و امانت کا پیکر ہوتا ہے۔ یعنی وہ امانتوں کی ادائیگی کی حفاظت اور لحاظ میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور ہر معاملے میں نہایت امانت دار ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کے بجائے ''امانات'' کہہ کر امانت کے مفہوم کو زندگی کے تمام معاملات تک وسیع کر دیا ہے جس میں ہر طرح کی امانتیں آجاتی ہیں۔ عام طور پر امانت کا مفہوم صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کوئی چیز یا رقم اس کے حوالے کر دی اور طلب کرنے پر واپس مل گئی تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے نہایت دیانت سے اس کی امانت واپس کر دی۔ لیکن قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امانت کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جو زندگی کے ہر معاملے پر چھایا ہوا ہے۔

☆ اگر کسی شخص نے کسی سے کوئی راز اور بھید کی بات کہی اور اس نے اس بات کو راز ہی رکھا اور کسی پر ظاہر نہ کیا کہا جائے گا کہ اس نے دیانت وامانت کا ثبوت پیش کیا۔

☆ کسی نے ایک مجلس میں ایسی بات سنی جس کو اہل مجلس ظاہر کرنا نہیں چاہتے تو اس بات کو سن کر دوسروں سے نہ کہنا اور اس کو راز رکھنا بھی امانت ہے۔

☆ ایک شخص نے کسی کو معاوضہ دے کر کوئی کام سپرد کیا تو یہ وقت بھی ایک امانت ہے جس کو دیانت داری سے اسی مقصد میں صرف ہونا چاہیے جس کے لئے معاوضہ ادا کیا گیا ہے۔ اس وقت کو ضائع کرنا، اس میں سستی اور کاہلی کرنا بد دیانتی کہلائے گی۔ مومن کی شان اور صفت یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں دیانت وامانت کا دامن تھامے رکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرہ میں دیانت وامانت سے کام کئے جاتے ہیں وہ ایک بہترین معاشرہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہر معاملہ میں دیانت وامانت کے ہر پہلو کا لحاظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۶) کامیاب اہل ایمان کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدے، عہد اور معاہدوں کو پورا کرتے ہیں۔ یعنی ہر مومن کی شرعی اور اخلاقی طور پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس نے جس سے جو بھی وعدہ کیا ہو اس کو ہر حال میں پورا کیا جائے۔ انسان نے انسان سے وعدہ کیا ہو یا انسان نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہو ہر عہد و معاہدہ کو پورا کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو فاسق و گناہ گار قرار دیا ہے جو قرآن کریم پڑھ کر بھی اس کی ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ ان فاسقین کے متعلق فرمایا ہے کہ جب بھی اللہ سے عہد و معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو توڑ ڈالتے ہیں (بقرہ) اسی لئے وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے منافق کی علامتیں بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ جب منافق کسی سے وعدہ کرتا ہے تو وہ اسے پورا نہیں کرتا۔ قرآن کریم اور سنت سے معلوم ہوا کہ عہد و معاہدوں کو پورا کرنا ایک مومن کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے جب بھی کسی سے وعدہ فرمایا تو اس کو پورا کیا۔

(۷) مومنین کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں کی ہر طرح حفاظت کرتے ہیں علمائے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے پانچ وقت کی فرض نمازیں مراد ہیں۔ یعنی وہ مومنین اپنی نمازوں کو ان کے پورے آداب، وقت کی پابندی سے ان کے مستحب وقت پر ادا کر کے دلی اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔ نمازوں کا ادب واحترام یہ ہے کہ پورے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے سنت کے مطابق ٹھیک طرح وضو کیا جائے۔ جسم اور کپڑوں کی صفائی، ستھرائی اور پاکیزگی کا خیال رکھا جائے۔ نمازوں کو نہایت سکون واطمینان سے پڑھا جائے۔ جلدی جلدی پڑھ کر نمازوں کی روح کو ضائع نہ کیا جائے۔ نہایت خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری، ادب واحترام سے نمازوں کو پورا کیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو صاحبان ایمان حقوق اللہ اور حقوق العباد پورا کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور مذکورہ سات صفات کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں وہ نہ صرف دنیا و آخرت کی ہر کامیابی اور فلاح و خیر حاصل کریں گے بلکہ اس جنت الفردوس کی ابدی راحتوں کے وارث و مستحق ہوں گے جو انہیں دے کر واپس نہیں لی جائیگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ انہیں حاصل رہیں گی۔ یہی وہ مومن ہیں جن کی زندگیاں اور بہترین اعمال حسن عمل اور اعلیٰ کردار کی قابل تقلید مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل ایمان کی یہ تمام خوبیاں عطا فرما کر دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے بنایا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے اس کو جما ہوا خون بنایا۔ پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کی بوٹی بنائی۔ پھر ہم نے بوٹی میں سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اس کو نئی صورت میں اٹھا کھڑا کیا۔ وہ کیسی بڑی شان والا ہے۔ جو سب بنانے والوں سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اس کے بعد تم سب کو مرنا ہے۔ پھر بے شک قیامت کے دن تم اٹھائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

سُلٰلَةٌ (سَلّ) منتخب چیز۔ خلاصہ۔ نچوڑ۔

طِيْنٌ مٹی۔

۱۱

نُطْفَةٌ	ٹپکی ہوئی بوند۔
قَرَارٌ مَّكِيْنٌ	محفوظ مقام۔
عَلَقَةٌ	جما ہوا خون۔
مُضْغَةٌ	بوٹی۔لوتھڑا۔
عِظَامٌ (عَظْمٌ)	ہڈیاں۔
كَسَوْنَا	ہم نے پہنایا۔ہم نے چڑھایا۔
لَحْمٌ	گوشت۔
اَنْشَاْنَا	ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔
خَلْقٌ	مخلوق۔
اَحْسَنُ	زیادہ بہتر۔زیادہ خوبصورت۔
مَيِّتُوْنَ	مرنے والے۔
تُبْعَثُوْنَ	تم اٹھائے جاؤ گے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۶

موجودہ دور سائنسی ترقیات، ٹیکنالوجی اور نت نئی مشینوں کی ایجاد کا دور ہے۔ معلومات کی دنیا میں انسان کے قدم ہر روز آگے بڑھ رہے ہیں۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ سائنسی ترقیات سے دین اسلام کے کسی اصول کی نفی یا تردید نہیں ہو رہی ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی حقانیت اور سچائی دن کی روشنی کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ مثلاً آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یہ بات ناممکن اور ایک پوشیدہ حقیقت تھی کہ جو بچہ کسی ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے اور جن مرحلوں سے گذر رہا ہے اس کی کیفیات کیا ہیں۔ اس کے لئے کچھ اندازے کر لئے جاتے تھے اور ان پر ہی فیصلے کئے جاتے تھے۔ لیکن نت نئی مشینوں کی ایجاد نے ان تمام کیفیات کے مشاہدے کو آسان کر دیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی تخلیق اور اس کی بناوٹ کو اللہ نے جیسے ترتیب دیا

ہے اوران کومختلف مرحلوں سے گذارا جاتا ہے جب ان کو مشینی آنکھ سے مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ان میں کوئی تضاد یا اختلاف نظر نہیں آتا۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن کریم اللہ کا سچا کلام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جدید سائنسی تحقیقات اور قرآن کریم کے بیان میں حیرت انگیز یکسانیت نہ ہوتی۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک انسانی بچہ ماں کے پیٹ میں سات مختلف مرحلوں سے گذر کر جسمانی تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اگر آدمی اپنی پیدائش کے نازک اور پر پیچ مرحلوں پر ہی غور کرلے تو اس کے لئے اللہ پر ایمان لانا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

(۱) فرمایا کہ پہلا مرحلہ "سلالۃ من طین" ہے۔ عربی میں سلالۃ کے معنی منتخب اور چنی ہوئی چیز کے آتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب کی ہوئی مٹی اور اس کے چنے ہوئے اجزاء سے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا تھا۔ جن سے انسانی تخلیق و پیدائش کا آغاز ہوا۔ پھر اللہ نے حضرت حوا کو پیدا کر کے ان دونوں سے دنیا کے انسانوں کو پھیلا دیا۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(۲) اب اسی چنی ہوئی اور مٹی کے منتخب اجزاء سے یا انسانی غذاؤں سے نطفہ بنتا ہے۔ جو رحم مادر میں ایک مناسب وقت تک رہتا ہے اور قرار پاتا ہے اور

(۳) رحم مادر میں کچھ دن پڑا رہنے کے بعد وہ جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۴) پھر یہ جما ہوا خون گوشت کی بوٹی جیسا بن جاتا ہے۔

(۵) پھر اسی گوشت کی بوٹی میں سے ہڈیوں کا ڈھانچہ پھوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہونے کے بعد

(۶) ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح انسانی ڈھانچے کی شکل بن جاتی ہے

(۷) اب وہ مرحلہ آجاتا ہے کہ جہاں اس انسانی ڈھانچے میں اللہ کی طرف سے روح پھونکی جاتی ہے۔ پھر تکمیل کے ان مختلف مرحلوں سے گذر کر مکمل انسانی شکل اختیار کر کے اس زمین پر قدم رکھتا ہے یہ تمام مرحلے اللہ کے حکم، علم اور قدرت سے تکمیل تک پہنچتے ہیں۔

اتنے مختلف مرحلوں سے گذر کر انسانی بچہ دنیا میں قدم رکھتا ہے نوجوانی، جوانی اور ادھیڑ عمری کے مرحلوں سے گذر کر وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور آخر کار طبعی عمر گذارنے کے بعد موت کی آغوش میں جا کر سو جاتا ہے۔ قبر میں ایک لمبی سی نیند لے کر پھر اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور میدان حشر میں زندگی کے ہر لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ فرمایا کہ انسان پیدائش، زندگی، موت اور پھر زندہ کئے جانے کے جن مرحلوں کو طے کرتا ہوا گذرتا ہے وہ سب کے سب اللہ کے علم اور قدرت سے تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ فرمایا کہ جس کو اس بات پر یقین ہے کہ اللہ ہی ہے جو انسان کو ان مختلف مرحلوں سے گذار کر جیتا جاگتا انسان بنانے پر پوری قدرت وطاقت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا خالق نہیں ہے تو وہی اللہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کے ان ہی اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت کیوں نہیں رکھتا؟ یقیناً اسی ایک اللہ کی یہ قدرت ہے جو تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا

فرمائے گا۔ جو اللہ ایک قطرہ سے زندہ انسان بنانے پر قدرت رکھتا ہے تو کیا وہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز اور بے بس ہوسکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ وہی اللہ بہترین تخلیق کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اور وہی سب پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى
ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً
تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَ
اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا
مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾

وقف لازم

ع ۱ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے (آسمان) بنا دیئے اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہیں ہیں۔ اور ہم نے بلندی (آسمانوں) سے ایک مناسب اندازے کے مطابق پانی برسایا اور اس کو ہم نے زمین میں ٹھہرا دیا۔ اور بے شک ہم اس کو لے جانے پر بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ تمہارے واسطے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے۔ ان میں تمہارے لئے کثرت سے پھل پیدا کئے جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور وہ درخت بھی پیدا کئے جو طور سینا سے نکلتا ہے۔ جو تیل بھی ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن بھی ہے۔ اور بے شک چوپایوں میں بھی مقام عبرت موجود ہے اسی میں سے ہم تمہیں وہ چیز پلاتے ہیں (دودھ) جو ان کے پیٹ میں بنتا ہے۔ اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں جنہیں تم کھاتے ہو۔ اور ان پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

فَوْقٌ	اوپر۔
سَبْعٌ	سات۔
طَرَائِقُ (طَرِيْقَةٌ)	راستے۔
اَلْخَلْقُ	پیدائش۔ بناوٹ۔
بِقَدَرٍ	ایک اندازے سے۔
اَسْكَنَّا	ہم نے روک دیا۔ ہم نے ٹھہرا دیا۔
نَخِيْلٌ	کھجور۔
اَعْنَابٌ (عِنَبٌ)	انگور۔
فَوَاكِهُ (فَاكِهَةٌ)	میوے۔
تَنْبُتُ	اگتی ہے۔ اگتا ہے۔
دُهْنٌ	تیل۔
صِبْغٌ	سالن۔
اٰكِلِيْنَ	کھانے والے۔
اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔ جانور۔
نُسْقِيْ	ہم پلاتے ہیں۔
بُطُوْنٌ (بَطْنٌ)	پیٹ۔
تُحْمَلُوْنَ	تم سوار کئے گئے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۲

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو سات مرحلوں سے گذار کر پیدا کیا فرمایا کہ اسی طرح کائنات کے ذرہ ذرہ کو اس نے انسانی ضروریات کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے انسان کو خشکی، تری، فضاؤں اور ہواؤں پر ایک خاص عزت وعظمت اور برتری عطا فرمائی ہے۔ وہ بعض جسمانی کمزوریوں کے باوجود نہایت عزم و ہمت کا پیکر اور سخت جان ہے۔ جب وہ اللہ کی توفیق سے کسی کام کے کرنے پر آتا ہے تو ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے لیکن اس سب کے باوجود کائنات اور اس کے عظیم اور پھیلے ہوئے نظام زمین و آسمان، پہاڑ، سمندر اور اس میں رہنے بسنے والی مخلوق کے مقابلے میں انسان جسمانی طور پر بہت کمزور ہے۔ وہ معمولی اور حقیر قطرہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے بڑا کام تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ نے اس نظام زندگی کو اس طرح بنایا کہ جب انسان پورے عزم و ہمت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ذرہ ذرہ کو اس کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح ہم آہنگ ہو جاتا ہے کہ ناموافق صورت حال کے باوجود انسان ان پر قابو پالیتا ہے۔ کائنات کے وسیع خلا میں بے شمار ستارے اور سیارے بڑی تیزی سے گردش کر رہے ہیں مگر ان کو ایسے قاعدے، قرینے اور سلیقے سے ترتیب دیا گیا ہے جس سے ایک خاص ہم آہنگی پیدا ہوگئی ہے۔ جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو پورے علم وحکمت کے ساتھ بنایا ہے اور وہ اپنی مخلوق کی کسی ضرورت اور حاجت سے بے خبر نہیں ہے۔ اس طرح اس دنیا میں انسان کی ترقی، نشوونما، رہائش و آسائش کے تمام اسباب پیدا کر دیئے گئے ہیں جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے تا کہ اس کو کسی طرح کی دشواری پیش نہ آئے۔ توازن ایسا قائم فرمایا ہے کہ انسان کو اور کائنات کو جس چیز کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی عطا کی جاتی ہے۔ ان تمام باتوں کو ان آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا ہے جو فرشتوں کی گذرگاہیں بھی ہیں جن سے وہ اللہ کے احکامات کو لے کر زمین کی طرف آتے ہیں دوسرے یہ کہ آسمان دنیا کو ایک چھت کی طرح بنا دیا ہے تا کہ کائنات کو نقصان پہنچانے والی چیزیں انسانی دنیا تک نہ پہنچ سکیں۔ توازن ایسا پیدا کیا ہے کہ جس وقت جس چیز کی جتنی ضرورت ہے اسی مقدار میں اس کو عطا کر دیا جاتا ہے۔ بارش کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ پانی انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر انسان بلکہ کوئی جان دار زندہ نہیں رہ سکتا اس کے دھانے اگر کھول دیئے جاتے تو ہر طرف تباہی مچ جاتی اور انسانی تہذیب و ترقی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی۔ بارش کو بے شمار وسائل کا ذریعہ بنایا دیا اور اس کی حفاظت کا مناسب بندوبست بھی کر دیا۔ ایک مردہ اور خشک زمین پر جیسے ہی بارش برستی ہے ہر طرف زندگی کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف تروتازگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ قسم قسم کے نباتات، سرسبزی و شادابی، کھیتی، میوہ، اناج، پھل پھول، جڑی بوٹیاں، سبزی اور ترکاریاں، گھانس پھونس پیدا ہو جاتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی ضروریات زندگی کا سامان بن جاتے ہیں۔ کھجوروں اور انگوروں کے باغات نئی رونق اور تروتازگی پیدا کرتے ہیں۔ کھیت لہلہانے لگتے ہیں۔ درختوں کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے زیتون کے درخت کا خاص طور پر ذکر فرمایا جو صحرائے سینا میں پیدا ہوتا

ہے۔ اللہ کی اس قدرت کا اظہار بھی ہے کہ عام طور پر صحراؤں میں ریتیلے ٹیلوں، خشک پہاڑوں اور گرد وغبار کے سوا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ اللہ نے اسی صحرا میں زیتون کا درخت اگایا جس سے بے شمار فائدے ہیں۔ صحرا میں اگنے والے اس درخت کی عمر ہزاروں سال کی ہوتی ہے۔ اس کا تیل کھانے اور بدن پر ملنے اور دوسری ضروریات میں استعمال کیا جاتا ہے جس کے بہت فائدے شمار کئے گئے ہیں۔ غرضیکہ اللہ نے بارشوں کے نظام کو ایک توازن کے ساتھ بنایا ہے تا کہ وہ انسانی ضروریات کو پورا کر سکے۔ پھر پانی برسا کر اس کی حفاظت کا بھی اعلیٰ ترین انتظام فرما دیا۔ بہتے پانی کو زمین میں اس طرح جذب کر دیا کہ انسان جب چاہے اس کو چند فٹ زمین کھود کر نکال لے اور آسانی سے استعمال کر لے۔ اگر وہ پانی انتہائی گہرائیوں میں پہنچ جاتا تو اس کو استعمال کرنا ممکن نہ ہوتا۔ پھر اس پانی کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھلے آسمان کے نیچے اس طرح جما دیا کہ وہ سال بھر آہستہ آہستہ بہہ کر ندی، نالوں، جھرنوں اور دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ انسان اس سے اپنی کھیتی باڑی کے لئے، اپنے اور جانوروں کے پلانے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو گیا بلکہ یہ سب کچھ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ جانوروں اور مویشیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں عبرت ونصیحت کا ذریعہ بنا دیا۔ اللہ نے اپنی قدرت سے جانور کے دودھ اور گوشت اور اس پر سواری کرنے کو ایک نعمت کے طور پر بیان کیا۔ فرمایا دودھ جیسی پاکیزہ اور صاف ستھری چیز کو اللہ نے جانور کے گوبر اور خون کے درمیان سے اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس میں نہ گوبر کی بدبو ہوتی ہے اور نہ خون کا اثر اور رنگ بلکہ دودھ کا ایک ایک قطرہ اللہ کی صنعت کی تعریف کرتا نظر آتا ہے۔ اللہ نے جانوروں کو تازہ گوشت کی فیکٹریاں بنا دیا۔ جب بھی ان کی ذبح کیا جاتا ہے اسی وقت تازہ گوشت مل جاتا ہے۔ اگر وہ کچھ زیادہ دیر رہ جائے تو سڑ جاتا ہے اور نا قابل استعمال ہو جاتا ہے۔ وہی گوشت جانور کی کھال کے اندر بڑے عرصے تک رہنے کے باوجود نہ سڑتا ہے نہ گلتا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ نے ان جانوروں کے گوشت کو انسانی استعمال کے لئے بنایا ہے تا کہ جب بھی وہ اس کو استعمال کرنا چاہے آسانی سے استعمال کر لے۔ اسی طرح تنگ وتاریک اور پہاڑوں کے پر پیچ راستوں میں یہ جانور سواری اور سامان کو لاد کر لے جانے کا ذریعہ بھی ہیں۔ فرمایا کہ یہ طاقت ور جانور ہیں مگر انہیں اللہ نے انسان کے تابع کر کے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ نے سمندروں اور دریاؤں کو بھی ایک نعمت بنا دیا ہے جس میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ نہ صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کیا جاتا ہے بلکہ انسان کی ہزاروں چیزوں کو ادھر سے ادھر اور ایک ملک سے دوسرے ملک اور شہروں میں لانے لیجانے کا ذریعہ ہیں۔ اللہ نے سمندری پانی کو بھی انسانی ضرورتوں کے لئے اس کے تابع کر دیا ہے۔ ورنہ پانی اتنی بڑی طاقت ور چیز ہے ایک بڑے سے بڑے جہاز کی سمندر کے پانی کے سامنے ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں ہوتی۔ مگر سمندر کی گہرائیوں اور ہوا کی شدت کے باوجود اللہ ان جہازوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے پانی اور شجر وحجر کو ہی نہیں بلکہ صحرا کے بہترین پھل زیتون اور طرح طرح کے جانوروں اور سمندر میں چلنے والی کشتیوں اور جہازوں کو اپنے کنٹرول میں رکھا تا کہ یہ چیزیں انسانی ضروریات کو حل کرنے کا سبب بن سکیں۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر شکر ادا کرنا واجب ہے یہی انسان کی خوش قسمتی ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے اور کسی طرح اللہ کی نافرمانی کا

انداز اختیار نہ کرے۔ کیونکہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جس نے اس کائنات کے ذرے ذرے اور آسمان وزمین کے
ہر فائدے کو انسان کے تابع کر دیا ہے تا کہ وہ اس سے پوری طرح فائدے حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احسان مان کر
شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم
مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن
قَوْمِهِ مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ
اللَّهُ لَأَنزَلَ مَلَٰئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ إِنْ هُوَ
إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي
بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٢٦﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَ
وَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلٍّ
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ
مِنْهُمْ ۖ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾
فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا
وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾
ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٣١﴾ فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ ع ۲ ۱۰ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ٢٣ تا ٣٢

اور البتہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا اے میری قوم! تم اس اللہ کی عبادت و بندگی کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ صرف تم جیسا بشر ہی تو ہے۔ جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے اوپر بڑا بن بیٹھے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔ ہم نے تو اپنے باپ دادا سے ایسا نہیں سنا۔ یہ تو بشر ہے جسے کچھ جنون ہو گیا ہے۔ کچھ مدت تک انتظار کر دیکھو۔ (نوحؑ نے) کہا اے میرے پروردگار یہ مجھے جھٹلا رہے ہیں میری مدد کیجئے۔ ہم نے اس کی طرف وحی بھیجی کہ ہماری نگرانی میں ایک کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم پہنچے اور تنور ابلنے لگے تو اس وقت ہر قسم کے جانوروں میں سے (نر اور مادہ کا) ایک ایک جوڑا لے کر اس (کشتی) میں سوار ہو جانا اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لے لینا سوائے ان کے جن کے حق میں پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے اور (اے نوحؑ) ظالموں کے حق میں مجھ سے بات نہ کرنا کیونکہ ان سب کو ڈبو دیا جائے گا۔ پھر جب تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جائیں تو یہی کہنا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے چھڑایا۔ اور کہو اے رب مجھے برکت والی جگہ اتاریئے گا اور آپ بہترین اتارنے والے ہیں۔ اور بے شک اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور بے شک ہم آزمائش کرنے والے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے بعد ایک اور گروہ کو اٹھایا جن کے درمیان ان ہی میں سے رسول بھیجے (جنہوں نے کہا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ کیا پھر تم ڈرتے نہیں ہو؟

لغات القرآن آیت نمبر ٢٣ تا ٣٢

اَلْمَلَؤُا سردار۔

يَتَفَضَّلُ وہ بڑا بنتا ہے۔

مَاسَمِعْنَا ہم نے نہیں سنا۔

اٰبَآءٌ باپ دادے۔

جِنَّةٌ جنون۔ پاگل پن۔

تَرَبَّصُ تم انتظار کرو۔

اِصْنَعْ	بناؤ۔
اَلْفُلْکُ	کشتی۔
اَعْيُنِنَا	ہماری آنکھیں۔ ہماری نگرانی۔
فَارَ	ابل پڑا۔
اَلتَّنُّوْرُ	تنور۔ جس میں روٹی بنائی جاتی ہے۔
اُسْلُکْ	تو چل۔ تو لے چل۔
زَوْجَيْنِ (زَوْجٌ)	جوڑے جوڑے۔
اِثْنَيْنِ	دو دو۔
سَبَقَ	گذر گیا۔ فیصلہ ہو گیا۔
لَاتُخَاطِبْنِيْ	مجھ سے بات نہ کر۔
مُغْرَقُوْنَ	غرق کئے جانے والے۔
اِسْتَوَيْتَ	تو چین سے بیٹھ گیا۔
اَنْزِلْنِيْ	مجھے اتار دے۔
مُبْتَلِيْنَ	آزمائش کرنے والے۔
اَنْشَاْنَا	ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔
قَرْنٌ	گروہ۔ جماعت۔

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۲

اللہ تعالیٰ نے بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کی ہدایت کے لئے ہزاروں انبیاء کرام اور رسولوں کو بھیجا ہے۔ حضرت آدمؑ کے بعد حضرت نوحؑ جن کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے پہلے رسول ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم کے باب شفاء میں حضرت ابوھریرہؓ سے ایک طویل روایت نقل کی گئی ہے جس میں حضرت نوحؑ کو روئے زمین پر پہلا رسول بنا کر بھیجے جانے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ قرآن کریم کی

اٹھارہ سورتوں میں تینتالیس (۴۳) مرتبہ حضرت نوحؑ کا مختصر اور تفصیل سے واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے وہ اللہ کی ذات کے منکر نہیں تھے بلکہ توحید الٰہی اور دین کے سچے اصولوں کی روشنی سے ناواقف و نا آشنا تھے۔ انہوں نے اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اور گھڑے ہوئے بتوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا بنا رکھا تھا۔ جب حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک مسلسل اپنی قوم کو راہ حق اور سچے دین کی طرف دعوت دی اور اس کے اصولوں کو اپنانے کی تبلیغ فرمائی تو انہوں نے نہ صرف ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا بلکہ حقارت اور نفرت سے انکار کر دیا۔ اس قوم کے سرداروں، عیش پرستوں اور پیٹ بھرے لوگوں نے ان کی توہین کرنے میں ذرا بھی لحاظ سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے حضرت نوحؑ کی مخالفت کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ نوح کی بات نہ سنو کیونکہ اس میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ وہ تم جیسا ایک آدمی ہے انسانی تقاضوں اور ضروریات میں تمہاری طرح ہے چلتا ہے، پھرتا ہے، کھاتا اور پیتا ہے اس کی کوئی امتیازی حیثیت بھی نہیں ہے طاقت، قوت، مال و دولت، اور خاندان اور اولاد کی کثرت ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو ان کے اندر پائی جاتی ہو۔ اگر اللہ کو ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجنا تھا تو کم از کم کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا۔ وہ کہتے تھے کہ لوگو! نوح جس مذہب اور طریقے کو چھوڑنے کے لئے کہہ رہے ہیں یہ طریقے تمہارے باپ دادا سے چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے ہم نے اپنے باپ دادا کو اس کی مخالفت کرتے نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ درحقیقت نوح اپنی بالادستی قائم کرنے اور تمہارے سروں پر مسلط ہونے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجنوں اور دیوانے ہو گئے ہیں۔ وہ لوگوں کو سمجھاتے کہ کچھ دن انتظار کرو جب ان کے سر سے ہماری رسم و رواج کے خلاف جنون اور دیوانگی ختم ہو جائے گی تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت و بندگی نہ کریں کیونکہ اللہ ہی سب کا خالق و مالک ہے۔ حضرت نوحؑ نے اس بات کی وضاحت فرمادی تھی کہ نہ مجھے کسی حکومت و اقتدار کی ضرورت ہے نہ کسی رتبہ اور مقام کی۔ نہ میں تم سے کسی اجرت اور معاوضے کا خواہش مند ہوں نہ کسی بدلے کا کیونکہ میرا اجر، معاوضہ اور بدلہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں تم سب لوگوں کو اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی طرف بلاتا ہوں جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ شرک اور کفر سے بھرے ہوئے اس ماحول میں چند غریب و نادار مخلص و نادار مسلمانوں کے سوا کسی نے آپ کی بات پر دھیان نہیں دیا اور طرح طرح کے اعتراض کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا تھا۔

کبھی اعتراض کرتے ہوئے کہتے کہ اے نوحؑ ہم تمہاری بات کیسے سنیں؟ تمہارے پاس کیسے بیٹھیں کیونکہ تمہارے پاس تو غریب، مفلس، نادار اور بےشعور لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت نوحؑ کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ جو لوگ اللہ کے دین کو قبول کر لینے والے ہیں میں ان کو اپنے پاس سے کسی طرح ہٹانے کا سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ اللہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ صورت شکل اور مال و دولت کو نہیں۔

جب قوم کی بدزبانی اور بدعقیدگی انتہا درجہ پر پہنچ گئی اور حضرت نوحؑ قوم سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا۔ دن رات ان کو راہ حق دکھانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ میری بات کو سننا ہی

نہیں چاہتے۔الٰہی اگر ان کو رہنے دیا گیا تو یہ آنے والی نسلوں تک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔آپ اس امر حق کا فیصلہ فرما دیجئے
اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نوحؑ! اب اس قوم کا آخری وقت آگیا ہے۔آپ ہماری نگرانی
میں ایک کشتی بنایئے جس میں اپنے تمام ماننے والوں اور جانوروں کے نر و مادہ کے جوڑوں کو بھی رکھ لیجئے۔

حضرت نوح نے کشتی بنانا شروع کی تو کفار و مشرکین نے ان کا اور اہل حق کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔کہنے لگے کہ یہ بھی عجیب دیوانگی ہے کہ خشکی میں کشتی بنائی جا رہی ہے۔کیا اب کشتیاں بھی خشکی میں چلا کریں گی۔حضرت نوحؑ ان مذاق اڑانے والوں سے بے نیاز کشتی بنانے میں مصروف رہے لیکن جب اللہ کا فیصلہ آگیا اور زمین کی تہہ میں سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوا تو حضرت نوحؑ نے اللہ کے حکم سے اپنے اہل خانہ اور اہل ایمان کو سوار ہونے اور تمام جانوروں کے نر و مادہ جوڑوں کو کشتی میں بٹھانے کا انتظام کیا۔حضرت نوحؑ کے بیٹے کے سوا تمام اہل خانہ اور اہل ایمان لوگوں کو اس کشتی میں سوار کیا گیا۔پانی بڑھنا شروع ہوا اور آہستہ آہستہ کشتی نے بلند ہونا شروع کر دیا۔لوگ پہاڑوں کی طرف دوڑنے لگے تاکہ وہ وہاں پناہ لے سکیں مگر طوفان اس قدر شدید اور بلند تھا کہ اس سے بچنا ممکن نہیں تھا۔حضرت نوحؑ نے دیکھا کہ اسی پانی کے طوفان میں ان کا نافرمان بیٹا پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہے تو انہوں نے آواز دے کر کہا بیٹا آج اللہ کی رحمت کے سوا کوئی چیز کسی کو نہ بچا سکے گی۔اور کوئی چیز پناہ دینے والی نہ ہوگی۔تم بھی میری کشتی میں سوار ہو جاؤ یعنی دین اسلام کو قبول کر لو لیکن حضرت نوحؑ کے بیٹے نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ میں کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا۔حضرت نوحؑ اپنے بیٹے کی نافرمانی اور بے وقوفی پر بے قرار ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی آپ نے میرے اہل و عیال کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا یہ میرا بیٹا ہے اس کو بھی بچا لیجئے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح یہ تمہارا بیٹا نافرمان ہے اس لئے اس کو آپ کے اہل و عیال میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت نوح کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ انہیں یہ درخواست نہیں کرنی چاہیے تھی چنانچہ انہوں نے اصل حقیقت سامنے آنے کے بعد اللہ سے معافی مانگی۔جب سارے اہل ایمان کشتی میں سوار ہو گئے تو آسمان کو حکم دیا گیا کہ پانی برسنا شروع ہو جائے اور زمین کے چشمے پوری طرح ابل پڑیں۔طوفان اس قدر شدید تھا کہ پوری قوم اور ان کی تہذیب و تمدن اس پانی میں غرق ہو گئے۔

ایک عرصہ بعد اللہ کے حکم سے یہ سفینہ نوح جودی پہاڑی پر آکر ٹک گیا علماء نے لکھا ہے کہ جودی پہاڑی ارارات کے پہاڑی سلسلوں میں سے ایک پہاڑی ہے جو دجلہ اور فرات کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔توریت میں بھی اسی قسم کی تفصیلات آئی ہیں۔بہر حال اللہ کے حکم سے یہ کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہر گئی۔اس طرح اہل ایمان کو اللہ نے نجات عطا فرمائی اور کفار اور ان کے مال و دولت کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا گیا۔

اس موقع پر حضرت نوحؑ اور اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ جب وہ کشتی پر سوار ہونے لگیں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کریں اور کہیں کہ الٰہی آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ظالموں اور نا انصافوں سے بچا لیا۔آپ نے ہمیں عذاب سے اور غرق

ہونے سے محفوظ رکھا۔ الٰہی! ہمیں اس کشتی سے خیریت و عافیت سے اتاریئے گا آپ سے بہتر ہمارا بھلا چاہنے والا اور کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کی دعاؤں کو قبول کیا اور ان کو پوری طرح اپنی رحمتوں سے نواز دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان قوم کو ختم کرنے کے بعد پھر قوم عاد کو عروج عطا کیا جس نے دنیا پر ایک ہزار سال تک بڑی شان سے حکومت کی۔ اللہ نے ان لوگوں میں بھی اپنے نبی اور رسول بھیجے جنہوں نے اسی پیغام حق کو دنیا تک پہنچایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ صرف اسی کی عبادت اور بندگی کی جائے کیونکہ صرف اللہ ہی تمام عبادات و بندگی کا مستحق ہے اس کے سوا کسی دوسرے کی بندگی کرنے سے ڈرنا چاہیے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ
وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا
لَخَاسِرُونَ ﴿۳۴﴾ أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ
مُخْرَجُونَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿۳۶﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا
حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۳۷﴾ إِنْ هُوَ
إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۸﴾ قَالَ
رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿۴۰﴾
فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ﴿۴۲﴾
مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ أَرْسَلْنَا
رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ ۚ فَأَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ
بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۚ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

اوراس (نوحؑ کی) قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا جن کو ہم نے دنیاوی زندگی کا عیش و آرام دے رکھا تھا کہا کہ یہ تو تم ہی جیسا بشر ہے وہ اس میں سے کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور اس میں سے پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت قبول کرلی تو یقیناً تم سخت نقصان میں رہو گے۔ (انہوں نے کہا) کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈیوں (کا ڈھیر) بن جاؤ گے تب تم دوبارہ (زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاؤ گے؟ (یہ بات تو) بعید ہے اور بالکل بعید ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جارہا ہے۔ بس یہی دنیا کی زندگی ہے جس میں ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہم دوبارہ (قبروں سے) نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ رسول نے کہا کہ اے میرے پروردگار اس پر میری مدد فرما کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا کہ وہ بہت شرمندہ ہوں گے۔ پھر انہیں وعدہ الٰہی کے مطابق ایک زبردست چنگھاڑ نے آپکڑا۔ پھر ہم نے ان کو کوڑا کباڑ بنا کر رکھ دیا اور پھر وہ ظالم قوم (اللہ کی رحمت سے) دور ہوگئی۔ پھر ہم نے ان کے بعد اور امتیں پیدا کیں۔ کوئی قوم نہ اپنے وقت سے پہلے ختم ہوسکتی ہے اور نہ اس کے بعد۔ پھر ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے۔ جس قوم کے پاس بھی کوئی رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ ہم بھی ایک کے بعد دوسری (نافرمان) قوم کو تباہ کرتے چلے گئے اور ان کو بھولی بسری کہانیاں بنا کر رکھ دیا۔ (ان لوگوں پر) اللہ کی مار ہے جو ایمان نہیں لائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

لِقَاءٌ — ملاقات۔ حاضری۔

اَتْرَفْنَا — ہم نے عیش و آرام کیا۔

اَيَعِدُكُمْ — کیا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔

تُرَابٌ — مٹی۔

هَيْهَاتَ	بعید ہے۔دور ہے۔
حَيَاتُنَا	ہماری زندگی۔
نَمُوْتُ	ہم مرجاتے ہیں۔
نَحْيَا	ہم زندہ رہتے ہیں۔
مَبْعُوْثِيْنَ	اٹھائے جانے والے۔
اِفْتَرٰى	جھوٹ باندھا۔
يُصْبِحُنَّ	وہ رہ جائیں گے۔وہ ہو جائیں گے۔
نَادِمِيْنَ	شرمندہ۔
اَلصَّيْحَةُ	چنگھاڑ۔
غُثَاءٌ	کوڑا۔کباڑ۔
مَاتَسْبِقُ	نہیں آگے بڑھتی۔
اَجَلٌ	مدت۔
تَتْرًا	مسلسل ایک کے بعد دوسرا۔
اَحَادِيْثُ	باتیں۔

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

حضرت نوحؑ اور ان کی نافرمان قوم کے بھیانک انجام کے بعد ان آیات میں کسی نبی یا رسول کا نام لئے بغیر بعض انبیا کی امتوں کی طرف اشارہ کر کے چند اصولی اور بنیادی باتوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔فرمایا کہ اللہ کے حکم سے ہر زمانے ہر ملک اور ہر خطے میں راہ سے بھٹک جانے والوں کی ہدایت کے لئے مسلسل اور لگا تار اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا جنہوں نے اپنی اپنی قوم سے فرمایا کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اسی کی عبادت و بندگی کریں کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک یا ساتھی نہیں ہے۔

☆ وہ اپنے فیصلے کرنے میں پورا اختیار رکھتا ہے اور اسے اس کائنات میں پوری طرح کی طاقت وقوت حاصل ہے۔ یہ انبیاء کرام پوری زندگی اسی کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہے۔ اس کے برخلاف دوسری طرف ''مترفین'' تھے یعنی عیش وآرام پسند، مال ودولت کی چکاچوند میں مست، اولاد کی کثرت پر ناز کرنے والے، اپنے آپ کو عام لوگوں سے بلند وبرتر اور بڑا سمجھنے والے لوگ تھے۔ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ اللہ کی وحدانیت، آخرت کا انکار اور بدعملی میں سب سے آگے تھے۔ جو اپنے اقتدار کی ہلتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لئے اللہ کے پاک نفوس انبیاء کرام کی یہ کہہ کر توہین کرتے تھے کہ تمہارے اور ہمارے درمیان آخر وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہم تمہیں اللہ کا نبی تسلیم کرلیں۔ تم ہماری طرح ہم جیسے آدمی ہو، بیوی بچے رکھتے ہو، کھاتے پیتے ہو اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہو، مال ودولت اور دنیاوی مرتبہ اور کوئی اعلیٰ مقام بھی نہیں رکھتے ہو۔ اگر ہم تم جیسے لوگوں کی باتوں میں آگئے تو سوائے نقصان کے اور کیا حاصل کرسکیں گے۔ کبھی وہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مر جائیں گے، ہمارا وجود مٹی ہو جائے گا، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ زندہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ وہ کہتے یہ تو ایک ایسی بات ہے جس کا عقل وفہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور بہت ہی دور کی بات ہے۔ وہ کہتے آخرت، جنت اور جہنم یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اصل یہی دنیا کی زندگی ہے ہم اسی میں پیدا ہوئے، اسی میں پلے بڑھے، اسی میں مرکھپ جائیں گے۔ مر کر دوبارہ زندہ ہونا خواہ مخواہ کی بات ہے یہ سب گھڑی ہوئی باتیں ہیں ہم تو ان باتوں پر یقین کرنے والے نہیں ہیں۔ تمام انبیاء کرام کے ساتھ یہی ہوا کہ ان کو اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ جب ان کی تعلیم کا مذاق اڑایا گیا اور کسی نے ان کی باتوں کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا تو انبیاء کرام کے منہ سے حضرت نوحؑ کی طرح یہی نکلا کہ الٰہی یہ ہمیں جھٹلا رہے ہیں اور کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ ہماری مدد کیجئے اور اس معاملے میں فیصلہ کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وہ وقت بہت زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ان کو پکڑا جائے گا تو یہ سخت شرمندہ اور پشیمان ہوں گے۔ جب اللہ کا وہ فیصلہ آیا تو ایک سخت کڑک، چمک اور زبردست آواز نے ان کو اور ان کی تہذیب اور تمدن کو تباہ وبرباد کر کے کوڑا کباڑ بنا کر رکھ دیا اور ان پر اللہ کی لعنت مسلط کر دی گئی۔

فرمایا کہ انبیاء کرام کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس نے لگاتار نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور جب بھی انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کیا تو اللہ نے ان کے برے اعمال کے سبب سے ان کی قوم کو تہس نہس کر کے ان کی زندگیوں اور ترقیات کو ایک قصہ کہانی بنا کر رکھ دیا۔ اور ایسے لوگوں کی زندگیوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار برستی رہی۔

یہ انبیاء کرام کون تھے ان کی قومیں کونسی تھیں اگرچہ ان آیات میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے لیکن قرآن کریم کے الفاظ سے ایسا لگتا ہے کہ ان سے مراد قوم عاد اور قوم ثمود ہے۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہودؑ کو اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالحؑ کو بھیجا گیا تھا۔ اکثر مفسرین نے ان آیات میں ذکر کی گئی قوموں سے مراد ان دونوں قوموں کو لیا ہے۔

ان آیات میں درحقیقت کفار مکہ کو آئینہ دکھایا گیا ہے اور اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ بھی اور نبیوں کی طرح آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کفار مکہ نے سابقہ قوموں کی طرح ان کا مذاق اڑایا اور ان پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنے برے انجام پر غور کر سکتے ہیں کیونکہ اللہ کا قانون اور دستور ایک ہی رہا ہے اور ہے۔ وہ نیکیوں پر چلنے والوں کو نوازتا ہے اور نجات دیتا ہے لیکن نافرمانوں اور نبیوں کو جھٹلانے والوں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾
اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عٰلِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا
اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا
فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى
رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ۳/۱۸/۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

پھر ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنی نشانیاں اور کھلے دلائل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا جنہوں نے تکبر کیا تھا اور وہ بڑے سرکش لوگ تھے۔ انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے ہی جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں (موسیٰؑ وہارونؑ) کی قوم ہماری خدمت گذار ہے۔ انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا اور پھر وہ ہلاک ہونے والوں میں (شامل) ہوگئے۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تا کہ وہ ہدایت حاصل کریں۔ اور ہم نے ابن مریمؑ (عیسیٰؑ) اور ان کی والدہ (کی زندگی) کو ایک معجزہ بنادیا اور ان دونوں کو ایسی بلند جگہ عطا کی جو سکون کی جگہ تھی اور پانی (کا ایک چشمہ) بہہ رہا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ کھلے دلائل۔

اِسْتَكْبَرُوْا انہوں نے تکبر کیا۔ بڑائی کی۔

عَالِيْنَ سرکش۔

عَابِدُوْنَ عبادت کرنے والے۔

اٰوَيْنَا ہم نے ٹھکانہ دیا۔

رَبْوَةٌ بلند ٹیلہ۔ اونچا مقام۔

ذَاتُ قَرَارٍ ٹھہرنے کی جگہ۔ سکون کی جگہ۔

مَعِيْنٌ جاری پانی۔ چشمہ۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

حضرت نوحؑ کا واقعہ بیان کرنے کے بعد بعض نبیوں کی امتوں کا نام لئے بغیر ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اور ان آیات میں خاص طور پر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے ان واقعات کو اس لئے بھی بیان کیا گیا تا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو اس سے تسلی ہو جائے کہ اگر آج قریش مکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں اور طرح طرح سے ستا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی یا انوکھی بات نہیں ہے۔ بلکہ منکرین اور متکبرین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ اللہ کے نبی جب بھی تشریف لائے تو ان کو جھٹلایا گیا اور ہر طرح ستایا گیا لیکن جن لوگوں نے ان کو جھٹلایا ان کا انجام بھی بڑا بھیانک اور عبرت ناک ہوا ہے۔

اگر آج یہ کفار مکہ آپ کی بات سننے سے انکار کر رہے ہیں اور اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر ابدی سچائی کو جھٹلا رہے ہیں تو ان کا انجام بھی دوسری گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔ لیکن اگر انہوں نے ایمان کا راستہ چن لیا تو دین و دنیا کی تمام عظمتیں عطا کی جائیں گی۔

حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم ﷺ کے واقعات میں بڑی یکسانیت ہے جس طرح حضرت موسیٰ کو مصر سے مدین ہجرت کرنا پڑی اور یہودی ظالم بادشاہ ہیرودس کی شدید مخالفت نے حضرت عیسیٰ کی والدہ کے دل میں اس بات کو الہام فرمادیا کہ یہ ظالم بادشاہ حضرت عیسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو حضرت مریمؑ آپ کو لے کر مصر کی طرف ہجرت فرما گئیں۔ جب تک اس ظالم بادشاہ کی موت واقع نہیں ہوگئی وہ فلسطین واپس نہیں آئیں۔ اسی طرح جب کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور نبی کریم ﷺ کے قتل کرنے کی سازشیں کیں تو آپؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی سرزمین مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردیئے گئے اور آپ نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور انبیا کی طرح آپ کا ہجرت فرمانا اس بات کی واضح اور روشن دلیل تھی کہ اگر کفار مکہ نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا تو ان کو بھی سخت سزا دیئے جانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ اللہ کے عظیم پیغمبر اور بنی اسرائیل کے ایک فرد تھے۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل کے کچھ افراد مصر میں آباد ہوگئے تھے۔ جن کی تعداد روز بروز بڑھنا شروع ہوئی۔ اور دین اسلام کی تبلیغ کی برکت تھی کہ بنی اسرائیل کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ جب تک بنی اسرائیل انبیاء کرام کے راستے پر چلتے رہے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو مشعل راہ بنائے رہے قوم بنی اسرائیل عزت وعظمت کی سربلندیوں پر فائز رہی لیکن جب انہوں نے انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود انبیاء کا راستہ چھوڑ دیا تو وہی قوم ذلتوں کی پستی میں گرتی چلی گئی۔ حضرت یوسفؑ کے وصال کے بعد حالات نے ایک نئی کروٹ لی اور مصری حکومت کا انتظام قبطیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ان کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ فرعون اور اس کے ماننے والے اگرچہ بہت تھوڑے سے تھے اور بنی اسرائیل کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن فرعونوں کے ظلم وستم اور قوم بنی اسرائیل کی بے حسی اور جہالت نے انہیں اس قدر پست اور ذلیل کردیا تھا کہ قوم بنی اسرائیل کی حیثیت غلاموں جیسی ہوکر رہ گئی اور ہر وہ کام کرنے پر مجبور کردیئے گئے جو معاشرہ کا ذلیل ترین کام تھا۔ انہیں دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کی فکر نے اس درجہ پر پہنچا دیا کہ وہ اپنے منصب اور مقام کو بھول بیٹھے۔ وہ یہ بھول گئے کہ وہ کن نبیوں کی اولاد ہیں۔ اور دنیا پر انہوں نے حکمرانی کی تھی۔ پستی اور ذلت کی انتہا یہ تھی کہ جب فرعون نے بنی اسرائیل کی ماؤں کی گود سے بچے چھین چھین کر ان کے سامنے ان کو ذبح کرنا شروع کیا تو وہ فرعون کی مزاحمت کرنے کی اہلیت تک کھو بیٹھے تھے۔ حالانکہ ایک بلی جیسی کمزور مخلوق کے بچوں کی طرف بھی اگر کوئی ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ اپنی طاقت کے مطابق حملہ کر دیتی ہے مگر بنی اسرائیل کا یہ عالم تھا کہ ان میں کوئی اتحاد واتفاق نہ تھا اور اس ظالم بادشاہ کے ظلم کا جواب تک دینے کی صلاحیت کھو چکے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے پرجوش خطبات اور تقریروں نے قوم بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی اور اتحاد واتفاق پیدا کردیا۔ انہوں نے قوم کو سمجھایا کہ تمہاری ذلت کا سبب یہی ہے کہ تم نے اللہ کا راستہ چھوڑ دیا ہے تم اس بات کو بھول بیٹھے ہو کہ تم کن انبیاء کی اولاد ہو۔ تمہاری وراثت تو علم اور عمل خیر تھا مگر تم دنیا کی بے حقیقت چیزوں سے دل لگا بیٹھے ہو۔ ایک وقت آیا کہ حضرت موسیٰؑ پوری قوم بنی اسرائیل جن کی تعداد پچیس لاکھ کے قریب تھی مصر سے فلسطین کی طرف لے کر چلے۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں کو غرق کردیا گیا اتنے بڑے احسان کے بعد سب کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا مگر فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل پھر سے اللہ کی

نافرمانیوں میں لگ گئے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے صحرائے سینا میں ایک کتاب ہدایت توریت نازل فرمائی تا کہ قوم بنی اسرائیل اس پر عمل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون فلسطین پہنچنے سے پہلے وصال فرما گئے۔فلسطین پہنچ کر بنی اسرائیل نے اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بناڈالیں اور اپنے اتحاد و اتفاق کو بھول گئے۔اور ایک مرتبہ پھر یہ قوم نافرمانیوں میں لگ گئی اور بار بار اللہ کا عذاب نازل ہوتا رہا۔ان کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں کفار و مشرکین کے قبضے میں چلی گئیں اور قوم بنی اسرائیل اس تباہی کے کنارے پہنچ گئی جہاں سے قوموں کی واپسی ناممکن ہوا کرتی ہے۔انبیاء کرام تشریف لاتے رہے یہ قوم کچھ وقت تک سنبھل جاتی لیکن پھر مسلسل نافرمانیوں کو اپنا مزاج بنالیتی اسی شدید انتشار کے بعد اللہ نے ان کی اصلاح وہدایت کے لئے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو بھیجا۔اس وقت یہودیوں کی ذہنی پستی کا شاہ کار ہیرودس بادشاہ تھا جو کوئی بھی حق اور سچ بات سننے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ جب اسے کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص ایسے آنے والے ہیں جن کو سرداری اور عظمت عطا کی جائے گی تو وہ حضرت عیسیٰ کا سخت دشمن بن گیا۔اس نے ان کو قتل کرنا چاہا تو اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کے دل میں اس بات کو الہام فرمایا کہ وہ ان کو لے کر کہیں دور چلی جائیں چنانچہ حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو لے کر مصر تشریف لے گئیں اور جب تک اس یہودی ظالم بادشاہ کا انتقال نہیں ہو گیا اس وقت تک مصر سے فلسطین نہیں آئیں۔حضرت عیسیٰؑ جوان ہو چکے تھے جب فلسطین واپس آکر آپ نے اللہ کا دین پہنچانا شروع کیا تو پوری قوم بنی اسرائیل جو اب یہودی قوم بن چکی تھی اس نے نہ صرف شدید مخالفت کی بلکہ ہر طرح کی سازشوں کا جال پھیلنا شروع ہو گیا۔حضرت عیسیٰؑ کے خطبات اور تقریروں سے لوگوں کی آنکھیں کھلنا شروع ہوئیں تو یہودی اس سے گھبرا گئے اور ان کے گرد ایسا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا کہ آخر کار ان کو ملک وقوم کا باغی قرار دے کر پھانسی دیئے جانے کا حکم دیدیا گیا۔اس وقت اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمانوں پر اٹھالیا (اب انشااللہ وہ قیامت کے قریب دوبارہ تشریف لائیں گے) اللہ نے آپ کو انجیل جیسی کتاب عطا فرمائی جو آپ کے جانے کے بعد چند لوگوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئی اور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو بھلا کر خود حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنادیا اور قوم کو سمجھایا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے گناہ اپنے اوپر رکھ کر پھانسی چڑھ گئے اور ساری دنیا کے گناہ معاف کرادیئے۔اس عقیدہ نے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو ایمان اور حسن عمل سے دور کر دیا اور اس طرح یہ قوم بھی یہودیوں کی طرح نصاریٰ یا عیسائی کہلانے لگی۔

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت سب سے آگے دین کی علم بردار یہی دو قومیں تھیں۔ بقیہ لوگ اس سے بھی زیادہ کفر وشرک میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام قوموں کی ہدایت کے لئے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تا کہ اس مردہ قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہو سکے۔

فرمایا جارہا ہے کہ اگر آخری نبی اور آخری رسول ﷺ کا دامن ہدایت پکڑ لیا گیا تو دنیا کی اصلاح ہو سکے گی۔لیکن اگر ان کے دامن سے وابستگی نہ ہوئی تو پھر قیامت تک ان کی اصلاح نہ ہو سکے گی۔

اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ جب تک وہ سچائیوں کے ان اصولوں کو اپنائے رہیں گے وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرتے رہیں گے۔لیکن اگر انہوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو پھر وہ اپنے سامنے گذری ہوئی قوموں کے انجام کو رکھیں کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور رہے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ
زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ۝۵۴ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۵۵ۙ نُسَارِعُ
لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ
رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۸ۙ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝۵۹ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ
قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝۶۰ۙ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي
الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝۶۱

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

اے پیغمبرو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور عمل صالح کرو۔ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اس سے میں واقف ہوں۔ اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت تھی اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ہی ڈرو۔ پھر انہوں نے آپس میں (دین کے) کام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس میں مگن ہے۔ پس انہیں ان کی غفلت میں ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیجئے۔ کیا وہ

یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ مال اور اولاد سے ان کی مدد کی ہے ہم ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ شعور نہیں رکھتے۔ بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ دوسروں کو شریک نہیں کرتے اور وہ لوگ اللہ کے لئے جو کچھ بھی دیتے ہیں تو ان کے دل (اس تصور سے) ڈرتے رہتے ہیں کہ بے شک انہیں پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں بھاگ دوڑ کرنے والے ہیں اور وہ آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

اَلرُّسُلُ (رَسُوْلٌ) پیغمبر۔

اَلطَّیِّبَاتُ (طَیِّبَةٌ) پاکیزہ۔ ستھری چیزیں۔

اُمَّةٌ امت۔ جماعت۔

تَقَطَّعُوْا تم کاٹتے ہو۔

زُبُرٌ (زُبْرَةٌ) کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

حِزْبٌ جماعت۔ فرقہ۔

فَرِحُوْنَ خوش ہونے والے۔

غَمْرَةٌ گہرا پانی۔ غفلت۔

نُمِدُّ ہم دیتے ہیں۔

نُسَارِعُ ہم دوڑتے ہیں۔ ہم جلدی کرتے ہیں۔

مُشْفِقُوْنَ لرزنے والے۔ اندیشہ رکھنے والے۔

وَجِلَةٌ ڈرانے والے۔

سَابِقُوْنَ سب سے آگے پہنچنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۱

خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پر جس نظام زندگی کی تکمیل فرمائی گئی ہے اس کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ وہ نظام زندگی صرف وہی راستے نہیں بتاتا جس سے انسان کی آخرت کی زندگی سدھر جائے بلکہ آخرت کے ساتھ ساتھ اس کی دنیاوی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اس کی بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ چیزیں جن سے مومن کے جسم، روحانیت اور قلبی کیفیات کو نقصان پہنچ سکتا ہے ان سے بچنے کی ہر ممکن تدبیریں بتاتا ہے تاکہ مومن کے جسم کی حفاظت کے ساتھ اس کی روح کی تابانی میں بھی کوئی فرق نہ آسکے۔ دین اسلام ہمیں ہر قدم پر رزق حلال کی برکتوں اور رزق حرام کی نحوستوں سے آگاہ کر کے یہ رہنمائی کرتا ہے کہ حرام رزق اور حرام غذاؤں سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرنا اور رزق حلال کی تلاش میں ہر طرح کی مشکلات کو برداشت کرنا سب سے بڑی عبادت اور اعلیٰ ترین نیکی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انبیاء کرامؑ جو معصوم ہوتے ہیں اور ہمیشہ حلال غذائیں ہی کھاتے اور عمل صالح کا پیکر ہوا کرتے ہیں ان سے فرمایا جارہا ہے

اے رسولو! تم حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح کرو

اس آیت میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو پاکیزہ چیزوں کے کھانے اور عمل صالح کا حکم دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے واسطے سے ان کی امتوں کے ہر فرد کو اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر وہ عمل صالح اختیار کرنے اور نیکیوں سے بھرپور زندگی گذارنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ چیزیں کھا کر اپنے جسم اور روح کی حفاظت کریں۔ انسان جو بھی لقمہ حلق سے نیچے اتارتا ہے اس کے اثرات ہمارے جسم اور معاشرہ پر پڑتے ہیں ظاہری اور باطنی اثرات اگر بہتر ہیں تو وہ معاشرہ کو بہتر بناتے ہیں اور اگر خراب ہیں تو وہ انسانی اخلاق کو بری طرح تباہ کر دیتے ہیں۔

اگر غذا ناجائز، حرام اور گندیٰ ہے تو اس کے باطنی اثرات تو یہ ہیں کہ انسان کے سارے اعمال و اخلاق غلط رخ اختیار کر لیتے ہیں، دعائیں قبول نہیں ہوتیں، گھروں سے مال و دولت سے برکتیں اٹھ جاتی ہیں، حسن عمل اور توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اس کے ظاہری اثرات یہ ہوتے ہیں کہ اس معاشرہ میں ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں اور باہمی اختلافات سے دلی سکون اور آپس کا اعتماد اٹھ جاتا ہے جو اس معاشرہ کا کڑا امتحان اور شدید آزمائش ہوا کرتی ہے۔ مذہبی اعتبار سے اس معاشرہ کے لوگ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کے بجائے چاند، سورج، ستاروں، درختوں اور پتھر، لکڑی اور مٹی کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود سمجھ بیٹھتے

ہیں اور ان کو اپنا مشکل کشا مان کر ان سے اپنی مرادیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ غرضیکہ روحانی اور جسمانی گراوٹ کی وہ انتہا آجاتی ہے جہاں کفر و شرک فسق و فجور اور تفرقہ بازی اختیار کرنے والے پورے معاشرہ کو اپنی خود غرضیوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آزمائش کے لئے ان (بدکاروں پر) خوش حالی اور مال و دولت کی کثرت کے دروازے کھول دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ ان پر اترانے اور غرور و تکبر کرنے لگتے ہیں تو ان کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ جب تک ان کو مہلت دی جاتی ہے تو وہ مال و دولت کی کثرت اور خوش حالی کو اپنا کمال سمجھنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ ہم سے خوش ہے کیونکہ اگر وہ ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں خوش حالی اور اہل ایمان کو بدحالی میں مبتلا کیوں کرتا۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وہ اس کو بھول گئے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر نعمتوں کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر جو ان کی دی گئی تھیں اترانے لگتے ہیں تو ہم ان کو اچانک پکڑ لیتے ہیں۔ جس سے وہ حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ (سورۃ الانعام)

خلاصہ یہ ہے کہ حرام و ناجائز غذاؤں اور بدعملی سے انسان کو روحانی اور جسمانی شدید نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔ اس کے برخلاف پاکیزہ، نفیس، صاف ستھری حلال غذاؤں اور حسن عمل کی برکت سے بے شمار روحانی اور جسمانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ رزق حلال کی برکتوں سے انسان کو بھلے کام کرنے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔ اس کے جان و مال میں سات گنا برکت ہوتی ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ باہمی محبت و اخلاص میں ترقی ہوتی ہے۔ گھروں سے معاشرہ سے اختلافات اور لڑائی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر آخرت کی کامیابی اور ابدی راحتیں ہیں جو جنت میں ان کو ہمیشہ کے لئے دی جائیں گی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اس قوم میں دو باتیں پیدا کر دی جاتی ہیں (۱) ہر کام میں اعتدال، توازن اور میانہ روی (۲) اور دوسرے عفت و عصمت (پاکیزگی اور آبرو کی حفاظت کا جذبہ) پیدا ہو جاتا ہے اور جب اللہ کسی قوم سے رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اس کو رزق میں وسعتیں (مالی خوش حالی، عیش و آرام) دے کر ان پر خیانت اور بے ایمانی کے دروازے کھول دیتا ہے اور جب وہ غرور و تکبر کرنے لگتے ہیں تو ان کو پکڑ لیا جاتا ہے (اور عبرت ناک سزائیں دی جاتی ہیں)

ان تمام باتوں کو سورۃ المومنون کی ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ زیر مطالعہ ان آیات کی کچھ وضاحت ملاحظہ کر لیجئے۔ فرمایا

اے رسولو! تم پاک صاف حلال رزق میں سے کھاؤ اور عمل صالح اختیار کرو کیونکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے اور وہ ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تمہاری امت ایک ہی امت تھی یعنی سب میں اتحاد و اتفاق تھا حالانکہ ان کا اور تمہارا رب صرف میں ہوں، مجھ سے ہی ڈرنا چاہیے تھا لیکن بعض لوگوں نے اپنی اغراض اور ضد کی وجہ سے اس امت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ اور اب وہ کسی ہدایت کی طلب اور تڑپ کے بجائے جو ان کے پاس ہے وہ اپنے ہی خیال میں مگن ہیں اور وہ ایسی غفلت کا شکار ہو چکے ہیں جس میں وہ عقل وفکر سے بہت دور جا چکے ہیں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو کچھ دن اسی غفلت اور مدہوشی میں پڑا رہنے دیجئے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب انہیں اس کا برا انجام خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ فرمایا کہ ان کی غفلت و نادانی کی انتہا یہ ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت سے جو بھی مال و دولت انہیں دیا ہوا ہے اسے وہ اپنا کارنامہ سمجھ کر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ جو کچھ بھی ہمیں حاصل ہے وہ اللہ نے ہمیں ہمارے عقیدے کی درستگی کی وجہ سے دیا ہوا ہے اور ہم حق پر ہیں۔ فرمایا کہ ایسے نادانوں کو خود کو حق و صداقت پر سمجھنا انتہائی بے شعوری، بدعقلی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ البتہ وہ لوگ جو اپنے اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں کہ نجانے ان کے اعمال اللہ کے ہاں قبول بھی ہیں یا نہیں۔ وہ اپنے پروردگار پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو (عبادت و بندگی میں) شریک نہیں کرتے۔ ان کو اس بات کا ہمیشہ دھیان رہتا ہے کہ وہ جو کچھ خرچ کر رہے ہیں وہ اللہ کا کرم ہے اور ان کے دل اس تصور سے کانپ اٹھتے ہیں کہ انہیں ایک دن اللہ کے سامنے پہنچ کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ ہی بھلائیوں اور نیکیوں میں بھاگ دوڑ کرتے اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ رکھتے اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ کامیاب و بامراد ہیں۔

وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا
كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ
مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى
إِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَا تَجْئَرُوا
الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ
عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾
اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ
بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ
فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ؕ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ
وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾
وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾
وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ
وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ
اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ؑ

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

ہم کسی کو اس کی قوت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب (لوگوں کا نامہ اعمال) ہے جو سچ سچ بتا دیتی ہے اور ان لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان کے دل اس طرف سے بے خبر ہیں اور بھی (برے اعمال ہیں) جنہیں وہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوش حال لوگوں کو عذاب میں مبتلا کریں گے تو وہ چلانا شروع کر دیں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) آج تم چیخو چلاؤ تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ میری آیتیں تمہیں سنائی جاتی تھیں لیکن تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔ تکبر کر کے اس کے متعلق باتیں کرتے اور

بکواس کرتے تھے۔ کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا وہ کوئی ایسی بات لے کر آئے ہیں جو کبھی ان کے باپ دادو کے پاس نہیں آئی تھی؟ یا انہوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو اس لئے اس کا انکار کر رہے ہیں یا وہ کہتے ہیں اسے جنون ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ وہ رسول حق بات لے کر آئے ہیں مگر ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو اس سچائی کو پسند نہیں کرتے۔

اور اگر سچا دین ان کی خواہشات کے تابع ہو جاتا تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا نظام تباہ و برباد ہو جاتا۔ نہیں بلکہ ہم ان کے پاس ان کے لئے نصیحت پہنچا رہے ہیں لیکن وہ نصیحت سے منہ پھیر کر چلنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگ رہے ہیں تو آپ کا معاوضہ ان کے معاوضے سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ اور بلاشبہ آپ ان لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے ہٹے جا رہے ہیں اور اگر ہم ان پر رحم و کرم کر دیں اور جو بھی تکلیف ہو اس کو ہم دور کر دیں تو پھر بھی بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی میں اور زیادہ اصرار کرنے لگیں گے۔ اور یقیناً جب ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تھا تو اس وقت انہوں نے اپنے رب کے سامنے نہ تو عاجزی اختیار کی اور نہ وہ گڑگڑائے یہاں تک کہ جب ہم ان پر عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو وہ اس میں اچانک مایوس اور حیران رہ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

لَانُكَلِّفُ	ہم بوجھ نہیں ڈالتے۔ ہم تکلیف نہیں دیتے۔
لَدَيْنَا	ہمارے پاس۔
يَنْطِقُ	بولتا ہے۔
غَمْرَةٌ	بے خبری۔ غفلت۔ جہالت۔ سختی۔
مُتْرَفِيْ (مُتْرَفِيْنَ)	عیش پسند خوشحال لوگ۔
يَجْئَرُوْنَ	وہ چیختے چلاتے ہیں۔

اَعْقَابٌ (عَقِبٌ)	ایڑیاں۔
تَنْكِصُوْنَ	تم الٹے پاؤں پھر جاتے ہو۔
سَامِرٌ	رات کو قصے گھڑ گھڑ کر سنانے والا۔
تَهْجُرُوْنَ	برے الفاظ سے یاد کرتے ہو۔
لَمْ يَدَّبَّرُوْ	غور نہیں کیا۔
كَارِهُوْنَ	ناپسند کرنے والے۔
خَرْجٌ	معاوضہ۔ بدلہ۔
لَجُّوْا	منہمک رہے۔ وہ اڑے رہے۔
مَايَتَضَرَّعُوْنَ	وہ گڑگڑاتے نہیں ہیں۔
مُبْلِسُوْنَ	حیران رہ جانے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۷۷

تمام انسانوں پر اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ وہ کسی پر اتنا بوجھ نہیں ڈالتا جسے وہ اٹھا نہ سکیں وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا، بار بار آگاہ اور خبردار کرتا رہتا ہے، نصیحت و عبرت کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑتا جسے وہ سامنے نہ رکھ دیتا ہو مگر کفر و شرک، شک وشبہ اور غفلت ولا پرواہی میں ڈوبے ہوئے عیش پرست اور خوش حال لوگ برے انجام سے آنکھیں بند کر کے مدہوشی میں زندگی گذارتے رہتے ہیں جب ان کے مسلسل گناہوں اور زیادتیوں کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑتا ہے تو وہ اس سے حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ اور وہ سوچتے ہیں کہ وہ باتیں جنہیں ہم بہت معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے کیا واقعی ان کی اتنی زبردست اہمیت تھی کہ ان کی وجہ سے زندگی کی بنیادیں تک ہل جائیں گی۔ اگر وہ عذاب کی شدت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں تو ان پر رحم کر دیا جاتا ہے۔ مگر ان کی ناشکری اور بے قدری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب ان پر عذاب کی سختی کم ہو جاتی ہے تو وہ پھر سے اپنی اسی روش زندگی پر آ جاتے ہیں۔ ضد، ہٹ دھرمی اور غفلت ولا پرواہی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں۔ گذرے ہوئے برے اعمال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بجائے اسے وہ اپنی جدوجہد، حسن تدبیر اور کوششوں کا نتیجہ قرار دینے لگتے ہیں۔ لیکن جب وہ

گناہوں خطاؤں اور نافرمانیوں کی انتہاؤں پر پہنچنے کے باوجود اپنی غفلتوں سے باز نہیں آتے اور ایمان وعمل صالح میں کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے تب اللہ تعالیٰ ان کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ جس سے وہ رونے، چلانے اور آہ وزاری کرنے لگتے ہیں۔ لیکن وقت گذرنے کے بعد ان کا رونا، چلانا، فریاد کرنا بے کار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ تو اس دنیا میں حال ہے آخرت میں جب یہ عیش پسند پہنچیں گے اور جہنم کی بھڑکتی آگ کو دیکھیں گے تو وہ اللہ کے سامنے روئیں گے، گڑگڑائیں گے اور ہر طرح کی فریاد کریں گے مگر اس وقت کا رونا، چلانا ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور آخرت میں ہر طرح کی خیر سے محروم رہیں گے۔ اس طرح وہ نہ صرف دنیا میں اللہ کا عذاب چکھیں گے بلکہ آخرت کے دائمی عذاب سے کسی طرح چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے ظلم وستم سے تنگ آکر صحابہ کرام کو ہجرت کرنے کا حکم دیا اور بعد میں اللہ کے حکم سے آپ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس وقت اللہ نے اپنے رسول کو نظر انداز کرنے کی سزا یہ دی کہ ان پر شدید قحط کو مسلط کر دیا یہ قحط اس قدر بھیانک تھا کہ مکہ والے درختوں کے پتے اور مردار جانور تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔ بعد میں جب حضرت ابوسفیان (جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے) نے مدینہ منورہ جا کر حضور اکرم ﷺ سے اس قحط کو دور کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی تو اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرمایا اور مکہ والوں پر سے قحط ختم ہوا۔ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کفار اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آتے مگر دلوں میں نرمی کے بجائے وہ اپنی سابقہ ہٹ دھرمی پر اور سخت ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کو قصے کہانیاں سنانے والا قرار دے دیا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو شدید تنبیہ کی ہے کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں اور کفر وشرک سے باز نہ آئے تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ وبرباد ہو کر رہ جائیں گی۔

ان بنیادی باتوں کی طرف زیر مطالعہ آیات میں توجہ دلائی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وہ اللہ کسی شخص پر اس کی ہمت وطاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ فرمایا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب (نامہ اعمال) ہے جو بالکل ٹھیک بولتی ہے اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے دل ہی غفلتوں اور شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت ہی برے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان میں خوش حال اور عیش پسند لوگوں کو گرفت میں لے کر ان پر عذاب نازل کریں گے تو وہ چلانا، چیخنا اور فریاد کرنا شروع کر دیں گے۔ اللہ کی طرف سے کہا جائے گا کہ اب تم مت چلاؤ کیونکہ آج تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ زندگی بھر تمہارا یہ حال رہا کہ جب بھی میری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی گئیں تو تم تکبر اور غرور سے الٹے پاؤں بھاگتے تھے اور کلام الٰہی کے متعلق نامناسب باتیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ان سچائیوں کو ماننے کے بجائے نبی کو کہانیاں سنانے والوں کی طرح بے حقیقت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے پوچھا ہے کہ (۱) کیا ان کے پاس کوئی ایسی کتاب آگئی ہے جو انوکھی اور نئی ہے جو ان کے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟ (۲) یا وہ اللہ کے رسول کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ان کا انکار کرتے ہیں؟ (۳) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص پر جنون طاری ہے؟

فرمایا کہ وہ نبیؐ تو اللہ کی طرف سے حق وصداقت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ وہ ہیں جنہیں سچی اور حق وصداقت سے بھر پور باتیں کڑوی لگتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ حق وصداقت کی جو بات بھی ہو وہ ان کی خواہشوں اور تمناؤں کے مطابق ہو۔ وہ جس طرح کرنا چاہیں اور جس بات کو جس طرح کہنا چاہیں وہی حق وصداقت کی آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کا سب تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ یہ باطل پرست حق وصداقت کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نبی کی لائی ہوئی تعلیمات کو نظر انداز کر رہے ہیں اور عبرت ونصیحت کی کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اس سے منہ پھیر پھیر کر چلتے ہیں اور اپنی بدنصیبی کو آواز دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے یہ نبی محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہر سچی بات کو پہنچا رہے ہیں اس پر ان سے کوئی بدلہ یا معاوضہ کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبیؐ! آپ اسی طرح اللہ کے دین اور صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہیے۔ وہ لوگ جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے وہ صراط مستقیم سے اس طرح ہٹتے جا رہے ہیں کہ اگر ہم ان پر ان کے گناہوں کے باوجود رحم وکرم کی انتہا کر دیں تو وہ اپنی گمراہی اور ضد میں اور زیادہ آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ فرمایا کہ جب وہ (کفار مکہ) عذاب میں مبتلا ہوئے (قحط پڑ گیا تھا) تو انہوں نے کسی عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ نہیں کیا نہ وہ گڑگڑائے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ان پر اللہ کا بہت زیادہ کرم ہوتا۔ لیکن وہ اپنے برے اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔ جب ان پر اللہ کے عذاب کا دروازہ کھول دیا جائے گا تو وہ اچانک مایوس اور حیران وپریشان ہو کر رہ جائیں گے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي
الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ
وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلْ قَالُوْا
مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿٨١﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ
عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٨٢﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨٣﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ

وَمَنْ فِيهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنْۢ
بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾
بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ
وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ
وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے ہیں۔ تم میں سے بہت کم لوگ شکرادا کرتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اسی کے اختیار سے رات اور دن بدلتے ہیں کیا تمہیں اتنی سی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ (کفار) بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جوان سے پہلے لوگ کہا کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ بلا شبہ ہم سے اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے یہی وعدہ ہوتا آرہا ہے۔ یہ کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اے

نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کیا تمہیں معلوم ہے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے یہ سب کس کا ہے۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ کا ہے۔ آپ کہئے کہ پھر تم غور کیوں نہیں کرتے؟ آپ ان سے پوچھئے کہ سات آسمانوں اور عظیم عرش کا رب کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ اللہ ہے۔ آپ کہئے کیا پھر تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ آپ پوچھئے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے وہ جس کو چاہے پناہ دیتا ہے اور کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ کہیں گے کہ اللہ (ہی سب کچھ ہے) آپ کہئے کہ پھر تم دھوکے فریب میں کیوں مبتلا ہو؟ بلکہ ہم نے ان کے پاس حق اور سچائی کو پہنچادیا ہے وہ یقیناً (اپنی باتوں میں) جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر جدا ہو جاتا اور ایک پر ایک چڑھائی کر دیتا۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں کھلے اور چھپے کا جاننے والا وہی ہے اور اس سے بہت بلند و برتر ہے جنہیں وہ شریک سمجھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

ذَرَأَ — اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلا دیا۔

اَسَاطِيْرُ (اُسْطُوْرَةٌ) — قصے کہانیاں۔

يُجِيْرُ — پناہ دیتا ہے ۔

اَلسَّبْعُ — سات

تُسْحَرُوْنَ — تم جادو میں پھنس گئے۔

مَااتَّخَذَ — نہیں بنایا۔

لَذَهَبَ — البتہ جاتا (البتہ لے جاتا)۔

لَعَلاَ	البتہ چڑھ دوڑتا۔
يَصِفُوْنَ	وہ بیان کرتے ہیں۔
اَلْغَيْبُ	بن دیکھی حقیقتیں۔چھپی باتیں۔
اَلشَّهَادَةُ	موجود۔کھلی باتیں۔
تَعٰلىٰ	وہ بلند و برتر۔

تشریح: آیت نمبر ۷۸ تا ۹۲

اگر انسان اللہ کی ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہے جو اس پر اللہ نے کی ہیں تو شاید ان کو شمار نہ کر سکے ان بے شمار صلاحیتوں میں سے انسان کو فکر و تدبر کے ساتھ سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے ان بے شمار نعمتوں کو دیکھے جو اس کے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں، کانوں سے حق و صداقت کی باتوں کو سن کر ان پر عمل کرے اور سوچنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیتوں سے ہر حقیقت کی گہرائی تک پہنچنے کی جدوجہد کرے۔ جو لوگ ان صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور جو لوگ ان نعمتوں کو اپنی جدوجہد، کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ کافر ہیں۔ مومن اور کافر میں یہی بنیادی فرق ہے۔ مومن ہر چیز کو اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے یقین کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور کافر ہر بات میں شک و شبہ رکھتا ہے۔ مومن تو یہ کہتا ہے کہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں، شجر و حجر ہر چیز اللہ نے پیدا کی ہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دے گا اور وہی ہڈیوں کا چورہ ہونے اور اجزا کے مٹی میں ملنے کے باوجود قیامت کے دن سب کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا حساب لے گا۔ مومن دنیا اور آخرت کی ہر چیز کو اللہ کی طرف سے منسوب کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میرا خالق و مالک اللہ ہے جس کا کوئی شریک یا برابر نہیں ہے۔ اس کے برخلاف کافر اسی شک و شبہ کا اظہار کرتا رہتا ہے کہ جب ہم مٹی میں مل جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ کفار کی زبان پر یہی ہوتا ہے کہ ایسا ناممکن ہے کیونکہ ہم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان سے بھی ایسی ہی باتیں کی گئیں یہ محض گھڑے گھڑائے افسانے اور قصے کہانیاں ہیں۔ مرنے کے بعد قصہ ختم ہو جاتا ہے اور آخرت، جنت جہنم کی باتیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کان، آنکھ اور سوچنے کے لئے دل عطا کیا ہے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے دنیا میں پھیلانے والا،

زندگی اور موت دینے والا ہے، اسی کے اختیار سے دن رات کا آنا جانا ہے اس کائنات میں سارے اختیارات کا مالک ایک اللہ ہے۔

فرمایا کہ ان کا یہ کہنا کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ اس پر غور کیوں نہیں کرتے کہ اس زمین و آسمان اور اس کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہی سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ اس کے دامن میں سب کو پناہ ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ ایسا با اختیار ہے کہ وہ کسی کا کسی طرح بھی محتاج نہیں ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ وہ اس پوری کائنات کے نظام کو تنہا چلا رہا ہے۔ اگر اللہ کے سوا بھی کوئی دوسرا معبود ہوتا تو اس کائنات کا نظام تباہ ہو جاتا کیونکہ ہر ایک اپنی بات چلانے کی کوشش کرتا اور اختیارات کی اس جنگ میں مخلوق فائدے اٹھانے کے بجائے طرح طرح کے نقصانات برداشت کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو غیر اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے ہوئے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ یہ سب کچھ تمہارے پتھر کے بے جان بتوں نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی پوچھتے ہیں کہ جب اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ پھر وہ دوسروں سے کیوں اپنی حاجتوں کا سوال کرتے ہیں اور اپنی آخرت کی فکر کیوں نہیں کرتے جہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا؟ اور یہ بت بھی اپنے عبادت گذاروں کو نہ بچا سکیں گے۔

قُلْ رَّبِّ

اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾
اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾
وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ
رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ
ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ
هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ
فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾
اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوْا
رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ
اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا
وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿١٠٨﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾
فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ
تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ
الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿١١٢﴾
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿١١٣﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١٤﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ
الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ مجھے دکھائیں تو مجھے ان ظالموں میں شامل نہ کیجئے گا۔ اور ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو دکھادیں۔ اے نبی ﷺ آپ ان کی برائیوں کو ایسی اچھائیوں سے دور کردیجئے جو سب سے بہتر ہوں۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں بناتے ہیں۔ اور آپ کہئے اے میرے پروردگار میں شیطانی وسوسوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار میں اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں۔

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس لوٹا دیجئے تاکہ دنیا جسے میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک عمل کروں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) ہرگز نہیں۔ یہ ایک (بے حقیقت) بات ہے جسے وہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے آگے عالم برزخ ہے اس دن تک کے لئے جب تک وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا تو اس دن لوگوں کے درمیان نہ تو رشتے ناطے ہوں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے تو یہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے۔ اور جن کے وزن کم ہوں گے تو یہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو بھاری نقصان میں ڈالا اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور اس میں ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں اور پھر تم نے ان کو نہیں جھٹلایا؟ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہمارے اوپر مسلط ہوگئی تھی اور ہم گمراہ قوم میں سے ہوگئے تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم سے نکال دیجئے۔ آئندہ اگر ہم ایسا کریں تو بے شک ہم بے انصاف ہوں گے۔ اللہ فرمائیں گے اس جہنم میں ذلیل وخوار ہو

کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ (اس کے برخلاف) میرے بندوں میں سے ایک جماعت تھی جو مجھ سے کہتی تھی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں ہماری مغفرت فرما دیجئے ہم پر رحم کیجئے آپ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ پھر تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ تم نے میری یاد ہی کو بھلا دیا۔ اور تم ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ آج میں ان کے صبر کا بدلہ دوں گا اور بے شک وہی لوگ کامیاب اور بامراد ہونے والے ہیں۔ اللہ ان سے پوچھیں گے کہ تم زمین پر گنتی کے کتنے سال رہے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ آپ ان (فرشتوں) سے پوچھ لیجئے جو شمار کرنے والے ہیں۔ اللہ فرمائیں گے تم واقعی زمین پر تھوڑی مدت ہی رہے ہو۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم اس کو جان لیتے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ جو خود بادشاہ ہے بلند و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ اور اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی اور کو معبود سمجھتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے ہاں ہوگا۔ بلاشبہ کافروں کو فلاح نصیب نہ ہوگی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہئے اے میرے پروردگار بخش دیجئے اور رحم کیجئے اور آپ ہی بہترین رحم کرنے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

تُرِيَنِّيْ — مجھے دکھائیں۔

لَاتَجْعَلْنِيْ — مجھے نہ بنائے گا۔

اِدْفَعْ — دور کردے۔

اَحْسَنُ — بہترین۔

هَمَزَاتِ — وسوسے۔

تَرَكْتُ	میں نے چھوڑ دیا۔
يَحْضُرُوْنَ	وہ حاضر ہوتے ہیں۔
بَرْزَخٌ	آڑ۔ پردے کے پیچھے۔
اَنْسَابُ	نسب۔ رشتے ناتے۔
ثَقُلَتْ	بھاری ہونا۔
خَفَّتْ	ہلکی ہوگی۔
مَوَازِيْنُ	وزن۔
خَسِرُوْا	نقصان کیا۔
تَلْفَحُ	جھلس دی گئی۔
كَالِحُوْنَ	بگڑے چہرے۔
شِقْوَةٌ	بدنصیبی۔ بدبختی۔
اِخْسَئُوْا	دور ہو جاؤ۔
سِخْرِيًّا	مذاق۔
تَضْحَكُوْنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں۔
اَلْعَادِّيْنَ	شمار کرنے والے۔ گننے والے۔
عَبَثًا	فضول۔

خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ بہترین رحم کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۹۳ تا ۱۱۸

جب اللہ کے نبی اور رسول اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں تو خوش نصیب اس کو قبول کرتے ہیں اور بد نصیب لوگ اس کا انکار کر کے کفر و شرک میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اپنے آپ کو جہنم اور عذاب الٰہی کا مستحق بنا لیتے ہیں۔ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو سخت سزا دیتا ہے۔ کفار کے لیے یہ عذاب کا فیصلہ کبھی تو پیغمبروں کی زندگی میں ان کو دکھا دیا جاتا ہے اور کبھی ان کے بعد۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ کے دین اور اس ابدی پیغام کو پہنچانے کی کوشش کی جس میں کفار مکہ اور آنے والی نسلوں کی فلاح اور کامیابی پوشیدہ تھی تو وہ انکار کر کے اللہ کی رحمت سے دور ہوتے چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ کے صدقے اب اس امت پر وہ عذاب تو نہیں آئیں گے جو گذشتہ امتوں پر آئے لیکن سزا کے طور پر بیماریوں، طوفانوں، زلزلوں اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کے عذاب آتے رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے (پوری امت سے) کہا جا رہا ہے کہ اے نبیؐ! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیجئے کہ اے میرے پروردگار آپ نے ان کافروں سے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے اگر وہ مجھے اسی دنیا میں دکھا دیں تو وہ عذاب اس طرح آئے کہ میں بھی دیکھوں لیکن مجھے ظالموں میں شریک نہ کیجئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات پر پوری قدرت حاصل ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کفار و مشرکین کے لئے جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آپ کو بھی دکھا دیں لیکن اللہ نے ان کے لئے فیصلے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس فیصلے کے دن تک بہر حال آپ ان کے ساتھ ہر برائی کا بدلہ بھلائی اور نیکی سے دیتے رہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے کرتوت کیا ہیں اور وہ کس طرح شیطان کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ آپ بھی دعا کرتے رہیے کہ الٰہی میں شیطان کے وسوسوں اور شرارتوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔ کفار و مشرکین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ شرمندگی سے یہ کہیں گے کہ ہمیں تو پھر اسی دنیا میں بھیج دیجئے جس کو ہم چھوڑ کر آئے ہیں تا کہ ہم وہاں جا کر خوب نیک اور بھلے کام کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ ان کی یہ باتیں ہی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کے اور دنیا کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی گئی ہے جو اسی وقت ہٹے گی جب صور پھونکا جائے گا اور اولین و آخرین کے

تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر اس میدان حشر میں جمع ہوں گے جہاں سارے رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے وہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا۔ ہر شخص اپنے اعمال لے کر حاضر ہوگا۔ اچھے یا برے۔ جس کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے اس دن وہی کامیاب و بامراد ہوں گے لیکن جن کے اعمال ہلکے اور بے وزن ہوں گے ان کو اس بات پر بڑا افسوس ہوگا کہ انہوں نے اپنا بہت بڑا نقصان کرلیا ہے اور ان کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھونک دیا جائے گا۔ وہ آگ ان کے چہرے جھلس دے گی اور ان کے چہروں کو بگاڑ کر رکھ دے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں اور برے انجام سے ڈرایا جاتا تھا تو تم ان آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ واقعی یہ ہماری بدنصیبی ہے اور بدقسمتی نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور ہم بھٹک گئے تھے۔ درخواست کریں گے الٰہی! اب ہمیں اس جہنم سے نجات دیدیجئے دنیا میں لوٹا دیجئے اگر ہم پھر بھی ایسا کریں تو بے شک ہم سے بڑا بے انصاف کوئی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اسی طرح ذلیل وخوار پڑے رہو اور آج مجھ سے بات نہ کرو۔ ارشاد فرمایا جائے گا کہ میرے بندوں میں سے وہ بھی ایک جماعت تھی جو ہر وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی تھی اور کہتی تھی کہ الٰہی ہم پر رحم فرمائیے کیونکہ آپ سے بڑا رحم کرنے والا کون ہے؟ کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم نے میرے بندوں کی اس جماعت کو مذاق کا نشانہ بنا لیا تھا اور ہماری یاد سے تم مسلسل غفلت برت رہے تھے اور ان نیک لوگوں پر تم ہنستے تھے۔ آج کے دن ہم نے ان کو ان کے صبر و برداشت کا بدلہ عطا کر دیا اور آج وہ کامیاب و بامراد ہیں۔

فرمایا جائے گا کہ اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم دنیا میں کتنے عرصے تک رہے ہو وہ کہیں گے ہمیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے دن یا آدھے دن تک رہے ہوں گے۔ اس کا صحیح اندازہ تو انہیں ہوگا جو اس کو شمار کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ واقعی دنیا کی زندگی بڑی مختصر ہے اور تم اسی مختصر عرصے میں رہے ہو۔ لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اس تھوڑی سی مدت میں کبھی تم اس بات پر غور کر لیتے کہ تمہارے کفر وشرک اور گناہوں کا انجام کیا ہوگا۔ فرمایا جائے گا کہ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم نے تمہیں یوں ہی کھیل کود کے طور پر بنا رکھا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا ہے۔ اگر تمہیں اس کا احساس ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے، سچا بادشاہ ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ومختار ہے۔ جو لوگ ایسے بااختیار معبود کو چھوڑ کر بے بس و مجبور اور بے سند معبودوں کو پکارتے ہیں وہ ناکام ترین لوگ ہیں اور کافروں کو کبھی فلاح وکامیابی نصیب نہ ہوگی۔

آخر میں نبی کریم ﷺ (اور آپ کی امت کو) خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ گناہوں کا معاف کرنے والا اور رحم

کرنے والا صرف اللہ ہی ہے لہٰذا تم ہمیشہ یہی کہو کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کردیجئے۔ اور ہم پر رحم کیجئے کیونکہ سب رحم کرنے والوں میں آپ ہی سب سے بڑھ کر رحم و کرم کرنے والے ہیں۔

اس مضمون پر سورۂ مومنون کی ختم فرمایا گیا ہے۔ اس کی ابتداء اس جملے سے کی گئی تھی کہ اہل ایمان ہی کامیاب و بامراد ہیں اور ختم اس جملے پر کیا گیا ہے کہ جو اللہ کے منکر ہیں ان کو کبھی فلاح و کامیابی نصیب نہ ہوگی۔ اگر انہوں نے توبہ کرلی اور اپنے حقیقی معبود کو پہچان کر اس کی عبادت و بندگی میں لگ گئے تو وہ اللہ اتنا مہربان ہے کہ وہ انسانوں کے تمام گناہوں کو معاف کر کے رحم و کرم کرنے والا ہے۔

الحمد للہ سورۃ المومنون کا ترجمہ، تشریح مکمل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸

قد افلح

سورۃ نمبر ۲۴

النّور

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	24
کل رکوع	9
آیات	64
الفاظ وکلمات	1420
حروف	6410

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں آیات کو صاف صاف نازل فرما کر اس کے الفاظ اور احکام دونوں کو خود مقرر فرمایا ہے تا کہ ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے اور اس پر عمل کرے۔

اس سورۃ میں جن احکام کو نازل فرمایا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اگر (غیر شادی شدہ) مرد یا عورت جو کہ عاقل و بالغ اور آزاد ہوں اور زنا کے مرتکب ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔

(۲) زانیہ اور مشرکہ عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار گواہ بطور ثبوت پیش نہ کر سکے تو اس شخص کو (تہمت لگانے کے جرم میں) ۸۰ کوڑے مارے جائیں۔

پردے کے احکام قرآن کریم کی دو سورتوں میں آئے ہیں سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب میں بے شمار حدیثوں میں پردے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ بے پردگی اور بے حیائی کے کسی انداز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

(۴) اگر شوہر اپنی بیوی پر یا بیوی اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس اپنے سوا اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار مرتبہ قسم کھائے گا جس میں وہ یہ کہے گا کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے گا کہ اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اسی طرح اگر اس کی بیوی اس الزام کو قبول نہیں کرتی تو وہ بھی چار قسم کھانے کے بعد پانچویں قسم میں کہے گی کہ اگر میں جھوٹی ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اور اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہے تو میرے اوپر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس کو شریعت میں ''لعان'' کہتے ہیں۔ اس قسم کے بعد وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی۔

(۵) واقعہ افک کا بیان ہے۔ بعض منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ

سورۃ النور میں جہاں بڑے بڑے اور اہم قوانین اور ہدایات کو بیان کیا گیا ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے منافقین اور مومنین کی وہ علامتیں بھی بیان فرمائی ہیں جن سے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہوگیا ہے کہ کون مومن ہے اور کون منافق ہے۔ بتایا گیا ہے کہ نجات ان ہی لوگوں کی ہے جو ایمان پر قائم ہیں لیکن منافقین اپنی منافقتوں کو بہت دیر تک نہیں چھپا سکتے اور ان کے لیے نجات کا راستہ نہیں ہے۔

کی براءت و پاکیزگی کا اعلان فرمایا اور تہمت لگانے والوں کی سزا کا حکم ارشاد فرمایا۔

(۶) جو لوگ شیطان کے پیچھے چلتے ہیں ان سے کہا گیا ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ میں بے غیرتی، بے حیائی اور ہر طرح کی برائیاں فروغ پائیں۔ اہل ایمان کو ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(۷) فرمایا کہ جو لوگ کسی نیک کام اور کار خیر میں لگے ہوئے ہوں وہ بعض احمقوں کے اعتراضات کی وجہ سے نیکی نہ کرنے کی قسمیں نہ کھا بیٹھیں۔

(۸) کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔

(۹) مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور نامحرموں پر نظریں ڈالنے سے بچیں۔

اس سورت میں زانی مرد اور زانیہ عورت اگر شادی شدہ نہ ہوں تو عدالت میں ثابت ہونے کے بعد ان کو سو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱۰) مومن عورتوں سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔ اپنی زینت کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔

(۱۱) جو مرد اور خواتین نکاح کی ذمہ داریاں سنبھالنے اور حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل ہوں ان کے نکاح کر دیئے جائیں۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی مفلسی اور غربت کی وجہ سے نکاح کا بوجھ اٹھانے سے مجبور ہوں وہ اس وقت تک صبر کریں جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اس ذمہ داری کو سنبھالنے کا راستہ اور صلاحیت عطا نہ کر دے۔

(۱۲) لونڈیاں اور غلام اگر کچھ رقم ادا کر کے اپنے مالک سے آزاد ہونا چاہیں تو ان کی مدد کی جائے (یہاں تک کہ اگر زکوٰۃ کی رقم دے کر آزاد کرایا جاسکتا ہو تو غلاموں اور باندیوں کو آزاد کرانے کی کوشش کریں)

(۱۳) فرمایا کہ اپنی باندیوں سے حرام کاری کا پیشہ نہ کراؤ (جیسا کہ عرب میں دستور تھا) اس کو سختی سے روکنے کی ضرورت ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ اللہ نے اس پوری کائنات کو پیدا کیا ہے اس میں ہر آن انقلاب اور تبدیلیاں آتی رہتی ہیں، بادلوں کا اٹھنا، بارش اور اولوں کا برسنا، بجلی کا چمکنا، انسانی ضروریات کے لیے چوپائے اور مویشی جانوروں کا پیدا کرنا یہ سب اس کی قدرت کے نشانات ہیں ان میں غور وفکر کرنا چاہیے تا کہ اللہ کے بندے اللہ تک پہنچ سکیں اور اس کی ذات کو پہچان سکیں۔

(۱۵) فرمایا کہ ہر شخص کی ذاتی زندگی میں کسی طرح کی دخل اندازی نہ کی جائے۔ خاص طور پر کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں آدمی آزادی سے رہنا چاہتا ہے جیسے صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو آرام کے وقت، اور رات کو عشاء کے بعد۔ ان اوقات میں گھر کے بچے اور نوکر چاکر بھی اجازت لے کر آیا کریں۔

(۱۶) بوڑھی اور کمزور عورتوں کے ساتھ رعایت کی جائے اللہ نے ان کے پردے کے معاملے میں بھی کچھ تخفیف کی ہے۔

(۱۷) اندھے، لنگڑے، لولے، بیمار اور معذوروں کی دل جوئی کرنے کے لیے کبھی کبھی گھر لے جا کر کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں (بلکہ ان کو احساس تنہائی اور احساس محرومی سے نکالنا بھی ایک عبادت ہے)۔

(۱۸) جب لوگ گھروں میں داخل ہوں تو سلام کیا کریں اس سے بڑی برکت ہوتی ہے۔

(۱۹) اس سورۃ کو اس مضمون پر ختم کیا گیا ہے کہ اس کائنات کی سب سے بڑی سعادت اور نیکی یہ ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری اور آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ اس میں دونوں جہانوں کی خیر وفلاح ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے ہیں وہ ایسے بدنصیب لوگ ہیں جن کو دنیا اور آخرت میں سوائے گھاٹے اور نقصان کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

سُوۡرَةُ النُّوۡر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمۡ
تَذَكَّرُوۡنَ ۝١ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا
مِائَةَ جَلۡدَةٍ ۖ وَّلَا تَاۡخُذۡكُمۡ بِهِمَا رَاۡفَةٌ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ
تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَلۡيَشۡهَدۡ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ
مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٢ اَلزَّانِىۡ لَا يَنۡكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوۡ مُشۡرِكَةً ۖ
وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنۡكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اس کے (احکام کو) ہم نے فرض قرار دیا ہے۔ اور اس میں ہم نے صاف اور واضح آیات نازل کی ہیں تا کہ تم دھیان دے سکو۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو کوڑے مارو اور ان پر حد جاری کرنے میں ترس نہ کھاؤ۔ اللہ کے حکم (چلانے) میں اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ ان دونوں کو سزا دیتے وقت مومنوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہئے۔ بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر زناکار یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت نکاح نہیں کرتی مگر بدکار یا مشرک

مرد سے اور یہ بات مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَنْزَلْنَا	ہم نے اتارا۔ نازل کیا۔
فَرَضْنَا	ہم نے لازمی کیا۔ ہم نے فرض کیا۔
اِجْلِدُوْا	مارو۔
مِائَةٌ	ایک سو۔
جَلْدَةٌ	کوڑے۔
لَاتَاْخُذْ	نہ پکڑے۔
رَاْفَةٌ	ترس اور رحم۔
يَشْهَدُ	دیکھے۔ موجود رہے۔
طَائِفَةٌ	ایک جماعت۔
حُرِّمَ	حرام کر دیا گیا۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

قرآن کریم کی ہر آیت اور سورت کی اپنی اہمیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کو جس شان و شوکت، اہتمام اور انوکھے انداز سے شروع کیا ہے وہ اس میں بیان کئے گئے احکامات کی اہمیت کو بہت واضح کر دیتی ہے تا کہ معاشرہ کا ہر فرد اس سورت میں بیان کئے گئے احکامات کی پوری طرح پابندی کر سکے۔ سنگین گناہوں اور معاشرہ کی بدترین برائیوں کو مٹانے میں اپنا بھرپور کردار ادا

کر کے پاکیزہ اور پرسکون زندگی کی برکتوں کو حاصل کر سکے۔ جس معاشرہ یا سوسائٹی میں شرم وحیا، باہمی اعتماد اور ایک دوسرے کی عزت ووقار کے جذبات موجزن ہوتے ہیں وہی معاشرہ انسانی معاشرہ کہلاتا ہے لیکن اگر معاشرہ میں کسی کی عزت وآبرو اور جان و مال محفوظ نہ ہو۔ باہمی اعتماد اور بھروسے کا فقدان ہو، بے شرمی، بے غیرتی اور شراب نوشی عام ہو تو ہزاروں خوش حالیوں کے باوجود وہ معاشرہ انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ شریعت کی نظر میں ہر شخص بدکار اور بے غیرت نہیں ہوتا بلکہ کچھ بدکردار اور بے شرم لوگ ذہنی مریض ہوتے ہیں جو پورے ماحول کو گندہ کر دیتے ہیں۔ اگر ان ذہنی مریضوں کو قابل عبرت سزا دی جائے اور سڑے ہوئے گندے عضو کی طرح کاٹ کر پھینک دیا جائے تو معاشرہ کا ہر فرد پرسکون زندگی گذار سکتا ہے اور اپنی جان و مال اور آبرو کو محفوظ سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور خاص طور پر سورۂ نور میں ان سنگین گناہوں اور معاشرہ کی بدترین خرابیوں کے لئے ایسے فطری اور قابل عمل اصول ارشاد فرمائے ہیں جن کے نفاذ سے انسانی معاشرہ جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جن کو جس زمانہ میں بھی اپنایا گیا یا اپنایا جائے گا اس کے نتائج یکساں نکلیں گے حالات کے بدلنے سے ان اصولوں کے دائمی فوائد سے کوئی محروم نہیں رہ سکتا۔

انسانی معاشرہ کے سب سے سنگین، بدترین اور ناقابل معافی جرم چار ہیں۔ (۱) ناجائز جنسی تعلقات (زنا)۔ (۲) چوری (۳) شراب نوشی (۴) اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں جرائم کی سزا کو خود متعین فرمایا ہے جس میں کسی حکومت، عدالت یا اشخاص (جماعت) کو کسی زمانہ میں کسی طرح کی تبدیلی کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ جب گواہوں کے بعد پورے طور پر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ملزم یا ملزمہ نے یہ جرم کیا ہے تو پھر ان اسلامی سزاؤں کو نافذ کرنے میں کسی رعایت اور نرمی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ان چاروں جرائم کو ''حدود'' کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جتنے جرائم ہیں ان کے اصولوں کو تو بیان کر دیا گیا ہے لیکن جرم کی نوعیت کے مطابق ان کا فیصلہ کرنے میں اسلامی عدالتیں خاصی آزاد ہیں۔ ایسی سزاؤں کو ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے ان بنیادی اصولوں میں سب سے پہلے ناجائز جنسی تعلق (یعنی زنا) کی سنگینی اور اس کی عبرت ناک سزا کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز جنسی تعلقات (زنا) ایسا بدترین، گھناونا، شرمناک، قابل نفرت اور انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کرنے والا فعل ہے جس کیچڑ کو بنیاد سے کھود کر پھینک دینا ضروری ہے۔ یہ وہ کینسر ہے کہ اگر اس کا ابتداء ہی میں علاج نہ کیا جائے تو وہ بڑی تیزی سے پھیل کر پورے انسانی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔ دنیا کے مذاہب کو دیکھا

جائے تو انہوں نے بھی زنا کو بدترین فعل قرار دیا ہے مگر اس کی سزاؤں کو متعین کرنے میں بعض ایسی رعایتوں کو رکھا گیا ہے جس سے یہ فعل دنیا سے مٹنے کے بجائے کینسر کی طرح پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اس مرض کا علاج صرف قرآن کریم کے اصولوں کو اپنانے ہی سے ممکن ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے انتہائی سخت سزاؤں کو اس مرض کا علاج قرار دیا ہے۔ ڈھیلے ڈھالے اصولوں اور چھپ چھپا کر سزائیں دینے سے یہ مرض ختم نہیں کیا جا سکتا۔

جب ہم دوسرے مذاہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ایسے فطری اصول نہیں ملتے جن سے اس گھناؤنے جرم کو نا قابل معافی قرار دے دیا گیا ہو یا ایسی سزائیں متعین کی گئی ہوں جو دوسروں کے لئے عبرت و نصیحت بن سکتی ہوں مثلاً نصاریٰ (عیسائیوں) نے ناجائز جنسی تعلق کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ

(۱) اگر کوئی کنوارا مرد کسی کنواری لڑکی سے زنا کرتا ہے تو وہ ایک سخت گناہ کی بات تو ہے مگر اس پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

(۲) اگر کوئی شادی شدہ شخص کسی دوسری شادی شدہ عورت سے زنا کرتا ہے تو یہ سخت گناہ ہے لیکن اس کی سزا یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر پر اس رشتے کی پامالی اور بے وفائی کا الزام لگا کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی یہ اختیار ہے لیکن اس کے بعد مرد یا عورت کسی دوسرے سے شادی نہیں کر سکتے اور زندگی بھر انہیں راہب یا راہبہ بن کر زندگی گذارنا ہوگی۔

نصاریٰ کے برخلاف یہودیوں کے ہاں یہ قانون ہے کہ جو شخص دوسرے کی بیوی سے اس سنگین جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو زانی اور زانیہ دونوں کو جان سے مار دیا جائے گا۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ بدکاروں کو کھلی چھٹی دینے اور محض طلاق کا بہانہ بنانے یا کسی کو کسی جیل کی کوٹھڑی میں جان سے مار ڈالنے سے اس بدکاری کو عبرت و نصیحت بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ آئے دن یہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ایک مختصر سی مدت کے لئے یہ ایک اخباری خبر ہوتی ہے پھر لوگ بھول جاتے ہیں اور زانی اور زانیہ مرد اور عورتوں میں کمی نہیں آتی۔

دین اسلام نے اس برائی کو جڑ و بنیاد سے کھودنے اور عبرت ناک سزا دینے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے وہی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اور اس ذہنی اور عملی بیماری کا موثر علاج ہے اس کی تفصیل چند بنیادی اصولوں کو بیان کرنے کے بعد عرض کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی ابتداء ''فرضنٰہا'' سے کی ہے (یعنی ہم نے اس کو فرض کر دیا ہے) بتایا یہ جا رہا ہے کہ اس سورت میں جو بھی احکامات بیان کئے جا رہے ہیں ان کو ماننا اور اطاعت کرنا ہر اس شخص پر لازم اور واجب ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ہے۔ یہ محض چند سفارشات یا نصیحتوں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ایسی واضح کھلی اور صاف صاف باتیں ہیں جن پر دھیان دینے

کی ضرورت ہے۔اسی میں انسانی معاشرہ کی حقیقی زندگی ہے۔

اس بدترین فعل کی سزا کیا ہے؟ اس کی تفصیلات کو فقہ کی کتابوں یا معتبر علماء سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چند ضروری اور بنیادی باتوں کو درج ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے تاکہ اس فعل بد کو دنیا سے مٹانے کی کچھ تفصیل سامنے آجائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ناجائز جنسی تعلق (زنا) کو بدترین فعل اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے جس کی سزا کسی اسلامی عدالت کے ذریعہ ہی دی جاسکتی ہے۔خود سے کسی کو سزا دینے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

جس پر ناجائز جنسی تعلق کی تہمت لگائی جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ

☆ چار ایسے چشم دید (عینی شاہدین) گواہ ہوں جنہوں نے ملزم مرد اور ملزمہ عورت کو عین حالت مباشرت میں اس طرح دیکھا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی یا کنویں میں رسہ ڈالا جاتا ہے۔اگر اس طرح گواہ نہ ہوں گے تو ملزمان پر شرعی حد جاری نہ کی جائے گے۔

☆ اگر گواہی میں شبہ پیدا ہو جائے تو حد نافذ نہ کی جائے گی۔لہٰذا چاروں گواہوں کے بیانات ایک جیسے اور یکساں ہوں۔ گواہی میں اس بات کو واضح طریقے پر بتایا گیا ہو کہ کس کو کس نے کس سے زنا کرتے دیکھا ہے۔اگر گواھوں کے بیانات میں اختلاف یا تضاد پایا جائے گا تو حد جاری نہ کی جائے گی۔

☆ گواہی دینے والے سب کے سب قابل اعتماد ہوں۔کبھی کسی مقدمہ میں ان کو جھوٹا ثابت نہ کیا گیا ہو۔ وہ بددیانت یا سزایافتہ نہ ہوں۔

☆ محض قاضی (جج) کی ذاتی معلومات پر حد جاری نہ کی جائے گی۔

☆ کسی لڑکی کا حاملہ ہونا حد جاری کرنے کا ثبوت نہیں ہے جب تک کوئی گواہی یا زبان سے اقرار نہ ہو۔

☆ مذکورہ اصولوں کا خیال رکھتے ہوئے جب گواہوں کی شہادت یا اقرار پر پوری طرح جرم ثابت ہو جائے تب شرعی سزا (کوڑے یا رجم) نافذ کرنے میں کسی نام نہاد رعایت اور رحم کرنے کی قطعی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ ناجائز جنسی تعلق (زنا) کسی عورت نے کیا ہو یا مرد نے دونوں پر حد جاری کی جائے گی۔مرد اور عورت میں فرق نہیں کیا جائے گا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے زانیہ عورت کا ذکر کیا ہے پھر مرد کا تاکہ عورت کو صنف نازک قرار دے کر چھوڑ نہ دیا جائے یا اس کی سزا میں تخفیف یا کمی نہ کر دی جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ناجائز جنسی تعلق کو اتنا بدترین فعل قرار دیا ہے کہ اس میں کسی باہمی رضامندی یا راضی نامہ کی بھی گنجائش نہیں

ہے چنانچہ ایک لڑکا جس نے اپنی مالکن سے زنا کیا تھا تو لڑکے کے باپ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی بھیج کر درخواست کی کہ اس نوجوان لڑکے کی سزا کو ان چیزوں کے بدلے میں معاف کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے مبارک ہوں (آپ نے واپس کر دیں) اور اس کے بعد آپ نے شریعت کے مطابق دونوں پر حد جاری فرما دی۔

رجم و سنگسار کی شرعی حیثیت:

رجم (پتھر مار کر ہلاک کرنے) کا حکم قرآن کریم میں اشارۃً اور متواتر و مشہور احادیث میں پوری وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔ شریعت نے زنا کو بدترین اور نا قابل معافی جرم قرار دے کر یہ سزا مقرر کی ہے کہ

(۱) اگر کوئی غیر شادی شدہ لڑکا یا غیر شادی شدہ لڑکی ناجائز جنسی تعلق (زنا) میں ملوث پائے گئے ہوں تو ان دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(۲) اگر وہ دونوں شادی شدہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک شادی شدہ ہو اور دوسرا کنوارا ہو تو شادی شدہ عورت یا مرد کو رجم و سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ کو ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔

(۳) اگر ان میں سے دونوں یا کوئی ایک غلام یا باندی ہو تو غلام اور باندی کو چالیس چالیس کوڑے مارے جائیں گے یعنی ان کی سزا نصف ہوگی۔

(۴) رجم و سنگسار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں اس وقت تک پتھر مارے جائیں گے جب تک اس فعل کا مجرم یا مجرمہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

(۵) رجم و سنگسار یا کوڑوں کی سزا لوگوں کی نگاہوں سے دور کسی جیل یا کال کوٹھڑی کے اندر خاموشی سے نہیں دی جائے گی بلکہ (اعلان عام کر کے) مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کے سامنے رجم کیا جائے گا یا کوڑے مارے جائیں گے تا کہ ہر شخص اس عبرت ناک انجام کو دیکھ کر اس بدترین فعل کے نزدیک جانے کی ہمت نہ کر سکے۔

(٦) رجم و سنگساری کے بعد مجرم یا مجرمہ کے لئے تمام مسلمانوں کی طرح کفن، دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کیا جائے گا اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا جائے گا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کوڑوں کی سزا کے ساتھ ساتھ رجم و سنگسار کرنا بھی قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ بعض ناواقف

لوگ یا مغرب کی تہذیب کے سامنے شکست کھا جانے والے منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں زانی یا زانیہ کے لئے کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن رجم وسنگساری کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تشریح و تعبیر کرنے کا حق صرف نبی کریم ﷺ ہی کو حاصل ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''وہ (نبی کریم ﷺ) کوئی بات اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے'' دوسری جگہ فرمایا کہ ''اے مومنو! رسول اللہ تمہیں جو کچھ دیدیں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع فرمادیں اس سے رک جاؤ''۔

قرآن کریم کے اس اصول کے تحت ہی نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رجم وسنگساری کے اصول کو جاری فرمایا اور آپ کے بعد آپ کے خلفا راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ بھی اسی عمل پر قائم رہے کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا گیا اور غیر شادی شدہ کو ایک ایک سو کوڑے مارے گئے۔

تمام معتبر اور صحیح حدیثوں میں اس بات کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ''ماعز اور غامدیہ'' پر سزائے رجم وسنگساری کو جاری فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید ابن خالد جہنی کی صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ ایک غیر شادی شدہ لڑکے نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اس کے ساتھ زنا کیا زانی لڑکے کا باپ اس کو لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا (اور کچھ رعایتیں چاہیں) تو آپ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا۔ چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ زانی لڑکے کو جو غیر شادی شدہ ہے ایک سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ عورت کو سنگسار کر دیا جائے کیونکہ دونوں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم وسنگسار کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سن لو کہ رسول اللہ ﷺ نے خود رجم وسنگسار کیا اور ہم نے آپ کے بعد مجرموں کو رجم وسنگسار کیا۔ اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا لیا ہے تو میں قرآن کے کسی کونے پر بھی اس کو لکھ دیتا۔ فرمایا کہ اس پر عمر بن خطابؓ گواہ ہے۔ عبدالرحمٰن ابن عوف گواہ ہیں اور فلاں ابن فلاں گواہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجم وسنگسار کیا اور آپ کے بعد ہم نے (زانیوں کو) رجم وسنگسار کیا (نسائی)۔

اس حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ نے نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل کو کتاب اللہ اور آیت کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا جو بالکل سچ ہے۔ اس موضوع پر ہمارے اکابر علماء نے نہایت تفصیل سے رجم وسنگسار پر کتابیں لکھی ہیں مزید معلومات کے لئے

وہاں دیکھ لیا جائے۔

کوڑوں کی سزا:

قرآن کریم اور احادیث کے اصولوں کی روشنی میں کوڑوں کی سزا دینے میں دو بنیادی مقصد ہیں (۱) مناسب جسمانی سزا دینا (۲) اور زانیہ عورت اور زانی مرد کے فعل اور اس کی ذلت و رسوائی۔ کوڑوں کی سزا میں وحشیانہ یا ظالمانہ طریقے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ بہت سی باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس سزا کو عبرت و نصیحت بنایا گیا ہے۔ چنانچہ

☆ جب کوئی غیر شادی شدہ مرد یا غیر شادی شدہ عورت اس ناجائز جنسی تعلق (زنا) میں مبتلا پایا جائے جس پر عینی شاہدین نے معتبر اور مکمل گواہی پیش کر دی ہو اور قاضی نے ان دونوں پر حد جاری کرنے کا حکم دیدیا ہو تو (اطلاع عام کے ذریعہ) مومنوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں ان کو ایک ایک سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس میں کسی نرمی یا کمی بیشی کی اجازت نہیں ہوگی۔

☆ جس کوڑے سے مارا جائے وہ درمیانہ اور اوسط درجہ کا ہو۔ نہ اتنا سخت ہو کہ اس سے مجرم کا جسم یا کھال پھٹ جائے اور اس کے گوشت کے ٹکڑے اڑ جائیں۔ کوڑا نہ اتنا نرم ہو کہ یہ سزا محض ایک رسم یا مذاق بن کر رہ جائے۔

☆ کوڑا ایسا ہونا چاہیے کہ ضرب (مار) کا اثر کھال تک رہے گوشت تک نہ پہنچے۔

☆ ہاتھوں کو اتنا اونچا کر کے کوڑے نہ مارے جائیں جن سے کوڑے مارنے والے کی بغلیں کھل جائیں۔

☆ کوڑے کی جگہ بید کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔

☆ کوڑے جسم کے کسی ایک حصے پر نہ مارے جائیں بلکہ چہرہ، سر اور شرم گاہ کو بچا کر جسم کے مختلف حصوں پر اس سزا کو پھیلا دیا جائے۔

☆ ایک سو کوڑے وقفے وقفے سے بھی مارے جا سکتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔ بیس بیس کوڑے ہر روز مارے جا سکتے ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ ایک ہی دن میں ایک سو کوڑے مارے جائیں۔

☆ اگر سزا کسی غلام یا باندی کو دی جائے تو ان کو نصف سزا دی جائے گی یعنی چالیس چالیس کوڑے۔

☆ اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) تک انتظار کیا جائے گا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے تو مناسب وقت پر سزا دی جائے گی۔

☆ اگر مجرم نہایت کمزور، شدید بیمار یا بہت زیادہ بوڑھا ہو جو کوڑوں کی سزا برداشت نہ کر سکے تو ایک ایسی ٹہنی (درخت کی شاخ) لی جائے جس میں ایک سو شاخیں ہوں ان کو ایک دفعہ مار دیا جائے تو اس سے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ مرد کو سزا دینے کے لئے ستر کو چھپانے والے کپڑوں کے سوا ہر کپڑا اتار کر سزا دی جائے گی اس کے برخلاف عورت کے صرف موٹے اور روئی دار کپڑے اتارے جائیں گے اور بقیہ کپڑوں کو اس کے جسم پر اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس سے سزا کے وقت کسی طرح اس کا جسم برہنہ نہ ہونے پائے۔

☆ کسی چیز سے یا رسی وغیرہ سے مجرم کو باندھ کر سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ اگر مجرم بھاگنے یا حملہ کرنے کی کوشش کرے تو اس کو کسی چیز سے باندھ کر سزا دی جاسکتی ہے۔

☆ مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر سزا دی جائے گی۔

☆ اگر کسی قاضی نے گواہوں کی گواہی پر سزا دی ہے تو کوڑے مارنے کی ابتداء گواہوں سے کرائی جائے گی اور اگر مجرم یا مجرمہ نے خود ہی اقرار کیا ہو تو سزا کی ابتداء خود قاضی عدالت کرے گا۔

☆ سخت سردی یا سخت گرمی کے وقت کوڑے مارنا مناسب نہیں ہے اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

شریعت کے ان تمام اصولوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عبرت کے لیے یہ ایک بہت ہی سخت سزا تو ہے لیکن اس کو وحشیانہ سزا کہنا ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ ان اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دینے میں جس قدر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے وہ مذکورہ اصولوں کی روشنی میں بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ غیر مسلم اگر ان سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو اسلام کا وجود ہی دہشت گردی ہے اور انہوں نے ہمیشہ دین اسلام کو سمجھنے کے بجائے تعصب اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن جب ہمارے نام نہاد مسلمان ان سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں اور اس پر زور قلم صرف کرتے ہیں تو ان پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

جیسا کہ آپ نے سورۂ نور کی ابتدائی آیتوں میں ملاحظہ کرلیا ہے کہ قرآن کریم میں ناجائز جنسی تعلق (زنا) کرنے والوں کے لئے جس قدر سخت، ذلت آمیز اور عبرت ناک سزا مقرر کی گئی ہے اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر مومن اس بدترین گناہ کے قریب جانے سے بھی ڈرتا رہے اور وہ لوگ جو پرسکون اور اعتماد سے بھرپور نیکی کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہیں وہ اپنے معاشرہ میں ایک تحفظ محسوس کرسکیں۔ اسی لئے ایسے معاشرہ میں ایسے بدکار لوگوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو اپنے ذہنی دیوالیہ پن کا اظہار کر کے اخلاق و کردار کی گراوٹ میں مبتلا ہو کر زنا جیسے فعل تک پہنچ گئے ہوں۔ ایسے مردوں اور عورتوں کے لئے تو وہی لوگ مناسب ہیں جو ان کی طرح ذہنی مریض ہوں۔ ایک مومن صالح کو بہر حال ان سے دور رہنے اور پرہیز کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس میں ایک اور اہم خرابی کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا ہے جس کا عرب میں کسی حد تک رواج ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ بعض غریب و مفلس لوگ اپنے فقر و فاقہ سے تنگ آ کر اور مال و دولت کے لالچ میں ایسی دولت منداور مال دار فاحشہ عورتوں سے شادی کرلیتے تھے جن کی آمدنی پر وہ عیش و عشرت کی زندگی گذار سکیں۔ دین اسلام نے اس بے غیرتی اور بے حیائی سے روکنے کے لئے بھی فرمایا ہے کہ کوئی شخص فاحشہ اور بدکردار عورتوں سے دنیاوی لالچ میں آ کر نکاح نہ کرے کیونکہ اس جذبے سے نکاح کرنا اہل ایمان پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اگر کوئی پاک دامن مرد یا عورت گھریلو سکون اور روحانی تسکین کے لئے کسی زانیہ یا زانی سے نکاح کرلے تو وہ نکاح ہوجائے گا۔ لیکن اگر زانیہ یا زانی کی بدکرداری کی حفاظت کے لئے محض دکھاوے کی شادی ہو تو وہ نکاح نہیں ہوگا کیونکہ اگر کوئی شخص نکاح کے باوجود اس پر راضی رہے کہ اس کی بیوی زنا کاری میں مبتلا رہے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتا ہو تو ایسا نکاح حرام ہے۔

☆ شریعت نے اس بات کو بھی واضح کر کے بیان کردیا ہے کہ ایک مومن مرد یا مومن عورت کا نکاح کسی مشرک عورت یا مشرک مرد سے نہیں ہوسکتا۔

☆ اسی طرح اس بات کو بھی صاف کردیا گیا ہے کہ اگر زانی یا زانیہ ''سزا کے بعد'' سچے دل سے توبہ کر کے آئندہ زندگی نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ گذارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے گا۔

☆ اگر رجم وسنگساری کے بعد یا کوڑوں کی سزا میں اس کی موت واقع ہوجائے تو اس کو باقاعدہ غسل اور کفن دے کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کیا جائے گا۔

☆ جس نے اپنے فعل بد سے توبہ کرلی ہے اس کا نام برائی کے ساتھ نہیں لیا جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا
بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۟ۙ﴿٤﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥﴾ وَالَّذِيْنَ
يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ
فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٦﴾
وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٧﴾
وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ
لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۟ۙ﴿٨﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ
تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿١٠﴾ ع ١/٧

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر (زنا کا) الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا کوئی اور گواہ نہیں ہے تو ان میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر (وہ کہے کہ) بے شک وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ (یوں کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عورت پر سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دے کہ بے شک وہ (اس کا شوہر) جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ

(یہ کہے کہ) اگر اس کا شوہر سچے لوگوں میں سے ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل) ہو۔

اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا (تو تم بڑی خرابی میں پڑ جاتے) اور بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۱۰

یَرْمُوْنَ	تہمت لگاتے ہیں۔ الزام لگاتے ہیں۔
شُهَدَاءُ (شَهِيْدٌ)	گواہ۔
اَرْبَعٌ	چار۔
لَعْنَةٌ	پھٹکار۔ اللہ کی رحمت سے دوری۔
يَدْرَؤُا	دور کرتا ہے۔ ہٹا دیتا ہے۔
فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کا فضل و کرم۔
تَوَّابٌ	بہت توبہ قبول کرنے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۱۰

دین اسلام ایک ایسے پاکیزہ، صاف ستھرے اور صالح معاشرہ کا تصور دیتا ہے جس میں ہر شخص ایک دوسرے پر اعتماد اور آپس کی عزت و آبرو کا محافظ ہو۔ کوئی کسی پر بے بنیاد الزام لگا کر اپنی آخرت کو اور اسلامی معاشرہ کے سکون کو برباد نہ کرے اور روحانی، اخلاقی، اور جسمانی اعتبار سے وہ ایک مضبوط ترین معاشرہ بن جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے یعنی جھوٹا الزام لگاتا ہے اور وہ اپنے کہے ہوئے الفاظ پر گواہ پیش نہیں کرتا تو جھوٹی بات اور الزام لگانے پر اس کو بدترین سزا دی جائے گی یعنی اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے اور وہ کبھی کسی عدالت میں گواہی دینے کے قابل نہ رہے گا۔

سورۃ النور کی ابتدائی آیات میں ان ہی احکامات کو بیان کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص کی عزت وآبرو بھی محفوظ ہو جائے اور اسلامی معاشرہ کی روح بھی برقرار رہے۔ ناجائز جنسی تعلق (زنا) کی سزا بیان کرنے کے بعد اللہ نے اپنے فضل وکرم سے ایک اور حکم ارشاد فرمایا ہے جس کے ذریعہ تنہا شوہر یا تنہا بیوی کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

☆ اگر کسی شوہر نے اپنی کھلی آنکھوں سے اپنی بیوی کو عین حالت مباشرت میں دیکھا اور اس کے سوا کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے تو اس شوہر کی گواہی پر فیصلہ ''لعان'' کے ذریعہ ہوگا۔

☆ لعان کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر کسی اسلامی عدالت سے رجوع کر کے اس بات پر اپنی گواہی دے گا کہ اس نے اپنی بیوی کو فلاں شخص سے عین حالت مباشرت میں خود دیکھا ہے۔

☆ اسلامی عدالت کا کوئی قاضی اس سے کہے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر یہ کہے کہ اگر یہ سب کچھ کہنے میں میں جھوٹا ہوں تو میرے اوپر اللہ کی لعنت (اللہ کا غیض وغضب نازل) ہو۔

☆ الزام لگانے والا شوہر اگر الزام لگانے کے بعد قسم کھانے سے انکار کر دے تو اس کو قید کر لیا جائے گا۔ اگر اس نے قسم کھانے سے مسلسل انکار کیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کسی عدالت یا معاملہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

☆ اگر شوہر قسم کھالے گا تو اس عورت سے کہا جائے گا کہ وہ بھی شریعت کے احکام کے مطابق چار قسمیں کھا کر پانچویں مرتبہ اپنے اوپر لعنت بھیجے۔

☆ اگر وہ عورت قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ قسم نہ کھالے۔ اگر شوہر کے قسم کھانے کے بعد وہ خاموش رہتی ہے اور کسی طرح جواب نہیں دیتی اور قسم بھی نہیں کھاتی تو عدالت کے فیصلے کے بعد اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی۔

☆ اگر شوہر کے قسمیں کھانے کے بعد اس کی بیوی بھی قسمیں کھا کر پانچویں مرتبہ لعان کرے تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اس کو اسی وقت طلاق دیدے

☆ اگر شوہر طلاق نہیں دے گا تو قاضی عدالت دونوں میں جدائی کرادے گا اور یہ جدائی کرانا طلاق کے قائم مقام ہوگی۔

☆ طلاق یا جدائی کے بعد عورت اپنی عدت گذارے گی۔ عدت کے بعد وہ جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اگر دوسرے

شوہر سے بھی اس کو طلاق مل جائے تب بھی یہ عورت پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ اب یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے قیامت تک حرام ہیں۔

☆ جس طرح مردوں کے لئے احکامات ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہیں یعنی اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو عین حالت مباشرت میں دیکھے تو وہ بھی عدالت سے رجوع کر سکتی ہے اور اس کا فیصلہ بھی اسی طرح ہوگا جس طرح مرد کے الزام لگانے کے بعد ہوا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کو ہر طرح کی گندگیوں اور بے بنیاد الزامات سے پاک صاف رکھنا ضروری ہے تا کہ باہمی اعتماد سے ایک روحانی اور اجتماعی معاشرہ پیدا ہو۔ خاص طور پر میاں بیوی کا معاملہ اور رشتہ تو نہایت نازک ہے کیونکہ اگر میاں بیوی کے رشتہ میں دراڑ پڑ جائے اور باہمی اعتماد اٹھ جائے تو پھر ایسی شک وشبہ بھری زندگی گذارنے سے تو بہتر یہ ہے کہ اس شادی کے بندھن کو ہمیشہ کے لئے توڑ دیا جائے۔

اسی طرح شریعت کسی شخص کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دیتی کہ وہ جب چاہے جس پر چاہے بے بنیاد اور گھناونا الزام لگا دے اور اس پر کوئی شہادت وگواہی بھی پیش نہ کرے۔ شریعت نے جتنی سخت سزا اس ناجائز فعل کی رکھی ہے اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والوں کو بھی کڑی سزا دی ہے تا کہ کوئی شخص کسی کی عزت وآبرو پر انگلی اٹھاتے وقت سیکڑوں مرتبہ سوچ لے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے لعان کا راستہ بتا دیا کیونکہ جب میاں بیوی اعتماد کھو چکے ہیں تو ان کے ایسے ازدواجی تعلق کو ختم کر دینا زیادہ بہتر ہے جس میں دن رات ایک دوسرے کے ہر عمل کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ لعان کے سلسلہ میں چند ضروری مسائل بھی پیش نظر رکھیے

☆ لعان سے پہلے سنت طریقہ یہ ہے کہ لعان جو ایک سخت معاملہ ہے اس کے الفاظ ادا کرنے سے پہلے عورت اور مرد دونوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور سمجھایا جائے گا تا کہ وہ اپنی قسم سے باز آجائیں۔

☆ لعان کے بعد اگر عورت کو حمل رہ جاتا ہے تو حمل کی نسبت باپ کی طرف نہیں بلکہ ماں کی طرف کی جائے گی۔

☆ لیکن کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اس لڑکے کو ''ولد الزنا'' کہا جائے یا ماں کو زانیہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ سے پکارا جائے۔

☆ نبی کریم ﷺ نے نہایت وضاحت سے فرمادیا ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان لعان ہو جائے (یعنی باہمی قسمیں کھا

لیں تو) ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا جائے گا اور اب وہ کبھی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆ لعان کے بعد یہ عورت اس مرد سے الگ ہو کر عدت کے فیصلے کے بعد کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہے لیکن وہ اپنے پہلے شوہر کی طرف رجوع نہیں کر سکتی کیونکہ اب یہ قیامت تک ایک دوسرے کے لئے حرام ہو چکے ہیں۔

☆ اگر کسی نے لعان میں جھوٹی قسم کھائی تو وہ دنیاوی سزا سے بچ جائے گا لیکن قیامت میں اللہ کے عذاب سے بچنا ناممکن ہوگا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا
تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ
مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا
إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا
هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا
بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا
لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَ
لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ
هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ ۱۷ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ ۱۸
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ ۱۹
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ ۲۰ ع

النصف ۲۰ ع ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ تم اس کو اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کے لئے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا۔ اور جس نے ان میں سے بڑا بوجھ اٹھایا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جب تم لوگوں نے سنا تھا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک گمان کیوں نہ کیا اور کہا ہوتا کہ یہ تو کھلا جھوٹ ہے۔ وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ پھر جب وہ گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں اللہ کا تم پر فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی جس بات کا تم نے چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر کوئی سخت عذاب آ جاتا۔ اور جب تم اس بات کو زبان پر لانے لگے اور منہ سے وہ بات کہنے لگے جس کا تمہیں علم نہ تھا تم نے اسے بہت ہلکی بات سمجھا حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ ایک بہت بڑی بات تھی۔ جب اور تم نے اس (بہتان کو) سنا تھا تو تم نے سنتے ہی کیوں نہ کہا کہ ہمیں ایسی بات کرنا مناسب نہ تھا۔ اللہ کی ذات پاک ہے اور یہ بڑا الزام ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی بات آئندہ کبھی نہ کرنا۔ اور اللہ صاف صاف اپنے احکام بیان کرتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ بے شک وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی تو (کیا کچھ نہ ہو جاتا) اور بے شک اللہ شفقت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اِفْکٌ	الزام۔تہمت۔
عُصْبَةٌ	گروہ۔جماعت۔
اِکْتَسَبَ	اس نے کمایا۔
کِبْرَهٗ	اس کا بڑا حصہ۔
اَفَضْتُمْ	تم نے زبان کھولی۔
تَلَقَّوْنَ	تم لیتے ہو۔
هَيِّنًا	ہلکا۔آسان۔سہل۔
اَنْ تَشِيْعَ	یہ کہ پھیلے۔

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اسلامی معاشرہ میں ہر صاحب ایمان شخص کو ایک دوسرے کی عزت و آبرو اور باہمی اعتماد کا خیال رکھنا لازمی اور ضروری ہے تا کہ مومنوں کے معاشرے اور سوسائٹی کا دامن ہر طرح کے داغ دھبوں سے پاک رہے۔

اپنے بھائی کو کسی طرح کی جسمانی روحانی اذیت پہنچانا، الزام و بہتان لگانا، ذلیل و رسوا اور بدنام کرنا اور حسن ظن سے کام نہ لینا، بے بنیاد افواہیں پھیلانا ایسا نا قابل معافی جرم ہے جس سے نہ صرف اسلامی معاشرہ بدنام ہوتا ہے بلکہ پاک دامنوں کی عزت و آبرو اور باہمی اعتماد مجروح ہو کر رہ جاتا ہے۔

شریعت کی نظر میں ہر صاحب ایمان شخص اپنی اپنی جگہ ایک ذمہ دار فرد ہے۔اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو اعتماد کی کسوٹی پر پورا اترنا چاہیے۔خاص طور پر اگر ایک شخص دوسرے شخص پر الزام لگاتا ہے تو اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مناسب گواہوں اور دلائل سے ثابت کر کے دکھائے کیونکہ بے بنیاد افواہوں کے ذریعہ دوسرے کی عزت و آبرو سے کھیلنا شریعت کی نظر میں ایک بہت

گھناؤنی حرکت ہے۔اگر کسی نے الزام لگایا اور وہ اس کا ثبوت نہ پیش کر سکا اور یہ ثابت ہو جائے کہ اس الزام کا مقصد محض دوسرے کو بدنام اور رسوا کرنا تھا تو شریعت کے حکم کے مطابق نہ صرف اس شخص کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے بلکہ یہ شخص ہمیشہ کے لئے نا قابل اعتبار قرار دیدیا جائے گا یعنی کسی عدالت یا ادارے میں اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے گی۔اگر کسی طرح کا بہتان ایسی پاک باز اور ذمہ دار شخصیات کے خلاف لگایا گیا ہو جو اللہ کی نظر میں نہایت قابل احترام اور لائق عزت ہوں تو یہ جرم اور بھی سنگین ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد مخلص مومنوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بن گئی اور وہ اپنے اخلاق و کردار سے پورے عرب پر چھا گئی تو کفار و مشرکین نے اس جماعت کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو قدم قدم پر عظمت کی بلندیاں عطا فرما دیں۔اسی زمانہ میں ایک ایسا طبقہ بھی پیدا ہو گیا جس نے اپنے دنیاوی مفاد کے لے ظاہری طور پر ایمان کا ڈھونگ تو رچا لیا تھا لیکن وہ اندر سے اسلام دشمنی پر قائم تھا وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا تھا کہ اگر کوئی موقع ہاتھ آجائے تو وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو بدنام کر کے اپنے بغض کی آگ کو بجھا سکے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم منافقین کا نام دیتا ہے۔ان منافقین کا سردار عبداللہ ابن ابی تھا جو دن رات اسلام دشمنی میں آگے آگے رہتا تھا۔چنانچہ ایک موقع پر اس منافق نے صدیقہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر بے بنیاد الزام لگا کر شب خون مارنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے بروقت آیات نازل کر کے حضرت عائشہؓ کی بے گناہی کو ثابت فرما دیا جس سے منافقین کی تمام چالیں ناکام ہو کر رہ گئیں۔قرآن و احادیث کی روشنی میں مفسرین اور محدثین نے اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے کہ اکثر غزوہ یا سفر میں آپ کی ازواج میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے ساتھ ہوا کرتی تھیں۔۶ ہجری میں غزوہ بنی مصطلق (غزوہ مریسیع) کے موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔ چونکہ پردے کے احکامات نازل ہو چکے تھے اس لئے دستور کے مطابق کسی اونٹ پر ''ہودج'' باندھ دیا جاتا جس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سفر کیا کرتی تھیں۔ جب کسی جگہ قیام ہوتا تو اس ہودج کو اتار کر ایک طرف رکھ دیا جاتا۔چونکہ اس وقت حضرت عائشہ بہت دبلی پتلی تھیں جب اس ہودج کو باندھا جاتا تو پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ آپ اس کے اندر موجود ہیں یا نہیں۔اسی دوران رات کے آخری حصے میں اعلان کیا گیا کہ اب مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔جس کو صبح کی ضروریات سے فارغ ہونا ہے وہ سب فارغ ہو جائیں اس زمانہ میں باقاعدہ بیت الخلا نہیں ہوتے تھے بلکہ صحرا یا جنگل میں نکل کر رفع حاجت کی جاتی تھی۔ جب سارے صحابہ رسولؐ دور صحرا میں نکل گئے تو ام المومنین بھی مردوں سے دور ہٹ کر صحرا کے کسی کونے میں رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئیں۔لوگ ضروریات سے فارغ ہو کر اپنے قافلے میں پہنچ گئے ام المومنین حضرت عائشہ واپس

آرہی تھیں کہ ان کا وہ قیمتی ہار جو اپنی بہن حضرت اسماء سے لے کر آئی تھیں کسی جگہ گر پڑا۔ حضرت عائشہ اس کو تلاش کرنے پلٹیں تو اس میں دیر ہوگئی اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ وہ لوگ جو حضرت عائشہ کے ہودج کو اونٹ پر لے کر چلتے تھے وہ سمجھے کہ حضرت عائشہ اس ہودج میں موجود ہیں۔ انہوں نے ہودج کو اونٹ پر باندھ دیا۔ جب حضرت عائشہ نے دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ چادر اوڑھ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں اور سوچنے لگیں کہ جب صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوگا تو وہ ان کو تلاش کرلیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کسی ذمہ دار شخص کو قافلے کی روانگی کے بعد یہ ذمہ داری سپرد فرما دیا کرتے تھے کہ اگر کسی کا کوئی سامان رہ گیا ہو یا کوئی قافلے سے پیچھے رہ گیا ہو تو اس کو لے کر آجائیں۔ چنانچہ اس موقع پر یہ ذمہ داری بدری صحابی حضرت صفوان ابن معطلؓ کی لگائی گئی۔ حضرت صفوانؓ جو نہایت نیک، متقی، پرہیز گار اور رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار بدری صحابہ میں سے تھے وہ میدان میں گھوم کر گری پڑی چیزوں کو تلاش کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر کسی شخص پر پڑی جو چادر اوڑھے لیٹا تھا۔ قریب آکر جب انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کو دیکھا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' نکل گیا۔ حضرت عائشہ کے کان میں ان کی آواز پڑی تو آپ چادر میں سمٹ کر ایک طرف بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان نے نہایت ادب واحترام سے اپنا اونٹ حضرت عائشہؓ کے سامنے کھڑا کر دیا تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں اور خود دور ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔ جب ام المومنین سوار ہوگئیں تو اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہوگئے تا کہ جلد از جلد قافلے تک پہنچ جائیں۔ یہ ایسا کوئی انوکھا واقعہ نہ تھا بلکہ اکثر ایسا ہو جاتا تھا کہ کوئی پیچھے رہ گیا ہو تو وہ اسی طرح اپنے قافلے سے مل جایا کرتا تھا مگر جب رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے دیکھا تو اس نے طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں جو کسی ایسے ہی موقع کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور نبی کریم ﷺ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ منافقین نے نبی کریم ﷺ اور ام المومنین کو بدنام کرنے اور افواہیں پھیلانے میں اپنی ساری طاقتیں لگا رکھی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس الزام کا علم ہوا اور آپ نے دیکھا کہ عبداللہ ابن ابی نے اتنا زبردست پروپیگنڈا کر رکھا ہے جس سے بعض سیدھے سادھے مسلمان بھی متاثر ہو چکے ہیں تو آپ کو اس سے شدید ذہنی صدمہ پہنچا۔ پروپیگنڈا اس قدر شدید تھا کہ حضرت حسان ابن ثابت، حضرت مسطح ابن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت زینب تک ان کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک مہینے تک جاری رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے سورۂ نور کی یہ دس (۱۰) آیتیں نازل فرمائیں۔ اسلامی اصولوں کے تحت الزام و بہتان لگانے والوں سے ثبوت طلب کئے گئے جب وہ ثبوت اور گواہیاں پیش نہ کر سکے تو تینوں پر ''حد قذف'' جاری کی گئی یعنی ہر ایک کے اَسّی (۸۰) اَسّی (۸۰) کوڑے مارے گئے۔ اور منافقین کے سردار عبداللہ ابن ابی پر دھری حد جاری کی گئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ خود اس واقعہ کو بیان فرماتی ہیں کہ اس سفر کے بعد ہم مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔ سفر کی تکان کی وجہ سے میں کچھ بیمار ہوگئی اور یہ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا اس عرصے میں نہ کسی سے میں نے کچھ سنا اور نہ مجھے کسی نے کچھ بتایا۔ لوگوں میں کیا چرچے ہو رہے تھے میں اس سے قطعاً بے خبر تھی۔ مگر میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کر رہی تھی کہ جب میں بیمار ہوتی تو آپ ﷺ میری بہت دل داری فرمایا کرتے تھے لیکن اس دوران سوائے خیریت معلوم کرنے کے آپ زیادہ بات نہ کیا کرتے تھے۔ مجھے اس کا افسوس تھا مگر مجھے اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ اس زمانہ میں گھروں میں رفع حاجت کا انتظام نہ ہوتا تھا اور عادت کے مطابق ہم میدان میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میری خالہ زاد بہن ام مسطح کے ساتھ میں رفع حاجت کے لئے گئی جب واپس آنے لگے تو ام مسطح کا پاؤں چادر میں الجھ گیا جس سے ان کو ٹھوکر لگی۔ ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ مسطح غارت ہو جائے۔ میں نے کہا کہ ماں ہو کر اپنے بیٹے کو بددعا دے رہی ہو۔ بیٹا بھی وہ کہ جس نے بدر جیسے غزوہ میں حصہ لیا تھا۔ ام مسطح نے کہا کہ عائشہ تم کتنی بھولی ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ مسطح کیا کہتا پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہے جو تمہیں بدنام کرتا پھر رہا ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ میں نے اصرار کر کے پوچھا کہ ام مسطح مجھے تفصیل سے بتاؤ کیا بات ہے؟ ام مسطح نے الزام لگانے والوں کی تمام باتیں تفصیل سے بتا دیں۔ یہ سن کر میرے اوپر سکتہ طاری ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رنج و غم کا پہاڑ میرے سر کے اوپر رکھ دیا گیا ہے۔ میں پہلے سے بیمار اور کمزور تھی مگر یہ بہتان سن کر تو میرے ہاتھ پاؤں کی جان سی نکل گئی۔ جب میں گھر پہنچی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ مجھے سلام کیا اور عادت کے مطابق میری طبعیت پوچھی میں نے موقع دیکھ کر عرض کیا کہ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیدیجئے۔ آپ نے اجازت دیدی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ میں نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ لوگوں میں یہ کیسی باتیں ہو رہی ہیں والدہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے لوگوں کا طریقہ ہی یہ ہے کہ جب کسی کی صورت اور سیرت اچھی ہوتی ہے اور وہ اپنے شوہر کی منظور نظر بھی ہو تو لوگ حسد کرنے لگتے ہیں اور نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ان حالات کی خبر والد صاحب کو بھی ہے۔ والدہ نے کہا ہاں ان کو بھی علم ہے۔ میں نے والدہ سے کہا کہ لوگوں میں اتنی بڑی بڑی باتیں ہو رہی ہیں اور آپ نے مجھے بتایا تک نہیں۔ یہ سن کر میری چیخیں نکل گئیں۔ میری چیخ کی آواز سن کر والد صاحب بھی آ گئے اور میری والدہ سے پوچھا کہ کیا عائشہ کو اس کی خبر ہوگئی ہے؟ والدہ نے کہا ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی رو پڑے۔ اس کے بعد مجھے اتنا شدید بخار ہو گیا کہ گھر کے سارے گرم کپڑے میرے اوپر ڈال دیئے گئے مگر میری سردی اور کپکپی نہ رکتی تھی۔ میں صبح و شام اسی طرح روتی رہتی اور رات رات بھر روتے روتے سو جاتی۔ اس عرصہ میں آپ نے گھر کے مختلف حضرات اور صحابہ کرامؓ سے بھی مشورے کئے مگر سب

نے حضرت عائشہ کی پاک دامنی پر اعتماد کا اظہار کیا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اچانک تشریف لے آئے سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ چونکہ ابھی تک وحی نازل نہ ہوئی تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے تمہارے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے۔ اگر تم پاک دامن ہو تو اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو ظاہر فرمادیں گے لیکن اگر تم سے واقعی کوئی لغزش یا بھول ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ واستغفار کرو وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کی طرف جھکتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر میرے آنسو تھم گئے اور میں نے پورے اعتماد کے ساتھ عرض کیا کہ اے ابا جان آپ اس بات کا جواب دیجئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا اللہ کی قسم میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا ہے۔ والدہ نے بھی مجھے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم میں کیا کہوں۔ میں نے کہنا شروع کیا۔ آپ نے ایک بات سنی اور اس کو اپنے دل میں بٹھالیا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں اس سے بری ہوں یعنی بے گناہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ سچ کو نہ مانیں گے اور اگر میں اس کا اقرار کرتی ہوں حالانکہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں اس الزام سے بری ہوں تو آپ لوگ اس کو مان لیں گے۔ میں اس موقع پر حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ کی طرح یہی کہتی ہوں "فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون" اتنا کہہ کر میں بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ میری حالت اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ ضرور میری بے گناہی کو ثابت کردے گا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کے اوپر ظاہر ہو جائے گی۔ میرا یہ گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری بے گناہی ثابت کرنے کے لئے وحی نازل فرمائیں گے بلکہ میں یہ سمجھ رہی تھی کہ خواب میں آپ کے اوپر میری بے گناہی ثابت ہو جائے گی۔ آپ اسی کیفیت میں تھے کہ اچانک آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور آپ کے چہرہ انور سے پسینہ موتیوں کی طرح بہنا شروع ہو گیا۔ جب آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو میں بالکل مطمئن اور پرسکون تھی لیکن میرے والدین کا یہ حال تھا کہ جیسے ان کی جان نکل جائے گی۔ رسوائی کے خوف سے میرے والدین کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف۔ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ نجانے وحی کے ذریعہ سے کیا بات نازل ہو جائے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتے تو پریشان ہو جاتے اور جب میرے پرسکون چہرے پر نظر پڑتی تو مطمئن ہو جاتے۔

جب وحی نازل ہو چکی تو آپ ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے دمکنے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا مسکراتے ہوئے فرمایا اے عائشہؓ مبارک ہو اللہ نے تمہاری بے گناہی ثابت کرنے کے لئے وحی نازل فرمادی ہے۔ اس پر میری والدہ نے فرمایا کہ اٹھو حضور ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا میں تو اس اللہ کا شکریہ ادا کروں گی جس نے آیات نازل کر کے میری بے گناہی کو ثابت کر دیا ہے۔

یہ واقعہ ہو گیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بے گناہی ثابت ہو گئی اور ان منافقین کا منہ کالا ہو گیا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

محبوب بیوی پر گھناؤنا الزام لگایا تھا بلکہ اللہ نے ام المومنین کو قیامت تک وہ عظمت عطا فرمادی جو کسی کو نصیب نہیں ہے۔ جب تک قرآن کریم پڑھا جاتا رہے گا (اور قیامت تک پڑھا جائے گا) اس وقت تک حضرت عائشہ کی پاک دامنی کی عظمت کا اعتراف کیا جاتا رہے گا۔ درحقیقت جو لوگ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے محبت کرنے والے ہیں وہی کامیاب و بامراد ہیں لیکن جو لوگ حضرت عائشہؓ کی عظمت کا انکار کرتے ہیں وہ اس دنیا میں اور آخرت میں ذلیل و رسوا ہو کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی بے گناہی کے ثبوت کے طور پر جو دس (۱۰) آیتیں نازل فرمائی ہیں اس سے ان کی عظمت کو چار چاند لگ گئے ہیں جس سے اہل ایمان کے دل روشن و منور رہیں گے۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس واقعہ کی وجہ سے امت کو حد زنا، حد قذف اور لعان اور دیگر احکامات عطا فرمادیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عظمت کو مان کر ان سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ وہ امت کی ایسی ماں ہیں جن کی عظمت پر ہم سب کی ماؤں کی عظمتیں قربان ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ
وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝۲۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ ۙ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ
اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۴ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ
اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝۲۵ اَلْخَبِيْثٰتُ

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ
لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾

۳ ع ۸ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو (یاد رکھو کہ) بے شک وہ شیطان تو بے حیائی اور بری باتوں ہی کا حکم دے گا۔ اور اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل و کرم اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی (گناہ سے) کبھی پاک نہ ہوتا۔ اور لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور تم میں سے جو لوگ بلند رتبہ اور صاحب حیثیت ہیں وہ رشتہ داروں، محتاجوں، اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں (کی خدمت) سے قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ ان کو کچھ نہ دیں گے۔ انہیں معاف کر دینا اور درگذر کر دینا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے۔ اور اللہ تو مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ یقیناً جو لوگ ایسی مومن عورتوں پر بدکاری کا الزام لگاتے ہیں جو پاک دامن، بھولی بھالی انجان ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان لوگوں کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اس دن اللہ ان کو پوری پوری سزا دے گا۔ اور وہ (اچھی طرح) جان لیں گے کہ اللہ ہی برحق ہے اور وہی حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک صفت عورتیں پاک صفت مردوں کیلئے ہیں اور پاک صفت مرد پاکباز عورتوں کے لئے ہیں۔ وہ لوگ اس بہتان سے پاک ہیں جو کچھ یہ (طوفان اٹھانے والے) کہتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت اور عزت کا رزق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر۲۱تا۲۶

لَا تَتَّبِعُوْا	تم پیچھے نہ چلو۔تم اتباع نہ کرو۔
خُطُوَاتِ(خُطُوَۃٌ)	قدم۔نقش قدم۔
اَلْفَحْشَاءُ (فَحْشٌ)	بے حیائی کے کام۔
مَازَکٰی	صاف ستھرا نہ ہوتا۔
لَا یَاْتَلِ (اِیْتِلَاءٌ)	قسمیں نہ کھائے۔
اُوْلِی الْفَضْلِ	حیثیت والے۔
اَلسَّعَۃُ	گنجائش والے۔وسعت والے۔
اَ لَا تُحِبُّوْنَ	کیا تم پسند نہیں کرتے۔
اَلْمُحْصَنٰتُ(اَلْمُحْصَنَۃُ)	پاک دامن۔
اَلْغٰفِلٰتُ	بے خبر۔انجان۔بھولی بھالی۔
اَلْسِنَۃٌ (لِسَانٌ)	زبانیں۔
اَیْدِیْ	دونوں ہاتھ۔
اَرْجُلٌ (رِجْلٌ)	پاؤں۔
یُوَفِّیْ	وہ پورا دے گا۔
اَلْخَبِیْثَاتُ	گندی عورتیں۔
اَلطَّیِّبٰتُ	پاک صاف ستھری عورتیں۔

مُبَرَّءُ وْنَ — بری ہونے والے۔ پاک صاف۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

شیطان جو انسان کا ازلی کھلا دشمن ہے اس کی ہمیشہ ایک ہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں کو راہ حق سے بھٹکا کر دنیا اور آخرت میں ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دے تا کہ نیکی، پرہیز گاری، پاکیزگی اور بھلائی کا ہر تصور دھندلا کر رہ جائے۔ لیکن اللہ کے وہ بندے جو شیطانی وسوسوں سے اپنا دامن بچا کر نبیوں اور رسولوں کے راستے پر چلتے ہیں انہیں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور کامیابی عطا کر دی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی بنیادی کمزوریوں، خواہشوں اور تمناؤں کی تند و تیز آندھیاں اس کو سچائی کے راستے سے ڈگمگانے کی کوشش کرتی ہیں مگر جن لوگوں پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے وہ نیکی، پاکیزگی اور بھلائی اختیار کر کے شیطان کے ہر نقش قدم سے محفوظ رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ بے حیائیوں اور ہر طرح کے گناہوں میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے جس سے ایک انسان ہر طرح کی خیر اور بھلائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مومن کے مکارم اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ہر کام میں خلوص نمایاں ہو اس کا کوئی کام ریا کاری اور دکھاوے کے لئے نہ ہو بلکہ ہر نیک کام کے پیچھے اللہ کی رضا و خوشنودی کا جذبہ موجزن نظر آئے۔ مکارم اخلاق کی اسی تعلیم پر قائم رکھنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ اہل ایمان میں سے وہ لوگ جو صاحب حیثیت اور دوسروں کی مدد کرنے کی قدرت رکھتے ہیں وہ رشتہ داروں، غریبوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کی ہمیشہ مدد کرتے رہیں۔ اگر کبھی ان سے کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے تو وہ اپنی ذاتی رنجش کے لئے اپنے بلند اخلاق کی سطح سے نیچے نہ اتریں بلکہ ذاتیات سے بلند ہو کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرتے رہیں۔ جس طرح اللہ اپنے بندوں کی ہر غلطی پر فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ معافی اور درگذر کا انداز اختیار کرتا ہے اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو بھی اللہ کے اسی اخلاق کو اختیار کر کے عفو و درگذر کا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب اللہ نے ان کی (حضرت عائشہ کی) بے گناہی ثابت کرنے کے لئے دس آیات نازل فرما دیں تو ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیقؓ) جو اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مسطح بن اثاثہ جو مہاجر غریب رشتہ دار تھے ان کی مدد کیا کرتے تھے جب آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ پر الزام لگانے والوں میں حضرت مسطح بھی شامل ہیں تو انہوں نے حضرت مسطح کی ہر طرح کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا لیکن جب یہ آیات نازل ہوئیں ''اے مومنو!

تم میں سے جو لوگ بلند رتبہ رکھتے ہیں اور صاحب حیثیت بھی ہیں وہ اپنے رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کی (خدمت سے) یہ کہہ کر انکار نہ کردیں کہ ہم ان کو کچھ نہ دیں گے۔ انہیں ایسے لوگوں کو معاف کردینا اور ان سے درگذر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری خطاؤں کو معاف فرمادے اور اللہ تو نہایت مغفرت کرنے والا مہربان ہے"۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس آیت کو سنا "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے" حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا الٰہی ! ہم ضرور چاہتے ہیں "اس کے بعد انہوں نے حضرت مسطح ابن اثاثہ کی نہ صرف پہلے جیسی مدد کرنا شروع کردی بلکہ اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی مدد اور حسن سلوک میں اور اضافہ کردیا۔

بعض روایات کے مطابق کچھ دوسرے اہل ایمان نے بھی الزام تراشی کرنے والوں سے منہ موڑ لیا تھا اور ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تھا لیکن ان آیتوں کے بعد انہوں نے بھی اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کی پہلے کی طرح مدد کرنا شروع کردی تھی۔ یہ سب کچھ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت سے سیکھا تھا کیونکہ خود نبی کریم ﷺ اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرمادیا کرتے تھے اور آپ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی زندگی کے ہر پہلو میں یہی حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین

صحابہ کرام کے سامنے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود تھا کہ ہر شخص کو اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو رشتہ داروں کے ساتھ صرف احسانات کا بدلہ ادا کردے بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے جو رشتہ داروں کے قطع تعلق کے باوجود ان سے اپنے تعلقات کو جوڑے رکھتا ہے"۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ بھولی بھالی، بے خبر اور نیک چلن عورتوں پر غلط الزامات اور تہمتیں لگاتے ہیں ان پر نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی لعنتیں برسیں گی بلکہ ان پر ہر طرح کی ذلتیں اور رسوائیاں مسلط کی جائیں گی اور وہ حشر میں ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں گے۔ فرمایا کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ اپنے اس گناہ سے انکار کر سکے گا کیونکہ اس کی زبان، اس کے ہاتھ پیر خود اس کے خلاف گواہ بن جائیں گے۔ پھر ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں کس قدر گھاٹے اور خسارے کا سودا کر کے آیا ہے۔ جب ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا تو ان ظالموں کے لئے سوائے پچھتانے کے اور کوئی کام نہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے جو ہر حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا۔

یہ آیات جہاں الزام لگانے والوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے ہیں وہیں ان آیات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نیکی، پاک دامنی، پرہیزگاری اور نیک چلنی کا اظہار بھی فرمادیا گیا ہے کیونکہ گندہ ذہن رکھنے والی اور بدکار

عورتیں اپنے ہی جیسے بدکاروں کے لائق ہوتی ہیں لیکن نیک چلن عورتیں پاک دامن مردوں سے مناسبت رکھتی ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے عظیم پیغمبر، طاہر وطیب اور سراپا پاکیزگی ہیں لہذا اللہ نے ان کو بیویاں بھی ایسی عطا کی ہیں جو نہایت پارسا، نیک اور پاکیزہ ہیں۔ خاص طور پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جنہیں اللہ نے عظمتوں کا مقام عطا فرمایا ہے وہ ایسی پاکیزہ اور بزرگ ہیں جن کی پاک دامنی کے لئے اللہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ علماء کرام نے فرمایا کہ اتنی واضح آیات اور صاف حقائق کی موجودگی میں بھی اگر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر کوئی تہمت لگاتا ہے یا الزام دھرتا ہے یا بغض وعناد رکھتا ہے وہ نہ صرف اللہ کی آیات کا انکار کرتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت میں وہ اللہ کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت یا الزام لگاتے ہیں وہ سات بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ تم پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ کیونکہ تہمت ایک سو سال کے نیک اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتی ہے۔ (طبرانی)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تم اجازت حاصل نہ کر لو اور اس کے گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔ اس میں تمہارے لئے

بہتری ہے تا کہ تم دھیان دے سکو۔ پھر اگر تم (ان گھروں میں) کسی کو نہ پاؤ تب بھی اس وقت تک تم ان میں داخل نہ جب تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تم لوٹ جاؤ تو تم لوٹ جاؤ۔ پس تمہارا لوٹ جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ البتہ ایسے مقامات پر تمہیں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور اس میں تمہاری کوئی چیز ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

لَاتَدْخُلُوْا	تم داخل نہ ہو۔
بُیُوْتٌ (بَیْتٌ)	گھر۔
حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا	جب تک تم اجازت نہ لے لو۔
حَتّٰی یُؤْذَنَ	جب تک اجازت نہ دی گئی ہو۔
اِرْجِعُوْا	تم لوٹ جاؤ۔ پلٹ جاؤ۔
اَزْکٰی	ستھرائی پاکیزگی۔
غَیْرُ مَسْکُوْنَۃٍ	جہاں کوئی رہتا نہ ہو۔ جیسے ہوٹل وغیرہ۔
مَتَاعٌ	سامان۔

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

شریعت نے ناجائز جنسی تعلق (زنا) اور اس کی سزا، لعان اور حد قذف کے احکامات بیان کرنے کے بعد چند ایسے بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں جن سے معاشرہ میں فتنہ و فساد، بے حیائی، بے پردگی پھیلنے کے امکانات ختم کئے جاسکتے ہیں کیونکہ دین

اسلام نے جہاں بدترین گناہوں کی سخت ترین سزائیں متعین کی ہیں وہیں ان اسباب کو ختم کرنے پر بھی پوری طرح زور دیا ہے جن سے انسان ان برائیوں کے قریب جا سکتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو موجودہ دور میں ہر حکومت ناجائز جنسی تعلق اور دوسروں کی عزت آبرو پر تہمت والزام لگانے والوں کی برائیوں کو بیان کرتی ہے لیکن ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش نہیں کرتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر برائی پہلے سے زیادہ طاقت ور بن کر معاشرہ کو دیمک کی طرح چاٹتی چلی جا رہی ہے۔ شراب، زنا، بدکاری اور سگریٹ نوشی کی برائیوں کو بیان کیا جاتا ہے مگر ان چیزوں سے چونکہ حکومت کو ٹیکس ملتا ہے اس لئے اس کی برائیوں میں ایک منافقت کا انداز اختیار کیا جاتا ہے مثلاً سگریٹ فروخت کی جاتی ہے۔ اس کے کارخانے چلانے کے لئے بنکوں کے منہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے اشتہارات کے بورڈ لگانے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک معمولی سا اشتہار بھی دیا جاتا ہے کہ ''سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضر ہے۔ وزارت صحت''۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز صحت کے لئے اس حد تک نقصان دینے والی ہے کہ اس سے کینسر جیسا موذی مرض پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی صحت برباد ہو کر رہ جاتی ہے جس سے لاکھوں انسان ہر روز اسی کی وجہ سے مرتے ہیں۔ آخر ایسی مضر اور خراب چیز کو بند کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس خرابی کو جڑ و بنیاد سے کھود کر کیوں پھینک نہیں دیا جاتا؟ وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کروڑوں اور اربوں روپے کا ٹیکس اور فائدے جو حاصل ہوتے ہیں۔ شریعت اس منافقت کو پسند نہیں کرتی بلکہ جس چیز کو برا کہتی اور سمجھتی ہے اس کو بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ یہاں کچھ ایسے بنیادی اصول بیان کئے جا رہے ہیں جن سے گناہوں کا راستہ بند ہو جاتا ہے مثلاً آپس میں ملنا جلنا ایک دوسرے کی خبر گیری کرنا ایک تمدنی اور معاشرتی ضرورت ہے لیکن اس میں بھی کچھ ایسے پہلو ہیں کہ اگر ان کا خیال نہ کیا جائے تو اس سے بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامیہ نے گناہوں کی سزا مقرر کرنے کے بعد ان کی طرف جانے والے ہر راستے کو بند کر دیا ہے۔ اس کا سب سے پہلا اصول یہ مقرر فرمایا کہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس میں ایک خاص اصول کا خیال رکھا جائے تا کہ نہ کسی کو تکلیف ہو اور نہ بے حیائی کا راستہ کھل سکے۔ مثلاً عربوں میں طریقہ یہ تھا کہ وہ صبح بخیر اور شام بخیر کہہ کر کسی کے بھی گھر میں بے تکلف داخل ہو جایا کرتے تھے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ فلاں وقت اس کے گھر میں کوئی بھی آئے مگر معاشرتی طریقوں کی وجہ سے وہ مجبور ہو جاتا تھا کہ وہ دوسروں کا لحاظ کرے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اس گھر میں رہنے والوں کی طرف سے مناسب اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کر لو۔ اگر وہ خوشی سے اجازت دیدیں تو ان کے گھروں میں داخل ہو جاؤ لیکن اگر وہ سلام کا جواب نہ دیں یا وہ اس وقت ملنا نہ چاہیں تو دل میں تنگی

محسوس نہ کرو اور واپس لوٹ جاؤ کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص جس سے آپ ملنا چاہتے ہیں وہ کسی خاص کام یا آرام میں مصروف ہو اور وہ اس وقت ملنا نہ چاہتا ہو۔ اگر وہ انکار کر دے تو اس بات کو برا محسوس نہیں کرنا چاہیے۔

البتہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص تم سے ملاقات کے لئے آئے تو اس کو اپنے گھر آنے کی اجازت دو کیونکہ تمہارے اوپر اس آنے والے کا بھی ایک حق ہے۔ اس کو پاس بلاؤ یا باہر جا کر اس سے ملاقات کرو۔ اس کا اکرام واحترام کرو۔ اس کی بات سنو بغیر کسی شدید مجبوری کے کسی سے ملنے سے انکار نہ کرو۔

نبی کریم ﷺ نے اسی سلسلہ میں چند ارشادات فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) آپ جس سے ملنے جا رہے ہیں اس گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں داخل ہونا گناہ ہے۔

(۲) گھر کے باہر ایک طرف کھڑے ہو کر سلام کرو۔ اگر وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ سلام کرنے کے باوجود کوئی جواب نہ آئے تو دل میں کسی طرح کی تنگی محسوس کئے بغیر لوٹ جاؤ۔

(۳) اگر گھر کی بناوٹ ایسی ہو کہ وہاں تک آپ کی آواز اور سلام کی آواز نہیں پہنچ سکتی تو گھنٹی بجا کر بھی اپنی بات پہنچائی جا سکتی ہے جب کوئی شخص باہر آئے تو سلام کر کے اور اپنا نام بتا کر داخلے کی اجازت مانگی جائے۔

(۴) اگر ٹیلی فون کی سہولت حاصل ہے تو کسی کے گھر جانے سے پہلے اس کو فون کر لیا جائے لیکن اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ فون ایسے وقت نہ کیا جائے جو کسی کے راحت و آرام کا وقت ہو۔

(۵) گھر میں داخل ہونے کے لئے والدہ اور بہنوں سے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہے یا کم از کم اپنے گھر میں داخل ہونے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے گھر والوں کو پتہ چل جائے کہ آپ گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ان سے بھی اجازت لو۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں تو اسی گھر میں رہتا ہوں دن رات والدہ کی خدمت کرتا ہوں میرے سوا ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ والدہ کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔ فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھو۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ "علیکم ان تستاذ نوا امھاتکم واخواتکم" یعنی اپنی والدہ اور بہنوں کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے پاس بھی جاؤ تو کم از کم کھنکار دو۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ گھر میں داخل ہوتے تو کچھ ایسی آواز پیدا کرتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ وہ آ رہے ہیں۔ وہ اس کو پسند نہ کرتے تھے کہ کوئی بھی شخص اچانک آن کھڑا ہو۔ (ابن جریر طبری)

(۶) البتہ اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے یا چور گھس آئیں تو اس وقت اجازت کا انتظار نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ جس میں فوراً مدد کی ضرورت ہے۔

(۷) اسی طرح جو گھر کسی کی ملکیت نہ ہوں اور نہ کوئی خاص آدمی یا فیملی وہاں رہتی ہو اور داخلے کی بلا روک ٹوک عام اجازت ہو تو وہاں بغیر اجازت کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مساجد، خانقاہیں یا ہوٹل وغیرہ۔

(۸) البتہ اگر مساجد، خانقاہوں یا ہوٹلوں میں کچھ ایسی جگہیں مخصوص ہوں جو کسی وجہ سے خاص طور پر متعین ہیں تو ان میں بغیر اجازت داخلے کی اجازت نہیں ہے۔

ان تمام اصولوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے سے میل ملاقات رکھے مگر کوئی شخص بھی اس سے ملاقات کے وقت ایسا انداز اختیار نہ کرے جس سے دوسرے کو کسی طرح کی بھی تکلیف یا کسی کے معاملے میں بے جا مداخلت ہو۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا
فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٣٠﴾ وَقُل
لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ
زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا
يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ
أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ
بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ
أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ
عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن
زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

(اے نبی ﷺ) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ اس میں ان کے لئے بڑی پاکیزگی ہے۔ بے شک اللہ اس سے (اچھی طرح) واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (بناؤ سنگھار، آرائش) کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو کھلا ہی رہتا ہے۔ اور اپنے دوپٹوں کو سینے پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی، علاتی اور اخیانی) بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی، علاتی اور اخیانی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی (ہم مذہب) عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان خدمت گذار مردوں پر (جو خواہشات سے خالی ہوں) اور جن کو عورتوں کی طرف ذرا توجہ نہ ہو۔ یا ان بچوں پر جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ اور اپنے پاؤں کو زور سے (زمین پر) مار کر نہ چلا کریں کہ وہ زیور جسے وہ چھپاتی ہیں ظاہر ہو جائے۔ اہل ایمان تم سب مل کر اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کر سکو۔

لغات القرآن آیت ۳۰ تا ۳۱

يَغُضُّوا — نیچے رکھیں۔

فُرُوْجٌ (فَرْجٌ) — شرم گاہیں۔

لَا يُبْدِيْنَ — ظاہر نہ کرے۔

ظَهَرَ — کھلا رہتا ہے۔

خُمُرٌ — دوپٹے۔ اوڑھنیاں۔

جُيُوبٌ	سینے۔
بُعُوْلَةٌ	شوہر۔
اَبْنَاءٌ	بیٹے۔
اِخْوَانٌ (اَخٌ)	بھائی۔
نِسَاءٌ	عورتیں۔
مَلَكَتْ اَيْمَانٌ	دائیں ہاتھ کی ملکیت۔ باندیاں۔
تَابِعِيْنَ	پیچھے چلنے والے۔
غَيْرُاُولِى الْاِرْبَةِ	جو عورتوں سے کام نہیں رکھتے۔
لَمْ يَظْهَرُوْا	واقف نہیں ہوئے۔
عَوْرَتٌ	چھپانے کی چیز۔
لَايَضْرِبْنَ	نہ مارے۔
تُوْبُوْا	توبہ کرو۔

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۱

دین اسلام نے ایک ایسے صاف ستھرے، پاکیزہ اور تقویٰ سے بھرپور معاشرہ کا تصور عطا فرمایا ہے۔ جس میں ہر شخص ایک دوسرے کے جان، مال، عزت اور آبرو کا محافظ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کا عظیم جذبہ موجزن ہوتا ہے جس سے ہر شخص اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرتا ہے۔

قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بڑے بڑے گناہ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی

باتوں سے شروع ہوتے ہیں۔ اگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں احتیاط برتی جائے تو انسان ہر بڑے گناہ سے بچ سکتا ہے۔ ان آیات میں نامحرموں پر بری نظر ڈالنا اس بڑے گناہ کی ابتدا ہے جس سے دنیا اور آخرت تباہ و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کسی نامحرم کے چہرے پر نگاہیں ڈالنے اور اس میں احتیاط نہ کرنے سے انسان بدکاری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے غیر ارادی طور پر اگر کوئی نظر پڑ جائے تو پہلی نظر معاف ہے لیکن ارادہ کر کے دوسری مرتبہ نامحرموں کے چہرے پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر اہل ایمان کو اپنی نظریں پھیر لینی چاہئیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص خواہش اور دلی تقاضے کے باوجود اپنی نظر پھیر لے گا تو میں اس کے بدلے میں اس کو ایک ایسا مضبوط ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت اور لذت کو وہ اپنے قلب میں محسوس کر سکے گا۔ (ابن کثیر)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مردوں کو ان کی ذمہ داریوں پر آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ (۱) وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھیں (۲) اور اپنے ستر ڈھانپ کر رکھیں۔ مراد یہ ہے کہ جب مردوں اور عورتوں کا سامنا ہو تو مرد اپنی نظروں کو نیچے رکھیں۔ اگر مرد کی نگاہ کسی نامحرم پر پڑ جائے تو وہ اس کو فوراً چہرے سے ہٹا لے اور ارادہ کر کے دوبارہ نہ دیکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مردوں کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے (بیہقی۔ دار قطنی) ستر کو اپنی بیوی کے علاوہ کسی کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ میں جہاں مردوں کی یہ ذمہ داریاں ہیں وہیں عورتوں سے اس سے بھی زیادہ باتوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو نامحرم عورتوں پر نگاہ ڈالنا جائز نہیں ہے اسی طرح عورتوں کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نامحرموں پر نہ ڈالیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں۔ اسی وقت نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ بھی آگئے۔ آپ نے دونوں ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو بیویوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ یہ نہ تو ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا عبد اللہ تو نابینا ہیں لیکن تم تو نابینا نہیں ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھتیں؟ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پردے کے احکامات آچکے تھے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ مسند احمد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کو نامحرموں پر نگاہ ڈالنے کی ممانعت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ نامحرموں پر نگاہیں دوڑائیں۔

(۲) دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ سوائے شوہر کے اپنے چھپے ہوئے اعضاء کی حفاظت کریں۔ کسی کے سامنے ان اعضاء کو کھولنے اور ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۳) تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کی کسی چیز کو بھی ظاہر نہ ہونے دیں۔ البتہ کام کاج میں یا نقل و حرکت میں عادتاً جو اعضاء کھل جاتے ہیں جیسے چہرہ، ہتھیلیاں، بازو اور پاؤں وغیرہ تو محرموں کے سامنے ان کا کھولنا جائز ہے۔ یا باہر نکلتے وقت ہاتھ، پاؤں اور چہرہ جو ہوا سے یا غفلت سے کھل جاتا ہے وہ جائز ہے۔ اصل یہ ہے کہ عورتیں ہر وقت اوڑھنیوں اور دوپٹوں سے اپنی زینت کو چھپائے رہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ اپنے سینوں پر دوپٹوں کا آنچل ڈالے رکھیں۔ (جن سے سینہ، کان اور بال ڈھکے رہیں) زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنی زینت کو چھپانے کے لئے نہیں بلکہ فیشن کے طور پر دوپٹہ گلے میں اس طرح ڈال لیتی تھیں کہ دوپٹے کے دونوں کنارے اپنی پشت پر چھوڑ دیا کرتی تھیں جن سے گلا، سینہ، کان اور بال کھلے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان خواتین کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹے یا چادر کے دونوں پلو ایک دوسرے پر اس طرح الٹ لیا کریں جس سے زینت کے تمام اعضاء چھپ جائیں۔

(۴) چوتھا حکم یہ دیا ہے کہ بعض وہ رشتے ہیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے ان کو محرم کہا جاتا ہے۔ محرموں کے سامنے ستر کھولنے یا ظاہر کرنے کی تو اجازت نہیں ہے لیکن بقیہ جسم پر نگاہ ڈالنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اگر محرموں کے سامنے ہاتھ، بازو، پاؤں، ہتھیلیاں کھلی رہیں تو وہ جائز ہے۔ سوائے شوہر کے کسی کے سامنے ستر کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں ہے بقیہ محارم میں مندرجہ ذیل لوگ شامل ہیں۔

(۱) باپ، دادا، پردادا، نانا، پرنانا

(۲) سسر اور ان کے باپ دادا

(۳) اپنے لڑکے جو اپنی اولاد ہیں۔ ان میں پوتے، نواسے سب شامل ہیں

(۴) شوہر کے وہ لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے، پوتے، نواسے

(۵) اپنے سگے بھائی، باپ شریک بھائی یا ماں شریک بھائی

(۶) بھائیوں کے لڑکے (بھتیجے) حقیقی بھائی یا ماں یا باپ شریک بھائیوں کے بیٹے

(۷) بہنوں کے لڑکے (بھانجے) اس میں حقیقی ماں یا باپ شریک بہنوں کے لڑکے مراد ہیں

یہ مذکورہ سب کے سب پردے اور حجاب کے احکامات سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر ستر اس سے بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ (ان رشتوں کی بقیہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے)

(۵) پانچواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ لونڈی اور غلام سے بھی پردہ نہیں ہے۔ دین اسلام کی برکت سے اب دنیا میں لونڈی اور غلام کا وجود نہیں ہے۔ لیکن جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں اس وقت تک لونڈی، غلام کا رواج تھا اسی لئے ان کے احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۶) چھٹا حکم ان لوگوں کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے جو عورتوں سے یا ان کی پوشیدہ باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے جو محض کھانے پینے کے واسطے طفیلی کے طور پر گھروں میں آتے جاتے ہیں ان سے بھی پردہ نہیں ہے۔

(۷) ساتواں حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں عورتوں سے پردہ نہ کریں یعنی ان کے لئے پردے کی پابندی نہیں ہے۔

(۸) آٹھواں حکم ان نابالغ بچوں کے لئے دیا گیا ہے کہ ان سے بھی پردہ نہیں ہے جو لڑکے ابھی تک ان باتوں سے ناواقف ہیں جو مردوں اور عورتوں کے چھپے ہوئے بھید ہیں۔ لیکن فقہا نے لکھا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے بھی عورتوں مردوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہوں تو ان سے بھی پردہ کیا جائے گا۔

(۹) نواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاؤں یا ان میں پہنے ہوئے زیور یا جوتوں کو اتنی زور سے نہ چھنکائیں جن سے خواہ مخواہ بھی غیر مرد متوجہ ہو جائیں اور برائی کا دروازہ کھل جائے۔

(۱۰) دسواں حکم یہ دیا گیا ہے کہ جو بھی صاحبان ایمان ہیں وہ اگر حقیقی فلاح اور کامیابی چاہتے ہیں تو ان کو ہر وقت اللہ سے توبہ کرتے رہنا چاہیے۔

ان احکامات کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی احادیث سے چند اور بھی احکامات سامنے آتے ہیں جن کی پابندی کرنا ہر مسلم خاتون کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً وہ خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ ایسے بھڑک دار، چست اور خوبصورت برقعے استعمال نہ کریں جن سے دیکھنے والے خواہ مخواہ بھی متوجہ ہو جائیں اور گناہ گار ہوں۔ اسی طرح اتنا باریک لباس نہ پہنیں جس سے جسم جھلکتا ہو۔ وہ اپنی آواز کا بھی پردہ رکھیں کیونکہ عورت کی آواز سے بھی اکثر فتنے جنم لیتے ہیں۔ یقیناً جو مرد اور خواتین مذکورہ قوانین کی پابندی کریں گے وہی دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی حاصل کرسکیں گے۔

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ‌ ؕ اِنۡ
يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۳۲﴾
وَلۡيَسۡتَعۡفِفِ الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغۡنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنۡ
فَضۡلِهٖ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَبۡتَغُوۡنَ الۡكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَكَاتِبُوۡهُمۡ
اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِيۡهِمۡ خَيۡرًا‌ ‌ۖ وَّاٰتُوۡهُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىۡۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ ؕ وَلَا
تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ
الدُّنۡيَا‌ ؕ وَمَنۡ يُّكۡرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ
رَّحِيۡمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيۡنَ
خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۴﴾ ع ۸ / ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اور تم میں سے (جو مرد اور عورتیں) بے نکاح ہیں ان کے نکاح کر دیا کرو۔ اور تمہاری لونڈیوں اور غلاموں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں ان کا نکاح بھی کر دیا کرو۔ اور اگر وہ غریب و مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل و کرم سے ان کو غنی (بے نیاز) کر دے گا۔ اللہ بہت وسیع علم رکھنے والا ہے۔

اور جن لوگوں میں نکاح کی طاقت نہ ہو وہ اپنے آپ کو اس وقت تک قابو میں رکھیں جب تک اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل و کرم سے مال دار نہ کر دے۔ اور (لونڈی غلاموں میں سے) جو مکاتب (غلامی سے نکلنے کے لیے لکھنا پڑھنا) ہونا چاہتے ہیں اگر تم ان میں بہتری پاتے ہو تو ان کو مکاتب بنا دو۔ اور اللہ نے تمہیں مال دے رکھا ہے اس میں سے ان کو بھی دو۔ اور بے شک ہم نے تمہاری طرف کھلی کھلی آیات

نازل کی ہیں اور تم سے پہلے جو لوگ گذر گئے ہیں ان کے حالات (بیان کئے گئے ہیں) اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

اَنْكِحُوْا	نکاح کردو۔
اَلْاَيَامٰى (اَيِّمٌ)	بے نکاح مرد یا عورت۔
عِبَادٌ (عَبْدٌ)	غلام۔
اِمَاءٌ (اَمَةٌ)	لونڈیاں۔غلام عورتیں۔
يَسْتَعْفِفُ	وہ بچتا ہے۔
اٰتُوْا	تم دو۔
لَاتُكْرِهُوْا	تم زبردستی نہ کرو۔
فَتَيٰتٌ	جوان۔(جوان لونڈیاں)۔
اَلْبِغَاءُ	بدکاری۔
تَحَصُّنًا	پاکدامنی
مَثَلًا	کچھ حالات واقعات۔

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۴

قرآن کریم اور متعدد احادیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر شخص نکاح کے ذریعہ اپنا گھر بسا کر صحیح راستہ اختیار کرے

جونسل انسانی کی بقا کا سبب بن سکے۔ بے نکاحی کی زندگی گذارنا ایک غلط طریقہ زندگی ہے جس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لئے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ پورے اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے درمیان ایسے لوگوں کو نکاح پر آمادہ کریں جو اس قابل ہیں کہ زندگی کی ذمہ داریوں کو اٹھا سکتے ہیں۔

غربت وافلاس کا بہانہ بنا کر وہ اس فرض زندگی سے فرار کے راستے تلاش نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ زندگی کی اس اہم تبدیلی سے اللہ دونوں میاں بیوی کے حالات کو اس درجہ تبدیل فرمادیں کہ فقر وفاقہ کی جگہ خوش حالی نصیب ہوجائے۔ اس حکم میں وہ بھی شامل ہیں جنہوں نے ابھی تک نکاح نہیں کیا اور وہ بھی شامل ہیں جو شوہر کی وفات کی وجہ سے بے نکاحی کی زندگی گذار رہی ہیں۔ اس مضمون کی وضاحت درج ذیل احادیث سے بخوبی ہوجاتی ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نکاح کرو، بے نکاحی کی زندگی گذارنا سخت منع ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جس کے پاس (بقدر ضرورت) مال ہو اور وہ نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن میں کثیر النسل ہونے کی قابلیت وصلاحیت ہو۔ نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے گذشتہ امتوں پر فخر کروں گا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے علی! تین کاموں میں کبھی دیر نہ کرو (۱) فرض نماز، جب اس کا وقت ہوجائے (۲) جنازہ، جب بھی موجود ہو (۳) بیوہ عورت جس کا ہم کفو (ہم پلہ) مل جائے۔

ایک اور جگہ نوجوانوں کے گروہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے جس میں نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے حرام نظر کی بندش ورکاوٹ اور نہایت احسن طریقہ پر شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو وہ نکاح کی درخواست کرے تو نکاح کردو ورنہ زمین پر بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تین آدمی ایسے ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں (۱) وہ شخص جو پاک دامن رہنے کے لئے نکاح کرتا ہے (۲) دوسرے وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے (۳) تیسرے وہ مکاتب جو مال کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ (ابن کثیر۔ ابوداؤد۔ ترمذی)

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا سے یہ معاہدہ کرلیا ہو کہ جب وہ آقا کی طرف سے مقرر کی ہوئی رقم ادا کر دے گا یا آقا کی طرف سے متعین خدمت سرانجام دے لے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا اسی معاہدہ کی لکھت پڑھت کو مکاتبت کہا جاتا ہے۔عرب میں لونڈی اور غلاموں کو مال تجارت اور مال کمانے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ انسان ہیں نہ وہ ان سے انسانوں جیسا معاملہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنی لونڈیوں کو اس بات پر مجبور کرتے تھے کہ وہ کسی طرح اور کسی بھی طریقے سے مال کما کر لائیں جس سے وہ غلام عورتیں جن کو لونڈی کہا جاتا ہے پیشہ تک کرنے پر مجبور ہو جایا کرتی تھیں۔

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے پاس چند لونڈیاں تھیں جن سے وہ پیشہ کراتا تھا اور ان کی کمائی پر گذارا کرتا تھا۔جن میں سے ایک لونڈی کو اللہ نے ہدایت نصیب فرمادی اور اس نے اسلام قبول کرلیا تو عبداللہ ابن ابی نے اس پر نا قابل تصور تشدد کرنا شروع کردیا۔جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ایک رقم دے کر اس کو خرید کر آزاد کردیا۔یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات تھے جن میں یہ مظلوم عورتیں زندگی گذار رہی تھیں لیکن نبی کریم ﷺ نے امت کو ایسے طریقے عطا فرمائے کہ جس سے کسی کی نجی ملکیت بھی متاثر نہیں ہوئی اور ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں غلام اور باندیاں آزاد ہوتی چلی گئیں۔

روایات کے مطابق خلافت راشدہ کے اختتام تک تقریباً غلاموں اور باندیوں کا رواج دم توڑ چکا تھا۔دین اسلام نے غلاموں اور باندیوں کو انسانوں کا اعلیٰ درجہ دے کر ان کے انسانی حقوق متعین فرمادیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مظلوم غلاموں اور باندیوں کی آزادی کو عبادت کا درجہ عطا فرمایا اور ہر زکوۃ ادا کرنے والے کی یہ ذمہ داری لگادی کہ وہ اور مصارف زکوۃ کے ساتھ ”گردنیں چھڑانے“ یعنی غلاموں، باندیوں کا آزاد کرانے میں زکوۃ اور صدقات کی رقموں کو خرچ کرسکتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے

(۱) غلاموں اور باندیوں کو انسانی درجہ اور مقام عطا کیا۔ان کے حقوق متعین فرمائے۔

(۲) اگر کوئی محنت مزدوری کر کے اپنے آپ کو غلامی کی لعنت سے چھڑانا چاہتا ہے اور اپنے مالک سے کوئی معاہدہ کرلیتا ہے تو اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ زکوۃ، صدقات اور عطیات کے ذریعہ اس مکاتب غلام کی آزادی کی فکر کی جائے تا کہ وہ بھی آزاد ہو کر زندگی کی دوڑ میں شریک ہو جائے۔البتہ غلاموں کے مالکوں کی یہ ذمہ داری بھی لگائی گئی ہے کہ وہ یہ دیکھ لیں کہ اگر اس غلام کی آزادی سے اسلامی معاشرہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو سوچ سمجھ کر قدم بڑھایا جائے ورنہ عام حالات میں غلاموں کے مالکوں کو مہربانی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہیے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر ایک پاک دامن باندی اپنی پاکیزگی اور پاک دامنی کے لئے فکر مند ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیے کیونکہ یہ تو انتہائی شرمناک بات ہے کہ ایک لڑکی پاک دامن رہنا چاہتی ہے اور مالک اس کو بدکاری اور حرام کمائی پر مجبور کرتا رہے۔ بدکاری کی کسی حال میں اجازت نہیں ہے لیکن وہ لڑکی جو پاک دامن رہنا چاہتی ہے اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرنا چاہتی ہے اس میں معاشرہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ ایسی لڑکیوں کی آبرو کی حفاظت کے لئے جدوجہد کرے۔

(۴) ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو لوگ نکاح پر قدرت نہیں رکھتے وہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں اور مناسب وقت کا انتظار کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ کثرت سے روزے رکھا کریں تا کہ ان کے شہوانی جذبوں کو سکون مل سکے۔

آخر میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے کھلی کھلی اور واضح آیات اور گذشتہ قوموں کے واقعات کو بیان کیا ہے تا کہ ہر مومن اور متقی ان احکامات اور گذرے ہوئے واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کر سکے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ
اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ
تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ﴿۳۵﴾ فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ
اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ ﴿۳۶﴾

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ
اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ
مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ
وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ
كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ
يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾

ع ۵ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور (ہدایت) ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق۔ جس طاق میں ایک چراغ ہو۔ وہ چراغ ایک شیشے کی (قندیل میں) ہو اور وہ شیشہ ایک چمکتا ہوا تارہ ہو۔ وہ روشن کیا جاتا ہو ایک مبارک درخت زیتون سے جسکا رخ نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ قریب ہے اس کا تیل خود ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اس کو آگ نے چھوا بھی نہ ہو۔ وہ سراسر نور ہی نور ہے۔ اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اللہ نے لوگوں (کو سمجھانے) کے لئے مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ یہ چراغ ان گھروں میں روشن کیا جاتا ہے جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی قدر و منزلت کی جائے۔ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان

مکانوں میں صبح وشام اس کی پاکی وہ لوگ بیان کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے، نماز کو قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی (یہ وہ لوگ ہیں) جنہیں اس دن کا خوف ہے جس دن بہت سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ دی جائیں گی۔ تا کہ اللہ ایسے لوگوں کو بہتر سے بہتر بدلہ اور اپنے فضل وکرم سے اور بھی زیادہ عطا فرمائے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال ایک چٹیل میدان کے سراب (چمکتے ریت کے دھوکے) کی طرح ہیں۔ جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کے قریب جاتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا تو اللہ نے اس کا حساب برابر کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (یا ان کے اعمال ایسے ہیں) جیسے گہرے دریا میں اندھیرا ایک موج دوسری موج پر چھائی ہوئی ہے اس کے اوپر بادل ہے۔ تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ اگر وہ اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی دیکھنے نہ پائے (سچ ہے) جسے اللہ ہی روشنی نہ دے اس کو کہیں روشنی نہیں ملتی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

مِشْکٰوۃٌ	طاق۔
مِصْبَاحٌ	چراغ۔
زُجَاجَۃٌ	شیشہ۔ قندیل۔
کَوْکَبٌ	ستارہ۔
دُرِّیٌّ	موتی کی طرح چمک دار۔
یُوْقَدُ	روشن کیا جاتا ہے۔
زَیْتٌ	تیل۔

يُضِيۡءُ	روشن کیا جاتا ہے۔
لَمۡ تَمۡسَسۡ	نہ چھوا ہو۔
يَضۡرِبُ	بیان کرتا ہے۔ مارتا ہے۔
اَذِنَ	اجازت دی ہے۔
تُرۡفَعَ	بلند کیا جاتا ہے۔ کیا جائے۔
اَلۡغُدُوُّ	صبح۔
اَلۡاٰصَالُ	شام۔
لَاتُلۡهِيۡ	غافل نہیں کرتی۔
بَيۡعٌ	تجارت۔ لین دین۔
قِيۡعَةٌ (قَاعٌ)	چٹیل کھلا ریت کا میدان۔
اَلظَّمۡاٰنُ	پیاسا۔
لُجِّيٌّ	گہرا پانی۔
سَحَابٌ	بادل
لَمۡ يَكَدۡ	قریب نہیں ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۰

آسمانوں، زمین اور کائنات کے ذرے ذرے میں اللہ کی ہدایت کا نور موجزن ہے۔ جہاں بھی اس کی ہدایت ورہنمائی کا نور نہیں پہنچتا وہیں اندھیرا، ظلمت اور تاریکی ہے۔ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے اسی لئے اس کے ہدایت کے نور کو دیکھنا ہو تو

اس کے مراکز وہ گھر (مساجد) ہیں جو نہایت قابل احترام ہیں جو ہر طرح کی غلاظت وگندگی اور خرابیوں سے پاک ہیں۔ انسان کی یہ سب سے بڑی سعادت ہے کہ ان مسجدوں کو اللہ کی یاد سے، اس کے ذکر اور عبادت وبندگی سے آباد کرنے کی جدوجہد کرے کیونکہ جسم انسانی میں جو مقام دل کا ہے وہی مقام انسانی بستیوں میں مسجد کا ہے۔ جس طرح انسان کا دل ایمان سے روشن ومنور ہوتا ہے اسی طرح مسجدیں اللہ کی عبادت وبندگی سے آباد ہوتی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے ان مساجد کی تعمیر کرتے اور صبح و شام (یعنی فجر سے عشاء تک) جمع ہوتے ہیں۔ اپنے کاروبار اور اس کی مشغولیتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ ان گھروں (مساجد) کی طرف دوڑ کر آتے ہیں۔ نمازوں کو قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور اس دن کی تیاری میں لگے رہتے ہیں جب انہیں اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینے کے لئے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ جنہیں اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ جس پروردگار کی عبادت وبندگی کر رہے ہیں وہی برحق ہے اور اس کے سوا دوسرا کوئی خالق ومالک اور معبود نہیں ہے تو اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ان کی توقع سے زیادہ بے حد وحساب اجر وثواب عطا فرمائے گا اور وہ جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو اس نور ہدایت سے دور ہیں اور وہ اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں بھٹک رہے ہیں اور ایک اللہ کو چھوڑ کر اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے معبودوں کے سامنے سر جھکا رہے ہیں وہ ایک ایسے سراب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں جہاں حسرتوں اور ناکامیوں کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ یہ اس پیاسے شخص کی طرح ہوں گے جو دوپہر کو صحرا میں چمکتے ریت کو پانی سمجھ کر اس کی طرف لپک رہا ہے لیکن قریب جانے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تو سوائے چمکتی اور تپتی ہوئی ریت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ فریب نظر کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ فرمایا اسی طرح یہ لوگ جو دنیا کی وقتی چمک دمک کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور اپنی بداعمالیوں پر بڑے مطمئن نظر آ رہے ہیں جب موت آ جانے کے بعد سفر آخرت پر روانہ ہوں گے اور دنیا کی ہر چیز ان سے چھوٹ جائے گی تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ زندگی بھر جس سائے اور سراب کے پیچھے دوڑتے رہے ہیں وہ فریب نظر اور دھوکے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ جب یہ حقیقت ان کے سامنے کھل کر آ جائے گی تو اس وقت ان کی حسرت ویاس ان کے کچھ کام نہ آ سکے گی۔ ان آیات میں ایک اور مثال دی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ایک اندھیری رات ہو، بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا ہو، موجوں اور پانی کی گہرائیوں کا اندھیرا اتنا شدید ہو کہ خود اپنا ہاتھ بھی اندھیرے میں سجھائی نہ دیتا ہو، ہر طرف ایسا اندھیرا ہو کہ کہیں سے بھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آ رہی ہو۔ اس وقت اس اندھیرے میں بھٹکنے والے کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا کہ اسی طرح وہ شخص جو اپنے اعمال کی سیاہی کے اندھیروں کو بڑھاتا چلا جا رہا ہو وہ آخرت میں سوائے بھٹکنے اور دھکے کھانے کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ ایسے لوگوں کو اسی دنیا میں فکر ہونی چاہیے کہ ان کی زندگی کے یہ گہرے اندھیرے کیسے دور ہو سکتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ اندھیرے صرف اللہ کے نور

ہدایت سے دور ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کا نور ہدایت نہ ہو تو پھر سوائے تاریکیوں اور اندھیروں کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ زندگی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لئے اس نے اپنے نور اور روشنی سے بھر پور کلام کو نازل کیا ہے جس میں سچی رہنمائی کے سچے اصول بیان فرما دیئے ہیں۔ انسانوں کے دلوں پر اگر بری خواہشات اور گناہوں کا اندھیر چھایا ہوا نہ ہو تو یہ اللہ کا کلام اس کی زندگی کے اندھیروں سے اس کو نجات دلا سکتا ہے۔ اللہ نے اپنے کلام کے ساتھ پاکیزہ نفوس انبیاء کرامؑ کو بھیجا جنہوں نے اللہ کے کلام کے ذریعہ انسانوں اور دنیا کے اندھیروں کو دور کر کے انسانوں کو ان کی سچی منزل سے آشنا کیا اور اب اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے جن کی زندگی نور علیٰ نور ہے جن کا دامن تھامنے سے ہی کائنات اور انسانوں کے دلوں سے اندھیرے دور ہو سکتے ہیں۔

سورۂ نور کی ان آیات سے متعلق چند ضروری باتوں کی وضاحت بھی پیش نظر رکھیئے۔

(۱) علماء مفسرین نے سورۂ نور کی ان آیات کی تشریح نہایت وضاحت سے فرمائی ہے اور کافی بحثیں بھی کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ نور سے مراد اللہ کی ہدایت کا نور ہے جو کائنات کے ذرے ذرے میں موجزن ہے اور ہر طرف اسی کی روشنی بکھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک ایسے صاف شفاف اور چمک دار اور روشن چراغ کی طرح ہے جس سے ہدایت و رہنمائی لئے بغیر انسان جہالت کی تاریکیوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ہدایت کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ فرمایا ہے کہ ایک طاق ہے جس میں ایک ایسا چراغ جل رہا ہے جو ایک شیشے کے اندر ہے اور یہ چراغ زیتون جیسے مبارک تیل سے مسلسل جل رہا ہے اور روشن ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا زیتون کا وہ درخت جو نہ تو مشرقی رخ پر ہے اور نہ مغربی سمت میں۔ اسی طرح ہر انسان کا بدن ایک طاق کی مانند ہے اور اس کا دل ایک قندیل کی طرح جس میں اگر قرآن کریم جیسی کتاب کا نور ہو اور اس نور کو بڑھانے والے سراپا نور حضرت محمد ﷺ ہوں تو اُس قندیل کی روشنی کا کیا ٹھکانا ہے وہ تو درحقیقت نور علیٰ نور ہے۔ پھر کائنات میں بکھری ہوئی حقیقتوں اور اس کے علوم کا سمجھنا بھی آسان اور صراط مستقیم پر چلنا بھی سہل ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف جو لوگ اس روشنی سے محروم ہیں وہ اس دنیا میں بھی جہالت اور نادانی کی تاریکیوں میں ہیں اور آخرت میں تو ان کو سوائے ٹھوکروں اور جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہ مل سکے گا۔

یہ دنیا کی زندگی اور اس کی راحتیں ان کے لئے صحرا کے اس چمکتے ریت سے زیادہ ثابت نہ ہوں گی جو دور سے پانی نظر آتا ہے مگر قریب پہنچنے پر وہ فریب نظر سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

(۲) ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ اللہ کے اس نور ہدایت کے مراکز وہ گھر (مساجد) ہیں جو ہر اعتبار

سے قابل احترام اور عظمت کی بلندیوں پر واقع ہیں جہاں صبح وشام اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ اللہ کے ان گھروں کو بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان گھروں (مساجد) کی تعظیم اور احترام کیا جائے۔ اور ہر اس کلام سے بچا جائے جو لغو اور فضول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے ان گھروں کی تعظیم یہ ہے کہ ان کو ہر طرح کی ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک رکھا جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب ان مساجد میں کوئی نجاست لائی جاتی ہے تو مسجد اس طرح سمٹتی اور سکڑتی ہے جس طرح انسان کی کھال آگ سے سکڑتی اور سمٹتی ہے۔ بعض حضرات نے بلند کرنے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ اگر مساجد کو بلند اور خوبصورت بنایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مساجد کی عمارتوں کو بلند بنایا جائے جس میں نام ونمود اور شہرت کا کوئی پہلو نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نور ہدایت کا ذریعہ یہ مساجد ہیں جن کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ان کو صاف ستھرا رکھنا اور ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت اور قلب کی حلاوت ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے صحابہ سے محبت کرے اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کو وہ قرآن مجید سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ مسجدوں سے محبت کرے کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور ان میں برکت رکھی ہے۔ وہ بھی بابرکت ہیں اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت ہیں اور وہ اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتا ہے اور ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے وہ مسجدوں میں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ وہ لوگ جو اللہ کے گھروں کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں تو ان کی تجارت اور لین دین ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی بلکہ وہ اللہ کا ذکر کرتے، نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہ ایک ایسے سخت دن (قیامت) سے ڈرتے رہتے ہیں جب لوگوں کے دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے گھروں کے اس احترام اور خوف کی وجہ سے ان لوگوں کو خوب نوازتے ہیں اور ان کو ان کے تصور سے زیادہ اس دنیا میں اور آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائیں گے۔

لیکن وہ لوگ جو اپنے کفر وشرک سے باز نہیں آتے اور اسی میں سرگرداں رہتے ہیں ان کو اس دنیا میں اور آخرت میں کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ ان کی اس دنیا کی راحتیں قیامت کے دن سراب سے زیادہ حیثیت نہ رکھیں گی جس طرح ایک پیاسا شخص دور سے چمکتی ریت (سراب) کو پانی سمجھ کر اس کی طرف بے قراری سے دوڑتا ہے مگر وہاں سوائے

۱۰-۳

چمکتی ریت کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اسی طرح جب یہ لوگ قیامت کے ہولناک دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو دنیا کے اسباب اور عیش و آرام ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں گے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ

اَللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ
قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ
يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ
مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَ
يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾
يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾
وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ
اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٥﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ
وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پر پھیلائے ہوئے پرندے ہیں ان سب نے اپنی عبادت کا طریقہ اور اپنی تسبیح کو جان رکھا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں

ان سب باتوں کا علم اللہ کو ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کا) ٹھکانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بادلوں کو اللہ ہی چلاتا ہے پھر وہی ان کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ پھر وہ انہیں تہہ بہ تہہ کرتا ہے پھر ان کے درمیان سے بارش کو برستے دیکھتے ہو۔ اور آسمان میں جو اولوں کے پہاڑ ہیں پھر جس پر چاہتا ہے ان کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ اور اس کی بجلی کی چمک ایسی ہے جیسے آنکھوں کو اچک کرلے جائے گی۔ اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ بے شک ان میں عقل رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ اور اللہ نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ بعض ان میں سے اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور بعض ان میں سے چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اور جو وہ چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہی قدرت رکھنے والا ہے۔ یقیناً ہم نے آیتوں کو صاف صاف نازل کیا ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

صٰفّٰتٍ (صَافَّةٌ) صفیں بنانے والے۔ پر پھیلانے والے۔

یُزْجِیْ (اِزْجَاءٌ) وہ ہانکتا ہے۔ چلاتا ہے۔

یُؤَلِّفُ ملا دیتا ہے۔

رُکَامًا تہہ در تہہ ایک کے اوپر دوسرا۔

اَلْوَدْقُ بارش۔

خِلٰلٌ درمیان۔

بَرَدٌ اولے۔ برف۔

یَصْرِفُ وہ پھیر دیتا ہے۔ پلٹا دیتا ہے۔

سَنَا	چمک۔
يُقَلِّبُ	وہ بدلتا ہے۔
أُولِي الْاَبْصَارِ	آنکھوں والے۔عقل رکھنے والے۔
دَابَّةٌ	جان دار۔زمین پر رینگنے والا
بَطْنٌ	پیٹ
رِجْلَيْنِ	دونوں پاؤں۔

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

اس سے پہلے آیات میں نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ اس کائنات میں صرف ایک اللہ کا نور ہدایت ہے جس کی روشنی اور رہنمائی میں سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔اسی بات کو ذرا اور تفصیل سے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ اس کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اسی کے نور ہدایت سے فیض حاصل کر کے اسی کی عبادت و بندگی، حمد و ثناء اور تسبیح میں مشغول ہیں۔جس کی جو ذمہ داری لگادی گئی ہے وہ اس کو نہایت احسن طریقہ پر انجام دے رہا ہے۔لیکن وہ انسان جس کے لئے اس پوری کائنات کا نظام بنایا گیا ہے اور اس کی رہبری و رہنمائی کے لئے صراط مستقیم پر چلنے کے لئے واضح آیات اور نشانیوں کو بھیجا گیا ہے وہ ان پر نہ تو عمل کرتا ہے اور نہ عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج اور ستارے چرند، پرند، درند، خشکی، تری، ہوا اور پانی میں بسنے والی بے شمار مخلوقات ہیں جو ہر وقت اللہ کی حمد و ثناء اور عبادت و بندگی میں لگی ہوئی ہیں۔جو اپنی ذمہ داری کو پہچانتی اور عمل کرتی ہیں لیکن انسان ان باتوں سے بے پرواہ غفلت اور غیر ذمہ داری کا انداز اختیار کئے ہوئے ہے۔فرمایا کہ انسان اگر ذرا غور و فکر اور تدبر سے کام لے تو اس پر یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس کارخانہ قدرت کو اللہ رب العالمین اپنی لامحدود طاقت و قوت سے چلا رہا ہے اور اس نے قدم قدم پر عبرت و نصیحت کے ہر پہلو کو اجاگر کر دیا ہے اور اس نے اپنی نعمتوں کو ساری کائنات میں بکھیر دیا ہے۔وہ نعمتیں کیا ہیں؟ ان میں سے چند چیزوں کو بطور مثال بیان کر دیا گیا ہے۔فرمایا کہ تم دن رات اپنی آنکھوں سے پرندوں کو پر پھیلائے اور صفیں بنائے ہوئے اڑتے دیکھتے ہو۔ان کو فضا میں کون سنبھالے ہوئے ہے۔یقیناً ایک اللہ کے سوا دوسرا کون ہے۔فرمایا کہ وہ پرندے ہر وقت

اس کی تسبیح اور عبادت و بندگی میں مشغول ہیں۔ان کے منہ سے نکلنے والی آوازیں درحقیقت اللہ کی حمد وثنا کی گونج ہیں جنہیں عام آدمی سمجھنے سے قاصر اور مجبور ہے۔البتہ اگر اللہ کسی کو اس بات کی صلاحیت عطا فرمادے کہ وہ ان کی تسبیح کو سمجھ سکے تو یہ ممکن ہے۔جس طرح حضرت سلیمانؑ کو اللہ نے تمام جان داروں کی بولیاں سمجھنے کی صلاحیت دی تھی۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیح کرنا جس کو صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے کانوں سے سنا۔فرمایا کہ غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ نے ان پرندوں کو پیدا کیا اور ان کی مناسب رہنمائی فرمائی جس سے وہ اپنی غذا حاصل کرتے ،گھونسلے بناتے اور اپنا ٹھکانا تلاش کر لیتے ہیں۔اللہ نے ان کی فطرت میں یہ صلاحیت عطا فرمائی اور اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے۔

بادلوں اور بارشوں کی مثال دے کر فرمایا کہ اللہ نے کیسا عجیب نظام بنایا ہے کہ سمندر سے مون سون اٹھتا ہے اور وہ بادلوں کی شکل میں تہہ درتہہ پہاڑوں جیسے بن جاتے ہیں۔جو فضا میں تیرتے پھرتے ہیں۔زیادہ گہرے ہوں تو وہ کالی گھٹا بن کر چھا جاتے ہیں۔ان ہی میں بجلی کی تیز چمک اور ہیبت ناک کڑک ہوتی ہے۔کبھی وہ بادل بوندیں بن کر برستے ہیں اور کبھی موسلا دھار بارش بن کر۔کبھی وہ اولوں کی شکل میں اور کبھی وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جم جاتے ہیں جن سے پورے سال انسان اور جانور اپنی زندگی کا سامان حاصل کرتے ہیں۔یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔

اسی طرح دن اور رات کا آنا جانا بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔کبھی دن ہے کبھی رات۔انسان دن کی روشنی میں اپنا رزق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور سخت محنت کے بعد وہ رات کو آرام کر کے تازہ دم ہو جاتا ہے۔اگر ہر وقت دن ہی دن ہوتا یا رات ہی رات ہوتی تو انسان نہ صرف یکسانیت سے اکتا جاتا بلکہ وہ محنت اور آرام بھی نہ کر سکتا۔اسی طرح اللہ نے موسموں کو بھی مختلف بنایا ہے کبھی گرمی کبھی سردی کبھی خزاں اور کبھی بہار یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے بڑی نشانیاں ہیں۔

جانوروں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اس نے ہزاروں لاکھوں قسم کے خشکی اور تری پر جان دار پیدا کئے کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے گھسٹ رہا ہے۔کوئی دو ٹانگوں پر چل رہا ہے کوئی چار ٹانگوں پر ان میں سے بعض جانور ایسے بھی ہیں جو سواری کے کام آتے ہیں جو انسانوں کو اور ان کے بھاری سامانوں کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔یہ سواریوں کا ہونا بھی ایک نعمت ہے اور قیامت تک نجانے اللہ کیسی کیسی سواریاں بنائے گا۔غرضیکہ سانپ، کیڑے مکوڑے، سمندر اور دریاؤں کے جانور، انسان، گائے، بھینس، گھوڑا یہ سب اپنے اپنے پاؤں پر چلتے ہیں اپنی اپنی غذا حاصل کرتے ہیں اور اپنے رہنے کے ٹھکانے بناتے ہیں۔کائنات میں بکھری ہوئی یہ وہ حقیقتیں ہیں جن کو ہر شخص ہر آن دیکھتا اور برتتا ہے۔لیکن ان سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔فرمایا کہ دنیا کے جانور تو وہ ہیں جن کی فطری رہنمائی کی گئی ہے لیکن انسان پر تو اللہ کا دہرا کرم ہے کہ اس نے اس کو فطری صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے اپنی آیات کو اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ اس تک پہنچایا ہے۔کائنات میں ہر چیز اللہ کے حکم کے مطابق چل رہی ہے لیکن انسان اس قدر ناشکرا

ہے کہ وہ راستہ بھٹک کر اپنی منزل سے بہت دور نکل جاتا ہے اور اس بات کو بھول جاتا ہے کہ ایک اللہ ہی ہے جس نے اس سارے کارخانہ کائنات کو پیدا کیا ہے۔ وہی سب کا مالک اور خالق ہے اور سچی رہنمائی صرف وہی ہے جو اس نے انسانوں کو عطا فرمائی ہے۔

وَيَقُولُونَ آمَنَّا

بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ
ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ
يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ
أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن
يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾
وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُل لَّا
تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ
مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى
الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

الثلثة ع ۶ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور ہم نے فرماں برداری قبول کرلی۔ پھر ان میں سے ایک فریق اس کے بعد پھر جاتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں سے ایک فریق منہ پھیر لیتا ہے۔ اور اگر ان کے لئے حق (پہنچتا) ہو تو وہ اس کی طرف گردن جھکائے ہوئے چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں کوئی مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ان پر ظلم کریں گے (نہیں) بلکہ وہی ظالم لوگ ہیں۔ ایمان والوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کردیا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اللہ کی نافرمانی اور ناراضگی سے ڈرتے ہیں پس یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور وہ لوگ بڑی تاکید سے اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر انہیں حکم دیا گیا تو وہ (جہاد، ہجرت کرنے) نکل پڑیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ تمہاری فرماں برداری معلوم ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کا علم ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم نے منہ پھیرا تو رسول پر اس قدر ذمہ داری ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے۔ اور تم پر وہ (لازم ہے) جو تمہارے ذمے کیا گیا ہے۔ اگر تم اطاعت کرو گے تو ہدایت پالو گے اور رسول پر صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

دُعُوْا بلایا گیا۔

مُذْعِنِيْنَ	گردن جھکانے والے۔
اِرْتَابُوْا	شک میں پڑ گئے۔
يَحِيْفُ	ظلم کرے گا۔
يَخْشَ	وہ ڈرتا ہے۔
يَتَّقْهِ	نافرمانی سے بچتا ہے۔
اَلْفَائِزُوْنَ	کامیاب ہونے والے۔
جَهْدَ اَيْمَانِ	مضبوط قسمیں۔
مَعْرُوْفَةٌ	مشہور۔ معلوم۔
حُمِّلَ	بوجھ ڈالا گیا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا تو ایمان و عمل صالح کے پیکر ایسے لاتعداد صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے اللہ، اس کے رسول، آخرت اور دین اسلام کی تمام تعلیمات کو قبول کر کے اپنی دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی سعادت حاصل کر لی تھی لیکن ان مخلص مسلمانوں کے برخلاف ہمیشہ سے ایک طبقہ رہا ہے جس نے دنیا دکھاوے اور ذاتی مفادات کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا مگر وہ اسلام کے بارے میں کبھی مخلص نہیں رہا تھا بلکہ ایسے لوگوں کو جب بھی موقع ملا انہوں نے دین اسلام کے سچے اصولوں کو اپنے ذاتی مفادات، لالچ اور خود غرضی پر قربان کر دیا تھا۔ شریعت کی زبان میں ایسے لوگوں کو ''منافق'' کہا جاتا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ زبانی طور پر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ہر موقع پر لمبی چوڑی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو بھی حکم دیا جائے گا وہ اس کی

تعمیل کریں گے۔اور گھر بار، کھیتی باڑی تو کیا چیز ہیں۔

اگر جان و مال اور قیمتی سے قیمتی اشیاء کو چھوڑنے کے لئے بھی کہا جائے گا تو وہ کسی قربانی اور ایثار میں پیچھے نہ رہیں گے۔ یہ تو ان کی زبانی باتیں ہیں لیکن جب عمل کرنے کا وقت آتا تو وہ طرح طرح کے حیلے بہانے اور جھوٹی قسموں کے سہارے ادھر ادھر کھسک جاتے تھے۔ایمان اور عمل صالح کے دعوے کرنے کے باوجود وہ سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے تھے۔جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف سے بلانے کا حکم دیا جاتا کہ آؤ جس کلام اللہ پر تم ایمان رکھتے ہو اس کے مطابق زندگی کے ہر معاملے کا فیصلہ کرلیا جائے تو وہ لوگ چالاکی اور مکاری سے اپنا پہلو بچا جاتے تھے۔

فرمایا کہ ایسے لوگ مومن کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر ایمان و یقین کے نور سے ان کے دل روشن و منور ہوتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرتے۔فرمایا کہ ان کی منافقت کا یہ عالم ہے کہ ویسے تو وہ قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جہاں دین کے اصول ان کے مفادات سے ٹکراتے ہوں اور انہیں اندیشہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم ماننے میں ان کا دنیاوی نقصان ہو جائے گا تو وہ اللہ و رسول کے فیصلوں کو چھوڑ کر کفار و مشرکین کے دربار میں حاضری دینے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

علماء مفسرین نے احادیث کی روشنی میں تحریر فرمایا ہے کہ بشر نامی ایک منافق شخص تھا اس نے کسی یہودی کی زمین ہتھیالی اور اس پر قبضہ کرلیا جس کی وجہ سے آپس میں جھگڑا بڑھ گیا تو یہودی نے کہا کہ تم اس بات کا فیصلہ کرانے کے لئے اپنے پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) کے پاس چلو وہ جو بھی فیصلہ دیں گے میں اس کو مان لوں گا۔یہودی اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ اللہ کے یہ پیغمبر جو بھی فیصلہ کریں گے۔وہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور وہ فیصلہ دینے میں مسلم غیر مسلم کی طرف داری نہ کریں گے۔اس بات کا یقین اس منافق کو بھی تھا کہ نبی کریم ﷺ عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے اسی لئے بشر کا اصرار یہ تھا کہ کعب ابن اشرف یہودی سردار کے پاس چلتے ہیں اور اس سے فیصلہ کرالیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے عمل پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع ہیں ہمیں جیسا کرنے کا حکم دیا جائے گا ویسا ہی کریں گے لیکن جب معاملہ کی بات آئی تو وہ لوگ اپنے ذاتی فائدے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر اتر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی منافقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا کہ اگر ان کے فائدے کی بات ہوتی تو یہ گردن جھکا کر چلے آتے لیکن جب ان کے مفاد پر ضرب پڑتی نظر آتی ہے تو پھر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے اطاعت و فرماں برداری کا عہد کیا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ یہ سب کچھ یا تو اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے دلوں میں منافقت کا مرض پل رہا ہے یا ان کو دین اسلام کے سچے اصولوں پر یقین نہیں ہے اور وہ شک وشبہ میں مبتلا ہیں یا وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ان کے ساتھ زیادتی اور ظلم کریں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم و زیادتی کرر ہے ہوں اللہ کو کیا پڑی ہے کہ ان پر مزید ظلم کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک طرف تو یہ نام نہاد مسلمان ہیں جن کے عمل سے ان کی منافقت کھلی آنکھوں سے نظر آتی ہے دوسری طرف وہ مخلص صاحبان ایمان ہیں کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان جو بھی جھگڑے اور اختلافات ہوں وہ دور کردیئے جائیں اور مناسب فیصلے کئے جائیں تو وہ اہل ایمان دوڑ کر اللہ اور رسول کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔

فرمایا کہ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن کو دنیا میں عزت و سربلندی اور آخرت میں ہمیشہ کی راحتیں عطا کی جائیں گی یہ دنیا کے کامیاب ترین لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ جو لوگ بڑی بڑی قسمیں کھا کر اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ انہیں جہاد، ہجرت اور ہر طرح کی قربانیاں دینے کے لئے کہا جائے گا تو وہ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ وہ بڑی بڑی قسمیں کھا کر اللہ اور رسول کی اطاعت کی باتیں نہ کریں کیونکہ ان کا عمل ان کے ہر دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ حق و صداقت کی ہر بات کو پہنچانے کی ذمہ داری پوری فرماتے رہیں آگے ان کا کام ہے کہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں یا نہیں۔

بہر حال آخرت کی کامیابی ان ہی لوگوں کا مقدر ہے جو ایمان و عمل صالح کے پیکر ہیں۔ اگر انہوں نے عمل نہ کیا تو ان کی زندگیاں عبرت کا نمونہ بن کر رہ جائیں گی۔

۱۱۲

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ
كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ
وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ۷/۷/۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ وہ ان کو زمین پر اس طرح حکمران بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو حکمران بنایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لئے جس دین (دین اسلام) کو پسند کرلیا ہے وہ اس دین کو ان کے لئے مستحکم و مضبوط بنا دے گا۔ اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ لہذا وہ میری ہی عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اس کے بعد جو لوگ ناشکری کریں گے وہی فاسق و نافرمان ہوں گے۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہمیں زمین میں بے بس کردیں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن — آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

وَعَدَ	وعدہ کرلیا۔
اِسْتَخْلَفَ	پہلوں کا جانشین بنایا۔
يُمَكِّنَنَّ	وہ ضرور جمادے گا۔
اِرْتَضٰى	اس نے پسند کیا۔
لَاتَحْسَبَنَّ	ہرگز گمان نہ کریں گے۔
مُعْجِزِيْنَ	عاجز کرنے والے۔ بے بس کرنے والے۔

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۷

اعلان نبوت کے بعد کفار و مشرکین عرب نے دین اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا راستہ روکنے کے لئے ہر وہ کوشش کر ڈالی جس سے اسلام کے اس پودے کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ان تمام جارحانہ اور ظالمانہ کوششوں کا نہایت صبر و استقلال، حلم و تحمل اور برداشت سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اگرچہ تیرہ سال تک مکہ مکرمہ اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جس سے خوف اور اندیشوں کے سائے ہر وقت سروں پر منڈلاتے رہتے تھے اور اکثر صحابہ کرام ہتھیار بند رہا کرتے تھے۔ مشرکین اور یہود و نصاریٰ نے ایک طویل عرصہ تک خوف و دہشت کا ایسا ماحول تیار کر دیا تھا کہ صبر و استقلال کے پیکر صحابہ کرام یہ سمجھنے لگے تھے کہ ان کی یہ آزمائش کبھی ختم نہ ہوگی اور وہ کبھی سکون و اطمینان سے زندگی نہ گذار سکیں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ایک جاں نثار صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم پر کوئی ایسا وقت بھی آئے گا جب ہم (اپنے ہتھیار کھول کر) امن و سکون کی زندگی گذار سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ہم نہایت سکون و اطمینان سے رہ سکیں گے۔ دین اسلام غالب آجائے گا اور اہل ایمان کو کفار پر غلبہ عطا کیا جائے گا۔ یہ وہ حالات تھے جس میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اللہ کے بندے اللہ کے نورِ ہدایت کی پیروی کریں گے تو

(۱) آپ ﷺ کی امت کو زمین پر خلافت (حکومت و سلطنت) عطا کی جائے گی۔

(۲) دین اسلام جو اللہ کا پسندیدہ اور محبوب دین ہے اس کو ہر دین و مذہب پر غلبہ عطا کیا جائے گا۔

(۳) اور اہل ایمان کو اتنی طاقت و قوت دی جائے گی جس سے انہیں ہر دشمن سے خوف اور اندیشہ نہیں رہے گا اور وہ سکون سے زندگی گذار سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ دنیاوی زندگی میں پورے جزیرۃ العرب کو آپ کا مطیع و فرماں بردار بنا دیا گیا اور ہر طرف امن و سکون کی فضائیں عام ہوگئیں۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء راشدین نے اس قدر تیزی سے پیش قدمی فرمائی کہ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے پاؤں کی دھول بن کر رہ گئے۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں اور ان کے حکمرانوں کو اس سچے اور آخری دین کے قدموں میں جھکنا پڑا۔ قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہو کر رہی کہ پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ عدل و انصاف کا نظام قائم ہوا اور دنیا نے ظالم حکمرانوں سے نجات پا کر امن و سکون کا سانس لیا۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے یہ بات بتا دی کہ اگر مسلمان نماز کو قائم کرتے رہے، زکوٰۃ ادا کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری کرتے رہے تو ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ لیکن اگر انہوں نے اللہ و رسول کے راستے کو چھوڑ کر بے عملی کا راستہ اپنایا تو پھر وہ اللہ کی ان رحمتوں کے مستحق نہ رہیں گے۔ فرمایا کہ اہل ایمان کو کفار اور ان کی طاقتوں سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ کفار کتنی بھی طاقت و قوت حاصل کر لیں وہ دنیا کے مضبوط قلعوں میں بند ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کیوں نہ سمجھ لیں۔ وہ دنیا کے کسی کونے میں چلے جائیں ان کو پناہ نہیں مل سکتی۔ اللہ کو وہ عاجز و بے بس نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ ان کو کیفر کردار تک پہنچا کر چھوڑے گا۔ یہ سزا تو ان کی اس دنیا میں ہوگی اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین جگہ ہے۔

ان تمام باتوں کی طرف اللہ نے آیات قرآنی میں یہ فرمایا ہے کہ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ اس نور ہدایت کی اتباع و پیروی کریں گے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے تو ان کو زمین پر قوت و طاقت اور حکومت و سلطنت اسی طرح دی جائے گی جس طرح ان سے پہلی امتوں کو عطا کی گئی تھی۔ اور یہ پیغمبر ﷺ کے جانشین بن کر اس دین حق و صداقت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کریں گے۔ خشکی، تری اور ہواؤں پر ان ہی کا سکہ رواں ہوگا۔ انہیں سوائے ایک اللہ کے کسی کا خوف و اندیشہ نہ ہوگا۔ اور آج وہ جس خوف اور اندیشوں میں زندگی گذار رہے ہیں وہ امن و سلامتی سے تبدیل ہو جائے گا۔

۱۵

فرمایا وہ صرف میری ہی عبادت و بندگی کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ میری ناشکری کر کے وہ فاسقین میں شامل نہ ہوں گے۔ فرمایا کہ اے مومنو! تم نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اس کے رسول کی اتباع و پیروی کرتے رہو تو امید ہے تم پر رحم و کرم کر دیا جائے گا۔ کفار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ وہ اپنی قوت و طاقت سے اللہ کو عاجز کر دیں گے۔ ان کفار کا ٹھکانا جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ
قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ
وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ
لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾
وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا
اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ
اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىْ
لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ
خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

اے ایمان والو! تمہارے غلام اور وہ جو تم میں سے بالغ نہیں ہوئے تین وقت ایسے ہیں کہ اس میں انہیں تم سے اجازت لے کر آنا چاہیے ۔ نماز فجر سے پہلے ۔ اور دوپہر کو جب تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کے بعد ۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں ۔ ان اوقات کے علاوہ تمہارے اوپر یا ان (غلاموں اور لڑکوں) پر کوئی الزام نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس کثرت سے آتے جاتے رہتے ہیں ۔ اس طرح اللہ نے تمہارے لئے اپنی آیات کو صاف صاف بیان کر دیا ہے ۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔

اور جب تم میں سے لڑکے بالغ ہونے کی عمر تک پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے بالغ مرد اجازت لیتے تھے اسی طرح یہ بھی اجازت حاصل کریں ۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔ اور تمہاری وہ (بڑی بوڑھی) عورتیں جو (گھروں میں) بیٹھ رہی ہیں ۔ جنہیں نکاح کی (اب) کوئی امید نہیں ہے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اپنے زائد کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں ۔ اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

لَمْ يَبْلُغُوْا	نہیں پہنچے ۔ بالغ نہیں ہوئے ۔
اَلْحُلُمُ	سمجھ ۔ عقل ۔ شعور ۔
مَرَّاتٌ (مَرَّةٌ)	کئی مرتبہ ۔ بار بار ۔
تَضَعُوْنَ	تم اتار کر رکھ دیتے ہو ۔
ثِيَابٌ (ثَوْبٌ)	کپڑے ۔

عَوْرٰتٌ (عَوْرَةٌ)	چھپانے کی چیزیں۔
طَوّٰافُوْنَ	پھرا کرتے ہیں۔آتے جاتے رہتے ہیں۔
اَلْاَطْفَالُ (طِفْلٌ)	بچے۔
اِسْتَاْذَنَ	اجازت مانگی۔
اَلْقَوَاعِدُ (قَاعِدَةٌ)	بیٹھ رہنے والیاں۔بڑی بوڑھیاں۔
لَا يَرْجُوْنَ	وہ امید نہیں رکھتے۔توقع نہیں رکھتے۔
غَيْرُ مُتَبَرِّجٰتٍ	ظاہر نہ کرتی ہوں۔
اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ	یہ کہ وہ بچیں۔

تشریح: آیت نمبر ۵۸ تا ۶۰

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے قاعدے طریقے مقرر فرما دیئے ہیں جن کی پابندی کرنے سے انسان کو انتہائی پاکیزہ، کامیاب اور پر سکون زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔اگر اللہ و رسول کے بتائے ہوئے مقررہ اصولوں کو توڑا جائے گا یا ان کی مخالفت کی جائے گی تو اس سے انسانی زندگی کے تمام معاملات بگڑ سکتے ہیں اور اس کو آخرت کی راحتوں سے محروم کر سکتے ہیں۔

چنانچہ سورۂ نور میں ابتداء ہی سے نہایت اہم احکامات ارشاد فرمائے گئے ہیں زنا، اس کی سزا، پاک دامن عورتوں پر تہمت اور الزام لگانے کی سزا، لعان کے احکامات دوسروں کے گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لے کر جانا، مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے نگاہیں نیچی رکھنا، زیب و زینت کا نامحرموں پر ظاہر نہ کرنا، بے نکاحوں کا نکاح کرنا، غلام اور باندیوں کے حقوق کا تحفظ، ان کو زنا پر مجبور نہ کرنا، نور ہدایت کی وضاحت، مخلص مومنوں کی صفات، کفار کے برے اعمال کی بدترین سزائیں وغیرہ احکامات بیان کرنے کے بعد دو اہم احکامات ارشاد فرمائے جا رہے ہیں۔

(۱) انسان جب تھکا ماندہ اپنے گھر کے اندر پہنچتا ہے تو وہ اپنے گھر میں اپنے معمولات اور پہننے اوڑھنے میں نہایت سادگی، آزادی اور بے تکلفی سے رہنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص اچانک آ جائے تو وہ اخلاقاً تو کچھ نہ کہے گا مگر دل میں محسوس ضرور کرے گا۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ جب کسی کے گھر جائیں تو اجازت لے کر جائیں۔ اگر وہ کسی وجہ سے اس وقت ملنا پسند نہیں کرتا تو اس کو واپس لوٹ جانے میں اپنی توہین محسوس نہ کرنا چاہیے۔ لیکن تین وقت ایسے ہیں جن میں ایک نابالغ بچے یا لونڈی غلام کا بے تکلف چلے آنا بھی ناگوار گذر سکتا ہے۔

اس لئے فرمایا کہ فجر کی نماز سے پہلے، دن میں دوپہر کو اس وقت جب آدمی بے تکلف اپنے گھر میں زائد کپڑے اتار کر آرام کرتا ہے یا نماز عشاء کے بعد اپنے گھر میں رہتا ہے فرمایا کہ ان تین اوقات میں گھر کے لونڈی، غلاموں اور نابالغ بچے بھی اجازت لے کر آئیں کیونکہ یہ تین اوقات انسان کے لئے بے تکلفی اور آزادی سے رہنے کے اوقات ہیں۔ البتہ ان اوقات کے علاوہ دوسرے وقتوں میں نابالغ بچے اور مملوک (غلام، لونڈی) اگر گھریلو کاموں سے آئیں جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب بچے بالغ ہو جائیں یعنی ان میں جنسی شعور بیدار ہو جائے تو ان کو دوسرے مردوں کی طرح اجازت لے کر آنا لازمی اور ضروری ہے۔

(۲) دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ عورتیں جنہیں نکاح کی امید نہ رہی ہو یعنی وہ اتنی بوڑھی ہو گئی ہوں کہ نہ تو ان کو ایام آتے ہوں نہ بڑھاپے کی وجہ سے عام طور پر ان کی طرف کسی کو رغبت ہوتی ہو تو ان بوڑھی عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ گھر کے اندر یا باہر جاتے وقت اپنے زائد کپڑے یعنی اوپر کی چادر (اوڑھنی) نہ لیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ اس طرح نہ رہیں کہ ان کے بدن کی بناوٹ، بناؤ سنگھار اور زیب و زینت کا اظہار ہوتا ہو۔ لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ اگر وہ اس سے بچیں یعنی خوب پہن اوڑھ کر نکلیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اس کا انجام بھی نہایت اعلیٰ ہے۔

بوڑھی عورتیں جن کی طرف عام طور پر کسی کی رغبت نہیں ہوتی جب ان کے لئے اتنے واضح احکامات ہیں تو وہ جوان لڑکیاں جو دوسری قوموں کی نقل میں بے پردگی کی انتہاؤں تک پہنچ گئی ہیں ان کو بے پردگی کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔ اصل میں اس بے پردگی نے ہمارے معاشرہ میں بھی ہزاروں وہ خرابیاں پیدا کر دی ہیں جن کی وجہ سے دوسری قومیں پریشان، شرمندہ اور فکر مند ہیں۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کہیں چند بوڑھی عورتیں جا رہی ہوں اور ان کے ساتھ چند جوان لڑکیاں ہوں تو بوڑھی عورتیں پردے کی پابندی کرتی نظر آتی ہیں اور نوجوان لڑکیاں بے پردہ اور ایسے لباس میں نظر آتی ہیں جن کے دیکھنے سے آزاد مزاج کی عورتیں بھی شرما جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آفت سے محفوظ رکھے کیونکہ بے پردگی جتنی تیزی کے ساتھ عام ہو رہی ہے نجانے وہ کس انجام تک پہنچا کر چھوڑے گی۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى
حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ
وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ
بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ
اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ
مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ
تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا
فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً
طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ ع ٨ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ٦١

اندھے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے اوپر کوئی گناہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے

کھانا کھالیا کرو۔اور تمہارے اوپر اس بات کا گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔ پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو۔ یہ سلام برکت والا پاکیزہ تحفہ اور دعا ہے جو اللہ کی طرف سے ہے۔اس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱

اَلْاَعْمٰی	اندھے۔
حَرَجٌ	گناہ۔دل کی گھٹن۔
اَلْاَعْرَجُ	لنگڑا۔
اَنْ تَأْكُلُوْا	یہ کہ تم کھاؤ۔
اُمَّهَاتٌ (اُمٌّ)	مائیں۔
اِخْوَانٌ (اَخٌ)	بھائی۔
اَخَوَاتٌ (اُخْتٌ)	بہنیں۔
اَعْمَامٌ (عَمٌّ)	چچا۔
عَمَّاتٌ (عَمَّةٌ)	پھوپیاں۔
اَخْوَالٌ (خَالٌ)	ماموں۔
خَالَاتٌ (خَالَةٌ)	خالائیں۔
مَلَكْتُمْ	تم مالک ہوئے۔
مَفَاتِحٌ (مِفْتَاحٌ)	چابیاں۔

صَدِيْقٌ	دوست۔
اَشْتَاتٌ	الگ الگ۔
سَلِّمُوْا	سلام بھیجو۔
تَحِيَّةٌ	دعا۔عبادت۔

تشریح: آیت نمبر ۶۱

زندگی کی خوش گواری آپس کے میل جول اور تعلقات میں اصولوں کے تحت جتنی سادگی ہوگی زندگی اور اس کے معاملات میں اسی قدر لطف اور کیف پیدا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت عرب معاشرہ بہت زیادہ سادہ اور تکلفات سے دور تھا کھانے پینے، آنے جانے اور ملنے جلنے میں کوئی پابندی نہ تھی۔ جہاں اس کے کچھ فائدے تھے وہاں حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی کے نقصانات بھی تھے جب دین اسلام نے ملنے جلنے میں کچھ پابندیاں لگائیں اور حکم دیا کہ ہر شخص منہ اٹھا کر دوسرے کے گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک صاحب خانہ اس کو اجازت نہ دے۔ خاص طور پر تین وقت ایسے ہیں جس میں چھوٹے نابالغ بچوں اور گھر کے مملوک غلاموں اور باندیوں پر بھی یہ پابندی لگادی کہ وہ ان اوقات میں کسی کی نجی زندگی میں کسی طرح کی مداخلت نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی پردے کے احکامات بھی نازل فرمائے گئے جس سے صحابہ کرامؓ میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ اس طرح تو ان کی زندگیاں بے کیف ہو کر رہ جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بالکل واضح اور صاف انداز سے ارشاد فرما دیا کہ یہ احکامات تمہاری زندگیوں کی خوش گواریوں کو چھیننے کے لئے نہیں بلکہ تمہاری بے ترتیب اور بے ہنگم زندگی میں نکھار پیدا کرنے اور منظم کرنے کے لئے ہیں تاکہ تمہاری زندگیوں میں سچی محبت، ہمدردی اور غم گساری کے حسین رنگ پیدا ہو جائیں۔ کھانے پینے، ملنے جلنے اور رہنے بسنے میں اعتدال اور توازن سے معاشرہ میں خوش گواریاں اور ہمدردیاں پیدا ہوتی ہیں۔ نہ زیادہ بے تکلفی اچھی

ہوتی ہے اور نہ تکلفات۔

دوسری بات یہ تھی کہ عرب معاشرہ میں غریب اور معذروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ تیسری بات یہ تھی کہ قدیم عرب قبائل میں بعض قبائل کی تہذیب یہ تھی کہ وہ الگ الگ کھاتے تھے اور ایک جگہ بیٹھ کر کھانے کو پسند نہ کرتے تھے۔ کہیں یہ رواج تھا کہ جب تک کوئی اور کھانے والا نہ ہوتا تو وہ بھوکا رہنا پسند کرتا مگر کھانا نہ کھاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام رواجوں کو توڑ کر چند بنیادی اصولوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے تا کہ شریعت کی پابندیوں کے باوجود بعض رشتے ایسے ہیں جہاں خود بھی بے تکلفی سے کھائے پیے اور غریب و معذور لوگوں کو بھی کھلائے۔ مل جل کر کھانا اچھی بات ہے لیکن اگر تنہا بھی کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر کوئی نابینا، لنگڑا یا بیمار شخص ہے اس کے ساتھ مل کر اپنے گھروں میں یا والدین، بھائی، بہنوں، چچاؤں، خالاؤں، پھوپھیوں، ماموؤں اور ان لوگوں کے گھروں میں جن کے اختیار میں تم اپنی کنجیاں دیدیتے ہو۔ اسی طرح اپنے دوستوں کے گھروں سے کھاؤ۔ تنہا یا الگ الگ کھاؤ۔ ان تمام باتوں میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے۔

ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ جب تم ان میں سے کسی کے بھی گھر میں داخل ہو تو ان کو سلام کرو کیونکہ سلام کرنا برکت، پاکیزہ تحفہ اور دعا ہے جسے اللہ نے عطا فرمایا ہے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو کیونکہ اس سے اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے۔

فرمایا کہ اے انسؓ

(۱) کامل وضو کرو اس سے تمہاری عمر بڑھے گی

(۲) میرا امتی ملے تو اس کو سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی

(۳) گھر میں سلام کر کے جایا کرو اس سے گھر میں خیر و عافیت نصیب ہوگی

(۴) ضحیٰ (اشراق، چاشت) کی نماز پڑھا کرو کیونکہ تم سے پہلے صالحین کا یہی طریقہ تھا

(۵) اے انسؓ چھوٹوں پر رحم کرو، بڑوں کی عزت و احترام کرو تو قیامت میں تم میرے ساتھ ہوگے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ نے اپنی آیات کو واضح اور کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ تم عقل و سمجھ حاصل کر سکو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا
مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ
الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ
فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ
الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ
يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ
أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ
يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ ع ۹ ۳ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

جولوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں انہیں جب کبھی رسول (ﷺ) کسی اہم کام کے لئے جمع ہونے کا حکم دیتے ہیں تو جب تک رسول (ﷺ) سے اجازت نہیں لیتے وہاں سے نہیں جاتے۔ بے شک جولوگ آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) جب وہ آپ سے کسی کام کے لئے جانے کی اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیجئے اور ان کے لئے بخشش کی دعا کیجئے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور تم رسول (ﷺ) کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو بے شک اللہ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو تم میں سے کسی کی آڑ لے کر بغیر اجازت چپکے سے کھسک لیتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے یا ان پر دردناک عذاب نازل نہ ہو جائے۔

سنو! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ملکیت ہے۔ اللہ تمہاری ہر اس حالت سے واقف ہے جس پر تم ہوتے ہو۔ اور وہ دن جب یہ لوگ اس (اللہ کی) کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کیا۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

أَمْرٌ جَامِعٌ — اہم کام۔ اکٹھا کرنے والے کام۔
شَأْنٌ — کام۔
دُعَاءُ الرَّسُوْلِ — رسول کا بلانا۔
يَتَسَلَّلُوْنَ (تَسَلُّلٌ) — کھسک جاتے ہیں۔ چلے جاتے ہیں۔
لِوَاذٌ — ایک دوسرے کے پیچھے چھپنا۔ آڑ لینا۔ پناہ لینا۔
أَلَا — سنو۔ غور سے سنو۔
يُنَبِّئُ — وہ بتا دے گا۔ آگاہ کر دے گا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴

جب نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی اہم، ضروری اور اجتماعی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ مشورے کے لئے صحابہ کرامؓ کو جمع فرماتے اور مشورے کے بعد کوئی فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو یہ بتاتے تھے کہ فلاں کام کو اس طرح کرو۔ ادب یہ سکھایا گیا کہ جب لوگوں کو بلایا جائے تو وہ حاضر ہو جائیں اور اس وقت تک اس محفل میں شریک رہیں جب تک بات مکمل نہ ہو جائے۔ اگر کسی شدید ضرورت کی وجہ سے جانا ہی پڑ جائے تو اجازت لے کر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اجتماعی اور ملت کی

ضروریات کے سامنے اپنی نجی اور ذاتی ضروریات کو ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ کچھ ایسے منافق بھی موجود تھے جو رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر آجاتے تھے لیکن وہ موقع پا کر کسی کی آڑ لے کر بغیر اجازت کھسک لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے طرز عمل اور روش زندگی کو سخت ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ کی ناراضگی، رسول کی نافرمانی اور اجتماعی ضروریات سے فرار کا جو راستہ اختیار کر رہے ہیں وہ کسی بڑی آزمائش اور اللہ کی طرف سے کسی دردناک عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لا چکے ہیں جب ان کو کوئی اجتماعی مہم درپیش ہو تو اطاعت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی ان کو بلایا جائے وہ اسی وقت حاضر ہو جائیں اور اس محفل سے اس وقت تک نہ جائیں جب تک اجازت نہ دیدی جائے۔ کیونکہ اپنی خواہش اور ذاتی ضروریات کا سہارا لے کر اٹھ جانا اول تو تہذیب، شائستگی اور آداب محفل کے خلاف ہے لیکن اگر واقعی کوئی فوری اور شدید ضرورت ہو اور رسول اللہ ﷺ مناسب سمجھ کر ان کو جانے کی اجازت دیدیں تو اگرچہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن نافرمانی کی ایک شکل تو ہے اس لئے نبی کریم ﷺ سے فرمادیا گیا کہ آپ ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہیں۔ اللہ بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

ان آیات میں امت کو ایک ادب یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ادب واحترام کا ہمیشہ خیال رکھیں کیونکہ ان کا کسی محفل میں بلانا اور ذمہ داروں کو طلب کرنا عام لوگوں یا حکمرانوں کا بلانا یا طلب کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کی اطاعت وفرماں برداری ہی دین کی بنیاد ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو کسی کی آڑ میں یا بہانہ بنا کر آپ کی محفل سے کھسک لیتے ہیں یا آپ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا خوف رکھنا چاہیے کہ کہیں وہ کسی بڑی مصیبت یا آزمائش میں پڑ کر اللہ کے شدید عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اللہ کسی طاقت ور کے سامنے عاجز اور بے بس نہیں ہے بلکہ زمین وآسمان اور کائنات کی ہر چیز اسی کی ملکیت ہے۔ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے۔

جب دنیا کے تمام انسان اللہ کی طرف لوٹ جائیں گے تو وہ ہر ایک کا کچا چٹھا کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا اور ہر ایک کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں اور ان کی تفصیل

(۱) دراصل مومن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہوئے انہیں جب بھی کسی اجتماعی کام کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ اسی وقت حاضر ہو جاتے ہیں اپنے نجی اور ذاتی کاموں کو ملت کے اجتماعی کاموں پر قربان کرنے کا عظیم جذبہ رکھتے ہوں۔

(۲) اور جب محفل میں حاضر ہو جائیں تو پوری دلچسپی اور دل جمعی سے کام لیتے ہوئے اس اجتماعی کام کو پوری پوری اہمیت دیتے ہیں اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ منافقین کی طرح محض خانہ پری یا دکھاوے کی حاضری نہ لگوائیں کہ جہاں موقع ملا کسی کی آڑ لے کر یا کوئی بہانہ بنا کر کھسک لئے۔ البتہ اگر واقعی کوئی شدید یا اچانک ضرورت ہے تو رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر جا سکتے ہیں۔ لیکن اجتماعی کام کی اہمیت اتنی زیادہ ہے فرمایا کہ اگر چہ وہ اجازت لے کر جا رہے ہیں مگر ظاہری طور پر یہ بھی نافرمانی کی شکل ہے اس لئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ایسے صاحبان ایمان کے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائیں تا کہ اللہ ان کی اس بات پر ان کی بخشش فرمادے۔

(۳) اہل ایمان سے فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے یا طلب کرنے کو آپس میں ایک دوسرے جیسا بلانا مت سمجھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا بلانا درحقیقت ایک حکم کا درجہ رکھتا ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے ہر وقت اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جس سے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں ذرا بھی فرق آ جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ایمان اور عمل صالح کی بنیاد ہے۔

(۴) آداب محفل میں سے اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا جائے کہ اجتماعی کاموں میں بے دلی سے شرکت یا مخالفت برائے مخالفت کا طرز عمل اختیار نہ کیا جائے بلکہ محفل میں ہر طرح اللہ و رسول کی اطاعت کا حق ادا کیا جائے۔ جو اس فکر میں رہتے ہیں کہ موقع ملے تو اس محفل سے جان چھڑائی جائے۔ فرمایا کہ یہ طرز عمل منافقین کا ہو سکتا ہے لیکن صاحبان ایمان کا نہیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ کسی بڑی آزمائش یا اللہ کے غضب کا شکار ہو سکتے ہیں۔

(۵) آخر میں فرمایا کہ زمین و آسمان کی ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ وہ بندوں کے ہر حال اور کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے۔ جب وہ لوگ قیامت کے دن اللہ کی طرف پلٹ کر جائیں گے تو وہ ان کے کئے ہوئے کاموں کو سامنے رکھ دے گا اور پھر وہ نیکی اور برائی سے کئے گئے کاموں کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ اس سے کوئی چیز یا کسی چیز کا انجام پوشیدہ نہیں ہے۔

(۶) اب اللہ کے رسول ﷺ دنیاوی حیات کے ساتھ ہمارے درمیان میں نہیں ہیں لہٰذا اب ان کے قائم مقام جو بھی لوگ ہیں اگر وہ کسی اجتماعی کام کے لئے بلائیں تو اس میں شرکت لازمی اور ضروری ہے تا کہ ملت اسلامیہ کے اہم کام صحیح طور پر سرانجام دیئے جا سکیں۔

الحمد للہ سورۃ النور کی آیات کا ترجمہ اور تشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۸ تا ۱۹

• قد افلح • وقال الذین

سورة نمبر ۲۵

اَلْفُرْقَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفرقان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	25
کل رکوع	6
آیات	77
الفاظ وکلمات	906
حروف	3919

سورۃ الفرقان مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں اور سورتوں کی طرح توحید ورسالت، قیامت، جزا وسزا، کفر وشرک کی برائی اور مشرکین کی مذمت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو وہ مقام اور عظمت عطا فرمائی ہے کہ آپ ﷺ اور انبیاء کرامؑ کی طرح کسی خاص قوم، نسل، یا خطے کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک پوری انسانیت کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا؛

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا؛

''(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف مبشر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔''

سورۃ الفرقان میں فرمایا گیا ہے اے نبی ﷺ! آپ ''نذیر اللعالمین'' یعنی تمام جہان والوں کے لیے (برے انجام سے) ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف عرب والوں یا کسی خاص قوم کی طرف رسول اور نبی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ قیامت تک ساری انسانیت کی اصلاح اور راہ ہدایت متعین کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش فرماتے تو کفار مکہ آپ ﷺ کے مقام عظمت کو پہچاننے کے بجائے طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے تمام اعتراضات کے جوابات عطا فرمائے ہیں۔

کفار ومشرکین کبھی طنز کرتے ہوئے یہ کہتے کہ اچھا یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کبھی کہتے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کبھی کہتے کہ ان کے ساتھ کوئی خزانہ کیوں نہ بھیجا گیا جس سے یہ خوب آرام سے کھاتے پیتے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے یہ انسان ہی ہیں کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں۔ اپنی ضروریات اور تجارت کے لیے بازاروں میں بھی جاتے ہیں جس طرح ان سے پہلے تمام نبی اور رسول انسان ہی تھے اور ان کے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کسی خاص زمانے اور کسی خاص خطے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ آپ ﷺ کو ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا ہے چنانچہ اس سورۃ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ساری دنیا کے انسانوں کو برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کر دیجیے شاید اس طرح وہ حق اور باطل میں فرق کرسکیں۔

ساتھ جو بھی ضروریات تھیں اور بشری تقاضے تھے وہ ان کو پورا کرتے تھے۔ اس سے ان کی شان رسالت ونبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا یہ اور اس قسم کی بہت سی باتیں سمجھانے کے باوجود یہ کفار ایمان نہ لاتے تو نبی کریم ﷺ رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان کے یہ اعتراضات محض عمل سے بھاگنے اور سچائی سے منہ موڑنے کے لیے ہیں۔ اگر ان کو اس بات کا ذرا بھی احساس ہوتا کہ ان کو مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے تو یہ لوگ کبھی ایسا نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ان کی طرف نہ دیکھیے بلکہ اللہ کے ان نیک بندوں کی طرف دیکھیے جو ''عبادالرحمٰن'' ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے یہ نیک بندے وہ ہیں کہ

(۱) جب وہ زمین پر چلتے ہیں تو نہایت عاجزی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں غرور اور تکبر کا کوئی انداز ان میں موجود نہیں ہوتا۔

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جھوٹ، فریب، بے ہودہ مشغلوں اور ناجائز حرکتوں سے دور رہتے ہیں۔ جب وہ چلتے ہیں تو نہایت عاجزی اور وقار سے چلتے ہیں۔ رحمٰن کے بندوں کے کسی عمل میں تکبر اور غرور کا کوئی انداز نہیں ہوتا۔

(۲) جب وہ جاہلوں اور نادانوں سے بات کرتے ہیں تو ان سے الجھنے کے بجائے نہایت نرمی اور اخلاق سے کہہ دیتے ہیں کہ ''تم سلامت رہو تم پر سلامتی ہو۔''

(۳) ان کی راتیں غفلت اور سستی کے بجائے اللہ کے سامنے سجدے کرنے اور نماز کو قائم کرنے میں گزرتی ہیں۔

(۴) وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جہنم سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اور ہر اس عمل سے دور رہتے ہیں جس سے ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے۔

(۵) اللہ کے بندے وہ ہیں جو اپنا مال خرچ کرنے میں اعتدال اور توازن کا راستہ اختیار کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی میں سب کچھ اڑا دیتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ وہ درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

(۶) وہ بدعقیدگی اور برے اعمال سے دور رہتے ہوئے شرک اور بدعات اور کفر کے ہر انداز سے اپنے آپ کو بچا کر توحید خالص پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۷) وہ انسانی جان کا احترام کرتے ہیں اور قتل ناحق سے دور رہتے ہیں۔

(۸) ناجائز جنسی تعلق (زنا) اور بدکاری اور ہر طرح کے گناہوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھتے ہیں۔

(۹) اللہ کے بندے وہ ہیں کہ جھوٹ، فریب، بے ہودہ مشغلوں اور ناجائز حرکتوں سے بچ کر چلتے ہیں۔

(۱۰) اگر وہ کسی غلط اور بے ہودہ جگہ سے گزرتے ہیں تو اس میں الجھنے کے بجائے متانت، سنجیدگی، اور وقار سے گزر جاتے ہیں۔

(۱۱) جب ان کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کو نہایت غور وفکر سے سن کر اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) وہ اپنے لیے اپنے گھر والوں اور متعلقین کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ان کو نیکیوں اور پرہیز گاری کے کاموں کے لیے ثابت قدم رکھیے گا۔

اللہ تعالیٰ ان ''عباد الرحمٰن'' (رحمٰن کے بندوں) کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ ان کو دنیا اور آخرت میں بلند ترین مقامات عطا کئے جائیں گے اور جنہوں نے کفر و شرک کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور اللہ کے دین اور رسولوں کی عظمت کا انکار کرتے ہیں تو ان کا یہ انکار اور بد عملی قیامت میں وبال جان بن جائے گی۔ اس سے ان کو واسطہ پڑے گا اور ان کو عذاب بھگتنا پڑے گا۔

سُوْرَةُ الفُرْقَان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ﴿١﴾
الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ
لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿٢﴾
وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ
وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا
وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿٣﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ
اِفْكُ اِۨفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ جَآءُوْ
ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۛۚ﴿٤﴾ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِىَ
تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِىْ يَعْلَمُ السِّرَّ
فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٦﴾

معانقہ

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل فرمائی تا کہ وہ تمام اہل جہان کو ڈرسنانے والے ہوں۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور اس نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کی حکومت میں کوئی شریک ہے۔ اس نے ہر چیز کو

پیدا کر کے اس کو مناسب و متوازن بنایا ہے۔

اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو معبود بنا رکھا ہے جو کسی چیز کے خالق نہیں ہیں بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے کسی نفع اور نقصان تک کا اختیار نہیں رکھتے۔ نہ وہ موت اور زندگی کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا۔

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں ہے سوائے جھوٹ کے۔ جسے اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے۔ اور دوسرے کچھ لوگوں نے اس کے گھڑنے میں اس کی مدد کی ہے۔ پس یقیناً وہ زیادتی اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جن کو اس نے لکھوالیا ہے۔ پھر وہی صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنادی جاتی ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا علم رکھتا ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

تَبَارَکَ — برکت والا۔ خود بخود بڑھنے والا۔

اَلْفُرْقَانُ — حق و باطل میں فرق کرنے والا۔

اَلْمُلْکُ — سلطنت۔ حکومت۔

قَدَّرَ — اس نے اندازہ ٹھہرایا۔

تَقْدِیْرٌ — اندازہ متوازن ہونا۔

یُخْلَقُوْنَ — وہ پیدا کئے گئے ہیں۔

ضَرٌّ — نقصان۔

نُشُوْرٌ	دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا۔
اِفْکٌ	جھوٹ۔ بے بنیاد بات۔
اِفْتَرٰی	اس نے گھڑ لیا۔
اَعَانَ	اس نے مدد کی۔
زُوْرٌ	جھوٹ۔ غلط بات۔
تُمْلٰی	پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔
اَلسِّرُ	بھید۔ چھپی باتیں۔

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ٦

دنیا اور آخرت میں وہی افراد اور قومیں کامیاب و بامراد ہوتی ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کو مان کر اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کرتی ہیں۔ لیکن جنہوں نے اللہ کی ذات وصفات میں شرک کیا اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیمات، اس کے نبیوں اور رسولوں کو جھٹلایا، ان کا مذاق اڑایا اور اہل ایمان کے راستے کو روکنے کی کوشش کی اور بے حقیقت چیزوں اور بتوں کو معبود بنایا ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت بھی۔ چنانچہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ وہ بابرکت ذات ہے جو تمام بھلائیوں، خوبیوں اور قدرت وطاقت اور عظمتوں والی ذات ہے۔

اس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ عظیم کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی ہے جس نے حق وباطل، سچ اور جھوٹ، اچھے اور برے کو واضح طریقے پر بیان کر کے اس کے اچھے اور برے انجام کو بیان فرما دیا ہے تا کہ دنیا بھر کو ان کے برے اور بدترین انجام سے ڈرایا جا سکے۔ اللہ کے نور ہدایت سے یہ دنیا روشن ومنور ہے۔ وہ اپنی قدرت کاملہ سے اس پوری کائنات کو اس طرح چلا رہا ہے کہ وہ اس کے چلانے میں دنیا کے کسی بھی شخص یا اسباب کا محتاج نہیں ہے، نہ کوئی اس کے کام میں شریک ہے نہ وہ اولاد یا بیوی کا محتاج ہے۔ وہ ساری مخلوق کو ایک خاص انداز اور مقدار کے ساتھ رزق پہنچا رہا ہے۔ اس

نے ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر بنایا ہے کہ اس کی تقدیر اور اندازے سے کوئی چیز باہر نہیں نکل سکتی۔لیکن وہ کتنے بدنصیب لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر چاند، سورج، ستاروں، پانی، ہوا، آگ اور مٹی کو اور، پتھر، لکڑی سے بنائے گئے بے جان بتوں کو اپنا معبود سمجھ رکھا ہے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع لگائے بیٹھے ہیں۔غور کرنے کی یہ بات ہے کہ جو اپنے پیدا ہونے میں بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ دنیا کے ایک معمولی سے ذرے کو پیدا کرنے کی بھی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتے۔ جو اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ جن کے ہاتھ میں کسی کی زندگی یا موت کا اختیار نہیں ہے۔ نہ یہ دنیا میں کسی کے کام آئیں گے اور نہ آخرت میں وہ دنیا اور آخرت میں کسی کے نفع نقصان اور اچھے برے کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں۔

ایسے لوگ نہ صرف ان بے حقیقت چیزوں سے امید لگائے زندگی گذار رہے ہیں بلکہ وہ حق وصداقت کی ہر بات کو جھٹلاتے جھٹلاتے قرآن کریم جیسی سچائی کو جھٹلانے سے بھی باز نہیں آتے۔

قرآن کریم جس کی ایک آیت بنا کر لانے سے عرب کے بڑے بڑے فصیح وبلیغ ادیب وشاعر۔ وہ جن کو اپنی زبان دانی پر اتنا فخر وغرور تھا کہ اپنے سوا سب کو "عجم" یعنی گونگا کہا کرتے تھے قرآن کی فصاحت وبلاغت کے سامنے خود ہی گونگے ہو کر رہ گئے تھے اور پوری کوششوں کے باوجود یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ساری دنیا مل کر بھی قرآن جیسی ایک سورت یا ایک آیت بنا کر نہیں لا سکتی۔ اس حقیقت کی موجودگی میں کفار ومنافقین کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نے چند عجمی غلاموں سے سن کر یا پڑھ کر نعوذ باللہ خود ہی قرآن کی آیات کو گھڑ لیا ہے۔ اور اس کلام کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا ہے کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کلام اس علیم وخبیر ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زمین اور آسمانوں کے تمام بھیدوں سے واقف ہے۔ وہ قرآن مجید جس کی عظمت، بلندی مضامین اور الفاظ کی شان وشوکت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا وہ اس قدر معمولی کلام نہیں ہے کہ جسے کچھ عجمی پڑھے لکھے غلام اپنی طرف سے پیش کرتے اور سارے عرب کے شاعر وادیب اس کلام کے سامنے عاجز وبے بس ہو کر رہ جاتے۔ ایسی بات کہنا اتنی بڑی گستاخی، جہالت اور نادانی ہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو سکتا تھا لیکن اللہ کی ہر صفت پر صفت رحمت غالب ہے اس لئے وہ ایسے گستاخوں کو اچھی طرح موقع دینا چاہتا ہے کہ وہ اس بات پر خوب غور وفکر کر لیں تاکہ ان کی عاقبت خراب نہ ہو۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب کا چشمہ لگا کر جھوٹی زندگی گذارنے والے لوگ اس سے آگے سوچ ہی نہیں سکتے حالانکہ اگر وہ کفار ومشرکین ذرا بھی غور وفکر سے کام لیتے تو قرآن مجید علم وحکمت اور عقل وبصیرت سے بھرپور خزانہ نظر آتا جو ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں آخرت کی ابدی راحتیں مطلوب ومحبوب ہیں۔ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو بھی اس قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی شان نبوت کی مکمل اطاعت کرے گا اس کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

لیکن اگر جھوٹ، فریب اور شک وشبہ میں زندگی گذار دی جائے گی تو ایسے لوگوں کی دنیا کے ساتھ آخرت بھی برباد ہوکر رہ جائے گی۔

وَقَالُوْا مَالِ
هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ
لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى
اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ
الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ
اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا
بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝
اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝
وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ
ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا
كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ
الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ
خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝

ع ١ ٩ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۶

انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یا اسے کوئی خزانہ دے دیا ہوتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک جادو میں مبتلا شخص کے پیچھے چل رہے ہو۔ (اے نبی ﷺ) آپ ذرا دیکھئے یہ کیسی (فضول اور بے ہودہ) باتیں کر رہے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) یہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ اب یہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو تمہارے واسطے اس سے بہتر (ایسے) باغات بنا دے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور تمہارے لئے بہت سے محل بنا دے (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ہم نے ایسے لوگوں کے لئے جو قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جب دور سے دوزخ انہیں دیکھے گی تو وہ اسے جوش مارتا اور چنگھاڑتا سنیں گے۔ اور جب یہ اس جہنم کی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج تم ایک موت کو نہیں بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ جہنم کا عذاب بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت کا جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے وہ ان (کی نیکیوں) کا صلہ اور ٹھکانا ہوگا۔ وہ اس جنت میں جو خواہش کریں گے ان کو ملے گا اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ آپ کے رب کا وعدہ ہے جس (کا پورا ہونا) لازم ہے اور پوچھے جانے کے قابل ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۶

مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ یہ کیسا رسول ہے۔

یَمْشِیْ چلتا ہے۔

اَلْاَ سْوَاقُ(سُوْقٌ)	بازار۔
كَنْزٌ	خزانہ۔
مَسْحُوْرٌ	جادو میں پھنسا ہوا۔
ضَلُّوْا	وہ گمراہ ہوگئے۔
قُصُوْرٌ(قَصْرٌ)	محل۔محلات۔
سَعِيْرٌ	بھڑکتی آگ۔
تَغَيُّظٌ	غصہ سے جوش مارنا۔
زَفِيْرٌ	غصہ سے نکلی ہوئی تیز آواز۔
ضَيِّقٌ	تنگ۔
مُقَرَّنِيْنَ	آپس میں جکڑے ہوئے۔
ثُبُوْرٌ	موت۔ہلاکت۔
مَايَشَآءُ وْنَ	جو کچھ وہ چاہیں گے۔
مَسْئُوْلاً	سوال کیا گیا۔درخواست کا حق۔

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۶

سچی اور عظیم تحریک اور مضبوط دلائل کے سامنے شکست کھا جانے والے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ہر شخص متاثر ہو رہا ہے تو وہ طرح طرح کے اعتراضات، الزامات اور ذاتیات پر اتر آتے ہیں چنانچہ جب قرآن کریم کی واضح اور کھلی کھلی آیات اور نبی کریم ﷺ کی پرتاثیر شخصیت اور اعلیٰ ترین سیرت نے ہر شخص کو دین اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا تو کفار و مشرکین نے

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی ذات کو اعتراضات کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

چنانچہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب جس کے سامنے وقت کے شاعر اور زباں داں عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے اس کو پرانے زمانے کے قصے اور من گھڑت کہانیاں قرار دینے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو شاعر، مجنون، کاہن اور نجانے کن کن القابات سے یاد کیا جانے لگا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو ان کا کوئی شاہانہ انداز ہونا چاہیے تھا، خوب ٹھاٹ باٹ ہوتے، آسمان سے فرشتے نازل ہوتے، مال و دولت کا زبردست خزانہ ہوتا جس کو وہ دونوں ہاتھوں سے خوب لٹاتے، خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے یا کوئی خوبصورت سا باغ ہوتا جس میں ہر طرف سرسبزی و شادابی ہوتی۔ لیکن یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے اوپر ایمان لانے والے غریب، مسکین اور پھٹے حال لوگ ہیں جن کے پاس نہ کھانے کو نہ پینے کو ہر طرف فقر و فاقہ ہی فقر و فاقہ ہے۔ وہ یہاں تک گستاخی پر اتر آئے تھے کہ لوگوں سے کہتے کہ کیا تم ایسے شخص کی بات کا یقین کرنے چلے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے نعوذ باللہ ان کے ہوش و حواس بگڑ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ذرا دیکھئے تو سہی یہ لوگ جو کل تک آپ کو صادق، امین اور ذہین و سمجھ دار کہا کرتے تھے آج کیسی پھبتیاں کس رہے ہیں، کیسے کیسے القابات دے رہے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اس کی پروا نہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ راستے سے بھٹک چکے ہیں نہ خود صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس سیدھی سچی راہ پر دیکھنا گوارا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر اللہ چاہتا تو آپ کو حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی طرح دولت و سلطنت سے نواز سکتا تھا۔ وہ آپ کو ایسے سرسبز و شاداب اور ہرے بھرے باغات عطا کر سکتا تھا کہ جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوتیں اور رہنے کے لئے عالی شان محلات اور حسین ترین مکانات ہوتے لیکن یہ سب کچھ مقصود نہیں ہے بلکہ آخرت کی زندگی کی طرف متوجہ کرنا اصل مقصد ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ جس بات کو ظاہر کر رہے ہیں اور اعتراضات کر رہے ہیں بات یہ نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت، آخرت اور تمام اعمال کی جزا و سزا پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ

سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرنا جینا اسی دنیا تک محدود ہے۔ آخرت، جنت، جہنم اور اچھے برے اعمال کی سزا اور جزا کوئی چیز نہیں ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کے اس طرح سوچنے سے حقائق تبدیل نہیں ہوں گے کیونکہ مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اور پھر جب ان کو جہنم کی وہ آگ جو ان کے لئے تیار کی گئی ہے اس میں جھونکا جائے گا اس وقت ان کی آنکھوں سے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔ جہنم کی کیفیات کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب یہ جہنم کفار کو دیکھے گی تو وہ غیض و غضب کے ساتھ ایک ڈراونی اور ہیبت ناک آواز سے دھاڑنا شروع کردے گی اور اس کے جوش کا ٹھکانا نہ ہوگا۔ اس کی ہیبت ناک آوازوں کو یہ کفار و مشرکین خود اپنے کانوں سے سنیں گے۔

فرمایا کہ ان مجرمین کو جب زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ و تاریک حصے میں پھینک دیا جائے گا تو پھر ان کی بے چینی اور گھبراہٹ اپنی انتہاؤں پر ہوگی۔ وہ روئیں گے، چلائیں گے اور شدید ترین اذیت کی وجہ سے موت کو یاد کر کے کہیں گے کہ اس سے بہتر تھا کہ ہمیں موت آجاتی۔ ہمارا وجود مٹ جاتا اور اس کی اذیت و مصیبت سے جان چھوٹ جاتی۔ مگر اس وقت ان کا رونا، چلانا، چیخنا اور دھاڑنا ان کے کام نہ آسکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن تم صرف ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو آواز دو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کی جس اذیت میں مبتلا ہو گے یہ بہتر ہے یا وہ جنت بہتر ہے جس کا وعدہ اللہ نے ان لوگوں سے کیا ہوا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان جنتوں میں ان کو بہترین بدلہ اور جزا عطا کی جائے گی جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان جنتیوں کا یہ حال ہوگا کہ اہل جنت جس چیز کی خواہش اور تمنا کریں گے ان کو عطا کی جائے گی۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ
وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ
عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ
مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ

لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًا
بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا
وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾
وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ
الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ
لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۱۱ ۲ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

اور جس دن (آپ کا رب) ان کو اکٹھا کرے گا اور جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ اکٹھا کرے گا تو پھر اللہ ان سے پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو بہکایا تھا یا وہ خود ہی رستے سے بھٹک گئے تھے؟۔ وہ کہیں گے کہ (اے اللہ) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ ہماری یہ مجال نہ تھی کہ ہم آپ کے سوا دوسروں کو مددگار بناتے بلکہ آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوش حالی عطا کی یہاں تک کہ وہ آپ کو بھول گئے اور یہ خود ہی ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) وہ تمہیں تمہاری اس بات میں جھٹلا چکے جو تم کہتے ہو اب تم نہ تو اپنے اوپر سے عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ تم کسی طرح کی مدد کئے جا سکتے ہو۔ اور تم میں سے جو ظالم ہوگا ہم اسے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے جانچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ تو کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا پروردگار سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

اَضْلَلْتُمْ تم نے گمراہ کیا تھا۔

ضَلُّوا السَّبِيْلَ راستے سے بھٹک گئے۔

مَا يَنْبَغِيْ مناسب نہیں ہے

مَتَّعْتَ تمہیں خوش حالی دی گئی۔

نَسُوْا وہ بھول گئے۔

بُوْرٌ تباہ و برباد ہونے والے۔

نُذِقْ ہم چکھائیں گے۔

فِتْنَةٌ آزمائش۔ جانچ۔

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۰

ان آیات میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں ایک تو میدان حشر میں وہ سوال کہ یہ لوگ جو بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھے اس پر ان کو کس نے مجبور کیا تھا؟ دوسرا یہ مسئلہ کہ انبیاء کرامؑ جو انسان ہوتے ہیں مگر ان پر انسانیت ناز کرتی ہے کیا وہ انسانی ضروریات سے بے نیاز تھے؟

جب اللہ تعالیٰ پوری کائنات کی بساط الٹ دیں گے اور تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لا کر کھڑا کر دیں گے تو اس وقت کفار و مشرکین جن کے سامنے ان کا بھیانک انجام نظر آ رہا ہوگا وہ گھبراہٹ میں مجنونانہ حرکتوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تمام کفار و مشرکین کو اور ان لوگوں کو جمع فرمائیں گے جو ایک اللہ کی عبادت و بندگی چھوڑ کر غیر اللہ کو اپنا معبود بنائے بیٹھے تھے اور ان کو اس بات پر ناز تھا کہ یہ غیر اللہ ان کے کام آئیں گے اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ان جھوٹے معبودوں سے پوچھیں گے کہ یہ لوگ جو تمہارے سامنے کھڑے ہیں کیا تم نے ان سے کہا تھا کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر تمہاری عبادت و بندگی کریں یا یہ لوگ خود ہی تمہاری بندگی کرنے لگے تھے اور تمہارے دھوکے میں آگئے تھے؟۔ان سب کا ایک ہی جواب ہوگا کہ اے اللہ آپ کی ذات ہر طرح کے عیب سے پاک ہے، آپ کی بڑی شان ہے، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم تو بے بس اور مجبور تھے۔انہوں نے خود ہمیں اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر ہماری عبادت و بندگی شروع کر دی تھی۔ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم انہیں اپنی عبادت و بندگی پر مجبور کر سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی دولت اور راحت و آرام کی دیوانگی میں آپ کی بندگی چھوڑ کر ہمیں اپنا معبود بنا لیا تھا۔ یہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔اللہ کے بھرے دربار میں جب یہ جھوٹے معبود ان کو ٹکا سے جواب دیں گے اس وقت حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اب تم کیا کہتے ہو؟ وہ معبود جنہیں اپنا سہارا اور سب کچھ سمجھ رہے تھے وہ تو تمہاری عبادت و بندگی کو حماقت و جہالت اور نادانی قرار دے رہے ہیں۔

ارشاد ہوگا تمہارا اعمال نامہ تمہارے سامنے ہے اب اسی کے مطابق سارے فیصلے کئے جائیں گے اب تمہارا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہوگا۔

دوسرے مسئلے کا اللہ نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں ہی کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ انسانوں کی ہدایت و رہبری کے لئے انسان ہی ایک نمونہ عمل بن سکتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے بہت سے انبیاء کرامؑ کو بھیجا جو سب کے سب انسان ہی تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے اور بیوی بچے بھی رکھتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی طرف وحی کی جاتی تھی جو ان کا اتنا بڑا امتیاز اور عظمت ہے کہ اس کے سامنے بہت سی عظمتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی فرشتے یا مال دار شخص کو نبی بنا کر بھیجتے جو زبردستی لوگوں پر رعب جما کر دھونس اور دھاندلی سے اپنی بات منواتا تو یہ بات اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی عقل و فہم استعمال کر کے ایمان کا راستہ منتخب کرے تا کہ اس کی دنیا اور آخرت سنور جائے اور ابدی راحتیں نصیب ہو جائیں۔

الجزء ١٩

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا
كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ
وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ
فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا
وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ
تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ
اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

اور جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے انہوں نے کہا ہمارے اوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے؟ یا ہم اپنے رب کو (کھلی آنکھوں سے) کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ بے شک انہیں اپنے بارے میں بڑا گھمنڈ ہے اور شرارت میں وہ بہت سر چڑھ گئے ہیں۔ اور جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کا دن نہ ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ (اے پروردگار) ہمارے اور اس

(عذاب) کے درمیان کوئی پناہ کی جگہ مل جائے۔ اور ہم ان کے کئے ہوئے کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے ہم ان کے اعمال کو اڑتا غبار بنادیں گے۔

اس دن جنت والے بہترین ٹھکانے اور عمدہ آرام گاہوں میں ہوں گے۔ اور جس دن آسمان بادل کے اوپر سے پھٹ جائے گا۔ اور لگا تار فرشتے اتارے جائیں گے اس دن کی سچی بادشاہت رحمٰن کے لئے ہوگی۔ اور وہ دن کفار پر بڑا مشکل دن ہوگا۔ اور اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبا ڈالے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں رسول کے ساتھ ہو کر صحیح راستہ اختیار کر لیتا۔ ہائے میری بد نصیبی! میرے لئے کیا اچھا ہوتا کہ میں نے فلانے کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا جس نے اس وقت جب کہ مجھے نصیحت پہنچ چکی تھی بھٹکا دیا اور شیطان تو انسان کے لئے بڑا دغاباز ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢١ تا ٢٩

لَا يَرْجُوْنَ — وہ امید نہیں رکھتے ہیں۔

لِقَاءٌ — ملاقات۔

عُتُوٌّ كَبِيْرٌ — بہت زیادہ۔ حد سے زیادہ بڑھنا۔

لَا بُشْرٰى — خوشخبری نہیں ہے۔

حِجْرٌ — کوئی روک۔ کوئی آڑ۔

مَحْجُوْرٌ — آڑ کھڑی کردی گئی۔

قَدِمْنَا — ہم آگے آئے۔

هَبَاءٌ — وہ ذرات جو سورج چمکنے سے نظر آتے ہیں۔

مَنْثُوْرٌ — اڑایا ہوا۔ پھیلایا ہوا۔

مُسْتَقَرٌّ	ٹھکانا۔
مَقِيلٌ	آرام کی جگہ۔
تَشَقَّقُ	پھٹ جائے گی۔
اَلْغَمَامُ	بادل۔
عَسِيْرٌ	سخت۔ مشکل۔
يَعُضُّ	کاٹے گا۔
يٰلَيْتَنِيْ	اے کاش کہ میں۔
يٰوَيْلَتٰى	ہائے میری بدنصیبی۔
خَلِيْلٌ	دوست۔
اَضَلَّنِيْ	مجھے بہکا دیا۔
خَذُوْلٌ	دغاباز۔ چھوڑ جانے والا۔

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹

جولوگ اللہ پر، آخرت اور اس کے رسول پر ایمان ویقین رکھتے ہیں انہیں کسی محسوس دلیل اور معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جن لوگوں کو محض باتیں بنانا اور عمل سے فرار اختیار کرنا ہے وہ طرح طرح کی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں ان کی غیر سنجیدگی اور بے عقلی کی انتہا یہ مطالبہ ہے کہ ہم رسولوں کو مان تو لیں مگر اس کی شرط یہ ہے کہ یا تو فرشتے خود آ کر ہمیں بتائیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ یا خود اللہ تعالیٰ ہی آ کر اس کی تصدیق کر دیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے یعنی وہ اپنے تکبر، غرور اور بڑائی میں اس قدر ڈوب چکے ہیں کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جب اللہ کے فرشتے اور خود

اللہ رب العالمین ان کے سامنے ہوں گے تو ان مجرمین کے لئے وہ کوئی خوش خبری کا دن نہ ہوگا بلکہ ان کو جب سامنے سے آتا ہوا عذاب اور اس کی ہولناکی نظر آئے گی تو وہ چلا اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے خطا ہوگئی ہے اور وہ چلا چلا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور اس کے درمیان کوئی پناہ کی جگہ بنا دیجئے جس میں ہم چھپ سکیں۔ لیکن اس دن یہ حال ہوگا کہ لوگوں کے اعمال بھی اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور اہل جنت بہترین ٹھکانوں اور آرام گاہوں میں عیش و آرام کر رہے ہوں گے۔ اس دن آسمان پھٹ کر ایک رقیق بادل کی شکل اختیار کر لے گا۔ جس کے چاروں طرف فرشتے ہوں گے۔ یہ بادل ایک سائے کی طرح آسمان سے آئے گا جس میں اللہ کی تجلیات ہوں گی۔ میدان حشر قائم ہوگا اور ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ اس وقت کفار و مشرکین اور گناہ گاروں کی ساری خوش گمانیاں دور ہو جائیں گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حقیقی بادشاہت و سلطنت صرف اللہ کی ہے۔ یہ دن ظالموں کے لئے بڑا بھاری دن ہوگا جب یہ لوگ رنج و غم میں اپنے ہاتھوں تک کو چبا ڈالیں گے ان کی زبان پر صرف یہی ہوگا کہ کاش ہم نے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کر لیا ہوتا اور ان لوگوں کا کہنا مانا ہوتا جنہوں نے دوست بن کر ہمیں تباہ و برباد کر دیا کاش ہم ایسے لوگوں کو اپنا دوست نہ بناتے جنہوں نے ایک سیدھے راستے کی ہدایت آ جانے کے بعد ہمیں راہ مستقیم سے بھٹکا دیا اور یہ سب کچھ اس دغا باز شیطان کا کام ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم سے ڈگمگا دیتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ
قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ
نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝۳۱
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً
مع ۷ وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝۳۲
وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝۳۳ اَلَّذِيْنَ
يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ
۳ ع ۱۴ ۱ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۳۴

ترجمہ: آیت نمبر ٣٠ تا ٣٤

اور رسول (ﷺ) کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) ہم اس طرح گناہ گاروں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں۔ اور آپ کا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔

اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو اس پر ایک ہی مرتبہ نازل کیوں نہیں کیا گیا۔ اللہ نے فرمایا یہ اس لئے ہے تاکہ ہم اس قرآن کے ذریعے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس قرآن کو آہستہ آہستہ پڑھ کر سنایا ہے۔ یہ کفار آپ سے کیسے ہی انوکھے اور عجیب سوال کریں۔ ہم اس کا ٹھیک اور بہتر جواب دے ہی دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے ان کا ٹھکانا بھی برا ہے اور یہ راستے سے بھی بھٹکے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٠ تا ٣٤

مَهْجُوْرٌ چھوڑا ہوا۔ چھوڑا گیا۔

عَدُوٌّ دشمن۔

هَادِیٌ ھدایت دینے والا۔ راستے دکھانے والا۔

نَصِیْرٌ مدد کرنے والا۔

نُزِّلَ اتارا گیا۔

جُمْلَةً وَّاحِدَةً ایک ہی مرتبہ۔

نُثَبِّتُ ہم مضبوط کریں گے۔

فُؤَادٌ دل۔

رَتَّلْنَا ہم نے آہستہ پڑھا۔

اَحْسَنُ بہترین۔

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۴

جب کوئی قوم علم وعمل سے دور اور جہالت سے قریب ہوتی ہے تو ان میں ایک خاص ٹیڑھے پن کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سوائے بے تکی بحثوں، کٹ حجتیوں، ضد، بے فائدہ سوالات اور بے عملی کے کچھ بھی نہیں کرتے۔ ان کو سچائی اور بھلی بات سے نفرت اور ہر جہالت سے خاص دلی لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ہر سچی بات کو لوگوں کی نظروں میں بے قیمت بنا دیا جائے اور ہر جھوٹی بات کو خوبصورت رنگ دے کر لوگوں کی نگاہوں میں باعظمت بنا دیا جائے۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی سچی اور حقیقی تعلیم کو پہنچانے کی جدوجہد فرمائی تو جہالت میں ڈوبے ہوئے عرب معاشرہ میں ہر ایک کی ایک ہی کوشش رہتی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ اور قرآن کریم کی سچائیوں کو بے قیمت بنا دیا جائے اور راستے بے تکے اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ کر دی جائے اور ایسے ایسے سوالات کئے جائیں کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ ان سچائیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آپ نے گذشتہ آیات میں پڑھ لیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو جادوگر، مجنون، کاہن، کسی جادو کے زیر اثر اور بہکا ہوا انسان ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لئے کہتے تھے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ یہ تو ہمارے گذرے ہوئے بزرگوں کے قصے کہانیاں ہیں جن کو اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر دیا جاتا ہے اور نعوذ باللہ اس کلام کو آپ خود ہی گھڑ کر پیش کر دیتے ہیں۔ جو نبی گذرے ہیں ان پر چند روز میں پوری پوری کتابیں نازل کی گئی تھیں یہ کیسا قرآن ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جا رہا ہے۔ اور مکمل ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے بے تکے سوالات اور باتوں کا بھرپور جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے حبیب (ﷺ) آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ اس سے زیادہ نہ سوچ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ آپ اللہ کے دین کو پہنچانے کی کوشش اور جدوجہد کرتے رہیے۔ اس طرح کی باتیں تو ہر اس شخص کے ساتھ پیش آتی ہیں جو حق وصداقت کے راستے پر چلتا ہے۔

چنانچہ جب بھی اللہ کے نبی اور رسول آئے ہیں ان پر ان کی قوم کے جاہلوں اور مفاد پرستوں نے اسی طرح کے اعتراضات کئے ہیں اور نبیوں کی دشمنی میں بہت آگے تک جا پہنچے تھے۔ کفار کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن ایک دم نازل کیوں نہیں کیا گیا فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا دل قوی اور مضبوط رہے یعنی ہر شخص کے دل میں اس قرآن کی سچائی کو اتار دیا جائے۔ ہر شخص اس کو پڑھ کر، سمجھ کر اور عمل کر کے نہایت مضبوطی اور اخلاص سے اس کو اپنے دل میں جمالے اور یاد کر لے۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ سے پہلے جتنی کتابیں نازل کی گئی ہیں وہ وقتی طور پر ہدایت و رہنمائی کے لئے اتاری گئی تھیں۔ چونکہ قرآن کریم کو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا تو قرآن کی آیات کو آہستہ آہستہ نازل کیا گیا۔ قرآن کریم کی چند آیات نازل ہوتی تھیں۔ صحابہ کرامؓ ان کو یاد کر لیا کرتے تھے، ان کو سمجھ کر عمل کر کے اپنے دل کا نور بنا لیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کریم کی آیات کے لاکھوں حافظ پیدا ہو گئے۔ اور جہری نمازوں میں پڑھے جانے سے اور بھی قرآن کریم کا ورد جاری ہو گیا اور قرآن کریم کی ہر آیت عمل میں ڈھل کر آسان ہو گئی۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ اور قرآنی تعلیمات سے دشمنی کا انداز اختیار کئے ہوئے تھے فرمایا گیا کہ ان کا انجام بہت بھیانک ہے کیونکہ جب قیامت کے دن ایسے لوگوں کو چہروں کے بل گھسیٹ کر جہنم میں جھونکا جائے گا تو اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے وقتی فائدوں کے پیچھے پڑ کر اپنے لئے آخرت میں کس قدر برا اور گھٹیا مقام بنایا ہے۔ لیکن اس وقت شرمندہ ہونے سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شکوہ کریں گے الٰہی! جب میں نے اپنی قوم کو سچائی پر لانا چاہا تو انہوں نے اس کو ماننے اور اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور قرآنی تعلیمات کے انکار نے انہیں حقیقت سے بہت دور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی پروانہ کیجئے کیونکہ اللہ نے ہر نبی کے دشمن پیدا کئے ہیں لیکن جن لوگوں نے بھی اسلام دشمنی میں ان شیطانوں کی پیروی کی ہے ان کی آخرت برباد ہو کر رہی۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرض کریں گے الٰہی! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا یعنی میں نے آپ کا کلام ان تک پہنچانے کی جدوجہد کی مگر انہوں نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا اور دشمنی میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس سے نہ گھبرائیں کیونکہ اس طرح کے گناہ گاروں نے ہمیشہ دین اسلام اور نبیوں کی اسی طرح دشمنی کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو ہدایت دینا چاہتا ہے اور جو لوگ چاہتے ہیں کہ وہ سچائی کے راستے پر چلیں اور ہدایت حاصل کریں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ضرور عطا فرماتا ہے۔ اور ان کفار کا یہ کہنا کہ ہم نے اس قرآن کو ایک دم کیوں نازل نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وحی کا یہ سلسلہ جتنے عرصے بھی قائم رہے گا اس سے آپ کے دل کو قوت و طاقت ملتی رہے گی کیونکہ کفار اسلام دشمنی میں جتنے آگے جاتے رہیں

گے اللہ ان کی بروقت گرفت کر سکے گا اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کے اترنے سے آپ کی ڈھارس بھی بندھی رہے گی۔ آپ ان کفار کو اعتراضات کرنے دیجئے ہم ان کے ہر اعتراض کا جواب دیتے رہیں گے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنا برا انجام سامنے رکھنا چاہیے۔ جب قیامت کے دن فرشتے ان کفار اور اسلام دشمنوں کو چہروں کے بل گھسیٹ گھسیٹ کر جہنم میں ڈالیں گے تو ان کو اندازہ ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنے لئے کتنے برے ٹھکانے کا انتخاب کیا تھا اور راستے سے بھٹکنے کا برا انجام کتنا بھیانک ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ
وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ
تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ
لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟
وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ
الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ
اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا
يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا
الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ
لَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ
مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۭ اَفَاَنْتَ
تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ
اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾

ع ۴ ۱۰ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۴

اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور ہم نے ان کے بھائی ہارونؑ کو ان کا مددگار بنایا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان (لوگوں) کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ پھر ہم نے ان (منکرین حق) کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

اور قوم نوحؑ (کو بھی ہم نے ہلاک کیا) جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ اور ہم نے ان (کی زندگی) کو نشان (عبرت) بنا دیا۔ اور ہم نے ظالموں کے لئے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور قوم عاد، قوم ثمود اور کنویں والے اور ان کے درمیان اور بہت سی قومیں تھیں ہم نے ہر ایک کے واسطے طرح طرح کے مضامین بیان کئے اور ہم نے (ان کی نافرمانی پر) ہر ایک کو تہس نہس کر ڈالا اور یہ (کفار مکہ) اس بستی پر سے ہو کر گذرتے ہیں جس پر بری طرح پتھروں کی بارش کی گئی کیا پھر وہ اس کو دیکھتے نہیں رہتے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔

اور جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (طنزیہ یہ کہتے ہیں کہ) یہی وہ ہے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں کی طرف سے ہٹا دیا ہوتا اگر ہم اس پر جمے نہ رہتے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) وہ بہت جلد جان لیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس شخص کی حالت کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ تو کیا آپ ایسے (خواہش پرستوں کی) ذمہ داری لے سکتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ تو محض چوپائے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۴۴

اَخَاهُ اس کا بھائی۔

وَزِيْرٌ	بوجھ اٹھانے والا۔ مددگار۔
دَمَّرْنَا	ہم نے تباہ کردیا۔
تَدْمِيْرٌ	اچھی طرح تباہ کرنا۔
اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کردیا۔
قُرُوْنٌ (قَرْنٌ)	قومیں۔ جماعتیں۔
اَصْحٰبُ الرَّسِّ	کنویں والے۔
تَتْبِيْرٌ	اچھی طرح تباہ کرنا۔
اُمْطِرَتْ	برسایا گیا۔
مَطَرُالسَّوْءِ	بدترین بارش۔
نُشُوْرٌ	مرنے کے بعد زندہ ہونا۔
هُزُوٌ	مذاق ۔ ہنسی۔ اڑانا۔
بَعَثَ	اس نے بھیجا۔
كَادَ	قریب ہے۔
صَبَرْنَا	ہم جمے رہے۔
اَضَلُّ	زیادہ گمراہ۔

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۴۴

دنیا میں ہر ظالم و جابر اور قوت و طاقت رکھنے والے شخص کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کی خواہش کے غلام اور حکم

کے بندے بن کر رہیں۔ وہ لوگوں کو جدھر چلانا چاہیں لوگ اسی طرف چلیں۔ ہر جگہ ہر موقع پر اس کی ہر بات کو مانا جائے۔ لیکن اگر اس کے برخلاف ہو تو وہ غرور و تکبر کا پیکر بن کر بے کس و بے بس لوگوں کو زبردستی اپنے سامنے سر جھکانے پر مجبور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اس خواہش کو پورا کرنے اور اپنے اقتدار و قوت کو بچانے کے لئے ننھے اور معصوم بچوں کو ذبح کرنا پڑے تو اس میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کی گردنوں پر سوار رہنے کے لئے کبھی جھوٹے معبودوں کبھی چاند، سورج، ستاروں اور پتھر کے بے جان بتوں کے سامنے جھکانے کی کوشش کرتا ہے۔ آگ کی پرستش اور شجر و حجر کو ان کا معبود بنا دیتا ہے۔ بادشاہ بن بیٹھتا ہے اور اقتدار کے نشے میں خود ہی معبود بن جاتا ہے۔

لیکن ایسے لوگ وقتی خوش حالیوں میں ایسے بدمست ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنا انجام یاد نہیں رہتا۔ وہ ہر اس تحریک کو کچل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنتی ہے۔ غرضیکہ وہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کے لئے جانوروں کی سطح سے بھی نیچے پہنچ جاتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے جہالت میں ڈوبی ہوئی قوم کو دین اسلام کی سچائیوں کی طرف بلانے کی جدوجہد کی تو ابتدا میں کفار مکہ نے آپ کا اور آپ کے ارشادات کا مذاق اڑایا۔ آپ پر پھبتیاں کسیں اور یہاں تک کہہ دیا کہ ان پر کسی جن یا جادو کا اثر ہو گیا ہے جس سے یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آج یہ کفار جو کچھ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں وہ ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے کہ جو اس سے پہلے انبیاء کرامؑ سے نہ کہی گئی ہو۔ ایسا ہوتا رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا کیونکہ حق و صداقت کی ہر آواز سے باطل پرستوں کے ایوانوں میں زلزلے آ جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ نبیوں کی سچی بات سن لی گئی تو پھر ہماری سرداریوں اور چودھراہٹوں کا کیا ہوگا۔

فرمایا کہ اہل مکہ تو شام و فلسطین جاتے ہوئے ان بستیوں کے کھنڈرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جو کبھی آباد تھیں، لوگوں کی چہل پہل تھی، مال و دولت کے ڈھیر تھے، لوگ خوش حالیوں میں مست تھے لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہاء کر دی تب اللہ نے ان کی بستیوں کو ان کی نافرمانیوں اور گناہوں کی وجہ سے مٹی کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا اور آج ان شہروں کے کھنڈرات عبرت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کفار اس سچائی پر غور و فکر نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی سب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب عطا فرمائی اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو نبی بنا کر ان کا مددگار بنایا۔ دونوں ہمارے حکم سے فرعون کے دربار میں پہنچے، فرعون کو

سمجھایا مگر وہ اپنے اقتدار کی بدمستی میں حق وصداقت کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوا اور اس نے ہر طرح کے ظلم وستم کی انتہاء کردی۔ آخر کار اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو نافرمان قوموں کا مقدر ہوا کرتا ہے اور اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی اور فرعون، اس کے ساتھیوں اور قوت اقتدار کو سمندر میں غرق کر کے نشان عبرت بنادیا۔

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک مسلسل اللہ کے دین اور اس کی سچائیوں کو دلوں میں اتارنے کی جدوجہد فرمائی۔ آپ نے ہر طرح اپنی قوم کو سمجھایا مگر وہ کسی بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ایک بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں تمام اہل ایمان کو اور ہر جانور کے ایک ایک جوڑے کو رکھنے کا حکم دیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت نوحؑ کی کشتی میں کل تین سو تیرہ اہل ایمان سوار ہوئے بقیہ تمام لوگوں کو پانی کے اس طوفان میں غرق کر کے مقام عبرت بنادیا۔

قوم عاد نے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکومت کی۔ قوم ثمود نے اپنے معیار زندگی کو انتہائی بلند کیا۔ وہ صنعت وحرفت میں بہت آگے جا چکے تھے اور بیس بیس منزلہ بلڈنگیں پہاڑ کاٹ کاٹ کر بنایا کرتے تھے۔ بہت سے انبیاء کرامؑ نے ان کی اصلاح کرنا چاہی مگر جب یہ قومیں بھی اللہ کو بھول گئیں اور انہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو جھٹلانا شروع کیا تو اللہ کا قہر وغضب ان قوموں پر نازل ہوا اور ان کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا گیا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل مکہ سے قوم لوط کی برباد بستیاں اور کھنڈرات دور نہیں ہیں وہ جب بھی شام وفلسطین کا سفر کرتے ہیں تو راستے میں قوم لوط کی بستیاں بھی پڑتی ہیں جن کو الٹ کر پتھروں کی بارش کی گئی تھی۔ آج ان کی آباد بستیوں کی جگہ ایک ایسا بے جان (بحر مردار) سمندر ہے جو اپنے اندر کسی جان دار کو برداشت تک نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ان کو اس بات پر یقین نہیں ہے کہ جب یہ مرجائیں گے تو پھر ان کو دوبارہ زندہ بھی ہونا ہے اگر ان کو اس بات کا یقین ہوتا کہ جب یہ مرجائیں گے تو پھر ان کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور زندگی کے ایک ایک لمحے کا جواب دینا ہے تو ان کی یہ کیفیت نہ ہوتی۔ آج وہ کفار مکہ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا تو یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟ یہ تو اچھا ہوا کہ ہم اپنے معبودوں پر جمے بیٹھے ہیں ورنہ اگر ہم اپنی جگہ سے ذرا ہل جاتے اور ان کا کہنا مان لیتے تو نجانے ہمارا اور ہمارے معبودوں کا کیا انجام ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل یہ لوگ اپنی خواہشوں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی خواہشات ہی ان کی معبود ہیں۔ جب یہ حالت ہو جائے تو ان خواہش پرستوں سے کیا امید رکھی جاسکتی ہے جو دیکھ کر سن کر بھی سچائی کو قبول نہیں کرتے تو وہ ان چوپایوں اور جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو کم از کم کہیں تو اپنی گردن جھکا دیتے ہیں۔ ان کا تو یہ حال ہے کہ ان میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا کوئی جذبہ ہی باقی نہیں رہا ہے۔ ان کا انجام گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا بلکہ اگر انہوں نے حضرت محمد

مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی تو ان کی زندگیاں بھی مقام عبرت بن جائیں گی۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ
جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿٤٦﴾
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ
النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ
رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً
مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ
صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

کیا آپ ﷺ نے اپنے پروردگار کی (قدرت کی طرف) دیکھا کہ اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا۔ اگر وہ چاہتا تو سائے کو ایک حالت پر ٹھہرائے رکھتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس کا راستہ بتانے والا بنایا۔ پھر ہم اس سائے کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس کی طرح، نیند کو سامان راحت اور دن اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت (بارش سے) آگے آگے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجیں۔ اور بلندی (آسمان) سے پاک وصاف پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے چوپایوں اور بہت سے آدمیوں کو اس سے سیراب کریں۔ اور ہم نے اس پانی کو ان کے درمیان اس طرح تقسیم کردیا ہے تاکہ وہ دھیان رکھیں۔ پھر بھی اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

مَدَّ	پھیلایا۔
اَلظِّلَّ	سایہ۔
سَاکِنٌ	ٹھہرا ہوا۔
دَلِیْلٌ	نشانی۔ راستہ بتانے والا۔
قَبَضْنَا	ہم نے سمیٹ لیا۔
سُبَاتٌ	آرام و راحت کی چیز۔
اَلرِّیَاحَ	ہوائیں۔
طَهُوْرٌ	پاکیزہ۔ صاف ستھرا۔
بَلْدَةٌ	بستی۔ شہر۔
اَنْعَامٌ	چوپائے جانور۔
اَبٰی	انکار کیا۔

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۰

اللہ تعالیٰ کا نظام و انتظام ایسا ہے کہ وہ ہر آن اس کائنات کی کیفیات اور حالات کو تبدیل کرتا رہتا ہے تا کہ انسان یکسانیت سے اکتا نہ جائے کبھی دن کبھی رات، کہیں بہار اور کسی جگہ خزاں، کبھی سردی کبھی گرمی یا برسات۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک ہی کیفیت رکھتا تو زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے سائے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک سایہ ہوتا ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور جب دن کا پورا

اجالا پھیل جاتا ہے تو سایہ تقریباً ختم ہو جاتا ہے۔ سائے کا پیدا ہونا، گھٹنا، بڑھنا اور سکڑنا سورج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر آسمان پر بادل چھا جائیں تو سورج ہونے کے باوجود سائے کا وجود نہیں ہوتا۔ اس طرح کائنات پر مختلف کیفیات آتی رہتی ہیں۔ اللہ کو اس بات پر پوری قدرت حاصل ہے کہ اگر وہ چاہتا تو یہ سایہ ایک ہی طرح رہتا مگر اس نے ہر جگہ اپنی قدرت کا مظاہرہ فرمایا ہے تا کہ ہر شخص اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور ذہن میں بٹھالے کہ یہ سب کارخانہ قدرت اللہ کے قبضے اور اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری مثال رات اور دن کے آنے جانے کی بیان کی ہے۔ فرمایا کہ دن اور رات کے آنے اور جانے میں بھی اللہ کی قدرتیں صاف نظر آرہی ہیں۔ فرمایا کہ نینداس لباس کی طرح ہے جو انسانی وجود کو ڈھانپ لیتی اور اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے۔ جب یہ نیند آتی ہے تو انسان کتنا ہی تھکا ماندہ ہو وہ کچھ دیر میں پرسکون اور تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اس کے اعضا کو سکون ملتا ہے۔ اگر دن ہی دن ہوتا تو آدمی تھک کر اپنا وجود کھو بیٹھتا۔ معلوم ہوا کہ رات دن کی تبدیلی میں انسان کے لئے معاشی اور جسمانی سکون ہے جو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

تیسری مثال بارش سے دی گئی ہے کہ جب آدمی زمین کی خشکی اور گرمی سے نڈھال ہو جاتا ہے تو اللہ ایسی ٹھنڈی ہوائیں بھیجتا ہے جو طبعیت میں سکون پیدا کر دیتی ہیں اور اس بات کی علامت بھی ہوتی ہیں کہ اب بارش ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ نہ صرف مردہ زمین کو ایک نئی زندگی عطا فرماتے ہیں بلکہ بارش کا صاف ستھرا اور پاکیزہ پانی جو ہر طرح کی گندگی سے پاک وصاف ہوتا ہے وہ زمین میں ہی نہیں بلکہ پیاسے انسانوں اور جانوروں میں بھی ایک نئی زندگی پھونک دیتا ہے۔ پھر پانی کو بھی اللہ تعالیٰ ایسے اندازے اور مقدار سے برساتے ہیں کہ جہاں جتنی ضرورت ہے اتنا ہی پانی برستا ہے تا کہ یہ انسانوں کے لئے باعث سکون ہو کیونکہ بہت زیادہ پانی کا برس جانا بھی ایک مشکل اور مصیبت بن جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کے نشانات ہیں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل سے بادلوں کے متعلق پوچھا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں پر جس فرشتے کو مقرر کیا ہے وہ حاضر ہے۔ آپ اس سے جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔ فرشتے نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس جب اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں بستی میں اتنے اتنے پانی کے قطرات پہنچا دو تو ہم اللہ کے حکم کے مطابق اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سمجھنا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے بہت غلط ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لمبے لمبے سائے، دن اور رات کا بدل بدل کر آنا، نیند کے ذریعے سکون اور دن کے اجالے میں فکر معاش اور بادلوں کا اٹھنا ان کا برسنا یہ سب چیزیں اللہ کو پہچاننے کی نشانیاں ہیں۔ اگر انسان ذرا بھی غور وفکر سے کام لے تو کائنات

میں بکھری ہوئی یہ تمام حقیقتیں ایک اللہ کی قدرت کو پہچاننے کی نشانیاں ہیں۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ
جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا
عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا
مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ
صِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ
ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾
وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۚ وَكَفٰى بِهٖ
بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ ۛ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ
بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا
الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدة

السجدة ۷ ع ۵ ۱۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اور اگر ہم چاہتے تو (آپ کی مدد کیلئے) ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے۔ پس آپ ان کی

بات نہ مانئے اور ان کا پوری قوت سے سخت مقابلہ کیجئے۔ وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا کر چلایا۔ ان میں سے ایک کا پانی میٹھا، پیاس بجھانے والا اور ایک کھاری کڑوا پانی اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور ایک مضبوط آڑ بنادی۔ وہی ہے جس نے آدمی کو پانی (نطفہ) سے بنایا۔ پھر اس نے اس کے نسب (نسبی رشتے) اور اس کو سسرال والا بنایا اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

اور یہ کافر اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں جو نہ تو ان کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور کافر اللہ کے مقابلے میں اس کا (شیطان کا) مددگار ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا (میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ) جو چاہے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا راستہ بنالے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس اللہ پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے اور اس کو موت نہ آئے گی آپ اس کی پاکی بیان کیجئے۔ وہ خود اپنے بندوں کی خطاؤں کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر جلوہ گر ہوا۔ وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔ اس کے متعلق کسی باخبر سے پوچھئے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اس کو ہی سجدہ کرنے لگیں جس کو تم کہو گے؟ یہ سجدہ کا حکم ان کی نفرت کو اور بڑھا دیتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

لَوْ شِئْنَا	اگر ہم چاہتے۔
لَبَعَثْنَا	البتہ ہم ضرور بھیجتے۔
لَاتُطِعْ	کہا نہ مانیئے۔

جِهَادٌ كَبِيْرٌ	زوردار مقابلہ۔
مَرَجَ	اس نے ملایا۔
اَلْبَحْرَيْنِ	دودریاؤں کو۔
عَذْبٌ	میٹھا۔
فُرَاتٌ	خوش گوار۔ پی کر مزہ آئے۔
مِلْحٌ	کھاری۔
اُجَاجٌ	کڑوا۔
حِجْرٌ	آڑ۔ رکاوٹ۔
مَحْجُوْرٌ	جوخود آڑ میں ہو۔
نَسَبٌ	نسب۔ نسبی رشتے۔
صِهْرٌ	شادی کے رشتے۔ سسرال۔
ظَهِيْرٌ	سرکش۔ مقابل۔ پشت پناہی کرنے والا۔
مَا اَسْئَلُ	میں نہیں مانگتا۔
ذُنُوْبٌ (ذَنْبٌ)	گناہ۔ خطائیں۔
سِتَّةُ اَيَّامٍ	چھ دن۔
اِسْتَوٰى	وہ برابر ہوا۔ جلوہ گر ہوا۔
تَأْمُرُنَا	تو ہمیں حکم دیتا ہے۔

نُفُوْرٌ نفرت۔ ناگواری۔

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ نے راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ہر زمانہ اور ہر ملک میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجا ہے جو ساری انسانیت کے خیر خواہ، غم خوار، مخلص، مصلح اور بداعمالیوں کے برے انجام سے ڈرانے اور نیکیوں پر ابدی جنت اور اس کی راحتوں کے عطا کئے جانے کی خوش خبریاں سنانے آتے ہیں۔ جن کی کوئی دنیاوی غرض اور لالچ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی مخلوق کے لئے دن رات مخلصانہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں تاکہ ان کو شیطان کے راستے سے بچا کر رحمٰن کا بندہ بنادیں۔ تمام نبیوں اور رسولوں کے آخر میں اللہ نے اپنی رحمت خاص سے حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری نبی بنا کر بھیجا ہے تاکہ ساری انسانیت پر اللہ کے پیغام کی تکمیل ہو جائے اور ان کی امت ان کی لائی ہوئی ہدایت سے قیامت تک ساری انسانیت کی رہنمائی کا فرض سرانجام دیتی رہے۔ انبیاء کرامؑ ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچا دیتے ہیں کہ اس کائنات کا ایک پتہ بھی اس وقت تک نہیں ہلتا جب تک اس خالق و مالک اللہ کی طرف سے حکم نہیں آجاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نرمی اور محبت سے اللہ کا پیغام پہنچاتے رہئے اور کسی کی پروانہ کیجئے کیونکہ یہ روشنی پھیلنے کے لئے ہے اگر اس میں کوئی رکاوٹ بننے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے۔

ان ہی باتوں کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے

اے نبی ﷺ! اگر ہم چاہتے تو آپ کی مدد کے لئے ہر بستی میں ایک مددگار اور ڈرانے والے کو بھیج دیتے لیکن یہ بات اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ ان کی کسی بات کو نہ مانیئے، اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیئے، اور پوری قوت و طاقت سے کفر و شرک کر ڈٹ کا مقابلہ کیجئے۔ یہ اس اللہ کا دین ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور اس کے انتظام کو وہ بغیر کسی کی شراکت کے چلا رہا ہے۔ اس نے پوری دنیا کے نظام کو پوری طرح تھام رکھا ہے جو اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ اس نے دو دریا بنائے جن میں سے ایک دریا کا پانی میٹھا ہے جس سے انسان اور جانور فائدہ حاصل کرتے اور اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ دوسرا دریا کھارے یا کڑوے پانی کا ہے دونوں دریا اس طرح بہہ رہے ہیں کہ میٹھا اور کھارا پانی آپس میں نہیں ملتا۔

علماء نے لکھا ہے کہ دنیا میں سیکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں دو مختلف پانی بہہ رہے ہیں مگر وہ آپس میں نہیں ملتے اور دونوں دریاؤں کی تمام خصوصیات اپنی جگہ برقرار رہتی ہیں۔ فرمایا کہ ان کو سنبھالنے والا کون ہے؟ اگر اللہ کی

قدرت وطاقت نہ ہوتی تو انسان کو میٹھا پانی تک نصیب نہ ہوتا کیونکہ سمندروں اور کھارے پانی کے دریا میٹھے پانی میں اس طرح مل جاتے کہ میٹھے پانی کا وجود تک مٹ جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ خود انسان کا وجود اللہ کی ایک نشانی ہے۔ اللہ نے اس کو ایک معمولی قطرے سے جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ وہ جوان ہو کر شادی کرتا ہے جس سے اس کو سکون ملتا ہے، بیوی، بچے، نسبی اور سسرالی رشتہ داریاں بنتی چلی جاتی ہیں جس سے انسان معاشرہ کا ایک بہترین اور معزز فرد بن کر ابھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کاملہ سے ہوتا ہے اس میں انسانی کوششوں کو دخل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس کی عبادت و بندگی کرنی چاہیے مگر بعض ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی قدرت کو جانتے بوجھتے جب اس کے سامنے سر جھکانے اور بندگی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے حقیقی مالک اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ ''غیر اللہ'' نہ تو ان کو کوئی نفع پہنچانے کے قابل ہیں اور نہ ان کو کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ لوگ درحقیقت بتوں کی نہیں بلکہ شیطان کی پیروی کر کے اس کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں وہ شیطان جو انسان کا کھلا ہوا ازلی دشمن ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ نہایت وضاحت سے اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ میں تمہارا مخلص ہوں تاکہ تمہیں خیر خواہی کے ساتھ سیدھے راستے کی ہدایت کروں۔ اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے میں تم سے دین اسلام کا پیغام پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ نہیں چاہتا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ سب مل کر اس راستے پر چلیں جو ان کو جہنم سے بچا کر جنت کی راحتوں سے ہم کنار کر دے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ تمام معاملات میں اس اللہ پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے جس کو موت نہ آئے گی۔ وہی تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے آپ اسی کی حمد و ثنا کیجئے۔ وہ اپنے تمام بندوں کے حالات اور خطاؤں کو جاننے کے لئے کافی ہے۔ اللہ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ سب اسی کا ہے۔ اسی نے چھ دن میں اس دنیا کو پیدا کیا اور پھر اس نے نظام کائنات کو خود سنبھال کر بغیر کسی شرکت اور مدد کے وہ خود اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ جس کو ہر باخبر آدمی اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ اللہ رحمٰن و رحیم ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ لیکن ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ رحمٰن کو سجدہ کریں تو وہ پوچھتے ہیں کہ یہ رحمٰن کون ہے؟ وہ کفار کہتے ہیں کہ کبھی آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور کبھی کہتے ہیں کہ رحمٰن کی بندگی کرو کیا آپ کے کئی معبود ہیں اور کیا ہم اسی لئے رہ گئے ہیں کہ آپ جس کی بندگی کرنے کے لئے

کہیں ہم اسی کی بندگی شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان عقل کے اندھوں سے یہ فرمایا ہے کہ اللہ اور رحمٰن یہ دو ذاتیں نہیں ہیں بلکہ اللہ ایک ہی ذات ہے اور رحمٰن اس کی سب سے اعلیٰ صفت ہے۔ لیکن ان کفار کا تو یہ عالم ہے کہ جب ان سے اللہ رحمٰن رحیم کی عبادت و بندگی کے لئے کہا جاتا ہے تو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان کی نفرتوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی اور سجدہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ
جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾
وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ
اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ
هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

وہ بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں برج (بڑے بڑے ستارے) بنائے اور اس نے اس میں چمکتا سورج اور روشن چاند بنایا۔ وہی ہے جس نے رات دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔ یہ اس کے لئے ہے جو سوچنے سمجھنے کا ارادہ رکھتا ہو یا شکر ادا کرنا چاہتا ہو۔ اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر وقار (عاجزی و تواضع) کے ساتھ

چلتے ہیں اور جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے کرنے اور کھڑے رہنے میں رات گذار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور رکھئے گا۔ بے شک عذاب جہنم ہمیشہ کی تباہی ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے کی جگہ بھی بری ہے اور اس کا مقام بھی برا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

بُرُوْجٌ (بُرْجٌ)	قلعہ۔ بڑے بڑے ستارے۔
سِرَاجٌ	چراغ۔ سورج۔
قَمَرٌ مُّنِيْرٌ	روشن چاند۔
خِلْفَةٌ	ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔
عِبَادُ الرَّحْمٰنِ	اللہ کے بندے۔ رحمٰن کے بندے۔
يَمْشُوْنَ	چلتے ہیں۔
هَوْنٌ	وقار۔ آہستہ اور نرمی۔
خَاطَبَ	خطاب کیا۔ گفتگو کی۔
سَلَامٌ	سلام۔ سلامتی۔
يَبِيْتُوْنَ	رات گزارتے ہیں۔
اِصْرِفْ	دور کردے پھیر دے۔
غَرَامٌ	لپٹ جانا۔ چمٹ جانا۔

سَاءَتْ برا۔

مُسْتَقَرٌّ ٹھکانا۔

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۶

آپ نے اس سے پہلی آیات میں کفار کا یہ انداز ملاحظہ کرلیا ہے کہ وہ اپنے حقیقی معبود اللہ تعالیٰ کو بھول کر بے حقیقت چیزوں کو معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ رحمٰن کی بندگی کریں تو وہ اس سے منہ پھیر کر نفرت وحقارت سے کہتے ہیں کہ کون رحمٰن؟ ہم تو نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مختلف نشانیوں کو بیان کر کے فرمایا کہ رحمٰن وہ ہے جس نے اس پورے نظام کائنات کو سنبھال رکھا ہے۔ وہ بڑی برکت ورحمت والی ذات ہے جس نے نہ صرف زمین وآسمان کو پیدا کیا بلکہ اس نے بڑے بڑے ستارے اور سیارے بنائے۔

چاند اور سورج سے زمین وآسمان کے اندھیرے دور کر کے روشنیاں پیدا کی ہیں۔ اس نے دن اور رات کے نظام کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ رات کو دن کے پیچھے اور دن کو رات کے پیچھے لگا دیا ہے جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ اس طرح انسان دن میں محنت مزدوری کر کے اپنی روزی پیدا کرتا ہے اور دن بھر تھکنے کے بعد رات کو آرام کرتا ہے جس سے وہ تازہ دم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاند اور سورج کی منزلیں بنائی ہیں جن میں یہ سیارے حرکت کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں دن اور رات کے علاوہ موسم پیدا ہوتے ہیں کبھی سردی کبھی گرمی کبھی جاڑا اور کبھی برسات اور یہ نظام بھی اس طرح مرتب انداز پر چل رہا ہے کہ دنیا کی گھڑیاں اور حساب غلط ہو سکتے ہیں لیکن اللہ نے چاند، سورج کے لئے جو بھی وقت مرتب کر دیا ہے اس میں ایک سیکنڈ کی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ سورج کس رفتار سے چل رہا ہے، چاند کن منزلوں سے گذر رہا ہے، سیارے کس رفتار سے گھوم رہے ہیں، موسم بننے کے اسباب کیا ہیں اگر ان چیزوں کو مشینوں کی آنکھوں سے دیکھا جائے تو انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے ''وہ ذات بڑی برکتوں والی ہے جو پیدا کرنے میں سب سے بہتر ذات ہے'' ان تمام چیزوں میں اللہ نے انسان کے لئے بڑے فائدے رکھے ہیں مگر فائدے حاصل کرتے وقت وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ سب کچھ کس نے پیدا کیا ہے اور شیطان کے بہکائے میں آکر بے حقیقت مٹی، پتھر اور لکڑی کے بتوں کو اپنا معبود سمجھنے لگتا ہے۔

اگران تمام چیزوں کو استعمال کرتے ہوئے ذرا بھی اس بات پر دھیان دے لے کہ ہمارا مالک و آقا صرف اللہ ہے تو یہی توحید ہے اسی کا نام علم و عرفان ہے۔ لیکن اگر انسان کائنات کی ان نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود چمگادڑ کی طرح آنکھیں بند کر لے تو وہ بڑی سے بڑی حقیقت پر گذرنے کے باوجود ان سے لاعلم اور بے خبر رہتا ہے۔ فرمایا کہ یہ کائنات میں ہر طرح کی تبدیلیاں اس لئے ہیں تا کہ انسانوں کو فائدہ پہنچے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کر سکے۔

کفار نے پوچھا تھا کہ رحمٰن کون ہے؟ اللہ نے اس کا جواب دے دیا تھا۔ یہاں فرمایا کہ رحمٰن کے بندے کون ہیں؟ ان کی کیا صفات اور خصوصیات ہیں؟

(۱) فرمایا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب وہ زمین پر چلتے ہیں تکبر، غرور اور بڑائی کے انداز پر نہیں بلکہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کی ہر ادا میں تواضع اور عاجزی ہوتی ہے۔

(۲) فرمایا کہ وہ جاہلوں سے الجھنے کے بجائے یہ کہہ کر گذر جاتے ہیں کہ بھائی تم پر سلامتی ہو مراد یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے نہ تو خود کوئی جہالت و نادانی کا کام کرتے ہیں اور نہ جاہلوں کی سطح پر اتر کر بات کرتے ہیں بلکہ نہایت وقار، عاجزی اور انکساری سے اللہ کے بندوں میں رلے ملے رہتے ہیں اور جب کوئی جاہل اپنی جہالت کی سطح پر اتر کر بات کرتا ہے تو اس سے الجھنے کے بجائے یہ کہہ کر گذر جاتے ہیں کہ میں تمہارے لئے سلامتی چاہتا ہوں۔

(۳) تیسری صفت رحمٰن کے بندوں کی یہ ہے کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی رضا و خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور طویل رکوع و سجود کر کے اپنی راتوں کو زندہ کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ راتوں کو اس طرح اللہ کے سامنے قیام فرماتے تھے کہ طویل قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آ جاتا اور کبھی کبھی تو وہ ورم پھٹ کر رسنے لگتا تھا۔ آپ کے سجدے طویل ترین ہوتے تھے یہاں تک کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی تو میں یہ سمجھتی کہ کہیں آپ کی روح پرواز تو نہیں کر گئی۔ میں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر دیکھتی تو اطمینان ہوتا تھا۔ کاش نبی کریم ﷺ کی اس سنت اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہم بھی راتوں کو اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اور سجدے کر کے رحمٰن کے سچے بندے بن جائیں۔

(۴) وہ رحمٰن کے بندے اللہ سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ الٰہی! ہمیں اس جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھئے گا جو ہمیشہ کی تباہی اور بدترین ٹھکانا ہے۔

رحمٰن کے بندوں کی یہ چار صفات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ بقیہ صفات کا ذکر اس کے بعد کی آیات میں فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾
يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ
تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ
حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا
فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَ
إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ
يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا
مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾
أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ
رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع ٦ ١٧ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ٦٧ تا ٧٧

اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی کرتے ہیں۔ نہ وہ تنگی اختیار کرتے ہیں اور

وہ اس کے درمیان اعتدال قائم رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے سوائے حق کے وہ کسی کو قتل نہیں کرتے۔ نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص زنا کرے گا تو اس کو بڑی سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی۔ ایمان لے آیا اور اس نے عمل صالح اختیار کئے تو بے شک اللہ ان کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور عمل صالح کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف پوری طرح لوٹ آتا ہے۔

اور وہ لوگ جو فضول اور جھوٹ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بے ہودہ چیز پر سے گذرتے ہیں تو سنجیدگی (وقار) سے گذر جاتے ہیں۔ اور جب ان کو ان کے رب کا کلام سنایا جاتا ہے تو وہ اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے میں اعلیٰ مقام دیا جائے گا۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ٹھہرنے کی بہترین جگہ اور رہنے کا عمدہ ترین مقام ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی عبادت و بندگی نہیں کرو گے تو میرا ربّ بھی تمہاری پرواہ نہ کرے گا۔ تم نے جھٹلایا۔ پس بہت جلد اس کی سزا لازمی طور پر دی جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۷۷

اَنۡفَقُوۡا — انہوں نے خرچ کیا۔

لَمۡ یُسۡرِفُوۡا — انہوں نے بے جا نہیں اڑایا۔

لَمْ يَقْتُرُوْا	نہ انہوں نے تنگی کی۔
قَوَامٌ	ٹھہرا ہوا۔ اعتدال و میانہ روی۔
يَلْقَ	وہ پڑے گا۔
اَثَامٌ	گناہ۔
يُضٰعَفُ	دوگنا کردے گا۔
مُهَانٌ	ذلیل وخوار۔
مَتَابٌ	لوٹنے والا۔ توبہ کرنے والا۔
لَايَشْهَدُوْنَ	وہ موجود نہیں ہیں۔
اَلزُّوْرُ	جھوٹ۔
لَغْوٌ	فضول۔ بے ہودہ۔
كِرَامٌ	سنجیدگی۔ عزت۔
لَمْ يَخِرُّوْا	وہ نہیں گرتے۔
صُمٌّ	بہرے۔
عُمْيَانٌ	اندھے۔
هَبْ	عطا فرما۔ دے دیجئے۔
قُرَّةٌ	ٹھنڈک۔
اَلْغُرْفَةُ	اونچا مکان۔

تَحِيَّةٌ دعا۔

مَايَعْبَؤُا وہ پرواہ نہیں کرتا۔

لِزَامٌ چمٹنے والی۔

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۷۷

ان آیات سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رحمٰن کے بندے کون ہیں؟ ان سے پہلی آیت میں رحمٰن کے بندوں کی چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) پانچوں صفت یہ ہے کہ وہ مال ودولت کے خرچ میں راہ اعتدال اختیار کرتے ہیں نہ تو فضول خرچی میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ اس کے درمیان کی راہ کو اختیار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ خرچ کرنے میں سب سے اچھی عادت اعتدال وتوازن کی ہے کہ نہ تو اس قدر کنجوسی اختیار کی جائے کہ وہ کسی پر ایک پیسہ بھی خرچ نہ کریں اور نہ ان فضول خرچوں کی طرح بن جاتے ہیں کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے کہ کہیں ان کو کل دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑ جائے۔

(۶) رحمٰن کے بندوں کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ کسی کی ناحق جان نہیں لیتے۔ البتہ اگر جان لینے کا حق ہو تو عدالت کے ذریعہ جان لی جاسکتی ہے جس کو شریعت میں قصاص کہا جاتا ہے۔ شریعت نے تو ہمیں کسی جانور کی بھی بلا وجہ جان لینے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ انسان تو شریعت کی نظر میں نہایت اہم ہے لہذا رحمٰن کے بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ناحق کسی کی جان نہیں لیتے۔

(۷) رحمٰن کے بندوں کی ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ ناجائز جنسی تعلق قائم نہیں کرتے (زنا نہیں کرتے) کیونکہ یہ فعل انسانی معاشرہ کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ جو بھی ایسا کرے گا وہ یقیناً گناہ گار ہے اور اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے اور قیامت میں اس کو دوگنی سزا دی جائے گی۔

(۸) آٹھویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ حق وصداقت کے پیکر بنے رہتے ہیں اور جھوٹ اور فریب کے قریب سے بھی نہیں گذرتے۔ نہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں نہ کسی سے دھوکے بازی اور فریب کا معاملہ کرتے ہیں۔

(۹) رحمٰن کے بندوں کی نویں صفت یہ ہے کہ جب وہ کسی فضول محفل یا جگہ سے گذرتے ہیں تو نہ اس میں شرکت کرتے ہیں نہ ان کی ہمت افزائی کرتے ہیں نہ جھگڑتے ہیں بلکہ بڑے وقار و سنجیدگی سے وہاں سے گذر جاتے ہیں اور اپنی منزل کی فکر جاری رکھتے ہیں۔

(۱۰) رحمٰن کے بندوں کی دسویں صفت یہ ہے ک جب ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے اوران کوان آیات پر دھیان دینے کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کو نظر انداز نہیں کرتے یا ان پر اندھے بہروں کی طرح بے توجہی سے نہیں گرتے بلکہ پوری پوری توجہ سے سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱۱) رحمٰن کے بندوں کی گیارھوں صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں ہماری اولاد اور گھر والوں میں ایسی برکت عطا فرما کہ جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور ہمیں نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ رحمٰن کے بندے ہیں ان کو ان کی نیکیوں کی وجہ سے اور صبر و تحمل کی وجہ سے ایسے بلند و بالا مکانات اور جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہر طرف دعائیں اور محبت و سلامتی کے پیغام ہوں گے۔ان راحتوں اور سکون میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو اہل ایمان کے لئے بہترین ٹھکانا ہوگا۔

آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ رب العالمین بے نیاز ہے اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کو نہ پکارے گی تو اس کی شان اور عظمت میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔ البتہ وہ لوگ جو اللہ کو پکارنے کی سعادت حاصل کر سکتے تھے اور وہ نہیں پکارتے تو وہ اس نیکی سے محروم رہیں گے اور آخرت میں وہ سخت سزا کے مستحق ہوں گے۔

رحمٰن کے بندوں کی مذکورہ صفات پر سورۃ الفرقان کو ختم فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رحمٰن کا سچا بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کی تمام کامیابیاں نصیب فرمائے۔آمین

الحمد للہ ان آیات کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۹

وقال الذین

سورۃ نمبر ۲۶

الشعراء

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الشعرآء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	26
کل رکوع	11
آیات	227
الفاظ وکلمات	1347
حروف	5689

کفار مکہ کے سامنے جب اللہ کا ابدی پیغام پہنچانے کے لیے نبی کریم ﷺ کوشش فرماتے تو آپ ﷺ پر طرح طرح کے اعتراض کیے جاتے اور کفار طرح طرح کے مطالبات کرتے تھے کبھی کہتے کہ اے نبی! اگر آپ سچے ہیں تو مکہ کے چاروں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو ہٹا کر میدان بنا دیجیے، چاروں طرف ریگستان ہے ان میں پانی کی نہریں بہا دیجیے یا کم از کم ایک پہاڑ سونے کا بنا دیا ہوتا یا کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا جو آپ کے ساتھ چلتا۔

سورۃ الشعراء مکہ مکرمہ کے درمیانے دور میں نازل کی گئی ہے جس میں سات جلیل القدر پیغمبروں کی دین اسلام کی سربلندی کے لیے جدوجہد اور ان کی قوم کی نافرمانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب ان کی قوموں کا کفر اور شرک انتہاء کو پہنچ گیا تو اللہ نے ان قوموں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور آج ان کے کھنڈرات ان کی نافرمانیوں کی داستان بن کر نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے بچکانہ مطالبات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ یہ جیسا کہہ رہے ہیں اللہ ایسا ہی کر دے لیکن جو قرآن جیسی عظیم کتاب اور عظیم صفتوں کے حامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے وہ معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔

ان آیات کو پڑھ کر بعض حضرات معجزات نبوی ﷺ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا حالانکہ یہاں اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر صرف یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جس کے سامنے ساری دنیا کو گونگا کہنے والے خود حیران ہیں کہ ہم وہ زبان کہاں سے لائیں جو قرآن جیسی کتاب کو پڑھ کر اس جیسا قرآن لانے کی کوشش کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لاتعداد معجزات دیئے ہیں جن کی تفصیلات احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے معجزات لوگوں کی فرمائش پر دکھائے ہوں لیکن اللہ نے آپ ﷺ سے سیکڑوں

فرمایا گیا کہ یہ قرآن کریم قیامت تک ساری انسانیت کی رہبری کرتا رہے گا۔ یہ قرآن سادہ تعلیمات کی کتاب ہے یہ نہ شعر ہے نہ سحر نہ کہانت ہے بلکہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کو اللہ نے معجزہ بنا کر نازل کیا ہے۔اب یہ ہر انسان کا اپنا کام ہے کہ اس کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر اپنے لیے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کرے یا اپنے لیے دنیا اور آخرت کی بربادیوں اور نحوستوں کو دعوت دے۔

معجزات صادر فرمائے ہیں جن کے گواہ لاکھوں کی تعداد میں صحابہ کرامؓ ہیں۔قرآن کریم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت سے انبیاء کرامؑ سے معجزات ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود کفار ان پر ایمان نہ لائے۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر معجزات آنے کے بعد قوم ایمان نہ لائے تو پھر اللہ کا شدید ترین عذاب نازل ہوتا ہے۔کیونکہ اس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ایمان نہ لانے والوں کو سخت سزا دی جاتی ہے۔

چنانچہ سورۃ الشعرا میں سات انبیاء کرامؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کی قوموں نے ان سے معجزات کے مطالبات کیے جب اللہ نے وہ معجزات دکھا دیئے تو کفار و مشرکین نے ان کو جادوگری، کہانت اور شعر و شاعری قرار دیا اور ایمان نہ لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان نافرمان قوموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات کو سامنے رکھ کر معجزات نبوی ﷺ کا انکار کرنا ایک بہت بڑی جہالت اور ناواقفیت ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر زور دے کر فرمایا ہے کہ مکہ والو! تم گزشتہ قوموں کا جیسا مزاج نہ بناؤ جنہوں نے اپنے اپنے نبیوں سے معجزات کے مطالبات کیے اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے جس کی وجہ سے ان کو تہس نہس کر دیا گیا۔

اگر حقیقت میں کسی کو ایمان لانا ہے اور اس میں ایمان لانے کی طلب اور تڑپ ہے تو فرمایا کہ یہ قرآن مبین موجود ہے اس کی آیات، اس کے احکامات بالکل صاف صاف اور واضح ہیں اور حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دیتے ہیں۔اس کی تعلیمات اس قدر صاف، سیدھی اور سچی ہیں کہ ان کو پڑھنے کے بعد ہر شخص نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم انہیں کس چیز کی طرف بلا رہا ہے اور کن باتوں سے روک رہا ہے۔اگر وہ اس واضح سچائی کو مانتا ہے تو یہ اس کی سعادت ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتا تو کم از کم وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کی باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کفار مکہ اس کلام الٰہی کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کے بجائے اس کو شعر و شاعری قرار دیتے ہیں۔فرمایا کہ قرآن کریم نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت ہے بلکہ زندگی کی سچائیاں ہیں۔

فرمایا کہ عام طور پر شاعر تو وہ ہیں جو گم راہی کے پیروکار ہوتے ہیں ان کے شعروں میں ذاتی فخر و غرور، قومی جہالت،

عورتوں کے حسن و جمال، عشق بازی، شراب نوشی اور فسق وفجور کے سوا کیا ہوتا ہے اور جو بات وہ کہتے ہیں عام طور پر وہ اس پر عمل بھی نہیں کرتے۔ شاعروں کی زندگیاں بے عملی کا شکار ہوتی ہیں البتہ اگر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ شاعری ہو تو وہ دوسری بات ہے کیونکہ اس میں شاعری کا انداز بے حقیقت نہیں ہوگا بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا انداز جھلکتا ہوا نظر آئے گا۔

فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر ایک شاعر ہونے اور اشعار کہنے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ بنیادی طور پر اس لیے غلط ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات راہ ہدایت اور صراط مستقیم ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہر شخص کے سامنے ہے آپ میں نہ شاعروں کی ادائیں ہیں اور نہ بے عملی کی زندگی بلکہ آپ ﷺ تو سراپا حسن عمل ہیں۔ آپ ﷺ کا شعر و شاعری اور اس طرح کی گمراہی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سورۃ الشعرآء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝۲ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ
نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ۝۳ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ
مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ ۝۴
وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهُ
مُعۡرِضِيۡنَ ۝۵ فَقَدۡ كَذَّبُوۡا فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ
يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۶ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ
زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ ۝۷ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ‌ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۸
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۝۹

المنزل ۵ ع ۱ ۹ ۵

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۹

ط-س-م- یہ ایک کھلی ہوئی واضح کتاب کی آیات ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ تو (ان کافروں کے) ایمان نہ لانے (کے غم میں) اپنی جان گھلا ڈالیں گے۔ اگر ہم چاہیں توان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔ اوران کے پاس رحمٰن کی طرف سے جب بھی کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یقیناً وہ جھٹلا چکے۔ جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے انہیں بہت جلد اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کیا ان لوگوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی چیزیں اگائی ہیں۔ بے شک اس میں بھی ایک

نشانی ہے۔لیکن ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں۔اور بے شک آپ کا پروردگار زبردست (قوت والا) اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

اَلْكِتَابُ الْمُبِيْنِ	کھلی اور واضح کتاب
بَا خِعٌ	گھلا ڈالنے والا
ظَلَّتْ	ہوگئی (ہوجائیں)
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
خٰضِعِيْنَ	جھکنے والے
مُحْدَثٌ	نئی بات۔نئی نصیحت
اَنْبٰٓؤُا	خبریں
اَنْبَتْنَا	ہم نے اگایا
زَوْجٌ كَرِيْمٌ	عمدہ و پاکیزہ جوڑے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

سورۃ الشعراء کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔اس سے پہلے وضاحت کر دی گئی ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (۲۹) سورتوں کی ابتداء میں ان حروف کو لایا گیا ہے۔ان حروف کے کیا معنی ہیں؟ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ان حروف کے معنی کا علم اللہ رب العزت کو ہے۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی نبی کریم ﷺ کو بتا دیئے ہوں مگر نبی کریم ﷺ نے ان حروف کے معنی امت کو نہیں بتائے۔اگر ان حروف کے معنی بتانا امت کے لئے ضروری ہوتا تو آپ اپنے جاں نثاروں کو ضرور بتا

دیتے۔ علماء مفسرین نے حروف مقطعات کو آیات متشابہات میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس حقیقت کو بار بار بیان کیا ہے کہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے فیض صحبت سے ان ہی لوگوں کو ہدایت اور صراط مستقیم پر چلنے کی روشنی عطا کی جاتی ہے جو اپنے دلوں میں حق و صداقت کی طلب اور تڑپ رکھتے ہیں لیکن جنہوں نے ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کا مزاج بنالیا ہے وہ بڑی سے بڑی سچائی اور صداقت کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس پر ایمان لا کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و محبت اختیار نہیں کرتے حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ خود اپنے منہ سے اللہ کے خالق و مالک ہونے کی گواہی پیش کر رہا ہے۔ لذت و شیرینی سے بھرپور طرح طرح کے پھل، میوے، ترکاریاں اور غلے، سرسبز و شاداب درخت، پودے اور قسم قسم کے نباتات، لہلہاتے کھیت، زمین، پانی، ہوا ایک ہونے کے باوجود رنگ برنگ کے پھول، پتے۔ پہاڑ، دریا، چاند، سورج، ستارے، صبح و شام اور رات دن کے آنے جانے کا نظام اور خود انسان کا اپنا وجود اور اس کے اردگرد پھیلی ہوئی سیکڑوں نشانیاں عقل و فہم اور تفکر و تدبر کو دعوت نظارہ دیتی نظر آتی ہیں کہ اس پوری کائنات کا نظم و انتظام صرف اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے لیکن کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہ ان سچائیوں پر ایمان نہیں لاتے۔ جب نبی کریم ﷺ کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت فرماتے تو کہتے کہ یہ قرآن تو محض شعر و شاعری ہے۔ کبھی کہتے کہ یہ تو کوئی جادو یا کہانت ہے حد تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو شاعر و مجنون قرار دیتے تھے۔ آپ کی بیان کی ہوئی سچائیوں کا انکار کر کے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کریم کی کھلی اور واضح آیات جو ایک معجزہ ہی تھیں ان کی موجودگی میں کسی طرح کے معجزے کا مطالبہ کرنا محض ایک بچکانہ سی بات تھی جس کا کوئی جواز نہ تھا مگر ان کے لئے عمل سے بھاگنے کا اس سے بہتر راستہ کوئی نہ تھا۔

نبی اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور بھلائی چاہنے والا ہوتا ہے اور دین اسلام کی سچائی پھیلانے کی دن رات جدوجہد کرتا ہے لیکن سوائے چند سعادت مندوں کے ہر ایک انکار کر کے نبی کے پرخلوص جذبے کی ناقدری کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو علاوہ شدید مصائب اور پریشانیوں کے اپنے بھی غیر بن گئے تھے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کی تمام آیات واضح اور صاف صاف احکامات پر مشتمل ہیں جن میں پاکیزہ اور کامیاب زندگی گذارنے کے پرتاثیر اور بھرپور طریقے ارشاد فرمائے گئے ہیں جن کی وضاحت آپ اپنے حسن عمل اور اعلیٰ کردار سے بھی فرما رہے ہیں۔ اگر وہ قرآن کریم کا انکار کریں اور آپ کو جھٹلائیں تو آپ اس پر اتنا غم نہ کیجئے کہ خیر و بھلائی سے دور بھاگنے والوں کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو آسمان سے

کوئی ایسی نشانی نازل کردیتے جس کے سامنے تکبر اور غرور سے گردنیں اکڑانے والوں کی گردنیں جھک جاتیں لیکن ہم زبردستی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کرتے کیونکہ ہم تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار اور ارادے کو کس حد تک اور کہاں تک استعمال کرتے ہیں کیونکہ قیامت میں اسی بات پر فیصلہ ہوگا کہ کس شخص نے اپنے لئے کونسا راستہ اختیار کیا تھا۔ یقیناً نیکیوں کا راستہ اختیار کرنے والے ہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد ہوں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا دین پہنچاتے رہیے اور ان کی فکر چھوڑ دیجئے جو دین کی ہر سچائی سے منہ پھیر کر چلنے والے اور دین کا مذاق اڑانے والے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو عقل و فکر رکھنے والے سعادت مند ہیں وہ بغیر کسی معجزے اور نشانی کے بھی ایمان لے آئیں گے لیکن جو ضدی، ہٹ دھرم اور بے انصاف لوگ ہیں اگر ان کے سامنے ہر طرح کی نشانیاں بھی رکھ دی جائیں تو وہ اس خیر اور بھلائی سے محروم ہی رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے اور کفار و مشرکین کو برے انجام سے آگاہ کرنے کے لئے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سات انبیاء کرام کے حالات اور واقعات کا ذکر فرمایا ہے جس میں اسی حقیقت کو کھول کر وضاحت سے بیان فرمادیا ہے کہ جن لوگوں نے عقل و فکر اور انبیاء کرامؑ کی اطاعت و فرماں برداری کا راستہ اختیار کیا تھا ان کی دنیا بھی بہتر ہوگئی اور آخرت کی کامیابی بھی یقینی ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے وقتی مفادات اور فائدوں کے سامنے انبیاء کرامؑ کی مخالفت کی اور دین اسلام کی سچائی کا مذاق اڑایا ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کا طریقہ اختیار کیا ان کی دنیا ان کے سامنے ہی اجاڑ دی گئی یا پانی میں غرق کردی گئی اور آخرت میں بھی وہ ہر طرح کی خیر اور بھلائی سے محروم رہیں گے۔

یہ ایسی کھلی حقیقتیں ہیں جن پر گذشتہ امتوں کی زندگیاں اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور عبرت و نصیحت کے لئے کافی ہیں۔ اکثر لوگ ان باتوں پر غور و فکر کرکے ایمان نہیں لاتے لیکن اللہ جو زبردست حکمت و دانائی والا ہے اور اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ قیامت تک انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کرتا رہے گا۔ نبوت کا سلسلہ تو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگیا ہے اب قرآن کریم جیسی واضح کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی موجودگی میں کسی نئے نبی یا رسول کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو لے کر آپ کی امت کے علماء کرام دین کی سچائیوں کو پھیلاتے رہیں گے اور ہر دور میں ایسے مخلص اور کتاب و سنت پر چلنے والے علماء رہیں گے جو اللہ کے دین سے ساری دنیا کے اندھیرے دور کرنے کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال سے نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو مخلص اور کتاب و سنت پر چلنے والے علماء کرام ہی دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتے رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک پہنچاتے رہیں گے۔

وَإِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوسٰى أَنِ
ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ أَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾ قَالَ رَبِّ
إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ
فَأَرْسِلْ إِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾
قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ إِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ
فَقُوْلَآ إِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾
قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾
وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ
إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ
رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ
أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٠ تا ٢٢

(اے نبی ﷺ) یاد کیجئے جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ظالم قوم یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ۔ کیا وہ مجھ سے ڈرتے نہیں ہیں؟ عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ (یہ سوچ کر) میرا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے اور (اچھی طرح) میری زبان نہیں چلتی۔ ہارونؑ کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے۔ اور میرے اوپر ان (فرعونیوں) کا ایک الزام بھی ہے مجھے یہ ڈر ہے

کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اللہ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم دونوں ہماری نشانیوں کو لے کر جاؤ۔ ہم تمہارے ساتھ سننے والے موجود ہیں۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس لئے تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے۔ فرعون نے (احسان جتاتے ہوئے) کہا کہ کیا ہم نے اپنے درمیان تمہاری پرورش نہیں کی تھی؟ تم برسوں ہمارے اندر رہے ہو۔ وہ کام کر گئے تھے جو تم نے کیا اور تم بڑے ناشکرے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا کہ وہ میں نے اس وقت کیا تھا جب میں راہ سے بے خبر تھا۔ جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں یہاں سے فرار ہو گیا۔ پھر میرے رب نے مجھے حکمت و دانائی عطا فرمائی اور مجھے رسولوں میں سے بنا دیا۔ اور وہ احسان جو تو مجھ پر رکھ رہا ہے (اس لئے تھا کہ) تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت و رسوائی میں ڈال دیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۲۲

نَادٰى	آواز دی
یَضِیْقُ	تنگ ہوتا ہے۔ گھٹتا ہے
صَدْرِیْ	میرا سینہ
لِسَانِیْ	میری زبان
كَلَّا	ہرگز نہیں
مُسْتَمِعُوْنَ	سننے والے
نُرَبِّكَ	ہم نے تجھے پالا۔ پرورش کیا
وَلِیْدٌ	بچپن
لَبِثْتَ	تو رہا

سِنِیْنَ (سَنٌّ)	سال
فَعَلْتَ	تونے کیا
اَلضَّآلِّیْنَ	بھٹکنے والے
فَرَرْتُ	میں بھاگ گیا
وَهَبَ	دیا۔عطا کیا
تَمُنُّ	تواحسان جتاتا ہے
عَبَّدْتَّ	تونے غلام بنایا۔ذلیل کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۲۲

اللہ تعالیٰ نے گذشتہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ نبی اور رسول کی بات پر مکمل یقین رکھنے والے ہیں ان کو ایمان لانے کے لئے کسی نشانی اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جن کو عمل اور ایمان سے زیادہ اپنے وقتی مفادات عزیز ہوتے ہیں وہ معجزات اور کھلی نشانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور دین اسلام اور اس کو لانے والے انبیاء کرام کا مذاق اڑاتے ہیں۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت مکہ میں یہی صورتحال تھی کہ وہ عمل اور ایمان سے بھاگنے کے لئے نبی کریم ﷺ اور اس قرآن مجید پر طرح طرح کے اعتراض کر کے گذشتہ انبیاء پر جس طرح معجزات نازل کئے گئے تھے اس کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ اس سے پہلے آیات میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنے نبی سے کسی معجزے کا مطالبہ کرتی ہے اور ان کے مطالبے پر وہ معجزہ دکھا دیا جاتا ہے اور پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتی تو ان کو سخت عذاب دیا جاتا ہے اور کبھی کبھی ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ جس طرح خاتم الانبیاء ہیں یعنی آپ کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اسی طرح آپ کی امت بھی آخری امت ہے۔ آپ کے بعد اسی امت کو قیامت تک ساری دنیا کی رہبری اور رہنمائی کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔ اگر کفار مکہ کا یہ مطالبہ مان لیا جاتا کہ ان کی فرمائش پر کوئی معجزہ دکھا دیا جاتا اور پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے تو اس امت کو ختم

کردیا جاتا۔ لیکن یہ اللہ کی مصلحت کے خلاف ہوتا۔ اس لئے کفار مکہ کے کہنے پر آپ نے کسی معجزہ کی درخواست نہیں فرمائی۔ البتہ آپ سے وہ سیکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں جن کو صحابہ کرامؓ نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے جن کی تفصیلات پر علماء امت نے بڑی تفصیل سے کتابیں لکھی ہیں۔ قرآن کریم خود اتنا بڑا علمی معجزہ ہے جس کی موجودگی میں کسی اور معجزہ کا مطالبہ کرنا ہی احمقانہ بات ہے کیونکہ جس قرآن کی آیات کے سامنے وقت کے بڑے بڑے شاعر، ادیب اور زبان داں عاجز تھے اور قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی ایک آیت یا سورت بنا کر لانے سے بھی عاجز و مجبور تھے ان کو کسی معجزہ کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ خود نبی کریم ﷺ کی ذات پاک ایک معجزہ ہے کیونکہ آپ نے مکہ کے لوگوں میں سارا وقت گذارا تھا وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا معاشرہ تھا جس میں کسی شخص کی زندگی کے حالات دوسرے سے چھپ نہ سکتے تھے لیکن چالیس سال کی عمر مبارک میں وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو اللہ نے آپ کے قلب مبارک پر ایسے ایسے مضامین نازل فرمائے کہ جب آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے تو اس کلام کی فصاحت و بلاغت خود کسی معجزہ سے کم نہ تھی اور آپ نے اللہ کے حکم سے امت کو ایسے ایسے مضامین عطا فرمائے کہ آپ کے الفاظ بھی دنیا بھر کی زبانوں پر غالب آگئے۔ غرضیکہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی ذات ایک معجزہ تھی۔ جب کفار مکہ نے یہ دیکھا کہ ان کے اس مطالبے کا بھی کوئی اثر نہیں ہے جس میں معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا گیا تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو طرح طرح سے ستانا شروع کیا۔ جب حالات انتہائی سنگین ہو گئے اس وقت اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو تسلی دینے کے لئے سورۃ الشعراء کی ان آیات کو نازل فرمایا۔ سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام اور ان کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کے واقعات کی کچھ تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے۔

ان آیات میں سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے یہ حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور اس سے یہ بات کہہ دو کہ اے فرعون تو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم کا سلسلہ ختم کردے اور بنی اسرائیل کو میرے ساتھ فلسطین کی طرف جانے میں رکاوٹ پیدا نہ کر۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی! میں حاضر ہوں مگر مجھ سے نادانستگی میں ایک غلطی ہو گئی تھی کہ قبطی اور اسرائیلی میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ میں نے دونوں کو لڑنے سے روکا اور اس دوران میرے ایک ہی گھونسے سے قبطی مر گیا تھا اور میں خوف کی وجہ سے مدین چلا گیا تھا۔ الٰہی! مجھے اندیشہ ہے کہ فرعون میرے فریضہ تبلیغ کو روکنے کے لئے اس واقعہ کو بہانہ بنالے گا۔ دوسرے یہ کہ مجھے بولنے میں بھی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے اگر آپ اپنے فضل و کرم سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا دست بازو بنادیں تو میں پوری قوت سے آپ کا پیغام فرعون تک پہنچادوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم حضرت ہارونؑ کو نہ

صرف آپ کے لئے قوت کا سبب بنا رہے ہیں بلکہ ان کے سر پر تاج نبوت بھی رکھ رہے ہیں تا کہ نبی کی حیثیت سے وہ آپ کے معاون و مددگار بن جائیں۔فرمایا کہ تم دونوں نہایت اطمینان سے فرعون کے دربار میں جاؤ اور اس کو انسانوں پر ظلم وستم سے روکو۔ میں خود تمہاری نگرانی وحفاظت کروں گا۔کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

جب یہ دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل پر ظلم وستم سے باز آجا اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ (فلسطین کی طرف جانے کی) اجازت دیدے۔اس وقت کے فرعون نے حضرت موسیٰ کو پہچان لیا کہ یہ تو وہی موسیٰؑ ہیں جن کو نہایت ناز ونخروں سے ہمارے محل میں پرورش کیا گیا تھا اور ان کا بچپن فرعون کے گھر میں گذرا تھا۔اس نے کہا اے موسیٰؑ کیا تم وہی نہیں ہو جس کو بڑے ناز اور نخروں سے اسی گھر میں پرورش کیا گیا تھا اور تم نے برسوں ہمارے درمیان گذارے ہیں لیکن تم نے ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ ایک قبطی کو مار ڈالا اور آج ہمارے ہی سامنے کھڑے ہو کر ہمیں ظالم و جابر کہہ رہے ہو؟۔اے موسیٰ تم بہت ہی ناشکرے آدمی نکلے۔حضرت موسیٰؑ کو وضاحت کا موقع مل گیا آپ نے فرمایا کہ جس قبطی کا قتل میرے ہاتھوں سے ہوا ہے وہ جان بوجھ کر نہیں ہوا تھا بلکہ میں تو ان دونوں کے درمیان سے جھگڑا دور کرانے کی کوشش کر رہا تھا اتفاق سے میرا ہاتھ قبطی کے لگ گیا جس سے وہ مر گیا۔جس کا مجھے افسوس بھی ہے مگر میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔میں اسی خوف سے کہ کہیں مجھے اس کے بدلے میں قتل نہ کر دیا جائے مدین کی طرف چلا گیا تھا۔اور یہ بات مجھ سے اس وقت سرزد ہوئی جب میں اس راہ سے بے خبر تھا۔اب میرے پروردگار نے مجھے حکمت ودانائی عطا فرما دی ہے اور مجھے رسولوں میں سے ایک رسول بنایا ہے۔تو نے جن بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے وہ خود بہت بڑی زیادتی ہے۔ کہنے لگا کہ رب العالمین تو میں خود ہوں تم کس رب العالمین کا ذکر کر رہے ہو؟ اس کا جواب تو اس کے بعد کی آیات میں دیا گیا ہے۔ یہاں تک کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ مجھ سے ایک قبطی شخص کا قتل تو بلا ارادہ واختیار کے ہوا تھا جس پر تو اتنا شور کر رہا ہے لیکن تو نے پوری قوم بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔اتنی خدمات کے بعد بھی ان پر شدید ظلم کیا جاتا ہے اور ان کے بچوں کو ان کی ماؤں کی گود سے چھین چھین کر قتل کیا جا رہا ہے۔اسی ظلم کی وجہ سے میری والدہ نے مجھے پانی میں بہا دیا تھا تا کہ میں تیرے ظلم سے بچ جاؤں۔جب مجھے پانی سے نکال کر تم نے اپنے گھر میں رکھا تو یہ مجھ پر کوئی احسان نہ تھا کیونکہ اگر میری والدہ مجھے وہاں سے نہ ہٹا لیتیں تو میں بھی قتل کر دیا جاتا۔اسی لئے یہ اللہ کا فضل وکرم ہے ورنہ تو نے تو ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔فرعون اس طنز کو برداشت نہ کر سکا۔کہنے لگا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ تم کس رب العالمین کا ذکر کر رہے تھے؟ وہ کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اللہ نے ان باتوں کا جواب اگلی آیات میں دیا ہے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾
قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾
قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ
فَاِذَا هِیَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ ع ٢ ٢٤ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

اور فرعون نے کہا کہ "رب العالمین" کیا ہے؟ (کون ہے) موسیٰؑ نے کہا تمام آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ فرعون نے اردگرد والوں سے کہا کیا تم سنتے ہو؟ موسیٰؑ نے کہا کہ وہ تمہارا اور تم سے پہلوں کا پروردگار ہے۔ فرعون نے کہا یہ شخص جو تمہارے پاس تمہارا رسول بن کر آیا ہے وہ دیوانہ ہے۔ موسیٰؑ نے کہا وہ اللہ مشرق و مغرب اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم (کچھ بھی) عقل رکھتے ہو۔ فرعون نے کہا اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے جیل خانے بھیج دوں گا۔ موسیٰؑ نے کہا اچھا اگر میں کھلی دلیل پیش کروں تب بھی؟ فرعون نے کہا دلیل پیش کر اگر تو سچے لوگوں میں

سے ہے؟ پھر موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ بڑا اژدھا بن گیا اور اس نے (اپنے گریبان سے) اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے زبردست چمک دار بن گیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

مُوْقِنِیْنَ	یقین کرنے والے
حَوْلَهٗ	اس کا اردگرد۔ آس پاس
اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ	کیا تم سنتے ہو؟
اِتَّخَذْتَ	تو نے بنایا
اَلْمَسْجُوْنِیْنَ	قید کئے گئے
عَصَا	لاٹھی
ثُعْبَانٌ	اژدھا۔ بڑا سانپ
نَزَعَ	اس نے نکالا۔ اس نے کھینچا
بَیْضَاءُ	سفید۔ روشن
نٰظِرِیْنَ	دیکھنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۳

جیسا کہ گذشتہ آیات میں آپ نے پڑھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے بھرے دربار میں پہنچے تو فرعون بوکھلا گیا پہلے تو اس نے اپنی کمینگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان احسانات کو یاد دلایا کہ

جب حضرت موسیٰ کو پانی سے نکال کر بڑی محبت اور شفقت سے اس کے محل میں عیش و آرام سے رکھ کر ان کی پرورش کی گئی تھی۔ دوسری بات یہ یاد دلائی گئی کہ جب حضرت موسیٰ نے بغیر ارادہ کے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا اور اس خوف سے کہ کہیں فرعون اور اس کے درباری ان سے ناحق بدلہ نہ لے لیں مدین کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

فرعون کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ موسیٰ ان مہربانیوں کو یاد تو کرو جو ہم نے آپ کو پال پوس کر اتنا بڑا کیا تھا اور تم نے احسان ماننے کے بجائے ایک قبطی کو بھی قتل کر دیا تھا۔ کیا احسانات کا بدلہ اسی طرح دیا جاتا ہے؟۔ حضرت موسیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فرعون مجھ سے تو بغیر کسی قصد و ارادے کے ایک قبطی کا قتل ہو گیا تھا لیکن تو نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر ان کے بچوں کو ذبح کیا تھا۔ اگر میری والدہ نے مجھے ایک صندوق یا ٹوکرے میں رکھ کر دریا میں نہ بہا دیا ہوتا اور (ایک لاوارث) بچہ سمجھ کر مجھے تمہارے محل میں پرورش نہ کرایا ہوتا تو میرا حشر بھی بنی اسرائیل کے اور بچوں کی طرح ہوتا۔

فرعون سمجھ گیا کہ حضرت موسیٰ پر ان باتوں کا کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے اس نے فوراً انداز گفتگو بدل دیا اور کہنے لگا کہ ساری دنیا کا ''رب اعلیٰ'' تو میں ہوں۔ میرے علاوہ یہ رب العالمین کون ہے؟ کیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے بیان کرنا شروع کیا۔ فرعون درمیان درمیان میں ٹوکتا رہا تا کہ آپ کی گفتگو بے اثر ہو جائے اور درباری اس سے متاثر نہ ہوں لیکن حضرت موسیٰ نے اپنا خطاب جاری رکھا۔

آپ نے فرمایا کہ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو یہ بات سن لو کہ زمین، آسمان اور اس کے درمیان جو بھی مخلوق ہے ان سب کا پروردگار صرف اللہ رب العالمین ہے۔ فرعون نے طنز بھرے انداز میں درباریوں سے کہا کہ تم نے یہ ایک عجیب بات سنی ہے کہ میرے سوا بھی کوئی رب العالمین ہے؟ حضرت موسیٰ نے گفتگو اور خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا پروردگار ہے یعنی جب فرعون نہیں تھا وہ اس وقت بھی رب العالمین تھا اور جب یہ فرعون نہیں رہے گا اس وقت بھی صرف اسی ایک اللہ کی حکومت اور سلطنت ہوگی۔

فرعون پھر بولا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ موسیٰ پر دیوانگی طاری ہے اور وہ اپنی عقل کھو بیٹھا ہے حضرت موسیٰ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ رب العالمین ہر سمت کا مالک ہے خواہ وہ مشرق ہو یا مغرب یا اس کے درمیان کی ہر طرح کی مخلوق وہی سب کا رب العالمین ہے اگر تم ذرا بھی عقل سے کام لو گے تو یہ حقیقت تمہارے اوپر کھل جائے گی۔

جب فرعون نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی باتوں کا اثر درباریوں پر ہو رہا ہے تو اب وہ غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اے موسیٰ اگر تم نے میرے سوا کسی کو بھی اپنا معبود کہا تو میں تمہیں جیل میں سڑا دوں گا اور سخت سزا دوں گا۔ حضرت موسیٰ نے پہلے تو فرمایا

کہ اچھا یہ بتا کہ اگر میں تیرے سامنے سچائی کی دلیل پیش کروں کیا اس وقت بھی تو میرے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرے گا؟ فرعون کہنے لگا کہ اگر تم واقعی کسی رب العالمین کے نمائندے ہو تو تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو وہ دلیل اور معجزہ پیش کرو۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا جیسے ہی زمین پر پھینکا تو وہ ایک بڑا خوف ناک اژدھا بن گیا۔ فرعون اور درباری سناٹے میں آگئے۔ جب اس اژدھے نے ادھر ادھر دوڑنا اور پھنکارنا شروع کیا تو پورے دربار میں بھگدڑ مچ گئی اور ایک دوسرے پر گرتے، پڑتے، چیختے، چلاتے سب کے سب بھاگ نکلے۔ جب اس بڑے سانپ اژدھے نے فرعون کے شاہی تخت کی طرف رخ کیا تو فرعون مارے خوف کے تخت شاہی کے پیچھے چھپ گیا۔

کہنے لگا کہ موسیٰؑ تم سب سے پہلے اس مصیبت کو دور کرو جس نے پورے دربار میں تباہی مچا رکھی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے اس اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ سانپ پھر سے عصا بن گیا۔ جب خوف جاتا رہا تو فرعون اور اس کے درباری پھر سے جمع ہوگئے اس وقت حضرت موسیٰؑ نے اپنے داہنے ہاتھ کو بغل میں ڈال کر نکالا تو آپ کا ہاتھ چاند سورج کی طرح چمکنے لگا۔

یہ وہ دو معجزات تھے جن کو فرعون اور درباریوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مگر ان معجزات کو دیکھ کر بھی وہ ایمان نہ لائے تھے جس کے نتیجے میں اللہ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو اسی پانی میں غرق کر دیا تھا جس پانی نے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو سمندر کے دوسری طرف حفاظت سے پہنچانے کا انتظام کر دیا تھا۔ اہل مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم جو نبی کریم ﷺ سے ہر روز کسی نہ کسی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرتے ہو۔ کیا فرعون اور اس کے درباری بھی ان معجزات کو دیکھ کر ایمان لائے تھے؟ البتہ اللہ نے جب جادوگروں کو ایمان کی توفیق عطا فرمائی تو وہ اس ظالم فرعون کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوگئے اور فرعون کی دھمکیوں سے ان کے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

کفار مکہ کو بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ اپنے ایمان کی طاقت سے پورے عرب کے کفار کے مقابلے میں کھڑے ہیں اور صبر و تحمل سے ہر طرح کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ کفار مکہ کی دھمکیاں اور تکالیف ان کو راہ حق سے بھٹکا نہ سکیں گی کیونکہ جب ایمان دل میں پختہ ہو کر آجاتا ہے تو پھر اہل ایمان کے دل میں سوائے اللہ کے خوف کے کسی اور کا کوئی خوف نہیں رہتا۔

اللہ نے کفار مکہ کے سامنے اس آئینہ کو رکھ کر فرمایا ہے کہ تم فرعون اور اس کے درباریوں کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو یا ان سچے مسلمانوں کی طرح جنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئیں؟۔

قَالَ لِلۡمَلَاِ حَوۡلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ
عَلِيۡمٌ ۝۳۴ يُّرِيۡدُ اَنۡ يُّخۡرِجَكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ بِسِحۡرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ ۝۳۵
قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَابۡعَثۡ فِى الۡمَدَآٮِٕنِ حٰشِرِيۡنَ ۝۳۶ يَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ
سَحَّارٍ عَلِيۡمٍ ۝۳۷ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيۡقَاتِ يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝۳۸ وَّقِيۡلَ
لِلنَّاسِ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّجۡتَمِعُوۡنَ ۝۳۹ لَعَلَّنَا نَـتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنۡ
كَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ ۝۴۰ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَٮِٕنَّ
لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ كُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِيۡنَ ۝۴۱ قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ اِذًا لَّمِنَ
الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۝۴۲ قَالَ لَهُمۡ مُّوۡسٰٓى اَلۡقُوۡا مَاۤ اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ۝۴۳
فَاَلۡقَوۡا حِبَالَهُمۡ وَعِصِيَّهُمۡ وَقَالُوۡا بِعِزَّةِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّا لَنَحۡنُ
الۡغٰلِبُوۡنَ ۝۴۴ فَاَلۡقٰى مُوۡسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ ۝۴۵
فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيۡنَ ۝۴۶ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۴۷ رَبِّ مُوۡسٰى
وَهٰرُوۡنَ ۝۴۸ قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَـكُمۡ‌ۚ اِنَّهٗ لَـكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ
عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ‌ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ
مِّنۡ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۴۹ قَالُوۡا لَا ضَيۡرَ اِنَّاۤ اِلٰى
رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ۝۵۰ اِنَّا نَـطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنۡ كُنَّاۤ اَوَّلَ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۵۱ ع ۳ ۱۸ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۵۱

فرعون نے اپنے ارد گرد کے سرداروں سے کہا کہ یہ تو کوئی بڑا ماہر جادو گر ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے۔ تم سب کا کیا مشورہ ہے۔ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی (ہارونؑ) کو مہلت دیدے۔ اور دوسرے شہروں سے (جادوگروں کو) اکٹھا کرنے والوں کو بھیج دے۔ تا کہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو لے آئیں۔

چنانچہ تمام جادوگر ایک متعین دن اور متعین وقت جمع ہو گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی جمع ہو گے؟ تا کہ اگر جادوگر چھا جائیں تو ہم ان ہی کے راستے پر رہیں۔ جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو کیا یقینی طور پر ہمارے لئے انعام ہوگا؟ فرعون نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ اس وقت تم میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم جو کچھ ڈالنا چاہتے ہو ڈالو۔ پھر انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور انہوں نے کہا کہ فرعون کے جاہ و جلال کی قسم بے شک ہم ہی غالب ہونے والے ہیں۔ پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو اچانک اس نے ان کے بنائے ہوئے (سانپوں کو) نگلنا شروع کر دیا۔ جادوگر سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم "رب العالمین" پر ایمان لے آئے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت سے پہلے ہی ایمان لے آئے ہو؟ (ایسا لگتا ہے کہ) یہ تم سب کا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے (اس کے نتیجے کو) تم بہت جلد جان لو گے۔

یقیناً میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ کر تم سب کو پھانسی پر چڑھا دوں گا۔ کہنے لگے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ ہم اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف فرما دے گا کیونکہ ہم پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۵۱

سَاحِرٌ عَلِيْمٌ	ماہر جادوگر۔ بہت جاننے والا جادوگر
مَا ذَا تَاْ مُرُوْنَ	تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ تم کیا کہتے ہو
اَرْجِهْ	چھوڑ دے اس کو۔ اس کو مہلت دے
حٰشِرِيْنَ	جمع کرنے والے۔ ہرکارے
مِيْقَاتٌ	مقرر وقت۔ مقرر جگہ
مُجْتَمِعُوْنَ	جمع ہونے والے
اَلْمُقَرَّبِيْنَ	قریب بیٹھنے والے
حِبَالٌ (حَبْلٌ)	رسیاں
عِصِیٌّ	لاٹھیاں
تَلْقَفُ	نگلنے لگا
يَاْفِكُوْنَ	وہ کھیل کھلونے بناتے ہیں
كَبِيْرُكُمْ	تمہارا بڑا۔ تمہارا استاد
اُقَطِّعَنَّ	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا
اَيْدِىْ (اَيْدِيْنَ)	دونوں ہاتھ
اَرْجُلٌ (رِجْلٌ)	پاؤں

اُصَلِّبَنَّ	میں ضرور پھانسی چڑھادوں گا
لَا ضَيْرَ	کوئی حرج نہیں
مُنْقَلِبُوْنَ	پلٹ کر جانے والے
نَطْمَعُ	ہم توقع رکھتے ہیں۔ ہم لالچ رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۵۱

فرعون اور اس کے درباریوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے حضرت موسیٰؑ کے اس عصا کو جو ایک بڑا سانپ یعنی اژدھا بن گیا تھا اور وہ ید بیضا یعنی چمک دار ہاتھ جو چاند اور سورج کی طرح چمک رہا تھا دیکھ لیا تھا۔ جب بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے فرعون اور فخر وغرور کے پیکر وزیروں اور درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے ان معجزات کو دیکھا تو سب کے سب اتنے خوف زدہ ہو گئے کہ اپنی جان بچانے کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور فرعون کو تنہا چھوڑ گئے۔

جب اس بڑے سانپ نے فرعون کی طرف رخ کیا تو دہشت کے مارے فرعون تخت شاہی کے پیچھے چھپ کر کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ! اس مصیبت کو ہم سے دور کرو۔ حضرت موسیٰؑ نے اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر سے عصا (لاٹھی) بن گیا۔ ایک دفعہ پھر دربار لگایا گیا اور ان تمام درباریوں سے جو ان کھلے ہوئے معجزات کو دیکھ کر بہت متاثر ہو چکے تھے۔

اس اثر کو زائل کرنے کے لئے فرعون کہنے لگا کہ لوگو! جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ سب کچھ دکھا کر دراصل موسیٰ اور ہارون تمہاری سرزمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری بے مثال تہذیب اور ترقیات کو ختم کر کے ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرلیں۔ اس نے درباریوں اور مشیروں سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیونکہ اس طرح تو موسیٰ و ہارون کی ہمتیں بڑھتی چلی جائیں گی۔

درباریوں نے کہا کہ اس معاملے میں سختی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ ان دونوں کو کچھ وقت تک نظر انداز کر کے کچھ مہلت دے دو۔ جادو کا جواب جادو سے ہی ہو سکتا ہے۔ ملک میں ایسے ماہر جادوگروں کی کمی نہیں ہے جو ان کے جادو کا توڑ کر

سکتے ہیں۔ چنانچہ فرعون نے پورے ملک کے جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم دیا اور لوگوں سے کہا کہ تم سب بھی جمع ہو جاؤ۔ اور اس کے لئے وہ دن زیادہ بہتر ہے جب کہ ہمارا سب سے بڑا میلہ ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی یہ بتا دیا کہ ''یوم الزینہ'' یعنی میلے والے دن تمہارا اور جادوگروں کا مقابلہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے چیلنج کو قبول کرلیا۔ جب میلے والے دن صبح کے وقت سب ماہر جادوگر جمع ہوگئے تو جادوگر کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمارا انعام کیا ہوگا؟ فرعون نے کہا نہ صرف تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا بلکہ تمہیں قرب شاہی بھی عطا کیا جائے گا۔ یہ دن چونکہ قبطیوں کے قومی عید کا دن تھا اس لئے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے گئے۔

اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے پورے مجمع سے اور خاص طور پر جادوگروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لوگو! تم اللہ کے دین پر آجاؤ اور اس پر جھوٹی باتیں نہ گھڑو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آجائے جو تمہیں بنیادوں سے اکھاڑ کر پھینک دے گا۔ حق وصداقت کی بات میں ہمیشہ ایک جان اور قوت ہوتی ہے سب کے دلوں پر اثر ہوا اور خاص طور پر جادوگر بھی کافی متاثر ہو چکے تھے مگر دنیاوی لالچ اور فرعون کے قرب کی تمنا ان کو راہ حق سے روک رہی تھی۔

حضرت موسیٰؑ سے جادوگر کہنے لگے کہ اے موسیٰ تم جادو ڈالنے کی ابتداء کرتے ہو یا ہم کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ تم پہل کرو۔ جادوگر جنہیں اپنے کمالات پر بڑا ناز تھا انہوں نے نہایت فخر کے ساتھ اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکنا شروع کیں جن پر وہ جادو کا منتر پڑھتے جاتے تھے جس سے ایسا محسوس ہوا جیسے پورا میدان چھوٹے بڑے سانپوں سے بھر گیا ہے۔

جادوگر جانتے تھے کہ حقیقت میں وہ سانپ نہ تھے بلکہ نظر بندی کا کھیل تھا جو لوگوں کو سانپ نظر آرہے تھے مگر جادوگروں کو رسیاں اور لاٹھیاں ہی نظر آرہی تھیں۔

جب پورا میدان سانپوں سے بھر گیا تو بشری تقاضے کے تحت حضرت موسیٰؑ کچھ پریشان ہوگئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ آپ نہ گھبرائیں اب آپ اپنا عصا پھینکئے اور ہماری قدرت دیکھئے۔ جیسے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو وہ ایک زبردست اژدھا بن گیا جس نے جادوگروں کے پھیلائے ہوئے سانپوں کو نگلنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں پورا میدان صاف ہوگیا۔ جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بوکھلا گئے۔ لیکن جادوگر جو اب تک نظر بندی کا کھیل دکھا رہے تھے جب انہوں نے اس عصا کو

اژدھا بنتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ واقعی معجزہ ہے نظر بندی یا فریب نظر نہیں ہے۔

وہ تمام جادوگر فوراً اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔ اس اعلان سے پورے مجمع پر سناٹا چھا گیا۔ فرعون اپنی بے عزتی برداشت نہ کر سکا اور کہنے لگا کہ تم نے میری اجازت کے بغیر ہی ایمان قبول کر لیا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تمہاری ملی بھگت ہے یہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس غداری کی سزا کتنی سخت ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ کر تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور سچائی کی طاقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ وہی جادوگر جو کچھ دیر پہلے تک انعام و اکرام اور بادشاہ کے قرب کے لئے بے قرار تھے جب سچائی ان کے سامنے آ گئی اور انہوں نے ایمان قبول کرتے ہوئے فرعون کی دھمکیوں کو نظر انداز کر کے کہنا شروع کیا کہ اے فرعون! تو جو کچھ کر سکتا ہے وہ کر ڈال اس میں ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر ہم قتل کر دیئے جائیں گے یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے تو ہم اپنے پروردگار ہی کے پاس جائیں گے جو ہمیشہ جنت کی ابدی راحتوں میں رکھے گا۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا کیونکہ اس وقت ہم تمام لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل تو اگلی آیتوں میں آ رہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تک انسان میں سچا ایمان گھر نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ دنیاوی لالچ اور عہدوں کی فکر میں لگا رہتا ہے لیکن جب ایمان کے نور سے دل روشن و منور ہو جاتے ہیں تو پھر ان دلوں میں سوائے اللہ کے خوف کے کسی دوسرے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں نے آپ کو ہر طرح تنگ کیا لیکن جن سعادت مندوں کے حصے میں ایمان کی دولت آ گئی تھی تو وہ اسی طرح کفر کے مقابلے میں ڈٹ گئے تھے جس طرح فرعون کے مقابلے میں ایمان لانے والے جادوگر ڈٹ گئے تھے اور انہوں نے اپنی جان و مال اور گھر بار کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو دنیا میں بھی عزت و سربلندی عطا فرمائی اور آخرت میں ان کا وہ عظیم مقام ہوگا جس کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان کی یہ حلاوت و عظمت نصیب فرمائے۔ آمین

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾
فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ
قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾
فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ
وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ
الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ
رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ
فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾
وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۴ ۱۷ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ بے شک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ پھر فرعون نے شہروں میں ہرکارے بھیجے (اور کہلا بھیجا کہ) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں اور بے شک یہ لوگ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔ اور ہم ان سے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) پھر ہم نے (فرعون اور اس کے ماننے والوں) کو باغات سے چشموں سے خزانوں اور عمدہ ٹھکانوں سے نکال باہر کیا اور اس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان

چیزوں کا مالک بنادیا۔ پھر انہوں نے سورج نکلنے تک ان کا پیچھا کیا۔ پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰؑ کے ساتھیوں نے کہا یقیناً ہم تو پکڑے گئے موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں۔ بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے۔ (وہ مجھے بچ نکلنے کے لئے جلد) راستہ دکھادے گا۔

پھر ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنا عصا سمندر پر مارو۔ چنانچہ وہ سمندر پھٹ کر بڑے بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ پھر ہم نے اسی جگہ دوسروں کو (فرعونیوں کو) بھی قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو بچالیا۔ پھر ہم نے دوسروں (فرعونیوں) کو غرق کردیا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک آپ کا پروردگار بڑی قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

اَوْحَیْنَا	ہم نے وحی کی
اَسْرِ	راتوں رات نکل جا
مُتَّبَعُوْنَ	پیچھا کئے جانے والے
اَرْسَلَ	بھیج دے
مَدَائِنٌ (مَدِیْنَۃٌ)	شہروں
شِرْذِمَۃٌ	جماعت۔ گروہ
غَائِظُوْنَ	غصہ دلانے والے
حٰذِرُوْنَ	احتیاط کرنے والے۔ بچنے والے
عُیُوْنٌ (عَیْنٌ)	چشمے
کُنُوْزٌ (کَنْزٌ)	خزانے
مَقَامٌ کَرِیْمٌ	عمدہ پاکیزہ ٹھکانے

اَوْرَثْنَا	ہم نے وارث (مالک) بنا دیا
مُشْرِقِیْنَ	سورج نکلنے (والے) کی جگہ
مُدْرَكُوْنَ	پکڑے جانے والے
اِنْفَلَقَ	پھٹ پڑا
كُلُّ فِرْقٍ	ہر حصہ
طَوْدُ الْعَظِيْمِ	پہاڑ کی طرح بڑا حصہ
اَزْلَفْنَا	ہم نے قریب کردیا
ثَمَّ	اسی جگہ

تشریح: آیت نمبر ۵۲ تا ۶۸

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں دین اسلام پھیلانے کی جدوجہد کا آغاز کیا تو کفار مکہ نے ہر طرح مذاق اڑایا۔ ایمان لانے والوں کو طرح طرح سے ستایا اور دین کی سچائیوں سے دور بھاگنے اور بے عملی کی زندگی گذارنے کے لئے ایسی ایسی باتیں پھیلانے کی کوششیں کی گئیں جن سے نبی کریم ﷺ اور دین اسلام کی روشنی پھیکی پڑ جائے۔ علاوہ اور کوششوں کے ایک کوشش یہ تھی کہ کفار مکہ ہر روز نئے نئے معجزات دکھانے کی فرمائشیں کرتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دو جوابات عنایت فرمائے ایک تو یہ کہ نبی کریم ﷺ کی یہ آخری امت ہے۔ اگر ان کفار کی فرمائشوں پر کوئی معجزہ دکھا دیا گیا اور دیکھنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو اللہ کے دستور کے مطابق تمام منکرین کو تہس نہس کردیا جائے گا اور ان پر شدید عذاب آجائے گا جو اللہ کی مصلحت اور اصول کے خلاف ہوگا کیونکہ اللہ آخری نبی کی آخری امت کو قیامت تک باقی رکھنا چاہتا ہے جو انشاء اللہ قیامت تک رہنمائی و رہبری کا فرض سرانجام دیتی رہے گی۔ معجزات دکھانے کے سلسلہ میں دوسرا جواب یہ عنایت فرمایا ہے کہ جس کو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنا ہے اس کو کسی ظاہری معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو ایمان اور عمل صالح سے فرار اختیار کرنا ہے وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کرتا۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ اپنا فضل و کرم فرمادیں۔

چنانچہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ کو ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا ہے۔ فرعون جو اپنے اقتدار حکومت و سلطنت اور ذاتی مفادات سے چمٹا ہوا تھا جب بھرے دربار میں اس نے حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو اپنی کھلی آنکھوں سے

دیکھ لیا تو اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے جو عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا ہے اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ درباریوں نے مشورہ دیا کہ کچھ دن ایسا ہی رہنے دیا جائے اور پورے ملک سے ماہر جادوگروں کو جمع کیا جائے۔ جب موسیٰؑ کو سب کے سامنے ذلت ہوگی تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ قبطیوں کے قومی دن کے میلے میں مقابلہ طے ہوا مگر وہاں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا اس پر وہ اور بھی پریشان ہو گئے۔ اس سے بڑی شکست اور کیا ہوگی کہ جن جادوگروں کی مہارت پر ناز تھا وہ سب کے سب ایمان قبول کر کے فرعون، اس کی طاقت وقوت اور دھمکیوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے تھے جس سے پورے ملک میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے سچائی کھل کر آ گئی تھی۔ فرعون نے پورے ملک کے کونے کونے میں اپنے نمائندے اور ہرکارے بھیج کر اعلان کرا دیا کہ موجودہ حالات میں گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے موسیٰ اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی سی ہے جو ہماری طاقت وقوت کا مقابلہ نہیں کر سکتی بہت جلد ان پر ہمارا قہر نازل ہونے والا ہے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ نہایت خاموشی سے راتوں رات پورے بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف نکل جائیں۔ فرعونی اور اس کے ساتھی تمہارا پیچھا کریں گے مگر اس کی پرواہ نہ کرنا کیونکہ ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ فرعون اور اس کے ماننے والوں کو ان کے لہلہاتے باغوں، بہتے چشموں، خزانوں اور بلند و بالا محلات سے محروم کر کے بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنا دیں گے۔ لاکھوں کی تعداد میں بنی اسرائیل رات کے آخری حصے میں نہایت خاموشی سے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ فلسطین جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی اور حکمران طبقے کے قبطیوں نے دیکھا کہ پورا میدان صاف ہے تو اصل حقیقت جان کر پوری قوت و طاقت لے کر فرعون بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے اس طرف روانہ ہو گیا جس طرف بنی اسرائیل جا رہے تھے۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پوری فوج اور قوت کے ساتھ فرعون نہایت تیزی سے ان کی طرف آ رہا ہے تو سارے بنی اسرائیل بوکھلا اٹھے اور کہنے لگے کہ پیچھے فرعون اور اس کا لشکر ہے اور آگے سمندر ہے ہم تو بری طرح مارے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ اپنے عصا کو پانی پر ماریں اور ہماری قدرت کا تماشہ دیکھیں۔ جیسے ہی حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پانی پر مارا تو وہ پانی پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا جس میں بارہ راستے بن گئے۔ چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے لہٰذا وہ نہایت نظم وضبط سے ہر راستے سے گذر کر دوسری طرف کنارے پر پہنچ گئے۔ جب فرعون اور اس کے ساتھی سمندر کے کنارے پہنچے تو انہوں نے بھی اپنے گھوڑے اور سواروں کو سمندر کے ان راستوں میں اتار دیا۔ ابھی وہ پانی کے درمیان ہی میں تھے کہ اللہ نے پانی کو پھر سے آپس میں مل جانے کا حکم دیا اور اس طرح فرعون اور اس کے تمام ساتھی اس سمندر میں ڈوب کر ہلاک و برباد ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم اور حکومت وسلطنت سے نجات مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ فرعون کے اس واقعہ میں عبرت ونصیحت کے بے شمار پہلو ہیں مگر

ان کو دیکھ کر بھی بہت سے لوگ ایمان قبول نہیں کرتے اور اپنی روش زندگی کو درست سمجھتے ہیں اور بد نصیبی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ان سچائیوں کو دیکھ کر بھی جو ایمان نہیں لائے ان کو ہلاک و برباد کر دیتا لیکن وہ ہر طرح کی قدرت وطاقت کے باوجود نہایت مہربان ہے اور وہ ان کو مہلت پر مہلت دیئے جا رہا ہے تا کہ وہ سنبھل کر اور سمجھ کر اللہ کے دین کی سچائیوں کو قبول کر لیں۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اگر انہوں نے گذشتہ قوموں جیسا طریقہ اختیار کیا اور سیدھی سچی راہ کو نہ اپنایا تو ان کا انجام بھی گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا پھر یہ ان کی دولت بڑے بڑے محل، مال و دولت اور سرداریاں ان کے کام نہ آسکیں گی۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ اور جان نثار صحابہ کرامؓ کو بھی تسلی دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ موجودہ حالات سے رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ اس طرح کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ بہت جلد اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی اور کفار و مشرکین کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہیں گی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ
وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾
قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾
قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا
كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ
لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾ وَ
الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿٧٩﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿٨٠﴾
وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ
خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٣﴾

وقف لازم

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ
وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾
وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا
مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا
هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾
وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۱۰۴

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو ابراہیمؑ کا واقعہ سنایئے جب انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم کے لوگوں سے پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے جس کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ یہ کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور ان کے پاس جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے پوچھا جب تم ان

کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں یا تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیمؑ نے پوچھا کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ تم اور تمہارے باپ دادا پہلے سے جن کی عبادت و بندگی کرتے رہے ہیں وہ کیا ہیں؟ اس کے بعد (حضرت ابراہیمؑ نے کہا) سوائے رب العالمین کے یہ سب میرے دشمن ہیں۔ وہ رب العالمین جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ پھر وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے دوبارہ زندگی دے گا اور اسی سے میں قیامت کے دن اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ وہ میری خطاؤں کو معاف کردے گا۔ اے میرے پروردگار مجھے علم و حکمت عطا فرما اور مجھے نیک اور صالح لوگوں میں شامل فرما اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکر خیر جاری فرما اور مجھے راحت بھری جنتوں کا حق دار بنا دے اور میرے والد کو معاف فرما دے۔ بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے اور اس دن مجھے رسوا نہ کیجئے گا جس دن سب زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔ وہ دن جس میں نہ تو مال نفع دے گا اور نہ بیٹے کام آئیں گے۔ سوائے اس کے جو پاک اور بے عیب دل لے کر حاضر ہوگا۔ اور اس دن اہل تقویٰ کے لئے جنت قریب کردی جائے گی اور گمراہ لوگوں کے سامنے جہنم کھول دی جائے گی۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت و بندگی کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا (آج کے دن) وہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں یا خود اپنے آپ کو (اللہ کے عذاب سے) بچا سکتے ہیں؟ پھر وہ، ان کے جھوٹے معبود اور شیطانوں کا لشکر سب کے سب اوندھے منہ اس جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ وہاں یہ سب لوگ آپس میں جھگڑیں گے۔ گم راہ لوگ اپنے (جھوٹے) معبودوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم تو اس وقت کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے جب ہم نے تمہیں رب العالمین کے برابر کا درجہ دیا تھا۔ اور ہمیں صرف مجرموں نے گم راہ کیا تھا۔ اب تو ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی ہمدردی کرنے والا۔ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع ملتا تو ہم بھی ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ (لوگو!) اس میں ایک نشانی ہے۔ مگر ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو یقین نہیں رکھتے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار زبردست قوت والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۱۰۴

اُتْلُ	تلاوت کر۔ سنادے
اَصْنَامٌ (صَنَمٌ)	بت
نَظَلُّ	ہم رہتے ہیں
عٰكِفِيْنَ (عَاكِفٌ)	جم کر بیٹھنے والے
يَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
وَجَدْنَا	ہم نے پایا
اَلْاَقْدَمُوْنَ	پہلے
يُطْعِمُنِىْ	وہ مجھے کھلاتا ہے
يَسْقِيْنِ (يُسْقِيْنِىْ)	وہ مجھے پلاتا ہے
يَشْفِيْنِ (يَشْفِيْنِىْ)	وہ مجھے شفا (صحت) دیتا ہے
يُمِيْتُنِىْ	وہ مجھے موت دے گا
يُحْيِيْنِ (يُحْيِيْنِىْ)	وہ مجھے زندگی دے گا
اَطْمَعُ	میں امید کرتا ہوں۔ میں توقع رکھتا ہوں
حُكْمًا	علم وحکمت (فیصلہ)
اَلْحِقْنِىْ	مجھے ملادے

لِسَانُ صِدْقٍ	ذکرِ خیر۔ اچھا ذکر۔ سچی زبان
لَا تُخْزِنِیْ	مجھے رسوا نہ کیجئے گا
یُبْعَثُوْنَ	وہ اٹھائے جائیں گے
مَنْ اَتیٰ	جو آیا۔ (جو لایا)
قَلْبٌ سَلِیْمٌ	پاک، صاف، سچا دل
اُزْلِفَتْ	قریب کر دی گئی
بُرِّ زَتْ	ظاہر کر دی گئی
غٰوِیْنَ	گم راہ ہونے والے
یَنْتَصِرُوْنَ	بدلہ لیں گے۔ بدلہ لے سکتے ہیں
کُبْکِبُوْا	اوندھے پھینکے گئے
جُنُوْدٌ (جُنْدٌ)	لشکر
یَخْتَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
تَاللّٰهِ	اللہ کی قسم
نُسَوِّیَ	ہم نے برابر کر دیا۔ برابر کا درجہ دیا
اَضَلَّنَا	ہمیں گم راہ کیا
حَمِیْمٌ	غم خوار، مخلص دوست

٦ - ٢

كَرَّةٌ دوبارہ

تشریح: آیت نمبر ٦٩ تا ١٠٤

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد اب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ان قربانیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں انہوں نے کفر و شرک، بدعات اور فضول رسموں کے خلاف نہ صرف آواز اٹھائی بلکہ حق و صداقت کی سربلندی کے لئے اپنی قوم، گھر اور خاندان کی راحتوں اور سکھ چین کو چھوڑ کر فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور ساری زندگی کفر و شرک کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو بھلا کر کفر، شرک رسم و رواج اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کو زندگی سمجھ بیٹھے ہوں ان کو یاد دلا دیا جائے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو نہ بدلا تو ان کو جہنم کی آگ اور دنیاوی ذلتوں سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور وہ جنت کی ابدی راحتوں کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گے۔

اسی توحید خالص کی تعلیم کے لئے وہ اپنی دعوت کا آغاز ''لا الہ الا اللہ'' سے کرتے ہیں یعنی اس بات کا یقین کامل پیدا کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اس کائنات کا ''الہ'' اگر کوئی ہے تو وہ صرف ایک اللہ ہی ہے جس کا کوئی کسی طرح شریک نہیں ہے وہی ہر طرح کی حمد و ثناء اور تعریفوں کا مستحق ہے اور بے شمار صفات کا مالک ہے۔

دوسرے یہ کہ انبیاء کرام خود اللہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو اس بات کا درس دیتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادا کی چھوڑی ہوئی رسموں کے بجائے صرف اس ایک اللہ کو اپنا خالق و مالک سمجھیں جس نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ وہ اس نظام کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

جب اس نظریئے پر ایک جماعت تیار ہو جاتی ہے تو ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا یقین دلایا جاتا ہے لیکن جو لوگ انبیاء کرام کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ کر رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور وہ نبیوں کا نام تو لیتے ہیں اور ان کی عظمت کے ترانے بھی گاتے ہیں مگر عملاً وہ ہر ایسا کام کرتے ہیں جس سے انبیاء کرام نے زندگی بھر منع کیا ہو۔

چنانچہ جب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت پوری قوم اللہ اور اس کے احکامات کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کفر، شرک اور بری رسموں کی اس طرح عادی ہو چکی تھی کہ اس کے خلاف بولنے والوں

کو دیوانہ کہا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ اوراس کے آس پاس بسنے والے بے شمار خاندان اور قبیلے تھے جن کو یہ ناز تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں مگر عملاً ہر وہ کام کرتے تھے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہ صرف منع کیا تھا بلکہ توحید خالص کے نظام کو قائم کرنے کے لئے پوری زندگی وہ قربانیاں پیش کیں جن کی عظمت کا اعتراف خود اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ ”اللہ نے ابراہیمؑ کو طرح طرح سے آزمایا جس میں وہ پورے اترے۔ جس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پیشوائی و امامت کا وہ مقام عطا کیا جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوسکا۔“ (بقرہ)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی کے ان ہی پہلوؤں کا ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو جو کفر و شرک اور رسم و رواج میں مبتلا ہیں بتا دیجئے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کیا ہے؟ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر اور اپنی بت پرست قوم سے پوچھا کہ تم کن فضول چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے اور ان ہی کی خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ جب تم انہیں پکارتے ہو تو یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

رسم و رواج کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے لوگوں کا جواب یہ تھا کہ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح کرتے تھے لہذا ہم بھی کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم نے اور تمہارے گزرے ہوئے باپ دادا نے آنکھیں کھول کر کبھی دیکھا ہے کہ تم کن چیزوں کی عبادت و بندگی کر رہے ہو؟ حق و صداقت کی اس آواز کو سنتے ہی اپنے پرائے سب دشمن ہو گئے اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سوائے رب العالمین کے ہر شخص میری دشمنی پر آمادہ نظر آتا ہے۔ رب العالمین جس نے مجھے پیدا کر کے میری صحیح رہنمائی کی ہے۔ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اگر میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا اور صحت عطا فرماتا ہے۔ وہی مجھے موت دے گا اور وہی مجھے دوبارہ زندگی دے گا۔ مجھے صرف اسی رب العالمین سے امید ہے کہ قیامت کے دن میری بھول چوک کو معاف فرما دے گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے علم و حکمت عطا فرما۔ اور مجھے صالحین میں شامل فرمائیے گا۔ اور بعد میں آنے والوں میں مجھے نام وری عطا فرمائیے گا۔ اور مجھے راحت بھری جنتوں کا وارث بنائیے گا۔ الٰہی میرے باپ کو معاف فرما دیجئے کیونکہ وہ گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجئے گا جب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور جس دن مال و اولاد کسی کے کام نہ آسکے گی۔

البتہ وہ جو ”قلب سلیم“ (یعنی ایسا دل لے کر حاضر ہوگا جو کفر و شرک، حسد، بغض اور انبیاء کی دشمنی سے پاک ہوگا)۔ یہ وہ دن ہوگا جب تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے قریب جنت کو لایا جائے گا اور گمراہوں کے سامنے جہنم ظاہر کر دی جائے

گی۔اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن لوگوں اور چیزوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ کیا آج وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں؟ اس کے بعد وہ گمراہ لوگ اور شیطانوں کا لشکر سب کے سب اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہاں وہ سب آپس میں جھگڑیں گے اور یہ گمراہ لوگ اپنے جھوٹے معبودوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم، ہم تو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے جب ہم نے تمہیں اللہ کے برابر کا درجہ دے رکھا تھا۔ ہمیں تو مجرمین نے راستے سے بھٹکا دیا تھا۔ آج نہ تو کوئی ہماری طرف سے سفارش کرنے والا ہے نہ کوئی مخلص دوست ہے۔

اب حقیقت ہم پر کھل گئی ہے کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جا کر اپنی اصلاح کرنے کا موقع مل جاتا تو ہم اپنی اصلاح کر کے ایمان والوں میں شامل ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو جس آیت پر ختم کیا ہے اسی آیت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بھی ختم فرمایا ہے کہ بے شک اس میں سمجھ اختیار کرنے والوں کے لئے ایک زبردست نشانی ہے۔ مگر ان میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو یہ سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہیں گے اور وہ ایمان نہ لائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ ہر طرح کی طاقت وقوت اور قدرت رکھنے کے باوجود نہایت مہربان اور کرم کرنے والا ہے اس کی یہ زبردست مہربانی ہے کہ وہ کسی گناہ گار اور کفر و شرک اختیار کرنے والے کو فوراً ہی نہیں پکڑتا بلکہ ان کو سنبھلنے، سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے۔

ان آیات میں ایک مرتبہ پھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرام کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ لوگ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام تو لیتے ہیں اور اپنے ابراہیمی ہونے پر فخر کرتے ہیں مگر ہر وہ کام کرتے ہیں جو ان کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ یہی ان کی گمراہی کا سبب ہے۔

لہٰذا اہل ایمان اپنی زندگی کو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں پر ڈھال لیں اور اس راستے سے بچیں جس پر چل کر کفار و مشرکین اپنے لئے جہنم کما رہے ہیں۔

نجات اور کامیابی صرف اللہ و رسول کی اطاعت میں ہے۔ جس طرح اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں پر مہربانی فرمائی اور وہ کامیاب ہوئے اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور ان کے جاں نثاروں کو بھی دنیا اور آخرت کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ
أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ
وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ
الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ
الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا
إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ
مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾
فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾
فَأَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَ
إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲

قوم نوحؑ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یاد کرو جب ان کے بھائی نوحؑ نے (ان سے) کہا تھا کہ کیا
تم ڈرتے نہیں ہو؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا
کہا مانو۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے تم اللہ سے

ڈرواور میری اطاعت کرو۔ کہنے لگے کہ ہم تمہارے پیچھے کیسے چلیں جبکہ تمہارے پیچھے چلنے والے (اکثر لوگ) گھٹیا درجہ کے لوگ ہیں۔نوحؑ نے کہا مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان کا حساب کتاب میرے رب کے ذمے ہے۔کاش تم عقل وشعور سے کام لیتے۔میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں ان کو دھکے دے کر (نکال دوں) جو ایمان لے آئے ہیں۔ میں تو صرف ایک صاف صاف (برے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔ کہنے لگے کہ اے نوحؑ اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کردیئے جاؤ گے۔نوحؑ نے عرض کیا۔الٰہی میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔اب میرے اور میری قوم کے درمیان واضح فیصلہ کردیجئے۔ مجھے اور وہ مومنین جو میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دیدیجئے۔ پھر ہم نے اس کو اور جو لوگ اس کی بھری ہوئی کشتی میں تھے ان کو نجات دیدی اور باقی لوگوں کو ہم نے غرق کردیا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔لیکن ان میں سے اکثر لوگ وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔اور بے شک آپ کا رب قوت والا اور نہایت رحم وکرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲

اَلْاَرْذَلُوْنَ گھٹیا اور معمولی لوگ

لَوْ تَشْعُرُوْنَ کاش تم عقل وفہم سے کام لیتے

طَارِدٌ بھگانے والا۔دھکے دینے والا

لَمْ تَنْتَهِ تو باز نہ آیا

اِفْتَحْ کھول دے

اَلْمَشْحُوْنُ بھری ہوئی۔بھرپور

تشریح: آیت نمبر ۱۰۵ تا ۱۲۲

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام کے واقعات زندگی میں سے موقع کی مناسبت اور عبرت ونصیحت کے بے شمار پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ فرمایا گیا اور اب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی نافرمانیوں اور ان پر عذاب کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اپنی قوم کو درس توحید دیا لیکن ان کی قوم جو بت پرستی، غیر اللہ کی عبادت و بندگی، عیش و عشرت کی بدمستی میں اس طرح ڈوبی ہوئی تھی کہ جب حضرت نوحؑ نے ایک اللہ کی عبادت و بندگی، بری رسموں سے پرہیز اور دیانت و امانت کی زندگی گزارنے کی بات کی تو پوری قوم نے آپ کا مذاق اڑانا، ستانا، حق و صداقت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کردیں۔ ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا انکار اور حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں سے حقارت کا معاملہ شروع کردیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب ان کو اللہ کا پیغام پہنچایا تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ

۱۔ اے میری قوم تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟

۲۔ میں پوری دیانت و امانت سے اللہ کا پیغام تم تک پہنچارہا ہوں۔

۳۔ تم سے میں کوئی صلہ، بدلہ یا اجرت تو نہیں مانگ رہا ہوں۔

۴۔ تمہیں صرف اس ایک اللہ سے ڈرنا چاہئے جو ہم سب کا خالق اور مالک ہے۔

۵۔ تمہیں میری اطاعت و فرماں برداری کرنا چاہئے۔

قوم کا جواب یہ تھا کہ اے نوحؑ ہم آپ کے پاس کیسے آئیں جب کہ معاشرہ کے وہ لوگ آپ کے اردگرد موجود ہیں جن کا معاشرہ میں کوئی مقام نہیں ہے۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر تمہاری باتوں میں واقعی کوئی صداقت یا بھلائی ہوتی تو ہمارے معاشرے کے بڑے لوگ جو انتہائی ذہین ہیں اور ہر بات کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ سب سے پہلے ایمان لاتے وہ آپ کا کہا مانتے لیکن معاشرے کے ان لوگوں کے برابر ہم کیسے بیٹھ کر آپ کی باتیں سن سکتے ہیں جن کے پاس بیٹھنا ہماری توہین ہے ہمارے مرتبے اور مقام کے خلاف ہے۔ ٹھیک یہی صورت حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھی جب کفار اور سردار ان قریش یہ کہتے تھے کہ بلال حبشی، عمار اور صہیب رومی جیسے غلام اور غریب و مفلس لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے رہتے ہیں یہ ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم ایسے معمولی لوگوں کے برابر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں۔ پہلے آپ ان کو اپنی مجلس سے نکال دیجئے پھر

ہم آپ کی بات سننے پر غور کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

اے نبی ﷺ! جو لوگ رات دن محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کو پکارتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایئے کیونکہ ان میں سے کسی کا حساب آپ کے ذمے نہیں ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کا شمار بے انصافوں میں ہو جائے گا۔ ہم نے تو اسی طرح بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے آزمایا ہے تا کہ وہ یہ کہنے لگیں کہ ''کیا ہم میں سے صرف یہی لوگ رہ گئے تھے جن پر اللہ اپنا فضل و کرم نازل کرتا ہے۔'' فرمایا ہاں ہاں، کیوں نہیں، کیا اللہ اپنے ایسے شکر گزار بندوں سے واقف نہیں ہے۔ (الانعام آیت ۵۲)

حضرت نوح علیہ السلام نے ان بت پرستوں کو وہی جواب دیا جو ہر نبی سے اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو دیا گیا ہے کہ۔

۱۔ مجھے اس سے کوئی بحث یا مطلب نہیں ہے کہ (ایمان لانے والے مخلص) کیا کرتے ہیں۔ ان کا مشغلہ یا پیشہ کیا ہے؟

۲۔ وہ دل سے ایمان لائے ہیں وہ اپنا حساب خود دیں گے میرے ذمے ان سے حساب لینا نہیں ہے۔

۳۔ تمہارے کہنے سے میں ان صاحبان ایمان کو دور نہیں پھینک سکتا جو ایمان لے آئے ہیں کیا تمہیں اتنا بھی شعور نہیں ہے۔

۴۔ میں تو صرف اللہ کے احکامات کے ذریعہ برے اعمال کے برے انجام سے کھول کر ڈرانے والا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے اس دوٹوک جواب سے مایوس ہو کر وہ جاہلانہ دھمکیوں پر اتر آئے۔ کہنے لگے کہ اے نوحؑ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے یعنی ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہنا نہ چھوڑا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام قوم کی نافرمانیوں اور دھمکیوں کے باوجود اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ساڑھے نو سو سال میں حضرت نوح علیہ السلام کی جدوجہد کے نتیجے میں ایک سو آدمیوں سے بھی کم لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بھی ایمان قبول نہیں کیا اور اس قوم نے نافرمانیوں کی حد کر دی۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں صبر، برداشت اور بے انتہا عمل کی قوت عطا فرماتا ہے اس لئے وہ دن رات جدوجہد کرتے اور اپنی قوم کی بدعملی پر روتے اور گڑگڑاتے رہے ہیں۔ وہ اپنی امت کے سب سے زیادہ مخلص ہوتے ہیں لیکن اگر وہ مایوس ہو کر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر لیتا ہے چنانچہ قوم سے قطعاً مایوس ہو کر ایک دن حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کر دی کہ الٰہی! میری قوم مجھے مسلسل جھٹلا رہی ہے اور کہتی ہے کہ اے نوحؑ اس روز روز کے جھگڑے کو ختم کرو اور تم جس عذاب کی باتیں کرتے ہو وہ لے آؤ۔ اے اللہ ان کے اور میرے درمیان آپ سے بہتر فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ مجھے اور میرے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دیجئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ اس کی تفصیل آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ اے نوح تم ایک ایسی کشتی تیار کرو جس میں تمام اہل ایمان اور تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا رکھا جا سکتا ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کشتی (جہاز) بنانا شروع کی تو کفار نے ہر طرح مذاق اڑایا مگر حضرت نوحؑ اور اہل ایمان ان لوگوں

سے بے پرواہ ہو کر اس کشتی کو تیار کرنے میں لگے رہے۔ جب کشتی مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کو بھیج دیا۔ زمین سے پانی نکلنا شروع ہوا اللہ نے پانی کے چشموں کو ابل پڑنے اور بادلوں کو برسنے کا حکم دیا۔ پانی اس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوا کہ منکرین تیزی سے پہاڑوں کی طرف دوڑنے لگے مگر بتدریج پانی نے بڑھنا شروع کیا تو پہاڑوں کی چوٹیاں بھی پانی میں ڈوب گئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان قوم اور ان کی عیش پرستی کے ہر نشان کو مٹا کر رکھ دیا۔ اہل ایمان جو کشتی میں سوار تھے ان سب کو اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات عطا فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اس آیت کو دہرایا ہے کہ بے شک (اس واقعہ میں) عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں کہ سب کچھ دیکھتے بھالتے بھی ایمان کی نعمت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا فضل و کرم ہے ورنہ اللہ جب چاہے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ۚۖ اِذْ
قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ۙ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ؕ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ۙ وَ
تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ۚ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ
جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ۚ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ۙۚ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ۚ اِنِّيْٓ
اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ؕ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ
اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ۙ وَ
مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ۚ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَ
مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ۧ ۷ ع ۱۸ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ١٢٣ تا ١٤٠

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہودؑ نے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اس پر کوئی صلہ تو نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے۔ کیا تم ہر بلندی پر بغیر کسی ضرورت کے ایک یادگار بنا دیتے ہو۔ اور تم مضبوط اور شان دار محل بناتے ہو۔ جیسے تمہیں ہمیشہ دنیا میں ہی رہنا ہے۔ جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالم اور بے رحم بن کر پکڑتے ہو۔ تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ تم اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی ہے جنہیں تم جانتے ہو۔ اس نے مویشیوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی، باغات اور چشمے عطا کئے بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ انہوں نے کہا تم ہمیں نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والے نہ بنو ہمارے لئے سب برابر ہے۔ یہ گزرے ہوئے لوگوں کی ایک عادت اور رسم ہے۔ اور ہم عذاب دیئے جانے والوں میں سے نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے ان (کافروں) کو ہلاک کر دیا جس میں ایک نشانی ہے۔ اکثر ان میں سے وہ ہیں جو ایمان لانے والے نہیں ہیں بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٢٣ تا ١٤٠

اَتَبْنُوْنَ	کیا تم تعمیر کرتے ہو
رِيْعٌ	بلندی اونچائی
تَعْبَثُوْنَ	بلاضرورت کام کرتے ہو
مَصَانِعٌ	شان دار۔ مضبوط
تَخْلُدُوْنَ	تم ہمیشہ رہو گے

١ ١٩ ٢

بَطَشْتُمْ	تم نے پکڑا۔گرفت میں لیا
جَبَّارِيْنَ	زبردستی کرنے والے۔ظالم لوگ
اَمَدَّكُمْ	اس نے تمہاری مدد کی
اَنْعَامٌ	مویشی جانور
بَنِيْنَ (بِنٌ)	بیٹے
سَوَاءٌ	برابر
وَعَظْتَ	تو نے نصیحت کی
خُلُقٌ	عادتیں۔رسمیں۔اخلاق

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۴۰

سورۃ الشعراء میں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوح علیہم السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کی دین اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد، کچھ لوگوں کا ایمان لا کر نجات پانا اور ان کی قوموں کی نافرمانیوں اور انکار کی وجہ سے جو شدید ترین عذاب آئے ان کا ذکر کرنے کے بعد اب قوم عاد کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اللہ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔قوم عاد جو عظیم الشان تہذیب وتمدن، حکومت وسلطنت اور بے پناہ قوت وطاقت کی مالک تھی وہ بنیادی طور پر اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت وطاقت کا انکار تو نہ کرتی تھی مگر اپنے ہاتھوں سے بنائے گئے ان بے شمار بتوں کو اپنا مشکل کشا اور سفارشی سمجھتی تھی جن کے متعلق ان کا یہ گمان تھا کہ اس دنیا میں اور آخرت میں یہ بت ہی ان کے کام آئیں گے اور سفارش کر کے جہنم سے نجات دلائیں گے۔انہوں نے اپنی ہر خواہش اور تمنا کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے جن سے اپنی منتیں اور مرادیں مانگا کرتے تھے۔اللہ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ایک اللہ کی عبادت وبندگی چھوڑ کر ان بے شمار بتوں کی عبادت و پرستش نہ کرو۔ یہ گمراہی ہے اس راستے کو چھوڑ دو۔ برسوں سے ان بتوں کی پوجا کرنے والے

حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے ان معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک بن دیکھے معبود کی عبادت و بندگی کریں۔ جبکہ ہمارے باپ دادا ان بتوں سے اپنی حاجات اور مرادیں مانگ کر کامیاب ہوئے تھے۔ ان کا گمان تھا کہ ان کو جو طاقت وقوت اور عظمت ملی ہے وہ ان کے بتوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ ان بتوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت واطاعت قبول کرنے کو اپنے باپ دادا کی توہین سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان کے باپ دادا اسی گمراہی میں مبتلا رہے تھے۔ جب حضرت ہودؑ نے ہر جگہ اور ہر مجلس میں ان باتوں کو کہنا شروع کیا تو قوم عاد کے لوگوں کا غصہ بڑھنا شروع ہوگیا۔ ابتداء میں ان لوگوں نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ پھبتیاں کسیں، دیوانہ اور مجنون کہا جب ان لوگوں نے تحریک کی سنجیدگی اور پھیلاؤ کو دیکھا تو اہل ایمان کو ستانا شروع کر دیا۔ انہیں اپنی قوت وطاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا کہنے لگے کہ اے ہودؑ! ''من اشد منا قوۃ'' یعنی ہم سے زیادہ قوت وطاقت والا اور کون ہے؟ کہنے لگے کہ تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس سے پہلے بھی ہم نے بہت سے لوگوں کی ایسی باتیں سنی ہیں۔ اگر تم واقعی سنجیدہ ہو اور سچ کہہ رہے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس کو تم بیان کرتے ہو تاکہ روز روز کی دھمکیوں سے جان چھوٹ جائے جس نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ واقعی تمہارے اعمال ایسے ہی ہیں کہ تمہارے اوپر عذاب آنے میں دیر نہیں لگنی چاہئے اور آخر کار اس قوم پر اتنا شدید عذاب آیا جس نے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ قوم عاد جسمانی طور پر مضبوط، نہایت لمبے چوڑے، طاقتور، حسین وخوبصورت بہادر اور جنگ جو لوگ تھے۔ خوش حالی، مال ودولت کی ریل پیل اور کثرت، سرسبز وشاداب علاقے بلند وبالا ستونوں والی عمارتیں، شاندار ترقیات نے ان کو نفس پرستی اور مادہ پرستی میں اس قدر ڈبو دیا تھا کہ دنیا کی چیزوں اور فضول بلڈنگوں کی دوڑ نے ایک جنون کی شکل اختیار کر لی تھی۔

ان کی بلند وبالا عمارتوں کا مقصد محض ایک دوسرے کو دکھا کر فخر وغرور کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ وہ معیار زندگی کو بلند کرنے کی تگ ودو میں انسانی ہمدردی۔ معیار اخلاق اور انسانیت کی حدود کو پھلانگ کر اس قدر کمزور، پست اور ذلیل ہو چکے تھے کہ وہ غریبوں، محتاجوں، بے کسوں پر ظلم وستم کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کرتے تھے ان کے نزدیک ایک غریب آدمی کسی ہمدردی اور انصاف کا مستحق نہیں تھا۔ لہٰذا وہ کمزوروں کے حقوق کو غصب کرنا اور ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کو جائز سمجھتے تھے۔ وہ لوگ دولت کے نشے میں سخت گیر، ظالم، جابر اور غرور وتکبر کے پیکر بن چکے تھے۔ قوم عاد کے اس فخر وغرور، تکبر اور جھوٹے اعتماد نے بھی ان کو پیغمبر برحق حضرت ہود علیہ السلام کی بات سننے سے دور کر دیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے قوم عاد کا زمانہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی پیدائش سے تقریباً دو ہزار سال پہلے تھا۔ قرآن کریم میں ''من بعد قوم نوح'' کہہ کر ان کو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی قوم میں شمار کیا ہے۔ قوم

عاد کی بستیاں حضر موت اور یمن میں خلیج فارس کے ساحلوں سے عراق کی حدود تک پھیلی ہوئی تھیں اور یمن ان کا دارالحکومت تھا۔

جب قوم عاد کا اخلاقی بگاڑ اور روحانی گمراہی اپنی انتہاؤں پر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو خواب غفلت سے جگانے، آگاہ کرنے اور صراط مستقیم پر چلانے کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا۔ حضرت ہودؑ کوئی اجنبی شخص نہ تھے بلکہ اس قوم کے وطنی اور قومی بھائی تھے۔ حضرت ہودؑ جن کی عمر مبارک تقریباً پونے پانچ سو سال کی ہوئی۔ پوری زندگی لوگوں کو فکر آخرت، قیامت کی ہولناکی اور توحید و رسالت کی عظمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بے جا فخر و غرور، تکبر، مال و دولت پر گھمنڈ، فضول بلڈنگوں کی تعمیر اور ظلم و ستم سے روکنے کی بھرپور کوشش فرماتے رہے مگر قوم کی بے حسی، بے عملی کا یہ حال تھا کہ وہ آپ کی باتوں کا اثر لینے کے بجائے مذاق اڑاتے، طرح طرح سے ستاتے اور حضرت ہودؑ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں نہایت دیانت کے ساتھ اللہ کا پیغام تم تک پہنچانے آیا ہوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت و فرماں برداری اختیار کرو۔ فرمایا یہ سب کچھ کہنے اور سمجھانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں اس اصلاحی کام پر تم سے کسی صلہ، بدلہ یا اجرت کا طلب گار ہوں کیونکہ میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے وہی بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ فرمایا کہ دنیا دکھاوے، شہرت اور نام و نمود کے لئے اونچے اونچے ٹیلوں پر بلند و بالا عمارتیں، مینار اور سیر گاہیں اور فضول اور بے ضرورت بلڈنگیں بنانا یہ تمہارے کام نہ آئے گا۔ اپنے اعمال کی فکر کرو کیونکہ اگر تمہاری نافرمانیوں کی وجہ سے وہ عذاب آگیا جو قوموں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے تو یہ تمہاری بلند و بالا بلڈنگیں اور مال و دولت تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے۔ تمہیں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ نے تمہیں صحت مند اور تندرست بنایا۔ اولاد کی نعمتوں، خوبصورت باغات، بہتے چشموں اور خوش حالیوں سے نوازا ہے۔ اس پر اگر شکر کرو گے تو اللہ تمہیں اس سے بھی زیادہ عطا فرمائے گا بلکہ آخرت کی کامیابیاں بھی عطا فرمائے گا۔ لیکن اگر تم نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور اسی طرح اللہ کی کھلی ہوئی نافرمانیوں میں لگے رہے تو مجھے ایک بہت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

قوم عاد کا جواب یہ تھا کہ اے ہودؑ! تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ پہلے کے لوگ بھی کہتے آئے ہیں۔ ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ تم جس عذاب کی باتیں کر رہے ہو وہ ہمارے اوپر نہیں آئے گا کیونکہ قوت و طاقت میں ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اس طرح وہ حضرت ہودؑ کو مسلسل جھٹلاتے رہے اور کہنے لگے کہ اے ہودؑ! اگر واقعی کوئی عذاب آنے والا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ تم وہ عذاب بس لے ہی آؤ جس کی دھمکیاں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔

حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں ہر طرح سمجھا چکا ہوں مگر تمہاری نافرمانیاں اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ کا وہ عذاب

تم سے دور نہیں ہے۔ اللہ نے ان کی ان نافرمانیوں پر فوراً ہی اپنا عذاب نازل نہیں کیا بلکہ ان کو آگاہ کرنے کے لئے ان پر خشک سالی کا عذاب مسلط کیا۔ بارش برسنا بند ہوگئی جس سے ان کی کھیتیاں اس طرح خشک ہوگئیں کہ ان کے کھیتوں میں سوائے کانٹے دار درختوں کے کچھ بھی نہ اگ سکا۔ اس عذاب سے گھبرا کر انہوں نے حضرت ہودؑ سے اس قحط سالی کے دور ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی چونکہ اللہ کے پیغمبر اپنی قوم پر انتہائی شفیق، مہربان اور ان کے خیر خواہ ہوتے ہیں لہذا انہوں نے قوم کی اس مشکل کے دور ہونے کی دعا کی جو قبول کرلی گئی۔ اس طرح وقتی طور پر قحط کا خطرہ ٹل گیا مگر ان کے کھیتوں کی رونقیں بحال نہ ہوئیں۔ ہر روز وہ امید بھری نظروں سے آسمان کی طرف دیکھتے کہ شاید بارش ہوجائے مگر یہ خشک سالی بڑھتی گئی۔ ایک دن اچانک آسمان پر بادل آنا شروع ہوگئے اور وہ بادل گہرے ہوتے چلے گئے۔ اس وقت بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے کھیل کود، رنگ رلیوں اور بدمستیوں میں لگ کر خوشیاں منانے لگے مگر اس وقت ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا جب ان بادلوں سے بارش برسنے کے بجائے تیز ہواؤں کے جھونکے آنا شروع ہوگئے۔ اور آہستہ آہستہ اس ہوا نے آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کرلی۔ تیز طوفانی ہواؤں سے گھروں کی چھتیں اڑ گئیں، بڑے بڑے درخت ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے اور جڑوں سے اکھڑنے لگے۔ آندھی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اس نے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پتھروں سے ٹکرا دیا جس سے ان کی گردنیں ٹوٹ گئیں۔ مکانوں کی دیواریں اور چھتیں گر کر اڑنا شروع ہوگئیں۔ غرضیکہ اس آندھی اور طوفان کی شدت نے ان کے فخر و غرور کی ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالا۔ یہ آندھی اور طوفان مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہا۔ جب تک اس قوم کا نافرمان ایک ایک فرد ختم نہ ہوگیا اس وقت تک اس طوفان کی شدت میں کمی نہیں آئی۔ اللہ نے بتا دیا کہ اس نافرمان قوم کی ترقیات، تہذیب و تمدن، بلند و بالا عمارتیں کسی کام نہ آسکیں اور کھنڈر بن کر ان کے انجام کی داستانیں سنانے کے لئے کھڑی رہ گئیں۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان والوں کو نجات عطا فرمادی اور ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کے باوجود جو لوگ ان سچائیوں کو نہیں مانتے جن پر تاریخ کے اوراق بھی گواہ ہیں تو یہ ان کی بدنصیبی ہے مگر اللہ تعالیٰ جو ساری طاقتوں کا مالک ہے اپنے بندوں کو سنبھلنے کی مہلت دیئے چلا جا رہا ہے۔ اگر انہوں نے ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرلی تو دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

ان آیات میں کفار مکہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتا دیا گیا ہے کہ جب تک انسان کے پاس توبہ کا وقت موجود ہے تو وہ توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کرلے۔ لیکن اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے پچھتانے اور شرمندہ ہونے کے

کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری نہ کی اور تاریخ کی ان سچائیوں سے عبرت حاصل نہ کی تو پھر ان کا انجام گزری ہوئی قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ
مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ
اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٤٧﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿١٤٨﴾
وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٥٠﴾
وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٥١﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ
لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا
شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ
عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالحؑ نے کہا کیا تم (اللہ

سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اس پر میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ کیا تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ (عیش وعشرت کے لیے) بے فکر چھوڑ دیا جائے گا۔ باغوں اور چشموں میں، کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے خوشے نرم اور (پھلوں سے) لدے ہوئے ہیں۔ اور کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو؟ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ اور حد سے بڑھ جانے والوں کا کہنا نہ مانو۔ جو زمین میں فساد مچاتے ہیں اور اصلاح (کی فکر) نہیں کرتے۔ کہنے لگے کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے اور تم ہمارے ہی جیسے بشر ہو کہنے لگے کہ اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو۔ (حضرت صالح نے) کہا یہ ایک اونٹنی ہے۔ پانی پینے کے لئے ایک دن اس (اونٹنی) کا ہے اور ایک مقرر دن تمہارے مویشیوں کے لئے ہے اور اس (اونٹنی) کو بری نیت سے ہاتھ مت لگانا ورنہ تمہیں ایک بہت بڑے دن کا عذاب آ گھیرے گا۔ پھر ان لوگوں نے اس (اونٹنی) کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور پھر وہ پچھتانے والے بن کر رہ گئے۔ پھر ان کو ایک عذاب نے آ پکڑا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ اور بے شک آپ کا رب زبردست اور نہایت رحم و کرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

اَتُتْرَكُوْنَ	کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے
هٰهُنَا	اسی جگہ
زُرُوْعٍ (زَرْعٌ)	کھیتیاں
طَلْعٌ	گابھے۔ خوشے
هَضِيْمٌ	نرم و نازک
تَنْحِتُوْنَ	تم تراشتے ہو
فٰرِهِيْنَ	خوش ہونے والے

اَلْمُسْرِفِيْنَ	حد سے بڑھنے والے
اَلْمُسَحَّرِيْنَ	جادو کے مارے ہوئے
نَاقَةٌ	اونٹنی
شِرْبٌ	پانی پینا
عَقَرُوْا	انہوں نے پاؤں کاٹ ڈالے
نٰدِمِيْنَ	شرمندہ ہونے والے۔ پچھتانے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۱ تا ۱۵۹

سورۃ الشعراء میں جن سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کو عبرت و نصیحت کے لئے بیان فرمایا گیا ہے ان میں سے چار انبیاء کرامؑ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب قوم ثمود کے حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر مبارک کیا جا رہا ہے۔ قوم عاد کی طرح قوم ثمود کے لوگ بھی بہت زیادہ صحت مند، طویل عمروں والے، لمبے چوڑے، مضبوط اور طاقتور تھے۔ جنہیں ہر طرح کی خوش حالی عطا کی گئی تھی۔ ہر طرف سرسبز و شاداب باغات کھیت، باغیچے، چشمے، بلند و بالا عمارتیں اور دولت کی ریل پیل تھی۔ جس نے ان کو مغرور اور متکبر اور زندگی کے عیش و آرام اور اس کے وسائل نے ان کو آرام طلب بھی بنا دیا تھا۔ قوم ثمود دنیا بھر سے تجارت کرنے اور فن تعمیر میں ساری دنیا سے بہت آگے تھے۔ پتھروں کو تراش کر اور پہاڑوں کو کاٹ کر نہایت شاندار اور مضبوط بلڈنگیں بنانے کے ماہر تھے۔ ہمارے دور میں تو دس بیس منزلہ بلڈنگوں کی تعمیر کوئی ایسی حیرت انگیز بات نہیں ہے کیونکہ ان سے بھی زیادہ اونچی عمارتیں بنانے کے تمام وسائل موجود ہیں لیکن اس دور میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بنانا یقیناً حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن تمام مادی ترقیات کے باوجود وہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کی اور کائنات کی سیکڑوں چیزوں کی عبادت و پرستش کرتے وقت بے عملی کا مظاہرہ کرتے اور ان کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ قوم عاد تو اللہ کی ذات اور ہستی کو مانتے تھے، انکار نہ کرتے تھے وہ بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ اگر یہ بت اللہ کے پاس ہماری سفارش نہ کریں تو ہمارا کوئی کام صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف قوم ثمود اللہ کی ہستی کا انکار کرتے اور بتوں کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد ان کی جگہ قوم ثمود نے لی جن کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت صالحؑ ثمود ہی کی قوم اور قبیلے کی جانی پہچانی معتبر اور قابل اعتماد شخصیت تھے۔ ہر شخص ان کی دیانت و امانت، نیکی، پرہیزگاری اور عقل و فہم کو اچھی طرح جانتا تھا بلکہ ان سے بہت اچھی توقعات بھی رکھتا تھا۔ لیکن

جب انہوں نے اس بگڑی ہوئی قوم کواس بات کی نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی روش زندگی پر غور کریں۔ اللہ نے جن نعمتوں سے نواز رکھا ہے اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ اسی کی عبادت و بندگی کریں۔ بے حقیقت لکڑی، پتھر کے بتوں کی عبادت چھوڑ دیں۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا دیانتدار رسول ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت وفرماں برداری کرو۔ میں یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ مجھے تم سے اس کا کوئی بدلہ یا صلہ چاہئے کیونکہ میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ میں تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہوئے یہی کہتا ہوں کہ اللہ نے تمہیں بہتے چشمے، حسین وخوبصورت باغات، لہلہاتے کھیت، پھل پھول، سبزہ، دنیاوی مال ودولت اور بے انتہا صلاحیتیں عطا کی ہیں ان کا یہ حق ہے کہ مالک کے سامنے جھکا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔ تمہیں اللہ نے تعمیر کرنے کا عظیم فن عطا کیا ہے کہ تم پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ میرا کہا مانو کیونکہ میں تمہارا مخلص ہوں خیر خواہ ہوں۔ اگر تم ان لوگوں کی باتیں مانتے رہے جن کا کام صرف فساد کرنا اور تباہی مچانا ہے جو ہر کام میں حد سے گزر جاتے ہیں تو تمہیں کبھی کوئی بھلائی نصیب نہ ہوگی تم ان کے پیچھے نہ چلو۔

قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تمام باتیں سن کر کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس وہ اس دنیا کی زندگی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ مرکر دوبارہ زندہ ہونا یہ بات ہماری عقل میں نہیں آتی۔ ہم اسی مٹی سے پیدا ہوئے اور مرنے کے بعد اسی خاک کا پیوند ہو جائیں گے۔ وہ کہتے تھے اے صالح ایسا لگتا ہے کہ کسی نے تمہارے اوپر جادو کر دیا ہے اس لئے یہ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ ہم تمہاری کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آخر تمہارے اندر وہ کونسی خاص بات ہے جس کی بناء پر ہم یہ مان لیں کہ تم اللہ کے رسول ہو ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو یعنی اگر اللہ کو اپنا رسول بنا کر بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو بھیج دیتے۔ اچھا اگر تم واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے ہو تو ہمیں کوئی ایسی نشانی دکھاؤ جس کو دیکھ کر ہم یقین کر لیں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ بالکل سچ ہے۔ کہنے لگے کہ اگر تم واقعی سچے ہو تو یہ سامنے جو پہاڑ ہے اس سے ایک گابھن اونٹنی نکلے اور وہ نکلتے ہی بچہ دے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں پوری صورت حال اور ان کے مطالبے کو پیش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے مطالبے پر پہاڑی چٹان سے گابھن اونٹنی کو نکالا۔ اس نے آتے ہی بچہ دیا۔ یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا جس کے دیکھنے کے بعد ہر شخص کو ایمان لے آنا چاہئے تھا مگر چند لوگوں کے سوا سب نے طرح طرح کے بہانے بنانا شروع کر دیئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ یہ اونٹنی اور اس کا بچہ ایک دن تمہارے کنویں سے پانی پئیں گے اس دن تم اور تمہارے مویشی پانی نہیں پئیں گے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہے اگر کسی نے بری نیت سے اس کو ہاتھ لگایا یا ذبح کیا تو پھر پوری قوم اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے گی۔ قوم ثمود نے حضرت صالح کی تمام باتیں اور

شرطیں سن کر کچھ دن تو صبر سے کام لیا لیکن جب اس طرح پانی کی قلت ہوئی اور ان کے مویشی شدید متاثر ہوئے تو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ایک دن ثمود کی قوم کے ایک شخص نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جس سے وہ مرگئی۔حضرت صالح علیہ السلام کو اس کا شدید افسوس ہوا مگر اب کچھ نہ ہوسکتا تھا چنانچہ انہوں نے اعلان فرما دیا کہ اب اللہ کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔اس لئے تمہیں صرف تین دن کی مہلت دی جا رہی ہے اس میں تم عیش کرلو اس کے بعد اللہ کا فیصلہ آنے والا ہے۔اللہ کا عذاب آنے سے پہلے علامات ظاہر ہونا شروع ہوگئیں۔ پہلے دن پوری قوم کے چہرے زرد پڑ گئے۔دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ پڑ گئے۔اس کے بعد زمین ہلنا شروع ہوگئی۔زبردست جھٹکے محسوس کئے جانے لگے۔ اس کے بعد ایسی ہیبت ناک چیخ سنائی دی جس سے ان پر خوف طاری ہوگیا اور ان کے دل کی دھڑکنیں بند ہوگئیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی بات مان کر ایمان لانے والوں کو اس عذاب سے نجات عطا فرمائی۔ان کے علاوہ پوری قوم فنا کے گھاٹ اتار دی گئی۔اس طرح دنیا کی خوش حال قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے غضب کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہوگئی۔

یہ جگہ آج بھی مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان کا مشہور علاقہ ہے جو الحجر اور مدائن صالح کے نام سے مشہور ہے۔ آج اس قوم کے کھنڈرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جو قوم دنیاوی ترقیات میں بدمست ہو کر اللہ کی نافرمانی کرتی ہے تو اس کو اسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو پھر دنیاوی ترقیات، بلند اور اونچی بلڈنگیں، تہذیب و تمدن ان کے کام نہیں آیا کرتا۔

ان آیات اور واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر ان دو آیات کو دھرایا ہے کے اس واقعہ میں عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔لیکن ان نشانیوں (معجزات) کو دیکھنے کے باوجود ضروری نہیں ہے کہ لوگ ایمان لے ہی آئیں۔اسی لئے اکثر لوگ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔فرمایا کہ اللہ جو زبردست قوت و طاقت کا مالک ہے۔جس کے سامنے کسی کی قوت و طاقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی چونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور ان کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا اور ان کو مہلت پر مہلت دیئے چلا جاتا ہے تاکہ وہ اصل حقیقت کو سمجھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں لیکن اگر بار بار کی آگاہی کے باوجود وہ اپنی روش زندگی تبدیل نہیں کرتے تو پھر اس قوم پر اللہ کا فیصلہ آجاتا ہے۔جس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ کفار کی اذیتوں اور انکار پر رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنے ایمان و عمل صالح میں آگے بڑھتے رہیں۔اگر کفار مکہ نے اپنی اس روش کو برقرار رکھا تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾
إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ
إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَ
تَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾
قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي
لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَ
أَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٦٠ تا ١٧٥

لوطؑ کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا اور جب ان کے بھائی لوطؑ نے کہا کہ تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟ بے شک میں امانت دار پیغمبر ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے کیا تم جہان بھر میں مردوں کے پاس (بدفعلی) کے لئے آتے ہو۔ اور تم ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جنہیں رب نے تمہارے لئے بنایا ہے۔ نہیں، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ کہنے لگے اے لوطؑ! اگر تم باز نہ آئے تو تم بھی ان

لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جو بستی سے نکال دیئے گئے۔ لوطؑ نے کہا بے شک میں تمہارے فعل (بد) سے نفرت کرتا ہوں۔ اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکرداریوں سے نجات عطا فرما جو وہ کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات عطا کر دی سوائے اس بڑھیا کے جو (حضرت لوط کی بیوی تھی) پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش کر دی۔ پس کیا ہی بری بارش تھی (ان پر جنہیں عذاب سے) ڈرایا گیا تھا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۰ تا ۱۷۵

اَتَاْتُوْنَ	کیا تم آتے ہو
اَلذُّکْرَانُ (ذَکَرٌ)	مرد
تَذَرُوْنَ	تم چھوڑتے ہو
عٰدُوْنَ	حد سے آگے بڑھنے والے
اَلْمُخْرَجِيْنَ	نکالے جانے والے
اَلْقَالِيْنَ	نفرت کرنے والے
عَجُوْزٌ	بڑھیا
اَلْغٰبِرِيْنَ	پیچھے رہ جانے والے
دَمَّرْنَا	ہم نے ہلاک کر دیا

اَمۡطَرۡنَا ہم نے برسایا

اَلۡمُنۡذَرِیۡنَ ڈرائے جانے والے

تشریح: آیت نمبر ١٦٠ تا ١٧٥

سورۃ الشعراء میں جن سات انبیاء کرامؑ کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے چھٹے نبی حضرت لوط علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے سدوم اور عامورہ کی بستیوں میں رہنے والے بدکردار لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔ یہ وہ قوم تھی جو اپنی شہوت پرستی کی حدود کو پھلانگ چکی تھی۔ ان کے لئے ان کی عورتیں فطری خواہش کے لئے ناکافی تھیں اور وہ لڑکوں سے غیر فطری فعل بد میں کھلم کھلا بغیر کسی شرم و حیا کے مبتلا تھی۔ یہ قوم اپنی اس ناجائز اور غیر فطری خواہش کے پیچھے ایسے دیوانے ہو چکے تھے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے میری قوم تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنی فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے لڑکوں کے پیچھے دیوانہ وار دوڑ رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو فطری طریقہ مقرر فرمایا ہے یعنی عورتوں کو تمہارا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم ان سے نکاح کر کے اپنے فطری تقاضوں کو حلال اور جائز طریقے سے پورا کرو۔ تم نے فطرت کے قانون کو توڑ کر جس راستے کو اپنایا ہے اس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ میں اللہ کی طرف سے رسول اور امانت دار پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میری بات مانو اور میری اطاعت کرو۔ میں یہ سب کچھ کہنے اور کرنے پر تم سے کوئی اجرت اور معاوضہ تو نہیں مانگ رہا ہوں میرا صلہ اور بدلہ تو اللہ کے ذمے ہے کتنی بدترین بات ہے کہ تم فطری اور جائز راستے کو چھوڑ کر لڑکوں کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ یہ قوم اس خبیث اور گندے فعل کی وجہ سے بے شرمی کی انتہا پر پہنچ چکی تھی اس لئے ان کے لئے کسی بڑے سے بڑے ناجائز فعل کو کر گزرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی چنانچہ وہ مسافروں کو لوٹتے، ڈاکے ڈالتے اور شراب نوشی میں بدمست ہو چکے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم نے اپنی ان نصیحتوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں اپنی بستیوں سے باہر نکال دیں گے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو بے حیائی، بے شرمی اور خبیث فعل پر برابر ملامت کرتے رہے اور ان کو پاکیزہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے مگر یہ بے حیائی کا فعل اس قوم میں اس بری طرح رائج ہو چکا تھا کہ حضرت لوط بھی ان سے مایوس

ہو گئے تھے کیونکہ ان بدکرداروں کا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی ہر بات کو جھٹلاتے ان کا مذاق اڑاتے اور جہاں اللہ کے دین کی بات ہوتی وہ رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

آخر کار حضرت لوط علیہ السلام نے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا الہٰی! میں نے دن رات اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ قوم سوچنے سمجھنے اور نیک راہوں پر چلنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہے۔اب آپ ہی بہتر فیصلہ فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ اللہ نے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں اپنے چند فرشتوں کو بھیجا۔ جب اس بدکردار قوم کو اس بات کی اطلاع ملی کہ کچھ خوبصورت اور نوجوان لڑکے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان ہیں تو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو اپنے کفر و شرک میں مبتلا تھی اس نے قوم کو اس بات کی اطلاع کر دی تھی کہ حضرت لوط کے پاس کچھ لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی اس صورت حال سے گھبرا اٹھے اس وقت فرشتوں نے بتایا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں دراصل ہم تو اس بدکردار قوم کو اللہ کی طرف سے سزا دینے پر مقرر کئے گئے ہیں۔فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ! آپ اور آپ کے ساتھ جتنے بھی اہل ایمان ہیں ان کو لے کر کسی دوسری بستی میں چلے جائیں کیونکہ اس قوم کو اللہ نے شدید ترین عذاب دینے کا فیصلہ فرما لیا ہے۔البتہ آپ اپنے اہل و عیال میں سے اپنی بیوی کو ساتھ نہ لیں کیونکہ وہ آپ کی بیوی ہونے کے باوجود ایمان سے محروم ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس قوم پر عذاب آنا شروع ہو گیا۔ ابتداء میں تو ایک زبردست چیخ سنائی دی جس نے ان کو اور ان کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔اس کے بعد اس پوری بستی کو اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کر دی گئی جس سے اس قوم کا نام و نشان تک مٹ گیا اور وہی سدوم اور عامورہ کی آباد بستیاں جو کبھی پر رونق تھیں سمندر کے نیچے چلی گئیں۔ یہ علاقہ جو کبھی سرسبز و شاداب علاقہ کہلاتا تھا یا تو ویران حالت میں نظر آتا ہے اور اس بستی کا دوسرا علاقہ بحر مردار (Dead Sea) کے نیچے دفن ہے۔آج اس بحر مردار کا یہ حال ہے کہ اس میں کوئی جان دار چیز یہاں تک کہ بیکٹریا تک زندہ نہیں رہتا یا یوں کہئے کہ اس جگہ عذاب کے آج بھی اتنے شدید اثرات ہیں کہ یہ سمندر اپنے اندر کسی جان دار کو قبول تک نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ سنا کر ایک مرتبہ پھر اس بات کو دھرایا ہے کہ اس واقعہ میں بھی غور و فکر کرنے والوں اور عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو ایسی کھلی نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔اللہ کی قوت و طاقت کے سامنے کسی کی قوت نہیں ہے جب قوموں کو ان کی بدعملیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کرنے کا ایسا فیصلہ

آ جاتا ہے تو پھر کوئی طاقت اس کے عذاب کو روکنے والی نہیں ہوتی مگر وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اس کے اس کرم سے فائدہ نہ اٹھانے والے ہی بدنصیب لوگ ہیں۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْٓا
اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

اصحاب الایکہ (بن والوں) نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب شعیبؑ نے ان سے کہا کہ تم (اللہ

سے) ڈرتے نہیں ہو۔ بے شک میں تمہارے لئے امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس پر میں تم سے کوئی اجرت (صلہ) نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ تم ماپ تول پورا کرو اور نقصان پہنچانے والوں میں سے نہ بنو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔ اور زمین پر فساد مچانے والے نہ بنو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا۔ کہنے لگے کہ (اے شعیب) تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور تو ہم جیسا ہی بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ہی گرا دے۔ شعیبؑ نے کہا کہ میرا پروردگار جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ اور انہیں سائبان (چھتری) والے عذاب نے گھیر لیا۔ بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا۔ بے شک اس میں ایک نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار قوت والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

اَصۡحَابُ الۡاَیۡکَةِ — بن والے۔ جنگل والے

اَوۡفُوۡا — تم پورا کرو

اَلۡکَیۡلُ — ماپ تول۔ پیمانہ

اَلۡمُخۡسِرِیۡنَ — نقصان دینے والے

وَزِنُوۡا — تم وزن کرو

اَلۡقِسۡطَاسُ — ترازو

لَا تَبۡخَسُوۡا — تم نہ گھٹاؤ

لَا تَعْثَوْا	تم نہ پھرو
مُفْسِدِیْنَ	فساد کرنے والے
اَلْجِبِلَّةُ	مخلوق
اَسْقِطْ	گرادے
كِسَفًا	ٹکڑے ٹکڑے
یَوْمُ الظُّلَّةِ	سائبان والا۔ چھتری والا (دن)

تشریح: آیت نمبر ۱۷۶ تا ۱۹۱

جب کوئی قوم ضد، ہٹ دھرمی، سرکشی اور نافرمانی کو اپنا مزاج بنالیتی ہے تو اس میں یہ احساس مٹ جاتا ہے کہ وہ کس قدر کمزور، ناقابل اعتبار اور غلط بنیادوں پر اپنی زندگی کی تعمیر کر رہی ہے۔ اس کو ہر وہ شخص سخت ناگوار گزرتا ہے جو صحیح رخ پر چل رہا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چلنے والوں کو بے حقیقت ظاہر کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کرے، وہ قوم اپنے حال پر اس طرح مطمئن ہوتی ہے کہ وہ غلط تاویلیں کر کے اپنی اصلاح کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتی۔

سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام اور ان کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لانے والوں اور کفر و شرک اور انکار رسالت پر جم جانے والوں کا حال بیان کیا گیا ہے جس میں اسی حقیقت کی طرف واضح اشارے کئے گئے ہیں۔ ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے جن کو ''اصحاب الایکہ'' فرمایا گیا۔ ''ایکہ'' کے متعلق مفسرین نے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

(۱) ایکہ تبوک کا پرانا نام ہے اللہ نے اسی قوم کی اصلاح کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا۔

(۲) ایکہ جنگل، بن، سرسبز و شاداب اور درختوں کے جھنڈ والے علاقے کو کہتے ہیں۔

(۳) ایکہ۔ والے ایک درخت کو اپنا معبود مانتے تھے جو ان کے قریب کے بن کا ایک درخت تھا۔ حضرت

شعیبؑ اس قوم کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے۔

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے تھے پوری زندگی اس قوم کی اصلاح کرتے رہے جو اپنی خوش حالی کی وجہ سے تمام اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے وہ نہایت متمدن خوش حال اور تجارت پیشہ قوم تھی جو ایسے علاقے میں رہتی تھی جو نہایت سرسبز و شاداب جھاڑیوں، درختوں کی کثرت اور پرفضا مقام پر عیش وعشرت کی زندگی گزار رہی تھی۔ پورا علاقہ نہروں، چشموں اور درختوں کی کثرت کی وجہ سے نہایت حسین نظر آتا تھا۔ خاص طور پر خوشبودار پھولوں کے چمن تھے جو بڑا خوبصورت نظارہ پیش کرتے تھے چونکہ یہ قوم تجارت پیشہ تھی اس لئے مال و دولت کی کثرت نے ان کو دنیاوی زندگی کا ایسا دیوانہ بنا دیا تھا کہ وہ بہت سی اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ انہوں نے تجارتی بددیانتی کو اختیار کر کے ''میزان'' یعنی توازن واعتدال کو چھوڑ دیا تھا اور بے ایمانی کرنے اور کم تولنے کو اپنا مزاج بنالیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان میں خود غرضی، لالچ اور کردار کی ہزاروں کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔

مذہبی اعتبار سے اس قوم میں مشرکانہ رسمیں اس قدر کثرت سے پھیل چکی تھیں کہ ان کے نزدیک وہی اصل دین تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب ان کو بتایا کہ وہ خرید وفروخت میں بددیانتی، مشرکانہ رسمیں اور تجارت کے رستوں کو دوسروں پر بند کرنے کی عادت چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں جس نے یہ تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ میں نہایت دیانت وامانت والا رسول ہوں مجھے تم سے دنیا کی کوئی چیز بدلہ اور صلہ میں نہیں چاہئے وہ تو میرے رب العالمین کے ذمے ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم میری بات مانو، پورا تولو، اس میں کمی نہ کرو، ترازو کو سیدھا رکھو، لوگوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ۔ فسادی لوگوں کی اتباع نہ کرو۔ تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق صرف ایک اللہ ہے جو تمام عبادتوں کا مستحق ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی، میری اطاعت نہ کی تو تمہارے اوپر تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے سخت عذاب آسکتا ہے۔ اس برے انجام سے ڈرو۔

سورۃ الاعراف میں اس واقعہ کو کافی تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام جو نہایت شیریں بیان اور عظیم مقرر تھے جن کو علماء نے ''خطیب الانبیاء'' کا لقب دیا ہے جب اپنی بات کہہ چکے تو پوری قوم غیظ وغضب سے پاگل ہو گئی، آپ

کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے شعیب ہم تو تم سے بہت اچھی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہماری ان رسموں کو برا کہہ رہے ہو جس پر ہمارے باپ دادا چلتے آئے ہیں۔ تم ہمیں تجارتی آداب سکھانے آگئے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ تم ہم جیسے آدمی ہو یعنی اللہ کو اگر اپنا نبی بنا کر بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو نبی بنا کر بھیجتے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سب جھوٹ ہے۔ کہنے لگے کہ اگر تمہارے اندر طاقت و قوت ہے تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہمارے اوپر گرا دو۔

غرضیکہ حضرت شعیب علیہ السلام دن رات ان کو سمجھاتے رہے مگر وہ اپنی حرکتوں اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی سے باز نہ آئے، بالآخر اللہ نے ان پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔

اس قوم پر عذاب کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سات دن تک پورے علاقے میں اس قدر شدید گرمی پڑی کہ پوری قوم بوکھلا اٹھی۔ وہ ہر طرف اس دھوپ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرتے مگر ان کو گھر میں یا گھر سے باہر کہیں سکون نہ ملتا تھا۔ جب مسلسل سات دن تک شدید دھوپ اور گرمی پڑی تو ایسا لگتا تھا کہ آسمان آگ برسا رہا ہے کہ اچانک آسمان پر ایک گہری گھٹا اور بادل چھا گئے۔ گرمی سے پریشان حال لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ خوشیاں منانا شروع کر دیں اور سب کے سب گھروں سے باہر نکل پڑے اور بادلوں کے سائے میں آگئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے دیکھا کہ ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسنا شروع ہو گئی۔ زمین ہلنے اور زور زور سے جھٹکے لینے لگی۔ ایک زوردار اور ہیبت ناک آواز آئی جس سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ یہ عذاب اتنا بڑھتا گیا کہ نافرمانوں میں سے کوئی بھی اس عذاب سے نہ بچ سکا۔

اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی بات مان کر ایمان لانے والوں کو پوری طرح نجات عطا فرما دی۔ اس عذاب کو ''یوم الظلہ'' فرمایا گیا ہے۔ جو عذاب سائے کی طرح ان پر مسلط کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر آخر میں بھی ان ہی دو آیات کو ارشاد فرمایا ہے کہ اس واقعہ میں عبرت و نصیحت کی نشانیاں موجود ہیں۔ لیکن ان نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود بھی اکثر و بیشتر لوگ وہ ہیں جو کسی واقعہ سے نصیحت حاصل نہیں کرنا چاہتے اور اپنی روش زندگی میں کسی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت کا مالک صرف اللہ ہے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ اور بالآخر سب کو اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ فیصلہ فرما دے گا۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ
الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ
عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿١٩٥﴾ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٩٦﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ
يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾
فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ
جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا مع ۹
ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا
يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ
اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹۲ تا ۲۱۳

اور بے شک (یہ قرآن) رب العالمین نے نازل کیا ہے جس کو جبرئیل امین آپ کے قلب
پر لے کر نازل ہوتے ہیں تاکہ آپ ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔ روشن اور واضح عربی میں

ہے اور بے شک اس کا ذکر پہلے پیغمبروں کے صحیفوں میں بھی ہے۔ کیا ان کے لئے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ علماء بنی اسرائیل بھی اس کو جانتے ہیں۔ اگر ہم اس (قرآن) کو عجمیوں میں سے کسی پر نازل کرتے پھر وہ اس کو پڑھ کر سنا تا تب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اس طرح ہم نے مجرموں کے دلوں میں انکار داخل کر دیا ہے۔ وہ اس پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) نہ دیکھ لیں گے۔ جو ان پر اچانک آئے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔ پھر وہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے؟

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے دیکھا۔ اگر ہم ان کو برسوں فائدہ پہنچائیں۔ پھر ان پر وہ عذاب آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ جس سے فائدہ اٹھاتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اور ہم نے کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک ہم نے ڈرانے والے نہ بھیج دیئے ہوں۔ ہم ظالم نہیں ہیں۔ اس قرآن کو لے کر شیطان نازل نہیں ہوئے نہ ان کی یہ مجال ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے تھے۔ بے شک وہ سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں۔

پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو کہ تم عذاب میں مبتلا لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹۲ تا ۲۱۳

رُوْحُ الْاَمِیْنِ — حضرت جبرئیل امینؑ

لِسَانٌ — زبان

زُبُرٌ — صحیفے۔ کتابیں

اَعْجَمِیْنَ — عجمی لوگ۔ گونگے

سَلَکْنَا — ہم نے چلایا (داخل کیا)

حَتّٰی یَرَوُا	جب تک وہ دیکھ نہ لیں
بَغْتَةً	اچانک
مُنْظَرُوْنَ	مہلت دیئے گئے
یَسْتَعْجِلُوْنَ	وہ جلدی کرتے ہیں
مَتَّعْنَا	ہم نے فائدہ پہنچایا
مَا اَغْنٰی	کام نہ آیا
یُمَتَّعُوْنَ	وہ فائدہ اٹھاتے ہیں
مُنْذِرُوْنَ	ڈرانے والے
ذِکْرٰی	نصیحت۔ یاددھانی
مَا یَنْبَغِیْ	مناسب نہیں ہے۔ شان نہیں ہے
یَسْتَطِیْعُوْنَ	وہ طاقت رکھتے ہیں
مَعْزُوْلُوْنَ	دور کردیئے گئے
لَا تَدْعُ	نہ پکار
اَلْمُعَذَّبِیْنَ	عذاب میں مبتلا کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۹۲ تا ۲۱۳

• اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں سات انبیاء کرام کا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان کی قوم کی مسلسل نافرمانیوں اور ان پر جو عذاب

سے تباہی و بربادی آئی تھی اس سے عبرت و نصیحت حاصل کی جاسکے۔ اب فرمایا جارہا ہے نبی کریم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کی اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔

اللہ نے جو قرآن کریم نازل فرمایا ہے وہ ایک معتبر اور امانت دار فرشتے جبرئیل کے ذریعہ قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے جو نہایت صاف اور واضح عربی زبان میں ہے۔ شیطانوں کی یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اتنے عظیم قرآن کریم کو لے کر نازل ہوتے یا اپنے کاہنوں کو بتاتے کیونکہ یہ وحی اس قدر محترم ہے کہ شیطانوں کو اس سے روک دیا گیا ہے کہ وہ اس کلام کی سن گن بھی لے سکیں۔

یہ قرآن کریم ایک ایسی سچائی ہے جس کو سارے نبی کہتے چلے آئے ہیں ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ اس کی سب سے روشن اور واضح دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اہل علم اس سے اچھی طرح واقف ہیں مگر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور وقتی مفادات کی وجہ سے وہ بہانے کررہے ہیں۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم جو نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اگر کسی ایسے شخص پر اس کو نازل کردیا جاتا جو عربی سے واقف تک نہ ہوتا عجمی ہوتا پھر وہ اس کو نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھ کر ان کو سنادیتا تو پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے کیونکہ نہ ماننے کے سو بہانے ہوا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ اب تو ان کو اس وقت ہی یقین آسکتا ہے جب اچانک ان کی بے خبری میں ایسا شدید عذاب آجائے جس سے ان کی بنیادیں تک ہل جائیں۔ اس وقت یہ رو کر چلا کر فریاد کریں گے کہ اگر ان کو کچھ اور مہلت مل جاتی تو وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیتے۔

فرمایا کہ اگر اللہ ان کو کچھ اور مہلت دے کر عیش و عشرت کی زندگی عطا کردیتا تو یہ ان کے کسی کام نہ آتی کیونکہ جو لوگ ایک طویل عرصہ رہنے کے باوجود اپنی اصلاح کی فکر نہ کرسکے چند دنوں میں وہ اپنی اصلاح کا کیا کام کریں گے۔ یہ تو کہنے کی باتیں اور بہانے ہیں۔ ماننے والوں کو کسی مہلت اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس بات کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اے نبی ﷺ! یہ قرآن مجید جسے اللہ رب العالمین نے آپ کے قلب مبارک پر ایک امانت دار اور معتبر فرشتے (جبرئیل امین) کے ذریعہ صاف اور واضح عربی میں نازل کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے

نتائج سے آگاہ فرمادیں۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی سچائیوں کا ذکر ہر آسمانی کتاب میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ علماء بنی اسرائیل اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔

فرمایا کہ اگر ہم اس قرآن کریم کو کسی ایسے شخص پر نازل کرتے جو عربی زبان سے ناواقف ہوتا۔ پھر وہ اس کو پڑھ کر سناتا تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے (تاریخ انسانی گواہ ہے کہ) ایسے مجرم لوگ اسی طرح کا طرز عمل اختیار کیا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس وقت تک اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک یہ لوگ دردناک عذاب کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے جو عذاب اچانک ان کے سروں پر آ کر کھڑا ہو جائے گا جس کی انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ اور مہلت مل سکتی ہے۔ (تاکہ ہم اپنی اصلاح کرسکیں) فرمایا کہ کیا یہ لوگ وہی نہیں ہیں جو اس بات کا مطالبہ کرتے تھے کہ ان پر جس عذاب کو آنا ہے جلد ہی آجائے۔

فرمایا کہ اگر ہم ان کو کچھ برسوں تک کچھ اور مہلت دے بھی دیں تا کہ وہ عیش و عشرت سے زندگی گزار سکیں اور پھر ان پر وہی عذاب آجائے جس سے ڈرایا گیا تھا تو کیا یہ مہلت ان کے کسی کام آسکے گی؟

فرمایا کہ ہم اپنے بندوں پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے بلکہ کسی بستی پر اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے جب تک ان میں کوئی برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کرنے والا (ڈرانے والا) نہ بھیج دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے نیک بندوں کو بھیجتا رہا ہے اور اس نے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک آنے والے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیج دیا ہے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو امت کے سینوں اور ذہنوں میں محفوظ کر دیا ہے تا کہ ہر شخص اس سے اچھی طرح آگاہی حاصل کرتا رہے۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم جس کو جبرئیل قلب مصطفیٰ ﷺ پر لے کر نازل ہوتے ہیں یہ ایک محفوظ کلام ہے۔ شیطانوں کی یہ مجال اور طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کلام کو لاسکیں، یا اس کے پاس بھی پھٹک سکیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ قرآن کریم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت بھی قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔

جس طرح قرآن کریم کو شیطانوں سے محفوظ کیا گیا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شان ختم نبوت کو بھی محفوظ کر دیا ہے آپ کے بعد کوئی شیطان ہی نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے ورنہ کسی انسان کی مجال نہیں ہے کہ وہ آپ جیسے عظیم نبی و رسول (ﷺ) کے بعد کسی طرح کی نبوت کا اعلان کرسکے۔

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ
الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۝۲۱۴ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۲۱۵
فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝۲۱۶ وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ
الرَّحِيۡمِ ۝۲۱۷ الَّذِىۡ يَرٰٮكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۝۲۱۸ وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيۡنَ ۝۲۱۹
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝۲۲۰ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ ۝۲۲۱
تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ ۝۲۲۲ يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ ۝۲۲۳
وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الۡغَاوٗنَ ۝۲۲۴ اَلَمۡ تَرَ اَنَّهُمۡ فِىۡ كُلِّ وَادٍ
يَّهِيۡمُوۡنَ ۝۲۲۵ وَاَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا يَفۡعَلُوۡنَ ۝۲۲۶ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا وَّانْتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا
ظُلِمُوۡا ‌ؕ وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ۝۲۲۷ ۱۱ ع۳۶ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۷

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (اللہ کے خوف سے) ڈرائیے۔ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ آپ کی اتباع کریں ان کے ساتھ تواضع اور عاجزی اختیار کیجیے۔ لیکن اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجیے کہ جو کچھ تم کرتے ہو میں تمہارے اعمال سے بیزار ہوں۔ اور اس زبردست رحم کرنے والے پر بھروسہ کیجیے جو آپ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں۔ اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو دیکھتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔

(آپ بتا دیجئے کہ) ہر بدکار، دھوکے باز پر اترتے ہیں۔ وہ اکثر جھوٹی باتوں پر کان لگا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ شاعر لوگ وہ ہیں جن کے پیچھے تو گم راہ لوگ ہی چلا کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اعمال صالح اختیار کئے اور وہ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ صرف اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ ظلم کرنے والوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱۴ تا ۲۲۷

عَشِیْرَۃٌ	قبیلہ۔ خاندان۔ رشتہ دار
اِخْفِضْ	جھکا دے۔ عاجزی اور تواضع کر
جَنَاحٌ	بازو۔ پر
بَرِیْءٌ	بیزار۔ نفرت
تَوَکَّلْ	بھروسہ کر
تَقَلُّبَ	الٹنا پلٹنا۔ اٹھنا بیٹھنا
اَفَّاکٌ	بہتان و الزام لگانے والا
اَثِیْمٌ	گناہ کرنے والا۔ گناہ گار
اَلْغَاوٗنَ	گمراہ لوگ
یَھِیْمُوْنَ	وہ گھومتے ہیں

اِنۡتَصَرُوۡا	انہوں نے بدلہ لیا
اَیُّ	کونسا
مُنۡقَلَبٌ	لوٹنے والا
یَنۡقَلِبُوۡنَ	وہ لوٹ کر جاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ٢١٤ تا ٢٢٧

نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے محبوب پیغمبر اور معصوم ہیں جن کی طرف کسی گناہ، خطا یا شرک کا تصور کرنا بھی گناہ ہے۔ آپ کی سیرت و کردار اور قول و فعل یکسانیت کا ایک حسین مجموعہ ہے۔ لہذا آپ جو توحید الٰہی کے داعی ہیں آپ سے شرک کا صدور ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ ''اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے ساتھ اپنی مشکلات کے حل کے لئے کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریئے ورنہ آپ بھی ان لوگوں میں سے ہوجائیں گے جن کو عذاب دیا جاتا ہے۔'' درحقیقت توحید کی عظمت قائم کرنے اور ہر طرح کے شرک و کفر سے پوری امت کو نفرت دلائی جارہی ہے۔ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن آپ کی وساطت سے پوری امت اور آنے والی نسلوں کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پکارنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس شرک کا ارتکاب اللہ کے محبوب نبی سے بھی ہوجائے تو وہ بھی اللہ کے قانون کی زد میں آسکتے ہیں یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جب ایک مرتبہ بنی مخزوم جیسے معزز قبیلے کی ایک خاتون نے چوری کرلی تھی۔ گواہوں سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ اس نے واقعی چوری کی ہے تو آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا۔ چونکہ یہ قبیلہ احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قبیلے کے داماد تھے اس لئے حضرت اسامہ ابن زید کو قبیلے کے لوگوں نے سفارشی بنا کر بھیجا تاکہ فاطمہ مخزومی کی یہ سزا معاف کردی جائے۔ حضرت اسامہ جن کی کسی بات کو آپ ﷺ نہیں ٹالتے تھے اور اولاد کی طرح شفقت و محبت فرماتے تھے آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اسامہ یہ تو فاطمہ مخزومی ہے۔ اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ گویا آپ ﷺ نے اپنی اس بیٹی پر بات کو رکھ کر فرمایا جو صرف خاتون جنت ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیٹی تھیں۔ یعنی اگر خاتون جنت بھی اس قانون کی زد میں آجاتیں تو ان کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہ کی

جاتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے پوری امت اور آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ اللہ کے ساتھ اس کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنا اور غیر اللہ کو اپنی حاجت روائی کے لئے پکارنا اتنا بڑا جرم اور ظلم عظیم ہے کہ اس میں کسی کی کوئی رعایت نہیں ہے۔

فرمایا کہ اس نصیحت کا آغاز آپ اپنے گھر، خاندان اور قبیلے والوں سے کیجئے اور ان کو برے اعمال کے بدترین انجام سے ڈرایئے اور آگاہ کیجئے جو لوگ آپ کے کہنے سے آگاہ اور خبردار ہو جائیں اور ایمان وعمل صالح کو اختیار کرلیں آپ ان سے نہایت مشفقانہ برتاؤ کیجئے۔ لیکن اگر وہ آپ کی اطاعت وفرماں برداری کو قبول نہ کریں اور انکار کردیں تو آپ صاف طور پر اس بات کا اعلان کردیجئے کہ میں تمہاری نافرمانیوں اور بداعمالیوں سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ اس حق وصداقت کی بات کو بغیر کسی خوف اور کسی کی پرواہ کئے بغیر کہئے اللہ پر بھروسہ کیجئے کیونکہ وہ اللہ سب سے زیادہ طاقت وقوت والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم آپ کو اپنی نگاہ میں رکھے ہوئے ہیں اور نگرانی کررہے ہیں خواہ آپ کی زبان سے حق وصداقت کا اعلان ہو یا عبادات اور رکوع وسجدوں کی کثرت ہو ہم سنتے بھی ہیں اور جانتے بھی ہیں۔ لہٰذا آپ کسی کی پرواہ نہ کیجئے کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر یہ آپ کو طرح طرح سے ستائیں طعنے دیں۔ شاعر کاہن، مجنون اور دیوانہ کہیں تو آپ کی زندگی اور آپ کا کردار ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے۔ جس کی عظمت کا انکار ممکن ہی نہیں ہے اور آپ ان کی بکواس سے متاثر نہ ہوں۔

آپ کو جو لوگ شاعر کہتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میری زندگی، میرا کردار سب تمہارے سامنے ہے تم نے شاعروں کی زندگی کو بھی دیکھا ہے وہ سوائے گمراہی کی پیروی کرنے، اپنے خیالات کے میدان میں دوڑنے، خیالات کی دنیا میں گم رہنے، ہر وقت دوسروں کی طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ ان کے اشعار میں جتنی بلندی نظر آتی ہے ان کے کردار کی پستی اس سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے اگر کسی کی تعریف کرنے پر آئیں گے تو زمین وآسمان کے قلابے ملادیں گے اور اگر ناراض ہو کر کسی کی توہین اور ہجو پر اتر آئیں گے تو اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں گے وہ شاعر ہر میدان کے کھلاڑی ہوتے ہیں اور ہر وادی میں گھومتے پھرتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ کردار کا یہ جھول، کمزوری اور قول وفعل کا تضاد کیا تمہیں میری زندگی میں کبھی نظر آیا ہے؟ یقیناً عرب کا بچہ بچہ اس پر پکار اٹھے گا کہ آپ میں شاعروں کی جیسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ قول وعمل کی یکسانیت کو آپ کے کردار اور زندگی سے آبرو ملی ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر یہ قرآن کوئی جن لے کر اترتا ہے یا کاہنوں کی طرح جنات آسمان کی باتیں آکر سنا دیتے ہیں جس کو آپ نقل کردیتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ آپ کہئے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر

اترتے ہیں۔ تو سنو! شیطان تو ہر بدکردار، جھوٹے اور دھوکے باز شخص پر اترتے ہیں جو ایسی جھوٹی باتیں سن کر ان پر کان لگاتے ہیں اور ان کو جھوٹی اور پر فریب باتیں ہی پسند ہوتی ہیں۔

۱۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے تمام بنو قریش کو بلا کر اللہ کے دین کی طرف دعوت دی۔ پھر مکہ مکرمہ کے پہاڑ پر چڑھ کر سارے مکہ والوں کو بلا کر بتایا کہ اگر تم نے اللہ سے توبہ نہ کی تو شیطان کا لشکر بہت جلد تم پر حملہ کر دے گا۔ یہ پہلی آواز تھی جس کے ذریعہ آپ نے اپنے خاندان، قبیلے اور شہر والوں کو اللہ کا خوف دلایا۔ اس کے بعد جب انہوں نے طعن و تشنیع سے گزر کر آپ کے ساتھ زیادتیوں کا معاملہ شروع کر دیا تو آپ نے مکہ مکرمہ کی تیرہ سالہ زندگی میں کسی سے انتقام یا بدلہ نہیں لیا اور اگر آپ نے بدلہ لیا تو اس میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔

۲۔ فرمایا کہ شاعروں کا کام تو یہ ہے کہ وہ گمراہی کی پیروی کرتے ہیں اور فکر و خیال کی ہر وادی میں ٹکریں مارتے پھرتے ہیں۔ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، لیکن اس اصول سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہیں۔ کیونکہ جس دل میں ایمان آ جائے اور وہ عمل صالح کے راستے پر لگ جائے تو وہ حق و صداقت کی آواز کو اپنے اشعار میں ڈھال کر مردہ دلوں میں امنگ اور حق و صداقت سے بھٹک جانے والوں کو سچا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مردہ قوم میں اپنے ایمانی اشعار کے ذریعہ ایک نئی زندگی پھونک دیتے ہیں اور ہر وقت اپنی آخرت کی فکر کرتے ہیں۔

۳۔ اہل ایمان کے اخلاق کریمانہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی یا ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کو معاف کر دیتے ہیں لیکن اگر وہ اس کا بدلہ بھی لیتے ہیں تو اس احتیاط کے ساتھ کہ ان کی طرف سے کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ اس بات پر ان کا یقین ہوتا ہے کہ ایک دن ان سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہی مظلوم کا ساتھ دے گا اور ان کے ساتھ انصاف فرمائے گا۔

ان آیات پر سورۃ الشعراء کو ختم فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ ان آیات کا ترجمہ و تشریح کے تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۱۹ تا ۲۰

• وقال الذین • امن خلق

سورۃ نمبر ۲۷

النَّمل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	27
کل رکوع	7
آیات	93
الفاظ وکلمات	1167
حروف	4879

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں توحید خالص کی تعلیم، عظمت نبوت، فکر آخرت اور تخلیق کائنات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ میں چند انبیاء کرام کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے کس طرح اللہ کا دین پہنچایا ان کے لیے دنیا کی مال داری اور سرداری ان کی تبلیغ دین میں رکاوٹ نہیں بنی بلکہ انہوں نے سب کچھ ہونے کے باوجود اللہ کا شکر ادا کیا اور اللہ کا دین پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

نمل، چیونٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے چیونٹیوں کی ایک وادی کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام النمل رکھا گیا ہے۔

اس سورۃ میں عبرت و نصیحت کے لیے چند انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک طرف تو فرعون قوم ثمود اور قوم لوط تھی جن کو انبیاء نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور حسن عمل کرنے پر بشارتیں دیں لیکن انہوں نے نافرمانی اور گناہ کے راستے کا انتخاب کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیا گیا اور نافرمان قوموں کو ان کے گناہوں کے سبب جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔ ان کی بستیاں ان پر الٹ دی گئیں اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ ان کی ترقیات، مال و دولت اور اونچی عمارتیں ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں۔ دوسری طرف حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو حکومت و سلطنت اور تمام دنیاوی طاقتیں عطا کی گئیں حضرت سلیمانؑ کو چرند، پرند اور درند میں سے ہر ایک کی زبان اور بولی سکھائی گئی۔ انسان اور جنات کو ان کے تابع کر دیا گیا پوری دنیا پر ان کی حکومت تھی لیکن اس سب کے باوجود نہ ان میں اپنی سلطنت و طاقت کا غرور تھا نہ انہوں نے اپنی طاقت کو مظلوموں کو تباہ کرنے کا ذریعہ بنایا بلکہ قدم قدم پر اللہ کی نعمتوں کا شکر اور عاجزی و انکساری کو روش زندگی بنائے رکھا۔ ملکہ بلقیس کا ذکر کر کے مکہ مکرمہ کے کافروں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اب فیصلہ کرنا ان کا اپنا کام ہے کہ وہ تاریخ کی سچائیوں پر ایمان لاتے ہیں یا ان پر تاریخ کو پھر سے دہرایا جائے۔ اگر انہوں نے ملکہ بلقیس کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ مشرکہ تھیں، سورج کو اپنا معبود مانتی تھیں لیکن جب ان پر اسلام کو پیش کیا گیا تو انہوں نے کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ کی فرمانبرداری اختیار کر لی اور اس طرح دنیا اور اپنی آخرت کو سنوار لیا۔ ان کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو قوم فرعون، قوم ثمود اور قوم لوط کا طریقہ اپنا لیں

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤدعلیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا۔ دوسری طرف قوم فرعون، قوم ثمود اور قوم لوط کی نافرمانیوں کا ذکر کر کے بتایا کہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بچالیتا ہے اور منکرین کو مٹادیتا ہے یہ اس کا نظام ہے۔

جنہوں نے اللہ کی سرزمین پر ناحق غرور تکبر کیا اور اپنی طاقت وقوت کے نشے میں اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی اختیار کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام تر طاقت وقوت کے باوجود ان قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر عبرت کا نمونہ بنا دیا گیا۔ آج ان کے عالی شان مکانات کے کھنڈرات ان کے غرور وتکبر کا منہ چڑا رہے ہیں۔ اگر وہ اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تو ان کو دنیا میں اس سے زیادہ عروج وترقی دی جاتی جو وہ حاصل کر چکے تھے اور آخرت میں ان کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کیے جانے کا وعدہ برحق ہے۔

اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے وحدانیت اور تخلیق کا ذکر کر کے انسانوں کے ضمیر سے پوچھا ہے کہ زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، چرند، پرند، درند اور خود انسانوں اور جنات کو کس نے پیدا کیا۔ فرمایا کہ اگر وہ غرور وتکبر سے کام نہ لیں تو ان کے دل پکار اٹھیں گے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہی اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہا ہے ساری قدرت اور سارا اختیار اسی ایک اللہ کا ہے۔ اس کے برخلاف وہ معبود جن کو وہ اپنا حاجت روا مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی تمام تمناؤں کو وہ پورا کرتے ہیں وہ اپنے وجود میں خود انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ وہ پیدا کیے جاتے ہیں لیکن کائنات میں وہ ایک ذرے کو بھی پیدا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ دوسروں کے نفع ونقصان کے مالک کیسے ہو سکتے ہیں؟

ملکہ بلقیس جو سورج کو اپنا معبود سمجھتی تھیں جب ان کو اللہ کا دین پہنچا تو انہوں نے اپنے شرک سے توبہ کر لی اور وہ اللہ کی فرمانبردار ہو کر عزت وعظمت کے بلند مقام کو حاصل کر سکیں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کی بات کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا آپ اعلان فرما دیجیے کہ میں اس اللہ کا فرماں بردار ہوں جس نے مجھے ایمان پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اس کا کلام تمہیں سناتا ہوں، قرآن پڑھتا پڑھاتا ہوں، نیک اور بہتر راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو شخص بھی میری بات سنے گا، میری اطاعت کرے گا اس میں اسی کا فائدہ ہے لیکن جو شخص نافرمانی کا راستہ اختیار کرے گا وہ دنیا اور آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔

نبی کریم ﷺ کی زبان سے یہ بھی کہلوایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اعلان کر دیجیے کہ میرا اللہ وہ ہے جو تمام خوبیوں، عظمتوں اور تعریفوں کا مستحق ہے۔ بہت جلد قیامت آنے والی ہے۔ اس دن وہ اللہ انکار اور کفر وشرک کرنے والوں کو بتا دے گا کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کس طرح ایک اچھا موقع ضائع کر دیا ہے۔ اب ان کو اپنے اعمال کے برے نتائج کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ وہ اللہ تمہارے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔

سورۃ النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ
هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ؕ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾
وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

طا۔سین۔ یہ قرآن کی واضح اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں جو ہدایت اور ان مومنوں کے لئے خوش خبری ہیں۔ جو لوگ نماز کو قائم کرتے، زکوۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کی نظر میں خوش نما بنا دیئے ہیں اور وہ ان ہی میں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بدترین عذاب ہے اور وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ (اے نبی ﷺ!) یقیناً آپ کو یہ قرآن بڑی حکمت والے اور بہت زیادہ جاننے والے کی طرف سے دیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

بُشْرٰی	خوش خبری۔ اچھی اطلاع
یُؤْتُوْنَ	وہ دیتے ہیں
زَیَّنَّا	ہم نے خوبصورت بنا دیا
یَعْمَھُوْنَ	وہ اندھے بن رہے ہیں
اَلْاَخْسَرُوْنَ	زیادہ نقصان اٹھانے والے
تُلَقّٰی	دیا گیا ہے
لَدُنْ	قریب۔ نزدیک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

☆ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام کو ایسے معجزات عطا فرمائے تھے جو راہ حق سے بھٹک جانے والوں کو کھلی آنکھوں سے نظر آتے تھے مگر سچائیوں کا انکار کرنے والوں نے ان کا بھی انکار کر دیا اور اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ ان ہی انبیاء کرام میں سے حضرت سلیمانؑ بھی تھے جن کو اللہ نے نہ صرف انسانوں اور جنات پر حکومت عطا فرمائی تھی بلکہ چرند، پرند، درند ہواؤں اور ہر مخلوق کو ان کے تابع کر دیا تھا۔ وہ ہر جاندار کی بولی سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ ''وادی النمل'' یعنی چیونٹیوں کے میدان سے گذر رہے تھے، چیونٹیوں کے سردار نے کہا کہ تم اپنی حفاظت کرو کہیں سلیمانؑ کا لشکر تمہیں روند نہ ڈالے۔ حضرت سلیمانؑ یہ سن کر ہنس پڑے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں ہر جاندار کی بولی اور اس کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ چونکہ اس میں ''النمل'' کا ذکر آیا ہے جس کے معنی چیونٹی کے ہیں اسی لئے اس سورت کا نام النمل رکھا گیا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ سنا کر اللہ نے کفار مکہ سے فرمایا ہے کہ تمہارا یہ حال ہے کہ معمولی معمولی سرداریوں اور دولت کے گھمنڈ کر کے تم اللہ کے نبی اور ان کے جاں نثاروں پر ظلم توڑنے سے باز نہیں آتے۔ حضرت سلیمانؑ جن کو اللہ نے ہر مخلوق پر سلطنت عطا کی تھی وہ چیونٹیوں کے ساتھ بھی انصاف کرتے تھے اور اللہ کی کسی

مخلوق کوستاتے نہیں تھے۔

☆ سورۃ النمل کا آغاز حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ان حروف کے معنی اوران سے مراد کیا ہے؟ اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی سے نبی کریم ﷺ کو مطلع کر دیا ہو۔ مگر آپ نے ان کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی۔ نیز صحابہ کرامؓ نے بھی نبی کریم ﷺ سے اس سلسلہ میں نہیں پوچھا۔ لہٰذا ہمیں اس بات پر ایمان رکھنا ہے کہ اللہ ہی ان حروف اوران کی مراد سے واقف ہے۔

☆ سورۃ النمل میں بنیادی عقیدوں کی اصلاح یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول کی رسالت، آخرت پر یقین اور حسن عمل کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے اس کائنات کا خالق، مالک، حقیقی معبود اور کارساز صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ وہ اپنی پیدا کی ہوئی کائنات کو اپنی قدرت اور اپنی مرضی سے چلا رہا ہے۔ وہ اس کائنات کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ البتہ جب انسان اپنے برے اعمال اور کفر و شرک سے کائنات کا توازن خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ نفوس بندوں یعنی پیغمبروں کو بھیجتا ہے تا کہ وہ راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ان کی بری روش اور بداعمالیوں کی اصلاح کی طرف متوجہ کر سکیں۔ اگر وہ انبیاء کرامؑ کے سمجھانے کے باوجود اپنی گمراہی پر قائم رہتے ہیں تو ان پر عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ نبیوں اور رسولوں کا یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے شروع کیا گیا اور آخر میں اس نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا جن کی نبوت ورسالت قیامت تک جاری رہے گی تمام نبیوں کی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ جو شخص بھی اللہ کی ذات اور صفات میں کسی طرح بھی شرک کرتا ہے وہ ایک بہت بڑا ظلم کرتا ہے جسے اللہ معاف نہیں کرتا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا ہے وہیں آپ کو ایک ایسی عظیم کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے جو قیامت تک آنے والوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کی محفوظ کتاب ہے۔ وہ کتاب اوراس کی آیات واضح اور کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ نازل کی گئی ہیں جو نہ صرف اہل ایمان کے لئے ہدایت کے اصولوں کی روشن کتاب ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ لیکن یہ صاحبان ایمان کون لوگ ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو نمازوں کو قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور آخرت پر یقین کامل رکھنے والے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو آخرت کی زندگی، اس کے حساب کتاب اور اچھے برے اعمال کے نتائج پر ایمان نہیں رکھتے وہ انتہائی ناکام لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے یہ بدلہ لیتا ہے کہ ان کے برے اور گندے اعمال کو ان کی نظروں میں خوبصورت بنا دیتا ہے اور وہ اپنے اعمال پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ یہ خود فریبی ایک دن ان کو اللہ کے عذاب کا شکار بنا دیتی ہے اور ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ پہنچیں گے۔ اس وقت انہیں اس بات کا اندازہ ہوگا کہ وہ کس قدر

نقصان اٹھانے والے بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ لوگوں کی بداعمالیوں کی فکر نہ کیجئے بلکہ آپ اللہ کے کلام کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کیجئے کیونکہ یہ قرآن کریم ایسی عظیم کتاب ہے جو اس علیم وخبیر اور حکمت ودانائی والی ذات کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے لئے کیا بہتر ہے اور ان کی بھلائی کن کن چیزوں میں پوشیدہ ہے۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ

لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ
قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن
فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا
اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ
وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ
الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ
غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا
قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا
سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا
فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾

۱ ۱۴ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ٧ تا ١٤

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ میں تمہارے پاس یا تو (راستے کی) خبر لاتا ہوں یا آگ کا شعلہ (انگارہ) لے کر آتا ہوں تاکہ تم اس سے گرمائی حاصل کرسکو۔ پھر جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو آواز دی گئی کہ مبارک ہے جو آگ کے اندر ہے اور جو اس کے اردگرد ہے۔ اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے اور وہی رب العالمین ہے۔ اے موسیٰؑ! میں ہی اللہ ہوں غالب حکمت والا۔ اور تم اپنا عصا پھینکو۔ پھر جب انہوں نے اس کو حرکت کرتے دیکھا جیسے وہ سانپ ہو تو وہ (موسیٰؑ) پیٹھ پھیر کر بھاگے اور انہوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تم مت ڈرو۔ بے شک میرے سامنے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ سوائے اس کے اگر کسی سے کوتاہی ہو جائے۔ اور پھر وہ اس کو نیکی سے بدل لے تو بے شک میں بہت زیادہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہوں۔ اور اے موسیٰؑ! اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالئے وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ نو نشانیوں میں سے (دو نشانیاں) لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جایئے کیونکہ وہ بہت حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔ پھر جب وہ ان کے پاس روشن معجزات لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ حالانکہ ان کے دلوں میں اس کا یقین تھا مگر انہوں نے ظلم اور تکبر سے اس کا انکار کر دیا۔ اے نبی ﷺ! دیکھئے ان فسادیوں کا انجام کیسا (بھیانک) ہوا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٧ تا ١٤

اَهْلِ	گھر والے۔ اہل خانہ
اٰنَسْتُ	میں نے دیکھا
شِهَابٌ	شعلہ

قَبَسٌ	انگارہ
نُوْدِیَ	آواز دی گئی
تَصْطَلُوْنَ	تم سینکو۔ گرمائی حاصل کرو
بُوْرِکَ	برکت دی گئی
حَوْلٌ	اردگرد۔ آس پاس
تَهْتَزُّ	لہراتا ہے
جَانٌّ	سانپ۔ اژدھا
مُدْبِراً	پیٹھ پھیرنے والا
لَمْ یُعَقِّبْ	مڑ کر نہ دیکھا
مُبْصِرَةٌ	آنکھیں کھولنے والی
اِسْتَیْقَنَتْ	یقین کرلیا
عُلُوٌّ	بڑائی۔ تکبر
عَاقِبَةٌ	انجام۔ نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ٧ تا ١٤

ان آیات میں حضرت موسیٰؑ کے اس واقعہ کو اس سورت کے مضامین کے لحاظ سے دوبارہ ارشاد فرمایا گیا ہے جب وہ مدین میں حضرت شعیبؑ کے پاس دس سال گذارنے کے بعد اپنے گھر والوں کے ساتھ واپس مصر تشریف لا رہے تھے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ سردی کی رات اور اندھیرے کی وجہ سے مصر کا راستہ بھول گئے تھے۔ دور دور تک کوئی

شخص بھی نہ تو راستہ بتانے والا تھا اور نہ سردی سے بچنے کا سامان تھا۔ یہ جگہ وادی سینا یا وادی طوی کے قریب واقع تھی۔ آپ نے جب ایک جلتی ہوئی آگ کو دیکھا تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ ذرا تم ٹھہرو میں نے ایک جلتی آگ کو دیکھا ہے شاید وہاں کوئی راستہ بتانے والا مل جائے یا کم از کم میں تھوڑی سی آگ یا انگارہ ہی لے آؤں گا تا کہ سردی سے بچاؤ کیا جاسکے۔ حضرت موسیٰؑ جب اس آگ سے کچھ قریب ہوئے تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی جھاڑی یا درخت میں آگ لگی ہوئی ہے اور وہ ایک ہرا بھرا درخت ہے۔ جب موسیٰؑ اس آگ کی طرف بڑھے تو وہ آگ آپ سے دور ہونے لگی اور جب آپ پیچھے ہٹتے تو ایسا لگتا جیسے آگ ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ آپ اسی حیرت و تعجب میں تھے کہ اس جھاڑ یا درخت میں سے ایک آواز بلند ہوئی کہ اے موسیٰؑ جو کچھ آگ کے اندر ہے یا اس کے اردگرد ہے وہ مبارک و برکت والا ہے۔ اللہ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور وہی رب العالمین ہے۔

فرمایا اے موسیٰ یہ میں ہی اللہ ہوں جس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ حضرت موسیٰ نے دیکھنا شروع کیا کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے کیونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آواز ہر سمت اور جانب سے آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! تم اپنا عصا (لاٹھی) کو پھینکو۔ جیسے ہی انہوں نے اپنے عصا کو پھینکا تو وہ ایک اژدھا بن گیا جو پتلے سانپ کی طرح نہایت پھرتیلا اور دوڑنے والا تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس اژدھا کو دیکھا تو بشری تقاضے کے تحت ان پر ایک خوف طاری ہو گیا اور انہوں نے خوف کے مارے اس طرح بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے پلٹ کر بھی نہ دیکھا اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! تم ڈرو مت کیونکہ میرے سامنے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ ڈر تو اس شخص کو ہوتا ہے جو کسی قسم کی کوتاہی یا گناہ کرتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ پلٹ آئے اور توبہ کر لے تو اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ معاف کر دیتا ہے چونکہ آپ نے تو کوئی خطا کی نہیں ہے لہٰذا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اے موسیٰؑ! اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالیے وہ بغیر کسی عیب یا بیماری کے (چاند کی طرح) چمکتا ہو نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ دونوں معجزات دے کر ارشاد فرمایا کہ اب آپ ان دونوں معجزات کو لے کر فرعون کے دربار میں بے خوف و خطر پہنچ جایئے۔ اور اس کو اور اس کی نافرمان قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے کیونکہ وہ لوگ بہت زیادہ حد سے نکل چلے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو طرح طرح کے نو معجزات عطا فرمائے مگر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود فرعون اور اس کی قوم نے اپنے ظلم و تکبر سے توبہ نہیں کی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کو ان کے فساد کی وجہ سے بھیانک انجام سے دوچار کیا اور پانی میں ڈبو دیا گیا۔

سورۃ النمل کی ان آیات کی مزید تشریح اور وضاحت یہ ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے پاک ذات ہے۔ اس موقع پر یہ بات ایک دفعہ اور عرض ہے کہ اس جھاڑ یا

درخت میں حضرت موسیٰ کو جو چمک، آگ اور روشنی نظر آئی ہے وہ اللہ کا نور اور تجلی ہے جو اس درخت پر ڈال دی گئی تھی۔ اس آگ کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت میں حلول کر لیا تھا بلکہ محسوسات میں حضرت موسیٰ کو دکھایا گیا کہ یہ درخت میں لگی ہوئی آگ، یہ دنیا کی آگ نہیں ہے بلکہ اللہ کی تجلی کا عکس ہے جو نظر آتا ہے۔ آگ کی شکل میں اس لئے دکھائی گئی کہ اس وقت حضرت موسیٰ کو آگ اور روشنی کی ضرورت تھی۔

(۲) یہ غیبی آواز جو اس درخت سے معجزاتی طور پر آرہی تھی اس کی کوئی سمت یا جہت مقرر نہیں تھی بلکہ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ آواز ہر طرف سے آرہی ہے۔ جس کو صرف حضرت موسیٰ کے کان ہی نہیں بلکہ تمام اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سن رہے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس وادی طویٰ میں حضرت موسیٰ کو دو معجزات عطا فرمائے عصا کا اژدھا بن جانا اور بغل میں سے ہاتھ نکالنا جو چاند کی طرح چمک دار اور روشن ہو جاتا تھا۔ بقیہ معجزات مختلف اوقات میں عطا فرمائے۔

(۱) جادوگروں کی شکست اور فرعون کی ذلت۔

(۲) شدید ترین قحط سالی۔

(۳) ٹڈیوں کا عذاب۔

(۴) غلے اور اناج میں سرسریوں کا پڑ جانا۔

(۵) ہر چیز میں خون کا عذاب۔

(۶) مینڈکوں کا عذاب۔

(۷) طوفان۔

جب بھی ان میں سے کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس آتے، دعا کی درخواست کرتے۔ جب حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ عذاب ٹل جاتا تو پھر سے اسی طرح اپنی نافرمانیوں میں لگ جاتے تھے۔ غرضیکہ جب یہ قوم حد سے آگے بڑھ گئی اور فساد فی الارض کی انتہاؤں پر پہنچ گئی تب اللہ کا فیصلہ آگیا اور فرعون اور اس کے تمام لشکر کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس کے برخلاف اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی۔

(۴) ظلم و زیادتی اور تکبر و غرور ایسی بڑی خرابی ہے جو انسان کو حق و صداقت کی راہوں سے روک دیتی ہے اور اس برے انجام تک پہنچا دیتی ہے جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ
سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا
مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾
وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾
حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا
مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ
نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا
تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١٥ تا ١٩

اور بے شک ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم عطا کیا۔ ان دونوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ہے۔ اور سلیمانؑ داؤد کے وارث ہوئے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں ہر نعمت دی گئی ہے۔ بے شک یہ اللہ کا کھلا ہوا فضل و کرم ہے۔ اور سلیمانؑ کے لئے جنات، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تھے۔ وہ پورے نظم وضبط میں رکھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ کہیں ایسا

نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس پر سلیمانؑ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہا اے میرے پروردگار مجھے اس بات پر قائم رکھئے گا کہ میں آپ کے ان احسانات کا شکر ادا کرتا رہوں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں۔ اور میں ایسے بھلے کام کرتا رہوں جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل رکھئے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

فَضَّلْنَا	ہم نے فضیلت دی۔ بڑائی دی
عُلِّمْنَا	ہمیں سکھایا گیا
مَنْطِقٌ	بولنا۔ بولی
اَلطَّيْرُ	پرندہ۔ پرندے
حُشِرَ	جمع کیا گیا
يُوْزَعُوْنَ	وہ روکے جاتے ہیں
وَادُالنَّمْلِ	چیونٹیوں کا میدان
لَا يَحْطِمَنَّ	روند نہ ڈالیں
تَبَسَّمَ	وہ مسکرادیا
ضَاحِكٌ	ہنسنے والا
اَوْزِعْنِيْ	مجھے توفیق دے
تَرْضٰى	تو خوش ہو جائے

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۹

حضرت داؤدؑ جو بنی اسرائیل کے عظیم پیغمبر تھے ان کو اللہ نے زبور کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت آواز سے نوازا تھا کہ جب وہ اپنی خوبصورت آواز میں زبور کی آیات کی تلاوت اور اللہ کی حمد و ثناء کرتے تھے تو تمام انسان، جنات، چرند، پرند اور درند بھی

جھوم اٹھتے اور ان کی حمد و ثنا سے پہاڑ گونج اٹھتے تھے۔ وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات اپنے ہاتھ کی محنت سے پورے فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا وہ جس طرح چاہتے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے لوہے کو گرم کئے بغیر باریک اور نازک زنجیروں کے حلقے بنا کر ایسی زرہیں تیار کرتے تھے جن سے ایک سپاہی میدان جنگ میں آسانی سے نقل و حرکت کر سکتا تھا اور اس طرح ایک جنگی ضرورت بھی پوری ہو جاتی تھی۔ حضرت داؤدؑ کے انیس بیٹے تھے جن میں سب سے چھوٹے بیٹے حضرت سلیمانؑ تھے۔ تمام اولاد میں صرف حضرت سلیمانؑ ہی ان کے علم کے وارث تھے۔ وقت کے عظیم نبی اور عالی شان حکومت و سلطنت کے مالک تھے۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے دعا کی ''الٰہی مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر اور حاصل نہ ہو (سورۃ ص) اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان کو وہ سلطنت عطا فرمائی جو اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ نے ان کو انسانوں اور جنات کے علاوہ چرند، پرند، درند اور ہواؤں پر بھی حکومت عطا کی تھی۔ ہوا ان کے اسی طرح تابع اور مسخر کر دی گئی تھی کہ وہ آپ کے تخت کو لے کر اڑ جاتی۔ تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ ایک مہینے کا سفر آدھے دن میں طے ہو جایا کرتا تھا۔ ان کا لشکر زبردست قوت و طاقت کا مالک تھا جس میں چرند، پرند، درند، انسان اور جنات سب ہی شامل تھے۔ اور آپ ہر مخلوق کی بولی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی زبردست لشکر کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ کے کان میں ایک چیونٹی کی آواز پڑ گئی جو اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی کہ تم جلدی سے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کیونکہ حضرت سلیمانؑ کا لشکر آ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لشکر تمہیں اپنے پاؤں سے روند ڈالے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ حضرت سلیمانؑ اس چھوٹے سے جانور کی بات سن پر بے ساختہ ہنس پڑے اور شکر کے طور پر اللہ کے سامنے جھک گئے اور عرض کیا'' الٰہی میں کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ واقعی آپ نے مجھے اور میرے والدین کو اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ اے اللہ مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما لیجئے گا۔ اپنی خاص رحمت اور اعلیٰ درجات سے نواز دیجئے گا۔ مجھے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمایئے گا کہ جس سے آپ راضی ہو جائیں۔

اللہ نے ان آیات میں چند باتوں کو ارشاد فرمایا ہے (۱) اللہ نے حکومت تو فرعون کو بھی دی تھی مگر وہ اس قوت و طاقت کو اپنا ذاتی کمال سمجھ کر نافرمان بن گیا اور اللہ کے مقابلے میں اس نے لوگوں کو اپنے سامنے جھکانا شروع کر دیا۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو زبردست قوت و طاقت، حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی لیکن انہوں نے اس کو اپنا ذاتی کمال نہیں بلکہ اللہ کی عطا و بخشش سمجھا اسی لئے وہ ہر آن ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ (۲) اتنی بڑی سلطنت و حکومت کے باوجود حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اور حضرت سلیمانؑ ٹوکریاں بنا کر اپنی گذر اوقات کرتے تھے۔ یہ وہ ہاتھ کی کمائی تھی جو انسان کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ بلاشبہ حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے محنت کرتے تھے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اس نے حضرت سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا وارث بنایا۔

اس سے مراد "وراثت علم" ہے مال ودولت کی وراثت نہیں ہے کیونکہ انبیاء کرام کی وراثت مال ودولت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کرام نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾
لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ
جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ
وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا
يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ
وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ﴿٢٦﴾ السجدة
قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ
هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ ع ٢/١٧
قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا
حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ

وَالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ
اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ
كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ
يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ
اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِرْجِعْ
اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ
اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٠ تا ٣٧

اور انہوں نے (سلیمانؑ نے) پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا کیا بات ہے میں نے ہدہد کو نہیں دیکھا۔ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ البتہ میں اس کو سخت سزا دوں گا یا میں اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ ورنہ اسے میرے سامنے کوئی معقول وجہ پیش کرنا ہوگی۔

زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ہدہد نے حاضر ہو کر کہا کہ میں ایک ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کا شاید آپ کو علم نہیں ہے۔ اور میں آپ کے پاس قوم سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہی ہے۔ اور اس کو ہر طرح کا ساز و سامان دیا گیا ہے۔ اور اس کے پاس ایک عظیم الشان تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نظروں میں آراستہ کر کے دکھا دیئے ہیں اور ان کو صحیح راستے سے روک دیا ہے لہٰذا وہ راہ ہدایت نہیں پا سکتے۔ اور وہ اس اللہ کو (کیوں) سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو نکالتا

ہے۔ اور وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اور جسے تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

سلیمانؑ نے کہا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ میرا یہ خط لے کر جا اور اس کو ان کے آگے ڈال دے۔ پھر دور ہٹ کر دیکھنا کہ وہ کیا باتیں کرتے ہیں۔

(ملکہ بلقیس نے) کہا کہ اے میرے سردارو! مجھے ایک باعظمت خط بھیجا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے۔ اللہ جو رحمٰن و رحیم ہے اس کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔

(اس میں لکھا ہے کہ) تم میرے مقابلے میں بڑائی اختیار نہ کرو۔ اور اطاعت کے ساتھ میرے پاس چلی آؤ۔ (ملکہ نے) کہا اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔

انہوں نے کہا۔ ہم بڑی قوت و طاقت والے اور سخت جنگ کرنے والے ہیں۔ فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے تم خود دیکھو کہ تمہیں کیا حکم دینا ہے۔

(ملکہ سبا نے) کہا کہ بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور بے شک میں ان کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔ پھر جب سلیمانؑ کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا۔ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ پس جو کچھ اللہ نے ہمیں دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم اپنے تحفے پر اتراتے ہو۔ تو ان کی طرف لوٹ جا۔ اب ہم ان پر ایک ایسا لشکر لے کر آئیں گے جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکالیں گے اور وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۳۷

تَفَقَّدَ اس نے جائزہ لیا۔ اس نے ڈھونڈا

مَكَثَ	وہ ٹھہرا۔اس نے دیر کی
نَبَاٌ	خبر
وَجَدْتُّ	میں نے پایا
تَمْلِكُ	وہ بادشاہت کرتی ہے
اُوْتِيَتْ	دیا گیا
اَلْخَبْءُ	پوشیدہ
اَلْقِهْ	اس کو ڈال دے
اَفْتُوْنِيْ	مجھے بتاؤ۔ مجھے مشورہ دو
قَاطِعَةً	کاٹنے والی
تَشْهَدُوْنَ	تم موجود ہو
اُولُوْقُوَّةٍ	قوت وطاقت والا
اُولُوْبَاْسٍ	لڑنے والے
تَاْمُرِيْنَ	تو کیا حکم دیتی ہے
مُرْسِلَةٌ	بھیجنے والی
نٰظِرَةٌ	دیکھنے والی
اَتُمِدُّوْنَ	کیا تم مدد کرتے ہو

تَفْرَحُوْنَ وہ اتراتے ہیں۔خوش ہوتے ہیں

صٰغِرُوْنَ ذلیل وخوار ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ٢٠ تا ٣٧

حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے ایک عظیم پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی حکومت و سلطنت بھی عطا فرمائی تھی کہ جس میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات اور پرندے بھی ان کے تابع کر دیئے گئے تھے اور وہ اللہ کے حکم سے ہر جان دار یہاں تک کہ چیونٹی جیسی معمولی اور چھوٹی سی مخلوق کی زبان تک کو سمجھتے تھے۔

ہدہد جو ارض شام و فلسطین کا ایک ایسا پرندہ ہے جو زمین کی تہہ میں یہ آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ پانی کہاں موجود ہے۔ یقیناً حضرت سلیمانؑ جو ایک عظیم لشکر کے مالک تھے جب بھی جہاد کے لئے نکلتے تو پورے لشکر کے لئے پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہوتا تھا جس کے لئے ہدہد جیسے پرندے سے کام لیا جاتا تھا۔

ایک دن حضرت سلیمانؑ نے اپنے لشکر میں ہدہد کو نہ دیکھ کر پوچھا کہ ہدہد کہاں ہے اور جس مقصد کے لئے اس کو بھیجا گیا تھا اس میں کوتاہی کیوں کی گئی ہے۔ اگر اس کی کوتاہی ثابت ہوگئی تو نہ صرف اس کو سخت سزا دی جائے گی بلکہ اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ چند روز کے بعد ہدہد پرندہ جب حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوا تو اس سے پوچھا گیا کہ وہ کہاں اور کیوں غائب ہو گیا تھا اور اس کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا اس میں کوتاہی کیوں کی گئی؟ ہدہد نے کہا کہ میں اڑتے ہوئے ایک ایسے ملک میں گیا جہاں عورت حکمرانی کر رہی ہے جس کے پاس نہ صرف تمام وسائل، مال و دولت موجود ہے بلکہ اس کا تخت سلطنت بھی بہت وسیع ہے۔

یہ قوم سورج کو اپنا معبود مانتی ہے۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر وہ شیطان کی پیروی کرتی ہے۔ شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کی نگاہوں میں اتنا خوبصورت بنا دیا ہے کہ جس سے وہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی میں جا پڑے ہیں حالانکہ ان کو اس اللہ کی عبادت و بندگی کرنا چاہیے تھی جو تمام آسمانوں اور زمین کے بھیدوں سے واقف ہے۔ اسی نے زمین کو سرسبز و شاداب بنایا ہے، وہی معبود برحق ہے اور اس کا تخت سلطنت ہی سب سے بلند و بالا ہے۔ ہدہد نے کہا شاید آپ کو اس سلطنت اور اس کی حکمران کے متعلق معلومات نہیں ہیں۔ مجھے جو معلوم ہوا وہ میں نے عرض کر دیا ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کی ساری بات سن کر فرمایا کہ میں تیری بات کی تصدیق کر لیتا ہوں کہ تو سچ کہہ رہا ہے یا اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ رہا ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے جو صرف ایک بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ اللہ کی طرف سے نبوت سے سرفراز فرمائے گئے تھے انہوں نے ملکہ سبا جس کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا اس کے نام ایک خط لکھا اور فرمایا کہ یہ خط اس ملکہ کے سامنے جا کر ڈال دے اور کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر یہ دیکھ کہ وہ اس کا کیا جواب دیتی ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے شان پیغمبری کے مطابق اللہ کے نام سے اس خط کو شروع کیا اور فرمایا کہ تمہیں جیسے ہی میرا خط ملے تو ایک فرماں بردار کی طرح فوراً حاضر ہو جاؤ۔ خط کی مہر اور شاہی انداز سے لکھے گئے اس خط سے ملکہ بلقیس نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ خط ایک عظیم بادشاہ نے لکھا ہے جن سے وہ واقف بھی تھی۔ یہ دعوت ملکہ بلقیس کا تاج و تخت، حکومت و سلطنت حاصل کرنے کے لئے نہ تھی بلکہ اسلام کے اس مزاج کی عکاسی تھی جو اس نے ہمیشہ انسانوں کو راہ راست پر رکھنے کے لئے اختیار کی ہے تا کہ وہ کفر و شرک کو چھوڑ کر دین اسلام کی سچائیوں کی طرف آجائیں چنانچہ خود مختار قوموں کو یہ کہا گیا کہ وہ دین اسلام کو ایک سچا دین سمجھ کر اس کو قبول کر لیں تا کہ وہ ان کے بھائی بن کر برابری کی بنیاد پر اسلامی نظام کا ایک حصہ بن جائیں اور اگر وہ اس کو قبول نہیں کرتے تو اسلامی حکومت کی تابع داری قبول کر لیں اور سیدھے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں تا کہ ان کی حفاظت کی جا سکے۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر وہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ تلوار خود فیصلہ کر دے گی کہ کس کو حکمرانی کا حق حاصل ہے۔

ملکہ بلقیس جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ، ترقی یافتہ اور مال دار قوم سبا کی حکمران تھی جس قوم سبا نے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکمرانی کی ہے اور دنیاوی وسائل میں بہت مشہور ہے۔ اس نے پانی کو روکنے اور اس کو تقسیم کرنے کے لئے ایسے بہترین بند باندھ رکھے تھے کہ جس سے یہ ملک سرسبز و شاداب نظر آتا تھا۔ سورۂ سبا میں اس کی کچھ تفصیلات ملتی ہیں۔

غرضیکہ جب ملکہ بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کا یہ خط پہنچا تو اس نے ملک کے تمام ذمہ داروں کو جمع کر کے پوچھا کہ میں ہمیشہ تم سے مشورہ کرتی ہوں مجھے یہ مشورہ دو کہ ہمیں اس موقع پر کیا کرنا چاہیے کہنے لگے کہ ہم بہترین اور ہر اعتبار سے جنگ کرنے کی عظیم صلاحیتیں رکھتے ہیں اگر ہمارے اوپر جنگ مسلط کی گئی تو ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں ہمیں کسی سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو ہر طرح تیار ہیں باقی آپ جیسے بہتر سمجھیں فیصلہ کر لیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ مشورہ کے بعد ملکہ بلقیس جو نہایت ذہین عورت تھی اس نے عقل مندی اور ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے بادشاہوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی ملک میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو اس ملک کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں اور وہاں کے

با عزت لوگوں کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ میں اپنی طاقت پر بے جا گھمنڈ کرنے کے بجائے ایک ایسا طریقہ اختیار کرتی ہوں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ سلیمانؑ کیا چاہتے ہیں۔ انہیں ہماری دولت سے غرض ہے یا وہ ہمیں دین اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس نے بڑے قیمتی تحفے بھیجے جس میں سونا، چاندی، قیمتی جواہرات کے علاوہ کچھ غلام اور باندیاں بھی بھیجیں۔ حضرت سلیمانؑ نے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے تحفے لانے والوں سے کہا کہ مجھے اللہ نے اس سے بھی زیادہ دیا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہا تھا کہ مجھے تمہاری دولت اور تحفوں کی ضرورت ہے بلکہ میں نے دین اسلام پیش کیا تھا۔ لہٰذا یہ تحفے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ ملکہ سے جا کر کہہ دینا کہ اگر تم نے میری اس دعوت کو قبول نہ کیا تو میں ایک ایسے زبردست لشکر کے ساتھ حملہ کرنے والا ہوں جس کے سامنے تم اور تمہاری طاقت ٹھہر نہ سکے گی۔ گویا اب میدان جنگ میں تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت سلیمانؑ کے واقعہ کی بقیہ تفصیل اس کے بعد کی آیات میں آرہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ جو اپنے وقت کے عظیم بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ اللہ کی طرف سے نبوت کے مقام پر مقرر فرمائے گئے تھے۔ آپ نے ملکہ بلقیس کو دعوت اسلام دے کر صراط مستقیم کی طرف بلایا ہے تا کہ وہ سورج کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں اور اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لیں۔ ان کا مقصد حکومت و سلطنت یا مال و دولت سمیٹنا نہیں تھا کیونکہ اللہ نے ان کو اتنا کچھ عطا فرمایا تھا اور ہر مخلوق پر حکمرانی حاصل تھی کہ اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔

چنانچہ جب ملکہ بلقیس نے سونے، چاندی اور جواہرات وغیرہ بھیجے تو حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس پر اس بات کو واضح کر دیا کہ حضرت سلیمانؑ کو ملکہ کا قبول اسلام یا اسلامی حکومت کے تابع داری مطلوب تھی دنیا کا ساز و سامان کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ یہ وہ اسلامی مزاج تھا جس پر صحابہ کرام نے بھی عمل کیا۔ وہ جب بھی کسی سے جنگ کرتے تھے تو سب سے پہلے ان کو اسلام کی طرف بلاتے تھے اور ان پر واضح کر دیتے تھے کہ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ ہمارے بھائی ہیں اور تمام حقوق میں برابر ہیں۔ اگر وہ دین کو قبول نہیں کرتے تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں آجائیں اور ایک معمولی سا ٹیکس ادا کریں یعنی جزیہ دیں۔ اگر وہ دونوں میں سے کسی بات کو قبول نہ کریں تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا
قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ

بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾
قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ
هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ۖ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ
شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ
كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ
مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا
عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ
كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾ قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا
رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ
صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ
اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۴﴾ ۳ ع۱۳ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۴

(سلیمانؑ نے) کہا اے سردارو! تم میں سے وہ کون ہے جو اس کا (ملکہ بلقیس) تخت میرے پاس لے آئے۔ اس سے پہلے کہ وہ فرماں بردار بن کر یہاں آئے۔ جنات میں سے ایک نہایت

مضبوط اور قوی جن نے کہا بے شک میں اس کو اس سے پہلے لے کر آ سکتا ہوں کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔

اور بے شک میں اس پر یقیناً قوت والا امانت دار ہوں۔ ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا کہ میں اس تخت کو آپ کی خدمت میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔

پس جب سلیمانؑ نے (اچانک) اس (تخت) کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ سب کچھ میرے رب کے فضل و کرم سے ہے۔ تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ کیونکہ جس نے شکر ادا کیا اس نے اپنے ہی فائدے کے لئے شکر ادا کیا۔ اور جس نے ناشکری کی تو بے شک میرا پروردگار بے نیاز ہے اور کرم کرنے والا ہے۔

سلیمانؑ نے حکم دیا کہ اس کے تخت میں تبدیلی پیدا کر دو۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کو پتہ لگتا ہے یا اس کا ان لوگوں میں شمار ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا۔

پھر جب (ملکہ بلقیس) حاضر ہوئی تو پوچھا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! ہے تو کچھ ایسا ہی۔ (اور یہ بھی کہ) ہمیں تو اس سے پہلے ہی (آپ کی عظمت کا) اندازہ ہو چکا تھا۔ اور ہم تو فرماں بردار (بن کر ہی) آئے ہیں۔ اور اس کو (ایمان لانے سے) جس بات نے روک رکھا تھا وہ ان معبودوں کی عبادت و بندگی تھی جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔ کیونکہ وہ کافروں کی قوم سے تھی۔

(ملکہ بلقیس سے) کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ جب اس نے (محل کے) فرش کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔

سلیمانؑ نے کہا یہ ایک محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس (پر ملکہ بلقیس نے) کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا۔ اور اب میں سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر رب العالمین پر ایمان لے آئی۔

لغات القرآن آیت نمبر۳۸ تا ۴۴

اَیُّکُم	تم میں سے کون؟
مُسْلِمِیْنَ	فرماں برداری اختیار کرنے والے
عِفْرِیْتٌ	قوت وطاقت والا
اَنْ یَّرْتَدَّ	یہ کہ وہ پلٹے
طَرْف	پلک۔ آنکھ کا گوشہ
مُسْتَقِرٌّ	رکھا ہوا
نَکِّرُوْا	شکل بدل دو۔ تبدیلی کردو
اَھٰکَذَا	کیا ایسا ہی ہے؟
کَاَنَّہٗ ھُوَ	جیسے اسی جیسا ہو
صَدَّ	اس نے روکا
اَلصَّرْحُ	محل
لُجَّۃٌ	گہرا پانی
سَاقٌ	پنڈلی (سَاقَیْنِ)
مُمَرَّدٌ	جڑا ہوا
قَوَارِیْرُ	شیشے۔ آئینے

اَسْلَمْتُ	میں نے فرماں برداری اختیار کرلی

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۴

جب ہدہد پرندے نے حضرت سلیمانؑ کا خط سبا کی ملکہ بلقیس کو پہنچایا تو اس نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اتنی بڑی اور طاقت ور شخصیت سے ٹکراؤ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اس نے حضرت سلیمانؑ کو آزمانے اور کچھ وقت لینے کے لئے نہایت قیمتی تحفے بھیجے۔ لیکن حضرت سلیمانؑ نے اس کے تحفے واپس کر کے فرمایا کہ وہ یا تو فرماں بردار بن کر حاضر ہو جائیں یا اس عظیم لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جو اس کے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنے اس طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کا مقصد دنیا کی دولت، حکومت و سلطنت نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دینا ہے۔ جو لوگ ملکہ بلقیس کی طرف سے تحفے لے کر گئے تھے جب انہوں نے حضرت سلیمانؑ کے علم و کمالات، شان نبوت، اخلاق کریمانہ، عظیم سلطنت اور اس میں عدل و انصاف کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے اور انہوں نے ملکہ بلقیس کو تمام حالات سے مطلع کیا۔

ملکہ بلقیس یہ سب کچھ سن کر اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے حضرت سلیمانؑ کی مکمل اطاعت کا فیصلہ کر لیا اور ملک سبا (یمن) سے فلسطین کے لئے روانہ ہو گئی۔ اسی دوران حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جو ملکہ بلقیس کے اطاعت و فرماں برداری اختیار کر کے آنے سے پہلے اس کا شاہی تخت (جس پر اسے بڑا ناز ہے) لے کر آجائے۔

شاید اس بات کا مقصد یہ ہوگا کہ اس کافر اور سورج کو اپنا معبود سمجھنے والی ملکہ کو یہ دکھا دیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ عام بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان کو معجزانہ کام کرنے کی توفیق دی گئی ہے۔

چنانچہ درباریوں میں سے ایک نہایت مضبوط اور قوی جن نے کہا کہ میں اپنے اندر ایک ایسی طاقت و قوت رکھتا ہوں کہ نہایت دیانت و امانت کے ساتھ آپ کے اس دربار کے برخاست ہونے سے پہلے لے کر آ سکتا ہوں۔ ایک دوسرے شخص یا جن نے کہا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے اجازت دی تو اسی لمحے ملکہ بلقیس کا حسین ترین اور ہیرے جواہرات سے جڑا ہوا تخت ان کے سامنے تھا۔

حضرت سلیمانؑ نے فخر وغرور کرنے کے بجائے فوراً ہی اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ میرے اللہ کا فضل و کرم ہے اوراس بات کا امتحان بھی ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا شکرادا کرتے ہیں یا نہیں کیونکہ جوشخص اللہ کا شکرادا کرتا ہے اس کا فائدہ خود اس کو پہنچتا ہے اور جو کفر وناشکری کرتا ہے اس کا نقصان خود اسی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ بے نیاز ذات ہے اور ہر شخص پر رحم وکرم کرنے والا ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے اس تخت کے رنگ وروغن میں معمولی سی تبدیلی کا حکم دیا تا کہ ملکہ کی ذہانت کا امتحان لیا جاسکے۔ اور یہ معجزہ دکھا کر یہ ثابت کردیا جائے کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کے نبی ہیں جوصرف یہ چاہتے ہیں کہ ملکہ سورج کی عبادت وبندگی کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کرے جس نے ان کو ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچی تو حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ ملکہ حیران ہوکر کہنے لگی کہ ہاں، ہے تو کچھ ایسا ہی۔ کہنے لگی کہ واقعی اللہ نے آپ کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے نوازا ہے۔ اور میں تو پہلے ہی آپ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اب سورج کی عبادت وبندگی میرے اس جذبہ میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی کیونکہ میں نے ہر سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو اپنے عالی شان محل میں آنے کی دعوت دی۔ جب وہ محل میں داخل ہوئی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ حضرت سلیمانؑ کے محل کے اندر پہنچنے کا راستے ایک بہتے ہوئے دریا میں سے گذرتا محسوس ہورہا تھا۔ ملکہ بلقیس نے یہ سوچ کر کہ پانی میں اتر کر دوسری طرف پہنچنا ہے اپنے پائنچے اٹھائے جس سے اس کی پنڈلیاں بھی ظاہر ہوگئیں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ خوبصورت فرش ہے تم ایسے ہی آگے آسکتی ہو۔

ملکہ بلقیس نے حکومت وسلطنت اوران کے محل کی خوبصورتی کو دیکھ کر اس بات کا اچھی طرح اندازہ کرلیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ کو کسی دنیاوی لالچ یا غرض سے نہیں بلوایا تھا کیونکہ اللہ نے ان کو اتنا کچھ دے رکھا ہے کہ اس کے سامنے دنیا کا مال و دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ انہوں نے دین اسلام کو سکھانے اور بتانے کے لئے بلوایا ہے۔ یہ وہ تمام اسباب تھے جن کو سامنے رکھ کر ملکہ بلقیس نے سورج کی پرستش اور عبادت وبندگی سے توبہ کرکے دین اسلام کو قبول کرلیا۔

روایات کے مطابق ملکہ بلقیس اوراس کے تمام لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ بعد میں حضرت سلیمانؑ کا نکاح ملکہ بلقیس سے ہوا۔ جنہیں حضرت سلیمانؑ نے یمن کے اندر ہی کئی محل بنا کر دیئے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی

ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ
اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ
فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ
ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾
وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ
بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

اور ہم نے ثمود کے پاس ان کے بھائی صالحؑ کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ (اے لوگو!) تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ پس اچانک وہ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم بھلائی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں کر رہے ہو۔ تم اللہ

سے گناہوں کی معافی کیوں نہیں مانگتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھے اور ساتھیوں کو منحوس قدم پایا ہے۔ صالح نے کہا تمہاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے۔ بلکہ تم لوگ آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے ہو۔

اور شہر میں ایسے نو آدمی تھے جو فساد کرتے تھے اور اصلاح کی بات نہ کرتے تھے۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ تم سب اللہ کی قسم کھاؤ کہ رات کو اچانک ہم اس پر اور اس کے گھر والوں پر حملہ کر دیں گے۔ پھر ہم اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی ان کے خلاف تدبیر کی جس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ (اے نبی ﷺ) دیکھئے کہ ان کی سازش کا انجام کیا ہوا۔ بے شک ہم نے ان سب کو اور ان کی قوم کو برباد کر ڈالا۔ اب یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے کفر کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو علم رکھنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دیدی جو ایمان لائے تھے اور جنہوں نے تقویٰ کا طریقہ اختیار کیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

فَرِيْقٰنِ	دو جماعتیں
يَخْتَصِمُوْنَ	وہ آپس میں جھگڑتے ہیں
لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ	تم کیوں جلدی مچاتے ہو؟
اَطَّيَّرْنَا	ہم نے برا شگون لیا
رَهْطٌ	لوگ۔ اشخاص
تَقَاسَمُوْا	تم آپس میں قسم کھاؤ

نُبَيِّتَنَّ	ہم رات کو حملہ کریں گے
مَا شَهِدْنَا	ہم موجود نہ تھے
مَكْرٌ	فریب۔ دھوکہ
خَاوِيَةٌ	گر پڑنے والے
اَنْجَيْنَا	ہم نے نجات دی

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۳

بدعمل قوموں کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے حق وصداقت اور فکر آخرت کی بات کی جاتی ہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے ان پر اللہ کے عذاب کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں تو وہ اپنے برے اعمال پر غور کرنے کے بجائے انبیاء کرامؑ اور نیک لوگوں کے قدموں کو منحوس قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب سے انہوں نے دین کی باتیں کرنا شروع کی ہیں اس وقت سے ہم اور ہمارے خاندان گروہوں میں بٹ کر رہ گئے ہیں۔ اور جب سے انہوں نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا ہے وہ ہم سے ناراض ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے ہماری زندگیوں کا عیش و آرام اور سکون جاتا رہا۔

حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جب فرعون کو کوئی اچھی بات پہنچتی یا اس کی قوم کو کوئی دنیاوی فائدہ مل جاتا تو وہ اس کو اپنا حق سمجھتا تھا اور جب اللہ کے عذاب کی کوئی شکل سامنے آتی تو کہتا کہ یہ سب موسیٰ کی نحوستیں ہیں۔ اسی طرح کفار مکہ نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بھی کہتے تھے کہ جب سے یہ آئے ہیں اس وقت سے ہمارے قبیلوں اور گھروں میں نحوستوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ ساری نحوستیں ان کفار کے برے اعمال کا نتیجہ تھیں جن کو وہ بھگت رہے تھے۔

زیر مطالعہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام نے جب اللہ کا پیغام اپنی قوم کے سامنے رکھا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ کے دین کو قبول کر لیا اور اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے اس پیغام حق وصداقت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح پوری قوم نظریاتی طور پر دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جب بات کافی بڑھ گئی تو قوم ثمود کے نافرمان لوگ کہنے لگے کہ ”اے صالح اگر واقعی تم اللہ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہو تو (ہم روز روز کی اس دھمکی سے عاجز آچکے ہیں) اس عذاب کو لے ہی آؤ تاکہ قصہ

تمام ہو جائے۔'' حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں تو اللہ تعالیٰ سے خیر اور سلامتی مانگنا چاہیے تھی لیکن تم اس اللہ سے عذاب مانگ رہے ہو؟۔ اگر تم توبہ اور استغفار کا راستہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم و کرم کر دیتا۔ کہنے لگے کہ ہم بڑے عیش و آرام سے رہا کرتے تھے لیکن اے صالح یہ تمہاری نحوست ہے جس کی وجہ سے ہم میں پھوٹ پڑ گئی ہے اور ہم دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری اس نحوست کا سبب تو اللہ کے علم میں ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے برے اعمال کی وجہ سے اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود قوم ثمود اپنی نافرمانیوں میں لگی رہی اور انہوں نے مخالفتوں کا طوفان برپا کر دیا تھا۔ خاص طور پر ان میں سے نو ایسے بڑے بڑے سردار تھے جو قوم کی اصلاح کرنے کے بجائے شرارت اور فساد مچایا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ آج رات ہم سب مل کر اس بات پر قسم کھائیں گے کہ آج کی رات حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متعلقین اور گھر والوں کو قتل کر دیں گے تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ اس زمانہ میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی قبیلے کا آدمی مار دیا جاتا تو وہ قبیلہ اس کے خون کا قصاص اور بدلہ مانگا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سب رات کے اندھیرے میں اس طرح قتل کریں گے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا قبیلہ ہم سے خون کا بدلہ نہ مانگ سکے۔ یہ ان کفار و مشرکین کی خفیہ تدبیریں اور سازشیں تھیں لیکن وہ قدرت کی خفیہ تدبیروں سے ناواقف تھے۔ کفار کی کوشش تھی کہ پہلے اس اونٹنی کو ذبح کریں گے جو اس قوم کے مطالبہ پر ان کو معجزاتی طور پر دی گئی تھی۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں اور ماننے والوں کو قتل کر دیں گے۔

لیکن دوسری طرف اللہ کا فیصلہ آ گیا اور پوری قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔ جس طرح قوم ثمود کے سرداروں نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو قتل کرنے کی سازش تیار کی تھی بالکل اسی طرح کفار مکہ نے بھی نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی اسی طرح منصوبہ بندی کی تھی لیکن جس طرح اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں اور متعلقین کو بچا کر ان سازشیوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس سازش سے محفوظ رکھا۔ اور آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آہستہ آہستہ آپ کے گھر والوں اور صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ نے ان کو نجات عطا فرمائی اور کفار کا برا انجام ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی خفیہ تدبیروں کے سامنے انسانی سازشوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ ان لوگوں کا انجام بخیر فرماتا ہے جو اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عبرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ آج بھی قوم ثمود کے کھنڈرات اور عظیم الشان بلڈنگیں عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہیں جن کو مکہ والے ملک شام جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ کس طرح اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو نجات عطا فرماتا ہے اور کس طرح کفار و مشرکین اپنے انجام کو پہنچتے ہیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٥٤ اَىِٕنَّكُمْ
لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
تَجْهَلُوْنَ ۝٥٥ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا
اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝٥٦ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٥٧ وَاَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝٥٨ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ ع ٤ ١٤ ١٩
عَلٰي عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ اٰۗللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٥٩

ترجمہ: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اور یاد کرو جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھتے بھالتے بے حیائی پر اتر آئے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم جہالت میں مبتلا ہو۔ ان کی قوم کا جواب یہ تھا کہ لوطؑ اور اس کے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کیونکہ یہ بہت پاک باز بنتے ہیں۔ پھر ہم نے لوطؑ کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے، ہم نے ان کی (بیوی کو) پیچھے رہ جانے والوں میں طے کر دیا تھا۔ اور ان پر ہم نے (پتھروں کی) بارش کر دی جو بہت بری بارش تھی ان لوگوں پر جن کو (اس عذاب سے) ڈرایا گیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور اللہ کی سلامتی (ان لوگوں پر نازل ہوتی) ہے جنہیں اس نے منتخب کر لیا ہے۔ کیا

ایک اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اُنَاسٌ (اِنْسٌ)	لوگ۔انسان
یَتَطَهَّرُوْنَ	پاک باز بنتے ہیں
قَدَّرْنَا	ہم نے ٹھہرادیا
اَلْغٰبِرِیْنَ	پیچھے رہ جانے والے
اَمْطَرْنَا	ہم نے برسایا
سَلٰمٌ	سلامتی
اِصْطَفٰی	چن لیا۔منتخب کرلیا

تشریح: آیت نمبر ۵۴ تا ۵۹

اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اس کا دستور یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتا تو اس کو اسی دنیا میں مختلف شکلوں میں سزا دی جاتی ہے اور آخرت کا نقصان تو واضح ہے لیکن اگر ساری قوم ایک گناہ پر راضی ہو جائے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے تو پھر اس قوم کی طرف اللہ کا عذاب متوجہ ہو جاتا ہے۔

اسی لئے شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے کہ

قدرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف

یعنی جب تک خطاؤں کا دائرہ افراد تک محدود رہتا ہے تو قدرت بھی ان کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کرسکتی ہے لیکن جب پوری قوم مل کر بڑی ڈھٹائی سے گناہوں میں اجتماعی طور پر مبتلا ہوجاتی ہے تو پھر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔

دنیا بھر کے انسانوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب دنیا پر وہ عذاب تو نہ آئیں گے جو گذری ہوئی امتوں پر آئے تھے لیکن زلزلے، طوفان، قحط سالی، خون خرابہ اور آپس کے شدید اختلافات وغیرہ آتے رہیں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے بھتیجے اور اللہ کے نبی تھے۔ وہ اس قوم کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے جو ایک گھناؤنے اور شرمناک فعل یعنی ہم جنس پرستی کے فعل میں مبتلا تھے۔ جب حضرت لوطؑ اپنی قوم کے لوگوں کو اس فعل بد سے روکنے اور دنیا و آخرت میں اس کے شدید ترین نقصانات سے آگاہ کرتے تو آپؑ کی قوم اس کی شدید مخالفت کرتی یہاں تک کہ پوری قوم آپ کی دشمن ہوگئی اور کہنے لگی کہ لوط کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کیونکہ یہ اپنے آپ کو بہت پاک باز اور نیک سمجھتے ہیں۔

ہم جیسے ناپاک لوگوں میں ان جیسے پاک باز لوگوں کا کیا کام ہے؟ حضرت لوطؑ پھر بھی اپنی قوم کے لوگوں کو ہر طرح نصیحت کرتے رہے۔ جب وہ قوم ہم جنس پرستی سے باز نہیں آئی تو اللہ کا عذاب اس قوم کی طرف متوجہ ہوا ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا، اوپر سے پتھروں کی بارش کی گئی اور ان کی بستیاں زمین کے اندر دھنسا دی گئیں اور ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ گیا۔ آج وہ سمندر جس کے نیچے قوم لوط کی بستیاں ڈبو دی گئیں اسی کو بحر میت (Dead Sea) کہتے ہیں۔ اس پانی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کوئی کشتی بھی نہیں چل سکتی اور کسی جان دار کو وہ اپنے اندر برداشت نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو ان کے برے اعمال کے سبب تباہ و برباد کردیا لیکن حضرت لوطؑ اور ان کے گھر والوں (سوائے ان کی بیوی کے جو کافرہ تھی) اور ان کے اوپر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

قرآن کریم کی ان آیات اور قوم لوط کے برے انجام کو سامنے رکھ کر میں یہ سوچتا ہوں کہ آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک نے نہ صرف اس ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے رکھا ہے بلکہ میڈیا کے ذریعہ اس کی بے انتہا ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ ان کے اپنے کلب ہیں، انجمنیں ہیں اور یہ بات بہت تیزی سے آگے جارہی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ دنیا پھر سے ہم جنس پرستی کے سمندر میں غرق ہونے کے قریب ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ
السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ
اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝٦٠
اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ
لَهَا رَوَاسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦١ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝٦٢ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٣ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٦٤
قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝٦٥ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝٦٦ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ اور کس نے تمہارے لئے بلندی (آسمان) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ حسین منظر باغات اگائے۔ ورنہ یہ تمہارے بس کا نہ تھا کہ تم ان باغات کو اگا سکتے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے؟ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا؟ اور اس کے درمیان نہریں بہا دیں اور اس (کا توازن قائم رکھنے) کے لئے بوجھ (پہاڑ) بنائے۔ اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی۔ کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ بلکہ اکثر لوگ وہ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

وہ کون ہے جو بے قرار کی پکار سنتا ہے جب وہ پکارتا ہے؟ برائی کو دور کرتا ہے۔ اور کس نے زمین میں تمہیں نائب بنایا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ تم میں سے بہت تھوڑے سے لوگ ہیں جو (اس پر) دھیان دیتے ہیں۔

وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور دریا کے اندر اندھیروں میں راستہ دکھاتا ہے؟ وہ کون ہے جو بارش (برسنے) سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ اللہ اس سے بہت بلند و برتر ہے جن چیزوں کو وہ (اللہ کے ساتھ) شریک کرتے ہیں۔

بھلا وہ کون ہے جس نے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور کون ہے جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی (مضبوط) دلیل لے کر آؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو بھی آسمانوں اور زمین میں غیب ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہیں نہیں معلوم کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک کر رہ گیا ہے۔ یہ لوگ اس سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ آخرت سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

اَمَّنْ	کون ہے وہ؟
اَنْبَتْنَا	ہم نے اگایا
حَدَائِقُ (حَدِیْقَةٌ)	باغات
ذَاتُ بَهْجَةٍ	رونق والے
اَنْ تُنْبِتُوْا	یہ کہ تم اگاؤ
يَعْدِلُوْنَ	وہ برابر کرتے ہیں
قَرَارٌ	ٹھہرنے کی جگہ
خِلٰلٌ	درمیان
رَوَاسِیَ	بوجھ۔ پہاڑ
حَاجِزٌ	آڑ۔ رکاوٹ
يُجِيْبُ	وہ قبول کرتا ہے
اَلْمُضْطَرُّ	بے قرار۔ بے چین
يَكْشِفُ	وہ کھولتا ہے
هَاتُوْا	آؤ۔ (لے آؤ)
بُرْهَانٌ	دلیل
اَيَّانَ	کب
اِدّٰرَکَ	تھک گیا
عَمُوْنَ	وہ اندھے بن رہے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۰ تا ۶۶

جو لوگ اللہ کی ذات اور صفات اور قدرت میں دوسروں کو شریک کرتے اور ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں ان کے

سامنے کائنات کی بے شمار نشانیوں کو رکھ کر اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی ہے جس کے پیدا کرنے میں تمہارے یہ بت اور جن کی تم پیروی کرتے ہو وہ شریک ہوں؟ فرمایا

(۱) عظیم الشان آسمان اور وسیع زمین جس کے لاتعداد فائدے ہیں ان کو کس نے بنایا؟

(۲) پانی کو آسمان (بلندی) سے کس نے برسایا جس سے حسین اور خوبصورت باغات بنائے۔ کیا تم اور تمہارے معبود ان کے اگانے میں شریک تھے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو اس کے برابر قرار دے رہے ہیں۔

(۳) اس زمین کو کس نے ٹھہرا رکھا ہے جس سے وہ کانپنے کے بجائے اپنے اوپر کروڑوں اربوں انسانوں اور ان کے وسائل اور بلڈنگوں کو سنبھالے ہوئے ہے؟

(۴) وہ کون ہے جس نے اس زمین کے اندر سے نہریں بہادیں، اس کا توازن برقرار رکھنے کے لئے (پہاڑوں کے) بوجھ رکھ دیئے اور (کھارے، میٹھے پانی کے) دو دریاؤں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا ان کے پیدا کرنے اور بنانے میں کوئی دوسرا معبود بھی ہے (یقیناً نہیں ہے) اکثر لوگ وہ ہیں جو اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

(۵) وہ کون ہے جو مصیبت کے وقت بے قرار اور بے چین کی پکار کو سنتا اور اس کی فریاد کو پہنچتا ہے۔

(۶) وہ کون ہے جو لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ہر طرح کی راحتوں کے سامان عطا کرتا ہے۔

(۷) وہ کون ہے جو ایک کے بعد دوسرے کو اور ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو ابھارتا ہے اور یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے جاری ہے۔ یقیناً وہ اللہ کی شان اور قدرت ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے جو یہ سب کچھ کرتا ہے۔ یقیناً اس حقیقت پر بہت کم لوگ توجہ کرتے ہیں۔

(۸) وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور دریا وسمندر کے اندھیروں میں ستاروں کے ذریعہ راستہ دکھاتا ہے؟

(۹) وہ کون ہے جو بارش (برسنے سے) پہلے خوش خبری دینے والی ٹھنڈی ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ یقیناً یہ سب اسی ایک اللہ کی شان ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جن چیزوں کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

(۱۰) اللہ نے ان مشرکوں سے پوچھا ہے کہ بتاؤ وہ کون ہے جس نے اپنی ساری مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور پھر وہی قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔

(۱۱) وہ کون ہے جو آسمانوں اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے۔ یقیناً وہ ایک اللہ ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو یہ سب کچھ عطا کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صاف اعلان کر دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی مضبوط

دلیل لے کر آؤ جس سے یہ ثابت کر سکو کہ تمہارے یہ جھوٹے معبود بھی کوئی حقیقت رکھتے ہیں۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے اس کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ فرمایا کہ کہہ دیجئے مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ وہ لوگ جو مر جائیں گے کب زندہ کئے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں وہ آخرت کی فکر سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور وہ اس شک میں مبتلا ہیں کہ آخرت واقع ہوگی بھی یا نہیں؟

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا
لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ
قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا
فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ
عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ
وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾
وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾
اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا
وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ
اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ
اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ
تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۶ ۱۶ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

اور کافروں نے کہا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ یقیناً ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے اس سے پہلے بھی اسی طرح کے وعدے کئے گئے تھے۔ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ زمین پر چلو پھرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ آپ (ان کے حال پر) نہ تو غم کھائیں اور نہ ان کے مکر وفریب سے دل تنگ ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم جس (عذاب) کی جلدی کر رہے ہو شاید وہ تم سے قریب آ لگا ہے۔ اور بے شک آپ کا پروردگار لوگوں پر فضل وکرم کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو شکر ادا نہیں کرتے۔ اور بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ (یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں جو کچھ پوشیدہ ہے وہ ایک روشن کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔

بے شک (یہ قرآن) بنی اسرائیل کے لئے اکثر ان باتوں کو بیان کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک (یہ قرآن) ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت ہے۔ بے شک

آپ کا پروردگار اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ وہ زبردست اور علم رکھنے والا ہے۔ آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک آپ کھلی سچائی پر ہیں۔ بے شک آپ نہ تو مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہیں۔ نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راہ حق دکھا سکتے ہیں۔ آپ صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین کرنے والے ہیں۔ اور وہ فرماں بردار ہیں۔ اور جب ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا تو ہم زمین سے ایک چوپایہ جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔ کیونکہ بے شک یہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ رکھتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

تُرَابٌ	مٹی
مُخْرَجُوْنَ	نکالے گئے۔ نکلنے والے
وُعِدْنَا	ہم سے وعدہ کیا گیا
اَسَاطِيْرٌ	کہانیاں۔ قصے
سِيْرُوْا	تم چلو پھرو
لَا تَحْزَنْ	رنجیدہ نہ ہو
ضَيْقٌ	تنگ ہونا۔ دل تنگ ہونا
رَدِفَ	قریب۔ پیچھے
مَا تُكِنُّ	جو چھپائی گئی ہے۔ جو چھپی ہے
يَقُصُّ	وہ بیان کرتا ہے
يَقْضِىْ	وہ فیصلہ کرتا ہے

لَا تُسْمِعُ	تو نہیں سنا سکتا
وَقَعَ	پورا ہوا۔ واقع ہوا
دَابَّةٌ	جان دار۔ جانور
يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۷ تا ۸۲

کفار ومشرکین کہتے تھے کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی ہو جائیں گے یعنی ہمارے وجود کے ذرے بھی بکھر جائیں گے اور خاص طور پر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے ایک طویل عرصہ گذر گیا ہے وہ دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسا لگتا ہے کہ یہ وہی باتیں ہیں جنہیں ہم اور ہمارے باپ دادا سنتے چلے آرہے ہیں اگر اس بات میں کوئی وزن ہوتا تو آخر اس دنیا سے جانے والا کوئی ایک آدمی تو آکر بتاتا کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کو کفار ومشرکین کہتے چلے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ کفار کے ان جملوں کو نقل کر کے جواب دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ عالم برزخ سے تو کوئی آکر وہاں کی کیفیات بیان نہیں کرسکتا البتہ اللہ ورسول کی نافرمانی کرنے والے مجرموں کی بنائی ہوئی عمارتیں اور ان کے کھنڈرات کو جا کر دیکھیں کہ وہ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ اللہ ایسے مجرموں کو جڑ و بنیاد سے کھود ڈالتا ہے اور ان کی بلند وبالا عمارات اور مال ودولت کی کثرت انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتیں۔ کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہ ان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کرسکتا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ اپنے مشن اور مقصد کو پھیلاتے رہیے اور ان کفار کے اعتراضات اور دشمنی کی نہ تو پروا کیجئے اور نہ آپ کسی طرح کا رنج اور افسوس کیجئے۔ کیونکہ وہ دن بہت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اس دنیا کو ختم کر کے ایک نئی دنیا بنائے گا اور پھر ہر شخص سے اس کے کئے ہوئے اعمال کا حساب لے گا۔ یہ وعدہ الٰہی کب پورا ہوگا اس کا علم تو اللہ کو ہے البتہ ایسا لگتا ہے کہ اب اس وعدے کے پورا ہونے کا وقت بہت دور نہیں ہے بلکہ قریب آگیا ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم ایک ایسی معیاری کتاب ہے جو اس سے پہلے نازل کی جانے والی کتابوں کے لئے کسوٹی کا درجہ رکھتی ہے یعنی بنی اسرائیل جنہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی طرف سے اتنی جھوٹی باتوں کو

گھڑلیا تھا جس سے ان کی کتابیں تضاد اور اختلاف کا نمونہ بن کر رہ گئی ہیں لیکن قرآن کریم نے ان تمام اختلافات کو دور کر کے ان سچائیوں کو بیان کیا ہے جو اصل حقائق ہیں۔ قرآن کریم اہل ایمان کے لئے ہدایت ورہنمائی اور رحمت کا سبب ہے۔ اگر قرآن کریم کی آیات نازل نہ ہوتیں تو ان بنی اسرائیل کی من گھڑت باتوں سے ساری دنیا گمراہ ہو کر رہ جاتی۔ قرآن کریم نے ہر سچائی کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ ان کے اختلافات کی قلعی تو اللہ نے کھول کر رکھ دی ہے وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ کھلی ہوئی سچائی پر ہیں۔ یقیناً وہ لوگ جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہیں ان کو آپ راہ ہدایت دکھا نہیں سکتے۔ البتہ آپ اپنی کوشش کرتے رہیے۔ قیامت کب آئے گی اس کا تعین تو نہیں کیا گیا البتہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب زمانہ میں دجال کا خروج دابتہ الارض کا ظہور، دخان (دھواں) اور سورج کا مغرب سے نکلنا جب یہ سب علامتیں پوری ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت بہت قریب ہے۔

دابتہ الارض زمین سے پیدا ہونے والا ایک خوفناک جانور ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور جو لوگ قیامت کا یقین نہ کرنے والے ہوں گے ان کو یقین آجائے گا۔ لیکن اس وقت کا یقین اور ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ
بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ
بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾
وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٨٥﴾
أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

اور جس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا نکالیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ پھر ان کو اکٹھا کرنے کی غرض سے جمع کیا جائے گا۔ پھر جب وہ حاضر ہوں گے تو اللہ فرمائیں گے۔ کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا تھا جب کہ تم نے اس

کو اچھی طرح جان لیا تھا۔ یا بتاؤ کہ تم کیا کرتے تھے؟ اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وعدہ الٰہی پورا ہو کر رہے گا۔ پھر وہ بات تک نہ کر سکیں گے۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے تا کہ وہ اس میں آرام کر سکیں اور دن کو دیکھنے کے لئے روشن بنایا ہے۔ بے شک ان آیات میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

نَحۡشُرُ	ہم جمع کریں گے
يُوۡزَعُوۡنَ	جماعت بندی کی جائے گی
لَمۡ تُحِيۡطُوۡا	تم نے نہیں گھیرا تھا
لَا يَنۡطِقُوۡنَ	وہ بات نہ کریں گے
لِيَسۡكُنُوۡا	تا کہ وہ سکون حاصل کریں
مُبۡصِرٌ	دیکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶

گذشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ جب سارے انسانوں کو فنا کر دیا جائے گا تو پھر صور پھونکا جائے گا اور اللہ کے حکم سے سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ پھر تمام امتوں میں سے ایسے لوگوں کے گروہ جمع کئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اگلے پچھلے تمام لوگ جمع ہو جائیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ جب تمہارے پاس ہماری نشانیاں آ گئی تھیں اور غور و فکر کا موقع بھی تھا پھر تم کس مشغلے میں پھنسے رہے کہ تم نے بے سوچے سمجھے ہماری آیات کا انکار کر دیا تھا اور ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ چونکہ انہوں نے زندگی بھر ظلم و زیادتی کے ساتھ زندگی گذاری ہو گی تو وہ جواب دینے کے قابل بھی نہ رہیں گے اور وہ اس کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ فرمایا کہ ویسے تو ہم نے کائنات میں قدم قدم پر اپنی نشانیوں کو بکھیر دیا تھا جن

پر غور و فکر ان کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیتا لیکن اگر وہ صرف رات اور دن کے آنے جانے ہی میں غور و فکر اور تدبیر سے کام لیتے جس کو وہ دیکھتے رہتے تھے تو وہ اللہ کی ذات اور پیغمبروں کی صداقت میں کبھی شک و شبہ نہ کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات اس لئے بنائی ہے تاکہ اس میں راحت و سکون حاصل کر سکیں اور دن اس لئے بنایا ہے تاکہ اس میں دیکھ بھال کر اپنے لئے روزی پیدا کر سکیں۔ یہ رات دن کے الٹ پھیر پر ہی غور کر لیتے تو ان کی سمجھ میں آ جاتا کہ کوئی ایسی ذات موجود ہے جو اس پورے نظام کائنات کو چلا رہی ہے۔ یہ دنیا خود بخود پیدا نہیں ہو گئی ہے بلکہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے یہ بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ
فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ
تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللّٰهِ
الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ
اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۚ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ
الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۷ ۱۱ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

اور جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو جو بھی زمین و آسمان میں ہوں گے وہ گھبرا اٹھیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ چاہے۔ اور سب کے سب اس کے سامنے عاجز بن کر حاضر ہوں گے۔ (اے مخاطب تو) پہاڑوں کو اپنی جگہ جما ہوا خیال کرتا ہے حالانکہ وہ (قیامت کے دن) بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ سب اس اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں جو نہایت مضبوط و مستحکم ہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے۔

جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوگا تو اس کو اس کی نیکی سے زیادہ بہتر بدلہ ملے گا۔ اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ اور جو برائی کے ساتھ آئے گا اس کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ کہا جائے گا کہ تمہیں وہی بدلہ دیا گیا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کے پروردگار کی عبادت و بندگی کروں۔ وہ جس نے اس (شہر کو) قابل احترام بنایا ہے۔ اور ہر چیز اسی کے لئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں برداروں میں سے رہوں۔

اور (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ) میں اس قرآن کی تلاوت کروں۔ جو صحیح راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے بھلے کے لئے کرتا ہے۔ اور جو راستے سے بھٹکتا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ وہ بہت جلد تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا۔ اس وقت تم اس کو پہچان سکو گے۔ اور آپ کا پروردگار اس سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

یُنْفَخُ	پھونک ماری جائے گی
فَزِعَ	گھبرا گیا
دَاخِرِیْنَ	عاجزی کرنے والے
تَحْسَبُ	تو گمان کرتا ہے

جَامِدَةٌ	جمع ہو جانے والی
تَمُرُّ	وہ چلے گی
اَلسَّحَابُ	بادل
صُنْعَ اللّٰهِ	اللہ کی کاری گری
كُبَّتْ	اوندھا پھینک دیا گیا
هَلْ تُجْزَوْنَ	کیا تم بدلہ دیئے جاؤ گے
اُمِرْتُ	میں حکم دیا گیا ہوں
اَلْبَلْدَةُ	شہر
حَرَّمَ	قابل احترام بنایا
اَنْ اَتْلُوَ	یہ کہ میں تلاوت کروں گا
سَيُرِيْ	وہ بہت جلد دکھائے گا
تَعْرِفُوْنَ	تم پہچانتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۸۷ تا ۹۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر قیامت اور اس دن کی ہولنا کی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں پر ایک اصولی بات ارشاد فرمائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس دن حضرت اسرافیلؑ اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے تو صور کی ہیبت ناک آواز سے زمین و آسمان میں رہنے والی مخلوق پر دہشت طاری ہو جائے گی۔ اور ہر ایک کو اس کے سامنے دب کر اور عاجزی کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ فرمایا کہ سب پر بدحواسی اور گھبراہٹ طاری ہوگی لیکن وہ لوگ جنہوں نے نیکیوں اور بھلائیوں میں زندگی گذاری ہوگی وہ اس گھبراہٹ اور اس دن کی پریشانی سے محفوظ رہیں گے۔ قیامت کے دن ان کی چند کیفیات کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے

(۱) ہر شخص کو نہایت عاجزی اور انکساری سے گردن جھکا کر اس کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا۔

(۲) وہ پہاڑ جنہیں ہم جما ہوا محسوس کرتے ہیں صور پھونکے جانے کے بعد اس طرح چلتے، اڑتے نظر آئیں گے جس طرح آسمان پر بادل چلتے اور اڑتے نظر آتے ہیں۔

(۳) فرمایا کہ یہ ساری دنیا اور اس کی بناوٹ سب اللہ کی کاریگری ہے اس میں ہر انسان جو کچھ کرتا ہے اس کی ایک ایک حرکت اور عمل سے وہ پوری طرح واقف ہے۔

(۴) جو لوگ نیکیوں اور بھلائیوں کے ساتھ آئیں گے وہ اس دن کی گھبراہٹ، پریشانی اور بدحواسی سے محفوظ رہیں گے اور وہ نہایت سکون سے اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے۔

(۵) لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی گناہوں اور خطاؤں، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی وہ نہایت گھبرائے ہوئے ہوں گے اور ان کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا اور کوئی کسی کا ساتھ نہ دے گا اور کوئی کسی کے حال کو پوچھنے والا نہ ہوگا۔ اور ان کو وہی بدلہ دیا جائے گا جس کو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ یعنی ان پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے اعمال کے مطابق ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کے مالک اور پروردگار کی عبادت و بندگی کروں جس نے اس شہر کو عزت و عظمت سے نوازا ہے۔ اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے فرماں بردار بندوں میں شامل رہوں۔ اور میں اس قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہوں جو اس نے نازل کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا برحق ہے۔ وہ بڑا ہیبت ناک دن ہوگا جہاں کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ وہاں اگر کوئی چیز کام آنے والی ہے تو وہ اللہ کی رحمت اور انسان کے نیک اور بہتر اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کے مقدس گھر کا احترام کرنے والے اور اس کے فرماں بردار ہیں ان کو اس دن نہ صرف گھبراہٹ سے نجات عطا فرمائے گا بلکہ آخرت کی تمام بھلائیاں ان کا مقدر ہوں گی۔

آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس بات کا اعلان فرما دیجئے کہ جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اس نے اپنا فائدہ کیا لیکن جس نے گمراہی اختیار کرلی تو میرا کام خبردار کرنا تھا میں نے کردیا البتہ ہر انسان کو خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کے لئے آخرت میں کام آنے والی چیز کیا ہے۔ تمام تعریفیں اور عظمتیں اللہ کے لئے ہیں وہ بہت جلد تمام سچائیوں کو کھلی آنکھوں سے دکھا دے گا۔ اور ہر شخص اس بات کو پیش نظر رکھے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے وہ ہر ایک کی ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

الحمدللہ سورۂ نمل کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۰

امن خلق

سورة نمبر ۲۸

اَلْقَصَص

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	28
کل رکوع	9
آیات	88
الفاظ وکلمات	1454
حروف	6011

سورۃ القصص جس کے ابتدائی پانچ رکوعوں میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو بڑی تفصیل سے ارشاد فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ پر اپنا کلام نازل کیا مگر انسانی ہاتھوں نے اللہ کی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

اب اللہ نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے وہی قیامت تک انسانوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ اگر انہوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو پھر قیامت تک ان کو راہ ہدایت نصیب نہ ہوگی۔

سورۃ القصص مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس کے ابتدائی پانچ رکوعوں میں حضرت موسیٰؑ کا واقعہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں رکوع میں قرآن کریم کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ بے شک توریت اور انجیل کو اللہ نے نازل فرمایا لیکن لوگوں نے ان میں ایسی باتوں کو شامل کر دیا تھا جن کا تعلق اللہ کی اتاری ہوئی بنیادی تعلیمات سے نہیں تھا اب قیامت تک ساری انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ قرآن کریم کی سچی تعلیمات پر چل کر راہ ہدایت حاصل کریں۔

مصر میں دو قومیں آباد تھیں ایک قبطی حکمران ٹولہ جس کے حکمران کو فرعون کہا جاتا تھا۔ وہ پورے ملک میں پانچ فیصد بھی نہ تھے مگر ظالم حکمراں ہونے کی وجہ سے اپنی فوج کی قوت سے ان بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا جو پورے ملک میں واضح اکثریت رکھتے تھے۔ چونکہ بنی اسرائیل بے عمل ہو چکے تھے اور پوری قوم اس قدر منتشر تھی کہ وہ کسی کو اپنا رہنما تسلیم نہ کرتی تھی۔ ان کے اس انتشار سے فائدہ اٹھا کر قبطیوں کا یہ مختصر سا ٹولہ ہر طرح کے ظلم و ستم کرنے میں آزاد تھا۔

بنی اسرائیل مصر میں حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں آئے جن کی تعداد ایک سو سے بھی کم تھی لیکن دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی وجہ سے ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔ قبطی اچھی طرح جانتے تھے کہ بنی اسرائیل ایک بہت بڑی قوت ہیں ان میں اگر اس کا شعور بیدار ہو

قارون جو حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور بے پناہ دولت کا مالک تھا۔ جس کے خزانوں کی چابیاں اٹھا کر ایک مضبوط جماعت بھی تھک جاتی تھی جب اس نے غرور و تکبر کیا تو اللہ نے اس کو اور اس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا وہ دولت اس کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔ اللہ کو کسی کا غرور و تکبر پسند نہیں ہے۔

گیا تو پھر قبطی اپنی تمام تر طاقت و قوت کے باوجود حکمرانی نہ کرسکیں گے۔ ان کے خوف کی انتہا یہ تھی کہ جب کسی نے یہ بتا دیا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو فرعون کے اقتدار کا خاتمہ کر دے گا۔

فرعون نے حکم جاری کیا کہ اب بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوگا اس کو قتل کر دیا جائے گا چنانچہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہوتا اس کو ماں کی گود سے چھین کر قتل کر دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل کی کمزوریوں کی انتہا یہ تھی کہ جن ماؤں کی گود سے ان کے لخت جگر کو چھینا جاتا وہ اس پر احتجاج تک نہ کرسکتی تھیں۔ اسی دوران حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بھی یہی خطرہ تھا کہ ان کی گود بھی ویران ہو جائے گی۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کے قلب میں یہ الہام فرمایا کہ وہ اس بچے کو کسی صندوق یا ٹوکری میں رکھ کر دریا میں بہا دیں حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔ ادھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اس طرح اظہار فرمایا کہ وہ صندوق فرعون کے گھر والوں نے ہی پانی سے نکالا۔ سب کی رائے یہی تھی کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے کہا کہ ہم اس بچے کو پرورش کریں گے اور اپنا بیٹا بنائیں گے۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کی بہن کو اس کام پر مامور کیا تھا کہ وہ دیکھتی چلی جائیں کہ یہ صندوق کہاں پہنچتا ہے۔ جب وہ فرعون کے گھر میں پہنچ گیا تو انہیں اطمینان ہوا۔ ادھر حضرت موسیٰؑ جو ایک چھوٹے سے دودھ پیتے بچے تھے انہوں نے رونا شروع کیا اور بھوک سے تڑپنا شروع کیا اور کسی کا دودھ نہ پیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے کہا کہ میں ایک ایسے خاندان سے واقف ہوں جو بچے کی پرورش اچھی طرح کر سکتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بلایا گیا اور حضرت موسیٰؑ نے ان کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اس طرح اللہ نے ایک ماں کو اپنے بیٹے سے ملا دیا اور فرعون کے گھر میں اسی بچے کی شاہانہ پرورش کرا دی جس کے خوف سے وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کر رہا تھا۔

جب حضرت موسیٰؑ جوان ہو گئے تو وہ قبطیوں کے ظلم کو برداشت نہ کر سکے۔ ایک دن کوئی قبطی اور بنی اسرائیلی شخص کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ قبطی بنی اسرائیلی شخص کو گھسیٹ رہا تھا حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیلی کو اس ظلم سے بچانا چاہا تو وہ قبطی حضرت موسیٰؑ سے الجھ گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک گھونسا مارا تو وہ قبطی وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو افسوس ہوا کہ ان کے ہاتھوں ایک شخص کا قتل ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے اس خطا پر معافی مانگی جس کو اللہ نے قبول کر لیا اگلے دن حضرت موسیٰؑ نے دیکھا

کہ وہی بنی اسرائیلی شخص کسی دوسرے آدمی سے جھگڑ رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی جھگڑالو آدمی ہے اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے یہ کہہ کر شور مچادیا کہ اے موسیٰؑ جس طرح تم نے گذشتہ کل ایک قبطی کو ماردیا تھا مجھے بھی قتل کردو گے۔ یہ بات فرعون کے کان تک پہنچ گئی اس نے حضرت موسیٰؑ کو گرفتار کرنے کا حکم جاری کردیا۔ کسی مخلص آدمی نے حضرت موسیٰؑ کو بتادیا کہ فرعون کے دربار سے آپ کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کے احکامات جاری ہوچکے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے اس ظلم سے بچنے کے لیے مصر سے نکل کر مدین کی طرف ہجرت کرگئے۔

مدین پہنچ کر حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ ایک کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں لیکن دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو روکے ہوئے الگ تھلگ کھڑی ہوئی ہیں حضرت موسیٰؑ نے ان سے پوچھا کہ تم الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے کہا یہ تو ہمارے ہر روز کا معمول ہے جب سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلالیتے ہیں تب ہمارا نمبر آتا ہے اور ہم اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کڑیل جوان تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلادیا۔ جب وہ دونوں لڑکیاں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئیں تو حضرت موسیٰؑ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر فریاد کی الٰہی! مجھے اس غربت میں آپ جو کچھ بھی عطا کریں گے اس کے لیے میں حاجت مند ہوں۔

ابھی وہ دعا اور فریاد کر رہے تھے کہ وہی دونوں لڑکیاں حضرت موسیٰؑ کے پاس آئیں۔ ان میں سے ایک جو شرم و حیا کا پیکر تھی کہنے لگی ہمارے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلانے کی زحمت کی ہے اس کا کچھ بدلہ دے سکیں۔ حضرت موسیٰؑ روانہ ہوگئے۔ حضرت موسیٰؑ جن کے پاس آئے تھے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے تمام واقعات سن کر فرمایا کہ اب تم مت گھبراؤ۔ اللہ نے تمہیں ایک ظالم قوم سے نجات عطا کردی ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک نے کہا ابا جان! اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کو اپنے پاس ملازم رکھ لیں کیونکہ یہ انتہائی مضبوط اور دیانت دار آدمی ہیں۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال تک میری خدمت کرو تو میں اپنی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی سے تمہارا نکاح کرسکتا ہوں۔ اور زور زبردستی تو ہے نہیں اگر تم خوشی سے دس سال پورے کرلو تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس شرط کو قبول کرلیا اور اس طرح دس سال تک حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ کی خدمت کی۔ چنانچہ ان کی ایک لڑکی سے ان کی شادی کردی گئی۔ دس سال کے بعد حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ شاید وہ اس اندھیری رات میں سردی کے موسم میں راستہ بھٹک گئے تھے۔ انہوں نے دور سے ایک روشنی کو دیکھا۔ کہنے لگے کہ میں ابھی اس آگ میں سے کوئی

انگارہ لے کر آتا ہوں اور اگر کسی نے راستہ بتادیا تو اسی پر چل پڑیں گے۔

حضرت موسیٰؑ اس وقت کوہ طور کے دامن میں تھے۔ جب وہ ایک درخت کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک درخت میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ اچانک آواز آئی اے موسیٰ یہ میں ہوں تیرا رب اللہ۔ یہی وہ موقع ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور عصا اور ید بیضا کے معجزات عطا کر کے فرمایا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس کی سرکشی کے گھمنڈ کو توڑ کر رکھ دو حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی! میرے لیے ہارون کو جو زبان کے بڑے فصیح و بلیغ ہیں ان کو میرا مددگار بنا دیجیے۔ چنانچہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو ان کا معاون و مددگار بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لے کر یہ دونوں بھائی فرعون کے پاس پہنچے۔ اس کو سمجھایا اور معجزات دکھائے۔ اس نے ان معجزات کو جادو قرار دے کر ملک بھر کے جادوگروں کو جمع کر لیا۔ لیکن جب ان جادوگروں نے دیکھا کہ ان کے بے حقیقت جادو کے سامنے حضرت موسیٰؑ نے معجزے کے طور پر اپنا عصا پھینکا تو وہ اژدھا بن گیا اور اس نے ان جادوگروں کے جادو اور طلسم کو توڑ کر رکھ دیا اور وہ سب جادوگر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کامیابی اور فتح نصیب کی اور حضرت موسیٰؑ راتوں رات تمام بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین کی طرف لے کر چل پڑے۔ ادھر فرعون نے ان کا پیچھا کیا۔ اللہ نے پانی میں راستے بنا دیئے۔ بنی اسرائیل پار اتر گئے مگر فرعون اور اس کے لشکریوں کو پانی کی لہروں میں ڈبو دیا گیا۔ اس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کو کامیاب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کے لئے ایک عظیم کتاب توریت عطا فرمائی تا کہ یہ قوم دین کے اصولوں کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر سکے۔ مگر انہوں نے اسی توریت میں اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں گھڑ کر اس کتاب کو مشکوک بنا دیا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک توریت و انجیل اللہ نے نازل فرمائیں لیکن انسانی ہاتھوں نے اور بنی اسرائیل کی بے عملی نے ان کی کتاب میں کافی بڑی مقدار میں ایسی باتیں شامل کر دیں جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اب قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب نازل کی ہے جس کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لیا ہے۔

فرمایا کہ اب یہی قرآن ساری انسانیت کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ اگر بنی اسرائیل اور دنیا کی سب قوموں نے قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنا لیا تو ان کو ہدایت اور دین و دنیا کی تمام عظمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ لیکن اگر اس قرآن کریم سے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑا گیا تو پھر قیامت تک ان کو کوئی اور ہدایت دینے والا نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو سچائی اور

پاکیزگی کے ساتھ ساری دنیا کے لیے رہبر ورہنما بنایا ہے۔

آخر میں فرمایا گیا کہ لوگو! یہ سارا نظام کائنات اللہ کے حکم سے چل رہا ہے۔ وہی دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر وہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کو ختم کر کے ایک ہی چال پر رہنے دے تو انسانی حیات مٹ کر رہ جائے گی۔ یہ رات اور دن کا پورا نظام اس کی قدرت کاملہ سے چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کے ایک شخص قارون کا ذکر کیا ہے جو بے پناہ دولت کا مالک تھا مگر اس کا غرور و تکبر اس کو لے ڈوبا۔ وہ مال و دولت اس کے کام نہ آئے بلکہ اللہ نے قارون اور اس کی دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔ فرمایا کہ جو لوگ غرور و تکبر سے کام نہیں لیتے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہی عزت و سر بلندی سے نوازتا ہے لیکن جو لوگ غرور و تکبر اور بڑائی اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

سُوْرَةُ الْقَصَص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ
مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ
عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً
مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۗ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿٥﴾
وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ٦

طا۔ سین۔ میم۔ یہ واضح کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ ﷺ کو موسیٰ اور فرعون کے بعض صحیح واقعات ان لوگوں کے لئے پڑھ کر سنا رہے ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ بلاشبہ فرعون نے سرزمین (مصر) میں بڑی سرکشی اختیار کر رکھی تھی۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو فرقوں میں بانٹ رکھا تھا۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو اس نے اس طرح کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اور ہم ان (بنی اسرائیل) پر یہ احسان کرنا چاہتے تھے کہ ملک میں جن لوگوں کو کم زور

کر دیا گیا تھا ان کو لوگوں کا پیشوا (رہنما) بنائیں اور ہم ان ہی کو (ملک کا) وارث بنائیں اور ان کو ملک میں جما دیں۔ اور (ہم چاہتے تھے کہ) فرعون اور ہامان کو ان ہی لوگوں کے ہاتھوں وہ کچھ دکھا دیں جن چیزوں کا ان کو خطرہ تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

نَتْلُوْا	ہم پڑھتے ہیں
نَبَأٌ	خبر۔ حال
عَلَا	اس نے سرکشی کی
شِيَعٌ	فرقے۔ گروہ
يَسْتَضْعِفُ	وہ کمزور کرتا ہے
يُذَبِّحُ	وہ ذبح کرتا ہے
يَسْتَحْيِ	وہ زندہ رکھتا ہے
نَمُنُّ	ہم احسان کرتے ہیں
اَئِمَّةٌ (اِمَامٌ)	پیشوا۔ رہنما
نُرِیْ	ہم دکھائیں گے
يَحْذَرُوْنَ	وہ ڈرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ القصص کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے۔ ممکن ہے ان حروف کے معنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بتا دیئے ہوں اور آپ نے امت کو بتانا

ضروری نہ سمجھا ہو۔لہذا ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اگر امت کو بتانا ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس سلسلہ میں ضرور ارشاد فرماتے یا صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے ضرور پوچھتے۔

سورۃ القصص میں کل 83 آیات ہیں جن میں سے 43 آیات میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا گیا ہے جس میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا

(۱) اس کتاب قرآن مجید کی واضح اور کھلی ہوئی آیات ہیں جن کو سمجھنے اور عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ وہ اپنے معنی اور مفہوم کے لحاظ سے نہایت واضح روشن اور آسان آیات ہیں۔ اگر ذرا بھی ان پر توجہ اور دھیان دیا جائے تو اس سے عمل اور نجات کی راہیں آسان ہو سکتی ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے حضرت موسیٰ کے واقعات کو بالکل صحیح اور درست انداز میں پیش کیا ہے اور بنی اسرائیل نے اس دعوے کے باوجود کہ حضرت موسیٰ ان کے ہیرو ہیں ان کی شخصیت کے بعض پہلوؤں کو داغ دار کر رکھا تھا۔ اور ان کے واقعات زندگی کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کر رکھا تھا کہ اس سے عظمت کے تاثرات کے بجائے برے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان برے پہلوؤں کو دور کر کے صحیح واقعات کو بیان کیا ہے۔

(۳) فرعون نے سرزمین مصر میں بنی اسرائیل کی واضح اکثریت ہونے کے باوجود ان کو انتہائی ذلیل کر کے رکھا ہوا تھا اور ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔ جب فرعون اور اس قوم کی سرکشی، تکبر و غرور اور ظلم و ستم اپنی انتہاؤں پر پہنچ گیا تو اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو چند معجزات دے کر بھیجا تا کہ ان کی اصلاح کی جا سکے۔

(۴) ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' اس سیاسی اصول کی ابتداء شاید فرعون نے کی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اس وقت مصر میں بنی اسرائیل پچانوے فیصد تھے اور قبطی حکمران اور اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی سی تھی مگر انہوں نے طاقت و قوت، ظلم و جبر کی ایسی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی کہ جس سے پوری قوم بنی اسرائیل پست سے پست اور ذلیل کام کر کے اپنے پیٹ کی آگ بجھانے پر مجبور کر دی گئی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس کے بعد اس قوم میں ظالم حکمرانوں کے ظلم کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور طاقت ختم ہی ہو کر رہ گئی تھی۔ فرعون نے اس شخصی حکومت کی بقا کے لئے ہر طرف قدم قدم پر اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ اور پوری قوم بنی اسرائیل کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے ایک کو دوسرے سے بھڑا رکھا تھا۔ حکومتی جبر کے ان اقدامات سے بنی اسرائیل تباہی اور ذلت کے آخری کنارے تک پہنچ چکے تھے۔

(۵) قوم بنی اسرائیل مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے اور ریاستی جبر اور ظلم و ستم کے سامنے اس قدر بے بس، مجبور اور کمزور ہو چکی تھی کہ ماؤں کی گود سے ان کے معصوم بچوں کو چھین کر ان کے سامنے ذبح کیا جاتا اور بچوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر

اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا اس سلسلہ میں احتجاج تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لڑکیوں کو اس لئے زندہ رکھتے تھے کہ ان سے فرعون کی سلطنت کو کوئی خطرہ نہیں تھا اور ان کو یقین تھا کہ آئندہ وہ ان کی باندیاں اور غلام بن کر ان کے کام آئیں گی۔

(۶) فرعون زبردست فسادی آدمی تھا جس نے اپنے اقتدار اور سلطنت کو بچانے کے لئے ہر طرف تباہی و بربادی کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اس کے شر سے کوئی محفوظ نہ تھا۔

(۷) فرعون کی ان سازشوں اور کوششوں کے برخلاف اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ اس کمزور اور بے بس قوم کو ایسی طاقت وقوت عطا کر دی جائے جس سے فرعون اپنے کیفرکردار تک پہنچ جائے اور بنی اسرائیل کو وہ عظمت، حکومت اور سلطنت دے دی جائے جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے پر جوش خطبات سے قوم بنی اسرائیل میں ایک نئی زندگی کی لہر پیدا ہوگئی اور وہ فرعون کے ظلم وستم کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دس سال تک مدین میں جلاوطنی کی زندگی گذارنے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ مصر واپس تشریف لائے تو اللہ نے ان کو نبوت و رسالت سے نواز کر ایسے معجزات عطا کئے جن کے سامنے فرعون اور اس کی طاقتیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ اور اس طرح فرعون اور ہامان کو جو خطرہ تھا جس کی وجہ سے وہ قوم بنی اسرائیل کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اللہ نے اپنی مشیت اور ارادے سے فرعون کی تدبیریں خود اس پر الٹ دیں۔ اللہ نے فرعون اور اس کے ماننے والے لشکریوں کو پانی میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو ان کا وارث بنا دیا۔

جب تک قوم بنی اسرائیل فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہے وہ فرعون کے غلاموں جیسی زندگی گذارتے رہے لیکن جب وہ اللہ کے دین پر چلتے ہوئے متحد و متفق ہوئے تو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے فرعون کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ختم کر دیا اور اہل ایمان کو عظمت کی بلندیاں عطا فرما دیں۔

ان آیات میں درحقیقت کفار مکہ کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ کفر کتنا بھی طاقت ور ہو جب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں تو قدرت کا غیبی ہاتھ ان کی مدد کر کے اس بلند مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں ان کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بتایا جا رہا ہے کہ کفار مکہ یہ نہ سمجھیں کہ اہل ایمان کمزور ہیں اور ان پر جو ظلم وستم کیا جا رہا ہے اس کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ بلکہ وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ تعالیٰ ان کمزور اور بے بس مسلمانوں کو اتنی طاقت وقوت عطا فرما دے گا کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلے آ جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے خلوص کو قبول کر کے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو اتنی زبردست قوت وطاقت بنا دیا کہ ساری دنیا کی سلطنتیں ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئیں۔ اہل ایمان کامیاب و بامراد ہوئے اور کافر اس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور انہوں نے اپنی آخرت بھی برباد کر ڈالی۔

۳۷۲

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ
اَرۡضِعِيۡهِ‌ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا
تَحۡزَنِىۡ‌ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجٰعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۞ ۷
فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا‌ ؕ اِنَّ
فِرۡعَوۡنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوۡدَهُمَا كَانُوۡا خٰطِـئِيۡنَ ۞ ۸ وَقَالَتِ
امۡرَاَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّىۡ وَلَكَ‌ ؕ لَا تَقۡتُلُوۡهُ ‌ۖ
عَسٰٓى اَنۡ يَّـنۡفَعَنَاۤ اَوۡ نَـتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۞ ۹
وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰى فٰرِغًا‌ ؕ اِنۡ كَادَتۡ لَـتُبۡدِىۡ بِهٖ
لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰى قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۞ ۱۰
وَقَالَتۡ لِاُخۡتِهٖ قُصِّيۡهِ‌ فَبَصُرَتۡ بِهٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّهُمۡ
لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۞ ۱۱ وَحَرَّمۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ
هَلۡ اَدُلُّـكُمۡ عَلٰٓى اَهۡلِ بَيۡتٍ يَّكۡفُلُوۡنَهٗ لَـكُمۡ وَهُمۡ لَهٗ
نٰصِحُوۡنَ ۞ ۱۲ فَرَدَدۡنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىۡ تَقَرَّ عَيۡنُهَا وَلَا تَحۡزَنَ
وَلِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۞ ۱۳ ع ۱/۱۳/۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

اور ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو الہام کیا (ان کے دل میں ڈالا) کہ وہ (موسیٰ کو) دودھ پلاتی رہیں۔ پھر جب اس طرف سے (فرعون کی طرف سے) کوئی خطرہ ہو تو اس کو دریا میں ڈال دیں۔

نہ تو کوئی اندیشہ کرنا اور نہ غم کھانا۔ یقیناً ہم اس کو تمہاری طرف لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنا دیں گے۔ پھر فرعون کے گھر والوں نے اس کو (موسیٰ کو) اٹھا لیا تا کہ وہ ان کے لئے دشمنی اور غم کا سبب بن جائے۔ بلاشبہ فرعون، ہامان اور ان دونوں کے لشکر نے بڑی غلطی کھائی۔ اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل مت کرنا۔ ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں یہ (سب کچھ کرتے ہوئے وہ) بے خبر تھے۔ اور صبح کو موسیٰؑ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا۔ اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیا ہوتا تو وہ اس کا حال ظاہر کر دیتی۔ (یہ اس لئے کیا) تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے رہے۔ موسیٰؑ کی والدہ نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ چنانچہ وہ موسیٰؑ کو اس طرح دیکھتی رہی کہ (فرعون والوں کو) پتہ ہی نہ چل سکا۔ اور ہم نے پہلے ہی سے دودھ پلانے والیوں کے دودھ کی اس پر بندش لگا رکھی تھی۔ اس پر (موسیٰ کی بہن نے) کہا کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے اس بچے کی پرورش کرے۔ اور وہ اس (بچے) کے خیر خواہ بھی ہوں۔ اور اس طرح ہم نے (موسیٰؑ کو) اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور وہ غمگین نہ ہو۔ اور تا کہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۳

اَوْحَيْنَا	ہم نے وحی کی
اَرْضِعِيْهِ	دودھ پلا
اَلْيَمُّ	دریا۔ سمندر
اِنَّا رَادُّوْهُ	بے شک ہم اس کو لوٹا دیں گے
اِلْتَقَطَ	اس نے اٹھا لیا
خٰطِئِيْنَ	خطا کرنے والے
اِمْرَاَةٌ	عورت

قُرَّةُ عَیۡنٍ	آنکھوں کی ٹھنڈک
اَصۡبَحَ	ہوگیا
فُؤَادُ	دل
فٰرِغٌ	بے قرار۔ بے چین
کَادَتۡ	قریب ہے
رَبَطۡنَا	ہم نے باندھ دیا
قُصِّیۡ	پیچھے جا
جُنُبٌ	دور۔ اجنبیت
حَرَّمۡنَا	ہم نے روک دیا
اَلۡمَرَاضِعُ	دودھ پلانے والیاں
هَلۡ اَدُلُّ	کیا میں بتاؤں
یَکۡفُلُوۡنَ	وہ ذمہ داری لیتے ہیں
کَیۡ تَقَرَّ	تاکہ ٹھنڈی رہیں

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ نے ان کو فرعون کی ان جاسوس عورتوں سے چھپائے رکھا جو دن رات ہر گھر میں جھانک جھانک کر یہ دیکھتی رہتی تھیں کہ کوئی نیا بچہ پیدا تو نہیں ہوا۔ اگر ان کو معلوم ہو جاتا تو وہ پیدا ہوتے ہی بچے کو بے رحمی سے ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا حمل بھی زیادہ ظاہر نہیں ہوا۔ جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہو گئے تو ان کی والدہ ان کو اچھی طرح چھپائے رہیں کہ کہیں کسی کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس گھر میں کسی بچے کی پیدائش ہوئی ہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ کی والدہ ہر وقت ایک انجانے خوف سے لرزتی رہتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں

اس بات کو جمادیا کہ جب بھی خوف زیادہ ہوجائے تو حضرت موسیٰ کو کسی محفوظ ٹوکرے یا صندوق میں رکھ کر پانی میں بہادیا جائے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائیں گے اور ہر دودھ پلانے والی کے دودھ کو اس سے روک دیں گے اور اس بچے کو ان کی والدہ کی طرف لوٹا دیں گے۔ یہ بات ان کی والدہ کو خواب میں بتادی گئی یا اللہ نے ان کے دل میں جمادیا۔ بہرحال جب حضرت موسیٰ کی والدہ کو یقین ہوگیا کہ اب ان کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا ممکن نہ ہوگا تو انہوں نے دل پر پتھر رکھ کر ایک محفوظ ٹوکرے میں ڈال کر حضرت موسیٰ کو دریائے نیل کے پانی میں بہادیا۔ حضرت موسیٰ کی بڑی بہن مریم اس ٹوکرے پر اس طرح نظر رکھے رہیں کہ کسی دیکھنے والے کو شبہ تک نہ ہونے پائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو فرعون کے لوگوں نے نکال لیا ہے تو حضرت موسیٰ کی بہن کسی طرح فرعون کے محل میں داخل ہوگئیں۔ انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے کہ اس بچے کو قتل کردیا جائے یا ماردیا جائے مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے کہا کہ اتنا پیارا بچہ ہے اس کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو محل میں پرورش کیا جائے اور بیٹوں کی طرح رکھا جائے۔ حضرت موسیٰ کی بہن نے دیکھا کہ (حضرت موسیٰ) بچے نے رونا شروع کیا۔ جو بھی دودھ پلانے والی دودھ پلانے کی کوشش کرتی تو حضرت موسیٰ اس طرف سے منہ پھیر لیتے۔ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں ایسے خاندان سے واقف ہوں کہ اگر ان کے حوالے کردیا جائے تو وہ خیر خواہی سے اس کی پرورش کرسکتے ہیں۔ فرعون کی بیوی نے کہا کہ اس خاندان کی عورت کو بلایا جائے۔ جب حضرت موسیٰ کی والدہ نے حضرت موسیٰ کو گود میں لیا تو انہوں نے دودھ پینا شروع کردیا اور اس طرح اللہ نے بیٹے کو ماں سے ملادیا اور حضرت موسیٰ نے ان کی گود میں پرورش پانا شروع کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ماں جس کا بچہ بظاہر اس سے جدا ہوگیا تھا ان کی ممتا کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے بچے کو موجوں کے حوالے تو کردیا تھا مگر وہ اس قدر بے قرار ہوگئی تھیں کہ شاید وہ اس کا اظہار کردیتیں مگر اللہ نے ان کے دل کو جمائے رکھا اور اس طرح یہ راز راز ہی رہا اور کسی پر ظاہر نہ ہوسکا۔ فرعون کے محل میں حضرت موسیٰ کی پرورش ہونے کا واقعہ درحقیقت فرعون اور ہامان کی بری طرح شکست تھی کیونکہ وہ اپنی تدبیریں کررہے تھے لیکن اللہ کی تدبیر کے سامنے ان کی ایک نہ چل سکی کیونکہ اللہ کی تدابیر اور مشیت کے سامنے کسی کی تدبیر کام نہیں آسکتی۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ

عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ
اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ
فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ
فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اور جب موسیٰؑ اپنی جوانی اور کمال شباب کو پہنچ گئے تو ہم نے انہیں علم و حکمت سے نوازا۔ اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور وہ (ایک دن) شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب وہاں کے باشندے بے خبر (سوئے ہوئے) تھے۔ موسیٰؑ نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے دیکھا۔ ایک تو موسیٰ کی جماعت کا تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا۔ تو جو شخص ان کا اپنا تھا اس نے اپنے دشمن پر موسیٰؑ سے مدد مانگی۔ اس پر موسیٰؑ نے ایک مکا مارا۔ تو اس کا کام تمام ہو گیا۔ موسیٰؑ نے کہا یہ تو ایک شیطانی کام ہو گیا۔ بے شک شیطان تو کھلا دشمن اور بہکانے والا ہے۔ عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دیجئے تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ بے شک وہی تو بہت معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ عرض کیا الٰہی! جیسا کہ آپ نے مجھ پر فضل و کرم کیا ہے تو میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

بَلَغَ	پہنچ گیا
اَشُدٌّ	قوت۔ جوانی
اِسْتَوٰى	پورا ہو گیا۔ برابر ہوا
رَجُلَيْنِ (رَجُلٌ)	دو مرد

اِسْتَغَاثَ	اس نے فریاد کی
وَكَزَ	مکا مارا۔ گھونسا مارا
قَضٰی	پورا ہو گیا
ظَهِيْرٌ	مددگار۔ مدد کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ پچیس تیس سال کے کڑیل جوان یعنی جسمانی، عقلی اور قلبی اعتبار سے متوازن شخصیت بن کر ابھرے تو شاہی محل میں پرورش پانے کی وجہ سے چہرے پر رعب اور گفتگو میں ایک خاص وقار جھلکتا نظر آتا تھا۔ وہ اکثر بنی اسرائیل کی بستیوں میں تشریف لے جاتے اور اپنی آنکھوں سے حکمران طبقے قبطیوں کے ظلم و ستم کو دیکھتے تھے۔ ایک دن جب سڑکیں ویران اور سنسان پڑی ہوئی تھیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک قبطی جو فرعون کے باورچیوں میں سے تھا اور ایک اسرائیلی آپس میں ایک دوسرے سے مار پیٹ کر رہے ہیں۔ جب اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو آتے دیکھا تو اس نے قبطی کے ظلم و زیادتی سے بچنے کے لئے ان سے فریاد کی۔ حضرت موسیٰؑ نے اس قبطی کو سمجھانے اور بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر اس قبطی پر اپنی برتری کا جنوں سوار تھا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ کی شان میں بھی گستاخانہ انداز اختیار کیا مگر حضرت موسیٰؑ نے نہایت تحمل اور برداشت سے کام لیا اور ایک دوسرے کو چھڑانے میں قبطی کے ایک گھونسا مارا تو وہ اس گھونسے کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو بہت افسوس ہوا کیونکہ ان کا مقصد قبطی کو تنبیہ کرنا تھا قتل کرنا نہیں تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں شرمندگی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا الٰہی! یہ جو کچھ بھی ہوا وہ شیطان کی حرکتوں کا اثر ہے وہ شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ الٰہی مجھ سے زیادتی ہو گئی ہے مجھے معاف کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والا مہربان ہے اس نے حضرت موسیٰؑ کی اس غلطی کو معاف کر دیا کیونکہ انہوں نے یہ قتل ارادہ اور قصد کے ساتھ نہیں کیا تھا بلکہ آپ تو دونوں میں صلح کرانے کی جدوجہد فرما رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا الٰہی! میرے اوپر تو آپ کے بہت احسانات ہیں اب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ معاملے کی تحقیق ہونے تک کسی کی حمایت نہیں کروں گا۔

اس واقعہ کی بقیہ تفصیلات تو اس سے بعد کی آیات میں آ رہی ہیں۔ ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ منصب نبوت پر فائز نہیں ہوئے تھے۔

(۲) اگر کہیں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو ان میں صلح صفائی کرانے کی کوشش کرنا نہایت ثواب کا کام ہے۔

(۳) اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو فوراً ہی اللہ سے معافی مانگ لینا چاہیے۔ اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خطاؤں کو معاف کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے اور عام طور پر وہ معاف فرما دیتا ہے۔

(۴) جب تک معاملے کی پوری طرح تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ محض گمان پر فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ گمان محض ایک گمان ہی ہو اور اصلیت کچھ بھی نہ ہو۔

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا
يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ
لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ
بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ
كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ
رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ
يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾
فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

پھر وہ صبح ہی صبح حالات کو دیکھتے ہوئے شہر پہنچے تو انہوں نے اچانک دیکھا وہی (اسرائیلی) شخص جس نے گذشتہ کل موسیٰؑ سے مدد مانگی تھی پھر وہ فریاد کر رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا بلاشبہ تو کھلا گمراہ ہے۔ پھر جب (موسیٰؑ نے) چاہا کہ اس پر ہاتھ ڈالیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا اے

موسیٰ ! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے قتل کر دے جس طرح تو نے گذشتہ کل ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ اس سرزمین پر زبردستی کرتا پھرے۔ اور تو میل ملاپ کرانے والوں میں سے نہیں ہے۔ اور ایک آدمی شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا اے موسیٰؑ (فرعون کے) درباری آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں۔ پس آپ یہاں سے نکل جائیے۔ بے شک میں آپ کا بھلا چاہنے والوں میں سے ہوں۔ پھر موسیٰؑ ڈرتے ہوئے اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور عرض کیا الٰہی ! مجھے ظالم قوم سے بچا لیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

یَتَرَقَّبُ	انتظار کرتا ہے۔ دیکھتا بھالتا ہے
اِسْتَنْصَرَ	اس نے مدد مانگی
اَلْاَمْسُ	گذشتہ کل
یَسْتَصْرِخُ	فریاد کرتا ہے۔ چلاتا ہے
غَوِیٌّ	گم راہ
یَبْطِشُ	وہ پکڑتا ہے
جَبَّارٌ	زبردستی کرنے والا
اَقْصَا	دور
یَاْتَمِرُوْنَ	وہ مشورہ کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

ظالم و جابر قوموں کا انداز ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر ہزاروں آدمی بھی ان کے ظلم و ستم کا شکار ہو کر مر جائیں، قتل ہو جائیں اور تباہ و برباد ہو جائیں تو ان کے نزدیک کوئی خاص بات نہیں ہوتی لیکن اگر ان ظالموں کا ایک آدمی بھی مارا جائے تو اس کو اتنی اہمیت

دی جاتی ہے جیسے ساری انسانیت کا خون ہو گیا ہے۔ چنانچہ فرعون جو اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کئے ہوئے تھا اور ماؤں کی گودیں اجاڑنے اور قتل و غارت گری کرنے میں سب سے آگے تھا جب اس کی قوم کا ایک قبطی مارا گیا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پوری حکومت میں بھونچال آ گیا ہے۔ ہر طرف اسی کا چرچا تھا کہ ایک قبطی مارا گیا ہے۔ مگر قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ جو ایک اسرائیلی اور قبطی کے درمیان صلح صفائی کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے اور ان کے ایک ہی گھونسے سے قبطی مارا گیا تھا تو اگلے دن صبح کو ایک انجانے خوف سے پریشان شہر کی طرف نکلے۔ آپ نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی شخص جس نے گذشتہ کل اپنی مدد کے لئے پکارا تھا وہ کسی دوسرے آدمی سے الجھ رہا ہے۔ اس نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا تو پھر فریاد کی۔ حضرت موسیٰؑ سمجھ گئے کہ یہ جھگڑالو آدمی ہے جو ہر ایک سے لڑتا پھرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس کی مدد کرنے کے بجائے اس اسرائیلی کو زبردست ڈانٹ پلائی کہ تو بڑا ہی برا آدمی ہے جو لوگوں سے جھگڑتا پھرتا ہے حضرت موسیٰؑ نے اس اسرائیلی کو اس شخص سے علیحدہ کرنے کے لئے جو ہاتھ بڑھایا تو وہ اسرائیلی کہنے لگا کہ اے موسیٰؑ کیا تم مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح گذشتہ کل تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا ایسا لگتا ہے کہ تم اس سرزمین پر اپنا زور چلانا چاہتے ہو اور باہمی صلح اور ملاپ کرانا نہیں چاہتے۔ جب اسرائیلی کے منہ سے یہ نکلا تو پورے شہر میں اس کا چرچا ہو گیا کہ گذشتہ کل جس قبطی کا خون ہوا تھا وہ حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا۔ بات فرعون تک پہنچ گئی۔ اس نے سارے درباریوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ طے پایا کہ حضرت موسیٰؑ کو بلا کر ان سے اس خون کا بدلہ لیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ کا ایک خیر خواہ جو اس پوری کاروائی کو سن رہا تھا وہ شہر کے دوسرے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ! فرعون کے دربار میں تمہارے قتل کے منصوبے بن رہے ہیں تم فوراً یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ۔ حضرت موسیٰؑ تو پہلے ہی سے ان حالات کا اندازہ کر چکے تھے۔ وہ اسی خوف کی حالت میں ایک طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کا رخ کس طرف ہے اس لئے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا الٰہی مجھے ان ظالموں سے بچا لیجئے (اور سیدھا راستہ عطا فرما دیجئے)۔

اس طرح حضرت موسیٰؑ مصر سے مدین پہنچ گئے۔ اس واقعہ کی بقیہ تفصیل اگلی آیات میں آ رہی ہے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ
السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ
النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۥ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ
قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا

شَيۡخٌ كَبِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىۡ
لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَىَّ مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰٮهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى
اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَـنَا ؕ
فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ نَجَوۡتَ مِنَ
الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

اور جب (موسیٰ نے) مدین کی طرف رخ کیا تو کہا کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے گا۔ اور جب وہ مدین کے (کنویں) پانی پر آئے تو انہوں نے بہت سے لوگوں کو (اپنے جانوروں کو) پانی پلاتے پایا۔ اور (موسیٰؑ نے) دیکھا دو عورتیں ان سب سے الگ (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں۔ (موسیٰؑ نے) پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس وقت تک (اپنے جانوروں کو) پانی نہیں پلاتیں جب تک (چرواہے) واپس نہ چلے جائیں۔ اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں پھر (موسیٰؑ نے بکریوں کو) پانی پلا دیا۔ اور ہٹ کر ایک سائے کی طرف آ گئے۔ عرض کیا الٰہی! جو نعمت بھی مجھے عطا فرمائیں میں اس کا محتاج ہوں۔ پھر ان دونوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ کہا میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے (ہماری بکریوں کو) پانی پلا کر کیا ہے۔

پھر جب موسیٰؑ ان کے (شعیب کے) پاس آئے اور اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے کہا مت ڈرو۔ تم ظالم قوم سے بچ کر آ گئے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

تَوَجَّهَ	متوجہ ہوا۔اس نے رخ کیا
تِلْقَاءُ	طرف۔سمت
یَسْقُوْنَ	وہ پانی پلاتے ہیں
تَذُوْدَانِ	روکے ہوئے
مَا خَطْبُکُمَا	تم دونوں کا کیا معاملہ ہے
لَا نَسْقِیْ	ہم نہیں پلاتیں
یُصْدِرُ	واپس لے جاتا ہے/لے جاتے ہیں
اَلرِّعَاءُ (رَاعٌ)	چرواہے
اَلظِّلُّ	سایہ
تَمْشِیْ	وہ چلتی ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۵

حضرت موسیٰؑ فرعون کی ظالمانہ کاروائیوں سے بچنے کے لئے ایک انجانی سی منزل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہر مشکل کے وقت تمام انبیاء کرامؑ اور صالحین کا ایک ہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے اللہ سے دعا کر کے مدد مانگتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کیا الٰہی! مجھے پوری توقع ہے کہ آپ مجھے کسی سیدھے راستے کی طرف ڈال دیں گے۔ اللہ نے ان کا رخ مدین کی طرف پھیر دیا۔ مدین جو کہ فرعون کی سلطنت سے باہر کا علاقہ تھا۔ آپ جب مدین کے کنویں پر پہنچے جہاں بہت سے لوگوں کی بھیڑ جمع تھی اور وہ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ دو لڑکیاں الگ تھلگ اپنے

جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان کی بے چارگی کو دیکھتے ہوئے پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ یعنی تم سب سے الگ تھلگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم اس وقت تک اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ سارے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر نکل نہ جائیں۔ کہنے لگیں کہ ہمارے والد بہت بوڑھے اور کمزور ہیں اس لئے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ جوان اور طاقت ور تھے انہوں نے آگے بڑھ کر ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور یقیناً ان کے گھر کے لئے پانی بھی دے دیا ہوگا۔ سفر کی شدید تکان اور بھوک پیاس کے باوجود حضرت موسیٰؑ نے بغیر کسی معاوضے کے یہ خدمت سرانجام دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مندوں اور کمزوروں کی مدد کرنا انبیاء کرامؑ کی ایک سنت ہے۔ جب یہ دونوں لڑکیاں خلاف معمول بہت جلد گھر آگئیں تو ان کے والد حضرت شعیبؑ نے حیرت سے پوچھا کہ آج اتنی جلدی تم کیسے آگئیں؟ انہوں نے پورا واقعہ بتایا کہ ایک اجنبی مسافر نے ان کی کس طرح مدد کی۔ ادھر حضرت موسیٰؑ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر رب العالمین سے عرض کرنے لگے کہ الٰہی! آپ کی عنایتوں کا میں محتاج ہوں میرا پروردگار جو بھی نازل فرمائے گا اس کا میں حاجت مند ہوں۔ جب حضرت شعیبؑ نے یہ پورا واقعہ سنا تو انہوں نے ان دونوں میں سے ایک لڑکی کو بھیجا کہ وہ اس مسافر کو ان کے پاس لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ شرم و حیا کا پیکر بنی ہوئی حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچی اور کہا کہ ہمارے والد یہ چاہتے ہیں کہ آپ نے جو ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے شاید آپ کو اس کا صلہ دینا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ حضرت شعیب کے پاس پہنچے اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ حضرت شعیبؑ نے پورا واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ اے موسیٰؑ آپ اب کسی طرح کا خوف نہ کریں آپ محفوظ جگہ ہیں اور آپ کو اللہ رب العالمین نے اس ظالم قوم سے نجات عطا فرما دی ہے۔ اس واقعہ کا بقیہ حصہ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ‌ۖ اِنَّ خَيۡرَ
مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّىۡۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ
اِحۡدَى ابۡنَتَىَّ هٰتَيۡنِ عَلٰٓى اَنۡ تَاۡجُرَنِىۡ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ
عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ‌ ۚ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَيۡكَ‌ ؕ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ
اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكَ‌ ؕ اَيَّمَا الۡاَجَلَيۡنِ
قَضَيۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَىَّ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ ﴿۲۸﴾ ع ۳ ۷ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

ان دونوں میں سے ایک نہ کہا اے میرے ابا جان! انہیں (اپنے پاس) ملازم رکھ لیجئے بے شک بہترین ملازم وہ ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ (شعیب نے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں۔ اس شرط کے ساتھ کہ تم آٹھ سال تک میری ملازمت کرو۔ پھر اگر تم دس سال پورے کرلو تو وہ تمہاری طرف سے نیکی ہوگی۔ لیکن میں تمہیں کسی مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اگر اللہ نے چاہا تو مجھے تم بہترین معاملہ کرنے والا پاؤ گے۔ (موسیٰؑ نے) کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان (ایک معاہدہ) ہے۔

ان دو مدتوں میں سے میں جو مدت پوری کرلوں بہر حال مجھ پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔ اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

اِحْدٰی	ایک
یٰاَبَتِ	اے میرے ابا جان
اِسْتَاْجِرْ	اجرت پر رکھ لے
اُنْکِحُ	میں نکاح کرتا ہوں
ھٰتَیْنِ	یہ دونوں
ثَمٰنِیَ	آٹھ
حِجَجٌ	سال۔ برس
اَشُقُّ	میں مشکل میں ڈالتا ہوں
اَیَّمَا	جو بھی

اَلْاَجَلَیْنِ (اَجَلٌ)	مدتیں
لَا عُدْوَانَ	کوئی جبر یا زبردستی نہ ہو
وَکِیْلٌ	گواہ۔ کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۲۸

جب حضرت موسیٰؑ مدین میں حضرت شعیبؑ کے گھر پہنچے تو ان کی مہمان نوازی کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت شعیبؑ کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نے کہا کہ اے ابا جان! اگر ان کو بکریوں کی دیکھ بھال اور گھر کی حفاظت کے لئے رکھ لیا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ چند دنوں کے تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ ان میں وہ صلاحیت موجود ہے جو کسی محنت پر مقرر کئے جانے والے شخص میں ہونی چاہیے یعنی طاقت وقوت اور دیانت وامانت۔ یہی دو باتیں ایسی ہیں جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت شعیبؑ کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی اور حضرت موسیٰؑ بھی اپنے ٹھکانے کی تلاش میں تھے۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اگر تم آٹھ سال تک میرے ساتھ رہنے کا وعدہ کرتے ہو تو میں ان دونوں لڑکیوں میں سے کسی ایک کا نکاح تم سے کروں گا۔ لیکن اگر تم آٹھ سال کے بجائے دس سال تک قیام کرو تو یہ تمہاری طرف سے ایک نیکی ہوگی۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ میں تیار ہوں لیکن ان دونوں مدتوں میں سے کسی ایک کو پورا کرنا میرے اختیار میں ہوگا میں آٹھ سال تک آپ کی خدمت کروں یا دس سال تک۔ حضرت شعیبؑ بھی تیار ہو گئے اور اس طرح حضرت شعیبؑ نے اپنی بڑی بیٹی جس کا نام توریت میں صفورا آتا ہے ان سے نکاح کر دیا۔ اس طرح شعیبؑ کو داماد مل گیا اور ان کے گھر کے کام کاج اور خاص طور پر بکریوں کو چرانے کی خدمات پر بھی وہ معمور ہو گئے۔

چند باتوں کی وضاحت پیش ہے جو ان آیتوں کو پوری طرح سمجھنے میں مددگار ہوں گی۔

(۱) علماء نے اس پر بحث کی ہے کہ کیا لڑکی کا مہر خدمت کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں نکاح سے پہلے کی ہیں جیسا کہ ایسے موقعوں پر ابتدائی بات چیت کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت مصطفوی ﷺ میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ خدمت کو مہر قرار دے دیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بکریاں ان لڑکیوں کی ملکیت ہوں جس کا پورا فائدہ ان لڑکیوں کو پہنچتا ہو اور حضرت شعیبؑ کی شریعت میں اس کی اجازت بھی موجود ہو۔

(۲) حضرت موسیٰ کو جو خدمت سپرد کی گئی تھی وہ بکریوں کو چرانے اور ان کو پانی پلانے پر تھی اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ ہر جانور کے گوشت اور قریب رہنے کے پورے پورے اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے کسی نبی نے کتے نہیں پالے بلکہ بکریوں کو پالا اور چرایا ہے کیونکہ بکرے اور بکری میں ایک عاجزی اور انکساری موجود ہوتی ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کو چرایا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''اللہ نے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط (اس زمانہ کا سکہ) کی مزدوری پر چرائی ہیں۔'' (بخاری شریف)

(۳) حضرت موسیٰ نے ابتدا میں تو یہ کہہ دیا تھا کہ آٹھ سال یا دس سال دونوں مدتوں میں سے کسی ایک مدت کو پورا کرنے میں مجھے اختیار حاصل ہوگا۔ لیکن معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے پورے دس سال تک حضرت شعیبؑ اور ان کے گھرانے کی خدمات سرانجام دی تھیں۔

(۴) دس سال تک حضرت موسیٰؑ کا حضرت شعیبؑ کی خدمت کرنا ممکن ہے قدرت کے نظام کا یہ حصہ ہو کہ اللہ نے حضرت شعیبؑ کو ان کی تعلیم و تربیت پر مقرر فرمایا ہو۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں پہنچے ہیں تو قرآن کریم کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک تیس سال کی تھی اور جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس مصر تشریف لے جا رہے ہیں تو ان کی عمر مبارک چالیس کی ہوگئی تھی۔ اسی عمر میں آپ کو وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنایا اور آپ کو معجزات دیئے گئے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت موسیٰؑ کی زندگیوں میں یہ بھی ایک مشابہت ہے کہ کس طرح نبی کریم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نعمت نبوت و رسالت سے نوازا گیا تھا اسی طرح حضرت موسیٰؑ کو بھی چالیس سال کی عمر میں نبی اور رسول بنایا گیا تھا اور اس طرح نبوت و رسالت سے پہلے ان کے ذہن و فکر کی تربیت حضرت شعیبؑ کے ذمے فرمائی گئی ہو۔

(۵) ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بھی فریقین میں کوئی معاہدہ ہو تو وہ بالکل صاف ستھرا اور واضح طریقہ پر ہونا چاہیے تا کہ آگے چل کر مسائل پیدا نہ ہوں اسی لئے حضرت شعیبؑ نے بھی صاف صاف بات فرمائی اور حضرت موسیٰؑ کا جواب بھی واضح تھا کہ میں آٹھ سال خدمت کروں یا دس سال مجھے کسی مدت پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ میں پوری دیانت و امانت سے اپنا کام کروں گا۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ
الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ
مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ
اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ لا وَاَنْ
اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ
یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾
اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ٞ وَّ
اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ
رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ىٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً
یُّصَدِّقُنِیْۤ ٞ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ
عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ
اِلَیْكُمَا ۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ معانقة ١١

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

پھر جب موسیٰؑ نے (معاہدہ کی) مدت پوری کر لی اور وہ اپنی بیوی کو لے کر (مصر کی طرف) چلے تو انہیں کوہ طور کی طرف سے ایک آگ نظر آئی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ ممکن ہے میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر لاؤں یا کوئی آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم (اپنا بدن) تاپ سکو۔ پھر جب (موسیٰؑ) اس آگ کے پاس پہنچے تو اس میدان کے مبارک مقام کے داہنی جانب سے ایک درخت سے آواز آئی اے موسیٰؑ! یہ میں اللہ، میں رب العالمین ہوں۔ اور تم اپنا عصا (لاٹھی۔ زمین پر) پھینکو۔ پھر جب انہوں نے اس کو لہراتے بل کھاتے دیکھا جو ایک سانپ کی طرح تھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰؑ! آگے آؤ، مت ڈرو تم امن میں ہو۔ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو (تم دیکھو گے کہ) وہ بغیر کسی عیب کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا۔ اور خوف دور کرنے کے لئے اپنا ہاتھ اپنے بازو اپنے پہلو سے ملا لینا۔ تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں (کی ہدایت کے لئے) یہ دو روشن نشانیاں ہیں۔ کیونکہ وہ نہایت نافرمان قوم ہیں۔ عرض کیا میرے پروردگار بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ (اس کے بدلے میں) مجھے قتل نہ کر دیں۔ اور میرے بھائی ہارونؑ زبان کے اعتبار سے زیادہ فصیح ہیں۔ آپ ان کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے تا کہ وہ (ہارونؑ) میری تصدیق کریں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے بازو کو مضبوط کر دیں گے۔ اور ہم تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے۔ ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ تم دونوں اور وہ لوگ جو تمہاری پیروی کریں گے وہ غالب رہیں گے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

سَارَ	وہ چلا
اَھْلٌ	گھر والے۔ گھر والی
اٰنَسَ	اس نے محسوس کیا
اُمْکُثُوْا	تم ٹھہرو
جَذْوَۃٌ	انگارہ۔ شعلہ۔ چنگاری
شَاطِئٌ	کنارہ
وَادِالْاَیْمَنِ	داہنا میدان
اَلْبُقْعَۃُ	جگہ
اَلْقِ	ڈال دے۔ پھینک دے
تَھْتَزُّ	وہ پھنکارتا ہے۔ وہ لہراتا ہے
جَآنٌّ	سانپ
وَلّٰی	وہ پلٹا
مُدْبِرٌ	پیٹھ پھیرنے والا
لَمْ یُعَقِّبْ	پیچھے مڑ کر نہ دیکھا
اَقْبِلْ	سامنے آ
اُسْلُکْ	تو ڈال دے

اُضۡمُمۡ	ملا لے
اَلرَّھۡبُ	خوف۔ڈر
اَفۡصَحُ	زیادہ فصیح۔اچھی زبان بولنے والا
رِدۡاً	مددگار
سَنَشُدُّ	ہم عنقریب مضبوط کردیں گے
عَضُدٌ	بازو
سُلۡطَانٌ	غلبہ۔قوت وطاقت

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۵

حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان آٹھ یا دس سال تک خدمت کرنے کا جب معاہدہ پورا ہو گیا تو حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ اپنی والدہ، بھائی حضرت ہارونؑ اور رشتہ داروں سے ملاقات کر سکیں۔ چونکہ اس فرعون کا انتقال ہو چکا تھا جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں غلطی سے ایک قبطی مارا گیا تھا اور اب دوسرا فرعون حکومت کر رہا تھا جو پہلے کے فرعون کے مقابلے میں ذرا کچھ نرم دل تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ مدین سے مصر کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت شعیبؑ نے آپ کے ساتھ کچھ بکریاں بھی کر دیں تھیں تا کہ ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ سردی کا زمانہ تھا اور چلتے چلتے حضرت موسیٰؑ راستہ بھی بھول گئے تھے۔ سردی کی اس اندھیری رات میں حضرت موسیٰؑ کو دور سے ایک روشنی اور چمک نظر آئی۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو تا کہ میں کچھ آگ لا سکوں اور تم سردی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے اپنے جسم کو تاپ سکو اور کسی سے راستہ بھی پوچھ لوں گا تا کہ اس صحرا میں ہم کہیں بھٹک نہ جائیں۔ حضرت موسیٰؑ اس آگ کی طرف روانہ ہوئے جو کوہ طور کے داہنی جانب روشن ہو رہی تھی۔ جب آپ اس آگ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک درخت میں آگ

لگی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ اس توقع پر آگے بڑھے کہ اگر اس درخت کی کوئی شاخ جل کر گر جائے تو میں اس کو اٹھا کر لے جاؤں۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ آگ ان سے دور ہو رہی ہے جب وہ ذرا پلٹے تو ایسا محسوس ہوا جیسے آگ ان کی طرف آرہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو ایک انجانا سا خوف محسوس ہوا۔ ابھی آپ اس کشمکش میں تھے کہ اس درخت میں سے آواز آئی اے موسیٰؑ تم مت گھبراؤ یہ میں ہوں اللہ۔ رب العالمین۔ حضرت موسیٰؑ چاروں طرف دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ آواز تو ہر طرف سے آرہی ہے۔ اسی نور تجلی سے آواز آئی اے موسیٰؑ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا یہ ایک لاٹھی ہے۔ فرمایا کہ تم اس عصا (لاٹھی) کو زمین پر پھینکو۔ حضرت موسیٰؑ نے جیسے ہی عصا کو پھینکا تو وہ عصا سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ ڈر کے مارے اس طرح پیٹھ پھیر کر بھاگے کہ پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ آواز آئی کہ اے موسیٰؑ! تم ڈورمت آگے آؤ۔ تم بالکل امن و عافیت سے ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم سے جیسے ہی اس سانپ یا اژدھے کے منہ میں ہاتھ ڈالا تو وہ پھر سے عصا بن گیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو اپنے بغل میں ڈال کر نکالو۔ حضرت موسیٰؑ نے جیسے ہی بغل میں ہاتھ ڈال کر اس کو باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا۔ فرمایا کہ اے موسیٰؑ! عصا اور ید بیضا (چمکتا ہاتھ) یہ دونوں معجزات ہیں ان کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ جس نے تکبر، غرور اور سرکشی اختیار کر رکھی ہے اور اس کی قوم بھی سخت نافرمان بن چکی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا الٰہی میں تو آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں مگر مجھے اس بات کا غم ستائے جا رہا ہے کہ میرے ہاتھوں سے ایک شخص قتل ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس فریضہ تبلیغ کو ادا کرنے سے پہلے ہی فرعون اس واقعہ کو وجہ بنا کر مجھے نقصان پہنچائے اور میں فریضہ ادا نہ کر سکوں۔ اگر میرے بھائی حضرت ہارونؑ کو جو گفتگو میں بھی بہت فصیح ہیں ان کو میرا مددگار بنا دیا جائے تو وہ میری اس بات کی تصدیق بھی کر دیں گے کہ جو کچھ ہوا اس میں میرے ارادے کو دخل نہ تھا اور وہ اس فرض کی ادائیگی میں میری بھرپور مدد کر سکیں گے۔ جواب آیا کہ اے موسیٰؑ ہم آپ کے بھائی کے ذریعہ آپ کے بازوؤں کو مضبوط کر دیں گے اور تم جہاں بھی جاؤ گے تم دونوں کو غلبہ عطا کر دیا جائے گا۔ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ اللہ آپ کی اور ان تمام لوگوں کی حفاظت فرمائے گا جو آپ کی پیروی کریں گے اور وہی غالب بھی رہیں گے چنانچہ حضرت موسیٰؑ اپنے گھر مصر پہنچ گئے۔ والدہ سے بھی ملاقات ہوگئی اور حضرت ہارونؑ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد کے واقعات کی تفصیلات اگلی آیات میں آئے گی۔

اس واقعہ کی تفصیل اور اس کے بعض پہلوؤں پر سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء میں وضاحت آچکی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ
مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ
مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ
لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْۚ فَاَوْقِدْ لِيْ
يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى
اِلٰهِ مُوْسٰىۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ
هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا
لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً
يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾
وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةًۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ
هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

پھر جب موسیٰ کھلی نشانیوں کے ساتھ (فرعون کے پاس) آئے تو کہنے لگا کہ یہ تو ایک گھڑا ہوا جادو ہے۔ اور ہم نے ایسی بات اپنے گذرے ہوئے باپ دادا سے بھی نہیں سنی۔

اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے کون اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور کس کے لئے آخرت کا بہتر انجام ہے۔ بے شک ظالم فلاح وکامیابی حاصل نہیں کرتے۔

فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں تمہارے لئے اپنے سوا کسی کو (تمہارا) معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان! تو میرے لئے مٹی (کی اینٹوں پر) آگ جلا۔ پھر ان (پکی اینٹوں) سے میرے لئے ایک بلند محل تعمیر کرتا کہ میں وہاں سے موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں۔ اور میں تو اس کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتا ہوں۔ اس نے (فرعون نے) اور اس کے لشکر نے زمین پر ناحق تکبر اختیار کر رکھا تھا۔ اور وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ دیکھو ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا۔ ہم نے ان کو پیشوا (رہنما) بنایا تھا مگر وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے رہے۔ اور قیامت کے دن وہ مدد نہ کئے جائیں گے۔ ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت مسلط کر دی اور وہ قیامت کے دن بدترین حال میں ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

مُفْتَرًى	گھڑا گیا۔ بنایا گیا
مَا سَمِعْنَا	ہم نے نہیں سنا
عَاقِبَةُ الدَّارِ	آخرت کا گھر
اَوْقِدْ	بھڑکا دے۔ جلا دے
اَلطِّيْنُ	مٹی۔ گارا
صَرْحٌ	بلند محل۔ اونچی بلڈنگ

اَطَّلِعُ	میں جھانکتا ہوں
نَبَذْنَا	ہم نے پھینک دیا
اَلْمَقْبُوْحِیْنَ	بدحال لوگ

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۲

جب حضرت موسیٰؑ کھلی نشانیوں یعنی معجزات کے ساتھ فرعون کے بھرے دربار میں پہنچے تو معجزات کو دیکھ کر فرعون کہنے لگا کہ یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ خود سے گھڑا ہوا وہ جادو ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے دل جیتنا چاہتا ہے۔ حالانکہ ایسی باتیں ہم نے پہلے تو کبھی بھی نہ دیکھیں نہ سنیں۔

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جتنی نشانیاں پیش کی ہیں ان پر میرا پروردگار گواہ ہے۔ وہ رب خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے۔ البتہ ایک بات مجھے معلوم ہے کہ اے فرعون تو جس تکبر اور غرور کے راستے پر چل رہا ہے وہ ظلم ہے اور اللہ کا دستور یہ ہے کہ ظالم کو کبھی فلاح اور کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

تکبر اور غرور سے سے فرعون کہنے لگا کہ اے درباریو! مجھے تو زمین پر اپنے سوا کوئی دوسرا معبود معلوم نہیں ہے۔ مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا شاید آسمان پر ہو تو اے ہامان پکی اینٹوں کی ایک ایسی مضبوط اور اونچی بلڈنگ بنادے جس پر چڑھ کر میں موسیٰؑ کے معبود کو دیکھ سکوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ موسیٰؑ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ جھوٹ ہے اور یہ جھوٹے لوگوں میں سے ہیں۔ فرعون اور اس کے لشکریوں کا غرور و تکبر بڑھتا چلا گیا اور وہ اس تصور سے بے نیاز ہو کر چلتے رہے کہ ان کو آخر کار ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ فرمایا جب فرعون اور اس کے ماننے والوں کا ظلم و ستم اور نافرمانی حد سے بڑھ گئی تب ہم نے فرعون اور اس کے لشکریوں کو سمندر میں غرق کر دیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتا دیا کہ ظالموں کا انجام کس قدر بھیانک ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ ہم نے ان ظالموں کو پیشوائی اور عظمت کا مقام عطا کیا تھا مگر انہوں نے لوگوں کو عدل و انصاف کے بجائے کفر اور ظلم کی طرف بلایا جس نے ان کو جہنم کے کنارے تک پہنچا دیا جس سے ان کے چہرے بگڑ کر رہ گئے۔ چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی پڑ

گئیں اور ایسے قابل لعنت بن گئے کہ اس دنیا میں اور آخرت میں وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے اور ہر ایک کے نزدیک لعنت وملامت کا نشان بن کررہ گئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا
كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ
الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ
وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا
وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ
مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ
اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ
مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا
سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ

فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا
يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ ع ۸ ۵/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

بے شک ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (توریت) عطا کی جس میں بصیرت، ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

(اے نبی ﷺ) آپ (کوہ طور کے) مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰؑ کو احکام دیئے تھے اور آپ اس واقعہ کے دیکھنے والوں میں سے بھی نہ تھے۔ لیکن ہم نے بہت سی امتیں پیدا کیں۔ پھر ان پر ایک لمبی مدت گذر گئی۔ اور آپ مدین والوں میں سے بھی نہ تھے کہ ان پر ہمارے احکام پڑھ کر سناتے۔ بلکہ ہم رسول بنا کر بھیجتے رہے۔ اور جب ہم نے کوہ طور کے کنارے پر (موسیٰؑ کو) آواز دی۔ اس وقت بھی آپ موجود نہ تھے بلکہ یہ سب کچھ آپ کے پروردگار کی رحمت سے تھا۔ تا کہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اگر ہم رسول نہ بھیجتے اور کبھی ان کے ہاتھوں کی کمائی (کرتوتوں کے) سبب ان پر عذاب نازل ہو جاتا تو وہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیج دیا کہ ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے۔ اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچ گیا تو کہنے لگے کہ جیسی موسیٰؑ کو کتاب دی گئی تھی ویسی ہی کتاب اس پیغمبر کو کیوں نہیں دی گی۔ کیا (یہ حقیقت نہیں ہے کہ) اس سے پہلے جب موسیٰؑ کو کتاب دی گئی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہر ایک کا انکار کرنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کی طرف سے (قرآن و توریت کے علاوہ) دوسری کوئی کتاب

لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہوتا کہ میں اس کتاب کی پیروی کرسکوں اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر یہ لوگ آپ کو جواب نہ دیں تو بلاشبہ آپ جان لیجئے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو بغیر اللہ کی ہدایت کے صرف اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہو۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

اَلْقُرُوْنُ الْاُوْلٰی	گذری ہوئی جماعتیں۔ زمانہ
بَصَائِرُ	آنکھیں کھولنے والی باتیں
اَلشّٰھِدِیْنَ	دیکھنے والے
اَنْشَاْنَا	ہم نے اٹھایا۔ ہم نے پیدا کیا
تَطَاوَلَ	طویل ہوگئی
اَلْعُمُرُ	مدت
ثَاوِیٌ	رہنے والے
قَدَّمَتْ اَیْدِیْ	آگے بھیجا۔ دونوں ہاتھوں کے آگے
سِحْرَانِ	دو جادو
تَظٰھَرَا	ایک دوسرے کے موافق
اَھْدٰی	زیادہ ہدایت
لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا	جواب نہ دیا
اَھْوَاءٌ (ھَوَاءٌ)	خواہشیں۔ تمنائیں

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۰

سورۃ القصص کی گذشتہ آیات اور قرآن کی متعدد سورتوں میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو کسی جگہ تفصیل سے اور کہیں مختصر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ اور نبی کریم ﷺ کے حالات زندگی میں بہت زیادہ مناسبت اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو اللہ کا دین پہنچانے میں شدید ترین مشکلات کے باوجود بھرپور کامیابیاں عطا کی گئیں اسی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کو حق و صداقت کی راہوں میں فقر و فاقہ، تنگ دستی اور ظلم و زیادتی کا سامنا ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں نصیب ہوں گی۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو چند برسوں میں ہر طرح کی عزت و سربلندی اور خوش حالی عطا کی گئی اور آپ کے دشمنوں کو ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

سورۃ القصص کی آیات میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو تفصیل سے بیان کرنے کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کو ان کی نافرمانیوں کی شدید ترین سزائیں دینے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب دی گئی جو ان کی قوم کے لئے عبرت و نصیحت، ہدایت اور رحمت کا ذریعہ تھی تا کہ وہ اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد رکھ سکیں۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کو نازل کیا ہے جو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ایک روشن کتاب ہے جس کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ قوموں کے وہ واقعات جن پر سیکڑوں سال گذر چکے ہیں ان کو نبی کریم ﷺ اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے وہ ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے۔ آپ کے پاس ان علوم کا ذریعہ صرف اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی وحی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب کوہ طور کے مغربی کنارے پر حضرت موسیٰؑ کو توریت کی شکل میں احکامات دیئے جا رہے تھے یا حضرت موسیٰؑ مصر سے مدین کی طرف تشریف لے گئے تھے اور وہاں ان کو بہت سے واقعات پیش آئے اور جب ان کو وادی مقدس میں اللہ نے پکارا اور ان کے سر پر تاج نبوت و رسالت رکھ کر معجزات عطا کئے۔ فرمایا کہ آپ ان میں سے کسی جگہ بھی موجود نہ تھے بلکہ صرف اللہ کی رحمت اور وحی تھی جس کے ذریعہ آپ بیان کر رہے ہیں جس کی بنیاد یہ ہے کہ آپ ان کو اللہ کے خوف سے ڈرائیں جو اپنے انجام سے بے خبر ہیں۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسولوں کا یہ سلسلہ ابتدائے کائنات سے رکھا ہوا ہے تا کہ یہ لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ ہمارے پاس تو کوئی بتانے والا رسول آیا ہی نہیں۔ اگر ہمیں راہ ہدایت دکھائی جاتی تو ہم ضرور حق و صداقت کے راستے کو اختیار کر لیتے۔ فرمایا کہ اب ہماری طرف سے یہ آخری رسول اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لا چکے ہیں ان پر ایمان لانا نجات کی بنیاد ہے۔ اگر اللہ کے ان آخری نبی کو نہ مانا گیا تو پھر قیامت تک انہیں راہ ہدایت نصیب نہ ہوگی۔

فرمایا کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ وہ قرآن کریم پر ایمان لے آتے۔ اس کے برخلاف انہوں نے وہی حرکتیں اور غلط سلط باتیں

شروع کر دیں جو پہلے لوگوں نے کر کے اپنی آخرت تباہ کر لی تھی۔ فرمایا کہ جب ہماری طرف سے یہ سچائی پہنچ چکی ہے تو اب کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! آپ پر حضرت موسیٰؑ کی طرح ایک دم سے کتاب نازل کیوں نہ کی گئی؟ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اگر قرآن کریم بھی ایک ساتھ نازل کر دیا جاتا تو کیا یہ اس کو مانتے کیونکہ حضرت موسیٰؑ پر جب توریت کو نازل کیا گیا تھا تو ان لوگوں نے اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض کہتے کہ قرآن ہو یا توریت یہ دونوں (نعوذ باللہ) جادو (کی کتابیں) ہیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ کبھی کہتے کہ ہم تو کسی کو بھی ماننے والے نہیں ہیں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ اللہ نے اس قرآن کو ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ اگر تمہارے اختیار میں ہے تو کوئی دوسری کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ بہتر ہو۔ اگر تم سچے ہو تو ایسی کتاب لے آؤ میں بھی اس کی پیروی کروں گا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی باتوں کو سن کر رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اس چیلنج کا جواب نہیں دیتے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اس کا جواب دے بھی نہ سکیں گے تو آپ یہ جان لیجئے کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشات کے غلام ہیں جن کی یہ پیروی کر رہے ہیں۔ یہ وہ بدنصیب اور گمراہ لوگ ہیں جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ بھی ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾
أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا
اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ز
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

ہم نے اس کلام کو (ان لوگوں کے لئے) تھوڑا تھوڑا بھیجا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بے شک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے۔ ہم تو درحقیقت اس کے آنے سے پہلے ہی اس کو مانتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا دوگنا اجر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا اور برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جب کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم سلامت رہو۔ ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

وَصَّلْنَا	ہم نے ایک دوسرے سے ملایا
يُؤْتَوْنَ	وہ دیئے گئے ہیں
مَرَّتَيْنِ (مَرَّةٌ)	دومرتبہ
يَدْرَءُ وْنَ	وہ دور کرتے ہیں
اَلْحَسَنَةُ	بھلائی۔ خیر
اَلسَّيِّئَةُ	برائی
اَللَّغْوُ	بیکار۔ فضول
اَعْرَضُوْا	انہوں نے منہ پھیر لیا
لَا نَبْتَغِيْ	ہم نہیں چاہتے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵

قرآن کریم میں اس مضمون کو کئی مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ اپنی دنیا اور آخرت کو

بنانا اور سدھارنا ہوتا ہے وہ طرح طرح کے بہانے اور اعتراضات نہیں کرتے لیکن جو بدنصیب لوگ ہیں ان کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی بھر ایمان اور عمل صالح سے بھاگنے کے لئے بے تکی اور غیر سنجیدہ باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے ہر روز کوئی نہ کوئی سوال کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو چند روز میں توریت کی تختیاں دے دی گئی تھیں آپ کو پورا قرآن کریم کسی کتابی شکل میں ایک ہی وقت میں کیوں نہ دیا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم کو موقع کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا اس لئے نازل کیا جارہا ہے تاکہ اچھی طرح سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی سہولت مل جائے اور اس پر پورا دھیان دیا جاسکے۔

فرمایا کہ قرآن کریم سے پہلے جن لوگوں کو اللہ کی کتابیں دی گئی تھیں ان میں بعض لوگ تو وہ ہیں جو جانتے بوجھتے حق و صداقت کا راستہ اختیار نہیں کرتے کیونکہ اس سچائی کے راستے پر چلنے سے ان کے دنیاوی مفادات پر چوٹ پڑتی ہے لیکن ان ہی میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ نہ صرف اس کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ان کی زبانوں پر یہی ہوتا ہے کہ ہماری کتابوں میں جو پیش گوئیاں کی گئی تھیں ان کی بنیاد پر ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل برحق کلام ہے اور ہمارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اور ان باتوں پر ہمیں پوری طرح یقین ہے اور ہم اس کے ''مسلم'' یعنی فرماں بردار ہیں۔
فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی نیکیوں اور صبر پر دوگنا اجر عطا کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگ گذشتہ انبیاء اور ان کی باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم پر بھی انہیں یقین کامل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو برائی کا جواب شرافت سے دیتے ہیں اللہ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ جب وہ کسی لغو اور فضول بات کو سنتے ہیں تو نہ صرف اس سے منہ پھیر لیتے ہیں بلکہ فضول باتیں اور اعتراض کرنے والوں سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم ان کے ذمہ دار ہو۔ ہم جہالت کی باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم پر سلامتی ہو۔

ان آیات کے پس منظر میں علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ جب کچھ صحابہ کرامؓ نے ملک حبش کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں کے عیسائیوں کے سامنے دین اسلام کی سچائی آگئی تو وہ اس کی پوری تحقیق کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سوالات کئے اور قرآن کریم کی اس عالم گیر تحریک کا غور سے جائزہ لیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے اس کلام کی تصدیق کی اور انہوں نے ایمان قبول کر لیا۔ جب ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو اس کا علم ہوا تو اس نے ان سب لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے بہت برا بھلا کہا اور ملامت کی اور کہنے لگا کہ تم حالات معلوم کرنے آئے تھے مگر تم نے تو بہت جلد بازی کی اور ایمان بھی قبول کر لیا۔ ایمان قبول کرنے والوں نے کہا کہ جب سچائی ہمارے سامنے آچکی ہے تو ہم ایمان لانے میں دیر کیوں کریں۔ لہٰذا ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہم جاہلانہ باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔ تم پر سلامتی ہو۔ ابوجہل کو اس جواب کی بالکل توقع نہ تھی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو اپنے ایمان پر صبر و تحمل سے جم گئے تھے اور انہوں نے کفار مکہ کے منہ پر

جوتا مار دیا تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے دوگنا اجر وثواب ہے کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ پر بھی ایمان لائے تھے اور نبی مکرم ﷺ پر بھی ان کو مکمل ایمان ویقین حاصل ہو چکا تھا۔ ان کی شان یہ ہے کہ انہوں نے کفار مکہ کی شرارتوں کا جواب نہایت شرافت سے دیا ہے اور دور دراز جگہ سے آ کر اللہ کی راہ میں خرچ کر کے انہوں نے اللہ کے نزدیک ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے ابو جہل کی لغو باتوں کو سنا تو ان باتوں سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ تم پر سلامتی ہو۔ ہم جہالتوں کی باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ
أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ
مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ
كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾
وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ
لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿٥٨﴾ وَ
مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو
عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿٥٩﴾
وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۚ وَمَا
عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا
حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾

ع ۶ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۱

(اے نبی ﷺ) بے شک آپ جسے (ہدایت دینا) چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت پانے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت پر چلنے لگیں تو ہم اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں گے۔ (اللہ نے فرمایا) کیا ہم نے ان کو امن والے حرم میں ٹھکانا نہیں دیا۔ جس کی طرف ہماری جانب سے رزق کے طور پر ہر طرح کے ثمرات کھنچے چلے آتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اور ہم نے کتنی ہی ایسی بستیوں کو ہلاک کر دیا جو اپنی معیشت (سامان عیش و آرام) پر اترایا کرتی تھیں۔ اب یہ ان کے مکانات (ویران) پڑے ہیں جن میں ہلاک ہونے والوں کے بعد کچھ لوگوں کے سوا کسی کو بسنا نصیب ہی نہ ہو سکا۔ اور آخر کار ہم ہی اس کے وارث رہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار کسی بستی والوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان بستیوں کے مرکز میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔

اور (اسی طرح) ہم کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ وہاں کے رہنے والے شرارت (میں انتہا) نہ کر دیں۔ اور تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی زیب و زینت ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

کیا پھر وہ شخص جس سے ہم نے بہترین وعدہ کر رکھا ہے اور جو اس کو مل کر رہے گا کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیاوی زندگی کا کچھ سامان (برتنے کے لئے) دے رکھا ہو اور وہ قیامت کے دن (ایک مجرم کی حیثیت سے) حاضر ہونے والوں میں ہو گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۱

لَا تَهْدِىْ	تو ہدایت نہیں دیتا
اَحْبَبْتَ	تو نے چاہا۔ تو نے پسند کیا
نُتَخَطَّفُ	ہم اچک لئے جائیں گے

لَمْ نُمَكِّنْ	ہم نے ٹھکانا نہیں دیا
يُجْبٰى	کھنچے آتے ہیں
ثَمَرَاتٌ (ثَمْرَةٌ)	پھل، پھول، سبزہ۔سبزی
لَدُنَّا	ہمارے پاس
بَطِرَتْ	اترائی۔(ناز کیا)
مَعِيْشَةٌ	زندگی گذارنا
لَمْ تُسْكَنْ	آباد نہ ہوئے
يَبْعَثُ	وہ بھیجتا ہے۔اٹھاتا ہے
لَا قِيْهِ	اس کو پانے والا
مَتَّعْنَا	ہم نے سامان دیا
اَلْمُحْضَرِيْنَ	حاضر کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ٥٦ تا ٦١

سورۃ القصص کی گذشتہ آیات کی تشریح میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ملک حبش سے بیس آدمیوں کی ایک جماعت دین اسلام، نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار اور اس ابھرتی ہوئی تحریک کا جائزہ لینے مکہ مکرمہ آئی ان لوگوں کا تعلق نصاریٰ اہل کتاب سے تھا۔ جب انہوں نے اس حق و صداقت کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تو دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ابوجہل جیسے لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات کے باوجود ایمان کے نور سے ان کے دل روشن و منور ہو گئے۔ اور انہوں نے اللہ کے ایک ہونے پر ایمان لا کر نبی کریم ﷺ کے دامن رسالت سے وابستگی اختیار کر لی۔ قریش کے ظلم و ستم اور ان کی پھیلائی ہوئی دہشت میں جہاں کفار مکہ اس واقعہ سے ہل کر رہ گئے وہیں اہل ایمان کو بھی ایک نیا حوصلہ مل گیا۔ تمام اہل ایمان اور نبی کریم ﷺ اس واقعہ سے بہت خوش بھی تھے لیکن اس بات سے رنجیدہ اور غم گین رہا کرتے تھے کہ باہر کے لوگ تو دین اسلام کی سچائیوں کو قبول

کرنے کے لئے کھنچے چلے آ رہے ہیں لیکن مکہ مکرمہ کے وہ لوگ جن کے سامنے آپ ﷺ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تھی وہ ایمان کی روشنی اور دولت سے محروم ہیں۔ آپ کو اس بات کا بھی افسوس تھا کہ آپ ﷺ کے سگے چچا ابو طالب جو آپ ﷺ کو بے انتہا چاہتے تھے اور ہر آڑے وقت میں آپ کے لئے ڈھال بن جاتے تھے جب آپ ﷺ نے ان کی وفات کے وقت کہا کہ اے چچا آپ صرف ایک مرتبہ زبان سے ''لا الہ الا اللہ'' کہہ لیجئے۔ میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں گا۔ حضرت ابو طالب شاید اس کلمہ کو پڑھنا چاہتے تھے مگر ابو جہل، عتبہ اور ولید کے غیرت دلانے سے وہ اس سے رک جاتے تھے اور اسی حالت میں حضرت ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ اور اسی طرح کے بہت سے واقعات سے آپ بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ دوسری طرف آپ ﷺ کی دلی تمنا، خواہش اور جدوجہد یہ تھی کہ دنیا کا ہر آدمی دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کر لے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کر کے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے چند بنیادی اصول ارشاد فرمائے ہیں۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے دین کو پھیلانے اور ہر شخص کے کانوں تک اس کا پیغام پہنچانے کی مسلسل جدوجہد اور کوششیں کرتے رہیں اور اس جدوجہد میں کمی نہ کریں۔ لیکن کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کس کے مقدر میں سیدھا راستہ اختیار کرنا ہے اور کون اس نعمت سے محروم رہے گا۔ کس کو توفیق دی جائے گی اور کون کفر و شرک کی نحوست کو اپنے گلے میں ڈال کر اللہ کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے مزید تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ کفار مکہ کے ایمان لانے میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ خوف، اندیشہ اور ڈر ہے کہ اگر انہوں نے ایمان کا راستہ اختیار کر لیا تو سارا عرب ان کا دشمن بن جائے گا۔ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے رہنے کے قابل نہ رہیں گے اور ان کو نکال باہر کیا جائے گا ان کو ہر وقت یہ فکر کھائے جاتی تھی کہ ایمان لانے کے بعد ان کا، ان کے بال بچوں کا، گھر بار، جائیداد، مکانات اور دھن دولت کا کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بدامنی اور بے سکونی کے دور میں جب کہ ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بے رحمی کا بازار گرم ہے کس نے اس مقام یعنی بیت اللہ اور حرم محترم کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا رکھا ہے۔ ہر طرح کا رزق ان کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے۔ سیکڑوں سال سے یہ شہر دنیا بھر کا مرکز بنا ہوا ہے۔ عرب کا بچہ بچہ اس جگہ کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور دنیا بھر سے لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ ان سب چیزوں میں سوائے اللہ کے اور کس کی تدبیر اور کوشش کو دخل ہے۔ یہ سب کچھ بیت اللہ شریف اور حرم محترم کی برکتیں ہیں۔ ان آیات میں اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ بیت اللہ اور حرم کی برکتوں سے اگر مکہ کے سب لوگوں کو امن و سلامتی اور احترام کا درجہ حاصل ہے۔ اگر وہ اس کے مالک پر ایمان لے آئیں تو کیا اللہ ان کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے گا اور ان کی بھرپور مدد نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ تو اپنے بندوں کی معمولی معمولی باتوں کی بھی قدر کرتا ہے۔ فرمایا کہ اس سطحی قسم کی سوچ سے انہیں آگے بڑھ کر اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور اسی طرح وہ لوگ اللہ کی نافرمانیوں میں لگے رہے تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس سے

قومیں تباہ و برباد ہو جایا کرتی ہیں۔ فرمایا کہ مکہ والوں نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ یہ دھن، دولت اور دنیا کے بے پناہ اسباب تو قوم عاد، قوم ثمود جیسی عظیم اور ترقی یافتہ قوموں کے پاس بھی تھے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں اور کفر و شرک کی انتہا کر دی تو کیا ان کی دھن، دولت، بلند و بالا بلڈنگیں، تہذیب و تمدن ان کے کام آسکا؟ آج ان عظیم قوموں کے خوبصورت محلات خاک کا ڈھیر بن چکے ہیں۔ ان کے آباد شہروں کے کھنڈرات اس قدر ویران اور غیر آباد ہو چکے ہیں کہ دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ اگر وہ اللہ کی فرماں برداری کرتے تو دنیا کے یہ سارے اسباب ان کے لئے قوت و طاقت بن جاتے اور آخرت میں نجات مل جاتی۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا بلکہ لوگ جب خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارلیں تو یہ ان کا اپنا قصور ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ کسی قوم اور ان کی بستیوں کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک اس قوم کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والے رسولوں کو نہیں بھیج دیتا۔ لیکن جب وہ قوم اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کرتی ہے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور ظلم و زیادتی پر جم جاتی ہے تو پھر اس قوم کو اور ان کی ترقیات کو جڑ اور بنیاد سے کھود کر پھینک دیا جاتا ہے۔ کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے اپنی رحمت خاص سے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیج دیا ہے۔ ان کی فرماں برداری ہی میں ان کی نجات ہے لیکن اگر انہوں نے گذشتہ قوموں کی طرح نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو ان کی دنیا اور آخرت خراب ہو کر رہ جائے گی اور قیامت تک ان کو اور ان کی نسلوں کو ہدایت دینے والا کوئی نبی اور رسول نہ آئے گا۔

آخر میں فرمایا کہ اصل چیز فکر آخرت ہے کیونکہ وہی زندگی حقیقی اور مستقل زندگی ہے۔ یہ دنیا اور اس کے مال اسباب، دھن دولت اور مکان و جائیداد، بیوی بچے اور رشتہ دار اسی وقت تک کام دیتے ہیں جب تک اس دنیا میں وہ سانس لیتا ہے لیکن جیسے ہی موت آتی ہے تو انسان کے ساتھ سوائے اس کے نیک اور بہتر اعمال کے اور کوئی چیز نہیں جاتی۔ ہر شخص خالی ہاتھ اور مال و اسباب کو اسی دنیا میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اپنی آخرت کی فکر کرنا چاہیے کیونکہ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی خیر ہے اور باقی ہر چیز کو فنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے آخر میں فرمایا کہ ایک وہ شخص ہے جس نے ہماری اطاعت کی اور وہ ہمارے انعام و کرم کا مستحق بن گیا۔ جس کی نجات کا اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے دنیاوی زندگی کا کچھ سامان برتنے اور استعمال کرنے کے لئے دیا ہے اور وہ قیامت کے دن اپنی نافرمانیوں کے سبب اللہ کے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر ہوگا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا ان دونوں کا انجام ایک جیسا ہوگا؟ ہر انسان کا ضمیر پکار اٹھے گا کہ نہیں۔ اللہ کے انعام و کرم کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی نجات کا سامان کرے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ
شُرَكَاءِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا
إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ
فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ
كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ
الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا
يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ
يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

اور جس دن وہ پکارے گا اور پوچھے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک جنہیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟ وہ جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے بہکایا ہم نے انہیں اس طرح گمراہ کیا جس طرح خود گمراہ ہوئے۔ ہم آپ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ ہماری بندگی تو نہ کرتے تھے۔

اور کہا جائے گا کہ تم اپنے شریکوں کو پکارو۔ چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے۔ لیکن وہ کوئی جواب نہ دیں گے۔ وہ عذاب کو آتا دیکھیں گے۔ وہ تمنا کریں گے کاش وہ لوگ صحیح راستے پر ہوتے۔

اور جس دن اللہ ان کو پکار کر پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا پھر اس دن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور وہ آپس میں بھی سوال نہ کرسکیں گے۔

وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی، ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو امید ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

یُنَا دِیْ	وہ آواز دیتا ہے
اَیْنَ	کہاں
شُرَکَاءِ یْ	میرے شریک
تَزْعُمُوْنَ	تم گھمنڈ کرتے ہو۔ تم گمان کرتے ہو
حَقَّ عَلَیْهِمْ	جن پر ثابت ہو گیا
اَغْوَیْنَا	ہم نے بہکایا
تَبَرَّءْ نَا	ہم نے بیزاری کا اظہار کیا
عَمِیَتْ عَلَیْهِمْ	ان پر اندھی ہو گئی۔ ان کو نہ سوجھی

تشریح: آیت نمبر ۶۲ تا ۶۷

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی بے چارگی اور حسرت و افسوس کی تفصیل بیان کی ہے جو قیامت کے ہولناک دن بری طرح ذلیل و خوار ہو جائیں گے اور مجرم کی حیثیت سے اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کے دن اپنے ان معبودوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک بنا کر گھمنڈ کرتے تھے ان کو اپنا مشکل کشا مانتے تھے۔ اس دن سب سے آگے بڑھ کر وہ جھوٹے معبود بولیں گے جن پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہوگا کہ اے ہمارے پروردگار یہ وہی ہیں جن کو ہم نے بہکایا اور گمراہ کیا تھا کیونکہ ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔ اگر ہم نے ان کو گمراہ کیا تو اس میں تنہا ہمارا قصور نہیں ہے کیونکہ ہم نے ان کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا۔ اس گمراہی میں ان کی اپنی مرضی بھی شامل تھی۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکین سے فرمائیں گے کہ اب تم اپنے معبودوں کو اپنی مدد اور بچاؤ کے لئے پکارو۔ جب وہ ان کو اپنی مدد کے لئے پکاریں گے تو انہیں کوئی جواب نہ ملے گا کیونکہ وہ خود مصیبت اور مشکل میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہہ اٹھیں گے کہ کاش ہم دنیا میں کسی سیدھے راستے پر ہوتے تو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ ابھی وہ مشرکین اپنے معبودوں سے مایوسی پر افسوس کر رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ بتاؤ تم نے

اللہ کے پیغمبروں کی بات کیوں نہ مانی اور جو پیغام وہ سنانے آئے تھے اسے کیوں نہ سنا؟ اس سوال سے ان پر ایسی گھبراہٹ طاری ہو جائے گی کہ ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور انہیں کچھ بھی یاد نہ آئے گا اور ایسا لگے گا جیسے ان کے منہ پر تالے پڑ گئے ہیں وہ اس حالت میں ایک دوسرے سے اس سوال کا جواب پوچھنے کے قابل بھی نہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اسی دنیا میں توبہ کر لی ہوگی اور ایمان لا کر عمل صالح کا راستہ اختیار کر لیا ہوگا وہ اس بات کی امید رکھ سکتے ہیں کہ انہیں آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا
كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ
مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ
الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا
فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ
يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾
وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۵ ۷ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

اور (اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اپنی رسالت کے لیے) پسند کر لیتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو (اپنے معبودوں کی) پسندیدگی کا اختیار نہیں ہے۔ اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے اور اس سے بلند و برتر ہے جنہیں وہ شریک کرتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کا رب ان تمام باتوں سے واقف ہے جو انہوں نے دل میں چھپا رکھی ہیں اور جنہیں وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور دنیا میں اور آخرت میں تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اسی کی فرماں روائی ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے یہ تو بتاؤ اگر اللہ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ رات ہی رکھے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے (دن کی) روشنی لے کر آئے گا۔ کیا تم سنتے نہیں ہو؟

آپ کہہ دیجئے بتاؤ اگر اللہ قیامت کے دن تک تمہارے اوپر ہمیشہ دن ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات لے آئے گا تا کہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کر سکو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟

اور اس اللہ نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تا کہ تم اس میں آرام و سکون حاصل کرو اور دن میں اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تم شکر ادا کر سکو۔

اور وہ دن جب اللہ ان کو پکار کر فرمائیں گے۔ وہ تمہارے شرکاء کہاں ہیں جنہیں تم میرا شریک خیال کرتے تھے؟ اور ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک گواہ نکال لائیں گے۔ پھر ہم ان سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لے کر آؤ۔ پھر وہ جان لیں گے کہ سچی بات تو اللہ کی ہے۔ اور وہ سب (جھوٹے) معبودان سے گم ہو جائیں گے جنہیں وہ (اللہ کے مقابلے پر) گھڑا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

یَخْتَارُ	وہ پسند کرتا ہے۔ منتخب کرتا ہے
اَلْخِیَرَۃُ	اختیار۔ پسند

تَكِنُّ	چھپتا ہے
سَرْمَدٌ	ہمیشہ
ضِيَاءٌ	روشنی۔ چمک
تَسْكُنُوْنَ	تم سکون حاصل کرتے ہو
تَبْتَغُوْا	تم تلاش کرتے ہو
نَزَعْنَا	ہم نے کھینچ لیا۔ نکال لیا
هَاتُوْا	لے آؤ۔ (تم آؤ)
بُرْهَانٌ	دلیل۔ پسند
ضَلَّ	بھٹک گیا۔ گم ہو گیا
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں۔ بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۵

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ہر شخص کو بتایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! اس کائنات میں ساری قدرت، طاقت، ہر چیز کی خوبی اور عبادت و بندگی صرف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے اپنی مرضی اور مشیت سے کچھ پاکیزہ نفس پیغمبروں کو منتخب کیا جس کا فیصلہ صرف وہی کر سکتا تھا اس کے اس فیصلے کا اختیار کسی کو نہیں ہے نہ کسی کے بس کا یہ کام ہے۔ اس کے کاموں اور اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے اور نادان لوگ جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں انہیں اپنی غلطی کا پوری طرح احساس ہو جائے گا کیونکہ اللہ کی ذات ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

وہ ہر شخص کے ظاہر اور باطن سے اچھی طرح واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون شخص زبان سے کیا بات کہہ رہا ہے اور کون کس بات کو اپنے سینے میں چھپائے بیٹھا ہے۔ وہی معبود حقیقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس دنیا میں اور آخرت میں جو بھی خوبی اور بھلائی ہے وہ اسی کے لئے ہے۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اس نے زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ سورج کے گرد چوبیس گھنٹے میں اپنی ایک گردش

پوری کرتی ہے جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں۔ اگر اللہ زمین کی اس گردش کو روک دے اور مسلسل قیامت تک رات کا اندھیرا چھایا رہے تو اس اللہ کے سوا اور کون سی ذات ہے جو دن کی روشنی کو واپس لے آئے گی کیا سچائی کی یہ بات انہیں سنائی نہیں دیتی اور اگر اسی طرح قیامت تک دن کی روشنی ہو اور رات نہ آئے جس میں آدمی دن بھر تھک کر سوتا اور سکون و اطمینان حاصل کرتا ہے تو اللہ کے سوا اور کون سی ذات ہے جو رات اور اس کے اندھیرے کو لوٹا کر لا سکتی ہے۔ کیا تمہیں اتنی سی بات نہیں سوجھتی۔ اگر اتنی بڑی سچائی اور سامنے کی حقیقت کو دیکھ کر بھی اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنایا جاتا ہے تو اس سے زیادہ ظلم و زیادتی اور کیا ہوگی۔ فرمایا کہ یہ اللہ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم سکون و اطمینان حاصل کر سکو۔ دن میں اس کا فضل و کرم اور رزق حاصل کر کے اس کا شکر ادا کرو۔ فرمایا کہ اس دن ایسے مشرکین کی حسرت کا کیا عالم ہوگا جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تم اپنے معبودوں کو پکارو جن پر تمہیں بڑا ناز اور گھمنڈ تھا کہ وہ قیامت کے دن تمہارے کام آئیں گے۔ مگر آج وہ تم سے کہاں گم ہو گئے ہیں؟ پھر ہر جماعت میں سے ان لوگوں کو سامنے لایا جائے گا جو شرک کرتے تھے اور کہا جائے گا کہ اگر ان کے معبود ہونے پر کوئی دلیل ہے تو وہ آج پیش کرو۔ مگر وہ کیا پیش کریں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہوگی اور اس طرح وہ جان لیں گے کہ سچی بات صرف وہی تھی جو اللہ نے فرمائی تھی اور اس طرح جن کو انہوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا وہ سب کے سب غارت ہو جائیں گے۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ
مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۚ
اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾
وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ
مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ
الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾
قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ
اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ
جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۶ تا ۷۸

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔ اس نے سرکشی اختیار کی۔ ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقت ور لوگوں کی جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔
جب قارون کی قوم نے اس سے کہا کہ تو (اپنی دولت پر) اترایا مت کر۔ کیونکہ اللہ کو وہ لوگ پسند نہیں ہیں جو اترایا کرتے ہیں۔ اور تجھے جو اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی کوشش کر اور دنیا میں بھی اپنا حصہ لینا مت بھول۔ اور جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی (لوگوں سے) نیکی کا معاملہ کر اور زمین میں فساد مت پھیلا۔ بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کہنے لگا کہ یہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے یہ میرے علم و ہنر (کا نتیجہ) ہے جو میرے پاس ہے۔ (اللہ نے فرمایا) کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ نے اس سے پہلے قوموں میں سے ایسے لوگوں کو بھی ہلاک کیا ہے جو قوت اور مال جمع کرنے کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور گناہ گاروں سے ان کے گناہ پوچھ کر (معاملہ) نہیں کیا جاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۶ تا ۷۸

بَغٰی — اس نے زیادتی کی
اَلْكُنُوْزُ (كَنْزٌ) — خزانے
مَفَا تِيْحُ (مِفْتَاحٌ) — چابیاں۔ کنجیاں
تَنُوْءُ — بھاری ہوئیں
اَلْعُصْبَةُ — جماعت
لَا تَفْرَحْ — مت اترا۔ مت اکڑ
لَا تَنْسَ — تو مت بھول
نَصِيْبٌ — حصہ
اَحْسِنْ — بھلائی کر۔ نیکی کر
لَا تَبْغِ — تلاش نہ کر
ذُنُوْبٌ (ذَنْبٌ) — گناہ۔ خطائیں

تشریح: آیت ۷۶ تا ۷۸

مال و دولت اور تجارت اگر اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں اور طریقوں کے مطابق حاصل کر کے اس کو صرف کیا جائے یا جمع کیا جائے تو وہ ہر ایک کے لئے خیر و برکت اور سلامتی کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے مجبور و بے کس بندوں کی مدد پر خرچ کیا جائے تو وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے۔ قرآن کریم میں مال کو خیر اور تجارت کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر مال و دولت، ظلم و زیادتی اور ناجائز طریقوں سے کمائی جائے اور اس کو اپنی محنت، علم اور قابلیت کا نتیجہ سمجھ کر فخر و غرور اور تکبر کا انداز اختیار کیا جائے اور اس دھن دولت پر سانپ بن کر بیٹھا جائے نہ اللہ کا حق ادا کرے اور نہ بندوں کا تو یہی دھن، دولت اس کی دنیا اجاڑنے اور آخرت کی بربادی کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ایسے مال و دولت کو ''کنز'' (خزانہ) فرمایا گیا ہے۔

آپ نے سورۃ القصص کی گذشتہ آیات میں پڑھا ہے کہ جب کفار مکہ کے سامنے نبی کریم ﷺ دین اسلام کی دعوت پیش کر کے ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے پکارتے تو وہ یہ عذر پیش کرتے تھے کہ اگر ہم نے دین اسلام کو قبول کر لیا تو اس سے ہمارے گھر بار، کاروبار، دھن، دولت سب کے سب اچک لئے جائیں گے اور ہمارا اس زمین پر رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کا واقعہ سنا کر عبرت دلائی ہے کہ قارون کے پاس دولت کے انبار تھے۔ اس کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر دنیا داروں کے منہ میں پانی آ جاتا تھا اور وہ اس کی تمنا کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش یہی مال و دولت ہمیں بھی مل جاتا تو ہم بھی قارون کی طرح عیش و آرام کی زندگی گذارتے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر و شرک، نافرمانیوں اور غرور و تکبر کی وجہ سے قارون، اس کے ساتھیوں اور اس کے تمام خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا تب لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم بھی قارون کے ساتھ زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔

مفسرین نے قرآن کریم اور مختلف روایات کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ قارون بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا اور حضرت موسیٰؑ کا چچازاد بھائی تھا اور توریت کا حافظ تھا۔ چونکہ وہ بنی اسرائیل کا باغی تھا تو فرعون کے دربار میں اس کو عزت کا ایک خاص مقام حاصل تھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کی نگرانی ان کے اندرونی حالات کی جاسوسی، ہر طرح کے ظلم و ستم اور دیکھ بھال پر اسے اپنا نمائندہ مقرر کر رکھا تھا اس لئے اس نے نہایت چالاکی سے ہر طرف سے دولت سمیٹنا شروع کر دی اور وہ غیر معمولی دولت کا مالک بن گیا جس کے خزانوں کی چابیاں ہی اتنی زیادہ تھیں کہ ایک مضبوط جماعت بھی انہیں مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ فرعون کی تباہی کے بعد قارون بنی اسرائیل کے ساتھ لگا رہا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ستر منتخب آدمیوں کو لے کر کوہ طور تشریف لے گئے تو قارون بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ قارون کو اس کی دولت کی کثرت، فرعون کے قرب اور خوشامدیوں کی بھیڑ نے ضرورت سے زیادہ غرور و تکبر کا پتلہ بنا دیا تھا اور وہ اپنے سوا سب کو حقیر و ذلیل سمجھتا تھا۔ چنانچہ جب قوم کے کچھ سمجھ دار لوگوں نے اس سے یہ کہا کہ

تو اس مال و دولت پر مت اترا کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں۔ اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس سے آخرت میں گھر بنانے کی فکر کر۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ تو دنیا کی راحتوں کو چھوڑ دے۔ ان سے فائدہ حاصل کر اور جس طرح اللہ نے تیرے اوپر فضل کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کر۔ اور اپنی دولت کے بل بوتے پر دنیا میں فساد مت پھیلا کیونکہ اللہ کو فساد کرنے والے ناپسند ہیں۔ قارون نے ان نصیحتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ میری محنت، قابلیت اور علم کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس کے پاس علم تھا تو اس کے علم نے اسے یہ کیوں نہیں بتایا کہ اس سے پہلے بہت سی قوموں کو اللہ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا تھا جو اس سے بھی زیادہ طاقت و قوت اور لوگوں کی بھیڑ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب لوگ گناہ پر گناہ کرتے چلے جائیں اور توبہ نہ کریں تو وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں یا نہ کریں اللہ جب ان کو پکڑتا ہے تو ان سے پوچھ کر نہیں پکڑتا بلکہ وہ اپنے فیصلے کو اچانک نافذ کر دیتا ہے۔

قارون کے واقعہ کی بقیہ تفصیل اس کے بعد کی آیات میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ
فِىْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا
مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ
وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا
كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ
وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ
لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۸ ۷ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

پھر وہ (ایک دن) اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا۔ وہ لوگ جو دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے کہنے لگے کاش ہمیں بھی وہ ساز و سامان ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ بلا شبہ وہ تو بہت خوش نصیب ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں (صحیح اور سچا) علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا افسوس ہے تم پر اللہ تعالیٰ کا وہ ثواب زیادہ بہتر ہے (جو اس کی بارگاہ سے) ان کو ملتا ہے جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ اور (یہ مقام) صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ پھر ہم نے قارون کو اور اس کے مکان کو زمین میں دھنسا دیا۔ کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اس کو اللہ (کے عذاب سے) بچا لیتی۔ اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچانے والا بن سکا۔ اور گذشتہ کل جو لوگ اس جیسا بننے کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے ہائے افسوس! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے۔ اگر اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا تو ہم بھی (اسی طرح قارون کے ساتھ) دھنسا دیئے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کو فلاح نہیں ملتی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

خَرَجَ — وہ نکلا

زِيْنَةٌ — زیب و زینت۔ خوبصورتی

يٰلَيْتَ — اے کاش ایسا ہوتا

ذُوْحَظٍّ — نصیب والا۔ خوش نصیب

وَيْلَكُمْ — تمہاری خرابی۔ تم پر افسوس ہے

لَا يُلَقّٰى	وہ نہیں ملتا۔نصیب نہیں ہوتا
خَسَفْنَا	ہم نے دھنسا دیا
فِئَةٌ	جماعت۔گروہ
تَمَنَّوْا	تمنا کی تھی
وَيْكَاَنَّ	ہائے شامت۔ہائے افسوس
مَنَّ	اس نے احسان کیا

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۲

اگر ایمان اور عمل صالح نہ ہو تو مال و دولت کا نشہ آدمی کو دیوانوں جیسی حرکتیں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔قارون جو نہایت چالاک، عیار اور دولت پرست آدمی تھا وہ حضرت موسیٰؑ کے خلاف ہر ممکن سازشیں کرتا رہتا تھا تا کہ ان کو نیچا دکھائے۔اس نے نہایت نازیبا حرکتیں کرنا شروع کر دیں۔اس نے کسی فاحشہ عورت کو کچھ دے دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر بھرے مجمع میں زنا کا الزام لگا دے۔چنانچہ جب اس عورت نے سب کے سامنے اتنا بڑا الزام لگایا تو حضرت موسیٰؑ نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ وہ بتائے کیا ان سے یہ گناہ ہوا ہے۔اس عورت کو اللہ نے ہدایت دی اس نے بتا دیا کہ قارون نے اس کو یہ الزام لگانے پر مجبور کیا تھا۔حضرت موسیٰؑ نے اسی وقت اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے۔اللہ تعالیٰ نے قارون کو سزا دینے کا فیصلہ فرما لیا۔ایک دن وہ اپنے مال و دولت کا رعب جمانے کے لئے اپنے مال و دولت اور اپنے لاتعداد خادموں کو لے کر بڑی شان و شوکت سے اتراتا اکڑتا نکلا۔جو لوگ دنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان ہی میں سے دنیا پسندوں نے بڑی حسرت اور رشک کی نگاہوں سے قارون اور اس کے خزانوں کو دیکھ کر اس تمنا کا اظہار کیا۔کاش ان کے پاس بھی اسی طرح دولت کے ڈھیر ہوتے۔واقعی قارون بہت ہی خوش نصیب آدمی ہے۔اس کے برخلاف اللہ نے جن لوگوں کو علم و بصیرت اور دین کی سمجھ عطا فرمائی تھی جو وقتی چمک دمک کو دیکھ کر بے قابو نہیں ہو جاتے انہوں نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم پر بڑا افسوس ہے کہ تم اس سامان زندگی کو بھلا بیٹھے ہو جو اللہ نے

تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے جو ان بے حقیقت چیزوں سے کہیں بہتر ہے اور یہ ان کو نصیب ہوتا ہے جو صبر و شکر کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی بددعا کو قبول کر کے قارون کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ اللہ نے قارون، اس کے خادموں، ساتھیوں اور اس کے زبردست خزانوں سمیت ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بچانے کے لئے کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے آئی اور نہ وہ خود اپنے آپ کو اور اپنی دولت کو بچا سکا اور اس طرح اس کا مال و دولت بھی اس کے کام نہ آسکا۔

جب دنیا پسندوں نے قارون کا یہ حشر اور انجام دیکھا تو کہنے لگے کہ کھلا رزق یا ناپا تلا رزق، یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے اگر اس اللہ کا ہم پر کرم اور احسان نہ ہوتا تو ہم بھی قارون کے ساتھ اسی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو کفر کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں ان کو کبھی فلاح و کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا
یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا
یُجْزَى الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ
قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ
مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ یُّلْقٰۤى اِلَیْكَ الْكِتٰبُ
اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ
وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا
وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

وقف لازم ع ع ۲ / المنزلة

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۸۸

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور فساد نہیں کرتے۔

اور بہتر انجام ان ہی لوگوں کا ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوگا اس کے لئے اس سے بہتر (بدلہ) ہوگا اور جو برائی لے کر حاضر ہوگا اس کو وہی سزا ملے گی جو وہ کیا کرتا تھا۔

بے شک جس اللہ نے آپ پر قرآن (کی تبلیغ اور عمل) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور لوٹنے کی جگہ (مکہ مکرمہ) پھیر لائے گا۔ آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

اور (اے نبی ﷺ) آپ کو اس کی توقع نہ تھی کہ آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن مجید) نازل کی جائے گی۔ بلکہ محض آپ کے رب کی رحمت سے (یہ کتاب نازل کی گئی) تو آپ ہرگز ان نافرمانوں کے مددگار نہ بنیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کافر آپ کو ان احکامات سے روک دیں جو آپ کی طرف نازل کئے گئے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے۔ اور آپ مشرکین میں سے نہ ہوں۔

اور آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ پکاریئے (کیونکہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے سوائے اس کی ذات کے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ اسی کی حکمرانی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر۸۳تا۸۸

عُلُوٌّ بڑائی۔ برتری

اَلْعَاقِبَةُ انجام۔ نتیجہ

فَرَضَ فرض کردیا۔ لازم کردیا

رَآدٌّ وہ لوٹ گیا

مَعَادٌ لوٹنے کی جگہ

لَا يَصُدُّنَّ وہ ہرگز نہ روکیں گے

هَالِكٌ ہلاک ہونے والا

وَجْهٌ چہرہ۔ ذات

تشریح: آیت نمبر۸۳تا۸۸

سورۃ القصص میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کو عبرت و نصیحت کے لئے تفصیل سے بیان کرنے کے بعد بنی اسرائیل ہی کے ایک فرد قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو اپنی دولت کی کثرت، خوشامدیوں کی بھیڑ اور فخر و غرور کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ پر الزام لگانے سے باز نہیں آیا تو اللہ نے اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ اس کی دولت اور اس کے آگے پیچھے دوڑنے بھاگنے والے لوگ بھی اس کی مدد کر کے اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ مکہ کے وہ کافر جو یہ کہتے تھے کہ اگر ہم نے اپنے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا تو عرب کے لوگ ہمارا جینا دوبھر کر دیں گے اور ہمیں اپنے بال بچوں، گھر بار اور مال و دولت سے محروم کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قارون کا واقعہ سنا کر بتا دیا کہ قارون کے پاس بے پناہ اور بے حساب دولت تھی جس کے خزانوں کی چابیاں ہی طاقت ور جماعتیں اٹھانے سے قاصر تھیں جب اس پر اللہ کا عذاب آیا اور زمین میں دھنسا دیا گیا تو

اس کی دولت اوراس کے لوگ اس کے کام نہ آسکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کا دھن و دولت، چمک دمک، زیب و زینت اور رونقیں سب عارضی اور وقتی چیزیں ہیں جو موت کے ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔ اس کے برخلاف آخرت کا گھر یعنی جنت، اس کا سکون، راحت و آرام ہمیشہ کے لئے ہے۔ لیکن اس آخرت کے گھر کے مستحق وہی لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر اپنی بڑائی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں۔ غرور و تکبر سے بچتے ہیں اور زمین پر فساد نہیں مچاتے۔ اللہ سے ڈرنے والوں کا انجام ہی بہترین انجام ہوتا ہے۔

اللہ کا قانون اور دستور یہ ہے کہ جو آدمی نیکی اور بھلائی لے کر آخرت میں پہنچے گا وہ اس کی نیکی کا اجر اور بدلہ اس سے بہتر عطا فرمائے گا جو اس نے کی ہوگی۔ لیکن جو لوگ گناہوں کے ڈھیر لے کر پہنچیں گے تو ان کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا انہوں نے کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جس ذات نے آپ کو قرآن کریم جیسی عظیم کتاب دی ہے تاکہ آپ اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچا کر ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کر دیں تو وہی اللہ آپ کو اس مقام تک پہنچائے گا جہاں ان کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے مراد جنت اور اس کی راحتیں بھی ہیں اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی وہ سرزمین جس میں اہل ایمان پر مکہ کی زمین کو تنگ کر دیا گیا تھا اس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو عزت و عظمت کے ساتھ کامیاب و بامراد کر کے واپس لایا جائے گا۔ بہرحال بتایا یہ جا رہا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت کی ابدی راحتیں وہ سب کی سب اہل ایمان کو عطا کی جائیں گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون ہدایت اور سیدھے راستے پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

سورۃ القصص کی آیات کو اس مضمون پر مکمل فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو اس بات کی امید تک نہ تھی کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب آپ پر نازل کی جائے گی یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم ہے جس نے آپ کو قرآن کریم جیسی شان دار اور باعظمت کتاب عطا فرما دی ہے۔

اب آپ کی اور آپ کی امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ

(۱) آپ کسی طرح کفار کے مددگار نہ بنیں۔

(۲) جب قرآن کریم نازل کر دیا گیا ہے تو آپ اس کی پابندی کیجئے اور لوگوں کو اس قرآن مجید کی طرف بلائیے۔

(۳) کفار ومشرکین (کی زیادتیوں) کا خیال چھوڑ دیجئے۔

(۴) اللہ کی ہستی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکاریئے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور سوائے اللہ کی ذات کے کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔

(۵) سارے فیصلوں کا اختیار اسی کا ہے۔

(۶) اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

الحمدللہ سورۃ القصص کی آیات کا ترجمہ وتفسیر وتشریح تکمیل تک پہنچی

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۰ تا ۲۱

• امن خلق • اتل ما اوحی

سورۃ نمبر ۲۹

العَنكَبُوت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العنکبوت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	29
کل رکوع	7
آیات	69
الفاظ وکلمات	990
حروف	4410

اللہ تعالیٰ اپنے نیک، متقی اور پرہیز گار بندوں کو دنیا اور آخرت میں بلند مقام عطا کرنے کے لیے طرح طرح سے آزماتا ہے۔ جو اس امتحان میں تکلیفیں، مصیبتیں اور شدید ترمخالفتوں کے باوجود صبر وتحمل کا دامن تھامے رہتے ہیں ان کو دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو انبیاء کرامؑ کے راستے کو چھوڑ کر کفر وشرک کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں وہ بظاہر عیش وآرام میں ہوتے ہیں لیکن ان کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ وہ مظلوم اہل ایمان پر ظلم وستم اور بربریت کی انتہا کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دنیا کے بد ترین ناکام لوگوں میں سے ہیں۔

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں ہجرت حبشہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی ۔ یہ وہ وقت تھا جب کفار ومشرکین نے اہل ایمان پر ظلم وستم کر کے مکہ کی سرزمین کو ان پر تنگ کر دیا تھا اور وہ مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے حکم سے صحابہ کرامؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ برائی کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ فرمایا تم صبر کرو بہتر نتیجہ تمہارے حق ہی میں نکلے گا اور تم کامیاب ہو گے۔

جب یہ سورت نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور مشرکین عرب میں رسول اللہ ﷺ کی آواز حق وصداقت کو پابند کرنے کے لیے ہر وہ ظلم وستم کر رہے تھے کہ جس سے مکہ کی سر زمین نبی کریم ﷺ اور آپ کے ماننے والوں پر اس قدر تنگ ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق صحابہ کرامؓ حق وصداقت کے لیے اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت شروع کر دی اور کچھ عرصہ بعد اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کے ماننے والوں کو یہ سمجھایا ہے کہ اہل ایمان حق وصداقت کی راہوں کو روشن کرتے رہیں یہ کفار مکہ کا ظلم وستم اور ان کا غرور تکبر مکڑی کے جالے سے زیادہ طاقت ور نہیں ہے۔ جس طرح مکڑی اپنے جال کو مضبوط سمجھ کر اس میں ہر ایک کو شکار کرنے کے لیے مضبوط

اس سورۃ میں متعدد انبیاء کرامؑ کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے صبر وتحمل سے کام لے کر دن رات جدوجہد کی۔ جو سعادت مند لوگ تھے انہوں نے دین کی سچائیوں کو قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت بہتر بنالی اور بدبخت لوگ نہ دنیا حاصل کر سکے نہ آخرت۔

ترین سمجھتی ہے حالانکہ مکڑی کا گھر اتنا ہی کمزور ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اہل ایمان نہ گھبرائیں بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ان کفار کی کمر ٹوٹ جائے گی اور ان کے لیے کوئی راہ نجات نہ ہو گی۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے حالات کو بتا کر یہ سمجھایا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جب بھی اللہ نے اپنے کسی نبی کو بھیجا تو کفار ومشرکین نے اس سچائی کو جھٹلایا۔ انبیاء کرام کی بات نہ مان کر انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی اور اللہ نے انبیاء کرامؑ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب وبامراد فرمایا اور انہیں دین ودنیا کی ساری نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان کی نافرمان قوم کا ذکر فرمایا۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم اور نسلوں کو سمجھایا مگر انہوں نے اہل ایمان کا مذاق اڑایا۔ انہیں طرح طرح سے ستایا جس سے وہ کفار خود ہی مشکلات میں پھنس گئے۔ جب وہ مسلسل نافرمانیاں کرتے رہے تو اللہ نے ان کو پانی میں غرق کر دیا اور حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

(۲) حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو حق وصداقت کی طرف بلایا تو ساری قوم نے کہا کہ ہمارے بتوں اور معبودوں کی توہین کرنے والے ابراہیم کو قتل کر دو، مار دو، جلا ڈالو اور کڑی سے کڑی سزا دو۔ چنانچہ ان کو زندہ آگ میں پھینک دیا گیا۔ اللہ نے اس آگ کو ایسا گل وگلزار بنا دیا کہ آگ ان پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ کو ساتھ لے کر فلسطین میں آباد ہو گئے اور کفار اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

(۳) حضرت لوطؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو غیر فطری گناہوں اور بدفعلیوں سے بچانے کے لیے ہر طرح سمجھایا مگر سوائے چند لوگوں کے سب نے حضرت لوطؑ کو جھٹلایا۔ ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی ان بدکرداروں کے ساتھ مل گئی اور دولت ایمانی سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ، ان کے مومن گھر والوں اور ماننے والوں کو نجات دے دی اور ان کفار پر پتھروں کی بارش کر دی اور ان کی بستیوں کو ان پر الٹ کر ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

(۴) حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم تک دین کو پہنچایا۔ ان کو حق و صداقت پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ معاملات میں بددیانتی، بے ایمانی اور ماپ تول میں کمی سے منع فرمایا مگر ان کی قوم ان کا مذاق اڑاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی اور نافرمانوں کو طوفانی ہواؤں اور پانی کے طوفان سے تہس نہس کر ڈالا۔

(۵) حضرت موسیٰؑ کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو ہر طرح کے کفر و شرک سے بچانے اور قوم فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کی ہر ممکن کوشش کی ایک نئی زندگی دی لیکن انہوں نے نافرمانی کرنے کو اپنا مزاج بنالیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کو نجات دی اور کفار و مشرکین کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔

(۶) قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان کی نافرمانیاں کیں اللہ نے جو اُن کو بے پناہ قوت و طاقت عطا کی تھی اس کا غلط استعمال کیا تب اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کو اور ان کے ماننے والوں کو نجات دے دی اور ان قوموں کو تباہ و برباد کر ڈالا۔

(۷) قارون کا واقعہ سنایا گیا جسے اللہ نے بے پناہ دولت عطا کی تھی مگر اس کی دولت نے اس کو ایسا سرکش، ضدی اور ہٹ دھرم بنادیا تھا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کو بھی جھٹلانا شروع کر دیا۔ اللہ نے قارون کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ واقعات سنا کر ان کو تسلی دی ہے کہ آج اگر کفار مکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو ستا رہے ہیں ایسے لوگ مذکورہ نبیوں اور لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ اللہ اور اس کے نبیوں کے انکار کا کس قدر بھیانک انجام ہوا اور اہل ایمان کو کس قدر عزت و سربلندی اور نجات نصیب ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں، کسی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ کا نظام اور طریقہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

اہل ایمان سے فرمایا کہ وہ

(۱) تلاوت کلام اللہ کرتے رہیں۔

(۲) نمازوں کی پابندی کریں۔

(۳) اور اہل کتاب سے گفتگو میں شائستگی کے پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔

اس سورۃ میں چند اور اہم باتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

☆ جولوگ معجزات کا مطالبہ کررہے ہیں وہ اگر واقعی حق کی تلاش میں ہیں تو قرآن کریم ان کے سامنے ایک معجزہ کے طور پر ہے۔اس کے مقابلے میں کسی اور معجزہ کا مطالبہ ایک عجیب سا مطالبہ ہے۔

☆ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب کیوں نہیں آتا فرمایا کہ ان سے کہہ دیا جائے اللہ کا اپنا ایک نظام ہے جب وہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو پھر اس سے بچانے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔

☆ جب کوئی سرزمین اس حد تک تنگ کردی جائے کہ وہاں رہنا مشکل ہوجائے تو وہاں سے ہجرت کرجانا ہی بہتر ہے۔

☆ اگر کوئی اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑتا ہے تو اس کو یہ سوچنا کہ ہم کھائیں گے کیا؟ فرمایا کہ پرندے بھی روزانہ اپنا رزق تلاش کرتے ہیں اور رات کو پیٹ بھر کر سوتے ہیں فرمایا کہ حق وصداقت کے راستے میں چلنے والوں کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

☆ فرمایا کہ جب یہ کفار کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور جب نجات پالیتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں حالانکہ ان کے دل جانتے ہیں کہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی ہے وہی نجات دیتا ہے۔

☆ فرمایا کہ جولوگ اللہ کے راستے میں مشقت اور مصیبتیں اٹھاتے ہیں اللہ ان کے لیے زندگی کی راہیں آسان کر دیتا ہے۔دیانت وامانت اختیار کرنے والا اللہ کی مدد کا مستحق ہوتا ہے۔ان سے اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اہل ایمان کے لیے بڑی خوش خبری اور بشارت ہے۔

سُورَةُ العَنكَبُوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا
يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ
يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٥﴾
وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ
سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ حالانکہ ہم ان کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو کر گزرے ہیں۔ اور البتہ اللہ ان کو جان لے گا جو سچے ہیں اور وہ ان کو بھی کھول کر رکھ دے گا جو جھوٹے ہیں۔

کیا ان لوگوں نے جو برائیاں (گناہ) کرتے رہتے ہیں یہ سمجھ لیا ہے کہ کہیں وہ ہم سے نکل بھاگیں گے (آگے بڑھ جائیں گے)۔ جو کر رہے ہیں وہ ایک برا فیصلہ ہے۔

پھر جو لوگ اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں تو بے شک اللہ کی ملاقات کی مدت مقرر ہے۔ وہ سنتا اور جانتا ہے۔ جو شخص جدوجہد کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ بے شک اللہ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے بھلے کام کئے تو ہم ان کے گناہ ضرور دور کر دیں گے اور جو کچھ وہ کرتے تھے ان کو اس سے زیادہ بہتر بدلہ عطا کریں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

حَسِبَ	گمان کیا۔ خیال کیا
لَا یُفْتَنُوْنَ	وہ آزمائے نہ جائیں گے
سَاءَ	برا ہے
یَرْجُوْا	امید رکھتا ہے
یُجَاهِدُ	وہ جدوجہد / کوشش کرتا ہے
غَنِیٌّ	بے نیاز
نُکَفِّرَنَّ	ہم ضرور اتار دیں گے
نَجْزِیَنَّ	ہم ضرور بدلہ دیں گے
اَحْسَنَ	زیادہ بہتر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے یعنی جن حروف کے معنی کا علم اللہ کو ہے۔

جب انسان حق و صداقت یعنی ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتا ہے تو اس کو باطل نظام زندگی اور ظالموں کی قوت و طاقت سے ٹکرانا پڑتا ہے۔ یہ اتنی بڑی آزمائش اور امتحان ہے کہ حالات کے سامنے اگر وہ ڈٹ کر اور جم کر کھڑا ہو جائے اور

اپنے اندر ہر طرح کے طوفانوں سے ٹکرانے کا حوصلہ پیدا کر لے تو وہ مخالف حالات کی اس بھٹی سے کندن بن کر نکلتا ہے۔ جس طرح سونے کو آگ میں تپایا جاتا ہے تو اس کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور وہ سونا کندن بن جاتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ سعادت مندوں کے علاوہ پورے عرب کے لوگ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے اور ظلم وستم کے ایسے پہاڑ توڑنے لگے جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے بے مثال قربانیوں اور صبر وتحمل کا پیکر بن کر ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کیا۔ اس خوف اور دہشت کے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل کر کے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ وہ کفار کی اس یلغار سے قطعاً پریشان نہ ہوں کیونکہ ان سے پہلے سچائی کے راستے پر چلنے والوں کو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئی ہیں۔ حالات کی یہ سختی درحقیقت اہل ایمان کا ایک امتحان ہے جو اچھے اور برے لوگوں کو چھانٹ کر رکھ دیتی ہے۔ لیکن اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو بھی اس حق وصداقت کے راستے پر چلے گا ثابت قدم رہ کر ہر ظلم وستم کو برداشت کرتا چلا جائے گا اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب وبامراد کیا جائے گا۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تمہیں جنت یوں ہی مل جائے گی اور تم اس میں داخل کر دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو تم پر وہ حالات بھی نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے جو ایسی پریشانیوں اور تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا کئے گئے اور ہلا مارے گئے تھے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے بھی کہہ اٹھے تھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سنو! اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔'' (سورۂ بقرہ)

اسی طرح جب حالات بہت زیادہ خراب ہوگئے اور صحابہ کرامؓ پر ہر طرف سے کفار کے ظلم وستم بڑھ گئے تو حضرت خباب ابن ارتؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس وقت عرض کیا جب آپ کعبہ کی دیوار کے سائے میں تشریف رکھتے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے لئے (ان برے حالات سے نکلنے کے لئے) دعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو اہل ایمان گذر چکے ہیں ان پر اس سے زیادہ تکلیفیں اور مصیبتیں آئی تھیں۔ ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے، کسی کے بدن پر لوہے کے کنگھے گھسے جاتے تا کہ وہ ایمان سے باز آجائے۔ اللہ کی قسم یہ کام پورا ہو کر رہے گا (نظام اسلام مکمل ہو کر رہے گا) یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک بے خوف وخطر سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ رکھے گا۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

خلاصہ یہ ہے کہ اس راہ عشق میں زبانی دعوے سے کام نہیں چلتا بلکہ دین کی سچائیوں کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے سے کامیابی کی منزل قریب آتی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ حالانکہ ہم ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ یقیناً اللہ ان کو ظاہر کر کے رہے گا جو سچائی کے علم بردار ہیں اور ان لوگوں کی حقیقت کو بھی کھول کر رکھ دے گا جو جھوٹے ہیں''۔

فرمایا'' وہ لوگ جو کفر اور گناہ کے راستے پر چل کر اہل ایمان کو ستا رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم سے نکل کر وہ کہیں بھاگ نکلیں گے بلکہ وہ ہماری نظروں میں ہیں۔ اگر وہ ایسا سوچتے ہیں تو وہ ایک غلط فیصلہ کئے ہوئے ہیں یعنی وہ اللہ کی گرفت میں آکر رہیں گے۔''

اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

''وہ لوگ جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ وہ سن رہا ہے اور جانتا ہے۔ جو شخص (اللہ کی راہ میں) جدوجہد کرے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔ بلا شبہ اللہ تو جہاں والوں سے بے نیاز ہے یعنی وہ کسی کی جدوجہد یا عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ فرمایا جو لوگ ایمان لا کر بھلے اور نیک کام کریں گے تو ہم ان کے گناہ ضرور دور کر دیں گے۔ اور وہ جو بھی عمل صالح کرتے ہیں اس پر انہیں زیادہ بہتر بدلہ اور صلہ عطا کیا جائے گا جو وہ کرتے رہے ہیں''۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین کی سچائیوں کو دنیا بھر میں قائم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک مومن یہ نہیں دیکھتا کہ حالات کس قدر سنگین اور ناموافق ہیں بلکہ وہ اپنے ایمان کی قوت سے ہر طوفان کا رخ موڑ دیتا ہے۔ اس میں اس بات کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کو تبدیل کر لیتا ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتا۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والوں کا یہی حوصلہ اور بے خوفی تھی کہ ساری دنیا کی سلطنتیں ان کے قدموں کی دھول بن کر رہ گئی تھیں کیونکہ ان کے دلوں میں صرف ایک اللہ کا خوف تھا باقی وہ دنیا کی ہر طاقت کے خلاف آندھی طوفان کی طرح اٹھے اور دنیا کو ظلم و ستم سے پاک کر کے انسانیت کی اقدار کو قائم کر کے دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ
لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ
مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ
فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۖ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ
لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ
الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ
الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا
سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ
مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ
ع ۱۳/۱ ۱۳ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۳

اور ہم نے انسان کو والدین سے حسن سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اور اگر وہ اس بات کی کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک بنالے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کا کہنا مت مان۔ تم سب کو میری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے۔ پھر میں تمہیں ضرور بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو میں انہیں ضرور نیک بندوں میں شامل کروں گا۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ پھر جب اللہ کی راہ

میں ستائے گئے تو انہوں نے لوگوں کے ستانے کو ایسا سمجھ لیا جیسے اللہ کا عذاب ہے۔ اور اگر تمہارے رب کی طرف سے کوئی مدد آ جائے تو اس وقت وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کیا اللہ کو معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ دنیا جہاں کے لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو معلوم کر لے گا جو ایمان لائے۔ اور البتہ وہ ضرور معلوم کر لے گا منافقوں کو۔

اور کافروں نے ایمان والوں سے کہا کہ ہمارے راستے پر چلو۔ ہم تمہارے (گناہوں کا) بوجھ اٹھا لیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے نجانے کتنے بوجھ اٹھائیں گے۔ اور قیامت کے دن ضرور پوچھا جائے گا جو کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۳

وَصَّيْنَا — ہم نے وصیت کی۔ ہم نے حکم دیا

جَاهَدَا — دونوں نے کوشش کی

لَا تُطِعْ — کہنا مت مان۔ اطاعت نہ کر

اُنَبِّئُ — میں بتاؤں گا

اُوْذِيَ — تکلیف دی گئی

صُدُوْرٌ (صَدْرٌ) — سینے

نَحْمِلُ — ہم اٹھائیں گے

اَثْقَالٌ (ثِقْلٌ) — بوجھ

يُسْئَلُنَّ — وہ ضرور سوال کئے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۳

کفر، شرک اور منافقت وہ بدترین خصلتیں اور عادتیں ہیں جن کی بدترین سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک کرنے والا مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ”بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ وہ جس گناہ کو چاہے معاف کر سکتا ہے“۔ اگر کوئی مشرک اپنے شرک سے توبہ نہ کرے تو اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اللہ اس کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ کیونکہ شرک درحقیقت اللہ کی ذات پر براہ راست حملہ ہے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ شرک کتنا بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس آیت سے بھی لگایا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ والدین جن کے ساتھ حسن سلوک جائز باتوں میں ان کی اطاعت و فرماں برداری اور بے غرض خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تمام انسانی حقوق میں سب سے پہلا اور اہم حق ماں باپ کا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ وہ مومن ہیں یا کافر و مشرک ہر حال میں ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے۔ لیکن اگر والدین اپنی اولاد پر دباؤ ڈالیں اور زور دیں کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک یا گناہ کریں تو اس میں ان کی قطعاً اطاعت و فرماں برداری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کا صاف انکار کر دینا لازمی اور ضروری ہے۔ کیونکہ والدین کے حقوق اس وقت تک قابل احترام ہیں جب تک خالق کے حقوق سے نہ ٹکرائیں۔ اگر خالق اور والدین کے حقوق آپس میں ٹکرا جائیں تو ہر حال میں اپنے خالق و مالک اللہ کا حکم ماننا ضروری ہوگا۔ اسی لئے صاف حکم موجود ہے کہ

لا طاعته المخلوق فی معصیته الخالق

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے

حضرت سعد ابن ابی وقاص ان دس خوش نصیب صحابہؓ میں سے ایک ہیں جن کو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے واقعات زندگی میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی والدہ حمنہ بنت ابی سفیان سے والہانہ محبت کرتے اور ان کی اطاعت و فرماں برداری میں ایک مثال تھے۔ جب حضرت سعدؓ نے دین اسلام قبول کر لیا اور اس بات کی اطلاع ان کی والدہ کو ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوئیں اور ان پر شدید دباؤ ڈالا کہ وہ اس دین کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے مذہب کو پھر سے اختیار کر لیں۔ انہوں نے حضرت سعد پر دباؤ ڈالنے کے لئے قسم کھالی کہ جب تک وہ اس دین کو نہ چھوڑیں گے اس وقت تک وہ نہ کھائیں گی نہ پئیں گی اور نہ سائے میں بیٹھیں گی۔ انہوں نے کہا میں اسی طرح بھوکی پیاسی مرجاؤں گی۔ انہوں نے حضرت سعد سے کہا کہ اگر اسی حالت میں مرگئی تو ساری دنیا تجھے طعنے دے گی اور کہے گی کہ تو اپنی ماں کا قاتل ہے۔ حضرت سعدؓ کے لئے یہ بہت کڑا اور کٹھن امتحان تھا۔ ایک طرف والدہ کی اطاعت و محبت اور دوسری طرف ان کی اپنی آخرت کا مسئلہ تھا۔ آخر کار

انہوں نے دین اسلام پر استقامت کا فیصلہ کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اے اماں جان! اگر آپ کی سو جانیں بھی ہوں اور وہ ایک ایک کر کے نکلتی جائیں تو اللہ کی قسم میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار نہ کروں گا۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔ آپ جو چاہے کریں۔ حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کو سن کران کی والدہ قطعاً مایوس ہو گئیں اور انہوں نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور خاموشی اختیار کر لی۔ (مسلم، ترمذی)

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ

''ہم نے انسان کو والدین سے حسن سلوک کی وصیت (تاکید) کی ہے۔ لیکن اگر وہ (والدین) اس بات کی کوشش کریں کہ تو کسی کو میرا شریک بنالے جس کا تجھے علم بھی نہیں ہے تو ان کا کہنا مت مان۔ کیونکہ تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر میں بتاؤں گا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو میں ان کو اپنے نیک بندوں میں شامل کروں گا۔''

شرک جس طرح ایک بدترین خصلت اور عادت ہے اسی طرح منافقت بھی برائی میں شرک سے کم نہیں ہے۔ جس کی نہایت ہیبت ناک سزا مقرر فرمائی گئی ہے۔ فرمایا کہ بعض وہ منافق ہیں جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ لیکن اگر ان پر ذرا بھی کوئی آزمائش آجاتی ہے جس سے وہ کسی مشکل یا مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے اسے ایک عذاب سمجھنے لگتے ہیں۔ اور فوراً ہی بدل جاتے ہیں اور کفار کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں اور ان کو ایمان جیسی نعمت معمولی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی منافقت کا یہ حال ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی فتح و نصرت اور کامیابی مل جاتی ہے تو وہ مال غنیمت میں سے اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ کو ان کے دلی جذبات اور ان کی تمام حرکتوں کا پوری طرح علم ہے۔ کیونکہ ایک آدمی اپنی کسی بات کو ساری دنیا سے چھپا سکتا ہے۔ لوگوں کی نظروں میں دھول جھونک کر ان کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے اندرونی جذبات کو اللہ سے نہیں چھپا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے اور کون منافقت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مشرکین اور منافقین کے ساتھ ساتھ کافروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو ایمان والوں سے کہتے تھے کہ تم ہمارے کہنے سے دین اسلام کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے مذہب پر پلٹ آؤ تا کہ دنیا میں اور آخرت میں ہر طرح کے نقصانات اور تکلیفوں سے محفوظ ہو جاؤ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ دین اسلام کو چھوڑ دینا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر آخرت میں پوچھ گچھ ہوئی تو ہم تمہارا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کے بوجھ اٹھانے کے قابل کہاں ہوں گے کیونکہ ان پر تو ویسے ہی دوھرے گناہوں کے بوجھ ہوں گے ایک بوجھ تو خود گمراہ ہونے کا اور دوسرے اوروں کو گمراہ کرنے اور بھٹکانے کا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وہاں تو ایسی نفسا نفسی ہوگی کہ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے یا کسی برے راستے پر لگاتا ہے تو اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو ہدایت کے راستے پر لگائے گا تو اس کو بھی اجر وثواب ملے گا جس نے کسی کو سیدھے راستے پر لگایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو شخص دوسروں کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو جتنے لوگ اس کی بات مان کر ہدایت پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب اس دعوت دینے والے کو بھی ملے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی آئے۔ اسی طرح جو شخص کسی کو گناہ یا گمراہی کے راستے پر بلائے گا اور وہ اس گناہ میں مبتلا ہوگا تو اس کے کہنے سے جو بھی گمراہ ہوگا اس کے برے اعمال کا وبال اس گمراہ کرنے والے پر بھی ہوگا۔ اوران کے عذاب میں کوئی کمی نہ آئے گی۔ (مسلم، ابن ماجہ، قرطبی)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ
اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴
فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۵
وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا
عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ
قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اور البتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ پھر وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار (ساڑھے نوسو) سال تک رہے۔ پھر انہیں (قوم نوح کو) ایک طوفان نے آ پکڑا اور وہ ظالم (گناہ گار) تھے۔

پھر ہم نے ان کو اور جہاز والوں کو بچالیا اور جہاز کو دنیا والوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

اور اسی طرح جب ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور اسی سے ڈرو۔ اگر تم جانتے ہو تو اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو حالانکہ تم ان کو خود (اپنے ہاتھوں سے) گھڑتے ہو۔

بے شک تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن دوسروں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ تم اللہ کے پاس سے رزق تلاش کرو۔ اسی کی بندگی کرو۔ اسی کا شکر ادا کرو اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اور اگر تمہیں جھٹلایا گیا تو بہت سے ان گروہوں نے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ رسول کے ذمے سوائے کھول کھول کر پہنچانے کے اور کچھ ذمہ داری نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

لَبِثَ — وہ ٹھہرا رہا

اَلْفُ سَنَةٍ — ایک ہزار سال

خَمْسِيْنَ — پچاس

عَامٌ — سال

اَلسَّفِيْنَةُ — جہاز۔ کشتی

اَوْثَانٌ — بت

اِفۡکٌ	جھوٹ۔ باطل
اِبۡتَغُوۡا	تلاش کرو
اُمَمٌ	امتیں۔ قومیں
اَلۡبَلٰغُ	پہنچادینا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ نے اہل ایمان کو ہر طرح کے حالات سے آزمایا جس میں انہوں نے صبر و تحمل، عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ اللہ نے ان کو نہ صرف دنیا میں امن و سکون اور سلامتی عطا فرمائی بلکہ آخرت میں بھی ان کی نجات کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا یہ ظلم و ستم اسی طرح جاری رہے گا اور وہ قدرت کی گرفت میں نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کو ثبوت کے طور پر پیش کر کے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دیتا ہے تو پھر ان ظالموں کو بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے واقعات زندگی کو بیان کیا کہ انہوں نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کس طرح اپنی امتوں کو سمجھانے کے لئے ایک لمبی عمر تک دن رات جدوجہد کی۔ وہ لوگ جنہوں نے ان انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد رہے اور جنہوں نے ان کی نافرمانی کی ان کی دنیا بھی برباد ہوئی اور وہ آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک نافرمانوں کو ہر طرح سمجھایا۔ دن رات جدوجہد کی اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں مگر ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ طرح طرح سے اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ قوم ان کی اطاعت و فرماں برداری کرنے، غرور و تکبر اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اللہ کے بندے بن کر رہیں، غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چھوڑ دیں، اور جو بھی طاقت ور ہے وہ اپنے کمزوروں پر ظلم و ستم چھوڑ کر ان کو ستانے سے باز رہے۔ اور وہ بت جن کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنا کر ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ حضرت نوحؑ کی صدیوں کی اس تبلیغ سے بہت تھوڑے سے لوگوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی

اختیار کی اور باقی ساری قوم اپنی جہالت و نادانی پر قائم رہی۔ایک دن بارگاہ الٰہی میں حضرت نوحؑ نے عرض کر دیا۔الٰہی میں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ میری بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں اب آپ فیصلہ فرما دیجئے۔اللہ تعالیٰ نے اس پوری قوم کو اور اس کے تمام مال و اسباب کو پانی میں اس طرح غرق کر دیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنے والے بھی اس عذاب سے محفوظ نہ رہ سکے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی۔حضرت نوحؑ کی وہ بڑی کشتی جس میں اہل ایمان سوار تھے وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی کہ اللہ نے کس طرح اس زبردست طوفان میں اس کشتی اور اس میں بیٹھنے والوں کو نجات عطا فرمائی اور خود حضرت نوحؑ کی زندگی بھی ایک نشانی ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کی مگر وہ اس سے اکتائے نہیں بلکہ پوری قوم کو سمجھاتے رہے۔سوائے کچھ سعادت مندوں کے پوری قوم نے آپ کے لائے ہوئے پیغام کو اہمیت نہیں دی جس سے آخر کار پوری قوم کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اور وہ پانی سے طوفان میں غرق کر دی گئی۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک طویل عمر تک اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھائیں۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہی سمجھایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں کیونکہ وہی سب کا مشکل کشا ہے۔ہر ایک کی بگڑی بنانے والا ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ بت جنہیں تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو یہ اللہ پر ایک بہت بڑا جھوٹ ہے یہ بت ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔یہ اپنے نفع نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں یہ تمہارے رازق نہیں ہیں بلکہ ہر طرح کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی سب کا رازق ہے اور سب کی مشکلات کو دور کرنے والا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جو بھی تمہیں رزق دیا ہے اس پر اس اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرو۔فرمایا تم سب کو ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔اسی کی طرف لوٹنا ہے۔حضرت ابراہیمؑ کی ان تمام باتوں پر بہت کم لوگوں نے توجہ کی لیکن جن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا ان کو ہی نجات عطا کی گئی۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اسی طرح سارے نبیوں کو جھٹلایا گیا ہے اور ان کی نافرمانی کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول بنا کر بھیج دیا ہے اب اگر ان کو بھی گذشتہ انبیا کی طرح جھٹلایا گیا تو پھر قیامت تک کوئی دوسرا ان کی اصلاح کے لئے نہیں آئے گا۔نجات ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو نبی کریم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار کریں گے۔نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے پیغام کو کھول کر واضح انداز سے پہنچا دیتا ہے نجات صرف ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو ان کی مکمل اطاعت و محبت سے کام لیتے ہیں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ؕ
اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ
فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ
النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾
یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاِلَیْہِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَمَا
لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِیْنَ
کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖٓ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ
وَاُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۳﴾

ع ۲ ۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ پیدائش کی ابتدا کیسے کرتا ہے اور پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چلو پھرو اور پھر دیکھو کہ اس نے پیدائش کی ابتداء کیسے کی پھر اللہ دوبارہ ان کو اٹھا کھڑا کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم و کرم کرتا ہے۔ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ نہ تم اس کو زمین میں عاجز و بے بس کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں۔ اور اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات اور اس کے ملنے سے انکار کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے ناامید ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

یُبْدِئُ	ابتدا کرتا ہے
یُعِیْدُ	وہ لوٹائے گا
یَسِیْرٌ	آسان کرتا ہے۔ سہل بناتا ہے
یُنْشِئُ	وہ اٹھاتا ہے
مُعْجِزِیْنَ	عاجز و بے بس کرنے والا
وَلِیٌّ	حمایت کرنے والا
نَصِیْرٌ	مددگار
یَئِسُوْا	وہ مایوس ہوگئے

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۳

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدھر میں انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

انسان پر ایک ایسا وقت بھی تھا جب وہ کچھ بھی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی اس کا کوئی وجود نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو انسانی وجود عطا کیا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے انسان کو وجود عطا کیا پھر اس پر موت آجائے گی اور پھر ایک وقت وہ آئے گا جب سارے انسان دوبارہ پیدا کئے جائیں گے۔ پھر میدان حشر میں ہر انسان کو اپنے کئے ہوئے کاموں کا حساب دینا ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو جنت اور کفر و شرک اور منافقت کرنے والوں کو جہنم میں بھیج دے گا۔ جب کفار کے سامنے یہ آیتیں اور مضمون آتا تو وہ یہی کہتے تھے کہ ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ جب انسان مرکھپ جائے گا۔ اس کے اعضاء اور اجزاء بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟ اس کے اعضاء اور اجزاء کس طرح جڑ سکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس سوال کا جواب بے شمار مرتبہ دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیا وہ سامنے کی اس حقیقت کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زندگی کی ابتداء کیسے کی تھی؟ یہ اس کی قدرت ہے کہ وہ اس کو دوبارہ وجود عطا کرے گا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ مراد یہ ہے کہ کسی چیز کا پہلی مرتبہ پیدا کرنا تو بظاہر مشکل ہے لیکن جب ایک چیز بن جائے تو اس کو دوبارہ بنانا مشکل نہیں بلکہ انتہائی آسان ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ وہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو کس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ اس کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا۔ بلا شبہ اللہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کی قدرت سے یہ چیز بھی دور نہیں ہے کہ وہ قیامت کے دن یا اس سے پہلے جس کو چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم و کرم فرما دے۔ آخر کار سب کو اسی ایک اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس کائنات میں اس کی یہ قدرت و طاقت ہے کہ وہ سب کچھ کرتا ہے کوئی اس کو اس زمین پر اور آسمانوں پر عاجز و بے بس نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کے سوا نہ کسی کی حمایت کام آئے گی نہ مدد۔ وہی ہر ایک کی مدد کرتا ہے۔ اسی کی مدد اور حمایت سے اہل ایمان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی رحمت و حمایت سے صرف وہ لوگ مایوس اور ناامید ہوا کرتے ہیں جو کفر پر جمے ہوئے ہیں اور اللہ سے ملنے پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ

الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

وَّیَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ

مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ ۖۗ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ

اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ

لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

پھر (ابراہیمؑ کی قوم) کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے اس کو قتل کر ڈالو یا اس کو جلا ڈالو۔ پھر اللہ نے ان کو آگ سے بچالیا۔ بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور (ابراہیمؑ نے) کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر جن بتوں کو (اپنا معبود) بنا رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہاری آپس کی محبت قائم رہے۔ پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کو کافر ٹھہراؤ گے۔ اور تم میں سے ایک دوسرے کو لعنت کرے گا۔ اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور تمہارے لئے کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ اور (ابراہیم نے) کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کر کے چلا جاؤں گا۔ بے شک وہی زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق اور یعقوب (جیسی اولاد) عطا فرمائی۔ اور ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب (بھیجنے کو) قائم رکھا ہے۔ اور ہم نے ان کو (ان کی خدمات کا) صلہ دنیا میں دیا ہے اور بے شک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

اُقْتُلُوْا	تم قتل کرو۔ تم مارو
حَرِّقُوْا	جلا ڈالو
اَنْجٰی	اس نے نجات دی
مَوَدَّةٌ	دوستی۔ محبت
یَلْعَنُ	وہ لعنت کرتا ہے
مَاْوٰی	ٹھکانا
مُهَاجِرٌ	ہجرت کرنے والا
وَهَبْنَا	ہم نے دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۷

ان آیات سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر کیا جا رہا تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے پوری قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور کمزوریوں کو ظاہر کر کے ان کو خالص توحید کی دعوت دی تو چاروں طرف ایک شور مچ گیا۔ اور قوم نے کہنا شروع کیا کہ ابراہیم کو یا تو قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا کر بھسم کر دیا جائے چونکہ ان کے پاس کوئی دلیل تو موجود نہ تھی اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلا کر خاک کر دینے کا فیصلہ کر کے اس کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں اور لکڑیاں جمع کر کے ان میں آگ لگا دی جب آگ کے شعلے بلند ہو گئے تو انہوں نے کسی ذریعہ سے حضرت ابراہیمؑ کو آگ کی طرف اچھال دیا تا کہ وہ آگ کے درمیانی حصے میں گریں اور بچ نہ سکیں۔ مگر اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ابراہیمؑ پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا گیا تو وہ آگ ایک ایسا آرام دہ باغیچہ بن گئی جس میں حضرت ابراہیمؑ نہایت سکون واطمینان سے سات دن تک رہے۔ نمرود اور اس کی قوم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اتنی بڑی آگ میں ڈالے جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا بچنا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ سے نجات عطا فرمائی اور ساری دنیا کو بتا دیا کہ جس کی حفاظت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے اس کو کوئی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا یہ ایمان اور یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایک کھلی ہوئی نشانی ہے۔ جس میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ لوگو! تم نے جو بھی اپنے معبود بنا رکھے ہیں ان کا مقصد محض دنیا کے وقتی فائدے، میل جول اور اتحاد کو قائم رکھنا ہے۔ فرمایا کہ یہ پرفریب اتحاد و اتفاق تمہارے کب تک کام آئے گا۔ آخر کار موت کے ساتھ ہی جب ہر شخص کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس وقت جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی تو یہ وقتی اتحاد و اتفاق، دوستیاں، رشتہ داریاں اور تعلقات اس طرح دشمنی میں بدل جائیں گے کہ ہر ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہوئے ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتا نظر آئے گا۔ جب ان کو برے اعمال کی وجہ سے جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونکا جائے گا اس وقت ان کا نام نہاد اتفاق واتحاد ان کے کام نہ آ سکے گا۔ اس وقت ان کے جھوٹے معبود ان کے کسی کام نہ آ سکیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کی مسلسل تبلیغ اور جدوجہد کے نتیجے میں ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تصدیق کی اور ان کی مکمل اطاعت و پیروی اختیار فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ اس اتنے بڑے واقعہ کے بعد اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ کو لے کر عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ نے

حضرت اسماعیلؑ کے اٹھارہ سال کے بعد ان کو حضرت اسحاقؑ جیسے لائق فرزند اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے حضرت یعقوبؑ جیسے پوتے کو ایک نعمت کے طور پر عطا فرمایا۔ حضرت یعقوبؑ جن کا لقب اسرائیل تھا ان سے بنی اسرائیل کا سلسلہ شروع ہوا اور اس طرح ان کے گھرانے میں نبوت و رسالت کی عظمتیں قائم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں یہ عظیم اجر عطا فرمایا اور آخرت میں تو وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ اس طرح نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم ہوا اور آخر میں حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دن رات کی جدوجہد اور اللہ کے فضل و کرم سے ان کی اولاد میں سیکڑوں بلکہ بعض روایات کے مطابق ہزاروں پیغمبر تشریف لائے اور اس طرح آپ کی اولاد کے ذریعہ اللہ کا دین ساری دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں

(۱) ساری دنیا مل کر بھی اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اگر اللہ ہی چاہے تو پھر اس کو ساری دنیا مل کر بھی بچا نہیں سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں صرف ایک اللہ کی طاقت و قوت ہے اس کے سوا کسی کے پاس نہ طاقت و قوت ہے اور نہ ہیبت و جلال۔

(۲) وہ اتحاد و اتفاق جس کا مقصد محض دنیاوی مفادات، تعلقات اور دوستیوں کو قائم کرنا ہے وہ اتحاد صرف اسی دنیا تک محدود رہتا ہے۔ آخرت میں یہ اتحاد کام نہ آئے گا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرے گا کہ جب وہ گمراہی کے راستے پر چل رہا تھا تو اس کو اس حرکت سے کیوں نہ روکا گیا۔ لیکن ایسے لوگ آخر کار جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ اس کے بر خلاف جس اتحاد و اتفاق کی بنیاد اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے احکامات کی اطاعت ہوگی وہ اتحاد صرف اس دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی کام آئے گا۔

(۳) جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کی جدوجہد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی عزت و سربلندی عطا فرماتا ہے اور آخرت کی تمام بھلائیاں بھی ان ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔

(۴) اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا سنت ابراہیمی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے گھربار کو چھوڑ کر دین اسلام کی سربلندی کی کوششیں فرمائیں۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَتَاْتُوْنَ
فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا
ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ
انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾ ع وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ ع ٣ ٨ ١٥
اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا
لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗۤ
اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ
رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا
لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا
امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾
وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

اور ہم نے لوطؑ کو (نبی بنا کر) بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسے بے حیائی کے کام کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کئے۔ کیا تم مردوں پر لپکتے ہو اور تم ڈاکہ ڈالتے ہو اور تم بھری محفلوں میں بے ہودہ کام کرتے ہو۔ تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا وہ کہتے ہمارے اوپر عذاب لے آؤ۔ اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔ (لوطؑ نے) کہا میرے پروردگار اس فسادی قوم پر میری مدد فرما۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس (حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی) خوش خبری لے کر آئے اور کہا ہم اس (قوم لوطؑ) کی بستی کو ہلاک کرنے بھی آئے ہیں کیونکہ اس بستی کے رہنے والے ظالم (گناہ گار) ہیں۔ (ابراہیمؑ نے) کہا وہاں تو لوطؑ بھی رہتے ہیں؟ (فرشتوں نے) کہا ہم خوب جانتے ہیں اس میں کون لوگ ہیں۔ ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے لیکن ان کی بیوی کو نہیں (بچائیں گے) کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوطؑ کے پاس پہنچے تو وہ رنجیدہ ہو گئے اور وہ دل میں گھٹن محسوس کرنے لگے۔ (فرشتوں نے) کہا تم خوف نہ کرو اور نہ رنجیدہ ہو۔ بے شک ہم آپ کو بچالیں گے اور آپ کے گھر والوں کو بھی سوائے آپ کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

ہم اس بستی کے رہنے والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ اور ہم اس بستی کے کچھ نشانات باقی رہنے دیں گے تاکہ وہ لوگ جو عقل و فہم رکھتے ہیں اس سے عبرت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

لَتَاْتُوْنَ	البتہ تم لاتے ہو
مَا سَبَقَ	پہلے نہیں کیا
تَقْطَعُوْنَ	تم کاٹتے ہو
نَادِیٌ	محفلیں

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۵

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ جب کبھی کسی شہر، علاقے یا ملک کے کچھ لوگ کچھ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کی حرکتوں پر ان کو سزا دے دی جاتی ہے لیکن جب پوری قوم کفر و شرک، بے حیائی، بے شرمی، بے غیرتی، زنا اور بدکاریوں میں اس طرح لگ جاتی ہے کہ شرم و حیا کے بجائے کھلم کھلا نجی اور عام محفلوں میں گناہ کرنے کو فیشن بنا لیا جاتا ہے اور خیر و شر کا ہر تصور مٹ کر رہ جاتا ہے تو پھر اس قوم کی طرف اللہ کا عذاب متوجہ ہو جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ سدوم اور عمورہ کی جن بستیوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے وہاں لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ غیر فطری فعل کو کھلم کھلا اس طرح کرتے تھے کہ اس کے خلاف بات کرنے اور کسی نصیحت کو سننے کے لئے تیار نہ تھے چنانچہ جب حضرت لوطؑ نے اس پوری قوم کو للکارا کہ تم نے ایک ایسے فعل کو رواج دیا ہے جو آج تک دنیا میں کسی قوم نے نہیں کیا تھا۔ تم اپنی نفسانی خواہشات کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔ تمہاری شیطانی حرکتوں سے ہر شخص عاجز آچکا ہے۔ لوگوں کے لئے راستہ چلنا دشوار ہو گیا، چوری، ڈاکہ اور لوٹ مار سے کسی کی جان و مال محفوظ نہیں رہی۔ تم کھلے عام بے شرمی اور بے حیائی کے کام کرتے ہو۔ تمہاری گفتگو اور بات چیت میں شائستگی اور تہذیب دم توڑ چکی ہے۔ اگر تم نے اللہ سے توبہ نہ کی اور اس فعل سے باز نہ آئے تو جس طرح تم سے پہلی امتوں پر اللہ کا عذاب آیا تھا اسی طرح تم پر بھی اللہ کا قہر ٹوٹ پڑے گا۔

حضرت لوطؑ کی قوم نے ان کی تمام نصیحتوں کا پہلے تو مذاق اڑانا شروع کیا پھر دھمکیوں پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ اے لوط! اگر تم نے اپنی ان نصیحتوں کا سلسلہ بند نہ کیا تو ہم تمہیں اس بستی سے نکال باہر کریں گے۔ اور جس عذاب کی تم بات کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو اس کو لے آؤ۔ قوم لوط کے ساتھ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی انتہائی نافرمان اور اپنی قوم کی حمایت میں سب سے آگے آگے تھی۔

حضرت لوطؑ اپنی قوم کی بے حسی، بے غیرتی اور دھمکیوں کے باوجود دن رات سمجھاتے رہے مگر وہ قوم نہ سمجھی نہ سنبھلی اور اپنی شہوت پرستی میں لگی رہی۔ حضرت لوطؑ جب بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں یہ درخواست پیش کر دی کہ اے اللہ! یہ لوگ فساد اور تباہی پر تلے بیٹھے ہیں اور میری کسی بات کو نہیں سنتے نہ میری اطاعت کرتے ہیں۔ اس قوم کا مزاج ہی ظالمانہ اور مفسدانہ بن کر رہ گیا ہے ان کا فیصلہ فرما دیجئے اور میری مدد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما لیا اور اس قوم کو ان کی نافرمانیوں کی سزا دینے کا فیصلہ فرما لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجا۔ یہ فرشتے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس ایک بیٹے کی خوش خبری دینے کے لئے آئے علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت اسحاقؑ اور ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی خوش خبری تھی۔ جب یہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے اجنبی مہمان سمجھ کر ان کی خاطر تواضع فرمائی اور ایک

بھنا ہوا بچھڑا لا کر ان کے سامنے رکھ دیا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کچھ پریشان سے ہو گئے کیونکہ اس زمانہ میں کھانے سے انکار کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ دوست نہیں بلکہ اس کا دشمن ہے اور اس کے ارادے صحیح نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی پریشانی کو دیکھ کر ان فرشتوں نے کہا کہ دراصل ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو آپ کو اولاد کی خوش خبری دینے اور قوم لوط کو برباد کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو قوم لوط کی بربادی کی اس اطلاع سے سخت افسوس ہوا۔ افسردہ ہو کر فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ بھی ہیں جو اللہ کے نبی اور سچے دین پر چلنے والے ہیں۔ فرشتوں نے کہا ہمیں معلوم ہے کہ وہاں کون کون ہیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ اس نافرمان قوم کے لئے ہے۔ حضرت لوطؑ اور (ان کی بیوی کے سوا) ان کے تمام گھر والوں کو بچا لیا جائے گا۔

یہ فرشتے جو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے تھے وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے حضرت لوطؑ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم آپ کے ہاں مہمان کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت لوطؑ نے ان کو اپنے گھر ٹھہرا تو لیا مگر وہ اس بات سے فکر مند ہو گئے کہ اگر ان کی قوم کے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ کچھ خوبصورت نوجوان میرے گھر آئے ہیں تو کہیں وہ بدکار لوگ کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جس سے ان کو شرمندگی ہو جائے کیونکہ آپ اپنی قوم کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے چنانچہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ حضرت لوطؑ کی بیوی نے سب کو بتا دیا کہ ان کے گھر کچھ خوبصورت نوجوان لڑکے آئے ہوئے ہیں۔ پوری قوم کے لوگ دوڑ پڑے۔ حضرت لوطؑ اس صورتحال سے گھبرا گئے کیونکہ ان بدکرداروں کا مطالبہ تھا کہ ان نوجوانوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت لوطؑ کی پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ آپ مت گھبرایئے۔ ہم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ یہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ نے اس بدکردار قوم کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ صبح ہوتے ہی اپنی بیوی کے سوا سب گھر والوں کو لے کر اس شہر سے نکل جایئے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ اپنے گھر والوں کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں روانہ ہو گئے اور ان کی بیوی وہیں رہ گئیں۔

حضرت لوطؑ کے جاتے ہی صبح کو ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی جس سے سننے والوں کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہو گئیں پھر ان پر زبردست پتھروں کی بارش کر دی گئی اور اس پوری آبادی کو اوپر اٹھا کر نیچے کی طرف الٹ دیا گیا۔ ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ دوڑا اور اس طرح نہ صرف سدوم اور عامورہ کی بستیاں تباہ و برباد کر دی گئیں اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا بلکہ ان بستیوں پر سمندر کا پانی چڑھ آنے سے پوری آبادی ڈوب گئی اور ان کی جگہ ایک ایسا سمندر بن گیا جس میں آج تک کوئی جانور بھی زندہ نہیں رہتا اسی لئے اس کو بحیرہ مردار کہتے ہیں۔ تباہی اور زلزلے کے اثرات سے یہ علاقہ سطح سمندر سے چار سو میٹر نیچے چلا گیا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو سزا دے کر عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے اس جگہ کو نشان عبرت و نصیحت بنا دیا ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ
ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ
وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ
وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ
جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ
حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا
بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اور مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیبؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ پھر انہوں نے کہا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ پھر انہوں نے (شعیبؑ کو) جھٹلایا تو انہیں ایک زلزلے نے آ پکڑا کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ اور ہم نے عاد و ثمود کو بھی (اسی طرح) ہلاک کیا۔ اور ان کا ہلاک ہونا ان کے گھروں سے ظاہر ہے۔ اور شیطان نے ان کے کاموں کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا کر رکھ دیا تھا اور ان کو سچائی کے راستے سے روک دیا تھا۔ ویسے تو وہ لوگ نہایت ہوشیار تھے۔

اور قارون، فرعون اور ہامان کو (بھی ہلاک کیا) جب موسیٰ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے زمین میں تکبر و سرکشی اختیار کی اور وہ (ہم سے) جیت جانے والے نہ تھے۔ پھر ہم نے (ان میں سے) ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا دی۔ پس کوئی تو ان میں سے وہ تھے جن پر ہم نے تیز آندھی کا طوفان بھیجا۔ ان میں سے بعضوں کو ہیبت ناک آواز نے آ دبایا۔ اور بعض وہ تھے جن کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور بعض وہ تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

لَا تَعْثَوْا	تم نہ پھرو
اَلرَّجْفَةُ	زلزلہ۔ بھونچال
جٰثِمِيْنَ	اوندھے پڑے ہوئے
مُسْتَبْصِرِيْنَ	سمجھ رکھنے والے
سٰبِقِيْنَ	آگے نکلنے والے
حَاصِباً	پتھروں کی بارش
اَلصَّيْحَةُ	چنگھاڑ۔ تیز آواز

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

حضرت شعیبؑ، حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کی زندگی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے ان کی کوششوں اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی اور وہ نافرمان جن کو اپنی حکومت و سلطنت، مال و دولت اور بلند و بالا عمارتوں پر بڑا ناز تھا جب ان کی نافرمانیاں حد سے گذر گئیں تو دنیا کی یہ تمام طاقتیں اور قوتیں ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں۔

حضرت شعیبؑ کو قوم مدین کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا گیا تھا جو تجارتی بد دیانتیوں، مظلوموں پر ظلم وستم اور خیر و شر کے ہر فرق کو بھول کر اپنی بد اعمالیوں، نافرمانیوں اور بدمستیوں میں مگن تھے۔ جب حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر لکڑی، مٹی اور پتھر کے بتوں کے سامنے اپنی محترم پیشانی کو نہ جھکائیں کیونکہ انسان ان سے کتنی ہی امیدیں وابستہ کر لے یہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے بلکہ آخرت میں ان کے یہ بت اور من گھڑت معبود ان سے نفرت کا اظہار کریں گے اور کہہ دیں گے کہ ہم نے ان کو اپنی عبادت و بندگی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی ہمیں اپنا معبود بنائے ہوئے تھے۔ اس وقت اللہ کا عذاب ان کے سامنے ہوگا اور ہر باطل سہارا ٹوٹ چکا ہوگا اس وقت ان کی حسرتوں کا کیا حال ہوگا؟ لہٰذا وہ آخرت کی فکر کریں جہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی زمین کو اپنی بد اعمالیوں کے فساد سے تباہ نہ کریں کیونکہ اللہ کو فساد کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ اس قوم کا سب سے بڑا فساد یہ تھا کہ وہ معاملات کے لین دین میں شدید بد دیانتی کیا کرتے تھے۔ کم تولنا، کم ماپنا، بے ایمانی، دھوکے بازی، چوری، ڈاکہ اور دوسروں پر ظلم و زیادتی ان کا مزاج بن چکا تھا۔ وہ نادان اور جاہل نہیں تھے بلکہ نہایت سمجھدار اور عقل مند لوگ تھے مال و دولت کمانے اور بلند و بالا اور خوبصورت بلڈنگیں بنانے کے فن سے خوب واقف تھے مگر ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ جن لوگوں نے مال و دولت کمانے اور معیار زندگی کے بلند کرنے کے راز معلوم کر لئے تھے، دنیا اور آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے بھید کو معلوم نہ کر سکے۔ لیکن حضرت شعیبؑ اپنی قوم کے لوگوں کو ہر طرح کی نافرمانیوں سے بچنے کی تلقین کرتے رہے اور اپنے عظیم خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے رہے مگر حضرت شعیبؑ کی قوم نے کہا کہ اے شعیب ہمیں تو تمہاری عظیم صلاحیتوں سے بڑی امیدیں تھیں مگر تم نے ہمارے ہی معبودوں اور رسم و رواج کو برا کہنا شروع کر دیا۔ ہم تمہاری کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں اور حضرت شعیبؑ کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلانے کی انتہاء ہوگئی تب اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کیا وہ لوگ رات کو سوئے تو زبردست طوفان سے ان کے دلوں کی دھڑکنیں بند ہوگئیں اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ ان کے خوبصورت اور بلند و بالا مکانات اور ان کے مال و دولت ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ اللہ نے حضرت شعیبؑ اور ان کی بات مان کر ایمان کا راستہ اختیار کرنے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں جو دنیاوی ترقیات میں بہت آگے تھیں ان کو بھی ان کی نافرمانیوں نے تباہی کے کنارے پہنچا کر چھوڑا۔ احقاف، یمن اور حضر موت تک یہ قوم عاد کی آبادی تھی اور رابغ سے عقبہ تک، اور مدینہ منورہ، خیبر، تیما اور تبوک تک کا علاقہ ایک آباد اور ترقی یافتہ علاقہ تھا جس کے کھنڈرات اور ٹوٹی پھوٹی بستیوں کے آثار اور نشانات مکہ والوں کے سامنے تھے جو ان راستوں سے گذرتے ہوئے ان بستیوں کو دیکھتے تھے جو آج عبرت و نصیحت کا نمونہ ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ وہ تھے جن کے برے اعمال کو شیطان نے ان کی نظروں میں بہت زیادہ قیمتی اور خوبصورت بنا کر پیش کیا ہوا تھا۔ یہ

نہایت عقل منداور سمجھ دار قومیں تھیں مگر دین کے بارے میں نہایت جاہلانہ طرز اختیار کئے ہوئے تھے۔ان کے مال و دولت نے ان کو سچائی سے روکا ہوا تھا۔ جب حضرت ہودؑ نے قوم عاد کو اور حضرت صالحؑ نے قوم ثمود کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرایا اور آگاہ کیا تو ان کی قوموں نے ان کا مذاق اڑایا۔ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا انکار کیا اور وہ مسلسل اپنی نافرمانیوں پر ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ جمے رہے تب ان ترقی یافتہ قوموں پر اللہ کا شدید ترین عذاب آگیا۔

قوم عاد پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک شدید ترین طوفانی ہواؤں نے ان کی پوری تہذیب اور ترقی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔قوم ثمود جو اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ بلڈنگیں تعمیر کیا کرتے تھے اور دولت کی ریل پیل تھی ان کو بھی زبردست چنگھاڑ نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے وزیر ہامان کا ذکر فرمایا۔وہ فرعون جس نے اللہ کو بھلا کر اپنے ''الہ'' ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کو اپنی مضبوط سلطنت اور فوج پر بڑا ناز تھا۔اللہ نے اس کو سمندر میں غرق کر دیا۔قارون جس کے خزانوں کا یہ حال تھا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ہی اتنی زیادہ تھیں کہ ان کو ایک مضبوط اور طاقت ور جماعت بھی نہ اٹھا سکتی تھی۔جب اس نے غرور و تکبر کی انتہا کر دی تو اللہ نے اس کو، اس کے ساتھیوں کو اور اس کے زبردست خزانوں کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کا جب فیصلہ آجاتا ہے تو پھر اس کی طاقت و قوت کے سامنے کسی کی طاقت و قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔اس نے کسی قوم کو تیز آندھی سے، کسی کو ہیبت ناک آواز سے تہس نہس کر دیا کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو پانی کے طوفان میں غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کے برے اعمال ہیں جو ان کو تباہی کے کنارے پہنچا دیتے ہیں۔ہم کسی فرد اور قوم پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔کیونکہ اللہ نے اسی کائنات میں قوانین مقرر کئے ہوئے ہیں جو بھی ان کو مانتا ہے اور ان کے مطابق چلتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے لیکن جو بھی اس کے بنائے ہوئے قوانین سے ٹکراتا ہے اس کو اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی سزا مل کر رہتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا نافرمان اور مجرم خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ وہ قوانین الٰہی کو توڑتا ہے اور جان بوجھ کر قانون شکنی کرتا ہے تو اس کو سزا دی جاتی ہے۔اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے بندوں کو سنبھلنے، سوچنے اور صحیح راستے پر چلنے کا زیادہ سے زیادہ وقت دیتا ہے۔جب کوئی اپنی انتہاؤں سے گذر جاتا ہے تو پھر اللہ اس کے لئے اپنے قوانین کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے جس کے لئے کائنات کی ساری قوتیں مل کر بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتیں۔

ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے اور مکہ کے کفار کو آگاہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کافی مہلت موجود ہے اگر وہ فائدہ اٹھا کر نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تو ان کا انجام بہتر ہوگا ورنہ ان کا انجام بھی گذشتہ قوموں سے مختلف نہیں ہوگا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٤١

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٤٢ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝٤٣ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٤

وقف لازم

ع ۱۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی کی جیسی ہے۔ جس نے ایک گھر بنایا۔ اور بلا شبہ گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

اور بے شک اللہ ان کو (اچھی طرح) جانتا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ وہ مثالیں ہیں جنہیں ہم ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جن کو اہل علم ہی جان سکتے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اَلْعَنْكَبُوْتُ	مکڑی
اِتَّخَذَتْ	بنایا
اَوْهَنَ	سب سے کمزور۔ کمزور ترین
خَلَقَ	اس نے پیدا کیا

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

ابتدائے کائنات سے نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی بے شمار انبیاء کرامؑ تشریف لائے انہوں نے عقیدہ کی گندگیوں میں ملوث لوگوں کی اصلاح کے لئے بتایا کہ اللہ ہی ساری کائنات کا پیدا کرنے والا، سب کو رزق دینے والا اور سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے وہ صرف ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر ایک کا محافظ و نگران، نفع اور نقصان کا مالک اور ہر ایک کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے وہ اگر کسی پر اپنی رحمتوں کو نازل کرتا ہے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے اور اگر نہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کو دلوا نہیں سکتی۔ ایسا مضبوط اور پائے دار عقیدہ رکھنے والے صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں اور کسی خیر اور فلاح سے محروم نہیں رہتے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ درحقیقت مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور ناپائیدار چیز پر اعتماد اور بھروسہ کئے ہوئے ہیں جو دنیا اور آخرت میں کسی کام نہ آسکے گا۔ کیونکہ مکڑی جو ایک خوبصورت گھر بناتی ہے وہ مکھی اور بھنگے جیسے کیڑوں کو پکڑ کر اپنے جال میں تو پھنسا لیتی ہے لیکن وہ گھر اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ اگر ایک بچہ بھی اس کو پھونک مار دے یا ہاتھ لگا دے تو پورا جالا ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ یہ گھر نہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کی۔ اسی طرح جو لوگ غیر اللہ کی عبادت و پرستش کرتے ہیں وہ اس سے بھی کمزور عقیدہ اور ذہن پر چل رہے ہیں۔ اس کے برخلاف اللہ پر اعتماد اور یقین و ایمان ایک ایسی قوت و طاقت کا نام ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں جم جاتا ہے تو پھر ساری دنیا کی طاقتیں اور ان کا ظلم و ستم بھی اس خیال اور جذبہ کو اس کے دل سے کھرچ کر نہیں نکال سکتیں۔ انبیاء کرامؑ، ان کی امتوں اور نافرمان قوموں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

جن لوگوں نے اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو اپنا سب کچھ بنا رکھا ہے ان کی مثال اس مکڑی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوا کرتا ہے۔ کاش وہ لوگ اس حقیقت پر کبھی غور و فکر کرتے۔

فرمایا کہ اللہ ان سب لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ اللہ زبردست حکمت رکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ یہ مثالیں جنہیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں ان پر وہی غور و فکر کر سکتے ہیں اور اس کو پوری طرح جان سکتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اسی پر یقین رکھنے والوں کے لئے ان میں عبرت و نصیحت کے بے شمار پہلو موجود ہیں۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ
یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ
اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا
وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَکَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ
یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ۚ وَمِنْ ھٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ
اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

(اے نبی ﷺ) جو کتاب آپ کی طرف اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کیجئے اور نماز قائم کیجئے بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ اور تم اہل کتاب کے ساتھ نہایت شائستہ طریقہ پر بحث و مباحثہ کرنا۔ ہاں جو ان میں سے ظالم ہیں (ان کی بات دوسری ہے) اور کہو کہ ہم اس پر ایمان لے آئے جو ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو تمہارے اوپر اتارا گیا ہے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب کو نازل کیا ہے۔ پھر وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو مانتے ہیں اور ان (مکہ والے) لوگوں میں بھی وہ ہیں جو اس کو مانتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں کا انکار تو صرف نافرمان لوگ ہی کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

اُتْلُ	پڑھ۔تلاوت کر
اُوْحِیَ	وحی کی گئی
اَقِمْ	قائم کر
تَنْھٰی	روکتا ہے
لَا تُجَادِلُوْا	تم نہ جھگڑو
مَا یَجْحَدُ	وہ انکار نہیں کرتا

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۷

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے درحقیقت آپ کی پوری امت کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں ہمت وجرات سے آگے بڑھتے رہنا اور حالات کے ناموافق ہونے کے باوجود مایوس نہ ہونا سنت انبیاء ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام گذرے ہیں ان کی امتوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تھی وہ ان کا مذاق اڑاتے، پھبتیاں کستے اور طرح طرح سے ستاتے تھے مگر انبیاء کرام اور ان پر ایمان لانے والوں نے مخالفین کی ایذاؤں پر صبر وتحمل سے کام لیا۔ جب انکار کرنے والے حد سے گذر گئے تو اللہ نے ان پر ایسے ایسے عذاب بھیجے جس سے وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کے واسطے سے پوری امت سے فرمایا گیا ہے کہ وہ تلاوت کلام اللہ، نماز اور اللہ کے ذکر سے اپنے دلوں کو روشن ومنور کرتے جائیں اور اگر راہ حق میں اہل کتاب کی طرف سے خاص طور پر کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں جو تمہیں ناگوار گذریں تو ان سے الجھنے کے بجائے احسن طریقے سے جواب دے دیا جائے یعنی اگر کوئی سخت بات کہی گئی ہو تو اس کا جواب نرم لہجے اور تہذیب وشائستگی سے دیا جائے غصہ اور انتقامی جذبات کا جواب صبر وتحمل سے اور جاہلانہ باتوں کا جواب وقار اور سنجیدگی سے دیا جائے تاکہ راہ سے بھٹکے ہوئے لوگ بات اور گفتگو میں اجنبیت کے بجائے اپنائیت محسوس کریں۔ البتہ نرمی اور شرافت میں

اعتدال کی روش اختیار کی جائے تا کہ وہ لوگ جن کا کام زیادتی ہی کرنا ہے وہ نرمی اور شرافت کو اہل ایمان کی کمزوری نہ سمجھ لیں۔ ہر ایک کو سمجھا دیا جائے کہ آؤ ہم سب مل کر ان سب کتابوں پر ایمان لے آئیں جو پہلے سے نازل کی جا چکی ہیں اور جو کچھ نبی کریم ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس پر بھی ایمان لائیں۔ کیونکہ تمہارا اور ہمارا پروردگار ایک ہی ہے ہمیں صرف اسی کا فرماں بردار ہونا چاہیے۔ فرمایا کہ جن لوگوں کو پہلے سے تاب دی گئی ہے وہ ضرور ایمان لے آئیں گے لیکن جن لوگوں کو انکار کرنا ہے وہ کسی بات کو تسلیم نہ کریں گے۔ ان تمام باتوں کو ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے اے نبی ﷺ! آپ کی طرف کتاب میں سے جو کچھ وحی کی جائے اس کی تلاوت کیجیے۔ تلاوت قرآن کریم سے مراد ان آیات کو پڑھ کر سنانا اور سمجھانا ہے اور وحی کی تبلیغ بھی ہے یعنی قرآن کریم کا پڑھنا، پڑھانا، سمجھنا اور سمجھانا اس کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنا ضروری ہے تا کہ یہ آیات ہر مومن کے دل کا نور بن جائیں۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اے نبی ﷺ! نماز کو قائم کیجیے۔ نماز کیا ہے؟ نماز سب سے اہم عبادت ہے، پانچوں نمازوں کو ان کے وقت کے اندر ادا کیا جائے کیونکہ مسجدوں میں پانچ وقت کی نمازوں سے یہ تصور ہمیشہ زندہ رہتا ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ کا بندہ ہے۔ اس کے بتائے ہوئے احکامات کا پابند ہے۔ وہ جو بھی عمل کر رہا ہے اس کو پوری برح علم صرف اللہ کو ہے۔ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہے۔ وہ اس اللہ کی عبادت و بندگی کر رہا ہے جو دلوں اور نیتوں کے تمام احوال سے اچھی طرح واقف ہے۔ جس بات کو ساری دنیا سے چھپایا جا سکتا ہے اس کو اپنے اللہ سے نہیں چھپایا جا سکتا۔ نمازوں سے اس کا یہ خیال بھی پختہ ہوتا جاتا ہے کہ اس کو ایک دن اسی طرح اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہے۔ نماز ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر اس میں تواضع اور انکساری پیدا کرتی ہے۔ نماز سے انسان ہر برح کے فحش اور منکرات سے محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔

﴿فحشا﴾ ہر وہ کام یا بات جس کی برائی سے کوئی انکار نہیں کرتا اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ آدمی مومن ہے یا کافر ایک انسان کی حیثیت سے وہ ان باتوں کو برا سمجھتا ہے جیسے زنا، بدکاری، قتل ناحق، چوری، ڈکیتی، جھوٹ، فریب، غیبت اور چغل خوری وغیرہ۔

﴿منکر﴾ ہر وہ کام اور بات جس کے ناجائز اور برا ہونے کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا گیا ہو۔ نماز فحشا اور منکر سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے۔ درحقیقت ان دو لفظوں میں تمام ظاہری اور باطنی گمراہیوں اور بیماریوں کی تفصیل آجاتی ہے۔ یعنی یہ دو باتیں ساری دنیا میں فساد کی جڑ ہیں اور ہر نیک کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اگر فحشا اور منکر ختم ہو جائیں تو دنیا بھر کے لوگوں کو امن و سکون نصیب ہو جائے۔ فرمایا کہ یہ سکون تلاوت قرآن اور اقامت صلوۃ سے نصیب ہوتا ہے۔

البتہ اگر ایک شخص تلاوت کلام اللہ اور اقامت صلوۃ کے فریضے کو بھی ادا کرتا ہے اور دنیا بھر کی خرافات میں بھی مبتلا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بری عادتیں اقامت صلوۃ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو نمازوں کا پابند ہے اور زمین فساد بھی مچاتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے نمازی کی صورت تو بنالی ہے مگر وہ اپنے اندر اس روح کو پیدا نہ کر سکا جو نمازوں کے قائم کرنے کا مقصد تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایسے نمازیوں کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت عمران ابن حصینؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ "ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اس کی نماز نے فحشا اور منکر سے نہ روکا اس کی نماز کچھ نہیں (ابن ابی حاتم)۔
اس حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ نماز کے منع کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے گناہوں سے بچتا رہے کیونکہ نماز کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے پڑھنے والوں کو گناہوں سے بچنے کی توفیق مل ہی جاتی ہے۔ اور جس کو یہ توفیق نصیب نہ ہو وہ اس بات کو سمجھ لے کہ اس کی نماز میں کوئی خاص کمی ہے اور اس نے اقامت صلوۃ کا صحیح حق ادا نہیں کیا۔

ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ایک سچائی ہے۔ ذکر اللہ اور اللہ کی یاد یہ ہے کہ ایک مومن کو اللہ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کی جائے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے رک جائے اللہ کو یاد بھی رکھا جائے اور اللہ کو یاد بھی کیا جائے کیونکہ ذکر اللہ بلاشبہ ایک اعلیٰ ترین عبادت ہے اللہ کی یاد سے انسان کو اس کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اب ان کو اہل کتاب سے واسطہ پڑے گا۔ ہوسکتا ہے وہ کچھ ایسی باتیں کرگذریں جن سے اہل ایمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو تو فرمایا کہ اگر وہ کوئی سخت انداز اختیار کریں تب بھی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ جواب میں الفاظ اور لہجہ دونوں نرم ہوں۔ غصہ اور انتقام کی باتوں کا جواب تحمل اور برداشت سے دیا جائے۔ جاہلانہ باتوں کا جواب وقار اور سنجیدگی سے دیا جائے۔ اگر الفاظ اور گفتگو میں شائستگی اور نرمی اختیار کی جائے تو راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام اپنے ماننے والوں سے تہذیب و شائستگی، شرافت و معقولیت، حلم و تحمل اور وقار و سنجیدگی کی توقع رکھتا ہے البتہ جو لوگ ظلم و زیادتی کرتے ہیں ان کے ساتھ ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے تاکہ دشمنان اسلام اہل ایمان کی نرم مزاجی کو ان کی کمزوری نہ سمجھ بیٹھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور کفار سے بحث و مباحثہ کے وقت بہترین رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ لوگ جو مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے ہیں ان کے اخلاق کریمانہ سے وہ دین اسلام کے قریب آجائیں۔ ارشاد ہے

اپنے رب کے راستے کی طرف بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دو اور لوگوں سے مجادلہ (بحث و مباحثہ) کرو تو اس میں احسن طریقہ اختیار کرو۔ (النحل آیت نمبر ۱۲۵)

فرمایا۔ بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں (دین اسلام کا دفاع اس طرح کرو) جو بہترین طریقہ ہو تم دیکھو گے کہ وہی شخص جو دشمن تھا وہ ایک گہرا اور گرم جوش دوست بن جائے گا (حم السجدہ۔ آیت نمبر ۳۴)

فرمایا گیا کہ (لوگو!) تم معافی اور درگذر کی روش اختیار کرو۔ بھلائی کی تلقین کرو۔ اور جاہلوں کے منہ نہ لگو۔ اگر شیطان تمہیں (غلط) جواب دینے پر اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگتے رہو۔ (الاعراف۔ آیت نمبر ۱۹۹)

آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ پر نازل کی ہے۔ جن لوگوں میں (اہل کتاب میں سے خاص طور پر) ایمان لانے کی صلاحیت ہے وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ (اور یہ مکہ والے بھی) اس پر یقین رکھتے ہیں (لیکن زبان سے اقرار نہیں کرتے) بہرحال وہ لوگ جو کافر ہیں وہی اس سچائی کا انکار کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان کا جذبہ ہے وہ قرآن کریم جیسی سچائی کا انکار نہیں کر سکتے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ
بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ
صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾
وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ
وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع ۵ ۷ ۱
قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ
وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ
وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ
فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

(اے نبی ﷺ) اس کتاب سے پہلے آپ ﷺ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے لکھتے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست کسی شبہ میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ واضح آیتیں ان لوگوں کے سینے میں (محفوظ) ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیتوں کا انکار وہی کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نشانیاں (معجزات) کیوں نازل نہیں کی گئیں۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ نشانیاں (معجزات) اللہ کے قبضہ (اختیار) میں ہیں۔ اور میں تو صاف صاف سنا دینے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے رحمت اور نصیحت ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ اور وہ لوگ جو باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور وہ آپ سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ اور اگر عذاب کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً وہ عذاب ان پر ایسا اچانک آئے گا کہ ان کو (اس کی) خبر بھی نہ ہوگی۔

اور وہ آپ ﷺ سے عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ حالانکہ یقیناً جہنم ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور جس دن ان کے اوپر اور ان کے پاؤں کے نیچے سے عذاب آئے گا تو اللہ فرمائیں گے کہ جو کچھ تم کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

لَا تَخُطُّ	نہیں لکھتا ہے
يَمِيْنٌ	داہنا ہاتھ
اِرْتَابَ	شک کیا

اَلْمُبْطِلُوْنَ	ناحق چلنے والے
لَمْ يَكْفِ	کافی نہیں ہے
يَسْتَعْجِلُوْنَ	وہ جلدی کرتے ہیں
مُسَمًّى	مقرر۔ متعین
بَغْتَةً	اچانک

تشریح: آیت نمبر ۴۸ تا ۵۵

اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ اس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی رہنمائی کے اسباب بھی مہیا کئے ہیں چنانچہ ہر دور میں اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان کو وہ کتاب ہدایت بھی دی جس میں دنیا میں زندگی گذار کر آخرت کی کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت توریت، زبور اور انجیل کتابیں موجود تھیں جس میں انسانی ہاتھوں نے اپنی دنیاوی مقاصد کے لئے بے شمار ان باتوں کو شامل کر لیا تھا جو اللہ نے نازل نہیں کی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا جو قیامت تک ساری انسانیت کی رہبری کرتی رہے گی۔ اہل کتاب میں سے جو بھی حق و انصاف پر قائم ہیں وہ ان آیات اور سچائیوں کی تصدیق کریں گے اور بغیر کسی رکاوٹ کے ایمان لے آئیں گے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں وہ صرف طرح طرح کے اعتراضات تو کریں گے مگر ہر سچائی سے آنکھیں بند کئے رہیں گے۔ اب اس سے بڑی سچائی کیا ہوگی کہ نبی کریم ﷺ جن کی زندگی کے چالیس سال ان اہل مکہ کے سامنے گذرے تھے جو اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے نہ کسی سے پڑھا، سیکھا اور نہ کبھی قلم ہاتھ میں لیا جس سے کچھ تحریر کیا جاتا ہے بلکہ آپ ''امی'' تھے۔ آپ کا امی ہونا ہی آپ کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے کیونکہ ایک چھوٹے سے معاشرہ میں عام طور پر ہر شخص ایک دوسرے کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوا کرتا ہے۔ بے خبر نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چالیس سال جو زندگی کا ایک اچھا خاصا طویل وقت ہوتا ہے اس میں نہ تو آپ نے ان باتوں کا اظہار کیا جن سے گذشتہ انبیاء کرام کے حالات زندگی اور مختلف مذہبوں کے عقیدے اور ان کا اچھا یا برا انجام سامنے آتا ہے۔ نہ قوموں کی تاریخ، ان کی تہذیب، تمدن، معاشرت، معیشت اور

اخلاق کا بیان کیا۔ اچانک یہ علوم کے دریا جاری ہو گئے جن کے حاصل ہونے کا ذریعہ محض وحی الٰہی ہے اور دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے، آپ کے پڑھانے والے استاد ہوتے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے ہم سے پڑھا ہے اور آج یہ پیغمبر بن بیٹھے ہیں۔ اول تو سارے عرب میں چند لوگ ہی پڑھے لکھے تھے۔ پورے مکہ میں بڑی تعداد میں اہل کتاب بھی نہیں تھے جو ان کو سکھا دیتے۔ لہٰذا وحی الٰہی کے سوا کوئی دوسرا ویسا ذریعہ نہیں تھا جس سے یہ علوم حاصل ہوتے۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں واضح فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔

اے نبی ﷺ! اس کتاب سے پہلے نہ تو آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ جھوٹے لوگ آپ پر طرح طرح کے شبے کر سکتے تھے۔ فرمایا کہ اللہ کا یہ کلام ان کے دلوں میں موجود ہے جنہیں علم و بصیرت دیا گیا ہے وہ ہماری آیتوں کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ظالم اور بے انصاف لوگ ہیں۔ فرمایا کہ وہ کفار یہ کہتے ہیں اگر یہ نبی ہیں تو گذشتہ انبیاء کی طرح ان کو معجزات کیوں نہ دیئے گئے جن کو دیکھ کر ہم ایمان لے آتے؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ معجزات دکھانا یہ اللہ کے قبضہ قدرت اور اختیار میں ہے۔ معجزہ دکھانا میرا کام نہیں ہے میں تو برے کاموں کے برے انجام سے ڈرانے اور باخبر کرنے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا کہ کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب کو نازل کیا ہے جس کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔ یقیناً اہل ایمان ہی اس رحمت اور نصیحت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

فرمایا کہ اگر یہ لوگ آپ کی بات کو نہیں مانتے تو ان سے کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان صرف اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اللہ جو زمین اور آسمانوں کی ہر بات کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ فرمایا کہ جو باطل پرست ہیں اور انکار کرنا ان کا مزاج بن گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا اور آخرت میں گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔ فرمایا کہ نضر ابن حارث جیسے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دو اور وہ دردناک عذاب لے آؤ جس کی دھمکیاں سن سن کر ہمارے کان پک گئے ہیں۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو عذاب کی جلدی مچائے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ہاں اس کا ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو کبھی کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور یقیناً وہ عذاب اس طرح اچانک آئے گا کہ ان کو اس کی خبر تک نہ ہو گی۔ فرمایا کہ وہ جس عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں کبھی انہوں نے اس بات پر غور کیا ہے کہ ان کے کرتوتوں کے سبب اللہ کا عذاب ان کو تیزی سے چاروں طرف سے گھیرتا چلا جا رہا ہے۔ جب ان کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے عذاب آئے گا تو اس وقت وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکیں گے۔ اور اللہ کے فرشتے اعلان کریں گے کہ تم جو کچھ کرتے تھے آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝٥٦
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝٥٨ الَّذِيْنَ
صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٥٩ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ
رِزْقَهَا ڰ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦٠

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو بے شک میری زمین وسیع ہے۔ پس تم میری ہی عبادت و بندگی کرو۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ہم یقیناً ایسے لوگوں کو جنت کے ایسے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان (نیک) کام کرنے والوں کا یہ بہترین صلہ ہے جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ان کو اور تمہیں رزق دیتا ہے۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اَرْضِیْ	میری زمین
وَاسِعَةٌ	وسیع۔ پھیلی ہوئی
ذَآئِقَةٌ	چکھنے والی

نُبَوِّءَ نَّ	ہم ضرور ٹھکانا دیں گے
غُرَف	کمرہ۔ بالا خانہ
نِعْمَ اَجْرٌ	بہترین بدلہ
كَاَيِّنْ	کتنے ہی۔ بہت سے
دَا بَّةٌ	جانور۔ جان دار
لَا تَحْمِلُ	نہیں اٹھاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسان ہر روز پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ انسان زندگی گذارنے کے لئے ایک گھر بنا کر اپنے بیوی، بچوں اور گھر والوں کے ساتھ رہتا بستا ہے۔ کنبہ، خاندان اور برادری کے تعلقات بنتے چلے جاتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی عمر گذار کر آخر کار موت کی آغوش میں جا کر سو جاتا ہے۔ رشتہ داریاں اور تعلقات اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہوتے ہیں۔ موت کے ساتھ ہی تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ موت و حیات کا سلسلہ ابتدائے کائنات سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ کوئی شخص اور اس کی بنائی ہوئی چیزیں ہمیشہ نہیں رہتیں۔ البتہ اس دنیا میں ہمیشہ کی زندگی صرف ان خوش نصیبوں کو ملتی ہے جو دین اسلام کی سربلندی اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ موت کے دروازے سے گذر کر آخرت میں پہنچتے ہیں۔ لیکن ان کی موت کو وہ عظمت حاصل ہوتی ہے جہاں ان کو ''مردہ'' تک کہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان کو حیات برزخی حاصل ہوتی ہے جس میں ان کو اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اسی میں مگن رہتے ہیں۔ اسی لئے ایک مومن موت سے نہیں ڈرتا بلکہ وہ اس ہمت و جرات کا پیکر ہوتا ہے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا سلیقہ جانتا ہے۔ بیوی، بچے، خاندان، ملک، وطن اور اپنی جان سے زیادہ اس کو اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر رہتی ہے۔ وہ اپنے ایمانی تقاضوں کے سامنے دنیا کے ہر تقاضے کو قربان کرنے کو سعادت سمجھتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو ایمان، عمل صالح اور ایثار و قربانی کا پیکر ہوتے ہیں۔ اے میرے بندو! کہہ کر خطاب فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اے مومنو! دین اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کی وجہ سے تم پر زمین کو تمہارے لئے وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ وہ دنیا میں

کسی بھی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین اور ایمان کی حفاظت ہو سکتی ہو۔ فرمایا کہ اگر تم نے اپنے ایمان کی حفاظت کے مقابلے میں اپنے گھر بار، بیوی بچوں، مال و جائیداد اور ملک و وطن کو اہمیت دی اور اس دائرہ سے نکلنے کی جدوجہد نہ کی تو ایسے لوگ یاد رکھیں کہ موت کا مزہ ہر شخص کو چکھنا ہے۔ موت کے ساتھ ہی یہ تمام رشتے اور تعلق ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کو جنت کے اونچے اونچے مکانوں میں بسایا جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو لوگ ایمان، عمل صالح، صبر اور اللہ پر توکل والے ہیں یہ جنتیں ان کا انعام ہوں گی۔ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرتے وقت جب ان کا سب کچھ ان سے چھوٹ جائے گا تو وہ اس کی فکر نہ کریں کہ ان کا اور ان کے بچوں کا گذر بسر کیسے ہوگا کیونکہ رزق دینے والا وہ اللہ ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کے تمام وسائل اور ذرائع ہیں وہ ہر ایک کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ ایک محسوس مثال سے سمجھایا ہے کہ ایسے لوگ ان چرند، پرند، درند اور کیڑے مکوڑوں کو دیکھیں کہ جب صبح کو وہ اٹھتے ہیں اور اپنے اپنے ٹھکانوں سے روانہ ہو کر رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو وہ بھی شام کو پیٹ بھرے واپس لوٹتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں تکلیفیں اٹھا کر اپنا سب کچھ قربان کر کے اس کی راہوں میں نکلیں گے کیا وہ مہربان اللہ ان کو بھوکوں مار دے گا۔ اللہ جو سب کا رازق ہے وہ سب کا پیٹ بھرتا ہے اور کسی کو بھوکا نہیں سلاتا۔ وہ اللہ سب کی فریاد سنتا ہے اور ہر ایک کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد ''صحابہ کرامؓ'' جن کو مکہ مکرمہ میں طرح طرح کے ظلم و ستم کر کے ان پر مکہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا تھا، اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے حبش کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے تو وہ صحابہ کرامؓ جو ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے تھے آہستہ آہستہ مدینہ منورہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور اس طرح وہ تمام اہل ایمان جنہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ان کو مدینہ منورہ میں ٹھکانا مل گیا اور مدینہ منورہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی اور پھر وہی ریاست ایک ایسی عظیم سلطنت بن گئی جس کے سائے میں ساری دنیا نے امن و سکون اور محبت و اخوت کا درس سیکھا۔

یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ اس کی راہ میں ایثار و قربانی کرنے والے صحابہ کرامؓ کو جنت میں کتنے بلند مقامات اور عظمتیں عطا کی جائیں گی لیکن تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ان اہل ایمان نے قرآن و سنت پر عمل کر کے اپنے حسن اخلاق سے ساری دنیا کے اندھیرے دور کر دیئے تھے۔ اور دنیا کو محبت، پیار، ایثار، قربانی اور امن و سلامتی کا جنتی نمونہ بنا دیا تھا۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ
مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾
وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

اور البتہ اگر آپ ان کافروں سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا تو وہ یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ (آپ پوچھئے) پھر یہ لوگ کہاں الٹے چلے جا رہے ہیں۔

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو تنگ (محدود) کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر ایک کے حال سے باخبر ہے۔

اور البتہ اگر آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو اسے کون زندہ کرتا ہے۔ وہ یقیناً کہیں گے ''اللہ''۔ آپ کہیے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں بلکہ اکثر لوگ ان میں عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور یہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور بے شک آخرت کا گھر ہی (اصل) زندگی ہے۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

سَاَلْتَ	تو نے پوچھا
سَخَّرَ	اس نے تابع کر دیا۔ مسخر کر دیا
اَنّٰی	کہاں؟
یُؤْفَکُوْنَ	الٹے پھرے جاتے ہیں
لَھْوٌ	کھیل۔کود
لَعِبٌ	کھیلنا کودنا۔ اچھلنا
اَلْحَیَوَانُ	زندگی

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۴

قرآن کریم کے اولین مخاطب مکہ مکرمہ کے لوگ تھے جو اللہ کو اور بیت اللہ کو مانتے تھے مگر جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ تم ایک اللہ کی عبادت و بندگی چھوڑ کر ان تین سو ساٹھ بتوں سے امیدیں کیوں باندھتے ہو؟ اور ان سے کیوں مانگتے ہو؟ تو وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں لیکن یہ بت اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اگر یہ ہماری سفارش نہ کریں تو اللہ بھی ہماری نہیں سنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدے کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ چاند اور سورج کو انسانوں کی خدمت کے لئے کس نے مسخر اور تابع کیا تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے کہئے کہ پھر تم اللہ کے سوا کدھر پلٹ کر جا رہے ہو؟ کیا یہ پتھر کے بت تمہارے رازق ہیں یہ تمہیں رزق دیتے ہیں یا وہ اللہ جو جس کے لئے جتنا چاہے رزق میں کشادگی پیدا کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اس کے رزق کو محدود کر دیتا ہے وہی تمہارا رازق ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان سے پوچھئے کہ آسمان سے وہ پانی کون برساتا ہے جس سے مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا جواب بھی یہی دیں گے کہ اللہ ہی بلندی سے بارش برساتا ہے اور وہی ایک ایسی زمین کو

دوبارہ سرسبز و شاداب کر دیتا ہے جو بارش نہ ہونے سے خشک اور بنجر نظر آتی تھی۔ فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً وہ ایک اللہ ہی ساری تعریفوں کا مستحق ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا، چاند اور سورج کو گردش عطا کی، بارش کو برسایا اور زمین سے طرح طرح کے نباتات کو اگایا۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے اور دنیا کی بے حقیقت زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ دنیا کی محبت، مشغولیت اور انہماک میں اس طرح لگے ہوئے ہیں کہ جیسے یہی سب کچھ ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ دنیا کی زندگی محض دل کا بہلاوا اور کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور اس کی لذتیں وقتی لذتیں ہیں جو ہمیشہ نہیں رہیں گی لیکن اصل آخرت کی زندگی ہے جہاں کی راحتیں بھی ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔ کاش وہ اس حقیقت پر کبھی غور و فکر کر لیتے۔

اگر غور کیا جائے تو آج ہم میں سے بھی بہت سے لوگ وہ ہیں جو کفار مکہ سے ملتے جلتے عقیدے اور ذہن و فکر رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی بزرگ کا وسیلہ نہ لیا جائے تو اس وقت تک اللہ ہماری بات نہیں سنتا حالانکہ اللہ تو ہر انسان کے دل کی پکار کو بھی سنتا ہے اس کو جہاں اور جیسے پکارا جائے وہ اس کی پکار کو سن کر اس کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدے کی اس کمزوری سے محفوظ فرمائے۔ آمین

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا
اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ
يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۙ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ
يَعْلَمُونَ ﴿٦٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ
مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿٦٧﴾
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا
جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا
فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

پھر جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خالص اسی پر (اللہ پر) اعتقاد رکھتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں۔ اور جب وہ انہیں خشکی پر (لے آتا ہے) اور نجات دے دیتا ہے تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ جو احسان ہم نے ان پر کیا ہے اس کی ناشکری کریں اور مزے اڑاتے رہیں۔ پس بہت جلد ان کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (مکہ مکرمہ) کو امن کی جگہ بنا دیا۔ حالانکہ ان کے آس پاس کے لوگ اچک لئے (لوٹ لئے) جاتے ہیں۔ کیا پھر یہ لوگ باطل پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا یا جب اس کے پاس حق آ گیا تو اس نے اسے جھٹلا دیا۔ کیا ایسے کافروں کا آخری ٹھکانا جہنم نہیں ہوگا۔ اور جو لوگ ہمارے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ضرور ان کو اپنی راہیں دکھا دیں گے۔ اور بے شک اللہ ایسے نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

رَكِبُوْا	وہ سوار ہوئے
اَلْفُلْکُ	کشتی۔ جہاز
مُخْلِصِيْنَ	خالص کرنے والے
اَلْبَرُّ	خشکی
حَرَمٌ	حرم۔ قابل احترام
يُتَخَطَّفُ	وہ اچک لے گا
نَهْدِيَنَّ	ہم ضرور ہدایت دیں گے
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیک کام کرنے والے۔ نیکوکار

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۶۹

اللہ نے کفر و شرک کرنے والوں سے سوال کیا ہے کہ جب تم کسی جہاز یا کشتی پر سوار ہوتے ہو اور تمہاری کشتی کسی طوفان میں پھنس جاتی ہے جہاں سے زندہ نکلنا دشوار اور مشکل نظر آتا ہے تو اس وقت تم کس سے گڑ گڑا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگتے ہو؟ فرمایا اس وقت صرف ایک اللہ کی ذات کو پکارا جاتا ہے لیکن جب تم اس طوفان سے نجات پالیتے ہو اور خشکی پر آجاتے ہو تو فوراً ہی اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارنے لگتے ہو اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ اور اس طرح احسان ماننے کے بجائے ناشکری کا راستہ اختیار کرتے ہو۔ فرمایا کہ وہ جن بدمستیوں میں لگے ہوئے ہیں ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے کتنا بڑا ظلم اور زیادتی کی ہے۔

فرمایا کہ یہ لوگ اس بات پر اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس اللہ نے اپنے گھر کی بدولت تمام مکہ کے لوگوں کو امن و امان اور سلامتی کے ساتھ یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ وہ اللہ کے گھر والے کہلائے جاتے ہیں یعنی اس دور میں جب کہ ہر طرف قتل و غارت گری عام ہے، کسی کی جان اور مال اور آبرو محفوظ نہیں ہے لیکن چونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مکہ والے اللہ کے گھر کے محافظ و نگران ہیں تو ان پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا حالانکہ آس پاس کی بستیوں کے لوگ محفوظ نہیں ہیں ان پر آئے دن چڑھائی ہوتی رہتی ہے۔ اس اتنی بڑی نعمت پر تو انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا کیونکہ اس گھر کو اور اس کے نگرانوں کو اللہ ہی نے عزت عطا فرمائی ہے۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے کہ وہ سامنے کی ایک حقیقت کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں۔ جب ان کے پاس نبی کریم ﷺ حق اور سچائی کا پیغام لے کر آگئے ہیں تو انہیں اس پیغام حق کو قبول کر کے سب سے آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ اگر وہ اللہ کا دین قبول کر کے اس کے لئے جدوجہد کریں گے اور ہر طرح کی مشقتیں اٹھائیں گے تو اللہ ان کا ساتھ دے گا اور وہ ان کو سر بلندی عطا فرمادے گا۔ جدوجہد وہ کریں گے اور ہر خیر و بھلائی کا راستہ ان کو ہم دکھائیں گے کیونکہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اس کے دین کی سر بلندی کی ہر ممکن جدوجہد کرتے ہیں۔ یہی اس کی نعمت کا سب سے بڑھ کر شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ کے ہاں اس کی قدر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی سر بلندی کے لئے ہر طرح کا مجاہدہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الحمد للہ ان آیات پر سورۃ العنکبوت کی آیات کا ترجمہ و تشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل مآاوحی

سورۃ نمبر ۳۰

الرُّوْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الروم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	30
کل رکوع	6
آیات	60
الفاظ وکلمات	827
حروف	4410
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ روم ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی شان رسالت، حشر و نشر، قیامت، آخرت، جزا وسزا، مشرکانہ اعمال کی مذمت، جنت وجہنم، اللہ کی قدرت کی نشانیوں، قرآن کریم کا نزول اور دنیا کی بدکار قوموں کے برے انجام کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت عرب کے لوگ آزاد، خودمختار زندگی گذار رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں تقسیم تھے اور آپس ہی میں ایک دوسرے سے بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور قتل و غارت گری کرتے رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں (جو معلوم دنیا تھی) اس میں دو باقاعدہ زبردست سلطنتیں تھیں جو سپر پاورز (Super Powers) کی حیثیت رکھتی تھیں اور ساری معلوم دنیا پر حکومت کر رہی تھیں اور ایک دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے آپس میں ٹکراتی رہتی تھیں۔

قیصر روم کی سلطنت ملک شام، مصر، فلسطین، اردن اور افریقہ اور ایشیا کے بعض ملکوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سب مسیحی تھے یعنی حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے تھے۔ دوسری بڑی ایرانی سلطنت مجوسیوں یعنی آگ کو اپنا معبود ماننے والوں کی تھی جس کا سربراہ خسرو پرویز تھا۔ ان دونوں طاقت ور حکومتوں کے درمیان ساتویں صدی عیسوی میں زبردست اور خونریز جنگیں ہوئیں۔

ایرانی بادشاہ خسرو پرویز کی للچائی ہوئی نظریں ہمیشہ رومی سلطنت کو حاصل کرنے کی طرف لگی رہتی تھیں۔ جب روم میں قیصر کے خلاف اندرونی بغاوت ہوئی تو ایرانی بادشاہ کو رومی سلطنت پر حملہ کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آ گیا۔ اس کی فوجوں نے رومیوں کے انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے رومیوں کو ہر محاذ پر بری طرح شکست دینا شروع کی، رومیوں کے تمام علاقوں پر قبضہ کر کے روم کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ ہزاروں عیسائیوں کا قتل عام کیا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر کے ہزاروں عورتوں اور مردوں کو غلام بنا لیا گیا تھا۔

جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو اس وقت مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفار مکہ کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی تھی۔ کفار و مشرکین اہل ایمان کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور جس سے انسانیت بھی شرما جائے اس ظلم و زیادتی سے باز نہیں آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے صحابہ کرامؓ مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت شروع کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دینے کے لیے قیصر و کسریٰ جیسی طاقتوں والی قوموں کے مٹنے اور بننے کے واقعہ کو بیان کر کے بتایا ہے کہ اہل ایمان بہت جلد کامیاب ہوں گے اور کفار مٹا دیئے جائیں گے۔

اس طرح خسرو پرویز نے سلطنت روم کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا۔ ٹھیک یہی وہ زمانہ تھا جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور جب مجوسیوں نے عیسائیوں کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی تو عرب کے کفار و مشرکین مجوسیوں کی فتح پر بہت خوش تھے کیونکہ جس طرح مجوسی آگ کو پوجتے تھے اسی طرح مکہ کے کفار بتوں کو پوجتے تھے۔ اس کے برخلاف اہل ایمان کو یہ بتایا گیا تھا کہ عیسائی اہل کتاب ہیں جو اگرچہ اصل تعلیم سے بہت دور جا چکے ہیں مگر اللہ کو اور وحی کو کسی حد تک مانتے تھے۔

اس لیے رومیوں کی سلطنت کے زوال پر مکہ کے مظلوم مسلمان رنجیدہ تھے۔ پھر کفار مکہ بھی کھل کر یہ کہنے لگے تھے کہ جس طرح آگ پرستوں نے عیسائیوں کو تباہ کر دیا ہے اسی طرح مکہ کے لوگ بھی مسلمانوں کو اسی طرح تباہ و برباد کر کے ان کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کریں گے۔ ان طعنوں سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو بہت صدمہ پہنچتا تھا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کو نازل فرما کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ان حالات سے بالکل رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں کیونکہ حالات بہت جلد بدلنے والے ہیں اور رومی جو شکست کھا چکے ہیں وہ چند برسوں میں پھر سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم کی ابتدائی آیتوں میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ بے شک آج رومی شکست کھا چکے ہیں لیکن چند برسوں (تین سے نو سال کے درمیان) میں پھر سے مجوسیوں پر غالب آ جائیں گے۔ اور یہ دن اہل ایمان کے لیے بھی انتہائی خوشی اور مسرت کا دن ہوگا۔

سورۂ روم کی ان آیات میں نہ صرف رومیوں کے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے بلکہ کفار پر اہل ایمان کی فتح و کامیابی کا واضح اشارہ بھی کر دیا گیا تھا۔ ظاہری حالات میں رومیوں کی دوبارہ فتح اور مسلمانوں کی کامیابی کا دور دور تک پتہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی فتح کی پیش گوئی فرما دی تھی جس پر اہل ایمان کو پختہ یقین تھا کہ چند برسوں میں دوبارہ رومی سلطنت قائم ہوگی اور مکہ میں مسلمانوں کو کفار پر مکمل غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ مکرمہ کی جس محفل سے گذرتے وہاں قرآن کریم کی اس پیش گوئی کا ذکر فرماتے۔ وہ

فرماتے کہ اے کفار مکہ تم مجوسیوں کی وقتی فتح پر خوش مت ہو کیونکہ چند برسوں میں رومی پھر سے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ کفار مکہ ان باتوں کو ہنسی مذاق میں اڑا دیتے یہاں تک کہ ابی ابن خلف نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایک سو اونٹوں کی شرط باندھ لی تھی کہ اگر نو سال میں رومی ایرانیوں پر غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ ابی ابن خلف کو ایک سو اونٹ دیں گے اور اگر قرآن کی یہ پیش گوئی صحیح ہوگئی اور رومی ایرانیوں پر غالب آگئے تو ابی ابن خلف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک سو اونٹ دے گا۔

اگر چہ اس طرح کی دو طرفہ شرط اسلام میں اب حرام ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شرط باندھی تھی اس وقت تک جوئے کے حرام ہونے کے احکامات نہیں آئے تھے کیونکہ شراب اور جوئے کے حرام ہونے کے احکامات سن ۲ ھجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئے تھے۔ رومیوں کی شکست نے کفار و مشرکین مکہ کے حوصلے اور بھی بڑھا دیئے تھے اور مسلمانوں نے اس میں عافیت محسوس کی کہ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں اپنے ایمان کی سلامتی کی فکر کی جائے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے صحابہ کرامؓ نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کردی۔

اس کے بعد اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اسی سال قیصر روم ہرقل نے تیاری کر کے ایرانیوں پر زبردست حملہ کردیا۔ یہ حملہ اس قدر بھرپور اور اچانک تھا کہ ایرانی فوجیں ان کے سامنے ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ آہستہ آہستہ قیصر روم ہرقل نے ایرانیوں سے وہ تمام علاقے واپس لے لیے جن پر انہوں نے قبضہ کرلیا تھا۔ ہرقل فتح کے جھنڈے گاڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس نے ایرانیوں کے آتش کدے مسمار کردیئے اور ہزاروں ایرانیوں کو قتل کر کے روم کی سلطنت پر مکمل قبضہ کرلیا اور اس طرح صرف سات سال کے عرصے میں رومی دوبارہ ایرانیوں پر غالب آگئے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جس دن رومیوں نے ایرانیوں پر مکمل فتح حاصل کی اسی دن اہل ایمان کو کفار مکہ پر غزوہ بدر کے دن ایک بھرپور کامیابی حاصل ہوئی۔ اس طرح قرآن کریم کی دونوں پیش گوئیاں پوری ہوئیں اور اہل ایمان ان دونوں کامیابیوں پر بہت زیادہ خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ابی ابن خلف سے جیت چکے تھے۔ اگر چہ اس وقت ابی ابن خلف مر چکا تھا مگر آپ نے ابی ابن خلف کے وارثوں سے مطالبہ کیا کہ شرط کے سو اونٹ ان کے حوالے کردیئے جائیں۔ ابی ابن خلف کے وارثوں نے ایک سو اونٹ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے کردیئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر ان اونٹوں کو صدقہ کردو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ اونٹ صدقہ کردیئے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ شرط باندھی تھی اس وقت تک اس طرح کی شرط کرنا حرام نہیں تھا اور جب آپ کو شرط کے سو اونٹ ملے تو اس وقت مدینہ منورہ میں اس طرح کی شرط کو ''جوا'' قرار دیا گیا اور ہر طرح کا جوا اور شرط قیامت تک حرام کردی گئی۔

اس سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو کر سامنے آگیا ہے کہ اگر کسی کو حرام مال مل جائے تو وہ اس کو اپنی ذات پر خرچ نہ کرے بلکہ اس کو صدقہ کردے۔

ہمارے دور میں سود کا لین دین بہت زیادہ ہو گیا ہے خاص طور پر بینکوں کا سود۔ اس کے لئے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اس طرح کا مال یا بینک کا سود مل جائے تو وہ اس کو لے کر بغیر ثواب کی نیت کے کسی ایسے غریب آدمی کو دے دے جو صاحب نصاب نہ ہو یعنی غریب آدمی ہو۔ بینکوں وغیرہ میں سود چھوڑنے کا نقصان یہ ہے کہ موجودہ دور میں بینک ہر اس رقم کو جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا اس کو ڈیڈ اکاؤنٹ (Dead Account) میں ڈال کر اکثر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسی رقم ہو تو اس کو لے کر صدقہ کردیا جائے۔

سُوْرَةُ الرُّوْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝١ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝٢ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ
بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝٣ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ
مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤
بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝٥
وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
یَعْلَمُوْنَ ۝٦ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۖۚ وَهُمْ عَنِ
الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٧ اَوَلَمْ یَتَفَكَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ
اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ
وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝٨ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا
فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا
عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝٩ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ
اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤی اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ ع ١ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

الف۔ لام۔ میم۔ روم والے قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے (شکست کھا گئے) اور اپنی مغلوبیت (شکست) کے بعد چند سال کے اندر پھر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ پہلے بھی اللہ کا اختیار تھا اور بعد میں بھی۔ اور اس دن مومن بھی خوش ہوں گے۔ یہ سب اللہ کی مدد سے ہوگا۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں ہیں۔ لوگ دنیا کی زندگی کی ظاہری حالت کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بے خبر ہیں۔ کیا انہوں نے کبھی اپنے دلوں میں غور کیا ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو برحق اور (مقرر) مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اپنے پروردگار کے سامنے حاضری کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا ہے؟ وہ لوگ ان سے زیادہ طاقت ور تھے۔ انہوں نے زمین کو خوب سرسبز و شاداب کیا تھا۔ اس کو اتنا آباد کیا تھا جتنا ان لوگوں نے بھی نہیں کیا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر اللہ تو ظالم نہیں ہے البتہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ ان لوگوں کا انجام کتنا بھیانک ہوا جنہوں نے برائیاں کی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

غُلِبَتْ	شکست کھا گئے۔ مغلوب ہو گئے
اَدْنٰی	قریب
بِضْعٌ	تین سے نو سال تک کی مدت
اَجَلٌ	موت۔ مدت
اَشَدُّ	زیادہ۔ بڑھ کر
اَثَارُوْا (ثَوْرَةٌ)	انہوں نے ابھارا۔ اگایا۔ سرسبز کیا

عَمَرُوا انہوں نے آباد کیا

اَسَاءُ وْا انہوں نے برا کیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

سورۃ الروم کی ابتداء حروف مقطعات سے کی گئی ہے جس کی وضاحت اس سے پہلے کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی انتیس (29) سورتوں کی ابتداء میں آنے والے ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ نے آپ کی زبردست مخالفت کی اور ستانے اور اذیت دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کفار و مشرکین صحابہ کرامؓ کو ستانے کے بہانے تلاش کرتے رہتے تھے۔ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ اگر انہوں نے اسلامی طرز زندگی کو اختیار کر لیا تو ان کے ذاتی مفادات، مذہبی رسومات اور ان بتوں کی عبادت و بندگی چھوٹ جائے گی جن کو وہ اپنے مشکل وقتوں کا سہارا سمجھتے تھے۔ جب کہ نبی کریم ﷺ اس بات کی تعلیم دے رہے تھے کہ سب مل کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں باپ دادا سے جو غلط رسمیں چلی آ رہی ہیں ان کو چھوڑ دیں اور لکڑی، مٹی اور پتھر سے بنائے گئے وہ معبود جو اپنے وجود کے لئے بھی دوسروں کے ہاتھوں محتاج ہیں ان کی عبادت و پرستش نہ کریں۔ کفر و اسلام کی یہی کشمکش جاری تھی کہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز نے رومیوں کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر اچانک ان پر چڑھائی کر دی۔ ملک شام اور بصرہ کے درمیانی علاقے سے حملہ شروع کیا۔ یہ حملہ اس قدر زبردست اور بھرپور تھا کہ رومیوں کے سارے علاقے فتح ہوتے چلے گئے۔ یروشلم، مصر، اردن اور دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد رومیوں کے مضبوط گڑھ قسطنطنیہ پر تسلط کے بعد وہاں سب سے بڑا آتش کدہ بنا لیا تھا۔ اس طرح رومی مکمل طور پر شکست کھا چکے تھے اور ایرانی مجوسیوں کی کامیابیوں نے انہیں انتہائی مغرور و متکبر بنا دیا تھا۔ ان تمام حالات کی اطلاع مکہ مکرمہ بھی پہنچ رہی تھی۔ ایرانیوں کی فتح کو کفار و مشرکین اپنی فتح سمجھ رہے تھے وجہ یہ تھی کہ مکہ کے کفار و مشرکین بتوں کو پوجتے تھے اور مجوسی آگ کی پرستش کرتے تھے دونوں کے مذہبی عقیدے قریب قریب تھے جب کہ مسلمانوں کے نزدیک نصاریٰ اور مجوسی دونوں ہی کافر تھے مگر رومی نصاریٰ یعنی عیسائیوں سے دلچسپی اس لئے تھی کہ وہ کم از کم حضرت عیسیٰؑ کی عظمت، وحی کی کیفیت اور اللہ کو کسی حد تک مانتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش تھی کہ رومیوں کو اس طرح شکست نہ ہو۔ مگر رومیوں کی شکست پر شکست سے کفار مکہ کے حوصلے کچھ زیادہ ہو چلے تھے۔ مسلمانوں کو چھیڑنے اور ذہنی اذیت پہنچانے کے لئے کہتے تھے کہ عیسیٰؑ کو ماننے والوں پر آتش پرست چھا گئے ہیں اور آتش پرستوں نے اللہ کا نام لینے والوں کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ہے اسی طرح ہم بھی تم مسلمانوں کو شکست دیں گے اور تمہیں نکال باہر کریں گے۔ رومیوں کی شکست اور کفار و مشرکین مکہ کے طعنوں سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سخت رنجیدہ اور پریشان رہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ روم کی

مذکورہ آیتیں نازل کر کے صاف صاف اعلان کر دیا کہ اہل ایمان صبر اور برداشت سے کام لیں رومی شکست کھا چکے ہیں لیکن چند برسوں (تین سے نو سال کے عرصے) میں دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایرانی مجوسیوں پر فتح حاصل کر لیں گے ان کو ان کے ملک میں گھس کر ماریں گے۔ پوری طرح غالب آ جائیں گے اور یہ دن اہل ایمان کے لئے بھی خوش خبری والا دن ہوگا۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوگا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

شدید مایوسی میں قرآن کریم کی ان آیات کو سن کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ خوش ہو گئے۔ چونکہ ان آیات میں نہ صرف رومیوں کے دوبارہ غالب آنے کے لئے فرمایا گیا ہے بلکہ اہل ایمان کو بھی خوش خبری سنا دی گئی تھی کہ ان کو بھی کفار مکہ پر اسی طرح کامیابی حاصل ہوگی۔ قوموں کی زندگی میں دو چار دس برس بڑی مدت نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے جب نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اس کے دوسرے سال ہی ہرقل نے پوری تیاری کے ساتھ ایرانیوں پر اتنے زبردست حملے کئے کہ ایرانی مجوسی ہر محاذ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور رومی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ایرانیوں کو مارتے مارتے وہ قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے۔ رومیوں نے آتش پرستوں کے آتش کدے مسمار کر دیئے۔ ہزاروں مجوسیوں کا قتل عام کیا اور پوری طرح رومی سلطنت کو دوبارہ قائم کر لیا۔ ان ہی دنوں اللہ نے مسلمانوں کو غزوہ بدر میں زبردست کامیابی عطا کی اور اہل ایمان کو بت پرستوں پر مکمل جنگی اور اخلاقی فتح عطا فرمادی۔ اس طرح قرآن کریم کی پیش گوئی صرف سات سال میں پوری ہو گئی۔ جب قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی تو روایات کے مطابق بہت سے کفار نے اسلام قبول کر لیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ قرآن اللہ کا سچا کلام ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ صرف ظاہری چیزوں کے دیکھنے کے عادی ہیں اور اپنے عیش و آرام میں پڑ کر آخرت سے غافل ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہے وہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ ہر چیز کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہے زمین، آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ فضول، بے مقصد اور بے کار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کے پیدا کرنے میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اللہ جب تک چاہے گا اس نظام کائنات کو چلائے گا لیکن جب اس کی مدت پوری ہو جائے گی تو کائنات کی اس بساط کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ فرمایا کہ آخرت تو ایک حقیقت کا نام ہے جہاں ہر شخص کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر زندگی بھر کا حساب کتاب دینا ہوگا لیکن کبھی کبھی تو اللہ فنا کے اس عمل کو اس دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے جس کی سب سے بڑی دلیل ترقی یافتہ قوموں کے وہ کھنڈرات ہیں جہاں کبھی بڑی رونقیں تھیں۔ ہر طرف خوشحالی تھی۔ لوگوں نے خوب محنتیں کر کے عظیم الشان بلڈنگیں بنائی تھیں جن کا اس دور میں تصور بھی ممکن نہیں تھا۔ ہر طرف باغات، لہلہاتے ہوئے کھیت، مالی لین دین، مال و دولت کی کثرت تھی لیکن جب انہوں نے اپنی ترقیات پر اترانا شروع کیا اور اللہ کی نافرمانیاں شروع کر دیں تو اللہ نے ان کو آگاہ کرنے کے لئے اپنے رسول بھیجے جن کو انہوں نے جھٹلایا اور ان کی کسی بات کو نہیں مانا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نافرمانیاں انہیں لے ڈوبیں۔ ان کی تہذیب و ترقی اور بلند و بالا عمارتیں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ یہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری تھی۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ ہی اپنے اوپر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ اپنی عقل و فکر سے کام لے کر غور کریں

تو ان پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس کائنات میں ہر طرح کی طاقت وقوت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی اطاعت وفرماں برداری سے ہر طرح کی کامیابیاں ملتی ہیں اور نافرمانیوں سے دنیا اور آخرت میں سوائے تباہی کے کچھ بھی نہیں ملتا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑪ وَيَوْمَ
تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑫ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑬
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ⑮
وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ⑯ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ
تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ⑰ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ⑱ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ
الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑲ ۲ ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

جس اللہ نے پہلی مرتبہ تخلیق کیا (پیدا کیا) ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور وہ دن جب قیامت قائم ہوگی تو یہ مجرم (گناہ گار) بدحواس اور مایوس ہوکر رہ جائیں گے۔ کیونکہ ان کے سفارشیوں میں سے کوئی ان کی سفارش نہ کرے گا۔ اور پھر وہ خود ہی ان شریکوں کا انکار کردیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اسی دن سب لوگ الگ الگ ہو

جائیں گے۔ پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہوں گے تو وہ جنت میں خوش اور مسرور ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا تو وہ لوگ عذاب میں (پکڑے ہوئے) حاضر کئے جائیں گے۔ لوگو! اللہ کی ذات پاک بے عیب ہے۔ جب تم شام کرتے ہو اور جب تم صبح کرتے ہو (تو اس کا ذکر کرو) آسمانوں اور زمین میں ساری حمد وثنا اللہ کے لئے ہے۔ اور تم رات کو اور دوپہر کے وقت اللہ کی پاکی بیان کیا کرو۔ وہی تو ہے جو جان دار کو مردے سے نکالتا ہے اور وہی تو ہے جو مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی اللہ زمین کو دوبارہ زندہ (تروتازہ) کر دیتا ہے اور اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

اَلْخَلْقُ — تخلیق۔ پیدائش

یُعِیْدُ — وہ لوٹائے گا

یُبْلِسُ — وہ ناامید ہوتا ہے

رَوْضَۃٌ — باغ۔ باغیچہ

یُحْبَرُوْنَ (حِبْرٌ) — خوش کئے جائیں گے

تُمْسُوْنَ — تم شام کرتے ہو

تُصْبِحُوْنَ — تم صبح کرتے ہو

عَشِیٌّ — رات کا وقت

تُظْهِرُوْنَ — تم دوپہر کرتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۹

جو لوگ دنیا کے عیش و آرام اور بے فائدہ مشغلوں میں پڑ کر کفر و شرک کی راہوں کو اختیار کر چکے ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب سارے انسان مر کھپ جائیں گے۔ ان کے وجود کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ زندہ کیسے پیدا

کئے جائیں گے؟ حالانکہ ایسی سوچ رکھنے والے اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیں تو یہ بات بہت واضح اور روشن ہے کہ جس اللہ نے خلق اور تخلیق کی ابتداء کی ہے، جس نے انسان اور کائنات کو وجود بخشا ہے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ کائنات میں بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کر کے پھر سے انسان کو زندہ کر دے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی سچائی ہے جس پر یقین کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانوں کی دوبارہ پیدائش میں شک کرنے والے جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہ سخت بدحواس ہو جائیں گے کیونکہ زندگی بھر جس سچائی کو وہ جھٹلاتے رہے تھے آج ان کے سامنے ہوگی۔ ان کی بدحواسی اور مایوسی اس وقت اور بھی بڑھ جائے گی جب ان کے وہ سہارے ٹوٹ جائیں گے جن سے وہ اس بات کی امیدیں باندھے ہوئے تھے کہ وہ آخرت کی زندگی میں ان کے کام آئیں گے۔ ان کی سفارش کریں گے۔ ان کو ہر طرح کی آفتوں سے بچالیں گے کیونکہ وہ بت کہہ اٹھیں گے کہ الٰہی! ہمیں نہیں معلوم کہ یہ ہماری عبادت و بندگی کیوں کرتے تھے۔ ان کے گناہوں اور کفر و شرک سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ غیر اللہ کے اس کورے جواب سے مشرکین سخت مایوس ہو جائیں گے کہ اب ان کی طرف سے بولنے والا اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ شرمندگی کے عالم میں خود ان بتوں پر لعنت بھیجنا شروع کر دیں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انسان دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ اہل ایمان اور اہل کفر۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے۔ انہوں نے عمل صالح کئے ہوں گے وہ تو جنت کے عیش و آرام کے ساتھ خوش و خرم اور مسرور ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و شرک کی روش اختیار کر کے اللہ کی آیتوں کا انکار اور اللہ کے سامنے حاضری اور ملاقات کو زندگی بھر جھٹلایا ہوگا وہ اپنے اعمال کے مطابق پکڑ کر اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ آخرت میں کامیاب ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جو صبح و شام اور راتوں کی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کر کے اپنے دلوں کو زندہ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد و ثناء نہ کر رہی ہو۔ اونچے اونچے پہاڑ، بہتے دریا، سرسبز و شاداب نباتات، خوبصورت کھیت، چہچہاتے پرندے، ہوائیں، فضائیں اور ہر ایک جان دار اور بے جان ہر وقت اس کی تسبیح کر رہا ہے یہ اور بات ہے کہ ہم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی تسبیح اور حمد و ثنا کر رہا ہے۔ علماو مفسرین نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی تسبیح اور حمد و ثنا کا اعلیٰ ترین نمونہ "نماز" ہے کیونکہ نماز کا قیام اور ادائیگی اللہ کی سب سے بہتر اور اعلیٰ تسبیح اور حمد و ثنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر روز پانچ وقت کی نمازیں ادا کرنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے اور اس کی کسی حالت میں (سوائے مخصوص حالات کے) معافی نہیں ہے۔ اسی بات کو صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے ثابت فرمایا اور اس پر پوری امت متفق ہے۔ اس آیت میں پانچوں وقت کی تسبیح یعنی نماز کے اوقات کا اظہار ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ ہود اور سورۂ طٰہٰ میں بھی نمازوں کے پانچوں اوقات کو بتایا گیا ہے۔ آخر میں اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی ذات بے عیب ہے۔ وہ اللہ اس کائنات کے نظام کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ سے زندہ کو پیدا کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ وقت دور نہیں ہے جب وہ تمام مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے نکال لائے گا اور پھر ہر ایک سے اس کے کئے ہوئے اعمال کا حساب لے گا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ
تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝۲۰ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ
لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ
وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ
مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ
خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۴
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ
دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝۲۵ وَلَهٗ مَنْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا
الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ ع
۳ ۸ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

(۱) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تم انسان کی حیثیت سے پھیلتے جاتے ہو۔

(۲) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس نے تمہاری جنس ہی سے تمہارے جوڑے (بیویاں) پیدا کئے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور پیار (کے رشتے) قائم کئے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

(۳) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا ہے (جس میں) تمہاری زبانیں اور رنگ مختلف ہیں۔ بلا شبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو لوگ جانتے ہیں (اہل علم ہیں)۔

(۴) اس کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی) رات کے وقت تمہاری نیند اور دن کے وقت اس کا فضل (رزق) تلاش کرنے میں ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو (حق اور سچی باتوں کو غور سے) سنتے ہیں۔

(۵) اس کی نشانیوں میں سے (یہ بھی ایک نشانی ہے کہ) وہ تمہیں خوف اور امید کے ساتھ بجلی (کی کڑک اور چمک) دکھاتا ہے۔ اور وہ آسمان سے (بلندی سے) پانی برساتا ہے۔ پھر وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

(۶) اسی کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی یہ ہے کہ) اس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ پھر جب وہ پکارے گا (صور پھونکے گا) تو اس وقت تم (زمین سے) نکل آؤ گے۔

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور ہر چیز اس کی فرماں بردار ہے۔ اسی نے ساری مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔ اور زمین و آسمانوں میں اس کی شان سب سے اعلیٰ اور بہترین ہے۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

تُرَابٌ	مٹی
تَنْتَشِرُوْنَ	تم پھیل جاتے ہو
رَحْمَةٌ	مہربانی۔محبت کا رشتہ
اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ)	زبانیں
اَلْوَانٌ (لَوْنٌ)	رنگ۔روپ
مَنَامٌ (نَوْمٌ)	نیند
اِبْتِغَآءٌ	تلاش کرنا
یَسْمَعُوْنَ	وہ سنتے ہیں
دَعْوَةٌ	پکار
قٰنِتُوْنَ	ادب سے کھڑے ہونے والے
اَهْوَنُ	زیادہ آسان

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر انسان غور و فکر، علم و بصیرت، عقل و فہم اور دھیان دے کر سوچے تو اس بکھری ہوئی کائنات میں اس کو ہر چیز میں اللہ کا جلوہ اور نشانی نظر آئے گی۔ ہزاروں لاکھوں سال سے کائنات کا یہ نظام ایک مرتب و منظم طریقے سے چل رہا ہے جس میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ نجانے کتنی قومیں آئیں اور چلی گئیں اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی گئی۔ کسی کو بقا نہیں ہے سوائے اس اللہ کی ایک ذات کے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس نے اس پورے نظام کائنات کو سنبھالا ہوا ہے۔ وہ جب بھی چاہے گا کائنات کی بساط کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اللہ ہی اپنی قدرت سے تمام لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا۔ جب اس کائنات میں ساری قدرت اللہ کی ہے اسی نے سب کو پیدا کیا ہے تو سب انسانوں کے

مرجانے اور کائنات کے مٹ جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اس ذات کے لئے کونسی مشکل اور دشوار بات ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی معرفت اور پہچان کے لئے اگر کائنات کے نظام پر غور وفکر کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ اللہ نے اس نظام کائنات کو بنایا ہے وہی اس کا محافظ ہے اور جب چاہے گا اس نظام کو ختم کر کے دوبارہ پیدا فرمادے گا اللہ نے اپنی چند نشانیوں کو پیش کر کے فرمایا ہے کہ ان کو اللہ کے سوا کسی دوسرے نے نہیں بنایا نہ اس کام میں اس کا کوئی شریک ہے۔ ارشاد ہے

(۱) انسانی زندگی کا آغاز حضرت آدمؑ سے ہوا جنہیں اللہ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ مٹی درحقیقت ایسے اجزاء کا نام ہے جس میں بظاہر تاریکی ہے روشنی اور چمک نہیں ہے لیکن اللہ نے اس خاک کے پتلے میں ایسی عظمتیں بھردی ہیں جو بقیہ کائنات میں نہیں ہیں۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد جب فرشتوں سے اور ابلیس سے جو جنات کی قوم میں سے تھا اور فرشتوں کا سردار تھا آدمؑ کو سجدہ کرنے کے لئے کہا تو ابلیس نے یہ کہہ کر انسان کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ میں آگ سے بنایا گیا ہوں یعنی جس میں روشنی اور چمک ہے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے یعنی جس میں تاریکی اور پستی ہے یہ اصول کے خلاف ہے کہ روشنی تاریکی کے سامنے اور بلندی پستی کے سامنے جھک جائے۔ اسی طرح فرشتوں نے بھی سمجھنے کے لئے عرض کیا الٰہی آپ جس کے سر پر خلافت کا تاج رکھ رہے ہیں وہ تو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ گویا فرشتے بھی انسان کے ظاہری پہلو سے اس میں تاریکی محسوس کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس حقیقت کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جب فرشتوں کو آدمؑ کے علم کی روشنی کی ایک جھلک دکھائی گئی تو سارے فرشتوں نے انسان کی عظمت کو تسلیم کر لیا اور سجدہ میں گر گئے لیکن شیطان اپنے تکبر اور غرور پر قائم رہا اور اس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اللہ کے نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی یہ سب سے بڑی نشانی ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے بنایا اور انسانی نسلوں کو چلایا اور اس کائنات میں اللہ نے اس کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔ انسان میں یہ عظمت صرف اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہے۔ ورنہ خود انسان کے اندر یہ عظمت اور روشنی موجود نہ تھی۔

(۲) دوسری نشانی یہ ہے کہ اللہ نے صرف یہی نہیں کہ انسان کو پیدا کیا بلکہ سکون قلب کے لئے اس کی بیوی کو بھی پیدا کیا جو اس کی تنہائیوں کی ساتھی، اس کی نسل کو بڑھانے کا سبب اور محبت واخلاص کے رشتے قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ گھر اسی سکون واطمینان کا نام ہے۔ اگر کسی گھر میں امن وعافیت اور حقیقی راحت وآرام نہ ہو تو وہ گھر گھر نہیں ہے۔ انسان کو سکون قلب باقاعدہ ازدواجی زندگی سے ملتا ہے جس سے انسان کو اولادیں اور اولادوں کی اولادیں نصیب ہوتی ہیں بیوی، بچے، رشتہ دار، دوست احباب اس کی خوشیوں اور غموں میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو انسان کو سب کچھ مل سکتا ہے مگر سکون قلب نصیب نہیں ہو سکتا۔

(۳) تیسری نشانی زمین وآسمان کی پیدائش ہے۔ اللہ نے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا اور آسمان کو ایک محفوظ چھت کی طرح اس پر تان دیا، چاند، سورج اور ستاروں سے اس کو روشن ومنور کیا۔ زمین پر مختلف قوموں، نسلوں اور خاندانوں کو پھیلایا جن

کی زبانیں، رنگ، نسل مختلف ہیں۔ سب کے سب جسمانی اعتبار سے ایک جیسے ہیں وہی چہرہ، آنکھیں، کان، ناک، ہونٹ، زبان لیکن کتنے مختلف ہیں۔ کروڑوں اربوں انسان ہیں مگر ہر ایک کی شکل صورت دوسرے سے مختلف ہے۔ خواہشات، ضروریات اور تمنائیں الگ الگ ہیں۔ جن لوگوں میں علم و بصیرت موجود ہے وہ زمین و آسمان اور اس میں پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) اس کی چوتھی نشانی رات اور دن کا آنا جانا ہے۔ انسان دن بھر اپنی روزی رزق کے لئے بھاگ دوڑ کرتا ہے دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد رات کو سو جاتا ہے تو اگلے دن کام کے لئے وہ تازہ دم ہو جاتا ہے اور پھر سے زندگی کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ سردی، گرمی اور برسات کے موسم پیدا ہوتے ہیں۔ اگر دن ہی دن ہوتا یا ایک طویل رات ہی ہوتی تو انسان اس یکسانیت سے اکتا جاتا نہ اس کو آرام ملتا اور نہ رزق ملتا۔ رات اور دن کا آنا جانا اس میں ہر عقل و فہم رکھنے والے کے لئے اللہ کی نشانی، معرفت اور پہچان موجود ہے لیکن اس کو وہی تسلیم کرتے ہیں جن میں ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہوتی اور وہ بات کو دھیان دے کر سنتے ہیں۔

(۵) اس کی پانچویں نشانی آسمان پر چمکنے اور کڑکنے والی بجلی ہے جس کو دیکھ کر خوف کے ساتھ ساتھ ایک امید سی بندھ جاتی ہے کہ اب بارش برسے گی کھیتوں، باغوں اور زمین میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا ہوگی۔ گرمی کی شدت کم ہوگی اور موسم خوش گوار ہو جائے گا۔ بجلی کی چمک اور کڑک سے ایک امید اور دہشت ناک آوازوں سے خوف بھی محسوس ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی بہت بڑی نشانی ہے جس پر وہی غور و فکر کرتے ہیں جنہیں اللہ نے عقل و سمجھ عطا فرمائی ہے۔

(۶) چھٹی نشانی یہ ہے کہ زمین و آسمان اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں یہ انسان کو لے کر ایک طرف نہیں ڈھلک جاتے بلکہ اپنی رفتار سے گھومنے اور چلنے کے باوجود اس پر رہنے والوں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ زمین اور آسمان، چاند، سورج اور ستارے سب کے سب ایک خاص نظام کے تحت قائم ہیں اور چل رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ جب چاہے گا اس کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا جہاں تعمیر فرما دے گا جس میں تمام انسان اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کا حساب کتاب پیش کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ پوری کائنات اور اس میں بسنے والی مخلوق اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ کی ملکیت اور اس کی نشانی ہے اور اس کے حکم کے تابع فرماں ہے۔ اسی نے زندگی کی ابتداء کی ہے وہی اس پر موت طاری کرے گا اور پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ یہ اس اللہ کے لیے کوئی مشکل یا ناممکن بات نہیں ہے کیونکہ جس نے ان تمام چیزوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے ان ہی چیزوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے بلکہ اس کے لئے آسان ہے۔

اس آسمان و زمین میں سب سے برتر و اعلیٰ ذات اللہ کی ہے جس کے ہاتھ میں ہر طرح کی طاقتیں موجود ہیں وہی زبردست حکمت والا ہے۔

ضَرَبَ لَكُم
مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ
شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ
كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾
بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ یَّهْدِیْ
مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ
لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا
تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙۗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ۙۗ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِیْمُوا
الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۳۱﴾ ۙ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا
دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

وہ تمہارے لئے خود تمہاری ذات سے ایک مثال بیان کرتا ہے۔ کیا تمہارے ان غلاموں میں سے جن کے تم مالک ہو کچھ غلام ایسے بھی ہیں جو ہمارے دیئے ہوئے (مال و دولت) میں سے تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔ اور تم ان کا اسی طرح لحاظ کرتے ہو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کا خیال کرتے ہو۔ ہم اپنی ان آیات کو ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر رہے ہیں جو عقل و فہم رکھتے ہیں۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ظالم لوگ جاہلانہ طریقوں پر (بے سوچے سمجھے) اپنی خواہشوں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ وہ کون ہے جو ان لوگوں کو راستہ دکھائے گا جن کو اللہ ہی نے بھٹکا دیا ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

تم یکسو ہو کر اپنا چہرہ دین حنیف پر قائم رکھو۔ اس فطرت پر جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس کی خلق (بناوٹ) میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی سچا دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔
اسی (ایک اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے بن جاؤ۔ اسی سے ڈرو، نماز قائم کرو اور ان مشرکین میں سے مت ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ گروہوں میں بٹ گئے اور ہر ایک گروہ جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اسی میں مگن اور خوش ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

ضَرَبَ	اس نے چلایا۔ بیان کیا
اَیْمَانٌ	داہنا (ہاتھ)
سَوَآءٌ	برابر
اَھْوَآءٌ (ھَوَاءٌ)	خواہشیں۔ تمنائیں
اَقِمْ	قائم کر
وَجْهٌ	چہرہ
حَنِیْفٌ	اللہ ہی کا ہو جانا
فِطْرَةَ اللّٰهِ	دین اسلام۔ اللہ کی فطرت
دِیْنُ الْقَیِّمُ	بہترین دین
مُنِیْبِیْنَ	رجوع کرنے والے۔ پلٹنے والے
فَرَّقُوْا	وہ گروہ بن گئے۔ جدا جدا ہو گئے
حِزْبٌ	جماعت۔ گروہ
فَرِحُوْنَ	خوش اور مگن رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲

دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی برکت سے آج دنیا سے لونڈی اور غلاموں کا رواج تو ختم ہو چکا ہے لیکن نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا نہ صرف رواج تھا بلکہ انسانوں کی خرید و فروخت کا ایک زبردست کاروبار تھا اور اس طرح آقا اور غلام دو مستقل جماعتیں بن چکی تھیں۔

غلام اور باندیوں کے کوئی انسانی حقوق نہ تھے۔ دو وقت کی روٹی کی خاطر غلام اور لونڈیوں کو ہر وہ کام کرنا پڑتا تھا جس میں ان کے آقا اور مالک کی خوشنودی ہوا کرتی تھی۔ وہ انسانی حقوق سے قطعاً ناواقف تھے ہر آقا اپنے غلام کا اس طرح مالک ہوا کرتا تھا کہ دوسرے کسی کو اس کے بارے میں بولنے کا حق تک حاصل نہ تھا۔

سب سے پہلے دین اسلام کے سچے اصولوں اور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل نے غلاموں اور باندیوں کو انسانی حقوق سے آشنا کیا۔ غلاموں کی آزادی کو نہ صرف ایک عبادت کا درجہ دیا بلکہ آپ نے اپنے جان نثار صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ کسی غلام کو خرید کر آزاد کرنا جہنم کی آگ سے نجات پانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آپ کی ازواج مطہراتؓ، خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ نے ہزاروں، لاکھوں غلاموں، باندیوں کو خرید کر آزاد کر دیا تھا تاکہ وہ آزاد و خود مختار انسانوں کی طرح زندگی گذار سکیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین سے جو اللہ کی ذات و صفات اور اختیارات میں جھوٹے معبودوں کو شریک کرتے ہیں سوال کیا ہے کہ تمہارے وہ غلام اور لونڈیاں جو تمہاری ملکیت ہیں جو انسانی ضروریات میں تمہاری طرح ہیں کیا تم ان کو اپنے برابر کا درجہ دیتے ہو؟ اپنے مال و دولت اور وراثت میں ان کو شریک کرتے ہو؟ جس طرح تم دوسروں کا لحاظ کرتے ہو کیا ان کا بھی اتنا ہی خیال اور لحاظ کرتے ہو؟ فرمایا کہ یہ کتنی بڑی زیادتی اور ظلم ہے کہ تم اپنے بے حقیقت جھوٹے معبودوں کو اللہ کے برابر کا درجہ دیتے ہو اور اس کا شریک سمجھتے ہو۔ اور کائنات میں ان کو اسی طرح با اختیار جانتے ہو جس طرح اللہ اس کائنات کو چلانے میں اپنا پورا پورا اختیار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت، نادانی، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے کسی سچی بات کو سننا تک گوارا نہیں کرتے۔ لیکن ہم ان کو یہ سچی بات ضرور بتائیں گے کہ وہ اپنے جن معبودوں کو اپنا مشکل کشا مان رہے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ ان کے محض گمان اور خیالات ہیں جن کی وہ پیروی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ضدی لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا، ان کو توفیق نہیں دیتا تو پھر مخلوق میں وہ کون ہے جو ایسے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ایسے ضدی، ہٹ دھرم، جاہل و نادان لوگوں کے راستے پر ہرگز مت چلنا بلکہ یکسو ہو کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرنا، پوری دلچسپی اور توجہ سے اسی دین کا دامن تھامے رکھنا کسی اور جانب مت دیکھنا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے آپ کے واسطے سے پوری امت سے کہا جا رہا ہے کہ وہ دین حنیف اور فطرۃ اللہ کی اتباع و پیروی کریں۔

دین حنیف یعنی ہر شخص اپنا رخ اور دھیان صرف ایک اللہ کی طرف جما دے اور اللہ جو کہ وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا کسی کی طرف خیال تک نہ لے جائے۔

فطرۃ اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدائشی طور پر سیدھی سچی فطرت اور عادت اور جبلت پر پیدا کیا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کے والدین اس کو اپنی ٹیڑھی فطرت، مزاج اور عقیدوں کا خوگر بنا دیتے ہیں اور اس کا رخ اللہ کی طرف ہونے کے بجائے غیر اللہ کی طرف پھیر دیتے ہیں اور پھر وہ شخص وہی سب کچھ کرنے لگتا ہے جو اس نے اپنے اردگرد کے ماحول میں دیکھا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ماحول کی گرد میں کتنا ہی کیوں نہ گم ہو جائے اگر اس کے سامنے سچائی آتی ہے تو وہ اس کو قبول کرنے کے لئے کم از کم اپنی جگہ سے ہل جاتا ہے اور اگر اس پر محنت کی جائے تو وہ اس کو دل سے قبول کر لیتا ہے۔ اس سے تبلیغ دین کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یعنی اللہ کے دین کے سچے اصولوں کا پہنچا دینا ضروری ہے بقیہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ ہمارا کام سلیقے طریقے سے اللہ کے دین کو پہنچانا ہے دلوں کا موڑنا یہ اللہ نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔

اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ دین کو پہنچانے کی کوشش بھی کریں اور خود بھی اپنے دلوں میں اللہ کا خوف اور ڈر زندہ رکھیں۔ نمازوں کی پابندی کریں۔ زکوۃ ادا کریں اور مشرکانہ طریقے اختیار کرنے سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ کیونکہ مشرکین وہ مفاد پرست لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کے معمولی معمولی فائدوں کے لئے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں اور آج ہر ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے بس وہی سب کچھ ہے وہی حق اور سچ ہے وہ اسی میں مست اور مگن ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَآ
أَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوا
بِمَآ آتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا
فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا
بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر۳۳ تا ۳۷

جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بے قرار ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کو اپنے کرم کا مزہ چکھا دیتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے رب (کے ساتھ دوسروں کو) شریک ٹھہرانے لگتا ہے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس پر ناشکری کرنے لگتا ہے۔ (ایسے مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ) تم چند دنوں تک مزے اڑا لو بہت جلد تمہیں (ساری حقیقت) معلوم ہو جائے گی۔ کیا ہم نے ان پر کوئی سند (کتاب) نازل کی ہے جو ان سے کہتی ہے کہ وہ اللہ کا شریک بنائیں۔ (حال یہ ہے کہ) جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت اور کرم کا مزا چکھا دیتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے تو وہ مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ (کی یہ قدرت ہے کہ) وہ جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر۳۳ تا ۳۷

مَسَّ	اس نے چھوا۔ ہاتھ لگایا
ضُرٌّ	تکلیف۔ مصیبت
اَذَاقَ	اس نے چکھایا
تَمَتَّعُوْا	تم فائدہ حاصل کرلو۔ مزے اڑالو
سُلْطَانٌ	قوت۔ سند۔ حجت
يَتَكَلَّمُ	بات کرتا ہے۔ بتاتا ہے
يَقْنَطُوْنَ	وہ مایوس ہوتے ہیں

يَبۡسُطُ	وہ کھولتا ہے۔کشادہ کرتا ہے
يَقۡدِرُ	اندازہ کرتا ہے۔کم دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳۷

مومن دل کی گہرائیوں سے اس بات پر یقین کامل رکھتا ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک اور رازق صرف ایک اللہ ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، راحت و آرام، تکلیف یا مصیبت، رزق میں اضافہ یا کمی سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مومن کو راحت و آرام ملتا ہے تو وہ قدم قدم پر نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے یہی وہ سچی فطرت اور عادت ہے جو دین اسلام نے ایک مومن کو سکھائی ہے جس پر بے انتہا اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف کفار و مشرکین جو خلاف فطرت زندگی گذارتے ہیں اگر ان کو ان کے برے اعمال یا کرتوتوں کی وجہ سے کوئی تکلیف یا آفت پہنچتی ہے تو وہ بدحواس ہو کر بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ کرتے اور مایوسی کی انتہاؤں تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر ان کو مال و دولت، راحت و سکون، عیش و آرام اور حکومت و سلطنت مل جاتی ہے تو وہ فخر و غرور کا پیکر بن کر دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے سے کم تر اور بے حقیقت سمجھنے لگتے ہیں اور کسی ظلم و زیادتی سے پیچھے نہیں رہتے یہی وہ خلاف فطرت زندگی ہے جس کو اللہ نے ناپسند فرمایا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔

ارشاد ہے کہ جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بے قرار اور بے چین ہو کر صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اگر ان کو راحت و آرام کے اسباب دے دیئے جاتے ہیں تو وہ لوگ نہ صرف اللہ کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا کے مال و دولت اور وقتی عیش و آرام میں مزے اڑا لیں چند دنوں کی بات ہے۔ بہت جلد ان پر ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ وہ کفر و شرک کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے ان پر اللہ نے کوئی ایسی کتاب نازل کی ہے جو ان کو بتاتی ہے کہ وہ دوسروں کو اللہ کی ذات، صفات اور عبادت میں شریک کریں۔ حالانکہ ان کے پاس ایسی کوئی سند، حجت اور دلیل نہیں ہے مگر وہ اپنی جگہ بڑے خوش، مسرور اور مطمئن ہیں۔ فرمایا کہ وہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ کسی کو بہت زیادہ رزق دیا جانا اور کسی کو کم تر رزق ملنا یہ سب اسی کی قدرت سے ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے ہر چیز کا اختیار اسی کو حاصل ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی یہ نشانیاں ہر وقت ہر ایک کے سامنے ہیں لیکن ان نشانیوں سے صرف وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں جن کے دل نور ایمانی سے روشن و منور ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ
الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ
اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۳۸ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟
فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ
تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝۳۹ اَللّٰهُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ
شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

تم رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو کچھ دیتے ہو تا کہ ان کے مالوں میں شامل ہو کر وہ بڑھ کر واپس آئے تو (یاد رکھو) یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو کچھ تم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے زکوۃ دیتے ہو یہی مال اللہ کے ہاں وہ بڑھاتے رہیں گے۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں رزق دیا ہے۔ وہی تمہیں موت دے گا اور پھر وہ (قیامت کے دن) تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو ان کاموں کو انجام دیتا ہو۔ وہ اللہ پاک بے عیب ذات ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

یُرِیْدُوْنَ	وہ چاہتے ہیں
لَا یَرْبُوْا	وہ نہیں بڑھتا ہے
اَلْمُضْعِفُوْنَ	دوگنا حاصل کرنے والے
تَعٰلٰی	بلند و برتر ذات

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۰

مومن کا ہر کام اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے تاکہ اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اور وہ اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہے۔ وہ اگر اپنے رشتہ داروں، ضرورت مندوں اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو وہ یہ نہیں سمجھتا کہ دوسروں کو بھیک دے رہا ہے بلکہ ان کا حق سمجھ کر ان کی مدد کرتا ہے اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے اسے اس قابل کیا کہ وہ دوسروں کے کام آسکے۔ اس کے برخلاف کفار و مشرکین اور دنیا دار اگر کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کے پیچھے یہ جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے کہ اگر آج اس نے کسی کو اپنا مال دے دیا تو کل وہ اس سے زیادہ واپس لوٹے گا۔ گویا وہ دوسروں کی مدد نہیں کرتا بلکہ تجارت کرتا ہے۔ دوسروں کی مدد کرتے وقت مقصد صرف دکھاوا اور دنیا کو خوش کرنے کی ایک کوشش ہوتی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے ان مزاجوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کافر و مشرک اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس اللہ نے اس کو وجود عطا کیا، زندگی اور اس کے تمام اسباب عطا کئے۔ زندگی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے اور موت بھی۔ اور اسی کی قدرت ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ پیدا کر کے ان کو میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے دی گئی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا اور اللہ کی ذات و صفات اور عبادت و بندگی میں دوسروں کو شریک کر رکھا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ کیونکہ انسان زندگی اس کے اسباب، موت و حیات ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو ان جھوٹے شریک معبودوں نے بنائی ہو۔ مومن اور کفار و مشرکین کے ان ذہنوں کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

(اے مومنو!) تم رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو۔ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں اور دنیا و آخرت میں ہر طرح کی فلاح و کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔ (رہے وہ لوگ) جو اپنے مالوں کو دوسروں کے مالوں میں اس لئے شامل کرنے کے لئے دیتے ہیں کہ جو دیا گیا ہے اس سے زیادہ ہو کر واپس آئے گا تو ایسے لوگ یاد رکھیں کہ ان کے نزدیک شاید مال بڑھ کر مل جائے لیکن اللہ کے نزدیک وہ مال بڑھتا نہیں ہے کیونکہ جو مال اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے دیا جاتا ہے وہی مال (دنیا اور آخرت میں) دوگنا ہو کر ملے گا۔

فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ اس نے تمہیں رزق دیا ہے۔ وہی موت دے گا اور پھر قیامت کے دن وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ کیا تمہارے ان معبودوں میں سے جن کو تم اللہ کا شریک سمجھتے ہو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس نے ان میں سے کوئی چیز بنائی ہو۔ فرمایا کہ اللہ کی ذات پاک اور بے عیب ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) مومن کا ہر کام محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دنیا والوں کو خوش کرنا یا دکھاوا نہیں ہوتا بلکہ اس درجہ کا خلوص ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ دنیا والے خوش ہوں یا نہ ہوں اس کا پروردگار اس سے خوش ہو جائے۔

(۲) جب وہ کسی رشتہ دار یا ضرورت مند، غریب، مسکین اور پریشان حال مسافر کی مدد کرتے ہیں تو وہ ان کا حق سمجھ کر ان کی مدد کرتے ہیں اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ کی توفیق سے وہ کسی کے کام آسکے۔ وہ کسی کی مدد کرتے وقت احسان جتانے اور فخر و غرور کے بجائے نہایت عاجزی و انکساری سے کام لیتے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہے۔

(۳) ایسے مخلص لوگ دنیا والوں کی نظروں میں کتنے بھی ناکام سمجھے جائیں مگر اللہ کے نزدیک یہی وہ کامیاب و بامراد لوگ ہیں قیامت میں حقیقی کامیابی ان ہی کا مقدر ہو گی۔

(۴) یہاں بعض حضرات نے "ربوا" اور زکوۃ کے لفظوں کو مقابل قرار دیا ہے یعنی جو لوگ اپنے مالوں کے ذریعہ مال کماتے ہیں تو وہ مال دنیا میں کتنا بھی کیوں نہ بڑھ جائے اللہ کے نزدیک اس مال کی کوئی حیثیت نہیں ہے اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنے مالوں میں سے زکوۃ نکالتے ہیں۔ زکوۃ نکالنے کی وجہ سے بظاہر ان کا مال کتنا بھی کم کیوں نہ ہو جائے مگر اللہ کے نزدیک آخرت میں ان کا مال بڑھتا ہی رہے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور "ربوا" یعنی سود کے حرام ہونے اور زکوۃ کو ایک نصاب کے مطابق ادا کرنے کے احکامات مدینہ منورہ میں نازل ہوئے ہیں۔ لہذا

اس سے مراد معاشرہ کی وہ خرابی ہے جس میں خلوص واخلاص کے بجائے دنیاداری غالب ہوتی ہے جس میں ایک شخص کسی کی مدد اس لئے نہیں کرتا کہ وہ ضرورت مند ہے بلکہ اس لئے مال خرچ کرتا ہے تا کہ وہ دوگنا ہوکر واپس آئے یا جس کی مدد کی گئی ہے وہ احسانات کے نیچے اس طرح دب جائے کہ آئندہ وہ مال داروں کی من مانیوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے۔

(۵) اللہ نے اس کائنات کو پیدا کیا اس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کی ڈور ہے اور ساری دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر وہی اللہ اپنی قدرت کاملہ سے انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اللہ کی اس قدرت وطاقت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور نہ کسی کے بس میں ہے کہ وہ یہ تمام کام کر سکے۔ لہذا اللہ وہ ہے جو ان تمام چیزوں سے افضل، برتر و اعلیٰ ہے جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي
النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾
قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ
الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ
يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

خشکی اور تری میں (ان کے کفر وشرک کی وجہ سے) فساد پھیل گیا جو کچھ ان کے ہاتھوں نے کمایا۔ تا کہ اللہ انہیں ان کے بعض کئے ہوئے کاموں کا مزہ چکھا دے۔ شاید کہ وہ باز آجائیں۔

(اے نبی ﷺ!) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (تم سے) پہلے (نافرمان) لوگوں کا انجام کیسا ہوا۔ ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ اپنے چہرے کو دین قیم (نہایت درست اور بہتر دین) کی طرف ہی رکھیئے۔ اس دن کے آنے سے پہلے جو اللہ کی طرف سے (مقرر) ہے اور ٹلنے والا نہیں ہے۔ اس دن سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ جس نے کفر کیا اس کا (وبال) اسی پر ہے اور جس نے عمل صالح (بہترین اعمال) کئے تو اس نے اپنے نفع کے لئے سامان (راحت) تیار کر لیا ہے تا کہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور عمل صالح کئے اپنے فضل و کرم سے بدلہ عطا کرے۔ بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

ظَهَرَ	ظاہر ہو گیا۔ کھل گیا
بَحْرٌ	تری۔ دریا۔ سمندر
كَسَبَتْ	اس نے کمایا
يُذِيقُ	وہ چکھاتا ہے
سِيْرُوْا	تم چلو پھرو
دِيْنُ الْقَيِّمِ	بہترین اور مستحکم دین
لَا مَرَدَّ	ٹلنے والا نہیں ہے
يَصَّدَّعُوْنَ	الگ الگ ہو جائیں گے
يَمْهَدُوْنَ	وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر کے کسی کو اس کا شریک نہ ماننا، اسی کی عبادت و بندگی اور اعمال صالحہ کی روش پر چلنا، ہر طرح کے گناہوں اور برے اعمال سے رک جانا دین فطرت ہے۔ لیکن اس کے برخلاف کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو کر کھلم کھلا ظلم و زیادتی پر اتر آنا خلاف فطرت ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے جس کی اس دنیا میں اور آخرت میں سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں دنیا میں سزا کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً بارش کی کمی سے قحط اور وباؤں کا پھوٹ پڑنا، کھیتوں اور باغات کی پیداوار کا کم ہونا، آندھی اور طوفانوں اولوں اور بگولوں کا آکر تباہی مچادینا، پانی کے سیلاب سے گھروں کا اجڑ جانا، مویشیوں میں بیماریوں کا پھیل جانا، دنیا پر حکمرانوں کا مظلوم انسانوں کی گردنوں پر مسلط ہو جانا، آپس میں الفت و محبت اور اتحاد و اتفاق کے بجائے اس انداز سے انتشار کا پھیل جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے میں شرم و حیا کا اٹھ جانا، طرح طرح کی بیماریوں کی کثرت، آمدنی میں بے برکتی اور اخراجات کا بڑھ جانا، بے حیائیوں، گناہوں اور گانے بجانے کا بڑے پیمانے پر پھیل جانا، بڑوں اور بزرگوں کا ادب احترام اٹھ جانا، والدین کی نافرمانی کرنا، زنا اور بدکاری، شراب نوشی اور نشے کی چیزوں کا عام ہونا، چوری، ڈکیتی، مکر و فریب، دھوکے بازی اور رشوت کا وبا کی طرح پھیل جانا یہ سب اللہ کے عذاب کی اور اس کی طرف سے سزاؤں کے دینے کی مختلف شکلیں ہیں جن سے انسانی اعمال کی وجہ سے ہر طرف تباہی و بربادی، بے سکونی اور بداعتمادی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ نافرمانی اور کفر و شرک کی آخرت میں سزا کس قدر بھیانک ہوگی اس کا تو تصور اس دنیا میں کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا اور آخرت کے ان عذابوں اور سزاؤں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے واسطے سے پوری نسل انسانی کو بتایا ہے کہ سب مل کر اس دین قیم (درست، مستحکم اور مضبوط دین) کو اپنا لیں تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی لیکن اگر اللہ کا فیصلہ آ گیا تو وہ نہ ٹلنے والا ہے اور نہ کوئی اس کے لئے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات کو دیکھیں کہ عظیم قوموں کی طاقت و قوت، بلند و بالا بلڈنگیں، مال و دولت کی کثرت اور عیش و عشرت کے سامان، تہذیب و تمدن کی ترقیات اس وقت ان کے کسی کام نہ آسکیں جب ان پر اللہ کا فیصلہ اور عذاب آ گیا تھا۔ لہٰذا وہ دن جب نیک اور بد دونوں الگ کر دیئے جائیں گے۔ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو ان کا بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا اور برے اعمال رکھنے والے لوگوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ اگر آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لی جائے تو بہتر ہے ورنہ اس کے عذاب سے بچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ
اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ
الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا
عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ
فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ
كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنْ
كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾
فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٤٦ تا ٥٠

اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ (بارش سے پہلے) خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھادے (فائدے عطا کردے) تاکہ کشتیاں (جہاز) اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور شاید کہ تم شکرادا کرو۔

یقیناً ہم نے آپ ﷺ سے پہلے ان کی قوم کی طرف بہت سے رسول بھیجے تھے جو ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر ہم نے (نافرمانیوں کے سبب) مجرموں سے انتقام لیا۔ اور مومنین کی مدد کرنا (ان کو غالب کرنا) ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے ان کو آسمان (بلندیوں) میں پھیلا دیتا ہے اور وہ ان بادلوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ ان کے درمیان سے بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے برسنے سے پہلے مایوس ہو چکے تھے۔ تم اللہ کی نشانیوں کی طرف دیکھو کہ وہ اپنی رحمت سے مردہ ہو جانے والی زمین کو کس طرح زندہ (تروتازہ) کر دیتا ہے۔ بے شک وہی مردوں کو (دوبارہ) زندہ کرے گا۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات آیت نمبر ۴۶ تا ۵۰

مُبَشِّرَاتٌ	خوش خبری دینے والیاں
اَجْرَمُوْا	جنہوں نے جرم کیا
حَقٌّ	حق ہے۔ ذمہ داری ہے
تُثِيْرُ	وہ پھیلاتا ہے
سَحَابٌ	بادل
كِسَفٌ	ٹکڑا۔ تقسیم کرنا
وَدْقٌ	بارش
اَثَرٌ (اَثَرٌ)	نشانیاں

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۰

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے خزاں کے بعد بہار، مصیبت کے بعد راحت، دکھ کے بعد آرام وسکون اور ہر مشکل کے بعد آسانی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ نفوس انبیاء کرامؑ کو بھیجتا ہے جو اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بات بتاتے ہیں کہ اگر انہوں نے کفر وشرک اور نافرمانیوں کو نہ چھوڑا تو اللہ کا عذاب آئے گا جو تمہاری تمام ترقیات کو مٹا کر رکھ دے گا۔ اس طرح گویا کفر وشرک کی وجہ سے جو خزاں کا موسم طاری ہوجاتا ہے وہ موسم بہار سے بدل جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے نبی کریم ﷺ تک بے شمار انبیاء اور رسول تشریف لائے جنہوں نے راستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اب قیامت تک آپ کی امت کے علماء کرام اس فریضے کو پورا کرتے رہیں گے اور جب بھی لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہوں گے ان کی اصلاح کر کے ان کے سکون کا انتظام فرماتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ

اللہ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ بارش سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے گرمی میں جھلسے ہوئے لوگ اس تصور کے ساتھ خوش ہوجاتے ہیں کہ اب گرمی کا موسم ختم ہوجائے گا اور اس کی شدت سے نجات مل جائے گی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔ یہ خوش گوار ہوائیں جب دریا اور سمندر میں چلتی ہیں تو چھوٹے اور بڑے جہاز اور کشتیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلی جاتی ہیں جن سے اللہ کا فضل وکرم اور تجارتی لین دین میں ترقی ہوتی ہے اور اس طرح بہت سے لوگوں کو اپنا رزق حاصل کرنے میں سہولت میسر آجاتی ہے۔ یہ اللہ کا اتنا بڑا کرم ہے کہ اس پر ہر ایک کو اس اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح جب کسی قوم میں اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے کفر وشرک پھیل جاتا ہے تو وہ اپنے رسولوں کو بھیجتا ہے تاکہ ان کی زندگیوں میں رونق، بہار، نئی زندگی اور تروتازگی آجائے۔ جو لوگ ان کی بات مان لیتے ہیں تو اللہ نے اپنے ذمے لیا ہے کہ ایسے ایمان والوں کی وہ ہر حال میں مدد فرمائے گا لیکن جو لوگ ان انبیاء کرامؑ کو ستاتے ہیں اور ان کا کہا نہیں مانتے ان سے اللہ انتقام لے کر چھوڑتا ہے جس سے ان کی دنیا اور آخرت کی زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ بارش سے پہلے وہ اللہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کو بھیجتا ہے وہی بادلوں کو ہواؤں کے دوش پر اٹھاتا ہے جو تہہ در تہہ بادلوں کی شکل میں زمین کے مختلف ٹکڑوں کی طرف چلتے ہیں۔ جہاں وہ بادل برستے ہیں وہاں کے لوگ خوشیاں منانے لگتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پہلے اس قدر مایوس ہو چکے ہوتے ہیں کہ جیسے ان پر کبھی بارش برسے گی ہی نہیں۔ اس طرح اللہ اس زمین کو جو خشک اور بنجر ہونے لگتی ہے اس کو بارش کے برسنے سے ایک نئی تازگی اور زندگی عطا کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح بارش کے برسنے سے مردہ زمین دوبارہ تروتازہ ہوجاتی ہے اسی طرح اللہ کی یہ قدرت کاملہ ہے کہ وہ تمام ان لوگوں کو جو مر کر گل سڑ گئے ہوں گے ان کو اپنی رحمت خاص سے دوبارہ پیدا کرے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح بارش نہ برسنے سے زمین خشک، بنجر اور بے رونق ہو جاتی ہے لیکن بارش برستے ہی اس میں ایک نئی تر وتازگی اور رونق آجاتی ہے اسی طرح جب انسانی ذہنوں کی دنیا بے رونق اور اجاڑ ہو جاتی ہے تو اللہ کے انبیاء کرامؑ آ کر ان کو دنیا اور آخرت کی ایک نئی اور کامیاب زندگی سے آشنا کرتے رہے ہیں۔ کفار مکہ کو بھی اشارۃً بتایا جا رہا ہے کہ ان کی زندگیوں کی بے رونقی اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی جب تک خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر مکمل ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار نہ کی جائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ مکہ کے ان لوگوں نے جو خوف، بھوک اور باہمی جھگڑوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے تھے جب نبی کریم ﷺ کے دامن رسالت سے وابستگی اختیار کی تو ان کو ایک ایسی زندگی مل گئی جس میں ہر طرف امن وسکون، خوش حالی اور دین ودنیا کی بھلائیوں کی رونقیں تھیں۔ صحابہ کرامؓ کی کوششوں سے ساری دنیا کا موسم تبدیل ہو گیا اور ساری دنیا جو بے رونق ہو چکی تھی اس میں ایک نئی زندگی اور تر وتازگی پیدا ہو گئی تھی۔

آج بھی مسلمانوں کو ترقی اور زندگی کی بہاریں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اسوہ حسنہ کے ذریعہ ہی نصیب ہو سکتی ہیں۔

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا
رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾ فَاِنَّكَ
لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾
وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ
بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٥٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ۳
ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ
ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

اور البتہ اگر ہم (ان پر) ایسی ہواؤں کو بھیجیں جن سے ان کی کھیتیاں زرد دکھائی دیں تو وہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں گے۔ بے شک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنوا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی

پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہوں۔ نہ آپ ان لوگوں کو (جو اندھے بنے ہوئے ہیں) گم راہی سے نکال کر راہ ہدایت دکھا سکتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے اور فرماں برداری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعیف اور کمزوری کی حالت میں پیدا کیا۔ پھر اس نے تمہاری کمزوری دور کر کے تمہیں طاقت وقوت بخشی۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا طاری کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

مُصْفَرٌّ	زرد
مُدْبِرِيْنَ	پیٹھ دکھانے والے
شَيْبَةٌ	بڑھاپا
يَخْلُقُ	وہ پیدا کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۴

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ جب بارش سے پہلے خوش خبری دینے والی ہوائیں چلتی ہیں تو وہ اس تصور سے پھولے نہیں سماتے کہ بارش کے بعد موسم کی شدت کم ہو جائے گی اور ان کی کھیتیاں ہری بھری ہو جائیں گی درختوں پر رونق آ جائے گی ایسے لوگ خوش تو ہوتے ہیں مگر اس اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے جس نے اپنے کرم سے بادل بھیج کر ان سے ان کو سکون عطا کیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر ان کی ہری بھری کھیتیوں پر سخت سردی، شدید گرمی یا خشک اور جھلسا دینے والی ہوائیں چل پڑتی ہیں جن سے ان کی کھیتیاں بے رونق اور زرد پڑ جاتی ہیں تو وہ ناشکری پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے ان پر یہ ظلم کیوں کیا۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو ہر وقت اپنے فائدے میں لگے رہتے ہیں اور اپنی ہی ذات میں گم رہتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں تو اے نبی ﷺ! اگر یہ آپ کی باتوں کی ناقدری کرتے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اصل میں نبی کریم ﷺ اس بات سے سخت رنجیدہ رہتے

تھے کہ مکہ والے ان کی سچی باتوں پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اگر وہ میری بات مان لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو حق دکھا سکتے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہوں۔ آپ ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو کان رکھتے ہوں لیکن وہ لوگ جو آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے بنے ہوئے ہوں اور کان رکھنے کے باوجود بہرے بنے ہوئے ہوں آپ ان کو نہ تو حق دکھا سکتے ہیں اور نہ سنا سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کر کے اللہ کی فرماں برداری میں لگے ہوئے ہیں وہی آپ کی بات سمجھتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں لہٰذا اپنا مشن اور مقصد جاری رکھئے یہی اہل ایمان ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ فرمایا کہ اگر یہ ناشکرے لوگ صرف اتنا غور کر لیتے کہ جب وہ پیدا ہوئے تھے کس قدر کمزور تھے اور بڑھاپے میں جا کر پھر انتہائی کمزور اور ضعیف ہو جائیں گے۔ زندگی کی ان دو کمزوریوں کے درمیان جوانی اور طاقت کا جو زمانہ انہیں نصیب ہوتا ہے اس پر اترانے اور فخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ جوانی اور اس کی طاقت بھی آخر کار کمزوری میں بدل جائے گی۔ اللہ نے جو بھی طاقت اور جوانی عطا کی ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ورنہ جب زندگی کی کھیتی زرد پڑ جائے گی تو پھر عمل کا وہ وقت باقی نہیں رہے گا جو آج حاصل ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ
كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ
لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ
الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ
ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَىِٕنْ جِئْتَهُمْ
بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿٥٨﴾
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ
اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع

٦٠/٧ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اور جس دن قیامت قائم ہوگی وہ مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ اس طرح وہ (دنیا کی زندگی میں) دھوکے میں پڑے رہے۔ مگر وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ تم اللہ کے لکھے ہوئے کے مطابق حشر تک (پڑے سوتے) رہے۔ یہی ہے وہ جی اٹھنے کا دن جسے تم جانتے نہ تھے۔ پھر اس دن ان ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ ان سے معافی کے لئے کہا جائے گا۔ اور بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ بھی) لے کر آئیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ تم جھوٹ پر قائم ہو۔ اس طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ پس آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اَلسَّاعَةُ گھڑی۔ قیامت

یُقْسِمُ قسم کھائے گا

مَا لَبِثُوْا وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے

یُؤْفَکُوْنَ وہ الٹے چلتے ہیں

اَلْبَعْثُ اٹھنا

لَاھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ نہ وہ معافی مانگنے جائیں گے

مُبْطِلُوْنَ جھوٹا بنانے والے

یَطْبَعُ وہ مہر لگا دیتا ہے

لَا یَسْتَخِفَّنَّ وہ ہلکا نہ کرے گا

لَا یُوْقِنُوْنَ وہ یقین نہیں رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۰

اللہ تعالیٰ کے نافرمان کافر و مشرک قیامت کے ہولناک دن کو دیکھ کر عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگیں گے کبھی وہ اپنے جھوٹے معبودوں کا انکار کرتے ہوئے کہیں گے اے اللہ درحقیقت ہم مشرک نہیں تھے ہمیں غلط مشورہ دینے والوں یا ان بتوں نے گمراہ کیا تھا۔ کبھی کہیں گے کہ ہم دنیا میں بہت کم ٹھہرے ہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے ہم صرف ایک گھنٹہ دنیا میں رہ کر آئے ہیں اگر ہمیں اور موقع دیا جاتا تو ہم گناہوں سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کر لیتے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ کفار و مشرکین جس مختصر مدت کی قسم کھا کر یہ کہہ رہے ہیں اس سے مراد عالم برزخ یا قبر ہے جس کے متعلق وہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں زیادہ نہیں ٹھہرے ہیں یہ ان کی بے تکی اور بہکی باتیں ہوں گی جن کے جواب میں اہل علم و اہل ایمان کہیں گے کہ تم اللہ کے علم اور لکھے ہوئے کے مطابق قیامت میں دوبارہ اٹھنے تک سوتے رہے ہو۔ اللہ نے جتنی مدت اور وقت دیا تھا وہ سوچنے، سمجھنے اور نیک اعمال کے لئے کافی تھا۔ اب تو وقت گذر چکا ہے۔ اب تو وہ دن ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور اپنے رسولوں کے ذریعہ جس کی خبر دی گئی تھی مگر تم نے رسولوں کی باتوں اور قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کیا۔ اگر تم غور سے سنتے اور سمجھتے تو تمہارا یہ حال نہ ہوتا۔ مگر تم تو دنیا کے دھندوں اور دنیا کی چمک دمک میں ایسے لگے رہے کہ کسی سچی اور حق بات کو سننا گوارا ہی نہ کرتے تھے آج تم کسی عذر کو پیش کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ اور تم سے کسی معذرت کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن مجید کو تمام انسانیت کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے جس میں ہر طرح کی مثالوں کو مختلف انداز سے بار بار پیش کیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر آپ کوئی نشانی یا معجزہ بھی لا کر دکھا دیں تب بھی یہ لوگ اس کا انکار کر کے کہیں گے کہ آپ جھوٹ پر قائم ہیں۔ سچائی آنے کے بعد جو لوگ انکار پر انکار کرتے چلے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہریں لگا دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ صبر و تحمل سے کام کیجئے اور اپنے مشن اور مقصد کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرتے رہیے اللہ نے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ برحق ہیں اور پورے ہو کر رہیں گے۔ آپ اپنے مقصد اور گفتگو میں حلم و تحمل، برداشت اور عزم و ہمت پر قائم رہیے۔ آپ کی بھاری بھرکم شخصیت کے سامنے آخر سب کو جھکنا پڑے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر مکہ مکرمہ میں تیرہ سال اور مدینہ منورہ میں دس سال تک انتہائی نازک موڑ آئے لیکن آپ یا آپ کے جاں نثار صحابہ کرام مصائب اور پریشانیوں کے آگے نہیں جھکے بلکہ آپ نے اپنی باعظمت سیرت کے ذریعہ ساری دنیا میں نہایت مختصر مدت میں ایک ایسا عظیم انقلاب پیدا فرما دیا جس کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔

الحمدللہ سورۃ الروم کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل مآاوحی

سورة نمبر ۳۱

لُقْمَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ لقمان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	31
کل رکوع	4
آیات	34
الفاظ وکلمات	554
حروف	2217
مقام نزول	مکہ مکرمہ
دو آیتیں	مدینہ منورہ

سورۂ لقمان قیام مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار عرب نبی کریم ﷺ کی تبلیغ دین کے راستے میں شدید رکاوٹیں پیدا کر رہے تھے اور آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر ظلم و زیادتی شروع کر دی تھی۔ اس میں صرف دو آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں بقیہ ساری آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

حضرت لقمان کو عرب میں ایک نہایت عقل مند اور صاحب بصیرت شخص مانا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو اور دنیا کے ہر بیٹے کو ایسی بنیادی نصیحتیں کی ہیں جن پر عمل کرنے سے دین اور دنیا کی ہر فلاح اور کامیابی وابستہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ لقمان رکھا گیا ہے۔

حضرت لقمان کون تھے؟ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ ان کا ذکر قرآن کریم جیسی عظیم کتاب میں اتنی اہمیت کے ساتھ کیوں کیا گیا ہے؟ اور ان کی نصیحتوں کا خلاصہ کیا ہے؟ اس سورۃ کو پڑھتے ہوئے ہر ایک کے ذہن میں یہ سوالات ابھرتے ہیں جس کے جوابات اس سورۃ کے مضامین سے سمجھ میں آتے ہیں۔

علماء ومفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت لقمان، حضرت ابراہیمؑ سے بہت پہلے آئے جو اپنی عقل وفہم اور بصیرت کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ قوم عاد ثانیہ کے عربی النسل ایک بادشاہ تھے اور انہوں نے حضرت ہودؑ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت ہودؑ پر ایمان لائے تھے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت لقمان حبشہ کے رہنے والے سیاہ فام ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت لقمان کے متعلق مفسرین کے یہ الگ الگ بیانات ہیں لیکن تمام مفسرین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ حضرت لقمان نبی تو نہیں تھے مگر ایک صالح، متقی، پرہیزگار شخص تھے جن کو اللہ نے عقل وبصیرت اور فہم وفراست میں ایک خاص مقام عطا فرمایا تھا۔ ان کی عقل وفہم کی باتوں سے عرب میں سارے لوگ اچھی طرح واقف تھے اور مختلف موقعوں پر ان کی دانائی اور عقل وسمجھ کی باتوں کو نقل کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی نصیحتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کفار عرب ان کی عقل مندیوں کی داستانیں تو بیان کرتے ہیں لیکن وہ اللہ کی توحید کے کس طرح قائل تھے اور ان کو کفر وشرک سے کس قدر نفرت تھی اس کو بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کی عزت وعظمت کا تقاضا یہ تھا کہ کفار

پورے جزیرۃ العرب میں نضر ابن حارث وہ پہلا شخص تھا جس نے ایران کے بادشاہوں اور رستم و سہراب کے قصوں کہانیوں سے عرب والوں کو آشنا کیا اور دین اسلام سے نفرت پیدا کرنے کے لیے اس نے نہ صرف قصے کہانیوں کو رواج دیا بلکہ ناچنے گانے والی ایک لونڈی کو خرید کر اس سے ناچ گانے کو رواج دیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ نوجوان گانے، ناچ اور قصوں میں لگ جائیں تا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی حق و صداقت کی آواز کو نہ سن سکیں۔

مکہ بھی کفر و شرک سے اسی طرح نفرت کرتے جس طرح حضرت لقمان جیسے آدمی کرتے تھے۔ حضرت لقمان اور ان کی نصیحتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو اس طرف رغبت دلائی ہے کہ وہ بھی ان کی طرح توحید و رسالت کو مان کر اپنی آخرت سنوار لیں۔

اسی سورۃ میں نضر ابن حارث جیسے شخص کا بھی نام لیے بغیر ذکر کیا ہے جس نے ایران کے بادشاہوں اور رستم و سہراب کے قصے کہانیاں لا کر مکہ کے تمام نوجوانوں اور عرب معاشرہ کے بوڑھے جوانوں کو اسلام سے نفرت دلانے کے لیے جھوٹے قصے، کہانیوں اور ناچ رنگ میں لگا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان اور نضر ابن حارث دونوں کا ایک جگہ ذکر کر کے کفار مکہ پر سخت طنز کیا ہے کہ ایک شخص جو نہایت پرہیز گار، عقل مند آدمی ہے جو اپنے بیٹے کو توحید خالص کی تعلیم دے رہا ہے جس کے قصے نہایت ادب و احترام سے سنے اور سنائے جاتے ہیں اس کی توحید کی تعلیم پر توجہ نہیں دی جاتی۔ اس کی اتباع اور پیروی سے دور بھاگتے ہیں اور وہ نضر ابن حارث جو صرف مال و دولت اکٹھا کرنے اور دین اسلام کی تعلیم سے نفرت دلانے کے لیے قصے کہانیوں اور ناچ رنگ میں پوری قوم کو مبتلا کر رہا ہے یہ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں حضرت لقمان کی ان نصیحتوں کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نہایت پیار و محبت اور شفقت سے کی ہیں تا کہ وہ دنیا کی اونچ نیچ اور آخرت کے سچے عقیدے کو اپنا کر اپنی دنیا اور دین کو سنوار سکے۔

حضرت لقمان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں کیونکہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا سب سے بڑی سعادت ہے اور کفر و شرک سے بچنا بڑی نیکی ہے۔ جو لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت ایک بہت بڑا ظلم کرتے اور بے انصافی سے کام لیتے ہیں۔ اسی بات کی انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی نصیحت فرمائی کہ وہ ہمیشہ شرک سے بچتا رہے کیونکہ شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہے۔

☆ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کا ادب و احترام اور ہر حال میں ان کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے خاص طور پر ماں جو بوجھ پر بوجھ اٹھا کر اس کی پرورش کرتی ہے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے لیکن اگر وہی ماں باپ کفر اور شرک پر چلنے کے لیے کہیں تو اس سے صاف انکار کر دینا چاہیے کیونکہ معصیت اور گناہ میں کسی کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ لہٰذا اس سب کے باوجود والدین کے ادب و احترام میں تو کوئی کمی نہ کی جائے لیکن کفر و شرک میں ان کی ایک بات بھی نہ مانی جائے۔

☆ تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ انسان کا اس بات پر پکا یقین ہونا چاہیے کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔ اگر کوئی آدمی ہزار پردوں میں چھپ کر بھی گناہ کرتا ہے تو وہ اس سے نہ چھپ سکتا ہے نہ چھپا سکتا ہے۔

☆ چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ نماز ایک اہم ترین عبادت ہے اس کو قائم کرنے کی جدو جہد کرتے رہنا۔

☆ پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ میرے پیارے بیٹے! تم خود بھی نیکیوں پر ثابت قدم رہو اور ہر طرح کی برائیوں اور گناہوں سے اپنا دامن بچائے رہو اور دوسروں کو بھی نیکیوں پر لانے اور گناہ بھری زندگی سے بچانے کی کوشش اور جدو جہد کرتے رہو اور اگر اس راہ حق وصداقت میں تکلیفیں آئیں تو ان کا ہمت و جرات اور بھر پور حوصلے کے ساتھ مقابلہ کرو اور عزم و ہمت کے ساتھ سچائی پر ڈٹے رہو کیونکہ سچائی پر قائم رہنا بہت بڑے عزم کی بات ہے۔

☆ چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں سے غرور و تکبر سے پیش مت آنا۔ اترانا اور خود پسندی کا مظاہرہ کرنا اللہ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ جو لوگ ذرا ذرا سی باتوں پر اتراتے اور خود اپنے منہ سے اپنی بڑائیاں کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگوں پر ان کا رعب جم جائے تو ایسے لوگ بڑے پن کا نہیں بلکہ اپنی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں جو اللہ کو اور اس کے بندوں کو بھی سخت ناگوار گذرتی ہے۔

☆ ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ اپنی چال میں اعتدال قائم رکھنا کیونکہ اکڑ کر چلنا اور غرور و تکبر کا انداز اختیار کرنا اللہ کو پسند نہیں ہے اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو وہ بڑے وقار اور دھیمے پن سے چلتے ہیں۔ ان کی چال میں اکڑ اور تکبر نہیں ہوتا۔

☆ آٹھویں نصیحت یہ فرمائی کہ جب کسی سے بات کی جائے تو اس میں سنجیدگی، متانت اور سلیقہ کا خیال رکھا جائے۔ گفتگو میں آواز کو بلند کرنا، چلا چلا کر بولنا اور جاہلوں کا جیسا انداز اختیار کرنا نہ تو اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کے بندے ہی پسند کرتے ہیں۔ گدھا جو بہت زور سے چلاتا ہے اس کا چلانا اور آواز نکالنا کس کو پسند ہے وہ آوازوں میں بدترین آواز ہے جس پر بچے بھی ہنس پڑتے ہیں۔ فرمایا کہ آواز میں مناسب دھیما پن اور سنجیدگی ہونی چاہیے۔

یہ ہیں وہ نصیحتیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے کائنات کی ہر چیز کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے اور اس طرح اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے انسان کو نواز رکھا ہے جس پر ہر آن اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو اس کی ناشکری کرتے ہیں اور اس کے ساتھ عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ جب ایسے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کسی کو نہ پکاریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستے پر چلتے دیکھا ہے اور ہم بھی اسی راستے پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ دادا کو شیطان نے گمراہ کر کے غلط راستے پر ڈال دیا تھا کیا پھر بھی تم ان ہی کی پیروی کرو گے؟ اگر تمہارے باپ دادا نے جہنم کا گڑھا کھودا تھا تو کیا تم بھی اسی گڑھے میں جا کر گرو گے؟ اس سوال کا مشرکین و کفار کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

فرمایا اس کے برعکس وہ لوگ جو محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اسی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ درحقیقت ایک ایسی مضبوط گرہ کو پکڑ لیتے ہیں جو ان کو گمراہی اور جہنم کی آگ میں گرنے سے بچالیتی ہے اور ان کو قیامت میں بہترین انجام تک پہنچائے گی۔

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کا اور آپ کے لائے ہوئے قرآن کریم کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ان سب کو آخر کار میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر میں ان کو بتاؤں گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں اور جس سامان زندگی پر وہ اترا رہے ہیں وہ سب ان سے ختم ہو جائے گا اور یہ لوگ ایک برے انجام سے دوچار ہو کر رہیں گے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب کا سب اسی کے تابع ہے اور اسی کے حکم سے ہر چیز چل رہی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو چلاتا ہے وہ اس کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔

ع ۱

سورۃ لقمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣﴾
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

الف۔لام۔میم۔ یہ حکمت سے بھرپور کتاب کی آیات ہیں۔نیکیاں کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

تِلْكَ	یہ (اسم اشارہ)
اَلْمُحْسِنِيْنَ	نیکیاں کرنے والے
يُقِيْمُوْنَ	وہ قائم کرتے ہیں
يُؤْتُوْنَ	وہ دیتے ہیں۔ادا کرتے ہیں
يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین کرتے ہیں
اَلْمُفْلِحُوْنَ	فلاح وکامیابی حاصل کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

اس سورت کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ اور دوسری چند سورتوں کی ابتداء میں جہاں یہ حروف آئے ہیں وہاں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے کیونکہ یہ اسی کا کلام ہے۔ ممکن ہے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان حروف کے معنی بتا دیئے ہوں لیکن نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو نہیں بتائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو حکمت و دانائی کے اصولوں سے بھرپور ہے اور اس کے ہر حکم میں اللہ نے حکمت و دانائی کو اس طرح بھر دیا ہے کہ ہر وہ شخص جو حسن عمل پیش کرتا ہے اس کے لئے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔ لیکن جو بڑی سے بڑی حکیمانہ بات سے منہ پھیر کر گذر جائے اور اس پر غور و فکر کر کے حسن عمل کا پیکر نہ بن جائے وہ یقیناً ناکام و نامراد شخص ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو ''محسن'' ہیں یعنی ہر نیکی کو قبول کرتے اور ہر گناہ سے بچتے ہیں ان کے لئے قرآن کریم کی آیات سراسر رحمت و ہدایت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ''محسنین'' ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو

(۱) نمازوں کو قائم کرتے ہیں یعنی نمازوں کے آداب اور شرائط کا پوری طرح لحاظ کر کے ان کی پابندی کرتے ہیں۔ نماز درحقیقت اللہ کی عبادت و بندگی کا سب سے بہتر اور اعلیٰ معیاری عمل ہے۔ وہ لوگ جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں وہی دین اسلام کی عمارت کو مضبوط کرتے ہیں لیکن جن کے نزدیک نماز کی کوئی اہمیت نہیں ہے وہ سارے دین کی بنیادوں کو ڈھا دینے والے ہیں۔

(۲) ''محسنین'' کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ''زکوٰۃ'' دیتے ہیں یعنی مال و دولت سے اس طرح چمٹ کر نہیں رہ جاتے کہ ان کے ہاتھوں سے ایک سکہ بھی غریبوں اور بے کسوں کی جیب میں نہ جائے بلکہ صدقات کے علاوہ وہ زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔ سورۂ لقمان کی آیات اگرچہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جہاں زکوٰۃ کی ساری تفصیلات اور احکامات نازل نہیں ہوئے تھے لیکن نماز کی طرح زکوٰۃ بھی مکہ مکرمہ میں فرض کردی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں زکوٰۃ کے احکامات، اس کا نصاب، مقدار اور زکوٰۃ کے مستحقین کی تفصیلات کا تعین کر دیا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں یہ حکم تھا کہ اپنی ضرورت سے جو کچھ زائد ہو وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو دے دیا جائے لیکن مدینہ منورہ میں اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے یہ متعین فرمادیا کہ صرف صاحب نصاب لوگ اپنے مال میں سے ڈھائی فیصد ادا کریں۔ اگر وہ اس کو ادا نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے مالوں کو دو منہ والے سانپ کی شکل میں ان کے گلے میں لٹکا دیں گے جو ان کو ڈستا رہے گا اور کہتا رہے گا کہ میں ہوں تیرا مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔

(۳) ''محسنین'' کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یعنی ان کا اس بات پر پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب پیش کریں گے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ فکر آخرت ہی انسان کے اعمال و کردار کی سچی بنیاد ہے۔ اگر آخرت کا

فکر دامن گیر نہ ہو تو انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ اسی لئے اگر قرآن کریم کا غور وفکر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم نے سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا ہے وہ آخرت کی فکر ہے۔ فکر آخرت سے بے نیاز تو صرف کفار ہی ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم سراسر ہدایت اور رحمت ہے لیکن اس سے فائدہ حاصل کرنے والے لوگ وہی ہیں جو نیکیوں پر قائم رہتے ہیں اور برائیوں سے بچ کر فکر آخرت میں لگے رہتے ہیں۔

کفار مکہ کہتے تھے کہ یہ مسلمان جس خطرناک راستے پر بے سوچے سمجھے چلے جا رہے ہیں ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ ان کا بہتر انجام کیسے ہوگا۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ دنیا کے ناکام ترین لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زور دے کر فرمایا کہ وہ اہل ایمان جو حسن عمل کا پیکر ہیں، اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرنے والے، نمازیں قائم کرنے والے، زکوٰۃ دینے اور فکر آخرت میں لگے ہوئے ہیں یہی راہ مستقیم پر ہیں اور ان لوگوں کی کامیابی یقینی ہے صرف اس دنیا کی حد تک نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہر طرح کی کامیابیاں ان کے قدم چومیں گی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶
وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ
اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى
فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰
هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ
ع ۱۱/۱ ۱۰ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۱

ان میں سے کوئی تو ایسا (بدنصیب ہے) جو بے ہودہ اور غافل کرنے والی چیزیں خرید کر لاتا ہے تاکہ وہ کم علم لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ اور اسے ہنسی مذاق سمجھتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے اس طرح منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں یا جیسا کہ اس کے کانوں میں بہرا پن ہے۔ (اے نبی ﷺ!) آپ اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کے لئے نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ زبردست ہے اور غالب حکمت والا ہے۔

وہ اللہ جس نے بغیر ستونوں کے ان سات آسمانوں کو بنایا جنہیں تم (ہر روز) دیکھتے ہو۔ اسی نے زمین پر پہاڑ (بوجھ بنا کر) رکھ دیئے تاکہ وہ (زمین) تمہیں ایک طرف لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اسی نے زمین میں ہر طرح کے جان داروں کو پھیلا دیا۔ اور ہم نے ہی آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے ہی عمدہ قسم کی چیزیں اگائیں۔ یہ تو اللہ کی تخلیق ہے (آپ ﷺ کہئے کہ) مجھے دکھاؤ جو اللہ کے سوا (من گھڑت) معبود ہیں کہ انہوں نے کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ بلکہ (درحقیقت) ظالم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۱۱

یَشْتَرِیْ	خریدتا ہے
لَهْوٌ	فضول۔ بے ہودہ کام
اَلْحَدِیْثُ	بات
هُزُوٌ	مذاق
وَلّٰی	وہ پلٹ گیا
اُذُنٌ	کان
اَلْقٰی	اس نے ڈالا

تَمِيْدَ	وہ ایک طرف ڈھلک جاتا ہے
زَوْجٌ	جوڑا (شوہر۔ بیوی)
خَلْقٌ	بناوٹ۔ پیدائش

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۱

سورۂ لقمان کی ان آیات میں قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے خطاب عام ہے لیکن واحد کے صیغے اور واحد کی ضمیریں لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی خاص شخص تھا جس کی بدترین سازشوں اور کوششوں سے اہل ایمان کو خبردار کیا جارہا ہے اور بتایا جارہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں تاکہ ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا نہ ہو۔ احادیث کی معتبر کتابوں میں نضر ابن حارث کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ شخص مشرکین مکہ میں سے ایک ہوشیار تجارت پیشہ آدمی تھا جو اپنی تجارت کے فروغ کے لئے دنیا بھر کے ملکوں کا سفر کرتا رہتا تھا۔ اسے نبی کریم ﷺ اور قرآنی تعلیمات سے ایک خاص قسم کی نفرت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ ملک فارس گیا وہاں اس کو ایرانی بادشاہوں اور رستم واسفندیار جیسے بہادروں کے قصے نظر پڑے وہ ان کو خرید کر لے آیا اس نے مشرکین مکہ سے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) تمہیں قوم عاد، قوم ثمود اور دوسری تباہ و برباد ہونے والی قوموں کے قصے سناتے اور ڈراتے رہتے ہیں۔ میں تمہارے لئے ایران کے بہادروں اور بادشاہوں کے قصے خرید کر لایا ہوں ان کو سنو۔ درمنثور میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ شخص ایک گانے والی کنیز (لونڈی) کو بھی خرید کر لے آیا تھا۔ قصے کہانیوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی باتوں سے اور تلاوت کلام اللہ سے روکنے کی کوشش کرتا اور اس کنیز سے گانے سنوا کر کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) تو تمہیں قرآن سنا کر یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو اور (اللہ کی راہ میں) جانوں کا نذرانہ پیش کرو۔ ان خشک باتوں سے بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ تم آؤ۔ ان باتوں کو چھوڑ دو، گانے سنو اور خوشیاں مناؤ۔

چونکہ آدمی قصے کہانیاں بڑے شوق سے سنتا ہے اس لئے نضر ابن حارث کی ان کوششوں سے کفار مکہ کو ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا اور وہاں کے نوجوان اور بوڑھے مردوں، عورتوں نے ان میں خاص دلچسپی لینا شروع کر دی۔

اس واقعہ کو پڑھ کر یہ سوچتا ہوں کہ یہ تو نزول قرآن کے زمانے کی باتیں ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ہمارے دور میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں نضر ابن حارث پیدا ہو چکے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ بھولے بھالے لوگوں کو قصے کہانیوں، ناولوں، افسانوں، گانے بجانے اور میلوں ٹھیلوں کی طرف اس قدر تیزی سے لا رہے ہیں کہ عام آدمی کو جتنی دلچسپی ان چیزوں سے ہے اتنی دلچسپی قوموں کے عروج وزوال اور ان کے برے انجام سے نہیں ہے۔ دین کی بات کرنا "ملائیت" ہے اور فضول چیزوں کی طرف لانے کو فیشن قرار دیا جا چکا ہے۔ یہ مرض اب ایک خطرناک وبائی شکل اختیار کر چکا ہے اور کینسر کی طرح دین کی تعلیمات اور اخلاقی

قدروں کوتیزی سے چاٹتا چلا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کواس عالمی سازش اور گناہوں سے محفوظ فرمائے۔آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ''لھوالحدیث'' کہہ کران تمام بے ہودہ کاروائیوں کو دولفظوں میں سمیٹ دیا ہے۔''لھو'' کے معنی ہیں بے فائدہ، بے ہودہ، لائق نفرت، دین سے غافل کرنے والے کھیل تماشے، گانے بجانے، جھوٹے قصے، کہانیاں، ناول، افسانے وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں۔''لھوالحدیث'' وہ باتیں اور مشغلے جوانسان کودین اسلام اوراس کی سچائیوں سے غافل کردیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں لوگوں کے اخلاق وکردار کوتباہ کرنے اور بگاڑنے والی باتوں کا ذکر کرکے فرمایا کہ ان فضول اور بے ہودہ باتوں سے انسانیت کوسوائے زندگی کے بگاڑ کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔حالانکہ اصل چیز دنیا اور آخرت کی زندگی کو سنوارنا اور بنانا ہے۔قصے کہانیاں وقت کوضائع کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔مگر شیطانوں نے ان فضولیات کولوگوں کی نظروں میں اتنا خوبصورت بنادیا ہے کہ اب یہ فیشن بن کررہ گیا ہے اور پوری نسل اس میں ڈوبتی چلی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان ہی سب باتوں کے خطرے سے پوری طرح آگاہ فرمادیا ہے۔ارشاد ہے

لوگوں میں سے کوئی بدنصیب ایسا بھی ہے جو بے ہودہ باتوں کوخرید کرلاتا ہے اور کمعلم لوگوں کواللہ کی راہ سے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے اوراس کووہ ہنسی مذاق سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتا۔اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کررکھا ہے۔کیونکہ جب اس کواللہ کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر سے منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے ان باتوں کوسنا ہی نہیں یا ایسا لگتا ہے جیسے اس کے کانوں میں کوئی ڈاٹ لگی ہوئی ہے یا وہ بہرا ہو چکا ہے۔نبی کریم ﷺ کوخطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو یہ خوش خبری سنادیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا جاچکا ہے۔فرمایا اس کے برخلاف جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح اختیار کئے تو اللہ نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کررکھی ہیں جن میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔فرمایا کہ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو پورا ہوکر رہے گا کیونکہ اللہ کائنات کی ہر چیز پر غالب اور قوت والا ہے اور اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے سات آسمان بغیر ستونوں کے بنائے ہیں اور آسمان کوشامیانے کی طرح ان پر تان دیا ہے۔یہ وہ سات آسمان ہیں جن کو ہر انسان ہرروز اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔اللہ نے اپنی قدرت سے زمین کا توازن برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑ ایک بوجھ کی طرح زمین پر رکھ دیئے ہیں اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنا توزن برقرار نہ رکھ سکتی اور سارے انسانوں کولے کرکسی ایک طرف الٹ جاتی اسی اللہ نے تمام جان داروں کو پیدا کیا اور ان کے رزق کا سامان مہیا فرمایا۔اسی کی قدرت کا یہ شاہکار ہے کہ اس نے بارشوں کا انتظام کیا جس سے زمین تروتازہ ہوجاتی ہے طرح طرح کے پھل، سبزہ، سبزی اور ہر چیز کے جوڑے پیدا ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کیا ہے کہ یہ تمام چیزیں تو اللہ نے پیدا کی ہیں لیکن وہ جھوٹے معبود جن سے یہ لوگ آس لگائے بیٹھے ہیں اوران کواپنا مشکل کشا مانتے ہیں انہوں نے ان چیزوں میں سے کن چیزوں کو پیدا کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان جب بھی غوروفکر سے کام لے گا اس پر یہ حقیقت پوری طرح کھل جائے گی کہ یہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا وہی ان چیزوں کا مالک ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ
اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ
بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ
حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ
وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ
مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫
وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت و دانائی عطا کی تھی (اور کہا تھا کہ) تم اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے کے لئے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے (اس کا وبال اسی پر ہے) بے شک اللہ تو بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک کرنا بہت بڑا ظلم (بے انصافی) ہے۔

اور ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ (حسن سلوک کرے) اس کی ماں نے دکھ پر دکھ جھیل کر اس کو اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔ اور تم میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرنا۔ اور تم سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں (ماں باپ) تم پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو ان دونوں (ماں باپ) کی اطاعت مت کرنا لیکن دنیا کے معاملات میں ان سے حسن سلوک کرتے رہنا۔ اور تم

اس راستے کی پیروی کرنا جو تمہیں میری طرف پھیر دے۔ بہرحال تمہیں میری طرف ہی لوٹنا ہے۔ پھر میں بتاؤں گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

سورۂ لقمان کی اس سے پہلی آیات میں نضر ابن حارث کا نام لئے بغیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض کافر ومشرک وہ ہیں جو بے ہودہ اور دین سے غافل کرنے والی چیزیں خرید کر لاتے ہیں تا کہ وہ لوگوں کو اور نئی نسل کو جھوٹے قصے کہانیوں میں لگا کر دین کی سچائیوں کو بے حقیقت ثابت کر سکیں۔ اب ان زیر مطالعہ آیات میں عرب کے ذہین شخص حکمت و دانائی، علم و دانش کے پیکر شکر گذار توحید پرست حضرت لقمان کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ وہ حضرت لقمان جنہیں اللہ نے علم و حکمت الہام فرمایا تھا جن کی عقل و سمجھ کی باتوں سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا انہوں نے اپنے بیٹے کو یعنی نوجوان نسل کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اللہ (کی ذات، صفات اور عبادت میں) کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ کسی کو بھی اللہ کے ساتھ شریک کرنا انتہائی زیادتی، بے انصافی اور گناہ کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شرک کی اس شدت کو بیان کرنے کے لئے فرمایا کہ ہم نے انسان کو اس بات کی تاکید کر دی ہے کہ اس کے وہ والدین خاص طور پر ماں جس نے اپنے بچے کو دکھ پر دکھ اٹھا کر نو مہینے اپنے پیٹ میں پرورش کیا۔ دو سال تک دودھ پلا کر نہایت شفقت و محبت سے اس کو پروان چڑھایا اور وہ باپ جس نے زندگی کی کڑی دھوپ میں اس کے لئے زندگی گذارنے کے وسائل مہیا کئے ان دونوں کی اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ ان کا کہا مانا جائے۔ ادب و احترام کا پوری طرح خیال رکھا جائے ان کی دل داری کرتے ہوئے اگر وہ کچھ کہہ دیں تو اس پر اف تک نہ کہا جائے لیکن وہی والدین جن کی خدمت کو عبادت قرار دیا گیا ہے اگر اس کو کفر و شرک پر آمادہ کریں اور شرک کرنے کے لئے زور ڈالیں تو صاف انکار کر دینا چاہیے کیونکہ کسی گناہ اور معصیت میں کسی شخص یہاں تک کہ والدین کی بات بھی نہیں مانی جائے گی۔ البتہ اس کے باوجود ان سے دنیاوی حسن سلوک، خدمت، ادب و احترام اور اچھے برتاؤ میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ اصول کی بات یہ ہے کہ ہر اس شخص کی پیروی کی جائے گی جو اللہ کی طرف لانے کی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے کیونکہ سب لوگوں کو آخر کار اسی ایک اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جہاں وہ ہر ایک کے نامہ اعمال کے مطابق یہ بتا دے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتا رہا ہے۔ اسی پر جنت یا جہنم میں داخلے کا حکم دیا جائے گا۔

ان آیات کی وضاحت کے لئے عرض ہے کہ

(۱) اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ ادب و احترام اور اطاعت و فرماں برداری کا حق والدین کا ہے جنہوں نے سخت مصیبتیں اور دکھ جھیل کر نہایت شفقت و محبت سے اس کی پرورش کی ہے۔ لہٰذا اولاد میں سے ہر ایک پر یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی بے انتہا اطاعت و فرماں برداری کرے اور ان کو غیر محسوس تکلیف بھی نہ ہونے دے لیکن اگر کسی کے والدین اپنی اولاد کو کسی گناہ یا شرک کرنے پر زور ڈالیں تو صاف انکار کر دینا لازمی ہے کیونکہ والدین کی اطاعت و فرماں برداری کے حدود مقرر ہیں۔ شرک میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

(۲) تقریباً تمام علما، محدثین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت لقمان اللہ کے نبی یا رسول نہیں تھے بلکہ نہایت نیک اور پارسا شخص تھے ان کی عقل و دانش کے پورے عرب میں چرچے عام تھے۔ اور وہ لوگ ان کی حکمت و دانائی سے بہت متاثر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے عقل مند انسان نے بھی یہی بتایا ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا ظلم عظیم ہے اس سے زیادہ بے ادبی، بے انصافی اور گستاخی کوئی نہیں ہے کہ اللہ کی ذات، صفات اور عبادت میں دوسروں کو شریک سمجھا جائے۔ فرمایا کہ وہ حضرت لقمان کو بہت دانش مند شخص سمجھتے ہیں وہ بھی شرک کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں جو دین اسلام کا راستہ روکنے کے لئے اپنے کفر و شرک میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ لوگوں کو اور نئی نسل کے نوجوانوں کو وحدانیت اور شکر کی طرف لانے کے بجائے ان کو ناچ گانے، کھیل کود، قصے کہانیوں اور دین سے غافل کرنے والی چیزوں میں لگا رہے ہیں۔

(۳) قرآن کریم میں توحید کی تعلیم اس قدر واضح اور تفصیل سے بیان کی گئی ہے کہ اس کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو پوری روشنی میں نہ آگیا ہو۔ اللہ نے اسی پر زور دیا ہے اور تمام رسول اسی تعلیم کو لے کر آئے تھے۔ گذشتہ امتوں کو جس وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا ہے وہ ان کا شرک تھا۔ شرک ایک ایسی خرابی اور برائی ہے جو کسی حال میں معاف نہیں کی جاتی۔ انبیاء کرامؑ اپنی امتوں کو کفر و شرک سے روکتے رہے۔ جب وہ اپنی مشرکانہ حرکتوں سے باز نہیں آئے تو اللہ کا فیصلہ آگیا اور قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر نشان عبرت بنا دیا گیا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ
يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ
وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا
تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸
وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ
لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

۲ ع ۸ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اے میرے بیٹے! اگر (برائی) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گی پھر وہ کسی سخت پتھر کی چٹان کے اندر یا آسمانوں اور زمین میں (کسی جگہ بھی چھپی ہوئی ہو گی) تو اللہ اس کو (باہر نکال) لائے گا۔ بے شک اللہ تمام چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔

اے میرے بیٹے! نماز قائم کر، اچھے کاموں کا حکم دے، برائیوں سے روکنے کی کوشش کر اور جو حالات پیش آئیں ان پر صبر کر۔ بے شک یہ بڑے عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر۔ نہ زمین پر اکڑ کر چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور مغرور آدمی کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے چلنے میں (رفتار میں) اعتدال پیدا کر اور اپنی آواز کو پست رکھ۔ بے شک آوازوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

مِثْقَالَ	وزن
حَبَّةٌ	دانہ
صَخْرَةٌ	سخت پتھر۔ چٹان
يَأْتِ بِهَا	وہ اس کو لے آئے گا
اَصَابَ	پہنچا
عَزْمُ الْاُمُوْرِ	ہمت کے کام
لَا تُصَعِّرْ (تَصْعِيْرٌ)	ٹیڑھا نہ کر۔ چہرہ نہ پھلا
خَدٌّ	گال۔ رخسار
لَا تَمْشِ	تو نہ چل

مَرَحٌ	اکڑنا۔تکبر کرنا
مُخْتَالٌ	اترانے والا
فَخُوْرٌ	بڑائیاں کرنے والا
اِقْصِدْ	اعتدال۔میانہ روی اختیار کر
مَشْیٌ	چلنا
اُغْضُضْ	پست کر۔دھیما کر
صَوْتٌ	آواز
اَنْکَرَ	بدترین۔ناگوار
اَلْحَمِیْرُ	گدھا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

حضرت لقمان جو اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے عرب کے رہنے والے ان کی عقل وفہم اور دانش پر بہت اعتماد کرتے تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے پہلی بات یہ فرمائی کہ اس کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہے اس کی ذات، صفات اور عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے جو لوگ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں وہ درحقیقت بڑی بے انصافی، گستاخی اور ظلم عظیم کرتے ہیں۔ یہاں تک فرمایا ایک گھر میں کہ والدین جو انسان کی محبت وعقیدت کا مرکز ہوتے ہیں وہ بھی اگر اپنی اولاد کو شرک کرنے کا حکم دیں تو اولاد کو اس سے انکار کردینا فرض ہے۔ البتہ دنیاوی حسن سلوک میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ والدین کافر ہوں یا اللہ کے فرماں بردار ہر حال میں ان کے ساتھ حسن معاملہ کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ انسان کا کوئی عمل یا کوئی بات کسی حال میں اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی چٹان یا زمین وآسمان میں کوئی چیز ایسی ہو جو لوگوں کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہو یا ہزاروں پردوں کے پیچھے کوئی گناہ کیا گیا ہو جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو لیکن رب العالمین سے وہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر بات اور عمل سے اچھی طرح واقف ہے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ نماز کو ہمیشہ قائم رکھا جائے یعنی اس کے تمام آداب وارکان کا خیال رکھتے ہوئے اس کو ادا کیا جائے۔ اصل میں توحید خالص کو مان کر اور اللہ کو ہر جگہ حاضر وناظر جان کر عمل کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اس کو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے یہ دین اسلام کی روح ہے جس کا بہترین اظہار نماز کے ذریعہ ہوتا ہے اسی لئے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نماز کی تاکید فرمائی۔

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ''یعنی ہر نیک بات کو پھیلانے کی مسلسل جدوجہد کرنا اور دنیا سے ہر برائی کو مٹانے کی کوشش کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے کیونکہ اللہ نے اس کو بہترین امت بنایا ہے جس کا بنیادی فرض یہ ہے کہ دنیا میں نیکیاں پھیلائے اور برائیوں کے خاتمہ کی کوششوں میں لگی رہے۔ اصل میں جب تک ایک مومن کوئی بھی نیکی کرتا ہے نماز، روزہ اور احکام الہی کی پابندی کرتا ہے تو وہ عبادت ہے لیکن جب انسان کو یہ فکر دامن گیر ہو جائے کہ کسی طرح دوسرے لوگ بھی اس نیکی کو اپنالیں اور برائیوں سے بچ جائیں جب وہ اس کی جدوجہد کرتا ہے تو اس کو دعوت کہتے ہیں۔ عبادت اور دعوت دونوں ہی ضروری ہیں۔ عبادت کرنا تو شاید آسان ہو کیونکہ وہ انسان کی ذات تک محدود رہتی ہے لیکن دوسروں تک نیکی کا پیغام پہنچانا یہ بڑی ہمت اور حوصلہ مندی کی بات ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تمہیں اس راستے میں کوئی تکلیف پہنچے یا مشکل درپیش ہو تو اس پر صبر کرنا کیونکہ یہ بڑے حوصلے، جرات اور عزم وہمت کی بات ہے۔

پانچویں نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں سے منہ پھیر پھیر کر بات مت کرنا کیونکہ یہ تکبر کی نشانی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی مکرم ﷺ جب کسی سے بات کرتے تو پوری طرح متوجہ ہو کر بات کرتے تھے۔ یہی اہل ایمان کا طریقہ اور شریفانہ اخلاق کا تقاضا ہے۔

چھٹی نصیحت یہ فرمائی کہ زمین پر اکڑ کر چلنا تکبر اور غرور کی نشانی ہے جو کسی حال میں ایک مومن کو زیب نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں تو بڑے وقار اور دھیمے پن سے چلتے ہیں یعنی متکبروں کی طرح نہ گردن اکڑا کر چلتے ہیں اور نہ زور سے پاؤں مار کر اپنی بڑائی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ تواضع اور انکساری کا طریقہ اختیار کرتے ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ چلنے میں اس بات کا خیال ضرور رہے کہ نہ تو بیماروں کی طرح چلے نہ متکبر لوگوں کی طرح۔ درمیانہ اور اعتدال کی راہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ چلنے میں وقار ہو بناوٹ نہ ہو۔

ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ بیٹا! اپنی آواز کو دھیما رکھنا۔ چیخنا، چلانا اور خوامخواہ زور زور سے بولنا پسندیدہ نہیں ہے جہاں جیسی ضرورت ہو اس کے مطابق آواز کو بلند یا پست کیا جائے لیکن بلا ضرورت گلا پھاڑنا اور اپنی بڑائی کا اظہار کرنا کسی طرح اچھی عادت نہیں ہے۔ فرمایا کہ سب ہی جانور بولتے ہیں لیکن گدھے کی آواز اس لئے ناپسندیدہ ہے کہ وہ گلا پھاڑ کر چلاتا ہے اور اس پر بچے بھی ہنستے ہیں۔ اس بری عادت سے چھٹکارا پانا ضروری ہے۔

جب نبی کریم ﷺ بولتے تھے تو آپ حسب موقع اپنی آواز کو دھیما اور باوقار رکھتے تھے۔ شہید کربلا حضرت حسینؓ نے اپنے والد حضرت علی مرتضیٰؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ جب لوگوں کے درمیان بیٹھتے تھے تو آپ کا انداز کیا ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ نے

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خوش و خرم نظر آتے تھے۔ آپ کے اخلاق میں نرمی اور برتاؤ میں سہولت مندی ہوتی تھی۔ آپ کی طبعیت میں سختی نہیں تھی نہ آپ شور مچاتے تھے نہ کوئی ایسی بات منہ سے نکالتے تھے جو فحش اور گندی ہو، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے نہ کنجوسی اور بخل سے کام لیتے تھے۔ جو چیز آپ کو پسند نہ آتی تو آپ اس کے پیچھے نہیں پڑتے تھے نہ اس میں عیب نکالتے تھے بلکہ اعراض فرمایا کرتے تھے یعنی خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ میں تین عادتیں نہیں تھیں (۱) لڑائی جھگڑا کرنا۔ (۲) تکبر کرنا۔ (۳) جو چیز کام کی نہ ہو اس میں مشغول نہ ہونا۔ (شمائل ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت لقمان کی ان نصیحتوں پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مکہ کے کافروں اور مشرکوں سے فرمایا ہے کہ تم حضرت لقمان کو عقل مند تو مانتے ہو لیکن ان کی ان باتوں کو نہیں مانتے کہ انہیں شرک اور تکبر سے کتنی نفرت تھی۔ وہ اللہ کے عبادت گذار اور نیک بندے تھے۔ جب کہ تمہاری زندگی میں ان باتوں کا اثر تک نہیں پایا جاتا۔ کم از کم جس کی تم عزت کرتے ہو اس کی نیک باتوں کو تسلیم تو کرو۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَ
إِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَإِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا
يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلٰى
عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر (تابع) کردیا ہے۔ اور تمہیں ظاہری اور پوشیدہ بھرپور نعمتیں عطا کی ہیں۔ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ (فرمایا کہ اچھا بتاؤ تو سہی) اگر شیطان نے ان کو دوزخ کی طرف بلایا ہو (کیا پھر بھی وہ اس کی پیروی کریں گے)؟

اور جس نے اپنے چہرے کو اللہ کی طرف جھکا دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط گرہ کو پکڑ لیا۔ اور (یاد رکھو) اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کی انتہا ہے۔ (اے نبی ﷺ) جو شخص کفر کرتا ہے تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں۔ ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے۔ پھر ہم انہیں ضرور بتائیں گے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ بے شک اللہ دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔ ہم انہیں (دنیا کا) تھوڑا سا تھوڑا سا زندگی گزارنے کا سامان دیں گے۔ پھر ہم انہیں ایک سخت ترین عذاب کی طرف کھینچ لائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

اَسْبَغَ — اس نے پورا کیا۔ پھیلایا

یُجَادِلُ — وہ جھگڑتا ہے

مُنِیْرٌ — روشن۔ منور

یَدْعُوْا — بلاتا ہے

اَلسَّعِیْرُ — بھڑک دار (جہنم)

یُسْلِمُ — وہ جھکا دیتا ہے

اِسْتَمْسَکَ — اس نے تھام لیا

اَلْعُرْوَةُ	گرہ۔حلقہ
اَلْوُثْقٰی	مضبوط
نُمَتِّعُ	ہم سامان دیں گے
نَضْطَرُّ	ہم کھینچیں گے
غَلِیْظٌ	سخت۔بدترین

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۴

اگر انسان اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر ذرا بھی غور وفکر سے کام لے تو اس کو اس نتیجے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کو اس کے کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔ اس طرح اللہ نے ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اس پر مکمل فرما دیا ہے۔ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کر کے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی طرف سے جو بھی حکم دیا جائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جو اللہ کے نیک اور صالح بندے ہیں وہ ہر آن اللہ کا شکر ادا کر کے ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذارتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو بغیر علم وہدایت اور روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں ہی جھگڑتے رہتے ہیں اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کے مطابق اپنی زندگی گذاریں تو وہ رسم ورواج کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا جس طرح عبادت وبندگی کرتے تھے ہم بھی اسی کے پابند ہیں اور ان کے طریقوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے سوال کیا ہے کہ اچھا اگر شیطان نے انہیں جہنم کی آگ کی طرف بلایا ہو اور وہ شیطان کے بہکائے میں آ کر اس غلط راستے پر چل پڑے ہوں کیا وہ پھر بھی باپ دادا کی اندھی تقلید کرتے رہیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل چیز باپ دادا کی رسمیں نہیں ہیں بلکہ اللہ کے سامنے مکمل طور پر اپنی گردن جھکا کر اس کی اطاعت وفرماں برداری کرنا ہے۔ یقیناً یہ وہ مضبوط اور مستحکم سہارا، حلقہ یا گرہ ہے جس کو تھام کر انسان گمراہی کی گندگی میں گرنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ تمام بہتر کاموں کا انجام اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کفار کی نافرمانیوں اور غلط عقیدوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیے وہ وقت دور نہیں ہے جب تمام لوگوں کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں ان کو بتا دیا جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ ان کا کوئی عمل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے وہ دلوں کے اندر کے بھید کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ ہم نے ان کو زندگی گذارنے کا جو

سامان دے رکھا ہے جس پر وہ اترا رہے ہیں بہت جلد ان کو ایک بدترین عذاب میں کھینچا اور گھسیٹا جائے گا۔ اس وقت دنیا کا یہ ساز و سامان ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کو انسان کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ اس سے پوری طرح فائدے حاصل کرسکے یہ اللہ کی نعمتیں ہیں جن کی قدر کرنا ہر انسان پر فرض ہے۔ ان میں بہت سی نعمتیں تو وہ ہیں جن کو انسان اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور بعض نعمتیں وہ ہیں جن کو دل اور ایمان کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

ہر روز سورج نکلتا ہے، چاند چمکتا ہے، ستارے اپنی روشنی بکھیرتے ہیں، بلندی سے بادل برس کر انسان اور حیوانوں کی پیاس بجھانے اور مردہ زمین کو زندہ کرنے کا سبب بنتا ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، پھل اور پھول اور سبزہ، سبزی کو ایک نئی زندگی مل جاتی ہے۔ اسی پانی سے نہریں، دریا اور ندی نالے بہتے ہیں غرضیکہ ہزاروں نعمتیں بکھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ تو ظاہری نعمتیں ہیں لیکن ہزاروں وہ نعمتیں بھی ہیں جو آنکھوں سے تو نظر نہیں آتیں مگر دل کی نظروں سے وہ صاف نظر آتی ہیں مثلاً اللہ کی ذات وصفات کی صحیح طور پر پہچان، وحی کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کا سامان، انبیاء کرامؑ کی تشریف آوری، دین کے غلبہ کے لئے ان کی کوششیں اور جدوجہد، فہم وفراست، عقل و بصیرت، سوچ سمجھ اور دور اندیشی یہ سب کی سب باطنی نعمتیں ہیں۔ ہم سب کے لئے سب سے بڑی نعمت نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ہے جن کے ذریعہ قیامت تک آنے والوں کی وہ رہنمائی ہوئی ہے کہ اب آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اللہ کا یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں نبی مکرم ﷺ کا امتی بنایا۔

(۲) سب سے بڑے بدقسمت لوگ وہ ہیں جو اللہ کے احسانات ماننے کے بجائے بغیر کسی علم وہدایت اور روشن دلیلوں کے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس پر وہ اڑے بیٹھے ہیں اور کفر وشرک کے بدترین راستے کو اپنائے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے کوئی واضح دلیل اور ثبوت موجود نہیں ہے۔

(۳) دوسری بدنصیبی یہ ہے کہ جب بھی ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کی پیروی کریں۔ اسی کے مطابق اپنی زندگی گذاریں اور صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کریں تو ان کا جاہلانہ جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم کسی حال میں اپنے باپ دادا کے طریقوں کو نہیں چھوڑ سکتے جس راستے پر وہ چلتے آئے ہیں ہم بھی اسی راستے پر چلیں گے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے لیکن وہ لوگ یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور زندگی بھر رسم ورواج کے بندھنوں میں جکڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ تقلید کرنا یا نہ کرنا اس بحث کی گنجائش تو نہیں ہے لیکن موقع کی مناسبت سے اتنا ضرور سمجھ لیا جائے کہ رسم اور دین کیا ہے۔ عرض ہے کہ رسم اس کو کہتے ہیں جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہوتی لیکن دین، بہترین دلائل کی روشنی میں ایک سچائی کا نام ہے۔ جو لوگ رسموں میں پھنسے رہتے ہیں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اندھی تقلید کر رہے ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن وہ لوگ جو دین پر چلنے والے ہیں وہ سچائی کی

پیروی کرنے والے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی تقلید اور اتباع کی۔ تابعین نے صحابہ کرامؓ کی تقلید کر کے اپنے دلوں کو قرآن وسنت کے نور سے روشن ومنور کیا اور اسی طرح آئمہ مجتہدین نے اپنے سے پہلے گذرے ہوئے صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کی پیروی اور تقلید۔ لہٰذا اگر آج ہم ان چاروں اماموں کو قابل تقلید سمجھ کر کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں تو اس کو اندھی تقلید نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسی تقلید کرنا عین شریعت ہے اور قرآن وسنت کے تقاضوں کی تکمیل ہے۔

(۴) خوش نصیب لوگ وہ ہیں جو اپنی ذات اور جذبات کو اللہ کے سامنے جھکا دیتے ہیں اور ہر اس کام میں سب سے آگے ہوتے ہیں جو نیکی اور بھلائی کا کام ہے۔ درحقیقت ایسے لوگ اس مضبوط اور مستحکم گرہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں جو ان کو گمراہی کے گہرے گڑھوں میں گرنے سے بچا لیتی ہے۔ یہ تقلید شخصیتوں کی نہیں بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی تقلید ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر کفار ان سچائیوں کو نہیں مانتے اور انکار کرتے چلے جا رہے ہیں تو آپ اس سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ آخر کار ایسے منکرین کا بدترین انجام ہے اور وہ عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ اَنَّمَا
فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ
سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ
ع ۱۱/۱۲ ۳ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان (منکرین حق سے) پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہہ دیجئے الحمدللہ (تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہی ہے)۔ اکثر لوگ وہ ہیں جو (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے بے شک وہ بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ (اور اگر ایسا ہو کہ) زمین میں جتنے بھی درخت ہیں وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (لکھنے کی) سیاہی بن جائیں اور مزید سات سمندر اور ہوں (جو سیاہی بن جائیں اور ان سے لکھا جائے) تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور غالب حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ جی اٹھنا ایسا ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا۔ بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مقرر مدت تک (قیامت تک) چلتا رہے گا اور بلا شبہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ بے شک اللہ ہی برحق ہے اور اس کو چھوڑ کر جن چیزوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ سب باطل اور جھوٹ ہیں۔ اور بے شک اللہ نہایت بلند و برتر اور عظمتوں والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

سَاَلْتَ	تو نے پوچھا۔ سوال کیا
یَقُوْلُنَّ	وہ ضرور کہیں گے
اَبْحُرٌ (بَحْرٌ)	سمندر
کَلِمَاتُ اللّٰهِ	اللہ کی باتیں
مَا نَفِدَتْ	ختم نہیں ہوئی (ختم نہ ہوں گی)
بَعْثٌ	دوبارہ اٹھانا
یُوْلِجُ	وہ داخل کرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

جولوگ اللہ کی ذات، صفات، قدرت اور کمالات کا انکار کرتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق کو کس نے پیدا کیا ہے تو ان کے منہ سے بے ساختہ یہی نکلے گا کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ضمیر کی اس سچی اور پر خلوص آواز کے باوجود جب عبادت کرنے اور سر جھکانے کا وقت آتا ہے تو وہ کائنات کے حقیقی خالق و مالک کو چھوڑ کر بے حقیقت معبودوں کے سامنے سر جھکانے اور ان سے اپنی مرادیں مانگنے لگتا ہے۔ یہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس کائنات کا خالق تو اللہ کو مانا جائے لیکن عبادت اوروں کی کی جائے۔ حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس عظیم کائنات کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے۔ زمین ہزاروں، لاکھوں سال سے اپنے محور پر گردش کر رہی ہے۔ سروں پر آسمان کو ایک محفوظ چھت اور خیمے کی طرح تان دیا گیا ہے۔ چاند، سورج، ستارے اور سیارے اپنی رفتار سے چل رہے ہیں اور اپنی روشنی سے دنیا کو منور کر رہے ہیں۔ زمین پر ہر طرف مخلوق پھیلی ہوئی ہے جن کے زندہ رہنے کے تمام اسباب مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ ان تمام سچائیوں کے باوجود اگر کوئی اللہ کو خالق و مالک نہ سمجھے اور اس کا انکار کر دے تو اس سے بڑا نادان اور کوئی ہو سکتا ہے؟ اس کائنات میں اللہ کی عظمت کو ایک محسوس مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ فرمایا کہ اس کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر دنیا بھر کے درختوں کو کاٹ کر ان کے قلم بنالئے جائیں اور موجودہ سمندر بلکہ اس جیسے سات اور سمندروں کو لکھنے کی روشنائی بنا کر ان سے اللہ کے کلمات یعنی کمالات اور خوبیوں کو لکھا جائے تو قلم گھس کر، روشنائی استعمال ہو کر اور لکھنے والوں کی عمریں ختم ہو جائیں گی مگر اس کے کمالات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ یقیناً وہ لوگ انتہائی خوش نصیب اور کامیاب و بامراد ہیں جو اس سچائی کو مان کر پورے خلوص اور یقین سے اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر کے اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اسی سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں اور دل کی گہرائیوں اور خلوص کی سچائیوں کے ساتھ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اپنے تمام معاملات زندگی کو اس کے حوالے کر کے اس کی بھیجی ہوئی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کے مضبوط سہارے اور حلقے کو پکڑ کر ہر طرح کی گمراہیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ان منکرین حق سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ واقعی تمام تعریفوں کا مستحق صرف ایک اللہ ہی ہے اگر چہ اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے۔ کوئی اس کے کمالات کی تعریف کرے یا نہ کرے وہ اپنی ذات میں تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔

فرمایا کہ اگر آسمانوں اور زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر اور مزید سات سمندر لکھنے کی روشنائی بن جائیں

اوران سے لکھا جائے تب بھی اللہ کے کلمات یعنی کمالات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔اس کی قدرت یہ ہے کہ اس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے لہذا تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ جی اٹھنا ایسا ہے جیسے ایک شخص کا پیدا کرنا۔ بلاشبہ وہ ہر ایک کی سنتا اور ہر ایک کے حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کس طرح ڈھالتا چلا جاتا ہے۔اسی کی ذات کا یہ کمال ہے کہ اس نے چاند سورج کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک مدت مقرر ہے جس کے مطابق وہ تمام چیزیں چلتی رہیں گی یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔فرمایا کہ یہ سب کچھ برحق ہے ان کا مالک اللہ ہی ہے لہذا جو لوگ اس ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ ایک جھوٹ اور باطل کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور جن کو وہ اللہ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں اللہ ان سب چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ
الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣١﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٢﴾
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ
عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَـيْــــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ
الْغَرُوْرُ ﴿٣٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ
يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ
وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿٣٤﴾ ع ٤ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے فضل و کرم سے کشتی (جہاز) دریا میں چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی بعض نشانیاں دکھائے۔

بے شک ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے شخص کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ اور جب (اس دریا کی) موج ان پر سائبان کی طرح چھا جاتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں۔

پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو بعض تو ان میں سے اعتدال اور توازن اختیار کرتے ہیں اور سوائے عہد شکن اور ناشکرے لوگوں کے کوئی ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا۔

اے لوگو! تم اپنے پروردگار کے غضب سے بچو! اور اس سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا باپ کے کام آسکے گا۔

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز تمہیں اللہ کے معاملے میں فریب میں ڈال دے۔

بے شک قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے (کیا پرورش پا رہا ہے)؟

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ (آئندہ کل) کیا کمائی کرے گا۔

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سر زمین پر مرے گا۔

بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

صَبَّارٌ	بہت صبر کرنے والا
شَکُوْرٌ	شکر ادا کرنے والا
ظُلَلٌ (ظِلٌّ)	سائے
مُقْتَصِدٌ	سنبھل کر چلنے والا۔ اعتدال پسند آدمی
لَا یَجْزِیْ	کام نہ آئے گا۔ بدلہ نہ دے گا
مَوْلُوْدٌ	پیدا کیا گیا (بیٹا)
لَا تَغُرَّنَّ	ہرگز تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے
اَلْغَرُوْرُ	دھوکہ۔ فریب
اَلسَّاعَةُ	گھڑی۔ قیامت
اَلْغَیْثُ	بارش
اَلْاَرْحَامُ (رَحْمٌ)	پیٹ
مَا تَدْرِیْ	نہیں جانتا
غَدًا	کل صبح۔ آئندہ صبح

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی کشتیوں اور جہازوں کا ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک حفاظت سے پہنچنا ہے۔

سمندر یا دریا میں جو چیز ڈالی جاتی ہے وہ عام طور پر ڈوب جاتی ہے لیکن اللہ نے اپنی قدرت سے ایک ایسا نظام بنایا ہے کہ وہ کشتی یا جہاز جو پانی کے مقابلے میں ایک تنکے کی حیثیت رکھتا ہے وہ انسانی ضرورت کی چیزوں اور خود سیکڑوں لوگوں کو لے کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

اگر سمندر میں زبردست طوفان آجائے اور کشتی یا جہاز اس کے بھنور میں پھنس جائے تو اس کے مسافر اس وقت اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر پورے خلوص سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں لیکن جب وہ اس طوفان سے بچ کر کنارے پر پہنچتے ہیں تو سوائے کچھ اعتدال پسندوں کے اکثر ناشکری اور کفر و شرک کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا کے طوفان اور بھنور ہیں جن سے انسان نجات پالیتا ہے لیکن اس دن سے ڈرنا چاہیے جب قیامت کا ہولناک منظر ہوگا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ باپ بیٹے کے لئے اور بیٹا باپ کے لئے سوائے اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے کے کچھ نہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز تمہیں فریب میں مبتلا کر دے کیونکہ قیامت جس کا علم اللہ کو ہے اس دن کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

آخری آیت کو سمجھنے سے پہلے بخاری شریف کی یہ روایت سامنے رکھ لیجئے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ

(۱) قیامت کب آئے گی؟

(۲) بارش کب ہوگی؟

(۳) میری بیوی کے ہاں لڑکا ہوگا یا لڑکی؟

(۴) میں کل کیا کروں گا؟

(۵) میں کہاں مروں گا؟

نبی کریم ﷺ نے سورۂ لقمان کی اسی آیت کی تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے ہمیں کچھ چیزوں کا ظاہری علم حاصل ہوگیا ہے مثلاً بارش کب ہوگی؟ کتنی ہوگی؟ پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی؟ اسی سلسلہ میں عرض ہے کہ آدمی کو یہ تو معلوم ہوسکتا ہے کہ بارش کب اور کتنی ہوگی لیکن وہ بارش انسانوں کے لئے رحمت ہوگی یا باعث عذاب اس کا علم سوائے اللہ رب العالمین کے اور کسی کو نہیں ہے۔

یہاں اسی بات کو فرمایا گیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی اس کو بھی آج الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے لیکن ایسی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی جو یہ معلوم کرلے کہ پیدا ہونے والا بچہ یا بچی کتنے دن زندہ رہے گی۔ وہ اللہ کی اور والدین کی فرماں بردار ہوگی یا نافرمان۔ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

الحمدللہ سورۂ لقمان کی آیات کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔ اللہ ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱

اتل ماآوحی

سورة نمبر ۳۲

السَّجْدَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ السجدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	32
کل رکوع	3
آیات	30
الفاظ وکلمات	274
حروف	1577
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ سجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جس میں توحید و رسالت، قیامت، آخرت، جزاء، سزا، جنت اور جہنم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
اس سورۃ میں درحقیقت اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اب قیامت تک دوسرا کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کی فرمانبرداری اور مکمل اطاعت ہی میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔

مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی اللہ کو ایک ماننے، اس کی فرمانبرداری کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو مان کر ان کی اطاعت کرنے اور آخرت پر یقین رکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کو اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

نزول قرآن کا بنیادی مقصد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عرب کے لوگ جو صدیوں سے کسی بھی نبی کی آمد سے محروم تھے ان کے لیے اللہ نے اپنی رحمت بنا کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ یہ قرآن اللہ نے حضرت جبرئیلؑ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ پر نازل کیا ہے لہٰذا کفار و مشرکین کا یہ کہنا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے خود گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے اس سے زیادہ لغو، فضول اور بے ہودہ بات کوئی دوسری نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ کفار کی ان باتوں سے قطعاً رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ جو لوگ آج قرآن کریم اور اس کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں مرنے کے بعد جب یہ لوگ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ندامت اور شرمندگی سے اپنے سروں کو جھکائے کھڑے ہوں گے اور وہ کہہ اٹھیں گے کہ الٰہی! ہم اپنی حرکتوں پر شرمندہ ہیں اور یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اگر ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کی اجازت دے دی جائے تو ہم ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے مگر ان کو اس وقت بہت ہی مایوسی ہوگی جب ان سے کہا جائے گا کہ اب نتیجہ کا وقت ہے لہٰذا دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ تو کفار و مشرکین اور دین کا مذاق اڑانے والوں کا انجام ہوگا دوسری طرف اہل ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس سے ان میں خشوع و خضوع، عاجزی اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں، وہ راتوں کو

اپنے آرام اور سکون والے بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے حضور کھڑے ہوتے اور اس کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے جنت کی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی راحت بھری جنتوں کی خوش خبری سنائی ہے جو آخرت میں ہر طرح کامیاب و بامراد ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے ہدایت دینے والا نہیں آیا'' اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ عرب سے باہر دوسرے علاقوں میں آنے والے انبیاء کرام کی تعلیمات تو ان تک پہنچی تھیں لیکن انہوں نے ان کی تعلیمات کو بھلا دیا تھا اور صدیوں سے ان کے پاس براہ راست کوئی نبی اور رسول ان کی ہدایت کے لیے نہیں آیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے جزیرۃ العرب میں سب سے پہلے حضرت ہودؑ، اور حضرت صالحؑ دین حق لے کر آئے تھے۔ پھر ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دین کی سچائیوں کے ساتھ تشریف لائے جس پر ڈھائی ہزار سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تقریباً دو ہزار سال پہلے حضرت شعیبؑ دین مبین کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ دو ڈھائی ہزار سال کا عرصہ ایک طویل عرصہ ہے جس کے دوران حجاز والوں کی ہدایت کے لیے کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صدیوں کے بعد اہل عرب کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں جن کے بعد کسی نئے نبی اور رسول کا کوئی تصور تک موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اہل عرب کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ نبی مکرم ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کر کے اپنی نجات کا سامان کرلیں اگر انہوں نے اس موقع کو ضائع کر دیا تو پھر قیامت تک وہ راہ ہدایت حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس سورۃ کے آخر تک اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت، آخرت، قیامت، جزاء و سزا، جنت و جہنم کا ذکر فرمایا ہے۔ بتایا ہے کہ اسی نے اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور خود انسان کے اپنے وجود کو پیدا کیا ہے جو اس بات پر گواہ ہے کہ سب کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ جب تک چاہے گا یہ دنیا اور اس کے بسنے والے انسان رہیں گے اور جب وہ چاہے گا ان سب چیزوں کو فنا کر کے ایک نیا جہاں تعمیر فرمائے گا۔ اس دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ موت کے دروازے سے سب کو گذرنا ہوگا۔ جس نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا اور ایمان و عمل صالح کی زندگی اختیار کر لی تو وہ ہمیشہ جنت کی راحتوں میں رہے گا۔ لیکن جس نے اس عمل کے وقت کو غفلت اور سستی میں گزار دیا تو پھر آخرت میں اس کی یہ حسرت کام نہ آئے گی کہ اگر اس کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذارے گا۔ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جس طرح اس پیغام حق کو لے کر تشریف لائے ہیں وہ کوئی ایسی انوکھی یا نئی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے انبیاء کرام اور خاص طور پر حضرت موسیٰؑ تشریف لائے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے نبیوں کی اطاعت و فرمانبرداری کی وہی کامیاب ہوئے لیکن جو ہٹ دھرمی اور ضد پر جمے رہے اور انہوں نے انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا وہ ناکام و نامراد ہوئے اور ان کے کھنڈرات جن سے دن رات یہ لوگ گذرتے ہیں اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ کی نافرمان قوموں کا انجام بڑا بھیانک ہوا کرتا ہے۔

فرمایا کہ یہ نظام کائنات جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے خود بخود بن کر کھڑا نہیں ہو گیا بلکہ اللہ نے ایک خاص حکمت سے اس کو پیدا کیا۔ انسان کو وجود بخشا اور ساری کائنات کو اس کی خدمت پر لگا دیا۔ زندگی اور موت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لہٰذا اس کے لیے یہ ہرگز مشکل نہیں ہے کہ وہ اس پوری کائنات کے ختم ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔ فرمایا کہ آخرت کی زندگی کے لیے ہر ایک کو مسلسل جدوجہد کرنا چاہیے کیونکہ مرنے کے بعد سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کی جائے گی بلکہ ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے کہ وہ لوگوں کے گناہوں کی کثرت اور شدت کے باوجود ان کو ایک دم اور اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ ہر انسان کو سنبھلنے سدھرنے کے لیے موقع اور مہلت عطا کرتا ہے۔ لیکن جب اس کی ڈھیل اور مہلت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور وہ گناہوں پر جری ہو جاتا ہے تو پھر اللہ کا قانون متوجہ ہوتا ہے اور اللہ اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جس سے بچانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

سورۃ السجدۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ۝١ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝٢ اَمۡ
یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ ۚ بَلۡ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ
اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ۝٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

الف۔لام۔میم۔اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ یہ کتاب قرآن مجید تمام جہانوں کے پروردگار نے نازل فرمائی ہے۔کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو خود گھڑ لیا ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے حق (کے ساتھ نازل) کیا گیا ہے تاکہ آپ اس سے اس قوم کو ڈرائیں (آگاہ کریں) جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔تاکہ وہ ہدایت حاصل کرسکیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

تَنۡزِیۡلٌ	آہستہ آہستہ اتارنا
اِفۡتَرٰی	اس نے گھڑ لیا۔بنالیا
اَلۡحَقُّ	سچ۔سچائی
تُنۡذِرُ	تو ڈراتا ہے۔آگاہ کرتا ہے
نَذِیۡرٌ	ڈرانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۃ السجدہ کا آغاز بھی حروف مقطعات سے کیا گیا ہے۔ ان حروف کے متعلق اس سے پہلی سورتوں میں تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے۔ یہ حروف آیات متشابھات میں سے ہیں یعنی ان کے معنی اور مراد کا علم اللہ رب العالمین کو ہے۔ ممکن ہے ان حروف کے معنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بتا دیئے ہوں۔

اس سورت کی ابتداء اس اعلان سے کی گئی ہے کہ یہ وہ کتاب (قرآن مجید) ہے جس کو تمام جہانوں کے پروردگار نے نازل کیا ہے۔ جس کی بنیاد یقین پر ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کتاب سراسر ہدایت، رہنمائی، نور اور روشنی ہے جو قیامت تک آنے والوں کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ یہ کتاب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ سچائی کا پیغام ہے تا کہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو پوری طرح آگاہ اور خبر دار کر دیا جائے جن کے پاس اس سے پہلے تک کوئی رہبر و رہنما نہیں آیا تھا۔ شاید اس طرح وہ راہ ہدایت حاصل کرلیں۔

اصل میں ایمان اور توحید کی دعوت جزیرۃ العرب کے رہنے والوں تک مختلف ذرائع سے پہنچ چکی تھی جس سے وہ اچھی طرح واقف تھے لیکن خود ان میں دو ڈھائی ہزار سال سے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا تھا۔ حضرت شعیبؑ جو جزیرۃ العرب میں اللہ کے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے ان کو گذرے ہوئے دو ہزار سال اور ان سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کو آئے ہوئے اس سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس کتاب الٰہی کے ذریعہ ان کو آگاہ اور خبر دار کر دیجئے جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ''نذیر'' ڈرانے والا آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ امید ہے اس طرح وہ راہ ہدایت حاصل کر سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ کو مبعوث فرمایا گیا اس وقت بھی ورقہ ابن نوفل اور زید ابن عمرو جیسے لوگ تھے جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کرام پر ایمان رکھتے تھے بلکہ بت پرستی اور بتوں پر قربانیوں کو برا سمجھنے والوں کی بھی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ خود ان بت پرستوں کا بھی اس بات پر ایک حد تک یقین تھا کہ اس پوری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ ابتداء میں وہ بت پرست بھی نہ تھے بعد میں بت پرستی ان میں اس قدر سرایت کر گئی تھی کہ وہ اللہ کو خالق و مالک ماننے کے باوجود جب تک اپنے بتوں کے وسیلے سے دعا نہ کرتے اس وقت تک یہ سمجھتے تھے کہ ہماری دعائیں اور عبادتیں قبول نہیں ہو سکتیں۔ وسیلے اور رسموں کے چکر میں اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ ان کے مقابلے میں علم و عمل اور ہر سچائی کو بے حقیقت سمجھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اسے جو بھی پکارتا ہے، فریاد کرتا ہے، دعائیں کرتا ہے وہ ان کو سنتا اور ان کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ وہ انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس کی بارگاہ میں مانگنے کے لئے کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر انسان ہر وقت صرف اسی ایک اللہ کی بارگاہ میں جھکا رہے تو اس کو سب کچھ مل جاتا ہے۔ باپ دادا سے چلتی ہوئی رسموں کے متعلق فرمایا گیا کہ ایسے لوگ یہ بتائیں کہ اگر ان کے باپ دادا کو شیطان نے کسی غلط راستے پر ڈال دیا ہو تو کیا پھر بھی وہ اسی غلطی کو دھراتے رہیں گے؟

اَللّٰهُ الَّذِیْ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ
یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥
ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝٦ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ
كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ
نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ
مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ
قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا
لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٠
قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ ۝١١ ع ١ ١٤

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۱۱

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ اس کے سوا تمہارا نہ تو کوئی حمایتی ومددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا کیا تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ وہ آسمانوں سے زمین تک ہر معاملہ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ پھر ہر معاملہ امر

اس کے سامنے ایک ایسے دن میں پہنچ جاتا ہے جو تمہارے شمار میں ایک ہزار سال ہے۔ وہی ہے جو چھپی ہوئی اور ظاہری چیزوں سے واقف ہے اور زبردست رحمت والا ہے۔ جس نے ہر چیز کو خوب سے خوب تر بنایا ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر اس کی نسل کو ایک بے قدر پانی سے بنایا پھر (ماں کے پیٹ میں) اس کے تمام اعضاء درست کئے۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونکا۔ اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل دیا۔ تم میں سے بہت تھوڑے لوگ شکر کرتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے (ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائیں گے) تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے؟ (اصل میں بات یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری جان ایک فرشتہ قبض کرتا ہے جو تمہارے اوپر مقرر (متعین) کیا گیا ہے۔ پھر تم سب کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۱۱

سِتَّةٌ	چھ (چھ مدتیں)
اِسْتَوٰی	برابر ہوا۔ قائم ہوا۔ ٹھہرا
يُدَبِّرُ	وہ تدبیر کرتا ہے
اَلْاَمْرُ	حکم۔ بات۔ کام
يَعْرُجُ	وہ چڑھتا ہے
اَلْفَ سَنَةٍ	ایک ہزار سال
طِيْنٌ	مٹی
سُلٰلَةٌ	ست۔ نچوڑ
يَتَوَفّٰى	وہ موت دیتا ہے
وُكِّلَ	سپرد کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۱۱

سورۃ السجد کی آیت نمبر ۱ تا ۳ میں آپ نے پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو پوری طرح آگاہ کردیا جائے جن کے پاس صدیوں سے کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا تھا۔ جس اللہ نے اس قرآن جیسی کتاب کو نازل کیا ہے بتایا جارہا ہے کہ اس کی شان یہ ہے کہ

☆ اس نے چھ دنوں میں زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ساتویں دن وہ اپنی شان کے مطابق تخت سلطنت پر قائم اور جلوہ گر ہوا۔ اس میں یہودیوں کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ اللہ نے چھ دنوں میں اس پوری کائنات کو بنایا اور ساتویں دن اس نے آرام کیا۔ یہودیوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جس طرح اللہ نے چھ دن کام کر کے ساتویں دن آرام کیا تھا اسی طرح تمام لوگوں کو ہفتہ کے دن آرام کرنا چاہیے حالانکہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی حفاظت سے کبھی تھکتا نہیں لیکن یہودیوں نے اس عقیدے کو اپنے اوپر اس طرح مسلط کرلیا ہے کہ وہ ہفتہ کے دن اس طرح آرام کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ اللہ نے یہودیوں کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس کائنات کو آہستہ آہستہ ایک خاص نظام کے تحت بنایا ہے اور چھ دنوں یا مدتوں میں اس کو مکمل کیا ہے لیکن اس نے ساتویں دن آرام نہیں کیا بلکہ وہ اپنی شان کے مطابق تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا یعنی اس نے نظام کائنات کو اپنی مرضی کے اور شان کے مطابق چلانا شروع کیا۔

☆ فرمایا کہ وہ اللہ ہی سب چیزوں کا اور انسانوں کا مالک ہے اس کی اجازت کے بغیر نہ کوئی کسی کی حمایت کرسکتا ہے اور نہ سفارش۔ کیا وہ اتنی سی بات پر دھیان نہیں دے سکتے۔

☆ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہی اس کائنات میں ہر چھوٹے، بڑے اور اہم معاملے کا انتظام فرماتا ہے۔ زمین سے آسمان تک جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس پہنچتا ہے اور پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے ایک دن کی مقدار انسانی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) برسوں سے ایک ہی بات کہتے چلے آرہے ہیں کہ اگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی تو ان پر اللہ کا عذاب آئے گا، ان کو تہس نہس کردیا جائے گا۔ لیکن ہم پر کوئی عذاب نہیں آیا لہٰذا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں فرمایا کہ یہ لوگ عذاب الٰہی کی جلدی مچا رہے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے (جو پورا ہو کر رہے گا کیونکہ) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ اے نبی! آپ کے پروردگار کے ہاں کا ایک دن تم لوگوں کے شمار سے ایک ہزار سال جیسا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے دنیا کی گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں آیا کرتے کیونکہ قوموں کی زندگیوں میں نتائج ظاہر ہونے کے لئے صدیاں بھی لگ جاتی ہیں۔ لہٰذا جب اس کا فیصلہ آجائے گا تو پھر اس میں دیر نہیں ہوگی۔

☆ اللہ کی شان یہ ہے کہ کوئی چیز ظاہر ہو یا چھپی ہوئی ہو اس سے وہ پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ وہ زبردست ہے لیکن اس کی ہر صفت پر صفت رحمت غالب ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے اس کائنات میں جتنی چیزیں بھی بنائی ہیں وہ بہترین ہیں۔ انسان لاکھ تدبیر کے باوجود قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ خاص طور پر اس نے انسان کو اس کی بنیادی کمزوریوں کے باوجود سب سے خوبصورت اور حسین بنایا ہے۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ حضرت آدمؑ جن کو مٹی، گارے اور تمام انسانوں کو ایک حقیر اور بے قیمت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ اس نے ماں کے پیٹ میں اس کے تمام اعضا کو تیار کیا۔ اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونک کر زندگی عطا کی، سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل عطا فرمایا۔ یہ ایسی زبردست نعمتیں ہیں جن پر ہر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے مگر بہت تھوڑے لوگ ہیں جو قدر کرتے ہیں ورنہ اکثر تو ناشکری ہی کرتے رہتے ہیں۔ اور اس قدرت کو اچھی طرح ماننے کے باوجود یہی کہتے رہتے ہیں کہ جب ہم مرنے کے بعد مٹی میں رل مل جائیں گے۔ ہمارے وجود کے ذرات کا بھی پتہ نہ ہوگا کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے؟ فرمایا کہ جس اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے کیا وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ یقیناً صرف اللہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ اصل بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ ان کی بد نصیبی ہے کہ وہ اللہ کے پاس پہنچنے کی امید نہیں رکھتے۔ اگر وہ اللہ سے ملاقات کا یقین رکھتے اور اس حقیقت کا انکار نہ کرتے تو پھر وہ ایسی بے تکی باتیں نہ کرتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ تم آخرت میں پہنچ کر اللہ کی ملاقات پر یقین کرو نہ کرو بہر حال ایک وقت سب کو دیکھنا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے جس فرشتے کو (عزرائیلؑ کو) اس بات پر مقرر کیا ہے کہ وہ ہر نفس انسانی اور ہر جان دار کو موت سے ہم کنار کرے گا اور پھر سب کو اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا۔ یعنی وہاں پھر ہر انسان کے اعمال کا جائزہ لے کر اس کو جنت یا جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

اللہ کی قدرت، طاقت اور نظام کائنات کی بقیہ تفصیل اگلی آیات میں آرہی ہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾
وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا

نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا
كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا
سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ
جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ
أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

(اے نبی ﷺ) اگر آپ وہ وقت دیکھیں جب یہ مجرم اپنے رب کے سامنے (شرمندگی سے) اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔ (اور کہیں گے کہ اے) ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ ہمیں آپ (دنیا میں) لوٹ جانے دیجیے تاکہ ہم عمل صالح کریں۔ بے شک ہمیں (پوری طرح) یقین آگیا ہے۔ (ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو (پہلے ہی) ہدایت دے دیتے۔ مگر میری یہ بات برحق ہے کہ میں تمام (نافرمان) جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ اب تم اس دن کی ملاقات کو بھلا دینے کی وجہ سے عذاب چکھتے رہو۔ (آج) ہم نے تمہیں بھلا دیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے تھے اس کے بدلے میں ہمیشگی کا عذاب کا مزہ چکھو۔

ہماری آیتوں پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور اپنے پروردگار کو امید اور خوف کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے وہ (اس میں سے) خرچ کرتے ہیں۔

پھر کسی کو یہ نہیں معلوم (کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اس کے بدلے) اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں چھپا رکھی ہے۔ یہ ان کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہوگا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

نَا کِسُوْا	جھکانے والے
مُوْقِنُوْنَ	یقین کرنے والے
حَقُّ الْقَوْلِ	سچی بات ثابت ہونا
اَمْلَئَنَّ	میں ضرور بھر دوں گا
ذُوْقُوْا	تم چکھو
نَسِیْتُمْ	تم نے بھلا دیا
خَرُّوْا	وہ گر پڑے
تَتَجَافٰی	الگ رہتی ہے
جُنُوْبٌ (جَنْبٌ)	پہلو
اَلْمَضَاجِعُ	آرام کی جگہ
اُخْفِیَ	چھپا دیا گیا
قُرَّۃٌ	ٹھنڈک
اَعْیُنٌ (عَیْنٌ)	آنکھیں

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کچھ چیزوں میں اختیار دیا ہے اور کچھ چیزوں میں مجبور بنایا ہے۔ قیامت کے دن فیصلہ اس کے اختیار کئے ہوئے راستے اور اعمال پر ہوگا۔ اگر کسی نے ہدایت آنے کے باوجود غلط اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا تو

قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا وہ شرمندگی کے مارے اپنا سر نہ اٹھا سکے گا اور یہی کہے گا کہ الٰہی اب تو میں نے سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور سب کچھ سن بھی لیا۔ مجھے پورا یقین حاصل ہوگیا ہے بس مجھے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع دے دیجئے میں وہاں جا کر ایمان اور عمل صالح اختیار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر ہم چاہتے تو سب کو سیدھے راستے پر قائم کر دیتے یعنی اس کو کسی طرح کا اختیار نہ دیتے لیکن جب دنیا میں اس نے اپنے اختیار کا غلط انداز قائم کیا تو اب فیصلے کا دن ہے اور پیغمبروں کے ذریعہ جس بات کو پہنچایا گیا تھا اب وہ بات سچی ہو کر رہے گی اور میں نافرمانوں، گناہ گاروں اور کفر و شرک اختیار کرنے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کو بھلا دیا تھا آج ہم تمہیں بھلا دیتے ہیں۔ اب جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ عذاب تمہارے کئے ہوئے غلط کاموں کے بدلے میں دائمی عذاب کی شکل میں دیا جا رہا ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ (۱) جو اللہ کی آیتوں پر کامل یقین رکھنے والے تھے (۲) جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی تھیں تو وہ سجدوں میں گر کر اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کرتے تھے (۳) کسی طرح کا تکبر اور غرور نہ کرتے تھے (۴) جو راتوں کو اپنا آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادتوں میں مشغول رہتے تھے (۵) جو خوف اور اس کی رحمت کی امید پر اپنے رب کو پکارتے تھے (۶) اور اللہ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا تھا اس میں کنجوسی کے بجائے اسے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کے بدلے ایسی جنتیں عطا کی جائیں گی جن کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ انسان کو یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ نے کہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ ایسے اہل ایمان کا ہر عمل اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو جنت کی ابدی اور دائمی راحتیں عطا فرمائیں گے جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون کا ذریعہ ہوں گی۔

نبی کریم ﷺ نے جنت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ جنت وہ ہے جس کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا تصور کسی کے دل پر گذرا ہے۔ یعنی وہ جنتیں کیا ہوں گی اس دنیا میں رہ کر ان کا تصور، خیال اور فکر ممکن ہی نہیں ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ

فَاسِقًا ۖ لَا يَسْتَوٗنَ ⑱ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ

جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا
فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ
قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾
وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ
رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع ۲ / ۱۱ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

کیا پھر وہ شخص جو مومن ہے ایک نافرمان کے برابر ہوسکتا ہے۔ یقیناً وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کا ٹھکانا جنتیں ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے تھے (اس کے بدلے میں) ان کی یہ مہمان نوازی ہوگی۔

اور جنہوں نے نافرمانی کی ہوگی ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے تو ان کو اسی میں دھکیل دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس جہنم کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ البتہ ہم (آخرت کے) بڑے عذاب سے پہلے (دنیا میں چھوٹے چھوٹے) عذاب چکھاتے رہیں گے۔ شاید کہ وہ باز آجائیں۔ اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاد دلائی گئیں تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ بے شک ہم ایسے مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

لَا یَسْتَوٗنَ	وہ برابر نہیں ہیں
اَلْمَاْوٰی	ٹھکانا
نُزُلاً	مہمان داری۔ مہمان نوازی
اُعِیْدُوْا	لوٹادیئے گئے
نُذِیْقَنَّ	ہم ضرور چکھائیں گے
اَلْاَدْنٰی	چھوٹا۔ گھٹیا
ذُکِّرَ	یاد دلایا گیا
اَعْرَضَ	اس نے منہ پھیرلیا
مُنْتَقِمُوْنَ	انتقام لینے والے۔ بدلہ لینے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکامات اور دین کی ہر سچائی کو دل سے قبول کر کے عمل صالح کی زندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فاسق وہ نافرمان شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے خلاف چلتا ہے۔ جب اس کے سامنے دین کی سچائی اور روشنی آتی ہے تو وہ اس کا انکار کر کے بغاوت اور نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ مزاج اور عمل کے لوگ ہیں یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ دنیا اور آخرت میں مومن و فاسق کا انجام ایک جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ایسی جنتیں ہوں گی جو ان کا مستقل ٹھکانا ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے مشفق و مہربان پروردگار کی طرف سے ہر طرح دل داری اور میزبانی ہوگی۔ اس

کے برخلاف وہ لوگ جو دنیا میں فاسق و نافرمان ہوں گے۔ کفر و شرک میں مبتلا اور اللہ کے احکامات کے باغی ہوں گے ان کی سزا جہنم کی وہ بھڑکتی آگ ہوگی جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس جہنم سے باہر نکلنے کی جب بھی کوشش کریں گے تو فرشتے گرز مار کر ان کو پھر جہنم کی آگ میں دھکیل دیں گے اور ان نافرمانوں سے کہیں گے کہ اب تم اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتو اور عذاب کا مزہ چکھو۔ فرمایا کہ یہ تو ''عذاب اکبر'' یعنی بڑا عذاب ہوگا جس سے چھٹکارا نہ مل سکے گا لیکن ایسے لوگوں کو آگاہ کرنے اور اپنے اعمال بد سے توبہ کر کے رجوع کرنے کے لئے دنیا میں ''عذاب ادنی'' کم درجہ کا عذاب دیا جائے گا جیسے چھوٹے بڑے نقصانات، ہر چیز میں بے برکتی، حادثات، ذلت و رسوائی، اجتماعی زندگی میں طوفان، زلزلے، بارشوں کی کمی، قحط سالی، طرح طرح کی وبائیں، بیماریاں، باہمی لڑائی جھگڑے، قتل و غارت گری، فسادات اور بدامنی یہ سب عذاب ادنی ہیں۔ یہ عذاب اس لئے آتے ہیں تاکہ ان جھٹکوں سے بری اور نافرمانی کی راہ پر چلنے والے عقل و سمجھ سے کام لیں۔ لیکن اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور مرنے سے پہلے اس سے توبہ نہ کریں تو دنیا کے ان معمولی عذابوں کے بعد وہ آخرت کے ابدی عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اپنے برے انجام سے دوچار ہوں گے۔ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور بے انصاف کون شخص ہوگا جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے آگاہی اور یاد دھانی آئی لیکن اس کے باوجود وہ اپنی روش زندگی سے باز نہیں آیا؟ فرمایا کہ ایسے ظالموں سے اللہ انتقام ضرور لے گا اور ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں شدید نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر مصیبتیں، مشکلات اللہ کی فرماں برداری اور دین کی سربلندی میں آئیں تو وہ عذاب نہیں ہوتیں بلکہ دنیا اور آخرت میں درجات کی بلندی اور آخرت میں نجات کا باعث ہیں۔ لیکن اگر اللہ کی نافرمانی اور اللہ کے احکامات سے بغاوت کی وجہ سے یہ تکلیفیں آئیں تو وہ اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ہیں۔ انبیاء کرامؑ اور ان کے راستے پر چلنے والوں کو جو مشکلات، مصائب پیش آتے ہیں وہ اللہ کی رحمت ہیں اور ان کا آخرت میں بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فسق و فجور سے محفوظ فرما کر نیکی اور تقوی کی زندگی اور آخرت کی نجات عطا فرمائے۔ آمین

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ
مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ
جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا

بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۞۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞۲۵ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۞۲۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ
الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ
اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۞۲۷ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞۲۸ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۞۲۹ فَاَعْرِضْ
عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۞۳۰ ع

الثلثۃ

ع ۳ / ۸ / ۲۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

اس (قرآن کریم) سے پہلے ہم موسیٰؑ کو وہ کتاب دے چکے ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت تھی لہٰذا آپ اس چیز (قرآن مجید) کے ملنے پر شک نہ کیجئے۔

ہم نے ان (بنی اسرائیل) میں جب تک وہ صبر سے کام لیتے رہے ایسے رہبر و رہنما بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

(اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا جس بات میں وہ (بنی اسرائیل) اختلاف کرتے رہے ہیں۔

کیا ان کی ہدایت کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوموں کو

تباہ و برباد کر دیا تھا جن کے گھروں (کھنڈرات) میں یہ چلتے پھرتے ہیں بلا شبہ ان میں بڑی نشانیاں ہیں۔

کیا پھر بھی وہ (حق بات کو) سنتے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ایک خشک (مردہ) زمین کی طرف پانی بہا کر لے جاتے ہیں۔

پھر اسی سے ہم وہ فصل اگاتے ہیں جس سے ان کے جانور اور یہ خود اس سے کھاتے ہیں۔ کیا وہ (اس میں) غور و فکر نہیں کرتے؟

وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ فیصلے (کا دن) کب ہوگا؟ (اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن (ان کافروں کو) نہ تو ان کا ایمان لانا نفع دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

(اے نبی ﷺ!) آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے۔ (اللہ کی طرف سے فیصلے کا) انتظار کیجئے۔ بے شک وہ بھی منتظر ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

مِرْيَةٌ	شک وشبہ
اَئِمَّةٌ (اِمَامٌ)	پیشوا۔ رہنما
يَفْصِلُ	وہ فیصلہ کرتا ہے۔ کردے گا
يَمْشُوْنَ	وہ چلتے ہیں
نَسُوْقُ	ہم کھینچتے ہیں۔ لے جاتے ہیں
اَلْجُرُزُ	خشک۔ مردہ

زَرْعٌ	کھیتی
اَنْعَامٌ	مویشی۔جانور
اِنْتَظِرْ	انتظار کر

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب بھی کفار عرب کے سامنے کتاب اللہ اور اس کی تعلیمات کو پیش کرتے تو وہ نہ صرف اس کی شدید مخالفت کرتے بلکہ وہ اس کا مذاق اڑاتے، جملے کستے اور حق کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیتے تھے۔

اس صورت حال سے جہاں نبی کریم ﷺ کو شدید رنج ہوتا تھا وہیں آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ بھی بشری تقاضوں کی وجہ سے سخت رنجیدہ ہو جایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کی تسلی اور اطمینان کے لئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں سے رنجیدہ اور پریشان نہ ہوں اور نہ اپنے دل میں کسی طرح کا شک و شبہ آنے دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اپنے بہت سے رسولوں کو کتاب ہدایت دے کر بھیجا ہے جس کو ماننے والے لوگ جب بھی حق و صداقت پر ڈٹ گئے اور صبر و برداشت سے کام لیا تو ان کو امت کی رہنمائی اور رہبری کے لئے پیشوائیت و امامت کا اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔

ارشاد ہے کہ کتاب اللہ کا نازل ہونا اور حق و صداقت کے راستے میں شدید تر حالات کا پیش آجانا کوئی ایسی انوکھی یا نئی بات نہیں ہے جس پر کفار باتیں بنا رہے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی توریت جیسی کتاب ہدایت عطا کی گئی تھی جس سے بنی اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کو راہ ہدایت نصیب ہوئی اور جن لوگوں نے اللہ کی کتاب اور نبی کی رسالت کو مان کر صبر و تحمل اور برداشت سے ہر خطرے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دین کو غالب کرنے کے لئے ہر طرح کی جدوجہد کی وہ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہمارا کلام ہے جو بھی اس کو مان کر اس پر عمل کرے گا اس کو دنیا اور آخرت کی عظمتیں نصیب ہوں گی

لیکن جو اس کو نہیں مانتا یا اختلاف کرتا ہے تو اس کا فیصلہ قیامت کے دن کر دیا جائے گا۔ فرمایا کہ آپ ان باتوں کی پرواہ نہ کیجئے اور پیغام حق پہنچانے میں کمی نہ کیجئے۔

فرمایا کہ ان کی ہدایت اور عبرت و نصیحت کے لئے تو گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات ہی کافی ہیں جن میں یا جن کے پاس سے یہ لوگ رات دن آتے جاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ قوم عاد اور ثمود جو دنیا کی ترقی یافتہ عظیم قومیں تھیں جنہوں نے ایک اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر اپنے سیکڑوں بت بنا لئے تھے اور ہر وہ طریقہ اپنا لیا تھا جس سے اللہ کی نافرمانی ہو تو پھر ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا جن کے کھنڈرات اللہ کے غضب اور ان قوموں کی نافرمانیوں کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ اگر وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی اپنی نافرمانیوں کو نہیں چھوڑتے تو ان کو اپنے برے انجام کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

جب کفار عرب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی غریبانہ زندگی کو دیکھتے تو اس کا بھی مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یہ اہل ایمان جس غربت اور مفلسی کی حالت میں ہیں یہ اسی طرح نہیں رہے گی بلکہ حالات بدلیں گے اور ان کو نہ صرف دنیا کی خوش حالی نصیب ہوگی بلکہ آخرت کی تمام کامیابیاں بھی ان کو عطا کی جائیں گی۔ اسی بات کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔

فرمایا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ ایک خشک، چٹیل اور مردہ زمین کو دیکھ کر بظاہر یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ یہ زمین بھی کبھی سرسبز و شاداب ہوگی مگر پانی کے ایک ہی ریلے سے زمین کا رنگ بدل جاتا ہے۔ درختوں پر شادابی آجاتی ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، سبزہ ہر طرف نظر آنے لگتا ہے اور ہر طرف ایک زندگی اور بہار نظر آنے لگتی ہے۔ ایسی ایسی چیزیں اگنا شروع ہو جاتی ہیں جو انسانوں، چوپایوں اور دوسرے جان داروں کی غذا بننا شروع ہو جاتی ہیں۔

فرمایا کہ اسی طرح دین اسلام اس کی دعوت اور صحابہ کرامؓ کی حالت بے رنگ سی نظر آتی ہے مگر جب حق و صداقت پوری طرح نکھر کر اور ابھر کر سامنے آئے گی تو ہر طرف ایمان کی روشنی سے دل جگمگا اٹھیں گے، رونقیں، بہاریں ہوں گی اور دنیا و آخرت میں سربلندیاں حاصل ہونا شروع ہو جائیں گی۔

لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ وہ فیصلے اور فتح کا دن کب آئے گا ایک بے معنی سی بات نظر آتی ہے کیونکہ جب وہ فیصلے اور فتح کا دن آئے گا تو وہ دن کفار و مشرکین کے لئے کوئی اچھا دن نہ ہوگا کیونکہ اس دن نہ تو ان کا ایمان لانا قبول کیا جائے گا اور نہ سنبھلنے کا ان کو موقع دیا جائے گا۔ انہیں تو اس دن کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لینی چاہیے کیونکہ وقت گذرنے کے بعد صرف ایک پچھتاوا ہی رہ جاتا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی فضول باتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیجئے کیونکہ اللہ نے جس فیصلے کے دن کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آکر رہے گا۔ آپ اس کا انتظار کیجئے۔ اور ان لوگوں کو اپنے خیالوں کی دنیا میں منتظر اور بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔

الحمدللہ سورۃ السجدہ کا ترجمہ وتشریح مکمل ہوا۔ اللہ ہمیں حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۱ تا ۲۲

• اتل مآ اوحی • ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۳

الاَحزاب

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الاحزاب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	33
کل رکوع	9
آیات	73
الفاظ وکلمات	1210
حروف	5909
مقام نزول	مدینہ منورہ

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے ظلم و زیادتی کے لیے کسی قوم اور ملک پر جنگ کو مسلط نہیں کیا اور اگر کبھی ضرورت ہوئی تو اپنی جنگی اور اخلاقی طاقت سے دنیا کے دلوں کو فتح کیا۔ اس کے برخلاف کفر و شرک اپنے آپ کو اتنا کمزور سمجھتے ہیں کہ وہ دوسری قوموں پر جنگ مسلط کرنے کے لیے دوسروں کو ساتھ ملا کر متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں اور ان کو اتحادی فوجیں کہتے ہیں۔ یہی صورتحال اس وقت پیش آئی جب کفار مکہ نے اسلام دشمنی پر کفر کی ساری طاقتوں کو جمع کر کے مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست کو مٹانے کے لیے چاروں طرف سے حملہ کر دیا تھا مگر اتحادی فوجوں کو سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکا اور اللہ نے اہل ایمان کی اس طرح مدد فرمائی کہ کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

الاحزاب کے معنی ہیں خندقیں، جماعتیں یعنی دین اسلام کی مخالفت اور اس کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے بت پرست کفار و مشرکین، یہودیوں اور نصاریٰ کا متحدہ محاذ۔

کفار عرب غزوہ بدر اور غزوہ احد میں بدترین شکست اور ذلت کے بعد اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے اور جذبہ انتقام میں چھوٹی چھوٹی حرکتوں پر اتر آئے تھے اور انہوں نے طے کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو اس طرح پریشان کیا جائے جس سے وہ اطمینان کا سانس نہ لے سکیں۔ چنانچہ عضل و قارہ قبیلے والوں نے نبی کریم ﷺ سے فرمائش کی کہ چند مسلمانوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے بھیجا جائے تاکہ نئے ہونے والے مسلمان ان سے دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ آپ ﷺ نے چھ صحابہ کرامؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ مگر انہوں نے غداری کی چار صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا اور دو کو مکہ مکرمہ جا کر غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔

اسی طرح بنی عامر کے سردار کی خواہش پر آپ ﷺ نے دینی تعلیم کے لیے ستر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بھیج دیا مگر انہوں نے بھی ان تمام جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کو شدید اذیتیں دے کر شہید کر دیا۔ یہاں تک کہ بنو نضیر (یہودی قبیلہ) نے تو نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازش تیار کر لی تھی جو کھل کر سامنے آ گئی تھی اور اللہ کی مدد سے آپ ﷺ ہر طرح محفوظ رہے لیکن مسلسل سازشوں اور غداریوں کی وجہ سے یہودی قبیلہ بنو نضیر کو میثاق مدینہ کی کھلی خلاف ورزیوں پر مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ خیبر کے علاقے میں جا کر آباد ہو گئے۔ یہ ان یہودیوں کی اتنی بڑی شکست تھی جس کو وہ برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے پورے جزیرۃ العرب میں ہر طرف اپنی سازشوں کے جال پھیلا دیئے کیونکہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے

جذبے نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔ وہ ایک سازش تیار کر کے مکہ مکرمہ کے سرداروں کے پاس پہنچ گئے اور ان کو اس بات پر اکسایا کہ وہ پوری طاقت وقوت سے مدینہ منورہ کی اس چھوٹی سے ریاست کو پوری طرح تباہ کر دیں تا کہ بقول ان کے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ مکہ مکرمہ کے لوگ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ وہ تنہا صحابہ کرامؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا کفار مکہ اور بنو نضیر نے بیت اللہ میں جا کر مکمل اتحاد کی قسمیں کھا کر فتح کی دعائیں کیں۔ اس کے بعد بنو نضیر کے یہ سازشی لوگ قبیلہ بنو غطفان کے پاس پہنچ گئے جو نہایت بہادر اور جنگ جو لوگ تھے ان سے کہا کہ مکہ کے لوگ اس پر تیار ہو گئے ہیں کہ ہم سب مل کر مدینہ پر حملہ کر دیں تو اتنی بڑی فوج کا مقابلہ فقر و فاقہ اور تنگ حالیوں میں زندگی گذارنے والے صحابہ کرامؓ نہ کر سکیں گے۔

جب یہودیوں نے یہ محسوس کیا کہ بنو غطفان پوری طرح تیار نہیں ہو رہے ہیں تو انہوں نے ایک زبردست لالچ یہ دیا کہ اگر بنو غطفان اس جنگ میں ہمارا ساتھ دیں گے تو اس سال خیبر میں ان کی جتنی بھی فصل ہوگی وہ ان کو دے دی جائے گی۔ بنو غطفان نے اس لالچ میں آ کر اس جنگ میں حصہ لینے کی حامی بھر لی اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی پوری طاقت وقوت سے اس جنگ میں حصہ لیں گے۔ بنو نضیر کے لوگ اسی طرح عرب کے تمام قبائل کے سرداروں سے ملے اور ان کو مسلمانوں کے خطرے سے ڈرا کر ایک متحدہ محاذ بنانے پر آمادہ کر لیا اور پروگرام یہ بنایا گیا کہ جیسے ہی قریش روانہ ہوں گے تو ہر طرف سے فوجیں روانہ ہو جائیں گی اور مدینہ منورہ کو چاروں طرف سے گھیر کر مدینہ پر چڑھائی کر دی جائے گی اور اس طرح ایک یا دو دن میں مدینہ منورہ کی ریاست کو ختم کر کے اس پر قبضہ کر لیا جائے گا۔

بنو نضیر نے تمام اتحادی فوجوں کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ وہ جیسے ہی مدینہ پر باہر سے حملہ کریں گے تو فوراً ہی یہودی قبیلہ بنو قریظہ اندر سے حملہ کر دے گا اس طرح مسلمانوں کو کہیں بھی پناہ نہ مل سکے گی۔ جیسے ہی قریش نے مکہ سے پوری تیاری کر کے مدینہ کی طرف رخ کیا تو تمام آس پاس کے قبائل ان کے ساتھ ملتے گئے اور بارہ پندرہ ہزار کا یہ اتحادی لشکر مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے نہایت فخر و غرور کے ساتھ گاتا بجاتا اور شراب کے جام لنڈھاتا مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا۔ ادھر نبی کریم ﷺ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے کفار عرب کی ایک ایک نقل و حرکت کی اطلاع مل رہی تھی اور آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ پورا عرب آپ ﷺ کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے اور اس کی فوجوں نے پیش قدمی بھی شروع کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے تمام حالات سے مطلع کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کو بلا کر عرب کے قبائل اور یہودی سازشوں کی تفصیل ارشاد فرمائی تا کہ ہر شخص ذہنی طور پر اتنے شدید حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

تین ہزار جانثاروں نے کفار کے اس حملہ کا مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا۔ مشورے کے دوران حضرت سلمان فارسیؓ

سورۃ الاحزاب میں نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت ہی سے دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں وابستہ ہیں۔

نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں ایک طریقہ یہ ہے کہ جنگ میں اپنی حفاظت کے لیے خندقیں کھود لیتے ہیں تا کہ دشمن ایک دم حملہ کر کے شدید نقصان نہ پہنچا سکے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی اس تجویز کو بہت پسند کیا اور فرمایا کہ مدینہ کے ان اطراف میں خندقیں کھودی جائیں جہاں سے کفار کے اندر آنے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ تین ہزار صحابہ کرامؓ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر اور پروگرام بنا کر خندقوں کی کھدائی شروع کر دی اور شمالی غربی رخ پر کوہ سَلَع کو پشت پر لے کر چھ دن اور چھ راتوں میں اتنی زبردست خندقیں کھود لی گئیں کہ جس سے دشمن آپ پر ایک دم حملہ نہ کر سکے۔ آپ نے ان خندقوں پر تیر انداز بٹھا دیئے تا کہ جو بھی اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کرے اس پر تیروں کی بارش کر دی جائے۔ آپ ﷺ نے بقیہ صحابہ کرامؓ کو خندق کے آس پاس متعین کر دیا صحابہ کرامؓ مورچہ بند ہونے کے بعد کفار سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔

جب کفار کی یہ اتحادی فوجیں مدینہ منورہ کے قریب پہنچیں تو خندقوں کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئیں کیونکہ وہ اس طریقہ جنگ سے ناواقف تھیں۔ بہر حال کفار کی اتحادی فوجوں نے خندق کے چاروں طرف پڑاؤ ڈال دیا اسی دوران کچھ لوگوں نے خندق کو پار کرنے کی کوشش کی مگر ان کو صحابہ کرامؓ نے تیر برسا کر پیچھے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ پھر کفار عرب نے یہ سازش تیار کی کہ کسی طرح مدینہ کے اندر رہنے والے (خاص طور پر یہودی قبیلے) مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ نبی کریم ﷺ کو جیسے ہی معلوم ہوا آپ نے صورت حال معلوم کرنے کے لیے چند صحابہ کرامؓ کو بھیجا جنہوں نے بڑی خاموشی سے آ کر بتا دیا کہ واقعی بنو قریظہ بغاوت پر آمادہ ہیں اگر چہ آپ ﷺ نے یہ تحقیقات بڑی خاموشی سے کرائی تھیں مگر کسی طرح منافقین تک یہ بات پہنچ گئی کہ ان کے بال بچوں کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ منافقین نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کے بہانے بنانا شروع کر دیئے تا کہ کسی طرح ان کو مدینہ واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔

غزوہ خندق کے موقع پر کفار کے حملے سے بھی زیادہ یہ خبر بڑی دل دہلا دینے والی تھی کہ بنو قریظہ کے گھروں کے پاس مسلمان بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقام سمجھ کر رکھا گیا تھا لیکن بنو قریظہ کی بدنیتی نے مخلص صحابہ کرامؓ کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا البتہ سچے اور مخلص اہل ایمان نے طے کر لیا تھا کہ آج ہمارا سب کچھ قربان ہو جائے مگر اسلام کی آبرو بچ جائے تو وہ ان کے بال بچوں سے زیادہ اہم ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہ عزم، حوصلہ، ولولہ اور جاں نثاری کا جذبہ اللہ کے ہاں قبول ہو گیا اور کفار کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔ اللہ نے اہل ایمان کی یہ مدد فرمائی کہ کفار کی صفوں میں زبردست پھوٹ پڑ گئی اور دوسری طرف سمندر کی جانب سے ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہوئیں ہوا کا ایک زبردست طوفان تھا جس میں سردی، کڑک، چمک اور اندھیرا تھا کہ کسی کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔

دشمنوں کے خیمے الٹ گئے، چیزیں چاروں طرف بکھر گئیں اور سردی سے وہ لوگ بے حال ہو گئے۔ کفار عرب جو یہ سوچ کر آئے تھے کہ ایک دو دن میں معاملہ ختم ہو جائے گا اور ہم کامیاب و بامراد ہو کر لوٹیں گے اتنے عرصہ کے محاصرے اور موسم کی شدت اور آپس کی پھوٹ نے ان میں ایک ایسی افراتفری پھیلا دی کہ وہ دل برداشتہ ہو کر راتوں رات میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ صبح دیکھا تو پورا میدان دشمنوں سے خالی تھا۔ مسلمانوں میں کفار کی اس پسپائی اور شکست سے خوشی کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اب قریش تم پر کبھی چڑھائی نہ کر سکیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ کو اطمینان ہو گیا کہ ''اتحادی فوجیں'' میدان چھوڑ کر بھاگ چکی ہیں تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ واپس جانے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ کفار کی اتنی زبردست شکست اور ذلت تھی اور مسلمانوں کی وہ عظیم فتح تھی جس کے بعد مسلمانوں کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے اور پھر دنیا کی سپر پاورز (Super Powers) بھی ان کا راستہ نہ روک سکیں بلکہ صرف اسلام اور مسلمان ہی ساری دنیا کے حکمران بن گئے۔

یہ مسلمانوں کے لیے زبردست خوشی کا موقع بھی تھا مگر ان کی زبانوں پر سوائے شکر کے جذبات کے اور دوسرے الفاظ نہ تھے۔ کفار اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار ناچ گانے اور فضول ہنگاموں سے کرتے ہیں لیکن اہل ایمان ان باتوں کو خلاف اسلام اور ناجائز حرکت سمجھ کر کبھی اس طرف قدم نہیں بڑھاتے۔ ہم کیسے بدقسمت دور میں ہیں کہ جہاں ہمارے مسلمان بھائی اپنی خوشی و مسرت کا اظہار کفار کے طریقوں کو اپنا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان جہالتوں اور فضول حرکتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

غزوہ خندق کی صعوبتوں اور شدید پریشانیوں سے تھکے ماندے مسلمان جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو حضرت جبرئیل امین نے نبی کریم ﷺ سے آ کر کہا کہ ابھی ہتھیار نہ کھولے جائیں کیونکہ بنو قریظہ کی غداریوں سے نبٹنے کا مسئلہ درپیش ہے ان سے اسی وقت نبٹ لیا جائے چنانچہ آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ کوئی شخص اس وقت تک عصر کی نماز نہ پڑھے جب تک وہ بنو قریظہ کے قبیلے تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ نے اپنے ہتھیار رکھولے بغیر اور عصر کی نماز کے وقت اچانک بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ قلعہ بند ہو کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن صحابہ کرامؓ کے عزم و ہمت کو دیکھ کر وہ ڈر گئے۔ تین ہفتے کے شدید گھیراؤ کے بعد بنو قریظہ سمجھ گئے کہ وہ اہل ایمان کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ بوکھلا اٹھے اور اس شرط پر صلح پر آمادہ ہو گئے کہ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد ابن معاذؓ ان کے حق میں جو فیصلہ کریں گے وہ اس کو مان لیں گے۔ حضرت سعدؓ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کی تمام جائیدادیں وغیرہ

مسلمانوں میں تقسیم کردی جائیں۔ اس فیصلے پر اسی وقت عمل ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ، تمام عرب قبائل اور سازشی یہودیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور جزیرۃ العرب سے ان کا زور ہمیشہ کے لیے توڑ دیا گیا۔

یہ تو جنگی حالات تھے جن میں اہل ایمان نے زبردست فتح و نصرت حاصل کر لی تھی لیکن مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی اصلاح کا کام بھی جاری تھا۔ عرب معاشرہ میں سب سے کم تر حیثیت غلاموں کی تھی جن کے نہ تو انسانی حقوق تھے اور نہ ان کو زندگی کی سہولتیں حاصل تھیں۔ غلام اور آقا کا فرق اتنا زبردست تھا کہ کوئی آزاد قبیلہ اپنی بیٹی کسی غلام یا آزاد کردہ غلام کو دینے کے لیے تیار نہ ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس چھوٹے بڑے اور آقا و غلام کے فرق کو مٹانے کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہؓ سے کرنا چاہا تو اس سے پورے بنو قریش میں ایک ہنگامہ مچ گیا کیونکہ وہ اس کے لیے قطعاً تیار نہ تھے کہ کسی آزاد کردہ غلام کا نکاح بنو قریش جیسے معزز خاندان کی کسی لڑکی سے کر دیا جائے۔ مگر اللہ و رسول کا حکم آنے کے بعد کسی نے اس حکم سے سرتابی نہیں کی اور حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت زید ابن حارثہؓ سے کر دیا گیا۔ مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہو گئے جھگڑے بڑھتے بڑھتے طلاق تک نوبت پہنچ گئی اور ایک دن انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔

طلاق کا یہ واقعہ نکاح سے بھی زیادہ ہیبت ناک بن گیا اور قریش اس کو اپنی توہین سمجھنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے اس رنج و غم اور افسوس سے نکالنے کے لیے اللہ کے حکم سے عدت گذرنے کے بعد حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تاکہ قریش جس بات کو اپنی توہین سمجھ رہے تھے وہ اس نکاح کے ذریعہ دور ہو جائے۔ لیکن منافقین اور کفار کو ایک اور پروپیگنڈے کا موقع مل گیا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور اس دور کے دستور کے مطابق متبنیٰ یعنی بنایا ہوا بیٹا سگے بیٹوں کی طرح ہوتا تھا جو وراثت تک میں شریک سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی یعنی اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ کی طرف سے صاف صاف حکم آ گیا کہ سگا اور حقیقی بیٹا صرف وہی ہوتا ہے جو انسان کے صُلب یعنی پیٹھ سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی کو بیٹا بنا لیا جائے تو وہ حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ اس طرح اللہ نے آقا و غلام ہی کا فرق نہیں مٹایا بلکہ کفار کی اس بری رسم کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا کہ بنایا ہوا بیٹا حقیقی بیٹا ہوتا ہے۔

(۱) مدینہ منورہ پر اتحادی فوجوں کا حملہ۔

(۲) بنو قریظہ کو ان کی غداری پر سخت سزا۔

(۳) اور حضرت زینبؓ سے نبی کریم ﷺ کا نکاح۔

یہی تینوں اہم مسائل تھے جن کو سورۃ الاحزاب میں تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ان کے علاوہ چند اور ضروری مسائل کو بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً

☆ اسی دوران پردے کے احکامات کو نازل کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ عورتیں بغیر کسی شدید ضرورت کے گھروں سے باہر نہ نکلیں اور جب نکلیں تو اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپ کر نکلیں۔

☆ اگر کسی کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو وہ پردے کے پیچھے سے پوچھے۔اس حکم کے آنے کے بعد امہات المومنین نے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا لیے۔چونکہ امہات المومنین کی زندگی بھی ایک بے مثال نمونہ عمل تھی اس لیے تمام اہل ایمان کی خواتین نے اپنے گھروں پر پردے ڈال لیے اور جب وہ باہر نکلتیں تو اپنے آپ کو اس طرح ڈھانپ کر نکلتی تھیں کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نمایاں یا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو امت کی مائیں قرار دے کر ان کے ادب واحترام کا حکم دیا جس سے ان کی عزت وسر بلندی میں چار چاند لگ گئے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں حضور اکرم ﷺ کی شان وعظمت، آپ کی خدمت میں حاضری کے اوقات اور بات کرنے کے آداب بیان فرمائے۔

☆ مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجیں تا کہ ان کی دنیا اور آخرت سنور جائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے درود وسلام بھیجنے کا طریقہ بھی متعین فرما دیا اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کی آخری رکعت میں بیٹھ کر سلام اور درود شریف پڑھا جائے۔البتہ اگر نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری نصیب ہو تو کھڑے ہو کر سلام پڑھا جائے۔گویا جہاں جیسا حکم ہے اس پر اسی طرح عمل کیا جائے اپنی طرف سے کوئی طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ان تمام مذکورہ مسائل کی تفصیل انشاء اللہ سورۃ الاحزاب کی تشریح میں بیان کی جائے گی۔اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت واطاعت کا عظیم جذبہ عطا فرمائے اور ہمیں امہات المومنین اور صحابہ کرام جیسی پاکیزہ اور کامیاب زندگی نصیب فرمائے۔(آمین)

سورۃ الاحزاب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الۡكٰفِرِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۙ‏ ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ۙ‏ ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا‏ ﴿۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

اے نبی ﷺ! آپ اللہ سے ڈرتے رہیے۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو وحی کی جاتی ہے آپ اس کا اتباع کیجئے۔ بے شک آپ جو بھی کرتے ہیں اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔ اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے۔ اور اللہ ہی کام بنانے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اِتَّقِ	تو ڈر۔ تقویٰ اختیار کر
لَا تُطِعۡ	پیچھے نہ چل۔ اطاعت نہ کر
اِتَّبِعۡ	تو پیروی کر۔ کہنا مان
يُوۡحٰى	وحی کی گئی
تَوَكَّلۡ	بھروسہ کر۔ توکل کر
وَكِيۡلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

حضرت آدم علیہ السلام سے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں وہ سب کے سب معصوم ہیں۔ وہ اللہ کی نگرانی میں ہوتے ہیں نہ تو وہ گناہ کرتے ہیں نہ ان سے گناہ کا ارتکاب ممکن ہے بلکہ ان کی طرف گناہ کی نسبت کرنا بھی گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اور اس کا ایک ایک لمحہ گواہ ہے کہ آپ نے تقویٰ اور خوف الٰہی کے ساتھ زندگی گذاری ہے۔ لیکن پھر بھی ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صرف اللہ سے ڈریئے اور کفار و مشرکین کی کوئی بات نہ مانئے جو کچھ اللہ کے احکامات آپ پر وحی کئے جارہے ہیں ان کی اتباع کیجئے۔ اسی ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ کیجئے جو ہر طرح باخبر ہے اور سب کا مشکل کشا ہے۔ اس حکم کا ظاہری مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے واسطے سے قیامت تک آنے والی امت کے ہر فرد کو بتایا جارہا ہے کہ

(۱) اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرا جائے نہ دبا جائے کیونکہ ایک اللہ سے ڈرنا ہی انسانی زندگی کی کامیاب بنیاد ہے۔

(۲) دوسری بات یہ فرمائی کہ کافروں اور منافقوں کی کسی بات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ہر کام میں ان کی بدنیتی اور سازش شامل ہوتی ہے لہٰذا ان کی ہر حرکت سے ہوشیار رہ کر ان کی کسی بات کی اتباع اور پیروی نہ کی جائے۔ نہ ان کے مشوروں پر عمل کیا جائے۔ نہ مشوروں میں شامل کیا جائے۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ جتنے احکامات عطا فرمائے ہیں ان کی ہر حال میں پیروی کی جائے تاکہ ہر ایک کی دنیا اور آخرت سدھر سکے۔

(۴) چوتھی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ہر ایک کو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور توکل کرنا چاہیے کیونکہ صرف ایک اللہ کی ذات ہی قابل اعتماد ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ فرمائی کہ انسان کے بگڑے ہوئے کاموں کو بنانے والا مشکل کشا صرف اللہ ہے اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔

ان باتوں سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کفار، مشرکین اور منافقین سے رواداری تو برتی جائے لیکن ان کو اپنے کاموں اور مشوروں میں شریک نہ کیا جائے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے وہ شرارت سے کوئی ایسی تجویز پیش کردیں جس سے مسلمانوں کی زندگی تباہی کے کنارے تک پہنچ جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے جب بھی کفار و مشرکین کو اپنا مخلص سمجھ کر ان کو اپنے معاملات میں شریک کیا ہے انہوں نے غلط مشورے دے کر ملت کا شیرازہ بکھیرنے میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔ یہ کفار و مشرکین اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے خیر خواہ بن کر آتے ہیں۔ جس طرح شیطان ایک مخلص دوست کی شکل میں آیا اور اس نے حضرت آدمؑ و حواؑ کو

غلط مشورہ دے کر جنت سے نکلوادیا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے کہ سلطنت عثمانیہ جو ایک عظیم سپر پاور تھی۔ اس سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے کفار و منافقین نے انسانیت، محبت اور خلوص کا بھیس بدل کر پوری سلطنت کو غلط راستے پر لگا دیا تھا۔ لارنس آف عربیہ نے تو بائیس سال تک مسلمانوں کے بھیس میں سلطنت عثمانیہ کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا کفار و منافقین کو اہم اور بنیادی مشوروں میں قریب نہ آنے دیا جائے نہ ان کی کسی بات کو تسلیم کیا جائے۔ یہی خیر اور سلامتی کا راستہ ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ أَخْطَأْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۵

اللہ نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ تمہاری وہ بیویاں جنہیں تم ماں کہہ بیٹھتے ہو (وہ تمہارے کہنے سے) تمہاری مائیں نہیں بن جایا کرتیں۔ اور اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو (سچ مچ) تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا یہ تو صرف تمہارے منہ سے کہی جانے والی باتیں ہیں۔ اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپ کی طرف سے منسوب کر کے پکارو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک سب سے بہتر ہے۔ پھر اگر تم ان کے باپ دادا کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے جو بات بھول چوک میں ہو جائے اس پر گناہ نہیں ہے البتہ وہ بات جو تم دل کے ارادے سے کرتے ہو (اس پر گرفت ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۵

مَا جَعَلَ	اس نے نہیں بنایا
رَجُلٌ	مرد
جَوْفٌ	سینہ
اَلّٰئِیْ	وہ عورتیں
تُظٰهِرُوْنَ	تم ظہار کرتے ہو (بیوی کو ماں کہہ دیتے ہو)
اَدْعِيَآءُ	پکارنا
اَفْوَاهٌ (فُوْهٌ)	منہ۔چہرے
اُدْعُوْا	تم پکارو
اَقْسَطُ	بہترین انصاف۔پورا انصاف
مَوَالِيٌّ (مَوْلٰى)	ساتھی۔دوست
تَعَمَّدَتْ	تونے ارادے سے کیا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۵

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ معاشرہ میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو زبان سے کہی جاتی ہیں لیکن آنے والے لوگ زبان سے کہی گئی باتوں کو حقیقت کا روپ دیدیتے ہیں حالانکہ ان باتوں کی حیثیت کوئی نہیں ہوتی جیسے عربوں میں مشہور تھا کہ جو آدمی عقل منداور سمجھ دار ہوتا ہے اس کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں یا جس نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تیری پیٹھ میرے لئے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے تو وہ ماں سے تشبیہ دینے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اب اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے یا بعض لوگ کسی کو اپنا بیٹا بنالیا کرتے تھے اور اس کے وہی حقوق ہوجاتے تھے جو سگی اور حقیقی اولاد کے حقوق ہیں فرمایا کہ یہ زبانی کلامی باتیں ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

فرمایا کہ جس طرح کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، بیوی کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی کیونکہ ماں تو اسی کو کہتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کسی دوسرے کے بیٹے کو یا بیٹی کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنالیا ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ محبت اور پیار کے رشتے ہو سکتے ہیں لیکن کبھی حقیقی رشتے نہیں بن سکتے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ آپ کو ان سے ایسی محبت تھی کہ لوگ ان کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی اس کے بعد سے لوگوں نے ان کو زیدؓ ابن حارثہ ہی کہنا شروع کر دیا تھا۔

ان آیات کے سلسلہ میں دو باتیں عرض ہیں تا کہ بات واضح ہو جائے۔

(۱) نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زید ابن حارثہ کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ جب وہ جوان ہو گئے تو آپ نے دنیا سے آقا اور غلام کے فرق کو مٹانے اور قریش کی شدید مخالفت کے باوجود اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس سے پورے عرب معاشرہ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا کیونکہ عربوں میں ایسی کوئی روایت موجود نہیں تھی کہ غلاموں یا آزاد کئے ہوئے غلاموں سے شریف اور باعزت کہے جانے والے خاندانوں کے لڑکے یا لڑکیوں کا نکاح کر دیا جائے۔ مگر آپ نے اس کی پرواہ نہیں کی۔ اور اس انسانی فرق کو مٹانے کے لئے آپ نے اپنے گھر سے ابتداء کی۔ یہ اور بات ہے کہ حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں ذہنی ہم آہنگی نہ ہو سکی اور حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ طلاق کا واقعہ اس سے بھی زیادہ افسوس ناک تھا۔ ان حالات میں جب کہ پورا خاندان ایک شرمندگی محسوس کر رہا تھا آپ نے اللہ کے حکم سے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمالیا۔ جیسے ہی آپ نے نکاح فرمایا تو عرب معاشرہ میں چاروں طرف ایک شور مچ گیا اور مشرکین اور منافقین کو زبردست پروپیگنڈے کا موقع مل گیا۔ کہنے لگے کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہہ دینے یا بنا لینے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ لہٰذا اگر نبی کریم ﷺ نے بنو قریش کو شدید صدمے سے نکالنے کے لئے حضرت زینب سے نکاح کر لیا ہے تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

(۲) فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ کسی کو پیار سے بیٹا یا بیٹی کہنے میں حرج نہیں ہے۔ لیکن جب کہ یہ بات اسی حد تک رہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کوئی اگر کسی کو بیٹا یا بیٹی بنا لے تو اس سے وہ حقیقی اولاد کی طرح نہیں بن جاتے۔ نبی کریم ﷺ نے تو اس سے بھی سخت منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو اپنا باپ کہے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

ع ۱-۶

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ
اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى
بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ
تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

ترجمہ: آیت نمبر ۶

بے شک نبی (ﷺ) تو اہل ایمان کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور ان کی بیویاں ان کی (یعنی امت کی) مائیں ہیں۔ اللہ کی کتاب میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ مومنین اور مہاجرین کے مقابلے میں آپس میں رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ البتہ اگر تم اپنے (مخلص) دوستوں کے ساتھ کچھ حسن سلوک کرنا چاہتے ہو تو قاعدے طریقے سے جائز ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶

اَوْلٰی	خیر خواہ۔ ہمدرد۔ تعلق رکھنے والے
اَنْفُسٌ (نَفْسٌ)	جانیں
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے۔ بیویاں
اُمَّهٰتٌ (اُمٌّ)	مائیں
اُولُو الْاَرْحَامِ	رشتہ دار
اَنْ تَفْعَلُوْۤا	یہ کہ تم کرو
اَوْلِيَآءُ (وَلِيٌّ)	دوست۔ مخلص ساتھی
مَعْرُوْفٌ	قاعدہ۔ دستور
مَسْطُوْرٌ	لکھ دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۶

ہر ایک نبی اور رسول اپنی امت کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد ہوتا ہے۔ وہ بغیر کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے ہر وقت ان کو اس بات کی نصیحت کرتا ہے کہ وہ جہنم کا راستہ چھوڑ کر جنت کے راستے پر آ جائیں۔ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ ہی کے احکامات کی پابندی کریں۔ اس سچی بات کہنے کی وجہ سے وہ اپنوں میں غیر سے بن جاتے ہیں اور پورا معاشرہ ان کی دشمنی پر اتر آتا ہے۔ اس کے لئے نبی اور رسول کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ وہ ان اذیتوں اور تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں اور ان کی خیر خواہی اور بھلائی کی دعائیں کرتے ہیں۔ جب بات حد سے گذر جاتی ہے تو کبھی کبھی انبیاء کرامؑ اللہ کی بارگاہ میں بددعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو وہ قوم صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔

تمام نبیوں اور رسولوں کے آخری نبی اور رسول سرور انبیاء سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر اپنی امت کا خیر خواہ، ہمدرد، شفیق و مہربان اور کون ہو سکتا ہے؟ انسان کی جان اور اس کی قوتیں، محبت کرنے والے ماں اور باپ اور رشتہ دار انسان سے اتنی محبت نہیں کرتے جس قدر نبی کریم ﷺ اپنی امت کے ایک ایک فرد کے لئے بے چین رہتے ہیں اور دعائیں فرماتے ہیں۔ آپ کی سیرت پاک اس بات کی گواہ ہے کہ آپ نے اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے سچے اصولوں پر امت کو لانے کے لئے دن رات جدوجہد کی۔ اس راستے میں اپنی جان کو گھلا ڈالا اور کفار و مشرکین اور منافقین کی طرف سے سخت اذیتیں دیئے جانے کے باوجود آپ نے کبھی بددعا نہیں فرمائی بلکہ امت کی ہدایت کے لئے تیر کھانا گوارا کئے۔ وطن سے بے وطن ہو گئے۔ فقر و فاقہ کی پریشانیوں کو برداشت کیا، سر سے کفن باندھ کر میدان جہاد میں کود نا پڑا اور آخر کار وہ وقت آ گیا کہ سارا جزیرۃ العرب کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک ہو گیا۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ لوگو! تمہارے اپنے نفس، تمہاری جانیں تمہارے اپنے رشتہ دار اتنے خیر خواہ، ہمدرد اور مہربان نہ ہوں گے جتنے شفیق و مہربان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ ہماری جان اور ہمارے نفس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں تو آپ کا حق بھی سب سے زیادہ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا حق آپ سے ایسی محبت کرنا ہے کہ پھر کائنات میں اللہ کے بعد کسی دوسرے سے ایسی محبت نہ کی جائے۔ اطاعت و فرماں برداری، عزت و احترام اور آپ کی شان پر مر مٹنے کا وہ عظیم جذبہ موجزن ہو جس کے سامنے تمام جذبے ماند پڑ جائیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

کوئی ایسا مومن نہیں ہے جس کے لئے میں دنیا و آخرت میں سارے انسانوں سے زیادہ اولی و اقرب نہ ہوں۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنا چاہتے ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہر مومن پر ساری دنیا سے زیادہ شفیق و مہربان ہوں جس کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ پھر ایک مومن بھی اگر سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہو تو وہ نبی مکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہی کرے۔

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کئے ہیں ان کی بے مثال اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی ازواج (امہات المومنین) کا بے انتہا ادب و احترام کیا جائے کیونکہ وہ امت کے لئے ان کی دینی مائیں ہیں۔ اگر کوئی شخص بدقسمتی سے امت کی ان ماؤں کا احترام نہیں کرتا اور ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو پھر محبت رسول کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوگا کیونکہ نبی سے محبت کا دعویٰ اور جن سے آپ ﷺ محبت کرتے تھے ان سے نفرت کا اظہار اور ان کی شان میں گستاخی نہ صرف قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کو سخت اذیت اور تکلیف پہنچانے کا سبب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس گستاخی اور بے ادبی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

ان آیات میں دوسری بات میثاق مدینہ اور مواخات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی گئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تھا جس کو مواخات کہا جاتا ہے۔

چونکہ میراث کے احکامات اس وقت تک نازل نہ ہوئے تھے تو انصارؓ نے مہاجرینؓ کو اپنے حقیقی بھائی کا درجہ دے کر ان کو اپنی میراث میں شامل کر لیا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ایک دوسرے کی میراث اور ترکہ کی تقسیم اخوت و بھائی چارے کی بنیاد پر نہیں بلکہ رشتہ داری کی بنیاد پر ہوگی۔ رشتہ میں جو جتنا قریب ہوگا اس کا اتنا ہی زیادہ حق ہوگا۔ البتہ اگر مرنے والا اپنے ترکہ میں سے کچھ حصہ اپنے کسی مخلص دوست یا رشتہ دار وغیرہ کو دینا چاہتا ہے تو کل ترکہ میں سے (قرض وغیرہ ادا کرنے کے بعد) ایک تہائی مال 1/3 تک کی وصیت کر سکتا ہے۔ لیکن یہ وصیت ان کے لئے نہیں کی جا سکتی جو شرعی وارث ہیں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ
وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ﴿۷﴾
لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۸

(اے نبی ﷺ) یاد کیجئے جب ہم نے تمام نبیوں سے، آپ سے، اور نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ

اور عیسیٰؑ ابن مریم سے پختہ عہد لیا تھا تا کہ وہ ان سچے لوگوں سے سچائی کے بارے میں پوچھے۔اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۸

مِیْثَاقٌ	معاہدہ۔عہد
غَلِیْظٌ	سخت۔پکا
لِیَسْئَلَ	تا کہ وہ پوچھے۔سوال کرے
صِدْقٌ	سچائی
اَعَدَّ	اس نے تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۸

میثاق، عہد، معاہدہ تمام لوگوں سے اور خاص طور پر انبیاء کرامؑ سے بھی لیا گیا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود بھی اللہ سے کئے ہوئے عہد و میثاق کو پورا کریں اور دوسروں کو بھی سچائی پر لانے کی بھرپور جدوجہد اور کوشش کریں۔اور اللہ نے جو بھی حکم دیا ہو اس پر بغیر کسی جھجک اور شرم کے عمل کریں کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کی کوششوں اور عمل سے متعلق سوال فرمائیں گے۔ سچے لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور جو لوگ جھوٹ اور باطل پر جمے رہیں گے ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان آیات کی مزید وضاحت سے پہلے ان آیات کے پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور ذرندگی سے آزادی دلائی جائے۔اس دور میں بھیڑ بکریوں کی منڈی کی طرح انسانی خرید و فروخت کی منڈیاں بھی لگتی تھیں جن میں غلام مردوں اور غلام عورتوں (باندیوں اور لونڈیوں) کو بیچا اور خریدا جاتا تھا۔غلام بنانے کے بعد اس کے مالک اور آقا کو اس بات کا مکمل حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ اپنے خریدے ہوئے غلام اور لونڈی کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔اگر ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا، مارا پیٹا جاتا، ظلم کیا جاتا یا بھوکا رکھا جاتا تو اس معاملے میں کسی دوسرے کو بولنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔اس طرح ایک غلام اور جانور میں کوئی فرق نہ تھا۔نبی کریم ﷺ نے نہ صرف غلاموں کے انسانی حقوق بحال کرائے بلکہ ان کو بھی عام انسانوں کی طرح حسن سلوک کا

مستحق قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے غلاموں کو آزادی دلانے اور ظالموں سے ان کی گردنیں چھڑانے کو جہنم سے نجات اور عبادت کا درجہ عطا فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں نے ہزاروں غلاموں کو خرید کر آزادی کی نعمت سے ہم کنار کیا۔ روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ کے حصے میں مختلف اوقات میں سوا دو سو غلام آئے مگر آپ نے ان کو اسی وقت آزاد کر دیا اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا جس پر صحابہ کرامؓ نے پوری طرح عمل کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ ابن حارثہ کو آزاد کر دیا تھا آپ ان سے ایسی محبت فرماتے تھے کہ لوگ ان کو زید ابن محمد ﷺ کہا کرتے تھے۔ اس دور میں ایسے لڑکے جن کو بیٹا بنا لیا جاتا تھا جس کو لے پالک کہتے ہیں تو اس کا درجہ حقیقی اور سگے بیٹوں کی طرح ہوتا تھا جس کو وراثت تک میں شریک کیا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے حسن عمل سے ساری دنیا کو بتا دینا چاہتے تھے کہ غلام بھی انسان ہی ہیں ان کے ساتھ انسانی سلوک کرنا ضروری ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا سے غلامی کا رواج کبھی ختم نہ ہوتا۔ آپ نے غلامی اور آقائی ہر طرح کے فرق کو مٹانے کے لئے ایک اور مثال قائم فرمائی اور وہ یہ تھی کہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ سے نکاح پر رضامند کر لیا۔ جب بنو قریش جیسے معزز قبیلے کی ایک لڑکی کا نکاح آزاد کردہ غلام سے کیا گیا تو سارے عرب قبائل میں ایک ہلچل مچ گئی کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایک بھی مثال موجود نہ تھی کہ ایک شریف گھرانے کی آزاد لڑکی سے کسی غلام یا غلام زادے کا نکاح ہو جائے۔ مگر آپ نے کفار و مشرکین کی تنقید کے باوجود اس فرق کو مٹا کر چھوڑا۔ اس کے بعد حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی اس وجہ سے شدید اختلافات ہو گئے اور آخر کار دونوں میں طلاق ہو گئی۔

ایک آزاد کردہ غلام سے ایک آزاد لڑکی کا نکاح تو پورے خاندان کے لئے صدمہ کا سبب تھا مگر طلاق کے اس واقعہ نے تو پورے بنو قریش کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس صدمے اور رنج و غم سے کیسے باہر نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیں تا کہ سارا خاندان جو رنج و غم میں ڈوبا ہوا ہے وہ خوش ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ اس معاملے میں ایک جھجک محسوس فرما رہے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر لیا جو اس دور کے رواج کے مطابق آپ کی بہو تھی (یعنی بیٹے کی بیوی) لیکن اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ دنیا سے اس رواج کو بھی ختم کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا سگے اور حقیقی بیٹیوں کی طرح ہوتا ہے۔ آپ نے اللہ کے حکم سے حضرت زینب کی عدت گذرنے کے بعد ان سے نکاح فرما لیا۔ اس واقعہ نے رسم و رواج میں بندھے ہوئے لوگوں کو شور مچانے کا ایک اور موقع دے دیا۔ انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا کہ یہ کیسے نبی ہیں جنہوں نے اپنے منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس موقع پر یہ زیر مطالعہ آیات نازل کی گئیں جن میں نبی کریم ﷺ کو ان کے منصب اور مقام کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کے نفاذ میں کسی طرح کی جھجک محسوس نہ فرمائیں کیونکہ کفار و مشرکین اور منافقین تو اسی طرح شور مچاتے رہیں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے گذرے ہوئے عزم و ہمت کے پیکر پیغمبروں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ،

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم سے یہ عہد لیا تھا کہ آپ کو اللہ نے جس نبوت کے عظیم مقام سے نوازا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ خود بھی اللہ کی طرف سے کی گئی وحی کی پابندی فرمائیں اور دوسروں کو بھی اسی طرف لانے کی بھرپور جدوجہد اور کوشش فرمائیں۔ اور آپ کو جو احکامات دیئے گئے ہیں ان کو اپنی ذات اور پورے معاشرہ پر نافذ کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔ کل قیامت کے دن اس عہد و معاہدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا تاکہ وہ لوگ جو سچائی پر ثابت قدم رہے ان کو انعام و اکرام سے نوازا جائے اور وہ لوگ جو زندگی بھر اس سچائی سے منہ موڑ کر چلتے اور دین کی سچائیوں کا انکار کرتے رہے ہیں ان کو سخت سے سخت سزا دی جاسکے۔

اس عہد و میثاق کے متعلق حضرت قتادہؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس معاہدہ میں یہ بھی شامل تھا کہ تمام انبیاء کرامؑ اس بات کا اعلان کرتے رہیں کہ (۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور (۲) لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ یعنی ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرًا ۚ ۹ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ
زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ
الظُّنُوْنَا ۱۰ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۱۱
وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ
يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۳

اے ایمان والو! اپنے اوپر اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم

نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آتے تھے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھنے والا ہے۔ اور پھر جب وہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے (لشکر لے کر) چڑھ دوڑے تھے اور جب تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں اہل ایمان کو آزمایا گیا اور (حالات کی شدت میں) زبردست انداز سے ہلا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اور جب منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے تھے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدے کئے تھے وہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہ تھا۔ اور (یاد کرو) جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے کوئی جگہ (ٹھکانا) نہیں ہے۔ تم سب لوٹ چلو اور ایک گروہ نے اجازت مانگنا شروع کر دی تھی اور کہنے لگے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہ تھے بلکہ وہ صرف (میدان جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۳

جُنُوْدٌ (جُنْدٌ)	لشکر۔ بہت سے لشکر
رِيْحٌ	ہوا۔ آندھی
لَمْ تَرَوْا	تم نے نہیں دیکھا
فَوْقٌ	اوپر
زَاغَتْ	کھلی رہ گئی
اَلْحَنَاجِرُ	کلیجہ
هُنَالِكَ	اسی جگہ
غُرُوْرٌ	دھوکا۔ فریب
اِرْجِعُوْا	تم لوٹ جاؤ

یَسْتَأْذِنُ	وہ اجازت چاہتا ہے
عَوْرَةٌ	غیر محفوظ
فِرَارٌ	بھاگنا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۳

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے آباد تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر۔ مدینہ منورہ میں بسنے والے تمام قبیلوں سے آپ ﷺ نے امن وسلامتی قائم رکھنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے ایک معاہدہ کیا تھا جس میں ایک شرط یہ بھی مقرر کی گئی تھی کہ وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور اگر ان پر باہر سے حملہ کیا جائے گا تو سب مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد بنو نضیر نے بدعہدی کی اور نبی کریم ﷺ کو قتل تک کرنے کی سازش کر ڈالی۔ پوری تحقیق کر لینے کے بعد آپ نے بنو نضیر کو دس دن کی مہلت دے کر فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل جائیں اور جہاں چاہیں جا کر آباد ہو جائیں۔ دس دن کی مہلت گذرنے کے بعد آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ آکر یہودی نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ تین آدمی ایک اونٹ پر جتنا سامان لاد کر لے جا سکتے ہوں لے جائیں بقیہ سب کچھ چھوڑ کر مضافات مدینہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ یہودیوں کا یہ قبیلہ خیبر میں جا کر آباد ہو گیا۔ بنو نضیر چپ بیٹھنے والے نہ تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو مٹانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو نضیر اور قبیلہ ابو وائل کے تقریباً بیس آدمی مکہ مکرمہ پہنچے اور انہوں نے قریشیوں سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ورنہ جس طرح آج بنو نضیر نکال دیئے گئے ہیں تمام لوگوں کا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا۔ قریش تو جنگ بدر اور جنگ احد میں بری طرح شکست کھا کر انتقام کی آگ میں جل رہے تھے وہ تیار ہو گئے۔ ان بیس آدمیوں اور قریشیوں نے مسجد حرام میں جا کر بیت اللہ کی دیواروں سے اپنے سینے لگا کر یہ عہد کیا کہ جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے وہ (حضرت) محمد (ﷺ) کے خلاف جنگ کرتا رہے گا۔ بنو نضیر کے یہودی اس کوشش میں کامیاب ہونے کے بعد ایک زبردست جنگ جو قبیلہ بنو غطفان کے عیینہ ابن حصین کے پاس پہنچے انہوں نے اپنے اور قریشیوں کے درمیان ہونے والے معاہدہ کی تفصیل بتائی اور بنو غطفان کو اس جنگ میں شریک کرنے کے لئے اس بات کا لالچ بھی دے دیا کہ اگر وہ اس جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے تو اس سال ان کے ہاں جتنی بھی کھجوریں پیدا ہوں گی وہ ان کو دے دی جائیں گی۔ سردار قبیلہ نے ان کی اس شرط کو مان کر ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ قریشیوں اور بنو غطفان کی حمایت کے بعد انہوں نے عرب کے تمام قبائل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ اتحادی فوجیں (Collation) اپنی پوری طاقت وقوت کے ساتھ مدینہ کے چاروں طرف سے زبردست حملہ کریں گی اور غربت وافلاس کی زندگی

گذارنے والے مسلمانوں کو پوری طرح تباہ و برباد کر کے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالیں گی۔ بنو نضیر نے مدینہ کے یہودی قبیلے بنو قریظہ کو بھی اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی تا کہ اندر اور باہر سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ کفار کی زبردست جنگی تیاریوں کی اطلاع مل رہی تھی۔ آپ نے اس تمام صورتحال سے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ کو آگاہ کر دیا۔ آپ نے حسب عادت صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس صورتحال کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے نہایت ادب واحترام سے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے ملک فارس میں خندقیں کھود کر پہلے اپنی حفاظت کی جاتی ہے اور پھر دشمن کا مقابلہ کیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور طے کیا کہ مدینہ منورہ کے اطراف میں خندق کھودی جائے جہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے شیخین سے جبل سلع تک جو کہ تقریباً ساڑھے تین میل کا علاقہ بنتا ہے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے مہاجرین و انصار کو دس دس آدمیوں کی جماعت میں تقسیم کر کے ہر دس آدمیوں کو چالیس چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تمام صحابہ کرامؓ اور خود نبی کریم ﷺ نے پیٹ سے پتھر باندھ کر نہایت فقر و فاقہ کی حالت کے باوجود صرف چھ دن میں ساڑھے تین میل لمبی اور پانچ پانچ فٹ گہرائی اور مناسب چوڑائی کے ساتھ اس خندق کو مکمل فرمایا۔ خندق کی چوڑائی اور گہرائی اتنی زیادہ تھی کہ دشمن اس کو پار نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے خندق کے آس پاس تیر اندازوں کو بٹھا دیا تا کہ جو بھی اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کرے اس کو تیروں سے چھلنی کر دیا جائے۔ آپ نے اندرونی طور پر بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو بنو قریظہ کی بستیوں کے قریب ٹھہرا دیا کیونکہ بظاہر یہ جگہ عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کے لئے محفوظ تھی۔

ادھر پورا عرب ان نہتے اور کمزور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے پر جوش طریقے پر تیاریوں میں لگ گیا تھا۔ قریشیوں نے چار ہزار لڑاکا جوان، تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اس جنگ کے لئے تیار کر لئے۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ سے اپنی پوری تیاریوں کے ساتھ نکلا تو راستے میں بنو غطفان اور دوسرے قبیلے بھی اس لشکر میں شامل ہوتے چلے گئے۔ بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد پندرہ ہزار تک جا پہنچی تھی۔ ادھر مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جس میں بہت سے منافق بھی شامل ہو گئے تھے۔ جب آپ نے کفار کی تیاریوں اور لشکروں کی روانگی کا حال سنا تو آپ نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيل یعنی ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی مشکل کشا ہے۔

یہ وقت مسلمانوں کے لئے سخت آزمائش کا وقت تھا ایک طرف سارا عرب اور اس کی طاقت تھی جو ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح تھا اور وہ بڑے فخر و غرور کے ساتھ تیزی سے مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا تھا ادھر بے سروسامانی اور فقر و فاقہ تھا۔ جب عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس طوفانی لشکر کے آنے سے چاروں طرف خوف و ہراس پھیل گیا اور کمزور دل مسلمانوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ منافق جو وقتی طور پر ساتھ ہو گئے تھے انہوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے تو قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کا وعدہ کیا گیا تھا مگر اب تو ہمارے کلیجے منہ کو آ رہے ہیں اور پوری عرب کی طاقتیں جمع ہو کر ہمیں مٹانے کے لئے آنے ہی والی ہیں۔

ہم اتنے زبردست لشکر کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ انہوں نے یہ کہہ کر نبی کریم ﷺ سے واپس جانے کی اجازت چاہی اور آپ سے جس نے بھی اجازت مانگی آپ نے اس کو اسی وقت اجازت دے دی۔ جن لوگوں کا اللہ پر اعتماد تھا انہوں نے کہا کہ اللہ کی مدد ضرور آئے گی اور وہ اللہ ہمیں ان کفار کے مقابلے میں پست نہیں فرمائے گا۔ ان کا اس بات پر ایمان تھا کہ انہیں ایک دن اللہ کے پاس جانا ہے اگر انہوں نے میدان جنگ کو چھوڑ دیا تو ان کو دنیا اور آخرت کی رسوائی سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ اس تصور کے ساتھ ہی اہل ایمان کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے۔

جب کفار کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو وہ اس خندق اور جنگ کے انداز کو دیکھ کر حیران رہ گیا اب اس خندق کے ایک طرف کفار و مشرکین کے لشکر نے پڑاؤ ڈال دیا تھا اور دوسری طرف مسلمان بڑی مستعدی سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

کفار کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے اس خندق کو پار کرنے کی کوشش کی تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی گئی جس سے وہ بھاگ گئے۔ یہ سردی کا سخت موسم تھا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی کمی تھی۔ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے جذبہ جہاد سے سرشار اہل ایمان کفار کی ہر نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب اس محاصرہ کو بیس دن سے زیادہ ہو گئے اور مدینہ منورہ میں گھسنے سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے بنو قریظہ کو اس غداری پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے وعدے کو توڑ کر اندر سے مسلمانوں پر حملے کریں اور باہر سے وہ حملے کریں گے۔ بنو قریظہ نے جب غداری پر کمر باندھی آپ ﷺ کو اور صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع سے خاص تشویش پیدا ہو گئی کیونکہ تمام عورتیں، بچے اور بوڑھے اسی علاقے میں جمع کر لئے گئے تھے جو بنو قریظہ کے قریبی علاقے تھے۔ جب اہل ایمان نے اپنے ایثار و قربانی کا عظیم مظاہرہ کیا تو اللہ نے ان کی اس طرح مدد فرمائی کہ کفار کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ مکہ کے وہ لوگ جو اتنی سردی کے عادی نہیں تھے ان کے لئے موسم کی ٹھنڈک ناقابل برداشت ہو گئی تھی وہ تو یہ سمجھ کر آئے تھے کہ اتنی بڑی طاقت کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور ہم دو ایک دن میں فتح کے جھنڈے لہراتے ہوئے مدینہ پر قبضہ کر لیں گے لیکن تقریباً ایک مہینہ کے محاصرہ نے ان کو نڈھال کر کے رکھ دیا۔ ادھر بنو قریظہ اور ان اتحادی فوجوں کے درمیان غلط فہمی پیدا ہونے سے یہ متحدہ فوج مایوس ہو گئی تھی اور آخر کار شدید سردی اور طوفانی ہواؤں سے تنگ آ کر یہ اتحادی فوجیں بھاگنے پر مجبور ہو گئیں اور ایک دن صبح کو اہل ایمان یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ رات کے اندھیرے میں ساری اتحادی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اہل ایمان صحابہ کرامؓ کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب یہ لوگ کبھی ہم پر حملہ نہ کریں گے بلکہ ہم ان پر حملہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کی اس نعمت کی قدر کرو جب کہ تمہارے اوپر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور ایسے لشکر سے تمہاری مدد کی جو تمہیں نظر نہ آتا تھا۔ اللہ تو ہر اس عمل کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو فرمایا کہ تم اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے اوپر سے اور نیچے سے لشکر لے کر وہ چڑھ دوڑے تھے۔ جب تمہاری آنکھیں

پتھرا گئی تھیں۔ تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے تھے یہ ایک شدید آزمائش کا وقت تھا اور یاد کرو جب منافقین جن کے دل میں روگ تھا وہ کہنے لگے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو بھی وعدے کئے تھے وہ سوائے دھوکے کے اور کچھ نہ تھے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اے یثرب والو! (مدینہ والو!) تمہارے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے تم سب لوٹ چلو۔ ایک گروہ نے اجازت مانگنا شروع کر دی تھی اور کہنے لگے تھے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ سب ان کے عذر تھے درحقیقت وہ یونہی جان بچا کر بھاگنا چاہتے تھے۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ
مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿١٥﴾
قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا
لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ
اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

اور اگر ان پر (مدینہ کے) اطراف سے (دشمن) داخل ہو جاتا اور ان سے اس فتنہ میں پڑنے کے لئے کہا جاتا تو وہ اس میں کود پڑتے اور کچھ دیر نہ لگاتے۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے (غزوہ احد کے بعد) اللہ سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور (یاد رکھو) اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے متعلق پوچھا تو ضرور جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم موت سے یا قتل کئے جانے سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا اور اس سے تم چند دنوں کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکو گے۔

۱۰

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچالے گا؟ اور اگر وہ اپنا فضل و کرم کرنا چاہے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کسی کو حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

دُخِلَتْ	داخل کردیا گیا
اَقْطَارٌ	کنارے۔ اطراف
سُئِلُوْا	سوال کیا گیا
مَا تَلَبَّثُوْا	دیر نہ لگائیں گے
لَا يُوَلُّوْنَ	وہ پیٹھ نہ پھیریں گے
لَا تُمَتَّعُوْنَ	تم فائدہ نہ اٹھا سکو گے
يَعْصِمُ	وہ بچاتا ہے
لَا يَجِدُوْنَ	وہ نہ پائیں گے
نَصِيْرٌ	مددگار

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۷

گذشتہ آیات سے غزوہ احزاب کے متعلق بیان کیا جارہا ہے اب ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب منافقین نے کفار و مشرکین کو آندھی اور طوفان کی طرح آتے دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے کے راستے اور بہانے تلاش کرنے لگے۔ اس کے برخلاف وہ اہل ایمان جو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد رکھتے تھے انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اللہ ان کی ہر حال میں مدد فرمائے گا انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اسلام دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹے رہے اور اپنی جانوں کی بازی لگادی تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں سرخ رو فرمائے گا۔ انہیں معلوم تھا کہ اس وقت اس محاذ جنگ سے بھاگ جانا دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا کہ ان کا یہ حال ہے اگر کوئی (اللہ و رسول کا) دشمن مدینہ کے اطراف سے اندر داخل

ہو کر کہنے لگے کہ تم اہل ایمان سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ مل کر لڑو اور فتنہ برپا کر دو تو یہ فرار کے راستے ڈھونڈنے والے ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اہل ایمان سے لڑنے کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میدان جنگ سے بھاگنے کے بہانے تلاش کرنے والے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جنگ احد کے موقع پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ اس بات کا پکا وعدہ کیا تھا کہ اب وہ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں گے۔ اب ان کا وہ عہد و معاہدہ کیا ہوا؟ فرمایا کہ وعدے اور عہد کے خلاف کرنے والوں کو اس کا جواب تو دینا ہوگا اور وہ اپنی عہد شکنی کی سزا کے لئے بھی تیار رہیں۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے یہ تو پوچھئے کہ یہ لوگ جس موت اور قتل کے خوف سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں کیا یہ لوگ ہمیشہ اسی دنیا میں رہیں گے؟ ان کو موت نہ آئے گی؟ یاد رکھیں جب موت آئے گی تو وہ اس سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ کوشش ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ میدان جنگ سے بہانے بنا کر بھاگ کر چلے بھی جائیں تو کیا وہ موت سے بچ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ کا پورا اختیار ہے کہ اگر وہ کسی کو فائدہ دینا چاہے تو اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ اس کو کسی خسارے یا نقصان میں مبتلا کر دے تو سوائے اللہ کی حمایت اور مدد کے اور کون اس کو بچا سکے گی۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے (جو دوسروں کو جہاد سے) روکنے والے ہیں۔ اور (ان کو بھی خوب جانتا ہے) جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ۔ اور (ایسے لوگ) جنگ میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ (وہ جنگ میں تمہارا ساتھ دینے میں) بہت ہی کنجوس ہیں۔ پھر جب کسی خوف (دہشت) کا وقت آتا ہے تو وہ تمہاری طرف آنکھیں پھرا پھرا کر اس شخص کی طرح دیکھتے ہیں جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پھر جب خطرہ ٹل جاتا ہے تو تیز تیز زبانوں سے (بولتے ہوئے) لالچ کرتے ہوئے تمہارے ساتھ آ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے اور اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیئے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ وہ سمجھ رہے ہیں کہ (کافروں کا) لشکر ابھی گیا نہیں ہے۔ اور اگر لشکر پلٹ کر آ جائے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ دیہات میں باہر نکلے ہوئے ہوتے اور تمہاری خبریں (دیہاتیوں سے) پوچھتے رہتے۔ اور اگر وہ تمہارے اندر بھی ہوں گے تب بھی وہ جنگ میں بہت کم حصہ لیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

اَلْمُعَوِّقِیْنَ — روکنے والے

اَلْقَآئِلِیْنَ — کہنے والے

هَلُمَّ — آؤ ہماری طرف

اَلْبَاْسُ — سختی۔ تنگی

اَشِحَّةٌ — کنجوسی کرنا

تَدُوْرُ — گھماتی ہیں

یُغْشٰی — وہ چھا جاتا ہے

اَحْبَطَ — اس نے ضائع کر دیا

یَوَدُّوْا — وہ پسند کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۰

غزوہ خندق کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے دل کی گہرائیوں اور پختہ یقین کے ساتھ ایمان قبول نہ کیا تھا بلکہ ان کے دل منافقت اور کفر سے بھرے ہوئے تھے اور انہوں نے بعض دنیاوی مصلحتوں کی وجہ سے مسلمانوں جیسا انداز اختیار کر کے ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی ان بری حرکتوں سے خبردار رہنے کے لئے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے اندر کچھ ایسے لوگ گھس آئے ہیں جو ایسی باتیں کر رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے بالکل خلاف ہیں۔ وہ مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم بھی اہل ایمان کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ آجاؤ۔ ان کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور ایثار و قربانی کے موقع پر وہ انتہائی کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی مفاد پرستی کا یہ حال ہے کہ اول تو مشکلات، پریشانیوں اور جنگ میں شرکت سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جنگ میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگ گیا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے چرب زبانی اور لالچ کا مظاہرہ کرنے چلے آئیں گے۔ فرمایا کہ اگر کسی طرف سے دشمن کا حملہ ہو جائے اور دشمنوں سے مقابلے کا واسطہ پڑ جائے تو خوف اور دہشت کے مارے وہ اس طرح آنکھیں پھرا پھرا کر باتیں کریں گے جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو گئی ہے۔ اور اگر فتح و کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ اپنی قینچی جیسی زبانوں کو چلا کر بلند و بانگ دعوے کریں گے کہ اگر ہم ساتھ نہ ہوتے تو یہ فتح و کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے ان کے کسی عمل کی کوئی قیمت اور وزن نہیں ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے کئے ہوئے تمام اچھے اعمال غارت کر دیئے ہیں اور ان کی دکھاوے کی نمازیں اور روزے قیامت میں کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ان کو نجات دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی بزدلی اور بے وقوفی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ کفار و مشرکین کی اتحادی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ چکی ہیں لیکن ان کو اس کا یقین ہی نہیں آتا۔ فرمایا کہ ان کی بزدلی کا یہ حال ہے کہ اگر وہ فوجیں پلٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ وہ شہر میں ٹھہرنے کے بجائے دور کے کسی گاؤں دیہات میں چلے جائیں اور آنے جانے والوں سے پوچھتے رہیں کہ حالات کس رخ پر جا رہے ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ وہ کسی طرح جنگ میں شریک نہ ہوں اور گھر بیٹھے ان کو ہر طرح کے فائدے پہنچ جائیں۔ اور فتح و نصرت کی حالت میں اپنی لمبی لمبی زبانوں کو لے کر آجائیں گے اور مال غنیمت زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَ
الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَ
صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم
مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ
اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِن شَاءَ أَوْ
يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ
وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا
تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَ
أَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾ ۳ ع ۷ ۱۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

یقیناً اللہ کے رسول (حضرت محمد ﷺ) کی زندگی میں ہر اس شخص کے لئے بہترین نمونہ عمل موجود ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر امید اور توقع رکھتا ہے۔ اور اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرتا ہے۔
جب مومنوں نے (مدینہ پر حملہ آور) لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ اللہ اور رسول کا وہ

وعدہ ہے جس کا ہمیں یقین دلایا گیا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ اور (لشکروں کی کثرت سے) ان کے جذبہ ایمانی اور اطاعت وفرماں برداری میں اور اضافہ ہوگیا۔

مومنوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کردکھایا۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنی منت پوری کر چکے اور کچھ لوگ ابھی انتظار میں ہیں۔ انہوں نے اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تا کہ اللہ سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا بدلہ عطا کرے۔ اگر چاہے تو وہ منافقین کو عذاب دے چاہے تو ان کی توبہ قبول کرلے۔ بے شک اللہ بہت مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ نے کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ پھیر دیا۔ اور انہوں نے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اور جنگ کے معاملے میں ایمان والوں کے لئے اللہ کافی ہے۔ اللہ بڑی قوت والا اور غالب ہے۔ اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے (ان کفار کی) مدد کی تھی۔ اللہ انہیں ان کے قلعوں سے نیچے لے آیا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔

اللہ نے تمہیں ان کی زمین، ان کے گھروں، ان کے مالوں اور اس سرزمین کا بھی مالک بنا دیا جہاں تم نے قدم نہ رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

اُسْوَةٌ	نمونہ
يَرْجُوْا	امید رکھتا ہے
تَسْلِيْمٌ	فرماں برداری۔ اطاعت
قَضٰى	پورا کرلیا
نَحْبٌ	منت۔ نذر۔ مدت
غَيْظٌ	غصہ
صَيَاصِیٌّ	قلعے۔ پناہ کی جگہ

قَذَفَ	ڈال دیا
اَلرُّعْبُ	دہشت۔ ہیبت
تَاْسِرُوْنَ	تم قیدی بناتے ہو
اَوْرَثَ	اس نے مالک بنادیا
لَمْ تَطَئُوْا	انہوں نے نہیں روندا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

بعض لوگ دنیاوی مفادات کی وجہ سے مسلمان بن کر عام مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں چونکہ وہ دنیا دکھاوے کو مسلمان ہوگئے تھے مگران کے دل ایمانی جذبوں سے محروم تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے تمام کاموں اوراعمال کوضائع کر دیا تھااور وہ آخرت میں نجات بھی حاصل نہ کرسکیں گے۔ ایسے لوگوں کا ذکر کرنے کے بعدزیرمطالعہ آیات میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کو بہترین نمونہ عمل بتایا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہرانداز اور سیرت وکردار کا ہر پہلو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رہبرورہنما ہے لیکن آپ کی زندگی سے صرف وہی فائدے حاصل کرسکتے ہیں جواللہ تعالیٰ سے ملاقات اور آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور دن رات اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے کرتے ہیں۔ غزوہ خندق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے اس دہشت ناک ماحول میں جب کہ کفار نے مسلمانوں کومٹانے کے لئے اپنی ساری طاقت جھونک دی تھی اور چاروں طرف سے حملے کرنے کی منصوبہ بندی کر چکے تھے آپ نے ان حالات کا جس ہمت وجرات، استقلال اور بے خوفی سے مقابلہ کیا تھاوہ اہل ایمان اور ساری دنیا کے لوگوں کے لئے ایک بہترین نمونہ زندگی ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر ایک طرف تو وہ اہل ایمان تھے جواللہ اوراس کے رسول کی اطاعت ومحبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کواپنی سعادت سمجھ رہے تھے دوسری طرف وہ بزدل منافقین تھے جواتحادی فوجوں کی کثرت اور بنوقریظہ کی غداری اور عہدشکنی کی وجہ سے سخت پریشان اور مایوس تھے اور کہنے لگے تھے کہ اللہ اوراس کے رسول نے تو ہم سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے کہ اگرانہوں نے دین اسلام کوقبول کرلیا توان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی ساری دنیا پرانہیں فتح ونصرت عطا کی جائے گی اور قیصروکسریٰ کے محل اور خزانے ان کے قدموں تلے ہوں گے مگراس وقت تو ہمارا یہ حال ہے کہ مدینہ منورہ کی اس چھوٹی سی ریاست کو ختم کرنے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بڑے زبردست لشکروں کے ساتھ کفار نے مدینہ پر چڑھائی کردی ہے جن سے اپنی

جان بچانا مشکل نظر آ رہا ہے اور اندرونی طور پر بنو قریظہ کی شورش، بغاوت اور غداری کی وجہ سے ان کے بیوی بچے تک محفوظ نہیں رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ آؤ لوٹ چلیں تا کہ اس آفت سے نجات حاصل کر سکیں۔

اس کے برخلاف عزم و ہمت کے پیکر صحابہ کرامؓ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے جرات و ہمت اور بے خوفی کا سبق سیکھ لیا تھا انہوں نے کفار کی اس یلغار اور اتحادی فوجوں کی کثرت کو دیکھا تو ساری حقیقت سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ دین کی راہوں میں چلنے والے ہر شخص کو سخت آزمائشوں اور امتحانات سے گذرنا ہوگا۔ مصائب اور مشکلات کے کانٹوں سے الجھنا اور ہر طرح کی قربانیاں دینا ہوں گی تا کہ وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن کر دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کر سکیں۔ کفار کی فوجی کثرت اور ان کی جنگی تیاریوں سے خوف کرنے کے بجائے وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت میں پورے عزم و یقین کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرنے کے لئے بے چین ہو گئے اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کی زندگی بہترین نمونہ عمل ہے۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو ہر اس شخص کے لئے بہترین نمونہ زندگی اور نمونہ عمل بنایا ہے جو اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لا کر آخرت میں نجات اور کامیابی کی امید اور توقع رکھتا ہے اور دن رات کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کے عزم و ہمت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اہل ایمان (صحابہ کرامؓ) نے مدینہ پر بڑے بڑے لشکروں کو حملہ آور دیکھا تو انہوں نے گھبرانے اور مایوس ہونے کے بجائے کہا کہ یہی تو وہ وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا کہ دین کی راہوں میں انہیں ہر طرح کی آزمائشوں سے گذرنا ہوگا۔ ان لشکروں کی کثرت نے ان کے جذبہ ایمانی اور اطاعت و فرماں برداری میں اور اضافہ کر دیا۔ فرمایا کہ ان ہی لوگوں میں وہ صاحبان ایمان بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیں اور کچھ لوگ ابھی اس انتظار میں ہیں کہ اگر ان کو موقع ملا تو وہ بھی اپنے جان و مال کی قربانی کی سعادت حاصل کریں گے۔ ان کی ہمت و جرات کا یہ حال ہے کہ حالات کی سختی اور کفار کی یلغار سے مایوس نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے اپنے کسی رویئے میں تبدیلی کی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کی سچائی کا انعام عطا فرمائیں گے۔

جہاں تک منافقین کا معاملہ ہے تو اللہ کی مرضی پر ہے چاہے تو ان کو عذاب دے یا ان کو توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔ اللہ تو اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے میں بہت زیادہ مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غزوہ احزاب میں کفار کے لشکروں کی کثرت اور اسلحہ کے ڈھیر ان کے کسی کام نہ آسکے۔ حالات اور موسم کی سختی سے تنگ آ کر جلتے بھنتے میدان جنگ سے بھاگ جانے پر مجبور ہوگئے اور وہ جو بھی فائدے سوچ کر آئے تھے ان میں سے ایک فائدہ بھی حاصل نہ کر سکے بلکہ اس سے ان کو یہ زبردست نقصان پہنچا کہ وہ ساری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے اور اہل ایمان کو مٹانے کے بجائے انہوں نے خود اپنے مٹنے کا سامان کر لیا۔ واقعی ساری طاقت وقوت صرف اللہ ہی کی ہے اور وہی اہل ایمان کا سب سے بڑا سہارا ہے۔

بنو قریظہ کی غداری اور معاہدہ شکنی کے متعلق فرمایا کہ اہل کتاب (بنو قریظہ) میں سے جنہوں نے ان کفار و مشرکین کی مدد کی تھی ان کو نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنے مضبوط قلعوں سے نیچے آنا پڑا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں اہل ایمان کی ایسی ہیبت اور دہشت بٹھا دی تھی کہ آج وہ ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہیں اور بعض لوگوں کو قید کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ اللہ نے تمہیں ان کی زمینوں، گھروں، جائیدادوں اور مال و دولت کا مالک بنا دیا ہے اور اب اللہ نے فیصلہ فرمالیا ہے کہ تمہیں اس سرزمین (خیبر وغیرہ) کا بھی مالک بنا دیا جائے جہاں تم نے ابھی تک قدم بھی نہیں رکھا۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوگا جو ساری طاقتوں اور قوتوں کا مالک ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ
اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ يٰنِسَآءَ
النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ
لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾
وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا
نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ يٰنِسَآءَ
النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ

الجزء ۲۲

بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۳۲
وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ
وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۳۴ ع ۴/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے پر رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک بیویوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی ﷺ کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی کھلی بے حیائی کرے گی تو اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور عمل صالح کرے گی تو اس کو دوگنا اجر وثواب ہے اور ہم نے ان کے لئے عزت کا رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو (غیر مردوں سے) گفتگو میں لوچ (ملائمت) نہ پیدا کرو کیونکہ اگر کسی کے دل میں کوئی مرض ہے تو وہ لالچ میں پڑ جائے گا۔ ہمیشہ قاعدے طریقے کی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہا کرو اور جاہلیت کی جیسی سج دھج نہ کھاتی پھرا کرو۔ نماز قائم کرو، زکوۃ دیتی رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی کو دور کر دے اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔ اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ بہت ہی لطیف وخبیر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

كُنْتُنَّ	تم ہو
تَعَا لَيْنَ	تم سب آجاؤ
اُمَتِّعْ	میں سامان دوں گا
اُسَرِّحْ	چھوڑ دوں گا۔ رخصت کر دیتا ہوں
يُضٰعَفُ	وہ دوگنا کر دے گا
يَقْنُتْ	اطاعت کرے گی۔ جھکے گی
مَرَّتَيْنِ	دو مرتبہ۔ دوہرا۔ دوگنا
اِتَّقَيْتُنَّ	تم پرہیزگاری اختیار کرو
لَا تَخْضَعْنَ	نرمی نہ کرو۔ لوچ پیدا نہ کرو
يَطْمَعُ	وہ لالچ کرے گا
قَرْنَ	ٹکی رہیں۔ جمی رہیں
تَبَرُّجَ	ابھر کر آنا۔ جسم اور چہرہ کی نمائش کرنا
اَلرِّجْسُ	گندگی۔ آلودگی
اَهْلَ الْبَيْتِ	گھر والے۔ اہل خانہ
يُتْلٰى	تلاوت کیا گیا
خَبِيْرٌ	خبر رکھنے والا۔ اللہ کی صفت

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کو ”اسوہ حسنہ“ فرمایا ہے یعنی آپ کی زندگی کا ہر عمل امت کے لئے رہبر ورہنما ہے۔

آپ کے فیض صحبت اور تربیت سے آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی زندگیاں بھی دوسروں کے لئے منیارہ نور بن گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو براہ راست خطاب فرما کر ان کو ایک ایسا اعزاز عطا فرمایا ہے جو کسی نبی اور رسول کی ازواج کو بھی نصیب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت رسول فرما کر ان کی شان میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ چونکہ آپ کی ازواج مطہرات کی زندگیاں بھی ساری امت کے لئے ایک مثال تھیں اس لئے اللہ نے چاہا کہ ان کی زندگیوں کے اس میل کچیل کو دور فرما کر پاک صاف کر دیں جس سے ان کے کردار میں کہیں بھی کمزوری باقی نہ رہے۔ قرآن کریم کی آیات سے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ امت کی ان ماؤں کو رسول اللہ ﷺ کا اہل بیت قرار دیا گیا ہے لیکن معتبر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ایک چادر میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ آپ گواہ رہیے گا یہ بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں۔ اب ہم سب اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اور حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ یہ سب اہل بیت رسول ہیں۔

ان آیات کی مزید وضاحت سے پہلے اس پس منظر کو ذہن میں رکھئے گا کہ جب بنو قریظہ کو بری طرح شکست ہوگئی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلسل فتوحات عطا فرمائیں۔ خاص طور پر خیبر فتح ہونے کے بعد وہاں کی تمام زمینوں اور مال و دولت کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا تو ایک طویل عرصہ تک فقر و فاقہ کی زندگی گذارنے والے صحابہ کرامؓ کے گھروں میں رونق آگئی اور ایک خوش حالی کا دور شروع ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ جن کی پوری زندگی ایک عظیم مشن کو حاصل کرنے کے لئے انتہائی غربت و افلاس اور فقر و فاقہ میں گذری تھی اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کے مطابق کہ ہمارے گھروں میں کبھی کبھی آگ جلائے ہوئے ایک ایک مہینہ گذر جاتا تھا ہم صرف کھجوریں، ستو اور پانی پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ اگر کہیں سے ہدیہ کے طور پر گوشت آجاتا تو اس کو پکا لیا جاتا نہ ہوتا تو کھجوریں اور پانی پر ہی وقت گذار لیا جاتا تھا۔

جب صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں خیبر کی زرخیز زمینوں اور فتوحات سے کچھ خوش حالی کا دور شروع ہوا تو ایک دن تمام ازواج مطہرات جن کی تعداد اس وقت چار تھی حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج جب نبی کریم ﷺ تشریف لائیں گے تو ان سے یہ درخواست کریں گی کہ اس خوش حالی میں سے ان کو بھی کچھ حصہ دیا جائے تاکہ وہ بھی کچھ فراغت کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکیں۔

جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان تمام ازواج مطہرات نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کر دیا کہ ہمارے لئے بھی خوش حالی کا سامان کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سنا تو آپ کی طبیعت پر کچھ گرانی چھا گئی اور آپ علیحدہ ایک کمرے میں ایک مہینے کے لئے قیام پذیر ہو گئے۔ اس صورتحال سے صحابہ کرامؓ خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بہت پریشان ہو گئے تھے کیونکہ آپ نے ایک مہینے تک گھر میں نہ آنے کا فیصلہ فرما لیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹیوں کو ہر طرح سمجھایا، ڈانٹ ڈپٹ بھی کی مگر وہ اپنے اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ اس موقع پر سورۃ الاحزاب کی یہ آیات نازل ہوئیں

جن میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لئے صاف صاف اعلان فرمادیا تھا کہ دوراستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرلیں۔اگر دنیا کی راحت، اس کا آرام اور مال ودولت کی طلب گار ہیں تو اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ میں تمہیں کچھ دے دلا کر نہایت عزت سے رخصت کر دیتا ہوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی اور آخرت کی ابدی زندگی اور اس کی راحتیں مطلوب ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کا ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے والدین سے بھی مشورہ کر لینا اس کے بعد جواب دینا۔ پھر آپ نے مذکورہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فوراً جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس میں والدین سے مشورہ کا کیا سوال ہے؟ مجھے اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے۔آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا جواب سنا تو خوش ہو گئے اور آپ ہنس پڑے۔ پھر اس کے بعد بقیہ تینوں ازواج کے پاس بھی تشریف لے گئے۔ سب کا جواب وہی تھا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو تم میں سے جو بھی اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اور عمل صالح اختیار کرے گی تو اس کو دوگنا اجر وثواب دیا جائے گا۔ چونکہ اے ازواج النبی تمہاری زندگیاں دوسروں کے لئے مثال ہیں اس لئے تمہاری ایک غلطی بھی اللہ کے نزدیک دوہری سزا کا سبب بن سکتی ہے۔

اس کے بعد ازواج مطہرات اور قیامت تک آنے والی تمام خواتین کے لئے جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) سب سے پہلے آپ کی ازواج کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ازواج النبی ﷺ! تمہاری حیثیت عام عورتوں کی طرح نہیں ہے۔تمہارے ہر عمل کو دوسرے دیکھ کر اس کی نقل کرتے ہیں لہذا اگر حسن عمل پیش کیا جائے تو اس پر دوہرا اجر وثواب دیا جائے گا اور اگر کسی کمزوری کا مظاہرہ کیا گیا تو اس کی سزا بھی دوگنی دی جائے گی۔

(۲) دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ اگر تم اپنے دلوں میں اللہ کا خوف رکھتی ہو تو غیر مردوں سے بات کرتے وقت تہذیب وشائستگی کے ساتھ ایسا روکھا اور غیر جذباتی انداز اختیار کرو جس میں ایسی نرمی اور بے تکلفی نہ ہو جس سے بعض ذہنی مریض کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ چونکہ اللہ نے عورت کی آواز میں نرمی اور خوبصورتی رکھی ہے اس لئے عبادات میں بھی حکم ہے کہ وہ اپنی آواز کو دھیما رکھیں۔ (۱) فرمایا گیا کہ عورتیں اذان اور اقامت نہ کہیں۔ (۲) آواز سے تلاوت کرنے کو منع کیا گیا ہے اسی لئے عورت کو امامت کی اجازت نہیں ہے۔ (۳) نامحرم مرد کو سلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (۴) اگر نماز کے دوران امام قرات میں یا کسی رکن کے ادا کرنے میں کوتاہی کر جائے تو مرد زور سے اللہ اکبر، سبحان اللہ کہہ کر امام کو صحیح کرنے کا اشارہ کر سکتے ہیں لیکن اگر تصحیح کرنے والی عورت ہو تو وہ اپنے ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو آگاہ کرے گی مگر زبان سے نہ کہے گی۔ (۵) حج اور عمرہ

میں عورتوں کو تلبیہ زور سے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے آہستہ آہستہ پڑھیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے احکام ہیں جن کو فقہ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۳) تیسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں۔ بلا کسی شدید ضرورت کے گھروں سے نہ نکلیں۔ اگر نکلنا ہو تو شریعت کی تمام پابندیوں کے ساتھ باہر نکلیں۔ خواتین فرض نمازیں اپنے گھروں میں ادا کریں کیونکہ ان کے لئے اسی میں بہت اجر و ثواب رکھا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔

حضرت ام حمید ساعدیہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ (جماعت سے مسجد میں) نماز ادا کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ یعنی میرے پیچھے نماز پڑھنے کی خواہش ہے مگر تمہاری وہ نماز جو تم اپنے گھر کے اندر کے حصے میں پڑھو وہ اس نماز سے افضل ہے جو تم اپنے باہر کے دالان میں پڑھتی ہو اور باہر کے دالان میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے گھر کے صحن میں پڑھو اور اپنے گھر کے صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے جو تم اپنے قبیلے والی مسجد میں (جو گھر سے قریب ہے) نماز پڑھو اور اپنے قبیلے والی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تم میری مسجد میں آکر نماز ادا کرو۔ (معارف القرآن)

(۴) چوتھی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ دور جاہلیت کی طرح بے پردہ اور بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو "تبرج جاہلیت" پسند نہیں ہے۔ یعنی ابھر کر سامنے آنا۔ اپنے جسم، زیور، کپڑے اور چہرے کی نمائش کرنا، اس طرح چلنا جس سے خواہ مخواہ بھی لوگ متوجہ ہو جائیں اس کو "تبرج جاہلیت" فرمایا گیا ہے جس میں اسلام آنے سے پہلے لوگ مبتلا تھے اور عورتیں بے پردہ بے باکانہ انداز سے اپنے جسم و لباس کی نمائش کرتی پھرتی تھیں۔

(۵) پانچویں ہدایت یہ دی گئی ہے کہ خاص طور پر ازواج مطہرات اور تمام خواتین نمازوں کی پابندی کریں کیونکہ نماز دین کا ایک مضبوط ستون ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر ساری روحانی، اخلاقی، معاشرتی، معیشتی اور تہذیبی و تمدنی زندگی کی عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔

(۶) چھٹی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر وہ صاحب نصاب ہوں تو زکوۃ ادا کریں یعنی وہ زکوۃ سے مستثنیٰ نہیں ہیں ان کو بھی عام مسلمانوں کی طرح زکوۃ ادا کرنا ہو گی۔

(۷) ساتویں ہدایت یہ دی گئی ہے کہ شریعت کے جتنے احکامات ہیں ان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ساتوں ہدایات دے کر فرمایا کہ اے "اہل بیت رسول" اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی کامل اتباع کی تو اللہ تمہارے گھرانے کو ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے پاک وصاف فرمادے گا اور ہر طرح کی آلودگی سے تمہیں بچا لے گا۔

ان آیات میں اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے کیا گیا ہے لیکن یہ تمام احکامات پوری امت کی تمام خواتین کے لئے ہیں کیونکہ جب ازواج مطہرات بھی اللہ کے احکامات کی پابند ہیں تو پھر عام مسلمان عورتیں اس سے مستثنیٰ کیسے ہوسکتی ہیں؟ احکامات پر پوری طرح عمل کرنا ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت پر فرض ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچائی اختیار کرنے والے مرد اور سچائی اختیار کرنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی وانکساری اختیار کرنے والے مرد اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور خوب اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور خوب اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔ ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵

قٰنِتٰتٌ — فرماں برداری اختیار کرنے والیاں

صَادِقٌ	سچ بولنے والا۔سچا
خَاشِعٌ	ڈرنے والا
مُتَصَدِّقٌ	صدقہ دینے والا
صَائِمٌ	روزہ رکھنے والا
حَافِظٌ	حفاظت کرنے والا
اَعَدَّاللّٰهُ	اللہ نے تیار کر رکھا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳۵

اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد دونوں کو اکثر انسانی حقوق میں برابر قرار دے کر یکساں اصول مقرر فرمادیئے ہیں۔ البتہ عورتوں پر مردوں کو ایک درجہ فضیلت دیا گیا ہے۔ حسن عمل اور کردار کی بلندیوں میں جو بھی آگے بڑھ کر کام کرے گا اللہ تعالیٰ نے اس سے مغفرت، درگذر اور فضل و کرم کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

سورۃ الاحزاب کی زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے فرمادیا ہے کہ عورت ہو یا مرد وہ کسی کی محنت اور کمائی کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ دونوں اجر و ثواب میں ایک جیسے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کی ایسی دس صفات کو بیان کیا گیا ہے جن پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اسلام، ایمان، اللہ و رسول کی فرماں برداری، صدق و سچائی، صبر و تحمل، عاجزی وانکساری، روزہ، عزت وآبرو (شرمگاہوں) کی حفاظت اور خوب اللہ کا ذکر کرنا۔ ان دس عنوانوں میں دین اسلام کی عظمت اور حسن عمل کے تمام پہلوؤں کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ ان دس باتوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اسلام۔ اسلام کے معنی ہیں گردن جھکا دینا، اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے سپرد کر دینا۔ اللہ نے جتنے بھی احکامات عطا فرمائے ہیں ان کی پابندی کرنا اور اس دستور زندگی کو دین و دنیا کی بھلائی اور کامیابی کا ذریعہ بنالینا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے ان اللہ کے فرماں برداروں اور اللہ کے سامنے گردن جھکانے والوں کا نام مسلم رکھا تھا۔ اب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے اپنے اس عظیم الشان اعزاز کو چھوڑ کر اور فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنے طرح طرح کے نام رکھ لئے ہیں۔

(۲) ایمان۔ ایمان کے معنی یقین کرنے کے ہیں یعنی زبان سے اس بات کا اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا کہ وہ تمام احکامات جو مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبروں کے ذریعے بھیجے گئے ہیں وہ سب برحق ہیں۔ ان پر ایمان اور تصدیق کرنے والا مومن

کہلاتا ہے۔

(۳) قانت ۔فرماں برداری اختیار کرنے والا، اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(۴) صادق۔ سچ بولنے والا، سچائی کو اختیار کرنے والا، قول، عمل اور نیت کی سچائی جس کی زندگی ہو اور وہ جھوٹ، فریب، بدنیتی، بددیانتی اور دغابازی کے قریب بھی نہ پھٹکتا ہو اس کو صادق کہتے ہیں۔

(۵)۔صابر۔صبر کرنے والا، جم جانے والا، حالات کے سامنے ڈٹ جانے والا، ساری قوتوں اور طاقتوں کو اللہ کے لئے ماننے والا اور حق وصداقت کے راستے میں کسی سے خوف نہ کھانے والا، اور اس راستے میں جو بھی تکلیفیں آئیں ان کو برداشت کرنے والے کو صابر کہتے ہیں۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے صبر وتحمل اور برداشت سے کام لینے والوں کے لئے اجر عظیم ہے اور اللہ ایسے صابروں کے ساتھ ہے۔

(۶)۔خاشع ۔خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے والا یعنی ایک ایسا نیک دل مومن جس میں غرور، تکبر، ضد اور ہٹ دھرمی نہ ہو اپنی، اپنی قوم اور اپنے خاندان کی بڑائی اور برتری کا کوئی جذبہ نہ ہو۔ ایسے عاجزی اور انکساری اختیار کرنے والوں کو اللہ بہت پسند کرتا ہے اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو خوب نوازا جائے گا۔

(۷)۔المتصدق ۔صدقہ وخیرات کرنے والا۔ یعنی اس کے حالات تنگ ہوں یا اس کو مال ودولت میں فراخی حاصل ہو وہ مناسب طریقے پر اللہ کے راستے میں اس کے بندوں پر اپنا مال خرچ کرتا ہو۔ اپنے سے کمزور یا حالات کی چکی میں پسے ہوئے لوگوں کا خیال رکھتا ہو وہ بھی اللہ کی بے انتہا رحمتوں کا مستحق ہے۔

(۸)۔صائم ۔روزہ رکھنے والا، ان تمام باتوں سے رک جانے والا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے رکنے کا حکم دیا ہو۔ ایسی صفات کے مالک کو صائم کہتے ہیں جو عظیم اجر کا مستحق ہے۔

(۹)۔حافظ ۔حفاظت کرنے والا۔ جو مرد اور عورتیں اپنی عزت وآبرو یعنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جس حد تک شریعت نے ان کو جانے کی اجازت دی ہے اس سے آگے وہ نہیں بڑھتے۔ ہر طرح کے گناہوں اور برے کاموں سے بچنے کی مخلصانہ جدوجہد کرتے ہیں وہ "حافظین لفروجھم" ہیں جو اپنے صبر وضبط کی وجہ سے اللہ کی طرف سے عظیم اجر کے مستحق ہیں۔

(۱۰)۔ذاکر ۔ذکر کرنے والا۔ یعنی وہ لوگ جو نہایت کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور اجر عظیم کے حق دار ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ذکر کرنے کو پسند فرماتے تھے چنانچہ ایک دن کسی صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر وثواب کا مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو بھی سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔ پھر پوچھا کہ روزے داروں میں سب سے زیادہ کس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر اسی طرح

نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقات کے متعلق پوچھا تو آپ نے ہر سوال کے جواب میں یہی جواب دیا کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ زیادہ اجر وثواب کا حق دار ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادتوں کی اصل روح ''کثرت ذکر اللہ'' ہے۔ وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، لیٹتے، بیٹھے ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ لوگ ہیں۔

اہل ایمان مردوں اور اہل ایمان عورتوں کی ان دس صفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے جو بھی نیکیوں اور بھلائیوں میں آگے بڑھ کر کام کرے گا وہ اللہ کے ہاں اجر عظیم اور مغفرت کا مستحق ہوگا اس میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس عمل کو مرد نے کیا ہے یا عورت نے۔ جو بھی اپنا حسن عمل پیش کرے گا اس کو اس کے اعمال اور نیت کے مطابق دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابیاں نصیب ہوں گی اور اس کے ہر کام میں برکتیں نازل ہوں گی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن
يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ
عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ
مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا
قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ
اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ
اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾
الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا
اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ
وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

کسی مومن مرد اور مومن عورت کے حق میں جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑا۔

(اے نبی ﷺ) اور جب آپ نے اس سے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا یہ کہا کہ تو اپنی بیوی (زینبؓ) کو اپنے پاس روک کر رکھ (طلاق نہ دے) اور خوف الٰہی اختیار کر۔ اور آپ نے اپنے دل میں اس بات کو چھپایا ہوا تھا جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور آپ لوگوں کے طعنوں سے ڈر رہے تھے۔ حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسی سے ڈرا جائے۔ پھر جب زید نے (زینبؓ سے) اپنی حاجت پوری کر لی (طلاق دے دی) تو ہم نے اسے آپ کے نکاح میں دے دیا تا کہ مومنوں پر منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر لیں (طلاق دے دیں) اور یاد رکھو اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ نبی پر کسی ایسے کام میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے جس کو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہو۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر گذرے ہیں ان کے ساتھ بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اللہ کا حکم صحیح اور قطعی فیصلہ کن ہوتا ہے۔

وہ (پیغمبر) جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں وہ اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں رکھتے۔ اور حساب لینے کے لئے تو اللہ ہی کافی ہے۔

۰ (حضرت) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں (سب نبیوں پر مہر۔ آخری نبی) اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اَلْخِیَرَۃُ اختیار

اَمْسِکْ روک لے

مُبْدِیْ	ظاہر کرنے والا
وَطَرٌ	حاجت
زَوَّجْنَا	ہم نے نکاح کردیا
اَدْعِیَآءٌ	بلاتے ہیں۔پکارتے ہیں
یُبَلِّغُوْنَ	وہ پہنچاتے ہیں
یَخْشَوْنَ	وہ خوف رکھتے ہیں۔ڈرتے ہیں
حَسِیْبٌ	حساب لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

ان آیات میں حضرت زیدؓ ابن حارثہ سے حضرت زینبؓ کا نکاح، طلاق، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کا نکاح، منہ بولے بیٹوں کی شرعی حیثیت کے اہم ترین مسئلوں کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

حضرت زیدؓ ابن حارثہ بنوکلب کے حارثہ ابن شراحیل کے بیٹے تھے۔ والدہ کا نام سُعدیٰ بنت ثعلبی تھا اور ان کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھا۔ جب حضرت زید آٹھ دس سال کے تھے تو ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر اپنے میکے روانہ ہوئیں۔ راستے میں بنی قین ابن جسر نے حملہ کر کے ان کا تمام مال واسباب لوٹ لیا اور مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنا غلام بنا لیا۔ ان ہی میں حضرت زیدؓ کو بھی انہوں نے اپنا غلام بنا لیا تھا۔ جب عکاظ کے میلے میں ان کو فروخت کرنے کے لئے لایا گیا تو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم ابن حزام نے ان کو خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو تحفہ کے طور پر پیش کر دیا۔

جب نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضرت زیدؓ کو ایک غلام کی حیثیت سے آپ ﷺ کو ہبہ (Gift) کر دیا۔ اس طرح حضرت زید کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت زیدؓ کی تربیت فرمائی اور آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان سے محبت فرمائی۔

جب حضرت زید کے والدین کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا مکہ مکرمہ میں ہے تو ان کے والد اور چچا حضور اکرم ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور کہا کہ زید ہمارا بیٹا ہے آپ جو بھی معاوضہ طے کریں گے وہ ہم پیش کر دیں گے۔ آپ زید کو آزاد کر دیجئے اور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ خود زید سے پوچھ لیں اگر وہ جانا چاہتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ میرے پاس رہنا چاہتا ہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ کوئی میرے پاس رہنا چاہے اور میں اس کو نکال دوں۔ حضرت زید کے والد اور چچا نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ آپ نے حضرت زید کو بلوا دیا اور پوچھا کہ کیا تم ان کو جانتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم مجھے اور ان کو جانتے ہو تو تمہیں مکمل اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر تم میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔ حضرت زیدؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ والد اور چچا نے کہا کیا تم آزادی کے مقابلے میں غلامی کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زید نے کہا میں نے آپ ﷺ کے اندر وہ کمالات، اوصاف اور عظمتیں دیکھی ہیں کہ اب میں کسی اور کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر ان کے والد اور چچا واپس چلے گئے۔ آپ نے اسی وقت حضرت زید کو آزاد کر کے قریش کے بھرے مجمع میں اعلان کر دیا کہ لوگو! تم گواہ رہنا میں نے زید کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔ اس کے بعد سب لوگ ان کو زید ابن محمد کہنے لگے کیونکہ اس زمانہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی اور صلبی بیٹا سمجھا جاتا تھا جو وراثت کا حق دار بھی ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ اس دور میں یہ ایک عام بات تھی جس کا رواج تھا مگر اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ تھے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ اس رسم کو مٹانے کا فیصلہ فرمالیا تھا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو دنیا سے رنگ و نسل اور آقا و غلام کے ہر فرق کو مٹانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے آپ نے حضرت زید کا نکاح بنو قریش کی ایک آزاد، خود مختار اور معزز خاتون جو آپ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب تھیں ان سے کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ جب حضرت زینبؓ، ان کے گھر والوں اور قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر سخت اعتراض کیا کیونکہ حضرت زید ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے کوئی فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کا اختیار باقی نہیں رہتا کیونکہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں جا پڑے گا۔ اس حکم کے آنے کے بعد حضرت زینب، ان کے بھائی اور خاندان کے لوگ اس نکاح پر راضی ہوگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں کا نکاح خود پڑھایا اور حضرت زید کی طرف سے مہر ادا کیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مہر دس دینار سرخ (چار تولے سونا) اور ساٹھ درہم (اٹھارہ تولے چاندی) ایک بار برداری کا جانور، ایک زنانہ جوڑا، پچاس مُد آٹا (پچیس کلو آٹا) اور دس مُد (پانچ کلو) کھجوریں دے کر رخصت کیا۔ (ابن کثیر)

یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر میاں بیوی کے درمیان مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو تو زندگی بے مزہ اور بے رونق ہو کر رہ جاتی ہے۔ حضرت زید ابن حارثہ کا نکاح ۴ھ میں ہوا تھا۔ مگر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ دونوں میں بات بات پر اختلافات اور جھگڑے شروع ہوگئے یوں طلاق تک نوبت پہنچ گئی۔ حضرت زید نے روزانہ کے جھگڑوں سے تنگ آ کر جب طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا اور نبی کریم ﷺ کو ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان دونوں کو اچھی طرح سمجھایا اور اللہ کے خوف سے ڈرایا مگر دونوں میں خلیج بڑھتی

چلی گئی اور ایک دن حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس وقت آپ کے دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونا شروع ہو گئے جس کو ظاہر کرنا بھی مشکل تھا۔ آپ سوچتے تھے کہ جب آپ نے بنو قریش کی ایک لڑکی کا نکاح آزاد کردہ غلام سے کیا تھا اور پورے خاندان نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے آگے اپنا سر جھکا دیا تھا مگر طلاق کے بعد یقیناً پورے خاندان پر اس کا گہرا اثر پڑے گا اور سب اپنی توہین محسوس کریں گے۔ دوسری طرف اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ اب اس رنج و غم سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ نبی کریم ﷺ عدت گذرنے کے بعد حضرت زینبؓ سے خود نکاح کر لیں تاکہ بنو قریش جس غم سے نڈھال ہیں وہ اس سے باہر آسکیں۔ لیکن اس میں ایک زبردست دشواری یہ تھی کہ آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا جو اس زمانے کے دستور کے مطابق حقیقی بیٹوں کی طرح ہوتا تھا۔ اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں کفار و مشرکین کی طرف سے زبردست پروپیگنڈے کا اندیشہ تھا۔ یہ تمام فکریں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ اس رسم کو آپ کے ذریعے ہی ختم کرایا جائے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ کی عدت گذرتے ہی آپ نے حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ بنو قریش تو خوش تھے مگر منافقین، کفار و مشرکین نے آپ کے خلاف پروپیگنڈے کا ایک طوفان برپا کر کے رکھ دیا کہ (حضرت) محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ پروپیگنڈہ اس قدر شدید تھا کہ پرانے رسم و رواج کے دلدادہ لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں اور حکم دیا کہ جب اللہ کا حکم آجائے تو پھر آپ کسی کی پرواہ نہ کریں کیونکہ آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اگر آپ اس رسم کو نہ مٹائیں گے تو پھر قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا جو اس بری رسم کو مٹا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کی حقیقت اور اس کے انجام سے پوری طرح واقف ہے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ اے محمد ﷺ آپ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں جن پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے لہٰذا اگر قانون اور معاشرہ میں کوئی اصلاح آپ کے زمانہ میں نہ ہوئی تو پھر آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جو اس کمی کو پورا کر سکے گا۔ لہٰذا آپ اپنے اوپر برداشت کر کے اس جاہلیت کی رسم کو مٹا ڈالیں اور کسی کے کہنے سننے کی پرواہ نہ کریں۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ایک مومن مرد یا ایک مومن عورت کو جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دیں تو اس کے بعد سرتابی یا انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اختیار صرف اللہ اور اس کے رسول کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہے لہٰذا اللہ و رسول کے سامنے اپنے آزادانہ اختیار کو چھوڑ دینا سب سے بڑی سعادت ہے۔

(۲) قرآن کریم میں بہت سے پیغمبروں کا نام لے کر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے اکابر صحابہؓ کا اشاروں میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن ان کا نام نہیں لیا گیا صرف حضرت زیدؓ ابن حارثہ کا نام لے کر ان کا ذکر فرمایا گیا ہے جو ان کی عظمت کا بہترین اظہار ہے۔

(۳) حضرت زیدؓ ابن حارثہ پر رسول اللہ ﷺ کا یہ احسان تھا کہ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ آپ نے ان کو اپنا

بیٹا بنایا ہوا تھا۔ خاندان کی شدید مخالفت کے باوجود آپ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کر کے حضرت زیدؓ کی طرف سے ان کا مہر ادا کیا۔ جب دونوں میاں بیوی میں اختلافات شدت اختیار کر گئے تو آپ نے ان دونوں کو اچھی طرح سمجھایا، اللہ کے خوف سے ڈرایا اور ہر اونچ نیچ کو سمجھانے کی کوشش کی حضرت زیدؓ پر اللہ کا یہ احسان تھا کہ اس نے ان کو دولت ایمان سے مالا مال کیا۔ قرآن کریم میں ان کا نام لے کر ذکر کرنے سے ان کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔

(۴) جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو حضرت زینبؓ کی ذہنی الجھنوں اور خاندان کی رسوائی سے آپ سخت پریشان تھے۔ جب اللہ کی طرف سے آپ کو اشارہ مل گیا کہ حضرت زینبؓ کی عدت گذرتے ہی آپ ان سے نکاح کر لیں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ فکریں پیدا ہوگئیں کیونکہ آپ کو اس کا ڈر تھا کہ کفار و مشرکین اس نکاح پر یہ کہہ کر طعنے دیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ نے ایک چیز کا فیصلہ کر دیا ہے اور آپ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کر دیا ہے تو آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ اس کے بعد لوگوں کے طعنوں اور باتوں سے پریشان ہوں کیونکہ جس دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے اس دل میں کسی دوسرے کا کوئی خوف نہیں ہوا کرتا۔

(۵) آپ اگرچہ روحانی اعتبار سے ہر ایک کے باپ سے بڑھ کر ہیں مگر مردوں میں سے آپ کسی کے باپ نہیں ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضرت زیدؓ کو زید ابن محمد کہنا چھوڑ دیا اور آپ کو پھر سے زیدؓ ابن حارثہ کہا جانے لگا۔

(۶) حضرت زید کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

(۷) قرآن وحدیث اور اجماع امت کا یہ متفقہ فیصلہ اور عقیدہ ہے کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ہر طرح کی نبوت و رسالت کی تکمیل ہو چکی ہے۔ لہذا آپ کے بعد کسی دوسرے نبی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اور اس کے ماننے والے تمام لوگ قطعاً کافر ہیں اور ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اس پر تمام محدثین مفسرین اور علماء امت متفق ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے سلسلہ میں امت کی کبھی دو رائے نہیں رہی ہیں بلکہ پوری امت آج بھی اور اس سے پہلے بھی اس بات پر متفق ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی کسی طرح کا نبی نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے ''خاتم النبین'' کی غلط تعبیر اور تشریح کر کے جس طرح لوگوں کو جہنم کا ایندھن بنا رہے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاتم کا لفظ اسٹیمپ (Stamp) کیلئے نہیں ہے بلکہ سیل (Seal) کر دینے کے لئے آیا ہے۔ جس طرح کسی لفافے کو سیل کر دیا جائے تو اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اب یہ لفافہ بند ہو چکا ہے اور اس پر سیل لگ گئی ہے اب کوئی چیز نہ تو باہر سے اندر جا سکتی ہے اور نہ اندر سے باہر آ سکتی ہے۔ ختم نبوت پر پوری امت کا پختہ یقین ہے اور وہ ان لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جو مرزا غلام قادیانی یا اس جیسے کسی شخص کو نبی مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری امت کو اس

عظیم فتنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّ
سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ
لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اسی کی پاکیزگی بیان کرو وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی دعائے رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ اللہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے۔ اور وہ ایمان والوں پر بہت مہربان ہے۔ اور جس دن اس سے ملیں گے تو (ایک دوسرے کو) سلام کرنا ان کی دعا ہوگی۔ اور اس نے ان کے لئے بڑا اجرو ثواب تیار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

اُذْكُرُوْا	یاد کرو
سَبِّحُوْا	تسبیح کرو۔ پاکیزگی بیان کرو
بُكْرَةٌ	صبح
اَصِيْلٌ	شام
يُصَلِّيْ	وہ رحمتیں بھیجتا ہے
تَحِيَّتٌ	دعا

اَجْرٌ کَرِیْمٌ — بڑا عزت والا اجر

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوتے ہی کفار و مشرکین اور منافقین نے ہر طرف زبردست ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ انہوں نے اپنی تیز زبانوں سے اس طرح پروپیگنڈا کیا تا کہ اہل ایمان کے دلوں میں شک و شبہ پیدا ہو جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ایمان والو! کفار و مشرکین جس طرح اسلام اور نبی کریم ﷺ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کر رہے ہیں تم اپنے عمل سے اس کا جواب اس طرح پیش کرو کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا سب سے بڑا احسان اور کرم مان کر ان کا بے انتہا ادب و احترام کرو اور خوب کثرت سے اللہ کا ذکر کر کے اپنی زبانوں کو اللہ کی یاد سے تر و تازہ رکھو تا کہ اللہ کی رحمتیں بھی نازل ہوں اور فرشتے بھی تمہارے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اس طرح تم نہ صرف دنیا میں کامیاب و بامراد ہو جاؤ گے بلکہ تمہاری زندگی کے اندھیرے دور ہو کر عشق و محبت کے چراغ روشن ہوتے چلے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ اللہ کے ذکر کی کثرت سے یہ تو دنیا میں فائدہ ہوگا اور آخرت میں ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرف سلامتی اور محبت کی صدائیں سنائی دیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سلامتی بھیجیں گے۔ فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے ان کو سلام کریں گے اور مومن جب بھی آپس میں ملیں گے تو وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے اور سلامتی بھیجتے رہیں گے اور ان کو جنت میں عزت و احترام کا مقام تیار ملے گا۔

قرآن کریم اور احادیث میں کثرت سے ذکر اللہ کرنے کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم پڑھنے، کلمہ طیبہ کا ورد کرنے اور اس کی حمد و ثنا سے زبانوں کو تر و تازہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ چونکہ آپ ہر وقت اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اسی لئے ”ذکر اللہ“ کے لئے کوئی خاص شرط نہیں ہے۔ آدمی پاک ہو یا نہ ہو، صحت مند ہو یا بیمار دن ہو یا رات لیٹے، بیٹھے، چلتے پھرتے، صبح و شام اللہ کا ذکر کرتا رہے اور اس کی پاکیزگی بیان کرتا رہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور فرشتے بھی دعا کریں گے جس کی برکت سے علم و ہدایت کا نور نصیب ہو جائے گا اور آخرت میں تو ساری رحمتیں اللہ کے نیک بندوں کے لئے مخصوص کر دی جائیں گی۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اسلام کے اعمال، فرائض اور واجبات تو

بہت ہیں مجھے آپ کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کو میں آسانی سے اختیار کر سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔ (مسند احمد۔ ابن کثیر)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝٤٥ وَّدَاعِيًا اِلَى
اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝٤٦ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ۝٤٧ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝٤٨

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبر سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے)

اے نبی ﷺ! آپ مومنوں کو خوش خبری سنا دیجئے کہ بے شک اللہ کا ان پر بڑا فضل و کرم ہے اور آپ کافروں اور منافقوں سے نہ دبیں اور نہ ان کی ایذا رسانی کا خیال کریں۔ اللہ پر بھروسہ کیجئے اور کام بنانے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

شَاهِدٌ	گواہی دینے والا
مُبَشِّرٌ	خوش خبری دینے والا
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا۔ آگاہ کرنے والا
دَاعِيٌ	بلانے والا۔ پکارنے والا

سِرَاجٌ	سورج۔ چراغ
مُنِيْرٌ	روشن کرنے والا
لَا تُطِعْ	پیچھے نہ چل۔ نہ کسی سے دبو
دَعْ	چھوڑ دے
اَذٰی	تکلیفیں

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۴۸

امہات المومنینؓ اوران کے بعد تمام اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ پوری طرح اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کرتے رہیں۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہیں اور دشمنان اسلام کے غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈے سے کسی شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ اب ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو کفار ومشرکین کی طرف سے دی گئی ذہنی اور فکری اذیتوں کے جواب میں تسلی دیتے ہوئے خطاب کیا گیا ہے کہ آپ ان باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ ہر وہ شخص جو اپنے مقصد اور مشن کو پھیلانے میں پرخلوص ہوتا ہے اس کو اسی طرح کی تکلیفوں اور اذیتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا یہ فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! اے ہمارے حبیب اللہ نے آپ کو انتہائی بلند مقام، رتبہ اور اعلیٰ صفات کا پیکر بنایا ہے۔ یہ کفار، مشرکین اور منافقین کتنی ہی سازشیں کر ڈالیں آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی شان یہ ہے کہ جب سارے انبیاء کرامؑ اوران کی امتیں سخت پریشانی میں ہوں گی تو قیامت کے دن آپ سب پر گواہی دینے والے ہوں گے۔ ہر نیک عمل کرنے والے کو خوش خبری دینے والے اور بدکاروں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والے، اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے اور سورج کی طرح چمک کر روشنی بکھیرنے والوں میں سے ہیں۔ نہ تو آپ کفار ومشرکین سے دبیں نہ ان کی ایذا رسانیوں پر رنجیدہ ہوں۔ آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جو ہر ایک کی مشکل کو حل کرنے والی اور ہر ایک کا کام بنانے والی ذات ہے۔ اللہ وہ ہے جو کسی کے سہاروں کا محتاج نہیں ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اہل ایمان کو اس بات کی خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کا اللہ ان پر بہت ہی فضل وکرم کرنے والا ہے۔

یوں تو قرآن کریم اور احادیث میں آپ کے بہت سے صفاتی نام آئے ہیں بعض علماء نے تو ان کی تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے لیکن ان آیات میں آپ کی چند صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شَاهِد: گواہی دینے والا۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ چونکہ آپ کو ہر روز امت کے احوال کا علم دیا جاتا ہے اس لئے آپ اپنی امت کے حالات کے بھی گواہی دینے والے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپ قیامت کے دن سارے پیغمبروں اور ان کی امتوں کی گواہی دینے والے ہوں گے کہ تمام پیغمبروں نے اللہ کا پیغام اپنی امتوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا تھا۔ (بخاری وترمذی)۔ آپ اپنی امت کے لئے اس بات پر گواہی دیں گے کہ کون سیدھے راستے پر تھا اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں بھٹکتا رہا تھا۔ غرضیکہ اللہ کی طرف سے دی گئی تمام معلومات کی بنیاد پر گواہی دینے والے ہوں گے۔

مُبَشِّرًا: خوش خبری دینے والا۔ وہ لوگ جو دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے ان کو جنت کی ابدی راحتوں اور بہترین انجام کی خوش خبری دینے والے ہیں اور آپ ﷺ ان کو اس بات کی خوش خبری دینے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے نیک اعمال کے سبب اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائیں گے۔

نَذِيرًا: ڈرانے والا۔ یعنی آپ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کفار، مشرکین، منافقین اور بدکاروں کو ان کی نافرمانیوں پر جو بدترین سزائیں دی جائیں گی ان کے برے انجام سے ڈرانے والے بھی ہیں۔ اور جو لوگ اس دنیا میں اپنے برے انجام سے بے خبر آنکھیں بند کئے ہوئے چل رہے ہیں آپ ان کو اس بات سے آگاہ کرنے والے ہیں کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کو جہنم کا ایندھن بننے سے کوئی روک نہ سکے گا۔

دَاعِیً اِلَی اللّٰہِ: اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا۔ یعنی آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے دین اور آخرت کی طرف بلانے اور بہتر انجام کی خوش خبری دینے والے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ اگر لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں تو وہ اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔

سِرَاجاً مُنِيراً: روشن چراغ، چمکتا سورج، یعنی آپ کی ذات اس روشن چراغ یا چمکتے سورج کی طرح ہے جو زندگی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو روشنی کی طرف بلاتے اور راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔

ان تمام صفات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لاتعداد صفات کا مالک بنایا ہے جو اپنے مقصد اور مشن میں انتہائی مخلص ہیں لہٰذا ان کی اتباع اور پیروی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ اہل ایمان کو خوش خبری سنا دیجئے کہ ان کا مالک اللہ ہے اور وہ انتہائی مہربان اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ دوسرے یہ کہ کفار و مشرکین سے دب کر بات نہ کریں نہ ان کی اذیتوں اور تکلیفوں پر پریشان ہوں بلکہ آپ اپنے اللہ پر بھروسہ کیجئے جو سب کے کام بنانے والا ہے اور ہر ایک کی مشکل کو دور کرنے والا ہے۔ تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جب آپ اللہ پر بھروسہ کر کے آگے قدم بڑھائیں گے تو وہ وقت بہت دور نہیں ہے جب یہی کفار و مشرکین آپ کے قدموں میں جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ
وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا
لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ
مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ
خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً
مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ
يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا
مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور انہیں ہاتھ لگانے (صحبت کرنے) سے پہلے ہی طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا کرنے کا تم (ان سے) مطالبہ کر سکو۔ انہیں کچھ دے دلا کر نہایت اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے لئے ان بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا مہر آپ نے ادا کر دیا ہے۔ اور آپ کی وہ کنیزیں جو آپ کو مال غنیمت میں دی گئی ہیں (وہ بھی حلال ہیں) اور آپ کی

چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومن عورت جس نے خود اپنے آپ کو حوالے کر دیا ہو اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو حلال ہے) لیکن یہ رعایت خاص آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ مومنوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں ہم نے کیا اصول مقرر کئے ہیں تا کہ آپ پر تنگی نہ رہے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

نَكَحْتُمْ	تم نے نکاح کرلیا
طَلَّقْتُمْ	تم نے طلاق دے دی
تَمَسُّوْا	تم نے ہاتھ لگایا (صحبت کی)
تَعْتَدُّوْنَ	تم نے عدت کی
مَتِّعُوْا	تم سامان دے دو
سَرِّحُوْا	تم چھوڑ دو
اُجُوْرٌ (اَجْرٌ)	مہر
اَفَآءَ	مال غنیمت حاصل ہوا۔ بغیر جنگ حاصل ہونے والا مال
وَهَبَتْ	سپرد کر دیا۔ ہبہ کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۴۹ تا ۵۰

اسی سورت میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی رحمتوں اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہوئے اللہ کا ذکر کرنے والا ہے اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی بے مثال زندگی میں بہترین اسوہ حسنہ ہے۔ آپ کی زندگی وہ مبارک و پاکیزہ زندگی

ہے جس کی اتباع اور پیروی ضروری ہے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستوں پر چلتے ہیں ان کو زندگی کی راہوں میں سوائے بھٹکنے کے اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے اعلیٰ اور برتر رتبہ و مقام صرف سرکار دو عالم خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ اور اللہ کے بعد رتبہ و مقام سب سے بلند ہے تو پھر آپ کی زندگی ہی اتباع و پیروی کے لائق ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر ان تمام کیفیات اور حالات کو طاری فرمایا جو امت کی رہبری و رہنمائی کے لئے ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر

(۱) نبی کریم ﷺ کے لئے کتابیہ عورت (یہودی یا عیسائی) سے نکاح ممنوع تھا جب کہ قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق عام مسلمانوں کے لئے کتابیہ عورتوں سے نکاح حلال ہے۔

(۲) آپ کے لئے اور آپ کے خاندان کے ہر فرد کے لئے صدقہ لینا حرام تھا اور ہے جب کہ دوسرے مومنوں کے لئے حرام نہ تھا اور نہ ہے۔

(۳) جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ تھیں اس وقت تک ہر مومن پر نماز تہجد فرض کا درجہ رکھتی تھی لیکن جب پانچوں وقت کی نمازیں فرض کر دی گئیں تو تمام اہل ایمان مسلمانوں کے لئے نماز تہجد نفل اور سنت بن گئی جب کہ نبی کریم ﷺ پر فرض ہی رہی۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج (بیویاں) امت کی مائیں ہیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا یہاں تک کہ جو کنیز (باندی) آپ کے لئے حلال کی گئی ہے آپ کے وصال کے بعد وہ بھی کسی امتی کے لئے حلال نہیں ہے یعنی جس طرح آپ کے وصال کے بعد آپ کی لذواج مطہرات کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے اسی طرح ان باندیوں سے نکاح کرنا بھی جائز نہیں رکھا گیا جن کو آپ نے اپنی زوجیت میں لیا تھا۔

(۵) اگر کوئی مسلمان عورت نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ہبہ کر دے یعنی بغیر مہر کے آپ سے نکاح کرنا چاہے اور آپ بھی اس سے نکاح کے خواہش مند ہوں تو بغیر مہر کے نکاح جائز ہے حالانکہ اوروں کے لئے نکاح میں مہر باندھنا شرط لازم ہے۔ یہ بھی آپ کی ایک خصوصیت ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت مناسب رہے گی کہ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کی اجازت دی تھی مگر آپ نے نکاح میں آنے والی ہر زوجہ کا مہر نقد ادا فرمایا ہے۔

(۶) عام مسلمانوں کے لئے بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کر دیا گیا ہے یعنی چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں کی اجازت نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس اصول کا پابند نہیں بنایا بلکہ آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت کے ساتھ فرمایا تا کہ آپ کو بعض دینی مصلحتوں کی بنا پر تنگی محسوس نہ ہو اور اس سلسلہ میں وسعت حاصل ہو جائے۔

دشمنان اسلام نے اس آخری خصوصیت کو ایک ایسا رنگ دینے کی کوشش کی ہے جس سے آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا

جا سکے۔ حالانکہ ان شادیوں کی کثرت سے دین اسلام کے بنیادی اصولوں کی عظمتوں کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ موضوع تو بہت زیادہ وضاحت طلب ہے جس کے لئے بڑی سے بڑی کتابیں بھی ناکافی ہیں اس سلسلہ میں چند موٹی موٹی باتیں عرض ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ ان شادیوں کی کثرت میں کیا مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔

☆ عربوں میں داماد بنانے کو برا سمجھا جاتا تھا اور بعض قبیلے تو اپنی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی اس لئے قتل کردیا کرتے تھے کہ اگر یہ لڑکیاں زندہ رہیں گی تو داماد آئے گا۔ اور داماد کا آنا ان کے لئے توہین کا سبب تھا۔ اس دور میں قبیلوں کے دستور کے مطابق قبیلے کے کسی بھی فرد کا داماد پورے قبیلے کا داماد کہلاتا تھا اس لئے اس میں پورے قبیلے کی توہین سمجھی جاتی تھی مگر آپ نے عرب کے اکثر اہم قبیلوں میں شادیاں کر کے دامادیت کی کراہیت کے تصور کو عظمت سے تبدیل فرمادیا اور پیدا ہونے والی لڑکیوں کے ساتھ اس درندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم فرمادیا۔

☆ ان شادیوں کے ذریعہ آپ نے بہت حد تک خاندانوں اور قبیلوں کی باہمی دشمنی اور جاہلانہ رسموں کا زور توڑ کر رکھ دیا تھا تاکہ انسانی معاشرہ کی عملی اصلاح ہوسکے۔ چنانچہ آپ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے ایک آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ ابن حارثہ سے کر کے آقا اور غلام کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور جب حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ میں باہمی شدید اختلافات کی وجہ سے طلاق ہوگئی تو آپ نے اللہ کے حکم سے ان کی عدت گذرنے کے بعد ان سے نکاح کرلیا۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور اس زمانہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی اور صلبی بیٹوں کی طرح سمجھا جاتا تھا اس لئے حضرت زینبؓ سے نکاح پر کفار و مشرکین نے بہت زہریلا پروپیگنڈا کیا اور یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کرلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ اب قیامت تک کے لئے اس رسم کو مٹا دیا گیا ہے کہ جس کو منہ سے بیٹا کہہ دیا جائے وہ حقیقی بیٹا بن جاتا ہے۔ اس طرح حضرت زینبؓ سے نکاح کے ذریعہ اس رسم کو ختم فرمادیا گیا۔

☆ حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ یہودیوں کے مشہور قبیلوں کی بیٹیاں تھیں۔ جنگ میں گرفتار ہو کر آئیں۔ جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ اس سے سب سے پہلے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے خلاف یہودیوں کی سازشیں اور سرگرمیاں ٹھنڈی ہونا شروع ہوگئیں۔

☆ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ سے نکاح فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے آپ کا تعلق اور گہرا ہوگیا۔

☆ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہ سے نکاح کیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوسفیانؓ جو اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن تھے ان کی مخالفتیں دم توڑ گئیں۔

☆ آپ نے آزاد کردہ باندیوں کو اپنی ازدواجی زندگی میں شامل کر کے اس تصور کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا کہ باندیوں سے

نکاح کرنا کوئی بری بات ہے بلکہ آپ نے آزاد خواتین کے ساتھ ساتھ باندیوں کو بھی انسانیت کے رتبہ میں برابر کر دیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنوں سے یعنی بنی قریش میں سے جو ماں اور باپ کی رشتہ دار ہوں نیز انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت بھی کی ہو تو آپ کو ان سے نکاح کی اجازت دے دی گئی چنانچہ ۷ھ میں آپ کا نکاح حضرت ام حبیبہؓ سے ہوا اور اس طرح چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دے دی گئی۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ آپ کی جتنی بھی ازواج مطہرات ہیں وہ سب کی سب بیوہ تھیں بلکہ ان میں سے اکثر تو وہ تھیں جن کے کئی کئی نکاح ہو چکے تھے۔ آپ نے اس سنت کے ذریعہ ہر مومن کو اس بات کی تلقین فرمادی ہے کہ وہ عورتیں جو کسی وجہ سے اپنے شوہروں سے علیحدہ ہو جائیں تو ان کو معاشرہ میں اسی طرح بے سہارا نہ چھوڑا جائے بلکہ بیوہ عورتوں سے نکاح کرنے کو ایک عظیم نیکی اور سنت بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جوانی کے دنوں میں بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے شادی کی اور جب اسلامی جنگوں میں بڑے پیمانے پر مسلمان شہید ہوئے تو آپ نے متعدد نکاح فرمائے جس پر دوسرے اہل ایمان نے بھی عمل کیا اور اس طرح بے سہارا اور بیوہ عورتوں کو عزت کی چھت اور ان کی اولاد کو نسب حاصل ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا۔ اس وقت عام روایتوں کے مطابق حضرت خدیجہؓ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے نکاح میں ستائیس سال رہیں۔ اس عرصہ میں آپ نے کسی بھی عورت سے شادی نہیں کی۔ اللہ نے حضرت خدیجہؓ ہی سے آپ ﷺ کو اولاد عطا فرمائی۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے وصال کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔ چار سال تک حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے علاوہ کوئی بیوی نہیں تھیں۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو چھپن سال کی عمر تک آپ ﷺ کے گھر میں صرف دو بیویاں تھیں لیکن چھپن سال اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کے گھر متعدد بیویاں تھیں کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جب جنگوں میں بہت سی خواتین کے سروں سے ان کے شوہروں کا سایہ اٹھ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے کئی کئی شادیاں کر کے بیواؤں سے نکاح کیے۔

زیر مطالعہ آیات میں ان تمام باتوں سے پہلے ایک مسئلہ کی طرف بھی متوجہ فرمایا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے نکاح کرے اور پھر (صحبت یا خلوت صحیحہ سے پہلے) اس کو طلاق دیدے تو اس صورت میں عورت پر کوئی عدت واجب نہیں ہے اور نہ ہی مرد کو پورا مہر دینا پڑے گا۔ (خلوت صحیحہ تنہائی میں میاں بیوی کی ایسی ملاقات کو کہتے ہیں جس میں صحبت کرنا ممکن ہو)

اگر مہر مقرر ہو چکا تھا تو مرد پر واجب ہے کہ وہ آدھا مہر اس لڑکی کو ادا کرے لیکن اگر اپنے حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورا مہر ہی ادا کردے تو زیادہ بہتر ہے۔ اگر نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور ایسی صورت میں طلاق ہو جائے تو کوئی مہر نہیں دیا جائے گا البتہ اپنی حیثیت کے مطابق مرد پر واجب ہے کہ کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا دے کر ہی احسن طریقے سے اس کو رخصت کردے تاکہ جس تعلق کی ابتداء محبت اور پیار سے ہوئی تھی وہ فضا زیادہ خراب نہ ہونے پائے۔

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ
مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ
وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا
فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝۵۱ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ
مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ
حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝۵۲ ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۲

(اے نبی ﷺ) آپ (ان بیویوں میں سے) جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں اپنے سے دور رکھنے کے بعد (دوبارہ) اپنے پاس بلالیں۔ اس میں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ وہ رنجیدہ نہ ہوں گی اور وہ اس پر راضی رہیں گی جو آپ انہیں دیں گے۔ اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے؟ اللہ جاننے والا اور برداشت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آپ کے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں۔ اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ دوسری بیویاں لے آئیں خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگتا ہو۔ البتہ کنیز (باندی) کی اجازت ہے اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱تا۵۲

تُرْجِیْ (اِرْجَاءٌ) موخر کرنا۔ دور رکھنا

تُؤْیْ (اِیْوَاءٌ) قریب کرنا

اِبْتَغَیْتَ تو نے تلاش کیا۔ طلب کیا

عَزَلْتَ تو نے الگ کر دیا

اَدْنٰی قریب

اَنْ تَقَرَّ یہ کہ ٹھنڈی رہیں

اَعْیُنٌ (عَیْنٌ) آنکھیں

لَا یَحْزَنَّ وہ ہرگز رنجیدہ نہ ہوں گی

رَقِیْبٌ نگران۔ گہری نظر رکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۵۱تا۵۲

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عدل وانصاف کی بعض شرائط کے ساتھ اس بات کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ ہر مومن زیادہ سے زیادہ چار بیویاں تک رکھ سکتا ہے۔ان کے نان ونفقہ (کھانے پینے اور ضروریات زندگی) اور ہر ایک کے پاس شب باشی یعنی رات گذارنے کی باری مقرر کرنا لازمی اور ضروری ہے اس کے خلاف جائز نہیں ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض دینی مصلحتوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے اور ان کے درمیان باری مقرر کرنے کو آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو اس وقت آپ کے گھر میں نو بیویاں تھیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب ایک ہی وقت میں اتنی زیادہ بیویاں ہوں گی تو بعض گھریلو مشکلات، پریشانیاں اور اختلافات کا پیدا ہونا لازمی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس بات کا اختیار عطا کر دیا ہے کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں یعنی جس کی باری ہے آپ اس کے پاس نہ جائیں اور جانا موخر کر دیں۔اور جس کو چاہیں قریب رکھیں اور اگر آپ نے کسی کو دور رکھا ہوا ہے اور پھر اس کو قریب لانا چاہیں تو آپ بلا سکتے ہیں۔آپ پر اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں ہے۔اگر غور کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ

عام قاعدہ کو چھوڑ کر بعض عظیم دینی مصلحتوں اور تبلیغ دین میں رکاوٹوں کو دور کرنے کی وجہ سے آپ کو خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں تا کہ آپ کو اپنے گھر والوں کی طرف سے سکون واطمینان رہے اور اس سلسلہ کی تمام رکاوٹیں دور ہوتی چلی جائیں جن سے باہمی رنجشیں، شکایتیں اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو عظمتوں کا شاہکار ہے۔ خاص طور پر آپ کی گھریلو زندگی آپ کے شفیقانہ برتاؤ اور محبت بھرے انداز سے نہایت پرسکون زندگی تھی۔ آپ کی خواہش رہتی تھی کہ گھر میں سب ہنسی خوشی باہم مل جل کر محبت پیار سے رہیں اور کسی طرح آپ کے گھر پر غموں کے سائے نہ منڈلائیں۔ آپ کی طرف سے آپ کی ازواج مطہرات کو جو کچھ ملے وہ اس پر راضی رہیں کیونکہ اتنی بیویوں کی موجودگی میں کسی کو دور کرنے، کسی کو پاس بلانے، کسی کی باری میں دوسری بیوی کے پاس چلے جانے میں دلی رنجشیں پیدا ہو جانا کوئی انوکھی بات نہیں ہے لیکن جب ہر ایک کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے سارے اختیارات آپ کو عطا کر دیئے ہیں کہ آپ جس طرح چاہیں جسے چاہیں اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ معاملہ اور سلوک کریں تو اب کسی کو شکایت کرنے اور اختلاف کرنے کا موقع نہ رہا کیونکہ سب کچھ اللہ کے حکم کے تحت ہو رہا ہے یہ ایک ایسا بہترین اصول تھا کہ جس سے ازواج مطہرات کے رنجیدہ رہنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس موقع پر اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ تو وہ اختیارات تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرسکون گھریلو زندگی گذارنے کے لئے عطا فرمائے تھے کہ آپ جس طرح چاہیں جیسے چاہیں ان ازواج کے ساتھ سلوک کریں لیکن آپ نے ان اختیارات کا نہ ہونے کے برابر استعمال فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان پورا پورا عدل وانصاف کرنے کی ایک ایسی روایت چھوڑی ہے جو اپنی جگہ ایک بہترین مثال ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد بھی آپ کا طرز عمل اور حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ ہم میں سے کسی کی باری کے دن اگر آپ کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے جانا چاہتے تو جس کی باری ہوتی اس سے آپ اجازت لے لیا کرتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم۔ نسائی)

دنیاوی حیات کے آخری دور میں جب آپ بہت کمزور ہو گئے اور سہولت کے ساتھ آنے جانے میں دشواری محسوس کرنے لگے تو آپ نے اپنی سب ازواج مطہرات سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ مجھے عائشہؓ کے ساتھ رہنے دیں۔ جب سب نے خوشی سے اجازت دیدی تب آپ نے حیات دنیاوی کا آخری حصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں گذارا۔ وہیں آپ کا وصال ہوا اور آج آپ اسی حجرے میں آرام فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس حجرے کو وہ عظمت کا مقام عطا فرمایا ہے کہ اس میں نہ صرف خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آرام فرما رہے ہیں بلکہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ جب آسمانوں سے دنیا میں تشریف لا کر اور عمر طبعی کو پہنچ کر وصال فرمائیں گے تو ان کو بھی نبی کریم ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو وہ عظیم رتبہ عطا کیا ہے کہ جس سعادت میں کوئی ان کے برابر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو گھریلو زندگی میں دینی مصلحتوں کے پیش نظر جہاں بہت سے اختیارات عطا فرمائے ہیں وہیں آپ کو چند احکامات کا پابند بھی بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی بے مثال اور عظیم قربانیوں کو قبول کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اب جتنی ازواج مطہرات آپ کے گھر میں ہیں اب وہی رہیں گی ان کی موجودگی میں کسی دوسری بیوی کو لانے کی اجازت نہیں ہے یعنی باندیوں کے سوا اب مزید آزاد عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ آپ موجودہ ازواج مطہرات میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری بیوی لے آئیں خواہ وہ حسن و جمال کی پیکر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے اللہ کا حکم آنے کے بعد ان ازواج مطہرات کے بعد کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام احوال سے پوری طرح واقف ہے اور وہ ان کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے وہی جانتا ہے کہ کس بات میں کیا مصلحت ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّآ
اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا
دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ
لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ
وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا
فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ
وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ
مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ
تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس وقت تک نبی ﷺ کے گھروں میں

داخل نہ ہوا کرو۔ کھانے کے لئے اس کے پکنے کی راہ نہ تکا کرو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم داخل ہو سکتے ہو پھر جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔ بے شک تمہاری یہ بات نبی (ﷺ) کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں لیکن اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا اور جب تم (ان کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور تمہارے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول (ﷺ) کو ایذا پہنچاؤ اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں (ازواج مطہرات) سے تم نکاح کرو۔ بے شک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ) ہے اگر تم کسی بات کو ظاہر کرتے ہو یا اس کو چھپاتے ہو تو (یاد رکھو) بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

لَا تَدْخُلُوْا	تم داخل نہ ہو
اَنْ یُّؤْذَنَ	یہ کہ اجازت دے دی گئی ہو
غَیْرَ نٰظِرِیْنَ	نہ تکنے والے
اِنٰی	تیار ہو جانے کا وقت
دُعِیْتُمْ	تمہیں بلایا گیا
لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ	جی لگا کر نہ بیٹھنے والے
اِسْئَلُوْا	مانگو۔ سوال کرو
وَرَآءُ حِجَابٍ	پردے کے پیچھے
اَطْهَرُ	زیادہ پاکیزہ

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی گھریلو زندگی اور آپ کے ادب و احترام کے آداب سکھائے ہیں۔ چونکہ آپ کی محبوب ذات اور آپ کے گھرانے کے ہر فرد کی زندگی دوسروں کے لئے بہترین نمونہ زندگی ہے اس لئے آپ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ بعض وہ احکامات دیئے گئے ہیں جو ان کے لئے اور پوری امت کے لئے عام حکم کا درجہ رکھتے ہیں یعنی اگرچہ ظاہری طور پر ان آیات میں آپ کے لئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات سے خطاب کیا گیا ہے لیکن یہ احکامات ان کی ذات تک محدود نہیں ہیں بلکہ امت کے ہر فرد پر ان احکامات پر عمل کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

ان آیات میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے آپ کے میل جول اور ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کے آداب سکھائے گئے ہیں کیونکہ ہر انسان دن بھر محنت کرنے کے بعد اپنے گھر میں ایک ایسے بے تکلف ماحول کو پسند کرتا ہے جس میں کسی کی مداخلت نہ ہو اور وہ اپنی مرضی سے اپنے گھر میں آزادی سے رہے۔ اگر ہر شخص وقت بے وقت بغیر کسی پیشگی اجازت کے کسی کے گھر جائے تو ممکن ہے صاحب خانہ کو اس سے کوئی اذیت پہنچے اور اس کی گھریلو بے تکلفی میں فرق آ جائے۔ خاص طور پر نبی کریم ﷺ کا ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ کوئی شخص آپ کے گھروں میں بے تکلف نہ گھس جایا کرے۔ اگر کسی ضرورت سے یا کھانے پر بلایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن کھانے کی راہ تکتے رہنا اور کھانے کے بعد بے تکی باتیں کرنا اور جم کر بیٹھ جانا یہ ایک بری عادت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت گھر بہت چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے کہ اگر کوئی مہمان آ جاتا تو گھر والوں کو کسی کونے میں سر چھپا کر بیٹھنا پڑتا تھا۔ اگر آنے والے مہمان جم کر بیٹھ جاتے تو اس سے گھر والوں کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ اللہ نے اس سے منع فرما دیا۔ حضرت انسؓ کی روایت سے اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کی حقیقت سے میں سب سے زیادہ واقف ہوں کیونکہ میں اس واقعہ کے وقت وہاں موجود تھا۔ فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ بن جحش سے ہوا تو آپ نے ولیمہ کا کھانا بنوایا اور بعض صحابہ کرامؓ کو آپ نے اس میں شرکت کی دعوت دی۔ کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر بیٹھ گئے۔ آپس میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ ﷺ بھی موجود تھے۔ دوسری طرف ام المومنین حضرت زینبؓ اس جگہ شرم و حیا کا پیکر بنی ہوئی دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ لوگوں کی لمبی چوڑی باتوں اور بیٹھنے سے نبی کریم ﷺ کو سخت تکلیف پہنچ رہی تھی لیکن آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے کچھ نہ کہا۔ جب آپ نے دیکھا کہ گفتگو کا سلسلہ دراز ہوتا جا رہا ہے تو آپ ﷺ گھر سے باہر دوسری ازواج مطہرات سے ملنے اور ان کی خیریت معلوم کرنے کے لئے اٹھ کر تشریف لے گئے تا کہ جم کر بیٹھ جانے والے سمجھ جائیں۔ جب آپ ازواج مطہرات سے مل کر واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لوگ اسی طرح جمے بیٹھے ہیں۔ جب صحابہ کرامؓ نے اس بات کو محسوس کیا تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔ ان

سب کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے کچھ وقت گذارا اور پھر آپ باہر تشریف لائے اور میں بھی موجود تھا۔ اس کے بعد یہ مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ کوئی بھی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ کے رسول ﷺ کو ادنیٰ سی بھی تکلیف پہنچے۔ اسی بات کو ان آیات میں اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے۔

(۱) ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب تک تمہیں بلایا نہ جائے اس وقت تک نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ اب یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ ان کو جب کسی گھر میں بلایا جائے تو وہ ضرور جائیں لیکن بغیر اجازت اور دعوت کے کسی کے گھر جانا مناسب نہیں ہے۔

(۲) کھانے کی راہ نہ تکتے رہا کرو۔ مراد یہ ہے کہ کسی کے گھر اتنی دیر بیٹھنا کہ کھانے کا وقت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اہل خانہ کو ان کی تواضع کرنا پڑے گی جس سے گھر والوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے فرمایا کہ اس عادت سے بھی بچنا چاہیے۔

(۳) جی لگا کر جم کر نہ بیٹھ جایا کرو۔ فرمایا کہ جب تمہیں بلایا جائے تو دعوت کو قبول کر کے گھروں پر جاؤ لیکن کھانے کے بعد بہت دیر تک جم کر بیٹھ جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ صحابہ کرام کو نبی کریم ﷺ کا یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ آپ کے گھر (یا کسی کے گھر) اس طرح جم کر نہ بیٹھا کرو کہ جس سے نبی کریم ﷺ کو سخت اذیت پہنچتی ہے۔ فرمایا کہ آپ تو اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے شرم اور لحاظ میں کسی سے کچھ نہیں فرماتے لیکن اللہ کو کسی کے لحاظ کی ضرورت نہیں ہے لہذا ایسا کام نہ کرو جس سے نبی کریم ﷺ کو کسی طرح کی اذیت پہنچے۔

(۴) ازواج مطہرات سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اگرچہ روحانی ماں کا درجہ رکھتی ہیں لیکن آج کے بعد سے یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ ان قابل احترام ہستیوں سے اگر ضرورت کی کوئی چیز مانگی جائے یا کوئی سوال کیا جائے تو پردے کے پیچھے سے کیا جائے گا۔ یہ امہات المومنین کے لئے پردے کا حکم ہے جو ساری امت کی خواتین کے لئے قیامت تک پردہ کر لینے کا حکم عام ہے۔ اس میں یہ کہنا کہ یہ حکم صرف امہات المومنین کے لئے تھا اس سے زیادہ غلط بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جن ازواج مطہرات کا درجہ ماں سے بھی بڑھ کر ہے ان سے بھی پردے کے پیچھے سے سوال کرنے کا حکم ہے تو عام خواتین سے تو اس سے بھی زیادہ پردے اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ازواج مطہرات سے تو آپ کی وفات کے بعد بھی کسی کو نکاح کرنا حرام ہے لیکن عام عورتوں سے نکاح ہو سکتا ہے وہ پردے سے مستثنیٰ کیسے ہو سکتی ہیں۔ اس آیت سے اب قیامت تک یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ امہات المومنین یا کسی بھی خاتون سے بات کی جائے تو درمیان میں پردہ ضروری ہے۔ البتہ وہ رشتہ دار جو عورت کے محرم ہیں وہ بے تکلف گھروں میں آسکتے ہیں ان سے کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد تمام ازواج مطہرات نے اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لئے۔ چونکہ آپ ﷺ کا گھرانہ ایک نمونہ تھا اس لئے تمام صحابیات نے بھی اپنے گھروں پر پردے لٹکا لئے اور محرموں کو بھی گھروں میں داخل ہونے کی خاص خاص شرطوں کے ساتھ اجازت دی گئی ہے۔

اصل میں ازواج مطہرات کے لئے آیت حجاب کی مزید تشریح کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی گئیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی امہات المومنین سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے حالانکہ دنیا میں اللہ نے یہ قانون مقرر فرمادیا ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر مرجائے تو وہ اس کی عدت گذارنے کے بعد اپنی مرضی سے شریعت کے اصولوں کے مطابق جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی کسی کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ازواج مطہرات میں سے کسی سے نکاح کرنے کا ارادہ بھی کرے کیونکہ یہ تصور بھی ایک گناہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں آپ اس شوہر کی طرح ہیں جو کچھ عرصہ کے لئے چلا گیا ہو۔اسی لئے آپ کے بعد آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور دنیا بھر کی تمام خواتین کے لئے یہ اصول مقرر کردیا گیا ہے کہ اگر خواتین سے کچھ مانگا جائے یا ان سے کچھ پوچھا جائے تو پردے کے پیچھے سے پوچھا اور مانگا جائے اور آپ کی ازواج مطہرات جوامت کی مائیں ہیں ان سے آپ کی دنیاوی حیات اور بعد میں نکاح کا تصور حرام ہے۔

آخر میں ایک اصول ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! تم اپنے دل میں کسی گناہ کا خیال تک نہ لاؤ کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظروں سے پوشیدہ یا چھپی ہوئی ہو وہ اللہ ہر بات کو اچھی طرح جانتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ
وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ شَهِيْدًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾ ع ۷ ۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

عورتوں پر (پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے اپنے باپ دادا سے، اپنے بیٹوں سے، اپنے بھائیوں سے، اپنے بھائی کے بیٹوں سے، اپنی بہن کے بیٹوں سے، اپنے میل جول کی عورتوں سے اور اپنی کنیزوں سے۔ اللہ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر رحمتیں بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر ایذا پہنچاتے ہیں تو ایسے لوگوں نے اپنے سروں پر ایک بہت بڑا بہتان اٹھایا ہے جو کھلا ہوا گناہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

لَاجُنَاحَ	کوئی گناہ نہیں ہے
اِتَّقِيْنَ	ڈرتی رہیں
يُصَلُّوْنَ	رحمتیں بھیجتے ہیں۔ درود بھیجتے ہیں
سَلِّمُوْا	سلام بھیجو
تَسْلِيْماً	خوب سلام بھیجنا
يُؤْذُوْنَ	تکلیف پہنچاتے ہیں
لَعَنَ	اس نے لعنت کی۔ رحمت سے دور کر دیا
اِكْتَسَبُوْا	تم نے کمائی کی۔ تم نے کمایا
اِحْتَمَلُوْا	انہوں نے اٹھالیا

بُهْتَانٌ	بہتان۔الزام
اِثْمًا مُّبِيْنًا	کھلا گناہ

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۵۸

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کا بے انتہا ادب واحترام کرنے کے احکامات ارشاد فرمائے ہیں۔اور اس زمانہ کے رواج کے برخلاف یہ فرمایا تھا کہ جب تک ان کو گھروں پر آنے کی دعوت نہ دی جائے اس وقت تک وہ بغیر اجازت کے نبی کریم ﷺ کے گھروں میں داخل نہ ہوں اور اگر وہ آئیں اور ان کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو پردے کے پیچھے سے سوال کریں۔حجاب کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے تمام صحابیاتؓ نے بھی اپنے گھروں پر پردے لٹکا لئے تھے۔حجاب کے اس حکم کے تحت سوائے محرم رشتہ داروں کے ہر ایک رشتہ دار اور تعلقات والوں پر پردے کی پابندی لگا دی گئی تھی۔

زیر مطالعہ آیات میں سب سے پہلے ان محرم رشتہ داروں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جن سے پردہ نہیں ہے اور پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شان،عظمت اور آپ کا ادب واحترام سکھایا گیا ہے۔

فرمایا کہ باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجہ، بھانجہ، مسلمان عورتیں اور کنیزیں ان سب کو گھروں میں آنے اور جانے کی اجازت ہے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔اس کی کچھ تفصیل سورہ نور میں بھی گذر چکی ہے۔

ان ہی آیات میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے اور ان کے واسطے سے پوری امت کی خواتین سے فرمایا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں خوف الٰہی کا دامن تھامے رہیں اور اپنے ہر عمل کی نگرانی کرتی رہیں کیونکہ اللہ سے ان کا کوئی عمل چھپا ہوا نہیں ہے۔وہ ہر ایک کے احوال سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک آپ کی شان اور عظمت اتنی زیادہ ہے کہ اللہ ان پر دن رات اپنی رحمتوں کی بارش فرما رہا ہے اس کے پاکیزہ فرشتے ہر آن ان کے لئے دعائے رحمت کر رہے ہیں لہذا اہل ایمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کثرت سے صلوۃ وسلام بھیجنے کی سعادت حاصل کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے اللہ کو اور اس کے رسول کو ذہنی، جسمانی یا روحانی اذیت پہنچنے کا امکان بھی ہو کیونکہ جو لوگ ایسا کریں گے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنتیں برستی رہیں گی۔

ان آیات کی کچھ وضاحتیں:

(۱) باپ، بھائی، بھتیجے اور بھانجوں کے حکم میں وہ سب رشتہ دار شامل ہیں جو ایک عورت کے لئے محرم کا درجہ رکھتے ہیں خواہ وہ نسب کے اعتبار سے رشتہ دار ہوں یا رضاعی (دودھ شریک) لحاظ سے ہوں۔ (محرم اس کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لئے نکاح کرنا حرام ہو) ان آیات میں دادا، چچا اور ماموں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ بھی ایک عورت کے محرم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک عورت کے لئے ماں اور باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب بھانجوں اور بھتیجوں کا ذکر فرمادیا تو اب ان کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بھتیجے اور بھانجے سے پردہ نہ کرنے کا جو سبب ہے وہی چچا اور ماموں سے پردہ نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

(۲) قرآن کریم میں لفظ صلوۃ آیا ہے جس کا ترجمہ ہم فارسی زبان کے ایک لفظ ''درود'' سے کرتے ہیں اور عام طور پر اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر خوب درود و سلام بھیجو۔

یہ ترجمہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صلوۃ کا ترجمہ صرف درود شریف ہے حالانکہ لفظ ''صلوۃ'' اپنے اندر بہت سے معنی کی وسعت رکھتا ہے۔ رحمت، دعا، نماز، درود وغیرہ۔ اس لفظ کی نسبت اگر عبادت کی طرف کی جائے گی تو اس سے نماز مراد ہو گی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد رحمتیں بھیجنا، فرشتوں کی طرف ہوگی تو اس کے معنی دعائے رحمت کے ہوتے ہیں اور جب اس لفظ کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف ہوگی تو اس سے مراد درود شریف ہوگا اور اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا جائے گا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر رحمتیں بھیجتے اور فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں اے مومنو! تم بھی نبی کریم ﷺ پر خوب کثرت سے درود و سلام بھیجو۔ یہ ترجمہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں یہ ترجمہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھا کر اہل بدعت نے رسول اللہ ﷺ کا مقام اللہ سے بھی بڑھا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عظمت، شان اور رتبہ کا اظہار کرنے کے لئے فرمایا ہے کہ اللہ آپ پر بہت مہربان ہے اور آپ کی تعریف فرماتا ہے لہٰذا اب ہر مومن پر یہ واجب ہے کہ وہ آپ کے لئے ''صلوۃ'' یعنی دعا اور ان کی مدح و ثنا جتنی کر سکتا ہو وہ کرے اور آپ پر خوب سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کرتا رہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا بلند رتبہ اور عظیم مقام عطا فرمایا ہے کہ اکثر نماز، اذان، اقامت اور کلمہ طیبہ وغیرہ میں آپ کا ذکر مبارک شامل فرمایا ہے۔

☆ اللہ نے آپ کو دین اسلام کے وہ زرین اصول عطا فرمائے ہیں جنہیں آپ نے تمام مذاہب پر غالب کر کے دکھایا اور ان اصولوں کو پھیلانے میں آپ نے دن رات جدوجہد فرمائی اور کفار و مشرکین کی شدید مزاحمت کے باوجود آپ نے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکیزہ جماعت تیار فرمائی جن پر کائنات کی تمام طاقتوں کو ناز ہے۔

☆ اللہ نے آپ کو قرآن کریم کے ذریعہ جن زرین اصولوں کی تعلیم دی ہے اس کی حفاظت کا خود ہی ذمہ لیا ہے اور آپ کی برکت سے شریعت کے تمام اصولوں پر قیامت کے دن تک عمل ہوتا رہے گا۔

☆ آپ ﷺ کو سارے رسولوں اور نبیوں کے آخر میں بھیج کر آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجا دیا ہے جس سے آپ کا رتبہ و مقام اللہ کے بعد ساری مخلوق سے زیادہ ہو گیا ہے۔

☆ قیامت کے ہولناک دن جب ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اس وقت آپ نہ صرف اپنی امت کی بلکہ تمام انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کی اللہ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائیں گے۔

☆ اللہ نے آپ کو ایسا حوض کوثر عطا فرمایا ہے جس کے پانی کو آپ اپنے دست مبارک سے تقسیم فرمائیں گے اور جو بھی اس پانی کو پئے گا اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔

☆ اللہ نے آپ کو مقام محمود عطا فرمایا ہے جہاں آپ اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔

ایسے پیارے اور محبوب رسول ﷺ کی دن رات تعریف و توصیف نہ کرنا ایک بہت بڑی محرومی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کے رتبہ اور مقام کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ ان آیات کے آخر میں فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام نہیں کرتے اور اپنے طرز عمل سے ان کو دکھ پہنچاتے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ نہ صرف دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے بلکہ ان کے لئے ایک ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ان کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔

☆ اسی طرح وہ مومن مرد اور مومن عورتیں جو بے قصور ہیں جن کو یہ کفار ستاتے، ان پر تہمتیں لگاتے اور انہیں دکھ پہنچاتے ہیں اور انہیں اپنی جھوٹی اور من گھڑت باتوں سے نیچا دکھانا چاہتے ہیں تو ایسے لوگ درحقیقت اپنی گردن پر گناہوں کے بوجھ رکھتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ایسے لوگوں کی سزا مقرر کر دی گئی ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

(۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ذلیل و رسوا ہو جائے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

☆ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کنجوس ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

☆ پوری زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض اور واجب ہے۔ اور جب بھی آپ کا نام مبارک آئے تو اسی وقت آپ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنے سے بھی حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

☆ جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ التحیات میں سلام بھیجتا ہے اور آخر میں درود شریف پڑھتا ہے لہٰذا جو شخص بھی نماز ادا کرتا ہے وہ اس حکم کی تعمیل کر کے درود و سلام بھیجتا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا یا نماز کا منکر ہے وہی درود و سلام کا منکر ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ
عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٥٩ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ
اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝٦١ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

اے نبی ﷺ! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں۔ یہی بہتر طریقہ ہے جس سے وہ پہچان لی جائیں گی اور ستائی نہ جائیں گی اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ اگر یہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے ہیں اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ چند دنوں کے سوا تمہارے پاس نہ رہ سکیں گے۔
یہ لعنتی یعنی پھٹکارے ہوئے لوگ ہیں جہاں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں اللہ کا یہ طریقہ ان کے ساتھ بھی یہی رہا ہے اور (اے نبی ﷺ) آپ اللہ کے اس دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

يُدْنِيْنَ لٹکا لیں۔ قریب کرلیں

جَلَا بِيْبُ (جِلْبَابٌ) چادریں۔ لباس پر اوڑھی جانے والی چادر

اَلْمُرْجِفُوْنَ	افواہیں پھیلانے والے
نُغْرِيَنَّ	ہم چھوڑ دیں گے۔ ہم مسلط کر دیں گے
لَا يُجَاوِرُ	ساتھ نہ رہیں گے
ثُقِفُوْٓا	پائے گئے
اُخِذُوْا	پکڑے گئے
لَنْ تَجِدَ	تو ہرگز نہ پائے گا

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۲

دین اسلام کے تقریباً تمام احکامات میں ایک خاص تدریج ہے جو آہستہ آہستہ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب کا پورا معاشرہ جہالتوں، تاریکیوں، زندگی کی بے اعتدالیوں اور کفر و شرک میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کو اصول زندگی سکھانے کے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن کریم نازل کیا گیا جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے اپنی عمل سے فرمائی تاکہ مسلمان دین اسلام کی سچائیوں کے خوگر بن جائیں مثلاً عرب معاشرہ میں عام طور پر عورتوں مردوں کا باہمی میل جول، ایک دوسرے کے گھروں میں بے تکلف آنے جانے، کھانے پینے اور ہر طرح کی محفلوں میں شرکت کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح کی بری عادتوں سے معاشرہ میں گندگی اور بے شرمی عام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس برائی کو ختم کرنے کے لئے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور اگر کسی اجنبی غیر محرم کو ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو یا مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کریں۔ اس حکم کے آجانے کے بعد تمام ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکالئے۔ چونکہ تمام مسلم خواتین جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والے ہر حکم کی تعمیل پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے بے چین رہتی تھیں جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات نے اپنے گھروں پر پردے لٹکالئے ہیں تو انہوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکالئے اور سوائے محرم مردوں کے تمام لوگوں کے آنے جانے اور ملنے جلنے پر پابندی لگا دی۔ اور اس طرح مسلم خواتین نے اپنے گھروں میں رہنا شروع کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ پردے کے تمام احکامات آتے چلے گئے۔ قرآن کریم کی سات آیات اور ستر سے زیادہ صحیح ترین احادیث میں تمام خواتین کو پردے کا حکم دے کر عادی بنا دیا گیا۔

زیر مطالعہ آیات میں دو باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ (۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنی تمام ازواج مطہرات، اپنی تمام بیٹیوں اور مومن خواتین سے کہہ دیجئے کہ وہ جب باہر نکلیں تو اپنی چادروں

کو اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر باہر نکلیں اور اپنی چادر کے ایک پلو کو اپنے چہروں پر لٹکا لیا کریں تاکہ وہ پہچانی جائیں اور ان کو ستایا نہ جائے اور اگر ان سے اس سلسلہ میں کبھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اول تو خواتین کو اپنے گھروں میں رہنا چاہیے لیکن اگر کسی ضرورت کے تحت اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی چادروں سے اپنے جسم اور چہرے کو اس طرح چھپا کر نکلیں کہ کوئی بدنظر اور ذہنی مریض ان کو ستا نہ سکے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ یہ ایک شریف زادی ہے جو اپنے کپڑوں، زیور اور جاہلیت کی سج دھج کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی ضرورت کے تحت باہر نکلی ہے اس طرح اوباش قسم کے لوگوں کو چھیڑ چھاڑ کی ہمت نہ ہوگی کیونکہ اس زمانہ میں کچھ یہودی اپنے مزاج کی گندگی کا اظہار کرتے تھے اور ہر آنے جانے والی باندیوں اور گھروں میں کام کرنے والیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے جس سے روکا گیا ہے۔ (۲) ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جو لوگ فساد کرنے اور غلط سلط افواہیں پھیلا کر اہل ایمان میں افراتفری پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اپنی روش زندگی کو بدلنا ہوگا ورنہ اللہ کا یہ اٹل قانون اور دستور ہے کہ جو لوگ اپنی گندی ذہنیت اور شرارتوں سے باز نہیں آتے اللہ نے ان کے لئے سخت سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔ اگر انہوں نے اپنی حرکتوں کو نہ چھوڑا تو ان کے لئے سخت سزا مقرر کر دی گئی ہے جس سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

فرمایا کہ ایسے شر پسندوں اور فسادیوں کو اپنے سے پہلے گذری ہوئی قوموں کے بدترین انجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے۔ جس طرح ان لوگوں کو اللہ نے سخت سزائیں دے کر نشان عبرت بنا دیا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہ آئی ہے اور نہ آئے گی۔ یہ لعنتی پھٹکارے ہوئے لوگ پھر جہاں پائے جائیں گے ان کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی اور وہ بہت عرصہ تک اپنے گھروں میں نہ رہ سکیں گے۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

ع ۸/۱۰/۵

ترجمہ: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

(اے نبی ﷺ) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ قیامت (کی گھڑی) قریب ہی ہو؟

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ نہ تو کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔

جس دن ان کو چہروں کے بل (جہنم میں) اوندھا ڈالا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت وفرماں برداری کی ہوتی۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا پھر انہوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دوہرا عذاب دیجئے اور ان پر زبردست لعنت بھیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

مَايُدْرِیُ	(تجھے) کیا خبر ہے؟
سَعِيْرٌ	جہنم۔ بھڑکتی آگ
تُقَلَّبُ	الٹ پلٹ دی جائے گی
يٰلَيْتَنَآ	اے کاش کہ ہم
اَطَعْنَا	ہم نے اطاعت کی
سَا دَ تَنَا	ہمارے بڑے۔ ہمارے سردار
ضِعْفَيْنِ	دوگنا۔ دوہرا
اِلْعَنْ	لعنت کر۔ رحمت سے دور کردے
كَبِيْرٌ	بڑا

تشریح: آیت نمبر ۶۳ تا ۶۸

کفار و مشرکین کو جب قیامت کے ہولناک دن سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ قیامت کا کچھ علم رکھنے کے باوجود ڈھیٹ بن کر نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے تھے کہ تم جس قیامت کا بار بار ذکر کر کے ہمیں ڈراتے ہو وہ قیامت آخر کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی کیونکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ممکن ہے وہ قیامت بہت دور نہ ہو اور قریب آ گئی ہو۔ یہ سوال کرنے والے منافقین اور یہودی لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت قریب ہو یا دور بہر حال ایک دن آ کر رہے گی۔ اس کی فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ جس بات پر غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ان کفار و مشرکین نے اس دن کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے کیونکہ وہ دن بہت ہی ہیبت ناک ہوگا جس میں اپنے بھی غیر بن جائیں گے۔ کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی بلکہ وہ گمراہ سردار اور معاشرہ کے بڑے لوگ جن پر انہیں ناز تھا اور وہ ان کے کہنے پر چلتے تھے وہ بھی اپنے ماننے والوں کی مدد سے صاف انکار کر دیں گے اور اس کے بعد ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت انہیں افسوس ہوگا کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ان کی اطاعت کرتے تو یہ بدترین دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اور ہم ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کر لیتے۔ جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی تو وہ اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ اے اللہ یہ ہمارے سردار اور بڑے لوگ وہ ہیں جنہوں نے ہمیں راہ حق سے بھٹکا کر سچائیوں سے دور کر دیا تھا۔ الٰہی ان کو دوگنا عذاب دیا جائے اور ان کو رحمت سے دور کر کے ان پر لعنتیں برسائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ وہ لوگ کہیں یا نہ کہیں اللہ کے دوگنے عذاب سے نہ یہ سردار بچ سکیں گے اور نہ وہ لوگ جو ان کا کہا مان کر کفر و شرک میں مبتلا تھے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا
مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝۶۹
يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰ يُّصْلِحْ
لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ

وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَ
حَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ
الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ وَيَتُوۡبَ
اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۷۳﴾ ع

ع ۹ ۵ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنہوں نے موسیٰ کو (الزام لگا کر) ستایا تھا پھر اللہ نے ان کو ان باتوں سے بری کردیا تھا جو انہوں نے الزام لگایا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک بہت باعظمت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ بے شک ہم نے ایک امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور وہ اس کے (اٹھانے سے) ڈر گئے۔ اور اس کو انسان نے اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور نہایت جاہل تھا۔ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر وہ متوجہ ہو (ان کی توبہ قبول کرلے) اور اللہ بہت مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

لَا تَكُوۡنُوۡا	تم نہ ہوجانا
اٰذَوۡا	تکلیف پہنچائی
بَرَّاَ	اس نے بری کردیا

وَ جِيهٌ	باعزت وعظمت
سَدِيْدٌ	سیدھا
فَازَ	کامیاب ہوگیا
عَرَضْنَا	ہم نے پیش کر دیا
اَبَيْنَ	(سب نے) انکار کر دیا
اَنْ يَّحْمِلُ	یہ کہ وہ اٹھائے
اَشْفَقْنَ	(سب) ڈر گئے
حَمَلَ	اٹھالیا
ظَلُوْمٌ	بہت ظالم
جَهُوْلٌ	بہت زیادہ جاہل
يَتُوْبُ	وہ متوجہ ہوتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۳

سورۃ الاحزاب جس میں زیادہ تر نبی کریم ﷺ کے ادب واحترام کے اصول سکھائے گئے ہیں اس سورت کے آخر میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ کو ستایا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں ان پر جھوٹے الزامات اور بے تکی تہمتیں لگائی تھیں تم اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ مت کرنا۔ کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نہایت آبرومند اور معزز تھے اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کو ستایا تھا اس سے حضرت موسیٰؑ کا تو کچھ نہیں بگڑا البتہ اس طرح کے لوگوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا۔

مفسرین نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کہیں سے کچھ مال آیا تھا آپ نے ہمیشہ کی طرح اس سارے مال کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیا تھا۔ جو لوگ اس سے محروم رہ گئے تھے ان میں

سے کسی انصاری صحابی کے منہ سے یہ نکل گیا کہ اللہ کی قسم آپ نے اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا لحاظ نہیں رکھا۔ یہ بات حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سن لی اور جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا کہ آج آپ پر یہ باتیں بنائی جارہی ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ پر اللہ کی رحمت ہو انہیں اس سے زیادہ تکلیفیں دی گئیں مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد، مسند احمد)

نبی کریم ﷺ جو ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور عدل و انصاف کا معاملہ کیا کرتے تھے اس واقعہ سے آپ کو اذیت پہنچی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ مذکورہ آیات نازل فرمائیں اور اہل ایمان سے فرمایا کہ وہ ان یہود بنی اسرائیل جیسی روش اختیار نہ کریں جنہوں نے حضرت موسیٰؑ پر الزامات لگا کر انہیں ستایا تھا۔ حالانکہ وہ تمام الزامات غلط تھے اسی لئے اللہ نے ان کو ان الزامات سے بری کر دیا تھا کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک نہایت باعظمت تھے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ایمان والوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ہمیشہ ایسی بات کہنا چاہیے جو سیدھی اور سچی ہو محض جذبات میں آ کر ایسی بات منہ سے نکالنا جو بے بنیاد ہو وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ سیدھی سچی بات کریں گے ان کے نہ صرف تمام اعمال درست کر دیئے جائیں گے بلکہ اگر ان سے کچھ گناہ سرزد ہو گئے ہوں گے تو وہ ان کو معاف فرما دے گا۔ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ یہ ہماری ایک امانت ہے کیا تم اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہو تو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے لیکن جب انسان کے سامنے اس بار امانت کو پیش کیا گیا تو اس نے اس کو اٹھا لیا۔

یہ بار امانت کیا ہے؟ اس کے لئے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس امانت کو انسان (آدم) کے سامنے رکھا تو اس نے عرض کیا کہ امانت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اچھا کرو گے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا اور اگر تم نے برا کیا تو اس پر تمہیں سزا ملے گی۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن کریم میں امانت کا ذکر ہے لیکن امانت کیا ہے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے اچھے برے اعمال مراد ہیں۔ بعض کے نزدیک اس امانت سے مراد ''خلافت'' ہے جس کی ذمہ داری انسان پر رکھی گئی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ اختیار ہے جو انسان کو اس دنیا میں وقتی طور پر امانت کے طور پر دیا گیا ہے تا کہ انسان اپنے اختیار سے نیکی اور برائی کے دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لے۔ بہر حال جو مضامین اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں وہ زیادہ تر نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری سے متعلق ہیں اس لئے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

ان آیات میں بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بار امانت جو انسان کے کاندھوں پر رکھا گیا ہے۔اس سے مراد ''علم وعدل'' ہے۔علم ایک روشنی ہے اور عدل ایک راستہ ہے جو انسان کو علم کی روشنی میں منزل تک پہنچاتا ہے۔یا یوں کہئے کہ قرآن کریم علم ہے اور نبی کریم ﷺ کی زندگی عدل واعتدال کا نام ہے اس لئے ہر وہ شخص جو آخرت کی حقیقی کامیابی چاہتا ہے اس کے لئے قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ زندگی ایک امانت کے طور پر اہل ایمان کو دی گئی ہے جو بھی قرآن وسنت پر چلنے والا ہوگا وہی کامیاب وبامراد ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ سے ایک والہانہ محبت اور ان کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

الحمدللہ سورۃ الاحزاب کا ترجمہ اور تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲

ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۴

سَبَا

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ سبا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	34
کل رکوع	6
آیات	54
الفاظ وکلمات	896
حروف	3636
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ سبا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور قوم سبا دونوں کے واقعات زندگی کو بیان کر کے کفار عرب کو آگاہ کیا ہے کہ وہ ان میں سے جس کی زندگی کو بھی اپنائیں گے دونوں کا انجام واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کے ذریعہ ہر ایک کے ضمیر سے ایک ہی سوال کیا ہے کہ وہ اس بات پر اچھی طرح غور کر کے فیصلہ کرے کہ جب اللہ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا ایک جیسا انجام نہیں ہے تو اب وہ ان دونوں میں سے کونسا راستہ اختیار کر کے کامیاب یا ناکام ہونا چاہتا ہے۔

اللہ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور دین کے بنیادی اصولوں کی پابندی اختیار کی اللہ نے ان کو دنیا میں بھی کامیاب کیا اور آخرت کی ہر نعمت ان کو دی جائے گی لیکن جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے اپنی دولت اور عالی شان عمارتوں پر بے جا فخر وغرور کیا تو ان کو دنیا میں تو یہ سزا دی گئی کہ ان کا سب تباہ وبرباد کر دیا گیا اور آخرت میں ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

حضرت داؤدؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ نے زبردست حکومتیں اور سلطنتیں عطا فرمائی تھیں مگر انہوں نے اور ان کے ماننے والوں نے کفر وشرک اور غرور وتکبر کے بجائے اللہ کا شکر اور مصائب پر صبر کرنے کو زندگی بنایا تو آج بھی ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے اور قیامت تک ان کو یہ عظمتیں حاصل رہیں گی۔

اس کے برخلاف قوم سبا جس کو اللہ نے ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ شوکت، حشمت، عزت سربلندی، مال ودولت سے مالا مال فرمایا۔

ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بے شمار انبیاء کرام کو بھیجا مگر انہوں نے اللہ سے بغاوت کر کے نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا۔

بت پرستی اور جہالت کے ہزاروں وہ طریقے اختیار کیے جن سے اللہ کا غضب جوش میں آگیا اور ان کو اتنی سخت سزا دی گئی کہ آج ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔ ان کی عالی شان عمارتوں اور مکانات کے کھنڈرات

رزق میں وسعت اور تنگی یہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے اس کو رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی روزی کو تنگ کر دیتا ہے وہی سب سے بہتر رازق ہے وہی برے حالات کو بہتر حالات میں تبدیل کر دیتا ہے۔

بھی پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے لیکن جو لوگ نافرمانی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں ان کو دنیا سے اس طرح مٹا دیا جاتا ہے کہ پھر ان کا ذکر صرف قصے کہانیاں بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کا ایسا دستور اور طریقہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

فرمایا گیا کہ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے وہ لوگوں کو بہکا کر غلط راستے پر ڈال دیتا ہے اور اس طرح وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن جو اللہ کے نیک بندے ہیں وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے جال میں کبھی نہیں پھنستے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن میدان حشر میں کفار و مشرکین اور ان بتوں کا ذکر کیا ہے جنہیں انہوں نے دنیا میں اپنا سفارشی اور معبود بنا رکھا تھا کہ وہ ایک دوسرے پر الزامات لگائیں گے اور لعنتیں بھیجیں گے مگر اس وقت ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آسکے گا اور ان دونوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کو کفار مکہ کی باتوں سے شدید رنج پہنچتا تھا اللہ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ماننے والوں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج یہ کفار و مشرکین اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر اڑے ہوئے ہیں اور آپ کی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ ایسی نئی بات نہیں ہے آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ہیں ان کو اسی طرح جھٹلایا گیا، تنگ کیا گیا مگر اللہ نے ان انبیاء کو اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب فرمایا۔ آپ بھی اسی طرح کامیاب و بامراد ہوں گے۔

فرمایا کہ جو لوگ اپنے مال و دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں پر اس قدر اترا رہے ہیں ان کو تاریخ سے سبق سیکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ اگر انہوں نے اللہ کی نافرمانی کا طریقہ اختیار کیا تو یہ مال و دولت اور حکومت و سلطنت ان کے کسی کام نہ آسکے گی اور اگر انہوں نے اللہ و رسول کا کہا مانا اور ان کے راستے پر چلے تو ان کے لیے جنت کے وہ بہترین اور حسین و خوبصورت باغات ہوں گے جن میں وہ آرام و سکون اور چین و اطمینان سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان کی ہر نیکی کا ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لیکن جن لوگوں نے اپنے مال و دولت اور عظیم الشان عمارتوں پر بے جا فخر و غرور کر کے کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا تو ان کو جہنم کی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی آگ کا ایندھن بننا پڑے گا۔

فرمایا کہ رزق کی وسعت اور رزق میں تنگی یہ سب اللہ کی طرف سے ہے وہ جس کا چاہتا ہے رزق بہت زیادہ وسیع کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے اس کے حالات کو اس پر تنگ اور محدود کر دیتا ہے۔ اگر کسی کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو یہ اس بات

کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اللہ کا بہت پیارا ہے اور وہ اللہ کے ہاں بہت مقبول ہے۔

اس سورۃ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ کو کبھی دیوانہ کبھی شاعر اور کبھی جادوگر کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کفار سب کے سب سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور پھر غور کریں کہ وہ جتنے الزامات نبی کریم ﷺ پر لگا رہے ہیں جنہوں نے پوری زندگی مکہ ہی میں گزاری ہے کیا ان میں سے ان کے متعلق ایک بات بھی درست اور صحیح ہے۔

اگر ان کے الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں تو انہیں اللہ سے توبہ کرنا چاہیے تا کہ آخرت کی کامیابیاں انہیں نصیب ہو سکیں اگر انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کا یہی انداز جاری رکھا تو پھر وہ دنیا و آخرت کی ہر نعمت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

سُورَۃ سَبَا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَلَهُ
الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱﴾ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی
الۡاَرۡضِ وَمَا یَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعۡرُجُ
فِیۡهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ ﴿۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۲

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اور آخرت کی ہر تعریف بھی اسی کے لئے ہے۔ وہی حکمت والا اور (ہر چیز کی) خبر رکھنے والا ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو کچھ اس سے نکلتی ہے اور جو کچھ آسمانوں سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ وہ نہایت رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۲

یَلِجُ	داخل ہوتا ہے
یَخۡرُجُ	نکلتا ہے
یَنۡزِلُ	اترتا ہے
یَعۡرُجُ	چڑھتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲

اللہ جو کامل و مکمل ہستی ہے اس نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کائنات کے ذرے ذرے کو پیدا کر کے ہر چیز میں ایک ایسا حسن و خوبی، کمال و جلال اور ان کے درمیان حسین توازن پیدا کیا ہے کہ اگر اس میں ذرا بھی غور و فکر کیا جائے تو انسان بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِین. وہ اللہ کتنی برکتوں والا ہے جو سارے پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین خالق ہے۔ اللہ ہر چیز کی حکمت کو جانتا ہے اور وہ اپنی بنائی ہوئی کائنات سے بے خبر نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر چیز کی کیفیات اور حالات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اسے اپنی مخلوق کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے۔ اس کی ضروریات کیا ہیں اور کیسے مہیا کی جاتی ہیں۔ زمین میں بارش کے پانی کی طرح کیا چیز داخل ہو رہی ہے، درختوں، کھیتوں، پودوں، معدنیات اور سبزہ وغیرہ کیا کچھ چیزیں زمین کے اندر سے نکل رہی ہیں۔ اسے معلوم ہے کہ جو فرشتے لوگوں کی دعائیں اور اعمال آسمانوں کی طرف بلند کر رہے ہیں اور شریعت، وحی اور دوسری چیزوں کی طرح کون کون سے احکامات نازل ہو رہے ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ انسان کے لئے آخرت میں کون سی چیزیں اس کو فائدہ اور کون سی نقصان دینے والی ہیں۔ غرضیکہ کائنات اور آخرت کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو اس سے پوشیدہ ہو۔ کائنات میں جو بھی حسن و جمال ہے وہ اسی اللہ کی طرف سے ہے۔ وہی ہر طرح کی تعریفوں اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہے جس کو اس کے برابر لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ وہی اللہ ہر طرح کی عبادتوں کا حق دار ہے۔ اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کے قصوروں، گناہوں اور خطاؤں سے اچھی طرح واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کون حسن عمل کا پیکر ہے اور کون نافرمانی کی زندگی گذار رہا ہے۔ اللہ کے فیصلے انسانوں کے فیصلوں کی طرح نہیں ہوتے کیونکہ ہر صفت اور حکمت پر اس کی رحمت غالب ہے اس لئے وہ گناہ گاروں کو ایک دم سے نہیں پکڑتا بلکہ ان کو سنبھلنے، سمجھنے اور اصلاح کے ہزاروں مواقع عطا فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گناہوں اور خطاؤں پر نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتا ہے تو اس سے زیادہ معاف کرنے والا اور درگذر کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے اور اگر وہ کسی کو پکڑ لیتا ہے تو اس سے چھڑانے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ غرضیکہ جو شخص بھی اس کائنات اور اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں غور و فکر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے جذبات سے سرشار ہو جائے گا اور اس کو یقین کرنا پڑے گا کہ کائنات کی ابتداء سے انتہا تک تمام تعریفوں اور عظمتوں کا صرف وہی مستحق ہے۔ وہی دنیا اور آخرت میں ہر شخص کا مشکل کشا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا
السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ
مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ
ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۙ ۝۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ وَالَّذِيْنَ
سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ
اَلِيْمٌ ۝۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ
رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳ تا ٦

کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ تم پر قیامت ضرور آئے گی۔ اس سے آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس سے کوئی چھوٹی بڑی چیز پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ ایک کھلی ہوئی کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے۔ تا کہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کو بخشش اور عزت کا رزق دیا جائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ہمیں ہماری آیتوں میں عاجز و بے بس کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کی ان کے لئے سخت اور دردناک عذاب ہے۔ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور وہ اللہ جو تمام تعریفوں کا مستحق اور زبردست طاقت وقوت والا ہے وہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳ تا ۶

لَا یَعْزُبُ	دور نہیں کرتا۔ دور نہیں ہے
مِثْقَالٌ	برابر
اَصْغَرُ	چھوٹا
رِزْقٌ کَرِیْمٌ	عزت کا رزق
سَعَوْا	انہوں نے کوشش کی
مُعٰجِزِیْنَ	بے بس اور عاجز کرنے والے
رِجْزٌ	سخت عذاب
یَهْدِیْ	وہ ہدایت دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۳ تا ۶

کفار مکہ رسمی طور پر قیامت کا انکار نہیں کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کو اپنے اوپر قیاس کر کے اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ جب انسان مرنے کے بعد گل سڑ جائے گا اور اس کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے یا کائنات ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائے گی تو دوبارہ انسان اور کائنات کیسے پیدا ہو سکے گی؟ وہ اپنی بے عقلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسان کے دوبارہ پیدا ہونے، اس کے ذرات جمع ہونے اور دنیا کے دوبارہ بن جانے کے بارے میں طرح طرح کے شبہات کا شکار تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ سب باتیں ناممکن ہیں قیامت کوئی چیز نہیں ہے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرے اس رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ اللہ ہر غیب کا جاننے والا ہے وہ ایک ایک ذرے کی حالت سے اچھی طرح واقف ہے، درخت سے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو اس کا علم اللہ کو ہو جاتا ہے۔ اس کی نظروں سے کوئی بات، کیفیت اور حالت پوشیدہ نہیں ہے۔ ہر چیز ''کتاب مبین'' یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے۔ جب عدل وانصاف کا وہ دن آئے گا جس کو قیامت کہتے ہیں تو کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ جن لوگوں نے کفر وشرک، ظلم وزیادتی اور لوگوں سے مکر وفریب کیا ہوگا ان کو سخت سزا دی جائے گی اور جنہوں نے

ایمان، عمل صالح اور نیکی کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی اور اللہ و رسول کے تمام احکامات کی پابندی کی ہوگی ان کو ان کی محنت سے زیادہ بہتر اور اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ انہیں مغفرت، سکون قلب اور عزت کے رزق سے نوازا جائے گا۔ فرمایا کہ جو لوگ علم رکھنے والے ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی طرف سے جو کلام نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو زبردست اور تمام تعریفوں کا حق دار ہے ہدایت دینے والا ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے وہ انسانی ذرات کو جب چاہے گا جمع کر کے پھر سے اس کو جیتا جاگتا انسان بنادے گا اور ایک ایسی نئی دنیا تعمیر فرمادے گا جس میں ہر انسان کے ہر عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ
اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ⑦
اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ
بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۧ ⑨

ع ۱ / ۹ / ۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

اور کافروں نے کہا ہم تمہیں ایک ایسے آدمی کا پتہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تمہیں نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا۔ نہیں معلوم کہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑا ہے یا اسے جنون ہے۔ (اللہ نے فرمایا بات یہ ہے کہ) جو آخرت پر ایمان نہیں لائے وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین و آسمان کی تخلیق کی طرف دھیان نہیں دیا جو ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ اس میں ہر اس شخص کے لئے نشانی ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بندہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

نَدُلُّ	ہم بتائیں گے
یُنَبِّئُ	وہ بتاتا ہے
مُزِّقْتُمْ	تم ریزہ ریزہ ہوگئے
جِنَّةٌ	جنون۔ دیوانگی
اَلضَّلَالُ	گمراہی
نَخْسِفُ	ہم دھنسا دیں گے
نُسْقِطُ	ہم گرا دیں گے
کِسَفٌ	ایک ٹکڑا۔ ایک حصہ
اٰیَةٌ	نشانی۔ نشان عبرت
مُنِیْبٌ	لوٹنے والا۔ رجوع کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

بنیادی طور پر جانور اور انسان میں یہ فرق ہے کہ جانور فکر اور تدبر سے محروم ہے جب کہ انسان تفکر اور تدبر کر سکتا ہے۔ مال و دولت اور دنیاوی اسباب میں کمی اتنی بڑی بدقسمتی اور محرومی نہیں ہے جتنی یہ بات کہ انسان فکر و تدبر اور ہدایت سے محروم ہو جائے۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ کے کافروں سے یہ فرماتے تھے کہ ایک دن یہ دنیا اور اس میں بسنے والی مخلوق ختم کر دی جائے گی اور انسان کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو کفار بڑی حقارت سے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ لوگو! آؤ آج ہم تمہیں ایک حیرت انگیز بات بتاتے ہیں اور ایک ایسے شخص کے متعلق بتاتے ہیں جو یہ ان ہونی بات کہتا ہے کہ جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یا ہمارے باپ دادا جن کے وجود کا آج پتہ بھی نہیں ہے وہ سب کے سب زندہ کئے جائیں گے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ اس شخص نے یہ باتیں خود ہی گھڑ لی ہیں یا وہ کسی جنون میں مبتلا ہے۔ یہ سب باتیں وہ رسول اللہ ﷺ کا نام لئے بغیر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کا آخرت پر ایمان ہوتا تو وہ ایسی باتیں نہ کرتے ان کی ایسی باتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شدید ترین عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گمراہی میں بہت دور تک جا چکے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کی

سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہو جائے تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات اور اس کے نظام پر غور وفکر کرتا تو یہ بات اس کی سمجھ میں آسکتی تھی کہ اللہ نے اس نظام کائنات کو بنا کر اس میں ایک خاص توازن اور اعتدال پیدا کیا ہے۔ اگر وہ اس توازن کو ذرا بھی ڈھیلا چھوڑ دے تو یہی زمین و آسمان جو انسان کے لئے راحت و آرام کا بہترین ذریعہ ہیں اس کے لئے قہر الٰہی بن سکتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ زمین جس سے انسان اپنی غذا اور لباس تک حاصل کرتا ہے اور وہ انسانوں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہے ہم اسی زمین کو ایسا بنا سکتے ہیں کہ اس زمین میں سارے انسان دھنس جائیں یا آسمان جو انسانی خیر و برکت کے لئے ایک چھت کی طرح ہے اس کے ایک ٹکڑے کو گرا کر ساری دنیا کو ختم کر دیں۔ آخر میں فرمایا کہ یہ سب چیزیں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی نشانیاں ہیں لیکن ان سے وہی فائدہ حاصل کرتے ہیں جو ہر آن اللہ ہی سے امید لگا کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۚ
يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ⑩ اَنِ اعْمَلْ
سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ⑪ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ
اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ
رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫
يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ
وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ
الشَّكُوْرُ ⑬ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ
اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ
اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ⑭

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

بے شک ہم نے داؤدؑ کو فضل و کرم عطا کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ تسبیح کرو۔ اور ہم نے ہی ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا (اور کہہ دیا تھا کہ) کشادہ زرہیں بناؤ اور (زرہوں کی) کڑیاں جوڑنے میں اندازہ قائم رکھو عمل صالح کرتے رہو تم جو کچھ کرتے ہو اسے میں دیکھنے والا ہوں۔ اور ہم نے ہی سلیمانؑ کے لئے ہوا (کو ان کے تابع کر دیا تھا) اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی ہوتی اور شام کی منزل بھی ایک مہینے کی ہوتی۔ اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنات میں سے بعض اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی خلاف ورزی کرتا تو ہم اس کو سخت سزا کا مزہ چکھاتے تھے اور سلیمان جو چاہتے وہ ان کے لئے قلعے، تصویریں اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض اور ایک جگہ جمی ہوئی بھاری دیگیں بنایا کرتے تھے۔ اے آل داؤدؑ تم شکر گذاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر ادا کرتے ہیں۔ اور پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کیا تو (جنات کو) ان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر ایک گھن کی طرح کیڑا جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا (اس نے ان کے عصا کو کھا لیا) جب وہ گر پڑے تو جنوں پر حقیقت حال کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کے اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

اَوِّبِیْ	چلو۔ پڑھو
اَلَنَّا	ہم نے نرم کر دیا تھا
اَلْحَدِیْدُ	لوہا
سٰبِغٰتٌ	کشادہ زرہیں
قَدِّرْ	اندازہ کر
قُدُوْرٌ (قِدْرٌ)	دیگیں۔ پتیلے

رَا سِیٰتٌ	ایک جگہ جمنے والیاں
قَضَیْنَا	ہم نے فیصلہ کر دیا
مَا دَلَّ	نہیں بتایا
دَآبَّةُ الْاَرْضِ	زمین کا جانور۔زمین کا کیڑا
مِنْسَاۃٌ	عصا۔لاٹھی
خَرَّ	وہ گر پڑا
تَبَیَّنَتْ	واضح ہوگئی۔کھل گئی
مَا لَبِثُوْا	لگے نہ رہتے
اَلْمُهِيْنُ	ذلت والا

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

زیر مطالعہ آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کائنات میں ہر طرف پھیلی ہوئی نشانیوں سے وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جو ''عبد منیب'' ہیں یعنی اللہ کے وہ بندے جو ہر حال میں اللہ کی طرف جھکنے والے اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اچھے یا برے جیسے بھی حالات ہوں اللہ کی عبادت و بندگی کے ساتھ شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ایسے لوگوں کی زندگیاں دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک بہترین مثال ہوا کرتی ہیں۔حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ان دونوں کو اللہ نے اتنی بڑی، بے مثال اور عظیم الشان سلطنتیں عطا فرمائی تھیں جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔حضرت داؤدؑ جو بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں ان کو زبور جیسی کتاب دی گئی تھی جو لوگوں کے لئے ہدایت و رہبری کا ذریعہ تھی۔ جب وہ اپنی خوبصورت آواز میں آیات کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کرتے تو اللہ کے حکم سے پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم نوا ہو کر جھومنے لگتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے لوہے کو اس قدر نرم بنا دیا تھا کہ وہ لوہے کے تار بنا کر حلقے اور چھلے بناتے پھر ان کو جوڑ کر نہایت تناسب سے کشادہ زرہیں بناتے تھے تاکہ جنگ میں کام آسکیں۔یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا جس سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرا کرتے تھے۔جب حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ ان کے جانشین بنے تو اللہ نے ہوا کو ان کے لئے اس طرح مسخر

کردیا تھا کہ وہ ان کے تخت کو ان کی مرضی کے مطابق ہوا کے دوش پر تیز رفتاری سے لے کر اڑ جایا کرتا تھا اور جہاں چاہتے وہ وہاں پہنچ جایا کرتے تھے۔ رفتار اس قدر تیز تھی کہ صبح سے دوپہر تک چلنے میں ایک مہینے کے سفر کے برابر فاصلہ طے کر لیتے تھے۔ پھر شام سے رات تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے اس طرح دو مہینے کا سفر ایک دن میں طے کر لیا کرتے تھے۔ تانبہ ایک سخت دھات ہے لیکن اللہ نے ان کے لئے تانبے کو پانی کی طرح بہنے والا سیال بنا دیا تھا۔ وہ اتنا مناسب گرم ہوتا تھا کہ آسانی سے اس کے برتن بڑی بڑی دیگیں اور ضروریات کی دوسری چیزیں بنالی جاتی تھیں۔ اللہ نے جنات کو اس طرح ان کے تابع کر دیا تھا کہ وہ ان کے سامنے ان کے حکم سے بڑے سے بڑا کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ وہ جنات کو جیسا حکم دیتے وہ ان کی تابع داری کرنے پر مجبور تھے۔ ان کے حکم کے خلاف چلنے والوں کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ اونچی اونچی عمارتیں، خوبصورت محل تانبے کی بنی ہوئی بڑی بڑی دیگیں جو چولہوں پر جمی رہتی تھیں پرندوں اور غیر جان داروں کی تصاویر بنایا کرتے تھے۔ بیت المقدس جیسی عظیم مسجد ان جنات کے ذریعہ تعمیر کرائی گئی۔ حضرت سلیمانؑ کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر روز ایک عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے اور جنات کے کاموں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ اسی طرح بیت المقدس کی تعمیر کی نگرانی کر رہے تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ چونکہ اللہ کو اس مسجد کی تعمیر کو مکمل کرانا تھا اس لئے حضرت سلیمانؑ کی وفات کے باوجود وہ اسی طرح اپنے عصا کے سہارے کھڑے رہے۔ جنات یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمانؑ ان کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں۔ جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو گئی تب ان کے عصا کو دیمک نے چاٹنا شروع کیا اور اس عصا کو کھوکھلا کر دیا جس سے حضرت سلیمانؑ گر پڑے۔ اس وقت جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں۔ وہ جنات کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں تو ہم اتنی ذلت اور سخت محنت کیوں برداشت کرتے۔ کاش ہمیں غیب کا علم ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو اس قدر عظیم نعمتوں سے نوازا تھا جس پر وہ تکبر اور غرور کرنے کے بجائے ہر وقت اللہ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی آل اولاد کو بھی اسی طرح شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اکثر لوگ نعمتیں پانے کے بعد ناشکری ہی کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

(۱) گھریلو زندگی میں خاص طور پر تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، عبادت، بندگی اور رزق حلال کی طلب اور تڑپ ایسی عظیم صفات ہیں جن کے بہترین اثرات نہ صرف اولاد اور گھر والوں پر پڑتے ہیں بلکہ ان کی نیک خصلتوں کے لوازمات سے سارا ماحول خوش گوار اور روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس ماحول پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور کائنات کی ناممکن قوتوں کو انسان کا خادم اور غلام بنا دیا جاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ ان پیغمبروں میں سے ہیں جن کے گھر میں یہی پاکیزگی اور شکر گذاری کا ماحول تھا۔ بنی اسرائیل نافرمانیوں کی وجہ سے جب ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو گئے اور ظالم بادشاہوں اور حکمرانوں نے ان کا جینا حرام کر دیا تب اللہ نے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا سربراہ مقرر کیا تا کہ جالوت جیسے ظالم اور طاقت ور بادشاہ سے مقابلہ کیا جا سکے جس نے بنی اسرائیل

اوران کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ جالوت اوراس کے زبردست لشکر سے مقابلہ ہوا، جالوت جوایک قوی ہیکل اور لمبا چوڑا آدمی تھااس کے مقابلے سے ہرایک گھبرار ہاتھا۔ حضرت داؤدؑ جواس وقت ایک غیر معروف نوجوان تھے انہوں نے جالوت پر اتنا زبردست حملہ کیا کہ اس کو ڈھیر کر دیا جس سے جالوت کے لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور انہوں نے میدان سے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ تھا کہ حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت داؤدؑ سے کر دیا جن سے حضرت سلیمانؑ پیدا ہوئے۔ حضرت طالوت کے بعد وہ سلطنت یہودیہ کے سربراہ مقرر کر دیئے گئے۔ پھر چند سال نہ گذرے تھے کہ پوری بنی اسرائیل کی قوم نے ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔

حضرت داؤدؑ نے زبردست عزم وحوصلے سے قوم بنی اسرائیل کوایک نئے جذبے سے سرشار کر دیا جس سے ان کے قدم آگے بڑھتے چلے گئے۔ یروشلم کو فتح کر کے اس کو سلطنت بنی اسرائیل کا مرکزی شہر بنا دیا۔ اس طرح ان کی سلطنت خلیج عقبہ سے دریائے فرات کے کناروں تک پھیل کر عدل وانصاف، امن وسکون اور خوش حالی کا گہوارہ بن گئی۔ لیکن اتنی زبردست سلطنت کے بادشاہ ہونے کے باوجود وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنا گذر بسر کرتے تھے۔ وہ راتوں کو خاموشی سے سلطنت کے لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے گشت کرتے تاکہ کوئی حاکم کسی مظلوم پر کسی طرح کا ظلم وزیادتی نہ کر سکے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت داؤدؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل ہونے والا رزق ہے اور بلاشبہ داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنا اور اپنے بچوں کا گذارہ فرماتے تھے۔ آپ نے دوسری جگہ فرمایا کہ نمازوں میں اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤدؑ کی ہے جو آدھی رات سوتے پھر ایک تہائی رات میں اللہ کی عبادت وبندگی کرتے اور رات کے آخری حصے میں آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا کہ سب روزوں میں محبوب ترین اللہ کے نزدیک حضرت داؤد کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے (قرطبی)۔ ان پر اللہ کا یہ خاص فضل وکرم تھا کہ اللہ نے ان کو علم وحکمت، عدل وانصاف اور عام لوگوں کی خدمت کا ایک عظیم جذبہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز فرمایا جس کو ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ نے تکمیل تک پہنچایا۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ کے فضل وکرم سے لوہے کی صنعت کو ایک خاص رخ دیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا جس سے وہ نہایت باریک کڑیوں میں زرہیں بناتے تھے۔ جس کو لوگ جنگ میں لباس کے طور پر پہنتے تھے اور آسانی سے دشمن کے وار سے بچ کر مقابلہ کر سکتے تھے۔ پہلے اس صنعت سے لوگ واقف نہیں تھے۔ اللہ نے فرشتوں کے ذریعے آپ کو یہ علم سکھایا۔ اللہ نے آل داؤد سے فرمایا ہے کہ ان کے خاندان کو اتنی عظیم نعمتوں سے نوازا گیا ہے لہٰذا وہ اس پر صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی شکرادا کریں۔ حضرت داؤدؑ کے اہل خاندان نے قول وعمل سے اس طرح شکرادا کیا کہ ان کے گھر میں کوئی ایسا وقت نہ گذرتا تھا جس میں ان کے گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت وبندگی میں لگا ہوا نہ ہوتا۔ خاندان کے افراد پر دن رات کے اوقات کو اس طرح تقسیم کیا گیا تھا کہ حضرت داؤدؑ کا مصلی کسی وقت بھی نماز پڑھنے والوں سے خالی نہ رہتا تھا۔ اللہ نے آپ کو اس

قدر خوبصورت آواز عطا فرمائی تھی کہ جب آپ زبور کی آیات کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تلاوت اور ذکر میں ہم نوا بن کر نغمہ سرا ہو جاتے تھے۔ حضرت داؤدؑ کی پیغمبرانہ شان اور ان کے گھریلو ماحول کا یہ اثر تھا کہ حضرت سلیمانؑ نے صرف تیرہ سال کی عمر میں ایک عظیم الشان سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو اس سے بھی زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ ہوا کو ان کے اس طرح تابع کر دیا تھا کہ ہوا ان کے تخت کو اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی تھی۔ تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ صبح و شام کے دو مہینے کے سفر کو ایک دن میں مکمل کر لیا جاتا تھا۔ تانبہ جیسی سخت دھات کو ان کے لئے پانی کی طرح بہنے والا سیال بنا دیا تھا جس سے بڑی بڑی دیگیں، برتن اور دوسرا ضروری سامان بڑی سہولت سے بنا لیا جاتا تھا۔ جنات کو ان کے لئے اس طرح مسخر کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے یہ جنات بڑے بڑے کاموں کو انجام دیا کرتے تھے۔ ان کی خلاف ورزی کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ اگر کوئی نافرمانی کرتا تو اس کو زبردست سزا دی جاتی تھی۔ وہ جنات ان کے حکم سے اونچی اونچی عمارتیں، مسجدیں، غیر جانداروں کی تصاویر، پانی بھرنے کے بڑے برتن جن میں چھوٹے حوض کے برابر پانی آسکتا تھا اور چولہوں پر جمی ہوئی بھاری بھاری دیگیں بنایا کرتے تھے۔

(۲) بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز حضرت داؤدؑ نے کیا تھا جس کو حضرت سلیمانؑ نے مکمل فرمایا۔ تعمیر کا کام جنات کے سپرد کیا گیا تھا۔ حضرت سلیمانؑ ہر روز اس تعمیر کی نگرانی فرمایا کرتے تھے اپنے عصا کے سہارے کھڑے ہو جاتے اور کام کرنے والے جنات کو دیکھتے رہتے تھے۔ ایک دن وہ اسی طرح عصا کے سہارے کھڑے ہوئے تھے کہ اللہ نے ان پر موت کو طاری کر دیا لیکن وفات کے باوجود وہ اس عصا کے سہارے اسی طرح کھڑے رہے تا کہ بیت المقدس کا کام مکمل ہو جائے اور جنات جو ان کے خوف سے کام کر رہے تھے وہ فوراً کام نہ چھوڑ بیٹھیں۔ جب تعمیر بیت المقدس کا کام مکمل ہو گیا تو اللہ کے حکم سے گھن کے کیڑے (دیمک) نے عصائے سلیمانی کو اندر سے کھا کر اس طرح کھوکھلا کر دیا تھا کہ ایک دن حضرت سلیمانؑ گر پڑے اس وقت جنات کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ وفات پا چکے ہیں۔ جنات کہنے لگے کہ اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اتنی محنت، مشقت اور ذلت کیوں اٹھاتے۔ اس میں کفار مکہ کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ جنات کو غیب کا علم دیا گیا ہے۔

(۳) کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ جب انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور اس کے اجزا کائنات میں بکھر جائیں گے تو وہ دوبارہ کیسے پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات اور ان کو دی گئی نعمتوں کے ذریعہ بتایا ہے کہ جس طرح یہ لوگ اس بات کو ناممکن سمجھتے ہیں کہ لوہا موم کی طرح نرم ہو جائے، تانبہ سیال اور پانی کی طرح بہنے لگے، جنات اور ہوا حضرت سلیمانؑ کے حکم کے تابع ہو جائیں۔ بتایا گیا ہے کہ جو اللہ ایسی ناممکن چیزوں کو ممکن بنا سکتا ہے کیا وہ انسانوں کے اجزاء کو جمع کر کے اس کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یقیناً اللہ کی قدرت و طاقت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ۥ
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ
غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ
قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِىْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً
وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِىَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾
فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ
اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ
اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ
اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِىْ شَكٍّ ۭ وَ
رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾ ع ٢ ١٢ ٨

ترجمہ: آیت نمبر ١٥ تا ٢١

البتہ قوم سبا کے لئے ان کی آبادی ہی میں ایک نشانی موجود تھی۔ دو باغ دائیں اور بائیں (اور ان سے کہا گیا تھا کہ تم) اپنے پروردگار کے (دیئے ہوئے) رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ اور پاکیزہ شہر اور بخشنے والا پروردگار ہے۔ پھر انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے

ان پر (بند کو توڑ کر) ایک زبردست سیلاب بھیج دیا۔ اور ان کے باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل ڈالا جس میں بدمزہ اور کڑوے کسیلے پھل اور کچھ جھاڑ جھنکاڑ اور تھوڑے سے بیریوں کے درخت تھے۔ یہ ہم نے (ان کو) ان کے کفر کی وجہ سے سزا دی تھی اور ہم ناشکرے لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان برکتیں رکھ دی تھیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ ہم نے ان میں کھلی ہوئی بستیاں آباد کر دی تھیں۔ اور ان میں سفر کی مسافتوں کو ایک اندازے پر رکھ دیا تھا اور (ان سے کہہ دیا تھا کہ) تم دن رات بے خوف و خطر ان میں چلو پھرو۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں کے درمیان دوری پیدا کر دے۔ اور جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو ہم نے (ان کی زندگی کو) افسانہ بنا دیا اور ہم نے ان کو بری طرح توڑ کر رکھ دیا تھا۔ ان میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ البتہ ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ مومنوں کے ایک گروہ کے علاوہ سب نے اس کی پیروی کی۔ حالانکہ شیطان کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا (مگر ہم چاہتے تھے کہ) جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور شک میں مبتلا ہے دونوں کو اچھی طرح جان لیں۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۱

مَسْكَنٌ	رہنے کی جگہ (آبادی)
جَنَّتٰنِ	دو باغ (دو رویہ باغ)
يَمِيْنٌ	داہنے
شِمَالٌ	بائیں
طَيِّبَةٌ	پاکیزہ۔ صاف ستھری
سَيْلٌ	سیلاب
اَلْعَرِمِ	بند۔ ڈیم
اُكُلٌ	پھل

خَمۡطٌ	کڑوا۔کسیلا
اَثۡلٌ	جھاؤ
سِدۡرٌ	بیری
قُرًا	بستیاں
ظَاهِرَةٌ	نظر آنے والی۔کھلی ہوئی
بٰعِدۡ	دور کردے۔دراز کردے
اَحَادِیۡثُ	باتیں
صَبَّارٌ	بہت صبر کرنے والا
صَدَّقَ	سچ کردکھایا
سُلۡطٰنٌ	طاقت ور۔زوردار

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۱

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''سبا'' عرب کے ایک شخص کا نام تھا جس کی نسل سے عرب میں کندہ، ازد، اشعریین، مذحج، عاملہ، جذام، لخم، غسان اور انمار (جس کی دو شاخیں ہیں (خثعم اور بجیلہ) قبیلے تھے۔(ترمذی)

قوم سبا جنوبی عرب یمن کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔ حضرت داؤدؑ کے دور سلطنت میں مال و دولت اور خوش حالی کی حیثیت سے اس کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ یہ قوم کفر و شرک میں مبتلا تھی جو سورج کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی عبادت و بندگی کرتی تھی۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ نے تقریباً تیرہ پیغمبروں کو بھیجا۔ جب سبا کی ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تو ساری قوم توحید پر آ گئی اور انہوں نے کفر و شرک اور بت پرستی سے توبہ کر لی۔ یہ گیارہ سو قبل مسیح کا زمانہ تھا بعد میں قوم پھر سے کفر و شرک کی طرف لوٹ گئی اور مال و دولت کی کثرت نے قوم سبا کو انتہائی مغرور اور متکبر بنا دیا تھا۔ یہ قوم نہایت ذہین، دولت مند اور دنیاوی ترقیات میں بہت آگے تھی جس کی آبادی یمن میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا سب سے بڑا اور مشہور شہر مارِب (Marib) تھا۔ وہ خشکی اور سمندری راستوں سے دنیا پر ایک ہزار سال تک حکومت کرتی رہی۔ ایک طرف تو وہ خشکی اور سمندری تجارت کے ذریعہ دنیا پر چھائے ہوئے تھے اور دوسری طرف انہوں نے آس پاس

کے علاقوں میں ایک سو سے زیادہ ایسے بند (Dam) تعمیر کئے ہوئے تھے جس سے پورے یمن کو پانی سپلائی کیا جاتا تھا۔ ہر طرف درختوں کی اتنی کثرت تھی کہ جہاں تک نظر جاتی باغ ہی باغ اور سرسبزی وشادابی نظر آتی تھی۔ انہوں نے مارِب کے قریب چودہ سو میٹر اونچا اور چھ سو میٹر لمبا ایک زبردست ڈیم بنا رکھا تھا جس میں ندی، نالوں اور پہاڑوں سے آنے والے پانی کو روکنے کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ جس سے نہریں نکال کر پانی کو ہر شہر تک پہنچایا جاتا تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا جس پر قوم سبا کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا مگر وہ مال و دولت کی ریل پیل، عیش وعشرت کے اسباب، بلند و بالا بلڈنگوں اور شہروں کی خوبصورتی میں اتنے گم ہو چکے تھے کہ اللہ کو بھلا کر بے حقیقت بتوں کی عبادت اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ اپنے گھروں میں سونے اور چاندی کے برتن استعمال کرتے۔ ہاتھی دانت جو افریقہ کے دور دراز علاقوں سے منگواتے اس سے اپنے مکانوں، چھتوں، دیواروں اور دروازوں کو مزین کرتے تھے۔ وہ لکڑی کی جگہ دار چینی، صندل، عود اور خوشبو دار لکڑیوں کو جلاتے تھے۔ انہوں نے بڑی اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے میں ایک خاص مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ ''قصر غمدان'' کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بلڈنگ بیس منزلوں تک بلند تھی جس کی ہر منزل 36 فٹ اونچی تھی۔ غرضیکہ ان کا ملک بلند و بالا بلڈنگوں، سرسبزی وشادابی، باغات کی کثرت، کھیتوں اور مویشیوں سے بھرا ہوا تھا۔

زراعت کی اس ترقی کے ساتھ ساتھ وہ تجارت کے ذریعہ ساری معلوم دنیا سے رابطہ رکھتے تھے۔ ان کی بندرگاہ دنیا کے مالوں سے بھری ہوئی تھی۔ چین، انڈونیشیا، ہندوستان، مالابار، مصر، شام، اردن اور یونان کے جہاز بہترین اور قیمتی سامان لے کر دن رات آتے اور جاتے رہتے تھے۔ ان کے بازار ساری دنیا کے جدید سامانوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن جب اس قوم کی نافرمانیاں اور کفر و شرک حد سے زیادہ بڑھ گیا تو اللہ نے ان کے برے اعمال کے سبب ان کے ڈیموں پر ایسے اندھے چوہے مسلط کر دیئے جنہوں نے ان کے ڈیموں کی بنیادوں کو اندر سے اس قدر کھوکھلا اور کمزور کر دیا تھا کہ جب پہاڑوں اور ندی نالوں سے تیز پانی آیا تو وہ ڈیم زیادہ پانی کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکے اور شہر مارب کے پاس جو سب سے بڑا بند (ڈیم) تھا جس کو سد مارب یا عرم کہا جاتا تھا وہ بند ٹوٹ گیا۔ اس بڑے ڈیم کے ٹوٹنے سے نیچے کے تمام ڈیم ٹوٹتے چلے گئے یہ اتنا زبردست سیلاب تھا کہ ملک کا نظام آب پاشی تباہ و برباد ہو کر رہ گیا جو پھر کبھی بحال نہ ہو سکا۔ تمام پھلوں سے لدے ہوئے باغات، ہرے بھرے کھیت، شہر کی بلند و بالا بلڈنگیں اور مکانات اس پانی میں ڈوب گئے۔ پھلوں سے لدے باغات اور شہر پانی میں غرق ہو گئے۔ ان میوہ دار درختوں کی جگہ کڑوے کسیلے پھل، جھاؤ کے درخت اور جنگلی کانٹے دار بیریوں کے درخت رہ گئے۔ ان کی آبادیاں اجڑ گئیں، ہر جگہ دھول اڑنے لگی، گرم ہوائیں خاک دھول کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچا اس طرح ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کی تہذیب، ان کا تمدن، تجارت اور زراعت خاک میں مل گئے اور ان کا نام صرف ایک افسانہ بن کر رہ گیا۔

ان آیات میں دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے یمن سے شام تک کا وہ علاقہ جو ناہموار پہاڑیوں اور غیر آباد صحراؤں سے گذرتا تھا اس میں ایسی نمایاں بستیاں عطا کی تھیں جو شاہراہ عام پر واقع تھیں۔ جن کے درمیان فاصلے نہ تھے ایک بستی

ختم ہوتی تو دوسری بستی کی بلڈنگیں اور آبادی نظر آنے لگتی تھی اس طرح ایک مسافر کا سفر مسلسل آباد علاقوں کی وجہ سے انتہائی آسان اور خوش گوار ہو گیا تھا۔ ہر طرف امن وسکون تھا۔ راستے میں خوب چہل پہل رہتی تھی کسی کو چوری ڈاکہ یا بھوک پیاس کا کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا۔ یہ بھی ان کے لئے ایک عظیم الشان نعمت تھی جس پر شکر ادا کرنے کے بجائے وہ سفر کی ان سہولتوں سے اکتا گئے اور تکلیفیں مانگنے لگے۔ وہ یہاں تک کہنے لگے تھے کہ اے ہمارے رب ہمارے سفر کی منزلوں کے درمیانی فاصلوں کو اور بڑھا دیجئے۔ یعنی اس سفر میں کیا لطف اور مزہ ہے جس میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ مزہ تو یہ ہے کہ سفر ہو اور اس میں کچھ مشقتیں اور تکلیفیں ہوں تاکہ ہم پوری طرح سفر سے لطف اندوز ہو سکیں۔

قوم سبا کو اللہ نے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا اگر وہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اسی کی بندگی کرتے تو ان کی نعمتوں میں اور اضافہ کر دیا جاتا مگر وہ شیطان کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت کو گنوا بیٹھے۔ کیونکہ شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بہکا کر ان کو اللہ کی یاد اور عبادت سے غافل کر دیتا ہے اور اس عارضی دنیا کا اس کو دیوانہ بنا دیتا ہے لیکن وہ لوگ جو انبیا کی بات سن کر ان کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے وہی کامیاب و بامراد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور اس طرح اللہ پر ایمان لانے والے نجات پا لیتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرنے والے اور اس کی ذات میں شرک کرنے والے دنیا سے مٹا دیئے جاتے ہیں اور ان کی زندگی صرف ایک قصہ کہانی بن کر رہ جاتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی نگرانی اور حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ تمام انسانوں کے تمام اعمال وافعال سے پوری طرح واقف ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي
الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾
وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ
عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود سمجھتے ہو ان کو پکارو۔ وہ تو ایک ذرہ برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ نہ تو آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ نہ ان دونوں میں

ان کا کوئی ساجھا (شرکت) ہے۔ نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ نہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کسی کے کام آ سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جائے گی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا ہے؟ تو (فرشتے) کہیں گے کہ سچ بات کا حکم دیا ہے۔ وہی بلند و برتر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

اُدْعُوْا	پکارو۔ بلاؤ
زَعَمْتُمْ	تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا
ظَهِيْرٌ	مددگار
فُزِّعَ	گھبراہٹ دور کردی گئی
اَلْحَقُّ	سچ

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۳

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا واقعہ اور اللہ کو ماننے اور اس کا شکر ادا کرنے والوں کا حال سنا کر بتایا ہے کہ جو لوگ صبر و شکر سے کام لیتے ہیں ان کو دنیا میں کیا صلہ اور بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں ان کا کتنا عظیم مقام ہوگا۔ اس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے برخلاف قوم سبا کے واقعات زندگی کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ جب وہ قوم جو ایک ہزار سال تک دنیا پر حکومت کرتی رہی تھی اس نے اللہ کے پیغمبروں کی بات نہ سن کر اور شیطان کے جال میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا تھا تو ان کا انجام کتنا بھیانک ہوا تھا۔ درحقیقت ہمیشہ شیطان نے انسانوں کو اس دھوکے میں ڈالے رکھا ہے کہ وہ دنیا میں جو چاہیں کریں۔ بس اپنے (من گھڑت) معبودوں کی عبادت و بندگی کرتے رہیں وہ ایسی عظمت و قدرت والی ہستیاں ہیں کہ اپنی سفارش سے جس کو چاہے بخشوالیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو ان کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بے حقیقت بت ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ کے وہ فرشتے جو بہت قریب ہیں وہ بھی اس وقت تک سفارش کی جرات نہیں کر سکتے جب تک ان کو اس کی اجازت نہ دے دی جائے گی۔

جب نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے سامنے اللہ کے ایک ہونے اور اس کی قدرت و طاقت کو مان کر اسی کی عبادت و بندگی کرنے کی تعلیم دی تو کفار جو اللہ کی ذات کے متعلق طرح طرح کے گمان رکھتے تھے وہ کہتے تھے کہ یہ بت، فرشتے اور نیک لوگوں کی روحیں ہماری سفارش کر کے ہمیں ہر طرح کے عذاب اور تکلیفوں سے بچالیں گی۔ ان نادانوں کا ایک خیال تو یہ تھا کہ ہمارے بت اللہ کے معاملات میں پوری طرح شریک اور مددگار ہیں اسی لئے ہم اپنی حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگتے ہیں کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ بت ہمارے خالق و مالک تو نہیں ہیں البتہ ان کو اللہ کے ہاں بڑا مقام حاصل ہے اگر وہ ہماری سفارش کر دیں گے تو ہمارا کام بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نادانوں سے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ وہ جن کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ان کو پکار کر تو دیکھیں ان پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ وہ تو ایک ذرہ برابر چیز میں بھی شریک نہیں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں نہ تو وہ شریک ہیں اور نہ کسی طرح سے اللہ کے مددگار ہیں کیونکہ اللہ نے ہی زمین و آسمان اور ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے وہ ان تمام چیزوں میں کسی کے سہارے کا محتاج نہیں ہے۔ رہا یہ گمان کہ یہ فرشتے اور بت اس کے پاس ان لوگوں کی سفارش کریں گے تو اس بات کو غور سے سن لیں کہ وہ فرشتے جو اللہ کے مقرب فرشتے ہیں وہ بھی اس وقت تک سفارش کرنے کی جرات نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف سے ان کو اجازت نہ دی جائے گی۔ فرمایا کہ جب اللہ کی ایسی نورانی مخلوق کی یہ مجال نہیں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اپنے لب بھی ہلا سکیں تو ان بے حقیقت بتوں کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے کسی کو دم مارنے تک کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے سامنے سب ہی سر جھکائے ہوئے ہیں فرشتے بھی اتنا ہی بول سکتے ہیں جتنی ان کو اجازت دی جائے گی۔ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ وہ تمام حالات کو اللہ کے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اللہ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر جب حکم الٰہی نازل ہوتا ہے تو اس کی عظمت و جلال کی آہٹ سے ان کے دل لرز اٹھتے ہیں اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اس کے بعد جب خوف اور رعب کا اثر دل پر سے اللہ کے حکم سے دور ہو جاتا ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل حق اور سچ فرمایا ہے اور بس۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب العالمین جب کوئی حکم دیتے ہیں تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے لگتے ہیں۔ ان کی تسبیح کو سن کر ان کے قریب والے آسمان کے فرشتے بھی تسبیح پڑھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بات ''سماء دنیا'' یعنی نیچے کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے (اور سب فرشتے اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں) پھر وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ان کے قریب والے فرشتے پوچھتے ہیں آپ کے رب نے کیا فرمایا۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے حکم کو بتا دیتے ہیں۔ پھر اسی طرح نیچے کے آسمان والے اوپر والوں سے سوال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سوال و جواب کا یہ سلسلہ ''سماء دنیا'' تک پہنچ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ
وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ
عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ
بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِىَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ
بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً
لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا
تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

النصف ع ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین سے تمہیں کون رزق دیتا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہم یا تم دونوں میں سے کوئی ایک ہدایت پر ہے یا کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ (اگر ہم مجرم ہیں) تم سے اس گناہ کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے گا جو ہم نے کیا ہے اور نہ ہم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ جو تم کرتے رہے ہو۔

آپ کہہ دیجئے کہ ہمارا پروردگار (قیامت کے دن) ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھا ہے ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ ہی غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسانی (کی ہدایت کے لئے) خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے۔

وہ پوچھتے ہیں کہ وہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو؟

آپ کہہ دیجئے اس وعدہ کا (ایک) دن مقرر ہے اس سے تم نہ تو ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ تم آگے بڑھ سکتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

یَرْزُقُ	وہ دیتا ہے
اِنَّآ	بے شک ہم
اِیَّاکُمْ	تم ہی
لَا تُسْئَلُوْنَ	تم سوال نہ کئے جاؤ گے
اَجْرَمْنَا	ہم نے گناہ کیا
یَفْتَحُ	وہ کھولتا ہے
اَلْحَقْتُمْ	تم نے ملا دیا
کَلَّا	ہرگز نہیں
کَآفَّۃٌ	تمام۔ سب
مَتٰی	کب؟
مِیْعَادٌ	مقرر
لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ	تم پیچھے نہ ہٹو گے
لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ	تم آگے نہ بڑھو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰

کفار مکہ اللہ کا نام لیتے، اس کی ہستی کو مانتے، اس کے اختیار اور قدرت کے قائل تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ رزق کی تمام کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ اللہ نے ساری دنیا اور اس کے نظام کو پیدا کر کے اس کے چلانے کا اختیار ان کے بتوں اور کاہنوں کو دے دیا ہے۔ اب اگر ہم ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے رہیں گے تو وہ ہماری دنیا کے کام بنا دیں گے اور آخرت میں بھی جہنم کے عذاب سے بچا لیں گے۔ اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ کی تعلیم یہ تھی کہ اس کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا مالک اللہ ہے وہی سب کو رزق پہنچاتا ہے اور اس کے اختیارات و قدرت میں دوسرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے کے لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو یہ سمجھایئے کہ تمہیں زمین اور آسمان سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے جو رزق دیتا ہے وہی سب کا رازق ہے۔ ہم تو اللہ کو ہر شریک سے پاک سمجھ کر اسی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو۔ اس واضح فرق کے بعد یہی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی ایک ہی صراط مستقیم پر ہوگا اور دوسرا گمراہی کے راستے پر، اب یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ دلیل اور حالات کس کے برحق ہونے کا فیصلہ کر رہے ہیں اور کون اس اصول کی موجودگی میں گمراہ ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اگر ہم گناہ کے راستے پر ہیں تو تم سے نہیں پوچھا جائے گا اور تم غلط راستے اور عقیدے پر جمے ہوئے ہو تو ہم سے نہ پوچھا جائے گا۔ اس کا فیصلہ اس دنیا میں تو ہونا مشکل ہے لیکن آخرت میں جب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے ان سے پوچھیں گے تو اس دن ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کون صحیح راستے پر تھا اور کون گمراہی کے گڑھے میں جا گرا تھا۔ وہی ہر چیز کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے وہی بہتر اور دوٹوک فیصلہ فرما سکے گا۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ان سے پوچھئے کہ آخر میں بھی دیکھوں کہ وہ کون ہیں جنہیں تم اللہ کا شریک بنائے ہوئے ہو؟ فرمایا کہ ان مشرکین کا یہ کہنا ہی بہت گھٹیا اور لچر بات ہے کہ اس کا کوئی شریک بھی ہو سکتا ہے یا اس نے کسی کو اپنے اختیارات میں شریک کر رکھا ہے یا وہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے وہی ساری قوتوں کا مالک ہے وہی رازق ہے اور وہی ہر چیز کی حکمت اور بھید سے واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو موجودہ اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام حق دے کر بھیجا ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، ہر قوم، ہر ملک اور تمام انسانی طبقوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کو اور انبیاء کی طرح کسی خاص ملک و قوم اور زمانے کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے واسطے آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کی ہدایت کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ نے آپ پر نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور شریعت کی حفاظت کا ذمہ لوگوں کے بجائے اپنے ذمے لے رکھا ہے لہٰذا آپ کی نبوت و رسالت اور پیام

حق وصداقت کے لئے کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس سے بڑا جھوٹا شخص دوسرا نہیں ہوسکتا کیونکہ جس طرح اس کائنات کے نظام کو چلانے میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے وہ خود ہی اس نظام کائنات کی حفاظت فرما رہا ہے وہ اللہ اپنے بھیجے ہوئے قرآن حکیم کی خود حفاظت فرماتا رہے گا اس میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ وہ جس سے چاہے گا اپنے وعدے کو پورا کراتا رہے گا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں (۱) میری مدد مجھے ایسا رعب اور دبدبا دے کر فرمائی کہ ایک مہینے کی مسافت تک لوگوں پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔ (۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ میرے لئے پوری زمین کو مسجد اور پاک قرار دیا گیا ہے یعنی مجھ سے پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ وہ اپنی خاص عبادت گاہوں میں عبادت و بندگی کریں۔ کھلے میدان اور گھروں میں عبادت نہ ہوتی تھی اللہ نے آپ کی امت کے لئے پوری روئے زمین کو اس معنی میں مسجد بنا دیا کہ ہر پاک زمین پر نماز ادا کی جاسکتی ہے اور پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک مٹی پر مسح کر کے تیمّم کیا جاسکتا ہے جو وضو کے قائم مقام ہوگا۔ (۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ جب ان کو مال غنیمت ہاتھ آتا تو وہ اس کو ایک میدان میں جمع کر دیتے آسمان سے ایک بجلی اس کو آ کر کھا جاتی یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کا جہاد قبول کر لیا گیا ہے۔ (۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ مجھے شفاعت کبریٰ کا مقام عطا کیا گیا ہے کیونکہ آپ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ (۵) اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ مجھ سے پہلے ہر نبی اور رسول کو کسی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن مجھے دنیا کی تمام قوموں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ان حقائق کی موجودگی میں ان کفار کا یہ پوچھنا کہ قیامت کی وہ گھڑی جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ کب آئے گی؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ نے قیامت کے جس دن کا وعدہ کیا ہے وہ دن مقرر ہے۔ جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے لیکن جب وہ گھڑی آئے گی تو وہ لوگ اس سے ایک گھڑی اور لمحے پیچھے نہ ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے بلکہ اپنے وقت پر وہ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دیں گے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی بعثت کے بعد صرف قیامت ہی کو آنا ہے اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیاں اٹھائیں۔ (بخاری ومسلم) یعنی جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان بھی کوئی نبوت نہیں ہے۔ میرے بعد قیامت ہے اور قیامت تک میں ہی نبی رہوں گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ
تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ
ۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ
لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ
صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲
وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ
النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا
النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

اور وہ کافر کہتے ہیں کہ نہ تو ہم اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ ہی ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جب ان میں سے ہر ایک دوسرے پر بات ٹالتا ہوگا۔ کمزور اور ناتواں لوگ غرور وتکبر اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم صاحب ایمان ہوتے۔ وہ متکبرین کمزوروں سے کہیں گے کہ جب تمہارے پاس ہدایت آچکی تھی تو کیا ہم نے تمہیں (زبردستی اس سے) روک رکھا تھا۔ اصل میں تم خود ہی مجرم ہو۔ کمزور لوگ تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ تمہاری دن رات کی چالوں نے ہمیں روک رکھا تھا جب تم ہمیں سکھاتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کریں۔ لیکن جب وہ (دونوں)

اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو شرمندگی سے (اپنا منہ) چھپالیں گے اور ہم کافروں کے گلے میں طوق (زنجیریں) ڈال دیں گے اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کی ان کو سزا ملے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

مَوْقُوْفُوْنَ	کھڑے کئے گے
یَرْجِعُ	وہ لوٹتا ہے
اِسْتُضْعِفُوْا	کمزور کردیئے گئے
لَكُنَّا	البتہ ہم ہوتے
صَدَدْنَا	ہم نے روک دیا
تَاْمُرُوْنَ	تم حکم دیتے ہو۔ تم سکھاتے ہو
اَسَرُّوْا	انہوں نے چھپایا
اَغْلَالٌ	طوق۔ زنجیریں
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳

جب نبی کریم ﷺ نے کفار عرب کے سامنے قرآن کریم کی آیات کو پیش کر کے بتایا کہ قرآن کریم اور اس سے پہلے نازل کی ہوئی کتابیں توریت، زبور اور انجیل وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت ورہنمائی کے لئے نازل فرمائی ہیں تو کفار بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہتے تھے کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ اس سے پہلی کتابوں کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس دنیا میں حقیقت کا انکار کر کے ایک بہت بڑے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں ان کو انکار حق کے بھیانک انجام کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ دن کس قدر حسرت ناک ہوگا جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو جمع کر کے ان سے ان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا اس وقت چھوٹے بڑوں کو اور بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے اور ہر ایک

دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا عام لوگ جو اپنے رہبروں اور رہنماؤں کی ہر بات کو آنکھیں بند کر کے مانتے تھے ان سے چیخ چیخ کر کہیں گے کہ تم نے ہمیں راستے سے بھٹکایا تھا۔ ہماری ان مصیبتوں کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم ہمیں غلط راستے پر نہ ڈالتے تو ہم رسولوں کی بات مانتے اور آج کے دن ہم نجات پالیتے۔ جو ان کے بڑے لوگ ہوں گے وہ ان کو جواب دیں گے کہ اپنے آپ کو شرمندگی سے بچانے کے لئے ہمیں الزام نہ دو کیونکہ تمہیں تمہاری خواہشوں اور بری تمناؤں نے گمراہ کیا ہے۔ تم نے اگر ہماری بات کو مانا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ تمہاری یہی خواہشیں تھیں۔ وہ ہم نے تمہیں فراہم کر دیں اس طرح تم نے خود ہی اپنے گلے میں اس پھندے کو ڈالا ہے ورنہ ہمارے پاس ایسی کون سی طاقت تھی کہ ہم زبردستی تمہاری گردنوں میں گمراہی کے پھندے ڈال دیتے۔ اس طرح یہ لوگ ایک دوسرے کو الزام دے کر اپنی شرمندگی کو مٹا رہے ہوں گے لیکن اپنے دل میں اپنے کئے ہوئے غلط فیصلوں پر پچھتا رہے ہوں گے اور اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہے ہوں گے مگر شرم و ذلت کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ اس کے بعد اللہ کا فیصلہ آ جائے گا اور ان سب کے ہاتھوں کو گردنوں سے ملا کر طوق اور زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا اور فرمایا جائے گا کہ اب ہر ایک کو اس کے اپنے کئے ہوئے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ گمراہ کرنے والے ہوں یا گمراہ ہونے والے دونوں کو پورا پورا عذاب دیا جائے گا اور اس طرح سارے گمراہ لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ

مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ
قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ
اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ
عِنْدَنَا زُلْفٰۤی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ
جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ
الَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ
مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

اورہم نے جب بھی کسی بستی میں کسی ڈرانے والے کو بھیجا تو وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ تم جو کچھ (ہدایت) دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم مال اور اولاد کی کثرت رکھتے ہیں۔ ہم (ان لوگوں میں سے) نہیں ہیں جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں ایسی چیزیں نہیں ہیں جو تمہیں ہم سے قریب کر دیں گی۔ البتہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ایسے لوگوں کے لئے ان کے کئے ہوئے کاموں کا دوگنا اجر و ثواب ملے گا۔ اور وہ (جنت کی) بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان و سکون سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں میں ہمیں عاجز و بے بس کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

مُتْرَفُوْنَ	مال دار۔ عیش پسند لوگ
یَبْسُطُ	وہ کھولتا ہے
یَقْدِرُ	اندازے سے دیتا ہے
تُقَرِّبُ	قریب کر دے گی
زُلْفٰی	درجہ۔ مقام
اَلضِّعْفُ	دوگنا
اَلْغُرُفَاتُ (غُرْفَةٌ)	بالا خانہ۔ بلند و بالا
مُعٰجِزِیْنَ	عاجز و بے بس کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۸

جن لوگوں کے پاس دنیا کی قوت و طاقت، حکومت و سلطنت اور مال و دولت ہوتی ہے اور اس وجہ سے ان کو عزت کی نظروں سے دیکھا جانے لگتا ہے تو ان کے اندر ایک غلط اور جھوٹا اعتماد سا آ جاتا ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ جب انہیں دنیا کی دولت و حشمت اور مال و زر اور عزت و سربلندی دی گئی ہے تو وہ آخرت میں ذلیل و رسوا کیوں ہوں گے؟ یہی وہ غلط اور گمراہ کن خیال ہوتا ہے جو ان کو دنیا میں اور پھر آخرت میں ہدایت و نجات سے محروم کر دیتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو جن لوگوں پر دھن دولت، عیش و عشرت اور قوت و اقتدار کا نشہ سوار تھا انہوں نے آپ کی تحریک کی زبردست مخالفت صرف اس بنا پر کی تھی کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت و عزت، سرداری اور رہنمائی کے تمام سامان و اسباب موجود ہیں تو آخر ان کو دوسری دنیا میں عذاب کیوں دیا جائے گا؟ وہ دنیا اور آخرت کی تمام عزتوں کا مستحق اپنے آپ ہی کو سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ ان کی ان باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ یہ لوگ مال و دولت کے نشے میں بدمست ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کی وجہ سے اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہیں حالانکہ مال و دولت کی کثرت، رزق میں وسعت اور پھیلاؤ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے پسندیدہ اور محبوب لوگ ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ اگر وہ اپنے ان ہی اعمال اور خوش فہمیوں میں مبتلا رہے تو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے ہیں وہ آخرت میں جنت کے مستحق لوگوں میں سے ہوں گے جن کے لئے جنت کے بلند و بالا اور اطمینان و سکون اور عزت و سربلندی والے گھر تیار ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے کئے ہوئے کاموں پر دوگنا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو عاجز و بے بس کر دینا چاہتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سب لوگ ایک دن اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو کر برے انجام سے دوچار ہوں گے اور پکڑ کر اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ
يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا
ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ
الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ
النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ
يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾
وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ
قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا
ع ۵ ۹ ۱۱ مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ (محدود) کر دیتا ہے۔ اور تم جو کچھ خرچ کرو گے تو وہ اس کا بدلہ دے گا اور بہترین رزق دینے والا تو وہی ہے۔ اور جس دن اللہ ان سب کو (قیامت کے دن) جمع کرے گا تو فرشتوں سے کہے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے۔ وہ کہیں گے آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ آپ ہی ہمارے کارساز ہیں یہ تو نہیں ہیں۔ بلکہ (بات یہ ہے کہ) وہ جنات کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ان پر یقین و اعتقاد رکھا کرتے تھے۔

(فرمایا جائے گا کہ) آج کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم ان ظالموں سے کہیں گے کہ تم جہنم کی اس آگ کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اور جب ان پر ہماری صاف صاف آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو وہ آدمی ہے جو چاہتا ہے کہ تمہیں ان کی عبادت و بندگی سے روک دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔ اور جب ان کافروں کے پاس حق اور سچائی آ گئی تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور ہم نے ان (مشرکین عرب) کو ایسی کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ انہیں پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اور جو ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا اور یہ (مشرکین عرب) ان کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دیا تھا۔ انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھو ہمارا عذاب کیسا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

یُخْلِفُ	کسی چیز کے بعد دیتا ہے
تُتْلٰی	تلاوت کی گئی
یَصُدُّ	وہ روکتا ہے
اِفْکٌ	جھوٹ
مُفْتَرًی	گھڑا ہوا۔ بنایا ہوا
یَدْرُسُوْنَ	وہ پڑھتے ہیں
بَلَغُوْا	وہ پہنچے
مِعْشَارٌ	دسواں حصہ
نَکِیْرِ	عذاب

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ عزت و سربلندی اور قربت و نجات ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ انہیں جو کچھ دیا گیا ہے اس کی وہ قدر کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے جو احکامات نازل کئے گئے ہیں اس کی پابندی کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گذارتے ہیں۔ وہ مال و دولت کی کثرت اور کمی کو ایک آزمائش سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک یہی کامیاب اور بامراد لوگ ہیں لیکن جو لوگ ناشکری کرتے ہوئے کفر و شرک کی روش اختیار کرتے ہیں وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنے ہی کامیاب کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں وہ اللہ کے نزدیک ناکام لوگ ہیں۔ جن کو آخرت میں سوائے ناکامی اور حسرت کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ لہٰذا ایمان والوں کا اس بات پر یقین کامل ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت یا رزق کی تنگی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ تنگی کے باوجود اللہ کی راہوں میں خرچ کریں گے تو ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ اللہ ہی وہ ہے جو بہترین رزق عطا کرنے والا ہے۔

شیطان جو انسان کا ازلی اور کھلا ہوا دشمن ہے وہ لوگوں کو گمراہی کے راستے پر ڈالنے کے دو طریقے اختیار کرتا ہے۔ (۱) سب سے پہلے تو لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر وہ اللہ کا قرب چاہتے ہیں تو وہ (نعوذ باللہ) اللہ کی بیٹیوں یعنی فرشتوں کی عبادت و بندگی کریں اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ شیطان کے جال میں پھنس جانے والے نادانوں نے فرشتوں کے بت بنا کر ان کو معبود کا درجہ دے دیا تھا اور ان کی عبادت و بندگی شروع کر دی تھی۔ جو فرشتے اللہ کے حکم سے بارش برسانے پر مقرر کئے گئے تھے ان کو رزق اور بارش کا دیوتا، جو فرشتے ہواؤں اور فضاؤں پر متعین تھے ان کو ہواؤں اور فضاؤں کا دیوی دیوتا مان کر ان کے سامنے سر جھکانا اور ان کو مشکل کشا ماننا شروع کر دیا۔ چنانچہ قیامت کے دن فرشتوں کے سامنے جھکنے والوں، ان کو اپنا سفارشی ماننے والوں اور ان کی عبادت و بندگی کرنے والوں کو بے نقاب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرمائیں گے کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اپنا معبود اور سفارشی سمجھ کر تمہاری عبادت و بندگی کریں؟ فرشتے نہایت ادب و احترام سے عرض کریں گے الٰہی! آپ کی ذات اس عیب سے پاک ہے کہ آپ کی شان معبودیت میں کسی کو شریک یا برابر کا سمجھا جائے۔ ہمارا ایسے لوگوں سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ ہم تو آپ کے فرماں بردار بندے اور غلام ہیں ہم اس بات کا کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر وہ ہمیں اپنا معبود سمجھیں۔ ہمارے سامنے سر جھکائیں اور ہماری اطاعت، عبادت اور بندگی کریں۔ اصل میں یہ لوگ ہمارا نام لے کر شیطان کی عبادت کرتے تھے جس نے ان کے ذہنوں اور دلوں میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کو چھوڑ کر اس کے عاجز و بے بس بندوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مان لیں گے تو وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ فرشتوں کے اس صاف، واضح اور دوٹوک جواب کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یاد رکھو! اس کائنات میں سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کی قوت رکھتا ہے۔ تم نے

جن ہستیوں کو یا فرشتوں کو اپنا معبود اور مشکل کشا مان رکھا ہے وہ اس کے سامنے محتاج اور عاجز بندے ہیں جو اپنی مرضی اور خوشی سے اپنے لب بھی نہیں ہلا سکتے اور کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے۔ چونکہ تم نے کفر اور شرک اختیار کیا ہے اس لئے اب تمہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور اس مشکل وقت میں کوئی تمہارا ساتھ نہ دے سکے گا۔

(۲) شیطان کے گمراہ کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب عام لوگوں کے سامنے اللہ کی صاف اور واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان پر ایمان لانے کے بجائے الٹی سیدھی اور فضول باتوں پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو! اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کی باتوں میں مت آنا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ معبود جن کی تمہارے باپ دادا عبادت و بندگی کرتے آئے ہیں ان سے تمہیں روک دے۔ وہ یہاں تک کہہ ڈالتے کہ (نعوذ باللہ) یہ جس قرآن کو اللہ کا کلام کہتا ہے وہ ایک کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ جب عام لوگ ان کے مکروہ اور بے بنیاد پروپیگنڈہ کے باوجود قرآن کریم کی سچائیوں کو دل سے قبول کر کے آگے بڑھتے تو کہنے لگتے کہ یہ قرآن ایک جادو ہے یا جادو کی کتاب ہے جس نے لوگوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں جادو کے زیر اثر کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ایسی لچر اور فضول باتوں کے بجائے نبی کریم ﷺ اور ان پر اتاری گئی آیات کو ایک نعمت کے طور پر قدر کرنا چاہیے تھی کیونکہ جس طرح بنی اسرائیل کو ان کی ہدایت کے لئے کتابیں دی گئی تھیں سیکڑوں سال سے جزیرہ نمائے عرب والوں کو نہیں دی گئی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے اور اسی طرح صدیوں سے نہ ان کے پاس کوئی ڈرانے اور برے انجام سے آگاہ کرنے والا نبی اور رسول آیا۔ ان کفار مکہ کو ان نعمتوں کی دل سے قدر کرنا چاہیے تھی کیونکہ اسی میں ان کی فلاح اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مکہ والے جو اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور معمولی سے مال و دولت پر فخر کرتے ہیں انہیں ان لوگوں کے حالات کا علم نہیں ہے جو دنیا کی بہت بڑی اور خوش حال قومیں تھیں جن کو دنیا کی ہر نعمت دی گئی تھی جن کا دسواں حصہ بھی اہل مکہ کے حصے میں نہیں آیا جب ان خوش حال قوموں نے اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا تو اللہ کا زبردست قہر نازل ہوا۔ ان کے مال و دولت اور ترقیات ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں اور وہ دنیا سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کی زندگیاں قصہ اور کہانی بن کر رہ گئیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ

☆ مال و دولت اور دنیاوی اسباب کوئی فخر کی چیز نہیں ہیں کیونکہ یہ تو اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہیں۔ وہ کسی کو خوب مال و دولت اور راحت و سکون کے اسباب سے نواز دیتا ہے اور کسی کو فقر و فاقہ کی زندگی دے دیتا ہے بعض لوگ مال و دولت کو جہنم کے انگارے بنا لیتے ہیں اور بعض لوگ ہر حال میں اللہ کے بندوں پر خرچ کر کے اس بات کی امید اور توقع رکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندوں پر جتنا بھی خرچ کریں گے اس سے دلی سکون و اطمینان اور خوشی و مسرت کی دولت ہاتھ آئے گی اور اللہ ایسا بہترین رزق عطا کرنے والا مہربان آقا ہے کہ وہ اس کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

☆ ایک مومن کو اس بات پر یقین کامل ہوتا ہے کہ اللہ ہی سب کی مشکلوں کو آسان بنانے والا ہے اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے اس نے اپنی ذات سے مانگنے کے طریقے خود ہی بتا دیئے ہیں لہذا اس سے مانگنے کے لئے مختلف واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی اللہ سے براہ راست مانگنے کے بجائے وسیلوں کے چکر میں پڑ جاتا ہے تو وہ اور اس کی آئندہ نسلیں سب کچھ بھول کر ان وسیلوں ہی کو معبود کا درجہ دے دیتے ہیں جس طرح کفار مکہ بتوں کو اور فرشتوں کو اللہ سے مانگنے کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

البتہ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اس طرح اللہ سے مانگتا ہے کہ "اے اللہ فلاں بزرگ جو تیرے نیک اور متقی بندے تھے آپ نے جس طرح ان پر کرم فرمایا تھا اسی طرح میرے اوپر بھی عنایت فرما دیجئے۔ اس طرح کا وسیلہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسی طرح دعا کرنے کو لازمی نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے بغیر دعا کرنے سے اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ تمام انبیاء کرام اور اللہ کے نیک بندے صرف اللہ ہی سے مانگتے تھے۔ ہمیں بھی یہی طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ اس سے پہلے بھی اس بات کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی ہے کہ جزیرۃ العرب کے رہنے والوں کو اگرچہ مختلف انبیاء کرام کی تعلیمات تو پہنچتی تھیں لیکن جس طرح بنی اسرائیل کو ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کتابیں دی گئیں تھیں اس طرح عرب والوں کو براہ راست کوئی کتاب نہ دی گئی تھی۔ نیز اسی طرح سیکڑوں سال سے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی نبی اور رسول نہ آیا تھا۔ کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ تمہارا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمہیں اللہ نے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید جو آخری کتاب ہے وہ نعمت کے طور پر عطا کی ہے انہیں اس کی قدر کرنا چاہیے۔ وہ ایسے عظیم المرتبت نبی ہیں جن پر کائنات کا ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے عرب والوں کو ان کی قدر کرتے ہوئے ایمان لانا چاہیے اسی میں ان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے پہلے بہت زبردست اور طاقت ور قومیں گذری ہیں جو اپنی دولت اور بلند و بالا بلڈنگوں اور اپنے تہذیب و تمدن پر ناز کیا کرتی تھیں لیکن انہوں نے نافرمانی کی بھی حد کر دی تھی ان کو انبیاء کرام کے ذریعہ ہر طرح آگاہ اور خبردار کیا گیا لیکن جب وہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور کفر و شرک کے طریقوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو ان پر اللہ کا فیصلہ آگیا۔ اللہ نے ان کی بستیوں اور ان کے تہذیب و تمدن کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ چکا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کو نہ ماننے والے عرب جن کو گذشتہ قوموں کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا اگر وہ اسی طرح نافرمانی میں لگے رہے تو ان کا انجام بھی گذشتہ قوموں سے مختلف نہ ہوگا کیونکہ جب اللہ کے رسول اور اس کی تعلیمات کو جھٹلایا جاتا ہے تو پھر اللہ کے فیصلے اور قہر سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

ع ٦

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ
تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ
بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ
فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾
قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ
ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ
اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ
وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ
التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ
يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا
يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع ٦ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم اللہ کے واسطے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر تم غور کرو کیا تمہارے ان صاحب میں کوئی جنون کی بات ہے؟ حالانکہ وہ صرف سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں اس سے آگاہ کرنے والے ہیں۔
آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں نے اس (فریضہ تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر تو نہیں مانگا۔ اگر مانگا ہوتا تو وہ

تمہارا ہے۔ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اور وہ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار تو حق بات کو غالب کر کے رہے گا۔ اور وہ ہر طرح کے غیب کا جاننے والا ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا۔ حق نہ تو باطل کو پیدا کرتا ہے اور نہ لوٹائے گا۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے اگر میں بہکا ہوا ہوں تو اس کا نقصان مجھے ہی پہنچے گا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا اور قریب ہے۔

کاش آپ دیکھتے کہ جب (قیامت کے دن) یہ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہوں گے اور بچ کر بھاگ بھی نہ سکیں گے اور قریب ہی سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اور وہ یہ کہیں گے کہ اب ہم (اس نبی ﷺ پر) ایمان لے آئے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) اور یہ کہاں ممکن ہے کہ جو چیز ہاتھ سے نکل جائے وہ دوبارہ ہاتھ میں آ جائے۔ بے شک جنہوں نے پہلے ہی سے کفر کیا تھا وہ بے تحقیق باتیں اور دور کی کوڑی لاتے تھے۔ جو وہ جانتے تھے اس چیز کے اور ان لوگوں کی خواہشوں کے درمیان ایک آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان جیسے لوگوں کے ساتھ پہلے سے کیا گیا تھا۔ بلاشبہ وہ شک میں پڑے ہوئے تھے جس نے انہیں کشمکش میں ڈالا ہوا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

اَعِظُ	میں نصیحت کرتا ہوں
مَثْنٰی	دو دو
فُرَادٰی	ایک ایک
صَاحِبٌ	ساتھی
یَقْذِفُ	وہ پھینکتا ہے
مَا یُبْدِئُ	وہ ابتدا نہیں کرتا

فَزِعُوْا	وہ گھبرا گئے
اَلتَّنَاوُشُ	جھپٹ کر پکڑ لینا
یَشْتَهُوْنَ	وہ خواہش رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۴

اعلان نبوت سے پہلے بھی عرب کا بچہ بچہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی متانت و سنجیدگی، عقل و دانش، دیانت و امانت، حسن عمل اور خاندانی شرافت سے نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ ہر شخص آپ سے ملنے کے بعد صرف آپ ہی کی تعریف کرتا نظر آتا تھا لیکن جیسے ہی آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کی رسموں اور طریقوں کو غلط بتایا بت پرستی، جہالت اور بہت سی حماقتوں پر اہل عرب کو آگاہ کیا تو دل جان سے عزت و احترام کرنے والوں نے آپ ﷺ کو شاعر، جادوگر اور دیوانہ کہنا شروع کر دیا کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کی رسموں کی توہین برداشت نہ کر سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے تمام مخالفین سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ تم سب مل کر یا الگ الگ ذرا اس بات پر غور کرو کہ حق و صداقت کی دعوت دینے والا کیا مجنوں یا دیوانہ ہو سکتا ہے جب کہ وہ ایک طویل عرصہ تک تمہارے درمیان رہا ہے۔ جو تمہارے ہی شہر کا رہنے والا ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تمہارے سامنے ہے۔ دن رات کا کوئی گوشہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے، جو تمہیں قیامت کے آنے والے شدید عذاب سے آگاہ اور خبردار کرنے والا ہے۔ جس کا یہ حال ہے کہ وہ تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے۔ کیا ایسا شخص مجنوں یا دیوانہ ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حق و صداقت کی آواز ہے جو آخر کار ساری دنیا پر غالب آ کر رہے گی کیونکہ جب بھی حق نکھر کر سامنے آتا ہے تو باطل اپنی جڑوں سے اکھڑ جاتا ہے اور اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ باطل اور جھوٹ نہ کسی چیز کی ابتداء کرتا ہے نہ کسی چیز کو دوبارہ پیدا کرنے کی اس میں صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ نیز آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر میں تمہارے غلط گمان کے مطابق راہ سے بھٹکا ہوا ہوں تو اس کا نقصان مجھے ہی پہنچے گا اس سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر میں ہدایت اور سچائی پر ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ وہی قریب اور دور سے ہر ایک کی بات سننے والا اور ہر ایک کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ آج بڑی بڑی باتیں بنا رہے ہیں کل قیامت میں ان کا یہ حال ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے گھبرائے ہوئے کسی کونے میں چھپ جانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن وہ جہاں بھی جائیں گے تو اللہ کے فرشتے انہیں اسی جگہ سے پکڑ کر لے آئیں گے اور جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ عذاب

الٰہی سے کسی حال میں بچ نہ سکیں گے۔ اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ کہیں گے کہ اب ہم اس نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ گذرا وقت کسی کے ہاتھ میں نہیں آتا۔ جو چیز اس کے ہاتھ سے نکل جائے اس کو لوٹانا ممکن نہیں ہوتا۔ جب وہ اپنی خطاؤں کا اقرار کرلیں گے تو انہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ایمان کا مقام ان سے بہت دور جا چکا ہے اب اس پر پچھتانے اور شرمندگی کا اظہار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ ایمان اس وقت تک معتبر تھا جب تک وہ دنیا کے دار العمل میں تھے لیکن جب انہوں نے اس وقت کو گنوا دیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دولت ایمان کو ہاتھ بڑھا کر اٹھا لیں گے اگر وہ دنیا میں شک اور کشمکش میں زندگی نہ گذارتے تو یقیناً ان کو راہ نجات حاصل ہو سکتی تھی لیکن وقت نکلنے کے بعد اس اعتراف و اقرار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دنیا میں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

الحمدللہ ان آیات کے ساتھ ہی سورہ سبا کا ترجمہ اور اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲

ومن یقنت

سورۃ نمبر ۳۵

فَاطِر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفاطر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	35
کل رکوع	5
آیات	45
الفاظ وکلمات	792
حروف	3289
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین کے اندر سے پانی کے ایسے چشمے بہا دیئے ہیں کہ جن میں کوئی میٹھا اور پسندیدہ پانی ہے اور کوئی کڑوا، کسیلا، کھارا اور نمکین پانی ہے اگر چہ پانی کڑوا ہی کیوں نہ ہو اس میں پیدا ہونے والی مچھلیوں میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ جب مچھلی پکا کر کھائی جاتی ہے تو اس پر نمک چھڑک کر کھایا جاتا ہے۔ نہ صرف اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ہر چیز کی تاثیر کو اپنے قبضے میں رکھا ہوا ہے۔ وہی ہر چیز میں تاثیر پیدا کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ زمین، آسمان اور فرشتوں کا خالق ومالک اللہ ہی ہے۔

☆ وہ جس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو کسی کو یہ جرات وطاقت نہیں کہ اس کو روک سکے اور جس پر وہ اپنی رحمتوں اور کرم کے دروازے بند کر دے اس کو کوئی کھلوانے والا نہیں ہے۔

☆ انسان پر اللہ نے ہزاروں نعمتیں نازل فرمائی ہیں ان کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ کی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ اللہ کو بندے کا جذبہ شکر بہت پسند ہے۔ شکر سے نعمتوں میں اضافہ اور ترقی نصیب ہوتی ہے صرف ایک اللہ ہی شکر کا حق دار ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں کو یہ کہہ کر تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ کفار ومشرکین اور بت پرست اللہ کے نبی اور اس کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں تو یہ کوئی ایسی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں جب بھی انبیاء کرامؑ نے دنیا کے لالچ میں ڈوبے ہوئے رسم پرستوں اور بت پرستوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تو انہوں نے نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ شدید مزاحمت بھی کی۔

انبیاء کرامؑ نے ہر طرح کے مصائب پر صبر کیا جس پر انہیں اور ان کی امتوں کو دنیا اور آخرت کی خیر، بھلائی اور نعمتوں سے نوازا گیا۔

☆ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے اس کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی ایک بات کو بہت پسند کرتا ہو مگر وہی بات اللہ کو ناپسند ہو تو اس بات کا فیصلہ دنیا میں

فرمایا کہ وہ لوگ جو کتاب الٰہی کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان اور عمل صالح کا پیکر بن جاتے ہیں، نمازوں کا اہتمام اور اللہ کے بندوں پر مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں کسی نقصان کا اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

اللہ کا کلام کردے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ خود فرمادیں گے کہ ان کو انسانوں کے کون کون سے اعمال پسند یا ناپسند تھے۔

☆ حضرت آدمؑ اور ان کے ذریعہ نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا اور لوگوں کی اصلاح کے لیے انبیاء کرامؑ جیسے منتخب بندوں کو بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھیج کر اس سلسلہ نبوت کو مکمل فرمایا۔

اب صرف نبی مکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہی انسانوں کی کامیابی کی ضمانت ہے جو بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے ڈگر سے ہٹے گا وہ راہ ہدایت سے بھٹک جائے گا اور جو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اور نجات اس کو عطا کی جائیں گی۔

☆ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمین سے میٹھے، کڑوے، کھارے اور نمکین پانی کے سوتے جاری کردیئے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں آپس میں نہیں ملتے۔

اسی کڑوے اور نمکین پانی میں جب کوئی مچھلی اپنا رزق حاصل کرتی ہے تو اس میں پانی کی کوئی کڑواہٹ نہیں آتی اسی کڑوے اور کسیلے پانی میں بہترین سچے موتی اور مونگے پیدا ہوتے ہیں اور اپنی چمک دمک سے وہ لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیتے ہیں یہ سب اللہ کی قدرت سے ہے۔

اللہ نے دریا، چشمے اور سمندر بنائے اس میں کشتیاں جہاز چلتے ہیں اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لوگوں کو اور ان کی ضرورت کے سامان کو لے کر دن رات سفر کرتے ہیں۔ ہوائیں ان جہازوں کو سہارا دیتی ہیں اس طرح ہر شخص اس کی نعمت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

چاند، سورج، ستارے، حیوانات سب اللہ نے انسان کے خادم بنا دیئے ہیں۔ وہ اللہ کی قدرت سے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

فرمایا کہ آدمی یہ نہیں سوچتا کہ ان تمام چیزوں کو صرف ایک اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ ان کا خالق ہے اور وہی ان سب چیزوں کا مالک ہے وہی اس نظام کائنات کو اپنے حکم سے چلا رہا ہے۔

☆ انسان ان میں سے ہر چیز کا محتاج ہے لیکن ان چیزوں کا خالق کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ساری قدرتیں اس کے

ہاتھ میں ہیں وہ اگر چاہے تو دنیا کے سارے لوگوں کو ختم کر کے ایک دوسری مخلوق کو لے آئے کوئی چیز اس کے دست قدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ اس کے قبضے اور اختیار میں ہے۔

☆ اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے مگر انسان ناشکری کر کے اپنے لیے تباہی کے گڑھے اپنے ہاتھوں سے کھود لیتا ہے اور اس میں فرق نہیں کرتا کہ کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی بدتر۔ فرمایا کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

☆ جس طرح اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی، دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح زندہ اور مردہ بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کفار درحقیقت اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اور زندگی کے اندھیروں میں اس طرح ڈوب چکے ہیں کہ انہیں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کو واضح دلائل، کھلے معجزات، صحیفے اور روشن کتابیں دی گئیں لیکن کفار نے ان سب کو دیکھنے، سمجھنے اور سننے کے باوجود انکار کر دیا۔ ان کو مہلت بھی دی گئی لیکن جب وہ حد سے گزر گئے تو ان پر اللہ کا قہر نازل ہو کر رہا۔

☆ اللہ نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ آسمانی بلندیوں سے پانی برستا ہے جس سے مختلف قسم کے پھل، پھول، سبزی ترکاری اور میوے نکلتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہیں کوئی سفید کوئی سیاہ کوئی سرخ اور کوئی زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ جانوروں میں بھی مختلف رنگ روپ ہوتے ہیں ان سب چیزوں کو سوائے اللہ کے اور کس نے پیدا کیا؟ یہ سب اسی کی قدرت کے شاہکار ہیں۔

منکرین کو اللہ سے ڈرنا اور توبہ کرنا چاہیے لیکن اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم و فہم رکھنے والے ہیں جو ہر سچائی سے منہ پھیر کر چلنے کو اپنی شان سمجھتے ہیں وہ کبھی اس سچائی کو قبول نہ کریں گے۔

☆ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کو پڑھ کر اس کے مطابق ایمان و عمل صالح اختیار کرتے ہیں، اپنی عبادات میں خاص طور پر نمازوں کا اہتمام اور ادائیگی کرتے ہیں اور مالی عبادت میں وہ کھلم کھلا یا چھپ کر اپنا مال خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت ایسی تجارت کر رہے ہیں جس میں نقصان کا کوئی اندیشہ یا خوف نہیں ہے۔

اس پر انہیں اتنا عظیم صلہ اور بدلہ ملے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن جو کفر پر جمے بیٹھے ہیں ان کے لیے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اس میں جانے کے بعد روئیں گے، فریاد کریں گے، چلائیں گے مگر یہ

سب چیزیں ان کے کام نہ آسکیں گی۔

☆ اللہ ہی ہر غیب اور چھپے ہوئے کا جاننے والا اور دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ وہ ہر شخص کو ایک خاص مہلت دیتا ہے تا کہ وہ اچھی طرح سوچ کر اپنے حق میں بہتر فیصلہ کرے۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ اس کو پھر ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے لیکن وہ ڈینگیں مارنے والے بدقسمت اپنے گناہوں پر شرمندہ نہیں ہوتے اس لیے مدت گزرنے کے بعد ان کو سخت سزا دی جاتی ہے جو دوسروں کے لیے بھی عبرت و نصیحت بن جاتے ہیں۔

سُوْرَةُ فَاطِرٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ
لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②
يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ
يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ
عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑥ اَلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑦

۱/۴۷/۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے فرشتوں

کو پیغام پہنچانے والا بنایا ہے جو دو دو تین تین اور چار چار بازو (پر) رکھتے ہیں۔ وہ اللہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اگر وہ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے تو ان کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں ہے۔ وہی غالب حکمت والا ہے۔

اے لوگو! تم پر جو بھی اللہ کے احسانات ہیں (نعمتیں ہیں) ان کو یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا ایسا ہے جو ان (نعمتوں) کو پیدا کرنے والا ہے۔ جو تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے۔ جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو پھر تم کہاں الٹے پھرے جا رہے ہو۔ اور اے نبی ﷺ! اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو (ایسی کوئی نئی بات نہیں ہے) آپ سے پہلے بھی وہ رسولوں کو اسی طرح جھٹلاتے رہے ہیں۔ لیکن سارے معاملات آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے۔ دنیا کی زندگی کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور (کہیں ایسا نہ ہو) کہ دھوکے باز شیطان تمہیں کسی فریب میں مبتلا کر دے۔

بلا شک و شبہ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیچھے چلنے والوں کو بلا رہا ہے تا کہ وہ جہنم والے بن جائیں۔ (یاد رکھو) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے شدید ترین عذاب ہے۔ اور جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو ان کے لئے سامان مغفرت اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
جَاعِلٌ	بنانے والا
اَجْنِحَةٌ (جَنَاحٌ)	پر۔ بازو
مَثْنٰی	دو دو

ثُلٰثَ	تین تین
رُبٰعَ	چار چار
لَا یَفْتَحُ	وہ نہیں کھولتا ہے
مُمْسِکٌ	روکنے والا
اَنّٰی	کہاں
تُؤْفَکُوْنَ	الٹے پھرے جارہے ہو
لَا تَغُرَّ نَّ	ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے
اَلْغُرُوْرُ	دھوکا۔فریب
حِزْبٌ	جماعت
مَغْفِرَۃٌ	معافی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

اس کائنات میں جتنی بھی قابل تعریف خوبیاں ہیں وہ اس اللہ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں جو ارض و سما کا مالک اور سب کا رازق ہے۔ کائنات میں ہر طرف اس کی عظمت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ اللہ نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان جتنی بھی چیزیں اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس میں ایک خاص توازن اور اعتدال رکھا ہے۔ اگر یہ توازن (Balance) نہ ہوتا تو زمین و آسمان کی ہر چیز ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جاتی اس نے اس نظام کو اپنی قدرت سے چلانے کے لئے بے شمار فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن وہ اللہ کے حکم سے ہر کام کو اسی طرح انجام دیتے ہیں جیسا ان سے کہا جاتا ہے۔ وہ اللہ کے ہر حکم اور فیصلے کو بندوں تک اور ان کے اعمال کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اللہ نے ان فرشتوں کو پوری قوت و طاقت سے نوازا ہے۔ جس سے وہ ہر کام کو احسن طریقے پر انجام دیتے ہیں۔ جس طرح اللہ نے ہر جان دار کو ہاتھ پیر اور بازو عطا کئے ہیں کوئی پیٹ کے بل رینگ رہا ہے، کسی کے دو پاؤں ہیں، کوئی چار ہاتھ پاؤں رکھتا ہے اسی طرح اللہ نے اپنی نورانی مخلوق فرشتوں کو دو دو تین تین اور چار چار بازو عطا فرمائے ہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن

مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے جبرئیل کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے چھ سو بازو تھے۔ اسی طرح کی ایک روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو اس طرح دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو (اور پر) تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے بھی انسان اور جنات کی طرح ایک نورانی مخلوق ہیں جو نہایت فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے اور اپنے فرائض کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہیں۔ حضرت جبرئیل کے ذمے یہ ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کے پاس اللہ کا کلام اور پیغام لے کر پہنچاتے ہیں تا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت نصیب ہو سکے اسی طرح حضرت اسرافیلؑ بارشیں برسانے اور اللہ کا رزق اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری پر مقرر ہیں حضرت اسرافیلؑ قیامت میں صور پھونکنے اور حضرت عزرائیلؑ اللہ کے حکم سے موت دینے کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے لاتعداد فرشتے مختلف کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں، بادلوں سے بارش برستی ہے، سورج اپنی گرمی سے حرارت اور روشنی پیدا کرتا ہے، ہوائیں بادلوں کو لے کر چلتی ہیں جن سے بارش برسنے کے بعد ہر طرح کا سبزہ، سبزی، پھل، میوے، غلے پیدا ہوتے ہیں جن سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ایک مومن کا یہ اعتقاد اور یقین ہوتا ہے کہ اس کائنات کے نظام اور پیداوار کے پیچھے اللہ کا حکم چلتا ہے اور وہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ کائنات میں تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔ اللہ اپنی قوت و طاقت کے اظہار کے لئے دنیا کے ظاہری اسباب کا محتاج نہیں ہے لہذا اگر وہ کسی پر اپنی رحمتیں نازل کرنا چاہے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں ہے اور اگر وہ روک لے تو کوئی زبردستی اس سے کسی کو دلوانے والا نہیں ہے۔

دینے والی ذات صرف اسی ایک اللہ کی ہے اس کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے لہذا اللہ کو چھوڑ کر اپنی مرادوں کے لئے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور ان سے توقع رکھنا شرک ہے جو اللہ کے ہاں ناقابل معافی جرم ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کفار مکہ سے جو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا مشکل کشا مانتے تھے اور ان سے اپنی مرادوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے تھے یہ فرمایا کہ اس کائنات میں ساری قوت و طاقت صرف ایک اللہ کی ہے اور جن بتوں کو وہ اپنا مشکل کشا مان رہے ہیں ان میں کوئی طاقت و قوت نہیں ہے۔ اس پر کفار بھڑک اٹھے اور انہوں نے آپ کی شدید مخالفت کی اور پھر وہ جاہلانہ مزاحمت و مخالفت پر اتر آئے۔ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آج یہ لوگ آپ کو اور آپ کی لائی تعلیمات کو جھٹلا رہے ہیں اور شدید مخالفت پر اتر آئے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے ہیں ان کو اسی طرح جھٹلایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا مذاق اڑایا گیا۔ لیکن اس مخالفت اور مزاحمت کا انجام یہ ہوا کہ ان کی بستیوں اور تہذیب و تمدن کو اس طرح ملیا میٹ کر دیا گیا کہ ان کے شہروں کے کھنڈرات اور منکرین کی زندگیاں نشان عبرت بن چکی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو یہی بات ان کی ہدایت کے لئے کافی ہے لیکن جو اللہ کے سچے وعدے کے برخلاف دنیا کی زندگی اور عیش و عشرت کے دھوکے میں پڑ گئے اور شیطان کے جھانسے اور فریب میں آ گئے انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر ڈالا۔ اصل

میں شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے وہ اپنی پوری قوت وطاقت اس بات پر لگا دیتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جہنم میں اس کے ساتھی بن جائیں لیکن جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف مغفرت کا سامان کیا جاتا ہے بلکہ ان کو آخرت میں بہت بڑا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًاؕ فَاِنَّ
اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ
عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ
جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ
وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ
اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا) جس کے (برے اور بدترین) اعمال اس کی اپنی نظروں میں خوبصورت بنا دیئے گئے ہوں اور وہ خود بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو؟ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ حسرت وافسوس میں اپنی جان نہ گھلایئے۔ اللہ ان کی حرکتوں سے واقف ہے۔ اللہ تو وہ ہے جو ان ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ) پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک اور بنجر شہر کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر ان کے ذریعہ مردہ زمین کو دوبارہ زندگی دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم (قیامت کے دن) مردوں کو دوبارہ اٹھا کر کھڑا کریں گے۔

جوکوئی عزت چاہتا ہے تو وہ (یادرکھے کہ) ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔اسی کی طرف اچھے اور پاکیزہ اعمال اٹھائے (پہنچائے) جاتے ہیں۔اور جولوگ بری تدبیر (برے اعمال) کرتے ہیں ان کے لئے شدید عذاب ہے۔اوران کا مکروفریب خود ہی غارت ہو جانے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۰

زُيِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
سُوْءٌ	برائی
رَاٰ	اس نے دیکھا
يَصْنَعُوْنَ	وہ بناتے ہیں
تُثِيْرُ	اٹھاتی ہے
سُقْنَا	ہم نے سیراب کردیا
بَلَدٌ	شہر۔بستی (ب۔ل۔د)
اَلنُّشُوْرُ	(قیامت میں) دوبارہ اٹھایا جانا
يَصْعَدُ	وہ چڑھتا ہے
اَلْكَلِمُ	باتیں۔اعمال
يَرْفَعُ	وہ بلند کرتا ہے
يَمْكُرُوْنَ	وہ فریب دیتے ہیں
يَبُوْرُ	برباد ہوتا ہے۔اکارت جائے گی

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو بھی وعدے کئے ہیں وہ سچے ہیں اور پورے ہو کر رہیں گے لیکن شیطان اپنے جھوٹے وعدوں میں لوگوں کو پھنسا کر اپنے ساتھ جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس کی تدبیریں اس قدر پر فریب ہوتی ہیں کہ انسان ان کو مشکل کشا سمجھنے لگتا ہے لہذا اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے۔ شیطان کا سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ وہ انسان کو برے اعمال پر اکسا کر یہ سمجھاتا ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہی سب سے بہتر اور نیک کام ہے۔ وہ آدمی ان کاموں کو کرتے کرتے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ واقعی وہی صحیح راستے پر ہے اور اس کا ہر عمل برحق ہے یہ وہ دھوکہ ہے کہ جو بھی اس میں پھنس جاتا ہے وہ گمراہی کو ہدایت، اندھیرے کو روشنی اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے اور بھٹک کر اللہ کی رحمتوں سے بہت دور نکل جاتا ہے لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کر لیتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ہدایت و گمراہی، حق و باطل ایک جیسے نہیں ہو سکتے تو ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہو سکتا لہذا آپ اس حسرت اور افسوس میں اپنی جان نہ گھلائیں کہ لوگ راہ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کی دلدل میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کو ان جیسے لوگوں کے سارے کرتوت اچھی طرح معلوم ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہے؟ فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا انہیں کائنات کے اس نظام پر غور کرنا چاہیے کہ جب زمین خشک، بنجر اور بے رونق ہو کر رہ جاتی ہے اور ہر طرف دھول اڑنے لگتی ہے تو اللہ سمندروں میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ اس سے مون سون اٹھتا ہے اور وہ بادلوں کی شکل اختیار کر کے ایک خشک زمین پر برستا ہے تو اس مردہ زمین میں دوبارہ ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور خشک زمین سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح جب تمام کائنات کے جان دار مر چکے ہوں گے تو اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ تمام لوگوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ اس بات پر یقین کامل رکھنے والوں کو آخرت کی عزت نصیب ہوگی کیونکہ ساری عزت و عظمت اللہ ہی کے پاس ہے۔ فرمایا کہ انسان اچھے یا برے جیسے بھی اعمال کرتا ہے وہ اللہ کی طرف بلند کئے جاتے ہیں اور فیصلے بھی وہیں سے آتے ہیں۔ گناہ گاروں کو شدید عذاب دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور نیکو کاروں کو ان کا بہترین بدلہ دینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ برائیاں اختیار کرنے والے فوری برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ
اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ
مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾
وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَ
هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ
حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ
فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا
يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ
سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ
وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

الثلثة

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی عورت کسی بچے کو جنم دیتی ہے مگر یہ کہ وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی بڑی عمر پاتا ہے یا کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے وہ سب کچھ کتاب (لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے۔ بے شک یہ سب کچھ اللہ کے لئے آسان ہے۔ اور دو سمندر (دریا) یکساں نہیں ہوتے۔ ان

میں سے ایک میٹھا اور شیریں ہے جس سے پیاس بجھتی ہے اور پینے میں بھی خوش گوار ہے۔ اور دوسرا پانی سخت کڑوا ہے۔ مگر دونوں (پانیوں) سے تمہیں تروتازہ گوشت کھانے کو ملتا ہے۔ اور ان میں سے تم زیور (موتی وغیرہ) نکال کر (زیور کے طور پر) پہنتے ہو۔ اور تم اسی پانی میں کشتیوں (جہازوں) کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کر سکو اور امید ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (مسخر کر دیا ہے) جو ایک مقرر مدت تک چلتے رہیں گے۔ یہی تو اللہ ہے جو تمہارا رب ہے اور یہ ساری سلطنت اسی کی ملکیت ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ گٹھلی کے چھلکے کو پیدا کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور (وہ دن کتنا حسرت ناک ہوگا) جب قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ اور ایسی صحیح خبر تمہیں اس خبر رکھنے والے اللہ کے سوا اور کون دے سکتا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

نُطْفَةٌ	نطفہ۔ پانی کی حقیر بوند
اُنْثٰی	عورت
لَا تَضَعُ	پیدا نہیں کرتی۔ جنم نہیں دیتی
يُعَمَّرُ	وہ عمر کو بڑھاتا ہے
لَا يُنْقَصُ	وہ کمی نہیں کرتا
يَسِيْرٌ	آسان کرتا ہے
لَا يَسْتَوِى	برابر نہیں ہے
عَذْبٌ فُرَاتٌ	میٹھا پانی۔ پیاس بجھانے والا

سَائِغٌ	خوش گوار
شَرَابٌ	پینے کی چیز
مِلْحٌ	کھارا۔ نمکین
اُجَاجٌ	کڑوا
طَرِیٌّ	تازہ
حِلْیَۃٌ	زیور
تَلْبَسُوْنَ	تم پہنتے ہو
مَوَاخِرُ	پانی پھاڑنے والا
یُوْلِجُ	داخل کرتا ہے
مُسَمًّی	مقرر مدت۔ متعین
قِطْمِیْرٌ	چھلکا۔ کھجور کی گٹھلی پر لگی جھلی
لَا یُنَبِّئُ	وہ خبر نہیں دیتا
خَبِیْرٌ	بہت خبر رکھنے والا۔ نگہبان

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی بعض نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی اس ساری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک ہے اور اس کو ہر بات کا پوری طرح علم ہے۔ اس نے انسانوں کو بنا کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس نے رزق کے تمام اسباب مہیا فرما کر آزمایا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی شخص کیا عمل کرتا ہے اور اپنے لئے جنت یا جہنم میں سے کون سا راستہ منتخب کرتا ہے۔

۱۔ اللہ نے انسانی نسل کی ابتداء حضرت آدمؑ سے فرمائی جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا تھا پھر اس نے پانی کی ایک حقیر بوند (نطفہ) سے انسانی نسل کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ اور ہر ایک کے لئے اس کے جوڑے اور ساتھی کو بھی پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعہ

سکون قلب حاصل ہو سکے۔

۲۔ اپنی ساری مخلوق کے متعلق اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ جو بچہ بھی اس دنیا میں قدم رکھ رہا ہے اس کے متعلق اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اس کی عمر کتنی ہوگی؟ اور اس کو کتنا رزق دیا جائے گا؟ ان تمام باتوں کا حساب اور علم رکھنا انتہائی آسان ہے اور اس میں اس ذات پاک کے لئے کوئی دشواری نہیں ہے کیونکہ ایک ایک بات لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔

۳۔ یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ جس نے ایک ہی زمین کے سوتوں سے نکلنے والے پانی کی خصوصیات کو اس طرح کنٹرول کیا ہوا ہے کہ اگر ایک طرف صاف ستھرا اور میٹھا پانی ہے جس سے دریا، نہریں اور چشمے جاری ہیں تو دوسری طرف اس نے کھارے، کڑوے اور تلخ پانی کو پیدا کر کے بے انتہا گہرے اور عظیم سمندر بنا دیئے اور کنوؤں سے کھارے پانی کو پیدا کیا لیکن یہ اس کی ایک عظیم قدرت ہے کہ سمندر کے انتہائی کڑوے اور نمکین پانی میں پلنے اور بڑھنے والی مچھلیوں کے گوشت کو نمک اور کڑواہٹ سے محفوظ فرما دیا جو انسانوں کی بہترین غذا ہے اس میں نمک اور کڑواہٹ محسوس تک نہیں ہوتی بلکہ مچھلیوں کو پکانے کے بعد ہر انسان اپنی مرضی سے اس پر نمک چھڑک کر لطف اور لذت حاصل کرتا ہے۔ اسی کڑوے اور کسیلے پانی میں اس نے نہایت خوبصورت اور قیمتی موتی، مونگے اور مرجان کو پیدا کیا جن کو زیب و زینت کے لئے زیور بنا کر پہنا جاتا ہے۔ ان ہی پانیوں میں کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز چلتے ہیں جو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک انسانی ضرورت کا سامان پہنچاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ایسی نعمتیں ہیں جن پر جس قدر شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

۴۔ اسی نے اپنی قدرت سے رات اور دن، اندھیرے اور اجالے کو نعمت کے طور پر پیدا کیا۔ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں، موسم بدلتے رہتے ہیں، کبھی سردی، گرمی، جاڑا اور برسات ہے کبھی خوش گوار ہوائیں، کبھی خشک موسم، ان کو اس لئے تبدیل کیا جاتا ہے کہ انسان زندگی اور موسموں کی یکسانیت سے اکتا نہ جائے۔

۵۔ وہی ایک اللہ ہے جس نے اپنی قدرت سے چاند، سورج اور ستاروں کو پیدا کر کے ان کو انسانوں کے لئے مسخر اور تابع کر دیا یہ تمام چیزیں خادم کی حیثیت سے ان کے کاموں میں لگا دی گئی ہیں جن سے انسان بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور ہر طرف اس کی قدرت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں تو پھر اس کے سوا عبادت و بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً وہی ایک اللہ سب چیزوں کا خالق ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ایک بڑی جہالت اور نادانی میں مبتلا ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو "قطمیر" کو بھی پیدا کر سکے یعنی کھجور تو بڑی چیز ہے یہ جھوٹے معبود تو کھجور پر جو ہلکی سی ایک جھلی ہوتی ہے اس کو پیدا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ وہ کسی کو نفع اور نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان کو پکارا جائے تو وہ کسی کی پکار کو سن نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ سن بھی لیں تو وہ سن کر کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو خود اپنے وجود میں دوسروں کے ہاتھوں کے محتاج ہیں۔ ان کو اگر توڑ پھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے اور اگر ان سے کسی حاجت کے لئے سوال کیا جائے تو وہ اس کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا

کہ وہ دن کتنا حسرت ناک ہوگا جب یہ جھوٹے معبود خود اپنے ماننے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ دیں گے کہ الہی !
ہم نے ان سے نہیں کہا تھا کہ وہ ہماری عبادت کریں یہ ان کے اپنے تصورات تھے جن کی وہ عبادت و بندگی کرتے تھے۔ فرمایا کہ یہ
ایک ایسی سچی اور صحیح خبر ہے جو تمہیں اس ذات کی طرف سے دی جارہی ہے جو ہر چیز اور ہر بات کا جاننے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ
اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞۱۵ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۞۱۶ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۞۱۷ وَ
لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا
لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ
وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۞۱۸
وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۞۱۹ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۞۲۰
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۞۲۱ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
الْقُبُوْرِ ۞۲۲ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۞۲۳ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۞۲۴
وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۞۲۵ ثُمَّ
اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۞۲۶

۳ ع ۱۲ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ تو بے نیاز اور تمام تعریفوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسری مخلوق کو لے آئے اور ایسا کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہے اور کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور اگر کوئی اپنا بوجھ دوسرے سے اٹھانے کے لئے کہے گا تو اگر چہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو وہ ذرا بھی بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ آپ تو صرف ان ہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں جو شخص بھی پاکیزگی حاصل کرے گا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور اجالا جھلسا دینے والی دھوپ اور سایہ، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک وہ اللہ جس کو سنوانا چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔ اور تم ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے (برے انجام سے آگاہ کرنے والے) ہیں۔ اور بے شک ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور (آپ سے پہلے) کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ (اے نبی ﷺ!) اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو (کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے) کیونکہ آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو بھی اسی طرح جھٹلایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلوں، صحیفوں اور روشن کتاب کے ساتھ آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے (میری بات کو) نہ مانا تو میں نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر دیکھو ان پر میرا کیسا عذاب آیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

فُقَرَاءُ	محتاج۔ ضرورت مند
اَلْغَنِيُّ	بے نیاز۔ جو کسی کا محتاج نہ ہو
اَلْحَمِيْدُ	جس کی ذات میں ہر طرح کی خوبیاں موجود ہوں
لَا تَزِرُ	بوجھ نہیں اٹھاتا ہے
مُثْقَلَةٌ	لدا ہوا بوجھ

حِمْلٌ	بوجھ
مُسْمِعٌ	سنانے والا
خَلَا	گذر گیا
زُبُرٌ	صحیفے۔ کتابیں
نَكِيْرٌ	عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۶

انسان کی سب سے بڑی بھول اور نادانی یہ ہے کہ وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے ایک اللہ کو چھوڑ کر بہت سے ایسے کمزور اور ناقابل اعتبار سہاروں میں زندگی گذارنے کی کوشش کرتا ہے جن کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی اور اس طرح وہ زندگی بھر گمراہی کے اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے۔ ایسے نادانوں سے فرمایا گیا ہے کہ انسان اور دنیا کی تمام چیزیں اسی ایک اللہ کی محتاج ہیں اس بے نیاز اور تمام تعریفوں کی مستحق ذات نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے زندگی گذارنے کے اسباب عطا فرمائے ہیں۔ اب اگر وہ ان کفار و مشرکین کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے صفحۂ ہستی سے مٹا کر کسی دوسری ایسی مخلوق کو لے آئے جو ہر طرح اس کی اطاعت گذار اور فرماں بردار ہو تو یہ اس کے لئے کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال و کردار کا خود ذمہ دار ہے اور قیامت کے ہولناک دن کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ رشتہ دار، دوست احباب یہاں تک کہ مشفق و مہربان ماں باپ بھی اس کو سہارا دینے سے انکار کر دیں گے اور ہر ایک اس طرح اپنی فکر میں لگا ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اور اس طرح وہ اپنی بدعملیوں کے سبب جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو ان کے اعمال کے برے انجام اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہیے۔ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں وہی ان باتوں پر غور و فکر کریں گے اور اس پر دھیان دیں گے۔ لہذا جو لوگ ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر کے ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کریں گے وہی آخرت کے تمام فائدے حاصل کر سکیں گے۔ اور جب وہ اللہ کی طرف لوٹیں گے تو کامیاب و بامراد ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ لوگ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ ایک اندھا اور آنکھوں والا، اندھیرا اور روشنی جھلسا دینے والی گرم ہوا اور درختوں کی ٹھنڈی ہوا اور چھاؤں، مردہ اور زندہ برابر نہیں ہوتے تو وہ لوگ جو گناہوں بھری زندگی گذار رہے ہیں وہ ان کے برابر اور انجام کے اعتبار سے ایک کیسے ہو سکتے ہیں جو ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے زندگی گذار رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سچائیوں کو سمجھنے کے باوجود اگر لوگوں کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور ان پر روحانی موت طاری ہو چکی ہے اور وہ

مردوں کی طرح سن نہیں سکتے تو اگر چہ ان کو سنانا یا نہ سنانا برابر ہے مگر آپ کا کام یہ ہے کہ ان کو برے انجام سے ڈراتے رہیے۔ کیونکہ ہم نے آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت کی وجہ سے آپ کو جھٹلاتے ہیں تو اس میں پریشان اور رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کو اسی طرح کے حالات سے واسطہ پڑا ہے حالانکہ وہ صحیفے اور روشن کتابیں بھی لائے تھے لیکن کافروں نے ان کا انکار کیا اور اس طرح وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہو کر رہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان (بلندی) سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس سے مختلف پھل پھول نکالے جن کے رنگ جدا جدا ہیں۔ اسی طرح پہاڑوں میں سرخ و سفید اور گہری سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں جن کے رنگ الگ الگ ہیں۔ اسی طرح انسانوں، جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم و فکر رکھنے والے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست مغفرت کرنے والا ہے۔

جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے، نماز قائم کرتے اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے

چھپ کر یا کھلم کھلا اس امید پر خرچ کرتے ہیں کہ وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں گھاٹا یا نقصان نہیں ہے (یہ ان کی بڑی کامیابی ہے)۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ انہیں ان کا بدلہ بہتر بلکہ اس سے بڑھ کر اجر عطا فرمادے۔ بے شک وہ قدر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

جُدَدٌ (جُدَّةٌ)	راستے
بِيْضٌ	سفید
حُمُرٌ	سرخ
غَرَابِيْبُ	بے انتہا سیاہ
سُوْدٌ	سیاہ۔تاریک
دَوَابٌّ	جانور
لَنْ تَبُوْرَ	ہرگز نقصان نہ ہوگا
شَكُوْرٌ	قدردان۔قدر کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۳۰

گذشتہ آیات سے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ اگر انسان کائنات میں بکھری ہوئی نعمتوں میں غور و فکر اور تدبر سے کام لے تو وہ اس خالق و مالک کو پہچان سکتا ہے جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔

آسمان سے جب بارش برستی ہے تو زمین میں ایک تر و تازگی پیدا ہو جاتی ہے، کھیت لہلہانے لگتے ہیں، درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، سبزہ، سبزی، پھل اور طرح طرح کے میوے اگنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ ایک ہی زمین اور ایک ہی آب و ہوا لیکن درخت اور پھل کس قدر الگ الگ ہیں کہ ان کی خوشبو اور رنگ جداگانہ ہیں۔ اونچے اور بلند و بالا پہاڑوں کے سلسلہ پر غور کیا جائے کہ وہ اپنے اندر کتنے خزانوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ایسے راستے بنادیئے گئے ہیں جن سے مال و اسباب کا لانا لیجانا اور آنا جانا کتنا آسان ہے۔ یہ پہاڑ ایسے پتھروں سے بنادیئے گئے ہیں کہ

ان کے رنگ مختلف ہیں کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی گہرے رنگ کا اور کوئی ہلکے رنگ کا کوئی بالکل سیاہ پتھر۔ فرمایا کہ ذرا اس پر تو غور کرو کہ اس نے چٹانوں اور طرح طرح کے پتھر کس خوبصورتی سے بنائے ہیں۔ اگر کوئی ان چیزوں کو دیکھ کر بھی اس اللہ پر ایمان نہیں لاتا جس نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے تو اس کی عقل پر صرف ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ صرف نباتات اور جمادات تک ہی اس کی قدرت محدود نہیں ہے بلکہ خود آدمی کے وجود کے اندر کتنی نشانیاں موجود ہیں مثلاً ایک ہی گھرانہ، اس کا ماحول ایک جیسا، ایک ہی ماں اور باپ لیکن اولادوں میں کس قدر مختلف ذہن وفکر والے بچے ہوتے ہیں جن کے خیالات، جذبات اور انداز ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اسی طرح چوپائے، جانور، کیڑے، مکوڑے یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں لیکن کس قدر جدا جدا ہیں سب کی ضروریات اور حاجات مختلف ہیں۔ فرمایا ان باتوں پر وہی غور وفکر کرتے ہیں جو علم وفکر رکھنے والے علماء ہیں۔ یہ علماء کون ہیں؟ فرمایا کہ غور وفکر اور تدبر کرنے والے علماء وہ ہیں جو اللہ کی کتاب کی آیات کی تلاوت کرتے، نماز قائم کرتے اور اللہ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس کو علانیہ یا چھپ کر ہر طرح اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت پر یقین رکھتے ہیں جس میں گھاٹے اور نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا یعنی جو لوگ آخرت کی زندگی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیتے ہیں وہ اللہ سے ایسی تجارت کررہے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ ان جیسے لوگوں کو ان کی محنت کا پورا پورا صلہ اور بدلہ ملے گا۔ فرمایا کہ اگر نیک نیتی سے کئے جانے والے کاموں میں بھول چوک ہوجائے تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان کے نیک اعمال کے بدلے میں معاف فرمادے گا۔

وَالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا
الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ
وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ
هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ
فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا
لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ
كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا
يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾
وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن
تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ ع ۴ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کی طرف جو کتاب بھیجی ہے وہی برحق ہے یہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (درحقیقت) ہم نے ان ہی لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا ہے جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے۔ پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم وزیادتی کرنے والے ہیں۔ بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں اور بھلائیوں میں سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔ یہی (اس کا) سب سے بڑا فضل وکرم ہے۔ یہ لوگ ان جنتوں میں داخل ہوں گے جو ہمیشہ کی جنتیں ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشمی لباس ہوگا۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے رنج وغم کو دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ہمیشگی والے گھروں میں اتارا۔ نہ ان میں ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ (کوئی محنت اور) تھکاوٹ ہوگی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا ان کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان پر موت آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔ اور ہم ہر ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ وہ کفار دوزخ میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکالئے تاکہ ہم اس سے مختلف نیک کام کریں جو

ہم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اگر تم نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے جب کہ تمہیں خبردار کرنے والا بھی آ گیا تھا۔ اب تم عذاب کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

اَوْرَثْنَا	ہم نے وارث بنایا
اِصْطَفَيْنَا	ہم نے منتخب کرلیا
مُقْتَصِدٌ	اعتدال اختیار کرنے والا
سَابِقٌ	آگے بڑھنے والا
اَسَاوِرٌ	کنگن۔ سونے کا ایک زیور
لُؤْلُؤٌ	موتی
حَرِيْرٌ	ریشم
اَحَلَّنَا	ہم نے بسایا۔ آباد کیا
دَارَ الْمُقَامَةِ	رہنے کا گھر
نَصَبٌ	محنت۔ مشقت
لُغُوْبٌ	کام کے بعد کی تھکاوٹ
لَا يُقْضٰى	فیصلہ نہ کیا جائے گا
لَا يُخَفَّفُ	کمی نہ کی جائے گی
يَصْطَرِخُوْنَ	وہ چیخیں گے۔ چلائیں گے

نُعَمِّرُ ہم نے عمر دی تھی

نَصِیْرٌ مددگار

تشریح: آیت نمبر ۳۱ تا ۳۷

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے امت کو اور ساری دنیا کے لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! جو کتاب قرآن مجید آپ کی طرف نازل کی گئی ہے وہ نہ صرف ''برحق'' ہے بلکہ اس کے ذریعہ ان کتابوں کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے جو آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں۔ نصاریٰ (عیسائی) اور یہودی (بنی اسرائیل) جن کو اہل کتاب ہونے پر ناز تھا وہ ایک دوسرے کی کتابوں کو ماننے سے انکار کرتے تھے لیکن قرآن کریم کے ذریعہ توریت، زبور اور انجیل کے سچا ہونے کی تصدیق کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اگر چہ لوگوں نے اپنے معمولی اور گھٹیا مقاصد کے لئے ان کتابوں میں بہت سی باتیں خود گھڑ کر شامل کر دی ہیں لیکن وہ کلام جو اللہ نے نازل کیا تھا وہ بالکل سچا کلام تھا اور اسی کی تصدیق قرآن کریم کی طرف سے کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب حضور اکرم ﷺ کی اس امت کی طرف نازل کی گئی ہے جو تمام امتوں میں ''خیر امت'' ہے۔ اب وہی اس کے وارث اور ذمہ دار ہیں وہی اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ بے شک اس قرآن کریم کی ذمہ داریاں اٹھانے والے بعض اعمال کی وجہ سے ذرا مختلف ہوں گے لیکن اس قرآن کریم کی برکت سے ان سب کی نجات ہوگی۔

(۱)۔ بعض تو وہ لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کو پوری طرح ماننے کے باوجود اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے یعنی گناہوں اور خطاؤں میں ملوث ہوں گے لیکن ان کے اندر یہ احساس زندہ رہے گا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ غلط ہے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں اس احساس کے زندہ ہونے سے کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق مل ہی جائے گی کیونکہ جو بالکل بے حس ہو جائے کہ اپنے گناہوں پر بھی شرمندہ نہ ہو اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوا کرتی۔ (۲)۔ دوسرے ''مُقْتَصِد'' ہیں یعنی درمیانہ درجہ کے اعمال کرنے والے کچھ اعتدال و توازن رکھنے والے یعنی جو لوگ نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف زیادہ رغبت رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اگر چہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام نہیں ملتا لیکن بہر حال وہ اپنا ایک درجہ اور مقام رکھتے ہیں۔ (۳)۔ لیکن وہ لوگ جو ''سابق بالخیرات'' یعنی ہر نیکی اور بھلائی کے کام کی طرف بے تابانہ دوڑتے اور لپکتے ہیں۔ اللہ کے کامل بندے اور اللہ و رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے، فرائض و واجبات کی پابندی کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ کے ہاں بہت اعلیٰ مقام اور جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا۔

یہ تینوں طبقے جو ''وارثین کتاب'' ہیں سب کے سب جنت میں جائیں گے۔ اسی بنا پر ہمارے علماء اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر ایک شخص مومن اور وارث کتاب ہے اور اس سے گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو وہ معمولی فرق کے ساتھ جنت میں ضرور جائے

گا۔ حضرت ابو درداؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل کئے جائیں گے اور جو مقتصد یعنی درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہیں ان سے ہلکا سا حساب لیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہوگا وہ بھی جنت میں جائیں گے مگر بہت طویل انتظار کے بعد۔ جب ان کو نجات کا پروانہ ملے گا تو وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں شدید رنج و غم سے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جنت جس میں ان لوگوں کو داخل کیا جائے گا ان کا شاہانہ انداز ہوگا ریشم کا بہترین لباس، موتیوں اور ہیرے جواہرات کے جڑے ہوئے تاج، سرمئی آنکھیں، بھرپور جوانی اور اس کی لذتیں اور ہم عمر خوبصورت حوریں یہ سب انعام کے طور پر ان کو ہمیشہ کے لئے دی جائیں گی اس پر وہ لوگ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے بغیر محنت و مشقت کے یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی نے رنج و غم سے ہمیں نجات عطا فرما دی ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہوگا ان کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر اس کی خواہش کریں گے کہ اس سے تو انہیں موت ہی آجاتی لیکن ان کی حسرت کی انتہا یہ ہوگی کہ وہ اس جہنم میں مرنا بھی چاہیں گے تو ان کو موت نہ آئے گی اور ان سے عذاب جہنم کو ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا۔ وہ روئیں گے چلائیں گے مگر ان ظالموں کی فریاد تک سننے والا کوئی نہ ہوگا وہ کہیں گے الٰہی ہمیں اس عذاب سے نکالئے اب ہم دنیا میں دوبارہ جا کر وہی کچھ کریں گے جس کا ہمیں اللہ و رسول نے حکم دیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا جائے گا کہ اب رونے چلانے سے کیا فائدہ اور دنیا میں دوبارہ جانے کی تمنا فضول ہے کیونکہ تمہیں زندگی کا ایک طویل عرصہ دیا گیا تھا جب تم نے اس زندگی میں کفر و شرک اختیار کیا تو اب تم سے کیا امید رکھی جا سکتی ہے جب کہ تمہارے پاس اللہ کے وہ رسول بھی آئے جنہوں نے تمہیں اس دن کے عذاب سے آگاہ بھی کر دیا تھا مگر تم نے ان باتوں کی کبھی پرواہ نہیں کی لہٰذا اب اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھو آج تم ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے اور اس طرح ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ عَٰلِمُ غَيْبِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن
كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُۥ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا
مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ
شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا
مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَٰوَٰتِ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ
بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ تو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی واقف ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں (خلیفہ بنایا) آباد کیا۔ جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا (وبال) اسی پر ہے۔ اور کافروں کا انکار ان کے رب کے نزدیک ناراضگی بڑھانے ہی کا سبب رہا ہے۔ اور منکروں کے لئے ان کا انکار سوائے نقصان کے کچھ بھی اضافہ نہیں کرسکتا۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا؟ یا ان کی آسمانوں میں کیا حصہ داری (ساجھا ہے) یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی وجہ سے وہ (اپنے ہر شرک پر) کوئی سند رکھتے ہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ ظالم ایک دوسرے کو وعدوں کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اس طرح سنبھال رکھا ہے کہ وہ گر نہ پڑیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس اللہ کے سوا کون ہے ان کو تھامنے والا؟ بے شک اللہ بہت برداشت کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

ذَاتٌ — والا

مَقْتٌ	عذاب
خَسَارٌ	نقصان۔گھاٹا
اَرُوْنِیْ	مجھے دکھاؤ
یُمْسِکُ	وہ سنبھالتا ہے
اَنْ تَزُوْلاً	یہ کہ وہ دونوں ڈھلک نہ جائیں

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کا نظام ایسا بنایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے ہر راز اور بھید سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔

کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ اس زمین و آسمان کی تمام مخلوق کی نیتوں، خواہشوں، اعتقادات اور دلوں کا حال جاننے والا ہے اور وہ قیامت میں ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ فرمائے گا۔لیکن وہ لوگ جو اللہ کا قولی یا عملی طور پر انکار کر رہے ہیں اور ان کے پاس اپنی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل یا سند بھی نہیں ہے تو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان کے کفر اور آخرت کے نقصان میں کوئی کمی نہیں آ رہی ہے بلکہ وہ کفر و شرک میں آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں۔

فرمایا کہ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ وہ کون سے تمہارے معبود ہیں جو تمہاری ہر حاجت اور ضرورت کو پورا کرنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔فرمایا کہ کہئے اللہ نے تو سب کچھ پیدا کیا ہے لیکن تمہارے ان جھوٹے معبودوں نے کائنات کے کس ذرے کو پیدا کیا ہے یا انہوں نے اللہ کے ساتھ مل کر اس کائنات کے بنانے میں کیا شرکت کی ہے؟ یقیناً ان کے دل اور ضمیر چیخ اٹھیں گے کہ واقعی یہ سب کچھ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے جس کی تخلیق میں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

فرمایا کہ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ یہ سب باتیں کہنے کے لئے تمہارے پاس وہ کون سی کتاب نازل کی گئی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اللہ کے سوا یہ بے بس اور عاجز و مجبور بت بھی اللہ کے ساتھ شریک رہے ہیں۔ فرمایا کہ ان ظالموں نے لوگوں کو کتنے بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے ان آسمانوں اور زمین کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ ان کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر وہ اس پورے نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے نہ ہوتا تو زمین و آسمان ایک دوسرے سے ٹکرا کر ختم ہو چکے ہوتے۔

فرمایا کہ اللہ ان کافروں کی فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنے حلم و برداشت اور معاف کر دینے کی عادت کی وجہ سے نظر انداز کر رہا ہے۔ اگر اللہ ان کو ہر گناہ پر اسی وقت پکڑ لیا کرتا جب یہ کوئی گناہ یا خطا کرتے تو یہ روئے زمین پر ایک دن بھی نہ ٹھہر سکتے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ
اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى
الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ﴿۴۲﴾ اِسْتِكْبَارًا
فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا
بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ

إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا
كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَلَٰكِنْ
يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ
اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

ع ۵ ۸ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اوران (کفار ومشرکین نے) بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آگیا تو وہ (دنیا کی) ہر قوم سے بڑھ کر زیادہ ہدایت حاصل کرنے والے ہوں گے لیکن جب ان کے پاس خبردار کرنے والا آگیا تو ان کی نفرت کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا۔

یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والوں اور بدترین چالوں (والے لوگوں کی وجہ سے) ہوا۔

حالانکہ بری چالوں (کا وبال) صرف اس کے کرنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں جیسا معاملہ کیا جائے (تو یاد رکھو کہ) تم اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ اللہ کی سنت کو بدلنے والا پاؤ گے۔

کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے لوگ جو قوت و طاقت میں بہت آگے تھے ان کا انجام کتنا بھیانک ہوا۔

(یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کو (بے بس اور) عاجز کر دے۔

بے شک وہ بہت علم والا اور بہت قدرت والا ہے۔

اور اگر وہ لوگوں کے اعمال پر (ان کو فوراً) ہی پکڑ لیا کرتا تو زمین پر ایک جان دار کو بھی نہ چھوڑتا۔

وہ ان کو ایک مقرر مدت تک (سنبھلنے اور سمجھنے کی) مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب وہ مدت آجائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خود ہی دیکھ لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

اَقْسَمُوْا	انہوں نے قسم کھائی
جَهْدَ	آگے بڑھ گیا
اَيْمَانٌ (يُمْنٌ)	قسمیں
اِهْدٰى	زیادہ ہدایت والا
اَلسَّيِّئُ	برائی۔ گناہ
لَا يَحِيْقُ	نہیں گھبراتا ہے
عَاقِبَةٌ	انجام
يُؤَاخِذُ	وہ پکڑتا ہے
اَجَلٌ	مدت
بَصِيْرٌ	بہت دیکھنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۴۵

یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں اپنی عملی برتری کا اظہار کرنے کے لئے کفار عرب کو طعنے دیتے تھے کہ تم گمراہ ہو اور تمہاری گمراہی کا سبب یہ ہے کہ تمہارے اندر تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا اور نہ تمہیں کوئی کتاب ہدایت دی گئی ہے۔

وہ کہتے تھے کہ ہمارے پیچھے چلو تمہاری نجات اسی میں ہے کیونکہ ہم صاحب کتاب ہیں۔ کفار مکہ یہود و نصاریٰ کے طعنے سن سن کر جب عاجز آ گئے تو بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ اگر ہمارے اندر کوئی نبی اور رسول آیا تو ہم ان کا کہا مان کر حسن عمل کا ایسا پیکر بن کر دکھائیں گے کہ دنیا بھر کی امتیں حیران رہ جائیں گی اور تہذیب و شائستگی میں ساری دنیا سے آگے نکل جائیں گے۔

یہ تو ان کے زبانی دعوے تھے لیکن جب اللہ نے کئی ہزار سال کے بعد ایک ایسے عظیم نبی حضرت محمد ﷺ کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جن کی عظمت و شان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا تو انہوں نے کہا ماننے کے بجائے نہ صرف ان کی اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر دیا بلکہ اپنے آپ کو اعلیٰ و برتر اور بڑا سمجھنے والے متکبرین نے اپنی سازشوں کا جال اس طرح پھیلا دیا کہ جو بھی دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی طرف قدم بڑھاتا تو اس کو شدید ترین مکر و فریب کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری نبی اور رسول اور آخری کتاب (قرآن مجید) دے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت کا سامان ہو جائے۔ اب اگر کفار مکہ نے ان کی اطاعت و فرماں برداری اختیار نہ کی تو پھر اللہ کا وہ دستور سامنے آ جائے گا جو نہ تو تبدیل ہوتا ہے اور نہ ٹلتا ہے۔

فرمایا کہ ان نافرمانوں کو ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے جو ان سے پہلے گذری ہیں جن کے کھنڈرات سے یہ لوگ گذرتے ہیں اور ان گمراہوں کی تاریخ سے اور انجام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا کی طاقتیں اور قوتیں مل کر بھی اللہ کو بے بس اور مجبور نہیں کر سکتیں وہ جب چاہتا ہے اپنے حکم سے بڑی سے بڑی طاقت و قوت کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔

یہ تو اللہ کا حلم و برداشت ہے کہ وہ انسانوں کے گناہوں پر فوراً ہی گرفت نہیں کرتا بلکہ ان کو سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیتا ہے اور برداشت سے کام لیتا ہے البتہ اس نے انجام کے لئے ایک مدت مقرر کی ہوئی ہے لیکن جب وہ فیصلے کی گھڑی آ جائے گی تو پھر اس کے فیصلے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور لوگ اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔
اللہ نے ہر ایک کو اپنی نظروں میں رکھا ہوا ہے وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

الحمد للہ ان آیات کے ساتھ سورہ فاطر کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچی

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۲ تا ۲۳

• ومن یقنت • ومالی

سورۃ نمبر ۳۶

یٰسٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ یٰسٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	36
کل رکوع	5
آیات	83
الفاظ وکلمات	739
حروف	3090
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورہ یاسین کو پڑھا جاتا ہے تو اس کے لیے اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔ (دیلمی۔ابن حیان)

سورۂ یاسین کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی قسم کھا کر تصدیق فرمادی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور صراط مستقیم پر قائم ہیں۔

قرآن کریم کے متعلق فرمایا کہ اس کے نازل کیے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کردیا جائے جو کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے نافرمانوں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں آپ ان کی نافرمانیوں، ضد اور ہٹ دھرمی کی پروانہ کیجیے آپ ﷺ اپنا مقصد زندگی بیان کرتے جایئے جو بھی اس پر ایمان لا کر عمل صالح کرے گا اس کو آخرت میں اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور منکرین جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ کفار ومشرکین جس طرح آپ ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دین کی سچائیوں کو قبول کرنے سے گریز کررہے ہیں ان کو سمجھاتے رہیے۔ یہی تمام نبیوں اور رسولوں کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اللہ نے مثال کے طور پر ایک بستی کے نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اس بستی میں آباد قوم نے کفر اور نافرمانیوں کی انتہا کردی تب اللہ نے ان کی اصلاح کے لیے دو پیغمبروں کو بھیجا جنہوں نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اسی دوران اللہ نے ان دونوں پیغمبروں کی حمایت وتصدیق کرنے کے لیے ایک اور پیغمبر کو بھیجا مگر نافرمان قوم نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی آدمی ہو آخر تمہارے اندر وہ کون سی خصوصیت ہے جس کی بنا پر ہم تمہیں اللہ کا پیغمبر سمجھ لیں۔ ان تمام پیغمبروں نے کہا کہ ہم جھوٹے نہیں ہیں بلکہ رب العالمین کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ کفار ومنکرین نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب سے تم نے یہ وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا ہے ہمارے گھروں اور خاندانوں میں ہر طرف نحوست پھیل گئی ہے۔ ہم بڑے سکون سے رہتے تھے مگر تمہاری باتوں کی وجہ سے ہمارے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر تم اپنی ان نصیحتوں سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے۔ وہ بستی والے ایمان لانے کے بجائے ان پیغمبروں کے دشمن بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس

قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کیے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود بنا لیا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ ایسے لوگوں کی پروا نہ کیجیے اور اپنا نیک مشن اور مقصد جاری رکھیے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی تڑپ اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہیے۔ حق و صداقت کی آواز پر تو صرف سعادت مند اور خوش نصیب لوگ ہی دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔

بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک آدمی رہتا تھا اس نے ان پیغمبروں کی بات کو سن کر قبول کیا۔ جب اس نے یہ سنا کہ اس کی قوم اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلا رہی ہے اور ہر طرح کی دھمکیاں دے رہی ہے تو وہ بڑی تیزی سے جوش اور اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر بستی والوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم اللہ کے پیغمبروں کا کہا مانو ان کی اتباع و پیروی کرو اور ان سے منہ نہ موڑو۔ یہ تمہاری بھلائی کے علاوہ تم سے کوئی معاوضہ اور بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ اس نیک آدمی نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کے دین و مذہب کو چھوڑ کر اگر اللہ کی عبادت و بندگی نہ کروں جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے تو میری طرف سے یہ سراسر زیادتی اور ظلم ہو گا۔ میں تو ایک اللہ کی بندگی کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تم بھی اسی راستے پر چلو۔ جب قوم کے لوگوں نے اس نیک آدمی کی تقریر سنی تو وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔ جوش میں آ کر چاروں طرف سے اس پر لاتوں گھونسوں کی بارش کر دی اور اسے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس شہید کو جنت کی راحتیں عطا کی گئیں اور اس نے عزت کا اعلیٰ ترین مقام دیکھا تو کہنے لگا کہ کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ مجھے رب العالمین نے دین اسلام کی برکت سے کتنا زبردست اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں یہ پیغمبر اللہ کا پیغام پہنچانے آئے تھے جب منکرین نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو پھر اس قوم پر عذاب آ گیا۔ ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی اور وہ سب کے سب وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس وقت نہ ان کے معبود ان کے کام آئے اور نہ ان کی مال و دولت ان کو سہارا دے سکی۔ فرمایا کہ اگر یہ لوگ نافرمانی نہ کرتے اور ان انبیاء کرام کو نہ جھٹلاتے تو اس طرح صفحہ ہستی سے نہ مٹ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور و فکر کیا ہے کہ چاند، سورج، ستارے تمہارے سامنے جگمگا رہے ہیں۔ دن اور رات آتے اور جاتے ہیں مگر انہیں کون کنٹرول کر رہا ہے کس کے حکم سے یہ چل رہے ہیں یقیناً ہر شخص کا ضمیر کہہ اٹھے گا کہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو کائنات کی ہر چیز کے نظام کو چلا رہی ہے۔ فرمایا کہ تم سمندروں کو دیکھتے ہو کہ اس میں جہاز اور کشتیاں چل رہی ہیں۔ اپنی زندگی گذارنے کے سامان ادھر سے ادھر لے کر جاتے ہو۔ انسان کو یہ طاقت اور صلاحیت کس نے عطا کی ہے۔ تم بھی عجیب ہو کہ دن رات اس کی نشانیوں اور انقلابات کو دیکھ کر بھی یہ جاہلانہ مطالبہ کرتے ہو کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے اس کو آنا ہے تو آ جائے یعنی ان کا گمان تھا کہ اگر عذاب ہم پر آئے گا تو ہمارے جھوٹے معبود ہمیں بچا لیں گے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جب اللہ کا عذاب آ جائے گا تو پھر کسی کو ایک لمحہ کی مہلت بھی نہ دی جائے

گی۔ اگر وہ بازاروں میں ہوگا تو اس کو گھر والوں تک پہنچنے کا موقع بھی نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب زندہ ہو کر بدحواسی میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے رب العالمین تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے کہ ہائے! ہماری بدنصیبی کہ ہم اس عذاب کے مقابلے میں اپنی قبروں میں زیادہ آرام سے تھے نہ جانے ہمیں کس نے ہماری قبروں سے اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہی وہ قیامت کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہمارے پیغمبروں نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل حق اور سچ تھا۔ جن لوگوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے ان کو جنت کی راحتیں دی جائیں گی جن میں وہ خوش و خرم اور عیش و عشرت کی زندگی گزاریں گے۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی اور وہ جو بھی نعمت کی تمنا کریں گے وہ فوراً ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ انہیں وہاں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اللہ کی طرف سے ان پر سلام آئے گا۔ اس کے برخلاف مجرمین کو اہل ایمان سے الگ کر دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کی آگ ہی میں رہو جنت کی راحتیں تم پر حرام ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی ہم پر جو الزامات ہیں وہ کام ہم نے نہیں کیے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں، پاؤں اور کھالوں تک کو زبان دے دے گا اور وہ ان کے ہر گناہ پر گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں فرمایا کہ جس طرح گذشتہ قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا اور طرح طرح کی باتیں کیں اسی طرح جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو قرآنی آیات سناتے تو کہتے کہ یہ تو کوئی شاعر ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ کس قدر بدنصیب ہیں کہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی شروع کر دی اور اپنے خالق و مالک اللہ کو بھول گئے کہنے لگے کہ جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ پیدا ہو سکتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے جو اللہ سبز درختوں سے آگ کو پیدا کر سکتا ہے وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سُوْرَۃُ یٰسٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ
اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ
فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى
الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ
سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾
وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾
اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰى
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ
اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ع ۱ ۱۲ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۲

یٰسین، حکمت سے بھرپور اس قرآن کی قسم بے شک آپ اللہ کے رسولوں میں سے (ایک رسول) اور بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ (یہ قرآن حکیم) زبردست اور رحم کرنے والے کی طرف

سے اتارا گیا ہے۔ تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) ان لوگوں کو آگاہ کر دیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا۔ اسی لیے وہ غافل و بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے لہذا وہ ایمان نہیں لائیں گے بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جن سے وہ تھوڑیوں تک اس طرح جکڑ دیئے گئے ہیں کہ ان کے سر اوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں اور ہم نے ایک دیوار ان کے سامنے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر کے (اوپر سے) اس کو ڈھانپ دیا ہے تو ان کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ان کے لئے یہ بات یکساں ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آپ ﷺ تو صرف ان لوگوں کو ہی خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کو قبول کرتے اور بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتے ہیں۔ آپ ایسے لوگوں کو بخشش اور باعزت اجر و ثواب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

یقیناً ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا اس سب کو ہم لکھ رہے ہیں اور ہم نے اس کو کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں محفوظ کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۲

اَلْحَكِيْمُ	پختہ اور مستحکم
حَقَّ الْقَوْلُ	بات پکی ہو چکی ہے (عذاب ثابت ہو چکا ہے)
اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
اَغْلَالٌ	طوق
اَلْاَذْقَانُ (ذَقَنٌ)	تھوڑیاں
مُقْمَحُوْنَ (مُقْمَحٌ)	سر اونچا کرنے والے (جو آگے نہیں جھکا سکتے)
سَدٌّ	دیوار
اَغْشَيْنَا	ہم نے ڈھانپ دیا
خَشِیَ	ڈرا
نَكْتُبُ	ہم لکھتے ہیں

قَدَّمُوْا	آگے بھیجا
اٰثَارٌ (اَثَرٌ)	پیچھے چھوڑی ہوئی نشانیاں (اعمال)
اَحْصَيْنَا	ہم نے گھیر لیا ہے
اِمَامٌ مُّبِيْنٌ	کھلی کتاب

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۲

اس سورت کا آغاز بھی ایسے حروف سے کیا گیا ہے جن کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے یعنی وہ حروف جو معنی سے کٹے ہوئے ہیں اور ان کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اس جگہ بعض علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ''یسین'' کے معنی اے انسان کے ہیں جس سے مراد انسان کامل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں (ابن عباسؓ۔عکرمہؒ)۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے نام سے پکارا ہے جیسے یا آدمؑ، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کریم میں کسی جگہ ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ آپ کی مختلف صفات سے آپ کو پکارا گیا ہے جیسے ''یا یُّھَا الْمُدَّثِرُ، یا یُّھَا الْمُزَمِّلُ'' وغیرہ اسی طرح آپ کے صحابہؓ نے بھی کبھی آپ کو ''یا محمد ﷺ'' کہہ کر خطاب نہیں کیا بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر کوئی بات عرض کیا کرتے تھے۔البتہ کفار اور گستاخ منافقین آپ کو ''یا محمد'' کہہ کر اپنے کلام کا آغاز کرتے تھے۔لہٰذا یا محمد کہنا یا لکھنا دونوں جائز نہیں ہیں۔اس سورت کو ''یٰسین'' سے شروع کیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے حکمت سے بھرپور قرآن کریم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ اس نے آپ کو اپنے رسولوں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔یہ وہ صراط مستقیم (قرآن حکیم) ہے جس کو ایسے زبردست اور رحم و کرم کرنے والے اللہ نے نازل کیا ہے جس میں کسی شک و شبہ اور وہم کی گنجائش نہیں ہے۔تا کہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ان کے برے اعمال کے بدترین نتائج سے آگاہ کردیں اور ان کو اصل کامیابی و کامرانی اور منزل مقصود کی طرف رہنمائی فرمادیں۔یہ اللہ کا وہ آسان اور سہل کلام ہے جسے ہر شخص سمجھ کر اس پر عمل کرسکتا ہے۔فرمایا کہ آپ ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجیے جن کے پاس سیکڑوں سال سے کوئی آگاہ اور خبردار کرنے والا نہیں آیا ہے۔آپ ان کو وہ باتیں بتا دیجیے جن سے وہ خود اور ان کے باپ دادا ناواقف تھے۔اب بھی اگر وہ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو یہ ان کی بدنصیبی ہوگی۔آپ کا کام ہے پیغام حق سنا دینا جو سعادت مند ہے وہ اس کو یقیناً مان لے گا لیکن جس کے مقدر میں بدنصیبی اس کے برے اعمال کے سبب لکھ دی گئی ہے وہ اس حقیقت کو کبھی تسلیم نہ کرے گا۔لہٰذا آپ ایسے لوگوں کی پروا نہ کیجیے۔ایسے لوگوں کو جنہیں ان کی دولت اور دنیا کے

اسباب نے غرور و تکبر کا پیکر بنا دیا ہے وہ اپنی بڑائی اور ذات میں اس طرح گم ہیں کہ وہ اپنے سے باہر کی کسی حقیقت کو اہمیت ہی نہیں دیتے اور گردنیں اکڑا کر چلتے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کی گردنوں میں ایسے طوق ڈال دیئے جائیں گے جو ان کی گردنوں کو ٹھوڑیوں تک جکڑ دیں گے جن سے ان کا سر اور چہرہ اوپر کو اٹھا رہ جائے گا۔ نہ وہ اپنی گردنوں کو ہلا سکیں گے اور نہ نیچے دیکھ سکیں گے یہ ان کی آخرت سے غفلتوں کا نتیجہ ہوگا۔

فرمایا کہ ہم نے ان کے سامنے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے جس سے وہ باہر کی ہر حقیقت کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ حق و صداقت کو دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں رہے۔ ان پر غفلتوں کے ایسے پردے پڑ چکے ہیں کہ ان کو آخرت اور عذاب الٰہی سے ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی سچائی کو ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہو اس سے ایمان لانے کی توقع کرنا فضول ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار مسلط ہو چکی ہے۔ تاہم اے نبی ﷺ! آپ اپنا مشن جاری رکھئے جو لوگ اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی شمعیں روشن کر چکے ہیں ان کا غیب پر کامل یقین ہے اور وہ اللہ و رسول کے ہر حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کو معافی و مغفرت اور ایک بہت بڑے اجر و ثواب کی خوش خبری دے دیجئے۔ فرمایا کہ ساری مخلوق کے مر جانے کے بعد نہ صرف ہم ان سب کو دوبارہ پیدا کریں گے بلکہ ان کے وہ تمام اعمال جو انہوں نے اپنے آگے بھیجے ہیں یا اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھ کر محفوظ کر لئے گئے ہیں جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا۔

ان آیات کی چند باتوں کی وضاحت

یہ سورت جو عام طور پر ''سورہ یٰسین'' کہی جاتی ہے اس کے احادیث میں بہت سے نام آئے ہیں جو اس سورت کی عظمت کی نمایاں دلیل ہے۔ عَظِیْمه. مُعِمَّه. مُدَا فِعَه. قَاضِیَه.

عَظِیْمَه: وہ سورت جو عظمتوں سے بھرپور ہے۔

مُعِمَّه: جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے وہ دنیا و آخرت کی تمام برکات اور رحمتوں کو حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرے گی۔

مُدَافِعَه: جو شخص اس سورت کی تلاوت کا عادی ہوگا وہ بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

قَاضِیَه: اس سورت کو پڑھنے سے انسان کی ضروریات اور حاجات پوری کی جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی حاجت کے لئے سورۂ یٰسین کو پڑھے گا تو اس کی ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ (المحاملی)

نبی کریم ﷺ سے اور بہت سی احادیث میں اس سورت کے پڑھنے والوں کے لئے بعض سے ارشادات ہیں۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس مرنے والے کے پاس اس سورت کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے۔ (دیلمی۔ ابن حیان)

حضرت معقل ابن یسار نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''یٰسین'' قرآن حکیم کا قلب (دل) ہے۔ فرمایا کہ جو شخص سورۂ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ اس کو تم اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔ (نسائی۔ حاکم۔ روح)

حضرت یحییٰ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کو سورۂ یٰسین پڑھے گا وہ شام تک خوشی اور آرام سے رہے گا۔ اور اگر شام کو پڑھے گا تو صبح تک خوش و خرم رہے گا۔ فرمایا کہ مجھے یہ بات اس نے بتائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ (ابن الفریس)

☆ یہ بھی نبی کریم ﷺ کی شان اور عظمت کا ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دی ہے اور قسم کھائی ہے۔ یہ مقام کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہے۔

اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ جب وہ کوئی یقینی بات کہتے تھے تو قسم کھا کر کہتے تھے تاکہ دوسرے کو اس بات کی سچائی پر یقین آجائے۔ دوسرے یہ کہ کلام کی فصاحت و بلاغت کا یہ بھی انداز تھا کہ اس کلام میں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمین و آسمان، چاند، سورج، ستاروں، دن رات، گھوڑوں اور نفس انسانی اور اپنی ذات اور قرآن کریم کی قسمیں کھا کر بہت سی ان حقیقتوں کی وضاحت فرمائی ہے جو انسان کو کھلی آنکھ سے نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم میں ایسے سات مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت پر قسم کھاتے ہوئے ان کفار کو جو قسمیں کھا کر آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا کرتے تھے آگاہ اور خبردار کیا ہے کہ آپ کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے جس میں کسی شک و شبہ اور وہم کی گنجائش نہیں ہے۔ اور آپ کو جو کتاب الٰہی دی گئی ہے وہ علم و حکمت اور دانائی و بینائی کے اصولوں سے بھرپور ہے اور قیامت تک اسی کی روشنی میں زندگی کے اندھیرے دور کئے جاسکیں گے۔

☆ قرآن کریم میں جتنی باتیں اور احکامات نازل کئے گئے ہیں وہ نہایت متانت، سنجیدگی اور وقار کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی چمک دمک اور رونقوں میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا دیا ہے اور اپنی زندگیوں کو کھیل کود بنا لیا ہے ان کے مزاج اس طرح الٹ دیئے گئے ہیں کہ انہوں نے ہر سچی بات کو جھٹلانا اپنا مزاج بنا لیا ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ جو اپنی بدعملی کی انتہاؤں تک پہنچ چکے ہیں آپ ان کی پروانہ کیجئے کیونکہ ان پر حجت تمام ہو چکی ہے اور اب وہ ان لوگوں میں شامل ہو کر اپنے عقیدے میں پختہ ہو چکے ہیں جن پر اللہ کا عذاب طے ہو چکا ہے لہٰذا آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور آپ پیغام رسالت کو ساری دنیا تک پہنچانے کی جس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اس مشن کو جاری رکھئے اور ان بدکرداروں کو سچائی کا شعور، صراط مستقیم کی تڑپ اور اللہ کے سامنے حاضری کا احساس دلاتے رہئے۔ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حق و صداقت کی آواز کو سن کر اس کی طرف دوڑ کر آئیں گے اور دین اسلام کی سچائیوں کو ساری دنیا میں پھیلانے میں اپنا سب کچھ قربان کردیں گے۔ آپ ان کو پیغام حق پہنچایئے جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کی شمعیں روشن کرنا چاہتے ہیں یہی ایک انعام عظیم کے مستحق ہوں گے اور ان کو ان کی نیکی اور قربانیوں کا پورا پورا بدلہ اور صلہ دیا جائے گا۔

☆اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری سے منہ موڑ کر چلیں گے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ گردنوں میں طوق ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کسی مجرم کی گردن اچھی طرح شکنجے میں اس طرح جکڑ دی جائے جس سے اس کا چہرہ اور سر اوپر کو اٹھارہ جائے۔ جس سے وہ اپنی گردن کو نہ تو ہلا سکتا ہو اور نہ اپنے سر کو نیچے کر سکتا ہو۔ اگر وہ کسی راستے پر جا رہا ہو اور راستے میں کوئی کھڈ یا گڑھا آجائے اور وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اسی طرح وہ لوگ جو زندگی کے اسباب کا طوق اپنے گلے میں ڈالے گھوم رہے ہیں وہ کبھی سچائی کو دیکھنے کے قابل نہیں رہ جاتے۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ حق وصداقت کو قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نہ وہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ وہ اللہ کے سامنے اپنی گردن جھکانے کو تیار ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کی غفلت کا یہ حال ہے کہ وہ کائنات میں بکھری ہوئی ہزاروں نشانیوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو سعادت منداور خوش نصیب ہیں وہ اس کو مان لیں گے لیکن جنہوں نے بد نصیبی اور جہنم کا راستہ اختیار کر لیا ہے اور انہوں نے اپنے دل کو سخت بنا لیا ہے ان کے سامنے ساری حقیقتیں بھی کھول کر رکھ دی جائیں گی وہ ان کو کبھی تسلیم نہ کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کی رونقوں، چمک دمک، مال ودولت کی کثرت، باپ دادا کی اندھی تقلید، غفلت، جہالت، بدعملی، نادانی اور ان کے اعمال کی شامت نے چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا ہے کہ جیسے ان کے آگے اور پیچھے ایک دیوار ہے اور اوپر سے اس کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔ جس طرح ایسا شخص اردگرد سے بے خبر اور غافل ہوتا ہے اسی طرح اپنی خواہشات کی دیواروں میں یہ اس طرح بند ہیں کہ وہ حق وصداقت کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے بدترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ "وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ" اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اس کو پیچھے چھوڑا۔ عمل کو آگے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں جو بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ آخرت میں لکھا لکھایا اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ جس کے اعمال اچھے ہوں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہو گا اور جس کے برے اور بدترین اعمال ہوں گے اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے انگاروں پر لوٹنا ہو گا۔ یہ تو وہ اعمال ہیں جو اس نے آگے بھیجے ہیں لیکن وہ نیک اعمال جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں وہ اس کے لئے ثواب جاریہ ہیں جن کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا جیسے اس نے نیک اولاد چھوڑی یا اس نے کوئی ایسا کام کیا ہو جس میں اللہ کے بندوں کا بھلا ہو وہ اس کے لئے صدقہ جاریہ ہے جیسے کسی نے مسجد بنوادی یا اس کے بنوانے میں شرکت کی یا کسی کو حافظ قرآن یا عالم بنا دیا جب تک وہ مسجد رہے گی حافظ قرآن کو سناتا رہے گا عالم اپنے علم کو پھیلاتا رہے گا اس کا ثواب اس کے کرنے والے کو بھی ملے گا اور بغیر کسی کمی کے اس شخص کو بھی ملتا رہے گا جس نے اس کار خیر کا

آغاز کیا تھا۔اسی طرح اگر کسی نے کوئی ایسا کام کیا جو اللہ ورسول کی نافرمانی کا کام ہے تو اس کا عذاب کرنے والے کو اور جس نے اس کو قائم کیا دونوں کو ملے گا۔

حضرت جریر ابن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا ثواب (قیامت تک) ملتا رہے گا اور اس کے طریقے پر جو عمل کریں گے ان کو بھی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی کی جائے اور جس نے برا طریقہ جاری کیا تو اس کو (قیامت تک) گناہ ملتا رہے گا اور جتنے لوگ اس برے عمل کو اختیار کریں گے ان کا گناہ اس (جاری کرنے والے) کو بھی ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ میں کمی آئے۔
(ابن کثیر۔ابن ابی حاتم)

وقف لازم

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ
جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٣ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا
فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝١٤ قَالُوْا
مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝١٥ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ
لَمُرْسَلُوْنَ ۝١٦ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝١٧ قَالُوْٓا
اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٨ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ
ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝١٩ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا
الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝٢٠ ۙ
اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٢١

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۲۲
ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ
شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۲۳ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۲۴ اِنِّيْٓ
اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۲۵ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ
يَعْلَمُوْنَ ۲۶ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۲۷ وَمَآ
اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۲۸
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۲۹ يٰحَسْرَةً عَلَي
الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۳۰ اَلَمْ يَرَوْا
كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۳۱ وَاِنْ
كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۳۲

ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

(اے نبی ﷺ!) آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجئے۔ جب اس میں کئی رسول آئے پھر ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا۔ پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کو تائید وقوت دی۔ تینوں نے کہا کہ ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ کہنے لگے کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر (آدمی) ہو۔ رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم محض جھوٹ کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا رب اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم بے شک (اللہ کی طرف سے) تمہاری (ہدایت کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمہ تو کھول کھول کر واضح طریقے پر پہنچا دینا ہے۔ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس (قدم) سمجھتے ہیں۔ اگر تم (اپنی وعظ ونصیحتوں سے) باز نہ آئے

تو ہم تمہیں سنگسار (پتھر مار کر ہلاک) کردیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ کیا تم اس کو (نحوست کہتے ہو کہ) تمہیں سمجھایا جارہا ہے۔ واقعی تم لوگ حد سے گذر جانے والے ہو۔ اور شہر کی دور کی جگہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم رسولوں کی پیروی کرو (ان کا کہا مانو) ان لوگوں کے پیچھے چلو جو تم سے کوئی معاوضہ (صلہ یا بدلہ) نہیں مانگتے۔ جب کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس (اللہ کی) عبادت و بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کو چھوڑ کر ایسوں کو معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن مجھے نقصان پہنچانا چاہے نہ تو ان (معبودوں) کی سفارش میرے کام آئے۔ اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں۔ اور اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی میں جاپڑوں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم میری بات (غور سے سنو)۔ (یہ کہتے ہی اس کو شہید کردیا گیا) اسی شہید سے کہا گیا کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا کاش میری (حالت اور بات) کو میری قوم جان لیتی کہ مجھے تو میرے رب نے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں شامل کردیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر (آسمان سے فرشتوں کا) لشکر نہیں بھیجا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی سزا صرف یہ تھی کہ ایک زبردست چنگھاڑ آئی اور وہ اچانک آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے (مرگئے)۔ ان لوگوں پر افسوس ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی بستیوں کو (نافرمانی کی وجہ سے) تباہ و برباد کردیا کہ وہ پھر کبھی (ان بستیوں کی طرف) لوٹ کر نہ آئے۔ اور کوئی ایسا نہ ہوگا جسے ہمارے پاس حاضر نہ کیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

اَلْقَرْيَةُ	بستی۔ آبادی
اِثْنَيْنِ	دو
عَزَّزْنَا	ہم نے قوت دی
اَلْبَلٰغُ	پہنچادینا

تَطَيَّرْنَا	ہم منحوس سمجھتے ہیں
نَرْجُمَنَّ	ہم پتھر مار کر ہلاک کریں گے
يَمَسَّنَّ	ضرور پہنچے گا
مُسْرِفُوْنَ	حد سے بڑھنے والے
اَقْصَا	دور
مَالِيَ	مجھے کیا ہوا؟
فَطَرَ	اس نے پیدا کیا
لَا تُغْنِ	فائدہ نہ دے گا
لَا يُنْقِذُوْنَ	وہ چھڑا نہ سکیں گے
يٰلَيْتَ	اے کاش
اَلْمُكْرَمِيْنَ	عزت دینے والے لوگ
جُنْدٌ	لشکر
صَيْحَةٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز۔ دھما کہ
خَامِدُوْنَ	بجھ کر رہ جانے والے
اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ)	قومیں۔ بستیاں
مُحْضَرُوْنَ	حاضر کئے گئے

تشریح: آیت نمبر ۱۳ تا ۳۲

ان آیات میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار و مشرکین کو بطور مثال ایک ایسی بستی کا واقعہ سنا دیجئے کہ جب اللہ نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے متعدد پیغمبر بھیجے پہلے دو پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد ایک اور پیغمبر کو مزید قوت اور تائید کے لئے بھیجا گیا انہوں نے اس بستی کے لوگوں کو اللہ کی ذات اور برے اعمال کے بدترین انجام سے ڈرایا اور کہا کہ اللہ نے

ہمیں تمہاری ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا ہے۔ تم اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور ان بے حقیقت جھوٹے معبودوں کی عبادت و بندگی سے باز آ جاؤ تا کہ تم قیامت کے دن ہر طرح کی رسوائیوں سے بچ سکو۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اب ماننا یا نہ ماننا یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ سب کچھ سننے کے بعد کہنے لگے کہ تم اللہ کے پیغمبر کیسے ہو سکتے ہو کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے ''بشر'' ہو۔ یہ وہ جواب ہے جو قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبروں کو دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان آخر وہ کون سا فرق ہے جس کی وجہ سے ہم یہ بات مان لیں کہ واقعی تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ نے کوئی ایسی چیز نازل نہیں کی جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو۔ اس طرح انہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلاتے ہوئے ان کے پیغام کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ کے ان پیغمبروں نے نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ اس نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہم نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا اب تم مانتے ہو تو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ کہنے لگے کہ کامیابیاں تو ہمارے قدم کہاں چومیں گی تمہاری ان باتوں کی وجہ سے اور ہمارے بتوں کی برائیاں بیان کرنے سے ہمارے معبود ہم سے ناراض ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے ہمارے اوپر طرح طرح کی مصیبتیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ بارش نے برسنا چھوڑ دیا، ہمارے کھیت خشک ہو گئے جس سے قحط پڑنا شروع ہو گیا۔ ہم سب عیش و عشرت سے زندگی گذار رہے تھے ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا مگر تمہارے قدموں کی نحوست سے ہمارے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ باتیں جو تم کر رہے ہو ان کو بند کرو ورنہ ہم برداشت نہیں کریں گے اور تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور تمہیں ایسی ایسی اذیتیں دیں گے جن سے تم عاجز و بے بس ہو کر رہ جاؤ گے۔ اللہ کے پیغمبروں نے ان کی جاہلانہ باتوں کا نہایت سنجیدگی اور وقار سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ جو آفتیں آ رہی ہیں وہ تمہارے اعمال کی شامت کی وجہ سے آ رہی ہیں۔ اگر تم ہماری بات پر غور کرتے اور اللہ کا حکم مان لیتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں تم سب کی بھلائی ہے اور دنیا و آخرت کی کامیابی ہے لیکن تم تو زندگی کے ہر معاملے میں حد سے گذر جانے والے ہو اسی لئے یہ ساری نحوستیں تم پر نازل ہو رہی ہیں۔ ان پیغمبروں کی پوری قوم نے جب اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے کمر کس لی تو اس بستی کے آخری کنارے پر ایک نیک اور متقی شخص رہتا تھا جو رزق حلال کماتا تھا اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگا رہتا تھا جب اسے اپنی قوم کے برے ارادوں اور بے راہ روی کی اطلاع ملی تو وہ بھاگا ہوا دوڑتا چلا آیا اور اس نے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی تا کہ وہ برے ارادے سے باز آ جائیں اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں اس شخص نے کہا کہ اللہ کے بندو! یہ پیغمبر اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ جو بھی پیغام لے کر آئے ہیں اس کی اتباع اور پیروی کرو ان کی نصیحتوں پر عمل کرو۔ وہ یہ سب کچھ تمہاری بھلائی کے لئے کہہ رہے ہیں اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض اور لالچ نہیں ہے وہ تم سے یہ سب کچھ کرنے پر کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہے ہیں۔ وہ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے پر چلو۔ اس شخص نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ میں آخر اس ذات کی عبادت و بندگی کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب کو اسی ایک پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں ایسے معبود کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لوں حالانکہ اگر وہ رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان بتوں کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور وہ سب مل کر مجھے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو کھلی ہوئی گمراہی

میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا۔ تم بھی اسی طرح ایمان قبول کرلو۔ اس شخص کا آنا اس پوری قوم کو سخت ناگوار گذرا اور انہوں نے اس کو لاتوں اور گھونسوں سے مار مار کر شہید کر دیا۔ اللہ نے اس شخص کے لئے جنت کا فیصلہ کر کے فرمایا کہ تو جنت کی راحتوں میں داخل ہو جا۔ جب اس نے جنت کی راحتوں کو دیکھا تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم یہ دیکھتی کہ اللہ پر ایمان لانے اور اس پر ثابت قدمی کی وجہ سے اللہ نے نہ صرف اس کی مغفرت کر دی ہے بلکہ اس کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس قوم کی نافرمانیوں کی سزا دینے کے لئے کوئی لشکر نہیں اتارا کیونکہ ہمیں اس کی ضرورت بھی نہ تھی بس یکا یک ایک زوردار دھما کہ ہوا اور سب بجھ کر رہ گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں پر سوائے افسوس کے اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس جب بھی کوئی سمجھانے والا آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور شدید مخالفت کی۔ حالانکہ اگر غور و فکر سے کام لیتے تو انہیں اللہ کا یہ دستور معلوم ہو جاتا کہ جب اللہ نے کسی قوم کو برباد کیا ہے تو وہ پھر کبھی اپنے گھروں کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔ فرمایا کہ وہ اللہ سے کتنے بھی بھاگ کر دور چلے جائیں آخر کار ان کو ایک دن اس کے سامنے ہی حاضر ہونا ہے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

(۱)۔ اس پر بحث کرنا کہ یہ کون سی بستی تھی؟ ان پیغمبروں کے نام کیا تھے؟ یہ کب آئے تھے؟ اس موقع پر اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک عام واقعہ ہے جس کا مقصد ان قریش مکہ کو بتانا ہے کہ اگر انہوں نے بھی تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کو نہ چھوڑا تو ان کا انجام بھی اس بستی والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

(۲)۔ بشریت انبیاء پر کسی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہر دور میں کفار نے انبیاء کی بشریت کا انکار کیا ہے وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی ہم جیسا جیتا جاگتا، چلنے پھرنے والا انسان ہو۔ اس کو تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو بشریت اور اس کے تقاضوں سے بلند تر ہو۔ حالانکہ تمام انبیاء کرام کا ایک ہی جواب تھا کہ ''واقعی ہم تمہاری طرح بشر ہونے کے سوا کچھ نہیں ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عنایت کرتا ہے (سورۂ ابراہیم ۱۰-۱۱)۔ اگر قوم نوحؑ، قوم عادؑ اور قوم ثمود کے حالات زندگی پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہی وہ بات تھی جس نے ان کو ہدایت سے دور رکھا اور اسی بنیاد پر تباہی آئی۔

(۳)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''لَا طِیَرَةَ فِی الْاِسْلَام'' دین اسلام میں کسی چیز کے لئے بدشگونی اور نحوست کوئی چیز نہیں ہے کسی انسان کا قدم منحوس نہیں ہوتا بلکہ جو مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں مگر تمام وہ لوگ جو اپنی کمزوریوں پر غور کرنے کے بجائے دوسروں پر یہ کہہ کر ڈال دیتے ہیں کہ یہ سب کام جو خراب ہوتے جا رہے ہیں اس کی وجہ یہ شخص ہے اس کی نحوست سے سارے کام بگڑ رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے اسلام نے ہمیں ان باتوں سے روکا ہے۔ ایک مسلمان کی زبان سے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ وہ دوسروں کو منحوس قدم کہے یا سمجھے۔

(۴)۔ اصل میں تمام وہ لوگ جو دین اسلام کی سربلندیوں کے لئے جدوجہد یا کوشش کر رہے ہیں ان کو یہ اصول ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ حق و صداقت کی بات اثر ضرور کرتی ہے اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے شاید کوئی ایک شخص حق و

صداقت کی بات سن کر اس کو قبول کر لے اور جب وہ اپنا سب کچھ قربان کر دے تو اس کی قربانیوں کے نتیجے میں حق و صداقت پر چلنے والوں کی نجات ہو جائے۔

(۵)۔ جب قوموں کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے غرور و تکبر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تب اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے وہ دنیا والوں کی طرح اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ لشکر بھیج کر کسی قوم پر فتح حاصل کی جائے۔ بلکہ اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔ ہمیں اس کی ذات اور قوت پر اعتماد کر کے یقین کر لینا چاہیے کہ وہ رب اس قدر طاقت ور ہے کہ اس کے سامنے ساری دنیا کی طاقتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ
اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ
مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ
ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۗ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ
الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾
وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ
قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ
لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ
يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾
وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ
لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جسے ہم نے (بارش کے ذریعہ) زندہ کیا اور اس سے ہم نے غلہ (اناج) نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات لگائے اور ہم نے اس میں پانی کے چشمے بہا دیئے تا کہ وہ اس کے ثمرات (پھلوں) کو کھائیں (حقیقت یہ ہے کہ) ان سب چیزوں کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ شکرادانہیں کرتے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنائے ان میں سے بھی جنہیں زمین اگاتی ہے۔ خود ان کے اپنے نفسوں (جانوں) میں سے اور ان میں سے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔ ان کے لئے رات بھی ایک نشانی ہے کہ جب ہم دن (کی روشنی کو) کھینچ نکالتے ہیں تو وہ اچانک اندھیروں میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج (بھی ایک نشانی ہے جو) اپنے مقرر راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اور یہ اس اللہ کا لگا بندھا مقرر نظام ہے جو زبردست ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور چاند (بھی ایک نشانی ہے جس کی) ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ۔ نہ سورج کی طاقت ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ یہ سب (اپنے مرکز کے گرد) اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ پھر (وہاں) نہ تو کوئی فریاد سننے والا ہوگا اور نہ وہ بچائے جاسکیں گے سوائے اس کے کہ ہماری رحمت ہو۔ اور یہ (اللہ کا فیصلہ ہے کہ) ایک متعین وقت تک ان کو فائدہ پہنچانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

حَبٌّ دانہ

نَخِیْلٌ کھجور

اَعْنَابٌ (عِنَبٌ)	انگور
فَجَّرْنَا	ہم نے پھاڑ دیا
اَلْاَزْوَاجُ (زَوْجٌ)	جوڑے
اَلْعُرْجُوْنَ	کھجور کی ٹہنی۔شاخ
يَرْكَبُوْنَ	وہ سوار ہوتے ہیں
صَرِيْخٌ	چیخ۔فریاد

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۴۴

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی بے شمار نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے جو ایک ایسے نظام میں بندھے ہوئے ہیں کہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے۔ یہ اللہ کی ایسی نشانیاں ہیں جنہیں دن رات آدمی دیکھتا ہے لیکن ان پر غور نہیں کرتا۔ اگر وہ ان تمام نعمتوں پر غور وفکر سے کام لے تو اس کے دل میں اس کائنات کے خالق کی ایسی عظمت چھا جائے کہ پھر اس کے سوا کسی کی عظمت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ ہر انسان دیکھتا ہے کہ ایک زمین بالکل خشک اور سوکھی پڑی ہے جو ویران سی لگتی ہے لیکن جیسے ہی بارش برستی ہے تو اس سوکھی اور مردہ سی زمین میں زندگی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور کچھ دنوں میں وہ زمین ہری بھری دکھائی دینے لگتی ہے۔ درختوں پر ایک رونق سی آجاتی ہے، کھجوریں اور انگور اگ آتے ہیں۔ پھر انسانوں اور نباتات کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے جگہ جگہ پانی کے چشمے بہنے لگتے ہیں جن کے ذریعہ کھیتوں، درختوں اور بیلوں کے ذریعہ انسانوں اور تمام جان داروں کے رزق کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ طریقہ سکھایا ہے کہ وہ زمین کو تیار کر کے اس میں بیج ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سوال کیا ہے کہ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ انسان تو کھیتی باڑی میں ایک کام کرتا ہے لیکن ننانوے کام تو اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں انسان اللہ کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو ترتیب دیتا ہے لیکن وہ خود ان چیزوں کا خالق نہیں ہوتا۔ خالق صرف اللہ ہی ہے اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک کھلی ہوئی نشانی ہے کہ زمین، ہوا، مٹی، پانی سب ایک ہی فضا میں ہیں لیکن ان سے پیدا ہونے والی چیزیں بالکل مختلف ہیں۔ مزا

مختلف، شکل صورت مختلف، کوئی پھل میٹھا ہے کوئی کھٹا، کوئی نمکین ہے تو کوئی کڑوا۔ اسی طرح انسانوں میں بھی یہی صورت ہے کہ ماں باپ اور گھر کا ماحول ایک جیسا لیکن صورت، شکل اور مختلف ذہنوں اور مزاجوں میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ کوئی گورا کوئی کالا کوئی پیلا تو کوئی سرخ۔ فرمایا کہ اسی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے رات اور دن کا آنا جانا ہے۔ جب رات پر دن کی روشنی چھا جاتی ہے تو وہ روشن ہو جاتی ہے اور جب دن کی روشنی پر رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج اپنے مقرر راستے پر چل رہا ہے اور چاند اپنی رفتار اور انداز سے اپنی منزلیں طے کرتا ہے کبھی وہ گھٹتا ہے اور کبھی بڑھتا ہے کبھی وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی شاخ مڑ کر کمان بن جاتی ہے۔

چاند، سورج اور ستارے سب کے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کنٹرول کر رکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتے۔ سورج اپنے مدار اور دائرے سے نکل کر چاند کے دائرے میں نہیں جا سکتا اور چاند اپنے مدار کو چھوڑ کر سورج کی طرف نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی جتنے بھی سیارے اور ستارے ہیں اللہ نے ان کے دائرے مقرر کر دیئے ہیں وہ اب اللہ کی حمد و ثنا تسبیح کرتے ہوئے اپنے اپنے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔ کروڑوں سال سے یہ نظام اسی طرح چل رہا ہے جو اللہ کی قدرت کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ فرمایا کہ خود انسان کی اپنی ذات میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ جب حضرت نوحؑ کی قوم پر پانی کا عذاب آیا تو اس وقت کی معلوم دنیا اس پانی میں غرق ہو گئی اور سوائے سفینہ نوحؑ کے جو انسانوں اور جانوروں سے بھرا ہوا تھا ایک جان دار بھی زندہ نہ رہ سکا لیکن اللہ کی قدرت سے حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگ اور جان داروں کے جوڑے اس کشتی میں سوار کرا دیئے گئے تھے وہی بچ سکے ان کے علاوہ سب کے سب غرق کر دیئے گئے۔ اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ باقی رہ سکا۔ پھر وہی نسل انسانی پھیلتی اور بڑھتی چلی گئی۔ فرمایا کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانوں کے لئے ایسی ایسی سواریاں پیدا کیں اور آئندہ زمانے میں انسانی ضرورتوں کے لحاظ سے مختلف سواریاں پیدا کی جاتی رہیں گی۔ سمندر میں ایک جہاز ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ نے پانی اور ہواؤں کو انسان کے اس طرح تابع کر دیا کہ وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اپنی ضرورت کا سامان اور لوگوں کو پہنچانے کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح خشکی میں بھی اس نے طرح طرح کی سواریاں پیدا کی ہیں۔ موجودہ دور میں انسانی ترقی کا راز فضا، ہوا، سمندر اور خشکی پر چلنے والی سواریاں ہی ہیں جن سے ساری دنیا ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے لیکن ان فضاؤں، خشکی اور تری کو انسان کے تابع کس نے کر دیا ہے۔ یقیناً اسی ایک اللہ نے جو کائنات کی ساری چیزوں کا خالق اور بنانے والا ہے۔ وہی شکر اور عبادت و بندگی کے لائق ہے۔ اگر کوئی شخص ان کھلی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود اور کارساز اور مشکل کشا مانتا ہے تو یہ اس کی سب سے بڑی بھول اور بدنصیبی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٤٥ وَ
مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝٤٦ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٤٧
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٨ مَا يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۝٤٩ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٠ ع وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ ۳ ع ۱۸ ۲
مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝٥١ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا
مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝٥٢
اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝٥٣
فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٥٤

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس عذاب سے) ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو کچھ تمہارے پیچھے ہے۔ تاکہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی طرف سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو وہ کافر ان لوگوں سے جو ایمان لے آئے ہیں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو ان کو بہتر طریقے سے کھلا دیتا تم تو کھلی گمراہی میں ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟

بس یہ تو ایک چنگھاڑ (صور کی آواز) کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑتے ہی رہ جائیں گے۔ اس وقت وہ نہ تو کوئی وصیت ہی کر پائیں گے اور نہ اپنے گھروں کی طرف لوٹ سکیں گے۔ اور جب صور پھونکا جائے گا تو وہ اچانک قبروں سے (اٹھ کر) اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ وہ کہیں گے ہائے ہماری بدنصیبی کہ ہماری قبروں سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ (اس وقت کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے صحیح کہا تھا۔ وہ چنگھاڑ (ہیبت ناک آواز) ہوگی۔ پھر اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج کے دن کسی شخص کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور تمہیں اس کا (پورا پورا) بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

بَیۡنَ اَیۡدِی	سامنے
خَلۡفٌ	پیچھے
اَنُطۡعِمُ	کیا ہم کھلائیں
صَیۡحَۃٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز
یَخِصِّمُوۡنَ	وہ جھگڑ رہے ہوں گے
اَلۡاَجۡدَاثُ	قبریں
یَنۡسِلُوۡنَ	وہ دوڑیں گے
لَا تُجۡزَوۡنَ	بدلہ نہ دیئے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۵۴

نبی کریم ﷺ جب کفار و مشرکین سے کہتے کہ میں جن آیات اور کلام الٰہی کو لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ کا خوف اختیار کرو تا کہ تم پر دنیا میں اور آخرت میں رحم و کرم نازل کیا جائے اور اپنے سے غریب، مفلس اور ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرو۔ تو وہ اللہ کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑاتے اور جاہلانہ اعتراضات کر کے اپنے آپ کو مطمئن ظاہر کر کے بے نیازی دکھایا کرتے تھے۔

جب ان سے یہ کہا جاتا کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس کو جائز طریقے پر خود بھی استعمال کرو اور اپنے ان غریب بھائی، بہنوں، رشتہ داروں اور ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو جو غریب و مفلس ہیں تو وہ اپنے اوپر سے بات ٹالنے اور مذاق اڑانے کے لئے کہتے کہ جس کو اللہ ہی نے بھوکا رکھا ہے ہم کون ہوتے ہیں کہ اس کو کھلائیں پلائیں۔ وہ جانے اس کا رب جانے ہم سے ایسی گمراہی کی باتیں نہ کرو۔ جب سب کا رازق اللہ ہے تو وہی ان کا پیٹ بھرے گا۔ ان لوگوں نے اتنی بڑی بات کہتے وقت یہ نہ سوچا کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کچھ دے کر اس کی مدد کرتا ہے یا بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے تو وہ اس کا رازق نہیں بن جاتا بلکہ وہ اللہ کے رزق میں سے دوسروں کو دینے کا واسطہ بن جاتا ہے جس پر اس کو اجر و ثواب ملتا ہے۔ اگر اللہ چاہے تو اس کو براہ راست بھی دے سکتا ہے جس طرح وہ حیوانات کو بغیر کسی واسطے کے دیتا ہے۔ ہر جان دار زمین کے مختلف گوشوں سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنا رزق حاصل کرنے میں کسی کارخانے اور دوکان کا محتاج نہیں ہوتا جب کہ انسان کی ضروریات کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنا رزق روزی حاصل کرنے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ اگر غریب اور ضرورت مند آدمی مال داروں کے کارخانوں اور دوکانوں وغیرہ میں کام نہ کرے تو دولت مندوں کو عیش و آرام کے اسباب کہاں سے مل سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر صاحب حیثیت اور مال دار کو غریبوں اور حاجت مندوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ غریب اپنا پیٹ کہاں سے بھریں گے۔ اللہ نے ایسا نظام بنایا دیا ہے کہ ہر شخص اپنے راحت و آرام کے اسباب اور رزق حاصل کرنے میں ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی طرح جب ان سے کہا جاتا تھا کہ لوگو! قیامت تم سے دور نہیں ہے۔ اس کا آنا یقینی ہے جس میں اللہ و رسول کے نافرمانوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ تم اس عذاب سے بچنے کی تدبیریں کرو اور تم نے دنیا میں جو کچھ اعمال کئے ہیں ان کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس کی تیاری کرو۔ اگر تمہارے اعمال درست ہوئے تو اس دن تم پر رحم و کرم کیا جائے گا ورنہ ابدی جہنم

کے انگاروں پر تڑپنا ہوگا۔ وہ یہ سب باتیں سن کر بے پروائی سے منہ پھیر کر چل دیتے اور کہتے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے ہیں۔ اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کو لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس جاہلانہ جواب پر یہ نہیں فرمایا کہ قیامت کب آئے گی بلکہ یہ فرمایا کہ تم اس مسئلہ میں جھگڑ رہے ہو گے اور قیامت اچانک آجائے گی تو پھر کسی کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جائے گی۔ فرمایا کہ ایک کرخت، سخت اور ہیبت ناک آواز کے ساتھ اس طرح قیامت تمہارے سروں پر آپہنچے گی کہ تمہیں اس سے چند لمحے پہلے تک بھی کچھ خبر نہ ہو گی۔ فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا ایک لمحہ میں اس طرح ختم ہو جائے گی کہ نہ کسی کو وصیت کرنے کا موقع ملے گا اور نہ گھر لوٹنے کا اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو مردے بھی اپنی اپنی قبروں سے نہایت خوف اور بدحواسی کی حالت میں اٹھ کر اللہ کی طرف دوڑنا شروع ہو جائیں گے۔ جب ان کو آخرت کا ہیبت ناک عذاب نظر آئے گا تو وہ اپنی قبروں کے عذاب کو بھی بھول کر کہیں گے کہ وہ عذاب قبر تو کچھ بھی نہ تھا یہ عذاب بڑا سخت ہے اس عذاب کے مقابلے میں اگر ہمیں عذاب قبر ہی میں رہنے دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھا کھڑا کیا۔ اس پر کہا جائے گا کہ یہی وہ میدان حشر ہے جس کا تم سے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور اسی دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ کے تمام رسولوں نے خبردار اور آگاہ کیا تھا اور اس سچائی کو بیان کیا تھا۔ دوسرا یہ صور درحقیقت ایک چنگھاڑ یا دھماکہ ہوگا جس کے بعد ہر شخص کو اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا کہ جہاں پر نیکی کرنے والے کو اس کی ہر نیکی پر اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور جس نے کوئی گناہ یا خطا کیا ہوگا اس کو انصاف کے ساتھ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

ان آیات کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے اس طرح ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ راستوں پر چل رہے ہوں گے، بازاروں میں خرید و فروخت کی جا رہی ہوگی، لوگ اپنی محفلوں میں بیٹھے گفتگو اور باتیں کر رہے ہوں گے کہ اچانک صور پھونکا جائے گا۔ کوئی کپڑا خرید رہا تھا تو ہاتھ سے کپڑا نیچے رکھنے کی نوبت نہ آئے گی، کوئی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے پانی کا حوض بھر رہا ہوگا وہ پانی نہیں پلائے گا کہ اچانک قیامت آجائے گی۔ کوئی کھانے بیٹھا ہوگا اور لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جانے کی بھی اس کو مہلت نہ ملے گی۔ (بروایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم ہو جائے گی حالانکہ آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوھ رہا ہوگا برتن اس کے منہ تک پہنچے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے۔ ابھی ان کی گفتگو جاری ہوگی کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی اپنا پانی کا حوض درست کر رہا ہوگا اور ابھی ہٹا نہ ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ (مسلم شریف)

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ
عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾
سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ
مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ
مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ
نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى
يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا
مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ ع ۱۶/۴
اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

بے شک آج کے دن اہل جنت (خوش وخرم) اپنے مشغلوں میں مصروف ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سائے دار مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور ان کے لئے ان جنتوں میں میوے اور ہر وہ چیز موجود ہوگی جو وہ مانگیں گے۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام (کہلایا جائے) گا اور کفار و مشرکین سے کہا جائے گا اے مجرمو! آج (تم اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ۔

اے اولاد آدمؑ کیا میں نے تمہیں (اپنے رسولوں کے ذریعہ سے) اس بات کی تاکید نہ کی تھی

کہ تم شیطان کی عبادت (اطاعت) نہ کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔اور یہ کہ تم میری ہی عبادت و بندگی کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔اور اس نے (شیطان نے) تم میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ہو؟ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔اب اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔آج ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے پھر وہ راستے کی طرف دوڑتے تو انہیں کہاں سجھائی دیتا۔اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں بدل ڈالیں جن سے نہ وہ چل سکیں گے اور نہ لوٹ سکیں گے۔اور ہم جس کی عمر زیادہ کر دیتے ہیں تو اس کو اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

شُغُلٌ	مشغلے
فٰكِهُوْنَ	دل لگی کرنے والے
مُتَّكِئُوْنَ	تکیہ لگا کر بیٹھنے والے
يَدَّعُوْنَ	وہ پکاریں گے۔خواہش کریں گے
اِمْتَازُوْا	تم الگ ہو جاؤ
جِبِلًّا	جماعت۔لوگوں کا گروہ
نَخْتِمُ	ہم مہر لگا دیں گے
اَفْوَاهٌ (فُوْهٌ)	منہ
تَشْهَدُ	گواہی دیں گے
طَمَسْنَا	ہم سجھائی دیتے
مُضِيًّا	چلنا
نُعَمِّرْهُ	ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو
نُنَكِّسْهُ	ہم اوندھا کر دیتے ہیں اس کو

تشریح: آیت نمبر ۵۵ تا ۶۸

جہنم والوں کی سزا بیان کرنے کے بعد اب جنت والوں کی جزا اور بدلہ کا بیان کیا جارہا ہے کہ اہل جنت کس قدر خوش وخرم اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہے ہوں گے۔ جنت کیا ہے؟ اس دنیا میں رہ کر اس کی خوبصورتی اور حسن کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کیونکہ اس کو کسی محسوس مثال میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے جنت کی خوبصورتی اور راحت وآرام کے متعلق فرمایا ہے کہ جنت اتنی حسین ہوگی کہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ ہوگی، نہ کسی کان نے سنی ہوگی اور نہ کسی کے دل پر اس کا تصور اور گمان بھی گذرا ہوگا۔

جب اہل جنت میدان حشر میں پہنچیں گے تو ان کو روک کر نہیں رکھا جائے گا بلکہ شروع ہی میں ہلکے پھلکے حساب کتاب کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا جہاں ہر طرح کی راحتیں ان کی منتظر ہوں گی۔ تمام پریشانیوں اور مشکلات سے بےغم ہر طرح کے عیش وآرام اور راحت ونعمتوں میں مشغول ہوں گے۔ ان جنتیوں میں نہ عبادت کی مشقتیں ہوں گی نہ پیٹ بھرنے کے لئے بھاگ دوڑ اور محنتیں ہوں گی۔ ان کی بیویاں اور ہم عمر خوبصورت حوریں ہوں گی جو درختوں کے گھنے سائے میں مسہریوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بےغم اور بےفکر اللہ کی مہمان داری سے خوشی اور مسرت محسوس کررہے ہوں گے۔ ہر طرف سرسبزی وشادابی ہوگی لہلہاتے کھیت، خوبصورت وبلند وبالا عمارتیں ہر طرف بہتی نہریں ہوں گی، اہل جنت کا بہت قیمتی ریشمی لباس ہوگا وہ ایسا سلامتی کا گھر ہوگا جس میں کوئی لغو، فضول اور بےہودہ بات نہ سنائی دے گی، چھلکتے جام ہوں گے ان جسمانی لذتوں کے ساتھ ساتھ روحانی ترقیاں بھی نصیب ہوں گی اور ان کا سب سے بڑا اعزاز واکرم یہ ہوگا کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچایا جائے گا یا خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کو سلام ارشاد فرمائیں گے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ابدی راحتوں کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسی جنتوں میں جانے کا خواہش مند ہے کیا اس کے لئے تیاریاں کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی رنج وغم اور خوف نہ ہوگا۔ رب کعبہ کی قسم وہ جنتیں نور ہی نور ہوں گی جن میں بےحد تازگیاں ہوں گی۔ اس کا سبزہ لہلہا رہا ہوگا۔ اس کے بالا خانے مضبوط ومستحکم اور بلند وبالا ہوں گے۔ اس میں رواں دواں نہریں ہوں گی، اس کے پھل پکے ہوئے ذائقہ دار ہوں گے اور بہت کثرت سے ہوں گے۔ اس میں ان کے لئے خوبصورت حوریں ہوں گی۔ ان کا لباس نہایت قیمتی اور ریشمی ہوگا اور یہ ساری نعمتیں وہ ہوں گی جنہیں کبھی زوال نہ آئے گا۔ جنت سلامتی کا گھر اور سبزہ اور تازہ پھلوں کا باغ ہوگا۔ اس کی نعمتیں بہت کثرت سے اور بہترین ہوں گی۔ اس میں بلند وبالا محل ہوں گے جو زیب وزینت سے آراستہ ہوں گے۔ یہ سن کر تمام صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کہو۔ سب نے انشاء اللہ کہا۔ آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی اپنی جنتوں کی راحتوں سے لطف اندوز ہورہے ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ سب لوگ اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو اللہ کا نور دیکھنے کا شرف حاصل کریں گے وہ اللہ کو بغیر کسی حجاب اور پردے کے براہ راست دیکھیں گے اور اللہ ان کو دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''**السلام علیکم یا اھل الجنۃ**'' اس

وقت اہل جنت اس نور کو دیکھنے میں اس طرح محو ہو جائیں گے کہ وہ جنت کی کسی نعمت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ یہاں تک کہ ایک پردہ حائل ہو جائے گا اور نور و برکت ان اہل جنت کے پاس رہ جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ)

جب کفار و مشرکین اور اللہ کے فرماں بردار مومنین قبروں سے اٹھیں گے تو سب کے سب ایک ساتھ ہوں گے مگر میدان حشر میں ان دونوں کو اور کفار کی گندگیوں اور مومنین کی نیکیوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ یہ دن جہاں اہل جنت کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی کی خوش خبری اور راحت و آرام کا پیغام ہوگا وہیں کفار و مشرکین کے لئے حسرت و افسوس کا دن ہوگا جب ان کے بنائے ہوئے گھروندے اور خواب فضا میں بکھر جائیں گے اور انہیں ہر طرف عذاب ہی عذاب نظر آئے گا۔ سب سے پہلے کفار و مشرکین مجرمین سے کہا جائے گا کہ آج تم ہمارے فرماں بردار بندوں سے الگ ہو جاؤ تمہارے اعمال کے مطابق تم سے معاملہ کیا جائے گا اور جنت کی راحتوں اور عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اب تمہیں اپنی ذاتی حیثیت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ بہت سے لوگ مومن و کافر ہوں گے مگر ان میں رشتہ داریاں بھی ہوں گی فرمایا جائے گا کہ تمہارا رشتہ ناطہ اور دوستیوں کا تعلق دنیا تک تھا اب وہ ختم ہو چکا ہے۔ تم ایک دوسرے سے الگ ہو جاؤ تا کہ جنت والے جنت کی راحتوں کا لطف اٹھا سکیں۔

اس کے بعد تمام بنی آدمؑ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تمہیں پہلے ہی اس سے آگاہ اور خبردار نہیں کر دیا تھا کہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر ہمارے پاس آ کر تمہیں زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ میں نے تمہیں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اس بات سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ تم شیطان کے بہکائے میں آ کر اس کے راستے پر نہ چلنا اور نہ اس کی عبادت (اطاعت) کرنا مگر تم نے ان باتوں کی پرواہ نہیں کی اور ہمیشہ پیغمبروں اور اصلاح کرنے والوں کی طرف سے تم نے منہ پھیرے رکھا لہٰذا آج تم ان ہی نافرمانیوں کی سزا بھگتو۔ جب میدان حشر میں نیک اور صالح لوگوں سے کفار و مشرکین کو الگ کر دیا جائے گا اور وہ کفار و مشرکین اللہ کے خوفناک عذاب کو اپنی طرف آتا ہوا محسوس کریں گے تو کفر و شرک اور جھوٹ کی بھرپور زندگی گذارنے والے اپنی غلط فطرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی! ہم نے شرک نہیں کیا تھا وہ تو ہم وقتی طور پر بہک سے گئے تھے ہمیں نہیں معلوم کہ آپ کے فرشتوں نے ہمارے اعمال کو کس طرح لکھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کفار و مشرکین کی زبانوں، کانوں، آنکھوں پر مہریں لگا کر خود ان کے اعضاء کو بولنے کی طاقت عطا فرما دیں گے اور وہی اعضا جو کل تک اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے اس کے دشمن بن جائیں گے اور ایک ایک عضو یہاں تک کہ ان کی کھال بھی بتا دے گی کہ ان لوگوں نے ان اعضا کا کس طرح استعمال کیا تھا۔ بدعمل کفار و مشرکین کو ان کا یہ عذر اور انکار کوئی فائدہ نہ دے گا کیونکہ جن باتوں کو یہ زبان سے جھٹلا رہے تھے ان کے اعضا ایک ایک بات کو بیان کر دیں گے۔

اصل میں یہ تمام اعضاء جو زندگی بھر اس کے کہنے پر چلتے رہے ہیں یہ اس کے نہیں ہیں بلکہ اللہ کی ایک امانت ہیں زندگی بھر جن اعضاء پر وہ بھروسہ کرتا رہا ہے اللہ جب بھی چاہیں گے ان اعضا کو اس کے خلاف استعمال فرما لیں گے چنانچہ قیامت کے دن یہی اعضا انسان کی ایک ایک حرکت کو بیان کر دیں گے۔ اور انسان ان باتوں کا انکار نہ کر سکے گا۔ فرمایا کہ یہ انسان ان اعضا پر بھروسہ اور

اعتماد تو کرتا رہا مگر اس نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اس کے اعضا میں جو انقلابات آ رہے ہیں وہ خود ایک سبق ہے۔ کیونکہ اس کے وہ مضبوط اعضا جو کبھی اس کو بدمست کر دیتے تھے بتدریج کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ انسان بڑھاپے میں پھر اسی طرح کمزور اور دوسروں کے سہاروں کا محتاج ہو جاتا ہے جس طرح بچپن میں تھا لیکن انسان نے ان اعضاء کے مالک اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے ان آنکھوں، ہاتھوں، پاؤں اور کھالوں پر اعتماد کیا جو قیامت میں خود اس کے خلاف ہو کر اس کے گناہوں کو بیان کر دیں گے۔

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ
مُّبِيۡنٌ ۙ﴿۶۹﴾ لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۰﴾
اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ﴿۷۱﴾
وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ
وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمۡ
يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۷۴﴾ؕ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ ۙ وَهُمۡ لَهُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا
يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّا نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ
اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ
نَسِىَ خَلۡقَهٗ ؕ قَالَ مَنۡ يُّحۡىِ الۡعِظَامَ وَهِىَ رَمِيۡمٌ ﴿۷۸﴾ قُلۡ يُحۡيِيۡهَا الَّذِىۡۤ
اَنۡشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلۡقٍ عَلِيۡمُ ۙ﴿۷۹﴾ اۨلَّذِىۡ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ
الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنۡ يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰى وَهُوَ
الۡخَلّٰقُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـًٔـا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾
فَسُبۡحٰنَ الَّذِىۡ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾ ع ۵ ۱۶ ۴

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

اور ہم نے ان کو (نبی کریم ﷺ کو) شعر نہیں سکھایا کیونکہ وہ ان کی شان کے مطابق نہ تھا۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے اور واضح قرآن ہے۔ تا کہ وہ (اس قرآن کے ذریعہ) ان کو آگاہ کر دے جو زندہ ہو اور کفر کرنے والوں پر بات ثابت ہو جائے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے دست قدرت سے جو کچھ مویشی پیدا کئے ان کے مالک وہ (بنے بیٹھے) ہیں۔ اور ہم نے ہی (ان مویشیوں کو) ان کا فرماں بردار بنا دیا۔ بعضوں پر وہ سوار ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہیں۔ اور ان کے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ اور پینے کی چیزیں (بھی ہم نے پیدا کی) ہیں۔ کیا پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں (صرف اس امید پر کہ) شاید ان کی مدد کی جائے گی۔ حالانکہ وہ ان کی مدد نہ کر سکیں گے اور وہ (مجرم) لشکر کی شکل میں حاضر کئے جائیں گے۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کر دیں۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ (ایک بوند) سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ کھلم کھلا جھگڑالو بن گیا۔ اور اس نے ہم پر ایک مثال چسپاں کر دی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہتا ہے کہ جب ہڈیاں بوسیدہ (ریزہ ریزہ) ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟

آپ ان سے کہئے کہ وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے ہرے بھرے درخت سے آگ کو پیدا کیا۔ جس سے تم آگ جلاتے ہو۔ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسا پھر پیدا کر دے۔ ہاں کیوں نہیں (وہی قدرت وطاقت والا ہے) وہی پیدا کرنے والا اور (ہر بات کو) جاننے والا ہے۔ اور اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے "ہو جا" پھر وہ ہو جاتی ہے۔ وہ پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

مَا يَنۢبَغِیْ	شان نہ تھی۔ لائق نہ تھا
يَحِقَّ	ثابت ہوتا ہے
ذَلَّلْنَا	ہم نے ذلیل کر دیا۔ تابع کر دیا
رَكُوْبٌ	سواریاں
مَشَارِبٌ	پینے کی جگہ
جُنْدٌ	لشکر
خَصِيْمٌ	جھگڑنے والا
نَسِیَ	بھول گیا
اَلْعِظَامُ (عَظْمٌ)	ہڈیاں
رَمِيْمٌ	گلی سڑی
اَلْاَخْضَرُ	ہرا۔ بھرا
تُوْقِدُوْنَ	تم سلگاتے ہو
مَلَكُوْتٌ	سلطنتیں

تشریح: آیت نمبر ۶۹ تا ۸۳

قرآن کریم کے اعلیٰ اور بلند تر وہ مضامین جو دنیا اور آخرت میں انسانوں کی بھلائی نصیحت اور خیر خواہی کا ذریعہ ہیں جب ان کی تلاوت کی جاتی تو سننے والے کے دل پر ایک گہرا نقش چھوڑ جاتیں۔ قرآنی آیات ہر ایک کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہیں جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔

سرداران قریش اور کفار و مشرکین اس صورت حال سے سخت پریشان تھے کیونکہ ہر ایک قبیلے اور خاندان کا کوئی نہ کوئی فرد دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کر کے ہر طرح کی قربانیاں پیش کر رہا تھا۔ ابتداء میں انہوں نے آپ کا مذاق اڑایا جب اس سے کام نہ چلا تو نبی مکرم ﷺ کو شاعر، ساحر، کاہن اور دیوانہ و مجنوں مشہور کرنا شروع کیا اور قرآن کریم کے اثرات کو کم کرنے کے لئے اس کو شاعرانہ کلام کہا جانے لگا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ایک شاعر ہیں انہوں نے اپنی طرف سے ایک کلام گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا ہے۔

عرب معاشرہ میں اگرچہ شعر و شاعری کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی لیکن قرآن کو شاعرانہ کلام کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح ایک شاعر من گھڑت خیالات اور باتوں کو شعر میں ڈھال کر اس سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے یہ کلام بھی اسی طرح کے من گھڑت اور بے حقیقت باتوں کا مجموعہ ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بے تکی اور جاہلانہ باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مکہ والو! تم تو ان کی زندگی سے اچھی طرح واقف ہو کہ وہ نہ تو شاعر ہیں نہ شعروں سے ان کی کوئی دلچسپی ہے اور نہ قرآن کریم شاعری کی کتاب ہے۔

فرمایا کہ نہ ہم نے ان کو شعر و شاعری سکھائی اور نہ آپ کے اعلیٰ رتبے اور مقام کے یہ شایان شان ہے بلکہ آپ اللہ کی طرف سے حق و صداقت کے ترجمان ہیں۔ آپ کی بعثت کا مقصد ساری دنیا کے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کی بے تکی باتوں اور غیر سنجیدہ حرکتوں سے رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اللہ کے دیئے ہوئے پیغام حق و صداقت کو لوگوں تک پہنچاتے رہیے جو لوگ زندہ ہیں یعنی سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ اس باوقار اور سنجیدہ کلام کو سن کر اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور جو زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں سے بدتر ہیں وہ اپنے برے انجام تک پہنچ کر رہیں گے۔

فرمایا کہ یہ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات تو من گھڑت اور شعر و شاعری نہیں ہے البتہ کفار و مشرکین نے جن بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ان سے یہ امید لگائے بیٹھے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ آخرت میں ان کی مدد کریں گے۔ یہ ان کے من گھڑت اور بے بنیاد خیالات ہیں جو ان کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر رہے ہیں۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے اسی ایک اللہ کے دست قدرت کا کرشمہ ہے۔ اللہ نے مویشیوں کو بنا کر اس طرح لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا ہے کہ وہ ان سے جس طرح چاہتے ہیں کام لیتے ہیں ایک جانور جو بہت بڑا اور انتہائی طاقت و قوت والا ہے جیسے ہاتھی، اونٹ، گھوڑا، گائے بیل وغیرہ اس کو انسان کے بس میں دے کر کیسا تابع کر دیا ہے کہ وہ اس پر سواری بھی کرتا ہے بعض حلال جانوروں کو وہ ذبح کر کے کھاتا ہے اور ان سے طرح طرح کے کام لیتا ہے اور بہت سا نفع حاصل کرتا ہے۔

یہ تو وہ نعمتیں ہیں جن پر انسان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بھول ہے کہ وہ اپنے اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اس امید پر معبود بنائے بیٹھا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کریں گے حالانکہ وہ دنیا اور آخرت میں اس کے کسی کام نہ آئیں گے۔ وہ جھوٹے معبود تو اپنے ماننے اور عبادت کرنے والوں کے ہاتھوں اس طرح مجبور ہیں کہ اگر ان کو کوئی بنانے والا نہ ہو تو خود بن نہیں سکتے اور کوئی ان کو توڑ پھوڑ دے تو وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔ یہ گروہ بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو اس وقت ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے اے نبی ﷺ! یہ لوگ تو اتنے ناشکرے ہیں کہ اللہ کی ہزاروں نعمتیں ملنے کے باوجود اس کا شکر ادا نہیں کرتے وہ آپ کی قدر کیا کریں گے۔ اگر یہ آپ کی بات نہیں سنتے اور آپ پر طرح طرح کے بے تکے الزامات لگاتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ یہ تو اس بات کو بھی بھول چکے ہیں کہ ہم نے ان کو ایک حقیر بوند (نطفہ) سے پیدا کر کے زندگی کی قوت و طاقت عطا کی اب وہ لوگ اللہ پر مثالیں چست کر کے اللہ کے منہ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گی تو کس طرح ان بے جان ہڈیوں میں جان ڈال کر انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اتنی بات پر غور نہیں کرتے کہ جس اللہ نے آدمی کو اور اس کی ہڈیوں اور جسم کو پہلی مرتبہ بنایا تھا کیا وہ دوبارہ ان ہڈیوں کو جمع کر کے انسانی ڈھانچہ بنا کر اس میں روح نہیں ڈال سکتا۔ کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن دوسری مرتبہ ایسا ہی بنا دینا کیا مشکل ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہزاروں نظارے روزانہ ان کی نظروں میں آتے ہیں مگر وہ ان پر غور وفکر نہیں کرتے۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو ہرے اور سرسبز درختوں سے اللہ آگ کو پیدا کرتا ہے حالانکہ آگ اور پانی ایک دوسرے کے مخالف ہیں لیکن اللہ ان ہی ہرے بھرے اور پانی سے بھرپور درختوں سے آگ پیدا کرتا ہے جس سے وہ اپنے کھانے پینے کی چیزیں بنایا کرتے ہیں وہی ان تمام چیزوں کا خالق و مالک اور ہر بات کا پوری طرح علم رکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے اس دنیا میں یہ قانون بنا رکھا ہے کہ ہر کام درجہ بدرجہ اور مناسب آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کو کسی کام کے کرنے میں دنیاوی اسباب اور ذرائع کی ضرورت اور محتاج نہیں ہے وہ تو جس کام کو کرنا چاہتا ہے صرف ''کن'' (ہوجا) کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی باعظمت اور صاحب اختیار ہستی صرف اللہ کی ہے اور وہ ہر چیز کا مالک حقیقی ہے اور ساری مخلوق کو ایک دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر ایک کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

مذکورہ آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

☆ اللہ نے ہر چیز کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے۔ بیان یہ کرنا ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کی تخلیق اس کے دست قدرت کا شاہکار ہے جس کو اس نے انسانی ضرورت کے لئے بنایا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے ہاتھ سے مراد اس کی طاقت وقوت ہے۔

☆ فرمایا کہ یہ جھوٹے اور من گھڑت مٹی، پتھر اور لکڑی کے بت جن سے لوگوں نے امیدیں باندھ رکھی ہیں وہ اپنے وجود میں اپنے ماننے والوں کے محتاج ہیں۔ اگر یہ خوش عقیدہ لوگ ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے نہ بنائیں تو دنیا میں ان کا وجود ہی نہ ہوتا۔ ایسے معبودوں سے امیدیں باندھنا اور ان کو اپنا مالک و رازق سمجھنا انسان اور انسانیت کی سب سے بڑی ذلت و رسوائی ہے۔

☆ اللہ کی قدرت سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے کیونکہ اس نے کائنات میں دو متضاد چیزوں کو پیدا کر کے ان سے وہ کام لیا ہے جس کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ مثلاً ہرے اور سبز درختوں سے آگ کا پیدا ہونا، عرب میں دو درخت بہت مشہور تھے مَرُخ اور عِفار۔

عرب کے لوگ ان دونوں درختوں کی شاخوں کو کاٹ لیتے تھے جو تازہ پانی سے بھری ہوئی ہوتی تھیں لیکن جب وہ ایک دوسرے پر رگڑتے تو ان سے آگ جھڑنا شروع ہو جاتی تھی جس کو سوکھی لکڑیوں میں لگا کر آگ پیدا کرتے اور اس پر اپنے کھانے پکایا کرتے تھے۔ اسی طرح برصغیر میں بانس کے ہرے درختوں سے بھی آگ پیدا ہوتی تھی۔

یہ فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اگر وہ ہرے درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو وہ مردہ وہڈیوں میں جان کیوں نہیں ڈال سکتا۔

☆ فرمایا کہ اگر چہ اللہ کا نظام ہے ہر چیز ایک قانون کے تحت چلتی اور بنتی ہے اور اللہ نے انسان کو بھی بہت سی چیزیں بنانے کی صلاحیت عطا کی ہے وہ اسباب اور ذرائع سے اپنی من پسند چیزیں بناتا ہے لیکن اللہ کی قدرت یہ ہے کہ وہ جب بھی کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ وہ ''کن'' کہتا ہے اور وہ چیز وجود اختیار کر لیتی ہے۔ اس پوری کائنات میں سارا اختیار واقتدار اللہ ہی کے لئے ہے۔

الحمد اللہ ان آیات کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ہی سورۂ یٰسین کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳

ومالی

سورۃ نمبر ۳۷

الصّٓفّٰت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الصّٰٓفّٰت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	37
کل رکوع	5
آیات	182
الفاظ وکلمات	873
حروف	3951
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت یونسؑ، چھ انبیا کرام کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی قوم کو بت پرستی اور جاہلانہ رسموں سے روکنے کی کوشش کی مگر قوم نے نافرمانی اختیار کی جس کی وجہ سے ان کی قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

☆ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا اسی طرح کفار عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے عبادت گزار اور نور سے بنائے گئے بندے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ ہر وقت صفیں باندھے ہوئے اس کے ہر حکم کی تکمیل کے لیے کھڑے رہتے ہیں اور وہ اسی کی حمد وثنا کرتے رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کو بنا کر اور انسانی ضروریات کی تمام چیزوں کو پیدا کر کے ایک خاص نظم وضبط کی لڑی میں پرو رکھا ہے اور اللہ نے کائنات کی تمام چیزوں کو انسانوں کے کام میں لگا رکھا ہے۔ کسی چیز کو ختم کرنا یا باقی رکھنا، زندگی اور موت سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، اسی نے زندگی دی ہے وہی موت دے گا اور وہی دوبارہ پیدا کر کے ہر شخص سے اس کی زندگی کے ہر لمحے کا حساب لے گا۔ فرمایا کہ کفار عرب کا یہ کہنا کہ مرنے کے بعد جب ہماری ہڈیاں چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم اور ہمارے باپ دادا جن کے وجود کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہا کیا وہ دوبارہ پیدا کیے جا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ چاند، سورج، ستارے اور آسمان وزمین کو پیدا کر سکتا ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ یقیناً ان چیزوں کے مقابلے میں انسانوں کا دوبارہ پیدا کرنا تو بہت ہی آسان ہے اور وہ پیدا کرے گا۔ کفار مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے کہ انسانوں کا دوبارہ پیدا ہونا ایک شاعرانہ خیال ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو تم اور تمہارے باپ دادا سب اٹھ کر میدان حشر کی طرف دوڑنے لگیں گے اور پھر یہ لوگ اپنے کیے ہوئے اعمال اور غلط خیال وعقیدہ کی وجہ سے پچھتائیں گے۔ فرمایا کہ جب ان کفار اور ان کے سرداروں کو قیامت میں جمع کرنے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اسی طرح شرمندگی کے ساتھ حاضر ہوں گے کہ شرم وندامت سے ان کی گردنیں جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کے قابل بھی نہ ہوں گے۔ اس

حضرت یونسؑ کی قوم نے جب عذاب کے آثار دیکھے تو ساری قوم نے اجتماعی معافی مانگی اور عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود اللہ نے ان سے عذاب اس لیے ہٹا لیا تھا کہ پوری قوم نے اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی تھی اور پھر حضرت یونسؑ بھی واپس آگئے اور قوم کی اصلاح میں مشغول ہوگئے۔

قیامت میں مشرکین ایک دوسرے پر لعنت بھیج کر اپنی گمراہی کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرائیں گے مگر نہ ماننے والے اور گمراہ کرنے والے دونوں کو سخت عذاب دیا جائے گا۔

وقت عام لوگ اپنے سرداروں کو اور سردار اپنے ماننے والوں کو اس عذاب کا سبب بتا کر ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجیں گے اور وہ سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

☆ اس کے برخلاف جنت والوں کا اعزاز و اکرام یہ ہوگا کہ ان کے لیے بہترین جنتیں ہوں گی۔ جن میں بہترین غذائیں، رہنے کے لیے عیش و آرام کے گھر، باغات، سرسبزی و شادابی، پینے کے لیے شراب طہور، جو سفید رنگ کی مزیدار شراب ہوگی۔ نہ اس شراب سے چکر آئیں گے نہ وہ بہکیں گے نہ مستی اور خرافات میں مبتلا ہوں گے۔

اسی دوران ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو ہمیشہ اللہ و رسول کے خلاف باتیں کرتا تھا اور آخرت کا انکار کرتا تھا نجانے وہ کس حال میں ہوگا؟ کہا جائے گا کہ کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کیفیت کو سامنے کر دیں گے کہ وہ جہنم کے بالکل بیچ میں آگ میں جل رہا ہوگا۔ اس وقت یہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا کہ اللہ کا کرم ہوگیا ورنہ میں بھی تیری طرح آگ میں جل رہا ہوتا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کفار عرب کی بت پرستی کو قابل ملامت ٹھہراتے ہوئے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت لوطؑ، اور حضرت یونسؑ کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے پوری زندگی اپنی قوم کو بت پرستی کی لعنت سے چھڑا کر ایک اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دی۔ جب انہوں نے انکار کیا تو ان پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا اور یہ قومیں تباہ ہو کر رہ گئیں۔ حضرت یونسؑ کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھ کر اور حضرت یونسؑ کے چلے جانے کے بعد اجتماعی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کا فیصلہ واپس لے لیا اور حضرت یونسؑ بھی واپس آگئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنا مقصد اور مشن جاری رکھیے۔ لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہیے۔ کچھ تھوڑا سا انتظار کر لیجیے۔ اللہ بہت جلد اہل ایمان کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ان آیات کے نازل ہونے کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مکہ فتح ہوگیا اور اللہ نے سارے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو غلبہ عطا فرما دیا۔ کفار مکہ سے کہا گیا کہ دوسری قوموں کا انجام تمہارے سامنے ہے اگر تم نے توبہ کر لی اور اپنے عقیدوں کی اصلاح کر لی تو سب کچھ درست ہو جائے گا ورنہ تم دوسری قوموں کی طرح اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکو گے۔

سُورَةُ الصَّافات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ﴿۳﴾
اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ
الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ اۨلۡكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفۡظًا
مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ
مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ
الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

اور قسم ہے صفیں باندھنے والے (فرشتوں کی) پھر بندش ڈالنے والوں کی پھر اس کی تسبیح و تلاوت کرنے والے (فرشتوں کی) کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ ان کا اور مشرقوں کا پروردگار ہے۔ بے شک ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں سے اس کو محفوظ بنایا ہے۔ ملائے اعلیٰ کی طرف وہ کان بھی نہیں لگا سکتے اور (اگر وہ کوشش کریں تو) ہر طرف سے دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس کے جو اچک کر لے بھاگا تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۱۰

اَلزّٰجِرٰتُ	ڈانٹنے والے۔ بندش ڈالنے والے
تٰلِیٰتُ	پڑھنے والے
اَلْکَوَاکِبُ	ستارے
مَارِدٌ	سرکش۔ ضدی
لَا یَسَّمَّعُوْنَ	کان نہیں لگا سکتے
اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی	سب سے اونچی مجلس
یُقْذَفُوْنَ	مارتے ہیں
دُحُوْرٌ	بھگانا
وَاصِبٌ	ہمیشہ۔ دائمی
خَطِفَ	چرا کر لے بھاگا
اَتْبَعَ	اس کے پیچھے لگ گیا
ثَاقِبٌ	دہکنے والا

تشریح: آیت نمبر ا تا ۱۰

سورۃ الصفت کی ابتداء دو باتوں کی تردید سے کی گئی ہے پہلی تردید تو یہ ہے کہ کفار و مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں دوسرے یہ کہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرما کر گذشتہ قوموں کے واقعات بیان کرنا شروع کئے تو عام رواج کے مطابق آپ کو کاہن کہا جانے لگا یعنی ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ کچھ جنات و شیاطین آسمانوں سے کچھ خبریں لے کر آتے ہیں اور آپ ان کو بیان کر دیتے ہیں۔

پہلی بات کی تردید کرتے ہوئے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا گیا کہ فرشتے اللہ کی فرماں بردار اور اطاعت گذار مخلوق ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ صفیں باندھے ہر وقت اللہ کے حکم کے منتظر رہتے ہیں تاکہ جیسے ہی کوئی حکم دیا جائے تو اس کی پوری طرح تعمیل کی جائے کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ وہ شیاطین کو عالم بالا تک پہنچنے سے روکتے اور بندش ڈالتے ہیں تاکہ وہ فرشتوں کی آپس کی بات چیت اور اللہ کے احکامات جن کا وہ تذکرہ کرتے ہیں ان کو شیاطین اچک کر نہ لے جائیں کیونکہ شیطانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اگر غیب کی خبروں سے کچھ سن گن مل جائے تو وہ جا کر کاہنوں کو بتا دیں۔ فرمایا کہ اگرچہ یہ ناممکن ہے کہ وہ غیب کی خبروں کو اچک کر لے بھاگیں کیونکہ جب بھی وہ اس کی کوشش کرتے ہیں تو فرشتے ان پر شہاب اور شعلوں کی بارش کر دیتے ہیں جو اللہ کی حمد وثنا اور تقدیس وتسبیح میں لگے رہتے ہیں اور اس طرح سارے فرشتے اللہ کے احکامات کے مکمل طور پر تابع فرماں ہوتے ہیں۔ اور وہ کسی نافرمانی کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

دوسری بات جس کی تردید کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ جو غیب کی خبریں بتاتے ہیں ان کا علم آپ جنات وشیاطین سے حاصل کر کے بیان کرتے ہیں تو فرمایا کہ ان جنات کی رسائی تو عالم بالا تک ممکن ہی نہیں ہے اور وہ جنات اس بات کی قدرت نہیں رکھتے کہ آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی باتیں بھی سن سکیں۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو کاہن کہنا یا سمجھنا اللہ کی قدرت وطاقت کی توہین ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں ان کو اپنی عاقبت کی فکر ہونا چاہیے کیونکہ ایسے منکرین کے لئے اللہ نے دائمی عذاب تیار کر رکھا ہے جو کسی طرح سے ٹالا نہ جا سکے گا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم
مَّنْ خَلَقْنَا ۚ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾
وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا إِنْ
هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾
أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هَٰذَا

يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى
صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ
هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کیا ان کو پیدا کرنا مشکل ہے یا وہ تمام چیزیں جو ہم نے پیدا کی ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (لوگوں کو) چپکتی ہوئی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ آپ تو ان (کے آخرت کے انکار پر) تعجب کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ اور جب وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے کیا ہم پھر سے اٹھائے (پیدا کئے) جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی؟۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے) اور تم ذلیل و خوار کئے جاؤ گے۔ وہ ایک (تیز آواز) جھڑکی ہوگی اور پھر وہ اچانک دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بد نصیبی کہ یہ تو بدلہ کا دن ہے۔ (اللہ فرمائیں گے کہ ہاں) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ان ظالموں کو، ان کے ساتھیوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ فیصلے والے دن جمع کر کے ان کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ ابھی انہیں روکے رکھو ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔ پوچھا جائے گا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ آج تو اپنے آپ کو (سر جھکا کر) سپرد کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

اِسْتَفْتِ	تو پوچھ
لَازِبٌ	چپکنے والا
یَسْتَسْخِرُوْنَ	وہ ہنسی میں اڑا دیتے ہیں
تُرَابٌ	مٹی
عِظَامٌ (عَظْمٌ)	ہڈیاں
دَاخِرُوْنَ	ذلیل وخوار ہونے والے
زَجْرَةٌ	للکار۔ زبردست آواز
یٰوَیْلَنَا	اے ہماری بدنصیبی
اُحْشُرُوْا	تم جمع کرو
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے۔ ساتھی
وَقِفُوْا	انہیں ٹھہراؤ۔ روکو
مَسْئُوْلُوْنَ	پوچھے گئے
لَا تَنَاصَرُوْنَ	تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو گے
مُسْتَسْلِمُوْنَ	سر جھکانے والے۔ سپرد کر دینے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۶

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا تھا کہ لوگو! تم سب کا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے ان سب کا مالک ہے۔ اس نے اتنے زبردست نظام کو اپنے دست قدرت سے بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جب وہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر کے ایک اور جہان تعمیر فرما دے گا جس میں ابتدائے کائنات سے لے کر قیامت تک پیدا

ہونے والے تمام لوگوں کو ان کے مرجانے کے بعد دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور میدان حشر میں ہر ایک سے اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب کتاب کیا جائے گا۔ جب نبی کریم ﷺ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جانے کا ذکر کرتے تو منکرین نہ صرف اس کا انکار کرتے بلکہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اجزا مٹی میں مل جائیں گے اور ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے جسم کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان تمام انسانی اجزا کو جمع کر کے پھر سے ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذرا ان سے یہ پوچھئے کہ جس ذات نے آسمان، زمین، چاند، سورج، ستاروں اور خود تمہیں وجود بخشا ہے کیا اس کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ تم جیسی کمزور اور بہت چھوٹی سی مخلوق کو دوبارہ نہ پیدا کر سکے؟ فرمایا کہ ہم نے انسان کو پہلی مرتبہ ایک چپکتی مٹی (گارے) سے پیدا کیا ہے۔ جس میں زمین کے تمام اجزا شامل ہیں وہ اگر انسان کے مرنے کے بعد بکھر جائیں گے تو ان اجزا کو جمع کر کے اور ترتیب دے کر دوبارہ انسان کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ تو دین اسلام کی سچائیوں کو نہایت خلوص، محنت، لگن اور سادگی سے بیان کر کے اس تعجب میں ہیں کہ لوگ اتنی صاف اور آسان باتوں کو کیوں نہیں سمجھتے اور جب ان منکرین کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ سمجھنے کے بجائے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب تم سب پر موت کو طاری کر کے دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور بدعملوں کو میدان حشر میں ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے واسطہ پڑے گا جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔ فرمایا کہ جب صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک ہیبت ناک آواز ہوگی جس کی وجہ سے وہ گرتے پڑتے بھاگتے نظر آئیں گے اور وہ کہہ اٹھیں گے کہ ہائے ہماری بدنصیبی یہ تو فیصلے کا دن آگیا ہے فرمایا جائے گا کہ ہاں یہ وہی فیصلے اور انصاف کا دن ہے جس سے ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ تمہیں آگاہ اور خبردار کیا تھا۔ مگر تم اس کا زندگی بھر انکار کرتے رہے اور جھٹلاتے رہے۔

فرمایا جائے گا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی میں لگے ہوئے تھے ان کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو آج جمع کر کے جہنم کی طرف دھکیل دو۔ راستہ دکھا دو لیکن ذرا ٹھہرو پہلے ان سے یہ پوچھا جائے گا کہ آج تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کر رہے ہو۔ تم تو دنیا میں ہر وقت ایک دوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے آج کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہو۔ فرمایا کہ وہ اس کا جواب تو کیا دیں گے شرمندگی کے مارے اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے۔

آیات کے سلسلے میں چند وضاحتیں

☆ انسان کو ایک چپکتی مٹی یعنی گارے سے پیدا کیا گیا ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسانی وجود میں تمام وہ ذرات

موجود ہیں جو زمین پر پائے جاتے ہیں۔ ان ہی اجزا سے انسان کا وجود قائم کیا گیا ہے اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ ان کے بکھرے ہوئے اجزاء کو جمع کر کے پھر سے انسان کو وہی شکل وصورت دے گا جو اس کی شکل وصورت دنیا میں تھی۔

☆ پہلے صور پھونکا جائے گا تو ساری دنیا، اس میں بسنے والی مخلوق اور چیزیں سب کی سب ختم ہو جائیں گی لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو جو جہاں پر دب کر ختم ہو چکا ہوگا اور ان کی قبریں بن چکی ہوں گی وہ ان سے اٹھ کر پروردگار کی طرف دوڑتا چلا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ کے ذریعہ کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے تو وہ کفار اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگو! یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کیے گئے تھے جس کی تفصیلات سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن دوسری طرف قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب بھی کفار نے کسی معجزے کا مطالبہ کیا ہے تو فرما دیا گیا کہ اگر معجزہ دکھا بھی دیا جائے تو کیا معجزہ کا مطالبہ کرنے والے ایمان لے آئیں گے؟ ان آیات کو سامنے رکھ کر کچھ نادانوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سرے سے کوئی معجزہ دیا ہی نہیں گیا بلکہ قرآن کریم کو ایک معجزہ بنا کر عطا کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کو سیکڑوں معجزات عطا کیے گئے ہیں جن کو دیکھنے والے ایک دو نہیں ہزاروں صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نقل کیا ہے بلاشبہ قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے جس کے سامنے ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہنے والے خود ہی گونگے ہو کر رہ گئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کا ایک قانون ہے کہ اگر کوئی قوم کسی معجزہ کا مطالبہ کرتی ہے اور پھر اس معجزہ کو دیکھ کر اس پر ایمان نہ لائے تو اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسی نافرمان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اللہ کو معلوم تھا کہ جس کو ایمان لانا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں اور جو معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں چونکہ آپ کی امت آخری امت ہے اس لئے اللہ نے کفار کے مطالبہ پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا کیونکہ اگر وہ اس معجزے کو دیکھتے اور اس پر ایمان نہ لاتے تو ان کو تباہ کر دیا جاتا اور یہ اللہ کی مصلحت کے خلاف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سیکڑوں معجزات ظاہر ہوئے ہیں مگر کفار کے مطالبے پر کوئی معجزہ نہیں دکھایا گیا تاکہ یہ آخری امت محفوظ رہے۔

☆ انسان جن چیزوں کو اپنا معبود بنا لیتا ہے دنیا کی حد تک تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ اس کے سارے کام ان بے جان اور جھوٹے معبودوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں اور ایسے ہم مزاج لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھی اور مددگار بھی بن جاتے ہیں لیکن جب یہ قیامت کے دن میدان حشر میں پہنچیں گے تب ساری حقیقت کھل جائے گی کہ وہ زندگی بھر جن سہاروں پر بھروسہ کرتے رہے ہیں وہ غلط تھے اور اس طرح اپنے کئے پر وہ میدان حشر میں ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾
قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوۡا بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۹﴾
وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ۚ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيۡنَا
قَوۡلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوۡنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغۡوَيۡنٰكُمۡ اِنَّا كُنَّا غٰوِيۡنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمۡ
يَوۡمَئِذٍ فِى الۡعَذَابِ مُشۡتَرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۳۴﴾
اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ
اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ ﴿۳۶﴾ بَلۡ جَآءَ بِالۡحَقِّ وَصَدَّقَ
الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمۡ لَذَآئِقُوا الۡعَذَابِ الۡاَلِيۡمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا
كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ
مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمۡ مُّكۡرَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ ﴿۴۵﴾ بَيۡضَآءَ لَذَّةٍ
لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنۡدَهُمۡ
قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ عِيۡنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

ان میں سے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے اور کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے اوپر دائیں طرف سے (قوت و طاقت کے ساتھ) آیا کرتے تھے۔ (کفار کے سردار)

کہیں گے کہ نہیں۔ تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے ہمارا تمہارے اوپر کوئی زور زبردستی نہ تھا بلکہ تم ہی نافرمان (سرکش) قوم تھے۔ ہم سب پر ہمارے رب کی ہی بات ثابت ہو چکی تھی کہ ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے۔ بے شک ہم نے تمہیں گم راہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔ بے شک وہ سب اس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں (ان کا یہ حال تھا کہ) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر اور دیوانے کے پیچھے لگ کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں حالانکہ یہ ایک سچائی تھی (جس کو یہ جھٹلا رہے ہیں) اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتی ہے۔ بے شک تم سب دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے مگر تمہیں اس کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے مگر اللہ کے مخلص بندے (اس عذاب سے) بچ جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جن کا رزق متعین و مقرر ہے۔ (ان جنتوں میں) میوے اور ہر طرح کا اعزاز واکرام ہوگا۔ جنت نعمتوں سے بھر پور ہوں گی ایک دوسرے کے سامنے تخت (مسہریوں) پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے آگے بہتے ہوئے مشروب ہوں گے جن کی رنگت صاف وشفاف اور پینے والوں کو لذت دیں گے۔ نہ اس میں دردسر ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی اور بڑی بڑی آنکھوں والی (عورتیں۔ حوریں) ہوں گی وہ حوریں خوبصورتی میں انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی جیسی ہوں گی (یعنی صاف وشفاف نرم و نازک)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

اَقْبَلَ	ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوا
اَلْيَمِيْنُ	داہنی جانب (طاقت وقوت اور زور)
طٰغِيْنَ	سرکشی کرنے والے
غٰوِيْنَ	بہکنے والے
صَدَّقَ	سچ بتایا
مُكْرَمُوْنَ	عزت دیئے گئے۔ معزز و محترم

یُطَافُ	گھومتا ہے
کَأْسٌ	پیالہ۔جام
مَعِیْنٌ	چشمے
بَیْضَآءُ	صاف شفاف
غَوْلٌ	دردسر
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	نیچے نظریں رکھنے والیاں
مَکْنُوْنٌ	چھپا ہوا

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۴۹

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ اپنی کمزوریوں کو دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر خوشحالی اور راحت ولذت کا وقت ہوتا ہے تو سب شریک رہتے ہیں لیکن اگر کوئی برا وقت پڑ جائے تو ایک دوسرے پر الزام لگا کر اپنا دامن جھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میدان حشر میں ٹھیک یہ صورت حال کفار ومشرکین اور ان کے بہکائے میں آ کر غلط راستے اختیار کرنے والوں کے ساتھ پیش آئے گی۔ کفار ومشرکین جب میدان حشر میں پہنچ کر اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ ان کے کفر وشرک کی وجہ سے اب عذاب الٰہی سے بچنا ممکن ہی نہ ہوگا تو وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت شروع کر دیں گے۔ اپنے بڑوں کے کہنے میں آ کر جن لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی وہ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا تم دنیا میں بڑی قوت وطاقت سے گلے پھاڑ کر قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ ہم جس راستے پر چل رہے ہیں وہی صحیح ہے۔ اس کیلئے دھمکیوں اور لالچ کے تمام طریقے اپنا کر ہمیں ہر نیک اور بہتر راستے سے روکتے اور برے کاموں کی طرف رغبت دلایا کرتے تھے۔ ان تمام آفتوں کے تم ہی ذمہ دار ہو کفار ومشرکین کے سردار اپنا دامن جھاڑتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں الزام نہ دو۔ ایمان لانا یا نہ لانا یہ تمہارا کام تھا۔ ہم نے تم پر کوئی زور زبردستی تو نہیں کی تھی بلکہ تم نے اپنی خواہشات کے مطابق ہماری بات سن کر اس گمراہی کے

راستے کو اختیار کیا تھا۔ کیا تمہارے پاس عقل و سمجھ نہ تھی۔ دنیا میں اچھے لوگ بھی تھے تم نے ان کی بات کیوں نہ مانی تم خود ہی ان تمام گمراہیوں اور حالات کے ذمہ دار ہو۔ خواہ مخواہ ہم پر الزام نہ لگاؤ۔ ہم تو خود اس تصور سے پریشان اور شرمندہ ہیں کہ ہم خود ہی گمراہی کے راستے پر چلتے رہے تھے۔ میدان حشر میں جب کمزور اور طاقت ور آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کر رہے ہوں گے تو اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ آج ایک دوسرے کو الزام دینا بیکار اور فضول ہے کیونکہ تم دونوں ہی مجرم ہو لہٰذا سزا بھگتنے اور جہنم کی آگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کو یاد دلائیں گے کہ جب بھی ہمارے پیغمبروں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے وہی تمہارا ''اللہ'' ہے تو تم نے تکبر اور غرور کا پیکر بن کر اپنی گردنوں کو اکڑا لیا تھا اور ان سے منہ پھیر لیا تھا۔ تمہیں اس بات پر بڑا ناز تھا کہ تم معاشرہ کے بڑے باعزت اور محترم لوگ ہو۔ تم نے ہمیشہ انسانی شرافت اور اعلیٰ اخلاق کو مال و دولت کی ترازو سے تولنے کی کوشش کرتے ہوئے ان لوگوں کو بہت ہی حقیر، گھٹیا اور معمولی سمجھا تھا جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کو اپنا سرمایہ حیات بنا رکھا تھا حالانکہ اللہ کے نزدیک یہی باعزت اور کامیاب و بامراد تھے مگر تم ان کو کسی طرح کی عزت کا مقام دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ فرمایا جائے گا کہ تمہارا ایک بہت بڑا جرم یہ بھی ہے کہ تم نے اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا اور تم نے ان کو ساحر، کاہن، شاعر اور مجنوں تک کہہ ڈالا حالانکہ ان پیغمبروں نے ہمیشہ سنجیدہ، باوقار اور جچی تلی باتوں کے ذریعہ تمہیں راہ ہدایت پر لانے کی بھرپور کوششیں کیں۔ اور تم نے ہمیشہ یہی کہا کہ تم ایک شاعر، دیوانے اور مجنوں شخص کے کہنے سے اپنے باپ دادا کے طریقوں کو کیوں اور کیسے چھوڑ دیں۔ اللہ کے سارے پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے اور ایک ہی بات کہتے رہے مگر تم کفر و شرک کے راستے ہی میں اپنی کامیابیوں کے طریقے تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تم جہنم کا بدترین عذاب بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ان کفار و مشرکین کے برخلاف اہل جنت پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوگا۔ وہ اللہ کے مہمانوں کی طرح ہوں گے جن کی ہر طرح مہمان داری کی جا رہی ہوگی۔ ان کے لئے نفیس اور بہترین چیزیں مہیا کی جائیں گی۔ دل کے سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے سرسبز و شاداب باغات ہر طرف بہتی ہوئی نہریں اور شان دار بچھے ہوئے تخت ہوں گے جن پر آرام سے تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے باتیں کرتے ہوں گے پاکیزہ اور صاف ستھرے خادم بہتے چشموں کی سفید رنگ کی صاف شفاف شراب کے جام بھر بھر کر دے رہے ہوں گے۔ وہ ایسی لذیذ اور مزے دار شراب ہوگی کہ جس کے پینے سے نہ تو سر میں درد ہوگا اور اس کو پینے کے بعد نہ وہ بہکیں گے۔ ان کے پاس ایسی خوبصورت حسین و جمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جن کی نرمی اور نزاکت کے لئے فرمایا گیا کہ جس طرح انڈے کے اندر نرم و نازک سفید جھلی ہوتی ہے جس کو ہاتھ لگائیں تو وہ میلی ہو جاتی ہے اسی طرح نرمی و نزاکت میں وہ بے مثال ہوں گی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس آیت کا مفہوم پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان

حوروں کی نرمی اور نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے اور اس کے گودے کے درمیان ہوتی ہے (ابن جریر) غرضیکہ اہل جنت کے لئے ہر طرح کی نعمتیں موجود ہوں گی اور وہ ان سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے چند باتیں

☆ رزق معلوم سے مراد وہ یقینی رزق ہے جو اہل جنت کو ہمیشہ ملتا رہے گا اور کبھی ختم نہ ہوگا۔

☆ جنت میں جتنی چیزیں کھانے کے لئے ملیں گی ان کی لذت بے مثال ہوگی کیونکہ وہاں دنیا کی طرح بھوک نہ لگے گی کہ اگر کھانے کو نہیں ملا تو کمزوری پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ان کی ہر خواہش ان کے تصور سے وابستہ ہوگی کہ ادھر انہوں نے ایک چیز کا تصور کیا خواہش کی اور وہ اسی وقت فوراً پوری ہوگی۔

☆ جنت اتنی وسیع و عریض اور پھیلی ہوئی ہوگی کہ سب لوگ اپنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوں گے نہ تو ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوگی اور نہ بات چیت کرنے میں دشواری بلکہ اللہ تعالیٰ رابطے کے لیے ایسی چیزیں پیدا فرما دیں گے کہ ہر شخص جب دوسرے سے بات کرے گا تو بات کرنے اور سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔

☆ جنت کی شراب میں لذت اور مزہ تو بہت زیادہ ہوگا مگر اس کو پینے کے بعد نہ تو شور شرابہ ہوگا نہ سر میں بھاری پن ہوگا نہ اس کو پی کر کوئی بہکے گا نہ پیٹ میں درد ہوگا نہ اس کے منہ سے بدبو کے بھپکارے آ رہے ہوں گے اور نہ وہ شخص بے عقلی کی بہکی بہکی باتیں کرے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے وہ بچے جو بالغ ہونے سے پہلے پہلے مر جائیں گے اللہ ان کو جہنم میں نہیں بھیجے گا بلکہ ان کو جنت کے لوگوں کا خادم بنا دیا جائے گا ان ہی کو ''غلمان'' کہا جاتا ہے۔

☆ جنت کی حوریں اپنی نگاہیں نیچے کئے رکھیں گی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نہایت شرمیلی ہوں گی دوسرے یہ کہ وہ حوریں جن شوہروں کے لئے بنائی گئی ہیں وہ ان کے علاوہ کسی کی طرف نگاہیں اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾

يَّقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ

فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ
بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ
خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۳﴾
اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ
الشَّیٰطِیْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى
الْجَحِیْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ
یُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا فِیْهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے (اور گفتگو کریں گے) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا وہ کہتا تھا کیا تم (قیامت کے دن کو) سچ ماننے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر کھپ جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں بدلہ اور جزا دی جائے گی (فرمایا جائے گا) کیا تم جھانک کر اس شخص کو دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ جھانک کر دیکھے گا تو وہ جہنم کے بیچ میں (آگ سے جھلس رہا) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم تو نے مجھے برباد کر دیا

ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کا مجھ پر فضل و کرم نہ ہوتا تو میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا جو پکڑ کر لائے گئے ہیں۔ تو کیا ہم اب پہلی مرتبہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں مریں گے اور نہ عذاب دیئے جائیں گے۔ بے شک یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ بتادو) یہ مہمان نوازی بہتر ہے یا ''زقوم'' کا درخت جسے ہم نے ظالموں کے لئے ایک آزمائش بنایا ہے۔ وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ (تہہ) سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطان کے سر۔ پھر وہ اس کو کھائیں گے اور اسی سے اپنا پیٹ بھریں گے۔ پھر بے شک ان کو کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ پھر ان کی واپسی اسی جہنم کی طرف ہوگی۔ حالانکہ انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہی میں پایا تھا مگر پھر بھی وہ ان ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے۔ حالانکہ اس سے پہلے بہت سے لوگ گمراہی میں مبتلا ہو چکے تھے اور ہم نے ان میں سے (برے عمل کے برے انجام سے ڈرانے والے) رسول بھیجے تھے تو پھر دیکھو جن کو ڈرایا گیا تھا اور وہ نہیں مانے تو ان کا انجام کیسا ہوا۔ سوائے اللہ کے ان خاص مخلص بندوں کے جنہیں چن لیا گیا تھا۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

قَرِیْنٌ	دوست۔ ساتھی۔ ملاقاتی
یَدِیْنُوْنَ	جزا یا سزا دیئے جائیں گے
مُطَّلِعُوْنَ	جھانکنے والے
اِنْ کِدْتَّ	اگرچہ قریب تھا
لَتُرْدِیْنِ (تُرْدِیٌ)	البتہ تو مجھے ہلاک کر دیتا
اَصْلٌ	جڑ۔ بنیاد
طَلْعٌ	پھل۔ گابھا

تشریح: آیت نمبر ۵۰ تا ۷۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں پر گذرنے والے حالات اور کیفیات کو بیان کر کے ہر شخص کو غور و فکر

کی دعوت دی ہے کہ ان میں سے کون سی حالت بہتر ہے۔ جب اہل جنت اللہ کی بے شمار نعمتوں کا لطف اٹھا رہے ہوں گے تو اس وقت دنیا کے متعلق بھی کچھ باتیں شروع ہو جائیں گی۔ ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا جو میرے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے بحث کیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ بھلا بتاؤ جب ہم مرکھپ جائیں گے، ہمارا بدن گل سڑ جائے گا، ہماری ہڈیوں کے ذرات بکھر کر اپنا وجود کھودیں گے اور زمین میں رل مل جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ہمارے باپ دادا جن کی قبروں تک کا پتہ نہیں ہے وہ کیسے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟۔ لیکن آج ساری سچائی ہمارے سامنے ہے۔ نجانے وہ آخرت کی زندگی اور دوبارہ پیدا کئے جانے کا منکر کس حال میں ہوگا؟۔ یقیناً وہ اپنے عقیدے کی وجہ سے جہنم میں پہنچ چکا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا اس کے دل میں آئے گا کہ اس شخص کو جہنم میں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ چنانچہ جب وہ اس شخص کو دیکھے گا کہ جہنم کے بیچ میں سخت عذاب میں گرفتار ہے تو وہ شخص اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہے گا الٰہی! آپ کا شکر ہے کہ میں اس کے فریب سے بچ گیا ورنہ آج میرا بھی یہی انجام ہوتا۔ یہ تو اللہ نے مجھ پر خاص رحم و کرم فرمایا کہ اس عذاب جہنم سے بچ گیا۔ میرا عقیدہ اور ذہن و فکر صحیح رہا ورنہ جس طرح آج مجرموں اور گناہ گاروں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں جھونکا جارہا ہے میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوتا۔ پھر وہ جنتی شخص اپنی خوشی اور مسرت سے بے قرار ہو کر کہے گا کہ موت جو ہمیں آچکی ہے اب دوبارہ نہیں آئے گی اور ہم اس جنت میں عیش و آرام اور سکون سے ہمیشہ رہیں گے اور یہاں سے نکالے نہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جنت میں جو بھی لذتیں، راحتیں اور امن و سکون ہے وہ اہل جنت کی زبردست اور بہت بڑی کامیابی ہے۔ درحقیقت دنیا کے کامیاب ترین لوگ وہی ہیں جنہوں نے اللہ و رسول پر ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی۔ اسی جنت کے لئے ہر شخص کو کوشش اور جدوجہد کرنا چاہیے۔ ایک طرف تو یہ خوش نصیب جنت والے ہوں گے جو حقیقی کامیابیوں سے ہم کنار ہو چکے ہوں گے لیکن دوسری طرف اہل جہنم ہوں گے جن کو آگ میں جھونک دیا جائے گا اور جب وہ بھوک سے بے قرار ہو جائیں گے تو ان کو کھانے کے لئے ''زقوم'' کا درخت یا پودا دیا جائے گا جو نہایت کڑوا، کسیلا اور بدذائقہ ہوگا جو جہنم کی آگ سے پیدا کیا گیا ہوگا۔ یہ اتنا سخت اور کڑوا ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا اور نگلنا مشکل ہوگا۔ جب پیاس کی طلب ہوگی تو ان کو کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا۔ جب وہ اس کو پئیں گے تو ان کے چہروں کی کھالیں تک جھلس کر رہ جائیں گی۔ ان کی زندگی موت سے بدتر نظر آئے گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے گمراہ باپ دادا کے راستے کو اپنا کر ان کی طرح زندگی گذارنے کی کوشش کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تھے جو ان کے اپنوں میں سے تھے لیکن انہوں نے کسی پیغمبر کی بات پر توجہ نہ کی تھی جس کے نتیجے میں وہ گمراہ ہو گئے تھے اور اسی راستے پر ان کی اولادیں بھی چلیں اور ان سب نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ ہاں البتہ ان ہی گمراہیوں میں ایسے مخلص بندے بھی تھے جن کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

ان ہی آیات سے متعلق چند باتیں۔

☆ گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اہل جنت کو ”رزق معلوم“ دیا جائے گا جو بہترین اور راحت و آرام کا ذریعہ ہوگا لیکن اس کے برخلاف اہل جہنم کو جہنم کی تہہ میں آگ سے پیدا ہونے والا درخت ”زقوم“ کھانے کے لئے دیا جائے گا جو اتنا کڑوا اور بدذائقہ ہوگا کہ اس کو حلق سے نیچے اتارنا مشکل ہوگا اور ان کو پینے کے لئے گرم کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کو جھلسا کر رکھ دے گا۔

جب قرآن کریم میں ”زقوم“ کا ذکر آیا اور نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ وہ کیسا زہریلا اور کڑوا ہوگا جو جہنم کی تہہ میں سے پیدا ہوگا تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا۔ ابوجہل نے تو اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ آگ میں بھی درخت اگائے جائیں گے حالانکہ آگ تو درخت کو بھی کھا جاتی ہے یہ کیسی عقل سے بعید بات کہی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ زقوم کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ اس نے کھجوریں اور مکھن منگوا کر سب سے کہا کہ آؤ کھاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے۔

☆ اس درخت کے خوشے شیطانوں کے سر جیسے ہوں گے۔ انسان نے تو شیطان کو نہیں دیکھا اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ایک تشبیہ ہے کہ اس کے پتے اور خوشے بھی بہت بڑے بڑے ہوں گے۔

☆ اللہ نے ہر زمانہ میں گمراہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے تاکہ زندگی کی راہوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھا دیا جا سکے۔ جن لوگوں نے ان کی بات مانی وہی کامیاب و بامراد ہوئے اور جنہوں نے ان کی تعلیمات سے منہ موڑا وہی ناکام و نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہزاروں پیغمبر بھیجے اور آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول بنا کر بھیجا جن کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری رہے گی اور آپ کے بعد اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا اور فریبی ہے جو خود اور اس کے ماننے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اگر کچھ لوگ ایسے جھوٹے شخص کے دھوکے میں آگئے ہوں تو ان کو موت کے فرشتے نظر آنے سے پہلے توبہ کر لینی چاہیے ورنہ ان کا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا جنہوں نے کفر و شرک کو اپنی زندگی بنا رکھا ہے۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾
سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

اور جب ہمیں نوحؑ نے پکارا تو ہم بہترین (دعاؤں کو) قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان کو (نوحؑ کو) اور ان کے گھر والوں (ان کے تمام ماننے والوں) کو بڑی مصیبت سے نجات عطا کی۔ اور ہم نے ان کی اولاد کو (ان کی جگہ) باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان کے ذکر (خیر) کو چھوڑا کہ سارے جہانوں میں نوحؑ پر سلامتی ہو۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ اور پھر ہم نے دوسروں کو (کفار و مشرکین کو) غرق کر دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

نَادٰی	اس نے پکارا
نِعْمَ	بہترین
مُجِیْبُوْنَ	قبول کرنے والے
کَرْبٌ	مصیبت۔ مشکل
اَلْمُحْسِنِیْنَ	نیک کام کرنے والے
اَغْرَقْنَا	ہم نے ڈبو دیا۔ غرق کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۸۲

ان آیات سے پہلے فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر قوم کی ہدایت و رہنمائی اور برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ کرنے اور ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا تھا۔ جن لوگوں نے ان کے بتائے ہوئے راستے کو اپنایا اور اس پر پورے خلوص سے چلے تو اللہ نے ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو ان کی نجات کا ذریعہ بنا دیا لیکن جن بدنصیبوں نے ان کی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی ان کی نہ صرف دنیا اجاڑ دی گئی بلکہ وہ آخرت میں بھی سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے

لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ پیغمبروں کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ سب سے پہلے حضرت نوحؑ اور ان کے ماننے والوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت نوحؑ جو اپنی قوم اور کئی نسلوں کو ساڑھے نو سو سال تک یہ سمجھاتے رہے کہ وہ اپنے غلط رسم ورواج اور بے حقیقت اور جھوٹے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں لیکن ان کی قوم میں سے کچھ لوگوں کے سوا کسی نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور مسلسل نافرمانیوں میں لگے رہے آخر کار حضرت نوحؑ نے ایک دن اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کردی کہ الٰہی! میں نے ان کو ہر طرح سمجھایا، دن رات جدوجہد اور کوشش کی مگر سوائے چند لوگوں کے سب نے نافرمانیوں پر کمر باندھ رکھی ہے (اب یہ اس گلے سڑے عضو کی طرح ہو چکے ہیں جس کا آپریشن کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ پورا جسم بچ سکے)۔ الٰہی! اب آپ ان کے لئے فیصلہ فرما دیجئے اور روئے زمین پر ان کا کوئی ٹھکانا باقی نہ رہنے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں اللہ کے فرماں برداروں اور جانوروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک جوڑا رکھا جاسکے۔ جب حضرت نوحؑ اور آپ کے ماننے والے کشتی بنا رہے تھے تو کفار و مشرکین نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک وقت مقررہ پر پانی کا طوفان شروع ہوا۔ زمین نے اپنے سوتے اور آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے۔ اتنا شدید طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی پانی بلند ہوگیا اور کشتی میں سوار اہل ایمان کے سوا روئے زمین پر کوئی نہ بچ سکا اور اس طرح اللہ کے نافرمانوں کو پانی کے طوفان میں غرق کردیا گیا اور اللہ نے حضرت نوحؑ، ان کے مومن اہل خانہ اور ان کے ماننے والے صاحبان ایمان کو اس "کرب عظیم" سے نجات عطا فرمائی اور پھر حضرت نوحؑ کی اولاد سام حام اور یافث اور تمام باقی رہنے والے اہل ایمان کے ذریعہ نسل انسانی کو باقی رکھا اور انسانوں کی طرح اللہ نے جانوروں کی نسلوں کو بھی باقی رکھا۔ وہ نافرمان لوگ جنہوں نے حضرت نوح کی کسی بات پر کان نہیں دھرا تھا وہ تو دنیا سے اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے لیکن آج حضرت نوحؑ کا نام دنیا کی ہر قوم عزت واحترام سے لیتی ہے۔ وہ ساری دنیا کے لئے اس طرح لائق احترام ٹھہرے کہ قیامت تک حضرت نوحؑ کے لئے سلامتی کی دعائیں کی جاتی رہیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی غالب مذہبی اکثریت مسلمان، عیسائی، یہودی اور بہت سی قومیں ان کا یکساں احترام کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمانوں کو مٹا کر حضرت نوحؑ کے ماننے والوں کو ان کا وارث بنا دیا۔ حضرت نوحؑ، ان کی اولاد اور محسنین یعنی حسن عمل کرنے والوں کا نام بھی باقی ہے اور ان کے نام لیوا بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعہ کفار مکہ کو اس حقیقت کی طرف لانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اس آئینہ میں جھانک کر دیکھ لیں کہ کہیں اس میں ان کو اپنی صورت تو نظر نہیں آرہی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ فوراً توبہ کرکے ایمان لے آئیں اور نبی مکرم ﷺ کا دامن رحمت تھام لیں ورنہ قوم نوح کی طرح ان کو مٹنے میں بھی دیر نہ لگے گی۔ اور جس طرح قوم نوح کو پانی کے طوفان سے غرق کردیا گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار مکہ بھی ایمان نہ لا کر اپنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے سمندر میں غرق کردیئے جائیں۔

وقف لازم

وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ
تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾
فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ
فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ
ضَرْبًا ۢ بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا
تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا
فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

اور بے شک ابراہیمؑ (بھی نوحؑ) کے طریقے پر تھے۔ جب وہ قلب سلیم (پاک صاف دل) سے اپنے پروردگار کی طرف آئے۔ جب انہوں نے اپنے والد اور قوم سے کہا کہ تم کن (فضول چیزوں) کی عبادت و بندگی کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ پھر اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر یہ (ابراہیمؑ) ان کے بتوں میں جا گھسے۔ کہنے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ پھر ان (بتوں) پر پوری قوت و طاقت سے ضربیں لگائیں۔ پھر (ان کی قوم کے لوگ) ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا تم ان چیزوں کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم خود (اپنے ہاتھوں سے) بناتے ہو حالانکہ اللہ نے تمہیں اور تمہارے کاموں کو پیدا کیا ہے۔ کہنے لگے کہ اس کے لئے (آگ سے بھری ہوئی) ایسی چیز بناؤ اور پھر اس کو بھڑکتی آگ میں جھونک دو۔ غرض انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ برائی کرنا چاہی لیکن ہم نے (کفار کی سازشوں کو) نیچا کر دکھایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

شِيْعَةٌ	کسی کے طریقے پر چلنے والا
قَلْبٌ سَلِيْمٌ	پاک صاف دل
اَءِ فْكاً	کیا تم گھڑتے ہو
اَلنُّجُوْمُ (نَجْمٌ)	ستارے
سَقِيْمٌ	بیمار۔ طبعیت کا خراب ہونا
مُدْبِرِيْنَ	پیٹھ پھیرنے والے
رَاغَ	وہ گھس گیا
لَا تَنْطِقُوْنَ	تم بات نہیں کرتے ہو
يَمِيْنٌ	داہنا ہاتھ۔ طاقت وقوت
يَزِفُّوْنَ	وہ دوڑتے ہیں
تَنْحِتُوْنَ	تم تراشتے ہو
بُنْيَانٌ	عمارت۔ جگہ
اَلْقُوْا	ڈالو
اَسْفَلِيْنَ	نیچے ہونے والے

تشریح: آیت نمبر ۸۳ تا ۹۸

حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو کفر وشرک سے بچانے اور خالص توحید پر لانے کی دن رات جدوجہد کی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ایک نسل سے دوسری نسل تک آپ نے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ کفر وشرک اور خود اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے معبودوں کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ لیکن سوائے کچھ لوگوں کے ساری قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ آخر کار حضرت نوحؑ کے منہ سے اس قوم کے لئے بددعا نکل گئی اور اس پوری قوم کو پانی کے زبردست طوفان

کے ذریعہ غرق کر دیا گیا۔ فرمایا کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی دین کی سچائیوں کو قائم کرنے کی جدوجہد کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ بھی ان ہی کے طریقے پر تھے جنہوں نے ایک خوش حال اور معاشرہ میں ایک باعزت گھرانے میں آنکھ کھولی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودوں اور چاند، سورج اور ستاروں کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں تو ان کے قلب سلیم سے یہی ایک آواز بلند ہوئی کہ یہ سب کچھ جو یہ لوگ کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ ان سب چیزوں کو جس نے پیدا کیا ہے وہی معبود ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ جب یہی بات انہوں نے اپنے والد اور قوم کے لوگوں سے کہی تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ان باتوں کو دیوانگی قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ اس بات کو اور بتوں کی بے حقیقتی کو ظاہر کرنے کے لئے بے چین رہا کرتے تھے۔ پوری قوم شہر سے باہر جا کر اپنا سالانہ جشن منایا کرتی تھی جب سب لوگ جانے لگے تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے بھی کہا کہ وہ ان کے ساتھ چلے چلیں مگر آپ نے طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر کہا کہ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ جب پوری قوم کے لوگ اپنی بدمستیوں اور میلے کی رنگینیوں میں کھوئے ہوئے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک ہتھوڑا لے کر ان لوگوں کے بت خانے میں پہنچ گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے بتوں کے سامنے طرح طرح کے کھانے رکھے ہوئے ہیں انہوں نے ان بتوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ہتھوڑا لے کر بتوں کو توڑنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ اور اس طرح تمام چھوٹے بڑے بتوں کو مٹی میں ملا کر بڑے بت کے ہاتھ میں ہتھوڑا دے کر گھر آ گئے۔ جب پوری قوم اپنے میلے اور جشن سے واپس آئی اور انہوں نے اپنے بتوں کا یہ حشر دیکھا تو وہ کانپ اٹھے اور کہنے لگے کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان بتوں کی مخالفت کرنے والا تو ایک ہی شخص ہے اور وہ ہے آذر کا بیٹا ابراہیم۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کو بلا کر پوچھا گیا کہ اے ابراہیم تم نے ہمارے بتوں کا یہ حال کیا ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے مذاق اڑاتے ہوئے فرمایا کہ یہ بڑا بت جس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہے اس سے پوچھو ان کا مقصد یہ تھا کہ شاید اس بڑے بت کو چھوٹے بتوں پر کسی بات پر غصہ آ گیا ہوگا۔ اور اس نے چھوٹے بتوں کی گت بنا کر رکھ دی۔ سچ تو سچ ہی ہوتا ہے یہ سن کر کہ ان بتوں سے خود پوچھ لو کہ ان کو کس نے توڑا ہے تو وہ شرمندہ ہو گئے اور انہوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور کہا کہ اس کو پکڑو۔ لکڑیاں جمع کر کے آگ لگاؤ اور ابراہیمؑ کو اس میں جھونک دو تا کہ آئندہ کسی کو ہمارے بتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات و ہمت نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت فرمایا کہ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے تم اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود بناتے ہو اور پھر ان کے سامنے جھک جاتے ہو اور اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے ہو حالانکہ یہ ساری قدرت اللہ کی ہے وہی سب کو دینے والا ہے۔ پھر پوری قوم نے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا اور ان کو آگ لگا دی جب آگ خوب دھک اٹھی تو کسی طرح انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اٹھا کر اس آگ کے درمیان میں پھینک دیا۔ ادھر انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ”اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا“۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ جب ان لوگوں نے مجھے آگ میں پھینکا تو وہ آگ میرے لئے ایک بہترین باغیچہ بن گئی اور مجھے ان سات دنوں میں جتنا آرام، سکون اور دلی اطمینان نصیب ہوا اتنا زندگی میں کبھی حاصل نہ

ہوسکا۔ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام، سورۃ العنکبوت اور سورۃ الشعراء میں بھی بیان فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت نوحؑ نے پوری زندگی ایثار و قربانی کر کے دن رات دین اسلام کی سچائیوں کی جدوجہد کی اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی ہر طرح کی کاوشیں کیں۔ آگ سے خیر و عافیت سے نکل کر آپ نے عراق کو چھوڑ کر فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر پوری زندگی اس پورے علاقے کے چپے چپے پر یہاں تک کہ حجاز مقدس تک آپ نے سفر کئے اور دنیا بھر کو توحید خالص کی تعلیم دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلنے اور ساری دنیا میں اسی توحید کے پرچم کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرت ابراہیمؑ کے بقیہ واقعہ اور قربانیوں کی تفصیلات اس کے بعد کی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ
يٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰى فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ
يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾
فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ۙ
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ
نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ
بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَ
مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ؑ

ع ۳ ۳۹/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

اور ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے صالح بیٹا عطا فرما۔ پھر ہم نے اس کو حلم و برداشت والے لڑکے کی خوش خبری دی۔ پھر جب وہ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیمؑ نے کہا اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ (اس سلسلہ میں) تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہی کیجئے اور آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔ پھر جب (ابراہیمؑ و اسماعیلؑ) دونوں نے حکم الٰہی کو مان لیا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو بے شک ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک (قربانی کے لئے) بڑا ذبیحہ اس کے بدلہ میں عطا کیا۔ اور ہم نے اس کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں کے لئے باقی رکھا۔ ابراہیمؑ پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اس کو اسحاق جیسے نبی اور خوش نصیب بیٹے کی بھی خوش خبری دی۔ ہم نے اس پر برکت نازل کی اور اسحاق پر بھی اور ان دونوں کی صالح اولاد پر بھی جن میں سے نیکو کار بھی ہوں گے اور بعض اپنی جانوں پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

ذَاهِبٌ	جانے والا
هَبْ	عطا کر
غُلَامٌ	بیٹا۔ لڑکا
حَلِيْمٌ	برداشت کرنے والا۔ حلیم الطبع
اَلْمَنَامُ	نیند۔ خواب
اَسْلَمَا	دونوں نے گردن جھکا دی
تَلَّهٗ	اس کو لٹا دیا۔ گرایا

جَبِیْنٌ	پیشانی
اَلرُّءْ یَا	خواب
ذِبْحٌ عَظِیْمٌ	بڑا ذبیحہ۔(مینڈھا)
مُحْسِنٌ	نیکیاں کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۹۹ تا ۱۱۳

حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی سب سے بڑی آزمائش یہی تھی کہ جب آپ نے پوری قوم کے سامنے ان کے بتوں کی بے بسی اور حقیقت کھول کر رکھ دی تب ان کو اس زبردست آگ میں پھینکا گیا جس کے شعلوں کی بلندی کا یہ حال تھا کہ اگر اس آگ پر سے کوئی پرندہ بھی گذر جاتا تو وہ جل بھن کر کباب ہو جاتا۔ جب کسی طرح حضرت ابراہیمؑ کو اس آگ میں پھینکا گیا تو اللہ کے حکم سے یہ آگ ان پر گل وگلزار ہوگئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی جرات وہمت اور مزاج کے استقلال کا یہ حال تھا کہ آپ نے آگ میں جل جانا گوارا کیا مگر اپنی طویل دعوتی جدوجہد کو ترک نہیں کیا۔ اسی زبردست ایثار وقربانی کی وجہ سے اللہ نے ان کو ساری دنیا کا امام وپیشوا بنا دیا۔ اللہ نے فرمادیا کہ جو بھی ان کے راستے پر چلے گا اس کو بھی اسی طرح عزت وعظمت سے نوازا جائے گا۔

آگ سے صحیح سلامت نکلنے کے بعد آپ نے اللہ کے بھروسے پر وطن چھوڑنے اور ایک نامعلوم منزل کی طرف ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمالیا اور کہا میں تو اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر وطن سے نکلا ہوں جس ذات پر بھروسہ ہے وہی مجھے صحیح راستہ دکھائے گا۔ وہ مجھے جہاں بھی پہنچائے گا میں وہیں پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت سارہ اور اپنے بھتیجے حضرت لوطؑ جوان پر ایمان لاچکے تھے عراق سے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ نے آپ کا رخ شام وفلسطین کی طرف کر دیا۔ حضرت سارہ نے جب یہ سمجھ لیا کہ ان کے بطن سے اولاد پیدا ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے درخواست کی کہ وہ حضرت ہاجرہ سے نکاح کرلیں شاید ان سے اولاد پیدا ہو جائے اور آپ جس مشن اور مقصد کو لے کر چل رہے ہیں وہ پروان چڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ آپ کا نکاح حضرت ہاجرہ سے ہوگیا۔ اس وقت انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں یہ عاجزانہ درخواست پیش کی الٰہی! مجھے ایک صالح اور نیک بیٹا عطا فرما۔ مقصد یہ تھا کہ الٰہی میں جس عظیم مقصد کے لئے قربانیاں دے رہا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں دین اسلام کا سچا پیغام پہنچ جائے اس کے لئے مجھے صالح بیٹا عطا فرما تا کہ اس کے ذریعہ اس مقصد کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسے بیٹے کی خوش خبری سنائی جو حلیم الطبع یعنی حلم وبرداشت والا اور نبی بھی ہوگا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ جیسا حلیم الطبع بیٹا عطا فرمایا۔ قرآن کریم میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو حجاز یعنی مکہ مکرمہ میں آباد کیا۔ جب حضرت اسماعیل

کی عمر مبارک تیرہ سال کی ہوگئی یعنی جو عمر ماں باپ کے ساتھ بھاگ دوڑ کی ہوتی ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اس بیٹے کو جو بڑی دعاؤں اور ارمانوں سے ملا ہے اس کو ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ خواب مسلسل تین راتوں تک دیکھا چونکہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی کی ایک کیفیت کا نام ہے اس لئے آپ کو یقین ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے انہیں حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کے حکم پر قربان کر دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس خواب کا ذکر اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل جانتے تھے کہ اللہ نے ان کے والد حضرت ابراہیمؑ کو نبوت و رسالت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ عرض کیا ابا جان جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے تو آپ اللہ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ مجھے آپ انتہائی برداشت کرنے والا اور صبر کرنے والا پائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو مکہ مکرمہ سے ذرا فاصلے پر منیٰ کے مقام کی طرف لے گئے۔ راستہ میں تین جگہ شیطان نے مختلف روپ بدل کر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو خیر خواہی کے انداز میں بہکانے کی کوشش کی۔ حضرت ابراہیمؑ یا حضرت اسماعیلؑ نے ہر مرتبہ سات سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں جس سے وہ ہر مرتبہ زمین میں دھنس جاتا تھا۔ حجاج کرام جب حج کرتے ہیں تو وہ شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یہ اسی کی یادگار ہے اور شیطان سے نفرت کا اظہار ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ الٰہی ہمیں بھی شیطان کے فریب اور بہکائے سے محفوظ فرما جس طرح حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو محفوظ فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے اس طرح زمین پر لٹایا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین کو چھونے لگا یعنی کروٹ پر لٹا دیا۔ شاید اس لئے کہ کہیں بیٹے کے معصوم چہرے پر نظر پڑ جائے اور محبت کا ایسا غلبہ ہو جائے کہ ان سے حکم کی تعمیل میں کسی طرح کی کمی رہ جائے۔ چھری تیز کر کے ان کے گلے پر چلانا شروع کی۔ چونکہ ابراہیمؑ نے خواب میں یہی دیکھا تھا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں لیکن یہ نہیں تھا کہ انہوں نے ذبح کر دیا ہے اور سر کو تن سے جدا کر دیا ہے۔ اللہ کی طرف سے آواز آئی کہ اے ابراہیمؑ ہم تمہارا بیٹا ذبح کرانا نہیں چاہتے تھے ہم تو صرف تمہاری محبت کا امتحان لے رہے تھے تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ تمہاری بہت بڑی آزمائش تھی جس پر تم پورے اترے ہو اور اللہ نے اپنے انعامات کی بارش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے نیک اور پرہیزگار بندوں کو ان کا بہترین اجر اسی طرح دیا کرتے ہیں۔ اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا عطا فرمایا جس کو حضرت اسماعیلؑ کے بدلے ذبح کیا گیا۔ اللہ نے اس کو ''ذبح عظیم'' اس لئے فرمایا کہ یہ مینڈھا جنت سے اللہ کے حکم سے لایا گیا تھا۔ اب اس سنت کو زندہ رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ قربانی کرنا منیٰ یا حجاج کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں بھی اہل ایمان موجود ہیں وہ ہر سال جانور ذبح کر کے سنت ابراہیمی کو زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہر سال جانوروں کی قربانی دی ہے اور صحابہ کرامؓ نے بھی اسی سنت کو زندہ کیا جس پر آج ساری امت اسی سنت کو زندہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے اور قیامت تک کرتی رہے گی۔

اس موقع پر یہودیوں کی اس سازش کو بے نقاب کرنا ضروری ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس بیٹے کی قربانی منیٰ کے مقام پر پیش کی تھی وہ حضرت اسماعیلؑ نہیں بلکہ حضرت اسحاقؑ تھے یہ ایک ایسی غلط

بات تھی کہ جس کی تردید خود توریت ہی میں کی گئی ہے۔ لیکن یہودی آج بھی اسی بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ وہ حضرت اسحاقؑ تھے حالانکہ حجاز میں تو حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو آباد کیا گیا تھا اور فلسطین میں حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی اولادوں کو آباد کیا گیا تھا جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا تھا۔ حضرت اسحاقؑ تو حجاز میں آئے ہی نہیں تھے جب کہ اعلان نبوت سے پہلے بھی تمام یہود و نصاریٰ اور مشرکین حج کرتے تھے اور منیٰ میں قربانیاں کرتے تھے۔ بعض صحابہ اور اکابرین نے جو اس سے اختلاف کیا ہے وہ اسرائیلی روایات کی بنیاد پر کیا ہے کیونکہ حضرت کعب احبارؓ جو نہایت مخلص مسلمان تھے انہوں نے یہودیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا اور وہ اسرائیلی روایات بیان کرتے تھے۔ یہی اس کے راوی ہیں اس لئے بعض بزرگوں کی یہ رائے ہوگئی کہ ''ذبح عظیم'' حضرت اسحاقؑ تھے لیکن توریت کی شہادت اور حج کی روایات سے یہی کہنا صحیح ہے کہ وہ ذبح عظیم حضرت اسماعیلؑ تھے۔ رہی بات یہودیوں کی رائے کی تو وہ صرف ایک تعصب اور جھوٹ کی بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

توریت کی روایات کے مطابق حضرت اسماعیلؑ کے چودہ (یا اٹھارہ) سال بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے اور اللہ نے ان کی پیدائش اور ان کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں برکت کی خوش خبری عطا فرمائی ہے۔ اس آیت میں اللہ نے صاف اور واضح طریقے پر بتا دیا کہ بے شک حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں بہت سے نیک اور پرہیزگار ہوں گے لیکن بعض وہ بھی ہوں گے جن کو یہ ناز اور گھمنڈ تو ہوگا کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور ہمارے اعمال کیسے بھی ہوں آخر ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ ان کی اولاد میں ہونا کافی ہے۔ فرمایا کہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں اعمال کو دیکھا جاتا ہے نسب کو نہیں۔ انسان کی نجات کا دارومدار اس کے سچے عقیدے، حسن عمل اور احکام الٰہی پر پوری طرح سے عمل کرنے میں ہے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى
مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾
وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾
وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى
الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر احسان کیا کہ ان کو اور ان کی قوم کو ایک شدید اذیت سے نجات عطا فرمائی۔ ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ ہم نے ان دونوں کو ایک واضح اور صاف کتاب عطا کی اور ہم نے ان دونوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور ہم نے ان کے ذکر خیر کو آنے والوں میں باقی رکھا۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے مومن (ایمان دار) بندوں میں سے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

مَنَنَّا — ہم نے احسان کیا

اَلْمُسْتَبِيْنَ — واضح اور صاف صاف

هَدَيْنَا — ہم نے ہدایت دی۔ رہنمائی کی

تَرَكْنَا — ہم نے چھوڑا

نَجْزِىْ — ہم بدلہ دیتے ہیں۔ جزا دیتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۱۴ تا ۱۲۲

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کے بعد حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر بڑے احسان اور کرم فرمائے انہیں اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو جو فرعونوں کے ظلم وستم کی چکی میں پسے چلے جا رہے تھے نجات عطا فرمائی اور اس طرح ان کی مدد کی کہ وہی جو انتہائی کمزور اور بے بس ہو چکے تھے ان کو فرعونوں اور قبطیوں کی چھوڑی ہوئی سلطنت اور گھر بار کا وارث و مالک بنا دیا۔ فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لئے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لئے ایک روشن اور واضح کتاب عطا فرمائی تا کہ دنیا کی قوموں میں وہ سر بلند ہو کر جینے کا سلیقہ سیکھ سکیں۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی دن رات کی جدو جہد اور کاوشیں آنے والی نسلوں کے لئے ایک بہترین مثال اور نمونہ ہیں۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلامتی بھیجتے

ہوئے فرمایا کہ ہم نیکو کاروں اور اللہ کی راہ میں سر توڑ کوشش کرنے والوں کو اسی طرح اجر عظیم عطا کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ موسیٰ وہارون دونوں مومن اور ایمان دار بندے تھے اس لئے ان کی ہر کوشش اللہ کے ہاں ایک عظیم مقام رکھتی ہے۔

وَاِنَّ اِلْيَاسَ
لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ
بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى
اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

اور بے شک الیاسؑ بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے ہیں۔ جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔ بَعل (نامی بت) کو پکارتے ہو اور اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا معبود ہے جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو وہ پکڑ کر لائے جانے والوں (سزا پانے والوں) میں سے ہو گئے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے (جنہیں سزا سے بچالیا گیا)۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والوں کے لئے باقی رکھا ہے۔ الیاسین پر سلام ہو۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن (ایمان دار اور مخلص) بندوں میں سے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

بَعْلٌ بت، (جس کی وہ عبادت کرتے تھے)

تَذَرُوْنَ	تم چھوڑتے ہو
اَحْسَنُ	بہترین
اَلْخَالِقِيْنَ	پیدا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲

حضرت الیاسؑ جنہیں بائبل میں ایلیا کہا جاتا ہے وہ معتبر روایات کے مطابق نویں صدی قبل مسیح میں ملک شام کے شہر بعلبک کے رہنے والوں کی اصلاح وتربیت کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ جب انہوں نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ یہودیوں نے ان کی تحریک پر لبیک کہا لیکن اکثریت نے ان کی شدید مخالفت بھی کی۔ حضرت الیاسؑ نے قوم کو للکارا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرنے کے بجائے اس ذات کو چھوڑ کر بعل بت کی عبادت وبندگی کر رہے ہو حالانکہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے جو تمام پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت الیاس کی دعوت پر سوائے اللہ کی اطاعت وبندگی کرنے والوں کے بقیہ سب نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

حضرت الیاسؑ کی قوم جس بت بعل کی پرستش کرتی تھی اس کے معنی شوہر، مالک، سردار اور زبردست کے تھے۔ بعل کی تاریخ بہت پرانی ہے حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی اسی بعل کی پرستش کی جاتی تھی۔ یہ ان کا مقبول ترین بت تھا جس سے وہ اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے۔ شام کا شہر بعلبک جس کی اصلاح کے لئے ان کو بھیجا گیا تھا اسی بت کے نام پر رکھا گیا تھا۔ بعض مفسرین کا تو یہ خیال ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو کفار ومشرکین کا سب سے بڑا بت "ھُبل" تھا شاید وہ بھی بعل کی بگڑی ہوئی شکل تھی۔

اسرائیلی روایات یہ ہیں کہ حضرت الیاسؑ زندہ ہیں اور ان کو آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ اب وہ قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ لیکن اسلامی روایات کے مطابق اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہے کہ حضرت الیاس زندہ آسمانوں میں موجود ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس کے متعلق بھی وہی فرمایا جو آپ سے پہلے حضرت انبیاء کرام کے لئے فرمایا تھا کہ اللہ نے آنے والی نسلوں میں ان کے نام کو زندہ رکھا ہے۔ وہ اللہ کے نیک اور مومن بندے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم بعلبک کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔

۱۰۶

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ
دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ع ۴ ۲۵ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

اور بے شک لوطؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں (ماننے والوں) کو نجات عطا کی سوائے اس بڑھیا کے (حضرت لوط کی بیوی کے) جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے (ان سب کافروں کو) ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم تو صبح و شام ان پر (ان کی بستیوں پر) گذرتے رہتے ہو۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

عَجُوْزٌ	بوڑھی عورت۔ بڑھیا
اَلْغٰبِرِيْنَ	پیچھے رہ جانے والی
تَمُرُّوْنَ	تم گذرتے ہو
مُصْبِحِيْنَ	صبح کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۸

حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے تھے۔ اللہ نے آپ کو سدوم اور عامورہ کی ان بستیوں کے لوگوں کی اصلاح کے لئے نبی بنا کر بھیجا تھا جنہوں نے بے حیائی اور بے غیرتی کے وہ کام کر رکھے تھے جو ان سے پہلے کسی قوم نے نہیں کئے تھے وہ پوری قوم خلاف فطرت فعل کرتی اور اس پر کسی شرمندگی کے بجائے جب حضرت لوطؑ نے ان کو اس فعل بد سے روکنا چاہا تو ان پر طعن و

طنز کے تیر چلانے کے ساتھ ساتھ یہ دھمکیاں بھی دی جانے لگیں کہ اے لوط! اگر تم نے اپنے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بند نہیں کیا تو ہم تمہیں نہ صرف اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے بلکہ تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والوں کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔

آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ نے اپنے فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیجے۔ حضرت لوطؑ کی بیوی جوان بدکاروں کی سرپرستی کرتی تھی اس نے قوم کے لوگوں کو بتا دیا کہ حضرت لوطؑ کے پاس خوبصورت لڑکے مہمان بن کر آئے ہیں۔ یہ پوری بدکار قوم حضرت لوطؑ کے پاس پہنچی اور مطالبہ کیا کہ ان لڑکوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ سخت پریشان ہو گئے۔ فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ آپ پریشان نہ ہوں درحقیقت ہم اللہ کے فرشتے ہیں جو اس قوم پر عذاب لانے کے لئے بھیجے گئے ہیں آپ اپنی بیوی کے سوا سارے گھر والوں اور اہل ایمان کو صبح ہی صبح لے کر اپنے گھر سے اس طرح نکل جایئے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھئے۔ چنانچہ حضرت لوطؑ صبح ہی اہل ایمان کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سب سے پہلے ایک زبردست آواز اور چیخ سنائی دی پھر ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا اور ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ اس کے بعد ان آباد بستیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا اور سمندر کا پانی اس طرح چڑھ کر آ گیا کہ وہی آباد بستیاں پانی کے نیچے چلی گئیں اور وہ بحیرہ مردار بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے فرمایا ہے کہ ان تباہ کی ہوئی بستیوں سے کبھی صبح اور کبھی رات کے اندھیروں میں تمہارے قافلے ان کے پاس سے گذرتے ہیں کبھی تم نے یہ نہیں سوچا کہ یہ آباد بستیاں کیوں تباہ کر کے سمندر میں غرق کر دی گئیں۔ اگر تم غور و فکر کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس قوم نے نہ صرف یہ کہ بدکاریوں میں انتہا کر دی تھی بلکہ اللہ کے پیغمبر کی توہین بھی کی تھی اور ان کو جھٹلا دیا تھا۔ فرمایا کہ تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کی اطاعت نہ کی اور اپنے کفر و شرک میں مبتلا رہے تو تمہارا انجام بھی گذری ہوئی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى
الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ
سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى
مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

اور بے شک یونسؑ پیغمبروں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے پھر قرعہ ڈالا گیا تو وہ ملزم ٹھہرے۔ پھر انہیں ایک مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتے۔ پھر ہم نے ان کو چٹیل میدان میں ڈال دیا حالانکہ وہ بیمار تھے۔ پھر ہم نے ان پر ایک بیل دار (کدو کی بیل) پودا اگا دیا۔ اور ہم نے ان کو ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کی (ہدایت کے لئے) بھیجا تھا۔ پھر (ان کی قوم والے) ایمان لائے اور ایک مدت تک فائدے حاصل کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

اَبَقَ — وہ بھاگا۔ دوڑا

اَلْمَشْحُوْنُ — بھری ہوئی

سَاهَمَ — قرعہ ڈالا گیا

اَلْمُدْحَضِيْنَ — دھکیلے گئے۔ الزام لگائے گئے

اِلْتَقَمَ — نگل لیا

اَلْحُوْتُ — مچھلی

اَلْعَرَاءُ — چٹیل میدان۔ صاف میدان

سَقِيْمٌ — بیمار

يَقْطِيْنٌ — بیل دار پودا

مِائَةُ اَلْفٍ	ایک لاکھ
مَتَّعْنَا	ہم نے فائدہ پہنچایا
حِيْنٍ	زمانہ۔مدت

تشریح: آیت نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۸

سورۃ الصافات میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، حضرت الیاس اور حضرت لوطؑ کے واقعات کے بعد حضرت یونسؑ کا ذکر خیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت یونسؑ جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے انبیاء میں سے ایک نبی ہیں ان کو بابل ونینوا کے نافرمانوں کی اصلاح و تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت یونسؑ نے نینوا کے لوگوں کو مسلسل سات سال تک تبلیغ دین فرمائی مگر وہ اپنی کافرانہ اور مشرکانہ حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ ایک دن حضرت یونسؑ نے پوری صورت حال اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے عرض کیا اے اللہ یہ قوم اپنے گناہوں پر کسی شرمندگی کا اظہار نہیں کر رہی ہے اور کسی طرح میری بات سننے کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا اب آپ اس قوم کے لئے اپنا فیصلہ فرما دیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول کر لی تھی جس کا انہیں یقین تھا اور اللہ کے حکم کے بغیر ہی حضرت یونسؑ اپنی بیوی اور دو بچوں کو لے کر نینوا سے نکل گئے۔ راستے میں ان کے ایک بیٹے کو بھیڑیا لے گیا۔ تلاش کرنے کے باوجود وہ نہ مل سکا۔ ادھر دوسرا بچہ پانی میں بہہ گیا۔ آپ کی بیوی اپنے بچے کو بچانے کے لئے دوڑیں تو وہ بھی لاپتہ ہو گئیں۔ حضرت یونسؑ تن تنہا دریا کی طرف چلے۔ لوگوں سے بھری ہوئی ایک کشتی میں سوار ہو گئے جب کشتی بیچ دریا میں پہنچی تو وہ بھنور میں پھنس گئی اور سب کے ڈوبنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ ملاح نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بھاگا ہے اور وہ کشتی پر سوار ہے جب تک وہ اس کشتی سے نہیں اترے گا ہم سب کا زندہ بچنا مشکل ہے۔ حضرت یونسؑ کو احساس ہوا کہ میں بھی تو اللہ کا بندہ اور غلام ہوں اور اپنے آقا اللہ کی اجازت کے بغیر گھر سے روانہ ہو گیا ہوں۔ انہوں سے سب سے کہا کہ وہ میں ہی ہوں۔ سب نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ قرعہ اندازی کی جائے۔ قرعہ اندازی کی گئی تو اس میں تین مرتبہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا آخر کار حضرت یونسؑ نے خود ہی پانی میں چھلانگ لگا دی ادھر اللہ نے ایک بہت بڑی مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونسؑ کو نگل کر اپنے پیٹ میں ان کی حفاظت کرے۔ چنانچہ حضرت یونسؑ نے جیسے ہی پانی میں چھلانگ لگائی تو وہ مچھلی جو

منہ کھولے ہوئے تیار تھی اس نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا۔ حضرت یونسؑ کو ان تمام حالات کا سخت افسوس تھا اور انہوں نے یہ تسبیح پڑھنا شروع کی ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین'' انہوں نے اس تسبیح کو اتنی کثرت سے پڑھا کہ اللہ کو ان پر پیار آ گیا۔ مچھلی نے اللہ کے حکم سے ایک طویل عرصہ تک پیٹ میں رکھنے کے بعد ان کو کسی چٹیل میدان میں اگل دیا۔ تقریباً چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے وہ بہت کمزور اور ناتواں ہو گئے تھے اللہ نے ان پر سایہ کرنے کے لئے ایک کدو کی بیل کو اگا دیا اور بعض روایات کے مطابق ایک پہاڑی بکری روزانہ ان کے قریب آتی اور حضرت یونسؑ اس کا دودھ پی لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی تسبیح نہ کرتے یعنی اپنے کئے پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار نہ کرتے تو قیامت تک وہ اسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

ادھر جب نینوا کے لوگوں نے دیکھا کہ گھرے سیاہ بادل بڑی تیزی سے ان کی طرف امنڈ امنڈ کر آ رہے ہیں اس میں دھواں اور زبردست گھن گرج ہے تو وہ سب کے سب سہم گئے اور سمجھ گئے کہ اب اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ حضرت یونسؑ کو تلاش کیا مگر وہ تو جا چکے تھے۔ پوری قوم نے فیصلہ کیا کہ سب بچے بڑے اپنے مویشی جانور لے کر میدان میں نکل جائیں اور اللہ سے دعا کریں اور معافی مانگیں۔ چنانچہ پوری قوم اپنے بیوی بچوں، بوڑھے، جوانوں اور تمام مویشوں کو لے کر کھلے میدان میں جمع ہو گئے اور عرض کیا الٰہی ہم سے بھول ہو گئی ہمیں معاف کر دیجئے۔ عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود اللہ نے پوری قوم کے استغفار کی وجہ سے معافی کا حکم دے دیا اور اس قوم سے اللہ کا عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونسؑ صحت مند ہوتے گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ اب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ان کی اصلاح کا کام کریں چنانچہ جب حضرت یونسؑ اپنے شہر میں آئے تو پوری قوم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حضرت یونسؑ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کا وعدہ کر کے اپنی اصلاح شروع کر دی۔ ادھر حضرت یونسؑ کی بیوی اور دونوں بچوں کو لوگوں نے پانی میں ڈوبنے اور بھیڑیئے سے بچا لیا تھا وہ بھی واپس آ گئے۔ اس طرح اللہ نے حضرت یونسؑ کو ہر طرح کی خوشیاں عطا فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ایک مرتبہ پھر آگاہ کیا ہے کہ موت کے فرشتے اور کسی قوم پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے بعد پھر دعا و استغفار کا موقع نہیں دیا جاتا۔ حضرت یونسؑ کی واحد ایسی قوم تھی جس پر عذاب کا فیصلہ ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ اے مکہ والو! تمہارے اندر تو وہ اللہ کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں کہ تمہارے حق میں ان کی دعا ہی کافی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔ اگر آپ پر ایمان نہ لائے اور نافرمانیوں کا سلسلہ جاری رہا تو پھر اللہ کا وہ فیصلہ آنے میں دیر نہیں لگے گی جس سے قومیں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ
اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾
وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾
مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ
مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ
وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾
فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ
صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ
الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

پھر آپ ان سے پوچھئے کہ آپ کے رب کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں (بیٹیاں) بنایا ہے اور یہ دیکھ رہے تھے۔ سنو! کہ بے شک وہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں الزام لگا رہے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے وہ یہ کہنے میں بالکل جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلے میں پسند کیا ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تم ذرا بھی غور نہیں کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح اور روشن دلیل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو وہ کتاب لے آؤ (جس میں یہ لکھا ہے)۔ اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان ایک رشتہ ٹھہرا رکھا ہے۔

بے شک جنات (شیطانوں) نے جان لیا ہے کہ وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اللہ (ان تمام باتوں سے) پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جو منتخب ہوئے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ اللہ کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے۔ سوائے اس کے جو جہنم میں جانے والا ہے اور (فرشتوں نے کہا) ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا درجہ متعین نہ ہو۔ اور بے شک ہم تو صفیں باندھ کر کھڑے ہونے والوں میں سے ہیں۔ اور بے شک ہم تو تسبیح کرنے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

اِسْتَفْتِ	آپ پوچھئے
اَلْبَنَاتُ (بِنْتٌ)	بیٹیاں
اَلْبَنُوْنُ (بِنٌ)	بیٹے
اِنَا ثٌ	عورت۔ عورت ذات
شٰهِدُوْنَ	دیکھنے والے
اِفْکٌ	الزام۔ بہتان
اَصْطَفٰی	اس نے پسند کرلیا
مَا لَکُمْ	تمہیں کیا ہوگیا
نَسَبٌ	رشتہ
یَصِفُوْنَ	وہ بیان کرتے ہیں
فٰتِنِیْنَ	بہکانے والے
صَالٌ	جانے والا
اَلْمُسَبِّحُوْنَ	حمد و ثنا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۴۹ تا ۱۶۶

جب اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت عرب کے لوگ عقیدوں اور عمل کی ہزاروں گندگیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انہوں نے اللہ کی مخلوق کو خالق اور بے حقیقت چیزوں کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا۔ چنانچہ عرب کے بعض اہم قبیلوں کا یہ عقیدہ تھا کہ نعوذ باللہ فرشتے جو اللہ کی ایک تابع دار مخلوق ہیں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا کہ پھر ان فرشتوں کی مائیں کون ہیں تو کہتے کہ جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ان کی مائیں ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے نسبی اور جنات کی بیٹیوں سے زوجیت کا رشتہ ہے (نعوذ باللہ)۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ فرشتوں کے ہاتھ میں اللہ نے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ جو وہ چاہیں بھلائی پہنچائیں اور جس کو جو دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف جنات جو زبردست قوت وطاقت کے مالک ہیں وہ جس جس طرح چاہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جنات شر کے اور فرشتے خیر کے معبود ہیں شاید مجوسی آتش پرستوں نے جو خیر وشر کے معبود بنا رکھے ہیں وہ عربوں کے اسی عقیدہ کی نقل ہو۔ آتش پرست کہتے ہیں کہ ہر خیر اور بھلائی پہنچانے کی ذمہ داری یزداں کی ہے اور ہر برائی اور شر کو پہنچانے کا اختیار اھرمن کو حاصل ہے۔ آتش پرستوں نے یہیں سے اس عقیدہ کو لے کر دو معبودوں کا تصور قائم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام غلط اور بے بنیاد عقیدوں کی تردید کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ ذرا آپ ان بدعقیدہ کفار و مشرکین سے یہ پوچھئے کہ وہ اپنے لئے تو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے گھر لڑکا پیدا ہو اور لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھتے ہیں لیکن انہوں نے اللہ کی مخلوق فرشتوں کو اس کی بیٹیاں بنا دیا۔ فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ جب اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو پیدا کر رہا تھا تو کیا یہ لوگ اس وقت وہاں موجود تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ اللہ نے کس کو نر اور کس کو مادہ بنایا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ پر اس سے بڑا جھوٹ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ صاحب اولاد ہے۔ یعنی وہ کائنات کا نظام چلانے میں بیٹے، بیٹی اور بیوی کا محتاج ہے (نعوذ باللہ)۔ فرمایا کہ وہ کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی طرح کا محتاج نہیں ہے۔ اور یہ تو بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ وہ اپنے لئے جس چیز کو ناپسند سمجھتے ہیں اسی کو انہوں نے اللہ کی پسند بنا دیا کیا یہ لوگ غور وفکر سے بالکل ہی دور جا چکے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس نہ تو کوئی واضح دلیل موجود ہے اور نہ کوئی ایسی کتاب ہے جس میں اللہ نے یہ فرمایا ہو کہ فرشتے میری بیٹیاں ہیں۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے تو وہ لا کر دکھائیں لیکن یہ اتنے بڑے جھوٹے لوگ ہیں کہ یہ محض اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اللہ پر جھوٹے بہتان لگا رہے ہیں اور کسی دلیل کو پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ جنات کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں کہ وہ جس کو جو نقصان پہنچانا چاہیں پہنچا سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ شریر جنات تو خود قیامت کے دن مجرموں کی طرح باندھ کر لائے جائیں گے اور جن لوگوں نے ان کی عبادت و بندگی کی ہوگی اس دن ان کو پتہ چلے گا کہ وہ زندگی بھر ایک بہت بڑے دھوکے میں مبتلا رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں

قرار دے کر جس طرح ان کو معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی مرادوں کو مانگتے ہیں ان فرشتوں کا یہ حال ہے کہ وہ پوری طرح اللہ کے اختیار میں ہیں وہ اللہ کے تابع دار اور فرماں بردار ہیں وہ ہر وقت صفیں باندھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرف سے کیا حکم دیا جا رہا ہے جیسے ہی کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کی حدود، رتبہ اور مقام کیا ہے۔ اس سے وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔ وہ فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾
لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾
فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ
الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ
يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ
فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَ
سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾ ع ۵ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

(قرآن کریم نازل ہونے سے پہلے) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں جیسی کوئی کتاب (نصیحت) ہوتی تو ہم اللہ کے مخلص (منتخب) بندوں میں سے ہوتے۔ پھر (جب وہ قرآن آ گیا تو) انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ (ایسے لوگ) بہت جلد (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ اور ہمارا وعدہ اپنے بندوں یعنی رسولوں کے لئے پہلے ہی صادر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی کامیاب

ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔ پس آپ تھوڑے عرصہ تک ان کو نظر انداز کریں اور انہیں دیکھتے رہیں۔ بہت جلد وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تو جب وہ ان کے آنگن میں نازل ہوگا تو جن لوگوں کو آگاہ کیا جا چکا ہے ان کی صبح تو بہت بری ہوگی۔ آپ ان سے تھوڑے عرصہ اعراض کریں۔ دیکھتے رہیں۔ وہ خود اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ آپ کا پروردگار ان تمام باتوں سے عزت والا پاک بے عیب ہے جو یہ کہتے ہیں۔ رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

سَبَقَتْ	گذر چکا۔ صادر ہو چکا
اَلْمَنْصُوْرُوْنَ	فتح حاصل کرنے والے
جُنْدٌ	لشکر
تَوَلَّ	منہ پھیرا
سَاحَةٌ	میدان۔ گھر کا آنگن
سَاءَ	برا ہے
صَبَاحُ	صبح
يَصِفُوْنَ	وہ بناتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶۷ تا ۱۸۲

اصل میں جن لوگوں کو ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرنا ہوتا ہے ان کے لئے کسی معجزہ، دلیل اور بہانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے ہی حق و صداقت کی روشنی ان کے سامنے آتی ہے وہ اس کو فوراً قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لیتے ہیں لیکن جن لوگوں کو عمل کرنا نہیں ہوتا وہ سو بہانے بنا کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

یہی صورتحال عربوں کی تھی جو لوگ کفر و شرک پر جمے ہوئے تھے جب ان کے سامنے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ گذشتہ قوموں کی نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے حالات سناتے تھے تو یہ کفار عرب کہتے تھے کہ وہ لوگ کتنے بدنصیب تھے جن کے پاس اللہ کے نبی اور رسول آئے اور اپنے ساتھ روشن کتابیں بھی لائے تھے اس کے باوجود وہ ایمان اور عمل صالح سے دور رہے اگر ہمارے پاس ایسی کتاب آتی اور نبی آتے تو ہم عمل صالح میں ان سے بہت زیادہ آگے بڑھ جاتے اور ثابت کر دیتے کہ ہم اللہ کے زیادہ فرماں بردار ہیں۔

فرمایا کہ یہ تو ان کا زبانی دعویٰ تھا لیکن جب ان کے پاس ہمارا محبوب رسول آ گیا جس پر نبوت و رسالت کی تکمیل کر دی گئی ہے اور ان کو ایسی کتاب بھی دی گئی ہے جس میں توریت، زبور اور انجیل کی ساری سچائیاں موجود ہیں تو اب ان کے لئے ایمان لانے اور عمل صالح اور آگے بڑھ جانے میں کیا رکاوٹ ہے۔ ان کو تو اس معاملہ میں سب سے آگے بڑھ کر نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن رسالت تھام لینے کی ضرورت تھی۔ اس کے برخلاف انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت اور اس کتاب کا انکار کر دیا۔

فرمایا کہ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے اور اپنے رسولوں کے نافرمانوں کو سخت ترین سزائیں دیتا ہے اور مان لینے اور اطاعت کرنے والوں کو سربلند فرماتا ہے۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خیر و عافیت مانگنے کے بجائے وہ اللہ کے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ عذاب الٰہی ان کے گھروں پر پہنچے گا تو وہ صبح ان کے لئے بڑی بھیانک ہوگی اور اس کے سامنے وہ بے بس اور مجبور ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ اور تمام اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان نافرمانوں پر اللہ کا عذاب آئے گا اور ان کو کسی جگہ سر چھپانے کی جگہ بھی نہ ملے گی۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ دس پندرہ سال میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ اور ان کے لشکر کو مکمل غلبہ عطا فرما دیا اور کفار کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کا پروردگار بڑی عزت والا، پاک اور بے عیب ہے۔ رسولوں پر سلام ہو کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

الحمدللہ ان آیات کے ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ہی سورۃ الصافات کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳

ومالی

سورۃ نمبر ۳۸

صٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ ص

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	38
کل رکوع	5
آیات	88
الفاظ وکلمات	738
حروف	3107
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ ص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ، اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک، پرہیزگار اور صبر و شکر کرنے والے پیغمبر تھے جنہوں نے پوری زندگی اور اس کا ہر لمحہ اللہ کے دین کی سربلندی میں لگا کر ساری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان لانے والوں کو دین و دنیا کی بھلائیاں اور عظمتیں عطا فرمائیں اور جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کو اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیا کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی سچائیوں کو جھٹلانے اور غرور و تکبر کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ وہ جس تعصب، بے جا ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اللہ کے محبوب رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلاتے ہوئے ان کو ساحر، کاہن، مجنوں اور جھوٹا کہہ رہے ہیں ہر سچائی کا انکار کر کے رات دن اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں اور دین پر چلنے کا انکار کر رہے ہیں انہیں قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم ایکہ کے بدترین انجام کو سامنے رکھنا چاہیے کہ جب اللہ نے ان کے مسلسل انکار اور برے اعمال کی سزا کے طور پر تباہ و برباد کیا تو کوئی ان کی مدد کے لیے نہ آسکا اور وہ صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیئے گئے کہ آج ان کا نام و نشان تک مٹ گیا ہے فرمایا کہ اصل میں تم نے ابھی تک عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ ایسی فضول باتیں نہ کرتے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ کفار مکہ جو اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال و دولت پر اترا رہے ہیں انہیں حضرت داؤدؑ اور ان کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کی زندگی، ان کی عبادت، صبر و شکر اور عدل و انصاف کو سامنے رکھنا چاہیے کہ اللہ نے ان کو اتنی زبردست سلطنتیں عطا کی تھیں کہ جو ان سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں لیکن انہوں نے حکومت و سلطنت، مال و دولت اور کائنات کی ہزاروں نعمتوں پر غرور و تکبر اور ناشکری کرنے کے بجائے عاجزی و انکساری اور صبر و شکر کا عظیم مظاہرہ کیا۔ جب ان کا امتحان لیا گیا تو اس میں پورے اترے۔ اللہ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا جس سے وہ زرہیں (جنگی سامان) بنا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے انسان، جنات، چرند، پرند اور ہوا تک کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا۔ ہمیشہ وہ عاجزی و انکساری اختیار کرتے اور اپنے ہاتھ کی محنت سے گزارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب انہیں اپنی سواریوں اور مال و دولت پر کچھ ناز سا ہو گیا تھا اور ان کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے ہر چیز کو ختم کر دیا جو اللہ کی محبت اور اطاعت میں آڑے آرہی تھی۔

حضرت ایوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے ہر طرح کی مشکلات، پریشانیوں اور بیماریوں میں گھر جانے کے باوجود صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اس آزمائش میں وہ پورے اترے۔

حضرت ایوبؑ اور ان کا مشکلات پر صبر اور نعمتوں پر شکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو ایک سخت آزمائش میں ڈالا تو انہوں نے سخت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کیں لیکن تمام حالات پر آپؑ نے اُف تک نہ کیا اور تکلیفوں پر بھی صبر وتحمل سے کام لیتے رہے۔ جب وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے تو اللہ نے ان پر بہت سی عنایتیں کیں اور ان کو پہلے سے بھی زیادہ نعمتوں سے نواز دیا۔ اس میں نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دی گئی ہے کہ اس وقت وہ جن مشکلات میں مبتلا ہیں وہ بہت جلد دور ہو جائیں گی چونکہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور اس کا یہی دستور ہے کہ اس کے راستے میں مصائب برداشت کرنے والوں کو وہ اجر عظیم سے نوازتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک اور پرہیز گار لوگوں کی جماعت ہے جس نے ساری زندگی دین اسلام کی سچائیوں کو پھیلانے میں گزار دی۔ پھر اللہ کے راستے میں ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں لیکن صبر و برداشت کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرما دی اور ان کا انکار کرنے والوں اور ناشکری کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کی بنیادیں کھود کر رکھ دیں اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔

فرمایا گیا کہ وہ لوگ جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ان کو دنیا اور آخرت میں عزت وعظمت اور سربلندیاں عطا کی گئیں اور جن لوگوں نے نافرمانیاں کی ہوں گی ان کو آخرت کی ابدی زندگی میں جہنم اور اس جہنم میں کھانے کے لیے ''زقوم کا درخت''، پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو، پیپ دیا جائے گا اور جہنمی ایک دوسرے پر لعنت وملامت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اعلان فرما دیں کہ مجھے تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی اجرت اور بدلہ نہیں چاہیے۔ میں تو صرف آخرت کے عذاب، برے اعمال کے بدترین انجام اور جہنم کی آگ سے آگاہ کرنے اور ڈرانے آیا ہوں اگر تم نے اللہ کے دین سے منہ پھیر کر شیطان کی طرح غرور وتکبر، ہٹ دھرمی اور ضد کا اظہار کیا تو جو انجام شیطان کے غرور وتکبر کا ہوا تھا وہی تمہارا بھی ہوگا اگر تم نے میری بات نہ مانی تو وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ جائے گی۔

سورة صٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۟ؕ ١ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ٢
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ٣
وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ
كَذَّابٌ ۖۚ ٤ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ٥
وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۖۚ ٦ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا
اخْتِلَاقٌ ۖۚ ٧ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ
ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ ٨ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ
رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۚ ٩ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ١٠ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ
الْاَحْزَابِ ١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۙ ١٢
وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ١٣ اِنْ
كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۚ ١٤ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ ع ١ ١٤ ١٠

إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا
عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا
يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾
إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾
وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ
وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صاد۔ قسم ہے نصیحت سے بھرپور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریشی) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں اس شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب و ملت میں ایسی بات نہیں سنی تھی (ایسا لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ گیا) تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے بھیجی گئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن کے رہنے والوں نے (انبیاء

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

صاد۔ قسم ہے نصیحت سے بھر پور قرآن کی۔ یہ کافر اپنے گھمنڈ اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ وہ چیختے چلاتے فریاد کرتے رہے لیکن اب (عذاب سے) چھٹکارے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے جھوٹا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ اس نے سارے معبودوں کو (ملا کر) ایک ہی معبود بنا دیا۔ ان کے (قریشی) سردار یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو بے شک اس میں اس شخص کی ضرور کوئی غرض (لالچ) شامل ہے۔ ہم نے تو اس سے پہلے مذہب وملت میں ایسی بات نہیں سنی تھی (ایسا لگتا ہے کہ) یہ محض ایک من گھڑت بات ہے۔ کہنے لگے کہ کیا ہم میں سے صرف یہی شخص (رہ گیا) تھا جس پر کلام نازل کیا گیا ہے۔ (اے نبی ﷺ!) دراصل یہ میری طرف سے بھیجی گئی نصیحت سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا آپ کا وہ رب جو زبردست اور بہت عطا کرنے والا ہے اس کی رحمت کے خزانے (ان کفار) کے پاس ہیں۔ اور کیا آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب چیزوں پر ان کو اختیار حاصل ہے تو (وہ آسمانوں) پر چڑھ جائیں۔ ان کا ایک معمولی سا لشکر ہے جو شکست دے دیا جائے گا۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح، قوم عاد، میخوں والے فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن کے رہنے والوں نے (انبیاء کرام کو) جھٹلایا۔ انبیاء کی مخالف جماعتوں نے ان کو جھٹلایا پھر ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جس میں ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ وہ (مذاق اڑاتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں یوم الحساب (قیامت) سے پہلے ہی ہمارا حصہ دے دیا جائے (عذاب نازل کر دیا جائے)۔ (اے نبی ﷺ!) آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے جو کچھ یہ کہتے ہیں۔ اور ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو بہت قوت والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا جس کے لئے ہم نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا تھا جو صبح وشام اس کے ساتھ تسبیح (حمد وثنا) کرتے رہتے تھے۔ اور پرندے جمع ہو کر سب اس کے ساتھ رجوع کرنے والے (تسبیح پڑھنے والے) تھے۔ ہم نے اس کی سلطنت کو خوب مضبوط کر دیا تھا۔ اس کو حکمت و دانائی اور معاملات کا بہترین فیصلہ کرنے کی

اَلْوَهَّابُ	بہت عطا کرنے والا
مَهْزُوْمٌ	شکست کھائے ہوئے
حَقَّ	ثابت ہوگیا۔ طے ہوگیا
صَيْحَةٌ	چنگھاڑ۔ زوردار آواز
فَوَاقٌ	مہلت۔ ڈھیل
عَجِّلْ	جلدی سے دیدے
قِطٌّ	حصہ
ذُوالْاَيْدِ	قوت والا۔ طاقت والا
اَوَّابٌ	بہت رجوع کرنے والا
مَحْشُوْرَةٌ	جمع کئے ہوئے
فَصْلُ الْخِطَابِ	فیصلہ کرنے کی قوت وصلاحیت

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

سورۂ صاد کی ابتداء بھی حروف مقطعات سے کی گئی ہے۔ قرآن کریم کی انتیس (29) سورتوں کی ابتداء میں یہ حروف آئے ہیں جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جو حکمت و دانائی اور نصیحت و عبرت سے بھرپور ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے یاددہانی ہے جو دنیا کے لالچ اور نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر آخرت کی زندگی کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جنہیں اپنی طاقت و قوت پر اس قدر گھمنڈ اور ناز ہے کہ اپنے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے ان کے اس غرور و تکبر اور گھمنڈ نے ان کو قرآن جیسی کتاب کے انکار پر مجبور کر دیا ہے۔

فرمایا گیا کہ یہ کفار جس قوت و طاقت کو بہت کچھ سمجھ رہے ہیں اگر انسانی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان سے پہلی قومیں بہت زبردست طاقت و قوت کی مالک تھیں مگر جب انہوں نے جاہلانہ عقائد، ضد، ہٹ دھرمی اور اللہ

کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا اور اس وقت کا ان کا رونا، چلانا اور چیخنا ان کے کام نہ آسکا اور وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ قوم نوح، قوم عاد، زبردست طاقت وقوت والا فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور بن والے یہ سب کے سب طاقت ور حکومتوں، سلطنتوں، اونچی اونچی بلڈنگوں، مال، اولاد اور تجارتوں کے مالک تھے لیکن جب انہوں نے اللہ و رسول کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب وہ اپنے غرور و تکبر اور نافرمانیوں کے سمندر میں ڈبو دیئے گئے اور وہ تاریخ کے صفحات پر قصے کہانی بن کر رہ گئے۔ چونکہ ان آیات کے پہلے مخاطب کفار عرب تھے اس لئے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اب تمہارے اندر اللہ کے محبوب اور آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں اگر تم نے ان کے ساتھ وہی روش اور انداز اختیار کیا جس کی وجہ سے تم سے پہلی قوموں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے تو تمہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے۔

مفسرین نے ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جب مکہ کے تمام سردار مل کر نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس پہنچے اور انہوں نے یہ شکوہ کیا کہ اے ابو طالب تمہارا بھتیجہ ہمارے بتوں اور رسموں کو برا کہتا ہے تم کسی طرح ان کو سمجھاؤ کہ وہ اپنی بات کریں مگر ہمارے بتوں، رسوم اور عبادات اور معاشرہ کی رسموں کی برائی کرنا چھوڑ دیں۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) عرب کے سرداروں نے تمہاری شکایت کی ہے تم اپنا کام کرو کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو ان سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اس کو مان لیں تو عرب و عجم کی ساری طاقتیں ان کے قدموں میں ہوں گی۔ ابو طالب نے تمام سرداروں کو جمع کر کے یہ کہا کہ محمد (ﷺ) تو صرف ایک بات کہتے ہیں وہ سن لو۔ سرداروں نے کہا کہ وہ کون سی بات یا کلمہ ہے جس کی وجہ سے ہم عرب و عجم پر غالب آجائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک کلمہ یہ ہے "لا الہ الا اللہ" اس کلمہ پر ایمان لے آؤ ساری دنیا پر تمہاری حکومت ہوگی۔ سرداروں نے بگڑ کر کہا کہ چلو اٹھو اور اپنے بتوں اور رسم و رواج پر ڈٹے رہو کیونکہ یہ محمد (ﷺ) تو یہ چاہتے ہیں کہ تین سو ساٹھ بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کی عبادت و بندگی کی جائے۔ یہ ایسی انوکھی اور نئی بات ہے جو ہم نے آج تک کسی ملت اور قوم سے نہیں سنی۔ سرداروں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ ان تمام باتوں کے پیچھے کچھ اور بات اور غرض ہے۔ کہنے لگے کہ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ایک ایسے شخص کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو ہم میں سے ہی ہم جیسا بشر ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے اور جادوگری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے اتنے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کو مان لیں۔ ہم تین سو ساٹھ بت رکھتے ہیں وہ سب مل کر ایک مکہ کا انتظام نہیں سنبھال سکتے وہ ایک معبود کی بات کرتے ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک اللہ تنہا پورے نظام کائنات کو چلا سکتا ہے۔ قریشی سردار اٹھ کر چل دیئے اور کہنے لگے کہ اٹھو اور چلو تم اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو اور کسی بات کی پروا نہ کرو۔ وہ کہتے تھے کہ کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ نے اپنا کلام نازل کیا ہے حالانکہ عرب میں بڑے بڑے صاحب بصیرت سردار لوگ موجود تھے جو اس بات کے مستحق تھے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ان کو منتخب کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اپنے آپ کو خود مختار اور بڑا سمجھتے ہیں تو یہ ایسا کریں کہ کسی ذریعہ سے یہ عرش الٰہی تک پہنچ کر اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں تا کہ وہاں سے اپنے من پسند

لوگوں پر رحمتیں نازل کریں۔فرمایا کہ یہ لوگ عرش الٰہی یا آسمانوں کی بلندیوں پر کیا پہنچیں گے یہ تو وہ لوگ ہیں جو اپنی اسی سرزمین پر شکست کھا جائیں گے اور اس وقت کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی۔ آج یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ جس عذاب کی بات کی جاتی ہے وہ جلد از جلد آجائے تا کہ یہ روز روز کی باتیں ختم ہوں فرمایا کہ عذاب کی جلدی کرنے والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جب ایک چنگھاڑ یا دھما کہ ہوگا یعنی صور پھونکے جانے کے بعد قیامت قائم ہوگی تو پھر کسی کو مہلت یا ڈھیل نہیں دی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنی معمولی معمولی سرداریوں پر ناز کر کے سچائیوں کا انکار کرنے والوں کو حضرت داؤدؑ کی زندگی، ان کی سلطنت اور قوت و طاقت کا حال سنائیے اور ان کو بتا دیجئے کہ اتنی بڑی سلطنت کے باوجود وہ اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھی مثال حضرت داؤدؑ کی ہے جو (۱) صبر سے کام لیتے تھے۔ (۲) صرف اللہ کی طرف دھیان لگائے رہتے تھے۔ (۳) وہ صبح و شام اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح میں لگے رہتے تھے۔ جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ہم آواز ہو جاتے تھے۔ (۴) ان کی سلطنت ایک مضبوط اور مستحکم حکومت تھی۔ ہر طرف ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب پر ان کا حکم چلتا تھا۔ (۵) ان کے پاس ایک بہت بڑی فوج تھی۔ (۶) وہ نہایت ذہین و ذکی آدمی تھے اور وہ ہر بات کی تہہ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ (۷) جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ اس کا بہترین فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ (۸) وہ ہر بات کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ سننے والے کے دل میں شک و شبہ نہ رہتا تھا۔ (۹) سلطنت کا کاروبار نہایت دیانت، امانت، دانائی اور ہوشیاری سے کرتے تھے۔ (۱۰) وہ ہر وقت اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی پیدا کرتے تھے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت داؤدؑ کا ذکر آتا تو نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے شخص تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

تفسیر ابن کثیر میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤدؑ کی ہے اور سب سے زیادہ پسندیدہ روزے بھی حضرت داؤدؑ کے ہیں۔ وہ آدھی رات سوتے، ایک تہائی رات کو عبادت کرتے اور پھر رات کے آخری حصے میں آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہوتا تو وہ راہ فرار اختیار نہ کرتے تھے اور بلاشبہ وہ اللہ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

ان آیات اور حضرت داؤدؑ کی زندگی کے عظیم پہلوؤں کا ذکر کر کے کفار عرب کو شرم دلائی گئی ہے کہ وہ ذرا سی مال و دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں پر اس قدر اچھل کود رہے ہیں جب کہ حضرت داؤدؑ عظیم سلطنت کے فرماں روا ہونے کے باوجود ہر وقت اللہ کی مخلوق کی خدمت اور اللہ کی عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو اور ان کی عبادت و بندگی کا انداز وہ بہترین نمونہ ہے جس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں۔ لیکن جو لوگ نافرمانیوں میں لگے رہتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عبرت ناک انجام ہوا کرتا ہے۔

وقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۙ﴿۲۱﴾
اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى
بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى
سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ
نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ
ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ
لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا
وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ
مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ
النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا
يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

السجدة

ع ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والے (دو اہل مقدمہ) لوگوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤدؑ کی) عبادت گاہ میں داخل ہوئے۔ جب وہ داؤدؑ کے پاس آئے تو وہ انہیں

دیکھ کر گھبرا گئے۔ انہوں نے کہا ڈرو مت۔ ہم دو اہل معاملہ ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے ہمارے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر دیجئے۔ اور بے انصافی نہ کیجئے اور سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے (99) دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنی دنبی میرے حوالے کر دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبالیا ہے۔ داؤدؑ نے کہا واقعی اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے اور اکثر شرکا (Partners) ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ لیکن ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں۔ اور جب داؤدؑ نے سمجھا کہ یہ تو ہم نے اس کی آزمائش کی ہے تو اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور جھک کر سجدے میں گر پڑے۔ پھر ہم نے اس کو معاف کر دیا۔

اور بے شک اس کے لئے ہمارے پاس بہترین ٹھکانا اور مقام ہے۔ (اللہ نے ارشاد فرمایا کہ) اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ (نائب) بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان حق (و انصاف) کے ساتھ فیصلہ کر اور تو اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ خواہش تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

اَلْخَصْمُ	جھگڑنے والا۔ فریق
تَسَوَّرُوْا	انہوں نے دیوار کو پھاندلیا
اَلْمِحْرَابُ	محراب۔ عبادت گاہ
فَزِعَ	وہ گھبرا گیا
بَغٰی	اس نے زیادتی کی
لَا تُشْطِطْ (اِشْطَاطٌ)	بے انصافی نہ کر
تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ	ننانوے

نَعۡجَةٌ	دنبی (دنبہ کی مونث)
اَكۡفِلۡنِيۡ	میرے حوالے کردے
عَزَّنِيۡ	اس نے مجھے دبالیا۔ مغلوب کردیا
اَلۡخُلَطَآءُ	شریک۔ شرکاء (تجارتی پارٹنر)
خَرَّ	وہ گر پڑا
اَنَابَ	اس نے رجوع کیا۔ وہ پلٹا
نَسُوۡا	انہوں نے بھلادیا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۶

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبروں میں سے نبی بھی ہیں اور صاحب کتاب رسول بھی۔ جالوت جیسے ظالم بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد وہ بنی اسرائیل کی آنکھ کا تارابن گئے تھے۔ حضرت طالوت جن کی سربراہی میں جالوت کے زبردست لشکر کو مٹھی بھر مسلمانوں نے بدترین شکست دے کر میدان سے بھاگنے پر مجبور کردیا تھا انہوں نے حضرت داؤدؑ کی شجاعت و بہادری، تقویٰ اور پرہیزگاری کو دیکھ کر ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا تھا۔ حضرت طالوت کے انتقال کے بعد حضرت داؤدؑ نے نظام حکومت کو سنبھالا اور بڑی تیزی سے کفار و مشرکین کو شکست پر شکست دے کر بنی اسرائیل کی عظیم مملکت کی بنیاد رکھ دی۔ یہ حضرت داؤدؑ کی عظمت ہے کہ آپ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انصاف پسند حکمران، بادشاہ اور ایک اصول پسند انسان تھے جن کی نبی کریم ﷺ نے بھی بہت تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک ایسا نظام بنا رکھا تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایسا وقت نہ ہوتا تھا جس میں حضرت داؤدؑ اور آل داؤد میں سے کوئی نہ کوئی اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول نہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ انہوں نے رات کے اوقات کو بھی اسی طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ جس میں ایک تہائی رات عبادت کرتے اور بہت کم آرام فرماتے تھے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے دنوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک دن دربار عام ہوتا دوسرے دن آپ مقدمات کو سن کر عدل و انصاف سے لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے اور ایک دن آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ آپ کے اصول اتنے مضبوط تھے کہ اس کے خلاف کسی بات کو پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے محل

میں اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول تھے چاروں طرف پہرے دار موجود تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی دیوار پھاند کر اندر آ گئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی بڑی بے باکی سے کہا کہ آپ گھبرایئے مت ہم دونوں ایک مسئلہ میں فریق ہیں اگر آپ ہمارے درمیان فیصلہ کرا دیں گے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے دیں گے تو ہماری مشکل حل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد ایک اصول پسند، عبادت گذار تھے انہوں نے ان دونوں کے آنے پر حیرت تو کی مگر نہ تو ان دونوں کو سزا دی نہ ان کو برا بھلا کہا بلکہ ان کی بات کو نہایت توجہ سے سن کر جو بھی عدل و انصاف کا تقاضا تھا اس کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننادوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ ایک دنبی مجھے دے دو چونکہ یہ طاقت ور ہے تو اس نے مجھے اس بات میں دبا رکھا ہے۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ واقعی اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی درخواست کر کے بڑی زیادتی کی ہے۔ آپ نے ایک اصول کی بات بھی فرما دی کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ آپس میں شریک لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اگر چہ وہ بہت تھوڑے سے ہیں لیکن وہ اس ظلم و زیادتی سے بچے رہتے ہیں۔ حضرت داؤدؑ کے فیصلے کے بعد وہ دونوں جیسے ہی گئے وہ سوچنے لگے کہ اتنے زبردست پہرے کے باوجود دو آدمیوں کا اچانک ان کی خلوت گاہ اور عبادت گاہ میں آ جانا اور بڑی بے باکی سے انصاف کا طلب کرنا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ ایک دم حضرت داؤدؑ کو احساس ہوا کہ شاید یہ دونوں اللہ کی طرف سے میری آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ممکن ہے مجھے اپنی سلطنت، فوج، مال و دولت اور عبادت پر فخر اور ناز ہو گیا تھا تو اللہ نے مجھے آگاہ کرنے کے لئے ان کو بھیجا ہو گا کہ ہزار پہروں کے باوجود یہ اللہ کی قدرت تھی کہ دو اجنبی اندر داخل ہو گئے تھے۔ جیسے ہی آپ اس نتیجے تک پہنچے تو نہایت عاجزی سے سجدہ میں گر پڑے اور اپنے قصور کی اللہ سے معافی مانگنے لگے اور سب چیزوں کی طرف سے اپنی طبیعت کو ہٹا کر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اللہ جس کو بندوں کی عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اس نے حضرت داؤدؑ کی توبہ کو قبول کر لیا ان کے قصور کو معاف فرما دیا اور فرمایا کہ بلا شبہ ہمارے پاس ان کا بہترین مقام اور رتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد بے شک میں نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنا دیا ہے۔ تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف سے فیصلے کرو۔ اپنی خواہشات کی طرف نہ دیکھو کیونکہ اگر تم نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تمہیں راستے سے بھٹکا دے گا اور جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کو سخت سزا دی جاتی ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس دن کو بھلا دیا ہے جب تمام لوگوں کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہو گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ جو دو فریق معاملہ حضرت داؤدؑ کی محراب یعنی عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے وہ کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟ تو

عرض ہے کہ غالباً یہ دونوں اللہ کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے تھے جوان کو کسی خاص واقعہ یا کسی خاص بات سے آگاہ اور خبردار کرنے آئے تھے۔ اس سلسلہ میں توریت یعنی اسرائیلی روایات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک افسانے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر اس سطح تک نہیں گر سکتا کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے لئے دوسروں کے گھر برباد کردے۔ یہودیوں کے سازشی ذہن نے یہ قصہ گھڑ کر توریت میں شامل کردیا ہے کہ حضرت داؤدؑ کسی شادی شدہ عورت پر فریفتہ ہوگئے تھے اور انہوں نے اس کے شوہر سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اپنی بیوی کو آزاد کردے تا کہ وہ اس سے نکاح کرسکیں۔ ایسا ممکن تو ہوسکتا تھا کیونکہ بنی اسرائیل میں اس طرح کی خواہش کوئی عیب کی بات نہ تھی بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ ایک شخص دوسرے کی خواہش کے احترام میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیتا اور دوسرا اس سے نکاح کرلیا کرتا تھا۔ ممکن ہے کسی درجہ میں حضرت داؤدؑ نے سوچا ہو لیکن ان کے مقام اور رتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اس ارادہ سے رک جانے کے لئے آگاہ کیا گیا ہو اور اسی لئے دو فرشتوں کو آدمیوں کی شکل میں بھیجا گیا ہو تا کہ ان کی آزمائش بھی کی جائے اور ان کو اس ارادے سے روک دیا جائے۔

(۲)۔ ننانوے کے لفظ سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے گھر میں ننانوے بیویاں تھیں اور ایک اور سے نکاح کرنے کی خواہش تھی۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ ان کے گھر ننانوے بیویاں تھیں بلکہ ان کے گھر میں کثرت سے بیویوں کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

(۳)۔ انبیاء کرام اور ان کے طریقے پر چلنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر غفلت میں ان سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو وہ فوراً جھک کر عاجزی و انکساری سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور اللہ ایسے لوگوں کے قصور کو اسی وقت معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت داؤدؑ جنہیں اللہ نے ایک بڑا مقام عطا کیا تھا جب انہیں اس کا احساس ہوا کہ شاید مجھ سے کوتاہی ہوگئی ہے تو وہ فوراً ہی سجدہ میں گر گئے اور اللہ سے معافی مانگنے لگے۔ اسی لئے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ جس طرح حضرت داؤدؑ نے اللہ کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید ابن جبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ ص کی اس آیت پر سجدہ فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے توبہ کے طور پر سجدہ کیا تھا اور ہم شکر کے طور پر سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ میں سورۂ ص کی آیت سجدہ کو پڑھا تو آپ منبر سے نیچے اتر آئے جب آپ نے سجدہ کیا تو حضور ﷺ کو دیکھ کر تمام صحابہ کرامؓ نے بھی سجدہ کیا۔

(۴)۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ دو صاحب معاملہ لوگ ایک دوسرے پر زیادتی کر جاتے ہیں۔ طاقت ور کمزور کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے اور مال دار مفلس اور غریب آدمی کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان لا کر اس کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی عبادت کرتے ہیں وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی سے پوری طرح بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگ دنیا میں بہت تھوڑے سے ہوتے ہیں مگر وہ سچائی کو قائم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

(۵)۔اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا کہ تم دنیا میں اللہ کے خلیفہ اور نائب ہو تمہارا کام یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لو اور اپنی خواہشات کو بھلا دو کیونکہ اپنی خواہشات کے پیچھے وہی لوگ لگے رہتے ہیں جو گمراہ ہیں اور آخرت میں زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینے پر یقین نہیں رکھتے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ
ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۗ ﴿۲۷﴾
اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ
اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ
لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اور ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ایسے انکار کرنے والوں کے لئے بربادی اور جہنم کی آگ ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیئے ان کے برابر کردیں گے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں اور کیا ہم پرہیز گاروں کو اور بدکاروں کو برابر کردیں گے (ہرگز نہیں)۔ (قرآن حکیم) ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے بڑی برکت والی کتاب ہے تاکہ لوگ ان آیات پر غور وفکر کریں اور عقل ودانش رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بَاطِلٌ — فضول۔بے کار

ظَنٌّ — گمان۔تصور۔خیال

وَيۡلٌ بربادی

اَمۡ کیا

لِيَدَّبَّرُوۡا تاکہ وہ غوروفکر کریں

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی ہر چیز کو ایک مقصد سے پیدا کیا ہے کوئی چیز بے مقصد اور بے قیمت نہیں ہے۔ جس کا مقصد جتنا اعلیٰ اور بہتر ہے اس کی قیمت اور وزن بھی اتنا ہی زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے دنیا کی ہر چیز انسانوں کے لئے بنائی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ بے شک دنیا تمہارے لئے بنائی گئی ہے لیکن تم آخرت کے لئے بنائے گئے ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ انسان کے کام آئے لیکن خود انسان کی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے اور اسی کو مقصد زندگی بنالے بلکہ وہ اس دنیا کو کھیتی سمجھ کر اس میں نیکیوں کے بیج بوتا چلا جائے تا کہ یہ فصل اس کے آخرت میں کام آئے اور جب پیچھے پلٹ کر دیکھے تو وہ ایک لہلہاتا ہوا باغ نظر آئے۔ وہ لوگ بڑے بدقسمت ہیں جو زندگی بھر گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور نیکیوں سے دور دور رہتے ہیں اور اسی کائنات کو سب کچھ سمجھ کر دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنے کفر کے ساتھ جب اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو سوائے ذلت و رسوائی کے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا اور آخرت کی بربادی اور جہنم کی آگ ان کا مقدر بن کر رہ جائے گی۔ یقیناً اللہ و رسول پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی گذارنے والے اور زمین میں تباہی و بربادی مچا کر اپنی آخرت کو برباد کرنے والے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جس نے نیکی اور پرہیز گاری کی زندگی گذاری ہو وہ اس شخص کے برابر ہو جائے جس نے پوری زندگی گناہوں میں بسر کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی کتاب قرآن کریم جس میں برکتیں اور رحمتیں ہیں اس لئے نازل کی ہے تا کہ ان آیتوں میں غور کیا جائے اور جو بھی علم، عقل اور فہم و دانش رکھنے والے ہیں وہ ان آیات سے نصیحت حاصل کریں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ اصل زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے جو شخص وہاں کامیاب و بامراد ہو گیا وہی خوش نصیب ہے لیکن جس نے یہ سمجھا کہ یہ دنیا، زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے فضول اور بے کار پیدا کئے گئے ہیں یا ان کا پیدا کرنے والا کوئی نہیں ہے ہم جس طرح چاہیں زندگی بسر کریں نہ کوئی ہمیں دیکھنے والا ہے اور نہ حساب لینے والا ہے تو ایسے لوگ جب مرنے کے بعد آخرت میں پہنچیں گے تو ان کے اعمال کی نحوست ان کو آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ
نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ
الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى
تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ
الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ
اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ
بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ
رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ
مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا جو (اللہ کے) بہترین بندے اور (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔ جب ایک شام ان کے سامنے تیز رفتار اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار کے ذکر سے اس مال کی محبت میں لگ کر غافل ہو گیا تھا یہاں تک کہ وہ گھوڑے نظروں سے اوجھل ہو گئے (پھر سلیمانؑ نے کہا کہ ذرا) ان کو میرے پاس تو لاؤ۔ پھر سلیمانؑ نے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا (یعنی ان کو پیار سے دیکھا) پھر ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک (ناقص الخلقت) دھڑ لا ڈالا۔ پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا اور عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے معاف کر دیجئے اور مجھے ایسی سلطنت

عطا کیجئے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ بے شک آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔ (اللہ نے فرمایا) تو ہم نے اس طرح ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرم اور خوش گوار رفتار سے چلتی تھی۔ اور اسی طرح ہم نے جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ وہ جنات جو عمارت بنانے والے (سمندروں میں) غوطے لگانے والے اور وہ جنات جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) یہ تمہارے لئے ہمارا عطیہ ہے آپ جس پر چاہیں احسان کریں یا اپنے ہی پاس روک کر رکھ لیں۔ اس کا کوئی حساب (نہ لیا جائے گا) اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور بہترین انجام ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

نِعْمَ	بہترین
اَلصَّافِنَاتُ (صَافِنَةٌ)	اصیل اور عمدہ گھوڑے
اَلْجِیَادُ	نہایت عمدہ۔ بہترین
اَلْخَیْرُ	مال۔ دولت۔ بھلائی
تَوَارَتْ	چھپ گئی۔ (چھپ گیا)
رُدُّوْا	لوٹاؤ
طَفِقَ	وہ شروع ہو گیا
مَسْحٌ	ہاتھ پھیرنا۔ ہاتھ صاف کرنا
اَلسُّوْقُ	پنڈلیاں
اَلْاَعْنَاقُ (عُنُقٌ)	گردنیں
جَسَدٌ	جسم۔ دھڑ
لَا یَنْبَغِیْ	سزاوار نہ ہو۔ میسر نہ ہو

رُخَاءً	نرمی
بَنَّاءٍ	معمار۔تعمیر کرنے والا
غَوَّاصٍ	(پانی میں)غوطہ لگانے والا
مُقَرَّنِيْنَ	جکڑے ہوئے
اَلْاَصْفَادُ	زنجیریں
اُمْنُنْ	تو احسان کر
اَمْسِکْ	روک لے
زُلْفٰى	قرب۔قریب ہونا
حُسْنُ مَاٰبٍ	بہترین ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۰

حضرت داؤدؑ بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں جنہیں اللہ نے ایک عظیم الشان حکومت وسلطنت سے نوازا تھا۔جس کا مقصد ساری دنیا میں اللہ کا دین پہنچانا تھا۔اللہ نے ان کے خلوص کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر انہیں حضرت سلیمانؑ جیسا نیک، پارسا بیٹا عطا فرمایا جو اللہ کے نبی، حسن انتظام کے مالک حکمران، ہر بات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے اور جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ ایک دن جہاد کے لئے تیار کئے گئے بہترین پلے ہوئے، سبک رفتار اصیل گھوڑوں کی پریڈ کا معائنہ کر رہے تھے تو آپ نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے جو تعلق، انسیت اور محبت ہے وہ دنیا کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنے پروردگار کی وجہ سے ہے۔اس ارشاد کے درمیان جب وہ گھوڑے نظروں سے ذرا اوجھل ہوئے تو آپ نے ان کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔جب وہ گھوڑے دوبارہ قریب آئے تو آپ نے آگے بڑھ کر ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیر کر چمکارنا شروع کر دیا۔(ابن جریر طبری۔امام رازی)

حضرت سلیمانؑ نے اللہ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ درخواست پیش کی۔الٰہی مجھے ایک ایسی حکومت و سلطنت عطا فرما جو اس سے پہلے کسی کو نہ دی گئی ہو اور نہ آئندہ دی جائے گی۔چنانچہ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کر کے ایسی سلطنت

عطا کی جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھی اور آئندہ بھی نہ دی جائے گی۔ ہوا کو ان کے حکم کے تابع کر دیا۔ طوفانی ہوا جب ان کے تخت کو لے کر اڑتی تو اس تخت پر بیٹھنے والوں کے لئے ایسی نرم اور خوش گوار رفتار سے چلنے والی ہوا ہوتی تھی کہ بیٹھنے والوں کو اس کی برق رفتاری کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام جنات کو ان کے حکم کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے بڑی سے بڑی عمارتیں تعمیر کرتے تھے چنانچہ بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمانؑ کی نگرانی میں ان جنات ہی نے کی تھی۔ وہ جنات بھی آپ کے تابع تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر قیمتی موتی اور جواہرات نکالتے تھے۔ اگر ان جنات میں سے کسی سے کوئی غلطی اور کوتاہی ہو جاتی تو وہ ان کو قید کر لیا کرتے تھے اور پھر جب چاہتے ان سے کام لے لیتے تھے۔ غرضیکہ اللہ نے حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کو بے شمار نعمتوں سے نواز کر فرما دیا تھا کہ جو نعمتیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں ان میں تمہیں پورا پورا اختیار ہے۔ جس کو جتنا دینا چاہیں دیدیں روکنا چاہیں روک لیں ان سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کیونکہ اللہ نے ان کو اپنا قرب اور ہر کام کے بہترین انجام سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ حضرت داؤدؑ کو حضرت سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا کیا لیکن حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا بلکہ وہ تخت سلیمانی پر ایک بے جان لاشہ کی طرح سے تھا۔ تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا بیٹا ان کی جانشینی کا حق ادا نہ کر سکا اور اتنی عظیم سلطنت چند برسوں میں بکھر کر رہ گئی۔

☆ حضرت سلیمانؑ کے واقعات زندگی بیان کرنے کے لئے اسرائیلی روایات کو جس طرح پیش کیا گیا ہے ان کو اس لئے یہاں نقل نہیں کیا گیا کہ جب ان واقعات کے پیچھے قرآن حکیم اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی کوئی وضاحت نہیں ہے تو ان اسرائیلی روایات کو نقل کرنا ذہنوں کو منتشر کرنا ہے۔

☆ ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں کا ہر کام محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتا ہے۔ اس میں ان کی اپنی ذاتی غرض نہیں ہوتی۔

☆ جہاد انشا اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد کے لئے اس کے اسباب کی تیاری اور اس میں دلچسپی کا اظہار حضرت سلیمانؑ اور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کو ایک دفعہ دیکھنے کے بعد دوبارہ طلب کیا درحقیقت عام لوگوں کو یہ بتانا تھا کہ وہ بھی جذبہ جہاد زندہ و تابندہ رکھیں۔ بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ گھنٹوں کھڑے ہو کر نیزہ بازی اور جہاد کے لئے تیار کئے گئے گھوڑوں کی دوڑ کو دیکھا کرتے تھے۔ اصل میں جس چیز میں بڑے اور بزرگ دلچسپی لیتے ہیں اس میں ان کے بچے اور نوجوان بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ ہمارے دین نے یہ بتایا ہے کہ ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہنا اور اس کی تیاری کرتے رہنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جو قوم جہاد کا راستہ چھوڑ دیتی ہے وہ درحقیقت اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیتی ہے۔ جہاد کے جذبوں کو زندہ رکھنے سے ہی اس امت کی زندگی ہے۔ آج کفار و مشرکین اس خوف سے سخت پریشان ہیں کہ کہیں ان میں پھر سے کوئی خالد بن ولید اور طارق بن زیاد پیدا نہ ہو جائے جو ان کی صفوں کو

الٹ دے اور اپنی کشتیوں کو جلا کر جذبہ جہاد کو زندہ اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھتا چلا جائے۔اس خوف سے انہوں نے جہاد کو دہشت گردی کا نام دے کر اسلامی جہاد کو بدنام کرنے کی بھرپور مہم شروع کر رکھی ہے تا کہ اقتدار سے چمٹی ہوئی طاقتیں خوف کے مارے "دین فروشی" تک پر راضی ہو جائیں اور ہر اس طاقت کو کچل ڈالیں جہاں جذبہ جہاد کا شائبہ بھی موجود ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ کفر کی یہ طاقتیں جہاد کو اور اس کے جذبے کو تو مٹا نہ سکیں گی بلکہ خود ہی مٹ جائیں گی۔اور اللہ کا دین ہر مذہب پر غالب آ کر رہے گا۔انشاءاللہ۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ

اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۭ﴿۴۱﴾ رکوع: وقف لازم

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ

اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ

نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

(اے نبی ﷺ!) ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ (میرے پروردگار) مجھے شیطان نے (وسوسوں کے ذریعہ) ایذا اور دکھ پہنچا رکھا ہے۔(ہم نے کہا کہ) اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارو غسل کرنے اور پینے کے لئے میٹھا اور ٹھنڈا پانی (نکل آئے گا) اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اسی جیسے (اور بھی اہل خانہ) عطا کئے۔یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عقل و فہم رکھنے والوں کے لئے نصیحت تھی۔اور اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا (یا کھجور کی ایک شاخ جس میں سو شاخیں ہوں) لے کر اس سے مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔بے شک ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا بہت اچھا اور رجوع کرنے والا بندہ پایا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نُصُبٌ	بیماری۔تکلیف۔مشقت
اُرْكُضْ	ہلاکر زور سے مارو
رِجْلٌ	پاؤں
مُغْتَسَلٌ	نہانے کا پانی
شَرَابٌ	پینے کی چیز۔مشروب
اُولُو الْاَلْبَابِ	عقل و فہم والے
ضِغْثًا	تیلیوں یا سینکوں کا مٹھا
لَا تَحْنَثْ	قسم نہ توڑ

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۴

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ”وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ“ یعنی جو کچھ لوگ باتیں بناتے ہیں ان پر صبر کیجئے۔ حضرت ایوبؑ جو بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے ان کی مثال بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے خوش حالی کے زمانہ میں شکر اور شدید مشکلات اور بیماریوں میں صبر کا دامن تھامے رکھا۔ شیطان نے ہر طرح وسوسے ڈالنے اور ان کی خدمت گذار بیوی کو گمراہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن اللہ نے اپنی رحمت خاص سے ان کو شیطان کی گمراہیوں سے محفوظ رکھا۔

اسرائیلی روایات سے قطع نظر قرآن کریم میں اس جگہ کے علاوہ تین اور مقامات پر حضرت ایوبؑ اور ان کے صبر و شکر کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ کو اللہ نے خوش حالی، گھر کا سکون، بچوں کی رونق اور مال و دولت سے نواز رکھا تھا لیکن اچانک حالات میں ایسی زبردست تبدیلی آئی کہ ان کا گھر بار، مال و دولت (اور ان کی بیوی کے سوا) ساری اولاد ختم ہوگئی۔ اس کے بعد وہ شدید بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ تمام رشتہ داروں اور دوستوں نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور وہ شہر سے باہر کسی جھونپڑی میں رہنے پر مجبور ہو گئے سوائے ان کی بیوی جن کا نام رحمت تھا وہ ان کے ساتھ رہ گئیں اور انہوں نے دن رات بے مثال خدمات سر انجام دیں۔ ایک دن شیطان نے انسانی شکل میں آکر ان کی بیوی سے یہ کہا کہ میں ایک طبیب ہوں تمہارے شوہر کو شفا حاصل کرنے کی دوا دے سکتا ہوں اس پر میں تم سے کوئی اجرت نہیں لیتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ جب تمہارے شوہر کو شفا مل جائے تو

یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی۔ چونکہ سخت تنگی اور بدحالی کے زمانہ میں آدمی کے ذہن میں صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ بیمار کو شفا مل جائے۔ جب اس بات کا ذکر انہوں نے حضرت ایوبؑ سے کیا تو انہیں اس سے سخت رنج اور تکلیف پہنچی اور انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب مجھے شفا مل جائے گی تو تمہاری اس حرکت پر تمہیں سو لکڑیاں ماروں گا۔ ادھر شیطان نے حضرت ایوبؑ کے دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ حضرت ایوبؑ صبر و شکر کے پیکر تھے مگر ان تمام حالات کے بعد انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ الٰہی اب تو شیطان نے بھی مجھے تکلیف اور رنج و غم دینا شروع کر دیا ہے مجھے ان حالات سے نکال لیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں آپ موجود ہیں وہاں زمین پر زور سے پاؤں ماریئے آپ دیکھیں گے کہ وہاں سے پانی کا ایک چشمہ ابلنے لگے گا وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا اس سے غسل کیجئے اور پیجئے۔

چنانچہ حضرت ایوبؑ نے ایسا ہی کیا جب ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ بہہ نکلا تو آپ نے اس سے پیا اور غسل کیا جس سے تمام بیماریاں ختم ہو گئیں اور وہ مکمل طور پر صحت مند ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرا کرم یہ کیا کہ صحت و شفا حاصل ہونے کے بعد ان کے تمام گھر والے جو مر گئے تھے نہ صرف ان کو زندہ کر دیا بلکہ اس سے زیادہ ان کو اولاد اور دولت و حشمت عطا فرما دی جس سے پہلے جیسی چہل پہل شروع ہو گئی۔

بیماری کے دوران حضرت ایوبؑ نے جو اپنی بیوی کو سو لکڑیوں سے مارنے کی قسم کھائی تھی اس کے لئے فرمایا کہ آپ اپنی قسم پوری کریں اور اپنی قسم کو نہ توڑیں لیکن ان کی بیوی کی عظیم خدمات تھیں اس لئے فرمایا کہ سو سینکوں کا ایک گٹھا بنا لیں یا کھجور کی ایک ایسی شاخ لے لیں جس میں سو لکڑیاں ہوں ان کو ایک ہی دفعہ ماریں تو اس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔

اس مرحلہ پر فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ اب ہر شخص کو اس طرح کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ایوبؑ کے ساتھ خصوصی طور پر معاملہ کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام حالات میں حضرت ایوبؑ نے جس طرح صبر اور برداشت کا دامن تھامے رکھا وہ اپنی جگہ ایک بہترین مثال ہے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ دیکھو حضرت ایوبؑ نے شدید حالات میں بھی صبر، برداشت اور اللہ کا شکر ادا کیا اور اللہ کی بارگاہ میں جھک کر مانگا تو ان کو پہلے سے زیادہ عطا کیا گیا۔ ہر شخص جو اللہ کے دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے صبر و شکر کرتا رہے گا اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی کامیابی اور عظمتوں سے ہم کنار کرتا جائے گا لیکن جو بے صبری اور ناشکری کا طریقہ اختیار کرے گا اور شیطان کے بہکائے میں آ کر غلط سلط راستہ اختیار کرے گا اس کو دنیا میں اور آخرت میں تو خاص طور پر ذلتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى
الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ
وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ
لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾
وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ
الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۚۖ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ
لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ
فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ؕ ﴿۵۸﴾ هٰذَا
فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا
بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾
قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾
وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

الثلثة

ع ۴ ۲۴ ۱۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

(اے نبی ﷺ) آپ ہمارے بندے ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کیجئے جو قوت والے اور بصارت رکھنے والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ (صفت) آخرت کے گھر کو یاد کرنا تھا۔ اور بے شک وہ سب ہمارے نزدیک بہت اچھے اور چنے ہوئے منتخب لوگوں میں سے تھے۔ اور آپ اسماعیلؑ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر بھی کیجئے جو بہترین منتخب لوگوں میں سے تھے۔ یہ (ان کا ذکر) ایک نصیحت ہے۔ اور پرہیز گاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے ہوئے ہوں گے۔ ان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور وہاں کھانے کے لئے کثرت سے میوے اور پینے کی چیزیں (مشروبات) طلب کر رہے ہوں گے۔ اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (شرم وحیا کی پیکر) ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کا حساب والے دن میں دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے سرکشی (ضد، ہٹ دھرمی) اختیار کی تھی ان کا بدترین ٹھکانا ہوگا۔ وہ ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہاں ان کے لئے بہت گھٹیا (بہت بری) آرام کی جگہ ہوگی۔ یہ ہے جہنم جس میں کھولتا ہوا پانی اور بدبودار سڑی ہوئی چیزیں ہوں گی اور کہا جائے گا کہ اس کو چکھو۔ اور ان کے علاوہ عذاب کی اور مختلف شکلیں ہوں گی۔ ایک اور جماعت تمہارے ساتھ عذاب میں شریک اوپر تلے گھسی چلی آرہی ہوگی۔ ان کے لئے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ اور بے شک یہ لوگ بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جواب دیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی یہ مصیبت ہمارے آگے لے کر آئے ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جو بھی ہمارے آگے مصیبت کو لایا ہے آپ جہنم میں اس کو دو گنا عذاب دیجئے۔ اور وہ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم (اس جہنم میں) ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم برا سمجھتے تھے۔ اور ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا (یہ سب کچھ صحیح ہے یا) ہماری آنکھیں خطا کر رہی ہیں۔ بے شک جہنم والوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل برحق ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

اُولِی الْاَیْدِیْ	ہاتھوں والے (طاقت ور)
اُولِی الْاَبْصَارِ	آنکھوں والے (صاحب بصیرت لوگ)

اَخۡلَصۡنَا	ہم نے منتخب کیا۔ ہم نے چن لیا
اَلۡاَخۡيَارُ (خَيۡرٌ)	انتہائی نیک لوگ
اَلدَّارُ	گھر
مَاٰبٌ	ٹھکانا
مُفَتَّحَةٌ	کھولی گئی۔ کھلی ہوئی
اَتۡرَابٌ	ہم عمر (عورتیں)
نَفَادٌ	ختم ہونے والا
اَلۡمِهَادُ	بستر۔ ٹھکانا
حَمِيۡمٌ	گرم پانی۔ کھولتا پانی
غَسَّاقٌ	سڑی ہوئی بدبودار چیز
مُقۡتَحِمٌ	بے سوچے سمجھے بولنا
لَا مَرۡحَبًا	خوش خبری نہیں ہے
سِخۡرِيٌّ	مذاق بنانا۔ مذاق اڑانا
زَاغَتۡ (زَيۡغٌ)	خطا ہوگئی۔ بھٹک گئی

تشریح: آیت نمبر ۴۵ تا ۶۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی گئی نعمتوں اور کفار و مشرکین کو دی جانے والی سزاؤں کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا ذکر خیر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے جسمانی قوت و طاقت اور فہم و فراست اور ذہنی بصیرت کی دولت سے مالا مال کیا تھا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کے لوگ تھے۔ اللہ نے ان کو جو صلاحیتیں اور عظمتیں عطا کی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ تو دنیا کی حقیر اور عارضی لذتوں کی طرف مائل تھے نہ وہ دنیا کی راحتوں کو زیادہ اہمیت دیتے تھے بلکہ ان کا ہر عمل، کوشش اور جدوجہد اللہ کی رضا و خوشنودی اور ان کی ساری بھاگ دوڑ صرف آخرت کے اس گھر کی طرف تھی جس کی ہر نعمت ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ فرمایا کہ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ، حضرت الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کیجئے جو سب کے سب اللہ کے منتخب بندے تھے جو ہر بات کو حقیقی

نظر سے دیکھ کر فیصلے کیا کرتے تھے جو بالکل صحیح تھے۔فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والے ایسے لوگوں کے لئے جنت کو بہترین ٹھکانا بنایا گیا ہے۔وہ ایسی راحتوں سے بھر پور جنتیں ہوں گی جن کے دروازے ان کے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔وہ تکیہ لگائے بہترین مسہریوں پر بیٹھے ہوئے مشروبات اور طرح طرح کے مزیدار میوے اور پھلوں سے دل کو بہلا رہے ہوں گے ان کے چاروں طرف شرم حیا کی پیکر نیچی نگاہیں رکھنے والی ھم عمر نہایت حسین وجمیل حوریں ہوں گی۔اس حساب والے دن ان کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔یہ نعمتیں دنیا کی وقتی اور عارضی نعمتیں نہیں ہوں گی جن کے ختم ہوجانے کا ڈر اور خوف لگا رہتا ہے بلکہ جو چیز بھی دی جائے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی جس میں کبھی کسی طرح کی کمی نہیں آئے گی۔نہ ان کو وہاں کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے کفر وشرک اور گناہوں میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے انبیاء کرام کی تعلیمات کو جھٹلایا ہوگا ان کو جہنم جیسی بدترین جگہ کی طرف دھکیل دیا جائے گا جس میں کھولتا ہوا گرم پانی اور لہو پیپ ان کی غذا ہوگی بلکہ اس جیسی بہت سے عذاب کی شکلیں ہوں گی جن میں انہیں جھونک دیا جائے گا۔

جب یہ اہل جہنم دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کی جماعتیں جہنم کی طرف آرہی ہیں تو وہ ان کو پہچان کر کہیں گے کہ یہ تو یہاں بھی پہنچ گئے۔اور وہ اوپر تلے گھستے ہی چلے آئیں گے۔وہ آنے والوں کا استقبال کرنے کے بجائے ان پر لعنتیں بھیجتے ہوئے کہیں گے کہ تمہارا ستیاناس ہوجائے تم نے دنیا میں ہمیں گمراہ کیا اور ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔آج ہمیں جو بھی عذاب دیا جارہا ہے اس میں مبتلا کرنے والے تم لوگ ہو جنہوں نے ہمیں جہنم جیسی بدترین جگہ تک پہنچادیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے الٰہی! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈال دیا تھا ان کو جہنم کی دوگنی سزا دیجئے۔قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر فرمایا گیا ہے کہ جب وہ دوگنی سزا کا مطالبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور جنہوں نے بھٹکایا تھا دونوں کو برابر سزا ملے گی۔

اسی دوران انہیں ان اہل ایمان کا خیال آجائے گا جنہیں وہ دنیا میں ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے گھٹیا اور حقیر شمار کر کے دن رات ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔کہیں گے کہ وہ کہاں ہیں؟ بعد میں انہیں معلوم ہوگا کہ وہ تو جنت کی ابدی راحتوں میں مگن اور خوش ہیں اور اللہ نے ان کو ان کے نیک اعمال کا اجر عظیم عطا فرمادیا ہے۔اس طرح وہ کفار حسرتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑتے اور جھگڑتے رہیں گے۔فرمایا کہ ان دونوں کافر گروہوں کا آپس میں لڑنا برحق ہے اور ایسا ہی ہوگا۔اور اہل جنت ابدی راحتوں میں ہوں گے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ
الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا
كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى

اِلَیَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ
خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ
اِبْلِیْسَؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ
اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ
الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ
مِنْ طِیْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ
لَعْنَتِیْۤ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ
یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ
مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ
ع ۵ ۲۴ ۱۴ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف (برے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔

اللہ جوایک ہے اور ہر چیز پر غالب ہے اس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ آسمانوں، زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے وہ اس کا پروردگار ہے۔ زبردست اور بخشنے والا ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک بہت بڑی خبر ہے جس سے تم غفلت برت رہے ہو۔ مجھے عالم بالا کی کچھ خبر نہ تھی جب وہ فرشتے تخلیق آدمؑ پر جھگڑ رہے تھے۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں اللہ کی طرف سے صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں۔

جب آپ کے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے (گارے سے) ایک بشر یعنی آدمی کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پوری طرح بنا کر اور اپنی طرف سے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ پھر سب فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے غرور و تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس (شیطان) جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے (اپنی قدرت سے) بنایا ہے اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو غرور و تکبر میں آ گیا (یا تو یہ سمجھنے لگا کہ) میں بڑے درجے والوں میں سے ہوں۔ کہنے لگا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے۔ اللہ نے فرمایا کہ (اے ابلیس) تو یہاں سے دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت مسلط رہے گی۔ کہنے لگا تو پھر مجھے قیامت تک مہلت دے دیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ تجھے ایک متعین وقت تک (قیامت کے دن تک) مہلت دے دی گئی۔ شیطان نے کہا مجھے آپ کی عزت کی قسم کہ میں انہیں گمراہ کر کے رہوں گا سوائے آپ کے منتخب بندوں کے (جن پر میں قابو نہ پاسکوں گا)۔ ارشاد ہوگا کہ میں سچا ہوں اور سچ بات ہی کہتا ہوں۔ میں تجھ سے اور جو لوگ تیرا ساتھ دیں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ میں اس قرآن (کا پیغام پہنچانے میں) نہ تو کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو (اللہ کا کلام ہے) دنیا بھر کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ (اگر اس سچائی کے باوجود تم نہیں مانتے تو) تھوڑے دن بعد تمہیں ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

نَبَوٌ	خبر
یَخْتَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں۔وہ گفتگو کرتے ہیں
طِیْنٌ	مٹی۔گارا
سَوَّیْتُ	میں نے درست کردیا
نَفَخْتُ	میں نے پھونک دیا
رُوْحٌ	جان
اَلْعَالِیْنَ	بلند رتبہ
اَنْظِرْنِیْ	مجھے مہلت دیدے۔ڈھیل دے دے
یُبْعَثُوْن	وہ اٹھائے جائیں گے
اُغْوِیَنَّ	میں ضرور گمراہ کروں گا
اَلْمُخْلَصِیْنَ	خاص لوگ
اَمْلَئَنَّ	میں ضرور بھردوں گا
اَلْمُتَکَلِّفِیْنَ	بناوٹ کرنے والے
تَعْلَمُنَّ	تم ضرور جان لوگے

تشریح: آیت نمبر ۶۵ تا ۸۸

سورۂ ص میں نبی کریم ﷺ کی رسالت اور اللہ کی توحید کو ثابت کرتے ہوئے کفر و شرک کی سختی سے تردید کی گئی ہے۔ کفار عرب سے کہا گیا ہے کہ آج تمہارے درمیان اللہ کے محبوب رسول اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دین کی تمام سچائیاں لے کر آچکے ہیں ان کی بات سن کر مکمل اطاعت و فرماں برداری کریں۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کے راز پوشیدہ ہیں۔

قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون، قوم لوط اور قوم ایکہ جن کو برے اعمال اور بدکرداریوں کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا تھا اس کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اللہ کے نبیوں اور رسولوں کو اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا، منہ پھیرا اور ان کی اطاعت سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ سامنے ہے کہ آج ان کی بلند و بالا عمارتوں کے کھنڈرات اس بات پر گواہی پیش کر رہے ہیں کہ اگر وہ اللہ و رسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو وہ اس طرح دنیا سے مٹا نہ دیئے جاتے۔

فرمایا کہ تم نے ابھی عذاب الٰہی کا مزہ نہیں چکھا ورنہ اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور مال و دولت پر اتنا غرور و تکبر نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان دونوں کو عظیم سلطنتیں، مال و دولت کے ڈھیر اور راحت و سکون کی ہر چیز عطا کی تھی۔ انسان، جنات، ہوا، پرندے ہر چیز کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اتنا کچھ ہونے کے باوجود تکبر، غرور اور بڑائی سے کام نہیں لیا بلکہ عاجزی و انکساری، توبہ اور استغفار کی کثرت سے ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔

حضرت ایوبؑ کی عبادات، صبر و شکر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ انہیں امتحان میں ڈالا گیا۔ ان کو سب کچھ دے کر سب کچھ چھین لیا گیا مگر انہوں نے صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑا اور آخر کار ان کو توبہ و استغفار کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ مال و دولت اور گھر بار عطا کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یسعؑ اور حضرت ذوالکفل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے عاجزی و انکساری کو اختیار کیا تو اللہ نے ان کو اور ان کے ماننے والوں کو نجات عطا فرما دی اور جن لوگوں

نے بے جاہٹ دھرمی، ضد اور غرور و تکبر، نافرمانی اور کفر و شرک کا راستہ اختیار کیا ان کو دنیا میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور آخرت کی ابدی تکلیفوں کو ان کا مقدر بنا دیا۔

مذکورہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! آپ واضح اعلان فرما دیجئے کہ میں تمہیں برے انجام اور عذاب الٰہی سے ڈرانے اور آگاہ کرنے کے لئے آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر غالب ہیں زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ اس کے مالک ہیں۔ زبردست قوت و طاقت اور بخشنے والے ہیں ان کی طرف بلانے آیا ہوں۔ یہ ایک بہت زبردست خبر اور اطلاع ہے جس کو تم مسلسل نظر انداز کر رہے ہو۔

فرمایا کہ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس رب العالمین کی طرف سے بیان کر رہا ہوں جس نے مجھے وحی کے ذریعہ ان تمام باتوں کا علم عطا فرمایا ہے۔

جب فرشتے اللہ سے پوچھ رہے تھے اور شیطان جھگڑ رہا تھا اس وقت میں وہاں موجود نہیں تھا لیکن مجھے وحی کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں بہت جلد مٹی اور گارے سے ایک "بشر" کو پیدا کرنے والا ہوں جب میں اس کو اپنے دست قدرت سے تیار کر کے اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا پھر جب اللہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کر کے ان میں جان ڈال دی تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ جب میں نے اپنے دست قدرت سے انسان کو پیدا کر کے سجدے کا حکم دیا تھا تو وہ کون سی چیز تھی جس نے تجھے سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔

ایسا لگتا ہے کہ تو یا تو غرور و تکبر کا شکار ہو گیا ہے یا تو یہ سمجھنے لگا ہے کہ تیرا درجہ سب سے بلند تر ہے۔ کہنے لگا کہ اصل بات یہ ہے کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی گارے سے بنایا گیا ہے۔ یعنی انسان کو میرے سامنے جھکنا چاہیے تھا میں اس کے سامنے جھکوں گا تو یہ میری توہین ہوگی۔

اللہ نے فرمایا تو اس تکبر اور غرور کی وجہ سے میری نظر سے دور ہو جا۔ دفع ہو جا کیونکہ تو مردود ہو گیا ہے تو ایک لعنتی ہے قیامت تک تیرے اوپر اس غرور و تکبر کی پھٹکار اور لعنت برستی رہے گی۔ کہنے لگا کہ الٰہی میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو میں ثابت کر کے دکھا دوں گا لیکن مجھے اس کی مہلت چاہیے۔

اللہ نے فرمایا کہ تجھے قیامت تک مہلت دی جاتی ہے۔ ابلیس نے کہا اے پروردگار مجھے آپ کی عزت کی قسم میں آپ کے نیک اور مخلص بندوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ اور پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس انسان کے سر پر آپ

خلافت وذمہ داری کا تاج رکھ رہے ہیں وہ نہایت نافرمان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بھی سچا ہوں، میری ہر بات سچی ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں کہ جو لوگ تیرے بہکائے اور فریب میں آئیں گے میں ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ بر ملا کہہ دیجئے کہ میرا کام یہ تھا کہ میں اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچادوں۔ نہ تو مجھے تم سے کسی صلے اور بدلے کی توقع ہے نہ میری زندگی کا کوئی انداز بناوٹی ہے بلکہ میں تو اس قرآن کو پہنچانے آیا ہوں جو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اگر تم اس کھلی سچائی کے باوجود میری بات نہیں مانتے تو کچھ دن انتظار کرلو پھر ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آجائے گی۔

الحمدللہ سورۂ ص کی ان آیات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر وتشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۳ تا ۲۴

• ومالی • فمن اظلم

سورۃ نمبر ۳۹

الزُّمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الزمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	39
کل رکوع	8
آیات	75
الفاظ وکلمات	1184
حروف	4965
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار ومشرکین نے تشدد اور ظلم و زیادتی کی انتہا کر دی تھی۔ اہل ایمان اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے مکہ کی سرزمین چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی تھی۔

اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں۔ اسی سے ڈریں اور ساری دنیا سے بے پروا ہو کر اللہ کا دین ساری دنیا میں پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز تر کر دیں۔

☆ سورۃ الزمر ہجرت حبشہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل کی گئی۔

☆ یہ سورت مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار مکہ کے ظلم وزیادتی اور تشدد کی انتہا ہو چکی تھی۔ اہل ایمان پر چاروں طرف سے ہر طرح کے حملے کیے جا رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے بعض صحابہ کرامؓ بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ انہوں نے ہجرت اپنی جان کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت کے لیے کی تھی۔

☆ اس سورۃ میں قریش مکہ سے کہا گیا ہے کہ وہ گذری ہوئی قوموں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں اور نقصان پہنچنے سے پہلے ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لیں۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے شرمندگی، پچھتاوے اور دین ودنیا کے نقصان کے اور کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اس سورۃ میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ صبر سے کام لے کر اللہ کے دین پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ دین ودنیا کی ساری بھلائیوں سے ان کا دامن بھر دیا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کسی کی پروا نہ کریں۔ اللہ کی عبادت وبندگی اس طرح کریں کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت وبندگی کا شائبہ تک نہ ہو۔

☆ اللہ تعالیٰ نے توحید کی حقانیت کو بیان کر کے اس کے بہتر نتائج اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنے کفر وشرک پر جمے بیٹھے ہیں ان کے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ اللہ کے آخری نبی ورسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر اور عمل

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ کفار کا ظلم و ستم ان کو اپنے نیک مقاصد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹا سکے گا۔

صالح اختیار کر کے صراط مستقیم پر چل پڑیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے کفار پر یہ ثابت کر دیں کہ وہ کتنا بھی ظلم و تشدد کر لیں لیکن اہل ایمان ایک قدم بھی توحید خالص سے پیچھے نہ ہٹیں گے اور جو مقصد اور مشن لے کر چلے ہیں اس سے دنیا کے اندھیروں کو دور کر کے رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین جن معبودوں پر بھروسہ کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے اور ان کو اپنا مشکل کشا مانتے ہیں جب وہ کسی طوفان، مصیبت یا کسی سمندری بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو اس وقت صرف ایک اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور جب وہ اس مصیبت سے نکل جاتے ہیں تو پھر سے اللہ کو بھول کر اپنے کفر و شرک میں لگ جاتے ہیں۔

یہ ان کی زندگیوں کا تضاد ثابت کرتا ہے کہ ان کو بھی اپنے جھوٹے معبودوں پر کسی طرح کا اطمینان اور یقین نہیں ہے بلکہ وہ اپنے باپ دادا کی پیروی میں ان بتوں کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین میں سے وہ لوگ جن کے دل اسلام کی عظمت کے لیے کھول دیئے گئے ہیں جن کا ہر قدم اللہ کی عطا کی ہوئی روشنی میں اٹھتا ہے وہ کامیاب و بامراد لوگ ہیں۔

ان کے برخلاف وہ لوگ جو زندگی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور کفر و شرک میں مبتلا ہونے کی وجہ سے پتھر دل ہو چکے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ناکام ترین لوگ ہیں اور وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو نور ایمانی سے اپنے دلوں کو روشن و منور کر چکے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر طرح کی مثالوں کو بار بار بیان کیا ہے تاکہ ہر شخص اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اتار کر مرنے سے پہلے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لے۔ فرمایا کہ اس کے باوجود اگر یہ کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹکنے والے توبہ نہیں کرتے تو اس انجام کو سامنے رکھیں کہ ان کے مال و اسباب ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور آخرت کے شدید نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرما دیا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں اللہ خود ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ لہٰذا دین حق پر چلنے والوں کو کسی سے ڈرنے یا کسی سے دبنے کی ضرورت نہیں ہے انہیں اللہ پر مکمل بھروسہ کر کے دین اسلام کی عظمت کو ساری دنیا تک پھیلانے کی جدوجہد کو اور تیز کر دینا چاہیے۔

جب اللہ خود محافظ ہے تو پھر کسی نقصان کا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے اگر اس راستے میں مشکلات آئیں یا کوئی نقصان پہنچ جائے تو

وہ بھی ان کے درجات کی بلندی کا سبب بن جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کے مسلسل انکار، مذاق اڑانے اور دین کی سچائیوں کو جھٹلانے سے رنجیدہ نہ ہوں، نہ کسی کی پرواہ کریں کیونکہ آپ ﷺ کسی کے برے اعمال کے ذمے دار نہیں ہیں۔ اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو شخص بھی ایمان اور صالح زندگی کو اپنائے گا اس کا طرز عمل اس کو فائدہ دے گا لیکن جو کفر و شرک پر اصرار کرے گا اور ایمان و عمل صالح کی طرف نہیں آئے گا وہ برے انجام سے نہیں بچ سکتا اور اس کا وبال اس پر ہی پڑے گا۔

☆ فرمایا کہ زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی قادر مطلق ہے جو ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے وہی قیامت کے دن کا مالک و مختار ہے۔

فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کا وہ حال دیکھنے کے قابل ہوگا جب عذاب ان کے سامنے آجائے گا تو وہ لوگ جو دنیا کی معمولی دولت کو اپنا سب کچھ سمجھ کر کفر و شرک میں مبتلا تھے وہ تمنا کریں گے کہ کاش ساری دنیا اور اس سے بھی زیادہ دنیاؤں کی دولت اگر ان کے پاس ہوتی تو وہ اس کو دے کر اس شدید عذاب سے بچ جاتے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوگی اور ان کو شدید عذاب دیا جائے گا۔

☆ فرمایا کہ اہل ایمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے یا زمانہ کفر و جہالت میں ان سے کوئی بڑا گناہ ہو گیا ہو گا تو اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ سارے گناہ معاف کر دے گا لیکن اگر کوئی شخص اپنے گناہوں اور کفر و شرک پر جما رہے گا تو آخرت میں اس کو سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکے گا۔

☆ فرمایا کہ قیامت کے دن ساری حاکمیت اور حکومت اللہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو جتنے بھی لوگ ہوں گے ان کے ہوش و حواس اڑ جائیں گے اور سب چیزوں پر فنا چھا جائے گی لیکن دوسرا صور پھونکے جانے کے بعد سب کے سب لوگ زندہ ہو کر حیران و پریشان چاروں طرف دیکھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی فرمائیں گے تو اس کے نور و تجلی سے ساری کائنات جگمگا اٹھے گی۔ پھر انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ہر ایک کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا۔ اللہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ فرمائیں گے بلکہ ان کے کیے ہوئے اعمال کے مطابق ہر ایک کے درمیان صحیح صحیح فیصلے فرما دیں گے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ آخرت میں دو گروہ بن جائیں گے ایک اہل ایمان جنت والوں کا اور ایک اہل کفر جہنم والوں کا۔ سب سے پہلے کفار کو (جانوروں کی طرح) فرشتے جہنم کی طرف گروہ در گروہ گھسیٹ کر لے جائیں گے اور ان پر طنز کرتے ہوئے پوچھیں گے کہ

☆ کیا تمہارے پاس اللہ کے نبی اور رسول نہیں آئے تھے؟

☆ کیا وہ اللہ کا پیغام نہیں لائے تھے؟

☆ کیا تمہیں راہ ہدایت کی طرف انہوں نے متوجہ نہیں کیا تھا؟

وہ کہیں گے کہ بے شک وہ پیغمبر آئے تھے انہوں نے ہمیں راہ ہدایت کی تلقین کی تھی مگر ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی بات نہیں مانی۔ اس اقرار کے بعد فرشتے ان کفار کی جماعتوں کو لے کر چلیں گے۔ جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ وہ اس جہنم میں داخل ہو جائیں جہاں ان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

فرمایا کہ دوسری طرف اہل تقویٰ مومنین کے گروہ ہوں گے فرشتے ان کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ بہترین سواریوں پر سوار کر کے لے کر چلیں گے تو جنت کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں گے فرشتے ان کو سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے اور کہیں گے کہ اب تم سب اس جنت میں داخل ہو جاؤ جہاں تم سب کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ اس پر وہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ الحمد للہ ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا۔ اب ہمیں وہ تمام نعمتیں حاصل ہو گئی ہیں جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس دن تمام فرشتے حلقہ باندھے ہوئے اللہ کی اور تسبیح وحمد کرتے ہوں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلے فرما دیں گے اور ہر طرف سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

سُوْرَةُ الزُّمَر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ١ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ٢ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ
الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا وقف لازم
لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ٣ لَوْ اَرَادَ
اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ٤ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ
يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ٥
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ
بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ٦

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ جوزبردست اور غالب حکمت والا ہے اسی نے اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے۔
اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف ''حق'' کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اسی اللہ کی عبادت و بندگی۔ دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے کیجئے۔
یادرکھو! عبادت خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان (غیر اللہ) کی عبادت و بندگی صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔
بے شک اللہ ہی ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں اختلاف کررہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور ناشکرے کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔
اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) اس اللہ کی ذات ان عیبوں سے پاک ہے۔ وہ اللہ ایک ہے اور زبردست (طاقتوں کا مالک) ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے (گھٹاتا بڑھاتا ہے)۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے جو ہر ایک اپنی مقرر مدت تک چلتا رہے گا۔
سنو! کہ وہی غالب ہے اور معاف کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہیں ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا ہے پھر اس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس نے چوپائے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے (نر اور مادہ) پیدا کئے وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تخلیق کرتا ہے۔ تین اندھیروں کے اندر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لے جاتا ہے۔ (لوگو!) یہ ہے تمہارا رب، اسی کی بادشاہت ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جارہے ہو (یعنی بھٹک رہے ہو)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

تَنْزِيْلٌ آہستہ آہستہ اتارتا ہے

اُعْبُدْ	عبادت وبندگی کر
خَالِصٌ	جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو
یُقَرِّبُ	وہ قریب کرتا ہے
زُلْفٰی	قریب ہونا
اِصْطَفٰی	اس نے چن لیا۔منتخب کرلیا
ثَمٰنِیَۃٌ	آٹھ
اَزْوَاجٌ (زَوْجٌ)	جوڑے۔نراور مادہ
بُطُوْنٌ (بَطْنٌ)	پیٹ
ظُلُمٰتٌ (ظُلْمَۃٌ)	اندھیرے
ذٰلِکُمْ	اسی میں
اَنّٰی	کہاں
تُصْرَفُوْنَ	تم پلٹتے ہو۔بھکتے ہو

تشریح: آیت نمبر ا تا ٦

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہر رات کو سورۂ زمر اور سورۂ بنی اسرائیل کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔(بخاری۔مسلم۔ ترمذی) مذکورہ حدیث سے سورۂ زمر کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔اس سورت میں ان مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے جو دین اسلام کی وجہ سے کفار کے ہاتھوں شدید تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور کفار مکہ کے ظلم و ستم نے انہیں بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر حبش اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت پر مجبور کردیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے پوری امت کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس قرآن حکیم کو نازل کیا ہے وہ اس اللہ کی طرف سے ہے جو ہر طرح کی طاقتیں اور قوتیں رکھتا ہے اور ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔پوری انسانیت سے اس قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ

ا۔اس ذات کی عبادت و بندگی اس طرح کی جائے کہ اس میں کسی دوسرے کی عبادت کا شائبہ یا ملاوٹ تک نہ ہو۔

عبادت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مقصود ہو۔

۲۔ اہل ایمان کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ اللہ ہی کو طاقت و قوت مان کر اس کی عبادت کریں اور ان کفار عرب کی طرح نہ ہو جائیں جو اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ساری قوت و طاقت کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے لیکن وہ عبادت و بندگی میں دوسروں کو شریک کر کے ان بے حقیقت بتوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں جو کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کی کوئی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ ان بتوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور جو اہل ایمان اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اس دنیا میں شاید اس کا فیصلہ نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فیصلہ فرما دیں گے۔ بہر حال اللہ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا جو کفر و انکار کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔

۳۔ اسی طرح وہ لوگ بھی راہ ہدایت سے بہت دور ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا سمجھ رکھا ہے۔ یہ اللہ کی ذات پر ایک بہت بڑا الزام ہے کیونکہ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں قادر مطلق ہے وہ اس کو چلانے کے لئے کسی بیٹے، بیٹی یا بیوی کا محتاج نہیں ہے۔

۴۔ زمین و آسمان اور چاند، سورج، ستارے یہ سب اسی نے برحق پیدا کئے ہیں۔ وہی رات اور دن اور ان کے الٹ پھیر کو پیدا کرنے والا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کے تابع ہے وہ جس طرح چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے۔ وہی زبردست قوتوں کا مالک ہے اور لوگوں کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۵۔ انسان اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کے وجود ہی سے ان کی بیوی حضرت حوّاؑ کو پیدا کر کے تمام انسانوں کو دنیا میں پھیلایا۔

۶۔ وہی ایک ذات ہے جس نے مویشیوں یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے میں نر اور مادہ پیدا کئے تاکہ ان کی نسلیں چلیں اور وہ انسانوں کی غذائی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔

۷۔ یہ اسی کی قدرت ہے کہ اس نے انسان کو تین اندھیروں میں رکھ کر پرورش کیا۔ ماں کے پیٹ کا اندھیرا، رحم مادر کا اندھیرا اور تیسرے اس جھلی کا اندھیرا جس جھلی میں انسانی بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

آخر میں فرمایا کہ یہ ہے وہ تمہارا پروردگار جس کی حکمرانی ہر چیز پر غالب ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن وہ لوگ جو اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چل رہے ہیں وہ کبھی منزل تک نہ پہنچ سکیں گے۔

خوش نصیب وہی لوگ ہیں جو صراط مستقیم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتے اور بناتے ہیں اور جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔

إِنْ تَكْفُرُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا
يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ أُخْرٰى ۗ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ
إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٧﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ
مُنِيْبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا إِلَيْهِ
مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ
بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ﴿٨﴾ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ
الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۗ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ
لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللّٰهِ
وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ ع ۹ ۱ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اگر تم ناشکری کرو گے تو بے شک اللہ تم سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اسے یہی پسند ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اسی رب کی طرف لوٹنا ہے۔ تب وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ بے شک وہ دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اور جب انسان کو کوئی سختی یا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب

کی طرف جھک کر (عاجزی اور بے بسی کے ساتھ) پکارتا ہے۔ پھر جب وہ اس کو نعمت دے دیتا ہے تو وہ (اپنے اس پروردگار کو) بھول جاتا ہے جسے وہ پکارتا رہا تھا۔ اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے کفر (اور ناشکری) سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالو پھر بے شک تم جہنم والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ کیا وہ شخص جو سجدے اور قیام میں راتوں کو عبادت کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت سے امید رکھتا ہے (کیا وہ اس ناشکرے آدمی کے برابر ہے)۔

آپ کہہ دیجئے کہ جو علم رکھنے والے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے کیا ایک دوسرے کے برابر ہوسکتے ہیں؟ ایسی باتوں سے عقل سلیم رکھنے والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ جنہوں نے اس دنیا میں بہترین کام کئے ہیں ان کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اللہ کی زمین نہایت وسیع ہے۔ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر وثواب بے حساب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

غَنِیٌّ	بے نیاز
وَازِرَۃٌ	بوجھ
ذَاتُ الصُّدُوْرِ	سینوں والا۔ دلوں کا حال (جاننے والا)
مُنِیْبٌ	لوٹنے والا۔ رجوع کرنے والا
خَوَّلَ	دیا
نَسِیَ	وہ بھول گیا
قَانِتٌ	ادب سے کھڑے ہونے والا
اٰنَآءٌ	اوقات۔ برتن
اُولُوا الْاَلْبَابِ	عقلوں والے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو شمار کرانے کے بعد زیر مطالعہ آیات میں آٹھ باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ (۱) فرمایا کہ ان تمام نعمتوں کے باوجود اگر کوئی شخص ناشکری کرتا ہے تو اللہ کی شان بے نیازی میں نہ تو کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ اس کی شان میں کسی طرح کی کوئی کمی آتی ہے البتہ اگر کوئی اللہ کا احسان مان کر شکر کرتا ہے تو اس انسان کی شان تو بڑھ جاتی ہے لیکن اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کا شکر ادا نہ کرے تو اللہ کی عظمت و شان میں کوئی فرق نہیں پڑے گا فرمایا کہ اللہ کو اپنے ان بندوں میں سے وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی طرح کی ناشکری نہیں کرتے۔ (۲) دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ بعض لوگ دوسروں کی خوشی کی خاطر گناہ کر بیٹھتے ہیں اور اسے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں ایسے لوگ اس سے ناواقف ہیں کہ کل قیامت میں جب یہ گناہوں کے بوجھ لاد کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کوئی کسی کا نہ تو بوجھ اٹھائے گا اور نہ ان میں سے کوئی ان کے کام آسکے گا۔ (۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ہر شخص کو آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر وہ اللہ جو دلوں کے چھپے ہوئے جذبوں سے بھی واقف ہے ان کے سامنے ان کی زندگی کے اعمال نامے رکھ کر ان سے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔ (۴) چوتھی بات یہ فرمائی کہ جھوٹے معبودوں کو اپنا مشکل کشا ماننے والے اور زندگی بھر جھوٹے سہاروں کے ساتھ جینے والے جب کسی مصیبت یا مشکل میں پھنس جاتے ہیں تو وہاں ان کو مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے گئے معبود یاد نہیں آتے بلکہ وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب وہ مشکلات کے بھنور سے نکل آتے ہیں تو پھر سے کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ناشکرے لوگ کچھ دن دنیا کے مزے اڑالیں پھر وہ وقت دور نہیں ہے جب ان کو جہنم کی ابدی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہاں بھی ان کے جھوٹے معبود ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکیں گے۔ (۵) پانچویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ ایک طرف تو یہ ناشکرے لوگ ہیں جو کفر و شرک کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جو دن رات اللہ کے سامنے سجدے کر رہے ہیں اور ادب سے کھڑے رہتے ہیں آخرت کے برے انجام سے ڈرتے اور اللہ کی رحمت سے امید رکھنے والے ہیں۔ اللہ انہیں دنیا اور آخرت کی ہر کامیابی عطا فرمائے گا۔ (۶) اللہ نے چھٹی بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اس بات پر ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اللہ کی ناشکری کرنے والے اور اس کا احسان مان کر دن رات اسی کی عبادت و بندگی کرنے والے یکساں اور برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یقیناً دونوں کا انجام ایک جیسا نہیں ہے۔ اللہ ان لوگوں کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمائے گا جو اس کے اطاعت گذار اور شکر گذار بندے ہیں لیکن ان کے لئے ابدی جہنم ہے جو اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (۷) اللہ نے ساتویں بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ میرے ان صاحبان ایمان بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ صرف مجھ سے ہی ڈریں کیونکہ اللہ ایسے نیکو کاروں کو ان کے حسن عمل پر بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے گا۔ (۸) آٹھویں بات یہ ارشاد فرمائی کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لئے ہجرت کر جائیں گے تاکہ اپنا ایمان بچا سکیں تو ایسے لوگ اپنے لئے زمین کو تنگ نہیں بلکہ وسیع تر پائیں گے۔ ایسے لوگ عظیم اجر کے مستحق ہیں کیونکہ حق و صداقت پر جم جانے والے بے

حساب اجر عظیم کے مستحق ہیں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿١١﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ
اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿١٢﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ
یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوْا مَا
شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ
اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِّنْ
فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ
بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾ وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ
یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِیْنَ
یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ
وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ
اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿١٩﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ
فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ
اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ١١ تا ٢٠

(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو خالص اللہ کے لئے کر کے اسی کی عبادت و بندگی کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلم (اللہ کا فرماں

بردار) بنوں۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تو دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی بندگی کرتا ہوں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہے بندگی کرتے پھرو۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ بے شک نقصان اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں۔ سنو کہ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلا ہوا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے آگ کی چادریں۔ یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ اے میرے بندو! تم مجھ سے ہی ڈرو۔

جو لوگ شیطان کی عبادت کرنے سے بچتے رہے اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے خوش خبری ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔

جو لوگ پوری توجہ سے سنتے ہیں پھر اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔

(اے نبی ﷺ) جسے عذاب دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے کیا آپ اس کو آگ سے (جہنم سے) بچا لیں گے؟ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بالا خانے ہیں اور ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی۔ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

اُمِرْتُ	مجھے حکم دیا گیا ہے
عَصَیْتُ	میں نے نافرمانی کی
ظُلَلٌ (ظِلٌّ)	سائے۔ سائبان
اِجْتَنَبُوْا	جنہوں نے اجتناب کیا۔ جو لوگ بچتے رہے

اَلطَّاغُوْتُ	شیطان۔شیطانی طاقتیں
اَنَابُوْا	وہ پلٹے۔انہوں نے رجوع کیا
اَلْبُشْرٰی	خوش خبری
حَقَّ	ثابت ہو گیا۔طے ہو گیا
تُنْقِذُ	تو بچائے گا
غُرَفٌ (غُرْفَةٌ)	بالا خانہ۔بلند عمارت
مَبْنِيَّةٌ	تعمیر
لَا يُخْلِفُ	وہ خلاف نہ کرے گا
اَلْمِيْعَادُ	وعدہ

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۲۰

ناشکرے لوگ اور کفار مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش زندگی کو تبدیل نہ کیا اور وہ اسی طرح اپنے ارادوں اور عمل پر جمے رہے تو وہ نہ صرف اپنا نقصان کریں گے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے بھی وبال جان بن جائیں گے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کروں کہ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ کا شائبہ تک موجود نہ ہو۔ مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں اس پر سب سے پہلے میں ہی ایمان لا کر اللہ کی فرماں برداری اختیار کروں۔بتانا یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ جیسی پاکیزہ، معصوم اور باعظمت ہستی سے بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے فرماں بردار بن کر زندگی گذاریں تو عام آدمی اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ ہر ایک کو سب سے پہلے اللہ کی فرماں برداری اختیار کر کے خالص اسی کی عبادت و بندگی کرنا ہو گی ورنہ آخرت میں نجات نصیب نہ ہو گی۔کہا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ اس بات کو واضح انداز سے کہہ دیجئے کہ اگر میں نے عبادت و بندگی میں اس اخلاص کو چھوڑ دیا اور تمہاری طرح کفر و شرک اور برے اعمال کی طرف مائل ہو گیا تو پھر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف ہے۔فرمایا کہ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم میری اس بات کی حمایت نہیں کرتے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہو تو پھر تم جس کی چاہو بندگی کرو۔اس کے نتیجے میں تم پر جو عذاب آئے گا تم اس کو خود دیکھ لو گے۔ یہ

عذاب نہ صرف تم پر ایک وبال بن جائے گا بلکہ اس کا شدید ترین نقصان تمہارے گھر والوں کو بھی بھگتنا پڑے گا جو بہت زبردست ہوگا۔
فرمایا کہ ان کفار و مشرکین کی سزا یہ ہوگی کہ ان کے سروں کے اوپر آگ کی چادریں ہوگی جو ان پر اس طرح چھا جائیں گی جس طرح کالے سیاہ بادل آسمان پر چھا جاتے ہیں اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ فرمایا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے اللہ تمہیں پہلے ہی آگاہ کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اے میرے بندو! اب بھی وقت ہے کہ تم عذاب الٰہی سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ وقت نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہ آئے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو شیطان اور اس کے مکر و فریب سے بچ کر اللہ کی طرف آگئے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ پوری توجہ سے بات کو سنتے ہیں اور ہر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہدایت و رہنمائی بخشی جاتی ہے اور در حقیقت یہی عقل و دانش والے لوگ ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنی بداعمالیوں اور کفر و شرک میں اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ ان کا ایمان کی طرف پلٹ کر آنا ممکن نہیں ہے اور ان کے لئے اللہ نے جہنم کا فیصلہ کر لیا ہے جس سے اگر آپ بھی بچانا چاہیں تو نہیں بچا سکتے۔ ہاں وہ لوگ جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے نہ صرف جنت میں بالا خانے ہوں گے بلکہ ان کے اوپر بھی بلند و بالا عمارتیں ہوں گی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ پوری طرح عیش و آرام میں ہوں گے۔
ایسے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے یہ اس رب کا وعدہ ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ
فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ ع ۲/۱۶
اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ
لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ
نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ
الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ
اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢١ تا ٢٣

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ اس نے اس (پانی کو) چشمے بنا کر زمین پر چلایا۔ پھر ان سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگائیں۔ پھر جب وہ کھیتیاں پک کر خشک ہو جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئی ہیں اور پھر وہ ان کو چورہ چورہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی (حاصل کر لیتا) ہے۔ کیا وہ اس کے برابر ہو سکتا ہے جس کا دل اللہ کی یاد سے سخت ہو چکا ہے؟ یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بہترین کلام نازل کیا یعنی ایک کتاب نازل کی جس کی آیتیں ملتی جلتی اور بار بار دھرائی جانے والی ہیں۔ ان سے ان لوگوں کے بدن کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی جلدیں (کھالیں) اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اور اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ ہدایت ہے جسے اللہ جس کو دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور جسے اللہ ہی بھٹکا دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢١ تا ٢٣

سَلَکَ — وہ چلا

يَنَابِيْعُ — چشمے

زَرْعٌ — کھیتی

اَلْوَانٌ (لَوْنٌ) — رنگ

يَهِيْجُ — وہ خشک کرتا ہے

مُصْفَرٌّ — زرد

حُطَامٌ	چورہ چورہ
شَرَحَ	اس نے کھول دیا
صَدْرٌ	سینہ
قٰسِيَةٌ	سخت
اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ	بہترین کلام
مَثَانِیْ	بار بار
تَقْشَعِرُّ	وہ رونگٹے کھڑے کرتا ہے
جُلُوْدٌ (جِلْدٌ)	کھالیں
تَلِيْنُ	نرم پڑ جانا
هَادٍ	ہدایت دینے والا۔ رہنما

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳

ان آیات میں خاص طور پر تین باتوں کو بیان کیا گیا ہے ☆ دنیا کی بے ثباتی اور اس میں دن رات کے انقلابات ☆ شرح صدر کی حقیقت ☆ کلام اللہ کی عظمت اور اس کی صفات

☆ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آئے دن کے انقلابات کو اس مثال سے ذہن نشین فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم دن رات دیکھتے ہو کہ بلندیوں سے پانی برستا ہے پھر اس میں سے کچھ تو زمین کے اندر چلا جاتا ہے اور کچھ ندی نالوں اور چشموں کی شکل میں بہہ کر خشک زمین کو سیراب کرتا اور جان داروں کی پیاس کو بجھاتا ہے۔ جب یہ پانی کھیتوں اور باغات میں پہنچتا ہے تو اس سے طرح طرح کا غلہ اور پھل پھول پیدا ہوتا ہے۔ جب کھیتیاں پک جاتی ہیں اور ان کے رنگ زرد ہو جاتے ہیں تو پھر ان کھیتیوں کا کاٹ لیا جاتا ہے۔ اور پھر وہی سرسبز و شاداب کھیتیاں زرد اور خشک ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہیں۔ دانہ گندم اور اس کے غلے کو نکال کر

انسانوں کی غذا بنادی جاتی ہے اور بھوسہ جانوروں کی غذا بن جاتا ہے۔ یہی حال انسان کا بھی ہے کہ وہ نو مہینے تک ماں کے پیٹ میں رہنے کے بعد بچپن، جوانی اور بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں کسی چیز کو قرار نہیں ہے۔ یہ انقلابات اس بات کی علامت ہیں کہ اس پورے نظام کائنات کو کوئی ہستی کنٹرول کر کے چلا رہی ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذات ہے۔ اب یہ انسان کی بے عقلی ہے کہ وہ وقتی سج دھج اور رونق کو حقیقی سمجھ کر اپنے خالق و مالک اللہ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اس کے ہاتھ میں جو بھی چیزیں ہیں ایک وقت آنے پر ختم ہو جائیں گی۔ حالانکہ اگر وہ پانی کے برسنے، کھیتیوں کے بارونق ہو کر کٹنے تک کی تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھ کر سوچے تو اس کی عقل خود فیصلہ کر دے گی کہ وقتی اور عارضی چیزوں پر مرمٹنا اور ان تمام چیزوں کے مالک اللہ رب العالمین کو بھول جانا سب سے بڑی غلطی ہے جو اس کو آخرت میں رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دے گی۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں کو صحیح رہنمائی اور شرح قلب نصیب ہو جاتا ہے اور ان کے دل نور ایمانی سے جگمگا اٹھتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ شرح قلب کیا ہے اس کی صحیح وضاحت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَام'' تلاوت فرمائی تو ہم نے آپ سے شرح صدر کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب ایمان کا نور قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کا قلب بڑا وسیع ہو جاتا ہے (جس سے احکامات الٰہی کو قبول کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے)۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس شرح صدر کی علامت کیا ہے تو آپ نے فرمایا ہمیشہ رہنے والے گھر (جنت، آخرت) کی طرف پوری طرح رغبت پیدا ہو جانا اور دھوکے کے گھر (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو یہ شرح صدر حاصل ہو گیا وہ اور جن لوگوں نے اپنے دلوں کو پتھر دل بنا لیا ہے وہ ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں اللہ سے ڈرنے والوں اور نادانوں کا انجام یکساں کیسے ہو سکتا ہے؟

☆ درحقیقت وہی لوگ خوش نصیب ہیں جو اللہ کے نازل کئے ہوئے قانون اور احکامات کی پابندی کرتے ہیں یعنی اللہ کے اس کلام (قرآن مجید) پر عمل کرتے ہیں جو کلاموں میں سب سے بہتر کلام ہے جسے اللہ نے احسن الحدیث (یعنی جس سے بہتر کوئی کلام نہیں ہے) فرمایا۔ جس کے مضامین میں کوئی اختلاف نہیں ہے ایک مضمون دوسرے مضمون کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔ بار بار بیان کئے جانے کے باوجود مضامین قرآن میں دلچسپی اور دلکشی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ کلام ہے جس کی تلاوت سے اور اس کلام کی عظمت کی وجہ سے مومنوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان

پر رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کا قلب اور ان کا ظاہر و باطن دونوں اللہ کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہدایت کے نور کو بڑھاتا چلا جاتا ہے لیکن اس کلام کی عظمت اور شان کے باوجود اگر کوئی پھر بھی آنکھیں بند کر کے چلتا ہے تو اس کو راہ ہدایت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اور سچ ہے کہ جس کو اللہ ہی راہ سے بھٹکا دے اسے کوئی راستہ نہیں دکھا سکتا۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ
ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ
شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ
مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

وقف لازم

ع ۳ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

کیا پھر وہ لوگ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس عذاب سے بچا سکیں گے۔ ایسے ظالموں سے (قیامت کے دن) کہا جائے گا کہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ اس سے پہلے انہوں

نے (رسولوں کو) جھٹلایا تھا تو ان پر ہمارا عذاب ایسی جگہ سے آیا تھا جہاں ان کا خیال وگمان بھی نہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھادیا۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ کاش وہ (اس حقیقت کو) پہلے سے جان لیتے۔

اور بلا شبہ ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تا کہ وہ ان پر دھیان دیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی (ٹیڑھا پن) نہیں ہے انہیں چاہیے کہ وہ پرہیز گاری اختیار کریں۔

اللہ نے ایک ایسے غلام کی مثال بیان کی ہے جس کے کئی بد اخلاق آقا ہیں ان میں سے ہر ایک اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ایک دوسرا غلام ہے جس کا ایک ہی آقا ہے کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اکثر وہ لوگ ہیں جو جانتے نہیں ہیں۔ اے نبی ﷺ! بے شک آپ بھی انتقال کریں گے اور (کفار بھی) مریں گے۔ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

ذُوْقُوْا	چکھو
اَذَاقَ	اس نے چکھایا
اَلْخِزْیُ	رسوائی۔ ذلت
عِوَجٌ	کجی۔ ٹیڑھ پن
مُتَشٰکِسُوْنَ	بد اخلاق لوگ
مَیِّتٌ	مرنا
تَخْتَصِمُوْنَ	تم جھگڑو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۳۱

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین جن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا فرمایا ہے کیا وہ قیامت کے دن اپنے چہروں کو اس آگ سے بچا سکیں گے جو ان کو جھلس کر رکھ دے گی جب ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب وہ اپنے کئے ہوئے برے اعمال کا مزہ چکھیں۔ فرمایا جائے گا کہ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اس طرح اچانک عذاب مسلط کیا گیا کہ وہ دیکھتے ہی رہ گئے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس طرح اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کیا اور آخرت میں تو ان کو اتنا شدید عذاب دیا جائے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کاش وہ دنیا اور آخرت کا عذاب آنے سے پہلے ہی کچھ سوچ لیتے اور توحید خالص کو اختیار کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس میں نہ کوئی فلسفیانہ انداز ہے اور نہ کوئی ٹیڑھا پن ہے بلکہ روز مرہ کی صاف صاف مثالوں کے ذریعہ بتا دیا گیا ہے کہ توحید خالص پر نہ چلنے والوں کو دنیا اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائی، ذلت اور عذاب کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو توبہ اور توحید خالص پر عمل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایک اللہ کو چھوڑ کر ہر ایک کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کی توقع رکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں انہیں کبھی سکون قلبی حاصل نہ ہو سکے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص بہت سے ضدی، بداخلاق آقاؤں کا غلام ہو ہر آقا اس کو اس طرح اپنی طرف کھینچتا ہو، مصروف رکھتا ہو کہ وہ دوسروں کا حق ادا نہ کر سکتا ہو اور ہر وقت ان کی خوشامد میں لگا رہتا ہو کیا یہ غلام اس غلام کی طرح ہو سکتا ہے جس کا ایک ہی مہربان آقا ہو اور وہ ایک ہی آقا کی خدمت میں لگا رہتا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا اسی طرح جو آدمی ایک اللہ کا غلام بن گیا وہی سکون و اطمینان سے رہے گا اس کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی لیکن جو بہت سے آقاؤں کا غلام ہوگا اس کو کبھی سکون و اطمینان حاصل نہ ہو سکے گا۔

آخر میں فرمایا کہ مکہ کے وہ کفار جو اس بات کی تمنا رکھتے ہیں کہ آپ پر موت طاری ہو جائے تا کہ وہ آئے روز کی نصیحتوں سے بچ جائیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر مجھ پر موت طاری ہو جائے تو کیا تم ہمیشہ اسی دنیا میں رہو گے؟ یقیناً موت کے اس دروازے سے سب کو گذرنا ہے البتہ ہر ایک آدمی اپنا اپنا نامہ اعمال ساتھ لے کر جائے گا۔ سب اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے اپنے حق کے لئے لڑیں گے اور اللہ سب کے درمیان انصاف کر کے نہ صرف فیصلہ فرمائیں گے بلکہ ہر

شخص نے جو بھی کیا ہوگا اس کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "اِنَّکَ مَیِّتٌ" وَ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ☆ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارے وہ جھگڑے جو دنیا میں تھے وہ قیامت میں بھی دہرائے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دھرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے کسی کا حق ہے اس کو چاہیے کہ وہ اسی دنیا میں ادا کردے یا معاف کرالے کیونکہ آخرت میں درہم و دینار نہ ہوں گے۔ اگر ظالم اور زیادتی کرنے والے کے پاس کچھ اعمال صالحہ ہوں گے تو اس ظلم و زیادتی کے بدلے میں اس کے اعمال مظلوم کو دیدیئے جائیں گے۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اور برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا، کیا تم جانتے ہو مفلس وغریب کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو غریب و مفلس اس شخص کو سمجھتے ہیں جس کے پاس نہ تو نقد رقم ہو اور نہ اس کی ضروریات کا سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اصل میں غریب و مفلس میری امت کا وہ شخص ہوگا جو قیامت میں بہت سے نیک اعمال نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ لے کر آئے گا مگر اس کا حال یہ ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناجائز طریقے سے کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ستایا ہوگا یہ سب مظلوم اللہ کی بارگاہ میں اپنے مظالم اور زیادتیوں کا مطالبہ کریں گے۔ اس طرح اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں میں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حق باقی ہوں گے تو مظلوموں کے گناہ اس زیادتی کرنے والے پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس شخص کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ شخص نیکیوں کا بہت سا سامان ہونے کے باوجود قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔

یوں تو ہر ایک ظلم کا دعویٰ کیا جائے گا اور مظلوموں کی فریاد سنی جائے گی لیکن جس نے کسی مظلوم کا ناحق خون بہایا ہوگا سب سے پہلے اس کا حساب لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے پہلے جو (ناحق) خون بہائے گئے ہوں گے ان کا حساب ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ
اِذۡ جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِىۡ جَآءَ
بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمۡ مَّا
يَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ
عَنۡهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا وَيَجۡزِيَهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ
الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبۡدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوۡنَكَ
بِالَّذِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۶﴾
وَمَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِعَزِيۡزٍ
ذِى انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

پھر اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی (پوری طرح) اس کے سامنے آگئی تو اس نے اسے بھی جھٹلا دیا۔ کیا ایسے منکرین کے لئے جہنم کے سوا کوئی اور ٹھکانا ہے؟ (ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے) اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جن لوگوں نے اس کو تسلیم کیا یہی وہ لوگ ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہی نیکو کاروں کا بدلہ ہوگا۔ تاکہ اللہ ان کے ان تمام ناپسندیدہ کاموں کو ان سے دور کردے جو وہ کرتے رہے تھے۔ اور جو کچھ انہوں نے بہترین اعمال کئے تھے انہیں ان سے بہتر اجر عطا کر دیا جائے۔ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہیں حالانکہ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا ہو اسے کوئی راہ ہدایت دکھانے والا

نہیں ہے۔ اور جسے وہی ہدایت دے دے اس کو (راہ ہدایت سے) بھٹکانے والا کوئی نہیں ہے۔ کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

اَظْلَمَ — بڑا ظالم

مَثْوًی — ٹھکانا

اَسْوَاَ — برا کیا

ذِیْ انْتِقَامٍ — بدلہ لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۳۷

توحید خالص اور کفر و شرک پر عمل کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ واقعی وہ شخص بڑا ظالم اور بے انصاف ہے جس کے پاس قرآن کریم جیسی سچائی اور پیغام پہنچ گیا ہو اور اس نے بغیر سوچے سمجھے محض اپنی جہالت، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا ہو۔ یقیناً ایسے لوگوں کا ٹھکانا تو جہنم ہی ہو سکتا ہے۔

لیکن وہ لوگ جن کے پاس اللہ کا سچا پیغام پہنچا اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تو یہ اہل تقویٰ ہیں انہیں آخرت میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور اگر ان سے کوئی کوتاہی یا غلطی ہو گئی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کی غلطیوں کو معاف فرما دے گا بلکہ ان کی ہر نیکی کو قبول فرمائے گا۔

کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ کو اس بات سے ڈراتے تھے کہ وہ ان کے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں اور اپنی زبان کو اس سے روک لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بت ناراض ہو کر انہیں بدحواس اور دیوانہ بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے صحابہ کرامؓ کو ایک خاص تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں آپ اس کا غم نہ کریں نہ ان سے انتقام کی فکر کریں کیونکہ ان کے لئے جہنم کی سزا ہی کافی ہے اور جس کی حفاظت اللہ کی طرف سے ہو رہی ہو اُسے ویسے بھی کسی فکر کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ کفار و مشرکین کو یہ معلوم نہ تھا کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فرمایا کہ یہ لوگ

راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھٹکا رکھا ہے ان کو راہ ہدایت دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور جسے اللہ ہدایت کے راستے پر چلاتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ تمام حالات پر صبر کیجئے انتقام اور بدلہ لینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے وہ خود ان سے انتقام لے لے گا کیونکہ اہل ایمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہو جائے تو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے اور جو شخص چاہتا ہے کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ بہت زیادہ عزت والا ہو جائے تو اس کو صرف اللہ ہی سے ڈرنا چاہیے۔'' (ابن ابی حاتم)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ
ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ
حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ يٰقَوْمِ
اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۴۰
اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى
فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيْلٍ ۝۴۱ ع ٤/۱۰/۱

ترجمہ: آیت نمبر ٣٨ تا ٤١

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) آپ ان سے یہ بھی پوچھ لیجئے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا (تمہارے یہ بت اور معبود) مجھے نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا مجھ پر اللہ رحم کرنا چاہے تو کیا یہ اس کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے تو اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ۔ میں اپنا کام کئے جا رہا ہوں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کسے وہ سزا ملے گی جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے تمام انسانوں کے لئے یہ برحق کتاب نازل کی ہے (اس کے بعد) جو بھی سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اس کے اپنے (فائدے) کے لئے ہوگا اور جو بھٹکے گا اس کا (وبال) اسی پر پڑے گا۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٨ تا ٤١

سَاَلْتَ	تو نے پوچھا
كَاشِفٰتٌ	کھولنے والے
مُمْسِكٰتٌ	روکنے والے
حَسْبِيَ	مجھے کافی ہے
يُخْزِيْ	ذلیل و رسوا کرتا ہے
يَحِلُّ	حلال ہوتا ہے
عَذَابٌ مُّقِيْمٌ	نہ ٹلنے والا عذاب
وَكِيْلٌ	کام بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۱

جیسا کہ اس سے پہلی آیات میں ارشاد فرمایا گیا تھا کہ کفار و مشرکین نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے یہ معبود ناراض ہو کر آپ کو کوئی شدید نقصان پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ان کفار سے یہ پوچھئے کہ یہ زمین و آسمان اور اس کے اس نظام کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کیا اس اللہ نے پیدا نہیں کیا جس کے ہاتھ میں ہر طرح کے نفع اور نقصانات کے مکمل اختیارات ہیں؟ اگر اللہ ہی کسی کو نقصان پہنچانا چاہے یا کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی اور ہے جو اس مصیبت کو دور کر سکے؟۔ لہٰذا اگر میں اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاروں گا جنہیں تم پکارتے ہو اور اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ تمہارے معبود مجھے اس نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھ پر رحم و کرم کرنا چاہے تو کیا دنیا کی کوئی طاقت ہے جو اس رحمت کو مجھ سے روک سکے گی؟ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ وضاحت سے کہہ دیجئے کہ مجھے میرا اللہ ہی کافی ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر ہر ایک کو بھروسہ کرنا چاہیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اتنا سمجھانے کے باوجود بھی اپنی روش زندگی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتے تو تم اپنی جگہ اپنی جہالتوں میں مبتلا رہو۔ مجھے میرے پروردگار کا جو حکم ہے میں تو اسی پر چلتا رہوں گا۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب آ کر رہے گا اور کسے وہ سزا ملے گی جس کو اگر کوئی اپنے اوپر سے ٹالنا چاہے گا تو ٹال نہ سکے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے تمام لوگوں کے لئے اس کتاب برحق کو نازل کیا ہے اس کے بعد اگر کوئی سیدھا راستہ اختیار کرے گا تو اس سے اسی کو فائدہ پہنچے گا لیکن اگر کسی نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تو اس کا وبال خود اسی پر پڑے گا آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت جان نکالتا ہے۔ اور جو شخص ابھی مرا نہیں ہے اس کی روح نیند میں بھی قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے (عبرت و نصیحت کے لئے) بڑی نشانیاں موجود ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲

یَتَوَفّٰی	وہ موت دیتا ہے
حِیْنَ	اس وقت۔ جس وقت
لَمْ تَمُتْ	نہیں مرا
مَنَامٌ	نیند۔ خواب
قَضٰی	فیصلہ کر لیا
یُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
یَتَفَکَّرُوْنَ	وہ غور و فکر کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲

یہ تو ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد آدمی نیند کی طرف مائل ہوتا ہے تا کہ وہ ایک نیند لے کر تازہ دم ہو جائے اور اگلے دن کام کاج کے قابل ہو سکے لیکن اس جگہ اللہ نے نیند کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ یہ نیند درحقیقت موت ہی کا ایک حصہ ہے جو اس پر ہر روز طاری کی جاتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص اس سے ناواقف ہے کہ اس کی

موت کب اور کہاں آئے گی اسی طرح ایک آدمی سو جانے کے بعد اس سے قطعاً بے خبر ہے کہ وہ جس نیند کے مزے لے رہا ہے وہ اس نیند سے بیدار ہوگا یا ہمیشہ کی نیند سو جائے گا۔

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ سوتے ہوئے ہی اس دنیا سے گذر جاتے ہیں اور ان کو اس کا اندازہ تک نہیں ہوتا کہ ان کی زندگی کی یہ آخری نیند ہے۔ اصل میں انسان زندگی اور موت کے بارے میں قطعاً بے بس اور عاجز ہے۔ یہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جس انسان کی جتنی زندگی کا فیصلہ کیا ہے وہ اس سے ایک لمحہ بھی زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب انسان سو جاتا ہے تو اس کا فہم وادراک اور ارادہ واختیار سب معطل ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن اس کا شعور اور لاشعور دونوں جاگ پڑتے ہیں اور انسان جس ماحول میں زندگی گذارتا ہے اسی کے تجربات کی روشنی میں وہ خواب دیکھتا ہے یہ خواب کبھی تو سچے ہوتے ہیں اور کبھی فضول اور بیکار خواب ہوتے ہیں انبیاء کرامؑ کے خواب تو وحی کا ایک حصہ ہوتے ہیں اس لئے ان کے خواب تو بالکل صحیح اور سچے ہوتے ہیں لیکن عام آدمی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے سارے خواب سچے ہوں۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تعجب ہے کچھ لوگ سوتے ہوئے خواب میں کچھ ایسی چیزیں دیکھ لیتے ہیں جو ان کے تصور میں بھی نہیں ہوتیں (اور پھر بیدار ہوتے ہی سامنے آجاتی ہیں) ان کا خواب اس قدر صحیح اور واقعی ہوتا ہے جیسے ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑ لیا ہے۔ اور بعض لوگوں کے خواب کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا الخ" یعنی اللہ روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔ جب یہ روحیں اللہ کے قرب میں آسمان پر ہوتی ہیں تو جو کچھ دیکھتی ہیں وہ سچا خواب ہوتا ہے اور جب ان کو جسموں کی طرف چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ان کا سامنا شیطانوں سے ہوتا ہے تو شیطان ان سے کچھ جھوٹی باتیں کہہ دیتے ہیں بس یہ جھوٹا خواب کہلاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی یہ بات سن کر تعجب ہوا۔

ایک جگہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ سونے کے وقت انسانی جسم سے روح نکل جاتی ہے صرف اس کی ایک شعاع جسم کے اندر باقی رہتی ہے اس وجہ سے وہ خواب دیکھتا ہے پھر جب وہ بیدار ہوتا ہے تو روح ایک پل بھر سے بھی پہلے بدن کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت انسانوں کی جان کو نکالتا ہے اور جو شخص ابھی زندہ ہے اس کی روح کو وہ نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت طاری کرتا ہے تو اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک مقرر وقت تک کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان موجود ہے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ
اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ
الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سفارشی بنا رکھا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ کیا وہ سفارش کریں گے جن کے ہاتھ میں نہ تو کوئی چیز (کوئی اختیار) ہے اور نہ وہ عقل و سمجھ رکھتے ہیں۔

آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت و سفارش سب کی سب اللہ کے اختیار (قدرت) میں ہے۔ اسی کے لئے زمین و آسمان کی ملکیت ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے سامنے اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اپنے دلوں میں کڑھنے لگتے ہیں اور جب دوسروں (غیر اللہ) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے آسمانوں اور زمین کے خالق، حاضر اور غائب کے جاننے والے میرے اللہ آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے کہ جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

شُفَعَآءُ (شَفِيعٌ)	سفارش کرنے والے۔شفاعت کرنے والے
اِشْمَاَزَّتْ	وہ کڑھنے اور جلنے لگے
فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا
تَحْكُمُ	تو فیصلہ کرے گا
عِبَادٌ	بندے

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۴۶

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے کہ زندگی اور موت یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔اس کے سوانہ کوئی زندگی دیتا ہے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو موت آتی ہے۔کفار و مشرکین بھی اس بات کو سمجھتے تھے مگر زبان سے نہیں کہتے تھے بلکہ اپنے بے حقیقت بتوں کے متعلق ان کا گمان یہ تھا کہ وہ کل قیامت کے دن ان کی سفارش کر کے اللہ کے عذاب سے انہیں بچالیں گے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے یا لب ہلانے کی اجازت نہیں ہوگی جب تک اجازت نہ دے دی جائے۔ پتھر، لکڑی اور مٹی سے بنائے گئے ان بتوں کی کیا مجال ہے کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں کسی کی سفارش بھی کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو تو پہلے ہی جہنم کا ایندھن بنادیں گے لیکن ان بدعقیدہ لوگوں کے نزدیک سب کچھ یہی بت ہیں حالانکہ اس کائنات میں ساری کی ساری سلطنت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر جگہ اللہ کا حکم چلتا ہے۔تمام انسانوں کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کے درمیان سارے فیصلے فرمادے گا۔فرمایا کہ وہ زبان سے تو اللہ کا نام لیتے ہیں مگر انہوں نے بتوں کو اس طرح سب کچھ سمجھ رکھا ہے کہ اگر ان کے سامنے ایک اللہ کا ذکر کیا جائے جو سب کا معبود، خالق اور مالک ہے تو غم وغصے سے ان کے چہرے سکڑ جاتے ہیں اور پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔اور جب ان کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار و مشرکین اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور غیر اللہ کی بندگی میں لگے رہتے ہیں اور اسی میں مگن ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں بلکہ اپنے رب سے یہ دعا کیجئے کہ اے آسمان وزمین کے رب اور کھلے چھپے کے جاننے والے پروردگار آپ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلے فرمائیں گے جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ
جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ۞٤٧
وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
یَسْتَهْزِءُوْنَ ۞٤٨ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ؗ ثُمَّ اِذَا
خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ؕ بَلْ هِیَ
فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۞٤٩ قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۞٥٠ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۞٥١ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۞٥٢

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

اگر ان ظالموں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور اتنی ہی اور بھی تو وہ قیامت کے بد ترین عذاب سے نجات کے لئے سب کا سب بدلہ میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ وہاں ان کے سامنے اللہ کی طرف سے ان کے کئے ہوئے وہ برے اعمال ظاہر ہوں گے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہاں ان کے کئے ہوئے سارے بدترین اعمال ان کے سامنے آجائیں گے اور جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی چیز ان کو گھیر لے گی۔

پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں ہی پکارتا ہے۔ اور جب ہم اس کو اپنی نعمت سے نواز دیتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو مجھے علم کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ (اللہ نے فرمایا) بلکہ یہ آزمائش ہے مگر اکثر لوگ وہ ہیں جو جانتے نہیں۔ اسی طرح کی باتیں ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے بھی کی تھیں مگر ان کی کمائی ان کے کام نہ آسکی۔ پھر انہوں نے اپنے کئے ہوئے (برے اعمال) کی سزا پائی۔ اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں وہ بہت جلد اپنی کمائی تک پہنچیں گے۔ اور وہ سب (مل کر بھی اللہ کو) عاجز اور بے بس نہ کرسکیں گے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کھول دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ان (باتوں میں) نشانیاں موجود ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

بَدَا ظاہر ہوا

یَحْتَسِبُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں

کَسَبُوْا انہوں نے کمایا

حَاقَ چھا گیا

مَا اَغْنٰی کام نہ آیا

یُصِیْبُ پہنچے گا

مُعْجِزِیْنَ عاجز اور بے بس کرنے والے

یَبْسُطُ وہ کشادہ کرتا ہے۔ کھولتا ہے

یَقْدِرُ وہ تنگ کر دیتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۲

قیامت کے ہولناک دن جب اللہ تعالیٰ اہل ایمان، عمل صالح اور نیکی اختیار کرنے والوں اور کافروں اور مشرکین کے بے بنیاد عقیدوں اور عمل سے متعلق فیصلے فرمائیں گے تو ان میں سے ظالموں کا یہ حال ہوگا کہ عذاب الٰہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور اگر ان کے پاس زمین کے سارے خزانے بلکہ اس سے بھی زیادہ خزانے ہوں گے تو وہ اس عذاب سے بچنے کے لئے سب کچھ دینے پر تیار ہو جائیں گے۔ ان کے سامنے وہ تمام عذاب موجود ہوں گے جن کا وہ دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا ہوگا اس کا پورا ریکارڈ ان کے سامنے آجائے گا اور وہ دنیا میں جس طرح دین اسلام کا مذاق اڑایا کرتے تھے اس کا وبال ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے گا اور ان کو گھیر لے گا۔ فرمایا کہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کائنات میں اصل اللہ ہی کی ذات ہے وہی سب کا کارساز ہے چنانچہ جب ان پر کوئی مصیبت یا آفت پڑ جاتی ہے تو وہ ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔ اور جب ہم ان پر کرم کر دیتے ہیں اور ہر طرح کی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں تو وہ ان پر شکر کرنے کے بجائے اتراتے ہوئے کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہماری کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ یہ سب کچھ تو ہمارے علم اور تدبیر کی وجہ سے ہوا ہے اگر ہم فلاں تدبیر اور کوشش نہ کرتے تو اس مصیبت سے نجات حاصل نہ کر سکتے حالانکہ یہ سب نعمتیں جو اللہ نے عطا فرمائی ہیں ایک آزمائش اور امتحان ہیں کہ انسان نعمتیں پانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یا ناشکرے پن کے طریقے اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ شکر ادا کرتا ہے تو اللہ اس کو اور نعمتیں دیتا چلا جاتا ہے اور اگر ناشکری کرتا ہے تو اللہ اس کو سخت مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔

فرمایا کہ ایسا بہت پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے لیکن ان کا ناشکرا پن ان کے کسی کام نہ آسکا اور وہی چیزیں جن پر انہیں ناز تھا ان کے کسی کام نہ آسکیں گی۔ جس طرح قارون جو نہایت مال دار شخص تھا اور کہتا تھا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ میری تدبیر اور علم کی وجہ سے ملا ہے حالانکہ رزق میں کشادگی اور تنگی دونوں قدرت کے فیصلے ہیں مگر جب قارون نے اترانا شروع کیا تو اللہ نے اس کو اس کے مال و دولت اور اس کے لاؤ لشکر کو زمین میں دھنسا کر ختم کر دیا جس کا آج کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان تمام واقعات میں عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بے شمار مواقع موجود ہیں مگر ان سے وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن ہے۔

۱۰

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٥٣ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝٥٤ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ
مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝٥٥ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى
مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝٥٦
اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝٥٧ اَوْ
تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝٥٨

ترجمہ: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

(اے نبی ﷺ) آپ میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ بے شک وہ تو بہت مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

(لوگو!) اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ۔ اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے اور کہیں سے تمہاری مدد نہ کی جاسکے۔ اور اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اور پھر بعد میں کوئی شخص بڑی حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ میں اللہ کے حضور زیادتیاں کرتا رہا اور میں مذاق اڑانے والوں میں سے تھا۔ (یا وہ کہنے لگے کہ) کاش اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو

وہ تقویٰ اختیار کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ یا وہ عذاب دیکھنے کے بعد یہ کہنے لگے کہ کاش مجھے دوبارہ (دنیا میں جانے کا) موقع مل جاتا تو میں نیک عمل کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

لَا تَقْنَطُوْا	تم مایوس نہ ہو
اَنِیْبُوْا	تم پلٹ آؤ
اَسْلِمُوْا	تم فرماں بردار بن جاؤ
لَا تُنْصَرُوْنَ	تم مدد نہ کئے جاؤ گے
اَحْسَنُ	بہترین
بَغْتَةٌ	اچانک
لَا تَشْعُرُوْنَ	تم سمجھتے نہیں ہو
فَرَّطْتُّ	میں نے زیادتی کی
جَنْبٌ	پہلو
اَلسّٰخِرِیْنَ	مذاق اڑانے والے
كَرَّةٌ	دوبارہ
اَلْمُحْسِنِیْنَ	نیکوکار۔ نیکیاں کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۳ تا ۵۸

علم دین کی روشنی نہ ہونے کی وجہ سے آدمی سے بعض مرتبہ وہ غلطیاں ہو جاتی ہیں جن پر وہ زندگی بھر شرمندہ رہتا ہے۔

سوائے انبیاء کرامؑ کے جو ہر خطا سے معصوم ہوتے ہیں کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ اگر آدمی موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کرلے تو اس کے برسوں کے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں۔
اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ جنہوں نے دور جہالت میں بعض کبیرہ گناہ کرلئے تھے جیسے بتوں کی پرستش، قتل یا زنا وغیرہ وہ اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد کیا ان کے یہ بڑے بڑے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ! میرے ان بندوں سے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (گناہ کئے ہیں) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بلاشبہ اللہ ان کے سارے گناہ معاف فرمادے گا وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے ساری دنیا کی ہر چیز مل جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حاصل ہوئی ہے (مسند احمد) یعنی جس میں گناہ گاروں کے سارے گناہ معاف کرنے کی خوش خبری دی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ قول بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ آیت گناہ گاروں کے لئے قرآن کریم کی سب آیتوں سے بڑھ کر امید افزا ہے۔

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

۱۔ لوگو! اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ۔ اس کے فرماں بردار بندے بن جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر وہ عذاب آجائے جس میں کوئی کسی کی مدد اور حمایت نہ کر سکے گا۔

۲۔ تمہارے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجی گئی کتاب (قرآن مجید) کے تمام حسین اور بہترین پہلوؤں کی پیروی اختیار کرو اس سے پہلے کہ وہ عذاب آجائے جس کی تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

۳۔ ابھی وقت ہے کہ تم اپنی زیادتیوں اور دین اسلام کا مذاق اڑانے سے باز آجاؤ ورنہ کل تم یہ کہنے پر اپنے آپ کو مجبور اور بے بس پاؤ گے کہ واقعی ہم اللہ کے حضور بہت زیادتیاں کر رہے تھے اور دین اسلام کا مذاق اڑانے میں سب سے آگے تھے۔

۴۔ یا تم اپنی شرمندگی اور ندامت سے بچنے کے لئے یہ کہنے لگو کہ اگر ہمیں اللہ کی طرف سے بروقت رہبری و رہنمائی مل جاتی تو ہم حسن عمل میں سب سے آگے ہوتے۔

۵۔ یا تم قیامت کے دن یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ کہ اگر ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو ہم نیک عمل اختیار کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے صاف صاف فرمادیا ہے کہ ابھی وقت ہے کہ یہ تمام کفار ومشرکین اور گناہ گار اللہ سے معافی مانگ کر صراط مستقیم پر چلنا شروع کردیں لیکن اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر سوائے ندامت، شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوسکے گا۔

بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ
وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا
عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا
یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۫ وَّ
هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع ۶ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

(اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ) کیوں نہیں۔ میری آیات تیرے پاس آئیں۔ تو نے ان کو جھٹلایا۔ غرور وتکبر کیا اور تو کافروں میں سے ہوگیا۔

(اے نبی ﷺ) آپ قیامت کے دن انکار کرنے والوں کے چہرے تاریک اور سیاہ دیکھیں گے (اور کہا جائے گا کہ) کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کے لئے کافی جگہ موجود نہیں ہے؟ (اس کے برخلاف) وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی ہوگی ان کو نجات ملے گی۔ نہ ان کو عذاب چھوئے گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

(یاد رکھو!) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور

آسمانوں اور زمین کے (خزانوں کی) چابیاں اسی کے پاس ہیں۔

جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں وہی سب کے سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

بَلٰی	کیوں نہیں۔ جی ہاں
مُسْوَدَّةٌ	سیاہ
مَثْوٰی	ٹھکانا
وَكِيْلٌ	نگران۔ خبر رکھنے والا
مَقَالِيْدُ	چابیاں۔ کنجیاں

تشریح: آیت نمبر ۵۹ تا ۶۳

بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حقیقت کا سامنا کرنے کے بجائے اپنی کمزوریوں کو یا تو حالات پر ڈال دیتے ہیں یہ مختلف بہانوں کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ کفار کا بھی یہی حال ہوگا جس کو اس سے پہلی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ہمیں واقعی ہدایت و رہنمائی دی جاتی تو ہم تقویٰ اختیار کر کے نیک لوگوں میں شامل ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی آیتیں اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تم تک نہیں پہنچائی تھیں۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے تکبر کرتے ہوئے ہماری آیات کا انکار کر دیا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ایسے جھوٹے لوگوں کو سیاہ اور تاریک چہرہ والا پائیں گے۔ کیا ایسے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں اور ہو سکتا ہے؟

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کی ہوگی ان کی زبردست کامیابی یہ ہوگی کہ ان کو آخرت

میں نہ تو کسی طرح کی تکلیف ہوگی اور نہ وہ کسی طرح بھی رنجیدہ ہوں گے۔

فرمایا کہ اللہ ہی تو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی کائنات کی نگرانی کر رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں یعنی رزق، رحمت اور کرم کی چابیاں اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں۔ وہ ان میں سے جس کو جتنا دینا چاہے گا دے دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے غرور و تکبر اور انکار کا طریقہ اختیار کیا ہوگا وہ زبردست نقصان اٹھانے والے ہوں گے یعنی ان کو دنیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہوگی اور یہی ان کا سب سے بڑا خسارہ اور نقصان ہوگا۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ
اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ
لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ
فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ
قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ
مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾
وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ
٧ ع ٧ ٤ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہئے کہ اے جاہلو! مجھے تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟

(آپ اس اصول کو بیان کر دیجئے کہ) جس طرح آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور آپ سے پہلے جن (انبیاء کرامؑ) پر وحی نازل کی گئی تھی (ان سے صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ) اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا ہر عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔

(اے نبی ﷺ) آپ اللہ ہی کی عبادت و بندگی کیجئے اور شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔ اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس کی پاک اور بے عیب ذات اس شرک سے بلند و برتر ہے جس کو وہ کرتے ہیں۔

اور وہ دن جب کہ صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب کے سب مر کر ڈھیر ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ (زندہ رکھنا) چاہے گا۔

پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب اٹھ کر (حیران و پریشان نظروں سے چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے۔

اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ نامہ اعمال (لوگوں کے) سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور تمام انبیاءؑ اور گواہ حاضر کئے جائیں گے۔

اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی اور ہر شخص کو اس کے ہر عمل پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔

اللہ اسے خوب جانتا ہے جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

تَاْمُرُوْنِّیْ	تم مجھے حکم دیتے ہو۔ سکھاتے ہو
مَاقَدَرُوْا	انہوں نے قدر نہ کی
مَطْوِیّٰتٌ	لپیٹ دی گئی
نُفِخَ	پھونک ماری گئی
صَعِقَ	وہ گر پڑا
اَشْرَقَتْ	روشن ہوگئی۔ جگمگا اٹھی
وُفِّیَتْ	پورا دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ٦٤ تا ٧٠

کفار قریش نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب پر واپس آجائیں۔ کبھی کہتے تھے کہ آپ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیجئے کہ جس سے ہمارے یہ اختلافات دور جائیں ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جاہل، ناواقف اور بے علم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! تم مجھے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کے لئے کہتے ہو؟ جو ایک نہایت جاہلانہ اور احمقانہ بات ہے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں ہے وہی ایک پروردگار سب کا خالق و مالک ہے اسی نے میری طرف وحی کر کے یہ حکم دیا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کروں۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے جن پیغمبروں پر وحی نازل کی گئی تھی ان سے بالکل واضح اور دوٹوک لفظوں میں کہہ دیا گیا تھا کہ اگر (فرض کرلیا جائے کہ) تم نے اللہ کو چھوڑ کر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور تمہیں شدید نقصان پہنچے گا۔

فرمایا گیا کہ آپ صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کیجئے اور اس کے شکر گذار بندوں میں سے ہو جایئے۔

دراصل اللہ کے پیغمبر ہر طرح کے گناہوں اور کفر و شرک کے ہر طریقے سے معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں۔ نہ وہ کسی طرح کا گناہ کرتے ہیں اور نہ کسی گناہ کی نسبت ان کی طرف کی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات میں انبیاء کرامؑ کے واسطے سے پوری امت سے خطاب کر کے بتایا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اللہ کی وہ عظمت کریں جس کے وہ لائق ہے۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ اس کی عظمت کا حق تھا یعنی انہوں نے دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کیا۔ غیر اللہ میں ایسی صفات کو مانا جو صرف اللہ ہی کی صفات ہو سکتی ہیں۔ نہ اس کی عبادت اس طرح کی جیسا کہ اس کا حق تھا نہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جیسا کرنا لازم تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن یہ ساری زمین اور سارے آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ایک کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ساری طاقت و قوت ایک اللہ کے ہاتھ میں ہوگی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ لوگ جن غیر اللہ کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں وہ غیر اللہ بے حقیقت چیز تھے۔

فرمایا کہ قیامت کا وہ ہولناک دن جب پہلا صور پھونکا جائے گا تو سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ زندہ رکھنا چاہے گا کائنات کی ساری مخلوق مر کر ڈھیر ہو جائے گی۔ لیکن جب دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سارے مردے زندہ ہو کر حیران و پریشان اٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔

اس دن زمین اپنے پروردگار کے نور تجلی سے جگمگا اٹھے گی۔ سب کے نامہ اعمال ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ تمام پیغمبروں کو گواہ کے طور پر بلایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کسی کے ساتھ کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔ ہر ایک کو اس کے کیئے کا پھل پوری طرح دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث سے ان آیات کی تشریح ملاحظہ کر لیجئے۔

☆ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ ایک دن ایک یہودی عالم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے محمد (ﷺ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر روک لے گا، ایک انگلی پر زمینوں کو، ایک انگلی پر پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور زمین کی تہہ کو اور باقی مخلوق کو ایک انگلی پر روک لے گا اور پھر وہ (ان پانچوں انگلیوں کو) حرکت دے کر گھمائے گا (جس طرح گیند یا لٹو کو گھمایا جاتا ہے) اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اور میں ہی تمہارا معبود اللہ ہوں۔ (مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں (کاغذ کی طرح) لے لے گا اور فرمائے گا کہ آج میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے کر فرمائے گا۔ میں ہوں اللہ رحمٰن و رحیم، میں (ایسا) بادشاہ ہوں کہ (تمام عیبوں سے) پاک ہوں۔ میں امن دینے والا ہوں، میں نگرانی کرنے والا ہوں، میں غالب ہوں، میں بڑی طاقتوں والا ہوں، میں بڑائی والا ہوں، میں نے ہی دنیا کو ابتداء میں پیدا کیا تھا جب کہ وہ کچھ نہ تھی اور میں ہی اس کو دوبارہ پیدا کر رہا ہوں۔ آج دنیا بھر کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اور بڑی طاقتوں والے کہاں ہیں؟ (بخاری و مسلم)

☆ قیامت میں پہلے صور کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا بعض روایات کے مطابق ان کے درمیان چالیس دن کا فصل ہوگا۔

☆ جب اللہ تعالیٰ دنیا کو دوبارہ پیدا فرما دیں گے تو اللہ جلوہ گر ہوں گے۔ جس طرح کھلے آسمان پر چمکتے سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اسی طرح وہ نور رب کو کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

☆ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال پر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اللہ کو ہر انسان کے ایک ایک عمل کی خبر ہے وہ لوگوں کے بتانے سے نہیں بلکہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے کیونکہ اللہ سے کوئی بات اور انسانوں کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے۔

ع ١٩

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ
اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ
يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾
قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى
الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَ قَالُوا
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ
نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾
وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾ ع ٨ الربع

ترجمہ: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کی جماعتوں کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یہاں تک کہ

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اور وہ (فرشتہ) جو اس جہنم پر متعین ہوگا وہ کہے گا کہ کیا تمہارے پاس تمہارے اندر سے ایسے پیغمبر نہیں آئے تھے جنہوں نے تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کر کے تمہیں اس سے ڈرایا تھا کہ تمہیں یہ (بدترین) دن دیکھنا پڑے گا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں وہ پیغمبر آئے تھے۔ اور اس طرح ان کافروں پر عذاب ثابت ہو کر رہے گا۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ اب تمہیں یہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ تکبر کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا ہوگا ان کی جماعتوں کو جنت کی طرف (عزت واحترام سے) لے جایا جائے گا۔

جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ان جنتیوں پر مقرر فرشتہ کہے گا ''تم پر سلامتی ہو، تمہیں مبارک ہو، اب تم ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ''۔

اہل جنت کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا اور ہمیں (جنت کی زمین کا) مالک بنا دیا۔

اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے وہاں اپنا ٹھکانا بنالیں گے۔ (دیکھو) ایسے نیکوکاروں کا کتنا بہترین بدلہ ہے۔

اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش الٰہی کو گھیرے ہوئے حمد و تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اور کہا جائے گا کہ ساری حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

وَسِيْقَ — اس نے کھینچا۔ گھسیٹا

زُمَرٌ جماعت۔ گروہ

خَزَنَةٌ نگران۔ دیکھ بھال کرنے والا

حَقَّتْ ثابت ہوگئی

طِبْتُمْ تمہیں مبارک ہو

اَوْرَثَنَا ہمیں مالک بنادیا

نِعْمَ بہترین

حَآفِّيْنَ گھیرنے والے

حَوْلَ الْعَرْشِ عرش کے اردگرد

تشریح: آیت نمبر ۷۱ تا ۷۵

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے میدان حشر کا نقشہ کھینچ کر بتا دیا تھا کہ یہ وہ انصاف کا دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کفار و مشرکین کو اس دن ذلت و رسوائی اور اہل ایمان کو عزت و عظمت نصیب ہوگی چنانچہ مشرکین، کفار اور منافقین کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر جہنم کے دروازوں تک پہنچا دیا جائے گا اور اہل ایمان کو نہایت عزت واحترام سے ہمیشہ کے لئے رہنے والی جنتوں تک پہنچایا جائے گا۔

قیامت کے دن کفار و مشرکین اور منافقین کو جانوروں کی طرح گھسیٹ کر لایا جائے گا۔ وہ اس دن بھوکے، پیاسے، بہرے، گونگے اور فرشتوں کی جھڑکیاں کھاتے ہوئے منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔

داروغہ جہنم ان سے پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ کیا تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر نہیں سنائی گئی تھیں جن میں اس دن کے برے انجام سے آگاہ کیا گیا تھا؟ وہ نہایت شرمندگی کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں گے کہ ہاں ہاں وہ پیغمبر آئے تھے مگر یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے ان کی باتوں پر دھیان نہیں دیا۔

اس اعتراف واقرار کر کے بعد ان پر کفر وانکار کی فرد جرم عائد کر دی جائے گی۔ ان کو جہنم کے اس جیل خانہ میں داخل کرنے کے لئے دروازے کھلوا دیئے جائیں گے جن میں ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اللہ کے مقابلے میں تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں کا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

دوسری طرف وہ صاحبان ایمان وتقویٰ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری میں زندگی گذاری ہوگی، جنہوں نے اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کی ہوگی ان کو نہایت خوبصورت اور بہترین سواریوں پر بٹھا کر نہایت عزت واحترام کے ساتھ جنت کی طرف لایا جائے گا۔

اس وقت جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے دمکتے ہوں گے۔ ان کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے ہی کھول دیئے ہوں گے اور وہ حسب مراتب جنت کے ان دروازوں سے داخل ہوں گے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے جن میں فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور اہل جنت کی آمد پر ان کو مبارک باد دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جس جماعت کا داخلہ سب سے پہلے ہوگا وہ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ جنت کا ہر دروازہ اہل جنت کو آوازیں دے گا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جس کو ہر دروازہ اپنی طرف آنے کے لئے پکارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر مجھے وہ دروازہ دکھایا گیا جس سے میری امت کے (خاص خاص لوگ) داخل ہوں گے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا (تاکہ اس دروازے کو دیکھ لیتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ تم ہو گے۔

جب داروغہ جنت اہل جنت کو مبارک باد دے کر یہ کہیں گے کہ اب تم اس جنت میں داخل ہو جاؤ جس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اس وقت یہ اہل جنت اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ الحمد للہ ہم سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اور ہمیں ان جنتوں کا مالک بنا دیا کہ ان میں ہم جس طرح چاہیں گے رہیں گے اور نیک کام کرنے والوں کا یہی بہتر انجام اور اجر ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اس وقت آپ دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف فرشتے حلقہ بنائے اپنے پروردگار کی تسبیح اور

حمد وثنا کررہے ہوں گے۔ تمام لوگوں میں فیصلہ کردیا جائے گا اور ہر ایک کی زبان پر یہی ایک ترانہ ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین

جنت کیا ہے؟ اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا تصور کسی دل پر گذرا ہے۔

مراد یہ ہے کہ جنت اتنی خوبصورت اور حسین وجمیل ہوگی کہ دنیا میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ تاہم قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں جنت کی خوبصورتی کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ جب اہل جنت اپنی اپنی جنتوں میں داخل ہوں گے تو وہ جنت میں خوبصورت بلند وبالا عمارتیں دیکھیں گے جن کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں کی ہوں گی جو مشک اور زعفران کے گارے سے چنی گئی ہوں گی۔

☆ اس کی روشیں اور راستے زمرد، یاقوت اور بلور کی ہوں گی۔

☆ ان جنتوں میں ایسی صاف شفاف نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کے کنارے جواہرات سے مزین ہوں گے کوئی نہر شہد کی ہوگی کوئی دودھ اور خوش ذائقہ شراب کی۔

☆ جنت کے فرش نہایت خوبصورت اور حسین وجمیل ہوں گے۔

☆ ایسی حوریں ہوں گی جوان کی ہم عمر اور خوبصورت ہوں گی۔ ان کے لباس ایسے نازک اور باریک تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن جھلکتے ہوں گے۔

☆ نہ وہاں سردی ہوگی نہ گرمی، نہ سورج کی تیز وتند شعاعیں ہوں گی نہ تاریکی بلکہ ایسا وقت لگے گا جیسے صبح کو سورج نکلنے سے پہلے کا سہانا وقت ہوتا ہے۔

☆ وہاں نہ کوئی بیمار ہوگا، نہ گندگی ہوگی نہ محنت اور نہ مشقت

☆ سیر وتفریح کے لئے ایسی تیز رفتار سواریاں ہوں گی، ایسے تخت ہوں گے جو ہواؤں پر اتنی تیزی سے اڑیں گے کہ ایک مہینے کا سفر ایک گھنٹے میں طے کریں گے۔

☆ جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے تو وہ ان کو اسی وقت مل جائے گی اگر ان کو کسی درخت کا پھل پسند آئے گا تو اس کی شاخیں خود بخود اس کی طرف جھک جائیں گی اور وہ بغیر کسی محنت مشقت کے اس کا پھل توڑ سکے گا۔

☆ بہترین اور خوبصورت تکیئے لگائے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوں گے۔

☆ اہل جنت کے لئے مشک وعنبر کے ٹیلے ہوں گے۔

☆ جب ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے سے بہترین نغمے سنائی دیں گے جس سے سننے والوں پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جائے گی۔ جنت کی حوریں بھی اپنی خوش الحانی سے اپنے شوہروں کا دل لبھائیں گی۔

☆ وہاں سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہوگا۔ دیدار الٰہی کے وقت بعض خوش الحان بندوں حضرت اسرافیلؑ اور حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کریں۔ اس وقت ایسا عجیب سماں ہوگا کہ سننے والوں پر وجد طاری ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت کی یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آمین

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۂ زمر کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۴

فمن اظلم

سورۃ نمبر ۴۰

اَلْمُؤْمِن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المومن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	40
کل رکوع	9
آیات	85
الفاظ وکلمات	1242
حروف	5213
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ کا نام المومن اس لیے رکھا گیا ہے کہ فرعون جیسے ظالم شخص کے گھرانے ہی میں سے ایک ایسا مرد مجاہد بھی نکل کر فرعون اور اس کے درباریوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا جس نے ان کو بتایا کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ اسی پر ایمان لاؤ اور سیدھا راستہ اختیار کرو۔ اس مرد مومن پر تمام لوگوں نے یلغار کر دی لیکن جب اللہ نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کر دیا تو حضرت موسیٰ، ان کے ماننے والوں اور اس مرد مومن کو نجات عطا فرما دی۔ اللہ نے اس مرد مومن کی یہ قدر فرمائی کہ اس کے نام پر ایک سورت نازل فرمائی۔

سورۃ المومن کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار مکہ جس قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں وہ کوئی معمولی کلام نہیں ہے کیونکہ اس کو اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست غلبہ واقتدار کا مالک ہے جو ہر چیز کا جاننے والا، گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، گناہوں پر سخت سزا دینے والا اور ہر طرح کی قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ہر ایک کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اللہ ورسول کا انکار کرنے والے جو آج آپ ﷺ سے جھگڑ رہے ہیں اور دنیا کمانے میں دن رات تگ و دو کر رہے ہیں کہیں ان کی بھاگ دوڑ اور چلت پھرت اس دھوکے میں نہ ڈال دے کہ یہ لوگ تو بڑے کامیاب و بامراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب لوگ انتہائی ناکام ہیں اور ان کا انجام بہت برا ہے۔ حضرت نوحؑ کی قوم کے نافرمان لوگ بھی دنیا کمانے میں بہت آگے تھے لیکن جب ان پر اللہ کے قانون کا کوڑا برسا تو وہ ناکام و نامراد ہو گئے اور ان سب کو پانی کے طوفان میں ڈبو دیا گیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کے لیے عرش اٹھانے والے فرشتے جو بہت مقرب ہیں وہ ہر وقت دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ جو لوگ توبہ کر کے آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں ان کی توبہ کو قبول کر لیجیے۔ ان کو جہنم کی تکلیفوں سے محفوظ فرمایئے گا اور ان کے باپ دادا، اولاد اور بیویاں جو صاحب ایمان ہیں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت کی راحتیں اور ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرما دیجیے گا۔

☆ کفار و مشرکین کے لیے فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ رسوا اور ذلیل

ہوں گے انہیں اپنے وجود سے بھی نفرت ہو جائے گی۔ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے پچھتائیں گے۔ حسرت وندامت کے ساتھ درخواست کریں گے کہ الٰہی ہمیں کسی طرح یہاں سے نکلنے کا موقع دے دیا جائے تا کہ دنیا میں جا کر بہتر اعمال کر سکیں لیکن ان کی یہ درخواست ان کے منہ پر دے کر ماردی جائے گی اور قبول نہ کی جائے گی۔

☆ حضرت موسیٰؑ کے واقعات زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون، ہامان اور قارون کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے غرور وتکبر، حکومت وسلطنت، اقتدار اور مال ودولت کی چمک دمک میں اس طرح مگن تھے کہ انہوں نے نہ صرف حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا بلکہ ان کو قتل تک کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

☆ مگر قوم فرعون ہی میں سے ایک شخص جو حضرت موسیٰؑ کی سچائی اور نبوت کو جان چکا تھا اور ان کی باتوں پر ایمان لے آیا تھا مگر کسی مصلحت سے اس نے اپنے ایمان کا اظہار نہ کیا تھا جب اس نے یہ دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے تو اس مجاہد مرد مومن سے نہ رہا گیا اور اس نے بھرے دربار میں فرعون اور اس کے درباریوں کو للکارتے ہوئے کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ اس کا پروردگار ہے۔ اس نے تمہیں ہر طرح کے معجزات دکھا دیئے ہیں پھر بھی تم اس کی بات نہیں مانتے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ بے شک آج تم سلطنت مصر کی وجہ سے اس سرزمین پر غلبہ واقتدار رکھتے ہو مگر تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ سب سے بڑی طاقت اللہ کی طاقت ہے۔

جب فرعونیوں نے ان کو اپنے مذہب کی طرف بلانے کی کوشش کی تو اس مرد مومن نے کہا تم کس قدر ناعاقبت اندیش بنے ہوئے ہو کہ میں تمہیں سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف دھکیل رہے ہو۔ تمہیں تو میری بات ماننی چاہیے تھی۔

☆ فرعون نے جب دیکھا کہ اس مرد مومن کی باتوں سے ہر شخص متاثر ہو رہا ہے تو اس نے انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور بات کو ٹالنے کے لیے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ تم میرے لیے آسمان تک بلند ایک عمارت بنادو میں جس پر چڑھ کر اور جھانک کر دیکھوں گا کہ موسیٰؑ کا رب کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ سب باتیں جو موسیٰؑ کر رہے ہیں سب جھوٹ اور غلط ہیں۔

☆ فرعون اور آل فرعون کی نافرمانیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے ان سب کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ، ان کے ماننے والوں اور اس مرد مومن کو بچالیا۔ اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور اس کی قوم کے ڈوب جانے اور مرنے کے بعد ہر صبح وشام جہنم کو ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی وہ ٹھکانا ہے جس میں تمہیں قیامت کے دن ڈالا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صبر و برداشت سے کام لیجیے۔ اللہ نے جو وعدہ آپ ﷺ سے کیا ہے وہ سچا وعدہ ہے اور بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی پوری طرح مدد کرے گا اور کفار ومشرکین کو سخت سزا دے گا۔

☆ فرمایا اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔ نطفہ سے نسل انسانی کو دنیا میں پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ بنایا۔ اسی نے زمین و آسمان کو بنایا۔ اس نے جس طرح اور جیسی شکل انسان کو دینا چاہی، بنادیا۔ اس نے انسان کے لیے بہترین غذاؤں کو پیدا کیا لیکن یہ سب کچھ ایک مدت تک ہے پھر ان کو دفن کر دیا جائے گا صرف اللہ کی ذات رہ جائے گی۔ فرمایا کہ وہ رب العالمین ہے اور نرالی شان والا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کو سننے کے باوجود ان میں جھگڑے نکالتے ہیں، رسول کو اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں جب وہ قیامت میں پہنچیں گے تو ان کے گلے اور گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے ان کے پاؤں زنجیروں سے جکڑے جائیں گے، ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ وہ ہر طرح ذلیل و رسوا ہوں گے جب ان کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ صبر و تحمل سے دیکھتے رہیے کہ دنیا اور آخرت میں ان کفار و مشرکین کا انجام کس قدر بھیانک اور قابل عبرت ہوگا۔ اس دن انہیں اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو۔ سب کو حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

سُورَةُ الْمُؤْمِن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝٢ غَافِرِ الذَّنْبِ
وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

ح۔م (اللہ ہی ان حروف کی مراد کو جانتا ہے)

اللہ (وہ ہے) جو ہر بات کا جاننے والا اور غالب ہے اسی کی طرف سے یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے۔ وہ اللہ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا، بڑے فضل وکرم والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

عَزِيْزٌ زبردست۔ سب پر غالب۔ قوت والا

عَلِيْمٌ بہت کچھ جاننے والا۔ سب کچھ جاننے والا

غَافِرِ الذَّنْبِ گناہوں کو بخشنے والا

قَابِلُ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا

شَدِيْدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والا
ذِی الطَّوْلِ	بڑے فضل والا
اَلْمَصِيْرُ	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

سورۃ المومن ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کی ابتداء ''حم'' سے کی گئی ہے۔ ''حم'' حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

''حم'' سے شروع کی گئیں سات سورتوں کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کریم کا مغز حم والی سورتیں ہیں۔ ان ہی کا قول ہے کہ حم والی سورتیں قرآن کی زینت ہیں۔

''حم'' اللہ کا اسم اعظم ہے۔ (سدی)

''حم'' سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

''حم'' والی سورتیں سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں۔ گویا جو شخص ان کی تلاوت کرنے والا ہے اس کے لئے جہنم کے ہر دروازے پر یہ سورتیں رکاوٹ بن جائیں گی اور وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا نزول قرآن سے فرمائی ہے۔ ارشاد ہے کہ اس قرآن کریم کو اس اللہ نے نازل کیا ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جب وہ کسی قوم یا افراد کی گرفت کرتا اور ان کو سزا دیتا ہے تو وہ بھی سخت ہوتی ہے کیونکہ وہ زبردست قوتوں کا مالک ہے۔

سورۃ المومن میں بیان کی گئیں چھ صفات وہ ہیں جو اس سورت میں آنے والے مضامین سے گہری مناسبت رکھتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قرآن کے پڑھنے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ وہ جس قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں وہ اس اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو عظیم ہے جس کی زبردست قوت و طاقت ہے وہ جب معاف اور فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر وہ کسی قوم یا فرد کی گرفت کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس سے چھڑا نہیں سکتی۔ لہٰذا اسی کی عبادت و بندگی کی جائے اور اسی سے مانگا جائے۔ وہی دینے والا ہے اور اسی سے ہر انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی اور معبود ہے اور نہ کسی سے انصاف کی امید کی جا سکتی ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿٤﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ
وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ
لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٥﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ٤ تا ٦

جنہوں نے کفر وانکار کیا وہی آیات الٰہی میں جھگڑتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) ان کا ملکوں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ ان سے پہلے قوم نوحؑ اور (ان کے بعد دوسرے) گروہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسولوں کے متعلق یہ ارادہ کیا کہ وہ انہیں پکڑ لیں اور ناحق جھگڑے کریں تاکہ وہ سچ کو بے حقیقت ثابت کر دکھائیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا۔ (دیکھو کہ) اس کا عذاب کیسا (بھیانک) ہے۔ اور اس طرح (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو کر رہی کہ وہ جہنم والے ہیں۔

لغات القرآن — آیت نمبر ٤ تا ٦

مَا يُجَادِلُ	وہ جھگڑتا نہیں ہے
لَا يَغْرُرْ	دھوکا نہیں دیتا
تَقَلُّبُ	الٹنا پلٹنا۔ آنا جانا
اَلْبِلَادُ (بَلَدٌ)	شہر۔ ملک

هَمَّتْ — ارادہ کیا

يُدْحِضُوْا — وہ پھسلاتے ہیں۔ ڈگمگا دیتے ہیں۔

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۶

قریش مکہ بے تکی باتوں، غیر متعلق جھگڑوں اور الٹے سیدھے اعتراضات کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ ہر شخص یہ سمجھنے لگے کہ نبی کریم ﷺ جس سچے پیغام اور دعوت حق کی طرف بلا رہے ہیں اس میں ان کی ذاتی غرض اور سارے عرب پر برتری قائم کرنے کے جذبے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ چونکہ بنو قریش بیت اللہ کے رکھوالے اور محافظ کہلاتے تھے اس لئے اس بدامنی کے دور میں جہاں کسی کی جان اور اس کا مال محفوظ نہ تھا وہ ہر شہر میں اپنے کاروباری فائدوں کے لئے دندناتے پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قریش میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج جو بنو قریش سردی اور گرمی میں اپنے تجارتی مفادات کے لئے سرگرم ہیں اور ان کو کوئی شخص یا قبیلہ نقصان نہیں پہنچاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان کو بیت اللہ کا متولی اور نگراں سمجھتے ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو قریش سردی میں یمن اور گرمی کے دنوں میں شام اور فلسطین میں اپنا مال تجارت لے جایا کرتے تھے۔ ہر طرف لوٹ مار، قتل وغارت گری اور چوری وڈکیتی کا عام رواج تھا لیکن بیت اللہ کی نسبت کی وجہ سے قریشیوں کو سارے عرب میں نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس لئے وہ دوسروں کے مقابلے میں نہایت امن وسکون سے اپنا کاروبار کرتے اور ہر ملک میں آنے جانے میں کوئی دشواری محسوس نہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ عزت و احترام اور امن وسکون بیت اللہ کی وجہ سے تھا لیکن ان میں ایسا احساس برتری پیدا ہو چکا تھا کہ وہ اپنے غرور وتکبر میں ہر ایک کو اپنے سے حقیر اور کم تر سمجھا کرتے تھے۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم بیت اللہ کے خدمت گذار ہیں اگر ہم مجرم یا گناہ گار ہوتے تو ہمیں یہ نعمتیں اور سہولتیں نصیب نہ ہوتیں۔ ان کی چرب زبانی اتنی بڑھ چکی تھی کہ بعض کمزور ایمان کے لوگوں میں کچھ شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرنے والے اور شہر شہر گھوم کر اپنے مفادات حاصل کرنے والوں کی بھاگ دوڑ سے اہل ایمان اس دھوکے میں نہ پڑ جائیں کہ واقعی اللہ ان کفار ومشرکین سے خوش ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ دنیاوی زندگی کی یہ چند روزہ بہار ہے جو موت کے ساتھ ساری حقیقت کھول کر رکھ دے گی۔ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کو اسی وقت سخت سے سخت سزا دے کر معاملہ ختم کر دیتا لیکن یہ بات اس کی مصلحت کے خلاف ہے کیونکہ وہ ہر شخص کو اس کی قیامت شروع ہونے تک مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ اگر وہ اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی نجات ہے اور اگر وہ اسی روش پر قائم رہتا ہے تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور قوم عاد وقوم ثمود کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نوحؑ اور ان کے بعد بہت سے پیغمبر آئے جن کی تعلیمات کا لوگوں نے انکار کیا۔ ان کو جھٹلایا اور آخرت کا انکار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو

پکڑ کر عبرت ناک سزا دی۔ ان کے اونچے اونچے محل، مال و دولت کے ڈھیر اور ان کے خدام ان کے کسی کام نہ آسکے۔ وہ اپنی نافرمانیوں کے سمندر میں اس طرح ڈوب گئے کہ آج ان کی عالی شان بلڈنگوں کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ ہر شخص کے لئے نشان عبرت و نصیحت بن چکے ہیں اور اس طرح اللہ کا یہ فیصلہ ثابت ہو کر رہا کہ جو لوگ اللہ و رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور بدکاریوں کی انتہاؤں تک پہنچ جاتے ہیں ان کو آخر اپنے برے انجام سے اس دنیا میں بھی دوچار ہونا پڑتا ہے اور آخرت کی سزا کا تو اس دنیا میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ
حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ
لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾
رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ
مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ
فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ ع ۱ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی پاکیزگی اور حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے وہ دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے جنہوں نے توبہ کر لی ہے ان کو بخش دیجئے۔ اور جنہوں نے آپ کے راستے کی پیروی کی انہیں جہنم سے نجات عطا فرما دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار انہیں ہمیشہ کے باغوں میں داخل فرمائیے۔ جس کا آپ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ ان کے صالح باپ، دادا، ان کی صالح

بیویوں اور ان کی اولاد صالح کو بھی (نواز دیجئے) بے شک آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں۔
اور انہیں ہر طرح کی برائیوں سے بچا لیجئے۔ (اور حقیقت یہ ہے کہ) اس دن جو بھی برائیوں سے بچ گیا تو یقیناً آپ نے اس پر رحم و کرم کیا۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

یَحۡمِلُوۡنَ	وہ اٹھاتے ہیں
وَسِعۡتَ	تو نے وسیع کیا۔ تو نے پھیلا دیا
اَدۡخِلۡ	داخل کردے
صَلَحَ	اس نے اصلاح کرلی۔ درست کرلیا
اَلۡفَوۡزُ	کامیابی

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

جو لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر کے اس پر چلتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی روشنی دکھانے کی جدوجہد کرتے ہیں تو دنیا اور اس کے مفادات سے چمٹے ہوئے باطل پرست شدید مخالفت کر کے ان کو معاشرہ میں حقیر بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا نظام یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو سر بلند فرماتا ہے۔ کائنات کی ساری قوتیں اور فرشتے ان کے لئے خیر خواہی کے جذبے سے دعائے رحمت و مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کچھ لوگوں نے حق و صداقت کی آواز پر لبیک کہا اور وہ ابدی سعادت سے ہم کنار ہو کر صحابی رسول کہلائے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو کفار و مشرکین نے حق و صداقت کے راستے سے ہٹانے کے لئے مصائب اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ ایک طویل عرصے تک کفار کے ظلم و ستم سے صحابہ کرام دل شکستہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس سچائی پر ڈٹے رہیں اور حالات سے نہ گھبرائیں کیونکہ اللہ کے فرشتے اور خاص طور پر عرش الٰہی کو اٹھانے والے مقرب فرشتے بھی دن رات ان کے لئے دعائے رحمت و مغفرت کر رہے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ آخر کار اہل ایمان ہی کامیاب و بامراد ہو کر رہیں گے۔

عرش الٰہی کو اٹھانے والے چار فرشتے اور عرش کے ارد گرد جمع ہونے والے فرشتے جن کی تعداد کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہر وقت دل اور زبان سے اہل ایمان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں جن کی تعداد قیامت میں آٹھ ہو جائے گی وہ ہر وقت اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ عرش الٰہی کا طواف کرتے ہوئے ''لا الہ الا اللہ'' کا ورد کرتے رہتے ہیں ان میں سے دو کی تسبیح یہ ہوتی ہے ''**سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الحَمْدُ علی حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ**'' دوسرے دو فرشتوں کی تسبیح یہ ہوتی ہے ''**سُبحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ عَلٰی عَفْوِكَ بَعْدَ قُدرَتِكَ**''

اس حمد وثنا کے ساتھ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں۔ (۱)۔ الٰہی! جن لوگوں نے دنیا میں آپ پر ایمان لا کر آپ کے احکامات کی پابندی کی ہے، آپ ہی کی طرف جھک کر انہوں نے کفر وشرک سے توبہ کر لی ہے ان سے اگر کچھ غلطیاں یا لغزشیں ہو جائیں تو ان کو معاف کر دیجئے گا۔ آپ کائنات کے ذرے ذرے کی کیفیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کوئی چیز آپ کے علم اور رحمت سے باہر نہیں ہے آپ کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے، چھائی ہوئی ہے۔ کوئی آپ کے رحم وکرم سے محروم نہیں ہے، آپ ان سب اہل ایمان کو جہنم کی آگ سے بچا لیجئے گا۔ (۲) الٰہی! ان اہل ایمان کو ہمیشگی کی جنت اور ہرے بھرے باغوں میں داخل فرمایئے گا جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کے وہ ماں باپ، بیویاں اور اولاد جن میں جنت میں داخل ہونے کی صلاحیت ہے ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں داخل فرما لیجئے گا۔ بے شک آپ ہی قادر مطلق ہیں اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہیں۔ (۳) وہ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! ان اہل ایمان کو آخرت کی ہر طرح کی تکلیفوں اور رسوائیوں سے بچا لیجئے گا۔ اگر اس ہولناک دن میں آپ نے ان کو تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچا لیا تو بے شک آپ کی ان پر بے انتہا مہربانی ہوگی اور وہ ایک بہت بڑی کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ
إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا
اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ
خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ
كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ﴿١٢﴾
هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا
وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ
يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ
يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ
مِنْهُمْ شَيْءٌ ۗ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۗ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾
اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى
الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۗ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ
يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾
وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۗ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾ ٢ ع ١ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ١٠ تا ٢٠

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ آرہا ہے (ذرا سوچو کہ) اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوتا تھا جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے اور تم انکار کرتے تھے۔

وہ کہیں گے اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دومرتبہ موت دی اور آپ نے ہمیں دومرتبہ زندہ کیا تو ہم اپنے گناہوں پر (شرمندگی کے ساتھ) اقرار کرتے ہیں۔تو کیا اب یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟

(ان سے کہا جائے گا کہ) تمہاری یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تو تم اس کو مان لیا

کرتے تھے۔اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ اللہ جو بلند و برتر ہے۔

وہی تو ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔مگر اس سے وہی شخص نصیحت حاصل کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔(اے لوگو!) تم عبادت کو صرف اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔اگرچہ وہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

وہ اللہ بلند درجوں والا اور عرش کا مالک ہے۔وہ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح (وحی) نازل کرتا ہے تاکہ وہ ان کو (قیامت کے دن اللہ کی) ملاقات سے ڈرائے۔

جس دن وہ ظاہر (بے پردہ) ہوں گے اور ان کی کوئی بات اللہ سے پوشیدہ نہ ہوگی (اس دن آواز دی جائے گی کہ) آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ (سب کہیں گے) اللہ کے لئے جو ایک ہے اور زبردست (قوت و طاقت والا ہے)۔(فرمایا جائے گا کہ) آج ہر شخص کو اس کے (اچھے یا برے) اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔آج کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو قیامت کے اس دن سے ڈرایئے جو قریب آ گیا ہے جب کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور دل رنج و غم سے بھرے ہوں گے۔(اس دن) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔وہ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ تم اپنے سینوں میں چھپائے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے اور (اسی کے مطابق) اللہ ٹھیک فیصلہ کردے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا جنہیں (اپنی حاجات کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی فیصلہ کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔بے شک اللہ ہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۲۰

يُنَادَوْنَ (نِدَاءٌ)	آواز دیں گے
مَقْتُ اللّٰهِ	اللہ کا غصہ
تُدْعَوْنَ	تم پکارے جاؤ گے
اَمَتَّنَا	تو نے ہمیں موت دی
اَحْيَيْتَنَا	تو نے ہمیں زندگی دی

يُنِيبُ	وہ لوٹتا ہے۔رجوع کرتا ہے
رَفِيعٌ	بلند
اَلرُّوْحُ	روح۔وحی
اَلتَّلَاقُ	ملاقات۔ملنا
بٰرِزُوْنَ	ظاہر ہونے والے۔بے پردہ
اَلْقَهَّارُ	زبردست۔قوت والا
اَلْاٰزِفَةُ	قریب آنے والی۔نزدیک آنے والی
اَلْحَنَاجِرُ (حَنْجُوْرٌ)	گلے۔کلیجے
كٰظِمِيْنَ	غصہ پی جانے والے
حَمِيْمٌ	قریبی دوست
خَآئِنَةٌ (خِيَانَةٌ)	چوری کرنے والی۔خیانت کرنے والی
لَا يَقْضُوْنَ	وہ فیصلہ نہیں کرتے

تشریح: آیت نمبر ١٠ تا ٢٠

دنیا میں کفر و شرک اور گناہ کرنے والے لوگ مختلف باتوں اور تاویلوں کے ذریعہ اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے برے انجام کا احساس ہی نہیں ہوتا لیکن جب قیامت کے دن وہ اپنے برے اعمال اور عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ خود اپنے آپ کو ملامت کریں گے۔اس وقت ان کفار و مشرکین کو پکار کر کہا جائے گا کہ آج جس طرح تمہیں اپنے آپ پر غصہ آ رہا ہے اور تم اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہو اسی طرح جب دنیا میں اللہ کے پیغمبر تمہیں راہ ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے اور تم ان کی دعوت کو ٹھکرا کر دنیا کے عیش و آرام میں پڑے ہوئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کا غضب اس سے زیادہ تمہارے اوپر بھڑکا کرتا تھا۔اللہ نے تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے کا موقع دیا مگر تم نے کبھی حقیقت سے آنکھیں نہیں ملائیں اب آج تمہیں اپنے کئے ہوئے اعمال کو بھگتنا ہے۔اب اس عذاب سے چھٹکارے کی کوئی شکل موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

بے شک جن لوگوں نے کفر و شرک کیا تھا ان سے قیامت کے دن پکار کر کہا جائے گا کہ آج تمہیں اپنے اوپر جو غصہ

آرہا ہے اللہ اس وقت تم سے شدید ناراض ہوا کرتا تھا جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا اور تم مسلسل اس سے انکار کرتے رہتے تھے۔ کفار ومشرکین کہیں گے الٰہی! آپ نے ہمیں دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی یعنی ہم کچھ نہ تھے مردہ تھے آپ نے ہمیں زندگی دی پھر مرجانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کیا اس طرح دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی دی۔ ہم اپنے گناہوں اور خطاؤں پر شرمندہ ہیں اور ہم احساس ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ الٰہی! کیا ہمیں ایک موقع اور عطا کر سکتے ہیں کہ ہم دوبارہ دنیا میں جائیں اور عمل صالح کر کے پھر آپ کی جناب میں حاضر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تمہاری یہ بدترین حالت اس لئے ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر کسی کو اللہ کی ذات اور صفات میں شریک کیا جاتا تھا تو تم اسے خوشی کے ساتھ مان لیا کرتے تھے۔ اب فیصلہ کا وقت ہے دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کا وقت نہیں ہے اور یہ فیصلہ بھی اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو ہر طرح بلند و برتر ہے۔

اگر سمجھنا چاہتے تو کائنات میں اللہ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں ان کو دیکھ کر بھی ایمان لا سکتے تھے مگر تم نے نہ تو اللہ کے پیغمبروں کی بات کو مانا اور نہ کائنات کی نشانیوں کو دیکھ کر۔

حالانکہ سامنے کی بات تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ اللہ نے بلندیوں سے پانی کو برسایا جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور وہ سرسبز و شاداب ہوگئی۔ اس سے ان کا رزق پیدا کیا گیا اور وہ اس رزق کا استعمال کرتے تھے مگر انہوں نے اس بات پر کبھی غور و فکر نہیں کیا کہ اتنے بڑے جہان کو کون ذات چلا رہی ہے۔ البتہ خوش نصیب لوگ ان تمام باتوں کو دیکھ کر ہی اللہ پر ایمان کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فرمایا کہ وہ اللہ جو اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے وہ نہایت بلند درجوں والا اور عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہی اللہ وحی نازل کر کے انسانوں کی ہدایت کا سامان کرتا ہے تا کہ ان کو قیامت کے ہولناک دن اور برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کر دے لیکن وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کی کسی کو خبر نہیں ہے حالانکہ اللہ انسانوں کے دلوں کا حال اور انسان آنکھوں سے جو خیانت کرتا ہے جس کا برابر والے کو بھی اندازہ نہیں ہوتا اللہ انسان کی اس کیفیت سے بھی بخوبی واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار ومشرکین کو قیامت کے اس دن سے ڈراتے رہیے جب کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور گناہ گاروں کے دل رنج وغم سے بھر چکے ہوں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ آج دنیا کے بادشاہ اور فرماں روا کہاں ہیں؟ آج کس کی سلطنت ہے؟ چونکہ اس وقت سب فنا ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی جواب عنایت فرمائیں گے کہ صرف ایک اللہ کی بادشاہت اور سلطنت وحکومت ہے۔ آج فیصلے کا دن ہے آج ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی ہر ایک کو پورا پورا انصاف ملے گا۔

مذکورہ آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ قیامت کا ہولناک دن ہوگا جس میں ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے جو گھٹن ہوگی ہر شخص کو ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے اس کا دل اس کے حلق میں دھڑک رہا ہے اسی کو محاورہ میں کلیجہ منہ کو آجانا کہا جاتا ہے۔ اللہ کے مقرب

فرشتے اہل ایمان کے لئے دعا کریں گے کہ وہ قیامت کے دن ہر طرح کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں۔لیکن کفار و مشرکین کا برا حال ہوگا۔مگر کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ارشاد ہے

اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کرنے کو حرام کیا ہوا ہے اور تمہارے اوپر بھی حرام قرار دے دیا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔فرمایا کہ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جن کو میں اپنی نظروں میں رکھتا ہوں اور ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا لہٰذا جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ کو ملامت کرے (یعنی گناہوں سے باز آجائے) (حدیث قدسی)۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔☆ ایک وہ جو بخش دیئے جائیں گے۔☆ دوسرے وہ گناہ جو بخشے نہیں جائیں گے۔☆ تیسری قسم کے گناہ وہ ہیں جن میں سے کچھ بھی چھوڑا نہیں جائے گا۔جن گناہوں کی بخشش اور معافی ہوگی وہ گناہ ہیں جن کو کرنے کے بعد توبہ کرلی گئی ہوگی۔جو گناہ نہیں بخشا جائے گا وہ شرک ہے جسے اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔اور جو چھوڑا نہیں جائے گا وہ حقوق کا گناہ ہے جو پورا پورا دلوایا جائے گا ظالم سے مظلوم کو غاصب سے مغصوب کو۔اگر کسی نے کسی کو طمانچہ مارا ہوگا یا گالی دی ہوگی تو اس کا پورا پورا بدلہ دلوایا جائے گا۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ تاکید فرماتے تھے کہ جس پر کسی کا حق ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن درھم ودینار نہ ہوں گے حقوق کے بدلے اعمال ادا کئے جائیں گے۔

(۴)۔انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا، نہ کوئی مجھے دیکھ رہا ہے اور نہ اس کا حساب کتاب ہوگا لیکن اللہ نے فرمایا کہ انسان وہ گناہ جو آنکھوں سے کرتا ہے یا سینے کے اندر چھپے ہوئے دل میں کرتا ہے اس کا علم دنیا میں کسی کو نہیں ہوتا لیکن اللہ آنکھوں کی خیانت اور دلی جذبوں سے بھی پوری طرح واقف ہے۔اسی لئے نبی کریم ﷺ یہ دعا فرماتے تھے جو آپ نے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ

اے میرے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریاکاری اور دکھاوے سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک وصاف رکھئے گا کیونکہ بے شک آپ تو آنکھوں کی خیانت اور دل میں چھپے ہوئے خیالات تک سے واقف ہیں۔

(۵)۔اللہ کی نشانیوں میں سے بارش کی بھی ایک نشانی ہے۔بارش کی وجہ سے کھیت لہلہاتے ہیں اور انسانوں کی غذا کا انتظام کیا جاتا ہے۔اگر انسان صرف اتنی بات پر غور کرلے کہ وہ ایک لقمہ جو اس کے حلق کے نیچے اتر رہا ہے اس میں کائنات کی اور اس میں رہنے والے کتنے انسانوں کی محنت ومشقت شامل ہے۔اگر اللہ یہ نظام قائم نہ فرماتا تو صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی اپنا وجود قائم نہ رکھ سکتے۔

جس طرح اللہ نے بارش کے ذریعہ انسانوں کا رزق عطا کیا ہے اسی طرح اس نے انسان کی روحانی زندگی کے لئے وحی

نازل کی ہے۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین میں تروتازگی اور زندگی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح وحی کے ذریعہ مردہ دلوں کو ایک نئی روحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي
الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ
اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٣﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ
هَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ
بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ
الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ
كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ ٣/٧/٨

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں؟ (اگر چلتے تو) دیکھتے کہ جو لوگ ان سے

پہلے (نافرمان) تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ قوت وطاقت میں ان سے بھی زیادہ تھے اور زمین میں (اپنے آثار، کھنڈرات) نشانیوں کے اعتبار سے بھی (بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں) پھر اللہ نے ان کو ان کے گناہوں (کفر وشرک) کے سبب پکڑ لیا اور اس وقت ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے کہ ان کے پاس ان کی طرف (بھیجے گئے) رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا کیونکہ بلاشبہ وہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ہم نے موسیٰؑ کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ موسیٰ تو (نعوذ باللہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے۔ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالو جو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو حالانکہ کافروں کا داؤ گمراہی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

فرعون کہنے لگا چھوڑو میں موسیٰ ہی کو قتل کر ڈالتا ہوں۔ وہ اپنے رب کو پکار کر تو دیکھے۔ (لوگو!) مجھے ڈر ہے کہ (اگر موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو) وہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا وہ فساد پھیلائے گا۔

موسیٰؑ نے کہا میں نے ہر مغرور ومتکبر اور یوم حساب پر ایمان نہ لانے والوں کے مقابلے میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ حاصل کر لی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

لَمْ يَسِيْرُوْا	وہ چلتے پھرتے نہیں
عَاقِبَةٌ	انجام
اٰثَارًا	نشانات۔ کھنڈرات
وَاقٍ (وَقِيٌّ)	بچانے والا
ضَلٰلٌ	گمراہی
ذَرُوْنِيْ	مجھے چھوڑو (میری بات چھوڑو)
عُذْتُ	میں نے پناہ حاصل کر لی

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۷

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ یہاں بہت سی قومیں ابھریں۔ ان کی تہذیب ان کا تمدن ساری دنیا پر چھا گیا۔ ان کی تجارت مال و دولت کی کثرت، بلند و بالا عمارتیں اور قلعے اس کثرت سے تھے کہ ان پر ناز کرتے ہوئے انہوں نے اپنے علاوہ سب کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا۔ غرور و تکبر کے ساتھ ساتھ انہوں نے کفر و شرک کی انتہا کر دی۔ ان کی نافرمانیوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ اللہ نے اپنی کتابوں کو بھیجا تا کہ وہ راہ ہدایت حاصل کر سکیں مگر ان پر دنیا داری اس قدر غالب آ چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں اور اس کے پیغام کو جھٹلانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی اس انتہا تک پہنچ گئے تھے جہاں سے ان کی واپسی ناممکن تھی تب اللہ نے ان کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا کہ آج وہ ایک تاریخی واقعہ اور افسانہ بن کر رہ گئے ہیں۔ کفار قریش جو سردی اور گرمی کے زمانے میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے ملک یمن اور ملک شام جا کر دندناتے پھرتے تھے اور تجارت کرتے تھے ان کے راستے میں قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کی تہذیب کے وہ آثار اور کھنڈرات بھی پڑتے تھے جو کبھی ساری دنیا پر دھاک بٹھائے ہوئے تھے لیکن آج ان کی نافرمانیوں کے سبب وہ نشان عبرت بن کر رہ گئے ہیں۔

ان ہی لوگوں سے خاص طور پر اور ساری دنیا کے لوگوں سے عام طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ کیا وہ زمین پر چل پھر کر ان نافرمان قوموں کا بدترین انجام اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے جو طاقت و قوت میں ان کفار قریش سے بڑھ کر تھے اور انہوں نے اپنے آثار اور کھنڈرات بھی کثرت سے چھوڑے ہیں۔ جب انہوں نے نافرمانی اور گناہوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان کو پکڑا اور سخت سزا دی ان کا مال ان کی دولت اور تہذیب و تمدن کوئی چیز بھی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ انتہائی کھلے کھلے اور واضح معجزات اور دلیلوں کے ساتھ تشریف لائے تو فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ کی نبوت اور پیغام حق کا انکار کیا اور عام لوگوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ موسیٰؑ ایک جادوگر ہیں اور یہ جس معجزہ کی بات کرتے ہیں وہ جادو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ فرعون اور اس کے ہم نوا شروع سے ہی بنی اسرائیل کو ذلیل و خوار کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان کے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ جب پیدا ہوئے تو اس وقت فرعونی قوم اسی ظلم پر قائم تھی لیکن معجزاتی طور پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے فرعون کے محل میں پہنچا دیا جہاں ان کی پرورش ہوئی۔ جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت و رسالت دے کر فرعون کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تو اس نے ایک مرتبہ پھر قوم بنی اسرائیل پر خوف و دہشت طاری کرنے کیلئے یہ حکم جاری کیا کہ جو بھی حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے۔

تاریخی اعتبار سے تو یہ یقینی علم نہیں ہے کہ فرعون نے اس دوسرے حکم پر عمل کیا یا نہیں بہر حال قوم بنی اسرائیل اس حکم سے شدید دباؤ میں آ گئی۔ لیکن فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری تدبیریں غارت ہو کر رہ گئیں۔ فرعون کے درباری اور مشیر سخت پریشان تھے اور فرعون کو شاید یہی مشورے دیتے رہے ہوں گے کہ موسیٰ پر سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل جو بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں اور فرعون کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ ایک دن فرعون نے کہا کہ ان سب باتوں کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے رب کو پکارے یا نہ پکارے میں اس کا کام تمام کر دیتا ہوں کیونکہ اگر موسیٰ کو اسی طرح کی آزادی سے گھومنے اور تبلیغ کرنے کی آزادی رہی تو وہ تمہارے مذہب کو بدل ڈالے گا یا وہ فساد مچا کر رکھ دے گا۔ جب حضرت موسیٰ نے یہ سب کچھ سنا تو فرمایا کہ میں فرعون کی دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں تمہارے اور اپنے پروردگار کی پناہ اور حفاظت میں ہوں کوئی میرا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون اور اس کے درباریوں کی ساری کوششیں، سازشیں اور ظلم وستم حضرت موسیٰ اور ان پر ایمان لانے والے بنی اسرائیل کا تو کچھ نہ بگاڑ سکے البتہ وہ خود اس طرح پانی میں غرق کر دیئے گئے کہ آج دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا تک موجود نہیں ہے۔ آج فرعون کا تاج وتخت مصر کے میوزیم میں موجود ہے جو زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ تاج وتخت پر فخر کرنے والے نافرمان مٹ کر رہتے ہیں اور اللہ جو حی وقیوم ہے وہی ساری کائنات کا مالک ومختار ہے ساری قدرت وطاقت صرف اسی کی ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٨ تا ٢٩

اور فرعون کی قوم میں سے ایک مرد مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی نشانیوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر وہ (موسیٰ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا (وبال) اس پر پڑے گا۔لیکن اگر وہ سچا ہے تو وہ جو تم سے وعدہ کر رہا ہے اس کا کچھ تمہیں ضرور پہنچے گا بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں اور جھوٹے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اے میری قوم آج تمہاری بادشاہت ہے،تم زمین میں غالب ہولیکن اگر تم پر اللہ کا قہر ٹوٹ پڑا تو اس سے بچانے والا اور ہماری مدد کرنے والا کون ہوگا؟

فرعون نے کہا (لوگو!) میں تو تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جس کو میں (تمہارے حق میں) بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی اور ہدایت کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٨ تا ٢٩

یَکْتُمُ	وہ چھپاتا ہے
یُصِیْبُ	وہ پہنچے گا
مُسْرِفٌ	حد سے بڑھنے والا
کَذَّابٌ	بہت جھوٹ بولنے والا
ظٰھِرِیْنَ	چھا جانے والے۔غائب ہونے والے
بَاْسٌ	عذاب۔تکلیف
اُرٰی	میں دیکھتا ہوں
اَلرَّشَادُ	ہدایت۔رہنمائی

تشریح: آیت نمبر ۲۸ تا ۲۹

یہاں ایک مردمومن کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام المومن رکھا گیا ہے۔ وہ مردمومن فرعون کے شاہی خاندان کے ایک فرد تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دربار کے کوئی اعلیٰ عہدیدار تھے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ فرعون کے چچازاد بھائی اور آل فرعون میں سے تھے۔

یہ مردمومن جن کے تین نام نقل کئے گئے ہیں شمعان، حزقیل اور جبر۔ یہ مردمومن جو حضرت موسیٰؑ کی دعوت اور معجزات کو دیکھ کر ایمان لا چکے تھے مگر فرعون کے ظلم وستم اور کسی مصلحت سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ کرلیا ہے تو وہ کھل کر حضرت موسیٰؑ کی حمایت پر آ گئے۔ انہوں نے نہایت موثر اور حکیمانہ انداز سے بھرے دربار میں حضرت موسیٰؑ کے قتل کی مذمت اور ان کی عظمت پر تقریر فرمائی اور کہا کہ تم کتنے ظالم لوگ ہو کہ ایک شخص کو تم صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب مانتا ہے۔ اس مردمومن کی نبی کریم ﷺ نے بھی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آل فرعون میں سے تین لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا (۱) ایک تو یہ مردمومن تھے (۲) دوسرے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ (۳) اور تیسرا وہ شخص کہ جب حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے ایک قبطی غلطی سے مارا گیا تھا اور فرعون وقت نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا فیصلہ کرلیا تھا تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے حضرت موسیٰؑ کو صورت حال بتاتے ہوئے مصر سے چلے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ بعض مفسرین نے پہلے اور تیسرے شخص کو ایک شمار کیا ہے۔ یعنی یہی شخصیات تھیں جنہوں نے فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰؓ نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ بتاؤ آدمیوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے بہادر اور نڈر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنو قریش کے کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ پر حملہ کردیا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو حوصلہ نہ تھا کہ بنو قریش کے قریب بھی جاتے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ قریش پر جھپٹے۔ کسی کا گلہ پکڑتے، کسی کے کاندھے ہلاتے اور فرماتے جاتے "وَيْلَكُمْ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ" تمہاری تباہی ہو کہ تم ایک شخص کو محض اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے اپنے منہ پر چادر ڈال لی اور رونا شروع کردیا یہاں تک کہ آنسوؤں سے آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ بتاؤ آل فرعون کا مردمومن بہتر ہے یا ابوبکر صدیقؓ۔ سب خاموش رہے تب حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ لیکن اللہ کی قسم آل فرعون کے مردمومن کے مقابلے میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک ایک ساعت بہتر ہے کیونکہ اس مرد مومن نے تو اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اور ابوبکر صدیقؓ ایسے شخص تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو سب کے سامنے ظاہر کر رکھا تھا۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صدیقین چند ہیں (۱) ایک حبیب نجار ہیں (جن کا قصہ سورۃ یاسین میں آیا ہے)۔(۲) دوسرے آل فرعون میں سے یہ مرد مومن (۳) اور تیسرے ابوبکر صدیق ہیں جوان سب سے افضل ہیں (قرطبی)

اس مرد مومن نے فرعون، آل فرعون اور درباریوں کو مختلف طریقوں سے ایمان کی طرف دعوت دی جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔

اس مرد مومن نے کہا کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات اور نشانیاں لے کر آیا ہے۔ اگر وہ شخص (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال خود اسی شخص پر پڑے گا۔ لیکن اگر وہ سچا ہے تو پھر وہ جو کچھ کہہ رہا ہے تو کیا تم اس عذاب سے بچ سکو گے؟ اللہ کا نظام ہے کہ جو لوگ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں یا جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں ان کو راہ ہدایت کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ آج تمہیں حکومت وسلطنت اور ہر طرح کی طاقتیں حاصل ہیں تم زمین پر غالب ہو لیکن اگر اللہ کا قہر اور عذاب ہم پر ٹوٹ پڑا تو ہمیں اس سے بچانے والا کون ہوگا؟ اس وقت ہماری مدد کون کرے گا؟

مرد مومن کی تقریر کا سلسلہ جاری تھا کہ فرعون نے لوگوں کو اس مرد مومن سے متاثر ہوتے دیکھا تو درمیان درمیان میں مداخلت کرتا رہا۔ کہنے لگا لوگو! میں تمہیں وہی بات بتا رہا ہوں جسے میں تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھا رہا ہوں اس کی مراد یہ ہوگی کہ یہ مرد مومن جس بات کو کہہ رہا ہے اس میں تمہاری کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے اور جو راستہ میں تمہیں دکھا رہا ہوں وہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں اس مرد مومن کی باقی نصیحتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ
يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَ
الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾
وَيٰقَوْمِ اِنِّيٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾

يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ
بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ
لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ
مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿٣٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ
لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ
اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ
ع ١٠ / ٩ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٠ تا ٣٧

اور وہ شخص جو ایمان لے آیا تھا اس نے کہا اے میری قوم! میں تمہارے اوپر تم سے پہلے گذرے ہوئے گروہوں کے جیسے عذاب سے ڈرتا ہوں (جو ان پر آیا تھا) جیسا حال قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود کا ہوا اور وہ جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اور اے میری قوم! میں تم پر چیخ و پکار کے اس دن سے ڈرتا ہوں جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے لیکن تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ بھٹکا دے اسے راہ ہدایت دکھانے والا کوئی نہیں۔ اس سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ مگر تم اس چیز سے شک میں ہی پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ اور انتقال کر گئے تو تم نے کہنا شروع کر دیا

کہ اب ان کے بعد اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔اس طرح اللہ اس کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گذرنے والا اور شک میں پڑا رہنے والا ہے۔

اور وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے جو انہیں دی گئی تھی ان آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک ہر وہ بات جو (ٹیڑھی میڑھی ہو) سخت ناپسندیدہ ہے۔اس طرح اللہ ہر مغرور اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔فرعون نے (ایک دن) ہامان سے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کر دے۔شاید کہ میں (آسمان کے) راستوں تک پہنچ جاؤں۔تاکہ میں موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھوں۔اور بے شک میں اس کو جھوٹا (آدمی) سمجھتا ہوں۔اور اس طرح فرعون کے بدترین اعمال (اس کی نظروں میں) اسے خوبصورت بنا کر دکھا دیئے گئے۔اور اس کو سیدھے راستے سے روک دیا گیا۔اور فرعون کی ہر تدبیر (ہر کوشش) اس کو تباہی (کے کنارے تک پہنچانے کا سبب) تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٠ تا ٣٧

دَأْبٌ	دستور۔قاعدہ۔قانون
اَلتَّنَادُ	چیخ وپکار
عَاصِمٌ	بچانے والا
هَادٌ	ہدایت دینے والا۔رہبر و رہنما
مَازِلْتُمْ	تم ہمیشہ رہے
مُرْتَابٌ	شک کرنے والا
يَطْبَعُ	وہ مہر لگاتا ہے
جَبَّارٌ	بہت سختی کرنے والا

اِبْنِ (بِنَاءٌ)	تعمیر کردے
صَرْحًا	عمارت۔محل
اَطَّلِعُ	میں جھانکوں گا
زُيِّنَ	خوبصورت بنادیا گیا
صُدَّ	اس نے روک دیا
كَيْدُ	تدبیر۔فریب
تَبَابٌ	تباہی۔بربادی

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۷

اس سے پہلی آیات میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ آل فرعون میں سے ایک مردمومن نے بھرے دربار میں حضرت موسیٰؑ کی تائید کرتے ہوئے آل فرعون کو حضرت موسیٰؑ کے قتل سے منع کیا تھا اور ان کو متعدد نصیحتیں کی تھیں۔اس مردمومن نے مزید کہا کہ لوگو! اگر تم موسیٰؑ کو اسی طرح جھٹلاتے رہے اور ان کی مخالفت اور دشمنی پر اسی طرح اڑے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہیں وہ دن دیکھنا نہ پڑے جو تم سے پہلی قوموں قوم نوحؑ، قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے بعد آنے والی نافرمان قوموں نے دیکھا تھا۔اللہ نے ان لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل کیں۔ہر طرح کی نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا لیکن وہ اپنی ضد،ہٹ دھرمی،سرکشی اور نافرمانیوں پر اڑے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ قومیں مختلف عذابوں میں تباہ و برباد کردی گئیں۔اللہ تو اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنی دنیا اور آخرت کو تباہ کر لیتے ہیں۔اس مردمومن نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ عذاب تمہارے اوپر بھی آگیا جو گذشتہ قوموں پر آیا تھا تو پھر تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہ سکے گا کیونکہ جو خود ہی راستے سے بھٹک جائے اور ہدایت سے منہ پھیر لے تو ایسے آدمی کو راہ ہدایت نصیب نہیں ہوا کرتی۔اس مردمومن نے کہا کہ یہی وقت ہے کہ سچائی کا راستہ اختیار کر لیا جائے اور حضرت موسیٰؑ کی قدر کی جائے کیونکہ اگر یہ وقت نکل گیا تو پھر بعد میں سوائے شرمندگی اور پچھتانے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔جس طرح لوگ حضرت یوسفؑ کی زندگی میں تو بڑے اعتراض کرتے رہے لیکن ان کے جانے کے بعد قوم کو احساس ہوا کہ حضرت یوسفؑ کا وجود کس قدر رحمت اور برکت کا سبب تھا۔ان کی قوم حضرت یوسف کے وصال

کے بعد اس قدر مایوس ہوگئی اور کہنے لگی کہ اب ان کے بعد کوئی رسول کیا آئے گا۔ یعنی ان جیسا رسول تو اب آ ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو حد سے بڑھ جانے والے اور جھوٹ اور شک کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ جن کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ اللہ ایسے جابر و ظالم لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ایسے لوگ اللہ کے غصے اور غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔

جب فرعون نے دیکھا کہ مرد مومن کی باتوں سے لوگ متاثر ہو رہے ہیں تو اس نے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے ایک نہایت غیر سنجیدہ اور نامعقول بات کرتے ہوئے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک ایسی اونچی بلڈنگ تعمیر کرا دے جہاں سے میں موسیٰؑ کے رب کو جھانک کر دیکھ سکوں کیونکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب غلط اور جھوٹ ہے۔

تاریخی اور معتبر روایات سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ فرعون یا اس کے وزیر نے کوئی ایسی اونچی بلڈنگ بنوائی ہو۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ فرعون نے اس طرح لوگوں کی توجہ ہٹانے اور بات کو مذاق میں اڑانے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح اللہ نے فرعون کے غیر سنجیدہ اور بدترین اعمال کو اس کی نظروں میں خوبصورت بنا دیا تھا جس سے اس کی عقل ماری گئی تھی۔ اور اس طرح فرعون کی ہر سازش اور ہر تدبیر اس کو تباہی کے کنارے تک پہنچانے کا سبب بنتی چلی گئی۔ اور آخر کار وہ اور اس کے ساتھی اپنی گمراہیوں کے سمندر میں غرق ہو کر تباہ و برباد ہوگئے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۚ ٣٨
يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ
الْقَرَارِ ٣٩ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ
عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ٤٠
وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۗ ٤١
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّ
اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ٤٢ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

النصف

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ
اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ
مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ
بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ
بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا
غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ
فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

اور وہ شخص جو ایمان لا چکا تھا اس نے کہا کہ اے میری قوم! تم میرا کہا مانو۔ میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اے میری قوم (کے لوگو!) اس دنیا کے سامان میں بہت تھوڑا سا فائدہ ہے۔ اور بے شک آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ جس نے کوئی برا عمل کیا اسے اسی جیسا بدلہ ملے گا۔ اور جس نے عمل صالح کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی جنتوں میں داخل ہوں گے جن میں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

اے میری قوم (کے لوگو!) کیسی عجیب بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس طرف بلا رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور انہیں شریک ٹھہراؤں جن کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ جب کہ میں تمہیں اس اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو زبردست اور معاف کرنے والا ہے۔ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ اور بے شک ہم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور بے شک حد سے بڑھنے والے ہی سب کے سب اہل جہنم ہیں۔

پھر جو کچھ میں کہتا ہوں (آئندہ) تم اس کو یاد کرو گے۔ اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں (کے حالات سے) خوب واقف ہے۔

پھر اللہ نے اس مومن بندے کو ان کی سازشوں سے بچا لیا۔ اور پھر قوم فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔ پھر صبح و شام ان پر (قیامت تک) عذاب پیش کیا جاتا رہے گا۔ اور قیامت کے دن قوم فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ (جہنم کے) سخت عذاب میں داخل ہو جائیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

دَارُ الْقَرَارِ	ہمیشہ رہنے والا۔ سکون والا گھر
مَالِیْ	(تعجب کے لئے) مجھے کیا ہوا؟
لَا جَرَمَ	(شک نہیں) یقیناً
اُفَوِّضُ	میں سپرد کرتا ہوں
مَكَرُوْا	انہوں نے تدبیر کی
حَاقَ	چھا گیا
يُعْرَضُوْنَ	پیش کیا جاتا ہے
غُدُوًّا	صبح
عَشِيٌّ	شام (رات)
اَشَدُّ	سخت۔ شدید

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۴۶

آل فرعون میں سے جو مرد مومن ایمان لا چکا تھا اس نے فرعون کے دربار میں فرعون اور درباریوں کے دباؤ، دھمکی اور لالچ دیئے جانے کے باوجود اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم میری باتوں کو غور سے سنو اور میں

تمہیں جس راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہوں اس پر چلو کیونکہ میں تمہیں سیدھا راستہ بتا رہا ہوں جس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ مرد مومن نے کہا کہ دنیا تو فانی ہے جو ایک وقت آنے پر ختم ہو جائے گی۔ یہاں کا عیش و آرام یہ سب عارضی، وقتی اور چند روزہ ہے۔ یہاں کے عیش و آرام کی وجہ سے اپنے آخرت کے حقیقی فائدے کا نقصان نہ کرو تم اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی راحتوں کی فکر کرو کیونکہ آخرت کی زندگی کو قرار ہے۔

اللہ کا دستور ہے کہ جو آدمی جیسا کرے گا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص صاحب ایمان اور عمل صالح کا پیکر ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اللہ ایسے لوگوں کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن میں بے حساب رزق عطا کیا جائے گا۔

اس تقریر کے بعد فرعون اور اس کے درباریوں نے اس مرد مومن کو نصیحت کی ہوگی کہ وہ حضرت موسیٰ کی باتوں میں نہ آئے اور اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ جائے۔ اس پر اس مرد مومن نے کہا کتنے افسوس کا مقام ہے کہ میں تو تمہیں ہدایت اور نجات کا راستہ دکھا رہا ہوں اور تم مجھے اللہ کی نافرمانی پر اکسا رہے ہو اور تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کروں جو اپنی ذات میں واحد و یکتا ہے۔ یہ شرک ایسی بدترین چیز ہے جس کا فائدہ نہ تو دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ وہ لوگ جو حد سے گذر جائیں گے اور کفر و شرک سے توبہ نہ کریں گے وہ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ ابھی تم لوگوں کو میری ان باتوں کی پرواہ نہیں ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب تم میری ان باتوں کو یاد رکھو گے۔ اس مرد مومن نے کہا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ وہی اپنے بندوں کا نگہبان اور محافظ ہے۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے ایسی سچی باتوں پر اس مرد مومن کو ہر طرح سے دھمکایا ہوگا مگر اس مرد مومن پر اس کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور اللہ نے اس مرد مومن کو آل فرعون کی سازشوں اور فریب سے محفوظ فرما دیا اور اللہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں پر زبردست عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ صرف فرعون اور آل فرعون کو پانی میں غرق کر دیا گیا اور اس طرح ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو گیا۔ بلکہ اس سے بڑا عذاب یہ ہے کہ ان فرعونیوں پر قیامت کے دن تک ہر روز صبح و شام اسی عذاب کو پیش کیا جاتا رہے گا اور قیامت میں فرعون اور آل فرعون سے کہا جائے گا کہ وہ سخت ترین عذاب میں داخل ہو جائیں۔

ان آیات کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہوں گی۔ ہر روز صبح و شام دو مرتبہ جہنم ان کے سامنے لائی جاتی ہے اور جہنم دکھا کر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا (ابن ابی حاتم)۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی ایک روایت نقل کی گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو عالم برزخ میں صبح و شام اس کو وہ مقام دکھایا جاتا ہے جہاں قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے پہنچنا ہے یہ مقام دکھا کر روزانہ کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار اس جگہ پہنچنا ہے اگر یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو اس کو مقام جنت دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہے تو اس کو مقام جہنم دکھایا جاتا ہے (معارف)۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ
فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ
تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ
بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ
ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾
قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ
قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع ۱۳ ۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

اور جب (وہ سب کفار) جہنم میں آپس میں جھگڑیں گے تو جو لوگ کمزور تھے وہ تکبر اور بڑائی اختیار کرنے والوں سے کہیں گے کہ ہم نے (دنیا میں) تمہاری تابع داری کی تو کیا تم ہمیں جہنم کی تکلیف سے کچھ بھی بچا سکتے ہو؟ وہ متکبرین کہیں گے ہم سب ہی جہنم میں ہیں۔ اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ جہنم میں ہوں گے وہ جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہم سے عذاب میں کمی کر دے۔ (فرشتے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ جی ہاں (آئے تھے)۔ (فرشتے) کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو۔ لیکن ان کفار کی دعا اور پکار فضول ہی رہے گی۔ (کوئی فائدہ نہ دے گی)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

يَتَحَآجُّوْنَ — وہ جھگڑتے ہیں

مُغْنُوْنَ	بے نیازی کرنے والے (بچانے والے)
حَكَمَ	اس نے فیصلہ کردیا
خَزَنَةٌ	جہنم پر مقرر (فرشتہ)
يُخَفِّفُ	وہ کمی کرتا ہے
دُعَاءٌ	پکار۔ بلانا

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حق و باطل کا فیصلہ فرما دیں گے۔ اہل جنت اللہ کی رحمتوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں پر ان کا جرم ثابت ہو جائے گا ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا تب وہ لوگ جو دنیا میں اپنے پیشواؤں کی تابع داری کرتے تھے اور ان کے کہنے پر چلتے تھے عذاب کی شدت سے بوکھلا کر اپنے بڑوں سے یہ کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر وہی کیا جو تم نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ہر جگہ تمہارے کام آئے آج ہماری یہ مدد کر دو کہ ہم سے اس عذاب کی شدت کو کم کرادو۔ وہ باطل پرست لوگ جو دنیا میں کمزوروں پر مسلط تھے اور اپنی بڑائی کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کیا کرتے تھے وہ اس وقت اپنی بڑائی کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ اب تو اللہ کا فیصلہ آچکا ہے اب ہم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارا جتنا برا حال ہے اتنا ہی ہمارا بھی ہے تم اور ہم دونوں ہی اس عذاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ گویا آج ہم تمہارے کام نہیں آسکتے۔ کمزور لوگ اپنے پیشواؤں سے مایوس ہو کر جہنم کے نگران فرشتوں سے کہیں گے کہ کیا تم ہماری سفارش کر سکتے ہو کہ ہم سے کم از کم کسی ایک دن تو عذاب ہلکا ہو جایا کرے۔ فرشتے ان سے یہ پوچھیں گے کہ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر واضح دلائل، روشن نشانیوں اور معجزات کے ساتھ نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ وہ آئے تھے مگر زندگی بھر ہم ان کو جھٹلاتے رہے۔ فرشتے کہیں گے کہ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں (تم نے خود ہی اپنے لئے گڑھا کھودا تھا)۔ ہم تو اللہ کے سامنے بے بس ہیں تم خود ہی اپنے پروردگار کو پکار کر دیکھ لو۔ جب وہ اللہ کو پکاریں گے تو ان کی پکار اور دعا سب بے اثر اور بے نتیجہ رہے گی کیونکہ اس دن کفار کا رونا چلانا اور اللہ کو پکارنا سب بیکار ہوگا۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ

مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدۡ
اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡهُدٰی وَاَوۡرَثۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡکِتٰبَ ﴿۵۳﴾
هُدًی وَّ ذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ
بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡکَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ
بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰهُمۡ ۙ اِنۡ فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ اِلَّا کِبۡرٌ
مَّا هُمۡ بِبَالِغِیۡهِ ۚ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ
الۡبَصِیۡرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَکۡبَرُ مِنۡ
خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ
مَا یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَالۡبَصِیۡرُ ۙ۬ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الۡمُسِیۡٓءُ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾
اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡهَا وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ
لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ ؕ
اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ
دٰخِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

بے شک ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔ اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہی دینے والے (فرشتے) کھڑے ہوں گے۔

اس دن جب کہ ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے بدترین ٹھکانا ہوگا۔ اور ہم نے موسیٰؑ کی رہنمائی (توریت کے ذریعہ) کی تھی۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا ذمہ دار بنایا تھا جو ہدایت اور اہل عقل وفہم لوگوں کے لئے نصیحت تھی۔ آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اپنی کوتاہی پر معافی مانگتے رہیے اور صبح وشام اپنے رب کی حمد وثنا کیجئے۔ بے شک جو لوگ بغیر کسی مضبوط دلیل کے اللہ کی آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں دراصل ان کے دلوں میں تکبر اور بڑائی کا (جذبہ) ہے جس کا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ بس آپ اللہ کی پناہ مانگئے۔ بے شک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کو پیدا کرنے سے بڑا کام تھا۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ ایک اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہوسکتا اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور وہ لوگ جنہوں نے برے کام کئے وہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ تم میں سے بہت کم لوگ اس پر دھیان دیتے ہیں۔ قیامت تو آ کر رہے گی جس میں کسی طرح شک (کی گنجائش) نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو یقین نہیں رکھتے ہیں۔ اور تمہارے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بے شک جو لوگ میری عبادت وبندگی سے سرکشی کرتے ہیں۔ بے شک وہ ذلیل کر دینے والی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

یَوْمُ الْاَشْهَادِ گواہی کا دن

مَعْذِرَةٌ	معذرت۔شرمندگی
سُوْءُ الدَّارِ	بدترین گھر۔براٹھکانا
اَوْرَثْنَا	ہم نے وارث بنادیا۔ذمہ دار بنادیا
دَاخِرِيْنَ (دَاخِرٌ)	ذلیل اوررسوا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۶۰

اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ صبر کرنے والے پیغمبروں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں اور آخرت کے اس دن میں بھی مدد فرمائے گا جب فرشتے اللہ کے سامنے حاضر ہو کر لوگوں کے اعمال پر گواہی پیش کریں گے۔فرمایا کہ اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی پرنور کتاب دی تھی جس کا مقصد بنی اسرائیل کی اخلاقی و اصلاحی تربیت تھی کہ وہ اللہ کے احکامات کی روشنی میں اپنی بے ترتیب زندگی کی اصلاح و رہنمائی کرسکیں مگر قوم بنی اسرائیل نے اللہ کی اس نعمت کی ناقدری کی اور اپنی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰؑ کی ہر بات سے اختلاف شروع کردیا۔حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو نافرمانیوں سے روکتے رہے اور ان کی بے حسی پر صبر کرتے رہے۔تب اللہ نے اس قوم پر اپنا وعدہ پورا کردیا۔فرعون، اس کی قوم اور اس کی سلطنت کو سمندر میں غرق کردیا اور قوم بنی اسرائیل کے صاحبان ایمان کو فرعون کے ظلم و ستم اور زیادتیوں سے نجات عطا فرمادی۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت موسیٰؑ اور قوم بنی اسرائیل کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ بھی صبر اور برداشت سے کام لیجئے اور اسی کی تلقین اپنے صحابہؓ کو بھی کرتے رہیے وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور نافرمانوں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! اگر اس سچائی کے راستے میں کہیں بھی کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو اس پر اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگ لیجئے۔صبح و شام اللہ کی حمد و ثناء کیجئے وہ مہربان آپ پر اور اہل ایمان پر اپنی رحمتوں کو نازل کرے گا۔رہے وہ لوگ جو اپنے غرور و تکبر اور بڑائی کی تسکین

کے لیے بے دلیل مخالفت اور جاہلانہ کج بحثیوں میں لگے رہتے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے ۔ اللہ کے سچے پیغام کو ہر شخص تک پہنچاتے رہیے جو نافرمان ہیں ان کو یہ باتیں نہ دنیا میں فائدہ دیں گی اور نہ آخرت میں ان کے کام آئیں گی۔ آپ کو ہر جگہ اللہ کی پناہ حاصل ہے اسی سے پناہ کی درخواست کرتے رہیے وہ تو ہر ایک کی سنتا اور ہر شخص کے حال سے پوری طرح باخبر ہے۔

فرمایا کہ کفار کا یہ اعتراض کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہمارے جسم کے تمام اعضاء کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ فرمایا کہ ایسے لوگ ذرا بھی عقل اور سمجھ سے کام لیں تو وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ جس اللہ نے اتنی زبردست اور عظیم الشان کائنات کو بنایا ہے ، زمین و آسمان کے نظام کو ترتیب و تخلیق کیا ہے جو کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اور خالق ہے وہی اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے اس کائنات کے مقابلے میں جسمانی طور پر تو انسان بہت چھوٹی سی مخلوق ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل کام ہے۔

فرمایا کہ جس طرح آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جو لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں وہ ان کفار کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کا بھیانک اور بدترین انجام ہے؟ اس سامنے کی حقیقت پر اکثر لوگ دھیان نہیں دیتے۔

فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے آنے میں شک کرتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت بہت جلد آنے والی ہے جس کے واقع ہونے میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے ہی پکارو، مجھ سے دعائیں کرو میں تمہاری دعاؤں کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہوں لیکن وہ لوگ جو ہماری رحمت سے مایوس ہیں اور ہر سچائی کا انکار کرنے والے ہیں وہ قیامت کے دن نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کی آگ میں اس طرح جھونک دیئے جائیں گے کہ وہاں ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ
يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ
فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ
الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ
مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ
وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا
يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾ ۧ

وقف لازم
٧ / ٨ / ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرسکو۔ اور اسی نے دن کو دیکھنے بھالنے کے لئے روشن کیا۔ بے شک لوگوں پر اللہ کا یہ فضل و کرم ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے۔ ہر چیز کو پیدا کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر تم کہاں الٹے پھرے جارہے ہو؟ اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار و سکون (کی جگہ بنایا) ہے۔ اور آسمان کو (محفوظ) چھت کی طرح۔ پھر اسی نے تمہارا خوبصورت ناک نقشہ بنایا۔ اس نے تمہیں کھانے کے لئے بہترین رزق عطا کیا۔ یہ ہے تمہارا رب اللہ جو بڑی شان والا ہے، جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، وہ زندہ رہنے والا ہے، جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ تم خالص اعتقاد کے ساتھ اسی اللہ کو پکارو۔ درحقیقت تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ جب کہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں آچکی ہیں۔ اور (آپ کہہ دیجئے کہ) مجھے حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ رب العالمین کے سامنے اپنی گردن کو جھکاؤں۔

وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے اور پھر وہ تمہیں ایک بچے کی حیثیت میں (اس دنیا میں) نکال کر لے آیا۔ پھر تم اپنی جوانی کی طاقت کو پہنچ جاتے ہو۔ پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو۔ بعض تم میں سے پہلے ہی مرجاتے ہیں تا کہ تم اپنے مقرر وقت تک پہنچ جاؤ۔ اور شاید کہ تم اس بات کو سمجھو۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پھر جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے ''ہو جا'' اور پھر وہ ہو جاتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

لِتَسْكُنُوْا — تا کہ تم سکون حاصل کرو

مُبْصِرٌ — دیکھنے والا۔ روشن

نُهِيتُ	مجھے منع کیا گیا ہے۔ میں منع کیا گیا ہوں
اُمِرْتُ	میں حکم دیا گیا ہوں
تُرَابٌ	مٹی
نُطْفَةٌ	نطفہ (گندہ اور حقیر پانی کا قطرہ)
عَلَقَةٌ	خون کا لوتھڑا
طِفْلٌ	بچہ

تشریح: آیت نمبر ۶۱ تا ۶۸

رات دن کے الٹ پھیر اور آنے جانے میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ اس کائنات میں زندگی، اس کے اسباب اور ہر چیز ایک باقاعدہ نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ جس سے انسانی تہذیب وتمدن، معاشرت اور معیشت کے نئے نئے انداز پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کوئی ہستی ہے جو کائنات کی اس مشینری کو چلا رہی ہے۔ اگر دیانت داری سے غور وفکر کی صلاحیتوں کو کام میں لایا جائے تو انسانی فطرت چلا اٹھے گی کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے جو ہر ایک کی ضرورت اور مراد کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کائنات میں اللہ کے فضل وکرم کی بے شمار نشانیاں بکھری ہوئی ہیں جو غور وفکر کرنے والوں کو اس کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ اسی اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں جسمانی اور ذہنی طور پر انسان کو بہترین مخلوق بنا کر اس کو ہزاروں صلاحیتوں کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا ایسے خالق و مالک کے سوا دوسری چیزوں کو معبود اور اس کے سوا کسی اور سے دینی و مذہبی تعلق کی نسبت قائم کرنا انسان کی سب سے بڑی بھول اور ناشکری ہے۔ اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے دن کے بعد رات کو بنایا تاکہ دن بھر محنت ومشقت سے تھکا ماندہ انسان جسمانی اور ذہنی راحت وسکون حاصل کر سکے اور صبح کو تازہ دم ہو کر دن کے اجالے میں اپنا رزق تلاش کر کے زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے انسانوں کے سروں پر آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا دیا ہے۔ جس طرح ایک گھر کی چھت گرمی، سردی، بارش، دھوپ اور گرد وغبار سے بچنے کا ذریعہ ہے اسی طرح آسمان کی چھت سے انسان اور اس کی تہذیب وتمدن کا تحفظ کیا جاتا ہے کیونکہ کائنات میں ہر آن ایک انقلاب برپا رہتا ہے جس سے کروڑوں اربوں خطرناک جراثیم اور

شعاعیں پھیلتی رہتی ہیں اگر یہ چھت نہ ہوتی تو زہریلے اور خطرناک جرثومے انسان اور اس کے تہذیب و تمدن کو چاٹ جاتے لیکن اللہ نے انسان کو پیدا کر کے اس کی حفاظت کے اسباب بھی پیدا کئے ہیں اور آسمان کو ایک چھت کی طرح بنا کر ہر طرح کے خطرناک جراثیم سے محفوظ بنا دیا ہے۔

زمین جو اس پوری کائنات میں ایک ذرہ اور مچھر کے پر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کو اس طرح جما دیا ہے کہ وہ اپنے مرکز کے گرد اٹھارہ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتی ہے جس سے دن رات اور ماہ وسال پیدا ہوتے ہیں لیکن دنیا بھر میں رہنے والوں کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ان کی دنیا اس قدر تیزی سے دوڑ رہی ہے۔ اللہ نے زمین پر پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا ہے جس سے نہ صرف زمین ایک طرف ڈھلکنے سے محفوظ ہے بلکہ زمین میں آنے والے زلزلے بھی پہاڑوں سے کنٹرول کئے جاتے ہیں۔ اگر یہ پہاڑ نہ ہوتے تو اس دنیا میں بسنے والی مخلوق ایک لمحہ بھی سکون سے نہ رہ پاتی۔ غرضیکہ دن اور رات کا آنا اور جانا، آسمان اور زمین اور اس کے درمیان مخلوق کو اللہ نے انسان کا خادم بنا دیا ہے۔

چونکہ سارا نظام کائنات انسان کے لئے ترتیب دیا گیا ہے تو اللہ نے اپنی ساری مخلوق میں انسان کو بہترین سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کے رزق کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لے کر اپنی پیدائش پر ہی غور کر لے تو اس کا سر شکر نعمت کے طور پر اللہ کے سامنے ہی جھکا رہے گا۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا جو ابتداء میں ایک حقیر سا نطفہ تھا جو رحم مادر میں جما ہوا خون تھا پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بن گیا پھر اللہ نے اس میں روح کو پھونکا تو وہ جیتا جاگتا گوشت پوست کا انسان بن گیا پھر زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تو کوئی بچپن میں مر جاتا ہے اور کوئی عمر طبعی پوری کرتا ہے اور کوئی نکمی عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کا سب دست قدرت کا کمال ہے وہ جس کو جیسا بنانا چاہتا ہے اور جب تک زندہ رکھنا چاہتا ہے رکھتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح اسباب کا محتاج نہیں ہے اس کے ایک لفظ اور اشارہ پر ہر کام ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو ''کن'' (ہو جا) کہتا ہے اور وہ کام اسی وقت وجود اختیار کر لیتا ہے وہی ایک اللہ ہے جس کی قدرت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے اس کے سوا نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کسی طرح کی عبادت کے لائق ہے۔ وہی اللہ کی ذات ہے جو سب کی سنتا ہے اسی کا یہ حق ہے کہ ہر حال میں اسے ہی پکارا جائے۔

فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ نہایت واضح الفاظ میں ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کی کھلی کھلی نشانیاں عطا فرمائی ہیں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو نہ پکاروں۔ وہی خالق و مالک ہے اور وہی رب العالمین ہے وہی عبادت کے لائق ہے جو لوگ اس ایک ہستی کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں وہ زندگی بھر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور سچائیوں سے منہ موڑ کر وہ جہنم کی آگ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِىۡۤ
اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصۡرَفُوۡنَ ۚۛ ﴿۶۹﴾ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِالۡكِتٰبِ وَبِمَاۤ
اَرۡسَلۡنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ۙ ﴿۷۰﴾ اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ
اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ ۙ ﴿۷۱﴾ فِى الۡحَمِيۡمِ ۙ ثُمَّ فِى
النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ ۚ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيۡلَ لَهُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ ۙ ﴿۷۳﴾
مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا بَلۡ لَّمۡ نَكُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ
قَبۡلُ شَيۡـئًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ
تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ۚ ﴿۷۵﴾
اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ فَبِئۡسَ مَثۡوَى
الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۶﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَـنَّكَ
بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾
وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ
وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ
بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَـقِّ وَخَسِرَ
هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۸﴾ ٨ / ١٠ / ٣

ترجمہ: آیت نمبر ۶۹ تا ۷۸

کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں؟ وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب (قرآن مجید) کو اور ان چیزوں کو جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا ہے جھٹلایا ہے تو بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی اور ان کو کھولتے پانی کی طرف گھسیٹا جا رہا ہوگا۔ اور پھر یہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ (بتاؤ) وہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر اس کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ وہ (نہایت بے بسی سے) کہیں گے وہ تو ہم سے غائب ہی ہو گئے (اور ایسا لگتا ہے جیسے) اس سے پہلے ہم ان کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ اس طرح اللہ کافروں کو بھٹکا کر رہے گا۔

(فرمایا جائے گا کہ) یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ تم ناحق خوشیاں مناتے اور اترایا کرتے تھے۔ اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ وہ تکبر کرنے والوں کا بدترین ٹھکانا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کر رکھا ہے اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو (اسی دنیا میں) دکھا دیں گے۔ یا ہم آپ کو وفات دیدیں گے (اور آخرت میں) آپ (ان پر عذاب) کو دیکھیں گے۔ پھر ہماری ہی طرف سب کو لوٹ کر آنا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں بعض (انبیاء کرام) کے واقعات کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اور بعض واقعات کو ہم نے بیان نہیں کیا۔ (لیکن یہ بات آپ دیکھیں گے کہ) کوئی بھی رسول اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ پھر جب فیصلہ ہوگا تو ٹھیک ٹھیک ہی فیصلہ ہوگا۔ اور اس وقت یہ باطل پرست سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۹ تا ۷۸

اَلْاَ غْلٰلُ زنجیریں

اَعْنَاقٌ (عُنُقٌ)	گردنیں
اَلسَّلٰسِلُ	طوق (گردن میں ڈالے جانے والے)
يُسْحَبُوْنَ (سُحُبٌ)	گھسیٹے جائیں گے
يُسْجَرُوْنَ (سَجَرٌ)	جھونکے جائیں گے
اَلْحَمِيْمُ	کھولتا گرم پانی
عَنَّا	ہم سے
تَفْرَحُوْنَ	تم خوش ہوتے ہو
تَمْرَحُوْنَ (مَرْحٌ)	تم اتراتے ہو
مَثْوَى	ٹھکانا
نُرِيَنَّ	ہم ضرور دکھائیں گے
نَتَوَفَّيَنَّ	ہم ضرور وفات دیں گے
خَسِرَ	اس نے نقصان اٹھایا
اَلْمُبْطِلُوْنَ	باطل پر چلنے والے

تشریح: آیت نمبر ٦٩ تا ٧٨

راہ حق سے بھٹک کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چلنے والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کو سنجیدگی سے سن کر اس کے رسولوں کی مکمل اطاعت وفرماں برداری اختیار کریں اور اس برے انجام سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں جو انہیں

ایک ایسی جہنم کی طرف لے جارہا ہے جہاں سوائے تکلیفوں اور رسوائی کے اور کچھ نہیں ہے۔

قیامت کے دن جب ان کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوں گی اور فرشتے انہیں جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جارہے ہوں گے تو ان کے جھوٹے معبودان کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے۔ جب وہ میدان حشر کی گرمی کی وجہ سے پیاس سے بے حال ہو کر پانی مانگیں گے تو جہنم پر متعین فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے پانی کے ایسے چشموں کی طرف لے جائیں گے جن میں ٹھنڈے پانی کے بجائے کھولتا ہوا گرم پانی نکل رہا ہوگا جسے وہ پینے پر مجبور ہوں گے۔ گرم اور کھولتے ہوئے پانی پینے کے بعد ان کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

جب ان سے پوچھا جائے گا کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ وہ بڑی بے بسی اور شرمندگی کے ساتھ کہیں گے کہ آج تو وہ سارے کے سارے غائب ہوگئے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ آج ہم پر یہ کھل گیا ہے کہ ہم دنیا میں جن معبودوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے وہ تو بالکل بیکار اور گئے گذرے تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ ان پر ان کی گمراہی کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور ان کو آگاہ کردے گا کہ وہ جن معبودوں کو اپنا سب کچھ سمجھ کر ان کی عبادت میں مگن رہا کرتے تھے اور حق و صداقت کی کسی بات پر توجہ نہ کرتے تھے آج انہیں ان کے تمام اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ ان تمام باطل پرستوں کو اس جہنم میں داخل کردیں جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اس طرح انہیں اپنے تکبر اور غرور کا نتیجہ مل جائے گا اور جہنم کا بدترین ٹھکانا ان کا مقدر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار کی باتوں پر صبر کیجئے کیونکہ اللہ نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ ایک سچا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا اور ان متکبرین کو سخت سے سخت سزا مل کر رہے گی۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ ہوسکتا ہے ان کا برا انجام اسی دنیا کی زندگی میں آپ کو دکھا دیا جائے یا آپ کی وفات کے بعد ان کو سخت ترین سزا دی جائے۔ اور آخرت میں تو رسوائی اور ذلت سے یہ لوگ بچ ہی نہیں سکتے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے تھے جنہوں نے حق و صداقت کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کی۔ ان میں سے بعض رسولوں کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے اور بعضوں کا حال بیان نہیں کیا گیا۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ ان رسولوں میں سے کسی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا گیا تھا کہ وہ امت کی ہر بات اور ہر

فرمائش کو پورا کریں۔ یا اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔ اور جب اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے تو باطل پرستوں کو سوائے نقصان کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ لہٰذا ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی اپنے حق میں کوئی بہتر فیصلہ کرلیں ورنہ اللہ کا فیصلہ آنے کے بعد ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ
لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ
لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ
تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾
اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ
اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ
وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا
قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾
فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ
الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ۹/۲۷/۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۵

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی (جانور) بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرسکو اور ان میں سے (بعض کا گوشت) کھاؤ۔

اور تمہارے لئے ان میں اور بہت سے نفع ہیں تا کہ تم ان مقاصد (جگہوں) تک پہنچ سکو جو تمہارے دلوں میں ہیں۔ ان پر بھی اور کشتی (جہازوں) پر بھی تم سواری کرتے ہو۔

وہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔

پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟ کیا پھر وہ زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو ان سے پہلے مشرک گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا؟ حالانکہ ان میں سے اکثر تعداد اور قوت میں (تم سے) بڑھ کر تھے۔

جو زمین پر بہت سے آثار (کھنڈرات، نشانیاں) چھوڑ کر گئے ہیں۔

لیکن ان کا کیا کرایا ان کے کسی کام نہ آسکا۔

اور جب ان کے رسول (ان کے پاس) کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اس علم پر اترانے لگے جو انہیں حاصل تھا۔

پھر ان کو اسی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے۔

اور ہم ان (تمام چیزوں) کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم (اللہ کا) شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان لانے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔

یہی اللہ کا (لگا بندھا) دستور ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس وقت کافر نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹تا۸۵

اَلْاَنْعَامُ	مویشی۔جانور
لِتَرْكَبُوا	تاکہ تم سواری کرو
حَاجَةٌ	ضرورت
تُنْكِرُوْنَ	تم انکار کروگے
مَا اَغْنٰى	کام نہ آیا
خَلَتْ	گذرگئی
سُنَّتَ اللّٰهِ	اللہ کا قانون۔اللہ کا دستور

تشریح: آیت نمبر ۷۹تا۸۵

سورۂ مومن کی آخری آیات میں انسانی زندگی گذارنے کی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً غذا، سواری، صنعتیں، سامان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے اسباب وغیرہ۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو انسان کو اپنی زندگی اور تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو پورا کرنا مشکل ہو جائے۔

اللہ نے انسان کو ان بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے جس پر ہر انسان کو ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے لیکن انسان اللہ کی ان نعمتوں پر شکر کے بجائے نافرمانی اور غرور و تکبر کرنے لگتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پھر اللہ ایسی قوموں کو مٹا کر نشان عبرت بنا دیتا ہے۔

اللہ کی بہت سی نعمتوں میں سے طرح طرح کی سواریاں بھی ہیں جو زمانہ کی تبدیلیوں اور تقاضوں کے تحت بدلتی رہتی ہیں مثلاً آجکل کاریں، ریلیں، ہوائی جہاز اور کارگو جہاز وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ خود انسان اور اس کی بہت سی ضروریات کو ان

کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے جوان کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا ذریعہ ہیں لیکن اس سے پہلے دور میں مویشی ہوا کرتے تھے جن پر لوگ سواری بھی کرتے تھے اور وقت ضرورت ان کو کھایا بھی کرتے تھے اور آج بھی جہاں تک یہ ترقیات نہیں پہنچیں وہاں ان مویشیوں کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن نئی نئی سواریوں کی ایجاد اور سہولتوں نے انسان کی چلت پھرت کو بہت سہل بنادیا ہے جس سے انسان ساری دنیا میں بڑی سہولتوں سے سفر کرتا ہے۔

بہر حال سواری، غذا اور مختلف صنعتیں اور نئی نئی ایجادات انسان کے لئے اللہ کی نعمتیں ہیں جن پر انسان ان نعمتوں کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

دین اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ اہل ایمان اسلام کے احکامات کی روشنی میں خوب ترقی کریں۔ پھلیں پھولیں لیکن ناشکری نہ کریں کیونکہ یہ چیزیں انسانی ضروریات کی ہیں جن کو استعمال کرنا اور برتنا ممنوع نہیں ہے

لیکن اسلام جن چیزوں سے منع کرتا ہے وہ انسان کی یہ سوچ ہے کہ یہ دنیا اور اس کی راحتیں اس کے پاس ہمیشہ کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ زمین پر چل پھر کر گذری ہوئی قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ وہ قومیں تہذیب، تمدن، معاشرت اور معیشت میں بہت مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے مال و دولت کی کثرت پر اترانا اور غرور کرنا شروع کر دیا اور اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنالیا، انبیا کرامؑ میں سے جس نے بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے نافرمانی کی تب اللہ کا فیصلہ آ گیا جس کے سامنے کسی کی طاقت وقوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور اس طرح نافرمان قوموں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ان کی زندگیوں کو دوسروں کے لئے نشان عبرت بنادیا۔

اللہ نے ان قوموں کی قوتوں اور شان دار ترقیات کے باوجود ان کو تباہ و برباد کر دیا اب ان قوموں کے آثار یا تو کھنڈرات کی شکل میں ہیں یا زمین کے نیچے یا سمندر کی گہرائیوں میں دبے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں اس طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ جب بھی انبیاء کرامؑ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی قوموں کو ان کی نافرمانی پر برے انجام سے آگاہ کیا تو انہوں نے انبیاء کرام کی ہر بات کو حقیر سمجھ کر اس کو ٹھکرا دیا اور غرور و تکبر کا طریقہ اختیار کرتے چلے گئے لیکن جب انہوں نے عذاب الٰہی کو آتے دیکھا تو پھر وہ کہنے لگے کہ اب ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایک اللہ کو مانتے اور ہر طرح کے شرک سے توبہ کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اب ان کا ایمان لانا یا توبہ کرنا اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون یہ ہے کہ جب عذاب الٰہی سامنے آجائے یا اس کے فرشتے سامنے آجائیں تو پھر یہ مہلت عمل ختم ہونے کا اعلان ہوتا ہے نہ کہ عمل شروع کرنے کا۔

درحقیقت ان آیات میں کفار مکہ سے خاص طور پر اور قیامت تک آنے والی نسلوں سے کہا جارہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اس کی سہولتوں میں اس طرح مگن نہ ہو جائیں کہ دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگیں بلکہ اس عذاب سے بچنے کی ابھی سے تدبیر کریں جو ان کے برے اعمال کے نتیجے میں ان سے دور نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت نکل جائے اور پھر مہلت عمل نہ مل سکے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۂ المومن کا ترجمہ اور اس کی تشریح تکمیل کو پہنچ گئی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۴ تا ۲۵

• فمن اظلم • الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۱

حٰمٓ السّجدۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ حٰمۤ السجدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	41
کل رکوع	6
آیات	54
الفاظ وکلمات	809
حروف	3406
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ نہایت رحم وکرم کرنے والے اللہ نے قرآن کریم کو عربی میں اس لیے نازل کیا ہے تا کہ جولوگ قرآن کے مخاطب اول (مکہ والے۔عرب والے) ہیں وہ اس کو اچھی طرح سمجھ کر ساری دنیا کے لوگوں کو سمجھائیں اورانہیں کوئی دشواری نہ ہو۔

☆ یہ قرآن ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لیے خوش خبری اوراس کو نہ ماننے والوں کوان کے برے انجام سے آگاہ اور خبر دار کرنے کا ذریعہ ہے۔

☆ کفار ومشرکین کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! آپ جو باتیں ہم سے کرتے ہیں وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں نجانے کیا پردہ یا رکاوٹ ہے۔لہٰذا آپ اپنی جدوجہد کیجیے اور ہمیں اپنے کام دھندے میں لگا رہنے دیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں میری طرف جو بھی وحی کی جاتی ہے وہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں پھر بھی تم میری بات کو نہیں سمجھتے۔کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارا اور تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہی ہے وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے۔تمہیں اسی سیدھے راستے کی طرف چل کر اپنے گناہوں سے معافی مانگنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ یہ مشرکین کس قدر بدنصیب لوگ ہیں نہ تو انسانیت کے بھلے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں نہ انہیں آخرت کی زندگی پر یقین ہے۔حالانکہ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جو لوگ ایمان اور صالح کی زندگی گزاریں گے ان کو ہمیشہ بہترین اجر وثواب دیا جائے گا جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ اگر یہ کفار صرف زمین وآسمان کی پیدائش پر ہی ذرا غور کر لیتے تو وہ اللہ کی توحید اور عظمت کا انکار کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے چھ دنوں میں اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔اس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کر کے اس پر

فرمایا کہ قوم عاد اور قوم ثمود کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ دونوں وہ زبردست اور طاقت ور قومیں تھیں کہ انہیں اپنی قوت وطاقت پر غرور کی حد تک ناز تھا۔وہ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت وقوت میں کوئی ہے تو وہ سامنے آئے۔ان کی اصلاح کے لیے انبیاء کرامؑ تشریف لائے انہیں ہر طرح سمجھایا۔جب انہوں نے مسلسل نافرمانیاں کیں تو ان کو اسی طرح بنیادوں سے کھود کر رکھ دیا کہ آج ان کے کھنڈرات ان کفار اور انکار کرنے والوں کی بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں جن کی تباہی ایک عبرت کی مثال بن کر رہ گئی ہے۔

جب یہ نافرمان لوگ جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جائیں گے تو پھر انہیں احساس ہوگا کہ واقعی ہمیں تو ہر طرح گمراہ کیا گیا ہے۔ وہ اللہ سے درخواست کریں گے الٰہی! اگر آج ہم ان لوگوں کو اور شیطانوں کو دیکھ لیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے تو ہم ان کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیں گے۔ لیکن ان کا پچھتانا ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور وہ ہمیشہ کی جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

پہاڑوں کو بوجھ بنا کر رکھ دیا تا کہ زمین ساری مخلوق کو لے کر ایک طرف نہ ڈھلک جائے۔ زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزوں کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ آسمان جو ایک دھویں کی طرح تھا اس کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اس طرح کائنات کو بنانے کا یہ عمل صرف چھ دنوں میں مکمل کر دیا۔ پھر آسمان کو چاند، سورج اور ستاروں سے خوبصورتی عطا کی۔ زمین و آسمان سے کہا گیا کہ وہ خوشی سے یا مجبوری سے آجائیں تو انہوں نے خوشی سے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔ اسی نے سات آسمان بنائے ہیں۔ اب تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ ان تمام چیزوں کو جس ذات نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے کیا اس کی کائنات میں دوسرا کوئی مستحق ہے کہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے۔

☆ قوم ثمود اور قوم عاد کا ذکر کر کے بتایا کہ یہ کتنی زبردست قومیں تھیں جن کو اپنی قوت وطاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا اور کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ قوت وطاقت میں اور کون ہے؟ لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس نے ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور ان کا بڑا بھیانک انجام ہوا۔

☆ قیامت کے دن جب اللہ ان دشمنان اسلام کو جمع کرے گا اور ان کے کیے ہوئے اعمال سے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ اپنے اعمال کا انکار کریں گے تب ان کے اعضاء ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور ان کی کھال تک ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وہ حیران ہو کر ان اعضاء سے پوچھیں گے کہ تم بھی ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہو؟ تمہیں یہ بولنے کی طاقت کس نے دی؟ وہ کہیں گے کہ جس اللہ نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہمیں بھی قوت گویائی عطا فرمائی ہے۔ تم نے ہم سے زندگی بھر جو چاہا ہم نے تمہارا کہنا مانا لیکن ہم نے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ساری باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اس کے بعد ان دشمنان اسلام کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

☆ وہ جہنمی اللہ سے درخواست کریں گے کہ آج اگر ہم ان انسانوں اور شیطانوں کو دیکھ لیں تو ان کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے جنہوں نے زندگی بھر ہمیں گمراہی میں ڈالے رکھا۔ اس طرح شاید ہمارے دلوں میں ٹھنڈک پڑ جائے لیکن ان کا یہ پچھتانا اور شرمندہ ہونا ان کے کسی کام نہ آئے گا اور ان کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں کو فرشتے یہ یقین دلائیں گے کہ ہم ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم اللہ کے حکم سے دنیا میں بھی تمہاری مدد کرتے رہے ہیں اور ہم آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے اور تمہیں جنت کی راحتوں سے ہم کنار کریں گے۔ ان جنتوں میں اللہ کی طرف سے تمہاری مہمان نوازی کی جائے گی اور تمہارا دل جس چیز کو چاہے گا وہ چیز تمہیں عطا کی جائے گی۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ زندگی بھر نیکیوں پر قائم رہتے ہوئے دوسروں کو راہ ہدایت دکھاتے ہیں وہ ''داعی الی اللہ'' ہیں یعنی اللہ کی طرف بلانے والے وہ ہر معاملے میں نرمی اختیار کریں۔ برائی کا جواب بھلائی سے دیں اور اس راستے میں جو حق وصداقت کا راستہ ہے اس پر ڈٹے رہیں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ منکرین جو آپ ﷺ کا مذاق اڑا رہے ہیں آپ ﷺ کی ہر بات کا انکار کررہے ہیں آپ ﷺ اس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی معاملہ کیا مگر انہوں نے اس پر صبر کیا۔ آپ ﷺ بھی صبر سے کام لیجیے۔ ہر کامیابی آپ ﷺ کے قدم چومے گی۔

☆ فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تاکہ وہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اگر یہ قرآن عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نازل کیا جاتا تو یہ پھر بھی مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربی ہے اور اس کی کتاب عجمی زبان میں ہے۔ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو باتیں کرنے دیجیے کیونکہ یہ ان اندھوں کی طرح ہیں جو ہر جگہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آج اگر یہ لوگ آپ ﷺ سے اختلاف کررہے ہیں تو یہ کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں ہے اس سے پہلے جب حضرت موسیٰؑ توریت جیسی کتاب لے کر آئے تو انہوں نے ان سے بھی اختلاف کیا تھا اور ان کی بات ماننے سے انکار کردیا تھا۔

☆ فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود ہی یہ لوگ اپنے نفسوں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے عادی ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن وہ دن ان جیسے ظالموں کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا۔ اس سے بچنے کی فکر آج ہی کرنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ ویسے تو یہ بہت بہادر بنے پھرتے ہیں لیکن ان پر ذرا بھی مصیبت آجائے تو مایوسیوں کی انتہاؤں پر پہنچ جاتے ہیں اور اگر کچھ مل جائے تو اس پر اترانے اور غرور کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ ہماری محنت سے حاصل ہوا ہے اور ہم پر کسی کا احسان نہیں ہے۔

☆ اللہ نے آخر میں فرمایا کہ اگر انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے دامن اطاعت ومحبت سے وابستگی اختیار نہ کی تو وہ وقت دور نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے اردگرد اور خود ان کی اپنی جانوں میں نشانیاں دکھائے گا۔

علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ایک پیشن گوئی تھی جو غزوہ بدر کے دن پوری ہوئی جب کفار کے بڑے بڑے لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔ ساری دنیا میں کفار ذلیل ورسوا ہوگئے اور ایک بدترین انجام سے دوچار ہوئے۔

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا
عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ
لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ
اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝۶ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸

الثلثۃ ع ۱ ۸ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

ح۔م (ان حروف کی مراد کا علم اللہ کو ہے)

یہ کلام نہایت رحم کرنے والے مہربان اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں ہے اور علم و عقل رکھنے والوں کے لئے (نصیحت) ہے۔ خوش خبری دینے والا، ڈرسنانے والا۔ ان (کفار میں سے) اکثر نے منہ پھیر لیا ہے اور وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم ہمیں جس طرف بلا رہے ہو اس سے ہمارے دل پردے (غلاف) میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی (ڈاٹ) ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک پردہ ہے۔ پس تم اپنا کام کئے جاؤ۔ بے شک ہم تو اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف تم جیسا ہی بشر ہوں البتہ میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ بس تم اسی کی طرف سیدھے سیدھے چلو اسی سے مغفرت مانگو۔ ان مشرکین کے لئے بڑی خرابی ہے جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ لیکن بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

فُصِّلَتْ	کھول دی گئی
اَعْرَضَ	منہ پھیر لے
اَكِنَّةٌ (كِنَانٌ)	پردے
وَقْرٌ	بوجھ۔ گرانی۔ ڈاٹ
حِجَابٌ	پردہ
اِسْتَقِيْمُوْا	سیدھے رہو
غَيْرُ مَمْنُوْنٍ	نہ ختم ہونے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت کو ''حٰمٓ'' سے شروع کیا گیا ہے یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ اس سے پہلے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ رب العالمین کو ہے۔ سورۂ مومن اور سورۂ احقاف تک سات سورتیں ''حٰمٓ'' سے شروع کی گئی ہیں جن کے بہت سے فضائل ہیں جس کی کچھ تفصیل آپ نے سورۂ مومن میں بھی پڑھ لی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی ایک صداقت و حقانیت یہ ہے کہ یہ نہایت رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا قرآن ہے۔ جس کی آیتیں بالکل واضح اور صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ چونکہ عربی زبان میں ہیں اس لئے ان آیات کے مخاطب اول اہل مکہ کو ان آیات کے سمجھنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے لیکن اگر ان آیات پر دھیان نہ دیا جائے تو مشکل نظر آتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی علم و دانش یا عقل و فہم ہے وہ ذرا سی توجہ سے ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور اس کے

لئے نہ سمجھنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس قرآن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ جہاں جنت اور بہترین اعمال کے عمدہ نتائج کے لئے خوش خبری دیتا ہے وہیں لوگوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ اور برے انجام سے بھی ڈراتا ہے لیکن اکثر لوگ وہ ہیں جو اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

وہ قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ اے نبی ﷺ! آپ ہمیں جس طرف دعوت دے رہے ہیں وہ باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ہمارے کانوں اور مزاجوں پر گراں گذرتی ہیں ایسا لگتا ہے کہ آپ کے درمیان اور ہمارے درمیان ایک پردہ اور رکاوٹ ہے نہ تو آپ ہماری بات سمجھتے ہیں اور نہ ہم آپ کی لہذا بہتر یہی ہے کہ آپ اپنا کام کئے جایئے اور ہمیں اپنے کام میں لگا رہنے دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اور ہمارا معبود ایک ہی ہے تمہاری ساری توجہ، عبادت اور دعا صرف اللہ کی ذات کے لئے ہونی چاہیے جس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا چاہیے کیونکہ اگر تم کفر وشرک پر قائم رہے تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہے۔ کیونکہ مشرکین نہ تو کسی بھلے اور نیک کام میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ہر سچائی کا انکار کرتے ہیں۔ یہی چیز ان کو بربادی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے ان کو اتنا عظیم اجر اور بدلہ دیا جائے گا جو ہمیشہ ان کے کام آئے گا اور اس کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ
لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ
اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ٩ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا
وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً
لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ١٠ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ
لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ ١١
فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ
الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ
عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ
الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ
لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى
فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع ۲ / ۱۰ / ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۸

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ (حالانکہ) وہی سارے جہانوں کا رب ہے جس نے اس (زمین کے اوپر پہاڑوں کے) بوجھ رکھ دیئے اور اس میں برکت رکھ دی۔ اس نے چار دنوں میں فائدے کی چیزیں مقرر کر دیں۔ اور تمام پوچھنے والوں کے لئے

(ان کی طلب وخواہش کے مطابق) ہر طرح کا رزق عطا کیا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی (آنا تو پڑے گا) دونوں نے کہا کہ ہم خوشی خوشی حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان (کے فرشتوں) کو اس کے کام کی وحی کر دی۔ اور ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر اس کی حفاظت (کا انتظام) کیا۔ یہ غالب حکمت والے اللہ کا فیصلہ تھا۔

(اے نبی ﷺ) اگر وہ (ان تمام سچائیوں کے ہوتے ہوئے بھی) منہ پھیر لیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک ایسی زبردست آفت (چنگھاڑ) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی آفت و مصیبت قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی (عذاب آیا تھا) جب کہ ان کے پاس (لگاتار) آگے اور پیچھے رسول آتے رہے (اور سمجھاتے رہے کہ) تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی مت کرنا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا لہذا تم جس (پیغام حق) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

(اس طرح) قوم عاد نے ناحق غرور وتکبر کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ (جو ہمیں عذاب دے گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو قوت وطاقت میں ان سے بڑھ کر ہے اور وہ ہماری نشانیوں (پر ایمان لانے کے بجائے) انکار کرتے رہے۔ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست ہوا (کا طوفان) بھیجا (جو عذاب کی وجہ سے ان کے حق میں) منحوس دن تھا تا کہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ ذلیل ورسوا کرنے والا ہوگا جس میں (انہیں کسی طرف سے بھی) مدد نہ پہنچے گی۔

رہے قوم ثمود تو ہم نے انہیں راستہ دکھایا تھا لیکن انہوں نے ہدایت (کے مقابلے) میں اندھا بنا رہنے کو پسند کیا۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) ان کو ذلیل ورسوا کر دینے والے عذاب میں ایک زبردست چنگھاڑ نے آ پکڑا۔ یہ اس کی سزا تھی جو وہ کماتے تھے۔

(اس کے برخلاف) ہم نے انہیں بچا لیا (نجات دی) جو لوگ ایمان لے آئے تھے اور جو

لوگ پرہیزگار تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۸

رَوَاسِیَ	بھاری پہاڑ۔ بوجھ
اَقْوَاتٌ (قُوْتٌ)	کھانے کی چیزیں
قَدَّرَ	اس نے مقرر کیا۔ اندازہ کیا
دُخَانٌ	دھواں
طَوْعاً	خوشی خوشی
کَرْھاً	زبردستی
طَآ ئِعِیْنَ	کہا ماننے والے
قَضٰی	اس نے فیصلہ کیا
زَیَّنَّا	ہم نے زینت دی۔ خوبصورت بنایا
مَصَابِیْحٌ	چراغ
صٰعِقَةٌ	کڑک
اَشَدُّ	زیادہ طاقت والا
یَجْحَدُوْنَ	وہ انکار کرتے ہیں
رِیْحٌ	ہوا
صَرْ صَرٌ	سخت۔ تندوتیز
نَحِسَاتٌ	آفتوں والا
اَخْزٰی	زیادہ ذلیل کرنے والا
اِسْتَحَبُّوْا	انہوں نے پسند کیا

اَلْھُوْنُ ذلیل ورسوا کرنا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۸

ان آیات میں کفار و مشرکین کو ان کے کفر و شرک پر آگاہ کرتے ہوئے زمین، آسمان اور ان کے درمیان جتنی بھی بے شمار مخلوقات ہیں ان کی تفصیل ارشاد فرماتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی انتہائی بے عقلی اور ناسمجھی کی بات ہے کہ جس اللہ نے اتنے عظیم الشان آسمان اور زمین کو پیدا کر کے انسان کی تمام ضروریات کو ان میں رکھ دیا ہے وہ اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و بندگی کرتے ہیں حالانکہ ہر طرح کی عبادت اور بندگی کا حق دار صرف وہی ایک خالق حقیقی ہے جس نے چھ دن میں اس پورے نظام کائنات کو بنایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے حضور اکرم ﷺ سے زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا کیا (۲) پہاڑوں اور ان میں جو بھی معدنیات اور ذخائر ہیں ان کو منگل کے دن میں (۳) درخت، پانی کے چشمے، شہر، اس کی عمارتیں اور ویران میدانوں کو بدھ کے دن پیدا کیا (۴) جمعرات کے دن آسمان بنائے (۵) اور جمعہ کے دن ستارے، چاند، سورج اور فرشتے اس وقت پیدا کئے کہ جب جمعہ کے دن میں تین ساعتیں باقی تھیں۔ ان میں سے دوسری ساعت میں تمام آفتوں اور مصیبتوں کو پیدا کیا جو ہر چیز پر آنے والی ہیں۔ اور تیسری ساعت میں حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ ان کو جنت میں ٹھہرایا، ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا اور انکار پر اس کو جنت سے نکال دیا گیا۔ یہ سب تیسری ساعت کے ختم ہونے تک ہوا۔ (ابن کثیر)

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے چھ دن میں دنیا بنائی لیکن ساتویں دن آرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا اور ان کے بنانے میں ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی''، یعنی ساتویں دن اللہ نے تھکن کی وجہ سے آرام نہیں کیا کیونکہ کسی کام کے کرنے کے بعد تھک جانا یہ انسان کی عادت تو ہے لیکن اللہ کے تھک جانے کا تصور انتہائی غلط اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو چھ دن میں بنانے کے متعلق جن آیات کو نازل کیا ہے ان کا مقصد یہودیوں کے غلط عقیدہ کی اصلاح ہے۔ اب اس بات پر بحث کرنا کہ پہلے زمین پیدا ہوئی یا آسمان تو یہ وقت کو ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کسی جگہ بھی کائنات کی تخلیق کا ذکر کسی طبعیاتی ذکر یا کچھ علوم سکھانے کے لئے نہیں کرتا بلکہ توحید و رسالت اور فکر آخرت پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح ہو سکے اور وہ غور و فکر سے کام لے کر اللہ کی ذات و صفات کو پہچان سکیں اور تکبر و غرور سے بچ سکیں چنانچہ قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی ان ترقی یافتہ قوموں نے فکر آخرت کے بجائے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اپنے اچھے اعمال ادا کرنے کے

بجائے اپنی بڑائی کا اظہار کرتے رہے اور جان بوجھ کر سچائیوں سے وہ اندھے بنے رہے آخر کار ان پر وہ عذاب آیا جو ان کی ترقیات اور مال و دولت کو تباہ و برباد کر کے چٹ کر گیا اور ان کی زندگیوں کو ایک فسانہ بنا کر رکھ دیا۔

ان تمام باتوں کو اللہ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہئے کہ کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے وہ جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ اسی کا کرم ہے کہ اس نے زمین پر پہاڑوں کے بوجھ رکھ دیئے تا کہ زمین اپنی جگہ ٹھہری رہے۔ اللہ ہی نے اس زمین میں برکت عطا فرمائی اور چار دنوں میں اس نے برکت کی تمام چیزیں اس سرزمین میں رکھ دیں اور تمام ان لوگوں کی طلب وخواہش کے مطابق ہر طرح کا رزق مہیا کر دیا جو وہ مانگ سکتے تھے۔

فرمایا کہ جب اللہ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی تو وہ ایک دھواں سا تھا پھر اس نے اس دھوئیں اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے یا زبردستی آ جاؤ یعنی تمہیں آنا تو پڑے گا۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر اس نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے۔ پھر اس نے ہر آسمان کے فرشتوں اور صلاحیتوں کو ان کے کاموں کی وحی کر دی۔ فرمایا کہ ہم نے ہی آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت وخوبصورتی عطا کر کے ان کی حفاظت کا سامان کر دیا۔ یہ سارے فیصلے غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ کفار ان تمام سچائیوں کے باوجود ان حقائق سے منہ پھیر لیتے ہیں تو آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تمہیں ایسی زبردست چنگھاڑ (عذاب الٰہی) سے آگاہ کر رہا ہوں جیسی قوم عاد اور قوم ثمود پر آئی تھی۔ حالانکہ ان کو سمجھانے کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ کے سوا عبادت و بندگی کے لائق کوئی نہیں ہے مگر ان کی بات ماننے کے بجائے انہوں نے اعتراض کرنا شروع کر دیئے کہ اگر اللہ کو ہماری ہدایت کے لئے بھیجنا تھا تو فرشتوں کو بھیج دیا ہوتا۔ ہم جیسے بشر کے ذریعہ ہمیں یہ پیغام کیوں دیا گیا لہٰذا ہم اس (دعوت حق) کا انکار کرتے ہیں۔ قوم عاد نے ناحق غرور و تکبر کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے زیادہ قوت وطاقت والا کون ہے جو ہمیں عذاب دے گا؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس بات کو بھول گئے کہ اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا جو طاقت وقوت میں ان سے بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ لوگ اللہ کی نشانیوں پر ایمان لانے کے بجائے ان کا انکار کرتے رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان پر ایسی زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا کہ جس سے ان کے حق میں ان کے دن منحوس دن ثابت ہوئے یہ اس لئے تھا کہ ان جیسے لوگوں کو دنیا کے عذاب کا مزا چکھا دیا جائے اور انہیں بتا دیا جائے کہ آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ وہ ان کو آخرت میں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دے گا۔ رہے قوم ثمود تو اگرچہ ہم نے ہی انہیں راہ ہدایت دکھائی تھی مگر وہ ہدایت کے مقابلے میں اندھے بنے رہے۔ آخر کار ان کو بھی ایک زبردست چنگھاڑ نے تباہ کر دیا اور اللہ نے اہل ایمان کو اور اللہ سے ڈرنے والوں کو پوری طرح نجات عطا فرما دی تھی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ
اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾
وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ
الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ
سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ
لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ
ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ
يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ
الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ
اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا
٣ ع ٧ ١٧ خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ١٩ تا ٢٥

اور جس دن اللہ کے دشمن (کفار و مشرکین) جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے تو وہ مختلف گروھوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو ان پر ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کی کھال اور چمڑے بھی گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔

۰ (حیرت و تعجب سے) اپنی کھالوں (گوشت پوست) سے پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ (اور یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آئی؟) جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت عطا کی ہے۔ اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم اسی کی طرف لوٹائے گئے ہو۔ (اس وقت فرمایا جائے گا کہ) جب تم چھپ چھپ کر گناہ کیا کرتے تھے تمہیں اس وقت اس کا خیال و گمان تک نہ تھا کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسموں کی کھالیں بھی تم پر گواہی دیں گی۔ تم نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے۔ تمہارے اسی جھوٹے گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق قائم کر رکھا تھا ہلاک و برباد کر ڈالا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ (قیامت میں کہا جائے گا کہ) اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور اگر اب وہ معافی بھی مانگیں تو وہ ان لوگوں میں سے نہ ہوں گے جن کو معاف کیا جاتا ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) ہم نے ان پر ایسے ہم نشین (ساتھی) مسلط کر دیئے تھے جو انہیں آگے اور پیچھے کی ہر چیز کو خوبصورت بنا کر دکھاتے تھے۔ بہر حال ان پر بھی وہی عذاب آ کر رہے گا جو ان سے پہلے گذرے ہوئے جنات اور انسانوں کے گروہوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ یقیناً وہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

یُحْشَرُ	اکٹھے کئے جائیں گے
یُوْزَعُوْنَ	گروہوں میں تقسیم ہوں گے
شَھِدَ	اس نے گواہی دی
جُلُوْدٌ (جِلْدٌ)	کھالیں۔ گوشت پوست۔ چمڑے
لِمَ شَھِدْتُّمْ	تم نے گواہی کیوں دی
اَنْطَقَنَا	ہمیں بولنے کی طاقت دی
مَرَّۃٌ	مرتبہ۔ بار بار
تَسْتَتِرُوْنَ	تم پردہ کرتے ہو۔ چھپاتے ہو

اَرْدٰی (اِرْدَاءٌ)	ہلاک کیا۔تباہ کیا
یَسْتَعْتِبُوْا	راضی کریں گے
قَیَّضْنَا	ہم نے مقرر کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۵

انسان راز داری کے ہزاروں پردوں کے اندر چھپ کر کوئی کام کرے یا اعلانیہ کھلم کھلا۔ اللہ کو اس کی ایک ایک حرکت کا علم ہوتا ہے۔ جس بات کو دنیا کا کوئی آدمی نہیں جانتا اور ہر ایک سے پوشیدہ ہے اللہ کو اس کا بھی علم ہے لیکن جس طرح شتر مرغ ریت میں منہ چھپا کر یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے اسی طرح گناہ گار اور خطا کار آدمی بھی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ہر حرکت دوسروں سے پوشیدہ ہے حالانکہ اللہ اس کو جانتا ہے اور اس کے پاس ہر بات کا ریکارڈ موجود ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ میں سے اکثر لوگوں کا یہ گمان تھا کہ اگر کوئی کام چھپ کر کیا جائے تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا یہاں تک کہ (نعوذ باللہ) اللہ کو بھی اس کے متعلق کچھ علم نہیں ہوتا۔ اس غلط اور بے بنیاد گمان نے ان کو تباہی کے کنارے تک پہنچا دیا تھا۔ اگر انہیں اس بات کا ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ زندگی بھر جن اعضاء کے بنانے سنوارنے اور خدمت کرنے میں لگے رہتے تھے وہی ہاتھ، پاؤں، زبان، گوشت، پوست، ہڈیاں اور کھالیں ان کے خلاف گواہی دینے کھڑے ہو جائیں گے تو ان کا انداز فکر اور طرز عمل بڑا مختلف ہوتا، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک دن بیت اللہ شریف کے پردے سے چمٹے ہوئے دعا کر رہے تھے کہ آپ نے دو آدمیوں کی گفتگو سنی جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جو بات کھلم کھلا اعلانیہ کی جائے اللہ کو صرف اسی کا علم ہوتا ہے یعنی جو بات پوشیدہ ہوتی ہے اس کا علم اللہ کو نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں تین باتوں کو بتایا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قیامت کے دن جب اللہ کے دشمنوں یعنی کفار و مشرکین کو اللہ کے فرشتے جہنم کی طرف ہنکار کر لے جا رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو مختلف گروہوں میں تقسیم فرما دیں گے جو یک ایک کر کے جہنم کے قریب جمع ہوتے جائیں گے۔ سب لوگوں کے جمع ہونے کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا۔ جب کفار و مشرکین کے سامنے ان کے گناہوں اور خطاؤں کی فہرست رکھی جائے گی تو وہ ان گناہوں کا صاف انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو یاد نہیں ہے کہ ہم نے کبھی اس طرح کے گناہ کئے ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان جیسے لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے تمام اعضا کو بولنے کی طاقت عطا کر دی جائے گی اور انسان کے تمام اعضا اس کے تمام اعمال کو بیان کرنا شروع کر دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان لوگوں کے منہ پر مہریں لگا دی جائیں گی اور سب سے پہلے اس کی ران سے سوال کیا جائے گا کہ تو یہ بتا کہ اس نے کیا کیا حرکتیں کی تھیں۔ اس پر اس کی ران، گوشت پوست، ہڈیاں اور کھالیں تک اس کے اعمال کی

گواہی دیں گی (مسلم) اس پر انسان اپنے اعضا سے شکوہ کرے گا کہ تمہارا ستیاناس ہو جائے میں نے تو زندگی بھر تمہیں آرام و سکون پہنچایا اور تمہاری خدمت کرتا رہا آج تم میرے ہی خلاف گواہی دینے کھڑے ہو گئے ہو؟ یہ بولنے کی طاقت تمہارے اندر کہاں سے آ گئی؟ وہ جواب دیں گے کہ وہی اللہ جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہمیں بولنے کی زبان اور ہمت دی ہے۔ انسان کی کھالیں بھی گواہی دیں گی کہ اس آدمی نے فلاں فلاں گناہ کئے تھے (مسلم)

کھالوں کی گواہی پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن کھالیں گواہی دیں گی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موجودہ دور جو علم و تحقیق کا دور ہے اس میں سائنس نے اس مسئلہ کو سمجھنا آسان کر دیا ہے اور (Skin Speech) کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آدمی جو بھی گفتگو یا عمل کرتا ہے تو وہ اس کی کھال پر ریکارڈ ہوتا چلا جاتا ہے جس کو دوبارہ اسی طرح سنا جا سکتا ہے جس طرح ایک ٹیپ ریکارڈر میں ریکارڈ کی گئی آواز کو دوبارہ سنا جا سکتا ہے۔

ان آیات میں دوسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اللہ نے کفار و مشرکین کو اس دنیا کی زندگی میں بہت زیادہ مہلت عطا کی تھی جس سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا تھا اور وہ زندگی بھر بے عملی کا شکار رہے تھے۔ قیامت کے دن جب وہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو وہ گڑگڑا کر معافی مانگنے لگیں گے۔ اس وقت اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ اب معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ معافی کی قبولیت کا وقت گذر چکا اور اس طرح کفار و مشرکین اور ان کے راستوں پر چلنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جب انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور ہر اصلاح کی بات کو قبول کرنے کی صلاحیت کو وہ کھو بیٹھتا ہے تو اس کو ایسے ساتھی مل جاتے ہیں یا اللہ ان پر عذاب کے طور پر ایسے ساتھیوں کو مسلط کر دیتا ہے جو اس کو ہرے ہرے باغ دکھاتے ہیں اور گمراہی کی باتوں کو خوبصورت بنا کر دکھاتے ہیں اور یہی چیز آدمی کو جہنم کے کناروں تک پہنچا دیتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے لئے بری صحبت صرف بدترین عادت ہی نہیں بلکہ عذاب الٰہی بھی ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جب آدمی کا مزاج برے راستوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کو ایسے دوست ملنا شروع ہو جاتے ہیں جو اسی کی طرح بگڑے ہوئے مزاج کے لوگ ہوتے ہیں۔ مشہور بات ہے کہ اگر کسی کی عادتوں، مزاج اور خصلتوں کو جانچنا اور پرکھنا ہو تو اس کے آس پاس اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور ساتھ رہنے والوں کو دیکھا جائے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ جنہوں نے اپنا مزاج ضد، ہٹ دھرمی اور منافقت والا بنا لیا ہو تو اس کو دنیا اور آخرت میں سخت سزا دی جائے گی اور اس کی دنیا اور آخرت برباد ہو کر رہ جائے گی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا
دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ
غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ ع ٤ ٧/ ١٨

ترجمہ: آیت نمبر ٢٦ تا ٣٢

اور کافر کہتے تھے کہ تم اس قرآن کو نہ سنو! شور و غل مچاؤ تا کہ تم ان پر غالب آ جاؤ۔ (فرمایا کہ) ہم ان کافروں کو سخت ترین عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ اور یقیناً ہم ان کو ان کے بد ترین اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے جنہیں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ ہے اللہ کے دشمنوں کا بدلہ (جہنم کی) آگ جس میں وہ رہیں گے جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ وہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے یہ اس کی سزا ہوگی۔

(وہاں یہ) کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں جنات اور انسان دونوں گروہوں میں سے ان گروہوں کو دکھا دیجئے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ جائیں۔

بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (جمے اور ڈٹے رہے) تو یقیناً ان پر فرشتے اتریں گے (اور ان سے کہیں گے کہ) تم نہ تو خوف کھاؤ اور نہ رنجیدہ ہو۔ تم اس جنت (کے دیئے جانے) کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی وہاں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور اس میں ہر وہ چیز موجود ہوگی جس کی تم تمنا کیا کرتے تھے (کیونکہ) یہ بہت معاف کرنے والے اور رحم و کرم کرنے والے اللہ کی طرف سے (تمہاری) مہمان داری ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

لَا تَسْمَعُوْا	تم نہ سنو
اَلْغَوْا	شور مچاؤ
تَغْلِبُوْنَ	تم غالب ہو جاؤ گے
نُذِيْقَنَّ	ہم ضرور چکھائیں گے
اَسْوَاَ	برا کیا
دَارُ الْخُلْدِ	ہمیشہ کا گھر
اِسْتَقَامُوْا	وہ جمے رہے
يُلْحِدُوْنَ (اِلْحَادٌ)	ٹیڑھا چلتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۲

ہمیشہ سے ایسے لوگوں کی اکثریت رہی ہے جو حق و صداقت، نصیحت اور تنقید کو کھلے ذہن سے سننے کے بجائے اس سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جس چیز کو وہ حقیقت سمجھ رہے ہیں سارا حق اس کے مطابق ہو کر چلے وہ اپنے گھڑے ہوئے خیالات کی دنیا سے باہر آنا گوارہ ہی نہیں کرتے اور ہر تنقید اور نصیحت کو نہایت تلخ اور کڑوا سمجھتے ہیں۔ وہ بغیر کسی ثبوت کے محض جذباتی

انداز سے ہراس کام میں عیب نکالنا شروع کردیتے ہیں جو ان کے خیالات سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ کے کفار اور مشرکین جب قرآن کریم کی سچائی اور اس کے گہرے اثرات اور نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گئے تو انہوں نے قرآن کی تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی عظمت کو کم کرنے کے لئے انتہائی غیر سنجیدہ حرکتیں کرنا شروع کردیں۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو اس مقصد کے لئے تیار کرلیا کہ جب بھی قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو نہ تو خود سنیں اور نہ کسی دوسرے کو سننے دیں اس قدر شور وغل مچایا جائے، دخل اندازی کی جائے اور عیب لگائے جائیں کہ جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے وہ پلٹ کر پھر سے ان کی طرف آ جائیں اور اس طرح وہ غالب آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ابوجہل نے لوگوں سے کہا کہ یہ شخص (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) جب قرآن پڑھیں تو خوب شور مچاؤ، تالیاں پیٹو، سیٹیاں بجاؤ تاکہ تمہیں یہ پتہ نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور بیچ بیچ میں طرح طرح کی آوازیں نکالو اور قرآن سننے سے لوگوں کو روکو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قرآن کریم کا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہ کر غور سے سنا جائے تاکہ اللہ اپنی رحمتوں کو نازل کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایسی گھٹیا، نیچ، غیر سنجیدہ اور اوچھی حرکتیں کر رہے ہیں وہ اپنے بدترین انجام سے بے خبر ہیں ورنہ وہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ جب قیامت کے دن ان کو ان کے برے اعمال کی سزا میں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔ فرشتے ان کو جہنم کی آگ میں جھونکنے کے لئے گھسیٹتے ہوئے لائیں گے تو اس وقت وہ نہ صرف شرمندہ ہوں گے بلکہ اپنے کئے پر پچھتا کر ان لوگوں کو برا بھلا کہنا شروع کردیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور سبز باغ دکھائے تھے۔ وہ بارگاہ الٰہی میں درخواست پیش کریں گے کہ الٰہی! انسانوں اور جنات میں سے ان لوگوں کو ہمارے سامنے لایئے جو ہمارے اس بگاڑ اور تباہی کا سبب بنے ہیں۔ وہ اگر آج ہمارے سامنے آجائیں تو ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں گے اور رسوا اور ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔

فرمایا کہ ایک طرف تو یہ کفار و مشرکین اپنی ذلت اور شرمندگی میں اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہوں گے اور دوسری طرف وہ خوش نصیب صاحبان ایمان ہوں گے جنہوں نے حق و صداقت کی تعلیم کو پوری طرح مان کر یہ کہا ہوگا کہ ہمارا رب تو صرف اللہ ہے اور وہ اس پر ثابت قدم بھی رہے ہوں گے تو ان پر اللہ کے فرشتے اور اس کی رحمتیں نازل ہو رہی ہوں گی۔ فرشتے کہیں گے کہ تم کسی طرح کا رنج و غم نہ کرو اور جنت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اس پر خوشیاں مناؤ۔ ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں آئندہ جو حالات پیش آئیں گے ان کا خوف نہ کرو اور جو چیزیں (مال، اولاد، جائیداد وغیرہ) تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو ان کا غم نہ کرو اور اللہ نے جس جنت کا وعدہ فرمایا تھا اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اس پر تم خوش ہو جاؤ۔

وہ فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ ہم جس طرح دنیا میں تمہارے ساتھ تھے اسی طرح ہم یہاں بھی تمہارے ساتھی رہیں گے۔ وہ اس بات کی خوش خبری بھی دیں گے کہ اہل جنت کے لئے ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی وہ خواہش یا طلب کریں گے یہ درحقیقت نہایت بخشنے والے مہربان پروردگار کی طرف سے مہمان داری ہوگی جو اہل جنت کا ایک بڑا اعزاز ہوگا۔

ان آیات میں فرمایا گیا کہ ''رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا'' یعنی جو لوگ یہ کہیں گے کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے اور پھر اسی

پر وہ قائم بھی رہے ہوں گے یہ دین اسلام کی اصل بنیاد اور دین کی تعلیمات کا خلاصہ ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع بات بتا دیجئے جس کے بعد مجھے کسی اور سے نہ پوچھنا پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو "اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِیْم" (صحیح مسلم) یعنی تم کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اسی پر جمے رہو مراد یہ ہے کہ ایمان پر اس قدر مضبوطی سے ڈٹ جاؤ کہ ایمان کے ہر تقاضے اور عمل صالح کو اختیار کرنا تمہارا مزاج بن جائے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" کا کیا مطلب سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد کوئی گناہ نہ کرے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تم نے دین کو ایک مشکل بات بنا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہی اس کا مطلب بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ توحید کا اقرار کرنے کے بعد پھر بت پرستی اور شرک کو اختیار نہ کرنا۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ "ثم استقم" یہ ہے کہ توحید کے اقرار کے بعد منافقت نہ کی جائے۔ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکامات اور امر و نواہی پر سیدھے جمے رہو۔ ادھر ادھر لومڑیوں کی طرح بھاگنے کے راستے تلاش نہ کرو۔

حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ استقامت کے معنی اخلاص عمل کے ہیں۔ یعنی اپنے ہر عمل کو خالص اللہ کے لئے کرنا۔

حضرت حسن بصریؒ نے "ثم استقم" کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اللہ کے حکم پر قائم رہ کر اسی کی اطاعت کرنا اور اس کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنا۔ (تفسیر بصری)

تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا "رَبُّنَا اللّٰہ" کہنا تب ہی درست ہو سکتا ہے جب وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر قدم پر اللہ کی زیر نگرانی تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ جیسے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی عبادت و بندگی کے طریقوں پر اس طرح استقامت کے ساتھ جما رہے کہ اس کا قلب اور قالب (بدن) دونوں اس کی عبادت و بندگی سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور ایمان خالص جس میں شرک و کفر اور بدعات کی ملاوٹ نہ ہو۔ اللہ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنا اور ہر سچائی پر ڈٹ جانا۔ وہی کام کرنا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہو۔

اللہ کے فرشتے اہل ایمان پر نازل ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت، قبروں میں اور قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے میں یہ فرشتے اترتے ہیں۔ ابو حیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنوں پر فرشتے ہر روز نازل ہوتے ہیں جن کے آثار و برکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت ثابت بنانی سے نعیم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے "حم السجدہ" کی اس آیت کی تلاوت فرمائی جب وہ "تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ" پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن جس وقت قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے جو دنیا میں اس کے

ساتھ رہتے تھے وہ اس سے ملیں گے اور اس سے کہیں گے کہ تم خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان فرشتوں کا کلام سن کر اہل ایمان کو اطمینان وسکون مل جائے گا۔

اسی آیت کا یہ ٹکڑا ''وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي'' یعنی جو بھی تمہاری خواہش اور طلب ہوگی وہ جنت میں اہل جنت کو دی جائے گی۔ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم جنت میں کسی پرندے کو اڑتے دیکھو گے اور تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ پرندہ اسی وقت بھنا بھنایا تمہارے سامنے آگرے گا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ نہ تو آگ سے پکا ہوگا اور نہ دھوئیں سے بلکہ خود بخود پک کر تمہارے سامنے آجائے گا (بیہقی)

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ
صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ
لَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا
يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٣ تا ٣٦

اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور اس نے عمل صالح کئے اور یہ کہا کہ بے شک میں (اللہ تعالیٰ کے) فرماں برداروں میں سے ہوں۔

(اے نبی ﷺ) نیکی اور برائی برابر و یکساں نہیں ہو سکتے لہٰذا تم برائی کو بہترین انداز سے دور کرو پھر تم دیکھو گے کہ وہ شخص جس سے تمہاری دشمنی تھی وہ تمہارا گہرا اور جگری دوست بن گیا ہے۔ مگر یہ بات ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جنہوں نے صبر کیا اور یہ بڑے نصیب والوں کو ہی ملتی ہے۔ اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آجائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ بے شک وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۳٦

قرآن کریم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی جائے اور ان کو رب سے جوڑ کر اس کی یاد میں جینے کا طریقہ سکھا دیا جائے۔ اور اس بات کا گہرا شعور بیدار کر دیا جائے کہ وہ صرف اس ایک اللہ کا بندہ ہے جو اس کا خالق، رازق اور مالک ہے وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کے لائق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ ایک اتنا عظیم مقصد ہے جس کی طرف بلانے والے سے بہتر شخص اور کون ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص سے بہتر اور کس کی بات ہو سکتی ہے جو ☆ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے ☆ اسی کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے عمل صالح اختیار کرے اور ☆ یہ کہے کہ میں اللہ کا فرماں بردار اور اطاعت گذار بندہ ہوں۔ بعد کی آنے والی آیات سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ آپ کی سیرت پاک اس بات کی گواہ ہے کہ آپ سے زیادہ کسی کا قول اور عمل اور دعوت الی اللہ احسن اور معتبر نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ نیکی اور بھلائی کے اسی طریقے پر چلتے رہیے آپ دیکھیں گے کہ دنیا سے ہر برائی مٹتی چلی جائے گی کیونکہ نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں۔ نیکی ایک طاقت ہے جو آہستہ آہستہ دلوں کو مسخر کرتی چلی جاتی ہے اور ہر برائی کے مٹنے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ نیکی اور بھلائی کو پھیلانے میں دشواریاں بہت آتی ہیں لیکن اگر عزم و ہمت اور بلند ترین حوصلے کے ساتھ ہر تکلیف کو برداشت کر لیا جائے تو برائی اور بدکرداری کی کمزوریاں ظاہر ہو کر رہتی ہیں۔ وہی لوگ جو مخالفتوں کا طوفان برپا کئے ہوئے ہیں اگر ان کے ساتھ بہتر سلوک، حسن اخلاق، ہر برائی کے مقابلے میں بھلائی، اشتعال کے جواب میں درگذر اور صبر و تحمل سے کام لیا جائے تو جو لوگ آج جانی دشمن بنے ہوئے ہیں وہ گہرے جگری دوست بن جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں اللہ و رسول اور دین اسلام سے بغض اور دشمنی بھری ہوئی ہے وہ ہر موقع پر اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی زیادتی سے باز نہیں آتے۔ ان کے طرز عمل کے مقابلے میں صبر و استقلال، عزم و ہمت اور تحمل و برداشت اس قدر آسان نہیں ہے لیکن جن کی زندگیوں کا مقصد راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو ہدایت کے راستے پر گامزن کرنا ہے ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ شیطان کے دھوکے اور فریب کی طرف سے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں کیونکہ شیطان نہایت دردمند، مخلص اور خیر خواہ کے روپ میں آپ کو اور اہل ایمان کو اشتعال اور غصہ دلانے کی کوشش کرے گا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے لیکن ایسے موقعوں پر آپ اور اہل ایمان برداشت سے کام لے کر اللہ سے پناہ مانگ لیا کریں وہ اللہ سب کی سنتا اور ہر ایک کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ
الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝٣٧ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ
عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۩ ۝٣٨
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ
اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٣٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ
اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا
شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٤٠

ترجمہ: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

رات اور دن سورج اور چاند یہ سب اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا تم سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم واقعی اس کی (سچی) عبادت و بندگی کرنے والے ہو۔

پھر اگر انہوں نے تکبر کیا تو (اللہ کو کسی کی پروانہیں ہے) وہ فرشتے جو تمہارے رب کے پاس ہیں وہ دن رات اس کی حمد وثنا کرتے ہیں اور وہ اکتاتے بھی نہیں۔

اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایک زمین ہے جو بالکل ویران پڑی ہوئی تھی۔ پھر جیسے ہی ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگی۔ بے شک وہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا بے شک وہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ بلا شبہ جو لوگ ہماری نشانیوں میں الحاد کرتے ہیں (معنی کو الٹ دیتے ہیں) وہ ہم سے چھپے ہوئے

نہیں ہیں۔ (بتاؤ) وہ شخص جو آگ میں جھونک دیا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت میں (نہایت) امن وسکون کے ساتھ آئے گا۔ تم جو چاہو کرو لیکن یہ یاد رکھو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۷ تا ۴۰

اللہ تعالیٰ نے غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس کائنات میں بے شمار نشانیاں بنائی ہیں لیکن غور وفکر نہ کرنے والے بڑی سے بڑی حقیقت سے اس طرح گذر جاتے ہیں کہ انہیں اس کی حقیقت اور عظمت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ ہر آدمی رات، دن، سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں دنیا کی گھڑیاں اور اندازے مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نکلنا، چھپنا اور ڈوب جانا مختلف نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے جب لوگوں کو ستاروں، چاند اور سورج کی عبادت کرتے دیکھا تو یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان میں سے ہر چیز کا سامنے آنا اور چھپ جانا ان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا یہ کائنات کے خالق و مالک یا مشکل کشا نہیں ہو سکتے بلکہ وہی ایک ذات ان تمام چیزوں کی مالک ہے جو ان کو اپنی رفتار سے چلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ اور وہ ایک اللہ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اسی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ رات، دن، سورج اور چاند یہ اللہ کو پہچاننے اور عبادت کرنے کی نشانیاں ہیں لہٰذا تم ان کو سجدے نہ کرو بلکہ جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ اللہ مخلوق میں سے کسی کی عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے کہ اس کی بندگی کی جائے کیونکہ ساری مخلوق بھی اگر اس کی عبادت و بندگی چھوڑ دے تو اس کی سلطنت میں ایک ذرے کی کمی نہیں آسکتی۔ اللہ کے وہ فرشتے جو اس کے پاس ہیں یا کائنات کی ہر چیز اس کی حمد و ثنا اور عبادت میں مشغول ہے۔ وہ اللہ کی اس طرح عبادت و بندگی کرتے ہیں کہ اس سے کبھی نہیں تھکتے بلکہ ہمیشہ اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ چاند، سورج، ستاروں کی طرح بارش کا برسنا بھی ایک نشانی ہے۔ اس کو بھی ہر شخص دیکھتا ہے کہ اگر کسی جگہ بارش نہ برستی ہو اور اس کی مٹی ریت بن کر اڑ رہی ہو تو اس کی ویرانی دیکھ کر اندازہ کرنا مشکل ہے کہ یہ خشک زمین بھی کبھی سرسبز و شاداب ہو گی لیکن جیسے ہی اس خشک اور مردہ زمین پر بارش پڑتی ہے تو سوکھی اور ویران پڑی ہوئی زمین میں ایک نئی زندگی محسوس ہوتی ہے اور اس طرح خشک زمین میں سے سبزہ نکل کر اپنی بہار دکھانے لگتا ہے۔ آہستہ آہستہ کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور ہر طرف ایک رونق سی آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو اللہ اتنی بڑی زمین کو خشک اور ویران ہونے کے بعد دوبارہ زندہ اور تروتازہ کر دیتا ہے اسی اللہ کی قدرت ہے کہ وہ انسان کے مر جانے اور اس کے اعضاء بکھر جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور میدان حشر میں جمع کر کے ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ اللہ کی آیات کو اس طرح الٹ کر یا اس کو اس کے مفہوم اور مضمون سے کاٹ کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سننے والے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں وہ ہر شخص کے تمام احوال سے پوری طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رات، دن، سورج، چاند اور بارش پر غور وفکر کرنے کے ساتھ ساتھ ذرا اس بات پر بھی غور وفکر

کرلیا جائے کہ ایک شخص اپنے برے اعمال کے سبب جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا اور وہ اس شدید تکلیف اور عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا۔ وہ بہتر ہے یا وہ شخص بہتر ہے جو قیامت کے ہولناک دن بھی نہایت امن وسکون اور خوشیوں کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا یقیناً عقل سلیم کا فیصلہ یہی ہوگا کہ وہ شخص سب سے بہتر ہوگا جو انجام کے اعتبار سے اچھا ہوگا۔

ان آیات میں یہ بات بھی بالکل واضح طریقے پر بتادی گئی ہے کہ اللہ نے کائنات میں ہزاروں نشانیاں بنائی ہیں جو انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں جو لوگ ان پر غور وفکر اور تدبر کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں لیکن جو ان نشانیوں میں الجھ کر ان چیزوں کو ہی اپنا معبود بنا لیتے ہیں ان کی دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔ لہٰذا صرف اسی ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے اور اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔ دراصل سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے اس کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ سجدہ عبادت کے لئے ہو یا تعظیم وتکریم کے لئے دونوں صورتوں میں اجماع امت کے مطابق غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ
وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا
قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ
اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ
ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ
ع ٥ ١٢/١٩ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ
بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

۶-۷

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

وہ لوگ جنہوں نے قرآن (کا سچا پیغام) آنے کے باوجود اس کا انکار کیا (وہ اپنا انجام بہت جلد دیکھ لیں گے) بے شک (قرآن) ایک زبردست کتاب ہے جس کے سامنے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ حکمت والے ہر طرح کی تعریفوں کے مستحق اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ سے یہ کفار (مشرکین) جو کچھ کہہ رہے ہیں ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں سے نہ کہی گئی ہو۔ (پھر بھی) بے شک آپ کا رب بہت معاف کرنے والا ہے لیکن جب وہ (کسی فرد یا قوم کو پکڑنے پر آجاتا ہے تو پھر) وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

اور اگر اس قرآن کو عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو وہ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہ نازل کی گئیں (وہ یہی کہتے کیسی عجیب بات ہے کہ) کتاب عجمی اور (اس کے مخاطب) عربی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ ایمان لائے یہ ان کے لئے ہدایت و شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے کانوں کی ڈاٹ ہے۔ یہ ان پر اندھا پن مسلط ہے۔ انہیں ایسا لگتا ہے جیسے انہیں بہت دور سے پکارا جا رہا ہے۔

بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی لیکن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔ اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ کی گئی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (یاد رکھو) جس نے حسن عمل کیا وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ (اور اے نبی ﷺ) آپ کا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم و زیادتی کرنے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

ذُوعِقَابٍ	سزا دینے والا
اَعْجَمِیٌّ	جو عربی نہ ہو۔ عجمی ہو
ظَلَّامٌ	بہت زیادہ ظلم کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۶

اصل میں جو لوگ زندگی کے معاملات میں سنجیدہ اور سمجھ دار ہوتے ہیں وہ بات کو سمجھنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتے ہیں لیکن غیر سنجیدہ لوگ جن میں تدبر کی کمی ہوتی ہے وہ ہمیشہ حق و صداقت کی بات کو بے اثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ گھٹیا اور غیر سنجیدہ بات اور کیا ہوگی کہ وہ نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ کی زبان عربی ہے اس میں کسی کلام کو گھڑ لینے میں کیا دیر لگتی ہے (نعوذ باللہ) اگر یہ کتاب اور کلام کسی عجمی زبان میں ہوتا تو ہم سمجھتے کہ واقعی آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان لوگوں کی باتوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں کیونکہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ہیں یہ ان سے بھی ایسی ہی غیر سنجیدہ باتیں کر چکے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اللہ کے اس کلام کو جو بڑی عزت اور شان والا ہے جس کے آگے اور پیچھے جھوٹ ٹک نہیں سکتا آپ لوگوں تک حق و صداقت کی باتیں پہنچاتے رہیے۔ اس راستے میں آپ کو شدید ذہنی اذیتیں پہنچیں گی مگر آپ ان کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیجئے کیونکہ اگر یہ لوگ آپ کو ایذا اور تکلیفیں دینے سے باز رہے تو پروردگار ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے لیکن اگر یہ اسی روش پر قائم رہے تو وہ ان کو دنیا اور آخرت میں شدید ترین سزائیں دے گا جن سے بچنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ وہ اللہ صرف مغفرت کرنے والا ہی نہیں بلکہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔

فرمایا کہ اگر یہ قرآن کسی اجنبی زبان میں نازل کر دیا جاتا جس کو عرب کے لوگ نہ سمجھتے تو کہتے کہ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ رسول تو عربوں میں آیا ہے اور اپنی تعلیمات عجمی زبان میں لے کر آیا ہے۔ پھر یہ اس کو نہ سمجھنے کا عذر کرنے لگتے۔ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ ان کا کام پہلے بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین سے بھاگنے کے راستے تلاش کرتے ہیں اس لئے اللہ کا کلام ان کے کانوں پر ایک بوجھ جیسا ہے اور انہوں نے سچائی کی ہر روشنی سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور حق و صداقت سے اندھے بنے ہوئے ہیں جب ان سے بات کی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کسی کو دور سے پکار رہا ہے جس کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی۔ فرمایا کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب ہدایت عطا کی تھی اس وقت کے لوگوں نے اس میں بھی اختلافات پیدا کر دیئے تھے۔ یہ تو اللہ کا کرم ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ لوگوں کی خطاؤں پر سارے فیصلے اسی دنیا میں نہیں کرتا بلکہ ان کو آخرت تک مہلت اور ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو جس نے بھی کوئی عمل صالح کیا اس کا فائدہ اس کو ہوگا لیکن جس نے بد عملی کی زندگی گذاری اس کا نقصان خود اسی کو ہوگا۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ خود انسان ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے پر تیار بیٹھا رہتا ہے۔

اِلَیۡہِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ
مِّنۡ اَکۡمَامِہَا وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِہٖ ؕ وَ یَوۡمَ
یُنَادِیۡہِمۡ اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ شَہِیۡدٍ ﴿ۚ۴۷﴾
وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَہُمۡ مِّنۡ
مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ ۫ وَ اِنۡ مَّسَّہُ الشَّرُّ
فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ
مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ہٰذَا لِیۡ ۙ وَ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً ۙ وَّ لَئِنۡ
رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ اِنَّ لِیۡ عِنۡدَہٗ لَلۡحُسۡنٰی ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَ لَنُذِیۡقَنَّہُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِیۡظٍ ﴿۵۰﴾ وَ
اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ
فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِیۡضٍ ﴿۵۱﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ
ثُمَّ کَفَرۡتُمۡ بِہٖ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ ہُوَ فِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۵۲﴾
سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ
الۡحَقُّ ؕ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ
ع ۶ / ۱ اِنَّہُمۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّہِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

قیامت کب (واقع ہوگی) اس کا علم اللہ کو ہے (اسی کی طرف) اس علم کو لوٹایا جاسکتا ہے۔

وہی جانتا ہے کہ کون سا پھل اپنے غلاف سے باہر نکلتا ہے، کون سی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور کون سی مادہ (بچہ) جنتی ہے۔

اور وہ دن جب اللہ لوگوں کو پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں؟

جنہیں تم میرے سوا پکارا کرتے تھے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی (ان کی عبادت کا) دعویٰ نہیں کرتا. اور وہ جن معبودوں کو وہ اس سے پہلے (دنیا میں) پکارا کرتے تھے وہ سب غائب ہوجائیں گے۔

اور کافر اس کو (اچھی طرح) جان جائیں گے کہ اب فرار ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

انسان (کا یہ حال ہے کہ) وہ بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا۔

اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے۔

اور اگر اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچتی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ میں اس کا مستحق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ کبھی قیامت آئے گی۔

اور اگر میں اپنے رب کی طرف پلٹایا گیا تو وہاں بھی میری عیش ہوگی۔

حالانکہ ہم کفار کو ان کے کئے ہوئے اعمال کے سبب پوری طرح آگاہ کردیں گے۔

اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ہم اس کے بدلہ میں بدترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

اور جب ہم کسی آدمی پر انعام و کرم کردیتے ہیں تو وہ منہ موڑ کر اپنا پہلو پھیرنے لگتا ہے۔

اور جب اس پر کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو پھر وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ بتاؤ تو سہی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے (نازل کیا گیا) ہے اور پھر بھی تم اس کا انکار کرتے ہو تو اس سے بڑا گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو (اللہ اور اس کے رسول) کی مخالفت میں بہت دور نکل گیا ہے؟ بہت جلد ان کفار کو آفاق میں اور خود ان کے وجود

میں بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔

یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ بے شک یہ (قرآن) پیغام حق و صداقت ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کے رب کی یہ بات (ان کے لئے) کافی نہیں ہے کہ اللہ ہر چیز پر شاہد و گواہ ہے۔

سنو! کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

حالانکہ اللہ نے ہر چیز کو (اپنے دامن قدرت میں) سمیٹ رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

یُرَدُّ	لوٹایا جاتا ہے
عِلْمُ السَّاعَةِ	قیامت کا علم
اَكْمَامٌ	غلاف
تَحْمِلُ	حاملہ ہوتی ہے
اٰذَنَّا	ہم نے بتایا۔ اطلاع کی
مَحِيْصٌ	بھاگ کر بچ جانا۔ پناہ گاہ
قَنُوْطٌ	ناامید
نَاٰ بِجَانِبِهٖ	اس نے اپنا پہلو بچایا
دُعَآءٌ عَرِيْضٌ	لمبی چوڑی دعا

مِرْيَةٌ شک

مُحِيطٌ گھیرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۴

جب کفار اور مشرکین سے یہ کہا جاتا تھا کہ قیامت کا ہولناک دن آنے ہی والا ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو وہ قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ سن سن کر ہمارے تو کان پک گئے ہیں۔

اللہ نے ایسے ہی منکرین کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ وہ دن ساری چیزوں کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور وہ لوگ جنہوں نے جھوٹی بنیادوں پر اپنی تمناؤں کے محل تعمیر کر رکھے ہیں وہ سب کے سب ڈھے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان کے کوئی کام نہ آسکیں گے۔ ان لوگوں کو قیامت کے آنے کی باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اس دن کی ہولناکی سے بچنے کی تدبیریں کریں۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کہیں سفر میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک شخص نے پکار کر کہا اے محمد ﷺ! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قیامت تو آ کر رہے گی۔ یہ بتاؤ تم نے اس کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (بخاری مسلم)۔

نبی کریم ﷺ نے دو جملوں میں ساری بات ارشاد فرما دی کہ قیامت تو آ کر رہے گی اس کو کوئی نہ روک سکے گا یعنی کب آئے گی اس کا علم تو اللہ کو ہے مگر قیامت کے دن جو مشکلات پیش آئیں گی ان کے لئے جس نے تیاری کر رکھی ہے وہی کامیاب و با مراد ہوگا اور جو اسی میں لگا رہا کہ قیامت کب اور کیسے آئے گی تو اس کو اس کی بے عقلی اور بے عملی کی سخت سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور وہی اس کی حقیقت اور صحیح کیفیت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ فرمایا کہ کوئی پھل اپنے خول سے، کوئی دانہ اپنے خوشے سے، کوئی میوہ اپنے وجود سے باہر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس کے متعلق اس کو پورا علم ہوتا ہے۔

کسی عورت کا حمل اور کسی جانور کے پیٹ کا بچہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اللہ کو علم نہ ہو غرضیکہ درختوں سے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو اس کا علم اللہ کو ہوتا ہے جب کہ ساری دنیا کو اس کے متعلق اندازہ تک نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت کب آئے گی اس کے متعلق اللہ کے سوا کسی کو کوئی علم نہیں دیا گیا۔ البتہ قیامت کے آنے کی کچھ نشانیاں انبیاء کرامؑ کو بتائی گئی ہیں جو انہوں نے اپنی امت کو بتائی ہیں۔

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت کی سب سے زیادہ نشانیاں بتا دی گئی تھیں جن کی تفصیلات احادیث میں موجود ہیں۔

فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا اور میدان حشر قائم ہوگا تو اس دن مشرکین جنہیں اپنے ان معبودوں پر بڑا ناز تھا کہ وہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے وہ سب کے سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور پھر وہ مشرکین طرح طرح سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ان کی ان باتوں سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور وہ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکیں گے۔

کفار و مشرکین کی اخلاقی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہر وقت ہر طرح کی بھلائی، خوشحالی، تندرستی، رزق میں کشادگی، اپنی اور اپنی اولاد کی سلامتی اور عافیت مانگنے سے نہیں تھکتے لیکن اگر ان کو کسی طرح کی تکلیف یا مصیبت پہنچ جائے تو وہ اس طرح مایوس ہو جاتے ہیں کہ امید کی ہر آس کو توڑ بیٹھتے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر ان کو راحت و آرام کے اسباب مل جاتے ہیں تو ان پر شکر کرنے کے بجائے اترانا اور اکڑنا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب ہماری محنتوں اور تدبیروں کا نتیجہ ہے۔ غرضیکہ راحتوں میں تکبر اور غرور اور مصیبتوں میں ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبی چوڑی دعاؤں میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی بے وقوفی اور غلط فہمی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت ہی کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں امید نہیں ہے کہ قیامت کبھی آئے گی اور اگر آ بھی گئی تو جس طرح ہم یہاں عیش و آرام سے ہیں وہاں بھی عیش و آرام کے راستے نکال کر مزے اڑائیں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی خوش فہمی ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین سے یہ سوال کیا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ان کی اصلاح اور ان کی روحانیت کی تسکین کا سامان ہے اگر اللہ کی طرف سے ہے اور یقیناً اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم نے اس کا اقرار نہ کیا اور نہ اس کو قبول کیا تو کیا تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کہ اس کا تمہیں کتنا شدید نقصان اٹھانا پڑے گا؟

اللہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں ''آفاق'' اور ''انفس'' میں اپنی بہت سی نشانیاں دکھائیں گے۔ یعنی دنیا میں ہزاروں ان نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گے جو انسان کے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں اور خود اس کے اپنے وجود میں بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔ اگر اس نے ان میں غور وفکر سے کام لیا تو اس کی کامیابی ہے ورنہ اللہ کی سخت ترین سزاؤں سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔

فرمایا کہ آخرت کے متعلق کفار و مشرکین جس شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کو اللہ سے ملاقات کا یقین نہیں ہے وہ ساری حقیقت بہت جلد ان پر کھل جائے گی۔

الحمد للہ سورۃ حم السجدہ کا ترجمہ و تشریح مکمل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورة نمبر ۴۲

الشُّوریٰ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الشوریٰ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	42
کل رکوع	5
آیات	53
الفاظ وکلمات	869
حروف	3588
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ جو زبردست حکمت والا، نرالی شان والا، آسمانوں، زمین اوران کے درمیان کی ہر چیز کا مالک، اس کی عظمت و ہیبت سے بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ تمام فرشتے اسی کی حمد و ثناء کرتے ہیں اور زمین پر بسنے والے (نیک اور متقی لوگوں کے لیے) دعائے مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔

اللہ نے سارا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا ہے وہ جس کے لیے چاہتا ہے ہر راستہ کھول دیتا ہے اور خوب رزق دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے راستے تنگ کر دیتا ہے اور اس کا رزق باندھ دیا جاتا ہے۔ رزق کی فراخی اور تنگی سب اللہ کی طرف سے ہے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اسی اللہ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب کی تبلیغ واشاعت کے فرض کو ادا کرتے رہیے اور ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچانے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہیے۔ اور جو لوگ قیامت کا انکار کرتے یا مذاق اڑاتے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ ان کے انکار کرنے سے قیامت کا ہیبت ناک دن ٹل نہیں سکتا وہ دن آکر رہے گا۔ اس دن تمام اولین وآخرین کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا جو بہتر جزا کے مستحق ہیں ان کو خیر عطا کی جائے گی لیکن جو سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

سمندر میں جو جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں وہ اللہ کے حکم سے چلتی ہیں جس کے لیے اس نے ہواؤں کو چلا رکھا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہواؤں کو ٹھہرا دے یا ان کو طوفانی ہوائیں بنا دے اور وہ اپنی ترقیات کے باوجود بالکل بے بس ہو کر رہ جائیں۔ اگر اللہ ایسا کر دے تو وہ برباد ہو کر رہ جائیں گے۔ اس لیے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب اسی کا کرم ہے۔

فرمایا کہ جن لوگوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ہر چیز میں جھگڑے اور مسائل پیدا کرنے کے عادی ہیں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجیے وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی کو کائنات میں ہر طرح کے اختیارات حاصل ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کے دروازے کھول دیتا ہے اور اپنی مصلحت کے مطابق جس کے لیے چاہتا ہے روزی اور رزق کو باندھ دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ وہی کائنات کی ہر حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

آخرت میں گناہ گار، کفار و مشرکین جب کھلی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھیں گے جس کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے بتایا تھا تو وہ سخت شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ اگر ہمیں دنیا میں جانے کا ایک موقع دیا جائے تو ہم حسن عمل کا پیکر بن جائیں گے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی اور وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

فرمایا کہ یہ اختلافات لوگوں نے خود ہی پیدا کر رکھے ہیں۔ اس لیے اہل ایمان ان باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ دین اسلام کی پیروی کریں۔ اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں، دعوت دیں۔ خود بھی اس پر قائم رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راستے پر چلائیں کسی باطل کی پیروی نہ کریں۔ ایک دن سب کو اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہے جہاں ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فرمایا کہ جو لوگ ایمان والے ہیں جب ان کے سامنے قیامت کے ہیبت ناک دن کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ لرز اٹھتے ہیں کیونکہ انہیں اس دن کے واقع ہونے کا پوری طرح یقین ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے وہ اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو نجانے کب سے سنتے آرہے ہیں۔ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعمال کو کھیتی کی مثال دے کر بتایا ہے کہ جو شخص اس دنیا کی کھیتی کو مانگتا ہے اللہ اس کی کھیتی میں ترقی عطا فرما دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آخرت کی کھیتی کے طلب گار ہیں ان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوب عطا کرتے ہیں۔ ان کے لیے جنت کے باغات ہوں گے اور ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب آپ ﷺ ان کفار کو اللہ کا دین پہنچاتے ہیں تو وہ اس سے بھڑک اٹھتے ہیں اور آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑتے آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ میں یہ جتنی باتیں تمہیں بتا رہا ہوں اس میں صرف تمہاری خیر خواہی مقصود ہے اس سے نہ تو میں تم سے کسی طرح کی کوئی اجرت مانگ رہا ہوں اور نہ معاوضہ کہ جس کی وجہ سے تمہیں بہت بوجھ محسوس ہو رہا ہے۔ البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم قرابت داری کا کچھ تو خیال کرو۔ میری باتیں غور سے سنو اور مجھے ناحق تکلیفیں نہ پہنچاؤ۔

فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ باتیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود ہی گھڑ لیا ہے تو آپ ﷺ ان کو کہنے دیں، پرواہ نہ کریں کیونکہ اللہ خود اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ یہ میرا کلام ہے اگر ان لوگوں نے ایسی باتوں سے توبہ کر لی تو اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ لیکن اگر وہ اپنے کفر پر قائم رہے اور اسی پر اصرار کرتے رہے اور ایمان نہیں لائے تو وہ یاد رکھیں کہ ان کے لیے اللہ نے ایک عذاب مقرر کر دیا ہے۔ اللہ کی ذات پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے۔

اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ دنیا میں جو آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ خود انسان کا کیا دھرا ہے وہ تو معاف کرتا اور

نظرانداز کرتا رہتا ہے اگر وہ انسان کی ہر خطا پر اس کو اسی وقت سزا دے دے تو پھر زمین پر کسی کا ٹھکانا نہ رہے گا۔

سمندر میں جہاز اور کشتیاں صرف اسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ اگر وہ ہوا کو ٹھہرا دے یا تیز کر دے تو وہ لوگ تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں۔ لیکن اللہ کا یہ کرم ہے کہ وہ انسانوں کے بہت سے گناہوں کو نظرانداز کرتا رہتا ہے البتہ کبھی کبھی گرفت بھی کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ آدمی کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے جب موت آتی ہے تو اس سے سب کچھ چھن جاتا ہے۔ اس بات کو ہر شخص یاد رکھے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل ایمان وہ لوگ ہیں جو

(۱) اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲) اس پر پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔

(۳) وہ چھوٹے بڑے ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(۴) غصہ میں آجانے کے باوجود اس کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔

(۵) اللہ کے تمام احکامات کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

(۶) نمازوں کی پورے آداب کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔

(۷) وہ آپس کے کاموں میں مشورہ کر کے طے کرتے ہیں۔

(۸) اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے اللہ کے بندوں پر خرچ کرتے ہیں۔

(۹) جب ان پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے تو وہ کسی پر زیادتی نہیں کرتے۔ اگر بدلہ لیتے ہیں تو برابری کا بدلہ لیتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر وہ معاف کر دیں تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے کیونکہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ عفو و درگزر کو بہت پسند کرتا ہے۔

(۱۰) یہ زبردست حوصلے اور ہمت کی بات ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔

جب قیامت قائم ہوگی تو وہ لوگ جنہوں نے ظلم و زیادتی کی ہوگی وہ اپنے کیے ہوئے اعمال پر شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع مل جائے تو پھر ہم بہتر عمل کر کے دکھائیں گے۔ ان کی یہ خواہش رد کر دی جائے گی جب وہ جہنم اور اس کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو ذلت و رسوائی اور شرمندگی سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے نظریں چرا چرا کر اس عذاب کو دیکھیں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ یہ کتنے بد

نصیب لوگ ہیں جو خود بھی جہنم کا ایندھن بن گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی عذاب میں مبتلا کر گئے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کا پیغام ان کفار تک پہنچا دیں اگر وہ مانتے ہیں تو ان کے حق میں بہتر ہے لیکن اگر وہ نہیں مانتے تو اس میں آپ ﷺ کا کوئی قصور نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مانتے ہیں یا نہیں مانتے یہ ان کا معاملہ ہے لیکن کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ ساری طاقت وقوت صرف ایک اللہ کی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے وہ جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے، کسی کو بیٹیاں اور کسی کو اولاد ہی سے محروم کر دیتا ہے۔

کفار کا یہ کہنا کہ اللہ خود آ کر یہ کہہ دے کہ میں اللہ ہوں تو ہم اس کو مان لیں گے۔ فرمایا کہ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کسی کے سامنے آ کر اس سے باتیں کرے گا۔ البتہ وہ اگر چاہے تو اپنے بندوں کی طرف الہام کر دیتا ہے یا پردے کے باہر سے یا کسی فرشتے کے ذریعہ اپنا کلام پہنچا دیتا ہے۔ جس طرح اے نبی ﷺ! آپ کی طرف اس نے اپنا کلام بھیجا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک نور ہے جس سے اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود بھی سیدھے راستے پر ہیں اور آپ ﷺ لوگوں کو بھی صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں۔ آخر کار ایک دن سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں پر ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ
اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ
اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ
حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ
الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ﴿۷﴾ وَلَوْ
شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ
رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ
ع ۱/۹/۲ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾ۧ

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

حا۔میم۔عین۔سین۔قاف۔(ان حروف کے معنی کا علم اللہ کو ہے)

(اے نبی ﷺ) اللہ نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح آپ سے پہلے (رسولوں پر) وحی بھیجتا رہا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے اور وہی برتر واعلیٰ ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ وہ اوپر کی طرف سے پھٹ پڑیں۔ اور فرشتے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کر رہے ہیں اور (زمین میں رہنے والے اہلِ ایمان) کے لئے اللہ سے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔ سنو! کہ اللہ ہی گناہوں کو معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا دوست (مشکل کشا) بنا رکھا ہے۔ اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور آپ ان پر کوئی نگراں مقرر نہیں کئے گئے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ مکہ والوں اور اس کے آس پاس رہنے والوں کو آگاہ اور خبردار کر دیں۔ اور اس دن کا خوف دلائیں جو سب کے جمع ہونے کا دن ہے اور جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (اس دن) ایک گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ جہنم میں (داخل کیا جائے گا) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت (جماعت) بنا دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جو ظالم (نافرمان) ہیں (اس قیامت کے دن) ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ کیا (ان ظالموں، مشرکوں نے) اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو مشکل کشا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ ہی سب (نیک لوگوں) کا حامی و مددگار ہے۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

تَكَادُ	قریب ہے
يَتَفَطَّرْنَ	پھٹ پڑیں
اُمُّ الْقُرٰى	(مکہ مکرمہ) شہروں کی ماں
يَوْمُ الْجَمْعِ	جمع ہونے کا دن (قیامت کا دن)
اَلسَّعِيْرُ	دھکتی آگ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

اس سورت کا آغاز ان حروف سے کیا گیا ہے جو الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں۔ ان کے معنی کا علم ممکن ہے نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہو مگر آپ نے ان کے معنی کسی کو نہیں بتائے۔ اگر امت کے لئے ضروری ہوتا تو نبی کریم ﷺ ان حروف کے معنی ضرور ارشاد فرماتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ سورت بھی ان سات سورتوں میں سے ایک ہے جس کو ''حٰم'' سے شروع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''حٰم'' سات ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں جو آدمی ان کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور اللہ سے ان کے پڑھنے والے کے لئے فریاد کرتے ہوئے کہیں گی کہ الٰہی! جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازے سے داخل نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ نبی مکرم ﷺ جو باتیں لوگوں کو بتا رہے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہیں ان کو اسی طرح بیان فرما رہے ہیں۔ جس طرح آپ سے پہلے انبیاء کرامؑ کی طرف جو بھی وحی کی جاتی تھی تو وہ اپنی امت کے سامنے بیان فرماتے تھے۔ اور اپنی قوم کو راہ ہدایت پر لانے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ فرمایا کہ یہ وحی اس برتر و اعلیٰ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہے جس کی ذات وصفات، اختیارات اور حقوق میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ اس کی ہیبت اور جلال کا یہ عالم ہے کہ اس کے ڈر سے گویا آسمان پھٹے جا رہے ہیں یا اس کی حمد و ثنا جو ہر وقت فرشتے کر رہے ہیں ان کے بوجھ سے آسمان پھٹنے کے قریب ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمان میں ایک ایسی آواز پیدا ہونے لگی ہے جیسے کسی چیز پر زیادہ بوجھ پڑنے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ فرمایا اس کی آواز ایسی ہی ہونی چاہیے کیونکہ پورے آسمان میں چار انگلیوں کے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی ٹیک کر سجدہ نہ کر رہا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)۔ یہ فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اہل زمین میں جو مومن ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہتے ہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ وہی اللہ اس لائق ہے جس کی عظمت و رحمت پر بھرپور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ وہی عذاب سے بچانے والا اور دنیا کی ہر آفت و مصیبت سے بندے کی حفاظت کرنے والا ہے لیکن جو لوگ اللہ کو اپنا ولی اور حمایتی بنانے کے بجائے دوسروں کو اس کا شریک کرتے ہیں۔ ان سے اپنی لو لگاتے ہیں اور اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔

نبی مکرم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اس پیغام حق کو اللہ کے بندوں تک پہنچا دیجئے بے شک آپ لوگوں کی قسمت کے مالک و مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں کیونکہ کسی کو اس کے اعمال پر جزا یا سزا دینا یہ اللہ رب العالمین کا کام ہے۔ البتہ حق و صداقت کو پہنچا دینا یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اس ابدی پیغام کو عربی زبان میں نازل کیا تا کہ اس قرآن کے پہلے مخاطب (اہل مکہ) یہ عذر پیش نہ کردیں کہ ہم تو اس پیغام کو سمجھتے ہی نہیں ایمان کیسے لائیں؟ دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کریم کو عربی میں اس لئے نازل کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی کسی اور زبان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ قرآن کریم کے عظیم تر مضامین کو سنبھال سکتی حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے معانی کے بوجھ کو صرف عربی زبان ہی اٹھاسکتی تھی۔

فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تا کہ ''ام القریٰ'' (بستیوں کی اصل جڑ اور بنیادی شہر مکہ مکرمہ) اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو پیغام حق سے آگاہ کردیا جائے۔ ''ام القریٰ'' سے مراد مکہ مکرمہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری دنیا کی بستیوں اور شہروں میں اور ساری دنیا کی زمین میں سب سے افضل و بہتر سرزمین صرف مکہ مکرمہ ہی کی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کو مکہ کی سرزمین سے بے انتہا محبت تھی۔ حضرت عدیؓ ابن حمراء زہری نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرمارہے تھے تو میں نے سنا کہ آپ نے مکہ مکرمہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''(اے مکہ کی سرزمین) تو میرے نزدیک ساری دنیا کی زمین سے بہتر اور محبوب ہے۔ اگر مجھے اس سرزمین سے نکالا نہ جاتا تو میں اپنی مرضی سے کبھی اس سرزمین کو نہ چھوڑتا۔'' (مسند احمد)

اس آیت سے مکہ مکرمہ کی عظمت اور شان بھی واضح ہے اور یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ مکہ مکرمہ جو دنیا کے تمام ملکوں اور شہروں کے درمیان میں ہے دنیا کے کسی کنارے پر نہیں ہے بلکہ اس کی مرکزی حیثیت ہے۔ جب یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ''ام القریٰ'' اور اس کے آس پاس کے تمام علاقے والوں تک پیغام حق کو پہنچا دیجئے تو اس کا صاف مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم کا پیغام کسی خاص سرزمین، خطے، علاقے اور کسی خاص قوم اور نسل کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کے لئے مینارہ نور اور مشعل راہ ہے۔

فرمایا کہ آپ ساری دنیا کے لوگوں کو یہ بتا دیجئے کہ قیامت وہ دن ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے وہ بہت جلد آنے والا ہے اور اس دن میں دو ہی گروہ ہوں گے ایک اللہ کا فرماں بردار اور دوسرا نافرمان۔ جو لوگ قرآن کریم کے پیغام حق کو مان لیں گے وہ جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر وانکار کی روش اختیار کی ہوگی وہ ایک ایسی آگ میں جھونکے جائیں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت دے کر دنیا کے تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ کسی کو مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کو اختیار دے کر آزماتا ہے کہ وہ راہ حق کو قبول کرتا ہے یا ظلم اور کفر وشرک کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی نافرمانی اختیار کریں گے وہ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ظالموں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔ لیکن اللہ وہ ہے جو فرماں برداروں کا حمایتی اور مددگار ہے زندگی اور موت پر اسے پوری قدرت حاصل ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کو قیامت کے دن نجات عطا فرمائے گا۔

٢٩

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ
اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿١٠﴾
فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ
مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ
السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿١١﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

(اے نبی ﷺ! جو لوگ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ) تم جس چیز میں اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ تو میرا رب ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور (ہر بات میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وہی تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے ہیں۔ اور اسی نے چوپایوں میں (نر اور مادہ) جوڑے بنائے ہیں۔ وہ تمہیں ان کے ذریعہ پھیلاتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ اور کوئی چیز اس کے مثل نہیں ہے وہی سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

آسمانوں اور زمین کی ساری کنجیاں اس کے اختیار میں ہیں۔ وہ جس کا چاہتا ہے رزق بڑھا دیتا ہے اور (جس کا رزق چاہتا ہے) گھٹا دیتا ہے۔ بے شک وہی ہر بات کی پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

اُنِيْبُ	میں رجوع کرتا ہوں۔ میں لوٹتا ہوں
فَاطِرٌ	پیدا کرنے والا۔ بنانے والا

اَلْاَنْعَامُ	جانور۔مویشی
یَذْرَؤُ	وہ پھیلاتا ہے
مَقَالِیْدُ (مِقْلَدٌ)	چابیاں۔کنجیاں

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲

ان آیات میں اس بنیادی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جس بات میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے اس کے فیصلے کا حق اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے خواہ وہ معاملہ اعتقاد و عمل کا ہو یا قانون اور اخلاق کا۔ وہ اختلاف کسی چیز کے جائز و ناجائز یا حلال و حرام کا ہو یا کسی بھی باہمی تنازعات کا اس کا آخری فیصلہ کائنات کے مالک حقیقی اللہ ہی کے ذمے ہے کیونکہ اصل حکم اللہ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ

☆ ہر حال میں اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل اختیار کرنا اور اسی کی طرف رجوع کرنا انسان کی سب سے بڑی سعادت ہے۔

☆ زمین و آسمان ہوں یا کائنات کی مخلوقات ان سب کا پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔

☆ اسی نے انسانوں اور تمام جانداروں کی نسل میں نر اور مادہ کو پیدا کیا جو زمین میں مخلوق کے پھیلنے اور بڑھنے کا ذریعہ ہیں۔

☆ اللہ وہ ہے کہ اس کے جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات میں یکتا، بے نیاز اور بے مثل و بے مثال ہے۔

☆ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر آن کائنات میں ہر ایک کی سن رہا ہے اور ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس سے کوئی چیز یا اس کی کیفیت اور خبر چھپی ہوئی نہیں ہے۔

☆ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ مخلوقات کی جیسی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں اللہ ان خزانوں کو زمین سے نکالتا چلا جاتا ہے۔ کروڑوں سال سے تیل اور گیس اور معدنیات زمین کے اندر موجود تھے لیکن جب انسانوں کو ان کی ضرورت ہوئی تو اللہ کے حکم سے زمین نے ان کو اگلنا شروع کر دیا۔ اور آئندہ انسان کی جو بھی ضروریات ہوں گی اللہ نے ان کے خزانے پہلے ہی سے تیار کر رکھے ہیں۔ ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور زمین اپنے خزانے نکالتی چلی جائے گی۔

☆ تمام جان داروں کو وہی رزق عطا کرتا ہے۔ رزق زیادہ ہونا چاہیے یا کم یہ سب وہ اپنی حکمت اور مصلحت سے متعین کرتا ہے۔ کون کتنی عطا کا مستحق ہے اور اس کے لئے کس قدر دینا مصلحت کے مطابق ہے وہی جانتا ہے اور وہی عطا فرما دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کی مصلحت اور حکمت سے اچھی طرح واقف ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ
لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ
يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا
تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ
الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾
فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ
بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا
حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

(اے مومنو!) اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اس نے نوحؑ کو دیا تھا۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کے پاس جو وحی بھیجی ہے اور جن باتوں کا ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (اس میں ان کی امتوں) سے کہا گیا تھا کہ تم سب اسی دین پر قائم رہنا اور اس میں اختلاف (پھوٹ) پیدا مت کرنا۔ اور (اے نبی ﷺ) ان مشرکوں کو ہر وہ بات گراں گذرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے لئے منتخب کر لیتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ خود اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

اور (ان اہل کتاب نے) صحیح علم آجانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا ہے۔ (اور اے نبی ﷺ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک مدت مقرر نہ کردی گئی ہوتی جو پہلے سے (اللہ نے) طے کردی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے ذمے دار بنائے گئے وہ اس (کتاب) کی طرف سے ایک سخت تردد اور شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو اسی دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ بھی اسی پر قائم رہیے۔ اور ان (مشرکین و کفار) کی خواہشات پر نہ چلئے اور (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اسی پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث مباحثہ) نہیں ہے۔ اللہ ہی ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۱۵

شَرَعَ — اس نے مقرر کیا

کَبُرَ — گراں گذرا۔ ناگوار لگا

وَصّٰی — وصیت کی

یَجْتَبِیْ — وہ چن لیتا ہے

بَغْیاً — ضد۔ ہٹ دھرمی

سَبَقَتْ — گذر گئی۔ (جو پہلے ہو چکا)

اُوْرِثُوْا — وارث بنائے گئے

مُرِیْبٌ — شک میں ڈالنے والا

اَعْدِلُ	میں انصاف کرتا ہوں
حُجَّةٌ	دلیل۔ وجہ

تشریح: آیت نمبر۱۳ تا ۱۵

اس پوری کائنات اور اس کے ذرے ذرے کا خالق و مالک اللہ ہے جس نے اپنے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کے ذریعہ دنیا میں زندگی گذارنے کے تمام طریقے، قاعدے، قانون اور ضابطے بھیجے ہیں تاکہ ہر ایک کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہر زمانے کے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس نے اپنا کلام بھیجا۔ جن لوگوں نے ان پیغمبروں کی اطاعت اور ان کے کلام کی تصدیق کی وہ کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانی کی روش کو اختیار کیا وہ نہ صرف دنیا و آخرت میں ناکام ہوئے بلکہ سخت انتشار اور اختلاف کا شکار ہو گئے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ تک تو کوئی بڑا اختلاف نہ تھا لیکن بعد میں آنے والی نسلوں نے دنیاوی مفادات کی وجہ سے نافرمانی اور انبیاء کرامؑ کی مخالفت کا طریقہ اختیار کیا اور انہوں نے راہ ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جس کے نتیجے میں نافرمان قوموں کو مٹا دیا گیا۔ حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال تک نسل در نسل اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن بہت تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب نے ان کی نافرمانی کی اور مذاق اڑایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی نوح میں سوار آدمیوں اور سوار جانوروں کے سوا زبردست طوفان سے کوئی بچ نہ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کا دین پہنچانے کی جدوجہد میں زندگی بھر تکلیفیں اٹھائیں اللہ نے ان کو ساری دنیا کے انسانوں کا پیشوا اور رہنما بنا دیا اور نعمت کے طور پر ان کی اولاد میں ہزاروں پیغمبر پیدا کئے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے زندگی بھر اللہ کے اس دین کو پہنچانے کی جدوجہد کی جس کے اصولی عقائد ایک ہی تھے توحید و رسالت، آخرت، قیامت، مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، کی عظمت اور اخلاقیات میں جھوٹ، بدکاری، زنا، دوسروں کو اذیت پہنچانا، بدسلوکی اور وعدہ خلافی وغیرہ کی مذمت اور برائی یہ انبیاء کرامؑ بیان فرماتے رہے۔ ان باتوں کو صرف ان لوگوں نے ہی قبول کیا جن کے حصے میں دنیا اور آخرت کی سعادت لکھ دی گئی تھی۔ ان ہی باتوں کو اللہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کفار مکہ کو بتایا گیا ہے کہ آج جو باتیں نبی مکرم ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں وہ کوئی ایسی انوکھی، نئی اور اجنبی باتیں نہیں ہیں جن کو سن کر حیرت یا بحث کی جائے بلکہ یہ وہی باتیں ہیں وہی احکامات ہیں جنہیں ان سے پہلے تمام انبیاء کرام پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ اسی دین کی طرف دعوت ہے جس کی دعوت حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دیتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے۔ جس دین

کا حکم اس نے حضرت نوحؑ کو دیا تھا جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ وہ سب ہمیشہ اسی دین پر قائم رہیں اور اس میں کسی طرح کا اختلاف پیدا کر کے پھوٹ نہ ڈالیں۔ چونکہ اللہ کا دین ایک ہی ہے اس لئے اسی بات کو حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا اور نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اسی دین پر ہیں اور اسی دین کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہمیں معلوم ہے کہ ان مشرکوں کو آپ کی باتیں ناگوار گذرتی ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ آپ کی دعوت واصلاح میں کوئی کمی ہے بلکہ نسل پرست یہود اور کفار و مشرکین اس لئے مخالفت کر رہے ہیں کہ آپ ان کے فرقے اور جماعت میں کیوں نہیں ہیں۔ یہ اختلاف محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے ہے ورنہ علم و حقیقت آنے کے بعد ان کو مخالفت کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ جس کو چاہے اپنے دین کی دعوت دینے کے لئے منتخب کر لے وہ اس سلسلہ میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ کی طرف رجوع رکھنے والے ہی اس سچائی کو جان سکتے ہیں۔ ان کی نافرمانی کی وجہ سے اگر اللہ چاہتا تو ان کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا لیکن اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہر شخص کو مہلت اور ڈھیل دی جائے۔ اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو پھر اس دنیا میں یا آخرت میں وہ سخت سزا سے بچ نہیں سکتے۔

فرمایا کہ اے نبی! جن لوگوں کو آپ سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں وہ لوگ شک اور سخت کشمکش میں ہیں۔ ان کے دل تو آپ کی لائی ہوئی سچائی کو مانتے ہیں مگر وہ اپنی فرقہ پرست ذہنیت کے خول سے وہ باہر نکلنا نہیں چاہتے لیکن آپ ان کو اس دین کی طرف بلاتے رہیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی پر آپ قائم رہیے اور ان (کفار و مشرکین) کی خواہشات کی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ میں تو اسی پر ایمان و یقین رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور اگر تمہارا کوئی معاملہ میرے پاس آیا تو مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کروں گا کیونکہ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا (بحث و مباحثہ) نہیں ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے جب اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی پھر وہی ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے گا کہ حق پر کون تھا اور کون اپنی ذاتی غرض اور لالچ میں پھنسا ہوا تھا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ
دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ

لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِهَا ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ
أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾
اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ ع۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

وہ لوگ جو اللہ کے دین میں اس کے بعد کہ وہ لوگوں میں مقبول ہو چکا (مان لیا گیا) پھر بھی جھگڑے نکالتے ہیں تو ایسے لوگوں کی کٹ حجتی اللہ کے نزدیک باطل ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور (عدل و انصاف کے لئے) ترازو کا حکم نازل کیا۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم کہ قیامت قریب ہی ہو۔ قیامت کی جلدی وہی مچاتے ہیں جو اس کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک (قیامت قائم ہونا) برحق ہے۔ سنو! جو لوگ قیامت کے قائم ہونے میں جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ وہی زبردست قوت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اُسْتُجِيْبُ	قبول کیا گیا۔ مان لیا گیا
دَاحِضَةٌ	غلط۔ جھوٹ۔ باطل
اَلْمِيْزَانُ	تولنے کی چیز۔ ترازو
مَايُدْرِىْ	وہ نہیں جانتا

یَسْتَعْجِلُ	وہ جلدی کرتا ہے
مُشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے
یُمَارُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن حکیم ایک ایسی برحق کتاب ہے اور غلط اور صحیح بات کو چھانٹ کر رکھ دینے والی ایک ایسی کسوٹی ہے جس کی عظمت اور عدل و انصاف کی تعلیم کے سامنے ہر شخص جھکنے پر مجبور ہے۔ جس کی عظمت دلوں میں بیٹھ چکی ہے اس لئے تم میں سے بہت سے خوش نصیب لوگوں نے اس سچائی کو قبول کر لیا ہے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے بعد فضول بحث و مباحثہ اور جھگڑا پیدا کرنا اور اپنی زبان اور طرز عمل سے لوگوں کو گمراہ کرنا بدنصیبی اور اللہ کے نزدیک غلط، بے بنیاد اور باطل حرکت ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے آئی ہے۔ ہم اولاد ابراہیمؑ ہیں جن کی پیروی کی وجہ سے ہمیں ہر طرح کی برتری اور فضیلتیں حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بے بنیاد خیالات کو ان کی خوش گمانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اب قیامت تک کے لئے وہ دین جسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہی مقبول و محبوب دین ہے اس دین کے آجانے کے بعد طرح طرح کی باتیں بنانا، لڑائی جھگڑے کرنا اور فخر و غرور کی باتیں کرنا اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب اسی دین کے قبول کرنے میں نجات ہے۔ فرمایا کہ اگر اس سچے دین کے آنے کے بعد بھی وہ لوگ اپنی گمراہی اور جہالت پر قائم رہے تو پھر ان کے برے اعمال ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکیں گے۔

اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی کتاب عطا فرما دی ہے جو ہر اعتبار سے حق و صداقت کی روشنی اور حق و باطل کو چھانٹ کر رکھ دینے والی میزان ہے۔ جس کے ذریعہ زندگی کا سچا راستہ اور معاملات میں عدل و انصاف مل سکے گا۔ یہ کتاب اس ترازو یا ماپنے کے کانٹے اور ترازو کی طرح ہے جو ہلکی اور بھاری چیز کو ماپ کر بتا دیتی ہے کہ کس چیز کا کتنا وزن ہے کون سی چیز ہلکی اور کون سی چیز بھاری ہے۔ جس طرح مادی چیزوں کو تولنے کے لئے ترازو ہوتی ہے اسی طرح معنوی اور روحانی حقیقتوں کو تولنے کے لئے اللہ نے اپنی کتاب کو نازل کر دیا ہے جو خالق اور مخلوق کے تمام حقوق کو ٹھیک ٹھیک متعین اور مقرر کر دیتی ہے۔ اسی لئے بعض علماء و مفسرین نے حق سے مراد حقوق اللہ اور میزان سے مراد حقوق العباد کو لیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا

ہے کہ اب لوگوں کی ہدایت کے لئے آخری نبی پر یہ آخری کتاب نازل کی جارہی ہے اس کے بعد کوئی نئی کتاب نہیں آئے گی۔ اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی جو لوگوں سے زیادہ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی ہے۔ جس کے آنے میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو لوگ قیامت کے متعلق جلدی مچانے والے ہیں انہیں تو اس ہولناک دن سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہاں انسان کے نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ فرمایا کہ قیامت کے آنے میں شک کرنے والے گمراہی میں دور جا پڑے ہیں۔ اگر وہ دین اسلام کی سچائیوں کو قبول کرلیں اور جس طرح اہل ایمان قیامت کے آنے پر پورا یقین رکھتے ہیں وہ بھی اس کا یقین کرلیں تو وہ اللہ کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں گے۔ وہ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہے اور انسانوں کی تمام ضروریات سے باخبر ہے اور وہ کائنات میں ہر طرح کی قوتوں اور طاقتوں کا مالک ہے وہی سب کو رزق دیتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو کب اور کتنا کچھ دینا چاہیے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی ذات سے تعلق انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

اور جو شخص آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہے ہم اس کے لئے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا آرزومند ہے تو ہم اس کو اسی دنیا میں (بہت کچھ) دے دیتے ہیں لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ کیا (ان کافروں کے) کچھ ایسے خود سے بنائے گئے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے کوئی ایسا دین مقرر کر دیا ہے کہ جس دین کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔ اور ایک فیصلے والی بات مقرر نہ ہوتی تو ان (کافروں کے) درمیان کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور بے شک ان ظالموں کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ یہ اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ (ان کے گناہوں کا) وبال ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ یہی تو اس کا بڑا فضل و کرم ہوگا۔ یہی وہ (نعمت ہے) جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت و خوش خبری دی ہے۔ وہ بندے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اس تبلیغ دین پر) سوائے قرابت داری کی محبت کے کوئی صلہ یا بدلہ تو نہیں مانگ رہا ہوں۔ اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو ہم اس شخص کے لئے اس کی نیکی میں ایک اور نیکی کو بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور (نیک کاموں کا) بڑا قدر دان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

حَرْثٌ	کھیتی
نَصِیْبٌ	حصہ
یَاْذَنُ	وہ اجازت دیتا ہے
كَلِمَةُ الْفَصْلِ	فیصلے کی بات
كَسَبُوْا	انہوں نے کمایا

وَاقِعٌ	پڑنے والا۔واقع ہونے والا
رَوْضٰتٌ (رَوْضَةٌ)	باغ۔کیاریاں
لَا اَسْئَلُ	میں سوال نہیں کرتا
اَلْمَوَدَّةُ	محبت۔لحاظ
يَقْتَرِفُ	وہ کماتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳

یہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے آدمی کو دنیا کی مختصر سی زندگی گذارنے کے بہت سے اسباب اور وسائل عطا کئے ہیں تا کہ آدمی ان اسباب کو آخرت کی تعمیر میں استعمال کر کے اس کے رحم و کرم کا مستحق اور حق دار بن جائے۔

اللہ کا یہ نظام ہے کہ اگر کسی شخص کی جدو جہد، کوشش اور بھاگ دوڑ محض دنیا حاصل کرنے کے لئے ہے اور اس میں فکر آخرت شامل نہیں ہے تو اس کی کوشش کے مطابق یا زیادہ اس کو دنیاوی عیش و آرام دے دیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوتا کیونکہ نہ تو اس کو آخرت کا یقین تھا اور نہ اس نے آخرت کو سامنے رکھ کر کوئی کام کیا اس لئے وہ جنت کی راحتوں سے محروم رہے گا۔اس کے برخلاف ایک صاحب ایمان اور اعمال صالحہ کے پیکر شخص کو جنت کی وہ راحتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی زندگی اور جدو جہد آخرت کے لئے تھی اس لئے اس کی دنیا اگر چہ محدود تھی لیکن آخرت میں اس کو لامحدود جنتیں اور اس کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ایک مومن کے اعمال صالحہ کو کھیتی اور اس پر ملنے والے ثواب کو اس کا پھل قرار دیا ہے، جس میں اسے ترقی بھی ملتی رہے گی۔ایک نیکی کا صلہ اور بدلہ دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کی راحتوں کا طلب گار ہوگا ہم اس کی کھیتی کو بڑھاتے چلے جائیں گے اور جو دنیا ہی کی کھیتی اور اس کے پھل کا آرزو مند ہوگا اسے دنیاوی زندگی کا تھوڑا یا زیادہ سامان تو ضرور دیا جائے گا لیکن وہ آخرت کے بہتر نتائج اور راحتوں سے محروم رہے گا۔

فرمایا دنیا پرستوں نے اپنے ہاتھوں سے ایسے معبود گھڑ لئے جنہیں وہ اپنا سب سے بڑا سہارا سمجھتے ہیں۔ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کے یہ معبود دنیا اور آخرت میں ان کی نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنیں گے حالانکہ اللہ نے ایسے ظالموں کے لئے شدید سزا اور عذاب مقرر کر رکھا ہے۔اگر اللہ چاہتا تو ان کی بدعملیوں کی سزا اسی دنیا میں دے سکتا تھا لیکن اس نے اس بات کا فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ ایسے ظالموں کو دنیا میں ڈھیل اور مہلت ضرور دے گا لیکن آخرت میں وہ سخت ترین سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن ان ظالموں کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر لرز رہے ہوں گے۔ ہر طرح اس عذاب سے بچنے کی کوشش کے باوجود وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد زندگی بھر نیک عمل کرتے رہے ان کو جنت کے ایسے ہرے بھرے باغات عطا کئے جائیں گے جہاں ان کی خواہش کی ہر چیز موجود ہوگی اور وہ جس چیز کی تمنا کریں گے وہ ان کو دی جائے گی۔ اللہ کے اس فضل و کرم سے دنیا پرست لوگ محروم رہیں گے۔

آخر میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ بھی تمام انبیاء کرامؑ کی طرح یہ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں آخرت کی جو بھی فلاح و کامیابی کی باتیں بتا کر سیدھا راستہ دکھا رہا ہوں اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مجھے تم سے کسی معاوضے یا بدلے کی خواہش ہے۔ میرا اجر و ثواب تو اللہ کے ذمے ہے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جن لوگوں سے میرا خاندانی یا برادری کا تعلق ہے وہ میرے خلوص اور خیر خواہی کے جذبے کو نظر انداز نہ کریں کیونکہ میں تمہیں سیدھی بے داغ راہ دکھا رہا ہوں تمہیں رشتہ داری کا کچھ تو پاس اور لحاظ ہونا چاہیے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب قبیلہ قریش کے لوگ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں روڑے اٹکا رہے تھے اور آپ کی ہر بات کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ سے بھی گے نکل گئے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ میں جس دین اسلام کی بات کر رہا ہوں وہ ایک سچا دین اور نجات کا راستہ ہے اس کو قبول کرنے ہی میں کامیابی ہے لیکن اگر تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں میرے لائے ہوئے پیغام کو سننا ہی نہیں چاہتے تو یہ تمہاری مرضی ہے لیکن کم از کم اس قرابت داری اور رشتوں کا تو لحاظ کرو جو مجھے حاصل ہے اخلاق اور شرافت کی سطح سے اس حد تک تو نہ گر جاؤ کہ اپنے اور غیر میں کوئی فرق ہی نہ کرو۔

اہل بیت رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور امت کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے چنانچہ حضرت امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق پوچھا تو ہم نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کو خط لکھ کر اس کی صحیح تفسیر و تعبیر پوچھی۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قریش کے ایسے نسب سے تعلق رکھتے تھے کہ ان کے ہر چھوٹے بڑے قبیلے سے رشتہ داری کے تعلقات قائم تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ان مشرکین قریش سے کہہ دیجئے کہ میں جو بھی اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ یا بدلہ اس کے سوا نہیں مانگتا کہ تم مجھ سے قرابت داری کی مروت و لحاظ کا معاملہ کر کے بغیر کسی تکلیف کے اپنے درمیان رہنے دو اور میری حفاظت کرو۔ (بیہقی)۔

رافضیوں نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ بنو قریش سے کہہ رہے ہیں کہ میں اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا صرف اس کا صلہ یہ مانگتا ہوں کہ علیؓ اور فاطمہؓ سے محبت کی جائے۔ اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آیات مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی ہیں جب حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی۔ یہ دونوں تو بچے تھے عرب معاشرہ میں ان سے کوئی نفرت تھی نہ مخالفت۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ بات تو تقریباً ہر نبی نے کہی ہے کہ ہم دین کا جو بھی پیغام پہنچا رہے ہیں اس پر ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے ہم تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ جن کی شان تمام

انبیاء کرام سے افضل واعلیٰ ہے کیا آپ ایسی بات فرما سکتے تھے۔لوگو! مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے صرف علی وفاطمہ سے محبت کی جائے۔ یہ کہنا نبی کریم ﷺ کے بے لوث اور بے غرض جذبے کی توہین ہے اور تفسیر میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ پورے عرب میں صرف حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ ہی آپ کے قرابت دار نہ تھے بلکہ اور سیکڑوں رشتہ دار تھے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ
اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٢٤﴾
وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ
بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ
مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ
مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَ
مِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ ۚ وَ
ع ۳/۱۰ ۴ هُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اے محمد ﷺ! اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے ثابت کرتا ہے بے شک وہ دلوں تک کی باتوں سے واقف ہے۔

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کے) قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے جو کافر ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلاتا ہے اور وہ کام بنانے والا (اور) تعریف کے لائق ہے۔

اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اسی کی نشانیوں میں سے ہے اور ان جانوروں کا پیدا کرنا جو اس نے ان میں (زمین و آسمان میں) پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

اِفْتَرٰی	اس نے گھڑ لیا۔ بنالیا
یَخْتِمُ	وہ مہر لگادیتا ہے
یَمْحُ	وہ مٹاڈالتا ہے
اَلسَّیِّاٰتُ	خطائیں۔ برائیاں
بَسَطَ	اس نے کھول دیا
بَغَوْا	انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی
اَلْغَیْثُ	بارش
قَنَطُوْا	وہ مایوس ہو گئے
یَنْشُرُ	وہ پھیلاتا ہے
بَثَّ	اس نے پھیلا دیا۔ اس نے بکھیر دیا

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۲۹

قرآن کریم کی عظیم تعلیم نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ سیرت وکردار اور اس کے اثرات کو مشرکین اور کفار اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے مگر محض اپنے دلی بغض، حسد، ضد اور ہٹ دھرمی ان کو مخالفت کے طوفان کی طرف دھکیل کرنے جاتی تھی وہ اپنی شرمندگی کو مٹانے کے لئے نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کا مذاق اڑاتے ہوئے طرح طرح کے بے تکے اعتراضات کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ قرآن آپ نے (نعوذ باللہ) خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام کہنا شروع کر دیا ہے۔ کفار ومشرکین کے اس اعتراض کو قرآن کریم کے کئی مقامات پر نقل کر کے اللہ نے اس کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ یہ کلام صرف اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اس جگہ ان کی بے تکی باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ اس سے اس بات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی کلام کو خود گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام قرار دیدے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ ایسا کرتے تو اس وقت اللہ کی مشیت آپ کے دل پر ایک ایسی مہر لگا دیتی کہ آپ کی زبان پر وہ کلام جاری ہی نہ ہوتا کیونکہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہتا ہے۔ اگر آپ نے اس کلام کو خود گھڑ لیا ہوتا تو اللہ اس کلام کو مٹا کر چھوڑتا کیونکہ وہ ہر بات کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ وہ ہر شخص کی دلی کیفیات سے اچھی طرح واقف ہے اس سے کوئی بات اور کوئی دلی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ یہ کفار ومشرکین آپ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کیوں لگا رہے ہیں۔ درحقیقت یہ مخالفانہ آواز ان کے دل کی آواز نہیں ہے بلکہ محض ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن کریم کے مخالف بن کر ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق اور سچائی کے نظام کو ثابت کر کے رہے گا اور وہ ہر ایک جھوٹ اور باطل کو مٹا کر رہے گا۔ فرمایا کہ اس سے پہلے کہ اللہ کا فیصلہ آجائے وہ تمام منکرین ومشرکین اللہ سے سچی توبہ کر لیں۔ موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اگر انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ نہ صرف ان کی توبہ کو قبول کر لے گا بلکہ ان کو دنیا اور آخرت میں وہ بہت کچھ دے گا جس کا وہ اس دنیا کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کائنات میں بھی ساری قدرت وطاقت اللہ ہی کی ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ جس کو جتنا رزق دینا چاہتا ہے وہ دیتا ہے۔ سخت مایوسی کے بعد جتنی بارش برسانا چاہتا ہے برساتا ہے وہ ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق دیتا ہے۔ اگر وہ کم ظرفوں کو خوب رزق دیتا چلا جائے تو ظالم اور کم ظرف لوگ دنیا میں دوسروں کا جینا حرام کر دیں گے اور ہر طرف فساد اور تباہی مچا کر رکھ دیں گے لہٰذا وہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو ایک اندازے کے مطابق عطا کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ساتھ ہوس اور دولت کا لالچ تو لگا ہوا ہے ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے چاروں طرف دولت کے ڈھیر اور راحت وآرام کے سارے وسائل جمع ہو جائیں لیکن اللہ اپنی مصلحت کے مطابق ہر ایک کو کم یا زیادہ عطا کرتا ہے۔ حضرت خباب ابن الارتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے بنو قریظہ، بنو نضیر

اور بنو قینقاع کے مال و دولت کو دیکھا تو ہمارے دلوں میں بھی مال و دولت کی تمنا پیدا ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (امام بغوی)۔ حضرت عمرو ابن حریثؓ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ (جو انتہائی فقر و فاقہ اور غربت کی زندگی گذار رہے تھے) انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی مال و دولت عطا کر دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (روح المعانی) جس میں صحابہ کرامؓ کے ذہنوں کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اللہ اپنے فضل و کرم سے جتنا دینا چاہتا ہے دیتا ہے، مایوسی کے بعد وہ جتنا پانی برسانا چاہتا ہے برساتا ہے۔ اس نے اپنی لاکھوں مخلوقات کو کائنات میں پھیلا رکھا ہے جن کی ہر ضرورت کو وہ پورا کرتا ہے وہ بکھرے ہوئے ہیں لیکن وہ جب بھی چاہے گا ان کو جمع کرلے گا یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں اور اس کے خالق میں فرق یہ ہے کہ ہر انسان اپنی معلومات اور ضروریات کے محدود دائرے میں رہ کر فیصلے کرتا ہے لیکن اللہ کے سامنے ساری مخلوقات کی مصلحتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی کائنات کے انقلابات کی مصلحتوں تک کو نہیں سمجھتا لیکن اللہ ہر بات اور ہر چیز کی مصلحت سے واقف ہے اور فیصلے کرتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ

فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ

فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيحَ

فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِى ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

شَكُورٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ

الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِىٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَآ اُوتِيتُمْ

مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

لِلَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ

كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۖ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى
بَيْنَهُمْ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ ۳۸ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ
الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۳۹ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۴۰
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيْلٍ ۴۱ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ
يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۴۳ ع ۱۴ ۴ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ اور بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور تم زمین میں بھاگ کر اس کو بے بس نہیں کر سکتے اللہ کے سوا نہ تو تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔ اس کی نشانیوں میں سے وہ جہاز ہیں جو پہاڑ کی طرح بلند نظر آتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے اور وہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ یا اگر وہ چاہے تو جہاز والوں کے اعمال کی وجہ سے ان جہازوں کو تباہ کر دے اور بہت سے آدمیوں سے درگذر کرے۔ اور وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑے پیدا کرتے ہیں ان کے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیاوی زندگی میں برتنے کا سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو وہ خطا کرنے والے

کومعاف کردیتے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے، نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام باہمی مشورے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو وہ اس کا مقابلہ کرتے ہیں برائی کا بدلہ اسی برائی جیسا ہے۔ پھر جس نے درگذر کیا اور آپس میں صلح صفائی کر لی تو اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظالم (زیادتی کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم کئے جانے کے بعد مناسب بدلہ لیتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ الزام تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے اور ملک میں ناحق شرارتیں کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کردیا تو یقیناً یہ بڑے عزم وحوصلے کی بات ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

اَصَابَ	پہنچا
كَسَبَتْ	اس نے کمایا
مُعْجِزِيْنَ	عاجز۔ بے بس کرنے والے
اَلْجَوَارُ (جَارِيٌ)	چلنے والے
اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ)	پہاڑ۔ اونچی چیز
يُسْكِنُ	وہ ٹھہراتا ہے
رَوَاكِدُ (رَاكِدٌ)	ٹھہرنے والے
ظَهْرٌ	پیٹھ
صَبَّارٍ	بہت صبر کرنے والا
يُوْبِقُ	وہ تباہ کرتا ہے
مَحِيْصٌ	چھٹکارا پانے کی جگہ
يَجْتَنِبُوْا	وہ بچتے ہیں۔ پرہیز کرتے ہیں

كَبَائِرَ الْاِثْمِ	بڑے بڑے گناہ
شُوْرٰى	مشورہ کرنے کا راستہ۔ سمجھانا
يَنْتَصِرُوْنَ	وہ روکتے ہیں
اِنْتَصَرَ	اس نے بدلہ لیا۔ انتقام لیا
عَزْمُ الْاُمُوْرِ	بڑی بات۔ بڑا کام

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۴۳

دیکھا یہ گیا ہے کہ دنیا میں انسان جیسا عمل کرتا ہے اس کا اچھا یا برا نتیجہ ضرور نکلتا ہے۔ ہمیں جو بھی مشکل پریشانی یا مصیبت پہنچتی ہے اس کے پیچھے یا تو نیت کی خرابی، کوتاہی، غفلت، گناہ اور بے عملی ہوتی ہے یا دین اسلام کی سربلندی، اس کے فروغ کی جدوجہد اور پرخلوص ایثار وقربانی کا جذبہ ہوتا ہے۔ اگر ایمان، عمل صالح، تقویٰ، پرہیزگاری اور دیانت وامانت کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ ایک مومن کے گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی اور آخرت کی کامیابی کا سبب بن جاتی ہیں لیکن اگر محض دنیاوی لالچ، خودغرضی، دنیا پسندی اور گناہوں کی وجہ سے مصائب آتے ہیں تو یہ ان کے اعمال کی سزا ہوتی ہے۔ کبھی تو اس کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے لیکن آخرت میں تو یقینی سزا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس شخص کو کوئی لکڑی کی خراش لگتی ہے یا اس کی رگ پھڑکتی ہے یا اس کے قدموں میں لغزش پیدا ہوتی ہے تو یہ سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے (یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ) وہ ہر گناہ پر اسی وقت سزا نہیں دیتا بلکہ جو گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جن پر سزا دی جاتی ہے۔

ہمارا دین ہمیں عمل، حسن عمل اور جدوجہد سے نہیں روکتا بلکہ اس بات کو ذہنوں میں بٹھانا چاہتا ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے لئے اللہ نے ایسے قوانین مرتب کر دیئے ہیں جن کو اپنانے سے کبھی کامیابی ملتی ہے اور کبھی سخت ناکامی مثلاً آدمی رزق تلاش کرنے کے لئے سمندر کے سینے کو چاک کرتا ہوا اس میں جہاز اور کشتیاں چلاتا ہے، سڑکوں پر دوڑتا اور ہواؤں کے دوش پر اڑا پھرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا ہے کہ اللہ نے قوانین فطرت کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور فضاؤں کو ہواؤں کو اس کا تابع بنا دیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان ہواؤں اور فضاؤں کو روک دیتا جس سے آدمی کی ساری کوششیں اور بھاگ دوڑ دھری کی دھری رہ جاتیں اور وہ دو قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ پورا نظام کائنات اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جیسے چاہتا ہے اپنے نظام کو چلاتا ہے۔ اس دنیا میں بسنے والوں کو کبھی راحت و آرام ملتا ہے کبھی تکلیفیں اور مشکلات، کبھی صحت وتندرستی اور کبھی بیماری

آزاری، کبھی خوش حالی اور کبھی بدحالی اور فقر و فاقہ۔ پوری جدوجہد اور کوششوں کے باوجود کبھی کبھی نتیجہ بالکل الٹا نکلتا ہے کیونکہ ہر چیز کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور بہتر لوگ وہ ہیں جو ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ انہیں اس بات پر پورا یقین و اطمینان ہوتا ہے کہ بے شک جدوجہد اور کوشش کرنا آدمی کا کام ہے لیکن اس کا بہتر یا بدتر نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ دنیا کی یہ زندگی اور اس کے اسباب محض وقتی، عارضی اور زندگی گذارنے کا ذریعہ ہیں لیکن اصل زندگی اور کامیابی آخرت کی زندگی ہے۔ یہی وہ حقیقی جذبہ ہے جس سے اس کو سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے اور اس انقلابی فکر سے اس کی صاف ستھری نکھری ہوئی شخصیت ابھر کر دنیا کے سامنے آتی ہے۔ تکبر، غرور، ظلم، سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے بجائے اس میں تواضع، انکساری اور عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ وہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں دوسروں کے مشوروں سے فائدے حاصل کرتا ہے اور وہ اپنی رائے اور شخصیت کے رعب کو دوسروں پر ٹھونسنے کے بجائے لوگوں سے بہتر سلوک کو رواج دیتا ہے۔ وہ دوسروں کے حقوق چھیننے کے بجائے دوسروں کے حقوق کا محافظ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ اس طرح کے لوگ پسندیدہ شخصیات ہیں اس لئے ان کی چند خصوصیات بتائی گئی ہیں مثلاً

(۱) وہ اللہ سے اپنی امیدوں کے پورا ہونے کی توقع کر کے صرف اس کی ذات پر مکمل بھروسہ، اعتماد اور توکل اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ترقی، عزت اور سربلندی دینے والا اللہ ہوتا ہے اور وہی ان کی مشکل کشائی کرتا ہے۔

(۲) وہ صغیرہ، کبیرہ، ظاہری اور پوشیدہ ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی بے حیائی اور گناہ کے کاموں کے قریب جانے سے گھبراتے ہیں۔

(۳) جب ان کو کسی بات پر غصہ اور طیش آجاتا ہے تو اپنے اوپر قابو رکھتے ہوئے اور اس کا بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود وہ انتقام نہیں لیتے بلکہ اپنی عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کی خطاؤں کو معاف کر دیتے ہیں۔

(۴) انہیں جب بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی حکم پہنچتا ہے وہ ان کے مزاج اور حالات کے مطابق ہو یا نہ ہو تو وہ اس کے کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ حکم کی تعمیل میں کسی سستی، کاہلی یا بے عملی کو قریب نہیں آنے دیتے۔

(۵) وہ ''قیام صلوٰۃ'' کا حق ادا کرنے کے لئے نمازوں کے فرائض، واجبات، سنتوں اور مستحب باتوں کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔

(۶) آپس کے اجتماعی معاملات میں وہ ہمیشہ ''باہمی مشورہ'' کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ ہو جائے خواہ ان کی رائے کے برخلاف ہی کیوں نہ ہو تو وہ اس پر عمل کرنے کے لئے تن، من اور دھن سے پرخلوص جدوجہد کرتے ہیں۔ ''مشاورت'' دراصل اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے جس کے احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں اور جب تک اہل

ایمان نے باہمی مشورے کا طریقہ اختیار کیا اس وقت تک وہ زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھتے چلے گئے اور کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں لیکن جب ہم نے اس طرز زندگی کو چھوڑ دیا تو ہم میں سے ہر شخص اپنی رائے کو اجتماعی مفادات سے زیادہ بلند سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو گیا اور ملت کا شیرازہ بکھر گیا اور زندگی کے معاملات کا فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا جن کی زندگیاں نیکی اور تقویٰ سے خالی ہوتی ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بعض مرتبہ ایسے معاملات اور امور پیش آجاتے ہیں کہ ان کا کوئی حکم قرآن کریم میں نہیں ہوتا (اس وقت ہم کیا کریں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے تو میری امت میں سے عبادت گزار بندوں کو جمع کر کے مشورہ کر لینا اور اس پر عمل کرنا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایک ایسی ہی روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم اہل عقل سے مشورہ کر لیا کرو تم راہ پا جاؤ گے اور مشورے سے جو بات طے پا جائے اس کی مخالفت نہ کرو ورنہ ندامت و شرمندگی اٹھاؤ گے۔

(۷) وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے نیک اور بھلے کاموں میں اپنا مال خرچ کر کے دلی اور روحانی سکون حاصل کرتے ہیں۔

(۸) وہ لوگ اچھے یا برے حالات میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتے ہیں اور کسی موقع پر بے صبری اور ناشکری کے بجائے بڑے عزم و حوصلے اور جواں مردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے ان سچے اصولوں پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی کامیابیاں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ۴۴ وَتَرٰىهُمْ
يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ
وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝ ۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ
مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝ ۴۶

ترجمہ: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اور جسے اللہ ہی گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی حمایتی نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ اپنی کھلی آنکھوں سے عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تب کہیں گے کہ کیا یہاں سے واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت کے احساس سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور کن انکھیوں سے (آگ کو) دیکھتے ہوں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہہ اٹھیں گے کہ بے شک حقیقی نقصان اٹھانے والے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیا ہے۔ سنو! کہ یہ ظالم ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اور وہاں اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ جسے اللہ ہی نے بھٹکا دیا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

مَرَدٌّ	لوٹ جانے کی جگہ
طَرْفٌ خَفِیٌّ	چھپی نظر۔ کن انکھیوں سے دیکھنا
مُقِیْمٌ	قائم رہنے والا
سَبِیْلٌ	راستہ

تشریح: آیت نمبر ۴۴ تا ۴۶

اہل ایمان پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے زندگی کی راہوں میں ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی اور اطاعت و فرماں برداری کے لئے خاتم الانبیا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک اور بہترین نمونہ زندگی عطا فرمایا۔ یہ ایسی سچائی ہے کہ اگر کوئی اس کو آنکھ سے دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کرتا اور وہ کفر و شرک کی جس زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہے اس سے توبہ نہیں کرتا تو اللہ بھی بے نیاز ذات ہے وہ اس کو اسی گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے کیونکہ جو شخص خود

اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ دنیا کی زندگی کے عیش و آرام میں اس کو برے انجام کا اندازہ نہ ہو لیکن آخرت میں اپنے کئے ہوئے اعمال کو عذاب کی شکل میں دیکھے گا تب وہ کہہ اٹھے گا کہ واقعی اس نے دنیا کے عیش و آرام میں آخرت کو بھلا رکھا تھا۔ وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ اگر اس کو دنیا میں جانے کا ایک اور موقع دیدیا جائے تو وہ حسن عمل کا پیکر بن جائے گا۔ لیکن اس کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی۔ ان کو اپنے جرم کا پوری طرح احساس ہو جائے گا جس سے ان کے سر جھکے ہوں ہوئے ہوں گے۔ ذلت وندامت کے آنسو بہا رہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے اس عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے جو ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے اللہ ہی نے ہماری رہنمائی فرمائی تھی کہ ہم اس ذلت و رسوائی سے بچ گئے ورنہ ہمارا انجام بھی یہی ہوتا۔ وہ ہدایت سے محروم ظالموں پر ملامت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اصل خسارہ اور نقصان تو درحقیقت ان کا ہوا ہے جو خود بھی ذلت و رسوائی کے سمندر میں ڈوب گئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کو بھی ڈبو دیا۔ اللہ کی رحمت سے خود بھی محروم رہے اور اپنے متعلقین کو بھی محروم کر دیا۔ کیونکہ وہاں کوئی کسی کو سہارا نہ دے گا اور نہ حمایت و مدد کر سکے گا۔ واقعی جو لوگ اللہ کی رحمت کی قدر نہیں کرتے اور گمراہی میں زندگی گذارتے ہیں اور اسی پر اصرار کرتے ہیں تو اللہ بھی ایسوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ہدایت تو ان کو ملتی ہے جو اس روشنی کو حاصل کرنے کی تڑپ اور تمنا رکھتے ہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ
مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾
اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

لوگو! اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے۔ نہ اس دن کوئی پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہوگی اور نہ تمہارے واسطے اللہ سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

(اے نبی ﷺ!) اگر وہ منہ پھیرلیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ بس آپ کے ذمے (ہمارے احکامات کو) پہنچا دینا ہے

۔ جب ہم آدمی کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کر چکے ہیں کوئی مصیبت آجاتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ بے شک آدمی ہے بڑا ناشکرا۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کی ملکیت ہے۔

جو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے وہ بیٹیاں دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دے دیتا ہے۔

یا جس کے لئے وہ چاہتا ہے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں جمع کر دیتا ہے یا وہ جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہی بہت جاننے والا اور قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

مَلْجَاءٌ	ٹھکانا۔ پناہ کی جگہ
نَكِيْرٌ	مکر جانا
اَذَقْنَا	ہم نے چکھایا
فَرِحَ	خوش ہو گیا

کَفُوْرٌ	بہت زیادہ ناشکرا
یَھَبُ	وہ دیتا ہے
اِنَاثٌ	بیٹیاں۔لڑکیاں
اَلذُّکُوْرُ	بیٹے۔لڑکے
یُزَوِّجُ	وہ جوڑے بنادیتا ہے
عَقِیْمًا	بانجھ۔اولاد سے مایوس

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۰

دین اسلام نے توحید کا یہ بنیادی تصور پیش کیا ہے کہ اس کائنات کے ذرے ذرے میں اور آخرت کے ہر فیصلے میں صرف ایک اللہ کو مکمل اختیار حاصل ہے اس کے سوا کوئی اس کے اس اختیار میں شریک نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کے بنانے بگاڑنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

وہ جس طرح چاہتا ہے نظام کائنات کو چلا رہا ہے۔ وہ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے جس کو جتنا دینا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ کسی کو اولاد نرینہ دیتا ہے اور کسی کو لڑکیاں ہی لڑکیاں دیتا ہے، کسی کو لڑکا اور لڑکی دونوں عطا کرتا ہے اور کسی کو اس طرح بانجھ بنا دیتا ہے کہ میڈیکل کی ہزاروں ترقیات کے باوجود وہ اولاد سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح اس دنیا کے تمام معاملات اسی کے اختیار میں ہیں اسی طرح آخرت کے ہر فیصلے کا اختیار بھی ایک اللہ کو حاصل ہے۔

انسان کی سعادت یہ ہے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے پہلے سچے دل سے توبہ کر کے ایمان اور عمل صالح کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا چلا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار لے۔

اللہ نے اس زندگی کے میدان کو اسی لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ اس میں نیک اور بھلی زندگی کو اختیار کر کے نجات کا سامان کر لے کیونکہ آخرت میں نہ تو عمل کا وقت ہوگا اور نہ وہاں سے دوبارہ دنیا میں آ کر اپنی غلطیوں کی اصلاح کا موقع ملے گا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگو! قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے اپنے رب کا حکم مان لو جو ایسا دن ہوگا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گا۔ نہ اس دن اللہ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ مل سکے گی اور نہ اس دن تمہارے واسطے اللہ سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیجئے۔ ماننا نہ ماننا یہ ہر انسان کا اپنا فعل ہے۔ نہ ان کو سیدھے راستے پر چلانے کی آپ کی ذمہ داری ہے نہ آپ کو ان کا نگراں بنا کر بھیجا گیا ہے نہ

آپ سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کیا اور کس نے کفر و شرک کا کیونکہ ہدایت دینا تو اللہ کا کام ہے آپ کا کام دین کی سچائیوں کو ہر شخص تک پہنچانا ہے اور بس۔

فرمایا کہ اب یہ تو انسان کا اپنا مزاج ہے کہ جب اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نواز دیتا ہے تو وہ شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرنے لگتا ہے اور اپنے مال و دولت پر اترانے لگتا ہے اور اگر اپنے ہاتھوں سے کئے گئے اعمال کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت یا تنگی آ جاتی ہے تو بے صبرے پن پر اتر آتا ہے۔

لیکن لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھ لینی چاہیے کہ وہ اللہ اگر کسی کو بہت کچھ عطا فرماتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے اس کو چھین بھی سکتا ہے اور اس کو ہر طرح کی نعمتوں سے محروم بھی کر سکتا ہے۔ جس طرح وہ کسی کو بیٹیاں دیدیتا ہے تو وہ بیٹوں کے لئے ترستا ہے اور بیٹے ہی بیٹے دیدیئے جائیں تو وہ بیٹی کی تمنا کرنے لگتا ہے کسی کو وہ بیٹا اور بیٹی دونوں نعمتوں سے نواز دیتا ہے اور کوئی اولاد کی نعمت ہی سے محروم رہتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو یا دونوں کو بانجھ بنا دیتا ہے۔

یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے وہی ہر بات کی مصلحت کو سمجھتا ہے اور اسی کو سارا اختیار حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حسن عمل کی اور ہر نعمت پر شکر کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنا کر عذاب جہنم سے محفوظ فرمادے۔ آمین یارب العالمین

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ
حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾
وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ
وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ
وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

اور کسی بشر کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے (مگر تین طریقے پر) یا تو وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے جو اللہ کے حکم سے اس پیغام کو پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔

بے شک وہ برتر اور بڑی حکمت والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) ہم نے اس طرح آپ کی طرف اس قرآن کو وحی کیا ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ آپ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟

لیکن ہم نے اس (قرآن کو) ایسا نور بنایا ہے کہ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی عطا کر دیتے ہیں۔

اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہنمائی کرنے والے ہیں اس اللہ کے راستے کی طرف (ہدایت دینے والے ہیں) جس کے لئے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے۔

سنو! کہ تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

یُکَلِّمُ	وہ کلام کرتا ہے
وَرَآءِ حِجَابٍ	پردے کے پیچھے
رُوْحٌ	جان۔(فرشتہ)
مَا تَدْرِیْ	تو نہیں جانتا
تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ	کاموں کا لوٹنا

تشریح: آیت نمبر ۵۱ تا ۵۳

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر کفار و مشرکین کے وہ بہت سے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں جو وہ نبی کریم ﷺ پر کرتے تھے ان ہی میں سے یہ اعتراض بھی تھا کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر پیش کر رہے ہیں ہم کیسے یقین کر لیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔

کفار کہتے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اس کلام کو خود سے گھڑ لیا ہے کیونکہ نہ تو آپ نے اللہ کو دیکھا نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے نہ آپ اس کے پاس جاتے ہیں پھر وہ کون سا ذریعہ ہے کہ آپ کے پاس اللہ کا کلام آتا ہے۔ وہ کہتے کہ اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو فرشتے خود آ کر یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو ہم یقین کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جاہلانہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا کلام ہے۔ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ جس کلام کو پیش کر رہے ہیں وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ اس کلام کے نازل ہونے سے پہلے ان کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کا تصور اور خیال تک موجود نہ تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے۔ اور وہ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود ایمان کی تمام کیفیات سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے لہٰذا اس کے کلام اللہ ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ کرنا پرلے درجہ کی جہالت ہے۔

فرمایا کہ آخرت میں تو انسان کی آنکھوں میں وہ طاقت وقوت آجائے گی جس سے وہ اللہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھ سکے گا لیکن اس دنیا میں اصولی طور پر کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ جب حضرت موسیٰ نے دیدار الٰہی کی درخواست کی تو اللہ نے فرمایا تھا ''لَنْ تَرَانِیْ'' اے موسیٰ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

اس جگہ یہ فرمایا گیا کہ کسی بشر کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ سے براہ راست بات کرے۔ اگر وہ کلام کرتا ہے تو اس کے تین طریقے ہیں۔

(۱) بغیر کسی ذریعہ کے اللہ کا کلام دل پر القا ہو جائے یا خواب میں اشارہ کر دیا جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کی ابتدا خوابوں کے ذریعہ ہوئی ہے (بخاری و مسلم) اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی وحی کی ابتدا خوابوں سے بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر براہ راست بغیر کسی واسطے کے بہت سی باتیں القا کی گئی ہیں جن میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ ایسی احادیث کو احادیث قدسیہ کہا جاتا ہے جن کی تعداد چھ سو تک پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے جس بات میں آپ یہ فرمادیں کہ یہ اللہ نے فرمائی ہے وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے لیکن یہ بات بھی حقیقت ہے کہ وہ باتیں اللہ نے براہ راست آپ کے قلب پر نازل فرمائی ہیں اسی کو القا کہتے ہیں۔ اگر یہی باتیں حضرت جبرئیل یا کسی اور واسطے سے ہوتیں تو وہ قرآن کریم کہلاتیں۔

(۲) وحی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پردے کے پیچھے سے آواز تو سنائی دے لیکن شکل نظر نہ آئے جس طرح وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا جہاں ان کو چاروں طرف سے آتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی یا جس طرح شب معراج نبی کریم ﷺ سے اللہ نے پردے کے پیچھے سے کلام فرمایا۔ اور اگر بعض حضرات کی یہ بات مان لی جائے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار کیا ہے یعنی اپنی کھلی آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں دیکھنے نہ دیکھنے کا ذکر اس دنیا کے متعلق آ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دیدار فرمایا ہے تو وہ اس دنیا میں نہیں بلکہ اللہ کے دربار میں دیدار فرمایا ہے۔ جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

(۳) وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اپنا پیغام اپنے خاص فرشتے (حضرت جبرئیل امین) کے ذریعہ بندوں تک پہنچائے۔ جس طرح تمام انبیاء کرام اور خاص طور پر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تیئس سال تک حضرت جبرئیل اللہ کی وحی کو لاتے رہے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ دنیا کے متعلق یہ قانون ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ کلام نہیں کر سکتا لہٰذا کفار کا یہ

اعتراض نہایت لغو اور فضول ہے کہ ہم کیسے مان لیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب کہ آپ نے نہ تو اللہ کو دیکھا ہے نہ اس سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ وہ آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ اپنا کلام اسی طرح سارے نبیوں پر بھیجتا رہا ہے اور آخر میں اللہ نے اپنے آخری نبی و رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی اپنا کلام حضرت جبرئیل کے واسطے سے بھیجا ہے جو بھی اس کتاب ہدایت پر ایمان لائے گا وہ زندگی کا سیدھا سچا راستہ پالے گا ورنہ زندگی بھر اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا۔ فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کا سب اسی کی ملکیت ہے۔ اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اور اسی کا بتایا ہوا راستہ صراط مستقیم ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورة نمبر ۴۳

الزُّخْرُف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الزخرف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	43
کل رکوع	7
آیات	89
الفاظ وکلمات	848
حروف	3656
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو عربی زبان میں اس لیے نازل کیا ہے تا کہ اس کتاب کے اولین مخاطب اہل مکہ (اور قیامت تک آنے والے) اس کو آسانی سے سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں لیکن انہوں نے اس پر عمل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیرا اور اس کا مذاق اڑایا۔

فرمایا کہ انہیں یادرکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے اللہ کے پیغمبر جب بھی اللہ کی کتابیں لے کر آئے تو ان کا مذاق اڑایا گیا اور ان کی تعلیمات کو ان کی قوم نے نظرانداز کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی نافرمانیوں کی سزا بھگت کر تباہ و برباد ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان سے زیادہ طاقت ور اور دنیا بھر کے وسائل رکھتے تھے۔ جب وہ نہ بچ سکے تو تم اللہ کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔

☆ فرمایا تم اس بات کو مانتے ہو کہ زمین و آسمان کو اللہ نے پیدا کیا لیکن پھر بھی تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہو کہ فرشتے جو اللہ کی فرماں بردار مخلوق ہیں وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت کے دن تمہاری سفارش کر کے تمہیں عذاب الٰہی سے بچالیں گے۔ فرمایا کہ تمہارا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اللہ کی شدید ناشکری ہے۔

> لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور پیدا ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ سے فرمایا تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی ہے تو تم شرمندگی سے منہ چھپائے پھرتے ہو تمہارے چہرے تاریک ہو جاتے ہیں لیکن تم اللہ کی فرمانبردار مخلوق فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو یعنی اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیوں کو کیسا عجیب انصاف ہے؟

☆ لڑکا یا لڑکی دونوں کو اللہ نے پیدا کیا لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ تم نے اللہ کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں سمجھ رکھا ہے خود تمہارا یہ حال ہے کہ اگر تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی سے تمہارا چہرہ سیاہ اور تاریک پڑ جاتا ہے تم کیسے عجیب لوگ ہو کہ اپنے لیے بیٹوں کو پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہو۔

☆ کفار قریش کہتے تھے کہ اگر ہماری بت پرستی اللہ کو ناپسند ہوتی تو وہ ہمیں (اپنے گھر میں) ان کی عبادت سے جبراً روک دیتا۔ اللہ نے ان کی اس بے وقوفی کی بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے یا کسی کو قتل کرتا ہے یا کوئی ناپسندیدہ فعل کرتا ہے کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر اللہ کو پسند نہ ہوتا تو یہ کام میں کیسے کر سکتا تھا؟

☆ جب ان سے کہا جاتا کہ وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر سیکڑوں بتوں کی عبادت و بندگی کیوں کرتے ہیں؟ وہ یہ کہتے کہ ہم نے

حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ان کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا کیا تو لوگوں نے ان کو معبود بنالیا حالانکہ وہ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیے جو ان سے بہت دور نہیں ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب دوست بھی تمہارے دشمن بن جائیں گے لیکن اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور ہمدرد ہوں گے۔

اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے۔ اللہ نے فرمایا تم نے باپ دادا کی اندھی تقلید کا ذکر تو کیا لیکن تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ان کی نافرمانیوں کا انجام کیا ہوا؟ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے۔

☆ حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے زندگی بھر اللہ کے دین کو پہنچانے اور قوم کو شرک و کفر اور بت پرستی کی لعنت سے نجات دلانے کی جدوجہد فرمائی لیکن جن لوگوں پر مال اور دولت کا بھوت سوار تھا انہوں نے ان کی ہر بات ماننے سے صاف انکار کیا۔

☆ اللہ نے فرمایا وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو قرآن نازل کرنا ہی تھا تو مکہ کے مال دار، صاحب حیثیت اور تجربہ کار لوگوں میں سے کسی پر نازل کردیا جاتا تو ہم اس کو آسانی سے مان لیتے۔ جواب میں فرمایا یہ تو اللہ کے نظام کا ایک حصہ ہے وہ جس کو چاہے نبوت کی نعمت سے نواز دیتا ہے وہ کسی کے کہنے سے نبوت نہیں دیتا۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو دنیا میں کوئی غریب ہے کوئی امیر ہے کوئی آقا ہے کوئی غلام ہے۔ کیا تم ان میں بھی کہتے ہو کہ فلاں غریب کیوں ہے اور دوسرا مال دار اور رئیس کیوں ہے؟ فرمایا اللہ کی نظر میں یہ سرداریاں اور مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو لوگوں پر سونے کی بارش برسا دیتا کہ ان کے گھروں میں سونے چاندی کے ڈھیر ہوتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا ورنہ لوگ اسی طرف ڈھلک جاتے۔ فرمایا کہ انسان کی قدر و قیمت جاننے اور پہچاننے کے لیے دولت اور عزت و عظمت معیار نہیں ہے بلکہ انسان کے اعلیٰ اخلاق اور اس کی شرافت اور نیکی سب سے بڑا معیار ہے کیونکہ یہ مال و دولت اور عزت و عظمت تو دنیاوی ساز و سامان ہیں جو وقتی ہیں ہمیشہ اس کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ جو لوگ آخرت کا سامان کرتے اور اللہ سے ڈرتے ہیں درحقیقت کامیاب وہی لوگ ہیں۔

☆ فرمایا جب آدمی اپنا گمراہی کا مزاج بنالیتا ہے تو اللہ اس پر ایک شیطان مسلط کردیتا ہے جو اس کو برے اور گندے راستوں کی طرف لے جاتا ہے اور اچھی بات سے نفرت دلاتا ہے لیکن جب قیامت کے دن اس شیطان کی وجہ سے وہ جہنم میں لے جایا جائے گا تو اس وقت وہ اپنے ساتھی شیطان سے نفرت کرے گا پچھتائے گا مگر اس وقت اس کا پچھتانا اور شرمندہ ہونا اس کے کام نہ آئے گا اور وہ عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے گا۔

☆ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار و مشرکین جان بوجھ کر اندھے، بہرے اور گونگے بنے ہوئے ہیں اور ہر گمراہی کی طرف فوراً لپک کر جاتے ہیں تو آپ ﷺ بھی ان کی نافرمانیوں کی پرواہ نہ کیجیے اور اس بات پر غم نہ کیجیے کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ تبلیغ دین ادا کرتے رہیے آپ ہی سیدھے راستے پر ہیں۔

☆ فرمایا کہ لوگوں کا یہ تصور کہ نبی کو مال دار اور صاحب حیثیت ہونا چاہیے تھا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ جب حضرت موسیٰ

ؑ نے فرعون کو للکارا اور معجزات دکھائے تو اس نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ میرے پاس حکومت و سلطنت، عیش و عشرت کے سامان، خوبصورت باغات اور مال و دولت کے ڈھیر ہیں لیکن موسیٰؑ کے پاس کیا رکھا ہے؟ یہ موسیٰ اگر واقعی اللہ کے پیغمبر ہوتے تو زمانہ کے دستور کے مطابق ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے ان کے آس پاس فرشتے ہوتے۔ فرمایا کہ فرعون نے ان باتوں سے خود ہی گمراہی خرید لی، خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کر دیا۔ بدترین انجام سے دوچار ہوا خود بھی ڈوب مرا اور اپنی پوری قوم کو بھی مروا دیا اور تباہ و برباد کرا دیا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو بغیر باپ کے معجزہ کے طور پر پیدا کیا تو لوگوں نے ان کو اپنا معبود بنا لیا حالانکہ وہ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ ایسے نافرمانوں کو قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیے جو ان سے بہت دور نہیں ہے۔ اس دن دوست بھی دشمن بن جائیں گے لیکن اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے دوست، ہمدرد اور غم گسار ہوں گے۔

☆ قیامت کے دن اہل ایمان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ان کی صالح اور نیک بیویاں بچے ان کے ساتھ ہوں گے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں گے۔ جس چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کی ملے گی۔ ان کے برخلاف مجرمین کا یہ حال ہوگا کہ وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھ کر جہنم کے داروغہ جس کا نام مالک ہوگا اس سے فریاد کریں گے کہ اپنے اللہ سے یہ کہہ دو کہ وہ ہمیں موت کی نیند سلا دے تاکہ ہم اس عذاب سے بچ سکیں مگر ان کو موت نہ آئے گی۔

☆ اللہ بے نیاز ہے۔ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ ہے وہ ان سب کا مالک اور بادشاہ ہے۔ انبیاء اور نیک لوگوں کے علاوہ کسی کی سفارش نہ سنے گا۔ فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہیے اگر کوئی آپ ﷺ کے آڑے آتا ہے تو آپ ﷺ کہیے تم سلامت رہو۔ اے نبی ﷺ! آپ ان کا بھیانک انجام دیکھیں گے جب ان کے سامنے سے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔

تعارف سورۃ الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۚ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ ﴿۴﴾ اَفَنَضْرِبُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿۵﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۷﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ
جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ
السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾
وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ
مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰي ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا
اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا
لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۙ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ
عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ﴿۱۵﴾ ع ۱۵ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)
اس واضح کتاب (قرآن کریم) کی قسم
بے شک ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم آسانی سے سمجھ سکو
اور یقیناً وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بلند رتبہ اور حکمت سے بھر پور کتاب ہے۔

کیا ہم محض اس وجہ سے کہ تم حد سے نکل جانے والے (نافرمان ہو) اس نصیحت (سے جو بھر پور کتاب الٰہی ہے) اس کا رخ تم سے پھیر دیں گے۔

ہم پہلے لوگوں میں بہت سے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جوان (اہل مکہ) سے زیادہ طاقت ور تھے ان کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ اور ان سے پہلے لوگوں کی یہ حالت گذر چکی ہے۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ ان کو ایک زبردست اور خوب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش (راحت و آرام کا ذریعہ) بنایا۔ اسی نے ان میں تمہارے (آنے جانے کے) راستے بنائے تاکہ تم اپنی منزل تک پہنچ سکو۔ اسی نے بلندی سے ایک خاص انداز کے مطابق پانی برسایا۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) پھر ہم نے اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح تم بھی (قبروں سے) نکالے جاؤ گے۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمام چیزوں کی مختلف قسمیں بنائیں۔ اسی نے تمہارے لئے کشتیاں (جہاز) اور چوپائے (مویشی جانور) بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پشت پر خوب جم کر بیٹھو۔ پھر جب اطمینان سے ان پر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو اور تم یہ کہو ''اس کی ذات پاک بے عیب ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم تو ایسے طاقت ور نہ تھے کہ ان کو اپنے قابو میں کر لیتے۔ اور بے شک ہم سب کو اپنے پروردگار کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کا جزو (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے۔ بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اُمُّ الْكِتَابِ	اصلی کتاب (کتاب کی جڑ)
صَفْحاً	موڑ دینا۔ پھیر دینا (جسم کا چوڑا حصہ)
مُسْرِفِيْنَ	حد سے بڑھنے والے
بَطْشٌ	زور۔ گرفت۔ پکڑ
مَضٰى	گذر گیا
مَهْدٌ	بچھونا
اَنْشَرْنَا	ہم نے اٹھایا
تَرْكَبُوْنَ	تم سواری کرتے ہو
لِتَسْتَوٗا	تا کہ تم سیدھے رہو
ظُهُوْرٌ (ظَهْرٌ)	پیٹھیں
مُقْرِنِيْنَ (مُقْرِنٌ)	قابو میں لانے والے
مُنْقَلِبُوْنَ	لوٹنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۂ زخرف کا آغاز ''حٰم'' حروف مقطعات سے کیا گیا ہے جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلی والی سورتوں میں تفصیل سے عرض کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں ''حٰم'' سے شروع کی جانے والی سات سورتیں ہیں جن میں سے یہ چوتھی سورت ہے۔ احادیث میں ''حٰم'' سے شروع کی جانے والی سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جو شخص ان سورتوں کو پڑھنے کا عادی ہوگا تو یہ سات سورتیں جہنم کے ساتوں دروازوں پر موجود ہوں گی جو اس کو جہنم سے بچانے کے لئے رکاوٹ بن جائیں گی۔

اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کے ذکر سے کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک ایسی روشن، واضح اور بلند رتبہ کتاب ہے جو حکمت و دانائی کی باتوں سے بھر پور ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ اس کو جتنا بھی فروغ دیا جائے گا دنیا میں امن و سکون اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوگا۔ کفار و مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ وہ اس قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت کم کرنے کی جتنی بھی کوششیں اور شرارتیں کرلیں اللہ اپنے اس کلام کو مکمل کر کے رہے گا اور ساری دنیا میں نہ صرف اس کا پیغام پہنچ کر رہے گا بلکہ سچائی کی اس روشنی کے بغیر زندگی کے اندھیرے ان سے دور نہ ہو سکیں گے۔ یہی وہ روشنی ہے جس کو پھیلانے کے لئے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم پر چلا سکیں مگر کفار و مشرکین نے ہمیشہ ان پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا اور گستاخی کرتے ہوئے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغام سے منہ پھیر کر غرور و تکبر اور ضد کا طریقہ اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان کو سخت ترین سزائیں دیں اور ان کی زندگیوں کو اس طرح مٹا دیا کہ پھر وہ دوسروں کے لئے نشان عبرت اور قصے کہانی بن کر رہ گئے۔ اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح تم آج اللہ کے بھیجے ہوئے اس کے آخری محبوب نبی کریم ﷺ کو جھٹلا رہے ہو اور تمہیں اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے ذرا اپنے سے پہلے گذری ہوئی نافرمان قوموں کو دیکھو کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی حد کر دی تو اللہ نے ان کو اور ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ اے نبی ﷺ! ذرا آپ ان سے پوچھئے کہ اس زمین و آسمان کو کس نے بنایا اس کو انسانوں کے لئے راحت و آرام اور ان کی تمام ضروریات کا ذریعہ کس نے بنایا؟ منزل تک پہنچنے کے لئے راستے۔ مردہ زمین میں زندگی پیدا کرنے کے لئے بارشوں کا انتظام، مختلف چیزوں کی طرح طرح کی قسمیں، دریا، سمندر کو پار کرنے اور کاروبار کے لئے ایک طرف سے دوسری طرف آنے جانے کے وسائل، قسم قسم کے جانور اور مویشی کس نے پیدا کئے؟ یقیناً اگر ضمیر مردہ نہ ہو چکے ہوں تو ہر ایک کے دل سے ایک ہی صدا بلند ہوگی کہ ان سب چیزوں کا خالق اور مالک صرف اللہ ہے۔ لیکن انسان کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ وہ ایک اللہ کو ماننے کے بجائے دوسرے بہت سے معبودوں کو گھڑ کر ان سے اپنی امیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں، حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا، پتھر کے بے جان بتوں کو اپنا مشکل کشا سمجھ بیٹھتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے انسان کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا اور اس کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرتا لیکن وہ اپنی ہر کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ قرار دے کر اللہ کی ناشکری کرتا رہتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو سواری پر سوار ہونے کے وقت ایک دعا سکھائی ہے جس میں اللہ کی عظمت و قدرت اور شکر کا بہترین انداز سکھایا گیا ہے۔

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخۡلُقُ

بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ
لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا
فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ مُبِيۡنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓـئِكَةَ
الَّذِيۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ سَتُكۡتَبُ
شَهَادَتُهُمۡ وَيُسۡـئَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ
مَا لَهُمۡ بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۲۰﴾ ؕ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ
كِتٰبًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ فَهُمۡ بِهٖ مُسۡتَمۡسِكُوۡنَ ﴿۲۱﴾ بَلۡ قَالُوۡۤا اِنَّا وَجَدۡنَاۤ
اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَاۤ
اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا
وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾
قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا
بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ع

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

کیا اس نے اپنی مخلوق میں سے (اپنے لئے) بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا ہے۔ جس چیز کی مثال یہ رحمٰن کے لئے دے رہے ہیں (ان کا یہ حال ہے کہ) جب اس کو (بیٹی)

ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں (غم اور غصے سے) گھٹتا رہتا ہے۔ کیا (اس نے اپنے لئے لڑکی کو چن لیا) جو زیوروں میں پرورش پائے اور اپنی بات بھی واضح طریقے پر بیان نہ کر سکے۔ اسی طرح انہوں نے فرشتوں کو جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ) کیا یہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ فرمایا کہ ان کی یہ بات لکھ لی گئی ہے اور اس کے متعلق ان سے سوال ضرور کیا جائے گا۔ وہ (اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے) کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان فرشتوں کی عبادت کبھی نہ کرتے۔ (فرمایا کہ) ان لوگوں کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے (اسی لئے) یہ لوگ بے تحقیق بات کررہے ہیں۔ کیا ہم نے (ان کافروں کو) اس قرآن سے پہلے کوئی ایسی کتاب دی تھی جس سے یہ دلیلیں پیش کررہے ہیں۔ بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے اور ہم انہیں کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

(فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے عیش پسندوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا تھا لہٰذا ہم بھی ان ہی کے نشانات قدم پر چل رہے ہیں۔

پیغمبر نے کہا کہ جس طریقے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر میں اس سے بہتر طریقہ لے کر آیا ہوں کیا تم پھر بھی ان ہی کے راستے پر چلو گے۔ (ان کا جواب یہ تھا کہ) تم جس (دین) کے ساتھ بھیجے گئے ہو اس کا ہم انکار کرتے ہیں۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

اَصْفٰى	اس نے چن لیا۔ منتخب کر لیا
ظَلَّ	ہو گیا (ہو جاتا ہے)
مُسْوَدًّا	سیاہ تاریک
كَظِيْمٌ	گھٹنے والا
يُنَشَّؤُا	پالا اور پرورش کیا جاتا ہے

اَلْحِلْيَةُ	زیور
اَلْخِصَامُ	جھگڑنا۔ بحث کرنا
شَهِدُوْا	وہ حاضر تھے۔ موجود تھے
يَخْرُصُوْنَ	وہ اٹکل کی باتیں کرتے ہیں
مُسْتَمْسِكُوْنَ	تھامنے والے۔ سنبھالنے والے
اُمَّةٌ	طریقہ (امت، جماعت)
مُتْرَفُوْنَ	عیش پسند۔ مال دار
مُقْتَدُوْنَ	پیروی کرنے والے
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت
اِنْتَقَمْنَا	ہم نے انتقام لیا
عَاقِبَةٌ	انجام۔ نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۵

ان آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سے نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جیسے زمین و آسمان کی پیدائش اور ان کے درمیان انسان کی راحت و سکون کے بے شمار اسباب، زمین میں چلنے پھرنے اور آنے جانے کے راستے، بلندی سے پانی کے برسنے اور اس سے مردہ زمین میں نئی تروتازگی پیدا کرنے جس سے زمین اور اس کی پیداوار سے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔ ان بہت سی نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کی قدر کرتے ہوئے ہر آن اس کا شکر یہ ادا کیا جاتا۔ جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی موجود ہے وہ تو اس کی قدر کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے ہیں لیکن کفار و مشرکین کا یہ حال ہے کہ وہ نہ صرف ناشکری کرتے ہیں بلکہ انبیاء کرامؑ کے مقابلے میں اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید، ضد، ہٹ دھرمی اور نافرمانیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی نافرمانی، بے ادبی اور گستاخی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ انہوں نے اللہ کے فرماں بردار بندوں اور فرشتوں کو اللہ کے وجود کا ایک حصہ، جز و اور اولاد بنا کر پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جو قیامت میں اللہ کے سامنے ان کی سفارش کر کے ان کو اللہ کے غضب اور غصہ سے نجات دلا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ان جاہلانہ اور احمقانہ باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ (اللہ کے نزدیک لڑکا اور لڑکی دونوں اس کی نعمتیں ہیں لیکن) ان کفار کا یہ حال ہے کہ خود تو وہ لڑکے چاہتے ہیں اور جب کبھی ان کو یہ اطلاع دی

جاتی ہے کہ ان کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہے تو ان کے چہرے سیاہ تاریک پڑ جاتے ہیں۔ دل ہی دل میں غم کے مارے گھٹتے رہتے ہیں۔ انہیں بیٹی کی پیدائش سے ایسی شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے چھپے چھپے پھرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ اس ذلت کو برداشت کر لیں یا اس لڑکی کو زندہ زمین میں گاڑ دیں۔ فرمایا کیسی عجیب بات ہے کہ ان کے نزدیک تو لڑکی کا وجود ایک قابل نفرت چیز ہے اسے وہ انتہائی حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں لیکن وہ اللہ کے لئے اس کے فرشتوں کو اس کی بیٹیاں ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ کیسی بے انصافی اور نادانی کی بات ہے۔ فرمایا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں کیسے ہوسکتی ہیں جن لڑکیوں کو زیور، کپڑوں اور بناؤ سنگھار سے فرصت نہیں ہوتی اور ان میں سے اکثریت ایسی ہے جو مردوں کی طرح نہ تو پر اعتماد انداز سے کلام کرسکتی ہیں اور نہ وہ اپنی بات منوا سکتی ہیں وہ اللہ کی اولاد کیسے ہوسکتی ہیں۔ اللہ تو وہ ہے جو بیٹا، بیٹی اور بیوی سے بے نیاز ہے۔ اور فرشتے اللہ کی ایک مخلوق ہیں جو اللہ کے احکامات کی فرماں برداری کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے گمراہ لوگوں سے سوال کیا ہے کہ جب اللہ نے ان فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو کیا اس وقت یہ لوگ وہاں کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے؟ یقیناً یہ سب باتیں ان کے بے بنیاد خیالات ہیں جن پر وہ اپنے گمراہ باپ دادا کی اندھی تقلید کی وجہ سے ایسا کہتے اور سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ ان کے تمام اعمال کو لکھ رہا ہے اور وہ ان کے کسی عمل سے بے خبر نہیں ہے۔ قیامت کے دن ان کے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔ کفار و مشرکین کی بے ادبی، گستاخی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ وہ اپنے گناہوں پر بھی یہ کہہ کر مطمئن ہو چکے تھے کہ ہم جو بھی گناہ اور شرک کے کام کرتے ہیں ان سے اللہ ناراض نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ناراض ہوتا تو ہم یہ گناہ ہرگز نہ کرتے۔ گویا وہ یہ کہتے تھے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے ہم جو بھی ثواب یا گناہ کا کام کرتے ہیں وہ اللہ کی مرضی سے کرتے ہیں (نعوذ باللہ) انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ اگر ایک شخص چوری، ڈاکہ، قتل، زنا اور بدکاری اور بڑے سے بڑے گناہ کو کرنے کے بعد یہ کہے کہ یہ سب کچھ میں نے خود نہیں کیا ہے بلکہ اللہ کی مرضی سے کیا ہے تو کیا دنیا کی کوئی عدالت یا کوئی انصاف پسند انسان اس کے اس جاہلانہ تصور کی حمایت کر سکے گا؟ اگر دنیا کی عدالتیں اور انسان بھی ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو وہ اللہ سے ایسی احمقانہ امیدیں کیوں باندھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی یہ باتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔ اگر اللہ نے ان باتوں کے ثبوت کے لئے کوئی کتاب نازل کی ہے تو وہ اس کو لے کر آئیں اور ثبوت کے طور پر پیش کریں۔ دراصل ان کے پاس کوئی اس کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں کام کو کرتے ہوئے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کے باپ دادا نے کوئی کام ایسا کیا ہو جو سراسر گناہ تھا اور ان کے پاس نہ تو کوئی علم ہدایت تھا نہ کوئی کتاب تھی۔ اللہ نے اور اس کے پیغمبروں نے ہمیشہ یہی سوال کیا ہے کہ اگر ان کے باپ دادا کسی گناہ یا جہالت کی بات پر قائم تھے تو کیا وہ بے سوچے سمجھے ان کی اندھی تقلید کئے چلے جائیں گے؟ کیا ان کے پاس عقل، فہم اور سمجھ نہیں ہے؟

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ تقلید بری چیز نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص ایسے آدمی کی تقلید کرتا ہے جس کی پوری زندگی اور اس کی زندگی کے اصولوں کی بنیاد کتاب وسنت پر ہے تو اس کے پیچھے چلنا یا اس کی تقلید کرنا تو عین ثواب ہے۔ دراصل دین اسلام میں اس تقلید کو اندھی تقلید کہا گیا ہے جو محض اپنے باپ، دادا کی ہر بات کو اس لئے مان لیا جائے کہ اس کے باپ دادا نے ایسا کیا تھا خواہ اس کے باپ دادا گمراہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر غور کیا جائے تو دنیا میں ہر آدمی کسی نہ کسی کی تقلید کرتا ہے اور اس

کے طریقوں کو پسند کر کے اسی جیسا انداز اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دین نے ہمیں اس کی ہدایت و رہنمائی فرمائی ہے کہ جس کی بھی تقلید کی جائے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کی زندگی کتاب و سنت یعنی اسلامی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو نیک راہوں پر چلنے کے لئے اس کی بات مانی جائے اور اس کی تقلید کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے تمام پیغمبر ہمیشہ لوگوں کو برے اعمال کے برے نتائج اور اندھی تقلید سے بچاتے اور سمجھاتے رہے۔ جنہوں نے ان کی نافرمانی کی اللہ نے ان پر اپنا غضب نازل کیا اور ان سے شدید انتقام لے کر ان کو نشانِ عبرت بنا دیا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ
بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَ
جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ
هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا
جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا
نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ
يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَآ
اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ
لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ
اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـــُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا
۳ ع ۱۰ ۹ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

اور جب ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن چیزوں کی عبادت و بندگی کر رہے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ (میرا تعلق اس ذات سے ہے) جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر بے شک وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔

اور اسی بات کو (ابراہیمؑ) اپنے بعد آنے والوں کے لئے قائم رہنے والی بات کر گیا تا کہ اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں (شرک نہ کریں)۔

اس کے باوجود میں نے ان کو اور ان کے بڑوں کو ہر قسم کا سامان (زندگی) عطا کیا تھا یہاں تک کہ ان کے پاس حق بات اور صاف صاف بیان کرنے والا (رسول) آ گیا۔ اور جب ان کے پاس حق (قرآن مجید) اور (سچا) رسول آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے۔ (ہم اس کو نہیں مانتے) ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے (یہ بھی) کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ (اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (نبوت) کو (خود ہی) تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے دنیاوی زندگی میں (ان کے درمیان) ان کے رزق کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اور ہم نے ایک کو دوسرے پر درجوں میں بڑائی دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے کو خدمت کے لئے استعمال کر سکیں۔ اور آپ کے رب کی رحمت تو اس سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ بات (مقرر) نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو اور ان سیڑھیوں کو جن پر یہ چڑھتے ہیں۔ ان کے گھروں کے دروازوں کو اور وہ تخت جن پر یہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں سونے چاندی کے بنا دیتے۔ (کیا ان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ) یہ سب مال و دولت دنیاوی زندگی کے ساز و سامان کے سوا کچھ بھی تو نہیں ہے۔ اور آخرت کا گھر (اور اس کی ابدی راحتیں) ان کے رب کے پاس ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

بَرَآءٌ — بیزار ہونا

فَطَرَنِیْ — اس نے مجھے پیدا کیا

كَلِمَةٌ بَا قِيَةٌ	باقی رہنے والا پیغام
عَقِبٌ	پیچھے
مَتَّعْتُ	میں نے سامان دیا
قَرْيَتَيْنِ	دوبستیاں (مکہ وطائف)
يُقْسِمُوْنَ	وہ تقسیم کرتے ہیں
مَعِيْشَةٌ	روزی
سُخْرِيًّا	ذلیل۔ذلت
سُقُفٌ	چھتیں
فِضَّةٌ	چاندی
مَعَارِجٌ (مِعْرَاجٌ)	سیڑھیاں
سُرُرٌ (سَرِيْرٌ)	تخت۔بیٹھنے کی جگہیں
زُخْرُفٌ	سونا

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۳۵

اوپر کی آیات میں گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے، اللہ کے پیغمبروں کی تعلیمات سے منہ پھیر کر زندگی گذارنے، حق وصداقت کا انکار کرنے والوں کے سامنے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا ذکر کیا جارہا ہے۔ خاص طور پر وہ قریش مکہ جو حضرت ابراہیمؑ کو اپنا جدامجد مانتے اوران کی نسبت پر فخر کرنے کے باوجود کفر وشرک کی گندگیوں میں ملوث تھے ان کو شرم دلاتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے جب اپنے اردگرد مشرکانہ معاشرہ، بت گرا ور بت پرست خاندان اور طرح طرح کی جاہلانہ رسموں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو دیکھا اور غور کیا تو انہوں نے ہمت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر وشرک کے ہر طریقے کا انکار کر دیا۔ انہوں نے کسی مصلحت کا سہارا لئے بغیر صاف صاف اعلان کر دیا کہ جن لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے معبود گھڑ کر ان کی عبادت وبندگی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے وہ قطعاً باطل، جھوٹ اور ایک

بے حقیقت اور بے بنیاد بات ہے۔ جب انہوں نے اس کلمہ حق کو بلند کیا تو ہر شخص ان کی جان کا دشمن بن گیا اور ان کو ہر طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو ایک زبردست آگ میں جھونک دیا گیا، وطن سے بے وطن ہوئے، گھر بار کی ہر راحت و آرام سے محروم کر دیئے گئے عراق، فلسطین، حجاز اور دوسری جگہوں میں مسلسل گشت کر کے اس کلمہ حق کو بلند کرتے رہے جس میں ساری انسانیت کی فلاح اور بہبود کے راز پوشیدہ ہیں۔ انہوں نے اس کلمہ حق کے لئے پوری زندگی ہجرت اور مشکلات میں گذار دی لیکن کفر و شرک سے سمجھوتا نہیں کیا اور کلمہ حق کو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بنا کر باقی رکھا۔ کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ حق و صداقت اور کلمہ باقیہ کی یہی وہ سیدھی سچی راہ ہے جس کو نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش فرما رہے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور ان کے راستے پر چلنے والوں کو کامیاب و بامراد کیا اسی طرح وہ اللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کو عظمت کی بلندیوں پر پہنچا کر رہے گا۔ فرمایا کہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ حسنہ پر چلنے والے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے وہ ان کی مخالفت کر رہے ہیں اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بے حقیقت جادو ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیثیت کو لوگوں کی نظروں میں کم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ مکہ اور طائف میں ایسے بڑے، صاحب حیثیت اور مال دار لوگوں کی کمی نہیں تھی جن کو نبی بنایا جاتا تو بات سمجھ میں آجاتی لیکن ایک یتیم و نادار شخص کو نبی بنا کر بھیجنا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان کی جہالت اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں وہ اللہ کی رحمت یعنی نبوت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں کہ جس کو وہ چاہیں اس کو نبی بنا دیا جائے اور جس کو وہ نہ چاہیں اس کا وہ انکار کر دیں۔ فرمایا کہ ان کی تو نبوت ہی کیا دنیا کی معیشت اور دولت میں بھی یہی خواہش ہے کہ وہ ان کی مرضی کے تابع ہو جائے جس کو وہ چاہیں دیں اور جس کو نہ چاہیں اس کو بھوکا مار دیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگ اس بات کو یاد رکھیں کہ نبوت و رسالت ہو یا زندگی گذارنے کے اسباب کی تقسیم یہ سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جب اور جہاں اور جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت کے اعلیٰ مقام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اس طرح اس نے معیشت یعنی مال و دولت کی تقسیم کو بھی اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ورنہ انسان تو اتنا خود غرض ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں دوسروں کا رزق دیدیا جاتا تو وہ اپنے علاوہ سب کو ہر طرح کے رزق اور مال و دولت سے محروم کر دیتا۔ فرمایا کہ اللہ کا اپنا نظام ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہتا ہے کم یا زیادہ عطا فرما دیتا ہے لہٰذا وہ نبوت و رسالت کو مال و دولت کی ترازو میں تول کر نہیں دیتا بلکہ اپنی مرضی سے دیتا ہے۔ فرمایا کہ مال و دولت کی کثرت انسانی شرافت کا معیار نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہے وہ زیادہ بڑا آدمی ہے اور وہ ہر چیز کا مستحق ہے بلکہ انسانی شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ مال و دولت جہاں خیر کا ذریعہ ہے وہیں وہ اللہ کے نزدیک ایک حقیر چیز بھی ہے۔ فرمایا کہ اگر عام لوگوں کے کفر میں مبتلا ہو کر بھٹک جانے اور ڈگمگانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ تمام کفار و مشرکین پر سونے چاندی اور مال و دولت کی بارش کر دیتا۔ ان کے چاروں طرف مال و دولت کے ڈھیر لگا دیتا ان کی سونے چاندی کی چھتیں، سونے چاندی کی سیڑھیاں، دروازے اور تخت ہوتے لیکن کیا یہ سونے چاندی کے ڈھیر ان کو آخرت کے عذاب سے بچنے

کا ذریعہ ہوتے، ہرگز نہیں۔ لہٰذا کفار قریش کا یہ کہنا کہ مکہ اور طائف کے بڑے لوگوں پر اس قرآن کو نازل کیوں نہ کیا گیا تو وہ سن لیں کہ انسان مال و دولت سے بڑا آدمی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ذاتی شرافت اور اخلاق سے بڑا بنتا ہے۔ یا وہ بڑا آدمی ہوتا ہے جس کو اللہ اپنے پیغام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾
وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ
مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ
فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾
اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ
بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ
لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا
مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ٤ ع ١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اور جو شخص بھی رحمٰن کے ذکر سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ پھر وہ (اور اس کے ساتھی) شیاطین اس کو صحیح راستے سے روکتے ہیں۔ اور کافر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ ہدایت کے راستے پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ (کافر) ہمارے پاس آئے گا تو اس (ساتھی) سے کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب

کا (جیسا) فاصلہ ہوتا کیونکہ تو بدترین ساتھی نکلا۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) جب تم ظلم و زیادتی کر چکے تو آج تمہاری بات (تمہاری شرمندگی) تمہیں کوئی نفع نہ دے گی کیونکہ تم اور یہ شیاطین عذاب میں برابر کے شریک ہیں۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا آپ اندھوں کو اور جو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ان کو راہ ہدایت دکھا سکتے ہیں؟

پھر اگر ہم آپ کو لے جائیں (وفات دیدیں) تب بھی ہم ان کافروں سے انتقام ضرور لیں گے یا ان کافروں سے ہم نے جو وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (اسی دنیا کی زندگی ہی میں) دکھلا دیں۔ اس پر ہم پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اس پر جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔ بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ اور یہ (قرآن مجید) آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ایک یاددہانی ہے۔ اور بہت جلد تم سب سے پوچھا جائے گا۔ اور آپ ان پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے ان سے پوچھ لیجئے (یعنی ان کی کتابوں میں دیکھ لیجئے) کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی عبادت و بندگی کی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

یَعْشُ	جو اندھا بنتا ہے۔ (آنکھیں بند کر لیتا ہے)
نُقَیِّضُ	ہم ساتھ لگا دیتے ہیں۔ ہم مقرر کر دیتے ہیں
قَرِیْنٌ	ساتھی
یَصُدُّوْنَ	وہ روکتے ہیں
یٰلَیْتَ	اے کاش
اِسْتَمْسِکْ	مضبوط تھام لے
تُسْئَلُوْنَ	تم پوچھے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۵

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری اور دین کے سچے اصولوں کی پابندی انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی اور نجات دلانے کا یقینی ذریعہ ہے لیکن جو لوگ ان سچائیوں سے منہ موڑ کر اللہ کی یاد سے غفلت اور کوتاہی اختیار کرتے ہیں ان پر قدرت کی طرف سے ایک ایسے شیطان کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر برے خیالات اور وسوسوں کے ذریعہ انہیں راہ حق و صداقت سے بھٹکانے کی کوشش کرتا رہتا ہے جس سے ان کے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے اور انہیں صرف ایسے ہی کاموں میں کامیابی نظر آتی ہے جو غلط اور گمراہی کے خوبصورت راستے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی اور برائی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں رہتا اور اس طرح شیطان ان کے ذہن و فکر کے ہر تصور کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اللہ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ ان کو اپنی گمراہی اور بدنصیبی کا اندازہ شاید اس دنیا میں نہ ہو لیکن کل قیامت کے دن جب وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عذاب کی شدت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں اپنی غلطیوں، گناہوں اور خطاؤں کا شدت سے احساس پیدا ہوگا اور وہ زندگی بھر جس شیطان کو اپنا مخلص دوست اور ساتھی سمجھتے رہے ہوں گے اس کی دھوکے بازی، جھوٹ، فریب اور بے وفائی پوری طرح کھل کر ان کے سامنے آجائے گی اور وہ قیامت کے ہولناک دن میدان حشر میں اس طرح تنہا کھڑے ہوں گے کہ کوئی ان کے کام نہ آسکے گا۔ وہ اپنی شرمندگی اور احساس ندامت کے سمندر میں غرق ہو کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کاش ان کے اور ان کے برے ساتھی شیطان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوتا جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔ وہ کہہ اٹھیں گے کہ اگر وہ شیطان کو اپنا دوست اور ساتھی نہ بناتے تو ان کو اس ذلت اور رسوائی سے واسطہ نہ پڑتا اور یہ بدقسمت دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا لیکن عمل کا وقت نکل جانے کے بعد ان کا پچھتانا ان کے کام نہ آسکے گا۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جس سچائی کے راستے پر اپنی جدوجہد اور کوشش کر رہے ہیں وہی راہ حق ہے اور آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ آپ لوگوں کی نافرمانیوں اور انکار کی وجہ سے مایوس نہ ہوں اور اپنا مشن جاری رکھئے جو سعادت مند اور خوش نصیب ہیں وہ آپ کی بات سن کر عمل کریں گے لیکن جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود اندھے اور کان رکھنے کے باوجود بہرے بنے ہوئے ہیں ان کو آپ دکھانا اور سنانا بھی چاہیں تب بھی وہ راہ ہدایت کو اختیار نہ کریں گے۔ اللہ نے فرمایا ہو سکتا ہے وہ ایسے ضدی، ہٹ دھرم اور نافرمان لوگوں کو آپ کی دنیاوی زندگی ہی میں یا بعد میں سخت سے سخت سزا دیدے بہر حال یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ جب بھی ان کو سزا دی جائے گی تو وہ ان کی زندگی کا بدنصیب دن ہوگا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ خود اور آپ کے مخلص صحابہ کرامؓ کے لئے جو ہدایت و رہنمائی عطا کی گئی ہے اس پر قائم رہیے کیونکہ اللہ کے ہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا اور جیسا جس کا عمل ہوگا اس کو ویسی ہی جزا اور سزا بھی دی جائے گی۔ یہ توحید کا وہ راستہ ہے جس پر سارے نبی چلتے آئے ہیں جنہوں نے توحید کی تعلیم دی اور کفر و شرک سے نفرت سکھائی اور انہوں نے اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ فرمایا کہ اس پر تمام انبیاء کی

تعلیمات گواہ ہیں اور اگر آپ ان منکرین ومشرکین سے پوچھیں تو یہ بھی اس حقیقت کو چھپا نہیں سکتے کہ اللہ کے سارے پیغمبر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے اور عبادت وبندگی کے تمام طریقے صرف اللہ کے ساتھ ہی خاص کئے ہوئے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ
فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ
مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ز
وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ
السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ
فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ
مَهِيْنٌ ڏ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ
اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

بے شک ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تھا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جب وہ (موسیٰؑ) ہماری نشانیوں (معجزات) کو ان کے پاس لے کر آیا تو وہ ان کو ہنسی مذاق میں اڑانے لگے۔

اور ہم ان کو جو بھی نشانیاں دکھاتے تو وہ پہلی نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان (فرعونیوں) کو مختلف عذابوں میں جکڑ لیا تھا تا کہ وہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔ انہوں نے (حضرت موسیٰؑ سے) کہا کہ اے جادوگر تو اپنے رب سے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تجھ سے کر رکھا ہے ہمارے لئے دعا کردے (کہ یہ عذاب ٹل جائے) ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم ضرور ہدایت پر آجائیں گے۔ پھر ہم نے جب بھی ان سے وہ سزا جس میں مبتلا کئے گئے تھے دور کردی تو وہ اپنے وعدے کو توڑ ڈالتے تھے۔ اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور میرے نیچے جو نہریں بہہ رہی ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آرہی ہیں؟ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جس کی کوئی عزت بھی نہیں ہے جو صاف طور پر بول بھی نہیں سکتا۔ پھر اگر یہ (اللہ کا) بھیجا ہوا ہے تو اس پر سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے جمع ہو کر کیوں نازل نہیں کئے گئے؟ پھر فرعون نے اپنی قوم کو کمزور کردیا (ان کی عقل کھول دی) انہوں نے اس (فرعون ہی) کی بات کو مانا۔ بے شک وہ تھے ہی نافرمان لوگ۔

پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور پھر ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ پھر ہم نے ان کو گئی گذری قوم اور آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنادیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

یَضْحَکُوْنَ	وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ ہنستے ہیں
اُخْتٌ	بہن۔ جنس
یَنْکُثُوْنَ	وہ توڑ ڈالتے ہیں
مَھِیْنٌ	جس کی کوئی عزت نہ ہو
اَسْوِرَۃٌ (سَوَارٌ)	کنگن۔ (پہننے کا زیور)
مُقْتَرِنِیْنَ (مُقْتَرِنٌ)	ملے ہوئے۔ جڑے ہوئے
اِسْتَخَفَّ	اس نے ہلکا کیا۔ ذلیل کیا

اَسَفُوْا — انہوں نے بھڑکایا

سَلَفٌ — گذرے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۵۶

زیر مطالعہ آیات سے پہلے بتا دیا گیا تھا کہ جتنے پیغمبر بھی بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو توحید کی تعلیم دے کر ان کے سامنے اس حقیقت کو پیش کیا تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ وہ خود بھی توحید پر عمل کرتے رہے اور انہوں نے زندگی بھر اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔ جن سعادت مندوں نے ان کی اطاعت کی وہ بھی اللہ کی توحید اور اس کی بندگی کرتے رہے۔ وہی کامیاب و بامراد ہوئے لیکن جنہوں نے توحید کا راستہ چھوڑ کر اللہ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کر کے ان کی عبادت و پرستش کی ان کو بار بار آگاہ کیا گیا کہ وہ اپنے اس طرز عمل سے توبہ کرلیں لیکن انہوں نے پیغمبروں کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ جب ان کی مہلت کی مدت ختم ہوگئی تو ان پر اتنے شدید عذاب آئے کہ ان کی تہذیب، ترقیات اور خود ان کا اپنا وجود بھی تہس نہس کر دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ اسی صراط مستقیم پر ہیں جس پر اللہ کے تمام پیغمبر چلتے آئے ہیں لہٰذا آپ کسی کی پروا کیے بغیر اللہ کے دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔ اللہ آپ کی اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے اپنے پیغمبروں کی مدد کی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی مدد کی تھی جب فرعون اور اس کی فوج کو سمندر میں غرق کر دیا گیا تھا۔ پھر کوئی اس کی مدد کو نہ آسکا تھا۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے بھرے دربار میں اس بات کا اعلان کیا کہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے تا کہ اے فرعون تو اور تیری قوم جس گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہو اس سے توبہ کرلو۔ حضرت موسیٰؑ نے عصا اور ید بیضا کے معجزات دکھائے تو پوری قوم اس سے متاثر ہونا شروع ہوگئی۔ فرعون اور اس کے خوشامدی درباریوں نے پہلے تو حضرت موسیٰؑ کا مذاق اڑانا شروع کیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت موسیٰؑ کی عزت و عظمت بڑھتی جا رہی ہے تو انہیں فکر پیدا ہوگئی۔ انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر موسیٰؑ اور ان کے ماننے والوں کو یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو ان کی حکومت و سلطنت اور اقتدار و اجارہ داری کا رعب لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گا۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے اثرات کو مٹانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر نو ایسے چھوٹے چھوٹے عذاب بھیجے تا کہ بڑے عذاب سے پہلے ان کو آگاہ اور خبردار کر دیا جائے۔ سورۂ اعراف میں اس کی تفصیل آچکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلطنت فرعون میں شدید قحط پڑ گیا اتنی شدید بارشیں ہوئیں کہ جن سے بستیاں اور کھیتیاں تباہ و برباد ہو کر رہ گئیں۔ ٹڈی دل نے اتنا شدید حملہ کیا کہ ان کے کھیت اور کھلیانوں کو

چٹ کر گئے۔ پوری سلطنت میں جوئیں اور سرسریاں پیدا ہونا شروع ہوئیں جن سے انسان، ان کے مویشی اور غلے کے گودام تک متاثر ہونا شروع ہوگئے۔ مینڈکوں کا ایک سیلاب سا آ گیا جس سے پوری قوم کا چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ پھر خون کا عذاب بھی نازل ہوا جس سے ان کی نہریں، تالاب، چشمے اس طرح متاثر ہوئے کہ پوری قوم ایک ہفتے تک صاف پانی سے محروم ہوگئی۔

یہ وہ مسلسل عذاب کی شکلیں تھیں جن سے پوری قوم شدید مشکلات کا شکار ہوگئی تھی۔ ان پر جب بھی کوئی عذاب آتا تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس آ کر درخواست کرتے کہ اے جادوگر! اگر یہ عذاب ہم سے ٹل گیا تو ہم آپ کی ہر بات مانیں گے۔ جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ پھر سے اپنی نافرمانیوں میں لگ جاتے تھے۔ ان کی جہالت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ حضرت موسیٰؑ کو اے جادوگر! کہہ کر پکارتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جادو میں کمال، علم کا کمال شمار ہوتا تھا لیکن درحقیقت وہ اس لفظ سے احترام کے پردے میں صرف اپنا کام نکالنا چاہتے تھے یعنی ان کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کی حیثیت ایک جادوگر یا عالم کی تھی مگر وہ ان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے منافقین جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آتے اور کوئی بات دوبارہ سمجھنا چاہتے تھے تو کہتے تھے ”رَاعِنَا“ یعنی ہماری رعایت کیجئے لیکن وہ اس لفظ کو اس طرح زبان دبا کر ادا کرتے تھے کہ جس کے معنی چرواہے اور جاہل واحمق کے ہو جاتے تھے۔ سننے والے یہ سمجھتے کہ وہ ”رَاعِنَا“ کہہ رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ نبی کریم ﷺ پر ”تبرا“ کرتے تھے یہ الفاظ کے کھلاڑی دنیا میں ہمیشہ یہی طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

فرعون نے ایک دن درباریوں سے کہا۔ یا ملک بھر میں اپنے نمائندے بھیج کر کہلا دیا کہ کیا میں پوری سلطنت کا مالک نہیں ہوں؟ کیا میرے نیچے (دریائے نیل سے) نہریں نہیں بہہ رہی ہیں جن سے ہر طرف سرسبزی و شادابی ہے؟ اور قوم ترقی کر رہی ہے؟ اس نے کہا کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میری سلطنت کا رعب ہر شخص کے دل پر چھایا ہوا ہے؟ اس نے پوچھا کہ یہ بتاؤ میں بہتر ہوں یا موسیٰ اور ان کے ساتھی بہتر ہیں؟ جن کا یہ حال ہے کہ نہ تو ان کے پاس حکومت و سلطنت ہے نہ رعب ہے نہ مال و دولت کی کثرت ہے بلکہ (نعوذ باللہ) وہ ایک معمولی سے آدمی ہیں جو اس طرح باتیں کرتے ہیں کہ ان کی دلیلوں میں کوئی جان نہیں ہوتی۔ اگر واقعی موسیٰ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو ان کی سلطنت کا رعب کہاں ہے کیا وہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق سونے کے کنگن اور لشکر کے ساتھ نکلتے ہیں۔ اگر موسیٰ سچے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور چاروں طرف ان کے فرشتوں کی فوج ہونا چاہیے تھی۔ چونکہ فرعون نے دنیاداروں کے سامنے یہ دنیاوی موثر انداز اختیار کیا تو لوگوں نے اس کی بات کو مان لیا کیونکہ زر پرست زر پرستوں کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا ہے وہ اسی زبان کو سمجھتے ہیں۔ چونکہ پوری قوم دولت پرست، اللہ کی نافرمان اور سرکش تھی اس لئے فرعون کی باتوں نے ان پر بہت اثر کیا اور اس طرح پوری قوم ایک مرتبہ پھر فرعون کے مکر و فریب اور چکر میں آ گئی۔ چونکہ پوری قوم نے توبہ کرنے کے بجائے نافرمانی اور گناہوں کا راستہ اختیار کر لیا تھا اس لئے اللہ نے ساری نافرمان قوم اور فرعون کو پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا اور ان کی زندگیوں کو ہر ایک کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اور وہ بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰؑ کی نبوت پر ایمان لے آئے تھے اللہ نے ان کو نجات عطا فرما کر عظمتیں عطا فرما دیں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا ءَأَلِهَتُنَا خَيْرٌ
أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ
إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ
نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ
لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾
وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا
جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ
لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾
إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾
فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ
عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ
بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾

ع ٦ / ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

اور جب ابن مریم کے متعلق ایک بات کہی گئی تو قوم کے لوگ (کفار مکہ) (خوشی کے مارے) شور مچانے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ (یعنی عیسیٰ ابن مریم)۔ یہ بات انہوں نے صرف جھگڑنے کی غرض سے کی تھی۔ دراصل یہ لوگ ہی سخت جھگڑالو ہیں۔

حالانکہ وہ (عیسیٰؑ ابن مریم) صرف اللہ کے ایک بندے ہیں جن پر ہم نے فضل و کرم کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو (اپنی قدرت کا ایک) نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین پر تمہاری جگہ (تمہارے جانشین بن کر) رہتے۔ اور بے شک وہ (عیسیٰ ابن مریم) قیامت کی ایک علامت ہیں۔ تم (اس قیامت کے قائم ہونے) میں شک نہ کرو۔ تم میری بات مانو یہی صراط مستقیم ہے۔ اور کہیں شیطان تمہیں (راہ مستقیم سے) نہ روک دے کیونکہ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور جب عیسیٰؑ کھلی ہوئی نشانیاں (معجزات) لے کر آ گئے اور انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس عقل و سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں تا کہ بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو ان کی حقیقت سے تمہیں آگاہ کر دوں۔ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی عبادت و بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ پھر (بنی اسرائیل کے) بہت سے گروہوں نے آپس میں شدید اختلاف کر ڈالا تو ایسے ظالموں کے لئے دردناک دن کا عذاب اور بڑی تباہی (ہونے والی) ہے۔ اب یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک قیامت آ پہنچے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ حالانکہ اس دن سوائے اہل تقویٰ کے تمام دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

خَصِمُوْنَ	وہ جھگڑتے ہیں
یَخْلُفُوْنَ	وہ قائم مقام ہوتے ہیں
لَا تَمْتَرُنَّ	تم ہرگز نہ کرو گے
لَا یَصُدَّنَّ	ہرگز نہ روکنے پائے
اَلْاَحْزَابُ	جماعتیں۔ فرقے۔ گڑھے
اَلْاَخِلَّاءُ	سارے دوست

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۶۷

ایک مشہور مثال ہے کہ ”بدفطرت انسان کے لئے ایک بہانہ کافی ہوتا ہے“ یعنی جن لوگوں کی عقلیں اوندھی ہو جاتی ہیں اور وہ ہر نیک عمل کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں وہ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کوئی ایسی بات لگ جائے جسے لے کر وہ اپنی انا کی تسکین کر سکیں۔ کفار و مشرکین کا بھی یہی حال تھا وہ ہر وقت اس ٹوہ میں لگے رہتے تھے کہ ان کے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی بات یا کمزوری آجائے جس کو لے کر وہ پروپیگنڈا کر سکیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا ہے وہ معبود اور ان کی بندگی کرنے والے دونوں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کے ساتھ جنہیں شریک کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن ان کے کام نہ آسکیں گے اور پتھر کے بے جان بت یا وہ جان دار جو اپنی عبادت کا حکم دیتے اور اس کو پسند کرتے ہوں کہ ان کی عبادت کی جائے جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ یہ سب جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ کفار و مشرکین نے اس سچائی کو ایک غلط رنگ دے کر نبی کریم ﷺ، آپ پر ایمان لانے والوں اور دین اسلام کے متعلق پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ کہنے لگے کہ اگر ہم اپنے بتوں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں اور ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے تو نصاریٰ بھی تو حضرت عیسیٰؑ کو (یہودی حضرت عزیرؑ کو، کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کو) معبود کا درجہ دیتے ہیں تو کیا (نعوذ باللہ) یہ بھی جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ جب کفار و مشرکین نے یہ بات سنی تو وہ خوشی سے چلانے اور شور مچانے لگے کہ اب اس کا جواب دیا جائے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰؑ) بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس جاہلانہ بات کا جواب دینے سے پہلے یہ بتا دیا کہ ایسی لغو اور فضول باتیں وہی کر سکتے ہیں جن کا کام صرف فساد کرنا اور جھگڑے پیدا کرنا ہے ورنہ وہ اتنی عقل تو رکھتے ہی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر ہیں جن کی پاکیزہ زندگی کا ہر تصور بہت واضح ہے جن کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (کیونکہ اللہ کے حکم سے وہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں قیامت کے قریب دنیا میں دوبارہ حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں اور پھر قیامت قائم ہوگی)۔ حضرت عیسیٰؑ زندگی بھر توحید کی تعلیم دیتے رہے اور جب وہ آسمان سے دوبارہ آئیں گے اس وقت بھی وہ اسی توحید کی تعلیم دیں گے۔ لہٰذا جو لوگ زبردست غلط فہمی کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کی عبادت و بندگی کر رہے ہیں یہ ان کی غلط سوچ، ذاتی رائے اور ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اس میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ان کی پوری زندگی گواہ ہے کہ انہوں نے نہ تو ایسا کرنے کا حکم دیا نہ حضرت عیسیٰؑ کی خواہش اور مرضی تھی نہ اللہ کا کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ اگر موجودہ انجیلوں کا دیانت داری سے

مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے صرف ایک ہی بات فرمائی کہ لوگو! تم اللہ سے ڈرو، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ کے رسول کی پیروی کرو۔ اس بنیادی عقیدے کے خلاف جنہوں نے عقیدت و محبت اور عبادت و بندگی کے بے شمار طریقے نکال رکھے ہیں وہ من گھڑت ہیں جب تک وہ انہیں نہ چھوڑیں گے اس وقت تک وہ دین کی اصل روح تک نہ پہنچ سکیں گے۔

فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ مسیح اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا تھا تا کہ عقیدے کی جن گندگیوں میں وہ زندگی گذار رہے ہیں ان کی اصلاح کر دی جائے۔ لیکن بنی اسرائیل نے ان سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے خود حضرت عیسیٰ ہی کو معبود کا درجہ دیدیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے وہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں، مٹی کا پرندہ بنا کر جب وہ پھونک مارتے ہیں تو وہ جیتا جاگتا پرندہ بن جاتا ہے، پیدائشی نابینا کی آنکھوں پر دم کرتے ہیں تو اس کو بینائی مل جاتی ہے، جب وہ کسی کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ بھلا چنگا ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ اللہ کے بیٹے اور معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں کوئی تعجب یا حیرت کی بات نہیں ہے کیونکہ حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی حضرت حوا کو اللہ نے بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا ہے یہ تو صرف اسی کی قدرت ہے وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو بھی انسانوں سے پیدا کر سکتے تھے پھر ان کے ہاں بھی اولاد کا سلسلہ ایسا ہی قائم ہو جاتا جیسا کہ انسانوں میں جاری ہے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ نے اسی طرح معجزات دیئے تھے جس طرح ان سے پہلے پیغمبروں کو یا نبی کریم ﷺ کو معجزات عطا کئے گئے تھے۔ وہ یہ سارے کام اللہ کے حکم سے کرتے تھے۔ مردوں کو زندہ کرنا، نابینا کو آنکھیں دینا، کوڑھی کو صحت مند بنانا یہ سب اللہ کی قدرت کے نمونے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئے۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بالکل واضح، صاف صاف اور دوٹوک الفاظ میں اس اعلان کر دیا تھا کہ میرا اور تمہارا رب صرف ایک اللہ ہی ہے اور وہی ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے۔ اگر کچھ لوگوں نے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور تو ان لوگوں کا ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ تصور کرنے کے بجائے ان کو معبود کا درجہ دیدیا ہے۔ فرمایا کہ ان ظالموں کو عقل سے کام لینا چاہیے کیونکہ اس دنیا کی زندگی بڑی مختصر ہے جب زندگی کا دھارا رک جائے گا یعنی موت آجائے گی تو قیامت قائم ہوگی اس وقت یہ دنیا کے اسباب اور ساتھ دینے والے دوست احباب ان کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ آج کفار و مشرکین کی آواز میں آواز ملانے والے قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ لیکن ان کے برخلاف جن لوگوں نے اپنے دلوں میں توحید اور ایمان کی شمع روشن کر رکھی ہوگی وہ بہت جلد بلند، کامیاب اور بامراد ہوں گے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ
تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا
الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ
مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ
الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾
لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ
لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا
رَبُّكَ ۖ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

(اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ) اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تم رنجیدہ ہو گے۔ وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہماری) فرماں برداری کرتے رہے تھے (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمہاری (ایمان والی) بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان (اہل جنت) کے سامنے سونے کے برتن اور

جام پیش کئے جائیں گے اور وہاں ہر وہ چیز جس کی وہ خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی ان کے لئے موجود ہوں گی اور (کہا جائے گا کہ) تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو (یہ ان اعمال کا بدلہ ہے) جو تم کیا کرتے تھے۔ تمہارے لئے ان میں بہت کثرت سے فواکھ (ہر طرح کی لذیذ غذائیں) موجود ہوں گے جنہیں تم کھاؤ گے۔ (اس کے برخلاف) نافرمان لوگ ہمیشہ کی جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ان سے کسی وقت بھی عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم وزیادتی کیا کرتے تھے۔

اور وہ (داروغہ جہنم) کو آواز دے کر کہیں گے کہ اے مالک! (کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ اس عذاب سے نجات کے لئے) تیرا رب ہمارا کام تمام کردے۔ (یعنی موت دیدے) تو وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کیونکہ بے شک ہم نے تمہارے پاس حق اور سچائی کا پیغام بھیجا تھا مگر تم میں سے اکثر نے اس حق وصداقت کے ساتھ نفرت کا اظہار ہی کیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

تُحْبَرُوْنَ	تم خوش کئے جاؤ گے
صِحَافٌ	پلیٹیں۔ رکابیاں
لَا يُفَتَّرُ	ہلکا نہ کیا جائے گا
مُبْلِسُوْنَ	ناامید ہو جانے والے
مَاكِثُوْنَ	ٹھہرنے والے۔ رکنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶۸ تا ۷۸

جو لوگ دنیا میں تقویٰ، پرہیز گاری اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں اس کے بندے بن کر رہے تھے قیامت کے دن ان سے ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے میرے بندو! آج تمہارے لئے نہ تو ماضی کا خوف ہوگا اور نہ مستقبل کا رنج و غم۔ تم اور تمہاری بیویاں اس جنت کے مستحق بنا دیئے گئے ہیں جن میں تمہاری ایسی خاطر تواضع کی جائے گی جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اور خوشی کے آثار تمہارے چہروں پر نمایاں ہوں گے وہاں نوعمر خادم سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے گھوم رہے ہوں گے۔

اور ان جنتوں میں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس سے دلوں کو چین اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی اور یہ سب کچھ تھوڑی سی مدت اور وقت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس میں تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو رکھا گیا تھا۔ لیکن ایک بھول کی وجہ سے جب ان کو جنت سے نکالا گیا تو یہ کہہ دیا گیا تھا کہ اگر دنیا میں جا کر تم نے اللہ کی ہدایت کے مطابق بہترین اعمال سرانجام دیئے تو پھر سے تمہیں اس جنت میں داخل کیا جائے گا۔

چونکہ تم نے دنیا میں رہ کر ہمارے سارے حکم مانے اور ہمارے رسولوں کی پیروی کی اس لئے اب یہ جنت تمہیں پھر سے مل گئی ہے۔ تم ان جنت کی راحتوں سے جتنا فائدہ چاہو اٹھالو، کھاؤ، پیو تمہارے لئے ہر طرف ہر طرح کی نعمتیں بکھیر دی گئی ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرتے کرتے مجرم بن گئے تھے ان کو ایسی جہنم اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ تو ان پر سے کسی عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی رعایت کی جائے گی جس سے وہ مایوسی کی انتہاؤں پر پہنچ جائیں گے۔ وہ نہایت مایوسی اور نا امیدی کے ساتھ جہنم کے ایک فرشتے جس کا نام مالک ہوگا اس سے چلا چلا کر یہ کہیں گے کہ تم اپنے پروردگار سے یہ دعا کرو کہ وہ ہمیں جہنم کی اس شدید ترین تکلیف سے نجات کے لئے ہم پر موت طاری کر دے تاکہ اس اذیت سے ہم بچ سکیں گے۔

جہنم کا یہ فرشتہ یا داروغہ ان کے رونے چلانے سنتا رہے گا اور ایک ہزار سال کے بعد یہ جواب دے گا کہ تم

دنیا اور اس کی لذتوں میں الجھے رہے اور تمہیں آخرت کا کبھی خیال تک نہ آیا اب تم ہمیشہ کے لئے اسی حالت میں رہو گے نہ مرو گے نہ جیو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج اگر یہ لوگ اس حالت کو پہنچے ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے اللہ نے ان پر ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ انہوں نے خود ہی اس راستے کو منتخب کیا تھا جس کی سزا آج یہ بھگت رہے ہیں۔ فرمایا جائے گا کہ ہم نے اپنے رسولوں کے ذریعہ حق و صداقت کی بات کو پہنچا دیا تھا مگر جب بھی ان سے اس سچائی پر چلنے اور ماننے کے لئے کہا تو انہوں نے اس سے منہ پھیرا اور نفرت کا اظہار کیا۔

أَمْ أَبْرَمُوٓا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾
أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ
يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ ۖ فَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْعَٰبِدِينَ ﴿٨١﴾
سُبْحَٰنَ رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾
فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا۟ وَيَلْعَبُوا۟ حَتَّىٰ يُلَٰقُوا۟ يَوْمَهُمُ ٱلَّذِى يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾
وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ
ٱلْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَٰرَكَ ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَمْلِكُ ٱلَّذِينَ
يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلشَّفَٰعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِٱلْحَقِّ وَهُمْ
يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ
يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ ۙ وَقِيلِهِۦ يَٰرَبِّ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ وقف لازم
فَٱصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ ع ۷ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کیا انہوں نے (کوئی نقصان پہنچانے کی کاروائی) طے کر لی ہے تو (یاد رکھو) ہم نے بھی ایک بات طے کر رکھی ہے۔

کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں اور چپکے چپکے مشوروں کو سنتے نہیں ہیں؟ (ہم ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے جو ان کے پاس ہیں وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کے بیٹا ہوتا تو سب عبادت کرنے والوں میں سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا حالانکہ یہ مشرک اللہ کی شان میں جو باتیں بنا رہے ہیں ان سے آسمانوں اور زمین کا مالک جو عرش کا بھی مالک ہے بالکل پاک اور بے عیب ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے بے ہودہ مشغلوں اور کھیل کود میں لگا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پیش آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وہی آسمانوں میں عبادت کے لائق ہے اور وہی زمین میں بھی لائق عبادت ہے۔ وہ بڑی حکمت والا اور بہت علم والا ہے۔

وہ ذات بڑی شان والی ذات ہے جس کے لئے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی ملکیت اسی کی ہے۔

اس کے پاس قیامت واقع ہونے کا علم بھی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اور اللہ کو چھوڑ کر وہ جنہیں پکارتے ہیں ان کو (اللہ کی بارگاہ میں) سفارش تک کرنے کا حق نہ ہوگا سوائے ان کے جو حق و صداقت کے گواہ ہیں اور وہ اس کو جانتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) تو پھر (اے نبی ﷺ) ان سے کہئے کہ تم یہ الٹے کہاں جا رہے ہو؟ (فرمایا کہ) اللہ کو رسول کے یہ کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ (سمجھانے کے باوجود) ایمان نہیں لاتے۔

(تو اے نبی ﷺ) آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ تم سلامت رہو۔

پھر وہ بہت جلد سب کچھ سمجھ جائیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

اَبْرَمُوْٓ	انہوں نے ٹھان لی۔ طے کر لی
یَخُوْضُوْا	وہ گھستے ہیں
یَلْعَبُوْا	وہ کھیلتے ہیں
اِصْفَحْ	درگذر کر لے۔ منہ پھیر لے
سَلٰمٌ	سلامتی ہو

تشریح: آیت نمبر ۷۹ تا ۸۹

کفار مکہ اس بات سے بہت ڈرے ہوئے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کی مقناطیسی شخصیت اور کلام الٰہی سے عرب کے نوجوان بڑی تیزی سے متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ جو بھی ان کی زبان مبارک سے کلام سنتا ہے تو وہ فوراً ہی اسلام کی سچائی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کفار قریش نے نہایت خاموشی سے مکہ کے اہم لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے خفیہ مشورے کرنا شروع کر دیئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے اور اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا تو مسلمان دندناتے پھریں گے اور سارا عرب مسلمان ہو جائے گا لہٰذا کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ ہم میں سے جس نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے ہر رشتہ دار دوسرے رشتہ دار کو اس راستے سے روکنے کی کوشش کرے۔

اگر کسی غلام نے اس طرف قدم بڑھایا تو اس کا آقا پوری طاقت و قوت سے اس کو کچلنے اور روکنے کی کوشش کرے اور باہر سے آنے والے ہر شخص کو یہ سمجھا دیا جائے کہ ہمارے اندر ایک ایسا شخص آگیا ہے جو اپنی دیوانگی میں نئی نئی باتیں کر رہا ہے۔ لہٰذا اس

کے پاس نہ پھٹکنا اور نہ وہ گمراہ کر دے گا۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی تدبیروں پر ایک خفیہ معاہدہ طے پا گیا اور ہر ایک نے اس معاہدے پر پوری دیانت داری سے عمل کرنے کی ٹھان لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خفیہ تدبیروں اور اسلام کو مٹانے کی کوششوں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اگر کفار نے اس بات کا پکا ارادہ کر لیا ہے کہ وہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ اور قرآن کی طرف نہ آنے دیں گے اور دنیا سے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے تو ہم نے بھی ان کو سخت ترین سزائیں دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

فرمایا کہ ہم ان کی خفیہ تدبیروں اور رازوں سے اچھی طرح واقف ہیں ہم سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں اور ہمارے فرشتے ہر وقت ان کے پاس ہیں اور جو کچھ وہ کرتے اور کہتے ہیں اسے وہ لکھتے جا رہے ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے آئے گا اور یہ اپنے برے انجام اور سخت سزاؤں سے نہ بچ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری بھلائی اور خیر خواہی میں تمہارے غلط عقیدوں کی اصلاح کرتا رہوں گا اور تم نے جو اللہ کے لئے بیٹے کا تصور گھڑ رکھا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔

اللہ کی ذات بیٹا، بیٹی اور بیوی کے ہر تصور سے بے نیاز ہے اگر فرض کر لیا جائے کہ اللہ نے دنیا کے گناہوں کے کفارے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کو بیٹا بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو اللہ کا سب سے بڑا عبادت گذار ہوں اس کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے میں تم سب سے پہلے اس کے سامنے اپنا سر جھکا دیتا لیکن یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اللہ کے نہ تو کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔

عرش الٰہی کا مالک و مختار ہے اس کا حکم ہر ایک پر چلتا ہے۔ اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس کی ذات ہر طرح کی تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے وہی علم و حکمت والا ہے۔ قیامت میں صرف اسی کی حکمرانی ہوگی۔ وہاں کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر اجازت کسی کی سفارش بھی کی جا سکے۔

البتہ جن لوگوں نے دنیا میں حق کے کلمہ کو بلند کیا ہوگا یعنی دل اور زبان سے ایمان کا اقرار کیا ہوگا جیسے انبیاء کرامؑ، صلحائے امت اور خاص خاص مومن بندے ان کو گناہگاروں کی سفارش کا اختیار دیا جائے گا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کریں۔ فرمایا کہ کفار کے دل بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف اللہ ہے اسی لئے اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے آپ کہئے کہ جب تمہارا خالق اللہ ہے تو پھر تم یہ منہ اٹھائے کدھر جا رہے ہو؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان کو ان کے کھیل کود اور تماشوں میں لگا رہنے دیجئے بہت جلد ان پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔ اس وقت یہ اپنے اعمال پر شرمندہ ہوں گے۔

فرمایا کہ آپ اپنا خیر و فلاح کا مشن جاری رکھئے۔ اگر وہ راستے کی رکاوٹ بن کر کھڑے ہو جائیں تو آپ نہایت سلامتی کے ساتھ ان کے پاس سے گذر جائیے اور ان سے درگذر کیجئے۔ کیونکہ قیامت کا دن جو ان سے زیادہ دور نہیں ہے اس میں ہر بات کھل کر ان کے سامنے آجائے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۴

الدُّخَان

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الدخان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	44
کل رکوع	3
آیات	59
الفاظ وکلمات	349
حروف	1495
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ سب سے پہلے اس قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے جسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔ اس رات کی عظمت یہ ہے کہ اس میں ہر حکمت والے کام جو آئندہ سال میں ہونے والے ہیں ان کو فرشتوں (جبرائیل، اسرافیل، میکائیل اور عزرائیل) کے حوالے کردیا جاتا ہے۔

☆ اللہ کی شان اور وحدانیت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کی ذات پر اور اس کی قدرت پر ایمان لانا سعادت اور نیکی ہے لیکن منکرین اللہ کی ذات وصفات پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے منکرین کو ایک ایسے دن کا انتظار کرنا چاہیے جب کہ آسمان پر ایک دھواں پیدا ہوکر ہر چیز پر چھا جائے گا۔ وہ دن ایسے لوگوں کے لیے بڑا سخت اور کٹھن دن ہوگا۔ منکرین گھبرا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اگر آپ نے اس کو ہم سے ہٹالیا، دور کردیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے نصیب میں ایمان لانا کہاں ہے؟ اگر تمہیں ایمان لانا ہوتا تو ان عظیم پیغمبروں کی توہین کرتے ہوئے انہیں کسی کا سکھایا، پڑھایا دیوانہ قرار نہ دیتے۔ جب انہوں نے اس وقت اپنے نبی کی بات کو نہیں مانا تو اب وہ کہاں ایمان لانے والے ہیں۔ فرمایا کہ اگر آج ہم ان سے اس عذاب کو ہٹالیں تو یہ پھر وہی حرکتیں کریں گے جو اس سے پہلے کرتے آئے ہیں۔ ان جیسے لوگوں کو اللہ اپنی سخت گرفت میں لے کر ان سے ان کی نافرمانیوں کا بدلہ ضرور لے گا۔

اس قران مجید کو اس مبارک رات میں نازل کیا گیا ہے جس میں ہر اہم اور حکمت والے کاموں کا فیصلہ کردیا جاتا ہے اور اس سے متعلق احکامات کو فرشتوں کے حوالے کردیا جاتا ہے۔

کفار و مشرکین کو قیامت کے دن زقوم کا درخت کھلایا جائے گا جو ان کے پیٹ میں اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح پانی گرم کرتے وقت کھولتا ہے۔ ان کو جہنم کے بالکل درمیان میں دھکیل کر ان پر کھولتا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کھاؤ تم تو بڑے عزت والے بنے پھرتے تھے۔

فرمایا ان سے پہلے قوم فرعون کا بھی یہی حال تھا کہ جب ان پر عذاب آتا تو وہ اس کے دور کرنے کی درخواست کرتے اور جب وہ ٹل جاتا تو پھر پہلے جیسی حرکتیں کرنے لگتے حالانکہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ برابر ان کو جھٹلاتے رہے بلکہ انہوں نے تو حضرت موسیٰؑ کو قتل تک کرلینے کا پروگرام بنالیا تھا مگر اللہ نے ان کو بچالیا اور قوم فرعون کو پانی میں غرق کردیا اور قوم

لیکن وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے اور اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم پر چلنے والے اور اس کو ماننے والے ہیں ان کو جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی وہ جو مانگیں گے ان کو دیا جائے گا۔ ان کو خوبصورت باغات، بہتے چشمے اور ریشمی لباس عطا کیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فرعون نے جو حسین باغات، بہتے چشمے، کھیتیاں اور اونچے اونچے محل چھوڑے تھے، بنی اسرائیل کو ان سب کا وارث بنا دیا۔

فرعون کی تباہی پر نہ تو زمین روئی اور نہ آسمان رویا اور نہ اس کو کسی طرح کی مہلت دی گئی۔

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات عطا فرمائی اور وہ جس شدید آزمائش میں مبتلا تھے اس سے ان کو چھٹکارا عطا کیا پھر بنی اسرائیل کو توریت جیسی کتاب دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پر ایک مرتبہ پھر خبردار کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آئیں اسی میں ان کی نجات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ذرا اس بات پر غور کر لیں کہ مکہ والے بڑی شان اور قوت والے ہیں یا تبع اور اس کی قوم۔ فرمایا کہ جب قوم فرعون، عاد و ثمود جیسی ترقی یافتہ قومیں بھی اللہ کی نافرمانیاں کرنے کی وجہ سے اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکیں تو تمہاری کیا حیثیت اور طاقت ہے۔ فرمایا کہ وہ نظام کائنات پر غور کریں کہ اس نے زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کو کھیل تماشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ کی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ یہ نظام کائنات ایک وقت تک چلتا رہے گا پھر اس عالم پر موت طاری ہوگی اور وہ قیامت کا دن ان مجرمین پر بہت سخت اور بھیانک ہوگا سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم و کرم فرمادے۔

فرمایا کہ اس دن کفار و مشرکین کے کھانے کے لیے زقوم کا درخت ہوگا جو ان کے پیٹ میں اس طرح جوش مارے گا جیسے تیز کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ اللہ کے فرشتے ان کو پکڑ کر جہنم کے بیچ میں دھکیل دیں گے اور ان پر تیز گرم پانی ڈالیں گے اور کہیں گے کہ تم بڑی عزت والے بنے پھرتے تھے آج اس عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ وہی عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا گیا تھا مگر تم اس کو نہیں سمجھتے تھے آج اس کو بھگتو۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے، نیک اور صالح ہوں گے وہ امن و سکون، چین اور آرام کی جنتوں میں ہوں گے جہاں خوبصورت باغات، پانی کے بہتے چشمے اور نہریں ہوں گی۔ باریک اور موٹے ریشمی لباس پہنے مسہریوں اور تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ فرمایا کہ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی زوجیت میں دے دیں گے۔ وہ ہر طرح خوش و خرم اور طرح طرح کے پھلوں سے اپنا دل بہلائیں گے۔ جو موت ان کو آچکی ہے اب دوبارہ ان کو نہ آئے گی۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آپ کے پروردگار کا فضل و کرم اور ان کی زبردست کامیابی ہوگی۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب نے قرآن کریم کو آسان عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ اس پر غور و فکر کرنا آسان ہو اگر اس کے باوجود بھی یہ لوگ قرآن کی عظمت کو نہیں مانتے تو آپ ﷺ ان کے انجام کا انتظار کیجیے یہ خود بھی اس کے انتظار میں ہیں۔

سُورَةُ الدُّخَان

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ ۚ ۞ ۱ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۙ ۞ ۲ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۞ ۳ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۙ ۞ ۴
اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۚ ۞ ۵ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۙ ۞ ۶ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ
كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ ۞ ۷ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ
الۡاَوَّلِيۡنَ ۞ ۸ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ۞ ۹ فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِى السَّمَآءُ
بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ۙ ۞ ۱۰ يَّغۡشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۞ ۱۱ رَبَّنَا اكۡشِفۡ
عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ۞ ۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ
رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ۙ ۞ ۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ۘ ۞ ۱۴ اِنَّا
كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ۘ ۞ ۱۵ يَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ
الۡكُبۡرٰى ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ۞ ۱۶

وقف لازم

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

حا۔میم۔ حروف مقطعات (جن کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس واضح کتاب کی قسم۔ اس کو ہم نے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم (اس کے ذریعہ) لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنے والے ہیں۔

اس رات میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

حکم جو ہماری طرف سے ہے اسے ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔

یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ تمہارا رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے باپ دادا کا بھی پروردگار ہے۔

بلکہ کفار شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے ایک ایسے دن کا انتظار کیجئے جس دن آسمان سے صاف وشفاف دھواں ظاہر ہوگا۔ جو لوگوں کو گھیر لے گا۔

وہ ایک دردناک عذاب ہوگا۔ (وہ کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

(فرمایا جائے گا کہ) انہیں کہاں نصیحت حاصل ہوگی جب کہ ان کے پاس ایک ایسا رسول بھی آ چکا ہے جس کی شان (رسالت وعظمت) روشن ومنور ہے۔ پھر انہوں نے اس رسول سے منہ پھیر کر کہا کہ یہ تو سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔

بے شک اگر ہم کچھ (دنوں کے لئے) اس عذاب کو ہٹا لیں تو پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

جس دن ہم (ان کی) سخت گرفت کریں گے تو بے شک ہم (ان ظالموں سے) زبردست انتقام لیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبرا تا ۱۶

لَيْلَةٌ مُّبَارَكَةٌ	برکت والی رات
يُفْرَقُ	وہ جدا کر دیتا ہے۔الگ کر دیتا ہے
اَمْرٌ حَكِيْمٌ	حکمت بھرا فیصلہ
اِرْتَقِبْ	تو انتظار کر۔راہ دیکھ
دُخَانٌ	دھواں
يَغْشٰى	وہ ڈھانپ لے گا
مُعَلَّمٌ	پڑھایا گیا
عَآئِدُوْنَ	وہ لوٹنے والے ہیں
اَلْبَطْشَةُ	سخت پکڑ

تشریح: آیت نمبرا تا ۱۶

قرآن کریم میں سات سورتیں وہ ہیں جن کی ابتداء ''حٰم'' سے کی گئی ہے۔احادیث میں ان سات سورتوں کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ان ہی میں سے یہ پانچویں سورت ہے۔

''حا۔میم'' حروف مقطعات میں سے ہیں جن کی تفصیل اس سے پہلی سورتوں میں بیان کر دی گئی ہے۔علماء مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ وہ واضح اور صاف صاف احکامات بیان کرنے والی کتاب ہے جس کو ایک برکتوں والی رات (شب قدر) میں نازل کیا گیا ہے جس رات میں آئندہ سال ہونے والے واقعات اور احکامات کے

بارے میں ہر حکمت بھرے معاملہ کا فیصلہ کر کے اس سے فرشتوں کو آگاہ اور مطلع کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم ساری انسانیت کے لئے قیامت تک سراسر رحمت اور کرم ہی کرم ہے۔ اس کتاب کو اس پروردگار نے نازل کیا ہے جو آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے جو پوری قدرت اور کامل اختیار رکھنے والا ہے۔ وہی سب کی پرورش کرتا اور پالتا ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہی سب کے باپ دادا کا پیدا کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین اور دین اسلام کے دشمن جو دنیا کو ایک کھیل کود اور تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب آسمان پر ہر طرف دھواں ہی دھواں ہوگا اور لوگ سخت اذیت اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے۔ جب کفار و مشرکین اللہ کے عذاب کو اپنے سامنے دیکھیں گے تو گھبرا کر کہہ اٹھیں گے الٰہی! اس عذاب کو ہم سے دور کر دیجئے ہم ایمان لے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ان کو مہلت دے دی جائے تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ جب ان کے پاس ہمارے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے تو انہوں نے ان کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ان کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں بنائیں اور ہمارے رسول پر یہاں تک الزام لگا دیا کہ یہ رسول جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی آ کر ان کو سکھا جاتا ہے اور وہی باتیں یہ لوگوں کو آ کر بتا دیتے ہیں۔ وہ کہتے کہ یہ تو سکھائے پڑھائے دیوانے ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ ان منکرین کو قیامت کے ہولناک دن اور اس میں دی جانے والی سزاؤں کا اندازہ نہیں ہے ورنہ وہ اس طرح کی حرکتیں نہ کرتے۔

فرمایا کہ جب ہم ایسے لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو کوئی ان کی مدد کے لئے نہ آئے گا اور ہم سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔

زیر مطالعہ آیات میں کچھ مخصوص الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں جن کی تشریح ضروری ہے تاکہ ان آیات کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔

(۱)۔ **اَلْکِتَابُ الْمُبِیْنُ** واضح اور کھلی ہوئی کتاب۔ یعنی اپنے معنی اور مفہوم میں اس قدر واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے جو حق و باطل اور حرام و حلال کو نہایت وضاحت سے بیان کر دیتی ہے۔ اللہ نے اس کتاب کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے یہ قرآن تو ایک واضح کتاب ہے جس کو نہ تو سمجھنا مشکل ہے اور نہ اس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری ہے۔ اس کو ایک ایسی روشن اور مبارک رات میں اتارا گیا ہے جو ایک ہزار راتوں سے بھی زیادہ افضل و بہتر ہے۔

(۲)۔ لَیْلَةٍ" مُّبٰرَكَةٍ" برکت والی رات۔ اس رات سے مراد رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے جس کو اردو میں "شب قدر" کہا جاتا ہے۔ اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص نظر کرم فرماتے ہیں اور رات بھر ندائیں دی جاتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ کی رحمتوں کو سمیٹنے والا کہ اس کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جائے جو وہ مانگ سکتا ہے۔ اس رات میں بندوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ آسمان سے فرشتے اور جبرئیل امین اترتے ہیں اور اس رات میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

علماء مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مبارک رات سے مراد شب قدر ہی ہے جو رمضان کے آخری عشرے کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ کچھ حضرات نے بعض روایات سے سورۂ دخان میں "لیلہ مبارکہ" سے مراد شعبان کی پندرھویں رات (شب براءت) مراد لی ہے لیکن علماء مفسرین کی اکثریت نے اس سے مراد شب قدر ہی کو لیا ہے۔

ممکن ہے اللہ نے شب براءت میں قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر مکمل قرآن کی شکل میں نازل کیا ہو اور رمضان کی شب قدر میں موقع کی مناسبت سے تھوڑا تھوڑا قرآن نازل کرنا شروع کیا ہو۔ بہر حال اس کی صحیح کیفیت کا علم اللہ کو ہے۔

(۳)۔ اَمْرٍ حَكِيْمٍ حکمت سے بھرپور احکامات۔ یعنی اس مبارک رات میں اہم اور حکمت بھرے معاملات کا "فیصلہ" کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو آنے والے سال میں پیش آنے والے ہیں دوسرے الفاظ میں یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ فرشتوں میں ان کی ذمہ داریوں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

(۴)۔ دُخَانٍ" مُّبِيْنٍ" واضح اور چھا جانے والا دھواں۔ قیامت سے قریب زمانہ میں ایک دھواں پورے آسمان پر چھا جائے گا جو اس بات کی علامت ہوگا کہ اب قیامت بہت قریب ہے۔ چنانچہ احادیث میں اس دھویں کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں تین چیزوں سے آگاہ اور خبردار کرتا ہوں

(۱) ایک تو دھواں جو مومن کے لئے زکام کی طرح ہوگا لیکن کافروں کی ایک ایک نس میں اس طرح بھر جائے گا کہ ان کے کانوں اور جسم کے ہر حصے سے دھواں نکلتا (محسوس) ہوگا۔

(۲) دوسرے دابہ۔ یہ عجیب و غریب جانور ہوگا جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔

(۳) تیسرے دجال کا آنا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح قیامت کی علامتیں بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک دس علامتیں ظاہر نہ ہو جائیں اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔

(۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا یعنی وہ جس طرف سے روزانہ نکلتا ہے وہ وہاں سے نکلنے کے بجائے مخالف سمت سے نکلے گا۔

(۲) دھواں (جو پورے آسمان پر چھا جائے گا)۔

(۳) دابۃ (عجیب وغریب جانور)۔

(۴) یاجوج ماجوج کا خروج۔

(۵) حضرت عیسیٰؑ کا نزول (یعنی دنیا میں دوبارہ آنا)۔

(۶) زمین کا دھنسنا۔

(۷) مشرق میں زمین کا دھنسنا۔

(۸) مغرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۹) جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنسنا۔

(۱۰) اور عدن سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو سب لوگوں کو ہانکتی لے جائے گی (مسلم)

(۵)۔رَسُوْلٌ مبِیْـن ۔ وہ رسول جو اعلیٰ ترین اور قابل تعریف صفات کے مالک ہیں اور جن کی سیرت اور ان کا اسوۂ حسنہ سورج کی کرنوں سے زیادہ روشن اور واضح ہے۔

(۶)۔مُعلَّمٌ مَجْنُوْنٌ. سکھایا پڑھایا دیوانہ۔ کفار و مشرکین جب ہر طرح کی سازشوں اور پروپیگنڈے کے باوجود اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ اتنے شدید پروپیگنڈے کے باوجود عرب کے نوجوان، بوڑھے، عورتیں اور بچے حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار اور آپ کے لائے ہوئے پیغام سے متاثر ہوتے چلے جا رہے ہیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شاعر، مجنون، جادوگر اور کاہن کہنا شروع کیا۔ انہوں نے یہ الزام بھی لگانا شروع کر دیا کہ جس کو یہ اللہ کا کلام کہتے ہیں وہ ان کو کوئی شخص آ کر سکھا جاتا ہے وہ اسی کو بیان کر کے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے تمام الزامات کے جوابات عنایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ہی نے اس واضح اور روشن کتاب کو ایک برکت والی رات میں اپنے رسول پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کی آخرت سدھر جائے لیکن بعض لوگ اس آگاہی

کے باوجود اپنی روش زندگی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے اس ہولناک دن کا خیال ضرور رکھنا چاہیے جس دن ہر انسان کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا اس دن صرف وہی لوگ کامیاب و بامراد ہوں گے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی ہوگی۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ
اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ
عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾
فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا
اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ
نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾

الثلثة

ع ۱ ۲۹ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

اور یقیناً ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا جب ان کے پاس ایک معزز پیغمبر (حضرت موسیٰ کو) بھیجا گیا تھا (اور اس نے کہا تھا کہ) تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہارے لئے ایک دیانت دار رسول ہوں۔ اور تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی (اختیار) نہ کرو۔

بے شک میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں اور بے شک میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو۔ پھر اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

پھر اس نے (حضرت موسیٰؑ نے) اپنے رب کو پکارا کہ بے شک یہ سب مجرم (گناہ گار) ہیں۔ (اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ) تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ اور بلاشبہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور سمندر کو اسی حالت پر (تھما ہوا) چھوڑ دینا کیونکہ بے شک (فرعون کا) لشکر غرق ہونے والا ہے۔

ان لوگوں نے کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑے اور کتنی ہی کھیتیاں اور بہترین مکانات چھوڑے۔ اور وہ نعمتیں جنہیں وہ مزے لے لے کر کھاتے تھے (سب چھوڑنے پر مجبور کر دیئے گئے) اور اس طرح ہم نے ان سب چیزوں کا مالک دوسری قوم (بنی اسرائیل) کو بنا دیا۔ پھر ان (فرعونیوں پر) نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات عطا کر دی تھی (یعنی) فرعون سے جو کہ انتہائی مغرور و متکبر اور حد سے بڑھ جانے والا بن چکا تھا۔ اور بے شک ہم نے جان بوجھ کر بنی اسرائیل کو اہل عالم پر فضیلت دی تھی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دکھائیں جن میں کھلی آزمائش تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

فَتَنَّا	ہم نے آزمایا
لَا تَعْلُوْا	تم نہ چڑھو
اِعْتَزِلُوْنِ	تم مجھ سے دور ہٹ جاؤ
اَسْرِ	تو راتوں رات چل
رَهْوًا	ٹھہرا ہوا
جُنْدٌ	لشکر
مَا بَكَتْ	نہ روئی۔ نہ رویا
مُنْظَرِيْنَ	مہلت دیئے گئے
اَخْتَرْنَا	ہم نے پسند کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

حضرت موسیٰؑ نے حق و صداقت کی سربلندی اور ہدایت و تبلیغ میں ساری زندگی جدوجہد فرمائی فرعون اور آل فرعون نے جس طرح ان کی نافرمانی کی اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں عبرت و نصیحت کے لئے مختصر یا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت موسیٰ کی زندگی کے ایک اور پہلو کو بیان کر کے کفار قریش کو آگاہ کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے نافرمان اور عظیم سلطنت کے مالک فرعونیوں کو غرق کر دیا تھا اور بے سروسامانی کے باوجود حضرت موسیٰؑ اور ان کے ماننے والوں کو کامیاب کر کے نجات عطا کر دی تھی اسی طرح نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والے صحابہ کرامؓ بہت جلد کامیاب ہو جائیں گے اور دین اسلام کے منکرین اور مشرکین زبردست طریقے پر ناکام و نامراد ہوں گے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب ایک طویل مدت تک حضرت موسیٰؑ کی دعوت و تبلیغ کی بھرپور کوششوں اور ہر طرح کے

معجزات دیکھنے کے باوجود قوم فرعون نے اپنے آپ کو سخت گناہ گار اور مجرم ثابت کر دیا اور حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی تک کر ڈالی تب حضرت موسیٰؑ نے پہلے تو پوری قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو! تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی اختیار نہ کرو، میری بات مانو، میرا حق ادا کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری ہدایت کی پیروی کرو یہ اللہ کی طرف سے تم پر میرا حق ہے۔تم مجھ پر زیادتی نہ کرو، حملہ نہ کرو اگر تم نے مجھ پر حملہ کیا یا سنگسار (پتھر مار کر ہلاک) کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں پہلے ہی اللہ رب العالمین کی پناہ مانگ چکا ہوں۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور تم ہزار کوششوں کے باوجود میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔البتہ نافرمانیوں سے تم بدترین انجام سے دوچار ضرور ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تم اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔ کیونکہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، دیانت دار رسول بھی ہوں اور اللہ کی نشانیاں (معجزات) بھی دکھا چکا ہوں۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس بات کو جان لیا کہ فرعون اور آل فرعون پر ان کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تب انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کر دیا کہ اے میرے اللہ میں نے اس قوم کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ اپنے جرم و گناہ میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ میری کسی بات کو سننے اور میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔الٰہی! آپ ان کے اور میرے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اے موسیٰؑ! آپ میرے اطاعت گذار بندوں کو رات کی تنہائیوں میں لے کر نکل جایئے۔ جب صبح فرعون کو اطلاع ہوگی تو وہ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ تمہاری طرف آئے گا اس وقت تم اپنے عصا کو پانی پر مارنا تمہارے لئے سمندر میں راستے بن جائیں گے اور بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف نکل جایئے گا اور دوبارہ عصا کو پانی پر نہ ماریئے گا اس سمندر کے راستوں کو اسی حالت پر چھوڑ دیجئے گا کیونکہ ہم نے فرعون اور اس کے ماننے والوں کو غرق کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے عمل کیا۔حضرت موسیٰؑ اور ان پر ایمان لانے والے اہل ایمان سمندر پار آ گئے۔ جب فرعون نے ان سمندری راستوں میں اپنے لشکر کو اترنے کا حکم دیا اور وہ اس کے درمیان میں پہنچ گیا تو اللہ نے پانی کو پھر سے مل جانے کا حکم دیا جس سے فرعون اور اس کی پوری قوم پانی میں ڈوب کر ختم ہو گئی۔اللہ نے فرمایا کہ فرعون اور آل فرعون کے سرسبز و شاداب باغات، بہتے ہوئے خوبصورت چشمے، ہری بھری کھیتیاں، عیش و آرام کے لئے بنائے گئے بڑے بڑے محل اور مکانات اور آبادیاں ان کے کسی کام نہ آ سکے اور پھر ہم نے ان کے راحت و آرام اور حکومت و سلطنت کے اسباب کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔فرعون اور اس کی قوم کی اتنی بڑی تباہی اور بربادی پر نہ تو آسمان رویا اور نہ زمین روئی اور نہ وہ نافرمان لوگ اللہ کے سخت ترین عذاب سے بچ سکے۔ اللہ نے ان آیات میں اس بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ قوموں کا ابھرنا اور تباہ و برباد ہو جانا یہ سب کچھ اللہ کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ بھی بہت دلچسپ ہے کہ زمین و آسمان کا رونا محض ایک محاورہ ہی نہیں ہے بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے اس دنیا سے اٹھ جانے پر زمین و آسمان روتے ہیں چنانچہ حضرت انسؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آسمان میں ہر بندے کے لئے دو دروازے ہیں ایک سے رزق اتارا جاتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کے اعمال (کلام، گفتگو، عمل) اللہ کی بارگاہ میں پہنچائے جاتے ہیں جب اللہ کے کسی نیک بندے کا انتقال ہوتا ہے تو یہ دونوں دروازے اسے یاد کر کے روتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر مذکورہ آیت کی تلاوت بھی فرمائی۔ اسی طرح حضرت شریح ابن عبد حضرمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مومن غریب الوطنی کی حالت میں انتقال کرتا ہے جس پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا تو اس پر زمین و آسمان روتے ہیں۔ اس موقع پر بھی آپ نے اسی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی (ابن کثیر) اب رہا یہ سوال کہ زمین و آسمان کس طرح روتے ہیں تو بات بالکل واضح ہے کہ ان کا رونا ہماری طرح کا رونا نہیں ہے بلکہ اس کی صحیح کیفیت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو زندگی بھر اپنے مال و دولت، حکومت و اقتدار اور خوبصورت بلڈنگوں پر بے جا فخر و غرور کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے ان پر زمین و آسمان بھی نہیں روتے لیکن اللہ کے نیک، برگزیدہ اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گذارنے والے جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی جدائی پر روتا ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ﴿٣٥﴾
فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا
خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا
هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٤١﴾ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ ع ۲ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

اور (کفار قریش) یہ کہتے ہیں کہ بس یہی (اسی دنیا میں) پہلی مرتبہ کا مرجانا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اگر تم سچے ہو تو ہمارے گذرے ہوئے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اللہ نے فرمایا) کیا یہ (کفار مکہ) بہتر ہیں یا قوم تُبّع جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے ہلاک کیا تھا کہ وہ مجرم (نافرمان، گناہ گار) تھے۔

اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض کھیل کود کے لئے نہیں بنایا ہے۔ ہم نے ان کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

یقیناً وہ فیصلے کا دن ان سب کے لئے وعدے کا دن ہے۔

جس دن کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار کے کچھ بھی کام نہ آسکے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔

سوائے اس کے کہ اللہ ہی رحم کر دے۔ بے شک وہی زبردست اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

مُنْشَرِیْنَ	دوبارہ اٹھنے والے
مِیْقَاتٌ	مقررہ وقت
لَا یُغْنِیْ	کام نہ آئے گا
مَوْلًی	ساتھی۔ دوست

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۲

جس طرح نمرود، فرعون، قیصر وکسریٰ مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے لقب تھے اسی طرح قبیلہ حمیر کے بادشاہ کا لقب تُبّع تھا۔ تبع نام کے بہت سے بادشاہ گذرے ہیں۔ چونکہ حجاز سے قریب تر علاقے ملک یمن اور سبا پر قوم تبع کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے دو ڈھائی سو سال پہلے اور نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش سے تقریباً سات سو سال پہلے حکمرانی کا موقع ملا تھا اس لئے عرب میں قوم تبع کا کافی چرچا تھا اور جزیرۃ العرب کے لوگ تبع اور قوم تبع سے اچھی طرح واقف تھے۔ قرآن کریم میں جس قوم تبع کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کے بادشاہ کا نام اسعد یا سعد ابن ملکا کرب اور کنیت ابو کرب تھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ (تبع) توریت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مومن تھا لیکن اس کی قوم شرک و بت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس تبع بادشاہ کے لئے مفسرین نے دو واقعے لکھے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں بہت سے علاقے فتح کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا تھا۔

محمد ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ان فتوحات کے دوران جب مدینہ منورہ کی بستی سے گذرا تو اس نے اس سرسبز و شاداب بستی پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اہل مدینہ نے اس کا زبردست مقابلہ کیا اور یہ عجیب طریقہ اختیار کیا کہ دن بھر تو وہ قوم تبع سے جنگ کرتے اور رات کو ان کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ اس بات سے تبع اور اس کی قوم کو شرم آئی اور اس نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اسی عرصے میں دو یہودی عالموں نے اس کو بتایا کہ اس شہر پر چڑھائی سے اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی کیونکہ یہ آخری نبی کا مقام ہجرت ہے۔ یہ سن کر وہ ان دونوں یہودی عالموں کو اپنے ساتھ لے آیا اور اس نے ان یہودی عالموں کی تعلیم و تربیت سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰؑ کا دین قبول کر لیا جو اس وقت دین برحق تھا۔ پھر اس کی قوم بھی ایمان لے آئی مگر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ قوم تبع نے پھر سے شرک و بت پرستی شروع کر دی اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی جس کے نتیجے میں وہ شدید ترین عذاب آیا جس کا ذکر سورۂ سبا میں کیا گیا ہے۔ (ابن کثیر)

دوسری روایت یہ ہے کہ تبع بادشاہ نے جب توریت میں نبی کریم ﷺ کے فضائل پڑھے تو وہ غائبانہ حضور اکرم ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس نے نبی مکرم ﷺ کے نام ایک خط بھی لکھا۔ اس نے وصیت کی کہ جب وہ آخری نبی تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں میرا یہ خط پہنچا دیا جائے چنانچہ اس کی یہ وصیت اس کی اولاد میں چلتی رہی۔

تبع کی اکیسویں پشت کے وقت نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو تبع خاندان کے ایک فرد شامول نے حضرت ابوایوب انصاری کی معرفت تبع کا خط حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "مَرْحَبًا

بِالْاَخِ الصَّالِحِ'' دوسری روایت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''لَا تَسُبُّوْا تُبَّعًا فَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ اَسْلَمَ'' یعنی تبع کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ اسلام لے آیا تھا (طبرانی، ابن ابی حاتم۔ امام احمد)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تبع اور اس کی قوم بہت ترقی یافتہ قوم تھی۔ اس نے اپنے زمانہ میں زبردست عروج حاصل کیا تھا۔ مال و دولت، شان و شوکت، حکومت و سلطنت، قوت و طاقت اور تجارت و زراعت میں دنیا کی قوموں سے بہت آگے تھی مگر جب ان کے اخلاق اور کردار پر زوال آیا اور انہوں نے ایک اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اپنا معبود بنا لیا اور نافرمانیوں اور انبیاء کرام کے جھٹلانے میں حد سے گذر گئی تب وہ قوم اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوئی اور تباہ و برباد کر کے رکھ دی گئی۔ لیکن تبع بادشاہ نے دین اسلام کو قبول کر کے اپنے لئے آخرت کی ابدی راحتوں اور کامیابیوں میں نام پیدا کر لیا تھا۔

قرآن کریم کے اولین مخاطب مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین تھے ان سے کہا جا رہا ہے کہ بنو قریش اور اہل مکہ اپنی شان و شوکت اور مال و دولت میں بڑھے ہوئے ہیں یا قوم تبع جو دنیا کی انتہائی طاقت ور قوم تھی۔ اگر اتنی زبردست اور طاقت ور قوم اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹا دی گئی تو کفار مکہ اور بنو قریش کی ان کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔

اس آیت اور حدیث سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ تبع بادشاہ اکیس پشت پہلے نبی کریم ﷺ پر محض فضائل سن کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا تھا لیکن (اے قریش مکہ) تم کتنے بدنصیب لوگ ہو کہ تمہارے اندر خود اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اعلیٰ ترین کردار تمہارے سامنے ہے۔ مگر تم ان کی قدر کرنے کے بجائے ان کی ناقدری کر رہے ہو۔

فرمایا کہ جس طرح قوم تبع اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب الٰہی سے نہ بچ سکی اگر تم بھی ان ہی کے طریقوں پر چلے تو تم اس انجام سے کیسے بچ سکتے ہو؟ ہر انسان کو آخرت کے دن کی فکر ہونی چاہیے جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ جس قوم، گروہ یا افراد نے آخرت کا انکار کیا اور دنیا کو ایک کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں دی وہ برے انجام سے نہ بچ سکی۔

فرمایا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور جب ہم مرنے کے بعد مٹی میں رل مل جائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرے کائنات میں بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ پیدا نہ کئے جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ نے یہ نظام قائم کیا ہے کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی ہے جس میں سب کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قوم سبا، قوم فرعون اور قوم تبع وغیرہ جو دنیا کی عظیم ترین اور طاقت ور قومیں تھیں جب انہوں نے

اس جاہلانہ عقیدے کو قائم کیا کہ اس دنیا کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے تو ان کی ترقیات، تجارت وزراعت حکومت وسلطنت اور رشتے داریاں ان کو ان کے برے انجام سے نہ بچا سکیں۔ کفار کا یہ کہنا کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ تو فرمایا کہ وہ سب کے سب قیامت کے دن دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور قیامت انسان سے دور نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن اگر ان کے باپ دادا نیکیوں پر اٹھیں گے تو ان کی نجات ہے ورنہ وہ آخرت کی ابدی راحتوں سے محروم رہیں گے اور کوئی شخص یا کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی وہاں تو اللہ کے فرماں برداروں پر ہی اللہ کا رحم وکرم ہوگا۔

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي
فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ
الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾
ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ
تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾
يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ
بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ
فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾
فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ
بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع ۳ / ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

بے شک زقوم کا درخت گناہ گاروں کی غذا ہوگی جیسے پگھلا ہوا تانبا جو پیٹ میں کھولتے پانی کی طرح جوش مارے گا۔ (فرشتوں سے کہا جائے گا کہ) ان کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ۔ پھر ان کے سر پر عذاب کا کھولتا ہوا پانی انڈیل دو۔ (کہا جائے گا کہ) مزا چکھ کیونکہ تو بڑی عزت والا اور بڑی شان والا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اور بے شک تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے پر سکون مقام ہوگا وہ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ سب باتیں اسی طرح ہوں گی اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین عورتوں سے ان کا نکاح کردیں گے۔ وہ اطمینان وسکون سے ہر طرح کے پھل طلب کررہے ہوں گے۔ اور وہاں سوائے اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی کسی اور موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ اور اللہ ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے گا۔ (اے نبی ﷺ) یہ آپ کے رب کا فضل وکرم ہوگا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے اس (قرآن مجید) کو آپ کی زبان میں آسان اور سہل بنا کر نازل کیا ہے تاکہ وہ دھیان دے سکیں۔ آپ (نتیجے کا) انتظار کیجئے۔ بے شک وہ بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

شَجَرَتُ الزَّقُّوْمِ	زقوم (جہنمیوں کی غذا) کا درخت
اَلْاَثِیْمُ	گناہ گار
اَلْمُهْلُ	پگھلا ہوا تانبہ
یَغْلِیْ	ابل رہا ہے۔ کھول رہا ہے

اَلْبُطُوْنُ (بَطْنٌ)	پیٹ
اَلْحَمِیْمُ	کھولتا پانی
اِعْتِلُوْا	گھسیٹتے لے جاؤ
صُبُّوْا	انڈیل دو
ذُقْ	چکھ
مَقَامٌ اَمِیْنٌ	امن وسکون کی جگہ
سُنْدُسٌ	باریک ریشم
اِسْتَبْرَقٌ	دبیز ریشم

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۹

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت وعبرت کے لئے نہایت آسان اور سہل بنا کر بھیجا ہے جس میں اس حقیقت کو نہایت وضاحت سے بیان کردیا ہے کہ برے اور اچھے اعمال کا نتیجہ کیا ہے۔

جو لوگ دنیا میں زندگی بھر وقتی لذتوں، خواہشوں، تمناؤں اور جھوٹی عزت کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں انہیں اپنا ہر عمل اچھا ہی لگتا ہے اور انہیں اس بات پر سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ آخرت کی زندگی میں ان کا انجام کیا ہوگا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں انہیں جو کچھ حاصل ہے وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے غافل اور برے اعمال میں بدمست لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے برے اعمال سے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہاں ان کی غذا زقوم کا درخت ہوگا جس کا مزہ پگھلی ہوئی دھات، پیپ، لہو اور تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں کسی جگہ یہ درخت پایا جاتا ہے جس کا مزہ بہت کڑوا اور تلخ ہوتا ہے۔ وہ جہنمیوں کی غذا ہوگی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی جنہیں ''زبانیہ'' کہا جاتا ہے اور وہ جہنم پر مقرر ہیں حکم دیا جائے گا کہ اس مجرم کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے اس کو جہنم کے بیچ میں لے جاؤ اور اس پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو اور پھر اس

سے کہو کہ تو دنیا میں بڑا آبرومند، عزت والا اور رتبے والا تھا۔ تجھے آخرت اور اس برے انجام کا یقین نہ تھا اب اس کا مزہ چکھ۔ زقوم کا درخت کیا ہے اس کی تفصیل سورۂ صافات میں بیان کر دی گئی ہے۔ جب ابو جہل کو معلوم ہوا کہ کافروں کو سزا کے طور پر زقوم کا درخت کھلایا جائے گا تو اس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اب آگ کے اندر بھی درخت پیدا ہوں گے۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کھجوریں اور مکھن لاؤ ہمارا زقوم تو یہی ہے جس کا محمد ﷺ تم سے وعدہ کر رہے ہیں۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو دنیا میں خوف الٰہی رکھتے تھے اور انہیں اللہ کے وعدوں کا یقین کامل تھا ان کو ایسی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں حسین ترین باغ، بہتی ہوئی نہریں اور چشمے ہر طرح کی غذائیں، باریک اور دبیز ریشم کا لباس ہوگا۔ وہ مسہریوں پر تکیہ لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بڑی بڑی آنکھوں والی حسین ترین حوریں ان کی زوجیت میں دے دی جائیں گی وہاں جس نعمت کو طلب کریں گے جو چاہیں گے وہ ان کو اسی وقت عطا کیا جائے گا۔ وہ نہایت امن و سکون سے جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے نہ ان کو جنتوں سے نکلنے کا خوف ہوگا اور وہ موت جو دنیا میں آچکی تھی اب دوبارہ اس کے آنے کا اندیشہ تک نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ بات جہنم والوں کو بھی حاصل ہوگی کہ ان کو موت نہ آئے گی مگر فرق یہ ہوگا کہ اہل جنت کو ابدی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی انعام کے طور پر دی جائے گی جب کہ اہل جہنم کو سزا کے طور پر ہمیشہ کی زندگی دی جائے گی۔

جنت ایک ایسے امن وسکون کی جگہ ہوگی جہاں کسی قسم کا غم، پریشانی، خطرہ، اندیشہ اور کوئی محنت، مشقت اور تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اہل جنت سے کہا جائے گا کہ تم یہاں ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے۔ ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے۔ ہمیشہ خوش حال رہو گے کبھی خستہ حال نہ رہو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہ ہو گے۔ (صحیح مسلم)

فرمایا گیا کہ ہم نے نصیحت کے لئے اس قرآن مجید کو آسان کر دیا ہے۔ آپ بھی ان کے سامنے ساری حقیقت کو رکھ دیجئے اگر یہ مانتے ہیں تو ان کی زبردست کامیابی ہوگی لیکن اگر وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور اس بات کا انتظار کیجئے کہ اللہ کی لعنت ان پر کس طرح مسلط ہوتی ہے۔ وہ بھی آپ کی تحریک اور کام کو دیکھ رہے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بہر حال اللہ آپ کے ساتھ ہے آپ اسی پر بھروسہ کیجئے وہی انجام بخیر کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۵

الیہ یرد

سورۃ نمبر ۴۵

الْجَاثِیَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الجاثیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	45
کل رکوع	4
آیات	37
الفاظ وکلمات	492
حروف	2131
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ یہ کتاب اس زبردست حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جس نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں ان سب میں بے شمار نشانیاں رکھ دی ہیں۔ انسان اور جانوروں کی پیدائش، رات اور دن کا آنا جانا، بلندیوں سے بارش کا برسنا اور زمین میں ایک نئی تر وتازگی پیدا ہونا۔ ہواؤں کا الٹنا پلٹنا یہ سب کی سب عقل وفہم رکھنے والوں اور ہر چیز کی حکمت سمجھنے والوں کے لیے بہترین دلائل ہیں۔

☆ ایسی کھلی اور واضح نشانیوں کے باوجود جھوٹ پر جمے رہنا اور مال ودولت سمیٹنے کی دھن میں دیوانوں کی طرح لگے رہنا ایک بھول ہے۔ موت کے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی یہ سب چیزیں اسی دنیا میں رہ جائیں گی اور اس کے کسی کام نہ آسکیں گی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ جنت کی وہ راحتیں جو ہمیشہ کے لیے ہوں گی وہ اس سے محروم رہے گا۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار ومشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں۔ عفو ودرگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر اس کام میں لگے رہیں جو نیک اور بھلا کام ہے۔ اس پر اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ اگر کسی نے برائیاں اور گناہ کیے ہوں گے تو قیامت کے دن اس کو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا ہوگی۔

☆ جھوٹے معبودوں کے متعلق یہ گمان کہ وہ ان کو آخرت میں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے انتہائی بے بنیاد بات اور غلط فہمی ہے جسے دور کر کے اپنے کفر وشرک سے توبہ کرلی جائے ورنہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی اللہ نے سمندر کو ان کے لیے اس طرح مسخر (تابع) کردیا ہے جس میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں چلتی ہیں جو تجارت کا سامان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچاتی ہیں۔ اسی نے چاند، سورج اور ستاروں کو اور زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے کام میں لگا رکھا ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن پر آدمی کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

☆ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار ومشرکین کی باتوں پر صبر اور برداشت سے کام لیں عفو ودرگزر کا معاملہ فرمائیں اور ہر ایک نیک اور بھلے کام میں لگے رہیں کیونکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو شخص نیک اور بھلا کام کرتا ہے اس پر اسے

کفار یہ کہتے تھے کہ بس یہ دنیا ہی سب کچھ ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا عقل وفہم سے دور کی بات ہے۔ وہ کہتے کہ ہمارا مرنا جینا یہ سب گردشِ زمانہ کا اثر ہے۔
اگر یہ سچ ہوتا کہ ہم دوبارہ پیدا ہوں گے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا زندہ ہو کر ہمیں نہ بتا دیتے کہ قیامت قائم ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ اللہ ہی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے سب کو اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اجر عطا کیا جاتا ہے اور جو برائیاں اور گناہ کرتا ہے اس کا وبال اس پر پڑتا ہے۔ تمام لوگ جب پلٹ کر اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ہر ایک کو اپنی زندگی کا حساب دینا ہوگا۔

☆ بنی اسرائیل اور نبی کریم ﷺ کی امت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت اور دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا جس سے وہ دنیا کی ایک عظیم قوم بن کر ابھرے تھے لیکن انہوں نے آپس کی ضد بندی اور عداوت کی وجہ سے دین میں شدید اختلافات پیدا کیے جس کے نتیجے میں اللہ نے ان سے ہر نعمت کو چھین کر ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ پھر اللہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو اس شرف سے نوازا، تمام نعمتیں، ہدایت اور صراط مستقیم عطا فرمائی امت محمدیہ سے فرمایا گیا ہے کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم دین حنیف کو اپنا کر صراط مستقیم پر چلو اور سچائی کے اصولوں کو اپناؤ۔ منکرین اور مخالفین کی خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ ظالم اور مشرک آپس میں ایک ہیں اور اسلام دشمنی پر متفق ہیں لہٰذا تمہارا اور ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے تم تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی اختیار کرو کیونکہ اللہ ان ہی کا دوست ہے جو نیکی اور تقویٰ کی زندگی کو اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جو لوگ دن رات گناہ سمیٹ رہے ہیں اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کر کے تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں یہ دونوں کبھی انجام میں یکساں اور برابر نہیں ہو سکتے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور کائنات کے نظام کو بے کار اور بے فائدہ نہیں بنایا اس کے پیدا کرنے کا مقصد انسان کا امتحان ہے۔ جن لوگوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی ہر خواہش کے پیچھے چل پڑتے ہیں انہوں نے اللہ کی ہدایت کو بھلا دیا ہے ان کو غور کرنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت پر نہ چلے تو پھر آخر کون ان کو ہدایت دے کر صراط مستقیم پر چلائے گا۔

☆ کفار یہ کہتے ہیں کہ بس سب کچھ یہی دنیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔ ہمارا مرنا جینا یہ سب گردشِ زمانہ کا اثر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سچ ہے کہ آدمی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو آخر ہمارے باپ دادا جو بہت پہلے گزر چکے ہیں ان کو زندہ کر کے ہمارے سامنے کیوں نہیں لایا جاتا کہ ہم ان سے پوچھ کر یقین کر لیں کہ واقعی مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے؟

☆ زمین اور آسمان کی سلطنت اور بادشاہت صرف ایک اللہ کی ہے وہی قیامت کو قائم کرے گا لیکن ان کفار کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قیامت کا دن ان کے لیے بڑے نقصان کا دن ہوگا کیونکہ اس دن ہر ایک سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ جب آدمی اس دن اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان کاموں کا پورا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ ہم نے اپنے فرشتوں کے ذریعے تمہارے سارے اعمال کو لکھوا رکھا تھا۔ فرمایا جائے گا کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا اور یہ قیامت کا دن ہے جو تمہارے

سامنے ہے۔اگر تم اس دن کا مذاق نہ اڑاتے اور پیغمبروں کی باتوں کو مانتے تو تمہیں یہ برا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔تم دنیا کی زندگی کے فریب میں آکر بہترین اعمال سے غافل ہو گئے تھے۔اب تم اس جہنم میں رہو۔تمہیں بچانے والا کوئی نہ آئے گا۔اب توبہ کرنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ وہ وقت دنیا میں گزر چکا تم نے جو گناہ کیے تھے ان کی سزا بھگتنا ہی پڑے گی۔

سُوۡرَةُ الۡجَاثِيَة

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ وَفِىۡ خَلۡقِكُمۡ وَمَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ
اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَاۤ اَنۡزَلَ
اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ
تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۵﴾ تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا
عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾
وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍۙ ﴿۷﴾ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ ثُمَّ يُصِرُّ
مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ
اٰيٰتِنَا شَيۡـئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۹﴾ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ
جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مَّا كَسَبُوۡا شَيۡـئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ
اَوۡلِيَآءَ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ
رَبِّهِمۡ لَهُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ ﴿۱۱﴾ ع ۱ ۱۱ ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

حا۔میم حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)
اللہ جو زبردست اور بڑی حکمت والا ہے اس کتاب (قرآن مجید) کا اتارا جانا اس کی طرف سے ہے۔
بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ تمہاری اپنی پیدائش میں۔ جانور جن کو اللہ نے پھیلا رکھا ہے ان میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور وہ رزق (بارش) جسے اللہ نے آسمان (بلندی) سے نازل کیا ہے جس کے ذریعے مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی ہے اور ہواؤں کی گردش میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو بات کو سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جنہیں پڑھ کر ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کی (بے شمار) نشانیوں کے بعد آخر یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (حقیقت یہ ہے کہ) ہر اس شخص کے لئے تباہی ہے جو بہت جھوٹا اور گناہ گار ہے جو اللہ کی آیات کو جو اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں سنتا تو ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے تکبر پر اڑا رہتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ (اے نبی ﷺ) ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ اور جب ہماری آیات میں سے کوئی بات اس کے علم میں آجاتی ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ پھر ان سب لوگوں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ ان کے آگے (صرف) جہنم ہی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا ہے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکے گی اور نہ ہی وہ کام آئیں گے جنہیں انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا دوست بنا رکھا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت ہے اور جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ہے ان کے لئے بدترین اور دردناک عذاب ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

يَبُثُّ وہ پھیلاتا ہے

تَصرِيفُ الٹنا پلٹنا ہے

حَدِیْثٌ	بات
اَفَّاکٍ	جھوٹ بولنے والا
یُصِرُّ	وہ ضد کرتا ہے۔اڑ جاتا ہے
رِجْزٌ	سزا۔عذاب

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

سورۃ الجاثیہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے کچھ عرصے پہلے ہی نازل ہوئی۔مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی انسان کے بنیادی عقیدوں کی اصلاح، توحید خالص، نبوت و رسالت اور فکر آخرت کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے تا کہ ایمان، یقین اور عقل وفہم رکھنے والے جو کائنات میں غور وفکر کرتے ہیں اور صاحب بصیرت ہیں وہ حقیقی کامیابی حاصل کرسکیں۔زمین وآسمان کا مرتب نظام، چاند سورج کا باقاعدگی سے نکلنا، انسان اور جان داروں کی پیدائش، دن رات کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، وقت پر بارشوں کا برسنا پھر ان بارشوں کے ذریعہ مردہ زمین میں سرسبزی وشادابی، نکھار اور تروتازگی کا ابھرنا، انسان اور جان داروں کی غذاؤں کا پیدا ہونا یہ عقل وفہم رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں جو کائنات میں بکھیر دی گئی ہیں۔اتنی واضح اور کھلی ہوئی نشانیوں کے باوجود ان سچائیوں سے منہ موڑنا اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنا سوائے بدنصیبی کے اور کیا ہے۔اس کائنات میں ہر آن ایک انقلاب اور تبدیلی آتی رہتی ہے یہاں کسی چیز کو قرار نہیں ہے جو چیز آج ہے وہ کل نہیں رہے گی۔یہ سب اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں۔کیا ان نشانیوں کے بعد بھی ایمان ویقین نہ رکھنے والوں کو کسی اور نشانی کی ضرورت ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام جیتے جاگتے لوگوں سے کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس دنیا کا وقتی عیش وآرام، مال ودولت، بیوی بچے اور گھر بار سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔آخرت میں انسان کے کام آنے والی چیزیں صرف انسان کے بہتر اور پسندیدہ اعمال ہیں۔اللہ نے اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ انسان پر اللہ کے بے شمار احسانات ہیں جن پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے یہی انسان کی کامیابی کا راز ہے۔آخرت کی کامیابیاں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ کی ذات وصفات کو مان کر اس کا شکر ادا کرتے اور اسی کی عبادت وبندگی کرتے ہیں۔اور قرآن کریم جو سراسر رحمت ہی رحمت ہے اس کی رہنمائی میں زندگی گذارتے ہیں۔وہی لوگ آخرت کی ابدی راحتوں کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے اللہ کی ہر نشانی اور رحمت سے آنکھیں بند کر کے اپنی پسندیدہ زندگی گذارنے کا انداز اختیار کر رکھا ہے وہ سخت گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے اور آخرت کی ابدی زندگی کی ہر راحت سے محروم رہیں گے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ
الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ
لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا
یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْہَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

اللہ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر (تابع) کر دیا ہے تا کہ تم اس کے حکم سے اس میں کشتیاں (جہاز) چلاؤ اور تا کہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو اور توقع ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو گے۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب کا سب اس نے اپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ بے شک ان میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ایمان رکھنے والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان سے درگذر کریں جو اللہ کی طرف سے برا دن آنے کا خوف نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایسی قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ جس نے بھی عمل صالح اختیار کیا تو وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی اسے خود ہی بھگتے گا۔ پھر تم سب اپنے رب کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

تَبْتَغُوْا	تم ڈھونڈتے ہو

یَرْجُوْنَ	تم امید رکھتے ہو
اَسَآءَ	اس نے برا کیا

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اس نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا ہے سمندر اور دریا جو بے انتہا طاقت ور ہیں اور کائنات کی وہ لاتعداد چیزیں جن کے سامنے انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ان کو انسانوں کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ آدمی جس طرح چاہتا ہے ان چیزوں کو استعمال کرتا ہے۔

اللہ نے اپنی نعمتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سمندر جیسی عظیم قوت کو انسان کے تابع اور مسخر کر دیا ہے جس میں جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ گہرے پانیوں تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ آدمی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آتا اور جاتا ہے اور اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔ اسی سمندر سے مچھلیوں کا شکار کر کے ان کے گوشت کو استعمال کرتا ہے قیمتی پتھر، موتی یہاں تک کہ اب سمندر کے اندر سے تیل اور گیس تک نکال رہا ہے۔ سمندر کے اندر کتنی معدنیات ہیں اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ سمندر کے اندر جتنی معدنیات کے خزانے بھرے ہوئے ہیں وہ شاید خشکی پر بھی نہیں ہیں بہر حال سمندر ہو یا خشکی، پہاڑ ہوں یا جنگلات آج کے دور میں اور اس سے پہلے دور میں انسان ان سے فائدے حاصل کرتا رہا ہے اس کو یہ صلاحیت کس نے عطا فرمائی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ساری صلاحیتیں ہم نے انسان کو عطا کی ہیں جن پر اسے ہر آن شکر ادا کرنا چاہیے لیکن انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ ان صلاحیتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اور ان پر شکر ادا نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اور اہل ایمان ان ناشکرے لوگوں کی پروا نہ کریں۔ اپنا کام کئے جائیں، صبر و تحمل سے کام لیں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ انسان کا اچھا اور برا عمل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے وہ اچھی طرح بتا دے گا کہ اگر انہوں نے بہتر عمل کئے تو اس پر بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا لیکن اگر کسی نے گناہ یا خطا کا کام کیا ہے تو وہ اس گناہ کے وبال سے بچ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم ان ناشکرے لوگوں سے انتقام اور بدلہ نہ لو کیونکہ اگر تم نے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیا تو پھر اللہ خود ان سے انتقام لے گا۔ اللہ کا یہی دستور ہے "ایام اللہ" اس پر گواہ ہیں۔ ایام اللہ سے مراد وہ معاملات ہیں جو آخرت میں انسانوں کے ساتھ کئے جائیں جن میں اللہ اپنے فرماں بردار بندوں کو انعام و اکرام سے نوازے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دے گا یا گذری ہوئی قوموں کے وہ واقعات مراد ہیں کہ جب بھی انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو ان کو سخت عذاب دیا گیا اور نیکیوں پر بہترین صلہ عطا کیا گیا۔ بہر حال غور و فکر کرنے والوں کے لئے ان تمام باتوں میں بہترین نصیحت اور عبرت کا سامان موجود ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ
فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ
يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْــــًٔا ۭ وَ
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾
هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ
حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۰ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

(اس سے پہلے) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت (اور زندگی گذارنے کا بہترین طریقہ) اور پاکیزہ رزق دیا تھا اور اہل عالم پر ان کو فضیلت و عظمت عطا کی تھی۔ ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی ہدایات دی گئی تھیں لیکن انہوں نے علم آ جانے کے باوجود محض آپس کی ضد بندی کی وجہ سے اختلاف پیدا کیا۔ (اے نبی ﷺ) بے شک آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ پھر (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو دین کے ایک راستے پر قائم کیا ہے آپ اسی کی اتباع کیجئے اور ان لوگوں کی بات نہ مانئے جو نادان ہیں۔ بے شک وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ اور بے شک ظالم

لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تقویٰ والوں کا ساتھی ہے۔ یہ (قرآن مجید) ان لوگوں کے لئے روشنی، ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کو کمایا ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم انہیں اور ایمان وعمل صالح اختیار کرنے والوں کو برابر کر دیں گے۔ کہ ان کا مرنا اور جینا یکساں ہو جائے۔ یہ بدترین دعویٰ ہے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

شَرِيْعَةٌ	راستہ۔ طریقہ
بَصَآئِرُ	سمجھ کی باتیں
يُوْقِنُوْنَ	وہ یقین رکھتے ہیں
اِجْتَرَحُوْا	انہوں نے کمایا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱

فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے آپس کی ضد بندی، اختلافات اور ناشکری کا ایسا انداز اختیار کیا کہ ان کی ساری عظمتوں کو چھین کر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے حوالے کر دیا گیا۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل کو توریت جیسی روشن ومنور کتاب، سیکڑوں سال تک حکومت واقتدار، ہزاروں نبی اور رسول، مال و دولت، زندگی گذارنے کے بے شمار وسائل اور ذرائع اور بہترین طریقے سکھائے گئے تھے جن کے ذریعہ اگر وہ چاہتے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار لیتے، خود بھی راہ حق پر چلتے اور دوسروں کو بھی اس سچائی کے راستے پر ڈال سکتے تھے لیکن مال و دولت اور دنیا کی محبت نے انہیں دنیاداری کے دھندوں میں پھنسا دیا تھا۔ علم وفہم رکھنے کے باوجود فرقہ پرستی، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی آرزو اور ضد بندی نے انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جس سے انہوں نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر ڈالا۔ باہمی اختلافات کی وجہ سے اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر طرف فساد اور ابتری کو پھیلا دیا جس سے ہر شخص امن وسکون کی دولت سے محروم ہو کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ تو قیامت کے دن کر دیا جائے گا جو ان سے دور نہیں ہے لیکن اہل ایمان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ آپس کے اختلافات کو ہوا نہ دیں کہ جس سے وہ بھی گروہ بندیوں اور لڑائی جھگڑوں میں پھنس کر بنی اسرائیل جیسے انجام سے دوچار ہو جائیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل تو دین کے سچے راستے کو بھول کر خواہشوں کے

غلام ہو چکے ہیں۔ ہم نے آپ کو ایک صاف شفاف دین اور آپ کی امت کو خیر امت بنا کر ساری انسانیت کی رہبری و رہنمائی کی ذمہ داری سپرد کر دی ہے اب آپ کا اور آپ کی امت کا یہ فرض ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو دین کے صاف شفاف راستے پر لے کر چلیں۔ جو لوگ اس راستے کو اختیار کریں گے ان کو دنیا کی عظمتیں اور آخرت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ اپنی غلط فہمیوں کو دور کر لیں جن کا یہ خیال ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں عیش و آرام کی زندگی گذار رہے ہیں اسی طرح وہ اپنی بدعملیوں اور نافرمانیوں کے باوجود آخرت کی تمام نعمتوں میں بھی عیش کریں گے۔ فرمایا کہ اللہ کے عدل و انصاف کے قانون کے خلاف ہے کہ وہ اچھے اور برے، فرماں بردار اور نافرمان، نیک اور گناہ گار دونوں کے ساتھ یکساں اور ایک جیسا معاملہ فرمائیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک، پرہیز گار اور فرماں برداروں کو جنت کی ابدی راحتیں عطا فرمائیں گے اور جو لوگ بدکردار فاسق اور فاجر اور اللہ کے نافرمان ہیں ان کو جہنم کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں ان پر عذاب مسلط فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو دین کے بہترین راستے پر قائم کیا ہے۔ آپ اسی کی اتباع کیجیے۔ اور ان لوگوں کی کوئی بات نہ مانیے جو نادان ہیں کیونکہ وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ فرمایا کہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں لیکن اللہ ان کا دوست ہے جو تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے لئے روشنی وہدایت اور رحمت ہے جو یقین کی دولت سے مالا مال ہیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے تا کہ (قیامت کے دن) ہر شخص کو جو اس نے کیا ہے اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے۔ اور ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے گا۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ نے اس کو بھٹکا دیا ہے۔ اس کی سماعت اور قلب پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر اللہ کے بعد وہ کون ہے جو اسے راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

وہ کہتے ہیں کہ زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم یہیں مرتے ہیں اور یہیں جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی۔ لیکن ان کے پاس (اپنی بات ثابت کرنے کی) کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ محض خیالی باتیں کرتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

تُجْزٰی	بدلہ دیا گیا
هَوَا	خواہش
اَلدَّهْرُ	زمانہ
يَظُنُّوْنَ	وہ گمان کرتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

ان تین آیات میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (۱) آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور قیامت کا قائم ہونا۔ (۲) جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس کو ہدایت نصیب نہ ہونا۔ (۳) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے اور ہمیں زندگی اور موت زمانے کی وجہ سے آتی ہے۔

پہلی بات کو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اس ساری کائنات کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہی اس کے انتظام کو اس طرح چلا رہا ہے کہ وہ اس کے چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں ان کو اللہ نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ان کا مقصد انسانوں کا امتحان ہے جب اللہ چاہے گا اس نظام کائنات کو ختم کر دے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی تا کہ ہر شخص کے اعمال کے مطابق اس کو جزا یا سزا دی جا سکے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ وہ شخص راستے سے بھٹک جاتا ہے جو اپنی خواہش نفس کو اس حد تک برتر مقام دے دیتا ہے کہ اس کا ہر کام عقل و فہم ہونے کے باوجود اپنی خواہش نفس کے تحت ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس کی اس طرح اطاعت کرتا ہے

جیسے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جاتا ہے کہ اس کا نفس اس کو جس طرف بلاتا ہے وہ اسی طرف چل پڑتا ہے اس کو جائز اور ناجائز، حرام اور حلال کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس کی عقل اس حد تک گر جاتی ہے کہ ایک حق بات کو اس کے کان سنتے ہیں مگر اس کے معنی اور مفہوم تک نہیں پہنچتے۔ اس کی آنکھ دیکھتی ہے مگر وہ اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ اس کے پاس دل ہوتا ہے مگر وہ عقل و فہم سے خالی ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے نیچے دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ اللہ کی ناراضگی کا سبب نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا ہے (قرطبی)۔ اسی طرح حضرت شدادؓ ابن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرتا ہے اور فاجر و فاسق شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بہتری کی تمنا رکھتا ہے۔ (قرطبی) خلاصہ یہ ہے کہ خواہش نفس کو معبود بنانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی نفسانی خواہشات کا اس طرح غلام بن جائے کہ اس کو جائز و ناجائز، حرام و حلال اور حق و باطل کی پرواہ نہ رہے۔ جس بات کی طرف اس کا نفس اس کو لے جانا چاہتا ہے وہ بلا تکلف اس طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد دوسری کوئی زندگی نہیں ہے۔ دین و مذہب کی پابندیاں، جائز و ناجائز، نیکی اور بدی یہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ زمانہ اور اس کی رفتار ہے وہی ہمیں پیدا کرتا ہے اور وہی ہمیں مار دیتا ہے۔ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی حقیقت ہوتی تو ہمارے باپ دادا جو ہزاروں سال پہلے مر کھپ گئے ہیں وہ زندہ ہو جاتے اور ہم ان کو دیکھ کر ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے دھریوں (باطل پرستوں) کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ان مردوں کو ضرور پیدا کرے گا مگر اس کے لئے ایک دن مقرر ہے اور وہ قیامت کا دن ہے اور وہ ان منکرین آخرت پر بڑا سخت دن ہوگا کیونکہ یہ فیصلے کا دن ہوگا جس میں نیکیوں پر قائم رہنے والوں کو بہترین انعام، جزا اور بدلہ دیا جائے گا اور ان کو ابدی راحت بھری جنتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے پوری زندگی برائیوں، گناہوں، ظلم، زیادتی، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی وہ جہنم کی سخت سزا سے نہ بچ سکیں گے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ

صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ

يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ ع ۳ / ۵ / ۱۹

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ
الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ
اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ
بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ
اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ
اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ
نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾
فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾
وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾ ع ٤ ١١ ٢٠

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

اور جب ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لے آؤ۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ وہی تمہیں زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پھر وہی تمہیں قیامت کے ایسے دن میں جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن باطل پرست سخت نقصان میں ہوں گے۔

آپ اس دن ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر فرقہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

یہ نامہ اعمال ہماری کتاب ہے جو تم پر گواہی دے گی کیونکہ تم جو کام کرتے تھے اس کو ہم لکھواتے جاتے تھے۔

پھر وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور نیک عمل کرتے رہے تھے ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ ان کی کھلی کامیابی ہوگی۔

اور جن لوگوں نے کفر وانکار کیا تھا (ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تمہیں میری باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی نہیں گئی تھیں۔ مگر تم نے تکبر کیا اور تم سخت گناہ گار بن گئے تھے۔ اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے؟ ہم تو بس ایک ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔

اور جو اعمال انہوں نے کیے تھے ان کی برائیاں ان پر کھل جائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہی ان کو گھیر لے گا۔

اور کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح بھلا دیتے ہیں جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے۔

اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔ یہ اس لئے (برا انجام ہوا کہ) تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ آج کے دن نہ تو وہ آگ سے نکالے جائیں گے اور نہ وہ اللہ کو (معافی مانگ کر) راضی کر سکیں گے۔

پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہی زمین کا رب ہے اور وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اور ہر طرح کی بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے ہے وہی زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

تُتْلٰی	تلاوت کی گئی۔ پڑھا گیا
حُجَّةٌ	دلیل
اَلْمُبْطِلُوْنَ	جھٹلانے والے
جَاثِيَةٌ	گھٹنوں کے بل گری ہوئی
تُدْعٰی	بلایا جائے گا
يَنْطِقُ	بولتا ہے
نَسْتَنْسِخُ	ہم لکھواتے تھے
مَا نَدْرِیْ	ہم نہیں جانتے
حَاقَ	اس نے گھیر لیا
نَسِيْتُمْ	تم نے بھلا دیا

یُسْتَعْتَبُوْنَ	توبہ کی اجازت دیئے جائیں گے۔
اَلْکِبْرِیَآءُ	بڑائی۔عظمت

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۷

جولوگ یہ کہتے تھے کہ ہمارا مرنا اور ہمارا جینا یہ سب کا سب گردش زمانہ کا کمال ہے وہی ہمیں زندگی دیتا ہے اور وہی ہمیں موت کی وادیوں میں دھکیل دیتا ہے نیکی، بدی، اچھائی، برائی اور دین و آخرت یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ان سے فرمایا جارہا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز ہر حکومت وسلطنت صرف اللہ کی ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت کو طاری کرے گا۔ ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔اس نے اس دنیا کو اور زمین و آسمان کے نظام کو انسانوں کے لئے بنایا ہے۔ جب اس کی ضرورت نہ رہے گی تو اس پورے نظام کائنات کو ختم کر کے ایک نیا جہان پیدا کر دیا جائے گا جو قیامت کا اور انصاف کا دن ہوگا۔ وہ لوگ جو اس ہولناک دن کے منکر ہیں وہ اس دن شدید نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے۔ ایسے لوگ جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو اس قدر خوف زدہ ہو جائیں گے کہ جب ان کے ہاتھ میں ان کا نامہ اعمال آجائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس نامہ اعمال کے متعلق پوچھیں گے جو اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ لکھوایا ہوگا۔اس سچائی کے سامنے کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا۔اگر اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو یہ کتاب بول اٹھے گی ہاتھ، پیر اور زبان سب اس کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے احادیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے گا۔ جس کے نامہ اعمال کو اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے پھولا نہ سمائے گا اور ہر ایک کو دکھاتا پھرے گا کہ میرے نامہ اعمال کو پڑھو۔اس کا چہرہ خوشی سے چمک اور دمک رہا ہوگا لیکن جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھمایا جائے گا اس کا چہرہ سیاہ اور تاریک ہو جائے گا۔

جن کے اعمال درست ہوں گے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کیا جائے گا لیکن جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو جھٹلایا ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیات پڑھ کر سنائی نہ گئی تھیں؟ حقیقت یہ ہے کہ تم نے ان کو سنا تھا مگر تم نے اس کو کوئی اہمیت نہ دی تکبر اور غرور سے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس طرح تم اللہ کے مجرم بن گئے۔ جب تم سے کہا

جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا وعدہ ہے اور قیامت کے آنے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کیا ہے ہم تو بس ہلکا سے گمان رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس کا یقین نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج ساری حقیقت تمہارے سامنے کھل کر آ گئی ہے۔ تم دنیا میں جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہی آج تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج کے دن ہم بھی تمہیں اسی طرح نظر انداز کریں گے جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو سن کر نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اب آج کے دن تم اپنے اعمال کا مزہ چکھو یہاں کوئی تمہاری مدد کے لئے نہیں آئے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کائنات میں جتنی بھی خوبیاں اور بھلائیاں ہیں وہ سب کی سب اللہ کے لئے ہیں وہی زمین کا پروردگار ہے۔ وہی تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کا مالک وہی ہے، وہی زبردست حکمت والا ہے، اسی کی ساری قوت وطاقت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورة نمبر ۴۶

الاَحْقَاف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	46
کل رکوع	4
آیات	35
الفاظ وکلمات	750
حروف	2709
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ اس کتاب (قرآن مجید) کو اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق اور ایک مقرر مدت تک کے لیے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے ڈرایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیے کہ ان میں سے کس کس چیز کو تمہارے ان معبودوں نے بنایا ہے جنہیں تم اللہ کے مقابلے میں پوجتے ہو اور کیا اللہ نے انہیں اپنا شریک بنا رکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا مضمون لے آؤ۔

فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جن کی پکار کو نہ یہ سنتے ہیں اور قیامت کے دن تو وہ بالکل صاف انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ الٰہی! ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆ وہ کفار جواب دینے سے عاجز آکر کہتے ہیں کہ اصل میں اس قرآن کو انہوں نے خود گھڑ لیا ہے یا کوئی کھلا ہوا جادو ہے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے تو اس جرم پر مجھے اللہ سے کون بچائے گا اور میں تم سے نہیں کہوں گا کہ مجھے بچالو۔

آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور میں کوئی ایسا انوکھا اور نیا رسول نہیں ہوں مجھ سے پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں جو وہ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ جو مجھے حکم دیا جاتا ہے میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ ذرا تم سوچو کہ اگر یہ کلام اللہ کی طرف سے ہے (اور یقیناً ہے) اور تم نے اس کو نہیں مانا تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ کیا تم سزا سے بچ جاؤ گے؟ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد چھوڑ دو۔ دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا عالم و فاضل سمجھتے ہو اگر وہ ایمان لے آئے اور تم ایمان نہ لائے اور تم اپنی جگہ تکبر ہی کرتے رہ گئے تو تم ان ظالموں میں سے شمار ہو گے جنہیں اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ والدین کے فرمانبردار اللہ کا اور والدین کا شکر ادا کر کے اپنے لیے اور ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی! ہم ہر ایک نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہیں آپ سے ایسے اعمال صالحہ کی درخواست کرتے ہیں جن سے آپ راضی ہو جائیں۔ ہم سے جو کوتاہیاں ہوگئی ہیں ان کو معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے لیکن جو لوگ والدین کی اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں ان پر جہنم کی آگ کو مسلط کیا جائے گا۔

فرمایا گیا کہ جنات نے قرآن کریم کو سنا تو خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو بھی اس پر آمادہ کیا کہ وہ اللہ کے کلام پر ایمان لے آئیں لیکن انسان کیسا بد نصیب ہے کہ وہ جنات جو انسانوں کی جنس سے بھی نہیں ہیں وہ تو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں اور خاص طور پر جن انسانوں کے لیے قرآن بھیجا گیا تھا وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم ہیں۔

☆ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہماری کتاب کے مقابلے میں قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو دوسروں کے مقابلے میں ہم سب سے پہلے اس کو مانتے اور ہمارے بڑے اور ذہین لوگ اس طرف توجہ کرتے چونکہ انہوں نے بھی اس کو قبول نہیں کیا لہٰذا ایسا لگتا ہے کہ اس میں یقیناً کوئی خرابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قرآن سے پہلے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لیے توریت کو نازل کیا اسی طرح اللہ نے عربی زبان میں اس قرآن کو نازل کیا ہے جو ظالموں کو ان کے برے انجام سے ڈراتا ہے۔ تمہاری کتاب کی تصدیق کرتا ہے اس میں نیک عمل کرنے والوں کو قدم قدم پر خوش خبریاں دی گئی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ وہ اسی بات پر زندگی بھر جمے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ کی جنتوں میں رہیں گے۔

☆ فرمایا والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ ان کی فرمانبرداری کا یہ حال ہے کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتے ہیں اور چالیس سال کی عمر کے باوقار، سنجیدہ اور اعتدال پسند ہوتے ہیں تو وہ اس طرح دعا کرتے ہیں الٰہی! میں ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہیں۔ مجھے ایسے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمایئے جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میری اولاد کو بھی بھلائی کی صلاحیت اور توفیق عطا فرما دیجیے۔ اور مجھ سے جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہیں ان کو معاف کر دیجیے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو خوش خبری ہے کہ اللہ ان کے اعمال کو قبول کرلے گا۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جو والدین کے ساتھ گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم حشر نشر اور جزا سزا کو نہیں مانتے یہ سب بے اصل اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ فرمایا کہ قیامت کے دن جب ایسے لوگوں کے سامنے جہنم کو لایا جائے گا اور اللہ عذاب کا وعدہ پورا کرے گا تو یہ لوگ سراسر نقصان اور گھاٹے میں رہیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں بہت مزے اڑا چکے ہو اب اس کی سزا بھگتو اور اس طرح ان کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

☆ قوم عاد جن کی اصلاح کے لیے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا جب انہوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا۔ جب ان سے کہا گیا کہ اگر تم نے اپنے کفر و شرک سے توبہ نہ کی تو تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔ تو پوری قوم نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اے ہودؑ! اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو۔ جب وہ اپنی ضد پر جمے رہے تو اللہ نے ان پر ہوا کا ایک ایسا زبردست طوفان بھیجا جس نے ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ہوا کی تیزی کا یہ حال تھا کہ وہ قوم عاد کو زمین اور پتھروں پر پٹک پٹک کر مار رہی تھی۔ اہل مکہ سے کہا گیا ہے کہ قوم عاد تم سے کہیں زیادہ طاقت ور قوم تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کے رسول اور دین کا مذاق اڑایا تو ان کی طاقت و قوت ان کے کسی کام نہ آسکی جب کہ تم تو

ان کے مقابلے میں کوئی خاص طاقت وقوت بھی نہیں رکھتے ہو۔عبرت دلانے کے لیے فرمایا کہ آج تم ان ہی قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گزرتے ہو جنہیں ہر طرح سمجھایا گیا تھا جب انہوں نے اللہ ورسول کے احکامات کو ماننے سے انکار کیا تو ان کو بچانے کوئی بھی نہ آسکا۔اہل مکہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے جنات کے متعلق بتایا گیا ہے کہ جنات تو قرآن کو سن کر ایمان لے آئے لیکن تم انسان ہو کر بھی ایمان کی لذت سے محروم ہو۔

☆ فرمایا کہ جنات نے جب قرآن کریم کو سنا تو انہوں نے نہایت خاموشی سے سنا اور وہ خود بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد ایک ایسا عجیب وغریب کلام سنا جو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔اگر تم اللہ کے اس کلام پر ایمان لے آئے تو تمہاری خطائیں معاف کردی جائیں گی لیکن اگر تم نے اس کا انکار کیا تو اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی بھی بچا نہ سکے گا اور تمہاری مدد کے لیے کوئی نہ آسکے گا۔

☆ مکہ والوں سے فرمایا کہ تم بھی جنات کی طرح ایمان لے آؤ اور جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔وہ اللہ ایسا ہے جس کی ہر چیز پر قدرت ہے۔وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔فرمایا کہ جب قیامت میں ان منکرین سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کیا قیامت ایک حقیقت نہیں ہے؟ اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ کہیں گے کہ واقعی ہم غلطی پر تھے تو اللہ ان سے فرمائیں گے کہ اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو۔

☆ آخر میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کفار ومشرکین کی حرکتوں پر صبر کیجیے۔جب یہ لوگ اپنے سامنے جہنم کو دیکھیں گے تو ان پر ایسی دہشت طاری ہوگی کہ ان کو اتنی مدت بھی ایسی لگے گی جیسے وہ دن کی ایک گھڑی دنیا میں ٹھہر کر آئے ہیں اور پھر ان پر جہنم کو مسلط کردیا جائے گا۔

سُورَةُ الأحقاف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمۤ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢
مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ
مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ
اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ
اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّ
كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ٦

حا۔میم   حروف مقطعات (معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے)

اس کتاب کا نازل ہونا اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور ہم

نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں سوائے حق کے اور کچھ نہیں بنایا اور یہ بھی ایک مقرر مدت تک کے لئے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں (پروا نہیں کرتے)۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہئے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں وغیرہ) کی عبادت و بندگی کرتے ہو مجھے یہ تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا چیز بنائی ہے؟ کیا وہ آسمانوں کے بنانے میں شریک رہے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو اس (قرآن سے پہلے) جو کتاب (اتاری گئی ہے) اس کو لے آؤ یا کوئی ایسا علم لے آؤ جو معتبر ہو۔ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک نہ تو ان کی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ان کو ان مشرکوں کی پکار تک کی خبر ہوگی۔ اور جب (قیامت کے دن) سب لوگ جمع کئے جائیں گے تو یہ (جھوٹے معبود) نہ صرف ان کے دشمن بن جائیں گے بلکہ وہ ان کی اس عبادت ہی کا انکار کردیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

اَرُوْنِیْ	مجھے دکھاؤ
اِیْتُوْنِیْ	میرے پاس لاؤ
اَثٰرَۃٍ (اَثْرٌ)	مشہور بات (جو پہلے سے چلی آرہی ہو)
حُشِرَ	جمع کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

سورۃ الاحقاف کو بھی "حٰمٓ" سے شروع کیا گیا ہے جو حروف مقطعات میں سے ہیں۔ اس کی تفصیل کئی سورتوں کی ابتداء میں بتا دی گئی ہے کہ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ دوسرے یہ کہ "حٰمٓ" سے شروع کی جانے والی سات سورتوں میں

سے یہ آخری سورت ہے۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان سات سورتوں کی احادیث میں بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔فرمایا گیا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں اور "حٰم" سے شروع کی جانے والی یہ سات سورتیں ہیں جو لوگ ان سورتوں کو پڑھنے کا اہتمام کریں گے تو ساتوں سورتیں جہنم کے ہر دروازے پر موجود ہوں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں گی کہ الٰہی انہوں نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لائے تو آپ ان کو جہنم میں داخل نہ کیجئے۔ یقیناً ان سورتوں کی سفارش سے وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگو! یہ کتاب (قرآن مجید) اس اللہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے جو زبردست طاقت وقوت والا اور ہر علم وحکمت کی بات کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کے پیدا کرنے کا ایک عظیم مقصد ہے کوئی چیز اس نے بیکار اور فضول پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے میں ایک خاص مصلحت پوشیدہ ہے۔ یہ سب اللہ کے نظام کے تحت جاری ہے جو اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک وہ مدت پوری نہ ہو جائے جس کو اللہ نے متعین فرما دیا ہے۔ اس کے پیدا کرنے اور اس کا نظام چلانے میں وہ کسی کا محتاج بھی نہیں ہے بلکہ سب اس کے محتاج ہیں وہی ہر طرح کی عبادت وبندگی کے لائق ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کائنات کے خالق ومالک اللہ کو چھوڑ کر بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جب ساری حقیقت ان کے سامنے کھل کر آجائے گی تو ان کے سامنے سوائے شرمندگی اور پچھتاوے کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنا معبود قرار دے رکھا ہے انہوں نے کائنات میں سے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ کہئے کہ اگر انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے تو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ یا قرآن کریم سے پہلے جتنی کتابیں نازل کی گئیں یا اللہ کے نیک بندوں سے جو کچھ نقل کیا گیا ہے کیا انہوں نے کسی جگہ بھی شرک کرنے کا حکم دیا ہے؟ کیونکہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل کیں یا انبیاء کرامؑ تشریف لائے انہوں نے تو ان کو توحید کا وہ درس ہی دیا ہے جسے قرآن کریم پیش کر رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ بہت گمراہ اور راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے دل لگا رکھا ہے۔ وہ نہ تو دنیا میں ان کے کسی کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ بلکہ وہ آخرت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ الٰہی ہمیں تو نہیں معلوم کہ یہ لوگ ہماری عبادت کیوں کرتے تھے۔ انہوں نے جو بھی عبادت کی ہے وہ انہوں نے اپنی مرضی اور خوشی سے کی ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت ان لوگوں کے لئے کس قدر حسرت اور ندامت کا ہوگا جب ان کے جھوٹے معبود بھی ان کی مخالفت پر اتر آئیں گے وہ ان جھوٹے معبودوں کو پکاریں گے مگر وہ ان کو ان کی پکار کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔

وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ؕ ۷
اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ
لِىۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔـا ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ كَفٰى بِهٖ
شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۸
قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدۡرِىۡ مَا يُفۡعَلُ بِىۡ وَلَا بِكُمۡ ؕ
اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۹ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ
اِنۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَكَفَرۡتُمۡ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡۢ بَنِىۡۤ
اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى مِثۡلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ
ع ۱۰ الظّٰلِمِيۡنَ ۱۰ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ كَانَ خَيۡرًا مَّا
سَبَقُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ ؕ وَاِذۡ لَمۡ يَهۡتَدُوۡا بِهٖ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ هٰذَاۤ اِفۡكٌ قَدِيۡمٌ ۱۱
وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ
لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۖ وَبُشۡرٰى لِلۡمُحۡسِنِيۡنَ ۚ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر (حق و صداقت کو سمجھنے کے باوجود) یہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ (اے نبی ﷺ) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے خود سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہوتا تو کیا تم مجھے اللہ کی پکڑ سے ذرا بھی بچا سکتے تھے۔ تم جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور

(کہہ دیجئے کہ) میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا رسول تو ہوں نہیں۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں (عمل کرتا ہوں) جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور میں تو ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہے اور تم اس کے ماننے سے انکار کردو اور بنی اسرائیل اس کتاب کے اللہ کی طرف سے ہونے کی گواہی دیدیں اور اس پر وہ ایمان بھی لے آئیں اور تم (اپنی جہالت و نادانی میں) تکبر ہی کرتے رہ جاؤ۔ (تو پھر تم سے بڑا بدنصیب ظالم کون ہوگا) بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور کافر اہل ایمان کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اگر (اس میں) کوئی خیر ہوتی تو یہ لوگ ہم سے آگے نہ نکلتے۔ چونکہ ان منکرین کو اس (قرآن) سے ہدایت حاصل نہیں ہوئی تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو وہی پرانا جھوٹ ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کو (کتاب دی گئی تھی) جو رہنما اور ہدایت کے اعتبار سے رحمت تھی۔

اور یہ قرآن جو عربی زبان میں ہے اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے تاکہ اس کے ذریعہ ظالموں کو آگاہ اور خبردار کردیا جائے اور نیک اعمال کرنے والوں کو خوش خبری سنادی جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۲

لَا تَمْلِكُوْنَ	تم مالک نہیں ہو
تُفِيْضُوْنَ (اِفَاضَةٌ)	تم مشغول ہو
بِدْعٌ	نیا۔ انوکھا
مَا يُفْعَلُ	کیا کیا جائے گا
مَا سَبَقُوْا	وہ آگے نہ بڑھے
اِفْكٌ قَدِيْمٌ	پرانا جھوٹ۔ پرانا الزام
بُشْرٰى	خوش خبری ہے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۲

قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا قرآن مجید نازل کیا اور اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تاکہ ہر شخص زندگی کے صحیح راستے پر چل کر آخرت کی حقیقی زندگی تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکے۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب مکہ مکرمہ کے وہ عرب تھے جنہیں اپنی عربی زبان پر اس قدر گھمنڈ تھا کہ وہ اپنے علاوہ ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کے علاوہ ساری دنیا کے پاس زبان اور بیان کی وہ طاقت ہی نہیں ہے جس سے وہ اپنے دلی جذبات کا پوری طرح اظہار کر سکیں۔ لیکن جب قرآن کریم نازل کیا گیا تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ ترین مضامین کے سامنے وہ بے بس نظر آنے لگے اور قرآن کریم کے کسی چیلنج کا وہ جواب نہ دے سکے بلکہ نعوذ باللہ وہ کہتے تھے کہ اس کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود سے گھڑ لیا ہے انہوں نے اپنی شرمندگی کو مٹانے، ضد، ہٹ دھرمی، غرور، تکبر اور رسول دشمنی میں اس سچائی کو بے حقیقت بنانے کے لئے طرح طرح کی باتیں مشہور کرنا شروع کر دیں۔ کبھی قرآن کریم کو جادو کہتے کیونکہ وہ ہر اس بات کو جادو کہہ دیا کرتے تھے جو ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر ہوا کرتی تھی۔ کبھی وہ یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ اصل میں قرآن کریم کو حضرت محمد ﷺ نے خود ہی گھڑ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ کبھی وہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھاتا پیتا بھی ہے، بال بچے بھی رکھتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ انہیں اہل کتاب میں سے بنی اسرائیل کے علم پر بہت بھروسہ اور اعتماد تھا اور وہ ان ہی لوگوں کو اہل دانش سمجھتے تھے یا ان کو اہل علم سمجھتے تھے جن کے پاس دولت کی ریل پیل ہوا کرتی تھی اسی لئے وہ کہتے کہ اگر دین اسلام کی کوئی حقیقت اور حیثیت ہوتی تو ہم اور ہمارے اہل علم و دانش سب سے پہلے اس کتاب کو قبول کرتے۔ عمارؓ، بلالؓ، صہیبؓ اور خبابؓ جیسے کمزور لوگ اور لونڈی غلام اس کو قبول نہ کرتے۔ حالانکہ ایمان لانے والوں میں قریش کے معززین حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ جیسے عظیم لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے لیکن وہ دین اسلام کی حقارت کے لئے ان غریبوں، کمزوروں، لونڈیوں اور غلاموں کا نام لیتے تھے جو ان کے معاشرے میں حقیر سمجھے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی اعلیٰ تعلیمات سے لوگوں کو اس طرح بدظن کر دیا جائے کہ ہر شخص ان کے قریب جانے سے گھبرانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی ان تمام باتوں اور اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کفار کا یہ حال ہے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت سے بھرپور ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ وہ ایک مسلسل جھوٹ کا سہارا لے کر کہا کرتے تھے کہ اصل میں اس شخص نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ لوگوں کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو مجھے اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہوتا۔ اس قرآن کے سلسلہ میں میرا گواہ صرف اللہ ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ تم اللہ کے لئے کیا کیا باتیں بناتے ہو۔ وہ اللہ جو بہت

مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ میں کوئی ایسا انوکھا یا نیا رسول نہیں ہوں کہ تمہارے گمان کے مطابق کھانے، پینے اور بیوی بچے رکھنے سے بے نیاز ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو انسان ہی تھے اور انہوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا۔ اسی پیغام الٰہی کو لے کر میں بھی آیا ہوں میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آئندہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھ اللہ کا کیا معاملہ ہونے والا ہے۔ میں تو وہی بات بتاتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ میں بھی اسی کی پیروی کرتا ہوں اور میں تمہیں نہایت وضاحت سے صاف صاف طریقے پر آگاہ کرنے والا ہوں۔ فرمایا کہ تم اہل کتاب بنی اسرائیل کو بہت پڑھا لکھا مانتے ہو ذرا اس بات پر غور کرو کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے (اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے ہے) تم تو اس کا مسلسل انکار کرتے رہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی اس کتاب کے من جانب اللہ ہونے کا اقرار کر کے اس پر ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی کرتے رہ جاؤ تو اس صورت میں تم سے بڑا ظالم اور بدنصیب اور کون ہوگا۔ واقعی اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مارنے والے بے انصاف اور ظالم ہوں۔ فرمایا کہ اے کفار قریش! تمہارا یہ کہنا کہ اگر اس میں کوئی خیر اور بھلائی ہوتی تو ہم اس کے قبول کرنے میں دیر نہ کرتے اور لوگوں سے پیچھے نہ رہتے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ پرانا جھوٹ ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے اس پر ہم اعتماد کیسے کرلیں۔ فرمایا کہ ذرا غور تو کرو اس سے پہلے ہم نے حضرت موسیٰؑ کو توریت جیسی کتاب عطا کی تھی جو اپنے زمانہ کے لئے رہبر و رہنما تھی۔ اسی طرح یہ قرآن مجید بھی ہے جو سچائیوں کا مجموعہ ہے اور اس کو تمہاری سہولت و آسانی کے لئے عربی زبان میں نازل کیا ہے جو توریت کی تصدیق کرتا ہے اس کا انکار نہیں کرتا یا اس کو جھوٹا نہیں بتاتا۔ توریت اور قرآن یہ اللہ کی کتابیں ہیں جو بدعملوں کو ان کے برے انجام سے آگاہ اور خبردار کرنے والی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بہترین انجام کی خوش خبری ہے جو نیک عمل کرنے والے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ
كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ
اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ
وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٥﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ
سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿١٦﴾
وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ
خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ ع ٢ ٢
الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾

وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۵﴾
اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡہُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ
سَیِّاٰتِہِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّۃِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾
وَالَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡہِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَقَدۡ
خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَہُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰہَ وَیۡلَکَ اٰمِنۡ ٭ۖ اِنَّ
وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا ہٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِکَ
الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡہِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ
وَالۡاِنۡسِ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۱۸﴾ وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا ۚ وَلِیُوَفِّیَہُمۡ
اَعۡمَالَہُمۡ وَہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَیَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَلَی
النَّارِ ؕ اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیَاتِکُمُ الدُّنۡیَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِہَا ۚ
فَالۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡہُوۡنِ بِمَا کُنۡتُمۡ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ فِی
الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَبِمَا کُنۡتُمۡ تَفۡسُقُوۡنَ ﴿۲۰﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس کہنے پر وہ مضبوطی سے ڈٹے رہے تو ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہ جنت والے ہیں جو ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے وہ اعمال جو انہوں نے کئے ہوں گے ان کا یہ بدلہ ہوگا۔

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے

اسے بڑی مشقت سے اپنے پیٹ میں رکھا اور بڑی دشواری سے اسے جنا۔ اور اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھوڑنے کی (اکثر مدت) تیس (30) مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کا ہو گیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی ہمیشہ توفیق دیئے رکھئے گا۔ وہ نعمت جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے۔ اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق دیجئے گا کہ جس سے آپ راضی ہو جائیں۔ اور میرے لئے میری اولاد کو بھی نیک اعمال کی صلاحیت عطا کیجئے گا۔ میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور (میں اقرار کرتا ہوں کہ) میں آپ کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے نیک اعمال کو جو انہوں نے کئے ہیں ہم قبول کر لیں گے۔ اور ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اور وہ اہل جنت میں سے ہوں گے۔ یہ معاملہ ان سے اللہ کے اس سچے وعدے کی وجہ سے ہوگا جو ان سے کیا گیا تھا۔

اور وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا کہ تم دونوں پر افسوس ہے کہ تم مجھے اس بات کی اطلاع دے رہے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں۔ (اولاد کی بات سن کر) ماں باپ اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہیں گے کہ ارے تیرا ستیاناس جائے تو ایمان لے آ۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (اس پر وہ) کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر بات پوری ہو کر رہی جس طرح ان سے پہلی قوموں پر جو جنات اور انسانوں میں سے تھے ثابت ہو کر رہی تھی۔ بے شک یہ وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق (الگ الگ) درجے ملیں گے اور ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ذرا بھی ظلم و زیادتی نہ کی جائے گی۔ اور وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب کفار آگ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے حصے کی نعمتیں حاصل کر چکے تھے اور ان سے خوب فائدے اٹھا چکے تھے تو آج تم اس ناحق تکبر اور نافرمانیوں کی وجہ سے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے تمہیں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳ تا ۲۰

اِسۡتَقَامُوۡا — وہ جمے رہے

وَصَّيۡنَا — ہم نے وصیت کی

حَمَلَتْ	اس نے بوجھ اٹھایا
كُرْهًا	تکلیف (کے ساتھ)
وَضَعَتْ	اس نے جنم دیا
فِصَالٌ	الگ کرنا
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا	تیس مہینے
اَشُدَّ	طاقت والا (جوان ہوگیا)
بَلَغَ	وہ پہنچ گیا
اَرْبَعِيْنَ	چالیس
سَنَةٌ	سال
اَوْزِعْنِىْٓ	مجھے عطا کر
اَلْقُرُوْنُ (قَرْنٌ)	زمانے۔قومیں
يَسْتَغِيْثٰنِ	وہ دونوں فریاد کرتے ہیں
وَيْلَكَ	تیرا ستیاناس ہوجائے
اٰمِنْ	ایمان لے آ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ	گذرے ہوئے لوگوں کے قصے
يُوَفِّىَ	وہ پورا دے گا
يُعْرَضُ	پیش کیا جائے گا
اِسْتَمْتَعْتُمْ	تم نے فائدہ اٹھایا

تشریح: آیت نمبر ١٣ تا ٢٠

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ نے اپنی اطاعت وعبادت اور فرماں برداری کا حکم دیتے ہوئے ہر شخص کو اپنے ماں باپ

کے ساتھ بہترین سلوک، حسن معاملہ، ان کی تعظیم و تکریم اور خدمت و اطاعت کا حکم بھی دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے بعد دنیا میں سب سے بڑا حق ماں اور باپ کا ہے۔ بلکہ ہر طرح کی ذہنی اذیتوں اور رنج و غم سے دور رہنے کا اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اپنے ماں باپ کے ساتھ محبت و اطاعت کا حق ادا کر دیا جائے۔ زیر مطالعہ آیات میں بتایا گیا ہے کہ جب ایک آدمی اللہ کے ایک ہونے کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کر دے تو پھر زندگی کے آخری سانس تک اسی پر جما رہے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفیؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے دین اسلام کی ایک ایسی جامع اور مکمل بات بتا دیجئے کہ پھر اس کے بعد مجھے اس سلسلہ میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ" یعنی تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا اور پھر اس (عقیدہ) پر قائم رہو اور ڈٹے رہو۔ استقامت کیا ہے اس کی وضاحت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس طرح فرمائی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ اس پر جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں ان کو پوری طرح ادا کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ (ابن کثیر)

خلاصہ یہ ہے کہ ایمان قبول کر لینے کے بعد حالات کتنے بھی مخالف کیوں نہ ہوں آدمی کو ان حالات کا اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے کہ عقیدے اور عمل میں ذرا بھی ڈگمگاہٹ آنے نہ پائے۔ اللہ نے اور اس کے رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اس کو اسی طرح کرنا اور جس چیز سے منع کر دیا ہو اس سے رک جانا۔ یہ انسان کی اتنی بڑی کامیابی ہے کہ پھر نہ تو ماضی پر کوئی شرمندگی، پچھتاوا اور خوف ہو گا اور نہ آخرت کا رنج و غم ہو گا۔ اس بات کو سورۂ حم السجدہ میں ذرا سی تفصیل سے اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے "بے شک جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹے رہے تو ان پر اللہ کے فرشتے (رحمتیں لے کر) نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کسی طرح کا نہ تو خوف کرو اور نہ رنج و غم۔ اور اس جنت کے ملنے پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا اور آخرت (دونوں زندگیوں میں) تمہارے ساتھ ہوں گے۔ تمہیں ان جنتوں میں ہر وہ چیز دی جائے گی جو تمہارا دل چاہے گا اور جو مانگو گے وہ تمہیں ملے گا۔ یہ رحمٰن و رحیم اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہو گی۔ (حم السجدہ آیت نمبر ٣٠ تا ٣٢)

(١)۔ ان آیات میں ایمان پر استقامت کے ساتھ والدین اور خاص طور پر ماں کے ساتھ حسن سلوک، اور ان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت فرما دی گئی ہے کہ اگر والدین کافر و مشرک ہوں تب بھی ان کی خدمت، حسن سلوک اور احترام میں کمی نہ کی جائے۔ البتہ اگر والدین کفر و شرک یا گناہ کی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیں تو اس سے انکار کر دینا فرض ہے کیونکہ گناہ اور معیصت میں کسی کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ لیکن والدین کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

(٢) بے شک کائنات میں صرف ایک اللہ ہی ہے جو سب کی پرورش کر رہا ہے لیکن دنیا کے ظاہری اسباب میں ماں باپ کے دل میں اللہ نے اپنی اولاد کی ایسی محبت و شفقت ڈال دی ہے کہ ہر بچہ والدین کی شفقت و محبت کے سائے میں پل بڑھ کر جوان ہوتا ہے۔ اس محبت و شفقت اور اولاد کے لئے تکلیفیں برداشت کرنے میں ماں اور باپ دونوں کا برابر کا درجہ ہوتا ہے لیکن اللہ نے

مرد کو زیادہ طاقت ور اور حوصلہ مند بنایا ہے لیکن ماں تو صنف نازک ہونے کے باوجود بچے کی پیدائش سے لے کر اس کے جوان ہونے تک مشقت پر مشقت اٹھاتی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کو نو مہینے یا اس سے کم یا زیادہ عرصے تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ بوجھ پر بوجھ بڑھتا چلا جاتا ہے مگر ماں اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے اور ہر قدم اٹھانے میں انتہائی احتیاط کرتی ہے، اس کو خون جگر پلاتی ہے، پھر زندگی اور موت کی جیسی تکلیف برداشت کر کے اس کو دنیا میں جیتے جاگتے انسان کی شکل میں لانے کا سبب بنتی ہے۔ کم از کم چھ مہینے یا اس سے کچھ زیادہ اپنے پیٹ میں رکھنے کے بعد دو سال تک اس کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ دودھ جو اس کی بہترین غذا ہوتی ہے۔ اگر بچہ کمزور یا بیمار ہے تو اس کو ڈھائی سال تک بھی دودھ پلاتی ہے۔ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو ماں رات بھر بے چین و بے قرار رہتی ہے۔ یہ اور اسی طرح کی ہزاروں تکلیفیں ایک ماں ہی اٹھا سکتی ہے لہٰذا باپ سے زیادہ ماں اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ایک مومن کو) اپنی والدہ کے ساتھ بہترین معاملہ کرنا چاہیے۔ اپنی والدہ کی پھر اپنی والدہ کی پھر والدہ کی اس کے بعد والد کی اور اس کے بعد جو قریب تر رشتہ دار ہوں ان کے ساتھ خدمت اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا چاہیے (بصری)۔

(۳)۔ ان آیات میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ یوں تو زندگی میں ہوش سنبھالنے کے بعد سے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کرنا فرض اور عین سعادت ہے لیکن جوان ہونے کے بعد جب ایک آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے جب زندگی میں ایک پختگی اور عقل آجاتی ہے تب اس کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اب اس نے بڑھاپے کی طرف قدم رکھنا شروع کر دیا ہے۔ ایسے شخص کو اس بات کا شدت سے احساس ہونا چاہیے کہ اگر اس نے اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا تو اس کے بڑھاپے میں اس کی اپنی اولاد، اس کی بیوی اور رشتہ دار بھی اس کا لحاظ نہ کریں گے۔

(۴)۔ چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اولاد دو طرح کی ہوتی ہے فرماں بردار اور نافرمان۔ فرماں بردار اور اطاعت گذار نیک اولاد کا انداز تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتی ہے اور اس کی زبان پر یہ بات ہوتی ہے کہ الٰہی! آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات اور کرم کئے ہیں میں نہ صرف اس کا شکر ادا کرتا ہوں بلکہ مزید شکر ادا کرنے کی توفیق کی درخواست کرتا ہوں تاکہ میں حسن عمل میں سب سے آگے نکل جاؤں۔ وہ اس بات کی بھی دعا کرتا ہے کہ الٰہی! میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دیجئے تاکہ وہ بھی آپ کے دین کی خدمت میں کام آسکے۔ وہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کا اقرار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کی دعاؤں کو قبول کر کے ان کی بھول چوک سے درگذر کرتا ہوں اور ان سے یہ سچا وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان کو جنت کی راحتیں ضرور عطا کروں گا۔

اس کے برخلاف ایک اولاد وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اپنے والدین کے احسانات کو ماننے کے بجائے ان کے سامنے بے ادبی اور گستاخی کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہتی ہے کہ مجھے تمہارے طریقے پسند نہیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بھلا یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا۔ کیا مجھ سے پہلے بے شمار وہ لوگ جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں

ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوکر واپس آیا ہے؟ جب والدین اس کی جاہلانہ باتوں سے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے بدنصیب ان حرکتوں سے باز آجا۔ اللہ پر ایمان لے آتو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے یہ سب تو پرانے زمانے کے وہ قصے کہانیاں ہیں جن کو نجانے کب سے ہم سنتے آرہے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نالائقیوں کی وجہ سے نجات کا سامان کرنے کے بجائے ہر طرح کے گناہ سمیٹتے رہتے ہیں۔ اس کے والدین اس کی کافرانہ باتوں کو سن کر اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں۔ اور اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کم بخت تو اب بھی اپنی حرکتوں سے باز آجا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے جو پورا ہوکر رہے گا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ وہ یہی کہتا ہے کہ یہ سب پرانے زمانے کی باتیں ہیں یعنی ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح بہت سے جنات اور انسانوں میں سے انکار کرنے والوں کا انجام ہوا اس کا بھی وہی برا انجام ہوگا۔ وہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا اور اس کو سوائے بدنصیبی کے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جو سعادت مند، نیک، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے والے ہیں اور ان کے برخلاف وہ لوگ جو اللہ کے نافرمان اور گستاخ ہیں ان کے اپنے اعمال کے مطابق مختلف درجات ہوں گے۔ کوئی جنت کی راحتوں سے لطف اٹھا رہا ہوگا اور کوئی اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جھلس رہا ہوگا اور اس طرح ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ حاصل کر سکے گا اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ کافروں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب جہنم کو ان کے سامنے لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم
٣ ع ٦ ٢ نے آخرت کی زندگی اور اس کی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور اس کی راحتیں حاصل کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا کر خوب عیش و آرام سے زندگی گذار لی اور خوب شہرت اور عزت کمائی اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ آج تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے اس کو بھگتو۔ چونکہ تم دنیا کی ذرا سی دولت کی وجہ سے غرور و تکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے آج تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو تمہیں رسوا اور ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گا اور تم پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہی برسے گی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ
بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا
عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾
قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ
قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ
رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا
فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ
وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ
كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى
وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا
عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

(اے نبی ﷺ) آپ قوم عاد کے بھائی (حضرت ہودؑ) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو (جو ایک ریگستانی علاقہ میں رہتی تھی اللہ کے خوف سے) ڈرایا تھا۔ اور یقیناً ان سے پہلے اور ان کے بعد بہت سے ڈرانے والے گذر چکے تھے جنہوں نے یہی کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کرنا۔ حضرت ہود نے کہا میں تم پر ایک سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دے۔ اگر تو سچے

لوگوں میں سے ہے تو وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے۔ (حضرت ہودؑ نے) کہا کہ اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو۔ پھر جب انہوں نے اس عذاب کو ایک بادل کی شکل میں دیکھا جو ان کی وادی کی طرف آ رہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل تو وہ ہے جو ہم پر برسے گا۔ (اللہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ) یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔ یہ ایک سخت آندھی تھی (ہوا کا طوفان تھا) جس میں دردناک عذاب تھا۔ یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی۔ پھر وہ لوگ ایسے برباد ہوئے کہ سوائے گھروں کے کچھ نظر نہ آتا تھا اور اسی طرح ہم مجرم (گناہ گار) قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔ بے شک ہم نے انہیں (دنیاوی مال و دولت کی) وہ قوت و طاقت دی تھی جو تمہیں بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے ان کو کان، آنکھ اور دل دیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تو ان کے کان، آنکھ اور دل کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور جس (عذاب کا) وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ اور بے شک ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بہت سی بستیوں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تہس نہس کر دیا تھا اور ہم نے ان کو طرح طرح کی نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ لوٹ آئیں (توبہ کر لیں)

پھر اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن چیزوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا تا کہ وہ ان کے ذریعہ قرب حاصل کریں انہوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی۔ بلکہ وہ سب کے سب غائب ہو گئے۔ اور انہوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنایا یہ ان کا (اللہ پر) محض ایک الزام تھا اور جھوٹی اور غلط باتیں تھیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

اَلْاَحْقَافُ	ریت کے اونچے ٹیلے
اَلنُّذُرُ (نَذِيْرٌ)	ڈرانے والے
لِتَافِكَنَا	تا کہ تو ہم سے پھیر دے
اُبَلِّغُ	میں پہنچا تا ہوں
عَارِضٌ	بادل

مُسْتَقْبِلَ	سامنے
اَوْدِيَتٌ	(وادی) وادیاں
مُمْطِرُنَا	ہم پر برسے گا
اِسْتَعْجَلْتُمْ	تم جلدی مچاتے تھے
رِيْحٌ	ہوا
تُدَمِّرُ	وہ تباہ کردے گی
اَصْبَحُوْا	وہ ہوگئے
مَكَّنَّا	ہم نے قوت وطاقت دی
يَفْتَرُوْنَ	وہ گھڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

قرآن کریم کے مخاطب اول مکہ مکرمہ کے کفار ومشرکین تھے جو اپنی معمولی سرداریوں اور بہت تھوڑے مال و دولت کے باوجود اتنے مغرور اور متکبر بن چکے تھے کہ ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات کے ذریعہ اہل مکہ کو قوم عاد، قوم ثمودؑ، قوم لوطؑ، اصحاب مدین اور قوم سبا کے واقعات کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا ہے کہ جب ان کے پاس ان کے پیغمبر اللہ کا پیغام لے کر پہنچے تو انہوں نے غرور وتکبر کا پیکر بن کر ان کی اطاعت سے انکار کیا اور اپنے کفر و شرک اور مال و دولت کی بدمستی میں لگے رہے۔ آخر کار ان کا اور ان کی ترقیات کا انجام یہ ہوا کہ زبردست طاقت وقوت ہونے کے باوجود جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو ان کو صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کے گھروں کے کھنڈرات بھی مشکل سے نظر آتے ہیں۔ اہل مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں جو ان کو دوسرے پیغمبروں کی طرح یاد دلا رہے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک اور تکبر سے توبہ نہ کی تو وہ برے انجام سے دو چار ہو سکتے ہیں لیکن اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری قبول کر لی تو ان کو قوم عاد سے زیادہ قوت وطاقت، حکومت وسلطنت اور عزت وعظمت نصیب ہوگی۔

قوم عاد اور ان کے پیغمبر حضرت ہودؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ قوم عاد قدیم زمانے کی ایک زبردست ترقی یافتہ قوم

تھی جو احقاف کے علاقے (الربع الخالی) میں آباد تھی لیکن جب ان کے کفر وشرک، نافرمانیوں، غرور وتکبر کی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا تو ان کی بستیاں اس طرح اجاڑ کر رکھ دی گئیں کہ آج ان کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے۔ اہل مکہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ مال و دولت، طاقت وقوت، حکومت وسلطنت اور ان کی زبردست ترقیات کے مقابلے میں تمہاری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ تم چند بستیوں اور شہروں تک محدود ہو جب کہ قوم عاد زمین کے اکثر حصے پر چھائی ہوئی تھی۔ لیکن نافرمانیوں کی وجہ سے آج ان کا وجود اس طرح مٹ گیا کہ اگر کوئی ان کی ویران اور برباد آبادیوں اور بستیوں کو دیکھتا ہے تو وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس علاقے میں کبھی کوئی زبردست اور ترقی یافتہ قوم بھی آباد تھی۔ عذاب الٰہی سے پہلے وہ ایک سرسبز وشاداب سلطنت اور دنیاوی ترقیات میں نمایاں حیثیت کی مالک تھی مگر عذاب الٰہی آنے کے بعد وہ پورا علاقہ ایک ایسے خوفناک ریگستان میں تبدیل ہو گیا ہے کہ جس کے اندرونی علاقوں میں دن کی روشنی میں جاتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔

قوم عاد یمن میں حضر موت اور نجران کے درمیانی علاقے میں آباد تھی۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے پہاڑوں کی طرح سر اٹھائے کھڑے تھے۔ زمین پیداوار کے قابل نہ تھی مگر اس قوم نے نہایت محنت سے اس صحرا کو گل وگلزار بنا دیا تھا۔ ہر طرف خوشحالی اور مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ اس قوم نے دنیاوی ترقیات تو ضرور کیں، ان کا معیار زندگی بہت بلند ہو گیا تھا مگر معیار اخلاق اس قدر پست اور گھٹیا ہو چکا تھا کہ وہ اپنی قوت وطاقت کے مقابلے میں سب کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔

کمزور اور بے بس لوگوں کو ستانا، پریشان کرنا، طرح طرح کے ظلم وستم کرنا، دوسروں کی عزت وآبرو سے کھیلنا، ایک اللہ کو چھوڑ کر بے شمار بتوں کی عبادت وپرستش کرنا اور گناہوں کے کاموں میں سب سے آگے رہنا یہ اس قوم کا مزاج بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم اور برادری سے حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے دن رات اپنی قوم کو سمجھایا کہ وہ ظلم وستم کے راستے سے ہٹ کر لوگوں کو سکون پہنچائیں اور مٹی، پتھر اور لکڑی سے بنائے ہوئے بتوں کے بجائے صرف اس اللہ کی عبادت وبندگی کریں جس نے اس ساری کائنات کو بنایا ہے۔ حضرت ہودؑ نے قوم کو بتایا کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو ان کے کفر و شرک اور غرور وتکبر کی وجہ سے اللہ کا وہ عذاب آجائے گا جس سے کوئی نہ بچ سکے گا۔ حضرت ہودؑ اس قوم کو دن رات ہر طرح سمجھاتے رہے مگر اس قوم نے حضرت ہودؑ کی باتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔ ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے کہ اے ہودؑ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے ان معبودوں کی عبادت و بندگی چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا عبادت وبندگی کرتے آئے ہیں۔ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اور تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہتے ہو وہ عذاب ہم پر لے آؤ۔ حضرت ہودؑ کا پیغمبرانہ اور سنجیدہ جواب یہ تھا کہ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ تمہارے اعمال کے سبب اللہ کا عذاب تم پر کب آئے گا۔ بہرحال اللہ نے مجھے جو پیغام دے کر بھیجا ہے وہ میں نے تم تک پہنچا دیا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ میں تمہیں اللہ کی رحمت کی طرف بلا رہا ہوں اور تم اس کی رحمت کے بجائے اس کا عذاب مانگ رہے ہو۔ بڑی ہی جہالت اور نادانی کی بات

ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس قوم کی نافرمانیاں بہت بڑھ گئیں اور ہر طرح سمجھانے کے باوجود انہوں نے اپنے کفر وشرک اور تکبر اور غرور سے توبہ نہ کی تو اللہ کے عذاب کے آثار آنا شروع ہو گئے۔ پورے ملک میں بارشوں کی شدید کمی ہو گئی جس سے ان کے سرسبز وشاداب باغات بے رونق ہو گئے۔ان کے کھیت خشک ہونا شروع ہو گئے۔گرمی کی شدت کا یہ حال تھا کہ گھر اور گھر سے باہر کہیں بھی سکون نہیں ملتا تھا۔ایک دن جب انہوں نے آسمان کے ایک طرف سے تیز گھٹاؤں کو اٹھتے دیکھا تو وہ خوشی سے بے قابو ہو کر کہنے لگے کہ دیکھو کیسے زبردست بادل ہماری طرف آ رہے ہیں۔اب خوب بارش برسے گی، ہمارے ندی نالے بھر جائیں گے، پانی کی کمی نہ رہے گی، ہر طرف سرسبزی وشادابی ہوگی اور موسم خوش گوار اور ٹھنڈا ہو جائے گا۔حضرت ہودؑ نے ان کو بتایا کہ تم جس بادل اور بارش کو اپنی راحت کا ذریعہ سمجھ رہے ہو وہ اللہ کا عذاب ہے جو تمہاری طرف بڑی تیزی سے چلا آ رہا ہے۔اگر اب بھی تم نے توبہ نہ کی تو یہ عذاب اتنا سخت ہوگا جو تمہیں اور تمہاری بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔قوم نے حضرت ہودؑ کی نصیحتوں پر کوئی توجہ نہ کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ طوفانی جھکڑ چلنا شروع ہو گئے۔آہستہ آہستہ ہوا کے یہ جھکڑ تیز ہونا شروع ہوئے اور انسان، درخت اور جانوروں کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہ رہی۔ہوا کی شدت کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کو اور جانوروں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پھینک رہی تھی کہ ان کے سر اور جسم پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہے تھے۔شدید طوفانی ہواؤں نے ان کے گھروں کی چھتیں اڑا کر رکھ دیں غرضیکہ اس طوفانی ہوا نے ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی۔آخر کار مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ جس قوم نے بھی اللہ کی نافرمانی کی اس کا یہی انجام ہوا۔فرمایا کہ قوم ثمود، قوم لوط، قوم سبا، اصحاب مدین اور اہل یمن بھی بڑی طاقتوں والے تھے لیکن جب انہوں نے مسلسل اللہ کی نافرمانیاں کیں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی نصیحتوں سے انکار کیا تو ان کو بھی اللہ نے اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا کہ پھر ان کے مال و دولت، حکومت وسلطنت، اونچی عمارتیں اور ترقیات ان کے کسی کام نہ آسکیں۔اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم نے ان تمام قوموں کو سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل و دماغ عطا کئے تھے مگر انہوں نے ان صلاحیتوں سے کام نہ لیا اور جب ان کی عقلیں مفلوج ہو کر رہ گئیں تو اللہ نے ان کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا اور ان کے وجود کو اور ان کی ترقیات کو نشان عبرت بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ اور قیامت تک آنے والی قوموں کو یہ بتا دیا ہے کہ دیکھو قوم عاد جو جسمانی اور مالی اعتبار سے ایک زبردست، مضبوط اور ترقی یافتہ قوم تھی جب انہوں نے بدنصیبی کا راستہ اختیار کیا تب ان پر قہر الٰہی نازل ہوا اور ان کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ آج ان کی زندگی اور اس کے آثار قصے کہانیاں بن کر رہ گئے ہیں۔جو بھی قوم عاد کے راستے پر چلے گا اس کا انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا اور جو لوگ انبیاء کرامؑ کے راستے پر چل کر اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کریں گے ان کی نہ صرف دنیا بہتر ہوگی بلکہ آخرت کی تمام کامیابیاں ان کا مقدر رہوں گی۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ
اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ
قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾
قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ
اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ
مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ
فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰٓى اِنَّهٗ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۳

اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن سن رہے تھے۔ پھر جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پھر جب تلاوت کی جا چکی تو وہ جنات اپنی قوم کو آگاہ اور خبر دار کرنے کے لئے لوٹ گئے۔ انہوں نے کہا اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک ایسی کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے سے پہلے تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور وہ حق وصداقت اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اے ہماری قوم کے لوگو! تم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات سنو! اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

اور جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہ مانے گا تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر اللہ کو عاجز اور بے بس نہ کر سکے گا اور نہ اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔

یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کے پیدا کرنے سے ذرا بھی نہیں تھکا۔

وہی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ کیوں نہیں۔

بلاشبہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا وہی تو ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٩ تا ٣٣

نَفَرًا	لوگ۔ جماعت
اَنْصِتُوْا	خاموش رہو
اَجِيْبُوْا	قبول کرو
دَاعِیٌ	بلانے والا
يُجِرْ	وہ بچالے گا
لَمْ يَعْیَ	وہ نہیں تھکتا

تشریح: آیت نمبر ٢٩ تا ٣٣

اعلان نبوت کے دسویں سال جب کہ کفار مکہ کے ظلم و ستم اور زیادتیوں کی انتہا ہو چکی تھی اس وقت آپ نے مکہ مکرمہ سے طائف

کی طرف اس خیال سے سفر اختیار فرمایا کہ شاید آپ کے پیغام کو سن کر وہاں کے لوگ آپ کا ساتھ دینے اور ایمان لانے والے بن جائیں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف کے سرداروں اور عام لوگوں نے آپ کی قدر نہ کی اور آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ آپ وہاں سے مکہ مکرمہ واپس تشریف لا رہے تھے اور مقام نخلہ پر ایک جگہ فجر یا تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے اور اس میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ نے جو حق کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے جب قرآنی آیات کو سنا تو وہ جھوم اٹھے۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات آسمانوں پر جا کر کچھ سن گن لے کر آجاتے اور اس زمانہ کے کاہنوں کو بتا دیتے، کاہن اپنے انداز سے اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں دے کر بے وقوف بنالیا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد ان جنات کا آسمانوں کی طرف داخلہ بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی چوری چھپے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے قریب پہنچتا تو ان کو شہاب ثاقب جو گویا آسمانی آگ تھی اس کے ذریعہ بھگا دیا جاتا۔

جنات اس تبدیلی سے حیران تھے اور وہ اس فکر میں لگ گئے کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ جنات نے اندازہ کر لیا تھا کہ یقیناً زمین پر کوئی ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس کی وجہ سے اتنی زبردست تبدیلی آگئی ہے۔ جنات کے گروہ اس بات کی تحقیق کے لئے دنیا بھر میں پھیل گئے۔ ان ہی میں سے جنات کی ایک جماعت نخلہ کے مقام سے گذر رہی تھی کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت کلام اللہ کو سنا اور سنتے ہی رہ گئے اور سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے آسمانوں پر غیب کی خبریں سننے کی پابندی لگا دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ان جنات کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بعد کچھ آیات کو نازل کیا جس سے نبی کریم ﷺ کو جنات کے قبول اسلام کا علم ہوا۔ جنات نے وادی نخلہ میں تلاوت کلام اللہ سن کر اسی وقت دین اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد جنات کا یہ گروہ اپنی قوم میں پہنچا اور اس نے کہا کہ ہم ایک ایسی کتاب سن کر آ رہے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے بعد نازل کی گئی ہے۔

انہوں نے توریت کا نام اس لئے لیا کہ انجیل کے اکثر احکامات توریت کے تابع ہیں۔ جنات نے کہا کہ یہ کتاب جسے ہم سن کر آ رہے ہیں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت و رہنمائی کرتی ہے۔

انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نے توریت کے بعد اس کتاب الٰہی (قرآن کریم) کو سنا ہے جو دین حق کی طرف دعوت دیتی ہے لہٰذا تم اس سچے نبی پر ایمان لاؤ۔ ان کی باتوں کو مانو۔ اگر تم نے ایمان قبول کر لیا تو اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے نجات عطا فرما دے گا اور تمہاری حفاظت کی جائے گی۔

جنات کیا ہیں؟ اس کے متعلق اس سے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے دراصل جس طرح انسان اللہ کی ایک مخلوق ہیں اسی طرح جنات بھی اللہ کی ایک مخلوق ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح بیوی، بچے رکھنے اور شریعت کے احکام کی پابندی کے ارشادات موجود ہیں۔ ان میں مسلم، غیر مسلم، اچھے اور برے سب طرح کے جنات ہیں۔ جس طرح انسان ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اسی طرح جنات بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں لیکن وہ انسانی نظروں سے پوشیدہ ہیں اسی لئے ان کو جن یا جنات کہا جاتا ہے۔

جنات نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا اپنا نقصان ہے اس سے اللہ کے نبی اور اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا کیونکہ اس کائنات میں اللہ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ وہی زندوں کو موت دیتا ہے اور وہی مردوں کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات کا آنا، اسلام قبول کرنا اور نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا چھ مرتبہ ثابت ہے۔ ع ۴ ۹ ۴

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ رات بھر تشریف نہ لائے۔ صحابہ سخت پریشان تھے کہ آپ کہاں تشریف لے گئے۔ بعض کے ذہن میں آیا کہ کہیں آپ پر کوئی حملہ تو نہیں ہو گیا۔ صبح سویرے ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ سے صحابہ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک جن مجھے بلانے آیا تھا میں نے اس کے ساتھ جا کر جنات کے ایک گروہ کو قرآن کریم سنایا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنات کی ملاقات کے لئے چلے گا؟ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جب میں آپ کے ساتھ گیا تو آپ نے پہاڑی علاقے میں جا کر ایک جگہ لائن کھینچ دی اور فرمایا کہ اس لائن سے آگے مت بڑھنا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ عجیب عجیب شکلوں کے لوگ ہیں جو آپ کے چاروں طرف موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حائل ہیں۔ (ابن جریر طبری)

دراصل یہاں جنات کا ذکر کر کے مکہ والوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ دیکھو جنات جو آگ سے پیدا کئے گئے ہیں جن میں انسانوں سے زیادہ تیزی، سختی اور سرکشی وغرور ہے انہوں نے تو قرآن کریم سن کر ایمان قبول کر لیا لیکن تم کتنے بدقسمت لوگ ہو کہ تمہارے اندر وہ نبی ہیں جنہوں نے پوری زندگی تمہارے درمیان گذار دی ہے، جن کے اعلیٰ کردار اور اخلاق کی بلندیوں سے تم اچھی طرح واقف ہو وہ تمہارے معاشرے میں صادق و امین کہلاتے ہیں لیکن تم جنات سے بھی گئے گذرے ہو گئے کہ کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود دولت ایمان سے محروم ہو اور اپنی آخرت خراب کر رہے ہو۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا
بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٤﴾
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ
كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ
نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٣٤ تا ٣٥

جس دن وہ کافر جہنم کے سامنے حاضر کئے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ سب کچھ برحق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں اپنے رب کی قسم ایسا ہی ہے۔

فرمایا جائے گا کہ تم جو کفر اور انکار کرتے تھے اس کے سبب عذاب کا مزہ چکھو۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے جس طرح اور عزم و ہمت والے انبیاء کرامؑ نے صبر کیا تھا۔ اور ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔

یہ لوگ اس کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(اس دن) انہیں ایسا لگے گا کہ جیسے وہ دنیا میں ایک دن میں سے ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے۔

(اے نبی ﷺ آپ کا کام یہ ہے کہ) آپ (اللہ کا پیغام) پہنچا دیجئے۔ بس وہی لوگ تباہ و برباد ہوں گے جو نافرمان ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٤ تا ٣٥

اَلَيْسَ	کیا نہیں ہے؟
ذُوْقُوْا	تم چکھو
اُولُو الْعَزْمِ	ہمت والے
لَمْ يَلْبَثُوْا	وہ نہیں ٹھہرے
بَلٰغٌ	پہنچا دینا ہے

يُهْلَكُ	ہلاک کئے گئے
الْفٰسِقُوْنَ	نافرمانی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۳۴ تا ۳۵

جو شخص بھی حق و صداقت کی بات کرتا اور لوگوں کو اس طرف دعوت دیتا ہے اس کو ہمیشہ قوم کی بے رخی، مخالفت، دشمنی، مزاحمت اور طرح طرح کی اذیتوں سے عزم و حوصلہ اور صبر و برداشت کے ساتھ گذرنا پڑتا ہے۔

جب سورت الاحقاف کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم ناقابل برداشت حد تک بڑھ چکا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ بھی ان مسلسل اذیتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر رہ گئے تھے جن کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ یہ ایک بڑا نازک لمحہ تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جس طرح آپ سے پہلے عزم و ہمت والے پیغمبروں نے اللہ کے نافرمانوں کی اذیتوں پر نہایت صبر، برداشت، عزم اور حوصلے کا مظاہرہ کیا تھا آپ بھی حالات کی سختی پر صبر اور برداشت کا شیوہ اختیار کیجئے اور ان کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ اللہ نے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ ان پر مسلط ہو کر رہے گا۔ یہ اس کے برے انجام سے بچ نہ سکیں گے۔ آپ اپنے حق و صداقت کے مشن اور مقصد کو جاری رکھئے اسی میں ساری انسانیت کی فلاح اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ اصل میں جب حالات بے قابو اور نازک ہو جائیں اور ہر طرف سے سوائے پریشانیوں کے اور کچھ بھی نہ ملتا ہو تو حق و صداقت کے راستے پر چلنے والے یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ وہ چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ان حالات سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہے تو وہ بشری تقاضوں کی وجہ سے بوکھلا جاتے ہیں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اے اللہ ظالموں کے ظلم کی انتہا ہو چکی آپ ان کفار پر عذاب نازل کر کے ان کو تہس نہس کیوں نہیں کر دیتے؟۔ یہ ایک نازک اور جذباتی وقت ہوتا ہے اس وقت اللہ کی طرف سے صبر کی تلقین کی جاتی ہے اور ان کو بتایا جاتا ہے کہ یہ کائنات اللہ کی ہے وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ کس کے ساتھ کب کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس کا یہ اٹل اور قطعی فیصلہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو ان کے نیک اعمال کے سبب ضرور کامیاب و بامراد فرمائے گا اور وہ آخر کار کفار و مشرکین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔ اب وہ وقت کب آئے گا یہ اللہ کی مصلحت ہے وہ جب چاہے گا کفار کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لے گا جس کے سامنے دنیا کے تمام وسائل، مال و دولت، قوت و طاقت اور حکومت و سلطنت سب ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے۔ فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ حق و صداقت کی بات اور اللہ کا پیغام پہنچانے کی جدوجہد نہایت صبر اور عزم و ہمت سے کیجئے۔ ان کفار کے لئے عذاب کی جلدی نہ کیجئے۔ جب اس کی مصلحت ہوگی وہ ان کفار کو ہلاک کر دے گا۔ جب ان پر عذاب آئے گا تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ دن کی ایک ساعت تک ہی اس دنیا میں رہے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح تمام پیغمبروں نے عزم و حوصلے کے ساتھ اللہ کا دین پہنچایا ہے آپ بھی ایسا ہی کیجئے اور کسی بات کی فکر نہ کیجئے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۷

مُحَمَّد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ محمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	47
کل رکوع	4
آیات	38
الفاظ وکلمات	558
حروف	2475
مقام نزول	مکہ مکرمہ

فرمایا اے لوگو! اگر تم نے اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی نہ دی اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرا تو یاد رکھو اللہ بے نیاز ذات ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو ہر طرح اللہ ورسول کی اطاعت کرے گی اور اپنا مال اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرے گی۔

اعلان نبوت کے بعد کفار و مشرکین کی طرف سے طرح طرح کے اعتراضات، الزامات اور سوالات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کو پریشان کیا جا رہا تھا۔ پروپیگنڈا اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ اس کا مقابلہ ایک تیز آندھی کے سامنے کھڑے ہونے کے برابر تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اہل ایمان حق وصداقت کا راستہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ کفار مکہ آپ ﷺ کو اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے ہر طرح کی سازشیں کر رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تک کر ڈالی تھی لیکن حق وصداقت کی آواز سے ہر شخص متاثر ہوتا چلا جا رہا تھا اور دین اسلام کی عظمت ہر ایک دل میں بیٹھتی چلی جا رہی تھی۔ کفار مکہ اپنی اوچھی حرکتوں پر اتر آئے۔ ایک دن جب آپ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ ابن ابی معیط نے حضور اکرم ﷺ کے گلے میں اپنی چادر ڈال کر بل دینا شروع کیا جس سے آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو انہوں نے عقبہ کو دھکا دے کر فرمایا؛

اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلاً اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ

کیا تم اس شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو (اللہ کے گھر میں) یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (نسائی۔ سیرت ابن ہشام)

جب آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کفار نے وہاں بھی اپنی سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔

ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد کو نازل کر کے اہل ایمان کو تسلی دی ہے کہ کفار کچھ بھی کرلیں لیکن اللہ کا دین سربلند ہو کر رہے گا۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

☆ فرمایا جو لوگ دین کی سچائیوں سے خود بھی رک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی روک رہے ہیں ان کا انجام یہ ہے کہ آخرت میں ان کے اعمال غارت کر کے ان کو جنت کی ابدی راحتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی

جولوگ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اللہ ان کو ایسی جنتی راحتیں عطا فرمائے گا جس میں صاف شفاف پانی، دودھ اور شراب کی ایسی نہریں بہہ رہی ہوں گی جو انتہائی لذیز اور دل پسند ہوں گی۔
کھانے کے لیے ہر طرح کے بہترین پھل اور میوے ہوں گے۔
کفار و مشرکین کا حال یہ ہوگا کہ ان کے لیے کھولتا ہوا گرم پانی کا چشمہ ہوگا جس کا پانی پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی۔
فرمایا لوگو! دنیا میں توبہ اور اطاعت کا موقع ہے اگر یہ نکل گیا تو پھر آخرت میں سوائے پچھتانے اور شرمندگی کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

خطائیں معاف کی جاسکتی ہیں۔

☆ جولوگ امن عالم کو تباہ کررہے ہیں ان کا مقابلہ جہاد کے ذریعے بھی کیا جائے اور جب ان کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے جنگ میں کوئی رعایت نہ کی جائے۔ جب جنگ میں کفار پر مسلمانوں کا رعب طاری ہوجائے اور کچھ قیدی بن کر آجائیں تو امیر لشکر کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ ان کو قید کرلے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دے۔

☆ فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کافروں سے خود بھی بدلہ لے سکتا تھا لیکن وہ لوگوں کے ایمان کا امتحان لینا چاہتا ہے اس لیے ان کو جہاد کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اللہ نے اہل ایمان مجاہدین کو یہ خوش خبری دی ہے کہ جولوگ اللہ کے راستے میں مارے جائیں گے ان کو جنت کی راحتیں بدلہ میں دی جائیں گی جہاں کی ہر راحت اور آرام ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ فرمایا کہ جو لوگ جہاد کے ذریعہ یا کسی طرح بھی اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

☆ کفار سے فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے سے پہلے لوگوں کے برے انجام سے بے خبر ہیں کہ جب انہوں نے کفر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے ان کو غارت کر کے رکھ دیا۔ کیونکہ اہل ایمان کا مالک تو اللہ ہے لیکن کافروں کا تو کوئی مولیٰ اور حمایتی نہیں ہے۔

☆ فرمایا یہ کفار دنیا کی چندروزہ زندگی کے عیش و آرام کے مزے اڑالیں اور جانوروں کی طرح خوب کھاپی لیں لیکن ان کا انجام بہت عبرت ناک اور بھیانک ہوگا۔

☆ ان کفار کے برخلاف وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذاریں گے ان کے لیے جنت میں صاف شفاف پانی کی نہریں، دودھ، شراب اور شہد کی صاف ستھری نہریں بھی ہوں گی۔ ان کو کھانے کی ہر چیز اور ہر نعمت عطا کی جائے گی۔

☆ کفار کے لیے فرمایا کہ ان کو ایسا کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جس کے پینے کے بعد ان کی آنتیں بھی باہر آجائیں گی اور ان کے منہ جھلس جائیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین سے جو دکھاوے کے مسلمان ہیں پوچھا ہے کہ کیا وہ قیامت کا انتظار کررہے ہیں؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت اس طرح اچانک آجائے گی کہ پھر کسی کو حسن عمل اور توبہ کا موقع نصیب نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ جس طرح اہل ایمان اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اللہ کی آیتیں نازل ہوتے ہی ان پر عمل کیا جائے۔ منافقین کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کی طرف سے جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو ان کی یہ حالت ہوجاتی ہے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہے۔ فرمایا کہ منافقین بے فکر ہو کر نہ رہیں بہت جلد ان کی بدبختی کے دن شروع ہونے والے ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اسی لیے وہ بہرے گونگے بن کر رہ گئے ہیں نہ انہیں حق کی آواز سنائی دیتی ہے نہ ان کو سیدھا راستہ ہی سوجھتا

ہے۔وہ جب اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ان کی حرکتوں کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے حالانکہ اللہ ان کی ایک ایک حرکت اور سازش کو دیکھ رہا ہے۔ان کو اپنی موت کے وقت معلوم ہوگا جب فرشتے ان کی روح کو قبض کر کے ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہر وہ کام کرتے رہے ہیں جس سے اللہ ناخوش تھا اور ان کے نزدیک اللہ کی رضا و خوشنودی کی کوئی اہمیت نہ تھی۔فرمایا کہ اللہ نے جہاد کا حکم اسی لیے دیا ہے تاکہ منافقین جو اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے حالات سب کے سامنے کھل کر آجائیں اور ہم بھی جانچ لیں گے کہ کس کے دل میں کتنا ایمان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے رہو اور کسی حکم کی خلاف ورزی کر کے اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت نہیں کرتے اور وہ اسی حال میں مر جاتے ہیں تو ان کی بخشش نہیں ہوتی۔

☆ فرمایا کہ آپ ﷺ ان کو جہاد کی طرف آمادہ کرتے رہیے اور صلح کرنے میں ایسا انداز اختیار نہ کیجیے جس کو کفار کمزوری سمجھیں کیونکہ اگر جہاد ہوگا تو اللہ اہل ایمان ہی کو غالب فرمائے گا۔گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے اللہ تمہارے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔لہٰذا تم جہاد سے کبھی اپنی جان مت چرانا، دنیا کی زندگی جو کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اس کی رنگینیوں میں کھو کر جہاد سے منہ مت پھیرنا۔فرمایا کہ اگر تم نے ایمان اور تقویٰ کا راستہ اختیار کیا تو آخرت میں اس کا بہترین اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔بخل اور کنجوسی اختیار نہ کرو کیونکہ جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے کتراتے ہیں تو یہ ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ایسا تو وہ لوگ کرتے ہیں جنہیں آخرت اور اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔اللہ بے نیاز ذات ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔یہ سب کچھ تمہاری ہی بھلائی کے لیے ہے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ یاد رکھو! اگر تم نے جہاد سے جان چھڑائی یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کی تو وہ اس بات پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے بدلے دوسری قوم کو اٹھا دے جو اللہ کی باتوں کو مانیں گے اس کے راستے میں جان و مال کو بے دریغ خرچ کریں گے اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

سورۂ محمّد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۱﴾
وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّ ہُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَہُمۡ ﴿۲﴾
ذٰلِکَ بِاَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا
اتَّبَعُوا الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ؕ کَذٰلِکَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَہُمۡ ﴿۳﴾
فَاِذَا لَقِیۡتُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡہُمۡ
فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ ٭ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ
اَوۡزَارَہَا ۚ۟ۛ ذٰلِکَ ؕۛ وَ لَوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ لَانۡتَصَرَ مِنۡہُمۡ وَ لٰکِنۡ لِّیَبۡلُوَا۠
بَعۡضَکُمۡ بِبَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۴﴾
سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ۚ﴿۵﴾ وَ یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ﴿۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ٦

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔
اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے اور اس پر ایمان لائے جو (حضرت) محمد ﷺ

پر اتارا گیا ہے۔ وہی سچا دین ہے جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ تو اللہ ان کی خطاؤں کو ان سے دور کر دے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ یہ اس لئے ہے کہ جنہوں نے کفر و انکار کیا (درحقیقت) انہوں نے باطل (جھوٹ) کی پیروی کی۔ اور بے شک جو لوگ ایمان لائے انہوں نے ایک سچے دین کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ لوگوں کے سامنے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔ پھر جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب تم خوب قتل کر چکو تو پھر ان کو مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے یا فدیہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ یہ اللہ (کا حکم) ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اس نے (تمہیں جہاد کا حکم دیا ہے) تاکہ وہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے جاتے ہیں تو اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اللہ بہت جلد ان کو راہ ہدایت دکھائے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔ اور ان کو اس جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرادی گئی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ٦

كَفَّرَ	اس نے اتار دیا
بَا لَهُمْ (بَالٌ)	ان کے حالات
اَلرِّقَابُ	گردنیں
اَثْخَنْتُمْ	تم نے ان پر قابو پالیا
شُدُّوْا	مضبوط کرو
اَلْوَثَاقُ	قید

مَنًّا	احسان
فِدَاءً	بدلہ۔معاوضہ
تَضَعَ الْحَرْبُ	رکھ دے جنگ۔جنگ ختم ہو جائے
اِنْتَصَرَ	وہ بدلہ لے لیتا
عَرَّفَ	اس نے پہچان لیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ٦

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کفر و انکار کی روش اختیار کر کے خود بھی ہر طرح کی سچائیوں سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس راہ حق و صداقت پر چلنے سے روکنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے رہے تو اللہ ایسے لوگوں کے تمام وہ اعمال جنہیں وہ بہت نیک کام سمجھ کر کرتے رہے ہیں ضائع کر دے گا۔ وہ اعمال نہ تو دنیا میں کام آئیں گے اور نہ آخرت میں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے ایمان لا کر عمل صالح اختیار کئے اور نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کو انہوں نے پوری طرح مانا تو اللہ نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا بلکہ وہ دنیا اور آخرت میں ان کے ہر کام کو درست فرمادے گا جس کے ذریعہ ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بھی نصیب ہوتی رہے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر و انکار کیا انہوں نے باطل اور جھوٹ کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا انہوں نے حق و صداقت کا دامن تھام لیا۔

باطل ایک بے حقیقت چیز ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ باطل پرست نہ صرف ایک فتنہ اور فساد کی جڑ ہیں بلکہ وہ انسانیت کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کو ختم کر دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا ساری انسانیت کو سکون بخشنے کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جب تک یہ فتنہ دنیا سے مٹ نہ جائے اس وقت تک اس کا پیچھا کیا جائے۔ جب کفار کے دلوں میں اہل ایمان کی دھاک بیٹھ جائے اور ان فسادیوں کا زور ٹوٹ جائے تو اس وقت ان کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا جائے لیکن ان قیدیوں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کیا جائے جو غیر انسانی اور

ظالمانہ ہو بلکہ ان کے ساتھ بہترین سلوک کیا جائے تا کہ وہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر ایمان اور سچائی کے راستے پر آسکیں۔ اب ان کفار کو قید کرنے کے بعد مسلمانوں کے امیر اپنی ذھانت اور مصلحت کی بنیادوں پر ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کر کے ان کو چھوڑ دیں یا فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ جب دشمن اپنے ہتھیار رکھ دے اور جنگ کے جو شعلے بھڑک رہے تھے وہ ٹھنڈے پڑ جائیں اور کفار مسلمانوں کی مکمل اطاعت قبول کر لیں تو پھر قید و بند کا یہ سلسلہ بھی ختم کر دیا جائے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو اس جہاد میں شہید کر دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی جدوجہد، کوشش اور نیک اعمال کو ضائع نہ کرے گا بلکہ ان کو راہ ہدایت عطا کر کے ان کے سارے کاموں کو درست فرما دے گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جو ان کے لئے جانی پہچانی جیسی جگہ ہوگی۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند ضروری باتیں:

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا: جنہوں نے کفر اور انکار کیا یعنی وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کی تمام تر سچائیوں کو دیکھ کر محض اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور رسول دشمنی کی وجہ سے دین سے انکار کی روش کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کی قدر کرنے کے بجائے ان کے خلاف ختم نہ ہونے والی ایسی جنگ چھیڑ دی کہ اس میں سوائے بغض اور حسد کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کے لئے فرمایا گیا کہ جب ایسے لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں اور جنگ چھیڑ دیں تو ان سے لڑ کر ان کا زور توڑ ڈالیں تا کہ وہ آئندہ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔

وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: اور وہ لوگ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں یعنی وہ ظلم و ستم کی انتہا کر دیں کہ لوگوں کے لئے ایمان لانا مشکل ہو جائے اور جو ایمان لے آئیں ان کے لئے زمین کو تنگ کر دیا جائے اور زبردستی دین کے راستے سے ان کو روک دیا جائے۔ کفار مکہ اہل ایمان کے خلاف ایسا بھیانک پروپیگنڈا کرتے تھے کہ ایک ناواقف آدمی ان کو دہشت گرد سمجھ کر ان کے قریب آنے سے گھبراتا تھا۔ لوگوں کے دلوں میں بے بنیاد بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے تا کہ سننے والوں کو ہر بات الٹی نظر آئے۔ ہمارا موجودہ دور جس میں اسلام دشمنوں کے ہاتھوں میں ایسا میڈیا ہے یعنی ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات جس کے ذریعہ وہ ایک مومن، عالم، مخلص اور مجاہد کو دنیا کی نظروں میں ذلیل کرنے اور دین کی تعلیمات کے قریب آنے سے روکنے کے لئے دن رات یک طرفہ پروپیگنڈا کرتے ہیں لیکن اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کا یہ آخری دین ہے جو اس نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا ہے۔

اسی میں ساری دنیا کے دکھوں کا علاج ہے اور اللہ نے اس دین اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ کفار

اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں ہے جب ان پر آسمان سے ایسا قہر اور بلائیں نازل ہوں گی جن کے سامنے دشمنان اسلام بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔ چونکہ اب ظلم انتہاؤں سے گذر گیا ہے لہٰذا یہ کفار اللہ سے معاملہ درست کرلیں اور توبہ کرلیں ورنہ یہ دنیا اپنے بھیانک انجام تک پہنچ جائے گی اور چند ذہنی مریضوں اور اقتدار پرستوں کی وجہ سے ساری دنیا کو عذاب جھیلنا پڑے گا۔

اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ: ان کے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے یعنی وہ تمام کام اور کوششیں جنہیں وہ نیک اور بہتر سمجھ کر کر رہے ہیں وہ تمام کام ایمان نہ لانے کی وجہ سے ضائع اور برباد کردیئے جائیں گے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ کفار قریش حج کے موقع پر خانہ کعبہ کی حفاظت اور حجاج کی خدمت کرتے تھے، مہمانوں کی ضیافت، پانی پلانے کے لئے مشقت، مسکینوں کی امداد و اعانت، پڑوسی کی رعایت اور حفاظت، سخاوت اور صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک یہ کام بہت اچھے ہیں لیکن جب تک وہ نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائیں گے اس وقت تک یہ اعمال ان کے کسی کام نہ آسکیں گے بلکہ رسول دشمنی کی وجہ سے ان کے اعمال ضائع کردیئے جائیں گے نہ ان کا فائدہ دنیا میں نصیب ہوگا اور نہ آخرت میں۔ جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے جو حق و صداقت کی روشنی ہے اور اس کو اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں اس وقت تک ان کی نجات نہیں ہوسکتی۔

اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ: ان آیات میں ایک بہت ہی اہم بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس کی تفصیل تو بہت ہے لیکن مختصر بات یہ ہے کہ عربوں میں عام رواج یہ تھا کہ جب ان کی کسی سے جنگ ہوتی تو وہ تمام جنگی قیدیوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالیا کرتے تھے۔ اور وہ اس بات میں آزاد تھے کہ وہ ان غلاموں کے ساتھ انسانی یا غیر انسانی جیسا چاہیں سلوک کریں اس میں کسی کو بولنے یا ٹوکنے کا کوئی اختیار نہ تھا لیکن جب کفار سے جنگوں کا آغاز ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ جو لوگ جنگ میں قید ہو کر آئیں ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کو غلام ضرور بنایا جائے۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر اہل ایمان میں تقسیم کردینا مستحب ہے لیکن اگر امیر جماعت چاہے تو جنگی قیدیوں پر احسان رکھ کر یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلے میں ان جنگی قیدیوں کو رہا کرسکتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ معاوضہ لے کر ان کو آزاد کردیا جائے خواہ وہ مالی معاوضہ ہو یا کسی قسم کی خدمت ہو۔

قرآن کریم نے اسلامی سلطنت کو کسی خاص اصول کا پابند نہیں کیا ہے۔ البتہ اگر امیر سلطنت جنگی قیدیوں کو غلام بنانا چاہے اور ان کو مسلمانوں میں تقسیم کردینا چاہے تو اس کو اس بات کی اجازت ہے لیکن کسی شخص کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ وہ ان غلاموں سے غیر انسانی اور ظلم و جبر کا کوئی معاملہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین اور ان کے بعد تمام صحابہ کرام نے اسی اصول کی پابندی کی ہے۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات اس بات کی گواہ ہیں کہ اس نے غلاموں کو نہ صرف تمام حقوق دیئے ہیں بلکہ غلاموں کے تمام حقوق کی ہمیشہ پاس داری کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ لہٰذا جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے، اسے وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے اور اس کو ایسے کام کی زحمت نہ دے جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو اور اگر کوئی ایسا سخت کام ہو تو وہ خود بھی اس غلام کی مدد کرے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو تھپڑ مار دیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر عین اس وقت کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے یہ الفاظ تھے "الصلوۃ، الصلوۃ، اتقو اللہ فیما ملکت ایمانکم" نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور اپنے ماتحت غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ (ابوداؤد)

اس طرح کی بے شمار احادیث کے علاوہ قرآن کریم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے غلاموں کو آزاد کرنا عبادت بنا دیا چنانچہ روزے کا کفارہ، قتل کرنے کا کفارہ، ظہار کا کفارہ اور قسم کا کفارہ یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کر دیں۔ اسی طرح زکوٰۃ خرچ کرنے کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک مصرف یہ ہے کہ غلاموں کی گردنیں چھڑائی جائیں۔

قرآن کریم اور احادیث کے ان ارشادات نے اہل ایمان کو اس بات کی طرف آمادہ کر دیا کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس کثرت سے غلام آزاد کئے ہیں جن کی مثال ساری دنیا کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ستر غلام آزاد کئے

☆ حضرت حکیم ابن حزامؓ نے ایک سو غلام آزاد کئے

☆ حضرت عثمان غنیؓ نے بیس غلام آزاد کئے

☆ حضرت عباسؓ نے ستر غلام آزاد کئے

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک ہزار غلام آزاد کئے

☆ حضرت ذوالکلاع نے آٹھ ہزار غلام آزاد کئے (صرف ایک دن میں)

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ (فتح العلوم)

اگر صحابہ کرام، تابعین اوران کے بعد کے حضرات کی یہ تفصیل بیان کی جائے کہ انہوں نے کتنے کتنے غلام آزاد کئے تھے تو شاید ایک کتاب بن جائے۔لہٰذا یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات نہ ہوتے تو شاید دنیا سے کبھی غلامی ختم نہ ہوتی۔

ہمارے دور میں کسی کو غلام نہ بنانا یہ بھی اسلام ہی کا فیض ہے کیونکہ شریعت نے یہ اصول متعین کر دیا ہے کہ اگر دو قوموں کے درمیان یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو غلام بنائیں گے اور نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی اور اگر ان دونوں میں جنگ ہو جائے تو کوئی بھی کسی جنگی قیدی کو غلام نہیں بنائے گا۔

اَلَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے نہ صرف یہ کہ ان کے اعمال ضائع نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام حالات کو درست فرمادے گا۔

يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ: وہ اللہ ان کو ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں پہچان کرا دے گا۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا کہ تم دنیا میں جس طرح اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں کو پہچانتے ہو اور ان سے انسیت و محبت محسوس کرتے ہو اس سے بھی زیادہ وہ جنت کی حوروں سے انسیت محسوس کرو گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ
اَقْدَامَكُمْ ۝۷ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ ع ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے (اور سب سے بڑی تباہی یہ ہے کہ) وہ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کافروں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں (نافرمانیوں کی وجہ سے) ان کا انجام کیسا ہوا؟ اللہ نے (ان کے کفر و انکار کی وجہ سے) ان پر تباہی و بربادی مسلط کر دی۔ اور یہی حالات ان (موجودہ) کافروں کے بھی ہونے والے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ اللہ تو اہل ایمان کا حمایتی و مددگار ہے اور کافروں کا کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۱

تَعْسًالَّهُمْ ان کا ستیاناس ہو جائے

کَرِهُوْا انہوں نے برا سمجھا

اَحْبَطَ اس نے ضائع کر دیا

دَمَّرَ اس نے تباہ کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۱

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو اللہ نہ صرف دنیا اور آخرت میں تمہاری مدد کرے گا بلکہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی کو اپنا رکھا ہے وہ آج دنیا میں اپنے آپ کو بہت کامیاب سمجھ رہے ہیں اور زندگی کی راہوں میں بڑی تیزی سے چلتے نظر آرہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں

ہے کہ جب یہ ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گریں گے اور جن کاموں کو وہ زندگی کی کامیابی سمجھ رہے ہیں اور ان کے نزدیک بہتر عمل تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو جو اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی تھی اس کو برا سمجھتے تھے۔ ان کی اس روش نے ان کے اعمال کو غارت کر کے رکھ دیا۔ اگر وہ زمین میں چل پھر کر دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان سے پہلے ایسے لوگوں کا کتنا برا انجام ہوا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا۔ اللہ نے ان کو جڑ و بنیاد سے کھود کر رکھ دیا جس میں کافروں کے لئے کھلی ہوئی عبرت و نصیحت موجود ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تو ایمان والوں کا مالک و مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ اور ہمدرد نہیں ہے۔

غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے غرور و تکبر کے ساتھ یہ کہا تھا کہ۔ "لَنَا عُزّٰی وَ لَا عُزّٰی لَکُمْ" ہمارے پاس عزّیٰ ہے تمہارے پاس کوئی عزّیٰ نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس کو جواب دو کہ "اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَ لَا مَوْلٰی لَکُمْ" اللہ ہمارا مددگار اور حامی و ناصر ہے اور تمہارا مولیٰ اور حامی و ناصر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس موقع پر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ

فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر۱۲ تا ۱۵

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اس (دنیا میں خوب) عیش و آرام سے کھا رہے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں لیکن ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

(اے نبی ﷺ) کتنی ہی آبادیاں ایسی گذر چکی ہیں جیسی آپ کی بستی ہے جس سے آپ کو (کافروں نے) نکالا ہے جو طاقت و قوت میں ان سے بڑھ کر تھیں لیکن جب ان کو ہلاک کیا گیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ بن سکا۔ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھئے کہ (بھلا بتاؤ تو سہی) جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے صاف اور کھلے راستے پر ہے وہ اس کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جس کا برا عمل (بھی اس کی نظروں میں) خوبصورت بنا دیا گیا ہو اور جو لوگ اپنی خواہشات پر چلتے ہوں؟۔ وہ جنت جس کا اہل تقویٰ سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ایسی ہوگی کہ اس میں نہریں بہتی ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہ ہوگا۔

دودھ کی ایسی نہریں ہوں گی جن کا مزہ ذرا بھی بدلا ہوا نہ ہوگا۔

شراب کی ایسی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے بہت مزیدار ہوں گی۔ شہد کی ایسی نہریں بہتی ہوں گی جو نہایت صاف اور شفاف ہوں گی۔

(ان کے علاوہ) ان سب اہل جنت کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (سب سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ) ان کے رب کی طرف سے مغفرت کا سامان ہوگا۔ کیا ایسے اہل جنت کے برابر وہ ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلیں گے اور ان کو ایسا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑا کر رکھ دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

تَاْ کُلُ الْاَنْعَامُ	جانور کھاتے ہیں
مَثْوٰی	ٹھکانا
کَاَیِّنْ	کتنے ہی۔ کتنی ہی
اَخْرَجَتْکَ	تجھے نکالا
غَیْرِ اٰسِنٌ	بدبو نہ ہو
طَعْمٌ	مزا
خَمْرٌ	شراب
شٰرِبِیْنَ	پینے والے
عَسَلٌ	شہد
خَالِدٌ	ہمیشہ رہنے والا
سُقُوْا	پلائے گئے
قَطَّعَ	کاٹ دیا (کاٹ دے گا)
اَمْعَاءٌ	آنتیں

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵

قرآن میں اصولی اور بنیادی بات یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گذار،

فرماں بردار، دین اور شریعت کی پابندی اور اپنی خواہش نفس کے خلاف چلنے والا ہے وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ترین آدمی ہے بلکہ آخرت کی تمام بھلائیاں بھی اسی کو عطا کی جائیں گی۔ اس کے برخلاف اللہ و رسول کا نافرمان، کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والا، بے حس اور بے عقل جانوروں کی طرح کھا پی کر زندگی گذارنے والا، اپنے نفس اور بے جا خواہشات کی غلامی کرنے والا نہ دنیا میں کامیاب ہے اور نہ آخرت میں بلکہ آخرت میں اس کا بدترین ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی اصولی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد وہ تمام کام کئے جو اللہ اور اس کے رسول کے پسندیدہ ہیں تو ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی یعنی ہر طرف سرسبزی و شادابی کے منظر ہوں گے لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر و انکار کی زندگی اختیار کر کے جانوروں کے جیسے بے حسی کے انداز اپنا لئے ہوں گے ان کا ٹھکانا جہنم اور اس کی آگ ہوگی۔

مکہ کے کفار جنہیں اپنی قبائلی زندگی اور اس کی سرداریوں پر بڑا ناز تھا اور معمولی سی دولت اور سرداریوں پر انہیں اس قدر فخر و غرور تھا کہ اپنے سوا سب کو حقیر و ذلیل سمجھتے تھے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہیں جس طاقت و قوت پر ناز ہے تم سے پہلے ایسی زبردست قومیں گذری ہیں کہ جن کے پاس بے شمار مال و دولت کے ڈھیر تھے۔ وہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں تھیں جن کی بلند و بالا عمارتیں، دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تجارتیں اور کاروبار اور عظیم سلطنتیں تھیں لیکن جب ان کی نافرمانیوں اور کفر و شرک کی وجہ سے ان پر اللہ کے قہر و غضب کا کوڑا برسایا گیا تو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں کہ آج دنیا بھر میں ان کے کھنڈرات نشان عبرت بنے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) کفار مکہ نے آپ کو جس بستی یعنی بیت اللہ کی سرزمین سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا انہیں گذری ہوئی قوموں کے کھنڈرات کے آس پاس، آتے جاتے یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر وہ اللہ و رسول کی نافرمانیاں نہ کرتے تو آج بھی وہ دنیا میں عظیم قوتوں کے مالک ہوتے لیکن ان کی نافرمانیوں نے انہیں نشان عبرت و نصیحت بنا دیا ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ ایمان و صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے والے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے نافرمان اللہ کی نظر میں ایک جیسے نہیں ہیں۔ دونوں کا انجام یکساں نہیں ہے۔ یہ اللہ کے نظام عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرے بلکہ نافرمانوں کے بدترین انجام کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے جن میں ہر طرف خوشی و مسرت، راحت و آرام، سکون قلب و اطمینان، عزت و سربلندیاں ہوں گی۔ جن میں صاف ستھرے اور پاکیزہ کبھی نہ سڑنے اور بدلنے والے پانی کی نہریں ہوں گی۔

شراب کی ایسی نہریں بہادی جائیں گی جن میں اعلیٰ ترین شراب ہوگی جس کو پینے کے بعد نہ تو سر میں درد ہوگا اور نہ پینے والے کے قدم بہکیں گے۔ دودھ کی نہریں ہوں گی جن کا مزہ بھی تبدیل نہ ہوگا۔ صاف ستھرے شہد کی نہریں جو صاف ستھرا اور پاکیزہ شہد ہوگا۔ طرح طرح کے پھل ہوں گے جن کی لذت اور کیفیت کا اس دنیا میں اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ دنیا میں ان اہل ایمان سے جو بھی کوتاہیاں ہو چکی ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ان کو معاف کر دی جائیں گی بلکہ ان کا ذکر تک نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اہل جنت کو اللہ کا بے حجابانہ یعنی بغیر کسی ظاہری رکاوٹ کے دیدار نصیب ہو گا۔

ان خوش نصیب جنت والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ کے نافرمانوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ انہیں ایسا کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے دیا جائے گا جس سے ان کی آنتوں کے ٹکڑے اڑ جائیں گے اور ان کے لئے راحت و سکون کا کوئی سامان نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اس دنیا کی عارضی زندگی میں اپنی خواہشات کے غلام ہیں اور وہ دن رات صرف بے حس جانوروں جیسی زندگی گذارتے ہیں اور اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں جس طرف ان کی بے جا خواہشات ان کو دھکیلتی چلی جاتی ہیں تو وہ دنیا کے ناکامیاب اور آخرت کے اعتبار سے بدنصیب لوگ ہیں۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ سے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی ہر خواہش اور تمنا اس دین کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں"

صحابہ کرامؓ وہ پاکیزہ اور مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی کو اللہ کے اس دین کے تابع کر لیا تھا جو نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے۔ اس پر بعد کے نیک اور صالح بزرگ چلے اور آج ان کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں یہ دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں ان کا کیا اعلیٰ ترین مقام ہوگا اس کا تو اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور ان جیسی کامیابیاں عطا فرمائے۔ اور کفر و شرک، بدعات و خرافات اور بے دینی کے ہر انداز سے محفوظ فرمائے۔ آمین

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ
إِلَيْكَ ۚ حَتّٰىٓ إِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ
مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ
اتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ
تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ
فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنّٰى لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾
فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَإِذَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا
الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ نَظَرَ
الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۗ فَأَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾

ع ۲ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

ان میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں (تو یہ منافق) ان لوگوں سے جن کو (کبھی توریت وغیرہ کا) علم دیا گیا تھا کہتے ہیں کہ اس شخص نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہریں لگا دی ہیں جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔

لیکن وہ لوگ جنہیں اللہ کی طرف سے ہدایت مل گئی ہے اللہ ان کی ہدایت کو اور بڑھا دیتا ہے اور ان کو تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

کیا یہ لوگ اس گھڑی کے (قیامت کے) منتظر ہیں؟ (یاد رکھو) وہ اچانک آئے گی بے شک اس کی علامتیں تو آ ہی چکی ہیں۔ پھر ان کو اس کے آنے کے بعد سمجھنے کا کہاں موقع ملے گا۔

(اے نبی ﷺ) آپ اس بات کو جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اور آپ اپنے لئے اور اہل ایمان مردوں، عورتوں کے لئے معافی مانگتے رہیے بے شک اللہ تمہارے آنے، جانے اور ٹھکانے کو خوب جانتا ہے۔

اور جب وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں کہتے ہیں کہ کوئی (جہاد کے لئے) آیت نازل کیوں نہ کی گئی؟ لیکن جب ایسی سورت نازل کر دی جاتی ہے کہ جس کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں تو آپ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہوں گے جیسے ان پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۶ تا ۲۰

یَسْتَمِعُ	کان لگاتا ہے۔ جاسوسی کرتا ہے
اٰنِفٌ	ابھی ابھی
مُتَقَلَّبٌ	الٹنا پلٹنا
مُحْكَمَةٌ	پختہ۔ اور پکی
اَلْمَغْشِيّ	بے ہوش ہونے والا
اَوْلٰى (وَ لٰىٌ)	خرابی ہے

تشریح: آیت نمبر ١٦ تا ٢٠

جس کے دل میں ایمان اور عمل صالح کی سچی تڑپ اور لگن نہ ہو وہ کسی نیک، بھلی اور بہتر بات کو نہ تو سنجیدگی، دل چسپی اور توجہ سے سنتا ہے نہ اس کی گہرائی پر غور و فکر کرتا ہے۔ کان اگر کسی بات کو سن رہے ہیں تو دل و دماغ کسی اور ہی طرف متوجہ ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی بے حسی ان کو حق و صداقت سے بہت دور لے جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جن کے دل میں ایمان اور عمل صالح کے ساتھ کچھ سیکھ کر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے ایسے لوگ ہر نیک بات کو نہ صرف غور سے سنتے ہیں بلکہ اپنے ہر علم کو عمل میں ڈھالنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے لئے کوئی وعظ و نصیحت کی بات فرماتے تو آپ کی محفل میں ایسے لوگ بھی آجاتے تھے جنہوں نے دل کی گہرائیوں سے ایمان قبول نہ کیا تھا وہ آپ کی باتوں کو بے دلی سے سنتے اور جب وہ محفل رسول ﷺ سے باہر نکلتے تو مخلص صحابہ کرامؓ سے پوچھتے کہ ابھی ابھی اللہ کے رسول نے کیا کہا تھا؟ لیکن صحابہ کرامؓ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر تھے اور ہر نیک بات کو سن کر اس پر عمل کرنے کے لئے بے چین ہو جایا کرتے تھے جنہیں نبی کریم ﷺ کی ہر بات پر اعتماد اور علم یقین حاصل تھا وہ آپ کے ارشادات کو سن کر نہ صرف اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہتے تھے بلکہ عمل کرنے میں بے تابانہ آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ فرمایا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی باتوں پر پوری طرح دھیان نہیں دیتے درحقیقت اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے جس کی وجہ سے انہیں کسی نیک اور بھلی بات پر عمل کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بے عمل لوگ ہر وقت اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور انہیں قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہوتا حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی کہ قیامت اس قدر اچانک آئے گی کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ فرمایا کہ اگر وہ غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی بہت سی نشانیاں تو آچکی ہیں۔

خود نبی کریم ﷺ کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ بس اب قیامت ہی آئے گی کیونکہ آپ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا مبعوث ہونا اور قیامت کا آنا اس طرح ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنی بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو باہم ملا کر دکھایا کہ اس طرح۔ فرمایا کہ جب قیامت برپا ہو جائے گی تو پھر وہ وقت سوچنے، سمجھنے اور عمل کرنے کا نہیں بلکہ فیصلے کا دن ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ کے اس پیغام کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد جاری رکھئے اور بتا دیجئے کہ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اگر اس بھاگ دوڑ میں آپ سے یا آپ کے جاں نثار صحابہ سے کوئی بھی کوتاہی یا لغزش ہو جائے تو آپ اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہیے۔ اللہ کو ہر کیفیت کا علم ہے اور وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کے پیکر ہیں وہ تو یہ تمنا کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی واضح سورت نازل کردی جائے جس میں انہیں کفار سے جہاد کرنے کی اجازت دی گئی ہو تو وہ اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں قربانیاں پیش کریں۔ جب اللہ کی طرف سے جہاد کرنے اور کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کا جواب دینے کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا تو اہل ایمان خوش ہو گئے لیکن جو ذہنی، دماغی اور عملی مرض میں مبتلا تھے ان کا یہ حال ہوا کہ جہاد کا حکم سن کر ان پر موت کا سناٹا طاری ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ان پر موت کی بے ہوشی چھا گئی ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے برے اعمال کا وبال ان پر ضرور پڑے گا اور وقت پڑنے پر کھرے کھوٹے کا پتہ چل جائے گا۔

ان آیات کی مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ؛

پہلی بات تو یہ ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وہی جانتا ہے کہ وہ قیامت کب واقع ہوگی البتہ نبی کریم ﷺ کو بعض علامات قیامت بتا دی گئی تھیں جنہیں آپ نے تفصیل سے ارشاد فرمایا اور اس پر علمائے امت نے کافی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے چند علامتیں یہ ہیں۔

☆ دنیا سے علم اٹھ جائے گا۔ جہالت عام ہو جائے گی اور لوگ علم دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنالیں گے۔ یعنی دنیا میں علوم تو بہت سے ہوں گے مگر علم حقیقی گھٹ جائے گا اور ہر طرف پڑھے لکھے لوگوں کی بھیڑ ہونے کے باوجود ہر طرف جہالت کا راج ہوگا۔

☆ قوم کی نمائندگی کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو معاشرے کے ذلیل لوگ ہوں گے۔

☆ مرد تھوڑے ہوں گے اور عورتوں کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ذمہ دار ایک مرد ہوگا (بخاری مسلم)

☆ زکوٰۃ جو ایک عبادت ہے اس کو لوگ تاوان سمجھ کر ادا کریں گے اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ وہ اپنی عبادت کا ایک فرض ادا کر رہے ہیں۔

☆ لوگ مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھ کر کھائیں گے اور امانت کو مال غنیمت قرار دیدیا جائے گا (یعنی اس کو حلال

سمجھ کر کھائیں گے)

☆ لوگ ماں باپ کے نافرمان اور بیوی کے اطاعت گذار ہوں گے لوگ اپنے دوستوں کو قریب اور باپ کو دور کر دیں گے۔

☆ ایک شریر اور ظالم کا احترام اس خوف کی وجہ سے کیا جائے گا تا کہ اس سے کوئی شدید نقصان نہ پہنچے۔

☆ ہر طرف گانے بجانے (ناچ گانے) والی عورتوں کی کثرت ہوگی اور ہر گھر میں گانا بجانا عام ہو جائے گا۔

☆ کثرت سے شراب پی جانے لگے گی۔

☆ امت کے گذرے ہوئے (بزرگوں) لوگوں پر آنے والی نسل لعنت ملامت کرے گی۔

یہ اور اسی طرح کی بہت سی علامتیں ظاہر ہو جائیں گی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تم سرخ آندھی اور زلزلے کا انتظار کرنا۔ لوگوں کی شکلیں صورتیں مسخ ہو جائیں گی زمین کے بہت بڑے علاقے زمین میں دھنس جائیں گے۔ آسمان سے پتھر برسیں گے اور مسلسل آفتیں اس طرح آئیں گی کہ جیسے موتی کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان کو سمجھاتے رہیے لیکن اگر وہ اتنا سب کچھ سننے کے باوجود اپنی بے عملی اور بے حسی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں تو آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے آپ اپنے اعلیٰ ترین مقصد دین کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔

اگر اس راہ حق و صداقت میں کہیں کسی جگہ کوئی کمی رہ جائے کسی قسم کی کوتاہی ہو جائے تو مغفرت کرنے والے پروردگار سے اپنے لئے بھی اور اہل ایمان کے لئے بھی استغفار کیجئے۔ وہ معاف کرنے والا مہربان آقا ہے اور وہ اپنے بندوں کے تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے کے متعلق فرمایا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْاِسْتِغْفَار

یعنی سب سے افضل ذکر تو کلمہ طیبہ ہے اور سب سے افضل دعا استغفار ہے

نبی کریم ﷺ جو معصوم ہیں جب آپ یہ فرما رہے ہیں کہ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں تو ہم گناہ گاروں کو غور کرنا چاہیے کہ ہم دن بھر میں کتنی مرتبہ اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں؟ اور استغفار کرتے ہیں؟

طَاعَةٌ وَّقَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ ۟ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ ۟ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ ﴿۲۱﴾ فَهَلۡ
عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ﴿۲۲﴾
اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰٓى اَبۡصَارَهُمۡ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا
يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰى قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ ارۡتَدُّوۡا
عَلٰٓى اَدۡبَارِهِمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدَى ۙ الشَّيۡطٰنُ سَوَّلَ لَهُمۡ ؕ
وَاَمۡلٰى لَهُمۡ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لِلَّذِيۡنَ كَرِهُوۡا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيۡعُكُمۡ
فِىۡ بَعۡضِ الۡاَمۡرِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اِسۡرَارَهُمۡ ﴿۲۶﴾ فَكَيۡفَ اِذَا تَوَفَّتۡهُمُ
الۡمَلٰۤـئِكَةُ يَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوۡا
مَاۤ اَسۡخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوۡا رِضۡوَانَهٗ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۲۸﴾ ع ۹ ۳/۷

ترجمہ: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

فرماں برداری کی اور بھلی بات ہی کہنی چاہیے۔ پھر جب (جہاد کا حکم) آ جائے اور وہ اللہ کے سامنے سچے ثابت ہو جائیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہے۔

کیا پھر (تم سے) یہی توقع نہیں ہے کہ اگر تمہیں (اقتدار) وقوت حاصل ہو جائے تب تم زمین میں فساد ہی مچاؤ گے اور رشتہ داریوں کو منقطع کر دو گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پھر ان کو بہرا بنا دیا ہے۔ ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کیا وہ لوگ قرآن میں غور وتدبر

نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟

بے شک جو لوگ صحیح راستہ واضح ہونے کے بعد اپنی پیٹھ پھیر کر (بھاگیں گے) تو (ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ) شیطان نے ان کو یہ غلط راستہ سجھایا ہے اور ان کی امیدوں کو دراز کر دیا ہے۔ (ان لوگوں کے منہ پھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ) ان منافقین نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکامات کو ناپسند کرتے تھے ان سے کہا کہ ہم (اسلام کے خلاف) بعض چیزوں میں تمہاری بات مانیں گے۔ اور اللہ ان کے اس بھید کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہوں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ ان سے یہ سلوک اس وجہ سے ہوگا کہ ان لوگوں نے ایسے طریقے اختیار کئے ہوئے تھے جو اللہ کو ناراض کرنے والے تھے۔ اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو برا سمجھا تھا۔ اس لئے اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ٢١ تا ٢٨

طَاعَةٌ	کہا ماننا۔ اطاعت کرنا
عَزَمَ	ارادہ کر لیا
عَسَيْتُمْ	شاید کہ تم
تُقَطِّعُوْٓا	تم کاٹ ڈالو
اَرْحَامٌ	رشتہ داریاں
اَصَمَّ	بہرا کر دیا
اَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ	ان کی آنکھیں اندھی کر دیں

لَا يَتَدَبَّرُوْنَ	وہ غور نہیں کرتے
اَقْفَالٌ (قُفْلٌ)	تالے
اِرْتَدُّوْا	الٹے پھر گئے
اَدْبَارٌ (دُبُرٌ)	پیٹھ۔ پیٹھیں
سَوَّلَ	اس نے برابر کیا۔ دھوکہ دیا
اِسْرَارٌ (سِرٌّ)	بھید۔ خفیہ باتیں
اَسْخَطَ	ناراض کردیا
اَحْبَطَ	ضائع کردیا

تشریح: آیت نمبر ۲۱ تا ۲۸

اس سے پہلی آیات میں بیان کیا جارہا تھا کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے میں سنجیدہ ہیں وہی لوگ قرآن کریم کی روشنی سے ہدایت حاصل کریں گے اور جنہوں نے سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود بے حسی اور بے توجہی کا انداز اختیار کیا ان کو زندگی کے اندھیروں اور آخرت میں ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ایسے منافق لوگ اپنے ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور فرماں برداری کی باتیں کرنے میں بھی خوب چرب زبان ہوتے ہیں لیکن اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ زبان سے جس اطاعت و فرماں برداری کی باتیں کرتے ہیں وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے جسے اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے اور ان کی ڈھکی چھپی اور ظاہر حالت سے واقف ہے مومن بھی ان کی حرکتوں سے ان کے نفاق کو خوب پہچانتے ہیں چنانچہ جب ایک طویل عرصے تک دشمنوں سے جنگ کرنے کی ممانعت تھی اس وقت تک تو منافقین اور اہل ایمان کو الگ الگ پہچاننا مشکل تھا کیونکہ نماز، روزہ اور عبادات کو ایک ساتھ ہی ادا کیا جاتا تھا۔

جب اللہ کی طرف سے اہل ایمان کو جہاد کی اجازت دی گئی تب اہل ایمان تو خوش ہوگئے اور جس جاں نثاری

کے لئے وہ تڑپ رہے تھے ان کو موقع مل گیا تھا لیکن نفاق کے روگی اور دل کے بیمار لوگ جہاد وقتال کے حکم سے بوکھلا کر رہ گئے اور ایسی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی سی طاری ہو کر آنکھیں حلقوں میں ڈولنے لگتی ہیں۔

اس کیفیت کو سورۂ نساء میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا " کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ وہ (دشمنوں کو قتل کرنے یا انتقام لینے سے) اپنے ہاتھوں کو روکے رکھیں۔ نماز قائم کریں۔ زکوۃ ادا کرتے رہیں اور جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو ان میں کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان (کفار) سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ (ڈرنا چاہیے تھا) وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے ہمیں قتال (جہاد) کا حکم کیوں دے دیا۔ ہمیں ابھی کچھ اور مہلت دی جاتی۔ (النساء آیت نمبر ۷۷)"

منافقین کے سامنے جہاد کا حکم آتے ہی ان کا پول کھل گیا۔ حالانکہ کفر وشرک کے خلاف قتال اور جہاد کا حکم انسانی فلاح و بہبود کے لئے ہے اسی لئے فرمایا کہ اگر تم نے جہاد کا حکم آنے کے بعد منہ پھیرا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے اسی پرانے رنگ ڈھنگ پر آجاؤ گے جیسے تم صدیوں سے جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے پر چڑھ دوڑتا تھا۔ ہر طرف قتل وغارت گری اور بدامنی کا راج تھا۔ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں ذبح کر دیا کرتے تھے اسلام کی برکت سے اب یہ تمام باتیں ختم ہو چکی ہیں۔

فرمایا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے جو دین کے بنیادی اصولوں سے منہ پھیر کر چلتے ہیں اور دین اسلام کی سچائیوں پر دھیان نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ تم اس قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ یہی لوگ یہود ونصاریٰ کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنی دلی کیفیات کو دنیا سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ ان کے پوشیدہ رازوں تک سے واقف ہے۔

فرمایا کہ ان لوگوں کا اس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کو موت کی دہلیز پر لے آئیں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر گرز برسا رہے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ تم ہمیشہ اس راستے پر چلے جو راستہ اللہ کو پسند نہیں تھا اور انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کو اہمیت نہیں دی اسی وجہ سے ان کا سب کیا کرایا غارت کر دیا گیا جب وہ آخرت

میں پہنچیں گے تو ان کے ہاتھ حسن عمل اور اس کے بہتر نتائج سے خالی ہوں گے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾
وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ
الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ
مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ
صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا
اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ
مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں (منافقت کا) مرض ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے روگ (کینہ پروری) کو ظاہر نہیں کرے گا؟ اور اگر ہم چاہتے تو (ان کے چہرے ہم) آپ کو دکھا دیتے پھر آپ ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لیتے اور آپ ان کو اب بھی ان کے انداز گفتگو سے پہچان سکتے ہیں۔

اور (آپ کہہ دیجئے کہ) اللہ تمہارے اعمال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اور البتہ ہم

تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کی جانچ نہ کر لیں۔ اور ہم تمہارے تمام اعمال کی جانچ کریں گے۔ بے شک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے اس راستے سے روکا جس میں ان کے لئے ہدایت کا سامان تھا اور بہت کچھ واضح ہونے کے باوجود انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تو انہوں نے اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کیا (ان کو یہ نقصان پہنچے گا) اللہ ان کے اعمال کو ضائع کردے گا۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بے شک جن لوگوں نے کفر و انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اور پھر (وہ اس حالت میں) مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ ان کی ہرگز بخشش نہ کرے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

اَضْغَانٌ (ضِغْنٌ)	کینہ۔ بغض۔ دل میں چھپائی گئی دشمنی
عَرَفْتَ	تو نے پہچان لیا
سِیْمَا	پیشانیاں
لَحْنُ الْقَوْلِ	گھما پھرا کر بات کہنا
شَآقُّوْا	انہوں نے نافرمانی کی
لَنْ يَّضُرُّوْا	وہ نقصان نہ پہنچائیں گے
يُحْبِطُ	وہ ضائع کردے گا
لَا تُبْطِلُوْا	تم ضائع نہ کرو

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۴

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اس کا قانون یہ ہے کہ وہ گناہوں کے باوجود ہر آدمی کو مہلتیں دیتا چلا جاتا ہے تا کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔ اس کے ہر عیب پر پردے ڈالتا چلا جاتا ہے لیکن بار بار آگاہ کرنے کے باوجود اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تب اللہ اس کے عیبوں پر سے پردے چاک کر دیتا ہے۔ اللہ کی اس مہلت اور ڈھیل کی وجہ سے اس کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ اس کے تمام حالات اور دلی کیفیات تک سے اچھی طرح واقف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اسی بات کو واضح کرنے کے لئے فرمایا ہے "اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی بات کو چھپاتا ہے تو اللہ (اسی وقت اس کے گناہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتا) بلکہ اس کے وجود پر اس چیز کی چادر اوڑھا دیتا ہے۔ اگر وہ کوئی بھلی اور نیک بات کرتا ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور اگر بری بات ہے تو وہ بھی چھپی نہیں رہتی (ابن کثیر)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھلی اور بری بات ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ چھپی رہے بلکہ آخر کار وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے۔

مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ پر خلوص دل سے ایمان لانے والوں کی اکثریت تھی لیکن بعض لوگ اپنے دنیاوی مفادات کے لئے ایمان تو لے آئے تھے اور وہ دکھانے کے لئے تمام وہ کام کرتے تھے جو مخلص مسلمان نہایت عقیدت و محبت سے سرانجام دیتے تھے لیکن منافقین کے دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور اسلام دشمنی کے جذبات بھی موجود تھے وہ اس منافقت کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی یہ منافقت اسی طرح چھپی رہے گی اور کسی پر ظاہر نہ ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے لئے فرمایا ہے "وہ منافقین جو اپنے دلی جذبوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے بڑا محتاط رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی اسلام دشمنی اور منافقت کا یہ مرض بہت عرصہ تک چھپا رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں شکلیں تک آپ کو دکھا سکتے ہیں (لیکن اللہ کے قانون کے خلاف ہے اس لئے) آپ ان کو ان کی بعض علامتوں سے اور ان کی بناوٹی باتوں سے پہچان سکتے ہیں اور اللہ تو ان کے تمام کاموں سے اچھی طرح واقف ہے"۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا دستور تو یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے عیب اور برائیوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا لیکن اگر اس کی مصلحت ہوتی کہ دوسرے ان منافقوں کے شر سے بچ جائیں تو کبھی کبھی ضرورت کے وقت ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ

حضرت عقبہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے چھتیس (36) آدمیوں کا نام لے کر بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہیں اور ان کو آپ نے اپنی محفل سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (مسند احمد)

ویسے عام طور پر نبی کریم ﷺ نے منافقین کی خاص خاص نشانیوں کا ذکر کیا ہے تا کہ اہل ایمان اس طرح کی نشانیاں رکھنے والوں سے ہوشیار رہیں جو مسلمانوں سے محض دکھاوے کا تعلق رکھتے ہیں اور انہیں حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان کی بناوٹی باتیں، انداز گفتگو اور اکھڑی اکھڑی باتیں ان کے دلی جذبات کی ترجمان ہیں جنہیں وہ چھپا ہی نہیں سکتے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا رہتا ہے خواہ وہ اللہ کے فرماں بردار ہوں یا فرماں بردار نہ ہوں۔ اس طرح آزمائش کی بھٹی سے نکلنے کے بعد منافق اور مومن کا فرق بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتا ہے۔ جو لوگ منافقت کے مرض میں مبتلا ہیں ان کی آزمائش یہ ہے کہ ان کو خوب ڈھیل اور سہولتیں دی جاتی ہیں تا کہ وہ پوری آزادی سے اپنی منافقانہ کاروائیوں میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور ان کا کینہ، حسد، جلن، بغض اور اسلام دشمنی پوری طرح کھل کر سامنے آ جائے اور وہ اپنی آگ میں جل کر خود ہی ذلیل و رسوا ہو جائیں۔ اس کے برخلاف ان اہل ایمان کو جو جہاد اور صبر سے کام لیتے ہیں اس لئے آزمائش کی بھٹی سے گذارا جاتا ہے تا کہ وہ اس طرح کندن بن کر ابھریں جس طرح سونا آگ پر تپائے جانے کے بعد کندن اور صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔ یہ آزمائش ان کے لئے ایک انعام کے طور پر ہوتی ہے تا کہ ان کو بھاری ذمہ داریوں کے قبول کرنے کا اہل بنا دیا جائے۔ وہ لوگ جو اللہ، اس کے رسولؐ اور دین اسلام سے دوسروں کو دور رکھنے کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں سچائی آنے کے باوجود وہ اس روشنی سے محروم رہتے ہیں وہ اپنے اس طرز عمل سے اللہ کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے البتہ اپنے کئے کرائے پر پانی پھیر لیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں کلہاڑی اپنے پاؤں پر مار لیتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے فرمایا ہے کہ وہ اپنے اخلاص، حسن عمل، اللہ کی عبادت و بندگی، اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری میں لگے رہیں۔ آخرت کے لئے جدوجہد کرتے رہیں اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جن کا کام کفر کرنا اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکنا ہے کیونکہ اگر وہ کافر اسی طرح کفر پر ڈٹے رہے اور توبہ نہ کی تو ان کا انجام بہت برا ہوگا اور آخرت میں تو اللہ کی نظر کرم سے بھی محروم ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق و صداقت، ایمان اور عمل صالح پر چلنے والوں کو اطمینان قلب، ذہنی سکون، عقل و فکر کی بلندی، دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں اور جو لوگ زندگی بھر جھوٹ، فریب اور غلط فہمیوں میں زندگی گذارنے والے ہیں ہو سکتا ہے ان کو دنیا کی زندگی میں بعض فائدے مل جائیں لیکن آخرت جو انسان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے وہاں وہ اللہ کے ہر انعام

واکرام اور فضل و رحمت سے محروم رہیں گے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى
السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾
اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۗ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ
اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا
وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا
غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع ۴ ۱۰/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

اے ایمان والو! تم ہمت نہ ہارو کہ تم ان کو صلح کی طرف بلانے لگو۔ تم ہی سر بلند رہو گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال (کے اجر و ثواب) میں کمی نہ کرے گا۔

دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر تم ایمان لے آئے اور تم نے تقویٰ کی روش کو اختیار کیا تو وہ تمہیں اجر و ثواب عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔

اور اگر وہ تم سے کل مال طلب کرنے لگے اور طلب کرنے میں انتہائی درجہ تک تم سے طلب کرے تو تم بخل اور کنجوسی کرنے لگو گے (اس وقت) اللہ تمہارے دلوں کی ناگواریوں کو ظاہر کر دے گا۔

سن لو! تم لوگ تو ایسے ہو کہ جب تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم

میں سے بعض لوگ کنجوسی کرتے ہیں۔

اور جو شخص بخل اور کنجوسی کرے گا تو درحقیقت اپنے آپ سے بخل کرے گا۔

اللہ تو بے نیاز ہے جب کہ تم اس کے محتاج ہو۔

اور اگر تم نے اس سے منہ پھیرا تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ جو تم جیسے (بخیل اور کنجوس) نہ ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

لَا تَهِنُوْا	تم سست نہ پڑو۔ بزدلی نہ دکھاؤ
تَدْعُوْا	تم پکارنے لگو
اَلسَّلْمُ	صلح
اَلْاَعْلَوْنَ	تم بلند رہو گے
لَنْ يَّتِرَ	ہرگز نقصان نہ پہنچے گا
يُحْفِيْ	وہ طلب کرتے ہیں۔ بار بار مانگے گا

تشریح: آیت نمبر ۳۵ تا ۳۸

اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا رہتا ہے تا کہ مومن اور غیر مومن کا فرق کھل کر سامنے آجائے۔ مومنوں کی آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کو مشکل حالات کی بھٹی سے گذار کر اسی طرح صاف ستھرا اور کندن بنا دیا جائے جس طرح سونا آگ کی بھٹی میں جا کر نکھر جاتا ہے۔

اہل ایمان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب ان پر حالات کی آزمائش آئے تو وہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کریں اور کسی طرح کفار و

مشرکین کا دباؤ قبول کر کے ایسی صلح نہ کریں جس میں بزدلی اور کم ہمتی کا کوئی بھی انداز ہو کیونکہ تم سے اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تمہیں پوری طرح کفار پر غلبہ اور قوت عطا فرمائے گا۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو پھر وہ تمہاری کسی کوشش اور عمل کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

رہے وہ لوگ جو دنیا کی چمک دمک کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تم ان کی طرف نہ دیکھو کیونکہ دنیا کی زندگی کھیل کود سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ دنیا اور اس کی رونقیں یہیں رہ جائیں گی یہ سب عارضی زندگی کا سامان ہے حقیقی زندگی تو وہ ہے جو موت کے بعد شروع ہوگی لہٰذا عارضی اور وقتی زندگی کے تقاضوں اور دنیا کی محبت کو آخرت کی ابدی راحتوں پر غالب نہ آنے دیا جائے۔ اسی جذبے پر عظیم اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

البتہ ان تمام چیزوں کی بقا اس میں ہے کہ اپنی زندگی کی ضروریات کے ساتھ ساتھ اپنے مال کو اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے خرچ کیا جائے۔ اللہ تمہیں اسی طرف متوجہ کرتا ہے وہ تم سے تمہارا سارا مال لینا نہیں چاہتا بلکہ کچھ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ بھی اپنی ذات کے لئے نہیں کیونکہ وہ تو تمہارے مال و دولت سے بے نیاز ہے وہ تو تمام حاجت مندوں کو دیتا ہے اسے کسی کے مال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تمہارا معاشرہ اور اسلامی زندگی کی اقدار مضبوط ہو سکیں۔

اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بچتا اور کنجوسی کا انداز اختیار کرتا ہے تو وہ درحقیقت اپنی نفس کی غلامی کرتا ہے۔ فرمایا کہ مومنو! تم صبر واستقلال سے ڈٹے رہو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر پوری طرح عمل کرتے رہو وہ ہر جگہ تمہارا ساتھ دے گا۔ تمہاری مدد کرے گا اور اللہ کی مدد سے تم ہر جگہ غالب رہو گے اور کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم نے اس صراط مستقیم کو چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اختیار کر لیا تو پھر یاد رکھو اللہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے جس طرح وہ تمہارے مال و دولت کا محتاج نہیں ہے وہ اپنے دین کے غلبہ کے لئے بھی تمہارا محتاج نہیں ہے اگر تم نے صحیح طریقہ اختیار نہ کیا تو تمہارے بجائے وہ کسی دوسری قوم کو اٹھا کر کھڑا کر دے گا اور اس سے اپنے دین کی سربلندی کا کام لے لے گا جو تم سے بہتر طریقہ پر اپنا کام کر سکے گی۔

سورۂ محمد کی مذکورہ آیات کی تشریح سے یہ بات بالکل واضح طریقہ پر سامنے آ گئی ہے کہ اسلام جو دین امن وسلامتی ہے اس میں صلح اور امن وآشتی کو بنیاد ہونا چاہیے لیکن اگر جنگ کرنے کا موقع ہو تو اس میں ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اور کسی طرح کی

بزدلی اور کم ہمتی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ احکامات اس وقت دیئے جارہے ہیں جب مسلمان بہت تھوڑے سے تھے۔ اور صرف عرب کے کفار قریش ہی نہیں بلکہ اس وقت کی معلوم دنیا کی اکثریت مسلمانوں کو ایک خطرہ سمجھ رہی تھی جب حالات کو ان پر تنگ سے تنگ کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جب وہ کفار کا دباؤ قبول کرتے ہوئے ایسی صلح کر لیتے جس میں بزدلی اور کم ہمتی نمایاں ہوتی۔

فرمایا کہ جہاد و قتال ہو یا صلح مندی ان تمام باتوں میں اللہ کی رضا و خوشنودی کو آگے رکھا جائے اور کوئی ایسا جذباتی انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے دشمن کو اہل ایمان کی کسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے۔ بڑے صبر و استقلال سے ڈٹے رہیں اور وہ اس بات کو ثابت کر دیں کہ دنیاوی مال و دولت کی کمی ان کے قدموں میں کوئی ڈگمگاہٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اصول کی بات یہ ہے کہ دنیا میں دو طاقت ور قوموں اور جماعتوں میں صلح ہوا کرتی ہے۔ کمزور اور طاقت ور کی صلح نہیں محض ایک وقتی مفاہمت کہلاتی ہے۔

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ اور اہل ایمان کے درمیان ایک معاہدہ کیا جارہا تھا اس وقت اگرچہ آپ نے کفار کی وہ بہت سی شرطیں مان لی تھیں جو بظاہر آبرومندانہ نہیں تھیں لیکن آپ کفار کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ یہ صلح کا معاملہ ٹل جائے۔

صحابہ کرامؓ جو اطاعت رسول کے پیکر تھے انہوں نے زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن ہر ایک اپنے دل میں گھٹ رہا تھا کہ آخر ہم اس قدر دب کر صلح کیوں کریں؟ لیکن آپ ﷺ نے کفار قریش سے معاہدہ کر لیا اور اس معاہدہ کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے واپسی کا حکم دیا۔ جب مسلمان مکہ مکرمہ سے کچھ ہی دور پہنچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی یہ آیات نازل کیں جن میں اس معاہدہ کو "فتح مبین" قرار دیا گیا تھا۔

صحابہ کرامؓ تو ویسے ہی دل گرفتہ تھے جب ان کے سامنے "فتح مبین" کا لفظ آیا تو وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے۔ جس میں ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جس میں ذلت آمیز شرائط بھی موجود ہیں۔ لیکن بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی یہ ایک ایسی کھلی ہوئی فتح تھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش جو مسلمانوں کو کوئی حیثیت نہیں دے رہے تھے انہوں نے صلح کر کے مسلمانوں کو ایک الگ برابر کی طاقت تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسلام کا مزاج امن و سلامتی کا ہے اس لئے اس صلح کے بعد آپ نے ساری دنیا کے بادشاہوں اور سربراہوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے خطوط لکھے۔ آس پاس کے قبائل کے پاس ایسے مبلغین کو بھیجا گیا جنہوں

نے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ معمولی سی کوشش کے بعد خیبر کے زرخیز علاقے کو فتح کیا۔ اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا ہے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

مذکورہ آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ صلح میں خیر ہے لیکن ایسی صلح ہونی چاہیے جس میں بزدلی کا کوئی پہلو نہ ہو اور صلح میں حکمت و مصلحت سے کام لیا گیا ہو۔ اہل ایمان کو اسی بات پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ پوری طرح ایثار و قربانی سے کام لیں تا کہ اسلام کا یہ پودا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۂ محمد کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۸

اَلْفَتْح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفتح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	48
کل رکوع	4
آیات	29
الفاظ وکلمات	568
حروف	2555
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسا عظیم رسول ﷺ عطا فرمایا ہے جو شاہد، بشیر اور نذیر ہے۔ ان کی مدد، تعظیم وتکریم اور اللہ کی صبح و شام تسبیح کرنا اور جو انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے اس کو پورا کرنا ہی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اگر صلح حدیبیہ نہ ہوتی تو اہل ایمان کو وہ کامیابیاں اور فتوحات حاصل نہ ہوتیں جو اس صلح کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ یہی وہ موقع تھا جب دین اسلام ایک ایک گھر میں پہنچا اور حکومتوں کے سربراہوں کو بھی نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دی اور فوج در فوج لوگوں نے دین اسلام کو قبول کرنا شروع کیا۔ یہی فتح مبین ہے۔

☆ اس سورۃ میں ایک کھلی ہوئی فتح کی خوش خبری دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس سلسلہ میں یا خلوص کے ساتھ کیے گئے کسی کام میں بھی کوئی کوتاہی یا کمی رہ گئی ہو یا آئندہ ہو جائے تو ہم نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! وہ اللہ آپ ﷺ کو سیدھے راستے پر چلا رہا ہے وہ آپ ﷺ کو ایسا مثالی غلبہ عطا فرمائے گا جس میں عزت ہی عزت ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر مخالفین اس بات کا شدت سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ ان کے پاس زبردست لشکر ہے تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس کائنات میں زبردست لشکر صرف اللہ کا ہے۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر بات کی حکمت کو اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کام کو کس وقت کس انداز سے ہونا چاہیے۔

☆ اہل ایمان اپنا حسن عمل پیش کرتے رہیں اس میں کمی یا کوتاہی نہ کریں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ منافق ومشرک مرد عورتیں جو اللہ کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے ان کے لیے جہنم تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ اللہ نے مومنوں سے فرمایا ہے کہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایک ایسا عظیم رسول عطا فرمایا ہے جو قیامت میں تمہارے سارے اعمال پر گواہی دینے والا، ہر نیک عمل پر خوش خبری دینے والا اور کافروں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والا ہے۔ ان کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں۔ ان کے ساتھ مل کر اللہ کے دین کی مدد کریں۔

اللہ نے دین اسلام کی ترقی کو ایک پودے سے تشبیہ دی ہے جس طرح ایک پودا جو نرم و نازک ہوتا ہے آہستہ آہستہ وہ ایک تناور درخت بن جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے لیے فرمایا کہ ایک وقت وہ تھا جب مسلمان کمزور تھے مگر اب وہ اتنے طاقت ور ہو گئے ہیں جو دنیا پر غالب آجائیں گے۔

ان کی عزت واحترام اور تعظیم میں کمی نہ کریں اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں۔

☆ فرمایا کہ جن لوگوں نے ''بیعت رضوان'' کی تھی درحقیقت انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لہٰذا کوئی عہد شکنی نہ کرے۔ اگر کسی نے اپنے عہد کو توڑا تو اسے اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اس کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ لوگوں کو عہد شکنی سے بچ کر وفائے عہد کرنا چاہیے۔

☆ وہ منافقین جن کا اسلام ان کی زبانوں تک محدود تھا جب اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا وقت آیا تو ان کا کردار بھی کھل کر سامنے آگیا۔ جب اہل ایمان عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے تھے اس وقت منافقین نے اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کیا کہ مسلمانوں کو کفار کے گڑھ میں نہیں جانا چاہیے کیونکہ اگر وہ چلے گئے تو ان کا مدینہ منورہ واپس لوٹ کر آنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر وہ بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ جب اہل ایمان مدینہ منورہ واپس آ گئے ہیں تو وہ منافقین اپنی اس شرمندگی کو مٹانے کے لیے غلط سلط عذر اور بہانے پیش کر رہے ہیں۔ اب منافقین کو یقین ہو گیا تھا کہ مومنین اس کے بعد کامیابیوں سے ہم کنار ہوں گے۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ اب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ خیبر کی طرف جا رہے ہیں تو انہیں اس میں اپنا فائدہ نظر آیا لہٰذا انہوں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ان تمام لوگوں کو خیبر کی مہم میں شرکت سے روک دیا جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں شریک نہیں تھے اور فرمایا کہ اس کے بعد ان کو ایک اور موقع دیا جائے گا جو درحقیقت ان کا امتحان اور آزمائش ہوگی۔ فرمایا کہ اگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ بغیر کسی عذر کے مکہ جانے سے رہ گئے تھے وہ ان کی غلطی تھی لیکن اگر کسی کو واقعی عذر تھا کوئی معذور، اندھا، لنگڑا اور بیمار تھا اور وہ اپنے اس عذر کی وجہ سے نہ جا سکا تھا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ عام زندگی میں ہر ایک کو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہوگی۔ اگر کسی نے اس سے منہ پھیرا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر وہ اطاعت کریں گے تو ان کو جنت کی ابدی زندگی کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی۔

حدیبیہ کے موقع پر جن صحابہ کرامؓ نے بیعت (بیعت رضوان) کی تھی ان کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اب ان کو بہت سی کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوں گی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس موقع پر جنگ نہیں ہوئی یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کیونکہ اگر جنگ ہوتی تو وہ لوگ جو دلی اعتبار سے اسلام قبول کر چکے ہیں مگر کسی مصلحت سے اپنے ایمان کا اظہار نہ

کر سکے ہو سکتا تھا کہ ان کو بے خبری کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جاتا۔ اس لیے اللہ نے دونوں فریقوں کو جنگ سے روک دیا لیکن اگر اس حالت میں بھی جنگ ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرماتا۔

☆ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ ﷺ عمرہ ادا کر رہے ہیں اور صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ بغیر عمرہ کیے واپس آگئے تھے۔ اس میں اللہ کی مصلحت تھی لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ بیت اللہ شریف میں پہنچ کر عمرہ ادا کریں گے اس شان سے اس میں داخل ہوں گے کہ ہر طرف امن وامان ہوگا۔ کوئی سروں کے بال منڈوائیں گے اور کوئی بال کم کرائیں گے اور ان کو کفار کا کوئی خوف نہ ہوگا۔

☆ فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو دنیا کے ہر مذہب پر غالب کر دکھائیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو آپس میں تو شیر وشکر ہیں لیکن اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہیں۔ کبھی وہ رکوع میں ہیں کبھی سجدوں میں وہ محض اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے چہروں سے ان کی عبادت کی کیفیات ظاہر ہیں۔ ان کے لیے توریت اور انجیل میں بھی پیشن گوئیاں موجود ہیں۔

☆ اللہ نے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ایک کھیتی ہے جب پودا اپنی کونپل نکالتا ہے۔ پھر وہ کونپل آہستہ آہستہ موٹی ہو کر اپنی بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑی ہو جاتی ہے تو جس نے کھیتی بوئی ہے وہ اپنی کھیتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح اسلام کا پودا کبھی بہت کمزور تھا اب طاقت ور ہو گیا ہے۔ ایک وقت وہ آنے والا ہے جب پوری امت اور نبی کریم ﷺ دنیا بھر کی فتح سے خوش ہو جائیں گے۔ ان صحابہ کرامؓ کو ہر طرف کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوتی چلی جائیں گی اور دین اسلام ہر نظریہ اور مذہب پر غالب آ کر رہے گا۔

☆ جو لوگ اللہ ورسول کی اطاعت کریں گے ان کو معاف کر کے اجر عظیم عطا کیا جائے گا اور دین ودنیا کی بھلائیاں عطا کی جائیں گی۔

(۶-۷)

سُورَةُ الفَتْح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾
وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عنایت کی ہے تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی ہر ایک کوتاہی کو معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت کو پورا کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے تا کہ اللہ آپ کو ایسا غلبہ عطا فرمائے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

فَتَحْنَا — ہم نے فتح دی۔ ہم نے کھول دیا

فَتْحًا مُّبِيْنًا — کھلی فتح

يَغْفِرَ — وہ معاف کر دیتا ہے

تَقَدَّمَ — آگے بھیجا

ذَنْبِ — گناہ۔ خطا

تَاَخَّرَ — پیچھے ہوا

یُتِمُّ	وہ پورا کرتا ہے
یَنْصُرُ	وہ مدد کرتا ہے
نَصْرًا عَزِیْزًا	زبردست مدد

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں یہ خواب دیکھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ آپ نے بیت اللہ کی کنجی لی اور صحابہ کرامؓ سمیت آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا یعنی عمرہ ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے اپنے سر منڈوائے اور کچھ نے تھوڑے سے بال کٹوائے۔ صحابہ کرامؓ جانتے تھے کہ انبیاء کرامؑ کے خواب وحی کا درجہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کا اشارہ سمجھتے ہوئے بیت اللہ کی زیارت کے لئے بے تاب ہوگئے۔ تب آپ ﷺ نے بھی اسی سال عمرہ ادا کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔ آس پاس کی بستیوں میں جب اہل ایمان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اس سفر عبادت میں شرکت کے لئے تیار ہوگئے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کی اس جماعت نے تیاریاں شروع کردیں۔

روانگی سے پہلے نبی کریم ﷺ نے غسل فرمایا۔ احرام پہن کر اپنی جگہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ ہر سفر میں کسی نہ کسی ام المومنین کو ساتھ لے لیا کرتے تھے چنانچہ اس سفر میں حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ اس طرح آپ مسافرانہ ہتھیار یعنی میان کے اندر بند تلواریں لے کر ''قصواء'' اونٹنی پر سوار ہوکر یکم ذی قعدہ ۶ ھ بروز پیر اپنے جان نثار صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے رخ پر چند میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ ہے وہاں آپ نے عرب کے اس وقت کے دستور کے مطابق ہدی (قربانی) کے جانوروں کو قلادے پہنائے۔ اونٹ کے کوہان چیر کر نشان بنائے اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوگئے جو اس بات کا عملی اعلان تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ صرف بیت اللہ کی زیارت یعنی عمرہ کے لئے جارہے ہیں جنگ یا کسی پر حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک شہر ہے۔ جب آپ نے اور صحابہ کرامؓ نے حدود حرم کے بالکل قریب حدیبیہ کے مقام پر جس کو آج کل شمیسہ کہا جاتا ہے قیام فرمایا تو بعض روایات میں آتا ہے کہ کفار کو پتہ ہی نہیں چلا۔ جب صبح کو کچھ چرواہوں نے مکہ مکرمہ کے قریب اتنے بڑے لشکر کو دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور انہوں نے کفار مکہ کو اطلاع کی۔ کفار قریش اس صورتحال کو دیکھ کر بوکھلا گئے اور اس بدحواسی میں یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے کیونکہ کسی دوست یا دشمن کو بیت اللہ میں آنے سے روکنے کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اگر روکتے تو ساری دنیا میں یہ بات پھیل جاتی کہ مکہ والوں نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے

روک کر ایک انتہائی غلط اور گناہ کی بات کی ہے اور اگر مسلمانوں کو اندر آنے دیتے ہیں تو اس سے کفار کا رعب ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا اور دنیا بھر کے اوپر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جاتی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ اس کشمکش سے نکلنے کے لئے قریش مکہ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی۔ بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ جیسے بھی ممکن ہو مسلمانوں کو بیت اللہ سے دور رکھا جائے اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں جن سے یہ ثابت ہو جائے کہ مسلمان چونکہ مکہ مکرمہ پر حملہ کی نیت سے آئے تھے اس لئے ان کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا گیا۔ اس کے لئے انہوں نے متعدد حملے، خفیہ سازشیں اور تدبیریں کیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی بر وقت تدبیروں اور اقدامات نے ان کی ہر سازش کو ناکام کر کے رکھ دیا۔ جب کفار مکہ کی ہر تدبیر فیل ہو گئی اور انہوں نے حالات کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کر لیا تب انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے سہیل بن عمرو جو بہت تیز طرار اور ذہین آدمی تھے ان کو صلح کرنے پر مقرر کیا۔ کفار قریش نے سہیل بن عمرو کو اس بات کی تاکید کر دی کہ صلح نامے میں ہر حال میں یہ طے کیا جائے کہ حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اس سال مدینہ منورہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کریں۔ اس وقت تین دن کے لئے مکہ کو خالی کر دیا جائے گا تاکہ مسلمان سہولت سے عمرہ ادا کر سکیں۔ سہیل بن عمرو سے طویل گفتگو کے بعد آخر کار صلح کی شرائط کو طے کر لیا گیا۔ اس صلح کے معاہدے کی زیادہ تر شرائط وہ تھیں جو کفار قریش کی طرف سے پیش کی گئی تھیں آپ ان کی ہر شرط کو مانتے چلے گئے۔ اس معاہدہ سے صحابہ کرام بہت حیران و پریشان اور دل برداشتہ ہو گئے۔ وہ اس تصور سے زیادہ پریشان تھے کہ جب ہم حق پر ہیں تو کفار سے اس قدر دب کر صلح کیوں کی جائے۔ اور بیت اللہ کے اس قدر قریب پہنچ کر بھی اس کی زیارت سے محروم کیوں رہیں لیکن صحابہ کرام جو مکمل اطاعت و فرماں برداری کا پیکر تھے وہ ان سب ناگواریوں کے باوجود خاموش تھے اور کوئی کسی قسم کا اجتماعی اختلاف نہ کیا البتہ انفرادی طور پر حضرت عمر فاروقؓ اور بعض صحابہ کرامؓ نے دبی زبان سے اتنا ضرور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب ہم حق پر ہیں اور ان سے کمزور بھی نہیں ہیں پھر ہم دب کر ذلت کی شرائط کے ساتھ صلح اور معاہدہ کیوں کریں؟ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر حضرت عمرؓ کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ میری مدد فرمائے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا''۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اللہ کو منظور تھا۔ لیکن ہر ایک کے دل میں یہ حسرت ضرور تھی کہ ہم بیت اللہ کے قریب پہنچ کر بھی بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہے اور صلح اگر آبرومندانہ طریقے پر ہوتی تو ہمارے حق میں بہت اچھا ہوتا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس وقت کے دستور کے مطابق اپنے ہدی (قربانی) کے جانور ذبح کئے اور احرام کھول دیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے عمل اور حکم کی تعمیل کی اور اس طرح بیت اللہ کی زیارت نہ کرنے کا غم لئے صحابہ کرام حدیبیہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپس جاتے ہوئے ابھی زیادہ فاصلہ طے نہ کیا تھا کہ نبی کریم ﷺ پر سورۃ فتح کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس صلح اور معاہدہ کو فتح مبین یعنی ایسی کھلی فتح قرار دیا جس میں کسی طرح کا شک و شبہ

نہیں ہے۔اس رنج وغم کی حالت میں جب صحابہ کرامؓ نے یہ سنا کہ اللہ نے اس کو فتح مبین قرار دیا ہے تو وہ یقین کے باوجود حیرت سے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے کہ یہ کیسی فتح مبین ہے جس میں کفار کے حصے میں تو بہت کچھ آ گیا ہے اور زبردست جنگوں کے فاتح صحابہ کرامؓ کے حصے میں ایک ایسی صلح کا پروانہ آیا ہے جو ان کے نزدیک آبرومندانہ معاہدہ نہ تھا۔لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دکھایا کہ صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور اہل ایمان کی زبردست فتح اور کامیابی تھی کیونکہ اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوگی۔اس ایک شرط سے دین اسلام کی تحریک کو زبردست فائدہ پہنچا اور اس جنگ بندی سے دین اسلام کے فروغ کے دروازے کھل گئے تھے کیونکہ ہجرت کے بعد مسلسل جنگی حالات ہونے کی وجہ سے دعوت کا عمل رک سا گیا تھا۔اس جنگ بندی کے نتیجے میں فریقین کے درمیان تبادلہ خیال کی کھلی فضا میسر آ گئی تھی۔اس طرح اس معاہدہ نے مقابلے کے میدان کو بدل کر رکھ دیا تھا۔چونکہ دین اسلام ایک نظریاتی تحریک اور انقلاب کا نام ہے جس کے لئے امن وسلامتی کی فضا کا ہونا ضروری ہے اس لئے اس معاہدہ کی وجہ سے توحید کے نظریئے کو برتری حاصل ہوگئی تھی جس کو اللہ نے صراط مستقیم (سیدھا راستہ) فرمایا ہے۔درحقیقت صلح حدیبیہ نے توحید کے علم برداروں کے لئے آئندہ کی فتوحات اور نظریاتی کامیابی کے دروازوں کو کھول دیا تھا اور یہی فتح مبین ہے۔اسی لئے صحابہ کرامؓ نے فتح مکہ کے بجائے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی زبردست فتح قرار دیا ہے۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔(ابن کثیر)

صلح حدیبیہ دین اسلام کے فروغ اور ترقی کا سنگ میل ثابت ہوا چنانچہ

(۱)۔حضرت عمرو ابن العاص اور حضرت خالد بن ولید جیسے ماہر سپہ سالاروں کو ایمان لانے کی توفیق نصیب ہوئی جس سے اہل ایمان کے اندر زبردست اعتماد کی فضا پیدا ہوئی۔

(۲)۔یہی وہ معاہدہ تھا جس کی برکت سے خیبر، وادی القریٰ اور مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

(۳)۔اس معاہدہ کی وجہ سے کفار کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی کیونکہ کفار قریش کے معاہدہ کی وجہ سے قبیلہ غطفان اور یہودیوں کے جذبات سرد پڑ گئے اور اس طرح کفار کی طاقت بکھر کر رہ گئی۔

(۴)۔مختصر سے عرصے میں نہ صرف مسلمان ریاست کی حدود مدینہ منورہ سے آگے بڑھ کر ملک شام تک پہنچ گئی تھیں بلکہ مسلمانوں کی تعداد اس قدر تیزی سے بڑھنا شروع ہوئی کہ اگر صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی تو ڈیڑھ سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

(۵)۔آپ نے صلح حدیبیہ کے بعد دنیا بھر کے بادشاہوں، امراء اور سربراہوں کو دین اسلام کی دعوت پیش کی جس کے عالمی سطح پر زبردست اثرات مرتب ہوئے۔

(٦)۔اللہ نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی تمام اگلی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کا اعلان فرمادیا۔نہ صرف اللہ نے ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگذر فرمایا ہے بلکہ جو کچھ ظاہری، باطنی، جسمانی اور روحانی انعامات واحسانات ہیں ان کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

(٧)۔ساری دنیا کو بتا دیا گیا کہ آپ ﷺ ہدایت و استقامت (صراط مستقیم) کے راستے پر گامزن ہیں۔اب ہدایت ورہنمائی صرف آپ کے دامن سے وابستگی ہی میں مل سکتی ہے۔

(٨)۔اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی طرف سے اہل ایمان کی ایسی مدد کی جائے گی جس کو نہ تو کوئی روک سکے گا اور نہ دبا سکے گا۔اللہ ان کو وہ طاقت وغلبہ عطا فرمائے گا جس سے ہر جگہ ان کو عزت ہی عزت ملے گی۔

یہ ہے وہ فتح مبین جو دین اسلام کے فروغ، ترقی اور اہل ایمان کی عزت وسربلندی کا باعث بن گئی۔

هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِي
قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٤﴾ لِّيُدْخِلَ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا
عَظِيْمًا ﴿٥﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ
وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۗ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۗ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾
وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٧﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴ تا ۷

وہی تو ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکون (ضبط اور اطمینان) پیدا کیا تا کہ وہ ایمان یقین جو انہیں پہلے سے حاصل تھا ان کا ایمان ویقین اور بڑھ جائے۔آسمانوں اور زمین کے سارے

لشکر اللہ کے ہیں۔ اور اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کردے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کی خطاؤں کو دور کردے گا اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ تاکہ وہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سخت سزا دے کیونکہ وہ اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں۔ ان لوگوں پر برا وقت آنے والا ہے۔ اور آخرت میں اللہ ان پر غضب ناک ہوگا اور ان کو اپنی رحمت سے دور کردے گا۔ ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴ تا ۷

فَوْزًا عَظِيْمًا	بڑی کامیابی
اَلظَّآنِّيْنَ	گمان کرنے والے
ظَنَّ السَّوْءِ	برا گمان
دَآئِرَةُ السَّوْءِ	مصیبت کا دائرہ۔ چکر
اَعَدَّ	اس نے تیار کیا ہے
سَآءَ تْ	بری۔ بدترین
مَصِيْرٌ	ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۴ تا ۷

جب نبی کریم ﷺ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ عمرہ ادا کر رہے ہیں تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے اس کا ذکر صحابہ کرامؓ سے کیا تو صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کو لے کر آپ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے مکہ سے قریب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس موقع پر کفار مکہ نے اہل ایمان میں اشتعال پھیلانے اور اس غلط فہمی کو عام کرنے کی ہر ممکن

کوشش کی کہ مسلمان عمرہ ادا کرنے نہیں بلکہ عمرہ کے بہانے مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے آئے ہیں۔ کفار قریش مختلف کاروائیاں کرنے کے باوجود جب اپنی بات ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے صلح کرنے کی بات کی اور بعض شرائط کے ساتھ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہ کہا کہ اس سال تو آپ واپس چلے جائیں آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں۔ کفار نے شرائط بھی ایسی رکھیں جو بظاہر مسلمانوں کے لئے توہین آمیز تھیں لیکن جب صحابہ کرامؓ نے یہ محسوس کیا کہ آپ ہر حال میں صلح کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے فیصلے کے سامنے سب خاموش رہے اور کسی طرح کا اعتراض نہیں کیا اور آپ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔ آپ ﷺ نے جانور قربان کر دیئے، احرام کھول دیئے اور مدینہ منورہ واپسی کا حکم دیا جس کی صحابہ کرامؓ نے پوری طرح تعمیل کی لیکن تمام صحابہؓ اپنے دلوں میں شدید رنجش اور ذلت محسوس کر رہے تھے۔ ابھی مکہ سے واپسی پر چند میل ہی گئے ہوں گے کہ سورۂ فتح کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ ! ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے اور آپ سے جو بھی کوتاہیاں ہوگئی ہیں یا آئندہ ہوں گی وہ سب معاف کر دی گئیں۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ آپ کے اوپر اپنی نعمت کو مکمل فرمادے۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور آپ کی زبردست مدد فرمائے۔ بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعی "صلح حدیبیہ" فتح مبین تھی کیونکہ اس صلح کی وجہ سے کفار نے جن طاقتوں سے معاہدے کر رکھے تھے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور کفار بری طرح کمزور پڑ گئے۔ خیبر فتح ہوا۔ ساری دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا گیا اور گروہ کے گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب سورۂ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! یہ تو اللہ کا وہ کرم ہے جو اس نے آپ پر کیا ہے ہمارے لئے کیا ہے؟ اس پر زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اہل ایمان کے دلوں میں "سکینہ" نازل کیا یعنی کفار اور منافقین کی شدید اشتعال انگیزیوں اور مخالفتوں کے باوجود صحابہ کرامؓ مشتعل نہ ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت وفرماں برداری، اعلیٰ ترین کردار، تحمل، برداشت، سنجیدگی اور وقار کا بے مثال مظاہرہ کیا حالانکہ کفار و منافقین صرف اشتعال ہی نہیں دلا رہے تھے بلکہ طرح طرح کی غلط فہمیاں بھی پیدا کر رہے تھے مثلاً مدینہ میں منافقین یہ کہہ رہے تھے کہ خواہ مخواہ موت کے منہ میں کود پڑنے سے کیا فائدہ۔ دوسری طرف کفار قریش اس بات کا بڑی شدت سے پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ مسلمان عمرہ کرنے نہیں بلکہ مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں لہٰذا ان کو ہر حال میں مکہ میں داخل ہونے سے روکنا ضروری ہے۔

(۱)۔ اس وقت اہل ایمان نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری کی اس کی مثال ساری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسی کو اللہ نے "سکینہ" فرمایا ہے۔

(۲)۔ دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ اہل اسلام کے ایمان ویقین میں اور ترقی عطا فرمائی اور وہ اللہ ورسول کے احکامات کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینے سے نصیب ہوئی۔

(۳)۔ تیسری نعمت یہ ہے کہ وہ اللہ جس کے پاس آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر موجود ہیں اس نے ان کے ذریعہ

کفار قریش کے دلوں میں رعب اور ہیبت کو ڈال دیا اور ان کی ہر سازش کو نا کام بنادیا اور یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہوا جو ہر بات کو جانتا ہے اور وہی اس کی حکمت سے واقف ہے۔

(۴)۔ چوتھی نعمت یہ ہے کہ ان اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ہر طرف خوش حالی، خوشیاں اور سرسبزی و شادابیاں ہوں گی جن میں اہل ایمان ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۵)۔ پانچویں نعمت یہ ہے کہ اللہ ان کی تمام خطاؤں، لغزشوں اور بھول چوک کو معاف فرمادے گا اور یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی ہے۔ فرمایا کہ اہل ایمان تو جنت کی ابدی راحتوں میں ہوں گے لیکن منافق مرد اور عورتیں، مشرک مرد اور عورتیں جنہوں نے اللہ و رسول کے خلاف طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلا رکھی تھیں وہ اپنے جال میں اور حالات کے بھنور میں اسی طرح پھنسے رہیں گے کہ ان پر اللہ کا غضب اور لعنت برستی رہے گی اور اللہ نے ان کے لئے بدترین ٹھکانا جہنم تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ کے ہیں اور وہ اللہ ہر چیز کی حکمت اور راز کو پوری طرح جانتا ہے۔ وہی اہل ایمان کو پوری طرح نجات اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کرے گا اور کفار کو ایسی جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو ایک بدترین ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے بڑھ کر اہل ایمان کی کامیابی کیا ہوگی کہ اللہ ان کو دنیا میں بھی سرخ رو فرمائے گا اور آخرت میں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دے گا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۹﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ
فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ ع ۱ ۹
اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

(اے نبی ﷺ) بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور (برے انجام سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ (کے رسول کی) مدد کرو۔ ان کا ادب و احترام کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ بے شک جو

لوگ آپ (کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ان بیعت کرنے والوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص (بیعت یعنی) وعدہ توڑتا ہے تو اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور جو شخص اس کو پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اس کو بہت جلد اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۰

شَاهِدٌ	گواہی دینے والا
تُعَزِّرُوا	تم مدد کرو
تُوَقِّرُوا	تم عزت واحترام کرو
تُسَبِّحُوا	تم پاکی بیان کرو
بُكْرَةٌ	صبح
اَصِيْلٌ	شام
يُبَايِعُوْنَ	بیچ دیتے ہیں۔ بیعت کرتے ہیں
يَدُ اللّٰهِ	اللہ کا ہاتھ
فَوْقَ	اوپر
يَنْكُثُ	وہ توڑ ڈالتا ہے
اَوْفٰى	اس نے پورا کیا
سَيُؤْتِيْ	بہت جلد وہ دے گا

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۰

اس سے پہلی آیات کی تشریح میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ

عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے تو کفار مکہ بوکھلا گئے اور اس تصور سے کانپ اٹھے کہ اگر نبی کریم ﷺ اور بدر، احد، خندق وغیرہ کے فاتح صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے ہو کر بھی چلے گئے تو ساری دنیا میں قریش کا رعب ختم ہو جائے گا اور ان کی حیثیت کو بھی زبردست دھکا پہنچے گا۔ دوسری طرف بیت اللہ کی حاضری کا قانون یہ تھا کہ دوست یا دشمن کسی کو بھی بیت اللہ کی زیارت سے روکنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس صورتحال سے نبٹنے کے لئے سارے قریشی سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ عمرہ کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے متعدد ٹولیوں کو بھیج کر حملہ کرنے کی کوشش کی جس کو نبی کریم ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے ناکام بنا دیا۔ مکہ والوں کو سمجھانے کے لئے آپ نے سب سے پہلے خراش ابن امیہ خزاعی کو اس پیغام کے ساتھ قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کرنے آئے ہیں اور بس۔ کفار مکہ اس قدر بوکھلائے ہوئے تھے کہ وہ حرم میں اس اخلاقی اصول کو بھی بھول گئے تھے کہ کسی کے قاصد اور سفیر کو نہ تو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو کسی طرح کی اذیت دی جاسکتی ہے۔ انہوں نے حضرت خراش کو قتل کرنا چاہا جب کچھ لوگ بیچ میں پڑ گئے تو ان کی جان بچ گئی لیکن ان کے اونٹ کو جان سے مار ڈالا اور وہ کسی طرح جان چھڑا کر واپس آگئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو بھیجا تاکہ وہ مکہ والوں کو ان کی اپنی حرکتوں سے روکیں اور یقین دلائیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ محض عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کا قریش میں ایک خاص مقام تھا اس لئے انہوں نے حضرت عثمان کو تو کچھ نہ کہا البتہ یہ کہا کہ ہم کسی حال میں حضرت محمد ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو عمرہ ادا کر کے واپس چلے جاؤ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں تنہا عمرہ ادا نہ کروں گا جب تک میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ عمرہ ادا نہ کرلیں۔ کفار نے اس بحث مباحثے میں ان کو روک لیا۔ ادھر مسلمانوں کے لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس افواہ سے مسلمان بے قابو ہونے لگے اور آپ ﷺ نے بھی اس وقت تک حدیبیہ سے واپس جانے سے انکار کر دیا جب تک خون عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے اس عزم کا اعلان کر دیا کہ اب کچھ بھی ہو جائے ہم یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔ بے شک ہم جنگ کے ہتھیار ساتھ نہیں لائے لیکن اپنی جانیں لڑا دیں گے خون عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کر لی اس وقت حضرت عثمان موجود نہ تھے تو آپ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس طرح آپ نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی شان اور عظمت میں قیامت تک کے لئے چار چاند لگا دیئے۔

جب کفار قریش کو مسلمانوں کے جوش و خروش اور اس بیعت کا علم ہوا تو انہوں نے اطلاع کرادی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں اور ان کے شہید کئے جانے کی اطلاع غلط ہے۔ اس موقع پر جو بیعت لی گئی اس کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ کے اس پر خلوص جذبے کو پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے ہاتھ

پر بیعت کی ہے گویا اس نے اللہ سے بیعت کی ہے۔ آپ کے دست مبارک کو اللہ نے اپنا ہاتھ قرار دے کر حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے جذبے کو ابدی عظمت سے ہم کنار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو "شاہد" بنا کر بھیجا ہے یعنی حقیقت اور سچائی کا اظہار کرنے والا اور قیامت میں اہل ایمان کی صداقتوں اور ایمان کی گواہی دینے والا اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے یعنی حسن عمل کرنے والوں کے بہتر انجام کی خوش خبری دینے والا اور ہر خطا کار کو اس کے برے انجام سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ ہر شخص آپ پر ایمان لائے اور وہ اہل ایمان ان کی عزت وتوقیر کے ساتھ ساتھ ہر طرح ان سے تعاون کریں۔ صبح وشام اللہ کی حمد وثنا کریں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب آپ (ان سے صحابہ کرام سے درخت کے نیچے) بیعت لے رہے تھے تو درحقیقت وہ (ہمارے نمائندے اور بندے) حضرت محمد ﷺ سے نہیں بلکہ اللہ سے بیعت کر رہے تھے وہ ہاتھ ان کا نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب جو شخص بھی اس عہد کو توڑے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو اپنے اس عہد اور بیعت کی پابندی کرے گا تو وہ وقت بہت قریب ہے جب اللہ ان لوگوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ
الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ
بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ
شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ
إِلَىٰٓ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ
وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿١٢﴾ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّآ أَعْتَدْنَا
لِلْكَٰفِرِينَ سَعِيرًا ﴿١٣﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ
لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

(اے نبی ﷺ) عنقریب وہ دیہاتی جو (حدیبیہ کے موقع پر) پیچھے رہ گئے تھے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور گھر والوں نے مشغول کرلیا تھا (یعنی فرصت ہی نہ لینے دی) تو آپ ہمارے لئے دعائے مغفرت کردیجئے۔ (اللہ نے فرمایا) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زبانوں سے وہ بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان یا نفع پہنچانا چاہے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جس کو یہ اختیار حاصل ہو (وہ نقصان یا نفع پہنچا سکے)؟ بلکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ تم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ اب پیغمبر اور اہل ایمان کبھی پلٹ کر اپنے اہل وعیال کے پاس نہیں آئیں گے۔ اور یہ بات تمہارے دلوں کو بھلی لگتی تھی اور تم نے (بہت سے) بدترین گمان قائم کرر کھے تھے۔ اور تم ہو ہی برباد ہوجانے والے (یاد رکھو) جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو ہم نے ایسے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کررکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہے معاف کردے اور جس کو چاہے عذاب دے (لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ) اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

اَلْمُخَلَّفُوْنَ	پیچھے رہ جانے والے
اَلْاَعْرَابُ	دیہاتی۔ گاؤں والے
شَغَلَتْ	مشغول کرلیا
اَلْسِنَةٌ (لِسَانٌ)	زبانیں
ضَرٌّ	نقصان (دینے والا)
لَنْ يَّنْقَلِبَ	ہرگز نہ لوٹے گا

زُيِّنَ خوبصورت بنادیا گیا

بُوْرٌ تباہ و برباد ہونے والا

سَعِيْرٌ دھکتی آگ۔جہنم

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۴

نبی کریم ﷺ عمرہ کی نیت سے ڈیڑھ ہزار صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔اس وقت سب کو معلوم تھا کہ آپ زیارت بیت اللہ۔کے لئے تشریف لے جارہے ہیں سوائے منافقین کے تقریباً سب ہی صحابہ کرامؓ عمرہ کے لئے روانہ ہوگئے۔منافقین کا یہ خیال تھا کہ اب مسلمان کفار کے گڑھ میں جارہے ہیں وہاں سے سب کا بچ کر آنا ممکن نہیں ہے تو انہوں نے مختلف بہانے تراش کر آپ کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے سے اپنے پہلو کو بچالیا۔جب صلح حدیبیہ کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو زبردست کامیابی عطا فرمادی جس سے دنیا بھر میں اللہ کے پیغام کو فروغ حاصل ہوا تو اس وقت مدینہ کے آس پاس کے وہ لوگ جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں نے ایمان کی پختگی حاصل نہ کی تھی اور ان کی کچھ ہمدردیاں کفار قریش کے ساتھ بھی تھیں آ کر طرح طرح کی بہانے بازیاں شروع کردیں۔کہنے لگے کہ ہماری تو دلی آرزو یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل کرتے مگر ہمارے لئے مشکل یہ تھی کہ ہمارے گھر والوں اور گھر کے سامان اور مویشوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے ہم پیچھے رہ گئے ورنہ ہماری تو دلی خواہش یہی تھی کہ ہم آپ کے ساتھ جاتے۔ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب ہم سے یہ خطا اور قصور تو ہوگیا اب آپ ہمارے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کردیجئے تا کہ اللہ ہماری اس غلطی کو معاف فرمادے۔فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہ ان کے دلوں کی باتیں نہیں ہیں۔یہ ہر بات میں نفع اور نقصان کے پہلو کو دیکھتے ہیں حالانکہ کسی کو نفع دینا یا نقصان پہنچانا یہ اللہ کا کام ہے جو انسانوں کی ہر بات سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اب اللہ کے رسول اور اہل ایمان اپنے گھروں کو واپس نہ لوٹیں گے لہٰذا اپنی جانیں کھپانے سے کیا فائدہ یہ خیال ان کے دلوں میں اس طرح جم چکا تھا کہ انہوں نے اللہ کے بارے میں بہت ہی برے گمانوں کو دلوں میں پال رکھا تھا جس نے انہیں برباد کر کے رکھ دیا تھا۔اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر یقین و ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔فرمایا کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آسمانوں اور زمین

میں جو کچھ بھی ہے اس کا مالک صرف ایک اللہ ہی ہے جس کی ہر طرح قدرت ہے وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے عذاب دے لیکن اللہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ وہ پھر بھی لوگوں کے گناہوں کو معاف کر کے ان پر مہربانیاں فرماتا رہتا ہے۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا
ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن
تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ
بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾
قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ
شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا
حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾
لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ
حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

النصف ۲ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

پیچھے رہ جانے والے عنقریب یہ بات کہیں گے کہ جب تم (خیبر کے) مال غنیمت کو لینے جاؤ گے تو ہمیں بھی اجازت دے دو تا کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم (اس موقع پر) ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ نے پہلے سے یہ بات کہہ دی ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ (بات یہ ہے) تم ہمارے بھلے سے جلتے ہو۔ بلکہ وہ بات کو بہت کم سمجھتے ہیں۔
(اے نبی ﷺ) آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ تمہیں بہت جلد ایک

ایسی قوم سے مقابلے کی دعوت دی جائے گی جو سخت جنگ جو ہوں گے۔ تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ اطاعت قبول کرلیں گے۔ پھر اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تمہیں بہترین درجہ عطا فرمائے گا اور اگر تم نے سرکشی کی (اطاعت نہ کی) جس طرح تم اس سے پہلے (حدیبیہ کے موقع پر) سرکشی ونافرمانی کر چکے ہو تو وہ تمہیں دردناک سزا دے گا۔

نہ تو اندھے پر کوئی گناہ ہے نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔ جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (اطاعت وفرماں برداری سے) منہ پھیرے گا تو وہ اس کو بدترین عذاب دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

اِنْطَلَقْتُمْ	تم چلے
مَغَانِمَ	مال غنیمت
ذَرُوْا	چھوڑ دو
تَحْسُدُوْنَ	تم حسد کرتے ہو
لَا يَفْقَهُوْنَ	وہ نہیں سمجھتے ہیں
سَتُدْعَوْنَ	تم بہت جلد بلائے جاؤ گے
اُولِیْ	والے
بَأْسٌ شَدِيْدٌ	سخت لڑائی۔ بڑی جنگ
تُقَاتِلُوْنَ	تم جنگ کرو گے
يُسْلِمُوْنَ	وہ اسلام لاتے ہیں
تَوَلَّيْتُمْ	تم پلٹ گئے۔ تم نے منہ پھیرا

اَلْاَعْمٰی	اندھا
حَرَجٌ	گناہ۔تنگی
اَلْاَعْرَجُ	لنگڑا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷

صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل ایمان جنوب کی طرف سے مطمئن اور صلح کی شرائط کے مطابق کفار قریش کے حملے سے محفوظ ہوگئے تو آپ نے خیبر کے اس علاقے کی طرف توجہ فرمائی جو یہودی سازشوں کا مرکز بن چکا تھا اور ان سے اہل ایمان کو شدید خطرات تھے۔ یہ خیبر کے یہودی تھے جنہوں نے کفار قریش کو مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے اکسایا تھا اور ان کی ہر طرح مدد کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد ذی الحجہ میں آپ تمام صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ آپ نے یہودی سازشوں کے مرکز خیبر پر حملہ کا منصوبہ بنالیا اور محرم میں آپ ﷺ نے ان تمام صحابہ کے ساتھ جو بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ میں شریک تھے ان کو ساتھ لیا اور اللہ کے حکم سے پیش قدمی شروع کر دی اور بہت تھوڑے عرصے میں خیبر، فدک اور تیما کے علاقے فتح کر لئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو وہ لوگ جو عمرہ کے لئے ساتھ نہیں گئے تھے وہ سب کے سب دیہاتی کچھ شرمندگی کی وجہ سے اور کچھ مال غنیمت کے لالچ میں غزوہ خیبر میں ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے اس غزوہ میں صرف ان ہی صحابہ کرام کو چلنے کی اجازت دی جو صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے وقت موجود تھے۔ جب ان دیہاتیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے مسلمانوں سے کہنا شروع کیا کہ تم ہمیں اس لئے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے کہ تم ہم سے جلتے ہو اور تمہیں اندیشہ ہے کہ ہم مال غنیمت میں سے کچھ لے لیں گے تو تمہارے حصے میں کمی آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اہل ایمان مال غنیمت کے لئے نہیں بلکہ اللہ و رسول کی فرماں برداری میں جا رہے ہیں۔ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے لڑیں گے اور مال غنیمت کے بھی مستحق ہوں گے۔ دراصل یہ دیہاتی اللہ کے فیصلے کو بدلنا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کے فیصلے بدلے نہیں جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اگر انہیں جنگ میں حصہ لینے کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ ذرا صبر سے کام لیں۔ کیونکہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو زبردست اور سخت قوم سے جنگ کے لئے بلایا جائے گا۔ ان سے جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک وہ دین اسلام کے سامنے اپنے ہتھیار نہ ڈال دیں۔ وہی ان کے امتحان کا وقت ہوگا۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس شدید جنگ سے مراد قیصر و کسریٰ جو دنیا کی عظیم سلطنتیں تھیں اور ساری دنیا پر ان کا قبضہ تھا ان سے جنگ کئے جانے کی پیش گوئی کی جارہی ہے۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتوں سے ٹکرانے اور جنگ کرنے کا واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں پیش آیا اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب دنیا کی ساری طاقت ور قومیں اور سلطنتیں

ان کے قدموں کے نیچے ہوں گی۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے دور میں تقریباً ساری دنیا پر صرف اسلام ہی کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی واضح کر کے بتا دیا کہ جن لوگوں کو واقعی عذر تھا ان کے لئے معافی ہے جیسے نابینا، لنگڑا، مریض اور بیمار وغیرہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا اس کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ
فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً
یَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ
كَثِیْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَیْدِیَ النَّاسِ
عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَهْدِیَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۲۰﴾
وَّاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

یقیناً اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ لوگ ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ پھر اللہ نے ان کے دلوں کے حال کو جان لیا تھا۔ پھر اس نے ان پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور ان کو اس کے بدلے میں ایک ایسی فتح عنایت کی جو قریب ہی تھی۔ اور ان کو بہت سا مال غنیمت بھی دیا جس کو وہ حاصل کر رہے تھے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تم سے اور بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر چکا ہے جنہیں تم (بہت جلد) حاصل کرو گے اس لئے اس نے

فوری طور پر یہ مال غنیمت عطا کر دیا ہے۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا ہے تاکہ یہ بات مومنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے اور وہ تمہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیدے۔ اور ایک دوسری فتح بھی (ملنے والی) ہے جس پر تمہیں ابھی قدرت حاصل نہیں ہے مگر اس کو اللہ نے گھیر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

رَضِیَ	راضی ہوگیا
تَحْتَ الشَّجَرَةِ	درخت کے نیچے
اَلسَّكِيْنَةُ	اطمینان وسکون
اَثَابَ	اس نے بدلہ دیا۔ پلٹا دیا
عَجَّلَ	اس نے جلدی کی
كَفَّ	اس نے روک لیا
اُخْرٰى	دوسری
لَمْ تَقْدِرُوْا	تم نے قابو نہیں پایا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۱

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش نے اس غلط فہمی کا زبردست پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ اہل ایمان عمرہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ جنگ کرنے اور مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کفار قریش کو سفارتی سطح پر سمجھانے کی کوشش کی اور بتا دیا کہ ہمارا مقصد صرف عمرہ ادا کرنا ہے جنگ کرنا نہیں۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کر کے چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان نے بھی کفار قریش کو سمجھانے کی کوشش کی مگر کفار نے کسی بھی بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اس بحث مباحثہ میں اتنی دیر ہوگئی کہ حضرت عثمان کے نہ آنے سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ میں

بے چینی بڑھنا شروع ہوئی۔ اسی دوران یہ خبر پھیل گئی کہ کفار قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا۔ اس خبر کے پھیلتے ہی ایک کہرام مچ گیا نبی کریم ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے بیعت لی کہ جب تک ہم حضرت عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے اس وقت تک ہم واپس نہیں جائیں گے یعنی ہم مر جائیں گے مگر دشمن کو پیٹھ دکھا کر نہ جائیں گے۔ اسلامی تاریخ میں اس بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے۔

اس بیعت میں چودہ سو صحابہ کرامؓ نے عہد کیا جن میں خلفاء راشدینؓ بھی شریک تھے چونکہ حضرت عثمانؓ جو خلیفہ راشد ہیں وہ مکہ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اس طرح اس بیعت رضوان میں چاروں خلفاء راشدین شریک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ فرمایا کہ اللہ کو صحابہ کرامؓ کے جذبے اور خلوص کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اللہ نے ان پر ''سکینہ'' نازل فرمایا یعنی اس بے سکونی، مایوسی اور گھبراہٹ کے وقت ہر طرح کے اضطراب اور پریشانی کے مقابلے کے لئے ان کے دلوں میں اطمینان وسکون پیدا فرما دیا اور اس واقعہ کو بہت قریبی فتح کی بنیاد بنا دیا۔ اس میں فتح مکہ اور فتح خیبر کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ اب تم بہت جلد (فتح خیبر کے ذریعہ) بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کرو گے اور بہت جلد مکہ فتح ہو کر ہر طرف دین اسلام کا فروغ ہوگا جس سے ہزاروں فائدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑا نازک وقت تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے سب لوگ حدیبیہ میں موجود تھے مدینہ منورہ خالی تھا یہود اور مشرکین کے قبیلے ان پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ ادھر جو صحابہ کرامؓ عرب کے رواج کے مطابق صرف ایک ایک تلوار ہاتھ میں لے کر عمرہ کی نیت سے آئے تھے اور کفار کے بنائے گئے گڑھ کے قریب تھے وہ کفار ان پر حملہ کر کے ان کو شدید نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کفار کو اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت تھی۔

کیونکہ اللہ کی یہ مشیت تھی کہ وہ اہل ایمان کے خلوص اور ہمت وطاقت کو ایک نشانی بنا دے اور ان کو ہدایت کے جو بھی مقام اور مرتبے حاصل تھے ان میں اور اضافہ وترقی فرما دے۔ اللہ نے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی خوش خبری بھی عطا فرما دی کہ اس صبر وتحمل اور سکینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان علاقوں پر بھی فتح ونصرت عطا فرمائے گا جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تو نہیں آئے لیکن اللہ نے ان کو گھیر لیا ہے اور بہت جلد وہ اہل ایمان کو عطا کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت وقدرت صرف اللہ کے لئے ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ سے راضی ہونے کی خوش خبری عطا فرمائی ہے یعنی جس طرح غزوہ بدر میں شریک صحابہ کرامؓ کی یہ شان ہے کہ اللہ ان سے ہمیشہ کے لئے راضی ہو گیا اسی طرح بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرامؓ سے راضی ہو جانے کی خوش خبری بھی عطا کی گئی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق اس

موقع پر فرمایا" اَنْتُمْ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ "یعنی تم روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر ہو۔(بخاری ومسلم)

ام بشر سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

لَایَدْخُلُ النَّارَ اَحد" مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔(مسلم شریف)

یعنی جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

قرآن کریم اور ان روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام وہ ہیں جن سے اللہ قیامت تک کے لئے راضی ہوگیا ہے یہ نہ صرف صاحبان ایمان ہیں بلکہ اللہ نے ان کی مغفرت کا وعدہ بھی فرمالیا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے وہ لوگ ان آیات اور احادیث کی روشنی میں غور کریں کہ وہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے متعلق کس قدر بے ہودہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنی عاقبت کی فکر نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کی اطاعت ومحبت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت وشان کو سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا

الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۲۲ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝۲۳

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝۲۴

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ

لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔــوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

ع ۳ ۱۱

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ
قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ
كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٢٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ٢٢ تا ٢٦

اور اگر یہ کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے۔ پھر وہ کسی کو نہ تو اپنا حمایتی پاتے اور نہ کسی کو اپنا مددگار۔

اور یہ اللہ کی وہ سنت ہے جو پہلے ہی سے چلی آرہی ہے۔ اور تم اس کے طریقے میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں مکہ کی سرحد میں ان کافروں پر قابو پا جانے کے باوجود ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکے رکھا۔ تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

یہ وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا۔ تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو جو (حدیبیہ کے مقام پر رکے ہوئے تھے) ان کے ٹھکانے (قربان گاہ) پر پہنچنے سے روک دیا تھا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم ان مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جنہیں تم پہچانتے نہ تھے ان کو بے خبری میں تم روند ڈالتے اور پھر تمہیں ان بے گناہوں کی وجہ سے نقصان پہنچتا۔ یہ جنگ روکی نہ جاتی۔ وہ اس لئے روکی گئی کہ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ البتہ اگر (یہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم (ان میں سے جو) کافر تھے ان کو سخت اور دردناک عذاب دیتے۔

اور جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں غیرت و حمیت کو جگہ دی جو جہالت کی غیرت و حمیت تھی تو اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور ایمان والوں پر سکینہ (سکون قلب) نازل کیا اور اس نے ان (اہل ایمان کو) پرہیز گاری پر جمائے رکھا۔ اور مسلمان ہی اس تقویٰ کی بات کے زیادہ حق دار اور اس کلمہ حق کے اہل تھے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٢٢ تا ٢٦

لَوَ لَّوُا الْاَدْبَارَ	وہ ضرور پیٹھ پھیریں گے
قَدْ خَلَتْ	یقیناً گذر گئی
بَطْنٌ	پیٹ۔ درمیان
اَظْفَرَ	اس نے قابو کیا
مَعْكُوْفٌ	رکا ہوا
اَنْ يَّبْلُغَ	یہ کہ وہ پہنچے
مَحِلَّهٗ	اپنی جگہ
اَنْ تَطَئُوْا	یہ کہ تم روند ڈالو
مَعَرَّةٌ	دکھ۔ گناہ۔ تکلیف
لَوْ تَزَ يَّلُوْا	اگر وہ الگ ہو جائے۔ ٹل جائے
اَلْحَمِيَّةُ	غیرت۔ ضد۔ ہٹ
اَلْزَمَ	اس نے لازم کر دیا
اَحَقُّ	زیادہ حق دار

تشریح: آیت نمبر ٢٢ تا ٢٦

صلح حدیبیہ کے واقعات اور اس کی مصلحتوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے کہ بے شک اللہ نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور جوابی کاروائی کرنے سے اور جذباتی لمحات میں اہل ایمان کو کفار پر حملہ کرنے سے روک دیا تھا لیکن اگر مسلمانوں کی غربت و بے بسی کے باوجود جنگ ہو جاتی تو کفار کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا پڑتا اور ان کفار کی کسی قبیلے یا قوم کی طرف سے کوئی مدد نہ ہو سکتی اور ان کفار کو زبردست شکست اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اللہ کی مصلحت یہ تھی کہ اس وقت جنگ نہ ہوتا کہ فساد اور شر پھیلانے والوں کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے اور جنگ کے نتیجے میں وہ بہت سے لوگ جو ایمان قبول کر چکے تھے یا ذہنی طور پر دین اسلام سے متاثر ہو کر اپنے ایمانی جذبوں کو چھپائے ہوئے تھے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے کیونکہ جب باہمی جنگ شروع ہو جاتی تو کفار اہل

ایمان کونقصان پہنچاتے یا اہل ایمان جب حملہ کرتے تو بے خبری میں سب کو روندتے چلے جاتے۔ اس لئے اللہ نے ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ ہر حال میں صلح ہو جائے اور جنگ کی نوبت نہ آسکے۔ صلح حدیبیہ جس کو اہل ایمان اس کی بعض شرائط کی وجہ سے اپنے لئے توہین آمیز سمجھ رہے تھے اس میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں جن کے بہترین اثرات کو ہر اہل ایمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں اور مصلحتوں کو زیر مطالعہ آیات میں بیان ارشاد فرمایا ہے۔

اگر یہ صلح نہ ہوتی اور تم کافروں سے قتال و جہاد کرتے تو یہ کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور اس وقت ان کفار کی حمایت اور مدد کرنے کوئی نہ پہنچتا۔ اللہ کا یہی دستور اور قانون ہے (کہ جو اس نے ہمیشہ کفار و مشرکین کے متعلق اختیار فرمایا ہے) نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اللہ کے قانون اور دستور میں کبھی تبدیلی نہ پائیں گے۔ اس اللہ نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے تھے اور وہ بھی عین مکہ (مقام حدیبیہ جو مکہ سے قریب ہے) جب کہ اس نے تمہیں ان کفار پر غلبہ بھی دیدیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں پر نگران ہے اور دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ (ہمیں یہ معلوم ہے کہ) یہ کفار وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر و انکار کا طریقہ اختیار کیا۔ انہوں نے عمرہ کی ادائیگی سے مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جو جانور تھے ان کو منیٰ جانے سے روکا۔ ان باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ جنگ کے ذریعہ ان کفار کو تہس نہس کر دیا جاتا لیکن جنگ نہ کرنے میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ مکہ میں بہت سے اہل ایمان مرد اور عورتیں وہ تھے جو کفار کے ہاتھوں میں پھنسے ہوئے تھے وہ اہل ایمان کے ہاتھوں بے خبری میں مارے جاتے اور روندے جاتے۔ یہ اس لئے بھی کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر یہ اہل ایمان مکہ میں نہ ہوتے تو ہم مومنوں کے ہاتھوں کفار کو دردناک سزا دلاتے کیونکہ یہ کفار پھر سے اسی جاہلیت کی ضد اور عصبیت پر قائم تھے لیکن اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر ''سکینہ'' سکون قلب (اور اطاعت رسول کے جذبے) کو نازل فرمایا اور ان اہل ایمان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا کیونکہ وہی اہل ایمان اس کے زیادہ حق دار بھی تھے۔ اللہ وہ ہے جو ہر بات کی مصلحت اور حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي
وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَمَثَلُهُمْ فِي
الْاِنْجِيلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى
سُوقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ
اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ ع ۴ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا جو برحق تھا۔ کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو گے۔ سر منڈواتے یا اپنے سروں کے بال کترواتے ہوئے اس طرح داخل ہو گے کہ تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا۔ پھر اللہ ان باتوں سے خوب اچھی طرح واقف ہے جسے تم نہیں جانتے۔ پھر اللہ نے (مسجد حرام میں داخلے سے پہلے) ایک ایسی فتح عنایت کر دی جو بہت قریب تھی۔

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور وہ (صحابہ کرامؓ) جو ان کے ساتھ ہیں (ان کی خصوصیت یہ ہے کہ) کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم وکرم کا پیکر ہیں۔ تم انہیں کبھی رکوع اور کبھی سجدوں میں دیکھو گے۔ وہ اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رضامندی (حاصل کرنے میں) لگے رہتے ہیں۔ ان کی (سچائی اور صداقت) کی علامت سجدوں کی کثرت سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے جس سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی (عظمتوں کی) مثالیں توریت اور انجیل میں موجود ہیں۔ (ان کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک کھیتی کہ اس نے کونپل نکالی پھر اس کو سہارا دیا اور وہ بڑھ کر موٹی ہوئی پھر وہ کھیتی اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی جو کاشت کرنے والوں کو خوش منظر دکھائی دینے لگی۔ (اسی طرح صحابہ رسول بھی مضبوط ہوں گے) تا کہ اللہ ان کافروں کو غیظ وغضب میں مبتلا کر دے۔

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے تو اللہ نے ان سے بہت بڑی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

صَدَقَ اللّٰهُ	اللہ نے سچ فرمایا
اَلرُّءْ يَا	خواب
لَتَدْخُلُنَّ	البتہ تم ضرور داخل ہوگے
اٰمِنِيْنُ	امن والے۔سکون والے
مُحَلِّقِيْنَ	سر کے سارے بال منڈوانے والے
رُؤُسٌ (رَاْسٌ)	سر
مُقَصِّرِيْنَ	بال چھوٹے کرنے والے۔قصر کرنے والے
دُوْنَ ذٰلِكَ	اس کے سوا۔اس کو چھوڑ کر
اَرْسَلَ	اس نے بھیجا
اَلْهُدٰى	ہدایت۔رہنمائی
لِيُظْهِرَه'	تا کہ وہ اس کو غالب کر دے
كَفٰى	کافی ہے
شَهِيْدٌ	گواہ
اَشِدَّاءُ	زبردست۔زوردار
رُحَمَآءُ	نرم دل
تَرٰى	تو دیکھتا ہے
يَبْتَغُوْنَ	وہ تلاش کرتے ہیں
رِضْوَانٌ	رضا۔مرضی
سِيْمَاءٌ	علامت۔پیشانی
اَثَرِ السُّجُوْدِ	سجدوں کا اثر۔سجدوں کے نشان
زَرْعٌ	کھیتی
شَطْاٌ	ڈنٹھل۔کونپل
اٰزَرَ	اس نے قوت دی

اِسْتَغْلَظَ	وہ موٹا ہوا
اِسْتَوٰی	وہ سیدھا ہوا
سُوْقٌ	پنڈلی
يُعْجِبُ	وہ خوش کرتا ہے
اَلزُّرَّاعُ	کاشت کار
لِيَغِيْظَ	تا کہ وہ غصہ دلائے
اَجْرًا عَظِيْمًا	بڑا اجر و ثواب

تشریح: آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹

جیسا کہ سورۂ فتح کی ابتدا میں اس کی تفصیل عرض کر دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ۶ ھ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ بیت اللہ شریف میں عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ چونکہ نبی کا خواب وحی کا درجہ رکھتا ہے اس لئے صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار پر غلبہ عطا فرمانے والے ہیں اور مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اپنے طور پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آس پاس کی ان بستیوں میں بھی کچھ لوگ تیار ہو گئے جو ایمان لا چکے تھے۔

تقریباً چودہ سو صحابہؓ جانے کے لئے تیار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ اسی سال عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرما کر روانہ ہو گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا جو مکہ مکرمہ سے قریب تر جگہ ہے۔ کفار نے آپ کو بیت اللہ شریف سے روکا۔ آخر کار وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ان سے صلح پر آمادگی ظاہر فرما دی اور آپس میں ایک صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں آپ نے اس شرط کو بھی مان لیا کہ اس سال نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال آ کر عمرہ ادا کر لیں گے۔ چنانچہ آپ نے حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانور ذبح کئے، احرام کھول دیا اور واپسی کا سفر اختیار فرمایا۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرامؓ کے دل میں یہ بات آئی کہ اللہ کے رسول ﷺ کا خواب تو پورا نہ ہو سکا۔

اس پر زیر مطالعہ آیات نازل فرما کر اللہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول ﷺ کا خواب سچا خواب ہے جو بہت جلد پورا ہو کر رہے گا۔ اہل ایمان مسجد الحرام میں داخل ہوں گے اور پورے امن و اطمینان کے ساتھ ان کی حاضری ہو گی اور پھر وہ اپنے سروں کو منڈوائیں گے یا بالوں کو کم کرائیں گے۔ وہ کسی طرح کا خوف اور اندیشہ دل میں نہ لائیں گے کیونکہ اللہ کو اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ اس کے کیا نتائج ہیں اور ان کو بہت جلد فتح و نصرت بھی عطا کی جائے گی کیونکہ اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب پر غالب فرما دیں اور اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور جو بھی ان کے ساتھ ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں یعنی جب بھی ان کو اللہ و رسول کا حکم پہنچے گا تو پھر وہ اس کی تعمیل میں کمی نہ کریں گے اور کوئی رشتہ ناتا آڑے نہ آ سکے گا وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بہترین احسان اور نرم دلی کا مظاہرہ کرتے نظر آئیں گے۔

ان کے رکوع، سجدے محض اللہ کے فضل و کرم کی تلاش اور اس کی رضا مندی و خوشنودی کے لئے ہوں گے۔ وہ اللہ کی عبادت و بندگی اس طرح کرتے ہوں گے کہ ان کے چہروں کا نور اور نماز کے نشانات چمکتے دمکتے ہوں گے۔ فرمایا کہ ان کی مثالیں توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ تکمیل دین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ دین مکمل ہو کر رہے گا جس طرح ایک پودا پہلے اپنی کونپل نکالتا ہے پھر وہ مضبوط ہوتا ہے پھر وہ کونپل موٹی ہو کر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور پھر کسان اس کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا پودا بھی سرسبز و شاداب ہوگا اور کافر اس کو دیکھ کر سوائے اپنی بوٹیاں نوچنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالح رکھنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

☆ تاریخ گواہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے سال تو عمرہ ادا نہ کر سکے آئندہ سال ۷ ہجری میں آپ نے عمرہ قضا ادا فرمایا۔ اور قرآن کریم میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ بھی پورا ہو کر رہا۔ صلح حدیبیہ ہونے کے بعد دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کام بہت تیزی سے آگے بڑھا۔ موافق فضا پیدا ہوئی۔ خیبر کا ایک سو میل کا علاقہ فتح کرنے کے بعد اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔

مدینہ میں رہنے والے کفار و مشرکین شکست کھا کر دب گئے اور کفار پر مکمل غلبہ اور فتح کی راہ ہموار ہوگئی۔ اظہار دین اور غلبہ دین کا کام آسان ہو گیا۔ عمرہ ادا کرنے کے ایک سال بعد ۸ھ میں بغیر جنگ کئے مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور اس طرح خیبر سے حجاز تک اسلامی سلطنت بن گئی۔

دو سال بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ نے دین اسلام کو نہ صرف مکمل غلبہ اور عظیم طاقت بنا دیا تھا بلکہ وہ دین جس کو حضرت آدمؑ لے کر آئے تھے اور تمام انبیاء کرامؑ اور رسول اسی دین کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے تھے اسی دین اسلام کو خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفی ﷺ پر مکمل فرما دیا گیا اور نعمت نبوت کو بھی آپ کی ذات پر مکمل کر دیا گیا تا کہ اس تاریخی انقلاب سے وہ حالات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں جن حالات کی بنا پر تعلیمات الٰہی ختم ہوگئیں یا ان میں تحریف کر دی گئی تھی اور جن حالات میں نئے نبی کی ضرورت پڑتی ہے۔

چونکہ دین مکمل ہو گیا اور اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے اوپر رکھ لیا تو اب قیامت تک نہ تو کسی دین اور کسی شریعت کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے نبی یا رسول کی۔

حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں۔ ان کی امت آخری امت ہے اور قرآن کریم اللہ کا آخری پیغام ہے۔

☆ اصل میں توریت اور انجیل میں حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک اور وہ تمام نشانیاں موجود تھیں جنہیں اہل کتاب نے ختم کرنے کی کوشش کی مگر بہت کچھ تبدیلیوں کے باوجود آج بھی توریت اور انجیل میں وہ پیش گوئیاں موجود ہیں جو نبی کریم ﷺ کی صداقت و نبوت اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔

ان آیات کے ساتھ ہی الحمد للہ سورۃ الفتح کی آیات کا ترجمہ، اس کی تشریح مکمل ہوئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۴۹

الحُجُرٰت

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	49
کل رکوع	2
آیات	18
الفاظ وکلمات	350
حروف	1573
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ اس سورۃ میں ہر مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اور تعظیم کرے اس کے لیے کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔

(۱) پہلا ادب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھے یعنی کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ اور رسول کے مقابلے میں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ وہی کام کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

(۲) فرمایا کہ تم اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا نہ کرو بلکہ ان کی آواز سے اپنی آواز کو پست رکھو۔ اللہ کو یہی پسند ہے۔

(۳) فرمایا کہ تم نبی کریم ﷺ کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

(۴) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے اندر مصروف ہوں تو ان کو باہر سے آوازیں نہ دی جائیں بلکہ اس وقت تک انتظار کیا جائے جب تک آپ ﷺ خود ہی باہر تشریف نہ لے آئیں۔

(۵) ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ اگر کسی طرف سے کوئی بات پہنچے تو اس کو سنتے ہی مشہور نہ کر دو بلکہ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ جب تمہارے اندر رسول ﷺ موجود ہیں (یا آپ ﷺ کے بعد آپ کے تابع دار موجود ہوں) تو ان کو اطلاع کر دو تاکہ وہ اس کی تحقیق کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کسی کو نقصان پہنچا دو۔

نبی کریم ﷺ کے ادب و تعظیم کا حکم دے کر فرمایا گیا کہ اہل ایمان آپس میں بھی ایک دوسرے کا احترام کرنے والے بنیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے ان کا معاشرہ بکھر کر رہ

مومن آپس میں بھائی ہیں فرمایا گیا کہ اگر دو بھائیوں یا مسلمانوں کی جماعت میں کبھی کوئی شدید اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان صلح صفائی کرا دیا کرے۔ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام ایمان کی علامت اور روح کی حلاوت ہے۔ کوئی شخص نبی ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ کوئی آدمی ایسا کام نہ کرے جس میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی خلاف ورزی ہوتی ہو اور کوئی کام نبی ﷺ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

اللہ نے سب لوگوں کو خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پہچان سکے۔ لیکن حسب نسب، خاندان اور قبیلہ ایک دوسرے پر فخر کے لیے نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو پرہیز گار اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

جائے۔ اس کے لیے چند بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) پہلا اصول یہ ہے کہ اگر مومنوں کی دو جماعتوں میں کسی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو ممکن حد تک ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح صفائی کرانے کی کوششیں کی جائیں کیونکہ دونوں جماعتیں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲) کوئی مرد دوسرے مرد کا، کوئی مردوں کی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے اسی طرح عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ہوسکتا ہے جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں جو مذاق اڑا رہے ہیں۔

(۳) ایک دوسرے کو کسی طرح کے طعنے نہ دیا کریں کیونکہ مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کو طعنے دیں۔

(۴) نہ برے القاب اور برے الفاظ سے ایک دوسرے کو پکاریں۔

(۵) کوئی بدگمانی سے کام نہ لے۔ کیونکہ کبھی بدگمانیوں کی وجہ سے تباہی پھیل جاتی ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۶) نہ ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائیاں یعنی غیبت کی جائے کیونکہ یہ اتنی بری بات ہے کہ جیسے آدمی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھارہا ہے۔ جس طرح مردہ بھائی کا گوشت کھانا کوئی بھی گوارا نہیں کرسکتا اسی طرح غیبت کرنا کیسے گوارا کرسکتا ہے۔

(۷) سب انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں جن میں مختلف قبیلے اور خاندان ہیں۔ یہ قبیلے اور خاندان ایک دوسرے کی پہچان تو ہیں لیکن فخر کرنے کی ان میں کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تقویٰ میں سب سے آگے ہے۔

(۸) اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے فخر کا مقام نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اپنے ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرے۔

فرمایا کہ اصل میں وہ شخص مومن ہے جو دل سے اللہ کو ایک مانتا ہے۔ اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان و اسلام کا احسان جتاتا پھرے۔ یہ تو اللہ کا احسان اور کرم ہے کہ اس نے تمہیں ایمان اور اسلام لانے کی توفیق دی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ اللہ ہر شخص کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے وہی ہر چیز پر اجر اور ثواب عطا کرنے والا ہے۔

سُوْرَةُ الحُجُرٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ
الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④
وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کی اجازت) سے پہلے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ تم ان سے اس طرح پکار کر بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال برباد ہو کر رہ جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے بڑی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان

میں سے اکثر بے عقل لوگ ہیں۔ اور اگر وہ ذرا صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔ اللہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَا تُقَدِّمُوْا	تم آگے نہ بڑھو
لَا تَرْفَعُوْا	بلند مت کرو
اَصْوَاتٌ (صَوْتٌ)	آوازیں
لَا تَجْهَرُوْا	چلاؤ مت۔ شور مت کرو
تَحْبَطُ	ضائع کرتا ہے
يَغُضُّوْنَ	دھیما کرتے ہیں۔ نیچی کرتے ہیں
اِمْتَحَنَ	امتحان لیا۔ آزمایا
يُنَادُوْنَ	وہ آوازیں دیتے ہیں
وَرَآءَ	پیچھے
اَلْحُجُرَاتُ (اَلْحُجَرَةُ)	حجرے۔ کمرے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

سورۃ الحجرات میں اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ سے ملنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے آداب و احکامات، آپ ﷺ سے محبت اور اصلاح نفس کے بنیادی اصول سکھائے گئے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت سے دنیا اور آخرت کی تمام کامرانیاں حاصل ہو سکیں۔

اصل میں مدینہ منورہ کے آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے نئے نئے مسلمان ابتداء میں بہت سے ان اصولوں سے واقف نہ تھے جو اللہ کے محبوب نبی اور رسول ﷺ سے فیض حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تھے سادہ اور بے تکلف معاشرہ تھا جس کی وجہ سے بعض قبیلوں کے سردار جب آپ کے پاس آتے اور آپ کو گھر سے باہر نہ دیکھتے تو رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آپ کو

آوازیں دیتے اور کہتے "یا محمد اُخرُج اِلَینَا" اے محمد ﷺ ہمارے لئے باہر آیئے۔ اسی طرح جب آپ کسی مجلس میں کچھ ارشاد فرماتے یا آپ تشریف رکھتے تھے تو آپس میں اس طرح زور زور سے بولتے کہ جس سے آپ ﷺ کی آواز دب جاتی یا جب آپ چلتے تو لوگ آپ سے آگے چلتے یا بہت سی باتوں میں مشورہ مانگے بغیر اپنی رائے دیدیتے۔ ان تمام باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی اس لئے ان آیات میں اہل ایمان کی تربیت کے لئے چند بنیادی اصولوں کو بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلا اصول یہ ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ۔ جب آپ کوئی فیصلہ فرما رہے ہوں تو اپنی رائے پیش نہ کرو۔ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہاری ہر بات کو سنتا ہے اور تمہارے ہر معاملے کی پوری حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر رسول اللہ ﷺ کسی بات میں مشورہ طلب فرمائیں تو اپنی رائے اور مشورہ پیش کیا جائے اگر مشورہ نہ فرمائیں تو اپنی رائے سے کوئی بات نہ کریں۔

بعض علماء و مفسرین نے اس آیت کا مفہوم یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس اصول کے تحت اپنے کسی بڑے اور بزرگ کے آگے آگے چلنا اور دوسرے معاشرتی آداب میں پہل کرنا مناسب نہیں ہے چنانچہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو درداءؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آگے چل رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو درداءؓ تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں سورج کا طلوع و غروب کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر و افضل ہو۔ (روح البیان)

دوسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ جب اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھیں تو اپنی آواز کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا اور بلند نہ کریں اور اس طرح بات نہ کریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ جب آپ کی مجلس میں آئیں تو ادب و احترام کا پیکر بن کر آئیں۔ دھیمی آواز سے بات کریں اور شور نہ مچائیں۔

علماء مفسرین نے اس ادب کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بزرگوں سے بات چیت اور گفتگو کرتے وقت ان کے مرتبے اور مقام کا لحاظ رکھا جائے اور گفتگو میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے ان کے بزرگوں کو یا والدین کو کسی طرح کی تکلیف پہنچے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پہلے سے بھی زیادہ محتاط ہو گئے اور ایک دن عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ سے اسی طرح بولوں گا جیسے کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (درمنثور)

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ اگر مکہ کے کسی پہاڑ پر گفتگو کر رہے ہوتے تو شہر مکہ تک آپ کی آواز پہنچتی تھی لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اس قدر آہستہ بولنے لگے تھے کہ بعض صحابہؓ فرماتے

ہیں کہ ہم ان سے پوچھتے کہ اے عمرؓ تم نے ہم سے کچھ کہا ہے؟

اسی طرح حضرت ثابت بن قیسؓ کی آواز کافی بلند تھی وہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بہت روئے اور اپنی آواز کو بہت پست کرلیا۔ (درمنثور)

صحابہ کرامؓ کے اس ادب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے وقت آپ کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ پورے ادب واحترام کے ساتھ آہستہ آواز سے درود سلام پڑھا جائے۔ زور سے سلام پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح جس جگہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پڑھی پڑھائی جارہی ہوں وہاں بھی آپ کے کلام کا ادب یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نرم اور دھیمی آواز سے بولتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ نے نیکی اور پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کی خطائیں معاف کردی گئی ہیں اور ان کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اہل ایمان کو تیسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آرام کا خیال بھی رکھیں اگر آپ اپنے گھر کے اندر ہوں تو آپ کو باہر سے اس طرح آوازیں نہ دی جائیں جس طرح عام طور پر ایک دوسرے کو آوازیں دی جاتی ہیں بلکہ آپ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ باہر تشریف لے آئیں تو آپ سے ادب واحترام کے ساتھ گفتگو کی جائے اور آپ کے باہر آنے کا انتظار کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ تو حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت سے ادب واحترام کا پیکر بن چکے تھے لیکن جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان کے سردار حضور اکرم ﷺ کو اپنے رواج کے مطابق گھر کے باہر سے آوازیں دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ناسمجھ ہیں ان کو حضور اکرم ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنا چاہیے اسی میں ان کے لئے بہتری ہے بہر حال اگر ناسمجھی میں غلطی ہوگئی ہو تو اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن
تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ۝٦ وَٱعْلَمُوٓا۟
أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ ٱللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِى كَثِيرٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ
لَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِى قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ
ٱلْكُفْرَ وَٱلْفُسُوقَ وَٱلْعِصْيَانَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ ۝٧ فَضْلًا
مِّنَ ٱللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝٨

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ٨

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے خبری میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تم اپنے کئے پر شرمندگی کا اظہار کرتے پھرو۔ اور تم اس بات کو جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ رسول تمہاری ہر رائے پر عمل کرنے لگے تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے تمہارے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا اور تمہیں کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت عطا کر دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سیدھے سچے راستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کا انعام ہے۔ اللہ بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ٨

نَبَأٌ	خبر
تَبَيَّنُوْا	چھان بین کر لیا کرو
اَنْ تُصِيْبُوْا	یہ کہ تم پہنچ جاؤ۔ یہ کہ تم جا پڑو
جَهَالَةٌ	نادانی۔ ناواقفیت
فَعَلْتُمْ	تم نے کیا
لَعَنِتُّمْ	البتہ تم مصیبت میں پڑ جاتے
حَبَّبَ	محبوب بنا دیا۔ محبت ڈال دی
زَيَّنَهٗ	اس کو خوبصورت بنا دیا
كَرَّهَ	نفرت ڈال دی
اَلْفُسُوْقُ	گناہ۔ نافرمانی

اَلۡعِصۡیَانُ نافرمانی

رَاشِدُوۡنَ راہ پائے ہوئے

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۸

عام آدمی کی لغزش، غلطی اور نافرمانی کو گناہ اور فسق کہا جاتا ہے لیکن بعض ایسی باعظمت اور اہم شخصیات جو دوسروں کے لئے نمونہ ہوتی ہیں ان کی معمولی سی بات لغزش اور بھول بھی بڑی بات سمجھی جاتی ہے اور ان کی شخصیت کی عظمت کی وجہ سے اس کو گناہ اور نافرمانی کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً اللہ کے نبی اور رسول ''معصوم عن الخطا'' ہوتے ہیں۔ جن سے نہ تو کسی گناہ کے سرزد ہونے یا گناہ کرنے کا تصور کیا جاسکتا ہے نہ وہ گناہ کرتے ہیں نہ ان کی طرف گناہ کی نسبت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اگر ان سے کوئی معمولی غلطی یا بھول چوک ہو جائے تو اس کو گناہ کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے۔ اب ان گناہوں سے مراد ہرگز وہ گناہ نہیں ہیں جیسے عام لوگ گناہ کرتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دین اسلام کے فروغ کی جدوجہد میں کہیں کوئی کمی یا کوتاہی رہ گئی ہو، کوئی لغزش یا بھول ہوگئی ہو یا آئندہ ہونے کا امکان ہو تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ کی نسبت کی وجہ سے آپ کے جاں نثار صحابہؓ کا رتبہ اور مقام بھی بہت بلند ہے اور وہ کائنات کی بہترین مخلوق ہیں اس لئے ان کی کوئی معمولی سی لغزش اور بھول چوک بھی بڑی اہم ہے۔ اس لئے کسی مقام پر اس کو فسق بھی کہہ دیا گیا ہے۔ نبی اور صحابی میں فرق یہ ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور صحابی معصوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی صحابی سے کوئی گناہ ہو جائے تو حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور تربیت کی وجہ سے اس کو فوراً ہی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے کیونکہ اللہ نے ان کے لئے فرمادیا ہے کہ ''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ رضائے الٰہی گناہوں کی معافی کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتی۔ زیر مطالعہ آیات میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اہل ایمان کو ایک اصولی بات بتائی گئی ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے والد قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے دین اسلام قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے ان کو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زکوۃ بھی ادا کریں۔ حضرت حارثؓ نے کہا کہ میں اپنے قبیلے والوں کو بھی اسلام کی دعوت دوں گا اور اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو میں ان سے زکوۃ کی ادائیگی کے لئے کہوں گا۔ جو لوگ میری بات مان لیں گے ان سے زکوۃ وصول کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ آپ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو اپنا کوئی قاصد بھیج دیجئے میں زکوۃ اس کے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت حارث دولت ایمان سے مالا مال جب اپنے

قبیلے میں پہنچے اور انہوں نے اپنے قبیلے والوں کو بتایا تو قبیلے والوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت حارثؓ نے مسلمانوں سے زکوۃ وصول کر لی اور انتظار کرنے لگے جب متعین تاریخ گذر گئی اور آپ کی طرف سے کوئی نمائندہ یا قاصد نہیں آیا تو انہیں تشویش ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ کہیں کسی بات پر نبی کریم ﷺ ہم سے ناراض تو نہیں ہو گئے؟ ورنہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ وعدے کے مطابق کسی کو نہ بھیجتے۔ حضرت حارثؓ نے اپنے اس اندیشے کا ذکر قبیلے کے بڑے لوگوں سے کیا۔ سب نے طے کیا کہ ہم سب مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر زکوۃ پیش کریں گے۔ یہ طے کر کے وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

ادھر یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی کریم ﷺ نے مقرر وعدے کے مطابق حضرت ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کو اپنا قاصد بنا کر زکوۃ کی رقم وصول کرنے کے لئے قبیلہ بنو مصطلق روانہ کر دیا۔ حضرت ولید آپ کے حکم کی تعمیل میں روانہ تو ہو گئے مگر وہ اس خیال سے سخت پریشان تھے کہ ان کی اور حضرت حارث کے قبیلے کی پہلے سے زبردست دشمنی چلی آ رہی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پرانی دشمنی کی بنا پر ان کو قتل کر دیں۔ جب وہ قبیلہ بنو مصطلق کے قریب پہنچے اور اس قبیلے کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچنے ہی والا ہے تو بہت سے لوگ استقبال کے لئے اپنی بستی سے باہر جمع ہو گئے۔ جب حضرت ولید نے ان بہت سے لوگوں کو دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ وہیں سے پلٹ گئے اور آپ ﷺ کے پاس آ کر یہ بات بنا دی کہ قبیلے والوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنے پر بھی آمادہ تھے۔ یہ بات سن کر نبی کریم ﷺ کو سخت افسوس ہوا اور صحابہ کرامؓ میں اشتعال پھیل گیا۔ تمام صحابہؓ یہ چاہتے تھے کہ ایسے لوگوں کو فوری طور پر سزا دی جائے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ فرما دیا تا کہ وہ حالات معلوم کر کے مناسب کاروائی کریں۔ ادھر حضرت حارث اپنے ذمہ دار لوگوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے قریب حضرت خالد اور حضرت حارث کی ملاقات ہوئی۔ حضرت حارث نے پوچھا کہ آپ کن لوگوں کے لئے نکلے ہیں۔ حضرت حارث کے پوچھنے پر انہوں نے حضرت ولید کا واقعہ بیان کیا اس پر حضرت حارثؓ نے قسم کھا کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ولید ابن عقبہ کو دیکھا تک نہیں اور نہ وہ میرے پاس آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ولید ابن عقبہ سے بلا کر پوچھا انہوں نے اس کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات میں ایک بنیادی بات ارشاد فرما دی گئی ہے کہ جب بھی اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آئے تو اس کی پوری تحقیق کر لی جائے کیونکہ عام طور پر حالات کی خرابی اور لڑائی جھگڑوں کی ابتداء بے تحقیق باتوں سے ہوا کرتی ہے۔ ارشاد ہے

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (نافرمان) شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی پوری طرح جانچ پڑتال کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم کسی قوم پر چڑھ دوڑو اور پھر بعد میں تم اپنے کئے پر شرمندگی محسوس کرو۔ تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری بہت سی باتوں کو مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔

اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا کر دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں پسندیدہ بنا دیا ہے اور کفر و فسق سے تم نفرت کرتے ہو۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و کرم سے سیدھے راستے پر ہیں۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی حکمت سے واقف ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ اہل ایمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ کسی بات اور اطلاع پر اس وقت تک عمل نہ کریں جب تک اس کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے۔ بے تحقیق بات پر عمل کرنے سے سوائے شرمندگی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(۲)۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو مصطلق کے خلاف کوئی بڑا اقدام اٹھانا نہیں چاہتے تھے لیکن صحابہ کرامؓ کے اشتعال کو دیکھتے ہوئے آپ نے پورے معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت خالد بن ولید کی سربراہی میں مجاہدین کا ایک دستہ بھیج دیا تھا تا کہ بروقت کوئی کاروائی کی جا سکے۔

(۳)۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے نزدیک ایمان انتہائی پسندیدہ اور محبوب تھا اور وہ کفر و فسق اور ہر طرح کی نافرمانیوں سے نفرت کرتے تھے۔ لہٰذا اگر کبھی نادانستگی میں ان سے بھول چوک ہو جائے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا کر دی جاتی ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى
الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ
فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۹﴾
اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾ الثلثۃ ۱۲/۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرنے لگے تو جو گروہ زیادتی کرتا ہے تم اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف سے کام لو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مومن آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم و کرم کیا جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۰

طَآئِفَتَانِ — دو جماعتیں۔ دو گروہ

بَغَتْ — زیادتی کی

حَتّٰی تَفِیْٓءَ — یہاں تک کہ لوٹ آئے

اَلْمُقْسِطِیْنَ — انصاف کرنے والے

اِخْوَۃٌ (اَخٌ) — بھائی

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۰

دیکھا یہ گیا ہے کہ زیادہ تر اختلافات اور باہمی جھگڑے بعض غلط فہمیوں، بدظنیوں، خاندانی اور قوم اور قبیلے کے تعصبات کی وجہ سے جڑ پکڑتے ہیں۔ اگر ان چیزوں سے بچا جائے تو کبھی جھگڑے نہ ہوں اور وہ لوگ جو بدگمانیاں پیدا کر کے معمولی جھگڑوں اور اختلافات کو قتل و غارت گری تک پہنچا دیتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہر وہ بات جس سے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہو یا اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس خبر کو ذمہ داروں تک پہنچا دیا جائے تا کہ وہ اس کی پوری تحقیق کر کے معاملہ کی جڑ تک پہنچ سکیں۔ بغیر تحقیق اور معلومات کے اگر کوئی قدم اٹھایا جائے گا تو اس سے نہ صرف آپس میں بدمزگی پیدا ہوگی بلکہ بعد میں آدمی کو پچھتانا پڑے گا۔

زیر مطالعہ آیات میں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اگر ان میں آپس کے اختلافات کی وجہ سے بات قتل و قتال تک پہنچ جائے تو یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ آگ بھڑکنے سے پہلے اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور آپس میں صلح کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں لیکن ان میں کسی ایک کی طرف داری خاندانی اور قومی تعصب کی وجہ سے نہ کریں بلکہ عدل و انصاف کا دامن تھامے رہیں

کیونکہ اگر وہ محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے مصالحت کی کوشش کریں گے تو ان پر اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے''۔ اگر صلح اور مصالحت کی ہر کوشش ناکام ہو جائے تو پھر وہ یہ دیکھیں کہ کون حق پر ہے اور کس کی طرف سے زیادتی ہو رہی ہے۔ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیا جائے اور زیادتی کرنے والے سے اس وقت تک لڑیں جب تک یہ فتنہ دب نہ جائے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف اس حد تک نہیں پہنچا کہ جس کی نوبت باہمی جنگ و جدال اور قتال تک پہنچے۔ البتہ صحابہ کرامؓ کے دور میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن میں بات انتہا تک پہنچ گئی۔ صلح کرانے والوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کی لیکن غلط فہمیاں پیدا کرنے والوں نے صلح کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جس سے باہمی جنگ کی نوبت تک آئی اور صحابہ میں سے جس نے بھی اپنے اجتہاد کے مطابق جس کو صحیح سمجھا اس کا ساتھ دیا۔ لیکن یہ جنگیں کفر و اسلام کی جنگیں نہ تھیں کہ ان میں سے ایک جماعت تو کافر ہو گئی تھی اور دوسری مسلمان رہی تھی بلکہ یہ ان کے آپس کے معاملات تھے جو خلاف فطرت بات نہ تھی۔ اگر کوئی صحابہ کرامؓ کے آپس کے معاملات کو کفر و اسلام کی جنگ قرار دیتا ہے تو وہ سخت ناانصافی کرتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے یہ ارشادات ہمیشہ رہبر و رہنما رہے ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اگر ان کے درمیان کبھی کسی بات پر کسی غلط فہمی کی وجہ سے سخت اختلاف یا جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ آپس میں اسلامی جذبے کے تحت پھر سے ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مومنوں کی مثال آپس کی محبت، یگانگت، وابستگی اور ایک دوسرے پر شفقت و محبت کا معاملہ ایسا ہے جیسے ایک جسم کا ہوتا ہے۔ اگر جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو آدمی بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے۔ فرمایا مومن ایک دوسرے کے لئے دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ایک (اینٹ) دوسرے سے قوت و طاقت حاصل کرتی ہے۔ (بخاری و ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کو ذلیل و رسوا نہیں کرتا کیونکہ ایک آدمی کے لئے یہی بری بات ہے کہ وہ اپنے بھائی کی توہین کرے۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں فرمایا ہے کہ اگر دو بھائیوں میں شدید اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرانے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ کو وہ لوگ بہت پسند ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہوئے ہمیشہ عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں۔ فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ
یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا
مِّنۡهُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ
الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ
اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ
یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا فَکَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

اے ایمان والو! مردوں کی کوئی جماعت دوسرے مردوں کی کسی جماعت کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں۔ شاید کہ جو عورتیں مذاق اڑانے والی ہیں ان سے وہ بہتر ہوں جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مت دو، ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فسق (نافرمانی) کا نام ہی برا ہے۔ اور جو لوگ (ان باتوں سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سے گمان کرنے سے بچو۔ کیونکہ بلا شبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات کی کھوج میں نہ لگو۔ نہ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو کھائے۔ یقیناً تم اس کو گوارا نہ کرو گے۔ اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

لَا یَسۡخَرۡ — مذاق نہ اڑائے

لَا تَلْمِزُوْٓا	طعنے مت دو
لَا تَنَا بَزُوْا	برے نام نہ رکھو
اَلْقَابٌ	لقب۔نام رکھنا
بِئْسَ	برا ہے
لَمْ یَتُبْ	توبہ نہ کی
اِجْتَنِبُوْا	بچتے رہو
لَا تَجَسَّسُوْا	ٹوہ میں نہ لگو
لَا یَغْتَبْ	غیبت نہیں کرتا
اَیُحِبُّ	کیا پسند ہے؟
اَنْ یَّاْکُلَ	یہ کہ وہ کھائے
لَحْمٌ	گوشت
کَرِھْتُمْ	تم نے برا سمجھا

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۲

آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، طعنے دینا، کسی کو برے الفاظ والقاب سے پکارنا، بدگمانیاں کرنا، دوسرے کے عیب تلاش کرنا اور پیٹھ پیچھے اپنے بھائیوں کی غیبت کرنا یہ سب وہ باتیں ہیں جن سے فسادات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان سب برائیوں اور گناہوں سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ایک مومن سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایمان لانے کے بعد طعنے دینے، بدکلامی کرنے اور بدزبانی کرنے جیسی برائیوں میں مبتلا ہوگا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ محبت واخلاص کا پیکر ہوتا ہے جس سے کسی کو کسی طرح کی اذیت نہیں پہنچتی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک تم میں باہمی محبت واخلاص نہ پیدا ہو جائے۔ انسانی تکبر کو توڑنے کے لئے آپ نے فرمایا کہ ”کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے اور وہ یہ

ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو اور اس کو (اپنے معاشرہ میں) خوب رواج دے کر عام کردو۔

جب کوئی آدمی ہر وقت دوسرے کی نجی زندگی اور اس کے حالات کی کھوج میں لگ جاتا ہے اور بدگمانیوں کے دائرے میں گھومنے لگتا ہے تو وہ اپنی اصلاح اور اپنے عیبوں پر نگاہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''تم اپنے بھائی کے عیب کو ظاہر نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اس کو تو معاف کردے اور تمہیں اس (عیب) میں مبتلا کردے۔

زیر مطالعہ آیات میں ان ہی باتوں کو بیان فرمایا گیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)۔ایک دوسرے کا مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرد یا عورت کسی دوسرے شخص یا کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے کیونکہ ممکن ہے جن لوگوں کا مذاق اڑایا جارہا ہے وہ مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں۔ اصل میں کسی کا مذاق اڑانا، پھبتیاں کسنا اور جملے بازی کرنا اس کو ذلیل و رسوا کرنا اور اس کی دل شکنی کرنے کے علاوہ تکبر اور غرور کا بھی ایک انداز ہے۔ کیونکہ جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس سے بہتر اور افضل و اعلیٰ سمجھتا ہے یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ہر عیب سے پاک ہوں سارے عیب اور خرابیاں دوسروں کے اندر موجود ہیں۔ یہ تکبر کا انداز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے اور ایسے شخص یا گروہ کو اپنی ہر اصلاح سے محروم فرما دیتے ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد فسق و نافرمانی کا ہر انداز انتہائی ناپسندیدہ ہے اگر اس نے اپنی اصلاح کی فکر نہ کی تو اس کا شمار ظالموں اور بے انصافوں میں ہوگا۔

(۲)۔بدگمانیوں سے بچنا

اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بدگمانی اور غلط خیال قائم ہو جائے تو اس کی ہر اچھی بات بھی اس کو بری لگنے لگتی ہے۔ اس لئے ہر طرح کی بدگمانیوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہی بدگمانیاں بڑھتے بڑھتے بعض گناہوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ بدگمان آدمی دوسروں پر تہمت و الزام لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے

وَ اِيَّاكُمْ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ

یعنی تم بعض گمانوں سے بچا کرو کیونکہ گمان ایک جھوٹی بات کا نام ہے۔

(۳)۔تجسس

جب کوئی شخص کسی کے متعلق بدگمان ہو جاتا ہے تو پھر یہ دائرہ پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور گمان کرنے والا دوسرے کے عیب کی جستجو اور تلاش میں لگ جاتا ہے جو کہ گناہ ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''مسلمانوں کی غیبت نہ کرو نہ کسی کے عیب تلاش کرو۔ کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کے عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا اور ذلیل کر کے چھوڑتا ہے۔ (قرطبی)

(۴)۔غیبت

غیبت درحقیقت معاشرہ کی وہ خرابی ہے جو اس معاشرہ کو بدترین نتائج سے دوچار کر دیتی ہے کیونکہ غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے کہ اگر اس شخص کے منہ پر وہی بات کہی جائے تو اس کو اذیت پہنچے۔ لیکن اگر کسی کے

پیٹھ پیچھے ایسی بات کہی جائے جو اس میں نہیں ہے تو اس کو اتہام و الزام کہتے ہیں۔ غیبت اور کسی پر غلط الزام لگانا دونوں ہی سخت گناہ ہیں جس کی معافی توبہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ غیبت کرنے والا درحقیقت اپنے بھائی کی عزت کی دھجیاں بکھیرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو گوارہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ یقیناً وہ کسی حال میں اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا ایک ایسی جماعت پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور اس کی آبرو سے کھیلتے تھے (بغوی)۔ اللہ تعالیٰ نے غیبت کی بری عادت سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے اور فرمادیا ہے کہ اگر تم نے اس بری عادت سے توبہ نہ کی تو سخت نقصان اٹھاؤ گے اور اگر تم نے توبہ کر لی تو اللہ تمہاری توبہ کو قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(۵)۔ طعنے دینا

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ "لمز" سے بچیں۔ لمز کے معنی ہیں کسی کے عیب نکالنا اور اس کو طعنے دینا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کسی کو کسی طرح سے بھی طعنے دیتا ہے یا اس کے عیب تلاش کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ نہ صرف اس کی توہین کرتا ہے بلکہ اس کے عیب تلاش کرنے اور طعنے دینے میں اس بات کو بھول جاتا ہے کہ وہ خود کتنے عیبوں میں مبتلا ہے اس طرح وہ اپنی اصلاح سے غافل ہو جاتا ہے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسے ہر شخص میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ یہ بھی تکبر اور غرور کی ایک شکل ہے جو اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

(٦)۔ برے القاب سے پکارنا

بعض لوگ اپنی بڑائی اور برتری ثابت کرنے کے لئے دوسرے شخص کو ایسے برے برے الفاظ اور القاب سے یاد کرتے ہیں جو اس کی توہین ہوتی ہے۔ جیسے کسی کو اندھا، لولا لنگڑا اور کانا کہہ دیا۔ کسی کی ذات میں کیڑے نکال دیئے اسی طرح اگر کسی سے غفلت میں کوئی گناہ ہو گیا اور اس نے اللہ سے معافی بھی مانگ لی تو اب یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے۔ کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے گناہ کا نام لے کر اس کو پکارے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کو ایسے گناہ پر شرم دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو ہو سکتا ہے اللہ اس شرم دلانے والے کو اس گناہ میں مبتلا کر کے اسے ذلیل و رسوا کر دے۔ (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ برے القاب و الفاظ ہی نہیں بلکہ کسی کو اس کے گناہوں پر شرم دلانا یا اس کو ذلیل و رسوا کرنا ایک غلط حرکت ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو ایسے نام اور لقب سے پکارے جو اسے پسند ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ نے دوسروں کو ایسے الفاظ سے یاد فرمایا ہے جس سے ان کی عزت میں چار چاند لگ گئے ہیں اور صحابہ کرامؓ نے بھی ان القابات کو اپنے نام کا حصہ قرار دیا ہے جیسے

صدیق، فاروق، غنی، بوتراب، اسد اللہ، سیف اللہ، امین الامت، ابو ہریرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی اس مبارک سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۳

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو لیکن اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۳

خَلَقْنَا	ہم نے پیدا کیا
ذَكَرٌ	مرد
اُنْثٰى	عورت
شُعُوْبٌ	خاندان
قَبَائِلُ	قبیلے
لِتَعَارَفُوْا	تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو
اَكْرَمَ	سب سے زیادہ عزت والا
اَتْقٰى	بہت زیادہ پرہیزگار

تشریح: آیت نمبر ۱۳

دنیا پرستوں نے مال و دولت کی بنیاد پر ساری کائنات کے لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک طرف تو غریب مزدور اور محنت کش طبقہ ہے دوسری طرف دولت مند، سرمایہ دار اور عیش پسند طبقہ ہے۔ لوگوں کے نزدیک جس کے پاس جتنی دولت، سرمایہ اور اونچی بلڈنگیں اور بہترین سواریاں ہیں اس کو عزت دار اور بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے خواہ اس میں ہزاروں عیب کیوں نہ ہوں اس کے برخلاف وہ آدمی جس کے پاس مال و دولت نہیں ہے محض اس کی اپنی ذاتی شرافت ہے اور دنیاوی وسائل سے وہ محروم ہے تو اس کو معاشرہ میں چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس طبقاتی تقسیم نے دنیا میں سارے فسادات اور ظلم و جبر کو جنم دیا ہے۔ اسی لئے دین اسلام نے انسانی شرافت اور بڑائی کا معیار مال و دولت اور سرمائے کو نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو قرار دیا ہے۔ وہ شخص جو اللہ سے ڈرتا ہے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذارتا ہے وہ اللہ کے نزدیک انتہائی معزز اور قابل احترام ہے لیکن وہ سرمایہ دار شخص جو برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہے، اللہ کا نافرمان اور ظالم و جابر ہے وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا ہی باعزت اور بڑا آدمی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کے لوگوں کے نزدیک عزت و شرافت کا معیار مال و دولت ہے لیکن اللہ کے نزدیک تقویٰ ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس وقت بھی رنگ و نسل، زبان، وطن، خاندان، اولاد، مال و دولت اور نسبی شرافت پر فخر کیا جاتا تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے اس ادنیٰ اور اعلیٰ کے من گھڑت تصور کو بے بنیاد قرار دے کر تقویٰ و پرہیز گاری کو انسانی شرافت کا معیار قرار دیا چنانچہ آپ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں جنہیں مٹی سے پیدا کیا گیا ہے نہ کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی سفید اور سرخ رنگ والے کو دوسروں پر سوائے تقویٰ کے کوئی بڑائی اور فضیلت حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت (آدمؑ و حواؑ) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قبیلوں اور خاندانوں میں محض ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے تقسیم کیا ہے۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ و پرہیز گاری والا ہے۔ بے شک اللہ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے۔

صرف دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے ساری دنیا میں پھیلی ہوئی بے شمار مخلوق کی نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک بنایا ہے ورنہ دنیا پرستوں نے تو لوگوں کو اتنے خانوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے کہ آدمیت کی شکل پہچاننا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

انسانی شکل کا یہ بگاڑ انسان کی خود غرضی، لالچ، رنگ و نسل، زبان، وطن اور قومیت اور اس کی تقسیم سے پیدا ہوا ہے۔ یہ صرف دین اسلام ہی ہے جس نے ساری دنیا کو بتا دیا کہ ذات، پات، چھوٹا، بڑا، کالا، گورا، عرب اور عجم ان سب کی اصل ایک ہے کیونکہ اللہ نے سب مردوں اور عورتوں کو ایک ہی ماں باپ سے وجود عطا کیا ہے۔ قبیلہ، خاندان، زبان اور وطن یہ ایک دوسرے کی پہچان کا ذریعہ تو ہیں لیکن ان میں فخر و غرور کی کوئی بات نہیں ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ قومیتوں، خاندانوں اور قبیلوں پر فخر نے انسان کو اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ آج پوری دنیا کے تمام خطوں میں شدید کرب اور اذیت میں مبتلا لوگوں کی چیخیں اور آہیں بھی گھٹ کر رہ گئی ہیں۔ نسل پرستی کے نعرے کی ابتدا یہودیوں سے ہوئی ہے جنہوں نے بنی اسرائیل کو اللہ کی منتخب اور پسندیدہ مخلوق قرار دے کر غیر اسرائیلیوں کو حقیر و ذلیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہندوؤں نے برہمنوں کو ساری عزت و سربلندی کا مالک قرار دے کر شودروں اور نیچی ذات والوں کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے۔ افریقہ اور امریکہ میں کالے اور گورے کے فرق نے جو تباہی مچائی ہے اس سے تاریخ بھی شرما جاتی ہے۔ یورپ کے گوروں نے براعظم امریکہ میں ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا ہے اس کی داستانوں کی گونج سے آج بھی پورا امریکہ لرز رہا ہے۔ یورپ کے سرمایہ دار اگر غریب اور مزدور پر ظلم کی انتہا نہ کر دیتے تو کمیونزم اور سوشلزم کا کینسر جنم نہ لیتا۔ ان ہی باتوں کا اثر ہے کہ نازی جرمنوں کے نسل پرستانہ فلسفہ اور نارڈک نسل کی برتری نے دنیا کو پہلی جنگ عظیم کے شعلوں میں دھکیل دیا جس کے نتیجے میں دوسری جنگ عظیم ہوئی۔ ہر ملک نے اپنی حفاظت کے نام پر ایسے ایسے ہتھیار بنا ڈالے کہ انسان کو بارود کے ڈھیر پر لا کر بٹھا دیا ہے نجانے کب کوئی پاگل اور دیوانہ سربراہ ساری دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا سبب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متقی اور غیر متقی میں تقسیم کر کے انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے اور یہی فلسفہ حیات اب بھی دنیا بھر کے لوگوں کو انسانیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا سکتا ہے۔ دنیا کے سامریوں نے سرمایہ داری کے بچھڑے کو اتنا طاقت ور بنا دیا ہے کہ اس کا مقابلہ مشکل ہے لیکن اللہ کا نظام انسانوں کے ان بتوں کو توڑنے کی طرف متوجہ ہو چکا ہے اور عجب نہیں کہ اللہ اپنے دین کو ہر نظریہ حیات اور ہر ایک دین پر غالب کرنے کے لئے سوئی ہوئی امت کو جگا کر دنیا کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھما دے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾
قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا
فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ
قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ
ع ۲ ۸ ۱۴ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے فرماں برداری قبول کر لی ہے۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں کے اندر داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال کے اجر وثواب میں ذرا بھی کمی نہ کی جائے گی۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ (درحقیقت) ایمان والے تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے کبھی شک نہیں کیا اور جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنے ایمان کی اطلاع دے رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو ان سب باتوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(اے نبی ﷺ) یہ لوگ اپنے ایمان لانے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ دھرو بلکہ اللہ کا تم پر یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف رہنمائی عطا فرمائی اگر تم واقعی ایمان کے دعوے میں سچے ہو۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

اَسْلَمْنَا	ہم نے مان لیا
لَا یَلِتْ	نہ گھٹائے گا
لَمْ یَرْتَابُوْا	انہوں نے شک نہیں کیا
جَاهَدُوْا	انہوں نے جہاد کیا
اَلصّٰدِقُوْنَ	سچ بولنے والے
اَتُعَلِّمُوْنَ	کیا تم جتاتے ہو۔ سکھاتے ہو
یَمُنُّوْنَ	وہ احسان جتاتے ہیں
یَمُنُّ	وہ احسان کرتا ہے
اَنْ هَدٰی	یہ کہ اس نے راستہ سمجھایا

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۱۸

سورۃ الحجرات کی ان آخری آیات کے سلسلہ میں علماء مفسرین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ شدید قحط پڑ گیا۔ اس دوران قبیلہ بنو اسد کے کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بظاہر ایمان قبول کرلیا۔ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کا سبب یہ تھا کہ صدقات وغیرہ حاصل کئے جائیں۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرتے ہی طرح طرح کے مطالبے شروع کردیئے اور ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہوں نے اسلام قبول کر کے نبی کریم ﷺ پر کوئی بڑا احسان کیا ہے۔ حالانکہ اس بات پر انہیں اللہ اور اس کے رسول کا احسان مند ہونا چاہیے تھا کہ اللہ کی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہوگیا ہے کیونکہ جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو اس وقت تک ایمان اور عمل صالح کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور پھر جو شخص اللہ کے لئے کوئی نیک عمل کرتا ہے اس کو جتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے بتائے بغیر اللہ اس کو دیکھ رہا ہے اور اسے ایک ایک عمل اور ایک ایک لمحہ کی خبر ہے۔ چونکہ ان دیہاتیوں نے ظاہری طور پر ایمان قبول کیا تھا اور ابھی ایمان ان کے دلوں کی گہرائیوں تک نہ پہنچا تھا لہٰذا انہوں نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ کے راستوں میں غلاظت اور گندگی پھیلا دی اور بازاروں میں چیزوں کی قیمتیں بڑھا

دیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر یہ احسان رکھا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیکھئے کہ اور لوگ تو آپ سے ایک طویل عرصہ تک جنگ کرتے اور مخالفت کرتے رہے ہیں اور آپ کی مخالفت میں انہوں نے اپنی ساری طاقتیں لگا دی تھیں لیکن ہم نے تو اس طرح ایمان قبول کیا ہے کہ آپ کو جنگ کی زحمت بھی گوارا نہ کرنا پڑی اس لئے ہم سب سے زیادہ ہر طرح کے فوائد کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے اور کچھ اعمال بھی کرنے لگے ہیں لیکن ابھی تک ایمان دلوں کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا اس لئے ایمان کا دعویٰ بڑی چیز ہے کیونکہ ابھی تو تم نے صرف اسلام قبول کیا ہے لہٰذا تم اپنے ایمان لانے کا احسان نہ جتاؤ۔ اس جگہ ''مومن اور مسلم'' کی بحث کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں اسلام کے لغوی معنی مراد لئے گئے ہیں اصطلاحی معنی نہیں کیونکہ اسلام ظاہری اعمال میں فرماں برداری کا اور مخالفت ترک کرنے کا اظہار ہے۔ جب کہ ایمان دل کی گہرائیوں سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

دیہات کے رہنے والے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی کیونکہ ابھی تک ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (پوری طرح) قبول کر لی تو اللہ تمہارے اعمال میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے گا۔ بلاشبہ اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔ پھر ہر طرح کے شک وشبہ سے دور رہے اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہ لوگ اپنے (ایمان کے) دعوے میں سچے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین (طریقہ) سکھا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین کی ہر بات سے واقف ہے۔ اور درحقیقت وہی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان جتا رہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ جتاؤ بلکہ تم پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت نصیب کی۔ اگر تم سچے ہو تو (اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے سارے رازوں سے واقف ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچے ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ کے اس احسان کو ماننے کی سمجھ عطا فرمائے کہ اگر اس کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ایمان ہی نصیب نہ ہوتا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶

حٰمٓ

سورۃ نمبر ۵۰

قٓ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ ق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	50
کل رکوع	3
آیات	45
الفاظ وکلمات	376
حروف	1525
مقام نزول	مکہ مکرمہ

انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے ہر آدمی پر دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی اچھی یا بری باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔ ان کے اس نامہ اعمال کو وہ قیامت کے دن ہر آدمی کے سامنے رکھ دیں گے۔ پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائیں گے۔

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ جہنم کہے گی الٰہی! اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش ہے اور اس طرح ان کافروں اور مشرکین کو اور ان کے شیطانوں کو جہنم میں ڈال کر اوپر سے جہنم کو ڈھک دیا جائے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔ لیکن کفار یہ کہتے ہیں کہ

(۱) بڑے تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے جو ہم جیسا ہی ہے؟

(۲) دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ اپنے سروں کے اوپر اس آسمان کو نہیں دیکھتے جو بڑی شان والا ہے۔ جسے ہم نے چاند، سورج اور ستاروں سے سجایا ہے۔ جس نے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے اس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ آدمی کو مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔

فرمایا زمین کو دیکھو اس کو اللہ نے کس طرح بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بنائے ہیں۔ اسی نے زمین میں طرح طرح کی چیزیں اگائی ہیں۔ بلندیوں سے پانی برسا کر اس سے خوبصورت باغات، سرسبز و شاداب درخت اور ان پر طرح طرح کے پھل پیدا کیے ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو زمین مردہ سی ہو کر رہ جاتی ہے لیکن جیسے ہی پانی برستا ہے تو زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مردہ زمین پر بارش برسانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اسی طرح جب ساری دنیا کے انسان مر جائیں گے تو اللہ ان کو اسی طرح زندہ فرما دے گا۔

نبی کریم ﷺ سے کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کفار و مشرکین کو ان کے برے انجام سے ڈراتے رہیے اور کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر کیجیے۔

☆ فرمایا کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں۔ قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون، قوم لوط، گھنے جنگلات والے اور قوم تبع۔ یہ بڑی ترقی یافتہ اور مضبوط قومیں تھیں لیکن جب انہوں نے نبیوں کو اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور ضد میں بہت آگے نکل گئے تب ان پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ اپنے بدترین انجام سے نہ بچ سکے اور ان قوموں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ فرمایا کہ یہ احمق اتنی بات نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کیا پہلی مرتبہ انسان اور کائنات کو پیدا کر کے تھک گیا ہے اور اب وہ انسان اور کائنات کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟ یہ کیسا برا تصور ہے کہ انہوں نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ اب اللہ آدمی کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہو سکتا تھا مگر دوبارہ پیدا کرنا کیسے ناممکن سمجھ لیا ہے۔

☆ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔ پھر اس نے اپنے دو ایسے فرشتے ہر انسان پر مقرر کیے ہوئے ہیں جو آدمی کی ایک ایک حرکت اور باتوں کو لکھتے جا رہے ہیں۔

☆ فرمایا کہ موت کے دروازے سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔ موت آدمیوں پر بھی طاری ہوتی ہے اور کائنات پر بھی طاری کی جائے گی۔ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان اور ہر جان دار ختم ہو جائے گا اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے متعلق جو کفر و شرک کرتا، ضد اور عناد سے کام لے کر ہر نیک کام سے دوسروں کو روکتا تھا۔ دین میں طرح طرح کے شبہے پیدا کرتا اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنا کر رکھتا تھا حکم دیا جائے گا کہ اس کو سخت جہنم میں جھونک دیا جائے۔ اس وقت کفار و مشرکین شیطانوں پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ الٰہی! یہی وہ شیطان ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا اور راستہ سے بھٹکا دیا تھا۔ اس پر شیطان کہیں گے کہ الٰہی! ہم نے انہیں گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود اپنے اختیار سے گمراہی کے گڑھے میں جا گرے تھے اور ہر برائی اور بدترین کام کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ۔ آج کا دن وہ ہے کہ جس نے جیسا کیا تھا وہ اس کو بھگتے گا۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کرو اس وقت تم اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے تھے۔ یاد رکھو اللہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا بلکہ انسان خود ہی اپنے نقصان کا ذمہ دار ہے۔

☆ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو جہنم سے پوچھا جائے گا کہ کیا اب بھی اور مجرمین کے لیے جگہ باقی ہے؟ وہ جہنم کہے گی الٰہی! اگر اور جہنمی ہیں تو ان کو بھیج دیجیے ابھی گنجائش باقی ہے اور اس طرح ان کافروں، مشرکوں اور شیطانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جہنم کو ڈھک دیا جائے گا۔

☆ اہل تقویٰ اور اہل ایمان سے کہا جائے گا کہ تم سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا تھا وہ یہ جنت ہے اور جنت کو ان کے قریب تر کر دیا جائے گا یعنی ان جنتیوں کو ایسا محسوس ہوگا جیسے جنت بالکل ان کے سامنے ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم امن و سلامتی اور سکون سے یہاں رہو۔ اب اس میں تمہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ ان جنتوں میں تم جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا اور ان کو بغیر مانگے بھی بہت کچھ دیا جائے گا۔

☆ فرمایا گیا کہ یہ کفار و مشرکین اپنی طاقت اور سرداریوں پر نہ اترائیں کیونکہ ان سے پہلے گزری ہوئی قومیں ان سے بھی طاقت ور اور مضبوط تھیں لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں سے توبہ نہ کی تو ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

☆ اللہ نے فرمایا کہ اس نے چھ دن میں ساری کائنات کو پیدا کیا۔ وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے۔ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کیجیے اور رات کے ایک حصے میں اس کی تسبیح کیجیے۔ نمازوں کا اہتمام کیجیے۔ فرمایا زندگی اور موت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی طرح ساری دنیا کے سب اولین و آخرین کو جمع کر لینا بہت آسان ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کفار کو سمجھاتے رہیے۔ ان کو سمجھانا ہی آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے آپ ﷺ ان پر زبردستی کے لیے نہیں بھیجے گئے۔ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں وہ ضرور آپ ﷺ کی بات پر دھیان دیں گے۔

سُوْرَۃُ قٓ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ
فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ
ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا
كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۵
اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا
مِنْ فُرُوْجٍ ۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۷ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۸
وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۹
وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ
بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ
الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۱۲ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۱۳ وَّاَصْحٰبُ
الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۱۴
ع ۱ ۱۵ ۱۵ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قاف۔ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اس شان والے قرآن کی قسم۔ بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ڈرانے والا آ گیا ہے۔ پھر وہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو عجیب سی بات ہے کہ جب ہم مر کر خاک ہوجائیں گے (دوبارہ اٹھائے جائیں گے) یہ تو عقل اور سمجھ سے دور کی بات ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) حالانکہ ہم ان اجزا کو جنہیں زمین نے کم کر دیا ہے (یا کھا لیا ہے) اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس سچی بات پہنچ گئی تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا۔ اب وہ کشمکش اور الجھن میں مبتلا ہیں۔

کیا انہوں نے اس آسمان کو نہیں دیکھا جو ان کے سروں پر (چھت کی طرح) ہے کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے کیسے آراستہ کیا ہے؟ اور اس میں کوئی شگاف نہیں ہے؟ (کیا وہ) زمین کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس کو پھیلا کر اس میں بھاری پہاڑ جما دیئے اور اس میں ہم نے ہر قسم کی پر رونق چیزیں اگا دیں۔ اس میں (ہر اس شخص کے لئے) ہدایت و نصیحت ہے جو اللہ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے آسمان سے ایک برکت والا (نفع والا) پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ بہت سے باغات اور اناج کو پیدا کیا (جو کھیت بن جاتا ہے) اور پھر کاٹا جاتا ہے۔ اس نے کھجوروں کے اونچے اونچے درخت اگائے کہ ان درختوں کا گابھا خوب گتھا ہوا ہوتا ہے۔ (یہ اللہ نے) بندوں کے لئے رزق کا ذریعہ بنایا ہے) اور پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندگی بخشی ہے (جو لوگ مر چکے ہیں ان کا بھی) نکلنا اسی طرح سے ہوگا۔

ان سے پہلے قوم نوح، کنویں والے، قوم ثمود، قوم عاد، قوم فرعون اور قوم لوط، ایکہ والے اور قوم تبع نے بھی (اللہ کے نبیوں کو) اوروں کی طرح جھٹلایا۔ پھر ان پر رب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ کیا پھر ہم پہلی مرتبہ پیدا کر کے (دوبارہ پیدا کرنے سے) تھک گئے ہیں۔ نہیں (اصل بات یہ ہے کہ) لوگ دوبارہ پیدا کئے جانے سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

عَجِبُوْٓا	انہوں نے تعجب کیا
مُنْذِرٌ	ڈرانے والا
مِتْنَا	ہم مر گئے
رَجْعٌ بَعِيْدٌ	یہ تو لوٹنا دور کا ہے
تَنْقُصُ	گھٹاتی ہے
مَرِيْجٌ	الجھا ہوا
فُرُوْجٌ	سوراخ
مَدَدْنَا	ہم نے پھیلا دیا
اَلْقَيْنَا	ہم نے ڈال دیا
رَوَاسِیٌ (رَاسِيَةٌ)	بوجھ
زَوْجٌ بَهِيْجٌ	طرح طرح کی خوشنمائی۔ خوبصورتی
تَبْصِرَةٌ	دکھانا۔ سمجھانا
مُنِيْبٌ	پلٹنے والا۔ توجہ کرنے والا
اَلْحَصِيْدُ	کٹا ہوا کھیت
اَلنَّخْلُ	کھجور کا درخت
بٰسِقٰتٌ (بَاسِقَةٌ)	لمبے لمبے

طَلۡعٌ	خوشہ
نَضِیۡدٌ	ایک دوسرے سے ملا ہوا۔ گتھا ہوا
اَلرَّسُّ	پرانا کنواں
اَلۡاَیۡکَةُ	گھنا جنگل
تُبَّعٌ	پیچھے چلنے والا
حَقَّ	ثابت ہوا
وَعِیۡدٌ	میرا ڈراوا
لَبۡسٌ	شک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

سورۂ ق سے قرآن کریم کی ساتویں اور آخری منزل کا آغاز ہو رہا ہے۔ ق حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اور مراد کا علم اللہ کو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کی قسم کھا کر فرمایا یہ وہ بلند رتبہ اور عظمت و جلال والی کتاب ہے جسے ان تمام کتابوں پر عزت و شرف حاصل ہے جو اس سے پہلے نازل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا مقابلہ اور کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ اس کتاب میں اس بات کو نہایت واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں انسان کا قیام عارضی ہے حقیقی زندگی کا آغاز آخرت سے ہوگا۔ دنیا میں وقتی زندگی گذارنے کے بعد ہر شخص کو ایک مقرر دن (قیامت کے دن) اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا پھر جزا اور سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ان تمام باتوں کو اللہ کے پیغمبر آ کر بتاتے ہیں تاکہ راستہ سے بھٹکے ہوئے انسان سیدھے راستے پر آجائیں جو ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں لیکن اللہ و رسول کے منکر جب گناہوں کی حدوں کو پار کر جاتے ہیں تو پھر ان کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار اس بات کو بڑی حیرت اور تعجب سے کہتے رہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں بتانے والے پیغمبر ان ہی

جیسے بشر ہیں۔ ان میں اور ہم میں فرق کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے پیغمبران ہی میں سے ان کی اصلاح کے لئے نہ بھیجے جائیں تو پھر وہ کون سی مخلوق ہوگی جو پیغمبر بنا کر بھیجی جائے گی۔ انبیاء کی بشریت کا انکار کفار کا مزاج رہا ہے جس کا مظاہرہ وہ کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ اگر اللہ فرشتے کو بھی پیغمبر بنا کر بھیجتا تو وہ بھی بشر ہی ہوتا۔

کفار اس بات میں بھی تعجب کرتے ہیں کہ جب وہ مر کر مٹی ہو جائیں گے ان کی ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ان کے جسم کے سارے اجزاء بکھر جائیں گے تو ان کے اجزاء کس طرح جمع کئے جا سکیں گے؟ دنیا کے اربوں کھربوں انسانوں کے اجزا جمع ہو کر دوبارہ کس طرح انسانی شکل اختیار کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے انسانی جسم کے اعضاء کو کس زمین نے کھایا ہے اور ان کے جسم کے کون کون سے اجزا باقی ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ان تمام باتوں کا پورا حساب ایک ایسی کتاب میں درج کر رکھا ہے جو ہر طرح کی تبدیلی سے محفوظ ہے اور وہ کتاب خود اس کی حفاظت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ کفار کسی ایک بات پر جم کر سوچ ہی نہیں سکتے کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ یہ ہر چیز میں ڈانوا ڈول ہی رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ کائنات میں ظاہری انقلاب اور قوموں کے انجام پر ذرا بھی سنجیدگی سے غور کر لیں تو انہیں ان میں سے کسی بات پر نہ تو حیرت ہوگی اور نہ تعجب ہوگا۔ فرمایا کہ ذرا اپنے اوپر ایک بلند و بالا آسمان کو دیکھو اللہ نے اس کو کس طرح بنایا ہے نہ ستون ہے نہ سہارا اور آسمان اپنی عظمتوں کے ساتھ چھت کی طرح سے تان دیا گیا ہے جسے چاند، سورج اور ستاروں کی چمک سے روشن و منور کر رکھا ہے اس میں کہیں شگاف یا دراڑ نہیں ہے۔ اپنے پاؤں تلے زمین کو دیکھیں کہ اللہ نے اس کو پھیلا کر اس میں کس طرح توازن برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا تاکہ وہ زمین انہیں لے کر ایک طرف کو نہ ڈھلک جائے۔ پھر زمین میں طرح طرح کے حسن و جمال اور خوبصورتیوں کو بکھیر دیا ہے۔ جب یہ زمین خشک اور مردہ سی ہو جاتی ہے تو بلندی سے پانی برسایا جاتا ہے جس سے مردہ سی زمین دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے ہر طرف خوبصورت باغات، لہلہاتے کھیت، کھجوروں کے جھنڈ کے جھنڈ اس میں لگے ہوئے گابھے اور رزق کے مختلف سامان اسی پانی سے پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام باتوں میں تعجب اور حیرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر پانی کے چھینٹے سے زمین دوبارہ سرسبز و شاداب ہو کر ایک نئی زندگی حاصل کر سکتی ہے اور اللہ کے حکم سے پھل دینے لگتی ہے وہی اللہ جب سارے مردوں کو قبروں سے اٹھا کر ان کے اجزا کو جمع کر کے ان کی اپنی شکل و صورت پر دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا تو اس میں کسی حیرت کی بات نہیں ہے یہ تو اللہ کی قدرت و طاقت ہے وہ کائنات میں جس طرح چاہتا ہے تبدیلیاں کرتا ہے وہی انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی طاقت و قوت رکھتا ہے۔

فرمایا کہ یہ تو دنیاوی انقلابات ہیں۔ اگر دنیا بھر کی بڑی بڑی قوموں کے عبرت ناک انجام کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آ جائے گی کہ اللہ کے سامنے دنیا کی طاقتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب بھی اس کی زمین پر نافرمانی کی جاتی ہے تو اللہ کا قانون قدرت دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے نافرمان قوموں کے متعلق فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی تو پھر ان کی ترقیات، مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگیں ان کے کام نہ آسکیں۔ حضرت نوحؑ اور حضرت شعیبؑ کی قومیں قوم ثمود اور قوم عاد، فرعون اور لوطؑ کی قوم گھنے جنگل والے اور قوم تبع ان قوموں کی زندگیاں گواہ ہیں کہ اللہ نے ان قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجے۔ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تو ان کو تباہ و برباد کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اصحاب الرس، اصحاب ایکہ اور قوم تبع کون تھے ان کی تفصیل یہ ہے۔

﴿اصحاب الرس﴾ (کنویں والے)۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو ان کی نافرمانیوں سے روکا تو وہ ان کے مخالف ہو گئے اور اس قوم کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔ آخر کار اس قوم پر عذاب کا فیصلہ آ گیا اور وہ قوم تہس نہس کر دی گئی۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے تقریباً چار ہزار آدمی تھے جنہیں اللہ نے اس عذاب سے بچا لیا اور حضر موت کے علاقے میں حضرت صالح اور ان کی قوم کے لوگ جا کر آباد ہو گئے۔ جس جگہ قیام کیا تھا وہاں ایک کنواں تھا۔ (اَلرَّس کنویں کو کہتے ہیں)۔ فرمایا کہ اصحاب الرس (کنویں والے) شروع میں تو اللہ کے فرماں بردار رہے جب حضرت صالح علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو آہستہ آہستہ اس قوم میں بت پرستی شروع ہو گئی۔ اسی کفر و شرک اور نافرمانی کی اصلاح کے لئے جب اللہ نے ایک پیغمبر کو بھیجا تو انہوں نے ان کی بات سننے سے انکار کر دیا اور ان کو شہید کر دیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ وہ کنواں جس پر ان کا دارومدار تھا وہ کنواں خشک ہو کر ویران ہو گیا اور ان کی بنائی ہوئی اونچی اونچی بلڈنگیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔

﴿اصحابُ الایکہ﴾ الایکہ گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا اور گھنے باغات سے گھرا ہوا تھا۔ پانی بھی بڑی کثرت سے تھا۔ آج کل یہ علاقہ اردن کی سلطنت میں ہے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں بڑھ گئیں تو اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت شعیبؑ کو بھیجا جب اس قوم نے ان کی مسلسل نافرمانیاں کیں اور اللہ و رسول کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا تو اس قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ قوم تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔

﴿قوم تبع﴾ یمن کے بادشاہوں کو "تُبّع" کہا جاتا ہے جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ قوم تبع کو اپنی خوش حالی پر بڑا ناز تھا۔ وہ کوئی صحیح بات سننے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ نے اس قوم کو شدید عذاب کے ذریعہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ان کا مال اور دولت اور ان کی ترقیات ان کے کسی کام نہ آسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ قوموں کا ذکر کر کے مکہ کے کفار و مشرکین کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نافرمانیاں نہ کریں ورنہ وہ بھی اللہ کے غضب کا شکار ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ کا دستور اور قانون ہر زمانہ میں یکساں رہا ہے۔ وہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے اور فرماں برداروں کو دنیا اور آخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں عطا کرتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ
اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ
الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَ
جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ
فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ
وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ ۭ
اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ لا مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ لا
الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾
قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ
لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ
۲ ع۱۴ ۱۶ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۹

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات ابھرتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے دو فرشتے اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لئے اس کے پاس ایک نگراں موجود نہ ہو۔ اور موت کی وہ سختی آ پہنچی جو برحق ہے۔ (جس سے وہ زندگی بھر) بچتا پھرتا تھا۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو یہی دن عذاب کے وعدے کا دن ہوگا۔ ہر

شخص (میدان حشر میں) اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک (فرشتہ) حشر میں لانے والا اور ایک گواہ ہوگا۔ (اس سے کہا جائے گا کہ) تو اس دن سے غفلت میں تھا جس کے پردے کو ہم نے ہٹا دیا ہے۔ آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور اس کا وہ ساتھی (فرشتہ) جو گواہ تھا کہے گا کہ اس کا نامہ اعمال میرے پاس تھا جو حاضر ہے۔

(حکم دیا جائے گا کہ) تم ہر اس شخص کو جہنم میں جھونک دو جو ناشکرا اور زیادتی کرنے والا، نیکی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنایا اس کو بھی شدید عذاب میں جھونک دو۔

اس کا وہ ساتھی (جو شیطان تھا) کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود گمراہی میں دوڑا پھرتا تھا۔ فرمایا جائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ میں پہلے ہی تمہارے پاس عذاب کا وعدہ بھیج چکا تھا۔ میرے پاس کوئی بات بدلی نہیں جاتی اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

لغات القرآن آیت نمبر ١٦ تا ٢٩

تُوَسْوِسُ	چپکے سے وسوسہ ڈالتا ہے
حَبْلُ الْوَرِيْدِ	شہ رگ
قَعِيْدٌ	بیٹھا ہوا
مَا يَلْفِظُ	کوئی لفظ نہیں نکالتا
رَقِيْبٌ	نگہبان۔ نگرانی کرنے والا
سَكْرَةُ الْمَوْتِ	موت کی بے ہوشی
تَحِيْدُ	کتراتا ہے
يَوْمُ الْوَعِيْدِ	ڈرنے کا دن
سَائِقٌ	چلانے والا

غِطَآءٌ	پردہ
حَدِيْدٌ	بہت تیز
قَرِيْنٌ	ساتھی
لَدَيَّ	میرے پاس
اَلْقِيَا	تم دونوں ڈال دو
عَنِيْدٌ	ضدی
مَنَّاعٌ	روکنے والا
مُعْتَدٌ	حد سے آگے بڑھ جانے والا
مُرِيْبٌ	شک وشبہ ڈالنے والا
اَطْغَيْتُ	میں نے سرکشی کی
لَا تَخْتَصِمُوْا	تم نہ جھگڑو

تشریح: آیت نمبر ١٦ تا ٢٩

ان آیات میں موت اور قیامت کے ہولناک دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ جو کفار دنیا میں غرور وتکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے اور وہ نبیوں کی بات بھی نہ مانتے تھے ان کو اپنے کرتوتوں کی سزا اور اگر کسی نے بہترین اعمال کئے ہوں گے تو ان کو ان کے تصور سے زیادہ انعامات سے نوازا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے دل میں پیدا ہونے والے ہر خیال سے اچھی طرح واقف ہیں۔ رگ جان جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے وہ اس سے اتنی قریب نہیں ہے جتنا ہم اس سے قریب ہیں۔ اس کی اندرونی کیفیات کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں کہیں جانے اور کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے دل ودماغ میں جو بھی خیالات آتے ہیں یا وہ عمل کرتا ہے وہ ہماری نظر میں ہے۔ فرمایا کہ ہم نے اس کے دائیں اور بائیں ایسے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں جو اس کے منہ سے نکلے ہوئے ہر لفظ اور اس کے کئے ہوئے ہر کام سے واقف ہیں اور وہ اس کو برابر لکھتے چلے جارہے ہیں۔ جب اس پر اس موت کی بے ہوشی اور غشی طاری ہو جائے گی جس موت سے وہ بھاگتا اور موت کے نام سے بدکتا تھا وہ اس کو آکر

رہے گی۔اس سے بچنا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ موت کا وہ دروازہ ہے جس سے سب کو گذرنا پڑتا ہے۔اس کے بعد اس کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔اسی طرح وہ جس قیامت کا یقین نہیں کرتا تھا وہ بھی آ کر رہے گی۔ جیسے ہی اللہ کے حکم سے صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی تو وہی دونوں فرشتے جو اس کے دائیں بائیں اس کے اعمال لکھ رہے تھے ان میں سے ایک تو اس کافر کو ہانکتا ہوا جہنم کی طرف لے جائے گا اور دوسرا فرشتہ اس کے تمام اعمال کا ریکارڈ لئے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ ہوگا۔فرشتے کہیں گے کہ دنیا میں تیری آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے اور تو دیکھ کر بھی اور سن کر بھی اس کا یقین نہیں کرتا تھا آج غفلت کے سارے پردے تیری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور آج تیری نظریں ہر چیز کو صاف صاف دیکھ رہی ہیں۔ جو فرشتہ اس کے ساتھ رہتا تھا وہ اس کا نامہ اعمال سامنے رکھ کر کہے گا کہ یہ ہیں تیرے وہ اعمال اور کرتوت جنہیں تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان جیسے تمام نافرمانوں کو جہنم میں جھونک دینے کا حکم دیں گے جو (۱) حق آنے کے باوجود اس کا انکار کیا کرتے تھے۔(۲) اللہ کی ناشکری جن کا شیوہ بن چکا تھا۔(۳) وہ ہر بھلائی کے راستے سے دوسروں کو روکتے تھے۔(۴) غرور وتکبر کا پیکر بنے ہوئے تھے۔(۵) حد سے نکل جانے والے تھے۔(۶) ہر چیز میں شک وشبہ پیدا کرتے تھے۔(۷) ایک اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔حکم ہوگا کہ آج ان کو جہنم میں جھونک دو۔

اللہ تعالیٰ شیطان سے فرمائیں گے کہ کیا تو نے ان کو بہکایا تھا۔وہ کہے گا کہ الٰہی! میں نے ان کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو خود ہی گمراہی کو اپنے گلے میں ڈالے پھرتے تھے۔ادھر کفار شیطان پر الزام لگاتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں اس نے بہکایا تھا اس کو پوری پوری سزا دی جائے اور ہمیں معاف کر دیا جائے۔

جب ان دونوں میں جھگڑا بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب آپس میں جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔میں نے تو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تمہیں پہلے ہی آگاہ اور خبردار کر دیا تھا اور تمہیں اپنے فیصلے سے مطلع بھی کر دیا تھا۔وہ میرا فیصلہ اٹل اور ناقابل تبدیل ہے۔ہم کسی پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کیا کرتے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ
وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾
هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ
وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ﴿٣٣﴾ اِۨدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾
لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

وہ دن (کتنا ہیبت ناک ہوگا) جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر چکی؟ وہ جہنم کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟

اور تقویٰ والوں کے لئے جنت قریب کر دی جائے گی جو ان سے دور نہ ہوگی (فرمایا جائے گا کہ) یہ وہ جنت ہے جس کا وعدہ ہر اس شخص سے کیا گیا تھا جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور (بندوں کے حقوق کی) حفاظت کرنے والا تھا۔ جو شخص رحمٰن کو دیکھے بغیر ڈرتا رہا اور رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوا (حکم دیا جائے گا کہ) سلامتی (عزت و احترام) کے ساتھ اس جنت میں داخل ہو جا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ ان جنتوں میں ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس سے اور زیادہ دیا جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

هَلِ امْتَلَاْتِ — کیا تو بھر گئی

أُزْلِفَتْ — قریب لائی گئی

اَوَّابٌ — جھکنے والا

اَلْخُلُوْدُ — ہمیشہ رہنے والا

تشریح: آیت نمبر ۳۰ تا ۳۵

جب میدان حشر میں ہر شخص کے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو جہنم میں داخل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جہنم پکار اٹھے گی کہ کیا ابھی اور اللہ کے نافرمان ہیں جنہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا؟ مفسرین نے اس کے معنی یہ بھی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی جہنم سے سوال فرمائیں گے کہ کیا اب بھی جہنم میں

اور جگہ موجود ہے؟ کیا اس کے علاوہ اور بھی جہنم والے ہیں۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ دوزخیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا پھر اس جہنم کو بند کر کے اوپر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ و رسول کی اطاعت میں گذاری ہوگی ان کو ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرف راحتیں ہی راحتیں ہوں گی اور کسی طرح کا کوئی رنج و غم نہ ہوگا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذارنے والوں کے لئے جنت کو سنوارا جائے گا اور فرشتے اس میں ان کا پرجوش استقبال کریں گے۔ وہ جنت میں جیسی بھی خواہش کریں گے وہ ان کو اسی وقت بغیر کسی رکاوٹ کے عطا کر دی جائے گی۔ اہل جنت کو سب سے بڑی نعمت ''دیدار الٰہی'' نصیب ہوگا۔ اور دیدار بھی اس شان کے ساتھ کہ درمیان سے ہر پردے کو ہٹا کر بے حجابانہ زیارت نصیب ہوگی۔ بعض روایات کے مطابق ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی زیارت نصیب ہوگی کہ دیدار الٰہی کے انوارات میں ہر شخص گم ہو کر رہ جائے گا۔ کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کو جہنم تک پہنچنے میں ایسا لگے گا جیسے کسی پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں لیکن اہل جنت کے لئے جنت کو اتنا قریب کر دیا جائے گا کہ جنت میں پہنچنے کی مسافت اور فاصلہ کا احساس تک نہ ہوگا اور وہ پورے احترام کے ساتھ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ یوں تو اہل جنت کی بہت سی خصوصیات ہوں گی اس جگہ خاص طور پر چار صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اوّاب، حفیظ، خشی الرحمٰن اور قلب منیب۔

۱۔ اَوّاب ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو شیطانی وسوسوں کے باوجود محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنی ہر خواہش کو چھوڑ کر ہر اس بات کو اختیار کرتا ہے جس میں اللہ و رسول کی اطاعت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ دن رات اپنے گناہوں پر شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

۲۔ حفیظ جو کسی حال میں اپنے صغیرہ کبیرہ گناہوں کی تلافی کے لئے مخلصانہ کوششوں سے غافل نہ رہتا ہو۔

۳۔ خشی الرحمٰن جو ہر وقت اس احساس کو زندہ رکھتا ہو کہ اللہ بڑا رحیم و کریم ہے وہی اپنے بندوں پر بے انتہا رحمتیں نازل کرتا ہے لیکن اس تصور سے کانپتا اور ڈرتا رہتا ہو کہ کہیں وہ اللہ کے قہر کا شکار نہ ہو جائے۔

۴۔ قلب منیب ایسا دل جس میں اپنے نفسانی جذبوں کو چھوڑنے اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ اللہ و رسول کے ادب و احترام کا بے پایاں خیال غالب رہے۔ صحیح عقیدہ اور اللہ کی طرف رجوع رہنے والا دل ہو۔ ایسا دل جس میں نیکیوں کی محبت اور گناہوں سے نفرت اور توبہ و استغفار جس کا شعار ہو۔ ایسا دل جو ہر طرف سے کٹ کر محض اللہ کی رضا و خوشنودی کا طالب ہو۔

اہل جنت کی یہ چار صفات ہیں جو ان کو جنت کا مستحق ثابت کر دیں گی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ان صفات کو پیدا کر کے ہمیں جہنم سے نجات اور جنت کا مستحق بنا دے۔ آمین

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن
قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُم بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّحِيصٍ ﴿٣٦﴾
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ
شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ
فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اور ہم (ان کفار مکہ سے پہلے) بہت سی (نافرمان) قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو ان سے زیادہ طاقت وقوت والی تھیں۔ پھر وہ شہروں میں (فریاد کرتے) پھرے کہ ان کے لئے کوئی پناہ کی جگہ ہے؟ بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے عبرت ونصیحت ہے جو دل رکھتا ہے یا جو پوری توجہ سے بات کو سنتا ہے۔ اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں اس کام نے تھکایا نہیں ہے۔ (اے نبی ﷺ وہ کفار جو کچھ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور) اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات میں بھی اور سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی تسبیح کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

نَقَّبُوا — وہ بھاگے دوڑے

مَحِيصٌ — پناہ کی جگہ

سِتَّةُ اَيَّامٍ	چھ دن
مَامَسَّنَا	ہم کو نہیں چھوا
لُغُوْبٌ	تھکاوٹ۔ تھکن
اَدْبَارٌ	پیچھے۔ بعد میں

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰

اعلان نبوت کے بعد وہی لوگ جو نبی کریم ﷺ کو بہت چاہتے تھے اس طرح آپ کے دشمن بن گئے کہ آپ کا اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا اور ان پر مکہ مکرمہ کی سرزمین کو تنگ کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے قوموں کے ابھرنے، عروج و ترقی تک پہنچنے اور نافرمانیوں کی وجہ سے مٹ جانے کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حق و صداقت کے راستے پر چلنے والوں کو پورے عزم و یقین کے ساتھ صبر کرتے رہنا چاہیے کیونکہ سچائی کے اس کلمے کو بلند کرنے میں لوگوں کی بے حسی، بد اخلاقی کو برداشت کر کے کڑوے گھونٹ پینا ہی پڑتے ہیں۔ اگر اتنا کچھ سمجھانے کے باوجود قوم اپنی بداعمالیوں کا راستہ نہیں چھوڑتی تو پھر وہ قہر الٰہی کی زد میں آ جاتی ہے۔ فرمایا کہ یہ مکہ کے لوگ جس طاقت و قوت پر ناز کر رہے ہیں ان سے پہلے گذری ہوئی قومیں ان سے بہت زیادہ طاقت و قوت اور دنیا کے وسائل رکھتی تھیں لیکن جب انہوں نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب ان پر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور پھر انہیں دنیا کے کسی کونے میں بھی پناہ نصیب نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ تاریخ انسانی کے سچے واقعات ہیں جن سے عرب کے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ ان ظالم قوموں کے کھنڈرات کے پاس سے گذرتے رہتے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے اور اپنے انجام پر غور نہیں کرتے۔ فرمایا کہ انسانی تاریخ کے ان واقعات سے وہی لوگ عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں جن میں سوچنے اور سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت زندہ ہوتی ہے لیکن جو لوگ بے حس ہو چکے ہوں اور وہ کسی بات کو سوچنے کی زحمت ہی نہیں کرتے اور غلط عقیدوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے اس زمین و آسمان یعنی کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور ساتویں دن تھکن کی وجہ سے اس نے آرام کیا (نعوذ باللہ)۔ فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس کائنات کو چھ دنوں میں بنایا لیکن ساتویں دن اس نے آرام نہیں کیا۔ وہ تھک کر نہیں بیٹھ گیا کیونکہ وہ لوگوں کی طرح ہاتھ پیر سے محنت نہیں کرتا کہ کچھ کام کر کے تھک جائے بلکہ جس کام کو وہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے کہتا ہے ''کن'' ہو جا اور وہ چیز اسی وقت وجود اختیار کر لیتی ہے۔ اب اس نے کائنات کو

بتدریج بنایا ہے یہ اس کی مصلحت ہے لیکن تھک جانا یہ تو انسانی عادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرمایا کہ آپ ان کفار یہودیوں اور نصاریٰ کی اذیتوں پر صبر کیجئے۔ تحمل اور برداشت سے کام لیجئے، صبح و شام اور رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنی میں اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ دین اسلام کے مخالف جو اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں یہ خود ہی مٹ کر رہ جائیں گے۔ آپ اور آپ کے صحابہؓ اس کلمہ حق کو بلند کرتے رہیں ان کفار سے اللہ خود نبٹ لے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ

مکہ کے کفار جن نافرمانیوں اور رسول دشمنی میں لگے ہوئے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان سے پہلے وہ زبردست قوت اور طاقت رکھنے والی قومیں گذری ہیں جنہیں اللہ کے پیغمبروں نے ہر طریقے پر سمجھایا اور کفر و شرک سے باز رکھنے کی تلقین کی لیکن وہ اپنی بدمستیوں میں اللہ کے پیغمبروں کی باتوں کو ٹھکراتے رہے۔ آخر کار ان پر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور انہوں نے شہر شہر گھومنے اور پناہ کی جگہ تلاش کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں کو لگا دیا لیکن ان کو کسی جگہ بھی پناہ نصیب نہ ہو سکی۔ ان تمام واقعات سے اہل عرب اچھی طرح واقف تھے ان کے تباہ کئے گئے کھنڈرات سے اکثر گذرتے تھے مگر سب کچھ دیکھ کر بھی وہ عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے اور اپنے بدترین انجام سے غافل تھے۔ فرمایا بات یہ ہے کہ ان کے پاس وہ نگاہیں نہیں ہیں جو اپنے انجام کو دیکھ سکیں وہ عقل و فکر نہیں جس سے وہ سوچ سکیں۔ جن کے پاس نگاہیں اور دل ہوتے ہیں وہی عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ جو بھی بکواس کرتے ہیں آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے بلکہ صبر و تحمل اور برداشت سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی جدوجہد کرتے رہیے اور صبح و شام سورج نکلنے سے پہلے، سورج ڈوبنے سے پہلے، کچھ رات کے اندھیروں میں اور کچھ سجدوں سے فارغ ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرتا رہے گا اور دشمنان اسلام ہی گذشتہ قوموں کی طرح بے نام و نشان ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ اللہ کا یہی دستور ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ
قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾
اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ
عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع ۱۶ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اور سنو! جس دن پکارنے والا قریب ہی سے پکارے گا اور اس دن یقیناً سب لوگ اس چیخ کو (صور پھونکے جانے کو) سن لیں گے یہ ان کے قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ بے شک ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں۔ اور سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ اس دن جب زمین پھٹ جائے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر دوڑ رہے ہوں گے ان سب کو جمع کر لینا ہمارے لئے آسان ہے۔ (اے نبی ﷺ) یہ لوگ جو باتیں بنا رہے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو ہیں نہیں (لہٰذا) آپ اس قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

اَلْمُنَادُ	ندا دینے والا۔ آواز دینے والا
تَشَقَّقُ	پھٹ پڑے گی
جَبَّارٌ	زبردستی کرنے والا
یَخَافُ وَعِیْدٌ	جو میرے ڈرانے سے ڈرتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۴۱ تا ۴۵

غفلت و کوتاہی کے ساتھ زندگی گذارنے والے قیامت کو دور کی چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اہل ایمان اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ دنیا آخر کار ایک دن ختم ہو جائے گی اور پھر سب کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی میں کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا تو کائنات کی ابتداء سے انتہا تک جتنے بھی لوگ ہوں گے وہ اپنی قبروں سے دفن کی گئی یا جلائی گئی جگہوں سے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب اللہ کے حکم سے حضرت اسرافیل صور میں پھونک ماریں گے تو اس ہیبت ناک آواز کو دور اور نزدیک والے اس طرح سنیں گے جیسے ان کو قریب ہی سے آواز دی گئی ہے۔ حضرت اسرافیل کہیں گے کہ

''اے گلی سڑی ہڈیو! ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے والی کھالو! ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے گوشت کے ٹکڑو! بکھر جانے والے ذروں سن لو کہ تمہیں اللہ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کے لئے جمع ہو جاؤ۔'' (بغوی)

حضرت اسرافیل کے اس اعلان کے بعد تمام مردے زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑنا اور بھاگنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح زمین و آسمان اور وقت کا نقشہ بدل جائے گا سب لوگ ایک ایسی نئی دنیا میں آنکھ کھولیں گے جہاں ساری دنیا کے لوگ جمع ہوں گے اور اس میدان میں ہر شخص سے زندگی میں کئے ہوئے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوگا؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ اللہ جس کے ہاتھ میں انسان کی زندگی اور موت کا نظام ہے اس کے لئے خاک میں مل جانے والے ذروں کو جمع کر کے پھر سے ان کو انسانی شکل میں لے آنا کوئی دشوار اور مشکل بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ ایک سچائی ہے آپ اس پیغام حق کو ہر اس شخص تک پہنچا دیجئے جو نصیحت حاصل کرتا اور میرے عذاب سے ڈرتا ہے۔ آپ کا کام اس بات کو محبت و خلوص سے ہر شخص تک پہنچانا ہے کسی پر زبردستی کر کے ٹھونسنا نہیں ہے کیونکہ ہم نے آپ کو اس پیغام کے پہنچانے پر مامور کیا ہے آپ اپنا کام کرتے رہیے جو بھی سعادت مند ہے وہ اس بات پر دھیان دے گا اور اپنی آخرت سنوار لے گا لیکن بد بخت انسانوں کو بہت جلد اپنے برے انجام کا خود ہی پتہ چل جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۶ تا ۲۷

• حٰمٓ • قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۱

الذّٰرِیَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الذاریات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	51
کل رکوع	3
آیات	60
الفاظ وکلمات	360
حروف	1553
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار بڑی قوموں کا ذکر کیا۔ قوم نوح، قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود۔ یہ دنیا کی بہت بڑی اور دولت مند قومیں تھیں جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو ان پر اللہ کا ایسا عذاب آیا جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

اللہ کا یہی دستور ہے کہ جب قومیں نافرمانیوں کی انتہا پر پہنچ جاتی ہیں اور بار بار کہنے کے باوجود اپنی اصلاح نہیں کرتیں تو پھر ان پر اللہ کا فیصلہ آ جاتا ہے اور پھر وہ قومیں طاقت وقوت کے باوجود اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتیں اور تباہ ہو جاتی ہیں۔

☆ اس سورۃ کی ابتداء گرد و غبار اڑانے والی، بادلوں کے بوجھ کو لے کر چلنے والی ہواؤں، نرم رفتار سے چلنے والی کشتیوں اور رزق تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس قیامت کے دن کا وعدہ کیا گیا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دراصل یہ ان منکروں کے جواب میں قسم کھائی گئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت جس کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے کب واقع ہوگی؟ اللہ نے فرمایا کہ یہ قیامت تو ضرور آئے گی لیکن قیامت کا دن کافروں اور مشرکوں کے لیے بڑا بھاری دن ہوگا۔ اس دن مجرم آگ پر تپائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس قیامت کی تم جلدی کیا کرتے تھے یہی وہ قیامت کا دن ہے۔ اب تم اپنے اعمال کی سزا بھگتو جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

☆ لیکن یہ دن ان اہل ایمان لوگوں کے لیے جو پوری زندگی تقویٰ اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گزارا کرتے تھے بے انتہا انعام و کرم کا دن ہو گا۔ ان کو جنت کے سرسبز وشاداب باغات، بہتے ہوئے پانی کے صاف شفاف چشمے اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ یہ ان لوگوں کی نیکیوں کا بدلہ ہوگا جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت وبندگی کرتے تھے جو راتوں کے اکثر حصے میں عبادت کرنے کے باوجود اللہ سے ڈرتے ہوئے استغفار کرتے تھے۔ ان کے اعمال کی بلندی کا یہ حال ہے کہ ان کے مال ہر اس شخص کے لیے وقف تھے جو ان سے سوال کرتے تھے یا سوال نہیں کرتے تھے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں وہ اگر اپنے وجود ہی میں غور کر لیں تو ان کو اس کا جواب مل جائے گا۔ ہر آدمی رات کو سوتا ہے اور

کفار ومشرکین کے اعتراضات، طعنے اور الزامات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کیجیے صبر کیجیے کیونکہ جب بھی اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے ان کو اسی طرح ستایا۔ آپ ﷺ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جس کے مقدر میں یہ سعادت ہے وہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔

صبح کو اٹھ جاتا ہے۔ رات کو سونا گویا موت کا طاری ہونا ہے اور سو کر اٹھنا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ موت اور حیات تو اس پر روزانہ طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص مر گیا اس سے قبر میں چند سوالات کے بعد اس پر نیند طاری کر دی جائے گی اور اب اس کی آنکھ میدان حشر میں کھلے گی جہاں زندگی بھر کے معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ اس سورۃ میں حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا جب اللہ نے کچھ فرشتوں کو انسانی شکل میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی اور قوم لوط پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کا ذکر کیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ قوم لوط پر بارش کی طرح پتھر برسا کر ان کو تباہ کر دیا جائے۔

☆ قوم فرعون، قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔ قوم عاد کو طوفانی آندھی سے اور قوم ثمود کو ہوا اور زلزلوں کے جھٹکوں سے اور قوم نوح کو سمندری طوفان میں ڈبو کر ہلاک کیا گیا۔ گویا انہوں نے تو پہلے ہی قیامت کا منظر دیکھ لیا۔ اسی طرح ایک وقت آئے گا جب اس ساری کائنات کو اسی طرح ختم کر دیا جائے گا اسی کو قیامت کہتے ہیں۔

☆ فرمایا کہ اس کائنات میں جس اللہ نے آسمان کو چھت کی طرح تان دیا اور زمین کے فرش کو خوبصورتی سے بچھا دیا جس سے انسانی ضروریات پوری ہوتی ہیں وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے۔ دنیا میں جب بھی کائنات کے مالک کے ساتھ کسی طرح کا بھی شرک کیا گیا تو ان کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجے گئے جب کفار اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا۔

☆ کفار قریش نبی کریم ﷺ کو طعنے دیتے اور الزامات لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کو مجنون اور جادوگر کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کوئی ایسی نئی بات نہیں ہے کہ جو کفار آپ ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں بلکہ اللہ کے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کے ساتھ ان کی قوم نے یہی معاملہ کیا لہٰذا آپ ﷺ ان منکرین و مشرکین کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ یہ لوگ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے جن لوگوں کے دلوں میں خوف الٰہی ہے وہ ضرور ایک دن آپ ﷺ کی بات مان کر نجات کا راستہ حاصل کر لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ لیکن یہ عبادت ان کے اپنے فائدے کے لیے ہے اللہ ہر ایک کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر اس کی نافرمانی کرتی ہے تب اور فرمانبرداری کرتی ہے اس وقت نہ اس کی کائنات میں کوئی چیز کم ہوتی ہے اور نہ کوئی چیز بڑھتی ہے یہ تو انسان کی اپنی سعادت کی بات ہے۔

فرمایا کہ درحقیقت وہ بڑے ظالم ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو سخت سزا مل کر رہے گی۔ قیامت کا دن ان لوگوں کے لیے بڑا ہولناک دن ہوگا۔

سُورَةُ الذّٰرِيٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝٢ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝٣ فَالْمُقَسِّمٰتِ
اَمْرًا ۝٤ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝٥ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝٧ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝٨ يُّؤْفَكُ عَنْهُ
مَنْ اُفِكَ ۝٩ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝١١
يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا
فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ۝١٥ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ
مُحْسِنِيْنَ ۝١٦ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝١٧ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ
يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝١٨ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝١٩ وَفِي
الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝٢٠ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝٢١ وَفِي
السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝٢٢ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ
مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝٢٣

ع ١ ٢٣ ١٨

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ٢٣

ان ہواؤں کی قسم جو گرد اڑانے والی ہیں۔ پھر ان بدلیوں کی قسم جو (پانی کا) بوجھ اٹھا کر چلنے والی ہیں۔ پھر (ان کشتیوں کی قسم) جو نرم رفتار سے چلنے والی ہیں۔ پھر ان تقسیم کرنے والے (فرشتوں) کی قسم جو اللہ کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور انصاف کا دن قائم ہونے والا ہے۔ قسم ہے راستوں والے آسمان کی کہ تم لوگ (آخرت کے بارے میں) مختلف باتیں کرتے ہو لیکن اس کو ماننے سے وہی انکار کرتا ہے جس کو اس سے پھرنا ہوتا ہے۔ قیاس اور گمان کرنے والے ہلاک کر دیئے گئے۔ جو غفلت میں (پڑے ہوئے) اور اس دن کو بھولے ہوئے ہیں۔

پھر بھی وہ پوچھتے ہیں کہ انصاف کا دن کب (قائم) ہوگا؟ وہ دن ہوگا جب یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) تم (اللہ و رسول کے) جھٹلانے کی سزا کا مزہ چکھو۔ یہی وہ عذاب ہے جس کو مانگنے میں تم جلدی کیا کرتے تھے۔ بے شک پرہیز گار (جنت کے) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ یہ اس کو لینے والے ہوں گے جو انہیں ان کا پروردگار عطا کرے گا کیونکہ وہ پہلے ہی سے پرہیز گار تھے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (اللہ کی یاد میں) راتوں کو بہت کم سوتے تھے۔ اور رات کے آخری حصے میں (اللہ سے) استغفار کیا کرتے تھے۔ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور سوال نہ کرنے والوں کا حق تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہاری اپنی ذات میں بھی (نشانیاں موجود ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم کہ بے شک یہ بات بالکل برحق ہے (اسی طرح یقینی ہے) جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ١ تا ٢٣

ذَارِیَاتٌ (ذَارِیَۃٌ) اڑ کر بکھیرنے والیاں

اَلْحَامِلَاتُ اٹھانے والیاں

وِقْرٌ	بوجھ
جَارِیَاتٌ	چلنے والیاں
یُسْرٌ	آسانی۔سہولت
اَلْمُقَسِّمَاتُ	تقسیم کرنے والیاں
تُوْعَدُوْنَ	تم جو وعدہ کئے گئے ہو
اَلْحُبُکُ (حُبِیْکَۃٌ)	راستے
یُؤْفَکُ	پھیرا جاتا ہے
اُفِکَ	پھیرا گیا ہے
اَلْخَرّٰاصُوْنَ	اٹکل کے تیر چلانے والے
غَمْرَۃٌ	غفلت
سَاھُوْنَ	بھولنے والے۔غفلت کرنے والے
اَیَّانَ	کب
یُفْتَنُوْنَ	الٹ پلٹ کئے جائیں گے
تَسْتَعْجِلُوْنَ	تم جلدی مچاتے ہو
عُیُوْنٌ (عَیْنٌ)	چشمے
یَھْجَعُوْنَ	تھوڑا سا سونا

اَلسَّآئِلُ	سوال کرنے والا۔ مانگنے والا
اَلْمَحْرُوْمُ	غریب۔ مفلس۔ محروم رہنے والا
تَنْطِقُوْنَ	تم بولتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۳

اصل میں وہ لوگ جو آخرت کا انکار کرتے تھے انسان کے مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت میں حساب کتاب کو عقل سے دور کی بات قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں آخرت وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منکرین کو یقین دلانے کے لئے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے اور بتایا ہے کہ ان پر غور کرلو تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اور اس میں انقلابات اس کے گواہ ہیں کہ ایک دن اس نظام کو توڑ دیا جائے گا اور نئی زمین اور آسمان وجود میں آجائیں گے وہی آخرت اور حشر کا دن ہے۔

فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ جب زمین گرمی اور خشکی سے گرد و غبار بن جاتی ہے ہر طرف دھول اڑانے والی ہوائیں چلتی ہیں تو اس گرمی سے بادل بنتے ہیں اور ہوائیں ان بھاری بادلوں کو اٹھا کر ایک خاص بلندی تک لے جاتی ہیں اور پھر جس جگہ اللہ کا حکم ہوتا ہے یہ بادل برس کر اس خشک زمین کو تر کر دیتے ہیں اور پھر اس میں ایک خاص رونق ابھر کر سامنے آتی ہے۔ پانی پر کشتیاں چلتی ہیں جو اپنی نرم رفتار سے چل کر لوگوں تک رزق پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور پھر اللہ کے حکم سے اس کا رزق اس کی مخلوق میں تقسیم ہوتا ہے۔

فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ ایک خشک، بنجر، سوکھی ہوئی مٹی پر پانی پڑتے ہی ایک دم نکھار آجاتا ہے اور مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے اسی طرح جب اللہ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق مرجائے گی اور جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اولین و آخرین کے تمام مردے اپنی اپنی جگہوں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑنا شروع کردیں گے۔

فرمایا اس کے علاوہ زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ خود انسان کے اپنے وجود کے اندر سیکڑوں نشانیاں موجود ہیں۔ غور کرنے والے اس حقیقت تک پہنچ ہی جاتے ہیں کہ اس پوری کائنات کا مالک صرف اللہ ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے نبیؐ! آپ جس قیامت کا ذکر کررہے ہیں وہ کب آئے گی؟ فرمایا کہ قیامت تو آکر رہے گی اس کے آنے

میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن یہ دن کفار ومشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کے لئے بہت سخت دن ہوگا کیونکہ اس دن ان کفار کو آگ پر تپایا جائے گا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری میں گذاری ہوگی تقویٰ و پرہیز گاری جن کی زندگی کا سرمایہ ہوگا وہ جنت کی راحتوں میں ہر طرح کی نعمتیں حاصل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے: ان ہواؤں کی قسم جو گرد اڑانے والی ہیں پھر یہی ہوائیں ان بدلیوں کو اپنے دوش پر لے کر چلتی ہیں جو پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کشتیوں کی قسم جو انسانی رزق اور اسباب کو لے کر ایک خاص وقار، انداز اور نرمی سے چلتی ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو (اللہ کے رزق کو) تقسیم کرنے والے ہیں کہ تم سے جس قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بالکل سچ ہے اور ایک ایسا انصاف کا دن قائم ہوگا جس میں ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ کسی پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہ کی جائے گی۔ فرمایا کہ اس راستے والے آسمان کی قسم یعنی جس میں فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں کہ تم لوگ اس قیامت کے بارے میں کس قدر مختلف باتیں بنا رہے ہو یعنی کوئی اس کو مانتا ہے اور کوئی نہیں مانتا۔ حالانکہ اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا جائے تو وہ اس سچائی کی گہرائی تک پہنچ جائے گا۔ فرمایا کہ اس حقیقت کو وہی تسلیم کریں گے جن کے دل میں اللہ ورسول کی اطاعت کا جذبہ ہوگا لیکن وہ لوگ جو کسی سچائی کی بات کو دیکھنے اور سننے کے باوجود اس کا یقین نہیں کرتے وہ اپنے گمان پر عمل کر کے اپنے آپ کو سعادت کے ہر راستے سے محروم کر کے اپنے اوپر لعنتیں مسلط کرتے جا رہے ہیں۔ ان کی غفلت انہیں کہیں کا نہ چھوڑے گی۔ کفار کہتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا تو اس دن ان کفار ومشرکین کو جہنم کی آگ پر تپایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا مگر تم نے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا۔ اب تم اس عذاب کا مزہ چکھو اور جس عذاب کی جلدی کرتے تھے اس کی سزا بھگتو۔ ان لوگوں کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کو جنت کے باغوں اور چشموں کی نعمت عطا کی جائے گی۔ یہ سعادت ان لوگوں کے حصے میں آئے گی جو پرہیز گاری اور احتیاط کی زندگی گذارتے تھے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور رات کے آخری حصے میں اللہ سے استغفار یعنی اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے۔ جن کا مال ودولت صرف ان ہی لوگوں کے لئے نہیں تھا جو ان سے سوال کرتے تھے بلکہ ہر اس ضرورت مند شخص کے لئے وقف تھا جو شرم کے مارے سوال نہیں کرتا تھا۔ فرمایا کہ انسان بات کو سمجھنا چاہے تو کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں اور خود اس کی اپنی ذات میں جو نشانیاں موجود ہیں ان پر غور کر کے حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے آسمان میں تمہارا رزق رکھا ہے۔ فرمایا کہ زمین وآسمان کے رب کی قسم یہ بات بالکل سچ ہے اور جس طرح تم بول رہے ہو اسی طرح یہ بات برحق ہے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ
الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾
فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ
عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ
عَقِيْمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٠﴾

الجزء ٢٧

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ
اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿٣٣﴾
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣٤﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا
فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٣٧﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ
اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ
مَجْنُوْنٌ ﴿٣٩﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿٤٠﴾ وَ
فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ
عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿٤٢﴾ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا
حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَ

هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾

۲ ع ۴۳ ۱

ترجمہ: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کو ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی جب وہ اس کے پاس آئے۔ پھر انہوں نے سلام کیا۔ اس نے بھی سلام کا جواب دیا۔ وہ سمجھا کہ یہ کچھ اجنبی (مسافر) ہیں۔ پھر ابراہیمؑ خاموشی سے اپنے گھر گئے اور بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پھر اس کو (مہمانوں کے) سامنے رکھا اور کہا کھاتے کیوں نہیں؟ پھر ابراہیمؑ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا اور وہ (اجنبی مہمان یعنی فرشتے) کہنے لگے کہ آپ نہ ڈریئے۔ اور انہوں نے ان کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیمؑ کی بیوی (حیرت سے چیختی) آئی اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ کیا میں بڑھیا اور بانجھ (اولاد جنوں گی)

ان (فرشتوں نے) کہا کہ آپ کے رب نے اسی طرح فرمایا ہے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔ پھر (ابراہیمؑ نے) پوچھا کہ اے فرشتو! کیا معاملہ درپیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم (گناہ گار۔ نافرمان) قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان مجرموں پر پکی مٹی کے کنکر برسائیں۔ آپ کے رب کی طرف سے حد سے نکل جانے والوں کے لئے (ان کنکروں پر) خاص نشانات پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے (قوم لوط کی) اس بستی میں سے جو ایمان لے آئے تھے ان سب کو نکال لیا۔ ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی اور گھر پایا ہی نہیں۔

ہم نے ان (تباہ حال بستیوں) میں ایسے لوگوں کے لئے نشانی چھوڑی ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ کو ہم نے فرعون کی طرف کھلے ہوئے معجزے کے ساتھ بھیجا۔ پھر اس نے (فرعون نے) اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اس سے منہ پھیرا اور کہا کہ یہ تو ایک جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اس (فرعون) کو اور اس کے لشکر کو پکڑا اور اس کو دریا میں غرق کر دیا اور اس نے کام ہی ملامت کے کئے تھے۔ اور عاد (کے واقعہ میں بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر ایک ایسی آندھی بھیجی جو ان کے لئے کوئی اچھی چیز نہ تھی۔ وہ آندھی جس چیز پر سے گذرتی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور ثمود (کے واقعہ میں بھی سامان عبرت ہے) جب ان سے کہا گیا

کہ تم چند روز تک اور فائدہ اٹھالو۔ پھر انہوں نے (اس کے باوجود) اپنے رب کی نافرمانی کی۔ پھر ان کو (اچانک) ایک ہولناک کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ پھر وہ نہ تو کھڑے ہو سکے اور نہ آپ اپنی مدد کر سکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہم ہلاک کر چکے تھے) کیونکہ وہ بھی بڑی فاسق و فاجر قوم تھی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ضَیْفٌ	مہمان
اَلْمُکْرَمِیْنَ	عزت والے
مُنْکَرُوْنَ	اجنبی لوگ
رَاغَ	جلدی جلدی گیا
عِجْلٌ	بچھڑا
سَمِیْنٌ	تلا ہوا
اَوْجَسَ	اس نے چھپا دیا۔ اس نے محسوس کیا
غُلَامٌ	لڑکا
اَقْبَلَتْ	وہ حاضر ہوئی
صَرَّۃٌ	چیختی چلاتی۔ آواز دیتی
صَکَّتْ	اس نے پیٹا
عَجُوْزٌ	بڑھیا
عَقِیْمٌ	بانجھ۔ اولاد سے ناامید
مَا خَطْبُکُمْ	تمہارا مقصد کیا ہے؟ ارادہ کیا ہے؟
مُسَوَّمَۃٌ	نشان لگے ہوئے

مُسْرِفِیْنَ	حد سے آگے بڑھنے والے
نَبَذْنَا	ہم نے پھینکا
اَلْیَمُّ	دریا
مُلِیْمٌ	قابل ملامت
اَلْعَقِیْمُ	منحوس
مَا تَذَرُ	نہیں چھوڑتی ہے
اَلرَّمِیْمُ	ٹکڑے ٹکڑے کر دینا
تَمَتَّعُوْا	فائدے حاصل کرلو
عَتَوْا	انہوں نے منہ پھیرا
مُنْتَصِرِیْنَ	بدلہ لینے والے

تشریح: آیت نمبر ۲۴ تا ۴۶

ان آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت لوطؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے بدترین انجام خصوصاً قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱)۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کی تفصیل اس سے پہلے سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں گذر چکی ہے یہاں ایک مرتبہ پھر حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ اجنبی مہمان آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نہایت آہستگی سے اٹھے اور گھر میں گئے اور ان کو جو چیز یعنی بچھڑا میسر تھا اس کو ذبح کر کے اور بھون کر مہمانوں کے پاس لے آئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کہا کہ جو کچھ حاضر ہے اس کو کھائیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے محسوس کیا کہ اصرار کے باوجود انہوں نے نہیں کھایا۔ قبائلی زندگی میں کسی اجنبی مسافر کا کھانے سے پرہیز اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ جو مہمان آیا ہے وہ کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا۔ جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم کے اس خوف کو محسوس کیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا اے ابراہیمؑ! ہم اللہ کی طرف سے ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے فرشتے ہیں۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ہم اللہ کی طرف سے آپ کو ایک بیٹے کی خوش خبری دینے کے لئے بھی بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی سورۂ ہود اور سورۂ حجر

میں تفصیل سے عرض کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آبائی ملک عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوطؑ تھے۔ بعد میں حضرت ہاجرہ سے آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے مگر اس وقت تک حضرت سارہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ جب یہ فرشتے انسانی شکل میں آئے اس وقت اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو سال اور حضرت سارہ نوے سال کی تھیں۔ فرشتوں کی زبان سے یہ سن کر اولاد کی تمنا میں بوڑھی ہو جانے والی حضرت سارہ حیران و پریشان رہ گئیں اور انہوں نے حیرت سے چلا کر پوچھا کہ میں جب کہ بوڑھی ہو چکی ہوں اور بانجھ بھی ہوں میرے گھر اولاد کیسے ہوگی؟ فرشتوں نے عرض کیا اس میں تعجب اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ کا یہی فیصلہ ہے جو ہم نے آپ تک پہنچا دیا ہے۔ اس طرح ان فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی خوش خبری دی۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب نے حد سے بڑھ جانے والے مجرموں کے کنکروں پر خاص نشان ڈال دیئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ یہ فرشتے حضرت لوط کی قوم کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ بھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں معلوم ہے کہ وہاں لوط بھی ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم ان کو اور مومنوں کو بچا لیں۔ یہ بھی بتایا چونکہ ان کی بیوی کافرہ ہے اور کفار کا ساتھ دیتی رہی ہے لہٰذا اس کے علاوہ سب کی نجات کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت لوط جن کا گھرانہ مومن گھرانہ تھا اس کو اور اہل ایمان کو بچا لیا گیا بقیہ ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس قوم پر پتھر برسائے گئے شدید زلزلے سے ان کی بستی زمین کے اندر دھنسا دی گئی اور ان کے اوپر سمندر کا پانی چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ نے ان بستیوں اور وہاں کے رہنے والوں کو نشان عبرت بنا دیا۔ بحر مردار (Dead Sea) جس کا جنوبی علاقہ اس تباہی و بربادی کا منہ بولتا ثبوت آج بھی موجود ہے۔

(۲)۔ حضرت لوطؑ کی نافرمان اور مجرم قوم کے بدترین انجام کے بعد حضرت موسیٰؑ کی اس جدوجہد کا ذکر فرمایا گیا ہے جب انہوں نے فرعون اور اس کی قوم کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کی بات سننے کے بجائے ان کو جادوگر اور دیوانہ قرار دے کر ان کی توہین کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں اس طرح غرق کر دیا کہ آج فرعون کے بدن کے سوا کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ وہ فرعون جس کا جسم بھی ہر نافرمان قوم اور اس کے سربراہوں کے لئے نشان عبرت و نصیحت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بچا لیا جو حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر ایمان لا چکے تھے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا ذکر فرمایا جن کی اصلاح کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا۔ قوم عاد دنیا کی ترقی یافتہ اور مال دار قوم تھی جس نے سیکڑوں سال تک دنیا پر حکومت کی تھی لیکن جب ان کا کفر و شرک اور ظلم و زیادتی بڑھتی ہی چلی گئی تو ان پر اللہ کا عذاب آیا اور ان کو اس طرح تیز آندھی سے تباہ و برباد کر دیا گیا کہ آج ان کا وجود تک مٹ چکا ہے۔ وہ ایسی خطرناک اور زبردست

آندھی تھی کہ جس چیز سے گذرتی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کو بچالیا۔

(۴)۔ قوم ثمود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ ان کی اصلاح کے لئے بہت سے انبیاء کرامؑ کو بھیجا گیا مگر یہ قوم اپنی ترقیات اور مال و دولت اور اونچی اونچی بلڈنگوں میں ایسی بدمست ہو چکی تھی کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی بات تک سننے سے انکار کر دیا اور آخر کار اللہ کا عذاب ایک ہیبت ناک آواز کی صورت میں ظاہر ہوا اس طرح کہ وہ قوم اپنے گھروں میں اوندھی پڑی رہ گئی اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

(۵)۔ حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اللہ کے دین کی طرف بلانے کی جدوجہد فرمائی۔ نافرمان قوم کو اپنی سرکشی، ظلم و زیادتی اور کفر و شرک سے بچنے کی تلقین کی مگر اس قوم نے ان کی ایک بات نہ مانی۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ ایک مقرر وقت پر آپ اپنے اہل خانہ ایمان لانے والوں اور جانوروں کے ایک ایک جوڑے کو لے کر اس کشتی میں سوار ہو جائیے۔ چنانچہ ایسا زبردست پانی کا طوفان آیا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی اس طوفان سے نہ بچ سکے۔ صرف وہی تین سو تیرہ اہل ایمان بچ سکے جو حضرت نوحؑ کی اس کشتی میں سوار تھے۔

ان تمام واقعات کو بیان کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب خواہ وہ اس زمانہ کے اہل مکہ ہوں یا قیامت تک آنے والے انسان ہوں وہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کا یہ دستور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ جب بھی دنیا میں کفر و شرک اور ظلم و زیادتی حد سے بڑھ جائے گی اور نافرمان توبہ نہ کریں گے تو اللہ کا عذاب ان کی طرف متوجہ ہو کر رہے گا اور ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا
فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ۚ
وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ۚ كَذٰلِكَ
مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ۚ
اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ۤ
وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور بے شک ہم بڑی وسیع قدرت رکھنے والے ہیں اور ہم نے ہی زمین کو بچھایا ہے اور (دیکھو) وہ کیا اچھا بچھانے والا ہے۔ اور ہم نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا ہے تاکہ تم دھیان دے سکو۔ پھر تم اللہ ہی کی طرف دوڑو اور (اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ) بے شک میں تمہیں (تمہارے برے اعمال کے بدترین نتائج سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

اور تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہ بناؤ۔ (آپ کہہ دیجئے) بے شک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔ (اے نبی ﷺ) جس طرح یہ لوگ آپ کو (برا بھلا کہتے ہیں) اسی طرح اس سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے ہر آنے والے رسول کو جادوگر اور مجنون کہا ہے۔ کیا یہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آرہے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ لوگ سرکش و نافرمان ہیں۔ پھر آپ ان سے بے رخی اختیار کیجئے (یعنی پرواہ نہ کیجئے) آپ پر اس کا کوئی الزام نہیں ہے۔ اور آپ لوگوں کو (حق و صداقت کی بات) سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ کا سمجھانا مومنوں کو نفع دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

اَلْمَاهِدُوْنَ — بچھانے والے

فِرُّوْٓا — دوڑو۔ بھاگو

اَتَوَاصَوْا — کیا انہوں نے آپس میں وصیت کی ہے

طَاغُوْنَ — سرکش اور ضدی لوگ

تشریح: آیت نمبر ۴۷ تا ۵۵

انبیاء کرامؑ کی عظمت اور ان کی دعوت توحید کو مان کر ایمان لانے والوں کی نجات اور کفر و شرک، ظلم و زیادتی کرنے والوں کی تباہی و بربادی کے بعد زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت و طاقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے ہی آسمان کو اپنے دست قدرت سے بنایا ہے اور ہم ہی اس سکڑی ہوئی زمین کو آہستہ آہستہ پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ یعنی یہ ایک ایسا خاکہ ہے جس میں ہم ہر آن نئے سے نیا رنگ بھرتے چلے جا رہے ہیں۔ زمین میں بھی ہماری قدرت کے بے شمار نمونے موجود ہیں اس میں انسانوں کے لئے راحت و آرام کے ہر طرح کے اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ نر اور مادہ، مرد اور عورت، مثبت اور منفی ہر طرح کے جوڑے بنا کر اس تخلیق کی تکمیل کر رہے ہیں تاکہ قیامت تک اس کائنات کا پھیلاؤ بڑھتا ہی چلا جائے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ ایک ایک آدمی کائنات کی سچائیوں پر غور و فکر کر کے اس کائنات کے مالک پر ایمان لے آئے۔ فرمایا اے لوگو! ایسے خالق و مالک اللہ ہی کی طرف دوڑو یعنی تمہاری زندگی کی دوڑ صرف دنیا ہی تک نہ ہو بلکہ توبہ کر کے اللہ کی طرف آ جاؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس جملے کا مطلب یہی بتایا ہے کہ اپنے گناہوں سے بھاگ کر اسی ایک خالق و مالک اللہ کی طرف دوڑو۔ حضرت ابوبکر وراقؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ نفس و شیطان گناہوں کی طرف دعوت دے کر آدمی کو بہکاتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ شیطان سے بچ کر اللہ کی پناہ حاصل کرلے تاکہ اللہ اس کو ہر ایک شر سے بچا لے۔ (قرطبی)

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں اللہ کے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے اور کھول کھول کر یہ بتا دیا ہے کہ تمہاری نجات اسی میں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسرے معبود نہ گھڑو۔ یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ برسوں سے اپنے غلط عقیدوں پر چمٹے ہوئے لوگوں سے آپ یہ فرما دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت و بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں اس پر وہ آپ کو ستائیں گے اور جس طرح آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کو جادوگر اور دیوانہ کہتے تھے آپ کو بھی اسی طرح کہیں گے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ موجودہ کفار اور گذرے ہوئے نافرمان لوگوں کی ذہنیت ایک جیسی ہے گویا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں آپ ایسے لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ ان نادانوں سے اپنے آپ کو الگ رکھئے اور آپ ان کی باتوں پر کسی طرح کا رنج و غم نہ کیجئے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش اور جد و جہد کرتے رہیے۔ اس سے فائدہ تو وہی اٹھائیں گے جو اہل ایمان ہیں۔ کفار و مشرکین کی یہ بدنصیبی ہے کہ وہ ہر سچائی کو جان بوجھ کر ٹھکراتے ہی رہیں گے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ سے یہ فرما رہے ہیں کہ اگر آپ نے ان کی باتوں پر دھیان دیا اور مایوس ہو گئے تو اس سے ان کفار کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ اہل ایمان جو فرماں برداری میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ مایوس ہو جائیں گے لہذا آپ اپنے مقصد اور مشن کو اسی طرح جاری رکھئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ
اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ
يُّطْعِمُوْنِ ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿٥٨﴾ فَاِنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿٥٩﴾
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٦٠﴾

۳ ع ۱۴ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

اور میں نے جنات اور انسانوں کو سوائے اپنی عبادت کے اور کسی چیز کے لئے پیدا نہیں کیا۔ نہ میں ان سے رزق کی خواہش کرتا ہوں اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔ بے شک اللہ بہت رزق دینے والا ہے اور زبردست طاقت وقوت والا ہے۔ ان ظالموں کے لئے بھی سزا مقرر ہے جس طرح ان سے پہلے گناہ گاروں کے لئے مقرر تھی تو آپ (ان پر عذاب آنے کی) جلدی نہ کریں۔ پھر ان کافروں کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے جس دن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

مَآ اُرِيْدُ	میں نہیں چاہتا
يُطْعِمُوْنَ	وہ کھلاتے ہیں
ذَنُوْبٌ	پانی کا ڈول

تشریح: آیت نمبر ۵۶ تا ۶۰

انسانوں کی طرح جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور ہر ایک مخلوق کا دائرہ عمل اپنا اپنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن جنات اور

مومن انسانوں کی پیدائش کا بنیادی مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت و بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو کسی طرح شریک نہ کریں۔ عبادت یہ ہے کہ اللہ و رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اللہ اور بندوں کے تمام حقوق کو احسن طریقے سے پورا کیا کریں۔ نہ حقوق اللہ میں کمی کریں نہ حقوق العباد میں۔ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے تمام احکامات کی پابندی کریں، اس کے سوا کسی کے سامنے اپنی پیشانی کو نہ جھکائیں، کسی دوسرے کے لئے بھوکے نہ رہیں، اس کے سوا کسی اور کے نام کی نذر و نیاز نہ کریں۔ نفع اور نقصان کا مالک صرف اللہ کو سمجھیں اس کے سوا کسی کو نفع نقصان کا مالک نہ سمجھیں۔ اللہ کے سوا کسی سے مدد طلب نہ کریں۔ دعا کے لئے صرف اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ اسی بے نیاز ذات کو ساری کائنات کا خالق و مالک سمجھیں وغیرہ وغیرہ۔ بندوں کے حقوق یہ ہیں کہ ایک دوسرے پر جتنے حقوق ہیں ان کو احسن طریقے پر بجالائیں، اولاد پر والدین کے حقوق ہیں اسی طرح والدین پر اپنی اولاد کو بہترین تربیت کے ذریعہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا اور معاشرہ کا بہترین فرد بنانا، بیوی، بھائی، بہن، رشتہ دار اور غریبوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اللہ نے جو ان کے حقوق مقرر کئے ہیں ان کو ادا کرنا۔ اگرچہ حقوق انسانی کی تو ایک طویل فہرست ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے تمام حقوق ادا کرنا عبادت و بندگی ہے۔ کسی کے حق میں کمی نہ کرنا یہی کمال بندگی ہے۔ جنات اور انسانوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے یہ سب کچھ تمہیں عطا کیا ہے جو تمہارے فائدے کے لئے ہے۔ اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے ساری مخلوق بھی اس کی بندگی چھوڑ دے تو اس کی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر اللہ ہی ان سے رخ پھیر لے تو وہ ہر سعادت سے محروم ہو کر رہ جائیں گے۔

فرمایا کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر گناہ گار اور خطا کار کو سزا دے کر رہتا ہے۔ جب اللہ کی نافرمانیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو پھر ظالم قوم پر اللہ کا عذاب آ کر رہتا ہے۔ یہ اس کا ایسا قانون ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ آپ کفار کے لئے کسی عذاب کی جلدی نہ کیجئے کیونکہ ظالموں کے لئے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور جب وہ دن آجائے گا تو یہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکیں گے اور وہ دن کفار و منکرین کے لئے بڑا ہیبت ناک ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۲

الطُّوْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۷۱-۷۷

تعارف سورۃ الطّور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	52
کل رکوع	2
آیات	49
الفاظ وکلمات	319
حروف	1334
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆اس سورۃ میں کوہ طور، کشادہ ورقوں میں لکھی گئی کتاب، بیت معمور، اونچی چھت (آسمان) اور موجیں مارتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کے پروردگار کا عذاب (ان کافروں پر) واقع ہو کر رہے گا جسے کوئی ٹال نہ سکے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جب آسمان تھر تھرا جائے گا، پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ یہ دن اللہ کے دین کو جھٹلانے والوں کے لیے بڑا سخت دن ہوگا جو اس سچے دین کو کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ جب انہیں دھکے دے کر جہنم کی طرف لے جاتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہی وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ جادو ہے؟ یا تمہیں دیکھ کر بھی نظر نہیں آ رہا؟ ان کو اسی جہنم میں داخل کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا اس جہنم میں تم چلاؤ یا صبر کرو دونوں برابر ہیں کیونکہ یہ تمہارے ان اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ کفار کی طرف سے اسی طرح مذاق اڑایا جاتا رہے گا لیکن آپ ان کی پرواہ نہ کیجیے کیونکہ آپ براہ راست اللہ کی نگرانی میں ہیں۔ آپ کا یہ سب مل کر بھی کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔
آپ صبر وتحمل اور برداشت سے کام لے کر اپنے مشن اور مقصد کو آگے بڑھاتے رہیے اور دلی سکون حاصل کرنے کے لیے صبح وشام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد وثنا کیجیے۔

☆اس ہولناک دن میں سب ایک ہی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ جن لوگوں نے دنیا میں تقویٰ، پرہیز گاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ ان تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جو ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا اور ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ اور پیو یہ تمہارے ان کاموں کا بدلہ ہے جو تم کرتے رہے تھے۔ وہ لوگ جنت میں بچھے ہوئے تخت اور مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے نکاح کر دیئے جائیں گے اور ان کی وہ اولادیں اور گھر والے جو صاحبان ایمان ہوں گے ان کو جنت کے نچلے طبقے سے اعلیٰ ترین جنتوں میں لا کر آپس میں ملا دیا جائے گا اور وہ ان کے ساتھ ہی رہیں گے۔ ان کو ہر طرح کے پھل اور پرندوں کا بہترین گوشت اور دوسری نعمتیں عطا

فرمایا کہ یہ کفار نہایت بے عقل اور ناسمجھ ہیں جو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ نے ساری دنیا کو اس بات کا چیلنج دیا ہے کہ اگر کسی کو قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے پر ذرا بھی شک وشبہ ہے تو وہ سب مل کر قرآن کریم کی ایک سورت ہی بنا کر لے آئیں۔ لیکن وہ ہزاروں مخالفتوں کے باوجود بھی قرآن کریم جیسا کلام بنا کر نہ لا سکے جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور یہ کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔

کی جائیں گی۔ وہ ایک دوسرے سے بے تکلفی کے انداز میں شراب کے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ وہاں وہ کسی قسم کی لغو اور فضول باتوں کو نہ سنیں گے اور نہ کسی طرح کی بدکاریوں کو دیکھیں گے۔ ان کی خدمت کے لیے وہ لڑکے بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے جو پوری جنت میں قیمتی موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے دنیا میں گزرے ہوئے حالات کو پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو اپنے گھروں میں ڈرتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے لیکن یہ اللہ کا کتنا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں خوف سے نجات عطا فرما کر ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما دی ہیں اور ہمیں اس جہنم کی آگ سے بچا لیا جو جھلسا کر رکھ دینے والی ہے۔ یہ سب کا سب اللہ کا فضل واحسان ہے۔

☆ کفار قریش نبی کریم ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہوئے آپ ﷺ کو کبھی کاہن، کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! اللہ کے فضل وکرم سے نہ تو آپ ﷺ کاہن ہیں نہ مجنون اور نہ شاعر بلکہ یہ لوگ آپ کے لیے برے دنوں کے منتظر ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے انجام کا انتظار کر رہا ہوں۔

فرمایا کہ یہ کفار کس قدر بے عقل لوگ ہیں کہ آپ ﷺ سے دشمنی میں اس بات کو بھول گئے کہ قرآن کریم اللہ کا وہ کلام ہے جو ہر ایک کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر کسی کو ذرا بھی شک ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو وہ اس جیسا کلام لے کر آ جائے مگر ان سچائیوں کو جانتے ہوئے بھی وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس قرآن کو خود سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ درحقیقت ایمان لانے سے بھاگنے کے بہانے اور ان کی بے عقلی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان جیسے لوگوں سے آٹھ سوالات کیے ہیں۔

۱) کیا یہ لوگ خود اپنے خالق ہیں یا اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہیں اور خود ہی اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں؟

۲) کیا زمین وآسمان کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟

۳) کیا ان کے پاس خزانے ہیں جن پر ان کا حکم چلتا ہے؟

۴) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ غیب کی خبریں لے کر آتے ہیں؟ کیا ان کے پاس اس کی کوئی مضبوط دلیل ہے؟

۵) کیا یہ لوگ اللہ کے لیے تو (فرشتوں کو) بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود بیٹوں کو پسند کرتے ہیں؟

۶) اے نبی ﷺ! کیا آپ ان سے تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ، صلہ یا بدلہ مانگ رہے ہیں کہ اس کے بوجھ تلے یہ لوگ دبے جارہے ہیں؟

۷) کیا اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے جس کی یہ عبادت و بندگی کرتے ہیں اور دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں؟

۸) کیا ان کے پاس غیب سے لکھی لکھائی کوئی کتاب ہے جسے پڑھ کر یہ اس پر عمل کرتے ہیں؟

یقیناً نہ تو یہ خود اپنے خالق ہیں نہ انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا نہ ان کے پاس خزانے ہیں نہ وہ سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ عالم بالا کی خبریں لاتے ہیں۔ نہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ نہ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود ہے۔ نہ آپ ﷺ ان سے کسی صلے یا بدلے کی خواہش کرتے ہیں نہ ان کے پاس کوئی لکھی لکھائی کتاب ہے۔ یہ سب باتیں دراصل ایمان سے بھاگنے کی کوششیں ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتے دیکھیں تو یہی کہیں گے کہ شاید کوئی گہرا بادل امڈا چلا آرہا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ یہ اس دن میں پہنچ جائیں گے جہاں نہ کوئی ان کے کسی کام آسکے گا اور نہ کسی طرف سے ان کی مدد کی جائے گی اور عذاب الٰہی ان پر چھا جائے گا۔ یہ فیصلے کا دن ہوگا آپ ﷺ صبر و برداشت سے کام لیجیے اور اپنے مقصد کو جاری رکھیے۔ یہ آپ ﷺ سے ہر طرح کی دشمنی کرسکتے ہیں مگر آپ ﷺ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ آپ براہ راست ہماری نگرانی میں ہیں۔ آپ ﷺ دلی سکون حاصل کرنے کے لیے صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اللہ کی حمد و ثنا کیجئے اسی میں سکون قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾
وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾
مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾
فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ
يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾
اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا
تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

طور (پہاڑ کی قسم) اس کتاب کی قسم جو کھلے کاغذ میں لکھی ہوئی ہے۔
اور آباد گھر (بیت المعمور) کی قسم اور اونچی چھت (آسمان) کی قسم۔ اور جوش مارتے سمندر کی قسم۔ بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ جس دن آسمان زور زور سے لرزنے لگے گا۔ اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے۔ پھر اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی بربادی ہے۔ وہ لوگ جو بے ہودہ نکتہ چینیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ جس دن یہ لوگ جہنم کی آگ کی طرف دھکے دے کر لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ جہنم جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (ذرا دیکھ کر بتاؤ) کیا یہ کوئی جادو ہے؟ یا تمہیں اب بھی نظر نہیں آتا۔

(فرمایا جائے گا کہ) ان کو اس جہنم میں جھونک دو۔ تم برداشت کرو یا نہ کرو تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں۔ تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم اعمال کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۶

مَسْطُوْرٌ	لکھا ہوا
رَقٌّ	جھلی (جس پر اس زمانہ میں لکھا کرتے تھے)
اَلْمَعْمُوْرُ	آباد
اَلسَّقْفُ الْمَرْفُوْعُ	اونچی چھت
اَلْمَسْجُوْرُ	جوش مارنا
دَافِعٌ	دور کرنے والا
تَمُوْرُ	تھرتھرائے گا
تَسِيْرُ	چلے گا
خَوْضٌ	ڈوب جانا
يُدَعُّوْنَ	وہ دھکیلے جائیں گے
اِصْلَوْا	تم گھس جاؤ۔ داخل ہو جاؤ
تُجْزَوْنَ	تم بدلہ دیئے جاؤ گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے طور سینا، کتاب مسطور، بیت المعمور، سقف مرفوع اور بحر مسجور کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت

کے دن جب کفار و مشرکین پر عذاب مسلط کیا جائے گا تو کوئی اس کو ٹالنے والا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور پرہیز گار بندوں پر ان کے بہتر اعمال کے بدلے جنت کی صورت میں اپنے انعامات کی بارش کرے گا تو اس میں رکاوٹ ڈالنے والا کوئی نہ ہوگا۔

(۱)۔طور (پہاڑ)

مدین اور صحرائے سینا میں واقع مشہور پہاڑ طور ہے جس پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ سے کلام کرنے اور توریت جیسی کتاب کے عطا کئے جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

(۲)۔کتاب مسطور (لکھی ہوئی کتاب)

اس سے بظاہر توریت مراد ہے لیکن ہوسکتا ہے اس سے قرآن کریم اور جو صحیفے نازل ہوئے ہیں وہ مراد ہوں۔

(۳)۔بیت المعمور (آباد گھر)

اس سے بیت اللہ یا وہ گھر مراد ہے جو ساتویں آسمان پر فرشتوں کا کعبہ ہے۔احادیث میں آتا ہے کہ یہ فرشتوں کا وہ کعبہ ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت اور طواف کے لئے آتے ہیں اور ایک دفعہ طواف کے بعد ان کو قیامت تک دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔ ہر روز نئے ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔یہی وہ بیت المعمور ہے کہ جب نبی کریم ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

(۴)۔سقف مرفوع (اونچی چھت)

آسمان جو چھت کی طرح ہمارے سروں پر قائم ہے یا اس سے مراد عرش الٰہی ہے جس کا سایہ ہر چیز پر ہے۔

(۵)۔البحر المسجور (جوش مارتا، ابلتا سمندر)

احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سمندر بھی آگ بن جائے گا۔ان آیات میں سب سے پہلے قیامت کے دن کفار و مشرکین پر عذاب اور کائنات میں جو بھونچال آئے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے کوہ طور، توریت، بیت المعمور، بلند آسمان اور ابلتے جلتے سمندر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کائنات میں اصل طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے۔وہی سزا دیتا ہے اور وہی نیک اعمال پر بہترین جزا عطا فرماتا ہے۔فرمایا کہ قیامت کا دن منکرین و مشرکین پر اور جنت و جہنم کا مذاق اڑانے والوں کے لئے بڑا سخت اور ہیبت ناک دن ہوگا جس کو ساری دنیا مل کر بھی ٹال نہیں سکتی آسمان بھی تھر تھرا کر کانپنے لگے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔پہاڑ جیسی عظیم مخلوق جو زمین کا توازن قائم کئے ہوئے ہیں وہ اس قدر بے وزن ہو جائیں گے کہ روئی کے گالوں کی

طرح اڑتے پھریں گے اور ساری کائنات کو الٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ میدان حشر قائم ہوگا۔ اہل جنت کو جنت کی ابدی راحتوں کی طرف عزت سے لے جایا جائے گا اور کفار و مشرکین کو دھکے دے دے کر جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

اللہ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم مذاق اڑاتے اور اس کا انکار کرتے ہوئے اس کو نظر بندی اور جادو کہا کرتے تھے۔ فرمایا جائے گا کہ اب جہنم تمہارے سامنے ہے۔ اب تم اس کو دیکھو اور بھگتو۔ کیا اب بھی تم وہی کہو گے جو دنیا میں کہا کرتے تھے اس کو جادو قرار دیتے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ اب تمہارا رونا، چلانا، چیخنا تمہارے کسی کام نہ آسکے گا اب تمہیں وہی سب کچھ بدلے میں دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّنَعِيمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ
رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۹﴾
مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِينَ
اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ
اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿۲۱﴾ وَ
اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا
كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَاْثِيمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ
كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَسَآءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ
اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ
نَدْعُوهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾ ع ۱ ۲۸ ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

بے شک پرہیز گار جنتوں اور اس کی نعمتوں میں ہوں گے۔ جو کچھ ان کے رب نے ان کو دیا ہوگا اس میں خوش ہوں گے۔ انہیں ان کا رب عذاب جہنم سے بچالے گا (اور کہا جائے گا) جو کچھ تم (نیک عمل) کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں تم خوب مزے لے لے کر کھاؤ پیو۔ یہ لوگ برابر برابر بچھے ہوئے تخت (تختوں) پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ان کی پیروی کی ہوگی ہم ان کو ان کی اولاد سے ملا دیں گے اور ہم ان کے اعمال کا اجر کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے عمل کے سبب رہن رکھا ہوا ہے۔ ہم (اہل جنت کو قسم قسم کے) میوے اور گوشت اور جو کچھ وہ چاہیں گے (سب کچھ دیں گے) وہ جنت میں جام پر چھینا جھپٹی کریں گے نہ ان (جنتوں میں) فضول بکواس ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات۔ اور غلمان (خادم لڑکے) جو ان کی خدمت کے لئے ہوں گے ان کے چاروں طرف پھرتے ہوں گے جیسے محفوظ موتی اور اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں گفتگو کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر (دنیا) میں ڈرا کرتے تھے۔ پھر ہم پر اللہ نے احسان کیا اور ہمیں عذاب جہنم سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے اسی کو پکارا کرتے تھے۔ بے شک وہ بڑا ہی احسان کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

فٰکِهِیْنَ دل بہلانے والے

هَنِیْءٌ ہنسی خوشی

مَصْفُوْفَةٌ برابر برابر بچھائے گئے

حُوْرٌ (حَوْرَاءُ) خوبصورت (آنکھوں والیاں)

عِیْنٌ (عَیْنَاءُ)	بڑی بڑی آنکھیں
مَا اَلَتْنَا	ہم نے کمی نہیں کی
رَھِیْنٌ	پھنس جانا
یَتَنَازَعُوْنَ	وہ جھگڑیں گے۔ چھینا جھپٹی کریں گے
غِلْمَانٌ	لڑکے۔ کم عمر بچے
لُؤْ لُؤٌ	موتی
مَکْنُوْنٌ	چھپائے گئے قیمتی
اَقْبَلَ	وہ متوجہ ہوا۔ سامنے ہوا
اَلسَّمُوْمُ	گرم گرم ہوا

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۲۸

کفار و مشرکین کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذارتے اور محض اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے گناہوں سے بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی جو ان کو کسی خاص مدت کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ اور برابر ملتی رہیں گی جن سے اہل جنت ایک خاص خوشی اور مسرت محسوس کریں گے کیونکہ انہیں اس جہنم کا کوئی خوف نہ ہوگا جس سے ان کو بچالیا گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان حسن عمل کرنے والوں سے فرمائیں گے کہ دنیا میں تم نے جو کچھ کیا ہے یہ اس کا بدلہ ہے اب خوب مزے لے لے کر کھاؤ پیو کسی طرح کا غم اور فکر نہ کرو۔ ان اہل جنت کا یہ حال ہوگا کہ وہ بادشاہوں کی طرح خوبصورت بستروں اور تخت پر شاہانہ انداز سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ حسین و جمیل بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیا جائے گا ایک لطف یہ بھی ہوگا کہ اہل جنت کے وہ گھر والے، اولاد، اور رشتہ دار جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی گذاری ہوگی اور وہ اپنے معمولی عمل کے اعتبار سے اعلیٰ درجے

کے مستحق نہ ہوں گے ان کو بھی اعلیٰ درجے کے والدین یا اعلیٰ درجہ کی اولاد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صالح مومنین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ والدین کے درجہ میں پہنچا دیں گے۔ اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجے کے مستحق نہ ہوں گے تاکہ ان کے والدین اور بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ (بیہقی)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں ان کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا فرمادیں گے اس پر یہ اللہ تعالیٰ سے پوچھیں گے کہ الٰہی ہمیں یہ درجہ اور مقام کہاں سے مل گیا (یعنی ہم تو اس درجے کے قابل نہ تھے) جواب دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے مغفرت کی دعائیں کی تھیں یہ اسی کا اثر ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

فرمایا کہ ہر انسان اپنے عمل میں محبوس ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور اس کا الزام دوسرے پر ڈال دیا جائے گا بلکہ آدمی جیسا عمل کرے گا اس کو اس سے بہتر بدلہ دیا جائے گا۔ البتہ اللہ کا یہ کرم ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرے گا تو اس کا بدلہ اس جیسا ہی دیا جائے گا جو اس نے کیا ہوگا۔ فرمایا کہ اہل جنت کو ہر وہ چیز دی جائے گی جس کی وہ خواہش کریں گے جنت میں اہل جنت کو ایسی شراب عطا کی جائے گی جس میں نہ تو کوئی گناہ کی بات ہوگی نہ فضول بکواس ہوگی وہ بے تکلف شراب کے جام لنڈھائیں گے اور ہنسی مذاق اور دل لگی کے لئے جام پر چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے غلمان (لڑکے) جو خوبصورت اور محفوظ موتیوں کی طرح ہوں گے ان کے چاروں طرف پھرتے ہوں گے۔ وہ اہل جنت ایک دوسرے سے خوب باتیں کریں گے اور یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں اپنے انجام کے متعلق سوچ سوچ کر ڈرتے رہتے تھے لیکن اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں جہنم کی آگ سے بچا کر جنت کی ابدی راحتیں عطا فرمادی ہیں اور دنیا میں رہ کر جن چیزوں کی تمنا کر سکتے تھے وہ سب کچھ ہمیں عطا کر دی گئی ہیں۔ واقعی اللہ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا مہربان ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ
بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ
الْمَنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾
أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَآ ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا
صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ؕ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ
اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ ؕ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ
مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ؕ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ؕ﴿۳۹﴾ اَمْ
تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ؕ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ
فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ؕ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ
الْمَكِيْدُوْنَ ؕ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾
فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۙ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا
يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۙ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ٢ ١٤ ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ پروردگار کے فضل و کرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم تو ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

کیا ان کو ایسی باتیں ان کی عقلیں سکھاتی ہیں یا یہ لوگ سرکش اور نافرمان ہیں؟ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو خود سے گھڑ لیا ہے۔ نہیں۔ بلکہ یہ ایمان (نہ لانے کے بہانے ہیں) اسی لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اگر یہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسا لے کر آ جائیں۔ کیا یہ کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ کیا انہوں نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) وہ یقین نہیں رکھتے۔

کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ کوئی حاکم ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ وہ (آسمانوں پر جا کر) باتیں سنتے ہیں؟ پھر (اگر ایسا ہے تو) وہ سننے والا کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش کرے۔

کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے ہاں بیٹے ہیں؟ کیا آپ ان سے (اس تبلیغ دین پر) کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ اس کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی غیب (کا علم) ہے جسے وہ دیکھ رہے ہیں؟

کیا یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں (تو یاد رکھیں) وہ کافر خود ہی اپنے جال میں پکڑے جائیں گے۔

کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے؟ (حالانکہ) اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ اگر یہ لوگ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ تو کوئی تہہ در تہہ جما ہوا بادل ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے جب تک یہ اس دن کو نہ دیکھ لیں جس

دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔

اس دن ان کا مکر و فریب ان کو ذرا بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ان ظالموں کو اس دن کے عذاب کے علاوہ بھی عذاب ہونے والا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں۔

آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجئے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور جب آپ اٹھا کریں تو اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کر لیا کریں اور رات کے بعض حصے میں بھی اور ستارے چھپ جانے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کریں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

کَاهِنٌ	غیب کی خبریں بتانے والا
نَتَرَبَّصُ	ہم انتظار کر رہے ہیں
رَیْبُ الْمَنُوْنِ	زمانہ کی گردش
اَحْلَامٌ (حِلْمٌ)	عقلیں
طَاغُوْنَ	سرکشی کرنے والے
اَلْمُصَیْطِرُوْنَ	حکم چلانے والے
سُلَّمٌ	سیڑھی
مَغْرَمٌ	تاوان (جو کسی کو زبردستی دینا پڑے)
مُثْقَلُوْنَ	دبے جاتے ہیں

کِسَفاً	ٹکڑا
مَرْکُوْمٌ (رَکَمَ)	تہہ پر تہہ جمی ہو
یُصْعَقُوْنَ	وہ گر پڑیں گے
بِاَعْیُنِنَا	ہماری نظر میں ہے۔ ہماری نگرانی ہے
اَلنُّجُوْمُ	ستارے

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۴۹

اعلان نبوت کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ اور مشرکین کے سامنے دین اسلام کی سچائیوں کو رکھ کر بے حقیقت بتوں سے منہ پھیرنے کی دعوت دی تو شروع میں انہوں نے ایک وقتی بات سمجھ کر نظر انداز کر دیا لیکن جب یہ روشنی پھیلنا شروع ہوئی اور قریش مکہ نے یہ محسوس کیا کہ لوگ بہت تیزی سے آپ کی باتوں کو سن کر متاثر ہو رہے ہیں تو انہیں فکر ہوئی اور انہوں نے آپ کی شخصیت اور آپ کی تحریک کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے نہایت غیر سنجیدہ باتیں بنانا شروع کر دیں تا کہ لوگ ان تمام باتوں کو سن کر سنجیدگی سے نہ لیں بلکہ ایک دیوانے کی بڑ سمجھ کر نظر انداز کر دیں۔ کبھی کہتے کہ آپ مجنون شاعر ہیں۔ کبھی کہتے کہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں۔ اور اس قرآن کو وہ خود گھڑ کر یا کسی سے سن کر یا سیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ وہ آپ کی بدخواہی کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے کہ یہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ بہت جلد ان پر ہمارے بتوں کی مار پڑے گی اور یہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم اسی گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کے فضل و کرم سے نہ تو آپ شاعر ہیں اور نہ مجنوں ہیں نہ غیب کی خبریں دینے والے کاہن ہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے رسول ہیں اور قرآن کریم اسی نے نازل کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ ایمان نہ لانے کے بہانے ہیں اسی لئے اس تحریک اور کلام پر وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر اس کلام کو آپ نے خود گھڑ لیا ہے تو اس وقت بڑے بڑے زبان کے ماہرین اور شاعر ہیں جنہیں اپنی زبان پر اس قدر ناز ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی کو زبان داں ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اگر یہ سچے

ہیں تو سب مل کر اس قرآن جیسا کوئی دوسرا کلام لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی کفار سے چند سوالات کئے ہیں اور پوچھا ہے کہ بتاؤ:

۱) کیا یہ سب کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود ہی پیدا ہو گئے ہیں؟ کیا یہ خود اپنے خالق ہیں؟

۲) کیا زمین اور آسمانوں کو انہوں نے خود ہی پیدا کر لیا ہے وہ کیسے بے یقین لوگ ہیں؟

۳) کیا ان لوگوں کے پاس ان کے پروردگار کے خزانے موجود ہیں جن پر یہ اترا رہے ہیں؟

۴) کیا یہ لوگ کوئی حاکم یا بادشاہ ہیں کہ ہر طرف ان کی حکومت چل رہی ہے؟

۵) کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ آسمانوں میں جا کر غیب کی باتیں سنتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو کوئی مضبوط اور واضح دلیل پیش تو کریں۔

فرمایا کہ یہ دلیل تو کیا پیش کریں گے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ خود تو ان کا یہ حال ہے کہ اگر بیٹا ہو جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بیٹی پیدا ہو جائے تو شرمندگی کے مارے منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹوں کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہوں تا کہ تمہاری دنیا اور آخرت سدھر جائے تو کیا میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی معاوضہ یا اجرت مانگ رہا ہوں کہ اس کے بوجھ سے تم دبے چلے جا رہے ہو

فرمایا کہ آپ ذرا کفار سے پوچھئے کہ کیا ان کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جو ان کے پاس لکھا ہوا ہے اور اس کے ذریعہ وہ یہ سب باتیں کر رہے ہیں یا یہ لوگ کوئی بے ڈھنگی چال چل رہے ہیں؟ فرمایا کہ اگر ایسا ہے کہ یہ لوگ کوئی چال چل رہے ہیں تو وہ وقت دور نہیں ہے جب یہ خود ہی اپنے جال میں پھنس جائیں گے اور اس سے نکل نہ سکیں گے۔

فرمایا کہ ان سے پوچھئے کہ ایک اللہ کے سوا کیا تمہارا دوسرا معبود ہے جس کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ فرمایا کہ ان کا یہ حال ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں نبی مان لیں گے اگر آسمان کا ایک ٹکڑا توڑ کر دکھا دو۔ فرمایا کہ اول تو یہ ایک احمقانہ مطالبہ ہے لیکن اگر ہم اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتے ہوئے آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیں تو یہ اس کا یقین نہ کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تو کوئی گہرا بادل ہے جو بادل پر بادل جما ہوا ہے۔

فرمایا کہ جب انہوں نے ہر سچائی کو جھٹلانے کا فیصلہ کر رکھا ہے تو آپ ان کی غیر سنجیدہ اور جاہلانہ باتوں کی پرواہ نہ کریں ان

کوان کے حال پر چھوڑ کر اپنے مشن اور مقصد کو پھیلاتے رہیے۔ قیامت کا وہ ہولناک دن آ کر رہے گا جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے اس دن ان کا مکروفریب ان کے کسی کام نہ آئے گا نہ ان کوان کی چالیں فائدہ دیں گی اور نہ کوئی ان کی مدد کے لئے آئے گا۔ یہ تو آخرت کے عذاب کی بات ہے فرمایا کہ ان کوتو اسی دنیا میں سخت سزا ملے گی لیکن ابھی یہ جانتے نہیں بہت جلد جان لیں گے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے حکم پر صبر کرتے رہیے یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ آپ براہ راست ہماری نظروں میں ہیں ہم خود آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔

فرمایا کہ جب آپ بیدار ہوں تو اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرتے رہیں۔ اسی طرح رات کے کچھ حصے میں اور ستارے چھپ جانے کے بعد بھی اس کی تسبیح اور ذکر کرتے رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمائے گا اور یہ لوگ ذلیل وخوار ہوں گے۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۳

النَّجْم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	53
کل رکوع	3
آیات	62
الفاظ و کلمات	365
حروف	1450
مقام نزول	مکہ مکرمہ

لات، منات اور عزیٰ وہ بت ہیں جو عورتوں کے نام ہیں جو کفار کے بڑوں نے اس تصور کے ساتھ نام رکھے تھے کہ نعوذ باللہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور وہ بیٹیاں قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کی سفارش کر کے ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دلوادیں گی۔
اللہ نے فرمایا کہ یہ کیسی بے ڈھنگی اور ظالمانہ تقسیم ہے کہ خود تو لڑکیوں کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ان گھروں میں لڑکے پیدا ہوں۔ تم نے اللہ کے لیے فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بنادیا۔ تو یاد رکھو اللہ ان تمام باتوں اور شرک سے پاک ہے۔
قیامت کے ہولناک دن فرشتے تو کیا کسی پیغمبر کو بھی اس وقت تک کسی کی سفارش کا حق نہ ہوگا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ دی جائے۔ سفارش اسی کی ہوگی جس کے لیے اللہ چاہے گا۔

ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کے مجمع میں سورہ النجم کی تلاوت فرمائی تو اس وقت اہل ایمان کے ساتھ ساتھ کافر و مشرک سب ہی موجود تھے۔ جب سجدہ کی آیت آئی تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے تو سجدہ کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس وقت جتنے بھی لوگ موجود تھے وہ سب بھی سجدے میں گر گئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار اور مخالفین سجدہ کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

ستارہ جب غائب ہو جاتا ہے اس کی قسم کھا کر فرمایا کہ تمہارے یہ رفیق (ساتھی) جو ہمیشہ تمہارے سامنے ہیں یہ اللہ کا پیغام پہنچانے میں راہ حق سے نہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ آپ نبی ﷺ برحق ہیں آپ ﷺ کوئی بات اپنی ذاتی خواہش سے بیان نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کی طرف جو وحی نازل ہوتی ہے آپ اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ (جبرئیل) آپ ﷺ کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ فرشتہ جو بے انتہا طاقت و قوت والا ہے۔ وہ ایک مرتبہ اپنی اصلی صورت پر سامنے آیا جب کہ وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ (جب آپ ﷺ اس فرشتے کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تو) وہ آپ ﷺ کے بہت زیادہ قریب آیا اتنا کہ آپ ﷺ کے اور اس کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ پر جس قدر وحی بھیجنا چاہی آپ ﷺ پر وحی کو بھیجا۔ نظر نے جو کچھ دیکھا تھا دل نے اس میں کسی جھوٹ کو نہ ملایا تھا۔ کیا تم لوگ ان سے اس بات میں جھگڑ رہے ہو جس کو انہوں نے آنکھ سے دیکھا تھا۔

زمین و آسمان اور ساری کائنات میں سارا اختیار اللہ کا ہے جو جیسا عمل کرے گا اس کو ایسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ اگر کوئی برے راستے کا انتخاب کر کے اس پر عمل کرے گا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور اگر کسی نے نیک اور بہتر راستے اختیار کر کے نیک عمل کیا ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ اور جزا عطا فرمائیں گے۔

اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے اس کو (نبی کریم ﷺ نے جبرئیل کو) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جس کے پاس ہی ''جنت الماویٰ'' ہے اس وقت اس بیری کے درخت (سدرۃ المنتہیٰ) پر ہر طرف اللہ کے انوارات اور فرشتے چھائے ہوئے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھنے میں آپ ﷺ کی نہ تو نظر بہکی اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی اور آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

فرمایا کیا تم نے کبھی لات، عزیٰ اور ایک تیسرے بت منات پر بھی غور کیا ہے؟ وہ کیا ہیں؟ اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ وہ کچھ عورتوں کے نام ہیں جن پر ان بتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں کیونکہ تمہارا گمان یہ ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تصویریں ان ہی کی ہیں۔ فرمایا یہ کس قدر بے ڈھنگی تقسیم ہے کہ تم اپنے گھروں میں بیٹیاں پیدا ہونے کے بعد شرمندگی سے منہ چھپاتے پھرتے ہو اور لڑکیوں کے وجود کو نفرت سے دیکھتے ہو۔ تم نے اللہ کے لیے تو بیٹیوں کو پسند کیا اور خود تم چاہتے ہو کہ تمہارے گھروں میں لڑکے ہوں یہ کیسی ظالمانہ تقسیم ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تصور کرنا اور ان ہی پر تصویر بنا کر ان کی عبادت و پرستش کرنا اور یہ سمجھنا کہ قیامت میں یہ فرشتے (جن کو وہ اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے) ان کی سفارش کر کے ان کو عذاب الٰہی سے بچالیں گے یہ ان کا محض وہم اور گمان ہے جس کی وہ عبادت و بندگی کر رہے ہیں۔ یہ محض ان کی طرف سے گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ان کا گمان ہے جس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ فرمایا کہ فرشتے نہیں بلکہ کوئی بھی اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش اور شفاعت نہیں کر سکتا جب تک اس کو سفارش کرنے کی اجازت نہ ہو یا وہ اس کو پسند نہ کرے۔ دنیا اور آخرت کا مالک اللہ ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔

فرمایا کہ لات، منات اور عزیٰ یہ بتوں کے وہ نام ہیں جو ان کے باپ دادا نے رکھ لیے تھے۔ یہ ان کی اپنی خواہشات تھیں جن کی انہوں نے پیروی کی ورنہ اللہ نے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی سند یا دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ان کا محض خیال اور گمان ہے۔ درحقیقت کسی کا گمان حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ذکر سے منہ پھیر کر چل رہے ہیں اور انہیں دنیا کے سوا کچھ نہیں چاہیے آپ ﷺ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے کیونکہ ان کے علم کی انتہا بس یہیں تک ہے۔ آپ ﷺ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

فرمایا زمین و آسمان میں سارا اختیار اللہ ہی کا ہے۔ جس نے بھی برے راستے کا انتخاب کیا وہ اس کو اس کی سزا دے گا اور

جن لوگوں نے بہترین اور نیک راستے کا انتخاب کر کے اس پر قدم بڑھائے ہوں گے ان کو بہترین جزا اور بدلہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی ہلکا پھلکا گناہ ہو جائے تو آپ کے پروردگار کا دامن رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ اللہ تمہاری کمزوریوں اور خوبیوں سے اچھی طرح واقف ہے اس وقت سے وہ تمہیں جانتا ہے جب تمہیں مٹی سے پیدا کر کے ماں کے پیٹ میں تم نے ایک بچے کی شکل اختیار کی تھی۔ تم اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو وہ جانتا ہے کون متقی اور پرہیز گار ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی اس شخص کے حالات پر بھی غور کیا جو اللہ کے راستے سے بھٹک گیا۔ کچھ خرچ کیا اور کہیں وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس کوئی غیب کا علم ہے کہ اس نے ہر حقیقت کو دیکھ لیا ہے۔ کیا اسے ان صحیفوں (کتابوں) کی خبر ملی ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس تھیں۔ وہ ابراہیمؑ جنہوں نے وفا کا حق ادا کر دیا تھا۔ ان صحیفوں میں لکھا ہوا ہے کہ

(۱) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

(۲) انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ جدوجہد کرتا ہے۔

(۳) اس کی جدوجہد اللہ کی نظر میں ہے وہ ہر ایک کو اس کا بدلہ دے گا۔

(۴) یہ کہ آخر کار تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۵) وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔

(۶) زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۷) اس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا جب کہ اس ایک بوند سے جو ٹپکائی گئی (اسی سے اس کا وجود ہے)۔

(۸) مرنے کے بعد دوبارہ زندگی دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۹) وہی مال اور جائیداد عطا کرتا ہے۔

(۱۰) وہی اس ستارے "شعریٰ" کا رب ہے (جس کو تم پوجتے ہو)۔

(۱۱) اسی نے قوم عاد یعنی عاد اولیٰ کو ہلاک کیا۔

(۱۲) اور اسی نے ثمود کو اس طرح مٹایا کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا۔

(۱۳) اور اسی نے قوم نوحؑ کو جو بڑے ظالم اور سرکش تھے تباہ کیا۔

(۱۴) اوندھی گری ہوئی بستیوں کو (قوم لوطؑ کو) اٹھا پھینکا۔

(۱۵) پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے یعنی ان پر عذاب آ کر رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مخاطب! تو اپنے رب کی کن نعمتوں میں شک و شبہ کرے گا۔ فرمایا کہ یہ پیغمبر ﷺ بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغام بر ہیں (ان کو مان لو) کیونکہ وہ جلدی آنے والی چیز (قیامت) بہت قریب آ پہنچی۔ کیا تم یہ سب باتیں سن کر بھی کلام الٰہی میں تعجب کرتے ہو۔ تم ہنستے ہو مذاق اڑاتے ہو (اور اپنے برے انجام پر) روتے نہیں ہو۔ اور تم غرور و تکبر کرتے ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

سُوْرَةُ النَّجْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ② وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰى ③ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْ
مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ⑥ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ⑦ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ⑧
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ⑨ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ⑩ مَا
كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى ⑪ أَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ
نَزْلَةً أُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ⑮
إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰
لَقَدْ رَأٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

تارے کی قسم جب وہ غروب ہوا۔

تمہارے رفیق نے نہ تو راستہ گم کیا اور نہ وہ غلط چلے۔ نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں سوائے اس کے جو (ان کی طرف) وحی کی جاتی ہے۔

انہیں وہ سکھاتا ہے جو بڑی طاقت والا ہے۔ جو حکمت والا ہے۔ پھر وہ سامنے کھڑا ہوا جب کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ (جبرئیل) نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر وحی

نازل کی جو بھی اسے پہنچانی تھی۔ (آپ ﷺ نے جو دیکھا) اس کے سمجھنے میں دل نے غلطی نہیں کی۔ تو کیا پھر تم ان کی (رسول کی) دیکھی ہوئی چیز میں ان سے جھگڑتے ہو اور بلاشبہ انہوں نے (جبرئیل) کو ایک مرتبہ اور بھی اترتے دیکھا تھا۔ اس سدرۃ المنتھی (بیری کے درخت) کے پاس دیکھا تھا جس سدرۃ المنتھی کے پاس جنت الماوی (آرام سے رہنے والی جنت) ہے۔ اس وقت اس (سدرۃ المنتھی) کو ڈھانپ رکھا تھا جس نے بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ نہ اس کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھا۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۸

هَوٰی	نیچے اترا۔ غائب ہوا
غَوٰی	راہ بھٹک گیا
مَايَنْطِقُ	وہ نہیں بولتا
شَدِيْدُ الْقُوٰی	بڑی طاقتوں والا
ذُوْمِرَّةٍ	زوردار
اَلْاُفُقُ الْاَعْلٰی	بلند کنارا
دَنَا	قریب ہوا
تَدَلّٰی	وہ آگے بڑھا۔ لٹک گیا
قَابَ	مقدار
قَوْسَيْنِ	دو کمانیں
تُمٰرُوْنَ	تم جھگڑتے ہو
نَزْلَةٌ	اترنا
سِدْرَةٌ	بیری کا درخت

يَغْشٰى وہ ڈھانپ لیتا ہے

مَازَاغَ نہیں لڑا

مَاطَغٰى حد سے نہ بڑھا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

ستارے غائب ہو جانے کے بعد جب سورج نکلتا ہے تو ہر طرف اس کی کرنوں سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے۔ درختوں پر ایک پھبن اور ہر چیز پر رونق آ جاتی ہے۔ اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اور سورج کی روشنی کے سامنے ہر روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح کفر اور ظلم کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں لوگوں کی ہدایت کیلئے اللہ کے پیغمبر آتے رہے اور توحید و رسالت کی تعلیمات اور اللہ کے دین کی روشنی سے دنیا کو منور کرتے رہے لیکن جب اللہ نے اپنے آخری نبی اور آخری محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا تو اس روشنی کی تکمیل ہوگئی اور ساری دنیا کے روحانی اندھیرے دور ہو گئے۔ اور اب یہ شمع رسالت قیامت تک اسی طرح اپنی روشنی بکھیرتی رہے گی۔ فرمایا کہ ستاروں کی قسم جس طرح یہ ستارے چاند اور سورج اپنی جگہ پر قاعدے طریقے سے چلتے ہیں اور ان کی رفتار میں نکلنے اور ڈوبنے میں کبھی کوئی فرق نہیں آتا اور وہ اپنی مستعدی سے اپنی جگہ جم کر چلتے ہیں اسی طرح ہمارے رسول بھی پوری مستعدی اور شان سے اللہ کے احکامات کو پوری دیانت داری سے ساری دنیا تک پہنچا رہے ہیں انہوں نے شب معراج اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ سورج کی روشنی کی طرح صاف اور واضح تھا جس کے دیکھنے میں نہ تو وہ بھٹکے اور نہ انہوں نے کوئی غلطی کی۔

فرمایا کہ ہمارے محبوب نبی پر جو فرشتہ وحی لے کر اترتا ہے (جبرئیل امین) وہ بڑی قوت و طاقت والا، مضبوط و توانا، زور آور، جسمانی اور روحانی طاقتوں کا مالک ہے جس کے چھ سو بازو ہیں۔ اگر وہ اپنی اصلی آواز نکالیں تو لوگوں کے کلیجے پھٹ جائیں۔ ان کی طاقت و قوت کا یہ حال ہے کہ جب انہوں نے اللہ کے حکم سے قوم لوط کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان تک بلند کیا اور پھر اس قوم کو زمین پر پٹک دیا تو وہ قوم اور اس کی بستیاں اس طرح برباد ہو گئیں کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر آ گیا اور پھر سمندر کا پانی ان پر چڑھ دوڑا اور ان کی بستیوں کو سمندر میں غرق کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے لئے فرمایا ہے کہ وہ کریم ہیں عزت و قوت والے ہیں جن کا اللہ کے ہاں ایک اعلیٰ مقام ہے۔ سب فرشتوں کے مقابلے میں ان کو اللہ کی بارگاہ میں زیادہ قرب اور پہنچ ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمان کے فرشتے بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہیں اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں جن کے امین اور معتبر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ کے اس طاقت ور فرشتے کے سامنے شیطان کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کی رکاوٹ ڈال سکے لہٰذا یہ اللہ کا کلام کسی شیطان کے ذریعہ نہیں پہنچا کہ آپ کو کاہن کہا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتھی کے پاس۔

ابتدائے وحی کے وقت ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس وقت حضرت جبرئیل آپ کے پاس عام انسانی شکل میں آئے تا کہ آپ کو تسلی دے سکیں چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو اٹھایا، تسلی دی اور اتنے قریب ہو گئے کہ حضرت جبرئیل اور نبی کریم ﷺ کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ رہا۔ پھر انہوں نے اللہ کے حکم سے جو اس نے چاہا آپ پر وحی نازل کی۔

دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتھی کے پاس آپ نے حضرت جبرئیل کو دیکھا کہ وہ رفرف کے لباس میں ہیں اور زمین و آسمان کی فضا کو ان کے وجود نے بھر رکھا تھا۔ ان کے وجود کا پھیلاؤ چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان تک تھا۔ پھر وہ عام شکل میں قریب آئے اور اتنے قریب ہوئے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اس شب معراج میں اللہ کی نشانیاں دکھائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس رات کو جو کچھ دیکھا نہ آپ کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ آپ کی آنکھ بھٹکی اس طرح اللہ نے اپنی بہت سی نشانیاں دکھا کر ختم نبوت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا۔

ان آیات کے سلسلہ میں چند باتوں کی وضاحت پیش خدمت ہے

(۱)۔ اس جگہ اللہ نے ''النجم'' (ستارہ) کی قسم کھا کر نبی کریم کی شان رسالت کو بیان کیا ہے۔ یہ کون سا ستارہ ہے اس سلسلہ میں مفسرین کرامؒ نے مختلف باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

☆ اس سے صرف ایک ستارہ نہیں بلکہ ستاروں کی جنس مراد ہے یعنی ستاروں کا جھرمٹ، کہکشاں

☆ اس سے شہاب ثاقب مراد ہیں جن کے ذریعہ ان شیاطین کو مار کر بھگایا جاتا ہے جو آسمانوں پر مستقبل کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ شیاطین آسمانوں پر جا کر فرشتوں کی گفتگو سن لیتے اور پھر آ کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے وہ کاہن جنات و شیاطین کی باتوں کو سن کر اور کچھ خود سے گھڑ کر لوگوں کے سامنے مستقبل کی پیشین گوئیاں کر دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اللہ نے جنات و شیاطین پر پابندی لگا دی اور اگر کوئی جن یا شیطان آسمان کی طرف بلند ہو کر سننے کی کوشش کرتا تو اس کے پیچھے شہاب ثاقب یعنی آسمانی انگارے برسائے جاتے تھے۔

☆ بعض مفسرین نے ''النجم'' سے مراد قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کو لیا ہے۔

☆ بہر حال ''النجم'' سے ستارے مراد ہوں یا شہاب ثاقب اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جب یہ ستارے ڈوب جاتے ہیں تب ہی صبح ہوتی ہے اور اس سے رات کے اندھیرے سمٹ جاتے ہیں اب نبی کریم ﷺ کی آمد اور قرآن کریم کی آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اگر کہیں روشنی ہے تو وہ صرف خاتم الانبیاء ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین ہی کی ہے۔

(۲)۔اس میں نبی کریم ﷺ کو ''صاحبکم'' فرمایا یعنی تمہارے رفیق، تمہارے ساتھی۔اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جو اس دین اسلام کو لے کر آئے ہیں وہ کہیں اور سے نہیں آئے ہیں یہ وہی ہیں جن کے بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کے ایک ایک لمحے سے مکہ کا بچہ بچہ واقف تھا۔جن کو صادق وامین اور معتبر سمجھا جاتا تھا۔آج اعلان نبوت کے بعد ان جیسی عظیم ہستی کے متعلق طرح طرح کی نامناسب باتیں کرنا ان کو زیب نہیں دیتا۔انہوں نے معراج میں جو کچھ دیکھا وہ اللہ کی نشانیاں تھیں۔جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اس میں نہ وہ گمراہ ہیں اور نہ راستے سے بھٹکے ہیں بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا اور جو کچھ عطا کیا گیا وہ برحق تھا۔آپ کی شان یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی کہتے ہیں جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں ہوتی آپ بیان نہیں فرماتے۔

(۳)۔سورۃ النجم وہ سب سے پہلی سورت ہے جس کا نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا۔آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔ اس مجمع میں اہل ایمان کے علاوہ کفار ومشرکین بھی تھے جب آیت سجدہ آئی تو آپ نے اور تمام مسلمانوں نے سجدہ کیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت تمام کفار ومشرکین نے بھی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔

(۴)۔عربوں میں باہمی دوستی کے دو طریقے تھے ایک تو یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر دوستی کرتے تھے۔دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کر لیتے اور کمان کی ڈور دوسرے کی طرف۔اس طرح جب دونوں کمانوں کی ڈور مل جاتیں تو یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ دو دشمنوں میں محبت اور قربت ہوگئی۔اس قرب کے وقت ان دونوں میں دونوں ''قوسوں'' کے ماپ کا فاصلہ رہتا تھا یعنی تقریباً دو ہاتھ (ایک گز) اس کے بعد ''ادنیٰ'' کہہ کر بتا دیا کہ یہ اس سے بھی زیادہ قریب اور ملا ہوا تھا۔

(۵)۔ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ایک درخت ہے جس کو ''سدرۃ المنتھی'' کہتے ہیں۔عربی میں ''سدرہ'' بیری کے درخت کو کہتے ہیں جس کی کیفیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو بھی احکامات یا رزق نازل ہوتے ہیں ان کا فیصلہ سدرہ تک پہنچتا ہے وہاں سے جن ملائکہ کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے وہ اس کو لے کر زمین کی طرف لاتے ہیں۔

اسی طرح دنیا میں جتنے انسانی اعمال ہیں وہ سدرہ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔فرمایا کہ اسی سدرہ کے پاس وہ جنت بھی ہے جو اللہ کے نیک بندوں کے رہنے کی باعزت جگہ ہے اس کو ''جنت الماوٰی'' فرمایا گیا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ شب معراج تشریف لائے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم بھی اس رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔اللہ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ تمام فرشتے سدرہ کے درخت اور اس کے ہر پتے پر اس طرح آپ کا انتظار کرنے لگے کہ ان کی جگمگاہٹ سے ایسا لگتا تھا جیسے سونے کے پروانے ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیل جیسے مقرب فرشتے نے بھی آگے جانے سے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس سے آگے ایک قدم بھی جاؤں گا تو اللہ کی تجلی سے میرے پر جل جائیں گے۔اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بہت سی نشانیاں دیکھیں جن کے دیکھنے میں نہ تو آپ کی آنکھ نے دھوکا کھایا اور نہ وہ حد سے آگے بڑھی۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾
وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾
تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ
وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا
الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ
الْهُدٰى ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾
وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾

ع ۵ ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

کیا پھر تم نے لات، عزیٰ اور ایک تیسرے (معبود) منات پر غور کیا؟ کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اس کے لئے (یعنی اللہ کے لئے) بیٹیاں ہیں۔ یہ تو بہت ہی بے انصافی کی تقسیم ہے۔ یہ تو چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے ان کے (ثبوت پر) کوئی مضبوط دلیل بھی نازل نہیں کی ہے۔ یہ لوگ محض اپنے بے بنیاد خیالات اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اس کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کی ہر خواہش (اس کی مرضی کے مطابق) پوری ہوتی ہے۔ یہ دنیا اور وہ دنیا سب کا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔

کتنے ہی فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ان کے کام نہ آئے گی سوائے اس کے کہ

اللہ جس کو سفارش کا حق دینا چاہے اور وہ اس کی سفارش کو پسند بھی کرتا ہو۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے جیسے نام دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف اپنے بے بنیاد خیالات کے پیچھے چلتے ہیں اور یقیناً بے بنیاد خیالات حق کے مقابلے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۲۸

ضِیۡزٰی	ظالمانہ۔ ٹیڑھی چیز
یَرۡضٰی	وہ پسند کرتا ہے
یُسَمُّوۡنَ	وہ نام رکھتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۲۷

قریش مکہ اور آس پاس کے قبائل نے ''بیت اللہ'' کو اپنی جہالت اور نادانی میں بتوں کی گندگی سے بھر دیا تھا۔ تین سو ساٹھ بتوں میں سے طائف، مکہ، مدینہ اور حجاز کے اردگرد کے لوگ لات، عزیٰ اور منات کو بہت مانتے تھے۔ قدیم عرب کے یہ تین مشہور بت تھے جن سے انہوں نے اپنی آرزوئیں اور تمنائیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

لات طائف والوں کا بت تھا جس کو بنو ثقیف بہت زیادہ مانتے تھے۔

عُزّٰی مکہ کے قریب وادی نخلہ میں حراض کے مقام پر قریش اور بنو کنانہ کا بت تھا۔

منات مدینہ کے اوس و خزرج کا وہ بت جو قدید کے مقام پر نصب تھا۔ اوس و خزرج کے قبائل اس کا بہت احترام کرتے تھے اور ایسی ایسی کہانیاں مشہور کر رکھی تھیں کہ بنو قریش بھی اس کے آگے جھکنے کو بڑی نیکی سمجھتے تھے چنانچہ قریش اور دوسرے قبیلوں کے لوگ حج کے بعد منات کی زیارت کے لئے جاتے۔ قربانی کے جانور لے جاتے اور نذریں چڑھاتے۔ لبیک، لبیک (حاضر ہوں میں حاضر ہوں) کی صدائیں بلند کرتے جاتے۔ منات کے احترام کا یہ حال تھا کہ اس کی زیارت کے مقابلے میں صفا مروہ کی سعی تک کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

لات، عزیٰ اور منات یہ بت سب کے سب مونث تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی طرح وہ فرشتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ انہوں نے بغیر کسی سند اور دلیل کے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ بت اور فرشتے جو اللہ کی بیٹیاں ہیں جب وہ قیامت میں ہماری سفارش کریں گی تو اللہ ان کی سفارش کو رد نہیں کرے گا کیونکہ بیٹیوں کی بات عام طور پر باپ مان ہی لیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اس کے نزدیک تو بیٹا، بیٹی یکساں ہیں۔ اللہ نے سوال کیا ہے کہ تمہارے نزدیک تو سب مخلوق میں سب سے زیادہ بری چیز لڑکیاں ہیں۔ تمہارے ہاں نرینہ اولاد ہوتی ہے تو تم خوشی سے دیوانے ہو جاتے ہو اور اگر لڑکیاں ہو جائیں تو غم اور شرمندگی کے مارے تمہارے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں۔ یہ کیسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو تم لڑکیوں کی پیدائش تک کو توہین سمجھتے ہو اور اللہ کے لئے فرشتوں تک کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ اس سے زیادہ جہالت، نادانی اور بے انصافی کی بات اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے اور تمہارے باپ دادا نے جو طرح طرح کے نام رکھ کر بت بنا رکھے ہیں یہ سب من گھڑت باتیں ہیں جن کی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ سند ہے۔ دراصل یہ محض ان کی خواہشیں ہیں جن کو انہوں نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں اور آخرت میں سارا اختیار صرف ایک اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو جو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اس کے سامنے اس وقت تک کسی کو سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہے جب تک وہ اجازت نہ دیدے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چل کر حق و صداقت کو جھٹلاتے ہیں ان کے بے بنیاد خیالات اور من گھڑت تصورات دنیا اور آخرت میں ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور جب وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کے یہ بت اپنی عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے سارا الزام بت پرستوں اور خواہشات نفس کے پیچھے چلنے والوں پر ڈال دیں گے۔ اس وقت حسرت اور افسوس بھی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

اللہ نے ایک چبھتا ہوا سوال کیا ہے۔ یہ بتاؤ کیا انسان کی ہر خواہش اور تمنا اس کی مرضی کے مطابق پوری ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو بے بنیاد تمناؤں سے کیا فائدہ جن کا فائدہ نہ اس دنیا میں ملے گا اور نہ آخرت میں۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿٣١﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

اِلَّا اللَّمَمَؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ ﴿۳۲﴾

ع ۶ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

(اے نبی ﷺ) آپ ایسے شخص سے منہ پھیر لیجئے جس نے ہماری نصیحت سے منہ پھیر لیا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ ان کے علم کی انتہا یہیں تک ہے۔ آپ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹک گیا اور کون شخص ہے جس نے ہدایت حاصل کر لی ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اسی کی ملکیت ہے تا کہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جنہوں نے گناہ (برائی) کی ہے اور جنہوں نے اچھے کام کئے ہیں ان کو بہترین بدلہ عطا کرے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں سوائے اس کے کہ ان سے کوئی معمولی گناہ ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار بہت زیادہ وسیع مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں جانتا ہے۔ جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے سے تھے۔ لہٰذا تم زیادہ پاک باز بننے کی کوشش نہ کرو۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیز گار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

مَبْلَغٌ	پہنچنے کی جگہ
اَسَآءُ وْا	انہوں نے برے کام کئے
یَجْتَنِبُوْنَ	جو بچتے ہیں
کَبَائِرُ الْاِثْمِ	بڑے بڑے گناہ
اَلْفَوَاحِشُ	بے حیائیاں

اَللَّمَمُ	تھوڑا سا گناہ۔ خطا
اَنْشَاَ	اس نے پیدا کیا
اَجِنَّةٌ (جَنِيْنٌ)	ماں کے پیٹ میں بچے
لَا تُزَكُّوْا	پاکباز نہ بنتے پھرو

تشریح: آیت نمبر ۲۹ تا ۳۲

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ان لوگوں کی اصلاح کی جدوجہد کرتے رہیے جن کا مقصد زندگی اللہ کو راضی کرنا ہے اور ان کا ہر قدم اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے اٹھتا ہے لیکن وہ لوگ جن کا مقصد دنیا کی زندگی کا آرام وسکون، راحت اور عیش وعشرت حاصل کرنا ہے ان کی عقل ان کا فہم اس سے آگے بڑھتا ہی نہیں۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے وہ بس یہی دنیا ہے جس کے چکر میں وہ دن رات دیوانگی کی حد تک لگے رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ ایسے دنیا پرستوں کی پرواہ نہ کیجئے اور ان سے اپنا رخ موڑ کر اہل ایمان کی طرف کر لیجئے۔ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کے راستے اور ہدایت پر ہے اور کون اس سے بھٹک کر دور جا پڑا ہے۔ یہ ساری کائنات اور زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک وہی ہے۔ وہی گمراہوں کو ان کے برے انجام تک پہنچائے گا اور جن لوگوں نے تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کو بہترین بدلہ اور اجر عطا فرمائے گا۔ یہ نیک لوگ وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچ کر چلنے کے عادی ہیں۔ اور اگر بشری کمزوریوں کی وجہ سے ان سے کسی طرح کی کوتاہی، غفلت یا چھوٹا موٹا گناہ سرزد ہو گیا ہوگا تو وہ اس پر ضد اور اصرار کرنے کے بجائے فوراً اللہ سے سچے دل سے توبہ کر لیتے ہیں تو یقیناً وہ لوگ اپنے پروردگار کی رحمت و مغفرت کے دامن کو بہت وسیع پائیں گے۔ وہ اللہ جس نے انسان کو زمین سے پیدا کیا ہے وہ انسانی فطرت اور مزاج کو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ آدمی کو غرور و تکبر کرنے اور اپنی پاکیزگی پر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا جانتی ہو یا نہ جانتی ہو وہ اللہ تو اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کون متقی پرہیزگار ہے اور کون گلے گلے تک گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۱)۔ اللہ کا دین پہنچانے کے سلسلہ میں ہر شخص پر محنت کرنے کی ضرورت ہے لیکن جو لوگ دامن مصطفیٰ سے وابستہ ہو چکے ہوں ان کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ جیسے موجودہ دور میں اہل ایمان کی تعداد ساری دنیا میں ہر قوم سے زیادہ ہے۔ اللہ نے سارے خزانے اور وسائل مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دیئے ہیں۔ غیر مسلموں کو دین اسلام کی طرف رغبت دلاتے رہنا چاہیے لیکن صرف اسی طرف لگا رہنے میں اتنا فائدہ نہیں ہے جتنا اس بات میں فائدہ ہے کہ مسلمانوں کو صحیح معنیٰ میں مسلمان بنایا جائے۔

آج اگر صرف مسلمان ہی دین اسلام پر پوری طرح عمل کرنے والے بن جائیں تو ہمیں صرف غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی فکر نہیں پڑے گی۔ اگر آج سارے مسلمان عالمی غنڈہ گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جائیں تو یہی غیر مسلم مسلمانوں کے قدموں کی دھول بن کر رہ جائیں گے۔ اس آیت میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

(۲)۔ کبیرہ گناہ ویسے تو کبیرہ گناہوں کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے چند کبیرہ گناہوں سے بچنے کی بہت ضرورت ہے جیسے زنا کاری اور بدکاری، لواطت (قوم لوط کا عمل)، چوری، ڈاکہ، قتل و غارت گری، سود، جوا، شراب نوشی اور نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال، والدین کی نافرمانی، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، رشوت، مردار جانور اور خنزیر کا گوشت کھانا، کسی شخص یا یتیم کے مال پر زبردستی قبضہ کر لینا، جادو سیکھنا سکھانا، ماپ تول میں کمی کرنا، غیبت، چغل خوری، جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، قطع رحمی، اور صغیرہ گناہوں کو معمولی سمجھ کر مسلسل کرتے رہنا یہ بھی کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح ناچ گانا وغیرہ یہ سب کے سب کبیرہ گناہ ہیں۔ اگر کسی نے بڑے بڑے گناہوں سے توبہ نہ کی اور جس کا حق ہے اس کو اس کا حق ادا نہ کیا تو آخرت میں وہ زبردست خسارہ میں رہے گا۔ وہاں جا کر ایسا پچھتاوا ہوگا جس کا اس دنیا میں رہ کر تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔

صغیرہ گناہ ۔۔۔۔ وہ ہیں جن کے لئے دنیا میں تو سزا مقرر نہیں ہے اور نہ آخرت میں عذاب دینے کی وعید ہے یعنی وہ گناہ جو انسان سے اتفاقیہ طور پر بغیر کسی ارادہ کے سرزد ہو جائیں لیکن صغیرہ گناہوں سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ صغیرہ گناہوں کو جان بوجھ کر مسلسل کرتے رہنا ان کو گناہ کبیرہ بنا دیتا ہے۔

(۳)۔ فلا تزکو انفسکم ۔۔۔۔ یعنی اپنے آپ کو مقدس و محترم، گناہوں سے پاک سمجھنا اور خود اپنے منہ سے اپنی تعریفیں کرنا، ڈینگیں مارنا یہ اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ باتیں ہیں کیونکہ یہ بھی تکبر اور غرور کا ایک انداز ہے جس میں آدمی اپنے آپ کو تو ہر عیب سے پاک سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔

اصل میں خود پسندی انسان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے کیونکہ جب وہ اپنی حماقتوں پر بھی تقدس کے پردے ڈالے رکھے گا تو نہ وہ کسی سے کچھ سیکھے گا اور نہ اس میں کسی اچھی بات کے اختیار کرنے کا جذبہ ہوگا اس طرح وہ دنیا اور آخرت کی ہر سعادت سے محروم رہے گا۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ سے جب کسی نے دوسرے کی تعریف کی تو آپ نے اس سے منع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی تعریف کرنی ہو تو ان الفاظ سے کرو کہ ”میرے علم میں یہ شخص متقی ہے“ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے نزدیک وہ ایسا ہی پاک صاف ہے جیسا کہ میں سمجھ رہا ہوں۔ (الحدیث)

(۴)۔ مَبْلَغ علم اس سے مراد انسان کے عقل و فہم کی پہنچ ہے یعنی یہ لوگ بس اتنا ہی سوچ اور سمجھ سکتے ہیں جو انہوں نے دنیا میں دیکھا ان کا علم اور سمجھ آخرت تک پہنچا ہی نہیں۔ فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے کیونکہ ایسی محدود سوچ رکھنے والوں سے اللہ خوب اچھی طرح واقف ہے وہی تو ان کا خالق ہے۔ وہ ہر انسان کی فہم و فکر، عقل و سمجھ اور محنت کے نتائج سے اچھی طرح واقف ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰىۙ ۝٣٣ وَاَعْطٰى
قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝٣٤ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝٣٥ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ
بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝٣٦ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰۤىۙ ۝٣٧ اَلَّا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ ۝٣٨ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ۝٣٩
وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝٤٠ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰىۙ ۝٤١ وَاَنَّ اِلٰى
رَبِّكَ الْمُنْتَهٰىۙ ۝٤٢ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰىۙ ۝٤٣ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ
اَحْيَاۙ ۝٤٤ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰىۙ ۝٤٥ مِنْ نُّطْفَةٍ
اِذَا تُمْنٰى ۝٤٦ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰىۙ ۝٤٧ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ
اَقْنٰىۙ ۝٤٨ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰىۙ ۝٤٩ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ِۨ الْاُوْلٰىۙ ۝٥٠ وَ
ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰىۙ ۝٥١ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ
وَاَطْغٰى ؕ ۝٥٢ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰىۙ ۝٥٣ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۚ ۝٥٤ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ
رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝٥٥ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝٥٦ اَزِفَتِ
الْاٰزِفَةُ ۚ ۝٥٧ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ؕ ۝٥٨ اَفَمِنْ هٰذَا
الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَۙ ۝٥٩ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَۙ ۝٦٠ وَاَنْتُمْ
سٰمِدُوْنَ ۝٦١ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩ ۝٦٢

السجدة ٣ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

(اے نبی ﷺ) آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے (دین حق سے) منہ پھیرا۔ اس نے تھوڑا سا دیا اور وہ رک گیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا انہیں ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں تھی اور اس (ابراہیمؑ کے صحیفوں میں تھی) جس نے ہر حکم پورا کر دکھایا۔ وہ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے جدو جہد کی ہے۔ اور بے شک انسان اپنی کوشش اور جدو جہد کو بہت جلد دیکھ لے گا۔

پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور بے شک سب کو اپنے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ اسی نے ہنسایا اسی نے رلایا۔ اسی نے موت دی اسی نے زندگی عطا کی اور بے شک اسی نے نر اور مادہ جوڑے پیدا کئے اس نطفہ سے جب وہ (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور بے شک دوسری مرتبہ پیدا کرنا اس کے ذمے ہے۔ اسی نے مال دار بنایا وہی باقی رکھتا ہے۔ اور وہی شِعریٰ (ستارے کا نام ہے) کا پروردگار ہے (جس کی اہل عرب پرستش کرتے تھے)۔ اسی نے عاد اولیٰ (قوم عاد) کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی (اسی طرح ہلاک کیا) اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور اس سے پہلے قوم نوحؑ کو بھی (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور لوط کی بستیاں جن کو ان پر الٹ مارا گیا۔ پھر ان کو (سمندر کے پانی نے) ڈھانپ لیا (تمہیں معلوم ہے کہ) جس چیز نے ان کو ڈھانپ لیا تھا۔ تو (اے مخاطب) تو اپنے رب کی کس کس نعمت پر شک کرتا رہے گا۔ یہ (نبی ﷺ بھی) پہلے ڈرانے والوں کی طرح (تمہیں برے انجام سے) ڈرانے والے ہیں۔ قریب آ پہنچی قریب آنے والی (گھڑی) اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں ہے۔ کیا پھر بھی تم اس بات (قرآن مجید) میں تعجب کرتے ہو اس پر ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر اور غرور کرتے ہو۔ پھر تم اللہ کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت و بندگی کرو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

اَکْدٰی وہ رک گیا

لَمْ یُنَبَّاْ مطلع نہیں کیا گیا

وِزْرَ اُخْریٰ	دوسرے کا بوجھ
سَعٰی	اس نے کوشش کی۔ جدوجہد کی
سَوْفَ یُرٰی	بہت جلد وہ دیکھ لے گا
اَضْحَکَ	اس نے ہنسایا
اَبْکٰی	اس نے رلایا
اَقْنٰی	مال دار کیا
اَلْمُؤْ تَفِکَةُ	اوندھی کی گئیں (بستیاں)
غَشّٰی	اوپر سے گرا
تَتَمَارٰی	تو شک کرے گا
اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ	آنے والی گھڑی قریب آگئی
سَامِدُوْنَ	کھیلنے والے
اُعْبُدُوْا	تم بندگی کرو

تشریح: آیت نمبر ۳۳ تا ۶۲

سورۃ النجم کی یہ اٹھارہ آیات جن پر اس سورت کو ختم کیا گیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو حق وصداقت کی روشنی کو دیکھ کر اس کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب ان پر دنیا کے مفادات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ پھر سے ان ہی اندھیروں کی طرف پلٹ جاتے ہیں جہاں انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرما دیا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے ہر عمل کا پوری طرح ذمہ دار ہے۔ وہ اس دنیا میں رہ کر جو کچھ کرے گا اس کا اچھا یا برا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کی جائے گی ''جیسا کرے گا ویسا بھرے گا'' کوئی شخص اپنے عمل کے انجام سے نہ تو بچ سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص اس کو بچا سکتا ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر اسی تعلیم کو لے کر آتے رہے اور پوری یکسانیت اور ہم آہنگی کے ساتھ ایک ہی بات کو کہتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے دین کی سچائیوں کو دیکھنے کے باوجود اس سے منہ پھیر لیا، دل چاہا کچھ دے دیا دل نہ چاہا تو اس کو روک لیا۔ فرمایا کہ وہ

شخص جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے کوئی اس کو دیکھنے، سننے والا نہیں ہے اور اس کی بیٹھے بٹھائے یوں ہی نجات ہو جائے گی کیا اس نے پردہ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے جسے دیکھ کر وہ اس قدر مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا اس کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات نہیں پہنچیں جن میں صاف صاف فرمادیا گیا ہے کہ

ا۔ کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی اگر کوئی شخص گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہے۔ گناہوں کے بوجھ سے تنگ آکر وہ کسی سے کہے کہ میرا بوجھ بھی تم اٹھالو تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کا بوجھ اٹھالے۔

۲۔ انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کی اس نے سعی، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کی ہے۔ یعنی اس نے جو بویا ہے وہی کاٹے گا یہ نہیں ہوگا کہ کانٹے بونے کے بعد وہ پھولوں کی سیج پر آرام کرے گا بلکہ اس آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں اسے انہیں کانٹوں پر بسر کرنا ہوگا۔ اس کے ایک ایک عمل کی جانچ پڑتال کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

۳۔ فرمایا کہ بے شک انسان اپنی جدوجہد کو بہت جلد (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے بلکہ انسان کے ہر عمل اور زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کا ریکارڈ موجود ہے جو اس کو پیش کیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کا انکار کرے گا تو اس کے بدن کا ہر عضو اس کے گناہوں کی شہادت و گواہی پیش کرے گا۔

فرمایا کہ وہی ایک اللہ ہے جو انسان کو رلاتا ہے وہی اس کو ہنساتا بھی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں زندگی ہے، وہی موت دیتا ہے، اسی نے نر اور مادہ کو ایک حقیر نطفہ کے ذریعہ پیدائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہی دوسری زندگی عطا کرتا ہے وہی مال اور جائیداد دیتا ہے، وہی شعریٰ (ستارہ جس کی کفار عبادت کرتے اور ہر اچھائی اور برائی کا سبب سمجھتے تھے) کا پروردگار ہے۔ اسی اللہ نے عاد اولیٰ (یعنی قدیم عاد جن کی طرف حضرت ہودؑ کو بھیجا گیا تھا) ان کے برے اعمال کے سبب ہلاک اور برباد کیا۔ اسی نے ثمود جیسی ترقی یافتہ قوم کو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹادیا کہ ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ اسی نے قوم نوح کے ظالم و جابر اور سرکش لوگوں کو پانی میں غرق کر دیا۔ اسی نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ ان پر بارش کی طرح پتھر برسائے گئے اور پھر ان بستیوں پر سمندر کا پانی اس طرح چھا گیا کہ آج بھی وہ بستیاں سمندر کی تہہ میں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے مخاطب تو اللہ کی کس کس نعمت میں شک وشبہ کرتا رہے گا۔ فرمایا کہ جس طرح اللہ نے اپنے بہت سے پیغمبر بھیجے اور وہ اپنی قوم کو ان کے برے انجام سے ڈرانے کے لئے آتے رہے جب انکار کرنے والے سمجھانے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو کر رہا اور وہ اپنے برے انجام سے نہ بچ سکے اسی طرح اب اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول کو بھیجا ہے جن کے بعد قیامت کا ہولناک دن تو ہے جو کسی طرح ٹلنے والا نہیں ہے لیکن ان کے بعد نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ رسول اور نہ کوئی نئی کتاب لہذا اس میں تعجب کرنے کے بجائے اس کو مان لینے ہی میں عافیت ہے۔ یہ مذاق اڑانے یا ہنسنے کی چیز نہیں ہے بلکہ اپنا تکبر اور غرور چھوڑ کر اپنے برے اعمال پر رونے کا مقام ہے۔ لہذا اس قرآن کریم کو مان کر صرف اسی ایک اللہ کی بندگی اور عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے سجدہ کیا جائے۔

اس سورت کو آیت سجدہ پر ختم کیا گیا ہے۔ سورۃ النجم وہ پہلی سورت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے کفار مکہ کے اس مجمع میں تلاوت فرمایا جہاں اہل ایمان کے علاوہ کفار و مشرکین بھی موجود تھے۔ اس آیت سجدہ کے آتے ہی آپ نے اور اہل ایمان نے اللہ کو سجدہ کیا۔ حیرت اور تعجب کی بات ہے کہ کفار و مشرکین ان آیات کی کیفیات میں اس طرح گم ہو گئے تھے کہ جیسے ہی آپ نے سجدہ کیا تو کفار و مشرکین بھی سجدہ میں گر پڑے۔

زیر مطالعہ آیات کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے لیکن بعض مفسرین نے ان آیات کے پس منظر میں ولید ابن مغیرہ کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ولید قریشی سردار تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے دین کو قبول کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب اس کے کسی مشرک دوست کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑو۔ اگر تمہیں یہ ڈر ہے کہ تم آخرت میں عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے تو مجھے اتنی اتنی رقم دے دو میں تمہارے بدلہ میں وہاں عذاب بھگت لوں گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ ولید اس بات کو مان گیا اور اس نے جو رقم دینے کا وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ رقم تو دیدی باقی گول کر گیا۔ ممکن ہے ولید کی فطری کنجوسی آڑے آگئی ہو اور اس نے بقیہ رقم دینے سے انکار کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاید ولید جیسے لوگوں کو حضرت ابراہیمؑ جیسے دین کے وفادار شخص جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسی وفا کی نظر کر دی اور حضرت موسیٰؑ جنہوں نے حق و صداقت کے لئے فرعون جیسے متکبر اور ظالم، طاقت ور سے ٹکر لی تھی واقعات نہیں پہنچے؟ کیونکہ ان کے صحیفوں میں یہ بات صاف صاف لکھ دی گئی ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے (گناہوں کا) بوجھ نہ اٹھائے گا۔ انسان کو صرف وہی ملے گا جس کی اس نے (اپنے اعمال کے ذریعہ) جدوجہد کی ہے اور انسان کی ہر کوشش اور جدوجہد اللہ کے ریکارڈ پر موجود ہے وہ اس کو آدمی کے سامنے رکھ دے گا۔ فرمایا کہ اسی نے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح، قوم فرعون اور قوم لوط کی مسلسل نافرمانیوں اور انبیاء کرامؑ کی بات نہ ماننے کی وجہ سے اس قدر شدید عذاب میں مبتلا کیا کہ آج ان کی زندگیاں قصے کہانیاں بن کر رہ گئی ہیں۔

فرمایا کہ ان تمام کفار و مشرکین کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ اللہ کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کر کے اپنی آخرت بنالی جائے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو پھر دوسرا کوئی ایسا موقع نہ ملے گا کہ جب ان جیسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ آیات کا ایک تو عام مفہوم ہے جس کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرا مفہوم وہ بھی ہو سکتا ہے جو ایک خاص شخص (ولید ابن مغیرہ) سے متعلق ہے۔ بہر حال عام مفہوم ہو یا شخص واحد سے متعلق دونوں کا مقصد ایک ہی ہے کہ اب ساری دنیا کے لوگوں کے لئے یہ ایک آخری موقع ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے دامن رحمت سے وابستگی اختیار کر لی جائے۔ اسی میں ساری انسانیت کا فائدہ ہے۔ اگر آپ ﷺ کی تعلیمات کو نظر انداز کیا گیا تو موجودہ دنیا ہزاروں ترقیات کے بعد پھر اللہ کے عذاب سے دو چار ہو سکتی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۴

اَلْقَمَر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	54
کل رکوع	3
آیات	55
الفاظ وکلمات	348
حروف	1482
مقام نزول	مکہ مکرمہ

''قیامت قریب آپہنچی اور چاند پھٹ گیا۔'' چاند کا پھٹ جانا اور بے نور ہو جانا اس بات کی نشانی ہے کہ اب قیامت دور نہیں ہے اور اس دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہو بلکہ ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ جن کفار کے مطالبہ پر نبی کریم ﷺ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف چلا گیا اور پھر فوراً ہی مل گیا۔ اس کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے اور باہر سے آنے والوں کی تصدیق کے باوجود انہوں نے اس کو جادو قرار دے دیا اور اپنے کفر وشرک پر پہلے کی طرح اڑے رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کفار اپنے نفس اور خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے تھے۔ حالانکہ اتنا بڑا واقعہ ان کی نصیحت کے لیے بہت کافی تھا مگر جن لوگوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہو کہ نہ تو وہ انسانی تاریخ، گناہ گاروں کے برے انجام اور قوموں کے عروج وزوال سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں گے اور نہ وہ آخرت کی ابدی زندگی کی فکر کریں گے ان کے لیے تو کوئی ہولناک حادثہ ہی عبرت دلانے کا سبب بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ وہ عبرت ناک اور ہولناک واقعہ یعنی قیامت کے آنے میں بہت دیر نہیں ہے۔ جب پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا تو اس وقت ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی اور وہ زمین سے اور قبروں سے نکل کر بدحواسی میں اس طرح زمین پر بکھر جائیں گے جس طرح ٹڈی دل ہر طرف پھیل جاتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو قیامت کا یہ منظر قیامت آنے سے پہلے ہی دکھا دیتا ہے چنانچہ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون جو اپنے زمانے میں بہت زبردست قوت وطاقت رکھتے تھے لیکن جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں اور انہوں نے

> اللہ تعالیٰ نے قوم نوحؑ، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کی مسلسل نافرمانیوں کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت دے کر اس بات کا موقع دیتا ہے کہ وہ دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستہ کا انتخاب کر لیں دونوں راستوں کا انجام اور قوموں کی تاریخ کو دیکھ کر اس بات کا فیصلہ کر لے کہ وہ کون سے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام بتا دیا گیا ہے۔ ایک نجات کا راستہ ہے اور دوسرا تباہی کا۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ ہر شخص کے تمام اعمال سے پوری طرح واقف اور باخبر ہے اور اس کے حکم سے اس کے فرشتے آدمی کے ایک ایک عمل کو لکھ رہے ہیں جو قیامت کے دن اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور کوئی اس سے انکار نہ کر سکے گا۔

اللہ کے نبیوںؑ اور ان کی تعلیمات کا انکار کیا تو ان پر دنیا کا عذاب قیامت بن کر ٹوٹ پڑا۔ فرمایا حضرت نوحؑ جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کی کئی نسلوں کو سمجھایا مگر ان کی قوم نے ان کا مذاق اڑایا۔ ان کو دیوانہ اور مجنون کہا۔ طرح طرح سے ستایا، ان کو دھمکیاں دی گئیں لیکن وہ ان کی نافرمانیوں کے باوجود انؑ کے عبرت ناک انجام سے ڈراتے رہے۔ جب حضرت نوحؑ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے اور اب ان کی قوم میں ماننے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''الٰہی میں ان سے مغلوب و مجبور ہوگیا اب آپ ہی ان سے بدلہ لے لیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے زمین و آسمان میں جتنے پانی کے سوتے ہیں ان کو ڈبونے کے لیے کھول دیا۔ حضرت نوحؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو ایک ایسی کشتی میں سوار کر کے جو تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی تھی نجات عطا فرمادی اور ان کی پوری قوم کو اللہ نے پانی کے اس طوفان میں ڈبو دیا جس سے کوئی بھی کافر و مشرک زندہ نہ رہ سکا۔

اسی طرح قوم عاد جو دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ قوم تھی جس نے اپنی طاقت کا لوہا ساری دنیا سے منوا رکھا تھا جب انہوں نے اپنے نبی حضرت ہودؑ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کو جھٹلایا اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان پر زبردست طوفانی ہواؤں کو بھیجا جن سے ان کے گھر بار اور ہر چیز تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ ہوا اس قدر تیز تھی کہ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر اس طرح پتھروں پر پٹک رہی تھی جیسے ان کے وجود کی کوئی حیثیت ہی نہ ہو اور ہر طرف میدانوں میں ان کی لاشیں اس طرح بکھری پڑی تھیں جیسے کھجور کے بڑے بڑے تنے کاٹ کر بکھیر دیئے گئے ہوں۔

قوم ثمود جو پہاڑوں کو تراش کر بلند ترین عمارتیں بنانے کے ماہر تھے، مال و دولت سے مالا مال اور ہر نعمت ان کے چاروں طرف بکھری ہوئی تھی جب انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ کو جھٹلایا ان سے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ کیا اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی نہیں ملا جس کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔ ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اگر ہم تمہیں نبی مان لیں تو ہم سے بڑا بے وقوف کون ہوگا۔ انہوں نے حضرت صالحؑ کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ انہوں نے معجزہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ ایک گابھن اونٹنی اس پہاڑ میں سے باہر آئے اور وہ ہمارے سامنے ایک بچہ دے تو ہم تمہیں نبی ماننے پر غور کر سکتے ہیں۔ جب اللہ نے وہ معجزہ عطا کر دیا تب بھی وہ ایمان نہ لائے۔ پھر اللہ نے اس اونٹنی کے متعلق فرما دیا تھا کہ اس کو کوئی نہ

ستائے تمہارے کنویں سے ایک دن وہ پانی پئے گی دوسرے دن اپنی باری پر تم پانی پی سکتے ہو اور اپنے مویشیوں کو پلا سکتے ہو۔اس قوم نے تنگ آکر ایک شخص کو تیار کیا اس نے اس اونٹنی کو مار ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زوردار دھماکے سے پوری قوم کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ مرے ہوئے ایسے پڑے تھے جیسے وہ بھوسا جسے جانوروں نے کھا کر بکھیر دیا ہو۔

قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کے عبرت ناک انجام کے بعد قوم لوط کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب حضرت لوطؑ کی قوم نے اپنے خلاف فطرت فعل کو نہ چھوڑا بلکہ وہ فرشتے جو انسانی شکل میں لڑکوں کی صورت میں آئے تھے اور حضرت لوطؑ کے مہمان تھے ان کی بے عزتی کرنا چاہی تو اللہ نے اس قوم کو اندھا کر دیا اور اسی حالت میں اس پوری قوم پر ہوا کے جھکڑ اور طوفانوں سے ان کی بستیوں کو الٹ کر اس پوری قوم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور حضرت لوطؑ اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمادی۔

فرعون اور آل فرعون کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ معجزات اور دلائل سے قوم فرعون کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے بھی گزری ہوئی قوموں کی طرح نافرمانیوں کی انتہا کر دی تب فرعون اور اس کی پوری قوم کو تباہ کر کے حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور ایمان لانے والے بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمادی۔

اللہ کا یہی دستور ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں آتی کہ وہ نافرمانوں کو ختم کر دیتا ہے اور اپنے نبیوں، رسولوں اور ایمان رکھنے والوں کو نجات عطا فرمادیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ اور ان کی نافرمان قوموں کے انجام کو بیان کرنے کے بعد مکہ والوں سے پوچھا ہے کہ آج اللہ کے نبی ﷺ تمہاری رہنمائی کے لیے قرآن کریم جیسی کتاب دے کر بھیجے گئے ہیں اگر تم نے بھی نافرمان قوموں جیسا طریقہ اختیار کیا تو تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ اللہ نے پوچھا ہے کہ تم تو ایسے مطمئن بیٹھے ہو جیسے تمہارے اوپر آسمان سے کوئی ایسا معافی نامہ نازل ہو گیا ہے، جس کے ذریعہ تمہیں پوری طرح معاف کر دیا گیا ہے۔ فرمایا کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بہت مضبوط جماعت ہیں۔

اللہ نے فرمایا کہ اگر ان کا یہ گمان ہے تو ان کی جماعت اور جتھا بہت جلد اللہ کے فیصلے کے سامنے بری طرح شکست کھا جائے گا اور ان کا یہ گھمنڈ ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور قیامت کے دن کا ان کو کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔ فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس قوم کی عقل ماری گئی ہے جب قیامت کے دن منہ کے بل جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے اور اب اس آگ کی لپٹ کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ جب ہم کسی کام کو کرنا چاہتے ہیں تو اس میں دیر نہیں کی جاتی بلکہ ہم جیسے ہی حکم دیتے ہیں پلک جھپکتے ہی وہ کام ہمارے حکم کے مطابق ہو جاتا ہے۔

یہ بھی فرمادیا کہ یہ لوگ اس گمان میں نہ رہیں کہ یہ جو کچھ کررہے ہیں اللہ ان کے کرتوتوں سے بے خبر ہے بلکہ ان کے ایک ایک عمل کو اللہ کے فرشتے لکھ رہے ہیں جو قیامت میں لکھا لکھایا ان کے سامنے آجائے گا۔

البتہ وہ لوگ جو اللہ کے فرمانبردار اور تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کرتے ہیں وہ جنت کی ابدی راحتوں اور پانی کے بہتے چشموں سے لطف اندوز ہوں گے اور وہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ عزت کا مقام ہوگا۔ سب سے بڑی نعمت انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوگی۔ وہ اللہ جو ہر چیز پر پوری پوری قدرت وطاقت رکھنے والا ہے۔

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات کو بار بار دہرایا ہے کہ ان تمام باتوں کو سمجھانے کے لیے اللہ نے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ انتہائی آسان اور سہل ہے۔ اللہ کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہے تو یہ بات نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو مہلت اور مدت عطا کرتا ہے۔ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ ان کو ہر طرح سمجھاتا ہے۔ اگر کوئی سنبھل جاتا ہے تو اس کو جنت اور اس کی ابدی راحتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے اور اگر وہ سمجھانے کے باوجود مسلسل نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے تو پھر اس قوم کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔ دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرتا ہے۔ دونوں راستوں کا انجام قوموں کی تاریخ سے اور اللہ کی آیات سے سمجھنا دشوار نہیں ہے۔

۶۱۵

سورۃ القمر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنۡ یَّرَوۡا اٰیَۃً یُّعۡرِضُوۡا وَیَقُوۡلُوۡا
سِحۡرٌ مُّسۡتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَکَذَّبُوۡا وَاتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّسۡتَقِرٌّ ﴿۳﴾
وَلَقَدۡ جَآءَہُمۡ مِّنَ الۡاَنۡۢبَآءِ مَا فِیۡہِ مُزۡدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِکۡمَۃٌۢ بَالِغَۃٌ فَمَا
تُغۡنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنۡہُمۡ ۘ یَوۡمَ یَدۡعُ الدَّاعِ اِلٰی شَیۡءٍ نُّکُرٍ ﴿۶﴾
خُشَّعًا اَبۡصَارُہُمۡ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ کَاَنَّہُمۡ جَرَادٌ مُّنۡتَشِرٌ ﴿۷﴾
مُّہۡطِعِیۡنَ اِلَی الدَّاعِ ؕ یَقُوۡلُ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا یَوۡمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ (کفار) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر کر یہ کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ختم ہو جانے والا ہے۔ اور انہوں نے اس کو جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں اور ہر بات کو قرار آ جانے والا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس بہت سے واقعات آ گئے ہیں جن میں عبرت کا سامان ہے اور حکمت و دانائی کی باتیں ہیں لیکن ان کو وہ باتیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیں وہ دن (آنے والا ہے) جب ایک پکارنے والا (فرشتہ) ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ (اس دن) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح ٹڈی دل (بکھری ہوئی ٹڈیاں) نکلتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اِنْشَقَّ	پھٹ گیا
مُسْتَمِرٌّ	گذرنے والا
مُسْتَقِرٌّ	ٹھہرا ہوا ہے
مُزْدَجَرٌ	ڈانٹ۔ڈپٹ
اَلنُّذُرُ	ڈرانے والے۔آگاہ کرنے والے
اَلدَّاعِ	پکارنے والا
نُكُرٌ	ناگوار
خُشَّعٌ	جھکا ہوا
اَلْاَجْدَاثُ	قبریں
جَرَادٌ	ٹڈیاں
اَلْمُنْتَشِرُ	پھیلی ہوئیں
مُهْطِعِيْنَ	دوڑنے والے
عَسِرٌ	سخت

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

سورۃ النجم کے آخر میں قیامت کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ یہاں ارشاد ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند پھٹ گیا ہے۔یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ اب قیامت بہت دور نہیں ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی بعثت و نبوت دونوں ہی اس بات کی علامت ہیں کہ اب آپ کی نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اس کے بعد صرف قیامت ہی آئے گی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں یعنی قریب قریب ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں ملی ہوئی اور قریب قریب ہیں۔

ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک رات جب کہ چودھویں رات کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا کچھ کفار و مشرکین نے یہودیوں کے سکھائے ہوئے ایک سوال کو دھرایا کہ اے محمد ﷺ! آپ جس نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس کی کوئی نشانی دکھائیے اور کہنے لگے کہ اگر آپ واقعی نبی ہیں تو یہ چاند جو آسمان پر چمک رہا ہے اس کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ یہودیوں نے مشرکین کو بتایا تھا کہ اگر یہ شخص (حضرت محمد ﷺ) کوئی جادوگر ہیں تو ان کا جادو دنیا والوں پر چل سکتا ہے آسمان پر نہیں لہٰذا ان سے چاند کو دو ٹکڑے کر دینے کا مطالبہ کرو۔ نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو وہ چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور ایک ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان پہاڑ نظر آنے لگا۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ دیکھو اور گواہ رہو۔ حالانکہ تمام موجود مشرکین نے اس شق قمر کے واقعہ کو صاف طور پر دیکھا تھا لیکن پھر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ شاید ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا تھا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اب ہم اس بات کو اس وقت تسلیم کریں گے جب کچھ باہر کے لوگ آ کر بتائیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ باہر سے آنے والے کچھ مسافروں نے اس واقعہ کی تصدیق کی لیکن جن لوگوں کو کسی سچائی کو ماننے سے ضد ہوتی ہے وہ کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور پھر سے اپنی شرارتوں میں لگ جاتے ہیں۔

شق قمر کا یہ واقعہ قرآن کریم کے علاوہ متواتر احادیث اور قطعی دلائل سے بھی ثابت ہے جس کو بخاری مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں نہایت معتبر راویوں سے بیان کیا گیا ہے اور امت کا اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اور بہت سے معجزات کے علاوہ یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس مطالبہ کو خود ان پر ہی الٹتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح چاند پھٹ گیا اسی طرح ایک دن زمین و آسمان اور سارے ستارے اور سیارے بھی ٹکڑوں میں بٹ کر پھٹ جائیں گے اللہ ہی ان تمام چیزوں کا خالق ہے اور وہی جب چاہے گا اس کائنات کی بساط کو لپیٹ دے گا۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے جو ایسے کھلے معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے کیونکہ جو لوگ سچائی کو بھی جادو قرار دے دیں اور اپنی خواہشات پر چلنے کو زندگی سمجھتے ہوں تو ان سے اس سے زیادہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

آج کفار و مشرکین اس کا یقین کریں یا نہ کریں وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک زبردست چنگھاڑ سے تمام لوگ اپنے دفن ہونے کی جگہ سے زندہ ہو کر اس طرح نکلیں گے جیسے ٹڈی دل نکل کر ہر طرف بکھر جاتا ہے جب وہ عذاب الٰہی کو سامنے دیکھیں گے تو شرمندگی، ندامت اور شدت احساس سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنے مدفن سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑتے ہوئے کہیں گے کہ واقعی یہ دن تو بڑا ہی سخت دن ہے۔ اس دن ان کی ضد، ہٹ دھرمی، تکبر اور غرور سب کا سب دھرا رہ جائے گا اور ان کے کسی کام نہ آ سکے گا۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱۔ کفار و مشرکین شق قمر کے کھلے ہوئے معجزے کو دیکھ کر بھی اپنی ضد پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ یہ سب کچھ جادو کا اثر ہے

جس کی وجہ سے ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ جادو ہے جس کا اثر بہت جلد دور ہو جائے گا کیونکہ جادو کا اثر دیر تک نہیں چلا کرتا بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

اصل میں جس شخص کو ایمان لانا ہوتا ہے اس کو کسی معجزے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس کو انکار کرنا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود طرح طرح کے مطالبے کرتا رہتا ہے درحقیقت یہ اس کا راہ فرار ہوتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مخلص صحابہ کرامؓ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر ایمان قبول کیا تھا انہوں نے کبھی کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا کیونکہ ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کی آیات تھیں جو کسی طرح معجزے سے کم نہ تھیں۔ اس کے بعد بھی کسی معجزہ کا مطالبہ عقل وفہم سے بہت دور کی بات ہوتی۔

۲۔ جو لوگ اپنی نفسانی خواہشات کے غلام بن جاتے ہیں ان کے لئے بڑے سے بڑا واقعہ بھی نصیحت وعبرت کا ذریعہ نہیں بنتا اور جو لوگ اللہ ورسول کی غلامی قبول کر لیتے ہیں ان کے لئے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہوتی۔

۳۔ قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ اس دن اہل ایمان ہر طرح کی راحتوں اور سکون میں ہوں گے اور اللہ ورسول کا انکار کرنے والے، اپنی خواہشات کے غلام، ضدی اور ہٹ دھرم لوگ شرمندگی اور ندامت سے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ وہ دن ان کے لئے انتہائی سخت، کٹھن اور مصیبتوں بھرا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سب پر اپنا رحم وکرم نازل فرمائے اور ہمیں ہر طرح کی رسوائیوں، ندامت اور شرمندگی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ۝٩
فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝١٠ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ
مُّنْهَمِرٍ ۝١١ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝١٢
وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ
كُفِرَ ۝١٤ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٥ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ
وَنُذُرِ ۝١٦ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝١٧

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر انہوں نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو جھٹلاتے

ہوئے کہا تھا کہ یہ دیوانہ ہے اور دھمکایا بھی گیا تھا۔ پھر اس نے (نوحؑ نے) اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں بس آپ ہی ان سے انتقام لے لیجئے۔ تب ہم نے کثرت سے برسنے والے (پانی کے لئے) آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور ہم نے زمین سے چشمے بہادیئے پھر (زمین و آسمان کا) پانی مل کر اس کام کے لئے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ پھر ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں والی (کشتی پر) سوار کیا۔ وہ کشتی ہماری نگرانی میں چل رہی تھی یہ اس شخص کا بدلہ تھا جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو نشان عبرت بنا دیا۔ ہے کوئی دھیان دینے والا۔ پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۷

اِزْدُجِرَ	جھڑک دیا گیا
مَغْلُوْبٌ	بے بس کر دیا گیا
اِنْتَصِرْ	تو بدلہ لے
مُنْهَمِرٌ	زور سے گرنے والا
فَجَّرْ نَا	ہم نے پھاڑ دیئے
ذَاتُ اَلْوَاحٍ	تختوں والی
دُسُرٍ (دِسَارٌ)	میخیں۔ کیلیں
مُدَّكِرٌ	دھیان دینے والا
يَسَّرْنَا	ہم نے آسان کر دیا

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ ان بہت سے واقعات کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں جو عبرت و نصیحت کا ذریعہ ہیں۔ ان میں سب سے پہلے حضرت نوحؑ کے واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کے ایک ایک فرد کو سمجھایا اور تبلیغ دین کی

جدوجہد فرمائی مگران کی قوم کے وہ عیش پسند کفار و مشرکین جو اپنی جھوٹی عظمتوں میں گم تھے انہوں نے ان کی عظمت کا اعتراف کرنے کے بجائے ان کو دیوانہ کہا۔ ان کو یہ دھمکی بھی دی کہ اگر انہوں نے تبلیغ دین کی باتوں کو نہ چھوڑا تو وہ ان کو پتھر مار مار کر ہلاک کردیں گے۔ جہاں موقع ہوتا وہ حضرت نوحؑ پر حملہ کر کے ان کو شدید اذیتیں پہنچاتے۔ آخر کار اللہ نے حضرت نوحؑ کو ایک ایسی بڑی کشتی بنانے کا حکم دیا جس میں ان پر ایمان لانے والے اور زمین کے جانور سما سکیں۔ حضرت نوحؑ نے تختے اور لکڑیوں کو کیلوں سے جوڑ کر اللہ کی نگرانی میں ایک بہت بڑی کشتی بنائی جو موجودہ دور کے جہازوں سے کم نہ تھی۔ جب حضرت نوحؑ کشتی بنا رہے تھے تو کفار نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کو دیوانہ کہنا شروع کیا اور کہا کہ کیا خشکی پر بھی کشتیاں چلیں گی؟ حضرت نوحؑ کشتی بناتے جا رہے تھے اور قوم کے مذاق اڑانے سے بے پرواہ ہو کر قوم کو سمجھاتے بھی جا رہے تھے مگر وہ قوم حضرت نوحؑ کی قدر کرنے کے بجائے مسلسل ان کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ ان کو ذلیل کرتی جا رہی تھی۔ ایک دن حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کر دیا الٰہی! میں نے دن اور رات نرمی، سختی اور ہر طرح کی جدوجہد سے اس قوم کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے میری کوئی بات نہ مانی اب آپ اس قوم کے لئے سخت سے سخت فیصلہ فرما دیجئے کیونکہ اس قوم کے بڑے اور چھوٹے اطاعت اور فرماں برداری کی سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ میں مغلوب ہو چکا ہوں میری مدد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی فریاد سن کر حکم دیا کہ جتنے اہل ایمان ہیں وہ اور خشکی کے جانور ہیں ان کا ایک ایک جوڑا اپنی کشتی میں سوار کر لیجئے جب وہ سوار ہو گئے تو زبردست سیلابی بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تنور اور چشمے ابل پڑے۔ ایسا لگتا تھا کہ زمین و آسمان کی بارشوں سے پوری زمین سمندر بن چکی ہے وہ پانی بڑی تیزی سے بڑھا۔ کشتی نوح پانی پر چلنا شروع ہو گئی۔ پانی اس قدر تیزی سے بڑھ رہا تھا کہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لینے والے بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ جیسی مخلص ہستی کا مذاق اڑانے والوں اور اذیتیں دینے والوں سے زبردست انتقام لے کر اس پوری قوم کو تہس نہس کر کے رکھ دیا اور اہل ایمان کو بچا لیا گیا۔ سچ ہے اللہ کے نیک بندوں کو ستانے والے اللہ کے انتقام سے نہیں بچ سکتے یہ وہ عبرت و نصیحت کی باتیں ہیں کہ اگر ان واقعات کو دیکھ کر بھی لوگ عبرت حاصل نہ کریں تو پھر کن باتوں سے سبق سیکھیں گے؟ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس قرآن اور اس میں بیان کئے گئے واقعات کو سمجھنا آسان کر دیا ہے پھر بھی اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اتنی بات اس کی سمجھ میں آ جانی چاہیے کہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا
صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ
نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا
الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ ع ۱ ۴۳ ۸

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾
ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ
غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ
فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ
كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً
وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ
كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ ۚ فَذُوْقُوْا
عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ
مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ ۚ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا تو پھر (دیکھو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک

نحوست والے دن میں نہایت تند و تیز ہوا کو بھیجا۔ وہ لوگوں کو (اور ان کے گھروں کو) اس طرح اکھاڑ کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے (دیکھو) کیسا میرا عذاب اور کیسا ہوا میرا ڈرانا۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے۔ تو کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔

ثمود نے بھی (برے اعمال کے برے انجام سے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ اور کہنے لگے کہ وہ شخص جو ہم ہی میں سے ایک بشر ہے کیا ہم اس کے پیچھے چلیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے۔ کیا ہم میں سے یہی ایک شخص (رہ گیا) تھا جس پر وحی اتاری گئی ہے۔ بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا اور خود پسند شخص ہے۔ (اللہ نے فرمایا کہ) انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی خورہ ہے۔ (فرمایا کہ اے صالحؑ) ہم ان کی آزمائش کے لئے ایک اونٹنی (معجزہ کے طور پر) بھیجنے والے ہیں تم اسے سمجھ داری سے دیکھو اور صبر سے کام لو۔ اور (اپنی قوم کے لوگوں کو) آگاہ کر دو کہ پانی کو ان میں تقسیم کر دیا گیا ہے (ایک دن اونٹنی پیئے گی اور ایک دن بستی والے) ہر شخص کو اپنی باری میں اس گھاٹ پر جمع ہونا ہے۔ پھر (اس قوم نے ایک ظالم شخص قدار کو) پکارا جس نے اس اونٹنی پر زیادتی کی (وار کیا) اور اس کی کونچیں (پاؤں) کاٹ ڈالیں۔ پھر دیکھو کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہولناک آواز کو مسلط کیا پھر وہ ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑہ لگانے والے کی باڑ کا چورا ہو جاتا ہے۔ اور یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آسان کر دیا ہے۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ قوم لوط نے (ہمارے) ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ بے شک ہم نے صبح کے وقت ان پر پتھر برسانے والی ہوا کو بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے (جن کو نجات دی گئی) جو ہماری طرف سے ایک نعمت تھی۔ ہم شکر ادا کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور یقیناً (لوطؑ نے) ان کو ہماری پکڑ اور گرفت سے آگاہ کر دیا تھا مگر وہ آگاہ کرنے والے سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ اور وہ (بری نیت سے) اس کے مہمانوں کو طلب کرنے لگے۔ پھر ہم نے ان (ظالموں) کی آنکھیں بے نور کر دیں۔ اور کہا گیا کہ میرے ڈرانے کا مزہ چکھو۔

اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب مسلط ہو گیا۔ اور (فرمایا گیا کہ) تم میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور البتہ یقیناً ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا ہے کوئی دھیان دینے والا۔ اور یقیناً قوم فرعون کے پاس بھی آگاہ کرنے والی چیزیں آئیں۔ پھر

انہوں نے ہماری نشانیوں (معجزات) کا انکار کیا۔ پھر ہم نے ان کو ایسا زبردست پکڑا جیسے ایک زبردست صاحب اقتدار پکڑتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

صَرْصَرٌ تیز و تند۔ سخت

یَوْمُ نَحِسٍ منحوس دن

تَنْزِعُ وہ کھینچتا ہے

اَعْجَازٌ تنے

سُعُرٌ اکھڑنے والا

اَشِرٌ جنون

اَلنَّاقَةُ اونٹنی

اِرْتَقِبْ تو نگرانی کر

اِصْطَبِرْ تو برداشت کر۔ تو صبر کر

مُحْتَضَرٌ حاضر ہونے کا وقت

تَعَاطٰی اس نے حملہ کیا

عَقَرَ اس نے کاٹ ڈالا (ذبح کر دیا)

هَشِيْمٌ چور چور ہو جانا

اَلْمُحْتَظِرُ باڑہ لگانے والا

حَاصِبٌ پتھراؤ کرنے والا

رَاوَدُوْا انہوں نے مانگا

طَمَسْنَآ	ہم نے مٹا ڈالا
مُسْتَقِرٌّ	مقرر کیا ہوا
مُقْتَدِرٌ	قابو کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۴۲

قرآن کریم اللہ کی وہ آخری مقدس ومحترم کتاب ہے جو معانی اور حقائق کے اعتبار سے تو ایک گہرا سمندر ہے لیکن اس کا انداز بیاں اس قدر سادہ، صاف اور روشن ومنور ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں نہ تو عام آدمی کو کسی طرح کی دشواری ہوتی ہے اور نہ کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کو۔ مثلاً قرآن مجید میں اس اصول کو بار بار دھرایا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو حق وصداقت کی آواز کو لے کر اٹھتا ہے مشکلات، پریشانیوں اور کانٹوں بھرے راستوں کے باوجود آخر کار اس کو دنیا اور آخرت کی کامیابیاں اور نجات عطا کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جو بھی دین کی سچائیوں کو جھٹلا کر اور اس کے پاکیزہ نفوس پیغمبروں کی تعلیمات اور ان کی ذات سے ٹکراتا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے کتنا ہی مضبوط اور طاقت ور کیوں نہ ہو اس کو دنیا کی ذلت اور آخرت کی بربادی سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

افراد کی طرح قوموں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ ان کی نجات کا دارومدار اللہ کی فرماں برداری اور پیغمبروں کا کہا ماننے میں ہے۔ اگر دنیاوی ترقیات نے کسی قوم کو متکبر اور مغرور بنا دیا ہو اور وہ کفر وشرک اور اللہ کے رسول کی نافرمانیوں میں حد سے آگے بڑھ گئی ہو تو اس قوم کی اصلاح کے لئے اللہ اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے چنانچہ قرآن حکیم ان انبیاء کے واقعات کو بیان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے ان کی بات مان کر اپنی اصلاح کر لی تو وہ دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچ گئے۔ اب اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں کے آخر میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی اصلاح وتربیت کا کام مکمل کر لیا جائے۔ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے آپ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور روضہ پاک میں آپ کو حیات برزخی حاصل ہے لیکن آپ کی تعلیمات موجود ہیں جن کو امت کے مخلص علماء کرام ہمیشہ سے دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہے ہیں اور کریں گے۔ زیر مطالعہ آیات میں ان تمام حقائق کو بیان کرنے کے لئے خاص طور پر ان چار قوموں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے زمانہ میں انتہائی طاقت ور غرور وتکبر کا پیکر، حکومت وسلطنت اور مال ودولت پر ناز کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو حقیر اور ذلیل سمجھا کرتے تھے لیکن جب کفر وشرک، اللہ کے بندوں پر ظلم وستم اور طرح طرح کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ معمولی کیڑے مکوڑوں کی طرح مار ڈالے گئے جن کے اونچے اونچے محلات، تجارتی مراکز، مال ودولت کے ڈھیر کھنڈر بن کر عبرت کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ وہی شہر جو کبھی دن رات عیش وعشرت اور لوگوں کی آمد ورفت سے آباد رہا کرتے تھے اب ایسے ویران ہو گئے ہیں کہ دن کی روشنی میں بھی جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

قوم عاد جنہوں نے دنیا پر سیکڑوں سال تک حکومت کی تھی اور ہر طرح کی دنیاوی ترقیات میں وہ سب سے آگے تھے وہ اپنی طاقت وقوت کے سامنے کسی قوم اور ملک کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے جب کفر وشرک اور لوگوں پر ظلم وزیادتی کی انتہاؤں پر پہنچ گئے تو اللہ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے دن رات ان کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو کفر وشرک اور اللہ کی مخلوق پر ظلم وستم کرنے سے روکا تو پوری قوم ان کی دشمن بن گئی اور انہوں نے حضرت ہودؑ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور ان کی ہر بات کا مذاق اڑایا۔ جب اس قوم نے کفر وشرک کا راستہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اس قوم کی تباہی کا آغاز ایک ایسی تیز وتند آندھی سے ہوا جس سے لوگوں کا زمین پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔ آندھی تیز ہوتی گئی اور کوئی دیوار سے ٹکرا کر، کوئی درخت سے، کوئی پتھر سے مر گیا اور کسی پر اس کی چھت آ گری۔ وہ لوگ لمبے تڑنگے اور طاقت ور تھے مگر تیز ہوا ان کو اس طرح اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے کھجور کے تنے اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوئے ہوں۔ اس طرح وہ تمام عرصہ اور مدت جب ان پر عذاب نازل ہو رہا تھا ہمیشہ کے لئے نحوست بھرا یادگار دن بن گیا۔

اسی طرح قوم ثمود جن کی ترقیات، مال ودولت کے ڈھیر اور عیش وعشرت کے سامانوں کے ساتھ ہر طرف خوشحالی تھی وہ پہاڑوں کو تراش کر اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بناتے تھے جب دو منزلہ مکان بنانا مشکل تھا لیکن کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانیوں کی انتہا تک پہنچ گئے تھے۔ جب حضرت صالحؑ نے ان تک سچائی کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے نہ صرف ان کو جھٹلایا بلکہ ان کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم یہ کیسے مان لیں کہ اے صالحؑ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ تو ہمارے جیسے ہی ہیں۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ہم آپ کی اطاعت کر لیں تو ہم سے بڑا بے وقوف اور نادان کون ہوگا؟ انہوں نے ان کو جھوٹا اور شیخی باز تک کہہ دیا۔ ایک دن کہنے لگے کہ اگر تم واقعی اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو تو اس سامنے کی پہاڑی سے ایک ایسی گابھن اونٹنی نکال کر دکھاؤ جو ہمارے سامنے بچہ جنے اور ہم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ حضرت صالحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں درخواست پیش کر دی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے پہاڑی چٹان سے اونٹنی کو پیدا کیا۔ اس نے آتے ہی بچے کو جنم دیا۔ کچھ لوگوں نے تو ایمان قبول کر لیا لیکن اکثر نے اس کا انکار کر دیا۔ جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ تمہارے کنویں سے ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن تم پانی لے سکتے ہو۔ شروع میں تو انہوں نے اس تقسیم کو قبول کر لیا مگر جب پانی کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے عاجز آ کر ایک شخص قدار بن سالت جو کہ بڑا ہی بدبخت ظالم تھا اس کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس اونٹنی کو قتل کر دے تاکہ یہ روز روز کا جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح کی طرف وحی بھیجی کہ وہ صبر سے کام لیں اب یہ لوگ عذاب سے نہ بچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نجات عطا فرمائے گا اور اس پوری قوم کو تباہ وبرباد کر دے گا چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک چنگھاڑ سنائی دی جس سے ان کے کانوں کے پردے پھٹ گئے اور پوری ظالم قوم کے لوگ اس طرح پڑے نظر آئے جیسے باڑہ لگانے والوں کی وہ باڑہ جو جانوروں کی حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہے اور وہ ٹوٹ کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح اس قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

قوم عاد اور قوم ثمود کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کی نافرمان قوم کے متعلق فرمایا ہے کہ اس قوم کا یہ عالم تھا کہ حضرت لوط نے ان کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی غیر فطری خواہشوں میں لگے رہے۔ ایک مرتبہ جب اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو نوجوان لڑکوں کی شکل میں بھیجا اور اس قوم کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ حضرت لوط کے پاس پہنچ گئے اور اس بات پر زبردستی کرنے لگے کہ وہ نوجوان لڑکے جو آپ کے مہمان ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت لوطؑ جو اپنی قوم سے اچھی طرح واقف تھے یہ سن کر گھبرا گئے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہوئے حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ ہرگز پریشان نہ ہوں کیونکہ ہم اللہ کی طرف سے اس ظالم و بدکار قوم کے لئے بھیجے گئے ہیں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب اس قوم کے لوگوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اللہ نے ان کو اندھا کر دیا۔ ان کی آنکھیں چوپٹ ہوگئیں اور وہ اندھے ہو کر ادھر ادھر دھکے کھانے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ صبح ہونے سے پہلے آپ (سوائے اپنی نافرمان بیوی کے) گھر کے سارے افراد اور اہل ایمان کو لے کر اس شہر سے نکل جایئے اور پلٹ کر نہ دیکھئے۔ جب حضرت لوطؑ ان کے گھر والے اور اہل ایمان ان بستیوں سے نکل گئے تو حضرت جبرئیل نے قوم لوط کی بستیوں کو اٹھایا اور آسمان کی بلندیوں تک لے جا کر پٹک دیا۔ پھر ان پر پتھروں کی زبردست بارش کر دی گئی۔ سمندر کا پانی ان کی بستیوں پر چڑھ دوڑا اور اس طرح اللہ کے عذاب نے اس پوری قوم اور ان کی آبادیوں کو سمندر میں ڈبو دیا۔ بحر مردار (ڈیڈسی) ان ہی بستیوں پر چھایا ہوا ہے۔ یہ سمندر کا وہ حصہ ہے کہ اس پانی میں چھوٹے سے چھوٹا جانور بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کے بدترین انجام کو بیان کرنے کے بعد قوم فرعون کا ذکر فرمایا۔ فرعون اپنے وقت کا انتہائی طاقت ور بادشاہ تھا۔ اپنے آپ کو معبود بنا بیٹھا تھا۔ ہر طرف اس کی حکومت کا ظلم و ستم اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ماؤں کی گود سے چھین کر ان کے سامنے ان کے بیٹوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے مگر ان ماؤں کو اس ظالمانہ کاروائی پر اف تک کرنے یا احتجاج کرنے کی ہمت و طاقت اور اجازت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارون کو بہت سی نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو بنی اسرائیل پر ظلم و ستم سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کو جادو قرار دے کر ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ اس کفر و انکار اور ظلم و ستم کی وجہ سے فرعون اس قدر بے قیمت ہو چکا تھا کہ جب اس پر اور اس کی قوم پر اللہ کا عذاب آیا اور اس کو اور اس کی قوم کو سمندر میں ڈبو دیا گیا تو وہ انتہائی مجبور اور بے بسی کے عالم میں اس طرح سمندر میں غوطے کھا رہا تھا کہ اس کی سلطنت، حکومت، مال و دولت اور فوج اس کے کسی کام نہ آسکی یعنی جب اللہ نے ایک زبردست طاقت ور بادشاہ کی طرح پکڑا تو پھر کوئی بھی اس کی گرفت سے اسے چھڑا نہ سکا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ظالم قوموں پر عذاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ سچائیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نہایت آسان اور سہل زبان میں بیان کر دیا ہے۔ جس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ سن کر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ دھیان دینے والا

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ اللہ جس برے انجام سے نافرمانوں کو ڈرا رہا ہے وہ ڈرانا کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

اللہ نے اپنے اس دستور کو بار بار بیان کیا ہے کہ جس سرزمین پر اللہ کے بندوں پر ظلم و ستم کیا جائے گا اور اللہ کی بندگی کے بجائے غیر اللہ کی عبادت و بندگی کی جائے گی اللہ ایسی قوموں کو مٹا کر دوسروں کو ان کی جگہ دے کر کامیاب کر دے گا۔ اسی طرح ہر وہ قوم جو اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرے گی اس کو نجات عطا کر کے دنیا اور آخرت میں سربلند کر دیا جائے گا۔

اللہ کا یہ ایسا دستور ہے جو ابتدائے کائنات سے ہے اور قیامت تک رہے گا اس میں کبھی تبدیلی آئی ہے اور نہ کبھی آئے گی۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿٤٦﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ
فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۭ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ
بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ
اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَ
كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

وقف لازم

ترجمہ: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

(اہلِ قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا) کیا تم میں سے کافر ان سب پہلے کافروں سے بہتر ہیں یا کتابوں میں ان کے لئے معافی کا پروانہ ہے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں۔ (یاد رکھو) بہت جلد یہ جماعت شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت کا ہے جو قیامت بڑی سخت اور بڑی کڑوی چیز ہے۔ بے شک یہ (مشرک) مجرم بڑی گمراہی اور جہالت میں مبتلا ہیں۔ بلکہ جب یہ (مجرمین) منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم جہنم کی آگ کی لپٹ کا مزہ چکھو۔ بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی ہے۔ اور ہمارا حکم تو اس طرح ہوتا ہے جیسے پلک کا جھپکنا۔ اور بے شک ہم تمہارے بہت سے ہم مذہب لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ اور انہوں نے جو کچھ کہا وہ سب کا سب کتابوں میں (نامہ اعمال میں) لکھا ہوا ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔ بے شک اہل تقویٰ (جنت کے) باغوں اور نہروں میں (عیش و آرام سے) ہوں گے۔ ان کو عزت کا ایک مقام حاصل ہوگا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ کا قرب نصیب ہوگا جو بہت قدرت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

بَرَآءَ ةٌ معافی ہے

اَلزُّبُرُ کتابیں۔ صحیفے

مُنْتَصِرٌ غالب رہنے والا

سَيُهْزَمُ بہت جلد وہ شکست کھائے گا

اَدْهٰى زیادہ مصیبت والا

سُعُرٌ پاگل پن

يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹیں گے

سَقَرٌ جہنم کی آگ

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ جیسے آنکھ کا جھپکنا

اَشْيَاعٌ ساتھی

مُسْتَطَرٌ لکھا گیا

مَقْعَدٌ بیٹھنے کی جگہ۔ٹھکانا

تشریح: آیت نمبر ۴۳ تا ۵۵

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی چار ایسی طاقت ور اور دنیاوی وسائل سے بھر پور قوموں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کا ذکر کرنے کے بعد مکہ کے رہنے والے کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ اتنی طاقت ور قوموں کا بدترین انجام اور ان کے کھنڈرات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے نظام قدرت کے سامنے دنیا کی کسی طاقت کی مجال نہیں ہے کہ اس کا فیصلہ آنے کے بعد ایک لمحے بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکے۔ فرمایا کہ ان طاقت ور قوموں کے سامنے تمہاری معمولی سرداریوں اور مال و دولت کی کیا حیثیت ہے؟ بتاؤ طاقت وقوت کے لحاظ سے وہ بہتر تھے یا تم ہو؟ تم اپنی شرارتوں اور کفر وشرک کے باوجود اتنے مطمئن بیٹھے ہو اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہے ہو کیا تمہارے پاس تمہاری کتابوں میں کوئی ایسا معافی نامہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ہر ایک پر عذاب آئے گا اور تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تم پر اللہ کا وہ عذاب نہیں آئے گا جو گذری ہوئی قوموں پر آیا تھا۔ فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غلط فہمی ہے کہ تمہاری جماعت، جتھا اور گروہ بہت مضبوط ہے اور تمہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا تو یاد رکھو بہت جلد تمہارا یہ جتھا زبردست شکست سے دوچار ہوگا اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آؤ گے۔ جب اللہ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جماعت اور جتھا ہوگا جو شکست کھائے گا۔ مگر غزوہ بدر کے موقع پر جب کفار مکہ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ تب میں سمجھا کہ یہ تھی کفار کی وہ شکست جس کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی۔ فرمایا کہ یہ تو کفار مکہ کے کفر و شرک کی وہ سزا ہے جو غزوہ بدر اور غزوہ احزاب میں دی گئی اصل سزا تو قیامت کے دن دی جائے گی جب ان کافروں کو اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا جائے گا کہ لو اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن کا انکار کرنے والوں سے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں ہم نے ایک قانون اور ضابطہ بنا رکھا ہے جو "تقدیر الٰہی" ہے۔ اس دنیا میں ہر چیز پیدا ہوتی ہے بڑھتی، گھٹتی اور آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔ یہی تقدیر الٰہی اس دنیا کے ساتھ بھی مقرر ہے کہ یہ دنیا چلتی رہے گی لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب اس دنیا کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا جائے گا تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی کیوں کہ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے ہونے کا حکم دیتا ہے اور جتنی دیر میں پلک جھپکتی ہے اس سے بھی پہلے وہ چیز واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون اور دوسری نافرمان قوموں کو تباہ و برباد کردینے کا فیصلہ کیا گیا تو اللہ کے ایک حکم سے پلک جھپکتے ان قوموں اور ان کی طاقتوں کو تباہ و برباد کردیا گیا۔ فرمایا کہ ان تاریخی واقعات سے اور قرآن کریم کی آیات سے اگر کوئی نصیحت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے ورنہ ہر وہ کام جو انہوں نے دنیا میں کئے ہیں جن کا پورا پورا ریکارڈ اللہ کے پاس محفوظ ہے خواہ وہ بات چھوٹی تھی یا بڑی ہر چیز لکھی لکھائی محفوظ ہے اس کے مطابق اس قیامت کے دن سزا یا جزا دی جائے گی۔

آخر میں فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گذاری ہوگی وہ قیامت کے دن جنت کے خوبصورت باغوں اور بہتے ہوئے حسین چشموں کے درمیان عیش و آرام سے ہوں گے۔ انہیں عزت کا مقام عطا کیا جائے گا اور ان کو ایک ایسے بادشاہ (یعنی اللہ) کا قرب نصیب ہوگا جو بڑی قدرت و طاقت والا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۵

الرَّحْمٰن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الرحمٰن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	55
کل رکوع	3
آیات	78
الفاظ وکلمات	351
حروف	1683
مقام نزول	مکہ مکرمہ

☆ جب نبی کریم ﷺ اللہ کی صفت ''رحمٰن'' کا ذکر فرماتے تو کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ کون رحمٰن؟ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے اور یہ کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ کبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو اور کبھی رحمٰن کا ذکر کرتے ہیں۔ کیا ہم اسی کو سجدہ کریں گے جس کے متعلق تم بیان کرتے رہو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمٰن کو نازل فرمایا اور بتایا کہ اللہ اور رحمٰن دو نہیں بلکہ لفظ اللہ اس کا اسم ذات ہے اور رحمٰن اس کا صفاتی نام ہے۔ جس کے معنی نہایت رحم کرنے والے کے آتے ہیں۔

ایک دن نبی کریم ﷺ نے سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہؓ نے نہایت ادب اور خاموشی سے اس سورۃ کو سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے اچھے تو جنات ہی رہے جب میں نے ان کے سامنے اس سورۃ کی تلاوت کی اور جب یہ آیت آتی ''فبای الاء ربکما تکذبان'' تو وہ کہتے ''لَا بِشَیۡءٍ مِنۡ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الۡحَمۡدُ'' علماء نے فرمایا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب بھی سورۂ رحمٰن میں یہ آیت آئے تو اس پر اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے جس طرح جنات نے ادا کیا تھا۔

فرمایا رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن کریم کی تعلیم دی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے اس کو بولنے کی صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ اسی نے چاند اور سورج کو ایک خاص نظام کے تحت حساب اور توازن سے قائم کر رکھا ہے۔ ستارے ہوں یا درخت ہر ایک اسی رحمٰن کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی نے آسمان کو بلند کر کے اس میں ایک توازن پیدا کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم بھی اس میزان میں خلل نہ ڈالو۔ تم عام زندگی کے لین دین میں ٹھیک ٹھیک تولو اور ماپ تول میں کسی طرح کی کمی نہ کرو۔

اس رحمٰن نے زمین کو ساری مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ آدمی کے لیے غلافوں میں لپٹے ہوئے پھل اور کھجوریں پیدا کیں۔ طرح طرح کے غلے پیدا کیے اور اسی میں جانوروں کی غذا بھوسہ بھی پیدا فرمایا۔

اسی رحمٰن نے دو دریاؤں کو اس طرح بنایا کہ وہ آپس میں ملے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور آڑ بنا دی جس سے وہ آپس میں نہیں ملتے۔

اسی نے سمندر سے اور دریاؤں سے موتی اور مونگے نکالے۔ اسی رحمٰن کے اختیار میں وہ اونچے اونچے جہاز ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس دنیا میں سوائے

اس سورۃ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے فضل و کرم اور ہر طرح کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکتیس مرتبہ ایک ہی آیت
فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کو دہرایا گیا ہے جس میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر جو بے شمار نعمتیں نازل کی ہیں ان کی قدر کر کے ہر آن اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ نعمتوں میں اور اضافہ فرما دیتا ہے۔

اللہ رب العالمین کی کریم ذات کے اور کسی چیز کو بقا حاصل نہیں ہے۔ ہر چیز کو ایک دن فنا ہونا ہے۔ زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوقات ہیں اپنی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہونے کے لیے اسی کے آگے سوالی ہیں اسی سے مانگ رہے ہیں۔ اس کی ذات بھی ہر آن کسی نئی شان سے جلوہ گر ہے۔

فرمایا کہ اے انسانوں اور جنات ہم بہت جلد تم سے حساب لینے ہی والے ہیں۔ اے انسانو! اور جنات کے گروہو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ کر دیکھ لو۔ اس کے لیے بڑی طاقت و قوت کی ضرورت ہے (جو تمہارے اندر موجود نہیں ہے)۔ فرمایا کہ ہم نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر تم بھاگنے کی کوشش بھی کرو گے تو تمہارے اوپر اس شعلے اور دھویں کو چھوڑ دیا جائے گا جس کا تم مقابلہ نہ کر سکو گے۔

فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب (اللہ کے خوف سے) آسمان پھٹ کر لال چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی کیونکہ اس دن وہ اپنی پیشانیوں اور پریشان چہروں سے پہچان لیے جائیں گے۔ اگر وہ ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کریں گے تو اللہ کے فرشتے ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کو تم زندگی بھر جھٹلاتے رہے۔ وہ جہنم والے اس دن کھولتے ہوئے گرم پانی کے چکر کاٹ رہے ہوں گے۔

اس دن وہ خوش نصیب لوگ بھی ہوں گے جو زندگی بھر اللہ کا خوف رکھتے ہوئے اپنے اعمال سرانجام دیتے تھے۔ ان کے لیے دو باغ ہوں گے۔ ہرے بھرے خوبصورت اور ان باغوں میں دو ایسے چشمے ہوں گے جو بہہ رہے ہوں گے۔ ان میں ہر طرح کے پھل اور میوے ہوں گے اور وہ بھی دو قسم کے یعنی طرح طرح کے پھل ہوں گے۔ اہل جنت ایسے فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور باغوں کی ڈالیاں ان پر جھکی پڑ رہی ہوں گی۔ ان ہی نعمتوں کے درمیان وہ خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی شرمیلی حوریں ہوں گی جنہیں کبھی کسی انسان یا جن نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ ایسی حسین و جمیل جیسے ہیرے موتی۔ ان نیکوکاروں کا بدلہ تو یہی ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے گھنے سرسبز و شاداب، ان جنتوں میں ابلتے ہوئے فوارے کی طرح پانی کے دو چشمے ہوں گے۔ کثرت سے پھل، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں ہوں گی، خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حوریں جنہیں کسی انسان یا جن نے اس سے پہلے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ وہ جنتی سبز قالینوں اور حسین و جمیل فرشوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بلا شک و شبہ اے نبی ﷺ! آپ کے پروردگار کا نام بڑی برکت والا ہے جو بڑی عظمتوں والا اور کرم کرنے والا ہے۔

اس سورۃ میں شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کے فضل و کرم اور ہر طرح کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ایک ہی آیت کو اکتیس مرتبہ دہرا کر پوچھا ہے کہ انسانو! اور جنات تم پر اللہ کی اتنی زیادہ نعمتیں ہیں کہ تم ان کا شکر ادا کرنا تو بڑی بات ہے تم ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے کیا تم اس کی نعمتوں کا انکار کر سکتے ہو۔ ہر انصاف پسند شخص کی زبان سے یہی الفاظ ادا ہوں گے الٰہی! ہم آپ کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سورہ رحمٰن کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرامؓ جو ادب و احترام کا پیکر تھے وہ اس سورۃ کو بڑے احترام سے سنتے رہے اور خاموش رہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سے تو جنات ہی اچھے رہے۔ جب ان کے سامنے میں نے سورہ رحمٰن کی تلاوت کی اور یہ آیت آئی "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" تو وہ جنات کہتے جاتے تھے کہ "لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ" یعنی اے ہمارے رب ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں۔

علماء نے فرمایا کہ جب بھی آدمی اس سورۃ کو پڑھے یا (نماز با جماعت کے علاوہ) کسی سے سنے تو اس وقت اس دعا کو پڑھنا سنت ہے۔

سُورَةُ الرَّحْمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ
ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ
مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ
يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۳
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۵

النصف ع ۱ ۲۵ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

رحمٰن جس نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسی نے بولنا اور کلام کرنا

سکھایا۔سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت سب اسی کو سجدے کرتے ہیں (اسی کی اطاعت کرتے ہیں) اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے توازن (ترازو) رکھ دی۔ تا کہ تم وزن میں بے اعتدالی نہ کرو۔ اور انصاف سے سیدھی ترازو تولو اور نہ گھٹاؤ (کم مت تولو) اور اس نے زمین کو مخلوق کے فائدے کے لئے پھیلا دیا۔ جس میں میوے اور کھجوروں کے درخت ہیں جن کے پھلوں پر غلاف ہیں اس میں بھوسہ اور اناج اور خوشبو دار پھول ہیں۔ اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اس نے انسان کو ایک خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکرے کی طرح کھن کھن بولتی تھی۔ اور اسی نے جان (ابو الجنات) کو بے دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ پھر تم اے جن وانس اس کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پروردگار ہے پھر تم اس کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ اسی نے دو دریاؤں کو اس طرح بہا دیا کہ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں جن کے درمیان ایک پردہ ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ ان دو دریاؤں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ پھر تم اے جن وانس اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ سمندر میں چلنے والے جہاز جو پہاڑ کی طرح بلند ہیں اسی کے اختیار میں ہیں۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۵

عَلَّمَ	اس نے سکھایا
اَلْبَیَانُ	بولنا
بِحُسْبَانٍ	ایک حساب سے۔ایک طریقے سے
اَلنَّجْمُ	بے تنے کے درخت۔ پودے
وَضَعَ	اس نے رکھا۔اس نے بنایا
اَلَّا تَطْغَوْا	یہ کہ تم نہ گھٹاؤ
اَنَامٌ	مخلوق

اَلْاَکْمَامُ (کِمٌّ)	غلاف۔ چھلکا
اَلْعَصْفُ	بھوسہ (جانوروں کی غذا)
اَلرَّیْحَانُ	خوشبودار
اَلْآءٌ (اِلیٌ)	نعمتیں
صَلْصَالٌ	خشک مٹی جو کھن کھن بجتی ہو
اَلْفَخَّارُ	ٹھیکرا
اَلْجَانُّ	جن۔ ابوالجنات
مَارِجٌ	شعلہ جس میں دھواں نہ ہو
مَرَجٌ	(خوب بہتا ہے) جاری کیا
اَلْبَحْرَیْنِ	دو دریا۔ دو سمندر
بَرْزَخٌ	پردہ۔ رکاوٹ
لَا یَبْغِیٰنِ	دونوں کو ملنے نہیں دیتا
اَللُّؤْلُؤُ	موتی
اَلْمَرْجَانُ	مونگا۔ سفید موتی
اَلْمُنْشَئٰتُ	بلند کئے ہوئے
اَلْاَعْلَامُ (عَلَمٌ)	پہاڑ۔ جھنڈا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو ایسی ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں اس کے اپنے وجود کے اندر اور اس کے اردگرد بکھری ہوئی ہیں لیکن انسان کو ان نعمتوں کی اس وقت تک قدر نہیں ہوتی

جب تک وہ اس کے ہاتھ سے نکل نہیں جاتیں۔ زوال نعمت کے بعد نعمتوں کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں بار بار ایک ہی آیت کو دھرایا ہے اور کائنات کی دو صاحب اقتدار اور ذمہ دار مخلوقات جنات اور انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ'' یعنی (اے جن وانس) تم دونوں اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ایک ہی آیت کو ۶۸ آیات میں اکتیس مرتبہ دھرانا اس بات کی علامت ہے کہ جب تک اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اگر تم اللہ کی نعمتوں پر شکر کرو گے تو (ہمارا یہ وعدہ ہے کہ) ہم ان نعمتوں کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔'' اور اس کے ساتھ ہی فرمادیا کہ ''اگر تم نے ناشکری (کا طریقہ اختیار) کیا تو (ناشکری پر) میرا عذاب بھی شدید تر ہے''۔

اس سورت کی ابتدا ''رحمٰن'' سے کی گئی ہے جس کے معنی ہیں ''بہت رحم کرنے والا'' یہ اللہ کا صفاتی نام ہے۔ لیکن کفار مکہ کے لئے رحمٰن کا لفظ بالکل نیا تھا بلکہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ اور رحمٰن دو الگ الگ معبود ہیں اسی لئے وہ کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے اور یہ کیا بات ہوئی کبھی تم کہتے ہو کہ اللہ کی عبادت کرو اور کبھی کہتے ہو رحمٰن کی قدر پہچانو اور اس کو سجدہ کرو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بس جس کو تم کہہ دو وہی معبود ہے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کی احمقانہ اور جاہلانہ بات کا جواب دینے کے بجائے پوری سورۂ رحمٰن نازل کر کے بتادیا کہ اللہ اور رحمٰن دو معبود نہیں بلکہ ایک ہی معبود ہے۔ اللہ ہی رحمٰن ہے جس نے قرآن جیسی باعظمت کتاب کی تعلیم دی۔ انسان کو وجود بخشا، اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لئے اس کو بولنے اور کلام کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا اور پوری کائنات کو اس کی خدمت پر لگادیا چاند، سورج اور ستاروں کے راستے مقرر کردیئے جو ایک خاص حساب سے گھوم رہے ہیں اور فضا میں تیر رہے ہیں۔ اس نے بیلوں، پودوں، بڑے بڑے سائے دار گھنے درختوں کو اس کے رزق کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے نظام کائنات کو عدل وانصاف اور ایک خاص توازن سے خوبصورتی عطا فرمائی اور لوگوں کے ہاتھوں میں ترازوئے عدل دے کر حکم دیا کہ وہ اس کائنات میں اپنے عمل کردار اور تجارتی بددیانتیوں سے اس توازن اور اعتدال کو ضائع نہ کریں اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے معاملات زندگی کو حسین تر بنائیں۔ اس نے زمین کو اس پر بسنے اور آباد رہنے والی مخلوق کے فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ خوشبودار چیزیں، طرح طرح کے لذیز پھل، سبزیاں، ترکاریاں اور غلہ پیدا کیا۔ اسی غلے میں جانوروں کی غذا بھوسے کو پیدا کر کے انسانی ہاتھوں کو جانوروں تک رزق پہنچانے کا ذریعہ بنادیا۔ اسی نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا اور آگ بھی ایسی کہ جس میں دھواں نہ تھا۔ انسان اور جنات کو کائنات میں با اختیار بھی بنایا اور ذمہ دار مخلوق بھی اور ان کو پیدا کر کے ان کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ ان کی رہنمائی کے تمام اسباب بھی پیدا کئے تاکہ جب بھی وہ سیدھی ڈگر سے ہٹ کر غلط راستوں پر چل پڑیں تو ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کی جائے۔ اسی رحمٰن نے سورج کے نکلنے، ڈوبنے اور مختلف منزلوں سے گذرنے کے قاعدے طریقے اور قانون بنائے تاکہ دنوں، تاریخوں اور ماہ و سال کے حساب کو متعین کیا جاسکے اور مختلف موسم آتے جاتے رہیں تاکہ موسم کی یکسانیت سے انسان اکتانہ جائے۔ زمین سے چاند اور سورج کا فاصلہ اس حساب سے رکھا گیا کہ اس میں

فرق نہ آنے پائے کیونکہ اگر یہ فاصلہ ذرا بھی گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو اس زمین پر انسان کو زندگی گذارنا مشکل ہو جائے فرمایا کہ وہ ہر مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے اسی نے سمندر اور دریا پیدا کئے جن میں سے بعض تو ایسے دریا اور سمندر ہیں کہ دو دریا اور سمندر مل رہے ہیں مگر ہر پانی کا رنگ اور مزہ بالکل مختلف ہے آدمی دور سے دیکھ کر اس فرق کو صاف محسوس کر سکتا ہے۔ اسی رحمٰن نے ایک ہی زمین میں کھارے اور میٹھے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ اسی سے میٹھا اور کھارا پانی نکل رہا ہے، اسی سے تیل اور گیس نکل رہا ہے لیکن سب الگ الگ وہ ایک دوسرے میں ملتے نہیں ہیں۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ سمندر اور دریاؤں کے پانیوں سے قیمتی موتی اور مونگے نکلتے ہیں جن سے زیور بھی بنتے ہیں اور تجارت کے کام بھی آتے ہیں۔ سمندر کی چھاتی پر پہاڑوں کی طرح کھڑے ہوئے اور چلتے ہوئے جہاز جن کی سمندر میں ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں ہوتی ان کے لئے اللہ موافق ہوا چلا کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس نے انسانوں کے رزق کا اور آنے جانے کا راستہ ہموار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب اس اللہ رحمٰن و رحیم کا کرم ہے جس نے انسانوں اور جنات کو ان نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ فرمایا کہ اے جن و انس تم اللہ کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ یہ ہر نعمت اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱)۔ ان آیات میں پہلے تعلیم قرآن کا اور پھر انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ کلام کی اس ترتیب سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت قرآن کریم اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔ اگر ایک شخص اللہ کے پاک کلام کی پوری طرح اتباع کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل کرتا ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور خیر کا اپنے آپ کو مستحق بنا لیتا ہے۔

۲)۔ اس نے بولنا اور کلام کرنا سکھایا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور، سمجھ، دانائی اور فہم و فراست کی دولت سے انسان کو نوازا ہے۔ انسان سوچتا ہے، سمجھتا ہے، تجربے کر کے نئی سے نئی بات پیدا کرتا ہے اور اپنے دل کی ہر بات اور اپنے دماغ اور تجربات کی ہر سوچ اور عمل کو الفاظ کے سانچوں میں ڈھال کر بیان کر دیتا ہے۔ دلی جذبات کا زبان سے اظہار اتنی بڑی نعمت ہے جو اس کائنات میں کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔ اس جگہ اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ انسان کی ہر سوچ اور فکر ضروری نہیں ہے کہ اس کو منزل تک پہنچا دے اگر اس کی سوچ اور فکر کو قرآن کریم کی روشنی اور ہدایت نصیب ہو جائے اور سنت رسول ﷺ سے جلا مل جائے تو پھر اس سے انسانی ذہن و فکر میں وہ انقلاب برپا ہو جاتا ہے جو اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب و بامراد کر دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کی برکت سے جب اپنے جذبات کے اظہار کیلئے قرآن کریم کی زبان مل گئی تو انہوں نے زبان و بیان سے ساری دنیا میں بے مثال انقلاب برپا کر کے ساری دنیا کے اندھیروں کو دور کر دیا تھا۔

۳)۔ تجارتی بددیانتی بھی کفر و شرک کی طرح ایک بدترین عادت ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کو تجارت میں بددیانتی کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا۔ ان کے لینے کے پیمانے اور ہوتے تھے اور دینے کے کچھ اور۔ فرمایا کہ اللہ نے کائنات میں جس توازن کو قائم کیا ہے اور ہر چیز سے عدل و انصاف کیا ہے تم بھی ان اصولوں کا خیال رکھو۔ جن لوگوں کے حقوق تمہارے ہاتھوں میں سونپے

گئے ہیں اگر تم نے ان میں بے اعتدالی، بے انصافی اور ظلم وزیادتی کو رواج دیا تو نہ صرف قانون فطرت سے بغاوت ہوگی بلکہ عذاب اور سزا کا سبب بھی ہوسکتی ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ
وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾
سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا
تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ
فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ
الْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ
بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

وقف لازم
ع ۲
۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

جو بھی (روئے زمین پر ہے) وہ فنا ہونے والا ہے۔ صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے وہی باقی رہ جائے گی۔ پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ زمین اور آسمان میں بسنے والے سب ہی لوگ اس سے سوال کرتے ہیں وہ ہر روز ایک نئی شان (نئے کام) میں ہے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اے جن وانس کی دونوں جماعتوں ہم بہت جلد (حساب کتاب کے لئے) فارغ ہوئے جاتے ہیں پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ اے گروہ جن وانس اگر تم آسمان وزمین کی حدوں سے باہر نکل جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔ لیکن تم کسی زور اور طاقت کے بغیر باہر نہیں نکل سکتے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ تم دونوں پر خالص آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

پھر جب آسمان پھٹ کر ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے تیل کی تلچھٹ۔ تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ پھر اس دن کسی انسان سے اور کسی جن سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

گناہ گار اپنے چہروں کی علامت سے پہچان لئے جائیں گے۔ پھر ان کو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم (گناہ گار) جھٹلایا کرتے تھے۔ یہ مجرم آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان میں پھرتے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

فَانٍ فنا ہونے والا

وَجْهُ	چہرہ۔ذات
ذُو الْجَلَالِ	عزت وعظمت والا
يَسْئَلُ	سوال کرتا ہے
شَأْنٌ	ضروری کام۔شان
اَلثَّقَلٰنُ	دو بڑی بھاری مخلوق
مَعْشَرٌ	گروہ۔جماعت
تَنْفُذُوْا	تم نکل بھاگو
اَقْطَارٌ	کنارے
سُلْطَانٌ	طاقت وقوت
شُوَاظٌ	شعلے
نُحَاسٌ	دھواں
لَا تَنْتَصِرَانِ	تم بدلہ نہ لے سکو گے
اِنْشَقَّتْ	پھٹ پڑی
وَرْدَةٌ	سرخ
اَلدِّهَانُ	رنگا ہوا سرخ چمڑا
يُعْرَفُ	پہچان لیا گیا

اَلنَّوَاصِیُ	پیشانیاں
یَطُوْفُوْنَ	وہ گھومیں گے
حَمِیْمٌ	کھولتا ہوا
اٰنٍ	بہت کھولتا ہوا گرم پانی

تشریح: آیت نمبر ۲۶ تا ۴۵

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر سب سے بڑا کرم اور نعمت یہ ہے کہ اس نے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی انسانوں اور جنات کو اس بات سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے کہ اس کے بندوں نے جو بھی نیکی اور بھلائی کی ہے وہ ضائع نہ ہوگی اور جس نے برے اعمال کئے ہوں گے اس کا حساب بھی اس کے پاس موجود ہے جو قیامت کے دن اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ نیک اعمال پر بہترین اجر وثواب اور برے اعمال پر سخت سزا اور عذاب دیا جائے گا۔ قیامت قائم ہونے اور موت کے فرشتوں کے آنے سے پہلے پہلے جس نے اپنے کفر وشرک اور گناہوں سے توبہ کر لی اور اللہ ورسول کے احکامات کے مطابق حسن عمل پیش کیا اس کو جنت کی ابدی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن اگر کسی نے اپنی روش زندگی کو نہ بدلا اور وہ اپنے کفر وشرک اور گناہوں پر اڑا رہا تو پھر اس کو جنت کی ہوا تک نہ لگے گی۔

فرمایا کہ تم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ اس دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ ہر آن ٹوٹ پھوٹ اور فنا کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک چیز آج موجود ہے جو خوب پھل پھول رہی ہے لیکن کچھ دن کے بعد وہی چیز بوسیدہ اور کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہے پھر کوئی نئی چیز اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ فرمایا کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس پوری کائنات کو اور اس میں بسنے والی ہر ایک مخلوق کو فنا کر دیا جائے گا۔ اللہ کی ذات کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ اللہ کے غضب اور جلال سے آسمان کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ زمین و آسمان، چاند سورج اور ستارے سب کے سب ختم ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس مخلوق کو چاہیں گے دوبارہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ وہ میدان حشر قائم ہوگا جس میں اولین و آخری ساری مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔ میزان عدل قائم کی جائے گی اور پھر ہر شخص کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ ایک طرف کفار ومشرکین اور اللہ کے نافرمان گناہ گار لوگ ہوں گے دوسری طرف زندگی بھر

نیکی، تقویٰ اور پرہیز گاری سے وقت گذارنے والے ہوں گے۔

کفار و مشرکین جب اس میدان حشر میں اللہ کے عذاب کو دیکھیں گے تو اس سے نظریں چرائیں گے۔ ایک دوسرے کی آڑ میں چھپنے کی کوشش کریں گے لیکن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم کہیں چھپ نہ سکو گے زمین و آسمان کے کنارے بھی تمہیں پناہ نہ دیں گے۔ جہاں بھی چھپو گے اللہ کے فرشتے تمہیں سر کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اللہ کے سامنے پیش کر دیں گے۔ پھر تمہارے اعمال کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ان کفار و مجرمین پر عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایسی گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ طاری ہوگی کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ بے رونق آنکھیں نیلی ہو جائیں گی۔ پیاس کی شدت سے بوکھلا کر پانی تلاش کریں گے۔ ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا جسے وہ بے قراری سے پی جائیں گے۔ لیکن اس کھولتے گرم پانی کے پینے سے ان کی آنتیں بھی باہر نکل پڑیں گی۔ یہ مجرمین اپنے اعمال کے سبب پہچان لئے جائیں گے۔ ان کو پہچاننے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ وہ جھوٹے معبود جن کے سہارے کی ان کو امید ہوگی وہ ان سے یہ کہہ کر دامن چھڑا لیں گے کہ الٰہی! ان لوگوں کو ہم نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی ہر گمراہی کی طرف بڑی تیزی سے دوڑ دوڑ کر آیا کرتے تھے۔ اگر انہوں نے ہماری بات مان لی ہے تو یہ ان کی فطرت کی خرابی تھی اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ اپنے معبودوں کو پکاریں گے مگر ان کو کوئی جواب نہ ملے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کفار و مشرکین کو سر کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑ کر انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹا جائے گا اور ان کو جہنم کی اس آگ میں جھونک دیا جائے گا جس سے کسی حال میں چھٹکارا نہ مل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔

اس کے برخلاف جو لوگ نیکی، تقویٰ، پرہیز گاری اور بھلائی کی زندگی گذارتے رہے ہوں گے ان کو اس دن انتہائی عزت و احترام کا اعلیٰ مقام عطا کیا جائے گا۔ فرشتے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کریں گے۔ ان کو سلام کریں گے۔ اللہ کی طرف سے سلامتی کی خوش خبریاں دیں گے ان کا حساب کتاب ہونے کے بعد ان کو جنت کی ابدی راحتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔

ان جنتوں میں ہر طرف خوشی و مسرت، عزت و سربلندی، سرسبزی و شادابی ہوگی، بہتے ہوئے چشمے، خوبصورت باغات، دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی، حسین و خوبصورت حوریں اور ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ جو بھی خواہش کریں گے ان کی وہ خواہش اور تمنا اسی وقت پوری کر دی جائے گی۔ ان جنتوں میں کسی طرح کی لغو، فضول باتیں، دشمنیاں، مخالفت، بغض و حسد اور کسی طرح کے گناہ کا کوئی کام نہ ہوگا ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔ کیا یہ نعمت نہیں ہے کہ کفار و مشرکین اور ظالم و گناہ گار جہنم میں اور تقوی و پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والے جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار ہو چکے ہوں گے۔ اگر زمین و آسمان اور چاند سورج ستارے فنا نہ کئے جاتے تو تمہیں جنت کی یہ راحتیں کیسے نصیب ہوتیں۔ اور وہ کفار و مشرکین جنہوں نے پوری زندگی تمہاری مخالفت اور دشمنی میں گذاری ہے ان کو سزا کیسے ملتی کائنات میں فنا اور بقا سب اللہ کی نعمتیں ہیں جو اس نے اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اور گناہ گاروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کا ذریعہ بنائی ہیں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا
عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ
فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ
بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ
الْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا
جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾ ع ٣ ٣ ١٣

ترجمہ: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے بہت عمدہ دو باغ ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں باغ بہت زیادہ شاخوں والے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میوے دو دو قسموں پر ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اہل جنت) فرش پر تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ رکھنے والی ایسی (حوریں ہوں گی) جنہیں اہل جنت سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہ ہوگا۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے یاقوت اور مونگے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے علاوہ (ذرا کم درجہ کے) دو باغ اور ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے وہ دونوں خوب گہرے سبز رنگ کے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہوں گی۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ حوریں خوبصورت رنگت والی اور خیموں میں محفوظ ہوں گی۔ پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا نہ کسی جن نے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ وہ اہل جنت بہترین اور خوش نما فرش پر سبز رنگ کے تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ پھر تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کے پروردگار کا نام بڑا برکت والا ہے جو صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ	بہت شاخوں والے
بَطَائِنُ (بَطَنٌ)	استر۔ پیٹ
اِسْتَبْرَقٌ	سبز ریشم
دَانٌ	قریب قریب
قٰصِرٰتٌ	روکنے والیاں
لَمْ یَطْمِثْ	ہاتھ نہ لگایا ہوگا
مُدْهَآ مَّتٰنِ	دو گہرے سبز
نَضَّاخَتٰنِ	دو چشمے جوش مارتے ہوئے
رُمَّانٌ	انار
خَیْرٰتٌ	بہت عمدہ
حِسَانٌ	خوبصورت و حسین
اَلْخِیَامُ	خیمے
رَفْرَفٌ	مسند۔ مسہریاں
عَبْقَرِیٌّ	قیمتی
تَبٰرَکَ	برکت والا
اَلْاِکْرَامُ	بہت بزرگی اور عظمت والا

تشریح: آیت نمبر ۴۶ تا ۷۸

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ تقویٰ، پرہیز گاریوں اور نیکیوں کے ساتھ زندگی گذارنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

چنانچہ کفار و مشرکین اور گناہ گار مجرموں کی سزا کو بیان کرنے کے بعد ان صالح مومنین کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا جا رہا ہے جنہوں نے زندگی بھر اللہ کی رضا و خوشنودی کے سامنے زندگی کی تمام لذتوں اور آسائشوں کو چھوڑ کر حق و صداقت کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ جنت میں ان کا سب سے بڑا اعزاز و اکرام یہ ہوگا کہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جائیں گے جن کی خوبصورتی اور حسن و جمال کا تصور ناممکن ہے۔ خوبصورت ہرے بھرے باغات جن کے درختوں کا گھنا سایہ، کثرت سے طرح طرح کے پھل، صاف شفاف پانی کے ایسے دو چشمے جو دور تک بہتے چلے جائیں گے۔ لذت اور مٹھاس کے اعتبار سے ان کے پھلوں کی بھی دو قسمیں ہوں گی تا کہ یہ ہر طرح کے پھلوں کی مٹھاس اور لذت سے اچھی طرح لطف اندوز ہو سکیں۔ یہ لوگ ان باغوں میں تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کی ظاہری خوبصورتی تو اپنی جگہ اس کے استر بھی دبیز ریشم کے ہوں گے۔ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی شاخیں اتنے قریب کر دی جائیں گی کہ کسی بھی پھل کو کھانے میں کسی طرح کی مشقت نہ اٹھانی پڑے گی۔ شرم و حیا کی پیکر، شرمیلی نیچی نظریں رکھنے والی کنواری حوریں ہوں گی جنہیں جنات یا انسانوں میں سے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ وہ حوریں حسن و جمال، صفائی ستھرائی اور چمک دمک میں یاقوت کی طرح اور سرخی و سفیدی میں مرجان موتی کی طرح ہوں گی۔ اہل تقویٰ کی نیکیوں اور بہترین اعمال کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

یہ اجر و مقام تو ان لوگوں کے لئے ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب کتاب کے ڈر سے لرزتے کانپتے ہوں گے وہ اللہ کے خاص بندے ہیں لیکن عام مومنین صالحین کے بھی دو باغ ہوں گے جو اگر چہ ان کے اعمال کے لحاظ سے پہلے والے باغوں کی طرح نہیں ہوں گے لیکن اعزاز و اکرام اور جنت کی کیفیات، لذت اور حسن و جمال میں ان کے قریب قریب ہی ہوں گے۔ وہ دونوں باغ بھی سرسبز و شاداب ایسے گہرے سبز رنگ کے ہوں گے جن میں ہلکی سی سیاہی جھلکتی ہوگی۔ ان کے لئے جوش مارتے ابلتے ہوئے دو چشمے ہوں گے جو غالباً سلسبیل اور تسنیم کے ہوں گے۔ اتنے لذیز اور عمدہ میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے جن کے مزے اور لذت کا اس دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے ایسی نیک سیرت، حسین و خوبصورت کنواری حوریں ہوں گی جو خیموں میں محفوظ ہوں گی جنہیں کسی جن یا انسان نے ہاتھ تک نہ لگایا ہوگا۔ یہ اہل جنت خوبصورت سبز رنگ کے تکیے لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوں گے اور یہ سب کچھ اس پروردگار کی طرف سے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والوں کا انعام ہوگا جس پروردگار کا نام ہی برکت والا ہے۔ وہی صاحب عظمت اور صاحب کرم ہے۔ اللہ نے ان چیزوں کو نعمت قرار دے کر بار بار ایک ہی سوال کیا ہے کہ اے انسانو! اور جنات یہ اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں ان میں سے تم کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورة نمبر ۵۶

الوَاقِعَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الواقعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	56
کل رکوع	3
آیات	96
الفاظ وکلمات	384
حروف	1768
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں قیامت، آخرت، توحید، قرآن کریم کی عظمت اور اس کے متعلق کفار و مشرکین کے شبہات کو دور کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ قیامت کا آنا یقینی ہے وہ دن کسی کو بلند اور کسی کو ذلیل و رسوا کر دے گا اور کوئی اس کو جھٹلا نہ سکے گا۔ زلزلوں سے زمین ہلا دی جائے گی۔ یہ بڑے بڑے پہاڑ، ریزہ ریزہ اور غبار بن کر فضاؤں میں بکھر جائیں گے۔

فرمایا کہ اس وقت تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔

(۱) داہنے ہاتھ والے جن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔

(۲) بائیں ہاتھ والے جن کی بد نصیبی کا کیا ٹھکانا۔

(۳) اور آگے والے تو آگے ہی رہیں گے۔ وہ اللہ کے مقرب بندے نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے۔

اگلوں میں سے بہت اور پچھلے والوں میں سے کم ہوں گے۔ وہ حسین ترین جڑاؤ تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لیے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے شراب کے چشموں سے لبریز گلاس، برتن اور ساغر لیے دوڑتے ہوں گے۔ یہ وہ شراب ہوگی جسے پینے کے بعد نہ تو سر درد ہوگا اور نہ وہ بہکیں گے۔ ان کے سامنے قسم قسم کے پھل اور مزیدار چیزیں ہوں گی وہ جس چیز کو چاہیں گے ان کو دی جائے گی۔ پرندوں کا گوشت ہوگا اور وہ جس پرندے کو کھانے میں جیسے چاہیں گے استعمال کریں گے۔ ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی وہ ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے گئے قیمتی موتی۔ یہ سب کچھ ان کے اعمال کے

> اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن جسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیش کر رہے ہیں یہ اللہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا قرآن ہے۔ اس کی عظمت یہ ہے کہ اللہ نے اس کو ایک لوح میں محفوظ کر دیا ہے جسے صرف پاکیزہ فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن کریم اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تم اس سے نعمت حاصل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر رہے ہو؟

فرمایا کہ ہر شخص کو ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن اگر اس دنیا سے جانے والا اللہ کا مقرب بندہ ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہے اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس کے لیے اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہی سلامتی ہے۔ لیکن اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے تو سچائیوں کو جھٹلانے والے کا بدترین انجام یہ ہے کہ اس کو کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا اور اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ لہٰذا اس دنیا سے رخصت ہونے کے لیے بہتر انجام کی جدوجہد کی جائے ورنہ برے انجام سے اس کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

بدلے میں دیا جائے گا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ اس جنت میں کوئی فضول، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنائی دے گی۔ جو بات بھی ہوگی وہ ایک دوسرے کی سلامتی کی بات ہوگی۔

اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کو بھی بے شمار نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ بغیر کانٹے کی مزیدار بیریاں، تہہ در تہہ چڑھے ہوئے کیلے، گھنی چھاؤں، ہر وقت پینے کے لیے صاف شفاف پانی، کبھی نہ ختم ہونے والے اور بغیر کسی روک ٹوک کے کثرت سے ملنے والے پھل، اونچی اونچی نشستیں، ان کی بیویوں کو دوبارہ جوان اور کنواری بنا دیا جائے گا جو اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔ ان داہنے ہاتھ والوں کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ فرمایا بائیں ہاتھ والے جو اپنے بدترین انجام سے دوچار ہوں گے۔ جھلسا دینے والی گرم ہوائیں، کھولتا ہوا پانی، دھوئیں کے کالے بادل، کھانے کے لیے زقوم اور طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ ان پر کالے دھوئیں کے ایسے سائے ہوں گے جن میں نہ ٹھنڈک ہوگی اور نہ آرام وسکون۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بڑے عیش وآرام سے رہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو جائیں گی کیا ہم دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے وہ باپ دادا (جو ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں) بھی دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان شکی مزاج لوگوں سے کہہ دیجیے کہ ہاں سب اگلے پچھلے لوگ زندہ کر کے اس متعین ومقرر دن جمع کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے گمراہو! اور جھٹلانے والو! تم زقوم کا درخت ضرور کھاؤ گے۔ تمہیں اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ اس پر اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور اس دن تم پیاس کی شدت سے اس قدر بے حال ہوگے کہ اس طرح پانی پیو گے جیسے پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے۔ یہ ہے ان ظالموں کی مہمان داری جو اس دن کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ (جاننے کے باوجود) پھر بھی تم اس سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اچھا یہ بتاؤ نطفہ جسے تم ڈالتے ہو اس سے جیتا جاگتا آدمی ہم بناتے ہیں کہ تم بناتے ہو؟ تم ایک بیج بوتے ہو اور ہم اس سے کھیت اگاتے ہیں، زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں؟ تم جس پانی کو استعمال کرتے ہو اس کا بادل ہم اٹھا کر تم پر برساتے ہیں جو میٹھا پانی ہوتا ہے

اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا اور کڑوا بنا ڈالیں۔ تم جس آگ کو سلگاتے ہو اس کا درخت ہم نے پیدا کیا ہے یا تم نے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ یقیناً تمہاری پیدائش، کھیتوں کا اگنا، بارش کا برسنا اور آگ کا جلنا یہ سب اللہ کی قدرت کے نشانات ہیں اگر وہ چاہے تو ان میں سے ہر چیز کی تاثیر کو بدل کر رکھ دے مگر اس کا کرم ہے کہ اس نے ہر چیز کو اپنے بندوں کے لیے بنایا ہے پھر بھی وہ شکر ادا نہیں کرتے۔

آخر میں اللہ نے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ قرآن کریم جسے نبی کریم ﷺ پیش فرما رہے ہیں یہ تو آپ ﷺ نے خود گھڑا ہے نہ کسی شیطان نے اس کو نازل کیا ہے بلکہ یہ تو وہ قرآن کریم ہے جسے اللہ نے ایک محفوظ مقام (لوح محفوظ) میں رکھا ہوا ہے اس کو پاکیزہ فرشتوں کے سوا کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا اور اس کو رب العالمین نے نازل فرمایا ہے لیکن تم پھر بھی اس سے منہ پھیر رہے ہو کیا نعمت کے حق ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ کہ تم اس کو جھٹلا رہے ہو۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے ہے۔ فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی شخص مر رہا ہے اور اس کی جان حلق تک پہنچ گئی ہے تم اس اپنے عزیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ رخصت ہو رہا ہے۔ اپنی سی پوری کوشش کرتے ہو کہ اس کی جان بچالو مگر تم اس وقت بالکل بے بس نظر آتے ہو۔ وہ تم سے دور جا رہا ہوتا ہے لیکن ہم اس کے بہت قریب ہوتے ہیں مگر تمہاری نظریں ہمیں دیکھ نہیں سکتیں۔ اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہے تو اس کے لیے راحت بھری جنتیں اور بہترین رزق ہوتا ہے اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو اس پر سلامتی بھیجی جاتی ہے اگر وہ بائیں ہاتھ والوں میں سے ہے، سچائیوں کو جھٹلانے والا اور گمراہ ہے تو اس کو کھولتا ہوا پانی دے کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سب کچھ روز روشن کی طرح کھلی حقیقت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے وہی جزا یا سزا دے گا۔ آپ ﷺ اپنے مقصد کے لیے جدوجہد کرتے رہیے اور اپنے عظیم پروردگار کی حمد و ثنا کرتے رہیے۔ یہی کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ
رَّافِعَةٌ ۝٣ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦ وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ
مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝٩
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝١٢ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝١٣ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْآخِرِيْنَ ۝١٤
عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝١٥ مُّتَّكِـِٔيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝١٦
يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝١٧ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ
مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا
يَتَخَيَّرُوْنَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٢١ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝٢٢ كَأَمْثَالِ
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝٢٣ جَزَاءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٤ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا
لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ۝٢٥ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝٢٦ وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَا أَصْحٰبُ
الْيَمِيْنِ ۝٢٧ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝٢٨ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝٢٩ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝٣٠ وَّ
مَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝٣١ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝٣٢ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝٣٣ وَّ

فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾
عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾

ع ۱ / ۴۸ / ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۸

جب واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے گی۔ (یعنی قیامت)

اس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہ سکے گا۔ وہ کسی کو پست اور کسی کو بلند کر دے گی۔ جب زمین زور زور سے ہلا دی جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے پھر وہ پہاڑ بکھرے غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ اس دن تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پھر داہنے ہاتھ والے کیا اچھی حالت میں ہوں گے داہنے ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ والے وہ کیا بری حالت میں ہوں گے۔ اور آگے رہنے والے تو آگے ہی رہنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (اللہ کے) بہت قریب والے ہوں گے۔ راحت بھری جنتوں میں ہوں گے

(ان مقربین کا) ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے یہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر (بیٹھے) ہوں گے۔ تکیئے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے سامنے ہمیشہ جوان رہنے والے لڑکے ہوں گے جو لبریز پیالے، کوزے اور صاف شراب کے جام (ان کو پلاتے) ہوں گے۔ اور ان کے پسندیدہ پھل اور میوے ہوں گے۔ اور پرندوں کا گوشت جس کی وہ خواہش کریں گے۔ حسین رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے تھے۔ ان (جنتوں) میں نہ وہ کوئی فضول اور بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔ سوائے سلام سلام کے دوسری کوئی آواز نہ ہوگی۔ داہنے ہاتھ والے۔ وہ داہنے ہاتھ والے کیا خوش نصیب ہوں گے۔ ان (جنتوں) میں بغیر کانٹوں والی بیریاں ہوں گی۔ تہہ در تہہ کیلے ہوں گے۔ اور لمبے سائے ہوں گے۔ بہتا پانی صاف شفاف ہوگا۔ بڑی تعداد میں پھل اور میوے ہوں گے۔ نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان کے استعمال پر کوئی پابندی ہوگی۔ اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ بے شک ہم نے (جنت کی حوروں کو) خاص طور پر (ان کے لئے) بنایا ہے۔ ہم نے ان کو باکرہ (کنواری) بنایا ہے۔ جو ہم عمر اور محبوب ہوں گی۔ یہ سب داہنے ہاتھ والوں کے لئے ہوں گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۸

وَقَعَتَ	ہونے والی
خَافِضَةٌ	نیچا کرنے والی
رَافِعَةٌ	اونچا کرنے والی
رُجَّتْ	ہلادی گئی
بُسَّتْ	ریزہ ریزہ کردی گئی۔ توڑدی گئی
هَبَآءٌ	گردوغبار
مُنۢبَثٌّ	پھیلادیا گیا
اَزْوَاجٌ	جوڑے۔ قسمیں
اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ	داہنے ہاتھ والے (جنتی)
اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ	بائیں ہاتھ والے (دوزخی)
اَلسّٰبِقُوْنَ	آگے بڑھنے والے
ثُلَّةٌ	جماعت۔ گروہ
مَوْضُوْنَةٌ	جڑاؤ
اَكْوَابٌ (كُوْبٌ)	پیالے
اَبَارِيْقُ (اِبْرِيْقٌ)	صراحیاں
كَاْسٌ	گلاس
مَعِيْنٌ	صاف چشمہ کی شراب
لَا يُصَدَّعُوْنَ	نہ ان کے سر میں بھاری پن ہوگا
لَا يُنْزِفُوْنَ	نہ وہ بہکیں گے

یَتَخَیَّرُوْنَ	وہ پسند کرتے ہیں
سِدْرٌ	بیری
مَخْضُوْدٌ (خَضْدٌ)	کانٹے کاٹ دیئے گے
طَلْعٌ مَنْضُوْدٌ	کیلے اوپر تلے (تہہ در تہہ)
ظِلٌّ	سایہ
مَمْدُوْدٌ	پھیلائے گئے (پھیلے ہوئے)
مَاءٌ مَسْکُوْبٌ	بہتا صاف پانی
لَا مَقْطُوْعَةٌ	نہ توڑا گیا
لَا مَمْنُوْعَةٌ	نہ روکا گیا
اَنْشَاْنٰهُنَّ	ہم نے ان (عورتوں کو) اچھی طرح پیدا کیا
اَبْكَارٌ	کنواری
عُرُبٌ	پسندیدہ
اَتْرَابٌ	ہم عمر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۸

نبی کریم ﷺ جب کفار مکہ کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اس میں قیامت آنے اور آخرت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی باتیں ارشاد فرماتے تو وہ حیرت سے کہتے کہ ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ کائنات کا اتنا زبردست چلتا ہوا نظام زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ اور دریا سب کے سب ایک دم ختم کر دیئے جائیں گے اور جب ہماری اور ہمارے باپ دادا کی ہڈیاں بھی چورہ چورہ ہو کر بکھر جائیں گی تو ان میں زندگی کے آثار کیسے پیدا ہو جائیں گے۔ ہمیں ان باتوں پر یقین نہیں آتا یہ سب خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا زبردست حادثہ اور واقعہ اچانک آجائے گا تو وہ آنکھوں سے نظر آنے والی ایسی سچائی ہوگی جس کا کوئی شخص انکار نہ کر سکے گا۔ یہ قیامت اس قدر اچانک

اور بھیانک ہوگی جو ہر چیز کو الٹ پلٹ کر رکھ دے گی۔ زمین زلزلوں کے جھٹکوں سے ہلا ماری جائے گی۔ یہ بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرے غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دن تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچیں گے۔ جن کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور جن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ اصحاب الشمال کہلائیں گے جو نہایت بری حالت میں ہوں گے۔ ان ہی میں تیسرا گروہ ہوگا جس کی شان ہی نرالی ہوگی یہ ان لوگوں کا گروہ ہوگا جو تقویٰ، پرہیز گاری، نیکی، حق پرستی اور بھلائی کے ہر کام میں مصلحتوں سے بالاتر ہو کر سب سے آگے بڑھ کر پہل اور سبقت کیا کرتے تھے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب ان کے سامنے حق و صداقت کی کوئی بات پیش کی جاتی تھی تو وہ فوراً ہی اس کو قبول کر لیتے تھے۔ جب ان سے حق مانگا جاتا تھا تو وہ حق فوراً ہی ادا کر دیا کرتے تھے۔ جو دوسروں کے لئے فیصلے کرتے وہی فیصلے اپنے بارے میں بھی کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد) اللہ نے ان کو **اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ** (آگے رہنے والے آگے ہی رہنے والے ہیں) کہا ہے۔ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو عرش الٰہی کے سائے میں اللہ کے بہت قریب ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہوں گے جو راحت بھری جنتوں کی نعمتوں سے پوری طرح لطف اندوز ہوں گے۔ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے جڑاؤ تخت پر آمنے سامنے تکیہ لگائے شاہانہ انداز سے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ان کی خدمت کے لئے ہمیشہ جوان رہنے والے نوجوان لڑکے موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے جو صاف ستھری اور پاکیزہ شراب سے لبریز پیالے، کوزے اور جام بھر بھر کر ان کو پلا رہے ہوں گے۔ ان کے سامنے ان کے پسندیدہ پھل، حسب خواہش پرندوں کا مزیدار گوشت ہوگا۔ ان کی دل بستگی کے لئے خوبصورت رنگت اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو ایسی حسین و خوبصورت اور صاف ستھری ہوں گی جیسے سیپ میں حفاظت سے رکھے ہوئے موتی۔ وہ لوگ ان جنتوں میں سوائے سلام سلام کی آوازوں کے کوئی فضول، بے ہودہ اور گناہ کا کلام نہ سنیں گے۔ یہ اللہ کے وہ مقرب بندے ہوں گے جن میں سے ایک بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے لوگ بعد والے ہوں گے۔

یہ پہلے اور بعد والے گروہ کون سے ہوں گے؟ ان سے علماء مفسرین نے بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری تک جتنی بھی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں اور نبی مکرم ﷺ کے بعد قیامت تک آنے والے نیک بندے آخرین ہیں۔

☆ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اولین اور آخرین سے مراد نبی کریم ﷺ کی امت کے اولین و آخرین ہیں جن میں سے مقربین و سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور بعد میں آنے والے آخرین ہیں جن کی تعداد کم ہوگی۔ بہر حال اللہ کے نزدیک مقربین وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اللہ کے نبیوں کے ہر حکم پر سبقت کی یعنی آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔

دوسرا گروہ اصحاب الیمین کا ہوگا۔ یعنی وہ خوش نصیب صاحبان ایمان جن کے داہنے ہاتھ میں ان کے نامہ اعمال دیئے جائیں گے۔ ان کو بھی جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی لیکن سبقت کرنے والے گروہ سے ذرا کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ

والے بھی کیا خوب ہوں گے۔ ان خوش نصیبوں کو ان جنتوں میں بے کانٹوں والے بیر دیئے جائیں گے یعنی دنیا کے کھٹے میٹھے بیروں کی طرح نہیں بلکہ وہ بیر اتنے لذیز، خوشبودار اور میٹھے ہوں گے جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بہترین کیلے ہوں گے جو تہہ در تہہ ہوں گے۔ صاف شفاف بہتے چشموں کا پانی اور بڑی تعداد میں طرح طرح کے لذیز ترین پھل اور میوے ہوں گے۔ یہ موسمی پھل نہ ہوں گے کہ موسم کے جاتے ہی پھل ختم ہو جاتے ہیں بلکہ سدا بہار پھل ہوں گے جن کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔ ان اہل جنت کے لئے اونچے اونچے بچھونے ہوں گے۔ اور ایسی پاکیزہ، کنواری اور حسین ہم عمر محبوب حوریں ہوں گی جو خاص طور پر ان ہی کے لئے بنائی گئی ہوں گی۔ یہ اور اسی قسم کی ہزاروں نعمتیں ان اصحاب الیمین جنتیوں کے لئے مخصوص ہوں گی۔ ہر نیکی میں سبقت لے جانے والے اور جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے ان دونوں گروہوں کا ذکر فرمانے کے بعد اس کے بعد کی آیات میں ان لوگوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے جو اصحاب الشمال (بائیں ہاتھ والے) ہیں۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ
الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَ
حَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ
ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا
يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَآبَاؤُنَا
الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ
مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾
لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾
هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶

ان (داہنے ہاتھ والوں میں سے) ایک گروہ تو پہلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ایک گروہ بعد والوں میں سے ہوگا۔ اور بائیں ہاتھ والے۔ وہ کیسی (بدترین) حالت میں ہوں گے۔ آگ اور کھولتے پانی اور سیاہ دھویں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دینے والا۔ بے شک اس سے پہلے وہ (دنیا میں) عیش و آرام کی (زندگی) گذار رہے تھے۔ اور وہ ایک بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو گذر چکے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک اگلے پچھلے لوگ ایک ایسے مقرر دن میں جمع کئے جائیں گے جس کی مدت معلوم ہے۔ پھر بے شک اے گمراہو! اور اے جھٹلانے والو! البتہ تمہیں زقوم کے درخت سے کھانا ہوگا جس سے تم اپنا پیٹ بھرو گے۔ پھر اس زقوم کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی پینا ہوگا۔ پھر تم اس طرح پیو گے جیسے وہ اونٹ پانی پیتے ہیں جن کو پانی پینے کی بیماری ہوتی ہے۔ یہ قیامت کے دن ان کی مہمان داری ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۹ تا ۵۶

اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ	بائیں (ہاتھ) والے
سَمُوۡمٌ	گرم ہوا۔ گرم بھاپ
يَحۡمُوۡمٌ	کالا سیاہ دھواں
لَا بَارِدٌ	نہ تو ٹھنڈا
لَا كَرِيۡمٌ	نہ آرام دینے والا
مُتۡرَفِيۡنَ	عیش سے زندگی گذارنے والے
يُصِرُّوۡنَ	وہ ضد کرتے ہیں۔ اڑ جاتے ہیں
اَلۡحِنۡثُ	گناہ
زَقُّوۡمٌ	جہنم میں دوزخیوں کی غذا (جہنم میں اگنے والا درخت)

مَالِئُوْنَ بھرنے والے

شَارِبُوْنُ پینے والے

شُرْبَ الْھِیْمِ پیاسے اونٹ کی طرح پینا

تشریح: آیت نمبر ۳۹ تا ۵٦

سب سے آگے بڑھ جانے والے اور داہنے ہاتھ والے خوش نصیبوں کے بہترین انجام کا ذکر کرنے کے بعد بائیں ہاتھ والے لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو بدترین حالات میں ہوں گے۔ دنیا میں ان کو جو عیش و آرام کا سامان دیا گیا تھا اس نے انہیں ایسے دھوکے میں ڈال دیا تھا کہ وہ اللہ کو بھول کر غیر اللہ کی عبادت و بندگی کرنے لگے تھے اور اس پر اصرار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو کر دنیا میں بکھر جائیں گی تو کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور ہمارے باپ دادا جو مر کر خاک ہو چکے ہیں جن کی ہڈیوں تک کا پتہ نہیں ہے کیا وہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ آج تک ان میں سے کوئی زندہ ہو کر تو آیا نہیں ہم کیسے یقین کرلیں کہ ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے اگلے پچھلے سب لوگوں کے لئے ایک دن مقرر کر دیا ہے جب وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر ہمارے سامنے حاضر ہوں گے۔ لیکن وہ دن ان لوگوں کے لئے بڑا سخت اور ذلیل کر دینے والا ہوگا جب ان کو جہنم میں دھکیلا جائے گا وہاں ہر طرف آگ ہی آگ، کھولتا ہوا پانی اور سیاہ دھویں کے ایسے سائے ہوں گے جس میں نہ تو ٹھنڈک ہوگی اور نہ دل اور بدن کو راحت و آرام پہنچانے والا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے اے گمراہو! اور ہر سچی بات کو جھٹلانے والو! جہنم میں تمہاری غذا زقوم ہوگی جو ایک بڑا زہریلا کڑوا انتہائی بدمزہ اور بدبودار درخت ہوگا جو جہنم ہی میں پیدا ہوگا۔ جب وہ بھوک اور پیاس سے تڑپنے لگیں گے اور زقوم کو کھائیں گے تو وہ ان کے حلق میں پھنس جائے گا۔ پھر وہ پانی کی طرف دوڑیں گے وہ پانی گرم اور کھولتا ہوا ہوگا وہ پانی پر بری طرح گریں گے لیکن اس کے پیتے ہی ان کی آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی۔ وہ پانی کی طرف اس طرح جھپٹیں گے جیسے پیاسے اونٹ جو استسقا کی بیماری میں مبتلا ہوں وہ پانی کی طرف جھپٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طنز کے طور پر فرمایا کہ ان جیسے نافرمانوں کی مہمان داری تو اسی طرح ہو سکتی تھی۔

استسقا اونٹوں کی ایسی بیماری کو کہتے ہیں کہ اونٹ پانی پیئے چلا جاتا ہے اور پیاسا ہی رہتا ہے۔ فرمایا کہ اسی طرح قیامت کے دن کفار و مشرکین کا حال ہوگا کہ وہ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے اور جب گرم کھولتا ہوا پانی پئیں گے تو ان کی پیاس نہ بجھے گی اور وہ پانی کے لئے تڑپتے ہی رہ جائیں گے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾
نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰۤى اَنْ
نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾
ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا
فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾
اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ
الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ
اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً
وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾

ع ۲ ۳٦ ١٥

ترجمہ: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے؟ یہ بتاؤ کہ وہ نطفہ جسے تم (ماں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔ کیا تم اس (شخص) کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ بے شک ہم نے ہی تم میں موت (کا ایک دن) مقرر کیا ہے اور ہم اس سے عاجز و بے بس نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تم ہی جیسی ایک اور مخلوق کو لے آئیں اور تمہیں وہاں اٹھا کھڑا کریں جہاں تم

جانتے نہیں۔ بے شک تم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کو تو جان چکے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ کھیتوں کو تم اگاتے ہو یا ہم ان کو اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو (اس پیداوار کو) سوکھا ہوا چورہ بنادیں اور پھر تم شرمندہ اور پریشان ہو کر رہ جاؤ کہ ہم پر تو مفت کا تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم تو بالکل ہی محروم رہ گئے۔ پھر (یہ بتاؤ کہ) جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اس بادل سے برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (بارش کے پانی) کو کھارا (نمکین) بنادیں۔ پھر بھی تم شکر ادا نہیں کرتے۔ تو کیا اس آگ کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ہم نے اس (آگ) کو یاد دہانی کا ذریعہ اور ضرورت مندوں کے لئے بڑے فائدے کی چیز بنایا ہے۔ (اے نبی ﷺ) آپ اپنے عظیم ترین پروردگار کی تسبیح کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

تُمْنُوْنَ	تم ٹپکاتے ہو
تَحْرُثُوْنَ	تم کھیتی کرتے ہو
حُطَامٌ	چورہ چورہ
مُغْرَمُوْنَ	تاوان بھرنے والے
اَلْمُزْنِ	بادل
اُجَاجٌ	کھارا
تُوْرُوْنَ	تم سلگاتے ہو۔ تم جلاتے ہو

تشریح: آیت نمبر ۵۷ تا ۷۴

ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا، زندگی اور موت، زمین سے کھیتی کا اگنا ابھرنا، بارش سے پانی کا برسنا اور ندی نالوں کی شکل

اختیار کرنا، آگ اور اس سے ایندھن کا حاصل ہونا یہ سب اللہ کی وہ نعمتیں ہیں کہ اگر ان پر غور وفکر سے کام لیا جائے تو انسان کی جبین نیاز اللہ کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائے گی۔ کیونکہ اسی نے اپنے رحم وکرم سے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور اگر وہ چاہے تو ان نعمتوں کو چھین بھی سکتا ہے۔ اگر وہ دینا چاہے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور اگر نہ دینا چاہے تو اس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اس نے رزق عطا فرمایا جس کے حاصل کرنے میں انسان کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی بلکہ ایک کام وہ کرتا ہے اور ننانوے کام اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مثلاً نطفہ جو ایک معمولی سا بے جان قطرہ ہے وہ میاں بیوی کے تعلق کے بعد رحم مادر میں ٹھہر جاتا ہے جو اللہ کے نظام کے تحت آہستہ آہستہ انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ہڈیاں، گوشت پوست بننے کے بعد اللہ اس کو جیسی صورت شکل دینا چاہتا ہے وہ بن جاتی ہے اللہ کی یہ قدرت وطاقت ہے کہ وہ نطفہ کو کوئی اور شکل صورت دے سکتا تھا لیکن یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانی شکل وصورت عطا فرمادی۔ رحم مادر میں یہ سارا عمل محض اللہ کے نظام کے تحت تکمیل تک پہنچا ہے اس میں انسانی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ آدمی کے دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اس کی عمر کتنی ہے وہ کب تک دنیا میں زندہ رہے گا اور کب اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا یہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک ڈاکٹر اور حکیم بھی اس وقت تک اپنی جدوجہد کر سکتا ہے جب تک آدمی زندہ ہے لیکن اس کے مرنے کے بعد ہر ایک بڑے سے بڑا ماہر ڈاکٹر اور انسانی ہاتھوں سے بنائی گئی دوائیں سب بیکار ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش اور موت کا سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ اسی طرح زندگی گذارنے کے تمام اسباب کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں انسانی کوششوں کا دخل بہت کم ہے مثلاً جب آدمی کھیتی اگانا چاہتا ہے تو زمین کو تیار کر کے اس میں دانہ، کھاد اور پانی ڈالتا ہے لیکن اس کے بعد اس دانہ کا زمین میں ایک عرصہ تک محفوظ رہنا، نرم ونازک کونپل کا سخت زمین کو پھاڑ کر باہر نکلنا، پھر ایک پودے کی شکل اختیار کرنا اور پھل دینا یہ سب انسانی ہاتھوں کا کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کی کامل قدرت ہے کہ وہ ایک بے جان نطفہ کو انسان اور ایک بے جان دانے سے زندگی کو پیدا کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم اس پودے کو ابھرتے دیکھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے پھر تم اس میں کیوں شک کرتے ہو کہ آدمی کے مرجانے کے بعد اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا؟ یقیناً اللہ اپنے حکم سے تمام مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع فرمائے گا اور پھر ہر ایک کا حساب کتاب ہوگا۔

فرمایا کہ یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ چند دانوں سے ایک لہلہاتا کھیت اور بلند وبالا درخت اور پودے بنا دیتا ہے اگر وہ چاہے تو انسانی کوششوں کو ایک لمحے میں راکھ کا ڈھیر بنا دے پھر انسان کو پچھتانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہوگا اور وہ یہ کہہ اٹھے گا کہ سارے موسم میں محنت کرنے کے باوجود میں تو سخت نقصان اور گھاٹے میں آگیا اور بجائے کچھ ملنے کے دوسروں کا قرض دار ہو گیا۔ فرمایا کہ انسان کی محنت اور اس کے بہترین نتائج یہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اس کے سوا کوئی کارساز اور مشکل کشا نہیں ہے۔

فرمایا کہ یہ پانی جس کو تم پیتے ہو جمع کر کے رکھتے ہو جس سے اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہو یہ کس نے پیدا کیا؟ درحقیقت اللہ نے ایک ایسا نظام بنا دیا ہے کہ سمندر جیسے کڑوے اور نمکین پانی میں حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے اس سے ایک بھاپ بن کر بلندیوں کی طرف بادلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور پھر اللہ جہاں چاہتا ہے اس کو برسا دیتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ کڑوے اور نمکین پانی سے ابھرنے والی بھاپ میں کوئی کڑواہٹ نہیں ہوتی بلکہ بادلوں سے برسنے والا پانی میٹھا ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ پانی نمکین اور کڑوا ہوتا تو نہ انسانوں کے کام آتا اور نہ کھیتیاں ابھرتیں پھر اس پانی سے ندی نالے بنتے ہیں جو دریاؤں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور وہی پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف بن کر جم جاتا ہے جس سے انسانی ضروریات اور اس کے کھیتوں کو زندگی ملتی ہے۔ اگر اللہ اس پانی کو کھارا بھی بنا دیتا تو انسانی زندگی ویران ہو جاتی لہٰذا اس پانی کے پیدا کرنے میں بھی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے یہ سب اللہ کی قدرت سے انسان کو نعمت کے طور پر عطا کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ آگ اور اس کا درخت کس نے پیدا کیا؟ اللہ ہی نے سبز درختوں سے ایک آگ (آکسیجن) پیدا کی، پتھروں اور سوکھی لکڑیوں میں آگ کا عنصر رکھ دیا۔ پہلے جب انسان کا ابتدائی دور تھا تو وہ پتھروں کو رگڑ کر یا بعض درختوں کو ٹکرا کر اس میں دبی ہوئی چنگاریوں کو ابھارتا اور اس سے آگ بنا لیتا تھا۔ پھر آدمی نے ترقی کی اور اب تو انسان نے آگ کی بہت سی شکلیں معلوم کر لیں لیکن سب چیزوں میں صلاحیت اللہ ہی نے پیدا کی ہے اگر وہ ان میں آگ کی صلاحیت پیدا نہ کرتا تو آگ کیسے پیدا ہوتی۔ اب آدمی آگ سلگاتا ہے اپنے گھر کے چولہے جلاتا ہے اپنی بھٹیاں روشن کرتا اور اپنے کارخانے اسی آگ سے چلاتا ہے یہ سارا ایندھن اور آگ اللہ ہی نے پیدا کی ہے جس سے مقیم ہو یا مسافر ہر ایک فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ کائنات کی ہر چیز کو پیدا کرنے والے رب کی حمد و ثنا کیجئے اور یہ اعلان عام کر دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق، مالک اور ان تمام عیبوں سے پاک ہے جو کفار و مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ﴿۷۶﴾
اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ﴿۷۷﴾ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾
تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾
وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

تُبۡصِرُوۡنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ﴿٨٦﴾ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ
كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٨٧﴾ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿٨٨﴾ فَرَوۡحٌ وَّ
رَيۡحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿٩٠﴾
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿٩١﴾ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ
الضَّآلِّيۡنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿٩٦﴾ ٣ ع ٢٣ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

پھر میں ستاروں کے چھپنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک وہ قرآن ایک عظیم ترین (قابل قدر) کتاب ہے۔ جو لوح محفوظ میں درج ہے۔ اس کو سوائے پاک (فرشتوں کے) کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ قرآن رب العالمین نے نازل کیا ہے۔ کیا تم اس کے کلام (قرآن مجید) کے بارے میں بے نیازی دکھا رہے ہو۔ اور کیا تم نے اپنا طریقہ یہ بنا لیا ہے کہ تم جھٹلاتے ہی رہو گے۔ جب روح گلے تک پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت اس کو دیکھتے ہو کہ (وہ مر رہا ہے) اور ہم (اس مرنے والے کے) تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔ اور اگر تم کسی کے زیر فرماں نہیں ہو اور اگر تم سچے ہو تو (اس مرنے والے کی روح) کو واپس کیوں نہیں لے آتے۔

پھر اگر وہ مقربین میں سے ہوگا تو اس کو بہترین رزق، اور راحت و آرام والی جنت ملے گی۔ اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہوگا تو (اس سے کہا جائے گا کہ) تیرے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اس کی

مہمان داری ہوگی۔ اور اس کو دوزخ میں جھونکا جائے گا بے شک یہ سراسر حق اور یقینی ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ ایسے عظیم رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

لَا . اُقْسِمُ	نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں
مَکْنُوْنٌ	محفوظ
اَلْمُطَھَّرُوْنَ	پاک و صاف رہنے والے
مُدْھِنُوْنَ	سستی کرنے والے
غَیْرُ مَدِیْنِیْنَ	حساب ہونے والا نہیں
رَوْحٌ	راحت و آرام
رَیْحَانٌ	عیش و آرام کا سامان
تَصْلِیَۃٌ	ڈال دینا
حَقُّ الْیَقِیْنُ	سچائی کا پورا یقین

تشریح: آیت نمبر ۷۵ تا ۹۶

کفار قریش اس بات کو خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی مقناطیسی اور مقبول و محبوب شخصیت اور قرآن کریم کے ابدی اصولوں کی سچائی اور کلام کی عظمت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے لیکن کفار مکہ رسول دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ چکے تھے کہ آپ کو اور آپ کی سیرت کو زندگی بھر بہت قریب سے دیکھنے اور اس کا اعتراف کرنے کے باوجود کبھی آپ کو شاعر، کاہن اور مجنون کہتے اور کبھی یہ الزام لگاتے کہ آپ جس کلام کو اللہ کا کلام کہہ کر اس کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ

(نعوذ باللہ) اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ کوئی جن یا کوئی شیطان آ کر آپ کو سکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان بے ہودہ، بے بنیاد، جھوٹی اور من گھڑت باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نظام کائنات میں ستاروں اور سیاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی قسم کہ یہ قرآن حکیم وہ باعظمت کلام ہے جس کو جن یا شیطان تو ایک طرف لوح محفوظ سے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر جو فرشتے لے کر نازل ہوتے ہیں وہ اللہ کے پاک فرشتے ہیں۔ان پاک فرشتوں کے سوا کوئی اس کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتا اور اسی لئے قرآن کریم کا یہ ادب ہے کہ جو بھی اس کو ہاتھ لگائے اس کو ہر طرح کی ظاہری نجاست اور گندگی سے پاک ہونا چاہیے۔

ستاروں اور سیاروں کے چھپنے، ڈوبنے اور روشن ہونے کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ اس کائنات میں اللہ کا ایک نظام ہے جس کو ہر انسان ہر رات میں کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ ستارے کبھی سامنے ہوتے ہیں اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔اسی طرح اللہ کا کلام بھی ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے نبی ﷺ کے دل پر آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔کبھی وحی آتی ہے اور کبھی رک جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح آسمان پر چمکنے والے ستارے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایک نظام میں بندے ہوئے مرتب اور منظم ہیں اسی طرح قرآن کریم کی آیات ظاہری طور پر بکھری ہوئی نظر آتی ہیں لیکن وہ ایسی مرتب اور منظم ہیں کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے انتہائی ربط اور تعلق واضح ہے۔ اسی لئے قرآن کریم پر بہت سے اعتراضات کئے گئے مگر کسی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ تو ایک بے ترتیب آیات اور بے ربط مضامین ہیں بلکہ عرب جو اہل زبان تھے وہ جانتے تھے کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے اور ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس ذات کے ہاتھ میں پورا نظام کائنات ہے اسی نے اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے تاکہ راستہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی جا سکے۔لیکن دنیا پرستوں اور ہر چیز کو مال و دولت اور پیٹ کے دھندوں کی ترازو پر تولنے والوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلانے اور تردید کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ایسے لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم کی سچائیوں سے بے توجہی اور انکار ایک بری عادت ہے۔شاید ان کو اس دنیا میں اس کے نقصان کا اندازہ نہ ہو لیکن موت کے بعد جب وہ قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان کو پچھتانے اور شرمندگی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔فرمایا کہ تم دن رات دیکھتے ہو کہ تمہارے وہ رشتہ دار جن پر موت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے ان کی جان گلے میں اٹک جاتی ہے تم ان کی محبت میں ہر طرح ان کو مرنے سے بچانے کی کوشش کرتے ہو دواؤں اور علاج میں کمی نہیں کرتے ہو لیکن جب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرح کی کوششوں کے باوجود تمہارا کوئی عزیز اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور اس کو ساری دنیا مل کر بھی موت کے منہ سے واپس نہیں لا سکتی تو تمہارے اوپر

کیسی نا امیدی اور بے بسی چھا جاتی ہے لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی تمہیں ہوش نہیں آتا اور تمہیں اپنی موت یاد نہیں آتی۔ اللہ نے فرمایا کہ اس مایوسی اور بے بسی کے وقت ہم اور ہمارے فرشتے اس شخص سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ تم بھی نہیں ہوتے۔ تم مرنے والے کو دیکھتے ہو لیکن ہمیں اور ہمارے فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تم زندگی بھر اپنے آپ کو مضبوط اور بہادر سمجھتے رہے ہو جس نے تمہیں غرور و تکبر کا پیکر بنا دیا ہے آج تم موت کے سامنے اتنے بے بس کیوں ہو؟ کوشش کر کے دیکھ لو کہ دنیا سے جانے والا شخص بچ جائے۔ فرمایا کہ جب تم دوسروں کو موت کے پنجے سے نہیں بچا سکتے تو پھر تم اپنے آپ کو اللہ کی گرفت سے باہر کیوں سمجھتے ہو۔ اگر ان حقائق کی موجودگی میں تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتے تو یہ صرف تمہاری نادانی، جہالت اور بے عقلی کے سوا اور کیا ہے؟

فرمایا کہ اصل بات جس پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہونا ہے وہ بہتر یا بد ترین انجام پر ہے۔

(۱)۔ اگر ایک شخص تقویٰ، پرہیز گاری اور نیکیوں میں سب سے آگے ہونے کی وجہ سے ان لوگوں میں شامل تھا جو اللہ کے مقربین میں تھا تو اس کو آخرت میں ہر طرح کا سکون و اطمینان اور راحت و آرام نصیب ہوگا اور جنت کی وہ راحتیں نصیب ہوں گی جن کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا اللہ کے ہاں بہترین اور اعلیٰ ترین مقام ہوگا۔

(۲)۔ اور اگر وہ اپنی نیکیوں اور زندگی بھر بھلائیوں اور اللہ و رسول کی اطاعت میں رہنے کی وجہ سے اصحاب الیمین (جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے) تھے تو وہ بھی جنت کی تمام راحتیں اور نعمتیں حاصل کریں گے اور ان پر سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

(۳)۔ لیکن اگر وہ ان لوگوں میں سے تھے جو زندگی بھر اللہ کے دین اور رسول کی رسالت کو جھٹلاتے جھٹلاتے خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہوگا تو ان کی آؤ بھگت جہنم کی آگ اور کھولتے پانی سے کی جائے گی جو ان کی انتہائی بد نصیبی ہوگی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے وہ سراسر حق اور سچ ہے آپ اس سچائی کو پھیلاتے رہیے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے اور اپنے عظیم رب کی حمد و ثنا کیجئے۔ ہر کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "**لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ** "یعنی اس کو صرف وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔ اگرچہ یہاں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ کلام جنات یا شیاطین کے ناپاک ہاتھوں سے نہیں بلکہ اللہ کے پاک فرشتوں کے ہاتھوں سے آپ تک پہنچا ہے لیکن مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں چند احادیث کو نقل فرمایا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے اپنے پاکیزہ فرشتوں کے ذریعہ اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے لیکن اب وہ لوگ جو حامل قرآن ہیں ان کو بھی اس قرآن کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہر طرح کی ظاہری نجاستوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے بہت سی روایات نقل کر کے ان سے مسائل پیش فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۲ـ۲

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عمرو ابن حزامؓ کو ایک خط لکھوایا جس میں یہ حکم بھی دیا تھا کہ "لَا یَمَسُّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ" (ابن کثیر روح المعانی) یعنی قرآن کو وہ شخص ہاتھ نہ لگائے جو پاک نہ ہو۔ پاکی کیا ہے اس کی وضاحت بھی مفسرین نے ہی فرمائی ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کی شرط یہ ہے کہ وہ جنابت، حیض اور نفاس سے پاک ہو اور باوضو ہو۔ قرآن کریم کو ہاتھ لگایا جائے تو یہ ایک ناجائز حرکت ہوگی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر چاروں اماموں کا مکمل اتفاق ہے۔

اگر ایک شخص پر غسل واجب ہے یا کوئی خاتون اپنے ایام میں ہے تو وہ پہلے غسل کرے اور پھر قرآن شریف کو ہاتھ لگائے۔ اگر وہ شرعی طور پر پاک ہے اور اس کا وضو نہیں ہے تو اس کو زبانی قرآن کریم پڑھنے کی اجازت ہے۔ ہاتھ لگانے کے لئے وضو ہونا شرط ہے۔

وہ بچے جو قرآن کریم حفظ کرتے ہیں یا قرآن کریم پڑھتے ہیں اسی طرح سے وہ لوگ جو کسی ایسے چھاپے خانے میں کام کرتے ہیں جہاں قرآن کریم چھپتا ہے ان کو چاہیے کہ جب وہ قرآن کریم پڑھنے آئیں یا کوئی اپنے پریس یا دوکان میں جہاں قرآن کریم ہی ہوتے ہیں آئیں تو وہ وضو کر لیں ہر وقت وضو کرنا ایسے لوگوں کے لئے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ وضو کا اہتمام کریں تو ان کو بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۷

قال فما خطبکم

سورۃ نمبر ۵۷

الحَدِیْد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۵

تعارف سورۃ الحدید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	57
کل رکوع	4
آیات	29
الفاظ وکلمات	586
حروف	2599
مقام نزول	مدینہ منورہ

فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے اور جہاد کریں گے وہ ان لوگوں کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔ ویسے اللہ ہر ایک کے خلوص اور قربانی کو قبول کرتا ہے۔

اللہ کے راستے میں دین اسلام کی ترقی کے لیے جو مال خرچ کیا جائے گا وہ گویا اللہ کے ذمے ایک قرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑھا چڑھا کر ادا فرمائیں گے اور اس کے علاوہ وہ بہترین اجر کے مستحق بھی ہوں گے۔

☆ زمین و آسمان کی ہر چیز اس حکمت والے اللہ کی پاکیزگی بیان کرتی ہے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے اور وہ ہر طرح کی قدرت و طاقت کا مالک ہے۔ وہی اول وہی آخر وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ اس نے جس چیز کو بیان کیا ہے وہ شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اسی اللہ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر وہ اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ گر ہوا۔ کوئی چیز جو زمین میں داخل ہوتی ہے یا اس سے باہر نکلتی ہے۔ جو چیز آسمان سے اترتی یا آسمان کی طرف چڑھتی ہے اسے ہر چیز کا علم ہے۔ فرمایا کہ تم کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ تم اس سے کسی طرح بھی چھپ نہیں سکتے۔ وہ تمہارے سارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ وہی زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے۔ وہی اللہ ہے جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ وہ سینوں اور دلوں میں چھپے ہوئے ہر راز سے واقف ہے۔ وہ اللہ جس کی یہ شان ہے وہی اس لائق ہے کہ اس پر ایمان لا کر اس کی عبادت و بندگی کی جائے اور وہ جیسا حکم دے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

☆ فرمایا کہ اے ایمان والو! تمہارے ہاتھ میں جو کچھ مال و دولت ہے درحقیقت اس کا مالک اللہ ہی ہے وہی اللہ تمہیں اپنے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تم کسی کنجوسی اور بخل کو قریب نہ آنے دو۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا گویا اللہ کو قرض حسنہ دینا ہے جس پر بے انتہا اجر و ثواب ہے اور اللہ اس مال کو دوگنا اور چوگنا کر کے واپس کرے گا۔ فرمایا کہ جو مومن مرد اور مومن عورتیں اللہ کے راستے میں خرچ کریں گے ان کو قیامت کے دن ایک ایسا نور عطا کیا جائے گا جو ان کے آگے اور ان کے داہنی جانب دوڑتا ہوگا جس سے پل صراط پر چلنا

۶

انسان پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تقدیر الٰہی ہے۔ اگر دنیا میں کچھ حاصل نہ ہو تو اس پر رنج اور افسوس نہ کرنا چاہیے اور اگر بہت کچھ مل جائے تو اس پر اترانا نہیں چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ سخت ناپسند ہیں جو شیخی باز اور فخر و غرور میں مبتلا ہوتے ہیں۔

آسان ہوگا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جو ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔
لیکن وہ منافق جو پوری طرح ایمان نہ لائے تھے اور نہ انہوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا تھا وہ اس نور سے محروم رہیں گے اور اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے۔ جب مومنین پل صراط پر سے نور اور روشنی میں چلنے کی کوشش کریں گے اور اہل ایمان کی رفتار تیز ہوگی اس وقت وہ منافق کہیں گے کہ ذرا آہستہ چلو تاکہ ہم بھی تمہارے ساتھ چل سکیں۔ ایسی بھی کیا بے مروتی ہے کیا دنیا میں ہم ایک ساتھ نہ رہتے تھے۔ اس پر مومن جواب دیں گے کہ آج تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے کیونکہ دنیا میں تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور تم اپنے مفادات میں اس طرح الجھے رہے کہ تم ہدایت نہ حاصل کر سکے اور تمہیں اسی حالت میں موت آگئی۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہی ہو سکتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی بیان فرمادیا کہ اہل ایمان کا کام یہی ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہیں جس پر انہیں اجر عظیم عطا کیا جائے گا مگر اس سب کے باوجود وہ ان صحابہ کرامؓ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنے جان و مال کی قربانیاں دی تھیں۔ ان کا اللہ کے ہاں اعلیٰ ترین مقام ہے۔

☆ اللہ نے سوال کیا ہے کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف جھک جائیں؟ اور وہ ان اہل کتاب یہود اور نصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں جنہوں نے اپنی بدعملیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو غفلت میں اور دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور جب بھی ان کو کوئی نصیحت کی گئی تو انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور مسلسل اپنی نافرمانیوں اور گناہوں میں پھنسے رہے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لا کر ان کی تصدیق کریں گے اور ان کی اطاعت کر کے گناہوں سے بچتے رہیں گے ایسے لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے زبردست اجر اور نور ہوگا اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ ہوگی۔

☆ فرمایا کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کھیل تماشہ، ایک دوسرے پر فخر و غرور، مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جدوجہد کے سوا اور کیا ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ کی ہے اور دنیا کی زندگی انتہائی ناپائیدار ہے۔ دنیا کی زندگی اس کھیتی کی طرح ہے جو خوب پھلتی پھولتی اور سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ کسان اس کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ پھر وہی کھیتی زرد ہو کر چورہ چورہ ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی دنیا میں ایک آدمی خوب کماتا ہے، اپنے چاروں طرف راحتوں اور آرام کے سامان جمع کرتا رہتا ہے، دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے پھر اس پر بڑھاپا آجاتا ہے اور ان تمام چیزوں کی محبت کے باوجود ان میں اس کے لیے کوئی دلکشی نہیں ہوتی۔ جب کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لیے ہے اللہ سب لوگوں کو مغفرت اور اس جنت کی طرف بلاتا ہے جو ایمان والوں کے لیے

تیار کی گئی ہے۔

☆ اہل ایمان کو بتایا گیا کہ آدمی پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اس کی تقدیر ہے۔لہٰذا اگر دنیا میں کچھ حاصل نہ ہو تو اس پر رنج اور افسوس نہ کرنا چاہیے اور اگر بہت کچھ مل جائے تو اس پر اترایا نہ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو شیخی باز اور فخر و غرور کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں کو انسانوں کی اصلاح اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔فرمایا کہ اس اللہ نے لوہا نازل کیا جس میں بڑی ہیبت ہے۔اس کے ذریعہ سامان جنگ تیار کیا جاتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ جہاد کیا جائے جو انسانوں کے لیے بڑی آزمائش ہے تا کہ اللہ جان لے کہ کون اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ قائم کیا۔ان کے بعد اللہ کے پیغمبر آتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کو پیغمبر بنا کر ان کو انجیل جیسی کتاب عطا فرمائی لیکن ان کے ماننے والوں نے اس کتاب پر عمل کرنے کے بجائے رہبانیت یعنی ترک دنیا کو اختیار کر لیا حالانکہ اللہ نے ان کو اس کی کوئی تعلیم نہ دی تھی۔

☆ فرمایا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم پر ایمان لائے تھے ان کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنی چاہیے اس طرح اللہ تعالیٰ ان کو دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ دونوں پر ایمان لانے کا اجر دگنا کر دیا جائے گا اور اللہ ان کو ایسا نور عطا فرمائے گا جس کے ذریعہ پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا۔فرمایا کہ اللہ ان کے گناہ معاف فرما دے گا۔لیکن جو لوگ ان پر ایمان نہ لائیں گے وہ اللہ کی ہر رحمت سے محروم رہیں گے اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔

سورۃ الحدید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱﴾ لَہٗ مُلۡکُ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۚ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾
ہُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ وَ الظَّاہِرُ وَ الۡبَاطِنُ ۚ وَ ہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳﴾
ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی
عَلَی الۡعَرۡشِ ؕ یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡہَا وَ مَا یَنۡزِلُ
مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡہَا ؕ وَ ہُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا
تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۴﴾ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ
الۡاُمُوۡرُ ﴿۵﴾ یُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ ؕ وَ ہُوَ
عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہی زبردست حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی سلطنت ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر وہ عرش پر جلوہ

فرما ہوا۔ وہ ہراس چیز کواچھی طرح جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتی ہےاور جو چیز اس سے باہر آتی ہے۔اور جو چیز آسمان سے اترتی ہےاور جو چیز ان (آسمانوں) میں چڑھتی ہے۔اور تم کہیں بھی ہووہ تمہارے ساتھ ہے۔اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہے۔آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہت ہےاور تمام کاموں کواللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کرتا ہےاور وہ دلوں کے (رازوں اور) حالات کو جاننے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

یَلِجُ	اندر داخل ہوتا ہے
یَعْرُجُ	چڑھتا ہے۔بلند ہوتا ہے
یَنْزِلُ	اترتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور ہر مخلوق اس کی حمد وثنا میں لگی ہوئی ہے ہر ایک اس کی تسبیح میں مشغول ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ وہ کس طرح تسبیح اور حمد وثنا کرر ہے ہیں۔زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، انسان اورزمین وآسمان کے درمیان جتنی بھی مخلوق ہے وہ اس کی زبان حال سے تعریف وتوصیف میں لگی ہوئی ہے۔زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے کائنات میں کیا کیا انقلابات آرہے ہیں کون سی چیز زمین کے اندر داخل ہورہی ہے کون سی کونپل زمین سے نکل کر پودا اور درخت بن رہی ہے ایک ایک کونپل اور پتی جو زمین سے پھوٹ کرنکل رہی ہےاور ہر ایک قطرہ اور دانہ جو زمین کے اندر داخل ہورہا ہے۔انسانوں کے اعمال جو آسمان کی طرف چڑھ رہے ہیں اور جو احکامات اور فیصلے زمین اور کائنات کی مخلوقات کی طرف آرہے ہیں اس کو ہر بات کا پوری طرح علم ہےاور ہر چیز پراس کو کامل قدرت حاصل ہے۔نہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہےاور نہ قدرت سے کیونکہ اسی خالق، مالک اور قادر نے اس کائنات کو چھ دنوں میں بنایا ہےاور دنیا بنانے کے بعد وہ اس سے بے تعلق نہیں ہوگیا بلکہ اس کا انتظام اس نے اپنے ہاتھوں میں لے رکھا ہے۔اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام موجودات اور کائنات کے ذرے ذرے کے وجود سے پہلے ہےاس سے پہلے کچھ نہیں ہے سب کچھ اس کے بعد ہے۔اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز کو فنا ہے(**کُلُّ شَیٍٔ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ**) لہٰذا اس کائنات میں وہی اول ہےاور وہی آخر ہے۔اس کی ذات اپنے ظاہر ہونے میں کسی چیز کی محتاج نہیں ہے وہ ہر چیز

سے بلند و برتر ہے۔اس کی حقیقت تک انسانی عقل اور خیال کا پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے۔لہٰذا وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات پر گواہ ہے کہ وہی ایک ذات ہے جو اول بھی ہے آخر بھی ہے، ظاہر بھی ہے اور باطن و مخفی بھی ہے اور ہر چیز کا پوری طرح علم ہے تو صرف اللہ کو حاصل ہے۔انسان کا خیال، اس کی عقل، اس کی فہم و فراست کی رسائی بھی اس تک نہیں ہے لیکن اس کی ذات کی یہ عظمت ہے کہ وہ دلوں کے چھپے ہوئے رازوں اور انسانوں کی نیت تک سے واقف ہے۔انسان کہیں بھی جائے، کسی بھی حالت میں ہو وہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔وہی دن کی روشنی کو نکالتا ہے اور اسی کے حکم سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔''**ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ**'' اس آیت کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ یہ آیت ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے بارے میں شیطان وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرے تو اس آیت کو آہستہ سے پڑھ لیا کرو۔(ابن کثیر)۔سورۃ الحدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن جن کو مُسَبِّحات کہا جاتا ہے ان کو رسول اللہ ﷺ رات کو سوتے وقت پڑھا کرتے تھے۔(ابوداؤد۔ترمذی)

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا
جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ
اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۞۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ
لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞۸
هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞۹ وَ
مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۞۱۰ ع ۱ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

(اے لوگو!) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنا مال خرچ کرو (اس اللہ کے لئے) جس نے تمہیں دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں گے۔ اور اپنا مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں گے ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ حالانکہ رسول ﷺ تمہیں اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ۔ اور اللہ نے تم سے پکا وعدہ لیا تھا اگر تم یقین کرتے ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر صاف صاف آیتوں کو نازل کیا ہے تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے۔ اور بے شک اللہ (تمہارے حال پر) بڑا شفیق و مہربان ہے۔ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا وارث (مالک) اللہ ہی ہے۔
جو لوگ فتح (مکہ) سے پہلے (اپنا سب کچھ) خرچ کر چکے ہیں اور جنہوں نے جہاد کیا وہ بڑا درجہ رکھتے ہیں وہ (ان لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں) جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے بھلائی کا وعدہ ہر ایک سے کیا ہوا ہے۔ اور اللہ اس کی خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۰

مُسْتَخْلَفِيْنَ	قائم مقام بنائے گئے
اَلَّا تُنْفِقُوْا	یہ کہ تم خرچ نہ کرو
مِيْرَاثٌ	ملکیت۔ میراث۔ ترکہ
لَا يَسْتَوِیْ	برابر نہیں ہے
اَلْحُسْنٰی	بھلائی۔ خیر

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۰

وہ اللہ جو زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک، ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے جو

ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اس پر اور اس کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر دل کی گہرائیوں اور انتہائی خلوص سے ایمان رکھنا اور اس کے حکم کے مطابق اللہ کی راہوں میں مال خرچ کرنا اس پر بہترین اجر و ثواب کا وعدہ ہے فرمایا کہ آج تم جس مال و دولت کے مالک بنے بیٹھے ہو وہ درحقیقت اللہ ہی کا مال ہے لہٰذا جب اللہ نے تمہیں ایمان کی دولت سے بھی نوازا ہے تو اس کی راہوں میں خرچ کر کے اپنی آخرت درست کرلو۔ فرمایا کہ یہ مال جو آج تمہارے ہاتھوں میں ہے تم سے پہلے یہ کسی اور کے پاس تھا۔ پھر یہ مال و دولت اور جائیداد بھی تمہارے پاس نہ رہے گی بلکہ کچھ دوسرے لوگ اس کے مالک بن جائیں گے۔ یہ دنیا اور اس کا مال و دولت نہ کسی کے پاس رہا ہے اور نہ رہے گا لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس مال و دولت کو آخرت سنوارنے کا ذریعہ بنالیا جائے ورنہ جب یہ دوسروں کے ہاتھوں میں جائے گا تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور تم اجر عظیم سے بھی محروم رہ جاؤ گے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

’’آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ حالانکہ یہ تیرا مال کہاں ہے۔ تیرا مال تو اس کے سوا اور کیا ہے جو تو نے کھا کر ختم کرلیا یا پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے اس کو آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو بھی ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اسے دوسروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے‘‘۔ (صحیح مسلم)

اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اللہ کے رسول تمہارے اندر موجود ہیں۔ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور تمہیں وہ عہد یاد دلا رہے ہیں جو ازل کے دن حضرت آدمؑ کی پشت سے ان کی ذریت کو نکال کر ان سے پوچھا گیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ یہ ’’عہد الست‘‘ جو انسان کی روح میں پوشیدہ ہے اسی کو یاد دلایا جارہا ہے یا وہ عہد یاد دلا رہے ہیں جو گذشتہ تمام انبیاء کرامؑ اور ان کی امتوں سے اس بات پر لیا گیا تھا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا کر ان کی مدد کریں گے۔ اب وہ نبی تشریف لا چکے ہیں اور ان پر ایک ایسی صاف صاف آیتوں والی کتاب نازل کی گئی ہے جو تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئے گی۔ فرمایا کہ دل کھول کر اللہ کے راستے میں خرچ کرو اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال سے ایثار کیا تھا وہ بڑے بلند مقام کے لوگ ہیں وہ وقت اس قدر نازک تھا کہ جب دین کا نام لینا اور اس پر عمل کرنا پورے مکہ میں جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ لیکن انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی بات کو اہمیت نہیں دی۔ بے سرو سامانی اور حالات کی شدت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوگئے۔ اللہ نے ان کو کفار پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔ آخرت کی نجات اور بلند درجات کے مقام پر فائز کیا۔ فتح مکہ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ نے جاں نثاری کی بہترین مثالیں پیش کیں جن پر ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن اگر فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں ایثار و قربانی کا جائزہ لیا جائے تو فتح مکہ سے پہلے ان صحابہ کرام کے درجات بہت بلند ہیں جنہوں نے جان و مال سے کفر و شرک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اجر و ثواب دونوں کے لئے ہے لیکن دونوں کے درجات میں بہت فرق ہے۔

اس جگہ یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ جب حالات قابو میں آجائیں تو اس وقت کا ایثار و قربانی بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں

لیکن جب دین پر مشکل وقت آجائے اور ہر شخص حق و صداقت کے راستے پر چلنے میں شدید دشواریاں محسوس کرنے لگے تو وہ لوگ بڑے قابل قدر ہوا کرتے ہیں جو ہر مصلحت سے بالاتر ہو کر دین اسلام کی سربلندی کے لئے جدو جہد، بھاگ دوڑ اور کوششیں کرتے ہیں اور اپنی جان اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں فراخ دل ہوتے ہیں۔

بے شک آج رسول اللہ ﷺ دنیاوی حیات کے ساتھ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے لیکن اللہ کے وعدے کے مطابق علماء حق کی کوششوں سے آج نبی کریم ﷺ کی تمام تعلیمات محفوظ ہیں جن کی تبلیغ واشاعت میں ان علماء نے نہایت دیانت داری سے ہر طرح کی جدو جہد کی ہے، کر رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ یقیناً ایسے لوگ انتہائی قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر مکمل ایمان رکھنے، عمل صالح کرنے اور ایسے علماء کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ کے دین اور حضور اکرم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے میں اپنی عمریں کھپا رہے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ
اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ
نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ
بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۚ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ
وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِىُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ
غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۚ هِىَ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

تم میں سے وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے۔ پھر اللہ اس کو اس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے۔ اور اس کے لئے ایک قابل احترام بدلہ بھی ہو۔ (اے نبی ﷺ) جس دن آپ مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ (ان کے حسن عمل کا) نور ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوا ہوگا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں ایسی جنتوں کی خوش خبری دی جاتی ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے یہ کہتے ہوں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کر لو تا کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ فائدہ حاصل کر لیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے ہی لوٹ جاؤ پھر وہاں روشنی کی تلاش کرو۔ اتنے میں ان منافق مردوں اور منافق عورتوں (اور اہل ایمان کے درمیان) ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اس دیوار کے اندر کی جانب رحمت (برستی) ہوگی اور باہر کی جانب عذاب ہوگا۔ منافق (اہل ایمان لوگوں کو) پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں تم ہمارے ساتھ تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں مبتلا کر لیا تھا اور تم ہمارے اوپر برے حالات کے منتظر رہا کرتے تھے اور تم دین اسلام سے شک میں پڑے ہوئے تھے اور تمہیں تمہاری غلط تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ڈالے رکھا تو آج کے دن نہ تو تم (منافقین سے) کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تھا۔ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے اور جہنم تمہارے لئے بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

یُقْرِضُ	قرض دیتا ہے
یُضٰعِفُ	وہ دوگنا کرتا ہے۔ اضافہ کرتا ہے
یَسْعٰی	دوڑتا ہے
اُنْظُرُوْنَا	ہمیں دیکھو۔ ہمارا انتظار کرو

نَقْتَبِسْ	ہم کچھ حصہ لیں
اِرْجِعُوْا	تم لوٹ جاؤ
اِلْتَمِسُوْا	تلاش کرو
سُوْرٌ	دیوار۔ آڑ
تَرَبَّصْتُمْ	تم نے انتظار کیا
اِرْتَبْتُمْ	تم نے شک کیا
غَرَّتْ	دھوکے میں ڈال دیا
اَلْاَمَانِیُّ	تمنائیں
مَوْلٰی	مالک۔ خادم

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۵

اللہ جو زمین وآسمان کے تمام خزانوں کا مالک ہے وہ اپنے فرماں بردار بندوں کو ان کی کوششوں، جدو جہد اور محنت سے بھی زیادہ عطا کرتا ہے۔ آدمی کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا ہے وہی مالک ہے لیکن اس کی شان کریمی کے قربان کہ وہ اس کی رضاو خوشنودی کے لئے خرچ کئے گئے مال کو اپنے اوپر قرض قرار دے رہا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کو قرض دے جسے کئی گنا بڑھا کر اس کو واپس کر دیا جائے اور اس کے لئے ایک ایسا بدلہ بھی دیا جائے جو نہایت قابل احترام ہے۔

قرض حسنہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے دین کی سر بلندی اور صرف اس کی رضاو خوشنودی کے لئے نہایت خلوص، محبت اور عاجزی کے ساتھ اس کے بندوں پر خرچ کرنا جس میں لالچ، دکھاوا اور احسان جتانے کا کوئی جذبہ نہ ہو۔ نہ تو اس لئے دیا جائے کہ لوگ اس کو یہ کہیں کہ وہ بڑا سخی ہے بلکہ صرف ایک ہی جذبہ ہو کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ فرمایا کہ ایسے مخلص مسلمانوں کو اللہ دنیا اور آخرت میں ہر طرح اجر وثواب اور بہترین انعامات سے نوازے گا۔ آخرت میں اس پل صراط سے گذار کر جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اہل ایمان کو دو نور اور روشنیاں عطا کی جائیں گی۔ ان کے ایمان کا نور ان کے سامنے ہوگا اور ان کے اعمال کا نور ان کے داہنی جانب ہوگا اور ان کے دوسرے اعمال کا نور ہر طرف روشنی پھیلا رہا ہوگا۔ منافقین ان کے نور کی روشنی میں چل پڑیں گے اور اہل ایمان بڑی تیزی سے پل صراط سے گذر رہے ہوں گے۔ منافقین اس سخت

اندھیرے میں جو ہر طرف چھایا ہوا ہوگا اس میں بھٹک رہے ہوں گے وہ اہل ایمان سے التجا کریں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور تیزی سے نہ چلو تا کہ وہ بھی ان کی روشنی میں راستہ طے کرتے جائیں۔ اہل ایمان ان منافقین سے کہیں گے وہ اسی طرف جائیں جہاں سے ہم نے یہ نور حاصل کیا ہے۔ جب وہ منافقین پلٹیں گے تو اہل ایمان اور منافقین کے درمیان ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اہل جنت اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور پھر وہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے گا۔ منافقین چلا کر کہیں گے کہ تم کیسے بے مروت ہو دنیا میں تو ہم اور تم دونوں ایک ساتھ رہتے اور عبادتیں کرتے تھے آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہماری ذرا مدد نہیں کرتے؟ اس وقت اہل ایمان جواب دیں گے کہ بے شک ہم دنیا میں ایک ساتھ رہتے تھے لیکن

☆ تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں مبتلا کر رکھا تھا۔

☆ تم ہمارے ساتھ ہونے کے باوجود ہر وقت اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم کسی آفت یا مصیبت میں پڑ جائیں۔

☆ دین اسلام کے ہر اصول میں شک وشبہ پیدا کرنا تمہارا شیوہ تھا۔

☆ تم اپنی غلط اور بے بنیاد تمناؤں میں الجھے رہے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں اپنے جال سے نکلنے نہ دیا۔

ان سے کہا جائے گا کہ اب تم سے اور کافروں سے کوئی معاوضہ لے کر چھوڑا نہ جائے گا۔ تمہارا ٹھکانا صرف وہ جہنم ہے جس کے تم لائق ہو اور وہ تمہارے لئے بدترین ٹھکانا ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ
الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ
الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾
إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ
لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ
الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾ ع ۲ ۹ ۱۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کی نصیحت اور جو سچا دین نازل ہوا ہے اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں؟ انہیں ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے جنہیں کتاب دی گئی پھر جب ایک لمبی مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت بڑی تعداد فاسقین کی ہے۔

اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ ہی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بے شک ہم نے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ تم سمجھو۔

بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جن لوگوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا اللہ ان کے صدقہ کو خوب بڑھائے گا اور ان کو لائق احترام رزق عطا کرے گا۔ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے سامنے صدیق اور شھداء ہیں ان کے لئے اجر اور نور ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ جہنم والے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

اَلَمْ یَاْنِ	کیا وہ وقت نہیں آیا
اَنْ تَخْشَعَ	یہ کہ ڈریں۔ جھک جائیں
اَلْاَمَدُ	مدت

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹

جب خشک اور بنجر زمین پر بارش برستی ہے تو اس میں تر و تازگی کے آثار اور ایک نئی زندگی کروٹیں لینے لگتی ہے۔ اسی طرح جب کفر و شرک کی وجہ سے دلوں کی دنیا ویران، خشک اور تاریک ہو جاتی ہے تو اللہ کے پاکیزہ کلام اور نبوت کی روشنی سے روحانی

دنیا روشن ومنور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور نبوت کو بارش سے تشبیہ دے کر بتا دیا ہے کہ مردہ قوموں میں نئی زندگی اللہ کے پاکیزہ کلام اور نبوت پر مکمل یقین کر لینے اور ماننے کے بعد ہی پیدا ہوا کرتی ہے جس سے ایک نیا عزم ویقین، حوصلہ اور ولولہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے کلام اور نبوت کی عظمت پر جتنا بھی یقین بڑھتا جائے گا رفتار اتنی ہی تیز ہوتی چلی جائے گی لیکن اگر ایمان ویقین میں ذرا بھی کمی آئے گی تو مقصد میں کوتاہی اور عمل میں سستی اور بے حسی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا اور اللہ کے کلام کے ذریعہ صحابہ کرام کی تربیت فرمائی تو جاہلی معاشرہ میں رہنے بسنے والے جہالت وتاریکی سے نکل کر علم وعمل کے علم بردار بن گئے اور ساری دنیا کے اندھیرے دور کرنے میں اپنے جان ومال سے اس طرح لگ گئے کہ انہیں اپنی ذات اور بال بچوں سے زیادہ ہر وقت ایک ہی فکر تھی کہ وہ دنیا سے ظلم اور جہالت کو کس طرح مٹائیں چنانچہ انہوں نے ہر طرح کے ایثار وقربانی کی بہترین مثالیں قائم کیں۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب اس طرح کی مخلصانہ تحریک کا آغاز ہوتا ہے تو وہ لوگ جو نئے نئے اس عزم وحوصلے میں شریک ہوتے ہیں تو ان میں وہ جذبہ اور اسپرٹ نہیں ہوتی جو ان سے پہلے لوگوں میں ہوتی ہے۔ ان آیات میں ایسے ہی مومنین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جارہا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور وہ سچا دین جو ان کی ہدایت کے لئے نازل کیا جارہا ہے اس کی طرف پوری طرح جھک جائیں۔ عبرت ونصیحت حاصل کرانے کے لئے فرمایا کہ تمہارے سامنے قرآن کریم کے ذریعہ گذری ہوئی قوموں کے واقعات بیان کئے جارہے ہیں کہیں تم بھی ان گذری ہوئی قوموں کی طرح نہ ہو جانا کہ جب ان پر ایک طویل زمانہ گذر گیا تو وہ ایمان کی کیفیات سے اتنی دور چلے گئے کہ اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنے کے بجائے ان کے دل تکبر اور غرور کی وجہ سے پتھر سے زیادہ سخت ہو گئے اور ان کی بڑی تعداد فسق وفجور اور گناہوں میں مبتلا ہو گئی۔ اگر وہ اللہ کے دین پر قائم رہتے تو جس طرح پانی کے چھینٹے سے زمین میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح ان کی زندگی میں بھی بہار آجاتی۔ ہر سمجھ اور عقل رکھنے والے کے لئے اللہ نے ہر بات کو نہایت وضاحت سے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ایمان والے مردوں اور عورتوں کی تعریف کی ہے جو اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں صدقات اور جب دین کی سربلندی کے لئے قرض حسنہ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ آگے بڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لیتے ہیں اسی طرح اللہ ورسول کی اطاعت اور اپنے ایمان کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اجر وثواب میں وہ اضافہ ہی کرتا چلا جائے گا اور قیامت میں ان کو عزت کی روزی اور رزق عطا فرمائے گا لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر وشرک کیا اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا ان کا انجام بھیانک جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ
فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳
سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَ
الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ㉑

ترجمہ: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

تم اس بات کو (اچھی طرح) جان لو کہ دنیا کی زندگی بس ایک کھیل کود، زیب وزینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ ہے۔ اس کی مثال اس بارش جیسی ہے کہ (جس کی وجہ سے) اس کی پیداوار کاشت کار کو خوش کر دیتی ہے۔ پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔

اور آخرت کا عذاب شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضامندی (کا وعدہ ہے) اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے اور فریب کے اور کیا ہے؟

تم اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس جنت کا پھیلاؤ ایسا ہے جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ۔ یہ جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ محض اللہ کے فضل وکرم سے (ملتی ہے) وہ جس کو چاہے گا عطا فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

لَعِبٌ	کھیل کود
لَھْوٌ	کھیل تماشا
تَفَاخُرٌ	آپس میں فخر کرنا۔اپنی بڑائیاں کرنا
تَکَاثُرٌ	ایک دوسرے سے کثرت میں آگے بڑھنا
غَیْثٌ	بارش
یَھِیْجُ	زور پکڑتا ہے
مُصْفَرٌّ	زرد
حُطَامٌ	چورہ چورہ

تشریح: آیت نمبر ۲۰ تا ۲۱

فرمایا کہ اگر غور کیا جائے تو آدمی کی زندگی کے انقلابات اور تبدیلیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ اس دنیا میں اس کا قیام عارضی اور وقتی ہے اس کی کسی حالت کو بھی قرار نہیں ہے۔ ہر چیز فنا ہوتی رہتی ہے کسی چیز اور کسی حالت کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے مثلاً آدمی بچپن میں ایسی بے مقصد، فضول اور بیکار چیزوں سے کھیلتا ہے کہ جوانی میں قدم رکھتے ہی اس کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بچپن میں اس کی باتیں کس قدر بے ربط اور اس کے کام کیسے مضحکہ خیز تھے جن چیزوں کو وہ اہمیت دیتا تھا اور جن کھلونوں سے وہ کھیلتا تھا جوانی میں اس کے لئے بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو جوانی کی غلطیوں کو یاد کر کے ہنستا ہے یا شرمندہ ہوتا ہے اور بڑھاپے کی عمر میں سوائے آپس کے فخریہ قصے یا کہانیوں کے یا اپنی اولاد کی کثرت، مال و دولت کے اعداد و شمار کے اور کچھ بھی نہیں رہتا مرنے سے پہلے اسے اس بات کا شدت سے احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی بھر جن چیزوں کو مال و دولت کو اور اولاد کو بڑی اہمیت دیتا تھا ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زندگی بھر سائے کے پیچھے بھاگنے اور دوڑنے والو! اگر دوڑنا

ہے تو اس جنت کی طرف دوڑو جو اتنی وسیع ہے اور اس کا پھیلاؤ اتنا زبردست ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس میں سما جائیں گے۔ اور پھر وہاں کی ہر نعمت ہمیشہ کے لئے ہے۔ آدمی وہاں ہمیشہ جوان رہے گا۔ ہر خوشی کو دوام ملے گا وہ جو چاہے گا اس کو وہاں عطا کیا جائے گا۔ زندگی بھر وہ جس سکون کے لئے بے چین رہتا تھا وہ صرف جنت ہی میں نصیب ہوگا۔ فرمایا کہ دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش برسنے کے بعد اس سے نباتات اگتی ہیں ہر طرف سرسبزی و شادابی پھیل جاتی ہے وہ کاشتکار جس نے محنت کر کے زمین میں دانا ڈالا تھا جب وہ دانہ ابھر کر پودا یا درخت بن جاتا ہے تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہیں رہتا لیکن جہاں گرم ہوائیں چلیں اور پودوں کی پتیاں خشک ہو کر چورہ چورہ ہوئیں تو سرسبزی و شادابی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور اپنا وجود کھو بیٹھتی ہے۔ اسی طرح آدمی کا حال ہے کہ وہ ابھرتا ہے، خوبصورت اور حسین نظر آتا ہے جب جوانی گذر کر بڑھاپا آتا ہے تو وہی خوبصورتیاں جو اس کو مدہوش اور مست کر دیتی تھیں اب ان میں کوئی ایسی دلچسپی نہیں رہتی بلکہ اس کی زندگی کی یہ ویرانی اس کو شدید الجھن میں ڈالے رکھتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا دنیا کی زندگی سوائے فریب نظر کے اور کیا ہے؟ آخرت میں انسان کے لئے دو چیزیں ہوں گی (۱) شدید ترین عذاب (۲) یا اللہ کی رضا و مغفرت۔ بدنصیب کفار و مشرکین کو شدید عذاب دیا جائے گا اور صالح اہل ایمان لوگوں کو جنت کی راحتوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضا اور اس کی مغفرت بھی نصیب ہوگی۔ اہل ایمان سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ جنت کی طلب میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جائیں تاکہ ان کو سکون نصیب ہو۔ لیکن یہ جب ہی نصیب ہوگا جب اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت و فرماں برداری کی جائے گی۔ وہ جنتیں اتنی عظیم اور وسیع ہوں گی کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس میں سما جائیں تب بھی کوئی فرق نہ پڑے گا۔ یہ اللہ کا فضل و کرم جس پر بھی ہو جائے وہی خوش نصیب ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر فضل و کرم ہی کرتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ

فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

کوئی آفت یا مصیبت جو زمین پر (نازل ہوتی ہے) یا تمہیں پہنچتی ہے وہ سب ہم نے ایک کھلی کتاب میں لکھ رکھی ہے۔ اور ایسا کرنا یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (یہ تمہیں اس لئے بتایا گیا ہے) تا کہ تمہیں جو چیز ہاتھ نہ لگے اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور جو تمہیں عطا کر دیا جائے اس پر اترایا نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جو اتراتے اور فخر و غرور کرتے ہیں۔ وہ لوگ بھی ناپسند ہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل اور کنجوسی کی تعلیم دیتے ہیں۔

اب اگر کوئی (اس سچائی کے آنے کے بعد بھی) منہ پھیرتا ہے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے (اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہے) اور وہی تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

سَابِقُوْا	دوڑو
عَرْضٌ	پھیلاؤ
اَنْ نَّبْرَاَ	یہ کہ ہم پیدا کریں
یَسِیْرٌ	آسان
لِکَیْلَا	تا کہ نہ ہو
مُخْتَالٌ	اترانے والا
فَخُوْرٌ	بہت زیادہ گھمنڈ کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴

اس زمین پر یا کسی انسان پر جو بھی راحت و آرام اور مصیبت و عذاب آتا ہے وہ تقدیر الٰہی اور اللہ کے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق ہی آتا ہے۔ زمینی مصیبت سے مراد مال و دولت کا ضائع ہو جانا، تجارت اور لین دین میں گھاٹا اور نقصان ہو جانا، زلزلہ، قحط اور کھیت کی تباہی وغیرہ زمینی مصیبت ہے اور کوئی اتفاقی حادثہ، زخم، چوٹ، بیماری بے آرامی، باہمی اختلافات، فتح اور شکست وغیرہ یہ انسانی نقصانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ سب کا سب لوح محفوظ میں آدمی کے پیدا ہونے سے پہلے لکھ دیا گیا تھا۔ اب اس کی طرف اس لئے متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دنیا میں کسی چیز کا ملنا یا چھن جانا دونوں ہی امتحان ہیں۔ آدمی کو تقدیر کے فیصلے پر صبر و شکر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اگر کوئی چیز ضائع ہو جائے چھن جائے، تہس نہس ہو جائے تو اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر اس کو ہر طرح کی راحتوں اور آرام کے اسباب اور مال و دولت مل جائے تو اس کو اترانا نہیں چاہیے۔ اللہ کو نہ تو یہ بات پسند ہے کہ مومن ہوتے ہوئے کوئی اللہ کی رحمت اور کرم سے مایوس ہو کر ہاتھ پیر ڈال دے اور نہ فخر و غرور پسند ہے کہ وہ ذرا سے مال و دولت پر اس طرح اترانے لگے کہ اسے اپنے علاوہ ہر شخص حقیر و ذلیل نظر آنے لگے۔

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت مکہ مکرمہ میں اہل ایمان کے لئے شدید ترین حالات تھے۔ ہر طرف مصیبتیں گھر گھر کر آ رہی تھیں اور کسی طرف سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ ان حالات میں گھبرا جانا اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھنا ایک فطری بات ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں جو چیز ہاتھ نہ لگے اس پر رنجیدہ نہ ہوا کرو اور جب مل جائے تو اس کو اپنی ذاتی کوشش اور جدوجہد کا نتیجہ سمجھ کر اترایا نہ کرو کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جو فخر و غرور کرتے اور اتراتے ہیں۔ فرمایا کہ اسی طرح وہ لوگ جو بخل اور کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ سکھاتے ہیں کہ یہاں نیک باتوں میں کیا رکھا ہے کسی کار خیر میں ہم اپنا مال و دولت کیوں خرچ کریں۔ ہماری محنت کی کمائی ہے جس پر ہمارے بچوں کا حق ہے ہم کسی کو کیوں دیں وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا مال ہے اگر تم اس کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ کے بندوں پر خرچ کرو گے، مجبوری اور بے کسی میں کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو گے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ تمہیں عطا کر دے گا جو تم نے اللہ کے بندوں پر خرچ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ یہ بات لوگوں کو سکھایئے لیکن اگر وہ اس کو ماننے سے انکار کر دیں اور اس سچائی سے منہ پھیر لیں تو ان کو بتا دیجئے کہ اللہ کو تمہارے مال و دولت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ ان تمام چیزوں سے بے نیاز ہے اگر ساری دنیا مل کر بھی اس کی تعریف نہ کرے تب بھی وہی ذات تمام خوبیوں کی مالک ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ
بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ
رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ ع ٣ ١٩
اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ
وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا
عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ
فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٢٧﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ
كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ ع ٤ ٢٠

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی اور واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (طریقہ عدل و انصاف) کو نازل کیا ہے تا کہ وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم رکھیں۔ اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑی ہیبت اور جلال ہے۔ اور لوگوں کے لئے نفع بھی ہے تا کہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے کون اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے بے شک اللہ زبردست اور قوت و طاقت والا ہے۔

اور ہم نے ہی نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا اور ان کی اولاد میں بھی نبوت اور کتاب (کا سلسلہ جاری) رکھا۔ پھر ان کی اولادوں میں سے بعض تو ہدایت پانے والے بن گئے لیکن ان میں سے اکثر تو نافرمان ہی رہے۔ پھر ہم نے ان کے بعد لگاتار رسول بھیجے اور ان کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت کو ڈال دیا۔ اور ترک دنیا (رہبانیت) کا طریقہ انہوں نے خود سے گھڑ لیا تھا جسے ہم نے فرض نہیں کیا تھا۔ مگر ہاں اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسا کیا تھا لیکن اس کی پابندی کا جو حق تھا انہوں نے ادا نہیں کیا۔ پھر ان میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہم نے ان کو اس کا بدلہ دیا لیکن ان میں سے اکثر نافرمان تھے۔

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول (حضرت محمد ﷺ) پر ایمان لاؤ تا کہ تمہیں اللہ دوگنی رحمت عطا فرمائے اور تمہارے لئے ایک ایسا نور بنا دے جس کو تم لے کر چلو پھرو اور تا کہ وہ اللہ تمہیں معاف کر دے۔ اور اللہ مغفرت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل کتاب بھی اس بات کو جان لیں کہ اللہ کے فضل و کرم کے کسی حصے پر ان کی اجارہ داری نہیں ہے۔ اور بے شک سب فضل و کرم اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ (اپنے بندوں پر) بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

اَلْحَدِيْدُ	لوہا
بَأْسٌ شَدِيْدٌ	زبردست قوت اور ہیبت
قَفَّيْنَا	ہم نے پے درپے بھیجے
رَأْفَةٌ	نرمی
رَهْبَانِيَّةٌ	ترک دنیا۔ دنیا کو چھوڑ دینا
اِبْتَدَعُوْا	انہوں نے نئی بات نکالی۔ انہوں نے خود ہی گھڑ لیا
كِفْلَيْنِ	دو حصے

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۲۹

سونے اور چاندی کو پرکھنے کے لئے کسوٹی، کسی چیز کی کمی یا زیادتی کو تولنے کے لئے (میزان) ترازو ہوا کرتی ہے۔ کسوٹی یہ بتا دیتی ہے کہ سونے اور چاندی میں ملاوٹ کتنی ہے اور اصلی سونا اور چاندی کس مقدار میں ہے۔ اسی طرح ترازو کے ذریعہ اس بات کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ کون سی چیز وزن میں کتنی زیادہ اور کتنی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کو کھلی اور واضح آیات اور نشانیاں دے کر بھیجا ہے جن میں سے بعض کو کتاب دی گئی ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے میزان (عدل و توازن) دی گئی تا کہ اس کے ذریعہ عدل و انصاف کو قائم کرسکیں۔

فرمایا کہ ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں (جنگ کے لئے) سخت لڑائی کا سامان ہے اور اس میں لوگوں کے لئے صنعت و حرفت پیدا کرنے کے واسطے نفع کے اسباب بھی رکھ دیئے گئے ہیں تا کہ اللہ اس کے ذریعہ ہر شخص کا امتحان لے لے اس کو جانچ لے کہ کون فولادی قوتوں کے ساتھ اللہ کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے اور کون دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی ساری

قوتوں کو لگا دیتا ہے۔ بلاشبہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت ایک اللہ ہی کے پاس ہے وہی تمام قوتوں کا مالک ہے لیکن انسان کی آزمائش یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اپنی طاقتوں اور صلاحیتوں کو کس طرح صرف کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان پیغمبروں کی قوم کو بھی بڑی طاقتیں دی تھیں ان کو اور ان کی اولادوں میں سے بہت سوں کو نبوت اور کتاب سے نوازا تھا لیکن لوگوں میں سے کچھ تو وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ پھر اللہ نے لگا تار پیغمبروں کو بھیج کر لوگوں کے سامنے راہ ہدایت کو رکھا۔ خوش نصیب جنت کما گئے اور بہت سے اپنے ذاتی فائدوں اور وقتی مفادات کی بھینٹ چڑھ گئے اور جہنم کا راستہ اختیار کرلیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر بھیجا گیا لوگوں میں سے اکثر تو نافرمان اور پیغمبر کو جھٹلانے والے بن گئے اور جنہوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کی پیروی کی وہ عقیدت ومحبت میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کو معبود بنا ڈالا اور ترک دنیا کے طریقوں کو اپنانا شروع کردیا۔

اللہ نے فرمایا کہ وہ ایسی بدعتوں میں لگ گئے جو ہم نے ان کو نہ تو بتائی تھیں اور نہ ان پر فرض کی تھیں۔ رہبانیت (ترک دنیا) ان میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ یہ گھڑا ہوا راستہ ان کے لئے دین و مذہب بن گیا اور اس طرح وہ بھی گمراہی کے راستے پر چل نکلے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ (نصاریٰ کی طرح) اسلام میں رہبانیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ البتہ دین اسلام کے لئے غریبانہ زندگی اختیار کر کے اور غریبوں میں گھل مل کر ان کے دکھ درد میں سنت کے مطابق شرکت کرنا وہ طریقہ جو علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اختیار کیا تھا وہ بظاہر ترک دنیا نظر آتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ان بزرگوں کا وہ سرفروشانہ جذبہ تھا جس نے ہمیشہ ہر زمانہ میں امت کو مایوسیوں سے نکال کر دین کے راستے پر لگایا ہے اور امت کو ایک نئی زندگی عطا کی ہے۔ بعد میں مفاد پرستوں اور قبر پرستوں نے صوفیائے کرام کے ایسے ایسے بے سند واقعات گھڑ کر مشہور کردیئے جس سے ان کی زندگی پرستان کی کہانیاں لگنے لگیں اور قبروں پر میلے ٹھیلے لگا کر ان کو عین اسلام ثابت کرنا شروع کردیا۔

اس میں ان صوفیائے کرام اور بزرگان دین کا کوئی قصور نہیں ہے یہ تو ان کاروباری سجادہ نشینوں کا مشغلہ ہے جو اندھی عقیدت رکھنے والے غریب عوام کا خون چوستے اور عیش وعشرت کی زندگی گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے محبوب رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پوری طرح ایمان لاؤ۔ اسی طرح اہل کتاب سے فرمایا کہ تم بھی اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تو تمہیں دوگنا اجر ملے گا ایک اپنے پیغمبر پر ایمان رکھنے کا اجر اور ایک نبی

آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کا اجر۔

قیامت کے دن اس تقویٰ اور اطاعت رسول کو اللہ ایک نور بنادے گا جو انہیں پل صراط کے اندھیرے راستے میں روشنی عطا کرے گا۔ وہ اللہ تو بہت مغفرت کرنے والا، معاف کرنے والا مہربان ہے وہ تمہارے پچھلے سارے گناہوں کو معاف کردے گا۔

یہ دین اللہ کی طرف سے ہے اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ جو بھی اس راستے کو اپنائے گا اس پر اللہ کا فضل و کرم نازل ہوگا لیکن جو اس راستے کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کرے گا جو اللہ کے پیغمبروں نے نہیں بتایا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور اطاعت و فرماں برداری کرنے والوں پر اللہ ہمیشہ فضل و کرم کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بے انتہا فضل و کرم اور رحم کرنے والا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللّٰہ

سورۃ نمبر ۵۸

اَلْمُجَادِلَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المجادلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	58
کل رکوع	3
آیات	22
الفاظ وکلمات	479
حروف	2103
مقام نزول	مدینہ منورہ

اہل ایمان کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ کسی محفل میں یا کسی کے گھر مزاج پرسی کے لیے جائیں تو اس طرح جم کر نہ بیٹھ جائیں کہ جس سے دوسرے کو تکلیف ہو اور وہ شرم کی یا اپنے اخلاق کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکے۔

☆عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ اگر انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس سے رجوع کیا جا سکتا تھا لیکن اگر کسی نے ''ظہار'' کر لیا تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ ''ظہار'' یہ ہے کہ اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا ''اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ'' تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یعنی اب تجھ سے صحبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے میں نے اپنی ماں سے مباشرت کی۔ تو اس سے ہمیشہ کے لیے جدائی سمجھی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں کے اس جاہلانہ تصور اور قانون کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ فرمایا کہ اپنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا انتہائی شرم ناک اور بے ہودہ بات ہے لیکن اگر کسی نے یہ کہا تو اس کے کہہ دینے سے بیوی اس کی ماں نہیں بن جاتی۔ ماں تو وہی ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے۔ البتہ اس غیر شائستہ اور نا مناسب بات کا کفارہ یہ ہے کہ (۱) بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرے (۲) اگر غلام میسر نہ ہو تو مسلسل دو مہینے تک روزے رکھے (مہینہ چاند کے حساب سے ہوگا) اور اس دوران بیوی سے صحبت نہ کرے (۳) اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو صحبت سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پکا کر کھلائے یا اتنی رقم دیدے جس سے ساٹھ آدمی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔ یہ کفارہ ادا کرنے کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے اس سے پہلے صحبت حرام ہے۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ خزرج کی ایک صحابیہ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ تھیں ان کے شوہر اوس بن صامت انصاریؓ قبیلہ اوس کے سردار حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے بھائی تھے۔ حضرت خولہؓ بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر حضرت اوس ابن صامتؓ نے ان سے ''ظہار'' کیا۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس واقعہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کے لیے ہمیشہ کے واسطے حرام ہو چکی ہو (کیونکہ اس وقت تک یہی قانون رائج تھا)۔ حضرت خولہؓ نے اللہ سے فریاد کی اور رسول اللہ ﷺ

بعض صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے فیض حاصل کرنے کے لیے دیر تک آپ ﷺ کے پاس بیٹھنا چاہتے لیکن نبی کریم ﷺ اپنے اخلاق کریمانہ سے کسی کو منع نہ فرماتے جب تک صحابہ کرامؓ بیٹھتے آپ ﷺ بھی بیٹھے رہتے مگر اس سے آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے نبی تو تم سے یہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں لیکن ہم تمہیں بتانے میں شرم محسوس نہیں کرتے کہ جب وہ آپ ﷺ کی محفل میں جائیں تو مناسب وقت تک بیٹھا کریں تا کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ مجلس میں اگر کچھ زیادہ لوگ آ جائیں تو سب کو اس بات کا موقع دیا کریں کہ ہر ایک آپ ﷺ کی مجلس میں شرکت کر کے فیض حاصل کر سکے۔

کے پاس آ کر بار بار اصرار کیا کہ وہ اپنے شوہر سے کسی طرح جدا نہ ہوں گی ورنہ ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی برباد ہو کر رہ جائے گی۔ دوسری طرف حضرت خولہؓ نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کی الٰہی! میری اس مصیبت پر نظر فرمائیے اور کوئی ایسا راستہ عطا فرمائیے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہی رہ سکیں۔ اللہ نے ان کی فریاد سن کر ''ظہار'' کے پرانے قانون کو منسوخ کر دیا اور کفارہ لازم قرار دے دیا۔

☆ اس سورۃ میں مختلف معاشرتی مسائل کے حل کے لیے قوانین بھی بیان فرمائے گئے تا کہ ایک ایسا اسلامی معاشرہ بن سکے جس میں تہذیب و شائستگی اور دوسروں کی تکلیفوں کا خیال رکھا جا سکے۔

☆ منافقین طرح طرح کی شرارتوں کے منصوبے بنانے کے لیے چھپ چھپ کر سرگوشیاں کیا کرتے تھے تا کہ دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ان کے دلوں میں بغض و حسد کی آگ لگ رہی تھی اپنی تسکین کا سامان کر سکیں۔ فرمایا کہ ان کی سرگوشیاں اور منصوبہ بندیاں اللہ کی تدبیر کے سامنے دھری رہ جائیں گی اور وہ اہل ایمان کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ مومنوں کو چاہیے کہ وہ نہایت خلوص سے دین کی جدوجہد کرتے رہیں اگر کسی سرگوشی میں کوئی گناہ، ظلم و زیادتی اور اللہ و رسول کی دشمنی نہ ہو تو اس سرگوشی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ ایک ادب یہ سکھایا گیا کہ کسی مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوں اور باہر سے کچھ اور لوگ آ کر بیٹھنا چاہیں تو آنے والوں کے لیے گنجائش پیدا کرنے کے لیے سمٹ سمٹ کر بیٹھ جائیں کیونکہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ بیٹھے رہیں اور کچھ انتظار میں کھڑے رہیں یا ایک دوسرے کو پھلانگتے پھلانگتے اندر گھسنے کی کوشش کریں۔ یہ بڑی خود غرضی اور تنگ دلی ہے کہ آنے والوں کا خیال نہ رکھا جائے۔

☆ اسی میں ایک ادب یہ بھی سکھایا گیا کہ کسی محفل میں اس طرح جم کر بیٹھ جانا کہ دوسروں کی ضروریات اور پریشانیوں کا خیال ہی نہ کیا جائے یہ بات بھی قطعاً مناسب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے صاحب خانہ کو کوئی ایسی ضرورت ہو جس کا اظہار وہ کرنا مناسب نہ سمجھتا ہو۔ فرمایا کہ اگر وہ زبان سے یا اپنے کسی انداز سے اشارے سے یہ کہہ دے کہ میں مصروف ہوں تو لوگوں کو اس جگہ یا محفل سے اٹھ جانے میں اپنی بے عزتی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

نبی کریم ﷺ جو اخلاق کریمانہ کا پیکر تھے اور صحابہ کرامؓ جن کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے قریب ہو کر زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں کبھی کبھی آپ ﷺ کو کوئی ضروری کام ہوتا اور صحابہ کرامؓ دیر تک بیٹھنا چاہتے تو آپ ﷺ اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے ان کو منع نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ! تو تم سے نہیں کہتے کہ شرماتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی کے آرام وراحت اور ضروریات کا خیال رکھیں۔ مختصر بیٹھیں اور جب آپ ﷺ فرمادیں کہ آنے والوں کے لیے جگہ خالی کردیں۔ گنجائش پیدا کریں یا اٹھ کر چلے جانے کے لیے فرمائیں تو آپ ﷺ کے ہر حکم اور اشارے کی تعمیل کی جائے اور تمام اہل ایمان کو قیامت تک اسی طرح کے مجلسی آداب کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

فرمایا کہ اگر کسی کو نبی کریم ﷺ سے کوئی بات خاموشی سے علیحدگی میں کرنا ہو تو وہ پہلے صدقہ دے پھر آپ ﷺ سے تنہائی میں بات کرے۔ مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ اس بات کو سمجھ لیں اور اس عادت کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ جب اس کی عادت پڑ گئی اور صحابہ کرامؓ سمجھ گئے تو اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ (ہوسکتا ہے ان میں منافق بھی ہوں) اپنی اہمیت جتاتے اور یہ بتانے کے لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بہت قریب ہیں اور آپ ﷺ بھی ان کا بہت لحاظ فرماتے ہیں آپ ﷺ سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش کرتے اور پھر جم کر بیٹھ جاتے تھے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی مگر آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرماتے تھے۔

☆ انصار اور مہاجرین جو ایمان لے آئے تھے وہ دین کے لحاظ سے تو کفار سے علیحدہ ہو چکے تھے مگر رشتہ داریاں بہر حال قائم تھیں۔ بعض صحابہؓ اپنے رشتہ داروں سے ملتے اور بعض صحابہؓ کفار کو دشمن رسول ﷺ سمجھ کر ان سے بات تک کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو ہر ایک کے ایمان واخلاص کا پوری طرح علم ہے۔ وہ لوگ جو منافق ہیں اور دشمنان اسلام سے ملتے ہیں وہ کتنی ہی قسمیں کھا کر یقین دلائیں کہ ان کا مقصد محض رشتہ داریوں کا لحاظ کرنا تھا۔ اللہ کو معلوم ہے کہ جب وہ کفار سے ملتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں فرمایا ایسے لوگ شیطان کے گروہ میں شامل ہیں اس لیے اللہ ان کو پسند نہیں کرتا لیکن جو لوگ ایمان اور اخلاص کا پیکر ہیں وہ اللہ کی جماعت ہیں وہی ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ صحابہ کرامؓ اللہ کی ہر رضا پر راضی ہیں۔

سورة المجادلة

بسم الله الرحمن الرحيم

قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها و
تشتكي الى الله ۖ والله يسمع تحاوركما ان الله سميع بصير ①
الذين يظهرون منكم من نسائهم ما هن امهتهم ان امهتهم
الا الـي ولدنهم و انهم ليقولون منكرا من القول وزورا و
ان الله لعفو غفور ② والذين يظهرون من نسائهم ثم
يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا ذلكم
توعظون به والله بما تعملون خبير ③ فمن لم يجد فصيام
شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام
ستين مسكينا ذلك لتؤمنوا بالله و رسوله وتلك حدود الله
وللكفرين عذاب اليم ④ ان الذين يحادون الله ورسوله
كبتوا كما كبت الذين من قبلهم وقد انزلنا ايت بينت و
للكفرين عذاب مهين ⑤ يوم يبعثهم الله جميعا فينبئهم
بما عملوا احصه الله ونسوه والله على كل شيء شهيد ⑥

الجزء ٢٨
ع ١

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

بے شک اللہ نے اس (عورت) کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکایت کر رہی تھی۔ اللہ تم دونوں کی بات سن رہا تھا۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اور تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں (یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے) وہ (کہنے سے) ان کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ اور بلاشبہ وہ ایک نامعقول اور جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان سے رجوع کرنا چاہتے ہیں (اس سے) جو انہوں نے کہا تھا تو ان کے ذمے آپس میں ملنے سے پہلے (صحبت کرنے سے پہلے) ایک غلام آزاد کرنا (لازمی) ہے اس کی تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ پھر جس کو غلام میسر نہ ہو تو اس کو ملاقات سے (صحبت سے) پہلے مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنے ہیں۔ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اس نے یہ حکم تمہیں اس لئے دیا ہے تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔ (جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے) اور کافروں کے لئے بدترین عذاب ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس طرح ذلیل و رسوا کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل و رسوا کئے گئے تھے۔ حالانکہ ہم نے صاف صاف احکامات نازل کئے تھے۔ اور کافروں کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔ وہ دن (زیادہ دور نہیں ہے کہ) جب اللہ سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ان کے کئے ہوئے کاموں سے آگاہ کرے گا جن اعمال کو وہ بھول گئے مگر اللہ نے شمار کر رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ اور نگران ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

سَمِعَ سن لیا

تُجَادِلُ وہ جھگڑتی ہے

تَشْتَكِيْ	شکایت کرتی ہے
تَحَاوُرٌ	آپس میں بات چیت
يُظٰهِرُوْنَ	وہ ظہار کرتے ہیں
وَلَدْنَ	انہوں نے جنا۔ پیدا کیا
زُوْرٌ	جھوٹ۔ گناہ
يَعُوْدُوْنَ	وہ لوٹتے ہیں
تَحْرِيْرُ	آزاد کرنا
رَقَبَةٌ	گردن (غلام)
اَنْ يَتَمَاسَّا	یہ کہ وہ ہاتھ لگائیں
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ	مسلسل دو مہینے
اِطْعَامُ	کھلانا
سِتِّيْنَ	ساٹھ
يُحَادُّوْنَ	ناراض کرتے ہیں
كُبِتُوْا	ذلیل کیے گئے
اَحْصٰى	اس نے شمار کیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے وقت عربوں میں بہت سے من گھڑت طریقے رائج تھے جن پر وہ لوگ بڑی شدت سے جمے ہوئے تھے اور اسی کو ان لوگوں نے شریعت بنا رکھا تھا مثلاً اگر میاں بیوی کے درمیان مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہو سکی اور باہمی اختلافات بڑھ کر بات طلاق تک پہنچ گئی تو وہ اپنی بیوی کو جتنی طلاقیں چاہے دیدیتے اور پھر جب چاہتے اس

سے رجوع کر لیتے اس طرح عورتیں مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئی تھیں اور مردوں کے ظلم و ستم سے نکلنے کا مظلوم عورتوں کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ دین اسلام نے طلاق کے لئے ایسے اصول عطا فرمائے کہ جس سے کسی شخص کو عورت پر ظلم و زیادتی کرنے کا راستہ نہ مل سکے۔ عربوں میں طلاق کے لئے تو یہ تصور تھا کہ اگر طلاق دیدی جائے تو اس سے رجوع کیا جا سکتا ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا ''اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ ''یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس لفظ کے ادا کرتے ہی گویا وہ اپنی بیوی سے قطع تعلق کا ایک ایسا اعلان سمجھا جاتا تھا جس سے کسی حال میں رجوع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس کو عربی میں ''ظِہار'' کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مجادلہ کی ان زیر مطالعہ آیات میں بالکل صاف صاف اعلان فرما دیا ہے کہ تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کر لیتے ہیں یعنی یہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں جیسی ہے تو یہ کہنے سے ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں کیونکہ درحقیقت مائیں تو وہی ہیں جن کی کوکھ سے انہوں نے جنم لیا ہے۔ فرمایا کہ اپنی بیوی کو ماں کہہ دینا انتہائی غیر سنجیدہ، نامعقول اور جھوٹ بات ہے۔ جس کی توقع ایک سمجھدار اور باوقار مومن سے نہیں کی جا سکتی لیکن جو لوگ اس سے رجوع کرنا چاہیں وہ کفارہ ادا کر کے پھر سے میاں بیوی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔

علماء مفسرین نے ان آیات کے شان نزول میں حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ان آیات کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ قبیلہ اوس کے سردار حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے بھائی حضرت اوسؓ ابن صامت انصاریؓ نے اپنی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ سے کہہ دیا کہ ''اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ '' یہ کہتے ہی حضرت خولہؓ پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ غم سے نڈھال سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور مسئلہ پوچھا آپ نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق فرمادیا کہ میرا خیال ہے تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہو چکی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک ظہار کے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ حضرت خولہؓ نے رونا پیٹنا شروع کیا اور نبی کریم ﷺ سے اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے کہنا شروع کیا یا رسول اللہ ﷺ جب اسلام میں طلاق کے احکامات ہیں اور ظہار کے لئے کوئی حکم نہیں ہے تو پھر اس رواج کو کیوں مانا جائے۔ آپ ﷺ نے پھر اپنی بات ارشاد فرمادی کہ میرے خیال میں تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہؓ نے شکوے کے ساتھ ساتھ اپنے حق کے لئے جھگڑنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے اشارہ سے حضرت خولہؓ کو چپ رہنے کے لئے کہا۔ اس وقت سورۂ مجادلہ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں اس زمانہ کے چلتے ہوئے قانون کو منسوخ کر کے خانگی اور گھریلو زندگی کو تباہی سے بچا لیا گیا۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ اللہ کو اس قدر محبوب ہیں کہ قرآن کریم میں ان کی بہت سی اداؤں اور باتوں تک کو محفوظ کر دیا گیا جو ان کے لئے دنیا اور آخرت کی عزت و سربلندی اور وقار کا ذریعہ ہیں۔ ان آیات میں فرمادیا کہ بے شک اللہ نے اس عورت (خولہؓ بنت ثعلبہ) کی بات سن لی جو وہ اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی (اس کی اور اے نبی ﷺ! آپ کی) باتوں کو وہ سن رہا ہے بے شک اللہ ہی تو سب کچھ سننے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیوی سے ظہار کر لیتے ہیں یعنی وہ کہہ دیتے ہیں کہ تو میری ماں جیسی ہے تو وہ اتنا کہہ

دینے سے ان کی مائیں نہیں بن جاتیں کیونکہ مائیں تو وہی ہوتی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوتے ہیں ایسی بات کہنا بہت ہی بری اور جھوٹ بات ہے۔ لہٰذا جو لوگ ''ظہار'' کرنے کے بعد اپنی بیویوں سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ صحبت و مباشرت سے پہلے ایک غلام آزاد کریں۔ اگر غلام (باندی) میسر نہ ہو تو مسلسل دو مہینے تک روزے رکھیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو (دو وقت پیٹ بھر کر) کھانا کھلائیں۔ توبہ استغفار کرتے رہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول نے جن حدود کو مقرر کر دیا ہے ان کے قریب بھی جانا اللہ اور اس کے رسول کی توہین اور مخالفت ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ ان کو بھی اسی طرح ذلیل و رسوا کر دے گا جس طرح اس نے گذشتہ امتوں کے نافرمانوں کو ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا تھا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو اس بات کو خیال رکھنا چاہیے کہ اس کو بہت جلد اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے جس سے اللہ اچھی طرح واقف ہے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت اوس ابن صامت انصاریؓ کو بلا کر فرمایا کہ اللہ کے حکم کے تحت تمہارے لئے رجوع کرنے کی گنجائش ہے۔ اب تم ایک غلام آزاد کر دو انہوں نے اس سے معذرت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو تم لگاتار دو مہینے تک روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اوس کا تو یہ حال ہے کہ دن میں تین مرتبہ کھانا نہ کھائے تو اس کی بینائی جواب دینے لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ عرض کیا میری اتنی مالی حیثیت نہیں ہے کہ میں ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلا سکوں آپ ہی میری مدد کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے ان کو اتنا دیدیا کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکیں۔ اس طرح حضرت اوس ابن صامت انصاریؓ نے ''ظہار'' سے رجوع فرمایا اور پھر وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذارنے لگے۔

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ کی فریاد کو سن کر فوراً ہی ان پر احکامات کو نازل فرما دیا جس کی وجہ سے حضرت خولہؓ کو صحابہ کرامؓ میں عزت و عظمت کا ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک خاتون ملیں انہوں نے امیر المومنین کو روکا حضرت عمر سر جھکا کر دیر تک ان خاتون کی بات سنتے رہے۔ کسی نے عرض کیا امیر المومنین آپ نے قریش کے سرداروں کو اس بڑھیا کی وجہ سے روکے رکھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جانتے ہو یہ خاتون کون ہیں؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی۔ اللہ کی قسم اگر یہ رات بھر مجھے روکے کھڑی رہتیں تو میں کھڑا رہتا صرف نمازوں کے اوقات میں ان سے معذرت کرتا۔ (ابن ابی حاتم۔ بیہقی)

(۲)۔ ظہار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ عورت بدستور اس شوہر کی بیوی رہتی ہے۔ وقتی طور پر عورت اپنے شوہر سے الگ کر دی جاتی ہے۔ جب شوہر کفارہ ادا کر دے گا تو جو رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو جائے گی اور وہ دونوں پھر سے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذاریں گے۔

(۳)۔ مردوں کی طرح اگر بیوی نے اپنے شوہر سے کہہ دیا کہ تو میرے باپ کی طرح ہے یا یہ کہ میں تیری ماں کی طرح

ہوں تو اس سے ظہار نہیں ہوتا کیونکہ اللہ نے مردوں کو طلاق دینے کا حق دیا ہے وہی ظہار کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بالکل واضح طریقے پر فرمادیا ہے "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" کہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے چاہے تو وہ گرہ بندھی رکھے اور اگر چاہے تو اس کو کھول دے یعنی طلاق دیدے۔ شریعت نے طلاق دینے کا حق عورت کو نہیں دیا ہے۔ یہ حق صرف مردوں کو دیا گیا ہے۔

(۴)۔ اگر کوئی مسلم، عاقل، بالغ اور مکمل ہوش وحواس میں ہو تو وہ ظہار کر سکتا ہے۔ یہ بات یادر ہے کہ دین اسلام نے مردوں کو طلاق اور ظہار کا حق ضرور دیا ہے لیکن اس کو پسند نہیں کیا ہے کہ مرد کی زبان پر (شدید مجبوری کے سوا) یہ لفظ طلاق آئے یا وہ عورت جو اس کی بیوی ہے اس کو ماں، بہن، بیٹی کے کسی عضو سے پکارے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو بہت ہی برا کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔

(۵)۔ وہ شخص جس نے اپنے بیوی سے ظہار کیا ہے اگر تعلق رکھنا چاہتا ہے تو قرآن کریم کے حکم کے مطابق اس کا کفارہ ادا کرے۔ اور اگر وہ رجوع کرنا نہیں چاہتا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے چونکہ اس میں بیوی کی حق تلفی ہے اس لئے کفارہ ادا کر کے پھر اگر چاہے تو اس کو طلاق دے دے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ
نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ
ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۷ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ
النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ
وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ
يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ
فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا

بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٩ اِنَّمَا النَّجْوٰى
مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ
لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝١١
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ
نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٢ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ
صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١٣ ع ٢ / ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

کیا (اے مخاطب) تو نے نہیں دیکھا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ ہر بات کو جانتا ہے۔ کہیں بھی تین آدمیوں میں سرگوشی (خفیہ مشورہ) ہوتا ہے تو چوتھا اللہ ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں پانچ آدمی خفیہ بات کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔

خفیہ بات کرنے والے تھوڑے ہوں یا زیادہ کوئی خفیہ مشورہ ایسا نہیں ہوتا مگر یہ کہ اللہ ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی خفیہ مشورہ کریں۔ پھر وہ قیامت کے دن بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جن لوگوں کو سرگوشیوں (خفیہ سازشوں) سے روکا گیا تھا مگر وہ پھر بھی وہی کام کرتے ہیں جس سے روکا گیا تھا اور وہ آپس میں گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کے لئے چپکے چپکے مشورے کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ان الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے اللہ نے آپ پر سلام نہیں بھیجا۔ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہم جو الفاظ ادا کرتے ہیں ان پر ہمیں اللہ عذاب کیوں نہیں دیتا۔ (یاد رکھیں) ایسے لوگوں کے لئے جہنم کافی ہے جس میں یہ داخل ہوں گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

اے ایمان والو! تم جب بھی آپس میں سرگوشیاں کرو تو گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں نہ کرو۔ بلکہ بھلائی اور پرہیزگاری کی باتوں میں باہم مشورہ کرتے رہا کرو۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے سامنے تمہیں حاضر ہونا ہے۔ ہر اس قسم کی سرگوشی کرنا شیطانی کام ہے۔ جو مسلمانوں کو رنجیدہ کردے۔ حالانکہ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو اس وقت تک وہ اہل ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کھول دیا کرو۔ (تم ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے لئے کشادگی پیدا کردے گا۔ اور جب تم سے کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان کو اور ان لوگوں کو جنہیں علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کردے گا۔ اور اللہ کو معلوم ہے تم جو کچھ کرتے ہو۔

اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ (ﷺ) سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ خیرات کردیا کرو۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری اور پاکیزگی ہے۔ پھر اگر تمہیں (صدقہ) میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ کردیا کرو۔ پھر جب تم نے اس کو نہ کیا اور اللہ نے تم سے درگذر کرلیا تو نماز قائم کرو، زکوۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کو معلوم ہے تم جو کچھ کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۱۳

نَجْوٰی	چپکے چپکے باتیں۔ سرگوشی۔ مشورے
یُنَبِّئُ	وہ آگاہ کرتا ہے۔ وہ خبر دیتا ہے

یَعُوْدُوْنَ	وہ لوٹتے ہیں۔ وہ پلٹتے ہیں
حَیَّوْ	انہوں نے دعا دی۔ سلام کیا
تَفَسَّحُوْا	جگہ چھوڑو۔ کھل کر بیٹھو
اُنْشُزُوْا	تم اٹھ جاؤ
قَدِّمُوْا	آگے بھیجو
اَطْھَرُ	زیادہ پاکیزہ۔ زیادہ صاف ستھرا
اَشْفَقْتُمْ	تم ڈر گئے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۱۳

دین اسلام ہمیں روحانی اور اخلاقی بلندیوں کے ساتھ معاشرہ میں تہذیب و شائستگی، اعلیٰ درجہ کا نظم وضبط، سادگی، وقار اور چھوٹے بڑے کے آداب کا لحاظ کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور ہر اس طریقہ کو ناپسند کرتا ہے جس سے آپس میں کسی طرح کی غلط فہمی یا بدگمانی پیدا ہونے کا امکان بھی ہو۔

مشرکین، منافقین اور یہود و نصاریٰ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے کہ اپنے دلی بغض و حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اہل ایمان کے درمیان غلط فہمی اور بدگمانی کی فضا پیدا کر دیں۔ ان منافقین کا یہ حال تھا کہ اگر انہیں اہل ایمان کی ذرا سی بات بھی ہاتھ لگ جاتی تو وہ اس کو جگہ جگہ اڑانے میں اپنی ساری طاقتیں لگا دیتے تھے۔ ان تمام سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے حضور اکرم ﷺ کی محفل کے تین بڑے بڑے آداب سکھائے ہیں۔

﴿۱۔ سرگوشیاں﴾ منافقین اور یہودی جب بھی جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ کو دیکھتے تو ایک دوسرے کے کان میں اس طرح سرگوشیاں کرتے جیسے وہ کوئی بہت اہم بات کر رہے ہیں اور اہل ایمان کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان کو بھی اس سرگوشی میں شریک کیا جائے۔ اس سے صحابہ کرامؓ کو سخت اذیت پہنچتی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ یا تو منافقین ان کے خلاف سازش کر رہے ہیں یا وہ ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اسی طرح اپنے گھروں میں پردے لٹکا کر اور دروازے بند کر کے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور دین اسلام کے خلاف خفیہ مشورے اور سازشیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا ہے کہ جب وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ جس طرح وہ دنیا والوں سے بہت سی باتیں چھپا جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کو دیکھنے، سننے والا کوئی نہیں ہے اللہ سے

بھی چھپالیں گے کیونکہ جہاں بھی دو یا تین آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں تو چوتھا اللہ ہوتا ہے اور جہاں بھی پانچ آدمی سرگوشیاں کر رہے ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ راز کے ہزار پردوں میں بھی جو باتیں کی جاتی ہیں وہ تین ہوں، چار ہوں یا زیادہ یا کم ہوں ان کی تمام باتوں کو اللہ سن رہا ہے اور ان کے ظاہری اور دلوں کے حالات تک سے وہ واقف ہے۔ کانوں میں چپکے چپکے باتیں اور سرگوشیاں کرنا برا بھی ہے اور اچھا بھی۔ اگر سرگوشی کسی اعلیٰ اور بہتر مقصد کے لئے کی جارہی ہے تو اس پر اجر عظیم ہے لیکن اگر یہ سرگوشی کسی سازش راز داری اور اہل ایمان کو چڑانے یا اذیت دینے کے لئے کی جارہی ہے تو یہ نہ صرف انتہائی گھٹیا حرکت ہے بلکہ اللہ کی طرف سے سخت سزا دیئے جانے کا سبب بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشاد فرمایا ہے

اکثر سرگوشیاں وہ ہوتی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں ہوتی۔ ہاں اگر صدقہ کرنے، نیکیوں اور بھلائیوں کو پھیلانے اور لوگوں میں باہمی صلح و صفائی اور اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو تو ایسا کرنے والوں کو اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔

سورۂ مجادلہ کی زیر مطالعہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے مومنو! تم جب بھی آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ، ظلم و زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانیوں کی سرگوشیاں نہ کرو بلکہ بھلائی اور پرہیز گاری کی باتوں میں سرگوشیاں کیا کرو۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے جس کے سامنے تمہیں ایک دن حاضر ہونا ہے۔ بری سرگوشی درحقیقت شیطان کا کام ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ مومنوں کو رنجیدہ کردے اور کوئی نقصان پہنچائے لیکن شیطان کی کوششوں کے باوجود کسی کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر سرگوشی خیر اور بھلائی کے لئے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اس پر اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے البتہ اللہ کے نزدیک وہ سرگوشی سخت ناپسندیدہ ہے جو کسی برے ارادے اور بری نیت سے کی گئی ہو۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین اپنی اہمیت جتانے کے لئے نبی کریم ﷺ سے یہ درخواست کرتے کہ ہمیں تنہائی میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔ آپ ان کو اجازت دیدیتے۔ وہ منافقین علیحدہ بیٹھ کر اتنی فضول باتیں کر کے وقت ضائع کر دیتے کہ جس سے بعض صحابہ کرام جو اپنے ذاتی مسائل میں آپ سے بات کرنے کے خواہش مند ہوتے تھے وہ اس سے محروم رہ جاتے۔ آپ اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے سب کچھ جاننے کے باوجود کسی سے کچھ نہ فرماتے اور اس اذیت کو برداشت فرمالیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ منافقین آپ سے علیحدہ وقت لے کر اس بات کا اظہار کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے بہت قریب ہیں اور آپ ﷺ ان کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آپ سے سرگوشی کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے کچھ صدقہ دیدیا کریں۔ جب یہ حکم آیا تو منافقین اپنی ذہنی کمینگی اور کنجوسی کی وجہ سے ڈر گئے کہ اب اگر ہم علیحدگی میں کوئی بات کریں گے تو ہمیں صدقہ بھی دینا پڑے گا۔ لیکن وہ صحابہ کرامؓ جو آپ ﷺ کی عظمت کو پہچانتے تھے وہ سمجھ گئے کہ اللہ کی طرف سے اس حکم میں کیا راز پوشیدہ ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ نے علیحدگی میں سرگوشی کرنے سے اجتناب شروع

کر دیا کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کے محبوب نبی ﷺ کو کسی طرح اور کسی قسم کی بھی تکلیف دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مومنو! کیا تم اس حکم سے ڈر گئے حالانکہ اللہ تم سے درگذر کرنے والا یعنی معاف کرنے والا ہے۔ بہر حال تم نماز قائم کرتے رہو، زکوۃ ادا کرتے رہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو۔ مراد یہ ہے کہ تمہاری زندگی کا جو مشن اور مقصد ہے اس میں لگے رہو اس سے منہ نہ پھیرو۔ اگر آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنا ضروری ہو تو اس میں اللہ کے احکامات کا ضرور خیال رکھو۔

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے کچھ آداب محفل ارشاد فرمائے ہیں وہ یہ ہیں

(۱)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہوں تو تیسرے آدمی کو ان سے اجازت لینی چاہیے (تا کہ ان دونوں کو ناگوار نہ گذرے)۔ (صحیح مسلم)

(۲)۔ فرمایا کہ جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں چپکے چپکے باتیں (سرگوشیاں) نہ کریں کیونکہ یہ بات تیسرے آدمی کے لئے رنج کا باعث ہو سکتی ہے۔ اسی طرح دو آدمی کسی ایسی زبان میں بات نہ کریں جس کو پاس بیٹھا تیسرا آدمی سمجھتا نہ ہو کیونکہ اس سے اس کے دل میں بدگمانی پیدا ہو سکتی ہے یا وہ اجنبیت محسوس کر سکتا ہے۔

﴿۲۔ سلام کو بگاڑ کر کہنا﴾ ان منافقین کی ڈھٹائی، بے ادبی اور گستاخی کی انتہا یہ تھی کہ جب وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آتے تو اللہ نے جن الفاظ کے ساتھ انبیاء کرامؑ اور خود نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا ہے وہ اس کو بگاڑ کر ''السلام علیکم'' کے بجائے ''السام علیکم'' کہتے تھے جس کے معنی ہیں تمہیں موت آ جائے۔ ایک مرتبہ منافقین نے اسی طرح نبی کریم ﷺ کو سلام کیا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سن لیا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اللہ تمہیں غارت کر دے اور اس کی تم پر لعنت اور غضب ہو تم کس طرح سلام کر رہے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو روکتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ کو ایسا کلام پسند نہیں ہے جس میں سختی ہو تمہیں نرمی سے بات کرنا چاہیے۔ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے سنا نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کو کیا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میں نے سن لیا ہے اور میں نے اس کا مناسب جواب بھی دیدیا ہے کیونکہ میں نے جواب میں کہا ''وعلیکم'' یعنی تم پر بھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی دعا تو قبول نہ ہوگی البتہ میری دعا ضرور قبول ہوگی۔ اس لئے ان کی شرارت کا بدلہ تو ہو گیا۔ (بخاری شریف)

منافقین حضور اکرم ﷺ کو ان برے الفاظ سے سلام کر کے اپنے دل میں کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو ایسے برے الفاظ جو ہم اکثر کہتے رہتے ہیں ان کی وجہ سے اللہ کا قہر فوراً ٹوٹ پڑتا اور ہم تباہ ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر اللہ کا غضب تو آئے گا مگر اس جہنم کی شکل میں آئے گا جو بدترین ٹھکانا ہوگا۔

﴿۳۔ مجلس میں بیٹھنے کے آداب﴾ تیسرا ادب یہ سکھایا گیا کہ جب تم سے یہ کہا جائے کہ مجلس میں کشادگی پیدا کرو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے لئے کشادگی پیدا کر دے گا اور اگر (کسی مصلحت کی وجہ سے) تم سے یہ کہا

جائے کہ تم (مجلس سے) اٹھ جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات کو بلند کردے گا۔

مفسرین نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اصحاب صفہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کچھ بدری صحابہؓ بھی آگئے (جن کا اسلام میں اعلیٰ ترین مقام ہے) چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہ تھی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ وہ مجلس میں وسعت پیدا کریں یعنی جو بعد میں آنے والے ہیں ان کے لئے جگہ بنادیں اور آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ جو لوگ دیر سے بیٹھے ہیں وہ اٹھ جائیں تاکہ بعد میں آنے والے بھی استفادہ کرسکیں۔ یہ اتنی بڑی بات نہ تھی لیکن منافقین اور یہودیوں کو تو ایک بہانہ چاہیے تھا انہوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کردیا کہ یہ تو انصاف کے خلاف ہے کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اٹھا کر دوسروں کو بٹھا دیا جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو اٹھنے کا حکم دیا جائے اور وہ اس حکم کی تعمیل میں اٹھ جائے تو اس سے اس کا درجہ گھٹ نہیں جاتا بلکہ اللہ اس کے درجات کو بہت بلند فرمادیتا ہے کیونکہ انہوں نے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کی ہے جس پر بہت اجر وثواب ہے۔

آداب محفل کے لئے نبی کریم ﷺ نے بہت سی باتیں ارشاد فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کوئی شخص کسی دوسرے کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ مجلس میں ایسی کشادگی پیدا کرے جس سے آنے والے کو جگہ مل جائے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دو آدمی بیٹھے ہوں تو ان کے درمیان تیسرے آدمی کو بغیر ان دونوں کی اجازت کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اگر کسی مجلس میں دو آدمی بیٹھے ہوں تو وہ ان دونوں کے درمیان دوری پیدا کردے جب تک ان سے اجازت نہ لے لے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

آداب مجلس کا خلاصہ یہ ہے کہ

☆ مجلس میں جہاں بھی جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ مجمع کو چیرتے پھاڑتے اور پھلانگتے آگے جانے کی کوشش کرنا اس لئے مناسب نہیں ہے کہ اس سے ان لوگوں کو شدید تکلیف پہنچتی ہے جو پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

☆ مجلس سے کسی بیٹھے ہوئے کو اٹھانا اور اس کی جگہ بیٹھ جانا بہت بری بات ہے اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اس سے بچنا چاہیے۔

☆ مجلس میں دو آدمی چپکے چپکے باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو ناگواری محسوس ہوتی ہے اور اس سے بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ دونوں ہمارے خلاف ہی تو باتیں نہیں کررہے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا
مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ
كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٨﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٩﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿٢٠﴾
كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا
يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل کیا گیا۔ یہ لوگ نہ تو تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں۔ اور یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ایسے لوگوں کے لئے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔ بے شک وہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔

ان (منافقین نے) اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے ذلت ورسوائی والا عذاب ہے۔

ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ کے مقابلے میں (ان کے) کسی کام نہ آسکیں گی یہ جہنم والے ہیں جو اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا تو یہ اللہ کے سامنے اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھایا کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ انہوں نے کوئی اچھی بات کہی ہے۔ سنو! یہ بڑے ہی جھوٹے لوگ ہیں۔ ان پر شیطان نے پوری طرح قابو پا رکھا ہے۔ جس نے انہیں اللہ کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ یہ شیطانی جماعت ہے۔ سنو! کہ شیطان کا لشکر ہی تباہ ہونے والا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ اس بات کو لکھ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول دونوں غالب رہیں گے بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے محبت کرتے نہ دیکھیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ دادا، بیٹے، بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے یقین کو جما دیا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔ وہ اللہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنو! کہ بے شک اللہ کی جماعت ہی فلاح و کامیابی حاصل کرنے والی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

يَحْلِفُوْنَ — وہ قسم کھاتے ہیں

أَعَدَّ	اس نے تیار کیا ہے
جُنَّةٌ	ڈھال۔ بچنے کا سہارا
اِسْتَحْوَذَ	انہوں نے گھیرا ڈال لیا
حِزْبٌ	جماعت۔ گروہ
اَذَلِّيْنَ	ذلیل ترین لوگ
يُوَادُّوْنَ	وہ دوستی کرتے ہیں
عَشِيْرَةٌ	خاندان والے
اَيَّدَ	اس نے قوت دی

تشریح: آیت نمبر ۱۴ تا ۲۲

کفار کے ساتھ عام زندگی میں حسن سلوک، ہمدردی، خیر خواہی، حسن اخلاق اور احسان کرنا۔ اسی طرح تجارتی اور اقتصادی تعلق رکھنا رواداری ہے جو ہر مومن کو ہر شخص کے ساتھ کرنا چاہیے لیکن کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ یعنی اللہ و رسول کے دشمنوں سے قلبی تعلق رکھنا یا اپنے مفاد کے لئے دو کشتیوں میں سوار ہونا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اسی طرح تجارتی، اقتصادی لین دین اور سیاسی تعلقات میں اگر اہل ایمان کا نقصان اور غیرت مسلم پر بیش آجائے تو پھر وہ بھی جائز نہ ہوگا۔

مدینے کے یہودی اور کفار جو دکھانے اور کچھ دنیاوی مفادات حاصل کرنے کے لئے بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اور دیکھا دیکھی مسلمانوں کے ساتھ عبادات میں بھی شریک رہتے تھے وہ ذہنی الجھن اور کشمکش کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ نہ تو ان کا مخلصانہ تعلق اہل ایمان سے تھا اور نہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین سے بلکہ وہ اپنے وقتی مفادات کے لئے دونوں سے رشتہ اور تعلق قائم کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ چونکہ ان کی سوچ اور ذہنیت مجرمانہ بن چکی تھی لہٰذا اگر انہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوتا کہ ان کا نفاق اور جھوٹ کھل جائے گا تو وہ جھوٹی قسمیں کھانے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ جھوٹی قسمیں کھانے کی عادتیں اتنی پختہ ہو چکی

ہوں گی کہ جب قیامت میں اللہ کے سامنے حاضر ہوں گے اور ان منافقین سے پوچھا جائے گا تو وہ وہاں بھی اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دراصل ان کے دل و دماغ اور حواس پر شیطان نے اس طرح قابو پالیا ہے کہ وہ شیطان کی گرفت سے کوشش کے باوجود نکل نہیں سکتے۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوں گے اور آخرت کے عذاب سے بھی نہ بچ سکیں گے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو سچے مومن ہیں ان کے نزدیک صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی سب کچھ ہے۔ ان کے نزدیک رشتہ داریاں، تعلقات اور ذاتی مفادات سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔ اس تعمیل میں اگر رشتہ داریاں اور تعلقات حائل ہونے کی کوشش کریں تو وہ ان کو کاٹ کر پھینک دینے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد اس کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں۔

غزوہ بدر میں حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے سگے بھائی ابوعزیز ابن عمیر کو ایک انصاری صحابیؓ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پیر باندھ رہے تھے۔ حضرت مصعبؓ نے پکار کر کہا ذرا مضبوط باندھنا اس کی ماں بڑی مال دار ہے اس کی رہائی کے لئے وہ تمہیں بہت سا فدیہ دے گی۔ ابوعزیز نے کہا کہ تم بھائی ہو کر یہ بات کہہ رہے ہو؟ حضرت مصعبؓ نے جواب دیا کہ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کر کے لایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے نفاق کا راستہ اختیار کر رکھا ہے وہ کسی کا دوست نہیں ہوتا اس کو صرف اپنا ذاتی مفاد عزیز ہوتا ہے جہاں اسے اپنا ذاتی فائدہ نظر آتا ہے وہ اسی طرف جھکتا چلا جاتا ہے اور ہر ایک کو راضی کرنے کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ لیکن جس دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت رچ بس جاتی ہے اس کے نزدیک اپنے ذاتی مفادات، دوستیوں، رشتہ داریوں اور ہر طرح کے تعلقات کی اللہ و رسول کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ ایک مومن کی حیثیت سے انسانیت کی خدمت، مجبوروں اور بیکسوں سے ہمدردی کرنے کو، بڑوں کا احترام اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کو اپنے دین و مذہب کا جزو سمجھتا ہے اور اس کا قلبی تعلق اور محبت صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کے لئے ہوتی ہے۔ ان تمام باتوں کو زیر مطالعہ آیات میں نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ نے کبھی ان منافقین کے حالات پر غور کیا جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل کیا گیا (یعنی یہود و نصاریٰ) حقیقت یہ ہے کہ یہ منافق نہ تو تم میں سے ہیں اور نہ ان (یہودیوں) میں سے۔ یہ تو اپنے مفاد کے بندے ہیں جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ اپنے حق میں بہت برا کر رہے ہیں۔ ان کا عذاب الٰہی سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ جھوٹی قسموں کو اپنا سہارا اور ڈھال بنائے

ہوئے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔ اپنی اولادوں اور گھر والوں کے لئے مال بٹورتے رہتے ہیں لیکن یہ بدنصیب لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ مال و دولت اور بال بچے اس کو قیامت کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔ شیطان ان پر اس طرح مسلط ہو گیا ہے کہ یہ اس کے جال سے باہر نکل ہی نہیں سکتے یہ شیطانی جماعت بن چکے ہیں۔ اگر یہ لوگ بڑا جتھا بن بھی جائیں پھر بھی اہل ایمان پر غالب نہ آسکیں گے۔ اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب پر غالب رہیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت صرف اللہ ہی کی ہے اس کے سوا کسی کی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں وہ کبھی ایسے لوگوں سے قلبی تعلق نہیں رکھ سکتے جو اللہ و رسول کے دشمن ہیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ، دادا، بھائی اور عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کے یقین کو جما دیا ہے اور ہر جگہ ان کو باطنی قوت اور باطنی سکون و اطمینان حاصل رہتا ہے۔ ان کا انجام بہترین ہے۔ ان کے لئے جنت کی راحتیں، بہتی ہوئی نہریں اور راحت و آرام کا ہر سامان موجود ہوگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔ درحقیقت یہ اللہ کی جماعت ہے اور ہر شخص کو مان لینا چاہیے کہ ساری فلاح و کامیابی صرف اللہ کی جماعت ہی کو حاصل ہوگی۔

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۵۹

الحشر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۵۳

تعارف سورۃ الحشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	59
کل رکوع	3
آیات	24
الفاظ وکلمات	455
حروف	2016
مقام نزول	مدینہ منورہ

مال غنیمت یہ ہے کہ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے اس کو ایک جگہ کر کے اس کے پانچ حصے کیے جائیں۔ چار حصے جنگ میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے تا کہ مملکت کے ضروری کام نمٹائے جاسکیں۔

مال فے دشمن سے حاصل ہونے والا وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے ہاتھ آئے۔ اس کے لیے اللہ نے فرمایا کہ مال فے کو فوج میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کو اللہ و رسول کے لیے مخصوص کر دیا جائے تا کہ اس کی تقسیم اس طرح ہو کہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہے۔ بنونضیر سے چونکہ جنگ نہیں ہوئی تھی اس لیے اس کو مال فے قرار دیا گیا۔

☆ مدینہ منورہ میں بنونضیر کی شرارتوں اور میثاق مدینہ کے معاہدے کی کھلی خلاف ورزیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کو دس دن کے اندر اندر یہ شہر چھوڑنے کا نوٹس دے دیا تا کہ ان کو ان کی سازشوں کی سزا دی جا سکے۔ اصل میں نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آباد تمام قبیلوں سے ایک معاہدہ امن کیا تھا جس کا بنیادی مقصد آپس میں مل جل کر رہنا اور اگر کوئی بیرونی حملہ یا مداخلت ہو تو سب مل کر اپنے اس شہر کا دفاع کر سکیں۔ ان ہی میں یہودی قبیلہ بنونضیر سے باقاعدہ تحریری معاہدہ تھا لیکن انہوں نے شروع ہی سے اپنی شرارتوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ مکہ کے کافروں کو مدینہ منورہ پر حملے پر اکساتے رہتے یہاں تک کہ انہوں نے ایک موقع پر نبی کریم ﷺ کو شہید تک کرنے کی سازش کر ڈالی تھی مگر اللہ کی طرف سے بروقت اطلاع پر آپ ﷺ بنونضیر کے قبیلے سے واپس تشریف لے آئے۔ مدینہ منورہ کی بستی سے باہر بنونضیر کی باقاعدہ بستیاں تھیں جہاں وہ صدیوں سے آباد تھے۔ انہیں اپنے مضبوط قلعے، ہرے بھرے باغات اور اپنی مال و دولت پر بڑا ناز تھا۔ جب آپ ﷺ نے بنونضیر کو دس دن کا نوٹس دیا تو وہ اڑ گئے۔ ادھر رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے خاموشی کے ساتھ کہلا بھیجا کہ تم اپنی جگہ ڈٹے رہو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دو ہزار جوانوں کے ساتھ تمہاری طرف سے لڑوں گا اور آس پاس کے دوسرے قبیلے بھی تمہاری مدد کے لیے تیار ہیں۔ بنونضیر نے اپنے گھمنڈ اور منافقین کے بھروسے پر نبی کریم ﷺ سے کہلا بھیجا کہ ہم اپنی بستیاں خالی نہ کریں گے آپ ﷺ سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ آپ کر لیجیے۔ بنونضیر نے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں رکاوٹیں کھڑی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مال و دولت سب اسی دنیا میں رہ جائے گا۔ اصل چیز یہ ہے کہ آنے والے کل کی فکر کی جائے کہ کس نے اپنے آگے کیا بھیجا ہے کیونکہ جو کچھ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا ہے وہی قیامت کے دن اس کے کام آئے گا اور باقی سب کچھ اسی دنیا میں رہ جائے گا۔

کیں اور اپنے قلعوں سے تیر اور پتھر پھینکنے کی جگہوں کا انتخاب کرلیا۔ ادھر دس دن کی مدت گذرتے ہی آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اس قدر تیزی سے بنونضیر کی گڑھیوں اور قلعوں کو گھیر لیا کہ وہ اپنے قلعوں سے سوائے تیر برسانے اور پتھر پھینکنے کے اور کچھ نہ کرسکے اور جن منافقین نے مدد کا وعدہ کیا تھا وہ بھی سب کے سب دبک کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے یا بعض صحابہ کرامؓ نے جو آس پاس درخت تھے ان میں سے کچھ کو کاٹ ڈالا تاکہ بنونضیر اپنی نظروں سے اپنے باغات کی تباہی دیکھ کر مقابلے کے لیے باہر نکلیں مگر وہ دیکھتے رہ گئے اور یہودی اپنے قلعوں اور گڑھیوں سے باہر نہ نکل سکے۔ بنونضیر نے نہایت بے بسی کے عالم میں مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کردی اور کہا کہ ہماری جانیں بخش دی جائیں اور ہمیں ہتھیاروں کے سوا جو کچھ لے جاسکتے ہیں وہ لے جانے دیں۔ آپ ﷺ نے اجازت دیدی۔ اس کے بعد انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بنائے ہوئے مکانات توڑنے شروع کر دیئے تاکہ مسلمان ان کو استعمال نہ کرسکیں اور وہ جو کچھ اونٹوں پر لاد کرلے جاسکتے تھے وہ ساتھ لے گئے اور اس طرح بنونضیر کی پوری بستیوں پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔

چونکہ بنونضیر سے بغیر جنگ کیے ان کی دولت اور جائیداد ہاتھ آگئی تھی تو مال غنیمت کی طرح اس کو بھی مجاہدین میں قاعدہ کے مطابق تقسیم کیا جاتا لیکن اللہ نے اس مال کو ''مال فے'' قرار دے کر احکامات نازل فرمائے۔

''مال غنیمت'' یہ ہے کہ جنگ میں جو کچھ ہاتھ آئے اس کو ایک جگہ جمع کر کے اس کے پانچ حصے کیے جائیں۔ چار حصے جنگ میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کیے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے تاکہ اس سے مملکت کے ضروری امور سر انجام دیئے جائیں۔

''مال فے'' دشمن سے حاصل ہونے والا وہ مال و دولت وغیرہ ہے جو بغیر جنگ کے ہاتھ آئے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مال فے کو فوج میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ اس کو اللہ و رسول کے لیے مخصوص کردیا جائے تاکہ کوئی بھی اس سے محروم نہ رہے۔ اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ آپ اس مال فے کو رشتہ داروں، یتیموں اور مسافروں پر خرچ فرمائیں اس طرح وہ ضرورت مند مہاجرین جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کی اسی طرح وہ انصار مدینہ کے ضرورت مند بھی اس کے مستحق ہیں جنہوں نے مہاجرین کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور اپنی ضروریات کے باوجود انہوں نے

کبھی بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دی۔

☆ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو۔ گناہوں سے بچتے رہو تا کہ تم جنت کے مستحق بن جاؤ۔ اللہ نے فرمایا کہ جہنم والے اور جنت والے کبھی یکساں اور برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ جنت والے کامیاب و بامراد لوگ ہیں۔ فرمایا کہ اس باعظمت قرآن پر پوری طرح عمل کرو جس کی شان یہ ہے کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیا جاتا تو وہ اس کے بوجھ سے دب جاتا اور اس کے ٹکڑے اڑ جاتے مگر وہ اس بوجھ کو برداشت نہ کر پاتا۔ فرمایا کہ ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس نے اپنے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔

فرمایا کہ اس اللہ کو مانو جو ہر طرح کی عبادت و بندگی کا مستحق ہے جو ہر چیز کے ظاہر اور باطن کو اچھی طرح جانتا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سلامتی ہی سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، ہر ایک پر غلبہ رکھنے والا، اپنا حکم پوری قوت سے نافذ کرنے والا، ہر طرح کی بڑائیوں کا مستحق ہے۔ ہر اس شرک سے پاک ہے جو لوگ اس کی ذات اور صفات میں ملا رہے ہیں۔ وہی پیدا کرنے والا، نافذ کرنے والا، صورت شکل بنانے والا، سارے بہترین نام اسی کے ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اسی کی حمد و ثنا کر رہا ہے وہی زبردست حکمت والا ہے۔

۶ ر

سورۃ الحشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①
هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ
لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ
قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ
فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ
الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي
اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

آسمانوں اور زمین میں جو بھی (مخلوق) ہے وہ سب اسی کی پاکیزگی بیان کرتی ہے۔ وہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔

وہی ہے جس نے اہل کتاب (میں سے بنو نضیر) کو ان کے گھروں سے پہلی مرتبہ اکٹھا کر کے نکال دیا۔

تمہیں تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ خود بھی یہ خیال کئے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے (نما گھر) انہیں اللہ کے ہاتھ سے بچالیں گے۔

پھر اللہ کا عذاب ان پر ایسی جگہ سے آیا جس کا انہیں گمان تک نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے۔ اے آنکھوں والو! اس (واقعہ) سے عبرت ونصیحت حاصل کرو۔

اور اگر گھر سے بے گھر ہو جانا اللہ نے ان کے (مقدر میں) نہ لکھ دیا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لئے جہنم کا عذاب دیا جانا طے ہے۔

یہ (سزا) اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اس کے لئے اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(اے مومنو!) تم نے کھجوروں کے جن درختوں کو کاٹ ڈالا۔

یا جنہیں تم نے اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑے رہیں تو یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا تا کہ (اس کے ذریعہ) وہ فاسقین کو ذلیل ورسوا کر دے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

اَوَّلُ الْحَشْرِ پہلا مقابلہ

مَانِعَۃٌ بچانے والی

حُصُوْنٌ (حِصْنٌ) قلعے

قَذَفَ	پھینکا۔ڈالا
يُخْرِبُوْنَ	وہ برباد کرتے ہیں
اَلْجَلَآءَ	(وطن سے) نکلنا
شَآقُّوْا	انہوں نے نافرمانی کی
مَاقَطَعْتُمْ	تم نے نہیں کاٹا
لِيْنَةٌ	کھجور (مدینہ منورہ کی مشہور کھجور)
اُصُوْلٌ	بنیاد۔جڑ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

مکہ مکرمہ سے جب آپ نے یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ نے مدینہ کے آس پاس رہنے والے یہودیوں اور مختلف قبیلوں سے برابری کی بنیاد پر ایک ایسا معاہدہ کیا جس سے سب اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مذہب پر پوری آزادی سے عمل کریں اور اگر مدینہ منورہ پر کسی طرف سے بھی حملہ ہو تو سب مل کر اس کا دفاع اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے۔اس وقت خاص طور پر بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع یہودیوں کے بڑے قبیلے تھے ان کی باھمی دشمنی کے باوجود اس معاہدے کا پابند بنانے کی کوشش کی گئی۔

مکہ کے قریش شروع ہی سے اس ''میثاق مدینہ'' کے شریک قبائل کو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے خلاف بھڑکانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کو ہر طرح کی ناکامی ہوئی اور تمام قبائل اس معاہدے کی پابندی کرتے رہے۔ غزوہ بدر میں کفار مکہ کی زبردست شکست سے مدینہ کے قبائل چونک اٹھے۔

غزوہ احد میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے وقتی شکست ہوئی جو بعد میں فتح سے بدل گئی لیکن اس کے منفی اثرات پورے علاقے پر مرتب ہوئے جس کے نتیجہ میں بعض قبیلوں نے کفار مکہ کے اشارے پر کچھ غداری کرنے کی کوشش کی لیکن

نبی کریم ﷺ نے بروقت اقدام کر کے بنو قریظہ اور بنو قینقاع کو سخت سزا دی اور مدینہ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

بنو نضیر جو صدیوں سے مدینہ میں رہتے آئے تھے اور انہیں حضرت ہارونؑ کی اولاد ہونے پر بڑا فخر تھا ان کے مضبوط قلعے اور گڑھیاں تھیں، سرسبز و شاداب باغات تھے اور جماعتی لحاظ سے بھی وہ ایک منظم گروہ تھے۔ غزوہ احد تک وہ خاموش رہے لیکن اس کے بعد انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے خاموشی سے اقدامات کرنا شروع کر دیئے کیونکہ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور قوت سے سخت پریشان تھے۔

بنو نضیر کے سردار کعب ابن اشرف غزوہ احد کے بعد چالیس اہم ترین لوگوں کو لے کر قریش مکہ کے پاس پہنچا اور ایک خفیہ معاہدہ کیا اور آخر میں چالیس یہودیوں اور قریش مکہ کے چالیس ذمہ دار لوگوں نے بیت اللہ میں اس کے پردوں سے لپٹ کر دعائیں کیں اور یہ معاہدہ کیا کہ وہ ہر حال میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ جیسے ہی ان لوگوں نے معاہدہ کیا حضرت جبرئیل نے آ کر نبی کریم ﷺ کو ان کے معاہدے سے مطلع کر دیا۔ مدینہ کے یہودیوں کی یہ پہلی اور سب سے بڑی عہد شکنی تھی۔

دوسری طرف ایک ہی مہینے میں دو زبردست حادثے پیش آ گئے رجیع اور بیر معونہ۔ ان دو واقعات نے اہل ایمان کو ہلا کر رکھ دیا اور یہودیوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور انہوں نے طرح طرح سے میثاق مدینہ کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں۔ صفر ۴ھ میں عضل اور قارہ کے لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے ظاہری طور پر ایمان قبول کرنے کا ڈھونگ رچایا اور آپ سے درخواست کی کہ ان کے قبیلے کے لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لئے کچھ حضرات کو بھیج دیجئے۔ آپ ﷺ نے چھ ایسے صحابہ کرامؓ کو بھیجا جو سب کے سب حافظ قرآن تھے لیکن ان کو راستے ہی میں دھوکے سے شہید کر دیا گیا۔

ایسا ہی دوسرا واقعہ بیر معونہ کا پیش آیا جس میں آپ ﷺ نے ابو براء عامر ابن مالک کی درخواست پر ستر صحابہ کی جماعت قرآن کریم پڑھانے کے سلسلہ میں بھیج دی جو دین کے عالم، قاری اور ممتاز صحابہ تھے۔ یہ وہ مجاہدین تھے جو دن بھر لکڑیاں کاٹ کر لاتے، ان کو فروخت کر کے اہل صفہ کے لئے غلہ خریدتے، لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے اور رات بھر اللہ کی عبادت و بندگی کرتے تھے۔ یہ صحابہ کی جماعت جب معونہ کے کنویں کے قریب پہنچی تو ان پر زبردست حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا گیا۔

جب نبی کریم ﷺ کو اتنے بڑے حادثے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ رنج و غم سے نڈھال ہو گئے اور آپ ﷺ نے ظالموں کے لئے بددعا فرمائی۔ غزوہ احد کی ظاہری شکست اور ان دو مسلسل واقعات کی وجہ سے بنو نضیر کی شرارتیں عروج پر پہنچ گئیں یہاں تک کہ ایک موقع پر یہودیوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ کو شہید کرنے کی سازش کی جس کی بروقت

اطلاع حضرت جبرئیل نے دی۔ بنو نضیر کی ان مسلسل سازشوں اور عہد شکنیوں نے اہل ایمان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اب بنو نضیر کو ان کے علاقوں سے نکال دیا جائے تا کہ پورا علاقہ امن وامان کے ساتھ رہ سکے اور کفار مکہ کی مدینہ پر مزید جارحیت کے امکانات ختم ہو جائیں چنانچہ آپ نے بنو نضیر کو کہلا دیا کہ وہ دس دن کے اندر اپنا جو سامان اپنے ساتھ لے کر جا سکتے ہوں وہ لے کر کہیں دور چلے جائیں ورنہ نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اگر چہ انہیں اپنی جماعت کی طاقت، قلعوں اور شہروں کی مضبوطی پر بڑا ناز تھا لیکن وہ مسلمانوں سے مرعوب تھے اس نوٹس کے بعد وہ جانے کے لئے تیار بھی ہو گئے لیکن رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے کہلا بھیجا کہ تم نہ گھبراؤ، مقابلہ کے لئے ڈٹ جاؤ میرے پاس دو ہزار ایسے رضا کار موجود ہیں جو تمہاری مدد کریں گے اور جو تمہارے دوسرے حلیف قبائل ہیں وہ بھی تمہاری بھرپور مدد کریں گے۔

بنو نضیر جو صدیوں سے اس علاقے میں آباد تھے جب منافقین اور کفار کی طرف سے مدد کا یقین دلایا گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہلا دیا کہ ہم تو کہیں جانے والے نہیں ہیں تم سے جو ہو سکے وہ کر لو۔ جب نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کے اس جواب کو سنا تو آپ نے صرف اتنا فرمایا ''اللہ اکبر'' اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جنگ کی تیاری کرنے کا حکم دیدیا۔ جب دس دن کی مدت گذر گئی تو تین ہزار صحابہ کرامؓ نے بنو نضیر کے تمام قلعوں اور گڑھیوں کو گھیر لیا۔ بنو نضیر قلعہ بند ہو گئے۔ انہوں نے اپنے قلعوں سے پتھر اور تیر برسانا شروع کر دیئے اور جن منافقین اور کفار نے مدد کا یقین دلایا تھا وہ سب خاموش تماشائی بن کر رہ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک جنگی حکمت عملی یہ اختیار کی کہ یہودیوں کے جو بہترین باغ تھے ان کے بعض درختوں کو کاٹنا شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ جب یہودی یہ دیکھیں گے کہ ان کی محنت برباد ہو رہی ہے تو اپنے قلعوں سے باہر آ جائیں گے اور پھر ان کو گھیر کر مارنا آسان ہو جائے گا۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ اگر میدان میں مقابلہ ہو گا تو یہ درخت بنو نضیر کے بچنے کی جگہ بن جائیں گے اور مسلمانوں کو اس سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ ساری تدبیریں کیں مگر بنو نضیر کو مقابلے کی جرات نہ ہوئی۔ دس پندرہ راتوں کے محاصرے نے یہودیوں کو اس قدر مرعوب کر دیا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور بغیر کسی جنگ کے آپ کی ہر شرط ماننے پر مجبور ہو گئے۔ بنو نضیر نے کہا کہ ہم جانے کے لئے تیار ہیں ہماری جانیں بخش دی جائیں اور ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ہتھیاروں کے سوا جو کچھ یہاں سے ساتھ میں لے جا سکتے ہیں وہ لے جائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص ایک اونٹ پر جتنا سامان لے جاسکتا ہے وہ لے کر چلا جائے۔ چلتے ہوئے انہوں نے دروازے، کھڑکیاں، کھونٹیاں اور چھتوں کی شہتیریں تک اکھاڑ کر اونٹوں پر لادنا شروع کر دیں اور اس طرح بنونضیر کے تمام لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ بنونضیر مدینہ سے نکل کر خیبر اور شام کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

واقعات کے اس پس منظر میں سورۃ الحشر کی آیات کو سمجھنے میں سہولت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین و آسمان یعنی کائنات میں جتنی بھی مخلوق ہے ان میں سے ہر ایک اس زبردست حکمت والے اللہ کی حمد و ثنا کر رہی ہے۔ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اسی ایک اللہ کی ہے اس کے مقابلے میں کسی کی کوئی طاقت اور ہیبت و جلال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کا نام لئے بغیر فرمایا ہے کہ اسی اللہ نے ان اہل کتاب میں سے لوگوں کو پہلی مرتبہ اکٹھا کر کے نکال دیا۔ تمہیں یا عرب میں کسی کو اس بات کا گمان اور اندازہ تک نہ تھا بلکہ خود ان کے ذہن کے کسی گوشے میں اس کا تصور تک نہ تھا کہ وہ اپنے مضبوط قلعوں کے باوجود اس قدر آسانی سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

بات یہ ہے کہ اللہ نے ان اہل کتاب کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا تھا کہ وہ بڑی محنت سے بنائے گئے اپنے گھروں اور آبادیوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ پھوڑ کر برباد کرنے پر مجبور تھے۔ اس میں ہر ایک کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان موجود ہے۔ فرمایا کہ اگر گھر سے بے گھر ہونا ان کے مقدر میں نہ لکھ دیا ہوتا تب بھی ان کو دنیا میں ذلت و رسوائی کی سزا اور آخرت میں ان کو جہنم میں جھونک دیا جاتا (اور آخرت میں اب بھی ایسا ہی ہوگا)۔

اللہ نے ان کو یہ عبرتناک سزا اس لئے دی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں کی تھیں اور ہر شخص کو یہ بات رکھنی چاہیے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ اس کو اسی طرح سزا دیا کرتا ہے۔ اہل ایمان نے بنونضیر کے جن ہرے بھرے درختوں کو کاٹا تھا اور بنونضیر نے کہا تھا کہ ان درختوں کا کیا قصور ہے؟ یہ تو فساد فی الارض ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ جن درختوں کو کاٹا گیا یا جن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا وہ سب اللہ کے حکم اور اجازت سے تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فاسقین کو ذلیل و رسوا کر دے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر رہے۔

چونکہ بنونضیر کے سارے باغات، قلعے اور مکانات اور جائیداد بغیر جنگ کے حاصل ہوئے تھے اس لئے اس کے احکامات کو آئندہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

بنونضیر سے یہ غزوہ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ھ مطابق اگست 625ء میں پیش آیا۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ
اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝٦
مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ
وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَىْ لَا يَكُوْنَ
دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا
نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٧
لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِىْ صُدُوْرِهِمْ
حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ ۟ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٩
وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠

وقف لازم

ع ١ / ٤

ترجمہ: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

اور جو مال غنیمت اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنو نضیر) سے دلوایا تھا اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اس پر تم نے نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اسی طرح جو مال اللہ اپنے رسول کو ''فے'' کے طور پر دے اس میں بھی تمہارا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے ہاتھوں میں نہ گھومتا رہے۔

اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ اس مال (فے) میں مہاجر فقرا کا خاص حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے (زبردستی) نکالے گئے۔ جب کہ ان کی یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رضا و خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

اور وہ لوگ اللہ (کے دین) اور اس کے رسول کی مدد (دین کی سربلندی کے لئے) کیا کرتے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اس مال (فے) کے وہ بھی حق دار ہیں جو ان مہاجرین سے پہلے (مدینہ منورہ میں) ٹھکانا رکھتے تھے اور انہوں نے ایمان میں ایک ایسی جگہ پیدا کر لی ہے کہ وہ مہاجرین کے لئے اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے۔ اور وہ (اپنے مہاجر بھائیوں کو) اپنے سے مقدم سمجھتے ہیں اگرچہ وہ فقر و فاقہ ہی میں کیوں نہ ہوں۔

اور (درحقیقت) جو لوگ بھی بخل اور کنجوسی سے بچ گئے وہی فلاح و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ بھی مال (فے) کے مستحق ہیں جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجئے جو ایمان لانے میں ہم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے بغض و عداوت کو جگہ نہ دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بے شک آپ ہی تو شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۶ تا ۱۰

اَفَاءَ	اس نے لوٹایا
اَوْجَفْتُمْ	تم نے بھگایا۔ تم نے دوڑایا
دُوْلَةٌ	مال و دولت
نَهٰى	منع کر دیا
تَبَوَّءُ	انہوں نے ٹھکانا بنایا
حَاجَةٌ	ضرورت
يُؤْثِرُوْنَ	وہ ترجیح دیتے ہیں
خَصَاصَةٌ	ضروریات زندگی۔ فقر و غربت
شُحَّ	کنجوسی۔ لالچ
غِلًّا	کینہ۔ بغض

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۰

جنگ میں فتح کے بعد کفار سے جو مال مجاہدین کے ہاتھ لگتا ہے اگر باقاعدہ جنگ کے ذریعہ حاصل ہو تو اس کو ''مال غنیمت'' اور ''انفال'' کہا جاتا ہے اور بغیر جنگ کے صلح کے ذریعہ مال و دولت، زمین و جائیداد ہاتھ آتی ہے اس کو ''مال فے'' کہا جاتا ہے۔ مال غنیمت اور مال فے کو کس طرح صرف کیا جائے گا اس کے الگ الگ احکامات ہیں۔

دور جہالت میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ جنگ میں جو بھی مال و دولت اور غلام باندیاں ہاتھ لگتی تھیں وہ اس کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں جس نے ان کو اپنے دشمن سے چھینا ہے۔

دین اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص کو اصولوں پر چلنا سکھایا ہے تا کہ ہر شخص کو عدل وانصاف مل سکے اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔ اسلام کے ان انقلابی اصولوں نے ہر مومن کو ایک دوسرے سے ہمدردی اور محبت کرنے والا بنادیا۔ سب سے پہلے تو اہل ایمان کو بتایا گیا کہ اصل چیز اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان و مال کا ایثار اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

دشمن سے جو مال ملتا ہے وہ ''انفال'' ہے یعنی زائد چیز ہے اس کو اصل نہ سمجھا جائے کیونکہ جب آدمی مال و دولت کو اپنا مقصد بنالیتا ہے تو آدمی کی اندرونی کمزوریاں اس کو لالچی، کنجوس، ظالم اور غرور وتکبر کا پیکر بنادیتی ہیں اس لئے اہل ایمان کے نزدیک اللہ کی راہ میں جان و مال کا نذرانہ پیش کرنا ہی ان کی ساری دولت ہوا کرتی ہے۔ جنگ سے ہاتھ لگنے والے مال کا اصول یہ مقرر فرمایا گیا ہے کہ جو بھی مال غنیمت ہاتھ لگے اس و رسول اللہ ﷺ کے پاس لاکر ڈھیر کردیا جائے چنانچہ اس مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کردیا جاتا ایک حصہ (خمس) بیت المال میں جمع کرادیا جاتا جس کی تقسیم کی پوری ذمہ داری اور اختیار رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوتا تھا تا کہ وہ لوگ جو اس جنگ میں شریک نہیں ہیں یا غریب اور ضرورت مند ہیں وہ بھی محروم نہ رہیں اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم کردیا جاتا تھا جو غلام اور باندیاں ہاتھ لگتیں ان کو بھی مجاہدین پر تقسیم کردیا جاتا تھا۔

غزوۂ بنونضیر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور اصول یہ مقرر فرمادیا کہ دشمن سے جو مال و جائیداد بغیر جنگ کے ہاتھ لگے وہ ''مال فے'' ہے جو سب کا سب رسول اللہ ﷺ کے اختیار سے تقسیم ہوگا۔ آپ اس مال و جائیداد کو اپنی مرضی سے عام لوگوں کی مصلحت اور مدد میں خرچ کریں گے۔ چنانچہ جب بنونضیر کے قلعوں اور گڑھیوں کو مجاہدین نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور بنونضیر کو اندازہ ہوگیا کہ کوئی دوسرا ان کی مدد کے لئے نہیں آئے گا تو وہ صلح پر آمادہ ہوگئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ بنونضیر کے جتنے لوگ ہیں وہ ایک ایک اونٹ پر جو کچھ لاد کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں۔ یہودیوں نے جو ان سے ممکن ہوسکا انہوں نے ہر چیز کو اپنے اونٹوں پر لادا اور اپنے قلعے، گڑھیاں، گھر بار اور مال و جائیداد مسلمانوں کے حوالے کرکے خیبر اور ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہ سب کچھ اس قدر آسانی سے ہوگیا کہ جس کی کسی کو توقع تک نہ تھی۔ اس وقت فے کے احکامات نازل ہوئے جن پر انصار اور مہاجرین نے دل کی خوشی سے عمل کیا اور ایسے زبردست ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا جو رہتی دنیا تک انسانی تاریخ کا سنہری باب سمجھا اور لکھا جائے گا۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اے مومنو! اللہ نے جو مال اپنے رسول کو ان بستی والوں (بنونضیر) سے دلوایا ہے اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ تم نے اس پر نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (یعنی تم نے کوئی خاص جنگی کاروائی نہیں کی) بلکہ اللہ نے اپنے رسول کو جن پر چاہا مسلط کردیا۔ وہ اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے لہٰذا جو مال اللہ نے اپنے

رسول کو ''فے'' کے طور پر دلوائے ہیں ان میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ساتھ اس کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ وہ مال (جو معاشرہ کو زندگی دینے کے لئے گھومتے رہنا چاہیے) چند ہاتھوں تک محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ایک بنیادی اصول زندگی کے ہر معاملے میں متعین فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع فرمادیں اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ جب وہ کسی کو سزا دینے پر آتا ہے تو سخت اور بھیانک سزا دیا کرتا ہے۔ اللہ نے اس ''مال فے'' میں مہاجر فقراء کی بھرپور مدد کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مال فے میں ان مہاجر فقراء کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ہیں جن کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مکمل رضا و خوشنودی کے طلب گار رہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مدد کر کے اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کے ایثار و قربانی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مال فے کے وہ بھی حق دار ہیں جو ان مہاجرین کے آنے سے پہلے (مدینہ منورہ میں) اپنا ٹھکانا رکھتے تھے۔ جنہوں نے اپنے پر خلوص ایثار و قربانی کے ذریعہ ایک ایسا عظیم مقام حاصل کر لیا ہے کہ وہ ان مہاجرین سے اپنے دلوں میں کوئی خلش اور تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنے فقر و فاقہ کے باوجود اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کرنے کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہیں۔

فرمایا کہ واقعی جو لوگ ''شح نفس'' (کنجوسی، بخل، تنگ دلی اور تنگ نظری سے) بچ گئے حقیقی فلاح اور کامیابی ان ہی کا مقدر ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ بھی مال فے کے مستحق ہیں جو مہاجرین و انصار بعد میں آئیں گے۔ جن کی زبان پر یہی مخلصانہ دعائیہ کلمات ہوتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دیجئے جو ایمان لانے میں ہم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ الٰہی! ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کسی بھی بغض و عداوت کو جگہ نہ دیجئے گا۔ اے ہمارے پروردگار آپ ہی تو ہر طرح کی شفقتیں کرنے والے مہربان ہیں۔

☆ ''مال فے'' کے اس عادلانہ نظام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے وہ مہاجرین جو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے اپنا سارا گھر بار، رشتہ دار اور کاروبار و جائیداد کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آگئے تھے۔

انصار مدینہ نے ان کا نہ صرف زبردست، پر خلوص اور گرم جوشی سے استقبال کیا تھا بلکہ اپنے کاروبار، مال و دولت، کھیتی باڑی میں اپنا حصہ دار بنا لیا تھا۔ انصار نے ان کو اپنے گھروں اور بستیوں میں مہمانوں کی طرح نہیں بلکہ بھائیوں کی طرح آباد کیا۔

انصار کے خلوص کی انتہا یہ تھی کہ کئی کئی انصاری صحابی کسی ایک مہاجر کو اپنے ساتھ رکھنے پر اصرار کرتے تو دوسرا اس سے زیادہ اصرار کرتا تھا یہاں تک کہ بعض مرتبہ قرعہ اندازی سے یہ طے کیا جاتا کہ کون سا مہاجر کس انصاری کے ساتھ رہے گا۔ مہاجرین نے بھی محنت اور مزدوری سے اپنے انصاری بھائیوں کے دلوں میں اور بھی جگہ بنالی تھی لیکن ان کا حال یہ تھا کہ ان کے پاس نہ تو اپنا ذاتی مکان تھا، نہ جائیداد تھی وہ اپنے انصاری بھائیوں کی جائیداد اور کاروبار میں محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔

جب بنو نضیر کے مال اور جائیداد کی تقسیم کے لئے ''مال فے'' کے احکامات نازل ہوئے تو آپ نے انصار کے سرداروں اور انصار مدینہ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ آپ ﷺ نے سب انصار مدینہ سے فرمایا کہ بنو نضیر کے مال و جائیداد ہمیں حاصل ہو چکے ہیں اب ان مالوں کو مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیا جائے اور مہاجرین کو اسی طرح آپ کے مکانوں اور جائیدادوں میں محنت مزدوری کے لئے چھوڑ دیا جائے؟ اس سلسلہ میں آپ کا کیا مشورہ ہے؟ یہ سن کر انصار کے دو سردار حضرت سعد ابن عبادہؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایک ہی بات فرمائی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری تو یہ رائے ہے کہ یہ سارے مال و جائیداد ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیئے جائیں اور وہ پھر بھی ہمارے گھروں میں بدستور رہیں۔ ان سرداروں کی باتیں سن کر تمام انصار کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بیک آواز کہا کہ ہم اس فیصلے پر راضی اور خوش ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے انصار مدینہ کے اس عظیم جذبے کو سنا تو بے ساختہ ان انصار مدینہ کے لئے بہت سی دعائیں فرمائیں۔

اس فیصلے کے بعد آپ نے صرف دو انصاری صحابہؓ حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت سہل بن حنیف کو اور ایک روایت کے مطابق حضرت حارث ابن الصمہ کو ان کی بے انتہا غربت کی وجہ سے حصہ دیا (ابن ہشام) اور باقی تمام مال کا بڑا حصہ مہاجرین میں تقسیم فرما دیا گیا۔

سورۃ الحشر کی ان آیات میں چند بہت ہی بنیادی باتیں ارشاد فرمادی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) دین اسلام نے معیشت کے ایسے منصفانہ اصول مقرر فرمائے ہیں جن میں دولت کی تقسیم میں عدل و انصاف کو بنیاد بنایا گیا ہے تاکہ معاشرے کے چند مال داروں اور دولت مندوں میں ساری دولت گھومتی نہ رہے جس سے غریب اور امیر کے دو ایسے طبقے پیدا ہو جائیں جس میں غریب تو اپنی محنت مزدوری کے باوجود اپنے لئے اور اپنے بال بچوں کے لئے راحت کے ہر سامان سے محروم ہو کر روٹی کے دو ٹکڑوں کے لئے ترس جائے اور اس پر زندگی ایک ایسا بوجھ بن جائے جس میں اسے سانس لینا دشوار ہو جائے لیکن دوسری طرف کچھ مال دار معاشرہ کے اس طرح ٹھیکیدار اور اجارہ دار بن جائیں کہ ریاست، سیاست، صحافت،

معاشرت، معیشت، تہذیب وتمدن اور مال و دولت کے تمام ذرائع ان کے غلام بن کر رہ جائیں اور زندگی کا کوئی شعبہ ان کی اجارہ داری سے خالی نہ رہے۔ امیر ہر روز امیر تر بنتا چلا جائے اور غریب ہر روز غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے۔

چونکہ دین اسلام کے اصولوں میں جبر اور زبردستی نہیں ہے اس لئے اس نے ایسے طریقے متعین کر دیئے ہیں کہ دولت مندوں کی دولت کا بہاؤ غریبوں کی طرف اور شہر میں رہنے والے صاحب حیثیت لوگوں کی دولت دیہاتوں کی طرف بہنے لگے چنانچہ زکوۃ وصدقات کو عبادت کا درجہ دیا گیا اور اور نفلی صدقات کی جگہ جگہ رغبت دلائی گئی۔

قرض داروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ان کو سہولتیں دینے کا حکم دیا گیا۔

سود کے لین دین کو قطعی حرام قرار دیا گیا۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی گئی۔

مختلف غلطیوں کی معافی کے لئے کفارہ لازم کیا گیا۔

میراث کی تقسیم اور وصیت کے احکامات دیئے گئے تا کہ مرنے والے کا مال اور اس کی دولت و جائیداد زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔

بخل، کنجوسی، تنگ دلی اور تنگ نظری کی مذمت اور سخاوت وفیاضی کو اخلاق کا اعلیٰ ترین مقام عطا کیا گیا۔

جائز طریقے پر مانگنے والوں، مسافروں، نادانوں اور محروم رہ جانے والوں کے ساتھ اس طرح حسن سلوک کا حکم دیا گیا کہ مال دار مجبوروں کو بھیک سمجھ کر نہ دے بلکہ اس کو ان کا ایک حق سمجھ کر ادا کرے۔

حکومت کے پاس بیت المال میں خمس اور فے کی جو بھی رقم جمع ہو جائے اس کو معاشرہ کے غریب اور بدحال لوگوں کی خوش حالی پر صرف کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث میں بخل اور کنجوسی کو قابل ملامت اور فیاضی وسخاوت اور معاشرہ کے غریبوں کے لئے فرض شناسی کی عادت کو بہت پسند کیا گیا۔ جو لوگ تنگ دل، تنگ نظر، کم ظرف، دل کے چھوٹے اور زر پرست ہوتے ہیں ان کو معاشرہ کا ایک ایسا کینسر قرار دیا گیا جو آہستہ آہستہ پورے انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شُحّ (بخل، کنجوس اور کوتاہ نظری) سے بچو کیونکہ اس عادت نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک و برباد کیا ہے۔ جس نے انہیں ایک دوسرے کے خون بہانے ایک دوسرے کی حرمت کو حلال جاننے پر اکسایا۔ ان کو ظلم و زیادتی پر نہ صرف آمادہ کیا بلکہ انہوں نے ظلم وستم کئے۔ فسق و فجور اور قطع رحمی میں

مبتلا ہوئے اور انہوں نے (صلہ رحمی کے بجائے) قطع رحمی کی۔ (مسلم۔ بیہقی)۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ ایمان اور شُح (بخل، کنجوسی اور زر پرستی) ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ (نسائی۔ بیہقی)

(۲)۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد بھی سارے اختیارات جو مال غنیمت اور مال۔ فے سے متعلق ہیں اور آپ کو پوری طرح حاصل تھے اس کے انتظامی اختیارات خلفاء راشدین اور ان کے بعد آنے والے خلفاء کی طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ اب جب بھی ایسے حالات پیش آئیں اور مال فے حاصل ہوں تو آپ ﷺ کے خلفاء اپنے اختیارات کو استعمال کریں گے۔ وہ چاہیں تو مال فے کو تمام مسلمانوں کے مفاد میں روک لیں، بیت المال میں جمع رکھیں، کسی کو کچھ دیں یا نہ دیں، عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود جن کاموں سے متعلق ہے اس میں خرچ کردیں اور جیسے حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔

مال غنیمت کے خمس اور مال فے کے سورۂ انفال اور سورۂ حشر میں پانچ مصرف بیان کئے گئے ہیں۔ رسول، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ خمس میں بھی یہی مصارف ہیں اور مال فے کے بھی۔ بس یہاں یہ فرمادیا گیا کہ مال فے کی تقسیم کا پورا حق صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد اب آپ ﷺ کا حصہ تو ختم ہو چکا ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا حق تھا آپ ﷺ کی وراثت نہیں تھی کہ جو آپ ﷺ کی اولادوں کی طرف منتقل ہو جاتی۔ اسی نسبت سے ذوی القربیٰ یعنی رشتہ داروں کا حق تھا وہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ البتہ حضور اکرم ﷺ کے رشتہ داروں میں جو ضرورت مند ہیں ان کی ضروریات کو اور لوگوں سے پہلے پورا کیا جانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے آپ ﷺ کے رشتہ داروں پر زکوۃ و صدقات لینا حرام ہے۔

(۳)۔ ان آیات میں تیسرا اصول یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ "رسول تمہیں جو کچھ دیدیں وہ لے لو اور جس سے منع کردیں اس سے رک جاؤ"۔ اگرچہ یہ آیت "مال فے" کے بیان میں آئی ہے لیکن اس کا تعلق زندگی کے تمام معاملات سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں لہٰذا آپ ﷺ جس چیز اور جس کام کے کرنے کا حکم دیدیں اس کو اسی طرح کیا جائے اور جس سے رکنے کا اشارہ کریں اس سے رک جانا ہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

چنانچہ ذخیرہ احادیث کو اگر دیکھا جائے تو اس میں سیکڑوں، ہزاروں ایسی حدیثیں ملیں گی جن میں آپ ﷺ نے امت کو احکامات عطا فرمائے ہیں جن کی تعمیل کرنا اصل دین ہے۔ دراصل جو شخص رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو اہمیت نہ دیتا ہو اور وہ ذخیرہ احادیث جس پر امت کے علماء، محدثین، مفسرین اور فقہاء نے بے مثال محنتیں کر کے ہم تک پہنچایا ہے اس کا انکار اور اس کو عجمی سازش قرار دینے والا روح اسلام کا انکار کرنے والا، خود دشمنان اسلام کی سازشوں کا شکار ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا
يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ
اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ
قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞۱۱ لَئِنْ اُخْرِجُوْا
لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ
لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۞۱۲ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً
فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۞۱۳
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ
جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ
شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ ۞۱۴ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۞۱۵ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ
قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞۱۶
فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ
جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۞۱۷

ع ۲ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

اور (اے نبی ﷺ) آپ نے ان (منافقین) کو دیکھا جو اپنے اہل کتاب بھائیوں (بنو نضیر) سے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی بات نہ سنیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ (منافق) جھوٹے ہیں۔

البتہ اگر وہ (گھروں سے) نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد نہ کرسکیں گے۔ اور اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے اور پھر ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔ اور یقیناً تمہارا رعب ان (منافقین) کے دلوں میں جس طرح اللہ (کا خوف ہونا چاہیے تھا) اس سے بھی زیادہ خوف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ہیں۔ وہ تم سے (جتھا بنا کر) بھی نہیں لڑ سکتے سوائے اس کے کہ قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ میں ہو کر لڑیں۔ درحقیقت ان کے آپس میں شدید اختلافات ہیں۔ (اے مخاطب) تو انہیں متحد و متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل (آپس میں) پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل و فہم نہیں رکھتے۔ ان (بنو نضیر کی) مثال ان (قوموں) جیسی ہے جو ذرا ہی دیر پہلے گذری ہیں جو اپنی سزا کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ اور ان کے لئے سخت سزا ہے۔

ان کی مثال اس شیطان جیسی ہے جو آدمی سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا۔ پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے بے تعلق ہوں۔ بے شک میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ پھر دونوں (شیطانوں اور انسانوں) کا انجام یہ ہوگا کہ وہ ایک ایسی جہنم میں پہنچائے جائیں گے جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

نَافَقُوْا انہوں نے دھوکہ دیا

یَشْهَدُ	گواہی دیتا ہے
رَهْبَةٌ	ڈر۔خوف
لَا یَفْقَهُوْنَ	وہ سمجھتے نہیں ہیں
قُرًى (قَرْیَةٌ)	بستیاں
مُحَصَّنَةٌ	قلعہ بند
جُدُرٌ (جِدَارٌ)	دیواریں
بَأْسٌ	سختی۔جنگ
تَحْسَبُ	تو گمان کرتا ہے
شَتّٰى	الگ الگ

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۷

سورۂ حشر کی ابتدائی پانچ آیتوں میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کو مسلسل معاہدہ کی خلاف ورزیوں، سازشوں اور رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوششوں کے بعد مدینہ سے نکلنے کے لئے دس دن کا نوٹس دیا گیا تو رئیس المنافقین عبداللہ ابن اُبی نے بنونضر ے سے کہا کہ وہ اس نوٹس کی پرواہ نہ کریں، ڈٹ جائیں، میرے پاس دو ہزار رضا کار میرے اشارے کے منتظر ہیں جو تمہاری طرف سے لڑیں گے اور پھر تمہارے بہت سے حلیف قبائل بھی تو ہیں جو تمہارا ساتھ دیں گے۔ بنونضیر عبداللہ ابن ابی ابن سلول کے بہکائے میں آ کر غرور و تکبر کا پیکر بن گئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہلا دیا کہ ہم تو یہاں سے جانے والے ہیں نہیں آپ سے جو ہو سکے وہ کرلیں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ''اللہ اکبر'' فرمایا اور صحابہ کرامؓ سے بنونضیر کا گھیراؤ کرنے اور جنگ کا اعلان کردیا۔ دس دن کی مدت گذرتے ہی آپ ﷺ

نے تقریباً تین ہزار صحابہؓ کو لے کر اس قدر تیزی سے بنونضیر کے قلعوں کو گھیر لیا کہ وہ قلعوں میں بند ہو کر اہل ایمان پر صرف تیر اور پتھر برساتے رہے۔ آپ ﷺ نے گھیرا تنگ کر دیا اور کوئی خاص جنگی کاروائی نہیں کی۔ عبد اللہ ابن ابی اور بنونضیر کا کوئی حلیف ان کی مدد کرنے کے لئے نہیں آیا۔ طویل محاصرہ اور کسی طرف سے کسی طرح کی امداد نہ آنے پر آخر کار بنونضیر نے صلح کی پیش کش کر دی جسے آپ ﷺ نے منظور کرتے ہوئے ان کو ایک ایک اونٹ پر جو کچھ گھر بار کا سامان آسکتا تھا وہ لے جانے کی اجازت دیدی۔ اس طرح چند ہی دنوں میں بغیر کسی جنگ کے بنونضیر کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات کو نازل فرمایا۔

ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نے ان منافقین کو دیکھا جنہوں نے کافر اہل کتاب سے کہا اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے مقابلے میں کسی کی بات نہ سنیں گے۔ جنگ ہونے کی صورت میں ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔ فرمایا کہ اللہ گواہ ہے یہ قطعاً جھوٹے لوگ ہیں۔ اگر یہ (بنونضیر) نکالے گئے تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔ جنگ میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے نیز کسی اور طرف سے بھی ان کی مدد نہ کی جائے گی اور اگر جنگ ہوئی اور انہوں نے بھی مدد کرنے کی کوشش کی تو یہ سب پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نادان و احمق لوگ اللہ سے تو نہیں ڈرتے لیکن تمہارا رعب ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ یہ سب منافق ہیں جو کبھی سامنے آکر مقابلہ نہ کریں گے یا تو یہ قلعہ بند ہو کر یا دیواروں کے پیچھے سے تم پر حملے کریں گے۔ فرمایا کہ شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ سب متحد و متفق ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے دل تو خود ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں اور آپس کی مخالفت میں بڑے سخت لوگ ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو ان سے کچھ ہی مدت پہلے اپنے کیئے کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ ان کا انجام بھی دردناک ہی ہے۔ اکسانے والے کی مثال تو اس شیطان جیسی ہے جو آدمی کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب آدمی کفر کرنے لگتا ہے تو شیطان پیٹھ دکھا کر بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ اصل میں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے تم سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر ان (جیسے شیطانوں اور انسانوں) کا انجام ایک ایسی جہنم ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ
نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ
اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ
النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾
لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع ۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۴

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور ہر ایک کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اس کی اللہ کو خبر ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا یہی وہ لوگ ہیں جو فاسق اور نافرمان ہیں۔ جنت والے اور جہنم والے برابر نہیں ہیں کیونکہ جو اہل جنت ہیں وہی کامیاب ہونے والے ہیں اور اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو (اے

مخاطب) تو دیکھتا کہ وہ (پہاڑ) اللہ کے خوف (اور دہشت) سے دب جاتا (اس کے ٹکڑے اڑ جاتے) اور ہم لوگوں کے لئے ان مثالوں کو اس لئے بیان کر رہے ہیں تاکہ غور و فکر کریں۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ کھلے ہوئے اور چھپے ہوئے دونوں کا جاننے والا ہے وہ بے حد مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے۔ ہر عیب سے پاک ذات ہے، امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، تمام قوتوں کا مالک، نہایت زبردست، بڑی عظمت والا، اور اس کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا، صورت بنانے والا سارے اچھے نام اسی کے ہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس کی تسبیح کرتا ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۸ تا ۲۴

وَلْتَنْظُرْ	اور دیکھنا چاہیے
غَدًا	آئندہ صبح۔ آنے والا دن
نَسُوْا	انہوں نے بھلا دیا
لَا يَسْتَوِیْ	برابر نہیں ہے
خَاشِعًا	دب جانے والا
مُتَصَدِّعًا	پھٹ جانے والا
خَشْيَةٌ	خوف۔ ڈر
اَلْقُدُّوْسُ	ہر ایک عیب سے پاک
اَلسَّلَامُ	ہر طرح محفوظ
اَلْمُؤْمِنُ	امن دینے والا

اَلْمُهَيْمِنُ	پناہ دینے والا۔جمع کرنے والا
اَلْبَارِئُ	ڈھالنے والا
اَلْمُصَوِّرُ	تصویر بنانے والا۔صورت بنانے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۲

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! تم ہمیشہ اللہ ہی سے ڈرو اور اس بات پر نظر رکھو کہ تم نے اپنے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔اسی ایک اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے جو تمہارے ہر کام سے واقف ہے۔فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا (محروم کر دیا)۔ان فاسقین کا انجام تو جہنم ہے۔جہنم میں جانے والے اور جنت میں جانے والے یکساں اور برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ کیونکہ جنت میں جانے والے تو کامیاب و بامراد ہیں۔

قرآن کریم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ اگر ہم اس کو پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ بھی اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ پڑتا۔یعنی تمہارے دل کیسے ہیں کہ قرآن کریم کو سن کر تمہارے دلوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔فرمایا کہ یہ مثالیں ہم نے اس لئے بیان کی ہیں تا کہ وہ اپنے حال پر غور و فکر کر سکیں۔

جس اللہ نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے موجود اور غائب کا جاننے والا، بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔یہی وہ معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، محترم و مقدس بے عیب ذات ہے، سب کو سلامتی اور امن دینے والا، نگہبانی کرنے والا، سب پر غالب، اپنے حکم کو پوری طاقت و قوت سے نافذ کرنے والا، بڑی عظمت والا ہے۔اس کی ذات پاک بے عیب ہے اس کے ساتھ وہ جن کو شریک کرتے ہیں وہ ان سے اعلیٰ و افضل ہے۔وہ اللہ ہی ہے جو پیدا کرنے والا، اپنے احکامات کو نافذ کرنے والا، صورتیں اور شکلیں بنانے والا۔یہ اور اس جیسے اس کے بہترین نام ہیں، زمین اور آسمانوں میں جو بھی مخلوق ہے وہ سب اسی کی حمد و ثنا کر رہی ہے۔وہی زبردست اور ہر چیز کی حکمت سے واقف ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦٠

المُمْتَحِنَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الممتحنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	60
کل رکوع	2
آیات	13
الفاظ وکلمات	370
حروف	1593
مقام نزول	مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کو اتنی عظمت عطا فرمائی ہے کہ ان کی بڑی سے بڑی غلطیاں بھی معاف کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ سے ایک سخت قصور ہوا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی گردن اڑا دوں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت حاطبؓ نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ تمہیں کیا خبر ہو سکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ رو پڑے اور انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی سب کچھ جانتے ہیں۔

ان آیات کے خلاصے سے پہلے ایک واقعہ کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ بات پوری طرح سمجھ میں آجائے۔

صلح حدیبیہ کے معاہدے کی کفار مکہ کی طرف سے جب مسلسل خلاف ورزیاں ہوتی چلی گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر کے تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ ﷺ جب بھی کسی مہم پر تشریف لے جاتے تو سوائے چند مخصوص لوگوں کے کسی کو اپنے ارادے سے مطلع نہ فرماتے۔ اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے سوائے چند مخصوص اصحابؓ کے کسی کو اپنے ارادے اور پروگرام سے مطلع نہ کیا تھا۔ خاموشی اور نہایت احتیاط سے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اسی دوران مکہ معظمہ سے بنی عبد المطلب کی ایک غلام عورت جس نے آزاد ہونے کے بعد گانے بجانے کا پیشہ اختیار کر لیا تھا وہ حالات سے تنگ آ کر آپ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ کسی مالی امداد کے لیے پہنچی۔ آپ ﷺ نے بنی عبد المطلب سے اپیل کر کے اس کی مدد کرا دی۔ جب وہ مکہ مکرمہ جانے لگی تو بدری صحابی حضرت حاطبؓ ابن ابی بلتعہ نے اسے سرداران مکہ کے نام ایک خط دیا اور کہا کہ یہ خط چپکے سے مکہ کے سرداروں تک پہنچا دینا اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ اسے راز داری کے لیے دس دینار بھی دیدیئے۔ ابھی وہ مدینہ سے روانہ ہوئی تھی کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرما دیا۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ ابن اسود کو اس عورت کے پیچھے بھیجا۔ کچھ دور پر وہ عورت مل گئی۔ ان صحابہؓ نے کہا کہ جو خط تم لے کر جا رہی ہو وہ ہمیں دیدو۔ پہلے تو اس نے انکار کیا لیکن جب اس کو دھمکی دی گئی تو اس نے وہ خط نکال کر صحابہ کرامؓ کے حوالے کر دیا۔ اس خط کو صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس خط میں حضرت حاطبؓ نے سرداران مکہ کو اس بات کی خبر دی تھی کہ بہت جلد رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت حاطبؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری والدہ، بھائی اور بچے

آج بھی اگر کسی سے بیعت لی جائے تو اس کی یہی شرطیں رکھی جائیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ وہ کسی پر بہتان نہ لگائیں گے اور وہ معروف چیزوں میں شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر کوئی ان شرائط کو مانتا ہے تو اس سے بیعت لی جاسکتی ہے۔ آخر میں اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی جائے تا کہ اللہ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

مکہ میں ہیں اور میں قریش کے قبیلے کا آدمی نہیں ہوں۔ جب وقت پڑے گا تو جن کے اہل وعیال مکہ میں رہ گئے ہیں ان کو تو ان کے قبیلے والے بچالیں گے مجھے کوئی قبیلہ بچانے والا نہ ہوگا۔ میں نے قریش پر احسان رکھنے کے لیے یہ خط لکھا تا کہ وہ میرے اہل وعیال کا خیال رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔

یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ نے سچی بات کہی ہے یعنی یہ سب کچھ کرنے میں وہ اسلام سے منکر نہیں ہوئے انہوں نے محض اپنے گھر والوں کی خاطر ایسا قدم اٹھایا۔ سورۃ الممتحنہ میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو! اگر تم میری رضا و خوشنودی کے لیے اپنے گھر بار کو چھوڑ کر نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو مگر انہوں نے تو اس سچائی کا ہی انکار کر دیا ہے۔ جس سے اللہ نے تمہیں نوازا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اور تمہیں صرف اس وجہ سے شہر مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا کہ تم اس اللہ پر ایمان لے آئے ہو جو تمہارا رب ہے۔ یہ قطعاً مناسب نہیں ہے کہ تم چھپا کر ان کو دوستی کے پیغام بھیجو۔ ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ تم نے جس کام کو چھپ کر یا کھل کر کیا اسے اللہ پوری طرح جانتا ہے۔ جو شخص تم میں سے کوئی ایسا کام کرے گا تو یہ ایک راستہ سے بھٹک جانے کی بات ہوگی۔

فرمایا کہ ان کافروں کا یہ حال ہے کہ اگر وہ آج تم پر قابو پالیں تو نہ صرف تم سے دشمنی نکالیں گے بلکہ تمہیں ہاتھ اور زبان سے تکلیفیں پہنچائیں گے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کافر بن جاؤ۔ لیکن یاد رکھو قیامت کے اس دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری اولادیں تمہارے کام نہ آسکیں گی جب وہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ وہ تمہارے ہر فعل کو اچھی طرح جانتا ہے تمہارے لیے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی زندگی ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان من گھڑت معبودوں سے نفرت کرتے ہیں جنہیں تم نے اللہ کی عبادت اور بندگی میں شریک کر رکھا ہے۔ تمہارے اور ہمارے درمیان ہمیشہ کی دشمنی، مخالفت اور عداوت ہی کیوں نہ ہو جب تک اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے ہم تم سے الگ رہیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب تک معلوم نہ تھا انہوں نے اپنے والد سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کروں گا لیکن جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس اقدام سے بیزاری کا اظہار کر دیا تو یہ واقعہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ یہ دعا فرماتے تھے اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ ہمیں آپ ہی کے پاس پلٹ کر آنا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا دیجیے گا، ہماری مغفرت فرما دیجیے۔ بے شک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ماننے والوں کی روشن زندگی تمہارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے بہترین نمونہ زندگی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا امیدوار ہے۔ اگر کوئی اس سے منہ پھیرتا ہے تو اللہ بے نیاز

اور تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

(۱) یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کردے جو تم سے آج دشمنی کررہے ہیں وہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا، مغفرت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

(۲) فرمایا کہ اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا معاملہ کرو جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں کسی طرح کی مدد کی۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تمہیں ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی۔ تمہیں تمہارے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا اور اس سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کی۔ ان ظالموں سے بچنے کی ضرورت ہے۔

(۳) فرمایا کہ اے ایمان والو! جب مومن عورتیں (مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ) ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان کو اچھی طرح جانچ لو۔ ویسے اللہ تو ہر ایک کے حقیقت ایمان سے واقف ہے۔ جب تمہیں یقین ہوجائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کے حوالے نہ کرو۔ کیونکہ وہ کافروں کے لیے اور کافر ان کے لیے حلال نہیں ہیں۔

مہر کے متعلق فرمایا؛

☆ ان کے کافر شوہروں نے جو مہر ان کو دیئے تھے وہ انہیں واپس کردو۔ ان سے اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے تم ان کے مہر ادا کردو۔

☆ اور تم خود بھی ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو جو کافر ہیں۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیئے تھے وہ تم ان سے واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیئے تھے وہ انہیں واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ اللہ جو ہر بات کی ہر حکمت کو جانتا ہے۔

☆ اور اگر تمہاری کافر بیویوں کے مہروں میں سے کچھ تمہیں کفار سے واپس نہ ملے اور پھر تمہارا نمبر آجائے تو جن لوگوں کی بیویاں ادھر رہ گئی ہیں ان کو اتنی رقم ادا کردو جو ان کے دیئے ہوئے مہروں کے برابر ہو۔ اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر ایمان لائے ہو۔

(۶) نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ عورتیں آپ ﷺ کے پاس بیعت کرنے کے لیے آئیں اور وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ اور پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی معروف بات میں نافرمانی نہ کریں گی تو آپ ﷺ ان سے بیعت لے لیجیے۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا ہے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب نازل کیا ہے جو آخرت سے اسی طرح مایوس ہیں جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر (اللہ کی رحمت سے) مایوس ہیں۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ
وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ
وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ
وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝١ اِنْ
يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ
بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝٢ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝٣ قَدْ كَانَتْ
لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا
بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا
قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝٤
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

۱۳

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ
يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝٦

ع ۱ ۷

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ٦

اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجنے لگو۔ حالانکہ جو دین تمہارے پاس آیا ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ رسول ﷺ کو اور تمہیں صرف اس لئے (تمہارے گھروں سے) نکال چکے ہیں کہ تم اس اللہ پر ایمان لے آئے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ (اے مومنو!) اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے کے لئے نکلے ہو اور میری رضامندی چاہتے ہو تو تم ان کو دوستی کے پیغام نہ بھیجو۔ حالانکہ تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو یا کھلم کھلا کرتے ہو اسے میں خوب جانتا ہوں۔ اور تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا تو (اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ) وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے۔ اگر وہ (کافر) تم پر (کسی طرح) قابو پالیں تو وہ دشمنی پر اتر آئیں گے اور تمہارے اوپر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ (کسی طرح) تم کافر بن جاؤ۔ (یاد رکھو) قیامت کے دن نہ تو تمہاری رشتہ داریاں کام آئیں گی نہ اولادیں۔ اس دن (تو فیصلے کا دن ہوگا اور) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے گا اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ (حضرت) ابراہیمؑ اور ان کا ساتھ دینے والوں (کے عمل میں) تمہارے لئے بہترین نمونہ زندگی ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم (تمہارے ہر عمل سے) انکار کرتے ہیں۔ تمہارے اور ہمارے درمیان عداوت اور دشمنی ظاہر ہوگئی جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ گے۔

مگر (حضرت) ابراہیمؑ کی وہ بات کہ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا (اس سے الگ بات ہے) انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے آپ پر بھروسہ کیا ہے اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے اور آپ کی طرف ہی ٹھکانا ہے۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں کافروں کے لئے آزمائش نہ بنایئے گا۔اے ہمارے پروردگار ہمیں معاف کر دیجئے۔ بے شک آپ ہی زبردست حکمت و دانائی والے ہیں۔البتہ یقیناً تم جو اللہ اور قیامت پر امید رکھتے ہو ابراہیمؑ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔اور جو شخص منہ پھیرے گا تو بے شک اللہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

اِبْتِغَآءَ	تلاش کرنا
یَثْقَفُوْا	وہ پکڑتے ہیں
یَبْسُطُوْا	وہ کھولتے ہیں
اَرْحَامٌ	رشتہ داریاں
اُسْوَۃٌ	نمونہ
حَسَنَۃٌ	بہترین
بُرَاءٰٓؤُا	وہ بری ہیں
بَدَا	وہ ظاہر ہوا
اَسْتَغْفِرُ	میں مغفرت (کی دعا) مانگوں گا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں سے صلح حدیبیہ میں ایک معاہدہ کیا تھا جس پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے پوری طرح عمل کیا لیکن کفار مکہ نے جگہ جگہ عہد شکنی کی اور معاہدہ کے اصولوں کی پابندی نہیں کی۔قریش مکہ کی ان حرکتوں کی وجہ سے آپ نے نہایت

رازداری اور خاموشی کے ساتھ کفار قریش کو اس کی سزا دینے کے لئے تیاریاں شروع کردیں۔ ان تیاریوں کا علم چند صحابہؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں تھا۔ ان میں سے ایک بدری صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ بھی تھے جنہیں ان تیاریوں کا پورا علم تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی زمانہ میں مکہ مکرمہ سے ایک عورت آئی جو کبھی بنی عبد المطلب کی باندی تھی۔ اس نے آزاد ہونے کے بعد گانے بجانے اور لوگوں کا دل بہلانے کا دھندہ شروع کردیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ انتہائی شفیق اور مہربان شخص ہیں اور وہ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی ضرور کرتے ہیں۔ اس نے مدینہ آکر کہا کہ جب سے آپ کے اور کفار قریش کے درمیان جنگ جیسے حالات شروع ہوئے تو لوگوں نے اس کے گانے بجانے کی طرف توجہ کم کردی اور وہ شدید تنگ دست ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں مدد کے لئے حاضر ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے بنی عبد المطلب سے اس کی مدد کرنے کے لئے کہا جس سے اس کی یہ حاجت پوری ہوگئی۔ اور وہ مکہ مکرمہ واپس جانے لگی تو حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اسے دس دینار دے کر اور رازداری کا وعدہ لے کر مکہ کے بعض سرداروں کے نام ایک خط دیا جس میں کفار قریش کو اس بات کی اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جب وہ عورت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی اور ابھی بہت زیادہ دور نہ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کے ذریعہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کردی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد ابن اسودؓ کو اس عورت کے پیچھے اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ وہ عورت تمہیں روضہء خاخ کے مقام پر ملے گی جس میں مشرکین کے نام ایک خط لکھا گیا ہے اس کو اس عورت سے زبردستی چھین کر لے آؤ خواہ اس کے لئے اس پر بڑی سے بڑی سختی کرنی پڑے۔ یہ تینوں صحابہ کرامؓ جب روضہ خاخ (جو مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر تھا) پہنچے تو وہ عورت ان کو ملی۔ اس سے خط مانگا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ ان صحابہ کرامؓ نے اچھی طرح اس کی تلاشی لی مگر وہ خط کہیں نہیں ملا۔ لیکن ان صحابہ کرامؓ کو یقین تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تو یہ خط اس کے پاس ضرور ہوگا۔ صحابہؓ نے فرمایا کہ دیکھو وہ خط ہمارے حوالے کردو ورنہ ہمیں ننگا بھی کرنا پڑا تو ہم کریں گے۔ وہ عورت اس دھمکی کی سنجیدگی کو سمجھ گئی اور اس نے اپنی چوٹی میں سے خط نکال کر دیدیا۔ اور وہ خط انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حوالے کردیا جس میں اتنے بڑے جنگی راز کو کھولا گیا تھا۔ حضرت عمر تو اتنی بڑی بات سے لرز گئے کہ اگر یہ راز کفار تک پہنچ جاتا تو مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچتا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کو اسی جگہ قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے حضرت حاطبؓ کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے معاملے میں جلدی نہ فرمائیں اور پہلے میری بات سن لیجئے۔ اصل میں میں نے جو کچھ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے بچے اور والدہ مکہ میں ہیں۔ میں قریش یا مکہ کے کسی قبیلے کا آدمی نہیں ہوں بلکہ اہل قریش نے میرے گھر والوں کو پناہ دے رکھی ہے مہاجرین میں سے جن کے اہل و عیال مکہ میں ہیں ان کو تو ان کا قبیلہ کسی نہ کسی طرح بچا ہی لے گا مگر میرا

وہاں کوئی قبیلہ نہیں ہے جو ان کو کفار کے ظلم و ستم سے بچالے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ خط میں نے اس لئے نہیں لکھا تھا کہ میں کافر و مرتد ہو گیا ہوں یا دین اسلام کے سوا میں کسی اور دین کو پسند کرنے لگا ہوں بلکہ میں نے یہ خط اس لئے لکھا تھا تاکہ قریش پر میرا یہ احسان ہو جائے اور وہ میرے اہل خانہ کی حفاظت کر سکیں۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ حاطبؓ نے سچی بات کہی۔ حضرت عمرؓ اس تمام تر عذر کے باوجود یہ چاہتے تھے کہ ایسے آدمی کی گردن اڑا دی جائے مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ نے غزوہ بدر میں حصہ لیا ہے۔ تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کی قربانیوں کو دیکھ کر یہ کہہ دیا ہو کہ تم کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اہل بدر کا یہ مقام ہے حضرت عمرؓ سن کر رو پڑے اور عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس طرح ان کا عذر سن کر ان کو معاف کر دیا گیا۔ (بخاری۔ ترمذی۔ نسائی)

حضرت حاطب کے اس واقعہ کو تقریباً سب ہی مفسرین نے زیر مطالعہ آیات کا شان نزول قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کو بیان کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ جب بھی کفر و اسلام کے درمیان مقابلہ ہو تو وہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے کفار کو کسی طرح کی بھی قوت مل جائے اور راز کو راز رکھنا چاہیے کیونکہ حضرت حاطبؓ تو بدری صحابی تھے جنہیں معافی کا پروانہ مل گیا لیکن اگر کسی اور نے ایسا کیا تو اس کی معافی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری بات یہ فرمادی ہے کہ انسان زندگی بھر جس اولاد، بیوی اور رشتہ داروں کے لئے بہت کچھ کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کے کسی کام نہ آئیں گے وہاں ہر شخص کو اپنے ذاتی اعمال کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ اگر تم اپنے اعمال کی جوابدہی میں پھنس گئے تو یہ سب رشتے ناطے تمہارے کسی کام نہ آسکیں گے لہذا اولاد، بیوی اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن معاملہ تو اچھی بات ہے لیکن ان کی وجہ سے اپنی آخرت کو برباد کر لینا سب سے بری بات ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی بہترین نمونہ زندگی ہے جنہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اگر میں نے سچی بات کہی تو میرا انجام کیا ہوگا بلکہ دل گردے اور بہادری کی بات یہ ہے کہ انہوں نے سب کے سامنے صاف صاف اعلان کر دیا کہ میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی بندگی نہیں کر سکتا جن کی تم عبادت و بندگی کرتے ہو بلکہ میں اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور تمہارے ہر عمل کو میں نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہیں لاؤ گے اس وقت تک ہم تمہیں اپنا دشمن ہی سمجھتے رہیں گے۔ فرمایا کہ ابراہیمؑ نے اپنے والد کو بھی اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے چھوڑ دیا تھا اگرچہ انہوں نے اپنے والد سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے دعائے مغفرت کروں گا لیکن جب ان پر یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ تو اللہ کا دشمن ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے بھی بیزاری کا اظہار کر دیا۔ یہ ہے وہ بہترین نمونہ زندگی کہ اصل اللہ کی ذات اور اس کی رضا ہے جس کے لئے ہر رشتہ اور تعلق کو ٹھکرا دینا اصل ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایمان کی یہی پختگی عطا فرمائے۔ آمین

۸۷

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ
وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ
يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ
تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ
الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى
اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

ترجمہ: آیت نمبر ۷ تا ۹

شاید کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے دوستی پیدا کر دے۔ اللہ قدرت رکھنے والا اور مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان وانصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے۔ نہ انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جو تمہارے دین کے بارے میں جنگ کرتے ہیں جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے خلاف تمہارے نکالنے والوں کی مدد کی اور جو بھی ان جیسے لوگوں سے دوستی کرے گا تو یقیناً وہ ظالموں میں سے ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۷ تا ۹

عَسٰی	شاید۔ امید ہے کہ
عَادَيْتُمْ	تم نے دشمنی کی

اَنْ تَبَرُّوْا	یہ کہ تم نیکی (نہ) کروگے
تُقْسِطُوْا	تم انصاف کروگے

تشریح: آیت نمبر ۷ تا ۹

انسان دنیا کے کسی بھی خطے میں رہتا بستا ہوا اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کی محبت کو دل سے نہیں نکال سکتا۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد ان اہل ایمان سے جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر محض اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و محبت میں مدینہ منورہ آگئے تھے ان سے فرمایا گیا کہ تم کافر رشتہ داروں سے قطع تعلق کرلو۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے نہیں بلکہ قلبی محبت رکھنے کو منع فرمادیا گیا تھا۔ اہل ایمان اس حکم پر پوری طرح عمل نہایت صبر و برداشت سے کر رہے تھے لیکن ان پر کیا گذر رہی ہوگی اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ جو آج تمہارے دشمن بنے ہوئے ہیں بہت جلد تمہارے دوست بن جائیں گے۔ یہ ارشاد ایک تسلی بھی تھی اور فتح مکہ کی خوش خبری بھی چنانچہ چند ہفتے نہیں گذرے تھے کہ مکہ مکرمہ بغیر جنگ کے فتح ہوگیا اور وہی قریش مکہ اور مشرکین جو پہلے دشمن تھے انہوں نے دین اسلام کو قبول کرلیا۔ دشمنی دوستی میں بدل گئی۔ اسی بات کو زیر مطالعہ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ اللہ جو ہر طرح کی قدرت رکھنے والا اور اپنے بندوں کی مغفرت کرنے والا ہے ممکن ہے کہ وہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے دوستی پیدا کردے۔ اس جگہ ایک اصولی بات بھی بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور عدل و انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو نہ تو تمہارے دین کے بارے میں تم سے جھگڑتے ہیں اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں حصہ لیا ہے۔ ان کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جانا چاہیے کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ بہت پسند ہیں جو انصاف سے کام لیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جو تمہارے دین کے بارے میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔ جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا ان لوگوں کی مدد کی جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے کی کوشش کی۔ ان جیسے لوگوں سے دوستی کرنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ یقیناً ظالموں میں سے ہوگا۔

١٦

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا جَآءَكُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ مُهَٰجِرَٰتٖ فَٱمۡتَحِنُوهُنَّۖ
ٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِإِيمَٰنِهِنَّۖ فَإِنۡ عَلِمۡتُمُوهُنَّ مُؤۡمِنَٰتٖ فَلَا تَرۡجِعُوهُنَّ
إِلَى ٱلۡكُفَّارِۖ لَا هُنَّ حِلّٞ لَّهُمۡ وَلَا هُمۡ يَحِلُّونَ لَهُنَّۖ وَءَاتُوهُم مَّآ
أَنفَقُواْۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّۚ
وَلَا تُمۡسِكُواْ بِعِصَمِ ٱلۡكَوَافِرِ وَسۡـَٔلُواْ مَآ أَنفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُواْ مَآ
أَنفَقُواْۚ ذَٰلِكُمۡ حُكۡمُ ٱللَّهِ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡۖ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ ﴿١٠﴾
وَإِن فَاتَكُمۡ شَيۡءٞ مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُمۡ إِلَى ٱلۡكُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ فَـَٔاتُواْ ٱلَّذِينَ
ذَهَبَتۡ أَزۡوَٰجُهُم مِّثۡلَ مَآ أَنفَقُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِيٓ أَنتُم بِهِۦ
مُؤۡمِنُونَ ﴿١١﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو ان کو جانچ لیا کرو۔ اللہ ان کے ایمان (کی حقیقت) کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم ان کو واقعی مومن سمجھتے ہو تو ان کو کافروں کی طرف مت لوٹاؤ کیونکہ نہ تو وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ اور جو (ان کے پہلے والے شوہروں نے) مہر دیا ہو وہ ان کے خاوندوں کو واپس کر دو۔ اور تمہیں ان ہجرت کرنے والی مومن عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ تم ان کو ان کے مہر ادا کر دو۔ اور تم ان کافرہ عورتوں سے زوجیت کا تعلق قائم نہ رکھو جو (دارالحرب میں رہ گئی ہیں) یا مرتد ہو کر واپس لوٹ گئی ہیں۔ البتہ جو مہر تم نے دیا ہو وہ کافروں سے واپس لے لو۔ اور اسی طرح جو مہر کافروں نے دیا تھا وہ اپنا دیا ہوا مہر تم سے واپس لے لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔

وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت کافروں میں رہ جائے بالکل تمہارے ہاتھ نہ آئے اور پھر (کافروں کو مہر دینے کی) نوبت آجائے تو جن مسلمانوں کی عورتیں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دیدو۔ اور وہ اللہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو تم اسی سے ڈرتے رہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

مُهٰجِرٰتٌ	ہجرت کرنے والیاں
اِمْتَحِنُوْا	تم آزمالو۔ جانچ لو
اُجُوْرٌ	اجر۔ بدلہ۔ مہر
لَا تُمْسِكُوْا	تم نہ روکو۔ تم تعلق قائم نہ کرو
عِصَمٌ	تعلقات نکاح

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

ان آیات کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر ان کے پس منظر پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اصل میں صلح حدیبیہ میں جو شرائط طے کی گئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے گا تو اس کو واپس کر دیا جائے گا اس کے برخلاف اگر کوئی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلا جائے گا تو کفار قریش اس کو واپس کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس میں بظاہر عورتیں اور مرد دونوں شامل تھے لیکن پے در پے کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن میں کچھ عورتوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو ان کے متعلقین نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ معاہدہ کے تحت ان عورتوں کو واپس کیا جائے۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے یہ کہہ کر ان مسلمان عورتوں کو مکہ واپس بھیجنے سے انکار کر دیا کہ یہ معاہدہ مردوں کے لئے تھا عورتوں کے لئے نہیں۔

چنانچہ مختلف روایات سے بعض خواتین کے مدینہ آنے کا ثبوت ملتا ہے جس پر یہ احکامات نازل ہوئے۔ سعیدہ بنت الحارث الاسلیمہ، ام کلثوم عمرو ابن عاص اور ام کلثوم عتبہ ابن معیط ان تینوں کا ذکر ملتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آگئیں۔ سعیدہ

بنت الحارث جو صفی ابن اخطب کے نکاح میں تھیں جب وہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آگئیں تو ان کے شوہر صفی بھی ان کے پیچھے پیچھے مدینہ منورہ آگئے اور انہوں نے معاہدہ صلح حدیبیہ کے تحت آپ سے اپنی بیوی کی واپسی کے لئے درخواست کی تو آپ نے سعیدہ سے سے تمام حالات معلوم کئے اور جب آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ سعیدہ نے دل سے اسلام کو قبول کر لیا ہے تب آپ نے صفی ابن اخطب سے کہا کہ ہمارا معاہدہ مردوں کے لئے تھا عورتوں کے لئے نہیں۔ اسی طرح دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ام کلثوم عمرو ابن عاص کے نکاح میں تھیں۔ ام کلثوم نے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن عمرو ابن عاص نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ام کلثوم کے ساتھ دو بھائی بھی بھاگ کر مدینہ منورہ آگئے تھے۔ جب عمرو ابن عاص نے ان سب کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے دونوں بھائیوں کو تو مکہ مکرمہ واپس بھیج دیا لیکن ام کلثوم کو یہ کہہ کر واپس کر دینے سے انکار کر دیا کہ یہ شرط مردوں کے لئے تھی عورتوں کے لئے نہیں۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی اس فیصلے کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس فیصلے کی تصدیق فرما دی۔ مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ اصولی باتیں بھی ارشاد فرما دیں۔ فرمایا کہ

۱۔ جن عورتوں نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی ہے اور وہ مومن ہیں تو ان کے کافر شوہروں نے ان کو جو بھی مہر ادا کیا ہو وہ ان کے شوہروں کو واپس کر دیا جائے۔ چونکہ ہجرت کرنے والی مومن عورت کا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہو چکا ہے۔ اب وہ مشرک مرد پر حرام ہو چکی ہے لہٰذا وہ عورت کسی بھی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

۲۔ مشرک اور کافر مرد اگرچہ زندہ ہو جب کسی عورت نے اسلام قبول کر لیا اور وہ مدینہ آگئی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو یا نہ دی ہو اس کو کسی مسلمان مرد سے نکاح کرنا حلال قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ اگر کوئی عورت مرتد ہو کر دارالحرب کی طرف لوٹ گئی ہے تو فرمایا کہ اس سے زوجیت کا تعلق قائم نہ کرو اور تم نے جو مہر دیا ہے وہ کافروں سے واپس لے لیا جائے اور جو مہر کافروں نے مسلمان ہو جانے والی عورتوں کو دیا تھا وہ مہر مسلمانوں سے واپس لے لیں۔

۴۔ مہر کی واپسی کا حکم مہاجر عورتوں سے نہیں کیا گیا بلکہ مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ واپس کریں۔ یقیناً مہر کا جو مال انہوں نے اپنی عورتوں کو دیا ہو گا وہ ختم ہو چکا ہو گا۔ اب اس کی واپسی کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عام مسلمان اس فرض کو ادا کریں، بیت المال سے ادا کریں یا مسلمان آپس میں چندہ کر کے ادا کریں۔

ان آیات میں ایک بات یہ فرمائی گئی کہ جب کچھ عورتیں دارالحرب سے ہجرت کر کے آئیں تو ان کے حالات کو جانچ لیا جائے۔ جب تم اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ واقعی وہ مومن ہیں تو پھر ان کو تحفظ دیدو اور کبھی ان کو کفار کے حوالے نہ کرو کیونکہ وہ عورتیں کافر و مشرک مردوں پر حلال نہیں ہیں اور نہ کافر مرد ان کے لئے حلال ہیں۔ لہٰذا ان عورتوں کا اچھی طرح امتحان لے لیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مہاجر عورتوں سے اس بات پر حلف لیا جاتا تھا کہ

(۱)۔ وہ اپنے شوہروں سے کسی بغض و حسد یا نفرت کی بنا پر نہیں آئی ہیں۔

(۲)۔ نہ مدینہ کے کسی آدمی کی محبت میں وہ یہاں آئی ہیں۔
(۳)۔ اور نہ وہ کسی اور دنیاوی غرض سے آئی ہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت کے جذبے سے آئی ہیں۔
جب وہ یہ حلف کرلیتیں یعنی قسم کھالیتیں تو رسول اللہ ﷺ ان کو مدینہ منورہ میں رہنے کی اجازت عطا فرمادیتے تھے اوران عورتوں نے اپنے کافر شوہروں سے جو مہر وصول کیا تھا وہ ان کے شوہروں کو واپس دیدیتے تھے۔ (قرطبی)
آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر مومن ہر آن اللہ سے ڈرتا رہے کیونکہ اس سے ڈرنا ہی سب سے بڑی نیکی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ
عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔـا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا
يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ
اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ
وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا لَا تَتَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ قَدۡ يَـئِسُوۡا مِنَ
الۡاٰخِرَةِ كَمَا يَـئِسَ الۡكُفَّارُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡقُبُوۡرِ ﴿۱۳﴾

النصف ع ۲/۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

اے نبی (ﷺ) جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں تو ان سے ان باتوں پر بیعت لیجئے۔ (۱) کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ (۲) وہ چوری نہ کریں گی۔ (۳) نہ وہ زنا کریں گی۔ (۴) نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی۔ (۵) اور نہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑا گیا ہو۔ (۶) اور نہ کسی شرعی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

اے ایمان والو! تم ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غصہ اور غضب نازل کیا ہے۔
ان کا یہ حال ہے کہ وہ آخرت کے ثواب سے ایسے ناامید ہیں جیسے وہ کافر ناامید ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

يُبَايِعْنَ	وہ بیعت کرتی ہیں
لَا يَسْرِقْنَ	وہ چوری نہ کریں گی
قَدْ يَئِسُوْا	وہ مایوس ہو چکے
اَصْحَابُ الْقُبُوْرِ	قبروں والے

تشریح: آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳

یہ آیات فتح مکہ سے کچھ عرصے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد تو یہ حال تھا کہ جماعتیں کی جماعتیں حلقہ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں۔ اس وقت آپ ﷺ نے کوہ صفا پر نئے ہونے والے مسلمانوں سے بیعت لی اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ وہ ان تمام باتوں پر عورتوں سے بیعت لیں جو قرآن اور احادیث میں ذکر کی گئی ہیں۔

بیعت کا مفہوم یہ تھا کہ اس میں ایمان و یقین، عقائد اور شرعی احکامات کی پابندی کا عہد لیا جائے۔ عورتوں سے بیعت لینے کی (۱) پہلی شرط یہ تھی کہ وہ ایمان لائیں اور شرک سے بچی رہیں (۲) دوسری شرط یہ تھی کہ وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ کبھی چوری نہ کریں گی (۳) تیسری شرط یہ تھی کہ وہ زنا نہ کریں گی (۴) چوتھی شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی (۵) پانچویں شرط یہ تھی کہ وہ کسی پر بہتان اور الزام نہ لگائیں گی (۶) چھٹی شرط یہ تھی کہ وہ نیک اور بھلے کام میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گی۔

بہت سی احادیث وہ ہیں جن میں ان باتوں کے علاوہ چند اور باتوں پر بھی بیعت لی گئی ہے مثلاً

۱۔ دور جہالت میں عورتیں مرنے والوں پر نوحہ کیا کرتی تھیں، کپڑے پھاڑ لیتیں، منہ نوچتیں، بال کاٹتیں اور خوب بین کیا

کرتی تھیں۔ بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ آپ ﷺ اس بات پر بھی بیعت لیتے تھے کہ وہ عورتیں مرنے والوں پر نوحہ نہ کریں گی۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک خالہ سلمیٰ بنت قیس فرماتی ہیں کہ میں انصار کی چند عورتوں کے ساتھ آپ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئی تو آپ نے قرآن کریم میں بیان کی گئی شرائط کے ساتھ بیعت لی اور ہم سے کہا کہ دیکھو شوہروں کے ساتھ دھوکے بازی مت کرنا۔ (مسند احمد)

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی خالہ امیمہ بنت رقیقہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے اس بات پر بھی بیعت لی کہ نوحہ نہ کرنا اور جاہلیت کے جیسے بناؤ سنگھار کر کے اس کی نمائش نہ کرنا۔ (مسند احمد)

جب کبھی نبی کریم ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ جس طرح آپ مردوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کرتے تھے اسی طرح آپ ﷺ عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھتے بلکہ ان سے زبانی طور پر عہد لے کر آپ ﷺ فرما دیتے تھے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔ (بخاری)

اسی لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی قسم بیعت میں حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے چھوا تک نہیں۔ آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے وقت بس زبان سے فرما دیتے کہ میں نے تجھ سے بیعت لی۔ (بخاری)

اب قیامت تک عورتوں سے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے کہ ان سے زبانی اقرار کرا کے ان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے ان سے بیعت لے لی۔ لیکن مردوں کے لئے بیعت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور ان تمام باتوں کا اقرار لیا جائے جس کا حکم قرآن کریم اور احادیث میں دیا گیا ہے۔ لیکن اگر بیعت کرنے والے زیادہ ہوں تو بہتر ہے سب مل کر کوئی کپڑا یا چادر پکڑ لیں اور بیعت کر لیں۔

بیعت لینے کے بعد تمام لوگوں کے لئے ان گناہوں اور بھول چوک سے معافی کی دعا کرنی چاہیے اور آئندہ ہر گناہ سے بچنے کی تلقین کی جائے۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے وہ ضرور تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

آخر میں فرمایا گیا کہ اے مومنو! تم ان لوگوں سے قلبی تعلق اور دوستی قائم نہ کرو جن پر اللہ کا غصہ اور غضب نازل کیا گیا ہے کیونکہ تمہیں تو اللہ سے اس کی امید ہے کہ تم جو بھی بھلا کام کرو گے اللہ اس کی جزائے خیر عطا فرمائے گا لیکن یہ کفار اور اللہ کے دشمن تو ہر ثواب سے اسی طرح مایوس ہیں کہ تمام رشتہ دار جو قبروں میں دفن کئے جا چکے ہیں وہ کبھی زندہ ہو کر دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦١

الصّف

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الصّف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	61
کل رکوع	2
آیات	14
الفاظ وکلمات	223
حروف	991
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ اللہ کی حمد وثنا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی حمد وثنا اور تسبیح نہ کرتی ہو۔ ذرہ ذرہ اس کی تسبیح میں لگا ہوا ہے۔

☆ اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آدمی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس کو پورا کرتا ہے لیکن یہ ایک بدترین عادت ہے کہ آدمی جس بات کو زبان سے کہہ رہا ہے اس پر اسی طرح عمل نہیں کرتا۔ منافقین کی عادت ہے کہ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اللہ کو یہ بات قطعاً ناپسند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ تم دنیا کی جس تجارت میں لگے ہوئے ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے جان ومال کو اللہ کے راستے میں لگا دو اور وہ یہ ہے کہ تم پوری طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر اس پر مضبوطی سے صراط مستقیم پر قائم رہو اور اپنی جانوں اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اس کے بدلے اللہ تمہیں دنیا میں فتح ونصرت اور آخرت میں جنت کی راحتیں عطا فرمائے گا وہ جنت جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اہل ایمان جب کسی سے جنگ کرتے ہیں تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں یعنی اپنی صفوں کو درست رکھتے ہیں۔

☆ حضرت موسیٰؑ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم مجھے اپنی باتوں سے اذیت اور تکلیف کیوں پہنچاتے ہو؟ جب کہ میں خود اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ بنی اسرائیل نے ان کی باتوں کو ماننے کے بجائے اپنے دلوں کو اوندھا کر لیا تو اللہ نے بھی ان کے مزاجوں کو اس طرح الٹ دیا کہ سیدھی بات بھی ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

☆ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے بھی اپنی قوم بنی اسرائیل سے یہی فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے توریت نازل کی تھی میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے بعد جو رسول تشریف لانے والے ہیں ان کا نام ''احمد'' ہوگا۔ بنی اسرائیل نے ان کی تمام باتوں کو سن کر اور معجزات کو دیکھ کر ایک بے حقیقت جادو قرار دیا۔

☆ فرمایا کہ اللہ کے دین کا انکار کرنے والے ظالم لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جس روشنی

جب حضرت عیسیٰ ؑ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی اور اپنے قریب بیٹھنے والے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون کون اللہ کے لیے میرا مددگار ہے تو سب حواریوں نے کہا کہ ہم سب اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ان کی محنتوں سے اس زمانے میں دین کو فروغ حاصل ہوا۔ کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ نے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

یعنی دین اسلام کو بھیجا ہے یہ اس کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ ان کی تو یہی خواہش ہے کہ یہ چراغ بجھ جائے اور دین اسلام کی ترقی کو روک دیں لیکن یہ محض ان کی تمنا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ وہ ہے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے وہ اس روشنی کو مکمل کر کے رہے گا اگرچہ یہ کافر کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں۔ وہ اللہ اپنی قدرت سے ان کے سارے ارادوں اور عزائم کو ناکام بنا کر رکھ دے گا۔

☆ اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ وہ دین اسلام کو ہر مذہب پر پوری طرح غالب کر دیں اور وہ غالب ہو کر رہے گا۔

☆ اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ تم دنیا کی جس تجارت میں لگے ہوئے ہو اس سے بہتر ہے کہ تم اپنی جان اور اپنے مال کو اللہ کے راستے میں لگا دو اور وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پوری طرح ایمان لاؤ۔ مضبوطی سے صراط مستقیم پر قائم رہو اور اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے راستے میں جہاد پر لگا دو۔ اگر تم غور کرو گے تو یہ سودا اور لین دین تمہیں مہنگا نہیں پڑے گا۔ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔ کیونکہ تمہیں آخرت میں اتنا کچھ نفع عطا کیا جائے گا جس کا تم اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تمہاری ان قربانیوں کے بدلے میں ایسی جنتیں دی جائیں گی جن کی ہر چیز کو بقا ہے اور تم ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ فرمایا کہ تمہاری قربانیوں کا صلہ آخرت میں جنت اور اس کی راحتیں ہیں اور دنیا میں فتح و نصرت اور کامیابیاں ہیں جو تمہیں بہت جلد دیدی جائیں گی۔

☆ حضرت عیسیٰ ؑ کے حواریوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ؑ نے ان کو دین اسلام کی طرف بلایا اور ان سے کہا کہ تم اللہ کے لیے اس کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ دعوت دینے کے بعد جب حضرت عیسیٰ ؑ نے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کون کون میرا ساتھ دے گا؟ تو ان سب نے کہا کہ ہم سب اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ان حواریوں کی محنت سے اس زمانہ میں دین اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں زبردست تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا
عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ
بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا
هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٦ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ
يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٧ يُرِيْدُوْنَ
لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝٨
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ
كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝٩ ع

ع ١ ٩ ٩

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۹

جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب مخلوق اسی کی پاکی بیان کرتی ہے۔ وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ بے شک اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم ایسی بات کہو جس کو تم کرتے نہ ہو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! تم مجھے اذیت کیوں پہنچاتے ہو جب کہ تم (اچھی طرح) جانتے ہو میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ پھر جب وہ اپنے ٹیڑھے پن پر جمے رہے تو اللہ نے ان کے دلوں کو اور ٹیڑھا کر دیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اور (یاد کرو) جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں ایک ایسے رسول کی خوش خبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام ''احمد ﷺ'' ہوگا پھر جب وہ کھلی نشانیوں کے ساتھ آ گئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ حالانکہ اس کو اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تو اپنے نور (ہدایت) کو مکمل کر کے رہے گا اگرچہ وہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو (دنیا بھر کے جھوٹے) مذہبوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین اس کو کتنا ہی برا کیوں نہ سمجھیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۹

لِمَ تَقُوْلُوْنَ	تم کیوں کہتے ہو
كَبُرَ مَقْتًا	بڑی بری بات
صَفًّا	ایک صف (باندھ کر)
بُنْيَانٌ	دیواریں

مَرْصُوْصٌ (رَصٌّ)	سیسہ پلائی گئی۔مضبوط
لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ	تم مجھے کیوں ستاتے ہو؟ کیوں مجھے اذیت دیتے ہو؟
زَاغُوْٓا	وہ ٹیڑھے ہوگئے
اَزَاغَ	اس نے ٹیڑھا کردیا
مُبَشِّرًا	خوش خبری دینے والا
یُدْعٰی	وہ بلاتا ہے
یُطْفِئُوْا	وہ بجھاتے ہیں
اَرْسَلَ	اس نے بھیجا
لِیُظْهِرَهٗ	تا کہ وہ اس کو غالب کردے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

مومن اور منافق میں فرق یہ ہے کہ مومن جو کچھ زبان سے کہتا ہے اس پر پوری طرح عمل کرتا ہے۔ وہ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کے لئے جھوٹ، وعدہ خلافی، بددیانتی نہیں کرتا اور لڑائی جھگڑے کے وقت اخلاق اور شرافت کی حدوں کو نہیں پھلانگتا۔ مومن جرأت منداور سخت سے سخت حالات کے سامنے ڈٹ کر صبر اور برداشت کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے برخلاف منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ نماز، روزہ، زکوۃ دیتے ہوئے بھی ریاکاری کرتا ہے اور اس کی زبان اور اس کا عمل مختلف ہوتا ہے۔ وہ حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے ان کے سامنے ڈھیر ہوجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور گذشتہ انبیاء کرامؑ کے زمانے میں مخلص اور جرأت مند مسلمانوں میں کچھ ایسے منافق اور مفاد پرست بھی رہے ہیں جو دنیا کے معمولی اور وقتی فائدوں کے لئے جس بات کو زبان سے کہتے اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اسی طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے جو بات بھی نکالیں اس پر اسی طرح عمل کریں جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کو ایسے لوگ سخت ناپسند ہیں جن کے قول اور عمل میں مطابقت اور یکسانیت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے منافقین کی چند علامتیں بتائی ہیں تا کہ تمام مومن ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں اور اپنے اندر ان جیسی بری عادتوں کو پروان نہ چڑھنے دیں۔

بخاری ومسلم میں نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگر چہ وہ نماز پڑھتا اور

روزے رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعوے دار بھی ہو (۱) جب بھی بولتا ہے تو وہ بات جھوٹ ہوتی ہے (۲) جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے (۳) اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت اور بد دیانتی کرتا ہے۔

بخاری و مسلم ہی کی دوسری روایت میں منافقین کی چار صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں پائی جاتی ہیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک صفت پائی جائے تو اس میں منافقت کی ایک خصلت اور صفت ہے۔ (۱) جب اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے (۲) جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۳) جب کوئی عہد یا وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے (۴) اور جب لڑتا ہے تو اخلاق اور دیانت کی حدیں توڑ ڈالتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ جو لوگ صراط مستقیم کو چھوڑ کر گمراہی کے راستوں پر پڑ جاتے ہیں اللہ ان کو اسی گمراہی کے راستے پر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سراسر انسان کا اپنا فیصلہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے کس راستے کو منتخب کرتا ہے۔ سیدھا راستہ اختیار کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارتا ہے یا غلط اور گمراہی کا راستہ منتخب کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی ابدی زندگی کو تباہ و برباد کر لیتا ہے۔

اہل مکہ اور قیامت تک آنے والے انسانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لا چکے ہیں تو اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی یا نئی شریعت نہیں آئے گی لہٰذا وہ گمراہی کا راستہ اختیار نہ کریں بلکہ ہدایت کے راستے پر آ جائیں۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ بھی اللہ کی طرف سے شریعت لے کر آئے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستگی اختیار کی وہی کامیاب رہے لیکن جنہوں نے ان کی مخالفت کی یا ان کے بتائے ہوئے راستے کے برخلاف دوسرے راستے اختیار کئے ان کی نہ صرف دنیا تباہ و برباد ہوئی بلکہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آخرت کو بھی برباد کر ڈالا۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اللہ کسی انسان کی عبادت، تسبیح اور حمد و ثنا کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اگر تمام انسان اللہ کی حمد و ثنا نہیں کریں گے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت اور ہر آن اس کی حمد و ثنا میں لگا ہوا ہے اور جس کو جو حکم دیدیا گیا ہے وہ اس کی تعمیل کر رہا ہے۔ ایمان والوں سے فرمایا گیا ہے کہ تم بھی وہی کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ تمہاری زبان اور عمل میں ایسی مطابقت ہونی چاہیے کہ تم جو کچھ زبان سے کہتے ہو اس پر اسی طرح عمل کرو اور اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو جب اہل ایمان اور دین پر مشکل وقت آ جائے تو پھر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جاؤ تا کہ کفر کی مجال نہ ہو کہ وہ اہل ایمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات بھی کر سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جنہیں ان کی قوم نے سخت اذیتیں پہنچائیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ تم جانتے ہو اور تم معجزات بھی دیکھ چکے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پھر تم مجھے تکلیفیں کیوں پہنچاتے ہو؟ مگر قوم اپنی گمراہی میں آگے ہی بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار اللہ نے ان کے دلوں کو

ٹیڑھا کر دیا۔ انہیں ہر سیدھی بات الٹی نظر آنے لگی۔ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی گمراہ قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی تصدیق کی اور بتایا کہ میرے بعد ایک ایسے پیغمبر تشریف لانے والے ہیں جن کا نام ''احمد ﷺ'' ہوگا۔ تم میری بات بھی مانو اور ان کی بات بھی ماننا۔

ان کی قوم نے معجزات کو کھلی آنکھوں سے دیکھا لیکن ان کو تسلیم نہیں کیا اور وہ قوم حضرت عیسیٰؑ کی دشمنی میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ اللہ کے پیغمبر کو سولی پر لٹکانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور اب وہ قیامت کے قریب حضور اکرم ﷺ کے ایک امتی کی حیثیت سے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے فرمایا ہے کہ اگر تم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اسی طرح اذیتیں پہنچائیں جس طرح تم نے اپنے پیغمبروں کو تکلیفیں پہنچائی تھیں تو پھر اب تمہاری ہدایت کا کوئی طریقہ باقی نہ بچے گا۔ لہٰذا تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن سے وابستگی اختیار کر لو۔ دنیا اور آخرت کی ساری کامیابیاں اسی میں پوشیدہ ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۙ﴿۱۲﴾
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ
اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۤىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَاۤءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۤىِٕفَةٌ ۚ
فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ۲ ع ۵ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلادے گی؟ (وہ یہ ہے کہ) اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو اور تم اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کرتے ہو اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لئے اسی میں بہتری ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ نفیس اور خوبصورت مکانات ہمیشہ کی جنت میں ہوں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ (تمہارے لئے وہ نعمت بھی ہوگی)۔ جسے تم چاہتے ہو۔ (وہ ہے) اللہ کی طرف سے مدد اور قریبی فتح۔ (اے نبی ﷺ) آپ اہل ایمان کو خوش خبری سنا دیجئے۔ اور کہہ دیجئے کہ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔ جس طرح عیسیٰؑ ابن مریم نے اپنے حواریوں (صحابیوں) سے کہا تھا کہ اللہ کے لئے (کاموں میں) میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پھر بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے انکار کردیا۔ پھر ہم نے ان کو (عیسیٰ ابن مریمؑ کو) ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت عطا فرمائی۔ پھر وہ غالب ہوکر رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۰ تا ۱۱

اَدُلُّ	میں بتاتا ہوں۔ نشاندہی کرتا ہوں
تُنۡجِیۡ	وہ بچائے گا
مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً	پاکیزہ گھر
عَدۡنٌ	ہمیشہ رہنے والی (جنت)
کُوۡنُوۡۤا	ہوجاؤ
اَنۡصَارُ	مددگار۔ مدد کرنے والے
اَلۡحَوَارِیُّوۡنَ	حواری۔ صحابہ۔ صاف دل مخلص ساتھی

اَصْبَحُوْا	وہ ہو گئے
ظَاهِرِيْنَ	غالب ہو کر رہنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۴

دنیا میں طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے مال و دولت کو خرچ کر کے اپنی صلاحیتوں اور قابلیت سے دن رات محنت کر کے کچھ نفع کما لینے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اس تجارت اور لین دین میں کبھی اس کو نفع ہوتا ہے اور کبھی نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ایسی تجارت بھی ہے۔ جس میں آخرت کا فائدہ تو یقینی ہے مگر اس کے ثمرات اس دنیا میں بھی مل جاتے ہیں۔ وہ تجارت یہ ہے کہ اگر ایک صاحب ایمان شخص اپنی جان و مال کو اللہ کے دین کی سربلندی، اشاعت اور اس کے بندوں کی مدد پر خرچ کرے گا تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ (۱) اس کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا جائے گا۔ (۲) اس کو آخرت میں ایسی جنت عطا کی جائے گی جس میں ہر طرف سکون و اطمینان، عیش و عشرت، راحت و آرام کے تمام اسباب موجود ہوں گے وہاں کسی طرح کا غم نہ ہوگا۔ (۳) اللہ کی مدد سے ایسی فتح و نصرت اور دنیاوی کامیابیاں عطا کی جائیں گی جو انسان کی خواہش اور تمنا ہے یعنی کفار و مشرکین پر غلبہ اور طاقت و قوت۔ فرمایا کہ یہ تمام چیزیں اسی وقت مل سکتی ہیں جب کہ اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لا کر ان کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اختیار کی جائے۔ یہ اللہ کے وہ پیغمبر ہیں جن کے آنے کی بشارت اور خوش خبریاں تمام انبیاء کرامؑ دیتے چلے آئے ہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ نے تو آپ کا نام مبارک لے کر فرمایا کہ میرے بعد ایک ایسے رسول آنے والے ہیں جن کا نام ''احمد'' ہوگا۔ فرمایا کہ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے اپنے حواریوں (مخلص دوست، صحابہ) سے پوچھا تھا کہ اللہ کے لئے (یعنی اس کے دین کی سربلندی کے لئے) میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا تھا کہ ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے اور بہت سے اپنے کفر پر جمے رہے۔ پھر اللہ نے ان کو (حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کو) ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت و طاقت عطا فرمائی اور پھر وہ غالب ہو کر رہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے حاضرین کے سامنے اللہ کے دین کی عظمت کو بیان کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون کون اللہ (کے دین) کا مددگار بننا چاہتا ہے تو ان میں سے بارہ آدمیوں نے وفاداری کا عہد کیا اور پھر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی لائی ہوئی تعلیمات کے فروغ اور اشاعت میں خدمات سرانجام دیں۔ فرمایا جا رہا ہے کہ لوگو! جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حواری دین اسلام کی اشاعت میں لگ کر کامیاب ہوئے اسی طرح تم بھی نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر

ایمان لا کر ان کے ساتھی اور مخلص صحابی بن جاؤ۔ جس طرح اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی مدد کی اسی طرح اللہ تمہاری مدد بھی فرمائے گا اور تمہیں دوسری اقوام پر غلبہ، اقتدار اور قوت عطا فرمائے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ جنہوں نے آخرت کے ادھار پر اپنی دنیا کو بیچ دیا تھا انہوں نے اللہ سے ایسا لین دین کیا کہ ان کو نہ صرف دین اسلام کے غلبہ کی طاقت وقوت عطا کی گئی بلکہ ان کو جرات و ہمت کی وہ دولت نصیب ہوئی کہ انہوں نے پوری دنیا کی دو سپر طاقتوں قیصر و کسریٰ کو اس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا کہ ان کے وہ تاج و تخت جن پر انہیں بڑا ناز تھا وہ ان کے استنجے کے ڈھیلوں میں ڈال دیئے گئے تھے۔ ان اہل ایمان نے دنیا کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر عدل و انصاف قائم کر دیا۔ انسان پر انسان کی غلامی کو ختم کر کے سب کو ایک اللہ اور ایک رسول کا غلام بنا دیا۔ اس طرح وہ اپنے حسن عمل اور کردار سے ساری دنیا پر چھا گئے اور عرب و عجم کی ساری سلطنتیں ان کے قدموں کی دھول بن کر رہ گئیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللّٰہ

سورۃ نمبر ۶۲

الْجُمُعَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الجمعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	62
کل رکوع	2
آیات	11
الفاظ وکلمات	176
حروف	787
مقام نزول	مدینہ منورہ

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اسی دوران لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہے۔ اگر انہوں نے دیر کی تو باقی لوگ اس قافلے کا مال تجارت لے جائیں گے وہ سب کے سب اس تجارتی قافلے کی طرف دوڑ کر پہنچ گئے سوائے بارہ صحابہ کرامؓ کے باقی سب نے خطبہ چھوڑ دیا اور اس مشغولیت میں لگ گئے۔ چونکہ ابتداء میں لوگوں کو جمعہ کی اس عظمت کا اندازہ نہیں ہوگا اس لیے ایسا ہوا۔ جب قرآن کریم میں جمعہ کی عظمت کا حکم دیا گیا تو پھر کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

اس سورۃ میں دو رکوع ہیں پہلے رکوع کے بعد دوسرا رکوع کافی عرصہ بعد نازل ہوا۔ خلاصہ یہ ہے۔

☆ دین اسلام کی تبلیغ اور دعوت کو روکنے کی یہودی سازشیں اس وقت بہت کمزور پڑ گئیں جب ہر طرف سے یہودیوں اور کفار قریش کو شکست اور اہل ایمان کو فتح و نصرت حاصل ہوتی چلی گئی۔ بنونضیر اور بنوقریظہ کی جلاوطنی اور بنوقینقاع کی ذلت و رسوائی، قریش مکہ اور تمام قبائل عرب کی غزوہ خندق میں شکست فاش، معمولی سی جدوجہد کے بعد وادی القریٰ، فدک، تیما اور خیبر کی فتح، فوج در فوج قبیلوں، خاندانوں اور لوگوں کا اسلام قبول کرنا وغیرہ یہ سب وہ باتیں تھیں جنہوں نے ان یہودیوں کو جو اپنے آپ کو اہل علم اور اہل عرب کو امی یعنی جاہل، ان پڑھ اور اجڈ سمجھتے تھے شدید کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گھمنڈ اور غرور و تکبر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ عرب کے وہ لوگ جو امی سمجھے جاتے تھے اللہ نے ان ہی میں سے ایک ایسے عظیم رسول کو اٹھایا ہے جو ان کو اللہ کی آیات سنا کر سمجھا رہے ہیں۔ دلوں کو مانجھ کر اور تزکیہ کر کے علم و حکمت کی باتیں سکھا رہے ہیں اور وہ لوگ جو صدیوں سے گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے ان کو راہ ہدایت دکھا رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ کا فضل و کرم ہے وہ جس پر چاہتا ہے رحمتیں نازل فرما دیتا ہے۔ فرمایا کہ وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ ساری دنیا میں وہی پڑھے لکھے ہیں ان کا یہ حال ہے کہ ان کی ہدایت کے لیے اللہ نے توریت جیسی روشن کتاب عطا کی تھی تا کہ وہ اس کو سمجھ کر عمل کرتے مگر انہوں نے اپنی کتاب پر عمل کرنے کے بجائے اسے اپنے اوپر لاد رکھا ہے جس طرح گدھے پر بہت سے کتابیں لاد دی جائیں تو اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر جو کتابیں لاد دی گئی ہیں وہ کس قسم کا بوجھ ہے، ان کتابوں میں کیا لکھا گیا ہے۔ فرمایا کہ گدھے سے بدتر تمہاری حالت کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب پر عمل کرنے کے بجائے تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم اللہ کے محبوب اور ایسے چہیتے ہو

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ''یوم السبت'' اور اہل ایمان کو ''یوم الجمعہ'' عطا فرمایا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح یہودیوں نے اپنے اس مبارک دن ''یوم السبت'' کو رسموں کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اہل ایمان ''یوم الجمعہ'' کی عظمت کو اچھی طرح جان کر اس کا پوری طرح احترام کریں اور اس میں نماز جمعہ، خطبہ اور ذکر اللہ کا خاص اہتمام رکھیں اور نمازِ جمعہ کے بعد اپنا کاروبار بھی کریں۔ ان کو فلاح و کامیابی ضرور ملے گی۔

کہ اس نے جنت تمہارے نام الاٹ کر دی ہے بس ادھر تم مرو گے اور ادھر جنت خود تمہارے استقبال کے لیے حاضر ہو جائے گی۔ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے طنز کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم معمولی سی تکلیف کے بعد سیدھے جنت میں جاؤ گے تو پھر تم دنیا کی تکلیفیں کیوں اٹھا رہے ہو؟ مرو اور سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔ تم جنت کی راحتوں کو چھوڑ کر دنیا میں جینے کی تمنا کیوں کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! یہ کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے آگے کیا کیا عمل اور کرتوت بھیجے ہیں۔ اگر انہیں جنت کا ایسا ہی یقین ہوتا تو دنیا میں ایک ایک ہزار سال تک جینے کی تمنا نہ کرتے۔ فرمایا کہ ان کو ''یوم السبت'' ہفتہ کا دن دیا گیا تھا مگر انہوں نے اس کو بھی اپنی رسموں اور تمناؤں کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ''یوم الجمعہ'' جمعہ کا دن عطا فرمایا ہے۔ یہ دن اہل ایمان کو یہ سمجھا رہا ہے کہ وہ اس یوم الجمعہ کو اسی طرح بے حقیقت نہ بنا دیں جس طرح یہودیوں نے یوم السبت کا حشر کیا ہے۔

فرمایا کہ اے مومنو! تمہیں جمعہ کے دن جیسے ہی آواز دی جائے (اذان دی جائے) تم اپنا تمام کاروبار اور مشغولیات کو چھوڑ کر تیزی سے اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر ذوق وشوق سے مسجدوں کی طرف آؤ۔ اللہ نے اسی میں تمہارے لیے خیر وفلاح رکھ دی ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اسے یاد کرتے ہوئے اپنا رزق تلاش کرو شاید تمہیں فلاح و کامیابی عطا کر دی جائے۔ البتہ اس بات کا پوری طرح لحاظ رکھا جائے کہ کھیل تماشے اور دنیا کا لالچ تمہیں اس طرح اپنی طرف نہ کھینچ لیں کہ نبی اللہ کی طرف بلا رہے ہوں اور تم ان کو چھوڑ کر کھیل تماشے اور مال تجارت لینے کے لیے دوڑ جاؤ۔ فرمایا کہ یاد رکھو! ان کھیل تماشوں اور تجارت سے بڑھ کر وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے نیک اعمال کے بدلے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہترین رزق تو اللہ کے پاس ہے وہی سب کو بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔

سورة الجمعة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣﴾
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٤﴾
مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ
يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا
يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ
اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦﴾
وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٧﴾
قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ
اِلٰی عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾ يٰۤاَيُّهَا ع ٨/١ ١١
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی
ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩﴾

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا
انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ
وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱

ع ۲ ۱۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وہ (سب کا) بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے۔ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

وہی تو ہے جس نے اُمیوں (ان پڑھ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو (ہر طرح کے برے عقائد کی گندگیوں سے) پاک کرتا ہے۔ وہ ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو حکمت و دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ اگر چہ وہ (عرب والے) اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (ان کو بھیجا جانا) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ابھی شامل نہیں ہوئے۔ وہ اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اللہ کا یہ وہ فضل و کرم ہے جسے وہ دینا چاہے اسے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔ اور ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کے (علم و عمل کا) بوجھ ڈالا گیا تھا۔ پھر انہوں نے اس بوجھ کو نہ اٹھایا اس گدھے جیسی ہے جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کی یہ بری مثال ہے۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے وہ لوگو! جو یہودی بن گئے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سب لوگوں کے علاوہ صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ (لوگو!) یہ اس کی (موت کی) تمنا کبھی نہ کریں گے کیونکہ انہوں نے جو اپنے آگے (برے اعمال) بھیجے ہیں (ان کا انجام انہیں معلوم ہے)

اور اللہ ظالموں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ بے شک تم جس موت سے بھاگتے ہو وہ تمہیں پہنچ کر رہے گی۔ پھر تم اس اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔

اے ایمان والو! جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے آواز (اذان) دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم جانتے ہو۔ جب نماز پوری ہو جائے تو پھر (تمہیں اختیار ہے کہ) زمین میں پھیل جاؤ (چلو پھرو) اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح و کامیابی حاصل کرو۔ اور جب انہوں نے تجارتی (قافلے) کو یا کھیل تماشے کو دیکھا تو وہ تمہیں تنہا چھوڑ کر اسی کی طرف دوڑ گئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور رزق دینے والوں میں وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

یُسَبِّحُ	وہ تسبیح کرتا ہے
اَلْقُدُّوْسُ	ہر ایک عیب سے پاک ذات
اَلْاُمِّیّٖنَ	ان پڑھ لوگ
یَتْلُوْا	وہ تلاوت کرتا ہے
یُزَکِّیْ	وہ پاک کرتا ہے
یُعَلِّمُ	وہ سکھاتا ہے
اَلْحِکْمَۃُ	حکمت و دانائی اور عقل کی باتیں
لَمَّا یَلْحَقُوْا	جواب تک نہیں ملے

حُمِّلُوْا	لادی گئی
اَلْحِمَارُ	گدھے
يَحْمِلُ اَسْفَارًا	جو کتابیں اٹھاتا ہے
زَعَمْتُم	تم نے گھمنڈ کیا
تَفِرُّوْنَ	تم بھاگتے ہو
تُرَدُّوْنَ	تم لوٹائے جاؤ گے
نُوْدِیَ	آواز دی گئی (اذان دی گئی)
اِسْعَوْا	تم دوڑو
ذَرُوْا	چھوڑ دو
اَلْبَیْعُ	تجارت۔ لین دین
قُضِيَتْ	پوری کردی گئی۔ پوری ہوگئی
اِنْتَشِرُوْا	تم پھیل جاؤ
اِبْتَغُوْا	تم تلاش کرو
اِنْفَضُّوْآ	وہ الگ ہوئے۔ اٹھ کر چلے گئے
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ	بہترین رزق دینے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

اللہ جو بادشاہ ہے جس کی ذات ہر طرح کے عیبوں سے پاک ہے وہی ہر طرح کی طاقت وقوت کا مالک ہے۔ ہر حکمت و

دانائی کی بات اسی کی طرف سے ہے وہ انسان کی حمد وثنا، تسبیح اور عبادت کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کائنات کی ایک ایک چیز اور ہر ذرہ ہر آن اس کی حمد وثنا کر رہا ہے۔ اس اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے بندے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن کریم، اس کی تعلیمات اور حکمت ودانائی کی وہ تعلیم دی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھائی ہے جو ایک طویل عرصہ سے گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ آپ اگرچہ ان لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں جو ''امیین'' یعنی جاہل، ان پڑھ اور حکمت و دانائی سے دور رہے ہیں اور آپ نے بھی دنیا میں کسی سے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی ہے لیکن اللہ نے آپ کو وہ قرآن کریم عطا کیا جس کی آیات پڑھ کر آپ لوگوں کو سکھا رہے ہیں اور حکمت ودانائی کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کو سنوار رہے ہیں۔ ان کو کفر وشرک، بدترین اخلاق، بری عادتوں اور ظاہری وباطنی گندگیوں سے دور کر کے ان کو پاک صاف بنا رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ سارا عرب جو جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا وہ قرآنی تعلیم اور نبی مکرم ﷺ کے فیض صحبت سے علم وفضل، حکمت ودانائی، عقل ودانش اور طریقے سلیقے سیکھ کر ایسی تہذیب کا علم بردار بن گیا تھا کہ ساری دنیا حیران ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صرف علم ومعلومات ہی میں نہیں بلکہ عمل اور حسن کردار کے بے مثال پیکر بن گئے تھے۔

اس کے برخلاف وہ اہل یہود جنہیں اس بات پر بہت ناز تھا کہ ان کے پاس توریت جیسی کتاب ہے۔ وہی صاحبان علم ہیں ان کے علاوہ سب کے سب جاہل، ان پڑھ اور علم وفضل سے بہت دور ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ بے شک ان کے پاس توریت جیسی روشن کتاب ہے لیکن انہوں نے اس کتاب کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے عام لوگوں کو اس کی تعلیم سے محروم کیا اور جس طرح چاہا توریت کی آیتوں کو بیان کر دیا۔ اپنی طرف سے بہت سی باتوں کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جس طرح چاہا توریت کی آیات کی تشریح کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور عوام کو جھوٹی اور بے بنیاد تمناؤں میں الجھا دیا۔ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کا بوجھ ڈالا گیا تھا پھر انہوں نے اس بوجھ کو نہ اٹھایا اس گدھے جیسی ہے جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی گدھے پر علم وفضل سے بھرپور کتابیں لاد دی گئی ہوں تو اس گدھے کو کیا معلوم کہ اس پر کتنی عظیم کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو یہودی بن گئے ہیں کہ وہ دنیا کمانے کے چکر میں دن رات لگے ہوئے ہیں لیکن توریت کے علوم میں سے وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ عام آدمیوں کو انہوں نے اس بات کا یقین دلا دیا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور نعوذ باللہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ دنیا میں کچھ بھی کرتے رہیں جب وہ آخرت میں پہنچیں گے تو جنت جو ان کی میراث کی طرح ہے اس کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اگر کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑا تو تین دن کے بعد پھر اس کو جنت میں داخل کر دیا

جائے گا۔اس تصور نے اس قوم کوایمان اور عمل صالح سے بہت دور کردیا اور انہوں نے اپنے علاوہ ساری دنیا کو ذلیل سمجھنا شروع کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ اور قرآن کریم میں کئی مقامات پر اہل یہود سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر جنت تمہاری منتظر ہے تو پھر اس دنیا اور اس کی مصیبتوں میں رہنے کا کیا فائدہ؟ موت کی تمنا کرو اور مرنے کے بعد سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔فرمایا ان کا تو یہ حال ہے کہ وہ موت کی تمنا کیا کریں گے۔اگر ان کے بس میں ہو تو وہ ایک ہزار سال تک اس دنیا میں جینے کی تمنا کریں گے کیونکہ ان کے دل جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آگے کیسے اعمال بھیجے ہیں۔اگر انہیں یقین ہوتا کہ جنت صرف ان کے لئے ہے تو وہ ایک دن بھی اس دنیا میں جینے کی تمنا نہ کرتے۔فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے تم موت سے کتنا بھی بھاگو گے آخر کار موت آکر رہے گی۔فکر یہ ہونی چاہیے کہ جب موت آجائے گی تو پھر تمہیں زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔اس وقت یہ بے بنیاد تمنائیں تمہارے کسی کام نہ آسکیں گی اور اس دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کو یہ بتادیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے۔

﴿نماز جمعہ اور خطبہ﴾ قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن کی اہمیت ابتدائے کائنات ہی سے ہے۔قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ساری کائنات کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چھ دنوں میں سے آخری دن جمعہ ہے جس میں کائنات کی تخلیق و پیدائش کی تکمیل ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔اسی دن ان کو زمین پر اتارا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

دور جہالت میں جمعہ کے دن کا نام بدل کر یوم عروبہ رکھ دیا گیا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کے اجداد میں سے کعب ابن لوئی نے اس کو پھر سے ''یوم الجمعہ'' قرار دیا۔کعب ابن لوئی جو نبی کریم ﷺ سے ڈیڑھ سو سال پہلے پیدا ہوئے بہت نیک آدمی تھے۔انہوں نے قریش کو بت پرستی سے بچا کر توحید کی تعلیم دی۔وہ حضور اکرم ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔ان کی نیکی اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو اپنی تاریخ کی ابتداء بناء کعبہ سے کیا کرتے تھے کعب ابن لوئی کی بے انتہا محبت نے ان کی وفات کے بعد اپنی تاریخ کی ابتداء ان سے منسوب کردی۔کعب ابن لوئی نے یوم العروبہ کا نام تبدیل کر کے پھر سے یوم الجمعہ رکھ دیا۔کعب ابن لوئی اس دن قریش کے لوگوں کو جمع کر کے ان کو خطبہ دیا کرتے تھے۔اسی کے اثرات کی وجہ سے دور جہالت میں قریش اس دن کو بہت محترم جانتے تھے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار مدینہ نے جمعہ فرض ہونے سے پہلے ہی جمعہ کے دن جمع ہو کر عبادت کرنے کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔(عبدالرزاق)

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے پانچویں دن جمعہ قائم فرمایا۔مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد آپ ﷺ پیر کے دن مدینہ منورہ میں مسجد قبا پہنچے۔چار دن قیام فرمایا، پانچویں دن جمعہ تھا۔آپ شہر مدینہ کی طرف تشریف لے گئے صحابہ کرامؓ بھی آپ کے

ساتھ تھے۔ بنی سالم ابن عوف کے علاقے میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا تھا۔ آپ نے اسی جگہ پہلا جمعہ ادا فرمایا (ابن ہشام)۔ مدینہ منورہ میں یہ پہلا جمعہ تھا۔ اس جگہ یہ غور کرنے کی بات ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے جمعہ کا اہتمام فرمایا جس سے اس دن کی عظمت و اہمیت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ نازل فرما کر اس دن کی عظمت پر مہر لگا دی ہے۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے عمل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس دن کی ایک خاص شان اور عظمت ہے۔ ایک حدیث میں آپ نے جمعہ کے دن کو مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا ہے۔ جس اہتمام کا حکم عید کے دن ہے اسی اہتمام کا حکم جمعہ کے دن کے لئے بھی ہے گویا جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کے دن کی طرح باعظمت ہے۔

جمعہ کی عظمت اور اس کے مسائل تو فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں یہاں مختصر چند باتیں اور مسائل عرض ہیں۔

☆ آپ نے نماز جمعہ کے لئے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا ہے یعنی ظہر کی نماز کے وقت کے اندر

☆ ندائے صلوٰۃ جمعہ۔ اس سے مراد اذان جمعہ ہے۔ ابتداء میں ایک ہی اذان ہوتی تھی سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جب مسلمانوں کی آبادی بہت بڑھ گئی تو آپ نے ایک اور اذان کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو اس اذان کے ذریعہ اطلاع ہو جائے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں تو پھر خطبہ سے پہلے دوبارہ اذان دی جائے۔ ابتداء میں کچھ صحابہ کرامؓ نے اس پر اعتراض کیا مگر بعد میں تمام صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ دو اذانیں دی جائیں۔ اس بات پر بھی اجماع ہے کہ کام کاج چھوڑنے کا حکم پہلی اذان سے ہے۔

☆ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ چھوڑنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں البتہ عورتوں، مسافروں، مریضوں، قیدیوں، جنگل اور صحرا میں رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ وہ ظہر کی نماز پڑھیں گے۔ دوسرے یہ کہ اگر عورتیں، مسافر اور مریض جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بالکل صحیح ہوگی۔

﴿ذروا البیع﴾ اس سے مراد صرف تجارت اور لین دین ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے کام زراعت، مزدوری اور کھانا، پینا اور سونا بھی منع ہے اس وقت صرف جمعہ کی تیاری کی جائے۔

﴿بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہیں ہوتی﴾ ابتداء میں خطبہ نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ جس طرح عید کا خطبہ ہوا کرتا ہے بعد میں نبی کریم ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے خطبہ کا حکم دیا۔ حکم یہ ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو جائے تو نہایت خاموشی اختیار کی جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ اس ذکر کو یعنی خطبہ کو فرشتے بھی غور سے سنتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

﴿اذن عام﴾ جمعہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جمعہ ایسی جگہ ہو جہاں ہر شخص کو بلا روک ٹوک آنے جانے کی اجازت ہو اسی لئے جیل میں، ان فیکٹریوں اور تعلیمی اداروں میں جہاں ہر شخص کو آنے جانے کی عام اجازت نہیں ہوتی وہاں اگر جمعہ پڑھا

جائے گا تو جمعہ نہ ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو سنت قرار دیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے۔ اسی طرح دانتوں کی صفائی کی جائے جو اچھے کپڑے ہوں وہ پہنے جائیں اور میسر ہو تو خوشبو لگائی جائے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

☆ ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص پاک صاف ہو کر جمعہ کی نماز میں آئے، سر میں تیل لگائے، خوشبو میسر ہو تو وہ لگائے، جلد از جلد مسجد پہنچے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے درمیان نہ بیٹھے۔ پھر جتنی توفیق ہو نمازیں پڑھے۔ پھر امام خطبہ دے تو خاموشی اختیار کرے اگر ایسا کرے گا تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے قصور معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم احمد)

☆ نماز جمعہ کے بعد لین دین، تجارت، زراعت وغیرہ سب جائز ہے۔

☆ انسان کو بہت سی چیزوں میں مالی فائدے نظر آتے ہیں لیکن اس کو چاہیے کہ وہ جمعہ کی نماز پر ہر طرح کے فائدوں کو قربان کر دے۔ یہ نہ ہو کہ لوگ اپنے فائدے حاصل کرنے میں اتنے مشغول ہو جائیں کہ مسجدیں ویران ہو جائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اذان جمعہ کے بعد اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ نماز جمعہ اور خطبہ کی اصل روح اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر کرنا ہے۔ البتہ اگر قوم کی اصلاح کے لئے کوئی بات کہنی ہو تو کہہ دی جائے لیکن اس کہنے کو اتنی اہمیت نہ دی جائے کہ عربی خطبہ چھوڑ کر دنیا بھر کی زبانوں میں خطبہ شروع کر دیا جائے اور یہ دلیل دی جائے کہ لوگ عربی سے واقف نہیں ہیں لہذا ہم عربی کو چھوڑ کر دوسری زبانوں میں خطبہ دیتے ہیں۔ یہ درحقیقت احساس شکست ہے کہ جو آج ہم اصلاح کے نام پر فساد کر رہے ہیں کل آنے والی نسلیں اگر یہ کہیں گی کہ ہم عربی نہیں سمجھتے نماز کو بھی دوسری زبانوں میں ڈھال کر پڑھایا جائے اس وقت ہم اس نسل کو کیا جواب دیں گے۔ اپنی بنیادوں سے ہٹنے کے شدید نقصانات ہوا کرتے ہیں۔ لہذا خطبہ کو عربی میں رکھا جائے۔ اگر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ہے تو خطبہ اور اذان سے پہلے جس زبان میں چاہیں تقریر کر لیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نماز کی طرف دوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ نہایت وقار، سنجیدگی اور ذوق و شوق کے ساتھ جلد از جلد نماز جمعہ کی طرف آیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جمعہ کی اصل روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ۶۳

المنافقون

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المنافقون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	63
کل رکوع	2
آیات	11
الفاظ وکلمات	183
حروف	821
مقام نزول	مدینہ منورہ

اے ایمان والو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ سے غافل کردیں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ سخت نقصان اٹھائے گا۔
فرمایا کہ ہم نے تمہیں جو کچھ مال و دولت عطا فرمایا ہے موت آنے سے پہلے خرچ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب عذاب سامنے آئے تو تم یہ کہنے لگو کہ اے ہمارے پروردگار اگر ہمیں کچھ مہلت اور مل جاتی تو ہم خوب صدقہ خیرات کرتے۔ نیک اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔
فرمایا کہ یاد رکھو موت آنے کے بعد پھر مہلت نہیں دی جاتی۔ جو کرنا ہے وہ اسی دنیا میں کر گزرو۔ وہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل سے اچھی طرح واقف ہے۔

سورۃ المنافقون کا ایک مفہوم تو عام ہے یعنی ہر زمانہ میں دین اسلام کی مخالفت کرنے کے لیے آستین کے ایسے سانپ آتے رہیں گے جو اسلام کو اپنے مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں گے اور اپنی منافقانہ روش سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ ان کی شرارتوں سے کیسے بچا جائے اس کا طریقہ بھی بتا دیا گیا۔ ان آیات کا دوسرا مفہوم خاص منافقین کا پس منظر بھی ہے۔ علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے کچھ پہلے مدینہ منورہ کے قبیلہ اوس وخزرج نے مسلسل جنگوں سے تنگ آ کر یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ دونوں قبیلے اپنے اختلافات کو ہمیشہ کے واسطے ختم کردیں اور کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ عبد اللہ ابن ابی سلول ایک چالاک، عیار اور مکار آدمی تھا۔ سب نے اس کو اپنا بادشاہ بنانے پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے ایک بہترین تاج تیار کرلیا تھا۔ ابھی اس کی تاج پوشی کی تیاریاں ابتدائی مراحل میں تھیں کہ نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے ہر طرف ان ہی کا چرچا شروع ہو گیا اور لوگ عبد اللہ ابن ابی کی تاج پوشی کو بھول گئے۔ دونوں قبیلوں کے لوگ بڑی تیزی سے مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ اس صورت حال کے سامنے ابن ابی اور اس کے ساتھی انتہائی مایوس اور بے بس ہو گئے۔ اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہ بچا تھا کہ وہ بھی ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیں۔ چنانچہ ابن ابی اور اس کے قبیلے کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ وہ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ میں شریک رہتے مگر وہ سب اس بات سے اندر ہی اندر سلگ رہے تھے کہ ان حالات نے ان سے بادشاہت کا خواب چھین لیا تھا۔ اس کے بعد عبد اللہ ابن ابی جہاں اور جس جگہ موقع پاتا اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں کسر نہ چھوڑتا۔ چنانچہ بنو قینقاع اور بنو نضیر کی غداریوں، جنگ احد میں اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے علیحدگی، کفار مکہ سے ساز باز اور سازشوں نے اس

چرب زبان، مکار اور منافقوں سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے جو زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان قبول کر چکے ہیں لیکن یہ لوگ اندر ہی اندر اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ اہل ایمان کے مخلص نہیں ہیں بلکہ جہاں ان کا موقع ہوتا ہے وہیں یہ اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں لگ جاتے ہیں۔

کو مسلمانوں کے سامنے بے نقاب کر دیا تھا۔ جب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر صحابہؓ کی دو جماعتوں میں اختلاف ہوا تو اس نے اس معمولی سی بات کو اتنی ہوا دی کہ انصار اور مہاجرین کے درمیان جنگ ہو سکتی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے بروقت اقدام فرما کر عبداللہ ابن ابی کی سازش کو بری طرح ناکام بنا دیا۔ مگر ابن ابی چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح کھل کر اسلام دشمنی میں سامنے آ گیا۔ اس نے انصار مدینہ کو جمع کر کے لمبی چوڑی تقریر کی اور یہ کہا کہ اے انصار! یہ سب کچھ تمہاری غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر میں جگہ دی۔ ان پر مال تقسیم کیا یہاں تک کہ آج یہ تمہارے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو تو ان سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ اس نے کہا اللہ کی قسم مدینہ واپس جا کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ عبداللہ ابن ابی کی ان باتوں کی آپ ﷺ کو اطلاع ہو گئی۔

جب نبی کریم ﷺ نے عبداللہ ابن ابی سے پوچھا کہ کیا اس نے ایسا کہا ہے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس جگہ سے تیزی سے نکل کر جانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا اور مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے۔ چونکہ ابن ابی کھل کر سامنے آ گیا تھا اس لیے تمام صحابہ کرامؓ ساری بات سمجھ گئے تھے۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم سچے دل سے اقرار کرتے اور گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک اللہ گواہی دیتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں لیکن یہ منافقین آپ ﷺ کو اللہ کا رسول اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھا کر آپ ﷺ کو یقین دلانا چاہتے ہیں درحقیقت یہ اندر سے کافر ہی ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر ایک ایسی مہر لگ چکی ہے جس سے یہ اچھے اور برے میں فرق کر ہی نہیں سکتے۔ ان کا ڈیل ڈول اور لچھے دار گفتگو ایسی ہوتی ہے کہ آدمی دیکھتا اور سنتا ہی رہ جائے لیکن یہ ان لکڑیوں کی طرح ہیں جو کندے کی شکل میں دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی گئی ہوں اور جو کسی مصرف کی نہ ہوں۔ ہر زوردار آواز سے یہ چونکنے ہو جاتے ہیں اور ہر اٹھی ہوئی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ کے دین کے دشمن ہیں۔ اللہ ان کو غارت کر دے ان سے بچ کر رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نجانے کس طرف الٹے پھرائے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ جب ان منافقین سے یہ کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں وہ اللہ سے تمہارے لیے دعائے مغفرت کریں گے تو وہ تکبر سے اپنا سر جھٹک کر کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان لوگوں کا کفر، غرور، تکبر اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ اگر

آپ ﷺ بھی ان کی معافی کی درخواست کریں یا نہ کریں اللہ اس کو قبول نہ فرمائے گا، نہ ان کو راہ ہدایت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ تم ان مسلمانوں کو اہمیت نہ دو، ان کی امداد اور خرچ بند کر دو تو یہ لوگ تنگ آ کر ادھر ادھر بھاگ جائیں گے۔ فرمایا کہ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ زمین اور آسمان کے سارے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے لیکن یہ بات منافقین کی سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ فرمایا کہ یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ ساری عزت تو اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے ہے لیکن ابھی ان منافقین کو اس کا علم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا وہ زبردست نقصان اٹھائے گا۔ فرمایا کہ ہم نے تمہیں جو کچھ مال و دولت دیا ہے تم اس میں سے موت آنے سے پہلے خرچ کر دو تا کہ تم افسوس کے ساتھ یہ نہ کہو کہ اے ہمارے رب اگر ہمیں تھوڑی سے مہلت اور دی ہوتی تو ہم خوب صدقہ خیرات کرتے اور نیک اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔ فرمایا کہ موت آ جانے کے بعد پھر مہلت نہیں دی جائے گی جو کرنا ہے وہ کر گزرو اللہ تمہارے ایک ایک کام سے اچھی طرح واقف ہے۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وقف لازم

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ﴿١﴾ اِتَّخَذُوْٓا
اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٣﴾
وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ
قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ
اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٥﴾ سَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٦﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا
عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٧﴾ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ
اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾ ع

ع ١ ١٨ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

(اے نبی ﷺ) جب وہ منافق آپ کے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین البتہ جھوٹے ہیں یہ لوگ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ بے شک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایمان لا کر پھر انکار کرنے والے بن گئے تو اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اب وہ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ (اے نبی ﷺ) جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے (ظاہری جسم) خوش نما لگتے ہیں اور یہ لوگ (لچھے دار) باتیں کرتے ہیں کہ ان کو سنتے ہی رہیں جیسے وہ خشک لکڑیاں ہیں جو کسی دیوار سے لگا دی گئی ہیں۔ اور وہ ہر بلند ہونے والی آواز کو اپنے خلاف (خطرہ) سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دشمن ہیں آپ ان سے بچ کر رہیے۔ اللہ ان کو غارت کر دے یہ کہاں (الٹے) پھرے جا رہے ہیں۔ اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کے رسول تمہارے لئے بخشش (کی دعائیں) مانگیں تو یہ لوگ اپنے سروں کو پھیر لیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رخی اختیار کرتے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں دونوں باتیں برابر ہیں۔ اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا۔ بے شک اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہ لوگ وہی تو ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو تا کہ وہ خود بخود منتشر ہو جائیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ کے پاس ہیں لیکن منافق تو اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔

وہ (منافقین) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ ساری عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن یہ منافقین اس بات کو نہیں جانتے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

طُبِعَ — مہر لگا دی گئی

خُشُبٌ	لکڑیاں
مُسَنَّدَةٌ	سہارا لگائی ہوئی
صَيْحَةٌ	چیخ پکار
يَنفَضُّوا	بکھر جائیں گے
اَلْاَعَزُّ	قوت اور زور والا
اَلْاَذَلُّ	کمزور وناتواں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول ایک کھلا ہوا منافق اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں سب سے آگے تھا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس کی عداوت اور دشمنی سے اچھی طرح واقف تھے لیکن آپ نے کبھی اس کو منافق کہہ کر نہ تو پکارا اور نہ صحابہ کرام نے اس کو اس لقب سے یاد کیا۔ حالانکہ کوئی ایسا موقع نہیں تھا جہاں اس نے حضور اکرم ﷺ کی مخالفت اور اسلام دشمنی میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔

اصل میں نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے مدینہ کے دو بڑے قبیلے اوس اور خزرج آپس کی لڑائیوں اور جنگ سے تنگ آچکے تھے انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی ایک شخص کو ان دونوں قبیلوں کا سردار اور بادشاہ بنالیا جائے تا کہ اختلاف اور جھگڑے کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔ عبداللہ ابن ابی ایک نہایت چالاک اور عیار آدمی تھا۔ اس نے ایسے طریقے اختیار کئے کہ اوس اور خزرج کے لوگ اس کو اپنا بادشاہ بنانے پر رضا مند ہوگئے۔ انہوں نے بادشاہوں جیسا تاج تیار کرلیا تھا تا کہ باقاعدہ تاج پوشی کی رسم ادا کی جائے۔

ادھر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مدینہ منورہ کے وہ حضرات جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو قبول کرلیا تھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے اگر چہ ان کی تعداد زیادہ نہیں تھی مگر انہوں نے جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو مدینہ منورہ آنے کی باقاعدہ دعوت پیش کردی۔ نبی کریم ﷺ نے انصار مدینہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ جیسے ہی مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر گھر میں آپ ہی کا چرچا شروع ہوگیا۔ پھر آپ نے آتے ہی مہاجرین وانصار کو اخوت ومحبت کے رشتے میں اس طرح منسلک کردیا کہ وہ سگے بھائیوں سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ حسن

سلوک کرنے لگے۔ دوسری طرف آپ نے مدینہ منورہ میں آباد تمام قبیلوں سے باہمی صلح کا ایک ایسا معاہدہ فرمایا تاکہ سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہوئے ایسی فضا پیدا کریں جس سے بیرونی دشمن کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے یا نقصان پہنچانے کی ہمت نہ ہوسکے۔ یہ سارے اقدامات ایسے تھے کہ لوگ عبداللہ ابن ابی کی تاج پوشی کو بھول گئے۔ ہوا کا رخ دیکھتے ہوئے عبداللہ ابن ابی نے اسی میں عافیت سمجھی کہ جس طرح اوس و خزرج اور دوسرے قبیلوں کے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہورہے ہیں وہ بھی ظاہری طور پر اسلام قبول کرلے۔ چنانچہ اس نے اور اس کے قبیلے کے دو تین سو آدمیوں نے منافقت کے لبادے میں اسلام قبول کرلیا۔ کہتے ہیں چوٹ کھایا ہوا سانپ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ عبداللہ ابن ابی بھی اس بات کو کیسے بھول سکتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی آمد کی وجہ سے اس کی بادشاہت کا تصور چھن چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ہر موقع پر مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کے مقاصد کو نقصان پہنچانے میں کسر نہیں چھوڑی۔

☆ جب نبی کریم ﷺ نے بنو قینقاع کی سرکشی اور معاہدہ شکنیوں پر ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا تو بنو قینقاع کی حمایت میں سب سے آگے یہی عبداللہ ابن ابی تھا۔

غزوہ بدر کے بعد جب کفار مکہ نے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف ایک ہزار مسلمان تھے۔ اس موقع پر عبداللہ ابن ابی نے لوگوں میں کفار مکہ کی طاقت کا اس طرح نقشہ کھینچا کہ وہ خود اور اس کے تین سو ساتھی میدان جنگ سے مدینہ منورہ میں اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اتنے بڑے دشمن کے مقابلے کے وقت اتنی بڑی تعداد کا نکل جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا جس کو نظر انداز کردیا جاتا لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کا بھروسہ صرف اس اللہ پر تھا جو ساری کائنات کی قوتوں کا مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ جن کے پاس پوری طرح ہتھیار بھی نہ تھے جنگ شروع ہوتے ہی ایسی بے جگری سے لڑے کہ دشمن کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ بعض صحابہ کی اجتہادی غلطی کی وجہ سے اگرچہ غزوہ احد کے اس موقع پر مسلمانوں کی فتح ظاہری شکست سے بدل گئی لیکن پھر تمام صحابہ کرامؓ نے دشمن پر ایسے وار کئے کہ دشمن کے دانت کھٹے کردیئے۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھیوں کے نکل جانے سے اس جنگ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا لیکن عبداللہ ابن ابی نے اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کرکے مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے میں کسر نہ چھوڑی۔

اسی طرح جب ۴ھ میں بنونضیر نے غداری اور عہد شکنی کی انتہا کردی اور یہ ثابت ہوگیا کہ بن نضیر مکہ کے کفار کے ساتھ سازش کرکے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا پورا بندوبست کرچکے ہیں تو آپ نے بنونضیر کو ان کی عہد شکنی کی سزا دینے کا فیصلہ کرلیا۔ عبداللہ ابن ابی نے بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنی جگہ ڈٹے رہیں۔ اس کے پاس دو ہزار ایسے مسلح نوجوان موجود ہیں جو ان کی مدد کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ نے بنونضیر کو ذلت و رسوائی کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکال دیا اس کے بعد۔ غزوہ بنو مصطلق کا موقع تھا کہ ایک دن عبداللہ ابن ابی نے ایک محفل میں اپنے دلی بغض اور دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگو! تم نے ان مسلمانوں کو اپنے وطن میں بلا کر اپنے سروں پر مسلط کیا۔ اپنے مال و جائیداد میں ان کو شریک کیا۔ یہ تمہاری روٹیوں پر پلنے والے اب تمہارے ہی

مقابلے پر آ گئے ہیں۔ اگر تم نے اب بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا تو یہ لوگ آ گے تمہارا جینا حرام کر دیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ تم آئندہ سے ان کی کسی طرح مدد نہ کرو اس طرح یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اب تمہیں چاہیے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو باہر نکال دے۔ حضرت زید ابن ارقم جو بچے تھے انہوں نے عبد اللہ ابن ابی کی ساری باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے یہ سب باتیں خود سنی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ عبد اللہ ابن ابی کی یہ بات پورے لشکر اسلام میں پھیل گئی اور ہر طرف عبد اللہ ابن ابی کے خلاف غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

عبد اللہ ابن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ ہی تھا۔ وہ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے باپ کو قتل کر دوں۔ لیکن آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے اشتعال اور غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا۔ جب آپ مدینہ کے قریب وادی عقیق میں پہنچے تو عبد اللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے اپنے باپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ جب باپ پر نظر پڑی تو انہوں نے عبد اللہ ابن ابی کی سواری کو بٹھا کر اور اونٹ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر کہا کہ اللہ کی قسم تم مدینہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک اس بات کی وضاحت نہ کر دو کہ عزت والا ذلت والے کو نکال دے۔ بتاؤ اس میں عزت والا کون ہے؟

عبد اللہ اپنے باپ کا راستہ روکے کھڑے تھے جب نبی کریم ﷺ کی سواری پاس سے گذری اور صورت حال معلوم کی تو آپ نے اپنے صحابی حضرت عبد اللہ سے فرمایا کہ عبد اللہ ابن ابی کا راستہ چھوڑ دو۔ مدینہ جانے دو۔ آپ ﷺ کے حکم کے بعد حضرت عبد اللہ نے اپنے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ لیکن عبد اللہ ابن ابی نہایت ذلیل و خوار ہو چکا تھا اور اس کی منافقت پوری طرح کھل کر سامنے آ چکی تھی۔ اس موقع پر زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ

قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ

نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١

ع ۲ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ (لوگو!) ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے۔ پھر وہ یہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار آپ نے مجھے تھوڑی مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خوب خرچ کرتا اور صالحین میں سے ہوجاتا۔ (لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ) جب کسی جان دار کا مقرر وقت آجاتا ہے تو اس کو مزید مہلت نہیں دی جاتی۔ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۱۱

لَا تُلْهِكُمْ	تمہیں غافل نہ کردے
اَخَّرْتَنِیْ	تونے مجھے مہلت دی
اَصَّدَّقُ	میں صدقہ کرتا ہوں
اَجَلٌ	موت۔ مدت

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۱۱

دنیا کی فانی اور مختصر زندگی میں مال و دولت کی چکا چوند، بیوی بچوں کی محبت اور عیش و عشرت کے سامان انسان کو آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی سے غافل اور مدہوش کئے رکھتے ہیں۔ خاص طور پر مال و دولت اور بیوی بچے جو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بھی ہیں انسان ان کو مقصد زندگی بنا کر ساری زندگی اسی دائرے میں گھومتا رہتا ہے لیکن جب زندگی کے آخری لمحات شروع ہوجاتے ہیں تو پھر بعض لوگوں کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوجاتی ہے اور وہ اپنے مال و دولت کو اپنی آخرت سنوارنے میں لگانا شروع کردیتے ہیں لیکن اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں آخرت کا یقین ہی نہیں ہوتا اور پوری زندگی فکر آخرت سے بے نیاز ہو کر گذارتے رہتے ہیں جب ان کا کوئی مرض ان کو بالکل پلنگ سے لگا دیتا ہے تو پھر وہ کہتے ہیں کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اور اتنا مال فلاں کار خیر میں لگادو۔ بے شک اگر کسی کو زندگی کے آخری لمحات میں اتنی بھی فکر ہوگئی تو اس پر اس کو اجر و ثواب ملے گا لیکن ان لوگوں کے لئے بے انتہا اجر و ثواب ہے جو

صحت وتندرستی میں اور بیوی بچوں کی شدید ترین ضروریات کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنی آخرت سنوارتے ہیں۔ جنہیں زندگی کے آخری لمحات تک بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملتی جب موت کے فرشتے ان کے سامنے آتے ہیں اس وقت انہیں حسرت اور افسوس ہوتا ہے کہ کاش ان کو زندگی میں ہوش آجاتا اور وہ اپنا مال خرچ کر کے اور نیک اعمال ادا کر کے اللہ کے نیک اور مقبول اور صالح بندوں میں شامل ہو جاتے۔ لیکن وقت گذرنے کے بعد ان کو دوبارہ حسن عمل کی مہلت نہیں دی جاتی۔

ایک مرتبہ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ وہ کون سا صدقہ ہے جس پر سب سے زیادہ اجر وثواب ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (سب سے بہترین صدقہ وہ ہے) جب وہ تندرست وتوانا ہو، آئندہ کی ضروریات اس کے سامنے ہوں اور یہ خوف بھی ہو کہ اگر میں نے (اللہ کی راہ میں) مال خرچ ڈالا تو بعد میں میں خود ہی محتاج ہو کر نہ رہ جاؤں اس وقت صدقہ کرنا اور خرچ کرنا سب سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو اس وقت تک نہ ٹلاتے رہو جب روح تمہارے حلق میں آجائے یعنی تم مرنے لگو۔ اس وقت تم کہنے لگو کہ اتنا مال فلاں کو دیدو اور اتنا مال فلاں کام میں خرچ کر دو (بخاری ومسلم)

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص کے ذمے زکوۃ واجب تھی اور اس نے ادا نہیں کی تھی یا حج فرض تھا مگر اس نے ادا نہیں کیا تھا تو وہ موت (کے فرشتے) سامنے آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کی تمنا کرے گا کاش میں پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جاؤں یعنی موت سے پہلے مجھے کچھ مہلت مل جائے تا کہ میں صدقہ خیرات کرلوں۔ فرائض سے سبک دوش ہو جاؤں اور صالحین میں سے ہو جاؤں، جو فرائض اور واجبات ہیں ان کو پورا کرلوں، جن مکروہات، محرمات یعنی گناہوں میں مبتلا تھا اس سے توبہ استغفار کرلوں۔ فرمایا کہ موت (کے فرشتے سامنے) آجانے کے بعد پھر کسی کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (معارف)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللّٰہ

سورۃ نمبر ۶۴

التَّغَابُنْ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التغابن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	64
کل رکوع	2
آیات	18
الفاظ وکلمات	247
حروف	1122
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی حمد وثنا کر رہی ہے جو بادشاہ ہے، کائنات کی تمام خوبیاں اور کمالات اس کی ذات میں جمع ہیں۔ وہ ہر چیز پر پوری قدرت وطاقت رکھتا ہے۔ اسی نے پیدا کیا۔ پھر کوئی مومن ہے اور کوئی کافر ہے۔ اللہ ہر اس بات سے واقف ہے جسے تم کرتے ہو۔ وہی زمین و آسمان کا خالق برحق ہے۔ اسی نے تمہاری خوبصورت اور اچھی شکل وصورت بنائی ہے اور تمہیں اسی اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اسے ہر اس بات کا علم ہے جو کھلی ہوئی یا چھپی ہوئی ہے وہ تو دلوں کے اندر کے حالات تک سے واقف ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے تمہیں مال اور اولاد عطا کیے ہیں مگر یہ ایک آزمائش بھی ہیں یعنی اگر تم نے اپنے مال صحیح جگہ خرچ کیے اور اپنی اولاد کو گناہوں سے بچانے کی ممکن حد تک کوشش کی تو پھر یہ مال اور اولاد تمہارے لیے جنت میں جانے کا سبب بن جائیں گے اور اگر ان کا غلط استعمال ہوا تو یقیناً ان کی وجہ سے جہنم کی آگ کو بھگتنا پڑے گا۔ یہ ایک کڑی آزمائش ہے۔

☆ فرمایا تم سے پہلے بہت سی قومیں گزری ہیں جنہوں نے اپنے کفر وانکار کی وجہ سے اپنی بدعملیوں کا مزہ چکھا اور وہ دردناک عذاب کا شکار ہوئیں۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسول تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے مگر انہوں نے ان کی قدر نہ کی اور حقارت سے کہا کہ کیا ہم جیسا ایک آدمی ہی ہمیں راستہ دکھائے گا؟ انہوں نے جب منہ پھیرا تو اس اللہ نے جو اپنی ذات میں بے نیاز ہے اور ہر تعریف وتوصیف کا حق دار ہے اس نے بھی ان سے منہ پھیر لیا ہے۔

☆ وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم مرجانے کے بعد دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ میرے رب کی قسم تم دوبارہ پیدا کیے جاؤ گے۔ وہاں تمہیں وہ تمام باتیں بتادی جائیں گی جو تم دنیا میں کر کے آئے ہو اور یہ بات اللہ کے لیے قطعاً مشکل نہیں ہے بلکہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور (قرآن مجید) پر ایمان لے آؤ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ جب تمہیں قیامت کے دن جمع کیا جائے گا تو یہ دن ہار جیت کے فیصلے کا دن ہوگا۔ جو لوگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم اللہ پر اس کے رسول ﷺ پر اور اس نور (قرآن مجید) پر ایمان لاؤ جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کا دن ہار جیت کے فیصلے کا دن ہوگا۔ یقیناً اس دن وہی جیتیں گے جو اللہ و رسول اور اس کے کلام پر ایمان لائیں گے لیکن وہ لوگ جو اس دن ان چیزوں سے خالی ہوں گے وہ ہارے ہوئے بدنصیب لوگ ہوں گے۔

اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے بھلے کام کیے ہوں گے ہم ان کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر کے ایسی حسین جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اہل جنت ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان کی زبردست کامیابی ہوگی۔ لیکن جن بدنصیبوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر و انکار کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کو ایسی جہنم میں ڈالا جائے گا جو بدترین جگہ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

☆ فرمایا کہ دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے اذن سے آتی ہے۔ ان حالات میں جو بھی ثابت قدم رہے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا فرمائے گا۔ اگر اس نے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی تو وہ کامیاب ہوگا۔ لیکن اگر اس نے منہ پھیرا تو ہمارے رسول کا کام یہ ہے کہ وہ ہر بات کو نہایت وضاحت سے کھول کھول کر بیان کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اہل ایمان اسی اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو۔ اگر تم نے معافی اور درگزر سے کام لیا تو یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ اللہ بہت مغفرت کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

☆ فرمایا کہ تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے لیے ایک آزمائش ہیں۔ اجر عظیم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہے اور کھلے دل سے اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہے تو یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے کیونکہ جو شخص بھی دل کی تنگی یعنی کنجوسی اور بخل سے بچ گیا وہی کامیاب و بامراد ہے۔

☆ فرمایا کہ اگر تم نے اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قرض حسنہ دیا تو اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر تمہیں دے گا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا کیونکہ اللہ اچھے بندوں کے ذرا سے عمل کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ بہت برداشت کرنے والا ہے۔ جو چیز سامنے ہے یا پوشیدہ ہے وہ ہر بات سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ ساری قوتوں کا مالک ہے اور ہر بات کی حکمت کو جاننے والا ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝١ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ
فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝٢
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ
وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝٣ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ
مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٤
اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی
اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ
یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝٨

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٩﴾ وَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٠﴾

الثلثۃ ع ۱ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن ہیں۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اسی نے تمہاری صورتیں شکلیں بنائی ہیں اور خوب بنائی ہیں۔ اور اسی کی طرف تمہارا ٹھکانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو (اس کی) ہر چیز کا علم ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ دلوں کے حال کا جاننے والا ہے۔ کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا تھا پھر انہوں نے اپنے اعمال کے وبال کا مزہ چکھا اور انہیں دردناک عذاب ہونے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ کیا ایک بشر ہماری رہنمائی کرے گا؟ انہوں نے انکار کیا اور منہ پھیر لیا۔ اور اللہ نے بھی ان کی پرواہ نہ کی (کیونکہ) اللہ اپنی ذات میں بے نیاز اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ ان کافروں کا گمان یہ تھا کہ وہ ہرگز دوبارہ اٹھائے نہ جائیں گے۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں۔ میرے رب کی

قسم تم ضرور دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ پھر تمہیں بتا دیا جائے گا کہ تم کیا کرتے رہے تھے۔ اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ (اے لوگو!) تم اللہ پر اس کے رسول پر اور اس نور (قرآن کریم) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ اس دن جب وہ تمہیں جمع ہونے والے دن جمع کرے گا یہی دن تغابن (نفع اور نقصان اور ہار جیت کا دن) ہوگا۔

اور جو اللہ پر ایمان لایا اور اس نے عمل صالح کیا تو اس کے گناہ اس سے دور کر دیئے جائیں گے۔ اور اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ ایک بڑی کامیابی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو یہ جہنم والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۰

صَوَّرَ	اس نے صورت شکل بنائی
لَنْ یُّبْعَثُوْا	وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے
تُنَبَّؤُنَّ	تم ضرور اٹھائے جاؤ گے
اَلتَّغَابُنُ	گھاٹے اور نقصان کا دن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۰

ہماری دنیاوی زندگی ہار اور جیت کے چکر میں گذر جاتی ہے۔ جیت گئے تو خوشی کا ٹھکانا نہیں ہوتا اور اگر ہار گئے تو غم سے نڈھال اور مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں بالکل واضح طریقہ پر ارشاد فرما دیا ہے کہ اس دنیا کا تغابن

(ہار جیت) کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہار جیت کا اصل میدان قیامت کا ہولناک دن ہے۔ اس دن جو زندگی کی بازی ہار گیا اور شکست کھا گیا وہ انتہائی بدقسمت لوگوں میں سے ہوگا اور جو اپنے بہترین اعمال کے سبب جیت گیا اس کی خوشی کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ ہارنے اور جیتنے والے کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر و شرک، فسق و فجور اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑا ہوگا وہ دنیا کے اعتبار سے کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں وہ آخرت کی حقیقی زندگی میں ناکام ترین لوگ ہوں گے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری، نیکی، تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی کو اختیار کیا ہوگا وہ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے کتنے ہی غریب و مفلس اور ناکام کیوں نہ ہوں وہ آخرت میں کامیاب و بامراد ہوں گے۔

سورۂ تغابن کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر یاد دلایا ہے کہ کائنات کی سلطنت و حکومت اس بادشاہ (اللہ) کے لئے ہے جو تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کی قدرت چھائی ہوئی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ ہر وقت اس کی حمد و ثنا کر رہا ہے۔ اسی نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت و بندگی کی جاتی لیکن انسان کا ناشکرا پن یہ ہے کہ دنیا کے معمولی سے کھلونوں سے کھیلتے ہوئے اسی کو حقیقی زندگی سمجھتا ہے اور اللہ کا انکار کر دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے اس کائنات کے نظام کو بنا کر اس میں انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کو آدمی کے دل کا حال تک معلوم ہے اس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا۔ جنہوں نے انبیاء کرامؑ کی اطاعت کی اور ان کا کہا مانا وہ تو کامیاب رہے لیکن جنہوں نے ان کا انکار کیا اور اطاعت سے منہ موڑا۔ اللہ نے ان کو اس طرح تہس نہس کر دیا کہ ان کے خوبصورت مکانات کھنڈروں میں تبدیل ہو کر قصے کہانیاں بن گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد کیا گیا۔ وہ اور کائنات کے جتنے لوگ مر چکے ہیں یا مریں گے اللہ ان سب کو دوبارہ پیدا کر کے ان سے زندگی کا حساب کتاب لے گا۔

فرمایا کہ لوگو! تم اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ پر اور ان کے ساتھ جو نور ہدایت یعنی قرآن کریم نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ ہار جیت کے فیصلے کا دن بہت قریب ہے۔ جس میں ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کی نجات اور گناہوں سے معافی ہوگی اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ کامیاب ترین لوگ ہوں گے لیکن جنہوں نے کفر و انکار کیا ہوگا تو ان کو ایسی جہنم میں ڈال دیا جائے گا جو ایک بدترین ٹھکانا اور ہمیشہ رہنے کی جگہ ہوگی۔ یہ ہے وہ ہار جیت کا میدان جس میں خوش قسمت اور بدقسمت لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ
يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٢﴾
اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ
وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَآ
اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ
وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنْ
تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٧﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾ ع ٢ ٨ ١٦

ترجمہ: آیت نمبر ١١ تا ١٨

جب تک اللہ کا حکم نہ ہو کوئی مصیبت نہیں آیا کرتی۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اس کے قلب کو صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم نے (اس سے) منہ پھیرا تو (یاد رکھو) ہمارے رسول ﷺ کی ذمہ داری (صاف صاف کھول کر احکامات کو) پہنچا دینا ہے۔

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں۔ تم ان سے ہوشیار رہو۔ اور اگر (وہ غلطی کرنے کے بعد اس کا اقرار کرلیں تو) ان کو معاف کر دو اور درگذر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہاری آزمائش ہیں اور اجر عظیم تو اللہ کے پاس ہے۔ لہٰذا تم سے جتنا ممکن ہو اللہ سے ڈرو۔ اس کا حکم سنو۔ فرماں برداری کرو۔ اور خرچ کرو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو لوگ بخل اور کنجوسی (جیسی بری عادت سے) بچا لئے گئے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو اللہ اس کے اجر کو خوب بڑھا دے گا۔ اور تمہاری خطائیں معاف کر دے گا۔ وہ اللہ بڑا قدردان اور بہت برداشت کرنے والا ہے۔ وہ ہر چھپے ہوئے اور کھلے ہوئے کا جاننے والا ہے وہ زبردست ہے اور حکمت و دانائی والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

مَا اَصَابَ	نہیں پہنچتی
یَتَوَکَّلُ	وہ بھروسہ کرتا ہے
اِحْذَرُوْا	تم بچو۔ تم ڈرو
تَعْفُوْا	تم معاف کرو گے
تَصْفَحُوْا	تم درگذر کرو گے
اِسْتَطَعْتُمْ	تمہاری استطاعت اور قوت ہو سکے
یُوْقَ	بچا لیا گیا
شُحَّ	بخل۔ کنجوسی

يُضٰعِفْهُ وہ اس کو دوگنا کر دے گا

تشریح: آیت نمبر ۱۱ تا ۱۸

اللہ جو اس کائنات کا خالق، مالک، معبود اور ہر چیز کی حقیقت اور اس کی ہر مصلحت کو جاننے والا ہے اس کے حکم اور اجازت کے بغیر ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ لہٰذا آدمی پر جو بھی تکلیف اور مصیبت آتی ہے وہ اللہ کی مشیت کے بغیر نہیں آتی۔ آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ ہر کام کے نتیجے سے بے نیاز اللہ و رسول کی اطاعت کا پیکر بن کر پورے عزم و حوصلے کے ساتھ اپنے کاموں میں لگا رہے اور اس بات کو اپنے دل کا یقین بنالے کہ کوشش کرنا میرا کام ہے لیکن اس کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کب کس چیز کے ملنے میں فائدہ ہے اور کس چیز میں نقصان۔ اگر آدمی کا بھروسہ اور توکل اسی بات پر ہو جائے تو اس کو ہزاروں غموں سے نجات مل جاتی ہے اور اس کو سکون قلب اور راہ مستقیم عطا کر دی جاتی ہے۔ انبیاء کرامؑ اسی یقین کو پیدا کرنے اور اس کی تربیت کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں جو ان کے راستے پر چلتا ہے وہی کامیاب و بامراد ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ نے بیوی اور بچوں کو آدمی کا امتحان اور آزمائش بنایا ہے۔ اگر آدمی نے اپنے بیوی بچوں کو صراط مستقیم پر چلایا اور ان کی بہتر تعلیم و تربیت کی تو اس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی لیکن اگر آدمی ساری زندگی صرف کھانے پینے، زیب و زینت اور راحت و آرام کے اسباب جمع کرنے میں لگا رہا، نہ اس نے اپنے بیوی بچوں کے اخلاق و کردار پر محنت کی نہ ان کو نیکیوں پر چلایا تو درحقیقت یہی بیوی بچے آخرت میں اس کے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے۔ اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

بعض مفسرین کرامؒ نے ان آیات کا ایک پس منظر بھی لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو سارے مسلمانوں پر ہجرت کرنا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا تھا۔ یہی کسی کے ایمان کا ثبوت تھا کہ وہ اللہ و رسول کی محبت میں اپنے گھربار، جائیداد، مال و دولت، بیوی اور بچوں کو چھوڑ کر یا ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائے۔ اس وقت بہت سے وہ مخلص صحابہ کرامؓ تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی کیونکہ گھربار بیوی بچوں اور خاندان والوں سے جدائی ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن رہی تھی۔ خاص طور پر بیوی، بچوں کی محبت کہ اگر ان کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا گیا تو نجانے کفار ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگرچہ بیوی بچوں کی محبت تمہارے جذبے کے لئے رکاوٹ بن

رہی ہے لیکن اللہ ورسول کا حکم سب سے اہم ہے۔اب تم اپنے گھر والوں کے ساتھ درگذر کا معاملہ کرتے ہوئے اللہ ورسول کی محبت پر سب کچھ قربان کردو۔اللہ کے راستے میں قرض حسنہ دیتے رہو اسی میں دنیا اور آخرت کا فائدہ ہے۔اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو تم کسی مصیبت میں پڑ جاؤ گے بلکہ راحت ومصیبت سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے۔کوئی چیز جاتی رہے تو اس پر صبر کرو اور جب مل جائے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔صبر وشکر انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی بھی عجب شان ہے۔اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے۔صبر وشکر دونوں ہی اس کے لئے نعمتیں ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۸

قد سمع اللہ

سورۃ نمبر ٦٥

الطّلاق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الطلاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	65
کل رکوع	2
آیات	12
الفاظ وکلمات	298
حروف	1237
مقام نزول	مدینہ منورہ

☆ عائلی یعنی گھریلو زندگی میں کبھی کبھی باہمی اختلافات یا مزاجوں میں ہم آہنگی نہ ہونے سے بات طلاق اور جدائی تک پہنچ جاتی ہے جو حلال ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس کے ضروری مسائل سورہ بقرہ میں بیان کیے گئے تھے۔ اب اس سورۃ میں ان ہی مسائل میں سے بقیہ مسائل کو ارشاد فرمایا جارہا ہے تاکہ ان مسائل کی تکمیل ہوجائے۔ خلاصہ یہ ہے۔

ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنا ایک ایسا کلام اپنے رسول پر نازل کیا ہے جس کی آیات نہایت واضح اور صاف صاف ہیں تاکہ ہر وہ شخص جو ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرنا چاہتا ہے ہمارا رسول ان کو اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنی میں لے آئے گا۔

☆ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ کی امت سے فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! جب لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو وہ ان کی عدت کا خیال کرکے طلاق دیا کریں اور پھر عدت کا بالکل صحیح شمار رکھا کریں یعنی ایسے دنوں میں طلاق نہ دیں جس سے عدت کی مدت طویل ہوجائے اور عدت کے دنوں کا شمار ٹھیک رکھا کریں تاکہ وقت سے پہلے یا بعد میں عدت نہ کھلے اسی لیے فرمایا کہ تم اپنے اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے۔

☆ فرمایا کہ دوران عدت تم ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ البتہ اگر وہ کھلا ہوا گناہ (زنا، بدکاری، بدکلامی جس سے ہر شخص عاجز آجائے) کریں تو ان کو نکالا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اس کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ ان حدود کو پھلانگنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو وہ اپنے ساتھ بڑی زیادتی اور ظلم کرنے والے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم ممکن ہے اس کے بعد آپس میں دوبارہ مل جانے کا کوئی راستہ بن جائے۔

☆ فرمایا کہ وہ عورتیں جب اپنی عدت پوری کرلیں (اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہیں) یا تو ان کو بھلے طریقے سے روک لیں

فرمایا کہ بہت سی ایسی بستیاں تھیں کہ جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانیاں کیں تو نہ صرف سختی کے ساتھ ان کا محاسبہ اور گھیراؤ کیا گیا بلکہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کر کے ان کو سخت سزا دی گئی۔ اس طرح انہوں نے قدم قدم پر سخت نقصانات اٹھائے۔ فرمایا کہ ہر وہ شخص جس میں ذرا بھی عقل اور سمجھ ہے وہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا اور وہ اللہ کے خوف سے ڈرتا رہے گا۔

یعنی رجوع کرلیں یا بھلے اور نیک طریقے سے ان سے جدا ہو جائیں۔

☆ فرمایا کہ (بہت سے قانونی مسائل سے بچنے اور ٹھیک ٹھیک گواہی کے لیے اگر) عدل و انصاف والے دو گواہ بنالیں تو بہتر ہے۔ گواہوں سے فرمایا گیا کہ اگر کوئی گواہی کا موقع آ جائے تو وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی نصیحت ہر اس شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہو۔ اللہ ایسے لوگوں کے لیے ہر طرح کی مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس کی ایسی جگہ سے مدد کی جاتی ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو اللہ پر مکمل بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ اپنے ہر کام کو پورا کر کے چھوڑتا ہے کیونکہ اس نے ہر چیز کے لئے ایک مقدار (تقدیر) مقرر کر رکھی ہے۔

☆ فرمایا تمہاری عورتوں میں سے وہ جنہیں اب حیض آنے کی توقع نہ ہو یا جن کو ابھی حیض آیا ہی نہ ہو ان کے لیے (چاند کے حساب سے) تین مہینے کی مدت مقرر ہے۔ اسی طرح حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ جیسے ہی ولادت ہو جائے گی اس کی عدت بھی ختم ہو جائے گی۔

فرمایا کہ ان تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ نہ صرف ان کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ ان کو اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

☆ فرمایا کہ عورتوں کی عدت کے دوران جیسی جگہ پر بھی تم رہتے ہو اس میں ان کو رکھو اور ان کو تنگ نہ کرو نہ ستاؤ بلکہ حسن معاملہ کرو۔

☆ اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک کھلاؤ پلاؤ جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو اس کا معاوضہ دو۔ اگر باہمی رضامندی سے وہ دونوں کسی اور عورت سے دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ جس عورت سے دودھ پلوایا جا رہا ہے اس کی اجرت اس کو دی جائے اور اس معاملہ میں کوئی زیادتی نہ کی جائے۔ ہر شخص اپنی حیثیت اور ہمت کے مطابق خرچ دے گا۔ اگر کوئی صاحب حیثیت ہے تو وہ اس کے مطابق دے اور جس کو کم رزق دیا گیا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ تو اللہ کا نظام ہے کہ وہ جس کو جتنا دینا چاہے دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تنگ دستی کے باوجود اللہ اس کو فراخی عطا فرما دے۔

☆ آخر میں فرمایا کہ تمام احکامات میں اللہ کے حکم کی پوری تعمیل کی جائے۔ کیونکہ نہ جانے کتنی بستیاں ایسی تھیں کہ جب

وہاں کے لوگوں نے اللہ کی نافرمانی اور رسول کی اطاعت سے انکار کیا تو نہ صرف ان کا سختی سے محاسبہ کیا گیا بلکہ ان کو سخت سزا دی گئی۔ اس طرح انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا مزہ چکھا اور انہوں نے قدم قدم پر شدید نقصانات اٹھائے۔ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ فرمایا کہ اے عقل رکھنے والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔

☆ ایمان والوں سے فرمایا کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنے رسول ﷺ پر ایسا کلام نازل کیا ہے جس کی آیات نہایت واضح اور صاف صاف بیان کی گئی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان اور عمل کی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں اللہ کے رسول ﷺ انہیں پوری طرح اندھیروں سے روشنی کی طرف لے آئیں۔ فرمایا کہ جو بھی اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح اختیار کرے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ نے اس کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔

☆ اللہ نے اپنی قدرت سے سات آسمان اور اسی جیسی زمین بھی بنائی ہے۔ ان سب میں اللہ کے احکامات نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ ہی ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اس کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے یعنی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الطَّلَاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا
الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ
حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ
اَمْرًا ١ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ
يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ٢ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى
اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ٣
وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ٤ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ
اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ٥
اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

عَلَيۡهِنَّ ۚ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ
فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَـكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ ۚ وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ ۚ وَاِنۡ
تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى ؕ‏ ﴿۶﴾ لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ
قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ
اٰتٰٮهَا ؕ سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا ﴿۷﴾ ع ۱ / ۱۷

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۷

اے نبی ﷺ (آپ اہل ایمان سے کہہ دیجئے) کہ جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرلو تو ان کی عدت کا خیال اور لحاظ رکھتے ہوئے طلاق دو۔

(اور طلاق دینے کے بعد) تم (عدت کی) مدت شمار کرتے رہو۔

اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔

اور تم (ان مطلقہ) عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ عورتیں خود بھی نہ نکلیں۔

سوائے اس کے کہ وہ کوئی کھلی ہوئی بے حیائی کر بیٹھیں۔

اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔

اور جو شخص اللہ کی حدود سے آگے بڑھتا ہے تو یقیناً وہ اپنے وجود پر ظلم کرتا ہے۔

تمہیں یہ نہیں معلوم کہ شاید (اس طلاق کے بعد) اللہ کوئی نئی صورت حال پیدا کردے۔

پھر جب وہ (ایک یا دو طلاقوں کے بعد) اپنی عدت پوری کر چکیں تو ان کو (شریعت کے قانون کے مطابق) یا تو نیکی کے ساتھ روکے رکھو یا (شریعت کے قانون کے مطابق) ان کو الگ کردو۔

اور بہر حال اپنے (مسلمان) لوگوں میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالیا کرو۔
اور اللہ کے لئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔
یہ ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔
اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اس کے لئے اللہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال دیتا ہے۔
اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔
اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے (کام بنانے کے) لئے کافی ہے۔
بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔
بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔
اور تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں (یعنی ان کو ماہانہ خون نہیں آتا) اسی طرح وہ لڑکیاں جنہیں خون آنا شروع نہیں ہوا اگر تمہیں شبہ ہو (یعنی عدت کے تعین میں) تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔
اور حاملہ عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ (اس کے کاموں میں) آسانی پیدا کر دیتا ہے۔
یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔
اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے گناہ اس سے دور کر دیتا ہے (معاف کر دیتا ہے)
اور اس کو اجر عظیم عطا کیا جاتا ہے۔
اور فرمایا تم اپنی گنجائش کے مطابق ان کو مکان دو جیسے تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے اذیت نہ پہنچاؤ۔
اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو بچہ کی پیدائش تک ان کا خرچہ برداشت کرو یہاں تک کہ بچے کی پیدائش ہو جائے۔
پھر اگر وہ تمہارے کہنے سے بچے کو دودھ پلائیں تو ان کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرو۔
اور آپس میں مناسب طریقے پر مشورہ کرتے رہو۔ اور اگر تم دونوں آپس میں دشواری پیدا

کرو گے تو شوہر کے کہنے سے اس بچے کو دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

جو صاحب حیثیت ہے وہ اپنی حیثیت (وسعت) کے مطابق خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو گئی تو اس تنگ دست کو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس کو اس میں سے خرچ کرنا چاہیے۔

اللہ کسی کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو اس نے اس کو دیا ہے۔

تنگ دستی کے بعد اللہ بہت جلد فراخی (وسعت) پیدا کر دے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

طَلِّقُوْا	تم طلاق دے دو
اَحْصُوْا	شمار کرو۔ گنو
فَاحِشَةٌ	بے حیائی کرنے والی
يَتَعَدَّ	حد سے بڑھتا ہے
لَاتَدْرِیْ	تجھے معلوم نہیں
لَعَلَّ	شاید کہ۔ امید کہ
يُحْدِثُ	وہ پیدا کر دے گا
بَلَغْنَ	وہ پہنچ گئیں
اَمْسِكُوْا	روک لو
فَارِقُوْا	تم چھوڑ دو۔ جدا کر دو
اَشْهِدُوْا	تم گواہ کرو

ذَوَیْ عَدْلٍ	دو معتبر آدمی
یُوْعَظُ	نصیحت کی گئی ہے
مَخْرَجًا	نکلنے کی جگہ
لَا یَحْتَسِبُ	گمان نہ جائے گا
اَلّٰئِیْ	وہ عورتیں۔ وہ مونث
یَئِسْنَ	مایوس ہو چکیں
اَلْمَحِیْضُ	حیض۔ ماہواری
اِرْتَبْتُمْ	تم شک میں پڑ گئے
ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ	تین مہینے
لَمْ یَحِضْنَ	حیض (خون) نہیں آیا
اُولَاتُ الْاَحْمَالِ	حمل والی عورتیں
اَنْ یَّضَعْنَ	یہ کہ وہ جن دیں
یُسْرًا	آسانی
یُعْظِمْ	وہ بڑا کر دے گا
اَسْكِنُوْهُنَّ	تم ان عورتوں کو گھر دو۔ سکونت دو
لَا تُضَآرُّوْهُنَّ	ان عورتوں کو نہ ستاؤ

لِتُضَيِّقُوْا	تا کہ ان کی (زندگی) تنگ کردو
تَعَاسَرْتُمْ	تم نے آپس میں اختلاف کیا۔ تنگی پیدا کی
تُرْضِعُ	دودھ پلائے گی
ذُوْسَعَةٍ	وسعت والا
قُدِرَ	تنگ کردی گئی
لَا يُكَلِّفُ	وہ ذمہ داری نہیں ڈالتا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۷

قرآن کریم قیامت تک ساری انسانیت کی فلاح و ترقی اور آخرت کی نجات کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں عبادات، معاملات، معاشرت، معیشت، تہذیب و تمدن کے اصولی احکامات بیان کئے گئے ہیں۔

عام طور پر زندگی سے متعلق احکامات کو مختصر بیان کیا گیا ہے لیکن نکاح، طلاق، عدت، عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ کا نان نفقہ، رہائش اور اگر اولاد ہو تو اس کو دودھ پلانے اور پرورش وغیرہ کے احکامات کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

کیونکہ زندگی کے یہ اہم ترین اور بنیادی مسائل ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ خاندانوں سے مل کر بنتا ہے۔ اگر ہر ایک خاندان پرسکون ہے تو سارا معاشرہ خوش حال ہوگا لیکن خاندانوں اور گھریلو زندگی کی ابتری سارے معاشرہ کی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہے۔

شریعت اسلامی میں اس اصول کو بنیاد بنایا گیا ہے کہ نکاح کے ذریعہ شہوانی جذبات کی تسکین کے ساتھ نسل انسانی کی بقا و ترقی کا سامان کیا جائے۔ لیکن اگر وقتی شہوانی جذبات کی تسکین تک بات محدود رہے تو اس سے نسل انسانی کی بقا کے لئے شدید خطرات پیدا ہو سکتے ہیں اور خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے نکاح کے ذریعہ جو تعلق قائم ہوا ہے اس کو باقی رہنا چاہیے۔ اس کو کھیل تماشا نہ بنایا جائے کیونکہ یہ زندگی کا ایک نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے جس میں مرد کو سب سے زیادہ ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

عورت اور مرد دونوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حوصلے اور برداشت سے اپنے گھر کو سنبھال کر چلائیں اور کوئی ایسی صورت نہ پیدا ہونے دیں جس سے یہ تعلق کمزور ہو جائے یا ٹوٹ جائے لیکن اگر آپس کی رنجشیں اور تلخیاں بڑھ جائیں اور بات طلاق تک پہنچ جائے تو اس میں بھی عورتوں کے مقابلے میں مردوں کو زیادہ ذمہ دار قرار دیا گیا ہے اور نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔ وہ چاہے تو اس گرہ کو بندھا رکھے یا طلاق کے ذریعہ اس بندھن کو کھول دے۔ لیکن اسے اس بات کا دھیان رہنا چاہیے کہ طلاق حلال ہونے کے باوجود اللہ ورسول کو سخت ناپسند ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''نکاح کرو، طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے اللہ کا عرش بھی کانپ اٹھتا ہے''۔ (قرطبی)

حضرت معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''زمین پر اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کیا جائے۔ اور اللہ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان سب میں اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ (قرطبی)

ان احادیث سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ شریعت نے طلاق دینے کی اجازت دی ہے لیکن اس سے روکا بھی ہے کیونکہ طلاق انتہائی نازک مسئلہ ہے جس سے صرف ایک مرد عورت ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ اولاد اور خاندان کے بے شمار اخلاقی اور قانونی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس قانونی حق کو استعمال کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

نادانی اور بے وقوفی میں زندگی کے اس بندھن کو کاٹ کر پھینک دینا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ اس کے لئے شریعت نے ایسے اصول مقرر فرمائے ہیں جن پر عمل کرنے سے زندگی کی اس خطرناک صورتحال سے بچا جا سکتا ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے دور جہالت میں عورت مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا تھی وہ جس طرح اور جتنا چاہتے عورت کی فطری کمزوریوں سے فائدے اٹھاتے رہتے اور عورت کو زندگی بھر ظلم کی چکی میں پیستے چلے جاتے تھے جس پر اسے اف تک کرنے کی اجازت نہیں تھی ایک حیوان اور انسان میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے لیکن دین اسلام نے نکاح، طلاق اور عدت کے ایسے حکیمانہ اصول بیان فرمائے ہیں جن سے عورت پر ظلم و جبر کا دور ختم ہو گیا اور اس کو آبرومندانہ زندگی گذارنے کا حق مل گیا۔ مثلاً عرب کے لوگ عورتوں کو طلاق دیتے اور جب جیسے چاہتے رجوع کر لیتے۔

دین اسلام نے ایک نکاح میں مرد کو صرف تین طلاقوں تک کی اجازت دی ہے وہ اس حق کو ایک وقت میں تین طلاقیں دے کر ختم کر دے یا ایک ایک کر کے طلاق دے۔ دو طلاقوں تک رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے لیکن تین طلاقوں میں رجوع کرنے کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ شرعی کے اس عورت سے نکاح نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم میں طلاق دینے کے اصول بھی مقرر فرما دیئے تا کہ کوئی شخص جلد بازی میں کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھے جس سے اس کو زندگی بھر پچھتانا پڑے۔

(۲) چونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے اور اس کو ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہٰذا جب وہ اس بات کو محسوس کر لے کہ اس کی بیوی مسلسل نافرمانی کر رہی ہے اور آپس میں اختلافات بڑھ رہے ہیں تو گھر کی بات گھر میں رکھتے ہوئے اپنی بیوی کو سمجھائے اور نصیحت کرے کہ اگر ہمارے اختلافات اسی طرح بڑھتے گئے تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟

(۳) اگر اس کی بیوی شوہر کے سمجھانے کے باوجود پھر بھی اپنی روش زندگی کو تبدیل کرنے پر تیار نہ ہو تو پھر کچھ نفسیاتی طریقے اختیار کئے جائیں مثلاً شوہر اپنا بستر الگ کر لے یا دوسرے کمرے میں سونا شروع کر دے۔ اس سے دونوں کو سوچنے کا موقع ملے گا کہ آج تعلقات میں ایک دیوار آڑے آئی ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد زندگی کی دیوار آڑے آجائے اور جدائی ہو جائے۔

(۴) اگر اس کی بیوی اس نفسیاتی حربے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس پر سختی کی جائے۔ اگر مارنے کی ضرورت ہو تو شریفانہ طریقے سے مارا جائے تا کہ اس کو کچھ تو ہوش آجائے۔ لیکن اس طرح نہ مارا جائے جیسا کہ آج کل لوگوں نے اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت کی وجہ سے اپنی عورتوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا نہ کرو تو کہتے ہیں کہ اس کی ہمیں اسلام نے اجازت دی ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کا انداز جاہلانہ ہے۔ جس کی قطعی اجازت نہیں ہے۔

حکم یہ ہے کہ بیوی کے سر، منہ، سینہ اور نازک جگہوں پر نہ مارا جائے۔ اتنی زور سے نہ مارا جائے جس سے ہاتھ یا کسی چیز کا نشان بن جائے۔ فقہا نے جب ان شرائط پر غور کیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت تو ساری انتہائی نازک ہے اگر کوئی مارتا ہے تو کہاں مارے۔

فرمایا کہ صرف ایک جگہ رہ جاتی ہے اور وہ پیٹھ کے اوپر کا حصہ جو کاندھے کے پاس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے مراد مار پیٹ نہیں ہے بلکہ ہلکے سے کاندھے کے پاس مارنے کا حکم ہے جو ایک شریفانہ مار ہے۔ اس میں جاہلانہ انداز نہیں ہونا چاہیے۔

(۵) قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی نصیحت کرنے، نفسیاتی حربوں اور سختی سے بھی باز نہیں

آتی تو پھر گھر کی بات کو خاندان کے بزرگوں تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ حکم ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے خاندان کے ایک ایک معتبر بزرگ کو بلا کر اس معاملہ کو سامنے رکھا جائے۔ یقیناً جو خاندان کے بزرگ ہیں وہ دونوں کو سمجھائیں گے۔ اگر پھر بھی اختلافات اپنی جگہ رہتے ہیں تو پھر ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ طلاق دے دی جائے۔

لیکن قرآن کریم اور احادیث میں طلاق دینے کا طریقہ متعین کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

(۶) اپنی بیوی کو ایسے طہر (پاکی کی حالت) میں صرف ایک طلاق دی جائے جس میں اس سے صحبت نہ کی گئی ہو اور حاملہ بھی نہ ہو۔ کیونکہ اگر حیض (ناپاکی کے ایام) میں طلاق دی جائے گی تو وہ طلاق پڑ جائے گی لیکن اس سے اس کی بیوی کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ وجہ یہ ہے کہ جس حیض کی حالت میں اس کو طلاق دی گئی ہے نہ تو وہ مدت شمار ہوگی۔ اور حیض کے بعد پاکی کی حالت میں بھی اس کی مدت شمار نہ ہوگی جب اس کو حیض آئے گا تو اس کی عدت کی مدت شروع ہوگی۔ اس طرح تین حیض کے بجائے اس کی عدت چار حیض تک پہنچ جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اگر پاکی کی حالت میں صحبت کی جائے گی تو اس کو یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس صحبت میں کوئی حمل ٹھہرا ہے یا نہیں۔ اگر حمل ٹھہر گیا تو پھر عدت اس وقت تک طویل ہو جائے گی جب تک اس عورت کے ہاں ولادت نہ ہو جائے۔ اگرچہ حیض اور حمل کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق پڑ جاتی ہے لیکن عورت کو اس تکلیف سے بچایا گیا ہے کہ اس کو ناحق اتنی تکلیف کیوں پہنچے۔ ایک یا دو طلاقیں دیئے جانے کے بعد یہ عورت عدت شروع کر دے گی، اسی گھر میں رہے گی اور اس کا نان نفقہ بھی شوہر کے ذمے ہوگا۔ اگر شوہر چاہے تو اس عدت کے دوران یا بعد میں اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ رجوع کرنے کے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ ''میں نے رجوع کر لیا ہے'' یہ کہتے ہی رجوع ہو جائے گا۔

اگر اس موقع پر دو معتبر گواہ بھی بنا لئے جائیں تو بہتر ہے تاکہ فریقین میں سے کوئی انکار نہ کر سکے اور اگر کسی وقت یہ معاملہ کسی عدالت میں پہنچ جائے تو گواہی دونوں کو فائدہ دے گی۔

ایک طلاق دینے میں میاں بیوی دونوں کا فائدہ ہے۔ مثلاً شوہر عدت میں یا عدت گزر جانے کے باوجود جب چاہے اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے اور بغیر کسی نکاح اور حلالہ کے دونوں پھر سے گھر آباد کر سکتے ہیں۔

عورت کو یہ فائدہ ہے کہ وہ عدت گذارنے کے بعد اگر کہیں اور شادی کرنا چاہتی ہے تو وہ اس معاملہ میں بالکل آزاد ہے لیکن اگر پہلا شوہر رجوع کرنا چاہتا ہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ زندگی تجربات کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت پہلے شوہر کی طرف آجائے لیکن اگر آنا نہ چاہے تو کوئی اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔

(۷) جس طرح ایک طلاق دینے کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے اسی طرح دو طلاقیں دینے کے بعد بھی مرد کا یہ حق

باقی رہتا ہے کہ وہ رجوع کر لے۔لیکن دو طلاقوں کی عدت گذرنے کے بعد دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔

(۸) اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دیدی تو یہ دونوں غیر بن جائیں گے۔اب اس وقت تک رجوع نہیں کیا جا سکتا جب تک یہ عورت پہلے شوہر کی عدت گذار کر کسی اور مرد سے شادی نہ کر لے اور اگر وہ کسی وجہ سے طلاق دیدے یا دوسرا شوہر مر جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گزار کر یہ پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔اسی کو ''حلالہ شرعی'' کہا جاتا ہے۔اس حلالہ شرعی کے علاوہ پہلے شوہر کی طرف لوٹنے کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔

(۹) اس موقع پر یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے کہ مذکورہ طریقہ جو شریعت نے بتایا ہے وہی احسن طریقہ ہے لیکن سب سے بد ترین طریقہ وہ ہے کہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں اور معاملہ ایک لمحے میں ختم کر دیا جائے۔اس کو نبی کریم ﷺ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔مسئلہ کی رو سے اگرچہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں لیکن امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ ایک ناجائز فعل ہے اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن اس بات پر بھی اجماع امت ہے کہ اگر ایک وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں اس کی بیوی اس کی غیر بن جاتی ہے اور اس کی عدت شروع ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات غلط فہمی کی بنا پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ایک وقت میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے یعنی عورت پر کوئی بھی طلاق نہیں پڑتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔

اس کے لئے وہ حضرت رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔واقعہ یہ تھا کہ حضرت رکانہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو حلف دے کر پوچھا کہ کیا ان کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی۔ جب انہوں نے حلفیہ بیان دیا تو آپ ﷺ نے ان کو رجوع کرنے کا حق دیدیا۔(ابوداؤد۔ترمذی۔ابن ماجہ۔دارمی۔حاکم)

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دیدی کہ جب ان کی بیوی کو حیض (خون) آرہا تھا۔حضرت عمر فاروقؓ نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور اسے اپنی زوجیت میں رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد حیض آئے۔اس حیض سے بھی پاک ہو جائے۔اس وقت اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس پاکی کے زمانہ میں جب کہ اس سے صحبت نہ کی گئی ہو طلاق دیدے۔یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آیت میں حکم دیا ہے۔(بخاری و مسلم)

حضرت رکانہ کی روایت کے متعلق تو عرض ہے کہ درحقیقت انہوں نے ایک ہی طلاق دی تھی۔بقیہ دو الفاظ تو انہوں نے تاکید کے طور پر کہے تھے۔یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سنتے ہی یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ یہ تین طلاقیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہے جیسا کہ آجکل

لوگ سنتے ہی کہہ دیتے ہیں بلکہ آپ نے پہلے ان سے اچھی طرح پوچھا چونکہ یہ بھر پور اعتماد کا دور تھا جس میں صحابہ کرامؓ خود بھی احتیاط کرتے تھے جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا یقین دلا دیا تو آپ نے ان کی بات مان کر تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ والی روایت کے متعلق عرض ہے کہ انہوں نے بھی درحقیقت حیض کی حالت میں ایک ہی طلاق دی تھی۔ دارقطنی اور ابن ابی شیبہ نے اس کی تفصیل بتاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں تین طلاقیں دیدیتا تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی۔ (معارف)

نبی کریم ﷺ کے دور میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مختصر دور خلافت میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا کہ جب کوئی کہہ دیتا کہ میں نے درحقیقت ایک ہی طلاق دی ہے تو اس کو مان لیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق کے ابتدائی دو سالوں تک اسی پر عمل ہوتا رہا لیکن جب حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ لوگ اب احتیاط نہیں کرتے اور تین طلاقیں دے کر اس کو ایک بیان کرتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی شخص تین طلاقیں دے گا تو اس میں نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ ظاہری الفاظ پر عمل کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں اکثر صحابہ کرامؓ حیات تھے۔ اگر حضرت عمرؓ کا فیصلہ غلط ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس کو نہ مانتے چونکہ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو گویا اسی پر اجماع امت ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حیض اور حمل کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق پڑ جائے گی لیکن یہ گناہ ہے کیونکہ اس میں عورت کی مدت بہت طویل ہو جاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صریح اور واضح الفاظ میں طلاق دے گا تو جتنی طلاقیں دے گا وہ پڑ جائیں گی اس میں نیت کا کوئی دخل نہیں ہے لیکن اگر الفاظ طلاق نہ ہوں تو اس میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی مثلاً اگر ایک شخص نے سخت غصے کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس موقع پر شوہر سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری بات کا کیا مطلب ہے؟ کیا تم نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ وہ تو میں نے غصے میں اپنی بیوی کو دھمکانے اور ڈرانے کے لئے کہہ دیا تھا میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو پھر اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں پڑے گی اور اگر وہ ہاں کہتا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق بائن (جدائی کی طلاق) پڑ جائے گی۔

(۱۰) چونکہ طلاق کا معاملہ انتہائی نازک ہے جس سے خاندانی اور کئی قانونی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے طلاق کے الفاظ کہنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ دور جہالت میں عربوں کا یہ حال تھا کہ وہ جتنی مرتبہ چاہتے طلاق دیدیتے اور عدت

ہی میں رجوع کر لیتے۔ اس طرح وہ عورتوں کو ستایا کرتے تھے۔ دین اسلام نے طلاق کے حق کو تین الفاظ تک محدود کر دیا ہے تا کہ سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کیا جائے۔

(۱۱) ایک وقت میں تین طلاقیں دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو وہ اس پر پڑ جائیں گی اور وہ عورت مرد ایک دوسرے کے لئے غیر ہو جائیں گے۔ چونکہ آدمی غصے میں تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور اپنے فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو پھر وہ فتوے پوچھتا پھرتا ہے تا کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی۔

میرے نزدیک طلاق دینے سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی ایک حرام کام کو جائز کرنے کی فکر میں لگ جائے اور اس پر عمل بھی شروع کر دے۔ حالانکہ تین طلاقیں دینے کے بعد اب اس بیوی کی واپسی کا طریقہ ایک ہی ہے کہ پہلے یہ عورت عدت پوری کرے۔ عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر کے اس سے صحبت کرے پھر کسی وجہ سے اس کا دوسرا شوہر اس کو طلاق دے یا مر جائے تو دوسرے شوہر کی عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

یہ درحقیقت میاں بیوی کے لئے ایک سزا ہے۔ شوہر کے لئے تو یہ کہ اس کی بیوی کسی دوسرے سے نکاح اور صحبت کرے اور بیوی کو سزا اس لئے مل رہی ہے کہ اس نے ایسے حالات کیوں پیدا کئے جس سے بات طلاق تک پہنچ گئی اور اس کا گھر ٹوٹ گیا۔ میاں اور بیوی دونوں کے لئے یہ سزا برابر ہے۔

(۱۲) مدخولہ (جس سے صحبت کر لی گئی ہو) اگر اس کو حیض (ماہانہ خون) آتا ہو اور طلاق دی گئی ہو تو تین حیض گذارنے کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔ عدت گذرنے کے بعد عورت اپنے بارے میں اپنی مرضی سے معروف طریقے پر کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے۔

(۱۳) وہ خواتین جن کو زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے خون نہ آتا ہو یا ابھی خون آنا شروع نہ ہوا ہو تو ان کی عدت کی مدت (چاند کے حساب سے) تین مہینے ہے۔

(۱۴) اگر کسی لڑکی کا نکاح ہوا اور ابھی تک مرد نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا اور اس کو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت نہیں ہے۔ وہ چاہے تو طلاق کے بعد اسی وقت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

(۱۵) جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت (چاند کے حساب سے) چار مہینے اور دس دن ہے۔ ہر مہینہ تیس دن کا شمار ہوگا۔

(۱۶) ایک یا دو طلاقوں کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس موقع

پر دو معتبر مسلمانوں کو گواہ بنالے۔ گواہ بنانا لازمی اور ضروری نہیں ہے۔لیکن اگر گواہ بنالے گا تو اس سے دونوں میاں بیوی کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ اس طرح نہ تو شکوک وشبہات پیدا ہوں گے اور نہ وہ دونوں انکار کریں گے۔

فرمایا کہ سچے مومنوں سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے مفاد کے لئے جھوٹ بولیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا یقین کامل ہوتا ہے کہ ان کے کسی فعل کو کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اللہ تو ان کے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

(۱۷) یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ عدت کے ایام کو شمار کرنے کا اہتمام کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت ختم ہونے سے پہلے ہی عدت ختم کرلی جائے۔ یہ ذمہ داری مرد اور عورت دونوں کی ہے۔

﴿عورت کا نان نفقہ اور سکونت﴾

(۱۸) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دیدی گئی ہوں اس کے زمانہ عدت میں نان و نفقہ اور رہائش دینا یہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔

(۱۹)۔ طلاق ایک ہو یا دو یا تین ہر حالت میں مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانے پینے کے اخراجات اور رہائش کی سہولتیں بہم پہنچائے۔ جس گھر میں شوہر رہتا ہے اسی میں اس کی مطلقہ بیوی بھی رہے گی۔ اس عدت کے دوران شوہر کو یا شوہر کے عزیزوں کو اس بات کا قطعاً اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کو اس گھر سے نکالیں۔ البتہ اگر وہ عورت کوئی کھلا ہوا گناہ یا بدکاری کرے یا اس قدر زبان دراز ہو کہ اس کی زبان سے سب عاجز ہوں تو اس کو اس گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر ہی کی ہوگی۔

﴿بچے کو دودھ پلانا﴾

(۲۰) اگر طلاق دینے کے بعد کوئی بچہ موجود ہو تو اس بچے کی کفالت اور دودھ پلوانے کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ اگر وہ مطلقہ عورت اپنے بچے کو دودھ نہ پلانا چاہے تو مناسب اجرت پر دوسری کسی عورت کے ذریعے دودھ پلوانا جائز اور ضروری ہے۔ مطلقہ بیوی کے نان نفقہ، سکونت اور بچے کے دودھ پلوانے میں مرد کی آمدنی اور حیثیت کا لحاظ رکھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی پر اس کی ہمت اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

سورۃ الطلاق کی ان آیات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر ایک معاملہ میں اللہ کا خوف غالب رہنا چاہیے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کا تقویٰ، خوف اور ڈر رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں گے اور ان پر ایسے مقام سے کرم ہوں گے جہاں ان کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ انسانی تعلقات میں خوف الٰہی بنیاد ہے۔ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ اور اعتماد کاموں میں

برکت نازل کئے جانے کا سبب ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ
رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧
فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ
عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚۛ قَدْ
اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ
لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ
يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ
سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ
ع ۲ ۱۸ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫

ترجمہ: آیت نمبر ۸ تا ۱۲

اور کتنی ہی بستی والوں نے اپنے رب کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانیاں کیں تو ہم نے ان سے نہایت سخت حساب لیا۔

اور ان کو ایسا عذاب دیا جو اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا۔

پھر انہوں نے اپنے کاموں کے وبال کا مزہ چکھا۔

اور ان کے کاموں کے انجام میں نقصان وخسارہ ہی رہا۔
اللہ نے ان کے لئے سخت ترین عذاب تیار کر رکھا ہے۔
تو اے عقل والو! جو ایمان لا چکے ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔
بے شک اللہ نے تمہارے پاس ایک نصیحت بھیجی ہے۔
وہ ایسے رسول ﷺ ہیں کہ وہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں جو بالکل صاف اور واضح ہیں تاکہ وہ اللہ کے حکم سے ایمان والوں اور عمل صالح اختیار کرنے والوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔
اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اور عمل صالح اختیار کرتا ہے تو اس کو ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
بے شک اللہ نے ان کے لئے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔
اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور ان ہی کی طرح زمینوں کو بھی پیدا کیا ہے۔
وہ ان تمام آسمانوں اور زمین میں اپنا حکم نازل کرتا رہتا ہے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۸ تا ۱۲

كَاَيِّنْ	کتنے ہی۔ بہت سے
عَتَتْ	نافرمانی کی۔ سرکشی کی
حَاسَبْنَا	ہم نے حساب لیا
نُكُرًا	برا۔ انوکھا

اُولِی الْاَلْبَابِ	عقل والے
اَحْسَنَ	اس نے زیادہ خوبصورت کردیا
اَحَاطَ	اس نے گھیرلیا

تشریح: آیت نمبر ۸ تا ۱۲

طلاق، عدت، نان نفقہ، عورت کی رہائش وغیرہ کے احکامات بیان کرنے کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ یہ وہ احکامات ہیں جن پر پوری سنجیدگی سے عمل کرنا سب اہل ایمان کی ذمہ داری ہے۔ ان حقوق کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اگر اللہ کے احکامات کو نظر انداز کر کے ان سے منہ پھیرا گیا تو انہیں اپنے سے پہلے گذری ہوئی نافرمان قوموں کے عبرت ناک انجام کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

جب اللہ نے ان قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تو انہوں نے ان کی اطاعت کے بجائے ان کو جھٹلایا، ان کی نافرمانی کی اور اللہ کے احکامات کی پرواہ نہیں کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور ان قوموں کو اس طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا کہ ان کی زندگیاں اور ان کا بنایا ہوا معاشرہ، تہذیب وتمدن اور بلند وبالا عمارتیں کھنڈر بن گئیں۔ یہ تو ان پر دنیا کے اعتبار سے عذاب تھا آخرت میں ان کا کتنا بھیانک انجام ہے اس کا اس دنیا میں رہتے ہوئے تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو تمہاری ہدایت ورہبری کے لئے بھیجا ہے جن کے ساتھ وہ عظیم کتاب ہے جسے وہ نہایت وضاحت سے پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں تا کہ ان پر ایمان لانے والوں کو زندگی کے اندھیروں سے نکال کر اس حقیقی روشنی میں لے آئیں جس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

فرمایا کہ جو بھی ان پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کرے گا تو اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جس میں ہر طرف سرسبزی وشادابی، بہتی نہریں، اعلیٰ ترین رزق اور ہمیشہ کی زندگی عطا کی جائے گی۔

فرمایا کہ یہ اس اللہ کا سچا وعدہ ہے جس نے سات آسمان اور ان ہی جیسی سات زمینیں پیدا کی ہیں یا زمین کے سات

طبقات پیدا کئے ہیں۔اتنی بڑی زمین اور آسمان کا کوئی ایسا ذرہ نہیں ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔اس کائنات میں ہر طرح کی طاقت وقوت صرف اللہ کی ہے وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے سورۂ طلاق کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر وتشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر۲۸

قد سمع اللّٰہ

سورۃ نمبر ٦٦

التَّحۡرِیۡم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التحریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	66
کل رکوع	2
آیات	12
الفاظ وکلمات	253
حروف	1124
مقام نزول	مدینہ منورہ

نبی کریم ﷺ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے اس لیے اگر آپ سے کہیں بھول ہو جاتی تھی تو اللہ کی طرف سے آپ کی فوری رہنمائی فرما دی جاتی تھی۔ آپ نے محض ازواج کے کہنے کی وجہ سے شہد کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اگر آپ کو اس سے مطلع نہ کیا جاتا تو شہد کا استعمال ممنوع ہو جاتا۔

☆ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ عصر کی نماز کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے اپنی ازواج کے پاس ان کی خیریت معلوم کرنے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی سب ہی ازواج آپ سے بے انتہا محبت کرتی تھیں اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ ان کے پاس رہیں تاکہ وہ اللہ کی رحمت کو حاصل کر سکیں۔ جب نبی کریم ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو میٹھی چیز بہت پسند ہے وہ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے شہد تیار رکھتیں آپ ﷺ جیسے ہی تشریف لاتے تو حضرت زینبؓ آپ ﷺ کو شہد پیش کرتیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ اور ازواج کے مقابلے میں حضرت زینبؓ کے پاس زیادہ رک جاتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر رشک آتا۔ میں نے حضرت حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ ﷺ تشریف لائیں تو ہم یہ کہیں کہ کیا آپ ﷺ نے مغافیر (گوند جیسا جس میں کچھ بدبو بھی ہوتی تھی) استعمال فرمایا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کو بدبو سے دلی نفرت تھی تو حضرت عائشہؓ اور پھر حضرت حفصہؓ کے کہنے کے بعد آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ آج کے بعد میں شہد استعمال نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کو برا نہ لگے یا ان کی دل شکنی نہ ہو آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ تم اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ مگر حضرت حفصہؓ نے اس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو اس سے مطلع فرما دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ تم نے یہ بات حضرت عائشہؓ کو کیوں بتائی؟ حضرت حفصہؓ نے حیرت اور تعجب سے کہا کہ آپ ﷺ کو یہ بات کس نے بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے جو ہر بات کا جاننے والا ہے۔ اس کے بعد اللہ نے سورۃ التحریم کی آیات

اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو بتا دیا کہ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے کسی کا بیٹا، بیوی اور بھائی ہونا کافی نہیں ہے۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا اور حضرت لوطؑ کی بیوی نافرمان تھے تو انہیں نبی کی بیوی اور بیٹا ہونا کام نہیں آیا لیکن فرعون جیسے ظالم کی بیوی حضرت آسیہ جو ایمان لے آئی تھیں اللہ نے ان کا ذکر بڑی شان سے کیا ہے۔ حضرت مریم جنہوں نے ہمیشہ اپنی آبرو کی حفاظت کی تھی ایمان اور عمل صالح کو زندگی بنایا تھا تو اللہ نے ان کو عظیم مقام عطا فرمایا۔ معلوم یہ ہوا کہ جنت کی ابدی راحتوں کے لیے ایمان اور عمل صالح بنیاد ہے۔

نازل فرمائیں۔

چونکہ آپ کی ذات ایک بہترین نمونہ زندگی ہے اس لیے اللہ نے ان آیات میں آپ کو مطلع فرمادیا کہ اللہ نے جس چیز کو حرام نہیں کیا اس کو اگر آپ ﷺ اپنے اوپر حرام کرلیں گے تو سب مسلمان ایک حلال چیز کو حرام سمجھنے لگیں گے اس لیے واضح الفاظ میں فرمادیا کہ کسی چیز کو حلال یا حرام جائز یا ناجائز قرار دینا یہ اللہ کا کام ہے نبی کا یہ کام نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے ایک حلال چیز کو محض اپنی بیویوں کی خاطر کیوں حرام کرلیا ہے؟ بہر حال اللہ تو معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ اس لیے اس نے قسم کھانے کے بعد (اگر وہ صحیح نہ ہو تو) اس پابندی سے باہر نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب نبی ﷺ نے ایک بات مکمل راز داری کے ساتھ اپنی ایک بیوی کو بتائی۔ اس نے اس راز کی بات کو ظاہر کر دیا تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو اس سے مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنی ان بیوی سے پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کس نے دی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس اللہ نے یہ بات بتائی ہے جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ازواج سے فرمایا کہ اگر تم دونوں نے اس سے توبہ کرلی تو تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ اس معاملہ میں تمہارے دل بھٹک گئے تھے۔

☆ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں کوئی جتھا بندی کی تو اللہ اس کے فرشتے جبرئیل، تمام صالح اہل ایمان اور سارے فرشتے اس کے ساتھ اس کے مددگار ہیں۔

☆ اگر وہ تم سب کو طلاق دیدیں تو اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے وہ تم سے بہتر بیویاں ان کو عطا کرسکتا ہے جو ہوسکتا ہے تم سے بھی زیادہ بہتر ہوں۔ وہ بھی سچی مسلمان، ایمان والیاں، اطاعت و فرمانبردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزے رکھنے والیاں، کنواری اور بیوہ وہ سب کچھ دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو چند اور بنیادی باتوں سے ان کی رہنمائی فرمائی ہے تاکہ ہر مومن اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکے فرمایا

☆ ایمان والو سے فرمایا کہ! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس زبردست آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر

ہوں گے۔اس آگ پر ایسے ہیبت ناک اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور ان کو جب اور جیسا حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی پوری طرح تعمیل کرتے ہیں۔فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا کہ آج معذرتیں پیش کرنے کا دن نہیں ہے بلکہ جو کچھ تم نے کیا ہے آج اس کے بدلے کا دن ہے۔جس نے جیسا کچھ کیا ہوگا اس کو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

☆ اہلِ ایمان سے فرمایا کہ!تم ایسی توبہ کرو جو سچی اور خالص توبہ ہو۔وہ اللہ ایسا مہربان ہے کہ ممکن ہے وہ تمہاری خطاؤں کو معاف کردے اور ایسی جنتوں میں داخل فرمادے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔اس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا۔ان کے اعمال کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑ رہا ہوگا۔ان کی زبانوں پر ہوگا کہ الٰہی!اس نور اور روشنی کو آخر تک قائم رکھیے گا۔ہم سے درگزر فرمایئے کیونکہ ہر چیز پر آپ ہی کو قدرت حاصل ہے۔

☆ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے کیونکہ آخر کار ان کافروں اور منافقوں کا ٹھکانا وہ جہنم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مثال پیش کی ہے۔وہ دونوں ہمارے صالح اور نیک بندے تھے وہ اگرچہ ان کی زوجیت میں تھیں مگر انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تھی تو اللہ کے مقابلے میں وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ان کی بیویوں سے کہہ دیا گیا کہ تم آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ جاؤ۔اس کے برخلاف فرعون جیسے ظالم کی بیوی (حضرت آسیہ) کی مثال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی الٰہی!میرے لیے اپنے ہاں جنت میں میرا گھر اور ٹھکانا بنا دیجئے۔مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لیجئے اور ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے۔فرمایا کہ عمران کی بیٹی حضرت مریمؑ کی زندگی بھی ایک مثال ہے جنہوں نے اپنی آبرو کی حفاظت کی۔پھر ہم نے ان کے اندر اپنی روح پھونک دی۔اس نے اپنے پروردگار کے احکامات اور ارشادات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار بن کر رہی۔

مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال کی بڑی قدر و قیمت ہے۔اونچی نسبت بھی اسی وقت کام دیتی ہے جب ایمان اور عمل صالح کی زندگی بھی ہو۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ
اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ
اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ
النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ
اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ
قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَآ
اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ
هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ
ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا
مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ
ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

اے نبی ﷺ! اللہ نے جو چیزیں آپ کے لئے حلال کی ہیں آپ ان چیزوں کو اپنی

(بعض) بیویوں کی خوشنودی کے لئے اپنے اوپر حرام کیوں کرتے ہیں؟ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بے شک اللہ نے تمہارے لئے اپنی قسموں کو کھول دینے (اور کفارہ ادا کرنے) کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمہارا مالک ہے۔

وہی جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ اور جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی سے (چپکے سے) راز داری کے ساتھ ایک بات کہی۔

پھر جب اس بیوی نے وہ راز کی بات دوسری سے کہہ دی اور اللہ نے ان کو (اپنے پیغمبر کو) اس کی اطلاع دیدی تو پیغمبر نے اس راز کھولنے والی بیوی کو بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ کو نظر انداز کر دیا۔

پھر جب (اللہ کے نبی نے) اس بیوی کو بتایا تو وہ تعجب سے کہنے لگیں کہ میرا اس پوشیدہ بات کو ظاہر کر دینا آپ کو کس نے بتا دیا۔

(نبی ﷺ نے) کہا مجھے بڑے علم جاننے والے نے بتا دیا جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ اگر تم دونوں نے اللہ کے سامنے توبہ کر لی تو بہتر ہے کیونکہ تمہارے دل (حق سے) مائل ہو رہے ہیں۔

اور اگر نبی کے مقابلے میں تم ایک دوسرے کی اسی طرح مددگار بنو گی تو (یاد رکھو) نبی کا رفیق اور مددگار اللہ ہے۔ جبرئیل، نیک اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کے مددگار ہیں۔

اور اگر وہ نبی ﷺ تمہیں طلاق دیدیں تو اللہ تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں ان کو دیدے گا۔

جو فرماں بردار، ایمان والیاں، اطاعت گذار، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزے رکھنے والیاں، کچھ بیوائیں اور کچھ کنواریاں ہوں گی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لِمَ تُحَرِّمُ — کیوں حرام کرتا ہے

اَحَلَّ	اس نے حلال کر دیا
تَبْتَغِیْ	تو طلب کرتا ہے۔ چاہتا ہے
فَرَضَ	اس نے طریقہ قاعدہ بنا دیا
تَحِلَّۃُ	کھول ڈالنا
اَیْمَانٌ	قسمیں
مَوْلٰی	مالک
اَسَرَّ	چپکے سے کہا
حَدِیْثًا	بات
اَظْھَرَہٗ	اس نے ظاہر کر دیا
مَنْ اَنْبَاَکَ	کس نے تجھے بتا دیا
اِنْ تَتُوْبَآ	اگر تم دونوں نے توبہ کر لی
قَدْ صَغَتْ	یقیناً پلٹ گئی۔ پلٹ گئے
تَظٰھَرَا	تم دونوں مل گئے۔ تم دونوں مل گئیں
ظَھِیْرٌ	مددگار
قٰنِتٰتٌ	ادب سے جھکنے والیاں
تٰئِبٰتٌ	توبہ کرنے والیاں

عٰبِدٰتٌ	عبادت کرنے والیاں
سٰئِحٰتٌ	روزہ رکھنے والیاں
ثَيِّبٰتٌ	بیوہ عورتیں۔شوہر سے جدا ہو جانے والیاں
اَبۡكَارًا (بِكْرٌ)	کنواریاں

تشریح: آیت نمبر ا تا ۵

چونکہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ہر عمل امت کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے اس لئے جب بھی کوئی ایسی بات پیدا ہوتی ہے جس پر کسی کو اعتراض کرنے کا موقع مل سکتا تھا تو فوراً ہی اللہ کی طرف سے آپ کی رہنمائی کی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی یعنی ایک حلال چیز کو آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً حکم آگیا کہ آپ شرعی طریقے کے مطابق اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردیں تاکہ آپ کے جاں نثار اس کو تقویٰ کا پہلو سمجھ کر شہد کھانے سے پرہیز نہ کرنے لگیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تقریباً روزانہ عصر کی نماز کے بعد سب ازواج مطہرات کے پاس ان کی خبر گیری کرنے کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ام المومنین حضرت زینبؓ آپ کے لئے شہد کا شربت تیار رکھتیں۔ ایک دن کچھ زیادہ دیر ہوگئی اور آپ ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہر گئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کو آپ سے ایسی محبت وعقیدت تھی کہ جب آپ عصر کے بعد اپنے گھر تشریف لاتے اور حضرت زینبؓ آپ کو شہد کا شربت پلاتیں اس میں دیر ہو جاتی تو ان سے یہ دیر بھی برداشت نہ ہوتی۔

ایک دن حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ تشریف لے جائیں تو وہ یہ کہے کہ آپ نے مغافیر (ایک خاص قسم کا گوند جس میں کچھ بو ہوتی ہے) نوش فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے منہ سے کچھ بو آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔

چونکہ آپ کو فطرۃً بدبو سے نفرت تھی تو آپ نے قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد نہ پیوں گا۔ آپ نے حضرت حفصہؓ سے رازدارانہ انداز سے یہ بات کہی تا کہ یہ بات حضرت زینبؓ تک نہ پہنچے ورنہ انہیں اس سے رنج ہوگا۔ حضرت حفصہؓ نے اس بات کا ذکر حضرت عائشہؓ سے بھی کردیا۔

اس پر اللہ کی طرف سے سورۃ التحریم کی زیر مطالعہ آیات نازل ہوئیں اور آپ کو وحی خفی کے ذریعہ بتادیا گیا کہ حضرت زینبؓ نے اس بات کو راز نہیں رکھا بلکہ اس کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کردیا ہے۔

جب آپ نے اس بات کا ذکر حضرت حفصہؓ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ سے یہ بات کس نے کہی؟ تو آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ جاننے والے (اللہ تعالیٰ) نے اس سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ کو اس بات سے اتنا رنج تھا کہ آپ نے حضرت حفصہ کو طلاق دینے کا ارادہ تک کرلیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیج کر اس طلاق سے روک دیا اور فرمایا کہ وہ بہت عبادت گذار اور روزوں کی پابند ہیں آپ ان کو طلاق نہ دیں کیونکہ ان کا نام جنت میں آپ کی ازواج کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر مظہری)

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنی قسم کو توڑ کر ایک غلام آزاد کردیا۔

☆ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی قسم کھا کر اس کو توڑ دے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ کفارہ یہ ہے کہ

(۱) ایک غلام آزاد کیا جائے۔

(۲) غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو تو دس آدمیوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا یا دس غریبوں کو پہننے کا لباس دیا جائے۔

(۳) اگر ان میں سے کوئی چیز بھی میسر نہ ہو تو تین روزے رکھے جائیں۔

نبی کریم ﷺ کے پاس اس وقت ایک غلام تھا آپ نے اس کو آزاد کردیا اور اپنی قسم توڑ دی۔

☆ ان آیات میں ازواج مطہرات کے اعمال و اخلاق کی اصلاح اور تربیت مقصود تھی تا کہ وہ کسی بھی راز کی حفاظت میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر کے امت کے لئے ایک بہتر نمونہ چھوڑیں۔

☆ فرمایا گیا کہ نبی کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ محض اپنی بیویوں کی رضا و خوشنودی کے لئے جائز چیزوں کو بھی چھوڑ دے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ آنے والے لوگ اس کو اسوہ حسنہ سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ لہذا آپ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا فرمائیں۔ اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

☆ آپ کی دونوں ازواج سے فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات سے تکلیف پہنچی ہے لہذا تم دونوں اس سے توبہ کرو۔ قرآن کریم میں تو دونوں ازواج مطہرات کے نام نہیں بتائے گئے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا گیا کہ وہ دونوں ازواج کون تھیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ تھیں جن سے کہا گیا ہے کہ وہ دونوں توبہ کریں۔

☆ جب ایسا نازک وقت آتا ہے کہ جہاں طلاق کی بات ہو تو عورتوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہمارے شوہر نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم سے بہتر ان کو کوئی بیوی نہ مل سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات اس خیال میں نہ رہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ نے ان کو طلاق دیدی تو اللہ ان سے بہتر بیویاں ان کو نہیں دے گا۔

فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو تم سے بہتر بیویاں ان کو دے سکتا ہے جو تقوی، پرہیز گاری اور حسن عمل میں ان سے بھی بہتر ہوں گی۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ
نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦
يَآيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ
ع ١/٧ ١٩ تَعْمَلُونَ ۝٧ يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا تُوبُوٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ

نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا
نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ
الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ ﴿٩﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوحٍ
وَّامْرَاَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ
مَعَ الدّٰخِلِينَ ﴿١٠﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ
فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي
مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿١١﴾ لا وَمَرْيَمَ
ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِي اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِينَ ﴿١٢﴾ ع

وقف لازم

ع ۲۰ ۵ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ٦ تا ١٢

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس آگ کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اس آگ پر طاقت وقوت والے فرشتے مقرر ہیں۔

اللہ انہیں جو بھی حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) اے کافرو! آج کے دن تم کوئی عذر پیش نہ کرو۔ تمہیں

ان ہی اعمال کی سزا دی جائے گی جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔ توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انہیں رسوا نہ کرے گا۔

ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا۔ (اور وہ دعا کر رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخر تک رکھئے گا۔ ہمیں معاف کر دیجئے گا۔ بے شک آپ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (آخرکار) ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

اللہ نے ان کافروں کے لئے لوطؑ اور نوحؑ کی بیویوں کا حال بیان کیا ہے کہ وہ ہمارے خاص بندوں کے نکاح میں تھیں ان دونوں عورتوں نے ان دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں بندے (حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ) اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا بھی کام نہ آسکے۔

اور ان دونوں عورتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کیا ہے۔

جب (حضرت آسیہ نے) دعا کی اے میرے رب! میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنا دیجئے۔ اور مجھے فرعون (کے شر) سے اور اس کے (کافرانہ) اعمال سے محفوظ فرمایئے اور مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرمایئے۔

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے ان کے (چاک گریباں میں) پھونک ماری۔ اور انہوں نے اپنے رب کے پیغامات اور کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے ہوگئیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ٦ تا ١٢

قُوْٓا	بچاؤ
غِلَاظٌ	سخت کلام
شِدَادٌ	زبردست۔ طاقت والے
لَا یَعْصُوْنَ	وہ نافرمانی نہیں کرتے
یُؤْ مَرُوْنَ	حکم دیئے گئے
لَا تَعْتَذِرُوْا	تم بہانے مت ڈھونڈو
تَوْبَةً نَّصُوْحًا (نَصُوْحٌ)	سچی توبہ
یُکَفِّرُ	وہ اتار دے گا۔ دور کر دے گا
لَا یُخْزِیْ	رسوا نہ کرے گا
یَسْعٰی	دوڑتا ہے
اَتْمِمْ	پورا کر دے
جَاهِدٌ	جہاد کرنے والا
اُغْلُظْ	سختی کر
مَاْوٰی	ٹھکانا
ضَرَبَ اللّٰهُ	اللہ نے (مثال) بیان کی
اِمْرَاَتُ	عورت۔ بیوی

تَحْتَ عَبْدَيْنِ	دو بندوں کے نیچے
خَانَتَا	دونوں نے خیانت کی
اِبْنِ لِیْ	میرے لئے بنادے
اَحْصَنَتْ	محفوظ رکھا
فَرْجٌ	شرم گاہ
نَفَخْنَا	ہم نے پھونک ماری
اَلْقٰنِتِيْنَ	ادب سے بندگی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۶ تا ۱۲

کسی انسان کی اس سے زیادہ غفلت، نادانی اور بھول کیا ہوگی کہ وہ اپنے بیوی، بچوں اور رشتہ داروں کی محبت میں حق وصداقت کا راستہ چھوڑ کر باطل کو گلے لگالیتا ہے اور آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے دنیا کی راحتوں اور اسباب میں گم ہو جاتا ہے۔ لیکن جن کے دل میں ایمان اور عمل صالح کی تڑپ موجود ہوتی ہے وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ناپائیدار زندگی کے اسباب کو جائز حد تک اختیار کرتے ہیں اور دنیا کی چکا چوند میں گم ہونے کے بجائے اپنی آخرت کو یاد رکھتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیات میں اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے ان ہی حقائق کو بیان فرمایا گیا ہے۔ فرمایا اے ایمان والو! تم خود بھی شریعت کے احکامات کے مطابق تمام فرائض اور واجبات کو ادا کرو۔ خود بھی نیکیوں پر قائم رہو اور اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کو بھی نیکیوں پر چلا کر جہنم کی اس ہیبت ناک آگ سے بچانے کی کوشش کرو جس میں اللہ کے نافرمان لوگ اور پتھر ایندھن کے طور پر جھونک دیئے جائیں گے۔ اور اس جہنم پر ایسے طاقت ور اور سخت مزاج فرشتے مقرر کئے جائیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنا جانتے ہوں گے اور قطعاً نافرمانی نہیں کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی خوشامد کر کے نکلنا بھی چاہے گا تو اس جہنم سے نکل نہ سکے گا کیونکہ جہنم پر مقرر فرشتے صرف ان احکامات کی تعمیل کرتے ہیں جن کا حکم ان کو اللہ کی طرف دیا جاتا ہے۔ کفار و منافقین جب اس ہیبت ناک جہنم کو

دیکھیں گے تو طرح طرح کے عذر پیش کریں گے لیکن اس دن کسی کا عذر قبول نہ کیا جائے گا۔

ان آیات میں دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اے ایمان والو! تم اللہ سے توبہ کرو لیکن ایسی توبہ جو خالص اور سچی توبہ ہو جس میں پھر گناہ کی طرف جانے کا خیال تک نہ آئے۔ فرمایا کہ اگر تم ایسی سچی توبہ کرو گے تو اللہ نہ صرف تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا بلکہ تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ اپنے نبی اور ان لوگوں کو جوان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا بلکہ پل صراط پر جانے کے لئے اس اندھیرے میں ایک ایسا نور عطا فرمائے گا جو ان کے آگے آگے اور ان کے داہنی جانب دوڑ رہا ہوگا۔ جب اہل ایمان یہ دیکھیں گے کہ کفار اندھیروں میں دھکے کھا رہے ہیں تو وہ اہل ایمان اللہ سے دعا کریں گے کہ الٰہی ہماری اس روشنی اور نور کو آخر تک قائم رکھئے گا تاکہ ہم بھی ان کفار کی طرح اندھیروں میں ٹھوکریں نہ کھانے لگیں۔ ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف کر دیجئے بے شک آپ کو ہر چیز پر پوری طرح قدرت حاصل ہے۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے، پلٹ آنے اور رجوع کرنے کے آتے ہیں یعنی اپنے گناہوں پر شرمندگی اور ندامت کے ساتھ آئندہ کا یہ عزم کہ میں اس گناہ کے پاس نہ جاؤں گا یہ سچی توبہ ہے جو بھی ایسی سچی توبہ کرتا ہے اللہ اس کو دنیا اور آخرت کی رحمتیں عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن ابی حاتم نے زر بن حبیش کے واسطے سے یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی ابن ابی کعب سے پوچھا کہ "توبہ نصوحاً" کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم و شرمندہ ہو اور پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔ (ابن جریر)

سیدنا عمر فاروقؓ نے "توبہ نصوحاً" کی تعریف یہ کی ہے کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار اس کے دوبارہ کرنے کا ارادہ تک نہ کرے۔ (ابن جریر)

سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی توبہ و استغفار کے الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو "توبة الكذابين" (جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے)۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہئیں۔

(۱) جو کچھ ہو چکا اس پر شرمندگی اور ندامت

(۲) جن فرائض میں غفلت ہوئی ہے ان کی ادائیگی

(۳) اگر کسی کا حق مار لیا ہو تو اس کو واپس کرنا

(۴) اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگنا

(۵) آئندہ اس بات کا عزم کرنا کہ میں اس گناہ کو دوبارہ نہیں کروں گا

(۶) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اسی طرح گھلانا جس طرح اس نے گناہ میں اپنے آپ کو مبتلا کیا ہوا تھا۔ نفس کو اللہ کی اطاعت کا مزا چکھانا جس طرح اس نے اب تک اپنے نفس کو گناہ اور معصیت کا مزہ چکھا رکھا تھا۔ (کشاف)

. خلاصہ یہ ہے کہ سچی توبہ کرنے سے انسان کے گذشتہ گناہ اس طرح معاف ہو جاتے ہیں جیسے اس نے گناہ کئے ہی نہ ہوں۔ توبہ کرنے کے بعد اگر بشری کمزوری کی بنا پر پھر اسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو پہلے سے زیادہ احساس ندامت کے ساتھ اپنے اس گناہ کی معافی مانگے اور اس بات کا عزم کرلے اور کہے الٰہی ! مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ مغفرت کرنے والے مہربان ہیں میں آئندہ نہیں کروں گا۔ امید ہے کہ اللہ ایسے شخص پر رحم و کرم نازل کرتے ہوئے اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

ان آیات میں تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ اگر کفار سے جنگ ہو جائے تو پھر ان سے رعایت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سختی سے نمٹا جائے اور ان کو اپنے کئے ہوئے اقدام کی سخت سزا دی جائے تاکہ اس سے دوسروں کو عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔ فرمایا کہ آخر کار ان کفار اور منافقین کا اصل ٹھکانا جہنم کی بھڑکتی آگ ہے لیکن کفر و شرک سے معافی مانگ کر اور توبہ کر کے نجات بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

چوتھی اور آخری بات یہ فرمائی گئی کہ کفار مکہ جن کو اس بات پر بڑا ناز تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ اور پیغمبروں کی اولاد ہیں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ آدمی کے اگر اعمال صحیح نہ ہوں اور وہ کفر و شرک میں مبتلا ہو تو پیغمبروں کی نسبت اور ان کی اولاد ہونا بھی کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔

کفار کو عبرت دلانے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی جس کا نام ''داغلہ'' تھا اور حضرت لوطؑ کی بیوی جس کا نام ''والہہ'' تھا یہ دونوں پیغمبروں کی بیویاں تھیں جنہوں نے ایمان کی راہ میں پیغمبروں کا ساتھ نہ دیا بلکہ کفار کا ساتھ دیا تو ان کو پیغمبروں کی نسبت ان کے کام نہ آئی اور پیغمبروں کی بیویاں ہونے کے باوجود پیغمبر بھی ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے۔

معلوم ہوا کہ کفر و شرک ایسی بدترین چیزیں ہیں کہ اگر نبی کی بیوی، بیٹا اور کوئی رشتہ دار بھی اس میں مبتلا ہو تو پیغمبروں کی سفارش اور نسبت بھی ان کے کام نہیں آسکتی۔

حضرت نوحؑ کی بیوی کا یہ حال تھا کہ جو بھی ایمان لاتا وہ جا کر کفار کو اس کی اطلاع کر دیتی۔ حضرت لوطؑ کی بیوی کفار کو ہر آنے جانے والی کی خبر دے دیا کرتی تھی۔ یہ ایک سخت بددیانتی اور خیانت تھی جس کو اللہ نے سخت ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں بدکار نہیں تھیں بلکہ بددیانت اور خائنہ تھیں اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں پیغمبروں کی بیویوں نے خیانت کی تھی جس کی سزا یہ دی گئی کہ حضرت نوحؑ کی بیوی

اور بیٹا دونوں کفار کے ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے اور حضرت لوطؑ کی بیوی کافروں کے ساتھ اللہ کے عذاب کا شکار ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی بیویوں کا ذکر کر کے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ فرعون جو اللہ اور رسول کا سخت دشمن تھا جب اس کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم نے کفر سے توبہ کر کے حضرت موسیٰؑ کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان قبول کیا تو اللہ نے ان کو جنت کا اعلیٰ مقام دینے کا وعدہ فرمایا کیونکہ وہ فرعون جیسے کافر و ظالم کی بیوی ضرور تھیں لیکن ان کے ایمان اور عمل صالح نے ان کو اتنا بلند مقام عطا کیا کہ فرعون جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا اور اس کی بیوی حضرت آسیہ جنت کے باغوں میں راحت و آرام کے ساتھ رہیں گی۔

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ حضرت مریم بنت عمران جو بچپن سے جوانی تک پوری طرح پاک دامن اور بے داغ رہیں جنہوں نے اپنی عزت آبرو کی حفاظت کی جب انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات جو فرشتوں کے ذریعہ ان تک پہنچتے تھے ان کی تصدیق کی اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائیں تو اللہ نے ان کو بھی جنت کا اعلیٰ مقام دینے کا وعدہ فرمایا۔

اصل چیز ایمان اور عمل صالح ہے یہی چیز انسان کو نجات دلانے والی ہے۔ بڑوں اور بزرگوں کی نسبت بھی تب ہی کام آتی ہے جب ایمان اور عمل صالح ہو۔

اسی بات کو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ تم یہ مت سمجھنا کہ تم بنت محمد ﷺ ہو اور تمہاری نجات ہوگی بلکہ تمہارے اعمال تمہیں نجات دلائیں گے۔ حضرت فاطمہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کو بھی نجات اعمال کی وجہ سے ملے گی تو آپ نے فرمایا ہاں مجھے بھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ٦٧

المُلْک

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الملک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	67
کل رکوع	2
آیات	30
الفاظ وکلمات	335
حروف	1359
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الملک مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل کی جانے والی ان سورتوں میں سے ہے جس میں غفلت اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے انسان کو خواب غفلت سے جگا کر زمین و آسمان اور اپنے اچھے یا برے اعمال پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

فرمایا کہ اللہ نے ایک مرتب اور منظم نظام کو بنا کر اس کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کی نگرانی کررہا ہے۔ اور اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے تا کہ جو لوگ ان کی باتوں پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کریں ان کو قیامت کے دن جنت کی ابدی راحتیں عطا کردی جائیں اور جن لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت سے انکار کیا ان کو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ اس دنیا میں رہ کر ہر شخص کو عمل کرنے کی آزادی ہے۔ آخرت میں اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اس دنیا میں اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر اللہ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت کر کے اپنے لیے آخرت کا سامان کرلیں گے لیکن وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جو قیامت میں خالی ہاتھ پہنچیں گے اور گناہوں کے بوجھ ان کی پیٹھ پر رکھے ہوئے ہوں گے۔

اللہ جس نے تہہ در تہہ یعنی اوپر تلے سات آسمان بنائے وہ بہت ہی برکت اور عظمت والی ذات ہے۔ اگر ان آسمانوں کی تخلیق اور پیدائش پر کوئی انسان غور کرے بار بار غور کرے تو اس کی نظریں تھک جائیں گی لیکن اس کو کہیں کسی جگہ بے ترتیبی یا بدنظمی نظر نہ آئے گی۔

اللہ نے دنیا کے آسمان کو چراغوں (چاند، سورج اور ستاروں) سے روشن کر رکھا ہے۔ اگر کوئی شیطان ان آسمانوں کی طرف آ کر کچھ چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر شہاب ثاقب یعنی آگ کے گولوں کی بارش کردی جاتی ہے۔

زمین کے متعلق بتایا کہ تم اس زمین میں چل پھر کر اور محنت کر کے اپنا رزق تلاش کرتے ہو۔ اللہ نے اس میں پہاڑوں کا بوجھ رکھ کر ایک خاص توازن قائم کردیا ہے ورنہ زلزلے اور تیز و تند ہوائیں ہر چیز کو برباد کر کے رکھ دیتیں۔ اس نے

جہنم ایک ہولناک مقام ہے۔ جب دوزخیوں کو اس دوزخ میں ڈالا جائے گا تو ان پر اللہ کے ایسے فرشتے مقرر ہوں گے جو کسی کے رونے چلانے سے متاثر نہ ہوں گے بلکہ وہی کریں گے جس کا ان کو حکم دیا جائے گا۔ جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ جہنم ایک ڈراونی آواز میں دھاڑنا شروع کردے گی کہ جیسے وہ غصے سے پھٹی جارہی ہے۔ اس کے برخلاف اہل جنت جنت کی تمام راحتوں میں پرسکون اور عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہوں گے۔

اس میں پانی کے ذریعہ سرسبزی وشادابی پیدا کی۔ فرمایا کہ زمین اور آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو اس نے انسان کے تابع کردیا یعنی اس کے کام میں لگادیا تاکہ وہ ایک مقرر وقت تک اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی کا ہر سامان حاصل کرسکے اور اس میں اپنے بہترین اعمال کے ذریعہ وہ جنت کی ابدی راحتوں کا حق دار بن سکے۔

اللہ نے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ہر زمانہ میں اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے جن لوگوں نے ان کی بات مان کر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا ہے اسی ایک اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور اعتماد کیا ہے۔ ان کے لیے معافی، درجات کی بلندی اور اجر عظیم تیار کیا گیا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے نافرمانی کا راستہ منتخب کر کے رسولوں کو جھٹلایا ہے قیامت میں ان کو سوائے شرمندگی اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کے اور کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ جہنم ایک ہیبت ناک مقام ہے چنانچہ جب ان جہنمیوں کو اس آگ میں ڈالا جائے گا تو جہنم اس قدر ڈراونی آواز میں دھاڑنا شروع کرے گی کہ جیسے وہ غصے سے پھٹی جارہی ہے۔

فرمایا کہ اس پر ایسے سخت مزاج اور حکم کی تعمیل کرنے والے فرشتے مقرر ہوں گے جن کا کام صرف یہی ہے کہ ان کو جو کچھ حکم دیا جائے وہ اس کی تعمیل کریں یعنی کسی کے رونے، چلّانے اور فریاد کرنے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

وہ فرشتے ان جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والے اور برے انجام سے آگاہ کرنے والے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ پیغمبر تو آئے تھے مگر ہم نے ان کو جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کوئی کتاب یا حکم نازل نہیں کیا یہ سب تمہاری گھڑی ہوئی باتیں ہیں اور اس طرح ہم بھٹک گئے۔

وہ نہایت افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ کاش ہم ان کی باتوں کو مان لیتے تو آج یہ بدترین دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ فرمایا جائے گا کہ تم نے خود ہی اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے۔ تمہاری اس سوچ پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس کے بعد جب ان کو جہنم کے قریب لایا جائے گا تو ان منکرین کے چہرے بگڑ جائیں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے جس کا تم مطالبہ اور تقاضا کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے۔

دنیا میں اللہ کے پیغمبران کو اس دن کے برے انجام سے ڈرایا کرتے تو وہ مذاق اڑانے کے لیے کہا کرتے تھے کہ آخر وہ

قیامت کب آئے گی اور اس کا عذاب کیسا ہوگا؟ فرمایا کہ قیامت کے دن اس کا جواب دیا جائے گا اور وہ اس جہنم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر سخت شرمندہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں عطا کی ہیں جن پر تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ تمہارے مقابلے میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ اس درجہ پر سننے، دیکھنے اور سوچنے کی طاقت نہیں رکھتیں۔ فرمایا کہ تاریخ انسانی پر نظر ڈالو کہ جب کسی قوم نے اللہ کی نافرمانی کی اس کا انجام دنیا ہی میں کتنا بھیانک اور خراب ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے پوچھا ہے کہ

☆ وہ اللہ جو اس نظام کائنات کو اپنی قدرت سے چلا رہا ہے اگر وہ تمہیں زمین کے اندر دھنسا دے تو کیا تم کسی طرح بھی اپنے آپ کو اس سے بچا سکتے ہو۔ تم اتنے بے فکر اور بے خوف کیوں ہو گئے ہو؟

☆ جس اللہ نے زمین میں توازن بنایا ہے اگر وہ بے وزن کر دے تو کیا یہ زمین زلزلوں اور جھٹکوں کا شکار نہ ہو جائے گی؟

☆ کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہارے اوپر طوفانی اور پتھر برسانے والی ہوائیں بھیج کر تمہیں تباہ و برباد کر دے؟

☆ اگر وہ رحمٰن تمہارا رزق روک لے تو کیا کوئی اور ذات یا طاقت ہے جو تمہارے لیے رزق کے دروازے کھول دے گی؟

☆ پانی جس سے تمہاری زندگی وابستہ ہے اگر وہ اس کو زمین کے نیچے لے جا کر غائب کر دے تو کیا کوئی اس کے سوتوں کو جاری کر سکتا ہے؟

☆ رحمٰن کے لشکر کے سوا دوسرا کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے؟

☆ تمہیں سوچنے کے لیے دل و دماغ سننے کے لیے کان اور دیکھنے کے لیے آنکھیں کس نے عطا کی ہیں؟

☆ فضاؤں میں پرندے کبھی پر کھولتے اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں ان کو کس ذات نے فضاؤں میں سنبھال رکھا ہے؟

☆ فرمایا کہ اگر کسی کو اللہ ہی کسی مصیبت میں پھنسا دے تو اس سے چھٹکارا دلانے والا سوائے اللہ کے اور کون ہے؟

مسلمانوں کے بدخواہوں سے فرمایا ہے کہ اللہ مومنوں پر رحم و کرم کرے یا سزا دے اس سے تمہیں کیا غرض ہے؟ تمہیں تو اپنی فکر ہونی چاہیے جب وہ ان کافروں کو عذاب دے گا تو اس وقت ان کو بچانے والا کون ہوگا؟

یقیناً ان سب باتوں کا جواب ایک ہی ہے کہ وہ اللہ جو اس نظام کائنات کو چلا رہا ہے ہر طرف اسی کی قدرت اور طاقت ہے وہی بنا تا ہے اور وہی اپنے نافرمانوں کو ان کے برے انجام تک پہنچاتا ہے۔

فرمایا کہ تم اللہ کو زور سے پکارو یا آہستہ، وہ ہر وقت ہر شخص کی فریاد کو سنتا ہے۔ وہ ہر بات کو نہایت باریکی سے دیکھ کر باخبر رہتا ہے۔ فرمایا کہ تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس سے پہلے ہی اس کی تیاری کر لی جائے کیونکہ وہاں عمل کرنے کا وقت نہیں ہوگا۔ عمل کرنے کے لیے دنیا کا میدان ہے جو یہاں بے عملی کا شکار ہوگا اسے قیامت کی ہمیشہ کی زندگی میں کبھی سکون نہ ملے گا۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرُ ۙ ﴿١﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ﴿٢﴾ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ
مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ
تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿٣﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ
الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ﴿٤﴾ وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا
بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿٥﴾ وَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ
وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿٦﴾ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّ هِیَ
تَفُوْرُ ۙ ﴿٧﴾ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ
خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ﴿٨﴾ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا
وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ﴿٩﴾
وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿١٠﴾

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَاَسِرُّوْا
قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ
مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾

ع ١ ١

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۴

وہ بڑی برکتوں والا ہے جس کے ہاتھ میں (پوری کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون زیادہ بہتر ہے۔

وہ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔ اسی نے اوپر تلے سات آسمان بنا دیئے۔ (غور سے دیکھو تو) اس کی تخلیق میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ پھر ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھو کیا کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھو تو تمہاری نگاہ تمہاری طرف تھک کر اور پلٹ کر واپس آجائے گی۔

اور یقیناً ہم نے ہی دنیا کے آسمان کو چراغوں سے زینت و خوبصورتی دی ہے اور ہم نے (ان ہی میں) شیطانوں کو مار بھگانے کے لئے (شہاب ثاقب) کو بھی بنایا ہے اور ہم نے ہی ان (شیاطین) کے لئے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے عذاب جہنم تیار ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

جب یہ (کفار و مشرکین) اس جہنم میں ڈالے جائیں گے تو یہ لوگ خوفناک اور ناپسندیدہ آوازیں سنیں گے اور وہ جہنم جوش مار رہی ہوگی کہ جیسے وہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔

جب ان میں سے ایک گروہ کو ڈالا جائے گا تو حفاظت کرنے والے فرشتے ان سے پوچھیں

گے کہ کیا تمہارے پاس (اس دن کے عذاب سے) ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو وہ کہیں گے کہ یقیناً ہمارے پاس (اس دن کے عذاب سے) ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا تھا اور ہم نے کہا تھا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اور تم (خود ہی) بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ وہ کہیں گے کاش ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔ (اس طرح) وہ کافر اپنے جرم کا اقرار کرلیں گے۔ اور پھر یہ جہنم والے اللہ کی رحمت سے دور ہو جائیں گے۔

بے شک جو لوگ اپنے رب کو بن دیکھے اس سے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا پکار کر کہو۔

بے شک وہ دلوں کے حال کا جاننے والا ہے۔ سنو! کہ جس نے پیدا کیا ہے وہی (اپنی مخلوق کو) جانتا ہے اور بہت باریکی سے خبر رکھنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۴

تَبٰرَکَ	برکت والا
یَدٌ	ہاتھ
یَبْلُوْا	وہ آزماتا ہے
اَیُّکُمْ	تم میں کون
اَحْسَنُ عَمَلاً	عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر
طِبَاقًا	ایک پر ایک
تَفٰوُتٍ	فرق

اِرْجِعْ	لوٹالے
فُطُوْرٌ (فَطَرٌ)	شگاف۔دراڑ
كَرَّتَيْنِ	باربار
يَنْقَلِبْ	پلٹ کرآئے گا
خَاسِئًا	ذلیل ورسوا
حَسِيْرٌ	تھکاماندہ
مَصَابِيْحُ (مِصْبَاحٌ)	چراغ
رُجُوْمًا	مارنے کی چیز
اُلْقُوْا	ڈالے گئے
سَمِعُوْا	انہوں نے سنا
شَهِيْقًا	زبردست ڈراؤنی آواز۔دھاڑنا
تَفُوْرُ	جوش مارتی ہوگی
تَكَادُ	قریب ہے
تَمَيَّزُ	پھٹ پڑے گی
اَلْغَيْظُ	غصہ
فَوْجٌ	جماعت۔گروہ
سَاَلَ	اس نے پوچھا

خَزَنَةٌ	حفاظت کرنے والا۔نگران
لَوْ كُنَّا	اگر ہم ہوتے
اِعْتَرَفُوْا	انہوں نے اقرار کیا
سُحْقًا	دور دور
اَسِرُّوْا	تم چھپاؤ

تشریح: آیت نمبر ا تا ۱۴

اس سورت میں اللہ کی ذات، صفات اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ہر طرح کی برکتوں، عظمتوں اور تمام بھلائیوں اور کائنات میں ہر طرح کے اختیارات کا مالک و مختار ہے۔

اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے اور زندگی اور موت کے درمیانی وقفہ کو انسان کی آزمائش بنادیا ہے تا کہ اس آزمائش اور امتحان کے ذریعہ یہ دیکھا جا سکے کہ کون زیادہ حسن عمل پیش کرتا ہے اور کون اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر میدان حشر میں پہنچتا ہے۔

اسی کی ساری طاقت و قوت ہے وہ دینے پر آئے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور نہ دے تو کوئی اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔ وہی ہر ایک کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ یہ کائنات اسی نے بنائی ہے وہی اس کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔

اسی نے اوپر تلے سات آسمان اس طرح بنائے ہیں کہ انسان جب بھی ان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھے گا اس میں بار بار غور و فکر کرے گا تو وہ کہہ اٹھے گا کہ واقعی اللہ کا ایک مضبوط نظام ہے جس میں کہیں بدنظمی، بے ترتیبی اور بے ربطی نہیں ہے۔ اس میں کہیں کوئی فرق اور شگاف محسوس نہ کر سکے گا۔ وہ ان آسمانوں اور زمین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

اسی نے چاند، سورج اور ستاروں کی روشنی سے آسمان کو اس طرح سجا کر ہر طرف حسن و خوبصورتی کو بکھیر دیا ہے کہ کہیں ویرانی نظر نہیں آتی۔ غیب کی خبریں حاصل کرنے کے لئے اگر جنات اور شیاطین آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان پر جلتے انگاروں (شہاب ثاقب) کی بارش کردی جاتی ہے جس سے ان کو آسمانوں سے دور بھگا دیا جاتا ہے۔

کفار ومشرکین کے سادہ ذہن رکھنے والوں کو کاہن اپنے اندازوں سے جھوٹی سچی باتیں ملا کر بیان کرتے اور عام لوگ ان پر یقین کر لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جنات اور شیاطین اول تو آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے لیکن اگر وہ کسی طرح آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کی خبر لینے کے لئے تیار رہتے ہیں جن کے ذریعہ ان کو آسمانوں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج یہ کاہن دنیا کی ادنیٰ دولت کمانے کے چکر میں لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہیں وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے جب ان کاہنوں اور شیاطین اور جنات کو جہنم کے قریب پہنچایا جائے گا۔ وہ جہنم ان شیاطین اور کاہنوں کو دیکھ کر ایسی دہشت ناک اور ناپسندیدہ آواز نکالے گی کہ جیسے وہ غصہ سے پھٹ پڑے گی۔ اس وقت ان پر ایک ہیبت سوار ہوگی کیونکہ جہنم کا غصہ سے چلانا اور بھڑکتی آگ ان کے ہوش ٹھکانے لگا دے گی۔

اس وقت فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا آج کے دن کے عذاب سے ڈرانے والے اور خبردار کرنے والے پیغمبر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ہمارے پاس آئے تھے انہوں نے ہمیں اس دن کے عذاب سے ڈرایا بھی تھا مگر ہم نے ان کی بات کو اہمیت نہ دی۔ ہم نے ان کو جھٹلایا اور یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب کچھ تم اپنی طرف سے کہہ رہے ہو اللہ نے تو ایسا کوئی حکم نازل نہیں کیا۔ بلکہ ایسا لگتا ہے کہ تم خود ہی بھٹکے ہوئے لوگ ہو۔ وہ کفار ومشرکین بڑی حسرت، ندامت اور ناامیدی کے ساتھ کہیں گے کہ کاش ہم ان کی بات سن کر اس کو قبول کر لیتے تو آج یہ جہنم کی آگ اور رسوائی نصیب نہ ہوتی۔

جب یہ کفار ومشرکین اپنے کئے ہوئے جرم کا اعتراف کر لیں گے تو اللہ کے حکم سے فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے اس جہنم کی طرف لے جائیں گے جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

دوسری طرف اللہ کے وہ نیک بندے ہوں گے جنہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی بات مان کر خوف الٰہی کے ساتھ محتاط زندگی اختیار کی ہوگی ان سب کو جنت کی راحتیں، اللہ کی طرف سے مغفرت اور اجر عظیم عطا کیا جائے گا۔ آخر میں فرمایا کہ ہر شخص کو حسن عمل پیش کرنا چاہیے اور اپنے دلوں میں خوف الٰہی کی قندیلوں کو روشن رکھنا چاہیے وہ ہر چیز کا خالق ہے اسے ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے کوئی کسی بات کو کھلم کھلا کہے یا چھپا کر کہے اس سے کوئی بات اور کوئی جذبہ پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو اس کی گہرائی تک پہنچ کر دیکھتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ
اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ
الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ
يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ
كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ
اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۚ ﴿٢٠﴾
اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا
فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ
اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٢﴾
قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي
الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا۔ (تمہارے کام میں لگا دیا) تاکہ تم اس کے چاروں طرف چلو پھرو اور اس کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ۔ (وہی تو ہے) جس کی طرف تمہیں زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔

کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ جو (آسمان و زمین کا مالک) ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ زمین اچانک لرزنے لگے۔ کیا تم اس سے نڈر ہو گئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے پھر تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔

ان سے پہلے جو لوگ گذر گئے ہیں وہ بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں۔ پھر (دیکھو) ان کا انجام کیا ہوا۔ کیا وہ اپنے اوپر اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ جو پر پھیلا کر دوبارہ اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں ان کو سوائے اللہ کے اور کون روک کر رکھتا ہے۔ بے شک وہی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ کے سوا اور کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کر سکے۔ یہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اگر تمہارے رزق کو روک لے تو بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق پہنچائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کافر اپنی ضد اور سرکشی پر اڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ شخص جو اوندھے منہ چل رہا ہو زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ شخص جو سیدھی راہ پر سیدھ باندھ کر چل رہا ہو؟

آپ ﷺ فرما دیجئے کہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کئے۔ مگر تم میں سے بہت تھوڑے سے ہیں جو (اللہ کی نعمتوں پر) اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا رکھا ہے۔ اور تم اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

ذَلُوْلٌ اطاعت گذار۔ فرماں بردار

اِمْشُوْا	تم چلو پھرو
مَنَاكِبٌ (مَنْكَبٌ)	کاندھے
اَلنُّشُوْرُ	(مرنے کے بعد) دوبارہ زندہ ہونا
اَنْ یَّخْسِفَ	یہ کہ وہ دھنسا دے
تَمُوْرُ	ہلنے لگے
يُرْسِلُ	وہ بھیجتا ہے
حَاصِبًا	پتھر برسانے والی ہوا
اَلطَّيْرُ	پرندہ
یَقْبِضْنَ	وہ سکیڑ لیتے ہیں (بازو سکیڑ لیتے ہیں)
مَا يُمْسِكُ	نہیں تھامتا ہے
جُنْدٌ	لشکر
غُرُوْرٌ	دھوکا۔ فریب
لَجُّوْا	وہ اڑ گئے
عُتُوٌّ	سرکشی
مُكِبًّا	گرا ہوا
اَهْدٰى	زیادہ ہدایت پر
سَوِيًّا	سیدھا
اَنْشَاَ	اس نے پیدا کیا

ذَرَاَ — اس نے پھیلا دیا

تشریح: آیت نمبر ۱۵ تا ۲۴

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان اپنی بعض ان نعمتوں اور قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے جو ہر شخص کے لئے ایک آزمائش اور امتحان ہیں۔ جو بھی اس آزمائش کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے اس کے لئے آخرت کی کامیابیاں ہیں اور جو شخص اسباب اور عیش و آرام کو زندگی سمجھ کر ان میں الجھ گیا اور کفر و شرک کے راستے پر چل پڑا وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا بھی کامیاب کیوں نہ سمجھا جاتا ہو آخرت کی حقیقی زندگی میں ایک بدقسمت انسان ہے۔ فرمایا کہ زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس کا سارا نظام اس کی قدرت سے چل رہا ہے۔ اللہ نے زمین و آسمان، ہواؤں اور فضاؤں کو انسان کے لئے اس طرح کام میں لگا دیا ہے اور مسخر کر دیا ہے کہ وہ دن رات اپنی صلاحیتوں کے مطابق ان سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ اللہ نے زمین کو اپنے بے شمار خزانوں اور اسباب سے بھر دیا ہے جس میں وہ چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، رہتا اور بستا ہے لیکن آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ ان تمام چیزوں کا خالق و مالک کون ہے؟ وہ اس بات کو فراموش کر بیٹھتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے اسباب ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہیں ایک وقت آئے گا جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور زمین و آسمان کے نظام کو توڑ کر ایک نیا جہان تعمیر کیا جائے گا اور ہر شخص کو اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ بس یہی ایک آزمائش اور امتحان ہے۔ اگر ایک آدمی دنیا کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور اپنے اللہ سے سچا قلبی تعلق قائم کر کے اس کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل اطاعت و فرماں برداری اور ان سے محبت کا حق ادا کرتا ہے تو وہ آخرت کی ختم نہ ہونے والی ہمیشہ کی زندگی میں جنت کی راحتوں کا مستحق بن جائے گا جو اس کی سب سے بڑی کامیابی اور خوش قسمتی ہوگی۔ لیکن اگر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے کفر اور شرک کو اختیار کیا اور دنیاوی اسباب، عیش و آرام، مال و دولت اور بلڈنگوں کی سجاوٹ میں الجھ کر رہ گیا تو وہ آخرت کی ابدی زندگی کی ہر راحت و آرام سے محروم رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس پوری کائنات کو وہ تنہا سنبھالے ہوئے ہے وہ جب چاہے گا اور جیسے چاہے گا اس کا رخ موڑ سکتا ہے اور انسان اپنی ترقیات کے باوجود اپنی بے بسی پر ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ اگر وہ چاہے تو دنیا میں ایسے زلزلے پیدا کر دے جس سے ساری دنیا ہل کر رہ جائے اور بڑی بڑی بلڈنگیں ریت کا ڈھیر بن جائیں، شہر ویران ہو جائیں اور انسانی بستیاں قبرستان بن جائیں۔ وہ چاہے تو زمین پر بسنے والوں کو زمین ہی میں دھنسا دے زبردست طوفانی ہواؤں سے شہروں کو الٹ کر پھینک دے۔ آسمان سے پتھروں کی بارش کر کے ہر طرف تباہی مچا دے۔ اس وقت انسان سوائے پچھتانے کے اور شرمندگی

کے اور کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ فرمایا کہ تاریخ انسانی اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں جب بھی ظلم و جبر، کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانیاں بڑھ کر انتہا تک پہنچ گئیں تو اللہ نے ایسی قوموں کو سخت سزائیں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بھی اس کا نظام ہے کہ وہ قوموں کی نافرمانی اور کفر و شرک سے منع کرنے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر بھیجتا رہا ہے جنہوں نے ان کی باتوں کو مانا اور اپنی اصلاح کر لی تو ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئیں لیکن جنہوں نے ان پیغمبروں کو جھٹلایا، ان کو ستایا اور ان کی اطاعت کا انکار کیا تو ان قوموں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں آپ نے بھی اسی طرح لوگوں کو کفر و شرک، ظلم و ستم اور غلط راستوں سے روکا۔ آپ کی بات ماننے والے اطاعت گذار صحابہ کرامؓ کامیاب ہوئے اور آپ کی اطاعت نہ کرنے والے آج صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ چونکہ اب نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لئے اب اگر دنیا میں اسی طرح کی نافرمانیاں جنم لیں گی تو امت کے علماء نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ الحمد للہ نبی کریم ﷺ کے بعد علمائے امت نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے پر پورا کیا اور انشاء اللہ قیامت تک پورا کرتے رہیں گے۔

فرمایا کہ تم دن رات اللہ کی قدرت کے ہزاروں نمونے دیکھتے ہو وہی اپنی قدرت سے اس پورے نظام کو چلا رہا ہے۔ چھوٹے بڑے پرندے کبھی پروں کو کھول کر کبھی بازوؤں کو سمیٹ کر کس طرح فضاؤں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ایک حد کے اندر رہ کر اڑتے ہیں، اپنا رزق تلاش کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں، نہ زمین کی کشش ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے نہ وہ آسمان کی بلندیوں میں گم ہوتے ہیں۔ اس تیز و تند ہواؤں اور فضاؤں میں ان کو کس نے سنبھال رکھا ہے یہ صرف اللہ کی قدرت ہے کہ اس نے ان پرندوں کو وہ صلاحیت عطا فرمادی کہ وہ جہاں اور جیسے چاہتے ہیں فضاؤں میں تیرتے پھرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس دنیا میں نفع، نقصان اور رزق سب اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے جو اس کو نفع اور نقصان پہنچا سکے لیکن یہ انسان کی بھول ہے کہ وہ ایسی طاقت و قوت اور قدرت رکھنے والی ذات کو بھلا کر کائنات کی بے حقیقت چیزوں کو اپنا معبود بناتا ہے اور ان سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف رکھتا ہے حالانکہ نفع نقصان تو وہی ذات پہنچا سکتی ہے جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان کی باگ ڈور ہے۔ وہ بے جان پتھر جو اپنے وجود میں بھی انسانی ہاتھوں کے محتاج ہیں وہ خود اپنے نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں وہ کسی کو نفع اور نقصان کیا پہنچا سکتے ہیں۔ واقعی جو شخص ٹیڑھے میڑھے راستے پر اوندھا ہو کر چلتا ہے وہ کبھی حقیقی منزل تک نہیں پہنچ سکتا لیکن وہ شخص جو سیدھا اور صراط مستقیم پر چلتا ہے وہ یقیناً اپنی حقیقی منزل کو پالے گا۔ یہ دونوں اپنے انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے ایک ناکام و نامراد ہے اور دوسرا کامیاب و بامراد ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جس نے کفر و شرک، دنیا کی وقتی لذتوں اور عیش و آرام کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہو وہ کسی وقت بھی ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ جب اس کے لئے اللہ کا فیصلہ آجائے گا تو اس کے بنائے ہوئے گھروندے دھرے رہ جائیں گے۔ لیکن جو لوگ آنکھیں رکھنے کے باوجود کسی حقیقت کو نہ دیکھتے ہوں کان رکھنے کے

باوجود وہ کسی حق بات کو نہ سنتے ہوں ان سے زیادہ ناکام اور کون ہوگا کیونکہ اللہ نے اس کو آنکھیں دیکھنے اور کان سننے کے لئے دیئے تھے۔ فرمایا کہ اچھے اور برے ایمان والے اور کافر و مشرک سب اس دنیا میں رہتے بستے ہیں اگرچہ وہ دور دراز کے علاقوں میں رہتے ہیں لیکن جب اللہ چاہے گا ان سب کو ایک میدان میں جمع کرے گا اور میدان حشر کو قائم فرمائے گا۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ
فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ
اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (قیامت آنے کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور میں تو صرف (برے اعمال کے برے نتائج سے) صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب وہ قیامت کو قریب آتا ہوا دیکھیں گے تو اس وقت ان کافروں کی شکلیں بگڑ جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم تقاضا کیا کرتے تھے۔ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے کہئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر

اللہ مجھے اور ان لوگوں کو جو میرے ساتھ ہیں ان سب کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کر دے تو بھی کافروں کو اس دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کھلی ہوئی گمراہی میں کون مبتلا ہے؟

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے (کنوؤں کا) پانی زمین کے اندر اتر جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے صاف بہتا ہوا پانی لے کر آئے گا؟

لغات القرآن آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

زُلْفَةً	قریب
سِيْٓئَتْ	بگڑ گئی (بگڑ گئے)
اَهْلَكَنِىَ	وہ مجھے ہلاک کر دے
يُجِيْرُ	وہ پناہ دیتا ہے
غَوْراً	نیچے چلے جاتا
مَعِيْنٌ	صاف پانی

تشریح: آیت نمبر ۲۵ تا ۳۰

جب کفار مکہ کے سامنے قیامت اور میدان حشر کا ذکر کیا جاتا تو وہ ایمان لانے کے بجائے مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ اللہ نے جس قیامت کا وعدہ کیا ہے آخر وہ قیامت کب آئے گی اور یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ وہ کب اور کیسے آئے گی۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں اللہ کے احکامات جو بالکل واضح اور کھلے ہوئے ہیں ان کو اس کے بندوں تک پہنچا دوں اور

لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے ڈراؤں۔ قیامت کا مجھے علم نہیں ہے لیکن جب وہ آئے گی اور ہر شخص کھلی آنکھوں سے اس کو دیکھے گا تو اس وقت حق وصداقت اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے چہرے اور شکلیں بگڑ جائیں گی اور عذاب الٰہی کو دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کا تم بڑی شدت سے مطالبہ کرتے تھے اور قیامت کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ کفار ومشرکین جب ان سچائیوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محسوس کرتے تو بد دعاؤں پر اتر آتے اور کہتے کہ یہ لوگ مر کیوں نہیں جاتے تاکہ ہماری جان چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان سے پوچھئے کہ اگر اللہ ہم سب کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم وکرم فرمادے تو ان دونوں حالتوں میں تم ہمارے انجام سے کیوں پریشان ہوتے ہو۔ ہماری فکر چھوڑ و تم یہ بتاؤ کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا کیونکہ ہم تو اللہ رحمٰن ورحیم پر ایمان رکھتے ہوئے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا تھا اور ہدایت کی روشنی کس کو نصیب تھی۔ ہمارا تو اس بات پر مکمل یقین ہے کہ اسی نے ہر نعمت عطا فرمائی ہے وہی چاہے تو اس کو چھین سکتا ہے مثلاً پانی کا وجود، اللہ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے کنوؤں، دریاؤں، نہروں اور زمین کے سوتوں سے ہمیں پانی عطا کیا ہے۔ اگر وہ پانی زمین کے اندر اتر جائے اور اس قدر گہرائی تک پہنچ جائے جہاں سے انسان پانی حاصل نہ کر سکے تو اللہ کے سوا اور کون ہے جو اس پانی کو دوبارہ زمین کی سطح پر لے آئے گا؟ لہٰذا وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر اور دوسروں کو اس کے برابر مان کر ان کی عبادت وبندگی کرتے ہیں کیا وہ بے بس اور مجبور معبود وہ پانی دوبارہ رواں دواں کر سکتے ہیں۔ فطرت انسانی کا جواب یہی ہوگا کہ اس کائنات میں ساری قدرت وطاقت اللہ ہی کی ہے وہی ہر نعمت کو دیتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سورۃ الملک کی اس آخری آیت کی تلاوت کرتے تو فرماتے۔

اَللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَ هُوَ رَبُّ الْعَالَمِيْن

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ٦٨

القَلَم

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	68
کل رکوع	2
آیات	52
الفاظ وکلمات	306
حروف	1295
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر کیے جانے والے ظلم وستم اور تکذیب سے جو آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی اس پر انہیں صبر واستقامت کی تلقین فرمائی ہے۔ کفار جو آپ ﷺ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے ان کا جواب اور کفار ومشرکین کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر مکمل اطاعت وفرمانبرداری اختیار کریں ورنہ وہ باغ والے جنہوں نے کسی نصیحت والے کی نصیحت کو نہیں سنا اور آخر کار وہ تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے اسی طرح اگر کفار قریش نے آپ ﷺ کی نصیحتوں کو نہ مانا تو ان کا انجام بھی باغ والوں سے مختلف نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس نعمتوں سے بھرپور جنتیں ہیں۔ اور کفار کے لیے نار جہنم۔ فرمایا کہ ان کفار نے کیا سمجھ رکھا ہے کہ اللہ اپنے فرمانبردار بندوں کو اور مجرموں کو ایک جیسا درجہ اور مقام دیں گے اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ فرماں برداروں کو آخرت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے اور کفار ومشرکین کے لیے جہنم کی ابدی تکلیفیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس سے لکھی جانے والی اس تحریر کی قسم کھا کر جسے فرشتے لکھ رہے ہیں فرمایا ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے آپ ﷺ دیوانے یا مجنون نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ تو اخلاق کریمانہ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں جہاں آپ ﷺ کا فیض اور اجر وثواب کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ آپ ﷺ کو دیوانہ کہنے والے اور اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے والے بہت جلد اس بات کو جان لیں گے کہ دیوانہ کون ہے؟ اور عقل مند کون؟ یہ آپ ﷺ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے راستے سے بھٹکے ہوئے کون لوگ ہیں اور کون سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ وہ کفار سب کچھ اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ ان کے دباؤ میں آجائیں۔ لیکن آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں کے کسی دباؤ میں نہ آیئے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کے دباؤ میں آکر دین کے معاملہ میں ذرا سی نرمی اختیار کریں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ خاص طور پر آپ ﷺ اس شخص کے دباؤ میں ذرا بھی نہ آئیں جو بہت

فرمایا کہ قیامت کے دن جب سارے حجابات اٹھا دیئے جائیں گے اور لوگوں کو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا تو اہل ایمان اللہ کے سامنے سجدے میں گر جائیں گے مگر وہ لوگ جو دنیا میں صحیح سالم ہونے کے باوجود اللہ کے سامنے سجدہ نہیں کرتے تھے وہ اس دن بھی اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے محروم رہیں گے۔ ان کی نظریں نیچی ہوں گی اور ان پر ہر طرح کی ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔

قسمیں کھانے والا، بے وقعت، طعنے دینے والا، چغلیاں کھانے والا، بھلائی سے روکنے والا، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا، انتہائی بدعمل، گناہ گار اور ان تمام عیبوں کے ساتھ ساتھ وہ ”ولد الزنا“ بھی ہے۔ جسے اس بات پر بھی بڑا ناز ہے کہ وہ بہت زیادہ مالدار ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو نہایت تکبر اور نفرت سے کہتا ہے کہ یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم بہت جلد اس کی ناک پر داغ لگائیں گے یعنی اس کو ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیں گے۔

ارشاد ہے ہم نے ان مکہ والوں کو باغ والوں کی طرح آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ جب انہوں نے اس بات پر قسم کھائی تھی کہ ہم صبح کو سارا پھل اور غلہ جمع کر کے لے آئیں گے اور کسی غریب کو ذرا سی چیز بھی نہ دیں گے وہ یہ فیصلہ کرتے وقت انشاء اللہ تک کہنا بھول گئے۔ فرمایا کہ وہ ابھی آرام سے رات کو سوئے ہوئے تھے کہ اللہ کے حکم سے ان کے باغ پر ایک آفت گھوم گئی اور ان کا باغ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا۔ وہ صبح ہی صبح ایک دوسرے کو آواز دینے لگے کہ فوراً سویرے سویرے اپنے باغ کی طرف چلو۔ وہ چپکے چپکے باتیں کرتے جا رہے تھے تا کہ کسی کو معلوم نہ ہو اور کوئی غریب ان کی آہٹ سن کر ان کے ساتھ نہ لگ جائے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ بس ہم جائیں گے اور سارا پھل سمیٹ کر لے آئیں گے۔ لیکن جب وہ اپنے باغ پر پہنچے اور راکھ کا ڈھیر دیکھا تو کہنے لگے شاید ہم رات کے اندھیرے میں کسی اور کے باغ پر پہنچ گئے ہیں۔

مگر کچھ دیر کے بعد ان کو پتہ چل گیا کہ یہ ان ہی کا باغ ہے اور وہ اللہ کے حکم سے تباہ ہو چکا ہے اور وہ اپنے باغ سے محروم ہو چکے ہیں۔ ان بھائیوں میں سے جو نیک اور معتدل مزاج تھا اس نے کہا دیکھو میں نے تمہیں پہلے ہی منع کیا تھا کہ ایسا نہ کرو لیکن تم نہیں مانے اب بھی وقت ہے کہ تم اللہ کی حمد و ثنا کر کے اس سے معافی مانگ لو۔ پہلے تو وہ سب کے سب آپس میں اس سارے واقعہ کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالتے رہے۔ پھر جب ان کو عقل آئی اور انہوں نے اپنی غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ واقعی ہم ہی خطاوار ہیں۔ ہم سرکش ہو گئے تھے۔ ہمیں اس پر افسوس ہے۔ ہم اپنے اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اللہ ہماری غلطی کو معاف کر کے ہمیں اس سے بہتر باغ عطا فرما دے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ دیکھو ہمارا عذاب ایسا ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس نعمت بھری جنتیں ہیں۔ فرمایا کہ انہوں نے کیا سمجھ رکھا ہے کیا ہم اپنے فرمانبردار بندوں اور مجرموں کو ایک جیسا درجہ دیں گے اور ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور انہیں ان کی من پسند تمام نعمتیں دی جائیں گی۔ کیا انہوں نے اللہ سے کوئی عہد و پیمان کر رکھا ہے کہ وہاں وہی سب کچھ ہوگا جو یہ لوگ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے پوچھیے کہ جن کو وہ اللہ کا شریک بنا رہے ہیں کیا ان میں سے ان باتوں کا کوئی ذمہ دار ہے۔ انہیں چاہیے اپنے ان شریکوں کو لے کر تو آئیں اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں۔

فرمایا کہ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی یعنی درمیان کے سارے پردے ہٹا دیئے جائیں گے۔ لوگوں کو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا تو وہ کافر اللہ کے سامنے سجدہ نہ کر سکیں گے۔ ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ جب یہ لوگ بالکل درست اور صحیح تھے اور ان کو اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو وہ اس کا انکار کرتے تھے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ دین کو پھیلایئے۔ ان کفار کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑ یئے۔ میں خود ان کو تباہی کی طرف آہستہ آہستہ لے جاؤں گا کہ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ میں ان کو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں لیکن میری تدبیر بہت زبردست ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ کیا آپ ﷺ اس تبلیغ دین پر ان سے کچھ اجرت اور معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ اس کے نیچے دبے چلے جا رہے ہیں۔ یا ان لوگوں کے پاس غیب کا کوئی علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں؟

فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کیجیے اور مچھلی والے (حضرت یونسؑ) کی طرح نہ ہو جایئے۔ جب انہوں نے اپنے رب کو اس حال میں پکارا کہ وہ غم سے گھٹے جا رہے تھے۔ اگر آپ ﷺ کے رب کا کرم نہ ہوتا تو وہ خراب حالت میں ایک چٹیل میدان میں پڑے رہ جاتے۔ آخر کار آپ ﷺ کے رب نے ان کو اور برگزیدہ کر لیا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا۔ فرمایا کہ یہ کفار جب آپ ﷺ سے قرآن میں اس طرح کی باتیں سنتے ہیں تو وہ آپ کو ایسی گندی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے وہ آپ ﷺ کے قدم اکھاڑ دیں گے۔ اسی لیے وہ آپ ﷺ کو دیوانہ کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ جس قرآن کو پیش کر رہے ہیں وہ تو سارے جہان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہی نصیحت ہے۔

سورۃ القلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نٓ وَ الۡقَلَمِ وَمَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ
بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲﴾ وَ اِنَّ لَکَ لَاَجۡرًا غَیۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّکَ
لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ﴿۴﴾ فَسَتُبۡصِرُ وَ یُبۡصِرُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ بِاَىیِّکُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ﴿۶﴾
اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ۪ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ
بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡہِنُ
فَیُدۡہِنُوۡنَ ﴿۹﴾ وَ لَا تُطِعۡ کُلَّ حَلَّافٍ مَّہِیۡنٍ ۙ﴿۱۰﴾ ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ
بِنَمِیۡمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ ۙ﴿۱۳﴾
اَنۡ کَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا قَالَ
اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُہٗ عَلَی الۡخُرۡطُوۡمِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

نون (حروف مقطعات میں سے ایک حرف ہے جس کے معنی کا علم اللہ کو ہے)۔

قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کی جو لکھتے جاتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) آپ اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے دیوانے نہیں ہیں۔ اور بے شک آپ کے لئے تو وہ اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

اور بلا شبہ آپ ایک اعلیٰ ترین اخلاق (کے مالک) ہیں۔ پھر بہت جلد آپ دیکھیں گے اور (یہ کافر بھی) دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جنون (دیوانگی) میں مبتلا ہے؟ بے شک آپ کا پروردگار اچھی طرح جانتا ہے ہر اس شخص کو جو راستہ بھٹک گیا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ ان جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانئے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ان کے بتوں کے معاملے میں ذرا نرمی اختیار کرلیں تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانئے جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا اور ذلیل شخص ہو۔ طعنے دیتا اور چغل خوری کرتا پھرتا ہو، نیک کاموں سے روکنے والا، گناہوں میں حد سے بڑھنے والا، بدمزاج اور برے نسب کا مالک ہو محض اس وجہ سے (وہ ایسی حرکتیں کر رہا ہے) کہ آدمی مال دار اور اولاد والا ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ہم بہت جلد اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے (یعنی رسوا کر کے چھوڑیں گے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱٦

یَسْطُرُوْنَ	وہ لکھتے ہیں
مَمْنُوْنٌ	منقطع ہونے والا۔ ختم ہونے والا
تُبْصِرُ	تو دیکھے گا
اَلْمَفْتُوْنُ	دیوانہ
وَدُّوْا	وہ پسند کرتے ہیں
تُدْهِنُ	تو خوشامد کرے۔ تو نرم پڑے
حَلَّافٌ	بہت قسمیں کھانے والا

مَهِيْنٌ	ذلیل۔کمینہ
هَمَّازٌ	طعنے دینے والا
مَشَّاءٌ	پھرنے والے
نَمِيْمٌ	چغل خور۔باتیں لگانے والے
مَنَّاعٌ	روکنے والا
مُعْتَدٌ	حد سے بڑھنے والا
اَثِيْمٌ	گناہ گار
عُتُلٌّ	اکھڑ۔اجڈ
زَنِيْمٌ	بدنام
نَسِمُ	ہم داغ دیں گے
اَلْخُرْطُوْمُ	ناک۔دم۔سونڈ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۶

سورۃ القلم کا آغاز "ن" سے کیا گیا ہے جو حروف مقطعات میں سے ایک حروف ہے۔اس کے کیا معنی ہیں؟اس کی تفصیل اس سے پہلی ابتدائی سورتوں میں آچکی ہے کہ ان حروف کے معنی اور مراد کا علم صرف اللہ کو ہے۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان حروف کے معنی بتا دیئے ہوں لیکن خود نبی کریم ﷺ نے ان حروف کے معنی نہیں بتائے۔اگر امت کے لئے ان حروف کے معانی بیان کرنا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرما دیتے۔

اللہ تعالیٰ نے قلم اور اس سے لکھی جانے والی تحریر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ دیوانے نہیں ہیں

بلکہ خلق عظیم کے درجے پر فائز ہیں اور آپ کا اجر و ثواب اور فیض پر تو وہ اجر عظیم ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ہر ایک کو اس بات کا پوری طرح اندازہ ہو جائے گا کہ راہ ہدایت پر کون ہے؟ اور سیدھے راستے سے بھٹک کر کون گمراہی میں مبتلا ہے؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ان کی کسی بات کو تسلیم کیجئے جو ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے خود ہی پاگل پن کا شکار ہیں۔ خاص طور پر وہ شخص جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل و خوار، طعنے باز، چغل خور، نیک کاموں سے روکنے والا، گناہوں میں حدوں سے نکل جانے والا، بدمزاج اور برے نسب کا مالک ہے۔ وہ اپنے مال اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے اللہ کے دین کو جھٹلاتا ہے اور جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اس کو ذلیل کر کے چھوڑیں گے۔ درحقیقت یہ شخص (ولید ابن مغیرہ) اور اس کی طرح ذہن رکھنے والے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ ذرا ڈھیلے پڑ جائیں اور ان کے بتوں اور جھوٹے معبودوں کے معاملے میں نرمی اختیار کر لیں تو یہ بھی مخالفت میں ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ایسے لوگ ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی طرف توجہ بھی دی جائے۔ آپ بے فکر ہو کر اللہ کے دین کو ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے اس پر آپ کو ایسا اجر عظیم عطا کیا جائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا اور دنیا اور آخرت میں آپ ہی کا فیض جاری رہے گا۔

زیر مطالعہ آیات کی مزید وضاحت یہ ہے کہ

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر اس سورت کا آغاز فرمایا ہے۔ قلم کیا ہے؟ اور قلم سے لکھی جانے والی سطروں کی کیا اہمیت ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جابر ابن عبد اللہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ کی (عظمت و شان) پر قربان مجھے یہ بتا دیجئے کہ اللہ نے چیزوں میں سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سب چیزوں سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا تھا۔

پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اس کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت لوح و قلم، جنت و جہنم، زمین و آسمان، چاند اور سورج، جن و انسان اور فرشتے یا ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ تھی۔

پھر جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے اس نور کے چار حصے کئے۔

(۱) ایک حصے سے قلم کو پیدا کیا

(۲) دوسرے سے لوح محفوظ کو

(۳) تیسرے سے عرش کو

(۴) اور چوتھے حصے سے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ۔ قلم نے عرض کیا الٰہی کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا کہ تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ قلم نے ہر اس چیز کو لکھا جو گذر گیا یا آئندہ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قلم کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیوانہ کہنے والے کتنے پاگل پن اور دیوانگی میں مبتلا ہیں کہ جن کے صدقے کائنات کو وجود ملا۔ جنہوں نے دنیا کو وہ نظام زندگی دیا جو قیامت تک انسان اور انسانیت کی فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ جن کے عظیم اخلاق نے انسانوں کو وہ نمونہ زندگی دیا جو بے مثال ہے۔ جن کی عظمت اور شان یہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے ہر شخص ان کو صادق اور امین کہتا اور ان کی فہم و فراست کا قائل تھا۔ لیکن جب اس سچائی کا آپ نے اعلان کیا جس سچائی کو سارے انبیاء کرام لے کر تشریف لائے تھے تو بے حقیقت معبودوں کو پوجنے والے آپ کو دیوانہ اور مجنون کہنے لگے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کے فضل و کرم سے آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ وہ وقت دور نہیں ہے جب ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ساری دنیا پر آپ ہی کے فیض کا سایہ ہوگا اور آپ کے اخلاق کریمانہ سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو سچا راستہ نصیب ہوگا اور کبھی نہ ختم ہونے والا اجر عظیم آپ کو عطا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ پر غار حرا میں پہلی وحی نازل کی تو اس وقت بھی ارشاد فرمایا کہ انسان جن حقیقتوں سے واقف نہیں تھا اللہ نے وہ تمام حقیقتیں انسان کو سکھائیں اور قلم کے ذریعہ تعلیم دی۔ قلم اور اس کی تحریر کو حکومت و سلطنت کے انتظام میں بڑا دخل ہے اور کسی بھی سلطنت کی ترقی کا دارومدار قلم اور تحریر پر ہی ہے۔

تاریخ اور قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں قلم کے ذریعہ ہی دنیا تک پہنچیں۔ اگر قلم اور تحریر نہ ہوتی تو انسانی زندگی کے ہزاروں گوشے پردہ گم نامی میں ہوتے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ کی ہمہ گیر تعلیم، اس کی اشاعت اور تمام دنیا کو علم کا نور کیسے پہنچتا۔

اللہ نے اسی قلم کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس قلم کے ذریعہ تقدیرات الٰہی کو لکھا گیا ایسا بلند اور پاکیزہ کلام پیش کرنے والا کیا مجنون اور دیوانہ ہوسکتا ہے؟

(۲)۔ دوسری بات اخلاق مصطفویٰ ﷺ کے متعلق فرمائی کہ اللہ نے آپ کو اخلاق کریمانہ کا پیکر اور مجسم نمونہ زندگی بنایا ہے۔ آپ نے پتھر برسانے والوں کے لئے ہدایت کی دعا کی اور راستے میں کانٹے بچھانے والوں کے لئے پھول برسائے ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی تعلیمات کا مجسم نمونہ بن کر " خلق عظیم " کا درجہ حاصل فرمایا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب کسی نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو ام المومنین نے فرمایا "**کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن**" یعنی قرآن کریم کے تمام اصولوں کی صحیح تشریح اور اخلاق ہی آپ کی سیرت ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے ہر اصول کو عمل میں ڈھال کر اس طرح پیش فرمایا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والا درحقیقت سیرت مصطفیٰ ﷺ ہی کا مطالعہ کرتا ہے۔

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا
بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾ وَلَا
يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾
فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى
حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾
اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ
قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ
مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾
قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾
عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾
كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وقف لازم ع ١ ٣٣ ٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

ہم نے ان (مکہ والوں کو) اسی طرح آزمائش میں ڈال دیا ہے جس طرح باغ والوں کو آزمایا تھا جب انہوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ ہم صبح ہوتے ہی اس (اپنے) باغ کے پھل توڑ لیں گے۔ اور انہوں نے انشاء اللہ تک نہ کہا۔ پھر جب وہ پڑے سو رہے تھے تو (اے نبی ﷺ) آپ کے رب کی طرف سے اس باغ پر ایک آفت چکر لگا گئی۔ اور پھر وہ باغ ایک کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہو گیا۔ پھر صبح سویرے وہ ایک دوسرے کو (بیدار ہونے کے لئے) آوازیں دینے لگے کہ اگر تمہیں باغ کے پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے (کھیت پر) چلو۔ پھر وہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے کہ (دیکھو) آج کے دن (باغ میں) کوئی غریب و مسکین آدمی تم تک پہنچنے نہ پائے۔ اور ضرورت مندوں کو نہ دینے پر اپنے آپ کو قادر سمجھتے ہوئے صبح سویرے پہنچ گئے۔ پھر جب انہوں نے (اپنے اس باغ کو) دیکھا تو کہنے لگے شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ (خوب چکر لگانے کے بعد) کہنے لگے کہ نہیں ہم تو (اس باغ سے) محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو معتدل مزاج آدمی تھا اس نے کہا میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ (شکر کرتے ہوئے) اللہ کی تسبیح (توبہ) کرتے رہو۔ وہ کہنے لگے کہ واقعی ہمارا رب تو ہر طرح کے عیب سے پاک ہے ہم نے ہی سرکشی اختیار کر لی تھی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے سامنے ہو کر ایک دوسرے پر الزام رکھنے لگے۔ کہنے لگے کہ ہائے افسوس ہم تو واقعی حد سے بڑھ جانے والے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس باغ سے بہتر باغ عنایت کر دے گا۔ بے شک ہم اپنے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (لوگو دیکھو) اس طرح عذاب آیا کرتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ کاش وہ جانتے ہوتے۔

لغات القرآن   آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

بَلَوْنَا	ہم نے آزمایا

اَصْحَابُ الْجَنَّةِ	باغ والے
يَصْرِمُنَّ	وہ پھل توڑیں گے
مُصْبِحِيْنَ	صبح کا وقت
لَا يَسْتَثْنُوْنَ	نہیں موڑتے۔ انشاء اللہ نہیں کہتے ہیں
طَافَ	گھوم گیا
نَآئِمُوْنَ	سونے والے
صَرِيْمٌ	کٹی ہوئی کھیتی
تَنَادَوْا	ایک دوسرے کو آواز دی
اَنِ اغْدُوْا	یہ کہ صبح صبح چلو
حَرْثٌ	کھیتی
صَارِمِيْنَ	کاٹنے والے
اِنْطَلَقُوْا	وہ چل پڑے
يَتَخَافَتُوْنَ	وہ آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہیں
حَرْدٌ	پکا ارادہ
اَوْسَطُ	درمیانی۔ معتدل
يَتَلَاوَمُوْنَ	وہ ملامت کرتے ہیں
يٰوَيْلَنَآ	اے ہماری آفت۔ شامت

طٰغِيْنَ سرکشی کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۱۷ تا ۳۳

حضرت عیسیٰؑ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے کچھ عرصہ بعد یمن کے دارالسلطنت صنعا سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر بنوثقیف قبیلہ کے ایک نیک، پارسا اور غریبوں کے ہمدرد آدمی کا ایک ہرا بھرا باغ اور لہلہاتا ہوا کھیت تھا جس کی پیداوار میں وہ غریبوں، ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کا خاص خیال رکھتا تھا۔ درختوں سے پھل اتارنے اور کھیت کاٹتے وقت جب کچھ غریب اور رشتہ دار آجاتے تو وہ اپنی پیداوار میں سے ایک مناسب حصہ صدقہ اور خیرات کر دیتا۔ یہ بات اس کے بیٹوں کو سخت ناگوار گذرتی تھی مگر وہ باپ کے ادب و احترام میں خاموش رہتے۔ جب اس نیک آدمی کا انتقال ہو گیا اور وہ باغ اور کھیت اس کے بیٹوں کے حصے میں آیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم بال بچوں والے ہیں اگر ہم نے بھی اپنے باپ جیسا طریقہ اختیار کیا اور باپ کی طرح اپنی محنت کا ایک بڑا حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیا تو ہمارا گذر بسر مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے ہم خود ہی دوسروں کے محتاج ہو کر رہ جائیں۔ لہٰذا کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ درختوں کا پھل اور کھیت کی پیداوار صرف ہمیں مل جائے اور غریبوں کو پتہ بھی نہ چلے۔ مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ جب فصل تیار ہو جائے تو ہم رات کے اندھیرے میں خاموشی سے درختوں کا پھل اور پیداوار لے کر گھر آجائیں گے جب صبح حسب معمول غریب و مسکین لوگ آئیں گے تو اس وقت تک ہم اپنے گھر واپس آچکے ہوں گے۔ ان پانچ بھائیوں میں سے ایک بھائی نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور سب بھائیوں کو سمجھایا کہ وہ ایسا نہ کریں لیکن اس کی بات کی طرف کسی نے توجہ تک نہ کی۔ سب بھائیوں نے قسمیں کھا کر یہ طے کر لیا کہ ہم صبح ہونے سے پہلے ہی اس باغ کے پھل اور کھیت کی پیداوار کو کاٹ کر لے آئیں گے۔ اس تجویز کو طے کرتے وقت انہیں انشاء اللہ تک کہنے کی توفیق نہ ہوئی۔

ادھر ان بھائیوں نے اپنی نیت کو بدلا ادھر اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ اللہ کی طرف سے آگ کا ایک بگولا آیا اور اس نے ان کے ہرے بھرے باغ اور کھیت کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو وہ ایک دوسرے کو اٹھا کر کہنے لگے کہ اگر تمہیں پھل توڑنے ہیں تو جلدی جلدی چلو اور چپکے چپکے باتیں کرتے چلو کہیں کوئی غریب اور مسکین آدمی کو پتہ نہ چل جائے۔ وہ سب بھائی (اور یقیناً اپنے ملازمین کے ساتھ) باغ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ باغ اور کھیت پر پہنچے اور انہوں نے وہاں باغ اور کھیت کے بجائے راکھ کا ڈھیر دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید ہم راستہ بھٹک کر کسی اور طرف نکل آئے ہیں۔ وہ پلٹے پھر چلے لیکن ہر مرتبہ چکر لگانے کے

بعد اسی جگہ پہنچے جہاں ان کا باغ اور کھیت تھا جب صبح کی روشنی میں انہوں نے دیکھا کہ ان کا سب کچھ جل چکا ہے اور وہ اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ قدرت نے ان سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ جس بھائی نے مخالفت کی تھی اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ دیکھو میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو مگر تم نے میری ایک بات نہ سنی۔ اس وقت ان سب بھائیوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے سخت نافرمانی کر کے اللہ کو ناراض کر دیا ہے اور ان کے باغ اور کھیت پر اللہ کا عذاب آ گیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کو الزام دینے لگے اور اللہ کے سامنے جھک کر عرض کرنے لگے الٰہی! ہمیں معاف کر دیجئے۔ واقعی ہم سے بہت بڑی کوتاہی ہوگئی ہے۔ اب ہمیں اس سے بہتر باغ عطا فرما دیجئے۔ اس طرح انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ اللہ جو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اور اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے ان کی توبہ اور احساس ندامت پر انہیں معاف کر دیا اور ان کو اس سے بہتر باغ اور کھیت عطا فرما دیئے۔

ان آیات میں ولید ابن مغیرہ جیسے سرداروں کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد، مال و دولت اور گھر بار پر تکبر، غرور اور ناز نہ کریں۔ اگر ان کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ کا عذاب آ گیا تو جس طرح باغ والے اللہ کے غضب کا شکار ہوئے تھے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ کر لی تو اللہ ان کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنی روش پر قائم رہے تو اس دنیا میں اور آخرت میں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے جو ان کی انتہائی بد نصیبی ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں سامنے آتی ہیں

(۱)۔ اللہ کو احساس ندامت و شرمندگی کے ساتھ سچے دل سے توبہ کرنا بہت پسند ہے۔ اگر ایک آدمی ساری زندگی گناہوں میں ملوث رہا ہے اور ایک دن سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو زندگی بھر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ زندگی کے آخر میں توبہ کر لیں گے ان کی توبہ عام طور پر قبول نہیں کی جاتی اور نہ ان کو توفیق ملتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! گناہوں سے بچو کیونکہ گناہوں کی وجہ سے آدمی اس رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے سورۃ القلم کی مذکورہ آیتوں کی تلاوت فرمائی۔

(۲)۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! یاد رکھو تمہیں بہت کچھ صرف اس لئے دیا جاتا ہے کہ تم نے ضعیفوں اور کمزوروں کی مدد کی تھی۔

(۳)۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ مل رہا ہے وہ ہماری محنتوں کی وجہ سے مل رہا ہے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ جب تم کسی غریب، ضرورت مند اور رشتہ دار کی مدد کرتے ہو تو اللہ تمہارے رزق میں برکت عطا فرماتا ہے لیکن جب ضرورت مندوں

سے ہاتھ کھینچ لیا جاتا ہے تو اللہ کی برکتیں تم سے رخصت ہو جاتی ہیں اور تم بہت سی نعمتوں سے محروم رہ جاتے ہو۔

(۴)۔نیت پر بہت سے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ جب آدمی کی نیت بدل جاتی ہے تو اللہ کے فیصلے بھی بدل جاتے ہیں لہذا اپنی نیت کو صحیح رکھنا چاہیے۔ کہتے ہیں نیت صحیح ہے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ **"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"** یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی جیسی نیت ہوگی اس کا ویسا ہی نتیجہ سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نیتوں کو اور اپنے اعمال کو صحیح کرنے اور سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

**اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾
اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾
اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾
اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ
لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ
فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾**

ترجمہ: آیت نمبر ۳۴ تا ۴۱

یقیناً پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں سے بھر پور جنتیں ہیں۔ کیا ہم فرماں برداروں اور نافرمانوں کو برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ تمہیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تم خواہش کرتے ہو۔ کیا تم نے ہم سے قیامت تک کے لئے قسم لے لی ہے کہ جو تم فیصلہ کر رہے ہو وہی تمہیں ملے گا؟ (اے نبی ﷺ) آپ ان سے پوچھئے کہ ان میں اس طرح کی (غیر ذمہ دارانہ) باتوں کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا انہوں نے اللہ کے ساتھ جنہیں شریک کر رکھا ہے (انہوں نے یہ تجویز

کیا ہے) تو پھر تم اپنے شریک معبودوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

لغات القرآن آیت نمبر ٣٤ تا ٤١

تَدْرُسُوْنَ تم پڑھتے ہو

تَخَیَّرُوْنَ تم پسند کرتے ہو

اَیْمَانٌ قسمیں

تشریح: آیت نمبر ٣٤ تا ٤١

مکہ کے کفار و مشرکین اپنی معمولی دولت اور چھوٹی چھوٹی سرداریوں کی وجہ سے اس طرح غرور و تکبر کے پیکر بنے ہوئے تھے کہ اپنے سوا ہر ایک کو حقیر اور ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار تھے کہ جس طرح وہ اس دنیا میں عیش و آرام سے زندگی گذار رہے ہیں آخرت میں بھی اسی طرح راحت و آرام سے رہیں گے اور ان کے دیوی دیوتا ان کی سفارش کر کے جنت کی راحتوں سے ہم کنار کرا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خوش فہمی میں مبتلا ایسے لوگوں سے فرمایا ہے کہ جنت اور اس کی بھرپور نعمتوں کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں ایمان، عمل صالح، تقویٰ اور پرہیزگاری کو اختیار کر رکھا تھا لیکن جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا اور وہ لوگ جو اس کی ذات اور صفات میں شرک کیا کرتے تھے ان کو جنت کی راحتوں، عیش و آرام کے بجائے جہنم کی اس آگ میں جھلسنا ہوگا جس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے۔

فرمایا کہ یہ بات اللہ کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ فرماں برداروں اور نافرمانوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کر کے ان کا انجام یکساں کر دے۔ بلکہ اس کے عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے۔ فرمایا کہ جو لوگ ایسا سمجھتے یا کہتے ہیں ان کے پاس اپنی بات کو ثابت کرنے کی کیا دلیل ہے؟ کیا ان پر کوئی ایسی کتاب اتاری گئی ہے جسے پڑھ کر یہ ایسی بہکی بہکی نادانی کی باتیں کر رہے ہیں۔ یا اللہ نے ان کے لئے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کیسے ہی اعمال کرتے رہیں مگر جنت کی راحتیں ہر حال میں ان کو دی جائیں گی بہتر ہے کہ ایسے لوگ اپنے خیال کی اصلاح کر لیں اور ایسی غیر ذمہ دارانہ

باتوں سے اپنی دنیا اور آخرت کو برباد نہ کریں۔ آخر وہ کون سے معبود ہیں جو ان کی سفارش کر کے ان کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کر دیں گے۔ اگر وہ اپنے دعوے اور باتوں میں سچے ہیں تو وہ گواہی کے لئے پیش کریں۔

يَوْمَ يُكْشَفُ
عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ
اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا
الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاُمْلِیْ
لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ﴿۴۵﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ
مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ
رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ وقف لازم
لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾
فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ
لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ ع ۲/۱۹/۴

ترجمہ: آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

وہ دن جب پنڈلی کھول دی جائے گی (اللہ تجلی فرمائیں گے) اور لوگوں کو سجدے کی طرف

بلایا جائے گا۔ پھر وہ (کافر) سجدہ نہ کرسکیں گے۔ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ جب انہیں (دنیا میں) سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا (اور نہیں آتے تھے) حالانکہ وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ (اے نبی ﷺ) آپ میرے اور ان لوگوں کے معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ ہم انہیں بہت جلد ایک ایسے عذاب کے قریب لے آئیں گے جس کی انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ (اگرچہ) میں ان کو مہلت (ڈھیل) دے رہا ہوں۔ بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ کیا آپ ان سے (اس تبلیغ دین پر) کوئی اجرت مانگ رہے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا کوئی علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ صبر سے اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے۔ اور آپ مچھلی والے (حضرت یونسؑ) کی طرح نہ ہو جایئے۔ جب انہوں نے اپنے پروردگار کو اس طرح پکارا تھا کہ وہ غم وغصے سے بھرے ہوئے تھے۔ اور اگر اس پروردگار کا کرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد) چٹیل میدان میں پھینک دیئے گئے ہوتے اور ان کا برا حال ہو جاتا۔ پھر ان کے رب نے انہیں نوازا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا۔ اور جب یہ کفار قرآن سنتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تیز تیز نظروں سے آپ کو ڈگمگا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ایک دیوانہ آدمی ہے۔ حالانکہ وہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

یُکْشَفُ	کھول دیا جائے گا
سَاقٌ	پنڈلی
یُدْعَوْنَ	وہ بلائے جائیں گے
خَاشِعَةٌ	جھکنے والی

تَرْهَقُ	وہ ڈھانپ لیتی ہے
سَالِمُوْنَ	صحیح سالم۔ ہٹے کٹے
ذَرْنِیْ	مجھے چھوڑ دو
نَسْتَدْرِجُ	ہم آہستہ آہستہ لئے جاتے ہیں
اُمْلِیْ	میں نے مہلت دی
کَیْدِیْ	میری تدبیر
مَغْرَمٌ	تاوان
مُثْقَلُوْنَ	بوجھ کے نیچے دبے ہوئے
صَاحِبُ الْحُوْتِ	مچھلی والا (حضرت یونسؑ)
مَکْظُوْمٌ	غم میں گھونٹ دیا گیا
اَلْعَرَآءُ	چٹیل میدان
یُزْلِقُوْنَ	وہ جگہ سے ہٹتے ہیں۔ پھسل جاتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۴۲ تا ۵۲

جب کفار و مشرکین اور منافقین کے سامنے رسول اللہ ﷺ کلام اللہ کو پیش کرتے تو وہی مکہ کے لوگ جوان کو صادق و امین کہتے اور ان کی فہم و فراست کے گن گایا کرتے تھے آپ پر طرح طرح کے اعتراض اور طعنے دیتے۔ گستاخی اور جہالت کی انتہا یہ تھی کہ وہ آپ کو دیوانہ تک کہہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی سچائیوں کو ان کے سامنے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ جو نبی ﷺ "خلق عظیم" کے مالک ہیں وہ دیوانے کیسے ہو سکتے ہیں؟ قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ دیوانے نہیں ہیں بلکہ وہ بہت جلد دیکھ لیں گے کہ اللہ کے

نبی کو دیوانہ کہنے والے خود ہی دیوانگی کا شکار تھے۔ فرمایا کہ "یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ" اس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ یعنی جن حقیقتوں پر اب تک غیب کے پردے پڑے ہوئے تھے وہ ساری حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی صورت میں تجلی فرمائیں گے جو اب تک ظاہر نہ ہوئی تھی۔ اس تجلی الٰہی کو دیکھ کر وہ تمام مومن مرد اور مومن عورتیں جو دنیا میں اللہ کے سامنے سجدے کیا کرتے تھے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے لیکن وہ منافقین جو جھوٹے اور دکھاوے کے سجدے کرتے تھے وہ اس سجدے سے محروم رہیں گے۔ وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں گے۔ اہل ایمان کے سجدوں کی قبولیت تو یہ ہوگی کہ اللہ ان کے سجدوں کو قبول و منظور فرمائیں گے اور جو سجدہ نہ کر سکیں گے دہشت اور شرمندگی سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ہر طرف سے ذلت و رسوائی اور عذاب کا خوف مسلط ہوگا۔ یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ دنیا میں جب ان کو اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کی طرف بلایا جاتا تھا تو صحت و تندرستی کے باوجود وہ سجدہ کرنے سے گریز کیا کرتے تھے اور دنیا دکھاوے کے لئے سجدہ کر لیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی! آپ پوری طرح سے اللہ پر بھروسہ کیجئے اور جو لوگ میرے کلام کو جھٹلا رہے ہیں ان سے میں خود ہی نبٹ لوں گا اور ان کو میں اس طرح ان کی تباہی و بربادی کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو خبر تک نہ ہوگی۔ میں ان کی رسی دراز کر کے ڈھیل دیتا چلا جاؤں گا اور ایک دن ان کو پکڑ کر سخت سزا دوں گا اور میری اس تدبیر کی ان کو ہوا تک نہ لگے گی کیونکہ میری تدبیر زبردست تدبیر ہوا کرتی ہے۔ فرمایا کہ جب آپ ان کفار و مشرکین اور منافقین کو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں تو وہ آپ کا احسان ماننے کے بجائے یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے آپ ان سے کسی ایسی اجرت کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس کے بوجھ تلے یہ دبے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے بالکل واضح طریقے پر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ دین پر کوئی اجرت اور معاوضہ تو نہیں مانگ رہا ہوں کہ جس کے نیچے تم دبے جا رہے ہو۔ اور ان سے پوچھئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی غیب کا علم ہے جس کی تمہیں خبر ہے کہ تمہارے ساتھ بہترین معاملہ کیا جائے گا؟

نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ صبر و تحمل سے کام لیجئے اور اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے پیغمبر یعنی حضرت یونسؑ کی طرح فیصلے میں جلدی نہ کیجئے کہ جس طرح انہوں نے اپنی قوم کی نافرمانیوں سے تنگ آ کر اپنے پروردگار سے عرض کیا الٰہی! یہ قوم توبہ کے لئے تیار نہیں ہے آپ اپنا فیصلہ فرما دیجئے (یعنی عذاب بھیج دیجئے) وہ اس وقت شدید کرب اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے چنانچہ اللہ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا وعدہ کر لیا۔

جب حضرت یونسؑ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب اس قوم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے تو آپ اللہ کی اجازت کے بغیر وہاں سے چل دیئے حالانکہ انہیں اشارہ الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ وہاں سے چل کر وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی والوں نے

کسی وجہ سے ان کو پانی میں پھینک دیا۔ ادھر اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ جب وہ مچھلی کے پیٹ میں اللہ سے فریاد کرنے لگے تو اس مچھلی نے ان کو ایک کنارے پر اگل دیا۔ اس کنارے اور چٹیل میدان میں اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔ شدید تکلیفیں اٹھائیں ان کی قوم نے توبہ کر لی اور حضرت یونسؑ پھر اپنی قوم میں پہنچ گئے اور اس طرح اللہ نے ان کی دستگیری فرمائی۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنی قوم کی نافرمانیوں سے مایوس نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ خود ہی آپ کی دستگیری فرمائیں گے۔

اس سورت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے اس طعنے کا ذکر کیا تھا جو آپ کو دیوانہ کہتے تھے۔ اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ پھر آپ کو ان کے طعنوں پر تسلی دی ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب یہ کفار قرآن کریم کو سنتے ہیں تو وہ آپ کو ایسی تیز اور غضب ناک آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جیسے وہ اپنی تیز نظروں سے آپ کو راہ مستقیم سے ڈگمگا دیں گے اور وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ ان کی باتیں نہ سنو یہ تو دیوانے کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سنو! یہ اللہ کا کلام ہے جو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے لیکن بدقسمت لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس پیغام حق کے لئے رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں لیکن ان کو اس میں کامیابی نہ ہوگی بلکہ یہ پیغام حق ساری دنیا تک پہنچ کر رہے گا۔

ان آیات پر سورۃ القلم کو ختم کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت نصیب فرمائے اور ہمیں اس پیغام حق کو ساری دنیا تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورة نمبر ٦٩

الحَآقَّة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الحاقہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	69
کل رکوع	2
آیات	52
الفاظ وکلمات	260
حروف	1134
مقام نزول	مکہ مکرمہ

''الحاقہ'' واقع ہونے والی وہ قیامت جب بلند و بالا اور مضبوط پہاڑ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور پورے نظام کائنات کو الٹ کر رکھ دیا جائے گا۔

''آخرت'' وہ حقیقی دن جب میدان حشر قائم ہوگا اور اس میں ہر شخص کو حاضر ہو کر اللہ کی عدالت میں اپنی زندگی بھر کے کیے ہوئے کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا جن کے اعمال بہتر ہوں گے وہ اپنا نامہ اعمال خوشی اور مسرت کے ساتھ ایک دوسرے کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اور جن کے اعمال نامے خراب ہوں گے وہ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ کہتے ہوں گے کاش یہ دن دیکھنے سے پہلے ہی مٹی ہو گئے ہوتے وہ اپنی بد نصیبی پر رنج وغم میں مبتلا ہوں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ قیامت، آخرت اور رسولوں کی لائی ہوئی تعلیمات کے منکر ہوتے ہیں ان کو اسی دنیا میں قیامت کی تباہ کاریاں دکھا دی جاتی ہیں چنانچہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون اور قوم لوط جو دنیاوی اعتبار سے نہایت مضبوط اور خوش حال قومیں تھیں جب انہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو پھر ان پر شدید ترین عذاب آئے۔ کوئی طاقت وقوت ان کے کام نہ آسکی اور آج ان کے کھنڈرات اس کے گواہ ہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی باقی نہیں رکھا گیا اور دنیا سے ان کا وجود مٹا دیا گیا۔ ایسے نافرمانوں کو آخرت میں اس سے بھی شدید عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے پہلے ہی سے آگاہ کرنے والا کلام اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیج دیا ہے وہ ایسا کلام ہے جو نہ تو کسی شاعر کا قول ہے اور نہ کسی کاہن کا بلکہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے جو ایک مقدس فرشتے کے ذریعہ پہنچایا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ کے اس کلام پر عمل کریں گے ان کو دنیا اور آخرت میں بلندی اور نجات ملے گی اور اگر نافرمانی کے طریقے اختیار کیے گئے تو اللہ کا دستور یہی ہے کہ وہ ظالموں کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں ان کا بد ترین ٹھکانا دکھا دیا کرتا ہے۔

فرمایا کہ جب قوم عاد اور قوم ثمود نے قیامت، آخرت، رسول اور اس کے لائے ہوئے کلام کو جھٹلایا تو ایک سخت اور دہشت ناک چنگھاڑ کے ذریعہ ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ قوم عاد جن کو اپنی طاقت اور مال و دولت پر بڑا ناز تھا ان کو شدید طوفانی آندھیوں سے تباہ کیا گیا۔ ان پر مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک اس طرح طوفان مسلط کیا گیا کہ وہ طوفانی ہوائیں ان کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پٹک رہی تھیں کہ ان کے وجود کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آتے تھے اور آج ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا ہے۔ قوم ثمود کو ایک زبردست اور زوردار دھماکے سے تباہ کیا گیا۔ فرمایا کہ قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح جس قوم نے بھی اللہ کی بھیجی ہوئی سچائی کو جھٹلایا اس کا یہی انجام ہوا۔ چنانچہ قوم فرعون، اس سے پہلے منکرین اور قوم لوط جن کی بستیوں کو الٹ کر پھینک دیا گیا تھا سب کو نافرمانی کی سخت سزا دی گئی اور ان کو سختی سے پکڑا گیا۔ فرمایا کہ طوفان نوح کے موقع پر اللہ نے اپنے فرمانبرداروں کو کشتی میں سوار کرا کے بچا لیا تا کہ اس واقعہ سے ہر شخص عبرت حاصل کر سکے۔ اس کو ایک یادگار بنایا گیا تا کہ یاد رکھنے والے کان اس کو محفوظ کر لیں۔ فرمایا کہ میدان حشر میں جب اچھے یا برے اعمال نامے ہر شخص کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے تو ان لوگوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ ہوگا جنہوں نے نیک اعمال کیے تھے لیکن برے اعمال والے لوگ جو حسرت اور افسوس کرتے ہوئے ہوں گے ان کے لیے اللہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو پکڑو، ان کی گردنوں میں طوق ڈالو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر جھونک دو اور انہیں ستر ہاتھ لمبی زنجیروں میں جکڑ دو کیونکہ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جو دنیا میں نہ تو اللہ پر ایمان لائے اور نہ انہوں نے کسی غریب اور محتاج کو سہارا دیا۔ آج ان کا کوئی جگری اور گہرا دوست ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ان کا آج کھانا بھی زخموں کی پیپ (دھوون) کے سوا کچھ نہیں ہے جو ایسے منکرین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھا کر جو آدمی کو نظر آتی ہیں یا نظر نہیں آتیں فرمایا ہے کہ یہ کلام یعنی (قرآن مجید) ایک معزز اور ایک بزرگی والے فرشتے کے ذریعہ بھیجا گیا کلام الٰہی ہے۔ یہ کسی شاعر یا کاہن کی باتیں اور کلام نہیں ہے۔ نہ اس کو ہمارے رسول نے خود سے گھڑ کر ہماری طرف منسوب کیا ہے بلکہ اللہ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اگر اس کلام کو نبی گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جان کو کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ یہ قرآن کریم ان لوگوں کے دھیان دینے کی چیز ہے جو اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے اس کلام کو وہی لوگ جھٹلاتے ہیں جن کا مزاج ہی کفر و انکار بن چکا ہے جو آخر کار ان کافروں کے لیے حسرت و افسوس کا ذریعہ بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ یہ ہمارا کلام بالکل سچا کلام ہے یعنی اس کی سچائی دنیا پر کھل کر رہے گی۔ آپ ﷺ اللہ کا دین پہنچانے کی جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ کرتے رہیے اور اپنے رب عظیم کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے رہیے۔

سُورَةُ الحَاقَّةِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الۡحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾
كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَعَادٌۢ بِالۡقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا
بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ﴿۶﴾
سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ
فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى ۙ كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ ۚ﴿۷﴾
فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

وہ ’’حاقہ‘‘ (ضرور واقع ہونے والی) اور کیا ہے وہ حاقہ؟ اور اے نبی ﷺ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ’’حاقہ‘‘ کیا ہے؟ جب قوم ثمود اور قوم عاد نے اس تباہ و برباد کرنے والی آفت (قیامت) کا انکار کیا تو ثمود ایک خوفناک آواز سے تباہ کر دیئے گئے۔ اور عاد تند و تیز ہوا (زبردست آندھی) کے ذریعہ ہلاک کئے گئے۔ جو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار مسلط رہی۔ اور (اے مخاطب) تو ان لوگوں کو دیکھتا کہ وہ ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے (اے مخاطب) اب کیا ان میں سے کوئی بھی بچا ہوا نظر آتا ہے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلْحَآقَّۃُ	سچ مچ ہونے والی۔ یقینی
اَلْقَارِعَۃُ	کوٹنے والی
اُهْلِكُوْا	ہلاک کئے گئے
اَلطَّاغِيَۃُ	زلزلہ
صَرْصَرٌ	زبردست آندھی
عَاتِيَۃٌ	قابو سے باہر
سَبْعَ لَيَالٍ	سات رات
ثَمٰنِيَۃَ اَيَّامٍ	آٹھ دن
حُسُوْمًا	متواتر۔ مسلسل
صَرْعٰى	اوندھے پڑے ہوئے
اَعْجَازُ نَخْلٍ	تنے کھجور کے
خَاوِيَۃٌ	کھوکھلے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آئے ہیں ''حاقہ'' بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ قیامت کفار کے لئے ایک ہولناک دن بھی ہے اس لئے اس کی طرف پوری توجہ دلانے کے لئے سوالیہ انداز اختیار فرمایا۔ حاقہ ایک ایسی سچائی ہے جس کا آنا اور واقع ہونا یقینی ہے۔ قیامت کے دن پر یقین رکھنے والا ذہنی پستی، اخلاقی بگاڑ اور گناہوں کی دلدل میں نہیں پھنس سکتا۔ آخرت کا یقین، انسان کے کردار کی بلندی اور اس کی نجات کی ضمانت ہے۔ جس قوم نے بھی آخرت اور قیامت کا انکار کیا اس نے اپنی دنیا کو اپنے ہاتھوں برباد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بہت زبردست اور ترقی یافتہ قوموں قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر

کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے جب اللہ و رسول اور آخرت کو جھٹلایا اور نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو ان پر اس طرح عذاب آیا کہ آج وہ صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں۔

قوم عاد جس نے دنیا پر سیکڑوں سال بڑی شان سے حکومت کی۔ ہر طرف خوش حالی، سرسبزی و شادابی، تجارتی پھیلاؤ، مال و دولت کی ریل پیل، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال، اعلیٰ ترین رہائش گاہیں تھیں ان چیزوں نے انہیں غرور و تکبر کا مجسمہ بنا کر رکھ دیا تھا وہ کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔ لیکن ان کی ذہنی پستی اور کفر و شرک کا یہ حال تھا کہ وہ بے حقیقت معبودوں کو اپنا مشکل کشا مان کر ان کے سامنے جھک کر اپنی مرادوں کو مانگتے تھے۔ عیاشی اور گناہوں کی زندگی اختیار کرنے کی وجہ سے وہ اخلاقی بگاڑ کی انتہاؤں تک پہنچ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبر حضرت ہودؑ کو بھیجا۔ جنہوں نے غرور و تکبر اور گناہوں میں مبتلا قوم کو بتایا کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اللہ رب العالمین کی ہے۔ وہی اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا اور واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب اس پورے جہان کو توڑ دیا جائے گا اور پھر میدان حشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ حضرت ہودؑ کی باتیں سن کر وہ مذاق اڑاتے اور ان کی اطاعت سے انکار کرتے۔ ان کو طرح طرح سے ستاتے۔ جب اس قوم نے نافرمانی کی انتہا کر دی تب اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ سات رات اور آٹھ دن تک ایسی زبردست طوفانی ہوائیں بھیجیں جن سے ان کی بنیادوں کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔ اس قوم اور اس کی ترقیات کو اس طرح مٹا دیا گیا کہ پھر کوئی چیز باقی نہ بچ سکی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بدھ کے دن سے اگلے بدھ کی شام تک ایک مسلسل طوفان تھا جس نے ان کے مکانات اور ترقیات کو ریزہ ریزہ کر دیا اور کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح ان کی لاشیں ہر طرف بکھری ہوئی تھیں۔

اسی طرح قوم ثمود جنہوں نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اس زمانہ میں بیس بیس منزلہ عمارتیں بنائیں جس زمانہ میں دو منزلہ مکان بنانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے دنیاوی اسباب اور تہذیب و تمدن کے بنانے میں زبردست محنتیں کیں لیکن وہ قوم بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو کر آخرت کے ہر تصور سے محروم تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے اللہ نے حضرت صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے دن رات اس قوم کو سمجھایا مگر وہ کھلی آنکھوں سے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ جب حضرت صالحؑ کو اور آخرت کو جھٹلایا تو قوم ثمود کو تیز بارشوں، ہیبت ناک کڑک اور زلزلے سے تباہ و برباد کر دیا گیا۔

اللہ کا نظام اور دستور یہ ہے کہ جو بھی اللہ و رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ دنیاوی طاقت و قوت میں کتنی بھی ترقی کیوں نہ کرلے آخر کار اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے اور جو اللہ پر اس کے رسول پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتا ہے اور آخرت پر اس کا یقین ہے تو اللہ اس کو دنیا میں سربلندی اور آخرت میں نجات کی خوش خبری عطا فرماتا ہے۔

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ
وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ
فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ
فِى الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾
فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ
الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ ﴿١٥﴾
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۗ
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۗ ﴿١٧﴾
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ
كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ ﴿١٩﴾ اِنِّىْ
ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ ﴿٢١﴾
فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ ﴿٢٢﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾ وَاَمَّا مَنْ
اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ ﴿٢٥﴾
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ ﴿٢٧﴾ مَآ

اَغۡنٰى عَنِّىۡ مَالِيَهۡ ۚ‏ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىۡ سُلۡطٰنِيَهۡ ۚ‏ ﴿۲۹﴾ خُذُوۡهُ
فَغُلُّوۡهُ ۙ‏ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الۡجَحِيۡمَ صَلُّوۡهُ ۙ‏ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِىۡ سِلۡسِلَةٍ ذَرۡعُهَا
سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُكُوۡهُ ؕ‏ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤۡمِنُ
بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ ۙ‏ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ؕ‏ ﴿۳۴﴾
فَلَيۡسَ لَهُ الۡيَوۡمَ هٰهُنَا حَمِيۡمٌ ۙ‏ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ
غِسۡلِيۡنٍ ۙ‏ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاۡكُلُهٗۤ اِلَّا الۡخٰطِئُوۡنَ ﴿۳۷﴾ ع ۱ ۴۷ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۹ تا ۳۷

فرعون اور اس سے پہلے الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والوں (قوم لوطؑ) نے بھی بڑے بڑے گناہ کئے تھے انہوں نے اپنے اس رسول کی نافرمانی کی جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے آیا تھا۔ پھر اس (اللہ) نے ان کو بڑی سختی سے پکڑا۔ اور ہم نے جب (طوفان نوح کے وقت) پانی کو حد سے اونچا کیا تو تمہیں کشتی میں سوار کرایا تا کہ اس بات کو تمہارے لئے اور کان رکھنے والوں کے لئے (عبرت و نصیحت کے لئے) نشانی بنادیں۔ پھر جب صور میں ایک دم پھونک ماری جائے گی اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں وہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو پھر واقع ہونے والی چیز اس دن واقع ہو جائے گی۔ اور اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور وہ بہت ہی کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے۔ اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم (اپنے رب کے سامنے) پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی بات اس سے چھپی نہ رہے گی۔ جس شخص کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ آؤ دیکھو میرا نامہ اعمال پڑھو۔ (وہ خوشی سے کہے گا کہ) مجھے اس بات کا یقین تھا کہ مجھے میرا احساب پیش آنے والا ہے۔ وہ بلند و بالا جنت میں اپنی من پسند زندگی گذارتا ہوگا جن کے پھلوں کے گچھے (جنتیوں کی طرف) جھکے ہوئے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) خوب

خوشی سے کھاؤ پیو۔ یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم گذشتہ دنوں میں کیا کرتے تھے۔ اور جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (نہایت شرمندگی سے کہے گا کہ) کاش میرا اعمال نامہ مجھے دیا ہی نہ گیا ہوتا۔ اور مجھے خبر نہ تھی کہ میرا حساب بھی ہوگا۔ اے کاش کہ وہ پہلی موت ہی آخری فیصلہ کن موت ہوتی۔ میرا مال بھی میرے کچھ کام نہ آسکا۔ میری عزت بھی گئی اور میرا وقار بھی رخصت ہوا۔ حکم ہوگا اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور پھر اس کو جہنم میں جھونک دو۔ پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ بے شک اس اللہ پر ایمان نہ رکھتا تھا جو برتر و اعلیٰ ہے۔ اور یہ کسی محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب تک نہ دیتا تھا۔ پھر آج کے دن اس کی ہمدردی کرنے والا کوئی دوست تک نہیں ہے اور اس کو سوائے زخموں کے دھوون کے اور کوئی کھانا بھی میسر نہ ہوگا جسے بڑے گناہ گاروں کے سوا اور کوئی نہ کھائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۹ تا ۳۷

اَلْمُؤْ تَفِكٰتُ	الٹی ہوئی بستیاں (قوم لوط کی بستیاں)
رَابِيَةٌ	سخت
طَغَا الْمَاءُ	پانی نے جوش مارا۔ پانی کھولنے لگا
اَلْجَارِيَةُ	چلنے والی (کشتی)
تَعِيَ	محفوظ رکھا
وَاعِيَةٌ	حفاظت سے رکھنا
دُكَّتَا	کوٹ دیا جائے گا
وَاهِيَةٌ	کمزور۔ بے جان
اَرْجَاءٌ (رَجَاءٌ)	کنارے
هَآؤُمُ	آؤ (دیکھو) لو

ظَنَنْتُ	میں نے خیال رکھا تھا
اَنِّیْ مُلٰقٍ	بے شک میں ملنے والا ہوں
عِيْشَةٌ رَّاضِيَةٌ	من پسند زندگی کا عیش
عَالِيَةٌ	اونچی۔ بلند
قُطُوْفُ	پھل۔ میوے
دَانِيَةٌ	قریب
لَمْ اُوْتَ	نہ دیا گیا ہوتا
اَلْقَاضِيَةُ	فیصلہ کرنے والی
غُلُّوْا	طوق ڈالو
صَلُّوْهُ	اس کو ڈال دو
سِلْسِلَةٌ	زنجیریں
ذَرْعٌ	لمبائی
سَبْعُوْنَ	ستر
اُسْلُكُوْ	جکڑ لو
لَا يَحُضُّ	آمادہ نہ کرتا تھا
حَمِيْمٌ	جگری دوست۔ حمایتی
غِسْلِيْنَ	زخموں کا دھوون
اَلْخَاطِئُوْنَ	خطا کرنے والے

تشریح: آیت نمبر ۹ تا ۳۷

اس سے پہلی آیات میں قوم عاد اور قوم ثمود جیسی عظیم ترقی یافتہ قوموں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے جو عذاب دیا گیا اس کا ذکر کرنے کے بعد طوفان نوح اور ان بستیوں کا ذکر فرمایا جن کو الٹ کر تہس نہس کیا گیا تھا۔ ان قوموں کی بربادیوں کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت اللہ رب العالمین کی ہے وہی قادر مطلق اور مالک و مختار ہے۔ اگر وہ زبردست ترقی یافتہ قوموں کو تباہ و برباد کر سکتا ہے تو وہ اس پوری کائنات کو بھی ختم کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جب اللہ چاہے گا تو پورے نظام کائنات کو الٹ کر رکھ دے گا۔ چنانچہ جب اللہ کے حکم سے پہلی مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو زمین و آسمان اور اس کے درمیان بسنے والی ساری مخلوق، دریا، پہاڑ، سمندر، چاند اور سورج ستارے اور ہر چیز ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اس وقت اللہ کی ہیبت و جلال سے اس کے عرش کو چار کے بجائے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ چونکہ اللہ جسم اور جسمانیت سے پاک ہے اس لئے عرش الٰہی کے اٹھائے جانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور عرش الٰہی کے سوا کوئی چیز بھی باقی نہ بچے گی۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو ساری مخلوق دوبارہ پیدا کر دی جائے گی یہی ''حاقہ'' کا دن ہے جب سب کو اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو کر زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا اور اس دن کوئی بات چھپی نہ رہ سکے گی بلکہ سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے فرمایا کہ ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیدیا جائے گا۔ جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ ہوگا وہ ہر ایک سے کہے گا کہ آؤ میرے اعمال نامے کو دیکھو۔ وہ خوشی سے کہے گا کہ مجھے یقین تھا کہ میں نوازا جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنی من پسند زندگی گذارے گا۔ بلند و بالا جنتیں ہوں گی، درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کے گچھے جنتیوں کی طرف اس طرح جھکے ہوئے ہوں گے کہ ان کے پھلوں کو توڑ کر کھانے میں کوئی محنت اور مشقت نہ اٹھانا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا جائے گا کہ آج کے دن خوب کھاؤ پیو، عیش و آرام کی زندگی گذارو۔ یہ سب کچھ تمہارے ان نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو تم اس سے پہلے دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اور جن بدنصیبوں کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اس کو پڑھ کر شرمندگی اور افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ کاش یہ نامہ اعمال ہمیں دیا ہی نہ گیا ہوتا مجھے تو اس کا احساس تک نہ تھا کہ میرا حساب بھی لیا جائے گا۔ کاش میں پہلی موت کے ساتھ ہی مٹ گیا ہوتا۔ ہائے افسوس میرا مال بھی میرے کام نہ آسکا۔ میری عزت بھی گئی اور میرا وقار بھی رخصت ہو گیا۔ اس گناہ گار کے اس اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو پکڑو۔ اس کے گلے میں طوق ڈالو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر اس میں جھونک دو۔ اور اس کو ایسی زنجیر میں جکڑ دو جو ستر ہاتھ لمبی ہو۔ فرمایا جائے گا کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ پر جو سب سے برتر و اعلیٰ ہے ایمان نہ رکھتا تھا۔ اسے اتنی بھی توفیق نہیں تھی کہ وہ کسی غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب ہی دے دیتا۔ آج کے دن کوئی ایک شخص بھی تو ایسا نہیں ہے جو اس کے ساتھ ہمدردی کر سکے۔ اب اس کا انجام یہ ہے کہ اس کو زخموں کے دھوون کے سوا اور کوئی چیز بھی کھانے کے لئے دستیاب اور میسر نہ ہوگی۔ ان گناہ گاروں کو اس کے علاوہ کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا
تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ
كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ
لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ
رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا
مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾
وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾
وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ع ۵ ۲ ۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۸ تا ۵۲

پھر میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جنہیں تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے کہ بے شک یہ قرآن (اللہ کی طرف سے) ایک معزز فرشتے (جبرئیل) کا لایا ہوا ہے۔ یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ مگر تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم میں سے بہت تھوڑے لوگ ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور اگر یہ پیغمبر (غلطی سے) اپنی طرف سے اس کو گھڑ کر لاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگ جان کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ بلاشبہ یہ قرآن اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اس قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ مگر بے شک یہ قرآن کفار کے لئے (سوائے حسرت وندامت کے (اور کچھ نہیں) اور بلاشبہ یہ قرآن سراسر حق اور سچ ہے۔ تو (اے نبی ﷺ) آپ اپنے بزرگ و برتر اللہ کی تسبیح کرتے رہیے۔

تشریح: آیت نمبر ۳۸ تا ۵۲

سورۃ الحاقہ کو اس مضمون پر مکمل فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن کریم جو ایک معزز فرشتے حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بھیجا گیا ہے وہ برحق اور سچ ہے اور اللہ کا وہ کلام ہے جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور جزا و سزا کے احکامات کو بیان کیا گیا ہے۔ کفار مکہ نبی کریم ﷺ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ قرآن مجید کو آپ نے خود سے بنا کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے یا کسی سے سن کر یا پڑھ کر بیان کر دیا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے اللہ نے اپنی اس ساری مخلوق کی جو نظر آتی ہے یا نظر نہیں آتی یا وہ حالات جو گذر چکے ہیں اور آئندہ پیش آنے والے ہیں ان سب کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے یہ کسی شاعر کا خیال یا غیب کی جھوٹی خبریں دینے والے کسی کاہن کا خود ساختہ کلام نہیں ہے۔ اول تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی شخص یا خود نبی کریم ﷺ اس کلام کو خود سے بنا لیتے یا گھڑ کر بیان کر دیتے لیکن اگر فرض کر لیا جائے کہ ایسا ہوتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر یعنی پوری طرح قابو پا کر اس کی رگ جاں کو کاٹ ڈالتے۔ اور پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جن لوگوں میں ضد اور ہٹ دھرمی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور وہ اللہ سے نہیں ڈرتے وہ ان دلیلوں کو سننے کے باوجود بھی اللہ کے کلام کا انکار کرتے رہیں گے۔ دنیا کی زندگی اور قیامت میں ان کے لئے سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ لیکن اس قرآن کی سچائی اور عظمت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ یہ قرآن تو درحقیقت ان کے لئے نصیحت ہے جن میں ضد اور ہٹ دھرمی نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں یا وہ لوگ جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے مشن اور عظیم مقصد کو جاری رکھئے۔ ان گمراہوں، ظالموں اور اللہ سے نہ ڈرنے والوں کی پرواہ نہ کیجئے آپ صبح و شام اور ہر آن اللہ کی حمد و ثنا کیجئے۔ یہی چیز آپ کو کامیاب کر دے گی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارك الذی

سورة نمبر ۷۰

المعارج

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المعارج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	70
کل رکوع	2
آیات	44
الفاظ وکلمات	241
حروف	1095
مقام نزول	مکہ مکرمہ

جب نبی کریم ﷺ قیامت، آخرت، جنت اور جہنم کا ذکر فرماتے تو کفار مکہ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ وہ قیامت جس کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور وہ عذاب جو نازل کیا جاسکتا ہے آخر اس کے آنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اس جگہ کافروں میں سے ایک خاص آدمی کا ذکر کیا گیا ہے جو مال و دولت، اپنے بیٹوں، بھائیوں، دوستوں اور خاندان کے افراد کی کثرت پر ناز کرتے ہوئے ایک دن یہاں تک کہہ بیٹھا ''الٰہی! اگر یہ حق تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر شدید عذاب کو لے آ۔'' مفسرین نے اس کا نام نضر ابن حارث ابن کلدہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار اور اس خاص شخص کا ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ مانگنے والا ایک ایسی چیز کو مانگ رہا ہے جو بہت جلد واقع ہونے والی ہے لیکن جب وہ دن آئے گا تو کافروں کے لیے بدترین اور سخت ترین دن ہوگا جو کسی کے ٹالنے سے ٹل نہ سکے گا۔ یہ اعلان اس ذات کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں کا مالک ہے۔ فرشتے اور جبرئیل امین بھی اللہ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اس دن کی مقدار و مسافت پچاس ہزار سال ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان کی غلط سلط، بے ہودہ باتوں پر صبر کیجیے اور صبر بھی وہ صبر جس میں کسی قسم کا شکوہ اور شکایت نہ ہو۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب ان جیسے لوگ اپنے انجام کو دیکھ لیں گے۔ فرمایا کہ یہ لوگ جس قیامت کے دن کو بہت دور کی چیز سمجھ رہے ہیں ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس دن آسمان تیل کی تلچھٹ جیسا اور پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی روئی جیسے ہو جائیں گے۔ کوئی جگری اور گہرا دوست بھی دوسرے گہرے دوست کو نہ پوچھے گا حالانکہ ان کا آمنا سامنا بھی ہوگا۔ اس دن مجرم عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے اپنی اولاد، بیوی، بھائی اور کنبہ کے وہ لوگ جن میں رہا کرتا تھا ان کو اور روئے زمین کی ہر چیز کو دے کر اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن وہ بھی اس عذاب سے نہ بچ سکے گا۔ اس کو ایسی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کی کھال تک کھینچ لے گی اور وہ جہنم ہر اس شخص کے لیے ہے جس نے حق سے منہ موڑا ہوگا اور مال کو اٹھا اٹھا کر رکھتا اور

جمع کرتا ہوگا۔ وہ شخص جس کا یہ حال ہے کہ جب کوئی مصیبت اس کو گھیر لیتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اسے خوشحالی مل جاتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے لگتا ہے۔ لیکن وہ لوگ اس دن اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے جو۔۔۔

(۱) ہمیشہ نمازوں کی پابندی اور اہتمام کرتے ہیں

(۲) جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی سب کا حق ہوتا ہے یعنی کوئی محروم نہیں رہتا

(۳) جو قیامت کے دن کو برحق ماننے کا اعتقاد رکھتے ہیں

(۴) جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں

(۵) جو لوگ اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا ہر جگہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

(۶) جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں

(۷) جو اپنے ہر وعدے کو پورا کرتے ہیں

(۸) جو اپنی نمازوں کی تمام شرائط اور آداب کا لحاظ کر کے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان سب لوگوں کو پورے اعزاز و اکرام سے جنتوں میں رہنے کا حکم دیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ منکرین دائیں اور بائیں سے جو اسلام کا مذاق اڑانے گروہ در گروہ چلے آرہے ہیں ان کا گمان یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نعمت بھری جنتوں میں پہنچ جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کو ہم نے جس چیز سے پیدا کیا ہے یعنی ایک حقیر نطفہ سے۔ مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم ہم اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں۔ یہ ہمیں ہرا نہیں سکتے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو بے ہودہ باتوں اور مشغلوں میں لگا رہنے دیجیے۔ وہ وقت دور نہیں ہے یہ اس قیامت کے دن میں پہنچ جائیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑ رہے ہوں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں۔ اس دن ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوں گی۔ اسی دن کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

سورة المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍۙ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ
لَهٗ دَافِعٌۙ ② مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِؕ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ
الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍۚ ④
فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ⑤ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًاۙ ⑥ وَّنَرٰىهُ
قَرِيْبًاؕ ⑦ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِۙ ⑧ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ
كَالْعِهْنِۙ ⑨ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًاۚۖ ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْؕ يَوَدُّ
الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِۙ ⑪ وَ
صَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِۙ ⑫ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُـْٔوِيْهِۙ ⑬ وَمَنْ فِى
الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِۙ ⑭ كَلَّاؕ اِنَّهَا لَظٰىۙ ⑮ نَزَّاعَةً
لِّلشَّوٰىۚۖ ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰىۙ ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ⑱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

مانگنے والے نے اس عذاب کو مانگا جو (کافروں پر) واقع ہونے والا ہے۔ کافروں سے اس عذاب کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ (عذاب) اس کی طرف سے ہوگا جو بلند درجات رکھنے والا ہے۔ اس کے فرشتے اور روح (جبرئیل امین) اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے

ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔(اے نبی ﷺ) آپ صبر کیجئے اور صبر جمیل بھی (جس میں شکوہ نہ ہو)۔

(بے شک وہ کفار) اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھ رہے ہیں۔اس دن آسمان تانبے کی طرح پگھلا ہوا ہوگا۔اور پہاڑ رنگین (دھنکی ہوئی) اون کی طرح ہو جائیں گے۔ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم (گناہ گار) اس دن تمنا کریں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی اور بھائی کو، اپنے اس کنبے اور برادری کے لوگوں کو جن میں وہ رہا کرتے تھے اور زمین کے سب لوگوں کو اپنے فدیہ میں دے دیں تا کہ وہ نجات حاصل کرسکیں۔ایسا ہرگز نہ ہوگا۔بے شک وہ (جہنم) شعلہ مارتی ہوئی ایسی آگ ہوگی جو جسم کی کھال کھینچنے والی ہوگی۔وہ ہر (اس شخص کو اپنی طرف) بلاتی ہوگی جس نے سچائیوں سے منہ اور پیٹھ کو موڑا ہوگا اور جس نے مال جمع کیا ہوگا اور اس کو محفوظ جگہ رکھتا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۸

سَالَ	سوال کیا۔مانگا
ذِی الْمَعَارِجِ	زینوں والا
خَمْسِیْنَ اَلْفَ	پچاس ہزار
اَلْمُهْلُ	پگھلا ہوا تانبہ
اَلْعِهْنُ	دھنکی ہوئی روئی
فَصِیْلَةٌ	کنبہ۔خاندان
تُؤْوِیْ	وہ رہتا ہے
لَظٰی	بھڑکتی آگ
نَزَّاعَةٌ	کھینچنے والی

اَلشَّوٰی	کھال اور اس کا ٹکڑا
اَوْعٰی	سنبھال کر رکھتا ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۸

کفار مکہ اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی مانگنے کے بجائے اس کے عذاب اور قیامت آنے کی جلدی کیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اس عذاب اور قیامت کا سوال کریں یا نہ کریں وہ تو بہر حال اپنے وقت پر واقع ہو کر رہے گی اور جب قیامت کے دن کفار و مشرکین پر عذاب آئے گا تو وہ اس قدر بھیانک اور سخت عذاب ہوگا جس کو ساری دنیا مل کر بھی نہ ٹال سکے گی کیونکہ یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہوگا جو بلند و برتر درجات رکھنے والا ہے۔ جس کی قدرت و طاقت اتنی زبردست ہے کہ جب دنیا کے پچاس ہزار سال گذرتے ہیں تو اس کا ایک دن گذرتا ہے لیکن اس کے فرشتے اور جبرئیل امین ایک لمحہ میں اس کی بارگاہ میں پہنچ کر ہر شخص کے تمام نامہ اعمال اللہ تک پہنچاتے ہیں اور اسی طرح اس کے احکامات کو دنیا میں آ کر نافذ کرتے ہیں۔ یہی اس کا نظام کائنات ہے ویسے اللہ کا علم کسی ذریعہ کا محتاج نہیں ہے اسے درخت سے گرنے والے ایک ایک پتہ کا بھی علم ہر آن حاصل ہے۔ وہی عالم الغیب و الشھادہ ہے یعنی ہر کھلے چھپے کا اس کو پوری طرح علم ہے۔

یہ آیات اپنے معانی کے لحاظ سے عام ہیں لیکن مفسرین نے ان آیات کی تشریح میں نضر ابن حارث ابن کلدہ کی اس بات کا ذکر کیا ہے جو اس نے کہی تھی۔ سورۃ الانفال آیت نمبر ۳۲ میں اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”الٰہی! (یہ نبی ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں) اگر وہ حق ہے اور آپ کی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر دردناک عذاب کو لے آیئے۔ اسی طرح کا مطالبہ سورۂ یونس، سورۃ الانبیاء، سورۃ النحل، سورۂ سبا، سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک میں بھی کفار کی طرف سے کیا گیا ہے۔ یعنی ہم تو یہ سن سن کر تنگ آ چکے ہیں کہ اگر ہم نے اللہ کا حکم نہ مانا تو ہم پر عذاب آ جائے گا یا قیامت ٹوٹ پڑے گی وہ کہتے تھے کہ اگر عذاب یا قیامت کو آنا ہے تو اس کو آ جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کب آئے گی اس کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے البتہ ان کفار کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ جب وہ قیامت آئے گی تو اس وقت ان کفار و مشرکین سے عذاب کو ٹالنے والا کوئی نہ ہوگا۔ قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہوگا آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ بڑے بڑے پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔ پورے نظام کائنات کو توڑ کر درہم برہم کر دیا جائے گا۔ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آ سکے گا۔ ہر شخص کے عزیز رشتہ دار اور گہرے دوست ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے لیکن ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ شعلے برساتی جہنم اور عذاب کو دیکھیں گے اور جہنم کی آگ ان کی کھال تک کھینچ لے گی اس وقت یہ کہہ

اٹھیں گے الٰہی! ہمارے بیٹے، بیوی، خاندان اور برادری والے جن کے درمیان ہم رہا کرتے تھے اور وہ مال و دولت جو ہم نے جمع کر کے رکھا ہوا تھا وہ سب کچھ ہم سے لے کر ہمیں اس عذاب سے بچا لیجئے۔ اس وقت ان کی حسرت کی انتہا ہو گی جب ان سے کہا جائے گا کہ آج ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال پر جزا اور سزا دی جائے گی یہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا اور اللہ کے سوا کوئی اس ہولناک عذاب سے نجات دینے والا نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ کفار کی باتوں سے پریشان نہ ہوں بلکہ صبر و تحمل اور صبر جمیل (جس میں کوئی شکوہ شکایت نہ ہو) کا مظاہرہ کیجئے جو آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہر وہ شخص جس نے سچائیوں سے منہ پھیرا اور پیٹھ کو موڑا ہو گا اس کو ایسا شدید عذاب دیا جائے گا جس کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ لوگ قیامت کے دن کو دور سمجھ رہے ہیں حالانکہ قیامت تو بہت قریب ہے کیونکہ موت کے ساتھ ہی ہر شخص کی قیامت شروع ہو جاتی ہے اور موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ہے۔

زیر مطالعہ آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ ایک مومن کو ہر حال میں عافیت اور سلامتی مانگتے رہنا چاہیے اور اس کی زبان پر یہی دعا ہونی چاہیے الٰہی! ہمیں دنیا اور آخرت میں عافیت نصیب فرمایئے گا اور ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھئے گا۔

(۲)۔ صبر و تحمل اور برداشت سب سے اچھی عادت ہے لیکن ایسا صبر جمیل جس میں کسی سے شکوہ اور شکایت نہ ہو یہ آدمی کی اعلیٰ ترین صفت ہے۔

(۳)۔ قیامت آدمی سے دور نہیں ہے بلکہ انتہائی قریب ہے کیونکہ موت آتے ہی آدمی کی قیامت شروع ہو جاتی ہے یہ قیامت صغریٰ ہے۔ قیامت کبریٰ وہ ہے جب اس پوری کائنات کی بساط کو لپیٹ دیا جائے گا اور سوائے اللہ کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

(۴)۔ قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہو گا اس سے ہر وقت پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ نبی کریم ﷺ اور جس کو اللہ شفاعت کی اجازت دیں گے وہ بھی اسی شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود ہو گا لیکن جو بدعات و خرافات میں اپنے ایمان کو ضائع کر چکا ہو گا اس کی شفاعت نہ کی جائے گی اور وہ شفاعت سے محروم رہے گا۔

(۵)۔ قیامت کے دن آدمی کے وہی مال کام آئے گا جو اس نے دنیا میں حلال طریقے پر جمع کر کے جائز طریقے سے خرچ کیا ہو گا لیکن وہ مال جو اس نے حرام طریقے پر کمایا ہے وہ اس کے لئے جہنم کی آگ بن جائے گا اور وہ اس کے کسی کام نہ آسکے گا۔

اللہ ہم سب کو رزق حلال نصیب فرمائے اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

(۶)۔ قیامت کا دن اللہ و رسول کا انکار کرنے والوں کے لئے بہت طویل ہو گا۔ ممکن ہے وہ دن ایک ہزار سال کا ہو لیکن

قیامت کا دن مومن کے لئے بہت ہلکا اور مختصر ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کا طویل ترین دن مومن کے لئے صرف اس قدر ہوگا جتنے وقت میں ایک نماز پڑھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر بھی اس دن کو مختصر اور آسان فرمادے۔ آمین

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ
الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾
لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾
وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾
إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ
مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ
بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ ع ١ ٣٥ ٧

ترجمہ: آیت نمبر ١٩ تا ٣٥

بے شک انسان بڑا بے صبرا (کم ہمت) بنایا گیا ہے۔ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو کوئی خیر اور بھلائی پہنچتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے لگتا ہے۔ سوائے ان نماز پڑھنے والوں کے جو اپنی نمازوں کا ہمیشہ اہتمام (پابندی) کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے مالوں میں سوال کرنے والوں کا حق رکھتے ہیں اور سوال سے بچنے والوں کا بھی حصہ رکھتے ہیں اور وہ جو انصاف کے دن (قیامت) کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔

بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔ اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور اپنی مملوکہ عورتوں (باندیوں) کے جن سے محفوظ نہ رکھنے میں ان پر کوئی الزام نہیں ہے۔ پھر جو (اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ) دوسرے راستے تلاش کرتے ہیں تو ایسے لوگ حد سے گذر جانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ (جو ان کے پاس رکھی ہوئی) امانتوں کی حفاظت اور اپنے عہد معاہدوں کی پابندی کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک طور پر ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت واحترام سے (داخل) ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۹ تا ۳۵

هَلُوْعًا	بزدل۔ ڈرپوک
جَزُوْعًا	گھبرا جانے والا
مَنُوْعًا	ہاتھ روک لینے والا

تشریح: آیت نمبر ۱۹ تا ۳۵

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آدمی کو بڑی عظمتوں اور زبردست صلاحیتوں سے نوازا ہے وہ جب کائنات میں آگے بڑھتا ہے تو خشکی، تری اور فضاؤں پر حکمرانی کرنے لگتا ہے لیکن اس کی تخلیق اور فطرت میں کچھ کمزوریاں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ اگر وہ ان کمزوریوں پر قابو پالے تو پھر وہ دنیا میں سربلند اور آخرت کی نجات کا مستحق بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ آدمی اپنی بے انتہا صلاحیتوں کے باوجود بہت بے صبرا، کم ہمت اور تنگ دل واقع ہوا ہے۔ اس کو ذرا تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو خیر اور خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو وہ بخل اور کنجوسی کرنے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بلند تر اور عزت دار سمجھنے لگتا ہے۔ لیکن فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنی فطری کمزوریوں پر قابو پالیتے ہیں اور اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کرتے ہیں وہ بدحالی اور خوشحالی ہر دور میں ہمت و جرأت اور سخاوت کا پیکر ہوتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

(۱)۔ جو لوگ نمازوں کا اہتمام اور پابندی کرتے ہیں

(۲)۔ وہ لوگ جو اپنی ضروریات کے باوجود ان لوگوں کا خیال رکھتے ہیں جو ان سے کوئی مدد مانگتے ہیں اور وہ ان لوگوں کی تلاش میں بھی رہتے ہیں جو اپنی سفید پوشی اور شرم کی وجہ سے تنگی اور بدحالی کے باوجود کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ہمت نہیں

کرتے۔ یہ ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔

(۳)۔ وہ لوگ جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب اس نظام کائنات کو توڑ کر ایک نئی دنیا بنائی جائے گی پھر اولین و آخرین کے تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان سے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لے کر جنت یا جہنم میں پہنچایا جائے گا۔

(۴)۔ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوں گے کیونکہ ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے۔

(۵)۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے سوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی بدکاری کے کسی راستے پر نہیں چلتے بلکہ اللہ و رسول کے احکامات کی مکمل پابندی کرتے ہیں۔

(۶)۔ وہ لوگ جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ امانتیں جو ان کے سپرد کی جاتی ہیں ان کو وہ پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (بیہقی)

(۷)۔ اپنے ہر اس عہد کی پابندی کرتے ہیں جو انہوں نے اللہ سے یا بندوں سے کئے ہیں۔ اس کے متعلق بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی)

(۸)۔ وہ لوگ جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک طور پر ادا کرتے ہیں یعنی وہ سچی گواہی دیتے وقت اپنے یا غیر، چھوٹے یا بڑے کا لحاظ نہیں کرتے بلکہ جو سچی گواہی ہے وہ پیش کرتے ہیں۔

(۹)۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی جسم و لباس اور جگہ کی پاکیزگی، وضو کا اہتمام اور فرض، واجب، سنت اور مستحب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں میں یہ مذکورہ صفات ہوں گی وہ اپنی فطری کمزوریوں کے باوجود کامیاب و بامراد ہوں گے اور جنتوں میں عزت و احترام کے ساتھ داخل کئے جائیں گے۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝٣٦ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ
عِزِيْنَ ۝٣٧ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ
نَعِيْمٍ ۝٣٨ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٩ فَلَآ اُقْسِمُ

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ
خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا
وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ
مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً
اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۲ ۹ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

پھران کافروں کو کیا ہو گیا کہ وہ آپ کی طرف دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں (کبھی) داہنی جانب سے اور (کبھی) بائیں جانب سے گروہ در گروہ بن کر۔

کیا ان میں سے ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ وہ آرام وسکون کی جنتوں میں داخل کر دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

بے شک ہم نے ان کو جس چیز سے بنایا اسے وہ خود بھی جانتے ہیں۔

میں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ ان پر ہم پوری قدرت وطاقت رکھنے والے ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم ایسا کرنے سے عاجز اور بے بس نہیں ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ ان کو بے ہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل کود میں مشغول رہنے دیجئے یہاں تک کہ یہ اس دن سے جا ملیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے وہ کسی بت کے تھان (عبادت گاہ) کی طرف دوڑے جا رہے ہوں۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی۔ ان پر ذلت چھائی ہوگی۔

یہ ان کا وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

مُهْطِعِيْنَ	وہ دوڑتے آتے ہیں
عِزِيْنٌ	گروہ در گروہ
اَلْاَجْدَاثُ	قبریں
نُصُبٌ	نشانیاں لگی ہوئی چیز
يُوْفِضُوْنَ	وہ دوڑتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۳۶ تا ۴۴

زیر مطالعہ آیات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان اگرچہ کم ہمت پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام تر عظمتوں کے باوجود اس میں کچھ فطری کمزوریاں موجود ہیں لیکن اگر ایمان اور عمل صالح کے ساتھ زندگی گذاری جائے تو پھر اس کی نیکیاں اور اللہ و رسول کی اطاعت و فرماں برداری اس کو جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنا دیتی ہیں۔

کفار مکہ کا یہ حال تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے سامنے اللہ کا دین پیش کر کے ان کو گمراہی سے ہدایت کی طرف آنے کی دعوت دیتے یا جب آپ تلاوت کلام پاک فرماتے تو وہ اس پر ایمان لانے کے بجائے اللہ کے دین کو جھٹلاتے اور نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے کے لئے جتھے کے جتھے اور گروہ کے گروہ آپ کے دائیں بائیں جمع ہو کر کبھی تالیاں پیٹتے کبھی شور مچاتے اور ہر طرح دین کا مذاق اڑاتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ کہتے کہ اگر قیامت کا دن آیا اور جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ ہو کر رہا تو ہمیں اس کی فکر نہیں ہے کیونکہ جس طرح ہم اس دنیا میں عیش و آرام اور سکون سے ہیں جنت کی راحتوں میں بھی عیش کریں گے اور مسلمان جس طرح دنیا میں پریشان حال ہیں وہاں بھی ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کہ وہ فرماں برداروں اور نافرمانوں کو ایک جیسا فرما دیں۔ بلکہ جنت کی راحتوں کے مستحق وہی ہوں گے جو اللہ و رسول کے فرماں بردار ہوں گے۔ فرمایا کہ یہ کافر اپنی زبان سے کہیں یا نہ کہیں لیکن یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے رب نے ان کو کس چیز سے اور کیسے بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مشرقوں مغربوں اور اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت صرف اللہ کی ہے اگر وہ چاہے تو موجودہ کافروں کی جگہ دوسری قوم کو لے آئے اور ان سے اپنے دین کا کام لے لے وہ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ مکہ والوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم اس سعادت سے اپنا دامن چھڑاتے رہے اور اس کو حاصل نہ کیا تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو اٹھا کھڑا کرے گا کیونکہ وہ اللہ ایسی قدرت والا ہے جس کو کوئی عاجز اور بے بس نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو ان کی بے ہودہ نکتہ چینیوں اور کھیل تماشوں میں لگا رہنے دیجئے وہ وقت دور نہیں ہے جب قیامت آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن یہ اپنی قبروں اور دفن کی جانے والی جگہوں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جس طرح وہ اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں لیکن شرمندگی اور ندامت سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اس وقت ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ نے جس دن کے متعلق ان کو پہلے سے بتا دیا تھا وہ برحق تھا اور آج وہ دن ان کے سامنے ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۱

نُوح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ نوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة نمبر	71
کل رکوع	2
آیات	28
الفاظ وکلمات	231
حروف	974
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ نوح اس زمانہ میں نازل ہوئی جب مکہ مکرمہ میں کفار مکہ نے اسلامی دعوت کے خلاف زبردست مزاحمت شروع کردی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش اور مشرکین پر سورہ نوح کے ذریعہ اس بات کو صاف صاف واضح فرمادیا ہے کہ جس طرح آج اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت کو کفار مکہ رد کررہے ہیں اور مخالفت کی انتہاؤں پر پہنچ گئے ہیں اسی طرح حضرت نوحؑ نے دن رات اپنی قوم کو سمجھایا مگر وہ قوم اللہ ورسول کی نافرمانیوں میں لگی رہی جب حضرت نوحؑ اپنی قوم سے قطعاً مایوس ہوگئے تو انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں سارے معاملہ کو رکھ کر دعا کی جو قبول کرلی گئی اور پھر پوری قوم کو نہ صرف پانی میں غرق کردیا گیا بلکہ آخرت میں بھی ان پر آگ کا عذاب مسلط کیا جائے گا۔ کفار قریش سے کہا جارہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری نافرمانیاں بھی انتہا تک پہنچ جائیں اور ہمارا نبی ہماری بارگاہ میں فریاد پہنچادے۔ اگر تم نے اپنا انداز اور طریقہ نہ بدلا تو تمہارا انجام بھی قوم نوحؑ جیسا ہوسکتا ہے۔ سورہ نوح میں صرف حضرت نوحؑ کی ان نصیحتوں کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے بیان فرمائی تھیں۔ پوری سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف اپنا پیغام دے کر بھیجا تھا تاکہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو ایک المناک عذاب آنے سے پہلے آگاہ اور خبردار کردیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں صاف صاف انداز سے یہ بات بتارہا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ وہ اللہ اتنا مہربان ہے کہ نہ صرف تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا بلکہ تمہیں ایک مقرر اور معین وقت تک باقی رکھے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کی طرف سے مقرر وقت گذر جاتا ہے تو پھر (عذاب الٰہی کو) ٹالا نہیں جاسکتا۔ کاش تم میری اس بات کو سمجھ سکو۔ حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت پیش کی مگر وہ میری پکار اور دعوت سے بھاگتے ہی رہے۔ جب میں نے ان سے کہا کہ تم اللہ سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگ لو تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے منہ پر کپڑا ڈھانپ لیا تاکہ نہ سنائی دے نہ دکھائی دے۔ پھر وہ اپنے کفر پر اس طرح اڑ گئے

کہ تکبر کے ساتھ انہوں نے ہر بات کو رد کر دیا۔ میں نے پھر بھی بلند آواز سے، کھل کر، چھپ کر ہر طرح سمجھایا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم اللہ سے معافی مانگ لو وہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا، تمہیں مال و دولت، اولاد اور خاص طور پر بیٹوں سے نواز دے گا۔ تمہارے لیے ہرے بھرے باغ پیدا کر کے نہریں بہا دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت و وقار کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں کس کس طرح نشوونما دی ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اسی نے ایک پر ایک سات آسمان بنائے ہیں اس نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ کی طرح روشن کیا ہے اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور پھر اسی زمین سے تمہیں دوبارہ نکال کر کھڑا کر دے گا۔ اسی نے تو زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے تا کہ تم اس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا الٰہی! وہ لوگ میری اطاعت کے بجائے ان لوگوں کے پیچھے لگ گئے ہیں جو ان میں سے مال دار اور رئیس ہیں جنہوں نے مکر و فریب کے جال ہر طرف پھیلا رکھے ہیں۔ وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ لوگو تم ہرگز اپنے معبودوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو مت چھوڑنا یہی تو ہمارے کام بنانے والے ہیں۔ اس طرح انہوں نے پوری قوم کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ الٰہی! جب انہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار ہی کر لیا ہے تو آپ بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دیجیے۔ حضرت نوحؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار ان کافروں میں سے زمین پر بسنے والے کسی کافر کو نہ چھوڑیئے۔ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کر کے چھوڑیں گے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا وہ فاسق و بدکار ہی ہو گا۔

میرے رب! مجھے، میرے والدین کو اور جو بھی میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہے اس کو اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو معاف فرما دیجیے اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ فرمایئے۔

''آخر کار اس طرح وہ پوری قوم اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کر دی گئی اور قیامت کے دن وہ جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو بچانے والا پائیں گے اور نہ اپنا مددگار۔''

سُورَةُ نُوحٍ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن
يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ٢
أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ٣ يَغْفِرْ لَكُم مِّن
ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ
إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ٤ قَالَ رَبِّ إِنِّى
دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ٥ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا
فِرَارًا ٦ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا۟ أَصَٰبِعَهُمْ
فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟
ٱسْتِكْبَارًا ٧ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ٨ ثُمَّ إِنِّىٓ أَعْلَنتُ
لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ٩ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ
إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ١٠ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ١١
وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ
وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ١٢ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ١٣
وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ١٤ أَلَمْ تَرَوْا۟ كَيْفَ خَلَقَ ٱللَّهُ

وقف لازم

سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّجَعَلَ الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا
وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ
الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿١٨﴾
وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا
فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ
يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾
وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ
وَّلَا يَغُوۡثَ وَيَعُوۡقَ وَنَسۡرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدۡ اَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا ۚ وَلَا
تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيۡٓئٰتِهِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا
نَارًا ۙ فَلَمۡ يَجِدُوۡا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ
نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾
اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا
كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَيۡتِىَ
مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ
اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

ع ١/٩
النصف ع ٢/٨/١٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۸

بے شک ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو دردناک عذاب آنے سے پہلے آگاہ کردو۔

اس نے کہا اے میری قوم میں تمہیں صاف صاف طور پر آگاہ و خبردار کرنے والا ہوں یہ کہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔

اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور وہ ایک مقرر مدت تک مہلت دے گا۔

(یاد رکھو) جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر اس کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

کاش تم یہ جانتے ہوتے۔

نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن (حق و صداقت کی طرف) بلایا مگر میرا پکارنا ان کے لئے (قریب آنے کے بجائے) دور بھاگنے کا بہانہ بن گیا۔

اور جب میں نے ان کو یہ کہہ کر بلایا تاکہ آپ ان کی خطائیں معاف فرمادیں تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے (ہر طرف) اپنے اوپر لپیٹ لئے۔

کفر پر اڑے رہے اور خوب تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو بلند آواز سے پکارا۔

میں نے ان کو کھلم کھلا اور چپکے چپکے بھی سمجھایا اور میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لو بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے۔

وہ تم پر مسلسل بارش برسائے گا اور تمہارے مالوں اور اولاد سے مدد کرے گا۔

وہ تمہارے لئے باغ اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔

(وہی خالق ہے) تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت وشان کا لحاظ نہیں کرتے۔

حالانکہ اس نے تمہیں جس طرح چاہا بنایا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کس طرح بنائے ہیں اور اس نے آسمان میں چاند کو روشن اور سورج کو چراغ بنایا ہے اور اس نے تمہیں خاص طور سے زمین میں پروان چڑھایا۔

پھر وہ تمہیں اسی زمین میں لوٹا دے گا اور پھر (قیامت میں زمین سے) تمہیں باہر نکالے گا اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو پھرو۔

(حضرت) نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار بے شک ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور وہ ایسے لوگوں کے پیچھے چلتے رہے جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان پہنچایا اور اس میں اضافہ ہی کیا۔

اور انہوں نے میرے خلاف طرح طرح کی چالیں چلیں اور انہوں نے (اپنے ماننے والوں سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا۔

نہ وُدکو نہ سواع کو نہ یغوث کو نہ یعوق کو اور نہ نسر کو۔ اور بے شک انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

اے اللہ آپ بھی ان ظالموں کی گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی عطا نہ فرمائیے۔

چنانچہ وہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب (زبردست طوفان میں) غرق کر دیئے گئے، آگ میں داخل کر دیئے گئے اور انہوں نے اللہ کے سوا بچانے میں کسی کو مددگار نہ پایا۔

اور نوحؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار آپ ان کافروں میں سے زمین پر بسنے والے کسی شخص کو نہ چھوڑیئے کیونکہ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان

کے ہاں جو بھی اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار اور ناشکری ہی ہوگی۔

میرے پروردگار میری، میرے والدین کی اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں اور سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کی بخشش کر دیجئے اور آپ ان ظالموں کے لئے سوائے تباہی کے کسی اور چیز میں اضافہ نہ کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۸

لَمْ یَزِدْ	نہیں بڑھایا
اِسْتَغْشَوْا	انہوں نے لپیٹ لئے
اَصَرُّوْا	انہوں نے اصرار کیا۔ ضد کی
جِھَارٌ	پکار پکار کر
اَسْرَرْتُ	میں نے چپکے چپکے کہا
مِدْرَارٌ	لگا تار
وَقَارٌ	عزت۔ بڑائی
اَطْوَارٌ	طرح طرح
بِسَاطٌ	بچھونا
کُبَّارٌ	بڑی بات
لَا تَذَرُنَّ	نہ چھوڑنا
لَا تَذَرْ	نہ چھوڑ
دَیَّارٌ	گھر۔ چلتا پھرتا
لَا یَلِدُوْآ	نہ جنیں گے

تَبَارٌ تباہی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۸

حضرت آدمؑ کے بعد نبی تو بہت سے آئے لیکن وہ نبی جن کو سب سے پہلے رسالت سے نوازا گیا وہ حضرت نوحؑ تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔

فرمایا یَا نُوحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلَی الْاَرْضِ ۔یعنی اے نوح تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت آدمؑ کی آٹھویں پشت تک کوئی کافر و مشرک نہ تھا۔ جو لوگ راہ حق سے ہٹ جاتے ان کی اصلاح کے لئے نبی آتے رہے اور حضرت ادریسؑ جو حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے تھے انہوں نے پوری قوم کو توحید کا درس دیا۔ ان کے ماننے والے بزرگوں میں سے وَد، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے جنہوں نے دین کی سچائی پر پوری قوم کو چلایا۔ پوری قوم ان سے بے انتہا عقیدت و محبت رکھتی تھی اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتی تھی۔

جب ان پانچوں بزرگوں کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کے عقیدوں میں بھی کمزوریاں آنا شروع ہو گئیں۔ کسی طرح شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کیا کہ اگر بزرگوں کو یاد رکھنے کے لئے ان کی تصویریں بنالی جائیں تو نہ صرف عبادت میں خشوع وخضوع اور سکون حاصل ہوگا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی یہ معلوم ہوگا کہ ان بزرگوں کے طفیل انہیں راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ چونکہ ہر گمراہی کی ابتداء ہمیشہ عقیدت و محبت میں حد سے بڑھ جانے سے ہوتی ہے لہذا لوگوں نے ان بزرگوں کی مورتیاں بنالیں اور ان کی زیارت کر کے اپنی عقیدت و محبت میں ایک خاص لذت محسوس کرنے لگے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اس کے بعد کی نسلوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے باپ دادا ان تصویروں سے محبت و عقیدت رکھتے تھے ہمیں ان کا پوری طرح احترام کرنا چاہیے۔ پھر شیطان نے ان کو یہ بات سمجھادی کہ اصل میں یہی تمہارے معبود ہیں۔

اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا جس کے بہت کچھ آثار عربوں میں بت پرستی کی شکل میں بھی پائے جاتے تھے۔ بت پرستی کی شدت بڑھتی چلی گئی۔ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں پورے معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کا اخلاقی اور مذہبی بگاڑ اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ جو بھی اٹھتا وہ مزید خرابیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو جب چالیس سال کی عمر میں نبوت و رسالت سے نوازا تو انہوں نے تمام پیغمبروں کی طرح عبادت و بندگی، تقویٰ، پرہیز گاری اور اطاعت رسول کا درس دینا شروع کیا۔ ابتداء میں تو لوگوں نے کوئی توجہ نہ کی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ کی تبلیغ کا اچھا خاصا اثر ہونا شروع ہو گیا ہے تو انہوں نے ان کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ اے نوحؑ! نہ تو تمہارے پاس کوئی مال و دولت ہے اور نہ کوئی صاحب حیثیت

مال دار تمہاری کسی بات کو سننا پسند کرتا ہے۔ کچھ غریب و مفلس لوگ تمہاری باتوں کو سن کر تمہارے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں اور یہ معاشرہ کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنا نہ صرف ہماری توہین ہے بلکہ ہمیں ان کے قریب آنے سے بھی گھن آتی ہے۔

حضرت نوحؑ اس کا یہی جواب دیتے تھے کہ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے اب اگر میری بات غریب اور مفلس لوگ ہی سنتے ہیں تو یہ ان کی سعادت ہے یہ اللہ کے نیک اور مخلص بندے ہیں میں ان کو اپنے پاس سے کیسے بھگا سکتا ہوں۔ اگر میں نے بھی ان سے وہی معاملہ کیا جو تم کر رہے ہو تو بتاؤ مجھے اللہ سے کون بچائے گا؟

حضرت نوحؑ نے نسل در نسل ساڑھے نو سو سال تک مسلسل اللہ کا دین پھیلانے کی جدو جہد کی اس طویل عرصہ میں نہ تو آپ نے اپنی جدو جہد اور کوشش میں کمی آنے دی اور نہ مایوس ہوئے بلکہ تبلیغ دین کی وجہ سے قوم نے جو بدترین تکلیفیں پہنچائیں ان پر صبر کیا۔

اس قوم کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی ان کا گلا گھونٹ دیتے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتے۔ کبھی وہ پتھر مار مار کر ان کو زخمی کر دیتے۔ کبھی اتنا مارتے کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی لیکن ہوش میں آنے پر ان کی زبان پر بددعا کے بجائے یہ الفاظ ہوتے رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ بِاَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ اے میرے پروردگار ان کو معاف فرما دے کیونکہ یہ مجھے جانتے نہیں۔ ان تمام تر اذیتوں کے باوجود حضرت نوحؑ صبح و شام رات اور دن اپنی قوم کو یہی پیغام دیتے تھے کہ لوگو! اللہ کی عبادت و بندگی کرو، اسی سے ڈرو میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی اطاعت کرو جس سے منع کر دوں اس سے رک جاؤ۔ اگر تم نے بتوں کے بجائے صرف اللہ کی عبادت و بندگی کی اور میری اطاعت کی تو اللہ نہ صرف تمہارے گناہ معاف کر دے گا بلکہ وہ قحط کو دور کر کے تم پر مسلسل بارش برسائے گا جس سے تمہارے کھیت لہلہا اٹھیں گے۔ تمہارے مالوں اور اولاد میں برکت اور ترقی ہوگی۔ تمہارے لئے حسین ترین باغات پیدا کر کے نہریں جاری کر دے گا۔ جس نے اوپر تلے سات آسمان بنائے، چاند کو روشن کیا، سورج کو دھکایا، زمین کو راحت و آرام کا ذریعہ بنایا۔

اسی نے راستے بنائے تاکہ تم ان میں چل پھر سکو تم صرف اسی کی عبادت و بندگی کرو۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تم پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ وہ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے کہ تم جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو وہ آخر کب آئے گا؟ ہم تو سن سن کر حیران و پریشان ہیں۔ حضرت نوحؑ کا سنجیدہ جواب یہی ہوا کرتا تھا کہ اس کا علم تو اللہ کو ہے مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ نافرمان قوموں کا انجام بڑا بھیانک ہوا کرتا ہے۔ جب اس کا عذاب آتا ہے تو پھر کسی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اس عذاب کو ٹال سکے۔ ابھی وقت ہے کہ تم ایمان لا کر اعمال صالح اختیار کر لو۔ وہ قوم حضرت نوح کی باتوں سے بچنے کے لئے کبھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی کبھی منہ پر کپڑا ڈال لیتی تاکہ نہ وہ سن سکیں اور نہ دیکھ سکیں۔ وہ اپنے لوگوں سے کہتے کہ تمہارے معبود تو وَد، سُواع یغوث، یعوق اور نسر ہیں تم ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

حق وصداقت کی باتوں کو سننے کے باوجود ان میں ضد اور ہٹ دھرمی بڑھتی گئی اور انہوں نے حضرت نوحؑ کی زبردست مخالفت میں اور شدت پیدا کر دی۔ جب اصلاح کی ہر کوشش ناکام ہوگئی اور ان کو اشارہ الٰہی بھی مل گیا کہ اب اس قوم میں سے جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ لا چکے تب حضرت نوحؑ نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد پیش کر دی اور عرض کیا الٰہی! میں نے ان کو دن رات ہر مجلس میں اور ہر جگہ پوری طرح سمجھایا مگر وہ میرے قریب آنے کے بجائے مجھ سے دور ہی بھاگتے رہے۔ اب آپ اس قوم کے لئے فیصلہ فرما دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوحؑ آپ ایسا جہاز (ایسی کشتی) تیار کیجئے جس میں اہل ایمان کو اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو سوار کرا سکیں اور رکھ سکیں۔ حضرت نوحؑ نے جب کشتی تیار کرنا شروع کی تو کفار نے مذاق اڑانا شروع کیا کہ کیا خشکی میں بھی کشتیاں چلا کریں گی؟ حضرت نوحؑ نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے کشتی تیار کرتے رہے۔ جب انہوں نے اس بڑی کشتی کو تیار کر لیا تو زمین کی تہہ سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوا۔

روایات کے مطابق صرف چالیس یا کچھ زیادہ اہل ایمان آپ کے ساتھ تھے جن کو کشتی پر سوار کر لیا گیا تھا۔ اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو رکھ لیا گیا تھا۔ پھر اس کے بعد اللہ نے زمین و آسمان کے سوتے کھول دیئے۔ ہر طرف سے پانی کا طوفان آیا تو لوگ پہاڑوں پر پناہ لینے کے لئے دوڑے مگر پانی بڑھتا چلا گیا اور پہاڑوں پر پناہ لینے والے بھی ڈوب گئے۔

یہ کشتی نوح چلتی رہی جب یہ طوفانی پانی کم ہونا شروع ہوا تو وہ ارارط کے پہاڑی سلسلہ میں سے ایک پہاڑ جس کا نام "جودی" تھا جو دجلہ و فرات کے درمیان میں موجود تھا یہ سفینۂ نوح وہاں جا کر ٹھہر گیا۔ اور اس طرح اللہ نے حضرت نوحؑ کی دعا کو قبول کر کے کفار و مشرکین اور ان کی ترقیات کو تہس نہس کر دیا اور اللہ نے اہل ایمان کو بچا لیا۔

اہل مکہ کو خاص طور پر بتایا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کا وہ نظام ہے جو شروع سے چلا آ رہا ہے اگر انہوں نے بھی اللہ کے رسول کی نافرمانی کی اور ان کو حضرت نوح کی طرح سے ستایا ان پر ایمان لانے والے غریب اور مفلسوں کا مذاق اڑایا اور اللہ کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری نہ کی تو ان کا انجام بھی حضرت نوح اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں کی نافرمان امتوں سے مختلف نہ ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارکَ الذی

سورۃ نمبر ۷۲

الجِنّ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الجن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	72
کل رکوع	2
آیات	28
الفاظ وکلمات	287
حروف	1126
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ جس طرح انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اسی طرح جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے یہ ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی ہماری نظروں سے پوشیدہ اور با اختیار ہے۔ ان میں اللہ کے فرمانبردار اور نافرماں دونوں طرح کے جنات ہیں۔ جس طرح انسان شہروں اور آبادیوں میں رہتا ہے۔ جنات کا بسیرا ویرانوں اور جنگلوں اور پہاڑوں پر ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہ جنات آسمانوں کی طرف نکل جاتے اور فرشتوں کی گفتگو سے آئندہ ہونے والے واقعات کی کچھ باتیں سن کر وہ اپنے کاہنوں کے پاس آتے۔ کاہن کچھ جنات سے سن کر اور کچھ اپنی طرف سے بیان کر کے آنے والے حالات کی پیشن گوئیاں کر کے لوگوں کو بے وقوف بنایا کرتے تھے۔ لوگ سمجھتے کہ ان کے پاس غیب کا علم ہے جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اللہ نے جنات کا آسمان کی طرف آنا بند کر دیا۔ جب وہ سن گن لینے آسمانوں کی طرف آنے کی کوشش کرتے تو ان پر آگ کے گولوں (شہاب ثاقب) کی بارش کر دی جاتی۔ جنات حیران تھے کہ آسمان پر ہر طرف پہرے لگا دیئے گئے ہیں اور جو آسمانوں کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر آگ کے گولے برسائے جاتے ہیں یقیناً ضرور کوئی بڑا واقعہ پیش آیا ہے یا آنے والا ہے۔ جنات کے کئی گروہ زمین کے اطراف میں پھیل گئے ایک مرتبہ جب نبی کریم ﷺ طائف سے واپس آتے ہوئے عکاظ کے مقام پر فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو نو جنات پر مشتمل ایک گروہ نے جو حالات کی تحقیق کے لئے نکلا ہوا تھا قرآن کریم کو بڑے غور سے سنا۔ وہ قرآن کریم کی لذت اور کیفیت میں کھو گئے۔ آخر کار انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تلاوت سن کر ایمان قبول کر لیا پھر وہ نو جنات اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور ان کو جو کچھ بتایا اللہ تعالیٰ نے ان کی گفتگو کے جملوں کو نقل فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے اللہ نے میری طرف وحی کر کے بتایا ہے کہ

جنات کے ایک گروہ نے قرآن کریم کو سنا اور پھر اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ ہمارے رب کی شان بہت بلند و برتر ہے۔ اس نے کسی کو بیوی اور بیٹا نہیں بنایا ہے۔ ہم نے سمجھا تھا کہ جو لوگ اللہ کے بارے میں خلاف حقیقت باتیں کرتے تھے وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں لیکن بعض لوگوں نے جنات سے پناہ مانگ کر ان کے غرور و تکبر میں اضافہ کیا ہے۔ اور انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ جنات نے کہا کہ جب ہم نے آسمانوں کو کھنگالا تو دیکھا وہ پہرے داروں سے بھرا ہوا تھا اور شہاب ثاقب برسائے جا رہے ہیں۔ پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمانوں میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے مگر اب یہ حال ہے کہ جب ہم چوری چھپے کچھ سننے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم شہاب ثاقب اپنے پیچھے لگا ہوا پاتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ زمین والوں پر کسی عذاب کی تیاری ہے یا ان کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم بھی تو مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں کوئی نیک اور صالح ہے اور کوئی ان سے کم تر ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ کہیں بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں۔ جب ہم نے ہدایت کی تعلیم کو سنا تو ہم ایمان لے آئے۔ اب جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اس پر کوئی ظلم اور زیادتی نہ ہوگی۔ جنات نے کہا ہم میں کچھ تو مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) اور کچھ حق کا انکار کرنے والے ہیں۔ تو جنہوں نے اسلام (اطاعت) کا راستہ اختیار کر لیا انہوں نے تو نجات کا راستہ تلاش کر لیا اور جنہوں نے کفر و انکار کیا ان کا انجام یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

جنات کی اس گفتگو اور کہے گئے جملوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ جو لوگ سیدھے راستے پر ثابت قدمی کے ساتھ چلیں گے تو ان کو خوب سیراب کیا جائے گا اور یہ خوش حالی ان کی آزمائش بھی ہوگی اور جو لوگ اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیر کر چلیں گے تو ان کا رب ان کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

فرمایا آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ مسجدیں تو اللہ کے ذکر کے لیے ہیں اور ان میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب اللہ کا ایک بندہ (یعنی رسول کریم ﷺ) اللہ کو پکارنے کے لیے اللہ کے گھر میں کھڑے ہوتے ہیں تو ان پر چاروں طرف سے یلغار کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ اعلان کر دیجیے کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ نہ میں لوگوں کے نفع نقصان کا مالک ہوں اور نہ کسی کو بھلائی پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی اور کی پناہ مانگوں گا (جس طرح کفار جنات سے مدد مانگتے ہیں) تو مجھے اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ میرا کام تو یہ ہے کہ میں اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دوں۔ اس کے باوجود جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرے گا اس کے لیے ایسی آگ تیار ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ فرمایا کہ جب یہ لوگ اس چیز کو (قیامت کو) دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت تعداد میں کم ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کوئی لمبی مدت مقرر کی ہے۔ اس کا تعلق غیب سے ہے اور اللہ ہی عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا البتہ جس رسول کو وہ غیب کا علم دینا پسند کرے تو وہ اس کو (وحی کے ذریعہ) غیب کا علم دے دیتا ہے۔ لیکن وہ اس کے آگے اور پیچھے ایسے محافظ (فرشتے) لگا دیتا ہے تاکہ وہ علم محفوظ طریقے سے رسول تک پہنچ جائے اور اس میں کسی طرح کی آمیزش یا ملاوٹ نہ ہو سکے۔ اللہ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور اس نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے۔

سُورَةُ الجِنّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾
يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾
وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ
اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ
رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ
رَهَقًا ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴿۷﴾
وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا
وَّشُهُبًا ۙ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ
يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ
اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ
رَشَدًا ۙ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا
طَرَآئِقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ
وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا
الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾
وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۱۵

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن کو سنا پھر انہوں نے (اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھا راستہ بتاتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے رب کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ کریں گے۔

بلاشک وشبہ ہمارے رب کی بڑی شان ہے۔ نہ اس نے کسی کو بیوی بنایا اور نہ کسی کو بیٹا بنایا (ایسی غلط بات) اپنے رب کے متعلق وہی کہہ سکتا ہے جو خلاف حقیقت باتیں کرتا ہے۔ اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ جنات اور انسانوں میں سے کوئی ایسی جھوٹی بات نہ کہے گا۔ اور بعض لوگ وہ بھی تھے جو جنات میں سے بعضوں کی پناہ حاصل کیا کرتے تھے (تو ان پناہ لینے والوں نے) ان کی سرکشی اور غرور کو اور بڑھا دیا تھا۔ اور انہوں نے اسی طرح گمان کر رکھا تھا جس طرح تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔

اور (یہ بھی عجیب تبدیلی محسوس کی کہ) ہم نے آسمان کو چھان مارا تو ہم نے آسمان کو سخت پہرے داروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا کیونکہ ہم باتیں سننے کے لئے آسمان کے ٹھکانوں میں جا بیٹھتے تھے۔ (لیکن اب یہ حال ہے کہ) جو بھی سننے کی کوشش کرتا ہے وہ ایک شعلہ (شہاب ثاقب) کو اپنا منتظر پاتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس سے زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے زمین والوں کی بھلائی کا فیصلہ کیا ہے۔

بے شک ہم میں سے بعض تو نیک عمل کرنے والے ہیں اور کچھ دوسرے طریقوں پر ہیں اور ہم مختلف طریقوں میں تقسیم ہیں۔ اور ہم نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ ہم زمین میں اللہ کو کہیں بھی بے بس نہ کرسکیں گے اور نہ کہیں بھاگ کر اسے تھکا سکیں گے۔ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔

اور جو شخص بھی اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے گا تو اس کو نہ تو کسی کمی کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا۔ اور ہم میں سے بعض فرماں بردار ہو گئے اور ہم میں سے بعض ظالم (بے انصاف) ہو گئے۔ اور جس نے بھی فرماں برداری اختیار کر لی تو اس نے سچائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اِسْتَمَعَ	غور سے سنا
نَفَرٌ	افراد
اَلرُّشْدُ	ہدایت۔ سیدھا راستہ
شَطَطٌ	حد سے بڑھی ہوئی بات
یَعُوْذُوْنَ	پناہ مانگتے ہیں
رَهَقٌ	ضد۔ سرکشی۔ بددماغی
مُلِئَتْ	بھر دیا گیا
شُهُبٌ	شہاب۔ انگارے

نَقْعُدُ	ہم بیٹھتے ہیں
رَصَد"	گھات میں لگا ہوا
قِدَدٌ	مختلف۔ٹکڑے ٹکڑے
هَرَبٌ	بھاگنا
بَخُسٌ	نقصان
رَهَقٌ	دباؤ
حَطَبٌ	ایندھن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے جنات آسمان کے کسی کونے تک پہنچ کر چوری چھپے کسی رکاوٹ کے بغیر فرشتوں کی اس گفتگو کو سننے کی کوشش کرتے جو وہ دنیا کے کاموں کی تدبیر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے باتیں کرتے تھے۔ یہ جنات فرشتوں کی باتیں سن کر اپنے کاہنوں کو بتا دیا کرتے تھے۔ کاہن جنات کی ان باتوں کو سن کر اور کچھ اپنی طرف سے ملا کر لوگوں کو بتا دیتے اس طرح وہ کاہن لوگوں کو نہایت آسانی سے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاتے اور اس سے بہت کچھ دنیاوی فائدے بھی حاصل کرتے تھے اور جنات کے علم غیب کا اس شدت سے پروپیگنڈا کرتے کہ عام لوگ ان سے ہر وقت خوف زدہ رہا کرتے تھے۔

جنات کو آسمان میں اچانک ایک زبردست انقلابی تبدیلی محسوس ہوئی۔ وہ جب بھی سن گن لینے کے لئے آسمان کی طرف پرواز کرتے تو نہ صرف ان کو شدید رکاوٹ پیش آتی بلکہ ان پر شہاب ثاقب یعنی آگ کے گولوں کی بھرمار کر دی جاتی اور ان کو دور بھگا دیا جاتا تھا۔ حالانکہ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے لیکن شہاب ثاقب آگ سے اس قدر بھرپور ہوتے تھے کہ جنات ان سے ڈر کر بھاگ جاتے اور اس طرح آسمان کی طرف ان پر پرواز کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔ انہیں اس تبدیلی اور چاروں طرف فرشتوں کے

پہروں نے حیرت میں ڈال دیا۔ جنات نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کائنات میں ایسی کیا تبدیلی آئی ہے یا کیا ایسے حالات پیش آنے والے ہیں جن کی وجہ سے ہم پر زبردست بندشیں لگ گئی ہیں اور جب بھی ہم آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم پر آگ کے گولے برسا دیئے جاتے ہیں۔

صورت حال معلوم کرنے کے لئے جنات کے گروہ کائنات میں ہر جگہ پھیل گئے۔ ان ہی میں سے نصیبین کے نو جنات جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے گھوم رہے تھے کہ نخلہ کے مقام پر صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ جنات نے کلام اللہ کو بڑے غور سے سنا جو رسول اللہ ﷺ نماز میں تلاوت فرما رہے تھے۔ وہ کلام اللہ کی عظمت اور لذت کی کیفیات میں اس طرح محو ہو کر رہ گئے تھے کہ آپس میں قسم کھا کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمیں یقین ہے یہی وہ کلام ہے جس کو اللہ نے نازل کیا ہے اور اس کلام کی حفاظت کے لئے آسمانوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور ہمیں فرشتوں کی گفتگو تک سننے سے روک دیا گیا ہے۔ یہ سب جنات اسی وقت اس کلام پر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنی قوم میں جا کر کہا کہ ہم نے اللہ کا وہ کلام سنا ہے جو عجیب و غریب اور بہترین مضامین پر مشتمل ہے جو ہمیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اسی لئے ہم ہر طرح کے کفر و شرک سے توبہ کر کے اس پر ایمان لے آئے ہیں اب ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے کیونکہ ہمارے پروردگار کی شان یہ ہے کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ اس نے کسی کو بیٹا بنا رکھا ہے۔ ایسی غلط باتیں وہی کر سکتے ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے ورنہ جنات اور انسانوں میں سے کوئی بھی ایسی جھوٹی بات کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا بنا رکھا ہے۔ اللہ کی ذات ہر طرح کے شرک سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس موقع پر اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ جنات کون ہیں؟ جن کے معنی چھپے ہوئے اور پوشیدہ مخلوق کے آتے ہیں۔ اللہ نے جس طرح انسان کو مٹی سے اور فرشتوں کو نور سے بنایا ہے اسی طرح جنات کو آگ سے پیدا کیا ہے جس طرح ہوا موجود ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی اسی طرح اللہ نے جنات اور فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور وہ بھی ہمیں نظر نہیں آتے۔ جنات بھی انسانوں کی طرح ایک بااختیار مخلوق ہیں۔ جس طرح انسانوں میں مختلف مذہب رکھنے والی قومیں ہیں اسی طرح جنات میں بھی کوئی مومن ہے اور کوئی کافر و مشرک۔ جس طرح انسانوں میں بیوی، بچے، پیدائش، زندگی، موت اور مختلف نسلیں ہیں اسی طرح ان جنات میں اللہ کی وہ مخلوق ہیں جن کو اس کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنی شکلیں بدل سکتے ہیں اور آسمانوں کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔

سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے کہ شیطان بھی جنات ہی کی قوم سے تھا۔ جو بہت نیک، فرماں بردار اور عبادت گذار تھا اور

فرشتوں کے ساتھ رہ کر اس میں بہت سی اچھی خصوصیات بھی پیدا ہو گئی تھیں۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں اس وقت شیطان نے سجدے سے انکار کرتے ہوئے نہایت غرور و تکبر سے کہا کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔اللہ کی اس نافرمانی اور تکبر و غرور نے اس عبادت گذار جن کو ابلیس اور شیطان بنا دیا۔خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں بے شمار آیات سے یہ ثابت ہے کہ جنات بھی انسانوں کی طرح ایک با اختیار مخلوق ہیں۔وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور ان میں بھی اللہ کے فرماں بردار، نافرمان، مسلم اور کافر و مشرک موجود ہیں۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان دونوں کو ایک طرح خطاب کر کے بتا دیا ہے کہ دونوں اللہ کی ذمہ دار مخلوق ہیں۔

کفار مکہ جن میں ہر طرح کا بگاڑ کچھ اتنا زیادہ آ چکا تھا کہ وہ جنات کے متعلق بھی عجیب و غریب خیالات رکھتے تھے۔ایک طرف تو کاہنوں کے بے بنیاد پروپیگنڈے نے اللہ کی اس مخلوق کو خوفناک شکل دے رکھی تھی دوسری طرف کفار کے وہم اور بدعقیدگی نے جنات کو عالم الغیب تک بنا ڈالا تھا۔ان کا خیال تھا کہ جنات کو غیب کی ہر بات کا علم ہے وہ ہر پوشیدہ راز تک سے واقف ہیں۔اللہ کی قدرت میں جنات شریک ہیں بلکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے نسب تک میں شامل سمجھتے تھے (نعوذ باللہ)

وہ جنات سے اس قدر خوف زدہ رہتے تھے کہ جب وہ سفر کرتے اور کسی جنگل یا وادی میں قیام کرتے تو ان میں سے کوئی ایک آدمی بلند آواز سے کہتا "اَعُوْذُ بِسَیِّدِ ھٰذَا الْوَادِیْ مِنْ شَرِّ سُفَھَاءِ قَوْمِهٖ "یعنی جنات کی قوم کے شریروں سے اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں۔کفار جنات کی خوشامد کے لئے خوشبوئیں جلاتے، نذر و نیاز کرتے، جنوں کے بادشاہ اور جنوں کے سرداروں کا نام لے کر ان کی دھائی مانگتے۔ان تمام حماقتوں کا نقصان یہ ہوا کہ جنات کی گمراہی اور غرور و تکبر میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور وہ اپنے آپ کو انسان سے افضل سمجھنے لگے۔حالانکہ اللہ نے اپنی ساری مخلوق پر انسان کو عظمت و فضیلت عطا فرمائی ہے۔

ان آیات کو بیان کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو شرم دلا رہے ہیں کہ دیکھو مکہ والوں کی کتنی بدنصیبی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ان کے عظیم کردار سے اچھی طرح واقف ہیں انہوں نے ان کے دن اور رات کو دیکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نجانے کتنی مرتبہ قرآن کریم کی آیات کو سنا تھا پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے لیکن وہ جنات جو ان کی جنس اور قوم سے بھی نہیں ہیں انہوں نے ایک مرتبہ قرآن کریم کو سنا اور نہ صرف ایمان لائے بلکہ اس کے مبلغ بھی بن گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ
مَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّ
اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا
قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ ع ١ ١٩ ١١
قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ
اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ
اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا
مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ
لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا
يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿٢٤﴾
قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ
رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ
اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ
يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾
لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ
وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع ٢ ٩ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

(اے نبی ﷺ) آپ انہیں بتا دیجئے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر وہ سیدھے راستے پر ثابت قدم رہے تو ہم انہیں خوب سیراب کریں گے تا کہ ہم (اس نعمت کے ذریعہ) ان کو آزمائیں اور جو شخص بھی اپنے رب سے منہ پھیرے گا تو وہ اللہ اس کو نا قابل برداشت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

(اور کہہ دیجئے یہ وحی بھی بھیجی گئی ہے کہ) بے شک مسجدیں اللہ کے لئے (مخصوص) ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو۔ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا تو لوگ اس پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے۔

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے کسی برائی کا یا بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ جسے اللہ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا میں کسی کے دامن میں پناہ پا سکتا ہوں۔ میرا کام اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا دوں۔

جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور ہے اور کون شمار کے اعتبار سے کم ہے۔

آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ عذاب جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے کوئی دور کی مدت مقرر کی ہوئی ہے۔ وہی غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب کی کسی کو خبر نہیں دیتا۔

سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لئے) پسند کر لیا ہو وہ بھی اس طرح کہ اس کے آگے اور پیچھے (فرشتوں کو) محافظ بنا دیتا ہے تا کہ وہ یہ دیکھ لیں کہ انہوں نے اپنے

رب کے پیغامات کو پہنچا دیا ہے؟ اس نے ان تمام کو گھیر رکھا ہے اور اس نے ایک ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

اِسْتَقَامُوْا	وہ کھڑے ہوئے
اَسْقَیْنَا	ہم نے پلایا
غَدَقٌ	ڈھیروں
لِبَدٌ	اکٹھے
اَضْعَفُ	زیادہ کمزور
اَقَلُّ	تھوڑا
لَا یُظْهِرُ	وہ مطلع نہیں کرتا
اِرْتَضٰی	اس نے منتخب کرلیا
یَسْلُکُ	وہ چلاتا ہے
رَصَدٌ	نگہبان
اَحْصٰی	اس نے شمار کرلیا

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۲۸

کفار مکہ عقیدہ کی گندگی میں مبتلا تھے۔ ان کا جنات اور اپنے کاہنوں کے متعلق یہ گمان تھا کہ وہ غیب کی تمام باتوں کو

جانتے ہیں اسی لئے وہ جنات سے پناہ مانگتے اور کاہنوں سے اپنی تقدیر کے فیصلے کراتے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ جس کو بیت اللہ کہتے تھے اس میں سیکڑوں بت رکھے ہوئے تھے ان کو اپنا سفارشی مان کر ان سے فریادیں کرتے اور اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے۔ اگر کوئی یہ کہتا کہ لوگو! یہ اللہ کا گھر ہے اس میں صرف اسی کی عبادت کی جائے اللہ ہی سے اپنی حاجتوں کے لئے سوال کیا جائے تو وہ اس آواز کو برداشت نہیں کرتے تھے اور اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں جب آپ بیت اللہ میں عبادت کرتے اور لوگوں کو ان بے جان بتوں کی حقیقت بتاتے جو نہ تو کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ کفار یہ سن کر آپ کا مذاق اڑاتے اور چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑتے اور ستانے میں کمی نہ چھوڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے زیر مطالعہ آیات میں ان تمام باتوں کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ سب کچھ دینے والی ذات اللہ کی ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے جو تمہیں کچھ بھی دے سکے۔ اگر تم ایمان لا کر نیک اعمال کرو گے اور ان پر ثابت قدم رہو گے تو اللہ تمہیں خوش حال کر دے گا اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہ رہے گی البتہ اگر نعمتیں پانے کے بعد کسی نے اللہ کی ناشکری کی تو پھر ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ کی طرف سے وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ مسجدیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں ان مساجد میں اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے اور جب کوئی اللہ کا نام بلند کر رہا ہو تو اس کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر اللہ کے گھر میں اللہ کا نام لینے والے پر لوگ ٹوٹ پڑیں تو یہ ایک انتہائی نامناسب حرکت ہوگی۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ کے سوا کوئی نقصان پہنچانے یا نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتا کیونکہ یہ تو سب چیزیں اللہ کے اختیار میں ہیں مجھے بھی اللہ کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ نے جس پیغام کے پہنچانے کی ذمہ داری میرے سپرد کی تھی وہ میں نے نہایت دیانت و امانت کے ساتھ پہنچا دی ہے۔ اب اس کے بعد جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لئے جہنم کی وہ آگ تیار کی گئی ہے جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا جب اللہ کے نافرمان اس عذاب اور جہنم کو دیکھیں گے اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ کون مددگاروں کے اعتبار سے کمزور ہے اور کون شمار کے لحاظ سے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ نے جس عذاب کا فیصلہ کیا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے کیونکہ ان چیزوں کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا سارا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

انبیاء کرامؑ کو وحی کے ذریعہ اتنا ہی علم غیب دیا جاتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہوتی ہے لیکن غیب کی ہر بات کا علم انہیں نہیں

دیا جاتا۔ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے کوئی نبی اور رسول غیب سے وحی کے ذریعہ مطلع تو کیا جاتا ہے لیکن وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف عالم الغیب نہیں ہوا کرتا۔

فرمایا کہ وحی کے ذریعہ جس غیب کا علم دیا جاتا ہے یا جو وحی کی جاتی ہے اس کی حفاظت کے لئے اللہ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں تا کہ پیغام الٰہی میں کوئی کسی طرح کی آمیزش یا ملاوٹ نہ کر سکے اور اللہ کا پیغام پوری طرح پہنچ جائے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ اس علم کے لئے فرشتوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس کا علم تو ہر چیز پر چھایا ہوا ہے اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۳

المُزَّمِّل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ مزمل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	73
کل رکوع	2
آیات	20
الفاظ وکلمات	275
حروف	888
مقام نزول	پہلا رکوع مکہ مکرمہ
	دوسرا رکوع مدینہ منورہ

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ شان محبوبیت ہے کہ آپ ﷺ کا نام لیے بغیر آپ ﷺ کو اس کیفیت کے ساتھ پکارا گیا کہ جب آپ ﷺ پر بہت تھوڑا قرآن کریم نازل کیا گیا تھا مگر آپ ﷺ کافروں کے طعنوں اور الزامات سے پریشان ہو کر اور کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئے تھے۔ فرمایا گیا کہ اے کپڑوں میں لپٹ کر بیٹھنے والے راتوں کو اٹھ کر اپنے اللہ کی عبادت و بندگی کیجیے تاکہ وہ بھاری اور عظیم کلام جو ساری کائنات کی ہدایت کے لیے نازل کیا جارہا ہے آپ ﷺ اس کو اٹھانے اور اس سلسلہ کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے اور پورا کرنے کی ہمت پیدا کرلیں۔ جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں اس وقت تک آپ ﷺ کے لیے اور امت کے افراد کے لیے نماز تہجد یا قیام الیل فرض تھا۔ اس وقت حکم تھا کہ آدھی رات، آدھی رات سے کم یا آدھی رات سے زیادہ نماز تہجد ادا کی جائے اور اس میں قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پورے آداب اور شرائط کے ساتھ پڑھا جائے۔ فرمایا کہ راتوں کو اٹھنا اور اس میں عبادت کرنا نفس کو قابو میں کرنے کا بہترین وقت ہے اور قرآن کریم پڑھنے کا بہترین اور موزوں وقت یہی ہے۔ دن کے وقت میں تو اور بہت سے کام ہوتے ہیں لہٰذا راتوں کو اٹھ کر اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے اور سب سے کٹ کر اسی ایک ذات کی طرف متوجہ رہا جائے جو مشرق و مغرب کی ہر سمت کا مالک ہے وہی عبادت اور بھروسے کے قابل ہے۔

کفار کے اعتراضات اور باتیں بنانے پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان کفار کی باتوں اور طعنوں پر صبر کیجیے، نہایت اچھے اور احسن طریقے کے ساتھ ان سے الگ رہیے۔ ان جھٹلانے والوں اور عیش پسندوں سے نمٹنے کا معاملہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ان کو اسی حالت پر کچھ دن خوش ہونے دیجیے۔ ہمارے پاس ان کے لیے بھاری بیڑیاں، بھڑکتی آگ، حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور المناک عذاب تیار ہے۔ یہ اس دن ہوگا جب یہ مضبوط اور بلند و بالا پہاڑ لرز اٹھیں گے اور ریت کا ڈھیر بن کر بکھر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین سے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے اس پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہاری ہدایت کے لیے اسی

طرح سیرت طیبہ کا پیکر بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی اصلاح کے لیے (حضرت موسیٰ جیسے) رسول کو بھیجا تھا۔ جب فرعون نے ہمارے رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑے سخت عذاب میں پکڑ لیا (اور غرق کر دیا) فرمایا کہ اگر تم نے ماننے سے انکار کر دیا تو اس دن سے تم کیسے بچو گے جس دن کی شدت سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان بھی لرز اٹھے گا اور پھٹا جا رہا ہوگا۔ اللہ کا یہ وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ یہ نصیحت ہر شخص کے لیے ہے جو اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے۔

سورۃ المزمل کے دوسرے رکوع کے متعلق مفسرین نے فرمایا ہے کہ کافی طویل عرصہ کے بعد یہ رکوع نازل ہوا۔ جب پانچ وقت کی نمازیں فرض کی جا چکی تھیں۔ اسی لیے اس میں پانچ وقت کی نمازوں کی وجہ سے قیام الیل یعنی نماز تہجد کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اللہ کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور یہی حال آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ کا بھی ہے۔ دن اور رات میں عبادت کا کتنا ثواب ہے اس کا حساب اور شمار تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ اب یہ سہولت دی جا رہی ہے کہ آسانی کے ساتھ جتنا قرآن پڑھنا ممکن ہو وہ پڑھ لیا کریں۔ اللہ کو معلوم ہے تم میں سے کوئی ضعیف، کمزور اور بیمار ہے۔ کچھ لوگ اللہ کا فضل (تجارت) تلاش کرنے کی جدوجہد میں مشغول ہیں اور کوئی اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری میں مصروف ہے۔ لہٰذا جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن کریم پڑھ لیا کرو البتہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور قرض حسنہ دیتے رہا کرو کیونکہ آدمی اللہ کی رضا کے لیے جو کچھ آگے بھیج دے گا وہ اس کو وہاں (قیامت، آخرت میں) موجود پائے گا۔ اللہ اچھے اعمال کا بہت قدر دان ہے اس پر بہت بڑا اجر بھی عطا فرمائے گا۔ مغفرت بھی کر دے گا کیونکہ وہی تو سب سے زیادہ معاف کرنے والا اور نہایت رحم و کرم کرنے والا ہے۔

سورة المزمل

بسم الله الرحمن الرحيم

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ
مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا
سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ
اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا
طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ
عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَ
الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا
وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۗ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ
الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ
اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾
فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾
فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ

شِيبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿۱۸﴾ إِنَّ
هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۱۹﴾
إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَ
نِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ
يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن
سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ
يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا
لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا
وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾

ع ۱۹/۱۳ — ع ۲/۱/۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دیا کرو۔ یا آدھی رات سے کچھ بڑھا دیا کرو اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کرو۔ ہم بہت جلد آپ پر ایک وزنی بوجھ (قرآن مجید) ڈالنے والے ہیں۔ بے شک

رات کا اٹھنا نفس کو پامال کرنے کے اعتبار سے اور بات کے اعتبار سے موثر ہے۔ بے شک آپ کے لئے دن بھر بہت مشغولیت رہتی ہے۔ آپ اپنے رب کے نام کو یاد کرتے رہیے اور اللہ کے سوا سب سے کٹ کر اسی کی طرف توجہ کیجئے۔ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے ہر کام کے لئے اسی کو اپنا کارساز (وکیل) بنائیے۔ اور یہ (کفار و منافقین) جو کچھ باتیں کر رہے ہیں ان کو برداشت کیجئے اور نہایت متانت و سنجیدگی سے ان سے الگ ہو جائیے۔ ان عیش پرست جھٹلانے والوں کے معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دیئے اور ان کو تھوڑی سی دیر اسی حالت پر رہنے دیجئے۔ بے شک ہمارے پاس بھاری بھاری بیڑیاں، جہنم کی آگ، حلق میں پھنس جانے والا کھانا اور دردناک عذاب (تیار) ہے۔ جس دن پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑ اڑتے ہوئے ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ (اے لوگو!) ہم نے تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اسی طرح بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔ جب اس نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سختی سے پکڑا۔ (منکرین سے فرمایا گیا کہ) اگر تم کفر پر قائم رہے تو اس دن کے (عذاب سے) کیسے بچو گے جو دن بچوں کو بھی بوڑھا کر دے گا۔ آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہے گا۔ بے شک یہ (قرآن حکیم) ایک نصیحت ہے۔ جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنا لے۔ بے شک آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) میں کچھ لوگ آپ کے ساتھ دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات تک (اللہ کی عبادت و بندگی کے لئے) کھڑے رہتے ہیں۔ اور دن رات کا اندازہ تو اللہ ہی لگا سکتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم وقت کا اندازہ کرنے پر قابو نہ پا سکو گے۔ اسی لئے اس نے تم پر توجہ فرمائی۔ اب تم قرآن میں سے جو آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہیں۔ بعض لوگ اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرنے کے لئے ملکوں کا سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے ہیں تو جس قدر قرآن کا پڑھنا آسان اور سہل ہو تم پڑھ لیا کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دیتے رہو۔ اور تم جو بھی بھلا کام آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس بہتر اجر کے طور پر پا لو گے۔ اللہ سے معافی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۲۰

اَلْمُزَّمِّلُ	کپڑوں میں لپٹنے والا
قُمْ	کھڑا ہو جا
اُنْقُصْ	کم کرلے۔ گھٹالے
رَتِّلْ	صاف صاف پڑھ
سَنُلْقِیْ	ہم بہت جلد ڈالیں گے
قَوْلٌ ثَقِیْلٌ	بھاری کلام
نَاشِئَةٌ	رات کو اٹھنا۔ بیدار ہونا
وَطْءٌ	مشقت۔ روندنا
اَقْوَمُ قِیْلًا	زیادہ درست بات
سَبْحٌ طَوِیْلٌ	زیادہ کام۔ زیادہ مشغولیت
تَبَتَّلْ	کاٹ ڈال
تَبْتِیْلٌ	خوب کٹنا
هَجْرٌ	چھوڑ دینا
مَهِّلْ	مہلت دے
لَدَیْنَا	ہمارے پاس
اَنْکَالٌ	بیڑیاں۔ زنجیریں
ذَاغُصَّةٍ	گلے میں پھنس جانے والا
تَرْجُفُ	کانپے گی

كَثِيْبٌ	ریت کے ٹیلے
مَهِيْلٌ	نیچے دھکیلا گیا
بِيْلٌ	سخت۔عبرت ناک
شِيْبٌ	بوڑھا
مُنْفَطِرٌ	پھٹ جانے والا
ثُلُثَيِ الَّيْلِ	دو تہائی رات
تَيَسَّرَ	آسان ہوگا
اَعْظَمَ اَجْرًا	بہت بڑھا ہوا ثواب

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

سورۃ المزمل مکہ مکرمہ میں نازل کی جانے والے ان ابتدائی سورتوں میں سے ایک سورت ہے جس کے پہلے رکوع میں ''قیام اللیل'' یعنی نماز تہجد اور اس میں ٹھہر ٹھہر کر تلاوت قرآن کریم کرنے کو فرض قرار دیا گیا ہے جب کہ دوسرے رکوع میں جو ایک سال کے بعد نازل کیا گیا اس میں تہجد کو نفل اور مستحب کے درجے میں رکھا گیا ہے۔

احادیث کی روشنی میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جب تک پانچ وقت کی نمازیں فرض نہ کی گئی تھیں اس وقت تک راتوں کو اٹھ کر قیام اللیل فرض تھا جب شب معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کردی گئیں تو نبی کریم ﷺ کی امت کے لئے نماز تہجد نفل بن گئی۔ تہجد کی نماز کے لئے اس تخفیف اور کمی کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس نماز کو ہمیشہ ادا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے علما نے فرمایا ہے کہ نماز تہجد امت کے لئے نفل کا درجہ رکھتی ہے لیکن نبی کریم ﷺ پر فرض ہی رہی۔ بہر حال راتوں کو اٹھ کر اللہ کو یاد کرنا ایک بہت بڑی سعادت اور نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ نماز تہجد کی اہمیت پر بہت سی احادیث ہیں جن کی روشنی میں علما نے فرمایا ہے کہ راتوں کی تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے سے بہت کچھ عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ راتوں کو عبادت کا اہتمام کیا کرو کیونکہ یہ تم سے پہلے گذرے ہوئے صالحین کا طریقہ، اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ، گناہوں سے دور

رہنے کا وسیلہ اور خطاؤں سے بچنے کا طریقہ ہے۔

ایک اور حدیث میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے بندہ سب سے زیادہ اللہ کا قرب رات کے آخری حصے میں حاصل کرتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کی یاد کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ ارشادات نبوی ﷺ کا خلاصہ یہ ہے کہ راتوں کو اٹھنا، اپنے راحت و آرام کی قربانی دینا اور نیند کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت و بندگی کرنا اللہ کے قرب اور رحمت کا ذریعہ ہے اس سے انسانی نفس بھی خوب روندا اور کچلا جاتا ہے۔ یہ وہ سہانا وقت ہے جس میں زبان اور دل کی موافقت اور یکسانیت کی وجہ سے روحانی ترقیات، دعاؤں کی قبولیت اور سکون قلب کی دولت عطا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راتوں کو اٹھ کر اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اپنے نفس اور اس کی بے جا خواہشات کو پامال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کفار مکہ نے آپ ﷺ کو بدنام کرنے، ستانے اور اذیتیں دینے کے لئے بہت سے توہین آمیز الفاظ گھڑ رکھے تھے۔ کاہن، شاعر، مجنون اور ساحر جیسے الفاظ سے پکار کر اپنے بغض و حسد کی آگ کو بجھایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو آپ کا نام لے کر خطاب کرنے کے بجائے آپ کی شان محبوبیت کو ظاہر کرنے کے لئے آپ کو مختلف صفاتی ناموں سے پکارا ہے۔ ''المزمل، المدثر، رؤف، رحیم، طٰہٰ اور یٰسین وغیرہ''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے نام سے پکارا ہے مثلاً ''یا آدم، یا ابراہیم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ لیکن رسول اللہ ﷺ کو کہیں بھی ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا گیا۔ کفار اور اجنبی لوگ آپ کو یا محمد کہہ دیتے تھے مگر صحابہ کرامؓ میں سے کبھی کسی نے یا محمد کہہ کر نہیں پکارا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو آپ کے صفاتی ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ اس سورت میں بھی اللہ نے فرمایا یاایھا المزمل یعنی اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار کی باتوں، طعنوں اور گستاخانہ انداز سے آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے یا پہلی وحی کے موقع پر آپ کو شدید گھبراہٹ ہوئی تھی اور اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا تھا کہ ''میرے لئے کمبل لاؤ''۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان کفار و مشرکین کی باتوں اور طعنوں پر رنج اور افسوس نہ کریں بلکہ آپ راتوں کو اٹھ کر آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ رات کے حصے میں اللہ کی عبادت و بندگی کرتے رہیں کیونکہ ابھی تو آپ کو بہت بھاری ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے عظیم اور وزن دار کلام عطا کیا جانے والا ہے۔ فرمایا کہ قرآن کریم جو نازل کیا جا رہا ہے آپ اور آپ کے صحابہ خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں یعنی اس کے الفاظ کی ادائیگی بھی ٹھیک ٹھیک ہو اور اس کے معانی پر بھی پوری طرح غور کیا جائے بلکہ جہاں اللہ کی رحمت کا ذکر ہو وہاں اس سے رحمت مانگی جائے اور جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں عذاب سے پناہ مانگی جائے۔

فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! یہ کفار و مشرکین آپ کے متعلق جو بھی باتیں کرتے ہیں آپ پرواہ نہ کریں۔ ان سب سے الگ اور یکسو ہو کر صرف اس اللہ رب العالمین کی طرف اپنی پوری توجہ رکھئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا، مشرق و مغرب کی ہر

سمت کا مالک اور سب کا پروردگار ہے۔ نہایت متانت، سنجیدگی، صبر اور تحمل سے ہر بات کو برداشت کرتے رہیے اور ان عیش پرستوں اور جھٹلانے والوں کے معاملات کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں خود ان سے نبٹ لوں گا۔ فرمایا کہ ہم نے ایسے لوگوں کے لئے اپنے پاس بھاری بھاری بیڑیاں، جہنم کی آگ، حلق میں پھنس جانے والا (زقوم کا درخت) کھانا اور دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن ہی نہ ہوگا۔ قیامت کا وہ دن جس میں ان کفار و مشرکین کو عذاب دیا جائے گا وہ ایسا ہیبت ناک دن ہوگا جب مضبوط پہاڑ لرز اٹھیں گے اور ریت کے ٹیلے بن کر ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ البتہ اگر اس ہولناک دن سے پہلے کفار نے اپنے کفر سے توبہ کر لی تو ان کو معاف بھی کیا جا سکے گا۔ نزول قرآن کے وقت موجود اہل مکہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ لوگو! تمہارے پاس ہم نے ایک ایسے رسول کو بھیجا ہے جو زندگی کے اعلیٰ کردار کے پیکر ہیں بالکل اسی طرح ان کو بھیجا گیا ہے جس طرح فرعون کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے حضرت موسیٰ کو بھیجا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور آل فرعون کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ اپنی خطاؤں سے معافی مانگ کر اور توبہ کر کے نجات کا راستہ اختیار کر لیں لیکن جب انہوں نے حضرت موسیٰ کی بات ماننے سے انکار کیا ان کو جھٹلایا اور طرح طرح سے ستایا تب اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اور اس وقت کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان تمام بنی اسرائیل کو نجات عطا فرما دی جنہوں نے توبہ کر کے حضرت موسیٰ کی اطاعت قبول کر لی تھی فرمایا کہ اگر قرآن کے مخاطب لوگوں نے اپنے کفر و شرک سے توبہ نہ کی تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو فرعون اور قوم فرعون کا ہوا۔ فرمایا کہ وہ دن بہت دور نہیں ہے جب قیامت کا ہولناک دن آئے گا وہ اتنا طویل ہوگا کہ اس دن بچے بھی بوڑھے ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ جائے گا اور اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

قرآن کریم کے لئے فرمایا کہ یہ ایک نصیحت اور بھلائی کا راستہ بتانے والی کتاب ہے۔ اب ہر ایک شخص کی اپنی مرضی ہے چاہے تو قرآن حکیم کے احکامات پر عمل کر کے اپنے پروردگار تک پہنچنے کا ذریعہ بنا لے اور چاہے تو جہنم کی طرف ٹھکانا بنا لے۔ انجام دونوں کا بالکل صاف اور واضح ہے۔

﴿سورۂ مزمل کے دوسرے رکوع کی تشریح﴾

سورۂ مزمل کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت قرآن حکیم کو فرض قرار دیا تھا۔ اس دوسرے رکوع میں جو پہلے رکوع کے بعد نازل فرمایا گیا تھا قیام اللیل میں تخفیف اور کمی فرما دی ہے۔ ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کا پروردگار اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ نے اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے ہمارے حکم کی تعمیل میں ایک تہائی کبھی دو تہائی اور کبھی آدھی آدھی رات تک ہماری عبادت و بندگی کی ہے۔ لیکن اب قیام اللیل یعنی شب بیداری میں کمی اور تخفیف کی جا رہی ہے۔ تم میں سے جو شخص جس آسانی کے ساتھ قرآن کو (نماز تہجد میں) سہولت کے ساتھ پڑھ سکتا ہو

پڑھ لیا کرے کیونکہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہیں۔ بعض لوگ اللہ کا فضل و کرم (رزق، تجارت) کے لئے ملکوں کا سفر کرتے ہیں اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یعنی دین اسلام کے غلبہ کے لئے دن رات جدو جہد کر رہے ہیں لہٰذا اب جس قدر قرآن کریم پڑھنا سہل اور آسان ہو وہ پڑھ لیا کریں۔ اوقات میں کمی یا اضافہ کا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے کیونکہ تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کتنے وقت میں عبادت پر کتنا اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔ بس اس نے اپنے بندوں پر توجہ فرمائی ہے جو اس کا سب سے بڑا کرم ہے۔ البتہ تم اللہ کی عبادت و بندگی کرتے رہو اور اللہ کی راہوں میں خرچ کرتے رہو اور اس کی خدمت میں قرض حسنہ پیش کرتے رہو۔ انسان جو بھی بھلا اور بہتر کام کرے گا وہ ضائع نہ ہوگا ہر شخص اس کو اللہ کے پاس جانے کے بعد زبردست اضافہ کے ساتھ پائے گا جو آخرت میں کام آئے گا۔ فرمایا کہ تم اللہ سے معافی مانگتے رہو وہ اللہ بہت مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۴

اَلْمُدَّثِّر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المدثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	74
کل رکوع	2
آیات	56
الفاظ وکلمات	256
حروف	1145
مقام نزول	مکہ مکرمہ

تمام معتبر اور مستند احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے سورۂ علق کی پانچ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اس کے بعد ''فترۃ الوحی'' (وحی بند رہنے کا زمانہ) آیا۔ بہت دنوں تک وحی کا سلسلہ بند رہنے کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

''فترۃ الوحی'' کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک دن کسی جگہ سے گذر رہا تھا۔ مجھے آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ (حضرت جبرئیل) جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس کو دیکھ کر دہشت محسوس کرنے لگا۔ میں نے گھر پہنچ کر کہا ''مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ'' (حضرت خدیجہؓ نے) مجھ پر کمبل ڈال دیا۔ اس کے بعد ''یاایھا المدثر'' نازل ہوئی اور اس کے بعد لگاتار مجھ پر وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

سورت المدثر کا دوسرا رکوع اس وقت نازل فرمایا گیا جب آپ ﷺ نے کھلم کھلا دین اسلام کی طرف دعوت پیش کی۔ آپ ﷺ کے اعلان کرتے ہی پورے مکہ میں ایک بھونچال آ گیا۔ ہر طرف کھلبلی اور شور مچ گیا۔ ہر محفل اور ہر مقام پر اسی کا چرچا شروع ہوگیا۔ حج کا زمانہ قریب تھا کفار اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ حج کرنے کے لیے تمام عرب کے لوگ بیت اللہ آئیں گے۔ آپ ﷺ ان کے سامنے قرآن کریم پڑھ کر ان کو اسلام لانے کی دعوت پیش کریں گے اور اس طرح پورے عرب میں آپ ﷺ کا پیغام پہنچ جائے گا۔ وہ سب مل کر سوچنے لگے کہ حج سے پہلے پہلے آپ ﷺ کو لوگوں سے دور رکھنے کے لیے کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ سوچا گیا کہ آپ ﷺ کو شاعر، کاہن یا دیوانہ مشہور کر دیا جائے مگر نبی کریم ﷺ کی شخصیت کی عظمت سے ہر شخص اچھی طرح واقف تھا انہیں ڈر ہوا کہ لوگ ہمارا ہی مذاق اڑائیں گے۔ ولید ابن مغیرہ جو قریشی سردار اور مال دار شخص تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ کو جادوگر مشہور کر دیا جائے۔ یعنی وہ ایک ایسا کلام پیش کر رہے ہیں جو آدمی کو اس کے ماں، باپ، بھائی، بہن،

بیوی، بچوں اور سارے خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ اس تجویز پر سب نے اتفاق کرتے ہوئے طے کیا کہ مختلف گروہ بنا کر حج پر آنے والے حجاج کو پہلے ہی بتا دیا جائے کہ اگر تم اپنے گھر بار اور خاندان کی سلامتی چاہتے ہو تو ان سے دور ہی رہنا۔ اس طرح لوگ آپ ﷺ سے خوف زدہ ہو کر آپ کے قریب نہ آئیں گے۔ چنانچہ حج کے دن آتے ہی کفار قریش نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا لیکن وہ کفار اس بات پر غور نہ کر سکے کہ اس طرح نبی کریم ﷺ کے ذکر کو ان لوگوں تک پہنچا رہے ہیں جہاں مختصر وقت میں آپ ﷺ دین کی دعوت لے کر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ چنانچہ کفار قریش کے شدید پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگوں میں یہ اشتیاق پیدا ہو گیا کہ ہم بھی تو دیکھیں آخر یہ ہیں کون؟ اور کیا کلام پیش کر رہے ہیں؟ جو بھی قریب آتا اور قرآن کریم کو سنتا وہ آپ ﷺ کی عظمت اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے سے متاثر ہوتا لیکن کفار قریش کی ان حرکتوں سے آپ ﷺ کو شدید رنج پہنچتا اور آپ چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اے چادر یا کمبل اوڑھ کر لیٹنے والے ہمارے محبوب ﷺ! آپ اٹھیے اور اللہ کے بندوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایئے اور اللہ کی بڑائی اور عظمت کا اعلان کر دیجیے۔ جس طرح آپ ﷺ کا ظاہر و باطن پاک ہے اور آپ ﷺ کے بہترین اخلاق اور معاملات ہیں اسی طرح آپ ﷺ دوسروں کو بھی پاکیزہ بنا دیجیے۔ آپ ﷺ جس طرح بتوں کی گندگی سے دور رہے ہیں اوروں کو بھی عقائد، خیالات، اخلاق اور اعمال کی گندگی سے دور رکھنے کی جدوجہد کیجیے اور جس کے ساتھ آپ ﷺ کوئی بہتر یا احسان کا معاملہ کریں اس میں اس سے کسی زیادہ بہتر معاملے کی توقع نہ رکھیے اور یہ راہ حق و صداقت ہے اس میں شدید تکلیفیں اور مصیبتیں آئیں گی آپ ﷺ ان تکالیف و مصائب پر صبر کیجیے۔ فرمایا کہ جب صور میں پھونک ماری جائے گی اور قیامت قائم ہو گی تو وہ دن ان کافروں کے لیے بڑا سخت دن ہو گا ہلکا نہ ہو گا۔ ولید ابن مغیرہ جو آپ کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا اس کا نام لیے بغیر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ تبلیغ دین میں اپنا وقت لگایئے اور وہ جسے میں نے تنہا پیدا کیا تھا (یعنی وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا) پھر اس کو بہت سا مال و دولت دیا اس کو ایسے بیٹے دیئے جو اس کی شان اور عزت بڑھانے کے لیے اس کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ فرمایا کہ اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیئے میں خود اس سے نبٹ لوں گا۔ فرمایا کہ وہ کون سی دولت تھی جو ہم نے اس شخص کو نہ دی تھی مگر اس نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے رسول دشمنی کی حد کر دی۔ اس کی ہوس اور نافرمانیوں کو اللہ دیکھ رہا ہے مگر وہ مزید نعمتوں کا طلب گار بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو اس کا بدترین انجام ہی ہونے والا ہے جب میں اس کو بہت جلد (جہنم کے ٹیلوں پر) ایک کٹھن چڑھائی چڑھاؤں گا۔ اس کا تکبر اور غرور اس قدر بڑھ چکا ہے کہ وہ اللہ کے کلام کو ایک ایسا جادو کہتا ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ کبھی کہتا ہے یہ تو کوئی انسانی کلام ہے۔ فرمایا کہ اس کا انجام ایک ایسی جہنم ہو گا جو اس کی کھال تک کو جھلس کر رکھ دے گی اور کسی چیز کو باقی نہ چھوڑے گی۔ وہ جہنم جس پر ایک فرشتہ ہی عذاب دینے کے لیے کافی تھا مگر ہم نے

اس پر انیس فرشتے مقرر کر دیئے ہیں۔ فرمایا کہ جو اہل کتاب ہیں وہ تو اس بات کو سن کر اور سمجھ کر یقین کر لیں گے لیکن جو لوگ علم کتاب سے دور ہیں (یعنی کفار و مشرکین) وہ یہ کہتے رہ جائیں گے کہ یہ انیس کا عدد کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے فرشتے کتنے ہیں اور اللہ کے اس لشکر کی تعداد کتنی ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

فرمایا کہ چاند کی قسم جو گھٹتا، بڑھتا اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اس رات کی قسم جو پلٹنے اور رخصت ہونے لگتی ہے اور اس صبح کی قسم جب اس کا نور ہر طرف پھیل جاتا ہے۔ جہنم بڑی خبروں میں سے ایک خبر ہے جو ایک ڈرنے کی چیز ہے۔ جو چاہے اس کی طرف بڑھے اور جو چاہے اس سے بچنے کی کوشش کرے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اہل جنت قیامت کے دن جہنم والوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کون سے اعمال جہنم میں لانے کا سبب بنے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم نہ تو نماز پڑھتے تھے، نہ غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم حق کا ساتھ دینے کے بجائے اس کی مخالفت کرتے تھے۔ جب تک موت نہیں آگئی ہم قیامت کو جھٹلاتے ہی رہے۔

اللہ نے فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے یہ نصیحت سے اس طرح کیوں بھاگ رہے ہیں جس طرح جنگلی گدھے شیر کے خوف سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دراصل یہ لوگ آخرت کا خوف نہیں رکھتے ورنہ ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ قرآن سراسر نصیحت ہی نصیحت ہے جس کا دل چاہے اس سے عبرت حاصل کرے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اگر وہ چاہے گا تو ہر شخص عبرت حاصل کرے گا ورنہ بے توفیق ہی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی اس کا حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی ایسے لوگوں کو بخشنے والا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

سُورَةُ الْمُدَّثِّرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ
فَطَهِّرْ ۝٤ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ وَ
لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝٧ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ ۝٨ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ
يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝٩ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١٠ ذَرْنِىْ وَمَنْ
خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝١١ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝١٢ وَّبَنِيْنَ
شُهُوْدًا ۝١٣ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝١٤ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ
اَزِيْدَ ۝١٥ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝١٦ سَاُرْهِقُهٗ
صَعُوْدًا ۝١٧ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝١٨ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝١٩
ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝٢٠ ثُمَّ نَظَرَ ۝٢١ ثُمَّ عَبَسَ وَ
بَسَرَ ۝٢٢ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝٢٣ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ
اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝٢٤ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝٢٥
سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝٢٦ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝٢٧ لَا تُبْقِىْ وَ
لَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝٣٠

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ
اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ
اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ
رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ ع ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۱

اے چادر میں لپٹ کر (بیٹھنے والے) کھڑے ہو جایئے اور (لوگوں کو اللہ کے خوف سے) ڈرایئے۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف رکھئے اور ہر طرح کی گندگی سے دور رہیے۔ کسی پر زیادہ بدلہ چاہنے کے لئے احسان نہ جتایئے۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔

پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ ایک سخت دن ہوگا اور کافروں کے لئے تو ذرا بھی آسان نہ ہوگا۔ مجھے اور جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے اسے مجھ پر چھوڑ یئے۔ میں نے اس کو بہت زیادہ مال دیا اور وہ بیٹے دیئے جو سامنے ہیں اور اس کو ہر طرح کا سامان (زندگی) دیا جس کو وہ اور زیادہ کرنے کی ہوس میں مبتلا ہے۔ ہرگز نہیں۔ وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔ بہت جلد میں اس کو سخت چڑھائی چڑھاؤں گا۔ اس نے سوچا پھر اندازہ کیا پھر وہ تباہ ہو جائے کہ اس نے کیسا اندازہ کیا۔

پھر اس نے کچھ سوچا، پھر منہ پھیرا، تیوری چڑھائی، پھر پیٹھ پھیری اور غرور وتکبر اختیار کیا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو (پہلوں سے) نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ تو کسی انسان (کا گھڑا ہوا) کلام ہے۔ (اللہ نے فرمایا) میں بہت جلد اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جہنم کیا ہے؟ (جہنم وہ ہے) جو نہ تو کسی کو باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلس کر کالا کر دینے والی ہے۔ جس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں اور ہم نے جہنم میں کام کرنے کے لئے فرشتوں کے سوا کسی کو نہیں بنایا۔

اور ہم نے ان کی تعداد کافروں کے لئے آزمائش بنائی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کرلیں اور ایمان والے اپنے ایمان کو اور مضبوط کرلیں۔ اور اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور مومن اس تعداد میں شک نہ کریں تاکہ جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور (اسی طرح وہ لوگ) جو کافر ہیں یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ اللہ نے اس سے کیا چاہا ہوگا؟ اس طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اور اللہ کے اس لشکر کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہ انسان کی (ہدایت و) نصیحت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۱

اَلْمُدَّثِّرُ	چادر اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے
ثِیَابٌ	کپڑے
اَلرُّجْزُ	گندگی۔ ناپاکی
اُهْجُرْ	اس کو چھوڑ۔ دور رہ
لَا تَمْنُنْ	احسان نہ جتا

تَسْتَكْثِرُ	زیادہ کی طلب
نُقِرَ	بجایا گیا۔ پھونکا گیا
اَلنَّاقُوْرُ	صور
وَحِيْدٌ	تنہا۔ اکیلا
مَمْدُوْدٌ	پھیلایا گیا
شُهُوْدٌ	سامنے۔ ہر جگہ
مَهَّدْتُّ	میں نے تیار کر دیا
يَطْمَعُ	امید رکھتا ہے
عَنِيْدٌ	نہ ماننے والا
اُرْهِقُ	میں چڑھادوں گا
صَعُوْدٌ	چڑھائی۔ اونچائی
عَبَسَ	اس نے تیوری چڑھائی
بَسَرَ	اس نے کڑوا سا منہ بنایا
يُؤْثَرُ	پہلے چلا آتا ہے
سَقَرٌ	آگ
لَا تَذَرُ	پیچھا نہ چھوڑے گی

لَوَّاحَةٌ — جھلس ڈالنے والی

تِسعَةَ عَشَرَ — انیس

تشریح: آیت نمبر ا تا ۳۱

اللہ تعالیٰ نے یایھا المزمل کی طرح نہایت شفقت و محبت سے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو "یا یّھا المدثر" کہہ کر خطاب فرمایا ہے کہ اے چادر یا کمبل میں لپٹ کر بیٹھنے والے اب اٹھ کر کھڑے ہو جایئے اور وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی میں لگ کر بھٹک گئے ہیں ان کو اللہ کے خوف اور آخرت میں برے انجام سے ڈرایئے اور جس معاشرہ میں ہر شخص غرور، تکبر اور جہالت کا پتلا بنا ہوا ہے انہیں بتا دیجئے کہ اس کائنات اور آخرت میں اللہ کے سوا کسی کو کوئی بڑائی حاصل نہیں ہے۔ عقیدہ توحید کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آج پوری دنیا عقیدوں اور اخلاق کی جن گندگیوں میں پڑی ہوئی ہے اس سے اپنے دامن کو بچا کر رکھئے اور محض اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہر شخص کے ساتھ بے غرضانہ سخاوت اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے رہیے اور کسی پر کوئی احسان اس جذبے سے نہ کیجئے کہ آج جو میں نے کسی کو کچھ دیا ہے کل اس سے بہتر وصول ہو جائے گا۔ جب آپ ان لوگوں کو اللہ کے دین اور ان سچائیوں پر چلائیں گے تو طرح طرح کے مصائب، مشکلات اور پریشانیاں آئیں گی ان پر محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے صبر، برداشت اور تحمل سے کام لیجئے۔ قیامت کا دن انسان سے بہت دور نہیں ہے ایک صور پھونکا جائے گا تو کائنات میں ہر چیز ختم ہو جائے گی اور جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور اللہ کی ساری مخلوق میدان حشر میں جمع ہو جائے گی وہ کافروں کے لئے بہت ہی ہولناک اور تباہ کن دن ہوگا اور اس میں ان کو سخت سزا دی جائے گی۔ وہ لوگ جنہیں دنیا کی معمولی سی دولت اور اولاد مل گئی ہے وہ اس پر اترا رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کر رہے ہیں۔ ان کی ہوس اور لالچ کا یہ حال ہے کہ انہیں جتنا کچھ دیا گیا ہے اس پر قناعت کرنے کے بجائے اس سے بھی زیادہ کی طلب میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں سے میں خود نبٹ لوں گا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیئے اور دیکھتے رہیے کہ جس مال و دولت پر وہ اس قدر اکڑ رہے ہیں وہ اس دنیا کی زندگی تک ان کے ساتھ رہے گی اس کے بعد قیامت کے دن تو میں ایسے لوگوں کو جہنم کے ٹیلوں پر اس طرح چڑھاؤں گا کہ وہاں ان کی دولت، مال اور اولاد ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔ ان کو ایسی جہنم میں جھونکا جائے گا جس کی آگ کی اتنی شدت ہوگی کہ وہ ہر چیز کو جلا کر خاک کر دے گی اور کسی چیز کو نہ چھوڑے گی۔ ان کی کھالیں جھلس جائیں گی اور ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اس جہنم پر ان کو

عذاب دینے کے لئے ایک فرشتہ ہی کافی تھا لیکن اس جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہوں گے (جن کے لاکھوں کروڑوں معاون اور مددگار فرشتے ہوں گے) ان سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ مل سکے گا۔ یہ تو انیس فرشتے ہیں لیکن اللہ کے فرشتوں کا لشکر کتنا بڑا ہے اور اس کے کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد کا اندازہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے موت کے فرشتے آنے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس نے توبہ کرلی اور دین کی سچائیوں کو اپنا کر ان پر چلنے کا ارادہ کرلیا دنیا اور آخرت کی بھلائی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے لیکن اگر جانتے بوجھتے حق وصداقت کا مذاق اڑایا گیا اور اس کی حقیقت کا انکار کیا گیا تو اس کا انجام بڑا بھیانک ہوگا اور ناقابل تصور جہنم کی شدید آگ میں جھلسنا ہوگا۔ اللہ کے ہر حکم اور ارشاد کا یقین ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

سورۃ المدثر کے چند الفاظ کی تفصیل یہ ہے

۱)۔ **یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ** اے چادر کو لپیٹ کر بیٹھنے والے۔ دثار اس لمبے کپڑے، چادر یا کمبل کو کہا جاتا ہے جو سردی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے کپڑوں کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو یا ایھا المدثر کہنے میں ایک تو آپ کی شان محبوبیت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے اس واقعہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جب سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد کچھ عرصے کے لئے آپ ﷺ پر وحی کا سلسلہ بند ہو گیا تھا اس کو ''فترۃ الوحی'' کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں کسی جگہ سے گذر رہا تھا کہ ایک آواز سنی۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا (اپنی اصلی صورت میں) زمین وآسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں یہ دیکھ کر سخت پریشان ہو گیا۔ گھر پہنچ کر میں نے کہا مجھے اڑھاؤ، مجھے اڑھاؤ۔ اس کے کچھ عرصے بعد سورۂ مدثر کی مذکورہ آیتیں نازل فرمائیں اور پھر مجھ پر لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے چادر یا کمبل اوڑھ لپیٹ کر بیٹھنے والے نبی ﷺ! آپ اٹھئے اور ساری دنیا کو پیغام الٰہی پہنچا دیجئے اور لوگوں کو ان کے برے اعمال کے بدترین انجام سے آگاہ کر دیجئے اور اس کا خوف دلایئے۔ اسی کو فرمایا **قُمْ فَاَنْذِرْ** اُٹھیئے اور ڈرایئے۔

۲)۔ **وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجئے۔ یعنی اپنے اس پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے جو ہر ایک بڑائی اور عظمت کا مستحق ہے۔ وہی سب سے بڑا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی بڑا اور قابل تعظیم نہیں ہے۔ یہاں اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ کسی شخص کا غرور وتکبر اور اپنی ذات کی بڑائی شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ جب کسی کو بڑی مقدار میں مال ودولت، راحت وآرام کے اسباب، بہترین سواریاں، کھیتی باڑی اور بلند وبالا مکانات، بلڈنگیں اور اولاد مل جاتی ہے تو وہ ان پر

شکرادا کرنے کے بجائے ناشکری اور غرور وتکبر کے راستے پر چل پڑتا ہے۔اور اپنے سواوہ ہرایک کو کمتر اور ذلیل سمجھنے لگتا ہے۔ شیطان اس کو سمجھاتا ہے کہ اس دنیا میں نہ تو اس سے کوئی بڑا ہے نہ کوئی اور عزت و تعظیم کا مستحق ہے چنانچہ جب ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ وہ غرور وتکبر نہ کریں تو یہ کہنے سے ان کا غرور وتکبر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اللہ کے کلام کی طرف متوجہ کیا تو وہ لوگ جو اپنے معاشرہ میں بڑے بن بیٹھے تھے سچائی کو سمجھنے کے باوجود اس سے منہ پھیر کر اللہ کے کلام کا انکار کر بیٹھے اور انہوں نے اللہ کے نبی کی بات ماننے کے بجائے اس طرح کے عیب تلاش کرنا شروع کر دیئے جس سے اس ابھرتی ہوئی تحریک اور کام کی حیثیت کو گھٹایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اپنے پروردگار کی بڑائی اور عظمت کا اعلان کر کے ساری دنیا کو بتا دیجئے کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی نہیں ہے۔ ساری عظمتوں کا مستحق صرف ایک اللہ ہے۔

۳)۔ **وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ** اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔ ان الفاظ میں ایک تو صفائی ستھرائی اور کپڑوں کو پاک صاف رکھنے کا حکم ہے کیونکہ پاکی، صفائی اور ستھرائی جسمانی ہو یا روحانی وہ نصف ایمان ہے لیکن یہ الفاظ اور اس کے معانی اس قدر جامع ہیں اور ان کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ مفسرین نے ان کی مختلف تفسیریں بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ عقیدہ توحید کو پھیلانے کے جس عظیم مقصد کو لے کر چل رہے ہیں اس میں اپنے نفس اور قلب کو، ظاہر اور باطن کو، اخلاق اور معاملات کو، روح اور جسم کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھئے اور لباس جو انسان کی شخصیت کی پہچان ہے اس کو غرور وتکبر اور شان وشوکت کی گندگیوں سے بچا کر رکھئے۔

۴)۔ **وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ** بتوں (کی گندگی) سے دور رہیے۔ یعنی جس طرح آپ ہمیشہ سے بتوں اور ان کی گندگیوں سے دور رہے ہیں اسی طرح اب آپ ان لوگوں کو جو بتوں اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی، نفسانی خواہشات، باپ دادا کی رسموں اور غیر انسانی زندگی کی گندگیوں میں ملوث ہو کر اپنے خالق حقیقی سے بھٹک کر دور چلے گئے ہیں ان کو سیدھے راستے پر لایئے۔ اور ان کو صراط مستقیم پر چلانے کی جدوجہد کیجئے۔

۵)۔ **وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ** کسی پر زیادہ بدلہ چاہنے کے لئے احسان نہ جتایئے۔ یعنی کسی شخص پر کوئی احسان اور نیکی کرنے میں یہ جذبہ شامل نہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ اس وقت دیا ہے آئندہ اس سے زیادہ وصول ہو جائے گا۔ آپ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایسی بے غرضانہ عطا و بخشش، سخاوت، نیکی اور حسن سلوک کرتے رہیے جس میں بدلے اور صلے کی کوئی تمنا شامل نہ ہو۔ ہر کام کی بنیاد میں یہ جذبہ پنہاں ہو کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

۶)۔ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔ صبر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ''نفس کو روکنا اور قابو میں رکھنا''۔ یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ جس راستے پر قدم رکھ رہے ہیں یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ یہاں قدم قدم پر سخت مشکلات، پریشانیاں اور مصائب آئیں گے۔ عرب کے یہی لوگ جو آج آپ کے راستے میں اپنی پلکیں بچھا رہے ہیں آپ کو صادق وامین کہتے ہیں یہی سب لوگ حق وصداقت کا اعلان کرنے کے بعد آپ کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے اس وقت آپ پورے عزم ویقین کے ساتھ آگے بڑھتے جایئے اور ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے اپنے فرض کو پورا کرنے کی جدوجہد کیجئے۔ کسی کی پرواہ نہ کیجئے اپنے پروردگار کی رحمت پر امید رکھ کر صبر، تحمل اور برداشت سے کام لیجئے۔

۷)۔ فَاِذَا نُقِرَ فِى النَّاقُوْرِ پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔ عربی زبان میں ''نقر'' کے معنی آواز دینے اور بلانے کے آتے ہیں۔ یعنی قیامت کے دن جب انسانی جسموں اور روحوں کو بلانے کے لئے آواز دی جائے گی۔ صور پھونکا جائے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن یہ دن کافروں کے لئے بہت سخت اور ناگوار دن ہوگا۔ کیونکہ اس دن ان کے تمام اعمال کا فیصلہ کر کے ان کو ایسی جہنم میں جھونکا جائے گا جہاں کی آگ ان کا حلیہ بگاڑ دے گی اور ان کو جلا کر خاک کر دے گی۔ اس آگ میں ہر چیز کو جلا کر خاک کر دینے کی ایسی صلاحیت ہوگی کہ اس آگ میں ڈالی جانے والی ہر چیز بھسم ہو جائے گی۔

۸)۔ ذَرْنِىْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا مجھے اور جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اس کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیئے۔ فرمایا کہ وہ شخص جسے میں نے مال ودولت، بیٹوں اور ہر طرح کا سامان زندگی عطا کیا وہ اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرتا ہے اور وہ اس مال ودولت کو اور زیادہ بڑھانے کی ہوس میں مبتلا ہے۔ ہماری آیتوں کی مخالفت اور دشمنی میں سب سے آگے ہے جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس کی حقانیت کو سمجھنے کے باوجود منہ اور پیٹھ پھیر کر اور غرور وتکبر سے تیوریاں چڑھا کر کہتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو وہی جادو ہے جو پہلے لوگوں سے چلا آرہا ہے اور جس کلام کو اللہ کا کلام کہا جاتا ہے وہ خود سے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے (نعوذ باللہ)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب ﷺ! آپ ان جیسے لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔ یہ جس مال واسباب پر اتنا اترا رہے ہیں اس وقت تک کام دے سکتا ہے جب تک ان کو موت نہیں آجاتی۔ جب موت آجائے گی تو ان کو قبر میں اور قیامت میں یہ مال اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ نے فرمایا کہ میں ان کو جہنم کی آگ سے بھرے ایسے ٹیلوں پر چڑھاؤں گا جہاں کی چڑھائی بھی بڑی سخت چڑھائی ہوگی۔ وہ جہنم جس پر اللہ کے انیس فرشتے مسلط ہوں گے وہ جہنم کی آگ ان کو جھلس کر رکھ دے گی اور ان کا حلیہ بگاڑ دے گی۔

۹)۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً اور ہم نے (فرشتوں کی) تعداد کو (کافروں کے لئے)

آزمائش بنایا ہے۔ یعنی جہنم کے فرشتوں کی تعداد جو انیس بتائی گئی ہے درحقیقت یہ اہل ایمان کے لئے ایک آزمائش ہے۔ کافر تو یہ سن کر مذاق اڑائیں گے اور اہل کتاب اگر واقعی وہ اہل کتاب ہیں اس پوری حقیقت کو سمجھ لیں گے کہ اس سے اللہ کی مراد جہنم کی شدت کو بیان کرنا ہے لیکن جب کافر اس کو سنے گا تو وہ مذاق ہی اڑائے گا۔ اس لئے یہ تعداد ایک آزمائش ہے۔ لیکن جو صاحبان ایمان ہیں وہ سن کر اپنے ایمان میں اور ترقیاں حاصل کرلیں گے۔ قرآن کریم تو سراسر ہدایت ہے وہ اس کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کردیتا ہے لیکن گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے کفر اور گناہ کے راستے کا انتخاب کررکھا ہے۔

ان آیتوں کا مفہوم واضح ہے لیکن علماء مفسرین نے ان آیتوں کی تشریح کرتے ہوئے ولید ابن مغیرہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مکہ مکرمہ میں ولید ابن مغیرہ انتہائی مال دار اور دولت مند شخص تھا جسے راحت و آرام کے تمام اسباب عطا فرمائے گئے تھے۔ اس کے دس بیٹے تھے ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت خالد بن ولیدؓ تھے جو بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ وہ سب بیٹے صحت مند، توانا اور لمبے چوڑے تھے۔ ہر مجلس اور ہر جگہ وہ اپنے باپ کے ساتھ ساتھ رہتے اور ان کی شان اور وقار میں اضافے کا سبب بنتے تھے۔ عرب کا یہی ایک مال دار شخص تھا جس کے تجارتی مراکز عرب کے مختلف شہروں میں قائم تھے۔ مال و دولت کے ساتھ ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ ایک اچھا شاعر اور عربی زبان پر اس کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ جب اس نے نبی کریم ﷺ کو قرآن حکیم کی تلاوت کرتے سنا تو ولید ابن مغیرہ اس کلام کو سن کر جھوم اٹھا۔ اس کے دل پر قرآن کریم کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا اور وہ بہت متاثر ہوا۔ ممکن ہے اس نے ایمان قبول کرنے کا ارادہ کرلیا ہو اور اس کا ذکر کچھ لوگوں سے کردیا ہو۔ جب ابوجہل کو معلوم ہوا کہ ولید ابن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ بوکھلا اٹھا۔ اسے اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ اگر ولید ابن مغیرہ نے اسلام قبول کرلیا تو سارے عرب میں دین اسلام کو پھیلنے سے کوئی روک نہ سکے گا۔ وہ فوراً ہی ولید ابن مغیرہ کے پاس گیا اور نہایت ہوشیاری سے اس کو جہالت کی عصبیت پر ابھارتے ہوئے کہا کہ ولید تمہیں کیا ہو گیا تم انتہائی سمجھ دار آدمی ہو اور تم ایک ایسے نوجوان کی باتوں میں آگئے ہو جو کل کا نوجوان ہے۔ تم کیوں اپنی عزت کو داغ دار کررہے ہو اور معاشرہ میں تمہارا جو مقام ہے اسے تم کیوں ڈبونے کے چکر میں پھنس گئے ہو۔ اس نے یقین دلایا کہ یہ سب جادو کا اثر ہے اور یہ کلام (حضرت) محمد ﷺ نے خود سے گھڑ لیا ہے۔ ابوجہل کی اس گفتگو کا اثر یہ ہوا کہ ولید ابن مغیرہ کا ذہن پلٹ گیا اور اس نے ابوجہل کی باتوں کو دھرانا شروع کردیا کہ یہ تو وہی جادو ہے جو خاندانوں میں جدائیاں ڈالنے والا اور آپس میں پھوٹ ڈالنے والا ہے۔ اس طرح ولید ابن مغیرہ ایمان کی دولت سے محروم ہو گیا۔ لیکن دین اسلام کی عظمت یہ ہے کہ وہی ولید ابن مغیرہ جو دنیاوی لالچ کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم

رہا اللہ نے اس کے بیٹے حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ صرف ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ انہوں نے دربار نبوی ﷺ سے سیف
اللہ کا خطاب حاصل کر کے تاریخ میں ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے جو مومن مجاہدین کے لئے مشعل راہ ہیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾
وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى
الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ
يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ
الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا
سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ
نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَ
كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ
شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾
كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ
كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا بَل لَّا
يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَاءَ
ذَكَرَهُ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ
التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

الثلثة ع ۲ ۲۵ ۱۶

ترجمہ: آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

ہرگز نہیں۔ میں چاند کی قسم کھاتا ہوں اور اس رات کی جب وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جب وہ روشن ہوتی ہے۔ کہ وہ جہنم (بڑی ہیبت ناک) چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ وہ لوگوں کے لئے ڈرنے کی چیز ہے۔ تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور جو چاہے پیچھے رہ جائے۔ بے شک ہر شخص اپنے اعمال کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہے۔ سوائے داہنی جانب والوں کے جو جنت میں ہوں گے اور وہ مجرمین (گناہ گاروں) سے پوچھ رہے ہوں گے کہ تمہیں جہنم میں کس چیز نے داخل کیا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، نہ ہم محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم نکتہ چینی کرنے والوں کے ساتھ نکتہ چینیاں کرتے رہتے تھے اور ہم قیامت کے انصاف کے دن کا انکار کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ اس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہ دے گی۔ پھر ان (کفار) کو کیا ہوگیا کہ وہ (قرآن جیسی) نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے آسمانی صحیفے مل جائیں۔ ہرگز نہیں یہ آخرت ہی سے نہیں ڈرتے۔ ہرگز نہیں۔ یہ (قرآن) سراسر نصیحت ہے۔ جس کا دل چاہے وہ اس نصیحت سے سبق حاصل کرے لیکن یہ لوگ اس وقت تک نصیحت حاصل نہ کریں گے جب تک اللہ ہی نہ چاہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس کی پکڑ سے ڈرا جائے اور وہی مغفرت کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

اَدْبَرَ	اس نے پیٹھ پھیری
اَسْفَرَ	روشن ہوگیا
اِحْدَی الْکُبَرِ	ایک دردناک چیز

رَهِيْنَةٌ	پھنسی ہوئی
لَمْ نَكُ	ہم نہ تھے
اَلْخَآئِضِيْنَ	دھنسے رہنے والے
حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ	بدکنے والے گدھے
فَرَّتْ	بھاگ کھڑی ہوئی
قَسْوَرَةٌ	شیر
صُحُفًا مُّنَشَّرَةً	لکھے ہوئے فرمان

تشریح: آیت نمبر ۳۲ تا ۵۶

ہر انسان روزانہ اپنی کھلی آنکھوں سے بہت سی ان چیزوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اردگرد ہیں اور ایک خاص وجود رکھتی ہیں مثلاً چاند کبھی گھٹتا ہے کبھی بڑھتا ہے، کبھی وہ چودھویں کا مکمل چاند ہوتا ہے کبھی وہ گھٹ کر کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ کی طرح باریک ہو جاتا ہے۔ دن اور رات جو باقاعدگی سے آتے اور جاتے ہیں۔ کبھی روشنی کبھی اندھیرا کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان ہی تین چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس طرح رات اور دن، چاند (سورج اور ستارے) اپنا ایک وجود رکھتے ہیں اسی طرح جہنم بھی اپنا ایک وجود رکھتی ہے لیکن وہ اتنی ہیبت ناک چیز ہے جس سے ہر انسان کو پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ یہ جہنم ان لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ کے نافرمان ہیں۔ اب جس کا دل چاہے وہ اس سے ڈر کر نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کر لے اور جس کا جی چاہے وہ اس سے پیچھے ہٹ جائے۔ لیکن وہ اس حقیقت کو اپنے سامنے ضرور رکھے کہ ہر انسان اپنے اچھے اور برے اعمال کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے۔ جس طرح کوئی شخص قرض کے بدلے کوئی چیز ضمانت کے طور پر رہن یعنی گروی رکھ دیتا ہے وہ چیز یا قرض دینے والے کے پاس رہتی ہے۔ جب قرض کی رقم ادا کر دی جاتی ہے تو وہ چیز واپس بھی مل جاتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان اپنے اعمال کے بدلے اللہ کے پاس گروی رکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر انسان کو ذمہ دار بنا کر اس

پر کچھ فرائض مقرر کئے ہیں۔ اگر وہ اس دنیا میں اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کو ادا کر کے اپنا فرض پورا کر دے گا تو وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا ورنہ وہ جہنم کی ہولناک آگ اور اپنے برے انجام سے بچ نہ سکے گا۔ لیکن اس اصول سے وہ لوگ مستثنٰی ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے تمام فرائض اور احکامات کو پورا کرنے والے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب الیمین میں سے ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ وہ عرش الٰہی کے سائے میں اور جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ یہ اہل جنت اللہ کے نافرمانوں سے پوچھیں گے کہ تم کس وجہ سے جہنم کے مستحق قرار دیئے گئے؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ

(۱) ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(۲) مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

(۳) وہ لوگ جو دین اسلام کی سچائیوں پر نکتہ چینیاں کرتے تھے ہم بھی ان کے ساتھ شریک رہتے تھے۔

(۴) اور ہم قیامت کے دن کا انکار کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے واضح طور پر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرامؑ، صلحاء اور شہداء وغیرہ کو شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے مگر ان جیسے منکرین کی کوئی سفارش تک کرنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان جیسے لوگوں کو نہ تو قیامت کے آنے کا یقین تھا اور نہ یہ لوگ انبیاء کرامؑ کے دامن سے وابستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی کتاب نازل کی ہے جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے یہ لوگ اس پر عمل کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیر کر چلتے ہیں؟ اور وہ ان جنگلی گدھوں کی طرح کیوں ہو گئے جو معمولی آواز یا شیر کی بو سونگھتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ قرآن شروع سے آخر تک نصیحت ہی نصیحت ہے اب یہ انسان کی اپنی کوشش ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے یا اس سے محروم رہتا ہے۔ اگر وہ اللہ سے توفیق مانگیں گے تو ان کو توفیق ضرور ملے گی لیکن اللہ کے دین کا انکار کرنے والے اس توفیق سے محروم ہی رہیں گے حالانکہ صرف اللہ کی ذات ہے جس سے ڈرتے رہنا چاہیے جو اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ اگر کوئی اس سے توفیق مانگ کر اس کے راستے میں ذرا بھی جدوجہد کرتا ہے تو اللہ اس کو اپنے دامن مغفرت میں پناہ دیدیتا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۵

القِیامَۃ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القیامہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	75
کل رکوع	2
آیات	40
الفاظ وکلمات	164
حروف	682
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت کفار ومشرکین کے سامنے جب قیامت اور آخرت کے واقع ہونے کو بیان کیا جاتا تو وہ اس کو ناممکن سمجھتے ہوئے کہتے کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے پیدا ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس تصور کو گمراہی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ

’’میں قیامت کے دن اور نفس لوامہ (ملامت کرنے والا نفس) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جب ہم اس کی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیں گے تو ہم ان کو دوبارہ جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی ایک ایک پور کو دوبارہ ٹھیک بنا دینے کی پوری قدرت وطاقت رکھتے ہیں۔‘‘

فرمایا کہ انسان اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے پوچھتا ہے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دن تو ضرور آئے گا لیکن کفار اور اس کا انکار کرنے والوں کے لیے یہ دن بڑا ہولناک ہوگا۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی، چاند بے نور ہو جائے گا، بلکہ چاند اور سورج دونوں ایک حالت پر آجائیں گے یعنی دونوں بے نور ہو جائیں گے۔ اس وقت انسان بدحواسی میں یہ کہے گا کہ آج میں کہاں جاؤں اور کس چیز کی آڑ اور پناہ لوں؟ فرمایا کہ اس دن کفار کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی۔ سب کو اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے تمام اگلے پچھلے گناہوں اور اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ تمام اعمال نامے ہر شخص کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ وہ اس وقت طرح طرح کے بہانے اور اپنی معذرتیں پیش کرے گا لیکن اس کے اعمال پر خود اس کا نفس بھی گواہی دے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں جلدی حاصل ہونے والی راحتوں کے پیچھے آخرت تک کو بھول گئے تھے آج اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ فرمایا کہ اس دن کچھ چہرے تو تر و تازہ اور خوشیوں سے شاداب ہوں گے وہ اللہ کی رحمتوں کے لیے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے لیکن بہت سے چہروں پر غم سے اداسی چھائی ہوئی ہوگی اور وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ آج ان کے ساتھ بڑا سخت اور کمر توڑ معاملہ ہونے والا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ اس وقت بھی آخرت کی فکر کر لیتے جب ان کی جان حلق تک پہنچ گئی تھی، سانس رکنے

لگی تھی اور علاج کے لیے کہہ رہے تھے کہ ہر دوا بے اثر ہو چکی ہے اب کسی جھاڑ پھونک والے کو بلالو کیونکہ اس وقت اسے یقین آجائے گا کہ بس اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آچکا ہے۔ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر چڑھ جائے گی اور آخر کار وہ اپنے رب کی طرف روانہ ہو جائے گا۔فرمایا کہ یہ انسان کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ زندگی بھر سچائی اور حق کو تسلیم کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتا رہا۔اس کو نماز تک کی توفیق نہ مل سکی۔تکبر، غرور کرتے ہوئے وہ اپنے گھر والوں میں خوش رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔اپنی روش زندگی کو بدلنے کے بجائے ہر وقت اپنی بدبختی میں لگا رہا۔وہ اس بات کو بھول گیا تھا کہ وہ حقیر پانی کا ایک قطرہ اور نطفہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا تھا، پھر وہ گوشت کا لوتھڑا بنا، پھر اس کا جسم بنا، اللہ نے اس جسم کو اور اعضا کو درست کیا۔کسی کو مرد کسی کو عورت (کسی کو نر اور کسی کو مادہ) بنادیا۔کیا وہ اللہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے اور دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ یقیناً وہی اللہ جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے اسی کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟

اس سورۃ میں ایک اور اہم بات کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے۔اسی نے اس کو نازل کیا ہے وہی اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔اس بات کو آیات کے درمیان بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بھی حضرت جبرئیل امین قرآن کریم کی آیات کو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کرتے تو نبی کریم ﷺ اس خیال سے کہ کہیں میں ان آیات کو بھول نہ جاؤں جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اس وحی کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔اس قرآن کریم کو (آپ ﷺ کے قلب مبارک پر) جمع کر دینا اور پھر اس کو بیان کرا دینا ہماری ذمہ داری ہے لہٰذا جب ہم (جبرئیل کے واسطے سے) آپ ﷺ پر تلاوت کریں تو آپ ﷺ اس کو غور سے سنیے اور اس کے بعد اس قرآن کریم کی تشریح اور وضاحت کو (وحی خفی کے ذریعہ) بیان کرا دینا بھی ہم نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی حفاظت بھی اللہ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے جس کو وہ قیامت تک جس سے اور جیسے چاہے گا حفاظت کرالے گا اور قرآن کریم کی آیات کی تفسیر و تشریح بھی اللہ نے نبی کریم ﷺ کو خود ہی تعلیم فرمائی ہے۔لہٰذا قرآن کریم کی تشریح اور وضاحت بھی وہی ہوگی جس کی نبی کریم ﷺ نے احادیث کے ذریعہ ہمیں تعلیم دی ہے۔اگر کوئی شخص قرآن کریم کی کسی مراد کی تشریح اپنی مرضی سے کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں ہرگز قبول نہ ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اسی میں پوری امت کی نجات اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

سورۃ القیامۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ﴿۲﴾
اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ
عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ
اَمَامَہٗ ۚ﴿۵﴾ یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ
الۡبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۹﴾
یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾ کَلَّا لَا وَزَرَ ﴿ؕ۱۱﴾ اِلٰی
رَبِّکَ یَوۡمَئِذِۣ الۡمُسۡتَقَرُّ ﴿ؕ۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا
قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ﴿ؕ۱۳﴾ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ﴿ۙ۱۴﴾
وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ ﴿ؕ۱۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

میں قیامت کے دن کی اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے؟ بے شک ہم تو اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو درست کردیں۔ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ (قیامت کا دن وہ ہوگا) جب آنکھیں پتھرا

جائیں گی۔ چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند ملا کر ایک (حالت پر) کر دیئے جائیں گے (یعنی بے نور ہو جائیں گے)۔ اس دن آدمی کہے گا کہ آج کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اس دن صرف آپ کے پروردگار کے پاس ہی ٹھکانا ہوگا۔ اس دن آدمی کو اگلے پچھلے سارے اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا بلکہ آدمی اپنے خلاف خود کھلی ہوئی دلیل ہوگا خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

اَلنَّفۡسُ اللَّوَّامَةُ — ملامت کرنے والا نفس

لَنۡ نَّجۡمَعَ — ہم ہرگز جمع نہ کریں گے

عِظَامٌ — ہڈیاں

نُسَوِّیُ — ہم برابر بٹھا دیں گے۔ ٹھیک بٹھا دیں گے

بَنَانَهٗ — اس کی پور پور

لِیَفۡجُرَ — تا کہ وہ بدکاری کرے

اَمَامَ — سامنے

اَیَّانَ — کب

بَرِقَ الۡبَصَرُ — آنکھ کھلی کی کھلی رہ جائے گی

خَسَفَ الۡقَمَرُ — چاند کو گہن لگ جائے گا

اَلْمَفَرُّ	بھاگنے کی جگہ
وَزَرٌ	پہاڑ۔بوجھ
اَلْمُسْتَقَرُّ	ٹھکانا
مَعَاذِيْرَ	حیلے بہانے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی، چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے جسم کے تمام اجزا اور ذرات بکھر کر نا پید ہو جائیں گے کیا ہم دوبارہ پیدا کئے جاسکیں گے؟ اور کس طرح اسی جسم کے ذرات مل کر انسانی شکل اختیار کرسکیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو دوبارہ پیدا نہ کرسکیں گے؟ وہ اس غلط فہمی کو دور کرلے کیونکہ ہماری قدرت اتنی وسیع ہے کہ ہم تو انسان کی انگلیوں کے پورو ے جو انسانی جسم میں سب سے نازک چیز ہے اس کو بھی پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار جس بات پر اعتراض کر رہے ہیں ان کے دل بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس پوری کائنات میں ساری طاقت وقوت اللہ ہی کے لئے ہے دراصل یہ بہانے بنا کر اپنی آئندہ زندگی گناہوں اور معصیتوں میں گذارنے کی آزادی چاہتے ہیں۔ اسی لئے وہ کفار مذاق اڑانے کے لئے پوچھتے ہیں کہ وہ قیامت جس کا وعدہ کیا گیا ہے آخر وہ کب آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب قیامت قائم کی جائے گی اس دن لوگوں کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ چاند کا نور سلب کرلیا جائے گا، سورج بھی بے نور ہو جائے گا اور چاند سورج کی روشنی اس طرح ختم کردی جائے گی کہ وہ دونوں بے نوری کی کیفیت میں ایک جیسے ہو جائیں گے۔ جب قیامت کا ہولناک دن آئے گا اور نظام کائنات کو درہم برہم کردیا جائے گا تو اس عظیم انقلاب کو دیکھ کر اس سے بچنے کے لئے آدمی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور کہے گا کہ آج کہیں بھاگ کر پناہ مل سکتی ہے؟ مگر اس کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔ ہاں البتہ اللہ کے نیک بندوں کے لئے اللہ ہی کے پاس ٹھکانا مل سکے گا۔ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے کئے

ہوئے اگلے پچھلے تمام اعمال سے آگاہ کر دیا جائے گا۔ اور وہ اپنے کسی عمل سے انکار نہ کر سکے گا کیونکہ اس کا اپنا وجود اور اس کے تمام اعضاء اس کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ وہ اس دن کتنے ہی بہانے بنائے مگر وہ اپنی بدعملیوں کی وجہ سے چھوٹ نہ سکے گا۔

سورۃ القیامہ کی ان آیات سے متعلق چند باتیں

۱) ان آیات میں سب سے پہلے تو قیامت کے دن کی اور دوسری قسم نفس لوامہ کی کھائی ہے۔ قیامت اور نفس لوامہ کی قسم کھانے کی وجہ یہ ہے کہ نفس لوامہ نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں آدمی کا نفس اپنی کوتاہیوں، خطاؤں اور گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ پچھتاتا ہے۔

چونکہ قیامت کے دن یہ شرمندگی انتہا درجہ پر ہوگی اس لئے نفس لوامہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ انسان سے قیامت دور نہیں ہے۔ اگر اس کو اپنے نفس کی کوتاہیوں پر شرمندگی ہے اور وہ توبہ کرتا ہے تو قیامت میں اس کے لئے ہر راحت و آرام کا سامان ہوگا اور اگر زندگی بھر خطاؤں اور گناہوں میں ملوث رہنے کے باوجود اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور وہ اپنے فسق و فجور میں مبتلا رہا تو پھر وہ اس کے لئے بڑی حسرتوں کا دن ہوگا جس میں ہزار بہانوں کے باوجود خود اس کا اپنا وجود ہی اس کے خلاف گواہی دینے کے لئے کافی ہوگا۔

۲) قرآن کریم میں نفس انسانی کی تین حالتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس کے معنی جان، روح اور انسانی ضمیر کے آتے ہیں۔

﴿نفس امارہ﴾ اگر کسی کا نفس اس کو بدترین خواہشوں، ناجائز لذتوں اور برائی کے کاموں پر اس طرح اکساتا اور رغبت دلاتا ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلے میں اللہ و رسول کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس پر بے حسی اس طرح غالب آجاتی ہے کہ اس کے دل سے احساس گناہ مٹ جاتا ہے تو ایسے نفس پر اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو وہ اس کو جہنم تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔

سورۂ یوسف میں حضرت یوسفؑ نے فرمایا ہے "اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" کہ اگر میرے اللہ کا رحم و کرم نہ ہو تو نفس برائی کی طرف ہی رغبت دلاتا ہے۔ اسی کو نفس امارہ کہا جاتا ہے۔

﴿نفس لوّامہ﴾ نفس کا کام تو یہی ہوتا ہے کہ وہ آدمی کو برائیوں اور گناہوں پر اکساتا ہے لیکن اگر آدمی کسی خطا اور گناہ میں پڑنے کے باوجود اس پر شرمندہ ہو کر اپنا محاسبہ کرنے لگتا ہے یعنی اس کے اندر نیکی اور گناہ کا احساس زندہ رہتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا اور اگر میں کوئی اچھا کام کرتا

تو اس سے مجھے آخرت میں کتنا فائدہ ہوتا۔ اس کو نفس لوامہ یعنی ملامت کرنے والا نفس فرمایا گیا ہے جس کی قسم اللہ نے کھائی ہے۔

اصل میں جس دل میں گناہ اور ثواب کا احساس زندہ رہتا ہے جب بھی اس سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ اللہ کے سامنے شرمندگی کا اظہار کرتا ہے نیکیوں پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو ایسے آدمی کو آخر کار توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اگر وہ اس پر کچھ محنت کرے تو وہ نفس مطمئنہ کے لقب تک کا مستحق بن جاتا ہے۔

﴿نفس مطمئنہ﴾ جب آدمی ایمان، عمل صالح اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی جدوجہد میں اللہ و رسول کے ہر حکم کے آگے اپنا سر جھکا دیتا ہے، اس کو نیکیوں سے محبت اور گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے، شریعت اس کے مزاج کا حصہ بن جاتی ہے وہ اپنے نفس پر خواہشات کو غالب نہیں آنے دیتا، اس کے ہر کام میں اللہ کی رضا و خوشنودی کا جذبہ غالب ہوتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ فجر میں فرمایا ہے کہ "اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔

۳) اللہ تعالیٰ نے اربوں کھربوں انسانوں کو پیدا کر کے ہر ایک کو دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ صورت، شکل، مزاج، آواز اور یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کی لکیروں کو اس قدر مختلف بنایا ہے کہ دوسرے انسان ہی سے نہیں بلکہ خود ایک ہاتھ کی انگلی، دوسرے ہاتھ کی انگلی اور لکیریں قطعاً الگ الگ ہیں۔ فنگر پرنٹ سے مجرموں کو پکڑ لیا جاتا ہے اور نشان انگوٹھا تو ابتداء سے آج تک ایک حقیقت ہے۔ عدالتوں تک میں فیصلے انگوٹھے کے نشان پر کر دیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اسی بات کی قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ چھوٹی بڑی ہڈیوں کو جوڑ کر انسانی ڈھانچہ پھر سے بنا سکتا ہے بلکہ انگلیوں کے جوڑوں، لکیروں اور خطوط تک کو پھر سے بنا دے گا۔ یہ چیزیں اس کی قدرت سے باہر نہیں ہیں کیونکہ ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس نے پہلی مرتبہ بنایا ہے وہ دوبارہ بنانے پر قدرت کیوں نہیں رکھتا؟ یقیناً اللہ کی ذات ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والی ہے۔

۴) قیامت کا دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا۔ پورا نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا اور سوائے اللہ کی طرف لوٹنے کے انسان کے لئے اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ سورج اور چاند دونوں روشنی سے محروم کر دیئے جائیں گے، ستارے بکھر جائیں گے، پہاڑ غبار بن کر اڑتے پھریں گے، میدان حشر قائم ہوگا اور اس میں آدمی کے کئے ہوئے ہر عمل پر جزا یا سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن ہر طرح کی رسوائیوں اور عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ
بِهٖ ۝١٦ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝١٧ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
قُرْاٰنَهٗ ۝١٨ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝١٩ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝٢١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝٢٢
اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝٢٣ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝٢٤ تَظُنُّ
اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝٢٥ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝٢٦
وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝٢٧ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝٢٨ وَالْتَفَّتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝٢٩ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ اِلْمَسَاقُ ۝٣٠
فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝٣١ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝٣٢
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝٣٣ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٤
ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٥ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ
يُّتْرَكَ سُدًى ۝٣٦ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝٣٧
ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝٣٨ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝٣٩ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ
يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝٤٠

ترجمہ: آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

(اے نبی ﷺ) آپ اپنی زبان کو (وحی نازل ہونے کے وقت) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ قرآن یاد ہو جائے) بلاشبہ اس کا (آپ کے قلب پر) جمع کرا دینا اور پھر اس کو پڑھوا دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اس کو پڑھائیں تو آپ اس کی قرأت کو غور سے سنئے۔ پھر اس کو واضح کرا دینا (مطلب سمجھا دینا) بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ (اے کافرو) تم جلدی حاصل ہونے والی دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اس دن کچھ چہرے رونق دار ہوں گے اور وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے اور اس دن بعض چہرے بے رونق (مرجھائے ہوئے) ہوں گے اور وہ سمجھ جائیں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ جب جان گلے کی ہنسلی تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت کہا جائے گا کہ کوئی جھاڑ پھونک والا ہے؟ اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر لپٹ جائے گی۔ وہ دن تیرے رب کی طرف جانے کا دن ہوگا۔ پھر نہ تو اس نے (اللہ اور اس کے رسول کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اس نے جھٹلایا تھا اور منہ پھیرا تھا۔ پھر وہ فخر و غرور کے ساتھ (اکڑتا ہوا) اپنے گھر کی طرف چل دیا کرتا تھا۔ بربادی ہے تیرے لئے اور خرابی ہے تیرے لئے۔ کیا آدمی کا یہ گمان ہے کہ وہ یوں ہی بے کار اور فضول چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ نطفہ (حقیر پانی کا قطرہ) نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا۔ پھر (اللہ نے) اس کو پیدا کیا اور اس کے اعضاء کو درست کیا۔ پھر اس نے آدمیوں کی دو قسمیں مرد اور عورت بنائے۔ کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کر دے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

لَا تُحَرِّکْ حرکت نہ دے

قُرْاٰنَهٗ	اس کو پڑھوا دینا
بَیَانَهٗ	اس کو کھول دینا۔ بیان کرا دینا
اَلْعَاجِلَةُ	جلد ملنے والی چیز
نَاضِرَةٌ	تروتازہ
بَاسِرَةٌ	اداس ہونے والے
فَاقِرَةٌ	کمر کو توڑ دینے والی
تَرَاقِیَ	ہنسلی
رَاقٍ	جھاڑ پھونک کرنے والا
اِلْتَفَّتْ	لپٹ گئی
اَلْمَسَاقُ	چلنا۔ روانگی
یَتَمَطّٰی	اکڑتا ہوا
اَوْلٰی لَکَ	تیرے لئے خرابی ہے
سُدًی	یوں ہی
یُمْنٰی	ٹپکائی گئی
یُحْیِ	وہ زندہ کرتا ہے
اَلْمَوْتٰی	مردے۔ بے جان

تشریح: آیت نمبر ۱۶ تا ۴۰

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (ابتداء میں) جب نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کیا جاتا تو آپ اس خوف سے کہیں کسی چیز (آیات قرآنی) کو بھول نہ جائیں تو حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ جلدی جلدی وحی کے الفاظ دھراتے جاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے نبی ﷺ! آپ اپنی زبان مبارک کو (اس وجہ سے) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ وہ یاد ہو جائے) کیونکہ اس کا (آپ کے قلب مبارک پر) جمع کرنا اور پھر اس کو پڑھوا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا جب ہم (جبرئیل کے واسطے) آپ کو پڑھائیں تو آپ اس کی قرات کو نہایت غور سے سنئے (پھر یہی نہیں کہ ہم اس کو پڑھوا دیں گے بلکہ) اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا کی چیزوں سے) تو بے انتہا محبت کرتے ہو اور اس آخرت کے دن کو بھول گئے ہو جو کفار و مشرکین کے لئے ایک ہولناک اور اہل ایمان کے لئے راحتوں سے بھرپور دن ہوگا۔ اس دن کچھ چہرے تو چمکتے دمکتے، ہشاش بشاش اور پررونق ہوں گے۔ انہیں اللہ کی تجلیات کا کھلی آنکھوں سے دیدار نصیب ہوگا اور جنت کی ابدی راحتیں ان کی منتظر ہوں گی۔ اس کے برخلاف بعض چہروں پر نحوست، بے رونقی اور اداسی کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنے سامنے جہنم کے عذاب کو دیکھ کر اس بات کا اچھی طرح اندازہ لگالیں گے کہ وہ بہت جلد اس انجام تک پہنچنے والے ہیں جو ان کی کمر توڑ کر رکھ دے گا۔

فرمایا کہ اگر یہ اللہ کے نافرمان اس دن غور کر لیتے جب ان کی جان گلے کی ہنسلی تک پہنچ گئی تھی (یعنی دنیا سے گذر جانے کے وقت) جب وہ اپنی جان بچانے کے لئے ہر تدبیر اور علاج سے لے کر جھاڑ پھونک تک کر چکے تھے۔ جب ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر چڑھ گئی تھی یعنی اس میں اپنی پنڈلیاں ہلانے تک کی طاقت نہ رہی تھی اس دن ان کے کوئی کام نہ آیا تھا جب موت ان کے سامنے تھی پھر بھی انہیں توبہ کی توفیق تک نہ ہوئی حالانکہ موت کے فرشتے سامنے آنے سے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نہ تو اللہ کے دین کی تصدیق کی ہوگی نہ نماز پڑھی ہوگی بلکہ ہر سچائی کو جھٹلا کر انہوں نے غرور و تکبر سے اپنے چہروں کو پھیر لیا ہوگا اور نہایت غرور و تکبر سے وہ اپنی خوشیوں میں مگن گھر کے عیش و آرام کی طرف چل دیئے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے ہر طرح کی بربادیوں کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا اور ایسے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کو یوں ہی بیکار اور فضول چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ان کو سخت سزا دی جائے گی۔

اللہ نے فرمایا کہ انسان نے کبھی اپنی تخلیق یعنی پیدائش پر بھی غور کیا ہے؟ فرمایا کیا وہ حقیر پانی کے ایک قطرہ سے پیدا نہیں کیا گیا جو رحم مادر میں ڈالا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا سا بن گیا۔ پھر اللہ نے ماں کے پیٹ میں اس کے تمام اعضاء درست کئے اور اس کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ مرد، عورت نر اور مادہ اس نے جس طرح چاہا اس کو مختلف جنسوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ سب کچھ اللہ نے اپنی قدرت سے کیا تھا کہ ایک حقیر قطرہ کو ایک حسین شکل دیدی تھی اب وہی آدمی کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہم مر جائیں گے، ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارے وجود کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے کیا ہم دوبارہ پیدا ہوں گے؟ فرمایا کہ اگر اللہ پانی کے حقیر قطرے سے جیتا جاگتا انسان پیدا کر سکتا ہے تو کیا وہ اللہ جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس بات پر قادر نہیں ہے کہ آدمی کو پھر سے پیدا کر دے؟ کیا اللہ ایک مرتبہ بنانے کے بعد دوسری مرتبہ بنانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہر گز نہیں۔ اللہ جو اس کائنات کا مالک ہے اس کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اور وہ تمام لوگوں کے مر جانے کے بعد ان کو زندہ کرے گا اور پھر میدان حشر قائم کر کے ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ سورۃ القیامہ کی ان آخری آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ۔ (یعنی اے نبی ﷺ) آپ اپنی زبان کو اس قرآن (کے پڑھنے میں) جلدی جلدی حرکت نہ دیجئے۔ اس کی وضاحت سے پہلے قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ کر لیجئے تا کہ اس کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

☆ بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

☆ بے شک اس (قرآن مجید) کو (جبرئیل) اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر نازل کرتے ہیں۔ (بقرہ)

☆ ہم آپ کو (یہ قرآن) اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے (الاعلیٰ)

☆ جب تک آپ پر پوری طرح قرآنی (آیات) نازل نہ ہو جائیں اس وقت تک آپ جلدی نہ کیا کیجئے (طٰہٰ)

☆ زیر مطالعہ سورت القیامہ میں اللہ نے فرمایا کہ " آپ اپنی زبان کو (اس وجہ سے) جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں (کہ وہ یاد ہو جائے) کیونکہ اس قرآن کو (آپ کے قلب پر) جمع کر دینا اور پڑھوا دینا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا جب ہم اس کو (جبرئیل کے واسطے سے) پڑھائیں تو آپ اس کو پوری توجہ سے سنئے۔ (القیامہ)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے نہایت وضاحت سے بتا دیا ہے کہ یہ قرآن میرا کلام ہے جس کو میں نے جبرئیل کے

ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے۔ میں خود ہی اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کی حفاظت کے لئے میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ نبی کریم ﷺ کو بتادیا گیا کہ جب آپ ﷺ پر قرآن کریم کو نازل کیا جارہا ہو تو آپ اس کو یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں اور اس کی فکر نہ کیا کریں کہ آپ اس کو بھول جائیں گے کیونکہ اس قرآن کو آپ کے قلب پر جمع کردینا اور پھر اس کو آپ کی زبان سے ادا کرادینا ان دونوں باتوں کی ذمہ داری ہماری ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دومرتبہ پورا قرآن کریم حضرت جبرئیل امین کو سنایا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور سے آج تک لاکھوں کروڑوں ایسے لوگ رہے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو حفظ کر کے اللہ کے اس وعدے کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ آج بھی قرآن کریم کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے اور انشا اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔

قرآن کریم کی ان آیات اور تاریخ کی گواہیوں کے باوجود اگر کوئی یہ کہتا ہو کہ قرآن کریم کے چالیس سپارے تھے جن میں سے دس حضرت عائشہ کی بکری کھا گئی یا اسی طرح کی کوئی اور فضول بات کرتا ہے تو درحقیقت وہ اللہ پر الزام لگاتا ہے کہ اللہ اپنے وعدے کے باوجود قرآن کریم کی حفاظت نہ کرسکا (نعوذ باللہ)

(۲)۔ **فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ** ۔ پھر جب ہم اس کو (جبرئیل کے واسطے سے آپ کو) پڑھائیں تو اس کے پڑھنے کو غور سے سنئے۔ اسی بات کو ایک دوسری آیت میں اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ "جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو"۔ ان آیات کی تشریح ان بہت سی حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ "جب نماز میں امام قرأت کرتا ہے تو تم خاموش رہ کر سنو! (صحیح مسلم) ایک جگہ فرمایا کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے (بیہقی)۔ ابتداء میں صحابہ کرامؓ دوران نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ تلاوت کرتے تھے بعد میں آپ نے اس سے منع فرمادیا۔ سورۂ فاتحہ اور آیات قرآنی جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں امام کے پیچھے تلاوت کرنے سے منع کر کے خاموشی سے سننے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب امام نماز کے دوران تلاوت کرتا ہو (خواہ زور سے یا آہستہ سے) اس وقت مقتدی خاموش رہیں اور ساتھ ساتھ تلاوت نہ کریں کیونکہ امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہوا کرتی ہے۔

(۳)۔ **ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ** ۔ پھر اس کو واضح کرادینا (مطلب سمجھادینا بھی) ہماری ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! جب قرآن کریم نازل کیا جائے تو آپ اس خوف سے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیا کریں کہ اس کے بعض حصے کو آپ بھول جائیں گے۔ کیونکہ یہ

ہمارا کلام ہے ہم ہی اس کے محافظ ہیں لہذا جب آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیات تلاوت کی جائے تو آپ اس کو غور سے سنئے اس کلام کو آپ کے دل پر جمع کر کے آپ کی زبان مبارک سے ان آیتوں کا مطلب ،مفہوم ،معنی اور مراد کو سمجھا دینا یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ آپ نے تیئس سال کے طویل عرصے میں قرآن کریم کی ایک ایک آیت کا مفہوم اپنے ارشادات اور عمل سے واضح کر کے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی پاکیزہ اور مقدس جماعت تیار کی جنہوں نے قرآن وسنت کے ہر حکم پر عمل کر کے قرآن وسنت کی تعلیمات کو ساری دنیا تک پہنچانے کی مخلصانہ جدوجہد فرمائی۔

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین، علماء کرام اور بزرگان دین نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی اس جدوجہد اور کوشش کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشادات نبوی کی روشنی میں قرآن و سنت کی تشریح فرمائی اور صراط مستقیم کی راہوں کو روشن ومنور کیا۔ لیکن ہمارے دور میں کچھ ایسے بدنصیب لوگ بھی ہیں جو ترقی پسندی اور جدید دور کے تقاضوں کا نام لے کر قرآن کریم کی ایسی من مانی تشریح اور تاویل کر رہے ہیں جس کا قرآن وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کو عجمی سازش کا نام دے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ ہمارے علماء اور بزرگان دین نے ایسے لوگوں کی سازش کو بے نقاب کرنے کی مسلسل کوششیں کر کے اپنا فرض پورا کیا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔

(۴)۔ اس سورت میں قیامت کے ہولناک دن کا ذکر کرتے کرتے درمیان میں اللہ نے عظمت قرآن کو واضح کرنے کے لئے منکرین قرآن اور منکرین قیامت کو بتا دیا ہے کہ جس قرآن کریم میں قیامت کا بیان کیا جا رہا ہے وہ آپ ﷺ اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ تو اسی قرآن کو بیان کر رہے ہیں جو ان پر نازل کیا جا رہا ہے اور اس کی جو بھی وضاحت ہے وہ اللہ ہی نے آپ کو بتائی ہے جسے آپ اپنی زبان مبارک سے بیان فرما رہے ہیں لہذا جس طرح قرآن کریم کے سامنے ساری دنیا اس جیسا قرآن لانے سے عاجز ہے اسی طرح جب قیامت آئے گی تو ہر شخص اس کے سامنے مجبور اور بے بس ہوگا۔

(۵)۔ **تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ** ۔تم جلدی حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو۔ آیت کے اس حصے کا مفہوم یہ ہے کہ جب آدمی آخرت اور اس کے انجام سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ "عاجلہ" یعنی دنیا اور اپنے ہر عمل کے فوری نتیجہ کو زندگی سمجھنے لگتا ہے کیونکہ دنیا کے فوری نتائج کو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے اور آخرت کا نتیجہ اسے نظر نہیں آتا۔ لہذا وہ دنیا حاصل کرنے میں زندگی بھر لگا رہتا ہے اور اسی کو کامیابی سمجھتا ہے حالانکہ اصل کامیابی وہ ہے جو

آدمی کو آخرت میں نصیب ہوگی جو ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ دنیا کی زندگی اور اس میں حاصل ہونے والا مال اور دولت تو اس کا ساتھ اس وقت تک دیتے ہیں جب تک موت نہیں آجاتی۔ موت کے ساتھ ہی سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کے جیسے اعمال ہوں گے وہ ان کو آخرت میں خود محسوس کرلے گا چنانچہ قیامت کے دن اہل جنت کے چہرے تو خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور اہل جہنم کے چہروں پر سوائے اداسی اور مایوسی کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے

لوگو! تم ان کی طرح نہ ہو جانا جو دنیا اور اس کی آرزوؤں میں پھنس کر بدعات اور خرافات میں مبتلا ہو گئے۔ اور اس دنیا کی طرف جھک پڑے جو بہت جلد فنا ہونے والی ہے۔ گذرے ہوئے وقت کے مقابلے میں دنیا کا اتنا کم حصہ باقی رہ گیا ہے جتنی دیر میں اونٹ والا اپنے اونٹ کو بٹھاتا ہے یا دودھ نکالنے والا دودھ کی ایک دھار نکالتا ہے۔ تم کس بھروسے پر ہو؟ اور کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم دنیا کا موجودہ وقت اس قدر تیزی سے گذرے جائے گا کہ جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ تھا اور تم اس آخرت کی طرف (بڑی تیزی سے) جارہے ہو جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے۔ تم اس دنیا سے جانے سے پہلے (آخرت کا) سامان تیار کرلو۔ اور خرچ کا توشہ تیار کرلو۔ یاد رکھو جو کچھ تم آگے بھیجو گے اس کا تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور جو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس پر نادم اور شرمندہ ہونا پڑے گا (خطبات نبوی ص ٢١٨)

(٦)۔ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ''۔ وہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ یعنی قیامت کے دن لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اس بات پر تمام علماء اہل سنت والجماعت اور فقہا و محدثین کا اجماع ہے کہ قیامت میں تمام اہل جنت اللہ کی تجلیات کو بے حجابانہ دیکھیں گے یعنی درمیان میں کسی قسم کی رکاوٹ یا پردے نہ ہوں گے۔

حضرت صہیب رومی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید ایک چیز عطا کروں؟ بندے عرض کریں گے الٰہی! آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت میں داخل کیا (یعنی الٰہی! اس کے علاوہ اور وہ کون سی نعمت ہے جس کی ہم تمنا کر سکتے ہیں) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے جواب میں اچانک حجاب اٹھ جائے گا۔ پھر وہ اللہ کے نور کا بغیر کسی رکاوٹ کے دیدار کرسکیں گے۔ ان کا یہ حال ہوگا کہ اہل جنت کو جو کچھ عطا کیا گیا تھا ان سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز یہی دیدار الٰہی ہوگا۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی

اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُو الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃ'' یعنی جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گذاری ان کے لئے اچھی جگہ ہے اس پر مزید ایک نعمت ہے۔(صحیح مسلم)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے صحابہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بادل نہ ہو اور سورج چمک رہا ہو تم اس کی طرف دیکھو تو کیا کوئی شک یا رکاوٹ ہوتی ہے؟ عرض کیا جی نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب چودھویں کا چاند چمک رہا ہو اور بادل نہ ہو تو کیا تمہیں اس کے دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ عرض کیا جی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح قیامت کے دن تم اپنے رب کو دیکھو گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ یہ دیدار کچھ لوگوں کو روزانہ کچھ لوگوں کو جمعہ کے دن اور کسی کو صبح و شام عطا کیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۶

الدَّھْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الدھر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	76
کل رکوع	2
آیات	31
الفاظ وکلمات	246
حروف	1099
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الدھر میں انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ آج تو وہ اپنے وجود اور دی گئی نعمتوں پر بڑا فخر کرتا اور اتراتا ہے لیکن اس پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز ہی نہ تھا۔ اس کے وجود کی ابتداء اس حقیر بوند سے ہوئی جو ایک مخلوط نطفہ تھا۔ پھر اللہ نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ یہ اس کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یا اس کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرتا ہے۔ نعمتوں پر شکر ادا نہ کرنے والے اور نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے دونوں کے بدترین اور بہترین انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ناشکری اور کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں، گلے میں ڈالے جانے والے طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ لیکن شکر گزار مومن بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں ایسی شراب کے جام پیش کئے جائیں گے جن میں آب کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہتا ہوا رواں دواں چشمہ ہوگا جس کے پانی کے ساتھ یہ اللہ کے بندے شراب پئیں گے اور جہاں جہاں چاہیں گے وہاں اس کی شاخیں نکال لیں گے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا وہ جو اپنی نذر یعنی منتوں کو پورا کرنے والے، اس دن کی اس آفت سے ڈرنے والے جو ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلانے والے اور یہ کہنے والے کہ ہم اس نیکی پر نہ تو تم سے کوئی بدلہ اور صلہ چاہتے ہیں نہ تم سے کسی طرح کے شکریہ کی توقع رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے اس دن کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل اور لمبا دن ہوگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کی اس دن کے شر اور آفت سے حفاظت فرمائے گا اور انہیں تروتازگی، سکون اور سرور عطا کیا جائے گا۔ ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت کا ریشمی لباس دیا جائے گا۔ وہاں وہ بڑے شاہانہ انداز سے مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی اور نہ سردی کی شدت۔ جنت کے درختوں کی چھاؤں ان پر سایہ کیے ہوگی اور ان درختوں کے پھل ان کے اختیار میں دے دیئے جائیں گے وہ جس طرح چاہیں گے ان پھلوں کے کھانے سے لطف اندوز ہوں گے۔ ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے

پیالے گردش کر رہے ہوں گے۔ شیشے بھی اتنے خوبصورت جو چاندی کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان پیالوں کو ٹھیک اندازے کے مطابق خوب بھرا گیا ہوگا۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام دیئے جائیں گے جس شراب میں سونٹھ (خشک ادرک) کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہے۔ ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم دیکھو گے تو سمجھو گے کہ موتی ہیں جو ہر طرف بکھیر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ وہاں تم جدھر نظر دوڑاؤ گے نعمتیں ہی نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت نظر آئے گی۔ ان اہل جنت کو باریک ریشم کا سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے دیئے جائیں گے۔ ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو نہایت لذیز شراب پلائے گا اور فرمایا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمہارے حسن عمل کا نتیجہ ہے۔

کفار یہ اعتراض کرتے تھے کہ اگر قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے تو اس کو ایک دم ایک کتاب کی شکل میں نازل کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس قرآن کو ہم نے ہی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے یعنی یہ بھی اللہ کی رحمت ہے اس کا کرم ہے اس طرح ہر آیت پر ہر شخص کو عمل کا موقع ملتا ہے اور قرآن کریم یاد ہوتا چلا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان بدعمل کافروں کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ اپنے رب کے حکم پر جمے رہیں صبر کریں اور صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کریں اور راتوں کو اللہ کے سامنے سجدے کیا کریں اور رات کے طویل حصے میں اس کی حمد و ثنا کرتے رہا کریں۔ فرمایا کہ یہ ناشکرے لوگ تو اس دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو انہیں جلدی سے مل جائے اور اس دن کو نظر انداز کر رہے ہیں جو بڑا بھاری دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہی ان کی شکلیں صورتیں بدل کر رکھ دیں۔ فرمایا کہ یہ قرآن کریم تو ایک نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اب جس کا دل چاہے وہ اس قرآن کریم کو اپنے رب تک پہنچنے کا ذریعہ بنالے اور کامیاب ہو جائے۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہے۔ اگر ان کو توفیق عطا نہیں کی جائے گی تو انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا اسی سے توفیق مانگتے رہنا چاہیے جو سب سے زیادہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ظالموں کو دردناک عذاب جو ان کے لیے تیار کیا گیا ہے اس میں جھونک دیا جائے گا۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ﴿١﴾
اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ
سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ﴿٢﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا
كَفُوْرًا ﴿٣﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿٤﴾
اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۚ﴿٥﴾
عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٦﴾ يُوْفُوْنَ
بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾ وَيُطْعِمُوْنَ
الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿٨﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ
لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿٩﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ
رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ
لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۚ﴿١١﴾ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۙ﴿١٢﴾
مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا

زَمْهَرِيْرًا ۚ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾
قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا
كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۚ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا
مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾
عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ
مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ
ع ۱/۲۲/۱۹ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ جب وہ کوئی قابل ذکر چیز ہی نہ تھا؟ بے شک ہم نے آدمی کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا جو مختلف اجزاء سے بنایا گیا تھا تاکہ ہم اس کی آزمائش کریں۔ پھر ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا (اب یہ اس پر ہے) کہ وہ شکر گذار بنتا ہے یا ناشکرا۔ بے شک ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں، طوق اور دھکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جو نیک لوگ ہوں گے وہ جام شراب میں ایسی شراب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہوگا جس سے اللہ کے بندے پئیں گے۔ وہ اس چشمے کو جہاں بہا لے جانا چاہیں گے لے جائیں گے۔ وہ لوگ جو منت کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں

جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور وہ لوگ جو اس کی محبت پر محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ تو کسی طرح کی اجرت کی تمنا رکھتے ہیں اور نہ شکریئے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ہم اپنے پروردگار کے اس دن سے ڈرتے ہیں جو انتہائی مصیبت کا نہایت سخت دن ہوگا۔ پھر اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا اور ان کو ان کے صبر و استقلال کے بدلے جنت (اور اس کا) ریشمی لباس دیا جائے گا۔ وہ اس جنت میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اس (جنت) میں نہ تو سورج کی تپش پائیں گے اور نہ سخت ٹھنڈک۔ اور درختوں کے سائے ان پر جھکے جا رہے ہوں گے اور ان کے پھل ان کے اختیار میں دیدیئے جائیں گے۔ اور ان لوگوں کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشے کے آب خورے پیش کئے جائیں گے۔ وہ شیشے کے برتن چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے خوب بھرا ہوگا۔ اور وہاں ان کو ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ اور ان میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ اور ان کے اردگرد ایسے لڑکے (جام شراب لئے) دوڑتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ اور جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو بکھرے ہوئے موتی سمجھو گے۔

اور اے مخاطب تو وہاں بڑی بڑی نعمتوں کو دیکھے گا جو بہت عظیم سلطنت ہوگی۔ اور (اہل جنت کا) اوپر کا لباس باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی ہوں گے۔ اور ان کو (بادشاہوں کی طرح) چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کو ان کا رب شراب طہور (پاکیزہ شراب) پلائے گا۔ اور (ان اہل جنت سے کہا جائے گا کہ) یہ سب نعمتیں تمہارے لئے ہیں۔ یہ تمہاری نیکیوں کا بدلہ ہے اور تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۲

اَلدَّھْرُ زمانہ

مَذْكُورٌ	قابلِ ذکر
اَمْشَاجٌ	ملی جلی چیزیں
اَغْلَالٌ	طوق
مُسْتَطِيرٌ	پھیلائی گئی
اَسِيْرٌ	قیدی
عَبُوسٌ	بگڑے ہوئے چہرے
قَمْطَرِيرٌ	مصیبت والے
قُطُوفٌ	پھل
قَوَارِيرَ	شیشے کے برتن
زَنْجَبِيلٌ	کافور
وِلْدَانٌ	کم عمر لڑکے
مُخَلَّدُونَ	ہمیشہ رہنے والے
لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا	بکھرے ہوئے موتی
سُنْدُسٌ	باریک ریشم
خُضْرٌ	سبز
اِسْتَبْرَقٌ	دبیز ریشم

حُلُّوْٓا پہنائے جائیں گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں ان میں سب سے عمدہ، افضل اور بہترین سانچوں میں ڈھال کر جس مخلوق کو پیدا کیا گیا ہے وہ انسان ہے جس کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو انسانوں میں سے منتخب کر کے ان کے سروں پر نبوت کا تاج سجایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ انسان کو اپنی پیدائش اور وجود پر غور کرنا چاہیے کیونکہ ہر انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب اس دنیا میں اس کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی قابل ذکر چیز بھی نہ تھا۔ پھر اللہ نے اس کو پیدا کر کے عظمت کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اللہ ہی نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کر کے سننے اور دیکھنے کی طاقتوں سے نوازا ہے کہ اس کو آزمایا جا سکے کہ وہ اپنے حواس سے کام لے کر ایمان اور شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا وہ دیکھتے بھالتے اللہ سے کفر وانکار اور ناشکری کرتا ہے۔

مخلوط نطفہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے الگ الگ نطفوں سے نہیں ہوئی بلکہ عورت کا بیضہ (Ovum) اور مرد کا نطفہ (Sperm) جب یہ دونوں آپس میں مل جاتے ہیں تو اس وقت ماں کے رحم میں وہ چیز بننا شروع ہو جاتی ہے جو مختلف فطری مرحلوں سے گذر کر آخر کار ایک جیتے جاگتے انسان یا جاندار کی صورت شکل اختیار کر لیتی ہے۔

مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ اس انسان سے مراد حضرت آدمؑ ہیں یا کائنات میں قدم رکھنے والا ہر انسان ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور صحابہ کرامؓ سے یہ روایات نقل کی گئی ہیں کہ یہاں انسان سے مراد کوئی خاص انسان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد "جنس انسانی" ہے یعنی آج تک جتنے انسان آئے ہیں یا آئندہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور پیدائش کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ "ہم سب کچھ دے کر انسان کو آزمانا اور جانچنا چاہتے ہیں" کہ وہ یہ سب کچھ پا کر بہک جاتا ہے یا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کر کے جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں اللہ کا اٹل قانون یہ ہے کہ جو بھی کفر وشرک اور ناشکری کا طریقہ اپنائے گا اس کو انتہائی سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ نے ایسے ناشکرے لوگوں کے لئے ایسی زنجیریں تیار کر رکھی ہیں جن میں باندھ کر ان کو گھسیٹا جائے گا۔ ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر اور اس کو مضبوط باندھ کر ان کو جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی

قدر کر کے ایمان اور شکر کا راستہ اختیار کیا ہوگا ان کو جنت کی تمام راحتیں اور نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہاں ان کو ایسی بہترین اور مزیدار شراب پلائی جائے گی جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ بہتے ہوئے ایسے چشمے ہوں گے کہ اہل جنت جہاں جائیں گے وہ چشمے ان کے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں سونے کی ایسی چھڑیاں ہوں گی کہ وہ ان چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کردیں گے نہریں اسی طرف بہنا شروع ہوجائیں گی یہ کون لوگ ہوں گے؟ اور ان کی خصوصیات کیا ہوں گی؟ اس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱)۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی نذر یا منت مانتے ہیں تو وہ اس کو پورا کرتے ہیں۔ اصل میں نذر یا منت وہ چیز ہے جس کے کرنے کے لئے شریعت نے مجبور نہیں کیا کیونکہ ایک شخص اپنی مرضی سے ایک منت مانتا ہے اور اس کے پورا کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے۔ ایسے لوگ جو خود سے ایک نیکی کا ارادہ کرکے اس کو پورا کرتے ہیں ان سے اس بات کی قوی امید ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ نے جن باتوں کو فرض اور لازم کیا ہے وہ اس کو یقیناً پورا کرنے والے ہوں گے لہٰذا یہ خصوصیت ان کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کردے گی۔

(۲)۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر وقت قیامت کے اس دن سے ڈرتے ہیں جو مجرموں کے لئے بڑا ہولناک دن ہوگا اور اس دن کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ جس کا جیسا عمل ہوگا اسی کے مطابق اس کو جزا یا سزا دی جائے گی۔

(۳)۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کا ہر کام اور خدمت اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوتی ہے ان کے کسی کام میں ریا کاری یا دکھاوا نہیں ہوتا محتاج اور حاجت مند کو کھانا کھلانا، یتیم بچوں پر شفقت و محبت اور کسی قیدی کو (مسلم ہو یا کافر) کھانا کھلانا۔

(۴)۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کوئی نیکی کرکے نہ تو اس کی تمنا رکھتے ہیں کہ کوئی ان کا شکریہ ادا کرے اور وہ کسی سے کسی بدلے کے طلب گار بھی نہیں ہوتے۔ ان کی زبانوں پر بس یہی ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اپنے رب سے ڈرتے ہوئے کر رہے ہیں۔ اور ہم اس دن سے پناہ مانگتے ہیں جس دن مجرموں پر انتہائی ہیبت ناک اور سخت دن ہوگا۔

فرمایا کہ ایسے صبر و شکر، تحمل اور برداشت کرنے والوں کے لئے اللہ ان پر سختی کو بھی آسان فرمادے گا۔ ان کو تروتازگی، خوشی اور مسرت عطا فرمائے گا۔ ان کے صبر کی وجہ سے ان کو جنت کا ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔ وہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ خوبصورت ترین مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ بڑا خوشگوار اور معتدل موسم ہوگا نہ اس میں گرمی کی تپش ہوگی اور نہ سردی کی شدت اور ٹھنڈک، ہرے بھرے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے جن درختوں کے ہر طرح کے پھل ان کے قبضے اور اختیار میں ہوں گے وہ جس قدر اور جیسے ان پھلوں کو کھانا چاہیں گے کھائیں گے، سونے چاندی کے کنگن، سونے چاندی کے برتن

اور شیشے کی طرح چمکتے ہوئے جام پیش کئے جائیں گے جن کو خوب بھر بھر کر دیا جائے گا یعنی کوئی کمی نہ ہوگی۔ ان کو ایسے جام پیش کئے جائیں گے جس شراب میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایسے چشمے سے حاصل ہوگی جس کا نام سلسبیل ہوگا۔ ان جنتیوں کے اردگرد دوڑتے بھاگتے خدمت گذار لڑکے ہوں گے جو جنت میں موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے اور ہمیشہ جوان ہی رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ دیکھیں گے کہ جنت میں ہر طرف نعمتوں کے ڈھیر ہوں گے۔ قدیم بادشاہوں کی طرح ان کو سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ایسا معلوم ہوگا جیسے اہل جنت ایک عظیم سلطنت کے مالک ہیں۔ ان کے اوپر کا لباس باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے بہترین شراب پلائی جائے گی جو انتہائی پاکیزہ اور نفیس ہوگی۔ اللہ کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ یہ ساری نعمتیں تمہارے لئے ہیں۔ یہ درحقیقت تمہاری ان نیکیوں کا صلہ اور اچھی کوششوں کا بدلہ ہے جو تم نے دنیا میں کی تھیں اور اللہ نے ان کو قبول بھی کر لیا تھا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا
أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ
فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ
الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ
وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾
إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا
تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾
يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

ع ۲ / ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

(اے نبی ﷺ) ہم نے آپ پر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم پر ڈٹے رہیئے اور ان میں سے کسی فاسق و کافر کی بات نہ مانیئے اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے۔ اور رات کے کچھ حصے میں نماز پڑھا کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں خوب اس کی پاکیزگی بیان کیجئے۔ (بے شک یہ کافر) جلدی مل جانے والی چیز (دنیا) کو پسند کرتے ہیں اور ایک بہت بھاری دن کو پیچھے ڈالے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کو پیدا کیا۔ اور ہم نے ہی ان کے جوڑوں کے بندھنوں کو خوب مضبوط باندھا ہے۔ اور ہم جب چاہیں گے ان کے بدلے ان ہی جیسے اور لوگوں کو لے آئیں گے۔ بے شک یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ بنالے۔ اور تم اس وقت تک نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔ بے شک وہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ وہ اپنی رحمت میں جس کو چاہتا ہے داخل کرتا ہے۔ اور جو ظالم ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

شَدَدْنَآ ہم نے مضبوط کیا

اَسْرَ سارا بدن

مَا تَشَآءُ وْنَ تم نہ چاہو گے

تشریح: آیت نمبر ۲۳ تا ۳۱

اصل میں جلد ہاتھ آجانے والے دنیاوی مفادات، اس کا لالچ، اخلاق اور عقائد کی گمراہی، غرور و تکبر یہ وہ چیزیں ہیں جو حق و صداقت کو قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ جب بھی کسی پیغمبر نے سچائی اور پیغام الٰہی کو ان دنیا پرستوں کے

سامنے پیش کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے اس کو جھٹلانے اور بے حقیقت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

اللہ کے نبیوں کو طرح طرح سے ستایا اور ان کی ہر بات پر اعتراض کیا۔ یہی حالات اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اس وقت پیش آئے جب آپ نے اللہ کا کلام کفار قریش کے سامنے پیش کیا۔ انہیں یہ اعتراض تھا کہ ہر پیغمبر پر جو بھی کلام نازل کیا گیا ہے وہ چند دنوں یا ہفتوں میں مکمل کر دیا گیا لیکن یہ کیسا قرآن ہے کہ اس کی چند آیتیں نازل کی جاتی ہیں اور پورا قرآن ایک طویل عرصہ گذرنے کے باوجود تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ انہوں نے کہا (نعوذ باللہ) آپ اس قرآن کو خود سے گھڑ کر اس کو اللہ کا کلام کہہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے ان اعتراضات کے جواب میں ان آیتوں کو پیش فرمایا ہے اور کہا ہے کہ "ہم نے ہی آپ پر اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے" یعنی اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ زندگی کا ہر انداز قرآن کریم کے اصولوں میں ڈھلتا چلا جائے۔ لہٰذا جس موقع پر جتنی آیتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو نبی کریم ﷺ پر نازل کر دیا جاتا ہے۔

آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اللہ کے حکم پر ڈٹے رہیے اور ان میں سے کافر اور گناہ گار کی بات نہ مانیے۔ آپ صبح و شام اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہیے۔ راتوں کو اس کے سامنے سجدے کیجیے اور رات کے طویل وقت میں اس کی حمد و ثنا کیجیے۔ اور ان لوگوں کی پرواہ نہ کیجیے جو آخرت کی ابدی زندگی اور آگے آنے والے بھاری دن سے غافل ہو کر جلد حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو تو اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا کہ اللہ ہی نے ان کو پیدا کیا۔ اسی نے ان کے جوڑ بند درست اور مضبوط کئے جن سے وہ زندگی بھر کام لیتے ہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی کتنی ہی مضبوط مشین ہو وہ آخر کار گھس جاتی ہے لیکن اللہ نے انسان کو ایسے جوڑ بند عطا کئے جس سے وہ ایک طویل عرصہ تک کام لیتا ہے اور وہ مشینری چلتی رہتی ہے۔

فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو سب کچھ بدل کر رکھ دیں۔ ان کی جگہ کسی اور مخلوق کو لے آئیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم نے اس قرآن کو جو سراسر ہدایت اور رحمت ہے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا شروع کر دیا ہے اس کی نصیحت اور خیر خواہی کے اصولوں سے جس کا دل چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ بنالے یعنی اس کی رضا و خوشنودی حاصل کر لے۔ لیکن ہدایت اللہ نے اپنی ہاتھ میں رکھی ہے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے کیونکہ اس کائنات میں وہی ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اور جسے چاہے جنت کی ابدی راحتوں کا مستحق بنا دیتا ہے۔ لہذا راہ حق میں چلنے میں ہر وقت اللہ کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔ حد سے بڑھنے والے ظالموں کا انجام یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ نے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مفسرین نے سورۃ الدھر کی آیت نمبر ٢٥ اور ٢٦ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ان آیتوں میں پانچ وقت کی نمازوں کا صاف اشارہ موجود ہے۔ صبح وشام اور رات کے طویل حصے میں اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وثنا کرنے کا بہترین طریقہ نماز ہے۔ نبی کریم ﷺ اور مومنین کے لئے یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ دین حق کو پہنچانے میں جب بھی مشکلات پیش آئیں تو ہر مخالفت کا مقابلہ عبادت سے کیا جائے اور ان لوگوں کی زیادہ پرواہ نہ کی جائے جو اپنے دنیاوی مفادات اور لالچ کی وجہ سے حق وصداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۲۹

تبارک الذی

سورۃ نمبر ۷۷

اَلْمُرْسَلَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المرسلات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	77
کل رکوع	2
آیات	50
الفاظ وکلمات	181
حروف	846
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ المرسلات میں اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ نے قیامت کے لیے جو دن اور وقت مقرر کر رکھا ہے اس کے آنے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ جس اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے ایک زبردست اور حیرت انگیز نظم و انتظام بنایا ہے وہ جب چاہے گا اس نظام کو توڑ کر رکھ دے گا کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت وقوت اور قدرت اللہ ہی کی ہے۔

فرمایا ان ہواؤں کی قسم جو نرم اور خوشگوار انداز سے مسلسل چلتی ہیں اور کبھی طوفانی رفتار سے چلتی ہیں، بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی اور ان کو پھاڑ کر الگ الگ کر دیتی ہیں۔ پھر دلوں میں اللہ کی یاد کو عذر یا ڈراوے کے طور پر پیدا کرتی ہیں۔ جس چیز کا (قیامت کا) تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔

جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، آسمان پھاڑ دیا جائے گا اور یہ مضبوط پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑتے پھریں گے اور رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا وہی فیصلے کا دن ہوگا جو اس دن کو جھٹلانے والوں کے لیے تباہی اور بربادی کا دن ہوگا۔ اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہم نے تم سے پہلے زبردست قوموں کو ان کے برے اعمال کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں کیا؟ اور کیا وہ تمہیں بھی ان کے پیچھے چلتا نہیں کر سکتا؟ کیونکہ مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی برتاؤ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ جسے ایک مقرر مدت تک ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) میں ٹھہرائے نہیں رکھا؟ اگر تم اس پر غور کرو گے تو کہہ اٹھو گے کہ اللہ ہی بہترین قوت رکھنے والا ہے۔ فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ دونوں کو سمیٹ کر رکھنے والا نہیں بنایا؟ کیا ہم نے اس میں بلند و بالا پہاڑ نہیں جما دیئے؟ اور کیا تمہیں میٹھا پانی نہیں پلایا؟ فرمایا جائے گا کہ اب تم اس طرف چلو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ تم اس سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے جس میں نہ تو ٹھنڈک پہنچانے کی صلاحیت ہے اور نہ وہ آگ کے شعلوں سے بچانے والا ہے۔ اور یہ وہ آگ ہوگی جو محلوں جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکنے والا ہوگا۔ ایسا محسوس ہوگا جیسے زرد اونٹوں کا قافلہ چلا آ رہا ہے۔ یہ دن ایسا ہیبت ناک ہوگا جس میں کسی کو منہ سے بات نکالنا مشکل ہوگا اگر وہ معذرت کرنا چاہیں گے تو ان کو معذرت اور اظہار شرمندگی کا موقع نہ دیا جائے گا۔ فرمایا کہ یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلی گزری ہوئی قوموں کو جمع کر دیا ہے۔ اب سب مل کر اگر کوئی چال چل سکتے ہو تو میرے مقابلے میں اس کو چل کر دکھاؤ۔

فرمایا کہ اگر ایک طرف قیامت اور اس کی تباہ کاریاں اور کافروں کا برا انجام ہوگا تو دوسری طرف وہ لوگ جو اہل تقویٰ ہیں اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے وہ جو بھی پھل مانگیں گے ان کو اسی وقت دیا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ خوب کھائیں اور پئیں یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اور ہم نیک اور اہل تقویٰ کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اللہ نے مجرم اور گناہ گاروں سے فرمایا ہے کہ تم کچھ دن خوب مزے اڑا لو لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ کی نظر میں مجرم ہو۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ تم اللہ کے آگے جھکو تو تم اس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا کرتے تھے اب تم اس کی سزا بھگتو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بتاؤ اس (قرآن کریم) کے بعد وہ کون سا کلام ہے جس پر تم ایمان لاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے کہ "وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ" تباہی ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے۔ یعنی جب قیامت آئے گی تو یہ کفار بدحواس ہو جائیں گے اور ہر طرف سے ان کی تباہی کے سامان ہوں گے۔

سورة المرسلات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ
نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ
نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾
وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ
اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ
مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ
نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ
نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۙ﴿۲۱﴾
اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖۗ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ﴿۲۵﴾
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ
اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾
اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ

ذِي ثَلَٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾
إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا
يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾
هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِن كَانَ لَكُمْ
كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ إِنَّ ع ۱ ۲۱
الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَٰلٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَفَوَٰكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾
كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا
وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ ۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵۰

ان ہواؤں کی قسم جو نفع پہنچانے والی ہیں۔
پھر ان ہواؤں کی قسم جو طوفانی انداز سے چلتی ہیں۔
قسم ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہیں۔

پھران ہواؤں کی قسم (جو بادلوں کو پھاڑ کر) جدا کردیتی ہیں۔ (پھران ہواؤں کی قسم) جو دل میں اللہ کی یاد ڈالتی ہیں۔

یہ اللہ کی یاد عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (قیامت) وہ ضرور واقع ہوگی۔

جب ستارے ماند پڑھ جائیں گے۔

جب آسمان میں شگاف ڈال دیئے جائیں گے اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے اور جب رسولوں کے پیش ہونے کا وقت مقرر کردیا جائے گا۔

کس دن کے لئے تاخیر کی گئی تھی؟ فیصلے والے دن کے لئے۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم ان سے پہلے لوگوں کو (نافرمانیوں کی وجہ سے) برباد نہیں کرچکے؟ پھر ہم بعد والوں کو بھی اگلے لوگوں کے ساتھ ملادیں گے۔ ہم گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم نے تمہیں ایک بے قدر (نطفے) پانی سے نہیں بنایا؟ پھر ہم نے ہی اس نطفے کو ایک محفوظ و مضبوط مقام پر نہیں ٹھہرایا؟ ایک مقررہ اندازے تک رکھا۔

پھر ہم نے (اس کی بناوٹ کا) ایک اندازہ کیا اور ہم کیسا اچھا بنانے پر قدرت رکھنے والے ہیں؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

کیا ہم نے زمین کو سب زندہ اور مردہ لوگوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ اور کیا ہم نے اس میں اونچے اونچے بوجھل پہاڑ نہیں بنائے؟ اور کیا ہم نے لوگوں کو میٹھا پانی نہیں پلایا؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

اس دن کافروں سے کہا جائے گا کہ تم جس عذاب کو جھٹلاتے تھے اس طرف چلو۔ تم دھوئیں کے ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ سایہ ہے نہ وہ آگ کی لپٹ سے بچاتا ہے۔

وہ ایسی چنگاریاں پھینکتا ہے جیسے بڑے بڑے محل۔ جیسے وہ زردی مائل کالے کالے (اونٹوں کا قافلہ ہو)۔

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے۔ یہ دن وہ ہوگا کہ (اس میں یہ لوگ) بول بھی نہ سکیں گے۔ نہ ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اور پھر وہ عذر بھی نہ کرسکیں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

یہ ہے وہ فیصلے کا دن جس میں ہم نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی جمع کرلیا ہے۔ پھر اگر تمہاری کوئی تدبیر ہے تو وہ مجھ پر آزماؤ۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

بے شک پرہیز گار سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اور وہ جو بھی پھل چاہیں گے ان کو ملے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم کرتے تھے اس کے بدلے میں خوب اچھی طرح کھاؤ پیو۔

بے شک نیکوکاروں کو ہم ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

(اور کافروں سے کہا جائے گا کہ) تم تھوڑے دنوں تک کھالو اور فائدے حاصل کرلو یقیناً تم (اللہ کے) مجرم ہو۔ اور اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔

اور جب ان سے کہا جاتا تھا کہ (اللہ کے سامنے) جھکو تو وہ جھکتے نہ تھے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ آخر یہ لوگ اس کلام کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵۰

اَلْمُرْسَلٰتُ چلنے والیاں

عُرْفٌ فائدہ پہنچانا

عٰصِفٰتٌ	تیز چلنے والیاں
نٰشِرَاتٌ	پھیلانے والیاں
فٰرِقٰتٌ	پھاڑنے والیاں
اَلْمُلْقِیٰتُ	لانے والیاں
طُمِسَتْ	مٹادی گئی
نُسِفَتْ	ریزہ ریزہ کردی گئی
اُقِّتَتْ	مقرر کی گئی
اُجِّلَتْ	ملتوی کردی گئی
یَوْمُ الْفَصْلِ	فیصلے کا دن
وَیْلٌ	خرابی۔ بربادی
مَآءٍ مَّهِیْنٍ	حقیر پانی
كِفَاتٌ	اکٹھا کرنے والا
شٰمِخٰتٌ	اونچے
فُرَاتٌ	میٹھا پانی
ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ	تین شاخوں والا
تَرْمِیْ	وہ پھینکتی ہے

جِمٰلَتٌ" صُفُرٌ"	زرد اونٹ
لَا یَنۡطِقُوۡنَ	وہ نہ بولیں گے
یَعۡتَذِرُوۡنَ	وہ عذر پیش کریں گے
ظِلٰلٌ"	سائے
عُیُوۡنٌ" (عَیۡنٌ")	چشمے
اَیُّ حَدِیۡثٍ	کونسی بات

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵۰

سورۃ المرسلات کی ابتدائی چھ آیتوں میں ہواؤں اور ان پر متعین فرشتوں کی قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم نے قیامت کے ہولناک دن کے متعلق جو بھی خبریں دی ہیں وہ اسی طرح واقع ہو کر رہیں گی۔ یہ دن کفار و مشرکین اور اللہ کے نافرمانوں کے لئے بہت سخت ہوگا اور اللہ کے فرماں بردار اہل ایمان بندوں سے فرمایا جائے گا کہ وہ دنیا میں زندگی بھر جو بھی اعمال کرتے رہے ہیں آج ان کے صلے اور بدلے میں وہ بہت اعلیٰ جنتوں سے ہر طرح عیش و آرام کا سامان حاصل کریں۔

فرمایا ان ہواؤں کی قسم جو نفع پہنچانے والی، زور سے چل کر طوفان بن جانے والی، بادلوں کو اٹھا کر پھیلانے والی، بادلوں کو جدا کر کے بکھیر دینے والی اور عذر سے یا ڈراوے کے طور پر دلوں میں اللہ کی یاد کو تازہ کر دینے والی ہیں وہ وعدہ جو تم سے کیا گیا ہے یعنی قیامت کا آنا وہ دن بہت جلد آنے والا ہے اور وہ واقع ہو کر رہے گا۔ سارا نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا۔ ستاروں سے روشنی چھین کر ان کو بے نور کر دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، پہاڑ فضاؤں میں اڑتے پھریں گے۔ اس دن اللہ کے تمام پیغمبر اپنی امتوں کے معاملے میں گواہی دینے کے لئے حاضر ہو جائیں گے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا۔ یہ فیصلے کا دن ہوگا جو اللہ و رسول اور اس کے دین کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی و بربادی کا دن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں کے انجام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کو گذری ہوئی قوموں کے

بد ترین انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جو لوگ دنیا کے ذرا سے مال و دولت پر اس قدر اترایا کرتے تھے اور ہر سچائی کے پیغام کو جھٹلا کر اپنے آپ کو بہت طاقت ور اور زور آور سمجھتے رہے تھے وہ اس دن کی ہولناکیوں کے سامنے نہایت بے بس اور عاجز نظر آئیں گے۔ ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ ان کے منہ پر ہیبت اور خوف سے تالے پڑ جائیں گے اور وہ اپنی دلی کیفیات کا اظہار تک کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ اگر وہ کوئی عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کو عذر پیش کرنے کی مہلت تک نہ مل سکے گی۔

فرمایا کہ انسان کس بات پر اتنا اتراتا اور غرور و تکبر کرتا ہے کبھی اس نے اپنی پیدائش پر غور کیا۔ وہ پانی کے ایک حقیر اور بے قدر قطرے سے پیدا نہیں کیا گیا؟ اس کے نطفے کو ہم نے ایک محفوظ مقام پر رکھ کر ایک خاص مدت میں رکھ کر جیتا جاگتا انسان نہیں بنایا؟ فرمایا کہ کیا اس نے زمین کی پیدائش پر بھی کبھی غور کیا ہے کہ اللہ نے اس کو ہلنے اور حرکت سے بچانے کے لئے اس پر بوجھل پہاڑ بنائے۔ اسی زمین سے اللہ نے اپنی قدرت و حکمت سے میٹھا پانی پیدا کیا جس کو پی کر ہر جاندار زندہ رہتا ہے۔ زمین سرسبز و شاداب رہتی ہے۔ اور آدمی اس سے ہر طرح کے فائدے حاصل کرتا ہے لیکن پھر بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

انسان اور زمین کی پیدائش میں عبرت و نصیحت کے ہزاروں پہلو پوشیدہ ہیں۔ انسانی زندگی اور زمین پر اتار چڑھاؤ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کی کسی چیز کو قرار نہیں ہے آئے دن اس میں انقلاب آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک زبردست دھماکہ اور انقلاب اس کائنات کی تباہی کا سبب بھی بن جائے گا۔ اور قیامت آجائے گی۔ اس قیامت کے دن ان کفار سے کہا جائے گا کہ تم زندگی بھر جس قیامت کے دن کو جھٹلاتے رہے تھے وہ دن آگیا ہے اب تم دھوئیں کے اس سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں بن جائیں گی جس میں نہ سایہ ہوگا نہ وہ سایہ ان کو آگ کی لپٹ سے بچا سکے گا۔ اس دھوئیں سے ایسی چنگاریاں نکل رہی ہوں گی جیسے بڑی بڑی بلڈنگیں یا زردی مائل کالے اونٹ ہیں۔ اس دن یہ کفار نہ سوال کرسکیں گے نہ ان کو عذر اور معذرت پیش کرنے کا موقع ملے گا۔ کہا جائے گا کہ آج فیصلے کا دن آگیا ہے جس میں ہم نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو جمع کرلیا ہے۔ تم دنیا میں اللہ کے دین کو جھٹلانے کی ہر تدبیر کر چکے ہو۔ اب بھی اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو یہاں بھی اپنی چالیں چل کر دیکھ لو لیکن تم اپنی چالوں میں کامیاب نہ ہو سکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المرسلات میں بار بار ایک ہی بات کو دھرایا ہے کہ اس فیصلے کے دن ان لوگوں کے لئے زبردست تباہی اور بربادی ہے جو اس کو اور اس کے دین کو جھٹلاتے رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دن وہ لوگ عیش و آرام اور جنت کی راحتوں میں ہوں گے جنہوں نے خوف الٰہی کے ساتھ اپنے فرائض زندگی کو احسن طریقے پر پوری طرح ادا کیا ہوگا۔ وہ چشموں اور درختوں کی گھنی چھاؤں میں ہوں گے۔ ان کے لئے ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی وہ اس جنت میں جو چاہیں گے بلا روک ٹوک ان کو عطا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تم پر کوئی

پابندی نہیں ہے خوب کھاؤ پیو اور عیش و آرام سے رہو۔ یہ ان کی نیکیوں کا صلہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو اسی طرح کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔

کفار سے کہا جا رہا ہے کہ تم تھوڑے دنوں تک خوب کھا پی لو۔ فائدے حاصل کر لو لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ تم اللہ کے مجرم ہو اور تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔ کیونکہ جب تم سے یہ کہا جاتا تھا کہ تم اللہ کے سامنے جھکو تو تم اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ ہم جانوروں کی طرح جھکنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے قیامت کے دن فرمایا جائے گا کہ اگر تم دنیا میں اللہ کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیتے تو آج شرمندگی سے تمہاری گردنیں نہ جھکتیں۔

فرمایا کہ یہ تمام باتیں ایسی سچائیاں ہیں کہ ان پر یقین کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود بھی اگر یہ لوگ اللہ کی باتوں پر یقین نہیں کرتے تو پھر وہ کون سی بات ہوگی جس پر وہ ایمان لائیں گے؟

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۷۸

النّبا

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النبا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	78
کل رکوع	2
آیات	40
الفاظ وکلمات	174
حروف	801
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں قیامت، آخرت اس کو ماننے والوں کے لیے نجات اور نہ ماننے والوں کو برے اعمال کے برے نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا گیا ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ والوں کے سامنے اللہ کے اس کلام کو پیش کر کے یہ بتایا کہ بہت جلد ایک ایسا دن آنے والا ہے جب اس دنیا کو ختم کر کے ایک نیا جہاں تعمیر کیا جائے گا اور اس میں اولین و آخرین سب انسانوں کو جمع کر کے ان سے زندگی کے ہر معاملے کا حساب لیا جائے گا اور جس کے جیسے اعمال ہوں گے اس کے مطابق اس کو جنت یا جہنم کا مستحق قرار دیا جائے گا تو مکہ میں ہر طرف اسی پر بحثیں باتیں ہو رہی تھیں کوئی اس کو سچا اور کوئی اس کی تردید کر رہا تھا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نو نشانیاں پیش کر کے لوگوں سے پوچھا ہے کہ جس اللہ کی قدرت سے نظام کائنات چل رہا ہے کیا وہ اس بات کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس پورے نظام کائنات کو ختم کر کے ایک نئی دنیا تعمیر کر دے؟ یقیناً اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ اسی بات کو اس سورۃ میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا یہ کس چیز کے بارے میں بحثیں کر رہے ہیں۔ کیا اس بڑی خبر کے متعلق اختلافات کر رہے ہیں جو بہت جلد ایک حقیقت کی شکل میں آنے والی ہے۔ یہ لوگ بہت جلد اس حقیقت (قیامت) کو دیکھ لیں گے۔ فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو اس زمین پر میخوں کی طرح گاڑ نہیں دیا ہے؟ کیا تمہیں عورتوں مردوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا نہیں کیا؟ کیا تمہاری نیند کو راحت و سکون کا ذریعہ اور رات کو لباس کی طرح راحت کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا دن کو معاش یعنی زندگی گزارنے کے سامان کو حاصل کرنے اور جدوجہد کرنے کا وقت نہیں بنایا؟ کیا تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان نہیں بنائے اور کیا ہم نے اس میں دہکتا اور چمکتا سورج نہیں بنایا؟ کیا ہم نے بادلوں سے لگا تار بارش کو نہیں برسایا جس کے پانی سے تم غلہ اور سبزیاں اگاتے اور کھیتوں، درختوں کو سینچتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ نے فیصلے کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ جب صور میں پھونک ماری جائے گی تم فوج در فوج زمین سے نکل آؤ گے۔ آسمان کھول دیا جائے گا جس میں ہر طرف دروازے ہی

دروازے ہوں گے۔ پہاڑ ریت کی طرح اڑتے پھریں گے یہ فیصلے کا دن ہوگا۔ فرمایا کہ بے شک جہنم ان نافرمانوں کی گھات میں لگی ہوئی ہے۔ وہ جہنم جو سرکش اور ظالموں کا ٹھکانا ہوگی۔ اس میں کسی طرح کی ٹھنڈک کا سامان نہ ہوگا۔ پینے کے لیے گرم کھولتے پانی اور پیپ کے سوا کچھ نہ ہوگا یہ اسی پانی کے عذاب کو چکھیں گے یہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ہوگا اور یہ اس بات کی سزا ہوگی کہ وہ اس حساب اور فیصلے کے دن کی توقع ہی نہ رکھتے تھے۔ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ فرمایا کہ ہم نے ان کی ایک ایک بات کا ریکارڈ رکھا ہوا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس کے عذاب کو چکھو۔ تمہارے لیے اسی عذاب میں اضافہ ہی کیا جائے گا کمی نہ ہوگی۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے خوف کے ساتھ زندگی گزاری ہوگی ان کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔ حسین ترین باغ، انگور، ہم عمر اور نوخیز لڑکیاں اور چھلکتے بھرپور شراب کے جام ہوں گے وہاں کوئی لغو، فضول اور گناہ کی بات سنائی نہ دے گی۔ یہ تمہارے رب کا انعام ہوگا۔ یہ اس رب العالمین کی طرف سے کرم ہوگا جو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ اس دن اس کے سامنے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ اس دن جبرئیل اور فرشتے صفیں باندھے اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کر سکے گا اور وہ ٹھیک ہی سفارش کرے گا یعنی اہل ایمان کے لیے ہی سفارش کرے گا۔ فرمایا کہ یہ فیصلے اور قیامت کا دن بالکل برحق ہے۔ اب جس کا دل چاہے وہ اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ بنالے۔ فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس عذاب سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے جو بہت دور نہیں ہے بلکہ بالکل قریب ہی آ لگا ہے۔ اس دن آدمی اپنے ہر اس عمل کو اپنی نگاہوں سے دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کے آگے بھیجا ہے۔ فرمایا یہ وہ ہیبت ناک دن ہوگا جب کافر کہہ اٹھے گا کاش میں اس دن کو دیکھنے سے پہلے ہی مٹی ہو گیا ہوتا۔

سُوْرَةُ النَّبَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢
الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝٤ ثُمَّ كَلَّا
سَيَعْلَمُوْنَ ۝٥ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝٦ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝٧
وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝٨ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَّجَعَلْنَا
الَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣ وَّاَنْزَلْنَا
مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝١٥
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝١٦ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝١٧ يَّوْمَ
يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝١٨ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ
فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝١٩ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝٢٠ اِنَّ
جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝٢١ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝٢٢ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ
اَحْقَابًا ۝٢٣ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝٢٤ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ
غَسَّاقًا ۝٢٥ جَزَآءً وِّفَاقًا ۝٢٦ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝٢٧

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾
ع ۲ ۱ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾
حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾
لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً
حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ
لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾
ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ
اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ
ع ۲ ۲ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۰

وہ آپس میں کس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ (کیا) اس عظیم واقعہ کے متعلق جس میں یہ لوگ مختلف باتیں کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وہ بہت جلد مان لیں گے۔ ہرگز نہیں وہ بہت جلد جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو فرش، پہاڑوں کو میخیں اور تمہیں جوڑے جوڑے نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تمہاری نیند کو راحت (کا ذریعہ)، رات کو لباس اور دن کو کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان، ان میں چمکتا دھکتا سورج اور بادلوں سے بہت زیادہ برسنے والا پانی نہیں برسایا؟ تا کہ ہم اس کے ذریعہ غلہ، سبزی اور پتوں میں لپٹے ہوئے گنجان باغ بنا دیں۔

بے شک (اللہ کی طرف سے) فیصلے کا ایک دن مقرر ہے جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی تو تم گروہ در گروہ بن کر آؤ گے۔ اس دن آسمان کو کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔ پہاڑ اس طرح چلائے جائیں گے کہ وہ چمکتا ریت بن جائیں گے۔ بے شک جہنم گھات میں لگی ہوئی ہے جو سرکشی اختیار کرنے والوں کا ٹھکانا ہوگی جس میں وہ ایک لمبے عرصے تک (ہمیشہ) رہیں گے۔ ان میں ٹھنڈک اور راحت کا کوئی سامان نہ ہوگا۔ ان کو سوائے گرم کھولتے پانی اور بہتی پیپ کے کچھ نہ دیا جائے گا۔ یہ ان کے (اعمال کا) پورا پورا بدلہ ہوگا کیونکہ وہ آخرت کے حساب کا ڈر نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔ حالانکہ ہم نے ان کے (تمام اعمال کو) محفوظ کر رکھا تھا۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم (عذاب جہنم کا) مزہ چکھو۔ اب تمہارے اوپر ہم عذاب ہی بڑھاتے جائیں گے۔ (اس کے برخلاف) یقیناً پرہیز گاروں کو کامیابی نصیب ہوگی۔ باغ، انگور، نوجوان ہم عمر عورتیں، لبریز چھلکتے جام ہوں گے۔ وہاں نہ تو کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ سنیں گے۔ یہ آپ کے اس رب کی طرف سے کامل انعام ہوگا۔ جو آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے نہایت رحم کرنے والا ہے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ کوئی اس سے کلام کر سکے۔ (یہ وہ دن ہوگا) جب ہر جان دار اور فرشتے (اس کے سامنے) صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ اس دن رحمٰن کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکے گا (سوائے اس کے) جو حق بات کہتا ہو۔ یہ دن برحق ہے۔ جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنالے۔ بے شک ہم نے تمہیں قریب آنے والے عذاب سے آگاہ کر دیا ہے۔ وہ دن جب آدمی اپنے اعمال کو دیکھے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں تو کافر کہے گا کاش میں (اس دن کے آنے سے پہلے ہی) مٹی ہو گیا ہوتا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۰

عَمَّ — کس سے۔ کس چیز کے متعلق؟

يَتَسَآءَ لُوْنَ (تَسَاؤُلٌ) — وہ پوچھتے ہیں

اَلنَّبَاُ الْعَظِيْمُ	ایک بڑی خبر
مِهٰدٌ	بچھونا۔راحت کی چیز
اَوْتَادٌ	میخیں
سُبَاتٌ	راحت وآرام
مَعَاشٌ	روزی۔رزق۔کمائی
بَنَيْنَا	ہم نے بنایا
سَبْعٌ شِدَادٌ	مضبوط سات (آسمان)
سِرَاجٌ	چراغ
وَهَّاجٌ	دھکتا ہوا
اَلْمُعْصِرَاتُ	پانی سے بھرپور بادل
ثَجَّاجٌ (ثَجٌّ)	تیز بہنے والی بارش
حَبٌّ	غلہ
نَبَاتٌ	ہریالی۔سبزی
اَلْفَافٌ	گھنے پتوں والے
مِيْقَاتٌ	وقت مقرر
فَتَاْتُوْنَ	پھر وہ آئیں گے
سُيِّرَتْ	چلائی گئی

سَرَابٌ	چمکتاریت
مِرْصَادٌ	گھات میں بیٹھنے کی جگہ
لٰبِثِيْنَ	پڑے ہوئے ہوں گے۔وہ رہیں گے
اَحْقَابٌ	بہت طویل عرصہ
غَسَّاقٌ	پیپ
وِفَاقٌ	پوراپورا
مَفَازٌ	کامیابی
حَدَآئِقٌ	باغات
اَعْنَابٌ	انگور
كَوَاعِبٌ	نوجوان عورتیں
اَتْرَابٌ	ہم عمر
كَاْسٌ دِهَاقٌ	چھلکتے جام
لَغْوٌ	فضول باتیں
لَا يَمْلِكُمُوْنَ	مالک نہ ہوں گے
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ	وہ کلام نہ کریں گے
اَذِنَ	اجازت دی ہوگی
صَوَابٌ	ٹھیک ٹھیک

اِتَّخَذَ	بنایا
مَاٰبٌ	ٹھکانا
اَنْذَرْنَا	ہم نے آگاہ کردیا
يَنْظُرُ	دیکھے گا
اَلْمَرْءُ	آدمی
يٰلَيْتَنِىْ	اے کاش کہ میں
تُرَابٌ	مٹی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴۰

قریش مکہ میں سے کچھ لوگ بتوں کو اپنا سفارشی ماننے کے باوجود کسی حد تک اللہ کی ذات اور آخرت کا ایک دھندلا سا تصور رکھتے تھے۔ لیکن عقیدہ کی گندگیوں نے انہیں اور ان کی عقلوں کو اس طرح اپاہج بنا کر رکھ دیا تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ان کے سامنے ان آیات کی تلاوت کرتے جن میں قیامت کے ہولناک دن کا ذکر ہوتا تو وہ نہ صرف ان کا مذاق اڑاتے بلکہ بڑی ڈھٹائی سے کہتے کہ ہم اور ہماری عقلیں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ جب ہماری ہڈیاں گل سڑ کر چورہ چورہ ہو جائیں گی اور ہمارے جسم کے ذرات کائنات میں بکھر جائیں گے تو ان ذرات کو کون جمع کر کے پھر سے انسان بنا دے گا؟ اور سات آسمان، بلند و بالا پہاڑ، زمین اور اس میں بسنے والی مخلوق، چاند، سورج اور ستارے یہ پورا نظام کائنات کس طرح ختم ہو سکتا ہے؟ ہمیں قیامت کا گمان تو ہے مگر اس پر یقین نہیں آتا۔ کوئی کہتا کہ اصل میں زندگی تو بس اسی دنیا کی زندگی ہے ہم اسی زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی میں مرکھپ جاتے ہیں۔ ہمیں جو موت آتی ہے وہ دراصل گردش زمانہ کا نتیجہ ہے۔ کوئی کہتا کہ قیامت کا آنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ تھیں وہ بھانت بھانت کی بولیاں جو ہر وقت بولتے رہتے تھے اور وہ سب کسی ایک بات پر متفق نہیں تھے۔ مکہ کے گلی کوچوں میں اسی بات پر بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اس بڑی اور عظیم الشان خبر یعنی قیامت کے بارے میں باتیں بنا رہے ہیں جو بہت جلد واقع ہونے والی ہے جس کا آنا شک وشبہ سے بالاتر ہے جس کی حقیقت بہت جلد ان کے سامنے آنے والی ہے۔ قیامت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں اور کسی ایک رائے پر متفق نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک شدید کشمکش اور الجھن میں مبتلا ہیں جو بہت جلد دور ہونے والی ہے۔ اگر ایسے لوگ ذرا بھی نظام کائنات پر غور کرتے تو اس حقیقت کو سمجھ لینا بہت آسان ہو جاتا اور ان کی ساری الجھنیں دور ہو جاتیں۔ اللہ نے فرمایا کیا ہم نے زمین کو راحت کا ذریعہ نہیں بنایا؟ کیا ہم نے زمین کے اوپر بلند و بالا پہاڑوں کے بوجھ رکھ کر اور میخوں کی طرح گاڑ کر ہلنے اور حرکت کرنے سے محفوظ نہیں بنا دیا ہے؟ کیا ہم نے ہر چیز کو ایک دوسرے کا جوڑا عورت، مرد، مادہ اور نر نہیں بنا دیا ہے جس سے تخلیق اور پیدائش کا نظام قائم ہے؟

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے نیند کو راحت کا ذریعہ بنا دیا جس سے وہ تازہ دم ہو کر پھر سے کام کاج کے قابل بن جاتے ہیں۔ کیا ہم نے ہی رات کو لباس کی طرح آرام دینے والا اور دن کو روزگار حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بنا دیا ہے؟

کیا وہ اپنے سروں پر سات آسمانوں کے مضبوط نظام کو نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے نظام کائنات قائم ہے۔ کیا وہ اس سورج کو نہیں دیکھتے جس کو ہم نے دھکتا ہوا روشن چراغ بنایا ہے؟ جس سے حرارت اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔

کیا وہ ان برسنے والی بارشوں کو نہیں دیکھتے جو برسنے کے بعد غلہ، اناج، سبزہ، سبزی، لہلہاتے کھیت اور باغوں کو ایک نئی رونق اور تازگی دیتی ہیں؟

فرمایا کہ یہ ہے وہ نظام کائنات جسے اللہ چلا رہا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ وہی اللہ جس نے ان تمام چیزوں کو اور انسانوں کو پیدا کیا ہے وہ دوسری مرتبہ ان کو پیدا کیوں نہیں کر سکتا؟

فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے آنے میں شک کریں یا نہ کریں اللہ نے اس کا ایک دن مقرر کر دیا ہے۔ وہ فیصلے کا دن ہوگا جیسے ہی صور میں پھونک ماری جائے گی تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ ہر شخص اور ہر جان دار پر موت طاری ہو جائے گی اور جب دوسری مرتبہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو پھر سارے انسان اور جان دار دوبارہ جی اٹھیں گے۔ لوگ اپنے مدفن سے گروہوں کی شکل میں دوڑتے ہوئے اللہ کی طرف آنا شروع ہو جائیں گے۔ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور بلند و بالا مضبوط پہاڑ چمکتے ریت کی طرح اڑتے پھریں گے۔ فرمایا کہ لوگو! جہنم اور اس کے فرشتے بھی اسی طرح تمہارے آنے کے منتظر ہیں کہ تمہیں جہنم تک پہنچا دیں جس میں ہر شخص کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ وہ جہنم جس میں ٹھنڈک اور راحت کا کوئی سامان نہ ہوگا۔ اس میں کھولتا گرم پانی اور بہتی پیپ کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اس بات کی امید ہی نہ تھی کہ ایک دن

ان سے ان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے رہے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے ان کی ایک ایک بات اور عمل کو محفوظ رکھا ہوا تھا۔ جس کی ان کو یہ سزا دی جا رہی ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ یعنی عذاب کا مزہ چکھیں اور اس طرح ہم عذاب پر عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔

ان لوگوں کے برخلاف جنہوں نے تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی گذاری ہوگی ان کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا کی جائیں گی۔ خوبصورت ہرے بھرے انگوروں کے باغات، ہم عمر بیویاں، شراب کے لبریز اور چھلکتے جام دیئے جائیں گے۔ وہاں ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ کوئی لغو، فضول، جھوٹ اور بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔ یہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ان کے بہترین اعمال کا بدلہ ہوگا۔ قیامت کے دن روح القدس جبرئیل امین اور تمام فرشتے آسمانوں، زمین اور اس کے درمیان کی ہر چیز کے پروردگار کے سامنے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے اس دن رب العالمین کی اجازت کے بغیر کسی کو بات تک کرنے کی ہمت نہ ہوگی جو بات بھی کی جائے گی وہ برحق اور سچی بات ہی کی جائے گی اس کے سوا کسی کو کوئی بات کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ ہے وہ سچا اور برحق دن جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ فرمایا کہ ہم نے پہلے ہی اس عذاب سے لوگوں کو آگاہ اور خبردار کر دیا تھا کہ ہر انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے ہر عمل کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ اس دن ہر کافر کی زبان پر یہی ہوگا کہ کاش میں آج کا دن دیکھنے سے پہلے ہی خاک میں مل گیا ہوتا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۷۹

النّٰزِعَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النازعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	79
کل رکوع	2
آیات	46
الفاظ وکلمات	181
حروف	791
مقام نزول	مکہ مکرمہ

وہ لوگ جو مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے واقع ہونے کو عقل سے دور کی بات سمجھتے تھے ان کو اللہ نے اپنے ان فرشتوں کی قسم کھا کر جو کائنات میں مختلف امور پر مقرر ہیں فرمایا کہ اللہ جو ہر طرح کی قدرت وطاقت رکھتا ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے وہ عاجز اور بے بس نہیں ہے کہ انسان کو اور دنیا کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے۔ فرمایا؛

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر (سختی سے کافروں کی) جان نکالتے ہیں اور ان فرشتوں کی قسم جو بند کھول دیتے ہیں (یعنی مومنوں کی جان نہایت آہستگی سے نکالتے ہیں) ان فرشتوں کی قسم جو (اس قدر تیز عمل کرتے ہیں جیسے) وہ تیر رہے ہیں۔ ان فرشتوں کی قسم جو (اللہ کے حکم کے مطابق کائنات میں) معاملات کا انتظام کرنے کے لیے تیزی سے دوڑتے ہیں کہ جس دن زلزلے کے جھٹکے بار بار آتے چلے جائیں گے اس دن کچھ دل کانپتے اور دھڑکتے ہوں گے اور ان لوگوں کی نگاہیں سہمی ہوئی ہوں گی جو یہ سوچتے تھے کہ جب ہماری کھوکھلی ہڈیاں گل سڑ چکی ہوں گی کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور پہلی والی حالت پر لوٹائے جا سکیں گے؟ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔ حالانکہ اس واقعہ میں دیر نہ لگے گی بلکہ ایک زبردست اور سخت آواز (صور پھونکنے کے بعد) ہوگی اور یکا یک سب لوگ ایک کھلے میدان میں حاضر ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ اے نبی ﷺ! کیا آپ ﷺ کو موسیٰؑ کے واقعہ کی خبر پہنچی۔ جب ان کے رب نے انہیں ایک مقدس وادی میں پکار کر کہا تھا کہ اے موسیٰؑ! تم اس فرعون کے پاس جاؤ جو نافرمانی اور سرکشی میں حد سے گزر گیا ہے اور اس سے کہو کہ اے فرعون! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے سیدھا راستہ دکھا کر پاکیزگی کی طرف رہنمائی کروں، تجھے تیرے رب کی طرف لوٹا دوں تاکہ تیرے اندر اس کا خوف پیدا ہو؟ پھر حضرت موسیٰؑ نے اس کے سامنے (عصا کا) بڑا معجزہ پیش کیا مگر اس نے حقارت سے ٹھکرا کر ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے (مکروفریب کا جال پھیلانے کے لیے) سب لوگوں کو جمع کیا اور پکار کر

کہا کہ میں ہی تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ آخر کار اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا (غرق کردیا) اور اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے جو اللہ کا خوف رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا تم لوگوں کا پیدا کرنا بڑی بات ہے یا آسمانوں کا پیدا کرنا؟ جسے اللہ نے ہی بنایا ہے۔ اس کی چھت کو خوب اونچا کیا۔ پھر اس میں توازن قائم کیا۔ اسی نے رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا۔ اسی نے زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا۔ جس سے پانی اور چارے کو نکالا۔ اس زمین میں توازن کے لیے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔ اسی نے تمہاری زندگی گزارنے کے اسباب اور تمہارے مویشیوں کے لیے رزق کو پیدا کیا۔

پھر جب قیامت کا ہولناک اور بڑا ہنگامہ خیز دن ہوگا تو انسان کو اپنے کیے ہوئے اعمال یاد آجائیں گے۔ ہر گناہ گار کے سامنے جہنم کو کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ جس نے سرکشی کی ہوگی اور اس نے دنیا کی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہوگا جہنم اس کا ٹھکانا ہوگی۔ اور جس نے اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کیا ہوگا اور اپنے نفس کی خواہشوں سے دور رہا ہوگا اس کا ٹھکانا جنت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کافر آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اس کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور آپ ﷺ کا اس سے تعلق بھی نہیں ہے کہ آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے۔ آپ ﷺ کا کام صرف لوگوں کو ان کے برے اعمال سے خبردار کرنا اور اس سے خوف دلانا ہے۔ فرمایا کہ جس دن یہ قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو یہ محسوس ہوگا کہ وہ (دنیا میں یا قبر میں) صرف ایک صبح یا ایک شام سے زیادہ نہیں رہے ہیں۔

٢

سُوْرَةُ النّٰزِعٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ ﴿١﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ ﴿٢﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ ﴿٣﴾
فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ ﴿٤﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ ﴿٥﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ — وقف لازم
الرَّاجِفَةُ ۙ ﴿٦﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ ﴿٧﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ ﴿٨﴾
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ ﴿٩﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ؕ ﴿١٠﴾
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ ﴿١١﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ ﴿١٢﴾ — وقف لازم
فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ ﴿١٣﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ ﴿١٤﴾ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ ﴿١٥﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ ﴿١٦﴾ — وقف لازم
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ
تَزَكّٰى ۙ ﴿١٨﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ ﴿١٩﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ
الْكُبْرٰى ۖ ﴿٢٠﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۖ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۖ ﴿٢٢﴾ فَحَشَرَ
فَنَادٰى ۖ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۖ ﴿٢٤﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ
الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ ﴿٢٥﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۠ ﴿٢٦﴾ ءَاَنْتُمْ — ع
اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۛ ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ ﴿٢٨﴾

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ
دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ
يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۶

قسم ہے سختی سے جان کھینچنے والے (فرشتوں کی) اور نرمی سے جان نکالنے والے (فرشتوں کی) اوران (فرشتوں) کی قسم (جو ہوا میں) تیرتے ہیں۔

پھر (ان فرشتوں کی قسم) جو دوڑ کر آگے نکلتے ہیں (ہر حکم کو پورا کرتے ہیں) پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں۔

جب وہ لرزا دینے والی (قیامت) آئے گی جس کے پیچھے آنے والی چیز (نفخہ ثانیہ) آئے گی۔ اس دن دل دھڑکتے ہوں گے ان کی نظریں نیچی ہوں گی۔

۲-۳

وہ (منکرین قیامت) کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت پر لوٹائے جائیں گے؟ جب ہم ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر (ہماری) واپسی ہوگی۔

(وہ کہیں گے اگر ایسا ہوا) یہ واپسی تو بڑے خسارے کی واپسی ہوگی۔ پھر وہ واقعہ تو ایک سخت (بھیانک) آواز ہوگی۔

اور اچانک وہ میدان (حشر) میں ہوں گے۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ تک موسیٰؑ کا واقعہ پہنچا جب انہوں نے طوٰی نامی مقدس وادی میں اپنے رب کو پکارا تھا تو (ان سے کہا گیا تھا کہ) تم فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ حد سے نکل گیا ہے پھر اس سے کہو کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے پاک کر دیا جائے۔

اور میں تجھے تیرے رب کی طرف راہ ہدایت دکھاؤں تا کہ تو اس کا خوف اختیار کرے۔

پھر موسیٰؑ نے اس کو بڑی نشانی (معجزہ) دکھائی۔

اس نے ان کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور اس نے (حضرت موسیٰؑ کو ذلیل کرنے کی) کوشش کی۔

اس نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر ایک ہانک لگاتے ہوئے کہا (لوگو) میں تمہارا رب اعلیٰ (بڑا پروردگار) ہوں۔

پھر اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ (ذلت وخواری کے ساتھ عذاب میں) پکڑا۔

بے شک اس میں ہر اس شخص کے لئے سامان عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

کیا تمہارا بنانا (پیدا کرنا) مشکل تھا یا اس آسمان کا جس کو اس نے بنایا اس کو خوب اونچا کیا اور اس کو درست بنایا۔

اس نے رات کو تاریک اور دن کو روشن بنایا پھر اس کے بعد اس نے زمین (کے) فرش کو بچھایا۔ اس نے اس زمین سے اس کا پانی اور (جانوروں کا) چارہ

اس کے پہاڑوں کو قائم کر دیا۔ پھر تمہارے لئے اس میں (زندگی گذارنے کا) سامان

ہےاور تمہارے مویشیوں کے لئے بھی۔

پھر جب وہ ہنگامہ خیز دن آئے گا آدمی اپنے کئے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔اور دیکھنے والوں کے لئے جہنم کو کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ پھر جو شخص حد سے بڑھا ہوگا اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو اس کا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔اور جو اپنے رب سے اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور اس نے اپنے آپ کو (ناجائز) خواہشات سے روکا ہوگا تو بے شک جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

(اے نبی ﷺ) وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟ (لیکن)اس کا وقت بیان کرنے سے (آپ کو) کیا واسطہ؟ اس کا علم تو اللہ پر ختم ہے۔

لہٰذا آپ تو صرف اس شخص کو خبردار کرنے والے ہیں جو اس کا خوف رکھتا ہے۔ جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے تو ان کو یہ محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک رات یا ایک صبح سے کچھ دیر (اس دنیا میں)ٹھہرے تھے (اور بس)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۶

اَلنّٰزِعَاتُ	گھسیٹنے والے
غَرْقٌ	ڈوب کر
اَلنّٰاشِطَاتُ	بند کھولنے والے
اَلسّٰابِحَاتُ	تیرنے والے
اَلسّٰابِقَاتُ	آگے بڑھ جانے والے
اَلْمُدَبِّرَاتُ	انتظام کرنے والے

وَّاجِفَةٌ	دھڑکنے والے
اَلْحَافِرَةُ	پہلی پیدائش
نَخِرَةٌ	گلی سڑی
كَرَّةٌ	دوبارہ
زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ	ایک زبردست ڈانٹ
اَلسَّاهِرَةُ	میدان
اَرٰى	دکھایا
اَلْاٰيَةُ الْكُبْرٰى	بڑی نشانی
حَشَرَ	اس نے جمع کیا
نَكَالٌ	سزا
اَشَدُّ خَلْقًا	زیادہ مشکل ہے بنانا
رَفَعَ	بلند کردیا
سَمْكٌ	اٹھان
اَغْطَشَ	اس نے سیاہ کردیا
ضُحٰى	چڑھتی دھوپ
دَحٰى	اس نے پھیلایا

مَرْعٰی	چارہ (جانوروں کی غذا)
اَلطَّآمَّۃُ	آفت ومصیبت
بُرِّزَتْ	ظاہر کردی گئی
اٰثَرَ	اس نے اختیار کیا۔ترجیح دی
اَلْمَاْوٰی	ٹھکانا
نَھَی النَّفْسَ	اپنے نفس کو روکا
مُرْسٰ	ٹھہرنا
کَاَنَّھُمْ	گویا کہ وہ
لَمْ یَلْبَثُوْٓا	وہ نہ ٹھہریں گے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴۶

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسے بے شمار فرشتوں کو پیدا کیا ہے جو ہر وقت اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں جیسے ہی ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ مکمل اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔ زندگی، موت، قیامت، آخرت، جنت، جہنم، بارش، رزق، دنیا کی آبادکاری یا تباہی، قوموں کا عروج اور زوال غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب قوموں کے اخلاق اور عقیدوں میں زبردست بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ کا یہ بڑا فضل وکرم ہے کہ وہ ان کے عقیدوں اور اخلاقی زندگی کو سنوارنے کے لئے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ ان کی اصلاح کر کے اور دنیا پرستی سے بچا کر آخرت کے راستے پر ڈال دیں اور انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھا دی جائے کہ دنیا کی زندگی نہایت مختصر اور ایک حد پر ختم

ہو جانے والی ہے اس میں کسی چیز کو قرار نہیں ہے لیکن آخرت کی زندگی اور اس کی راحتیں یا عذاب کبھی نہ ختم ہونے والی حقیقتیں ہیں۔ سعادت مند لوگ ان پیغمبروں کی باتوں پر ایمان لا کر عمل صالح اختیار کرتے ہیں اور ابدی جنت کے مستحق بن جاتے ہیں لیکن بدنصیب لوگ زندگی بھر یہی کہتے رہ جاتے ہیں کہ یہ بات تو ہماری عقل میں نہیں آتی کہ جب ہم مرجائیں گے اور ہماری ہڈیوں تک کا پتہ نہیں ہوگا تو پھر دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ اس طرح وہ پیغمبروں کی تعلیمات کو جھٹلانے اور ان سے ٹکرانے کی جسارت کر کے اپنی دنیا اور آخرت کو اپنے ہاتھوں برباد کر لیتے ہیں۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے ان ہی باتوں کو فرشتوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو لوگ آخرت کی زندگی کو جھٹلاتے ہیں ان کا انجام نہایت عبرت ناک اور بھیانک ہوا کرتا ہے۔ اور جو لوگ قیامت اور موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں انہیں ہر طرح کی سعادتیں عطا کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر گہرائیوں سے (کافروں کی) جان کھینچ نکالتے ہیں۔ یعنی جب اللہ کے مقرر فرشتے ان کافروں کی جان نکالنا چاہتے ہیں تو روح چھپنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ زبردستی اس کی روح کو نکال لیتے ہیں تاکہ اس کو اس کے انجام تک پہنچا دیا جائے۔

(۲) آہستگی اور نرمی سے (مومنوں کی جان کے) بندھن کھول دینے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی اللہ کے فرشتے جب مومنوں کی جان نکالنا چاہتے ہیں تو اس قدر آہستگی اور نرمی سے نکالتے ہیں جیسے کسی بند چیز کے بندھن اور گرہ کو کھول دیا جاتا ہے اور اس طرح مومن کو روح کے بندھن کھولنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

انسان کی جان کو قبض کرنے کے بعد اس کو تیزی سے آسمانوں کی طرف لے جانے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی وہ اس قدر تیزی سے اس روح کو آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں جیسے وہ فضاؤں میں تیر رہے ہیں۔

(۴) وہ فرشتے جو روح کو لے کر (اچھے یا برے ٹھکانے پر) پہنچانے میں جلدی کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کی قسم

(۵) اللہ کے احکامات کو (پوری کائنات پر) نافذ کرنے والے فرشتوں کی قسم۔ یعنی وہ فرشتے جو ہر وقت مستعد اور صفیں باندھے کھڑے رہتے ہیں تاکہ ادھر حکم ہوا ادھر وہ اس کی تعمیل کرنے کی سعادت حاصل کر لیں۔

ان پانچ فرشتوں کی قسمیں کھا کر فرمایا ہے کہ جیسے ہی صور میں پھونک ماری جائے گی جس کے لئے ایک فرشتہ اپنے منہ

میں اس کو لئے کھڑا ہے کہ جیسے ہی حکم ہوگا اس صور میں پھونک ماردی جائے گی اس وقت وہ لرزا دینے والی قیامت واقع ہو جائے گی۔ قیامت کے اس ہولناک دن میں ان لوگوں کے دل دھڑک رہے ہوں گے اوران کی نظریں شرمندگی سے نیچی ہوں گی جو زندگی بھر یہ کہتے رہے کہ جب ہماری ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا تو ہم دوبارہ پہلی والی شکل وصورت کے ساتھ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ اگر ایسا ہوا تو ہم بڑے گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب ایک زبردست دھماکا ہوگا تو ساری کائنات درہم برہم ہو جائے گی اور زمین وآسمان، چاند، سورج، ستارے سب آپس میں ٹکرا جائیں گے اور پھر ان ہی سے ایک ایسی سپاٹ اور ہموار زمین تیار ہو جائے گی جس میں اولین وآخرین سارے کے سارے اچانک اس میدان حشر میں پہنچ جائیں گے اور انہیں زندگی میں کئے گئے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

فرمایا کہ اس پوری کائنات کا ایک لمحے میں تباہ وبرباد ہو جانا یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے کیونکہ وہ بڑی سے بڑی طاقت کو لمحوں میں نیست ونابود کر دیتا ہے جس طرح فرعون جس کو اپنی طاقت وقوت، حکومت وسلطنت اور اپنی قوم کی طاقت پر بڑا ناز تھا وہ لوگوں سے اپنے آپ کو سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ معبود قرار دیتا تھا۔ اس کو اور اس کی طاقت وقوت کو اللہ نے چند لمحوں میں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

کہ جب حضرت موسیٰؑ نے وادی مقدس (وادی طویٰ) میں پہنچ کر اللہ کو پکارا تو اللہ نے ان کے سر پر تاج نبوت رکھ کر حکم دیا کہ وہ اس فرعون کے پاس جائیں جو اپنی حدوں کو پار کر چکا ہے۔ اسے اس بات کی دعوت دیں کہ اگر وہ توبہ کر کے اللہ کا خوف اختیار کر لے تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف کر کے پاک صاف کر دے گا۔

چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں اس کی تعلیم دینے اور تجھے ہدایت کے راستے پر لانے کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور انہوں نے اپنے معجزات بھی دکھائے تو فرعون غرور وتکبر سے پیٹھ پھیر کر چل دیا پھر اس نے حضرت موسیٰ کی بات ماننے کے بجائے اپنے تمام لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم موسیٰؑ کی باتوں میں مت آنا۔ میں ہی تمہارا ''رب اعلیٰ'' ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود اور رب اعلیٰ نہیں ہے۔

اس طرح فرعون اور اس کی بات ماننے والے اپنے کفر وشرک پر اڑے رہے۔ حضرت موسیٰؑ فرعون اور اس کے ماننے

والوں کو سمجھاتے رہے لیکن فرعون حضرت موسیٰؑ کو نیچا دکھانے کی کوششوں میں لگا رہا۔ آخر کار اللہ کا وہ فیصلہ آ گیا جو اس نے نافرمانوں کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم کو پانی میں غرق کر کے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کی بات مان کر ان کی اطاعت اور اللہ پر ایمان کا اقرار کیا تھا ان کو نجات عطا کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آخرت اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر تعجب اور انکار کرنے والوں سے سوال کیا ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا مشکل اور ناممکن کام تھا یا زمین و آسمان جیسی عظیم الشان چیزوں کو پیدا کرنا؟ یعنی اللہ نے زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، پہاڑ اور دریا جیسی چیزوں کو بنایا ہے جو اپنے وجود اور طاقت و قوت میں بہت بڑے ہیں۔ ان سب چیزوں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اسی نے آسمانوں کو بلند اور اونچا، راتوں کو تاریک اور دن کو روشن بنایا ہے۔ اسی نے اس زمین کو اس طرح بنایا ہے کہ جب اس پر بارش برستی ہے تو اس سے انسانوں کے لئے راحت و آرام کی چیزیں اور رزق پیدا ہوتا ہے اور اسی سے تمام جان داروں کی غذائیں اور چارہ پیدا کیا جاتا ہے۔

اسی نے پہاڑوں کو بنایا جس سے زمین میں ایک خاص توازن قائم کیا گیا۔ اگر یہ توازن نہ ہوتا تو انسان کا جینا محال ہو جاتا نہ اس سے غذائیں، ضروریات زندگی اور سیکڑوں چیزیں اور جانوروں کے لئے چارہ پیدا ہوتا نہ سہولتیں میسر آتیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں اسی دنیا تک محدود ہیں اور اس وقت تک اپنی جگہ قائم ہیں جب تک وہ ہنگامہ خیز دن نہیں آ جاتا جس میں اس دنیا کو ختم کر دیا جائے گا اور پھر قیامت میں ہر شخص کو اپنے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔

یہ دن وہ ہوگا جب جہنم سب کے سامنے ہوگی۔ ہر وہ شخص جس نے دنیا میں اپنی حدود کو پھلانگ کر اسی دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا تھا اور اس کو آخرت کی نہ فکر تھی نہ اس کے آنے کا یقین تھا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جس کو اس بات کا یقین تھا کہ اسے ایک دن اللہ کے پاس پہنچنا ہے اور اس نے ہر ناجائز خواہش کو ٹھکرا دیا ہوگا اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔

نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر ان تمام سچائیوں کے باوجود انہیں قیامت کے آنے پر یقین نہیں ہے اور وہ یہی پوچھتے ہیں کہ "آخر وہ قیامت کب آئے گی؟" تو آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ مجھے اس بات کے معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے میرا کام تو یہ ہے کہ میں ہر شخص تک اس پیغام کو پہنچا دوں کہ جو لوگ اللہ کا خوف رکھنے والے ہیں۔

اور وہ لوگ جو اس کی جلدی مچا رہے ہیں ان کو یہ بات بتا دوں کہ جب وہ قیامت میں پہنچیں گے تو انہیں ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ ایک رات یا ایک صبح کے وقت کچھ دیر اس دنیا میں ٹھہرے تھے اور بس۔ یعنی ان جلدی مچانے والوں کو ایسا لگے گا جیسے وہ عذاب بہت جلد آ گیا اور دنیا کی زندگی بہت جلد گذر گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نے سورۃ النازعات کی تمام آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر و تشریح ملاحظہ فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۰

عَبَسَ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ عبس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ نمبر	80
کل رکوع	1
آیات	42
الفاظ وکلمات	130
حروف	533
مقام نزول	مکہ مکرمہ

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں عقبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ ابن خلف اور ابی ابن خلف جیسے بڑے بڑے قریشی سردار بیٹھے ہوئے تھے جنہیں آپ ﷺ دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرما رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی دلی خواہش اور تمنا تھی کہ قریش کے سردار اسلام قبول کرلیں تو سارے عرب میں دین کا چرچا عام ہو جائے گا۔ آپ ﷺ بیان فرما رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ آگئے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت رنگ محفل کیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ہدایت دیجیے اور سیدھا راستہ دکھا دیجیے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی کسی آیت کا مطلب پوچھ رہے تھے۔ بہر حال نابینا ہونے کی وجہ سے انہیں معلوم نہ تھا کہ اس وقت آپ ﷺ سے یہ سوال پوچھنا مناسب تھا یا نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے شفقت سے فرمایا کہ میں ابھی بتا دیتا ہوں آپ ﷺ نے پھر سے سرداران قریش سے خطاب شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد نابینا صحابیؓ نے پھر اپنے سوال کو دہرایا آپ ﷺ کو ان کی یہ بات ناگوار گزری اور آپ کی پیشانی پر کچھ بل پڑ گئے اور آپ ﷺ نے بے رخی اختیار کی۔ سرداران قریش تو آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ انتظار کر کے حضرت عبد اللہ ابن ام مکتومؓ بھی واپس گھر لوٹ گئے اسی وقت حضرت جبرئیل وحی لے کر آئے اور آپ ﷺ تک سورۃ عبس کی آیات پہنچائیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے چہرے پر بل پڑ گئے اور آپ ﷺ نے اس نابینا کی طرف توجہ نہ کی جو بڑے شوق اور تڑپ کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آیا تھا۔ آپ ﷺ کو کیا معلوم ہے کہ اگر آپ اس کو نصیحت فرما دیتے تو وہ اس پر دھیان دیتا اور اس سے نفع حاصل کرتا؟ جو شخص آپ کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا آپ ﷺ اس کی طرف جھکے چلے جا رہے ہیں حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں ہے لیکن وہ شخص جو خود آپ کے پاس دوڑ کر اور لپک کر آ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں اللہ کا خوف بھی رکھتا ہے آپ ﷺ اس کی طرف سے بے رخی اختیار کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کا کلام (قرآن مجید) تو سراسر نصیحت ہی

نصیحت ہے۔ جس کا دل چاہے وہ قبول کر لے۔ جو ایسے صحیفوں میں موجود ہے جو قابل احترام، بلند مرتبہ، پاکیزہ اور مقدس ہیں۔ معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں۔ وہ کیسے بدنصیب لوگ ہیں اور اپنے آپ کو تباہی میں ڈال رہے ہیں جو اس سچائی کا انکار کر کے ناشکری کر رہے ہیں۔ کبھی انسان نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اللہ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا ہے۔ ایک منی کے قطرے سے۔ اس نے اس آدمی کی تقدیر مقرر کی پھر اس کے لیے زندگی کے راستوں کو آسان کیا۔ اسی نے زندگی کے بعد اس کو موت سے ہم کنار کیا اور قبر میں پہنچا دیا۔

پھر جب چاہے گا وہ اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرے گا۔ یہ کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ وہ اپنے اس فرض کو ادا نہیں کرتا جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا تھا۔ حالانکہ اگر وہ غور کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اللہ نے اس کو کتنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ کبھی انسان نے اپنی اس خوراک پر غور کیا جسے وہ کھاتا ہے فرمایا کہ ہم نے پہلے تو خوب بارشیں برسائیں پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا پھر اس کے اندر غلہ، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجوریں، گھنے باغات، طرح طرح کے لذیذ اور مزیدار پھل پیدا کیے اور اسی سے جانوروں کی غذا چارہ کو پیدا کیا تاکہ تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کی زندگی کا سامان میسر آ جائے۔ لیکن یہ سب چیزیں اس وقت تک تمہارے پاس رہیں گی جب تک کانوں کو بہرا کر دینے والی ہیبت ناک آواز (صور) نہیں آ جاتی۔ جب وہ آواز بلند ہوگی یعنی صور پھونکا جائے گا وہ دن بھی عجیب ہوگا۔ اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور اپنی اولاد تک کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا اور اس وقت ہر شخص پر ایسی وحشت طاری ہوگی کہ اسے اپنے سوا کسی دوسرے کا ہوش تک نہ رہے گا یعنی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔ اس دن کچھ چہرے تو ایسے ہوں گے جو چمک دمک رہے ہوں گے، ان کے چہرے شگفتہ اور خوش و خرم ہوں گے اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی اور غم کے مارے ان کے چہرے اداس اور تاریک ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے کفر اور ناشکری میں حد سے آگے بڑھ گئے ہوں گے۔

سُورَةُ عَبَسَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓىۙ ﴿١﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰىؕ ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ
يَزَّكّٰٓىۙ ﴿٣﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰىؕ ﴿٤﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰىۙ ﴿٥﴾
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰىؕ ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰىؕ ﴿٧﴾ وَاَمَّا مَنْ
جَآءَكَ يَسْعٰىۙ ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشٰىۙ ﴿٩﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ ﴿١٠﴾ كَلَّآ
اِنَّهَا تَذْكِرَةٌۚ ﴿١١﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗۘ ﴿١٢﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍۙ ﴿١٣﴾
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭۙ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍۙ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍؕ ﴿١٦﴾
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗؕ ﴿١٧﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗؕ ﴿١٨﴾
مِنْ نُّطْفَةٍؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗۙ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗۙ ﴿٢٠﴾
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗۙ ﴿٢١﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗؕ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ
مَآ اَمَرَهٗؕ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤۙ ﴿٢٤﴾ اَنَّا صَبَبْنَا
الْمَآءَ صَبًّاۙ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّاۙ ﴿٢٦﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
حَبًّاۙ ﴿٢٧﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًاۙ ﴿٢٨﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًاۙ ﴿٢٩﴾ وَّحَدَآئِقَ
غُلْبًاۙ ﴿٣٠﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّاۙ ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْؕ ﴿٣٢﴾ فَاِذَا

وقف لازم

جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ
وَ اَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ
شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا
قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع ۱ ۴۲ ۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴۲

(اے نبی ﷺ آپ نے) ناگوار محسوس کیا اور منہ پھیر لیا اس وجہ سے کہ آپ کے پاس ایک نابینا (اندھا) آ گیا تھا۔ آپ کو کیا معلوم کہ شاید وہ سنور جاتا۔ یا وہ بات کو قبول کر لیتا تو نصیحت اسے فائدہ دیتی۔ جو شخص بے نیازی دکھاتا ہے (پرواہ نہیں کرتا) آپ اس کی طرف جھکے چلے جا رہے ہیں۔

(اے نبی ﷺ) آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ کیوں نہیں سنورتا۔ اور جو شخص آپ کے پاس دوڑا چلا آ رہا ہے اور وہ اللہ سے ڈرتا ہے تو آپ اس سے بے پروائی کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

یہ (قرآن حکیم تو) ایک نصیحت ہے جس کا دل چاہے اس کو قبول کر لے۔

وہ محترم صحیفوں میں ہے جو بلند مقام والے اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو نہایت نیک اور پاکیزہ ہیں۔

غارت ہو جائے انسان کہ وہ کیسا ناشکرا ہے۔

(کبھی اس نے غور کیا کہ) اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ ایک گندے پانی کے قطرے (نطفے) سے پیدا کیا۔

پھر ایک اندازہ مقرر کیا گیا ہے۔ پھر (اس کی زندگی کا) راستہ آسان کر دیا ہے۔

پھر اس نے موت دے کر اسے قبر میں پہنچایا۔ پھر جب اللہ چاہے گا تو اس کو دوبارہ پیدا کر دے گا۔ ہرگز نہیں۔

انسان کو جو حکم دیا اس نے پورا نہ کیا۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے کھانے (پینے) کی چیزوں کی طرف نظر دوڑائے۔ کہ بے شک ہم نے خوب پانی برسایا۔

پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا (پیداوار کے قابل بنایا) پھر ہم نے اس میں دانہ (غلہ) اگایا۔ انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے گنجان باغ (طرح طرح کے) پھل اور (جانوروں کے لئے) چارہ پیدا کیا۔

یہ سب چیزیں تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے (فائدے پہنچانے کا) سامان ہیں۔

پھر جب کانوں کو پھاڑ دینے والی آواز آئے گی (صور پھونکا جائے گا) اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے ماں باپ، اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔

اس دن ہر شخص اس حالت میں ہوگا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

اس دن بعض چہرے چمک دمک رہے ہوں گے۔

ہنستے مسکراتے اور خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہوں گے اور کچھ چہروں پر خاک اڑ رہی ہوگی۔

ان پر سیاہی چھا رہی ہوگی (کہا جائے گا کہ) یہی وہ بدکار ہیں جو (اللہ و رسول کا) انکار کیا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴۲

اَلْاَعْمٰی	نابینا۔ اندھا
یَزَّکّٰی	وہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے
تَنْفَعُ	نفع دیتی ہے

اِسْتَغْنٰى	جو بے پروائی کرتا ہے
تَصَدّٰى	تو متوجہ ہوتا ہے
تلَهّٰى	تو منہ پھیرتا ہے
تَذْكِرَةٌ	ایک نصیحت ہے۔ یاد کرنے کی چیز ہے
صُحُفٌ مُكَرَّمَةٌ	عزت والی کتابوں میں ہے
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ
اَيْدِىْ سَفَرَةٍ	لکھنے والوں کے ہاتھ
كِرَامٌ بَرَرَةٌ	نیک اور بلند مقام والے
صَبَبْنَا	ہم نے اوپر سے ڈالا
شَقَقْنَا	ہم نے پھاڑا
غُلْبٌ	گھنے
اَبٌّ	چارہ
اَلصَّآخَّةُ	زبردست آواز۔ چیخ
شَاْنٌ	ایسی حالت
يُغْنِيْهِ	جو اسے پھنسائے گی
مُسْفِرَةٌ	چمکتے دمکتے
ضَاحِكَةٌ	ہنستے ہوئے

مُسْتَبْشِرَةٌ	خوشیاں مناتے ہوئے
غَبَرَةٌ	گردوغبار
تَرْهَقُ	چھاجائے گی
قَتَرَةٌ	سیاہی۔تاریکی
اَلْفَجَرُ	بدکار۔گناہ گار

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴۲

اللہ کی طرف سے وحی آنے کے بعد نبی کریم ﷺ دن رات دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جدوجہد فرمایا کرتے تھے۔اس عظیم مقصد میں آپ کے شغف اور شوق کا یہ عالم تھا کہ جب دشمنان اسلام کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی اور دین اسلام اور آپ کی شخصیت پر کیچڑ اچھالا جاتا تو آپ کو شدید افسوس ہوا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا کہ ''اے نبی ﷺ'' آپ تو اس غم میں اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے (سورۃ الکہف)۔ارشاد فرمایا گیا کہ آپ صبر وتحمل سے کام لے کر اللہ کا دین ہر شخص تک پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔اللہ جس کو ہدایت دینا چاہے گا اس کو ہدایت دیدی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ ہر قبیلے میں تشریف لے جاتے اور دین کی سچائیوں کا اظہار فرماتے۔آپ کا گمان یہ تھا کہ اگر عرب کے تمام قبیلوں کے سردار دین اسلام کو قبول کرلیں تو پھر دین اسلام کے پھیلنے کی ہر رکاوٹ دور ہوجائے گی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے قریش کے تمام سرداروں کو دعوت دی۔ جب وہ آگئے تو آپ نے نہایت موثر انداز سے ان پر اس بات کو ثابت کردیا کہ ان کی اور ساری کائنات کی کامیابی صرف اللہ کا دین اختیار کرنے میں ہے۔گفتگو اس سطح تک پہنچ گئی تھی جہاں آپ کو اس بات کا کچھ اندازہ ہورہا تھا کہ شاید ان قریشی سرداروں میں سے کچھ سردار دین اسلام قبول کرلیں گے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ ابن ام مکتومؓ تشریف لے آئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ ان کے آنکھوں سے معذور ہونے کی وجہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اس لئے انہوں نے حسب معمول آپ سے آتے ہی عرض کیا ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ'' (ابن جریر۔ابن ابی حاتم) یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کو اللہ نے جو کچھ سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم ان لوگوں

میں سے تھے جو مکہ مکرمہ میں بہت پہلے ایمان لا چکے تھے اور ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پھوپھی زاد بھائی اور بنو قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے چونکہ وہ نابینا (اندھے) تھے تو انہیں یہ معلوم ہی نہ تھا کہ آپ اس وقت بنو قریش کے سرداروں سے کلام فرما رہے ہیں جن کے اسلام قبول کرنے سے سارے عرب میں ایک عظیم انقلاب آ جانے کا امکان تھا۔ اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس وقت آپ کا جذبہ تبلیغ دین کس قدر عروج پر ہوگا۔ عین اسی وقت حضرت ابن ام مکتوم کا آ کر سوال کرنا آپ کو اچھا نہیں لگا۔ آپ نے شفقت سے فرمایا کہ عبداللہ بیٹھو میں ابھی بتاتا ہوں مگر کچھ دیر بعد انہوں نے پھر وہی سوال کیا اور کئی مرتبہ کیا تو آپ کی پیشانی پر کچھ بل پڑ گئے اور آپ کو ناگوار گذرا۔ آپ ﷺ نے جواب دینے کے بجائے منہ پھیر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم یہ سمجھے ہوں گے کہ شاید رسول اللہ ﷺ آپ سے کسی بات پر ناراض ہیں وہ کچھ دیر انتظار کر کے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی سرداروں نے آپ کی باتیں سنیں اور پہلے کی طرح دامن جھاڑ کر اٹھ گئے اور اپنے گھروں کو چل دیئے لیکن نبی کریم ﷺ اس بات پر بہت خوش تھے کہ قریش کے سرداروں تک آپ نے اللہ کے دین کی دعوت پہنچا دی ہے جو کسی طرح بھی آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس واقعہ کو بہت دیر نہ گذری تھی کہ آپ پر سورۂ عبس کی آیات نازل ہونا شروع ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک اصولی بات کی طرف متوجہ فرمایا۔ ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ نے اپنی پیشانی پر بل ڈال لئے، ناگوار محسوس کیا اور منہ پھیر لیا اس بات سے کہ آپ کے پاس ایک نابینا (اندھا) آ گیا تھا آپ کو کیا معلوم کہ وہ آپ کی بات سن کر اپنا تزکیہ کر لیتا (اپنے دل کو مانجھ لیتا) یا وہ اس سے کوئی فائدہ ہی اٹھا لیتا۔ جو شخص دین کی سچائیوں کو سن کر بھی بے نیازی اور بے رخی برت رہا ہے آپ اس کی طرف تو جھکے چلے جا رہے ہیں حالانکہ اس کو سنوارنے اور ہدایت دینے کی ذمہ داری آپ کی نہیں ہے ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ شخص جو اپنے دل میں اللہ کا خوف لئے آپ کے پاس دوڑا ہوا چلا آ رہا ہے آپ اس سے منہ پھیر رہے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔ یہ وہ قرآن ہے جو محترم صحیفوں میں بلند اور مقدس مقام رکھنے والا ہے وہ ایسے لکھنے والے ہاتھوں میں ہے جو نہایت نیک اور پاکیزہ ہیں۔ اب جس کا دل چاہے اس کلام پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کر لے۔ اللہ نے کائنات میں جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے یہ قرآن ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی اور ان نعمتوں کی آدمی کو قدر کرنا چاہیے جو اس کے چاروں طرف قدرت نے بکھیر رکھی ہیں۔ لیکن انسان ان نعمتوں کے باوجود ناشکرا پن کر کے اپنی بدبختیوں اور بدنصیبیوں میں لگا رہتا ہے۔ وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس کی پیدائش ناپاک پانی کے ایک قطرے سے ہوئی ہے۔ وہ پانی کا قطرہ (نطفہ) جب تک اللہ نے چاہا ماں کے پیٹ میں پرورش کراتا اور بڑھاتا رہا جب اس کے

تمام اعضاء بن گئے اور اس نے انسانی شکل اختیار کر لی اور وہ کئی پونڈ کا ہو گیا تو تنگ راستہ ہونے کے باوجود اللہ اس کو کس طرح اس دنیا میں لے آیا کہ وہ اس دنیا میں بھی آ گیا اور اس سے اس کی ماں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس نعمت پر تو اس کو اللہ کا شکر گذار ہونا چاہیے تھا مگر وہ اس پر غور ہی نہیں کرتا اور اللہ کی ناشکری میں لگا رہتا ہے۔ فرمایا کہ کبھی انسان نے اس بات پر بھی غور کیا کہ دنیا میں آنے کے بعد وہ اللہ کی کتنی نعمتوں سے فائدے حاصل کرتا ہے۔ دنیا میں رہتا اور بستا ہے جتنی اس کی زندگی کے لمحات ہیں ان کو گذار کر آخر کار موت کی آغوش میں جا کر سو رہتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے اس کو قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھا لیں گے اور پھر زندگی بھر کئے ہوئے کاموں کا حساب لے کر اس کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دیدیں گے۔

فرمایا کہ آدمی کو ان نعمتوں پر غور کرنا چاہیے جو کھانے، پینے کی چیزیں اور اسباب پیدا کئے گئے ہیں مثلاً اللہ بلندی سے پانی برساتا ہے جو زمین پر برستا ہے۔ اللہ نے اس زمین کو ایسا نرم اور کھیتی کے قابل بنا دیا ہے کہ اس میں دانہ، غلہ، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، گھنے گنجان باغات، پھل وغیرہ پیدا ہوتے ہیں جو انسانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ اس کی قدرت یہ ہے کہ اس نے غذائیں اس طرح بنائیں کہ وہ انسان کے کام آتی ہیں ان سے بچے ہوئے بھوسے اور چھلکے جانوروں کی غذا بن جاتے ہیں یعنی غذا انسان کھاتا ہے اور اس کا بھوسا جانور کھاتے ہیں۔ پھل اور فروٹ انسان کھاتا ہے اور ان کے پتے اور چھلکے جانوروں کی غذا بنا دی گئی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کانوں کو پھاڑ دینے والی چیز یعنی صور نہیں پھونکا جاتا۔ جب صور پھونکا جائے گا تو انسان اور اس کائنات کی ہر چیز فنا کر دی جائے گی۔ دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اللہ کی ساری مخلوق زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہو جائے گی۔ یہ ایسا دن ہو گا جب ہر شخص کو اپنے سوا دوسرے کا ہوش تک نہ ہو گا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ دنیا میں محبت کے وہ رشتے جو ایک دوسرے کے کام آتے ہیں وہاں کام نہ آئیں گے۔ بھائی بھائی سے بھاگے گا، شفقت و محبت کرنے والی ماں، اولاد کے ہر دکھ کو اٹھانے والا باپ، زندگی بھر ساتھ دینے والی بیوی اور اس کی اپنی اولاد ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ وہاں کام آنے والی چیز انسان کے نیک اور بہتر اعمال ہی ہوں گے جو اس کے کام آئیں گے۔ چنانچہ اس دن بعض چہرے تو خوشی اور مسرت سے چمک دمک رہے ہوں گے لیکن کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے چہروں پر خاک اڑ رہی ہو گی ان کے چہرے اس طرح سیاہ پڑ جائیں گے جیسے کوئی دور سے گرد و غبار میں اٹا چلا آ رہا ہے۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ یقیناً یہ وہی لوگ ہوں گے جو زندگی بھر اللہ و رسول کا انکار کرتے رہے ہوں گے اور جو برے اعمال کرتے رہے ہوں گے۔

ان آیات سے متعلق چند باتیں

(۱)۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے مگر دین سیکھنے بہت دور سے آتے تھے۔ وہ یہ سمجھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے کہ

شاید میرے آقا مجھ سے ناراض ہیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ ﷺ فوراً اٹھے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر واپس آئے۔ آپ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور فرمایا کہ عبداللہ اس پر بیٹھو۔ حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم بیٹھ گئے پھر آپ نے شفقت سے فرمایا کہ اب تم پوچھو میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کی شفقت و محبت میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور جب بھی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم تشریف لاتے تو سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان کو اپنے پاس اپنی چادر پر بٹھایا کرتے تھے۔

(۲)۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کا پورا نام عبداللہ ابن شریح ابن مالک ابن ربیعہ زھری تھا۔ مکتوم اس شخص کو کہتے ہیں جو آنکھوں سے محروم ہو چونکہ وہ اندھے تھے اس لئے ان کی والدہ کو ''ام مکتوم'' (نابینا کی ماں) کہا جاتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے سفر پر جاتے ہوئے مسجد نبوی میں اپنی جگہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کو امام مقرر فرمایا۔ جنگ قادسیہ کے موقع پر وہ بھی نابینا ہونے کے باوجود جہاد میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(۳)۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اہل ایمان مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کر کے ان کو سچا پکا مسلمان بنانا غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کرنے کی فکر سے زیادہ اہم ہے۔ ہم نے بعض حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اس کی فکر تو بہت کرتے ہیں کہ فلاں بات کو اس طرح ہونا چاہیے تا کہ غیر مسلم اس پر اعتراض نہ کریں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں غیر مسلموں میں تبلیغ کی زیادہ ضرورت ہے جو مسلمان ہیں ان کے درمیان تبلیغ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ ہمیں غیر مسلموں کی فکر تو ہونی چاہیے مگر اپنی ساری صلاحیتوں کو اسی پر لگانا نہیں چاہیے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد دو سو کروڑ کے قریب ہے ان کی اپنی پچاس ساٹھ حکومتیں اور سلطنتیں ہیں۔ اگر ان پر محنت کی جائے اور ان کو سچا پکا مومن بنا لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ساری دنیا ان کے قدموں پر جھکنے کے لئے مجبور ہو جائے گی۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں مگر دنیا ہم پر اس طرح غالب آ چکی ہے کہ ہم اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود ساری دنیا میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئے ہیں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۸۱

التَّکْوِیْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التکویر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	81
کل رکوع	1
آیات	29
الفاظ وکلمات	104
حروف	534
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں آخرت، قیامت اور رسالت کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فرمایا جب سورج لپیٹ لیا جائے گا یعنی وہ بے نور ہو جائے گا۔ جب ستارے بکھر جائیں گے۔ جب پہاڑ اپنی جگہ سے اڑنے لگیں گے اور ریت کا ڈھیر بن جائیں گے۔ دس ماہ کی گابھن اونٹنی جو عربوں کے نزدیک بہت قیمتی ہوتی تھی وہ چھٹی پھرے گی۔ جب جنگلی اور وحشی جانور تک ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے۔ سمندر بھڑک کر آتش فشاں بن جائیں گے۔ جب روحوں کو جسموں سے جوڑ دیا جائے گا۔ جب زندہ گاڑ دی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس جرم میں ماری گئی۔ جب ہر شخص کے اعمال کھول کر اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ جب جہنم کی آگ کو خوب دہکایا جائے گا اور جنت کو قریب تر کر دیا جائے گا۔ آسمان کے سب پردے درمیان سے ہٹا دیئے جائیں گے اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ (دنیا سے) کیا کچھ لے کر آیا ہے۔ اللہ نے پلٹنے اور چھپ جانے والے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا۔ اس رات کی قسم جب وہ جانے لگتی ہے اور اس صبح کی قسم جو وہ آنے لگتی ہے کہ یہ قرآن اللہ نے اپنے ایک جلیل القدر اور معزز فرشتے (جبرئیل امینؑ) کے ذریعہ بھیجا ہے۔ وہ فرشتہ جو عرش والے کے پاس بڑی طاقت و قوت رکھنے والا، بلند مرتبہ ہے اس کا حکم مانا جاتا ہے اور وہ امانت دار بھی ہے۔ مکہ والوں سے فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ مکہ میں رہنے والے (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کوئی دیوانے نہیں ہیں۔ ان کے پاس وہی فرشتہ آتا ہے جسے آپ ﷺ نے آسمان کے کنارے پر دیکھا تھا اللہ کے حکم سے اللہ کا پیغام ان تک پہنچاتا ہے۔ وہ غیب کے اس علم کو (لوگوں تک) پہنچانے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے۔ یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ فرمایا کہ اس سچائی کی گواہی تو تمہارے دل بھی دیتے ہیں پھر تم کدھر اور کس رخ پر جا رہے ہو؟

فرمایا کہ یہ قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے ہر اس شخص کے لیے نصیحت اور راہبر ہے جو سیدھے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ مگر اس کے لیے جب تک اللہ کی توفیق نہ ہو اس وقت تک یہ دولت حاصل نہیں ہوتی البتہ جب وہ رب العالمین چاہے گا تو پھر توفیق نصیب ہو جائے گی۔

سورة التكوير

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَإِذَا الْجِبَالُ
سُيِّرَتْ ۝۳ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَإِذَا الْوُحُوشُ
حُشِرَتْ ۝۵ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝۷
وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَإِذَا الصُّحُفُ
نُشِرَتْ ۝۱۰ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲
وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَا
أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷
وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝۱۸ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝۱۹ ذِي
قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝۲۰ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝۲۱ وَ
مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝۲۲ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۝۲۳
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝۲۴ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ
رَجِيمٍ ۝۲۵ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۝۲۶ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝۲۷
لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ۝۲۸ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ
۱ ۲۹ ۶ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۲۹

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۲۹

(جس دن) سورج بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جو اونٹنیاں بیانے (بچہ پیدا کرنے) کے قریب ہوں گی تو وہ چھوڑ دی جائیں گی (قابل توجہ نہ رہیں گی)۔ اور جب وحشی جانور (گھبرا کر) ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے اور جب لوگوں کو جوڑ دیا جائے گا (جمع کر دیا جائے گا) اور جب زندہ دبائی گئی لڑکی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی۔ اور جب نامہ اعمال کھول (کر سامنے) رکھ دیئے جائیں گے اور جب آسمان کھل جائیں گے اور جب دوزخ خوب بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب کر دی جائے گی تو ہر شخص (اچھی طرح) جان لے گا کہ وہ (اللہ کی بارگاہ میں) کیا لے کر حاضر ہوا ہے۔ پھر میں ان ستاروں کی قسم کھاتا ہوں جو چلتے چلتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔ اور کچھ دنوں کے لئے چھپ جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ (اور قسم ہے) رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ طلوع ہونے لگے کہ بے شک یہ ایک محترم فرشتے کا (لایا ہوا) کلام ہے جو بڑی قوت والا اور عرش والے کے نزدیک بڑے رتبے والا ہے۔ اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے۔ کہ یہ تمہارے رفیق (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کوئی دیوانے نہیں ہیں۔ اور بے شک انہوں نے اس (فرشتے جبرئیل) کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا ہے اور وہ پوشیدہ باتیں بتانے میں بخیل بھی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن کسی مردود شیطان کا کہا ہوا کلام نہیں ہے۔ (تم غور کرو کہ) تم کدھر جا رہے ہو؟ یہ (قرآن) تو ہر اس شخص کے لئے جو سیدھا چلنا چاہتا ہے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اور تم (کسی بات کو) اللہ کے چاہے بغیر نہیں چاہ سکتے۔ (صرف) وہی رب العالمین ہے۔

لغات القرآن آیت نمبرا تا ۲۹

كُوِّرَتْ	لپیٹ دے گیا
اِنْكَدَرَتْ	ماند پڑگئی۔ (پڑگئے)
سُيِّرَتْ	چلادی گئی

اَلۡعِشَارُ	گابھن اونٹنیاں
عُطِّلَتۡ	چھٹ کر پھری
اَلۡوُحُوۡشُ (وَحۡشٌ)	جنگلی جانور
حُشِرَتۡ	آپس میں گڈمڈ ہو جائیں
سُجِّرَتۡ	جھونکے گئے
زُوِّجَتۡ	جوڑے جوڑے بنا دیئے گئے
اَلۡمَوۡءٗدَةُ	زمین میں گاڑ دی گئی لڑکی
سُئِلَتۡ	پوچھا گیا
اَلصُّحُفُ	اعمال نامے
نُشِرَتۡ	پھیلا دیئے
كُشِطَتۡ	پرت کے پرت اتار لئے گئے۔کھال کھینچ لی گئی
سُعِّرَتۡ	بھڑکائی گئی
اُزۡلِفَتۡ	قریب کر دی گئی
اَحۡضَرَتۡ	وہ لے کر حاضر ہوا
اَلۡخُنَّسُ	پیچھے ہٹ جانے والے
اَلۡكُنَّسُ	چھپ جانے والے
عَسۡعَسَ	پھیل گیا

تَنَفَّسَ	روشن ہوا
مَکِیۡنٌ	مرتبہ والا
مُطَاعٌ	جس کی اطاعت کی جائے۔ کہا مانا جائے
اَلۡاُفُقُ	کنارہ
بِضَنِیۡنٍ	کنجوسی کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۹

قیامت کے ہولناک دن جب پورے نظام کائنات کو درہم برہم کر کے میدان حشر میں تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا وہ دن انسان اور کائنات کے لئے بڑا بھاری اور ہیبت ناک لمحہ ہوگا۔ جس میں کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے گی اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق یا تو عذاب اور سزا دی جائے گی یا وہ اللہ کے فضل و کرم اور انعام کا مستحق ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ معصوم لڑکی جس کو ناحق قتل کیا گیا تھا اس کی فریاد سن کر قاتلوں کو سزا دی جائے گی۔

اس دن سورج کی پھیلی ہوئی کرنوں اور روشنی کو لپیٹ کر اس کو بے نور کر دیا جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے پہاڑ جو زمین پر میخوں کی طرح گاڑ دیئے گئے ہیں جس سے زمین اپنا توازن قائم رکھے ہوئے تھی وہ خود بے وزن ہو کر اڑتے پھریں گے۔ دس ماہ کی گابھن اونٹنی جو عربوں کے نزدیک بے انتہا قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی اور ہر وقت اس کی نگرانی کرتے تھے انہیں اس کی حفاظت کا ہوش تک نہ ہوگا اور وہ اونٹنی آوارہ پھرتی ہوگی۔ وحشی جانور جو انسانوں اور ان کی آبادیوں سے گھبراتے ہیں وہ سب پریشان ہو کر آبادیوں میں گھس آئیں گے اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ جب ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور اس کا پانی آگ بجھانے کے بجائے خود آگ بن کر بھڑک اٹھے گا۔ جب مختلف گروہ آپس میں جوڑ دیئے جائیں گے یعنی جس کا تعلق جس گروہ سے ہوگا وہ اس کے ساتھ جڑ جائے گا۔ اس دن ان ظالموں اور قاتلوں کو سخت سزا دی جائے گی جنہوں نے معصوم بچیوں کو قتل کیا ہوگا۔ اس معصوم لڑکی کو فریادی بنا کر پوچھا جائے گا کہ آخر تیرا جرم کیا تھا جس کی وجہ سے تجھے مارا گیا تھا؟ اس طرح اس کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے گا۔ جب آسمان کی کھال اتار لی جائے گی یعنی جس طرح جانور کی کھال اتارنے کے بعد اس کے جسم کا کوئی حصہ پوشیدہ نہیں رہتا اسی طرح آسمان کو کھول دیا جائے گا۔ اور ابھی تک انسانوں کی نظروں سے جو چیزیں پوشیدہ تھیں وہ ظاہر کر دی جائیں گی۔ اس دن جہنم کی آگ میں شدت پیدا کرنے کے لئے اس کو دھونکایا جائے گا اور جنت کو اہل ایمان سے قریب تر کر دیا جائے گا۔ اس وقت ہر شخص

کے اپنے کئے ہوئے اعمال اس کے سامنے آ جائیں گے۔ نامہ اعمال ان کے ہاتھوں میں دیدیئے جائیں گے اور ہر شخص اندازہ لگا لے گا کہ آج وہ اپنے پروردگار کے سامنے کیا کچھ لے کر آیا ہے۔

فرمایا کہ جس طرح قیامت کا آنا برحق ہے اسی طرح یہ بھی سچائی ہے کہ اللہ نے جبرئیل کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا جو کلام نازل کیا ہے وہ انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے جو بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہے اور اس کو اللہ کی طرف سے توفیق بھی مل جائے تو اس کو اس نصیحت سے بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ یہ وہ پاکیزہ کلام ہے جو ہر طرح محفوظ ہے جس کی حفاظت اس کے فرشتے کرتے ہیں۔ شیطانوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اس میں کسی طرح بھی مداخلت کر سکیں یا اللہ کے کلام جیسا کلام لے کر آسکیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کی قسم کھائی ہے جو پلٹنے اور چھپ جانے والے ہیں۔ رات کے اندھیرے کی قسم جب وہ سمٹ جاتا ہے اور اس سے صبح کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اس قرآن کو لانے والا وہ پیغام بر فرشتہ جبرئیل ہے جو بڑی قوت والا، عرش والے کے نزدیک بڑے رتبے والا، جس کی بات فرشتے بھی مانتے ہیں اور نہایت امانت دار ہے وہ اس قرآن کو لے کر اس ہستی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنے اخلاق کے اعتبار سے نہایت بلند ہیں وہ کوئی دیوانے یا مجنون نہیں ہیں۔ انہوں نے بھی اس فرشتے کو آسمان کے صاف کنارے پر دیکھا ہے۔ جب وہ اللہ کے حکم سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اللہ کا پیغام پہنچا دیتے ہیں تو آپ ان کاہنوں کی طرح نہیں ہیں جو لوگوں کو پوری بات نہیں بتاتے بلکہ آپ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہر حکم اور پوشیدہ باتوں کو ہر شخص کے سامنے کھول کر بیان فرما دیتے ہیں اس کے پہنچانے میں آپ کسی بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے ہولناک دن حضرت جبرئیل کی قوت و طاقت، دیانت و امانت اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان رسالت اور قرآن کریم کے سراسر نصیحت ہونے کے دلائل کے بعد ان لوگوں سے سوال کیا ہے جو اتنی سچائیوں کے باوجود ان کو تسلیم نہیں کرتے کہ لوگو! تم کدھر جا رہے ہو؟ اللہ کی توفیق کیوں نہیں مانگتے؟ کیونکہ جب تک اس کی توفیق عطا نہیں کی جائے گی اس وقت تک یہ سعادت تمہارے حصے میں نہیں آسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ اس کائنات میں وہی ہوتا ہے جسے جس طرح رب العالمین چاہتا ہے۔ اس کی مشیت یا چاہت کے بغیر کوئی سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۲

الْاِنْفِطَار

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانفطار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ نمبر	82
کل رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	80
حروف	334
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ جب قیامت آئے گی جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے تو انسان نے دنیا میں جو کچھ اعمال کیے ہیں وہ سب کے سب اس کے سامنے آجائیں گے اور پھر ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ ہر ایک کا نامہ اعمال تیار ہے جو لوگ نیکی اور تقویٰ کی زندگی گزار کر آئیں گے ان کے لیے جنت کی ہر طرح کی راحتیں اور نعمتیں موجود ہوں گی اور جو لوگ کفر وشرک اور گناہوں میں مبتلا رہے ہوں گے ان کو جہنم کا عذاب نصیب ہوگا۔ اس سورۃ کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا جب آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے اور تمام قبریں کھول دی جائیں گی اس وقت ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑا ہے۔

فرمایا اے انسان! تجھے اس رب کریم کی طرف سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا، جس نے تیرے اعضاء میں ہم آہنگی اور تجھے ہر طرح درست بنایا اور جسمانی اعتدال عطا کیا۔ اور جس طرح چاہا تجھے ترتیب دے کر جوڑ دیا۔ فرمایا کہ اے انسان تو پھر بھی جزا اور سزا کے دن یعنی قیامت کو جھٹلاتا ہے حالانکہ تیرے اوپر ایسے یاد رکھنے والے اور لکھنے والے معزز فرشتے مقرر ہیں جو تیرے ہر فعل کو لکھ رہے ہیں۔ یقیناً وہی لوگ اس دن عیش وآرام میں ہوں گے جو نیک اور پرہیز گار ہوں گے اور جو لوگ بدکار ہیں ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور اس کی نظروں سے نہ تو کوئی غائب ہو سکے گا اور نہ چھپ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قیامت کے دن کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے سوالیہ انداز سے پوچھا ہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جزا کا دن کیسا ہوگا؟ پھر پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ جزا کا دن کیا ہوگا؟ فرمایا وہ دن ہوگا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ اور اس دن فیصلے کا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے پاس ہوگا۔

سُورَةُ الانفطار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۙ﴿۱﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ
فُجِّرَتْ ۙ﴿۳﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ﴿۴﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿۵﴾
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ
فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾ كَلَّا
بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۙ﴿۹﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۙ﴿۱۰﴾ كِرَامًا
كَاتِبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۚ﴿۱۳﴾
وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۚۖ﴿۱۴﴾ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۱۵﴾ وَمَا
هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ﴿۱۷﴾
ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۸﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ
لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۠﴿۱۹﴾

ع

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی تو ہر شخص جان لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا۔ اے انسان! تجھے رب کریم سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا

کیا۔ پھر تجھے ہر طرح درست کیا۔ پھر (تمام اعضاء میں) ایک خاص اعتدال وتوازن رکھا۔ تجھے جس صورت میں چاہا ڈھال دیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم انصاف کے دن (قیامت) کو جھٹلانے والے ہو حالانکہ بے شک تمہارے اوپر نگہبان مقرر ہیں۔ جو معزز اور کاتب (اعمال) ہیں۔ وہ جانتے ہیں تم جو کچھ کرتے ہو۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ جنت میں آرام سے رہیں گے۔ اور بے شک بدکار جہنم میں ہوں گے۔ وہ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے اور وہ اس جہنم سے کہیں غائب نہ ہو سکیں گے (بھاگ نہ سکیں گے)۔ (اے نبی ﷺ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر کیا آپ کو خبر ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہے؟ وہ ایسا دن ہے جس میں کوئی شخص کسی شخص کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا۔ اور اس دن تمام تر اختیار اللہ ہی کا ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

فُجِّرَتْ	ابل پڑے
بُعْثِرَتْ	اکھاڑ کر پھینک دی گئی
قَدَّمَتْ	آگے بھیجا
اَخَّرَتْ	پیچھے چھوڑا
مَا غَرَّکَ	تجھے کس نے دھوکے میں ڈال دیا
سَوّٰکَ	تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا
عَدَلَ	برابر کیا
رَکَّبَ	جوڑ دیا
کِرَامًا کَاتِبِیْنَ	باعزت لکھنے والے
اَلْاَبْرَارُ	نیک لوگ
اَلْاَمْرُ	حکم

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

اس سورت میں بھی قیامت کے ہولناک دن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اس دن صرف انسان کے نیک اعمال ہی اس کے کام آئیں گے اور اللہ کے سوا کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ فرمایا کہ قیامت کا دن وہ انقلابی دن ہوگا جب اس سارے نظام کائنات کو الٹ دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے اپنا توازن اور باہمی کشش نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور بے وزنی کی کیفیت کے ساتھ فضاؤں میں بکھر جائیں گے۔ سمندر کا پانی جو دنیا سے تین گنا زیادہ ہے وہ جوش مار کر ابل پڑے گا اور زمین پر پھیل جائے گا۔ قبریں کھول دی جائیں گی اور زمین میں جو کچھ ہوگا وہ باہر آجائے گا اس دن ہر شخص اس بات کو اچھی طرح جان لے گا کہ اس نے اپنے نیک اعمال میں سے آگے کیا بھیجا تھا اور وہ اپنے پیچھے کیا چھوڑ کر آگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے انسان! تجھے اس رب کریم کی طرف سے کس نے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کر کے ہر طرح اعتدال اور توازن عطا فرمایا ہے۔ کیا تجھے اس کے کرم پر اعتماد نہیں ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ وہ رب صرف کریم ہے تو وہ قیامت کے دن انصاف سے کام نہ لے گا؟ یقیناً وہ اللہ اس دن ہر شخص کے ساتھ انصاف کرے گا یہی اس کا سب سے بڑا کرم ہے۔ فرمایا کہ اے انسان تو اپنے پروردگار کو بھول گیا حالانکہ اسی نے تجھے وجود بخشا۔ اس کے فضل و کرم سے ایسا وجود جو ساری مخلوق سے افضل و اشرف ہے۔ اس نے انسان کی شکل و صورت کو جس طرح چاہا بنا دیا۔ اربوں، کھربوں انسانوں کو ایک ہی جیسا جسم عطا کیا ہے لیکن وہ ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہیں کہ ایک کی شکل دوسرے سے نہیں ملتی۔ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ ان احسانات کے سامنے تیرا سر جھک جاتا اور تو اس کی نافرمانی نہ کرتا۔ غلط بنیادوں اور عقیدوں کی غلطیوں نے تجھے رب کریم سے غافل کر دیا ہے اور تو سمجھتا ہے کہ تو دنیا میں جو کچھ کرتا ہے اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ تیرا سارا اعمال نامہ تیار کیا جا رہا ہے۔ نہایت معتبر کاتب فرشتے (کراماً کاتبین) تیری ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہے ہیں جسے وہ قیامت کے دن تیرے رب کے سامنے پیش کریں گے۔ ان اعمال کے مطابق جو نیک اور حسن عمل رکھنے والے ہوں گے وہ جنت کی راحتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور بدکار اس انصاف کے دن جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہ وہاں سے کہیں بھاگ نہ سکیں گے اور اپنے برے انجام سے بچ نہ سکیں گے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ انصاف کا دن کیا ہوگا؟ اور کیسا ہوگا؟ فرمایا کہ یہ وہ دن ہوگا جب کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ کوئی کسی کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس دن سارا اختیار صرف اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہو گا۔ وہ جس طرح چاہے گا فیصلے فرمائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عــمّ

سورۃ نمبر ۸۳

المُطَفِّفِيْن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ المطففین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ نمبر	83
کل رکوع	1
آیات	36
الفاظ وکلمات	173
حروف	758
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورۃ میں آخرت پر یقین، حقوق العباد میں احتیاط، اچھے اور برے لوگوں کا انجام، اہل ایمان کی کامیابی اور کفار ومشرکین کی حقیقی ناکامی کو بیان کر کے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کے اعمال کا مکمل ریکارڈ اللہ کے ہاں محفوظ ہے جس کی نگرانی پر اللہ کے فرشتے مقرر ہیں۔ نیک لوگوں کی روحیں علیین میں اور بدکاروں کی روحیں اور اعمال نامے سجین میں محفوظ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو آگاہ کیا ہے کہ وہ اہل ایمان کا مذاق نہ اڑائیں۔ ان تمام باتوں کو اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرمایا لین دین میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ماپ کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ایک بہت بڑا دن آنے والا ہے جب ہر ایک کو اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ ان نافرمانوں کے اعمال کا مکمل ریکارڈ سجین میں موجود ہے۔ انہیں معلوم نہیں کہ سجین کیا ہے؟ فرمایا کہ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب (زندگی بھر کا ریکارڈ) ہے۔ یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی تباہی ہے جو اس کو اور قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو سرکش، بدعمل اور گناہ گار ہے جب اس کے سامنے ہماری آیتوں کو پڑھا جاتا ہے تو وہ اس کو جھٹلاتے ہوئے کہتا ہے یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کے قصے اور کہانیاں ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اصل میں ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن اس طرح کے لوگ اللہ کے دیدار تک سے محروم رہیں گے (جو سب سے بڑی بدنصیبی ہے) اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے یہ وہی چیز ہے۔ فرمایا کہ اس کے برخلاف وہ لوگ جو نیک اور پرہیزگار ہیں ان کا نامہ اعمال ''علیین'' میں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ ''علیین'' کیا ہے؟ جواب عنایت فرمایا کہ وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے (جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے) جس کی نگرانی اللہ کے مقرب فرشتے کرتے ہیں۔ بلاشبہ جو لوگ علیین میں ہوں گے وہ پورے عیش وآرام میں ہوں گے۔ اونچی اونچی مسندوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہرے خوشی سے چمک دمک رہے ہوں گے۔ ان کو ایسی نفیس ترین شراب پلائی جائے گی جو سربند ہوگی اور اس پر مشک کی مہر لگی ہوگی۔ جو لوگ اس کے مشتاق ہیں انہیں اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس شراب میں تسنیم (کے پانی کی) آمیزش ہوگی۔ یہ تسنیم وہ چشمہ

ہے جس کے پانی کو اللہ کے مقرب بندے ہی پئیں گے۔ فرمایا کہ یہ کفار مجرمین جب مسلمانوں کے پاس سے گزرتے تھے تو مذاق اڑانے کے لیے آنکھوں سے اشارے کرتے تھے اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے تو خوب اتراتے اور اکڑتے جاتے (جیسے انہوں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو) جب وہ مومنوں کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ اصل میں یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ کہنے کا حق نہ تھا کیونکہ ان کو اللہ نے ان پر کوئی نگراں بنا کر تو نہیں رکھا تھا۔ قیامت کے دن یہ اہل ایمان شاہانہ انداز سے اونچی مسندوں پر بیٹھے کفار کے برے حالات کو دیکھ کر ان پر ہنس رہے ہوں گے۔ اس طرح ان کافروں کی حرکتوں کا پورا پورا بدلہ مل کر رہے گا۔

سورة المطففين

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ ١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۖ ٢
وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ ٣ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ
مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ ٤ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ ٥ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ؕ ٦ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ؕ ٧ وَمَآ اَدْرٰىكَ
مَا سِجِّيْنٌ ؕ ٨ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؕ ٩ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ ١٠
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ؕ ١١ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ
مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ ١٢ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ؕ ١٣ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ١٤
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ ١٥ ثُمَّ اِنَّهُمْ
لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ؕ ١٦ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ ١٧
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ؕ ١٨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ؕ ١٩
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۙ ٢٠ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ ٢١ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ
نَعِيْمٍ ۙ ٢٢ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۙ ٢٣ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِ ﴿۲۴﴾ يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ ﴿۲۵﴾ خِتٰمُهٗ
مِسۡكٌ ؕ وَ فِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَ
مِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ ﴿۲۷﴾ عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ﴿۲۸﴾
اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ ﴿۲۹﴾
وَاِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ يَتَغَامَزُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى
اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِيۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ
هٰٓؤُلَاۤءِ لَضَآلُّوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَمَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَ ﴿۳۳﴾
فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الۡاَرَآئِكِ ۙ
يَنۡظُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۶﴾ ع ۱ ۳۶ ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳۶

ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے تباہی ہے۔ (ان کا یہ حال ہے کہ) جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پیمانہ بھر کر لیتے ہیں اور جب لوگوں کو پیمانہ سے ماپ کر دیتے ہیں یا تولتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جو بہت بڑا دن ہوگا؟ جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہر گز نہیں۔ بے شک بدکردار لوگوں کا نامہ اعمال سجین (تنگ و تاریک مقام) میں ہوگا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ سجین کیا ہے؟ وہ صاف صاف لکھا ہوا نامہ اعمال ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اور اس کو تو وہی جھٹلا سکتا ہے جو حد سے بڑھ جانے

والا گناہ گار ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بے شک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے روک دیئے جائیں گے (محروم رہیں گے)۔ پھر بے شک یہ لوگ جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں ان کا نامہ اعمال ''علیین'' میں ہوگا اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ ''علیون'' کیا ہے؟ وہ لکھا ہوا ایک صاف دفتر ہے۔ اللہ کے فرشتے اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ بے شک جو نیک لوگ ہیں وہ (جنت میں) آرام سے ہوں گے مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر (خوشی و مسرت اور) راحتوں کی تازگی ہوگی۔ ان کو خالص مشک کی لگی ہوئی مہر والی شراب پلائی جائے گی۔ اور رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس نفیس شراب کی خواہش کریں۔ اس شراب میں تسنیم (جنت) کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ یہ تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقربین بارگاہ پئیں گے۔ بے شک مجرم (گناہ گار، کفار دنیا میں) ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ایمان والے (ان کے پاس سے) گذرتے تو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو وہاں بھی ان کے تذکرہ کا مزہ لیتے تھے۔ اور جب کافران کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں۔ حالانکہ ان کافروں کو مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔ پھر اس (قیامت کے دن) اہل ایمان کفار پر ہنستے ہوں گے۔ اونچے تخت اور مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے۔ واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳۶

اَلْمُطَفِّفِيْنَ کم تولنے والے۔ گھٹانے والے

اِكْتَالُوْا انہوں نے ماپ کر لیا

يَسْتَوْفُوْنَ	وہ پورا پورا لیتے ہیں
كَالُوْا	ماپ کردیں
اَوْزَنُوْا	انہوں نے وزن کیا
يُخْسِرُوْنَ	وہ گھٹا کردیتے ہیں
سِجِّيْنٌ (سِجْنٌ)	حفاظت سے رکھی جانے والی چیز
مَرْقُوْمٌ	لکھا ہوا
رَانَ	زنگ جم گیا
يَكْسِبُوْنَ	وہ کماتے ہیں
مَحْجُوْ بُوْنَ	روک دیئے جائیں گے
عِلِّيِّيْنَ	بلند مقام (جہاں نیک لوگوں کے اعمال نامے محفوظ ہیں)
يَشْهَدُهٗ	اس کو دیکھتے ہیں
يُسْقَوْنَ	وہ پلائے جائیں گے
رَحِيْقٌ	خالص اور بہترین مشروب
مُخْتُوْمٌ	مہر لگادی گئی
مِسْكٌ	مشک
يَتَنَافَسُ	آگے بڑھتا ہے
تَسْنِيْمٌ	جنت کا نام ہے

مَرُّوۡا	وہ گذرے
يَتَغَامَزُوۡنَ	آنکھوں سے آپس میں اشارے کرتے ہیں
فَكِهِيۡنَ	دل لگی کرنے والے
ثُوِّبَ	بدلہ دیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳۶

تطفیف کے معنی ماپ تول میں چوری چھپے کمی کرنا ہے۔لیکن مُطفف ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کے حق میں کمی کرتا ہے اللہ کا حق ہو یا بندوں کا۔ ہر طرح کی تطفیف نا جائز ہے۔ بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی نہ کریں۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت وفرماں برداری کریں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے آداب، احکامات اور فرائض کو پوری طرح ادا کریں اور اس نے جیسا حکم دیا ہے اس کام کو اسی طرح ادا کریں۔ بندوں کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ معاملات زندگی، لین دین اور تجارت میں احکامات الٰہی کے مطابق عمل کریں اور کسی کو کسی طرح کی کمی کا احساس نہ ہونے دیں کیونکہ جس معاشرہ میں اللہ کے ساتھ شرک اور ماپ تول میں کمی کی جاتی ہے وہ معاشرہ باہمی اعتماد کھو بیٹھتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجاتے ہیں جو اپنے ذاتی مفادات کے لئے پوری قوم کے اخلاق و کردار کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کفر و شرک جتنا بڑا جرم ہے۔ تجارتی بد دیانتی، لوٹ کھسوٹ، دھوکہ دہی اور بے ایمانی بھی اتنا ہی بڑا جرم ہے۔جس کی سزا اس قوم کی مکمل تباہی اور بربادی ہے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم بہت خوش حال تھی ان کے پاس مال و دولت اور وسائل کی کمی نہ تھی مگر ان میں دو ایسی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے اس قوم پر اللہ نے عذاب نازل کیا۔ایک تو کفر و شرک اور دوسرے ماپ تول میں کمی یعنی تجارتی بد دیانتی، حضرت شعیبؑ جن کو ''خطیب الانبیا'' کہا جاتا ہے انہوں نے اپنے پر جوش خطبات سے اپنی قوم کو ہر طرح سمجھایا۔انہیں کفر و شرک اور ماپ تول میں کمی سے بچنے کی ترغیب دی مگر پوری قوم نے ساتھ دینے کے بجائے حضرت شعیبؑ کو طرح طرح سے ستایا اور ان کو دھمکیاں تک دیں مگر حضرت شعیبؑ ان کو برابر سمجھاتے رہے جب یہ قوم اپنے کفر و شرک اور تجارتی لوٹ کھسوٹ اور ماپ تول میں کمی سے باز نہ آئی تو آخر کار اس قوم پر اللہ کا فیصلہ آ گیا اور

وہ پوری قوم تباہی سے دوچار ہوگئی۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر ماپ تول میں کمی کو انتہائی قابل نفرت اور حرام فعل قرار دیا گیا ہے۔

فرمایا ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ وزن کرو اور تولنے میں دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ (سورۃ الرحمٰن)

جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو (بنی اسرائیل)

☆ انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو (الانعام)

نبی کریم ﷺ نے بھی ماپ تول میں کمی کرنے کو ایسی نحوست قرار دیا ہے جس سے انسانوں کا رزق رک جاتا ہے اور قحط پڑ جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قوم قحط جیسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے جو قوم ماپ تول میں کمی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے رزق کا سلسلہ ختم کر دیتے ہیں (قرطبی) یعنی ہر نعمت سامنے موجود ہوتی ہے مگر آدمی ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اس نعمت سے پورا فائدہ حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماپ تول میں کمی سے معاشرہ میں کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس معاشرہ میں دھوکا، فریب، لالچ، چوری، ڈاکہ اور رشوت عام ہو جاتی ہے جس سے پورے معاشرہ کا سکون تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ماپ تول میں کمی کو حرام قرار دیا ہے۔

عربوں میں ماپ تول اور لین دین کے دو طریقے رائج تھے، وزنی اور کیلی

جن چیزوں کا لین دین تول کر کیا جاتا تھا اس کو وزنی کہتے تھے اور جن چیزوں کی خرید و فروخت کسی پیمانے (برتن) سے کی جاتی اس کو کیلی کہا جاتا تھا۔ کسی نے تو وزن کرنے کے دو طرح کے بٹے (پتھر کے ٹکڑے) بنا رکھے تھے۔ لینے کے اور دینے کے اور۔ اسی طرح دو طرح کے پیمانے (برتن) بنا رکھے تھے جس سے دیتے وقت کم ناپتے اور لیتے وقت پورا لیتے تھے۔ شریعت نے اس عادت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے دور میں ترقی یافتہ اور نیم ترقی یافتہ ملکوں میں ماپ تول کے آلات بہت مختلف بنا دیئے گئے ہیں۔ اس کے لئے بڑی بڑی مشینوں کے ذریعہ چیزوں کو ماپا اور تولا جاتا ہے۔ اس میں کوئی بے ایمانی کا بظاہر امکان نہیں ہوتا لیکن ہوشیار اور چالاک لوگوں نے ان مشینوں میں بھی بہت سے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں کہ گاہک کو پتہ ہی نہیں چلتا اور وہ بڑی چالاکی سے آنکھوں میں دھول جھونک کر ماپ تول میں کمی کر دیتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے ایسے تمام طریقوں سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے جن سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ اہل ایمان سے فرمایا گیا ہے کہ وہ وقتی نفع کمانے کے لئے اپنی آخرت کو برباد نہ کریں اور

اپنے معاشرہ کو تجارتی بددیانتیوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔ الحمد للہ اہل ایمان نے ہمیشہ اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس طرح ایک مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اسی طرح کچھ لوگ لالچ اور ذاتی مفاد میں اسلامی تعلیمات کو بھلا کر ماپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ اس موقع پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے سامنے دین کی سچی تعلیمات ہوتیں تو وہ کبھی اس بددیانتی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ آخرت سے بے نیاز ہو کر چلنے والے ہی اس خرابی میں مبتلا ہوتے ہیں جو سراسر ان کا اپنا ذاتی فعل ہوتا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال بے ایمانی کی تمام صورتیں اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سخت ناپسندیدہ اور قابل ملامت ہیں۔

مکہ مکرمہ چونکہ ''وادی غیر ذرع'' رہا ہے یعنی ایسی وادی جہاں زراعت نہیں ہوتی تھی ان کا گذر بسر تجارت اور لین دین پر تھا۔ جب کہ مدینہ کے تمام انصار عام طور پر زراعت پیشہ تھے یعنی کھیتی باڑی کر کے وہ اپنا پیٹ پالتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو صورت حال یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی پوری مارکیٹ پر یہودیوں کا قبضہ تھا وہ جس طرح چاہتے مارکیٹ کو اوپر نیچے کرتے رہتے تھے۔ انصار سیدھے سادھے مسلمان تھے وہ کھیتوں میں محنت کرتے تھے اور اپنے خون پسینے کی پیداوار کو جب مارکیٹ میں لا کر فروخت کرتے تو ان کو ان کی محنت کا پورا صلہ نہ ملتا تھا۔ ان کے لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ تھے۔ جب مہاجرین مکہ نے مارکیٹ کی طرف رخ کیا اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیانت، امانت اور انسانی ہمدردی کا معاملہ کیا تو وہ مارکیٹ پر چھاتے چلے گئے کیونکہ ان کو دنیا سے زیادہ اپنی آخرت کی فکر تھی اور یہ اصول کی بات ہے کہ جس آدمی کو اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ اس سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس سے اس کی آخرت تباہ ہو کر رہ جائے تو اس کے ہر عمل میں دیانت و امانت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن جس کو اس بات کا یقین ہی نہ ہو کہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو کر ایک ایک پائی اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے تو وہ دنیا کمانے میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ اس کو دیانت داری اور انسانیت سے زیادہ مال اکٹھا کرنے اور جمع کرنے کا شوق تسکین دیتا ہے۔ زیر مطالعہ سورت میں اللہ نے اسی اصولی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ جنہیں آخرت کی فکر نہیں ہے اور وہ تجارتی بددیانتیوں میں لگے رہتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے کرتوت کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اللہ نے ہر شخص کے ساتھ دو ایسے فرشتوں کو مقرر کیا ہوا ہے جو اس کی ہر بات کو نوٹ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو فرشتے کافر و مشرک اور گناہ گار کی روح کو سجین تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کا نامہ اعمال بھی اسی دفتر میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ سجین زمین کے نیچے ساتویں طبقے میں واقع ہے۔ اور جو لوگ دیانت و امانت اور حسن عمل کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں ان کی روح کو علیین میں پہنچا دیا جاتا ہے جو کہ عرش الٰہی کے نیچے

ساتویں آسمان کے اوپر واقع ہے اسی میں ان کے نامہ اعمال کو محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ قیامت کے دن وہ لوگ جنہوں نے تقوی، پرہیز گاری، دیانت اور امانت کے ساتھ زندگی گذاری ہوگی ان کے چہرے خوشی اور مسرت سے تروتازہ ہوں گے ان کی مہمان نوازی ایسی شراب سے کی جائے گی جو مہر لگی ہوئی اور تسنیم جو جنت کی ایک نہر ہے اس کے پانی کی آمیزش ہوگی۔ وہ شاہانہ انداز سے خوبصورت اونچے تخت اور مسہریوں پر بیٹھے بہترین، لذیز اور اعلیٰ ترین شراب پی رہے ہوں گے جس کی تمنا ہر دل میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔ لیکن وہ لوگ جو قیامت کو جھٹلاتے، اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے اور اللہ کی آیات کے متعلق یہ کہتے تھے کہ یہ تو پرانے زمانے کے قصے ہیں جو نجانے ہم کب سے سنتے آرہے ہیں۔ جب اہل ایمان سچائیوں پر چلتے ہوئے ہر طرح کے گناہوں سے دور رہ کر اپنی عاقبت کی فکر میں دنیا کے وقتی فائدوں کو ٹھکرا دیتے تھے تو وہ کفار ان ایمان والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور آنکھوں سے اشارے کر کے ان کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ گھر میں جاتے تو وہاں بھی ان اہل ایمان کا ذکر مذاق اڑانے کے انداز میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اصل میں یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ان کفار کو جب جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اس وقت وہ پچھتائیں گے اور شرمندگی کا اظہار کریں گے۔

اللہ نے فرمایا کہ دنیا میں جس طرح کفار اہل ایمان کا مذاق اڑاتے تھے قیامت میں اس کے بالکل برعکس معاملہ ہو جائے گا اور وہ یہ کہ ان کفار کی حالت دیکھ کر اب اہل ایمان ان کا مذاق اڑائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۴

الانشقاق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الانشقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ نمبر	84
کل رکوع	1
آیات	25
الفاظ وکلمات	109
حروف	430
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورۃ مکہ مکرمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب کفار و مشرکین قیامت کو نہ صرف جھٹلا رہے تھے بلکہ اس سے شدید اختلاف کرتے ہوئے کھلم کھلا یہ بات کہہ رہے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیوں کا چورہ چورہ ہو جائے گا تو ہم دوبارہ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟ یہ بات ہماری عقلوں میں نہیں آتی ان کا گمان یہ تھا کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا، اللہ کے سامنے حاضری اور زندگی بھر کے اعمال کا حساب دینا کیسے ممکن ہے؟

اللہ نے فرمایا کہ اس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے وہ جب بھی اس کو مٹ جانے کا حکم دے گا یہ دنیا ختم ہو کر ایک نئی دنیا بن کر تیار ہو جائے گی۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق کا حکم مانے۔ اسی بات کو ثابت کرنے کے لیے اللہ نے اس سورۃ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے رب کا حکم مانے اور جب زمین پھیلا کر ہموار کر دی جائے گی اور زمین اپنے اندر کی ہر چیز کو اگل دے گی اور باہر پھینک دے گی۔ یہ اللہ کا حکم ہوگا جس کی وہ پوری طرح تعمیل کرے گی۔

فرمایا کہ ہر انسان بڑی تیزی کے ساتھ اس منزل کی طرف چلا جا رہا ہے جہاں اسے اپنے رب سے ملنا ہے۔ اس وقت جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس سے اس کا حساب آسان اور ہلکا لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں میں خوشی خوشی ملے گا اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارے گا یعنی فریاد کرے گا کہ اس سے بہتر تھا کہ میں پھر مر گیا ہوتا لیکن وہ بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ وہ ہوگا جو اپنے گھر والوں میں مگن رہتا تھا اور اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی لوٹ کر اپنے رب کے پاس نہ جائے گا۔ حالانکہ اس کا رب تو اس کے تمام اعمال کو دیکھ رہا تھا۔

فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں شفق (سورج ڈوبنے کے بعد کی سرخی) کی اور اس رات کی جو ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس

چاند کی قسم جب وہ ماہ کامل (پورا چاند) بن جاتا ہے کہ تمہیں درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گذرتے چلے جانا ہے۔ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ (اس سچائی پر) ایمان نہیں لاتے؟ جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ وہ تو اس کو جھٹلاتے ہیں۔

حالانکہ یہ لوگ اپنے نامہ اعمال میں جو کچھ جمع کر رہے ہیں اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اور بھلے اعمال کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿۱﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ﴿۲﴾ وَاِذَا
الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿۳﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ۙ﴿۴﴾ وَ اَذِنَتْ
لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ
كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿۷﴾
فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿۸﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ؕ﴿۹﴾ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿۱۰﴾ فَسَوْفَ
يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ؕ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۛۚ﴿۱۴﴾ بَلٰۤى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ
بِهٖ بَصِيْرًا ؕ﴿۱۵﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ﴿۱۷﴾
وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩﴿۲۱﴾ السجدة
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۖ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۖ﴿۲۳﴾
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾ ع ۱ ۲۵ ۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا (اطاعت کرے گا) اور وہ اسی لائق ہے کہ اپنے پروردگار کا کہا مانے۔ اور زمین کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے اس کو نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔

اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور وہ اسی لائق ہے کہ اطاعت کرے۔ اے انسان! تو اپنے رب کے پاس جانے کے وقت تک پوری کوشش کے ساتھ عمل کر رہا ہے۔

پھر تو اس (عمل کی جزا) سے ملے گا۔ پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے (اس کی زندگی کا) حساب آسانی سے لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوشی خوشی آئے گا۔

اور جس شخص کو اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ بہت جلد موت کو پکارے گا۔ اور وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ (یہ وہ شخص ہو گا) جو اپنے گھر والوں میں مگن رہتا تھا۔ اس نے تو سمجھ رکھا تھا کہ اس کو پلٹ کر نہیں جانا ہے۔

ہاں کیوں نہیں۔ بے شک اس کا رب اس کو خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ پھر میں شام کی سرخی کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی جو چیزوں کو (اپنے اندر) سمیٹ لیتی ہے۔

اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاتا ہے کہ البتہ تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا ہے۔ پھر انہیں کیا ہو گیا کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟ بلکہ یہ کافر اس کو جھٹلاتے ہیں۔

اور اللہ خوب جانتا ہے جو (وہ اپنے نامہ اعمال میں) جمع کر رہے ہیں۔ پھر (اے نبی ﷺ) آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۵

تَخَلَّتْ	خالی ہوگئی
اَذِنَتْ	سن لیا
حُقَّتْ	اس لائق ہے
كَادِحٌ	مشقت اٹھانے والا
وَرَآءُ ظَهْرِهِ	اس کی پیٹھ کے پیچھے سے
ثُبُوْرٌ	موت
لَنْ يَّحُوْرَ	ہرگز واپس نہ ہوگا
شَفَقٌ	سرخی
وَسَقَ	سمٹ کر آگئی
اِتَّسَقَ	وہ مکمل ہوگیا
تَرْكَبُنَّ	تم ضرور چڑھو گے
قُرِئَ	تلاوت کیا گیا
يُوْعُوْنَ	وہ محفوظ کئے ہوتے ہیں

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۵

قرآن کریم میں ارشاد ہے ”وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔“ دوسری جگہ

فرمایا ''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان کو شمار نہیں کر سکتے''۔ یہ دونوں آیتیں ہر انسان کو غور و فکر کی دعوت دے رہی ہیں کہ اگر انسان اپنے اردگرد دیکھے تو اپنے وجود سے لے کر باہر کی دنیا تک قدم قدم پر ایسی بے شمار نعمتیں ہیں جن سے وہ ہر آن ہر طرح کے فائدے حاصل کر رہا ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فضائیں، ہوائیں، چرند، پرند، جمادات، نباتات، پہاڑ، دریا اور سمندر وغیرہ سب اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں ان تمام نعمتوں کا تقاضا یہ تھا کہ آدمی ہر وقت اس کا شکر ادا کرتا، اسی کی عبادت و بندگی اور نیازمندی میں زندگی کا ہر لمحہ گذارتا۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر اس کو مال و دولت، گھربار، اولاد اور عیش و آرام کے زیادہ اسباب مل جاتے ہیں تو وہ ان پر اترانے اور غرور و تکبر کرنے لگتا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کو بھول کر دوسروں کی عبادت و بندگی اور کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اللہ، اس کے رسول، قیامت اور آخرت کی ابدی زندگی کا انکار تک کر بیٹھتا ہے۔ اس کی زندگی نافرمانیوں کا پیکر بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برخلاف اللہ نے کائنات میں جتنی بھی چیزیں پیدا کی ہیں وہ ہر وقت اس کے سامنے سر جھکائے اس کے حکم کی منتظر رہتی ہیں۔ قیامت کے دن زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو جو بھی حکم دیا جائے گا وہ اسی وقت اس کی تعمیل کریں گی۔

آسمان پھٹ جائے گا اور زمین کو کھینچ کر صاف، چٹیل اور ہموار میدان بنا دیا جائے گا جس کی وسعت میں ابتدائے کائنات سے قیامت تک جتنے انسان گذرے ہیں وہ سب اس پر جمع ہو جائیں گے۔ زمین اپنے اندر سے ہر چیز کو نکال کر باہر پھینک دے گی اور بالکل خالی ہو جائے گی۔ وہ زمین اس قدر ہموار ہو جائے گی کہ کوئی پہاڑ، ٹیلہ، سمندر، دریا اور درخت ایک دوسرے کے دیکھنے میں رکاوٹ نہ بنیں گے کیونکہ اس سرزمین پر ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ ہوگی۔ یہی وہ میدان حشر ہوگا جس میں ہر شخص کو اپنی زندگی کے ہر لمحے کا حساب دینا ہوگا۔ پھر جزا یا سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے اے لوگو! تم زندگی بھر، دن رات، صبح شام، اچھی یا بری، کسی نہ کسی بھاگ دوڑ، جدوجہد، محنت اور مشقت میں لگ کر زندگی کے ہر میدان میں دوڑتے رہتے ہو۔ کبھی تم نے اس بات پر بھی غور و فکر سے کام لیا ہے کہ جس محنت لگن اور اپنے خون پسینے سے سینچ کر جس باغ کو بنا رہے ہو تمہاری آنکھ بند ہوتے ہی اس پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا۔ موت کے ایک ہی جھٹکے میں ان تمام چیزوں سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ تم زندگی کے کتنے مرحلوں سے گذر کر ایک منزل تک پہنچتے ہو۔

شکم مادر، بچپن، نوجوانی، جوانی، ادھیڑ عمری اور پھر بڑھاپا اور ایک دن تم ان منزلوں سے گذرنے کے بعد موت کی آغوش میں جا کر سو جاتے ہو۔ کیا تم نے اس سے آگے کی منزلوں پر بھی غور کیا ہے کہ قبر یعنی عالم برزخ اور میدان حشر میں پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ حالانکہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کی زندگی پر غور کرنا چاہیے تھا کیونکہ دنیا کی زندگی تو پچاس سو سال تک محدود ہے لیکن آخرت کی زندگی تو ہمیشہ کے لئے ہے اور وہاں کی ہر راحت اور تکلیف دائمی ہے۔

فرمایا کہ جب آدمی میدان حشر میں پہنچے گا تو اس نے زندگی بھر جو کام کئے ہوں گے ان کا مکمل ریکارڈ یعنی نامہ اعمال اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ یہ اعمال نامے جن لوگوں کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ تو خوشی خوشی اپنے گھر والوں کے پاس پہنچیں گے۔ ہر ایک کو اپنے اعمال نامے دے کر کہیں گے کہ دیکھو یہ ہے میرا اعمال نامہ ذرا اس کو پڑھو تو سہی غرضیکہ ایسا آدمی خوشی سے پھولا نہ سمائے گا۔ اور اس کو جنت کی ابدی راحتوں سے ہم کنار کر دیا جائے گا۔

اور وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں پیچھے سے اعمال نامے دیئے جائیں گے وہ اپنے اعمال نامے پڑھ کر اور اپنے بدترین انجام کو دیکھ کر رونا اور چلانا شروع کر دیں گے اور نہایت حسرت و افسوس سے کہہ اٹھیں گے کہ اس سے تو موت ہی اچھی تھی کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ اور موت ہی آ جائے لیکن ان کو موت نہ آئے گی بلکہ وہ اپنے برے انجام سے دوچار ہونے کے لئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے گھر والوں میں بے فکر اور راحت و آرام کے اسباب میں مگن رہتے تھے جنہیں آخرت تک یاد نہ تھی بلکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہیں اسی دنیا میں رہنا ہے اور لوٹ کر اللہ کے سامنے نہیں جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ سورج غروب ہونے کے بعد آسمان پر جو سرخی اور شفق ہوتی ہے وہ کچھ دیر کیسی بہار اور رونق دکھا کر غائب ہو جاتی ہے اور اس پر رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ پھر رات آتی ہے تو رات کا اندھیرا ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ سارے دن کا تھکا ماندہ انسان اپنے گھر لوٹتا ہے، پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف اور دوسرے جانور اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ کر آرام کرتے ہیں لیکن وہ رات بھی اسی حالت پر نہیں رہتی بلکہ ایک صبح نمودار ہو کر سارے اندھیروں کو سمیٹ کر رکھ دیتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے۔ اس کی ٹھنڈی کرنوں سے سکون ملتا ہے۔ وہ مکمل چاند ہر روز گھٹتے گھٹتے کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح باریک ہو کر غائب ہو جاتا ہے اور پھر اپنے وقت پر نکل آتا ہے۔

فرمایا کہ اس کائنات اور اس کی رونقیں جو ہمیں نظر آ رہی ہیں ایک دن ختم ہو کر رہ جائیں گی اور پھر ایک نئی زمین اور نیا

آسمان پیدا ہوگا۔فرمایا کہ انسان کو کیا ہوگیا ایسی کھلی سچائیوں کو دیکھ کر بھی وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتا۔ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر مومن اللہ کے سامنے سجدہ کر رہا ہے تو اس کی جبین نیاز اللہ کے سامنے نہیں جھکتی اور ہر سچائی کو جھٹلانا اس کا مزاج بن جاتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ کو ان کے تمام حالات کا اچھی طرح علم ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔کون نیکیوں کو اپنا رہا ہے اور کون اس کا انکار کر رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ ان لوگوں کو جو سچائیوں کا انکار کرنے والے ہیں جہنم کی خوش خبری سنا دیجئے۔اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان ویقین کے راستے کو اختیار کر کے عمل صالح اختیار کئے ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ نے ان کے لئے ایسا عظیم اجر تیار کر رکھا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا اور ایسے لوگ ہمیشہ کی راحتوں میں رہیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۸۵

البُرُوج

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البروج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ نمبر	85
کل رکوع	1
آیات	22
الفاظ وکلمات	109
حروف	465
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ البروج مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل کی گئی جب کفار ومشرکین اہل ایمان پر ہر طرح کے ظلم وستم ڈھا رہے تھے۔

مومنوں کو بتایا گیا ہے کہ دین کی سچائیوں کو قائم کرنے کے لیے زبردست قربانیاں دینا پڑتی ہیں تب وہ حقیقی کامیابی نصیب ہوتی ہے جس سے آخرت کی لازوال نعمتوں سے ہم کنار کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ اصحاب الاخدود وہ لوگ تھے جنہوں نے مومنوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں جلا کر راکھ بنا دیا تھا۔ ان اہل ایمان نے آگ میں جلنا گوارا کیا مگر وہ اپنے ایمان سے نہیں پھرے۔

صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر وہ کفار کے ظلم وستم کے مقابلے میں ثابت قدم رہے تو ان کو دنیا اور آخرت کا عظیم اجر وثواب عطا کیا جائے گا اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اسی بات کو سورۃ البروج میں فرمایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے برجوں والے آسمان اور جس دن کا وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت) دیکھنے والے کی اور دیکھی جانے والی چیز کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ گڑھے (خندق) والے تباہ وبرباد ہو کر رہے۔ ان گڑھوں میں بھڑکتے ہوئے ایندھن کی آگ تھی۔ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ اہل ایمان کے ساتھ ظلم وستم ہو رہا تھا وہ اسے دیکھ کر مزے لے رہے تھے۔ ان مومنوں سے عداوت اور دشمنی کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ایک اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔

وہ اللہ جو زبردست طاقتوں کا مالک، اپنی ذات میں قابل ستائش، آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے وہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچائی اور اس سے توبہ نہ کی یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کا عذاب بھی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے جنت کے ایسے باغ ہیں جن

کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جس کا ملنا ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے یعنی جب وہ کسی قوم یا فرد کی گرفت کرتا ہے تو اس کو اللہ سے کوئی چھڑانے والا نہیں ہوتا۔ اسی اللہ نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ اللہ بخشنے والا، محبت کرنے والا، عرش عظیم کا مالک ہے۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے تو اسے کر ڈالتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ کیا آپ ﷺ کو فرعون اور قوم ثمود کے لشکروں کا حال معلوم ہے؟ جب انہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ہر طرف سے اس طرح گھیر لیا کہ وہ اپنے برے انجام سے بچ نہ سکے۔ فرمایا کہ اگر آج مکہ والے قرآن کی سچائیوں کو جھٹلا رہے ہیں تو اس سے قرآن کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ باعظمت قرآن لوح میں محفوظ ہے۔

سورة البروج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ
وَّمَشْهُوْدٍ ؕ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ
الْوَقُوْدِ ۙ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ
عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ﴿۱۱﴾
اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ﴿۱۳﴾
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا
يُرِيْدُ ؕ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ﴿۱۸﴾
بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ﴿۲۰﴾
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۠﴿۲۲﴾ ع ۱ ۲۲ ۱۰

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔
حاضر ہونے والے دن اور جس میں حاضری ہوگی اس کی قسم۔ کہ خندق والے ہلاک کر دیئے گئے جس میں بھڑکتے ایندھن کی آگ ہوا کرتی تھی۔
جس وقت وہ خندق والے آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔
اور وہ جو کچھ (اہل ایمان کے ساتھ) کر رہے تھے اسے وہ خود دیکھ رہے تھے اور ان خندق والوں کی اہل ایمان کے ساتھ دشمنی اس کے سوا کسی وجہ سے نہ تھی کہ وہ زبردست اور تمام تعریفوں کے مستحق اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔
وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے۔
اور وہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ جو جھلس دینے والا عذاب ہے۔
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔
بے شک آپ کے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔ بے شک اسی نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔
عرش کا مالک بڑی شان والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا آپ کو ان لشکروں کا واقعہ پہنچا جو فرعون اور ثمود کا تھا۔ اور جو کافر ہیں وہ جھٹلانے میں لگے ہیں۔
اور اللہ نے ان انکار کرنے والوں کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ بلکہ یہ ایک عظمت والا قرآن ہے۔
جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۲

ذَاتِ الْبُرُوْجِ	برجوں والا۔ قلعہ والا
اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ	جس دن کا وعدہ کیا گیا تھا
شَاهِدٌ	حاضر ہونے والا
مَشْهُوْدٌ	جس میں لوگ حاضر ہوں
اَلْاُخْدُوْدُ	خندقیں
ذَاتُ الْوَقُوْدِ	ایندھن والی
قُعُوْدٌ	بیٹھے ہوئے
مَا نَقَمُوْا	وہ بدلہ نہیں لیتے
فَتَنُوْا	آزمایا
عَذَابُ الْحَرِیْقِ	جلا ڈالنے والا عذاب
بَطْشٌ	گرفت۔ پکڑ
فَعَّالٌ	کر گذرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۲

سورۃ البروج مکہ مکرمہ کے اس ابتدائی دور میں نازل ہوئی جب کفار قریش مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور ظلم وستم کیا کرتے تھے اور کسی طرح اہل ایمان کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثار صحابہ کرامؓ کو تسلی دیتے ہوئے کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے اور شدید

حالات کے مقابلے میں ڈٹے رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی میں ان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ وہ کسی کی طاقت و قوت کی پرواہ نہ کریں کیونکہ اہل ایمان سے یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہی غالب رہیں گے اور ظلم وستم کرنے والے اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہیں گے۔

اس سلسلہ میں خندق والوں کا، قوم فرعون اور قوم ثمود کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سب نے ایمان والوں کو بری طرح ستایا۔ ذونواس بادشاہ جو ہر شخص کو اپنے بتوں کے آگے جھکنے پر مجبور کر دیتا تھا اس نے ایسی خندقیں اور گڑھے تیار کرائے تھے جو آگ اور اس میں جلائے جانے والے ایندھن سے بھرے ہوئے تھے۔ لمبے چوڑے گڑھے جن کی مقدار لمبائی میں ایک سو بیس فٹ اور چوڑائی میں چالیس فٹ اور بے انتہا گہرے تھے۔ جو شخص بھی اس کے بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کرتا اور اپنے ایمان پر قائم رہتا اس کو ان آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک کر زندہ جلا دیا کرتا تھا۔

اس کے نزدیک ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے جو آسمانوں اور زمین میں ہر طرح کی طاقت وقوت کا مالک ہے۔

جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ بخشنے والا، محبت کرنے والا، عرش کا مالک، بڑی شان والا اور ہر چیز پر اس کی ایسی قدرت ہے کہ وہ جو چاہے جیسے چاہے اس کو اسی طرح کرتا ہے۔

فرعون کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگوں سے کہلواتا تھا کہ وہی رب اعلیٰ ہے۔ وہ زبردستی ہر شخص کو اپنے سامنے سجدہ کراتا تھا اور جو اس سے انکار کرتا اس کو سخت اذیتیں دیا کرتا تھا۔

حضرت موسیٰ کو نیچا دکھانے کے لئے جب پورے ملک کے جادوگروں کو جمع کیا اور فرعون نے ان جادوگروں سے کہا کہ جب وہ کامیاب ہو جائیں گے تو ان کو نہ صرف انعام واکرام سے نوازا جائے گا بلکہ وہ بادشاہ کے مقرب بن جائیں گے لیکن جب ان جادوگروں نے حضرت موسیٰ کے عصا کا معجزہ دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ عصا کا اژدھا بن جانا معجزہ ہے جادو نہیں ہے تو سارے جادوگروں نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ فرعون اس ذلت اور بے عزتی کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے مومنوں سے کہا کہ اگر وہ اپنے ایمان پر قائم رہے تو وہ ان کے مخالف سمتوں سے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی پر چڑھا دے گا۔

مومن ہو جانے والے جادوگروں نے کہا کہ اے فرعون ہمیں اللہ نے ہدایت عطا فرما دی ہے اب ہمیں کسی سزا کی پرواہ نہیں ہے تیرا جو جی چاہے وہ کر لے ہمارے دلوں میں جو ایمان کی شمع روشن ہو چکی ہے اسے کوئی بجھا نہیں سکتا۔ خندق والوں اور

فرعون کے ظلم وستم کا ذکر کرتے ہوئے قوم ثمود کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اللہ نے ان کو بے انتہا صلاحتیں اور مال و دولت عطا کیا تھا مگر وہ اپنے کفر وشرک میں اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ جو بھی اپنے ایمان کا اعلان کرتا اس کو ذلیل وخوار کرتے اور ہر طرح کی اذیتیں دینے میں حد سے گذر جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اہل ایمان نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں جلنا گوارا کیا، فرعون کے ظلم وستم اور قوم ثمود کی اذیتوں کو برداشت کیا لیکن اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ یہی ثابت قدمی اور ایمان کی مضبوطی تھی جس نے انہیں اس جنت کا مستحق بنادیا جس میں ان کو وہ تمام راحتیں اور نعمتیں عطا کی جائیں گی جن کا وہ اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اہل ایمان کو بتایا گیا کہ اہل ایمان پر ظلم وستم کرنے والے بہت جلد مٹ جائیں گے لیکن دنیا اور آخرت میں ان ہی لوگوں کو ہر طرح کی راحتیں عطا کی جائیں گی جو اپنے ایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہیں گے۔

زیر مطالعہ آیات میں اللہ نے آسمان کے مضبوط قلعوں، قیامت کے دن، اس میں حاضری اور قیامت کا مشاہدہ کرنے والوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ خندق والے اللہ کی لعنت کے مستحق بن گئے جنہوں نے آگ سے بھرے ہوئے گڑھے تیار کئے تھے اور وہ لوگ بھی مارے گئے جو اہل ایمان کو آگ میں پھینک کر ان کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔

ان اہل ایمان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو تمام قوتوں، طاقتوں کا مالک، ہر طرح کی تعریفوں کا مستحق، زمین وآسمان کی سلطنت کا مالک اور ہر چیز کو ہر آن دیکھنے والا ہے۔

فرمایا کہ جو لوگ آج اپنی قوت وطاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے مومن بندوں اور مومن بندیوں کو ستا رہے ہیں اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اپنی حرکتوں سے نہ آئے تو وہ وقت بہت دور نہیں ہے جب ان کو جہنم کی ایسی آگ میں جھونکا جائے گا جو ان کو جھلس کر رکھ دے گی۔ لیکن اگر وہ توبہ کر کے ایمان لے آئے اور عمل صالح کی روش اختیار کی تو ان کو ایسی جنتوں میں راحت وآرام کی نعمتیں عطا کی جائیں گی کہ ہرے بھرے باغوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ اللہ ہر آدمی کو برداشت کرتا ہے اس کو ڈھیل اور مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جو لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے جب وہ ان کو پکڑتا ہے تو پھر اس سے چھڑانے والا کوئی نہیں ہوتا۔

اللہ وہ ہے جو سب کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے وہی انسان کے مر جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ بہت بخشنے والا، بندوں سے محبت کرنے والا، عرش کا مالک اور بڑی عزت وعظمت کا مالک ہے۔ قوم فرعون اور قوم ثمود

بھی اگر توبہ کر لیتے تو وہ ان کو معاف کر دیا جاتا لیکن وہ تو ہر طرح سمجھانے کے باوجود انکار کرنے کی روش پر قائم رہے حالانکہ وہ اللہ کے اختیار میں تھے اور اس نے ان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا بچ کر وہ کہیں نہ جا سکتے تھے اور نہ جا سکیں گے۔

اہل ایمان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جس قرآن کو نازل کیا ہے وہ اللہ کے ہاں بالکل محفوظ ہے۔ اہل ایمان اس قرآن سے مکمل رہنمائی حاصل کریں اسی میں ان کی اور ساری کائنات میں بسنے والے انسانوں کی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۶

الطَّارِق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الطّارق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	86
رکوع	1
آیات	17
الفاظ وکلمات	61
حروف	239
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم میں بار بار اس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر زندگی میں کیئے گئے تمام اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس سورت میں بھی اسی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری بات قرآن کریم کے متعلق فرمائی گئی ہے کہ قرآن ایک ایسی روشنی ہے جس کی چمک دمک بڑھتی ہی جائے گی۔ کافروں کی کوشش اور خفیہ تدبیریں اس شمع کو بجھا نہ سکیں گی۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کافروں کی اذیتوں پر صبر سے کام لیجئے کیونکہ بہت زیادہ دیر نہ گذرے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کی ساری تدبیروں کو ان پر ہی الٹ کر رکھ دے گا۔ ان ہی باتوں کو اس سورت میں بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

آسمان کی اور رات کے وقت آنے والے تارے کی قسم۔ وہ تارہ کیا ہے؟ وہ چمکتا ہوا درخشاں ستارہ ہے۔ فرمایا کہ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس پر کوئی نگراں مقرر نہ ہو۔ انسان کو غور کرنا چاہیے کہ اس کو اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اس کو اللہ نے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ جس اللہ نے اس کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا وہی اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے کہ اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے۔ لیکن جس دن اس کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اس دن اس کے تمام چھپے ہوئے راز ظاہر کر دیئے جائیں گے اور اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اس کی اپنی کوئی طاقت نہ ہوگی اور کوئی اس کی مدد بھی نہ کر سکے گا۔ اللہ نے فرمایا بارش برسانے والے آسمان کی قسم اور اس زمین کی قسم جو پھٹ کر ہر اس طرح کے نباتات کو اگاتی ہے۔ یہ کلام قرآن مجید ایک قول فیصل ہے یعنی جو حق اور باطل کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ یہ کوئی لغو یا ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ کفار اپنی سی چالیں چل رہے ہیں اور میں اپنی تدبیریں کر رہا ہوں۔ اے نبیؐ! آپ صبر کیجئے۔ ان کفار کو اپنے حال میں مست رہنے دیجئے اللہ خود ان سے انتقام لے لے گا اور ان کی چالوں کو اپنی تدبیروں سے ان پر ہی الٹ دے گا۔

سُورَةُ الطَّارِق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲
النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶
يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ
لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا
نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲
اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ
يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝۱۶ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ
اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۱۷

۱ ع ۱۷ ۱۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۷

آسمان اور رات میں ظاہر ہونے والے ستارے کی قسم۔

اور (اے نبی ﷺ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ ''الطارق'' کیا ہے۔

وہ ایک روشن ستارہ ہے۔

اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر کوئی نگرانی کرنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو۔
انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے۔
وہ ایک اچھلتے پانی (نطفے) سے بنایا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔
بے شک وہ انسان کو دوبارہ لوٹانے (پیدا کرنے) پر قدرت رکھنے والا ہے۔
وہ دن جب چھپے راز ظاہر ہو جائیں گے۔
پھر اس کے لئے (وہاں) نہ کوئی قوت وطاقت ہوگی اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔
بارش برسانے والے آسمان کی قسم۔
اور زمین جو پھٹ جانے والی ہے اس کی قسم۔
بے شک یہ قرآن دوٹوک فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ کوئی لغو یا بیکار چیز نہیں ہے۔
بے شک یہ (منکرین حق) ہر طرح کی چالیں چل رہے ہیں۔
اور میں بھی ان کی چالوں کا توڑ کر رہا ہوں۔
تو (اے نبی ﷺ) آپ ان کو مہلت دیجئے اور تھوڑے دنوں کے لئے چھوڑ دیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۷

اَلطَّارِقُ	اندھیرے میں آنے والا۔ چمکنے والا
دَافِقٌ	اچھلنے والا
اَلصُّلْبُ	پیٹھ
اَلتَّرَآئِبُ (تَرِيْبَةٌ)	سینے کے اوپر کا حصہ
سَرَآئِرُ (سَرِيْرٌ)	پلنگ۔ مسہریاں

ذَاتُ الرَّجْعِ	بار بار لوٹنے والا
ذَاتُ الصَّدْعِ	پھٹ جانے والا۔ چکر لگانے والا
اَلْهَزْلُ	ہنسی کھیل۔ مذاق
اَكِيْدُ	میں تدبیر کرتا ہوں
مَهِّلْ	مہلت دیدے
رُوَيْدٌ	کچھ دن۔ تھوڑے دن

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۷

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطارق میں چار اہم باتوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے رات کو آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ ''الطارق'' یعنی ستارے کیا ہیں؟ خود ہی جواب عنایت فرمایا کہ وہ روشن ستاروں کا ایک سلسلہ ہے۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ ہر شخص رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ اور روشنی میں ایک خاص نظم و ترتیب کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اگر انسان میں ذرا بھی دیانت کا جذبہ زندہ ہے تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس اتنی بڑی کائنات کو چلانے والی ضرور کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو ان ستاروں کو کروڑوں اربوں سال سے ایک تسلسل کے ساتھ ایک ہی طرح چلا رہی ہے اور ان میں کبھی ذرا سا بھی فرق نہیں آتا۔

فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو اس پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے اسے کائنات کے ذرے ذرے کا علم ہے۔ وہ اس زمین و آسمان اور پوری کائنات میں جہاں بھی کوئی موجود ہے وہ خود اور اس کے فرشتے اس کی پوری نگرانی کر رہے ہیں۔ اللہ کے حکم سے ہر شخص کے ساتھ اس فرشتے کو مقرر کیا گیا ہے جو اس کے ایک ایک عمل کو لکھ کر اس کو ریکارڈ کر رہا ہے۔

قیامت قائم ہونے کے بعد ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اس نے جو عمل بھی دنیا سے چھپ کر کیا ہے یا اسے چھپا کر دنیا کی نظروں سے دور رکھا ہے وہ خود اس کو پڑھ لے گا اور اس کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ اس لئے بیان کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص اپنی آخرت کی فکر کرے اور اپنے برے انجام سے بچ سکے۔

(۲) قرآن کریم میں کفار و مشرکین کے اس قول کو نقل کیا گیا ہے کہ ”جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی اور ہمارے جسم کے اجزاء بکھر جائیں گے تو ہم دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے“۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا بھرپور جواب دیا ہے (اس موقع پر بھی ان کا یہ سوال نقل کئے بغیر ارشاد فرمایا ہے کہ) انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟

فرمایا کہ وہ اچھلتے پانی یعنی نطفہ سے بنایا گیا ہے جو آدمی کے سینے اور پیٹھ کے درمیان سے نکلتا ہے۔ جب اللہ نے اس کو ایک حقیر قطرے سے پہلی مرتبہ وجود عطا کیا ہے تو دوسری دفعہ اس کو پیدا کرنا کون سا مشکل اور ناممکن کام ہے۔ کیونکہ پہلی مرتبہ کسی چیز کو بنانا مشکل ہوتا ہے لیکن اسی کو دوسری مرتبہ بنانا مشکل نہیں ہوتا۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ جس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ نہیں ہے کہ دوبارہ پیدا ہونا مشکل ہے یا نہیں بلکہ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جب سارے انسان دوبارہ پیدا کئے جائیں گے تو اس دن ہر شخص کے کئے ہوئے سارے اعمال اس کے سامنے ہوں گے اور اس دن وہ اپنے کسی عمل کو چھپا نہ سکے گا اور کسی طرف سے اس کی کوئی مدد بھی نہ ہوگی اگر اس نے دنیا میں حسن عمل نہیں کیا تو اس ہیبت ناک دن میں سوائے حسرت وافسوس کے اور کچھ بھی نہ ہوگا۔

(۳) تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ بلندی سے اتاری جانے والی بارش اور نباتات کی قسم کہ یہ قرآن کریم حق و باطل کے درمیان فیصلے کی چیز ہے یعنی یہ قرآن تمام انسانوں کی روحانی اور اخلاقی تعلیم کے لئے نازل کیا گیا ہے تا کہ ہر شخص کو صحیح اور غلط کی پوری طرح پہچان ہو جائے۔ یہ ایک سنجیدہ اور باوقار کلام ہے کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ قیامت ایسی سچائی اور اٹل حقیقت کا نام ہے جس کے واقع ہونے میں شک کرنا بالکل غلط ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو سارے نظام کائنات کو توڑ دیا جائے گا۔

اس پر سنجیدگی سے غور و فکر کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ قیامت کے دن پر سنجیدگی سے غور و فکر نہیں کرتے اور قرآن کے پیغام

اوراس پر چلنے والوں کو ناکام بنانے کی تدبیریں اور سازشیں کرتے ہیں ان جیسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے مکروفریب، سازشوں اور تدبیروں کے مقابلے میں اللہ بھی اپنی خفیہ تدبیریں کر رہا ہے جو آخر کار غالب آ کر رہیں گی اور کفار کی سازشیں دم توڑ دیں گی چنانچہ تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ کافروں کی بڑی بڑی تدبیروں اور سازشوں کے باوجود وہ اسلام کے غلبے کو نہ روک سکے۔ البتہ منکرین اپنی تباہی کو دعوت دے کر دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۷

الاَعْلیٰ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاعلیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	87
رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	72
حروف	299
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۃ الاعلیٰ میں اس بنیادی حقیقت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کر کے اس کو بہترین جسم عطا فرمایا۔
اللہ سب سے برتر و اعلیٰ ذات ہے لہٰذا اس کی حمد و ثنا اور اس کے بہترین نام کی تسبیح کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔
نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ قرآن کریم ہمارا کلام ہے آپ اس کی فکر نہ کریں کہ آپ اس کو بھول جائیں گے ہم آپ کو اس طرح پڑھا دیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔

آپ اس قرآن کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ آپ کی باتیں سن کر ضرور نصیحت کو قبول کرے گا۔ بدنصیب ہی اس سے محروم رہ سکتا ہے۔

تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ دنیا کی زندگی جس کے پیچھے انسان ساری زندگی بھاگتا رہتا ہے وہ فنا ہو جانے والی ہے۔ باقی رہنے والی چیز تو آخرت کی زندگی ہے اس پر ہی ساری محنت کرنا چاہیے۔

سورۃ الاعلیٰ میں ان ہی باتوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے

اے نبی ﷺ! آپ اپنے برتر و اعلیٰ پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔ جس نے پیدا کیا اور ٹھیک طرح بنا کر اس میں کامل ہم آہنگی پیدا کی ہے۔ اسی نے تقدیر بنائی، اسی نے راہ دکھائی، اسی نے نباتات کو اگایا وہی اس کو سیاہ کوڑا کباڑ بنا دیتا ہے۔

فرمایا کہ آپ کو ہم یہ قرآن اس طرح پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے گا۔ اللہ وہ ہے جو ظاہری چیزوں کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ نظروں سے پوشیدہ ہیں ان کا بھی پوری طرح علم رکھتا ہے۔

فرمایا کہ ہم آپ کو آسان شریعت کی سہولت دیں گے۔ لہٰذا نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت کرنا فائدہ دیتا ہو یعنی آپ کا کام نصیحت کرنا ہے کوئی اس سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس نصیحت کو ضرور قبول کرے گا لیکن جو اس سے منہ

پھیرے گا وہ انتہائی بدنصیب ہے جس کو شدید ترین آگ میں پھینکا جائے گا جس میں وہ نہ تو مرے گا اور نہ جئے گا۔ یقیناً وہی شخص فلاح پائے گا جس نے پاکیزگی اختیار کی اپنے رب کا نام لیا اور پھر نماز پڑھی۔

فرمایا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے ہو حالانکہ آخرت زیادہ بہتر ہے جو باقی رہنے والی ہے۔اسی بات کو اس سے پہلے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿١﴾ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٢﴾ وَالَّذِىْ قَدَّرَ
فَهَدٰى ﴿٣﴾ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿٤﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ﴿٥﴾
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿٦﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا
يَخْفٰى ﴿٧﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾ سَيَذَّكَّرُ
مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾
ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ
رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ
اَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ ع ١ ١٩ ١٢

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے بلند و برتر رب کی پاکی بیان کیجئے جس نے (انسان کو) بالکل ٹھیک پیدا کیا اور بنایا۔ جس نے اندازہ کیا (تقدیر بنائی) اور رہنمائی کی۔ اسی نے نباتات کو نکالا۔ اور وہی اس کو خشک اور سیاہ کوڑا بنا دیتا ہے۔ (اے نبی ﷺ) ہم آپ کو وہ پڑھائیں گے جسے آپ بھولیں گے نہیں۔ مگر ہاں جو اللہ چاہے گا۔ کیونکہ وہ کھلے اور چھپے (رازوں کا) جاننے والا ہے۔ اور ہم آپ کو (دین کے لئے) آسانیاں عطا کر دیں گے۔ آپ ان کو نصیحت کیجئے اگر نصیحت کرنا

مفید ہو۔ وہی بہت جلد نصیحت قبول کرتا ہے جو (اس سے) ڈرتا ہے۔ اور بد نصیب ہی اس سے دور بھاگتا ہے۔ وہ جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جئے گا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے پاکی حاصل کی۔ جس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھتا رہا۔ اے (انکار کرنے والو!) تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ پہلے صحیفوں میں بھی ہے۔ (یہی باتیں) ابراہیمؑ وموسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

سَبِّحْ	تسبیح کر
قَدَّرَ	اندازہ کیا
اَلْمَرْعٰی	چارہ (جانوروں کی غذا)
غُثَآءً	کوڑا۔ کباڑ
اَحْوٰی	سیاہ
نُقْرِئُ	ہم پڑھائیں گے
لَا تَنْسٰی	تو نہ بھولے گا
یُسْرٰی	آسانی
ذَکِّرْ	سمجھادے۔ ذکر کر
یَتَجَنَّبُ	وہ بچے گا
اَلْاَشْقٰی	بد نصیب۔ بد قسمت
اَفْلَحَ	کامیاب ہوا

تَزَكّٰى	جس نے تزکیہ کیا۔اپنے آپ کو پاک صاف کیا
تُؤْثِرُوْنَ	تم ترجیح دیتے ہو۔اختیار کرتے ہو
اَبْقٰى	باقی رہنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

ان آیات میں شروع سے لے کر آخر تک نبی کریم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے چند بنیادی اصولوں کی تعلیم دی گئی ہے۔فرمایا

☆اے نبی ﷺ! آپ اپنے اس پروردگار کی پاکیزگی یعنی حمد وثنا بیان کرتے رہیے جو سب سے بلند و برتر اور اعلیٰ ہے۔

☆اسی نے انسان کو بالکل ٹھیک اور درست بنا کر اس کی ایک انداز پر رہنمائی کی ہے۔یعنی وہی پیدا کرنے والا ہے لیکن وہ پیدا کر کے بھول نہیں گیا بلکہ اس کی تقدیر لکھ کر اس کو راستہ دکھایا اور اس کی اصلاح کے اصول نازل فرمائے تا کہ وہ اپنے کاموں کو اسی طرح انجام دے جس طرح اس کو ہدایت دی گئی ہے۔

☆اسی نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنا کلام اور ان کے جسم کی بقا کے لئے اگر اسباب رزق پیدا کئے ہیں تو اس نے جانوروں کے لئے ایسا چارہ پیدا کیا ہے کہ اگر وہ ترو تازہ رہتا ہے تو اس کا اپنا لطف ہے اور اگر وہ خشک ہو کر سیاہ کوڑا بن جائے تب بھی وہ جانوروں کے لئے وہی لطف دیتا ہے جس طرح ہرا چارہ۔

☆اسی نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل کیا جس کی حفاظت کی ذمہ داری اس نے خود اپنے اوپر لے رکھی ہے۔وہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔نبی کریم ﷺ جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی وحی کو یاد کرنے کی کوشش کرتے تو آپ ﷺ کو یہ اندیشہ رہتا کہ کہیں میں اس کو بھول نہ جاؤں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس کی پرواہ نہ کریں ہم آپ کی طرف جو وحی بھیجیں گے اس کو ہم اس طرح آپ کو سکھائیں گے اور پڑھائیں گے کہ آپ اس کو بھول نہ سکیں گے۔ہاں خود ہم ہی چاہیں گے تو اس کلام کو واپس بھی لے سکتے ہیں یا اس کو منسوخ کر کے دوسرا کلام بھی بھیج سکتے ہیں۔اس بات کو اللہ بہتر جانتا ہے جو ہر چیز کے پوشیدہ اور کھلے ہوئے ہر راز سے واقف ہے۔لہٰذا اے نبی ﷺ! آپ اس کی فکر نہ کریں کہ قرآن یعنی وحی الٰہی کی حفاظت کیسے ہوگی؟

☆ وہی اللہ آپ کو دین کے فروغ اور ترقی کے لئے ہر طرح کی آسانیاں عطا فرمائے گا۔ آپ تو اس کلام کے ذریعہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے۔ جس کے مقدر میں یہ سعادت ہے کہ وہ سن کر اس پر عمل کرے گا۔ سوچ سمجھ کر اور غور وفکر کر کے جو اس کا اثر قبول کرے گا وہی خوش نصیب ہے۔ آپ تو نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت کرنا مفید ہو۔ اور یقیناً نصیحت تو انسان کو فائدہ ہی دیتی ہے جو بھی تقویٰ اور پرہیز گاری کی زندگی کو اختیار کرتا ہے وہ آپ کی نصیحت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرے گا لیکن بدنصیب انسان آپ کی نصیحت کو قبول کرنے کے بجائے اس سے بھاگے گا۔ فرمایا کہ ایسے بدنصیب لوگوں کا انجام یہ ہے کہ ان کو اس بڑی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں نہ وہ مریں گے نہ جئیں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کامیاب تو صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو عقیدہ، عمل اور اخلاق کی گندگی سے دور رکھ کر اپنے رب کو یاد کیا اور نمازوں کو قائم کیا۔ لیکن وہ سخت بدنصیب اور ناکام لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زیب وزینت، خوبصورتی اور راحت وآرام کو یہ سمجھ کر کہ یہ چیزیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گی ان ہی میں زندگی گذار دی اور دنیا کی ان چیزوں کو آخرت پر ترجیح دی حالانکہ آخرت کی زندگی تو وہ ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ دنیا کی زندگی تو وقتی اور عارضی ہے اس میں کسی چیز کو بھی بقا نہیں ہے بقا تو صرف آخرت کی زندگی کو ہے۔

☆ فرمایا کہ یہ سچائیاں جو قرآن کریم میں ہیں تمام انبیاء کرامؑ ان ہی سچائیوں کو لے کر آتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے صحیفوں یعنی کتابوں میں ان ہی سچائیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کو دس (۱۰) صحیفے دیئے گئے تھے اور حضرت موسیٰؑ کو توریت کے علاوہ دس (۱۰) صحیفے اور عطا کئے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ پر نازل کی گئی سچائیوں کو اختیار کر کے اپنی عاقبت درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۸

اَلْغَاشِيَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الغاشیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	88
رکوع	1
آیات	26
الفاظ وکلمات	92
حروف	381
مقام نزول	مکہ مکرمہ

''غاشیہ'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ کو ''غاشیہ'' یعنی اچانک ساری کائنات پر چھا جانے والی آفت ومصیبت کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب وہ قیامت آجائے گی تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کے چہرے خوف زدہ اور سخت مصیبت واذیت جھیلنے کی وجہ سے ان پر ذلت ورسوائی چھائی ہوگی۔ تھکے ماندے سے، شدید عذاب میں جھلس رہے ہوں گے۔ کھولتا ہوا گرم پانی کا چشمہ ہوگا جس سے انہیں پلایا جارہا ہوگا۔ کھانے کے لئے کانٹوں بھری جھاڑیوں کے سوا کوئی کھانا نہ ہوگا جو نہ تو آدمی کی نشوونما کرے گا نہ ان کی بھوک کو مٹائے گا۔ اس دن کچھ چہرے بہت پر رونق ہوں گے۔ وہ اپنے اعمال کے بہتر نتائج پر خوش ہوں گے۔ بلند تر جنت میں ہوں گے۔ وہاں کوئی غلط، بے ہودہ اور گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ اس میں چشمے رواں دواں ہوں گے۔ عالی شان تخت، جن پر سلیقے سے ساغر رکھے ہوں گے۔ گدے اور گاؤ تکیوں کی قطاریں ہوں گی اور نفیس ترین قالین بچھے ہوئے ہوں گے۔

فرمایا کہ مکہ کے یہ لوگ اگر نہیں مانتے تو نہ مانیں لیکن اگر وہ صرف ان چیزوں پر ہی ذرا غور کرلیں جو صحراؤں میں ان کے سامنے ہوتی ہیں تو وہ اللہ کی قدرت کے قائل ضرور ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ کیا وہ ان اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ان اونٹوں کو صحرائی زندگی کے لئے کس قدر مناسب اور موزوں بنایا ہے؟ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ اس کو کس طرح اونچا اٹھایا ہے؟ کیا وہ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ان کو کس طرح جما رکھا ہے؟ اور وہ لوگ زمین کو نہیں دیکھتے کہ اللہ نے اس کو کس طرح انسانی فائدوں کے لئے بچھا رکھا ہے؟ فرمایا کہ اے نبی! یہ لوگ مانیں یا نہ مانیں آپ ان کو نصیحت کرتے رہیے کیونکہ نصیحت کرنا ہی آپ کے ذمے لگایا گیا ہے۔ ہم نے ان پر آپ کو زبردستی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ جو شخص اس نصیحت سے منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بڑی بھاری سزا دے گا آخر کار انہیں ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ان کا محاسبہ کرنا اور ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم خود ان سے حساب لے لیں گے۔

سورة الغاشية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ
نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ
لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ
عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا
سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ
مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ
كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ
كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ
اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ
تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ اِلَيْنَآ
اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

وقف لازم

النصف

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۶

(اے نبی ﷺ) کیا آپ کو اس ڈھانپ لینے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ اس دن کچھ چہرے ذلیل و خوار ہوں گے۔

مشقتیں اور مصیبتیں اٹھانے والے ہوں گے۔ انتہائی سخت آگ میں داخل ہوں گے۔ ایک کھولتے چشمے کا پانی پلائے جائیں گے۔

وہاں ان کو سوائے کانٹوں بھرے پھل کے اور کچھ نہ ملے گا۔

جو نہ تو جسم کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا۔ اس دن کچھ چہرے رونق دار ہوں گے۔

وہ اپنے اعمال کی وجہ سے خوش و خرم ہوں گے۔ وہ عالی شان جنتوں میں ہوں گے۔

وہ ان میں کوئی فضول اور بے ہودہ بات نہ سنیں گے۔

ان جنتوں میں چشمے بہہ رہے ہوں گے۔ ان میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

اور آب خورے (ساغر) رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور گدے تکیئے لگے ہوئے ہوں گے۔ اور مخملی چھوٹی چھوٹی مسندیں بچھی ہوں گی۔

(اے نبی!) کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں؟ اور آسمان کہ وہ کیسے بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑ جو مضبوط جما دیئے گئے ہیں؟ اور زمین کیسے پست کر دی گئی ہے؟ (اے نبی ﷺ) آپ نصیحت کیجئے۔

اور آپ ہی ان کو نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر جبر اور زبردستی کرنے والے (بنا کر) نہیں بھیجے گئے ہیں۔

سوائے اس شخص کے جس نے منہ پھیرا اور انکار کیا اللہ اس کو سخت سزا دینے والا ہے۔

اور بے شک انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمارے ذمے ہے کہ ان سے حساب لیا جائے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۶

اَلْغَاشِيَةُ	ڈھانپ لینے والی (قیامت)
عَيْنٌ اٰنِيَةٌ	کھولتا چشمہ
ضَرِيْعٌ	کانٹے والی گھاس
لَا يُسْمِنُ	نہ موٹا کرے گا
نَا عِمَةٌ	تروتازہ
نَمَارِقُ	گاؤ تکیئے۔موٹے گدے
زَرَابِيٌّ	گدے
مَبْثُوْثَةٌ	بکھرے ہوئے۔پھیلے ہوئے
اَلْاِبِلُ	اونٹ
خُلِقَتْ	بنایا گیا۔پیدا کیا گیا
رُفِعَتْ	بلند کیا گیا
نُصِبَتْ	جمادیا گیا
سُطِحَتْ	بچھائی گئی
مُصَيْطِرٌ	مسلط ہونے والا۔حاکم
اِيَابَ	پلٹنا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۶

قرآن کریم میں قیامت کے بہت سے نام آتے ہیں۔ان ہی میں سے ایک نام ''غاشیہ'' بھی ہے۔غاشیہ کے معنی چھپالینے، چھا جانے اور ہوش وحواش اڑا دینے والی کے آتے ہیں یعنی ایک ایسی اچانک آفت جو نظام کائنات کو درہم برہم کر کے ہر چیز کو اپنے اندر چھپالے گی اور سب کے ہوش وحواش اڑا کر رکھ دے گی۔اس کی اہمیت اور ہولناکی کو واضح کرنے اور ذہنوں کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے ایک سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے اللہ نے پوچھا ہے۔

کیا تمہیں معلوم ہے وہ چھا جانے والی چیز کیا ہوگی؟ خود ہی جواب عنایت فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ اس دن تمام لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

ایک گروہ ان نافرمانوں کا ہوگا جنہوں نے زندگی گناہ، کفر اور شرک میں گذاری ہوگی ان کا یہ حال ہوگا کہ انہیں اللہ کے عذاب، اپنے اعمال اور انجام کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوگی، چہروں پر تھکن، محنت اور مشقت کے آثار نمایاں ہوں گے۔جب وہ بھوک پیاس سے تڑپ اٹھیں گے تو ان کو پینے کے لئے کھولتے ہوئے گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا اور کھانے کے لئے ان کو ''ضریع'' دیا جائے گا۔

عرب میں ضریع ایک ایسا پھل ہوتا ہے جسے قریش مکہ ''شبرق'' کہا کرتے ہیں۔وہ ایلوے کی طرح انتہائی کڑوا اور زہریلا ہوتا تھا اور جب وہ خشک ہو جاتا تو اس کڑوے، کسیلے اور بدبو دار پھل کو جانور بھی منہ لگانا پسند نہ کرتے تھے۔فرمایا کہ اتنا زہریلا، کڑوا اور قابل نفرت پھل ان کو غذا کے طور پر دیا جائے گا۔

قرآن کریم میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جہنم کی آگ میں ایک ایسا پھل تیار ہوگا جس کو ''زقوم'' کہا جاتا ہے۔اسی طرح ان جہنمیوں کی غذا غسلین (زخموں کا دھوون) بھی ہوگی۔

علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ممکن ہے جہنم میں چھوٹے بڑے مجرموں کے الگ الگ مقامات ہوں اور ان میں سے کسی کو ضریع کسی کو زقوم اور کسی کو غسلین دیا جائے گا۔بہر حال اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ غذا جس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے آدمی کی بھوک مٹے اور قوت آئے۔لیکن یہ ایسی غذا ہوگی جس سے نہ اس کے بدن کو قوت وطاقت ملے گی اور نہ توانائی میسر آئے گی۔

ایک طرف تو یہ جہنمی بری طرح تکلیفیں اٹھا رہے ہوں گے اور دوسری طرف ایک اور گروہ ہوگا جو ہر طرح کے عیش وآرام

اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹ حاصل کر کے خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی ہوگی۔

جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر ایمان، تقویٰ، پرہیز گاری اور خیر و فلاح کا راستہ منتخب کیا ہوگا۔ وہ آخرت میں اپنے اعمال کے بہترین نتائج سے انتہائی خوش و خرم ہوں گے۔ خوشی ان کے چہروں سے ٹپک رہی ہوگی۔ ان کو شاہانہ انداز سے ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ عالی شان اور خوبصورت جنتیں جہاں سلامتی ہی سلامتی ہوگی کسی طرف سے لغو، فضول اور ایسی باتیں نہ سنیں گے جو انہیں ناگوار ہوں۔

ہر طرف بہتے ہوئے پانی کے جھرنے اور چشمے، نرم بچھونے، ایسے اونچے اور بلند تخت جن پر چڑھنا اترنا آسان ہوگا۔ برابر برابر بچھے ہوئے قالین اور گاؤ تکیے مخمل کی مسندیں اور شراب سے بھرے ہوئے ساغر و جام جو چیز چاہیں گے وہ ان کو ایک اشارے میں مل جائے گی۔ غرضیکہ یہ گروہ ہر طرح کے عیش و آرام اور من پسند جنت میں ہوگا۔

فرمایا کہ یہ تمام باتیں انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں جو لوگ اس دنیا کے فائدوں میں لگے رہتے ہیں ان کا برا انجام ہے لیکن جنہیں آخرت کی فکر ہوتی ہے وہ اپنے بہترین انجام تک پہنچیں گے۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ کا یہ نظام ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر وہ ہماری مخلوق میں غور کر لیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس پوری کائنات میں اللہ نے بے شمار نشانیاں بکھیر رکھی ہیں جو لوگ ان پر غور و فکر کرتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں اور جو پوری زندگی غفلت میں گذار دیتے ہیں ان کے حصے میں سوائے ناکامیوں اور نامرادیوں کے اور کچھ بھی نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے چار چیزوں کو آدمی کے سامنے رکھ کر یہ پوچھا ہے کہ ذرا ان پر غور کر کے بتاؤ کہ جو اللہ ان تمام چیزوں کو پیدا کر کے مخلوق کے فائدے کے لئے ان میں ہزاروں صلاحیتیں پیدا کر سکتا ہے وہ آدمی کو ایک مرتبہ پیدا کر کے دوسری مرتبہ پیدا کیوں نہیں کر سکتا؟ وہ ظالموں کو جہنم میں اور ایمان والوں کو جنت کی راحتوں سے ہم کنار کیوں نہیں کر سکتا؟

فرمایا کہ اونٹ، آسمان، پہاڑ اور زمین اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں جن سے تم دن رات ہزاروں فائدے حاصل کرتے ہو۔

اونٹ جس کو صحرا کا جہاز کہا جاتا ہے اپنے اندر کس قدر خصوصیات رکھتا ہے۔ وہ عربوں کے نزدیک انتہائی قیمتی چیز تھی جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے فرمایا کہ ایک طرف تو اس کی شکل صورت، بدن اور انداز کو دیکھو کہ کس طرح لمبا چوڑا بے ہنگم سا لگتا ہے

لیکن اس میں جو اللہ نے عظمتیں رکھ دی ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرتے کرتے آدمی تھک جائے۔ مثلاً اس کے دودھ، گوشت، کھال اور چمڑے سے تم ہزاروں فائدے حاصل کرتے ہو۔

اس میں صبر و قناعت انتہا درجہ کی ہے۔ صبر تو ایسا کہ اس پر کتنا ہی بوجھ لاد کر ہنکا دو تو وہ شکوہ نہیں کرتا۔ ایک بچہ بھی ایک اونٹ کی مہار پکڑ کر لے چلے تو وہ گردن جھکا کر چلنے لگتا ہے۔ جب اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جاتا ہے تو وہ اس طرح بیٹھ جاتا ہے کہ اس پر چڑھنا آسان ہوتا ہے۔ چلنے کے لئے کہا جائے تو صحراؤں کو عبور کر کے ہفتوں چلتا رہتا ہے۔ ایک ہفتہ تک اس کو کھانا نہ دیا جائے پانی نہ پلایا جائے تو وہ اپنے مالک کی وفاداری میں کئی کئی دن تک بھوکا رہتا ہے مگر اف تک نہیں کرتا۔ فرمایا کہ کبھی تم نے اس بات پر غور کیا کہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کے بے ڈھنگے سے جانور کو کس نے تمہارے تابع کر دیا ہے؟ یقیناً اللہ نے اس کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

اللہ کی دوسری نشانی آسمان ہے۔ فرمایا کہ کبھی تم نے غور کیا کہ اتنا بڑا آسمان جو بغیر کسی سہارے اور ستون کے تمہارے سروں پر چھت کی طرح تان دیا گیا ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں سے اس کو ایک خاص رونق عطا کی گئی ہے اور انسانی ضروریات کو ان کے متعلق کر دیا ہے۔

تیسری نشانی پہاڑوں کی طرف دیکھنے کے لئے فرمایا کہ دیکھو پہاڑ کس طرح جمے کھڑے ہیں۔ اللہ کے حکم سے زمین کو اور اس کے زلزلوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کے سینے میں ہزاروں معدنیات دفن ہیں۔

بہترین پتھر، ہیرے، جواہرات، سونا، چاندی ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں، بہترین لکڑی۔ انسان کی جیسی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں سے اپنی ضرورت کی چیزیں نکالتا رہتا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ آخر وہ کون سی ذات ہے جس نے پہاڑوں کو یہ عظمت، جماؤ، شان اور ہزاروں معدنیات کا امین بنایا ہے یقیناً یہ سب اللہ کی قدرت سے ہی ممکن ہوا اور اللہ نے ان تمام چیزوں کے فائدے انسان کے لئے پہاڑوں میں رکھ دیئے ہیں۔

چوتھی نشانی زمین ہے وہ ایک شفیق و مہربان ماں کی طرح ہے جو اللہ کے منکرین اور اللہ کو ماننے والے سارے انسانوں کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے اور ہر ایک کو اپنے وجود سے پوری طرح فائدے اٹھانے دیتی ہے۔ نرم اتنی کہ ایک بچہ بھی اس کو کھود سکتا ہے اور مضبوط اس قدر کہ بڑی سے بڑی عمارت کو اپنے اوپر لئے کھڑی ہے۔ ہر طرح کی انسانی غذائیں اور دوسری مخلوق کے لئے غذائیں مہیا کرتی ہے۔ اس کے سینے میں بھی تیل، گیس، کوئلہ، پانی کی نہریں اور انسانی زندگی کا ہر سامان موجود ہے۔

فرمایا کہ زمین ہو یا آسمان، اونٹ ہو یا پہاڑ یہ سب اللہ نے اپنی قدرت سے پیدا کئے ہیں جن سے انسان فائدے حاصل کرتا ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ اگر اللہ ان کے اندر یہ خصوصیات نہ رکھتا تو کیا انسان اپنا وجود برقرار رکھ سکتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تمام لوگوں کو ان ساری حقیقتوں کو سمجھاتے رہیے اور اسلام کے نظریہ حیات کو پیش کرتے رہیے۔ نظریہ زندگی کو پھیلانے میں کسی زور زبردستی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی آپ کا کام ہے کہ آپ دین کی سچائیوں کو پہنچانے کی جدوجہد کرتے رہیے۔ ان سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے جو لوگ سزا کے مستحق ہوں گے ان کو سخت سزا دی جائے گی ہم خود ہی سب کا حساب لے لیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۸۹

الْفَجْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۶۰

تعارف سورۃ الفجر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	89
رکوع	1
آیات	30
الفاظ وکلمات	139
حروف	597
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں فجر یعنی صبح کے وقت کی، دس راتوں کی، جفت اور طاق کی اور اس رات کی جب وہ جانے لگتی ہے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ کیا عقل و فہم اور علم و دانش رکھنے والوں کو ان قسموں کے بعد بھی کسی اور قسم کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارم کی اولاد میں عاد اور ثمود اور میخوں والے فرعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تم نے کبھی ان کی قوموں کے برے انجام پر بھی غور کیا ہے؟ قوم عاد جو تندرست، صحت مند اور ستونوں کی طرح لمبے چوڑے اور خوش حال لوگ تھے۔ قوم ثمود جو وادی القریٰ میں پہاڑوں کی چٹانیں کاٹ کاٹ کر گھر بنایا کرتی تھی۔ فرعون میخوں والا جو زبردست طاقت و قوت اور عظیم سلطنت کا مالک تھا جب انہوں نے نافرمانی کی انتہا کر دی اور کوئی شہر یا بستی ان کی شرارتوں سے محفوظ نہ رہی تو ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا اس طرح برسایا گیا کہ وہ قومیں دنیا سے مٹ گئیں۔ فرمایا کہ اللہ ایسے ظالموں اور نافرمانوں کی گھات میں رہتا ہے اور جب وہ گرفت کرتا ہے تو کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال و دولت کی کثرت نہ تو انعام ہے اور اگر کسی شخص پر روزی تنگ کر دی جائے تو اس کی غربت اس کی سزا نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس کے نظام کا ایک حصہ ہے وہ ہر ایک کو بہت کچھ دے کر اور کبھی سب کچھ لے کر اسے آزماتا ہے تاکہ زندگی کی ہر کیفیت سے اس کے طرز عمل کا امتحان لیا جائے۔ فرمایا آدمی کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت، دولت اور نعمتوں سے نوازتا ہے تو وہ اپنی دولت مندی کا اظہار کرتے ہوئے فخر یہ کہتا ہے کہ مجھے تو مالک نے بڑا عزت دار معزز بنایا ہے۔ لیکن اگر اس کے رزق کو وہ تنگ اور محدود کر دیتا ہے تو دن رات شکوے کرتا ہوا کہتا ہے کہ مجھے تو میرے رب نے ہر جگہ ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ کسی کو ہرگز ذلیل و رسوا نہیں کرتا بلکہ آدمی خود ہی تنگ دلی، بے رحمی، بے ایمانی اور مال کی محبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ذلت کی گندگی میں ملوث کر لیتا ہے۔ بے باپ کے بچوں یعنی یتیموں کے ساتھ عزت اور قدر کا معاملہ نہیں کرتا۔ کسی ضرورت مند کو خود تو کیا کھانا کھلائے گا دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ نہیں کرتا۔ مرنے

والے کی وراثت ہاتھ لگ جائے تو سارا مال سمیٹ کر ہضم کر جاتا ہے اور مال و دولت کی محبت نے اس کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ اسے بھی عقل نہیں آ رہی ہے لیکن جب زمین کو مسلسل کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، رب العالمین اپنی شان کے مطابق جلوہ گر ہوں گے، فرشتے صفیں باندھے اس کے سامنے حاضر ہوں گے، کافروں کے لئے جہنم ان کے سامنے لائی جائے گی اس وقت ساری بات اس کی سمجھ میں آ جائے گی۔ مگر اب سمجھنے سے اس کو کیا فائدہ؟ اس وقت تو وہ حسرت سے کہے گا کاش میں اس جہان کے لئے اپنے آگے کچھ بھلائیاں بھیج دیتا۔ فرمایا پھر اس دن ان لوگوں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جس کا وہ تصور نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں سے فرمائیں گے اے نفس مطمئنہ تو آج اس شان سے اپنے پروردگار کی طرف چل کر آ کہ جس طرح تو زندگی بھر اپنے اللہ کی ہر رضا پر راضی رہا آج وہ تجھ سے پوری طرح راضی ہے۔ اے نفس مطمئنہ میرے نیک بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا یعنی جنت کی ہر راحت کے ساتھ عیش و آرام کی زندگی گذار تجھے یہاں ہر طرح کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔

سورة الفجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ إِذَا
يَسْرِ ﴿٤﴾ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴿٥﴾ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ
رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا
فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾
وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾
فَأَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ
عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا
ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَأَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾
وَأَمَّآ إِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ
أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ
عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ
دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ

يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ
الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ
لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ
أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾
وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

ع ۱ ۱۴

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۳۰

فجر کی قسم اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی قسم۔
ان کی قسم جو طاق اور جفت ہیں۔
رات کی قسم جب وہ رخصت ہونے لگے۔
کیا عقل رکھنے والے کے لئے یہ قسم کافی نہیں ہے۔
(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جو ستونوں کی طرح بڑے لمبے چوڑے تھے۔
ان کی طرح کوئی قوم دنیا میں پیدا نہیں کی گئی تھی۔
اور قوم ثمود جو (وادی قریٰ میں) پہاڑوں کے پتھر تراش کر (گھر بناتے) تھے۔
اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا جس نے ملکوں میں سر اٹھا رکھا تھا۔
پھر اس نے کثرت سے فساد بھی مچا رکھا تھا۔

پھر آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔

بے شک آپ کا پروردگار (ایسے نافرمانوں کی) گھات میں لگا ہوا ہے۔

پھر جب انسان کو اس کا رب عزت اور نعمت سے نواز کر آزماتا ہے تب وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دی۔

اور جب (کسی آدمی کو) پروردگار آزماتا ہے اور اس پر اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تب وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے تو مجھے ذلیل ورسوا کر دیا۔

ایسا ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ تم بھی تو یتیم (کی ضروریات) کا لحاظ نہیں کرتے ہو۔

اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو مسکین غریب اور محتاج آدمی کے کھانے پر آمادہ کرتے ہو۔

اور تم میراث کا سارا مال خود سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

اور تم مال ودولت سے بہت ہی پیار کرتے ہو۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔

جب زمین خوب کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی۔

آپ کا رب (اپنی شان کے ساتھ) آئے گا اور فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔

اس دن جہنم سامنے لائی جائے گی تو آدمی کو سمجھ آئے گی مگر اس وقت نصیحت پکڑنا اس کے کہاں کام آئے گا۔

اور کہے گا کہ اے کاش میں اپنی اس زندگی کے لئے کچھ (نیک اعمال) آگے بھیج دیتا۔ پھر اس دن نہ تو اللہ کے عذاب سے بڑھ کر کوئی عذاب دینے والا ہوگا اور نہ اس کے جیسے باندھنے اور پکڑنے والا کوئی اور ہوگا۔

(اللہ کے فرماں برداروں سے کہا جائے گا) اے نفس مطمئنہ (اطمینان وسکون والے نفس) تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔

پھر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

لغات القرآن آیت نمبرا تا ۳۰

لَيَالٍ عَشْرٍ	دس راتیں
اَلشَّفْعُ	جفت عدد
اَلْوَتْرُ	طاق عدد
ذِىْ حِجْرٍ	عقل والے
ذَاتُ الْعِمَادِ	ستونوں والے
جَابُوْا	تراشے۔کاٹے
ذِى الْاَوْتَادِ	میخوں والا
صَبَّ	ڈال دیا
سَوْطَ	کوڑا
اَلْمِرْصَادُ	گھات میں ہے
اَهَانَنِ	مجھے ذلیل کردیا
لَا تُكْرِمُوْنَ	تم عزت نہیں کرتے
اَلتُّرَاثُ	میراث
اَكْلًا لَّمًّا	سب سمیٹ کر کھانا
حُبًّا جَمًّا	بہت زیادہ محبت

دُكَّتُ کوٹ ڈالی گئی

اَلنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اطمینان وسکون والانفس

تشریح: آیت نمبر ا تا ۳۰

اس دنیا میں ہر لمحہ انقلاب بپا ہے۔کروڑوں سال سے رات دن، صبح اور شام کا آنا جانا، چاند، سورج، ستاروں کا نکلنا، ڈوبنا، غائب ہو جانا اور پھر سے ابھر کر پوری آب وتاب سے نکلنا، اسی طرح قوموں کا عروج وزوال ہر ابتداء کی انتہا ہر شخص اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس بات کا کسی حد تک اقرار بھی کرتا ہے کہ یہ پورا نظام کائنات کسی ہستی کے تابع ہے جو اس کو ایک تسلسل کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے۔

جب ہر شروع ہونے والی چیز آخر کار ختم ہو جاتی ہے تو یہ کائنات بھی ایک دن اپنے انجام کو پہنچ جائے گی اور ختم ہو جائے گی۔لیکن اس کے ختم ہونے کے بعد کیا ہوگا؟ یہ ایک حرف سوال ہے۔اس سوال کا جواب تلاش کرتے کرتے بہت سی قومیں اپنا راستہ بھلا بیٹھیں اور انہوں نے اس کو ایک ایسا معمہ بنا دیا جو" سمجھنے کا نہ سمجھانے کا"۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار مختلف انداز سے اس بات کو سمجھایا ہے اور یقینی بات ہونے کی وجہ سے قسمیں کھا کر بتایا ہے کہ اس کائنات کا یہ چلتا ہوا نظام ختم ہو جائے گا۔کائنات کی ابتداء سے انتہا تک جتنے لوگ آئے ہیں ان سب کو زندہ کر کے ایک میدان میں جمع کیا جائے گا اور ان سے زندگی بھر کے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔

جنہوں نے اس خالق کائنات کے احکامات کو ماننے سے انکار کر کے بدعملی اور گناہ کی زندگی اختیار کی ہوگی ان کا بدترین انجام ہوگا اور جنہوں نے اللہ کی رضا وخوشنودی، تقویٰ، پرہیز گاری اور نیکیوں میں زندگی گذاری ہوگی ان کو ان کے اعمال کے حساب سے جنت کی راحتیں عطا کی جائیں گی۔اس کا نام قیامت ہے جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عروج وزوال سے پہلے اس فجر کی قسم کھائی ہے جس کے آنے کے بعد پوری کائنات میں ایک ہلچل مچ جاتی ہے۔

فجر یعنی جب ایک اندھیری رات کے بعد صبح کی پو پھٹتی ہے تو ہر ایک مخلوق اپنے رزق کی تلاش میں بھاگ دوڑ شروع کر دیتی ہے۔کوئی رزق کمانے کی فکر لے کر،کوئی عبادت و بندگی اور کوئی علم کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ پرندے اور ہر طرح کے جان دار اپنے گھونسلوں اور بلوں سے نکل کر اپنے رزق کو حاصل کرنے کے لئے باہر آجاتے ہیں اور دن بھر محنت و مشقت اٹھانے کے بعد رات کو پھر اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ جاتے ہیں۔ فجر کی قسم کے بعد اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔

احادیث میں ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں کیونکہ ان دس راتوں کی احادیث میں بہت سی فضیلتیں آئی ہیں۔اس کے ایک دن کا روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے جس کی ہر رات شب قدر کی طرح محترم ہے (ترمذی)۔

یہ دس دن حجاج کرام کے لئے خاص طور پر بڑے ہی انقلابی اور جذباتی ہوتے ہیں۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ ہی سے ہر حاجی پر ایک خاص کیفیت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔اس کے ہر عمل میں ایک خاص جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے اور ہر طرف ایک عجیب سی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیات بڑھتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ منیٰ کی پرنور راتوں کے بعد جب ۹ ذی الحجہ یعنی عرفہ کا دن شروع ہو جاتا ہے تو ہر ایک آنکھ آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔

ہر شخص ساری دنیا سے بے پرواہ صرف اپنے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا نظر آتا ہے۔لاکھوں حاجیوں پر جب نظر پڑتی ہے تو بادشاہ ہو یا ایک عام آدمی، سرمایہ دار ہو یا غریب سب ایک ہی لباس میں ہر طرف موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔سب کا لباس ایک، جذبہ ایک اور نعرہ ایک **لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ**۔

میدان عرفات سے جب تمام حاجی مزدلفہ میں کھلے آسمان کے نیچے اللہ کی یاد میں مشغول نظر آتے ہیں تو ایک قیامت کا منظر ہوتا ہے۔

دس ذی الحج کو جب یوم النحر شروع ہوتا ہے تو ہر ایک حاجی ایک نئے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔اس دن کوئی شیطان سے نفرت کے اظہار کے لئے کنکریاں مارتا نظر آتا ہے،کوئی جانوروں کو ذبح کر رہا ہے،کوئی سر کے بال منڈوا رہا ہے، کوئی طواف زیارت کی طرف بے تابانہ بڑھا چلا جا رہا ہے۔

چشم تصور سے دیکھا جائے تو چاروں طرف سروں کا ایک سمندر رہتا ہے اور کسی کو کسی کا ہوش نہیں ہوتا۔فرمایا کہ حاجیوں

کی ان اداؤں کی قسم ایک دن وہ آنے والا ہے جب اسی طرح ساری کائنات کے اولین وآخرین اللہ کے سامنے ہوں گے اور ہر طرف ایک ہنگامہ بپا ہوگا۔

تین نافرمان قوموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قومیں وہ ہیں جنہوں نے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کے غضب کو دعوت دی اور پھر ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون اپنے زمانہ میں قوت وطاقت، حکومت وسلطنت، مال ودولت، عیش وآرام کے اسباب، تن اور قد کی لمبائیاں وہ کون سی نعمت تھی جو اللہ نے ان کو اور دنیا کی تمام قوموں کو عطا نہیں کی تھی۔ لیکن جب کوئی قوم اللہ ورسول کی نافرمانیوں کی انتہا کر دیتی ہے تو اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

حضرت نوحؑ جیسے عظیم پیغمبر کی اولاد میں سے ارم تھا۔ اس کی اولاد میں عاد اور ثمود کے نام سے دو قومیں وجود میں آئیں۔ قوم عاد جو دنیا کی عظیم سلطنت اور قوت وطاقت اور خوشحالی کے مالک تھے جو نہایت تندرست، صحت مند اور ستونوں کی طرح لمبے چوڑے تھے۔

ان کی ترقی کا یہ عالم تھا کہ وہ چاروں طرف سے مال ودولت حاصل کر رہے تھے۔ انتہائی ترقی یافتہ لیکن ان کی دولت مندی اور ترقی نے ان کو غرور وتکبر کا پیکر بنا کر رکھ دیا تھا۔ بدکاری، عیاشی، کمزوروں پر ظلم وستم کرنا ان کا مزاج بن چکا تھا۔ وہ اپنے علاوہ دنیا کی ہر قوم کو حقیر وذلیل سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری قوت وطاقت اتنی زبردست ہے کہ اس کا کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جب ان کی نافرمانیاں اور غرور وتکبر انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ نے ان کو آخری موقع دینے کے لئے حضرت ہودؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت ہودؑ نے اس قوم کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا اور اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف بلایا تو پوری قوم حضرت ہود کو نیچا دکھانے پر تل گئی اور ان کی ہر بات کا انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر اپنا شدید ترین عذاب نازل کر کے تہس نہس کر دیا۔ قوم عاد کی تباہی سے جو لوگ بچ گئے تھے ان کی نسل بڑھنا شروع ہوئی تو انہوں نے بھی اتنی زبردست ترقی کی کہ مقام حجر سے وادی القریٰ (حجاز اور شام کے درمیان) تک پھیلنا شروع کیا اور ایک ہزار سات سو بستیوں پر کنٹرول حاصل کر لیا۔

یہ قوم ثمود تھی۔ انہوں نے بے انتہا محنت سے اپنے ملک وقوم کو ترقی دی۔

دنیا کی یہ پہلی قوم تھی جس نے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر ان میں سے ایسے خوبصورت مکانات، محلات اور حویلیاں تعمیر کیں جن کے کھنڈرات آج بھی حیرت میں ڈال دینے والے ہیں۔ لیکن اس قوم کی ترقیات کو جو چیز گھن کی طرح کھا گئی وہ ان کا غرور و تکبر، اپنی دولت پر بے جا فخر، بت پرستی اور اخلاق و کردار کی گراوٹ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بھی ایک موقع دیتے ہوئے حضرت صالحؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جب حضرت صالحؑ نے ان کو سمجھایا کہ اگر انہوں نے بت پرستی، غرور و تکبر اور اپنے بگڑے ہوئے اخلاق کی اصلاح نہ کی تو جو انجام قوم عاد کا ہوا ہے تمہارا انجام اس سے مختلف نہ ہوگا۔ پوری قوم نے انتہائی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا مذاق اڑایا اور اپنی حکومت و سلطنت اور طاقت وقوت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس انجام سے دوچار نہیں ہو سکتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے یہاں تک فرمائش کر دی کہ اے صالحؑ! تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو؟ اگر تم سچے ہو تو یہ سامنے جو چٹان ہے اس میں سے اگر ایک گابھن اونٹنی نکل کر آئے اور ہمارے سامنے وہ بچہ پیدا کرے تو ہم سمجھیں گے کہ تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔ حضرت صالحؑ نے اللہ سے دعا کی۔ چنانچہ اس پہاڑی سے گابھن اونٹنی نکلی اس نے بچہ دیا۔ اتنے بڑے معجزے کے باوجود کچھ لوگوں کے سوا اس قوم نے حضرت صالحؑ پر ایمان لانے کے ہزاروں بہانے ڈھونڈ نکالے اور وہ دولت ایمان سے محروم رہے۔ جب اس قوم نے نافرمانیوں کی انتہا کر دی تو اللہ نے ان پر بھی اس طرح عذاب نازل کیا کہ اس قوم کا کوئی فرد بچ نہ سکا اور اس طرح اللہ کی نافرمان قوم اپنے بدترین انجام کو پہنچ گئی۔

قوم فرعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا معاملہ کیا جس نے ہر طرف تباہی مچا رکھی تھی۔ اس کا یہ حال تھا کہ جہاں اس کا لشکر جاتا وہ اتنا بڑا لشکر ہوتا تھا کہ بڑے سے بڑے میدان میں جیسے میخیں ہی میخیں گڑی ہوئی ہیں یا جب وہ کسی کو سزا دیتا تو اس کے چاروں ہاتھ پاؤں میخوں سے جکڑ دیتا غرضیکہ ملک میں ہر طرف فرعون اور اس قوم کا ظلم و ستم اور اللہ کی نافرمانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ تب اللہ نے اس کی اصلاح کے لئے حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو معجزات دے کر بھیجا۔

حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ اور معجزات کے ذریعہ اس کو ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے غرور و تکبر اور حکومت و سلطنت پر ناز کرنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی ہر بات کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی قوم کو یقین دلاتا تھا کہ موسیٰ ایک جادوگر ہیں جو اپنے جادو کے زور سے اس سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ آخر کار اللہ کا فیصلہ آ گیا۔ فرعون اور آل فرعون کو سمندر میں غرق کر کے اس طرح مٹا دیا گیا کہ اس قوم اور سلطنت کا وجود تک مٹ گیا اور اللہ نے فرعون کے جسم کو باقی رکھ کر عبرت کا نشان بنا دیا۔

وہی فرعون جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہلاتا تھا اور عظیم سلطنت کے ذریعہ حکمرانی کرتا تھا آج اس کا لاشہ یعنی مردہ جسم ایک ڈبے میں بند نمائش کے لئے رکھا ہوا ہے اور اس کی بے بسی کا ماتم کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تین عظیم الشان سلطنتوں اور ان کی نافرمان قوموں کو تباہ کر کے دنیا کو بتا دیا کہ دنیا میں کسی ظالم و جابر کو فلاح نہیں مل سکتی۔

فرمایا کہ جب ظالم مظلوموں پر ظلم کرتا ہے تو اس وقت وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ اس پر اللہ کا کوڑا بھی برس سکتا ہے۔ وہ تو اپنے مال و دولت اور سلطنت پر ناز کرتے ہوئے یہ کہتے نہیں تھکتا کہ اگر میں محنت نہ کرتا تو آج میں اس طرح عیش کے ساتھ زندگی نہ گذار سکتا۔ ذرا سی دولت پر وہ اترانے لگتا ہے اور اگر اس پر تنگ دستی یا مال و دولت میں کمی آجاتی ہے تو وہ شکوے کرتے ہوئے کہنے لگتا ہے کہ مجھے تو ساری دنیا میں اللہ نے ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا ہے وہ سب کی سنتا ہے میری ہی نہیں سنتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کسی کو ذلیل ورسوا نہیں کرتا بلکہ یہ تو خود انسان کے اپنے وہ اعمال ہوتے ہیں جو اس کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ مثلاً بے باپ کے بچوں پر شفقت کرنے کے بجائے تم بھی تو ان کا خیال نہیں کرتے۔ محتاج اور ضرورت مند ایڑیاں رگڑ کر مر جاتا ہے مگر تم اس کی فکر نہیں کرتے نہ اس کو کھانا کھلاتے ہو اور نہ کسی کو اس کے حال زار کی طرف متوجہ کرتے ہو۔

مرنے والا جو کچھ چھوڑ جاتا ہے تمہاری کوشش ہوتی ہے کہ عورتوں کو اور ان کے جائز وارثوں کو میراث سے محروم کر کے خود ہی سب کچھ سمیٹ لو یعنی مردوں کا مال کھا جانے میں بھی تم شرم نہیں کرتے اور پھر تم کہتے ہو کہ اللہ نے تمہیں ذلیل وخوار کر دیا ہے۔ مال و دولت سے محبت کا یہ حال ہے کہ تمہیں دنیا کی دولت اور مال کی ہوس اور لالچ نے اندھا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم آج بے انصافی کر سکتے ہو لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب زمین و آسمان کو کوٹ کوٹ کر اس طرح برابر کر دیا جائے گا کہ اس میں میدان حشر قائم ہو گا اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہو گا۔

اس دن اللہ اپنی شان کے مطابق نزول فرمائیں گے فرشتے ہیبت سے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے۔ جہنم کو سامنے لایا جائے گا اس دن ان جیسے لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ ان سے دنیا کی زندگی میں کتنی بھیانک غلطیاں ہوئی ہیں۔

وہ شرمندگی اور ندامت کے ساتھ اس بات کا اقرار کریں گے کہ کاش ہم اللہ کے پیغمبروں کی ہر بات مان لیتے لیکن اس

وقت شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس دن اللہ سے زیادہ کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا اور نہ اس جیسا کوئی سخت گرفت کرنے والا ہوگا۔

لیکن وہ آدمی جس نے پوری زندگی اس یقین اور قلبی اطمینان کے ساتھ گذاری ہوگی کہ اللہ کے نبی جو بھی دین لائے تھے وہ برحق ہے۔ انہیں جو حکم دیا گیا انہوں نے اس کی تعمیل کی جس چیز سے روک دیا وہ اس سے رک گئے۔ اللہ کے راستے میں جس قربانی کی ضرورت پڑی اس میں وہ بے خطر کود پڑے اور ہر تکلیف کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیا ایسے نفس مطمئن سے کہا جائے گا کہ تو اس شان سے اپنے رب کی طرف چل کر آ کہ تو جس طرح پوری زندگی اپنے اللہ سے راضی رہا آج وہ تجھ سے پوری طرح راضی ہے۔ اس نفس سے کہا جائے گا کہ چلو اللہ کے خاص بندوں میں شامل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۹۰

اَلْبَلَد

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البلد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت نمبر	90
رکوع	1
آیات	20
الفاظ وکلمات	82
حروف	331
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے "بلد امین" یعنی مکہ مکرمہ جیسے محترم شہر کی، فتح مکہ کی خوش خبری کی، حضرت آدمؑ اور اولاد آدمؑ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ انسان بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا مقصد زندگی اخلاق کی بلندیوں تک پہنچنے اور دنیا و آخرت میں کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے بے انتہا ایثار و قربانیوں اور محنت و مشقت سے کام لینا ہے۔ اسے نفسانی خواہشوں اور اخلاقی پستیوں کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اخلاقی عظمتوں اور بلندیوں کو حاصل کرنا کسی پہاڑ کی وادیوں پر چڑھنے کا اور عزم و ہمت کا دوسرا نام ہے۔ ایک مشکل اور کٹھن راستہ ہے جس میں قدم قدم پر اپنی وقتی نفسانی خواہشات اور تمناؤں کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، غلاموں کی دستگیری، ضرورت مندوں کی امداد و اعانت اور ان لوگوں سے ہمدردی کا معاملہ کرنا پڑتا ہے جنہیں حالات نے بری طرح کچل کر مٹی میں ملا دیا ہو۔ حق و صداقت کی سر بلندی کے لئے خود صبر کرتے ہوئے دوسروں کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ کی مخلوق پر رحم و کرم کرتا ہے اور دوسروں کو اس پر آمادہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ یہ کانٹوں بھرا راستہ ضرور ہے مگر آخرت کی حقیقی کامیابی اور نجات کا دار و مدار بھی اسی پر ہے۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو اپنا مقصد زندگی بھلا کر اخلاقی گراوٹ اور کردار کی پستیوں کو زندگی سمجھ بیٹھے ہوں جو اپنی نفسانی لذتوں اور خواہشات کی دلدل میں پھنس گئے ہوں جن کے ہر کام میں دکھاوا، ریا کاری، منافقت، جھوٹ، دھوکہ دہی اور سستی شہرت حاصل کرنے کا جذبہ رچ بس گیا ہو ہر سچائی کو ٹھکرانا جن کا مزاج بن گیا ہو وہ دنیاوی اعتبار سے کتنے ہی بلند کیوں نہ ہو جائیں ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو کر رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں راستوں کا انجام وضاحت سے ارشاد فرما دیا ہے۔ اب یہ ہر شخص کا اپنا اختیار ہے کہ وہ اخلاق و کردار کی بلندی کو اختیار کرتا ہے یا اخلاق و کردار کی پستی اور گراوٹ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی بات کو سورۃ البلد میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم کھاتا ہوں جو آپ کے لئے (جنگ کے واسطے) حلال ہونے والا ہے۔ باپ اور بیٹے

(حضرت آدم اور نسل انسانی) کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم نے انسان کو محنت و مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔ کیا اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے میں نے (دنیا دکھاوے کے لئے) ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا ہے (مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے)۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ اور اس کو ہدایت و گمراہی کے دونوں راستوں کے متعلق کھول کر بیان نہیں کیا؟ مگر اس نے دشوار گذار اور کٹھن گھاٹی سے گذرنے کی ہمت نہ کی۔ کیا تمہیں معلوم ہے وہ دشوار ترین مشکل اور کٹھن گھاٹی کون سی ہے؟ کسی کی گردن (غلامی یا قرض سے) چھڑا دینا، فاقے کے دن کسی قریبی اور رشتہ دار یتیم بچے کو یا اس کو جو حالات میں خاک نشین بن گیا ہو کھانا کھلانا ہے۔ مشکل گھاٹی یہ ہے کہ آدمی ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو ایمان لائے۔ جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر دلانے اور اللہ کی مخلوق پر رحم کرنے کی تلقین کی۔ جو ایسا کریں گے وہ آخرت میں داہنے ہاتھ والے یعنی نجات پانے والوں میں سے ہوں گے۔ لیکن جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کریں گے وہ بائیں ہاتھ والے ہیں یعنی جہنم میں ڈالے جانے والے۔ ایسی جہنم کی آگ جو ان پر چاروں طرف سے چھا جانے والی ہوگی۔

۶۱۳

سُورَةُ البَلَد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝١ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝٢ وَوَالِدٍ وَّمَا
وَلَدَ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝٤ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ
عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝٥ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ
اَحَدٌ ۝٧ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝٩ وَهَدَیْنٰهُ
النَّجْدَیْنِ ۝١٠ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝١١ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ
رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝١٤ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥
اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝١٧ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝١٨ وَالَّذِیْنَ
كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ۝١٩ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝٢٠

وقف لازم

ع ۱ / ۱۵

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

میں اس شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ اور آپ کو اس شہر میں جنگ حلال ہونے والی ہے۔
میں باپ اور بیٹے (آدمؑ واولاد آدمؑ) کی قسم کھاتا ہوں کہ بے شک ہم نے انسان کو بڑی

مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم ہرگز اس پر قابو نہ پا سکیں گے۔

کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں نہیں دیں اور کیا ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے۔

اور کیا ہم نے اسے دونوں راستے (خیر اور شر کے) نہیں دکھائے۔ پھر وہ (کم ہمت آدمی) اس گھاٹی سے ہو کر نہ نکلا۔

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ کسی کی گردن کو (قرض سے، غلامی سے) چھڑا دینا ہے یا بھوک کے دن کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک میں مل جانے والے مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔

پھر وہ ان لوگوں میں سے بھی نہ ہوا جو ایمان لائے اور جو ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اللہ کی مخلوق پر) رحم و کرم کرنے کو کہتے رہے۔

یہ لوگ داہنے بازو والے ہیں۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا وہ بائیں بازو والے ہیں۔ ان پر چاروں طرف سے آگ مسلط ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۰

هٰذَا الْبَلَدِ	یہ شہر۔ (مکہ مکرمہ)
حِلٌّ	حلال ہے
كَبَدٌ	مشقت۔ مصیبت
اَهْلَكْتُ	میں نے خرچ کیا ہے
مَالًا لُّبَدًا	ڈھیروں مال
عَيْنَيْنِ	دو آنکھیں

شَفَتَيۡنِ	دو ہونٹ
اَلنَّجۡدَيۡنُ	دو راستے
اِقۡتَحَمَ	وہ داخل ہو گیا
اَلۡعَقَبَةُ	گھاٹی
فَكُّ رَقَبَةٍ	گردن چھڑانا۔ (غلاموں کو آزاد کرنا)
ذِيۡ مَسۡغَبَةٍ	بھوکا۔ بھوک والا
ذَامَقۡرَبَةٍ	رشتہ دار
ذَامَتۡرَبَةٍ	جو خاک میں مل جانے والا ہے
نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ	آگ جو اوپر سے بند کی گئی ہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۰

سورت بلد کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے

اس سورت میں اللہ نے "بلد" یعنی مکہ مکرمہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو اس شہر میں قتال کرنا حلال ہونے والا ہے۔ باپ اور اولاد یعنی حضرت آدمؑ اور ان کی تمام اولاد کی قسم ہم نے انسان کو عیش و عشرت کے لئے نہیں بلکہ نہایت مشقت و محنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسے اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس پر کسی کو اختیار نہیں ہے اور کوئی اس کی نگرانی نہیں کر رہا ہے۔ لوگوں پر رعب جمانے کے لئے کہتا ہے کہ میں نے بہت مال خرچ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا ہم نے اسے دیکھنے کے لئے دو آنکھیں، اظہار بیان کے لئے زبان اور کنٹرول میں رکھنے کے لئے دو ہونٹ عطا نہیں کئے۔ اور کیا ہم نے اس کو خیر و شر کے دونوں راستے نہیں دکھائے؟ ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس دشوار گذار گھاٹی کے پار اتر کر کسی کی گردن چھڑا دیتا، جو فقر و فاقہ سے بے حال ہے اس کو کھانا کھلا دیتا، کسی رشتہ دار یتیم (بے باپ کے) بچے کو یا کسی ایسے مسکین محتاج آدمی کو کھانا کھلا دیتا

جس آدمی کو حالات نے مٹی میں ملا دیا ہے۔ وہ ان میں سے ہو جاتا جو ایک دوسرے کو ایمان پر پابندی اور اللہ کی مخلوق پر رحم و کرم کرنے کی ہدایت و رہنمائی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا جن کے داہنے ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ دیا جائے گا لیکن یہ تو ان لوگوں میں سے ہو گیا جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ان لوگوں میں سے ہو گیا جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اور اس جہنم میں ڈالا جائے گا جس کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا۔

اس سورت کے چند الفاظ کی وضاحت یہ ہے

﴿ **ھٰذَا الْبَلَد** ۔ یہ شہر ﴾ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اسی کو سورۃ التین میں **ھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ** فرمایا ہے۔ یعنی وہ شہر جو امن و سلامتی کا گہوارہ ہے۔ عرب کی تاریخ گواہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی سرزمین صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ جانوروں، درخت اور پودوں تک کے لئے امن و سلامتی کی ضمانت رہی ہے۔ عرب میں دین اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے جب سارا عرب جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا کفر و شرک اور بت پرستی عام تھی اس وقت بھی مسجد الحرام میں کسی جانور کو ستانا، اس کے قریب حرم میں شکار کھیلنا اور بلا ضرورت درختوں کو کاٹنا حرام اور برا سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بنو قریش جو حرم کے رکھوالے کہلاتے تھے اس زمانہ میں جب ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور بدامنی عام تھی ان کو کوئی قبیلہ اس لئے نہیں ستاتا تھا کہ وہ "حرم والے ہیں"، لیکن یہ بھی تاریخ کی ستم ظریفی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور آہستہ آہستہ بہت سے سعادت مندوں نے آپ کا دامن تھام لیا اور ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے تو وہی لوگ جو سرزمین حرم کو امن و سلامتی کا گھر کہتے تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر وہ ظلم کئے کہ ان کے ذکر سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کو اتنی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی گئیں اور آپ کو قتل کرنے کی نہ صرف سازش کی گئی بلکہ اس کے لئے عملی قدم بھی اٹھا لیا گیا تب اللہ کے حکم سے صحابہ کرامؓ اور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کی مقدس و محترم سرزمین کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محترم شہر کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! سرزمین کعبہ نہایت محترم ہے اور امن و سلامتی کی سرزمین ہے اس میں قتال کرنا جائز نہیں ہے لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب ایک دن کے لئے آپ کو قتال کرنے کی اجازت ہوگی تاکہ دین کی سچائیوں کو قائم کرنے اور ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کی جدوجہد کی جاسکے۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! بے شک اللہ نے جس دن سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اسی دن سے مکہ مکرمہ کو محترم بنایا ہے۔ قیامت تک وہ حرام اور محترم رہے گا۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون

بہائے، نہ کسی کے لئے درخت کاٹنا جائز ہے۔ مکہ نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ اور میرے لئے صرف اس ایک ساعت کے لئے حلال کیا گیا تھا تاکہ مکہ والوں کی نافرمانی پر ان کو سزا دی جاسکے۔ خوب غور سے سن لو کہ اس کی حرمت پھر وہی ہوگئی ہے جیسی کہ پہلے تھی۔ تم میں سے جو موجود ہے وہ میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے کہہ دینا کہ بے شک اللہ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کردیا تھا لیکن تمہارے لئے حلال نہیں ہے"۔

نبی کریم ﷺ کو بھی یہ شہر بہت محبوب تھا چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے دن مکہ شہر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اللہ کی قسم تو ساری زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر اور محبوب ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کردیا گیا ہوتا تو میں اس سرزمین سے کبھی نہ نکلتا"۔ (ترمذی)

﴿ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔ باپ اور بیٹا﴾ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ والد سے مراد حضرت آدمؑ ہیں جو ہم سب کے باپ ہیں اور ولد سے ان کی ساری اولاد مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت آدمؑ اور ابتدائے کائنات سے قیامت تک جتنے لوگ آچکے ہیں یا آئیں گے تمام بنی نوع انسان کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ انسان مشکلات اور پریشانیوں میں گھرا ہوا اور محنت و مشقت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ یقیناً ہم نے انسان کو "کبد" میں پیدا کیا ہے﴾ کبد کے معنی محنت، مشقت، مشکلات اور پریشانیوں کے آتے ہیں یعنی انسان کو اللہ نے صرف عیش و آرام اور مزے اڑانے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ محنت، مشقت اور بہتر کام کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ "کبد" کے معنی "الجھنوں میں پھنسا ہوا" کے بھی آتے ہیں یعنی انسان ساری زندگی کسی نہ کسی الجھن اور مشکل میں گھرا رہتا ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

قید حیات بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

جب تک قید حیات ہے یعنی زندگی کی ڈور بندھی ہوئی ہے اس وقت تک "بند غم" یعنی غموں کا سلسلہ بھی جاری ہے؟ انسان پوری زندگی جس سکون کی تلاش میں رہتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ ایک وقت میں خوشی ملتی ہے تو دوسرے لمحے کوئی

نہ کوئی فکر الجھن یا غم اس کو آ کر گھیر لیتا ہے۔ کیونکہ اس دنیا کی خوشی اور غم دونوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اصل خوشی تو آخرت میں ہی نصیب ہوگی۔ وہ لوگ کتنے بدنصیب ہیں جو اس دنیا میں بھی پوری زندگی بے چین و بے قرار رہے اور آخرت میں بھی انہیں سکون نصیب نہ ہوگا۔ درحقیقت ایمان اور عمل صالح ہی سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جو انسان کو ابدی زندگی کا سکون دلائے گا۔

﴿اَیَحسَبُ اَن لَّن یَّقدِرَ عَلَیهِ اَحَد''۔ کیا وہ (انسان) یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی کا بھی اختیار نہیں ہے ﴾

انسان کی سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ بھی عیاریاں اور مکاریاں کر رہا ہوں اس پر گرفت کرنے کا کسی کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ وہ ذات ہے جو جب چاہے آدمی کی ساری بازی کو الٹ کر پھینک دے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

﴿ یَقُولُ اَهلَکتُ مَا لاً لُّبَدًا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت مال لٹایا ہے ﴾ یعنی دنیا میں سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہر شخص یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ کتنا بڑا آدمی ہے جو اس طرح مال و دولت لٹا رہا ہے۔ اس طرح وہ سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنے نفس کو دھوکا دینے کے لئے مال خرچ کرتا ہے جس کا مقصد محض دکھاوا اور ریاکاری ہے جس کا دنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اصل مال تو وہ ہے جو انسان اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرتا ہے۔

﴿ اَلَم نَجعَل لَه' عَینَینِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَینِ ۔ کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ﴾

اللہ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو جو بے شمار نعمتیں دی ہیں ان میں دیکھنے بھالنے کے لئے دو آنکھیں، اظہار بیان کے لئے زبان اور زبان کو قابو میں رکھنے کے لئے دو ہونٹ بنائے ہیں تا کہ انسان سچائی کو دیکھ کر اس پر ایمان لائے۔ زبان سے سچائی کا اقرار کرے اور ہونٹوں سے بھی ادا کرے۔

﴿هَدَینٰهُ النَّجدَینِ ۔ ہم نے اس کو (خیر اور شر) دونوں راستوں کی رہنمائی عطا کی ﴾ یعنی ہم نے ہر انسان کو اس قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے ذریعہ ہر خیر و فلاح اور شر و فساد کے درمیان فرق پیدا کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحتیں عطا کی ہیں تا کہ سوچ سمجھ کر اپنے لئے وہ بہتر راستہ منتخب کر سکے جو اس کو دنیا اور آخرت میں کامیاب کرنے والا اور اس کو اخلاق کی بلندیوں تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن اخلاق کی عظمتوں اور بلندیوں پر پہنچنے کا ہر راستہ ایک گھاٹی یعنی دشوار گذار راستے سے نصیب ہوتا ہے۔ چونکہ انسان سہل پسند ہے اس لئے وہ مشکل راستہ کی طرف نہیں جاتا۔

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ پھر وہ دشوار گذار راستے کی طرف بڑھنے کی ہمت کیوں نہیں کرتا ﴾ فرمایا کہ انسان کی یہ کم ہمتی کی دلیل ہے کہ وہ دشوار راستے کو پسند نہیں کرتا حالانکہ وہی راستہ تو ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت میں اعلیٰ ترین مقام دلواتا ہے۔ ایک آدمی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے خوب اپنا مال لٹاتا ہے تاکہ ہر شخص پر اس کا رعب بیٹھ جائے اور اس کا ہر طرف ڈنکا بجنے لگے لیکن اس کے برخلاف دوسرا وہ شخص ہے جو خاموشی سے دوسروں کی مدد کرتا ہے اس کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی ہوتا ہے۔ پہلا راستہ آسان ہے لیکن دوسرا راستہ کسی پہاڑ پر چڑھنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی گھاٹی کو پار کر رہا ہے۔

اس راستے میں نفس اور شہرت پسندی کے جذبے کی قربانی دینی پڑتی ہے کیونکہ یہاں نفس کی مخالفت اور شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جس نے اللہ کی رضا کے لئے اس گھاٹی کو پار کر لیا وہ آخرت کی تمام گھاٹیوں کو نہایت آسانی سے طے کر لے گا۔ وہ چند چیزیں یہ ہیں

(۱)۔ کسی غلام کو آزاد کر دیا جائے، کسی قیدی کو رہائی دلوادی جائے، کوئی قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے اس سے اس کی گردن چھڑادی جائے۔

(۲)۔ جب لوگ بھوک سے بے تاب ہوں تو ان بھوکوں کے لئے کھانے پینے کا معقول بندوبست کر دیا جائے۔

(۳)۔ بے باپ کے یتیم بچے کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر اس کی ضروریات کو پورا کیا جائے اگر وہ رشتہ دار بھی ہو تو دوگنا اجر حاصل کیا جائے۔

(۴)۔ کسی ایسے غریب، مسکین، ضرورت مند، پریشان حال آدمی کی پریشانی دور کی جائے جس کو حالات نے پچھاڑ کر بے بس کر دیا ہو اور اس کی عزت خاک میں مل گئی ہو۔

(۵)۔ اسی طرح جب حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے انتہائی پریشان ہو جائیں تو اس وقت ایک دوسرے کی ڈھارس بندھانے کے لئے صبر کی تلقین کی جائے اور صبر دلایا جائے۔

(۶)۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم و کرم کی تلقین کی جائے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ایک مومن کا دوسرے مومن پر حق ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے جس کو پار کر جانے والے ہی اخلاق کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں۔

دین اسلام وہ ہے جس نے غلاموں کو آزادی کی نعمت دلا کر ان کو انسانی حقوق دلائے ہیں اور غلام آزاد کرنے کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اسی لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ نہ ہوتے تو دنیا سے غلامی کبھی ختم نہ ہوتی اور دنیا میں ہزاروں سال

گذرنے کے باوجود غلامی اسی طرح رائج رہتی۔آپ نے غلاموں کو آزاد کرنے کی بہت سے فضیلتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے ایک مومن غلام کو آزاد کیا۔اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے شخص کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے نجات دلائیں گے۔ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، اور شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ۔(بخاری مسلم۔ترمذی۔نسائی)

اسی طرح فرمایا مسکینوں محتاجوں، ضرورت مندوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کے لئے جدو جہد کرنے والا ایسا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ میں بھاگ دوڑ کرنے والا۔راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے وہ شخص جو نماز میں کھڑا رہتا ہے اور آرام نہیں کرتا اور جو مسلسل روزے رکھتا ہے اور کبھی روزہ نہیں چھوڑتا۔(بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے فرمایا کہ قیامت کے دن ان کے داہنے ہاتھ میں ان کے اعمال نامے دیئے جائیں گے یعنی جنت میں داخل کئے جائیں گے لیکن جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہ ایسے بدنصیب لوگ ہوں گے جن کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے اور ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۹۱

الشَّمْس

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الشّمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	91
رکوع	1
آیات	15
الفاظ وکلمات	54
حروف	247
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کی قسم کھا کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان دن رات ان چیزوں کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور یکساں نہیں ہیں تو پھر وہ اس حقیقت سے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لیتا ہے کہ برائی اور نیکی کا انجام بھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اس کے رسول کی تعلیم کو جھٹلاتے اور اس کا کہنا نہیں مانتے ان کا انجام ان جیسا کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ و رسول کے فرماں بردار اور نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ لوگ اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی بات مان کر ان کی اطاعت کر لیتے اور وہ اونٹنی جو ان کی فرمائش پر ایک معجزہ کے طور پر دی گئی تھی اس کو قتل نہ کرتے تو ان کو دین و دنیا کی ساری سربلندیاں عطا کر دی جاتیں مگر انہوں نے تو نافرمانیاں کر کے اپنی تباہی کا سامان کیا اور بری طرح ہلاک کر دیئے گئے۔

ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں بیان فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ ہے

اللہ تعالیٰ نے سات ایسی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح یہ ناممکن ہے کہ سورج ہو اور دھوپ اور چمک نہ ہو۔ چاند ہو اور وہ سورج کے چھپ جانے کے بعد چمکتا نہ ہو۔ دن ہو اور روشن نہ ہو، رات ہو اور تاریک نہ ہو، آسمان ہو اور بلند نہ ہو، زمین ہو اور پست نہ ہو، نفس انسانی ہو اور وہ خیر و شر کا مجموعہ نہ ہو اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جس آدمی نے اپنے آپ کو روحانی اعتبار سے پاک کر لیا ہو وہ کامیاب نہ ہو اور جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے نیچے دبا لیا ہو وہ ناکام نہ ہو۔

قوم ثمود کی مثال دیتے ہوئے اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ قوم ثمود نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے احکامات سے سرکشی کی یعنی ان کی کسی بات کو نہ مانا اور ہمیشہ ان کو جھٹلایا۔ جب ان کی قوم کا ایک ظالم شخص اس اونٹنی کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا جو اس قوم کو ان ہی کے مطالبہ پر معجزاتی طور پر عطا کی گئی تھی جب کہ حضرت صالح نے صاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ دیکھو اس اونٹنی کو بری نیت سے ہاتھ مت لگانا اور جب وہ اپنی باری پر تمہارے کنویں سے پانی پیئے تو اس میں رکاوٹ مت ڈالنا مگر اس قوم کی مرضی سے ایک شخص اٹھا اور اس نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس وقت اسے یا قوم کو ذرا بھی اللہ کا خوف نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اللہ کا عذاب آیا جس نے ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور آج ان کی بلڈنگیں کھنڈر بن کر نشان عبرت بنی ہوئی ہیں۔

تعارف سورۃ الشمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (١) وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (٢) وَالنَّهَارِ اِذَا
جَلّٰهَا (٣) وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا (٤) وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا (٥)
وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا (٦) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا (٧) فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰهَا (٨) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (٩) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (١٠)
كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ (١١) اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا (١٢) فَقَالَ لَهُمْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (١٣) فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ
عُ ٥ ١٦ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا (١٤) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا (١٥)

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ١٥

قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے بعد آئے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن ہو جائے اور قسم ہے رات کی جب وہ (سورج کو چھپا لے) چھا جائے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس کو (بلند) کیا اور قسم ہے زمین کی اور جس نے اس کو بچھایا۔ اور قسم ہے نفس انسانی کی اور اس کی جس نے اس کو ٹھیک بنایا۔ پھر اس کو گناہوں اور پرہیز گاری کا الہام کیا۔ بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اس کو پاک کیا (تزکیہ نفس کیا)۔ اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اس کو (یعنی نفس کو) اپنی خواہشوں کے نیچے دبا دیا۔ قوم ثمود نے اپنی سرکشی (ضد، ہٹ دھرمی) کی وجہ سے جھٹلایا جب ان میں سب سے بدبخت (آدمی اونٹنی کو مار ڈالنے کے لئے) اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر (جب کہ) رسول قوم کے لوگوں سے کہہ چکے تھے کہ (دیکھو) یہ

اونٹنی اوراس کا پانی پینا ایک نشانی ہے۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ انہوں نے اونٹنی کو ذبح کرڈالا۔ پھران کے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا اور سب پر یکساں (نازل) ہوا۔ اور وہ قوم اپنے انجام پر ذرا پریشان (اور شرمندہ) نہ ہوئی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۵

ضُحٰی	چڑھتی دھوپ
تَلٰی	پیچھے آیا
جَلّٰی	روشن ہوگیا
یَغْشٰی	وہ چھا گیا
طَحٰی	پھیلا دیا
اَلْهَمَ	اس نے الہام کیا۔ اندر ڈالا
دَسّٰی	جس نے (خواہشات کے نیچے) دبادیا
طَغْوٰی	نافرمانی کی
اِنْبَعَثَ	اٹھ کھڑا
اَشْقٰی	سب سے زیادہ بدنصیب
نَا قَةُ اللّٰهِ	اللہ کی اونٹنی
عَقَرُوْا	انہوں نے ٹانگیں کاٹ دیں
دَمْدَمَ	تباہی پھیلادی
عُقْبٰی	انجام۔ نتیجہ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۵

قرآن کریم میں عام طور پر تمام وہ چیزیں جنہیں آدمی دن رات کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے چاند، سورج، ستارے، ہوائیں، فضائیں، نباتات، پرندے اور انسان کا اپنا نفس جس پر وہ خود گواہ ہے ذہن نشین کرانے کے لئے قسمیں کھا کر بیان کیا جاتا ہے تا کہ ہر شخص ان پر غور وفکر کر کے سچائی تک پہنچ سکے۔ اس سورت میں سات مختلف اور ایک دوسرے کے مقابل چیزوں کی قسم کھا کر بتایا گیا ہے کہ جب دو چیزیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک جیسی نہیں ہیں تو نیکی اور برائی کا انجام ایک جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟ دھوپ اور چھاؤں، روشنی اور اندھیرا، رات اور دن، آسمان اور زمین، خیر اور شر جب دونوں ایک جیسے نہیں ہیں تو کامیاب اور ناکام، اطاعت گذار اور نافرمان، جنتی اور جہنمی ایک جیسے کیسے ہوسکتے ہیں اور دونوں کا انجام ایک جیسا کیسے ہوسکتا ہے؟

سورۃ الشّمس میں سات چیزوں کی قسم کھا کر اس بات کو ایک نئے اور اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔ جیسے یہ ناممکن ہے کہ سورج ہو اور اس کی دھوپ نہ ہو، چاند ہو اور وہ سورج کے بعد نہ آئے، دن ہو اور روشن نہ ہو، رات ہو اور تاریک نہ ہو، زمین ہو اور پست نہ ہو، نفس ہو اور خیر وشر کا مجموعہ نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جس نے اپنا تزکیہ کرلیا (صفائی و پاکی حاصل کر لی ہو) وہ کامیاب نہ ہو اور جس نے اپنے نفس کو (خواہشوں اور بے جا تمناؤں کے نیچے) دبالیا ہو وہ ناکام نہ ہو۔

قوم ثمود جو نافرمانیوں میں حد سے باہر نکل گئی تھی۔ ایک ظالم شخص نے قوم کی رضا مندی کے مطابق جب اس اونٹنی کو ذبح کر دیا جو ان کے مطالبے پر معجزہ کے طور پر عطا کی گئی تھی جب کہ حضرت صالحؑ کہتے رہ گئے کہ دیکھو یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے تمہیں دی گئی ہے اس کو اپنی باری پر پانی پینے سے مت روکو ورنہ اللہ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ مگر پوری قوم نے حضرت صالح کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کی اتنی ترقی یافتہ، خوش حال اور پہاڑوں کو تراش کر عظیم الشان اور بے مثال بلڈنگیں بنانے والی قوم جس نے اپنے پیغمبر حضرت صالحؑ کی بات نہ مان کر اپنے تزکیہ نفس سے غفلت برتی اس طرح دنیا سے مٹ گئی کہ آج نہ ان کی دولت رہی نہ تہذیب وتمدن اور ان کے چھوڑے ہوئے کھنڈرات عبرت کا نشان بن کر رہ گئے ہیں۔ اگر وہ قوم اپنے پیغمبر کی بات مان کر اپنے دلوں کو پاک صاف کر لیتی یعنی تزکیہ نفس کر لیتی تو اللہ اس سے زیادہ ان کو دنیا کی دولت عطا کر دیتا اور قیامت کے دن ان کو سرخ رو کرتا مگر اس قوم نے اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرلیا۔

یہ سورت اگر چہ بہت مختصر ہے مگر توحید اور آخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج کو اس میں پوری طرح سمیٹ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا تزکیہ نفس کرنے اور دین پر چلنے کو آسان فرمادے اور ہمارا انجام بخیر فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۲

اللَّیْل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	92
رکوع	1
آیات	21
الفاظ وکلمات	71
حروف	310
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اس دنیا میں جو دارالعمل ہے ہر انسان کی کوشش، جدو جہد اور عمل اسی طرح بہت مختلف ہے جس طرح دن اور رات، نر اور مادہ مختلف ہیں۔

ایک آدمی اللہ، اس کے رسول اور رسول کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان لا کر فرماں برداری، تقویٰ، پرہیز گاری، نیکی اور بھلائی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ دوسرا آدمی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہوئے ہر سچی بات کو جھٹلاتا ہے، گناہوں بھری زندگی اور ظلم وستم کا راستہ اختیار کر کے مال ودولت کمانے میں لگا رہتا ہے۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ آدمی جس راستے پر چلنا چاہتا ہے وہ اس کو اسی راستے کی آسانیاں دیتا چلا جاتا ہے۔ نیکی اور بھلائی کا راستہ منتخب کرنے والوں کو سیدھے سچے راستے کی توفیق اور آسانی عطا کر دی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جو اللہ ورسول کے نافرمان، گناہوں بھری زندگی کا راستہ چن لیتے ہیں ان کو سخت راستوں کی آسانیاں دیدی جاتی ہیں۔ ان کو زندگی بھر نیکیوں پر چلنے والے ناگوار اور برے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں کا انجام یکساں اور ایک جیسا نہیں ہے۔ جہاں نیکی پر چلنے والوں کے لئے جنت کی راحتیں، اللہ کی رضا وخوشنودی اور آخرت کی کامیابی عطا کی جاتی ہیں وہیں گناہ آلود زندگی گذارنے والوں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ جھلستے ہی رہیں گے۔ وہ مال ودولت جس کے پیچھے انسان زندگی بھر بھاگتا رہا ہے موت آنے کے بعد وہ اس کے کیا کام آئے گا؟ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ راستہ دکھانا ہمارا کام تھا۔ دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب یہ انسان کا اپنا کام ہے۔ اسی اختیار پر اللہ کے ہاں سارے فیصلے کئے جائیں گے۔ ان ہی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الیل میں ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس رات کی قسم جو ہر چیز کو اپنے اندر ڈھانپ لیتی اور چھپا لیتی ہے۔ اس دن کی قسم جو ہر چیز کو روشن کر دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا ہے کہ تم سب لوگوں کی کوششیں اور جدو جہد بہت مختلف ہیں۔ جس نے اللہ

کے راستے میں اپنا مال خرچ کیا۔ اللہ کی نافرمانیوں سے بچتا رہا اور ہر نیک اور بھلی بات کو اس نے سچ مانا اس کو ہم راستے کی سہولتیں (توفیق) عطا کرتے چلے جائیں گے لیکن جس نے کفر کیا، بے نیازی دکھائی اور ہر بھلی بات کو جھٹلایا اس کو بھی ہم تنگ راستے کی سہولتیں دیدیں گے یعنی اس کو نیکی اور بھلائی کی توفیق ہی نصیب نہ ہوگی اور وہ مال و دولت کمانے میں مگن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا ہے کہ جب اس کو موت آجائے گی تو آخر یہ مال و دولت اس کے کس کام آئے گا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راستہ دکھانا ہمارا کام تھا۔ ہم ہی دنیا اور آخرت کے مالک و مختار ہیں۔ اگر تم نے گناہوں بھری زندگی اور نافرمانی اختیار کی تو تمہارے لئے ایسی جہنم کی آگ تیار کردی گئی ہے جس میں تم ہمیشہ ہی جھلستے اور جلتے رہو گے اور یہ انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی اور بدبختی ہوگی۔

فرمایا لیکن ان لوگوں کو اس جہنم سے دور رکھا جائے گا جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال و دولت خرچ کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے برتر و اعلیٰ پروردگار کی رضا و خوشنودی کے کام کرتے ہیں اور ان کے ذمے کسی کا احسان نہیں تھا کہ وہ اس کا بدلہ اتار رہے ہیں وہ اپنے دل کی خوشی سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو جنت کی ایسی راحتیں عطا فرمائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔

سُورَةُ اللَّيل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ
وَالْاُنْثٰٓى ۝٣ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥
وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَ اَمَّا مَنْۢ
بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهٗ
لِلْعُسْرٰى ۝١٠ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١ اِنَّ عَلَيْنَا
لَلْهُدٰى ۝١٢ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا
تَلَظّٰى ۝١٤ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۝١٥ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٦
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝١٧ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝١٨
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝١٩ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝٢٠ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝٢١

ع ١ ٢١ ١٧

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ٢١

اور میں قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ چھا جاتی ہے۔
اور دن کی قسم جب وہ خوب روشن ہو جاتا ہے۔

اور اس کی قسم کہ جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔
بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہوتی ہیں۔
پھر بہر حال جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور وہ اللہ سے ڈرا اور بھلائی کی ہر بات کی تصدیق کی۔
ہم اس کو آسانیاں عطا کر دیں گے۔
اور جس نے کنجوسی اور بے پروائی اختیار کی اور بھلائی کی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو ایسا سامان دیدیں گے جو اس کو تکلیف دینے والا ہوگا۔
اور جب وہ ہلاک اور برباد ہونے لگے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آسکے گا۔
بلا شبہ راستہ دکھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اور بے شک دنیا اور آخرت ہمارے اختیار (قبضہ) میں ہے۔
پھر ہم نے تمہیں ایک بھڑکتی آگ سے آگاہ کر دیا ہے۔
اس میں سوائے اس بدنصیب شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔
نیک اور متقی شخص اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا۔
جس نے اپنا مال اپنے آپ کو پاک کرنے کے لئے دیا۔
اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں تھا جس کا بدلہ اسے دینا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے بلند و برتر رب کی رضا و خوشنودی چاہتا ہے اور البتہ وہ بہت جلد (آخرت کی نعمتیں پا کر) خوش ہو جائیگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۲۱

شَتّٰی	مختلف۔ الگ الگ
نُيَسِّرُ	ہم آسان کر دیں گے

اَلْعُسْرٰی	تنگی
تَرَدّٰی	وہ نیچے گرا
تَلَظّٰی	بھڑک دار
یُجَنَّبُ	بچ جائے گا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۲۱

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں رات، دن، نر اور مادہ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جس طرح رات دن سے اور نر مادہ سے الگ اور مختلف چیزیں ہیں اسی طرح دنیا میں جتنے بھی انسان، ان کے گروہ اور قومیں ہیں وہ اپنے عمل اور کوششوں میں بہت مختلف ہیں۔ رات کے وقت دن کا تصور اور دن میں رات کا تصور ممکن نہیں ہے۔ نر مادہ نہیں ہوسکتا اور مادہ نر نہیں ہوسکتی اسی طرح نیکی اور برائیوں پر چلنے والے بھی اپنے انجام کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوسکتے۔

ایک وہ شخص ہے جو نہایت خلوص اور اللہ کی رضا کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ ہر نافرمانی سے دور رہ کر فرماں برداری کا پیکر ہے۔ جو ہر ایک بھلائی اور سچائی کی تصدیق کرتا ہے۔ اسے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی سہولتیں عطا کی جاتی ہیں۔

دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کے بندوں پر اپنا مال خرچ کرنے میں کنجوسی اور بخل سے کام لیتا ہے۔ اپنے پیدا کرنے والے اللہ سے منہ پھیر کر چلتا ہے اور ہر بھلائی اور سچائی کو جھٹلانا جس کا مزاج بن چکا ہے جس کی وجہ سے اس سے بھلائی کے راستے پر چلنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ کیا یہ دونوں ایک جیسے ہیں کیا ان کا انجام یکساں ہے؟ کبھی نہیں۔ ان دونوں کا انجام یکساں اور برابر نہیں ہوسکتا یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے رات کو دن اور نر کو مادہ کہہ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے نافرمان شخص سے پوچھا ہے کہ دنیا کی زیب و زینت، مال و دولت اسی وقت تک کام آسکتے ہیں جب تک زندگی کی یہ ڈور بندھی ہوئی ہے لیکن جب موت آجائے گی اور دنیا سے ہر سلسلہ کٹ جائے گا اس وقت یہ سب چیزیں تیرے کیا کام آئیں گی؟

اللہ جو دونوں جہانوں کا مالک ہے اس نے اپنے پاکیزہ نفس پیغمبروں کے ذریعہ خیر وشر کے ہر راستے کی وضاحت کردی ہے۔ان دونوں راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اب یہ انسان کا کام ہے کیونکہ دونوں راستوں کا انجام بتادیا گیا ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے سچائیوں سے انکار کیا اوران سے اپنا منہ پھیرا اس کے لئے اللہ نے ایسی جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں ہر شخص جھلس کررہ جائے گا۔

اور جس نے پاکیزگی نفس کے لئے اللہ کے بندوں پر اپنا مال خرچ کیا جس میں محض اللہ کی رضا وخوشنودی مقصود تھی وہ اپنا مال اس لئے خرچ نہیں کرتا تھا کہ اس پر لوگوں کا کوئی احسان تھا جس کا وہ بدلہ چکا رہا ہے بلکہ اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے خرچ کرتا تھا تو اس کو نہ صرف جہنم کی آگ سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کو اللہ اپنی رضا عطا فرمائیں گے اور دونوں جہانوں میں اتنا کچھ دیں گے جس سے وہ خوش ہوجائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عـــمّ

سورۃ نمبر ۹۳

الضُّحٰی

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الضحیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	93
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	40
حروف	192
مقام نزول	مکہ مکرمہ

نبی کریم خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ابتداء میں تیس چالیس دن تک وحی کا سلسلہ بند رہا پھر اس کے بعد لگا تار وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وحی بند ہونے کے بعد ایک طرف تو آپ پریشان تھے ادھر کفار مکہ کی طعن آمیز باتوں سے آپ بہت غمگین اور رنجیدہ تھے۔ وہ کہتے اے محمد ﷺ! کیا تمہارا رب تم سے ناراض ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہاں تک کہہ دیا " معلوم ہوتا ہے تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے " نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے دن کی تیز روشنی اور چمک، رات کے اندھیرے اور تاریکی کی قسم کھا کر فرمایا اے میرے حبیب ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ یعنی جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کا اندھیرا ہر طرف چھا جاتا ہے تو پھر اسی اندھیری رات سے ایک نئی صبح طلوع ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کچھ وقت کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو گیا تو اس سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی وحی نہ آئے گی۔ وقتی اندھیرے سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی روشنی نہ ہوگی بلکہ وہ صبح ضرور ہوگی اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل کر رہے گی۔ یہ تو اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے وحی کے سلسلہ کو وقتی طور پر روک لیا ہے تا کہ آپ کے اندر وحی الٰہی کے انوارات کو قبول کرنے کی مزید صلاحیت اور سہولت پیدا ہو جائے اور آپ آسانی سے وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے لئے ہر آنے والا دور پہلے دور سے اور موجودہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ بہتر ہوگی۔ یہ مشکلات کے بادل بہت جلد چھٹ جائیں گے۔ پھر اس کے بعد آپ پر اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اتنی زیادہ ہوگی کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ مزید تسلی دیتے ہوئے خاص طور پر تین نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یتیم تھے کیا اسی اللہ نے آپ کو سہارا نہیں دیا تھا؟ آپ حق کی تلاش اور جستجو میں تھے کیا اسی نے آپ کو راہ ہدایت نہیں دکھائی؟ آپ نادار تھے کیا اسی نے مال و دولت سے آپ کو بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟ یہ ساری نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ بے ماں باپ کے بچوں پر شفقت کیجئے کسی طرح کی سختی نہ کیجئے۔ اگر کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو جھڑکنے کے بجائے نرمی اختیار کیجئے۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کا ذکر اور شکر ادا کرتے رہیے۔

سُورَةُ الضُّحٰی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالضُّحٰى ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣
وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ
فَتَرْضٰى ۝٥ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا
فَهَدٰى ۝٧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩
ع ١ ١١ ١٨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝١٠ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١

ترجمہ: آیت نمبرا تا ۱۱

قسم ہے چڑھتے سورج کی روشنی کی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ پوری طرح چھا جائے۔ نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہوا۔ اور یقیناً آپ کے لئے بعد (میں آنے والی) حالت پہلی حالت سے بہتر ہو گی۔ اور بہت جلد آپ کو وہ کچھ عطا کیا جائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ کیا اس نے آپ کو یتیم پایا اور ٹھکانا نہیں دیا؟ آپ کو اس نے متلاشی حق پایا تو کیا اس نے آپ کی رہنمائی نہیں کی؟ اس نے آپ کو نادار پایا تو کیا اس نے آپ کو مال دار نہیں بنایا؟ آپ یتیم پر دباؤ نہ ڈالئے اور آپ سوال کرنے والے کو نہ جھڑکئے۔ اور اپنے پروردگار کے احسانات کا ذکر کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبرا تا ۱۱

سَجٰی — چھا گیا

مَا وَدَّعَکَ	نہ تجھے چھوڑا
مَا قَلٰی	نہ بیزار ہوا
سَوْفَ یُعْطِیْ	بہت جلد عطا کرے گا
تَرْضٰی	تو خوش ہو جائے گا
اٰوٰی	ٹھکانا رہا
ضَالٌّ	تلاش حق میں سرگرداں
عَائِلٌ	مفلس وغریب
اَغْنٰی	مال دار کر دیا
لَا تَقْهَرْ	مت ڈانٹ
لَا تَنْهَرْ	نہ جھڑک
حَدِّثْ	بیان کر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ابتداء میں پہلی وحی کے بعد تیس چالیس دن تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ پھر اس کے بعد لگاتار وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وحی بند ہونے کے زمانہ میں ایک طرف تو آپ پریشان تھے۔ ادھر کفار مکہ کی طنز آمیز باتوں اور طعنوں سے آپ بہت غمگین رہتے تھے۔ وہ کہتے کہ اے محمد ﷺ! کیا تمہارا رب تم سے ناراض ہو گیا اور وحی کا سلسلہ بند ہو گیا؟ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے (نعوذ باللہ)۔ آپ کو تسلی دیتے ہوئے دن کی تیز روشنی اور چمک، رات کے اندھیرے اور تاریکی کی قسم کھا کر فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کے رب نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ یعنی جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور پھر اسی اندھیری رات سے ایک نئی صبح طلوع ہوتی ہے اسی طرح کچھ وقت کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہو جانے سے یہ کیوں سمجھ لیا گیا کہ اب کبھی روشنی

نہ ہوگی۔ بلکہ وہ صبح ضرور ہوگی اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل کر رہے گی۔ یہ تو اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے وحی کے سلسلہ کو وقتی طور پر روک لیا ہے تاکہ اے نبی ﷺ! آپ کے اندر وحی کے انوارات کو قبول کرنے کی مزید صلاحیت اور سہولت پیدا ہو جائے اور آپ آسانی سے وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے لئے ہر آنے والا دور پہلے دور سے اور موجودہ دنیا کے مقابلے میں آخرت زیادہ بہتر ہوگی۔ یہ مشکلات کے بادل بہت جلد چھٹ جائیں گے۔ پھر اس کے بعد آپ پر اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اتنی زیادہ ہوگی کہ آپ اس سے خوش ہو جائیں گے۔ مزید تسلی دیتے ہوئے تین نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ یتیم تھے کیا اسی اللہ نے آپ کو سہارا نہیں دیا؟ آپ تلاش حق کی جستجو میں تھے کیا اسی نے آپ کی رہنمائی نہیں کی؟ آپ نادار تھے کیا اسی نے آپ کو مال و دولت سے بے نیاز نہیں بنایا؟ یہ ساری نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ ان نعمتوں پر شکر کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بے ماں باپ کے بچوں پر شفقت کیجئے سختی نہ کیجئے۔ اگر کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو جھڑکنے کے بجائے نرمی اختیار کیجئے۔ اور آپ کے پروردگار نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا ہے اس کا ذکر اور شکر کرتے رہیے۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۴

الاِنْشِرَاح

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الانشراح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	94
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	28
حروف	130
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اعلان نبوت کے وقت عرب کا پورا معاشرہ خاص طور پر مکہ مکرمہ جہالت اور جاہلیت کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ قتل و غارت گری، جنگوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ، لوٹ مار، بددیانتی اور بد تہذیبی اپنی انتہاؤں کو پہنچ چکی تھی۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش طرح طرح کے وہم، قسم قسم کی رسمیں ان کا دین و مذہب بن چکا تھا۔ ہر طاقت ور کمزور کو نگل رہا تھا۔ بعض قبائل میں معصوم اور ننھی منی بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کو غیرت سمجھا جا رہا تھا۔ یہ اور اسی طرح کے حالات نبی کریم ﷺ کی حساس اور مخلصانہ طبیعت پر ایک طرح کے ایسے شدید بوجھ بن چکے تھے کہ اس کی وجہ سے آپ کی کمر جھکی جا رہی تھی۔ آپ یہ سوچتے تھے کہ جس معاشرہ میں ہر شخص اپنی بات چلا رہا ہے، قبائلی زندگی میں ہر شخص غرور و تکبر کا پیکر بنا ہوا ہے اس پورے معاشرہ کے بگاڑ کی اصلاح کیسے ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے آپ کو وہ راستہ دکھا دیا جس کے ذریعہ زندگی کے اس بگاڑ کی اصلاح ممکن تھی چنانچہ آپ پر وحی کے ذریعہ اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ توحید خالص، رسالت کا صحیح تصور، قیامت کے آنے کا یقین اور فکر آخرت یہی وہ بنیادیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کو دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے اور بگڑا ہوا معاشرہ سیدھے راستے پر آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرما کر آپ کے ذہن و فکر کے بوجھ کو ہلکا کر دیا جس سے آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک اور سینے کو قرآن کریم کے معارف اور علوم کو سمجھنے کے لئے کھول دیا اور بتا دیا کہ آپ جس راستے پر چل رہے ہیں یہ ایک کانٹوں بھرے راستے کی طرح ہے۔ طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں آئیں گی لیکن صبر و تحمل سے آگے بڑھنے ہی میں کامیابیاں ہیں اور ان مشکلات کا حل موجود ہے کیونکہ کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جس کے بعد آسانیاں نہ ہوں۔ فرمایا کہ کفار کی مخالفت اور غلط پروپیگنڈہ آپ کی شخصیت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا بلکہ جیسے جیسے ان کی مخالفت اور ظلم و ستم بڑھتا جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بلند کرتے جائیں گے۔ لہٰذا آپ جیسے ہی اپنی مشغولیات سے فارغ ہوں اللہ کے ذکر و فکر میں لگ جایئے اور عبادت کی مشقت کو اٹھایئے کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ سورۃ الانشراح میں ان ہی باتوں کو بیان کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اے نبی ﷺ! کیا ہم نے آپؐ کے سینہ کو کھول نہیں دیا؟ اور کیا ہم نے آپ کے اس بارگراں یعنی بھاری بوجھ کو آپ کے اوپر سے اتار نہیں دیا تھا جس سے آپ کی کمر جھکی جا رہی تھی؟ فرمایا کہ کیا ہم نے ہر جگہ آپ کے ذکر کو بلند نہیں کر دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ بلاشبہ ہر تنگی اور مشکل کے بعد آسانی اور سہولت ہے۔ لہٰذا آپ جب بھی ان ذمہ داریوں سے فارغ ہوں تو عبادت کی مشقت کو برداشت کریں اور ہمیشہ اپنے پروردگار کی طرف رغبت اور توجہ فرمائیں“۔

سورة الانشراح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾
الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَاِنَّ مَعَ
الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَاِذَا فَرَغْتَ
فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾

ع ۱ ۸ ۱۹

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ کیا ہم نے آپ کے اوپر سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتار دیا جس نے آپ کی کمر کو توڑ کر رکھ دیا تھا؟ اور کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند نہیں کر دیا؟ پھر بے شک ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے بلا شبہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پھر جب آپ (مخلوق کی خدمت اور تبلیغ دین سے) فارغ ہو جائیں تو (عبادت کی) مشقت برداشت کیجئے۔ اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلَمْ نَشْرَحْ — کیا ہم نے نہیں کھول دیا

صَدْرٌ — سینہ

وَضَعْنَا	ہم نے اتارا
وِزْرٌ	بوجھ
اَنْقَضَ	توڑ دیا تھا
ظَهْرٌ	پیٹھ
رَفَعْنَا	ہم نے بلند کر دیا
فَرَغْتَ	تو نے فراغت حاصل کر لی
اِنْصَبْ	(عبادت کی) تکلیف اٹھا
اِرْغَبْ	رغبت کر

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے

(۱) شرح صدر

(۲) وضع وزر

(۳) اور رفع ذکر

(۱) سوالیہ انداز پر ارشاد فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) کیا ہم نے آپ کو شرح صدر عطا نہیں کیا؟ کیا ہم نے آپ کے ہر اس بوجھ کو جو آپ کی کمر کو جھکائے دے رہا تھا آپ کے اوپر سے نہیں اتارا؟ کیا ہم نے آپ کے ذکر کو بلند نہیں کیا؟

نشرح کے معنی کھول دینا، صدر کے معنی سینہ اور دل کے آتے ہیں۔ یعنی کیا ہم نے آپ کے سینے اور دل کو قرآن کریم کے علوم، اس کی سچائیوں اور اخلاق حسنہ کے لئے نہیں کھول دیا ہے؟

شرح صدر کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ "جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا

ہے۔(سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۲۵)

سورۂ زمر کی آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا کہ "وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے۔

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جس بندے پر مہربان ہوتا ہے اور اس کی بھلائی چاہتا ہے وہ اس کے دل میں سچائیوں، صداقتوں اور اخلاق حسنہ کے قبول کرنے کی ایک ایسی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کی ذہنی کشمکش، الجھاؤ اور پریشانیوں کا ہر بوجھ اس کے کاندھوں سے اتار دیتا ہے اور وہ ایک ایسے نور کی روشنی میں چلتا ہے جو اس کو منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

حضرت موسیٰؑ سے جب یہ فرمایا گیا کہ تم فرعون کے دربار میں جا کر اس کو راہ ہدایت دکھاؤ تو انہوں نے عرض کیا۔''الٰہی میرے سینے کو میرے لئے کھول دیجئے اور میرے کام کو آسان فرما دیجئے''۔اللہ نے ان کو شرح صدر عطا فرمایا اور معجزات کے ذریعہ ان کو آسانیاں عطا کر دی گئیں۔یہاں اس بات کو سمجھنا ایک خوبصورت بات ہے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے انشراح قلب کی درخواست کی جو قبول کر کے آسانیاں عطا کر دی گئیں لیکن نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان محبوبیت تو دیکھئے کہ آپ کو اللہ نے بن مانگے اپنی رحمت خاص سے خود ہی انشراح قلب عطا فرما دیا اور آپ کے ہر بوجھ کو اتار کر آپ کو آسانیاں عطا فرما دیں۔

شرح صدر کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد "شق صدر" بھی ہو سکتا ہے۔شق صدر یہ ہے کہ آپ کے سینے کو چاک کر کے اس میں سے آپ کے دل کو نکالا گیا اور اس میں سے ہر آلائش کو نکال کر نارنجی رنگ کا نور بھرا گیا۔روایات کے مطابق شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے۔

شق صدر کے سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ بھی وہ نعمت ہے جو کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں کی گئی۔شق صدر کیا ہے؟ اس کا علم تو اللہ کو ہے وہی اس کی مصلحت سے بہتر واقف ہے۔لیکن بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ شق صدر اللہ کے حکم سے فرشتوں نے کیا ہے۔چونکہ عقل مند آدمی کا کوئی کام بغیر مصلحت کے نہیں ہوتا تو جب تمام انسانوں کو عقل عطا کرنے والے کی طرف سے کوئی کام ہو تو وہ بغیر مصلحت کے کیسے ہو سکتا ہے؟ یقیناً اس میں کوئی بہت بڑی مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو آپ کے قلب مبارک پر نازل کیا ہے اس لئے نزول قرآن سے پہلے قلب کی زمین کو تیار کیا گیا تا کہ وہ قرآن کریم جیسے وزنی اور بھاری کلام کو برداشت کر سکے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا (الحشر آیت نمبر ۲۱)۔قلب مصطفیٰ ﷺ کے قربان جایئے کہ

آپ نے امت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اس قرآن کریم کے بوجھ کو اپنے قلب پر برداشت کیا۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ شرح صدر، انشراح قلب اور شق صدر یہ وہ خصوصیات ہیں جو آپ کے سوا کسی اور نبی اور رسول کو عطا نہیں کی گئیں۔

(۲) وضع وزر۔ بوجھ کا اتار اجانا۔ یعنی اے نبی ﷺ! ہر وہ بوجھ جو آپ کی کمر کو جھکا رہا تھا۔ اللہ نے اپنی رحمت اور کرم سے اس کو اتار دیا ہے۔ یہ بوجھ کیا تھا اس کی تفصیل کو یہاں بیان نہیں کیا گیا البتہ قرآن کریم کا نازل ہونا اور اس بھاری کلام کو برداشت کرنا اور اس کا بوجھ اٹھانا۔ عرب کے جاہلانہ اور ظالمانہ معاشرہ میں جہاں ہر طرف جہالتوں نے ڈیرے جمار کھے تھے۔ عدل وانصاف کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ جہاں کسی کی جان، مال اور آبرو تک محفوظ نہ تھی۔ اخلاق اور عقائد کی گندگیاں عام تھیں۔ قتل وغارت گری، جنگ وجدال، بت پرستی، زر پرستی اور رسموں سے پورا معاشرہ گندگی کا ڈھیر بن کر رہ گیا تھا یہ تمام باتیں آپ کی سلیم الفطرت طبعیت پر ایک بوجھ تھیں اور آپ تلاش حق کی جستجو میں ہر طرف دیکھ رہے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر اپنا کلام نازل کر کے رہنمائی فرمائی اور ایسا اطمینان قلب عطا فرمایا کہ جس سے اللہ کے دین کو ساری دنیا تک پہنچانے کے راستے ہموار ہو گئے۔ جو کام دوسروں کی نظروں میں ناممکن تھے وہ سب ممکن اور آسان ہو گئے۔

(۳) رفع ذکر۔ آپ کے ذکر پاک کو بلند کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر پاک کو ہر جگہ بلندی اور عظمتیں عطا فرمائی ہیں عرش ہو یا فرش، آسمان ہو یا زمین، فرشتوں کی محفل ہو یا انسانوں کی، جنت کا دروازہ ہو یا عرش کے کنگرے اسی طرح اسلامی شعائر اذان، اقامت، نماز، تکبیرات، خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین، کلمہ شہادت اور درود شریف وغیرہ۔ غرضیکہ تمام شعائر اسلامی میں اللہ کے ساتھ آپ کا نام مبارک بھی نہایت ادب واحترام اور پوری تعظیم وتکریم سے لیا جاتا ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ ورسول کا نام لیوا موجود نہ ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دن جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جبرئیل نے کہا اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب اور جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہیں میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ اے نبی ﷺ! جب آپ حق وصداقت کی آواز کو بلند فرمائیں گے اور کفار ومشرکین کی بت پرستی اور رسموں کے خلاف اللہ کے احکامات کو بیان فرمائیں گے تو وہ لوگ جو صدیوں سے اپنے جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں وہ آپ پر

پریشانیوں، مشکلات اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیں گے۔ آپ اپنی جگہ صبر وتحمل سے ڈٹ کر ان حالات کا مقابلہ کیجئے کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں ہے جس کے بعد راحت وآرام نہ ہو۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ جب آپ اپنے دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائیں تو کچھ دیر کے لئے راتوں کی تنہائی میں اللہ کی عبادت و بندگی کی مشقت برداشت فرمائیں۔ کیونکہ دین ودنیا کی ساری بھلائیاں اسی میں ہیں کہ آدمی اپنے اللہ کو ہر لمحے اور خاص طور پر راتوں کی تنہائیوں میں یاد کرے۔

نبی کریم ﷺ جو دن بھر اللہ کے دین کے لئے جدوجہد فرماتے تھے اور ہر طرح کی ناگواریاں برداشت کرتے تھے۔ پھر بھی آپ راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت و بندگی کرتے تھے کہ روایات کے مطابق آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا بلکہ کبھی کبھی تو ورم پھٹ کر رسنے لگتا تھا مگر آپ اللہ کی عبادت و بندگی کی مشقت کو برداشت فرماتے تھے۔ اس میں آپ کے امتیوں کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ وہ کٹھن سے کٹھن حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ اللہ پر مکمل اعتماد و یقین رکھیں کہ مشکل حالات کو وہی آسان فرمانے والے ہیں اور راتوں کو اٹھ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور نوافل ادا کریں۔ صحابہ کرامؓ، بزرگان دین اسی بات پر عمل کر کے اپنی راتوں کو اللہ کے ذکر وفکر اور عبادت سے زندہ رکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راتوں کو اٹھ کر اپنے رب کی عبادت و بندگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۵

التِّین

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ التین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورت نمبر	95
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	34
حروف	105
مقام نزول	مکہ مکرمہ

یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس میں جلیل القدر پیغمبروں کے ان مقامات کی جہاں وہ مبعوث ہوئے قسم کھا کر آخرت کی جزا اور سزا کو ثابت کیا گیا ہے۔

﴿التین﴾ اس پہاڑی کا نام ہے جہاں حضرت نوحؑ نے مشرکین کو توحید کی دعوت دی تھی۔

﴿الزیتون﴾ فلسطین میں ایک پہاڑی کا نام "زیتا" ہے یہاں حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی گمراہیوں اور ناشکریوں سے انہیں آگاہ کیا اور برے انجام سے ڈرایا۔

﴿طور سینین﴾ صحرائے سینا میں وہ کوہ طور جس پر اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا اور ان کو توریت جیسی کتاب عطا فرمائی۔

﴿البلد الامین﴾ اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے جس کی بنیاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہؑ نے رکھی۔ یہی وہ مبارک شہر ہے جہاں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے اس بلد الامین سے آپ نے ہجرت سے پہلے تیرہ سال تک شدید تکلیفوں کے باوجود ساری دنیا کو توحید ورسالت اور آخرت کی عظمت کی طرف دعوت دی۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقدس مقامات کی جہاں اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں نے اسلام اور توحید کی دعوت دی تھی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت اور عمدہ سانچوں میں ڈھال کر بنایا ہے۔ اس کو ظاہری اور باطنی خصوصیات، بہترین اخلاق اور اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ یہی انسان جب خود غرضی، لالچ، شہوت پرستی، نشہ بازی، کمینہ پن اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کر کے طرح طرح کے شرک کرتا ہے اور اپنی بداخلاقیوں کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ گرتے گرتے اس قدر نیچے گر جاتا ہے کہ جہاں انسانیت بھی شرما جاتی ہے اور وہ بدترین انجام سے دوچار ہو جاتا ہے۔

اس کے برخلاف جو آدمی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر عمل صالح کا پیکر بن جاتا ہے، دن رات اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری کر کے "احسن تقویم" ہونے کا ثبوت دیتا ہے تو اس کو کبھی نہ ختم ہونے والا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ جب انسانوں کے یہ دو الگ الگ گروہ بن گئے تو ان میں سے ایک کو سزا اور دوسرے کو جزا ملنی چاہیے۔ دنیا کے کسی بھی حکمران سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ مجرم کو سزا دی جائے اور جو اچھا انسان ہے اس کو انعام واکرام سے نوازا جائے۔

فرمایا کہ انسان تو ایک ایسے دن سے انکار کر ہی نہیں سکتا جس میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق سزا یا جزا دی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اللہ تو دنیا کے تمام حکمرانوں سے بڑا حکمران ہے اس سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ظالموں کو سزا اور اپنے فرماں برداروں کو بہترین نعمتوں سے نہیں نوازے گا۔

سُوۡرَۃُ التِّین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَھٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِیۡنِ ۙ﴿۳﴾
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ
سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾
فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعۡدُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ ٪﴿۸﴾

ع ۱ — ۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

انجیر اور زیتون کی۔ اور طور سینا کی۔ اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو پستی والوں کی حالت سے بھی پست کر دیتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔ تو ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر و ثواب ہے۔

(اے انسان ان کھلی دلیلوں کے بعد) وہ کون سی چیز ہے جو تجھے قیامت کو جھٹلانے پر آمادہ کر رہی ہے۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

اَلتِّیۡنُ	انجیر
اَلزَّیۡتُوۡنُ	زیتون
طُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ	طور سینا۔ صحرائے سینا

بَلَدُ الْاَمِیْنِ	امن والا شہر
اَحْسَنُ	بہترین
تَقْوِیْمٌ	بناوٹ۔ سانچہ
رَدَدْنَا	ہم نے لوٹا دیا
اَسْفَلُ	زیادہ نیچے
غَیْرُ مَمْنُوْنٍ	نہ ختم ہونے والا

تشریح: آیت نمبر ا تا ۸

اس سورت سے پہلے رسول اکرم ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور شان رسالت کو بیان فرمایا تھا۔ سورۃ التین میں تین مقدس مقامات کی قسم کھا کر جو جلیل القدر پیغمبروں کی طرف منسوب ہیں فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسے اتنا عظیم درجہ عطا کیا جو کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہے۔ اسے علم و عقل، فہم و فراست، اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور قابلیتوں سے نوازا ہے۔ مسجود ملائکہ بنایا یعنی جس کے سامنے تمام فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب وہ انسان اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنا کر نیک راہوں کا انتخاب کرتا ہے اور ایمان، عمل صالح کا پیکر، اخلاق کی بلندیوں پر فائز اور شدید سے شدید تر حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ وہ اخلاق کی بلند سطح سے نیچے نہیں اترتا اور اس بات کا یقین کامل رکھتا ہے کہ یہ دنیا عارضی اور وقتی ہے۔ ایک دن اس پوری کائنات کے نظام کو درہم برہم کر دیا جائے گا۔ میدان حشر میں اچھے یا برے تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے آدمی کو ایسا بدلہ اور جزا دی جائے گی اور ایسی راحتیں دی جائیں گی جس کا کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوگا۔ اس کے برخلاف وہ آدمی جو ایمان اور عمل صالح سے دور، خود غرضیوں اور دنیاوی لالچ کا پیکر، خوف آخرت اور قیامت کے دن سے بے نیاز اور لاپرواہ اور اخلاقی اعتبار سے اس قدر پستی کی انتہا تک پہنچا ہوا جہاں انسانیت بھی شرما جائے۔ ایسا آدمی آخرت کی ہر رحمت اور کرم سے محروم رہے گا۔ یعنی اللہ نے تو اس کو بہترین ساخت پر پیدا کیا تھا لیکن اس نے خود اپنے آپ کو ذلتوں تک پہنچا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بعد کون جزا اور سزا کے معاملے میں آپ کو جھٹلا سکتا ہے۔ اللہ نے پوچھا ہے کہ کیا اللہ ہی سب حاکموں اور حکمرانوں سے بڑھ کر حاکم اور حکمراں نہیں ہے۔

سورۃ التین کی آیات کی مزید وضاحت

وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ انجیر اور زیتون کی قسم۔ انجیر اور زیتون شام و فلسطین کے علاقے میں پائے جانے والے وہ دو مشہور پھل ہیں جن کے فائدوں سے سارا عرب واقف تھا۔ آج بھی انجیر اور زیتون عربوں کے کھانے کا ایک جزو ہے جسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ انجیر اور زیتون سے مراد وہ علاقہ ہے جہاں یہ پھل پایا جاتا ہے کیونکہ عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو پھل یا چیز کسی علاقے میں کثرت سے پائی جاتی تھی اس پر اس علاقے کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ زیتون اور انجیر فلسطین اور شام کے اس زرخیز علاقے میں پایا جاتا ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک بنی اسرائیل کے سیکڑوں نبیوں اور رسولوں کا مرکز تبلیغ رہا ہے۔ اس نے اس مقام کی قسم کھائی ہے۔ بعض علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ تین اور زیتون دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ایک پہاڑ پر دمشق (ملک شام) اور دوسرا زیتون پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس واقع ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون یا ان علاقوں کی جہاں انبیاء کرام پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنا فریضہ تبلیغ دین ادا فرمایا قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے۔

وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ اور طور سینا کی قسم۔ طور سینا جزیرہ نمائے سینا کا دوسرا نام ہے اسی کو قرآن کریم میں سینا اور سنین فرمایا ہے۔ اللہ نے اس صحرائے سینا کی قسم کھائی ہے جہاں سے پوری قوم بنی اسرائیل فرعون کے ظلم سے نجات پا کر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے ساتھ اس صحرا سے گذری تھی۔ اسی میں طور پہاڑ بھی واقع ہے جس میں حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل ہوئی۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا اور توریت جیسی کتاب عطا فرمائی دوسری قسم اس طور سینین کی کھائی ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ اور امن وامان والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم۔ یعنی مکہ مکرمہ وہ مبارک سرزمین ہے جہاں سے دنیا کی ابتدا ہوئی۔ حضرت آدمؑ نے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے فرشتوں کی مدد سے اس شہر میں بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ پھر طوفان نوح میں جب خانہ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوگئیں تو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہؑ نے پھر سے بیت اللہ کی دیواروں کو اٹھاتے ہوئے بہت سی دعائیں کیں ان ہی میں سے ایک دعا یہ تھی "الٰہی اس شہر کو امن وامان والا شہر بنا دیجئے" اللہ نے ان کی دعاؤں کو قبول و منظور کرتے ہوئے اس طرح امن وامان والا شہر بنا دیا کہ جب عرب میں ہر طرف بدامنی اور قتل و غارت گری عام تھی اس وقت بھی یہ شہر امن وامان کا مرکز تھا۔ اس شہر کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس شہر میں سردار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کا بچپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کی زندگی یہیں گذری۔ یہیں وہ پہاڑ جبل نور ہے جس کے غار حرا میں اللہ کا وہ کلام نازل ہونا شروع ہوا جو قیامت تک ساری انسانیت کے لئے مینارہ نور اور رہبر و رہنما ہے۔ آپ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز اسی شہر سے کیا۔ یہی وہ شہر ہے جس میں آپ نے اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے کفار کی اذیتوں کے باوجود صبر و استقلال کا وہ عظیم مظاہرہ کیا جو اپنی جگہ ایک مثال ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اللہ کے حکم سے اس شہر سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو اپنے لئے پسند فرمایا۔ اللہ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس شہر کی قسم کھائی ہے۔ یہیں فریضہ حج ادا کیا جاتا ہے۔ اللہ نے تیسری قسم اس "بلد امین" کی کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت اور بہترین سانچے میں

ڈھال کر بنایا ہے۔ یہ خود اپنی اس حیثیت کو بھلا کر اخلاقی پستیوں میں جا گرتا ہے ورنہ اللہ نے تو اس کو اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا تھا۔

دو باتیں تمام خرابیوں کی جڑ ہیں قیامت کا انکار اور اللہ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنا، اسی لئے فرمایا گیا

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ یعنی اے نبی ﷺ! اس کے بعد انصاف کے دن کے معاملے میں کون آپ کو جھٹلا سکتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ کیا وہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔ کیا اس کی حکومت وسلطنت، بادشاہت وشہنشاہیت تمام حکمرانوں اور بادشاہوں سے بڑھ کر نہیں ہے۔ جب معمولی بادشاہ اور حکمران بھی اپنے ملک میں بسنے والے اچھے اور نیک لوگوں کو انعام واکرام سے نوازتے ہیں اور مجرموں کو سخت سزائیں دیتے ہیں۔ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے جو گناہ گاروں کو سزا اور نیکوکاروں کو ان کے بہترین اعمال پر جزا دے سکے اور ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکے۔ یقیناً اللہ ہی سب حاکموں کا حاکم ہے اور اسی کی سلطنت زمین اور آسمانوں پر چھائی ہوئی ہے۔ وہی سب کو انصاف عطا فرمائے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ "سورۃ التین" کی تلاوت فرماتے۔ چونکہ اس میں اللہ نے بندوں سے پوچھا ہے کہ کیا میں تمام حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہوں؟ تو آپ اس کا جواب دیتے **وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ** (کہ میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ہم سب کے لئے یہ مستحب اور باعث اجر ہے کہ ہم بھی اس کی تلاوت کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کی دھرائیں۔ "**وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ**"

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۶

الْعَلَق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العلق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورت نمبر	96
رکوع	1
آیات	19
الفاظ وکلمات	72
حروف	180
مقام نزول	مکہ مکرمہ

علماء امت اور محدثین کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ سورۃ علق کی انیس (۱۹) آیتوں میں سے پہلی پانچ (۵) آیات حضرت جبرئیل کے واسطے سے سب سے پہلے جبل نور کے غار حرا میں آپ ﷺ پر نازل کی گئیں۔ بقیہ آیات بعد میں نازل فرمائی گئیں۔

سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے اس رب کے نام سے پڑھئے جس نے جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا اور قلم کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جسے وہ جانتا تک نہ تھا۔

قرآن کریم کی ابتدائی آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اللہ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا جس پر مکہ کا ہر شخص اس نئی آواز پر چونک پڑا اور گھر گھر میں اس پر باتیں اور بحثیں ہونے لگیں۔ ایک دن آپ نے اللہ کے سکھائے ہوئے طریقے پر بیت اللہ شریف میں نماز ادا کی۔ اس نئے طریقہ عبادت پر لوگوں کو اور بھی تعجب اور اعتراض ہوا۔

ابوجہل نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کو اس طرح بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک دن جب کہ آپ مقام ابراہیم پر نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل نے آپ کو بڑی سختی سے نماز پڑھنے سے نہ صرف منع کیا بلکہ گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے تمہیں پہلے بھی نماز سے منع کیا تھا اگر میں نے آئندہ تمہیں نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے دیکھا تو اپنے پاؤں سے تمہاری گردن کو رگڑ دوں گا۔

نبی کریم ﷺ نے ابوجہل کی گستاخی کے جواب میں اس کو ڈانٹ دیا۔

ابوجہل کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! تمہیں معلوم نہیں کہ اس شہر میں میرے ساتھیوں کی کتنی زیادہ تعداد ہے؟ اگر میں نے ان کو آواز دے ڈالی تو پھر تم اپنے انجام کا اندازہ کر سکتے ہو۔

نبی کریم ﷺ تو خاموش رہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ علق کی آخری چودہ آیات میں ابوجہل اور اس جیسے لوگوں کو جواب دیتے

ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں پر بڑی حیرت ہے جو اللہ کے ایک ایسے نیک بندے کو اللہ کے گھر میں اس کی عبادت سے روک رہے ہیں جو سیدھے راستے اور پرہیز گاری کی تلقین کر رہا ہے۔ جب کہ اس عبادت سے منع کرنے والا شخص وہ ہے جو اللہ کے دین کی سچائی کو جھٹلا کر اس سے منہ موڑ رہا ہے۔

ابو جہل کی دھمکی کے جواب میں فرمایا کہ اگر وہ اپنے حمایتی ٹولے کو آواز دے کر بلائے گا تو ہم بھی اپنے ان فرشتوں کو حکم دیں گے جو عذاب کے فرشتے ہیں جو ایسے گستاخوں کو ان کی پیشانیوں سے گھسیٹ کر جہنم کے گڑھے میں لے جا کر پھینک دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ایسے جاہلوں کی باتوں پر نہ تو دھیان دیں اور نہ ان کی بات سنیں بلکہ نمازوں اور سجدوں کے ذریعہ اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کی جدوجہد کریں یہ گستاخ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

سُوْرَةُ الْعَلَق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ②
اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا
لَمْ یَعْلَمْ ⑤ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ⑦ اِنَّ
اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ⑧ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ⑩
اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ⑫ اَرَءَیْتَ اِنْ
كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ⑬ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ⑭ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۙ۬
لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ⑮ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ⑰
سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ⑱ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ۩ ⑲

السجدة ۱۴ ع ۱ ۱۹ ۲۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

(اے نبی ﷺ) آپ اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔
جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔
آپ پڑھیئے آپ کا رب بہت کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔
جس نے انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جنہیں وہ جانتا تک نہ تھا۔

ایسا ہرگز نہیں ہے۔
بے شک انسان حد سے نکل جانے والا ہے۔
اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو (اپنے رب سے) بے نیاز سمجھتا ہے۔
بے شک تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔
(اے کیا تو) نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔
کیا تو نے دیکھا کہ اگر وہ بندہ صحیح راستے پر قائم ہو۔
یا وہ پرہیز گاری کی تعلیم دیتا ہو۔
اے مخاطب کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔
ہرگز نہیں۔ البتہ اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔
سر کے بال اور پیشانی جو اس کے جھوٹے اور غلط کار ہونے کی علامت ہے۔
وہ اپنے ہم نشینوں (ساتھیوں) کو آواز دے کر بلا لے۔
پھر ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلاتے ہیں۔ ہرگز آپ اس کا کہنا مانئے۔
سجدہ کیجئے اور اس (پروردگار) کا قرب حاصل کیجئے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۹

اِقْرَاْ	پڑھ
عَلَقٌ	جما ہوا خون
اَلْاَکْرَمُ	زیادہ محترم
یَطْغٰی	وہ سرکشی کرتا ہے

يَنْهٰى	وہ روکتا ہے
لَمْ يَنْتَهِ	باز نہ آیا
نَسْفَعٌ	ہم گھسیٹیں گے
اَلنَّا صِيَةُ	پیشانی
نَادِيَه'	اپنی جماعت کو
سَنَدْ عُ	ہم بلائیں گے
الزَّبَانِيَةُ	پیادے
اِقْتَرِبْ	تو قریب ہو جا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۹

شب قدر میں قرآن کریم کی سب سے پہلی وہ آیات جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئیں سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں۔اس کے بعد سورۂ مدثر کی ابتدائی آیتیں اور کافی عرصہ بعد سورۂ علق کی بقیہ چودہ آیات نازل ہوئیں۔

امام بخاریؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے ذریعہ سب سے پہلی وحی کی کیفیات کی تفصیلات کا علم پوری امت کو حاصل ہوا۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت کا خلاصہ یہ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وحی سے پہلے آپ ﷺ کو رویائے صادقہ یعنی سچے خوابوں کی کیفیت عطا کی گئی۔آپ رات کو جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کو دن کی روشنی کی طرح اسی طرح واقع ہو جاتا تھا۔اس کے بعد آپ تنہائی پسند ہو گئے۔آپ کئی کئی دن کا کھانا اور پانی لے کر مکہ کے ان پہاڑوں کی طرف نکل جاتے جن پہاڑوں نے مکہ کو گھیرا ہوا ہے۔

ایک دن جب آپ جبل نور کے غار حرا میں گذشتہ انبیاء کے طریقے پر عبادت کر رہے تھے کہ اچانک ایک فرشتہ (جبرئیل) نے آ کر کہا ''اقرا'' پڑھیے۔رسول اللہ ﷺ نے انتہائی سادگی سے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس فرشتے نے آگے بڑھ کر

مجھے اس قدر زور سے بھینچا کہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس کا بھینچنا میرے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے پھر کہا ''اقرأ'' پڑھیئے۔ آپ کا پھر وہی جواب تھا۔ اس فرشتے نے پھر مجھے بھینچا اور چھوڑ کر کہا ''اقرأ''۔ میں نے تیسری مرتبہ بھی وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اس فرشتے نے کہا ''اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' اور پھر مالم یعلم تک پانچ آیات پڑھائیں۔ ان آیات کو پڑھنے کے بعد آپ وحی کی شدت سے کانپنے لگے۔ غار حراء سے گھر تشریف لائے۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے گرم کپڑے اڑھا دیئے۔ جب آپ نے کچھ دیر آرام فرمایا تو آپ نے اپنی محبوب رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ شاید اس وقت حضرت خدیجہ گھبرا گئی ہوں گی لیکن اس موقع پر حضرت خدیجہ کے الفاظ آپ کے اخلاق کریمانہ اور سیرت پاک کی بہترین تشریح ہیں۔ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ آپ کو رسوا نہیں کر سکتا کیونکہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی یعنی بہترین معاملہ کرتے ہیں۔ سچ بولتے اور امانتیں ادا کرتے ہیں۔ جو بے سہارا ہیں مجبور ہیں آپ ان کا سہارا بن کر ان کا بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ بھلے کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انجیل کے ایک بڑے عالم ورقہ ابن نوفل کے پاس آپ کو لے کر گئیں اس وقت ورقہ ابن نوفل بہت بوڑھے، کمزور اور آنکھوں سے محروم ہو چکے تھے۔

ام المومنین نے فرمایا کہ واقعہ سننے کے بعد (کہ ایک فرشتہ آیا تھا اور اس نے مجھے چند جملے سکھائے تھے) ورقہ ابن نوفل نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) تھا جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ ابن نوفل سمجھ گئے کہ انجیل میں جس آخری نبی کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ آپ ہی ہیں۔ ورقہ نے کہا اے کاش میں آپ کے اعلان نبوت کے وقت قوی اور مضبوط جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو (اس شہر مکہ سے) نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے (بڑی حیرت سے کہا) کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص وہ چیز (حق وصداقت کی بات) لے کر آیا ہو اور اس سے دشمنی نہ کی گئی ہو۔

ورقہ نے کہا اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ورقہ ابن نوفل کا انتقال ہو گیا۔

امام بخاری نے اپنی ''صحیح بخاری'' میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس کا خلاصہ عرض کر دیا گیا۔ اس سے پہلے کہ ان پانچ آیتوں کی تشریح عرض کی جائے جو سب سے پہلی وحی تھی یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ ورقہ ابن نوفل جو توریت، زبور، انجیل کو لکھتے تھے اور ان کے بڑے ماہر عالم تھے انہیں سابقہ کتابوں سے آپ کی زندگی کے متعلق پیشین گوئیوں کا علم

تھااس لئے انہوں اس بات کا ذکر کردیا کہ ایک وقت آئے گا جب آپ کو بے اندازہ چاہنے والی قوم حق وصداقت کی آواز بلند کرنے کی وجہ سے شہر مکہ سے نکال دے گی۔

سوال یہ ہے کہ موجودہ کتاب مقدس (توریت، زبور، انجیل) میں سے وہ ساری پیشین گوئیاں کہاں غائب ہوگئیں؟ تو اس کا بہت سادہ جواب ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنی کتابوں میں اس قدر تبدیلیاں کی ہیں کہ آج ان کی اصلی شکل تک بگڑ کررہ گئی ہے اوران کتابوں میں سے ساری سچائیوں کو نکال پھینکا گیا ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات کی تشریح اور تفصیل

اِقْرَأْ بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اپنے اس رب کے نام سے پڑھئیے جس نے پیدا کیا۔ اس آیت میں سب سے پہلے تو ''اقرأ'' فرمایا جس کا مقصد یہ ہے کہ دین اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اللہ نے جو اپنا کلام نازل فرمایا ہے اس کو پڑھا جائے، سمجھا جائے اوراس پرعمل کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت میں صرف پیدا کرنے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے انسان اور پوری کائنات کو پیدا کیا ہے۔

خَلَقَ الْاِ نْسَانَ مِنْ عَلَقٍ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ یعنی پوری کائنات کی تخلیق بھی اسی نے کی ہے اور انسان کو بھی ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ علق کے معنی اس جمے ہوئے خون کے آتے ہیں جو آدمی کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے درمیانی کیفیت کا اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی اور نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ نطفہ علقہ بن جاتا ہے یعنی جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر وہ مضغہ بنتا ہے یعنی وہی جما ہوا خون گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ پھراس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اور پھر وہ انسانی شکل اختیار کر کے اس دنیا میں لایا جاتا ہے۔

اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ اس رب کے نام سے پڑھئے جو مہربان، فیاض اور درگذر کرنے والا کریم ہے۔ اس جگہ پھر ایک مرتبہ ''اقرأ'' فرمایا جس کا مقصد تاکید کرنا ہے کہ اسی کے نام سے پڑھو۔ اکرم کی صفت سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ اس نے کائنات اور انسان کو اپنی کسی غرض یا مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اس میں سراسر انسان ہی کے فائدے ہیں یہ تو اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندے پر اس قدر مہربانی فرمائی ہے۔

اب بندے کا کام یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک اللہ کا احسان مان کر صرف اسی کی عبادت و بندگی کرے کیونکہ سب کو لوٹ کر آخر کار اسی کی طرف جانا ہے۔ جہاں وہ انسان کے ہر اچھے عمل کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ یعنی اس نے قلم کے ذریعہ آدمی کو وہ علوم سکھائے جن کو وہ پہلے سے نہ جانتا تھا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ اللہ نے قلم کو حکم دیا کہ وہ لکھے۔ چنانچہ اس نے ان تمام چیزوں کو جو قیامت تک ہونے والی تھیں وہ لکھ دیں۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر موجود ہے۔ (قرطبی)

اس میں اللہ نے اس قلم کی قسم بھی کھائی ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں جن سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور لوگوں کے حالات کو لکھتے ہیں۔ اور اس قلم کی بھی قسم کھائی ہے جس کے ذریعہ ایک آدمی اپنے دلی جذبات کو نوک قلم پر لاتا ہے۔ امام تفسیر حضرت مجاہد نے حضرت ابوعمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزوں کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ ان کے علاوہ ساری مخلوق کے لئے حکم دیا ''کن'' ہو جا اور وہ موجود ہو گئیں۔

چار چیزیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے وہ یہ ہیں

(۱) قلم

(۲) عرش

(۳) جنت عدن

(۴) اور حضرت آدم علیہ السلام

(قرطبی)

حضرت قتادہ نے فرمایا ہے کہ قلم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا اور نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے۔ یہ قلم ہی کی برکت ہے کہ جس کے ذریعہ تمام آسمانی اور انسانی علوم محفوظ ہیں۔ جن حضرات نے قرآن کریم کی تفاسیر، حدیث رسول ﷺ اور ہزاروں لاکھوں کتابیں لکھی ہیں، انسانی تاریخ کو محفوظ کیا ہے یہ سب قلم ہی کی وجہ سے ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو یہ علمی ذخیرہ ایک نسل سے دوسری نسل تک کیسے پہنچتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا میں جہالت کے اندھیروں کو دین اسلام کی روشنی نے ہی دور کیا ہے۔ اگر قرآن و سنت کی روشنی میں ہمارے اکابر اور بزرگ محنت نہ کرتے تو آج بھی دنیا میں جہالت کے اندھیرے ہی ہوتے۔ آج جہاں بھی علم کی روشنی ہے وہ سب کا سب فیض نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ کی امت کے مخلص علماء سے وابستہ ہے۔ جس کا ذریعہ قلم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور قلم کے ذریعہ ساری دنیا

کے اندھیرے دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عَلَّمَ الْاِ نْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اللہ نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ جانتا نہ تھا۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا اللہ نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے اس طرح پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان نے جب اس دنیا میں قدم رکھا تو اسے کچھ بھی علم نہ تھا۔ اسے جو کچھ حاصل ہوا وہ اللہ کے دینے سے ہی حاصل ہوا ہے۔ انسان کو تعلیم دینے والا صرف اللہ ہے اور اسی نے دنیا میں علوم کے لاتعداد ذرائع پیدا کئے ہیں جن سے انسان ہر آن کچھ نہ کچھ سیکھتا ہی رہتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے کائنات کو اور انسان کو پیدا کیا۔ پوری کائنات میں اسی کا کرم ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ انسان کو قلم کے ذریعہ ایسے علوم سکھائے ہیں جن سے وہ قطعاً ناواقف تھا۔

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ سے **اِقْتَرِبْ** تک آیات کا عام مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں آدمی کی سرکشی اور نافرمانی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے یعنی اگر اس کو دنیا کی ذراسی دولت یا سرداری مل جاتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اب ہر شخص میرا محتاج ہے اور میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ وہ ہر شخص کو اپنے قدموں پر جھکائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ آدمی دنیا میں کتنا جیئے گا کب تک زندہ رہے گا آخر کار اس کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے متکبر آدمی کو کسی کی عبادت اور نیکی برداشت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر نیک اور بھلی بات کو جھٹلاتا ہر سچائی سے منہ پھیر پھیر کر چلتا ہے اور اگر چند لوگ اس کے ساتھ ہیں تو اس گروہ پر ناز کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں جب چاہوں گا اپنے لوگوں کے ذریعہ جو چاہے کر گذروں گا فرمایا کہ آدمی کا اس طرح سوچنا انتہائی غلط ہے کیونکہ اگر وہ اپنے گروہ کو بلانے کی بات کرتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ نے اگر عذاب کے فرشتوں کو آواز دے دی اور اس کے فرشتے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں لے جا کر ڈال دیں گے تو کوئی شخص یا گروہ اس کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی بات کو نہ تو کوئی اہمیت دی جائے اور نہ مانا جائے بلکہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے سامنے جھکا جائے اسی کو سجدے کئے جائیں تو اسی میں انسان کی عظمت ہے۔

یہ تو ان آیات کا عام مفہوم سمجھ میں آتا ہے لیکن مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیات خاص طور پر ابوجہل جیسے متکبر آدمی کو اس کی غلطیوں پر آگاہ کرنے کے لئے نازل کی گئی ہیں۔

ابوجہل مکہ مکرمہ میں ایک خوش حال، تیز طرار اور مکار آدمی تھا۔ اس کی چرب زبانی اور دنیاوی اثر ورسوخ کی وجہ سے کچھ لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے جو اس کی بات سنتے تھے۔ مال و دولت، چرب زبانی کچھ لوگوں کا گروہ بن جانے سے وہ اس گھمنڈ اور دھوکے میں مبتلا ہو گیا تھا کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر شخص اس کا محتاج ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کو ایک خاص

طریقے پر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ پہلے پریشان سا ہو جاتا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) اگر تم نے آئندہ بیت اللہ میں نماز پڑھی اور میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو تمہاری گردن کو اپنے پاؤں سے کچل ڈالوں گا۔ اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میرا گروہ بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی اس گستاخی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے نماز پڑھنے والے کو بھی اور نماز سے روکنے والے کو بھی۔ فرمایا کہ اگر اس شخص یعنی ابوجہل نے اپنی حرکتوں کو نہ چھوڑا تو ہم اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ اور اگر وہ اپنے گروہ کی دھمکی دیتا ہے تو وہ اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے سب حمایتوں کو بلا لے۔ ہم بھی ان فرشتوں کو بلا لیتے ہیں جن کو اللہ نے عذاب دینے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ کیا وہ شخص اللہ اور اس کے فرشتوں کا مقابلہ کر سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ اس شخص کی باتوں پر دھیان نہ دیجئے۔ کوئی فکر نہ کیجئے آپ نمازیں پڑھیئے اور سجدوں کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کیجئے۔ آپ کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابوجہل جنگ بدر میں مارا گیا اور نبی کریم ﷺ کے انوارات پھیلتے ہی چلے گئے اور ساری دنیا آپ کے فیض سے روشن ہو گئی اور روشن و منور رہے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۷

اَلْقَدْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القدر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورت نمبر	97
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	30
حروف	115
مقام نزول	مکہ مکرمہ

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم تین رمضان کو، توریت چھ رمضان کو، انجیل تیرہ رمضان کو اور زبور اٹھارہ رمضان کو نازل کی گئی۔

☆ سورۂ دخان میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کو ایک ایسی مبارک رات میں نازل کیا جس میں تمام اہم کاموں کے فیصلے کردیئے جاتے ہیں۔

☆ سورۂ قدر میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا جو ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ اس سورۂ قدر میں فرمایا گیا کہ اللہ نے اس قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا جو ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری ومسلم۔ ترمذی)

☆ تمام معتبر روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا ہے۔ اسی پر آپ قائم رہے۔ یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

☆ حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کی آخری دس راتوں میں جو شخص محض اللہ کی رضا اور اجر وثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا رہا اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے گا۔ (مسند احمد)

قرآن کریم کی آیات اور احادیث کا خلاصہ یہ ہے

رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے گذشتہ انبیاء کرام پر اپنے کلام کو نازل فرمایا اور قرآن کریم کو رمضان کی ایک ایسی مبارک اور قدر کی رات میں نازل کیا جو رات ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل وبہتر اور اعلیٰ ہے۔ وہ رات رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی کے آخر میں ہمیشہ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

شب قدر جس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہو کر تیس سال میں مکمل ہوا اس رات میں حضرت جبرئیل امین اور سدرۃ المنتھی کے فرشتے اللہ کے حکم سے اللہ کی رحمتیں لے کر اس دنیا میں آتے ہیں اور ہر طرف سلامتی اور رحمت بکھیر کر چلے جاتے ہیں اور جو لوگ شب قدر میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں ان کے نہ صرف اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ فرشتے ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ خوش نصیب اس رات کی سعادتیں حاصل کرتے ہیں اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس رات کی ہر خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے جو اس رات کی سعادتیں حاصل کر کے اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور آخرت کا اجر و ثواب کماتے ہیں۔ آمین

سُورَةُ القَدر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ؕ﴿۲﴾ لَیۡلَۃُ
الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا
بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۛ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

بے شک ہم نے (اس قرآن کو) قدر کی رات میں نازل کیا ہے۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے ہر خیر اور بھلائی کے فیصلے کو لے کر اترتے ہیں۔ سلامتی ہی سلامتی (کو لے کر) فجر کے طلوع ہونے تک (یہ سلسلہ جاری رہتا ہے)۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ	شب قدر۔ قدر کی رات
اَلۡفُ شَہۡرٍ	ایک ہزار مہینے
تَنَزَّلُ	اترتے ہیں
رُوۡحٌ	حضرت جبرئیل
اِذۡنٌ	اجازت

سَلَامٌ سلامتی
مَطْلَعُ الْفَجْرِ صبح کے طلوع ہونے (تک)

تشریح: آیت نمبرا تا ۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اس کو (قرآن کریم کو) قدر کی رات میں اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا ہے کہ کیا آپ کو معلوم ہے یہ قدر کی رات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب عنایت فرمایا کہ یہ وہ رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس میں اللہ کی طرف سے جبرئیل اور فرشتے ہر سلامتی کے فیصلے کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی سلامتی، عزت وعظمت حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کو ایک ایسی رات میں نازل کیا ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔ اس رات اللہ کے مخصوص فرشتے اور جبرئیل امین زمین پر آتے ہیں اور اللہ کے حکم پر سلامتی اور خیر کے فیصلوں کو دنیا والوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں جس سے پوری زمین پر ایک خاص روحانی فضا طاری ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ پوری رات جاری رہتا ہے یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔

نزول قرآن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہی اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے۔ یہ ہمارا کلام ہے کوئی انسانی کلام نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب یہ ہمارا کلام ہے تو ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تاریخ انسانی کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ نے ہر دور میں اس کی خود ہی حفاظت کی ہے وہ اس کی حفاظت میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ آج یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لاکھوں کروڑوں سینوں میں اس طرح محفوظ ہے کہ اس کے زبر زیر میں بھی فرق نہیں آ سکتا۔ اس کی حفاظت خود ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔

شب قدر قرآن کریم اللہ کا کلام ہے۔ اللہ نے اس کو ایک ایسی عظیم رات میں نازل کیا ہے جو ایک ہزار مہینے کی راتوں سے بھی زیادہ افضل و بہتر ہے۔ یہ وہ عظیم رات ہے جس میں کلام الٰہی پر عمل کرنے والے بندے بھی عظمتوں کے پیکر بن جاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس آدمی کی اس سے پہلے کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات وہ توبہ، استغفار اور عبادت کے ذریعہ صاحب قدر و منزلت بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی رات میں رسول اللہ ﷺ پر سورۂ علق کی پانچ آیتیں نازل کر کے نزول قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا تا کہ سیدھے راستے سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر چلایا جا سکے۔ پورا قرآن کریم لوح محفوظ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شب قدر میں اس پورے قرآن کریم کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا۔ پھر حضرت جبرئیل تھوڑا تھوڑا کلام لے کر آتے رہے۔ جس کا سلسلہ تقریباً تیئس (23) سال میں تکمیل تک پہنچا۔ قرآن کریم سے پہلے جتنے صحیفے اور کتابیں نازل کی گئیں وہ بھی رمضان میں

نازل ہوئیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحف ابراہیم تین رمضان کو، توریت چھٹے رمضان کو، انجیل تیرھویں رمضان کو اور زبور رمضان کی اٹھارویں تاریخ کو نازل کی گئیں۔ یہ ساری کتابیں چند دنوں میں نازل کی گئیں کیونکہ قدرت نے ان کو ایک مخصوص زمانے تک کے لئے نازل کیا تھا۔ چونکہ قرآن کریم آخری کتاب ہے جس کو قیامت تک محفوظ رکھنا تھا اس لئے اس کو چند دنوں میں نہیں بلکہ تیس سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تا کہ ہر شخص قرآن کریم کو یاد کر لے اور اپنے سینے میں محفوظ کر لے چنانچہ نزول قرآن کے دوران ہی سیکڑوں حافظان قرآن پیدا ہو چکے تھے اور آج تک حفظ قرآن کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر میں قرآن کریم کو نازل کیا وہ شب قدر جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ بہتر ہے۔

یہ وہ رات ہے جس میں جبرئیل اور سدرۃ المنتھی کے وہ خاص فرشتے جو کبھی دنیا میں نہیں آئے وہ بھی اس رات دنیا میں آتے ہیں۔ اس رات اللہ کے یہ فرشتے اتنی کثرت سے آتے ہیں کہ پوری زمین خیر و برکت اور روحانی فضاؤں سے بھر جاتی ہے جو لوگ اس رات اپنے اندر روحانیت بیدار کرنے کے لئے اللہ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں رکوع، سجدوں اور تلاوت کے ذریعہ اللہ سے مانگتے ہیں ان میں غیر معمولی روحانی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ دنیا اور آخرت مانگنے والوں کے دامن مراد کو بھر دیا جاتا ہے۔ ان کے وہ تمام اعمال جو عام زندگی میں ثواب کا درجہ رکھتے ہیں اس رات کی عبادت سے وہ ایک خاص سکون حاصل کر کے عظیم اجر و ثواب کے مستحق بن جاتے ہیں۔ یہ خیر و برکت حاصل کرنے کی رات ہے جو اس رات بھی خیر و برکت حاصل کرنے سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہے گا۔

احادیث میں اس رات کی بہت فضیلتیں آئی ہیں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص شب قدر میں عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتھی ہے وہ حضرت جبرئیل کے ساتھ دنیا پر اترتے ہیں جو مومن مرد اور مومن عورت اس رات عبادت میں مشغول ہوتے ہیں وہ ان سے مصافحہ کرتے گذرتے ہیں۔ البتہ شراب پینے والا، خنزیر کھانے والا اس سعادت سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والا یعنی کافر و مشرک، نشہ باز اور والدین کا نافرمان بھی اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہتا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ شب قدر میں جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آتے ہیں جو شخص بھی قیام وقعود اور عبادت میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اس کے لئے رحمت و سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔

شب قدر وہ رات ہے جس میں توبہ قبول کی جاتی ہے۔ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر عبادت گذار کو

اللہ کے یہ فرشتے سلام کرتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قدر کی اس رات کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہا۔ چونکہ رمضان کا آخری عشرہ خیر و برکت کا عشرہ ہے اور اسی میں شب قدر بھی رکھ دی گئی ہے جو ایک ہزار مہینوں کی راتوں سے زیادہ افضل وبہتر ہے تو اس آخری عشرے میں مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے کو شب قدر کی یہ فضیلت حاصل ہونے کی زیادہ امید ہے۔ تمام روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دنیاوی زندگی میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا ہے اور اسی پر آپ قائم رہے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت بھی ہے اور بہت بڑی سعادت بھی۔ شریعت نے خواتین کو بھی اعتکاف کی اجازت دی ہے۔ فرق یہ ہے کہ مرد صرف مسجد میں اعتکاف کر سکتے ہیں اپنے گھر پر نہیں اور خواتین صرف گھر پر اعتکاف کر سکتی ہیں ان کو مسجد میں اعتکاف کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

جب شب قدر آئے بہتر تو یہی ہے کہ اس رات کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اللہ کا ذکر تلاوت کلام اللہ یا دوسرے ایسے شغل میں مصروف رہے جو دین اسلام نے اس کو سکھائے ہیں لیکن اگر کوئی شخص تھکا ماندہ ہو اور اس میں پوری رات عبادت کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ عشا اور فجر کی نمازیں جماعت سے ادا کرلے انشاء اللہ اس کو پوری رات عبادت کرنے کا ثواب مل جائے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو اس کو آدھی رات کا اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی اس کو بقیہ رات کا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔ (مسلم) یعنی پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان اور احتساب کے ساتھ (یعنی اپنی زندگی کے اعمال کا جائزہ لے کر) اللہ کی عبادت میں کھڑا رہا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بخاری ومسلم)

حضرت عبادہ ابن صامتؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کی آخری دس راتوں میں جو شخص اجر وثواب کی نیت حاصل کرنے کی غرض سے کھڑا رہا اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ (مسند احمد)

الحمد للہ سورۃ القدر کا ترجمہ وتشریح تکمیل تک پہنچی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۹۸

البَیِّنَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ البینۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	98
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	94
حروف	399
مقام نزول	مدینہ منورہ

یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں تو اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے اللہ کی ذات اور صفات میں غیر اللہ کو اپنا مشکل کشا مان رکھا تھا۔ وہ پتھروں کے بے جان بتوں کی عبادت و بندگی کرتے تھے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ان کے کام بنانے اور بگاڑنے کا اختیار رکھتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو یہاں ان لوگوں کی اکثریت تھی جن کی ہدایت کے لئے اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجی تھیں۔ یہ اہل کتاب کہلاتے تھے۔ انہیں اپنے اہل کتاب ہونے پر بڑا گھمنڈ بھی تھا وہ اپنے علاوہ سب کو جاہل، ان پڑھ اور اجڈ سمجھتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے محض دنیا کے لالچ میں اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں میں اس قدر جھوٹ ملا لیا تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی تعلیمات اور ان میں من گھڑت باتوں کو پہچاننا مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ شرک کی گندگیوں میں مبتلا ہیں ان کی کمزوری تو یہ ہے کہ ان کے پاس سوائے رسموں اور من گھڑت بتوں کے نہ کوئی کتاب ہے نہ کسی طرح کی ہدایت کی روشنی مگر اہل کتاب کو کیا ہو گیا جنہیں اللہ نے اپنی کتابوں سے نوازا تھا مگر وہ قرآن کریم جیسی علم سے بھرپور کتاب آنے کے باوجود اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب اس نے اہل کتاب اور مشرکین کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ایسے رسول کو بھیجا ہے جن کی زندگی ہر ایک کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ جن کے اخلاق کریمانہ عظیم ہیں۔ وہ حق و صداقت، دیانت و امانت، حلم و تحمل کا پیکر اور ایک کھلی ہوئی روشن دلیل ہیں۔ ان کے ساتھ ایک ایسی کتاب ہدایت کو نازل کیا گیا ہے جس کی تعلیمات پر عمل کرنے میں دنیا اور آخرت کی کامیابیاں ہیں۔ لہٰذا اللہ، اس کے رسول اور قرآن کریم کو مان کر اس کے رسول کی مکمل اطاعت کی جائے۔ نماز کو قائم کیا جائے، زکوۃ ادا کی جائے۔ فرمایا کہ اہل کتاب اور مشرکین نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اگر ایمان اور عمل صالح کا راستہ اختیار کیا تو نہ صرف وہ بہترین مخلوق کہلائیں گے بلکہ ان کو جنت کی وہ راحتیں عطا کی جائیں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ لیکن اگر انہوں نے نافرمانی کے راستے کو اپنایا تو نہ صرف ان کا شمار بدترین مخلوق میں ہوگا بلکہ ان کو ایسی جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورۃ البینہ میں ان ہی باتوں کو بیان فرمایا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

جن اہل کتاب اور مشرکین نے کفر کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا وہ ہرگز باز آنے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس کوئی واضح اور کھلی ہوئی دلیل نہ آتی یعنی اللہ کا رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا جن میں بالکل درست اور صحیح مضامین لکھیں ہوں۔ اب اس واضح دلیل یعنی رسول اللہ ﷺ کے آنے کے بعد بھی وہ اختلاف کر رہے حالانکہ ان کو ان کی کتابوں میں قرآن کی طرح یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر خالص اللہ ہی کی عبادت کریں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی طریقہ بالکل درست طریقہ تھا۔ فرمایا کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر وانکار کا طریقہ اپنا رکھا ہے وہ نہ صرف ہمیشہ کی جہنم میں داخل کئے جائیں گے بلکہ وہ بدترین مخلوق میں سے ہوں گے اور جو لوگ ایمان لا کر عمل صالح اختیار کریں گے وہ اللہ کی بہترین مخلوق میں شمار ہوں گے بلکہ ان کا صلہ اور بدلہ ان کے رب کی طرف سے ہمیشہ رہنے کی ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اللہ سے ڈرنے والے ان لوگوں کا بہترین بدلہ یہ ہوگا کہ اللہ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے۔

سورۃ البیّنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ
حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۱﴾ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿۲﴾
فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿۳﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿۴﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ
وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴿۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ
الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿۷﴾
جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿۸﴾ ع ۱ / ۸ / ۲۳

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

اہل کتاب کافر اور مشرک اس وقت تک باز آنے والے نہ تھے جب تک کھلی دلیل نہ آجاتی۔ (وہ واضح دلیل) اللہ کا رسول ہے جو پاک صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔ اس میں درست اور بہترین مضامین ہیں۔ اور جب ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تھی کھلی دلیل آگئی تو وہ

اختلاف میں پڑ گئے۔ حالانکہ ان اہل کتاب کو صرف یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ ایک طرف ہو کر خالص اللہ کی عبادت و بندگی کریں۔ نماز کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور یہی (سب سے) بہتر دین ہے۔ بے شک اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کفر پر قائم رہے وہ ہمیشہ کی جہنم میں جلتے رہیں گے اور یہ بدترین مخلوق ہیں۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔ یہی بہترین مخلوق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

لَمْ یَکُنْ	نہیں ہے
مُنْفَکِّیْنَ	باز آنے والے
اَلْبَیِّنَةُ	صاف اور کھلی باتیں
مُطَهَّرَةٌ	پاکیزہ۔ صاف ستھرا
کُتُبٌ قَیِّمَةٌ	لکھی ہوئی مضبوط کتابیں
مَا تَفَرَّقَ	الگ الگ نہ ہوئے
اُمِرُوْٓا	حکم دیا گیا ہے
مُخْلِصِیْنَ	خالص کرنے والے
حُنَفَآءُ	سب سے منہ موڑنے والے (ایک اللہ کے ہو جانے والے)
شَرُّ الْبَرِیَّةِ	بدترین مخلوق
خَیْرُ الْبَرِیَّةِ	بہترین مخلوق

رَضِیَ اللّٰہُ	اللہ خوش ہوگیا
خَشِیَ	جو ڈرا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۸

قرآن کریم میں اہل کتاب ان لوگوں کو کہا گیا ہے جن کے پاس گذشتہ رسول کوئی کتاب لے کر آئے۔ بعد میں آنے والوں نے اپنے بعض دنیاوی مقاصد کے لئے ان میں تبدیلیاں کرلیں وہ ان کو اللہ کی کتاب ماننے کے باوجود شرک بھی کرتے تھے۔ اللہ نے ان کو یہود، نصاریٰ اور اہل کتاب فرمایا لیکن ان کو مشرک نہیں فرمایا یعنی یہ ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی طرح کے لوگ ہیں جو اللہ کی کتاب کو ماننے کے باوجود توحید کے ساتھ شرک میں بھی مبتلا رہتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے۔

مشرک وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب یا کسی رسول کو نہیں مانتے اور توحید سے انکار کرکے غیر اللہ کی عبادت و بندگی کو مذہب کا نام دیتے ہیں۔ چونکہ اہل کتاب کو ان کی کتابوں سے معلوم تھا کہ ایک ایسے نبی اور رسول آنے والے ہیں جن کے آنے کی خوش خبری تمام پیغمبر دیتے آئے ہیں۔ جب وہ آئیں گے تو ساری قوموں اور مذہبوں پر چھا جائیں گے۔ یہودیوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ آخری نبی ان ہی میں سے آئیں گے چنانچہ جب بھی اہل کتاب اور مشرکین میں کسی بات پر جھگڑا ہوتا تو یہودی مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمیں جتنا ستانا چاہتے ہو ستالو جب وہ آخری نبی آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ مل کر فتح و نصرت حاصل کریں گے اور ظلم و ستم کا گن گن کر بدلہ لیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نہایت واضح دلیل کے ساتھ اور خود ان کی ذات کو کھلی ہوئی دلیل بنا کر بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کے لئے بھیجا تو یہودی اور نصاریٰ مختلف نشانیوں سے نبی کریم ﷺ کی شان نبوت و رسالت کو پہچان چکے تھے مگر اس ضد میں انکار کر بیٹھے کہ وہ آخری نبی ہماری قوم میں سے کیوں نہ آئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ یہ اہل کتاب پہلے سے تو فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نبی کے ساتھ مل کر ہم ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کریں گے۔ یہ اہل کتاب ان کے آنے کے بعد پہچان بھی گئے ہیں لیکن محض ضد بندی میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی اور رسول ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان اہل کتاب میں سے کوئی ان کو مان رہا ہے اور کوئی ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر رہا ہے۔ اس پس منظر میں سورۃ البینہ کی آیات کا مفہوم ملاحظہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کفار اہل کتاب اور مشرکین اس وقت تک اپنی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک ان کے پاس کوئی واضح اور روشن دلیل نہ آ

جائے۔اب وہ واضح دلیل اللہ کے رسول (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) ہیں جو آچکے ہیں وہ قرآن کریم جس میں تمام پاک صحیفے موجود ہیں وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتے ہیں جس میں درست اور مضبوط مضامین موجود ہیں۔ جب وہ واضح اور روشن دلیل یعنی اللہ کے نبی ورسول آگئے ہیں تو اہل کتاب پہچاننے کے باوجود خود ہی شدید اختلافات کا شکار ہوگئے ہیں حالانکہ ان کی کتابوں میں اور قرآن کریم میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ یکسو ہو کر اطاعت کے اعتقاد کے ساتھ صرف ایک اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کرتے رہیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ درست اور صحیح طریقہ ہے جس میں سب کی نجات کا سامان ہے۔اگر وہ اہل کتاب اور مشرکین اپنے انکار پر جمے رہے یعنی انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی اور رسول نہ مانا، ان کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب پر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا بھیانک انجام یہ ہوگا کہ وہ جہنم کی اس آگ کا ایندھن بن جائیں گے جس سے کبھی چھٹکارا نہ ملے گا اور وہ بدترین مخلوق بن کر رہ جائیں گے لیکن اگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان لائے اور عمل صالح کی پابندی کرتے رہے تو نہ صرف ان کا شمار کائنات کی بہترین مخلوق میں ہوگا بلکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ایسے دائمی باغات میں ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بلکہ جو لوگ اللہ کے خوف اور ڈر سے زندگی بسر کرتے رہے ہوں گے ان تمام اہل ایمان اور اللہ کا خوف رکھنے والوں کو سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت والوں سے **یَا اَھْلَ الْجَنَّةِ** (اے جنت والو!) کہہ کر خطاب فرمائیں گے تو اہل جنت عرض کریں گے "اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اطاعت کے لئے تیار ہیں بے شک ہر ایک بھلائی آپ کے ہاتھ میں ہے"۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی اور خوش ہو؟ عرض کریں گے الٰہی! (جنت کی نعمتوں کے باوجود بھی) کیا ہم اب بھی راضی نہ ہوں گے۔آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمادیا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تمہیں اس سے افضل اور بہتر نعمت نہ دوں؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنی رضا تم پر نازل کردی اب میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔(اور میری رضا تمہیں ہمیشہ حاصل رہے گی)۔(بخاری ومسلم)

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمَّ

سورۃ نمبر ۹۹

الزِّلْزَال

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورة الزلزال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	99
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	37
حروف	158
مقام نزول	مدینہ منورہ

قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب اس نظام کائنات کو جو ایک خاص ترتیب سے چل رہا ہے توڑ کر درہم برہم کر دیا جائے گا، آسمان پھٹ جائیں گے، چاند سورج بے نور ہو جائیں گے، ستارے اور تارے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے، زمین مسلسل جھٹکوں سے ہلا ڈالی جائے گی جس سے زمین کے اندر دفن کئے گئے مردے، انسانی جسم کے اجزاء جو کائنات میں بکھرے ہوئے ہوں گے ان کو پھر سے جمع کر کے انسانی شکل وصورت دیدی جائے گی۔ زمین کے اندر سے معدنیات یعنی سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور قیمتی چیزیں جن کو انسان بڑی اہمیت دیتا تھا اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم وستم، غضب اور چوری چکاری سے بھی باز نہیں آتا تھا وہ سب چیزیں اس کے سامنے پڑی ہوں گی مگر بے حقیقت اور بے قیمت۔ اس دن آدمی کو اندازہ ہو جائے گا کہ جس سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کے پیچھے اس کی زندگی گذری ہے وہ کس قدر حقیر اور بے کار چیزیں تھیں۔ اس کے بعد جب زمین زلزلوں اور جھٹکوں سے ہلنا بند نہ کرے گی تو انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا؟ میدان حشر قائم ہونے کے بعد زمین کو اس کے رب کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اس پر جو حالات اور واقعات گذرے ہیں اور انسان نے جو بھی عمل کئے ہیں ان کو پوری طرح بیان کر دے۔ پھر ہر شخص کے اعمال نامے اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور ہر شخص کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو بھی دیکھے گا اور اگر اس نے کوئی گناہ یا خطا کی ہوگی وہ اس کو بھی دیکھے گا۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے جو کراماً کاتبین ہیں لگے ہوئے ہیں وہ آدمی کی ایک ایک بات اور ہر عمل کو لکھ رہے ہیں۔ قیامت کے دن ہر شخص کا مکمل ریکارڈ اس کے سامنے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ایک اپنے اعمال نامے کو خود دیکھ کر اپنا محاسبہ کر لے۔ آدمی اپنے نامہ اعمال کو دیکھ کر حیران رہ جائے گا کیونکہ چھوٹی سے چھوٹی بات اور عمل، دلی جذبات، ارادے اور مقاصد تک اس کے اعمال نامے میں درج ہوں گے۔ کوئی آدمی اس اعمال نامے کو جھٹلا نہ سکے گا کیونکہ اگر وہ انکار کرے گا تو اس کی زبان، ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان اور اس کے تمام اعضا حتیٰ کہ اس کی کھال تک کو اللہ ایسی زبان عطا کر دیں گے کہ وہ ایک ایک گناہ تک کی گواہی دے گی۔ زمین بتا دے گی کہ اس پر کس نے کیا کیا تھا۔ اس طرح ہر انسان اپنے گناہوں کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ ان ہی باتوں کو

سورۂ زلزال میں بیان فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

زمین پر ایسے مسلسل جھٹکے آئیں گے کہ جس سے زمین ہلا ڈالی جائے گی۔ زمین اپنے اندر کے بوجھ یعنی جو انسان دفن کئے گئے تھے ان کو اور سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات کو اپنے اندر سے نکال کر باہر پھینک دے گی۔ انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا؟ پھر زمین کو اس کے رب کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے اوپر کئے گئے حالات اور واقعات کو بیان کر دے۔ پھر اس کے بعد ہر شخص اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔ جس نے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی وہ بھی اس کے سامنے ہوگی جسے وہ دیکھے گا۔

سُوْرَةُ الزِلْزَال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾
وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ
رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا
اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ
يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

ع ۱/۸/۲۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۸

جب زمین بری طرح ہلا ڈالی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی تو آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ اس دن میں وہ اپنی سب باتیں بیان کرے گی۔ اس لئے کہ آپ کے رب نے اس کو یہی حکم دیا ہوگا۔ اس دن لوگ مختلف جماعتیں بن کر لوٹیں گے تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھا دیئے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو وہاں دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی (اپنے شرک) کو دیکھ لے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۸

زُلْزِلَتْ	ہلا ڈالی گئی
اَثْقَالَ	بوجھ

مَالَهَا	کیا ہو گیا اسے؟
تُحَدِّثُ	بیان کردے گی
اَخْبَارٌ	خبریں۔ حالات
يَصْدُرُ	باہر نکلے گا۔ لوٹے گا
اَشْتَاتٌ	مختلف گروہ
مِثْقَالَ	وزن۔ برابر
يَرَهٗ	وہ اس کو دیکھ گا

تشریح: آیت نمبر ا تا ۸

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب زمین پر ایک شخص بھی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو نظام کائنات کو درہم برہم کر کے ہر چیز پر فنا کی کیفیت طاری کر دی جائے گی۔ اسی کو قیامت کہا جاتا ہے جو برحق ہے اور اس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ لیکن پہلا صور پھونکے جانے کے بعد کیا ہوگا اس کو اس سورت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ جب زمین مسلسل جھٹکوں اور زلزلوں سے ہلا ماری جائے گی۔ اور زمین و آسمان کے نظام کو توڑ کر ایک ہموار زمین تیار کر لی جائے گی تو اس وقت موجودہ زمین اپنے اندر دفن کئے گئے انسان یا اس کے بکھرے ہوئے اجزا کو نکال کر باہر پھینک دے گی پھر اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر کے پہلے والی شکل و صورت میں ڈھال دے گا، سونا، چاندی اور اپنے اندر کی معدنیات کو زمین اگل دے گی۔ اس وقت مدہوشی کا عالم یہ ہوگا کہ کسی کو اتنے زبردست مال و دولت کی طرف دیکھنے کی توجہ تک نہ ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین اپنے اندر کے جگر کے ٹکڑے اور سونے، چاندی کی بڑی بڑی چٹانیں کھول کر رکھ دے گی۔ اس وقت وہ شخص جس نے مال کی وجہ سے کسی کو قتل کیا ہوگا کہے گا یہ ہے وہ چیز؟ جس کے لئے میں نے قتل جیسا جرم کیا تھا۔ جس شخص نے مال و دولت کی محبت میں اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کیا ہوگا وہ کہے گا کہ یہ ہے وہ مال و دولت؟ جس کی وجہ سے میں نے ایسی حرکت کی تھی۔ جس کا ہاتھ چوری کی سزا میں کاٹا گیا تھا وہ بھی (نہایت افسوس کے ساتھ)

کہے گا کہ میں نے اس کی وجہ سے اپنا ہاتھ کٹوایا تھا۔ پھر کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو اس کی طرف دیکھنا گوارا کرے گا۔ (الصحیح مسلم)

جب زمین زور زور سے ہلنا شروع ہو جائے گی تو آدمی کے منہ سے گھبراہٹ اور مایوسی میں یہ الفاظ نکلیں گے کہ آج اس زمین کو کیا ہو گیا کہ وہ برابر ہلے جا رہی ہے۔ جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ یہ زمین تو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے اس وقت آدمی کے سامنے اس کا سارا کیا دھرا نظر آنے لگے گا۔ اس دن ہر شخص اپنے ہی جیسے عمل والے لوگوں کی طرف کھنچا چلا جائے گا۔ چور چور کی طرف اور نیک آدمی نیک لوگوں کی طرف جائے گا اور پھر یہ جماعتیں اللہ کے سامنے پیش ہوں گی اور ہر ایک اپنے عمل کے اثرات اور ثمرات کو سامنے دیکھے گا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب "فمن یعمل" والی آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ کیا میں اپنا عمل خود دیکھوں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر میں نے عرض کیا بڑے بڑے گناہ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا چھوٹے چھوٹے گناہ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر میں نے عرض کیا پھر میں تو مارا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے ابو سعید خوش ہو جاؤ کیونکہ ہر نیکی اپنی جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں بتانا کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا زمین ہر مرد اور عورت کے تمام اعمال پر گواہی دے گی جو اس نے اس پر کئے ہوں گے۔ اس لئے کہ اس کے پروردگار کا اس کو یہی حکم ہوگا یعنی زمین کو حکم دیا جائے گا کہ وہ تمام لوگوں کے اعمال کو بیان کر دے اور اس نے اس زمین پر جو کچھ کیا ہے وہ اس کو ظاہر کر دے۔ (کشف الرحمٰن)

حضرت ربیعۃ الخرشیؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہاری جڑ اور بنیاد ہے اور اس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے گی اچھی یا بری۔ (معجم الطبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل خیر اور ہر عمل شر اس کے سامنے آجائے گا اور وہ اس کو اپنی کھلی آنکھ سے دیکھے گا اور اس کی جزا یا سزا پائے گا۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کا کون سا عمل خیر ہے اور کون سا شر ہے؟ کیونکہ دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے عمل کو اچھا اور بہتر نہ سمجھتا ہو۔ دنیا میں ہر فرقہ اور جماعت نیک اور بہتر کام کر کے ایک سکون محسوس کرتا ہے اور اسی میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے "كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ" یعنی ہر جماعت کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اسی میں مگن ہے۔ خیر اور شر کیا ہے اس سلسلہ میں ہمیں اسلامی تعلیمات سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ

یہ ہے کہ انسان دنیا میں جو بھی نیک، بھلا اور بہتر کام کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کی قدر کی جاتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ہر وہ کام جو نیکی کے جذبے سے کیا جائے اور اس کی بنیادوں میں ایمان کا جذبہ نہ ہوتو اس کا اچھا بدلہ اسی دنیا میں دیدیا جاتا ہے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا لیکن اگر ایمان کے ساتھ وہ عمل کیا جائے گا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے تو اس ایمان اور عمل صالح کی برکت سے اس کو دنیا میں بھی بہتری عطا کی جاتی ہے اور اس کو آخرت میں اس کے تصور سے بھی زیادہ اجر اور بدلہ عطا کیا جائے گا۔ یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والے شخص کو دونوں جہانوں میں عظمتیں عطا کی جائیں گی۔

اسی بات کو فرمایا گیا کہ جس نے کوئی بھی بھلا اور نیک کام کیا وہ اس کو دیکھے گا اور جس نے کوئی بھی گناہ اور خطا کا کام کیا وہ اس کو بھی بھگتے گا اور کھلی آنکھوں سے دیکھے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۱۰۰

الْعَادِيَات

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العادیات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	100
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	40
حروف	170
مقام نزول	مکہ مکرمہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جو اپنے مالک کے ایک اشارے پر ہانپتے، فراٹے بھرتے اور سرپٹ دوڑتے ہیں۔ جب اس کا مالک پتھریلی زمین پر تیز دوڑاتا ہے تو ان کی ٹاپوں سے چنگاریاں سی اڑتی نظر آتی ہیں۔
سویرا کسی دشمن پر حملہ کرنا ہو تو وہ صبح ہی صبح چھاپے مارنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر وہ پورے میدان جنگ کو گردوغبار سے ڈھانپ دیتے ہیں۔ وہ تیزی سے دشمن کے لشکروں کی اندرونی صفوں میں جاگھستے ہیں اور وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے۔

فرمایا کہ گھوڑا جو بے زبان جانور ہے جب اس کا مالک اسے دانہ اور گھاس کھلاتا اور پانی پلاتا ہے، اس کے رہنے کی جگہ بناتا ہے تو وہ جانور اپنے مالک کے احسان کو پہچانتا ہے اور ہر وقت اس کی خدمت اور اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ حالانکہ گھوڑے کے مالک نے نہ تو اس گھوڑے کو پیدا کیا، نہ گھاس، دانے اور پانی کو اس نے پیدا کیا وہ مالک محض یہ چیزیں اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے مگر اس جانور کا حال یہ ہے کہ اپنے کھلانے پلانے والے کو اپنا محسن سمجھتا ہے۔ دوڑانے سے دوڑتا ہے، سموں سے چنگاریاں اڑاتا ہے، صبح ہو یا شام وہ ہر وقت اپنے مالک کی اطاعت و فرماں برداری کے لئے تیار رہتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کے دوڑنے سے گردوغبار کے بادل چھا جاتے ہیں۔ اس کی وفاداری کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی صفوں کے بیچ میں گھس جاتا ہے اور اپنے مالک کی حفاظت کرتا ہے۔ فرمایا کہ ایک جانور کو ذرا سے دانے پانی کی اتنی قدر ہے وہ ہر وقت مالک کے سامنے سر جھکائے حکم کا منتظر رہتا ہے لیکن انسان کس قدر ناشکرا ہے اسے اللہ نے پیدا کیا، زندگی گذارنے کی ہر چیز عطا کی، زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، نباتات، جمادات اور حیوانات کو اس کی خدمت میں لگا دیا۔ اس کو عقل و شعور اور فہم و فراست عطا کی، ذرہ ذرہ کو اس کے تابع کر دیا، اس کی ہدایت کے لئے اس نے اپنے پیغمبروں اور کتابوں کو بھیجا مگر اس کا یہ حال ہے کہ دنیا کی ذرا سی دولت کی محبت میں وہ اس طرح غرق ہو جاتا ہے کہ اپنے خالق و مالک کو بھول جاتا ہے۔ نافرمانی اور ناشکری پر اس

کا اپنا وجود ہی گواہ بن جاتا ہے لیکن وہ نہیں سوچتا کہ دنیا کے یہ اسباب کب تک استعمال کرے گا۔ یہ مال و دولت اس کے کب تک کام آئیں گے۔ موت کے ساتھ ہی یہ تمام چیزیں اس سے چھوٹ جائیں گی اور قبر میں کوئی چیز اس کے ساتھ نہ جائے گی۔ فرمایا کہ اس کے بعد انسان کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا۔ میدان حشر میں اس کا اعمال نامہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا پھر اس کو ہوش آئے گا کہ وہ اپنے جن کرتوتوں کو دنیا سے چھپایا کرتا تھا ان تمام باتوں سے اس کا رب پہلے ہی واقف تھا۔ پھر اس وقت اس کا شرمندہ ہونا اس کے کسی کام نہ آئے گا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ العادیات میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہر طرح کی رسوائیوں اور ذلتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

سورۃ العادیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾
فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ
لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ﴿۸﴾
اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾
اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

ان گھوڑوں کی قسم جو دوڑتے ہوئے ہانپتے ہیں۔

پھر وہ جو (اپنے سموں سے پتھروں پر ٹاپ مارتے ہوئے) چنگاریاں اُڑاتے ہیں۔

پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت چھاپے مارتے ہیں۔

پھر وہ گرد وغبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ (دشمن کی فوج کے) مجمع میں جا گھستے ہیں۔

بے شک انسان اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔

اور بے شک انسان اس ناشکری پر خود ہی گواہ ہے (جو جانتا ہے مگر مانتا نہیں)۔

اور بے شک آدمی مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

کیا اس کو یہ نہیں معلوم کہ جب مردے قبر سے اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ

سینوں میں محفوظ ہے وہ کھول دیا جائے گا۔ بے شک آپ کا پروردگار تو اس دن ان کے احوال سے واقف ہی ہوگا۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۱۱

اَلْعٰدِیٰتِ	دوڑنے والے گھوڑے
ضَبْحٌ	ہانپتے ہوئے
اَلْمُوْرِیٰتِ	چنگاریاں نکالنے والے
قَدْحٌ	آگ جھاڑ کر
اَلْمُغِیْرَاتُ	وہ حملہ کرنے والے ہیں
اَثَرْنَ	اٹھاتے ہیں
نَقْعٌ	گردوغبار
وَسَطْنَ	وہ بیچ میں گھس جاتے ہیں
کَنُوْدٌ	ناشکرا
شَهِیْدٌ	گواہ
اَلْخَیْرُ	مال ودولت
بُعْثِرَ	باہر نکالا گیا
حُصِّلَ	حاصل کیا گیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

انسان کے چاروں طرف اللہ نے اتنی نعمتوں کو بکھیر رکھا ہے جنہیں شمار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ نعمتیں انسان سے اس بات کا مطالبہ کرتی نظر آتی ہیں کہ اسے ہر سانس میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زندگی گذارنی چاہیے۔ اسے وہی کرنا چاہیے جس کے کرنے کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور ہر اس بات سے رک جانا چاہیے جس سے اسے منع کیا گیا ہے۔ شکر کا یہی وہ انداز ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتے ہیں۔ جو اللہ و رسول کے فرماں بردار ہیں وہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ انہیں موت آئے گی پھر وہ ایک دن اٹھ کر میدان حشر کی طرف جائیں گے ان کی تمام نیکیوں اور برائیوں کی جانچ ہوگی اور ان کے تمام وہ اعمال جو پوشیدہ تھے کھل کر ان کے سامنے آجائیں گے اور پھر جزا یا سزا کا فیصلہ سامنے آئے گا۔

لیکن وہ لوگ جو اللہ و رسول کی فرماں برداری سے محروم، آخرت کے یقین سے عاری، مال و دولت کی محبت میں غرق ہوتے ہیں وہ یہ بات کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتے کہ ان کو کس ذات نے وجود بخشا، چاند، سورج، ستارے، فضائیں ہوائیں کس کے اشارے پر اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر طرح کی نعمتوں کو کس نے بکھیر رکھا ہے؟ دن کی روشنی اور رات کا سکون کس نے عطا کیا ہے۔ ایسا آدمی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو ایک دن مر کر قبر میں جانا ہے پھر اس کو دوبارہ زندہ ہو کر میدان حشر میں پہنچ کر زندگی بھر کے معاملات کا حساب دینا ہے۔ ایسے ناشکرے لوگوں کو گھوڑے جیسے جانور کی مثالیں دے کر فرمایا گیا ہے کہ انسان تو جانوروں سے بھی گیا گذرا ہو گیا۔

انسان ایک گھوڑے کو دانہ اور گھاس ڈالتا اور اسے رہنے کے لئے چھت مہیا کرتا ہے تو وہ گھوڑا اپنے مالک کے احسان کو پہچان کر صبح و شام اس کی فرماں برداری میں دوڑتا بھاگتا، ہانپتا، پاؤں سے چنگاریاں اور گرد و غبار اڑاتا اس منزل کی طرف پہنچنے کی کوشش کرتا ہے جہاں اس کا مالک اسے پہنچانا چاہتا ہے۔ اگر وہ دشمن کی صفوں میں گھسنا چاہتا ہے تو گھوڑا اپنی جان کی پروا کئے بغیر صفوں کو چیرتا ہوا درمیان میں پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے مالک کی وفاداری میں اپنی جان تک دے ڈالتا ہے مگر اپنے مالک پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ فرمایا کہ ایک گھوڑا تو ذرا سے دانے اور گھاس کا شکر اس طرح اپنی وفاداریوں کے ذریعہ پیش کرتا ہے

لیکن انسان جس کو اللہ نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ اپنے مالک کا احسان تک نہیں مانتا اور اپنی ناشکریوں اور نافرمانیوں میں لگا رہتا ہے۔ اسے مال و دولت اور دنیا کی چکا چوند نے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ اپنی آخرت اور اس کے انجام تک کو

بھول جاتا ہے۔ وہ اس بات کو بھول رہا ہے کہ اس دنیا میں اس کا ہر عمل اور ہر حرکت ریکارڈ کیا جارہا ہے۔ اللہ کو اس کے ظاہر و باطن اور اچھے برے سب اعمال کا پوری طرح علم ہے لیکن جب قیامت کے دن اس کے اعمال کا ریکارڈ اس کے سامنے رکھا جائے گا تو اسے کسی بات سے انکار کی گنجائش نہ ہوگی اور اس کے سینے میں چھپے ہوئے راز جو دنیا میں ہر ایک سے چھپایا کرتا تھا وہ سارے پوشیدہ راز کھل کر سامنے آجائیں گے۔ وہ نتیجہ کا وقت ہوگا پھر عمل کرنے کا موقع نہیں ہوگا۔

وہ لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں جو ہر وقت فکر آخرت کرتے اور اللہ کے احسانات کو یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے ہیں۔ جنت کی ابدی راحتیں ان کی منتظر ہیں لیکن ناشکرے اور اللہ کے احسانات کو نا ماننے والوں کا عبرت ناک انجام ہوگا اور ان کو ایسی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۱۰۱

القَارِعَة

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

ع ۱

تعارف سورۃ القارعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	101
رکوع	1
آیات	11
الفاظ وکلمات	35
حروف	160
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قیامت اور آخرت پر ایمان و یقین دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جسے دلوں میں جمانے اور بٹھانے کے لئے قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سورت میں قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اچانک ایک زبردست اور ہولناک حادثہ ہوگا۔ اس دن کی شدت کو ذہنوں میں بٹھانے کے لئے سوالیہ انداز اختیار کرتے ہوئے پوچھا ہے کیا آپ کو معلوم ہے وہ عظیم حادثہ کیا ہوگا؟ جواب عنایت فرمایا کہ وہ ایسا ہولناک حادثہ ہوگا جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہوں گے۔ وہ عظیم الشان پہاڑ جن کی وجہ سے زمین اپنے توازن کو قائم رکھے ہوئے ہے وہ پہاڑ رنگ برنگ کی دھنکی ہوئی اون کی طرح فضاؤں میں اڑتے پھریں گے۔ ظاہر ہے کہ جب زمین بے وزن ہو جائے گی تو اس پر ہر چیز اور بڑی سے بڑی بلڈنگیں بھی تنکوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں گی۔ جو اہل ایمان ہوں گے وہ نہایت اطمینان و سکون سے اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور کفار و مشرکین پر زبردست گھبراہٹ طاری ہوگی۔

اس کے بعد میدان حشر قائم کیا جائے گا۔ جو لوگ ابتداء سے قیامت تک پیدا ہوئے اور مر گئے ان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا پھر اس میدان میں "میزان عدل" قائم کی جائے گی تا کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کے مطابق عدل و انصاف کیا جاسکے۔ ہر ایک کے اعمال کو اس ترازو پر تول کر دیکھا جائے گا۔ جس کے اعمال میں اخلاص کی برکت سے وزن ہوگا اس کو من پسند جنت کی راحتوں میں داخل کیا جائے گا۔ اور جن لوگوں کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے ان کو آگ سے بھرے گڑھے یعنی جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اصل میں ہمیشہ سے دنیا میں ماپ تول کا رواج رہا ہے۔ پہلے صرف ترازو اور بٹے ہوتے تھے جن کے ذریعہ چیزوں کو تولا جاتا تھا۔ پھر سائنسی ترقی کا دور آیا تو اس میں ہوا، بارش، پانی، سردی، گرمی، برف تک تولنے کے آلات ایجاد کئے گئے لیکن اللہ کی میزان عدل یعنی انصاف کی ترازو میں ایمان و کفر، اچھے برے اخلاق، ثواب اور گناہ، شہیدوں کا لہو اور علماء کی لکھنے والی روشنائی تک کو تول کر دیکھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم اور احادیث میں بہت سی تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہم قیامت کے دن میزان عدل (انصاف کی ترازو) قائم کریں گے۔ اس لئے کسی پر ادنی سا بھی ظلم

نہ ہوگا۔ جو بھلائی اور برائی رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگی وہ بھی میزان عدل میں رکھی جائے گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور حساب لینے کے لئے تو ہم ہی کافی ہیں۔

فرمایا! جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ من پسند عیش و آرام میں ہوگا اور جس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔(القارعہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں ایسے کام بتاتا ہوں جن پر عمل کرنا انسان کے لئے کچھ بھاری نہیں ہے لیکن میزان عدل میں وہ سب سے بھاری ہوں گے ایک حسن اخلاق اور دوسرے زیادہ تر خاموش رہنا یعنی بلاضرورت کوئی کلام نہ کرنا۔(ابوداؤد۔ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن علماء(کے قلم) کی روشنائی جس سے انہوں نے علم دین اور احکام دین لکھے تھے ان کو اور شہیدوں کے لہو کو تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔(امام ذہبی)

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص حاضر ہوگا جب اس کا نامہ اعمال سامنے آئے گا تو وہ نیک اعمال کم پاکر گھبرا جائے گا۔ اچانک ایک چیز بادل کی طرح اٹھ کر آئے گی اور اس کے نیک اعمال کے پلے میں گر جائے گی اس کو بتایا جائے گا کہ یہ تیرے ان اعمال کا ثمرہ ہے جو تو دنیا میں لوگوں کو دین کے احکام و مسائل بتاتا اور سکھاتا تھا۔ یہ تیری تعلیم کا سلسلہ جب آگے چلا تو جس شخص نے اس پر عمل کیا ان سب کے اعمال میں تیرا حصہ بھی لگایا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے روتا ہے تو اس کا عمل تولا نہ جائے گا بلکہ اس کا ایک آنسو جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھانے کے لئے کافی ہوگا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے میزان عدل میں سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ ہوگا جو اس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کا عمل کیا ہوگا۔(طبرانی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے میدان حشر کی "میزان عدل" میں سب سے زیادہ وزن دار چیز کلمہ طیبہ "**لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ**" ہوگا۔ میزان کے جس پلے میں یہ کلمہ آگیا وہ سب سے بھاری ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور رحمٰن کو بہت محبوب ہیں مگر میزان عدل میں بہت بھاری ہوں گے۔ وہ دو کلمے یہ ہیں

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ (بخاری شریف)

سُورَةُ الْقَارِعَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْقَارِعَةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ؕ﴿۳﴾
يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۙ﴿۴﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ
كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۶﴾ فَهُوَ
فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ
هَاوِيَةٌ ؕ﴿۹﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ؕ﴿۱۰﴾ نَارٌ حَامِيَةٌ ۠﴿۱۱﴾

ع ١ ١١ ٢٦

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ١١

وہ زبردست حادثہ۔

اور کیا ہے وہ حادثہ؟

اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ حادثہ کیا ہے؟

جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہوجائیں گے۔

پھر جس کے اعمال بھاری ہوں گے تو وہ اپنی پسندیدہ زندگی میں ہوگا اور جس کے اعمال ہلکے ہوں گے تو اس کا ٹھکانا "ہاویہ" میں ہوگا۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ "ہاویہ" کیا ہے؟

وہ دھکتی ہوئی ایک آگ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۱۱

اَلْقَارِعَةُ	کھڑکھڑانے والی
كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ	جیسے بکھرے پرندے
كَا لْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ	جیسے دھنکی ہوئی اون
ثَقُلَتْ	بھاری ہوئے
مَوَازِيْنُ	وزن
عِيْشَةٌ رَّاضِيَةٌ	من پسند عیش و آرام
خَفَّتْ	ہلکے ہوئے
اُمُّهٗ	اس کا ٹھکانا
نَارٌ حَامِيَةٌ	دھکتی آگ

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۱۱

قارعہ کے معنی عظیم، ہولناک حادثہ اور بڑی آفت و مصیبت کے آتے ہیں۔ قارعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کائنات کا یہ عظیم اور ہیبت ناک حادثہ جب پیش آئے گا تو سارا نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے، انسان اور جن اور ساری مخلوق سب کے سب اس عظیم اور اچانک حادثہ میں ختم ہو جائیں گے۔ جب صور پھونکا جائے گا اور زمین زبردست جھٹکے اور زلزلوں سے ہلنا شروع ہو گی تو ہر شخص ایک دوسرے پر اس طرح گرتے پڑتے دوڑ رہے ہوں گے جس طرح چھوٹے چھوٹے پروانے کسی روشنی کو دیکھ کر ایک دوسرے پر گرتے پڑتے نظر آتے ہیں۔ زبردست اور مضبوط پہاڑ رنگ برنگ کے اون کی طرح اور دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے۔

اس طرح زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر مخلوق پر فنا کی کیفیات طاری کردی جائیں گی۔ دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اللہ کی ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ اب ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان ہوگا یہ میدان حشر ہوگا جس میں ابتدائے کائنات سے قیامت تک آنے والے تمام لوگ حاضر کر دیئے جائیں گے۔ ہر شخص کے ساتھ اس کے اعمال کی جزا کے لئے اللہ کی عدالت قائم کی ہوگی۔ میزان عدل رکھ دی جائے گی۔ یہ میزان عدل (انصاف کی ترازو) ایسی ہوگی جس میں چیزیں نہیں بلکہ انسانی اعمال اور اس کے خلوص کو تولا جائے گا۔ جس کے اعمال ایمان پر مضبوطی اور پر خلوص اور عمل صالح کی وجہ سے وزن دار اور بھاری ہوں گے اس کو راحتوں اور آرام و سکون کے لئے ایسی جنت میں داخل کیا جائے گا جو اس کی امیدوں اور تمناؤں سے بھی زیادہ خوبصورت، حسین اور پر سکون ہوگی لیکن جن لوگوں کے اعمال بے وزن اور ہلکے ہوں گے جو زندگی بھر کفر و شرک اور ناشکری میں مبتلا رہے ہوں گے ان کو "ھاویہ" میں جھونک دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے وہ "ھاویہ" کیا ہوگی؟ فرمایا وہ آگ سے بھر پور خندق ہوگی جس میں انہیں اوپر سے اس کے اندر پھینکا جائے گا۔ وزن دار اور ہلکے اعمال کیا ہوں گے اس کے لئے ہمیں قرآن کریم سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کے دن انسانی اعمال کا وزن بندے کے ایمان، خلوص اور حق و صداقت پر چلنے کی وجہ سے پیدا ہوگا جو لوگ زندگی بھر بھٹکتے رہنے کے باوجود اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کو تیار نہ تھے اپنے آپ کو صحیح اور دوسروں کو غلط سمجھتے رہے وہ اس دن شدید نقصان اٹھائیں گے اور ان کے اعمال بے وزن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھ دیں گے۔ کسی کے ساتھ بے انصافی نہ ہوگی اور اگر کسی کا رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا وہ ہم اس کے سامنے لے آئیں گے اور حساب لینے کے لئے تو ہم ہی کافی ہیں۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۴۷)

دوسری جگہ فرمایا

اس دن وزن "حق" کا ہوگا۔ پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے (بے وزن) ہوں گے وہ اپنے آپ کو نقصان اور خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۸ تا ۹)

ایک جگہ ارشاد فرمایا

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے کون لوگ ہوں گے؟ وہ لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی ہی میں ضائع ہوگئیں جو یہ سمجھتے رہے کہ وہ جو کام کر رہے ہیں بہت اچھے کام

ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیات کا اور اس کے ملنے سے انکار کیا تھا۔ ان کا کیا کرایا سب برباد ہو جائے گا اور قیامت کے دن ہم ان کو کوئی وزن نہ دیں گے۔ جہنم (ان کے اعمال کا) بدلہ ہے جس کے لئے انہوں نے کفر کیا تھا۔ میری نشانیوں کا انکار کیا تھا اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا۔ (سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز کا وزن اس کے ظاہر کے اعتبار سے ہوتا ہے جب کہ قیامت کے دن یہ دیکھا جائے گا کہ کون شخص ایمان کے ساتھ پرخلوص عمل صالح لے کر آیا ہے۔ جو عمل ایمان و اخلاص سے خالی ہوگا وہ دنیا والوں کی نظر میں کتنا بھی خوبصورت اور وزن دار ہو اللہ کے ہاں وہ بے وزن ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت میں ہر طرح کی رسوائیوں اور اعمال کی بے وزنی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۱۰۲

التَّكَاثُرُ

● تعارف ● ترجمہ ● لغت ● تشریح

تعارف سورۃ التکاثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	102
رکوع	1
آیات	8
الفاظ وکلمات	28
حروف	123
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اگر اللہ کی رضا وخوشنودی، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کے لئے جائز حدود میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مال و دولت کمانے کی جدوجہد خواہش اور کوشش کی جائے تو شریعت میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے شرط یہ ہے کہ قدم قدم پر یہ احساس زندہ رہے کہ قیامت کے دن ہر ایک نعمت کے متعلق جو سوال کیا جائے گا اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا ہے۔

دراصل شریعت میں "تکاثر" کی اجازت نہیں ہے یعنی ایک دوسرے سے کثرت اور بہت کچھ حاصل کرنے میں زندگی لگا دینا۔ اگر ایک شخص اللہ، اس کے رسول، قیامت، آخرت، اخلاقی حدود اور اس کی ذمہ داریوں سے غافل ہو کر معیار زندگی بلند کرنے کی دھن میں پوری زندگی کھپا دے اور وہ اس بات کو بھلا دے کہ اسے ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر دی گئی ہر نعمت کا جواب دینا ہے تو یہ نامناسب بات ہوگی۔ اگر انسان اپنے چاروں طرف نظر دوڑائے تو اس پر اللہ کے اتنے کرم ہیں اور اس کو زندگی گذارنے کے لئے اتنی نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان کو شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا۔ نعمت کی قدر تو یہ ہے کہ ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس اور ایک کھجور پر بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی نعمتوں پر بھی شکر ادا کرنے کی تلقین و تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کو تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔ (مسند احمد، نسائی، ابن جریر)

ایک مرتبہ سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی گھر سے تشریف لے آئے۔ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ اس وقت سخت دھوپ میں کیسے آنا ہوا۔ فرمایا بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم اسی بے چینی نے مجھے بھی مجبور کیا۔ یہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تم اس وقت یہاں؟ عرض کیا حضور بھوک کی شدت نے مجبور کر دیا تھا۔ آپ ﷺ

نے فرمایا میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں۔اس کے بعد حضور اکرم ﷺ ان دونوں کو لے کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے آئے۔حضرت انصاری کی اہلیہ حضور کے آنے سے بہت خوش ہوئیں۔کچھ دیر بعد حضرت ابوایوب بھی تشریف لے آئے انہوں نے جلدی سے کھجور کا ایک خوشہ توڑا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔آپ نے فرمایا کہ پورا خوشہ کیوں توڑ لائے؟اس میں کچی پکی ہر طرح کی کھجوریں ہیں۔عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس لئے لے آیا تا کہ آپ جس قسم کی کھجور کھانا پسند فرمائیں وہ کھا لیں۔اتنی دیر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا کچھ حصہ آگ پر بھونا کچھ حصہ ہانڈی میں ڈال کر پکایا۔ان سب نے گوشت روٹی کھائی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی یہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا حضرات صحابہ کرامؓ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ اس فقر و فاقہ اور سخت بھوک میں کھائی گئی ان چیزوں کے متعلق بھی اللہ کے ہاں سوال کیا جائے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ اللہ کی نعمتیں ہیں ان پر شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ کر کے شروع کرو اور جب ختم کرو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔اس کے بعد آپ نے ذرا سا گوشت ایک روٹی میں رکھ کر فرمایا کہ ابوایوب یہ فاطمہؓ کو دے آؤ اس نے بھی کئی دن سے کوئی چیز نہیں کھائی۔وہ جلدی سے گئے اور حضرت فاطمہ کو دے آئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تکاثر سے محفوظ رکھتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سورة التكاثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ① حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② كَلَّا سَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ④ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ
الْيَقِيْنِ ⑤ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ⑥ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ⑦
ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ⑧

ع ٨ ٤٧

ترجمہ: آیت نمبر ١ تا ٨

تمہیں تکاثر (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے نے) غفلت میں مبتلا کئے رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبریں جا دیکھتے ہو۔ ہر گز نہیں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ پھر ہر گز نہیں۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ہر گز نہیں۔ تم یقینی طور پر معلوم کر لو گے۔ البتہ تم جہنم کو ضرور دیکھو گے۔ پھر تم یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر تم سے اس دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن میں تم لوگ رہا کرتے تھے۔

لغات القرآن آیت نمبر ١ تا ٨

اَلْهٰى	بھلائے رکھا۔ غافل کئے رکھا
اَلتَّكَاثُرُ	ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کثرت نے
زُرْتُمْ	تم نے دیکھ لی

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ	بہت جلدتم جان لوگے
عِلْمُ الْيَقِيْنِ	یقین کا علم
تَرَوُنَّ	تم ضرور دیکھو گے
عَيْنُ الْيَقِيْنِ	آنکھ سے حاصل ہونے والا یقین
تُسْئَلُنَّ	تم پوچھے جاؤ گے
اَلنَّعِيْمُ	نعمتیں

تشریح: آیت نمبر ا تا ۸

آخرت کی فکر رکھتے ہوئے صبر وقناعت اختیار کرنا، اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق جائز اور حلال ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا۔ جس کا بنیادی مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی، اپنے بال بچوں کی مناسب دیکھ بھال، غریب، ضرورت منداور محتاجوں سے ہمدردی اور بھلائی کا جذبہ رکھنا جس میں فخر وغرور، حرص اور لالچ نہ ہو۔ ہر قدم پر اس بات کا خیال رکھنا کہ اللہ نے جو بھی نعمتیں دی ہیں آخرت میں ان کا حساب دینا ہے۔ ان بنیادی باتوں کا خیال رکھتے ہوئے مال ودولت حاصل کرنے کے لئے محنت ومشقت، جدوجہد اور بھاگ دوڑ کرنا کسی طرح عبادت سے کم نہیں ہے۔ اس جدوجہد کی قطعاً ممانعت نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کا مقصد زندگی صرف مال ودولت سمیٹنا، اپنی شان وشوکت کا اظہار کرنا، لوگوں پر رعب اور دھونس جمانے کے لئے اونچی اونچی بلڈنگیں بنانا، لمبی چوڑی سواریاں حاصل کرنا، حلال وحرام کی پرواہ نہ کرنا اور آخرت سے غفلت اختیار کرنا ہو اس کی سخت ممانعت ہے۔ ایسے لوگ کبھی اس بات پر غور وفکر نہیں کرتے کہ یہ تمام چیزیں اس وقت تک ان کے ساتھ ہیں جب تک موت کا فرشتہ ان کے سامنے آکر کھڑا نہیں ہوجاتا۔ جیسے ہی موت آئے گی یہ تمام چیزیں ان سے چھین لی جائیں گی۔ اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

" آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ تیرا مال تو صرف اتنا ہے جو تو نے کھا کر فنا کردیا یا پہن کر پرانا اور بوسیدہ کردیا یا صدقہ کر کے اس کو (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے اور تو اس کو لوگوں کے لئے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ " (مسلم، ترمذی، مسند احمد)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جس مال کو اپنا مال کہتا ہے درحقیقت وہ اس کا نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وارثوں کے مال کا نگران ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی اس کے وارثوں میں سے ہر ایک اپنا حصہ کھینچنے کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو فرشتہ آگے آگے یہ کہتا جاتا ہے کہ تو کیا لے کر آیا ہے؟ اور جو مرنے والے کے وارث ہیں وہ کہتے ہیں کہ تو کیا چھوڑ کر گیا ہے؟

جو آدمی مال و دولت کے لالچ میں پڑ جاتا ہے اور اسی کو مقصد زندگی بنا لیتا ہے وہ جتنی بھی دولت جمع کر لیتا ہے اس پر صبر و قناعت نہیں کرتا بلکہ دن رات اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے اس کو دگنے سے دگنا کیسے کر سکتا ہوں۔ اس کی ہوس کا منہ کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ صرف قبر کی مٹی ہی اس کے ہوس کے منہ کو بھر سکتی ہے۔ اس بات کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

"اگر آدم زاد کے لئے سونے سے بھری ہوئی ایک وادی موجود ہو تو وہ چاہے گا کہ ایسی دو وادیاں اور ہو جائیں (اس کی ہوس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے)۔ مٹی کے سوا کوئی چیز اس کے منہ کو بھر نہیں سکتی۔ لیکن اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے"۔ (صحیح بخاری)

درحقیقت یہی تکاثر ہے جو آخرت کی ابدی زندگی سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "الھکم التکاثر" پڑھ کر ارشاد فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ مال جو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور اس پر جو فرائض ہیں ان پر خرچ نہ کیا جائے (قرطبی)

فرمایا کہ آج تم جس عذاب جہنم کا انکار کر رہے ہو نہ تو وہ جہنم دور ہے اور نہ اس دنیا سے جانے کا وقت دور ہے وہ بہت جلد آنے والا ہے۔ ہر انسان بہت جلد اس جہنم کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ فرمایا کہ اس کے بعد ہر شخص سے ان تمام نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا جو دنیا میں اسے عطا کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل تو ارشاد نہیں فرمائی کہ کن نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص سے دیکھنے، سننے اور سوچنے کی طاقتیں جو نعمت کے طور پر عطا فرمائی گئیں ہیں ان کے بارے میں سوال بھی کیا جائے گا۔ جو لوگ ان سوالوں کے صحیح جواب دیں گے ان کے لئے جنت اور اس کی ابدی راحتیں ہوں گی اور جو اس امتحان میں فیل ہو جائیں گے ان کے لئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ محشر کے دن کوئی شخص اس وقت تک اپنی جگہ سے ہل نہ سکے گا جب تک وہ پانچ سوالات کے جوابات نہ دے دے۔

(۱)۔ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی؟

(۲)۔ اس نے اپنی جوانی کی طاقتوں کو کن کاموں میں خرچ کیا؟

(۳)۔ وہ مال جو اس نے کمایا ہے وہ کس طریقے سے حاصل کیا تھا (جائز یا ناجائز طریقے پر)؟

(۴)۔اس نے جو مال و دولت حاصل کیا تھا اس کو کن مصارف میں خرچ کیا؟

(۵)۔اللہ نے جو علم اس کو دیا تھا اس نے اس پر کتنا عمل کیا تھا؟

سورۃ التکاثر بہت چھوٹی سی سورت ہے مگر غور و فکر کرنے والے جانتے ہیں کہ اللہ نے اس میں زندگی اور اس کے متعلق چند جملوں میں دنیا اور آخرت کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔اس کے علاوہ اس کی ایک اور خصوصیت بھی ہے۔ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی شخص اس کی قدرت و طاقت رکھتا ہے کہ ہر روز قرآن کریم کی ایک ہزار آیات پڑھا کرے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کون روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کوئی الھٰکم التکاثر نہیں پڑھ سکتا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ تکاثر کو پڑھے گا اس کو ایک ہزار آیتیں پڑھنے کا ثواب ملے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورة نمبر ۱۰۳

الْعَصْر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ العصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	103
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	14
حروف	74
مقام نزول	مکہ مکرمہ

تین آیات پر مشتمل اس چھوٹی سی سورت پر جتنا بھی غور وفکر کیا جاتا ہے اس میں معانی اور حقائق کی ایک دنیا جھلکتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں عصر کی قسم کھائی ہے۔

عصر کے معنیٰ نماز عصر، تاریخ انسانی، زمانہ یا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور کی قسم کھا کر یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کے سارے لوگ اس وقت تک دنیا اور آخرت میں سخت ناکام ہیں جب تک وہ ایمان لا کر عمل صالح اختیار نہ کریں۔

اگر انسانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں دو ہی قسم کے انسان نظر آتے ہیں کامیاب یا ناکام۔ دنیا والوں نے تو کامیابی اور ناکامی کے دو پیمانے مقرر کر رکھے ہیں کہ جو شخص خوب مال و دولت کما کر اونچی سے اونچی بلڈنگیں تعمیر کر لے۔ اس کے آگے پیچھے گھومنے والے سیکڑوں آدمی ہوں تو وہ کامیاب ہے اور اگر کوئی شخص ایمان داری اور اپنے اخلاص، نیک نیتی اور حسن اخلاق کے باوجود غریب اور مفلس ہے تو وہ ناکام آدمی شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ معیار بتایا ہے کہ ہر انسان اس وقت تک سخت ناکام ہے جب تک وہ ایمان اور عمل صالح کی زندگی اختیار نہ کر لے۔ کامیاب وہ شخص ہے جس کی دنیا اور آخرت دونوں بہتر ہوں اور وہ شخص سخت ناکام ہے جو مال و دولت اور دنیاوی وسائل کمانے کے باوجود دنیا میں اللہ کے عذاب کا شکار ہو اور قیامت میں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے۔ قوم عاد، قوم ثمود، قوم فرعون وغیرہ دنیا کی وہ قومیں ہیں جنہوں نے ہزاروں سال تک دنیا پر حکومتیں کی ہیں۔ دنیا بھر کے وسائل ان کے پاس تھے۔ مال و دولت اور خوش حالی کی کمی نہ تھی لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی انتہا کر دی اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو وہ قومیں اللہ کے عذاب کا شکار ہو گئیں۔ ان کا مال و دولت، اونچی اونچی بلڈنگیں، تاج و تخت اور افراد کی کثرت ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے۔ یہ تو دنیا کا معاملہ ہے آخرت میں ان پر دائمی عذاب یہ ہوگا کہ ان کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر جہنم کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا۔ اللہ کی نظر میں یہ ناکام لوگ ہیں۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جو وسائل کے اعتبار سے کمزور تھے لیکن ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا

مال تھے وہ دنیا میں بھی سرخ رو ہوئے اور آخرت میں انہیں ہمیشہ کی راحتیں، آرام وسکون اور عیش وعشرت کے سامان عطا کئے جائیں گے یہ لوگ دنیا اور آخرت میں کامیاب ترین لوگ ہیں۔ اگر عصر سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے وہ گذشتہ قوموں کی طرح اس طرح ناکام ہوں گے کہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ذلتوں کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن جو لوگ نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لا کر عمل صالح کی زندگی اختیار کریں گے وہ دنیاوی اسباب کے لحاظ سے کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیاب ہوں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لا کر آپ کی اطاعت کرتے ہوئے عمل صالح کا راستہ اختیار کیا وہ دنیا کے کامیاب ترین لوگ شمار کئے گئے ہیں۔ ان کی شان اور عظمت یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ کی طرف نسبت کرنے پر ہر شخص فخر محسوس کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کی نعمت سے محروم رہے آج وہ اس طرح مٹ گئے ہیں کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ اگر کچھ نام زندہ ہیں تو وہ بھی قرآن ہی کی وجہ سے ہیں۔ لیکن کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ کوئی بھی ان کی طرف نسبت کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

سُورَةُ العَصْر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③ ع ۱ ۲۸

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

زمانے کی قسم۔
بے شک انسان بڑے خسارے میں ہے۔
سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے۔
ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تلقین اور ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی تاکید کرتے رہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَلْعَصْرُ	زمانہ
خُسْرٌ	نقصان۔گھاٹا
تَوَاصَوْا	ایک دوسرے کو کہتے رہے۔تاکید کرتے رہے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

تین آیات پر مشتمل اس چھوٹی سی سورت میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تعلیمات کو اس طرح سمو دیا ہے کہ بقول امام شافعیؒ اگر لوگ اسی ایک سورت میں غور و فکر کرلیں تو یہی سورت ان کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ صحابہ کرامؓ بھی اس سورت کو بہت اہمیت دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ ابن حصین الدارمی سے روایت ہے کہ اصحاب رسول ﷺ میں جب دو آدمی ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورۂ عصر نہ سنا لیتے۔ (طبرانی)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے عصر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ سراسر گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔ صرف وہ لوگ کامیاب و بامراد ہیں جو ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر پر قائم رہے۔

عصر کے مختلف معنی ہیں نماز عصر، زمانہ، تاریخ انسانی اور زمانہ خاتم الانبیاء ﷺ بہر حال اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی، اس کے انقلابات اور قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب رہے، ان ہی لوگوں نے فلاح پائی جو اللہ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں، قیامت کے دن، تقدیر الٰہی اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لائے۔ لیکن جنہوں نے ان چیزوں کا انکار کیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلایا وہ نہ صرف دنیا میں رسوا اور ذلیل و خوار ہوئے بلکہ آخرت میں بھی وہ جنت اور اس کی راحتوں سے محروم رہیں گے۔

ہوسکتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قسم کھا کر بتایا ہو کہ جو لوگ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ نہیں ہیں وہی ناکام و نامراد ہیں اور جنہوں نے ان پر ایمان لا کر ان کی ہدایت پر عمل کر کے اعمال صالحہ کا راستہ اختیار کیا ہے وہی اس سے مستثنیٰ ہیں اور کامیابی ان ہی کا مقدر ہے۔

﴿ایمان﴾ اللہ کو معبود حقیقی ماننا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اسی کی ذات پر بھروسہ اور توکل کرنا، اسی کو اپنی تمناؤں کے پورا ہونے کا مرکز ماننا، اس نے جو تعلیمات اپنے پیغمبروں کی معرفت اپنے بندوں تک پہنچائی ہیں ان پر نہایت خلوص سے عمل کرنا، اس کے تمام رسولوں کو ماننا، ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان رکھنا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی اور آخری رسول ماننا اور اس بات پر یقین رکھنا کہ آپ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے وہ سب سے بڑا جھوٹا اور فریبی ہے۔ قرآن کریم کو اللہ کی آخری کتاب مان کر اس کے تمام احکامات پر مکمل ایمان رکھنا، اس کی دعوت کو ساری دنیا میں پہنچانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو حق و صداقت پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرنا۔

﴿عمل صالح﴾ ہر نیک اور بہتر عمل کو عمل صالح کہا جا سکتا ہے لیکن عمل صالح اس عمل کو کہتے ہیں جس کی بنیاد ایمان اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو۔ اگر کوئی شخص ایمان کے بغیر کوئی نیک اور بہتر عمل کرتا ہے اللہ کے ہاں اس کی بھی قدر ہے اس کی جزا اور بدلہ اسی دنیا میں دیدیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اور جو شخص ایمان کے ساتھ عمل صالح کی روش کو اختیار کرے گا اس کو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اس کے نیک اور بہتر اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ایمان اور عمل صالح الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقت کے دو نام ہیں اسی لئے قرآن کریم میں عام طور پر ایمان کے بعد ہی عمل صالح کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿تواصی بالحق﴾ ایک دوسرے کو حق وصداقت پر چلنے کی تلقین کرنا۔ تواصی کا لفظ وصیت سے بنا ہے۔ اگر کسی شخص کو تاکید کے ساتھ کسی نیک اور بہتر کام کرنے کی تاکید کی جائے تو اس کو وصیت کہتے ہیں۔ یہاں وصیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک مومن دوسرے مومن کو موثر انداز میں اس بات کی تلقین کرتا رہے کہ اس نے حق وصداقت کے جس راستے کو اختیار کیا ہے اسی پر پورے صبر وتحمل کے ساتھ چلتا رہے تا کہ اس کے لئے آخرت کی منزل آسان ہو جائے اور سچائی کے راستے میں جو بھی مشکلات پیش آئیں ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر مشکل کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کے لئے ثابت قدم رہے۔ اسلامی معاشرہ کی سب سے اچھی اور بہتر بات یہ ہے کہ اس میں کسی کو تنہا نہیں چھوڑا جاتا ہے بلکہ ایک کو دوسرے کا سہارا بننا پڑتا ہے۔

﴿تواصی بالصبر﴾ یعنی صبر کرنے اور ڈٹ جانے کی ایک دوسرے کو تلقین کرنا۔ اصل میں جب کوئی آدمی ایمان اور عمل صالح کی روش کو اختیار کرتا ہے تو اس کو بگڑے ہوئے معاشرے کے ہر فرد اور من گھڑت رسموں اور اصولوں سے ٹکرانا پڑتا ہے جہاں ہر طرف دنیا داری کی چمک دمک ہوتی ہے وہاں ایک شخص کا حق وصداقت کی بات پر جمنا اور عمل کرنا کھیل نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے تو اس کو اپنے گھر اور خاندان والوں سے ہی نامناسب باتیں سننا پڑتی ہیں پھر دوست احباب اور اہل محلہ کی طنز بھری نظریں جو اس کا تعاقب کرتی ہیں ان کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

ایسی صورت میں اگر ایک دوسرے کو سہارا نہ دیا جائے صبر کی تلقین نہ کی جائے تو ممکن ہے ایک تنہا آدمی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ دنیا میں عام طور پر ہر شخص اپنے لئے جیتا ہے، اپنے لئے راحت وآرام کے اسباب مہیا کرتا ہے اس کی دنیا اپنے گھر والوں اور بچوں تک محدود رہتی ہے۔ ہمارا دین ہمیں پہلی تعلیم ہی یہ دیتا ہے کہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے جینا

کمال نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لئے جینا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اصل زندگی ہے۔اس زندگی کی کیفیات ہی کچھ اور ہوتی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص خود تو نیکیوں پر چلتا ہے، نماز روزے کا پابند ہے لیکن اسی راستے پر اپنی اولاد، گھر والوں اور خاندان والوں کو نہیں چلاتا تو وہ درحقیقت ایک بہت بڑی سچائی سے دور ہوتا ہے۔ایک دوسرے کو حق وصداقت پر چلنے کی دعوت دینا یہ دین کی روح ہے۔

اگر کسی جسم سے روح نکل جائے تو وہ بے جان لاشہ رہ جاتا ہے اسی طرح اگر ہماری زندگیوں سے دعوت کا عمل نکل جائے تو پھر رسم اذاں تو رہ جاتی ہے لیکن روح بلالی نہیں رہتی۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۴

الھُمَزَۃِ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

۵۹

تعارف سورۃ الھمزہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورت نمبر	104
رکوع	1
آیات	9
الفاظ وکلمات	33
حروف	135
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایمان، عمل صالح، دیانت، امانت اور جائز طریقوں سے اگر مال و دولت کمایا جائے تا کہ وہ مال و دولت اس کے اپنے لئے اور ملت کے کام آئے۔ جس کا مقصد خیر وفلاح اور بھلائی کا جذبہ ہو اور مال و دولت کی بنیاد پر کسی کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھا جائے تو ایسی دولت کمانا عبادت سے کم نہیں ہے۔

دین اسلام نے جس چیز سے منع کیا ہے وہ زر پرستی کی لعنت ہے یعنی مال و دولت کمانے کے لئے جائز و ناجائز کی پرواہ نہ کرنا۔ رات دن دولت کمانے کی دھن تو ہو مگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پامال کرتے چلے جانا۔ اپنی ذاتی تسکین کے لئے مال و دولت کے ڈھیر جمع کر کے ان پر فخر کرنا اور دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھنا یہی زر پرستی ہے جو اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

زر پرست وہ لوگ ہیں جن کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک خاص ذھنیت پیدا ہو جاتی ہے بخل، کنجوسی، غرور و تکبر، مال و دولت کی کثرت پر اترانا، ہر جگہ اپنی ذات اور کوششوں کی بڑائی کرنا، حق و صداقت پر چلنے والے غریب اور مفلسوں کو حقیر و ذلیل، ناعاقبت اندیش، احمق اور بے وقوف سمجھنا، سامنے ہوں تو ان کو بات بات پر طعنے دینا، جملے اور پھبتیاں کسنا، پیٹھ پیچھے ان کی غیبت اور چغل خوری کرنا، ان پر ناحق الزامات لگانا، ان کو ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کرنا ایسے زر پرستوں اور ان کی کوششوں کی مذمت کی گئی ہے۔

فرمایا کہ ہر ایسے شخص کے لئے تباہی اور بربادی ہے جو منہ پر لوگوں کو طعنے دیتا ہو اور پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں کرتا ہو۔ مال جمع کر کے اس کو گنتا رہتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ یہ مال و دولت اور عیش و آرام کے اسباب ہمیشہ اس کے پاس رہیں گے اور کبھی فنا نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کا نہایت بھیانک انجام ہے ایسے لوگوں کو "حطمہ" میں پھینکا جائے گا۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے وہ "حطمہ" کیا ہے؟ جواب عنایت فرمایا کہ حطمہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی وہ آگ ہے جس کی شدت کا حال یہ ہوگا کہ وہ دلوں

تک پہنچ جائے گی یعنی اس کا وہ دل جس میں بدترین خیالات، ناجائز خواہشات، گندی ذہنیت پرورش پارہی تھی اس کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادے گی اور چورہ چورہ کرڈالے گی۔ان زر پرستوں کو لمبے لمبے ستونوں سے باندھ کر پھر اس جہنم کو اوپر سے ڈھانپ دیا جائے گا۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ زر پرست آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس نے جو بھی مال و دولت کمایا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا حالانکہ خود آدمی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ وہ کب اس دنیا سے چلا جائے گا۔ نہ وہ خود ہمیشہ اس دنیا میں رہے گا نہ اس کا مال و دولت اس کے ساتھ رہے گا بلکہ وہ جس دولت پر اس قدر اتراتا تھا وہ موت کے ایک جھٹکے کے ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دے گی۔

اہل ایمان کے سامنے زر پرستوں کا انجام بتا کر اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ جائز طریقے سے مال کمائیں۔اپنے لئے ،اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کے علاوہ ملت کے دوسرے بہن بھائیوں کے لئے اس کو خرچ کریں تا کہ یہ خیر اور بھلائی اس کے لئے دل کا سکون، قبر کی راحت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے۔

سُورَةُ الهُمَزَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ﴿۱﴾ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾
يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَآ
اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى
ع ۱ ۹ ۲۹ الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۹

ہراس شخص کے لئے بربادی ہے جو عیب نکالنے اور طعنے دینے والا ہے۔ وہ جو مال جمع کرتا ہے اس کو بار بار گنتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔ ایسا تو ہر گز نہیں ہے۔ البتہ وہ جہنم میں ضرور پھینکا جائے گا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ "حُطمہ" کیا ہے؟ وہ اللہ کی ایک آگ ہے جو دھکائی گئی ہے۔ وہ جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ بے شک وہ جہنم والوں پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی۔ وہ لمبے لمبے ستونوں سے بندھے ہوئے ہوں گے۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۹

وَيْلٌ خرابی۔ بربادی

هُمَزَةٌ طعنے دینے والا

لُمَزَةٌ	عیب تلاش کرنے والا
عَدَّدَ	اس نے گنا
اَخْلَدَ	ہمیشہ رہے گا
لَيُنْبَذَنَّ	البتہ ضرور پھینکا جائے گا
اَلْمُوْقَدَةُ	بھڑکائی گئی
تَطَّلِعُ	جا پہنچے گی
عَمَدٌ	ستون
مُمَدَّدَةٌ	لمبے لمبے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۹

دین اسلام میں حلال اور جائز طریقے سے مال و دولت حاصل کرنے، سرمایہ رکھنے اور سرمایہ دار کہلانے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ اگر مال و دولت اللہ کی رضا و خوشنودی اور اس کے بندوں کی خدمت اور مدد کے لئے ہو تو یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ البتہ دین اسلام نے اس سرمایہ پرستی کو حرام قرار دیا ہے جس کا مقصد صرف ذاتی آرام و سکون اور دوسروں کو ستانا اور بداخلاقیوں کو عام کرنا ہے۔

سرمایہ پرستی سے معاشرہ میں بدترین اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً اپنے علاوہ ہر ایک کو کم تر اور حقیر و ذلیل سمجھنا، ان کو طرح طرح کے طعنے دینا، ان کی کمزوریوں کو اچھالنا، سامنے اور پیٹھ پیچھے اس طرح ذکر کرنا کہ ایک غریب اور شریف آدمی بدنام ہو کر رہ جائے۔ دوسری خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کے پاس جتنا سرمایہ جمع ہوتا جاتا ہے اس میں اسی قدر مزید حاصل کرنے کا لالچ اور کنجوسی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ وہ کسی ضرورت مند کی مدد نہیں کرتا، اپنے مال کو گن گن کر رکھتا ہے۔ اس کی حفاظت کے ہزاروں جتن کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ مال و دولت، اونچی بلڈنگیں اور اعلیٰ ترین سواریاں ہمیشہ اس کے پاس رہیں گی۔

حالانکہ یہ دولت دنیا کی سب سے بے وفا چیز ہے آج اس کے پاس کل دوسرے کے پاس وہ مال و دولت جو (نیکی اور بھلائی کے لئے خرچ نہ کی جائے) اس کے قبر میں بھی کام نہیں آتی سارے ٹھاٹ باٹھ موت کے ایک جھٹکے سے ختم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اس دنیا ہی میں کام نہ آئی تو آگے کی منزلوں میں کیا کام آئے گی؟ البتہ اگر کسی نے مال و دولت اپنے بال بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے، انسانیت کی بھلائی اور خیر کے لئے کمایا ہے اور اللہ نے اس پر جتنے فرائض مقرر کئے ہیں ان کو بھی ادا کرتا ہے تو یہ مال و دولت اس کے اس دنیا میں بھی کام آتا ہے، قبر کی روشنی اور آخرت میں نجات کا سامان بھی بن جائے گا۔

سورۃ الھمزہ میں ایسے کنجوس سرمایہ پرستوں کے دو بڑے بڑے عیبوں کا ذکر فرمایا ہے جو ان کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں

(۱) ھمزہ

(۲) لمزہ

ھمزہ کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے کسی کے عیب اور کمزوریوں کو باتوں اور اشاروں سے بیان کرنا، غیبت اور چغل خوری کرنا، مذاق اڑانا، پھبتیاں کسنا، بدنام کرنا، بے گناہ پر الزام لگانا یہ سب باتیں اللہ کو سخت ناپسند ہیں جو آخر کار اس کو جہنم تک پہنچا کر چھوڑیں گی۔

لمزہ کے معنی ہیں کسی کے منہ پر اس کو طعنے دینا، ذلیل و رسوا کرنا، برا کہنا، کسی کے جذبات و احساسات کا خیال نہ کرنا، کسی غریب اور مجبور کو اس طرح ذلیل و خوار کرنا کہ وہ خود ہی اپنی نظروں میں اور دوسروں کی نظروں میں حقیر اور بے عزت بن کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ھمزہ اور لمزہ دونوں ایسے عیب ہیں جنہیں اللہ پسند نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف مومن سرمایہ دار کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح کی عیب جوئی، غیبت، چغل خوری، الزام تراشی اور کسی کے دل کو دکھانے کو گناہ سمجھتا ہے اور اپنی دولت کو دین کی سربلندی پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کر کے کسی پر احسان بھی نہیں رکھتا۔ یہ عادت اور خصلت اللہ کو بہت پسند ہے جو دنیا اور آخرت میں اس کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ نہ تو کسی کو طعنے دیتا ہے نہ لعنت کرتا ہے نہ فحش بکتا ہے اور نہ بے حیائی کرتا ہے۔ (ترمذی)

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور کفار قریش کو ان کی بری روش، رسموں اور بتوں کی عبادت و بندگی سے روکنے کی کوشش کی تو ابتداء میں آپ کا مذاق اڑایا گیا، طعنے دیئے گئے اور دین کے لئے رکاوٹ بننا شروع ہوئے پھر قریش کے سرمایہ پرستوں نے اپنی ذھنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ھمزہ اور لمزہ کا پیکر بن کر اہل ایمان کو ہر طرح ستانا شروع کیا اور پھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ پر عرب کی سرزمین کو تنگ کر دیا۔ اللہ نے کفار قریش اور قیامت تک آنے والے سرمایہ پرستوں سے فرمایا ہے کہ وہ عیب نکالنے، طعنے دینے اور مال کو گن گن کر رکھنے اور یہ سمجھنے سے باز رہیں کہ یہ مال و دولت ہمیشہ

ان کے ساتھ رہے گا۔ اگر انہوں نے اپنی روش کو نہ بدلا تو ان کو "حطمہ" میں پھینکا جائے گا اور وہاں ان کا مال اور ان کی دولت ان کے کسی کام نہ آسکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ "حطمہ" کیا ہے؟ فرمایا کہ وہ ایک ایسی آگ ہے جو کافروں کے دلوں تک جا پہنچے گی پھر اس جہنم کو اوپر سے بند کر دیا جائے گا وہ کفار و مشرکین لمبے لمبے ستونوں سے باندھ دیئے جائیں گے یا اس جہنم کی آگ کی لپٹیں لمبے لمبے ستونوں کی طرح شعلے مار رہی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس جہنم سے محفوظ فرمائے اور سرمایہ پرستی کی لعنت سے محفوظ رکھے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۵

الفِیل

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	105
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	24
حروف	94
مقام نزول	مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے "اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ" یعنی اللہ نے سب سے پہلا گھر جو تمام انسانوں (کی ہدایت کے لئے) وضع کیا ہے وہ ہے جو بکہ میں ہے۔ برکتوں والا اور تمام اہل جہان کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلا گھر تعمیر کیا بلکہ وَضَعَ فرمایا یعنی اللہ نے اپنے گھر کے لئے سب سے پہلے جس جگہ کو تجویز فرمایا تھا وہ ہے جو بکہ میں واقع ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک ایسی جگہ کو تجویز اور منتخب فرمالیا تھا جہاں اس کی رحمتوں کا نزول اور مرکز ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ نے اس دنیا کو پیدا کیا تو یہ زمین ایک کھولتے ہوئے پانی کی طرح تھی۔ اللہ نے اس پر بارشیں برسائیں۔ زمین ٹھنڈی ہونا شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے زمین کا جو حصہ ابھر کر ظاہر ہوا وہ ایک چٹان نما جگہ تھی۔ عربی میں ابھری ہوئی جگہ کو کعب کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو کعبہ کا نام دیا گیا جہاں آج بیت اللہ شریف ہے اس کا ابتداء میں "بکہ" نام تھا جو بعد میں کثرت استعمال سے "مکہ" ہوگیا۔ اب یہی شہر قیامت تک ساری دنیا کی ہدایت ورہنمائی کا مرکز ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ وحواؑ کو جنت سے دنیا میں بھیجا تو انہوں نے فرشتوں کی مدد سے بیت اللہ کی جگہ کو پتھروں کے ذریعہ ایک کمرے کی شکل دیدی جو بعد میں تمام انبیاء کرامؑ کا قبلہ قرار پایا۔ اسی جگہ کو حج بیت اللہ کے لئے مخصوص کیا گیا۔ طوفان نوح جس میں زبردست طوفانی لہروں سے ہر چیز ٹوٹ پھوٹ گئی تھی بیت اللہ کی دیواریں بھی گر گئی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کے حکم سے دوبارہ اسی جگہ پر اللہ کے گھر کی تعمیر کی جس پر مختلف زمانوں میں کچھ نہ کچھ تعمیراتی اضافہ ہوتا رہا۔ جب اس شہر مقدس ومحترم میں اللہ کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس وقت بھی حج کے لئے اس گھر کا طواف کیا جاتا تھا اور روحانی عظمتوں کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ کفار مکہ جن کو اس بات پر بھی بڑا غرور تھا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں انہوں نے اپنی جہالت ونادانی میں اللہ کے گھر کو تین سو ساٹھ بتوں اور طرح طرح کی رسموں سے آلودہ کیا ہوا تھا۔ مگر شاید یہ دین ابراہیمی کی برکت تھی کہ جب ایک مرتبہ بیت اللہ کی عمارت کی تعمیر کا ارادہ کیا گیا تو اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ہر شخص اس بیت اللہ کی تعمیر میں صرف وہی رقم لگائے جو بالکل حلال

اور پاکیزہ ہو۔ چنانچہ جب اس رقم کو جمع کیا گیا تو وہ اتنی نہیں تھی جس سے اس پوری عمارت کو تعمیر کیا جا سکتا۔ بیت اللہ کا ایک حصہ چھوڑ دیا گیا اور اس کا نام " حطیم کعبہ " رکھا گیا۔

نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے بیت اللہ کی جب تعمیر کی گئی اور حطیم کعبہ کی جگہ کو چھوڑ دیا گیا تو بعد میں آپ نے بھی اس جگہ تعمیر نہیں فرمائی۔ اب قیامت تک حطیم کعبہ کی جگہ اسی طرح رہے گی۔ اس سے امت کو یہ سعادت نصیب ہوگئی کہ جو آدمی بھی حطیم کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو گویا وہ بیت اللہ کے اندر ہی نماز ادا کرتا ہے۔

بیت اللہ اور حطیم کعبہ کی تعریف اور ابتدائی تعارف سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ شریف کو ابتدائے کائنات سے یہ عزت و شرف حاصل ہے اور وہ ہر اہل ایمان کے لئے روحانی ترقیات کا مرکز رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ اس کو مٹانے والے مٹ جائیں گے لیکن اللہ کے اس گھر کی عمارت اور اس کی عظمت میں کبھی کمی نہ آئے گی۔

حبش کی حکومت کے ایک گورنر ابرھہ نے جب بیت اللہ کی عظمت کو کم کرنے اور مٹانے کے لئے ایک زبردست لشکر اور ہاتھیوں کے ساتھ بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کو بھیج کر جب ابرھہ کی فوج پر کنکر برسائے تو پوری فوج اور اس کے ہاتھی کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہوگئے۔ اس چھوٹی سی سورت میں گویا اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ کفار قریش اپنی چھوٹی چھوٹی سرداریوں اور معمولی سے مال و دولت پر نہ اترائیں۔ اگر انہوں نے بیت اللہ کو بتوں اور گندی رسموں سے پاک نہ کیا اور اللہ کے آخری نبی و رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستگی اختیار نہ کی تو پھر وہ اپنے برے انجام پر غور کر سکتے ہیں۔

۱۰

سُورَةُ الفِيل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ
كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

ع ۱ ۵ ۲۰

ترجمہ: آیت نمبر ا تا ۵

کیا آپ نے دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔
کیا اس نے ان کی ساری تدبیریں ضائع نہ کردی تھیں۔
اور کیا ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نہیں بھیجے تھے جو ان (ہاتھی والوں پر) کنکر کے پتھر برسا رہے تھے۔
اور کیا ہم نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح نہ کردیا تھا۔

لغات القرآن آیت نمبر ا تا ۵

اَلَمْ تَرَ — کیا تو نے نہیں دیکھا

اَصْحَابُ الْفِيْلِ — ہاتھی والے

اَلَمْ يَجْعَلْ — کیا نہیں بنادیا تھا

تَضْلِيْلٌ	بے کار
اَرْسَلَ	بھیجا
طَيْرٌ	پرندے
اَبَابِيْلُ	جھنڈ کے جھنڈ
تَرْمِيْ	مارتے ہیں۔پھینکتے ہیں
سِجِّيْلٌ	کنکر
كَعَصْفٍ	جیسے بھوسا
مَاْكُوْلٌ	کھایا ہوا

تشریح: آیت نمبر ا تا ۵

یمن کے حکمران گورنر ابرہہ نے زبردست لشکر اور ہیبت ناک ہاتھیوں کے ساتھ بیت اللہ کو ڈھانے اور عرب کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے جب پیش قدمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت کا اظہار کرتے ہوئے معمولی سے پرندوں کے ذریعے ابرہہ کے لشکر اور ہاتھیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ بحر احمر کی طرف سے ایسے لاتعداد چھوٹے چھوٹے پرندے اڑتے ہوئے آئے جن کی چونچ اور پنجوں میں مٹر کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں۔لیکن ان کنکریوں کی طاقت کا یہ حال تھا کہ وہ جس کے جسم پر گرتیں تو اس کے جسم کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھیں۔ بدن گل سڑ کر پیپ اور لہو بہانے لگتا۔ یہ ایسا زبردست اور اچانک حملہ تھا کہ ابرہہ کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی کہ کسی کو دوسرے کا ہوش تک نہ رہا اور وہ سارا لشکر زخموں سے چیختا چلاتا یمن کے رخ پر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ ان میں سے کچھ تو وہیں مر گئے، کچھ راستے میں دم توڑ گئے اور بہت تھوڑے سے وہ لوگ تھے جو یمن پہنچ کر مر گئے۔ ابرہہ جس کو اپنی طاقت وقوت، حکومت وسلطنت، عظیم الشان لشکر اور ہاتھیوں پر بڑا ناز تھا جس کا یہ عزم تھا کہ وہ مکہ مکرمہ سے اس وقت تک واپس نہیں جائے گا جب تک بیت اللہ کی دیواروں کو منہدم کر کے پورے عرب پر اپنی دھاک نہ بٹھا دے۔ وہ ان پرندوں کی کنکریوں

سے بری طرح زخمی ہو کر گرتا پڑتا یمن کی طرف بھاگنے کی کوشش کرنے لگا مگر اس کا جسم اس بری طرح سڑ چکا تھا کہ ہر شخص اس کے قریب جانے سے گھبرا رہا تھا۔ آخر کار وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ چونکہ ابرہہ اور حمیری حکمران انتہائی ظالم و جابر لوگ تھے جنہوں نے پوری قوم کو ظلم و جبر کے پنجوں میں جکڑ رکھا تھا جیسے ہی ابرہہ کی موت اور پورے لشکر کی تباہی کا حال مشہور ہوا تو یمن اور حبش کی سلطنت میں ہر طرف بغاوتیں پھوٹ پڑیں۔ پوری سلطنت میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ آخر کار شاہ ایران کی مدد سے ایک یمنی سردار نے حبشی حکومت کا خاتمہ کر ڈالا اور اس طرح ابرہہ اور اس کا لشکر اور سلطنت اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔

ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی و بربادی سے عرب کا بچہ بچہ واقف تھا بلکہ سورۃ الفیل کے نازل ہونے کے وقت تک کچھ لوگ زندہ تھے جنہوں نے ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی لئے سورۃ الفیل میں اس واقعہ کی تفصیل کے بجائے مختصر سے اشارے کر کے قریش مکہ کو اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں ساری طاقت و قوت صرف ایک اللہ کی ہے جو بھی اس کی طاقت سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا اس کا انجام ابرہہ سے مختلف نہ ہوگا۔

قریش مکہ چونکہ بیت اللہ کے انتظامات کے نگراں اور متولی تھے اس لئے ابرہہ کے واقعہ نے ان کی عزت و عظمت کو اس طرح بڑھا دیا تھا کہ ہر قبیلے کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ بنو قریش پر اللہ کی خاص رحمتیں ہیں اور اللہ ان کے ساتھ ہے۔ قریش کے اس احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کا وہ جاہلانہ ماحول جہاں ہر طرف بدامنی، قتل و غارت گری اور لوٹ مار کی وجہ سے کسی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ جو بھی قافلہ گذرتا اس کو لوٹ کر اس کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندیاں بنانے کا رواج عام تھا۔ اس ماحول میں جب قریش مکہ اپنی تجارت کے لئے ملکوں کا سفر کرتے تو ان کو لوٹنے اور قتل کرنے کے بجائے یہ کہہ کر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ "ان کو کچھ نہ کہو یہ بیت اللہ والے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل نازل کر کے قرآن کے پہلے مخاطب قریش سے فرمایا ہے کہ آج دنیا بھر کی قوموں میں جو عزت اور احترام انہیں حاصل ہے یہ ان کا اپنا محنت سے کمایا ہوا مقام نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ "بیت اللہ" کی وجہ سے ہے۔ آج اس بیت اللہ کے پروردگار نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی کتاب جو نور ہدایت ہے دے کر بھیجا ہے۔ تم میں سے جو شخص بھی راستے کی اس روشنی کو لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن محبت و اطاعت سے وابستہ ہو جائے گا وہی کامیاب و بامراد ہوگا۔ لیکن اگر تم نے ابرہہ کا جیسا طریقہ اختیار کیا اور اللہ کے دین کی بنیادوں کو ڈھانے اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو ستانے اور مٹانے کی سازشیں کیں تو اللہ تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دے گا اور کوئی تمہارا نام لیوا تک نہ ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جن مخلص صحابہ کرامؓ نے اللہ کی ذات پر یقین اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت واطاعت کا حق ادا کیا وہ نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنور گئے۔ انہیں وہ عظمت کا مقام نصیب ہوا کہ ہر شخص ان کی طرف اپنی نسبت کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے لیکن جن بدنصیبوں نے اللہ ورسول کی دشمنی سے توبہ نہیں کی آج ان کی طرف نسبت تو کیا ہوتی ان کی نسلوں تک کا پتہ نہیں ہے۔ اگر قرآن وحدیث میں ان کے نام نہ لئے جاتے تو لوگ ان کے ناموں سے بھی واقف نہ ہوتے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۶

قُرَیْش

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ القریش

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورت نمبر	106
رکوع	1
آیات	4
الفاظ وکلمات	17
حروف	71
مقام نزول	مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ پہاڑوں سے گھری ہوئی وادی، ریت کے ٹیلوں اور صحراؤں سے ڈھکی ہوئی آبادی تھی جس میں سوائے بکریوں کے چرانے، سوت کاتنے اور معمولی کھیتی باڑی کے اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ پانی کی شدید قلت اور کمی کی وجہ سے نہ ان کے باغ اور کھیتیاں تھیں جن سے وہ پھل اور پیداوار حاصل کر سکتے۔ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا اہم ترین ذریعہ تجارت اور آس پاس کے ملکوں کی تجارتی منڈیوں سے استعمال کی چیزیں لا کر فروخت کرنے پر تھا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اس کو "وادی غیر ذی زرع" قرار دیا تھا یعنی ایسی وادی جس میں کوئی چیز اگتی نہ تھی۔ اس سب کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی برکت سے "وَ ارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ" (اے اللہ یہاں کے رہنے والوں کو ہر طرح کے ثمرات (سامان رزق) عطا فرمائیے گا)۔ اہل مکہ تجارت کے ذریعہ اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پال لیا کرتے تھے۔ لیکن آئے روز کی لڑائیاں، ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنیاں، ہر طرف لوٹ مار اور قتل و غارت گریوں نے ہر شخص پر ایک خوف طاری کر رکھا تھا۔

بدامنی اور فسادات نے فقر و فاقے، بھوک اور افلاس کی انتہاؤں پر پہنچا دیا تھا یہاں تک کہ لوگ ضروری کپڑوں اور پورے لباس تک سے محروم ہو چکے تھے۔ پورے جزیرۃ العرب کا یہ حال تھا کہ حرمت والے مہینوں (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) کے سوا جس میں عرب والے جنگ اور قتل و غارت گری کو حرام اور ناجائز سمجھتے تھے دور دور تک امن و سلامتی کا وجود نہ تھا۔ اسی لئے عکاظ کا میلہ اور ذی المجاز اور مجنہ کی منڈیاں ان چار مہینوں ہی میں لگا کرتی تھیں۔ حالانکہ ہر شخص اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ اگر تجارت کرنے والوں کو راستے کا امن، سکون، سلامتی اور اطمینان حاصل نہ ہو تو وہ کسی قسم کی تجارت کر ہی نہیں سکتے۔

یہی حال جزیرۃ العرب کا تھا کہ راستے کا امن و سلامتی نہ ہونے کی وجہ سے ہر قافلہ خوف اور ڈر کی وجہ سے راتوں رات عرب کے علاقے سے نکل کر یمن، شام، فلسطین اور مصر کے ملکوں کا سفر اختیار کرتا تھا اور اسی طرح وہ قافلہ لرزتا کانپتا اور سلامتی کی دعائیں کرتا ہوا واپس آیا کرتا تھا۔ لیکن ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس شدید ترین بدامنی، بھوک اور افلاس کے زمانہ میں بھی قریشیوں کا یہ حال تھا کہ وہ بغیر کسی خوف کے ہر موسم اور ہر ملک کا سفر کرتے رہتے تھے کیونکہ عرب کے جنگجو قبیلے بھی "بنو قریش" کو کچھ نہیں کہتے تھے کہ ان کو کچھ نہ کہو یہ "اللہ کے گھر کے رکھوالے ہیں"۔ اس طرح قریش سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں

شام، فلسطین، مصر اور آس پاس کے ملکوں کا سفر بڑی آزادی کے ساتھ کیا کرتے تھے انہیں کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قریش کو یاد دلایا ہے کہ انہیں تجارت کی یہ سہولتیں ان کی کسی ذاتی صلاحیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے گھر کی وجہ سے عطا کی گئی ہیں۔ بدامنی میں سکون اور سلامتی اور بھوک وافلاس میں رزق یہ محض اللہ کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے۔ فرمایا کہ اے قریشیو! تمہیں تو اسی "رب البیت " کی عبادت و بندگی کرنی چاہیے جس نے تمہیں اس حالت میں بھی ہزاروں نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔ یہ انتہائی ناشکری کی بات ہے کہ جس اللہ نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں میں سر اٹھا کر چلنے کی توفیق دی ہے اسی اللہ کے دین سے سرکشی اختیار کی جائے۔

سُورَۃُ قُرَيْش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝١ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝٢
فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬
وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝٤

ع ۱ / ۴ / ۳۱

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

قریش مائل ہوئے۔ ان کا سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس ہونا۔ تو انہیں اس گھر (بیت اللہ) کے رب کی عبادت کرنا چاہیے۔ جس نے ان کو بھوک میں کھانا اور خوف میں امن دیا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اِيْلَاف	مائل ہوئے
رِحْلَةٌ	سفر کرنا۔ کوچ کرنا
اَلشِّتَآءُ	سردی۔ جاڑا
اَلصَّيْفُ	گرمی
اَطْعَمَ	اس نے کھلایا
جُوْعٌ	بھوک
اٰمَنَ	امن دیا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

جیسا کہ سورۂ قریش کے ابتدائی تعارف سے یہ معلوم ہوا کہ ''حجاز'' یا جزیرۃ العرب ایک ایسے خطے میں واقع تھا جہاں ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز بھی پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ آس پاس کے ملکوں سے چیزیں لا کر ضروریات زندگی کو پورا کیا جاتا تھا۔ جزیرۃ العرب کے ایک طرف یمن اور دوسری طرف فلسطین اور آس پاس کے ملک تھے جو کسی وقت تجارت اور زراعت کی وجہ سے بہت ترقی یافتہ کہلاتے تھے۔ وہ کسی حد تک علم کی روشنی سے بھی آشنا تھے۔ یمن وہ علاقہ ہے جہاں صدیوں تک زبردست اور ترقی یافتہ قوموں نے حکمرانی کی تھی اور معاشی اعتبار سے بھی کسی حد تک خوش حال لوگ تھے۔ دوسری طرف فلسطین اور آس پاس کے ملک تھے جو صدیوں سے انبیاء کرامؑ کی آمد سے پرنور تھے۔ شام، اردن، لبنان اور یروشلم یہ سب کے سب فلسطین ہی میں تھے۔ بعد میں انگریزوں نے فلسطین کے ٹکڑے اڑا دیئے اور اسرائیل کو اس علاقے میں جمانے کے لئے مختلف سلطنتیں بنا دیں جو آج تک اسی طرح چلی آ رہی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یمن اور فلسطین یہ ملک تھے جہاں کی تجارت اور زراعت سے اہل حجاز پوری طرح اپنے جینے کا سامان مہیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو اس سورت میں ارشاد فرمایا ہے کہ آج جو قریش بڑے ذوق وشوق سے کبھی یمن اور کبھی فلسطین کی طرف بے خطر سفر کرتے ہیں اور ہر طرح کا سامان زندگی حاصل کرتے ہیں نہ ان کے لئے سردی کی شدت اور نہ گرمی کی حدت آڑے آتی ہے وہ ہر طرف دندناتے گھوم رہے ہیں کوئی ان کے قافلوں کو نہیں لوٹتا بلکہ " قریش" کا نام سن کر راستہ چھوڑ دیتے ہیں تو یہ ان کی اپنی صلاحیت اور ذاتی کمال کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ محض اللہ کا فضل وکرم اور اس کے گھر کی برکت ہے کہ جب ہر طرف فقر وفاقے نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں کہیں کسی کونے میں کسی کو امن وسکون حاصل نہیں ہے وہاں قریش کو مکمل امن اور سکون حاصل تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ کے گھر کی وجہ سے تھا۔ کیا وہی ایک ذات اس کی مستحق نہیں ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ اسی کے سامنے سر جھکایا جائے۔ اسی سے مرادوں کو مانگا جائے۔ گویا اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے بڑی ناشکری اور نا احسان شناسی اور کیا ہوگی کہ جس اللہ نے یہ تمام عزتیں عظمتیں عطا فرمائی ہیں اس کو چھوڑ کر غیر اللہ سے مانگا جائے۔ اپنے ہاتھ سے بنائے گئے لکڑی، پتھر اور مٹی کے بتوں سے اپنی مرادیں مانگی جائیں اور بدترین رسموں کو اپنایا جائے جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جب اللہ کے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد دلا رہے تھے اور ہر شخص کو ایک اللہ کی عبادت وبندگی کی طرف لانے کی دن رات جدوجہد فرما رہے تھے تو قریش کا یہ پہلا حق تھا کہ وہ اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مکمل حمایت کرتے اور ان کے معاون بن جاتے لیکن اس کے برخلاف "حرم محترم" کی سرزمین میں جہاں کسی دشمن کو ستانا بھی بدترین گناہ سمجھا جاتا تھا اسی سرزمین کو نہ صرف اللہ کے نبیؐ اور ان کے ماننے والوں پر تنگ کر دیا تھا بلکہ اس بری طرح ستایا جاتا تھا کہ جس کے تصور سے روح بھی کانپ اٹھتی ہے۔ کیا اللہ کے احسانات کا یہی بدلہ ہے؟

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۷

الْمَاعُوْن

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	107
رکوع	1
آیات	7
الفاظ وکلمات	25
حروف	125
مقام نزول	مکہ مکرمہ

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت پر یقین، زندگی بھر کئے گئے اعمال کا حساب اور اللہ کے عدل و انصاف پر کامل اعتماد یہ ایسی نعمت ہے کہ اس سے ہماری زندگی کا دھارا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور اخلاق و کردار کا انداز بدل کر رہ جاتا ہے۔ ایک وہ شخص جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ بس جو کچھ ہے وہ یہی زندگی ہے۔ وہ اسی زمین سے پیدا ہوا اور اسی میں فنا ہو جائے گا۔ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ قیامت، آخرت، حساب کتاب، جواب دہی اور سزا جزاء یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس کا اس بات پر یقین کامل ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں اسے اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہو کر زندگی کے تمام اعمال کا حساب دینا ہے جس پر جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا۔ ان دونوں شخصوں کے اخلاق و اعمال، سیرت و کردار، رفتار اور گفتار میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔

(۱)۔ آخرت کی زندگی کا انکار کرنے والا کافر یا منافق بے ماں باپ کے یتیم بچوں کے ساتھ شفقت و محبت، حسن سلوک اور احسان کا معاملہ کرنے کے بجائے حقیر و ذلیل کرنے، دھکے اور ٹھوکروں میں اڑانے کی سنگ دلانہ حرکتوں میں کوئی شرم محسوس نہ کرے گا۔ ایسا آدمی کسی غریب، بے بس اور ضرورت مند کی مجبوریوں سے فائدہ تو اٹھائے گا مگر ان کی بھوک مٹانے کی نہ خود کوشش کرے گا اور نہ دوسروں کو اس طرف رغبت اور توجہ دلائے گا۔ اگر ایسا آدمی منافق ہے تو وہ دنیا دکھاوے کے لئے نمازیں پڑھنے پر مجبور ہوگا اور اس کی نمازیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے بجائے ریاکاری، دکھاوے اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہوں گی۔ اس کی نمازوں میں امنگوں کے بجائے سستی اور کاہلی نمایاں ہوگی۔ وہ اخلاقی طور پر اس قدر نچلی سطح تک گر جائے گا کہ وہ اپنے قریب رہنے والے پڑوسیوں کو گھریلو استعمال کی وہ چیزیں جیسے نمک، پیاز، دیا سلائی یا برتن وغیرہ جن کے دینے سے اس کا کوئی خاص نقصان بھی نہیں ہوگا مگر وہ اپنی تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے دینے سے انکار کر دے گا۔

(۲)۔لیکن جس کے دل میں ایمان ویقین کی شمع روشن ہوگی، جسے اس بات کا یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ ہونا ہے اسے آخرت کی پکڑ اور گرفت کا ڈر اور حساب کتاب کا خوف ہوگا ایسے شخص کا رویہ، انداز فکر، اخلاق اور کردار ایک کافر اور منافق سے بہت مختلف ہوگا۔اس کے ہر عمل میں اللہ کی رضا وخوشنودی کا رنگ جھلکتا نظر آئے گا۔اس کو آخرت کی فکر بے چین کئے رکھے گی۔وہ یتیم اور بے آسرا بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا ایسا برتاؤ کرے گا جس سے ان کے ساتھ ہمدردی، محبت اور غم خواری کا حق ادا ہو سکے گا۔اگر وہ خود کھائے گا اور اپنے بال بچوں کو کھلائے گا تو اس کو اپنے پڑوسی کی فکر بھی دامن گیر ہوگی کہ وہ اور اس کے بچے رات کو بھوکے نہ سو رہے ہوں۔وہ نہ صرف اپنے پڑوسیوں، غریبوں محتاجوں اور ضرورت مندوں کا خیال رکھے گا بلکہ وہ دوسروں کو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی طرف راغب اور متوجہ کرے گا۔ایسا آدمی ہر عبادت کو خاص طور پر نمازوں کو ان کے پورے آداب، خشوع وخضوع اور وقت پر ادا کرے گا اور وہ اس تصور سے نمازیں پڑھے گا کہ وہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہے۔اس کا ہر عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے ہوگا۔ہر آنکھ رکھنے والا انسان اس بات کو اچھی طرح دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ دو مختلف اعمال وکردار رکھنے والے آدمی انجام کے اعتبار سے ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ان دونوں میں سے ایک شخص وہ ہے جو قیامت کے دن جہنم کا ایندھن بن جائے گا اور دوسرا جنت اور اس کی تمام راحتوں کا حق دار ہوگا۔

سورۃ الماعون

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ؕ﴿۱﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ۙ﴿۲﴾
وَ لَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ؕ﴿۳﴾ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنۡ
صَلَاتِہِمۡ سَاہُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ یُرَآءُوۡنَ ۙ﴿۶﴾ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ ٪﴿۷﴾ ع ۱/۷ ۳۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۷

کیا آپ نے اس کو دیکھا جو انصاف کے دن (قیامت کے دن) کو جھٹلاتا ہے۔ پھر وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کو کھانا دینے کی لوگوں کو ترغیب نہیں دیتا۔ پھر ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نمازوں میں غفلت برتتے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور روزمرہ برتنے کی چیز تک کو منع کردیتے ہیں۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۷

اَرَءَ یْتَ	کیا تو نے دیکھا
اَلدِّیْنُ	انصاف کا دن۔ قیامت
یَدُعُّ	دھکے دیتا ہے
لَا یَحُضُّ	آمادہ نہیں کرتا
سَاھُوْنَ	بے خبر۔ سستی کرنے والے
یُرَآءُ وْنَ	وہ دکھاتے ہیں

يَمْنَعُوْنَ ۔۔۔ وہ منع کرتے ہیں

اَلْمَاعُوْنُ ۔۔۔ برتنے کی (چھوٹی چھوٹی) چیزیں

تشریح: آیت نمبر ١ تا ٧

چند جملوں پر مشتمل سورۃ الماعون میں فکر آخرت، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اس قدر خوبصورتی سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس میں غور وفکر کرنے والا کسی کے حق میں کمی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ فرمایا

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ: کیا آپ نے دیکھا کہ کون ''الدین'' کو جھٹلاتا ہے۔ ممکن ہے اس سورت میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہو یا ہر دیکھنے والی آنکھ کو اس طرف متوجہ کیا ہو کہ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور وفکر کیا ہے کہ ''الدین'' کو جھٹلانے والوں کا مزاج کیسا بن جاتا ہے کہ وہ اپنے پرائے کسی کا خیال تک نہیں کرتے۔ علماء مفسرین نے فرمایا ہے کہ ''الدین'' سے مراد انصاف کا دن یعنی قیامت کا دن ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ملت اسلامیہ اور دین اسلام ہے۔ بہرحال قیامت کے دن اور ملت اسلامیہ کے سچے اصولوں کو جھٹلانے والوں کا یہی مزاج ہوسکتا ہے کہ وہ ایک غریب اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور مشفقانہ برتاؤ کرنے کے بجائے اس کو ذلیل وخوار کرتے ہیں اور اس کو خود بھی دھکے دیتے ہیں اور ہر شخص کے سامنے اس کو اس قدر نیچا اور ذلیل کردیتے ہیں کہ ہر شخص اس کو دھکے دے کر اپنے قریب نہ بیٹھنے دے۔ ایسا شخص نہ تو خود ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے اور نہ دوسروں کو اس راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجبوروں، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ وہ شخص سنگ دلی کا مظاہرہ کرسکتا ہے جس کو اس بات کا یقین ہی نہ ہو کہ اسے بھی ایک دن مر کر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور لمحے لمحے کا حساب دینا ہے۔ جس کو آخرت، قیامت اور ملت اسلامیہ کے اصولوں کا لحاظ نہیں ہوتا وہی نمازوں میں سستی کاہلی کرتا ہے۔ اس کا کوئی کام اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے نہیں ہوتا بلکہ سستی شہرت اور وقتی واہ واہ کے لئے ہوتا ہے تاکہ ہر شخص اس کی دریا دلی کا قائل ہوجائے۔ وہ زکوۃ تو کیا ادا کرے گا اپنے پڑوسیوں کو وہ معمولی چیزیں دینے سے بھی کنجوسی کرے گا جس کے دینے میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے یعنی وہ برتنے کی معمولی چیزوں سے بھی انکار کردے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آخرت پر یقین ہی سے انسان کے مزاج، عقیدہ اور ذہن میں تبدیلی آسکتی ہے۔ جس کو قیامت کا یقین ہی نہ ہو اور آخرت کی گرفت اور پکڑ کا انکار کرتا ہے اس میں انسانیت کی بھلائی اور محبت کے جذبے کے بجائے سنگ دلی کا مزاج پیدا ہوجاتا ہے وہ کسی شخص کے ساتھ حسن سلوک بھی صرف اس جذبے کے تحت کرتا ہے کہ اس کے حسن سلوک سے خود اس کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ: وہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اصل میں جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جائے وہ بچہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ اور اس کا ہر فرد ایسے بچوں کے ساتھ بہترین حسن سلوک اور اچھا معاملہ کرے کیونکہ ملت کا ہر فرد پوری توجہ کا حق دار ہوتا ہے۔ اگر یتیم بچوں کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے گا اور ان کے اخلاق و کردار کی نگرانی نہیں کی جائے گی تو ہوسکتا ہے کہ یہی بچے کل پورے معاشرے کی تباہی کا سبب بن جائیں۔ لیکن اس کی فکر صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جنہیں اپنے دین اور اپنی ملت سے محبت ہوتی ہے جو لوگ صرف اپنی ذات ہی میں گم رہتے ہوں ان کو صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی ہے ان کی نظر قوم کے بچوں پر نہیں ہوتی۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ: وہ مسکین کے کھانے پر آمادہ نہیں کرتا۔ یعنی نہ تو خود اس کو اس بات کی توفیق ہوتی ہے کہ وہ بھوکوں اور فاقہ زدہ لوگوں کی امداد و اعانت کرے نہ اپنے گھر والوں اور دوست احباب کو اس کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھیں۔ فکر آخرت سے بے نیاز یہ شخص فضولیات میں تو ہزاروں کی رقم خرچ کر دے گا لیکن کسی مسکین، محتاج اور فقر و فاقہ سے بے حال شخص کے حال پر رحم نہیں کرے گا۔ اس کے برخلاف ہر وہ شخص جس کو اللہ و رسول کے احکامات کا لحاظ ہوگا وہ خود بھی کھائے گا اور اس بات کا بھی خیال رکھے گا کہ اس کے پڑوسی یا رشتہ دار میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ: ان لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو نمازوں سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ نمازوں سے اس درجہ غفلت اختیار کرتے ہیں کہ نہ تو ان کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ وہ کس عالی شان دربار میں حاضر ہیں۔ نہ خشوع و خضوع کا خیال رکھتے ہیں نہ وقت کی پابندی کا۔ کبھی نماز پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ نماز پڑھی تو دو چار ٹھونگیں مارلیں۔ قرآن کریم اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن اور منافق کی نماز میں بہت فرق ہے۔ مومن کی نماز میں اللہ کی عبادت و بندگی کا پورا پورا خیال ہوتا ہے۔ وقت کے اندر وہ نماز کو ادا کرتا ہے۔ نماز کے پورے آداب اور اصولوں کی پابندی کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی توفیق سے آج وہ اپنے اللہ کے عالی شان دربار میں حاضر ہے۔ وہ فکر آخرت کو سامنے رکھ کر نماز کو پڑھتا ہے۔ کسی طرح کی سستی، کاہلی اور دکھاوا نہیں کرتا۔ اس کے برخلاف منافق کی نماز کے لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ جب بھی دنیا کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس میں ذوق و شوق کے بجائے کاہلی، سستی اور اکتاہٹ کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منافق آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ عصر کے وقت بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے (یعنی سورج ڈوبنے لگتا ہے تو) تو اٹھ کر (مرغے کی طرح) دو چار ٹھونگیں مارلیتا ہے۔ جس میں وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مسند احمد)

حضرت ابن ابی وقاصؓ سے ان کے صاحبزادے حضرت مصعب ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں۔ (ابن جریر۔ بیہقی)۔

اسی طرح حضرت مصعبؓ کی ایک دوسری روایت بھی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے اس آیت پر غور کیا؟ کیا اس کا مطلب نماز کو چھوڑ دینا ہے؟ یا اس سے مراد نماز پڑھتے ہوئے آدمی کا خیال ادھر ادھر چلا جانا ہے۔ اور کیا ہم میں سے

ایسا کوئی شخص بھی ہے جس کا خیال ادھر ادھر نہ بھٹک جاتا ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد نماز کے وقت کو ضائع کرنا اور اسے وقت سے ٹال کر پڑھنا ہے۔ (ابن جریر۔ بیہقی)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فی صلاتھم ساھون نہیں فرمایا بلکہ عن صلاتھم ساھون فرمایا۔ یعنی وہ لوگ جو نمازوں سے غفلت اختیار کرتے ہیں۔ پڑھی نہ پڑھی۔ پڑھی تو وقت ٹال کر پڑھی، اوپرے دل سے اکتاہٹ کے ساتھ پڑھی اور پھر اس نماز میں بھی پورا دھیان نماز کی طرف نہیں بلکہ اپنے وجود اور کپڑوں سے کھیلنے میں گذر جاتا ہے۔

ساھون کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ ساھون کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اضاعۃُ الوقت۔ یعنی نماز کے وقت کو ضائع کرنا۔ یا وہ منافق مراد ہیں جو نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور غفلت میں مبتلا رہتے ہیں۔ نمازوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر نماز جاتی رہے تو اس پر وہ ندامت تک کا اظہار نہیں کرتے۔ رکوع اور سجدوں کے آداب کا خیال نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کو پوری طرح ادا کرنے اور ان کے آداب کا لحاظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دکھاوا، ریاکاری : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُ وْنَ'' یعنی وہ لوگ جو ریاکاری کرتے ہیں۔ اصل میں مومن کے ہر کام میں ایک اخلاص ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر ایک ہی جذبہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے کام کرے جس سے اللہ راضی ہو جائے اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جائے۔ لیکن منافق کی پہچان یہ ہے کہ اس کا ہر کام دنیا کو دکھانے، نمود و نمائش اور ریاکاری کے لئے ہوتا ہے۔ دراصل دکھاوے اور ریاکاری کا عمل انسان کی ذہنی اور قلبی بیماری کا دوسرا نام ہے۔ وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ لوگ اس کے حسن عمل کو دیکھیں اور اس کی تعریف کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ریاکاری کے اس بدترین جذبے سے محفوظ رکھے اور ہر وہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔

وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ: وہ عام استعمال کی چیزیں جیسے نمک، مرچ، مصالحہ، دیا سلائی آگ اور کھانے پینے کی معمولی چیزیں جن کی عام طور پر ضرورت پڑتی رہتی ہے ریاکاری کرنے والوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ ایسی معمولی چیزوں کے دینے سے بھی کنجوسی اور بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں جن کے دیدینے سے اس کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا۔ مثلاً پڑوس میں ایک خاتون کھانا پکا رہی ہیں۔ ان کے پاس سب کچھ ہے مگر نمک ختم ہو گیا یا مرچ مصالحہ ختم ہو گیا۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں ہے کہ وہ فوری طور پر منگوا سکے اس حالت میں اگر وہ ان معمولی چیزوں میں سے کسی چیز کو مانگ لے تو یہ نہ تو کوئی عیب ہے اور نہ ان چیزوں کے دینے میں کسی قسم کا نقصان ہے۔ اصل میں اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ جس کا آخرت پر یقین کامل ہوتا ہے وہ کبھی ایسی گری ہوئی حرکتیں نہیں کر سکتا کیونکہ ہماری اخلاقی زندگی میں فکر آخرت ایک فیصلہ کن طاقت کا نام ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۰۸

الکوثر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	108
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	10
حروف	37
مقام نزول	مکہ مکرمہ

عرب دستور کے مطابق اپنی اولاد خاص طور پر بڑے بیٹے کے نام پر ''کنیت'' رکھنے میں بڑا فخر محسوس کرتے تھے جیسے ابوطالب، ابولہب، ابوجہل وغیرہ۔ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کی صرف چار بیٹیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ رہ گئیں تو قریشی سرداروں نے آپ کو ''ابتر'' کہنا شروع کر دیا یعنی اولاد سے محروم۔ جس کے کوئی بیٹا نہ ہو۔ یہ طعنے دینے میں اگرچہ ابوجہل، ابولہب، کعب ابن اشرف یہودی اور عقبہ ابن ابی معیط وغیرہ کے علاوہ بہت سے لوگ تھے لیکن عاص ابن وائل کے سامنے جب آپ کا ذکر کیا جاتا تو وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو۔ اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے وہ تو (نعوذ باللہ) ابتر ہیں۔ یعنی جب ان کا انتقال ہو جائے گا تو ان کی نسل نہ چلے گی اور کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ نبی کریم ﷺ ایک طرف تو اولاد نرینہ کے انتقال پر رنجیدہ تھے دوسری طرف کفار قریش کے طعنوں نے آپ کو اور بھی رنجیدہ کر دیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تین آیتوں پر مشتمل ''سورۂ کوثر'' نازل فرما کر آپ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو خیر کثیر یعنی نہر کوثر، میدان حشر میں حوض کوثر، قرآن کریم اور اطاعت گذار جماعت صحابہؓ وغیرہ عطا کی ہے اور آپ کے ذکر کو قیامت تک کے لئے بلند کیا ہے۔ اس طرح آپ کی روحانی اور جسمانی اولاد آپ کا نام روشن رکھے گی۔ فرمایا کہ آپ کو ابتر کہنے والے خود دنیا سے اس طرح بے نام ونشان ہو جائیں گے کہ کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ دین اسلام کی سربلندی کے مقصد اور مشن کو جاری رکھنے کے لئے نمازیں پڑھئے اور قربانی پیش کرتے رہیے کیونکہ نماز جیسی عظیم عبادت اور جانی، مالی قربانیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کی بدخواہی کرنے والا، عداوت اور دشمنی رکھنے والا اور جو عیب لگا رہا ہے اور آپ کی توہین کر رہا ہے وہ ''ابتر'' یعنی بے نام ونشان ہو جائے گا۔ آپ کو اللہ نے ''خیر کثیر'' عطا فرمائی ہے۔ خاص طور پر جنت کی نہر کوثر جو نہایت حسین وخوبصورت ہوگی وہ عطا کر دی گئی ہے (شب معراج آپ نے اس نہر کو دیکھا بھی ہے)۔ اور فرمایا کہ میدان حشر میں جہاں لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے آپ کو ایسا حوض کوثر عطا کیا جائے گا جس میں پانی تو جنت کی نہر کوثر سے لایا جائے گا اور جو اس پانی کو پی لے گا جنت میں داخل ہونے تک اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''کوثر وہ خیر کثیر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے یعنی

وہ دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے خیر کثیر ہے''۔ حوض کوثر جو نبی کریم ﷺ کی امت کو میدان حشر میں سیراب کرے گی اس میں پانی جنت کی نہر کوثر سے لایا جائے گا۔ بہت سے لوگوں کو اس حوض کوثر سے روک دیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے الٰہی! یہ تو میرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے نبی ﷺ! آپ کو نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ حوض کوثر سے ان لوگوں کو ہٹا دیا جائے گا جو آپ کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے اور اپنی منافقانہ روش سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے رہے تھے۔ آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان کی منافقت کھل کر سب کے سامنے آ گئی۔ یہ اسی بات کی ان کو سزا دی جائے گی۔

قریشی سردار رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور مخالفت میں اس قدر پتھر دل ہو چکے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے بیٹوں حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے انتقال پر آپ ﷺ کو تسلی دینے کے بجائے طعن اور طنز کے تیر چلانے سے باز نہیں آ رہے تھے۔

قلبی شقاوت، بے رحمی اور رسول دشمنی کی بھی ایک حد ہوتی ہے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ جب آپ کے دونوں بیٹوں کا انتقال ہو گیا اور آپ بے انتہا رنجیدہ تھے اس وقت بھی وہ اظہار ہمدردی کے بجائے طنز کے تیر چلا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے (جن کی وجہ سے عرب کے لوگ آپ ﷺ کو ابوالقاسم کہا کرتے تھے)۔ ان سے چھوٹی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت عبداللہ تھے۔ ان تین اولاد کے بعد حضرت ام کلثومؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ تھیں۔ ان میں سے حضرت قاسم کا انتقال ہوا پھر حضرت عبداللہ نے وفات فرمائی۔ اس طرح آپ ﷺ کی صرف چار بیٹیاں رہ گئیں۔ اس پر عاص ابن وائل نے کہا کہ ان کی نسل ختم ہو گئی۔ اب وہ ابتر ہیں یعنی ان کی جڑیں کٹ گئی ہیں۔ بعض روایات میں عاص ابن وائل کے یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ اب محمد ﷺ ابتر ہیں ان کے کوئی بیٹا نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بنے گا جب وہ مر جائیں گے تو دنیا سے ان کا نام مٹ جائے گا اور ان سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی بات حضرت عبداللہ کی وفات پر ابوجہل نے بھی کہی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ کے حقیقی چچا ابولہب جس کا گھر آپ کے گھر کے برابر تھا دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو یہ خوش خبری سنائی کہ آج رات محمد ﷺ بے اولاد ہو چکے ہیں۔

ایک قریشی سردار عاص ابن وائل سہمی کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا کہ ان کی بات چھوڑو وہ تو ایک ابتر (شخص ہیں جن کی جڑ کٹ چکی ہے) کیونکہ ان کے پاس کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے کل ان کا کوئی نام لیوا بھی نہ رہے گا۔ اسی طرح عقبہ ابن ابی معیط بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتا تھا۔

یہ اس قدر دل دہلا دینے والی صورتحال تھی کہ ایک طرف تو نبی کریم ﷺ کو اولاد کا شدید صدمہ تھا اور دوسری طرف سرداران قریش ہمدردی کرنے کے بجائے طنز کرتے ہوئے مذاق اڑا رہے تھے اور ان دل شکن حالات میں وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو طرح طرح کے طعنے دے رہے تھے اور ستا رہے تھے۔ آپ بہت زیادہ رنجیدہ اور فکر مند تھے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔ اتنے میں آپ ﷺ پر کچھ اونگھ سی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو اس وقت موجود کچھ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس بات پر مسکرا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے اوپر ایک سورت نازل کی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آپ ﷺ نے سورۂ کوثر کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی)

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور کفار کی مخالفتوں نے شدت اختیار کر لی اور پوری قوم دشمنی پر تل گئی تھی، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان اٹھ رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ جب ان تک پیغام پہنچا رہے تھے تو دور دور تک کسی کامیابی کے آثار بھی نہیں تھے اسی دوران آپ ﷺ کو اولاد کا شدید صدمہ پہنچا۔ اس وقت اپنے اور غیر ہمدردی کرنے کے بجائے ایسی دل شکن باتیں کر رہے تھے جس سے دل چھلنی ہو جاتا ہے۔

سورۃ الکوثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

ع ۱ ۲ ۲۲

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر (خیر کثیر) عطا کیا۔ تو آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہو جائے گا۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

اَعْطَيْنَا	ہم نے عطا کیا
اَلْكَوْثَرُ	خیر کثیر۔ حوض کوثر
صَلِّ	نماز پڑھ
اِنْحَرْ	قربانی کر
شَانِئٌ	دشمن
اَلْاَبْتَرُ	دم کٹا۔ نامراد

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

قریشی سرداراورمشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی دشمنی میں اس قدر بے رحم، بدلحاظ اور پتھر دل ہو چکے تھے کہ جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم اوران کے بعد دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو آپ کو اس غم کے موقع پر تسلی اور دلاسہ دینے کے بجائے انہوں نے اس پر کھلم کھلا خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اب ان کے ہاں صرف چار بیٹیاں رہ گئی ہیں لیکن وہ اولاد نرینہ جن سے کسی شخص کی نسل چلا کرتی ہے اب باقی نہیں ہے لہذا کسی غم اور فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص جو سب

سے کٹ جائے۔ اولاد نرینہ باقی نہ رہے تو اس کو "ابتر" کہا کرتے تھے یعنی جو بہت جلد بے نام ونشان ہو جائے گا اور کوئی اس کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ نبی کریم ﷺ اولاد کے غم سے نڈھال تھے۔ دوسری طرف قریشی سردار جو زیادہ تر آپ کے عزیز ہی تھے تسلی دینے کے بجائے طنز، مذاق اور دل توڑنے والی باتیں کر رہے تھے۔ ان دل شکن حالات میں آپ بہت رنجیدہ اور فکر مند تھے کہ اللہ نے آپ کو تسلی دینے کے لئے سورۂ کوثر نازل فرمائی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے۔ اتنے میں آپ پر ایک اونگھ جیسی کیفیت طاری ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو کچھ صحابہ کرامؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے اوپر ایک سورت نازل فرمائی ہے اور پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کر کے آپ نے سورۂ کوثر تلاوت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ " کوثر" کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ بیہقی) احادیث میں کوثر، حوض کوثر، نہر کوثر کو کافی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ شب معراج آپ کو نہر کوثر کی سیر کرائی گئی۔ اس موقع پر آپ نے دیکھا کہ اس نہر کے اندر تراشے ہوئے موتی اور ہیروں کے قبے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تہہ کی مٹی مشک اذفر جیسی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اتنی خوبصورت نہر کو دیکھا تو حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے بتایا کہ یہ وہ نہر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ (مسند احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن جریر)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے بھی کی گئی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ کوثر جنت کی ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتیوں اور ہیروں پر بہہ رہی ہے۔ اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس نہر کا پانی دودھ اور چاندی سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار، اس پر آسمان کے تاروں جتنے کوزے (برتن) رکھے ہوئے ہوں گے جو اس کے پانی کو پئے گا اس کو پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور جو اس سے محروم رہا وہ کبھی سیراب نہ ہوگا۔

نہر کوثر اور حوض کوثر کی جو تفصیلات ارشاد فرمائی گئی ہیں اس کے مطابق میدان حشر میں جہاں ہر طرف سخت گرمی اور شدید پیاس ہوگی اور لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے کہ میدان حشر میں ایک حوض یعنی تالاب قائم کی جائے گی جو اس قدر وسیع اور پھیلی ہوئی ہوگی جیسے ایلہ سے صنعا تک (بخاری۔ ترمذی)

اس حوض کوثر میں جنت کی نہر کوثر سے دو نالیاں نکالی جائیں گی جن کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی حوض کوثر میں جمع ہوگا۔ اس حوض کوثر پر سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پہنچیں گے اور اپنی امت کے پیاسوں کو حوض کوثر سے پانی پلائیں گے یقیناً ان سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہ ہوگا کیونکہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔ لیکن اس موقع پر کچھ وہ بدنصیب لوگ بھی ہوں گے جنہیں حوض کوثر پر آنے سے روک دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اس حوض کوثر سے

وہ لوگ ہٹادیئے جائیں گے جو آپ ﷺ کے بعد اسلام کی تعلیمات سے پھر گئے تھے یا انہوں نے منافقت اختیار کر رکھی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں سے جو کہتے تھے کہ آپ ابتر (بے نام ونشان) ہو گئے ہیں ان سے فرمایا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ آپ کا فیض اس دنیا تک ہی نہیں بلکہ قیامت کے دن اس میدان میں بھی جاری رہے گا جب لوگ پیاس سے تڑپ رہے ہوں گے۔ فرمایا **اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ:** اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو "کوثر" عطا فرمایا ہے۔

کوثر کے معنی ہیں ہر طرح کی خیر، بھلائی۔ ہر ایک نعمت جو بہت کثرت سے ہو۔ یعنی اے نبی ﷺ آپ کو اللہ نے قرآن کریم اور علم وحکمت کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ ہر جگہ آپ کا نام بلند کیا ہے۔ جہاں اللہ کا نام لیا جائے گا وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ آپ کی روحانی اولاد اس کثرت سے ہوگی کہ وہ دن رات آپ پر درودوسلام بھیج رہی ہوگی۔ آپ کے ہاتھوں ایک ایسی مقدس اور پاکیزہ جماعت تیار ہوگی جو دین اسلام کی دعوت کو ساری دنیا تک پہنچائے گی اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔ یہ ہے وہ کوثر خیر کثیر جس کا فیض صرف اس دنیا تک نہیں بلکہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ لہذا بے نام ونشان تو وہ لوگ ہو جائیں گے جو اللہ کے نافرمان اور ناشکرے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آج دنیا کے گوشے گوشے میں نبی کریم ﷺ کا نام بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ:** پھر آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیئے اور نحر (قربانی) کیجئے۔

علماء نے اس سے پانچ وقت کی نمازیں مراد لی ہیں یعنی اے نبی ﷺ آپ پانچوں نمازوں کو ادا کیجئے۔ ہوسکتا ہے اس سے بقرعید کی نماز مراد ہو جس کے بعد قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چونکہ بدنی عبادات میں سب سے افضل نماز ہی ہے اور پھر مالی عبادات میں "نحر" کرنا ہے یعنی قربانی پیش کرنا ہے۔ یعنی اے نبی ﷺ اللہ نے جو آپ پر بے انتہا کرم کئے ہیں آپ کو "خیر کثیر" عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر نماز اور قربانی کے ذریعہ پیش کیجئے۔ یہ وہ سنت ہے جس پر ساری امت عمل کرتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتی رہے گی۔ **اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ:** اے نبی ﷺ! بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہو جائے گا۔ ابتر عربی میں کاٹنے، نامراد ہونے، ذرائع رسل ورسائل سے محروم ہونے اور اولاد نرینہ سے محروم ہونے کو کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ وہ لوگ جو آپ سے دشمنی کر رہے ہیں وہی اس طرح بے نام ونشان ہو جائیں گے کہ کوئی ان کا نام لیوا تک نہ رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج وہ تمام دشمنان رسول دنیا سے اس طرح بے نام ونشان ہو چکے ہیں کہ خود ان کی اولادیں بھی ان کی طرف نسبت کرنے کو اپنی توہین سمجھتی ہیں۔ آج اگر قرآن وحدیث میں ان کے نام ونشان کا ذکر نہ کیا جاتا تو لوگ ان کے ناموں سے بھی واقف نہ ہوتے۔ اس کے برخلاف نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی طرف نسبت کرنے میں ہر شخص ایک خاص فخر محسوس کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپ کا نام تو ہمیشہ بلند رہے گا آپ کی روحانی اولاد قیامت تک آپ کے نام کو روشن کرتی رہے گی لیکن آپ کی مخالفت کرنے والے بے نام ونشان ہو کر رہ جائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۱۰۹

اَلْکَافِرُوْنَ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الکافرون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	109
رکوع	1
آیات	6
الفاظ وکلمات	26
حروف	99
مقام نزول	مکہ مکرمہ

دین اسلام امن وسلامتی، ہر ایک سے حسن سلوک، اعلیٰ اخلاق، رواداری اور صلح مندی کو بہترین صفت قرار دے کر اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس دین کی تبلیغ میں تشدد، انتہا پسندی اور اپنے خیالات کو دوسروں پر زبردستی تھوپنے اور ٹھونسنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام صرف چند عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ مکمل نظام زندگی ہے جس کی بنیادیں عبادتوں پر رکھی گئی ہیں لیکن زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں دین اسلام اس کی رہنمائی نہ کرتا ہو۔ چونکہ دین اسلام ایک اصولی اور نظریاتی تحریک کا نام ہے جو حسن کردار سے تو پھیلایا جاسکتا ہے لیکن تلوار اور قوت کے زور سے نہیں پھیلایا جاسکتا۔ دیکھا گیا ہے کہ طاقت وقوت اور حکومت واقتدار کے ظلم وستم کے آگے وقتی طور پر لوگوں کے سر تو جھک جاتے ہیں مگر دل نہیں جھکتے کیونکہ دل تو اچھے اخلاق اور کردار کی بلندی کے سامنے جھکتے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام نے سروں کو نہیں جھکایا بلکہ دلوں کو فتح کیا ہے۔ اسی میں اس کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

کفار قریش جو صرف چند بتوں کے سامنے جھکنے کو عبادت سمجھتے تھے جب نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے دنیا وآخرت میں کامیابی کا پیغام پہنچایا تو وہ بوکھلا اٹھے۔ ابتداء میں انہوں نے اس بلند ہونے والی آواز کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کردیا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پیغام کی طرف ہر شخص متوجہ ہو چکا ہے اور قبیلوں اور خاندانوں میں لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کردیا ہے اور وہ تقسیم ہونا شروع ہوگئے ہیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس تجویز کو رکھ دیا کہ ہم کوئی ایسا راستہ نکال لیتے ہیں کہ جس سے ہماری قوم بھی تقسیم نہیں ہوگی اور ہر ایک اپنے معبودوں کی عبادت بھی کرتا رہے گا۔ اس مسئلہ میں قریشی سردار ولید ابن مغیرہ، عاص ابن وائل، اسود ابن عبدالمطلب اور امیہ ابن خلف وغیرہ سب سے آگے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے کہ قریش کے سرداروں نے آپ کے سامنے چند باتیں پیش کیں (۱) کہنے لگے کہ ہم آپ کو اتنا مال دے

دیتے ہیں کہ آپ مکہ کے سب سے زیادہ رئیس اور مال دار شخص بن جائیں گے۔ (۲) آپ جس عورت کو پسند کریں گے ہم اس سے آپ کی شادی کرادیں گے۔ (۳) ہم آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں مگر ہماری صرف اتنی سی شرط ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کریں گے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر تم ہمارے معبودوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کرنے کو تیار ہیں۔ کفار قریش کی باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکافرون کو نازل فرمایا جس میں دوٹوک انداز میں فرمادیا گیا کہ اے نبیؐ! آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ میرا دین اور تمہارا دین الگ الگ ہے۔ میں تمہارے معبودوں کی عبادت و بندگی نہیں کرسکتا اور نہ تم میرے معبود کی بندگی کرتے ہو لہذا میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔

۶۳

سورۃ الکافرون

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ
عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ
عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

ع ۱ / ۳۴

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۶

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! تم جن معبودوں کی عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں تمہارے ان معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا راستہ ہے اور میرے لئے میرا راستہ ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

لَا اَعۡبُدُ	میں عبادت نہ کروں گا
تَعۡبُدُوۡنَ	تم (جن چیزوں کی) عبادت کرتے ہو
اَنۡتُمۡ	تم

دِيْنُكُمْ تمہارا دین

لِيَ میرے لئے

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۶

اتحاد و اتفاق، رواداری، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا، صلح اور امن و سلامتی یہ وہ عادتیں اور صفتیں ہیں جنہیں اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے لیکن بے بنیاد اتحاد و اتفاق کی باتیں، دنیا دکھاوے کے لئے زبانی رواداری کے نعرے، آپس میں مل جل کر رہنے اور ایک ہو جانے کی منافقانہ باتیں کسی طرح پسندیدہ نہیں ہیں۔ تمام مذاہب میں دین اسلام ہی وہ طریقہ زندگی ہے جس نے باہمی محبت، رواداری، حسن سلوک ہر انسان سے بحثیت انسان ہمدردی، امن و سلامتی اور صلح صفائی کی اعلیٰ ترین تعلیم دی ہے لیکن جہاں بھی اسلام کے ابدی اصولوں کے بدل جانے اور اس کی بنیادوں کے اکھڑ جانے کا اندیشہ ہو ''اتحاد و اتفاق'' کے نام پر ایسی کسی منافقانہ کاروائی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

اصل میں دین اسلام کے اصولوں میں تشدد، ظلم و جبر، انتہا پسندی، دہشت گردی، اپنے خیالات کو زبردستی دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرنا اور اپنی بات کو اونچا رکھنے اور زور زبردستی کے ساتھ منوانا اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ دین اسلام ایک اصولی اور نظریاتی دین ہے اور اس بات سے ہر شخص اچھی طرح واقف ہے کہ نظریات کو مختلف طریقوں سے سمجھایا جاتا ہے تا کہ انسان کا ذہن و فکر اس کے قبول کرنے پر آمادہ ہو سکے۔

طاقت کے استعمال سے وقتی طور پر سروں کو جھکایا جا سکتا ہے لیکن ظلم و جبر اور طاقت کے ذریعہ دلوں کو جھکانا ممکن نہیں ہے کیونکہ دلوں کو تو حسن کردار، اعلیٰ اخلاق، محبت اور خلوص کے ساتھ ہی جھکایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کو قرآن کریم کی آیتوں کے ذریعہ اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ تمام انسانوں کی کامیابی ایک اللہ کو ماننے، فکر آخرت اور بہترین اصولوں کو اپنانے میں ہے تو سارا عرب چونک اٹھا۔ اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بتوں کے سامنے اپنا ماتھا رگڑنے والے، اپنی تمناؤں کے لئے ان بتوں کو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھنے والے، رسموں کی پابندیوں اور قبیلوں کے رسم و رواج میں جکڑے ہوئے لوگوں کے لئے یہ ایک اجنبی سی آواز تھی۔ ابتداء میں تو کفار قریش نے نبی کریم ﷺ کی باتوں کو ایک جذباتی اور وقتی جذبہ سمجھ کر نظر

انداز کر دیا لیکن جب کفار قریش نے اس بات کو محسوس کیا کہ تحریک کی سنجیدگی اور نبی کریم ﷺ کی مقناطیسی شخصیت سے ہر قبیلے کے لوگ بڑی تیزی سے متاثر ہو رہے ہیں اور ذہنی اور فکری اعتبار سے آپ کے قریب ہوتے جا رہے ہیں تب قریشی سرداروں کو تشویش ہوئی۔ سب نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ اس سلسلہ میں آپ سے بات چیت کی جائے۔ کفار قریش نے یہ سمجھ کر کہ اگر یہ تحریک اسی طرح چلتی رہی تو خاندانوں اور قبیلوں کے رسم و رواج بھی برباد ہو جائیں گے اور لوگ آپس میں تقسیم ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کا خلاصہ ہے کہ قریش کے بڑے سردار ولید ابن مغیرہ، عاص ابن وائل، اسود ابن عبدالمطلب، امیہ ابن خلف اور دوسرے بہت سے لوگ چند تجاویز لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تا کہ ان تجاویز پر بات چیت کی جا سکے۔

کفار قریش نے یہ تجویز پیش کی کہ اے محمد ﷺ! ہم آپ کو اتنا مال دے دیتے ہیں جس سے آپ مال دار ہو جائیں۔ اگر آپ کسی قبیلے کی لڑکی کو پسند کرتے ہیں تو اس سے آپ کی شادی کر دی جائے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم سب مل کر آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور ہم سب آپ کے پیچھے چلنے کو تیار ہیں مگر ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کر لیتے ہیں کہ آپ ایک سال ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کر لیں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت و بندگی کر لیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت یہ ہے کہ قریشی سرداروں کی اس تجویز پر آپ خاموش رہے یعنی اللہ کے حکم کے منتظر رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سورۃ الکافرون نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ صاف صاف اعلان فرما دیجئے کہ دین اسلام اور کفر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ میرا دین اور تمہارا دین ایک نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارے معبودوں کی عبادت و بندگی نہیں کرتا اور نہ تم ایک اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ میں تمہارے معبودوں کے سامنے نہیں جھک سکتا اور تم میرے معبود کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہو۔ لہٰذا تمہارا اور میرا راستہ الگ الگ ہے۔ روایات کے تسلسل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی تجاویز متعدد مواقع پر کفار کی طرف سے پیش کی گئیں مگر ہر مرتبہ کفار پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اتحاد و اتفاق اصولوں پر ہوا کرتا ہے اپنی بنیادوں کو چھوڑ کر ہر طرح کا اتحاد و اتفاق اور رواداری ایک سیاسی نعرے سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اسی بات کو ارشاد فرمایا گیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور پوری امت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت و بندگی کرنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد ہے

لوگوں کو اس کے سوا کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ یکسو ہو کر اپنے اللہ کے لئے خالص کر کے اسی کی عبادت و بندگی کریں۔ (سورۃ البینہ۔ آیت نمبر ۵)

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم مجھ سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت و بندگی کروں گا اے جاہلو! تم یہ کیسی باتیں کرتے ہو۔(سورۂ زمر۔آیت نمبر ۶۴)

کفار قریش کی طرف سے یہ بھی تجویز پیش کی گئی کہ اے محمد ﷺ! اگر تم ہمارے معبودوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کرنے کو تیار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

یہ کفار یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ بتوں کے معاملے میں کچھ نرمی برتیں تو وہ بھی آپ کے بارے میں نرم پڑ جائیں گے۔ (سورۃ القلم)

خلاصہ یہ ہے کہ کفار قریش نے اتحاد و اتفاق اور رواداری کے نام پر جو تجاویز پیش کی تھیں قیامت تک آنے والی نسلوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اسلام کا اپنا ایک مزاج ہے جس میں پیوندکاری نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ کی عبادت میں کسی کو کسی طرح شریک نہیں کیا جا سکتا۔

واخردعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۰

النَّصۡر

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ النّصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	110
رکوع	1
آیات	3
الفاظ وکلمات	19
حروف	81
مقام نزول	مدینہ منورہ

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال تک مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ نے دین اسلام کی سر بلندی اور عظمت کے لئے وہ بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں جن کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ ان قربانیوں کا مقصد کسی ملک پر قبضہ یا اقتدار نہ تھا بلکہ وہ اپنے جان و مال سے محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے جدوجہد اور کاوشیں کرتا تھا۔ لیکن ایک فطری بات ہے کہ شدید ترین مشکلات اٹھانے کے بعد اگر اس کے بہتر نتیجے کی کوئی خوش خبری سنائی جائے تو انسان کو اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں شدید ترین حالات کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اے نبی ﷺ! جب اللہ کی طرف سے فتح اور کامیابی آجائے اور آپ یہ دیکھیں کہ لوگ اسلام میں گروہ کے گروہ جماعتیں کی جماعتیں داخل ہو رہی ہیں تو اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کی حمد وثنا کیجئے اور دعائے استغفار کا سہارا لیجئے۔ کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ سورۃ النصر جو کہ سب سے آخری سورت ہے اس کے بعد ایک ایک دو دو آیتیں تو نازل ہوئیں مگر کوئی سورت نازل نہیں ہوئی اسی لئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی وہ سورۂ فاتحہ ہے اور مدنی دور میں بالکل آخر میں جو سورت نازل ہوئی وہ سورۃ النصر ہے۔ سورۃ النصر نازل ہونے کے اسی دن (۸۰) بعد نبی کریم ﷺ اپنے رب اعلیٰ سے جاملے۔

بہت سی روایات وہ بھی ہیں جن میں خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس سورت کے ذریعہ بتادیا گیا ہے کہ آپ بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں چنانچہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کثرت سے **سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ** پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اطلاع دی ہے کہ آپ بہت جلد اپنی امت میں ایک علامت دیکھیں گے۔ جب وہ علامت نظر آجائے تو کثرت سے استغفار کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے وہ نشانی دیکھ لی ہے اور اس کے بعد آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

یعنی آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب ساری دنیا پر مسلمانوں کو غلبہ اور اقتدار عطا کر دیا جائے گا اور لوگ بڑی تعداد میں دین اسلام قبول کر لیں گے۔ اور اس طرح آپ کا وہ مشن اور مقصد پورا ہو جائے گا جس کے لئے اللہ نے آپ کو بھیجا تھا۔

یوں تو ایمان لانے والے ایمان لا ہی رہے تھے لیکن ہر جگہ پھیلی ہوئی ایک بہت بڑی تعداد تھی جو کافروں کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی گئی تو پھر تمام وہ لوگ جن کے دلوں میں اسلام کی عظمت بیٹھ چکی تھی وہ نبی کریم ﷺ کے دامن اطاعت و محبت سے وابستہ ہوتے چلے گئے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا اور اس کے بعد آپ نے سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔

سُورَۃُ النَّصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ
اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

وقفِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۲۵ عا

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۳

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھیں تو اپنے پروردگار کی تسبیح کیجئے۔ مغفرت مانگئے۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۳

جَآءَ	آگیا
نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد
يَدْخُلُوْنَ	وہ داخل ہوتے ہیں
اَفْوَاجٌ	جماعتیں
سَبِّحْ	تسبیح کیجئے
اِسْتَغْفِرْ	بخشش مانگئے

تَوَّابٌ بہت توبہ قبول کرنے والا

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۳

انبیاء کرامؑ کی بعثت کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں تا کہ وہ جس غلط راستے پر چل رہے ہیں اس سے ہٹ جائیں۔ ان کی زندگیاں سنور جائیں اور ان کی دنیا اور آخرت بہتر سے بہتر ہو جائے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک ہزاروں رسول اور نبی آتے رہے۔ اللہ نے آخر میں اپنے محبوب نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حجاز کے اس علاقے میں مبعوث فرمایا جہاں کفر و شرک اور انسانیت پر ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی اور صدیوں سے کوئی پیغمبر بھی یہاں تشریف نہ لائے تھے جس کی وجہ سے اس علاقے کے لوگوں میں بہت سے وہ جاہلانہ اور مشرکانہ طریقے رائج ہو چکے تھے جنہیں وہ دین و مذہب سمجھ کر کرتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو ساری دنیا کی اصلاح کے لئے تشریف لائے تھے آپ نے اسی علاقے سے اپنے مشن اور مقصد کا آغاز فرمایا۔ جب آپ نے ان لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دے کر بلایا تو سارا عرب آپ کا دشمن بن گیا۔ آپ کو اور آپ کی اس تحریک کو مٹانے کے لئے دن رات کوششیں کرنے لگا۔ آپ کے دوستوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ نے آپ کا دامن اطاعت و محبت تھام کر دنیا اور آخرت کی عظمتیں حاصل کر لیں۔ لیکن وہ لوگ جو آپ کو صادق و امین کہتے تھے جو آپ کی فہم و فراست کے سامنے اپنی گردنیں جھکاتے تھے اور انہیں آپ پر بھرپور اعتماد تھا۔ آپ کے خاندان کے وہ لوگ جو آپ کی راہوں میں پلکیں بچھاتے تھے وہ سب کے سب نہ صرف آپ کے مخالف ہو گئے بلکہ آپ کی دشمنی میں انتہا کر دی۔

خاص طور پر آپ کا وہ حقیقی چچا ابولہب اور چچی ام جمیل جو آپ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ آپ جہاں بھی اللہ کا دین پھیلانے تشریف لے جاتے اور ابولہب کو معلوم ہوتا تو وہ وہاں جا کر لوگوں سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات نہ سنو یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ جو بھی آپ کی بات سن کر ایمان لاتا ابوجہل اور ابولہب ان پر شدید ظلم اور زیادتی کرتے تھے۔ کفار کا ظلم و ستم بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند صحابہ و صحابیات جن کے دلوں میں اسلام کی شمع روشن ہو چکی تھی وہ بیت اللہ کی سرزمین چھوڑ کر ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑ کر

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دین اسلام کی روشنی ہر طرف پھیلنا شروع ہو گئی۔ جن صحابہ اور صحابیات نے ملک حبش کی طرف ہجرت کر لی تھی وہ بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ یہاں انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ اخوت و محبت کا وہ بہترین معاملہ کیا جو ساری دنیا کے لئے ایک مثال بن گیا۔

مکہ مکرمہ میں تو صرف کفار و مشرکین ہی تھے لیکن مدینہ منورہ میں مشرکین اور اہل یہود و نصاریٰ کی ایک بہت بڑی قوت موجود تھی جو صدیوں سے اس علاقے میں آباد تھے اور وہ ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح کچھ لوگ وہ بھی تھے جنہوں نے اہل ایمان کے جوش، جذبے اور سرفروشی کو دیکھ کر اسی میں عافیت کو محسوس کیا کہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں تا کہ مفادات کا ٹکراؤ نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ان تمام حالات کے پیش نظر مدینہ منورہ میں آباد یہودیوں، کفار اور مشرکین سے "میثاق مدینہ" کے نام سے ایک معاہدہ کر لیا۔ اس معاہدے کے باوجود یہودیوں نے مکہ مکرمہ کے کفار و مشرکین کو بھڑکایا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کی قوت و طاقت کو توڑ ڈالیں۔ چنانچہ کئی زبردست جنگیں بھی ہوئیں مگر ہر مرتبہ کفار کو زبردست شکست ہوئی اور آخر کار وہ وقت آ گیا جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور کفار و مشرکین کے علاوہ یہودیوں کی طاقت بھی ختم ہو کر رہ گئی۔ فتح مکہ کے بعد خیبر سے حجاز تک ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی۔ وہ تمام لوگ جو اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو چکے تھے اور کفار کا ظلم و جبر بھی ختم ہو کر رہ گیا تھا تو بغیر کسی مزاحمت اور جنگ کے بڑی تعداد میں لوگوں نے حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع کر دیا۔ قبیلے کے قبیلے اور گروہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پورے جزیرۃ العرب پر اہل ایمان کو مکمل غلبہ اور طاقت عطا فرما دی۔

نبی کریم ﷺ پر جب سورۃ النصر نازل کی گئی تو اہل ایمان خوش ہو گئے کیونکہ اللہ کی طرف سے فتح و نصرت کی خوش خبری دیدی گئی تھی لیکن کچھ حضرات نے دیکھا کہ اس خوشی کے موقع پر ایک کونے میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ زار و قطار رو رہے ہیں۔ اس خوشی کے موقع پر لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے اس سورت میں اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! جب آپ دیکھیں گے کہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد و ثنا کیجئے اور امت کے گناہوں کی معافی کی درخواست کیجئے کیونکہ وہ اللہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ فرمایا کہ اس میں اللہ نے فرما دیا ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ کا مشن اور مقصد پورا ہو گیا ہے۔ اب لوگ دین کی سچائیوں کو قبول کر چکے ہیں اور آئندہ کرتے رہیں گے اب آپ اللہ کے پاس واپسی کی تیاری کیجئے۔ اسی کی حمد و ثنا کیجئے اور اسی سے استغفار کیجئے۔

چنانچہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے اسی (۸۰) دن کے بعد آپ اپنے رب اعلیٰ سے جا ملے۔ روایات سے معلوم

ہوتا ہے کہ سورۃ النصر کے نازل ہونے کے بعد آپ عبادت الٰہی میں پہلے سے بھی زیادہ مشغول ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے جو روایات نقل کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

سورۃ النصر منیٰ کے مقام پر حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ پھر آپ نے اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہو کر حج کا وہ تاریخی خطبہ دیا جو قیامت تک ساری انسانیت کے لئے ایک منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ شاید میں اس سال کے بعد تم سے نہ ملوں۔

روایات میں آتا ہے کہ سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد آپ اللہ کی یاد میں پہلے سے بھی زیادہ منہمک اور مشغول ہو گئے۔ آپ اس طرح اللہ کے سامنے کھڑے رہتے کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتا۔ کبھی کبھی وہ ورم پھٹ کر رسنے لگتا۔ مگر آپ اللہ کی عبادت و بندگی میں کمی نہ فرماتے تھے۔

سورۃ النصر نازل ہونے کے بعد آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے۔

سُبۡحَانَكَ رَبَّنَا وَ بِحَمۡدِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ

کبھی آپ پڑھتے

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمۡدِهٖ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوۡبُ اِلَيۡهِ

آپ ﷺ یہ بھی فرماتے کہ مجھے اسی بات کا اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ قرطبی)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میں دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں''۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمَّ

سورۃ نمبر ۱۱۱

تَبَّتۡ

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۂ تبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورت نمبر	111
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	24
حروف	81
مقام نزول	مکہ مکرمہ

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ ایمان اور حسن عمل کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اطاعت وہ سچی بنیاد ہے جس پر دنیا اور آخرت کی نجات کا دارومدار ہے۔ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت جو بھی حق وصداقت اور اطاعت ومحبت کے راستے کو اپنائے گا وہی کامیاب ہوگا۔ اطاعت اور محبت ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ محض اطاعت ہو اور اس میں محبت نہ ہو تو اس کو منافقت کہتے ہیں۔ اور محض محبت ہو اور اطاعت نہ ہو تو اس کو بدعت کہتے ہیں۔

قرآن وسنت کے مطابق منافقت اور بدعت دونوں انسانوں کو جہنم کی طرف دھکیل دیتے ہیں اور کسی حال میں قبول نہیں ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل دونوں اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اس قدر والہانہ محبت کرتے تھے کہ ان کو ایک پل کے لئے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ محبت کا یہ حال تھا کہ جب ایک لونڈی (ثوبیہ) نے حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کی خوش خبری سنائی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور اس نے خوش خبری لانے والی لونڈی کو آزاد کردیا۔

لیکن جب نبی کریم ﷺ نے کوہ صفا پر قریش اور ان کے سرداروں کو آواز دے کر بلایا اور یہ کہا کہ بہت جلد شیطان کا لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک اللہ کی اطاعت وبندگی کرنے اور لکڑی، پتھر اور مٹی سے بنائے گئے بتوں اور ان کی رسموں کو چھوڑنے کے لئے کہا تو اس آواز کی شدت سے مخالفت کرنے والا ابولہب تھا جس نے کہا تھا **"تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا"** (نعوذ باللہ) تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تم نے یہی سب کچھ سنانے کے لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھا کر آپ ﷺ کو مارنے کی دھمکی دی۔

اس کے بعد ابولہب کا یہ حال ہو گیا کہ آپ ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے یہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں سے کہتا کہ اس کی بات نہ سنو یہ باپ دادا کے دین سے پھر گیا ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل کر کے بتا دیا کہ تباہی اور بربادی تو ابولہب اور اس کی بیوی کے لئے ہے۔ مکہ کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ابولہب بے انتہا مال و دولت اور اولاد رکھنے کے باوجود تباہ و برباد ہو کر رہا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل بھی آپ ﷺ کی مخالفت میں سب سے آگے تھے۔ اس کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ کہتی تھی کہ میں اس ہار کو فروخت کر کے اس کی رقم سے محمد (ﷺ) کو بدنام کرنے اور نقصان پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ جب ابولہب کو جہنم کے بھڑکتے شعلوں میں جھونک دیں گے تو ام جمیل لکڑیاں جمع کر کے اس آگ کو بھڑکانے کا کام کرے گی۔ اور وہی قیمتی ہار جس پر اسے بڑا ناز تھا اس ہار کو جہنم کی آگ پر تپا کر ام جمیل کو اس سے داغا جائے گا۔

اطاعت رسول ﷺ سے انکار کرنے والے ابولہب اور اس کی بیوی کا یہ وہ بھیانک انجام ہے جس کو دنیا ہی میں بتا دیا گیا کہ محض رسول سے محبت ہی کافی نہیں ہے بلکہ محبت کے ساتھ اطاعت بھی ضروری اور لازمی ہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور آپ کی محبت و اطاعت اختیار کرنے والوں میں سب سے اول ہیں وہ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور آپ کے ہر حکم پر عمل کرنے کے لئے بے تاب رہا کرتے تھے۔

وہ درحقیقت اطاعت ومحبت کا پیکر تھے اور ان کی زندگیاں ایسی مثالی ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول نے بھی ان کو دین کا بنیادی ستون اور آسمان نبوت کے ستارے قرار دیا ہے۔ وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے اپنے ایمان اور حسن عمل سے ساری دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور بہت تھوڑے عرصے میں قیصر و کسریٰ اور کفر کی سلطنتوں کو الٹ کر پھینک دیا اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔

صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جن پر کائنات کا ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے اور ان کی طرف نسبت کرنے میں ہر شخص ایک خاص فخر محسوس کرتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو مدینہ منورہ اور اسلامی سلطنت کے درودیوار رو رہے تھے۔ ہر شخص کی آنکھ آنسوؤں سے تر تھی اور نہایت عزت و احترام سے آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفنایا گیا۔

لیکن ابولہب کا انتہائی بدترین انجام ہوا۔اس کو ایک ایسی گلٹی نکلی جس کو عرب "عَـدَسـه" کی بیماری کہتے تھے۔یہ ایک ایسی بیماری تھی کہ اس سے اس کا سارا بدن گل سڑ گیا، بدبو اور تعفن کا یہ حال تھا کہ کوئی اس کے قریب تک نہ جاتا تھا حتیٰ کہ ابولہب کی بیوی ام جمیل اور اس کے بیٹے بھی اس کمرے میں نہیں جاتے تھے جہاں وہ شدید کرب اور اذیت کی تکلیف میں مبتلا تھا۔جب ابو لہب اسی تنہائی میں مر گیا اور کئی دن گذرنے کے بعد اس کی لاش سے اٹھنے والی بدبو نے سب کو بے حال کر دیا تو حبشی بدوؤں کو بلا کر ان سے ابولہب کی لاش کو اٹھوایا گیا اور کسی دور دراز کی جگہ پھنکوا دیا گیا کہ جہاں اس کے وجود کا بھی پتہ نہ تھا۔

اس طرح قرآن کریم کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی کہ ابولہب تباہ و برباد ہو گیا اس کا مال اور اس کی اولاد بھی اس کے کسی کام نہ آئی۔یہ تو دنیا میں اس کا حشر ہوا لیکن آخرت میں تو اس کو ایسی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا کہ جب اس کی آگ کی شدت کم ہوگی تو ابولہب کی بیوی لکڑیاں چن چن کر اس آگ میں ڈال کر اس کو بھڑکاتی رہے گی۔

اسی بات کو سورۃ ابی لہب کی اس مختصر سی سورت میں بیان کر کے اس اصول کو بتا دیا گیا کہ اسلام میں اصل رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔دنیاوی رشتوں کا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایمان اور عمل صالح کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر ثابت قدمی اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سُوْرَۃ تَبَّتْ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا
کَسَبَ ۝٢ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ
الْحَطَبِ ۝٤ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۵

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔
اور وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔
اس کو اس کا مال اور اس کی کمائی کام نہ آئی۔
وہ بہت جلد شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔
اور اس کی بیوی بھی جو سر پر ایندھن اٹھا کر لاتی ہے (لگائی بجھائی کرتی ہے) اس کی گردن میں خوب بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

تَبَّتْ تباہ ہوگئی۔(ہوگئے)

یَدَآ دونوں ہاتھ

تَبَّ	تباہ ہوا
مَآ اَغْنٰی	کام نہ آیا
کَسَبَ	کمایا
سَیَصْلٰی	بہت جلد جا پڑے گا
اِمْرَءَ ۃٌ	عورت
جِیْدٌ	گردن
حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ	مضبوط بٹی ہوئی رسی

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۵

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا **یاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ** یعنی اے کپڑا اوڑھ کر لیٹنے والے آپ اٹھئے۔ اللہ کے خوف سے لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی بڑائی قائم کیجئے۔

اس کے بعد جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی **وَاَنْذِرْ عَشِیْرَ تَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ** یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے خوف سے ڈرایئے تو آپ نے مکہ مکرمہ کے کوہ صفا پر چڑھ کر مکہ والوں کو ''**یَا صَبَا حَاہ**'' (اے صبح کی آفت) کہہ کر آواز دی۔

جس کا عام طور پر یہ مطلب ہوتا تھا کہ رات کو کسی دشمن نے اچانک حملہ کرنے کے لئے اپنا لشکر جمع کر لیا ہے۔ لوگ اس جملے کا مطلب جانتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی آواز بھی پہچانتے تھے۔ قریشی سردار اور آپ ﷺ کے خاندان والے کوہ صفا کی طرف دوڑ پڑے جو خود آسکتا تھا وہ خود آگیا اور جو نہیں آسکتا تھا اس نے اپنی طرف سے کسی کو بھیج دیا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ایک ذرا اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر قریش کے تمام خاندانوں کا نام لے کر خطاب فرمایا۔

آپ ﷺ نے کہا اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک بہت بڑا لشکر چھپا ہے جو عنقریب تم پر حملہ

کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرو گے؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں آپ پر پورا بھروسہ ہے کیونکہ آپ ہم میں سب سے زیادہ سچ بولنے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پہاڑ کے پیچھے تو کوئی لشکر نہیں ہے لیکن شیطان کا لشکر تم پر حملہ آور ہے۔ میں تمہیں (اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو) یہ بتا رہا ہوں کہ آگے بہت بڑا عذاب آنے والا ہے اور پھر آپ ﷺ نے اس کی تفصیل ارشاد فرمائی کہ ایک اللہ کی عبادت و بندگی کرو۔ یہ سن کر سب ہی لوگوں پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اچانک آپ ﷺ کو سب سے زیادہ چاہنے والا آپ ﷺ کا حقیقی چچا ابولہب کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ''**تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا**'' تو برباد ہو جائے کیا تو نے یہی سب کچھ سنانے کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس نے ایک پتھر اٹھایا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر کھینچ مارے (مسند احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ ترمذی) اور اس کے بعد تو ایسا لگتا تھا جیسے وہ آپ کا جانی دشمن ہے۔ ہر جگہ آپ کی شدید مخالفت کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے اس جملے پر **تَبًّا لَكَ** پر جواب عنایت فرمایا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو برباد نہ ہوں گے لیکن ابولہب تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ اس کی دولت اور اولاد اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اس کو بہت جلد جہنم کی بھڑکتی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ چونکہ اس کی بیوی ام جمیل بھی آپ ﷺ کی سخت دشمن ہو چکی تھی تو اس کے متعلق فرمایا کہ آپ کے راستے میں کانٹے دار جھاڑیاں بچھانے والی کی گردن میں ایک رسی ہوگی اور اس سے اس کو جہنم میں کھینچا جائے گا۔

ابولہب کو شعلوں کا باپ کہا جاتا تھا چونکہ وہ نہایت سرخ و سفید، وجیہہ اور خوبصورت آدمی تھا اس لئے اس کو ابولہب کہا جانے لگا۔ اس کا اصل نام ''عبدالعزیٰ'' تھا۔ اس کی بیوی کا نام ''اروٰی'' تھا مگر اس کی کنیت ام جمیل تھی۔ یہ دونوں میاں بیوی بہت مال دار تھے لیکن اس حد تک کنجوس تھے کہ ان کی کنجوسی سے سب لوگ تنگ تھے۔

جب ابولہب کا نام لے کر قرآن کریم کی ایک سورت نازل کی گئی جو ابولہب کی سخت توہین تھی تو ام جمیل غصے سے بے قابو ہوگئی اور حضور اکرم ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکل پڑی تا کہ وہ بھی آپ ﷺ کی توہین کر سکے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے اور وہ آپ کی شان میں ایسے گستاخانہ شعر پڑھ رہی تھی جس سے اس کا بغض اس کے منہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حرم میں ایک جگہ موجود تھے کہ وہاں ام جمیل آگئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا گئے کہ کہیں یہ عورت آپ ﷺ کی توہین نہ کرے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم پریشان نہ ہو وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔

چنانچہ وہ حضرت ابوبکر کے پاس پہنچی اور اس نے کہا کہ سنا ہے تمہارے صاحب نے میری سخت توہین کی ہے۔ حضرت ابو

بکر نے انتہائی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا ''رب کعبہ کی قسم انہوں نے تمہاری کوئی توہین اور ہجو نہیں کی''۔ اس پر وہ واپس چلی گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہاری توہین نہیں کی ہے بلکہ اللہ نے کی ہے۔

ان دونوں میاں بیوی کا یہ حال تھا کہ وہ ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں لگے رہتے تھے۔ ام جمیل کے گلے میں ایک قیمتی ہار تھا وہ قسم کھا کر کہتی تھی کہ میں اس ہار کو بیچ کر محمد ﷺ کی عداوت اور دشمنی پر خرچ کروں گی۔ اللہ نے اسی کے متعلق فرمایا کہ آج جس ہار پر وہ ناز کر رہی ہے کل قیامت کے دن یہی ہار اس کے گلے میں ایک مضبوط بٹی ہوئی رسی کی طرح ہوگا جس کو اس کی گردن میں ڈالا جائے گا یعنی اس کے ذریعہ اس کو جہنم میں گھسیٹ کر پھینکا جائے گا۔

ابولہب ایک سرمایہ پرست کنجوس آدمی تھا۔ قریش کے چار بڑے مال دار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ جب غزوہ بدر ہوا تو وہ خود اس میں شریک نہیں ہوا بلکہ اس نے عاص ابن ہشام کو اپنی طرف سے لڑنے کے لئے بھیج دیا۔ اصل میں عاص ابن ہشام پر ابولہب کے چار ہزار درہم قرض تھے اور عاص دیوالیہ ہو چکا تھا۔ ابولہب نے کہا کہ اگر تم میری طرف سے جا کر لڑو تو میں چار ہزار درہم معاف کر دوں گا۔ چنانچہ عاص ابن ہشام ابولہب کی طرف سے لڑنے کے لئے گیا۔

غزوہ بدر میں جب کفار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو ابولہب اس صدمے کو برداشت نہ کر سکا۔ غزوہ بدر کے سات دن بعد ہی وہ نہایت ذلت کے ساتھ مر گیا۔ اس کی موت بڑی عبرت ناک تھی۔ اس کو ایک ایسی بیماری لگ گئی جو انسان کے تمام اعضا کو سڑا دیتی ہے۔ اس کو عربوں میں ''عدسہ'' کی بیماری کہتے تھے۔ اس کے عدسہ کی گلٹی نکلی۔ اس کے بدن سے ایسی بدبو اور سڑیند آتی تھی کہ اس کے بیٹے یہاں تک کہ اس کی بیوی بھی اس کے قریب کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ اس کو اس کے گھر والوں نے علیحدہ ایک کمرے میں ڈال دیا۔ تین دن تک کوئی اس کے پاس نہیں گیا۔ اس عرصے میں وہ مر گیا جب تین دن کے بعد اس کی لاش سے زبردست بدبو پیدا ہوئی تو حبشی بدوؤں کو بلا کر اس کی لاش کو اٹھوایا گیا اور کسی نامعلوم صحرا میں پھنکوا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو سورۂ لہب میں فرمایا کہ اس کا مال، اس کی دولت اور اولاد بھی اس کے کسی کام نہ آسکی اور قیامت میں اس کو شدید عذاب دیا جائے گا۔ ابولہب اور نبی کریم ﷺ کے مکانات برابر برابر تھے۔ ابولہب اور اس کی بیوی آپ ﷺ کو اذیتیں پہنچانے کے لئے طرح طرح سے ستاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیوں حضرت رقیہ کا نکاح عتبہ سے اور دوسرے بیٹے عتیبہ کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہوا تھا۔ ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب اس نے نبی کریم ﷺ کی شدید مخالفت کی تو آپ کو ذہنی اذیت پہنچانے کے لئے ابوجہل نے اپنے

دونوں بیٹوں سے کہا کہ میرے لئے تم سے ملنا حرام ہے جب تک تم محمد ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو۔ یہ سن کر عتیبہ اٹھا اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ کر نہ صرف حضرت ام کلثوم کو طلاق دی بلکہ بے انتہا غلیظ اور گندی باتیں بھی کہیں۔

اس واقعہ سے آپ ﷺ کو شدید صدمہ پہنچا اور آپ کے منہ سے نکل گیا الہی (اس نے آپ کے نبی کی توہین کی ہے) اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط فرما دیجئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ عتیبہ شام کے سفر پر تھا کہ ایک بھڑیئے نے اس کو پھاڑ کھایا۔ اس کے برخلاف عتبہ نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ کی دونوں بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنیؓ سے نکاح ہوا اور اللہ نے آپ کو ذوالنورین کے لقب کی سعادت عطا فرمائی۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عَمّ

سورۃ نمبر ۱۱۲

اَلْاِخْلَاص

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الاخلاص

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورت نمبر	112
رکوع	1
آیات	4
الفاظ وکلمات	17
حروف	49
مقام نزول	مکہ مکرمہ

جب نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت پوری دنیا میں خاص طور پر عرب جنہیں اولاد ابراہیمؑ ہونے پر بڑا ناز تھا عقیدہ کی گندگیوں اور بتوں کی پرستش میں مبتلا تھے۔ لکڑی، پتھر، مٹی، سونا، چاندی اور مختلف دھاتوں سے بنائے گئے بتوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنائے بیٹھے تھے۔ نصاریٰ یعنی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے رکھا تھا۔ حجاز کے اکثر قبیلے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور جنات کو اللہ کا رشتہ دار قرار دے کر ان کو اللہ کا شریک سمجھتے تھے۔ مجوسی یعنی آتش پرستوں کے ہاں دو معبودوں کا تصور تھا ایک خیر کا معبود دوسرا شر کا۔ خیر کے معبود کو یزداں اور شر کے معبود کو اہرمن کہتے تھے۔ آریا مذہب کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر چیز مادہ اور روح سے بنی ہے۔ ان کا خیال اور عقیدہ یہ تھا کہ مادہ اور روح کسی خالق اور بنانے والے کا محتاج نہیں ہے۔ لہٰذا وہ کسی خالق کے قائل ہی نہ تھے۔ اتنے کروڑوں معبودوں کے پرستاروں کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے معبود کی طرف دعوت دی جس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ نہ وہ کسی کے خیال وگمان میں آسکتا ہے۔

توحید کی اس دعوت کے نتیجے میں ان سوالات کا اٹھنا عین فطرت ہے کہ آخر وہ رب کیا ہے؟ وہ کس طرح اس نظام کائنات کو تنہا چلا رہا ہے؟ کون اس کا باپ اور کون اولاد اور بیوی ہے؟ وہ اس تصور سے سخت پریشان تھے کہ اتنے سارے معبود جن سے ان کی اور ان کے باپ دادا کی امیدیں وابستہ ہیں وہ ایک بن دیکھے معبود کو کیسے اپنا خالق و مالک مان لیں؟ یہ وہ سوالات تھے جو خاص طور پر یہود و نصاریٰ اہل کتاب کی طرف سے اٹھائے جارہے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف روایات بھی نقل کی گئی ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کچھ یہودی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! اللہ نے فرشتوں کو نور سے، آدم کو مٹی کے سڑے ہوئے گارے سے، ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھوئیں سے پیدا کیا۔ اب آپ اپنے رب کے متعلق بتایئے کہ وہ کس چیز سے بنا ہوا ہے۔ اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی نقل کی گئی ہے کہ کعب ابن اشرف، حی

ابن اخطب وغیرہ یہودیوں کے سردار آپ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے اے محمد (ﷺ) ہمیں یہ بتایئے کہ آپ کا رب کیا ہے؟ کس سے وہ پیدا ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات کے جواب میں سورۂ اخلاص کو نازل کیا گیا۔ (ابن ابی حاتم۔ ابن عدی۔ بیہقی)

ان سب کے پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ اے محمد (ﷺ) آخر وہ رب کیا ہے؟ کیسا ہے؟ جس کی عبادت و بندگی کی طرف آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو تنہا اس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ وہ بے نیاز ذات ہے وہ اس کے پیدا کرنے اور اس کے انتظام چلانے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہی ہر خیر و شر کا پیدا کرنے والا ہے۔ نہ اس کے کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور کوئی اس کے برابر نہیں ہے۔

سورۂ اخلاص کے سلسلہ میں یہ بھی بتا تا چلوں کہ قرآن کریم کی ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف دو سورتیں ایسی ہیں جن کے نام ان سورتوں میں آئے ہوئے لفظ پر نہیں رکھے گئے بلکہ معنی کی وسعت اور عظمت کے لئے اللہ کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے نام تجویز فرمائے ہیں وہ ہیں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص۔ ان دونوں سورتوں میں فاتحہ اور اخلاص کا لفظ موجود نہیں ہے جب کہ ایک سو بارہ سورتوں کے نام ان الفاظ پر رکھے گئے ہیں جو ان سورتوں میں استعمال کئے گئے ہیں جیسے بقرہ، ال عمران وغیرہ۔

سُورَةُ الإِخْلَاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ
يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾

ع ۱ ۳۷

ترجمہ: آیت نمبر ۱ تا ۴

(اے نبی ﷺ) آپ کہئے کہ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے (کسی کا محتاج نہیں ہے) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۴

اَحَدٌ	ایک
اَلصَّمَدُ	بے نیاز۔ کسی کا محتاج نہیں
لَمْ يَلِدْ	اس نے کسی کو نہیں جنا
لَمْ يُوْلَدْ	نہ کسی نے اس کو جنا
كُفُوًا	برابر
اَحَدٌ	کوئی ایک

تشریح: آیت نمبر ۱ تا ۴

سورۂ زخرف، سورۂ عنکبوت، سورۂ مومنون، سورۂ یونس، سورۂ بنی اسرائیل اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور کفار سے یہ سوال کیا ہے کہ بتاؤ زمین و آسمان کا مالک کون ہے؟ چاند اور سورج کس کے حکم سے چل رہے ہیں؟ وہ کون ہے جو بلندیوں سے پانی برسا کر مردہ زمین میں ایک نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے؟ عرش عظیم کا مالک و مختار کون ہے؟ کائنات میں ہر چیز کس کے حکم سے چل رہی ہے؟ وہ کون سی ذات ہے جس کے تم محتاج ہو؟ یہ دیکھنے، سننے، سمجھنے، سوچنے اور فیصلے کی طاقت کس ذات نے عطا کی ہے؟ زندگی اور موت کس کے ہاتھ میں ہے؟ فرمایا کہ جب تم دریا یا سمندر کے بھنور میں پھنس جاتے ہو اور وہاں بے بسی کے عالم میں ہوتے ہو تو تم کس کو پکارتے ہو؟ کون تمہاری فریاد کو سنتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک اور مختار ہے۔ وہ اس کائنات کا نظام چلانے میں کسی کا محتاج ہے۔ فرمایا کہ جب تم بھی کسی مشکل میں پھنس جاتے ہو تو ایک اللہ ہی کو یاد کرتے ہو پھر تم عام زندگی میں الٹے کیوں چل رہے ہو؟ اسی طرح نبی کریم ﷺ جب اللہ کی ذات اور صفات کو بیان فرماتے تھے تو کفار و مشرکین مکہ نے بھی آپ سے بہت سے سوالات کئے تھے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے کچھ یہودی آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا کہ اے ابوالقاسم ﷺ! اللہ نے فرشتوں کو نور سے، حضرت آدمؑ کو مٹی اور سڑے ہوئے گارے سے بنایا۔ ابلیس کو آگ کے شعلے سے، آسمان کو دھویں سے اور زمین کو پانی کے جھاگ سے پیدا کیا ہے۔ اپنے رب کے متعلق بتایئے جس نے آپ کو بھیجا ہے کہ (وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے)۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے پھر حضرت جبرئیل سورۂ اخلاص کی آیات لے کر نازل ہوئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی اسی طرح کی ملتی جلتی روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ جس میں کعب ابن اشرف، حی ابن اخطب بھی شامل تھا انہوں نے پوچھا کہ اے محمد ﷺ! ہمیں بتایئے کہ آپ کا رب کیسا ہے جس نے آپ کو بھیجا ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ اخلاص کو نازل فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اللہ ایک ہے یعنی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی تنہا معبود ہے، سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز میں بھی دوسروں کا محتاج نہیں ہے نہ وہ اپنے پیدا ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ نہ اس کے کوئی بیٹا ہے نہ کوئی کسی اعتبار سے اس کے برابر ہے۔ یعنی اس کا نہ کوئی مثیل ہے اور نہ مثال ہے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ: اللہ بے نیاز ہے۔

دنیا میں جتنے بھی جان دار ہیں وہ اپنی بقا کے لئے کائنات کی ہر چیز کے محتاج ہیں۔ مثلاً پانی، ہوا، مٹی، آگ، زمین و آسمان، سورج، چاند، رزق، علم، اولاد، سونا اور جاگنا لیکن اللہ کی ذات وہ ہے جو ان میں سے کسی چیز کی محتاج نہیں ہے بلکہ سب اس کے ہی محتاج ہیں۔ وہ سب کو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے۔ یعنی ہر ایک اس کا محتاج ہے لیکن وہ کسی کا کسی طرح محتاج نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد آنے والے حضرات نے الصمد کا مفہوم یہ بیان کیا ہے۔

(۱)۔ جو سب سے بے نیاز ذات ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ (حضرت ابو ہریرہؓ)

(۲)۔ اللہ وہ ذات ہے جس میں سے نہ کوئی چیز نکلتی ہے اور نہ وہ کھانے پینے کا محتاج ہے۔ (حضرت عکرمہؒ)

(۳) وہ جو اپنی ذاتی صفات اور اعمال میں کامل ہے۔ (حضرت سعید ابن جبیرؒ)

(۴)۔ وہ جو ہر طرح کے عیبوں سے پاک ہے۔ (مقاتل ابن حیان)

(۵)۔ وہ جو باقی رہنے والا ہے اور جسے زوال نہیں ہے۔ (حضرت حسن بصریؒ، حضرت قتادہؒ)

(۶)۔ اللہ وہ ہے جو اپنی مرضی سے جو چاہے فیصلے کرتا ہے۔ وہ جب چاہے جو کچھ چاہے کرتا ہے۔ اس کے حکم اور فیصلوں پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں ہے۔ (مراۃ الحمد ان)

(۷)۔ وہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں کے لئے رجوع کرنے والے ہوں۔ (حضرت ابن مسعودؓ)

(۸)۔ وہ جس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ (حضرت علیؓ)

(۹)۔ وہ جو اپنی سرداری، سیادت، علم اور حکمت میں کامل ہو۔ (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ)

(۱۰)۔ وہ ہے جو کسی مصیبت کے وقت اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ (حضرت ابن عباسؓ)

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ: نہ وہ پیدا کرتا ہے نہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔

اصل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق عربوں میں اور ساری دنیا میں عجیب وغریب تصورات تھے جن کی قرآن کریم نے بھرپور انداز سے تردید فرمائی ہے۔

(۱)۔ عرب کے لوگ فرشتوں کے متعلق کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

(۲)۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے تھے کہ آپ جس کی طرف بلا رہے ہیں تو اس اللہ کی نسبت کیا ہے؟ اس نے کس سے میراث پائی ہے؟ اور اس کے بعد اس کا وارث کون ہوگا؟

(۳)۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ جس کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی قرار دے رہے ہیں وہ اللہ کی نسبی اولاد ہیں۔

(۴)۔ کسی نے جنوں کو اللہ کا شریک، عالم الغیب اور رشتہ دار سمجھ رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کے ان عقیدوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ نہ تو اس کائنات کے نظام کو چلانے میں کسی کا محتاج ہے نہ اس کے بیٹا اور بیٹیاں ہیں۔ نہ اس کا کوئی وارث ہے اور نہ اس کو کسی کی میراث ملی ہے۔

اللہ نے ان کی تمام غلط باتوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ ان باتوں سے بلند و برتر ہے جو لوگ اس کی ذات کی طرف ان باتوں کو منسوب کرتے ہیں درحقیقت وہ گمراہ ہیں اور ان کو راہ ہدایت کو اختیار کرنا چاہیے۔

لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ: ہم کفو اس کو کہتے ہیں جو رتبہ میں کسی کے برابر ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح اس کے نہ تو بیٹا ہے نہ بیٹی اسی طرح کوئی اس کے برابر بھی نہیں ہے یعنی وہ کسی بیوی کا بھی محتاج نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

اس سورت کے فضائل: حضرت امام احمدؒ نے حضرت عقبہ ابن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں تین ایسی سورتیں بتاتا ہوں جو توریت، زبور، انجیل اور قرآن سب میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا کہ تم رات کو اس وقت تک نہ سوؤ جب تک ان تین سورتوں کو نہ پڑھ لیا کرو۔ سورۂ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ حضرت عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی ان تین سورتوں کو نہیں چھوڑا۔ (ابن کثیر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ سورۂ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سورت کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۳

الْفَلَق

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

تعارف سورۃ الفلق - سورۃ الناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الفلق

سورت نمبر	113
رکوع	1
آیات	5
الفاظ وکلمات	23
حروف	73
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ الناس

سورت نمبر	114
رکوع	1
آیات	6
الفاظ وکلمات	20
حروف	81
مقام نزول	مدینہ منورہ

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جو دونوں ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں نازل کی گئی ہیں اس لئے بعض اکابر نے ان دونوں سورتوں کو ایک ہی کہا ہے۔

بہر حال واقعہ اور مضمون کے لحاظ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی نہر کی دو شاخیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان سورتوں کے پس منظر میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں متعدد روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

اہل کتاب میں سے یہودی شروع ہی سے اسلام دشمنی اور دین اسلام کو مٹانے کی کسی کوشش اور سازش سے باز نہ آتے تھے۔ ان کی کوشش یہی ہوتی کہ وہ خود سامنے نہ آئیں اور دوسروں کو اپنا آلہ کار بنائیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ چند یہودی مدینہ منورہ آئے۔ اس زمانہ میں لبید ابن عصم اور اس کی بہنیں جادو ٹونے اور تعویز گنڈوں مین مشہور تھیں۔ یہودیوں نے لبید ابن اعصم کو کچھ رقم دے کر کہا کہ اگر تم (حضرت) محمد (ﷺ) پر کوئی ایسا زبردست جادو کر دو جس سے یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے راستے سے ہٹ جائیں تو ہم تمہیں اور بھی مال دیں گے۔ لبید اس کے لئے تیار ہو گیا۔

اس نے ایک ایسے خادم سے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا تھا اس سے کنگھے کا ایک ٹکڑا جس میں آپ کے لگے ہوئے سر کے چند بال بھی تھے حاصل کر لیا۔ اس نے کنگھے اور سر کے بالوں پر جادو کیا اور ایک تانت کے دھاگے میں گیارہ گرہیں لگائیں اور ایک نر کھجور کے گابھے میں رکھ کر بنی زریق یا بنی زروان کے ایک اندھے کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔

چونکہ نبی کریم ﷺ برابر اللہ کی حفاظت میں تھے اس لئے اس جادو کا کوئی شدید اثر تو نہ ہوا۔ البتہ آپ نے خود یہ اثر محسوس کیا کہ آپ اندر ہی اندر گھلتے جا رہے ہیں۔۔ دوسرا اثر یہ ہوا کہ جیسے کسی وقت میں بخار کی کیفیت میں طبیعت اکھڑی اکھڑی سی ہو جاتی ہے اسی طرح آپ کو خود محسوس ہونے لگا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ جو آپ سے قریب تر تھے یہاں تک کہ آپ کی مزاج شناس محبوب بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی آپ کی ان کیفیات کو محسوس نہ کرسکیں۔ کبھی آپ کے سر میں درد یا عجیب سی بے چینی سی ہو جاتی تھی۔

ایک دن جب کہ آپ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں موجود تھے زیادہ بے چینی محسوس کر کے بار بار دعائیں کر رہے تھے کہ آپ کو ہلکی سی نیند آ گئی اور آپ کچھ دیر بعد اٹھ بیٹھے فرمایا عائشہ! میں نے اپنے رب سے پوچھا تو اللہ نے مجھے اس تکلیف کی وجہ بتا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہی مجھے اونگھ آئی تو دو فرشتے انسانی شکل میں آئے۔ ایک سرھانے بیٹھ گیا دوسرا پاؤں کی طرف۔ ایک نے پوچھا ان کو کیا ہو گیا؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے۔ لبید ابن اعصم نے کنگھی اور بالوں کو ایک نر کھجور کے خوشے میں غلاف کے اندر چھپا کر بنی زردان کے کنویں میں پتھر کے نیچے دبایا ہوا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عمار ابن یاسر، حضرت زبیر تھے لے کر ذردان کے کنویں پر پہنچے جس میں جادو کی گئی تمام چیزیں موجود تھیں۔ ان کو باہر نکالا۔ تانت میں گیارہ گرہیں تھیں۔ موم کا ایک ایسا پتلا تھا جس میں گیارہ سوئیاں چبھوئی گئی تھیں۔ اس وقت اللہ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل فرمائیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ آپ ان جادو کی چیزوں پر ان دو سورتوں کی گیارہ آیات کی تلاوت کرتے جائیں۔ ہر آیت پر ایک گرہ کھولتے جائیں اور ایک سوئی نکالتے جائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب ساری گرہیں کھول دی گئیں اور سوئیاں بھی نکال کر پھینک دی گئیں تو آپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ تھا یا کسی چیز میں آپ بندھے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھول دی گئی ہوں۔

سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ انصار کے ایک قبیلے بنی زریق کے لبید ابن اعصم اور اس کی بہنوں نے یہ حرکت کی ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں نہ لبید کو قتل کر دیا جائے تا کہ وہ آئندہ کسی کے ساتھ اس قسم کی حرکت نہ کر سکے۔ آپ نے بڑا سادہ سا جواب دیا کہ اللہ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ اپنی ذات کے لئے دوسرے لوگوں کو بھڑکاؤں اور اس طرح آپ نے لبید ابن اعصم اور اس کی جادوگر بہنوں کو معاف کر دیا اور ان سے کسی قسم کا انتقام یا بدلہ نہیں لیا۔ سورۃ الفلق

اورسورۃ الناس کی آیات کے متعلق چند باتیں عرض ہیں۔

☆ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیات ہیں۔

سورۃ الفلق کی آیات کا تعلق دنیاوی چیزوں سے ہے جن میں پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔مخلوق کے شر سے، رات کے چھا جانے والے اندھیرے سے، گرہوں میں پھونک مار کر جادو کرنے والیوں اور حسد کرنے والوں کے شر سے۔

سورۃ الناس میں انسانوں کے پروردگار، سب لوگوں کے بادشاہ اور تمام انسانوں کے معبود کی پناہ میں آجانے کی ترغیب دی گئی ہے فرمایا گیا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے والوں کے شر سے اور وسوسے ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے انسان اور جنات کی برائیوں سے پناہ صرف اللہ ہی کے پاس مل سکتی ہے۔

☆ان دونوں سورتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو ہر حال میں صرف اللہ ہی سے پناہ مانگنا چاہیے۔عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب آدمی کسی چیز سے کسی طرح کا ڈر یا خوف محسوس کرتا ہے تو وہ کسی طرح اس سے نکلنے کے لئے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے بچ جانا چاہتا ہے۔چنانچہ کفار قریش اللہ کے سوا ہر چیز کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

جنات، بت، دیوی، دیوتاؤں کو اپنی پناہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔سورۃ الجن میں فرمایا گیا" کہ یہ لوگ انسانوں میں سے اور کچھ لوگ جنات سے پناہ طلب کرتے تھے"۔اسی طرح کفار قریش جب کبھی رات کے وقت کسی سنسان وادی میں پڑاؤ ڈالتے تھے تو کہتے" ہم اس وادی کے رب (یعنی وہ جن جو اس وادی پر حکومت کرتا ہے) اس کی پناہ مانگتے ہیں"۔اس کے لئے کچھ کھانے اور خوشبوؤں کی دھنی بھی دیا کرتے تھے۔غرضیکہ غیر اللہ سے پناہ مانگنا اور اپنے سائے سے بھی لرزنا یہ ان کا مزاج بن گیا تھا۔

موجودہ دور میں بھی "ہیلوون "انگریزوں کا وہ تہوار ہے جس مین ان کا خیال ہے کہ ہر سال کی ۳۱ اکتوبر کو تمام روحیں دنیا میں آتی ہیں۔ان سے بچنے کے لئے دنیا کی ترقی یافتہ اور روشن خیالی کا دعویٰ کرنے والی قوموں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ پوری قوم اپنے جسم پر اس طرح مختلف رنگ پینٹ کر کے اس رات پوری قوم بھوتوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو دنیا بھر کے بھوت انہیں چٹ کر جائیں گے۔ہندوستان میں برگد کے درخت، تلسی کے پودوں کو وہ اپنا محافظ سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام وہموں اور پناہ کے غلط تصورات سے نجات دینے کے لئے بتا دیا کہ پناہ صرف اللہ رب العالمین کی مانگی جائے اس کے علاوہ کسی سے پناہ نہ مانگی جائے۔اب ایک مومن صرف ایک اللہ ہی کی پناہ مانگتا ہے۔اس کے سوا کسی کی پناہ کا وہ کوئی تصور نہیں کرتا۔

☆نبی کریم ﷺ پر جادو کا اثر ہو جانا قطعی طور پر ثابت ہے۔محدثین نے اس کثرت سے اور مختلف سندوں سے

روایات کے بعد اس واقعہ کو ثابت کیا ہے کہ اس کے مضمون سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔البتہ جادو کا اثر محض طبعیت کی گرانی تک محدود تھا شریعت کے احکامات میں کسی طرح کے اثرات ظاہر نہیں ہوئے۔جب حضرت جبرئیل نے اس کا علاج بتا دیا تو وہ اثر بھی جاتا رہا۔

سُورَةُ الفَلَق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝۱ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِ ۝۴ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

ع ۱ ۵ ۲۸

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۵

اَلۡفَلَقُ	صبح
شَرٌّ	برائی
غَاسِقٌ	سیاہ رات
وَقَبَ	چھا گیا
اَلنَّفّٰثٰتُ	پھونکنے والیاں
اَلۡعُقَدُ	گرہیں
حَاسِدٌ	حسد کرنے والا۔ جلنے والا

اصل میں ہمارے دین نے ہمیں جو تعلیم دی ہے اس میں اس بنیادی بات کو سکھایا گیا ہے کہ اللہ نے نفع اور نقصان کا اختیار کسی کو نہیں دیا۔ نفع اور نقصان صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا ہر آن اسی سے پناہ کی درخواست کرتے رہنا چاہیے۔ اگر کوئی اس کی پناہ اور حفاظت میں آجائے تو وہ دنیا اور آخرت کے ہر طرح کے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس میں اسی بات کو ارشاد فرمایا ہے یعنی یہودیوں اور لبید ابن عصیم نے سرکار دو عالم ﷺ کو شدید نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ رسول اللہ ﷺ براہ راست اللہ کی حفاظت ونگرانی میں ہیں۔ کوئی آپ کو یا اسلامی تعلیمات کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی گیارہ آیتوں میں قیامت تک آنے والے ہر مسلمان کو اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر انسان کسی کی پناہ میں محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ صرف اللہ کی پناہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی سے پناہ نہیں مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱)۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ: فلق کے معنی پھٹنا، رات کی پو پھٹنا، دانے اور گٹھلی کا پھٹنا۔ رات کے بعد جب پو پھٹ کر صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے اس رب کی پناہ میں آتا ہوں جو تاریکی اور اندھیرے کو چھانٹ کر صبح کو نکالتا ہے۔ یعنی رات کی تاریکی اور دن کی روشنی جس کے اختیار میں ہے میں اسی رب کی پناہ مانگتا ہوں۔

(۲)۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: میں مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اصل میں رات کے اندھیروں میں ہی بہت سے جرائم اور گناہ ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ کہئے کہ میں مخلوق کی جتنی برائیاں ہیں ان برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۳)۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ: یعنی جب رات پوری طرح چھا جائے ہر طرف اندھیرا پھیل جائے تو اس تاریکی میں جو گناہ ہوتے ہیں ان گناہوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۴)۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ: اور گرہوں میں پھونکنے والیاں یعنی جادو کے منتر پڑھنے والیاں جب وہ اپنے منتر پڑھتی ہیں جس طرح لبید ابن اعصم اور اس کی بہنوں نے منتر پڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر جس کا محافظ اللہ ہو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۵)۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ: منافقین، کفار و مشرکین، یہود اور نصاریٰ جو آپ کی اور آپ کے صحابہ کی ترقیات اور عظمتوں سے حسد کرتے اور جلتے تھے فرمایا کہ جب آپ اللہ کی پناہ لے لیں گے تو کسی حاسد کا حسد، کسی جلنے والے کی جلن سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پارہ نمبر ۳۰

عمّ

سورۃ نمبر ۱۱۴

النَّاس

• تعارف • ترجمہ • لغت • تشریح

سورۃ النّاس

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِۙ ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِۙ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِۙ ﴿۳﴾
مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِۙ ﴿۴﴾ الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ
صُدُوۡرِ النَّاسِۙ ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

ع ۱ ۲۹

لغات القرآن آیت نمبر ۱ تا ۶

مَلِکٌ	بادشاہ
اِلٰہٌ	معبود
اَلوَسوَاسُ	وسوسے ڈالنے والا
اَلخنّاسُ	پیچھے ہٹ جانے والا
مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ	جنات میں سے اور انسانوں میں سے

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ: آپ کہیئے کہ میں تمام لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔

مَلِكِ النَّاسِ: جو تمام لوگوں کا حقیقی بادشاہ ہے اس کی پناہ مانگتا ہوں

اِلٰهِ النَّاسِ: تمام لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔

ان تین آیتوں میں اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ اس کائنات میں درحقیقت انسانوں کا پالنے والا، لوگوں پر حکمرانی کرنے والا اور لوگوں کے لئے وہ ہستی جو قابل عبادت ہے ایک اللہ ہی کی ہے۔ فرمایا کہ اے نبی ﷺ! آپ اس عظیم رب کی پناہ مانگئے۔ وہیں آپ کو اور اللہ کے ماننے والوں کو حقیقی پناہ اور فلاح نصیب ہوگی۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ: شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے وہم اور وسوسے پیدا کر کے اس طرح پیچھے ہٹ جاتا ہے کہ کسی کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کو شیطان نے بہکا کر کس بری راہ پر لگا دیا ہے۔

فرمایا کہ اس شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی جائے ورنہ وہ شیطان تو اسی طرح وسوسے پیدا کر کے انسان کو ایمان سے بھی محروم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس اللہ کی پناہ مانگ لی جائے جو ساری کائنات کا پروردگار اور مالک و مختار ہے تو انسان شیطانی وسوسوں سے بچ سکتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ: وہ وسوسے ڈالنے والے صرف شیطان ہی نہیں ہیں بلکہ انسانوں میں سے بھی وہ ہیں جو وسوسے پیدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطانی وسوسوں اور شیطان کے کارندوں کے ہر طرح کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

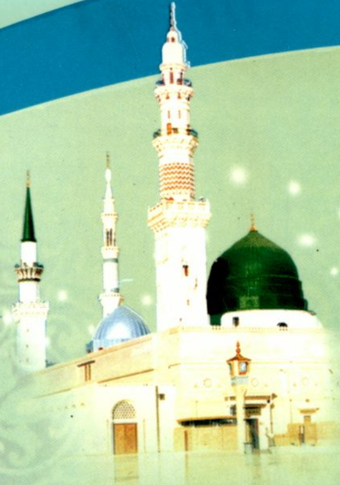
الحمد للہ آج مورخہ 26-06-2005 بروز اتوار صبح بارہ بجے جناب سلیم اعجاز صاحب کے گھر میں جو کہ ونی پیگ مینی ٹوبا (کینیڈا) میں واقع ہے۔ مندرجہ ذیل حضرات کی موجودگی میں وہ ترجمہ قرآن جو میں نے اللہ کے فضل و کرم سے چھبیس سال پہلے شروع کیا تھا وہ مکمل ہو گیا ہے۔ الحمد للہ۔ جو حضرات اس وقت موجود تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ قاری وحید ظفر قاسمی، سید صبیح الدین رحمانی، جناب سلیم اعجاز، جناب خواجہ سید حبیب الدین، جناب اعجاز سلیم، عزیزم عبداللہ اعجاز، محترمہ نسیم اعجاز، شاہینہ کنول موجود تھے۔ نیز جس وقت میں اس ترجمہ کو مکمل کر رہا تھا تو اس وقت سلیم اعجاز صاحب کے پوتے روشان عبداللہ بعمر اٹھارہ مہینے میری گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔

6

تفسیر
بصیرتِ قرآن

سُورۃُ الحدید تا سُورۃُ النّاس





مولانا محمد آصف قاسمی

امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا

مکتبہ بصیرت قرآن

4-T-S بلاک K، نارتھ ناظم آباد کراچی پاکستان